اکوڑہ خٹک کا

ماہنامہ الحق

شیخ الحدیث حضرت مولانا

عبدالحق نمبر

مدیر مرتبہ

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ○ مولانا عبدالقیوم حقانی نائب مدیر

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک ۔ نوشہرہ (سرحد) پاکستان

ماہنامہ

الحق

سلسلہ دعوۃ الحقّ

خصوصی اشاعت

بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا

عبدالحق نوّر اللہ مرقدہٗ

بانی دارالعلوم حقّانیہ اکوڑہ خٹک

○

مُدیر

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مُرتّبہ: مولانا عبدالقیوم حقّانی

نائب مُدیر

تصویروں کے آئینہ میں

حضرت شیخ الحدیثؒ کی آخری آرام گاہ

گھر کے بالائی کمرے سے باہر وہ تخت جس پر حضرت بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوتے

گھر میں حضرتؒ کا کمرہ (خوابگاہ)

گھر کی پرانی بیٹھک اور داخلی دروازہ

صبح و شام باجماعت نمازوں کیلئے
اُترتے چڑھتے وقت کی گھر والی سیڑھیاں

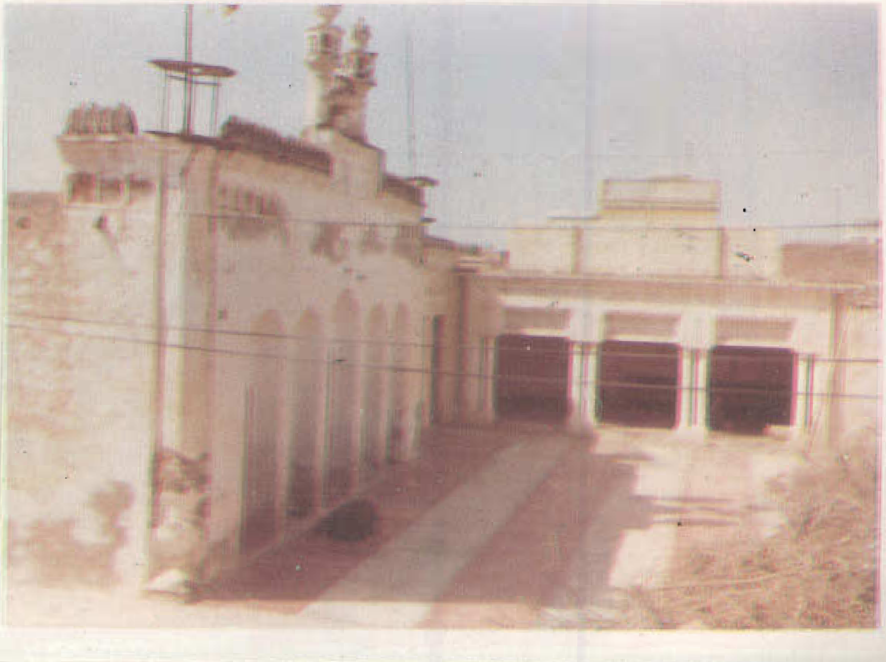

دار العلوم کی قدیم مسجد جو حضرت
شیخ الحدیثؒ کا اوّلین مرکز رہا

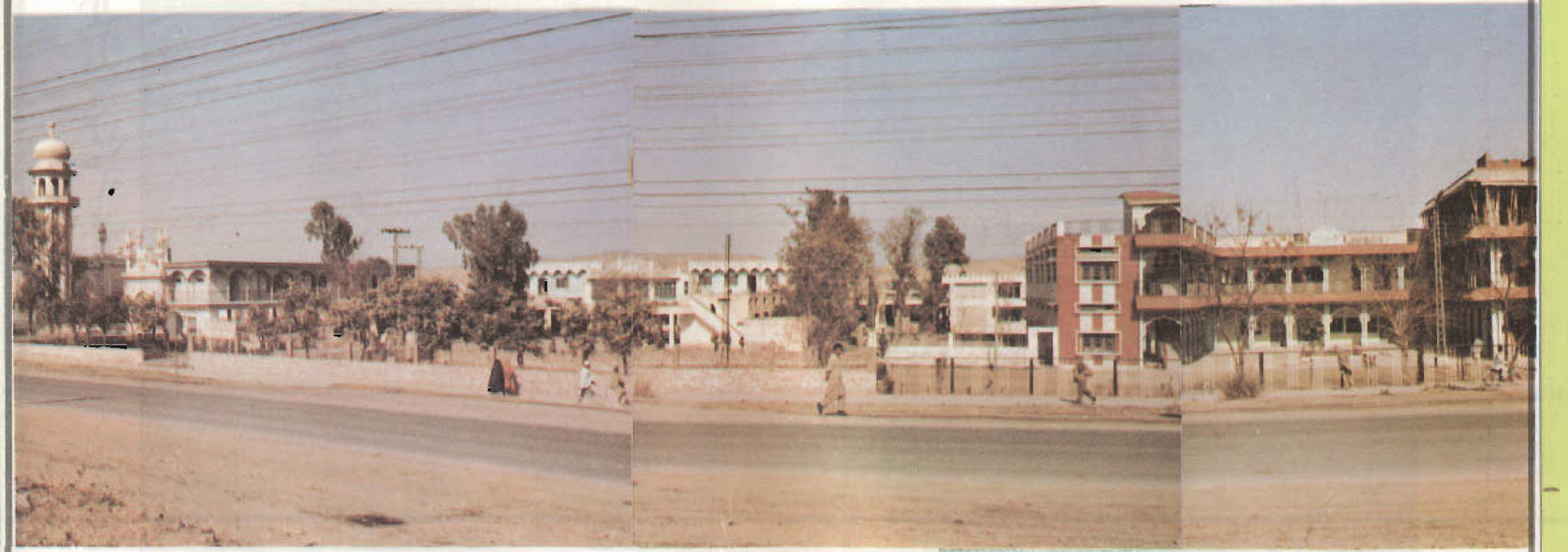

دارالعلوم حقانیہ کا ایک بیرونی منظر

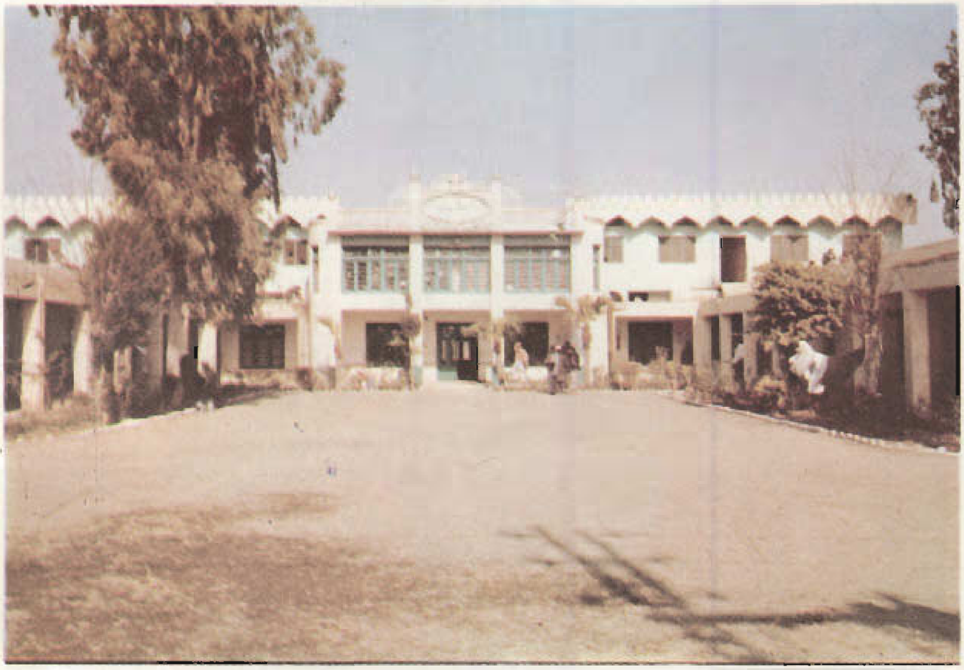

دار الحدیث

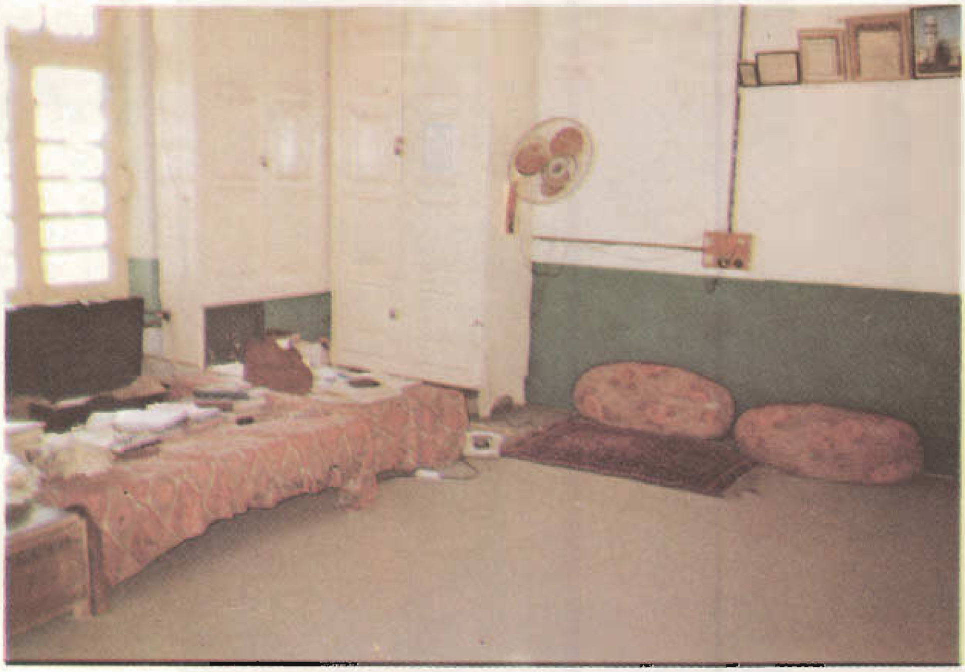

دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی نشست گاہ

حقانیہ ہائی سکول کا ایک اور منظر

مؤتمر المصنفین، دار الافتاء اور الحق کے دفاتر کا ایک حصہ

دارالاقامہ مدنیہ کا ایک حصہ

دارالاقامہ کا ایک منظر

دار الحفظ والتجوید کا ایک منظر

دار الحفظ کا ایک اور گوشہ

ارالحدیث کاایک منظر

حقانیہ ہائی سکول (تعلیم القرآن) کاایک منظر

کتب خانہ کی بالائی منزل

جامع مسجد اور بعض دیگر عمارتیں

دارالمدرسین کا ایک حصّہ

کتب خانہ دارالعلوم کا ایک گوشہ

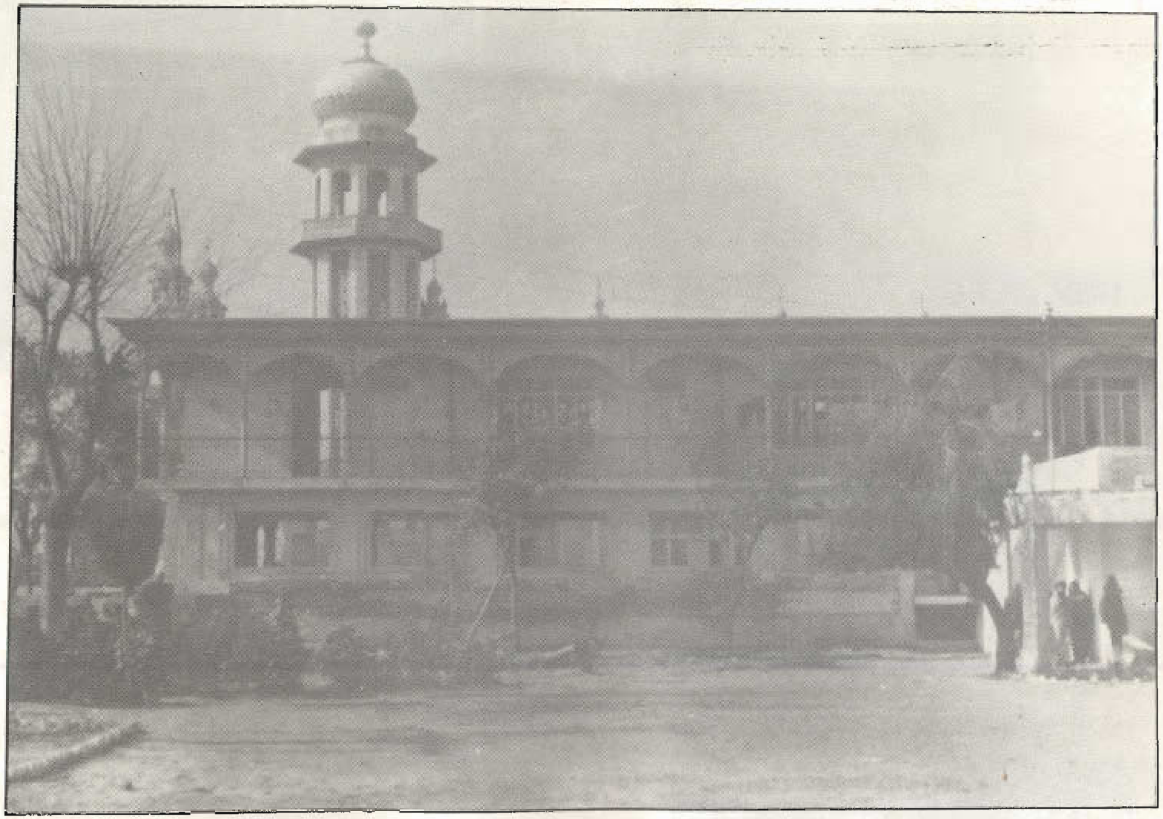

احاطۂ مسجد کا دارالاقامہ یوسفیہ (بیادگار حاجی محمد یوسف ؒ)

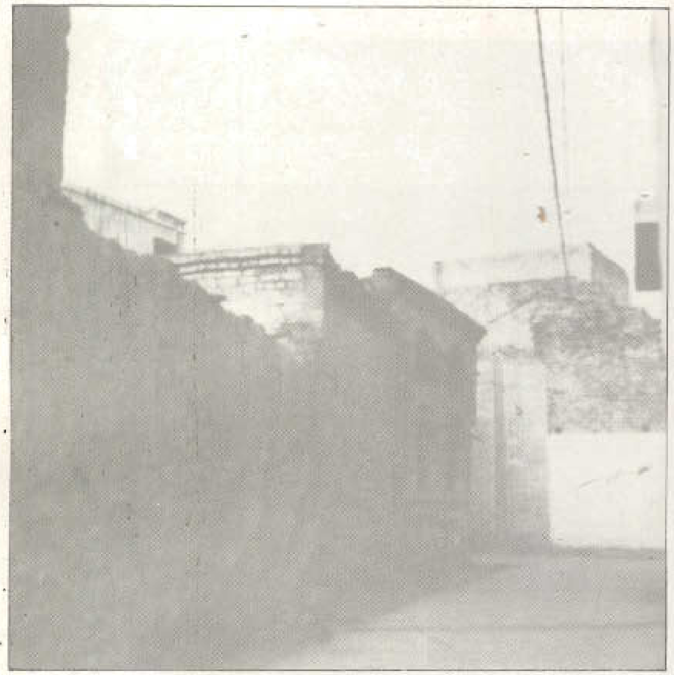

حضرت کی بیٹھک اور بوسیدہ مکان جس کو آخر وقت
یہ عظیم المرتبت انسان تبدیل کرنے پر تیار نہ تھے

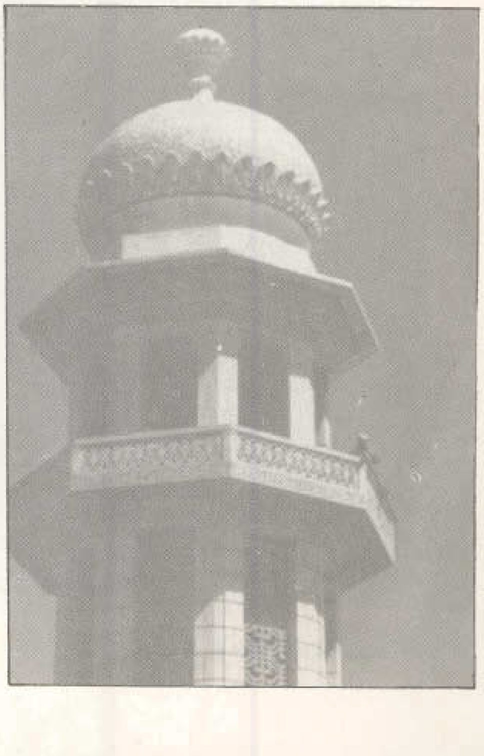

جامع مسجد دار العلوم کا ایک مینار

جامع مسجد دارالعلوم کا ایک منظر

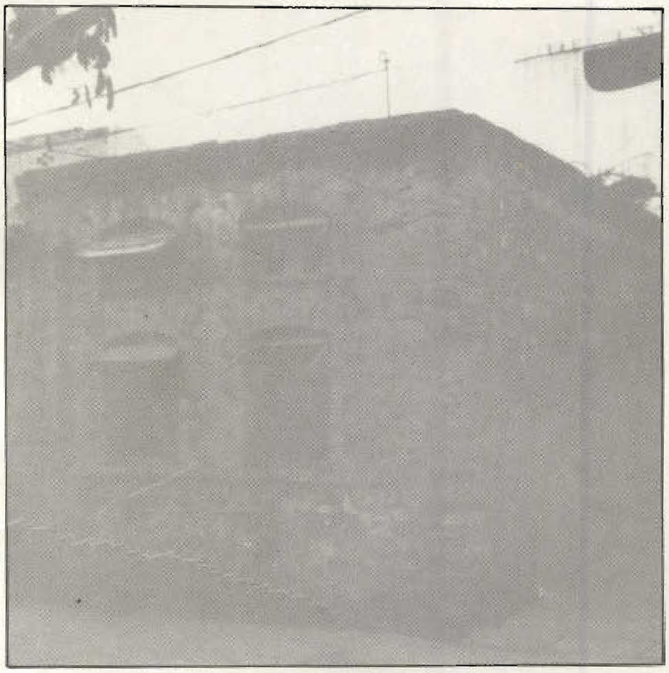

گھر کی پرانی بیٹھک

نذرانہ عقیدت

جہاد افغانستان کے نازک اور حساس اور سنگین حالات میں بھی محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی جرأت، نصرت، دعاؤں اور تعاون کی تمام افغان ملت معترف ہے ان کے تلامذہ اور فضلاء حقانیہ کا کردار حزب اسلامی سمیت افغانستان کے تمام مسلمانوں کے لیے باعثِ افتخار ہے ہم الحق کے خصوصی نمبر کی اشاعت کے موقع پر مرحوم کی بھرپور جہادی مساعی اور مجاہدین کی سرپرستی پر انہیں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

○

انجینئر گلبدین حکمت یار۔
صدر حزب اسلامی افغانستان

ہدیۂ تبریک

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ان کی عظیم تاریخی مساعی جہاد افغانستان میں مجاہدین کی بھرپور سرپرستی محاذ جنگ کے اکثر جرنیلوں کی خصوصی تعلیم و تربیت افغان ملت کے اکابر علماء و مشائخ کو خصوصی ہدایات جہاد افغانستان کے ہر نازک مرحلے میں ان کی پرسوز دعائیں اور مفید ترین مشوروں اور خالص دینی رہنمائی کے صدقے آج ہم آزاد افغانستان میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں افغان ملت کا ہر فرد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تقدس، جہاد میں سبقت اور عظمت کا معترف ہے اتحاد اسلامی اپنے عظیم رہنما کیلئے ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت کے اہتمام پر ادارہ کے تمام کارکنوں کو ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہے۔

○

پروفیسر عبدالرب رسول سیاف۔ صدر اتحاد اسلامی افغانستان

عظمتِ روحانی کا اعتراف

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے روحانی توجہات اور دعواتِ مستجاب قدم قدم پر افغان مجاہدین کے ساتھ رہے ان کی انابت الی اللہ اور مقبول دعاؤں نے ہر آڑے وقت اور مشکل گھڑی میں غیبی نصرت اور خرق عادت کے طور پر افغان ملت کی نصرت کی افغانستان کی سرزمین کا ذرہ ذرہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی عظمتِ روحانی کا قائل اور ان کے تقدس و ولایت کا معترف ہے افغانستان کے مشائخ اور روحانیین اور جبہہ ملی نجاتِ افغانستان کی جانب سے الحق کی خصوصی اشاعت پر حضرت شیخ الحدیثؒ کے نسبی اور روحانی فرزندوں اور متوسلین و متعلقین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

◆

پروفیسر (حضرۃ) صبغت اللہ مجددی ۔ سابق صدر افغانستان و رئیس جبہہ نجات ملی افغانستان

سپاس عظمت

آج کے آزاد اسلامی افغانستان میں افغان قیادت سمیت ہم تمام افغان مسلمانوں کے سر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے احترام و عقیدت میں خم ہیں ان کی روح آج مطمئن ہو گی کہ افغان ملت ان کے مشن کی تکمیل کی راہوں پر رواں دواں ہے ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت کے موقع پر افغان حکومت اور جمعیت اسلامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی عظیم تاریخی مساعی اور جہادی مہمات میں سب سے بڑھ کر تعاون پر خراج تحسین پیش کرتی اور سپاس عظمت کا اعتراف کرتی ہے۔

○

پروفیسر برہان الدین ربانی ۔ صدر حکومت افغانستان و چیئرمین جمعیت اسلامی افغانستان

جہاد افغانستان کا ایک روشن نام

غیرت و حمیت کی سرزمینِ افغانستان کے تمام مسلمان، میرے عظیم مربّی و محسن، شیخ ادر علمی و روحانی پیشوا محدث العصر قائد شریعت مجاہد کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تمام علمی و دینی بالخصوص جہادی مساعی کو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں مرحوم کی تعلیم و تربیت اور مغازی کے درس نے ہمیں ولولہ حوصلہ اور جرأت اور جہاد کی لائن دی، ان کی دعاؤں، افرادی مدد اور بھرپور راہنمائی نے مجاہدین کیلئے فتح کی منزلیں قریب کر دیں۔ افغانستان کا بچہ بچہ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے احسانات کا ممنون، شکر گذار اور معترف ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں جہاد افغانستان اور افغانستان کے تاریخ جہاد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ حزبِ اسلامی افغانستان عظیم محسن کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔

(مولانا) مولوی محمد یونس خالص — امیر عمومی حزبِ اسلامی افغانستان (خالص گروپ)

خراجِ عقیدت

ہزاروں علماء کے مرشد، میدان جہاد کے نامور جرنیلوں کے مربّی محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جن کی تعلیمات سے ہزاروں علماء جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر حرکت انقلاب اسلامی کا حصہ بن کر میدانِ کارزار میں جام شہادت نوش کیا یا پھر غازی بنے مستقبل کا آزاد اسلامی افغانستان مولانا عبدالحقؒ کی تعلیمات و ہدایت اور توجہ و سرپرستیٔ جہاد کا رہینِ منت ہے حرکتِ انقلاب اسلامی اس عظیم محسن کو خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔

* * *

مولانا مولوی محمد نبی محمدی ۔ امیر عمومی حرکت انقلاب اسلامی ۔ افغانستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

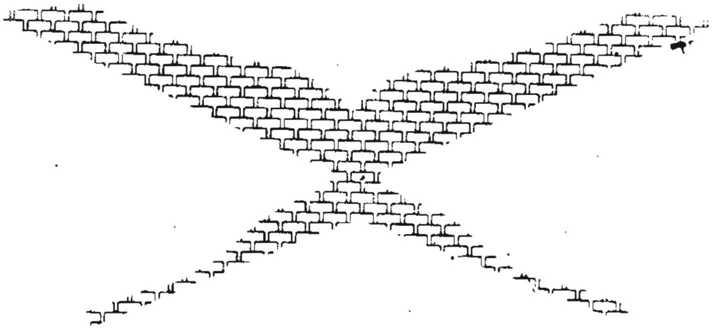

نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے۔

(القرآن ۹ : ۴۱)

افغانستان کے بعد اب انشاء اللہ کشمیر بھی
غاصبوں کے قبضے سے آزاد ہو کر رہے گا۔

ظلم کے خلاف اس جدّوجہد میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کیجیے

اعجاز الحق چیئرمین۔ ضیاء الحق فاؤنڈیشن

جہاد افغانستان کے دو عظیم کردار

جنرل اختر عبد الرحمٰن اور شیخ الحدیث
مولانا عبد الحقؒ تاریخ کا ایک روشن باب،
جس پر ہمیشہ امت مسلمہ کا سر افتخار
بلند رہے گا۔

○

ہمایوں اختر عبد الرحمٰن ایم این اے

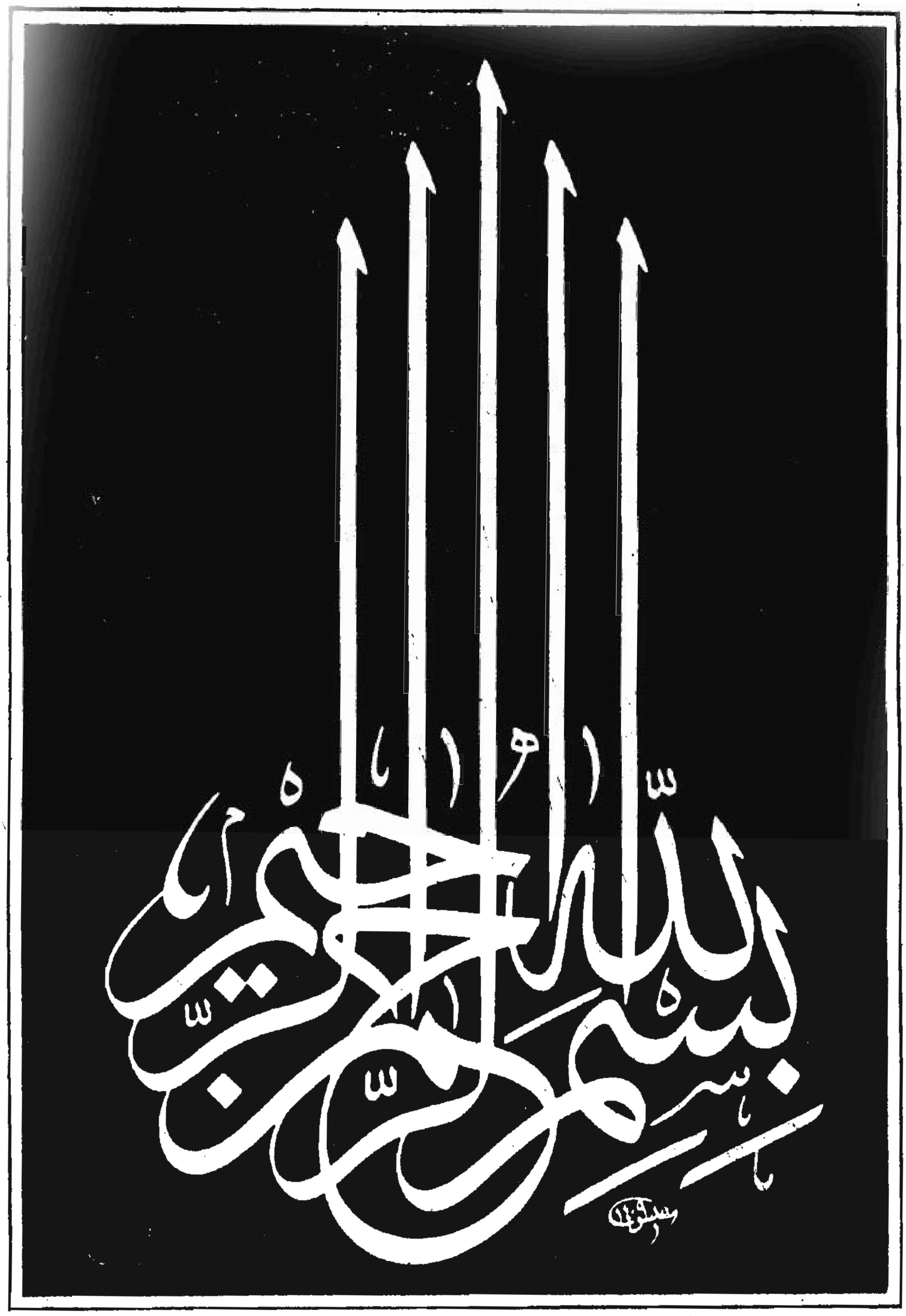
بسم الله الرحمن الرحيم

جدّة ۱۲ شوال المکرم

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكّل عليهِ

ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّئات اعمالنا

من يهده الله فلا مضلّ لهٗ ومن يضلله فلا هادي لهٗ

ونشهد ان لآ اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ

ونشهد ان سيّدنا ومولانا محمّدا عبدهٗ ورسولهٗ

صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

عکسِ تحریر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے ایک مکتوب کا عکس

۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کی تحریک نظامِ مصطفیٰ جو مارچ سے جون تک جاری رہی جس میں قوم و ملک کے قومی رہنما، دینی زعماء اور عامۃ المسلمین کی ایک کثیر تعداد سے جیلوں کو بھر دیا گیا تھا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے خاندان کو بھی اس ابتلاء اور آزمائش سے گزرنا پڑا، حضرت شیخ الحدیث کی عظمت علمی اور رفعت منزلت کے پیش نظر حکومتی کارندوں کو انہیں تو گرفتار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی البتہ حضرتؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق اور ان کے خاندان کے افراد کو ہری پور جیل میں پس دیوار زنداں کر دیا گیا قائد تحریک مولانا مفتی محمود اور دیگر عمائدین ملک و ملت رفیق زنداں تھے شیخ الحدیثؒ نے اپنے فرزند کو جو خط لکھا ذیل میں اسی کا عکس تحریر بطور تبرک پیش خدمت ہے جس پر ۲ اپریل ۱۹۷۷ء کی تاریخ درج ہے۔

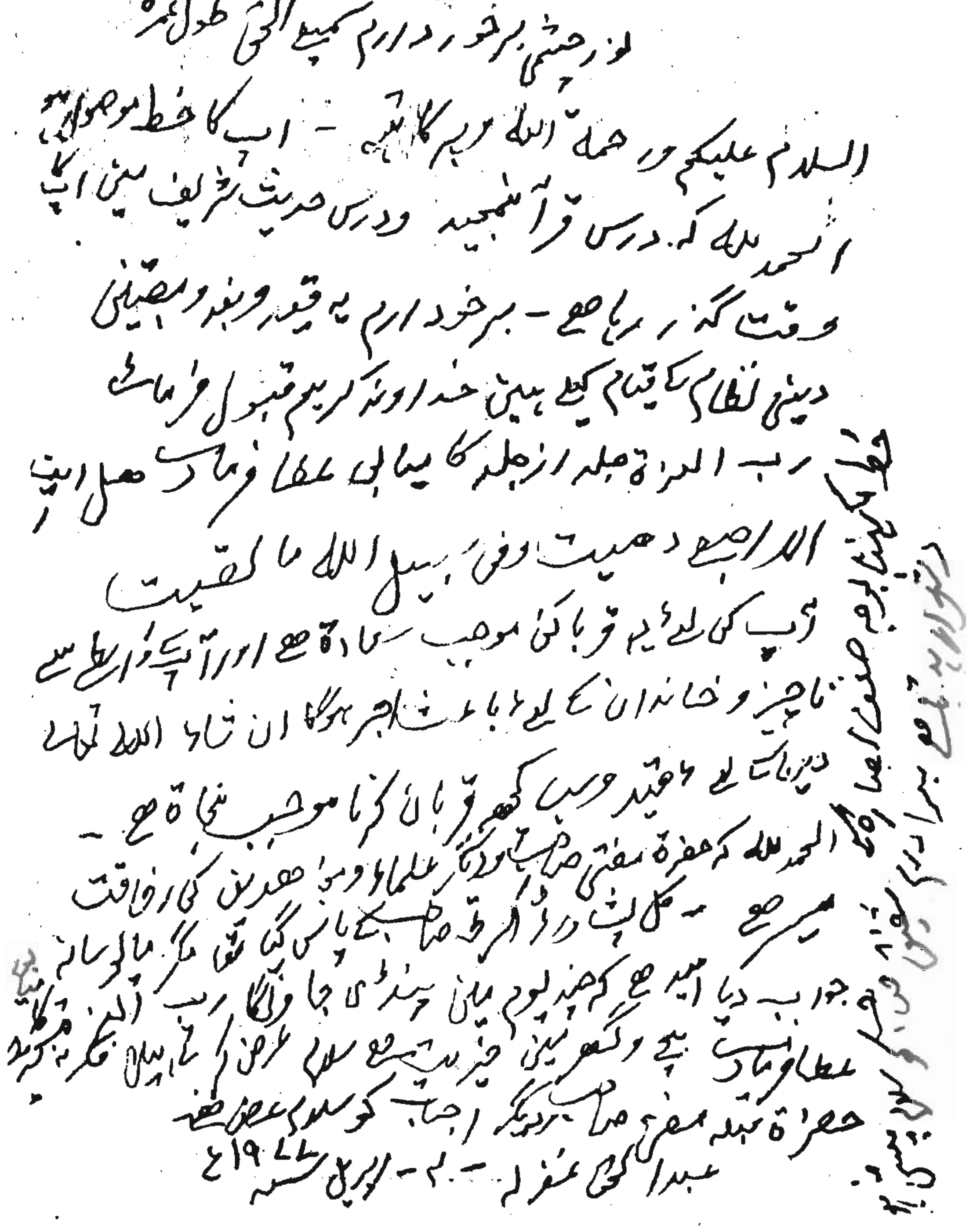

نور چشمی برخوردارم سمیع الحق طول عمرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـ آپ کا خط موصول ہوا
الحمد للہ کہ درس قرآن مجید و درس حدیث شریف میں آپ کا
وقت گذر رہا ہے ـ برخوردارم یہ قید و بند و مصائب
دینی نظام کے قیام کیلئے ہیں خداوند کریم قبول فرمائے
رب العزۃ جلد از جلد کامیابی عطا فرمادے ـ ھل انت
الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت
آپ کی یہ قربانی موجب سعادت ہے اور آپ کے واسطے سے
ناچیز و خاندان کے لیے باعث اجر ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ
نیز اس سال کے لیے عید جب گھر قربانی کرنا موجب [illegible] ہے ـ
الحمد للہ کہ حضرۃ مفتی صاحب و دیگر علماء و مجاہدین کی رفاقت
میں ہے ـ کل آپ کی والدہ ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا مگر مایوسانہ
جواب دیا امید ہے کہ چند یوم میں [illegible] ہو جاوے گا رب العزت شفا
عطا فرمادے ـ بچے و گھر میں خیریت سے ہیں سلام عرض کرتے ہیں الحمد للہ [illegible]
حضرۃ مولانا مفتی صاحب و دیگر احباب کو سلام عرض ہو
عبدالحق عفی عنہ ۲ ـ اپریل سنہ ۱۹۷۷ء

خط لکھنا بوجہ ضعفِ اعصاب مشکل دشوار ہے عزیز برادرم شفیق الحق و [illegible] کو سلام پیش ہو

خود نوشت سوانح حیات کے ایک صفحہ کا عکس

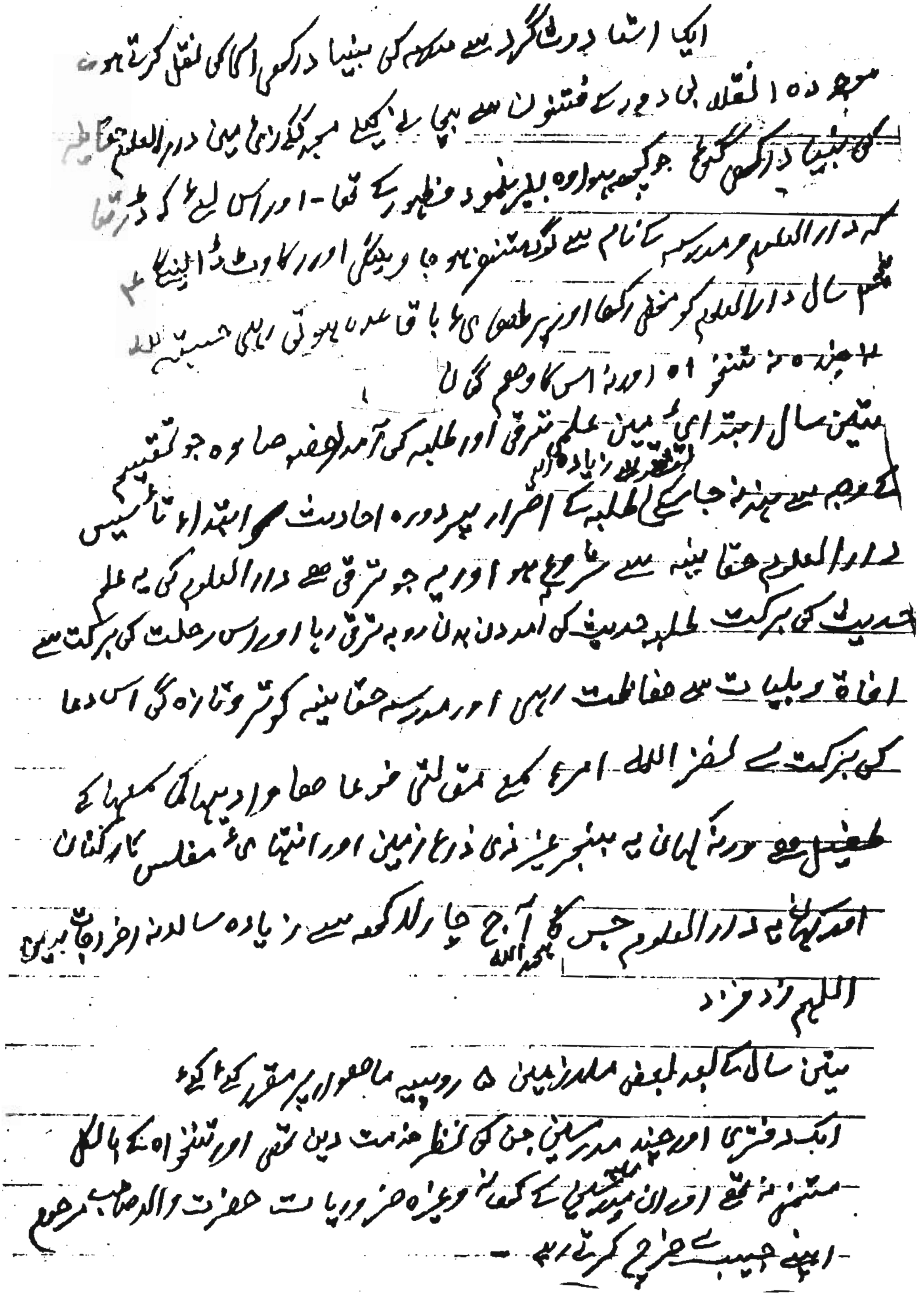

ایک استاد دو شاگرد سے مدرسہ کی بنیاد رکھی اکابر کی نقل کرتے ہوئے

مسجد دو انقلابی دور کے فتنوں سے بچانے کیلئے مسجد کی کوٹھی میں دارالعلوم حقانیہ

کی بنیاد رکھی گئی جو کچھ عرصہ بلا نام و نمود و ظہور کے تھا۔ اور اس لئے کہ ڈر تھا

کہ دارالعلوم و مدرسہ کے نام سے لوگ مشتعل ہو جاویں گے اور رکاوٹ ڈالیں گے

۳ سال دارالعلوم کو مخفی رکھا اور پڑھائی کا باقاعدہ ہوتی رہی حسبۃ للہ

نہ چندہ نہ تنخواہ اور نہ اس کا وہم گمان

تین سال ابتدائی میں علمی ترقی اور طلبہ کی آمد خصوصاً ہوا جو تقسیم

بتعداد زیادہ ہوئی

کے عوض میں ہند نہ جاسکے طلبہ کے اصرار پر دورہ احادیث کی ابتداء تاسیس

دارالعلوم حقانیہ سے شروع ہوا اور یہ جو ترقی ہے دارالعلوم کی یہ علم

حدیث کی برکت طلبہ حدیث کی آمد دن بدن روبہ ترقی رہا اور اس رحلت کی برکت سے

آفات و بلیات سے حفاظت رہی اور مدرسہ حقانیہ کو ترو تازہ کی اس دعا

کی برکت سے بفضل اللہ امر کچھ متوکلی خود ہی تھا اور دیہات کی مسجد کے

طفیل سے ورنہ یہاں یہ بنجر بے نشانی ذرائع زمین اور انتہائی مفلس نادار کسان

امید کہاں یہ دارالعلوم جس کا بحمد اللہ آج چار لاکھ سے زیادہ سالانہ اخراجات بدون

اللہم زد فزد

تین سال کے بعد بعض ملازمین ۵ روپیہ ماہوار پر مقرر کئے گئے

ایک دفتری اور چند مدرسین جن کی نظر خدمت دین تھی اور تنخواہ سے بالکل

مستغنی تھے اور ان مدرسین کے کھانے وغیرہ ضروریات حضرت والد صاحب مرحوم

اپنے جیب سے خرچ کرتے رہے۔

لہ دعوۃ الحق

بیاد

شیخ الحدیث حضرۃ
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نمبر

بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

○ ایک عہد ○ ایک تحریک ○ ایک تاریخ ○

مدیر

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مرتبہ

مولانا
عبدالقیوم حقانی

ماھنامہ

الحق

تنویر

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

نام کتاب ---------- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر
اہتمام و نگرانی ------- مولانا سمیع الحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ
ترتیب ---------- مولانا عبدالقیوم حقانی
ناشر ---------- ماہنامہ الحق، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
ضخامت ---------- ۱۲۰۰ صفحات
قیمت ----------
مطبع ----------

جلد ---------- ۲۸
شمارہ ---------- ٦
رمضان المبارک ------ ۱۴۱۳ھ
مارچ ---------- ۱۹۹۳ء

فہرست

نقشِ آغاز	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۱۵
عرضِ مرتب	مولانا عبدالقیوم حقانی	۱۷
باب ۱ ــــ نقوشِ زندگی		۲۱
خودنوشت سوانح حیات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۲۳
حیاتِ طیبہ پر ایک نظر	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۸
حیاتِ مستطاب کی کہانی حضرت شیخ الحدیثؒ کی زبانی	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ 〃 〃 〃 〃	۳۸
حضرت شیخ الحدیثؒ کے خاندانی حالات اور سیرت و سوانح کے مختلف روشن پہلو		۴۵
(مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)		
خاندانی حالات	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۴۶
ارالعلوم حقانیہ اور متعلقات	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۵۰
عرب و عجم کے مشائخ کی نظر میں	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۵۳
اساتذہ و مشائخ کا تذکرہ	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۵۷
تحریکات اور جہادی مساعی	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۶۱
بعض زعماء اور علماء کے سانحہ ہائے ارتحال	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۶۲
یتہ کے اکابر علماء کا مشترکہ بیان	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۶۸
جدِ امجد کا سفرِ حج	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۷۰
زہد و احتیاط کے بعض حیرت انگیز واقعات	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۷۳
حضرت شیخ الحدیثؒ کی اولین تربیت گاہ	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۷۵
مختصر حالاتِ زندگی	پروفیسر افضل رضا صاحب	۷۸
رجلِ عظیم کا سراپا	مولانا محمد اسرار الحق صدیقی	۸۶
ہمالۂ عظمت	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۹۳
پیکرِ علم و عمل	مولانا عبدالقیوم حقانی	۹۹
ایک شفیق رفیقِ سفر	مولانا عبدالحنان فاضل دیوبند	۱۱۰
یرے والد میرے شیخ	مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ	۱۱۵
ہارِ حقیقت اور چند گلہائے عقیدت	محمد اجمل خان خٹک ایم اے	۱۲۱
عظیم شخصیت، عظیم کردار	میاں عمران بادشاہ فقیر خیل	۱۲۶
حضرت اباجیؒ	الحاج مولانا اظہار الحق	۱۳۱
حسین یادوں کا عظیم سرمایہ	شفیق الدین فاروقی	۱۳۳
تذکرۃ الاساتذہ	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۱۳۵
باب ۲ ــــ حضرت شیخ الحدیثؒ کا مولد و منشا اکوڑہ خٹک محلِ وقوع، قدرت کا انتخاب، مرکزیت اور تاریخی پس منظر		۱۳۹
اکوڑہ خٹک، تاریخ کی روشنی میں	پروفیسر محمد افضل رضا	۱۴۱
اکوڑہ خٹک مختصر تاریخی جائزہ	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۵۹
باب ۳ ــــ سیرت و اخلاق		۱۴۵
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ایک محبوب اور ہر دلعزیز راہنما		۱۶۶
(خاندانی بچوں کی شہادتیں)		
میرے دادا جانؒ	حافظ راشد الحق حقانی	۱۶۷
میرے شفیق اور مہربان والد	بی بی زاہدہ سلمہ	۱۷۳
دادا جانؒ بڑے شفیق انسان تھے	حافظ سلمان الحق حقانی	۱۷۴
پھول اور خوشبو	حافظ عرفان الحق حقانی	۱۷۵
دادا جانؒ، چھوٹوں اور بڑوں کے محبوب	حافظ عرفان الحق حقانی	۱۷۶
دادا جانؒ سے وابستہ چند یادیں	نفیسہ بی بی	۱۷۷
چند مبارک ساعتیں	حافظ ارشد علی قریشی	۱۷۸
ایسے لوگ (نظم)	مولوی محمد صدیق	۱۷۹
بچیوں کی تعلیم و تربیت کا حکیمانہ انداز	اُمِ کلثوم	۱۸۱
بچوں سے محبت کا ایک دیدنی منظر	حافظ محمد صفی اللہ معاویہ	۱۸۲
جانے والے تو مسیحا بن کے آجا ایک بار (نظم)	عبدالعزیز چشتی	۱۸۵
چند شگفتہ یادیں	مولانا لطافت الرحمٰن سواتی	۱۸۷
ایک مردِ درویش	عبدالرزاق سنگین	۱۹۰

عبدالحق کے نام سے اک دیدہ ور پیدا ہوا (نظم)	مولانا محمد یوسف فاضل دیوبند	۱۹۱
میرے شیخؒ کی حسین یادیں	مولانا قاضی عبدالحلیم حقانی	۱۹۲
پیکرِ حلم و تواضع	مولانا الطاف الرحمٰن	۲۰۱
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اپنے معاصرین کی نظر میں		۲۰۵
ڈاکٹر پروفیسر ناصرالدین، ڈاکٹر پروفیسر محمد نواز، ڈاکٹر پروفیسر محمد داؤد خان، ڈاکٹر پروفیسر ضیاء الاسلام، ڈاکٹر محمد اقبال صافی، پروفیسر ڈاکٹر اے آر احمد رضا، پروفیسر ڈاکٹر ٹی ایچ کرمانی۔		
حسنِ صورت اور سیرت کا مرقع	مولانا حافظ ذاکر حسن نعمانی	۲۱۱
سیرت و کردار کی چند جھلکیاں	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۱۵
چند مشاہدات اور واقعات	مولانا مغفور اللہ صاحب	۲۲۵
ایک عاشقِ رسول ایک متبعِ سنت	مولانا محمد ظفر الحق حقانی	۲۲۷
سنتِ رسولؐ سے والہانہ عشق	احمد کامران ایڈیٹر روزنامہ مشرق لاہور	۲۳۱
بے نفسی اور علم پروری کا حیرت انگیز واقعہ	مولانا مقصود گل حقانی	۲۳۳
شیخ الحدیث الحقؒ کے کاتب کی نظر میں	اصغر حسن حافظ آبادی	۲۳۴
ناقابلِ فراموش عظمتیں	مولانا عبدالحلیم ذیروی	۲۳۵
باب ۴ ـــــ فضل و کمال اور جامعیت		۲۳۷
بلند مرتبہ انسان، مردِ کامل اور جامع شخصیت	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۹
ایک جامع شخصیت	مولانا رضاء الحق (جوہانسبرگ افریقہ)	۲۴۵
خوشحال خان خٹک کے افکار کا مرکزی نکتہ	پروفیسر پریشان خٹک	۲۵۲
پدرم بزرگوارم !	پروفیسر محمود الحق حقانی	۲۵۵
چراغِ راہِ عرفان	مولانا محمد بنوری کراچی	۲۵۷
آفتابِ علم و حکمت	مولانا محمد عبدالمعبود	۲۵۸
نابغۂ روزگار، نمونۂ اسلاف	مولانا منیب الرحمٰن	۲۶۲
علم و عمل اور خلوص و تواضع کا بحرِ ذخار	مولانا زاہد الراشدی	۲۷۳
ایک پیکرِ محبوبی، ہشت پہلو شخصیت	مولانا رشید احمد حقانی	۲۷۵
داعیٔ اسلامی انقلاب	مولانا اشرف علی قریشی	۲۷۸
صحبتِ نیم ساعت	سید محمد حسین شادیزئی	۲۸۹
مولانا عبدالحقؒ عاشقِ رسول	مولانا کوثر نیازی	۲۹۱
مولانا عبدالحقؒ بارگاہِ رسالت میں	مولانا مفتی سیف اللہ حقانی	۲۹۵
آسمانِ علم و فضل کا درخشندہ ستارہ	مولانا غلام مصطفیٰ علوی	۲۹۷
ایک ہمہ جہت شخصیت	صاحبزادہ ابوالقاسم	۲۹۹
ایک تاریخ ساز شخصیت	عبدالعزیز چشتی	۳۰۴
علم و شرافت کی رخصتی	مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی	۳۰۵
عباد الرحمٰن کی عملی تصویر	مولانا سعید الرحمٰن حقانی	۳۰۷
مسندِ علم و فقہ کا بے تاج بادشاہ	مولانا قیام الدین الحسینی	۳۰۹
مسندِ علم و عمل کا پاسبان	مولانا قاضی عبدالحلیم کلاچوی	۳۱۳
متعلم بھی اور معلم بھی	علامہ مفتی محمد اسرائیل	۳۱۵
میدانِ علم و عمل کا شہسوار	مولانا قاضی محمد اسرائیل	۳۱۶
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما	پروفیسر محمد افضل رضا	۳۱۸
شیخ المشائخؒ	مولانا شفیع اللہ حقانی	۳۱۹
ایک ملاقات کے خوشگوار تاثرات	میاں ہدایت الرحمٰن (مکہ مکرمہ)	۳۲۰
عشق کی دوکان	مولانا ظہور احمد	۳۲۱
بصیرت و پیشین گوئی	مولانا ضیاء الدین قریشی	۳۲۳
جامع صفات شخصیت	مولانا قاضی سید احمد عنایت اللہ	۳۲۴
باب ۵ ـــــ علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر		۳۲۵
حقائق السنن پر ایک نظر	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۳۲۷
علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر	مولانا محمد عبدالمعبود	۳۳۰
حقائق السنن پر منظوم تاثرات	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۳۳۹
محدث العصر کا درسِ حدیث امتیاز اور خصوصیات	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۳۴۱
محدثِ اعظمؒ	مولانا مدرار اللہ مدرار نقشبندی	۳۴۴
حقائق السنن (ایک تعارف)	ماہنامہ معارف اعظم گڑھ انڈیا	۳۵۴
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زروبویؒ کا باہمی ربط و تعلق	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۳۵۵
درسِ حدیث کی خصوصیات اور بیانِ تفہیم و تشریح	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۶۰
مملکتِ علم و فن کے تاجدار	مولانا ریاست علی بجنوری (دیوبند)	۳۶۲
اپنے دور کے بہترین معلم	شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر	۳۶۴
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی علمی اور مطالعاتی زندگی	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۶۵
عصرِ حاضر کے عظیم محدث	مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی	۳۷۵
شیخ مدنیؒ کا جانشین	مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی	۳۷۵
تبحرِ علمی	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان	۳۷۷
علومِ نبوت کے شارح اور امین	مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ	۳۷۸
مولانا عبدالحق ایک عظیم فقیہ	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۳۷۹
درسِ حدیث کا آنکھوں دیکھا حال	مولانا قاری محمد عبداللہ ہنوی	۳۸۲
درسِ حدیث کیلئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے	مولانا محمد اکبر حقانی (ابوظہبی)	۳۸۴

شجرہ مبارکہ حقانیہ	ادارہ	۳۸۵
دارالعلوم دیوبند کی سند	ادارہ	۳۸۷

باب ۶ — تقدس و عظمت اور قدرِ جوہر
اکابر علماء اور زعماء ملت کے تاثرات و تبرکات ۳۸۹

حضرت شیخ الحدیثؒ (نظم)	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۳۹۰
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑوی	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ	۳۹۱
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ بنام مولانا عبدالحقؒ	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۳۹۲
جلالت قدر	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۳۹۳
مکتوبِ مرغوب	مولانا مرغوب الرحمٰن (دیوبند)	۳۹۴
اسلاف کا نمونہ	شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی	۳۹۵
قدرِ جوہر	مولانا عبدالسمیع (دیوبند)	۳۹۶
شیخ الادب کی دعائیں اور تعلقِ خاطر	مولانا اعزاز علیؒ	۳۹۷
مولانا مبارک علی کا مکتوبِ شفقت	مولانا مبارک علی (دیوبند)	۳۹۷
علماء دیوبند کی علمی اور معنوی خصوصیات کا وارث	مولانا محمد سالم قاسمی (دیوبند)	۳۹۸
جماعت علماء کے روحانی باپ	مولانا انظر شاہ مسعودی (دیوبند)	۳۹۹
مولانا عبدالحقؒ میرا سہارا تھے	شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی	۳۹۹

باب ۷ — اِعترافِ عظمت و کمال ۴۰۱

صدر ضیاء الحق مرحوم کی مولانا عبدالحقؒ سے یادگار ملاقات	ادارہ	۴۰۳
صدارتی ایوارڈ کا اعزاز	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۴۰۴
ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری	شفیق الدین فاروقی	۴۰۶
الازہر یونیورسٹی کے شیخ اکبر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ	ادارہ	۴۰۸
مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات	معروف قانون دان اے کے بروہی	۴۱۰
گورنر جنرل فضلِ حق کی مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں ایک حاضری	ادارہ	۴۱۱
ایک درویش کے درِ دولت پر	ابو منیبہ زہرا	۴۱۲
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ علم الاعداد کی روشنی میں	سراج الاسلام سراج اکوڑوی	۴۲۰

باب ۸ — دارالعلوم حقانیہ
تاسیس، تاریخ اور ارتقائی مراحل ۴۲۹

مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ (نظم)	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۴۳۰
دارالعلوم حقانیہ (ایک تاریخ)	مولانا محمد عبدالمعبود	۴۳۱
مؤتمر المصنفین	ادارہ	۴۴۴
دارالعلوم حقانیہ مشاہیرِ عالم کی نظر میں	ادارہ	۴۴۸
برصغیر کے مشاہیر اہلِ علم اور زعماء کی آراء	ادارہ	۴۵۰
دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کی نظر میں	ادارہ	۴۵۵
طلبہ دارالعلوم کا قصیدۂ ترحیب	مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی	۴۶۰
دارالعلوم حقانیہ کا مختصر تاریخی جائزہ	محمد اجمل خان خٹک ایم این اے	۴۶۱
دارالعلوم حقانیہ، مختصر تاریخی جائزہ	پروفیسر محمد افضل رضا	۴۶۴
تاریخ کا ایک ورق	مولانا سعید الدین شیرکوٹی	۴۶۹
شعاعِ امید (نظم)	مولانا سعید الدین شیرکوٹی	۴۷۱
جب دارالعلوم حقانیہ مسجد سے مدرسہ میں منتقل ہوا	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۴۷۲
حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۴۷۵
دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم دیوبند کی طرح روشنی کی قندیل	الشیخ البشیر الابراہیمی الجزائری	۴۷۷
دارالعلوم حقانیہ کے گیارہ سال مکمل ہونے پر امام لاہوریؒ کا حکمرانوں کو چیلنج	شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ	۴۷۹
پاکستان میں دارالعلوم دیوبند	مولانا غلام غوث ہزارویؒ	۴۸۲
۲۵ سال قبل دارالعلوم حقانیہ کے ایک علمی جشن کا روح پرور منظر	مولانا محمد یعقوب القاسمی	۴۸۳
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی دارالعلوم میں تشریف آوری اور خطاب	شفیق الدین فاروقی	۴۸۶
مولانا عبدالحقؒ کی روحانی برکات دارالعلوم کی مرکزیت و خدمات	مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی	۴۹۱
دارالعلوم حقانیہ خدائی سٹیٹ ہے	خان عبدالولی خان	۴۹۵
دارالعلوم حقانیہ کی تاریخی عظمت	مولانا سعید الرحمٰن علوی	۴۹۶
الشیخ عبداللہ الزاید وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ میں	ادارہ	۴۹۹

الشیخ عبداللہ الزائد کی تقریر	ادارہ	۵۰۰
جامعہ مدینہ منورہ اور ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ کی دارالعلوم حقانیہ میں حاضری اور مولانا عبدالحقؒ سے شرف تلمذ	ادارہ	۵۰۱
مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ سعودی اخبار "المدینہ" کی نظر میں	احمد محمد محمود مدنی	۵۰۲
دارالعلوم حقانیہ ، مدنی فیوض اور برکات کا منبع ہے	وفد علماء بنگلہ دیش	۵۰۶
دارالعلوم حقانیہ ایرانی اخبار کی نظر میں	ادارہ	۵۰۷
چند مناامی بشارتیں ، جو علمی دنیا میں ہوبہو حقیقت بن کر سامنے آتی رہیں	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید	۵۰۸
دارالعلوم حقانیہ کا مستقبل	مولانا کوثر نیازی	۵۰۹
وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں کے طلبہ کی تعلیم وتربیت کیلئے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق کی پیش کش	مولانا عبدالقیوم حقانی	۵۱۱
دارالعلوم کے بعض ممتاز فضلائے کرام	ادارہ	۵۱۶
باب ۹ ـــــ قومی وملّی اور سیاسی خدمات		۵۱۹
تحریک نفاذِ شریعت اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی قیادت	مولانا عبدالقیوم حقانی	۵۲۰
اپنے وقت کے عظیم محدث نے سیاست کے خارزار میں قدم کیوں رکھے ؟	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۵۴۳
ملک کی تعمیرِ نو اور آئین سازی کے راہنما خطوط	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۵۴۵
دستور ساز اسمبلی میں مولانا عبدالحقؒ کا تعمیری اور تاریخی کردار	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	۵۵۵
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے مساعی	محمد قاسم حقانی	۵۵۶
ہدیۂ تبریک (نظم)	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۵۵۹
قومی اسمبلی میں مسلمان کی متفقہ تعریف (مولانا عبدالحقؒ کا ایک عظیم کارنامہ)	ادارہ	۵۶۰
عورت کی سربراہی کا مسئلہ اور مولانا عبدالحقؒ کی آئینی مساعی	مولانا اصلاح الدین حقانی	۵۶۱
عورت کی حکومت باعثِ زوال ہے	مولانا عبدالحقؒ کی اسمبلی میں تقریر	۵۶۴
عورتوں کے حقوق ، مقام ، دائرہ کار اور اسلامی تعلیمات	مولانا عبدالحقؒ کی قومی اسمبلی میں تقریر	۵۶۵
آئین ساز اسمبلی میں مولانا عبدالحقؒ کی مساعی	〃 〃 〃	۵۶۷
پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ ، نفاذِ اسلام	〃 〃 〃	۵۶۹
پاکستان کا مستقبل اور ۱۹۷۳ء کا دستور	〃 〃 〃	۵۷۱
۱۹۷۳ء کا دستور اور قرآن وسنت کے احکامات	〃 〃 〃	۵۷۹
قرآن وسنت سے متصادم آرڈی نینس	〃 〃 〃	۵۸۱
مولانا عبدالحقؒ کی مرزا ناصر پر جرح	〃 〃 〃	۵۸۲
مولانا عبدالحقؒ کا ایک عظیم کارنامہ (قادیانی غیر مسلم اقلیت)	〃 〃 〃	۵۸۵
حلف نامہ کا منکر صدر سبکدوش	〃 〃 〃	۵۸۶
فلم ڈان آف اسلام کی نمائش پر احتجاج	〃 〃 〃	۵۸۷
معاشرتی اصلاح حکومت کا فرض ہے	〃 〃 〃	۵۸۸
پاکستانی معیشت کی بنیاد قرآن وسنت یا سوشلزم ؟	〃 〃 〃	۵۹۰
پارلیمنٹ کی بالادستی یا اسلام کی ؟	〃 〃 〃	۵۹۱
۱۹۸۵ء کی پارلیمنٹ میں مولانا عبدالحقؒ کا عظیم کارنامہ	〃 〃 〃	۵۹۳
قیامِ پاکستان کی اساس (اسلام) سے مسلسل غداری	〃 〃 〃	۵۹۵
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی جمعیۃ طلباء اسلام سے والہانہ محبت	مولانا سید محمد یوسف شاہ	۵۹۸
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی قومی ، ملی اور سیاسی خدمات	مولانا سعید الرحمٰن دیروی	۵۹۹
باب ۱۰ ـــــ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور عالم اسلام		۶۰۱
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور عالم اسلام	مولانا محمد نسمان فاضل حقانیہ	۶۰۳
عرب اسرائیل جنگ (۱۹۷۳ء) میں مولانا عبدالحقؒ کے پیغامات ہمدردی اور عرب سفراء کے جوابات	ادارہ	۶۱۰
شاہ فیصل کی شہادت اور مولانا عبدالحقؒ کی تعزیت	ادارہ	۶۱۱
جلالۃ الملک شاہ فہد کا مولانا عبدالحقؒ کے نام خصوصی پیغام	ادارہ	۶۱۲

باب ۱۱ — جہادِ افغانستان ۶۱۵

مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق کے جہادی کردار پر وزیرِ اعظم کا اعتراف و تحسین ادارہ ۶۱۶

افغان قائدین کے اعترافی بیانات ادارہ ۶۱۷

قافلۂ جہاد کے عظیم راہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مولانا عبدالقیوم حقانی ۶۲۳

شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ اور جہادِ افغانستان مولانا سید محمد یوسف شاہ ۶۲۹

افغان اتحاد اور مولانا عبدالحقؒ کی مساعی ادارہ ۶۴۹

جہادِ افغانستان اور ترویج شریعت میں فضلاءِ حقانیہ کا کردار الشیخ علامہ محمد محمود صواف مکہ مکرمہ / الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی مکہ مکرمہ ۶۵۱

شیخ الہندؒ، حاجی صاحب ترنگزئی، شہدائے بالاکوٹ کا جہادِ عزیمت اور حقانی فضلاء کا انقلابی کردار مولانا سمیع الحق مدظلہ ۶۵۷

دارالعلوم حقانیہ کا ایک فیضان (فضلائے افغانستان) ادارہ ۶۵۸

جہادِ افغانستان کے حق پرست بعض حقانی شہداء کا تذکرہ مولانا سمیع الحق مدظلہ ۶۷۳

حقانی خونیں کفنان مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ۶۸۱

خلدِ بریں کا مسافر (مولانا شیر اجان شہید) مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ۶۹۱

محاذِ جنگ اور فضلائے حقانیہ کی سرگرمیوں کی ایک جھلک مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ۶۹۲

افغانستان میں فضلائے حقانیہ کا کردار دیکھ کر دارالعلوم حقانیہ دیکھنے کا شوق پیدا ہوا مسز آرشنگ (برطانوی سکالر) ۶۹۷

دارالعلوم حقانیہ، اتحادِ اُمت اور جہادِ افغانستان الشیخ دکتور عبداللہ عمر نصیف / پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی ۶۹۹

جہادِ افغانستان کا حساس مرحلہ، جنیوا معاہدہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب مولانا سمیع الحق کا خطاب ۷۰۱

گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا مؤقف مولانا عبدالقیوم حقانی ۷۰۵

جہادِ افغانستان اور مولانا سمیع الحق کی خاموش سفارتی مہم مولانا عبدالقیوم حقانی ۷۰۷

مشہورِ عالم تصنیف "فاتح" کے مصنف کی تاریخی شہادت ہارون الرشید ۷۰۹

جہادِ افغانستان اور امریکی پالیسی میں تبدیلی (وائس آف امریکہ کو انٹرویو) مولانا سمیع الحق مدظلہ ۷۱۱

مولانا جلال الدین حقانی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی مکاتبت ادارہ ۷۱۳

مولانا عبدالحقؒ جہادِ افغانستان کے روحِ رواں تھے مولانا حمید الرحمٰن عباسی ۷۱۶

جہاد شیخ الحدیثؒ کا مشغلہ توجہات کا مرکز اور تمام تر مساعی کا ھدف تھا مولانا جلال الدین حقانی ۷۱۸

جہادِ افغانستان کا آخری مرحلہ اور دارالعلوم کے مہتمم کی مساعی مولانا عبدالقیوم حقانی ۷۲۲

جہادِ افغانستان فیصلہ کن موڑ پر، افغان قیادت کا دارالعلوم حقانیہ میں اجتماع اور متفقہ فیصلہ مولانا عبدالقیوم حقانی ۷۲۴

ماہنامہ الحق کا جہادِ افغانستان انڈکس مولانا عبدالقیوم حقانی ۷۲۹

باب ۱۲ — شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور فرقِ باطلہ کا تعاقب ۷۳۱

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بحیثیتِ حکم (خاکسار فتنہ کا تعاقب) حکیم عبدالخالق علیق ۷۳۳

شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ اور فتنۂ قادیانیت مولانا محمد ہارون مجتبیٰ ۷۳۷

شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ اور عیسائیت کا تعاقب حافظ راشد الحق حقانی ۷۴۵

فتنۂ رفض و شیعیت اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مولانا حامد الحق حقانی ۷۴۷

باب ۱۳ — مکاتیب ۷۵۵

مشائخ و اکابر علماء دیوبند اور زعماءِ ملت کے مکاتیب ادارہ ۷۵۷

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کے مکتوبات ادارہ ۷۵۷

مکتوبات مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ ادارہ ۷۶۵

مکتوبات مولانا عبدالاحدؒ ادارہ ۷۶۵

مکتوبات مولانا مبارک علی دیوبندیؒ ادارہ ۷۶۵

مکتوبات شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علیؒ ادارہ ۷۷۰

مکتوبات مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ	ادارہ	۷۷۲
مکتوبات مولانا مفتی محمودؒ	ادارہ	۷۷۶
مکتوبات مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ،	ادارہ	۷۷۷
مکتوبات مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ	ادارہ	۷۷۹
مکتوبات مولانا مفتی محمد حسنؒ	ادارہ	۷۸۱
مکتوبات مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیلؒ	ادارہ	۷۸۲
بڑے صاحبزادے کے نام خطوط	ادارہ	۷۸۹
مولانا سلطان محمودؒ (ناظم اول) کے نام خطوط	ادارہ	۷۹۵
اکابرین، احباب و معاصرین کے نام بعض خطوط	ادارہ	۷۹۹
حضرت شیخ الحدیثؒ کا مکتوب اور ایک عقیدتمند کا منظوم جواب	عبدالوہاب شبنم	۸۰۲
باب ۱۴ —— افادات		۸۰۳
ایک حدیث کی حکیمانہ تشریح	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۰۵
مسئلہ تعدد ازواج النبیؐ	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۰۷
اسلام اور سائنس، تجدد و استشراق	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۱۱
اُطْلُبُوا الْخَيْرَ فِيْ إِحْدَى الثَّلَاثَ	مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی	۸۱۹
صحبتے با اہل حق	مولانا سمیع الحق مدظلہ،	۸۲۲
شیخ الحدیثؒ ایک معالج روحانی	مولانا حافظ شوکت علی حقانی	۸۲۴
حضرت شیخ الحدیثؒ کا ذوق شعر و ادب	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۸۳۳
علم اور علم والوں کی قدر و منزلت	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۴۳
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی اصاغر نوازی، علم پروری اور جذبۂ اشاعت القرآن	مولانا محمد احمد کراچی	۸۵۱
علوم و معارف اور نکات سیاست اسلامیہ کا مخزن	مولانا شمس الحق افغانیؒ	۸۵۲
"دعوات حق" علم و فکر اور اخلاق کا آئینہ	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ	۸۵۲
"دعوات حق" قومی پریس کی نظر میں	ادارہ	۸۵۳
باب ۱۵ —— نصاب و نظام تعلیم اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ وزارت تعلیم کو مفید مشورے، تحفظ و اتحاد مدارس		۸۶۱
وفاق المدارس کے اجلاس میں خطبہ استقبالیہ	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۶۳
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا پیغام	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۸۶۸
مولانا عبدالحقؒ کا نظریۂ تعلیم و تدریس	خصوصی انٹرویو	۸۷۱
تحفظ و اتحاد مدارس عربیہ	وفاق کے اجلاس سے شیخ الحدیثؒ کا خطاب	۸۷۵
مولانا عبدالحقؒ کے وزارت تعلیم کو مفید مشورے	ادارہ	۸۷۶
باب ۱۶ —— سفر آخرت		۸۸۱
انسان عظیم موت کے دروازے پر	مولانا عبدالقیوم حقانی	۸۸۳
شیخ الحدیثؒ کے ہسپتال میں شب و روز	مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ،	۸۸۸
صحبتے یار آخر شد	مولانا عبدالقیوم حقانی	۸۹۵
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا سفر آخرت	مولانا عبدالقیوم حقانی	۹۰۳
سفر آخرت کا آنکھوں دیکھا حال	احمد حسین زید	۹۱۱
باب ۱۷ —— حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحۂ ارتحال پر عالمگیر سوگ اور ہمہ گیر غم و اندوہ		۹۱۵
سینٹ کا متفقہ اظہار تعزیت	سینٹ سیکرٹریٹ	۹۱۷
دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کی باضابطہ تعزیتی قرارداد	مہتمم دارالعلوم دیوبند	۹۲۰
مجلس شوریٰ وفاق المدارس العربیہ کی تعزیتی قرارداد	شیخ الحدیث مولانا فیض احمد	۹۲۱
تعزیتی اجتماعات سے مشاہیر کی تقاریر کے اقتباس	مولانا عبدالقیوم حقانی	۹۲۳
اکابر علماء ہند اور چند مشاہیر کے تعزیتی پیغامات	مولانا عبدالقیوم حقانی	۹۳۱
تمام عالم سے تعزیتی پیغامات	ادارہ	۹۳۹
سانحۂ ارتحال پر مشاہیر اور زعماء قوم کے تحریری تاثرات	ادارہ	۹۴۱
ہمہ گیر سوگ اور عالمی تعزیت	ادارہ	۹۴۵
عالم عرب سے تعزیتی پیغامات	ادارہ	۹۶۲
یورپ، مشرق بعید سے تعزیتی پیغامات	ادارہ	۹۶۷
برما۔ ہندوستان سے تعزیتی پیغامات	ادارہ	۹۶۸
باب ۱۸ —— سانحۂ ارتحال پر قومی پریس، اخبارات، روزناموں، ہفت روزوں، ماہناموں اور دینی مجلات کے اداریے، کالموں میں اعتراف عظمت، خراج عقیدت اور تعزیتی شذرے		۹۷۱
مولانا عبدالحق النافع	مدیر ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند	۹۷۳

زہد و تقویٰ کے پہاڑ	مدیر ہفت روزہ ختم نبوت کراچی	۹۷۵
دارالعلوم دیوبند کے فرزندِ جلیل	مدیر ہفت روزہ خدام الدین لاہور	۹۷۷
مسندِ علم کا فخر اور ملت کا غمخوار	مدیر ماہنامہ الخیر ملتان	۹۷۸
امیرِ شریعتؒ اور قائدِ شریعتؒ	مدیر ماہنامہ الاحرار ملتان	۹۷۹

باب ۱۹ — شعراء کا منظوم خراجِ عقیدت اور فرزندانِ شیخؒ سے اظہارِ تعزیت (عربی، اردو، فارسی، پشتو) ۹۹۱

رثاء فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحقؒ	مولانا رضاء الحق (جوہانسبرگ افریقہ)	۹۹۳
الدموع	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۹۹۵
عبرات و زفرات	مولانا لطافت الرحمن فاضل دیوبند	۹۹۶
عبرتِ قلم ام حسراتِ قلب	مولانا مفتی حمید اللہ جان	۹۹۷
تھنئۃ الانتخاب	مولانا محمد صدیق الحقانی الازہری	۹۹۸
وائے حسرت "صحبتے با اہلِ حق" جاتی رہی	مولانا عبدالمجید فاضل دیوبند	۱۰۰۰
قطعۂ تاریخ وفات	ایڈیٹر ہفت روزہ مخلص ڈی آئی خان	۱۰۰۱
ارتحال	سرور میواتی لاہور	۱۰۰۲
حدیثِ یار کے آئینہ دار عبدالحقؒ	سراج الاسلام سراج اکوڑوی	۱۰۰۴
قطعۂ سالِ رحلت	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۰۰۵
بیادِ ولیٔ کامل	مولانا قاری قیام الدین الحسینی	۱۰۰۶
نذرانۂ عقیدت بحضور قائدِ شریعتؒ	حافظ عبدالرحمن ایکڑنی	۱۰۰۷
جذباتِ غم	مولانا حکیم عبدالمجید فاضل دیوبند	۱۰۰۸
فرزندانِ شیخؒ سے منظوم تعزیت	مولانا قاضی عبدالحلیم کلاچوی	۱۰۰۹
عارفِ مشکلاتِ پنہانی	محمد حسین تسبیحی (ایران)	۱۰۱۱
فرقتِ شیخ الحدیثؒ	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۰۱۳
انفاسِ غم	مولانا مددار اللہ مددار مردان	۱۰۱۴
قرنِ اول کی اداؤں کا امین بھی چل بسا	مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۰۱۵
بماں اے عبدِ حق پیروز جاوید	محمد حسین تسبیحی (ایران)	۱۰۱۶
عارفِ مشکلاتِ پنہانی	محمد حسین تسبیحی	۱۰۱۷
یادگاری مشاعرہ	ادارہ	۱۰۱۹
دَ اکوړې شیخ الحدیث	مولانا محمد گل شیر حقانی	۱۰۲۳
انتخابی نظم	حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۰۲۴
دَ غم اوښکے	״ ״ ״	۱۰۲۵

باب ۲۰

فتح الصمد بنظم اسماء الاحد — المعروف بہ
نظم الفقیر الروحانی فی رثاء الشیخ عبدالحق الحقانی
ایک عظیم لاجواب تاریخی قصیدہ —
از شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۰۸۹

باب ۲۱ — خوانِ زعفران ۱۰۲۷

مجموعۂ محاسن	مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی	۱۰۲۹
دارالعلوم کے بعض اولین اراکین کا تذکرہ	مولانا سمیع الحق	۱۰۳۴
منامی مبشرات، رویائے صالحہ اور تعبیرات	مولانا محمد ہارون مجتبیٰ	۱۰۴۱
تحریکِ ختمِ نبوت کا فیصلہ کن کردار	مولانا سمیع الحق	۱۰۴۶
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور تبلیغی جماعت	حافظ راشد الحق	۱۰۴۹
مولانا عبدالحق اور طلبۂ علومِ نبوت کا اکرام	مولانا امداد اللہ افغانی	۱۰۵۷
سفرِ حج کے تاثرات	الحاج حبیب الرحمن نوشہرہ	۱۰۶۰
شیخ مدنی سے عشق و محبت	صاحبزادہ راشد علی زئی	۱۰۶۱
چند اوصافِ مبارکہ	شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ	۱۰۶۶
محدث اکوڑوی کا مسلکِ اعتدال	پروفیسر علامہ خالد محمود	۱۰۷۰
علم و دانش کے شہسوار	مولانا قاضی فضل اللہ	۱۰۷۲
عظیم محسن، بے پناہ مشفق	حضرۃ مولانا فضل الرحیم صاحب	۱۰۷۶
باتیں ان کی یاد رہیں گی	الحاج غلام یٰسین لاہور	۱۰۷۸
چند یادیں	ڈاکٹر میر احمد خان صوفی	۱۰۸۰
مشاہدات و تاثرات	مولانا عبدالرزاق اسکندر	۱۰۸۱
ولیٔ کامل	مولانا سید چراغ الدین شاہ	۱۰۸۲
ایک یادگار ملاقات	مولانا عبدالسلام حضرو	۱۰۸۳
نور کے پتلے	حضرۃ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی	۱۰۸۴
خراجِ عقیدت	مولانا بشیر احمد شاد چشتیاں	۱۰۸۸
امن کا سائبان تھے عبدالحق (نظم)	مولانا محمد طاہر اطہر	۱۱۵۰
قطعہ سالِ وفات اہلیہ شیخ الحدیث	حافظ محمد ابراہیم فانی	۱۱۵۱
میرے داداجان، میرے شیخ میرے مربی	مولانا حامد الحق حقانی	۱۱۵۲
ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری کا عکس	ادارہ	۱۱۷۳
عہد ساز شخصیت، عبدِ منیب	مولانا قاری سعید الرحمن	۱۱۹۲
نورانی زندگی کے درخشندہ اوراق	مولانا شیر علی شاہ	۱۱۸۳
حسین یادوں کا مرقع	مولانا میاں عصمت شاہ	۱۱۹۱
حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادے	ابو طیب	۱۱۸۸

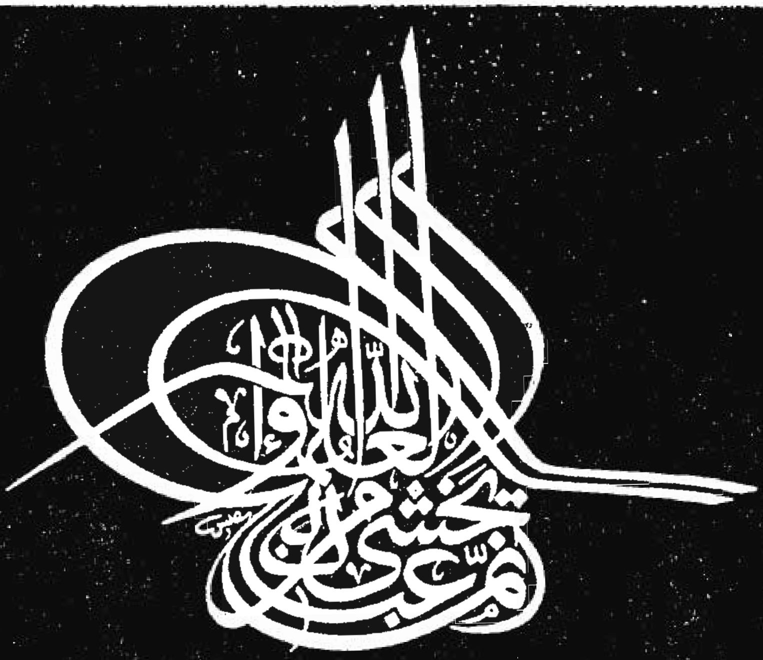
إنما يخشى الله من عباده العلماء

اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اُس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے

نقشِ آغاز

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

خداوند قدوس اور خالق لم یزل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسی کی توفیق و عنایت سے ایک عرصہ کے انتظار کے بعد ہم ناتواں اس قابل ہو سکے کہ محدث کبیر قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے متعلق ایک عظیم تاریخی اور جامع دستاویزی یادگار نمبر اُنکے تلامذہ و مستفیدین، علمی و دینی حلقوں، ارباب ذوق، عامۃ المسلمین بالخصوص ماہنامہ الحق کے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً ـــــــ ہمارا خیال تھا کہ ہم حضرت شیخ الحدیث کے سانحۂ ارتحال کا سال پورا ہونے پر ماہنامہ الحق کا یہ خصوصی نمبر پیش کریں مگر اس وقت کے ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر کی خصوصی اشاعت کا اعلان کر دیا تو ہم نے اس کو غنیمت جانا اور اپنی حد تک ان کے ساتھ بھر پور تعاون کرتے ہوئے کچھ مسودات، دستاویز اور متعدد مضامین بھی انکے حوالے کر دیئے مگر قدرت نے یہ سعادت الحق کے مقدر میں لکھی تھی اور بوجوہ ترجمان اسلام خصوصی نمبر تو کیا اپنا وجود بھی برقرار نہ رکھ سکا۔ ماشاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن۔ مگر اسکے بعد بھی مصمم ارادہ تھا کہ حضرت کی وفات کے دوسرے سال میں الحق کے اس خصوصی نمبر کی تکمیل کر لی جائے مگر یہ کام تیسرے سال بھی مکمل نہ ہو سکا ویسے بھی بفحوائے کل امور مرھون باوقاتہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے ہزار کوشش کیجیے نہ تو کوئی کام اپنے وقت سے پہلے ہو سکتا ہے اور نہ اپنے وقت سے ٹل سکتا ہے پھر جنکے ہاتھوں سے مقدر ہوتا ہے ہزار ناتوانیوں اور معذوریوں کے باوجود قدرت کی توفیق ارزانی انہیں کے نصیب ہوتی ہے خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ کوئی مفید کام لے لے۔ تمام تر نظام کائنات اسی تکوینی منہج پر چل رہا ہے اپنے مقررہ وقت پر کسی بھی کام کی تکمیل قدرت اپنے مخفی ہاتھوں سے کرا دیتی ہے جس کا ہم گنہ گاروں نے اس عظیم اور وسیع کام میں قدم قدم پر مشاہدہ کیا۔

یہ عظیم تاریخی دستاویز (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر) اس عظیم شخصیت کی یاد میں پیش کیا جا رہا ہے جس نے پون صدی سے زائد کا عرصہ قرآن و حدیث کے درس و تدریس، اعلاء کلمۃ الحق، رجال کار کی تربیت، منکرات کے خلاف جہاد، دارالعلوم حقانیہ کے قیام و استحکام، جگہ جگہ دینی مدارس کی ترویج، جہاد افغانستان، ملک کے آئین و قانون میں تنفیذ و تطبیق شریعت کی جدوجہد، قومی و ملی اور سیاسی خدمات اور عالم انسانیت میں دین اسلام کی عظمت و سربلندی کیلئے مسلسل محنت کی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ان مختلف موڑوں پر اس عظیم انسان کو جن جن مراحل، آزمائشوں، مصائب اور مشکلات بھر صبر و استقامت، خلوص و للّٰہیت، حوصلہ و ہمت، وسیع النظری و جرأت، آہنی عزم، قوتِ فیصلہ، فکری بیداری، بروقت اقدام اور اسکے نتائج سے گزرنا پڑا ان میں سے بہت کچھ کا ذکر قارئین کو آئندہ صفحات میں ملے گا ـــــ جبکہ خلوص و محبت، ذکر و انابت الی اللہ، جود و سخا، ریاضت و عبادت اور مجاہدہ کے بہت سے پہلو اور کثیر واقعات اب بھی پردہ خفا میں ہیں جسکی وجہ خود حضرت شیخ الحدیثؒ کی بے پناہ للّٰہیت اور ان کا خلوص تھا۔ یہ ضخیم اور عظیم تاریخی نمبر نہ صرف فرد واحد کی سوانح ہے بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی پون صدی کی علمی سیاسی اور ملی جدوجہد و ارتقاء کی ایک تاریخ ہے۔

جس وضع اور جس انداز کے مضامین، مشاہدات، واقعات اور حضرتؒ کی سوانح کے تاریخی حوالہ جات اس نمبر میں مرتب ہو گئے ہیں ابتدائے کار میں اس طرح کی عظیم تاریخی دستاویز کا تصور بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو شاید یہی منظور تھا کہ یہ کام جلد بازی سے خانہ پری کے بجائے جامع اور ٹھوس انداز میں مکمل ہو، دیر آید درست آید۔ اسکے ہر ہر صفحے اور مقالہ نگار کے ہر اسلوب اور ہر انداز تحریر سے حضرت شیخ الحدیثؒ ابتداء سے آخر تک بے ساختہ انداز میں چلتے پھرتے ایک کامل انسان نظر آتے ہیں ـــــ شروع ہی سے اس خصوصی نمبر کے مقالات کی ترتیب اور خود مقالہ نگار حضرات نے اپنے معلومات کی ترتیب اور مرتب نے مضامین کی ترتیب اس انداز سے رکھی ہے جس میں حضرت کی شخصیت کے خصوصی پہلو خود بخود اُبھر اُبھر کر روشن صورت

میں سامنے آنے لگتے ہیں اور پڑھنے والے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرتؒ کی شخصیت میں عظمت اور امتیاز کے اہم خصائص کون کون سے تھے اور انہوں نے کس وجہ سے نظروں میں گوہر شہسوار یا ستاروں میں ماہ و خورشید کی حیثیت حاصل کر لی۔

یہ نمبر ایسے وقت میں منظر عام پر آرہا ہے جب ملک میں اسلامی نظام کے سلسلہ میں فضا مزید سازگار ہوتی چلی جارہی ہے لوگ لادینی قوتوں، بے دین اتحادوں، مفاد پرست حکمرانوں اور اقتدار پسند سیاستدانوں سے تنگ آچکے ہیں انہوں نے گذشتہ دور حکومت میں مؤنث جمہوریت کے برکات بھی دیکھے اور اب مذکر جمہوریت کے ثمرات بھی دیکھ رہے ہیں۔ افغانستان اپنی تعمیر نو اور نفاذ شریعت کی تنفیذ کے مرحلے سے گزر رہا ہے ——— ایسے حالات میں اس خصوصی نمبر کی اشاعت سے حضرۃ شیخ الحدیثؒ سمیت ان تمام زعماء ملت کی روحوں کو تسکین اور سرور نصیب ہوگا جنہوں نے ملک میں نفاذ شریعت اور اسلامی قوانین کے تحفظ و ترویج کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور حضرت شیخ الحدیثؒ کو تو اس سے زیادہ مسرت ہوگی کہ وہ قافلہ عزیمت و جہاد کے سالار و امام تھے تحریک نفاذ شریعت میں تمام دینی قوتوں نے انہیں اپنا قائد تسلیم کیا اور ہزاروں علماء نے متفقہ طور پر انہیں قائد شریعتؒ کا خطاب دیا۔ افغان مجاہدین اور قائدین جہاد نے انہیں اپنا سرپرست تسلیم کیا تھا ——— مزید خوشی اس بات کی ہے کہ جہاد افغانستان میں سیاسی قیادت سمیت محاذ جنگ کے دشوار گزار اور صعب ترین سنگروں میں اُن افراد اور غازیوں و شہداء کا بنیادی حصہ ہے جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ آپ کے تربیت یافتہ، پروردہ اور دار العلوم حقانیہ کے فضلاء تھے ——— اس مقدس اور مبارک مشن میں آپکے سینکڑوں تلامذہ "منهم من قضیٰ نحبه" کے مصداق شہادت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور جو زندہ ہیں وہ اب افغانستان میں ملی اتحاد، باہمی اخوت، دینی تعلیم کے فروغ، مدارس کے قیام اور دینی اور خالص اسلامی حکومت کی تشکیل و استحکام میں آج بھی سرگرم عمل ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں دار العلوم حقانیہ کی صورت میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے جو پودا لگایا تھا الحمد للہ وہ آج ثمر بار ہو چکا ہے ملک و بیرون ملک الحمد للہ اسکے انوار سورج کی روشنی کی طرح پھیل رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ انکی سیرت و سوانح اور پون صدی تک متنوع دینی خدمات کے تعارف کیلئے بارہ سو صفحات بالکل ناکافی ہیں بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ آپؒ کے لمحات حیات کی روئیداد کے لیے اتنے کئی ضخیم نمبر بھی ناکافی ہونگے پھر بھی خداوند قدوس مالک الملک نے ہم ضعیفوں کو جو توفیق مرحمت فرمائی اسکے مطابق جو کچھ بھی بن سکا وہ نذر قارئین ہے اس سلسلہ میں ملک و بیرون ملک اکابر علماء و مشائخ، اہل اللہ و صالحین حضرۃ شیخ الحدیثؒ کے متوسلین، فضلاء و مستفیدین اور ماہنامہ الحق کے قارئین کی غائبانہ اور پرخلوص دعائیں ہمارا سب سے بڑا سرمایہ تھیں جنکے طفیل یہ کام تکمیل تک پہنچا ——— مقالہ نویس اور مضمون نگار حضرات نے جس طرح شاندار اور پُرمغز اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں اعتراف و تشکر کے جذبات کے ساتھ ہماری دعا ہے کہ پروردگار ان کو اسکا بہترین اجر عطا فرماوے۔ اپنے مخلص قارئین سے آخری گذارش یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے مشن اور پیغام کو زندہ رکھنا ہی حضرتؒ سے اظہار عقیدت کا صحیح راستہ ہے اور اس دعا کا اہتمام بھی کہ اللہ تعالیٰ حضرۃؒ کے قائم فرمودہ گلشن علم کو ہمیشہ مستحکم ثمر آور اور پُر بہار رکھے۔ ساتھ ساتھ ان احباب و مخلصین دوستوں اور کارکنوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جنکے قلمی و قلبی تعاون، شبانہ روز محنت اور ہمہ جہتی توجہ سے یہ ضخیم نمبر تیار ہو سکا اور آپکے ہاتھوں میں پہنچا۔ بالخصوص عزیز محترم مولانا عبد القیوم حقانی نے اپنے تدریسی، تبلیغی، صحافتی، تصنیفی اور متنوع مصروفیات کے باوجود اس نمبر کی ترتیب و تکمیل کی تمام ذمہ داریاں باحسن وجوہ سرانجام دیں یہ عظیم خصوصی نمبر ان ہی کی کاوشوں کا رہین منت ہے، انہوں نے جس ذوق و شوق اور فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے وہ سزاوار تحسین اور قابل داد ہے حقیقت یہ ہے کہ حقانی صاحب کی جانکاہی نے راقم الحرف کو بہت سی زحمتوں سے بچا لیا — تاہم احقر نے حتی الوسع اس نمبر کے اکثر مضامین خود بھی دیکھے جہاں ضروری سمجھا مناسب مشورے دیئے اور برابر اس کام میں حصہ لیتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب یہ نمبر اہل ذوق اور اہل نظر کے سامنے ہے دل مسرت سے معمور ہے اور زبان و قلم ترانہ حمد میں مشغول۔ کہ ایک کام مکمل ہوا، خدا کرے کہ یہ نمبر ہر طرح سے کامیاب اور مقبول ہو اور پڑھنے والوں میں ان صفات و کمالات کے حصول کا جذبہ یا کم از کم شوق و ولولہ اور احساس طلب پیدا کرے جنکی نمود اس ذات میں نظر آتی ہے جنکی یہ سوانح ہے ——— احقر ان سب حضرات کا شکر گزار ہے جنہوں نے کسی بھی حیثیت سے نمبر کی تیاری میں حصہ لیا خدا تعالیٰ ان سب حضرات کی محنت اور سعی کو قبول فرماوے اور دنیا و آخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرماوے۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

سمیع الحق

۲۷ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۳ھ ، ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۹۳ء ، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عرضِ مرتب

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

محدثِ کبیر، قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوّر اللہ مرقدہٗ کو ہم سے رخصت ہوئے چار سال ہو گئے ہیں، عام صورتوں میں اس قدر طویل عرصہ جذبات کے معمول پر آجانے کے لیے کافی ہونا چاہیئے ——— لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ کے ارادتمندوں، تلامذہ، مخلصین و محبین، افغان مجاہدین اور عامۃ المسلمین میں جذبات کا تلاطم ابھی تھما نہیں ہے، بظاہر آنسو تھم گئے مگر جذبات اور احساسات میں سوز و گداز اور رِقتوں کی کیفیت ہنوز برقرار ہے ——— جو ان سے جتنا بھی قریب تھا، جس کو بھی ان سے جس نوعیت کا تعلق تھا آج وہ اتنا ہی بے قرار ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی تمام زندگی علمِ دین کی اشاعت، غلبۂ دین کی جدوجہد، علم حدیث کی خدمت، درس و تدریس اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتے گذری۔ انہوں نے تنہا اپنے خلوص، محنت، لگن اور اعتماد علی اللہ کے سرمایہ سے کئی جماعتوں، کئی اکیڈمیوں اور کئی اداروں کے استعدادِ کار کے بقدر اپنے مخلص اور مجاہد اور اہلِ علم افراد کی تعلیم و تربیت کی ——— مدرسین، مصنفین، مبلغین اور دینی مدارس کے مہتممین اور مجاہدین کی ایک بڑی جماعت اپنے ترکے کے طور پر چھوڑی، جس کا ایک ایک فرد اپنی جگہ ایک ادارہ، ایک جماعت اور ایک تحریک ہے۔

سچ یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی برپا کی ہوئی تحریک ——— حصولِ علم کی تحریک ——— علومِ نبوت کے درس و تدریس کی تحریک ——— آدم گری و آدم سازی کی تحریک ——— دینی مدارس کے قیام و استحکام کی تحریک ——— جہادِ اسلامی و غلبۂ دین کی جدوجہد کی تحریک ——— فرقِ ضالہ باطلہ کے بھرپور تعاقب اور علمی مقابلہ کی تحریک ——— ملک میں نفاذِ شریعت اور عالمِ اسلام میں اتحاد کی تحریک ——— بے ریا، خاموش مگر جہدِ مسلسل کی تحریک سے وابستہ ہر مسلمان، ہر عالمِ دین، ہر مجاہد، ہر مبلغ، ہر مدرس، غرض ہر فرد اور ہر کارکن خواہ علمی و ذہنی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے کسی درجے کا کیوں نہ ہو بہر حال حضرت شیخؒ کے قائم فرمودہ گلشنِ علومِ نبوت دارالعلوم حقانیہ اور حضرتؒ کے افادات سے تعارف و استفادہ کا تعلق ضرور رکھتا ہے ——— یا پھر دارالعلوم کے فضلاء، حضرتِ شیخؒ کے تلامذہ اور علماء کے قائم کردہ دینی مدارس، تحقیقی حلقوں، تعلیمی سوسائٹیوں اور تبلیغی و تدریسی مجالس سے کسی نہ کسی طرح استفادہ بہم پہنچاتا ہے۔

دینی مدارس کے قیامِ علم اور علماء کے استحکام، دینی اقدار کے فروغ و تحفظ اور خدمتِ علم دین اور جہاد و انقلابِ اسلامی کی تاریخی جدوجہد کے اس عمومی مذاق کی بیداری کا ایک فطری نتیجہ یہ بھی نکلا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے رخصت ہونے کے بعد خود ان کی زندگی، اُن کے اعمال اور ان کی سیرت و افکار کے بارے میں پیاس ناقابلِ قیاس حد تک شدت کے ساتھ بڑھتی گئی۔

جو لوگ حضرت شیخ الحدیثؒ کو قریب سے جانتے تھے، شاگرد تھے، مستفیدین تھے، معتقد تھے یا ارادتمند تھے، حلقۂ احباب یا مخلصین و محبین سے تھے اور حضرت شیخؒ کو بہت قریب سے دیکھ چکے تھے اور حضرتؒ سے ناآشنا لوگوں سے کہیں زیادہ حضرتؒ

سے آشنا تھے وہی لوگ حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ پڑھنے، ان کی سیرت و سوانح اور کردار و افکار کے مطالعے کے لیے زیادہ بے چین اور مشتاق تھے —— اسی عام تقاضا، طلب اور مسلمانوں کے والہانہ ذوقِ مطالعہ کے پیشِ نظر ملک و بیرونِ ملک کے جرائد اور اخبارات میں درجنوں مضامین حضرت شیخؒ کی زندگی، کام اور مشن و پیغام پر شائع ہوتے رہے۔ —— شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کانفرنسیں منعقد ہوئیں، سیمنارز کا انعقاد ہوا، تقریبات کا اہتمام کیا گیا، مگر اس سب کچھ کے باوجود اب تک جو کچھ بھی لکھا یا شائع کیا گیا وہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت، ان کے علمی کارناموں، مشن اور عظمتِ مقام کے اعتبار سے اس معیار کی چیز بہرحال نہیں جو حضرت شیخ الحدیثؒ کی ہمہ پہلو شخصیت کا تقاضا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ جس مرتبہ کی شخصیت تھے جیسے جیسے وقت گذرے گا اُن کا عظیم علمی تشخص، اُن کے عظیم جہادی کارنامے، اُن کے قائم کردہ سینکڑوں مدارس، اُن کی تحریکِ علم و غلبۂ دین، جہادِ افغانستان میں اُن کا عظیم تاریخی کردار مزید نکھرتا اور اُبھرتا چلا جائے گا —— آنے والے عشروں میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک جامعات میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علمی کام، دینی خدمات اور کارناموں پر تحقیق و تنقید ہوگی اور مسلمانوں کے علمی و دینی اور فکری تحریکات کے ضمن میں ان کے کام، خدمات اور مقام و مرتبے کا تعین ہوگا، جبکہ اب یہ سلسلہ سرحد و پنجاب کی یونیورسٹیوں میں تو گذشتہ دو تین سال سے شروع بھی ہو چکا ہے۔

اس موقع پر یہ گذارش بھی بے جا نہ ہوگی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ و محبین اور معتقدین کو ان کی شخصیت سے زیادہ ان کی فکر، ان کی تحریک، ان کا مشن اور ان کا متعین کیا ہوا لائحہ عمل اور مقصدِ حیات عزیز ہونا چاہیئے —— ہماری تمام تر توجہ کا ہدف اگر محض ان کی ذات اور شخصیت ہی رہی تو یہ کوئی نیک شگون نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ محض مدرس، محض استاذِ حدیث، معلمِ دین، ایک جامعہ کے بانی و مہتمم، ایک مبلغ و داعی یا بہترین خطیب، ایک سیاست دان، ایک کامیاب پارلیمنٹرین، محض عوام کے محبوب راہنما یا ان کے بے تاج بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ وہ بڑے مرتبے والے سیرت ساز، آدم گر، تنظیم و تحریک اور جہاد و انقلاب کے نبض شناس بھی تھے —— انہوں نے اپنی بے حد و حساب علمی و دینی، تدریسی و تبلیغی مصروفیات کے جلو میں ہزاروں انسانوں کی سیرت کو اسلامی عقائد و نظریات اور جہاد و انقلاب کی جدوجہد کے سانچوں میں ڈھال کر جو اچھوتا اور تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جہادِ افغانستان میں حقانی فضلاء کا کردار اس تجربے کی نُدرت کی علامت اور شہادت ہے۔

یہ مقامِ شکر ہے کہ ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ہزاروں افراد کا سیلِ رواں، ان کے تلامذہ در تلامذہ کا کاروانِ علم و جہاد ان کے متعین کردہ راستے پر اور متعین مقصد کے لیے ہر ممکن ایثار کے ساتھ اب بھی آمادۂ سفر اور رواں دواں ہے —— یہ درس و تدریس، یہ اشاعتِ علم، یہ دینی مدارس کے قیام، یہ تصنیف و تالیف، یہ تحقیق و مراجعت، یہ تبلیغ و تقریر، یہ جہاد و انقلاب کا جذبہ، یہ جوشِ اقامتِ دین اور یہ شوقِ خدمتِ اسلام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کی گراں بہا امانت ہے جس کی ہمیں پوری توجہ اور فکرمندی کے ساتھ حفاظت کرنی چاہیئے اور اسے بہرصورت فروغ دینا چاہیئے۔

اس اہم مقصد اور بنیادی ہدف کو مزید آگے بڑھانے کے پیشِ نظر ماہنامہ "الحق" کی نہایت ہی اہم قیمتی اور عظیم تاریخی پیشکش "شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر" جو اس کے مربی اور سرپرستِ اعلیٰ، قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی تابناک زندگی، سیرت و کردار اور کارہائے نمایاں کا یادگار مرقع اور ہماری تاریخ کا ایک سنہرا ورق ہے، اس وقت قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق ہو رہی ہے۔

ملک و بیرونِ ملک بالخصوص علمی و دینی حلقوں میں جس اشتیاق اور اضطراب کے ساتھ **الحق** کے اس خاص نمبر کا انتظار کیا گیا ہمیں اس کا پورا احساس اور اعتراف ہے اور اس پر ندامت بھی کہ اس کی اشاعت میں محترم قارئین کو بڑی زحمت

اُٹھانا پڑی، لیکن اب اس تاخیر کے اسباب کا تذکرہ اضاعتِ وقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ابتداء میں ہفت روزہ **ترجمانِ اسلام** لاہور نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر خصوصی اشاعت کا اعلان کر دیا تھا تو ادارہ الحق نے بھی اپنی تمام تر مساعی، تعاون اور قلمی معاونت ادھر مرکوز کر دی تھی، مگر وہ التواء در التواء کی نذر ہوتا رہا اور بوجوہ ان سے مکمل نہ ہو سکا۔ پھر حالات کچھ ایسے بنے کہ خود **ترجمانِ اسلام** اپنے وجود کو بھی باقی نہ رکھ سکا ـــــ ایسے حالات میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے شیخ الحدیث نمبر کی خصوصی اشاعت کے مسودات بڑی جستجو کے بعد ڈھونڈ پائے جو منتشر، غیر مرتب، ناقص اور محض چند ایک مضامین تھے، جو آپ نے احقر کے حوالے کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ: "اب یہ ذمہ داری ادارہ "الحق" ہی نے پوری کرنی ہے"۔ ـــــ چنانچہ اُسی وقت سے تاہنوز اس پر مسلسل شب و روز کام ہوتا رہا۔

بلاشُبہ اس نمبر کی ترتیب اور تیاری میں، ہمارا کافی وقت صرف ہوا اور قارئین کو بھی زیادہ انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑی، لیکن آج ہم پورے اعتماد کے ساتھ اپنے مُحبّین و مُخلصین اور معزز قارئین کو یقین دلا سکتے ہیں کہ اس تمام تاخیر کا باعث ہماری کوئی کوتاہی اور تساہل نہیں بلکہ خود اس عظیم الشان نمبر کی رفعتِ قدر اور تاریخی اہمیت ہے جس کا احساس اس پورے عرصہ میں مسلسل اشتغال اور انہماک کے ساتھ ہمارے ذہنوں پر چھایا رہا ہے ـــــ شروع ہی سے دل کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت قائدِ شریعت نوّر اللہ مرقدہٗ کی علم و عمل سے بھرپور حاوی اور مصروف ترین مجاہدانہ زندگی کے روشن نقوش جمع کیئے جائیں اور ان کا کوئی تذکرہ مُرتب ہو تو ہر لحاظ سے اس قدر مکمل، جامع اور شایانِ شان ہو کہ کم از کم اپنا ضمیر تو مطمئن ہو سکے اور حضرتؒ کی علمی و دینی اور مجاھدانہ زندگی کے تمام پہلو، اُن کی دورِ آفرین خدمات و مساعیٔ جمیلہ اور قائدانہ و مُخلصانہ افکار و اعمال کی ایک صاف و شفاف تصویر سامنے آ سکے ـــــ ساتھ ہی اپنی افادیت اور ظاہری و معنوی محاسن کے لحاظ سے اتنا بلند پایہ اور باوقار ہو کہ حضرت شیخ الحدیث نوّر اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ اقدس سے اپنی نسبت کو نبھاہ سکے۔

بہرحال! ہم سے انسانی مقدور کے حد تک جو کچھ ہو سکا وہ آپ کے سامنے ہے اور اللہ تعالےٰ کی وُسعتِ رحمت سے توقع ہے کہ قارئین اسے "دیر آید درست آید" کا مصداق پائیں گے ـــــ تنوّع، وسعتِ ابواب، ہمہ پہلو جامعیّت اور سیرت و کردار کے تمام زاویوں پر حاوی ہونے کے لحاظ سے نہ صرف پسندِ خاطر ہو گا بلکہ اس سے گوناگوں علمی و دینی اور تدریسی و تحقیقی اور علمی فوائد کا ایک گنجِ گرانمایہ بھی محفوظ ہو گیا ہے۔

ہمارا مطمحِ نظر اوّل روز سے یہی رہا ہے کہ ماہنامہ الحق کی یہ خصوصی اشاعت محض مناقب، محض فضائل، بیانِ کرامات، خوارقِ عادات، محض خشک تاریخ اور صرف محدود شخصی اوصاف کے اظہار تک محدود نہ رہے بلکہ اس سے معلومات میں اضافہ، سیرت و افکار میں جِلاء، اخلاص و للّٰہیت میں ارتقاء، جذبۂ عمل و صلاح میں فلاح اور عملی زندگی کے پیچیدہ اور گنجلک مسائل میں اور علمی و دینی، تحقیقی و تصنیفی، تاریخی و سیاسی میدانوں اور فکر و عمل کے تمام زاویوں اور رواں دواں زندگی کے تمام پہلوؤں میں بھرپور راہنمائی حاصل ہو سکے۔

اِس خصوصی اشاعت کو اسی نقطۂ نظر سے ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور ہمیں مسرّت ہے کہ جب ایک اہل اللہ نے اِس نمبر کے مختلف ابواب اور مضامین دیکھے تو ارشاد فرمایا کہ:۔

> "اِس کے مُطالعہ اور بنظرِ عمیق استفادہ سے وہ جامعیتِ علم، وہ ذوقِ تدریس، وہ جذبۂ اشاعتِ دین، وہ غلبہ نظامِ شریعت، وہ مساعیٔ تعاقبِ فرقِ باطلہ، وہ جذبۂ حُریّت و جہاد، وہ راہنما خطوطِ انقلاب، وہ حسینِ سیرت و کردار اور وہ لطیف مزاج و مذاق اور معتدل مسلک ایک مصوّر شکل میں واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے جو روزِ اوّل

سے سلف صالحین، ائمہ متبوعین، جمہور اہلِ سنت والجماعت اور اکابر علماء دیوبند کا طرۂ امتیاز رہا ہے"

یہیں ایک حرف معذرت بھی اور کلمہ توضیح بھی! کہ قابل اشاعت مضامین کو جب یکجا کر کے سلکِ ترتیب میں پرونے کا مرحلہ آیا تو معلوم ہوا کہ ضخامت ہمارے اندازے اور حسنِ طباعت کے معیار سے کہیں زیادہ بڑھ رہی ہے پھر بھی ہم نے آخری مرحلہ پر موصول ہونے والے بہت سے مضامین کو بھی باب ۲۱ (متفرقات) میں شریکِ اشاعت کر لیا ہے مگر مضامین اور بعض مفصل مقالہ جات کی موصولی کا یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اور اتنی ضخیم اشاعت کو بیک وقت طباعت کے مرحلے سے گذارنا کارے دارد ——— علاوہ ازیں فنی اعتبار سے طباعت کا معیار بھی برقرار رکھنا عملاً ممکن نہیں رہے گا اس لیے بادل ناخواستہ یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مزید مضامین کو اس نمبر میں شریک کرنے سے روک دیا جائے اور انہیں آئندہ ماہنامہ الحق کی ماہوار اشاعت میں شائع کیا جاتا رہے لہٰذا جن محترم اہل قلم کے موصولہ مضامین اس جلد میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں وہ ہماری معذرت قبول فرمائیں تاہم انکے مضامین کو بھی بڑی اہمیت اور اہتمام سے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

دار العلوم حقانیہ کے مہتمم اور ماہنامہ الحق کے مدیر، استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کا بیحد ممنون اور شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس عظیم خدمت کے لیے مجھ پر اعتماد کیا اور پھر علمی اور عملی طور پر قدم قدم پر راہنمائی، بھرپور تعاون اور مفید مشوروں سے نوازتے اور خصوصی نمبر کی ترتیب و تالیف میں آخری مراحل تک شریک رہے ——— حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب مدظلہ (مصنف تاریخ مدینہ منورہ و تاریخ مکہ معظمہ) ہماری درخواست پر راولپنڈی سے دو مرتبہ تشریف لائے، معاونت کی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ کی حوصلہ افزائیوں سے کام مزید آگے بڑھتا رہا۔ وَاَجْرُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

آخر میں، ہم انتہائی احسان مند اور شکر گذار ہیں ان تمام اکابر علماء، مشائخ، دینی و سیاسی راہنماؤں، دانشوروں، حضرات مقالہ نگار، شعراء کرام اور اصحابِ علم و فن کے جنہوں نے اپنی کاوشِ فکر و قلم سے ہمیں ممنون فرمایا ——— اور اُن تمام احباب کے بھی جنہوں نے کسی بھی طور سے اس عظیم نمبر کی تکمیل میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ بالخصوص اپنے مُحبین و مخلصین حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب، حضرت مولانا قاضی عبد الحلیم صاحب حقانی کلاچوی، حضرت مولانا محمد زمان صاحب حقانی کلاچوی، مولانا محمد ہارون صاحب مجتبیٰ کے جنہوں نے پروف ریڈنگ میں بھرپور تعاون کیا ——— جناب شفیق الدین فاروقی صاحب نے فنی امور میں دلچسپی لی ——— اور برادرم مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب کے بھی جنہوں نے آخری مرحلہ کے بعض مضامین کی کمپیوٹر کتابت میں مدد کی۔

برادرم محمد عامر لاہور، جناب ابو عثمان محمد لطیف کیلانی، جناب سید رسول شاہ کیلانی بھی ہمارے شکریئے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نمبر کے ضخیم مضامین کی کتابت میں دلجمعی کے ساتھ کام کیا اور آخر تک معیار برقرار رکھا۔ وَاَجْرُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

عبد القیوم حقانی
صدر ادارۃ العلم والتحقیق ———
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک

نقوشِ زندگی

اجمالی سوانحی خاکہ، مختصر حالاتِ زندگی، ولادت وخاندان، تعلیم و تربیت، مولد و منشاء، اوّلین تربیت گاہ، سراپا و سوانح، حیاتِ مستطاب کی کہانی، تعلیمی و تدریسی مراحل، دینی مساعی، مختلف اسفار، چند خصوصیات، رفاقت کی مختلف سرگذشتیں، فکر و عمل کے بعض سبق آموز پہلو

اور ــــــ تذکرۃ الاساتذہ

* * *

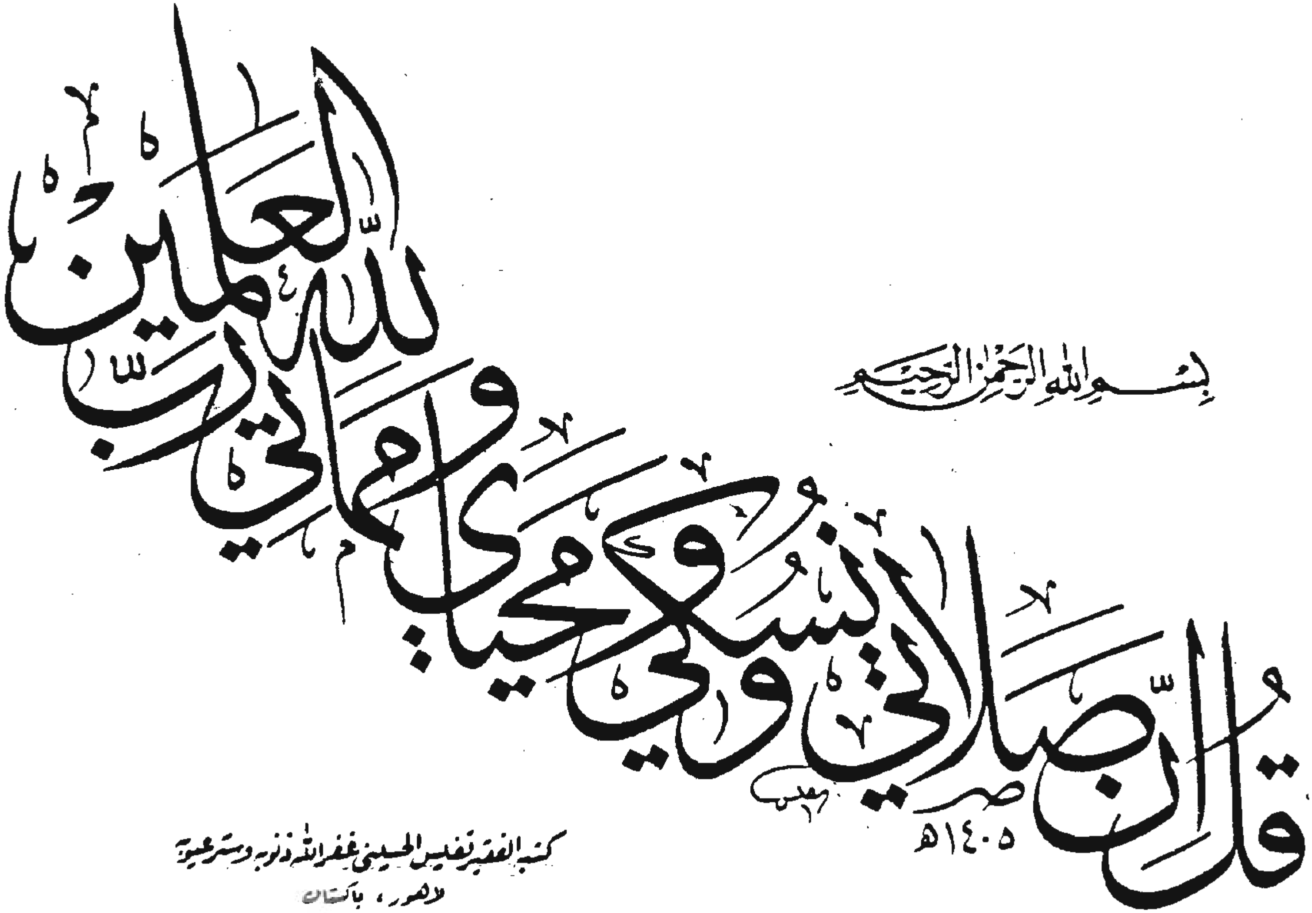

بسم الله الرحمن الرحيم

قل إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين

١٤٠٥هـ

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه
لاهور، پاکستان

خودنوشت سوانح حیات

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کو لکھنے کے مواقع کم ملے بلکہ ان کا لکھنے کا مزاج ہی نہ تھا دراصل وہ اپنی طبعی افتاد کے پیش نظر اپنے حالات کے چھپنے اور اپنی سوانح کے قلم بند ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا اوّل روز سے اصرار تھا کہ حضرت شیخ الحدیث اپنی مختصر سوانح حیات خود لکھیں اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے ایک مرتبہ ۳۶ سوال مرتب کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش بھی کئے اور ان کا جواب لکھنے پر اصرار کیا تب حضرتؒ نے ان کا جواب لکھنا شروع کیا ذیل میں حضرت کی وہی تحریر پیش خدمت ہے اور یہ تحریر بھی خدا کا فضل ہوا عین اس وقت ملی جب نمبر کا کام مکمل ہو کر کاپی پیسٹنگ شروع ہو چکی تھی کہ فائلوں کے ڈھیروں میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو یہ خود نوشت حیات بھی مل گئی جو اگرچہ نامکمل ہے مگر پھر موجودہ تمام نمبر کے لیے بمنزلہ متن کے ہے۔ ادارہ

میرا نام اور نسب عبدالحق بن الحاج مولانا المکرم معروف گل بن الحاج میر آفتاب جو عبدالحمید کے بیٹے ہیں ہمارے جدِ امجد (صدیوں قبل) غزنی غوڑہ مرغیؒ سے محمود غزنوی کے لشکر میں آئے تھے اور پھر واپسی میں اکوڑہ میں قیام کیا۔ الحاج والد ماجد صاحبؒ فقہ و نظم کی کتابوں میں ماہر تھے پرانے طریقہ یعنی مسجد میں درس بلا اجرت کے دیا کرتے تھے علمی استعداد کافی تھی اور علوم دینیہ کے عاشق تھے طلبہ کی خدمت و امداد کیا کرتے تھے اور ذریعۂ گذر اوقات ان کا تجارت تھا اور مسجد محلہ گگے زئی اکوڑہ خٹک میں خطیب رہے انگریز اور انگریزی کے از حد مخالف تھے انگریز کے خلاف ہر تحریک میں پورا حصہ لیا کرتے تھے حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ اور ان کے منصوبوں میں عملاً شامل تھے۔ کابل کی ہجرت میں میرے والد صاحب مرحوم اپنی کوششوں سے جلسے کراتے مہاجرین علماء وغیرہ کے لیے وہاں جانے کے لیے چندہ کراتے تھے مگر یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ہجرت غلط ہے اور فرنگیوں کی چال ہے اکوڑہ سے بہت سے لوگ تیار تھے ہم نے بھی سامان خرید اتھا بیل گاڑیاں لی تھیں مگر جا تیدا دنہیں بیچی تھی عیدالاضحیٰ کے بعد جانا تھا مگر پھر ہجرت بند ہوگئی یہ غالباً ۱۹۲۱ء یا اس کے لگ بھگ کے ایام تھے۔ اپنی شہرت و نام آوری دوسرے معنی میں ریا سے بچتے تھے دو دفعہ حج کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ مقاماتِ مقدسہ میں رب کریم سے یہی دعا کی کہ عبدالحق عالم دین ہو اور علم دین کا خادم ہو۔ چونکہ انگریزیت کے از حد خلاف تھے اس سیلاب کے مقابلہ کے لیے رب العزت سے پہلے خاندان و اولاد کے ذریعہ مدافعت چاہتے تھے چنانچہ اب دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں ذرہ ناچیز و نادان کے ذریعہ جو خدمت ہو رہی ہے یہ ان کی دعاؤں کی مقبولیت کی دلیل ہے خداوند کریم نے ان کی تمناؤں کو پورا فرمایا کہ وادی غیر ذرع اکوڑہ خٹک جیسے قریہ میں دارالعلوم حقانیہ کا گلشن ظاہر فرمایا میں ان کا پہلا فرزند ہوں ابھی باتیں کرنے کا بھی پورا قابل نہ تھا کہ علم دین سیکھنے کے لیے بٹھا دیا گیا کیونکہ والد صاحب از حد علم دین کا شوق ان پر سوار تھا خود پڑھانا شروع کرا دیا اپنی مسجد میں، انگریزی کے از حد مخالفت کی وجہ سے سرکاری سکول پرائمری میں صرف ایک دن بلا داخلہ گیا ہوں پھر جانے کی اجازت نہ دی دو اساتذہ یکے بعد دیگرے اپنی مسجد میں خط و کتابت اور حساب سکھایا کرتے مگر سکول میں پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ اسی وجہ سے میں سکول میں پڑھا ہوا نہیں ہوں ساری عمر انگریز کی مخالفت میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے منصوبوں کے مطابق گذاری۔

حاجی صاحب ترنگ زئی اڈے ملا کے معتقد تھے میرے والد صاحب ان کے لیے چندے کرتے تھے اور خود بھی پیسے دیتے تھے باقاعدہ

ان کے آدمی آتے تھے کئی ایسے آدمی ٹھہرتے مگر والد نہ بتاتے کہ یہ کون ہے ہم سمجھتے کہ گاؤں میں کوئی درویش ہیں امداد وغیرہ خفیہ کرلتے تھے انگریزوں کی سخت نگرانی تھی بدعات ورسومات کے مخالف تھے علماء۔ دیوبند سے عقیدت تھی مسائل دین میں مولانا سخروی جو حضرت گنگوہی کے شاگرد تھے ان کے ساتھ اشارہ کی سنیت اور احتیاط الظہر و قضاء عمری کے نہ ہونے کے قائل تھے مناظر علمیہ کے مجالس ہوا کرتے تھے سیاست میں حاجی ترنگ زئی کے شریک و رفیق تھے۔

جد امجد الحاج میر آفتاب معمولی درجہ کے پڑھے ہوئے اور اکوڑہ خٹک میں کافی اراضی کے مالک تھے اس لیے گذر اوقات زراعت تھی اور ایک مسجد کے خطیب تھے دو دفعہ حج کی سعادت سے بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں مشرف ہوئے میرے زمانہ تعلیم دیوبند میں وفات پاگئے میں جنازہ میں نہیں تھا۔ میرے والد کی والدہ ڈنگر زئی (آدم زئی) کی تھیں پٹھانوں کا ایک بڑا گھرانہ تھا گاؤں سے باہر کی طرف بڑا گھر تھا اور بڑے بڑے دروازے تھے اس گھرانے میں بڑے بڑے آفیسر اور ٹھیکیدار تھے میں نے دادی نہیں دیکھی۔ نانے کا نام مولانا محمد شریف اللہ ہے سکھوں کے ساتھ جہاد کیا اور ان کے مظالم سے اپنے آبائی گاؤں مایار طورو سے ایک گاؤں جو شہزادہ کلی متصل تخت بھائی میں پناہ گزین ہوئے اور وہیں قیام پذیر ہوگئے عمر کا اندازہ تاریخ پیدائش، محرم الحرام ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ۱۹۱۲ء ہے مگر حاجی عبدالقیوم استاذ فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء اور، محرم تھا ۱۹۱۹ء مجھے یاد ہے یہ ۱۹ر کے ہندسے مکرر تھے اس لیے دماغ میں نقش ہوگئے ہیں ۹ر سال سے اس وقت کم ہوں گا ۱۹۱۲ء زیادہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔

رسم بسم اللہ یعنی ابتدا تعلیم والد صاحب رحمۃ اللہ سے کی، قرآن مجید پنج گنج اور خلاصہ والد صاحب نے پڑھایا اور پھر نظم کی کتب سکندر نامہ تک حضرت حاجی صاحب ساکن مسجد قصابان جو کہ بڑے بزرگ اور سیاح عالم دین تھے ان سے پڑھی اور الحاج مولانا عبدالقادرؒ سے زنجانی پڑھی اور خط و کتابت مقامی دو دیندار عالموں وغیرہ سے جن کا نام الحاج تاج محمد دوسرے کا نام مولانا شیخ محمد عمر سے سیکھی انگریزی سکول میں داخل نہیں ہوا اور نہ کسی بھی سکول میں تعلیم پائی۔ پہلا سفر موضع اکھوڑی صوبہ پنجاب ضلع کیمل پور میں علم صرف کے ماہر عالمِ علم صرف و نحو مولانا گوہرالدین کی طرف کیا، ان سے صرف میر یاد کیا اس کے بعد گوجر گڑھی مسجد ڈاگ سے ایک عالم سے بعض کتب علم النحو کی پڑھیں اس کے بعد موضع ملوگی یعنی کوہستانِ مولانا صاحب سے کافیہ پڑھی جو نحو میں بڑے ماہر تھے متقی اور زاہد تھے کافیہ پانچ سال میں پڑھاتے تھے اس پر تقریر پڑھاتے تھے مجھے بھی وہ تقریر یاد کراتے دو سال تو وہاں رہا ہوں گا وہاں کے مولوی اکبر شاہ میرے ہمدرس تھے۔ اس کے بعد جلالیہ علاقہ چھچھ کی طرف سفر کیا اور شرح جامی حضرت مولانا عبداللہ جان صاحب سے پڑھی اور جو کہ جامی میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۳۰، ۲۰ طلبہ ہوتے تھے اور ہر ایک کو الگ الگ پڑھاتے تھے وہاں قیام و طعام کا مسئلہ مشکل تھا تو اس کے قریب من پور گئے اور وہاں سے آتے جاتے تھے من پور میں مولوی عبدالقدیر (مولانا انور شاہ کے شاگرد مشہور عالم محدث اور فیض الباری علامہ انور شاہ کشمیری کے اصل جامع) کی مسجد میں ٹھہرے تھے یہ بھی ہمارے ساتھ جلالیہ جاکر وہاں بڑے مولوی صاحب جو سفید ریش تھے اس سے شرح تہذیب یاد کرتے یہ اس وقت بھی بہت خاموش تھے بلا مقصد کوئی بات نہ کرتے پھر وہاں سے جاکر ہم مولانا عبدالحنان تاجک والے اکھوڑی میں مقیم تھے اور پڑھتے تھے بعد میں میں نے ان سے امروہہ میں پڑھا تھا۔

اس کے بعد موضع طورو ضلع مردان کو گیا طورو میں متعدد اساتذہ کرام سے شرح جامی اور منطق کے رسائل پڑھے پھر ترنگ زئی میں منطقی ملا صاحب جو مشہور تھے ان سے بدیع المیزان پڑھی، پھر اما زو گڑھی میں چند ماہ رہا چکیسر صاحب حق سے ملا حسن کا مقدمہ پڑھا پھر والد صاحب نے دیوبند بھیجا۔ دیوبند جب پہنچے تو داخلہ بند ہو چکا تھا دراصل حضرت شاہ صاحب ڈابھیل جاچکے تھے انکی شکر رنجی کی وجہ سے دار العلوم میں افغان طلبہ کے داخلہ پر کنٹرول کیا گیا تھا۔ مجھے بشرط تکفل خود داخلہ کی اجازت ملی مگر تکفل کی ذمہ داری میں نے نہ لی چنانچہ میرٹھ پھر گلاوٹھی پھر امروہہ میں مسجد چلہ میں داخلہ لیا وہاں مولانا عبدالحنان صاحب موضع تاجک والے نئے مدرس ہوتے تھے تین ماہ امروہہ میں قیام کے بعد دار العلوم اندر کوٹ میرٹھ کو آیا۔ مولانا مشتاق احمد جو کہ نہایت با اخلاق اور ماہر علوم و فنون تھے ان سے حمد اللہ اور ریاضی اور اقلیدس مکمل پڑھے حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب جو حضرت مولانا احمد حسن محشی حمد اللہ وعلوم ریاضی و منطق کے معلم تھے درمیان سال

میرٹھ سے ان کا تقرر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوا اس جیسے ماہر العلوم استاذ میرٹھ و دہلی میں نہ ملا تو ہم چند طلبہ کلکتہ چلے گئے حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نے پرائیویٹ تمام کتب مشروعہ ریاضی و ہندسہ و حساب کے اور حمد اللہ اور ہدایہ اولین پڑھایا پھر دیوبند ۱۳۴۷ھ دوبارہ کلکتہ سے واپس ہوتے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا حضرت علامہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ جو امتحان لینے میں سخت مشہور تھے اور اس لیے میں نے داخلہ کے امتحان کے لیے تمام کتب ریاضی و منطق و ہندسہ کے درج کئے سوائے ایک کتاب ہدایہ کے خیال یہ تھا کہ داخلہ کا امتحان حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ لے لیں گے لیکن تقدیر میں جو ہو وہی پیش ہوتا ہے میرا امتحان داخلہ مولانا اعزاز علی صاحب نے لیا۔ ہدایہ اولین میں مسئلہ محاذات سامنے آیا اور میرے لیے یہ نادر مسئلہ تھا عبارت پڑھنے کے بعد شفقت سے فرمایا گھبراؤ مت، ۵ منٹ مطالعہ کرکے مطلب بیان کر دو۔ الغرض خلاف شہرت بڑے مشفق استاد و ممتحن تھے مجھے داخلہ کی اجازت ملی۔

کھانا وغیرہ دار العلوم سے جاری ہوا تعلیم دار العلوم کا زمانہ عرصہ ۵ سال رہا جس میں بعض کتب مندرجہ ذیل پڑھیں ہدایہ آخرین، مختصر المعانی، قاضی مبارک صدر الشمس بازغہ، شرح اشارات، علم ادب مناظرہ قرارت، جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر اور کتب احادیث اساتذہ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا اعزاز علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا اصغر حسین صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی، حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رہے اور آخری سال دورہ کی کتب خصوصًا بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الاسلام والمسلمین المجاہد فی سبیل اللہ علامۃ الدہر فہامۃ العصر ملجی و ماؤی الحافظ الحاج مولانا و بالفضل اولانا السید حسین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ لامتناہیۃ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب زاہد فنا فی اللہ و قطب دوران تھے ابوداؤد شریف ان سے پڑھی تمام مذاہب اور خصوصًا مذہب حنفی کے ٹھوس اور مختصر مگر جامع دلائل بیان فرماتے تھے۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ والادب تھے جہاں مذہب حنفی پر فقہا نے فتویٰ نہیں دیا اس کے متعلق فرماتے کہ روایت حنفی ان دلائل سے درست ہے مگر صاحبین یا دوسرے فقہاء کے قول پر بوجہ ضرورت کے فتویٰ دیا گیا دلائل کی قوت سے نہیں بلکہ دوسرے عوارض اور ضرورت پر فتویٰ ہوا ہے۔ شیخ الادب متنبی و حماسہ پڑھاتے وقت فصاحت و بلاغت کے موجزن دریا تھے ان کے حواشی میں کچھ تھا اور بیان و درس کے وقت کچھ اور مضامین ہوا کرتے تھے میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کی شرح میں یہ دقائق کیوں درج نہ ہو سکے فرمایا۔ شرح میں اتباع اکابر کی گئی اس میں مشہور توجیہہ کی موافقت کی گئی اور یہ میری ذاتی رائے ہے یہ شرح میں موزوں نہیں۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم و حضرت مولانا رسول خان صاحب جامع المنقول والمنقول تھے بحر العلوم علامہ ابراہیم سے ذکی المطالعہ طالب العلم فیض حاصل کرتا ان کا علم طویل و عریض تھا اور حضرت مولانا رسول خان صاحب کا علم عمیق تھا کتاب کی گہرائیوں سے موتیوں کو نکال کر طلبہ کے سامنے پیش کرتے رہتے درحقیقت ہر استاد منبع علم اور امام فن تھا اخلاق حسنہ و تقویٰ کے مجسمے تھے بالخصوص حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنیؒ علوم کے ماہر تھے ریاضی و فلسفہ منطق پر حاوی تھے اور علوم قرآن و حدیث میں بندہ نے انہیں تمام اپنے دور کے اساتذہ میں بے نظیر پایا ان سے ذکی غبی اور متوسط طلبہ یکساں مستفیض ہوتے رہے عبارت کتاب کو لگانا مضامین و دقائق و حقائق ایسے صاف و سلیس تقریر میں بیان فرماتے کہ تمام طلبہ سیر ہو جاتے اور سب کے دامن علم سے بھر جاتے اخلاق کریمانہ کا یہ حال کہ سینکڑوں پوچھنے والوں کو کبھی نہ ڈانٹا اور نہ غصہ کیا زیادہ سے زیادہ "خلق الانسان من عجل" بھائی جو تم پوچھنا چاہتے ہو وہ ابھی آپ کے سامنے پیش ہونے والا ہے مگر تم جلدی کر رہے ہو سال کا آخری سبق اور اول سبق یکساں حلم و اطمینان سے پڑھاتے تھے۔ امام بخاریؒ کو جیسا عبور رہے قرآن مجید پر، حضرت شیخ کو قرآن پر پورا عبور رہتا، جہاں مسئلہ پیش ہوا فورًا آیت بر موقع و محل علیٰ سبیل الارتجال تلاوت فرماتے حدیث میں سب سے پہلے اختلاف مذاہب پھر ہر مذہب کے دلائل پھر احناف کا مسلک و دلائل اور دوسروں کے جوابات اور شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا کرتے تھے مذہب حنفی کو کالشمس فی نصف النہار واضح فرماتے۔

حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب کی وفات ۱۳۵۱ھ میں ہوئی اور وہ تصریح شرح چغمینی پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۳۵۱ھ میں فراغت سے بعد حضرت مہتمم صاحب و بعض اساتذہ نے مجھے بطور مدرس تجویز کیا چونکہ طالب علمی کے زمانہ میں طلبہ کو میبذی و تصریح پڑھاتا رہا اور میری تقاریر کو اساتذہ نے سنا تھا مگر بعض ہم عصروں کے رشک کی وجہ سے اور معاصرت کی وجہ سے بندہ نے معذرت ظاہر کی اور میں نے لکھنو جانے کا ارادہ کیا کہ طب پڑھوں مگر میرے والد صاحب نے مجھے لکھا کہ میں نے تم کو علم دین کے لیے وقف کیا ہے نہ کہ قاروروں کے دیکھنے کیلئے اور نہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے خداوند کریم رازق ہے فوراً اکوڑہ آجاؤ چنانچہ میں والد صاحب کے حکم پر فوراً اکوڑہ روانہ ہوا دو طالب علم دیوبند کے میرے ساتھ آئے کہ ہم اکوڑہ میں تم سے پڑھیں گے اسی طرح رب العزت نے پڑھائی کا انتظام کرا دیا اکوڑہ آکر مسجد میں پڑھاتا رہا ایک مدرس مولوی فضل الرحمن صاحب کوٹہ کے ساتھ رکھ دیا والد صاحب اپنے جیب سے مولوی فضل الرحمن کی ضروریات کو پورا کرتے رہے میری ضروریات تو ہمیشہ والد صاحب کے مدنظر رہے دیوبند سے فراغت اور مسجد میں درس لینے سے ان کو روحانی خوشی ہوئی دو طالب علم تو دیوبند سے آئے۔ بقیہ یہاں جمع ہوئے بحمد اللہ تعالے فراغت کے بعد ایک دن بلا تدریس کے نہیں رہا اور اونچی کتابیں مثلاً ہدایہ نورالانوار، میبذی تصریح صدرا اور جلالین شریف و مشکوٰۃ شریف روز اول سے پڑھانے پڑے الحمد للہ علی ذلک حضرت والدؒ کی تمنائیں ظاہر ہونے لگیں اور میرے طب نہ پڑھنے پر اور ہندوستان سے واپس لوٹنے پر اور طلبہ کی جم غفیر سے ان کی روح خوش تھی تمام طلبہ کے کھانے و سالن و کتاب رہائشی ضروریات اپنے جیب سے پورا کرتے تھے اور میرے لیے دونوں وقت مکلف کھانا کا انتظام تھا مجھے تو ندامت تھی کہ والد صاحب پر بوجھ ہوں مگر ان کو بوجہ للہی تدریس کی خوشی تھی دن بدن والد صاحب مرحوم خوشی سے عنایات مجھ پر بڑھاتے رہے اور درس و تدریس کی نعمت پر رب العزت کا شکر ادا کرتے رہے۔

آج دار العلوم حقانیہ کی شکل میں لئن شکرتم لازیدنکم کا نظارہ دیکھ رہے ہیں والد صاحبؒ کی وارفتگی اور علم و علماء و طلباء کی خدمت کا جذبہ خداوند کریم نے قبول فرمایا ان کے خلوص کی قبولیت کی نشانی دار العلوم حقانیہ ہے والد صاحبؒ تجارت کے ذریعہ کماتے رہے اور ایثار کر کے علم کے لیے خرچ کرتے رہے اس دوران میں ایک سال کے بعد شادی والد صاحب نے کرا دی موضع جہانگیرہ حضرت مولانا عبدالحنان سے دیوبند میں رفاقت تھی۔ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی جنؒ کی زندگی جہاد میں گذری ہے انگریزوں کے مقابلے میں، مقام ناوگئی شبقدر سے جانب مغرب و شمال ایک معرکہ ہوا جس میں انگریزوں کے مشہور گا ڈپلٹن کے گورے بے سروسامان مجاہدین کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے اور انگریزوں نے حضرت حاجی صاحب کے جوتوں میں زہر رکھ کر پاؤں شل ہوگئے اس فتح عظیم کی خوشی میں در دولت پر حاضری ہوئی۔ موضع اکوڑہ سے چند رفقاء عجلت پسند ساتھ تھے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بعد از عشاء پہنچے حضرت کے ہاں اسی رات تقریباً ۸ سو مہمان تھے ہمارے پہنچنے کی اطلاع ملتے ہی پر تکلف کھانے کا انتظام فرمایا اور ایک مخصوص کمرہ میں بستر او چارپائی کا انتظام فرمایا اور بعد از عشاء تمام رفقاء سے ملاقات ہوئی، نصائح سے نوازتے رہے۔ بندہ کی حاضری پر خوشنودی کا اظہار کیا ۳۱۳ دفعہ استغفار کا وظیفہ عطا فرمایا یہ جمعہ کی رات تھی اگلے روز جمعہ کی نماز پڑھ کر عجلت پسند رفقاء کی وجہ سے جلد آنا ہوا مگر حضرت کی پرخلوص دعائیں ساتھ رہیں عشاء کو اکوڑہ واپس پہنچ گئے۔ دوسری بار بعد از وفات زیارۃ کیلئے گئے تھے۔

دس برس اکوڑہ میں درس کے گزرے گاؤں کے نونہال بچے دین اور امور دین سے خالی ہو رہے تھے اس لیے مدرسہ تعلیم القرآن اس کا باقاعدہ افتتاح حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے فرمایا۔ مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد متصل مسجد کے رکھی گئی جس میں بچوں کو دینیات اور کافیہ تک کتب کا درس بھی ہوتا تھا مگر ان دنوں میں بندہ اپنی مسجد میں دورہ حدیث شریف کی کتب پڑھاتا رہا ایک معاون ساتھ تھا۔

دار العلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب نے دعوت تدریس دی کہ کچھ اساتذہ ڈابھیل چلے گئے اور حضرت شیخ مراد آباد جیل میں قید تھے مگر اس دعوت کو قبول کرنا بڑا مشکل تھا کیا مجھ جیسے نالائق ان اکابرین کی جگہوں پر بیٹھ سکے گا مگر حضرت والد ماجدؒ نے حکم دیا کہ مادر علمی کی خدمت کرنی ہوگی اور تمہیں جانا ہوگا۔ پھر حضرت مہتمم نے تنخواہ کا پوچھا والد صاحب نے فرمایا کہ دین کی خدمت اور مادر علمی کی خدمت بلاشرط اجرت کرنی ہوگی تنخواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ حضرت مہتمم صاحب نے دار العلوم پہنچنے کے بعد اولاً ۲۰ روپیہ ایک ماہ کا دیا اسکے بعد خود بہ خود اضافہ فرماتے رہے میں نے کبھی نہ تنخواہ، مطالبہ کیا نہ اضافہ کا اور نہ دل میں تنخواہ کا خیال گذرا ہے بحمد للہ۔ اور نہ میں نے کسی کتاب کی پڑھائی کی درخواست کی چار سال دار العلوم دیوبند میں تدریس کی اور تقریباً تمام بڑی کتب درسیہ پڑھائیں۔ جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، طحاوی شریف، ہدایہ اخرین و اولین، مختصر المعانی مطول رشیدیہ، حمد اللہ امور عامہ، صدرا الشمس بازغہ تصریح میبذی وغیرہ کتب پڑھائیں۔ حضرت شیخ مدنیؒ انگریز کے مخالف تھے اس لیے دیوبند میں اسباق سے فراغت کے بعد تحریک آزادی میں وقت گزرتا رہا ایک دفعہ تحریک کے سلسلہ میں دیرہ نہرو کے ساتھ رہا جمیعۃ العلماء ہند کے پروگرام کے مطابق زندگی گزارتے رہے تحریک صیہونیت کے خلاف اور اعلان بالفور کے خلاف جلسے و جلوس میں مشغول رہے۔ بالآخر ملک تقسیم ہوا اور تقسیم سے ایک ماہ پہلے تعطیلات رمضان کے گزارنے کی خاطر اپنے گاؤں اکوڑہ خٹک آیا، ۲۷ رمضان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہوا دار العلوم دیوبند کے مہتمم صاحب و حضرت شیخ مدنیؒ کا اصرار تھا کہ دیوبند حاضر ہو جاؤں مگر فسادات کی وجہ سے والد صاحب نے اجازت دوبارہ نہ دی اب خود پاکستان میں طلبہ دیوبند کے پڑھانے کے لیے انتظام کی ضرورت تھی اور اس نئے ملک میں دین کی امانت پہنچانے کی ضرورت تھی تمام مدارس ہندوستان کے حصہ میں رہ گئے اور یہ حصہ پاکستان مدارس سے خالی تھا اور مدرسہ کا چلانا اور تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرتے ہوئے محض دین کے تحفظ کی خاطر جس طرح ۵۷ء کے بعد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انگریزی الحاد سے دفاع کے لیے چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے ایک استاد و شاگرد سے مدرسہ کی بنیاد رکھی اسی کی نقل کرتے ہوئے موجودہ انقلابی دور کے فتنوں سے بچانے کے لیے مسجد گگے زئی میں دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی جو کچھ ہوا وہ بغیر نمود و ظہور کے تھا اور اس لیے کہ ڈر تھا کہ دار العلوم و مدرسہ کے نام سے لوگ متنفر ہو جاویں گے اور رکاوٹ ڈالیں گے انہی ایام میں صوبہ پنجاب کے وزیر تعلیم نے ایک سوال کے جواب میں کہ پاکستان میں دینی تعلیم کا کیا نظام ہوگا تو جواب میں کہا کہ جامعہ ازہر اور دنیا کے مختلف ممالک سے علماء آئیں گے اور وہ نصاب تجویز کریں گے مگر دار العلوم دیوبند اور اس کے ہمنوا لوگوں کی تعلیم کو پاکستان میں جگہ نہ ہوگی اب داعیہ ہوا کہ دیوبند کے نصاب کو زندہ رکھا جائے ہمت نہ ہاری اور اکابر کی امانت پہنچانے کا پاکستان میں تہیہ کر لیا۔ چنانچہ ۳ سال دار العلوم کو مخفی رکھا اور پڑھائی باقاعدہ ہوتی رہی حسبۃً للہ نہ چندہ نہ تنخواہ اور نہ اس کا وہم و گمان۔

ابتدائی تین سال میں علمی ترقی اور طلبہ کی آمد خصوصاً بوجہ تقسیم کی وجہ سے ہند نہ جاسکے تو چھ سے زیادہ طلبہ کے اصرار پہ دورہ احادیث ابتدا۔ تاسیس دار العلوم حقانیہ سے شروع ہوا اور یہ جو ترقی ہے دار العلوم کی یہ علم حدیث کی برکت طلبہ حدیث کی آمد سے دن بدن روبہ ترقی رہا اور اس رحلت کی برکت سے آفات و بلیات سے حفاظت رہی اور مدرسہ حقانیہ کو تر و تازگی اس دعا کی برکت سے نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها واداها کما سمعها کے طفیل ہے ورنہ کہاں یہ بنجر غیر ذی زرع زمین اور انتہائی مفلس کارکنان اور کہاں یہ دار العلوم جس کا بحمد للہ آج چار لاکھ[1] سے زیادہ سالانہ اخراجات ہیں۔ اللهم زد فزد

تین سال کے بعد بعض ملازمین ۵ روپیہ ماہوار پر مقرر کیے گئے ایک دفتری اور چند مدرسین جن کی نظر خدمت دین تھی اور تنخواہ کے بالکل متمنی نہ تھے اور ان طلبہ و مدرسین کے کھانا وغیرہ ضروریات کیلئے حضرت والد صاحب مرحوم اپنے جیب سے خرچ کرتے رہے۔

تین سال کے بعد طلبہ نے راز کا افشاء کیا۔ ربیع الاول کے مہینہ میں چندہ کی تحریک اور دار العلوم حقانیہ کی تاسیس کا ذکر عوام میں کیا گیا۔ دیہات والوں سے غلہ اور چندہ کی اپیل کی۔ عوام نے اس اپیل کا خیر مقدم کیا جس سے دار العلوم والوں کے حوصلہ بلند ہوئے اور خوف و ہراس کے بجائے آگے قدم بڑھانے کی ہمت ہوئی۔ اب ارادہ ہوا کہ قوم کے سامنے فضلاء کی دستار بندی کریں اس دستار بندی میں حضرت مولانا غور غشتوی امیر شریعت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری وغیرہ تمام حضرات تھے۔

◆

---

[1] یہ تحریر کے وقت سالہا سال پہلے کی بات ہے اب بجٹ بحمد للہ پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ (ادارہ)

امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کی

حیاتِ طیبہ پر ایک نظر

(مولانا عبدالقیوم حقانی اُستاذ دارالعلوم حقانیہ)

ولادت اور خاندان:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سنہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا معروف گلؒ دادا کا نام الحاج میر آفتاب پردادا کا نام عبدالحمید ہے۔ والد ماجد کی طرح آپ کے دادا جناب میر آفتاب نے بھی بڑھاپے میں دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ارضِ حجاز میں شورشیں برپا تھیں اور حرمین شریفین کے درمیان اونٹوں پر سفر کرنے والے حاجی بدوی قبائل کی غنڈہ گردی کا شکار ہوا کرتے تھے۔ غالب خیال یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہونے والے ان مجاہد افواج میں شامل تھے۔ جو بعد میں یہیں مقیم ہو گئے۔

والدین:۔ والد ماجد مولانا معروف گل کا ذریعۂ معاش اپنے والد ماجد اور دادا کی طرح زراعت تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اچھی خاصی تجارت بھی کرتے تھے اور اپنے قصبہ کے خوش حال اور متمول افراد میں سے سمجھے جاتے تھے۔ ہیبت و دبدبہ اور تواضع و ہمدردی کے عجیب اوصاف کے حامل بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں دینی غیرت و حمیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ملی اور قومی امور اور اجتماعی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے۔ منکرات اور غیر شرعی امور اور بدعات کے مٹانے میں اپنے وقت کے علماء مخلصین کا بھرپور ساتھ دیتے جہادِ آزادی میں اپنے دور کے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئیؒ اور ان کے تحریکِ جہاد میں ممد و معاون رہے۔ حاجی صاحب مرحوم یا ان کی جماعت مجاہدین کے افرادِ اکوڑہ خٹک آتے تو ان کے ہاں ٹھہرتے[1]۔ اور در پردہ بھی ان کی سرگرمیوں میں مالی و جانی طور پر شریک رہتے۔

مولانا عبدالتور سخردی (تلمیذِ مولانا رشید احمد گنگوہی و شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ) کے تعاون سے اکوڑہ خٹک میں مروجہ بدعات کے خلاف جدوجہد میں پیش پیش تھے۔

عنایت اللہ مشرقی اور اس کی تحریک خاکسار کا فتنہ اٹھا تو علماءِ حق اور مسلمانوں میں شدید اضطراب پھیل گیا۔ اس فتنہ کے خلاف عملی قدم سب سے پہلے اکوڑہ خٹک ہی سے اٹھایا گیا۔ جس نے آگے چل کر تحریک کی کمر توڑ دی۔ اس موقعہ پر بھی حاجی معروف گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایتی جوش و جذبہ اور تصلب و حمیت کا مظاہرہ کیا۔

ان کی دلآویز شخصیت اور دینی درد کا ثمرہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ جیسے فرزند کی شکل میں دے دیا۔ وہ بڑی جاں کاہی، محنت اور لگن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرماتے رہے۔ تاآنکہ ان کا لگایا ہوا یہ پودا علم و عمل، رشد و ہدایت کا شجرۂ طوبیٰ بن کر ان کے سامنے بار آور ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد جب کہ دارالعلوم حقانیہ قائم ہو چکا تھا۔ ان کا انتقال ہوا۔

یہی حال حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا تھا۔ جن کی گود میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو پروان چڑھایا۔ وہ زہد و تقویٰ، اخلاق و ایثار، سادگی اور للہیت کا پیکر تھیں کہ اس دور میں بہت کم مثالیں مل سکتی ہیں۔ استاذی المحترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، نے اپنی اس دادی مرحومہ کی وفات پر جو تعزیتی اداریہ قلمبند کیا تھا۔ اس سے بعض اوصاف و کمالات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے[2]۔

ابتدائی تعلیم و تربیت:۔ گھر کی ایسی پاکیزہ فضاء، والدین کے صلاح و تقویٰ اور دین سے شغف کے اسی ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اور بچپن ہی سے دل میں تحصیلِ علم دین کی ضرورت اور اہل اللہ سے محبت و تعلق کے احساسات جاگزیں ہوئے۔ آپ نے ابتدائی مکتبی تعلیم گھر میں والدین سے اور اکوڑہ خٹک کے ایک عارف باللہ بزرگ معروف بہ حاجی صاحب قصابان (المتوفی ۹ رمضان ۷۵ھ مسجد

---

[1] ایسے ہی ایک موقعہ پر کہ حضرت حاجی صاحب مرحوم تشریف لائے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کو ان کے والد ماجد نے ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے گود میں لیا۔ سر پہ دست شفقت پھیرا اور عنایت و توجہ کا ایک مشفقانہ رشتہ قائم فرمایا۔

[2] استاذی المحترم مولانا سمیع الحق مدظلہ نے الحق دسمبر ۱۹۷۴ء میں جو تعزیتی اداریہ لکھا اس باب میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی اولین تربیت گاہ کے عنوان سے وہ مکمل مضمون شریک ہے قارئین اس کا مطالعہ کر کے حظ وافر حاصل کریں۔

قصابان اکوڑہ خٹک) اور ممتاز بزرگ مولانا عبدالقادر صاحب اور بعض دیگر بعض صالح بزرگوں سے حاصل کی۔

باقاعدہ طور پر تعلیم کے لئے آٹھ سال کی عمر میں قصبہ الکھوڑی ضلع اٹک کا پہلا سفر اختیار کیا اور ابتدائے تعلیم ہی سے آپ نے خلوص، دل سوزی اور نہایت جانکاہی کے ساتھ اپنی پوری توجہات تعلیم پر مرکوز کر دیں۔ کچھ دن پشاور کے مضافات کے موضع ملوگی میں ایک خدا رسیدہ بزرگ کی تربیت میں بھی رہے۔ جو کوہستان باباجی کے نام سے معروف تھے۔ اس کے علاوہ سرحد و پنجاب کے مختلف مقامات پشاور، امازو گڑھی، گجر گڑھی، طورو۔ مردان اور علاقہ چھچھ میں جلالیا وغیرہ کے جید علماء کرام سے درسِ نظامی کے ابتدائی درجات کی کتابیں پڑھتے رہے۔ وہاں سے ہندوستان گئے اور امروہہ، میرٹھ گلاوٹی اور کلکتہ وغیرہ جا کر مشاہیر اہلِ علم سے استفادہ کیا۔ اور مختلف علوم و فنون کی متوسط کتابیں پڑھیں تا آنکہ ۱۲ شوال ۱۳۴۷ھ کو آپ ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند پہنچے اور باقاعدہ داخلہ لیا۔ درسِ نظامی کے باقی ماندہ علوم و فنون، منطق و فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، اور علوم عصریہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۲ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ یہاں جن مشائخ اور اکابر اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا ان میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا اعزاز علی دیوبندی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خاں ہزاروی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سے آپ کو تلمذ کا شرف حاصل ہے۔

درس و افادہ:۔ دارالعلوم دیوبند سے تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ گھر کے ساتھ متصل اپنی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں قدیم طرز کے مطابق درسِ نظامی کے مختلف علوم و فنون کی چھوٹی بڑی اور اہم کتابوں کا درس دینا شروع کیا۔ صبح و شام تک تدریس میں مشغول رہتے۔ قرب و جوار بلکہ دور دراز کے طلبہ آپ کے حلقہ درس کی طرف ٹوٹ پڑے۔ یہ حلقۂ درس اتنا وسیع ہوا کہ ان کے والد مرحوم نے اپنے اخراجات سے ایک اور جیّد عالم کو بھی بطور معاون مدرس رکھ لیا۔

ان ہی دنوں آپ نے انجمن تعلیم القرآن کے نام سے ایک اسلامی سکول کی بنیاد رکھی۔ ابھی سکول کی ابتدا ہی تھی کہ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رح آپ کی دعوت پر اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو ادارہ کے قیام پر مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کی کامیابی کی دعائیں کیں اور ادارہ میں ایک تقریب سے خطاب بھی فرمایا۔ یہ سکول آگے چل کر علاقہ میں تعلیم و تربیت اور ہر لحاظ سے ایک معیاری اور منفرد ادارہ قرار پایا۔ جس کے نتائج سارے علاقے میں بڑے دور رس ثابت ہوئے۔

مادرِ علمی دیوبند سے بلاوا:۔ ادھر اکوڑہ خٹک میں آپ کے درس میں طالبان علوم نبوت کا حلقہ وسیع ہوتا گیا اسکے علاوہ علاقائی اور ملکی خدمات بھی جاری تھیں کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کی پیش کش کر دی اور اس پر اصرار فرمایا[1]

آپ نے یہ دعوت قبول کر لی اور دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات میں مشغول ہو گئے، دیوبند میں آپ کی تقرری کی تاریخ شوال ۱۳۶۲ھ ہے آپ کی وہاں تدریس پر ابھی ڈھائی ماہ کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ طلبہ میں شہرت اور مقبولیت کے پیشِ نظر یکم محرم الحرام ۱۳۶۳ھ ہی سے آپ کو مستقل کر دیا گیا جیسا کہ قاری محمد طیب رح مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۷ ۹/۶۲ کے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"الحمدللہ کہ آپ کے بے ریا خلوص، جذبۂ خدمت اور سمع و طاعت کا اعتراف میرے صحیفہ قلب پر ثبت ہے۔ آپ کی ذات میرے لئے ایک نمونہ ہے۔ اگر ہم سب دارالعلوم کے دائرہ میں ایسا ہی نمونہ پیش کریں تو ہماری ترقی کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے"

ایک دوسرے مکتوب میں آپ کے نام لکھتے ہیں۔

گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں جناب نے جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حُسنِ کارکردگی کا ثبوت دیا ہے۔ خدام دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں، ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی کہ ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، چنانچہ جناب کی قابلیت اور شہرت و مقبولیت کے پیش نظر یکم محرم الحرام سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے"

چونکہ اللہ رب العزت نے فطری طور پر آپ کو اعلیٰ صلاحیتوں اور قوی علمی استعداد سے نوازا تھا، اس لئے بہت جلد دارالعلوم دیوبند میں درسِ نظامی کی اعلیٰ کتابیں پڑھانے لگے اور آپ کا شمار طبقۂ علیا کے اساتذہ میں ہونے لگا۔ آپ کا حلقۂ افادہ تدریس وسیع ہوتا چلا گیا۔ صرف دارالعلوم دیوبند میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے تلامذہ کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے جو اس وقت برصغیر اور افغانستان کے علاوہ ملائشیا، برما، رنگون، ایران اور مشرق بعید کے اکثر ممالک روسی، چینی مقبوضہ علاقوں تک اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

---

[1] اس سلسلہ کے خطوط اور حضرت شیخ مدظلہ کو دیوبند تشریف پر اصرار آپ کے اساتذہ مولانا مبارک علی صاحب نائب مہتمم اور مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی کے مکتوبات ماہنامہ "الحق" جون و جولائی ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کا قیام:۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم ہوئی، پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ ہولناک واقعات، غیر یقینی حالات، اور راستہ کے خطرات کے باوجود اب کی بار بھی اکابر اساتذۂ دیوبند آپ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کی دعوت دیتے رہے۔ محفوظ راستہ سے آنے اور حفاظتی انتظامات اور حکومتی سطح پر سفری معاملات کو نبھانے کی ذمہ داری حضرت شیخ مدنی نے اپنے ذمہ لے لی۔ مگر اضطراب و دہشت گردی اور بدامنی و مجموعی طور پر غیر یقینی حالات کی وجہ سے آپ کے والدِ بزرگوار آپ کے دیوبند جانے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور اس کے پس منظر میں مشیتِ ایزدی کو یہ منظور تھا کہ بہت جلد یہاں بھی دیوبند کے سرچشمۂ فیض کی ایک نہر دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں جاری رہے۔ چنانچہ آپ نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں محض توکلاً علی اللہ ستمبر ۱۹۴۷ء : ۱۳۶۶ھ کو اپنے گھر کے ساتھ والی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دیوبند میں پڑھنے والے تلامذہ سفری رکاوٹوں کی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو گئے اور اس غیر رسمی درس گاہ کا نام از خود لوگوں کی زبان پر دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں شہرت پانے لگا اور خدا کی شان کہ بہت جلد پردۂ غیب سے بغیر اسباب اور وسائل اور بغیر کسی ارادہ و منصوبہ بندی کے یہ دینی ادارہ ظہور پذیر ہو گیا۔

دارالعلوم کی ابتدا بظاہر اگرچہ ایک چھوٹی سی اور تنگ مسجد سے ہو رہی تھی، مگر قدرت کو منظور تھا کہ اسے ایک بڑے اور عالمی دارالعلوم اور علوم و معارف کے ایک بحرِ ناپیدا کنار کا سرچشمہ بننا ہے۔

ابتدا ہی سے آپ نے بغیر کسی اشتہار، شہرت اور پروپیگنڈے کے نہایت خاموشی سے اشاعتِ دین اور درس و تبلیغ اور دارالعلوم حقانیہ کی بقاء، استحکام اور ترقی کا کام جاری رکھا۔

دارالعلوم دیوبند میں اکابر اساتذہ کی سرپرستی و نگرانی میں آپ کی تعلیمی و تدریسی زندگی بہت سے تجربات اور ایک تعلیمی و انتظامی مطالعہ میں گزر چکی تھی۔ اسی کی روشنی میں دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم و تربیت کے جس خاص نظام کو آپ رائج کرنا چاہتے تھے۔ بحمد اللہ کمالِ اخلاص، بلند ہمتی، جہدِ مسلسل، صبر و استقامت اور مخلص رفقاء کے روحانی و مادی تعاون سے بہت جلد آپ اس میں کامیاب ہو گئے اور دارالعلوم حقانیہ اپنی نوعمری اور ابتداء ہی سے تعلیم و تربیت کی خوبی، نظم و نسق کی عمدگی اور تبلیغی و تعلیمی اور دینی خدمات کے لحاظ سے ملک کے دوسرے مدارس میں ایک ممتاز مقام حاصل کر گیا، اکابر علماءِ دیوبند، بالخصوص حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اسے دیوبندِ ثانی اور پاکستان کا دارالعلوم دیوبند قرار دیا۔

جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر شیخ محمد طیب النجار ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء کو جب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو اپنی تقریر میں دارالعلوم حقانیہ کو اس کے تعلیمی اور روحانی ماحول، نظامِ تعلیم و تربیت اور جہادِ افغانستان میں زبردست کردار کے پیشِ نظر اسے "الازہر القدیم" قرار دیا۔

آج جہاں دارالعلوم حقانیہ قائم ہے، ڈیڑھ سو سال قبل حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اسی خطہ کو اپنی سرگرمیوں کی جولانگاہ بنایا تھا اور ان کا پہلا معرکہ بھی یہاں اکوڑہ خٹک سے ہوا تھا خود حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ:۔

"مجھے اگرچہ تاریخی اعتبار سے تو متحقق نہیں مگر آثار و قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اسی جگہ قائم ہے۔ جہاں شہدائے بالاکوٹ کی سب سے پہلی تلوار چلی تھی۔ یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے۔ دراصل اس بے آب و گیاہ، پسماندہ اور پہاڑی علاقہ میں کھنڈرات اور پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم و معارف کے جو چشمے آپ کو پھوٹتے نظر آ رہے ہیں۔ کیا عجب کہ اس میں سیدین الشہیدین اور ان کے سرفروش رفقا اور جان نثار اور تحریکِ احیائے دین کے شہیدوں کا خون رنگ لایا ہو۔ اور یقین ہے کہ اکوڑہ خٹک میں علوم و معارف کی یہ بہاریں ان ہی کے انفاسِ قدسیہ کے برکات ہیں۔"

ہمہ گیر فیض:۔ دارالعلوم حقانیہ نے یوم تاسیس سے لے کر آج تک جتنے علماء و فضلاء پیدا کیے ہیں وہی سب سے بڑا سرمایہ فخر و مباہات اور حضرت شیخ الحدیث کے لئے آخرت کی پونجی ہیں جو اس وقت ملک و بیرونِ ملک دینی، تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنے اعلیٰ صفات، بہترین تربیت اور مثالی کردار سے ایک عالم کو مستفید کر رہے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے لاکھوں انسان دیندار ہوئے، فاسق و فاجر متقی اور پرہیزگار بن گئے سینکڑوں کے عقائد و اعمال اور اخلاق کی اصلاح ہوئی اور اب تو پاکستان اور افغانستان کا کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں دارالعلوم حقانیہ سے فیض یافتہ فضلاء کوئی مدرسہ نہ چلا رہے ہوں یا اس میں تدریس نہ کر رہے ہوں، بلکہ اس وقت ملک و بیرون ملک دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء نے جو مدارس اور چھوٹے بڑے مکاتب قائم کئے ہیں۔ ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو گئی ہے۔ اور یہ سب ادارے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مشفقانہ توجہات، دعا اور سرپرستی میں چل رہے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ نے اپنی زندگی کے اس مختصر ترین عرصہ میں خدا کی زمین پر علم و ہدایت کا ایک نور پھیلا دیا ہے اور شاید ملک میں کوئی ایک بھی ایسی جگہ نہ ہو جہاں یہ روشنی نہ پہنچی ہو۔ یہ کوئی نئی روشنی نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت، فقہ حنفیہ، اطاعتِ رسول اور صحابہ

کے عشق و محبت کی یہ روشنی ہے۔

تلامذہ :- دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تدریس میں آپ کے تلامذہ کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ ہے اور دارالعلوم حقانیہ کے یوم تاسیس سے لے کر آج تک آپ سے صرف دورۂ حدیث پڑھنے والے تلامذہ اور فضلاء کی تعداد تین ہزار سے زائد ہوگئی ہے گویا دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے استفادہ اور اشرف تلمذ حاصل کرنے والے طلبہ کی مجموعی تعداد چھ ہزار سے زائد ہے۔

آزمائشوں میں سرخروئی :- دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے بعد ابتدائی دور میں اس راہ میں مصائب و آلام اور تکالیف و مشقتیں اٹھانا پڑیں جنہیں آپ خدا کے فضل و کرم سے استقامت اور خندہ جبینی سے سہتے رہے، علاقہ کی پس ماندگی، حاسدین کی مخالفتیں، وسائل کی قلت، حصولِ کتب، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام، مدرسین کی تنخواہیں، مخلص رفقاء کی تلاش اور اس نوع کے افکار جن کے پگھلا دینے والے بوجھ سے آپ کو گزرنا پڑا۔ اس کے لئے تو ایک مفصل سوانح اور وسیع دفتر درکار ہے۔ ابتلاء و آزمائش کی کئی صورتیں سامنے آتی رہیں، مگر توفیقِ الٰہی سے آپ راسخ العزم اور ثابت قدم رہے۔ مثلاً ایک واقعہ جو بظاہر ایک معمولی سی بات ہے مگر عالمِ اسباب میں اس کے بڑے دوررس نتائج نکلے ہیں اور ایسے واقعات بہت سی ترقیات و فتوحات انسان کو مستحق بنا دیتے ہیں۔ حضرت العلامہ شمس الحق صاحب افغانیؒ ۱۹۴۸ء میں ریاستہائے متحدہ بلوچستان کے وزیر معارف تھے۔ یہ دارالعلوم حقانیہ کی زندگی کا دوسرا سال تھا۔ نئے مدرسہ کے استحکام کے سلسلہ میں جو مشکلات اور اس کی بقاء و ترقی میں جن مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ان مراحل میں سے گزر رہے تھے کہ اسی سال حضرت افغانیؒ نے متحدہ ریاستہائے بلوچستان کے مرکزی عہدہ اور قاضی القضاۃ کے منصب کی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو پیش کش کر دی۔ اور اس کے قبول کرنے پر اصرار و تکرار کے ساتھ ساتھ زوردار ترغیبی خطوط بھی لکھے[1]

حضرت افغانیؒ کی بزرگانہ و مخدومانہ حیثیت، پرخلوص اصرار، ترقی کے امکانات، کشائشِ رزق اور اس کے کے جملہ حقائق جو اس پیشکش کو قبول کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور واقعتاً ایک بڑی آزمائش بن سکتے تھے۔ اگر اثبات میں فیصلہ کر دیتے تو آج زندگی کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا لیکن توفیقِ الٰہی نے دستگیری فرمائی۔ آپ کو قاضی یا وزیر کی بجائے شیخ الحدیث کے لقب سے مقبول و معروف ہونا تھا، چوں کہ اللہ نے آپ سے حدیث کی خدمت، طلباء علوم دینیہ کی تربیت اور ایک بڑے اور عظیم ادارہ دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس و تکمیل اور عظیم امورِ خیر احیاءِ سنت، اشاعت علوم دینیہ اور جہادِ افغانستان کی سرپرستی اور کام لینا تھا۔ اس لئے اس معاملہ میں صحیح فیصلہ کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے حضرت افغانیؒ کو جواب میں تحریر فرمایا: آپ کی یہ عظیم پیش کش مجھ پر بہت بڑی شفقت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ یہ محض آپ کا حسن ظن ہے، مگر میرا طبعی رجحان یہ ہے کہ میں اپنی طالبعلم برادری کے ساتھ سادہ زندگی بسر کروں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کے سلسلہ میں مشغول رہوں اور یہ میرے نزدیک باقتضائے طبیعت، قضا بلکہ وزارت اور صدارت سے ہزاروں درجے بہتر ہے۔"

سفر حج :- ۱۹۵۲ء میں بذریعہ ہوائی جہاز حج و زیارات کے سفر پر حجاز تشریف لے گئے۔[2]

شیخ الحدیث کا لقب :- حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے دارالعلوم دیوبند کی طرح یہاں بھی یوم تاسیس سے لے کر آج تک مختلف فنون کی اعلیٰ کتابوں کے علاوہ کتب صحاح ستہ اور خاص کر صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے درس دیتے رہے۔

شب و روز کے اشتغال بالحدیث، خدمت حدیث میں انہماک اور علمِ حدیث سے کمال مناسبت اور ۵۰ سال سے تدریسِ حدیث کی وجہ سے لفظ شیخ الحدیث آپ کا عَلَم ہوگیا اور آپ نام کے بجائے اسی لقب سے مشہور ہوگئے۔

دارالعلوم دیوبند کے ماحول میں جب لفظ "مولانا" مطلق ذکر کیا جاتا شیخ العرب والعجم حضرت مولینا حسین احمد مدنی رہ مراد

---

[1] مولانا افغانیؒ اور دیگر اکابر کے ان تمام ادوار کے مکتوبات مولانا سمیع الحق کے مرتب کردہ ریکارڈ میں موجود ہیں۔ مولانا افغانی مرحوم کے یہ خطوط ان سے متعلق فائل ع۱ میں محفوظ ہیں۔ (مرتب)

[2] مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنی خاندانی یادداشتوں کی ڈائری ص۵۲ پر اپنے ماموں مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند (جہانگیرہ) سے روایت نقل کی ہے کہ مولانا عبدالحنان صاحب نے فرمایا کہ جس سال حضرت شیخ الحدیث مدظلہ حج پر تشریف لے گئے تھے۔ مجھے بھی اسی سال حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ سفر حج میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ فرمایا! مکہ معظمہ میں حضرت شیخ الحدیث کا ہمارے ہاں قیام ہوتا تھا تو ان دنوں آپ کے ہاں بنگلہ دیش، برما، رنگون اور افغانستان تک کے دیوبند کے زمانہ تدریس کے تلامذہ کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ہمیں بھی بمشکل کھڑے رہنے کی جگہ میسر آتی تھی۔

ہوتے۔ آپ کو شیخ مدنی رح سے خصوصی تعلق خاطر اور مخلصانہ نیاز کے صدقے اللہ تعالیٰ نے بطور وراثت اپنے شیخ و مربی جیسا خصوصی امتیاز دارالعلوم حقانیہ میں دے دیا ہے جو شیخ مدنی رح کو دارالعلوم دیوبند میں حاصل تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اور اطراف میں جب لفظِ مولانا مطلق ذکر ہو تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ مراد ہوتے ہیں۔

وعظ و خطابت :۔ اِن تمام تدریسی و تعلیمی خدمات کے علاوہ ابھی دو چار سال قبل تک اصلاح و ارشاد کے لئے آپ شبانہ روز اسفار اور دینی اجتماعات میں وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ دن کو تدریس میں مہنمک رہتے اور رات کو کہیں نہ کہیں دینی دعوتی اجتماع میں شرکت کر کے گھنٹوں وعظ فرماتے۔ اکوڑہ خٹک میں تو مستقلاً ساری زندگی امامت بھی خود فرماتے اور جمعہ کا خطبہ بھی دیتے۔ چالیس پچاس سال کے ان خطبات میں سے چند ہی دعواتِ حق کے ضخیم جلدوں میں ہمارے سامنے ہیں۔ اگر یہ خطبات قلم بند کئے جاتے تو یقیناً پچاس ساٹھ جلدیں مرتب ہو سکتیں۔ ان ساری محنتوں کے ساتھ گاؤں بلکہ علاقہ بھر کے جنازوں میں لوگوں سے تعلق خاطر کی وجہ سے شریک ہوتے اور تدفین میئت کے بعد حاضرین سے نہایت موثر خطاب فرماتے۔ اسی طرح عیدگاہ میں جہاں سارا شہر اور علاقے کے لوگ اکٹھے ہو کر عیدین پڑھتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث پچھلے پچاس ساٹھ سال سے بالالتزام عیدین سے قبل نہائت مفصل خطاب فرماتے۔

بیعت و ارشاد :۔ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رح کی وفات کے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت ہوئے اور سلوک و تصوف اور ارشاد کے مراحل طے کیئے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے یہ نمایاں خصوصیت دی تھی کہ خاصان خدا اور اولیاء اللہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ بھی اہلِ اللہ کو دل سے چاہتے اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح حکیم الاسلام قاری محمد طیب رح، مولانا محمد یوسف دہلوی، امیر التبلیغ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رح، مولانا عبدالغفور مدنی رح، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح، شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی رح، اور دیگر اکابر کو آپ سے خصوصی تعلقِ خاطر تھا۔ ان میں سے اکثر اکابر بارہا دارالعلوم حقانیہ قدم رنجہ فرماتے۔ کئی روز یہاں قیام ہوتا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء پابندی سے ان کی مجالس میں شریک ہوتے۔ ان کی آمد سے دارالعلوم میں فیوض و برکات، علوم و معارف، ذکر اللہ اور انابت الی اللہ کا عجیب سماں قائم ہوتا تھا۔

ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ جناب فقیر صاحب کے نام سے معروف تھے جو ایک بڑے عارف اور ولیٔ کامل تھے۔ ان کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے بے حد محبت تھی اور آپ کی اعلیٰ استعداد کے پیشِ نظر انہوں نے آپ کو مجازِ بیعت بنایا۔ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی کو بھی آپ پر خصوصی شفقت تھی اور اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح مشہور شیخ طریقت خواجہ عبدالمالک صدیقی کا بھی بار ہا دارالعلوم آنا جانا رہتا اور ازراہِ محبت از خود حضرت شیخ مدظلہ کو خلافت عطا فرمائی۔

دینی و ملی سیاسی اور سماجی خدمات :۔ آپ کی ساری زندگی دین اور علم کی اشاعت اور دینی و ملی خدمات میں گزری۔ ملک و ملت کو درپیش ہر اہم موڑ پر آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ جنگ آزادی سے لے کر جہاد افغانستان تک اور اصلاحِ رسوم سے لے کر فرقِ باطلہ کے تعاقب اور چھوٹی سی زندگی جہد و عمل کی ایک مسلسل داستان ہے۔ یہاں تفصیلات کے لئے نہ وقت ہے نہ گنجائش، اس لئے بطور نمونہ آپ کی زندگی کے اس گوشہ کے چند پہلو نذر قارئین ہیں۔

اصلاح رسومات ورد بدعات :۔ اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح میں شادی بیاہ کے موقعہ پر بہت سی غیر شرعی رسومات، غلط رواجات اور بے جا اسراف کیا جاتا تھا۔ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے بہت سی بدعات معاشرہ اور سوسائٹی کا جزو بن چکی تھیں۔ آپ نے رد بدعات اور رسومات کی اصلاح کے لئے ادارہ انجمن تعلیم القرآن مواعظ، تبلیغ و تعلیم اور قرب و جوار کی مساجد میں قیام مکاتب، علما اور فضلا کے درسِ قرآن وغیرہ کے اہتمام سے ایک زوردار تحریک چلائی۔ بدعات و رسومات کا علمی و اصلاحی مقابلہ کیا اور شریعت کے مطابق شادی بیاہ کی زوردار تحریک چلائی جو بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ اس تحریک میں بعض ایام میں سو سو کے لگ بھگ شادیاں کسی رسم و رواج اور بے جا مصارف کے بغیر انجام پذیر ہوئیں اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔

رفتہ رفتہ علاقہ میں اصلاحِ معاشرہ ورد بدعات کی غرض سے علم کی روشنی میں پھیلائی ہوئی اس تحریک سے مروجہ غیر شرعی امور اور من گھڑت رواجات و رسوم اور بدعات کا قلع قمع ہو گیا۔ اسی طرح جنازہ پر بے جا مصارف اور بدعات کا دور دورہ تھا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کی حکمتِ عملی سے اکوڑہ میں اس کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔

فتنہ خاکسار کا تعاقب :۔ آپ درس و تدریس کے علاوہ اشاعتِ دین اور علاقائی سطح پر غیر شرعی رسومات و رواجات کے

مٹانے میں ہمہ تن مشغول تھے۔ کہ عنایت اللہ مشرقی کا فتنہ اٹھا پھیلا اور عوام میں اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔ علماء کے خلاف اس کی زبان کھل چکی تھی اور خاکسار تحریک والے، علماء حق کی مخالفت اور ان کی تذلیل و تحقیر کو سب سے بڑا جہاد سمجھ بیٹھے تھے۔ "مولوی کا غلط مذہب"، نامی کتابچے دھڑا دھڑ تقسیم ہو رہے تھے۔ سرحد اور پھر خاص کر ضلع پشاور بھی اس فتنہ کا مرکز بن چکا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کی خاکساروں کے عقائد، عنایت اللہ مشرقی کے دجل و تلبیس، ناپاک عزائم اور علماء حق کے خلاف ان کی ریشہ دوانیوں اور گھناؤنی سازش پر کڑی نظر تھی۔ اکوڑہ میں بھی اس تحریک کے اثرات جڑ پکڑ رہے تھے۔ کچھ سادہ لوح علماء بھی ان کی چال میں آگئے تھے۔ ایسے نازک حالات میں مولانا غلام غوث ہزاروی رحؒ کو بھی اس مسئلہ سے خاصی دلچسپی ہوگئی تھی اور وہ خاکساروں کے خلاف ایک ننگی تلوار بن چکے تھے اور اکوڑہ میں خاکساروں کے ساتھ ان کا مشہور مناظرہ ہوا۔ استاذی المحترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، کی خاندانی یادداشتوں کی بیاض میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کے اس سلسلہ میں مساعی کی تفصیلات محفوظ ہیں۔

اجمالاً یہ کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی حکمت عملی، حکیمانہ تدبیر اور دعوت پر مولانا غلام غوث ہزاروی اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث کی تحریک اور زبردست معاونت سے خاکساروں کے خلاف تقریریں ہوئیں اور ان سے مناظرے ہوئے۔ اوّلین مناظرہ اکوڑہ میں ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، مناظرے کے حکم مانے گئے اور آپ کی حکمت عملی اور تدبر سے خاکساروں کو شکست فاش ہوئی۔

بقول مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب کے حکیمانہ اقدام اور تدبیر مخاصمت سے مشرقیوں کے خاکساروں کے پاؤں اکھڑے اور یہیں سے ان کا زوال شروع ہوا کہ پھر وہ کبھی نہ سنبھل سکے۔

تحفظِ ختمِ نبوت:۔ چوں کہ حضرت شیخ الحدیث کی وابستگی، تلمذ اور تعلق خاطر اہل حق کے اس طائفہ سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے طبیعت حساس، فکر عاقبت اندیش اور مرزائیت کے بارہ میں دل بینا اور شرح صدر سے نوازا تھا۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی صدی کے آغاز ہی سے مسلمانوں کو اس مار آستین سے بچنے کی تاکید اور نازک و پرخطر حالات میں اس کے خلاف علم جہاد لہرایا۔ اور انہیں للکارا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے بھی علمی و فکری، سیاسی و مذہبی اور معاشرتی خطرات سے ملتِ مسلمہ کو خبردار کیا، بلکہ غداران خاتم النبیین اور سارقین تاج و تختِ ختمِ نبوت کے محاسبہ اور تعاقب کو بھی بے پناہ مشاغل میں جگہ دی۔

۱۹۵۶ء کے خطرناک، نازک اور سخت ترین حالات میں تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ تفصیلات مستقل سوانح میں ذکر کی جائیں گی انشاء اللہ۔ ۱۹۷۴ء کی مشہور تحریک ختم نبوت کی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کے نائب صدر رہے۔ مجلس عمل کی تشکیل کے لئے شیرانوالا گیٹ لاہور میں جو کل جماعتی اجلاس ہوا اس میں مجلس عمل کی صدارت کے لئے آپ ہی نے علامہ محمد یوسف بنوری کا نام پیش کیا جسے کچھ تو مولانا بنوری کی شخصیت اور کچھ مجوز کی بزرگی و ثقاہت کے پیش نظر تمام مکتب خیال کے لوگوں نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اور جب تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور اس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن سعی کی اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ تحریک کے دوران شاہی مسجد لاہور کے کل جماعتی تاریخی اجلاس میں بھی شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔ پھر ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیت کی سرکوبی میں بھرپور حصہ لیا۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری جماعت کے سربراہ مرزا صدر الدین پر بحیثیت رکنِ اسمبلی موثر جرحیں داخل کیں۔ اس دوران ہنگامی طور پر اسمبلی میں قادیانیت کے بارے میں ملت اسلامیہ کا ایک ٹھوس اور واضح مدلل موقف پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ایک جامع اور مستند اور مدلل انداز میں مرزائی عقائد و نظریات، مرزائیت کی تاریخ، پس منظر، محرکات و عزائم اور ملتِ اسلامیہ کے خلاف اس جماعت کی گھناؤنی سازشوں اور اسلام دشمنی کے منظم و مربوط ہمہ گیر منصوبوں کا ایک تحقیقی جائزہ لینے اور اس کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے لئے مجلسِ عمل کی مرکزی قیادت نے جن دو شخصیتوں کا انتخاب کیا۔ ان میں ایک حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ، کے صاحبزادے مولینا سمیع الحق صاحب اور دوسرے حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی تھے۔ جنہوں نے اکابر مجلس ختم نبوت کی مدد سے مختصر ترین وقت میں صدہا قادیانی و غیر قادیانی ماخذ کو کھنگالا اور ملتِ اسلامیہ کا موقف کے نام سے کتاب پیش کی۔ جسے قائدِ جمعیت علماء اسلام مولانا مفتی محمود مرحوم نے قومی اسمبلی کی کئی نشستوں میں پڑھ کر سنایا۔ جس سے ایوان کے تمام سرکاری ارکان کی رائے بھی قادیانیت کے بارے میں یکسر بدل گئی (کتاب اب مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ سے شائع ہو کر پہلی دفعہ منظرِ عام پر آگئی ہے۔

صدر جنرل ضیاء الحق صاحب کے دورِ حکومت میں جب آئین کی تنسیخ کے ضمن میں قادیانیت سے متعلق آئینی ترمیم کے بارہ میں خدشات اٹھے اور دینی طبقوں میں شدید بے چینی پھیل گئی تو آپ کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب نے بھی اس وقت بحیثیت رکن مجلسِ شوریٰ صدر مملکت کو بار بار توجہ دلائی اور وفاقی مجلسِ شوریٰ میں تحریک التوا پیش

کی جس کے نتیجہ میں ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو دستور میں ترمیم (استقرار) کا صدارتی فرمان ۸ مجریہ ۱۹۸۲ جاری ہوا اور تشریحات کے ساتھ اس وقت کے قائم مقام وزیر قانون و اطلاعات نے پڑھ کر سنایا اور پورے ایوان نے اس پر صاد کیا اور اس طرح ایک بار پھر پارلیمنٹ نے قادیانی دجل و تلبیس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ مساعی درحقیقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ہی کی تربیت توجہات و ہدایات کا نتیجہ تھیں اور ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوں گی۔

سفر مشرقی پاکستان:۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۸ء کو تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ (جو کہ ایک قومی ادارہ تھا) کی دعوت اور حاجی بشیر الدین بوگرہ کی خواہش اور شدید اصرار پر بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) تشریف لے گئے۔ اہم اضلاع کا دورہ کیا تعلیمی اداروں، مختلف انجمنوں، دینی مدارس چھوٹے بڑے مختلف تقریبات اور بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ ۲۷ فروری کو کئی مختلف اضلاع کے دورہ کے بعد جب سلہٹ کو روانگی ہوئی تو ہوائی اڈہ پر سینکڑوں علماء بالخصوص شیخ مدنی رح کے مجازین و متعلقین اور معززین کا ایک جم غفیر استقبال کے لئے موجود تھا۔ وہاں کے جلسوں اور اہم اجتماعات سے خطاب کیا اور اسی مقام پر حد درجہ اشتیاق اور والہانہ انداز سے حاضری دی۔ جہاں حضرت شیخ مدنی رح اپنے قیام سلہٹ کے زمانہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ اسی حجرہ میں بوجہ اس کے شیخ مدنی کے قیام گاہ ہونے کے عظمت و احترام اور ادب کے پیش نظر کافی دیر تک دوزانو ہو کر مراقبہ فرمایا۔ رقت طاری تھی اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس سفر میں مخدوم زادہ مولانا سمیع الحق بھی آپ کے ساتھ رہے اور سفر کی روئیداد محفوظ کرتے رہے۔ اپنی یاد داشتوں کی ڈائری صفحہ نمبر ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مشرقی پاکستان میں وقت انتہائی مصروف اور دینی مشاغل میں گزرا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ جہاں جاتے۔ بے شمار علماء اور معززین استقبال کرتے اور زمانۂ دیوبند کے سینکڑوں تلامذہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو ایک ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) میں آپ کے لائق تلامذہ جو دیوبند میں آپ سے کسب فیض کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ بہت بڑی تعداد میں دینی مدارس میں تدریس و تصنیف، تبلیغ و ارشاد اور مختلف صورتوں میں علمی و دینی مدارس میں انجام دے رہے ہیں۔

فروری ۷۹ء میں جمہوری مجلس عمل کے تشکیل کے موقعہ پر بنگلہ دیش کی جمیعت کی دعوت پر آپ دوبارہ تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود صاحب مولانا عبداللہ درخواستی جیسے اکابر بھی شریک سفر تھے۔ ہر دو اسفار کی مفصل روئیداد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنی سفری یاد داشتوں میں محفوظ کر لی ہے۔

سیاسی خدمات:۔ آپ کی پیدائش ایسے علاقے اور ماحول میں ہوئی جو حضرت شیخ الہند کے انقلابی مشن کا مرکز اور سو سوا سو سال قبل سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی تگ و تاز کا میدان رہ چکا تھا۔ پھر والدِ گرامی کی تربیت، گھریلو ماحول کی پاکیزگی اور حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی جیسے مجاہدین سے مراسم نے بچپن سے جذبہ جہاد، قومی و ملی خدمات، سرفروشی و جان نثاری اور ملکی سیاست کی سوجھ بوجھ اور فکر و تدبر کے ملکہ کو جلا بخشی، دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ بالخصوص شیخ مدنی (جو تحریک ولی اللہ اور مسلکِ شیخ الہند کے راز دان اور ترجمان تھے اور شیخ الحدیث مدظلہ کو ان سے اکتساب فیض کا خصوصی شرف ہوا) سے تلمذ نے تو اس شعلہ کو اور بھڑکایا، لہٰذا قیام پاکستان سے قبل تحریک آزادی ہند میں آپ اپنے اکابر و اساتذہ کے دوش بدوش جنگ آزادی ہند میں سپاہیانہ کردار ادا کرتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ملک کی تعلیمی دینی اور آئینی خدمات میں پیش پیش رہے۔ پاکستان کے سابق وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے اسلامی قانون کے سلسلہ میں ۲۲، ۲۳ نومبر ۱۹۵۲ کو ملک بھر سے جن آٹھ علماء کو مدعو کیا تھا اور ان کے مشوروں سے استفادہ کرنا تھا۔ ان میں آپ بھی شامل تھے۔ اجلاس میں وزیر اعظم کے علاوہ سردار عبدالرب نشتر اور دیگر کئی بڑے سرکاری عہدیدار شریک رہے آپ کی علمی اور سیاسی تربیت اگرچہ حضرت شیخ الہند کے مدنی حلقے میں ہوئی ہے۔ مگر علما کا کوئی حلقہ بھی ایسا نہیں جسے آپ پر اعتماد نہ ہو۔ ۱۹۶۹ء میں جب علماء کے درمیان سوشلزم وغیرہ کے مسائل پر شدید اختلافات پیدا ہوئے تو فریقین کی مصالحت کیلئے جن دو چار اکابر پر نظر پڑی۔ ان میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی اور کراچی وغیرہ کے اسفار کیے جس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ ۱۹۷۰ء میں جب کہ نظریاتی انتشار بالخصوص بھٹوازم اور علاقائی و گروہی سیاست نے ملک کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور ایک اضطراب انگیز ماحول میں یحییٰ نے آئین کی تشکیل کے لئے آزادانہ الیکشن کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں قانون ساز ادارہ بنتا تھا۔ جس میں اسلام کی بالا دستی، عملی نفاذ اور اسلامی معاشرہ کا قیام اور اس سلسلہ میں سیاسی تگ و دو اور جد و جہد علماء اسلام کا بنیادی فرض تھا حضرت شیخ مدظلہ بھی چوں کہ جہاد و عزیمت کے علمبردار مکتب فکر علماء حق سے وابستہ اور ان ہی کے خطوط پر دینی، علمی، تدریسی، اصلاحی اور سیاسی کاموں میں منہمک تھے مگر اپنی افتاد طبع کی بناء پر انتخابی سیاست کے ہنگاموں

سے کوسوں دور تھے۔ دوسری طرف گوناگوں اور متنوع دینی خدمات، بے پناہ مصروفیات اور مختلف عوارض و علالت، ضعف و امراض میں گھرے ہوئے تھے۔ الیکشن کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ پشاور ہسپتال میں صاحب فراش تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور ہائی کمان نے ہر حالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کو انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک اجلاس میں فرمایا۔

مجھے تین چار ماہ سے قلق اور اضطراب رہا۔ یہ میری طبعی کمزوری ہے۔ حیا کی وجہ سے، لیکن بالآخر شرح صدر ہوا کہ اگر اس راہ میں موت بھی آئی تو مصر کی بڑھیا کی طرح خود کو خریدارانِ یوسف میں پیش کر سکوں کہ چلیے اس بڑھاپے میں کچھ خریداروں میں نام تو آجائے۔ شاید اسلام کی راہ میں گالی گلوچ، تحقیر و توہین میرے لئے نجات کا باعث ہو۔

مقابلہ میں نیشنل عوامی پارٹی کے جنرل سیکرٹری اور پیپلز پارٹی پیپلز پارٹی کے نصر اللہ خٹک تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دونوں کے مقابلہ میں بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے۔ کامیابی کے بعد قومی اسمبلی کے ایوان میں آپ نے اسلام و اہل اسلام کی زبردست وکالت کی، ملکی و ملی مسائل پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے بحث کی اور قومی اسمبلی کے ہر اجلاس میں ہر موضوع پر اسلام کی آواز بلند کی۔ ملک کے تعلیمی، سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ہر پہلو سے متعلق قراردیں، سوالات اور تحاریک التوا پیش کئے۔ کار پردازانِ حکومت کے ہر غلط اقدام پر تنقید کی اور اربابِ اقتدار کو جھنجھوڑا۔

۱۹۲۷ء کے آئین میں آپ نے تقریباً دو سو سے زائد ترمیمات پیش کیں۔ ایوانِ حکومت میں آپ کے مخلصانہ سرگرمیوں اور مساعی جمیلہ کے کچھ اجمالی تفصیلات مولانا سمیع الحق صاحب کی مرتب کردہ کتاب قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ،، (جو اسمبلی کے رپورٹوں کی مدد سے ترتیب دی گئی ہے) میں چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی قیادت کے فیصلے اور کاغذاتِ نامزدگی داخل کرنے سے ایک رات قبل جمعیت کے بعض اکابرین کے شدید اصرار پر آپ دوبارہ قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے۔ مقابلہ میں حکمران پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر اور صوبہ کے وزیر اعلیٰ جناب نصر اللہ خٹک تھے مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کی محبوبیت و مقبولیت، عظیم قومی، ملکی، ملی، سماجی اور تعلیمی خدمات کے پیش نظر قوم نے آپ کے مقابلہ میں وزیر اعلیٰ کو ٹھکرا دیا اور آپ نے بھاری اکثریت سے وزیر اعلیٰ کو شکست دی۔

بلکہ انعقادِ الیکشن سے قبل خود وزیر اعلیٰ کو اپنی شکست واضح نظر آ رہی تھی اور وزیر اعلیٰ خود الیکشن کے دوران اپنی ذہنی بے احتیاطی، کم علمی یا جذبات میں مغلوب ہو کر بے شمار لوگوں کے سامنے یہ کہتے پھرتے کہ میں کیسے مقابلہ کروں اور کیسے جیتوں۔ میرے مقابلے میں تو پیغمبر کھڑا ہو گیا ہے۔ (نعوذ باللہ) یہاں تک کہ اپنے پارٹی کے جابر لیڈر جناب بھٹو کو بھی جناب خٹک صاحب نے یہی کہا کہ مجھے کیوں ڈانٹتے ہو۔ یہ مقابلہ آپ سے بھی نہیں ہو سکے گا کہ میرے مقابلہ میں تو پیغمبر کھڑا ہے (نعوذ باللہ)

۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ:۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظامِ مصطفےٰ میں باوجود ضعف، نقاہت اور کمزوری و امراض کے پیش پیش رہے۔ اس تحریک میں آپ کا سب سے بڑا حصہ یہ ہے کہ استبدادی حکومت کے ایک اہم ستون کو جو ایک بڑے صوبہ کے مطلق العنان وزیر اعلیٰ تھے۔ جب کہ باقی سب صوبوں کے وزیر اعلیٰ بلا مقابلہ جبری منتخب قرار دیئے گئے تھے کو آپ نے الیکشن میں شکستِ فاش دی اور اس طرح صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی کو سنبھلنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

۱۱ مارچ ۱۹۷۷ء کی رات کو جب پولیس نے آپ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق کی گرفتاری کے لئے چھاپہ مارا جو الیکشن کے ان معرکوں میں مرکزی کردار کر رہے تھے تو اس وقت اتفاق سے مولانا سمیع الحق گھر پر نہیں تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا ”میں حاضر ہوں گرفتاری کے لئے۔ پولیس نے معذرت کے ساتھ کہا کہ آپ کو تو نہیں مگر ہم نے ان کے تبادلے کسی دوسرے شخص کو گرفتار کرنا ہے۔ مولانا سمیع الحق تحریک چلانے میں مدد دینے کے سلسلہ میں دو چار دن تک باہر رہے اور پھر چند دن بعد گرفتار کر لئے گئے اور اختتامِ تحریک تک ہری پور جیل میں بند رہے۔ اسی تحریک نظامِ مصطفےٰ کے دوران جب کوہستان اور شاہراہ ریشم کے مومن اور غیور باشندوں نے شاہراہ قراقرم کے راستہ کو کئی مقامات سے کاٹ دیا اور چینی فوج بھی درمیان میں گھر گئی۔ تو حکومت کی ساکھ کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا۔ ۲۵ اپریل ۱۹۷۷ء کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، سی ایم ایچ راولپنڈی میں آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں داخل ہو چکے تھے۔

مولانا سمیع الحق صاحب جیل میں تھے۔ والد گرامی کی علالت اور پھر راستہ میں ایکسیڈنٹ کی خبر جب ان کو ملی ہری پور جیل میں پہنچی تو بے حد پریشان ہوئے۔ دوسری طرف حکومت کو سی آئی ڈی کی رپورٹ تھی کہ شاہراہِ قراقرم کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے کسی فتویٰ یا مشورہ پر عمل کر کے بند کیا گیا ہے اور ان کے تلامذہ کا اس میں بنیادی حصہ ہے اور جب تک وہ لوگوں کو اجازت نہیں دیں گے، راستہ نہیں کھل سکے گا۔

تو اعلیٰ حکام کے علاوہ صوبہ سرحد کے اس وقت کے گورنر جناب میجر جنرل نصیر اللہ صاحب بابر اس سلسلہ میں ہسپتال میں حضرت شیخ مدظلہ سے ملاقات کر چکے تھے کہ آپ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ کوہستانی عوام کے نام آپ شاہراہ قراقرم آزاد کرنے کا پیغام بھیجیں مگر ناکام رہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب اور حاجی فقیر محمد خاں ہزاروی کو پولیس کی نگرانی میں حضرت شیخ الحدیث سے ہسپتال میں اور اس وقت کے وزیر دفاع وسلامتی امور جنرل ٹکا خاں سے ملایا گیا۔ تو وزیر دفاع جنرل ٹکا خاں نے مولٰنا سمیع الحق سے کہا" ہمیں بتایا گیا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے کوئی ایسا فتویٰ .... دیا ہے اور اس علاقہ میں موجود مولانا کے شاگردوں نے اس فتویٰ پر عملدرآمد کر دیا ہے۔ دراصل وزیر اعظم بھٹو، جنرل ٹکا خاں کی وساطت سے یہ چاہتے تھے کہ حاجی فقیر محمد خاں اور سمیع الحق اس معاملہ میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو آمادہ کریں یا خود کوئی اقدام کریں۔ مگر ان حضرات کی ثابت قدمی اور استقامت کے پیش نظر حکومت اپنے اس حربہ میں بری طرح کام رہی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بھی برابر یہی کہتے رہے کہ اب معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں۔ قومی اتحاد کے نظربند راہنماؤں بالخصوص اس کے صدر مولانا مفتی محمود صاحب (جو سہالہ جیل میں نظربند تھے) اور ان کے رفقاء سے رابطہ قائم کریں۔ حاجی فقیر محمد صاحب ہزاروی اور مولٰنا سمیع الحق سے کو ایک دو دن اسی کشمکش میں راولپنڈی میں زیر حراست رکھا گیا مگر بالآخر مایوس ہو کر اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایات پر ان دونوں کو واپس ہری پور جیل منتقل کر دیا گیا۔

جہادِ افغانستان :۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ علوم و فنون اور افکار وخیالات میں اکابر علماء دیوبند کے بقیۃ السلف تھے۔ اپنے شیخ حضرت مدنی کے صحیح جانشین تھے اور اکابر دیوبند کے دین کے مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا تھا۔

آپ نے تعلیم وتدریس وعظ وتبلیغ اور دارالعلوم حقانیہ کے انتظام وانصرام کے ساتھ ساتھ ملت کی بقا و استحکام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف محاذوں پر باطل قوتوں کی سرکوبی کے لئے نہ صرف یہ کہ جہاد کا فتویٰ دے کر اس کو ضروری قرار دیا بلکہ عملاً بھی بھرپور حصہ لیا اور ہر میدان میں پیش پیش رہے۔ اختصار کے پیش نظر تفصیلات کا استقصار تو نہیں کیا جا سکتا۔ سردست صرف جہاد افغانستان سے متعلق آپ کی مساعی کی ایک جھلک نذر قارئین ہے۔

افغانستان میں روسی سامراج سے آج جو افغان برسرپیکار ہیں ان کے بیشتر زعماء اور قائدین حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ خاص اور متوسلین اور فضلاء حقانیہ اکابرین جہاد اور ان کے وفود حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی اکثریت متشرع سنت کے مطابق داڑھیاں، پرہیبت دستار، مجاہدانہ عظمت اور وقار کبھی ظاہراً اور کبھی خفیہ آتشین اسلحہ سے لیس، ارد گرد رائفل بردار محافظین کا جھرمٹ گویا شہدائے بالا کوٹ کی روحیں پھر سے مجسم ہو کر میدان کارزار میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سید احمد شہید کے قافلہ کے سپاہی ہیں۔ جو جنگ کے محاذوں پر دشمن سے لڑ لڑ کر اب حد درجہ بے تابانہ اشتیاق سے زیادہ ملاقات اور آگاہی حالات کی غرض سے اپنے امیر سے ملنے آئے ہیں۔

۲۱ جنوری ۱۹۸۳ء کو افغان مجاہدین کی مرکزی قیادت کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا تو قائد وفد نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں عرض کی۔

"ہمارا یقین ہے کہ آپ کا وجود اقدس خداوند تعالیٰ کے نزدیک برکت کی اساس ہے۔ افغانستان کے تمام علماء اور علوم دینیہ کے طلباء (جن کی تعداد لاکھوں کے قریب ہے) آپ سب کی عقیدت اور خلوص کا مرکز ہیں۔

آپ ہی کے وجود مسعود سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو وجود بخشا۔ افغانستان میں علماء کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی ہے۔ افغانستان کے سب علماء کا عقیدہ ونظریہ وہی ہے جو دارالعلوم حقانیہ کے اکابر ومشائخ ہے۔ یہ سب مجاہدین اور ان کے قائدین آپ کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے درخت ہیں۔ اس جہاد کی بنیاد بھی حقیقت میں آپ نے اور آپ کے مخلص تلامذہ نے رکھی ہے[1]

مجاہدین سے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔

ہم علماء دیوبند کی غلامی اور کفش برداری پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے جو حریت وآزادی اور جہاد کا سبق پڑھایا ہے۔ اس پر جان دینا عین ایمان سمجھتے ہیں اور یہی بات طلبا سے بھی کہتا رہتا ہوں۔ اس وقت بھی ہمارے دارالعلوم حقانیہ میں افغانستان کے نصف سے زائد طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جب سے جہاد شروع ہوا ہے۔ تب سے دارالعلوم حقانیہ نے بھی افغان طلبہ اور ان کے علاوہ جہاد میں شرکت کرنے والے تمام طلبہ سے داخلے، حاضری اور آنے جانے پر ہر قسم کی پابندیاں ختم کر دی ہیں۔ طلبہ کی جماعتیں جاتی ہیں جو ماہ دو ماہ اور اس سے بھی زائد جہاد میں شریک ہو کر جب واپس آتی ہیں تو دوسری جماعتیں روانہ ہو جاتی ہیں[2]۔

---

[1] ماہنامہ الحق فروری ۱۹۸۳ [2] ماہنامہ الحق فروری ۱۹۸۳ء۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا۔

الحمدللہ، الحمدللہ! جس غرض کے لئے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جہادِ افغانستان کی صورت میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا[1] شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ۱۹۸۵ء میں تیسری بار قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق سینٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ سینٹ میں انہوں نے اپنے والد کے مشورہ سے شریعت بل پیش کیا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی دعوت پر اس کی منظوری کے لئے متحدہ شریعت محاذ عمل میں آیا۔ ۲۲ دینی اور سیاسی جماعتوں نے مولانا مرحوم پر اعتماد کا اظہار کیا اور متحدہ شریعت محاذ کا انہیں متفقہ طور پر صدر منتخب کیا۔ ان کی قیادت میں ملک بھر میں نفاذ شریعت کی تحریک چلی۔

اپریل ۱۹۸۶ء میں ہزارہ ڈویژن، بنوں ڈویژن، پشاور اور مردان ہزاروں علماء و مشائخ کا بھرپور اجتماع ہوئے۔ علماء نے آپ کو متفقہ طور پر "قائد شریعت" کا خطاب دیا۔ اور ملک میں نفاذ شریعت کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ مولانا مرحوم کی قیادت میں چلنے والی تحریک نفاذِ شریعت کی وجہ سے کراچی سے لے کر گلگت تک شریعت کا غلغلہ بلند ہوا۔ لادینیت، دہریت، سوشلزم، اباحیت اور تجدد پسندی کے لئے مولانا مرحوم کی مساعی اور شریعت محاذ کی تحریک سدِ سکندری بن گئی۔ نفاذ شریعت کی بھرپور تحریک سے ایوان اقتدار میں ہلچل مچی اور حکومت کی منافقت عیاں ہوئی۔ مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ جہادِ افغانستان کی بھرپور معاونت اور سرپرستی ہے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کے بظاہر مادی اور سیاسی سرپرست تھے۔ لیکن قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولینا عبدالحقؒ نے جہاد افغانستان کے لئے رجالِ کار مہیا کئے ہیں۔ جہاد افغانستان میں مصروفِ کار محاذ جنگ کی مرکزی قیادت کے ۸۰ فیصد افراد قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے شاگرد ہیں۔ ۷ ستمبر بروز بدھ ۱۰ منٹ کم دو بجے مولانا مرحوم کا خیبر ہسپتال میں انتقال ہوا۔ وفات سے قبل مرحوم نے دعا ارشاد فرمائی۔ اس کے بعض کلمات یہ تھے۔ "بار الٰہ افغان مجاہدین کو فتح اور غلبہ عطا فرما، بار الٰہ، افغان مجاہدین کے ہاتھوں کے تنکوں کو تلواروں سے بدل دے، بار الٰہ مجاہدین کے پاؤں کی خاک کو دشمن کے لئے ایٹم بم بنا دے۔ مولانا عبدالحق مرحوم کے تلامذہ اور مشہور شاگردوں میں مولانا اسعد مدنی، مولانا مرغوب الرحمان مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی ولی حسن، مولینا سلیم اللہ خاں، مولانا عبیداللہ انورؒ، مولینا حامد میاں، مولانا سمیع الحق، مولینا عبدالستار تونسوی، مولانا صدر الشہید مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا خان محمد کندیاں، مولانا فضل الرحمٰن مولوی یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی، مولانا فتح اللہ شہید خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یاد رکھیں! ایمان کی نشانی محبت ہے اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھیے کہ ایمان ہے اگر محبت ہے تو ایمان مضبوط ہے اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا نہیں ہو سکتی تو اتنا یاد رکھیے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں، احسان، کمال اور حسن و جمال۔

ارشاد! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

(از دعوات حق، جلد اول ص۳۲)

---

[1] ماہنامہ الحق مئی ۱۹۸۳ء

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی دینی مساعی سے بھرپو [illegible] زم

حیاتِ مستطاب کی کہانی اُن کی اپنی زبانی

حضرتِ شیخ الہندؒ سے تعلقِ خاطر کی وجہ سے ہمارے پورے خاندان کو انگریز اور انگریزیت، انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب سے نفر

ریڈیو پاکستان کے نمائندے ۱۹۸۲ء میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انٹرویو کیلئے درخواست کی۔ حضرتؒ سے آمادگی کے اظہار کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب کی قیام گاہ پر انٹرویو لیا گیا جس کی ایک کیسٹ مولانا سمیع الحق صاحب نے بھی محفوظ کر لی تھی۔ مولانا ذاکر حسن نعمانی صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کی کہانی اُن کی اپنی زبانی کیسٹ سے نقل کر کے نذرِ قارئین کر رہے ہیں ــــ (ادارہ)

پیدائش

س:۔ محترم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب! آپ ہمیں یہ بتائیے گا کہ آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے؟

ج:۔ میری پیدائش اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور اسی قصبے میں ہوئی جس میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہے اور خوشحال خان خٹک بھی اسی قصبے کے بزرگوں میں گذرے ہیں۔ میری پیدائش کا سن ۱۹۱۴ء ہے۔

ابتدائی ماحول اور والد صاحب کی تربیت

س:۔ مولانا صاحب! جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اُس وقت آپ نے اردگرد جو ماحول پایا، جن بزرگوں کے زیرِ سایہ تربیت حاصل فرمائی اُس کا ذکر کرنا پسند فرمائیں گے؟

ج:۔ جس وقت سے میں نے اپنا ہوش سنبھالا ہے تو اُس وقت میرا جو ماحول تھا وہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی محفوظ رکھا تھا۔ میرے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا حاجی معروف گل صاحب ہے اُن کی یہ سعی اور کوشش رہا کرتی تھی کہ میرے اوقات دن اور رات، سفر اور حضر دونوں تعلیم اور اخلاقی اقدار سیکھنے میں صرف ہوں۔ اور کوئی وقت ایسا جو بس لہو و لعب یا کھیل کود کے لیے نکالتا، تو وہ اس کے سخت مخالف تھے اور ناراض ہوتے اور مجھے اپنی نگرانی میں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بچپن کے زمانے میں جہاں جہاں میں نے اسباق پڑھے ہیں وہاں پر میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ راتوں رات آکر مسافر کی شکل میں جس کو کوئی نہ پہچانتے، وقت گذارتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو کہ میں سبق پڑھتا ہوں یا نہیں اور میرا تعلیمی ماحول رہتا ہے یا نہیں۔

انگریز اور انگریزیت سے نفرت

اس کے علاوہ میرے والد صاحبؒ کا قلبی تعلق اور رجحان حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ساتھ تھا اور حاجی صاحب ترنگزئیؒ کا تعلق حضرت شیخ الہندؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کے ساتھ تھا۔ اس بناء پر قلبی عداوت انگریز کے ساتھ متوارث چلی آرہی ہے۔ اس زمانے میں انگریز کا بڑا دور اور غلبہ تھا۔ تو حضرت والد صاحبؒ کو اور ان کی وجہ سے ہم کو بھی قلبی عداوت تھی، نفرت تھی انگریز سے۔ اور انگریزیت سے انگریزی تہذیب سے بھی، یہاں تک کہ اس زمانے میں اسی نفرت کی بناء پر جو انگریزوں کے ساتھ ہم لوگوں کی تھی، اسی نفرت کی بناء پر مجھے میرے والد صاحبؒ نے بجائے سکول پڑھنے کے مسجد میں میرے لیے پرائیویٹ استاد رکھا اور وہ پرائیویٹ پڑھاتا رہا اور خود والد صاحبؒ نے علوم فقہیہ اور نظم فارسی کی جن کے وہ ماہر تھے وہ پڑھاتے رہے اور نگرانی بھی کرتے رہے۔

سکول میں صرف ایک دن

مجھے صرف ایک دن کے لیے عمر بھر میں سکول جانا ہوا تو میرے استاد جو پرائیویٹ تھے وہ سکول کے مدرس تھے، وہ جا رہے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ تو میں جب واپس آیا تو والد صاحبؒ نے بڑا ڈانٹا اس کو بھی اور مجھے بھی کہ تم میرے بیٹے کو ایسی تعلیم کیوں دیتے ہو جس میں انگریزیت کا سبق ہو ــــ تو اس سے وہ جذبات معلوم ہوتے ہیں کہ والد صاحبؒ اور

گرد و نواح کے جذبات، انگریزوں سے نفرت کی وجہ سے انگریزی زبان تک سے نفرت تھی۔ میرے والد صاحبؒ چاہتے تھے کہ میں عربی علوم اور دینی علوم اور دینی اخلاق اور دینی کردار حاصل کروں، بجائے اسکے کہ کوئی ڈگری حاصل کروں یا کوئی چیز یا کوئی دنیوی منفعت حاصل ہو۔

مناسکِ حج میں والد کی دُعاء

یہاں تک کہ میرے والد صاحبؒ نے دو دفعہ حج کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے سفرِ حج کے موقع پر مناسک کی ادائیگی کے وقت بغیر اختیار کے کہیئے کہ میں نے یہی دعا کی کہ (یا اللہ!) عبدالحق کو عالم اور مدرس اور دین کی اشاعت کرنے والا بنا دے۔ یہ دُعائیں میری زبان سے بے اختیار نکلی تھیں۔

انگریز کے خلاف جہاد

اور اس زمانے میں اکابر علماء اور مشائخ کو جو نفرت تھی انگریز کے ساتھ وہ نفرت ہمارے والد مرحوم کے دل میں بھی رچ بس گئی تھی، چنانچہ اس زمانے میں بھی حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ اس ملک میں کچھ کام کرتے رہے اور انگریزوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ مہمندوں میں بھی کام کرتے رہے تو اُن کے ساتھ جتنا بھی ہو سکا والد مرحوم نے مالی اعانت اور امداد کی اور لوگوں سے کہتے تھے کہ جاؤ تم جہاد میں شریک ہو جاؤ، خود بھی شرکت فرماتے رہے اور مجھے بھی پابند رکھا۔

سخت تعلیمی نگرانی

دن یا رات میں اگر کہیں دوسری جگہ پر زمانہ طالب علمی میں مسافر ہوتا تو بعض اوقات رات بھر وہ چوکیداری کرتے رہے کہ آیا میرا بیٹا سبق پڑھتا ہے یا نہیں پڑھتا یا وقت فضول گذارتا ہے یا کس طریقہ سے زندگی گذارتا ہے۔ تو اس بناء پر میرا ماحول جو انہوں نے انگریزیت سے اور لہو و لعب سے بالعموم دور رکھا قطعاً، اور انہوں نے مجھے بس مجبور رکھا کہ تم پڑھتے رہو، پڑھتے رہو اور صرف پڑھتے رہو۔

> **شیخ الہندؒ سے تعلقِ خاطر کی وجہ سے ہمارے پورے خاندان کو انگریز سے، انگریزیت سے اور انگریزی تہذیب سے نفرت رھی**

بہر حال میرا سارا تعلیمی وقت اور ابتدائی ایام والد صاحب مرحوم کی سخت نگرانی اور کنٹرول میں گذرے۔ ابھی میری عمر کوئی سات آٹھ برس کی تھی کہ معلوم ہوا کہ یہ اکھوڑی قصبے (ضلع اٹک) میں ایک متقی اور بزرگ عالم ہیں، وہ بڑے محنتی ہیں، پڑھاتے ہیں، تو میرے والد صاحبؒ مجھے وہاں لے گئے، اس لیے کہ میں اُن سے کچھ پڑھ لوں۔ تو اس طریقے پر جس قدر وہ دن گذرے ہیں میرے والد صاحبؒ بھی میرے ساتھ پابند ہو کر وہ دن گذارتے رہے اور میری پوری نگرانی فرماتے رہے۔

س:۔ مولانا صاحبؒ! آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تو تفصیل سے فرما دیا ہے، آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے دوران جن اساتذہ سے آپ نے فیض حاصل فرمایا اُن کے بارے میں تھوڑا سا ہمیں بتا دیجئے؟

ج:۔ ابتدائی علوم میں میں نے زیادہ فیض اپنے والد صاحبؒ سے اور پھر یہاں پر ایک عالم گذرے ہیں حاجی صاحب مسجد قصاباں والے، اور ایک مولانا صاحب ہیں جن کو ملتان مولانا صاحب کہا جاتا تھا، سے علوم حاصل کیے۔ پشاور کے مضافات میں بھی وہاں کے بزرگ علماء کے پاس مجھے والد صاحبؒ لے گئے اور وہاں بھی علوم حاصل کیے۔ باقی اس کے بعد جس وقت کتابیں متوسط درجے کی، اونچے درجے کی ہوئیں تو پھر اس کے بعد مجھے ہندوستان جانا ہوا۔ ہندوستان میں کچھ میرٹھ میں کچھ کلکتہ میں اور زیادہ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں گذارا۔

جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے

س:۔ مولانا صاحب! یہ کون سے زمانے کی بات ہے؟ آپ ذرا نشاندہی فرمائیے گا جب آپ پہلی مرتبہ دیوبند تشریف لے گئے تھے؟

ج:۔ جی ہاں! تو یہ جو ہے غالباً ۱۳۴۷ھ کی بات ہے، اس لیے کہ ۱۳۵۲ھ میں فراغت ہوئی، تو اس سے پہلے چار سال وہاں میں پڑھتا رہا اور پھر اس کے بعد یہاں اکوڑہ خٹک میں والد صاحبؒ نے کہا کہ تم یہاں آ کر پڑھاؤ اور کوئی ملازمت وغیرہ تم کو نہیں کرنی، تو پھر یہاں اس مدرسے (دارالعلوم حقانیہ) کی بنیاد رکھی اور کتابیں پڑھانا شروع کر دیں۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جانا ہوا دارالعلوم دیوبند۔

س:۔ حضرت! ذرا اپنے عالم شباب کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیے؟

عالم شباب بھی تعلیم و تدریس میں گذرا

ج:۔ جی ہاں! تو وہ عالم شباب کے بارے میں میں نے آپ سے عرض کیا کہ والد صاحب مجھے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے کو نہیں چھوڑتے تھے، تو شباب کے زمانے میں بھی انہوں نے میری نگرانی کی اور تعلیم ہی پر توجہ دلائی۔ تو وہ سلسلہ تعلیم و تعلم شباب میں بھی باقی رہا۔ اس عالم شباب میں میں نے کچھ عرصہ طورو ضلع مردان میں، کچھ امازو گڑھی میں اور کچھ گجر گڑھی میں گذارا۔ علاوہ ازیں بیچھ وغیرہ میں بھی چند برس متوسط کتابیں پڑھنے میں گذرا۔

س:۔ وہ کون سے محرکات اور عوامل تھے جو آپ کی موجودہ شخصیت کو بنانے میں کارفرما رہے؟

پاکستان میں حفاظتِ دین کا اہتمام

ج:۔ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہم دیوبند میں تھے تو اس وقت مدرسہ یا مدرسہ کے منتظمین یہ ذمہ وار تھے کتابوں کے اور

وہاں رہائش کے اور تمام چیزوں کے ۔ ہم تدریس بھی کرتے اور تعلم بھی، لیکن جس وقت یہ ملک تقسیم ہوا تو تقسیم کے بعد یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اسی ملک میں دین کی حفاظت کے لیے کچھ سعی کرنی چاہیئے ۔ اس لیے کہ نیا نیا پاکستان جب بنا تھا تو اس کے مختلف شعبے چلانے تھے اس کی طرف حکومتوں نے توجہ کی تھی، وزراء نے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ فلاں کارخانہ ہونا چاہیئے اور فلاں منصوبہ بننا چاہیئے، لیکن یہ فکر کسے بھی نہ ہوئی کہ دین کا کیا ہوگا، اسلام کا کیا بنے گا پاکستان میں؟ یا علومِ نبوت کی ترویج و اشاعت اور حفاظت کا بھی کوئی منصوبہ بننا چاہیئے ۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام الہامی تھا

پہلے تو ہندوستان میں مثلاً اسلام کی خدمت مسلمان کرتے رہے پھر اس کے بعد انگریز آئے، ہندو آیا اور اس نے اسلام کی اور دین کی بیخ کنی کرنا چاہی ۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، انہوں نے سوچا کہ برصغیر میں جو اس وقت متحدہ تھا، اس میں دین کی حفاظت کی کیا صورت اختیار کی جائے ؟ تو انہوں نے اس کے لیے ایک صورت اختیار کی یہاں پر چونکہ فوجی طاقت تو ہمارے پاس ہے نہیں نہ مالی طاقت ہے نہ فوجی طاقت ہے اور وہاں انگریز اور ہندو دونوں کے ساتھ ہم لڑیں ۔ تو یہ الہامی القاء دل میں ان کے ہوئی کہ تم ایک مدرسے کی بنیاد رکھو، تو انہوں نے دیوبند میں ایک مدرسے (دارالعلوم) کی بنیاد رکھی جس میں ایک استاد اور ایک طالب علم تھا اور انہوں نے مدرسے کی بنیاد رکھ کر لوگوں میں اشاعتِ دین کی ترغیب شروع کردی ۔ اُس وقت لوگ ہنستے رہے کہ انگریز کے مقابلہ میں اور ہندو کے مقابلے میں اور پادریوں کے مقابلے میں یہ چند مولوی کیا کرسکیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے پاس کوئی طاقت نہیں، کوئی سامان نہیں ہے، لیکن اس زمانے میں جو کام انہوں نے اخلاص سے کیا اسی اخلاص کی برکت سے وہ دارالعلوم ایسا بنا ایسا تناور درخت بنا کہ جس کا پھل اور پھول اور ثمرات صرف برصغیر ہی نہیں تمام عالم میں پھیلے اور پوری انسانی تہذیب پر اس کے اثرات پڑے ۔

فراغت کے بعد والد صاحبؒ نے کہا تم اکوڑہ میں پڑھاؤ، کوئی ملازمت نہیں کرنی، اُس وقت سے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا پس منظر

جس وقت تقسیم ہوئی، پاکستان بنا تو اُس وقت ہم نے بھی سوچا کہ اس ملک میں اسلام کے لیے کیا کرنا چاہیئے، پھر یہ دل میں اک اسلام کے لیے اکیلے کیا کرسکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ پھر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ۱۸۵۷ء کی لڑائی کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے چند ساتھیوں نے اسلام کا جھنڈا لے کر بلند کیا اور اللہ نے فتح دی، تو ہم کیوں یہ نہیں کرسکتے کہ ہم اسلام کا جھنڈا لے کر اسلامی تعلیمات کا، اور خصوصاً یہ پاکستان جس نظریہ کی بناء پر بنا ہے ہم اس نظریئے کو پھیلانے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ہماری امداد بھی اللہ تعالیٰ ضرور کریں گے ۔

تو ہم نے یہ سوچا کہ ہمارے پاس نہ دولت ہے اور نہ شریعت کے عملی نفاذ کا موقع ہے نہ یہ ہم کرسکتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام فوراً نافذ کردیں اس لیے کہ اختیارات نہیں، لیکن کوشش تو کرسکتے ہیں تو اگر ہم کوشش کریں گے تو ۵۷ء میں اسلام باقی رہا اور پھر اس کے بعد تقسیمِ ہند کے وقت وہ علوم باقی رہے اور اب پورے برصغیر میں اس کی بڑی بڑی جامعات قائم ہوچکی ہیں ۔ تو اب جب تقسیم ہوگئی لہٰذا اب اسلام، اسلامی علوم کو باقی رکھنے کے لیے مدرسہ کی بنیاد رکھی ۔

آغاز توکل علی اللہ تھا

چنانچہ مدرسہ کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مدرس ہو اور تنخواہ ہو، کتابیں ہوں، رہائش ہو، تو ہم نے سب چیزوں کو چھوڑا کہ نہ ہمیں تنخواہ کی ضرورت ہے نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ رہائش ہو ۔ خداوند کریم رازق ہیں، اب تک اللہ نے دین کی حفاظت کی اب بھی اللہ ہی کرے گا، ہماری تو ہمت آگے بڑھانا ہے کہ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ ہم اسی اسلام کی خدمت کے لیے کھڑے ہوں گے ۔ چنانچہ ہم نے ۲ دو تین ۳ ساتھیوں کو ملا کر خفیہ طریقے پر تاکہ لوگوں کو اطلاع اگر مل جائے تو وہ ہنسیں گے کہ یہ دیوانے ہیں، کیا کرتے ہیں ۔ تو ہم نے خفیہ طریقے پر تین سال تک ابتداء میں اس دارالعلوم کو خفیہ رکھا اور اس کی کسی کو اطلاع بھی نہیں دی ۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت

اور فقط اللہ کے نام پر، اُسی کے بھروسے پر کام شروع کیا تو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے فضل سے تین برس کے بعد پھر یہ معاملہ خود ظاہر فرمادیا کہ یہاں ایک مدرسہ ہے ۔ تو وہ آیت تو آپ کو یاد ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ تو سب کاموں میں حفاظت کرنے کا وعدہ اللہ نے اس ذکر کے متعلق فرمایا کہ میں نے اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے ۔ تو سب سے اللہ کا وعدہ ہے اخلاص اگر ہو، سچائی ہو، صداقت ہو، خودغرضی نہ ہو، نام و نمود نہ ہو اور اس کے لیے دین کی ذکر کی حفاظت کی کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ اس کو بلا تکلف اللہ امداد شامل حال کرے گا، کامیابی دے گا ۔

س:۔ آپ ہمیں یہ بتائیے کہ دیوبند میں جو عرصہ آپ نے وہاں گذارا اُس زمانے میں جن اساتذہ سے آپ نے فیض حاصل فرمایا، جن شخصیات سے آپ وہاں متعارف ہوئے اور جن علماء دین سے

ہم قدیم طلبہ پورے کرتے تھے۔ تو یہ ایثار جو ہے یہ ہم طلباء آپس میں کرتے رہتے تھے اور اس کے نتیجہ میں بڑی سہولتیں اُن جدید طلباءؐ کو ملتی رہیں۔ بعض بیچارے غریب اور کسی کام کے نہ تھے، تو یہ بھی ہوا کہ خود مجھے بھی وہاں پر ایک جگہ پر ایک وقت کا کھانا ملتا تھا۔ ایک وقت تو وہاں پہ ایک طالب علم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کو ایک وقت کی روٹی ملتی ہے تو اس نے مجھے لے جا کر وہ گھر بتا دیا کہ اس کے ہاں سے تو کھانا لایا کرو اور مجھے کھانا مل جاتا ہے دوسری جگہ سے، چھ مہینے کے عرصے میں وہاں سے وہ کھانا لاتا رہا، ایک روٹی پر اکتفاءُ کیا۔ تو پھر اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ طالب علم خود روزہ رکھتا ہے، یہ خود ایثار کرتا ہے، تو پھر میں نے اُس سے عرض کیا کہ بھائی یہ تو بہت ہی نامناسب بات ہے کہ تم خود بھوکے رہو اور ہمیں کھلاؤ، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو مسلمان کی شان ہے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ۔ تو اس طریقے پر وہ طالب علم آپس میں ایک دوسرے کے غم خوار اور ایک دوسرے کی بھلائی چاہنے والے، بہتری چاہنے والے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں دینی خدمت پر پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ کے قیام کو کیوں ترجیح دی؟

س :- مولانا صاحب! آپ ہمیں وہ وجوہات بتائیے گا کہ جن کی بنا پر آپ نے دیوبند کی بجائے یہاں پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھنا پسند فرمایا؟

ج :- اس کی تو حقیقت یہ ہے کہ دو ہی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چونکہ یہ مدارسِ دینیہ یہ سلسلہ پہلے ہندوستان میں تھا اور ہمارا ملک بالخصوص صوبہ سرحد تو مدارسِ دینیہ سے محروم تھا۔ تو اُس وقت ہم نے یہ سوچا کہ اگر ہم چند آدمی بھی یہاں سے ہندوستان چلے جائیں تو پھر اس ملک میں دین کی خدمت اور دین کی اشاعت کے لیے کوشش آخر کس کی ذمہ داری ہو گی؟ یہ کام کس کے ذمے ہوگا؟ تو اس بناء پر گویا یہ ارادہ کیا کہ اب وطنِ عزیز اور اپنے اس ملک کی دینی خدمت کرنی چاہیئے۔ تو اس میں ہم سمجھتے تھے کہ جس طریقہ سے ہمارے پیش روؤں نے، بزرگوں نے دین کی خدمت کی برکت سے ملک کو آزاد کیا تو پاکستان کی دینی خدمت بھی جب ہو جائے تو ان شاء اللہ یہ بھی کامیاب رہے گا۔ تو اس بناء پر ہم نے وہاں جانے کے بجائے یہاں فیصلہ کیا دین کی خاطر تاکہ دین کی حفاظت ہو، دین کی اشاعت ہو۔

حقانیہ چھوٹی مسجد سے بڑے دارالعلوم تک

س :- مولانا صاحب! یہ موجودہ جو دارالعلوم حقانیہ ہے، یہ ظاہر ہے اس کی جو موجودہ شکل ہے یہ آپ کے خلوص، محنت، عقیدت اور میں سمجھتا ہوں کہ خدمات کی مرہونِ منت ہے، آپ ہمیں یہ بتلائیے گا کہ آپ نے اپنی دینی خدمات اور اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں یہ جگہ کیوں منتخب فرمائی؟

ج :- یہ جگہ دیکھئے نا، سب سے پہلے جس جگہ مدرسہ کی بنیاد رکھی ہم نے وہ ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک میں چھوٹا سا محلہ ہے "ککے زئی" اس محلہ کی چھوٹی سی مسجد میں اسباق شروع کیے اور وہ وقت ایسا تھا کہ جس وقت ہم کو خود یہ خطرہ لاحق ہوتا تھا کہ اگر ہم ابھی سے یہ اعلان کر دیں کہ یہاں ایک دارالعلوم ہوگا، یہاں مدرسہ ہوگا، یہاں فلاں علوم ہوں گے، تو لوگ مخالفت کریں گے۔ تو اس بناء پر ہم نے یہ کوشش کی کہ اپنی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد رکھی، پھر اس کے پاس ہی سے ایک جگہ کرایہ پر لی، تقریباً بیس پچیس سال کے لیے کرایہ پر لیا مکان اور اس میں بچوں کو قرآن مجید اور نماز جنازہ اور ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ تمام چیزیں انہیں بتائی جائیں، وہ بتانا شروع کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس مسجد میں گنجائش نہ رہی کہ اس میں تقریباً پچاس ساٹھ طالب علم بھی ہوں اور چار پانچ مدرس بھی اُس میں پڑھاتے ہوں، جگہ تھی قلیل، تو ہم نے اُس وقت یہ کوشش کی کہ کوئی وسیع جگہ، کوئی فراخ جگہ ہمیں مل جائے۔ تو اُس وقت ہمارے گاؤں میں ہندوؤں کا ایک مندر تھا، ہندوؤں نے چھوڑا تھا تو ہمیں وہاں پیش کش یہ کی گئی کہ تم اس کی کوشش کرو کہ یہ مندر مل جائے، لیکن اُس مندر سے ایک تو قلبی نفرت تھی کہ ہندوؤں کی جگہ پر قرآن و حدیث کو ہم رکھیں، ایک تو یہ چیز طبیعت کو تھوڑی سی ناگوار تھی۔ شریعت میں تو کوئی جگہ اگر پاک کر دے تو وہ پاک ہو گئی لیکن بہر حال طبیعت کو ناگوار تھی اور دوسرے یہ کہ پھر قلت محسوس ہو گی وہاں بھی، تو اس بناء پر وہ جگہ تو ہم نے لی نہیں، دُوسری جگہ گاؤں میں کوئی تھی نہیں اس طریقہ سے کشادہ کہ جس میں گنجائش ہو، تو یہاں سے ایک میل باہر جگہ ہے ایک صاحب نے پیش کش کی ہمیں کہ اس کو لے لو، لیکن جب اس کو دیکھا تو یہ محسوس کیا کہ طلباء کے لیے آنا جانا ضروریاتِ زندگی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ تو اس وقت یہاں کھنڈرے تھے اب جہاں دارالعلوم ہے۔ تو ان کھنڈروں میں بسم اللہ کر کے ہم نے کہا کہ یہ جگہ ان شاء اللہ کشادہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ پورا کرے گا۔ تو اس طرح ہم نے یہاں پر بنیاد رکھی۔

دارالعلوم کی تعمیر

س :- دارالعلوم کی اتنی بڑی اور وسیع تعمیر کیسے ہوئی؟

ج :- بس اللہ ہی کے فضل سے! اصل میں بات یہ ہے کہ یہاں جس وقت ہم نے ارادہ کیا کہ اس جگہ کی تعمیر کریں تو اُس وقت شوریٰ کے ممبر حضرات کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اس کی تعمیر کیسے کی جائے؟

آپ کا واسطہ پڑا اس کے بارے میں ارشاد فرمائیے ؟

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام

ج :۔ تو گذارش ہے کہ جس زمانے میں مَیں وہاں پڑھ رہا تھا دیوبند میں تو وہاں کے اکابرین علماء میں سے حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت العلاّمہ مجاہدِ اعظم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ ، یہ اُس زمانے کے مشہور اساتذہ تھے جو کہ ہمیں پڑھاتے رہے، انہوں نے بڑی محنت سے پڑھائی کی اور بڑی للّٰہیت سے، اُس زمانے میں بڑی للّٰہیت تھی ۔

دارالعلوم دیوبند میں جب چھ ماہ تک تنخواہ نہ ملی

ایک تو مدرسہ کا اندرونی نظام ہوتا تو وہ تو اہلِ حل وعقد جو ہیں وہ اُن کا کام ہے۔ البتہ یہ ہے کہ جو حالات ہم نے دیکھے ہیں وہاں پر۔ مثلاً ایک وقت ایسا آیا کہ جس میں چھ ۶ مہینے تک تنخواہ نہیں ملی، کچھ نہیں تھا، تنخواہ وغیرہ کچھ تھا نہیں، تو جس قدر وہاں کے مدرسین اور ملازمین تھے اُن کو مہتمم صاحب نے جمع کیا (اور کہا) کہ مدرسہ کا خزانہ تو خالی ہے، آپ حضرات اب کیا کریں گے ؟ سب نے کہا کہ ہم بالکل اس کے لیے تیار ہیں کہ ہم بلا تنخواہ کام کریں گے، چھ مہینے تک اُن کو تنخواہ نہیں ملی ۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

اور یہ حالت بھی تھی کہ ایک دفعہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اُن کو تقریباً چودہ روپے ماہوار (مشاہرہ) ملتا تھا، اُن کو کہا گیا کہ بارہ ۱۲۰۰ سو روپے ماہوار مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آپ کو ملیں گے، آپ بارہ ۱۲۰۰ سو روپے لیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں یہ بارہ ۱۲، چودہ ۱۴ روپے لیتا ہوں تو مہینے کے آخیر میں مجھے سوچ رہتی ہے کہ یہ کس چیز پر لگاؤں گا، یعنی جو بچ جاتے ہیں تو اس کے لیے مَیں سوچتا ہوں کہ کہاں دوں، تو اب میں یہ بارہ سو روپے لے کر اس کو میں کہاں پہ محفوظ رکھوں گا، کہ تم لوگ ہمیں یہ نصیحت کرتے ہو ـــــ تو وہاں کے جو مدرس رہے مثلاً اور وہاں کے جو طلباء اس زمانے میں تھے وہ نہایت ہی توکل علی اللہ کرتے رہے اور کسی قسم کے مطالبہ کا تصوّر بھی نہ تھا ـــــ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ۔

س :۔ مولانا! دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں خدمت و تبلیغِ دین کا کوئی واقعہ بتانا پسند فرمائیں گے ؟

ج :۔ واقعہ تو یہ ہے کہ جن دنوں میں ہم وہاں تھے تو سب سے اوّل مقصد تو وہ پڑھائی کا تھا کہ پڑھیں اور سیکھیں۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کا، جن کی یہ تحریک تھی کہ شودروں کو وہ ایک سلسلہ چلاتھا اور لوگ چاہتے تھے کہ عیسائی بن جائیں اور یہ ہندو چاہتے تھے کہ یہ ہندو بن جائیں۔ تو ہم طالب علم ایسا کرتے تھے کہ وہاں کم از کم اور نہیں تو جمعہ کی رات کو ہم اُن کے گاؤں جا کر کے اسلام کی خوبیاں بیان کرتے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ شودر عیسائیت کی گود یا ہندوؤں کی گود میں جانے کے بجائے اسلام قبول کریں۔ یہ اساتذہ کی برکتیں تھیں کہ ہماری دعوت وتبلیغ کا انداز اتنا نرم، سہل اور اتنا مصالحانہ تھا کہ ہمارے مسلسل اس عمل سے کبھی بھی کبیدہ خاطری، بحث ومناظرہ، دنگا فساد اور جھگڑے کی نوبت نہیں آئی ۔

س :۔ مولانا ! تحریکِ پاکستان میں علماء دیوبند کا کردار کیا تھا ؟

تحریکِ پاکستان اور عُلماء دیوبند

ج :۔ دارالعلوم کے جس عرصہ میں ہم وہاں رہے، وہاں پر وہ شُدھی، سنگھٹن اور کانگریس اور مسلم لیگ اور اسکے علاوہ اور جماعتیں اپنا اپنا کام کر رہی تھیں۔ ہمارے ہاں کے بزرگوں میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وہ پاکستان کے قیام کے لیے جلسے اور اس سلسلہ کے ممکن ذرائع اور وسائل کا باقاعدہ اہتمام کرتے رہے اور لوگوں کو یہی بتاتے رہے کہ تم اسلام کے لیے ایک ایسا خطہ محفوظ کر لو کہ جس میں ہمارے اسلامی قوانین ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مساعیِ جمیلہ کی تکمیل کے لیے اُن کی رفاقت میں بہت سے علماء نے اور بہت سے طلباء نے محنت کی اور پاکستان کے قیام کے لیے کوششیں کی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ خطّہ اسلامی نظام کا متحمل ہو ۔

یہ ایک حقیقتِ واقعہ ہے کہ اگر دارالعلوم دیوبند کے اکابر قیامِ پاکستان میں حصّہ نہ لیتے تو آج ہمیں یہ خطّہ حاصل نہ ہوتا ، ہمارے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ یہ اُن مجاہدین کی برکت ہے کہ جنہوں نے اپنے دن اور رات سب ایک کیے اور مسلمانوں کے لیے ایک خطہ مستقل تیار کیا تاکہ دین کی تجربہ گاہ بنے ۔

زمانۂ طالب علمی کے بعض واقعات

س :۔ دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کی عام طلبہ کے لیے یا اجتماعی کاموں میں حصّہ لینے کی اہم بات؟

ج :۔ ہمارا وہاں پہ یہ طریقہ تھا کہ جب نئے طلباء آتے تھے مدرسہ میں داخلہ کے لیے، تو تقریباً کاغذات اور داخلہ کے تکمیلی مراحل پر تقریباً بارہ ۱۲ دن گذرتے تھے۔ تو اُن بارہ دنوں میں ہم طلباء یہ کوشش کرتے کہ جس قدر قدیم طلباء ہیں وہ اُن جدید طلباء کی رہائش کا، کھانے کا انتظام کرتے اُس وقت تک جب تک کہ مدرسے سے انتظام نہ ہو ـــــ تو جدید طلبہ کے ان ایام کے اخراجات

خان محمد زمان خان صاحب اور جناب شیخ میاں صاحب اور جناب اعظم خان صاحب اور جناب اکرم شاہ صاحب اور یہ مردان مل والے حضرات ہیں انہوں نے اور اس طریقے سے مختلف جگہوں سے بعض حضرات نے اپنے لیے ایک ایک کمرے کو مخصوص کیا کہ یہ کمرہ ہم بنالیں گے، انہوں نے اخراجات برداشت کیے۔ جنہوں نے جو خرچ کیا ہے تو ان کا نام بھی کتبے کی شکل میں اس کے اوپر مکتوب ہے ـــــ

بس جو کچھ ہوتا رہا اللہ کے فضل سے ہوتا رہا۔ اللہ ہی نے لوگوں کے دلوں میں ڈالا، اُس نے ہی اِدھر خلقت کو متوجہ کیا اور دل پھیر دیئے ورنہ نہ تو ہمارے بس کا یہ کام ہے اور نہ ہم اس کے اہل ہیں۔

دارالعلوم اور طلبہ کی کفالت

س :- دارالعلوم اور طلبہ کے سلسلہ میں کچھ وضاحت فرمائیے؟

ج :- یہاں سے جو طلباء تمام علوم سے فارغ ہوچکے ہیں اُن کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور باقی جو پڑھنے والے ہیں ان پڑھنے والوں میں ہمارے ہاں دو حصے ہیں، ایک حصہ بچوں کا ہے جس کو شاید آپ نے دیکھ لیا ہوگا، اور ایک حصہ بڑوں کا ہے، جو حصہ بڑوں کا ہے تقریباً سات سو طلباء ایسے ہیں جن کو باقاعدہ طور پر دارالعلوم میں داخلہ دیا جاتا ہے، اور ان کے کھانے کا، چارپائی کا، رہائش کا، بجلی کا اور صابن کا اور کتب وغیرہ سب ضروریات تقریباً مدرسے کی جانب سے پوری کی جاتی ہیں، اس پر ان سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

اخراجات اور سالانہ بجٹ

س :- مولانا صاحب! تو یہ اخراجات اور بجٹ کس طرح پورا ہوتا ہے اور کہاں سے؟

ج :- یہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

مَیں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا کہ دُنیا کے اندر جتنے کام ہیں اُن کاموں میں تکلیف اور اشکال پیش آتا ہے لیکن سوائے تعلیماتِ اسلامیہ کے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ ”ہم نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں“۔ ہمارے ہاں اب تک کوئی معین گرانٹ کسی کی جانب سے نہیں ہے لیکن کچھ اللہ کے بندے آجاتے ہیں وہ یہاں کے دینی کام کو دیکھ کر اور دارالعلوم میں گھوم پھر کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ چار ہزار میری طرف سے لگالو، یہ پانچ ہزار میری طرف سے لگالو۔ پھر ہمارا طریقہ ہے کہ اس کو رجسٹر میں درج کرتے ہیں، جس کی ان کو باقاعدہ رسید دی جاتی ہے۔ پھر سالانہ جتنی آمدنی و خرچ ہے وہ سب جمع کرتے ہیں، سب کو جمع کرنے کے بعد پھر شوریٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور سب سے کہا جاتا ہے کہ جہاں پر کوئی اعتراض ہو، بے جا خرچ ہو تو اس پر آپ اعتراض کرسکتے ہیں۔ اب بھی ہمارے ہاں جو مکانات ہیں، جو ماہرین ہیں تعمیر کے، جب وہ آتے ہیں اور ہمارے ناظم صاحب سے پوچھتے ہیں تو کسی پر ساٹھ ہزار، کسی پر پچاس ہزار، کسی پر ستر ہزار روپے کا خرچہ آیا ہوتا ہے، تو وہ تعجب کرتے ہیں کہ یہ کام اگر ہمارے ہاں ہوتا تو چار، پانچ لاکھ روپے خرچ ہوتے، یہ تمہارے ہاں کس طریقے سے کم خرچ ہوئے؟ تو ہم کہتے ہیں بس اللہ تعالیٰ امداد فرماتے ہیں۔

تو یہاں کی آمدنی جو ہے وہ سب غیبی من اللہ ہے اور کوئی خاص معین جگہ نہیں۔ اور وہ جو چیز آمدن ہے وہ رجسٹر میں، کتابوں میں درج کی جاتی ہے اور اس کی باقاعدہ رسید دی جاتی ہے، اور آخیر سال میں اس کا حساب شوریٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے مکمل اس کے بعد آڈٹ بھی کراتے ہیں، ہمارے حسابات کی آڈٹ کمپنیاں چیکنگ کے بعد باقاعدہ تصدیق کرتی ہیں۔

مؤتمر المصنفین کی تازہ عظیم اور شاہکار پیشکش
ایک نادر تحفہ ـــــ ایک عظیم خوشخبری!

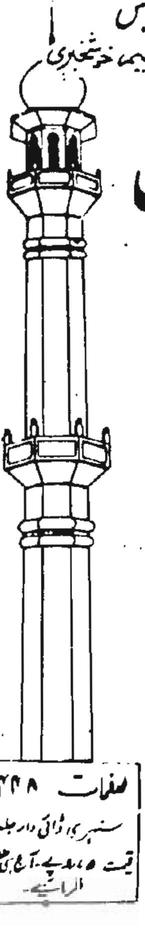

کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم
مولانا سمیع الحق
مرتب
مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، اُدباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات شذرات اور تبصرے

صفحات ۴۴۸
سنہری، ڈائی دار جلد
قیمت ۵۰ روپے۔ آج ہی طلب فرمائیے۔

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور
پاکستان

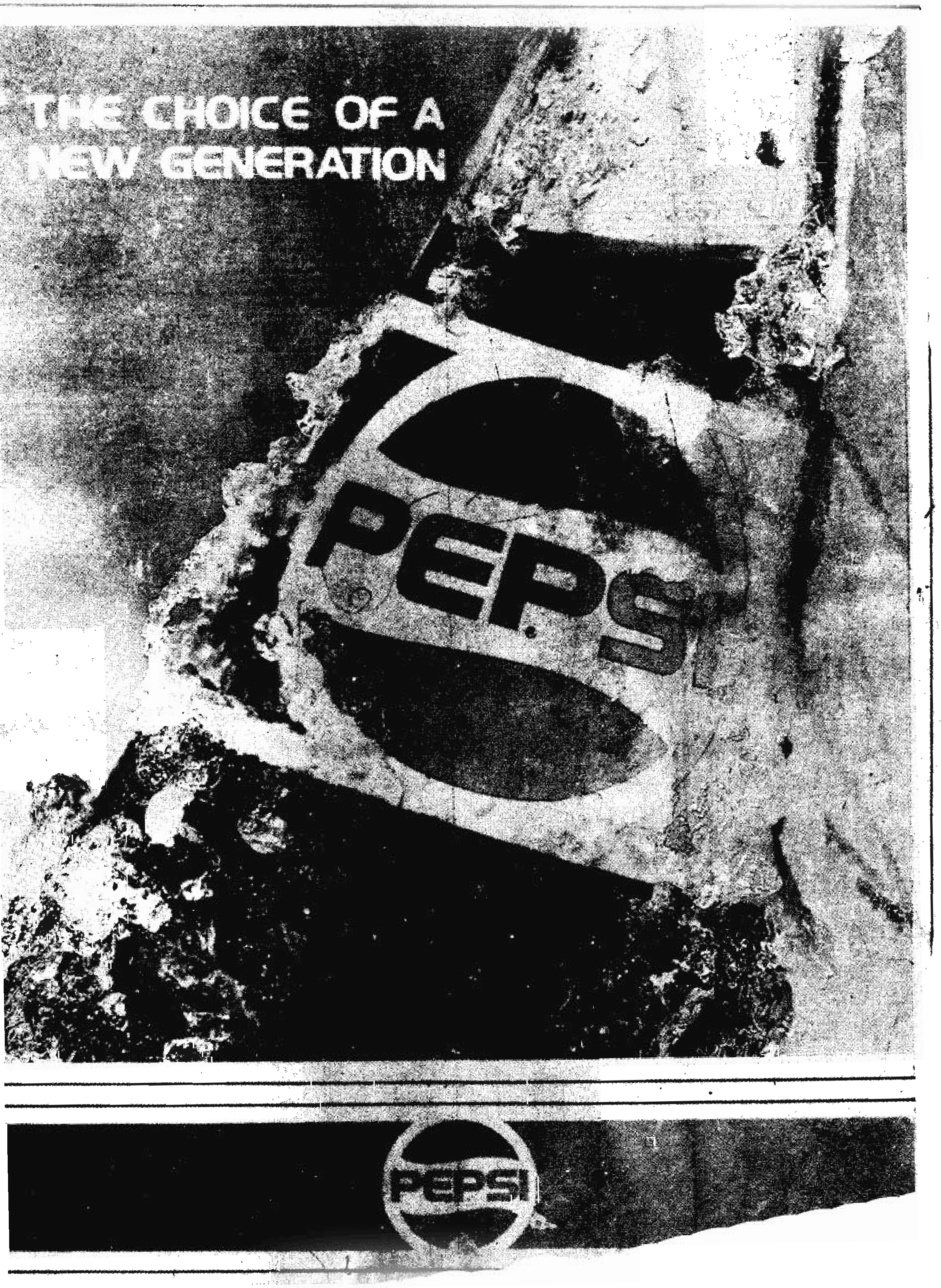
THE CHOICE OF A NEW GENERATION
PEPS
PEPSI

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

خاندانی حالات اور سیرت و سوانح کے مختلف روشن پہلو

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

خاندانی حالات، والدِ گرامی اور جدِ بزرگوار کے بعض سوانح ——

حضرت شیخ الحدیثؒ کا بچپن اور ابتدائی تعلیم و تربیت ——

اکابر علماء و مشائخ کا اعتماد اور ارشادات ——

دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس، تدریجی ترقی اور استحکام ——

سیرت و کردار، اسفار، سیاسی مساعی اور تحریکات ——

بیعت و جہاد، انتخابات اور بعض دیگر اہم تاریخی وقائع ——

جنہیں جناب حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ حسبِ موقع وقتاً فوقتاً اپنی ذاتی ڈائری میں تحریر فرماتے رہے اگلے صفحات کی تمام تر تفصیلات ان ہی کی تحریر فرمودہ ڈائری سے اس وقت کے الفاظ میں ماخوذ ہیں جو مستقبل کے مورخ، دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور حضرت شیخ الحدیث کی مستقل سوانح کے لیے رہنما خطوط، تاریخی پس منظر اور بنیادی ماخذ کا کام دیں گے۔ ——

محدّث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

خاندانی حالات اور سیرت و سوانح کے مختلف روشن پہلو

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

حضرت کی ولادت، صلحاء کا اجتماع اور والد گرامی کی مسرت و سخاوت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی والدہ (ہماری دادی جان) فرمایا کرتی تھیں کہ آپ میری شادی کے دو سال بعد محرم الحرام میں اتوار کی صبح سحری کے وقت اذان سے پہلے پیدا ہوئے۔ ، محرم کو والد صاحب نے خوشی میں علاقہ کے علماء اور صلحاء میں ۱۶، ۱۶ گز کی پگڑیاں تقسیم کیں حاجی صاحب مہربان علی شاہ، جناب حاجی صاحب محلہ قصابان اور جناب حاجی عبدالقیوم وغیرہ اس تقریب میں شریک تھے حضرت کے والد صاحب نے اس موقع پر بکرے بھی ذبح کئے۔

میں حاجی صاحب معروف گل کی دوسری بیوی تھی پہلی بیوی کا میری شادی سے قبل انتقال ہو چکا تھا مولوی صاحب (مرحومہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو اسی نام سے پکارا کرتی تھیں) دو سال تک دودھ پیتے رہے تین سال کے ہوئے تو بولنا شروع کیا اکثر لیٹے ہوئے بائیں پاؤں کا انگوٹھا چوسا کرتے تھے۔

بسم اللہ کی تقریب

دادی جان راوی ہیں کہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ چار سال چار ماہ کے ہوئے تو آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی گئی۔ رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر کہلوا کر ا ب ت ث کا قاعدہ شروع کرایا گیا۔ بچپن میں بھی ذہن دینی تھا رسم بسم اللہ سے قبل بھی آپ اذان اور مسجد جاتے اور نماز کی ہیئتیں بناتے اور نقلیں وغیرہ اتار لیا کرتے اسی عمر ۴ تا ۵ سال میں سنت ختنہ ادا ہوئی ختنہ کی تقریب میں والد گرامی نے بڑا اہتمام کر رکھا تھا صالحین اور اہل اللہ کو دعا کے لیے جمع کیا۔

ناظرہ قرآن کی تعلیم

ناظرہ قرآن مجید کچھ والد صاحب اور کچھ مجھ سے پڑھا، ابتداءً خط غالباً حاجی صاحب قصابان سے سیکھتے رہے۔

شوقِ خطابت

ابھی چھ سال کی عمر تھی کہ مسجد میں منبر پر بیٹھ جاتے اور اونچی آواز سے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ پڑھتے اور کبھی انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب پڑھتے اور اس کا ترجمہ سناتے۔ (ذاتی ڈائری ص۵)

خاندانی یادداشتیں

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ۱۹۱۹ء یاد ہے جب ہم اسے تختی پر لکھا کرتے تھے۔

ھجرت کابل۔ کابل کو ہجرت کے واقعات کے ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے بھی انگریزوں کے دور میں کابل کو ہجرت کرنے کے لیے بیل گاڑی خریدی تھی تاکہ موقعہ ملتے ہی ہجرت کریں بال بچوں اور سامان وغیرہ کے لیے وہ بیل گاڑی کو مفید سمجھتے تھے ہم اس وقت بہت خوش ہو رہے تھے کہ چلو اسباق کی چھٹی ہو گی۔

جدہ محترمہ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی والدہ) کے خاندانی حالات

مجھے اپنی دادی جان سے (جبکہ ان کے بڑھاپے کا زمانہ تھا)، ان کے جو خاندانی حالات معلوم ہوئے جو انہوں نے خود سنائے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے حافظے کے ضعف کے اس عمر میں کچھ کمی بیشی ہو مگر میں نے جوں کے توں یہ ان سے لکھے ہیں۔

نام ریحانہ، والد کا نام محمد شریف اللہ، والدہ کا نام گل ریحانہ حمیدہ، بھائی حنیف اللہ، محمد اسرافیل، حبیب اللہ، امرالیہ اللہ ہیں۔ دادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میری والدہ مولانا فضل رحیم و مولانا فضل الرحمٰن سکنہ لوند خوڑ کی بہن تھیں چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی بڑی عابدہ زاہدہ تھیں مرتے وقت بھی خدا کو یاد کر رہی تھیں۔

ذی الحجہ کے ۹، دن محرم کے گیارہ روزے اور ہر سال اس کے علاوہ تین ماہ سات دن روزے رکھتی تھیں حالت نزع اور قبض روح کے وقت نور کا ایک شعلہ کمرے کے کونے کونے میں پھیل گیا اور سب کو دیکھنے میں آیا۔

موت کے بعد بھی کپڑے بدلتے وقت ہاتھ سینے پر باندھے محسوس ہوتے وفات ——— شہزادہ کلی یعنی جہانگیر آباد نزد کلیانی تخت بھائی ضلع مردان میں ہوئی۔

دادی صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے نانا کو بچپن میں دیکھا

تھا میری عمر چار یا پانچ سال کی تھی دادا کو نہیں دیکھا اس کا انتقال عربی بانڈہ نزد جہانگیر آباد کلپانی مردان میں ہوا وہاں ان کی قبر ہے۔

دادی صاحبہ نے کہا کہ میری دادی، میری شادی کے چھ سات ماہ بعد فوت ہوئی وفات یوم العرفہ کے صبح صادق سے کچھ پہلے جس وقت ہمیشہ تہجد پڑھتی تھیں اس وقت ہوئی دادی نے کہا میرے والد بھی جمعہ کی صبح اور والدہ بھی تہجد کے وقت فوت ہوئیں دادی لونڈخور کی تھیں۔ میرے والد (محمد شریف اللہ) کے دادا معیار میں دفن ہیں۔ سکھوں کے ہنگاموں میں عربی کلی نزد جہانگیر آباد جانا ہوا۔

دو قبریں متصل ہیں مرجع عام میں دو پیڑ اسکے قریب ہیں خارش پھوڑے پھنسیوں کے وقت لوگ اللہ سے دعا مانگنے مزار پر جاتے ہیں۔ میری شادی جمادی الثانی میں ہوئی۔

بچپن سے قصص الانبیاء پشتو نور نامہ وکلاں خورد وفات نامہ وجنگ نامہ حفظ کرایا جاتا۔ قرآن شریف اپنے والد سے پڑھا۔ دعائے گنج العرش بر زبان حفظ تھا۔ سورہ رحمٰن سورہ نور، سورہ یٰس، سورہ مزمل سورہ ملک والضحیٰ وغیرہ حفظ کئے میرے والد مجھے کہا کرتے تھے سحری کو چکی پیستے وقت حفظاً تلاوت کیا کرو تو بہت لطف ہوتا۔ ہم دھڑی چھ سیر گندم صبح تک پیس لیتے پھر کھیتوں تک جانے کے وقت تک لسی بھی تیار کر لیتے دہی وغیرہ صبح کھائی جاتی چائے کا رواج نہ تھا۔

دادی نے فرمایا۔ ۸ سال کی عمر میں صرف میر یاد کرانے کے لیے مولوی صاحب (مولانا عبدالحق) کو والد نے اکھوڑی کیملپور وہاں کسی تعلق اور واقفیت کی بناء پر روانہ کر دیا۔ (ذاتی ڈائری ص۸)

شیخ الحدیثؒ کے نانیھال کے بارہ میں کچھ مزید تفاصیل

میری دادی مرحومہ کے چھوٹے بھائی مولوی امیر اللہ صاحب جہانگیر آباد (مردان)، یعنی حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے ماموں نے اپنے خاندان کے بارے میں مجھے جو تفصیلات بتائیں اس سے کچھ مزید روشنی پڑتی ہے۔

۲۴ جولائی ۱۹۷۲ء انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہمارے والد (حضرت شیخ الحدیثؒ کے نانا) کا نام شریف اللہ قوم کرک خیل یوسف زئی افغان تھے مختلف مقامات پر علم دین حاصل کیا مگر زیادہ تعلیم لوند خوڑ (مردان) اپنے خسر مولانا قاسم خان مرحوم سے حاصل کیا جو مولوی سید الرحمٰن اور مولانا عبدالجمیل فاضل دیوبند کے دادا تھے (مولانا سید الرحمٰن مولوی فضل سبحان فاضل حقانیہ اور مولانا عزیز الرحمٰن لوند خوڑ کے والد تھے اور حاجی معروف گل مرحوم کے ہم زلف بھی تھے) مولانا محمد قاسم خان مرحوم کا تعلق پکھلی ہزارہ کے خوانین سے تھا ان کے والد صاحب یعنی دادی مرحومہ کے پرنانا پکھلی سے لوند خوڑ آئے تھے۔

جائیداد اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے ترک وطن کیا یا کوئی اور وجہ تھی وہاں کافی جائیداد تھی اور قاسم خان یہاں سے جا جا کر فروخت کرتے تھے اور گزارا کرتے تھے مولانا قاسم خان کے دو بیٹے تھے مولانا فضل الرحمٰن جو مولوی سید الرحمٰن کے والد تھے اور مولانا فضل الرحیم جو مولانا عبدالجلیل اور مولانا عبدالجمیل کے والد تھے۔ (مولانا عبدالجمیل دیوبند اور پھر اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلمیذ اور خادم خاص تھے۔ قیام دیوبند کے دوران وہ مولانا حسین احمد مرحوم کے انتہائی خطرناک اسفار میں خصوصی باڈی گارڈ کے خصوصی فرائض سرانجام دیتے رہے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت سے دورۂ حدیث پڑھا اور سب میں رشتہ کی وجہ سے ماموں صاحب کہلاتے تھے) مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا فضل الرحیم اچھے عالم اور حافظ بھی تھے۔ اور مختلف علاقوں میں کتابیں پڑھ چکے تھے۔ شریف اللہ کے والد (شیخ الحدیثؒ کے پرنانا کا نام ظریف خان تھا) جو طور ومایار منی خیل گاؤں سے عربی بانڈہ تخت بھائی آئے تھے اس علاقے کو لوگ باڈا یوسف زئی کہتے تھے۔ وہاں بھی رہٹ اور زمینیں تھیں۔

اور جائیداد ایک قومی مقابلہ میں ایک ہندوستانی نووارد جو غالباً سکھوں کے مقابلہ میں آیا تھا کو دیدیا۔ بھائیوں سے جھگڑا کر کے ناراض ہوتے اور وہاں سے اخوند پنجو باباؒ اکبرپورہ گئے وہاں سے ان کی اولاد میاں گان سے کسی سے شادی کرا دی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے علاقہ کے قریب ہوتے ان کے خیال سے عربی بانڈہ چلے گئے یہ مولوی وغیرہ نہیں تھے اور کافی جائیداد بنائی۔ اور کافی آپ نے میاں گان کو ہبتہً دیدی کہ طبیعت ایسی پائی تھی شریف اللہ کے دو بھائی تھے دیدار شاہ اور مہربان شاہ۔

دادی (شیخ الحدیث کی والدہ مرحومہ) کی والدہ صائم الدہر تھیں — رجب شعبان رمضان تینوں مہینے بالالتزام اور جمعرات جمعہ کو روزے رکھتی تھیں۔ دن رات ذکر واذکار میں گزرتے تھے۔ ذکر اذکار کرتے ہوئے روح پرواز کر گئی۔ اس وقت تم (سمیع الحق) بھی وہاں موجود تھے۔ اکوڑہ خٹک میں حاجی معروف گل صاحب شادی کی صورت ایسی پیدا ہوئی کہ شریف اللہ خان کے دو سگے بھتیجے میر افضل اور سید افضل اکوڑہ آتے جاتے رہتے تھے۔ اور تمہارے پردادا میر آفتاب کے مقتدی تھے ان کے ذریعہ سے تعارف ہوا تمہارے دادا مرحوم (یعنی حاجی معروف گل کی یہ دوسری شادی تھی) پہلی بیوی انتقال کر گئی تھی۔ تمہارے والد صاحب (حضرت شیخ الحدیث کی) کے ولادت محلہ باغبان کے قدیم مکان میں ہوئی۔ جہاں اب ان کا چچا عبدالرحمٰن اور اسکے بیٹے رہتے ہیں۔

(یہ مکان مشہور بزرگ حاجی سید مہربان علی شاہ کے گھر کے ساتھ متصل ہے دیواریں ملی ہیں) مولانا امیر اللہ صاحب نے مزید فرمایا یہ (حضرت شیخ الحدیثؒ) میرے ہم عمر تھے میں ان کے ساتھ طلب علم کے لیے عمرزئی گیا اور وہاں ایک مولوی صاحب سے منطق پڑھتے اور وہاں مسجد زرین خان میں رہتے تھے ان کی قابلیت کی وجہ سے ان کی بڑی عزت تھی۔ کافیہ گوجر گڑھی (مردان) میں پڑھا۔ ان کے والد مرحوم ان کو کسی حالت گھر نہیں آنے دیتے تھے۔ تاکہ

طلب علم سے ایک منٹ بھی انہیں فرصت نہ ہو۔

- بہت تنگ ہو جاتے تو اپنے ننھیال یعنی ہمارے گاؤں آجاتے تھے جو وہاں سے قریب تھا وہ طبعًا نہایت شریف متقی گویا "پاک فرشتہ" تھے کوئی عیب بچپن کا ان میں نہ تھا آپ کے دادا مولانا معروف گل فرماتے تھے ہم خٹک نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگ غوڑہ مرغئی نامی گاؤں جو کہ غزنی کے قریب سے آتے تھے یہ علاقہ یوسف زئی کا اصل مرکز ہے۔ تمہارے پردادا میر آفتاب مرحوم تھوڑے پڑھے لکھے تھے مگر عمل بہت پختہ تھا ان کے ایک بیٹے مولوی تھے وہ وفات پا گئے تو ان کے بھائی حاجی معروف گل بابا نے فرائض سنبھال لیے۔

میر آفتاب بابا کی سینکڑوں کنال زمینیں تھیں اور کافی کھیت باڑی تھی (جو اب بھی خاندان کی ملکیت ہے) اور اسے خود سنبھالتے تھے دود خرچ کرنے گئے تھے کبھی اپنے بیٹے حاجی معروف گل کے سسرال یعنی ہمارے گاؤں جہانگیر آباد بھی آجاتے تھے ان کا حلیہ یہ تھا سرخ سفید، مضبوط تنومند نہایت لمبا چوڑا قد اور اکہرا جسم تھا۔

شادی اور سسرال

میرے بڑے ماموں الحاج سیف الرحمن صاحب جہانگیرہ سے حضرت قدس سرہ کی شادی اور خاندان کے بارہ میں حسب ذیل تفصیلات معلوم ہوئیں۔

میری والدہ ماجدہ کا نام و نسب یہ ہے سیدہ بی بی ہاجرہ بنت عبدالغفار بن محمد طاہر بن محمد دیدارؒ ہے پرملی (ملاڑ) چھچھ میں دریا کے قریب محمد دیدار کا مزار زیارت گاہ عوام و خواص ہے غالبًا ان کے لڑکے محمد طاہر نے جہانگیرہ میں سکونت اختیار کی جو دریا کے راستہ سے بہت قریب پڑتا ہے والدہ ماجدہ کی ولادت ۱۹۱۶ء میں ہوئی ان کے بڑے بھائی میرے ماموں حاجی سیف الرحمن کی ولادت ۱۹۰۶ء میں اور دوسرے بھائی مولانا الحاج عبدالحنان کی ولادت ۱۹۱۲ء میں ہوئی انہوں نے کچھ تعلیم گھر پر حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند گئے وہاں حضرت شیخ الحدیث اور مولانا عبدالحنان ہم درس ہوتے بوجہ بیماری مولانا عبدالحنان دورۂ حدیث میں شرکت نہ کر سکے اور اس سال انہوں نے ادب وغیرہ کی کتابیں پڑھیں والد ماجدؒ کی شادی ۱۹۳۵ء میں ہوئی پیغام و پیام نکاح کا سلسلہ جناب مولانا قاضی عزیز الرحمن جہانگیروی کے اشارہ پر شروع ہوا جد امجد مرحوم اس سلسلہ میں آنے جانے لگے ماموں سیف الرحمن نے دیوبند سے اپنے بھائی مولانا عبدالحنان سے مشورہ لینا چاہا انہوں نے معاصرت کی وجہ سے یا بوجوہ انکار کر دیا مگر ماموں سیف الرحمن صاحب نے انہیں راضی کرنے کے لیے خط و کتابت جاری رکھی دیوبند میں مولانا عبدالحنان بیمار ہوتے تو بڑے بھائی مولانا سیف الرحمن علاج معالجے کے لیے وہاں گئے اسی رات حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا انتقال ہوا ماموں صاحب نے مولانا مدنی مرحوم سے سفارشی رقعہ لیا اور مولانا عبدالحنان کو بغرض علاج نابینا مرحوم کے پاس لے گئے واپس ہوتے تو بھائی کو مولانا مدنی مرحوم کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کو کہا معلوم نہیں کہ انہوں نے حضرتؒ سے مشورہ کیا یا نہیں مگر حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ مرحوم کے ساتھ گفتگو کی انہوں نے مشورہ دیا کہ عالم کے ساتھ دوستی اور رشتہ ہر چند مفید ہے عند اللہ بھی اجر ہوگا۔ اور اچھے خاندان کی وجہ سے دنیا میں بھی سب و شتم گالی ملامت سے محفوظ رہو گے آخر مولانا عبدالحنان راضی ہو گئے والد ماجدؒ کی شادی میں اکثر معززین اور سرحد کے ممتاز علماء نے شرکت کی برات جہانگیرہ گئی تو اکثر علماء و خوانین مثلاً مروت مولانا صاحب نوشہروی، صاحب حق صاحب جناب خان بہادر محمد زمان خان خٹک اور دیگر دیوبندی رفقاء و علماء احباب موجود تھے۔ رات بھر جہانگیرہ میں مجلس وعظ رہا علماء کرام تقاریر کرتے رہے اس موقع پر خان بہادر خان مرحوم کی تحریک پر ایک متفقہ فیصلہ بھی لکھوایا گیا کہ انگریزوں سے ہر قسم کی اعانت حرام ہے یہ فیصلہ قلمبند کیا گیا اور علماء نے اس پر دستخط کیے۔ (روایت مولانا الحاج سیف الرحمن صاحب جہانگیرہ)

- میری نانی صاحبہ جہانگیرہ کے مزار پر کتبہ درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تاریخ وفات والدہ حاجی سیف الرحمن

عبدالحنان ۔ ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء

یکم محرم ۱۳۶۵ھ

خیبر ہسپتال پشاور میں برائے علاج قیام

۹ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ ۱۷ ستمبر ۸۳ء

حضرت خیبر ہسپتال پشاور میں زیر علاج ہیں ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ عید بھی یہاں گذاریں کیونکہ گھر میں لوگوں کا ہجوم صحت کو دوبارہ بگاڑ دے گا اور ملاقاتیوں کو روکنا مشکل ہوگا کل عیدگاہ میں پہلی دفعہ حضرت کا خطاب نہیں ہوگا اور میں نے پہلی دفعہ تقریر کرنی ہے اس اہم مرحلہ پر حضرت نے خصوصی دعائیں دیں اور ہدایات بھی کہ گاؤں کے کسی معاملہ پر یا کسی ایک گروہ یا بلدیاتی مسائل کی طرف خطاب میں کوئی تعرض نہ کریں۔

۱۶ ذی الحجہ حضرت ہسپتال سے گھر تشریف لائے تقریبًا ایک ماہ ہسپتال میں زیر علاج رہے ڈاکٹر ناصر الدین اعظم اور ڈاکٹر صاحبزادہ وحید ماہرین امراض قلب نے بڑی عقیدت سے تیمارداری کی دل کی تکلیف کی وجہ سے کمرہ نمبر ۱ سی سی آئی میں بھی کئی دن گذارے پھر امراض قلب کی و سے سی سی یو بھی منتقل ہوئے دل کی تکلیف کم ہوئی سخت پابندی کے باوجود ملاقاتیوں کا شب و روز ہجوم رہا۔

۲۵ ذی الحجہ۔ طویل علالت کے بعد آج پہلی بار دارالعلوم تشریف میں اس وقت دارالحدیث میں ترمذی پڑھا رہا تھا دفتر اہتمام میں تشریف ہوتے ان کی آمد سے دوبارہ بہار آئی۔

چاند کی تسخیر کے مسئلہ

چاند کی تسخیر کا مسئلہ پیش آیا تو حضرت شیخ الحدیث نے شد و مد سے اس کی تائید کی اور اسلام پر اس کے غیر اثر انداز ہونے کو واضح کرتے رہے ضعف اور عوارض و امراض کے باوجود وہ خود بنفس نفیس اس موضوع پر گئی تقریر تحریر فرمائی اور جو ماہنامہ الحق اگست ۶۹ء میں شائع ہوئی۔ چاند کی تسخیر کا مضمون بے حد پسند کیا گیا روزنامہ جنگ نے ۱۷، اگست ۶۹ء کے پرچے میں اسے شائع کیا ہفت روزہ چٹان کے علاوہ دیگر کئی پرچوں نے اسے نقل کیا اور افغانستان کے رسائل میں پشتو اور فارسی میں ترجمے شائع ہوتے۔ حضرت کے مفصل بیان کے بعد اس مضمون پر علماء میں نزاع ختم ہوا اور لوگوں کو تسلی ہوئی۔ (ص۴۹)

صدر یحییٰ بے کار آدمی ہے ان سے ملنا فضول ہے

صدر یحییٰ کے ملٹری سیکرٹری نے رات کو فون کر کے اصرار کیا کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صدر یحییٰ سے ملاقات کریں اور مجھے کہا کہ حضرت سے اجازت لے کر وقت متعین کر دیا جائے گا۔ میں نے حضرت تک بات پہنچا دی — مگر حضرت شیخ الحدیث کی فراست انہیں اس کی اجازت نہیں دے رہی تھی بڑے پریشان ہوتے دوسرے روز مجھے درسگاہ میں آ کر بلایا اور کہہ دیا کہ صدر کے ملٹری سیکرٹری کا فون آئے صدر سے ملاقات کے لیے وقت کا تعین نہ کرو بے کار آدمی سے ملنا فضول ہے۔ ص۵

حضورؐ کا منامی ارشاد جو تیسرے روز پورا ہوا

ایک متورع طالب علم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ مولانا عبدالحق کی شکل و صورت میں ہیں پھر حضور اقدسؐ نے خواب میں حضرت مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

اپنی اس امت (مراد دارالعلوم کے طلباء تھے) کو سمجھاؤ کہ عورتوں کی طرف نہ دیکھیں، اس خواب کے دو دن بعد اس وقت کے صدر مملکت یحییٰ خان کی اہلیہ، بیٹی و دیگر محترم خواتین (جس میں مشرقی پاکستان کی کچھ بیگمات بھی شامل تھیں) حضرت سے ملنے اور دعا و تعویذ اور نصیحت طلب کرنے کے لیے آئیں اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ کون ہیں۔

مسجد کے مغربی جانب ناظم مولانا سلطان محمود مرحوم کے کوارٹر میں انہیں بٹھایا گیا حضرت درس سے فارغ ہوئے اور ایک کونے میں آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے دعا و تعویذ طلب کئے اسی اثنا میں کسی خاتون کے منہ سے نکلا کہ صدر یحییٰ کی اس بچی کے لیے امتحان میں پاس ہونے کی دعا فرما دیں۔

اس طرح راز کھل گیا حضرت نے صدر کی بیوی کو صدر ایوب خان کے زوال کے اسباب کی طرف متوجہ کیا کہ اپنے شوہر سے کہہ دو کہ ان سے نصیحت لیکر مجلس میں عائلی قوانین وغیرہ کی تنسیخ پر زور دیا اور اس کی تشریح کی۔ انہوں نے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا تو فرمایا۔

ہمارا نذرانہ صرف یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرو، عہدہ، منصب مال و دولت کے ہم طلب گار نہیں۔

وہ انتہائی متاثر ہو کر آداب بجا لاتے ہوتے واپس چلی گئیں اور آئندہ بھی استفادہ کے لیے حاضری کی خواہش ظاہر کی تھی وہ بڑی بڑی گاڑیوں میں آئی تھیں اور بجائے خود دعوت تماشہ تھیں جاتے وقت دارالعلوم کے طالب علم آس پاس جمع ہو گئے تو حضرت نے خدام کو بھیجا کہ طلبہ کو سختی سے ڈانٹ کر ہٹا دیں اور کہا کہ عورتوں کی جانب نہ دیکھیں اس طرح دو دن کے بعد خواب کی عملی تعبیر ظاہر ہوئی۔

تواضع کی ایک مثال

ایک ڈی ایس پی صاحب آئے اور حضرت کے قدموں میں گر پڑے حضرت نے انہیں اٹھا کر فرمایا۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ
تواضع زگردن فرازاں نکواست

حضرت کی ایسی تواضع تھی کہ وعظ میں بھی عوام کو مخاطب کرتے تو ان کو احساس دلاتے کہ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے مثلاً فرماتے کہ مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث تو ضرور سنی ہوگی، بخاری شریف میں پڑھا ہوگا۔

تلاوت

تلاوت سے بے انتہا شغف رہتا، بالخصوص رمضان میں تو دن رات یہی شغل رہتا مزاولت اس قدر تھی کہ تراویح میں فاتح کو بھی بہت کم فتح کا موقع ملتا حضرت اکثر حافظ کی تصحیح کر لیتے اور سالہا سال تک دارالعلوم کے مخلص رکن حافظ سید نور بادشاہ کو منزل سنانے کی سعادت مستقلاً حاصل رہی جو اب حضرت کے ساتھ ان کے مقبرہ میں آسودۂ خواب ہیں۔

برادرم انوار الحق کے حفظ کی تکمیل سے انہیں انتہائی مسرت ہوئی۔

مسلم لیگیوں پر مولانا مدنیؒ کی ایک ظرافت آمیز طنز

۸، اپریل مطابق ۲۵، شعبان سنہ والد ماجد کو حضرۃ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کا خط ملا۔ دارالعلوم حقانیہ کی نئی عمارت کے افتتاح کے لیے خط و کتابت ہو رہی تھی اس خط کا ایک اقتباس یہ ہے۔

"میں بوڑھا ہو چکا ہوں میں اب جیل نہیں جا سکتا۔ لیگی مجھے کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔"

◆

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

دار العلوم حقانیہ تاسیس و ارتقاء، اکابر علماء و مشائخ کی آراء، مجلس شوریٰ، تعمیرات اور مشاہیر و زعماء امت کی تشریف آوری

دار العلوم کی جدید تعمیر میں مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس

۱۶ ستمبر بروز اتوار سنہ دار العلوم کی جدید تعمیر میں مجلس شوریٰ کا تیسرا اجلاس منعقد ہوا جو نئی تعمیر میں پہلا اجلاس تھا۔ میاں رسول شاہ صاحب کاکاخیل نے صدارت فرمائی اور دار العلوم کے سالانہ بجٹ کی منظوری دی گئی۔ دیگر فیصلوں کے علاوہ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ تعلیم و تدریس کو قدیم احاطہ مسجد اکوڑہ سے جدید تعمیر میں منتقل کیا جائے اجلاس میں علماء و شرفاء اور خواتین نے شرکت کی۔ ۱۸ ستمبر کو مقامی اراکین اور والد ماجد نے فیصلہ کیا کہ جمعرات ۱۴ صفر کو جدید تعمیر میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

۲۰ ستمبر مطابق ۱۴ صفر دار العلوم کی موجودہ عمارت میں ختم کلام پاک سے باقاعدہ تعلیم و تدریس کا آغاز ہوا۔ والد صاحب نے افتتاحی تقریر کی۔ اور دار العلوم حقانیہ کے دور ماضی کے ضمن میں دار العلوم دیوبند کے حالات بھی بیان فرمائے۔ اسی طرح آج کا دن سرحد کی علمی تاریخ اور دار العلوم حقانیہ کی حیات میں تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔

دار العلوم میں تدریس کا آغاز

حضرت شیخ الحدیث نے حسبۃً للہ اپنی مسجد میں ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ کو باقاعدہ دار العلوم کا تدریس کا آغاز کیا افتتاح کے وقت دورۂ حدیث کے علاوہ اور کئی سال تک مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، ہدایہ آخرین اور صبح ترجمہ قرآن بھی خود پڑھاتے رہے ۱۵، ۱۶ گھنٹے تدریس پر لگ جاتے۔ اس وقت طالب علموں نے مسجد کی دیوار پر از خود "دار العلوم حقانی" لکھ دیا جو بعد میں حقانیہ سے تبدیل ہوگیا نام کے مجوزین میں مولانا سید گل بادشاہ طورو مرحوم سرفہرست تھے۔

حضرت خود فرمایا کرتے کہ تین چار سال تک ہم نے نہ تو دار العلوم کا نام مشتہر کیا اور نہ نام رکھنے کے لیے کوئی فکر کی نہ دار العلوم کو مشتہر کرنے کے لیے کوئی اشتہار شائع کیا اور نہ باقاعدہ کسی چندہ کی تحریک کی، سارے معاملے اللہ کی طرف سے حل ہوتے گئے اور تدریسی کام ایک مستقل دار العلوم کی شکل اختیار کرتا گیا، ابتدا میں طلبہ نے بڑی محنتیں اور مشقتیں برداشت کیں ان کے خلوص کی برکتیں آج ظاہر ہو رہی ہیں۔

احاطہ بندی

۶ ستمبر ۵۳ء۔ دار العلوم حقانیہ کی زمین کی احاطہ بندی شروع ہوئی علماء و اراکین، طلباء و اساتذہ بنفس نفیس دار العلوم کی بنیادوں کے لیے پتھر سروں پر اٹھا اٹھا کر حاجی عبد الصمد صاحب کی دی ہوئی تجویز کردہ زمین سے لائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں موجودہ حصہ زمین کا انتخاب ہو چکا ہے۔

دار العلوم حقانیہ اور الحق خرق عادت ہے (مولانا افغانی مرحوم)

۷ نومبر ۷۶ء ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

ترنگ زئی میں مولانا شمس الحق افغانی سے ملاقات ہوئی نماز عصر ان کے ساتھ پڑھی کافی دیر ماہنامہ الحق کا ذکر کرتے رہے فرمایا الحق اس وقت اہم ترین رسالہ ہے یہ جامع الاذواق ہے ہر ذوق کا اس میں لحاظ ہوتا ہے ہمارے ملک (سرحد) میں الحق کا وجود خرق عادت ہے جیسا کہ دار العلوم حقانیہ کا وجود خرق عادت ہے۔

کنوئیں کی کھدائی

۷ دسمبر ۵۳ء۔ دار العلوم حقانیہ میں جنوبی جانب (جواب احاطہ محمودیہ ہاسٹل کو اترنے والی سیڑھیوں کے سرے پر ہے اور ویران ہے) کنوئیں کی کھدائی شروع ہوئی پہلی کدال برادرم اظہار الحق نے ماری۔

ایک جلسہ دستار بندی

۱۸ اپریل ۵۴ء ۱۴ شعبان ۷۳ھ

دار العلوم کا جلسہ دستار بندی شروع ہوا صدارت بندی مولانا نصیر الدین غورغشتوی نے کرنی تھی کہ ظالم حکومت نے انہیں راستہ میں روک کر واپس کر دیا مفتی محمد نعیم لدھیانوی نے صدارت فرمائی والد ماجد نے روئیداد مدرسہ سنائی۔ اکیاسی فضلاء کی دستار بندی ہوئی بعد از عصر دار العلوم کے ایک حصے کا سنگ بنیاد حسب علماء کے اتفاق سے حضرت والد صاحب نے رکھا۔ تقریب مولانا عبد الحنان ہزاروی، مولانا بہاء الحق قاسمی، مفتی محمد نعیم، حضرت بادشاہ گل خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم موجود تھے دوسری نشست رات کو میاں مسرت شاہ کاکاخیل کی صدارت میں ہوئی، تیسری نشست

دوسرے دن پیر قاضی امین الحق اکوڑہ کی صدارت میں ہوئی حافظ اللہ دسایا ڈیرہ غازی خان مولانا مصلح الدین مردان مولانا عبدالحنان ہزاروی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی اور مولانا گل بادشاہ صدر جمعیۃ علماء نے تقریریں کیں۔

مدینہ کی خوشبو

۲۲ر اپریل ۵۴ء۔ ۲۰ شعبان ۷۳ھ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن کاملپوری اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی تشریف لاتے اور زیر تعمیر احاطہ دارالعلوم میں حضرت کی معیت میں گئے اور بنیادوں میں مبارک ہاتھوں سے پتھر ڈالے۔ مولانا درخواستی نے فرمایا کہ یہاں سے مجھے مدینہ کی خوشبو آتی ہے اور سامنے پہاڑ (دریائے کابل کے متصل مصری بانڈہ کا پہاڑ) گویا مدینہ جیسا منظر پیش کر رہا ہے۔

تعمیری سامان

۶ر ستمبر ۵۵ء بروز منگل ۱۰ر محرم ۷۵ھ۔ زیر تعمیر عمارت کے لیے پتھر اینٹ وغیرہ جمع کئے جا رہے تھے ایک لاکھ اینٹ جمع ہو گئی۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم واجعلها مباركًا ومصدرًا للعلوم ودينك يجرى منه الانهار والبحار۔

۷ر ستمبر زیر تعمیر رقبہ پر بجلی کی مین لائن میں تبدیلی کی کوشش جاری ہے کیونکہ بجلی والوں نے ممانعت کا نوٹس بھیجا ہے بجلی کے اعلیٰ افسران نے معائنہ کیا اور ایک نیک دل ہندوستانی افسر کی وجہ سے مسئلہ حل ہوا۔

باضابطہ سنگِ بنیاد کے لیے دارالحدیث کا انتخاب سنت نبوی کی عجیب متابعت

۱۲ر اکتوبر ۵۵ء مطابق، صفر ۱۳۷۵ھ بنیادیں بھری جا رہی ہیں ۳۰، ۳۵ مزدور آج کام کر رہے ہیں آج والد ماجد اور دیگر اساتذہ طلباء و اراکین نئی زیر تعمیر عمارت میں تشریف لے گئے۔ بنیادیں چونے گارے سے بھر گئی ہیں باضابطہ سنگ بنیاد رکھنا تھا ایک پتھر منتخب کیا گیا والد ماجد صدر صاحب (مولانا عبدالغفور سواتی) اور دیگر حاضرین نے طویل خشوع و خضوع سے دعا کی قبولیت کے آثار نمایاں تھے والد ماجد نے سنت نبوی کے اتباع میں پتھر ایک چادر میں رکھنے کی تجویز پیش کی اس پر سب خوش ہوتے اساتذہ طلباء سب نے مل کر پتھر اٹھوایا پھر نہایت عاجزی سے والد ماجد نے دعا کی اور واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم کا ورد کرتے رہے سب آمین کہہ رہے تھے پھر سارے حاضرین نے حضرت صدر صاحب کے کہنے پر تین مرتبہ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم پڑھا اور سب نے عاجزی خشوع سے دعا کی قبولیت کے آثار و انوار نمایاں تھے۔

ایک کیفیت و سرمستی سب حاضرین پر طاری تھی عجیب دلکش منظر تھا پھر والد ماجد اور حضرت صدر صاحب (مولانا عبدالغفور سواتی مرحوم) نے مل کر پتھر چادر سے اٹھایا اور موجودہ دارالحدیث کی مغربی سمت سے شمالی کونے میں رکھ دیا خداوند کریم اس عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر علوم و معارف الٰہیہ کی نشر و اشاعت و حفاظتِ اسلام کا ذریعہ بنا دے اور اسلام کے لیے ایک مضبوط ناقابل شکست قلعہ اور چھاؤنی ثابت ہو۔

زیر تعمیر دارالعلوم کی سرزمین پر ایک درد انگیز شعر

تعمیر دارالعلوم جاری ہے کسی دل جلے نے بڑا عارفانہ شعر نصب شدہ بورڈ پر لکھا ہے۔

ایے م پس له موکه کړې خوږے په دمے چمن کښې
چه حسن م دفکو شي ظاهر په یاسمن کښې

رات کو اختتامی درس حدیث

۱۹۵۹ء، ۱۳۷۸ھ

۱۰ر شعبان ۱۳۷۸ھ ۱۹ر فروری ۵۹ء بخاری شریف کا آخری درس ہوا ہمارے دورہ حدیث کا سال ہے آخری پارہ رات کے بارہ بجے تک پڑھا گیا طلبہ نے تناوبًا قرأت علی الشیخ کیا۔ ۶ر اوراق کی قرأت اس سیہ کار کی قسمت میں آئی دوسرے دن میرے والد استاد اور مرشد نے بعد از نماز جمعہ ختم بخاری شریف کرایا۔ الوداعی تقریر نہایت پر درد تھی سینکڑوں افراد جمع تھے ہم سب رفقاء درس ان سعیکم لشتّٰی کے چوراہے پر ہیں جدائی کے غم کے جذبات شیخ اور تلامذہ سب پر نمایاں تھے۔ اللهم اخترنا لخدمة دين نبينا الكريم۔

حضرت کا منبر پر پہلا خطبہ

۱۸ر شعبان ۷۸ھ ۲۷ر فروری ۵۹ء۔ حضرت کے منبر محلہ کی مسجد پر احقر نے زندگی کا پہلا خطبہ دیا اور پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔

مولانا غور غشتی کی آمد

۳ر مارچ ۵۹ء مولانا غورغشتیؒ تشریف لائے اور پھر بنول کسی جلسہ میں چلے گئے۔

شعبہ اسلامیہ ہائی سکول تعلیم القرآن کی جدید عمارت

۱۷ر مئی ۱۹۶۵ء کو دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ اسلامیہ سکول تعلیم القرآن

کی جدید عمارت دارالعلوم کی مشرقی جانب میں تعلیم کا آغاز ہوا ختم کلام پاک اور والد صاحب کے دعائیہ کلمات سے افتتاح ہوا۔

حقانیہ حضور اقدسؐ کا اعجاز ہے، علامہ رسول خان ہزارویؒ

۱۸؍ اکتوبر ۶۵ء

جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ کے سلسلہ میں حضرتؒ نے لاہور کا سفر کیا احقر بھی ساتھ تھا استاذ الکل مولانا رسول خان صاحب نے ایک مجلس میں والد ماجدؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ” آپ کا مدرسہ ماشاء اللہ علمی حیثیت (اس لفظ پر زور دیتے ہوئے) سے سارے مدارس میں ممتاز ہے اس لیے کہ آپ وہاں صرف فنون والے مدرس نہیں رکھتے بلکہ فن دان ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ آپ نے اپنے علاقہ فرنٹیر میں دین کی جو خدمت کی ہے اس کی نظیر نہیں ہے۔

وقفہ کے بعد پھر فرمایا کہ ایسے علاقہ میں ایسا مدرسہ چلانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ ایسے اجہل الناس ماحل میں ایسا کام ہوا۔ فرمایا کہ منطق کے بغیر حسامی کا باب القیاس بھی سمجھا نہیں جا سکتا پھر دیر تک منطق و فلسفہ کی اہمیت و ضرورت اور اصول فقہ کے لیے اس کی ضرورت پر گفتگو فرماتے رہے۔

مولانا عبدالمالک صدیقیؒ

۱۹؍ ستمبر ۶۷ء

شیخ طریقت مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی دارالعلوم تشریف لائے رات قیام رہا بعد از عصر مسجد میں استغناء اہل علم اور عبارات سے غفلت پر خطاب فرمایا تقریر میں جماعت تبلیغی پر بھی تنقید کی بعد از مغرب و عشاء کافی طلبہ و اساتذہ ان سے بیعت ہوئے اس سے قبل بھی بارہا آپ کی آمد ہوتی رہی ہے۔

مولانا غور غشتی

۱۱؍ مئی ۶۸ء شیخ الحدیث مولانا غور غشتی تشریف لاتے طویل دعا فرمائی والد صاحب کی معیت میں اتمانزئی گئے اور مدرسہ نعمانیہ کے جلسہ میں شرکت کی۔

مولانا افغانی کی آمد

۲۰؍ جولائی ۶۸ء مولانا شمس الحق افغانی کی آمد ہوئی دارالحدیث میں فضیلت علم پر خطاب ہوا پھر حضرتؒ کی معیت میں تربیلہ گئے جہاں دونوں نے سیرت پر خطاب فرمایا۔

قاری محمد طیب قاسمی کی آمد

۱۲؍ اکتوبر ۱۹۶۸ء قاری محمد طیب قاسمیؒ کو لانے کے لیے ہری پور ساڑھے تین بجے کار میں لے کر ہری پور سے چلے تربیلہ اور پھر بھوئی حضرت (مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ) کی رہائش گاہ سے ہوتے ہوتے سوا سات بجے اکوڑہ خٹک پہنچے، راستہ میں اٹک اور دریائے کابل و سندھ کے سنگم اور پر فضا مناظر سے بہت محظوظ ہوئے اور جدید طریقوں سے ترقی نہ دینے پر افسوس کا اظہار کرتے رہے اور فرمایا کہ دیگر ممالک ایسے مقامات سے عجیب تفریحی علاقے بنا دیتے ہیں۔

اکوڑہ میں شاندار استقبال ہوا رات آرام فرمایا صبح ۹ بجے مدرسہ تعلیم القرآن، حقانیہ سکول کا معائنہ فرمایا اور علم کے ساتھ عمل کی اہمیت پر مفصل خطاب فرمایا بعد از دوپہر واپس ہوئے۔

دارالعلوم کے بارے میں مطمئن رہیئے

حضرت سے عرض کیا گیا حضرت! دارالعلوم حقانیہ کے لیے دعا فرما دیں۔ ارشاد فرمایا حقانیہ کو ہم نے اپنا مدرسہ سمجھ لیا ہے اس کیلئے دعا کرنا میرا فریضہ ہے اس کا وجود ہماری صبح و شام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے پھر ارشاد فرمایا۔ آپ لوگ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں مطمئن رہیئے لوگ آپ کے مقابلہ میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کا فکر نہ کریں حق کے مقابلہ میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ابھی خیال کیا اور اپنے فریضہ میں کوتاہی کی کہ حقانیہ حاضر نہیں ہوا موقع ملنے پر آؤں گا ـــــ اس کے بعد متعدد مواقع پر دارالعلوم تشریف لائے اور دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے رہے۔

حضرتؒ کے حکم پر لاہور دورۂ تفسیر کیلئے روانگی

احقر ۹؍ مارچ ۵۹ء ۲۸؍ شعبان ۷۸ھ حضرت کے حکم پر شیخ التفسیر لاہوری کے دورہ تفسیر میں شمولیت کے لیے لاہور روانہ ہوا۔ ۱۱؍ مارچ یکم رمضان کو درس کا آغاز ہوا۔

مصر کی حمایت میں کل جماعتی احتجاجی جلسہ کی صدارت

۲؍ نومبر بروز جمعہ اسرائیل کی مصر پر ظالمانہ جارحیت کے خلاف دربار مسجد اکوڑہ خٹک میں ایک کل جماعتی عظیم احتجاجی اجلاس منعقد ہوا۔ صدارت والد ماجد نے فرمائی۔ حضرت نے قضیۂ مصر کے متعلق تقریر کی اور مسلمانوں سے امداد کی اپیل کی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ عرب و عجم کے علماء و مشائخ کی نظر میں

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

صوبہ سرحد کا قطب العالم

حضرت مولانا عبدالمتین صاحب خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، ساکن پھولباڑی (بنگلہ دیش) نے اکوڑہ خٹک میں حاضری کے بعد جب راولپنڈی واپس ہوئے تو راستہ میں جناب حاجی محمود صاحب صرافہ بازار مالاباری کو فرمایا کہ :

"میں نے مولانا عبدالحق صاحب کو صوبہ سرحد کا قطب العالم پایا"
(از مکتوب الحاج محمود صاحب) (ص۱۳۱)

میرا سفر کامیاب ہوا

یہی حضرت مولانا عبدالمتین صاحب تبلیغی سفر کے سلسلہ میں لندن تشریف لے گئے تو وہاں سے الحاج محمود صاحب پنڈی والے کو خط میں تحریر فرمایا کہ :

"حضرت مولانا عبدالحق زید مجدہم مجھ جیسے طفل مکتب سے جس قدر تواضع اور خلوص و محبت سے پیش آتے خیال کرتا ہوں کہ میرا سفر کامیاب ہو گیا ہے۔ (مکتوب بنام حاجی محمود) (ص۱۳)

سچے دیوبندی، پورے مدنی

یہی حضرت عبدالمتین صاحب جب اکوڑہ خٹک میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تو اپنے رفقاء کو بار بار فرماتے رہے کہ حضرت مولانا (عبدالحق) صاحب سچے دیوبندی اور پورے مدنی ہیں۔ (ص۱۳۱)

مولانا عبدالحق کو اہل حق سے سمجھتا ہوں۔ (مولانا مفتی محمد شفیع)

(یکم ستمبر ۷۰ء کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے مجھے ایک ملاقات کے موقع پر فرمایا کہ اپنے والد ماجد (مولانا عبدالحق) کو کہیں کہ حضرت مفتی صاحب فرماتے تھے کہ میں حضرت کو اہل حق میں سے سمجھتا ہوں اگر حضرت سوشلزم اور جمعیۃ علماء کے مسئلہ کے بارے میں اپنے ساتھیوں کو مجبور کریں اور کوئی قدم اٹھائیں یا پھر ان سے براءت کا اظہار کر دیں تو یہ دین کے لیے اعزاز ہوگا۔

مولانا محی الدین خان ایڈیٹر "مدینہ" و "نیا زمانہ" ڈھاکہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث کے فیض سے نہ صرف مغربی پاکستان بلکہ پورا مشرقی پاکستان فیض یاب ہو رہا ہے، ہم حضرت کی رہنمائی اور ماہنامہ الحق کی فکری رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

مفتی محمد شفیع سرگودھوی مرحوم

۸ر ستمبر ۵۲ء بعض اراکین کے ساتھ سرگودھا حجاج کے استقبال کے لیے گیا جامع مسجد میں مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کی زیارت کرنے گئے تعارف کے بعد بڑی شفقت فرمائی، نام سن کر کہا خدا اسم بامسمّٰی کرے پھر فرمانے لگے کہ اسم بامسمی تو آپ کے والد ماجد ہیں انھوں نے صحیح معنوں میں عبدیت کا مقام پہچانا ہے ان کی زندگی سب کے لیے نمونۂ عمل ہے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عادات و اطوار تو اس کے بھی انشاء اللہ اچھے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹیاں مولانا عبدالحق رحمہ کے ذریعہ تقسیم ہو رہی ہیں۔ (علامہ سلیمان ندوی)

حضرت مولانا محمد اشرف خان ایم اے (پشاور) خلیفہ مجاز سید سلیمان ندوی نے خواب دیکھا۔

جسے انہوں نے ۱۹ر ذی قعدہ ۸۶ھ کو بانہ ماڑی پشاور میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ، ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد زکریا بنوری مرحوم اور مولانا محمد ایوب جان بنوری اکابر علماء کی مجلس میں سنایا۔ کہ میں نے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ سے بہت خوش ہیں اور فرماتے ہیں کہ "صوبہ سرحد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹیاں ان کے ذریعہ سے تقسیم ہو رہی ہیں"۔

حضرت مولانا محمد اشرف نے فرمایا کہ کئی دن سے مولانا کی خدمت میں نہ جا سکا جس کا افسوس ہے کیونکہ ان کی صحبت میں میں نے رقت پائی ہے۔ ص۱۳

حضرت شیخ الحدیث رحمہ کی تواضع، فطرت ہے تصنع نہیں

خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ ہمیشہ حضرت شیخ الحدیث کے خاص وصف تواضع سے بے حد متاثر رہے اور فرمایا کہ حضرت "مولانا عبدالحق کی تواضع فنائیت ان کی فطرت ہے تصنع سے نہیں بلکہ طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی سوشلزم کے مسئلہ پر اپنی مہم کے دوران صوبہ سرحد میں داخل ہوئے تو حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا، ملنے آرہا ہوں۔ حضرت کی مجھ پر شفقت ہے میں حضرت کو اپنا بزرگ سمجھتا ہوں نوشہرہ میں ڈاکٹر عطاء الرحمن پاپولر (جو قاضی حسین احمد

امیر جماعت اسلامی کے بڑے بھائی ہیں) کے مکان پر مولانا احتشام الحق نے فرمایا مجھے پاکستان میں اس وقت عزیز ترین ذات حضرت مولانا عبدالحق ہے مجھے ان کے ایمان و اخلاص پر یقین ہے۔ دوسرے دن ۹½ دارالعلوم تشریف لاتے تو یہاں بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار دفتر اہتمام میں کرتے رہتے۔ حضرت نے بھی ان کے استقبالیہ تقریر میں طلبہ سے ان کے فضائل، رتبہ و مقام اور حضرت تھانوی سے نسبت اور دارالعلوم کی محبت کا ذکر کیا۔ (ذاتی ڈائری ص۱۰۱)

مولانا رح نے حضرۃ غورغشتوی کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں اور سینہ پر پھیرایا

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی قدس سرہ ۲۵ محرم بروز ہفتہ بمطابق ۶ مئی ۶۷ء ساڑھے تین بجے دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے دفتر میں گھنٹہ دو گھنٹہ آرام کیا تحیۃ الوضو کے بعد والد صاحب ان کے قریب مودبانہ دوزانو بیٹھے پھر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے ان سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھروایا۔ والد گرامی حضرت مولانا صاحب کے دیر تک سینہ قلب اور آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے رہے اور دعائیں کرتے رہے اس وقت آپ پر ایک خاص رنگ چڑھا تھا اور دونوں حضرات انتہائی خشوع میں ڈوب گئے تھے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رح نے نماز عصر پڑھائی بعد از نماز حضرت مولانا عبدالحق رح نے انہیں جامع مسجد دارالعلوم کا اندرونی حصہ دکھایا دیر تک مسجد میں بھی دعائیں کرتے رہے اور یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ ہماری جگہ کو بھی (غورغشتی کی درسگاہ) اپنے دینی چرچل سے آباد رکھ اور ویران نہ فرما۔ (ذاتی ڈائری ص۱۱۲)

دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحق کا شہرہ، وہ حضرۃ مدنی رح کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

(ڈاکٹر رشید احمد جالندھری)

جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد کہتے ہیں کہ میں نے دیوبند میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے مشکوٰۃ شریف پڑھی آپ نے مشکوٰۃ کی اختتامی تقریب کے لیے حضرت مدنی کو دعوت دی۔ ان کی اختتامی تقریر مجھے یاد ہے۔ جناب ڈاکٹر رشید احمد صاحب نے یہ بھی کہا کہ دیوبند میں بھی مولانا عبدالحق کے علم و عمل کا بڑا شہرہ تھا وہ مولانا مدنی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے تواضع اور انکساری اور طلبہ سے شفقت ان کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھی، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالحق کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ دیوبند میں مجھے داخلہ ان کی سفارش کی وجہ سے ملا اس سے قبل ہم جالندھر میں پڑھتے تھے مولانا عبدالحق رح امتحانات کے لیے دیوبند سے آتے تھے اور احقر سے اور صاحبزادہ مولانا عطاء المنعم بخاری سے شرح جامی کا امتحان لیا تھا دیوبند میں مولانا نے میری سفارش کی کہ لڑکا ذہین ہے اگر پڑھ گیا تو کام کا ہوگا۔ (ذاتی ڈائری ص۱۰۱)

مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت سے ملاقات

حضرت والد ماجد رح نے فرمایا مجھے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم دہلوی بانی تبلیغی جماعت سے کئی دفعہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا میں دیوبند سے ان کی ملاقات کے لیے جایا کرتا تھا ان کی جماعت میں اگرچہ ان ہی کے مخصوص طرز پر تعلیمی اور تدریسی مصروفیات کی وجہ سے کام کرنے کا موقعہ نہ ملا تاہم دین کی انہوں نے بہت بڑی خدمت انجام دی۔ ص۲۹

حضرۃ ضیاء المشائخ مجددی اور حضرۃ فضل عثمان مجددی کا اظہار عقیدت

افغانستان کے حضرت ملا شور بازار کے فرزند مقیم لاہور حضرت فضل عثمان المجددی بار بار دارالعلوم آتے اور ہر بار پوری نیازمندی کا اظہار کرتے ہوئے تشریف لاتے۔ ۲۰، رجب ۹۵ھ کو جمعہ کے روز گھر پر تشریف لاتے اور تقریر میں حضرت کو مولانا و استاذنا سے خطاب فرمایا اور تقریر میں کہا۔

ہمارا تعلق دوستی و ظاہرداری کا نہیں بلکہ واقعۃً آپ سے اخلاص و محبت اور عقیدت ہے اور اس لیے کہ آپ کے فیض سے عالم اسلام بالخصوص افغانستان فیض یاب ہو رہا ہے۔

یہی حال عقیدت و محبت کا اس خانقاہ کے جناب آغا ابراہیم جان ضیاء المشائخ کا آخر تک رہا۔

حجاز و شام کے مشائخ کے دلوں میں

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب سابق مدرس و فاضل دارالعلوم حقانیہ نے مدینہ طیبہ سے ایک خط میں لکھا کہ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی کی مجلس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی بیماری کا تذکرہ ہوا اور ان کے سلام پیش کیے تو فرمانے لگے کہ:

”شیخ الحدیث مولانا عبدالحق تو میرے دل میں ہیں وہ دین کے خادم ہیں اپنی ہمت سے زیادہ دین کے کام کر رہے ہیں میرا دل ان کیلئے دعائیں دیتا ہے اللہ تعالیٰ دارالعلوم کی سرپرستی کے لیے انہیں صحتِ کاملہ بخشے“

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے مزید کہا کہ:

”حلب کے مشہور بزرگ شیخ عبدالقادر عیسیٰ سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی وہ بھی تسلیمات مسنونہ اور دعوات بزرگوارم (حضرت شیخ الحدیث رح) کی خدمت میں پیش کر رہے تھے“ (ص۱۳۱)

مولانا عبدالحق میں کسی گناہ کا اثر تک محسوس نہیں کیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کے ایک دیرینہ رفیق (مولانا

انورشاہ سکنہ فورٹ سنڈیمن بلوچستان) جو تقریباً چار سال تک حضرت کے زمانہ طالب علمی میں میرٹھ اور کلکتہ وغیرہ میں ساتھ رہے شوال ؁۸۶ھ میں تیس پینتیس سال بعد اکوڑہ آئے ان کی حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات ہوئی حضرت شیخ الحدیث سے بڑے بے تکلف تھے حضرت کے ساتھ اس قدر آزاد اور بے تکلف اس سے قبل کسی کو نہیں پایا گیا انھوں نے رات اپنے احباب سے فرمایا کہ :

"میں نے چار سال کی رفاقت میں نوجوانی کے عالم میں اس شخص (مولانا عبدالحق) میں کسی گناہ کا اثر تک محسوس نہیں کیا" (ذاتی ڈائری ص۱۲۱)

مولانا عبدالحق کی شکل میں فرشتہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ جو حضرت کے تلمیذ خاص بھی تھے نے ۲۰ ذی الحجہ ؁۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ میں دارالحدیث میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ :-

" دیوبند میں ہم طلبہ کہا کرتے تھے کہ " مولانا عبدالحق کی شکل میں خدا تعالیٰ نے ایک فرشتہ دارالعلوم دیوبند میں بھیج دیا ہے نیز مولانا عبدالحق پٹھان ہوتے ہوئے بھی پٹھان نہیں ہیں (یعنی ان میں بعض پٹھانوں والی عادات سختی ضد اور تشدد و غلبہ کا مزاج نہیں) نیز دارالعلوم دیوبند میں میرے دوسرے استاد و مولانا عبدالحق ، نافع گل کاکاخیل تھے طلبہ کے سامنے جب حضرت مولانا عبدالحق کا ذکر ہوتا تو پوچھا جاتا کون سے مولانا عبدالحق ؟ تو جواب ملتا کہ مولانا عبدالحق انفع گل" — طلبہ آپ کو انفع کے لقب کے ساتھ ممتاز کرتے ، طلبہ میں آپ کی بڑی عزت اور وقار تھا۔

(ذاتی ڈائری ص۱۲۱)

حدیث پر وسیع نظر

مدیر المنبر مولانا عبدالرحیم اشرف ، اشرف لیبارٹریز فیصل آباد نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی باتوں اور تقاریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث پر حضرت کی وسیع نظر ہے اور بغیر حوالہ دیتے ان کی تقریر میں اکثر اوقات احادیث کا مفہوم اور احادیث کے مطالب ہوتے ہیں۔

(بحوالہ احمد عبدالرحمٰن صدیقی حقانی) (ذاتی ڈائری ص۱۱)

تقدس مآب ، راس المخلصین

حضرت مولانا شمس الحق افغانی نے حضرت شیخ الحدیث کے نام اپنے ایک خط کا آغاز " تقدس مآب " سے کیا اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کو " راس المخلصین " کا خطاب دیا۔

اخلاص کے برکات اور مولانا عبدالحق کی زندہ کرامت

شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی خانیوال ، نے دارالعلوم حقانیہ میں قبل از نماز عشاء ۱۲ جمادی الثانی ؁۸۷ھ بروز منگل ارشاد فرمایا کہ :

" میں ہر جگہ کہا کرتا ہوں کہ اگر اخلاص کے برکات دیکھنے ہوں تو جا کر دارالعلوم حقانیہ دیکھ لیں ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سارا سلسلہ ، دارالعلوم وغیرہ مولانا عبدالحق کی زندہ کرامت ہے مولانا موصوف کے بعض خلفاء نے عرض کیا کہ حضرت نقشبندی کو جس قدر بشاشت اور انشراح دارالعلوم حقانیہ میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی ۔ (ص۱۱)

ماہنامہ الحق

ماہنامہ الحق جاری ہوتے ہی برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر علماء و اعاظم دین نے زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اسے اہم ضرورت کی تکمیل اور معیاری مجلہ قرار دیا۔ آراء اور خطوط تحسین کا ایک عظیم الشان انبار جمع ہوا اور اصلاح کے اثرات ہر طبقہ میں نمایاں ہوئے مثال کے طور پر حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ نے کئی بار کہا کہ بہاولپور کے ہسپتال کے ایک اونچے ڈاکٹر نے مجھے کہا کہ مجھے اسی رسالہ نے مسلمان کر دیا ہے ورنہ میں تو منکر تھا۔ فرمایا میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں الحق رسالہ تھا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بار بار تحسین کرتے ہوئے ناچیز کو دعائیں دیں اور فرمایا ماشاءاللہ ، اللہ تعالیٰ نے قلم میں بڑا ہی زور رکھا ہے ۔ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے جامعہ اشرفیہ میں کہا کہ آپ تو بہت پیارا رسالہ چلا رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ۱۲ ، اگست ؁۸۹ء کو مولانا محی الدین صاحب ایڈیٹر مدینہ سے فرمایا کہ علماء کے لیے ایک زوردار روزنامہ کی ضرورت ہے مگر اسی کا ایڈیٹر مولوی سمیع الحق جیسا نوجوان ہونا چاہیے۔ مولانا اطہر علی صاحب مشرقی پاکستان نے کراچی مذاکرات کے موقع پر ایڈیٹر (احقر سمیع الحق) سے نہایت مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہم تو شب و روز آپ کے لیے دست بدعا رہتے ہیں ۔ آپ کے نقش آغاز سے ہمیں روشنی ملتی ہے اور پورے پرچہ سے مستفید ہوتے ہیں ۔ (ذاتی ڈائری ص۲۵)

نوٹ :۔ ماہنامہ الحق کے سلسلہ میں زعماء ملت اور اکابر علماء و مشائخ اور مشاہیر کے آراء مستقلاً دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبہ جات کے تعارف کے ضمن میں ماہنامہ الحق کے عنوان کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں۔

قنائیت اور تواضع کی انتہا

مولانا احتشام الحق کا مقولہ ذاتی اوصاف معاصرین کی شہادت میں پہلے گزر چکا ہے اس ضمن میں حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث کے سفر حج کے موقعہ پر میں کراچی میں تھا ۔ ایک دن علماء کی

ملاقات کے لیے مجھے ساتھی لے نکلے اور ہم لوگ مولانا احتشام الحق صاحب سے ملاقات کے لیے گئے انہوں نے ٹنڈوالٰہ یار میں نیا نیا مدرسہ کھولا تھا۔ اور ممتاز علماء واکابر جمع کئے تھے تو حضرت سے دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ دورہ حدیث کے لیے صرف ایک ہی مرکز ہونا چاہیئے باقی کتب دیگر مدارس میں بھی پڑھائی جائیں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کے ہاں دورہ حدیث کی کیا ضرورت ہے ان طلباء کو میرے مرکز میں بلایا کریں۔ تو حضرت نے بلا کسی حیل وحجت کے فرمایا کہ بہت اچھا اور پوری آمادگی ظاہر کی۔ مولانا عبیداللہ انور نے فرمایا کہ مجھے حضرت کا مقام ومنزلت اور پھر اس تواضع سے حیرت ہوئی کہ میرے نزدیک مولانا احتشام الحق تو علم وفضل میں حضرتؒ تک نہیں پہنچ سکتے تھے مگر حضرت نے فوراً گویا شرح جامی وغیرہ پر اکتفاء کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ اب لاہور آکر میں نے یہ قصہ حضرت کی تواضع اور فنائیت کا حضرت لاہوریؒ اور پھر حضرت رائے پوریؒ کو سنایا۔ وہ بڑے متاثر ہوئے۔ دوسری طرف مولانا احتشام الحق صاحب کی یہ رائے انہیں بہرحال ناگوار گذری۔

اتفاق سے دو ایک دن بعد مولانا احتشام الحق صاحب حضرت رائے پوری سے ملنے آئے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضرت رائے پوری نے گویا ازراہ تنبیہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جی ہاں آپ نے تو سارے پاکستان کے جید علماء کو جمع کر رکھا ہے آپ کو کیا فکر ہے؟

مولانا عبدالحق نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ (اسیر مالٹا مولانا عزیر گلؒ)

اسیر مالٹا رفیق شیخ الہند حضرت مولانا عزیر گلؒ نے ۶ شوال ۶ھ کو ایک گفتگو میں دارالعلوم دیوبند کی غیبی مدد، استحکام اور دینی کام کے موضوع پر ارشاد فرمایا۔

کہ دیکھئے خدا کی شان! پاکستان میں دین اور دینی علوم کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحق کو کھڑا کر دیا اس کام کے لیے وہ ہر لحاظ سے موزوں ہیں۔ (مولانا) عبدالحق صاحب مسکین الطبع اور نفس کش انسان ہیں گویا وہ اسی کام کے لیے پیدا کئے گئے ہیں انہوں نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے ہم سب کی طرف سے، ہمارا نفس بڑا ہے ہم میں تکبر ہے ہم کام نہیں کر سکتے تھے۔

مولانا عزیر گل اور اسیران مالٹا سے مصر میں پوچھ گچھ

۲ر اپریل ۶۸ھ مولانا عبدالقدوس قاسمی فاضل دیوبند کے صاحبزادہ کے قتل کی تعزیت کے لیے احقر زیارت کاکا صاحب گیا اسیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہٗ بھی موجود تھے رات وہیں قیام ہوا خلاف معمول حضرت نے اسارت مالٹا اور تحریک پر بڑی کھل کر گفتگو فرمائی کہ عموماً اس موضوع کو ٹالتے تھے آج مالٹا، جیزہ کے قید خانوں پر بھی روشنی ڈالی کہا مصر پہنچ کر انگریز افسروں نے خوب شراب پی پھر ان کا بڑا چیخنے چلانے لگا کہ ہم مجاز ہیں انہوں نے ایک تنگ خیمہ میں ستون (بانس) کے ساتھ ہمیں کھڑا کیا سنگین چڑھانے کی بندوقوں کی آوازیں تھیں مگر ہمارے دل میں خدا نے ڈال دیا تھا کہ یہ تو مجاز نہیں کہ گولی چلائیں، حاکم کے سامنے میرا بھی بیان لیا گیا میں ہر بات میں لا نسلّم کہتا کہ کہیں شیخ (مولانا محمود الحسن دیوبندی) پر شہادت نہ ہو جائے۔ سمستہ (مجاہدین بالاکوٹ کا مرکز) کے نام سے بھی انکار کر دیا کہ میں نے تو سمستہ نہیں مرکز دیکھا تھا حاجی صاحب ترنگ زئی کے بارہ میں بھی پوچھ گچھ ہوئی میں نے انہیں مولانا عبیداللہ سندھی کے ہاں دیوبند میں دیکھا تھا مولانا مدنی سے بھی سوالات کرتے رہے مگر وہ انہیں لمبی چوڑی تقاریر میں الجھا دیتے اور انگریز منتظر رہتا کہ کہیں کام کی بات ان سے نکل آئے گی مگر حضرت سے کوئی کام کی بات نہ نکلتی اس لئے کہا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے لوگوں کی شہادت تو پیش کر دو فرمایا ان لوگوں کو بہت کچھ صحیح معلوم تھا اس سلسلہ میں انہوں نے آزادگل میاں صاحب کا نام بھی لیا کہ مولانا سیف الرحمٰن نے انہیں لگا دیا تھا۔

مولانا عبدالحقؒ نے ہم سب کا فرض کفایہ ادا کیا
اسیر مالٹا رفیق شیخ الہند سے ایک ملاقات

آج مورخہ ۲۶ر شوال ۶ھ بوقت دوپہر حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے رفیق خاص حضرت مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا کے ساتھ ان کی زمین سیری متصل سخاکوٹ میں ملاقات ہوئی۔ یہ سعادت حضرت موصوف کے بھتیجے برادرم عبداللہ کاکاخیل کی معیت میں حاصل ہوئی۔ رات کو حضرت موصوف کے ساتھ ۱۰، ۱۱ بجے تک اور صبح کو بھی ایک گھنٹہ شرف ملاقات وگفتگو حاصل کرتا رہا میں نے ابتدائے گفتگو میں بذریعہ برادرم عبداللہ صاحب اس خواہش کا اظہار کیا۔ کہ ہمیں حضرت شیخ الہند کی تحریک حریت کے واقعات پر روشنی ڈالی جائے۔ لیکن حضرت موصوف نے سختی سے انکار کیا۔ اور کہا کہ پلار تہ مے ڈیر معلومات دی۔

ھغہ نہ معلوم کہ ما دا څیزونہ ھیر کړی دی څہ یادول نہ غواړم

یعنی آپ کے والد کو کافی معلومات ہیں۔ ان سے معلوم کرو۔
میں نے یہ چیزیں بھلا دی ہیں۔ ان کو یاد کرنا نہیں چاہتا۔"

دوران گفتگو ایک دفعہ ترکی کا ذکر آیا۔ تو پھر میں نے گفتگو کو اس طرف موڑتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت آپ نے ترکی کا سفر کیا ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت شیخ الہند کی تحریک میں تو ترکی بھی جانا شامل تھا۔ پھر سختی سے کہا کہ اس موضوع پر نہ بولئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں جس وقت وہ چاہے گا ان اشیاء اور واقعات کو ظاہر کر دونگا۔ اور کہا کہ اب حضرت مدنی نے

نقشِ حیات وغیرہ میں روشنی ڈالی ہے اُسے پڑھ لیں۔ میں نے پھر جرأت کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت یہ اسرار مخفی رہنے کی چیزیں نہیں۔ ہم اخلاف کے لئے لائحہ عمل واضح ہونا چاہیئے۔ تو کہا کہ جس وقت اللہ چاہے آپ کو ظاہر ہو جائے گا۔ صبح کے وقت میں نے پھر گستاخی کرتے ہوئے عرض کیا۔ کہ حضرت ابھی تک کچھ جزئیات واضح ہو چکی ہیں۔ لیکن تفصیلی حالات اور مقاصد مبہم ہیں۔ تو فرمایا کہ لوگوں نے جزئیات سے کیا فائدہ لیا اور کیا عمل کیا۔ کہ تفصیلی واقعات کا پوچھنا چاہتے ہو۔ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت موصوف ~~ان~~ واقعات کو بھلانا چاہتے ہیں اور جہاں تک ہو سکے ان ناشرمندۂ تعبیر سہانے خوابوں کی یاد سے گریز کرتے ہیں وہ حضرت شیخ الہند کی محبت میں فنا ہیں۔ دوران گفتگو میں بار بار ”مولانا، مولانا“ سے مراد ان کا شیخ الہند کا وجود ہوتا تھا۔ دیگر اکابر معاصرین کو صرف نام سے یاد فرماتے ہیں۔ معاصرت و رفاقت کے باوجود آپ کو حضرت شیخ مدنی کے ساتھ بے پناہ عشق و محبت ہے۔ قسم کھا کر کہا کہ میں اگرچہ خط وکتابت میں حد سے زیادہ کاہل اور بے پرواہ ہوں۔ لیکن اللہ حاضر ہے کہ دس سال کے اس عرصہ میں مولانا مدنی میرے دل و دماغ سے غائب نہیں ہے۔ میں ذہن میں ہمیشہ انہیں خط لکھتا رہتا ہوں۔ کبھی کبھی ہتھیلی پر مضمون لکھتا ہوں۔ کہ حضرت یہ واقعہ پیش ہے یہ ارادہ ہے۔ کبھی کانوں میں آواز محسوس ہوتی ہے۔ کہ حضرت کہتے ہیں۔ یہ کیا حماقت ہے، یہ کیا بات ہے۔ بیداری یا خواب میں حضرت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

پھر دردناک انداز میں کہا۔ آہ اب حضرت کی عمر بھی ڈھلتا ہوا سایہ ہے اور دیکھئے ملاقات نصیب ہوتی یا نہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ مدنی کے استقامت اور کمالات پر گفتگو کرتے رہے۔ میں نے جب دارالعلوم دیوبند کے مستقبل کے متعلق ان کے خیالات معلوم کرنا چاہے۔ تو فرمایا اس سے مطمئن رہیئے۔ لایزال اللہ یغرس لھذا الدین غرسًا اللہ خود حفاظت کرے گا۔ قاسم کے بجائے محمود اور انور کے بعد حسین احمد پیدا ہوتے رہیں گے۔ جب تک وہ چاہے۔ میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب اس کے بعد انہوں نے گفتگو کو دارالعلوم حقانیہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ کہ دیکھئے خدا کی شان کو پاکستان میں دین اور دینی علوم کی حفاظت کے لئے اللہ نے عبدالحق کو کھڑا کیا۔ اس کام کے لئے وہ ہر حال میں موزوں ہیں۔ عبدالحق صاحب مسکین الطبع اور نفس کش انسان ہیں اور گویا وہ اس کام کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ انہوں نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے ہم ساروں کی طرف سے۔ ہمارا نفس بڑا ہے ہم میں تکبر ہے۔ ہم یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے کہا حضرت آپ دارالعلوم کی کامیابی کے لئے دعا فرما دیں فرمایا نہیں آپ کے کہنے پر نہیں۔ پھر فرمایا، نادان، آپ کو کیا معلوم ہے حقانیہ کو ہم نے اپنا مدرسہ سمجھ لیا ہے۔ اس کے لئے دعا میرا فریضہ ہے اور دارالعلوم کا وجود انہیں صبح و شام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ آپ لوگ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں مطمئن رہیئے۔ پھر فرمایا کہ پیر صاحب (سید بادشاہ گل مرحوم) آپکے مقابلہ میں جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کا فکر نہ کریں۔ حق کے مقابلہ میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر کہا کہ والد صاحب کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ دیگر مدارس کی طرح وہ طلبہ پر چندہ نہ کیا جائے۔ اس میں طلبہ کی بے عزتی ہے۔ (الحمدللہ دارالعلوم میں یہ سلسلہ قطعی بند ہے) اور دوسرے وہ سوال کے عادی ہو جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اپنے شاگردوں کو اور مدارس بنانے سے منع کریں۔ اور حقانیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے۔ اس کو خراب نہ کریں۔ اگر خواہ مخواہ مدارس بنائے جائیں تو شرح جامی تک پڑھانے کے بعد وہ حقانیہ بھیجا کریں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ابھی تک قصور کیا ہے اور فریضہ میں کوتاہی کی۔ کہ آپ کے ہاں ابھی تک حاضر نہیں ہوا۔ اور موقع ملنے پر آؤں گا۔

اساتذہ و مشائخ کا تذکرہ

(مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)

حضرۃ کے پہلے استاذ حاجی صاحب مسجد قصابان

صوفی فنا فی اللہ، اخلاص و تقویٰ کا نمونہ، استاذ العلماء حاجی صاحب مسجد قصابان کی وفات ۹ رمضان ۷۵ھ بمطابق ۲۰ اپریل ۵۶ء ۸ بجے صبح ہوئی مسجد کے دروازہ میں دفن ہوئے نوجوانی میں مشرق وسطیٰ وغیرہ کی سیر و سیاحت کی، نصف صدی تک اکوڑہ میں اپنے تصوف کتب نظم فارسی خصوصًا مثنوی رومؒ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ احقر (سمیع الحق) کو بھی بچپن میں دس سال کی عمر اپنے جد امجد کے حکم پر گلستان پڑھائی۔ حضرت والد صاحب نے بچپن میں ان سے نظم کی کتابیں پڑھیں۔ (مجھے بچپن سے بلاد مقدسہ اور سیر و سیاحت کی باتوں سے بڑا شغف رہا) ان سے کرید کرید کر یہ حالات پوچھا رہتا اور وہ بڑی شفقت سے سناتے۔ والد صاحب سے انتہائی شفقت اور محبت تھی آپ جب بھی تعطیلات دیوبند سے آتے تو اپنے ہاں ضرور کباب (اکوڑہ خٹک کے چپلی کباب کی اس زمانہ میں بڑی شہرت تھی) کی پر تکلف دعوت فرماتے۔

والد صاحب بھی عید وغیرہ کے مواقع پر رات کو کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر سلام کے لیے حاضری دیتے اور اکثر میرے ہاتھ پر کچھ ہدیہ بھی بھیج دیتے اور کہلواتے کہ میرے لیے دعا کریں اور ناراض نہ ہوں مجھے فرصت نہ تھی ورنہ خود حاضر ہوتا۔

اکوڑہ کے رئیس خان اعلیٰ محمد زمان خان جو علماء و صلحاء کے گرویدہ اور صاحب علم و تقویٰ بزرگ تھے انہوں نے علماء و صلحاء سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ضعف کی حالت میں ہماری مسجد (مسجد قدیم دارالعلوم حقانیہ)

میں آئے حاجی صاحب قصابان مرحوم بھی وہاں تشریف لاتے یہ ان کی ہماری مسجد میں آخری تشریف آوری تھی۔ اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وفات سے دو روز قبل، رمضان کو نماز مغرب میں ان سے میری آخری ملاقات ہوگئی۔ (ذاتی ڈائری)

حضرۃ شیخ الحدیث مدظلہٗ نے درج ذیل فہرست کے مطابق اساتذہ علم سے استفادہ کیا

۱۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی۔ بخاری شریف، ترمذی شریف

۲۔ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب۔ بیضاوی، ہدایہ وآخرین، موطا امام مالک (جس کا دارالعلوم دیوبند میں بالالتزام درس ہوتا تھا)۔

۳۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ امور عامہ، شرح اشارات، مسلم شریف، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت۔

۴۔ حضرت مولانا رسول خان صاحب۔ صدرا، شمس بازغہ، طحاوی شریف، شرح عقائد جامی رشیدیہ۔

۵۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب۔ مشکوٰۃ شریف اور شرح نخبہ۔

۶۔ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب۔ جلالین شریف

۷۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری۔ ابن ماجہ

۸۔ حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندی۔ ابوداؤد شریف

۹۔ حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری صدر مدرس مدرسہ اندرکوٹ (حضرت مولانا احمد حسن کانپوری محشی حمد اللہ کے فرزند ارجمند)۔ ہدایہ اولین (ڈائری ص ۱۰۹)

مولانا عبدالقادر کی شاگردی

والد صاحب نے حاجی محمد یوسف کو فرمایا کہ میں نے آپ کے والد مولانا عبدالقادر سے زنجانی پڑھی ہے۔

احترام اساتذہ

علماء کے اتحاد اور مفاہمت کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو ۸۹ھ / ۶۹ء میں کراچی جانا ہوا جبکہ سوشلزم کے فتنے نے علماء میں بھی انتشار پیدا کیا اور جب علماء۔ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ کے ساتھ دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ علماء کی مجلس سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور جب واپس آتے تو ان کی آمد پر حضرت مولانا عبدالحق صاحب اپنی عادت کے مطابق ایستادہ ہونے لگے کہ حضرت مفتی صاحب نے نہایت تاکید کے ساتھ اٹھنے سے روک دیا اور ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ الہند کا ایک جملہ یاد ہے کہ اوّلاً تو اساتذہ اور علماء واکابر کا احترام پہلے سے جاتا رہا ہے جو کچھ باقی تھا وہ اب کی اٹھک بیٹھک میں جاتا رہا۔

مولانا مدنی کی تقبیل یدین سے ناراضگی

۲۶ر جنوری ۵۸ء کو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرۃ مدنی صاحب بھی تقبیل یدین کے لیے کسی شخص کو نہ چھوڑتے تھے۔ یہاں اکوڑہ خٹک جب تشریف لاتے تو دونوں ہاتھوں کو بغلوں میں چھپا دیتے اور کسی سے مصافحہ بھی نہ کرتے کہ کوئی جھک کر آپ کے ہاتھ کو چوم لے۔ ایک دفعہ صفر حج سے تشریف لاتے، سینکڑوں لوگ استقبال کے لیے سٹیشن پر گئے۔ انہوں نے اُترتے ہی ہاتھ پہلو میں باندھ لیے اور کسی کو جھک کر مصافحہ کرنے نہ دیا اور فرمایا کہ کیا ہوا اگر حج سے آیا۔ اکوڑہ خٹک جب تشریف لائے تو دو ایک افراد نے آپ کے ہاتھ کو چوما تو ان کو سختی سے جھڑک دیا جب مظفر نگر جیل میں تھے تو ہم رہائی کے وقت جیل گئے۔ حضرت شیخ الادب وغیرہ اکابر علماء بھی ساتھ تھے، جیل سے رہائی ہوئی تو ایک بس میں بیٹھ گئے حضرۃ مولانا ڈرائیور کے قریب بیٹھے تھے اور ہم پچھلی سیٹوں پر اس دوران ایک بڑا افسر آیا اور حضرت سے بات چیت میں مصروف ہوئے۔ بس کے نیچے جو لوگ کھڑے تھے وہ حضرت کے پاؤں اور ہاتھوں کے برابر تھے۔ تو میں نے خود دیکھا کہ ان لوگوں نے حضرت کو مصروف پاکر آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے میں لگ گئے، جب حضرت الشیخ کو خیال آیا تو آپ بہت غصہ ہوئے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو سمیٹ لیا۔ ہم نے ان کے مکان پر بڑے بڑے متقی اور ممتاز علماء کو دیکھا لیکن کسی کو یہ موقعہ مشکل سے ملتا کبھی سو جاتے تو بڑے اجلّہ علماء کو ان کے پاؤں چومتے دیکھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ان کی چارپائی کی پائنتی بیٹھ کر دیکھا۔ ہمارے اکابر ان چیزوں سے حتی الوسع خفا ہو جاتے۔ میں جب دیوبند گیا اس وقت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دیوبند سے علیحدہ ہوتے تھے میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا ایک دفعہ عصر کی نماز ہم نے شاہ صاحب کی مسجد میں پڑھی جب مسجد سے نکلے تو مجھے حضرۃ شاہ صاحب کی طبیعت معلوم تھی لیکن میرے ساتھی کو اس کا علم نہ تھا۔ اس نے پے درپے ان کا ہاتھ چومنا شروع کیا اس پر حضرۃ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب سکسدہ تحریمی ہے، بحر الرائق میں لکھا ہے۔

دیوبند علم کا ام القریٰ ہے

فرمایا کہ میرے نزدیک دیوبند علم کا ام القریٰ ہے پہلے بھی اور اب بھی علم فقہ حدیث تقویٰ، تدین سب وہاں سے نکلی باقی سب ہے۔ اسی مجلس میں فرمایا کہ اس زمانہ کا مجتہد شیطان سے بھی زیادہ

سمجھدار ہے۔ فرمایا اس وقت بعض مصری علماء فرعون مصر کے قائم مقام ہیں۔ جو حیثیت فرعون کے سامنے موسیٰ کی تھی وہی حیثیت ان کے اہل شریعت کی ہے، مجلس میں علامہ شمس الحق افغانی بھی موجود تھے۔ اسی سفر میں والد صاحب نے جامعہ اشرفیہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل اتباع سنت اور اسوۂ حسنہ پر خطاب فرمایا نماز مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے پڑھائی رات پھر قاری محمد طیبؒ سے پرلطف مجلس رہی، صبح کی مجلس میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی مولانا خیر محمد مولانا مفتی محمد شفیع مولانا احتشام الحق تھانوی بھی سب اکٹھے ہوئے، عوامی ایکسپریس سے لاہور سے واپسی ہوئی۔

حضرۃ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اسناد علم حدیث

(مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)

علماء دیوبند اور انکے علمی ورثاء علماء حقانیہ مکمل طور پر صحابہ کرامؓ سے لے کر محدثین دہلی تک اسنادِ علم (قرآن وحدیث) کی ہر کڑی سے پورے وفادار رہے، اس کی حفاظت کی، اس پر اعتماد کیا اور سلف صالحین کی اتباع کی یہاں تک پابندی کی کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی بدعت کو بھی دین نہ بننے دیا۔

؎ دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

علماء دیوبند نے علم وعمل کے چراغ سلف کے اسناد سے روشن کئے ہیں تو ان کے ذمے ان اسناد کی حفاظت بھی لازم ہو جاتی ہے علوم اسلامیہ کے تسلسل کا آغاز صحابہ کرامؓ سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ پاک وہند کی علمی وعملی فضا میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاندان تک پہنچتا ہے بعض نادان اس زنجیر کی پہلی کڑی کو کمزور بتاتے ہیں دوسرے بعض شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان کے بعض افراد پر اعتراض کرتے ہیں ان حالات کا لازمی نتیجہ ہے کہ علماء دین اسناد دین کی حفاظت اور اشاعت کریں صحابہ کرامؓ پر تنقید اور مخالفت بھی روکیں اور محدثین دہلی کی بھی عمومی صفائی پیش کریں کیونکہ اسناد کی یہی کڑیاں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتی ہیں اور اسلام کا تسلسل انہی حضرات سے قائم ہے۔

استاد محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، نے بھی اسی جذبۂ حفاظت واشاعت اسناد کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے اسناد علم حدیث کو بھی ان کے دیگر سیرت وسوانح اور تاریخ کی طرح اپنی ذاتی ڈائری میں ایک نقشہ کی صورت میں محفوظ کر لیا اسی ضمن میں خود انہیں بھی جامعہ حقانیہ حضرت غورغشتویؒ، علماء اکابر دیوبند، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں جن اساطین علم وفضل سے اسناد حاصل ہوئیں ان کا تذکرہ بھی آگیا ہے اسناد علم دین کا یہ سلسلۃ الذہب اگلے صفحہ میں نذر قارئین ہے۔

(عبد القیوم حقانی)

* * *

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت شیخ الحدیثؒ کا سلسلۃ الذہب

(سنداتِ حدیث)

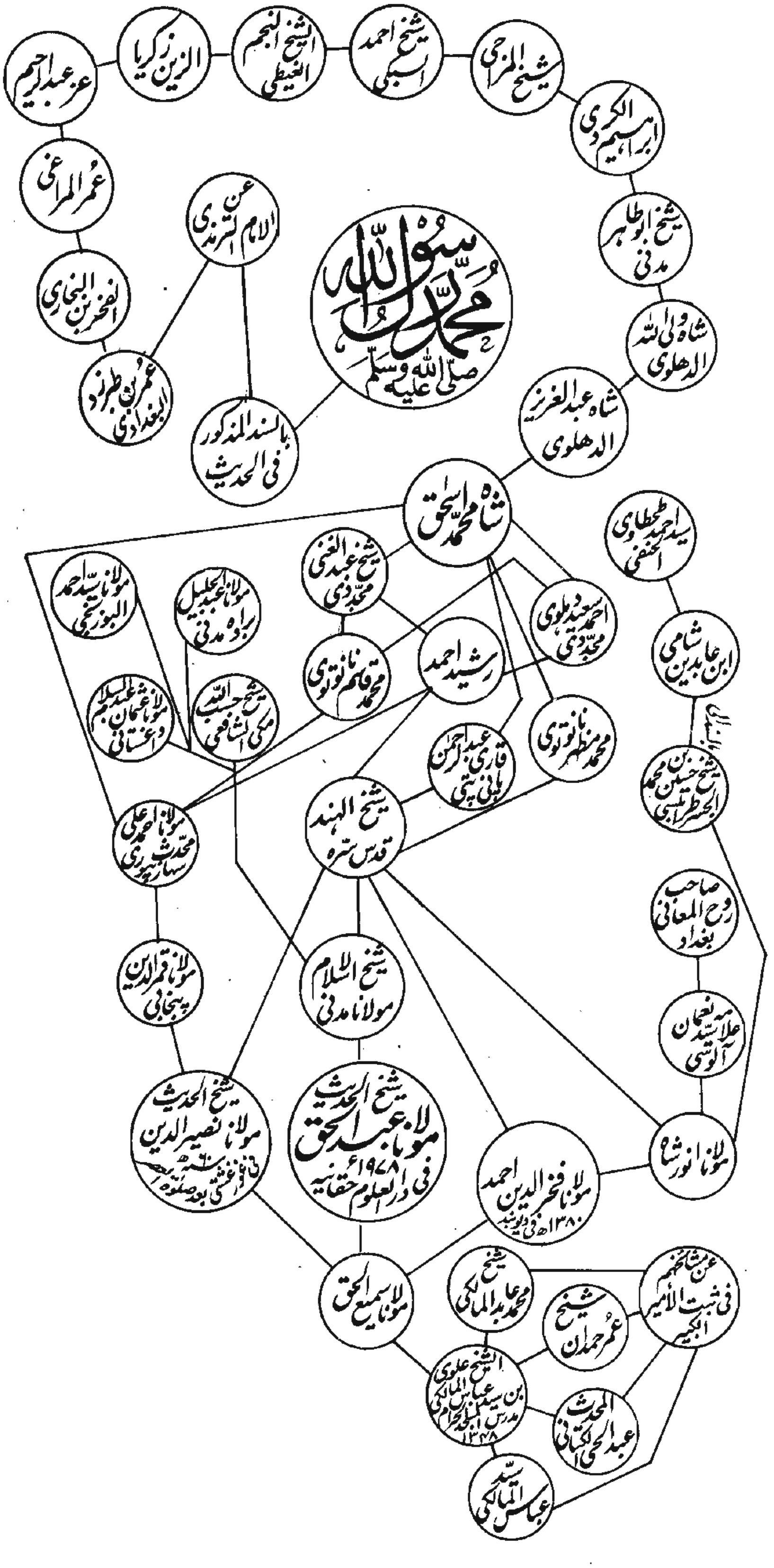
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالسند المذکور فی الحدیث
عن الامام الترمذی
عمر بن طبرزد البغدادی
الفخر بن البخاری
عمر المراغی
عز عبدالرحیم
الزین زکریا
الشیخ النجم الغیطی
شیخ احمد السبکی
شیخ المزاحی
ابراہیم الکردی
شیخ ابوطاہر مدنی
شاہ ولی اللہ الدہلوی
شاہ عبدالعزیز الدہلوی
شاہ محمد اسحٰق
شیخ عبدالغنی مجددی
احمد سعید دہلوی مجددی
مولانا سید احمد البرزنجی
مولانا عبدالجلیل براده مدنی
محمد قاسم نانوتوی
رشید احمد
مولانا عثمان عبدالسلام داغستانی
شیخ حسب اللہ مکی الشافعی
قاری عبدالرحمن پانی پتی
محمد مظہر نانوتوی
شیخ الہند قدس سرہ
مولانا احمد علی محدث سہارنپوری
سید احمد طحطاوی الحنفی
ابن عابدین شامی
شیخ حسین بن محمد الجسر طرابلسی
صاحب روح المعانی بغداد
علامہ سید نعمان آلوسی
مولانا قمرالدین پنجابی
شیخ الاسلام مولانا مدنی
شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین فی غورغشتی بعد صلوٰۃ
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ۱۹۷۸ء فی دارالعلوم حقانیہ
مولانا فخرالدین احمد ۱۳۸۰ھ فی دیوبند
مولانا انور شاہ
مولانا سمیع الحق
شیخ محمد عابد المالکی
شیخ عمر حمدان
عن مشائخہم فی ثبت الامیر الکبیر
الشیخ علوی بن سید عباس المالکی مدرس المسجد الحرام ۱۳۷۸
المحدث عبدالحی الکتانی
السید عباس المالکی

تحریکِ ختمِ نبوّت، تحریکِ احیاءِ سنت اور منکرات کے خلاف جہادی مساعی

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

شریعت کے مطابق تحریکِ شادی و نکاح

یکم جون مطابق ۱۱ شوال ۵۶ء بروز جمعہ شرعی احکام کے مطابق رسم و رواج سے پاک شادیوں کی تحریک کے سلسلے میں والد ماجد نے آج مصری بانڈہ اور اس کے گرد و نواح کے دیہات میں نکاح پڑھائے۔

تحریکِ ختمِ نبوت پنجاب ۵۳ء

مارچ ۵۳ء لاہور میں قادیانیوں کے خلاف تحریک زوروں پر ہے والد صاحب کی تقاریر میں بھی یہی موضوع زیرِ بحث آرہا ہے۔

یہ تحریک ارباب بست و کشادہ کو اپنے فریضہ اسلامی کی طرف توجہ دلانے کے لیے شروع کی گئی عوام کے جائز اسلامی مطالبہ کران کے کانوں تک پہنچایا ہے نہ حکومت بدلنا مقصود ہے نہ پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانا ہے میں مرکزی حکومت سے اپیل کرتا کہ مسلمانوں کے مطالبات کو ٹھنڈے دل سے غور فرما کر منظور کرے۔

(خطبہ جمعہ ۱۳ مارچ ۵۳ء)

فرمایا کہ انگریزوں نے دامن ختم نبوت کو تار تار کرنے اور جذبہ جہاد کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لیے اپنے ابلیسانہ عزائم بروئے کار لانے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا مگر علماء حق نے اس پر دجل جعلی نبوت کا بھرم کھولنے اور بے نقاب کرنے کی کوششیں (۱۳ مارچ)

فرمایا کیا ایسا آدمی وزیرِ خارجہ (ظفر اللہ) ہو سکتا ہے جس کی ۹۵٪ رعایا دشمن ہو ہرگز نہیں وہ کب اس قوم کا خیر خواہ ہو سکتا ہے۔

(۱۳ مارچ)

فرمایا مسئلہ ختم نبوت میں مسلمانوں اور قادیانیوں کا اختلاف شیعہ سنی کے مانند نہیں بلکہ مسلمان اور مشرک کے مانند ہے۔ فرمایا ایسے شخص کو مسند وزارت خارجہ پر متمکن رہنے دینا جس کی ۹۵٪ پاکستان عوام مخالف ہوں اصول دانائی سے بعید ہے جس کے مٹانے کے لیے پاکستانی اتنی قربانیاں دیں کیا وہ آئندہ اس ملک اور قوم کا خیر خواہ رہ سکتا ہے۔

اخبارات اور ڈاک پہ شدید سنسر تھی والد صاحب کی اس تقریر اور بیانات کے اقتباسات دار العلوم کے رکن تاسیسی الحاج ملک امر الٰہی کے اہفتوں راولپنڈی بھیجے گئے اور ۱۷ مارچ کو روزنامہ تعمیر راولپنڈی میں شائع ہوتے دوسرے ۱۸ مارچ کو روزنامہ تعمیر ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا کہ وہ شفیع المذنبین، ختم نبوت کا حامی تھا۔ ۲۲ مارچ کے مقبوضہ کشمیر کے سرینگر ریڈیو سے حضرت کی اس تقریر کے اقتباسات نشر ہوئے۔

۳۰ مارچ دار العلوم میں تحریک کی کامیابی اور ظالموں کی بربادی کے لیے ختم شریف کی گئی۔

احیائے سنت کا عجیب و غریب نظارہ

۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء کو شادی بیاہ میں رسوم و رواج کے خلاف مہم کے سلسلے میں والد صاحب یار حسین (تحصیل صوابی) تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ رات کو مولانا عبد الحنان صاحب کے فرزند کے ختنہ کی تقریب میں اجتماع سے رسم و رواج سے اجتناب اور شادی غمی میں بدعات کے خلاف مفصل خطاب فرمایا۔ بالخصوص ختنہ جسے پشتو میں سنت کہتے ہیں میں ناچ گانے کو نہایت قابل ملامت قرار دیا اور فرمایا کہ غضب ہے کہ ایسے فواحش پر سنت کا اطلاق کیا جائے اگر کوئی غیر مسلم ہندو سکھ وغیرہ آپ سے پوچھے کہ کیا ہو رہا ہے تو آپ کہیں گے کہ سنت کی تقریب ہے۔ تقریر کا بہت ہی اچھا اثر ہوا اور صبح نماز کے بعد محلہ کے اکثر لوگ چھوٹے بچے مسجد کو لے آئے اور ان بچوں کا ختنہ کرایا گیا ایک نشست میں ۶۰، ۷۰ بچوں کا ختنہ ہوا۔ احیائے سنت کا عجیب نظارہ تھا کہ ان پٹھانوں نے اپنے رسم و رواج کو پاؤں تلے روند ڈالا۔

احیاءِ سنت اور ترکِ رسومات کی تحریک

رمضان ۸۵ھ میں حاجی محمد زمان خان صاحب مرحوم کی تحریک و مشاورت سے مولانا عبد الحق صاحبؒ نے اصلاح رسوم بسلسلہ شادی بیاہ میں نہایت دلچسپی سے آغاز کیا کہ شادیاں شرعی طریقہ سے سادہ طور پر منائی جائیں۔ جہیز کی لعنت کی وجہ سے بے شمار لڑکیاں بیٹھی رہتی تھیں۔ اس سے قبل حاجی صاحب ترنگزئی نے اس ملک میں یہ قدم اٹھایا تھا وہ اکوڑہ خٹک بھی اس سلسلہ میں تشریف لائے تھے اور ایک دن میں بیس نکاح سادہ طور پر انجام پاتے۔ والد صاحب نے اس سال ۸۵ھ میں عید الفطر کے موقع پر

یہ تجویز مدلّل اور مفصل طور پر عوام میں پیش کی۔ وعظ کا خوب اثر ہوا اور کئی آدمی اسی مجمع میں کھڑے ہو کر آمادۂ عمل ہو گئے اور اعلان کیا کہ ہم آج ہی بغیر کسی رسم و رواج کے اپنی لڑکیوں کے بیاہنے کے لیے تیار ہیں یہ سلسلہ تمام گاؤں میں بحمدللہ جاری ہوا اور چند دن میں پندرہ نکاح ہوئے والد ماجد ہر تقریب میں ترکِ منکرات اور ترکِ رسومات کی اہمیت اور اس کی اخلاقی اقتصادی خرابیوں پر روشنی ڈالتے رہے پھر یہ تحریک آس پاس کے علاقوں میں بھی پھیلی اور پورے علاقہ میں چھا گئی۔ (ذاتی ڈائری ص۲۹)

الیکشن ۷۱-۱۹۷۰ء

قومی اسمبلی کا انتخاب :۔ والد ماجد بسلسلۂ علاج آپریشن آنکھ جون جولائی کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں تھے کہ مختلف طبقات کے لوگوں بالخصوص جمیعۃ العلماء اسلام کے اکابر مولانا درخواستی مولانا مفتی محمود و مولانا غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے مولانا پر الیکشن کے لیے کھڑے ہونے کے لیے اصرار شروع کیا۔ بار بار ہسپتال میں گھر پر وفود کی شکل میں آتے۔ بنگال سے حضرت مولانا اطہر علی وغیرہ نے بھی اصرار کیا کہ آئین ساز اسمبلی میں اس شخصیت کا ہونا دین کے لیے مفید اور ضروری ہے۔ مولانا کی ذات پر مختلف علماء بھی ایک حد تک جمع ہو سکتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیثؒ نہایت سختی سے انکار کرتے رہے اور بعد میں تقریر میں یہ فرمایا کہ جس شخص نے چیونٹی سے بوجہ طبعی حیاء کے باعث مقابلہ نہ کیا ہو وہ اس دنگل میں کیسے کود سکتا ہے۔ مگر بعد میں شرح صدر ہوا اور خود فرمایا تقریر میں کہ اللہ اگر پوچھے کہ اے عبدالحق تجھے میرے دین کیلئے اسمبلی میں آواز اٹھانے کا موقع مل گیا تم اتنا بھی نہ کر سکے کہ میرے دین کی آواز بلند کرتے۔

الیکشن کمپین کا مرحلہ

وسائل نہایت محدود ذرائع کی کمی تھی مگر علماء۔ طلباء۔ آئمہ مساجد اور دیندار لوگوں نے دیوانہ وار کام کیا مولانا خود انتخابی جلسے میں بہت کم آتے اور فرمایا کرتے مجھے حیا آتی ہے کہ خود کو اہل ثابت کرتا پھروں۔ جمیعت علماء اسلام نوشہرہ کی کانفرنس میں لوگوں نے نامزد ممبر قومی اسمبلی کے نعرے لگائے تو مولانا شیر علی شاہ کو روک کر ناگواری ظاہر کی آخر تک انتخاب میں اس نام سے جھجک رہے تھے آخر ملحقہ علاقہ خوڑہ۔ زیارت کاکا صاحب ۔۔ رشکئی خویشگی نوشہرہ کلاں خاص کر پبی ڈاک اسماعیل خیل اضاخیل پیر پیائی سے سرسری گزرے تاکہ لوگ زیارت کر سکیں۔

مولانا شمس الحق افغانی نے فرمایا کہ مولانا کی خدمات دارالعلوم اور ساری خدمات ایک طرف مگر الیکشن میں دہریت اور کیمونزم کے بڑے بت کو گرانا ایک طرف یہ سب بھاری خدمت ہے فرمایا کہ مولانا کی شکست ایک دارالعلوم یا تمام علماء کی شکست نہ تھی بلکہ عالم اسلام کی شکست ہوتی جنات کے بارے میں کئی روایتیں پہونچیں کہ انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا آدم زئی کے مولانا امیر خان فاضل حقانیہ کے ایک آسیب زدہ شخص کے ذریعے کامیابی کے بعد پیغام آیا کہ خطبہ جمعہ میں جنات کا بھی شکریہ ادا کیا جائے۔ عجیب کرامات کا ظہور ہوتا رہا شدید مخالفین کے ہاتھ بسا اوقات مولانا کے نشان پر مہر لگانے پر مجبور ہو گئے کئی واقعات ایسے سامنے آئے۔

بعض زعماء قوم اور علماء امت کے سانحہ ہائے ارتحال

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

زعیم ملت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات

۲۲؍ فروری ۱۹۵۸ء کو دارالعلوم حقانیہ میں زعیم ملت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات پر صف ماتم بچھ گئی۔ دارالعلوم میں ان کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی اور ختم کلام پاک کیا گیا۔ تعزیتی اجلاس میں حضرۃ والد صاحب نے گھنٹہ تک رقت انگیز انداز میں امام الہند کے وصال سے پیدا ہونے والے خطرات و فتن کی نشاندہی کی۔ آپ نے امام الہند کو فخر اسلام فخر علماء۔ اور مذاہب باطلہ کے لیے مجسمہ ردّ و جواب اور اس دور کا واحد علامہ جلیل اور عصر حاضر کی شیطانی سیاست کی گہرائیوں تک پہنچنے والا قرار دیا۔ انہوں نے مرحوم کو اس دور میں امام رازیؒ کا مثیل قرار دیا۔

عاشقِ رسولؐ الحاج محمد امین صاحب کا سانحۂ ارتحال اور جنازہ میں حضرۃ والد صاحب کی شرکت

۳۱؍ مئی ۵۸ء کو مجاہد اسلام جانشین حاجی صاحب ترنگ زئی مولانا حاجی محمد امین صاحب انتقال فرما گئے۔ ۴؍ بجے عمر زئی میں سپرد خاک کر دیئے گئے، حضرت والد صاحب اور دیگر حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مولانا مبارک علی کی تعزیت

یکم ستمبر ۹۵ء دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم مولانا مبارک علی

مرحوم جن کا والد ماجد سے بے حد قریبی تعلق اور روابط تھے کے انتقال پر دارالعلوم میں ایصال ثواب اور تعزیتی جلسہ ہوا ۔

مولانا محمد شفیق فاضل دیوبند مدرس دارالعلوم حقانیہ کا سانحہ ارتحال

۱۰ اگست مطابق ۳ محرم ســہ افسوس کہ جمعہ کی شب تقریباً ایک بجے مولانا محمد شفیق صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ فاضل دیوبند راولپنڈی کے فوجی ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم عرصہ سے مرض قلب میں مبتلا تھے کرنل شوکت حسن نے بدھ کے دن ان کے دل کا اپریشن کیا ۔ دو دن ہوش میں رہے ۔ مگر نامرادی کے عالم میں طائر موت سر پہ آبیٹھا ۔ مرحوم نہ صرف والد صاحب کے تلمیذ بلکہ رفیق دیوبند بھی تھے ۔ دارالعلوم میں قیام دارالعلوم کے ساتھ آپ کی تقرری ہوئی ۔ جمعہ کے روز اپنے آبائی قبرستان مغلکی (تحصیل نوشہرہ) میں سپرد خاک کر دیئے گئے ۔ حضرت والد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ دارالعلوم کے تمام طلبہ اور اساتذہ بھی شریک تھے ۔ اور آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے دارالعلوم میں ختم کلام پاک کا اہتمام بھی کیا گیا۔

مولانا سید احمد شالفین صاحبِ حق کی وفات

۱۱ ذی الحجہ ۷۵ھ م ۱۹۵۶ء دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص فقیر منش ملی اللہ مدرس مولانا سید احمد عرف شالفین صاحبِ حق امی جہرہ عقبہ کرتے ہوئے منیٰ میں انتقال کر گئے مجذوب صفت انسان تھے سادگی کا عجیب نمونہ وہیں دفن کئے گئے علوم عقلیہ میں رسوخ تھا اور معقولات ہی پڑھاتے تھے وطن اور پھر امازو گڑھی میں پڑھاتے رہے ۔ ۱۹ شوال ۱۳۶۹ھ میں دارالعلوم کی دعوت پر پچاس روپے مشاہرہ پر برائے تدریس آئے اور آخر تک نہایت پابندی اخلاص شوق للّٰہیت کے ساتھ پڑھاتے رہے شادی نہیں کی تھی اپنی آمدنی نادار طلبہ ہی پر خرچ کرتے یا اپنی بوڑھی والدہ کی خدمت پر، دارالعلوم کے لیے احباب سے مالی امداد بھی فراہم کرتے ۱۳۷۴ھ میں حج کو روانہ ہوتے اگلے سال بھی کوشش کی مگر داعی اجل نے انہیں اس سال تک موخر کر دیا طلبہ نے بڑی محبت سے رخصت کیا ۔ والد ماجد نے فضیلت حج پر تقریر کی ان سے دعا کی خواہش ظاہر کی، کسے معلوم تھا کہ یہ ہمیشہ کے لیے الوداعی تقریب ہے ۱۹ اگست کو والد ماجد کو حجاز سے وفات کی اطلاع آئی دارالعلوم میں ہر شخص پر سکتہ طاری ہوا ۔ ظہر کے بعد عظیم الشان تعزیتی جلسہ ہوا حضرت نے دو گھنٹے تعزیتی تقریر کی آہ و بکا سے آپ کے لیے حاضرین نے دعا کی پورے سرحد میں مدارس میں تعزیتی جلسے اور ایصال ثواب کا اہتمام ہوا مرحوم میرے بھی معقولات کی کئی کتابوں کے استاذ تھے ۔ فرحمہ اللہ

کچھ دن بعد حاجی ہدایت اللہ صاحب سابق ہیڈ ماسٹر ہائی سکول اکوڑہ تشریف لائے جو یکم ستمبر کو حج سے واپس ہوئے تھے ۔ انہوں نے مولانا شالفین صاحب کی وفات کے واقعات بیان کئے اور فرمایا وفات والی رات انہوں نے خواب سنایا کہ ایک نورانی بقعہ ہے اور شعلے انوار کے اس سے بھڑک رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے ہیں کہ سید احمد اس میں کود جاؤ چنانچہ میں اس میں کود پڑا جب اٹھ کر قصہ ہمیں سنایا تو ہم نے پوچھا کہ واپس نکل آئے یا اس نور میں رہ گئے فرمایا نہیں اسی میں رہ گیا اور فرمایا منیٰ میں رہوں گا میری مٹی منیٰ کی ہے (اپنی وفات کی طرف اشارہ تھا) ۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا سانحہ ارتحال اور تذکرہ حادثہ خاکسار تحریک اکوڑہ خٹک

۲۷ محرم الحرام ۳ ستمبر ســہ بروز پیر حضرت مجاہد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ انتقال فرما گئے ۔ وہ مجلس احرار اسلام کے صدر، جمیعت العلماء ہند اور آل انڈیا کانگریس کے رکن تھے ۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور حضرت والد صاحب کے لیے ان کا سانحہ ارتحال بڑا صدمہ تھا ان کے ایصال ثواب کے لیے ختم کلام پاک کیا گیا ۔ دارالعلوم میں منعقدہ تعزیتی اجلاس میں حضرت والد ماجد نے ان کے مناقب اور خدمات بیان کیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اکوڑہ خٹک میں جب فتنہ خاکسار نے سر اٹھایا اور اس کے باعث جنگ و جدال اور بدامنی ہوگی، اور تمام علماء کے لیے خطرۂ زندان پیدا ہوا تو مجھے خاص طور سے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ۔ اس سلسلے میں مولانا لدھیانوی دو دفعہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور اپنی خداداد قابلیت اور حسنِ اخلاق سے اس فتنہ کو فرو کیا ۔ والد صاحب نے خاکساروں کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ علماء از حد تنگ آ گئے تھے ۔ ہم اپنی مسجد میں بیٹھے ہوتے درس دے رہے تھے اور یہ لوگ مولا کا غلط مذہب ایک پیسہ اور دو پیسہ کی آوازیں کستے اس کے باعث علماء نے فیصلہ کیا کہ اب انہیں علمی میدان میں رسوا کرنا چاہیئے تاکہ عوام پر ان کی دجل و دروغ گوئی سے آشکارا ہو جائے ۔ اس سلسلہ میں حاجی مہربان علی شاہ صاحب کی مسجد میں مجلس منعقد ہوئی، مولانا ہزاروی اور ملّا مروت وغیرہ بھی موجود تھے ۔ میں اس مجلس کا حکم مقرر کیا گیا ۔ میں نے کہا کہ بحث و مناظرہ کتابوں میں نہ ہو بلکہ فریقین میں مقرر شدہ افراد پانچ پانچ منٹ تقریر کریں تاکہ عوام کو بھی کچھ حقیقت ظاہر ہو ۔ بہر حال علامہ مشرقی کی کتاب "تذکرہ" سے خاص عبارات پڑھ لی گئیں اور اس طرح جیسا کہ حقیقت تھی فیصلہ خاکساروں کے خلاف ہوا اور اس شکست کے بعد ان کی کمر ٹوٹ گئی اور زور ختم ہوا ۔

علامہ بشیر الابراہیمی الجزائری کی وفات اور تعزیت

۶ر جون ۱۹۶۵ء کی اخباری اطلاع کے مطابق عالم اسلام کے عظیم مجاہد اور الجزائر کے جید عالم علامہ بشیر الابراہیمی صدر جمیعۃ العلماء الجزائر انتقال کر گئے مرحوم ۱۳۷۵ء کو والد صاحب کی دعوت پر اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے اور ہمارے گھر کے قریب مسجد قدیم میں جلسہ سے خطاب بھی فرمایا تھا۔ ان کے ساتھ دوسرے خطیب شیخ احمد بودا تھے۔ دارالعلوم میں ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا انتقال

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا پنڈی میں انتقال ہوا، اکوڑہ خٹک اطلاع آئی حضرت شیخ الحدیث اور ہم لوگ پنڈی روانہ ہوئے جامعہ اسلامیہ کشمیری روڈ کی مسجد میں ان کو غسل اور تکفین کے انتظامات کی خود نگرانی فرمائی پھر اس مسجد میں حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبدیدہ ہو کر ان کی پیشانی کو چوما۔ جنازہ سے قبل آپ نے حضرت مولانا کے مناقب پر پندرہ منٹ تقریر بھی کی۔

بعض اسفار کی اجمالی روئیداد

(مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب)

والد ماجد کا سفر حج

والد ماجد کے رفقائے سفر حج ملک امراہلی و حاجی محمد اشرف صاحب تھے۔ مورخہ ۱۹۵۴ء بروز پیر اکوڑہ خٹک سے بعد از نماز ظہر روانہ ہوئے نماز ظہر مسجد میں پڑھی۔ مسجد میں شائقین اور رخصت کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ نماز کے بعد والد ماجد گھر تشریف لائے۔ ہمارے گھر میں اپنی والدہ ماجدہ کے قدموں پڑے، اور معافی اور دعا کی درخواست کی۔ پھر دو رکعت عاجزی سے پڑھے اور تمام گھر والوں کے لئے دعا کی اور روانہ ہوئے۔ اکوڑہ خٹک کے تقریباً تمام مسلمان چھوٹے بڑے دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ باہر سے آئے ہوئے مہمان ان کے ساتھ سٹیشن تک بہت مشکل سے پہنچے۔ مصافحوں اور ازدحام کی وجہ سے والد صاحب کی طبیعت سٹیشن میں خراب ہوگئی۔ روانگی سے قبل حاضرین کو پند و نصیحت کی۔ خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کے لئے بہت زیادہ توجہ پر زور دیا۔ اس سے پہلے انہوں نے دارالعلوم حقانیہ میں ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جس میں کہا تھا کہ میری زندگی دارالعلوم کے لئے وقف ہے۔ جہاں کہیں بھی ہوں۔ دارالعلوم میری زندگی کا عظیم مقصد ہوگا۔ فرمایا کہ آپ کے مشفق اُستاذ یہاں موجود ہیں۔ ان سے اپنی تکالیف کا ازالہ فرماتے رہیں رسمی طور پر اپنی جگہ حاجی محمد یوسف کو مہتمم بنا دیا۔

عصر کے قریب گاڑی آئی۔ اور لوگوں نے حزن و ملال بھرے آنسو سے آپ کو الوداع کیا۔ مخلص احباب راولپنڈی تک ساتھ روانہ ہوئے۔ بندہ، محمود الحق و انوار الحق بھی راولپنڈی تک۔ راستہ میں کیمبلپور سٹیشن میں شیخ محمد اشرف کیمبلپوری نے ان کو اور تمام حضرات کو چائے کی دعوت کا انتظام کیا تھا۔ عصر اور مغرب کے بعد تمام احباب اور الوداع کے لئے ساتھ جانے والوں نے کیمبلپور سٹیشن میں چائے پی لی۔ اور گاڑی روانہ ہوگئی۔ لوگوں نے شیخ الحدیث زندہ باد اور دارالعلوم زندہ باد کے نعرے لگائے۔ راولپنڈی میں عشاء کے بعد ہم ان سے رخصت ہوئے۔ گاڑی میں مجھے میری شرارتوں کی وجہ سے خصوصی طور سے نرمی سے نصیحت کی (میری عمر ۱۱، ۱۲ سال تھی) فرمایا کہ میں بہت جلد آجاؤنگا اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں اور گھر والوں کے ساتھ جھگڑے مت کرو، کھیل کود بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیلو، باہر مت پھرو۔ آپ تو بڑے ہیں اچھا بُرا جانو۔ اور چھوٹوں کو شرارت کرنے سے منع کرو۔ رخصت ہوتے وقت ہمیں استودع الله دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم والی دعا سے رخصت کر دیا۔ کراچی میں ہوائی جہاز سے جانے والوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مشکل سے دیر کے بعد ایک سیٹ مل گئی۔ ملک صاحب اور حاجی محمد اشرف نے آپ کو روانہ کر دیا۔

والد ماجد تنہا روانہ ہوئے انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمیں بحرین میں اُتارا گیا۔ اور لاری میں بٹھا کر ایک ہوٹل میں لے جایا گیا۔ وہاں دیکھا۔ کہ پیر بادشاہ گل صاحب اور خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی ہیں ۲۰/۲۱ افراد پہلے سے وہاں ٹھہرے ہوئے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ پھر بادشاہ گل صاحب وغیرہ کا نمبر آیا۔ اور وہ روانہ ہوئے۔ مجھے یہ تشویش تھی۔ کہ شاید دو ۲ دن کے بعد بھی ہمیں نمبر ملے یا نہ۔ میرے غم و اضطراب کی انتہا نہ تھی۔ ادھر حج کے ایام سر پر آئے اور ادھر یہ بے انتظامی۔ ۲ گھنٹے نہیں گزرے تھے۔ کہ ہمیں بھی لاری میں بٹھلا کر روانہ کر دیا گیا۔ میں نے خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ کہ چلو اب تو روانہ ہو جائیں گے۔ اے خداوند، تو نے بہت رحم فرمایا۔ جہازوں میں ۱۲/ آدمیوں کی سیٹیں خالی تھیں اور ادھر لاری میں ۳۰/۴۰ افراد گئے۔ پھر افراتفری پیدا ہوئی ہر ایک یہ کوشش کر رہا تھا کہ مجھے جگہ مل جائے۔ جہاز والوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ جن حجاج کے ساتھ عورتیں ہیں، وہ پہلے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ ۵-۶ آدمی بیٹھ گئے۔ صرف ایک رہ گیا

تھا۔ کہ ایک پنجابی کا نمبر نکلا۔ اُسے بیٹھ جانے کو کہا۔ اُس نے جہاز کے ساتھ شور مچالیا۔ کہ میرے ساتھ تو نوکر ہے، میں اکیلا نہیں بیٹھ سکتا استنے میں ان کا شور اور جھگڑا زیادہ ہوا۔ جہاز والا عربی میں باتیں کر رہا تھا اور پنجابی اپنی زبان میں گالیاں دیتا رہا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر جہاز والے کی منت سماجت شروع کی۔ کہ میں اکیلا ہوں میرے ساتھ نوکر وغیرہ نہیں ہے مجھے بٹھلا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ چلو تم بیٹھ جاؤ۔ میں نے خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ اور اطمینان حاصل ہوا۔

جدہ پہنچا۔ تو ملک صاحب اور حاجی محمد اشرف صاحب مجھ سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ ایئرپورٹ سے نکل کر ان سے ملاقات ہو گئی۔ میرے روانہ ہونے کے ۲ گھنٹے بعد ملک صاحب نے کراچی میں جہاز والوں کی منت سماجت کی۔ اور اپنے آپ کے لئے جگہ پیدا کروادی تھی۔

(تحریر ۱۹-اپریل سنہ ۵۶ء)

سفر حج میں تلامذہ ومحبین کا ہجوم

میرے ماموں حضرت مولانا عبدالکنان صاحب فاضل دیوبند (جہانگیرہ) فرماتے ہیں کہ حضرت جس سال حج پر آتے تھے ہم بھی اسی سال حج کے لیے گئے تھے مکہ معظمہ میں حضرت کا ہماری قیام گاہ پر قیام رہا ان دنوں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، افریقہ، رنگون اور افغانستان تک کے دیوبند کے زمانہ میں تلامذہ کا اتنا ہجوم رہتا کہ کمرہ میں کھڑے ہونے کی جگہ بھی بمشکل مل سکتی۔ (ذاتی ڈائری صـ۵۲)

سفر مشرقی پاکستان

جناب حاجی بشیرالدین بوگرہ کی خواہش واصرار اور تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ (جو ایک قومی ادارہ تھا) کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث کو پہلی بار مشرقی پاکستان جانا ہوا راقم الحروف بھی اس پورے سفر میں ساتھ تھا۔

۲۲، فروری سنہ ۶۹ء کو ساڑھے نو بجے پشاور سے بذریعہ جہاز روانگی ہوئی لاہور سے ڈھاکہ کا جہاز بوجہ ہمارے لیٹ ہوجانے کے جا چکا تھا۔ اس لیے رات لاہور ٹھہرنا پڑا تو پی آئی اے کمپنی نے انٹرنیشنل ہوٹل میں قیام کا انتظام کیا تھا مگر حاجی محمد فاضل صاحب فاضل سنز کے اصرار پر ان کے ہاں رات گزاری۔ ۲۳، فروری کو ۲ بجے ڈھاکہ پہنچے الہلال ہوٹل میں دیگر علماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا حامد میاں، حضرت مولانا مجاہد الحسینی، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد کے ساتھ قیام کیا۔

۲۴، فروری کو عصر اور مغرب کے درمیان جامع مسجد بیت المکرم میں حضرت والد صاحب کی تقریر ہوئی جبکہ عصر سے قبل میری تقریر ہوئی۔ اس دن دس بجے مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ کی دعوت پر مدرسہ جانا ہوا، استقبالیہ تقریب میں حضرت والد صاحب نے بھی تقریر کی۔ ۲۵، فروری جامعہ قرآنیہ لال باغ سولائنس پی آئی اے کے اجتماعات میں شمولیت کی رات کو انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ ہال اجتماع سے حضرت والد صاحب نے اختتامی تقریر کی۔

۲۶، فروری کو صبح گاڑی سے میمن سنگھ روانگی ہوئی۔

راستہ میں غفار گاؤں اسٹیشن پر وہاں کے لوگوں نے والہانہ استقبال دوپہر سے قبل میمن سنگھ پہنچے جامع مسجد میمن سنگھ گئے ظہر کے بعد عصر تک حضرت والد صاحب کی تقریر ہوئی عصر کے بعد حضرت مولانا شمس الحق افغانی کا خطاب ہوا۔ اجتماع میں ۳۰ سے ۴۰ ہزار تک افراد نے شرکت کی۔ اس دوران دارالعلوم میمن سنگھ جانا ہوا۔ شہر کی سیر بھی کی۔ شام کے بعد گاڑی سے ڈھاکہ واپسی ہوئی قیام نواب باڑی حسن منزل میں خواجہ انیس احمد صاحب کے مکان پر ہوا یہ سب افراد اسٹیشن پر لینے آئے تھے۔ ۲۷، فروری کو صبح دس بجے ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ سلہٹ روانگی ہوئی۔ ساڑھے دس بجے سلہٹ پہنچے۔ ہوائی اڈے پر جناب شیخ عبدالکریم صاحب امیر جمعیت علماء اسلام کی سرکردگی میں حضرت شیخ مدنیؒ کی مجازین کے علاوہ اور بے شمار معززین موجود تھے۔ ہوائی اڈہ سے شہر تک کارواں بصورت رکشوں کے ایک، بڑے جلوس میں جناب ایم سلیمان خان (جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے عشاق میں سے ہیں) کے مکان پر آکر ٹھہرے ظہر کی نماز درگاہ شاہ جلال یمنی کی مسجد میں پڑھی اور ملحقہ مدرسہ میں تھوڑی دیر بیٹھے اساتذہ اور طلبہ کا ہجوم تھا ساڑھے تین بجے سارداہال میں چلے گئے علماء ومشائخ اور عام مسلمانوں سے ہال کے دونوں منزل کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ احقر کی تقریر آدھ گھنٹہ تک صورت اور سیرت پر ہوئی اس کے بعد حضرت والد صاحب کی تقریر عصر تک ہوئی عصر کے بعد مولانا افغانیؒ کی تقریر ہوئی۔ شام کی نماز نئی سڑک کی اس مسجد میں ہوئی جس میں حضرت مدنیؒ نے ہمیشہ قیام فرمایا۔ مغرب کے بعد حضرت والد صاحب حضرت مدنیؒ کے حجرہ مطہرہ میں کافی دیر تک بیٹھے رہے دیگر حضرات بھی کثیر تعداد میں وہاں سمٹ کر بیٹھ گئے والد صاحب پر رقت طاری ہوئی اور کافی دیر تک تمام حاضرین سمیت روتے رہے حضرت والد گرامی نے حضرت مدنی کا جائے نماز سر اور آنکھوں پر رکھا اور حضرتؒ کے خاص خادم ابراہیم صاحب سے کافی دیر تک معلومات لیتے رہے۔

عشاء کے بعد بذریعہ ٹرین چاٹگام روانگی ہوئی صبح ۸، بجے چاٹگام پہنچے۔ جناب حاجی بشیرالدین، جناب جمیل الدین صاحب کی منزل میں قیام کیا اور تھوڑی دیر آرام اور ناشتہ کے بعد ہاٹ ہزاری روانہ ہوئے۔ ظہر کی نماز تک وہاں دوستوں اور اساتذہ نے سپاسنامہ پیش کیا۔ ہر دو حضرات کی تقریریں ہوئیں۔ مولانا افغانی نے درس بخاری کا افتتاحی درس دیا۔ وہاں سے واپسی میں چاٹگام سے ہوتے ہوئے مدرسہ ضمیریہ پٹیہ کی دعوت پر وہاں گئے۔ یہاں بھی طلباء واساتذہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ دوپہر کا کھانا یہاں تھا۔ نماز ظہر کے بعد مسجد ہال میں استقبالیہ تقریب ہوئی۔ عصر کے

بعد متصل واپسی ہوئی شام کی نماز بندرگاہ میں پڑھی اور ایک بحری جہاز کے نوجوانوں کی خواہش پر جہاز میں نماز پڑھی گئی شام کے بعد مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کی اجتماع میں شرکت اور حضرت والد صاحب کی ایمان پرور تقریر ہوئی صدر جلسہ پرنسپل رضاء الکریم صاحب نے تقریر کا خلاصہ بنگلہ میں بیان کیا ساڑھے دس بجے رات تک جلسہ جاری رہا۔

۲۹ر کو صبح ڈھاکہ بذریعہ ٹرین واپسی ہوئی۔ ڈھاکہ میں نواب باڑی والی منزل میں قیام کرنا پڑا یکم مارچ کو دیگر حضرات وطن واپس تشریف لے گئے اور اہل خانہ کے اصرار پر والد صاحب ٹھہر گئے مغرب سے قبل جناب جمیل الدین صاحب ٹھٹھہ اور جناب مجتبیٰ احسن صاحب کے مکان پر جانا ہوا۔

آیت انا عرضنا الامانة الخ اور ایک حدیث کی نہایت عالمانہ تشریح کی دعوت میں کافی معززین موجود تھے عشاء کی نماز کے بعد نواب باڑی جامع مسجد میں ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی۔ ۲ مارچ بعد از ظہر چار بجے مجتبیٰ احسن صاحب ایس ای اکبر ڈائریکٹر سٹیٹ بینک حاجی صاحب ایڈیٹر انگریزی ماہنامہ مولانا محی الدین صاحب و میزبان کی معیت میں سنار گاؤں (قدیم دارالخلافہ) دیکھنے گئے اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ یہاں سے قریب ملبن کا مزار بھی نظر آیا دریا ستیا مکھی کار دن سمیت لانچ میں عبور کرنا پڑا عصر کی نماز یہاں پڑھی۔ شام کی نماز کبیر صاحب کی دعوت پر ان کے مکان میں پڑھی انہوں نے اپنا چڑیا گھر دکھلایا اور چائے کی دعوت ہوئی ہرن کی کھال تحفہ پیش کی رات نواب باڑی میں ٹھہرے اور آخر وقت تک پورے خاندان کے مجمع میں نہایت علمی اور حکیمانہ باتیں رہیں —

۳ر مارچ کو ۳ بجے ڈھاکہ ائیرپورٹ سے روانگی ہوئی خواجہ خاندان کے اکثر افراد مولانا محی الدین مجتبیٰ احسن وغیرہ حضرات نے الوداع کہا۔ مشرقی پاکستان میں یہ تمام وقت وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ میں نہایت مصروفیت کے ساتھ گزارے۔ بے شمار علماء، ہر جگہ دیوبند کے زمانہ کے تلامذہ اور کانی فیض یافتہ ہر جگہ پہنچے۔ ۳ر مارچ کی شام کو لاہور سے خیبر میل سے روانہ ہو کر ۴ر مارچ ۶۸ء کو صبح بخیریت گھر پہنچے۔ ولله الحمد والمنه۔

◆ دوسری مرتبہ فروری ۱۹۶۹ء میں جمہوری مجلس عمل کی تشکیل کے موقع پر جمعیۃ علماء اسلام کی دعوت پر جانا پڑا۔

سوشلزم کے مسئلہ پر مفاہمت کی کوشش

۲۴ر اگست ۱۹۶۹ء سوشلزم کے مسئلہ پر علماء دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ حضرت والد صاحب کی تحریک پر میں اور مولانا عبید اللہ انور، کچھ احباب نے ان اکابر کو ایک جگہ جمع کرکے کسی مفاہمت پر پہنچنے کی مہم شروع کی۔ ابتداء لاہور سے ہوئی۔ لاہور اوقاف سیمینار میں مولانا بنوری مولانا شمس الحق افغانی مولانا حامد میاں سے مشورے ہوئے۔ مولانا مفتی محمود سے بھی رابطہ ہوا اور علماء بنگال میں مولانا اطہر علی سے بھی بات ہوئی۔ کہ کراچی میں جمع ہوں اس سلسلے میں میں اور مولانا عبید اللہ انور مرحوم بذریعہ کار ملتان اور خانپور روانہ ہوئے راستہ میں دار العلوم کبیر والہ دیکھا۔ پھر ملتان پہنچے۔ مولانا مفتی محمود سے طویل گفتگو ہوئی۔ مفتی صاحب سوشلزم کے بارے میں جمعیت کی پالیسی پر ڈٹے رہے کئی گھنٹے بحث کے بعد بھی مایوسی ہوئی۔ مفتی صاحب کے کمر میں بہت بڑا پھوڑا تھا، پھر بھی بکمال شفقت ہم دونوں کے بے حد اصرار پہ کراچی روانگی پر آمادگی ظاہر کی

بعد از عصر میں مولانا عبید اللہ انور اور مولانا محی الدین خان صاحب ملتان سے خانپور روانہ ہوئے۔ فون پر حضرت کو اطلاع دے دی گئی تھی۔ مغرب کے بعد تھوڑی دیر کے لیے بہاولپور ٹھہرے۔ اور پھر رات ایک بجے خانپور پہنچے۔ حضرت درخواستی نے بستر وغیرہ بچھا رکھے تھے۔ نماز فجر سے قبل حضرت درخواستی سے ملاقات ہوئی اور اس موضوع پر گفتگو ہوئی۔

۸ر بجے صبح دین پور روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا عبد الہادی دین پوری سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی اثر انگیز گفتگو ہوئی سادہ اور پاکیزہ ماحول تھا۔ مولانا دین پوری اور مولانا سندھی کے مزارات پر مولانا کے اقارب کی معیت میں حاضری ہوئی عجیب کیفیت تھی، بالخصوص مولانا عبید اللہ انور پر عجیب جذب و مستی کی کیفیت طاری تھی، مولانا عبید اللہ انور یہاں سے لاہور واپس ہوئے اور ہم نے کار ہی سے کراچی کا سفر شروع کیا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے کراچی پہنچے۔

ابتدائی طور پر بنگال وغیرہ کے علماء سے ملاقاتیں کیں۔ ۳۰ر اگست ۶۹ء کو رات دس بجے اسی اجتماع کے سلسلہ میں حضرت مولانا بنوری کی معیت میں کراچی پہنچے۔ اور مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں قیام رہا — ۳۱ر اگست کو بنگالی حضرات سے مذاکرات ہوئے وہاں سے مولانا احتشام الحق اور مولانا مفتی محمد شفیع کے ہاں جانا ہوا۔

دونوں فریقین سے گفتگو جاری رہی شام کو نیوٹاؤن واپسی ہوئی۔

یکم ستمبر ۶۹ء کو مولانا احتشام الحق کے مکان پر بند کمرے میں ان اکابر کی گفتگو ہوئی۔ کافی حد تک مفاہمت ہوئی اس بند کمرے کے اجلاس میں والد صاحب مرحوم مولانا احتشام الحق تھانوی مولانا مفتی محمد شفیع مولانا مفتی محمود مولانا ہزاروی مولانا اطہر علی اور مولانا یوسف بنوری نے شرکت کی۔ سب نے ایک مشترکہ بیان پر دستخط کیے۔ جو کہ الحق ماہ ستمبر ۶۹ء میں مطبوعہ ہے

اس سلسلہ میں اکابر علماء کے مشترکہ بیان کی اصل فوٹو کاپی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اکابر علماء کا مشترکہ بیان

—مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب—

یکم ستمبر ۶۹ء کو کراچی میں باہمی مفاہمت کے سلسلہ میں حسب ذیل علماء کرام کے درمیان ایک بند کمرے میں مذاکرات ہوئے جو کئی گھنٹوں تک جاری رہے ان مذاکرات کے بعد حسب ذیل مشترکہ بیان جاری کیا گیا جو شریک اشاعت ہے۔ (ادارہ)

کچھ روز سے بعض اخباری بیانات اور اسلام دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں سے جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کے مابین جو اختلافات اور کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اسکو دور کرنے اور باہم ایک دوسرے سے قریب کرنے کیلئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب۔ مولانا اطہر علی صاحب۔ مولانا عبدالحق حقانی صاحب اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی پر مشتمل ایک کمیٹی مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی منظوری سے قائم کیگئی ہے۔ یہ کمیٹی مفاہمت اور مصالحت کے مذاکرات جاری رکھیگی۔ سردست اس کمیٹی کے ارکان اور مفتی محمود صاحب و مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے بالاتفاق اعلان کیا ہے کہ مفاہمت کی گفتگو جاری رہے۔ فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام کو جاری رکھتے ہوئے کسی دوسرے پر تقریروں میں یا اخباری بیانات کے ذریعہ حملے نہ کریں اور ہر فریق دوسرے کا احترام باقی رکھے۔

١۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

٢۔ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب
محمد یوسف بنوری

٣۔ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی
احتشام الحق تھانوی

٤۔ مفتی محمود صاحب
محمود

٥۔ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب
غلام غوث

٦۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی اکوڑہ خٹک
عبدالحق عفی عنہ

٧۔ مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج مشرقی پاکستان۔

جمیعہ علماء اسلام کے اختلافات اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح پر اعتماد اور ان کا مؤثر کردار

اگست ۶۹ء کو جمیعت علماء اسلام سے حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رح، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح اور حضرت مولانا ظفر احمد رح کے اختلافات شدید شکل میں ظاہر ہونے لگے۔ اگست کے آخری ہفتہ میں نئی متوازی جمعیت العلماء ان حضرات نے قائم کرلی۔ دونوں طرف سے اخباری بیانات الزامات اور اتہامات نے خطرناک صورت حال اختیار کرلی۔ حضرت شیخ الحدیث کو بھی اس سلسلہ میں سخت پریشانی تھی اور جمیعۃ علماء اسلام کے اکابر مولانا مفتی محمود رح اور مولانا غلام غوث ہزاروی کے سوشلسٹ جماعتوں کی طرف اتحاد کا رجحان سخت پریشان کن اور تشویش کا باعث تھا۔ مجھے لاہور کے کسی سیمینار کے سلسلے میں جانا ہوا تو حضرت والد گرامی نے حضرت مولانا عبیداللہ انور اور دیگر زعماء جمعیت کو اس صورت حال کی اصلاح کی طرف توجہ دلانے کی تلقین کی۔ ان دنوں نئی جمعیت کی تشکیل کے سلسلے میں (بنگلہ دیش) سابق مشرقی پاکستان کے علماء مولانا اطہر علی وغیرہ بھی تشریف لائے تھے۔ انہیں بھی حالات نے پریشان کر رکھا تھا — غور و خوض کے بعد اکثر حضرات کی نگاہ حضرت شیخ الحدیث رح پر پڑی اور خطوط، تار اور ٹیلیفون کے ذریعے شدید اصرار ہوا کہ آپ خود ہی تشریف لاکر اتحاد کے لیے کوئی صورت نکال دیں۔ ادھر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رح اور مولانا غلام غوث صاحب رح کراچی پہنچے جبکہ حضرت شیخ الحدیث پنڈی سے بذریعہ طیارہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح کی معیت میں رات کے تین بجے کراچی پہنچے۔

احقر اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبیداللہ انور مرحوم کی معیت میں بذریعہ کار ملتان خانپور اور دین پور کے اکابر سے ملتے ہوئے کراچی پہنچا۔ نیو ٹاؤن، لانڈھی اور جیکب لائن میں اکابر علماء کے مذاکرات جاری رہے۔ اصولی اختلاف تو ختم نہ ہوسکا۔ البتہ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی نہ کرنے پر سب حضرات نے دستخط کردیئے پھر ایک رابطہ کمیٹی بنائی گئی۔ جو مفاہمت اور اتحاد کی راہ نکالنے پر غور کرنے لگی اس کمیٹی میں حضرت والد گرامی کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رح اور مولانا اطہر علی مشرقی پاکستان اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری بھی شامل تھے۔ ۲۸؍ ستمبر کو مولانا احتشام الحق تھانوی کے مکان پر اکابر علماء کے بند کمرے میں مذاکرات ہوئے۔ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش کی ان دنوں پوری علمی دنیا کی نظریں ان مذاکرات اور اس سلسلے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کے مشن پر لگی ہوئی تھی۔ روزنامہ جنگ کراچی نے حضرت مولانا عبدالحق کی آمد کی خبر دیتے ہوئے لکھا "دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو تمام دینی حلقوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ایک خاص مشن پر کراچی پہنچ رہے ہیں اور امکان ہے کہ مولانا عبدالحق ایک ہی نام سے متوازی جمعیت علماء اسلام کے دھڑوں کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کریں گے۔

اخبارات نے مختلف قسم کی خبریں نشر کیں۔ بہرحال اس تمام صورتحال کے پس منظر میں حضرت شیخ الحدیث پر فریقین کے اعتماد اور ہمہ گیر محبت پر روشنی پڑتی ہے۔ (ذاتی ڈائری ص۵)

ٹنڈو الہ یار کا اجتماع

۳۰؍ اپریل ۵۹ء حضرت مولانا احتشام الحق کی دعوت پر ٹنڈو الہ یار کے مشہور اجتماع میں شرکت کے لیے ٹرین سے جارہے تھے ہم لوگ لاہور اسٹیشن ملنے گئے کافی احباب و علماء موجود تھے۔

بعض اسفار

- ۱۱؍ جولائی ۵۳ء۔ حضرت ملتان جمیعۃ علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کرنے گئے ۱۵؍ جولائی کو واپسی ہوئی ۲۴؍ اگست شیخ عبدالکریم کی تعزیت کے لیے سرگودھا گئے۔
- ۲۵؍ جنوری ۵۶ء۔ مرکزی جمیعۃ علماء اسلام نے والد ماجد کے نام سات مرکزی ارکان عاملہ میں شامل کیا ہے اور مجلس عاملہ کے ہونے والے اجلاس ڈھاکہ میں شرکت کی دعوت دی ہے مگر حضرت نے معذرت کا اظہار کردیا ہے۔
- ۲۴؍ ستمبر ۵۳ء۔ حضرت کے ساتھ دارالعلوم اسلامیہ شیر گڑھ کے اجلاس میں جانا ہوا شیر گڑھ سے واپسی پہ مہری چند کے قریب داروغہ کلی میں ایک نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ فقیر صاحب کی ملاقات کے لیے گئے۔ سنا ہے کہ ۱۳۰ برس عمر ہے۔
- ۱۰؍ اکتوبر ۵۳ء۔ مولانا عجب نور کی دعوت پر دارالعلوم بنوں کے اجلاس میں شرکت کرنے بنوں گئے ۱۲؍ اکتوبر کو واپس ہوئے۔
- ۲۴؍ نومبر ۵۳ء۔ رسالپور چھاؤنی میں لکچر ہال میں فوجیوں سے سیرت کے موضوع پر خطاب کیا۔
- ۱۲؍ دسمبر ۵۳ء۔ راولپنڈی کے مدرسہ امداد الاسلام کے افتتاحی اجلاس میں شرکت کی۔
- ۲۶؍ مارچ ۵۴ء۔ والد ماجد مفتی محمد حسن مرحوم کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ جلسہ کے لیے لاہور تشریف لے گئے ناچیز راقم الحروف

بھی ساتھ تھا لاہور اسٹیشن پر علماء و طلباء استقبال کے لیے موجود تھے — مولانا مفتی محمد حسن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع اور مولانا خیر محمد صاحب، مولانا بہاء الحق قاسمی اور دیگر علامہ مولانا محمد رسول خان مولانا مطیع الحق دیوبند، علامہ شہاب الدین تلمیذ شیخ الہند اور دیگر اکابر سے ملاقاتیں رہیں حضرت نے مجھے علامہ اقبال کا مزار شاہی مسجد اور آثار متبرکہ وغیرہ کی سیر کرائی۔ ظہر کے بعد اور جمعرات کو جلسہ میں والد ماجد کی حجیتِ حدیث پر تقریریں ہوئیں دوسری نشست والد ماجد کی صدارت میں ہوئی۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تعلیم کتاب و سنت پر تقریر کی — ۲۹ مارچ کو خیبر ایکسپریس سے واپس ہوئے۔

امروہہ اور آگرہ میں طالب العلمی

امروہہ کے ایک ڈاکٹر کو فرمایا کہ میں طالب العلمی کے زمانہ میں امروہہ میں چھ ماہ رہ چکا ہوں جن دنوں مولانا عبدالشکور لکھنوی اور مولانا کا مناظرہ دس دن ہوا تھا مولانا عبدالرحمٰن امروہوی کی ملاقات بھی ہوا کرتی تھی۔ آگرہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔

(۱۳ جولائی ۱۹۵۴ء)

حاجی صاحب ترنگزئی کے لیے دو سفر

والد ماجد نے فرمایا کہ میں ایک بار قنداری باجوڑ گیا جب کہ حضرۃ حاجی صاحب بقید حیات تھے اور ان کے لڑکے بادشاہ گل صاحب اور خان آف نواگئی کی لڑائی تھی اور ایک دفعہ حاجی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد بھی گیا حضرت حاجی صاحب سے والد ماجد بیعت بھی ہوئے تھے۔

(جنوری ۵۵ء)

حاجی صاحب ترنگزئیؒ سے بیعت اور انکا اظہار اعتماد

جناب عثمان الدین استاد اکوڑہ کہتے ہیں کہ میں بھی حضرتؒ کے ساتھ حاجی صاحب ترنگ زئیؒ کی خدمت میں جانے والے رفقاء میں سے تھا حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم کے اس دور دراز کی مسافتوں اور مشقتوں کے بعد جمعرات کی شام کو ہم لوگ وہاں پہنچے حضرت حاجی صاحب ترنگ زئیؒ کو یہ معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحق صاحب جو ایک مشہور عالم دین ہیں تشریف لائے ہیں انہوں نے انہیں اپنی خاص قیام گاہ میں بلایا ہم سب کو خصوصی کھانا کھلایا جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت صاحب ترنگ زئیؒ کے حکم کی تعمیل میں نہایت بلند پایہ تقریر کی۔ جمعہ کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی مبارک اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی جو کمال محبت و اعتماد کی دلیل ہے اور غالباً بیعت بھی جمعہ کی نماز کے بعد ہوئی۔ حضرت نے بے حد دعائیں کیں۔ دو تین دن نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا اور اکثر اپنے ہاں کی خاص مجالس میں رکھا ایک مجلس میں حضرت کے صاحبزادے بادشاہ گل صاحب کے ساتھ ذکر کے موضوع پر عجیب و غریب گفتگو رہی اسی سفر کے بعض رفقاء حاجی محمد یوسف جناب قدرت شاہ اور جناب شیرین صاحب وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ (ذاتی ڈائری ص۵۵)

مولانا نصیر الدین غورغشتوی کی معیت میں حضرۃ والد صاحب کا سفر لنڈی کوتل —

۲۱ فروری ۱۹۶۵ء کو حضرت والد صاحب اور حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتویؒ کار میں لنڈی کوتل گئے، میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ درۂ خیبر میں حاجی گلاب خان کے مکان پر آرام کیا پھر اشخیل مدرسہ صدیقیہ کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔ ان بزرگوں نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا واپسی میں والد صاحب کے ساتھ طورخم پاک افغان سرحد اور لنڈی کوتل کی سیر کی اور راستہ میں حاجی مبٹ کے بڑے لڑکے حاجی گل نثیر (جو اب سینیٹر اور وفاقی وزیر ہیں) کے مکان میں آرام کیا۔

مجلس دعوت و اصلاح کا قیام

۲۳ اگست ۱۹۶۵ء کو والد صاحب مولانا یوسف بنوریؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی دعوت پر عوامی ایکسپریس کے ذریعہ کراچی روانہ ہوئے۔ ۲۴ اگست کو کراچی اسٹیشن پر بڑا استقبال ہوا۔ ۲۵ اگست کو دارالعلوم کراچی میں ان اکابر کی میٹنگ ہوئی۔

مجلس دعوت و اصلاح کا قیام عمل میں آیا جو مغربی تہذیب، لادینی مساعی اور قرآن و سنت میں تحریفی سرگرمیوں کا مقابلہ اور دینی تعلیم کی اشاعت کا کام کرے گی۔ ۷ ارکان پر مشتمل مجلس عاملہ بنائی گئی والد صاحب بھی اس میں لیے گئے۔ ۲۷ اگست جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی میں قبل از جمعہ والد صاحب کی تقریر ہوئی۔ بعد از جمعہ حاجی فریدالدین کی طرف سے دی گئی ایک تقریب میں شرکت کی۔ ۲۹ اگست کو حضرۃ والد صاحب کراچی سے واپس اکوڑہ پہنچے۔

جہاد کشمیر

۲ ستمبر ۱۹۶۵ء جنگ کشمیر زوروں پر ہے بعد از نماز عشاء مسجد قاضیان میں قاضی صاحب مرحوم کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ عمائدین نے تقریریں کیں۔ دارالعلوم کے طلبہ مالی و جانی امداد کی پیشکش میں پیش پیش رہے ایک طالب علم نے اپنا قلم نکال کر مالی امداد میں جمع کر دیا۔ اکثر طالبعلموں کے پاس جو بھی دو چار آنے نقدی تھی پیش کر دی۔

دورۂ مظفر آباد

۹ جون ۶۸ء آزاد کشمیر کا سفر جلسہ سیرت کے سلسلہ میں ہ

صدر آزاد کشمیر نے عشائیہ دیا اس کے بعد صدر کی معیت میں جلسہ گاہ پہنچے پہلے والد صاحب کی ڈیڑھ گھنٹہ سیرت پر تقریر ہوئی ۱۰/ جون کو واپسی ہوئی، مولانا عبداللہ درخواستی دارالعلوم تشریف لائے۔

جمیعۃ علماء اسلام کا لاہور کانفرنس جلوس و جلسہ اور احمد نگر کا سفر

۳/ مئی ۱۹۶۹ء احمد نگر تحصیل وزیر آباد والد صاحب کے ساتھ جانا ہوا قادیانیوں کے علاقہ میں اثرات تھے راؤ شمشیر علی خان (برطانیہ) کی دعوت پر گئے رات قادیانیوں کے رد میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔ ۴/ مئی کو صبح احمد نگر سے جمیعۃ علماء اسلام کی نظام شریعت کانفرنس میں شمولیت کے لیے لاہور گئے موچی دروازہ کے جلسہ میں ۲/ بجے حضرت کی تقریر ہوئی برکت علی ہال کے جلسہ میں بھی شریک ہوئے۔ ۵/ مئی کو بھی جلسہ میں شریک رہے بعد از ظہر علماء کا پہلا تاریخی جلوس نکلا والد صاحب پہلی کار میں تھے اور جلوس کے اختتام تک رہے رات مدرسہ ضیاء العلوم بیگم پورہ (جو دارالعلوم کے ایک ہونہار فاضل مولانا لطیف الرحمٰن گلگتی نے قائم کیا ہے جو حضرت کے چہیتے شاگرد ہیں) میں قیام فرمایا اور بعد از عشاء درس قرآن دیا۔

وفاق المدارس العربیہ کے اجلاس میں شرکت

ملتان میں یحییٰ خان کی حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کے سلسلے میں وفاق المدارس العربیہ کا اجلاس ہوا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اس میں شریک ہوئے اور حکومت کا مدارس کو اپنی تحویل میں لینے اور مداخلت کی سختی سے تردید کی اور آراء پیش کی سب حضرات نے حضرت کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے آپ کی پیش کردہ سفارشات کو منظور کیا۔ حضرت نے اس موضوع پر الحق ماہ اگست ۱۹۶۹ء کے اداریہ میں مفصل اظہار خیال کیا۔ (ایضاً ص ۲۹)

* * *

دادا اور پردادا کا سفرنامہ حج

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

> یہ سفرنامہ بندہ کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنی ذاتی ڈائری سے قلمبند کروایا۔ اس کی تفصیل آپ کو جناب حاجی عبدالصمد مرحوم نے بتائی تھی۔ شاید اب ان مقامات میں سے جو کہ اس میں مذکور ہیں کے نام وغیرہ تبدیل کئے گئے ہوں۔ لیکن ہم بالکل راوی کے الفاظ میں اس سفرنامے کی دلچسپ روداد سناتے ہیں۔ یہ سفرنامہ پرانے زمانے میں سفر حج کی صعوبتوں اور کلفتوں کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر اور بزرگوں کی جفاکشی کی تصویر کشی کرتا ہے۔
>
> (محمد ابراہیم فانی)

جناب حاجی عبدالصمد مرحوم جو دادا مرحوم کے سفر حج کے ساتھی اور مشہور عالم مولانا عبدالقادر کے فرزند اور حاجی محمد یوسف رکن دارالعلوم کے چھوٹے بھائی تھے انہوں نے جد امجد کے سفر حج کی یہ تفصیل بتائی۔

مغل کمپنی کا دارا نامی جہاز تھا۔ ۱۵/ مئی ۱۹۲۲ء کو کراچی سے روانہ ہوا اور ۱۷، ۱۸ دن میں پہنچا۔ جہاز میں ۱۷ سو تک افراد تھے۔ حاجی عبدالصمد صاحب مولانا عبدالقادر صاحب حبیب اللہ صاحب عثمان الدین استاذ کے والد حضرۃ حاجی کمال الدین محمد بشیر اور مولانا عبدالقیوم مشہور ناظم فارسی بھی تھے۔ ۷، ۸ شوال کو یہاں اکوڑہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یکم ذی الحجہ کو جدہ میں اترے دو دن جدہ میں ٹھہرے۔ ۲/ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے، اس سال حج میں چند مشاہیر یہ تھے نور المشائخ ملا شور بازار افغانستان امیر حبیب اللہ کے والد اور شام کے مفتی اعظم بدو قبائل کے شیخ شمس کا بھی چرچا تھا۔ معلم الحجاج سید امین عاصم تھے۔ ۲۵/ ذی الحجہ ہفتہ کو مکہ کے قریب سید الشہداء نامی مقام سے روانہ ہوئے۔

سلطانی راستہ سے قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا رابغ میں بدو گولی چلا رہے تھے وہاں سے بئر حسینی گئے اور روک لیے گئے پھر دو دو مجیدی روپے دے کر راستہ چھوڑ دیا گیا، قافلہ اونٹوں کا تھا اور ۸، ۹ سو تک تعداد تھی ۵ یا ۶ محرم کو منزل خیف پہنچے جہاں بدوؤں نے ایک ماہ تک قافلہ ٹھہرائے رکھا۔ جنہوں نے شریف مکہ کے راستہ کا ٹیکس بند کرنے پر اودھم مچا رکھا تھا اور احتجاجاً حاجیوں کو تنگ کرتے تھے، ان کے لیڈر عباس نامی شیخ تھے بالآخر حجاج نے ٹیکس پورا کیا۔ امیر حبیب اللہ کے والد نے تین سو پونڈ ملا شور بازار نے دو سو پونڈ اور شیخ صالح محمد نے ۵ سو پونڈ اور باقی سب حجاج نے ٹیکس کی رقم جمع کر کے ان کو دی، میرے والد مولانا عبدالقادر صاحب تنہا قافلے سے چھپ کر کہیں گئے تھے۔ ۷، ۸ دن تک ان کی کوئی اطلاع نہیں آئی تھی ۱۷، ۱۸ محرم کو یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ ہم سات رفقاء سوائے حاجی کمال الدین

کے ان کے پیچھے قافلہ چھوڑ کر روانہ ہوئے تھے اور ہم سب نے اپنے پیسے اور سامان وغیرہ دفنایا تھا اس کے بعد ہمارا سفر شروع ہوا پینے کے پانی کے لیے سخت تکلیف پیش آتی رہی۔

بئر علی سے کافی پہلے ایک گھر نظر آیا۔ میرے دادا نے آواز دی:۔ یارب یاکریم۔ تو اس گھر والوں نے جتنا پانی تھا دیا اور کچھ کھجوریں بھی دیں اور کہا کہ واللہ گھر میں اور کچھ نہیں ورنہ کھانے کو بھی دیتے وہاں سے ہم روانہ ہوئے۔ پیاس کی وجہ سے سکرات کی حالت ہم پر طاری تھی۔ ایک کنواں نظر آیا اس میں جھانک کر دیکھا تو ایک شخص اس میں چادر اوڑھے نظر آیا۔ شاید وہ شخص شدت پیاس کی وجہ سے اس میں کودا ہوگا اور وہیں مرگیا ہوگا۔ ہم نے کنویں سے میلا اور گدلا پانی نکالا اور اس کو چھان کر پی لیا اور نڈھال ہوگئے وہاں سے روانہ ہوئے تو پھر راستہ گم کردیا۔ بدو کرتے ہوئے روانہ تھے ہمیں انہوں نے دیکھ لیا تو بندوق تانے پہنچ گئے ہم نے کہا مدینہ جارہے ہیں تب چھوڑ دیا۔ جب سکرات کی حالت میں ہمیں پانی ملا تو آپ کے دادا نے ہمیں ایک ایک گھونٹ پینے کو دیا اور کہا کہ یکدم پیوگے تو نقصان ہوگا دوسرے دن بئر علی کو پہنچے وہاں پر بھیڑ بکریوں کی آواز سن کر ان کے پیچھے گئے کہ شاید وہاں پانی ہوگا۔ وہاں پر ہم نے پانی پیا۔ چرواہوں نے ۵؍ پیسے سے کافی دودھ دے دیا۔ اور ہم نے اس میں پانی ڈال کر خوب پیا اور کھجور بھی ملے بئر علی سے مدینہ تک مسافت ہم نے مغرب کے بعد شروع کی راستہ میں تیز ہوا شروع ہوئی ایک قدم اٹھاتا تو ہوا کے زور سے کئی قدم آگے جاتے عجیب معطر خوشبو بھی ہوا میں محسوس ہورہی تھی، مدینہ منورہ کے راستے میں دو بدو ایک باغ سے نکلے انہوں نے حملہ کیا۔ آپ کے جد امجد کے کاندھے پر دری تھی۔ وہ لوگ اس کو بھگا کر لے گئے۔ وہ بھی ان کے پیچھے بھاگنے لگا ہم نے اس کو روک لیا کہ وہ لوگ خود بھاگ گئے ہیں سحری کے وقت مدینہ منورہ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آئیں ہم سمجھے کہ مدینہ منورہ قریب ہے ہم مدینہ منورہ کے سٹیشن (جسے عنبریہ کہتے ہیں) کے ساتھ سوئے۔ صبح روانہ ہو کر ۵؍ بجے کے قریب مدینہ منورہ پہنچے میرے والد مولانا عبدالقادر جو گم ہوگئے تھے، باب الرحمت میں کھڑے تھے۔ بہت خوشی ہوئی۔ حرم میں داخل ہوئے روضہ مطہرہ کا دیدار کیا۔ مدینہ منورہ اکثر خالی تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے سخت قحط آیا تھا اور مدینہ سے لوگ بھاگ گئے تھے۔ شاہ بخارا کے رباط کو مدرسہ میں گئے۔ سید حسن مہاجر ترکی کے مدرسہ میں رہے خیف والا قافلہ بھی پہنچا تھا قافلہ نے ۹؍ دن قیام کیا اور پھر ہم سب اکھٹے واپس ہوئے واپسی میں خیف پہنچے تو خزانہ امانت تھا۔

مال لے کر عمرہ کے راستے ینبوع بندرگاہ کو آئے وہاں تین دن قیام کیا آپ کے دادا (حاجی معروف گل) ایک مچھلی پکڑ کر لائے تھے۔ ۲۰؍۲۵ سیر تھی سب نے خوب کھائی اور کچھ پھینک دی۔

ینبوع میں ایک کشتی تھی اس میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی بھی تھے۔ وہ لوگ ہندوستانی تھے لوگوں نے کہا یہ لوگ پٹھان ہیں ان کو نہیں چھوڑیں گے اس پر جھگڑا ہوا اور ہم کشتی سے اُتر گئے ایک دخانی جہاز جس میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا وہ جارہا تھا۔ ہم لوگ اس میں ینبوع سے بلاقیمت سوار ہوئے ایک رات دریا میں گزار کر دوسرے دن جدہ پہنچ گئے اور وہ کشتی آٹھویں دن سخت تکلیفوں سے پہنچی۔ ہم پانچ چھ دن جدہ میں رہے خوب سیر کی بی بی حوا کا روضہ بھی جدہ میں دیکھا، آخری جہاز تھا مسکینوں کے لیے، جس کے پاس جتنا تھا اسی قیمت پر ٹکٹ لے لیا۔ پہلے اسی روپے قیمت تھی اس کے بعد گرتے گرتے چالیس تک پہنچ گئی۔ آپ کے دادا نے بھی چالیس کا ٹکٹ لیا اور اکثر لوگ اس میں مفت سوار ہوئے۔ ۱۴؍ دن جہاز نے سفر کیا۔ ستمبر میں ہم اکوڑہ پہنچے۔ لوگوں نے شاندار استقبال کیا۔ آپ کے پردادا میر آفتاب ۱۹۲۳ئہ میں حج کو تشریف لے گئے تھے اور میرے بڑے بھائی حاجی محمد یوسف بھی ان کے ہمراہ تھے۔

جد امجد مرحوم کے والد حاجی میر آفتاب کے اسفارِ حج

میرے پردادا (یعنی حضرت شیخ الحدیث کے دادا مرحوم الحاج میر آفتاب صاحب مرحوم پہلی دفعہ ۱۹۲۵ء میں حج بیت اللہ شریف کو گئے اس وقت مالی حالت ایسی نہ تھی اور سخت خطرات تھے مگر ان کا بے پناہ جذبہ عشق و اشتیاق اس کا باعث بنا ان کے رفقا۔ سفر میں جناب الحاج محمد یوسف (رکن دارالعلوم) ابن مولانا عبدالقادر مرحوم بھی تھے انہوں نے اس سفر کی یہ تفصیل بتائی کہ اکوڑہ خٹک سے میں اور حاجی الٰہی بخش محلہ ککے زئی جناب میر حسین محلہ ککے زئی اور والد شیخ شرف الدین اکوڑہ خٹک سے ساتھ تھے یہاں سے ریل گاڑی میں بمبئی گئے تقریباً ۲۵؍ دن ٹھہرنا پڑا۔ کیونکہ میں (حاجی محمد یوسف) اپنے والد کی اجازت کے بغیر روانہ ہوا تھا اور بمبئی سے بذریعہ خط وکتابت اپنے والد سے اجازت لینی پڑی۔ پہلے تو اجازت نہ دی لیکن بعد میں راضی ہوئے۔

اس کے بعد ہم سب بمبئی سے بحری جہاز سے روانہ ہوئے جدہ سے میں اور حاجی میر آفتاب مرحوم ایک اونٹ پر سوار ہوئے مجھے سواری پر بہت نیند آتی تھی تو میں نے پگڑی سے اپنے آپ کو حاجی میر آفتاب سے باندھ لیا تاکہ نیند کی حالت میں سواری سے گر نہ پڑوں۔ دریں اثنا قبلہ بزرگوار نے از راہ ظرافت وہ پگڑی کھول دی اور میں نیند میں اونٹ سے گر پڑا۔ صبح جدہ سے آئے۔ اور حا نامی جگہ پہنچے پڑاؤ کیا دن کو آرام کیا اور رات کو پھر عازم مکہ مکرمہ ہوئے ہم سب سواریوں پر تھے مگر یہاں سے آگے قبلہ بزرگوار نے پاپیادہ سفر کیا چنانچہ وہ مکہ مکرمہ تک پیدل چلتے رہے اور صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، شیخ عبدالعزیز بمبئی والے ہمارے معلم کا نام تھا۔

یہ زمانہ شریف حسین کی حکومت کا تھا اور اس سال ابن سعود نے طائف وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ناصر الملک مہتر چترال بھی حج کرنے آئے تھے ان کو ہم نے عرفات کے میدان میں دیکھا بہت وجیہہ تھے جس کی وجہ سے لوگ انہیں بہت بڑے بزرگ سمجھتے اور اس کے ہاتھوں میں شکرانے اور تحفے ڈال لیتے۔ اور وہ ہنستے رہتے ہمارے ایک ساتھی میر حسین گگے زئی نے میدان میں دعا کی اے خدا میں نے بہت گناہ کیے ہیں میرے گناہ معاف کر دے اور مجھے یہاں سے واپس ملک نہ لے جا۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی عرفات سے اسی دن عصر کے وقت منیٰ آرہے تھے تو مزدلفہ کی حدود میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے انتقال فرما گئے اور ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔

قبلہ بزرگوار ہزار شوق اور تڑپ کے باوجود مدینہ منورہ نہ جا سکے۔ کیونکہ شریف مکہ اور ابن سعود کے درمیان گڑبڑ کی وجہ سے راستہ غیر محفوظ تھا اور یہ حضرات مکہ معظمہ میں سترہ دن رہ کر عازم وطن ہوئے۔ اور یہ سفر غالباً ۳ ماہ کے عرصہ میں پورا ہوا۔ بمبئی سے بذریعہ ریل گاڑی واپس ہوئے اور تمام اکوڑہ نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

(ذاتی ڈائری روایت حاجی محمد یوسف مرحوم)

دوسرا حج

قبلہ حاجی میر آفتاب صاحبؒ پہلے حج میں مدینہ طیبہ نہ جا سکے تھے اور یہ حسرت اور اشتیاق دل میں رہا اور موقعہ کی تلاش میں رہتے اور ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود دوبارہ روانہ ہوئے۔ اس دفعہ حاجی کجبیر گل آف آدم زئی اور حاجی شناب گل آف اکوڑہ ان کے ساتھی تھے پہلے حج کے بعد یہ حج دو تین سال بعد ہوا۔

حضرت کی بیٹھک

۱۹ مئی ۱۹۸۳ء ۶ شعبان ۱۴۰۳ھ

قدیم گھر جہاں والد ماجد رہتے ہیں ان کی بیٹھک ہے بے حد فرسودگی کی وجہ سے بالآخر گرا ہی دیا گیا جو خود گرا ہی چاہتا تھا اب تک اس کی لیپا پوتی اور مرمت ہی ہوتی رہی اور حضرت اسے پختہ کرانے پر راضی نہیں ہوتے تھے یہ بیٹھک گویا نصف صدی تک اعیان علم و فضل کی مہمان گاہ اور اقامت گاہ رہی، حضرتؒ کا مطالعہ گاہ بھی یہی تھا۔ اور ملاقاتیوں کا میٹنگ روم بھی اور وفود سے ملنے کی جگہ بھی اور بارش یا عوارض کی وجہ سے کبھی کبھی حضرت کی درس گاہ بھی، اس تاریخی بیٹھک کو حضرت شیخ الاسلام مولانا مجاہد الکبیر حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم، مولانا نصیر الدین غورغشتی، مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس عہد کے تقریباً تمام اجلہ علم و فضل کی استراحت گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ وزراء حکام اور گورنر بھی اس میں خاک نشین ہوتے رہے اس ٹوٹے پھوٹے مٹی گارے کی بنی ہوئی بیٹھک میں سب یکساں فروکش ہوتے۔ ۲۰، ۲۵ مہمانوں کا ڈائننگ ہال بھی یہی ہوتا چارپائی ہٹوا کر زمین پر دستر خوان بچھا کر تنگ تنگ مہمان سما جاتے حضرت بسا اوقات خود کھڑے رہتے اور مہمانوں کی خدمت کرتے حضرت مدظلہٗ کو طبعی طور پر اس کے ساتھ قلبی لگاؤ تھا۔ اس لیے اس کی تجدید و تبدیلی پسند نہ کی ذرا بارش ہوتی یہ نہ صرف ٹپکتا بلکہ کوئی نہ کوئی حصہ دیوار وں کا گر بھی جاتا جنوب میں دو کھڑکیاں ایک دروازہ مشرقی گلی میں اور ایک شمالی دروازہ گھر کی گلی میں کھلتا تھا دیواریں کچے گارے اور پتھر کی مغربی دیوار میں دو الماریاں نصب تھیں جو حضرت کی کتابوں سے بھری ہوتیں تین چارپائیاں بچھا دیتے تو اس میں سات آٹھ آدمی بمشکل بیٹھ سکتے چارپائی کے پائنتی کے کونے میں وضو خانہ بھی یہی تھی یہ بیٹھک بھی گھر کی تعمیر کے ساتھ جد امجد مرحوم نے بنائی تھی، گرانے سے قبل میں نے عزیزم شفیق سے اس تاریخی عزبت کدہ کے تصاویر اتروائیں میرے عنفوان شباب کا بڑا حصہ بھی اسی میں بسر ہوا یہ بیٹھک اسی نقشہ پر اب بھی ہے مگر پختہ ہے۔

* * *

بوذر و سلمان کے اوصاف کے مظہر تھے وہ
اس صدی میں غیرت اسلام کے پیکر تھے وہ

روایت جناب میاں عبدالمطلب شاہ جہانگیری
نقل: مولانا سمیع الحق (ذاتی ڈائری)

حزم واحتیاط کے بعض حیرت انگیز واقعات

بچوں کی اذیت اور تکلیف پر دارالعلوم کو ترجیح

حضرت شیخ الحدیث کے ہم زلف اور میرے خالو جناب میاں عبدالمطلب شاہ صاحب فقیر خیل جہانگیرہ نے فرمایا۔ دارالعلوم کے طالب علموں کیلئے روٹی اور سالن مولانا صاحب کے گھر میں پکتا تھا، تنور میں اکثر خار دار جھاڑیاں کانٹے دار جلائے جاتے اور گیس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اتفاق سے میں اکوڑہ گیا مولانا صاحب سے ملنے کے لئے، تو تمھاری والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ آپ مولانا صاحب سے کہیں کہ جب ہم مدرسے کے لئے روٹیاں پکاتے ہیں تو لکڑیاں کانٹے دار ہیں گھر میں کانٹے گرتے ہیں۔ اور بچوں کو صحن میں چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے اور اس وقت بچوں میں (سمیع الحق اور محمود الحق وغیرہ چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے) تو ان کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور پاؤں میں کانٹے چبھتے تھے۔ تمھاری والدہ نے کہا مجھ سے کہ آپ سفارش کریں۔ مولانا صاحب سے کہا کہ روٹی پکانے کا انتظام باہر ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ حضرت نے سنا اور فرمایا کہ میاں صاحب گھر میں دو عورتیں (یعنی خادمیں)، روٹی پکانے کے لئے موجود ہیں اور ہر ایک کو مہینے کے سات سات روپے ملتے ہیں۔ تو ۲ دو عورتوں کے ۱۴ چودہ روپے ہوئے اب اگر میں تنور کے لئے مکان کرایہ پر لوں تو کم از کم مکان کا کرایہ بیس روپے ہوگا اور ساٹھ روپے روٹی پکانے والا بھی لے گا یہ تو سب ملا کے اسی۔ نوے روپے ہوئے۔ اب جو کام چودہ روپے میں ہوتا ہے گھر میں آسانی سے تو کیا ضرورت ہے ۸۰۔۹۰ روپے مدرسے کے خرچ کرنے کی یہ تو خدائی کام ہے۔ اس میں گزارا کرنا چاہیئے اور جو بچوں کے پاؤں میں کانٹے چبھتے ہیں تو اس کا صلہ اللہ تعالیٰ بچوں کو دے گا۔ انشاء اللہ

اٹھنے بیٹھنے کی پریڈ

میاں عبدالمطلب شاہ صاحب نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ مولانا صاحب کو یہ عادت ہوتی تھی۔ کہ عصر کے بعد یا کسی بھی وقت بیٹھک میں بیٹھے ہوتے تھے۔ مہمان وغیرہ کے ساتھ۔ اتنے میں اگر کوئی مہمان وغیرہ آجاتا تھا۔ تو مولانا صاحب عموماً کھڑے ہو جاتے۔ تو مولانا صاحب کی وجہ سے باقی لوگ بھی کھڑے ہو جاتے اتنے میں کوئی مہمان تشریف لائے میرے خیال میں تھا کہ وہ کراچی یا لاہور کے بڑے عالم تھے۔ تو مولانا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ہم سب ایک ساتھ بیٹھک میں کھانا کھائیں گے۔ میں نے ان سے توریۃً کہا: میرا حضرت روزہ ہے اور یہ اس لئے کہا تھا۔ کہ مجھ سے بار بار ہر وقت اٹھنا بیٹھنا نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت خود کھانا اٹھا کر مہمانوں کے پاس لائے اور میں گھر میں اس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس میں تمھارے والد اٹھتے بیٹھتے تھے۔ میں نے تمھاری والدہ صاحبہ سے کہا کہ مجھے کھانا دے دیں مجھے واپس بھی جہانگیرہ پہنچنا ہے۔ اتنے میں تمھارے والد صاحب مزید سالن وغیرہ لینے کے لئے گھر آئے اور مجھ پر نظر پڑی اور ہنسے اور فرمایا کہ میاں صاحب آپ کا تو روزہ تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے ہر وقت اُٹھنے بیٹھنے کی پریڈ نہیں ہو سکتی۔

دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام کی پیش کش

میاں صاحب نے تیسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ مولانا بادشاہ گل صاحب دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے بعد اپنا مدرسہ بنانا شروع کیا تو حضرت ان کے پاس تشریف لے گئے کہ اکوڑہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور اس میں تو دو مدرسے بیک وقت نہیں چل سکتے۔ اور حضرت نے ان سے یہ فرمایا کہ آپ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم بن جائیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔ اس سے دین کو اور گاؤں کے اتفاق کو نقصان نہیں پہنچے گا لیکن بادشاہ گل صاحب نے مدرسہ بنایا ان کی زندگی میں تو کچھ طلبہ مدرسے میں تھے۔ لیکن وفات کے بعد اب بالکل خالی ہے۔ دراصل بات اخلاص اور صحیح نیت پر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ مدرسہ بالکل سنسان ہے۔ اور ایک طرف مولانا صاحب کا ایثار اور اخلاص تھا، آج الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ پہلے سے بھی زیادہ اچھے طریقے سے ترقی کی راہ کی طرف گامزن ہے۔ میں جب اکوڑہ آیا کرتا تھا تو واپسی پر حضرت سے ملتے وقت دعا کی گزارش کرتا تو آپ مجھ سے فرماتے کہ آپ میرے لئے دعا کریں یہ تو مولانا صاحب کی تواضع عجز وانکسار تھا۔ کہ ہم جیسے گناہ گاروں سے دعا کے لئے کہتے تھے۔ اور انہیں جو یہ بلند مقام و مرتبہ ملا یہ تواضع اور اخلاص کی وجہ سے۔

* * *

گم کردہ منزل کو کیا شوقِ جہاں بینی
ہے جس کی نگاہوں میں پیغام عمل کوشی
بہتر ہے دو عالم سے اِک رہبر فرزانہ
راس آتی ہے مومن کو وہ جرأت رندانہ

روئے زمین پر

انسان کا استقبال

انسان نے سب سے پہلا قدم جب رُوئے زمین پر رکھا تو درختوں نے لہلہاکر، نباتات نے جھوم کر اور برگ وگُل نے مسکرا کر انسان کا پُرجوش استقبال کیا۔

انسان نے چین محسوس کیا، وہ آغوشِ فطرت میں آچکا تھا۔ درخت اس کی غذا کا سامان بنے اور نباتات اور گُل وبرگ اس کے درد کا درماں بنے۔ قدرتِ فیاض نے رُوئے زمین کے چپّے چپّے پر نباتات پیدا کر دیئے ہیں اور انسان کی غذا اور دوا کا اہتمام کر دیا ہے۔

سائنس کی عظمتوں اور ٹکنالوجی کی رفعتوں نے بھی آخرکار انسانِ ارض کو آغوشِ فطرت میں جانے کے لیے آج بے چین کر دیا ہے۔

ہاں، انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ حتی الامکان دائرۂ فطرت سے باہر نہ جائے اور نباتات سے اپنے علاج معالجے کا سامان کرے۔ ہمدرد نباتات کے عالمی میدان میں گزشتہ کم ازکم پچاس سال سے مصروف ہے اور دنیا کے ہر انسان کو ہمدرد نے دعوت دی ہے کہ وہ آغوشِ نباتات میں آئے۔ آج دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔

ہمدرد فطری علاج کا حامی ہے۔ آج کی دنیا فطری علاج کی خواہاں ہے۔

ہمدرد کی نباتی پیش رفتوں میں ایک نہایت موثر پیش رفت

ہمدرد
جوشینا
جوشینا
10 GMS
Hamdard
BALM
EFFECTIVE FOR HEAD ACHE COLD COUGH NASAL AND CHEST CONGESTIONS MUSCULAR PAINS SKIN IRRITATION NEURALGIA SUNBURN SPRAIN AND INSECT BITES
ہمدرد
بام
ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم وحکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

نزلہ، زکام۔ جوشینا سے آرام

Adarts-JOS-1/92

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رح
کی اوّلین تربیّت گاہ

سرچشمۂ خیر و برکت ، دادی امّاں مرحومہ کی مبارک گود ، جس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی تربیت ہوئی

> مرحومہ کے سانحۂ ارتحال ۸ ار ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کے موقع پر مدیر "الحق" جناب مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ماہنامہ "الحق" میں ایک وقیع اور رُلا دینے والی ادارتی تحریر لکھی ۔ جب دامن دادی امّاں مرحومہ کا ہو تو اس میں نشو و نما پانے والا بچہ کیوں نہ عظیم محدّث اور اپنے وقت کا مسلّم شیخ الحدیث قرار پائے۔ جناب مدیر "الحق" کی اس تحریر سے حضرت شیخ الحدیث رح کے خانگی حالات ، سیرت اور سوانح کے پس منظر ، بعض مخفی گوشوں اور اہم ترین محرکات پر روشنی پڑتی ہے ۔ اسلیے من و عن نذرِ قارئین ہے ——— (ادارہ)

فرصتِ غم کہاں زمانے میں
آج رولیں تیرے سیلے دم بھر

۸ ار ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ ار دسمبر ۱۹۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نمازِ جمعہ سے کچھ دیر قبل میری دادی صاحبہ مرحومہ و مغفورہ اور حضرت قبلہ والد بزرگوار شیخ الحدیث رح کی والدہ ماجدہ قدس اللہ سرہا العزیز واصل بحق ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ——— اور یوں ہم خیر و برکت کے اُس عظیم الشان سرچشمہ سے ظاہری طور پر محروم ہو گئے جس سے تقریباً پچاسی ۸۵ برس تک پورا خاندان مستفید ہوتا رہا۔

موت حق ہے اور سب کو جانا ہے ، پھر مرحومہ کی عمر اور ضعف و نقاہت سب باتیں اسے ایک طبعی حادثہ بنا دیتی ہیں اور بظاہر یہ ایک ذاتی سانحہ ہے مگر درحقیقت دار العلوم حقانیہ اور حضرت شیخ الحدیث رح کے تمام کاموں میں پس پردہ دادی صاحبہ مرحومہ کی پُرسوز ، مسلسل اور شبانہ روز دعائیں جس انداز میں کارفرما تھیں اور جو مضبوط روحانی سہارا حاصل تھا ، اس لحاظ سے یہ سانحہ صرف ایک گھرانے کے لیے نہیں بلکہ پورے ادارہ اور اس کی علمی و دینی سرگرمیوں اور دار العلوم سے وابستہ ہزاروں لاکھوں فضلاء ، متوسلین و محبین کے لیے باعثِ رنج و غم بن گیا۔ قارئینِ "الحق" اور متعلقین میں سے بہت سے کم حضرات کو اس وجود باجود کی موجودگی کا علم تھا اور جب وصال کا علم ہوا تو بہت سے اہل اللہ ، علماء و صلحاء نے اس امر کا اظہار کیا کہ دار العلوم کی ترقیات اور اس کے خُدّام کا دین کی سربلندی کے لیے حقیقی مساعی کا راز اب سمجھ میں آیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رح نے دار العلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے ایک تعزیتی اجتماع میں برسبیلِ تذکرہ فرمایا کہ "مجھے یقینِ کامل ہے کہ اس پسماندہ ، بے آب و گیاہ سرزمین ، وادی غیر ذی زرع میں دار العلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز و تڑپ تعلق مع اللہ اور ہر لحہ دعاؤں کا نتیجہ ہے"۔ ——— پس دادی صاحبہ مرحومہ کی جدائی بلاشبہ اس لحاظ سے بھی موجبِ غم ہے کہ اس پُرفتن و پُرآشوب دور میں دار العلوم ، اس سے وابستہ شعبے اور ادارے ایک بہت بڑی روحانی قوّت سے (جو پسِ پردہ تھی) اور اس کی برکات اور دعاؤں سے محروم ہو گئے ، اللہ تعالیٰ اس خلاء کو مرحومہ کے روحانی برکات و فیوضات سے پُر فرما دے۔

ہر شخص کو اپنے خاندان کے بزرگوں سے محبّت اور عقیدت ہوتی ہے ، مگر راقم الحروف جب ان تمام طبعی عوامل اور دواعی سے ہٹ کر بھی مرحومہ کی طویل زندگی پر نگاہ ڈالتا ہے تو ایمان و یقین ، صبر و شکر اور عبدیت و فنائیت کے ایسے ایسے مظاہر ہیں اس پوری زندگی کو ڈوبا ہوا پاتا ہے جو ہر لحاظ سے ایک مومنِ کامل کی زندگی کہلائی جا سکتی ہے۔ اِس عہدِ ظلمات میں جبکہ مَردوں میں بھی ایمان و اعمال کے معیار پر پورے اترنے والے عُنقاء ہیں دادی صاحبہ مرحومہ کی ذات میں ہمارے لیے ایک ایسی مومنہ قانتہ کی مثال موجود تھی کہ بلا مبالغہ ان کا کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ یادِ خداوندی اور فکرِ آخرت سے خالی نہ رہتا ، فرائض و سُنن تو بڑی بات ہے نوافل و مستحبات اور اوراد و اذکار میں بھی شدّت حرص اور انہماک و شغف کا عالم جب تک قویٰ نے مکمل جواب نہ دیا فرائض سے کم نہ تھا معمولی سے معمولی مسئلہ اور کسی شرعی حکم میں اتنا تصلّب ہوتا کہ کسی کے کہنے پر بھی اپنی رائے میں لچک نہ پاتیں۔ عزیمت کا یہ حال کہ رخصت یعنی تیمم اور اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی ہم بمشکل انہیں آمادہ کر سکتے۔ ایک مدّتِ مدید سے رمضان المبارک میں اعتکاف کا شدت سے اہتمام فرماتیں ، یہاں تک کہ گذشتہ سے پیوستہ

رمضان مبارک میں بھی اس سنّت کو پورا فرمایا جبکہ بیماری اور ضعف ونقاہت کی وجہ سے تمام تیماردار روزہ نہ رکھنے پر بھی مصر تھے۔ اس سال بھی جب کہ استغراق اور نیم غنودگی کی وجہ سے دن اور رات کا امتیاز بھی مشکل ہو گیا تھا، رمضان المبارک کے روزے پورے کیے جبکہ جسم سانس لینے کا متحمل نہ تھا، مگر عین افطار کے وقت بھی بڑی مشکل سے روزہ کھولتیں اور یہ کھٹکا لگا رہتا کہ شاید یہ لوگ ترس کھا کر قبل از وقت میرا روزہ کھلواتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ایک معتدبہ حصہ بچپن سے ازبر تھا، ادعیہ مسنونہ کے کئی مجموعے گنج العرش وغیرہ طفولیت سے حفظ تھے، اذکار و اوراد کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے دماغ میں تھا مگر اس کے باوجود نئی نئی دعاؤں اور اذکارِ مسنونہ کی تلاش میں رہتیں۔ اس ضمن میں کسی دعاؤں کی کتاب میں جبکہ اُن کی بینائی قائم تھی کوئی دعا یا وِرد یاد کیا تھا اور بعد میں اس سے کچھ بھول گئیں اور کتاب کا نام بھی حافظہ میں نہیں رہا تھا مگر پچھلے دس پندرہ سال میں ایک بار نہیں بار بار جب بھی موقع ملا اُس کتاب کی جلد وغیرہ کی نشانیاں بتلا بتلا کر مجھ سے تقاضا کرتیں کہ اُسے ڈھونڈ کر دعا کی تصحیح کرا دوں۔ یہی حال قرآن کریم کی نئی نئی سورتوں کے حفظ کرنے کا تھا، لیٹے لیٹے بھی زیادہ وقت قرآن کریم کی تلاوت اور ادعیہ مسنونہ اور ذکر اللہ میں گذرتا۔ اب جب کہ میں حافظہ پر زور دے کر اپنے عہدِ طفولیت کی یادوں کو دیکھتا ہوں تو کمرے میں دادی صاحبہ مرحومہ کو سحری کے وقت چکی پیستے ہوئے پُرسوز اور مترنم لہجہ میں تلاوتِ قرآنِ کریم کی آواز کو اپنے کانوں میں آج بھی گونجتا ہوا محسوس کرتا ہوں، چکی کی آواز قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ ایک عجیب سماں باندھتی۔ وہ خود فرماتی تھیں کہ ہمیں ہمارے والد صاحبؒ تاکید کرتے تھے کہ صبح جب چکی پیستی ہوتی ہے (اور اس زمانہ میں یہ سب کام خواتین کرتیں) تو بیکار خاموش رہنے کی بجائے قرآن کی تلاوت کرتے رہنا، اس طرح لطف بھی آئے گا اور تلاوت کی برکت اور لذت میں کام بھی آسان ہو گا۔ فرمائیں کہ اس طرح ہم وقتِ نماز تک ۶/۷ سیر گندم بھی پیس لیتیں اور تلاوت کا ثواب بھی حاصل ہوتا رہتا، پھر صبح صبح لسی وغیرہ بنانے سے بھی فارغ ہو جاتیں۔ بعد میں بھی خوش قسمتی سے دادی صاحبہ کا کمرہ میرے کمرہ سے متصل تھا، بیچ میں ایک دروازہ بھی تھا۔ پچھلے سال تک سردیوں کی طویل راتوں میں جب بھی میری اُدھر توجہ ہو جاتی تو دادی صاحبہ کی تلاوت، اللہ تعالیٰ سے مناجات، ذکر اللہ اور پشتو زبان کے عارفین شعراء رحمان بابا وغیرہ کی منظوم مناجات اور استغفار و تسبیحات کی ایک عجیب گونج سنائی دیتی، رات بھر یہی شغل رہتا۔

مجھے یہ یقینِ کامل ہے کہ اس پسماندہ بے آب وگیاہ سرزمین وادیٔ غیر ذی زرع میں دار العلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز وتڑپ، تعلق مع اللہ اور ہر لحظہ دعاؤں کا نتیجہ ہے

بالخصوص موت کے شدائد، جہنم سے پناہ، مرضیاتِ ربانی کے التجا کا عجیب عالم تھا۔ جب بھی ہم نے مزاج پرسی کی تو یہی کہا کہ یہ تو سب گذر جائے گا اُس دنیا کی بات کرو اور خاتمہ بالایمان کی دُعائیں مانگتیں۔ سکراتِ موت کا انہیں بے حد ڈر تھا مگر یہ مرحلہ ایسے گذرا کہ کسی کو محسوس بھی نہ ہوا کہ سو گئیں ہیں یا وصال ہو گیا ہے، یہاں تک کہ ڈاکٹر نے وفات کے بعد یقین دلایا کہ وصال ہو چکا ہے۔

وفات کے لیے انہیں جمعہ کا دن بہت محبوب تھا، وہ فرماتیں کہ میری دادیؒ کا وصال یوم العرفہ کو صبح صادق سے قبل ہوا تھا، والد مرحوم بھی جمعہ کو فوت ہوئے اور والدہ مرحومہ بھی عین اُس وقت جبکہ وہ تہجد پڑھ رہی تھیں جمعہ کو فوت ہوئیں، مَیں بھی اللہ سے یہی دعا مانگتی ہوں۔ چنانچہ یہ تمنا خدا نے پوری فرمائی اور جمعۃ المبارک جسے والیوم الموعود و شاھد و مشھود کا بھی مصداق کہا گیا ہے۔ نمازِ جمعہ سے کچھ قبل شہودِ حق کی دولتِ جاودانی سے سرفراز ہوئیں۔

عبادات میں انہماک، زہد عن الدنیا کی یہ دولت انہیں اپنے والد ماجد اور بالخصوص اپنی والدہ ماجدہؒ سے ورثہ میں ملی تھی، وہ اپنی والدہ مرحومہ کی عبادات اور ریاضات کے وہ وہ حالات بیان کرتیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ فرماتی تھیں ذی الحجہ اور محرم کے دس دس دن اور اس کے علاوہ ہر سال تین ماہ سات دن روزوں کا معمول تھا جسے تقریباً زمانہ صحت میں مرحومہ نے بھی اپنایا۔

یہی حال دادی صاحبہ کا عبادات کے علاوہ دیگر اخلاقی قدروں میں بھی تھا۔ حیاء و عفت کا یہ عالم تھا کہ ان کی بینائی کسی تکلیف سے ۲۵/۳۰ برس قبل زائل ہو گئی۔ اندازہ یہ تھا کہ علاج اور اپریشن سے بینائی بحال ہو سکتی ہے اور پردے وغیرہ کا عارضہ بھی ہے۔

سکراتِ موت کا انہیں بے حد ڈر تھا مگر یہ مرحلہ ایسے گذرا کہ کسی کو محسوس بھی نہ ہوا کہ سو گئی ہیں یا وصال ہو گیا ہے۔

اس کے لیے حضرت والد ماجد مرحوم نے بارہا بااصرار آمادہ کرنا چاہا مگر صرف اس وجہ سے آمادہ نہ ہوتیں کہ میں اپریشن وغیرہ کے دوران نامحرم مردوں کو کیسے مُنہ دکھاؤں، مجھے اُس دُنیا کی آنکھیں چاہئیں یہ دُنیا تو گذر ہی جائے گی۔

زندگی بھر مَیں نے کوئی نامناسب اور سخت جملہ اُن کی زبان سے نہیں سُنا نہ غُصّہ اور غضب میں ڈوب کر کوئی ناشائستہ بات زبان سے نکلی۔ جب تک صحت اچھی تھی سحری سے اشراق تک مصلّی پر بیٹھ کر اپنے وظائف پورے کرنا اور پھر اس کے بعد آس پاس کے بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم پڑھانا، پھر عصر کے بعد عشاء گئے تک اپنی عبادتوں میں مصروف رہنا اور

ات کو سونے سے قبل بچّوں بچّیوں کو دینی احکام، بزرگوں کے واقعات، عالمِ آخرت، برزخ، جہنّم، پُلصراط اور میدانِ محشر کی باتیں سنانا بھی کوزد شب تھے۔

جب ناچیز اپنے حقیر سے دینی جذبات اور احساسات پر غور کرتا ہے تو ان باتوں کی اوّلین مربیہ اپنی دادی اماں ہی کو پاتا ہے جو میرے بدِ شعور رہی ہے۔ رات کو سونے سے قبل خدا اور رسولؐ اور آخرت کی توں، جنّت و جہنّم کی تفصیلات، فرشتوں کے حالات، صحابۂ کرامؓ ربزرگوں کے عجیب و غریب واقعات میں مجھے مگن کر دیتیں۔ یہ میری مُر تھی کہ میرا ذہن ان باتوں کا قطعی صحیح ادراک نہ کر سکتا اور میں حیرت لی وادیوں میں اپنے آپ کو گم پاتا۔ یہی نہیں بلکہ غزواتِ رسولؐ اور فتوحاتِ مصر و شام اور کربلا کی داستانِ کرب و بلا کی اوّلین جھلکیاں اپنے دماغ میں اپنی دادی اماں ہی کے ذریعہ محسوس کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ عمل کی ہزار تہہ دامنی اور تہی دستی کے باوجود اگر دادی اماں مرحومہ نے بچپن سے معصوم دینی جذبات اور احساسات کا بیج دل میں نہ بویا ہوتا تو شاید عمل کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی کتنی کوتاہیوں کا شکار ہوتا۔ وہ میرے دینی جذبات کی پہلی معلّمہ اور مربیہ تھیں، حق تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے ؎

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوٰی
فصادف قلباً خالیاً فتمکنا

خداوندِ کریم نے مرحومہ اس عابدہ اور شاکرہ کو دنیا میں بھی آنکھوں کی ٹھنڈک سے نوازا یعنی حضرت شیخ الحدیث مرحوم جیسا فرزند دیکھا اور ان کی علمی و دینی برکات سے خوش ہو ہو کر اس دُنیا سے گئیں۔

وہ مجھے فرماتی تھیں کہ وہ اور میرے دادا مرحوم آپس میں باتیں کرتے کہ ہم نے حضرت رحمہ اللہ کی شکل میں ایک پودا دین کے لیے لگایا ہے، کاش! یہ پودا ایک گلشن سرسبد بن جائے۔ اس پودے کو دادی صاحبہؒ نے خون پسینہ سے سینچا، اسکی آبیاری کی اور اسے اتنا سرسبز و شاداب بنا ہُوا دیکھا کہ اس کے ثمرات ہزاروں فضلاء اور علماء جیسی روحانی ذرّیت کی شکل میں انہیں ملے جو انشاء اللہ اب عالمِ آخرت میں رہتی دنیا تک ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گے۔

وفات کے وقت حضرت شیخ الحدیث مرحوم قومی اسمبلی کے اجلاس میں مصروف تھے، اطلاع ملنے پر شام کو گھر پہنچے، احقر راقم الحروف کراچی میں تھا ہفتہ کے روز رات کو گھر پہنچا، نمازِ جنازہ ہفتہ کے دن گیارہ بجے پڑھی گئی۔ بدقسمتی سے میں اس سعادت اور آخری دیدار سے محروم رہا۔ وفات کی خبر راتوں رات اکثر علاقوں میں پہنچ گئی، ریڈیو نے اس خبر کو رات کو اور پھر صبح کو نشر کیا، اخبارات میں بھی اطلاع آ گئی۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا پُرشکوہ نورانی جنازہ اس علاقہ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایک عجیب نورانی مخلوق، علماء و صلحاء، مشائخ و طلباء علومِ دینیہ اور دیگر دیندار مسلمان فوراً پہنچ گئے۔ ہر شخص تجہیز و تکفین کی سعادت میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ مقامی ٹاؤن کمیٹی اور شہریوں نے ہر طرح سے تعاون کیا، اکثر دکانیں بند رہیں۔

علماء و مشائخ کے علاوہ بے شمار عمائدین، شرفاء اور معزّزینِ ملک پہنچ گئے۔ بعد میں تعزیت کا سلسلہ بھی بے حد دراز رہا۔ تعزیت کے لیے آنے والوں میں گورنر سرحد، کئی وفاقی اور صوبائی وزراء، قومی و صوبائی اسمبلی کے ارکان، تعلیمی اداروں سے وابستہ حضرات بالخصوص پشاور یونیورسٹی کہ جس کے وائس چانسلر سے لے کر اکثر شعبوں کے سربراہوں، پروفیسروں، لیکچراروں اور طلبہ نے بہت بڑی تعداد میں قدم رنجہ فرمایا۔ ملک بھر سے مدارسِ عربیہ بالخصوص فضلاء دارالعلوم حقانیہ نے ختمِ کلامِ پاک اور روحانی والدہ کے لیے ایصالِ ثواب و دُعائے مغفرت کی اطلاعیں دیں، ملک بھر کے سرکردہ اکابرِ ملّت نے دعاؤں سے نوازا۔

اللّٰھم نوّر قبرھا وبرّد ضریحھا
وامطر علیھا شآبیب الرحمۃ
والرّضوان الیٰ یوم القیٰمۃ۔
اٰمین یا الٰہ العالمین۔

* * *

چمن میں حسنِ گل و لالہ دیکھنے والو
گلوں میں عکسِ رخِ باغباں بھی ہوتا ہے

جناب پروفیسر محمد افضل رضا صاحب
اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

مختصر حالاتِ زندگی

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خاندان کے افراد بالخصوص آپ کے چچا عبدالرحمٰن مرحوم ان کے فرزند اکبر خلیل الرحمٰن صاحب عرف ملا کی زبانی جو آپ کے دادا میر آفتاب سے منقول روایت ہے آپ کے خاندان کے بارے میں دورانِ تحقیق راقم الحروف کو معلوم ہو سکی ہے وہ یوں ہے کہ انیسویں صدی کی ابتداء میں آپ کا خاندان بنوں سے ہجرت کر کے اکوڑہ خٹک میں آباد ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث رحؒ کے پردادا جناب عبدالحمید اپنے تین بھائیوں سمیت سکھوں کے دورِ حکومت میں علاقہ خٹک پہنچا۔ جناب عبدالحمید کے تین بھائیوں میں سے ایک آدم زئی، دوسرا شیدو، تیسرا مانو (صوابی) اور خود جناب عبدالحمید نے اکوڑہ خٹک میں سکونت اختیار کی۔ حقائق السنن میں ص ۲ پر حضرت شیخ الحدیث کی مختصر سوانح میں فاضل مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس خیالِ غالب کا اظہار کیا ہے "کہ ان کے آباؤ اجداد سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان پر جہاد کی غرض سے حملہ آور ہونے ان مجاہد افواج میں شامل تھے جو بعد میں یہیں مقیم ہو گئے"۔

لیکن اس غالب خیال کے مقابلے میں مذکورہ بالا روایت زیادہ قابل یقین ہے۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ جس وقت آپ کا خاندان علاقہ خٹک کی جانب ہجرت کر رہا تھا۔ اکوڑہ خٹک میں سکھوں اور مجاہدین اسلام کا معرکۂ حق و باطل گرم تھا۔ اس ضمن میں پشتون کُن کے مولف پروفیسر پریشان خٹک کا یہ بیان زیادہ قابل توجہ ہے کہ

"عام خیال اور ناموں کی مشابہت کی بناء پر اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ خٹک ابتداء میں غزنی کے قریب لوگر کی زرخیز وادی میں آباد تھے۔ آج ضلع کرک، جو شوال سے کوچ کے بعد خٹک قبیلے کا مرکزی علاقہ رہا ہے لوگر کے تتبع میں ہے۔ ------ آثار و قرآئن سے ثابت ہے کہ شوال سے ہجرت کر کے خٹک بنوں میں تھوڑے عرصے کے لیے نہر "بھدر اونڑہ" اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں آباد رہے"[1] بہت ممکن ہے کہ غزنی سے بنوں منتقل شدہ یہ خاندان خٹک ہو۔ جس کے حضرت عبدالحمید نے اپنے بھائیوں سمیت سکھوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی غرض سے اپنے قبیلہ خٹک کی مدد کے لیے اکوڑہ خٹک ہجرت کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب مرہٹوں نے پنجاب پر حملہ کیا اور احمد شاہ ابدالی حملے کی غرض سے کابل سے روانہ ہوئے اور پشاور پہنچے تو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے حاکم تیری خوشحال خان خٹک ولد سعداللہ خان خٹک کو بھی اپنی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس موقع پر بنوں اور کرک میں مقیم بعض خٹک خاندان آپ کے لشکر میں شامل تھے۔ ممکن ہے کہ ۱۷۴۸ء کے اس جہاد میں شرکت کیلئے حضرت شیخ الحدیث کا خاندان حسن ابدال میں مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد واپسی پر اکوڑہ خٹک کے علاقے میں اپنے خٹک بھائیوں میں سکونت پذیر ہوا ہو۔

جناب عبدالحمید جہاں اکوڑہ خٹک میں اپنے خٹک بھائیوں کے پاس رہائش پذیر ہوتے وہاں آپ کے دو بھائیوں میں سے ایک نے آدم زئی میں اور دوسرے نے شیدو میں اپنے خٹک بھائیوں کے پاس رہائش اختیار کی۔

بالعموم حضرت شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تقاریر میں ،موږ خټک (ہم خٹک)، زموږ غریبه خټکنامه (ہمارا غریب خٹک نامہ) کے الفاظ بھی استعمال فرماتے۔ راقم الحروف نے عیدگاہ میں عیدین کے موقعوں پر حضرت شیخ رحؒ کی تقاریر میں کئی بار یہ الفاظ بذاتِ خود سنے۔ بالخصوص ان جملوں میں جن میں وہ اسی علاقے میں دارالعلوم کے قیام کے سلسلے میں فضل و احسان خداوندی کا ذکر کرتے کہ کہاں ہم اور کہاں اتنا بڑا کرمِ الٰہی! —— تاہم اس قیاسی تحقیق کے بعد بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے افغان قبیلے کی ذیلی شاخ تحقیق طلب ہے۔

سن ولادت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت

---

[1] پشتون کُن ۔ پروفیسر پریشان خٹک ص ۳۰۶ اور ص ۳۰۹

کے سن کے بارے میں حقائق السنن کے صفحہ ۲ پر ابتدائی سطر میں یہ الفاظ درج ہیں۔ "حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے"۔ راقم الحروف نے حضرت شیخؒ کے سن ولادت کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت شیخؒ کے چھوٹے بھائی نورالحق صاحب سے بات چیت کی تو فرمایا۔

ا۔ "جب ہجرت کی تحریک چلی اور مسلمانانِ ہند افغانستان ہجرت کرنے لگے تو اس وقت میری عمر ۱۱، ۱۲ سال تھی اور میں ریل گاڑی میں سفر کرنے والے مہاجرین کو سٹیشن پر پانی پلایا کرتا تھا"۔ اس بیان کی روشنی میں اگر جائزہ لیں تو ۱۹۲۰ء میں ہوتی۔ اگر نورالحق صاحب کی عمر ۱۱ سال بھی فرض کرلیں تو گویا وہ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے تھے چونکہ آپ حضرت شیخؒ سے تین سال چھوٹے تھے۔ اس لیے حضرت شیخ کا سنِ ولادت ۱۹۰۶ ہے۔

ب۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال کے موقع پر ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو دارالحدیث میں تعزیتی اجتماع سے جو خطاب فرمایا تھا اس میں آپ نے فرمایا۔

"جب ہم جلالیہ (علاقہ چھچھ) میں غالباً شرح جامی پڑھتے تھے اس وقت مولانا مرحوم بھی وہاں تھے ان کی عمر میرے برابر تھی سال آدھ تقدیم و تاخیر شاید ہو"[۱]

اپنے والد کے سوانحی خاکے میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کے فرزند ارجمند حافظ محمد ابراہیم فانی لکھتے ہیں۔ آپ ۱۹۰۸ء کو مولانا خلیل الرحمٰن کے ہاں پیدا ہوئے"[۲]

ان سطور کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا سن ولادت تقریباً ۱۹۰۶ء معلوم ہوتا ہے۔ اکوڑہ خٹک کے معمر ترین افراد باچا گل (عمر ۹۰ سال۔ محلہ حاجی رحمان الدین) وسیم گل (عمر ۹۰ سال محلہ فرید خان) نے بھی اس سنِ ولادت کی تصدیق کرتے ہوئے راقم الحروف کو بتایا کہ جب حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب دارالعلوم دیوبند ۱۹۲۸ء میں جارہے تھے تو وہ دراز ریش نوجوان تھے۔ ان کی عمر ۲۰ سال سے کچھ زائد تھی۔

خاندانی حالات

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے جد امجد عبدالحمید نے اکوڑہ میں زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ کا ایک ہی فرزند جناب میر آفتاب تھا۔ جناب میر آفتاب صاحبؒ مسجد گگے زئی میں امام تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ زراعت بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے بڑھاپے میں دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ الحاج میر آفتاب صاحبؒ نے تانو ڈھیری کے اپنے رشتہ داروں میں شادی کی تھی، آپ کو خداوند تعالیٰ نے چار فرزند عطا کئے۔

جناب آفتاب گل صاحبؒ، جناب عارف گل صاحبؒ، جناب معروف گل صاحبؒ، جناب عبدالرحمٰن صاحبؒ، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زراعت آپ کے خاندان میں اب تک چلا آرہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد محترم الحاج معروف گل صاحبؒ مسجد گگے زئی میں امام تھے آپ نے بھی دو بار حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ اپنے محلے کے عثمان الدین صاحب کے ساتھ عماراتی چوب کا کاروبار بھی کیا کرتے تھے۔ کئی غیر شرعی امور اور بدعات کے خلاف علامہ عبدالنور سحرویؒ اور حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی معیت میں آواز اٹھائی۔ آپ نے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ حاجی صاحب مرحوم یا ان کی جماعت کے افراد اکوڑہ خٹک آتے تو ان کے ہاں ٹھہرتے تھے[۳] ۱۹۳۸ء میں اکوڑہ میں معرکۂ اعظم گڑھ میں خاکسار تحریک کے بانی اور تحریک کے خلاف الحاج معروف گل صاحبؒ نے روایتی جوش و جذبے کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے پہلی شادی تانو ڈھیری میں آباد اپنے رشتہ داروں میں کی۔ ایک بیٹی کی پیدائش کے بعد آپ کی بیوی وفات پاگئی، دوسری شادی شہزادہ کلی ضلع مردان کے محمد شریف اللہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ دوسری بیوی سے آپ کے پانچ بچے ہوئے، دو فرزند اور تین بیٹیاں نومبر ۱۹۴۸ء میں حضرت معروف گل صاحب انتقال کر گئے[۴]

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ آپ کے بڑے فرزند تھے دوسرے فرزند نورالحق صاحب الحمدللہ ابھی بقید حیات ہیں۔ حضرت شیخؒ کی والدہ ماجدہ بھی زہد و تقویٰ، اخلاق اور ایثار کا پیکر تھیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ / ۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء کو روز جمعہ آپ نے وفات پائی۔ حضرت شیخؒ نے ایک اجتماع میں برسبیل تذکرہ فرمایا۔ "مجھے یقین کامل ہے کہ اس پسماندہ و بے آب و گیاہ سرزمین وادیٔ غیر ذی زرع میں دارالعلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز و تڑپ، تعلق مع اللہ اور ہر لمحہ دعاؤں کا نتیجہ ہے"[۵]

---

[۱] حیات صدر المدرسین۔ مرتبہ مولانا محمد ابراہیم فانی ص۵۳ مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک۔ [۲] حیات صدر المدرسین۔ مرتبہ مولانا محمد ابراہیم فانی ص۱۷ مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک

[۳] حقائق السنن ص۱۰۔ حاجی معروف گل صاحب کے ہاں قیام کے علاوہ حاجی صاحب علامہ سحرویؒ کے ہاں بھی قیام فرماتے۔ [۴] حاجی صاحب مرحوم اکوڑہ خٹک میں اپنی زراعتی زمین میں جو قبرستان سے متصل تھی ایک خطہ الگ کرکے دفن ہیں ان کے ساتھ ہی شیخ الحدیث کی والدہ، ہمشیرہ اور بڑی صاحبزادی زینب دفن ہیں حاجی صاحب مرحوم کے مشرق میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی اور راستہ ہے جس کے متصل دادا پردادا حاجی میر آفتاب جناب عبدالحمید اور دیگر بزرگوں کی قبریں ہیں۔

[۵] حقائق السنن۔ ماخوذ از تعزیتی اداریہ الحق دسمبر ۷۶،

عہد طفولیت

حضرت شیخ رح بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھے۔ آپ تین سال کی عمر میں باتیں کیا کرتے۔ سوا چار سال کی عمر میں آپ عربی حروف تہجی سیکھنے لگے۔ اسی عمر میں آپ اذان کی نقل کرتے چھ سال کی عمر میں منبر پر چڑھتے۔ تحمدہ کا ورد کرتے اور ترجمہ کرتے۔ اسی کمسنی ہی میں آپ نے نماز پڑھنی شروع کی محلے کے بچوں کے ساتھ کبھی بھی کھیل کود میں حصہ نہیں لیا، کیونکہ آپ کے والد ماجد آپ کو وقت ضائع کرنے کا موقعہ نہ دیتے اور کڑی نگرانی فرماتے[1] خود حضرت شیخ نے فرمایا۔ "جب کبھی کھیل کود کا خیال آتا تو والد صاحب سخت برہم ہوتے"[2]

آغاز تعلیم

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے ہی علمی خاندان میں ہوا اپنے والدین سے ناظرہ پڑھنے کے بعد اپنے گھر کی پاکیزہ اور علمی فضا میں ابتدائی مکتبی تعلیم کی ابتدا کی۔ (۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۴ء) اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین، دینی مدرسہ اعظمیہ کے بانی حضرت مولانا عبد القادر شیخ صدیقی صاحب سے چند ابتدائی مذہبی کتب پڑھیں۔ بعد میں اکوڑہ خٹک ہی کے ایک عارف باللہ بزرگ سید عبد الرحیم صاحب (المعروف بہ قصابانو حاجی صاحب) ۱۸۴۸ء تا ۱۹۵۶ء سے گلستان، بوستان، پنج گنج وغیرہ مشہور ابتدائی کتب پڑھیں، دراصل آپ کے والد ماجد کی بھی شدید آرزو تھی کہ آپ مغربی علوم کے بجائے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کریں۔ کیونکہ آپ برطانوی استعمار کے خلاف تھے اور حاجی صاحب ترنگزئی رح کے ساتھ گہرا ربط و تعلق تھا۔ چاہتے تھے کہ آپ فرزند ارجمند عالم دین بن کر برطانوی سامراج کے خلاف آواز اٹھائیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ صرف ایک دن کے لیے سرکاری پرائمری سکول گیا۔ اس پر بھی والد صاحب سخت برہم ہوتے"[3] یہی وجہ تھی کہ ابتداء ہی سے حضرت شیخ رح نے نہایت جانکاہی، محنت اور خلوص کے ساتھ اپنی پوری توجہ دینی تعلیم کے حصول پر مرکوز کر دی۔ کیونکہ حسب منشائے والد ڈگری کی بجائے عربی تعلیم، اسلامی کردار اور اخلاق کے حصول کا بنیادی مقصد آپ کے پیش نظر تھا[4]

علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آغاز سفر

اس سلسلے میں راقم الحروف کو مختلف حوالوں سے جو کچھ معلوم ہو سکا۔ اس کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

ا۔ آپ نے ۸ سال کی عمر میں اکوڑہ سے اکھوڑی (ضلع کیمبل پور) باقاعدہ طور پر تعلیم کے لیے پہلا سفر اختیار کیا[5]

ب۔ پشاور کے قریب موضع ملوگی میں سید توکل شاہ کہستان باباجی رح کی صحبت میں کچھ عرصہ گزارا[6] اور ان سے استفادہ کیا۔ کہستان باباجی رح نے اکوڑہ خٹک کے مدرسہ اعظمیہ واقع سفید مسجد میں بھی کچھ عرصہ دینی کتب کی تدریس کی تھی۔ آپ کا مزار ناصر پور میں ہے۔

ج۔ حضرت شیخ رح نے کچھ عرصہ ایاز و گڑھی اور گوجر گڑھی (ضلع مردان) میں بھی گزارا اور وہاں کے جید علماء سے درس نظامی کی بعض ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ گوجر گڑھی میں آپ نے منطق کی بنیادی کتب حضرت مولانا چکیسری صاحب سے پڑھیں۔

د۔ آپ طالب علمی میں صوبہ سرحد کے مشہور علمی مرکز طورو (ضلع مردان) بھی پہنچے۔ اور وہاں مولانا عنایت اللہ صاحب اور مولانا عبد الجلیل صاحب سے بعض کتب پڑھیں[7]

ہ۔ حضرت شیخ رح نے کچھ عرصہ تحصیل صوابی کے مشہور علمی مرکز موضع شاہ منصور میں حضرت مولانا عبد الرزاق شاہ منصوری رح (المعروف بہ شاہ منصور لالہ رح ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۹۷ھ) کی صحبت میں بھی گزارا[8] آپ نے اکوڑہ خٹک کے مدارس میں طویل عرصے تک اعلیٰ کتب کی تدریس کی۔ علوم ریاضی، منطق اور معانی، تفسیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

و۔ موضع جلالیہ، علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) میں جید علماء سے "کافیہ" اور "شرح جامی" اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ اس دوران میرے والد ماجد مسافر کی شکل میں آکر معائنہ فرماتے، "دیکھتے کہ میں تعلیم میں مصروف ہوں یا نہیں"[9] سرحد اور پنجاب میں جید علماء کرام سے درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھنے کے بعد علم کی تلاش میں آپ ہندوستان پہنچے۔

ز۔ کچھ عرصہ میرٹھ میں رہے وہاں بریلوی سکول کے ایک جید عالم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے مگر استاد مکرم کلکتہ تشریف لے گئے تو۔

ح۔ آپ نے دہلی کا رخ کیا۔ وہاں ایک پشتون عالم سے ریاضی کی تحصیل کی۔

ط۔ دہلی سے آپ گلوٹی پہنچے۔ موضع گلوٹی دہلی سے ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے گلوٹی میں اپنے استاد محترم مولانا مشتاق حسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت اور رفاقت سے فیض حاصل کرتے رہے جب حضرت مولانا مشتاق حسن صاحب کلکتہ روانہ ہوئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ

---

[1] ذاتی ڈائری۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ص۵۔ [2،3،4] حضرت شیخ رح کا نشر شدہ ریڈیائی انٹرویو۔ ۱۹۸۲۔ بحوالہ حیات مستجاب کی کہانی ان کی اپنی زبانی۔ [5،6] حقائق السنن ص۳ اور ۴ [7] حوالہ۔ اکابر علمائے دیوبند۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری۔

[8] حوالہ۔ روزنامہ مشرق پشاور ۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

[9] حوالہ۔ ریڈیائی انٹرویو۔ حضرت شیخ رح کا۔ ۱۹۸۲ء۔

ی ۔ کلکتہ میں مدرسہ عالیہ میں مولانا مشتاق حسن صاحب سے فنون کی تحصیل کی ۔

ک ۔ بعدازاں آپ امروہہ روانہ ہوئے ۔ وہاں چھپر مدرسے میں داخلہ لیا ۔ بقول حضرت شیخ؛ وہاں صرف دو اساتذہ تھے، حضرت تاجک حافظ صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ باجوڑی صاحب، آپ نے وہاں تین ماہ گذارے اور نورالانوار، میرزاہد رسالے پڑھے ۔ تاجک صاحب سہارنپور چلے گئے تو آپ میرٹھ روانہ ہوئے ۔

ل ۔ "میرٹھ میں حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب سے بعض کتب پڑھیں"[1] میرٹھ، امروہہ، گلوٹی، کلکتہ وغیرہ میں جید علما سے مختلف علوم و فنون کی متوسط کتابیں پڑھنے کے بعد آپ ایشیا کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند پہنچے ۔ جہاں بقول آپ کے "حضرت نانوتوی" نے ۱۸۶۷ء ۵ - ۳۱ کو انار کے درخت تلے اس عظیم الشان یونیورسٹی کا آغاز کیا ۔ اس وقت اس میں صرف ایک استاد تھا اور ایک ہی طالب علم"۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلے کا مسئلہ

اولاً جب میں دارالعلوم دیوبند میں حاضر ہوا تو یہ وہ زمانہ تھا جب سواتی اور بنگال طلبا میں جھگڑا ہوا تھا ۔ نائب مہتمم محمد احمد صاحب تھے ۔ پٹھان طلبہ کے داخلے کے سلسلے میں قدرے سختی کی جارہی تھی اور واقعۃً اس وقت ایسا کرنا بھی ضروری تھا ۔

میرے لیے بھی داخلہ مشکل تھا تو میں اپنے استاد مولانا مشتاق حسن صاحب کے ہاں گلوٹی حاضر خدمت ہوا ۔ وہ گلوٹی سے کلکتہ روانہ ہوتے تو میں نے بھی ان کی رفاقت میں خدمت کو سعادت سمجھا اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں رہ کر ان سے فنون کی تحصیل کی[2]

اس کے بعد آپ دوبارہ دیوبند پہنچے اور بالآخر ۱۲ شوال ۱۳۳۶ھ کو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ مل گیا اور درس نظامی کے باقی ماندہ علوم فنون، منطق و فلسفہ، معانی، فقہ، حدیث، تفسیر اور علوم عصریہ کی تکمیل کی ۱۳۵۰ھ میں سندِ فراغت حاصل کی ۔ یہاں جن مشائخ اور اکابر اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا ۔ ان میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی سرِ فہرست ہیں اس کے علاوہ مولانا اعزاز علی دیوبندی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خان ہزاروی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مولانا مرتضےٰ حسن صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سے آپ کو تلمذ کا شرف حاصل ہوا[3] اکابر علمائے دیوبند کے مؤلف حافظ محمد اکبر شاہ نے ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد نبی حسن صاحب اور مولانا سید انور شاہ صاحب کو بھی آپ کے اساتذہ کے تذکرے میں شامل کیا ہے[4]

شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ سے آپ کی عقیدت

احادیث کی معتبر ترین کتب آپ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھیں ۔ آپ استاد مکرم کی شخصیت، کردار اور مثالی طرزِ تدریس سے بیحد متاثر تھے ۔ فرماتے ۔

" شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رح کی شان سب سے نرالی تھی علما بہت دیکھے، مدرسین کے درس میں شریک ہوتے ۔ ہندوستان کی قیادت کو پرکھا مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنیؒ میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آتے، شیخ مدنی رح کا تقویٰ، شجاعت، تواضع، انکساری اور کسرِ نفسی ان کے لیے طبیعت ثانیہ بن چکی تھی ۔ جب حضرت مدنیؒ کا نام سنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے ان کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا ۔ خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاؤ کے آدمی ہوں گے مگر جب ان کی مجلس دیکھی، ان کی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا ۔ ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال ۔

دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھیں جب شیخ مدنی رح کی درسگاہ میں حاضری دی تو ان کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا، خود شناسی کا احساس ہوا اور علم اور علما کی شان سامنے آئی ۔ جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنیؒ کا درسِ حدیث ہوا کرتا تھا میں نے اپنے زمانۂ تدریس میں شیخ مدنیؒ کے درس میں بھی شرکت کی ۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ ۱۲ بجے کے بعد، بعد العصر، بعد العشاء کے درس میں شریک ہوا تھا ۔ شیخ مدنیؒ کا درس علمی اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل ہوا کرتا تھا ۔

ایک مرتبہ ۱۵ روز تک مسلسل حضرت مدنیؒ سفر پر رہے جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہیں کیا، سبق نہیں ہوگا مگر آپ گاڑی سے اُترے اور سیدھے دارالحدیث پہنچے اور سبق پڑھانا شروع ہوا تو نواقضاتِ وضو کا بیان تھا ارشاد فرمارہے تھے کہ مسئلہ زیرِ بحث میں آٹھ مذاہب ہیں پھر ان مذاہب، ان کے دلائل پر تفصیل سے بحث کی ۔ طلبہ متحیر تھے کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر وسعت مطالعہ اور قوتِ حافظہ یہ تو بس ان ہی کی کرامت تھی ۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالب علم نے کسی مسئلہ میں شمس بازغہ

---

[1] حوالہ ۔ افادات وملفوظات ۔ مولانا مفتی سیف اللہ حقانی ۔ الحق دسمبر ۱۹۸۹ء ص۵۴

[2] صحبتے با اہل حق ۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۱۵۳

[3] حقائق السنن ۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۴ ۔

[4] اکابر علمائے دیوبند ۔ حافظ محمد اکبر بادشاہ ص۲۲۲ ۔

کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنی رح نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا! بھائی میں نے جب شمس بازغہ پڑھی تھی اس زمانہ میں کل نمبر پچاس ہوتے تھے اور مجھے امتحان ۶۲ نمبر حاصل ہوئے تھے۔

بہرحال اپنے اساتذہ میں شیخ مدنی رح اور اکابر ہند میں شیخ مدنی رح سے جو قلبی عقیدت اور وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ کرسکا؛[1]

دورانِ تعلیم آپ کی فلاحی سرگرمیاں

حضرت شیخ رح نے دیوبند میں قیام کے دوران حصولِ علم کے ساتھ ساتھ ایک سرگرم طالب علم کی حیثیت سے فلاحی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ طالب علم ساتھیوں کے ساتھ فارغ اوقات میں ہمیشہ فلاحی نوعیت کے کاموں میں مصروف رہتے۔ نو داخل طلباء کے قیام و طعام کا بندوبست کرنے میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قریبی شودر (ہندو) دیہاتوں میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اکثر و بیشتر جاتے۔ تاکہ سادہ لوح شودر عیسائیوں کے نرغے میں نہ آئیں اور اسلام قبول کریں[2]

آپ کی طبیعت میں زمانہ طالب علمی سے اہتمام و انتظام کی خوبی پائی جاتی تھی اور ایک مخلص رہنما کی تمام خوبیاں آپ کی ذات بابرکات میں موجود تھیں یہی وجہ تھی کہ دیوبند میں زمانہ طالب علمی کے دوران آپ نے پشتون طلباء کی انجمن بنائی جس کا بڑا مقصد اصلاح کلام تھا تاکہ پشتون طلباء میں فن خطابت کے ساتھ ساتھ قائدانہ صلاحیت کا شعور پیدا ہو[3]

دیوبند سے واپسی

۱۳۵۲ھ میں سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب قاری محمد طیب صاحب نے مولانا نبی حسن صاحب رح کی وفات کی وجہ سے خالی شدہ اسامی پر آپ کو تدریس کے فرائض دینے چاہے۔ مگر آپ کے علاقے کے دوسرے پشتون عالم کی مخالفت کی وجہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ارادہ ملتوی ہوا۔ اس دوران آپ کے والد ماجد نے اکوڑہ سے خط کے ذریعے آپ کو اکوڑہ واپس آنے کے لیے کہا۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء میں آپ اکوڑہ واپس تشریف لائے۔[4]

عقد نکاح

حضرت شیخ رح کا عقد نکاح جہانگیرہ کے مشہور علمی خاندان کے عبدالغفار خان جو مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند کے والد ہیں کی دختر نیک اختر سے ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ آپ کی زوجہ اطہر نے تقریباً چالیس سال تک اپنے دست مبارک سے ابتداء میں تمام طلباء اور اساتذہ کے لیے اور بعد میں صرف اساتذہ کرام کے لیے طعام تیار کیا۔ جب کہ حضرت کی ضعیف اور سن رسیدہ والدہ ماجدہ آٹا گوندھتی تھیں اور آپ کی اہلیہ بیماری کے باوجود گھر میں شدید سردی یا گرمی اور برستی بارشوں میں تندور پر روٹی پکاتی رہیں۔

اکوڑہ میں درس و تدریس

آپ نے دیوبند سے واپسی پر ۱۹۳۳ء میں اپنی مسجد (واقع محلہ گگے زئی) میں درس نظامی میں شامل بعض کتب کی تدریس شروع کی — ۱۹۳۷ء میں انجمن تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا۔ (جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گذر چکی ہے)۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح نے ۹ مئی ۱۹۳۸ء کو حضرت شیخ رح کے قائم کردہ اسلامی مدرسے کا معائنہ کرتے ہوئے اس کی کامیابی اور انفرادیت کے لیے دعائیں کیں۔ اسلامی سکول کے اہتمام کے ساتھ ساتھ آپ کے گھر سے متصل مسجد میں آپ درس نظامی کے مختلف علوم و فنون کی چھوٹی بڑی اور اہم کتابوں کی تدریس میں دن رات مصروف رہتے۔

دیوبند سے دعوتِ تدریس

اکوڑہ خٹک میں آپ کا سلسلۂ درس و تدریس جاری تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ مولانا مبارک علی صاحب نائب مہتمم اور مولانا عبدالسمیع صاحب نے آپ کو تدریسی خدمات انجام دینے کی پیشکش کی اور اس پر اصرار فرمایا[5]

آپ نے دعوت قبول کرتے ہوئے شوال ۱۳۶۲ھ (اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں دیوبند میں تدریس کا آغاز کیا۔ طلباء میں شہرت اور مقبولیت کے پیش نظر آپ کو یکم محرم الحرام ۱۳۶۳ھ ہی سے مستقل کر دیا گیا، جیسا کہ قاری محمد طیب رح مہتمم دارالعلوم دیوبند ۶۲-۹-۱۷ کے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں[6]

"الحمد للہ کہ آپ کے بے ریا خلوص، جذبۂ خدمت اور سمع و طاعت کا اعتراف میرے صحیفۂ قلب پر ثبت ہے۔ آپ کی ذات میرے لیے ایک نمونہ ہے اگر ہم سب دارالعلوم کے دائرۂ کار میں ایسا ہی نمونہ پیش کریں تو ہماری ترقی کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا"[6]

دارالعلوم دیوبند میں حسن کارکردگی

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس آپ جس حسن کارکردگی کا مظاہرہ

---

[1] صحبتے با اہل حق۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۱۵۶/۱۵۷

[2] حضرت شیخ کا ریڈیائی انٹرویو۔ ۱۹۸۲ء

[3-4] مولانا عبدالحنان جہانگیروی۔ حضرت شیخ رح کے بارے میں انٹرویو ۱۹۹۲ء۔

[5] حقائق السنن ص۱۲

[6] متعلقہ خطوط ماہنامہ الحق جون جولائی ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

کیا۔ اس کا اعتراف قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک اور مکتوب میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

گزشتہ چند ماہ کے عرصے میں جناب نے جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حسن کارکردگی کا ثبوت دیا ہے خدام دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی کہ ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ چنانچہ جناب کی قابلیت اور شہرت ومقبولیت کے پیش نظر یکم محرم الحرام سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے[1]۔

آپ کی اعلیٰ صلاحیت اور قوی علمی استعداد کے پیش نظر بہت جلد دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کے اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھانے کا موقع دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا شمار طبقہ علیا کے اساتذہ میں ہونے لگا آپ کا حلقہ افادہ و تدریس وسیع ہوتا چلا گیا۔ صرف دارالعلوم دیوبند میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے تلامذہ کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے جو اس وقت برصغیر اور افغانستان کے علاوہ ملائیشیا، برما، رنگون، ایران، مشرق بعید کے اکثر ممالک روسی، چینی مقبوضہ علاقوں تک اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں[2]۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت

حضرت حاجی ترنگزئیؒ کی وفات کے بعد آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے اور سلوک وتصوف اور ارشاد کے مراحل طے کیے[3]۔ حضرت شیخ الاسلام چار سلسلوں میں اپنے قریبی عقیدتمند اور ممتاز تلامذہ کو بیعت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شیخؒ مشہور عارف ربانی ملاذ الفقراء محب العلماء والمساکین مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندی مجددی (ولادت ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ وفات ۱۱ شعبان ۱۳۹۳ھ) سے بھی سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت کو از خود خلعت خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخؒ کے پیر طریقت اپنے وقت کے شیخ طریقت خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری متوفی ۱۳۵۴ھ کے اجل خلفا میں سے تھے جن کا روحانی سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ تجلیات صدیقی کے نام سے آپ کی سوانح حیات موجود ہے[4]۔

جاذب نظر اعلیٰ صورت وسیرت کا خوبصورت امتزاج

حضرت شیخؒ کو جس نے بھی دیکھا۔ آپ کی جاذب نظر شخصیت اور مثالی سیرت وکردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے دارالعلوم کراچی کورنگی اگست ۱۹۶۵ء میں آپ سے پہلی ملاقات کے ۴ سال بعد مولانا کوثر نیازی کے دلکش تاثرات میں شیخ الحدیث سے ملا تو ان کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا ان کا اس وقت کا سراپا اور بعض عادات اب تک میری نگاہوں میں ہے۔ سرخ وسفید چہرے پر خوبصورت سفید براق داڑھی، ڈیل ڈول متناسب نہ دبلے نہ موٹے۔

چترالی چغہ زیب تن، سر پہ دستار، پاؤں میں دیسی جوتا، جسے عرف عام میں گھوسا کہتے ہیں، چہرے پر ایسا بھولپن اور معصومیت کہ دیکھنے سے جی نہ بھرے، اتنے بڑے عالم مگر مظاہرہ علمیت کے طور طریقوں سے کوسوں دور، خلیق اور متواضع اتنے کہ میں دن رات میں جتنی مرتبہ کمرے میں آتا جاتا اور وہ اس سے پہلے وہاں تشریف فرما ہوتے تو اٹھ کر استقبال کرتے، میں ہر طرح ناچیز اور ہیچمداں مگر اتنی شفقت فرماتے جیسے میں خادم نہیں مخدوم ہوں ادب شناس رسولؐ اتنے کہ جب جب سرکارؐ کا نام نامی لیتے ہر بار درود شریف ضرور پڑھتے، کھانا برائے نام کھاتے البتہ چائے بقدر ظرف پیتے۔ صبح وشام ایک ایک چینک نوش جان فرماتے اور اس وقت بڑے اہم علمی اور صوفیانہ نکات کی تراوش ہوتی۔ عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور رات کا پچھلا پہر عبادت میں گزارتے، میں نے ایسے لمحات میں مصلے پہ ان کی گریہ وزاری بھی سنی ہے[5]۔

مذہبی خدمات

حضرت شیخؒ کی مذہبی خدمات از روئے خوف طوالت مقالہ تفصیل کی بجائے نکات وار اجمالی خاکے کی صورت میں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ مذہبی خدمات میں اکوڑہ خٹک میں اسلامی مدرسہ تعلیم القرآن اور دارالعلوم حقانیہ کا قیام سرفہرست ہے۔

۲۔ اصلاح رسومات اور رد بدعات کے سلسلے میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اکوڑہ خٹک میں اور مضافات شادی بیاہ کے موقعوں پر غیر شرعی رسومات بے جا مصارف کے خلاف آپ نے زوردار تحریک چلائی۔ جو بہت مؤثر ثابت ہوئی اس تحریک کے طفیل بعض دلوں میں سو سے زائد شادیاں صرف نکاح پڑھا کر بغیر کسی رسم ورواج اور خرچ کے انجام پائیں آپ نے اس تحریک کا اعلان عید کے موقع پر عیدگاہ میں کیا تھا۔

۳۔ فتنہ خاکسار کے سلسلے میں اکوڑہ خٹک میں اولین مناظرے میں آپ کا حکم ملنے گئے آپ کی حکمت عملی اور فہم وتدبر کی وجہ سے خاکساروں کو شکست ہوئی۔

۴۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ کی بے لوث قیادت کے کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ۱۹۵۳ء میں قادیانی تحریک کے خلاف دیگر علمائے کرام کے ساتھ مثالی کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت تحریک کی ایکشن کمیٹی

---

[1] ماہنامہ الحق نومبر ۱۹۷۲ء [2] حقائق السنن۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۵۔ [3] حقائق السنن۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ص۸

[4] کاروان آخرت۔ مرتب مولانا محمد ابراہیم فانی ص۱۰۱ [5] جنہیں میں نے دیکھا۔ مولانا کوثر نیازی ص۱۵۹

کے نائب صدر مقرر ہوئے اور بالآخر، ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومتِ وقت کو مجبور کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور آئین میں ترمیم کروائی۔

۵۔ ۲۹ جون ۱۹۸۶ء میں متحدہ شریعت محاذ کے آپ کنوینر مقرر ہوئے ۲۶ - ۱۰ - ۸۶ کو آپ محاذ کے صدر منتخب ہوئے۔

۶۔ شریعت بل کے سلسلے میں، جولائی ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ کیا اور ۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء کو صدر ضیاء الحق آپ کے کمرے میں بغیر کسی پیشگی اطلاع کے خود حاضر ہوئے۔ ۴۵ منٹ کی اس ملاقات کے بارے میں حضرت شیخ رح کے تاثرات یہ تھے "میں نے صدر ضیاء الحق کو بتلایا کہ آپ کی حکومت نے ۹ سال ضائع کئے جو اللہ تعالیٰ نے دیئے تھے۔ اب بھی بہتر ہوگا اگر شریعت بل نافذ کریں ورنہ پوری قوم پریشان ہوگی اور آپ خود بھی پریشانی کا شکار ہو کر رہیں گے۔ صدر ضیاء الحق کے تاثرات یہ تھے کہ شریعت بل میں آئینی خامیاں ہیں۔ حکومت سے مذاکرات کریں کہ ان خامیوں کو دور کیا جائے میں نے کہا شریعت بل میں کوئی خامی نہیں اس کی ہر دفعہ صحیح اور اسلامی ہے مگر اس کے نفاذ کے لیے خلوص کی ضرورت ہے۔

۷۔ ۲۶ - ۱۰ - ۸۶ کو متحدہ شریعت محاذ کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ۱۸ - ۱۱ - ۸۶ کو دوبارہ پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کیا جائے۔ اس موقع پر بھی صدارت حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے فرمائی۔

سیاسی خدمات

آپ کی سیاست خدمات بھی آپ کے دینی جذبات کی آئینہ دار تھیں۔ آپ کے پیشِ نظر سرزمین پاک میں اسلامی شریعت کا نفاذ تھا کیونکہ یہ ملک بنا ہی اس نظریے کے تحت تھا کہ یہاں شریعت نافذ ہوگی۔ اس غرض سے آپ کے دوستوں نے بھی کئی بار آپ کو مجبور کیا کہ اپنے حلقۂ انتخاب سے انتخابات میں حصہ لیں اور قومی اسمبلی میں جا کر شریعت کے نفاذ کے لیے آواز اٹھائیں۔ خود بھی راقم الحروف کے سوال کے جواب میں تیسری دفعہ قومی اسمبلی کے الیکشن کے موقع پر فرمایا کہ اب تک خدا کے سامنے پیش ہونے کا وقت قریب ہے۔ میں کیا جواب دوں گا اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے کہ ملک میں نفاذ شریعت کے مطالبے ہو رہے تھے اور آپ مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا کیا ہے آپ نے مملکت خداداد پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے؟" (قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ)

آپ کی ان خدمات کی عکاسی کے لیے کافی ہے جو آپ نے سیاسی سٹیج پر پیش کی اور ثابت کر دیا کہ ؏

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تین بار قومی اسمبلی کے انتخابات میں آپکی مسلسل کامیابی

ملاحظہ فرمایئے تین بار قومی اسمبلی کے انتخابات میں حضرت شیخ رح کے ووٹوں کی تعداد دیگر امیدواروں کے مقابلے میں جس سے آپ کی ذات بابرکات کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

	حضرت شیخ الحدیثؒ	جناب اجمل خٹک	جناب نصراللہ خان	جناب سلطنت اللہ
۱۹۷۰	۳۲،۲۲۴ ووٹ	۲۹،۹۹۰	۲۴،۰۰۰	۳۵۰۰
	حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ		جناب نصراللہ خان	
۱۹۷۷	۵۶،۰۰۰ ووٹ		۲۲،۰۰۰	
	حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ	جناب اسلم خٹک	جناب گوہر جی	
۱۹۸۵	۵۸،۰۰۰ ووٹ	۱۰،۰۰۰	۸۰۰۰	

جہاد افغانستان

چنانچہ حضرت شیخ رح اور جہاد افغانستان پر الگ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے ممکن ہے اس خصوصی نمبر میں دیگر مقالہ نگار حضرات نے اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی ہو۔ فقط شیخ رح کے اس سوانحی خاکے کی تکمیل کی خاطر چند جملے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ افغانستان میں روسی سامراج سے جب افغان مہاجرین برسر پیکار ہوئے تو اس وقت سے آپ نے بار بار اس ارادے اور تمنا کا اظہار فرمایا کہ "کاش کہ میں ناتواں ضعیف بھی اس جہاد میں شریک ہو سکتا" آپ اکثر فرمایا کرتے کہ مجاہدین افغانستان پاکستان کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، آپ ہر نماز کے بعد ان کی کامیابی کی دعائیں مانگتے۔

۲۰ جنوری ۱۹۸۳ کو افغان مہاجرین کی مرکزی قیادت کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا تو قائد وفد نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی خدمت میں عرض کی ہمارا یقین ہے کہ آپ کا وجود اقدس، خداوند تعالیٰ کے نزدیک برکت کی اساس ہے۔ افغانستان کے تمام علماء اور علوم دینیہ کے طلباء (جن کی تعداد لاکھوں کے قریب ہے) آپ سب کی عقیدت کا مرکز ہیں[لہ]

جہاد افغانستان کے ممتاز قائدین میں مولوی محمد یونس خالص اور جہاد افغانستان میں آپ کے جن افغانی تلامذہ نے شہادت پائی آپ کے شاگرد ہیں۔

وفات

حضرت شیخ رح طویل علالت کے بعد ۷ - ۹ - ۸۸، کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ وفات کے دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب دار الحفظ والتجوید کے سامنے دار العلوم کے احاطے میں عیدگاہ اکوڑہ خٹک کی جنوبی جانب دفن ہوئے۔ نماز جنازہ

[لہ] حقائق السنن ص۱۲

میں ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی۔ نماز جنازہ اکوڑہ فوجی کیمپ کے وسیع میدان میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ انوار الحق نے پڑھائی۔ جنازے میں بے شمار ابابیل آپ کے جسم مبارک کے اوپر طواف کرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ راقم الحروف کے استفسار پر ایک عالم دین ڈاکٹر محمد اسرار الحق صدیقی نے بتایا کہ حضرت مدنی رح کے جنازے میں بھی بہت سے ابابیل دکھائی دیتے تھے بعد میں مطالعے سے پتہ چلا کہ ہر بڑے ولی اللہ کے جنازے میں لوگوں نے ابابیل دیکھے ہیں۔ سید بہادر شاہ ظفر نے تذکرہ شیخ رحمکار (تالیف ۱۹۸۶) میں ص۱۸۲ پر لکھا ہے۔

” حضرت شیخ رحمکار قدس سرہ العزیز کے جنازے پر بے شمار سرخ سفید پرندے سایہ کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز کے جنازے پر بھی پرندوں نے سایہ کیا تھا۔

آپ کے مزار پر دار الحفظ والتجوید کے سینکڑوں کم سن بچے حفظ قرآن کے سلسلے میں تلاوت میں دن رات نظر آتے ہیں۔ اس ادارے کا قیام بھی آپ کی تمناؤں میں شامل تھا جو آپ کی زندگی میں ہی پوری ہوئی۔

اولاد

حضرت شیخ رح کو خداوند تعالیٰ نے چار فرزندان ارجمند اور سات دختران نیک اختر سے نوازا۔

۱۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جو ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔
۲۔ جناب پروفیسر محمود الحق صاحب جو ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔
۳۔ جناب مولانا حافظ انوار الحق صاحب جو ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔
۴۔ جناب الحاج اظہار الحق صاحب جو ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔

تصانیف

حضرت شیخ کی تصانیف ہیں

۱۔ حقائق السنن مع جامع السنن للامام الترمذی، افادات حضرت شیخ رح جامع ترمذی کی مدلل شرح، اس سے متعلق آپ کے تقاریر و درس کا مجموعہ ترتیب و مراجعت مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۵۳۶ موتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ ۱۴۰۴ھ میں شائع کی۔

۲۔ صحبتے با اہل حق۔ حضرت شیخ رح کے افادات اور ارشادات۔ تالیف۔ مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۲۰۸۔ سائز $\frac{18\times22}{18}$ موتمر کی طرف سے ۱۹۹۱ء میں شائع کی۔

۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ۔ قومی اسمبلی میں حضرت شیخ رح کی دینی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحث، تقاریر، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مستند داستان۔ صفحات ۴۴ موتمر سے شائع ہوئی۔

۴۔ عبادات وعبدیت۔ حضرت شیخ رح کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اس کے آداب، عبادات کی حکمتیں، برکات، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبوبیت صث موتمر سے شائع ہوئی۔

۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت، مسئلہ خلافت و شہادت حسین رض، تعدیل صحابہ وغیرہ پر حضرت شیخ رح کی مبسوط تقریر۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی تعلیقات کے ساتھ صفحات ۱۴۴ موتمر سے شائع ہوئی۔

۶۔ دعوات حق۔ (دو جلدوں میں) حضرت شیخ رح کے خطبات و ارشادات کا مجموعہ، دین و شریعت، اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت کے ہر پہلو پر حاوی کتاب، ضبط و ترتیب مولانا سمیع الحق مدظلہ صفحات جلد اوّل ۶۷۲، جلد دوم ۵۲۰۔

کرامات حقانی

حضرت شیخ رح کی سینکڑوں کرامات کو ایک الگ کتابی صورت میں جمع کرنے کا ارادہ راقم الحروف نے کیا۔ خدا توفیق بخشے تو جلد ہی اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جاتے اس موقع پر حضرت شیخ رح کے ان بیشمار کرامات میں سے صرف دو کا ذکر متعالے کی برکت اور افادیت کے لیے ضروری سمجھتا ہوں ویسے حضرت شیخ رح سے راقم الحروف کی عقیدت بھی ان کرامات کے بیان و اظہار پر مجبور کر رہی ہے کیونکہ احقر ذاتی طور پر ان کرامات کا گواہ ہے۔

دورِ حیات کی کرامت

جب راقم الحروف نے گورنمنٹ کالج پبی کی نئی عمارت میں ہال کی تعمیر اپریل ۱۹۸۲ء میں مکمل کرائی تو افتتاح ہال کے لیے حضرت شیخ رح کو زحمت دی آپ کی آمد پر اچانک دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ کالج کے ایک کونے میں مسجد تعمیر کی جائے۔ حضرت شیخ کو سنگ بنیاد رکھنے کی زحمت دی۔ ہال میں جلسے کا آغاز ہوا۔ تقریر میں احقر نے مسجد کے لیے چندے کی اپیل کی۔ پبی کے رئیس اعظم زر علی خان صاحب نے موقع پر ہی اپنے خرچ سے مسجد کی تعمیر کا اعلان کیا میری تبدیلی کے وقت مسجد کی تعمیر پر ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ رقم صرف ہوئی تھی۔

بعد از وفات کرامت

نومبر ۱۹۹۰ء میں راقم الحروف نے خواب میں حضرت شیخ رح کو روضہ اقدس کے اندر رات کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا حضرت! روضہ اقدس تو رات کو بند ہوتا ہے اور پھر آپ روضہ اقدس کے اندر۔ فرمایا! بیٹا میرے لیے یہ اس روضہ اطہر کا دروازہ بند نہیں ہوتا اسی سال دسمبر کے مہینے میں احقر نے حج کیلئے داخلہ کیا۔ خداوند کریم نے ۱۹۹۱ء میں حج کی سعادت بخشی حضرت شیخ رح کی وفات کے بعد احقر کا جو عالم ہے اسکی عکاسی مندرجہ ذیل مشہور شعر کرتا ہے ؎

ہمہ شہر پُر زخوبان منم و خیال ماہے　　چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

مولانا محمد اسرار الحق صدیقی اکوڑوی فاضل دیوبند

رجل عظیم کا سراپا بطل جلیل کی سوانح

پاکیزہ زندگی سبق آموز واقعات، شفقت و رحمت کی تصویر کمالات و فضائل اور سیرت و سوانح کے چند ابھرے ہوئے نقوش

قال عزوجل۔ اولم یروا انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا واللہ یحکم لا معقب لحکمہ الایۃ (۱۳)

یاد رفتگاں

قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل رفتید ولے نہ از دل ما

ہفتہ گذشتہ تجوید کے ایک طالب علم کے داخلہ کے سلسلہ میں عزیز القدر جناب مولانا انوار الحق حقانی سلمہ نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے ملاقات کے دوران موصوف الصدر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی پر ایک خصوصی نمبر زیر ترتیب ہونے کا انکشاف فرمایا جو اب آخری مراحل میں ہے۔ ممدوح نے مجھ بے بضاعت سے بھی اس سلسلہ میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔ احقر نے ان کی بات غور سے سنی۔ سوچا معاملہ جن کے بارے میں تھا۔ انکار کا یارا نہ پاسکا۔ ساتھ ہی مفاجاۃً میرا ذہن چند سال ۱۰۔۲۰۔۳۰۔۴۰ پورا پچاس سال پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔ اور بہ تسلسل لڑھکتا ہی چلا گیا۔

وحدثتنی یا سعد عنہا فزدتنی جنونا فزدنی من حدیثک یا سعد

اک پرانا غم پھر سے ہرا ہو گیا تعلق و نیازمندی کا اک لمبا۔ بہت لمبا۔ طویل ترین قریب ۵۰ سال پر محیط وقفہ آنکھوں کے سامنے آموجود ہوا۔ بغیر امتثال امر انکار کرتے نہ بنی سوچا حضرت اقدس ؒ کی علمی زندگی اور علمی کارناموں کے بارے میں تو حضرات علماء اعلام آپ کے مصاحبین و معاصرین ہی کچھ روشنی ڈال سکیں گے مجھ ایسا بے بضاعت حضرت ؒ کی زندگی کے دیگر عام چھوٹے گوشوں پر کچھ لکھنے کی جسارت ہی کر سکے گا۔ گو کہ میرا چھوٹا سا قلم مجھے معلوم ہے اتنے عظیم و ضخیم مضمون سے شاید و باید انصاف نہ کر سکے گا نہ ہی اس کا ادا حق کر سکے گا۔

راقم نے ۱۹۴۱ء میں گورنمنٹ ہائی سکول پشاور (۱) سے تب میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا تھا۔ والد مرحوم جناب محمد انوار الحق صدیقی ؒ نے جو بسلسلہ ملازمت پشاور میں مکین تھے۔ حضرت شیخ الحدیث ؒ کے مشورہ پر مجھے دینی تعلیم کے لیے اس زمانہ کے واحد صوبائی ادارہ دارالعلوم رفیع الاسلام بیانہ ماڑی پشاور میں داخل کروایا جس کے مہتمم مرحوم مولانا حضرۃ صاحبزادہ سید فضل صمدانی بنوری تھے زاں بعد ابتدائی دور اور پھر متوسطات کے بعد منتہیات کا سلسلہ درپیش تھا تو حضرت شیخ الحدیث ؒ نے از راہ کرم والد مرحوم پر مجھے دارالعلوم دیوبند (انڈیا) بھجوانے پر زور دیا اس دوران سونے پر سہاگہ محبی جناب مولانا فضل ہادی قاسمی سلمہ ریٹائرڈ پرنسپل (جو مجھ سے سینئر رفیق متعلم رہ چکے تھے اور اب دارالعلوم دیوبند میں تھے) کے ایک وقیع دعوتی خط نے جو انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے تحریضاً احقر کو لکھا تھا جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور یہ میرے دارالعلوم دیوبند روانگی و داخلہ کا باعث بن گیا۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث ؒ کی رہنمائی سے مجھ ایسے ننھے منے طالب علم کو سرزمین دیوبند میں حضرات اکابر کرام رحمہم اللہ کے دامان فیض سے گل چینی کا اک نادر ترین موقعہ میسر آیا حضرت ؒ میرے دوران قیام دارالعلوم دیوبند میں بہ حیثیت مدرس دارالعلوم موجود تھے مجھے ہر دم آپ کی رہنمائی و سرپرستی حاصل تھی۔ میرے سال اول میں جب سالانہ میں میرا خصوصی انعام آیا تو حضرت ؒ کی بے انتہا خوشی دیدنی تھی۔ پھر قریب ہر امتحان میں یہی کیفیت رہی۔ تا آنکہ ۱۹۴۶ء میں دورہ حدیث کی تکمیل و امتحان کے بعد وطن رمضان میں واپسی ہوئی۔ تب گڑھ مکتیشر کے مشہور ہندو مسلم فساد سے فرقہ وارانہ فسادات کی ابتداء ہو چکی تھی۔ جو اتنے بڑھے کہ تقسیم برصغیر کے بعد حالات کی سخت کشیدگی کے باعث انڈیا جانا دشوار بلکہ محال ہو گیا میرے دوران قیام دارالعلوم دیوبند مجھے آپ کی ہر دم رہنمائی و سرپرستی حاصل رہی۔ واپسی کے بعد ایک روز حضرت مرحوم نے مجھے بلا کر دارالعلوم دیوبند کے وقیع مجلہ دارالعلوم کا شمارہ مرحمت فرمایا جس میں میرے دورۃ حدیث میں بحمد اللہ سب طلباء میں بہت امتیازی نمبرات لے کر اول آنے کا اندراج تھا حضرت ؒ نے خوشی سے مجھے چوم لیا مبارکباد دی اور میں تشکرانہ جذبات میں گھر کر رہ گیا۔ اس سلسلہ میں دفتر سے حضرت مولانا بشیر احمد ؒ ممدوح صاحب ناظم تعلیمات کا اطلاعی خط بعد میں مجھے مل پایا۔

زاں بعد حضرت شیخ الحدیث ؒ نے گاؤں میں باضابطہ دارالعلوم کی شکل میں تدریس درس نصابی کا سلسلہ اپنے محلہ کی قدیم مسجد سے شروع فرمایا حضرت اقدس ؒ کے اصرار پر چند سال احقر کو بھی یہ سلسلہ تدریس

اعزازی خدمت و رفاقت کا ایک موقع میسر آیا اور حضرتؒ کے بعض صاحبزادگان کرام میرے حلقہ تلمذ میں بھی آتے۔ سوچتا ہوں حضرتؒ کی زندگی کے کن کن گوشوں کا تذکرہ کیا جاتے۔

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حضرتؒ بہ سلسلہ تکمیل ۱۹۲۸ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تھے اور ۱۹۳۲ء میں وطن مراجعت فرمائی۔ پھر آپ کو یہ اعلیٰ وارفع اعزاز بھی نصیب ہوا کہ اپنی اسی مادر علمی میں بہ حیثیت مدرس کے اس وقیع ادارہ میں کامیاب و مقبول تدریس کا موقع میسر آیا جسے آپ نے بہت ہی ذمہ داری سے نبھایا۔ تاآنکہ مآل کار یہ سلسلہ تقسیم ملک کے بعد ناخواستہ طور پہ ویزہ نہ ملنے کے باعث انقطاع پذیر ہوگیا۔

حسب روایت قوی حضرت والاؒ کی پیدائش ۱۹۱۲ء کی تھی۔ اور وفات ۱۹۸۸ء میں گویا آپؒ نے ۸۰ سال کی طویل بابرکت زندگی پائی جسے آپ نے بحمداللہ بہت بھرپور اور مصروف و نفع بخش طریق پر گزارا سینکڑوں ہزاروں شاگرد چھوڑے پھر رب کریم کے خصوصی کرم سے آپؒ کا یہ تدریسی سلسلہ اور اس کا گلستانی شجر بارآور ہوکر پھیلتا ہی گیا۔ روز بروز اللھم زد فزد دور دراز کے اماکن سے شائقین علوم دین کشاں کشاں بلاد غیر سے حتیٰ کہ افغانستان و سوات و پاکستان بھر سے کھنچے چلے آتے۔ تاآنکہ محلہ کی پرانی مسجد کا وہ موسسہ مدرسہ آخر دارالعلوم حقانیہ کی عظیم حیثیت متشکلہ کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں جو انوار علوم کی شکل میں روشنی کا ایک مینار قائم ہے۔

۱۹۵۰ء میں حضرت فخر القرآن والاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند اکوڑہ تشریف لاتے تھے جو اس ننھے موسس دارالعلوم سے آپ کی والہانہ محبت کا ایک واضح ثبوت تھا مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ سٹیج بنایا گیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم پر احقر نے حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں عربی میں استقبالیہ سپاسنامہ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ مہمان گرامی نے فضائل علم پر اپنی ایک معرکۃ الآراء تقریر ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ فرماتے تھے میری زندگی کا ایک اہم ترین مشن آج تکمیل پاگیا ہے جس کا استناد مجھے اپنے اکابر سے مل گیا ہے۔

گوکہ دارالعلوم کے محلہ کی مسجد میں اجراء سے قبل بھی حضرتؒ کے درس تدریس کا سلسلہ کبھی بھی معدوم نہیں رہا اور ان دنوں دیار العلوم کا سلسلہ موجودہ مروج صورتوں میں نہیں ہوا کرتا تھا۔ چند کتابوں کے جا بجا خصوصی درس ہوا کرتے تھے۔ جہاں شائقین رجوع کرلیا کرتے تھے۔ اجتماعی تدریس کی صورت اس علاقہ میں ابھی نہ ہو پائی تھی۔ گو حضرتؒ کے بچپن کے بارہ میں مجھے میری کم عمری کے باعث کچھ کہنے لکھنے کا حق نہیں۔ تاہم آپ کے گرامی منزلت [illegible] مولانا معروف گلؒ ابن مولانا میر آفتابؒ ابن مولانا حمید گلؒ کی روایت کے مطابق شیخ الحدیثؒ نے علاقہ چھچھ، حضرو، سوات طورو، شاہ منصور وغیرہ کے مختلف شفیق اساتذہ کرام کے ہاں جو اپنے علوم کے خصوصی ماہرین تھے دور دراز کے سفر اختیار کرکے استفادہ کیا۔ عسرت کے اس زمانہ میں آپ نے دور افتادہ مقامات کے اسفار کی صعوبات برداشت کیں تھیں۔ اور یوں ہوا بھی کرتا ہے علمی دنیا کا اک بڑا مقولہ ہے۔ **العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک**۔

حضرتؒ کی جوانی کا زمانہ مجھے بخوبی یاد ہے۔ تب میں ابھی بچہ ہی تھا۔ آپؒ کا منور نورانی کتابی چہرہ۔ چمکتی ہوئی پیشانی، مرصع مقیشی داڑھی ستواں ناک تابندہ آنکھیں بھرے ہوتے رخسار، قند شیریں سے میٹھے بول بولنے والی زبان، گٹھا ہوا بھرا جسم، تکلم کی شیرینی سے بھرپور لب حسن اخلاق کا اک کھلتا ہوا پھول سا چہرہ ؂

یزیدک وجھہ حسنا اذا ما زدتہ نظرا

جو بھی ایک بار دیکھ پایا کھنچ کر رہ جاتا ؂

خواجہ یک سبحۂ صد دانہ بینداخت و مرا کرد اسیر

میرے بچپن کا زیادہ تر حصہ والد مرحوم کی پوسٹل ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کے دوران پشاور ہی میں گزرا۔ چونکہ اکوڑہ ہمارا بھی سکونتی آبائی گاؤں تھا اس لیے کبھی کبھار کسی کام سے گاؤں کا چکر لگانا پڑتا تھا۔ تو علاوہ غمی خوشی کے گاؤں کے مشاغل میں سر فہرست حضرت والا سے ملاقات ہوتی۔ ان دنوں بھی جمعہ کے دن مسجد محلہ میں حضرت کے بلیغ و جیز خطبے سننے میں آتے تھے اکثر یہی شوق پشاور سے کھینچ لاتا تھا۔ آپؒ کسی بھی موضوع پہ بلاتکلف بھرپور انداز سے تیار ہوکر آتے اور بولتے تھے۔ ان دنوں روزنامہ جرائد میں ہندو اخبارات کی اکثریت تھی۔ پرتاب، ویر بھارت، ملاپ وغیرہ کے علاوہ مسلم اخبارات میں زمیندار احسان، انقلاب وغیرہ قابل ذکر ہوا کرتے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ اخبارات حضرتؒ کے مطالعہ سے ضرور گزرتے کوئی خطبہ ایسا نہ ہوتا جس میں کسی یومیہ خاص خبر کا تذکرہ اسکا اخباراتی حوالہ پھر اس کی تائید یا تردید میں دلائل یا رد و کد نہ ہوتا خوب خوب تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے قصبہ میں پاک صاف بے داغ، غیر جانبدار زندگی گزاری کبھی کسی کی ذاتیات میں ٹانگ نہیں اڑائی نہ کسی کی خصوصی حمایت کی نہ ہی کسی کی آن بان کا غیر ضروری یا زائد از ضرورت خیال رکھا۔

لباس عموماً بیشتر و اکثر سفید ہی ہوا کرتا تھا، لمبا کرتا، جوانی میں کبھی تب کی مشہور زمانہ پشاوری لنگی اور سنجاری مخملی ٹوپی بعد میں عموماً سفید ٹوپی پر ململ کا سفید عمامہ ہوتا سردیوں میں کبھی چترالی چغہ زیب تن فرماتے تھے۔ کبھی لباس کی نفاست و ندرت جدت اور قیمت کا خصوصی خیال نہیں رکھا میں اب سوچتا ہوں کہ حضرت والاؒ حضرت امام شافعیؒ کے ان اشعار کی مثال تھے جو انہوں نے کسی حمام کے کارپرداز سے ناانصافانہ

رویہ کے خلاف فرماتے تھے ؎

علی ثیاب لو یباع جمیعها بفلس لکان الفلس منهن اکثرا
وفیهن نفس لو تقاس ببعضها جمیع الوری کانت اجل واکثرا

حضرتؒ نے کبھی لباس کو غیر ضروری اہمیت نہیں دی۔ ہر کام میں اتباع سنت نبویہ پر عمل پیرائی کا ہر دم خیال رہتا تھا حضور فخر موجودات فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا تھا۔ البس الخشن من الثیاب والصفیق منها تذللا للہ تم۔ اور پھر آپ کس کے مسترشد تھے۔ آپؒ کے مرشد شیخ الاسلام والمسلمین مولانا شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نور اللہ مرقدہ وانار برہانہ کی زندگی آپ کے سامنے تھی۔ جو صرف موٹا کھدر ہی پہنا کرتے تھے ایسے میں مجھ سے رہا نہیں گیا کہ میں حضرت مدنیؒ قدس سرہ کا ذکر خیر نہ کروں ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ کے نزدیک لباس اولاً بالذات والی اہمیت کا حامل نہ تھا جو بھی چھوٹا موٹا آیا پہن ہی لیا ؎

لباس از بہر دفع حر و برد ست
نہ شد بہر زینت ہر کہ مرد ست

مثل مشہور ہے الناس باللباس۔ حضرتؒ کہا کرتے تھے اصلاً یوں ہونا چاہیے کہ اللباس بالناس۔ پہناوے سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب پوشاک کس علاقہ کا رہنے والا ہے۔ منجد میں مختلف ممالک و بلاد کے پہناووں کی تصاویر وہاں کے باسیوں کے امتیاز کا پتہ بتاتی ہیں اذا لبست ثوبا فظننت انک فیه افضل مما فی غیره فبئس الثوب هو لک۔ تاریخ عالم میں بڑے لوگوں نے کبھی لباس کو زائد از ضرورت ستر پوشی کے علاوہ اہمیت نہیں دی۔ گو اس باب میں عوام کی اپنی اپنی پسند اور اپنا اپنا معیار رہا ہے وللناس فیما یعشقون مذاهب اور لپند و ناپسند کی اصناف کا شمار بھلا کب کوئی کر سکتا ہے۔ وللجنون فنون۔

حضرتؒ کی آنکھیں گول گول موٹی موٹی تھیں۔ مجھے جب سے یاد پڑتا ہے حضرتؒ عینک استعمال کیا کرتے تھے جو آگے جا کر مآل کار زوال لعبارت پر ہی منتج ہوتی۔ آپؒ ایک نوع کی زاہدانہ زندگی کے حامل تھے۔ دن کو درس و موعظت رات کو تسبیح و مناجات، غذا بھی عموماً سادہ ہوتی۔ بسیار خوری سے بھی اجتناب تھا۔ آخر میں تو پھر بلڈ پریشر و شوگر کے باعث صرف پرہیز ہی رہ گیا تھا۔ ابتدائی دور میں تمام احباب و اراکین مدرسہ اپنا اپنا کھانا لے آتے اور سب مل جل کر کھا لیا کرتے تھے امام قشیریؒ کا قول ہے۔ الزهد ثلثة اشیاء۔ القلة والخلوة والجوع ومن خان اللہ فی سره هتک ستره فی علانیته

خدا تعالیٰ نے آپ کو ضلاعتِ فہم کی نعمت سے نوازا تھا جس موضوع پہ بولتے خوب کھل کر بولتے۔ مالہ وما علیہ بیان فرماتے تھے۔ قدرت کلام حاصل تھی موضوع سے بخوبی انصاف کر کے اس کے تمام گوشوں کو بے نقاب کیا کرتے تھے۔

شنید ہے کہ بچپن میں والدؒ ان کو حضرت ترنگزئی صاحبؒ کی اکوڑہ آمد پر ان کی خدمت میں دعا کے لیے گئے تھے انھوں نے اپنا لعاب دہن بھی لگایا تھا۔ امام قشیریؒ کا قول ہے۔

احسن الکلام کلام فصیح من لسان فصیح بوجه صبیح وکلام دقیق علی لسان رجل رفیق۔ اللهم ان کان ذنوبی اخافنی فان حسن الظن بک قد اجارنی اللهم استر علی فی الدنیا ذنوبی فانا الی سترها یوم القیمة احوج وقد احسنت بی اذ لم تظهرها لعصابة من المسلمین فلا تفضحنی فی ذلک الیوم علی روس العالمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت گرامیؒ اکثر و بیشتر متبسم رہا کرتے تھے وہی دندان سفید کردن والی بات ہوا کرتی تھی۔ قہقہہ وغیرہ کبھی بھی میرے مشاہدے سے باہر رہا جس کی کبھی نوبت نہیں آتی۔ عن ابی الدرداءؓ اضحکنی ثلاث وابکانی ثلاث اضحکنی مومل الدنیا والموت یطلبه۔ وغافل یغفل من الآخرة وضاحک ملی فیه لا یدری اسخط ربه ام راضی وابکانی ثلث۔ حصول المطلع وانقطاع العمل، والموقف بین یدی اللہ لا یدری ایؤمر بی الجنة ام الی النار۔

آپ کی گفتگو نپی تلی جامع مانع بلا حشو و زوائد، عام فہم بامعنی و با اشارہ ٹھہر ٹھہر کر باسکون ہوا کرتی تھی۔ یہی عمر بھر آپ کا معمول مواظب رہا۔ فان کثرة الضحک والقهقهة امارة الحمق والعجلة من ضعف العقل من قلة الرای۔ وقلة الرای من سوء الادب وسوء الادب یورث المهانة والمجون طرف من الجنون۔ والحسد لا دواء له والضغائن تورث الضغائن۔

خواص تو کیا عوام میں بھی آپ مرجع خلائق تھے۔ طبیعت میں تا بہ حد کمال وفور، انکسار و تواضع، حسن اخلاق و مروت قدر دانی تھی صورت و صبر و حلم وغیرہ رہتے۔ اس لیے بہ تکرار مرات بغیر کسی جہد مقل کے قومی اسمبلی نوشہرہ کی نشست کے لیے مسلسل کامیاب ہوتے رہے۔ لوگ اس نشست کے لیے آپ کو خود بہ منت مجبور کیا کرتے تھے آپ کی وجہ سے نوشہرہ کی یہ سیٹ گویا جمیعۃ کے حق میں مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔ آپ نے بارہا عظیم و طاقتور برسر اقتدار حریفوں کو چشم زدن میں چاروں شانے چت گرا دیا تھا۔ قومی اسمبلی میں آپؒ نے دین کی تنفیذ اور نفاذ اسلام کے سلسلہ میں جو مخصوص خدمات

انجام دیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ قومی اسمبلی میں ان موضوعات پر بالاخص اور اپنے حلقہ نیابت کی ضروریات پر بالاعم جو گرانبہا، پر مغز معلومات سے پر دلائل سے مرصع تقاریر کیں وہ طبع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہیں اور آپ کی علمی وملی زندگی کی یادگار شاہکار ہیں۔ آپ کے دل کے خلیے خلیے میں قدرت نے دین کا درد سمو دیا تھا۔ عالم اسلام پر جب بھی کوئی خون آشامی آنا چاہتی وہ بالکل بے تاب وبیقرار ہو جاتے تھے۔ عیدین کے خطبات میں موضوع خطاب عام طور پر مسلمانوں کی زبوں حالی اور روس، افرنگ وامریکہ وہنود ویہود کی شاطرانہ سیاست سے خبردار کرنا ہوا کرتا تھا۔

میں نے آخری بار کے انتخاب میں امتیازی کامیابی پر عربی میں ایک تبریکی خط لکھا تھا جواباً یہی فرمایا تھا کاش میں نفاذ اسلام کے کام آسکوں آپ کے متعدد مکاتیب میرے پاس محفوظ ہیں جو ایک سرمایہ گراں مایہ ہیں۔

مزاج گرامی میں گرمی بالکل بھی تو نہ تھی۔ بلا کی نرمی انکساری، ادب واحترام، عجز واخلاق تھا۔ فبما رحمة من الله لنتَ لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك کی اک تابندہ تصویر تھے۔ ہر شخص آپ کو چاہتا اور محسوس کرتا کہ مجھ سے زیادہ عزیز تر آپ کو کوئی نہیں ہے۔ اپنا اک خاص حلقہ ارادت مندان ونیاز مندان رکھتے تھے۔ دار العلوم کی مجلس شوریٰ میں ہر شعبہ کے نمائندے تمام طبقات سے موجود ہوا کرتے تھے۔ آپ کے ارشادات وخطبات دار العلوم کے مجلہ میں چھپتے رہتے تھے۔

آپ کی عمر کے آخری دور میں ضعف بصارت نے شدید شکل اختیار کرنا شروع کی حتیٰ کہ باوجود بہت علاج معالجہ کے افاقہ کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ اور بالآخر وہی ہوا جس کا عرصہ سے ڈر تھا۔ مگر اس عظیم صدمہ پر بھی صبر وشکر کے پیکر نے کبھی تندم ومایوسی کا اظہار نہیں کیا اسی طرح حد درجہ کے صموت وصبور رہے جس طرح سے تھے۔

فاروق ثانی حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کا قول ہے ما انعم الله على عبد نعمته فانتزعها منه فعاضه من ذلك الصبر الا كان ما عاضه الله افضل مما انتزع منه انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔

کبھی کسی دینی مذہبی صدمہ کی بات ہوتی تو آپؒ کی آواز بھرا جاتی لہجہ رقت آمیز ہو کر آبدیدہ ہو جاتے۔

حضرت والا نے کبھی اس دنیا کو اپنی زندگی کا مدار مہام نہیں بنایا اپنی حیات عزیز کے لمحات واوقات کو کبھی ضائع نہیں فرمایا ان سے کام کا کام لیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا قول ہے، لولا ان اسير في سبيل الله واضع جبهتي لله واجالس اقواما ينتقون بي لحسن الحديث كما ينتقى اطايب الثمر ما ابالي ان قدمت

آپ عمر بھر اک باثمر شجر سایہ دار کی طرح بار آور رہے۔ شب وروز دین کی خدمت کو اپنا شعار بنایا تو خدا نے آپ کو دنیا کا مخدوم بنا دیا۔

عن عيسىٰؑ بن مريمؑ قال۔ تعملون للدنيا وانتم ترزقون فيها بغير العمل ولا تعملون للآخرة وانتم لا ترزقون فيها الا بالعمل۔ واوحى الله تعالى الى الدنيا من خدمني فاخدميه ومن خدمك فاستخدميه۔

حضرت والا نے اپنی جوانی خدمت دین متین کے لیے وقف کر دی جواباً خداوند کریم نے عمر کے آخری حصہ میں آپ کو مرجع خلائق اور مخدوم جہان بنا دیا اور دوں کو بھی ہمیشہ یہی تلقین فرماتی اور خود بھی کبھی ایک لمحہ نہیں ضائع کیا۔ طبعی تکاسل سے آپ کوسوں دور تھے آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے تھے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ لكل شيء شرف وشرف المعروف تعجيله وقال اجل للامام النخعيؒ اعد الرجل الميعاد قال، الى متى قال الى وقت الصلاة فقط

حضرت والا کا عمر بھر کا معمول عمل بالاحوط تھا۔ محارم ومشتبہات سے کنارہ کش رہے۔ اذا رغبت في المكارم فاجتنب المحارم تصنع، آورد، مصنوعیت سے پاک وصاف زندگی گزاری۔ وہ ابتداءً اپنے قصبہ اور بعد میں اپنے علاقہ کا تاج افتخار بن گئے، کبھی تو اکوڑہ سیاست وخلافت کے لحاظ سے مشہور تھا۔ اب اکوڑہ کا تشخص آپ کا نام بن گیا عرصہ سے اکوڑہ کو چیمپئن شپ (CHAMPION SHIP) کا یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہاں سے ایم این اے، ایم پی اے سینیٹر کی ۳ کرسیاں ہوتی تھیں۔ اب تو وزارت کی ایک کرسی کا بھی بحمد للہ اضافہ ہو گیا ہے ایک معمولی سادہ وبے قاعدہ درس سے گاؤں نے جواب ایک شہر بن چکا ہے۔ اتنے وقیع وموقر علمی ادارہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

سلے کہ نکوست از بہارش پیداست

اول العلم الصمت والثاني الاستماع والثالث الحفظ والرابع العمل والخامس النشر اس کلیہ پر بھی آپ پورے ہی اترے اور علم کامل کا معیار پا لیا۔ صموت تھے، دوسروں کی بات غور سے سنتے تھے۔ حافظہ بہترین تھا، عامل تھے نشر علوم زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ازالہ بصارت کے بعد بھی جب صحت اجازت دیتی یاد سے پڑھا دیا کرتے۔ حضرت شیخ الاسلام حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قدس سرہ سے تلمذ بھی پایا تھا بیعت کی نسبت بھی تھی سونے پر سہاگہ انه كان الزبد على النسيان۔ پھر

کیوں نہ انوار و علوم کی بارش برستی ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ   ذرہ آفتاب تابانیم

مسترشدین کا اپنے مرشدین سے یہ انتساب ہی کیا کم ہے؟ میں تو کہوں گا مثالی ہے کہ جہاں پڑھا وہاں پڑھایا بھی ہر جگہ مثالی زندگی گزاری اور پھر طرفہ یہ کہ ایک مثالی علمی ادارہ کی تشکیل فرمائی۔ دار العلوم دیوبند میں بھی کامیابی سے تدریس فرمائی۔ وہاں دورۂ حدیث میں طحاوی شریف آپ کے ہاں خارج الاوقات تھی ایسے خارجی اسباق میں طلبہ کنی کترانے کے عادی تھے۔ مگر آپ کے یہاں پوری تعداد سے اضافہ ہوتا تھا۔

اکابرین دیوبند میں سے اگر کوئی حضرات بھی پاکستان تشریف لاتے تو اپنے قدوم میمنت لزوم سے اکوڑہ کو اولویت اولیت دیکر نوازا کرتے تھے۔ بیرونی مہمان گردی۔ بلاد عرب و افغانستان سے سیاسی عمائدین جمیعۃ کے اکابرین و اساطین علم اکوڑہ کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ جہاد افغانستان کے کئی عمائدین و شہداء کمانڈر جلال الدین حقانی فاتح خوست وغیرہ۔ مولوی یونس خالص وغیرہم آپ کے تربیت یافتہ تھے۔ اور جہاد افغانستان میں ان کے ہاتھوں بارہا حالات کا پانسہ پلٹا۔

میرے قیام دار العلوم دیوبند کے زمانہ میں حضرتؒ کا قیام باب الظاہر کی تیسری منزل پر تھا اور میں دوسری منزل پر ۵۰ کمرہ میں مقیم تھا۔ مولانا گل رحمٰن حال ناظم حقانیہ آپ کے بطور خادم خاص ہمراہ رہتے تھے۔ حیرت ہوتی تھی کبھی سر رہ گزر سے حضرتؒ درسگاہ جاتے ہوتے یا واپسی میں میری رہائش پر محض شفقت اور استفسار احوال کے لیے ممنون فرما جایا کرتے تھے۔

احیاناً حضرتؒ سے راقم کی مراسلت و مکاتبت بھی رہتی۔ حضرت کے چند قیمتی خطوط بطور حرز جاں میرے پاس موجود ہیں۔

کتنا عظیم علم و تدبر تھا تواضع تھی۔ جن کی کچھ جھلکیاں مختصراً پیش کر دی ہیں۔ باایں ضعف و توانائی صحت کے بگاڑ کے باوجود ختم نبوت وغیرہ کی تحریک میں خندہ پیشانی سے دوڑ دھوپ کے علاوہ ہر قسم کی قربانی کو لبیک کہا۔ اور پھر بھٹو دور میں جب دین کی صدا بلند کرنے والے ممبران قومی اسمبلی کو بالائی احکام پر سارجنٹ ایٹ آرمز نے بیک بینی و دو گوش اندر سے اٹھا کر باہر بزور پھینک دیا۔ اس حادثہ ابتلاء میں آپ ضمناً مصون و مامون رہے۔

طلبہ حضرتؒ کے دیوانہ وار گرویدہ ہو جایا کرتے تھے۔ دوران درس و وعظ آپ رموز و غوامض کے بیان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عجیب غرائب و نوادرات کا انکشاف فرمایا کرتے تھے۔ اولاً حاصل مطالعہ بیان فرماتے اور بالکل بے تکلفانہ طریق پر موثر پیرایہ میں آپ کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ محض اک خشک عالم ہی نہ تھے صوفی مشرب بھی تھے چونکہ صاحب نسبت تھے زندگی اک بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ کے طور پر گزاری جو ناظرین کے لیے ایک نفیس روشنی دیتا ہوا چراغ تھی۔

قال الحسنؒ عظ الناس بعملک ولا تعظهم بعلمک وقولک۔ امام سہلؒ فرماتے ہیں۔ **العلم يهتف بالعمل فان اجابه والا فارتحل**۔

اسی لیے ربیّین کی نشانی میں اذا رؤا ذکر الله کا ذکر ہے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں **جالس من يكلمك عمله ولا تجالس من يكلمك لسانه**۔

حضرتؒ کی تمام تر زندگی، ان کی خلوتیں ان کی جلوتیں، ان کے درس اور خطبات و تقاریر اور پھر **انها لضغثؒ علی اباله** ان کا عمل ایک منہ بولتی تصویر تھا۔

آپ کا تشخص یہی تھا جب نظر پڑتی تھا ذہن میں علوم ربانیہ کا اک انجان سا ناقابل بیان ہیولیٰ۔ نور علم سے بنا ہوا اک نورانی ہالہ بن سا جاتا ہے اور ناظر کا ذہن صدیوں پہلے کے زمانہ کے کسی بھولے بھٹکے راہی کے تصور میں کھو جایا کرتا تھا۔ درس کا موقعہ ہوتا یا وعظ کا تب بھی دل کی گہرائی سے پڑھاتے اور خطاب فرماتے تھے۔ آپ کا طریقہ تعلیم بہت ہی موثر و دل نشین ہوا کرتا۔ دل کو موہ لیا کرتا تھا۔ بات دل سے ہی نکلتی اور دل ہی میں اتر جاتی تھی۔ اس کی اساسی وجہ حضرتؒ کی لگن، پیوستگی و دل بستگی تھی جس نے عشق کا روپ دھار لیا تھا اور اگر خدا لگتی کہتے تو دین یا دنیا کا کون سا ایسا کام ہے۔ جس کی بیل بدون عشق کے پروان پا سکتی ہے۔ ؎

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الهوى
فکن حجرًا من یابس الصخر جلمدا

بحمد للہ آپ اخلاق نبویؐ کا اک بہترین نمونہ تھے اور یہی مطلوب و مقصود نبوت ہے۔ روایات میں ہے۔ **اللهم انی اعوذ بك من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق۔ ان من خیارکم احسنکم اخلاقا**۔ ؎

آئینہ ما روئے ترا عکس پذیر است
گر تو نہ نمائی گنہ از جانب ما نیست

اتنے طویل ترین عرصہ میں گر حافظہ کوتاہی نہیں کرتا یاد نہیں پڑتا۔ کسی طالب علم، نیازمند، سائل تو کیا کسی مخالف کو بھی جھاڑا ہو لتاڑا ہو غصہ کیا ہو اپنے فکر و عمل سے زبان و بیان سے حسن اخلاق و احسن کا عملی درس دیا۔

اکوڑہ خٹک جو کب سے مضافات عدیدہ کا اک مرکزی۔ محوری بڑا قصبہ اور تاریخی روایات کا علمی و سیاسی گہوارہ تھا۔ اب آکر حضرت والاؒ کی ذات ستودہ صفات اکوڑہ خٹک کی اک پہچان (Symbol) بن گئی تھی اور پھر حضرتؒ کے ارتحال سے جہاں علم و معرفت کی گلیاں سونی

پڑ گئی ہیں ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا ۔

حضرتؒ کے علمی تفردات کے کوائف کو حضرات اہل علم ہی بیان فرماویں گے کہ یہ میرا منصب (PORTFOLIO) نہیں ہے ۔ ولی را ولی می شناسد ۔ قدر گل بلبل شناسد قدر قنبر را علیؓ۔ البتہ آپؒ کی زندگی کے نظریہ ظاہر بادی الرائے میں چند عام گوشوں کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس بہانہ سے اس دور کی اک عبقری نابغۂ روزگار شخصیت کا ذکر ہو جاتے جس سے پژمردہ یادیں تازہ ہو جائیں۔ اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائیں۔ کسی زمانہ میں رودکی کو بھی یہ شکایت زبان پر لانا پڑی تھی ؎ یاد یار مہرباں آید ہمی اور پھر جانے والی شخصیات بھلا کب لوٹ کر آسکتی ہیں۔ البتہ ہم ہاتف غیبی کو سن سکیں تو وہ بزبان حال پکارتی ہیں ؎

میری محفل میں نہ آسکے گی دنیا
لاکھ ڈھونڈے مجھ سا نہ پا سکے گی دنیا
میں بہت دور بہت دور چلا جاؤں گا
اس جہان میں نہ جا سکے گی دنیا

جواباً پسماندگان نالہ و شیون کرکے پکارتے ہیں ؎

کرن روشنی کی کوئی لاؤ کہ
در و بام سب بجھ گئے ہیں

البتہ ان جانے والوں کی باتیں ان کی یادیں، ان کے کرشمے ان کی انسانی، اخلاقی دینی بلندیاں آج بھی اس تنکدۂ حیات کی ظلمتوں کو منور کئے ہوتے ہیں۔ اکابر و احباب و علماء و حکماء و صوفیاء کا سلسلہ ارتحال نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ البتہ یہ سلسلۂ مجئ و ذہاب، فناء و بقاء، آمد و رفت تولد و توفی روز اول سے ہی زیر عمل چرخ نیلی فام ہے اور بدون فقدان وجدان کی قدر کسی کو کیا ہو سکتی ہے۔ دیر یا سویر ہر شخص طوعاً و کرھاً اس راہ کا راہی ہے۔ البتہ ان کے ہجران و فقدان سے ہی ان کے خصائل حسنہ (TALENTS) کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ پیچھے رہ جانے والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ جانے والوں کے بعد رہ جانے والوں کو کن کن نوع کے جھمیلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ؎

چوں می پرسی ز درد ما بیا چشم خود بکشا
اگر خواہی کہ بینی در جہاں درد مجسم را

آپ کی زندگی سراپا اول تا آخر طلب و عمل و نشر دین میں مصروف رہی۔ یہی اکابر و اسلافؒ کا حال رہا ہے۔ محدث عصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو شروع طفولیت سے ہی لکھنے پڑھنے سے بے حد رغبت تھی۔ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ۔ از ابتدائے زمان طفولیت نمی دانستم کہ بازی چیست و خواب کدام و سیاحت کیست و آرام و آسائش کجا ۔

علم و اہل علم کی تعظیم و ادب انکساری و ملنساری حضرتؒ پر ختم تھی۔ اسی طرح طلبہ پر بھی برابر کی شفقت تھی۔ زیر درس طلبہ کو اپنی مسجد یا گاؤں کی مساجد میں ٹھہراتے۔ ان کے خورد و نوش اور ضروریات کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ خبر گیری فرماتے۔ ہر خرد و کلاں سے فیاضانہ سلوک ہوا کرتا تھا۔

ہر دور میں اہل علم کی وفیات کا سانحہ ایک ناقابل تلافی خلا پیدا کر دیا کرتا تھا۔ جسے سوائے قدرت الٰہیہ کوئی نہیں پر کر سکتا۔ حضرت ثعلبؒ نے حضرت مبردؒ کی وفات پر حزنیہ مرثیہ لکھا تھا۔ ؎

ذهب المبرد وانقضت ايامه
وليذهبن مع المبرد ثعلب
بيتٌ من الاداب اضحى نصفهُ
خربًا وباقي النصف منه سيخرب
فتزودوا من ثعلب فبكاس ما
شرب المبرد عن قريب يشرب

گو کہ فطرۃً ۴۰ کے بعد بدنی اضمحلال اور نشو و نما کی قوتوں کو زوال آجاتا ہے جو ہوتے ہوتے شدہ شدہ ارذل العمر کا پیناوہ پہن لیتا ہے ۔ ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكى لا يعلم بعد علم شيئا ومن نعمره ننكسه فى الخلق ۔ اس میں حضرت عکرمہ کا قول ہے۔ من قرء القرآن لم يصر بهذه الحالة وكك العلماء العاملون لا يصيرون بهذه الحاله بل كلما ازدادوا فى العمر ازدادوا فى العلم والفضل والمعرفة كما هو مشاهد ولذا قالوا اعلى كلام العارفين ما صدر عنهم فى آخر عمرهم۔ مشہور علماء کرام کے امالی و افادات ان کی آخری عمر ہی کی پیداوار ہوا کرتے ہیں۔

حضرتؒ نے آخر عمر میں جوانی سے زیادہ کام لیا۔ اسی زمانہ میں پارلیمنٹ میں آپ کی درد میں ڈوبی ہوئی نفاذ اسلام کی تقاریر اک دردمند دل کی پکار بھی ہیں اور اک شیر بیشہ کی للکار۔ اور دین کے شہ پاروں کا اک شاہکار بھی۔ پارلیمنٹ میں ان کی آواز گونجتی ہی رہی۔ يقوم مالى ادعوكم الى النجاة وتدعوننى الى النار آپ اپنی صحت و نحافت و نقاہت کو چھوڑ چھاڑ دین کے لیے ہر نوع کی چھوٹی بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو گئے ؎

ان كان دين محمد لم يستقم
الا بقتلى فيا سيوف خذينى

اسی لیے من عند اللہ حضرتؒ اطمینان و بے باکی کی اس دولت عظمیٰ

اور ثروت گرانمایہ سے معمور تھے جو کبھی کمیاب اب اک جنس نایاب ہے

الا بذکر الله تطمئن القلوب ۝

غم کے مارو چلو تم وہیں کہ جہاں
درد مندوں کے طبیب رہتے ہیں

لن یصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها

آج یورپ و ایشیا کے دل کے دانشور اسی جنس نایافت کی تلاش میں در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔

CALM MIND A GREAT PLEASUSE,
LIGHT HEART IS A GREAT TREASURE,
IF ANYONE CAN GET THEM,
HIS HAPPINEN CAN NOBODY MEASURE

انسان۔ انسان کامل۔ مومن آج کے اس بہیمیت سے بھرپور دور میں عنقا۔ نایاب ہے۔ نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار ست و نیست۔

انت نعم المتاع لو کنت تبقی
غیر ان لا بقاء للانسان
لیس فیما بدا لنا فیک عیب
کان فی الناس غیر انک فان

موت سے بھلا کسے مفر ہے۔ اس پر تو اجماع ہے۔

تخالف الناس حتی لا اتفاق لهم۔ الا علی شجب وهو مختلف

البتہ ہم ایمان کامل، اتباع سنت نبوی پیروی اسوہ حسنہ سے ہی موت پر اقتدار حاصل کر سکتے ہیں۔ اللهم اعنا علی الموت وکربته وعلی القبر وغصته وعلی المیزان وخفته۔ وعلی الصراط وزلته وعلی یوم القیمة وروعته اللهم اعنا علی الدنیا بالغنی وعلی الاخرة بالتقوی۔ بحق سید الابرار صلی الله علیه وسلم۔ سوچا جاتے تو یہ زندگی موت ہی کے لیے ہے پھر کیوں نہ زندگی کو اس انداز سے گزارا جائے کہ یہ اپنے محبوب سے ملانے کا اک پل بن جاتے۔

ما ولدتم فللتراب　　ما بنیتم فللخراب
ما عملتم ففی الکتاب　　یدخر لیوم الحساب

تمنا مختصر سی تھی مگر تمہید طولانی
لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

خدا کرے ہم بھی حضرتؒ کے نقوش پا کو اپنا کر اپنی نا استوار و مستعار کو مرضیات ربانی کے مطابق ڈھال سکیں۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔

آمین آمین ولا ارضی بواحدة حتی اضم الیها الف امینا

موتمر المصنفین کی علمی و تحقیقی عظیم تاریخی پیشکش
ایک نادر تحفہ ——— ایک عظیم خوشخبری

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے
حیرت انگیز واقعات

پیش لفظ ——— جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق
تصنیف ——— مولانا عبدالقیوم حقانی رفیق موتمر المصنفین و استاد دارالعلوم حقانیہ

اُردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش سہل سلیس دل چسپ اور علم فہم، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، فقہ و قانون، اخلاص و للّٰہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، جذبۂ اصلاح و انقلاب امت، تبلیغ و اشاعت دین، تعلیم و تدریس، غرض ہر جہت جامع اور نفع بخش ہے، واقعات و حکایات اور شریعت و طریقت کے دقیق مگر واضح اور حیات آفرین نکات کو عشق و محبت کی زبان میں بیان کر کے کتاب کو واقعۃً دلآویز، خوش تاثیر اور حیرت انگیز بنا دیا گیا ہے، جو ایک وقیع مقدمہ اور سات ابواب پر مشتمل ہے۔
تقطیع متوسط، کاغذ عمدہ، کتابت و طباعت معیاری، ٹائیٹل خوش رنگ و دیدہ زیب اور سنہری جلد بندی۔ صفحات: ۲۷۲، قیمت: -/۵۰ روپے

موتمر المصنفین۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ضلع پشاور

موتمر المصنفین کی ایک اور اہم پیشکش

علماءِ احناف رحمہم اللہ کے حیرت انگیز واقعات

جلد دوم

امام ابو یوسفؒ ——— امام محمدؒ ——— امام زفرؒ

اُردو میں سب سے پہلی اور کامیاب کاوش

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ائمہ احناف کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خدا ترسی و للّٰہیت، شوقِ مطالعہ و ذوقِ عبادت، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ اور عزم و توکل، ایمان و احتساب، جوشِ جہاد، شوقِ شہادت، عقائدِ باطلہ کی بیباکانہ تردید، ظالمانہ اعمال و رسوم کے خلاف اعلانیہ جہاد، جابر سلاطین کے سامنے کلمۂ حق کی بلندی، فقہ و قانون کی تدوین، اجتہاد و استنباط کی نادر تحقیقات، اسلامی ریاست و سیاست کے خد و خال، عدل و انصاف کے ایمان افروز نمونے اور بیباک فیصلے، فکرِ آخرت، جرأت و استقامت، رجال کار کی تربیت، اصلاح اور انقلابِ امت کے لیے بلند کردار، انقلاب انگیز، ایمان آفرین کوششوں اور گراں قدر مسائل پر مشتمل حیرت انگیز واقعات۔

* * *

موتمر المصنفین ——— دارالعلوم حقانیہ ——— اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (پاکستان)

ہمالۂ عظمت

ایک قدسی صفات شخصیت کی چند یادیں

حافظ محمد ابراہیم فانی استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

رنگ و آب زندگی سے گل بداماں ہے زمیں
بادشاہوں کے بھی کشت عمر کا حاصل ہے گور
موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے

سینکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
(اقبالؒ)

نقشِ اول زندگی میں بعض لمحات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یادیں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ محو ہونے کی بجائے دن بدن تازہ ہو جاتی ہیں۔ اور بعد میں انسان ان ساعات کو حاصل زیست سمجھتا ہے۔ بندہ بھی ان خوش نصیب انسانوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا ہے۔ جنہوں نے بعض قدسی صفات اور ملکوتی فطرت شخصیات کا شرف زیارت حاصل کیا۔ اور الحمدللہ یہ میرے لیے ایک در بے بہا اور گوہر گرانمایہ ہے۔

ے شمع رخسار تو تا روشن دریں کاشانہ بود
چشم ما پروانہ و مژگان پر پروانہ بود
جوہر زاہد بیک پیمانۂ مے یافتم
دیدہ جوہر شناس ماہمیں پیمانہ بود
(ناصر علی سرہندی)

بندہ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ قدس سرہٗ نے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ تقریباً چھبیس سال گزارے تھے۔ اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ کے ساتھ میرے والد صاحب مرحوم کے نہ صرف دارالعلوم حقانیہ کی تدریس کے آغاز سے مراسم تھے بلکہ دارالعلوم دیوبند میں بھی ان دونوں کا تعلق رہا۔ چنانچہ جب تقسیم ہند کے بعد حضرت الشیخ نے یہاں اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی۔ تو اس کے چند سال بعد حضرت والد صاحب مرحوم کو یہاں دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے لیے فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے رفیق دیرینہ کے ساتھ خدمت دین متین میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ حضرت والد صاحب زمانۂ طالبعلمی ہی سے مریض رہتے۔ اس لیے چند مہینے بعد آپ بیماری کے باعث واپس اپنے گاؤں زروبی تشریف لائے۔ علاج معالجہ کے بعد آپ دوبارہ دارالعلوم حقانیہ میں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے اور تادم واپسیں اس ادارہ کے ساتھ منسلک رہے

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

اس دوران آپ کو کئی دیگر مدارس اور جامعات سے پرکشش پیشکشیں کی بھی گئیں لیکن آپ نے ان کی طرف کسی قسم کا التفات نہیں کیا۔ حضرت والد صاحب اپنے فطری رعب اور شانِ جلالی کی وجہ سے ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ اسی وجہ سے دیگر اساتذہ واصلہ آپ کے سامنے آنے سے کتراتے۔ پھر بھی اگر ایکطرف حضرت والد صاحب مرحوم پر جلال کا غلبہ تھا تو دوسری جانب حضرت الشیخ جمال کی مجسم تصویر تھے۔ اور جمال و جلال کے اس حسین امتزاج نے دارالعلوم حقانیہ کے افق پر ایک خوبصورت قوسِ قزح کا سماں باندھا تھا افسوس کہ وہ دونوں قدسی صفات ہستیاں اس کاخ رنگ و بو کو ویران کر کے چلی گئیں ے

وکنا کندمانی جزیمة حقبة
من الدہر حتّٰی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانّی و مالکاً
لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

"مدتوں ہم جزیمہ کے دوستوں اور ندیموں کی طرح اکٹھے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اور جب ہم بچھڑ گئے تو ایک طویل دوستی کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا میں نے اور مالک نے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی۔"

تو راقم اپنی پہلی ملاقات اور نقش اول کا ذکر کر رہا تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً گیارہ سال تھی۔ میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ تعطیلات گرما میں حضرت والد صاحب مرحوم کے ساتھ تین چار دنوں کے لیے یہاں آیا۔ اس دوران حضرت الشیخ کے دیدار پرانوار اور شرف ملاقات سے شرفیاب ہوا۔ ظاہر بات ہے کہ اس وقت میں آپ کی شخصیت پر کیا سمجھتا۔ بس ایک نورانی چہرہ۔ خوبصورت داڑھی جس میں کافی بال سیاہ تھے سفید عمامہ، اور آنکھوں پر نظر کی عینک۔ پھر جب ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم حقانیہ کے پرشکوہ جلسہ دستار بندی کا اہتمام ہوا۔ اس میں برصغیر کے نامور علماء، فضلاء اور مشائخ شرکت کے لیے آئے تھے۔ اور تقریباً دس سال بعد اس جلسے کے انعقاد کا اعلان ہوا تھا۔ اور اس میں ان دس سالوں میں فارغ شدہ فضلاء کی دستار بندی بھی تھی۔ چونکہ ایک طویل مدت اور کافی انتظار کے بعد اس جلسے کا اعلان ہوا تھا اس لیے ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس میں شرکت کے لیے دور دراز علاقوں سے آئے تھے۔ وہ لوگ نہ صرف ان جید علماء کرام اور اکابر ملت و اساطین امت کے خیالات سے مستفید ہوئے بلکہ لغت میں "یکجا" ان کی زیارت سے بھی باریاب ہوئے۔

چنانچہ مقررہ تاریخ پر بندہ نے حضرت والد صاحب سے اصرار کیا کہ میں ضرور اس جلسے کے لیے جاؤں گا اور اسی طرح نازاں و خراماں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس وقت تو یہ تصور نہیں تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ کی ملاقات اور ان کی زیارت نصیب ہو گی بلکہ سنا تھا کہ جلسہ دستار بندی میں میلے کا سا سماں ہوتا ہے اس لیے اس میں شرکت کے لیے دل بے تاب تھا۔ یہاں آیا تو دیکھا کہ واقعی ایک میلے کا سماں ہے۔ عوام کا ایک عظیم اجتماع ہے اور جب بھی دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان ہوتا ہے کہ اب فلاں مولانا تشریف لا رہے ہیں آپ لوگ ان کے استقبال کے لیے دو طرفہ کھڑے ہوں۔ تو آناً فاناً سڑک پر ایک جم غفیر جمع ہو جاتا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عصر کے وقت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ کی تقریر تھی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا اہل السنت والجماعت۔ بہرحال وسیع و عریض سٹیج پر نورانی چہروں نے ایک عجیب روحانی منظر کا دلربا نقشہ پیش کیا تھا۔ آہ وہ لمحات، وہ ساعات

ع دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

؎ پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں   چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے
زمیں لوگوں سے خالی ہو رہی ہے   یہ دور آسماں دیکھا نہ جائے

قران السعداء بات جلسہ دستار بندی اور اس میں اکابر علماء کی شرکت کی ہو رہی تھی، اس جلسے میں قطب الاقطاب ولی کامل سرحد کے شاہ ولی اللہ دیہ لقب حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے جنازہ کے بعد قبر پر خطاب فرماتے ہوئے حضرت مولانا کو دیا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کا اسم گرامی بھی تھا اور ان کے ساتھ یہ بھی تحریر تھا کہ ایک نشست کی صدارت آپ فرمائیں گے چنانچہ چار بجے دن آپ کی آمد کا اعلان ہوتے ہی لوگوں کا ایک سیل بیکراں آپ کے استقبال کے لیے سڑک کی دونوں طرف کھڑا ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کے صدر دروازے سے لے کر پھاٹک تک تقریباً دو فرلانگ میں سڑک کے دونوں کنارے لوگوں سے کھچاکھچ بھرے ہوئے تھے چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو لوگوں کے شدید اصرار پر پھاٹک ہی کے پاس گاڑی سے اتارے گئے۔ اس وقت آپ انتہائی کمزور تھے۔ لیکن آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہر شخص بے تاب تھا چنانچہ اسی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک طالبعلم آپ کو کاندھے پر سوار کر کے مدرسے تک لے آیا۔ راستے میں جی بھر کے لوگوں نے اس ولی کامل اور قطب وقت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور خود بندہ بھی آپ کی زیارت سے سیر چشم ہوا

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

زہے قسمت کہ حضرت غورغشتوی صاحبؒ کی فرودگاہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کی اقامت گاہ تھی۔ چنانچہ یہاں لائے گئے اور اس کے ساتھ عوام کا ایک سیلاب بھی ٹوٹ پڑا۔ مجبوراً منتظمین کو دروازہ بند کرنا پڑا۔ اور زیارت میں آسانی کے لیے کھڑکی کے سامنے آپ کے لیے چارپائی رکھدی گئی اور معتقدین آپ کی ایک جھلک دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ جونہی آپ یہاں لائے گئے حضرت الشیخ قدس سرہٗ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ آپ کے سامنے باادب بیٹھ گئے۔ اور آپ سے خیریت دریافت کی اور بندہ نے یہ پرکیف سماں بھی دیکھا کہ وقت کی دو جلیل القدر ہستیاں حضرت شیخ الحدیث مولانا غورغشتویؒ کے پاؤں داب رہی ہیں۔ سعداء کا عجیب و غریب قران تھا۔ آہ وہ منظر وہ سرور وہ کیف! مگر بقول غالب

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

" وما ریح الریاض لھا ولکن
کساھا دفنھم فی الترب طیبا

"یہ جو باغات میں خوشبو ہے سو وہ ان کی نہیں بلکہ ان کے مٹی میں مدفون ہونے نے باغوں کو خوشبو کا لباس پہنا دیا ہے"

رات کو کچھ دیر کے لیے آپ نے ایک نشست کی صدارت کی۔ لیکن پھر اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے واپس اپنی فرودگاہ تشریف لائے۔ رات کے پچھلے پہر مولاناؒ احتشام الحق تھانوی کی تقریر تھی۔ چونکہ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا اور سامعین پر نیند کا غلبہ تھا۔ چنانچہ مولانا تھانوی کو کسی نے رقعہ دیا کہ تقریر سے پہلے کچھ تلاوت فرمائیں۔ تو آپ نے سورۃ اعلیٰ کی تلاوت اپنی مخصوص لے اور نرالے انداز میں

فرمائی۔ جس سے پورا مجمع ایک مسحور کن کیفیت سے سرشار ہوا، اور اتنی مدت کے گزرنے کے باوجود آج بھی اپنی قوت سامعہ سے اس کی حلاوت محسوس کر رہا ہوں۔

وہ کب کے آئے ہیں اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
وہ چل رہے ہیں یہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں
(جگر مراد آبادی)

انتظام وانصرام مدرسہ میں انہماک حضرت الشیخ قدس سرہ کو اپنے لگائے ہوئے پودے دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر و ترقی کی ازحد فکر تھی وہ اپنی اس لیلائے مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتے اور سچ پوچھئے تو ان کا اوڑھنا بچھونا ہی یہی تھا اور نہ معلوم کتنی گرم و سرد راتیں اس بندہ خدا نے اللہ کے حضور گڑ گڑا کر بغیر ایک لمحہ کے آرام کے دعاؤں میں گزار دیں۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم۔	ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہیں۔ اس طور سے کہ وہ لوگ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔
والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً	اور وہ جو اپنے رب کے لیے رات سجدہ اور قیام میں گزارتے ہیں

میں نے دیکھا کہ حضرت الشیخ دستار بندی سے پہلے دس سالہ کارگزاری سنا رہے ہیں۔ مختلف مدات کے حساب و کتاب اور آمد و خرچ کی تفصیل بتا رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے سے مسلسل آپ نے کھڑے ہو کر یہ تفصیل سنائی لیکن پھر بھی آپ پر تھکن کا نام و نشان تک نہیں تھا اور یہی معاملہ اخیر تک آپ کا جاری رہا بیماری کے دوران بھی جب معمولی افاقہ محسوس فرماتے تو دارالعلوم کے بارے میں پوچھنے دوپہر کو جب آپ اپنے سبق کے گھنٹے سے فارغ ہو جاتے تو مہمانوں اور زائرین کا ایک ہجوم آپ کا منتظر رہتا۔ ان سے بات چیت کرنے کے بعد دفتر میں مولانا سلطان محمود صاحب ناظم صاحب کے ساتھ مصروف ہو جاتے۔ پھر بمشکل تمام ظہر کی نماز کے لیے فارغ ہو جاتے، کئی سالوں تک تو آخری گھنٹہ بھی آپ کے پاس رہتا۔ اس کو پڑھانے کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔

سرزنش کا نرالا انداز پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت الشیخ شفقت و جمال کے مظہر تھے تو حضرت والد صاحب (جو کہ طالبعلم برادری میں صدر المدرسین کی نسبت سے صدر صاحب کے لقب سے معروف تھے) ہیبت و جلال کے پیکر تھے چنانچہ جب طالبعلم مدرسہ کے اصول کے منافی کوئی کام کرتے ہڑتال وغیرہ کے لیے پر تولتے یا ناجائز مطالبہ کے لیے مدرسہ سے انتظامیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتے۔ تو حضرت الشیخ حضرت صدر صاحب کے ساتھ مشورہ فرماتے چنانچہ طالبعلم جمع کر دیے جاتے مسجد یا دارالحدیث میں حضرت صدر صاحب ان سے خطاب فرماتے آپ کے اٹھتے ہی طلبہ پر سکوت مرگ طاری ہو جاتا پہلے تو آپ خوب طلبہ کی سرزنش فرماتے۔ کہ یہ آپ لوگ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں یہ طلبائے علم دین کا شیوہ نہیں۔ مہذب طریقہ سے آپ کو چاہیئے تھا کہ مدرسہ کے ارباب انتظام و اہتمام کو اپنے مطالبات پیش کرتے پھر اگر آپ کے جائز مطالبات میں لیت و لعل سے کام لیا جاتا تو حدود و قیود اور اپنے مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو کچھ کرنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ بلا وجہ اشتعال یہ کہاں کا انصاف اور کہاں کا دین ہے۔ حضرت صدر صاحب کی پرجلال تقریر کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ خطاب کے لیے آئے۔ ان کا انداز بالکل جدا گانہ ہوتا۔ انتہائی پیار و محبت اور اخلاص و شفقت کے ساتھ طلبہ کو سمجھاتے۔ اور اس طرح معاملہ پھر رفع دفع ہو جاتا۔ طلبہ حیران رہ جاتے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ حضرت صدر صاحبؒ نے تو طلبہ کو اتنا ڈانٹا اور حضرت الشیخؒ نے اس کے بالکل برعکس طلبہ کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا، گویا کچھ ہوا ہی نہیں بعد میں معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ ان دونوں شیخین کے مشورہ سے ہوا ہے۔

ایک عجیب وصف یوں تو حضرت الشیخؒ مجموعہ محاسن تھے۔ بقول کسے

؎ اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

آپ کی ہر ہر ادا قابل تقلید ہوتی۔ ہر عمل ایک نمونہ ہوتا۔ ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی۔ یہاں پر آپ کے اوصاف و کمالات کا استقصاء مقصود نہیں۔ اس لئے کہ

؎ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کیلئے

اور سچ بات تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت پر کام کرنا فرد واحد کا کام نہیں بلکہ اس کے لیے ایک مستقل ادارہ اور اکیڈیمی کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک مثالی اور قابل تقلید نمونہ رہے۔ ورنہ بذات خود آپ کی شخصیت تلقیب و توصیف کا محتاج نہیں۔

؎ ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

تو بات یہاں پر ایک خاص وصف کی کر رہا تھا جو کہ اسی اہتمام کے ساتھ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت الشیخ تشریف فرما ہوتے۔ تو جب کوئی مہمان آتا۔ اس کی خوب خاطر تواضع فرماتے جب وہ رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کرتا تو آپ پوری یکسوئی کے ساتھ اس کے لیے اور اس کے شرعی مقاصد کی تکمیل کے لیے دست بدعا ہوتے وہ چلا جاتا تو اسی محفل میں بیٹھا ہوا دوسرا مہمان رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کرتا حالانکہ ابھی اس کے سامنے آپ نے عمومی دعا بھی فرمائی ہے۔ پھر حضرت الشیخ اسی انہماک اور الحاح سے اس کے لیے دست بدعا ہو جاتے اور جبین مبارک پر کسی قسم کی بدمزگی یا شکن نہیں بارہا ایسا ہوا۔ آپ کسی ضروری

مسئلہ کی وضاحت فرما رہے ہیں یا اہم بات ہو رہی ہے اور درمیان میں اس قسم کا "جملہ معترضہ" واقع ہو جاتا۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولوکنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔	اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے۔ تو یہ آپ کے پاس سب منتشر ہو جاتے۔

گویا آپ کا یہ عمل اس آیہ کریمہ کے اتباع میں ہوتا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان من المعروف ان تلق اخاك بوجه طلق۔	نیکی میں سے یہ بھی ہے۔ کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت الشیخؒ کے اسی مشفقانہ رویہ نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنایا تھا۔

قادیانیت کے خلاف جدوجہد حضرت الشیخؒ ہمارے دیگر اکابر کی طرح اس فتنہ (جس کو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے نبوت محمدی کیخلاف ایک بغاوت سے تعبیر کیا ہے) کے بارے میں انتہائی حساس تھے۔ اور اس کے خلاف کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں اس کے خلاف جلسہ تھا۔ چنانچہ حضرت الشیخؒ کو بھی دعوت کی زحمت دی گئی آپؒ نے بخوشی قبول فرمائی۔ اور آپ کے ساتھ اس میں شرکت کے لیے حضرت امیر شریعت سید گل بادشاہ صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ دونوں تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ، مولانا سید گلبادشاہ صاحب کی مدلل اور لطیف مزاح پر مشتمل تقریر سے بہت محظوظ ہوئے واپسی پر یہ دونوں حضرات انتہائی خوشگوار موڈ میں تھے۔ حضرت الشیخؒ امیر صاحب کی باتوں سے بہت خوش ہوئے۔ راستے میں امیر صاحب نے مرزا قادیانی کے عجیب لطائف سنائے اور حضرت الشیخؒ استغفر اللہ پڑھ کر تبسم فرماتے۔

جب قادیانیت کے خلاف ملک گیر تحریک حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں چلائی گئی اور اسی تحریک کے طفیل مرزائی ذریت ۷ ستمبر کو غیر مسلم اقلیت قرار دی گئی تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

احترام اساتذہ حضرت الشیخؒ نے اساتذہ کرام کا از حد احترام فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے صاحبزادگان کے ساتھ بھی اساتذہ جیسا سلوک کرتے۔ اس ضمن میں صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ کے ساتھ حضرت الشیخؒ کی ملاقات کا مشاہدہ راقم نے بچشم خود کیا ہے اس کو دیکھ کر یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ حضرت الشیخؒ آپ کے استاد بھی ہیں جب استاد کے صاحبزادے کے ساتھ آپ کے احترام کا یہ عالم تھا۔ تو خود اپنے شیوخ کے احترام کا کیا عالم ہوگا۔

قیاس کن زگلستان من بہار میرا

مشائخ و اکابر کے ساتھ عقیدت حضرات اکابر کے ساتھ حضرت الشیخ قدس سرہٗ کی انتہائی عقیدت تھی۔ آپ کی کوئی مجلس بھی ان حضرات کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی۔

من احب شیئاً اکثر ذکرہ

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار میکنم!

تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں اکثر ان کا تذکرہ بڑے دلنشین انداز میں فرماتے۔ کبھی حضرت بانی دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ ہوتا کبھی حضرت گنگوہیؒ کے وصف میں رطب اللسان ہوتے کبھی حضرت شیخ الہند اور مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی باتیں فرماتے تو کبھی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی یاد سے مشام جاں کو معطر فرماتے۔ اسی طرح سیاسی زعماء میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ امام انقلاب مولانا ابوالکلام آزاد اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے از حد مداح تھے۔ ایک دفعہ راقم نے آپؒ سے مولانا سندھیؒ کے ساتھ ملاقات کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایک دن دیوبند میں یہ خبر پھیلی کہ مولانا سندھی تشریف لاتے ہیں تو ہم ساتھی انتہائی خوش ہوئے کہ ایک پیکر عزیمت کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔ انہی دنوں آپ طویل جلاوطنی کے بعد اپنے وطن ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم دیدہ و دل فرش راہ کیے آپ کے انتظار میں تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص سانولہ رنگ ہاتھ میں عصا، نحیف بدن، درمیانہ قد کلاہ و دستار سے بے نیاز سر کیسا تھ نمودار ہوا۔ کسی نے کہا یہ ہیں مولانا سندھی۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ ہیں وہ عظیم الشان شخصیت جن کی انقلاب آفریں جدوجہد سے ایک دنیا آشنا ہے۔ انتہائی خواہش کے باوجود آپ کی جلالت شان کو دیکھ کر کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے ساتھ مصافحہ کرتا اسی طرح ایک مجلس میں حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر چھیڑا گیا۔ تو فرمایا کہ واقعی ایک عظیم المرتبت شخصیت تھے۔ خدا نے اس کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ان کی نماز کی کیفیت عجیب تھی جس کو دیکھ کر انسان کو رشک آتا تھا۔ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت، مرزائیت کے خاتمہ اور تحریک استخلاص وطن میں آپ کے کارنامے اور کردار انتہائی نمایاں ہے۔ سرزمین ہند نے آج تک اردو میں اس جیسا خطیب پیدا نہیں کیا

پیکر شفقت طلبہ کے ساتھ حضرت الشیخ کی شفقتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ ان کو حیطۂ تحریر میں لانا گویا لانا ہے جوئے شیر کا اور حقیقت یہ ہے کہ اس وصف میں آپ کا اپنے معاصرین میں کوئی بھی ہم پلہ نہ تھا حتیٰ کہ بلا مبالغہ آپ اپنے والدین سے بھی زیادہ شفیق تھے۔ اور اس میں

آپ کے ہاں بڑے یا چھوٹے طالب علم کا امتیاز نہیں تھا۔ بندہ نے ختم حفظ قرآن کی تقریب میں تمام اساتذہ کرام کو دعوت دی۔ بعد العصر حضرت الشیخ کی مسجد کو گیا۔ وہاں پر حضرت کے سامنے ان کے صاحبزادے حضرت الاستاذ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کو اس میں شرکت کی دعوت دی اور حضرت الشیخ کو دعوت دینے سے حیا آتی تھی اور یہ بھی خدشہ تھا کہ شاید آپ شرکت فرمائیں گے یا نہیں بہرحال جب تقریب کا وقت قریب آیا۔ تو حضرت والد صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم نے حضرت الشیخ کو دعوت دی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس پر آپ انتہائی غصہ ہوئے۔ فرمایا جلدی جاؤ چنانچہ میں فجر کی نماز سے پہلے آپ کی مسجد کو گیا۔ اور آپ کو مدعا بیان کیا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ تم نے تو کل مجھے نہیں کہا حالانکہ میرے سامنے انوار الحق کو دعوت دی میں احساس ندامت سے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ نماز کے بعد مجھے اپنے ساتھ کار میں بٹھایا۔ اور اس ختم قرآن کی محفل میں شرکت فرمائی۔

؎ وہ نہیں تو اسے قمران کی نشانی ہی سہی
داغ فرقت کو لگاتے پھر رہے ہیں دل ہم

معرکۂ انتخابات میں اس بارے میں بہت سے حضرات نے بہت کچھ لکھا ہے۔ بندہ صرف ایک واقعہ پر جو کہ حضرت الشیخ کی عظمت پر دال ہے اکتفا کرتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ کا مقابلہ نیشنل عوامی پارٹی کے مضبوط امیدوار اجمل خٹک کے ساتھ تھا۔ وہ مقابلہ انتہائی سخت اور تمام ملک کی نگاہیں اس حلقہ انتخاب پر لگی ہوئی تھیں جیسا کہ اس انتخاب میں مولانا مفتی محمود قدس سرہ کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ تھا اور اس حلقہ پر بھی ملک کی نگاہیں مرکوز تھیں۔ ایک انتہائی سخت اور دلچسپ مقابلے کے بعد حضرت الشیخ فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔ اس کے بعد قومی اتحاد کے امیدوار کی حیثیت سے آپ نے انتخابات میں حصہ لیا۔ یہ مقابلہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی اہم بھی تھا۔ کیونکہ اس دفعہ آپ کا مقابلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک کے ساتھ تھا۔ اس نے تمام حربے استعمال کیے اور بعض ایسی حرکتیں بھی کیں جو کسی بھی طور پر اخلاقیات کے زمرے میں نہیں آتی تھیں۔ انتخابات کے روز جب ہمارے پولنگ ایجنٹ اپنے ساتھ مختلف انتخابی مراکز سے نتائج لاتے تو ہم دفتر دارالعلوم میں وہ نتائج وصول کرنے کے بعد جمع کرتے۔ ریڈیو پر صرف ایک دفعہ مولانا کا نام لیا گیا اور وہ بھی اس وقت جب نصر اللہ خٹک معمولی لیڈ پر جا رہے تھے۔ اس کے بعد نام نہیں لیا ہم رات کو دیر تک بلکہ تمام رات بیٹھے نتائج بھی سن رہے تھے اور اپنے حلقہ کے موصول شدہ اعداد بھی جمع کر رہے تھے۔ صرف دو پولنگ سٹیشنوں کا نتیجہ باقی تھا۔ دیگر تمام مراکز سے نتائج آئے تھے۔ ہمارے پاس جو صورتحال تھی۔ اس میں حضرت الشیخ کو ۲۵ ہزار ووٹوں کی سبقت حاصل تھی۔ ریڈیو پر تمام ملک کے انتخابی حلقہ جات کے نتائج آ رہے تھے اور وقتاً فوقتاً نشر کیے جا رہے تھے لیکن حلقہ نمبر ۵ کا ذکر تک نہ تھا۔ (یہ حضرت الشیخ کا انتخابی حلقہ تھا) مولانا سمیع الحق صاحب نے محکمہ اطلاعات کو فون کیا کہ کیوں مولانا کا نتیجہ رکوایا گیا ہے۔ بہرحال جب صبح حضرت الشیخ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے عوام کا ایک جم غفیر سویرے ہی جمع ہو گیا تھا۔ بندہ نے سب سے پہلے آپ کو عظیم الشان اور دو لوٹک کامیابی پر مبارکباد دی۔ آپ نے انتہائی انکساری سے فرمایا۔ کہ بچے ابھی تو اعلان بھی نہیں ہوا اور دو پولنگ سٹیشنوں کا نتیجہ بھی باقی ہے ؎

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں
اس زمین پست نے کیا کیا سماں پیدا کئے

راقم کا شرف تلمذ ۱۹۷۸ء میں راقم الحروف دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا لیکن بدقسمتی سے اس سال حضرت الشیخ قدس سرہٗ بیمار تھے۔ اور اگر کچھ افاقہ بھی ہو جاتا تو بھی ضعف و نقاہت انتہائی عروج پر تھی۔ اس سال ہم تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد ساتھی دورۂ حدیث میں شریک تھے تمام شرکاء کو اس بات کی شدید خواہش تھی کہ حضرت الشیخ کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔ تاکہ ہم آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دنوں کے لیے صحت سے نوازا اسی قدر کہ آپ مدرسہ تشریف لا سکتے۔ ہمارے چند ساتھی مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے پاس چلے گئے اور ان سے مدعا بیان کیا کہ اگرچہ ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ حضرت الشیخ کی صحت انتہائی کمزور ہے اور فی الحال آپ درس و تدریس کے قابل نہیں۔ لیکن اگر حضرت الشیخ ایک دن کے لیے دارالحدیث تشریف لائیں اور ہمیں اپنے حلقہ تلمذ میں شرکت کی سعادت سے نوازا تو یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہوگی۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق صاحب نے وعدہ فرمایا کہ جب بھی آپ کی طبیعت میں کچھ بشاشت ہو تو ان کو آپ لوگوں کی خواہش کا اظہار کروں گا۔ چنانچہ آپ نے حسب وعدہ ان کے سامنے ہمارا مدعا بیان کیا۔ حضرت الشیخ نے حامی بھر لی۔ جس دن آپ دارالحدیث تشریف لائے۔ عجیب کیف و سرور کا عالم تھا۔ شرکاء دورۂ حدیث کے علاوہ فنون کے اکثر طلبہ بھی دارالحدیث میں جمع ہوگئے۔ اس طرح چند دنوں تک ترمذی شریف کی کتاب الحج کے چند ابواب میں ہم نے آپ سے درس لیا اور یوں اس سلسلۃ الذہب میں ہمارا نام بھی آگیا۔ زہے نصیب۔

؎ اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

سلیس انداز تدریس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کا سہل ترین انداز اور تفہیم کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس وجہ سے ہر قسم کے ذہن کے طلب آپ سے یکساں طور پر مستفید ہوتے۔ آپ کا درس کیا تھا گویا

(باقی ص۱۳۸ پر)

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

ذٰلک خیرٌ"
لباس التقوٰی"

GulAhmed
TEXTILE MILLS LTD.
Sattar Chambers 29, West Wharf Road
Karachi Tel: 202704-8

مولانا عبدالقیوم حقانی

پیکر علم و عمل

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ، گو کہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما چکے ہیں مگر ان کا سراپا نگاہوں سے کب اوجھل ہونے کا ہے یاد آتے ہیں اور بعض اوقات تو ان کی یادیں رُلا دیتی ہیں ۔ جب کسی کیفیت کا غلبہ ہوا ابتلاء و محن میں مبتلا زندگی کے کسی موڑ میں جب شدت احتیاج کے باوصف حضرت شیخ الحدیثؒ کو سامنے نہ پایا تو ان کی اس حالت اور کیفیت میں مبتلا ہونے کے وقت کی ادا یاد آگئی دل بے قرار ہوا وہی اضطراب، وہی بے چینی، قلم کی نوک کے راستے آنسو بن کر صفحہ قرطاس پر منتقل ہوتی رہی —— ذیل کا مضمون ان ہی شگفتہ یادوں کا تذکرہ ہے

؎ خواہ کتنی ہی شرابِ غم دوراں مل جائے
دل کا پیمانہ غم یار ہی بھر سکتا ہے۔

یومیہ معمولات اور حالات

احقر کو جس زمانہ میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضری اور مصاحبت کی سعادت حاصل ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب حضرتؒ پر ضعف بڑھاپے اور اعذار و امراض کے اثرات نمایاں تھے ۔ گھر سے دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد اور دارالعلوم تشریف لاتے ۔ اس زمانہ میں معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتے اپنے اوراد و ظائف اور معمولات جاری رکھتے کہ آنکھیں بند رہتیں طلبہ اور خدام خاموشی سے مصروف خدمت رہتے ۔ گاہے گاہے خدام کے لئے دعائیہ کلمات سنتے یا اللہ کریم سے مناجاتی انہماک میں آپ کی دھیمی مگر پرتاثیر آواز سے خاموشی اور سکوت کی فضا ٹوٹ جاتی تھی ۔ اور اگر کبھی کسی طالبعلم یا خادم نے حضرتؒ کے استغراق و انہماک فکر و مراقبہ اور ذکر و تلاوت کے باوصف مداخلت کردی کوئی سوال پوچھ لیا، کوئی خبر دے دی تو حضرتؒ کی نیم باز آنکھیں کھل جاتیں ۔ لبوں پر مسکراہٹ اور چہرہ پر ہمہ توجہ اور بشاشت کی لہر دوڑ جاتی ۔ ہم طلبہ ایسے شخص کو ملامت کرتے، اس کی اس حرکت کو بے ادبی اور بے جا جسارت پر حمل کرتے ۔ مگر حضرتؒ نے اپنے طرز عمل اور توجہ و التفات سے کبھی یہ تاثر ظاہر نہ فرماتے کہ یہ بے وقت کی گفتگو کیوں شروع کردی ۔

حضرتؒ کا ذکر و مراقبہ اور تلاوت کا یہ معمول چاشت تک جاری رہتا ۔ بعد ازاں چاشت کی نماز ادا فرماتے ۔ حاضرین و محبین، طلبہ و خدام اور اضیاف دارالعلوم کے فضلاء امت مسلمہ اور عالم اسلام کے لئے بڑے انہماک، توجہ خشوع و خضوع اور تضرع و ابتہال سے جامع دعا کرتے گھر تشریف لے جاتے مہمان ہوتے تو انہیں اپنے ساتھ اپنی بیٹھک میں تشریف لانے کی درخواست کرتے اور کوشش یہ ہوتی کہ بیٹھک کا دروازہ بھی مہمانوں کے لئے خود کھولیں

ہم طلبہ دعائیں لے کر اسباق میں حاضر ہوتے [illegible] دارالعلوم آجاتے

حضرتؒ اپنے ضروریات، مہمانوں کی ضیافت و خدمت اور گھریلو امور سے فارغ ہو جاتے تو گھنٹہ ڈیڑھ بعد صاحبزادہ مولانا انوارالحق کے ذریعہ گاڑی میں دارالعلوم تشریف لے آتے ۔ دفتر اہتمام میں مہمانوں سے ملتے ان کی ضروریات پوچھتے، ناظم مدرسہ مولانا سلطان محمود سے دارالعلوم کے حالات رات کے واقعات، مہمانوں کی خدمت اور معاونین آمد و نصرت کے بارے میں دریافت فرماتے ملک یا بیرون ملک سے دارالعلوم کے لئے چندہ بھیجنے والوں کو فوری جواب لکھوانے کا اہتمام فرماتے اگر ڈاک آئی ہوتی تو مجھے بلا کر تازہ ڈاک سنتے اور ان کے جوابات لکھنے کے ہدایات اور اشارات لکھواتے درس حدیث کا وقت ہو جاتا تو تمام مشاغل اور مصروفیات یک لخت ترک کر کے فوراً دارالحدیث میں تشریف لے جاتے اور ضعف و امراض اور متعدد عوارض کے باوصف بڑے شوق اور محبت سے حدیث کا درس دیتے ——

دوپہر کو مہمان ہوتے تو ان کی ضیافت کا خوب خوب اہتمام کرتے طبیعت پر ضعف و مرض کا اثر ہوتا تو مہمانوں سے اجازت لے لیتے اور اگر طبیعت درست ہوتی تو سال کے آخر میں ظہر کے بعد بھی درس حدیث کے لئے وقت لیتے مولانا انوارالحق کے کوارٹر میں قیلولہ بھی کرتے اور مطالعہ بھی، احقر سے ترمذی شریف کا متن، حواشی اور بعض شروحات کی عبارات پڑھواتے کہ اپنی نظر کمزور ہو چکی تھی درس حدیث پڑھانے کے بعد مولانا حافظ انوارالحق آپ کو گاڑی میں گھر پہنچا دیتے ۔ عصر کی نماز کیلئے تشریف لاتے تو مسجد محبین و مخلصین اساتذہ و طلبہ اور دور دراز سے آنے والے اضیاف سے بھری رہتی تھی حضرت نماز سے فارغ ہوتے تو محبین میں گھر جاتے، ملاقاتیں دعائیں، اذکار، علوم و معارف کے ارشادات ملکی و بین الاقوامی حالات خاص کر جہاد افغانستان گفتگو کا موضوع ہوتا اور جس روز احقر حقائق السنن شرح اردو جامع السنن للترمذی کے مسودات لے کر حاضر ہوتا تو وہ کام بھی ساتھ ساتھ چلتا حضرت املا سنتے بھی تھے اور اصلاح بھی کرتے تھے یہ سلسلہ مغرب اور جب کام زیادہ ہوتا تو مغرب کے بعد بھی کافی دیر تک چلتا رہتا تھا ۔ تاہم عصر کی مجلس میں اگر افغان مجاہدین موجود ہوتے تو حضرتؒ پر شوق جہاد کے غلبہ کے پیش نظر خصوصی کیفیات کا اظہار ہوتا تھا ۔

تاریخ کا ایک زرین اور انقلاب آفرین باب

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے بعد عالم اسلام کے علمی دینی مرکز دارالعلوم دیوبند کے قیام اور استحکام سے جس تعلیمی دینی روحانی، مذہبی، اجتماعی اور سیاسی تحریک کا آغاز ہوا تھا اس کے کئی مراحل، انقلابات اور ادوار کی تشکیل اور تکمیل شیخ الہند رحؒ مولانا محمود الحسن رحؒ، مولانا عبیداللہ سندھی رحؒ، مولانا انور شاہ کشمیری رحؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ کی ذوات قدسیہ سے ہو کر ۱۹۸۸ء پر اسکی انتہاء ہو گئی۔

۱۸۵۷ء کے بعد اس عظیم اور مسلسل تحریک کا سررشتہ آغاز اور ابتدائی کڑی قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ کی ذاتِ اقدس تھی جن کے اخلاق جن کی پر خلوص مساعی اور جن کی فراست و تدبر سے اس تحریک کا آغاز ہوا درمیانی کڑیاں اکابر علماء دیوبند تھے جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنتوں اور بے پناہ قربانیوں سے اسے شباب تک پہنچایا اور آخری کڑی قائد شریعت محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کی ذاتِ اقدس تھی جنہوں نے اسے انتہاء تک پہنچایا اس طرح ۱۸۵۷ء سے ۱۹۸۸ء تک تقریباً ۱۳۱ برس کے عرصہ میں اس تحریک کا ایک زرین باب اور انقلاب آفرین دور مکمل ہو کر ختم ہو گیا۔

حضرت مدنی رحؒ کا علمی جانشین

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں بے شمار اہل علم اور اصحاب عزم و عمل گزرے ہیں لیکن ذہن و فکر کے محاسن اور علم و عمل کے فضائل کی جامع کسی ایک ہی شخصیت کا انتخاب مقصود ہو تو نظر صرف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحؒ پر ٹھہرتی ہے ــــــ اگر تاریخ پاک و ہند میں کسی دوسری ایسی جامع صفات و جامع جہات شخصیت کی تلاش مقصود ہو تو قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کے سوا کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی۔

قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ اپنی ذہنی و فکری خصائص علم و عمل کی جامعیت سیرت کے حسن، دعوت و ارشاد کے کارناموں، استقامت اور عزیمت کے کمالات، ملک و ملت اور قوم کے عظیم الشان خدمات کے لحاظ سے برصغیر میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحؒ اور مولانا حسین احمد مدنی رحؒ کا حسین پرتو تھے۔

اگر شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کو پاکستان کے حالات میں اسلام کی خدمت علم کے فروغ، علم حدیث کی اشاعت، مدارس کے قیام، مسلمانوں اور ملک و قوم کی رہنمائی کے لیے اسلامی سیرت اور عالمانہ و جرأت مندانہ کردار کے سانچے میں ڈھالا جائے تو اس وجود گرامی مرتبت کا اسم سامی قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ قرار پائے گا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ اپنے ذہنی و فکری کمالات میں، ذہانت و فطانت میں، قوتِ حافظہ و خوبی استحضار میں، تواضع اور عجز و انکسار میں، بصیرت و دانائی میں، فکر اور اندازِ فکر میں، ذوقِ تدریس اور تمسک بالکتاب والسنہ میں، حنفیت کی خدمت و دفاع اور اعتدال میں کمال عشقِ رسالت و حسنِ عقیدتِ جماعتِ صحابہ رضؓ میں، علوم و فنونِ اسلامی میں، ادب و شعر اور تاریخ و فلسفہ میں، نظر و مطالعہ کی جامعیت کے لحاظ سے، خندہ روئی و مزاح طرزِ تکلم و خطابت اور دعوت و ارشاد کے لحاظ سے، اس کے اصول و مبادی میں علمی تدوین کے مختلف کاموں اور علمی فتوحات میں، سیاست کے میدان میں ملک و قوم کی گوناگوں خدمات کے اعتبار سے، مدرس و تدریس کی زندگی سے لے کر خارزار سیاست کی آزمگاہ تک استقامت اور عزیمتِ دعوت کی مثالوں میں، اگر تاریخ میں اپنے اکابر و مشائخ، مربیین و اساتذہ میں کسی شخصیت سے کامل درجے میں اور جزو و کل میں مشابہت رکھتے ہیں تو وہ شیخ العرب و العجم مولانا سید حسین مدنی رحؒ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔

مشائخ اور اکابر علماء دیوبند نے انہی صفات و کمالات کی بناء پر قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو حضرت مدنی رحؒ کا جانشین و مثیل اور ان کے لگائے ہوئے گلشن علم دارالعلوم حقانیہ کو "پاکستان کا دارالعلوم دیوبند" قرار دیا ہے۔

کیا وہ مجدد وقت تھے

شیخ الحدیث رحؒ کی مساعی دارالعلوم حقانیہ (میں) کی فضلاء کی تربیت، جہاد افغانستان میں فضلاء کو شرکت بھرپور ترغیب و تربیت و سرپرستی ملکی سیاسیات میں قلندرانہ کردار بالخصوص تحریک نفاذِ شریعت کی قیادت اور اس سلسلہ کی جملہ کوششوں کا مقصد اور بنیادی ہدف تجدید دین احیاء کتاب و سنت اور اصلاح انقلاب امت تھا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، دعوت و سیاست اور اپنے عمل و کردار سے مسلمانوں میں خالص اسلامی اور پختہ فکری اور عملی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔

حضرت رحؒ نے مجدد ہونے کا کبھی کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا اور نہ اس سلسلہ میں کوئی عندیہ دیا تھا۔ اور اپنی طبعی افتاد کے پیش نظر اپنے تئیں وہ اس کا واہمہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم مجددیت کی بنیاد خصوصیات طرزِ عمل اور اہداف انہوں نے مکمل طور پر اپنا لیا تھا۔

(۱) انہوں نے اپنے فکر و عمل اور دعوت و تحریک سے مذہب میں بھی اور علم و سیاست میں بھی ایک خاموش موثر اور مفید انقلاب برپا کر دیا۔

(۲) ملک میں تحریک نفاذِ شریعت "متحدہ شریعت محاذ" کی تشکیل اور سیاسی فضا کے تکدر، تمام تر ناہمواری بلکہ شدید مخالفت کے باوجود بھی انہیں جو خیال آیا وہ کسی کی تقلید نہیں تھی۔ جہاد افغانستان کا آغاز، فضلاء کی باقاعدہ تربیت

ومشاورت مجاہدین کی سرپرستی اور بھرپور حمایت ونصرت اور اس سلسلہ کی بے کامیاب منصوبہ بندی ان کا اپنا خیال اور اپنا اجتہاد تھا جو بہر صورت کامیاب رہا۔

۳۔ انہوں نے اپنی مساعی اور جہد وعمل کا تمام تر زور صرف تصنیف و تالیف کے ادارہ کے قیام وسرپرستی، درس وافادہ وعظ وتبلیغ، خطابت و امامت، اہتمام وتنظیم، سیاست وجمعیت اور علوم ومعارف کی تدوین تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کارہائے نمایاں اور انقلابی نتائج کے حامل کارناموں کے ساتھ ساتھ تجدید دین، احیائے کتاب وسنت اور اصلاح امت کی راہ میں جان پر کھیل جانے اور سرفروشی کی مثال قائم کر دینے میں بھی کوئی فروگذاشت روا نہیں رکھی۔

یہ شرائط مجدد کی خصوصیتیں ہیں جو حضرت شیخ الحدیث میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں ـــــ ہماری اس گفتگو کی تصدیق حضرتؒ کے عام تقاریر مواعظ تربیتی خطابات اور فضلاء کو نصائح اور مجاہدین سے گفتگو وارشادات میں سے بطور نمونہ حضرت کی تقریر کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے جو آپ نے مدرسہ تحفیظ القرآن یادھوتی مردان میں علماء کنونشن منعقدہ ۱۳ اپریل ۱۹۸۶ء میں خطاب فرمایا تھا۔

اے علماء کرام! اے فضلاء عظام! آیئے دین اسلام اور سنت رسولؐ کے احیاء کی کوشش کریں جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے قربانی دی، شہدائے بالاکوٹ نے قربانی دی ہم بھی اس قربانی اور ان کے نہج پر قربانی کے لیے تیار رہیں۔ آج بھی الحمدللہ علماء خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء غفلت میں نہیں بلکہ اہل باطل سے مختلف محاذوں پر برسر پیکار ہیں یہ مولانا جلال الدین حقانی جو پچھلے دنوں زخمی ہوئے آپ ہی کے دارالعلوم کے فاضل ہیں جس طرح ملک بھر کے دینی مدارس میں فضلائے حقانیہ کام کر رہے ہیں اسی طرح جہاد افغانستان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

الحمدللہ! کہ آج ہر مدرسہ ہر محلہ میں دارالعلوم کا کوئی نہ کوئی فاضل مصروف خدمتِ دین ہے اور آج جو پارلیمنٹ میں شریعت بل پیش ہوا یہ بھی فضلائے حقانیہ کی مساعی کا ثمرہ ہے۔ آپ حضرات عقلمند ہیں دانا ہیں ہوشیار ہیں اور سمجھدار ہیں میں تو کمزور ہوں بوڑھا بھی ہوں، نظر بھی بہت کمزور ہے مگر جب یہ تصور دامنگیر ہوا کہ امت مِن حیث المجموع رو بہ تنزل ہے۔ امت کی یہ زبوں حالی دیکھ کر اپنی غفلت کا احساس ہونے لگتا ہے کہ خدا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے کہ تیرے دین کی کیا خدمت کر کے لائے ہیں۔

شریعت بل کے نفاذ کی تحریک اور مطلقاً نفاذِ شریعت کیلئے علماء اور فضلاء کا فرض ہے کہ وہ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں۔"

جوہر زندگی

حضرت اقدس قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حیاتِ مبارکہ کا اصل جوہر، معاصرین اور زمانہ حال کے اساتذہ حدیث رہنمایان ملت، رہبران قوم میں ان کا امتیاز واختصاص وہ ذوق وشوق، وہ جذب وسلوک، عشق ومحبت وارفتگی وازخود رفتگی اور جذب الٰہی وخدامستی ہے جس نے مولانا جلال الدین جیسے جرنیل عظیم افغان رہنما زندگی کے ہر میدان اور باطل کے ساتھ ہر محاذ پر سربکف مجاہدین والہین اسلام اور دین کے دردمندوں کی تربیت کی جو اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے اس دکان معرفت کا خاص سودا تھا، خود احقر نے بارہا دیکھا اور بارہا سنا۔ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ساری کائنات میں سکوت اور سناٹا ہوتا، حضرت اقدسؒ اپنی بالائی منزل میں بارگاہ ربوبیت میں سربسجود ہوتے سارے وجود پر عجز وانکسار اور غلامی عبدیت کی کیفیت طاری ہوتی۔ بھراتی اور لرزتی آواز میں بڑے محبت اور پیار کے لہجے میں آپ کی آواز سننے کو بھی لرزا دیتی تھی۔ یہ اسم ذات اللہ کا ذکر ہوا کرتا تھا لفظ اللہ کے آخر کو سوز بھری آواز سے کھینچ کر جب پکارتے اللہ، تو یوں محسوس ہوتا کہ پوری کائنات میں سیلاب آگیا ہے۔ بچنے کی کوئی توقع نہیں خود حضرت اپنے متوسلین اور پیروکاروں سمیت ڈوبے چلے جارہے ہیں۔ اور ان ڈوبنے میں صرف اللہ ہی کا سہارا ہے جسے پکارا جارہا ہے، بس وہی نجات دے سکتا ہے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا اور والہانہ کیفیت طاری رہتی۔ یہ توحید واخلاص کی وہ خاص کیفیت اور ذوق ہے جس میں محبت رضائے الٰہی کے سوا کوئی چیز مطلوب ومحبوب نہیں رہتی محبت ویقین کا شعلہ ہر طرح کے خس وخاشاک کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے حب جاہ، حب مال اور اس طرح کی تمام محبتوں اور طلبوں کا استیصال کلی ہو جاتا ہے

جبکہ حضرت شیخ الحدیثؒ اس کا سراپا نمونہ تھے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ۔ اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت وناموس ما ۔ اے تو افلاطون وجالینوس ما
عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ۔ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ۔ شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

بہرحال "بکاءٌ باللیل، بسّام بالنہار"۔ (رات کو بہت رونے والے، دن کو بہت مسکرانے والے) آپ کی صفت تھی رات کو دیدہ گریاں، دن کو روئے خنداں اور زبان گل افشاں، پھر مقابل امید رکھتے کہ دل کے سوز وگداز اور راتوں کے راز ونیاز کی خبر قریبی لوگوں کو بھی کم ہونے پاتی تھی۔ یہ کیفیتیں اور درد وسوز اور عشق ومحبت کے یہ دلگداز مناظر دیکھ کر مجھے یقین ہو جاتا کہ بس حضرتؒ اپنا سب کچھ اپنے محبوب کے قدموں میں لٹا دینا چاہتے ہیں۔ ان کا حال دیکھ کر زبان حال سے زبانِ قال بے اختیار گنگنا اٹھتی ہے۔ ؎

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم ۔ خاکے شوم وبزیر پائے تو زیم

مقصود خستہ زکونین توئی ۔ از بہر تو میرم از برائے تو زیم

(میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ ہی کا ہو کر جیوں، خاک ہو جاؤں اور آپ کے قدموں کے نیچے زندگی گزرے مجھ مسکین وبے چارے کا دونوں جہاں میں مقصود آپ ہی ہیں آپ ہی کیلئے جیتا ہوں آپ ہی کے لئے مرتا ہوں۔)

خلوت وجلوت اور ظاہر و باطن میں یکسانیت

شفقت اور دلداری سب کے ساتھ یکساں تھی، عجیب ہمت، قوت عجیب فہم وبصیرت اور عجیب طرز زندگی تھا۔ جس کا تحمل آج کے بڑے بڑوں اور بڑی قدآور شخصیتوں سے ہوتا آسان نہیں۔ نئے آنے والے جو اس سے پہلے کبھی نہیں آتے ہوتے اور برسوں کے ساتھ رہنے والے مخلص خادم اور ہمہ دم کے حاضرباش رفقاء سب سے یکساں لطف ومہربانی اور توجہ والتفات کے ساتھ پیش آتے تو خود مجھے الحمدللہ قریباً قریباً دس سال خدمت ومعیت اور رفاقت کا شرف حاصل ہوا، عموماً انتظامی امور میں دارالعلوم کے تعلیمی نظام یا ملکی سطح پر اہم سیاسی اور قومی معاملات میں اکابر واصاغر سے ملاقاتیں ہوتیں علماء، صلحاء، سیاستدان، حکمران، غرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ آتے تو مجھے عموماً اس میں شرکت کا موقع حاصل رہتا۔ مقصد یہ ہے کہ خلوت وجلوت اور باہر واندر میں حضرتؒ کے یکساں حال تھے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس قدر طویل مدت استفادہ خدمت کرنے اور بہت قریب رہنے کے باوجود احقر نے کوئی تفاوت نہیں دیکھا۔

علمی تفوق وامتیاز

طالب علمی کے زمانہ ہی سے اللہ کریم نے آپ کو اپنے رفقاء اقران اور ہم جماعت ساتھیوں بلکہ پورے دارالعلوم دیوبند میں درس ومطالعہ تکرار ومباحثہ کی فطری صلاحیتیں عطا فرما کر ممتاز اور فائق کردیا تھا علمی استعداد اور اخلاقی صلاحیتوں نے آپ کو زمانہ طالب علمی ہی سے اپنے اساتذہ کا منظور نظر ٹھہرایا چنانچہ خود ارشاد فرمایا کرتے۔

دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران زمانۂ طالب علمی میں مجھے بحمد للہ اپنے اساتذہ کرام سے بے حد محبت اور عشق تھا ان کی درسی تقاریر یاد ہو جایا کرتی تھیں پھر امہات کتب کا تکرار اور بعض کا درس بھی دیا کرتا تھا بعض شفیق اساتذہ کرام چپکے چپکے سے کان لگا کر میرا تکرار یا تدریس سنا کرتے تھے خوش ہوتے تھے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے تھے۔

علمی مباحثوں اور باریک دقیق تحقیقات، منطقی ترقیات اور سوال وجواب میں جو قدیم نظام تعلیم کا ایک اہم جزء اور علمی استعداد اور ذکاوت کی علامت سمجھی جاتی تھی آپ کی طلاقت لسانی، فصاحت اور قوت گویائی اور قوت استدلال اور بحث ومناظرہ میں سنجیدگی اور حکمت وبصیرت اور دانائی و فراست کا ایسا اظہار ہوا کہ آپ جس محفل میں بیٹھتے وہاں چھا جاتے اور ابتداء ہی سے اپنے ہم درس رفقاء اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ پر آپ کے ذوق علم اور کمال ذہانت کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ مولانا عبدالحنان صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ زمانہ طالب علمی ہی میں بوجہ ذکاوت اور تمام فنون کی پڑھی ہوئی کتابوں میں مہارت تامہ کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں کافی شہرت رکھتے تھے بلکہ بعض کتابیں خصوصی طور پر طلبہ خارجی وقت میں ان سے پڑھتے تھے مثلاً میبذی اور تصریح وغیرہ میں مولانا کے حلقہ افادہ میں ۵۰، ۶۰ طالب علم شریک درس رہتے، سب اساتذہ بھی مولانا کی ذکاوت اور ذہانت کے معترف تھے۔

ارباب حکومت سے بے نیازی

ترویج واشاعت علم ودین کی مساعی اور دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد حضرت شیخ الحدیثؒ نے اہل اسلام کی دینی رہنمائی، بلکہ سلطنت اسلامی کی تاسیس اسلامی معاشرہ کی اصلاح اور اس میں روحانیت اور انابت کی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ ابتداء سے سلاطین وقت اور حکمرانان مملکت سے لاتعلق کے اصول پر رکھی تھی اور یہ اکابر علماء دیوبند کا ایک شعار، ائمہ امت کا خاص ترکہ اور امانت بن گئی تھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ نے اس "رشید آئین" کو جمع کرنے میں اپنا پورا کمال دکھا دیا تھا۔ ایک طرف ارباب حکومت وسیاست کے غلط رجحانات کا سدباب واصلاح، وقت کے فتنوں کا استیصال وتعاقب اور مسلمانوں کے مستقبل کی فکر میں مگن رہتے تھے تو دوسری طرف وہ ایک اصول اور عقیدے کے طور پر یہ طے کر چکے تھے کہ حکومت کے عہدوں اور مناصب اور سلطان وقت اور اس کے دربار سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھنا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے کہ تین بار قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مگر اس کے باوجود مروجہ لادین سیاست کے خارزار میں ان کا دامن کبھی نہیں الجھا۔ حکومتوں کے انقلابات آتے رہے، مگر آپ کے دینی اور تعلیمی مساعی اور مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

۱۹۸۵ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم اور سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو جب پہلی مرتبہ کابینہ تشکیل دے رہے تھے تو صدر ضیاء الحق مرحوم نے باصرار آپ سے وزارت میں آنے کی درخواست کی اور ہر ممکن یقین دلایا کہ انہیں سینئر وزیر کے منصب کے ساتھ ساتھ نفاذ شریعت کے بارے میں پیش رفت کی مکمل اجازت ہوگی۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر وزارت ٹھکرا دی کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہوں اور میں دارالعلوم حقانیہ کی خدمت اور درس حدیث کو ایک لمحہ بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، اور جب حکومت نے مرکز میں وزارت کے لئے آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سمیع الحق مدظلہ کے لئے اصرار کیا تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ اسے دارالعلوم کے کام سے اتنی فرصت نہیں مل سکے گی کہ وہ وزارت کی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہو سکے، حکومت کے اس قدر استغناء اور بے نیازی کے باوصف حضرت شیخ الحدیثؒ کا اخلاص ان کی بے لوثی اور ان کی بے غرضی تمام سیاسی اختلافات کے باوجود مسلّمہ

تھی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ضیاء الحق جونیجو کے دور حکومت میں حضرت شیخ الحدیث کی دعوت پر جب ۲۲ دینی اور سیاسی جماعتوں پر متحدہ شریعت محاذ بنا تو آپ کو بغیر اختلاف کے صدر منتخب کر لیا گیا اور آپ کی مساعی اور دارالعلوم حقانیہ کی خدمات کو قبول عام اور بقائے دوام حاصل ہوا۔

دشمن نوازی

حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ کے بندوں اور بنی آدم کی اولاد سے بے حد شفقت اور محبت کا تعلق تھا وہ اپنوں تو اپنوں اپنے دشمن سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے وہ دشمنوں کی دشمنی کو معیوب سمجھتے تھے مگر ان کے شخصی وجود سے انہیں کوئی عداوت نہیں تھی حضرت شیخ الحدیثؒ اخلاص و فنائیت اور بے نفسی کے ایسے مقام پر پہنچ چکے تھے گویا کہ ان کے دل سے رنج و شکایت، انتقام کا جذبہ، اور ایذاء کی صلاحیت ہی ختم ہو چکی تھی حضرتؒ کے ہزاروں تلامذہ، اور شب و روز کے قریب رہنے والے خدام، حتی کہ سیاسی اور ذاتی مخالفین تک کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ نہ صرف آشنا پرور اور دوست نواز تھے بلکہ اکثر حالات میں دیکھا گیا ہے کہ آپ دوستوں سے زیادہ دشمنوں کے احسانمند اپنوں سے زیادہ مخالفین کے ممنون و شکر گزار اور ان کے حق میں سراپا مجسمہ دعا بن جاتے تھے۔ حضرتؒ کی ایسی شفقتوں اور ان کی دوستی کے ایسے حالات دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا، بلکہ بڑے بڑے اہل علم اور قومی رہنما دریائے حیرت میں ڈوب جاتے اور بعض تنگ ظرف گستاخی بھی کر ڈالتے کہ حضرت! آپ کی ان دعاؤں نے تو مخالفین کو خود سر اور گستاخ بنا دیا ہے مگر حضرت کی ایک مسکراہٹ اہل بصیرت کے لئے علم و فضل اور حکمت و شریعت کے کتنے اسرار بیان کر دیتی، حضرتؒ کے اس طرز عمل سے یوں محسوس ہوتا کہ لوگوں کی دشمنی گویا حضرتؒ پر کوئی احسان ہے ان کے لئے کوئی نادر تحفہ یا زخم دل کا مرہم ہے جس پر بے اختیار دل سے دعائیں نکل رہی ہیں اور منہ سے پھول جھڑتے ہیں ایسے موقع پر یوں محسوس ہوتا کہ حضرتؒ کا رواں رواں یہ پکار رہا ہے ؎

ع ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد
(جو ہم کو رنج پہنچائے خدا اس کو بہت راحت پہنچائے)

دنیا کا عام قاعدہ اور مشہور اصول یہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیکی اور بدوں کے ساتھ بدی کی جائے کہ حضرت کا طرز عمل اور تعلیم و تربیت بلکہ آخری وصیت بھی یہی تھا کہ جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دینا فطرت اور اخلاق کا تقاضا ہے اسی طرح بدی کا بدلہ بھی نیکی سے دینا، مفید اخلاق اور مردان خدا کا ہمیشہ کا اصول و معمول ہے، عام لوگوں کا اصول یہی ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں کے ساتھ ٹیڑھا رہنا چاہیئے۔ لیکن صالحین امت سیدھے کے ساتھ سیدھے اور ٹیڑھوں کے ساتھ بھی سیدھا رہنے کی تاکید کرتے آئے ہیں اور حضرت شیخ الحدیثؒ کا طرز عمل، اس کا عملی نمونہ تھا۔

ذوق قرآن

قرآن مجید اللہ کا کلام اور اس کی حقیقی صفت جو اس کی ذات تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اس کی بے انتہا عظمت کے لئے بس اتنا کافی ہے قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا بے انتہا کرم اور اپنے بندوں پر عظیم ترین نعمت ہے کعبۃ اللہ، انبیاء علیہم السلام کی مقدس ہستیاں، عالم بالا و عالم غیب کی مخلوقات میں عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور اس کی نعمتیں، اللہ کے مقرب فرشتے، سب کی عظمتیں مسلّم مگر پھر بھی غیر اللہ اور مخلوق ہیں مگر قرآن اللہ کا کلام اور لافانی پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ”طویٰ“ کی مقدس وادی میں ایک مبارک درخت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام سنوایا تھا کتنا خوش قسمت تھا وہ بے جان درخت جس کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنوانے کے لئے بطور آلہ کے استعمال فرمایا تھا جو بندہ اخلاص اور عظمت و احترام کے ساتھ قرآن مجید کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہے اس کو اس وقت شجر موسوی والا یہ شرف نصیب ہوتا ہے گویا وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کا ریکارڈ ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ انسان اس سے آگے کسی شرف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کا ذوق، اس کی تعلیم و تدریس، اس کی حفاظت و اشاعت، اس کے ترجمہ و تفسیر اس کے حفظ و تلاوت، اس کے غلبہ و ترویج کا اہتمام قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کا خصوصی ذوق اور اپنے اساتذہ و اکابر کی طرح ان کی قدیم روایت رہی ہے آپ کے اوراد و وظائف، آپ کی سیاسی جدوجہد، آپ کے تعلیمی نظام اور آپ کے شب و روز کے معمولات میں قرآن مجید کا خصوصی ذوق اور شفقت نمایاں ہے۔ جب تک صحت کام کرتی رہی، قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیثؒ) میں باقاعدگی سے بلاناغہ اس کے درس اور تفسیر کا اہتمام کرتے رہے اور جب یہ سلسلہ خود آگے نہ چلا سکے، تب بھی اپنے فضلاء اور تلامذہ کو شہر میں درس قرآن اور ترجمہ و تفسیر کے جاری رہنے کی تاکید فرمائی، صبح کی نماز کے لئے جب تشریف لے آتے تو اشراق تک مسجد میں تشریف فرما رہتے اس دوران آپؒ زیادہ تر ورد اور وظیفہ قرآن مجید کی تلاوت ہوا کرتا تھا تلاوتِ قرآن کا ذوق، آپ کے ہاں تمام اذواق پر غالب رہتا تھا۔ دم، تعویذ، ورد اور وظیفہ جس کا بھی کوئی مطالبہ کرتا تو قرآنی آیات کا انتخاب کر کے ان کو معمول میں لانے کی ترغیب دیتے۔

قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے عام معمولات، مجالس، ارشادات، مواعظ، درس و تدریس، انفرادی اور اجتماعی، مساعی، سیاسی تگ و دو، ایوان حکومت میدان سیاست اور پارلیمنٹ میں ان کے عام خطابات کا مرکزی مضمون ”قرآن حکیم“ ہوا کرتا تھا۔ حضرتؒ اسے عظیم صحیفہ ہدایت اور تمام فکری و تہذیبی اور تمدنی و اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل کی ضمانت قرار دیتے۔

حسن اخلاص

حضرتؒ کی سیرت کا سب سے پہلا عنصر بلکہ جوہر سیرت ان کا ”حسن اخلاص“

ہے جسے آپ کے محبین ومخلصین اور عامۃ المسلمین آپ کی ہر ادا خوشبو کی طرح محسوس کر لیا کرتے تھے۔ جس کے پیش نظر آپ زندگی کے ہر موڑ پر داد وتحسین سے بے نیاز، ستائش کی تمنا سے بے پروا بلکہ صلہ وثواب کی آرزو تک سے اپنے قلب کو پاک کر لیا تھا آپ بے لوث اور بے غرض تھے بے پناہ تھے اس لئے آزمائش کے کسی بھی مرحلہ میں حرص وآز، لالچ وطمع اور ظلم وتشدد کی کوئی تلوار آپ کو کاٹنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ کا اخلاص زندگی کے آخری ۴۰ سال میں بار بار آزمائش کی کسوٹی پر پرکھا جاتا رہا۔ اور وہ ہر بار زر خالص بن کر نکھرتا رہا، لیکن ابھی آزمائش کا ایک مرحلہ باقی تھا یہ مرحلہ ۸۵ء کے انتخابات کے بعد صدر ضیاء الحق مرحوم اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو کا نئی کابینہ تشکیل دینی تھی اس موقعہ پر صدر ضیاء الحق نے مرحوم کو سینئر وزارت کی پیش کش کی اور اصرار کیا کہ وزارت میں آپ کے آنے سے اسلامائیزیشن کے عمل کی تکمیل ہو سکے گی اس کو قبول کر لینے سے ضرورت اور جواز میں سینکڑوں دلیلیں پیش کی جا سکتی تھیں۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا، جب ادھر سے اصرار ہونے لگا تو آپ نے فرمایا میں حدیث رسول ؐ کا درس اور مسند حدیث کو وزارت کے بدلے ایک لمحے کے لئے بھی ترک کرنے کو تیار نہیں۔

شفقت وتعلق

محسن انسانیت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورآفت اور لوگوں سے محبت وہمدردی کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ٥ (توبہ - ۱۶)

اے لوگو! تمہارے پاس ایسا پیغمبر آیا جو تمہاری جنس سے ہے جس کو تمہاری تکلیف ومضرت کی بات گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کا بڑا خواہشمند رہتا ہے۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑا شفیق ومہربان ہے۔

علوم نبوت کے ورثاء صالحین امت اور علماء اور شیوخ کاملین اہل علم وراسخین کے بھی عامۃ الناس کے ساتھ تعلقات، ان کے لئے ہدایات و تعلیمات، اور ان سے محبتیں وشفقتیں یہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی وراثت ونیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قائد شریعت حضرت شیخ الحدیث رح کو بھی عامۃ المسلمین، خواہ وہ اپنے دوست ہوں یا مخالفین بالخصوص اپنے اہل تعلق وتلامذہ طلباء اور خدام کے ساتھ ایسی شفقت ومحبت عطا فرمائی تھی جس کو اگر ماں کی شفقت کے ساتھ تشبیہ یا اس پر بھی ترجیح دی جائے تو حضرت رح کی سیرت کے عام واقعات اور روزانہ کے معمولات اور اس نوعیت کے مبنی بر حقیقت حکایات کے لحاظ سے اس میں کوئی مبالغہ اور شاعری نہ کی ہوگی۔

اللہ کریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور آپ ؐ کے واسطہ سے آپ کی امت کو حکم فرمایا۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (شعراء - ۱۱)

اور لوگوں کے ساتھ فروتنی کے ساتھ پیش آؤ جو مسلمانوں میں داخل ہو کر تمہاری راہ پر چلیں۔

حضرت شیخ الحدیث رح اس حکم کی تعمیل میں یہ معمول بلکہ اسے اپنی طبیعت ثانیہ بنا چکے تھے کہ ضعف وعلالت اور پیرانہ سالی کے باوجود بھی دوسروں کی جسمانی اذیت سے اپنے اندر جسمانی طور پر اذیت اور دوسروں کی قلبی راحت اپنے اندر قلبی راحت محسوس کرتے تھے۔

جب سے حقائق السنن پر کام شروع ہوا عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث رح کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مسجد میں روزانہ کے مسودات سنایا کرتا تھا آپ اصلاح وترمیم یا اس کی مزید توضیح وتشریح فرمادیا کرتے تھے۔ جب کسی روز قدرے تاخیر ہوتی یا کسی وجہ سے غیر حاضری ہو جاتی تو شام کو حضرت رح کا آدمی گھر پر پہنچ جاتا اور حضرت کی تلقین کے مطابق اولاً شفقت ومحبت سے معمور سلام پہنچاتا۔ اس کے بعد حضرت کی جانب سے طبیعت ومزاج پرسی اور تاخیر یا غیر حاضری پر حضرت کی جانب سے تشویش اور آج اگر ممکن ہو سکے ورنہ کل کے لئے اشتیاق ملاقات کا اظہار ہوتا۔ اور آہ! آج ہمیں کون پوچھے گا؟ ؎

التفاتِ یار تھا اک خوابِ آغازِ وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیر کہیں

صرف میرے ساتھ نہیں، بلکہ جسے بھی حضرت شیخ رح کے ساتھ قرب وخدمت یا تلمذ ومحبت یا مطلق تعارف کا تعلق تھا یا بغیر تعارف کے بھی جس کسی تک حضرت رح کی شفقتیں اور محبت کی عنایتیں پہنچ سکتی تھیں حضرت رح اپنے اس معمول میں کسی امتیاز واختصاص کے بغیر سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرتے تھے اور دل جیت لیتے تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے جو یہ کہا تھا کہ۔

"قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت اور چلن نہ ہوگا جتنا دل کے خیال رکھنے اور دل خوش کرنے کا۔"[1]

حضرت شیخ الحدیث رح نے اپنے معمولات اور اجتماعی معاملات میں اسے ترجیح دی بلکہ آپ کا اول وآخر ہدف قلوب ہوا کرتا تھا۔

چھوٹوں پر شفقت

قائد شریعت حضرت شیخ الحدیث رح اپنے قیمتی مشاغل اضیاف کے ہجوم اساتذہ علم، قومی رہنماؤں اور بڑی قد آور شخصیتوں کے ساتھ مصروف گفتگو ہوتے اور بعض اوقات اپنے اوراد ووظائف اور اعلیٰ باطنی کیفیات کے باوصف بچوں اور چھوٹوں پر بھی بڑے شفیق تھے وہ اپنی شدید فکری مشغولیت، ہجوم افکار، کثرت کار، اور بھری محفل میں ہمہ جہتی مصروفیت کے باوجود بھی ان کی دلجوئی اور ملاطفت کے لئے وقت نکال لیتے تھے بعد العصر کی مجلس میں جب کبھی بھی میرے ساتھ اپنا پانچ سالہ بچہ محمد قاسم حاضر خدمت ہوتا۔ تو اپنی عظیم ذمہ داریوں، مہمانوں یا اوراد ووظائف اور باطنی مشغولیتوں کے باوجود ان کی پوری رعایت فرماتے

---

[1] سیرالاولیاء ص ۱۲۸

سر پر دستِ شفقت پھیرتے، اللہ اللہ کا سبق پڑھاتے، سبق پڑھنے کی ترغیب دیتے دعائیں پڑھ کر دم فرماتے اور گاہے گاہے نقدی انعام سے بھی نوازتے اور بعض اوقات تو چھوٹوں کی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے کہ ہمیں بھی ورطۂ حیرت اور استعجاب میں ڈال دیتے کہ بچوں کی تربیت اور دلداری پر بھی حضرت کی توجہ کس قدر گہری اور عمیق ہے بعض اوقات چھوٹے بچوں سے آپ کے اخلاق و محبت سے پوری مجلس زعفران بن جاتی، حضرتؒ کی اس قدر شفقتوں و ملاطفت دلجوئیوں اور دلنوازیوں کو دیکھ دیکھ کر کتنے نوجوانوں کی اصلاح و تربیت ہو جاتی تھی اور بہت سے "آہوئے وحشی" بھی اسیر دام محبت ہو جاتے تھے بہر حال ہمارے حضرتؒ کی سیرت و اخلاق کا جس پہلو سے مطالعہ کیا جائے تو ان کے تمام ظاہری و باطنی اور انفرادی و جماعتی حرکات سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ملیں گے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی دوسرا نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔

غمِ عالم یا فکرِ جہاں

مسلمان جب واقعتاً بھی مسلمان ہو تو وہ نہ صرف یہ کہ ملت مسلمہ کو جسد واحد سمجھ کر دنیا کے کسی بھی کونے میں مسلمان کے پاؤں کے کانٹے کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے بلکہ وہ تو مطلق انسان کا بھی ہمدرد، خیر خواہ اور غم خوار ہوتا ہے۔ اہل علم، نبیؐ کے وارث و جانشین اور آپؐ کے محبین صادقین اور اہل قلوب، غم دنیا سے فارغ البال، لیکن دنیا والوں کے غم اور خلق خدا کی فکروں سے نڈھال اور خستہ ہوتے ہیں، قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ بھرپور علمی و دینی مشاغل کے باوصف عامۃ الناس کی غمخواری میں بھی پیش پیش رہتے تھے اس پہلو سے جب حضرتؒ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا غم بھلا دیا تھا اور ساری دنیا کے غم کو اپنا غم بنا لیا تھا اورنگ زیب عالمگیر جب اس ڈگر پر چلے تو عاجز آگئے اور بے اختیار ہو کر پکار اٹھے ؎

غم عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم
چاہ در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

مگر قائد شریعت شیخ الحدیثؒ نے اس سلسلہ میں کبھی بھی تھکن تعب و شکوہ شکایت اور کبیدہ خاطری کا اظہار نہیں کیا اور یہ کہنے کا حق انہیں بجا طور پر حاصل تھا کہ

؎ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

جب رات کو ذکر الٰہی میں صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے

یہ تو احقر کا چشم دید واقعہ ہے زمانہ طالب علمی کے تین سال حضرتؒ کے برادر خورد جناب کے بالاخانہ میں اور پھر زمانہ تدریس کے دو ڈھائی سال احقر کا رات کا قیام بھی حضرتؒ کی مسجد میں ہوا کرتا تھا پھر بعد میں بھی رمضان المبارک میں تو حضرتؒ کا اصرار ہوا کرتا تھا کہ افطاری اور سحری وہاں ہمارے ہاں کر لیا کرو۔ احقر کا بارہا کا مشاہدہ تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ آخر شب میں بیدار رہتے گریہ وزاری کرتے تو صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے آواز اونچی ہو جاتی۔ اللہ اللہ کی سریلی درد بھری آواز جس میں گریہ و اضطراب کی آمیزش ہوتی۔ کان لگا کر سننے والوں کو بھی رلا دیتی تھی۔ حضرتؒ کے ذکر سے ایسا معلوم ہوتا کہ بس ابھی ڈوبے جا رہے ہیں اور بچانے والا بغیر اللہ کے کوئی نہیں، اس لئے اسے پکارا بھی اس یقین سے جا رہا ہے کہ واقعتاً بھی وہی ذات ہے جو ڈوبتوں کو بچاتی اور بے سہاروں کا سہارا بنتی ہے۔

شیخ مدنی کی نسبت مجسم

اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ کو بارہا یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس نے شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی کا درد و سوز شب بیداری اور بارگاہ الوہیت میں مناجات و مذاکرات کی نسبت مجسم اور ان کا پرتو کامل دیکھنا ہو وہ شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دیکھ لے۔

دردِ دل

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند کی اولاد کے مشہور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا ضیاء اللہ، آخر شب میں گریہ وزاری کرتے اور لوگوں کو زجر و تنبیہ کر کے بیدار فرماتے اور کہتے "حیف ہے تمہارے حال پر کہ محبت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمہارا یار و محبوب بیدار اور تمہاری طرف متوجہ ہے اور تم خفتہ و غافل ہو تم دعویٰ محبت میں دروغ گو ہو ورنہ سچے عاشقوں کا حال یہ ہوتا ہے

مجنوں بہ خیال لیلیٰ در دشت ، در دشت بجستوئے لیلیٰ مے گشت
مے گشت بدشت بزبانش لیلیٰ ، لیلیٰ مے گفت تا زبانش مے گشت

ہمارے حضرتؒ کا بس یہی قال اور یہی حال تھا۔ رات ساری عبادت میں گزرتی ذکر کا التزام ہوتا، گریہ اور مناجات کا انہماک رہتا۔ جب صبح ہوتی تو درس قرآن، درس حدیث، درس فقہ اور درس منطق و فلسفہ اور بعض خشک اور علمی مباحث میں ذکر و یاد خدا اور دعا و انابت الی اللہ کی ایسی راہیں نکال لیتے درد دل اور عشق و محبت کی بے قراری اور ذکر محبوب میں بے اختیاری اور اضطراب کی کیفیات چھلک پڑتیں، غالب مرحوم نے جس عالم میں اور جس کے لئے کیا سو کہا ہو مگر یہاں تو قال بھی یہی مقاصد حال بھی یہی

جو چھپ کے بیٹھے بھی تو چہرے کو چھپائے نہ بنے۔

علم و عقل اور عشق کا حسین امتزاج

اکابر علماء محدثین، اساتذہ علم نامور سیاست دان، ملک و بیرون ملک کے دانشور، قومی رہنماؤں اور اہل بصیرت نے حضرتؒ کے انتقال پر جو ہزاروں تعزیتی خطوط بھیجے رہے ان سب کا مشاہدہ اور سب کے خطوط و مضامین کا قدر مشترک یہی اور جس کا سب کو اعتراف ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ کریم نے علم و عقل اور عشق کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ جن حضرات نے حضرت شیخؒ کو قریب

سے دیکھا ہے یا کبھی ایک جھلک دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ سب اس کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرتؒ کی سیرت اس جامعیت کا مرقع تھی حضرتؒ کی سیرت میں علم و عقل اور عشق تینوں پہلو بہ پہلو نمایاں نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی حقیقی معرفت، اساتذۂ علم اور مشائخ کبار کی تربیت و محبت جو بہترین ثمرات اور نتائج پیدا کرتی ہے حضرت شیخؒ کی زندگی میں بھی اپنے اساتذہ و مربین بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کا پرتو یعنی اخلاص و اخلاق، سوز و محبت علم و عقل اور عشق کے بہترین حسین امتزاج کی نمود جھلکتی بلکہ ابلتی نظر آتی ہے۔

سوز دل

قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کی سیرت و کردار" تعلیم و سیاست اور انفرادی و اجتماعی مساعی اور زندگی کا مرکزی نقطہ جو ان کے تمام اخلاق و اعمال اور جملہ احوال کا محور رہا ہے وہ عشق الٰہی اور محبت رسولؐ کی نعمت خداداد ہے جو ان میں ابتدائے حال سے نمایاں تھیں جو روز اوّل سے قدرت نے ان کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھی پھر اکابر علماء دیوبند اور اپنے اساتذہ و مشائخ بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے استفادہ اور محبت اور نسبت تلمذ سے شعلۂ جاں سوز بن گئی جس نے مدت العمر حضرت قائد شریعت کو اور نصف صدی سے زائد، اکوڑہ خٹک، دارالعلوم حقانیہ، ہزاروں فضلاء اور افغانستان کے میدان کارزار میں مجاہدین کو سر بکف اور ان کے ماحول کو گرم اور منور رکھا اور حضرتؒ کی وجہ سے تاہنوز دیوانگانِ شیخ عبدالحق اور مجاہدین، افغانستان کا ماحول اور فضاء عشق الٰہی کی حرارت سے گرم اور گداز ہے ان کے تمام حالات، انفرادی اور اجتماعی واقعات، جہاد و عبادات، اعمال و احوال، نجی گفتگو و اشتغال، عام مجالس اور معاملات غرض ہر چیز سے اسی سوزِ باطن، اور اسی حرارت عشق کا اظہار ہوتا ہے آپ شمع بن کر خود جلتے رہے مگر اپنے سوز دل سے پورے ماحول کو منور رکھا ؎

شمع بن کر بزم ہستی میں بسر کر زندگی
تاکہ تیرے سوز سے سارے جہاں میں نور ہو

روزانہ کی ڈاک میں ملک و بیرون ملک سے خطوط آتے اور جب مدینہ منورہ سے آیا ہوا خط کھولا جاتا تو حضرت لفافہ اور مکتوب دونوں میرے ہاتھ سے بڑی تواضع اور ادب و احترام سے لے لیتے، دونوں کو سر آنکھوں پر رکھتے، بوسہ دیتے۔ حسرت اور محبت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھتے رہتے اور بار بار فرماتے کہ یہ مبارک خطوط مدینہ منورہ کی ہواؤں کو چھو کر آئے ہیں یہ بڑے متبرک خطوط ہیں یہ صرف ایک دو روز کا معاملہ نہ تھا۔ ہفتہ میں یومیہ نہ سہی تو تین چار روز کی ڈاک میں ضرور مدینہ منورہ کے خطوط بھی ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کا بھی ہمیشہ کا یہی معمول ہوا کرتا تھا۔ اور جب مدینہ منورہ سے آئے ہوئے خطوط کا جواب لکھواتے تو وہاں کے احباب کے نام تاکیداً یہ بھی لکھوا دیتے" کہ جب کبھی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" پر حاضری ہو تو ناچیز و گنہگار عبدالحق کی طرف سے بھی صلوٰۃ و سلام عرض کر دینا۔

عشق و محبت الٰہی اور تعلق مع اللہ کا نتیجہ تھا کہ شب کی خلوتوں اور رات کے راز و نیاز اور مناجات کے بعد صبح نماز کے لئے یا دن میں دفتر اہتمام میں تشریف لاتے تو معلوم ہوتا کہ محبت کی شراب چھلک رہی ہے رات کی بیداری سے آنکھوں میں سرخی نمایاں ہوتی اس حرارت عشق اور سرور و مستی کا نتیجہ تھا کہ ضعف و امراض اور پیرانہ سالی کے باوجود رمضان المبارک میں برابر روزہ رکھتے طویل شب بیداری، اور مجاہدات و ریاضت کے باوصف دارالعلوم کے نظام و اہتمام یا درس حدیث پڑھاتے وقت ضعف اور ناطاقتی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

عشق و محبت رسولؐ

خشیت و رقت اور عشق و محبت اور فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات کا یہ عالم تھا کہ جب نماز کھڑی ہو جاتی اور مکبر تکبیر شروع کر دیتا، تو حضرتؒ ادب و احترام سے قدرے جھک جاتے چہرۂ اقدس اور اعضاء و اندام میں تواضع و انکسار کی جھلک نمایاں ہو جاتی تھی اور جب مکبر تکبیر پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت پر حضورؐ کا نام لیتا تو حضرتؒ "صلی اللہ علیہ وسلم" پڑھ کر بے اختیار گویا ہو جاتے، قربان جاؤں میرے آقاؐ، قربان میرے آقاؐ یہ فرماتے جاتے اور اس کے ساتھ ساتھ وجود اقدسؒ میں اضطرار و اضطراب شکستہ دل اور شکستگی کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔

احقر کو بارہا یہ رقت خیز اور عبرت انگیز منظر دیکھنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی، کلمہ تشہد میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آتا تو اس وقت رقت کا بڑا غلبہ ہوتا تھا دائیں بائیں ساتھ والے نمازی حضرتؒ کی اس سرگرمی یار محبوب میں بے اختیار مشغول اور درد و محبت کی اس کیفیت کو محسوس کر لیتے تھے اور ان کی عظمت و تاثیر کے دل و جان قائل اور گرویدہ ہو جاتے تھے۔

قاسم نانوتویؒ کے فلسفے پر عمل پیرا

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایک عظیم سیاسی رہنما اور زبردست مجاہد بھی تھے۔ جنہوں نے خالص دینی اور اسلامی سیاست کے اصولوں پر ملک میں اسلامی انقلاب لانے کی سرگرمیوں میں بھرپور اور قائدانہ حصہ لیا آپ اس سلسلہ میں بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تاریخی سیاسی فلسفے اور حکمت کے امین اور اپنے استاذ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی کے مدبرانہ اور حکیمانہ جوش عمل کے علمبردار تھے۔

جس سے آپ کو علمی و دینی حلقوں میں شیخ مدنیؒ کا علمی جانشین قرار دیا گیا۔ اور اپنی وقیع اور گراں قدر مساعی سے آخر کار علماء

اور مشائخ سے قائدِ شریعت کا لقب حاصل کیا، آپ کا نظریہ تھا کہ علم کا نتیجہ رہبانیت نہیں ہے بلکہ علم کو سیاست کے میدان میں رہنما ہونا چاہیئے، اسی سے اسلام کا مذہب کی حیثیت سے اور مسلمانوں کا ملت کی حیثیت سے وقار قائم رہ سکتا ہے۔

نصب العین

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اگر ایک طرف پارلیمنٹ کے سرگرم ممبر تھے تو دوسری طرف جمعیۃ علماء اسلام کے نائب صدر بھی تھے اگر وہ مختلف سیاسی محاذوں پر ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کرتے تھے تو متحدہ شریعت محاذ کے پلیٹ فارم پر ایک سرگرم دینی قائد کی حیثیت سے رونما تھے سرگرمیوں اور سیاسی مساعی کے ان میدانوں کے علاوہ وہ دارالعلوم حقانیہ مسند اہتمام و تدریس پر بیٹھ کر شرعی علوم اور کتاب و سنت کی ترویج میں بھی منہمک رہتے تھے۔ کورسی سیاست کے لئے پارلیمنٹ کا پلیٹ فارم کافی تھا اور خالص دیانت کیلئے دارالعلوم کی چاردیواری بس کافی تھی۔ مگر ان سب کو بیک وقت جوڑے رکھنے کا مطلب اس کے سوا دوسرا نہ تھا کہ ان کا نصب العین مرکب تھا جس کی سطح سیاسی اور ماہیت اخلاقی تھی۔

لاریب مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک نور تھے تو قائدِ شریعت مولانا عبدالحقؒ اس نور کی ضیاء اور چمک تھے۔

خطابت

الیکشنی مہم میں یا اصلاحی تحریکوں میں، تقریر شروع فرماتے اس میں نہ تو مولانا ابوالکلام کا جوشِ خطابت اور نہ الفاظ کی طلسم بندی ہوتی تھی نہ دانشورانِ حال کی طرح متانتِ استدلال، بلکہ شروع سے آخر تک سادہ اور بے تکلف انداز غالب رہتا نہ منطقی دلائل سے کام لیتے اور نہ خطابت کا حربہ چلانا جانتے تھے، بس اپنے کو صداقت اور اخلاص کے ساتھ قوم کے آگے کر دیتے۔ سخت سے سخت مخالفت، ہنگامہ آرائی کے یقینی اندیشوں کے باوصف تقریر جس حد تک موثر اور کامیاب رہتی اس کی توقع شاید خود مقرر کو بھی نہ رہتی۔ مخالفانہ نعرے اور آوازوں کی جرأت تو کجا؟ پیشانیوں کے بل مٹ جاتے اور سب زلف گرہ گیر کے اسیر ہو جاتے۔

تاریخ نگاری نہیں تاریخ سازی

ہمارے حضرتؒ نے تاریخ نگاری نہیں کی، تاریخ سازی ان کی مساعی کا اولین ہدف تھا، اغیار جب تاریخ لکھ رہے تھے، ہمارے حضرتؒ نے بھی تاریخ لکھنے لکھوانے کے بجائے عملاً تاریخ بنانے پر توجہ مرکوز کی اپنی زندگی میں اور حضرتؒ کی حیات میں ہم اس اصول کی گہری سچائی کی قدر نہ کر سکے اس وقت اسے محض ایک ادبی لطیفہ تخیل کا حسین زاویہ قرار دے کر داد دی، اس کا احساس اب ہو رہا ہے خصوصاً افغانستان میں روسی یلغار اور پاکستان میں سرخ انقلاب کے داعیوں کی بھرمار، واقعتاً امت کے انتشار اور ملت کی بادیوں نے ہمارے حضرتؒ کا دل خون کر رکھا تھا اور وہ جو کوئی شاعر محض اپنی شاعرانہ رو میں کہہ گیا ہے کہ ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ ہمارے حضرت کے ہاں شاعری نہیں بلکہ ایک واقعہ تھی دنیا کے کسی گوشہ میں کانٹا کسی کے تلوے میں لگتا اس چبھن کو حضرت اپنے دل میں محسوس کرتے۔

اِنہماکِ عمل

میرے محسن و مربی، میرے شیخ و استاذ، میرے محبوب مقتدا اور میرے پیارے آئیڈیل اور پیارے رہنما کی خصوصیت شاید سب سے بڑی، ان کا انہماکِ عمل، اشتغالِ علم، آدم گری و آدم سازی، اشاعت و غلبہ دین کی مساعی اور سرگرمی و یکسوئی تھی جس کام کو ہاتھ میں لیتے اپنا سارا وقت اور اپنی ساری قوت وقف کر دیتے۔ وہ کام دارالعلوم کا ہو یا رواجات و بدعات کے خلاف مہم، نفاذِ شریعت کی جدوجہد ہو یا اصلاحِ معاشرہ کا معرکہ! غرض کسی بھی پہلو سے دیکھا جائے آن کی سنجیدگی، ان کا وقار اور ان کی متانت فضولیات اور گپ شپ کے لیے کوئی مہلت ہی ان کے لیے نہ رکھتی تھی۔ لوگوں کے لیے صبح کا وقت تفریح کا ہوتا ہے یا عصر کے بعد کا وقت یا عشاء کے بعد دوستوں سے ملاقات کا وقت! مگر ہمارے حضرتؒ کا مزاج منفرد تھا وہ دوستوں کی ملاقات میں یا صبح اور عصر کی مجالس میں تفریح بھی کام سے حاصل کر لیتے تھے۔

بے پناہ محبت

ہمارے حضرتؒ کی دوسری بڑی بنیادی صفت ا کی گہری ــــ آج کی مروجہ اصطلاح میں بے پنہ محبت، علمِ دین، تدریسِ حدیث، اشاعتِ سنت، اتحادِ ملت اور اسلام اور ملتِ اسلامی کے ساتھ تھی۔ ان کی وطنیت ہو یا قومیت جذبۂ قوم پروری ہو یا نظریۂ وطن پروری، خدمتِ اسلام کے منافی ہو نے کے تصور کا تخیل بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسلام سے ایک ذرہ الگ نہ تھی پشتو قومیت کے علاقہ میں رہنے کے باوجود قوم و وطن کے تقاضوں کی خاطر وہ اپنے دینی تصلب میں ڈھیل دینا یا مداہنت برتنا جانتے ہی نہ تھے۔ پورے ملکی اور قومی سطح پر عظیم سیاسی کردار رکھنے والا اور ایسا کھرا اور پکا مسلمان اپنی کم عمری میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہے (اگر ایسا کہنا بے ادبی نہ ہو) تو کم از کم خود جمعیۃ العلماء کے حلقے میں بھی ان کی سی مثالیں بہت زیادہ نہیں۔

امتزاجِ جوش و ہوش

ہمارے حضرتؒ میں تیسری بڑی اور اہم چیز ان کا امتزاجِ جوش و ہوش تھا۔ احقر نے اپنے سیاسی مطالعے اور سیاسی رفاقتوں میں محض جوشیلے مسلمان ،

جوشیلے خطیب اور جوشیلے راہنما تو بہت دیکھے ہیں جو اپنے اندھادھند جوش میں آگے پیچھے کچھ نہیں دیکھتے اور نہ کسی خطرہ کی پرواہ کرتے ہیں، نتائج اور عواقب سے بے پرواہ یہ نادان دوست بارہا مقصد کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں، خود بھی ڈوب جاتے ہیں اور قوم کو بھی لے ڈوبتے ہیں ـــــ ان کے مقابل ایک طبقہ محض ہوشمندوں اور مصلحت شناسوں کا ہے، ملت پر کچھ بھی گذر جائے، دین کو جتنا بھی صدمہ پہنچ جائے، قوم تباہ ہو جائے، علمی ادارے غرق ہو جائیں، یہ اپنی حکمتِ عملی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

ہمارے شیخؒ کی ذات جوش و ہوش کی جامع اور دل و دماغ سے بیک وقت کام لینے کی عادی تھی۔ صفحۂ اول کے علماء و مشائخ اور دینی قائدین میں فہم و فراست، تدبر اور جوش کے ساتھ ہوش، سنجیدگی اور متانت اور جذبۂ عمل کے ساتھ بصیرت وغیرہ کے اچھے نمونوں کی افسوسناک کمی بارہا محسوس ہوئی مگر اس سے بڑی حد تک بڑی شخصیت اور مستثنیٰ ذات دیکھنے میں آئی تو وہ صرف اور صرف ہمارے حضرت مرحوم و مغفور ہی کی ذات تھی۔

تواضع اور طبعی انکسار

ہمارے حضرتؒ کا چوتھا بڑا وصف ـــــ عجز اور طبعی انکسار تھا، تواضع ان کی فطرت تھی، جاہ و مرتبہ اور منصب و مقام پاکر یا بڑے رتبہ اور عظیم مقام پر پہنچکر وفاق المدارس العربیہ کی سرپرستی، جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی راہنمائی، پارلیمنٹ کے لیے تیسری مرتبہ منتخب ہونے کی عزت افزائی، تحریک نفاذِ شریعت کی قیادت، علمِ فقہ و حدیث میں جلیل القدر امامت، جہادِ افغانستان میں اہم کردار اور پورے عالم میں بے مثال محبوبیت کی بلند ترین منازل پر پہنچنے کے باوجود وہ آج بھی اپنی زندگی میں ایسے بے تکلف اور سادہ تھے کہ جیسے ایک شیخ الحدیث نہیں، ایک مہتمم نہیں، ایک قائد و راہنما نہیں اسمبلی کا ایک ممبر نہیں بلکہ اب تک ایک طالب علم ہی ہوں ـــــ ایسے مقامات پر پہنچکر اچھے اچھے بہک جاتے ہیں ؎

ذرا پی کر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں وہ کب بہکتے ہیں

یہ منزل خاصی امتحان کا کام دیتی ہے۔ ہمارے حضرتؒ اتنے بلند مقامات پر پہنچکر بھی نہ تو ان کی بات چیت میں کوئی فرق آنے پایا نہ وضع اور لباس میں اور نہ کسی اور چیز میں، سوا اس کے کہ اب تواضع پہلے سے بڑھ گئی تھی، انابت اور تذلل الی اللہ کی کیفیات روز افزوں تھیں، مہمان نوازی بڑھ رہی تھی۔ آخر عمر میں سخاوت کا عمل تو اتنا بڑھ گیا تھا کہ دار العلوم کے بہت سے طلباء حضرتؒ کے ہاں جاتے اور عرض کرتے حضرت! کل جہادِ افغانستان جانے کا ارادہ ہے، بس پھر کیا ہوتا ۵۰۰ سے ۱۵۰۰ روپے تک اور گاہے گاہے اس سے بھی زیادہ کی وصولیاں کرکے شاداں و فرحاں واپس لوٹتے۔

شرافت مزاج

ہمارے حضرتؒ کا پانچواں اہم اور امتیازی وصف شرافتِ مزاج تھا۔ نظریات کے اختلاف کو ہنسی خوشی برداشت کر لیتے، تنقید کا تحمل، گستاخی، جاہلانہ اور عامیانہ طرزِ گفتگو کے بعض (حاضرین کی حد تک) ناقابلِ برداشت مواقع پر بھی چہرہ پر ناگواری یا غیظ و غضب کے آثار نہیں دیکھے گئے۔ دل میں اپنے حریف یا مقابل کیمپ والے کی طرف سے ذرا بھی میل نہیں لائے۔ وسعتِ ظرف اور نیک نیتی ان کی فطرت تھی اور سارے اعمال اس کے مظاہر تھے ـــــ بلکہ بارہا دیکھا گیا کہ اپنے معاند یا سب و شتم کرنے والوں کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہ کیا اور نہ اُن کے سب و شتم سے دل کی تنگی کا اظہار کیا بلکہ موقع پانے پر اپنے مخالفین اور بدترین مخالفین کے ساتھ ہمدردی، مروت، رواداری، احسان اور درگذر کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔

احقر راقم الحروف کو دس سال حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور پھر خاصکر تحریک نفاذِ شریعت کے ایام میں جب حضرتؒ نے نفاذِ شریعت بل کے لیے ملک بھر کا دورہ کیا۔ بیماری اور ضعف و علالت کے باوصف حضرتؒ نے ضروری جانا حالانکہ سیاسی فضاء انتہائی مکدر تھی۔ اغیار سے تو خیر کوئی گلہ ہی نہیں بعض اپنوں نے بھی نگاہیں پھیر لی تھیں اور بعض اوقات گستاخی پر بھی اُتر آتے تھے، مگر حضرتؒ نے جس عالی ظرفی اور برداشت کا مظاہرہ کیا وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ انّ ذٰلک من عزم الامور

مگر حضرتؒ کی بصیرت کی داد دیجئے کہ جب بے نظیر صاحبہ کی وزارتِ عظمیٰ کے آخری ایام میں بغیر پیپلز پارٹی کے ملک بھر کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں شریعت بل کی چھتری تلے پناہ لینے پر مجبور ہو گئیں تو اُس وقت ہمارا یقین اور بھی مضبوط ہو گیا کہ اللہ والے جو قدم اٹھاتے ہیں وہ درست اور بصیرت پر مبنی ہوتا ہے۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

کمال اصاغر نوازی

ایک اور اہم وصف جو ہمارے حضرتؒ کا بارہا میرے مشاہدہ اور تجربہ میں آتا رہا وہ حضرتؒ کی کمال اصاغر نوازی، دل جوئی اور ہمت آفرینی تھا۔ حضرتؒ ہمیشہ اپنے خُدام اور چھوٹوں کو بڑا بنا کر دکھایا کرتے تھے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرتؒ کے خُدام حضرتؒ ہی کے تلامذہ اور مُستفیدین تھے جو حضرتؒ سے نسبتِ تلمذ و خدمت اور علم کے اعتبار سے چھوٹے مگر اپنے حلقے اور ماحول اور اپنے دینی کام اور خدمات کے اعتبار سے حضرتؒ کی توجہ اور دُعاؤں کی برکت سے بڑے ہوتے تھے ـــــ میں کیا اور میری بساطِ علم کیا؟ مگر اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ جب کبھی حضرتؒ کے حکم پر اُن کی مسجد میں جمعہ کی تقریر کی اور نماز کے بعد جب حضرتؒ نے اپنے متوسلین اور

دور دراز سے آنے والے محبین و زائرین کے لیے دعا کی غرض سے ہاتھ اٹھاتے تو دُعا میں پوری تقریر کا خلاصہ اور مقرر کا نام پورے القاب و آداب سے لے کر اللہ تعالےٰ اسے مقرر کے لیے مزید خدمتِ دین اور اس کی تقریر پر عمل کرنے کی دُعائیں کرتے رہتے۔ دور دراز سے مہمان آتے، علماء آتے، سیاسی راہنما آتے، اگر مجھے بُلایا گیا تو تعارف بھی اس انداز سے کرایا کہ .... عبدالقیوم حقانی ہیں، بڑے جیّد عالم مدرس اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے روحِ رواں ہیں.... وغیرہ وغیرہ ہم لوگ حضرتؒ کی یہ شفقتیں دیکھ دیکھ کر پانی پانی ہو جاتے، مگر حضرت بڑی بے تکلفی اور سادگی سے اتنا تعارف کراجاتے اور اتنا بڑھا جاتے کہ ہم خُدام کے پاس سوائے کمال شفقت کے اور توجیہ ممکن ہی نہ تھی۔ تاہم اس سے دل میں عمل کی انگیخت کا جذبہ اُبھرتا اور کچھ کر لینے کی حمیت پیدا ہوتی۔

ہمارے حضرتؒ پر اپنے خدّام و متوسّلین کی دلجوئی کا یہ انداز اس قدر غالب تھا کہ بعض اوقات اصلاح میں بھی درشت لہجہ یا واقعیت کی پوری حقیقت واضح الفاظ میں بیان کر دینے سے مخاطب کی دل شکنی کے اندیشے کے بپیشِ نظر ایسا طریق اختیار کرتے کہ عقلمند اسے اپنے لیے واقعۃً تنبیہ سمجھ لیتے مگر عوام اور حاضرین یا موجودین و سامعین کے لیے اِس میں بھی مدح و توصیف کا پہلو سامنے رہتا۔

احقر سے ابتدائی ایام میں اپنی تقریر میں بعض اوقات اردو ادب کے معیاری الفاظ، بعض مشکل الفاظ اور بعض اوقات مشکل الفاظ کا تسلسل ہو جایا کرتا تھا۔ حضرتؒ چاہتے تھے کہ مجھے یہ انداز ترک کر دینا چاہیئے، مگر مجھے کبھی بھی یہ نہ فرمایا کہ اس طرح نہ کرو کہ یہ انداز سامعین کے فہم سے بالاتر ہے یا نصح و خیر خواہی کا اصل مقصد اس سے حاصل نہیں ہو سکتا ـــــ بلکہ جب بھی تقریر ختم ہو جاتی تو حضرتؒ حاضرین سے فرماتے: "سُن لی اُردو اور پشتو کی مقامات"؟ حقانی صاحب کی تقریر سُنکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ "عربی کے علاوہ پشتو اور اُردو میں بھی مقامات موجود ہے"، بس میرے لیے اپنے حضرتؒ کا یہ اشارہ کافی تھا چنانچہ احقر نے اس انداز کو ترک کر دیا۔

تنبیہ و اصلاح کا یہ انداز جس میں اخلاص و محبت، اور کمال شفقت کے ساتھ ساتھ مخاطب کے اِنسانی اقدار لفسیاتی کو ملحوظ رکھ کر نصح و خیر خواہی عمل میں لائی جائے یہ ہمارے حضرتؒ ہی کی خصوصیت تھی جو بہت سوں میں کم دیکھنے میں آتی ہے۔

علاوہ ازیں اپنے کمتروں کو دینی پیشوائی میں آگے بڑھانے کی تو اتنی مثالیں ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کی مساعی کا محور اور ہدف ہی یہی ہوا کرتا تھا۔ آدم گری و آدم سازی کا یہ اہم ترین مرحلہ تھا جو ہمارے حضرتؒ کے لیے بہت ہی آسان کر دیا گیا تھا۔

ہمارے حضرتؒ نفع رسانیِ خلائق و خدمتِ ملّت اور تحریک نفاذِ شریعت کی عین ضرورت کے وقت اُٹھا لیے گئے، اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے، تاہم اتنی بات کُھلی ہوئی نظر آتی ہے کہ حشر کے میدان میں خدا معلوم کتنی تعداد میں اللہ کے بندے ایسے نکلیں گے جو ہر طرح ہمارے حضرتؒ کے ممنونِ کرم اور زیر بار احسان ہوں گے، وہ سب کے سب ہمارے حضرتؒ کا بوجھ (اگر کچھ ہوا بھی) اپنے سر لینے کو شوق سے دوڑیں گے اور حضرتؒ کتنے سبک ہو کر، کیسے ہلکے پھلکے، شاداں و فرحاں، خرم و خنداں جنّت کی طرف روانہ ہوں گے۔

اِس دنیا میں رہ جانے والوں کی تو بس یہی دُعا ہے کہ اللہ کریم انہیں اپنے ان الطافِ خصوصی سے سرفراز فرمائے جو مقربین کیلئے مخصوص ہیں۔

اللّٰھمّ ارحمہ بالقران العظیم

* * *

مردِ غیور

وہ ایک پھُول تھا جس کی لطیف خوشبو سے
مشام جاں ہے معطر نفس نفس تازہ
سنا گیا وہ ہمیں مژدۂ بہار افروز
کرے گا کون بصیرت کا اسکی اندازہ
وہ ایک رنگ تھا جو زینت گلستان ہے
اسی کی پر تو رنگین سے ہے چمنِ آباد
بہار نو میں حسین پھُول مسکراتے ہیں
اسی کے رنگ سے ہے گلشنِ وطن آباد
وہ اک فقیر تھا جس کی صدائے دلکش سے
ملی ہے دولت خود بینی و سحر خیزی
غلط تھا اس کی نگاہ بلند کے آگے
شکوہ سطوتِ دارا غرور چنگیزی
وہ آستانہ ختم رسلؐ کا مردِ غیور
تمام فیض اسی ایک بارگاہ کا تھا
نظر پڑی نہ کبھی آستانِ باطل پر
چراغ سینے میں تابندہ لا الٰہ کا تھا

ـــ مرسلہ! محمد طیب حقانی ـــ

ایک بے مثال ساتھی، ایک شفیق رفیق سفر

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے رفیق سفر، دارالعلوم دیوبند کے ساتھی اور رشتہ میں سالے ہوتے ہیں ان کی تحریر خاندان کے ایک فرد اور شب و روز کے ایک عینی شاہد کی شہادت ہے ۔

حضرت شیخ الحدیث کے رفیق سفر اور سالے بزرگ عالم دین حضرت علامہ مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ آف جہانگیرہ جو حضرت کے زمانہ طالب علمی کے رفیق اور ساتھی رہے ہیں پھر رشتہ داری ہوئی اور زندگی کے آخری لمحات تک قریب ترین تعلق رہا اپنے زمانۂ طالب علمی، قیام دارالعلوم دیوبند، مختلف اسفار اور مشاہدات پر مبنی دلچسپ تحریر نذر قارئین کرتے ہیں ۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب زمانۂ طالب علمی ہی میں بوجہ ذکاوت اور تمام فنون کی پڑھی ہوئی کتابوں میں مہارت تامہ کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں کافی شہرت رکھتے تھے ۔ بلکہ بعض کتابیں خصوصی طور سے طالب علم خارج میں مولانا سے پڑھتے تھے مثلاً میبذی اور تصریح وغیرہ میں مولانا کے درس میں پچاس ساٹھ طالب علم شریک درس رہتے اور احاطۂ دار جدید کی چھت پر عصر کے بعد بیٹھ کر پڑھاتے اپنے اسباق میں بھی سب اساتذہ مولانا کی ذکاوت اور ذہانت کے معترف تھے ۔ اگرچہ مولانا مجھ سے اکثر کتابوں اور درجہ میں بہت آگے تھے مگر مولانا نے ادب کی کتابیں بعد میں پڑھیں تھیں، اس لئے میں دیوان حماسہ میں مولانا کا شریک درس رہا ۔ مولانا عبدالحق کی علمی استعداد اور قابلیت کے علاوہ اخلاق اور تواضع میں ضرب المثل تھے ۔ اسی وجہ سے عام طلبہ اُن کے گرویدہ اور اخلاق کے معترف تھے دارالعلوم دیوبند میں طالب علم انجمنیں بنایا کرتے تھے اور جمعہ کی رات کو سب اپنی اپنی انجمن کا جلسہ کیا کرتے تھے اور سب طالب علم باری باری کسی خاص موضوع پر تقریر کرتے تھے ۔ ہم پٹھان طالبعلموں کی اکثریت نے جو انجمن بنائی تھی اس کا نام تھا اصلاح الکلام اور اس انجمن کے صدر مولانا عبدالحق صاحب تھے ۔ جب سال ختم ہوتا تو رجب میں سالانہ جلسہ منعقد ہوتا اور ہر ایک طالب علم کو کوئی خاص موضوع دیا جاتا کہ اس موضوع پر تقریر کرنی ہوگی، ایک مرتبہ سالانہ جلسہ کے لئے سب طالب علموں کے لئے موضوع متعین کردیئے گئے مگر ایک طالب علم میاں حکمت شاہ کاکاخیل کو کوئی خاص موضوع نہ ملا تو مولانا نے فرمایا کہ چلو تمہارا موضوع ہے کام کی باتیں جب جلسہ ختم ہوجاتا تو مولانا عبدالحق خود اختتامی تقریر فرماتے اور طالب علموں کی تقاریر میں اگر کچھ نقص ہوتا تو اس کی اصلاح فرماتے اور ہدایات دیتے، سالانہ جلسہ میں بعض اساتذہ کو بھی دعوت دی جاتی، مولانا عبدالحق صاحب کے حسن اخلاق اور حسن تدبیر کا یہ اثر تھا کہ ایک مرتبہ دہلی میں پٹھان طالب علموں میں آپس میں جھگڑا ہوگیا، جس کے نتیجہ میں سواتی طالب علموں کے ہاتھ سے موضع ٹوپی کا طالب علم قتل ہوگیا، پھر کیا تھا اس واقعہ نے اتنی سنگین صورت اختیار کرلی کہ پشاوری طالب علموں اور سواتی طالبعلموں میں ایسی دشمنی ہوگئی کہ کوئی طالبعلم اپنے مدرسے یا مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا تھا، سندھیوں اور ایم کیو ایم والا معاملہ تھا محفوظ رہنا مشکل ہوگیا تھا ۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ۔ حتیٰ کہ حکومت وقت بھی اس فساد کے فرو کرنے میں بے بس ہوگئی تھی، بالآخر کسی کی تحریک پر ایک وفد دیوبند سے مولانا عبدالحق صاحب کی قیادت میں جس میں پشاوریوں کی طرف سے مولانا عبدالحق اور ہزارویوں کی طرف سے قاضی احمد اور سواتیوں کی طرف سے مولانا عبدالمتین اور بلوچستانیوں کی طرف سے میاں حسن شاہ بلوچستانی کے بڑے بھائی جس کا نام یاد نہیں رہا شامل تھے دہلی روانہ ہوا جب یہ وفد بطور جرگہ دہلی پہنچا اور فریقین سے بات چیت ہوئی تو اہل جرگہ کی خلوص نیت اور خصوصاً مولانا عبدالحق صاحب کی نرم گفتگو اور مؤثر نصیحت اور پُراثر شخصیت نے کام کردیا اور شر و فساد کے بادل چھٹ گئے اور آپس میں راضی نامہ ہوگیا ۔ جب فضا ہموار ہوگئی اور شر و فساد رفع ہوگیا ۔ تو دہلی کے لوگوں نے عموماً اور حکام دہلی نے خصوصاً تعجب کیا اور کہا کہ جو فساد ہم حکومت کی طاقت پر نہ دبا سکے وہ چند آدمیوں کے آنے سے کیسے دب گیا اس واقعہ سے وہ دارالعلوم کے اثر کے معترف ہوگئے مولانا دورۂ حدیث کے بعد ابھی ادب وغیرہ کی کتابیں پڑھ رہے تھے کہ دوریں اثنا ہمارے ایک صوفی منش استاد حضرت مولانا بنیہ حسن صاحب کا انتقال ہوگیا اب اُن کی جگہ پر دوسرے مدرس کی ضرورت پیش آئی، مولانا عبدالحق صاحب کی قابلیت اور تبحر علمی کے حضرت مہتمم صاحب اور تمام اساتذہ قائل تھے اس وجہ سے نظر انتخاب اُنہی پر پڑی چنانچہ مولانا عبدالحق کے تقرر کا فیصلہ اور اعلان کردیا گیا ۔ مگر پٹھان طالب علموں میں سے بعض جو حسد اور رقابت سے مجبور تھے ۔ انہوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہمارے ساتھ پڑھنے والے کیسے ہمارے استاد ہونگے ۔ چنانچہ انہوں نے درخواست لکھدی بعض ہندوستانی بھی قومی تعصب کی بنا پر اُن کے ہمنوا بن گئے، مگر اس تحریک کے نتائج مولانا عبدالحق کے حق میں بہت مفید نکلے ۔ جب مولانا عبدالحق صاحب وطن تشریف لے آتے، اس مخالفت نے عام طالب علموں کو مایوس کردیا اور سخت ناراض ہوئے، چنانچہ ہزارہ کے طالبعلم جو عام طور پر مولانا عبدالحق کے معترف اور شاگرد تھے ۔ انہوں نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے مخالفت کرنے والوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا، اتفاق سے جن استاد کا تقرر اُس خالی جگہ پر ہوا وہ حضرت مولانا نافع گل صاحب تھے جو کہ اُس مخالفت کرنے والے کے استاد تھے ۔ اس شخص نے مولانا نافع گل صاحب کو استقبالیہ دیا ۔ اس استقبالیہ میں کافی طالب علم شریک تھے چنانچہ اس دوران میں عبدالقیوم نامی ایک طالب علم جو کہ غازی ضلع ہزارہ کا رہنے والا تھا وہ بلا بلائے آگیا ۔ اور بیٹھتے ہی مولانا نافع گل صاحب سے صدرا میں ایک جگہ پوچھی مولانا نافع گل صاحب جید عالم تھے یہ نہ کہ وہ جواب نہ دے سکتا، مگر اس بلا موقع پوچھنے پر وہ ناراض ہوئے تو اُس شخص داعی نے اس بات کو مولانا نافع گل صاحب کی بے عزتی جانتے ہوئے، عبدالقیوم کو ایک دو گھونسے دیئے اور دھکے دے کر کمرے سے باہر نکال دیا ۔ دوسرے دن عبدالقیو

اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انتقام لینے کے لئے مطبخ کے راستے میں بیٹھ گیا جب وہ شخص مطبخ سے کھانا لارہا تھا تو عبدالقیوم نے اس پر لاٹھیوں کے وار کیئے اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا چنانچہ جب یہ شکایت حضرت شیخ الحدیث مدنی صاحب تک پہنچی تو انہوں نے مہتمم صاحب سے کہدیا کہ دونوں طالب علموں کو خارج کر دیا جائے۔ چنانچہ ضارب اور مضروب دونوں خارج کر دیئے گئے اب دونوں نے جب سوچا کہ اب کیا کریں گے تو دونوں بلا کسی کے کہے آپس میں خود بخود راضی ہو گئے اور دوبارہ داخلہ کے لئے کوشش کرنے لگے مگر مہتمم صاحب فرماتے کہ یہ حضرت مدنی کا حکم ہے نہیں داخل کیئے جاؤ گے چنانچہ ہم سب مل کر حضرت مولانا عزیز گل صاحب اسیر مالٹا کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اس معاملہ کی کیفیت بیان کی اور ان سے حضرت مولانا مدنی سے کہلوانے کے لئے کہا کیونکہ حضرت مولانا عزیز گل صاحب حضرت مدنیؒ کے بلا تکلف ساتھی تھے حضرت مولانا جانے کے لئے تیار ہوئے اور ہم سب حضرت مدنی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا عزیز گل صاحب نے فرمایا کہ جب دونوں طالب علم آپس میں راضی ہو گئے، تو آپ کیوں داخل نہ کرنے پر اصرار فرما رہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ پھر شرارت کریں گے مگر انہوں نے معافی مانگی اور آئندہ نہ کرنے کا اقرار کیا چنانچہ پھر داخل کر دیئے گئے ۱۹۳۹ء میں سرحد اسمبلی میں ایک بل بنام شریعت بل پیش ہوا۔ جس میں وراثت وغیرہ معاملوں کو شریعت کے موافق فیصلے کروانے کے قوانین تھے۔ اور یہ بل ملک خدا بخش ڈیرہ اسماعیل خان والے نے پیش کیا تھا۔ اس سے پہلے جب انگریزی حکومت بنی تو بعض معتبرین پٹھانوں نے قانون واجب الارض برائے سرحد وکیل میں لکھوایا تھا کہ فیصلہ رواج سے کریں گے اور رواج میں پٹھانوں کا قانون جاہلیۃ عرب کے مانند تھا کہ لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ بل رائے عامہ کے لئے مشتہر کر دیا گیا اس سلسلہ میں پشاور میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان سے بھی بڑے بڑے علماء تشریف لائے جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید اور مولانا حفظ الرحمن جیسے اکابر تشریف لائے تھے جب وہ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی تو مولانا عبدالحق جو کہ ان دنوں میں اپنے گاؤں اکوڑہ خٹک میں اپنی مسجد میں تدریس فرما رہے تھے حضرت مدنی کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ ہمیں اکوڑہ خٹک میں مدرسہ کی بنیاد آپ سے رکھوانی ہے اس وقت مدرسہ تعلیم القرآن ایک کرایہ کے مکان میں جاری تھا۔ حضرت مولانا مدنی نے درخواست قبول فرمائی مگر جب یہ باتیں طے ہو گئیں تو موضع بہی کے ایک عالم شاید ان کا نام واحد اللہ یا احمد اللہ تھا۔ انہوں نے بھی درخواست پیش کر دی کہ جب آپ اکوڑہ خٹک تشریف لے جا رہے ہیں تو راستے میں بہی میں بھی ہمارے مدرسے کی افتتاح فرماتے جایئے چنانچہ حضرت نے مان لیا پشاور سے ایک گاڑی میں حضرت مدنیؒ کے ساتھ ولانا عبدالحق صاحب اور مولانا محمد ایوب جان بنوری اور بندہ بیٹھ کر بہی آئے مگر وہاں پر انتظام ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے رات رہنا پڑا۔ رات کو جب حضرت مدنیؒ حسب معمول تہجد کے لئے بیدار ہوئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا محمد ایوب جان نے بیعت کے لئے درخواست کی چنانچہ حضرت نے ان کو تو بیعت کر لیا مگر میں چونکہ دورۂ حدیث سے ابھی فارغ نہیں ہوا تھا تو مجھ سے فرمایا کہ تم ابھی طالب علم ہو۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور مدرسہ تعلیم القرآن کا باقاعدہ افتتاح فرمایا مگر ساتھ ہی مولانا عبدالحق صاحب اپنے محلہ کی مسجد میں باقاعدہ تدریس فرما رہے جس میں روز بروز اچھے اور محنتی طلبا کا اضافہ ہو رہا تھا بعد میں طلبا کی اتنی کثرت ہو گئی کہ مولانا تنہا سب کو پڑھانا برداشت نہیں کر سکتے تھے تو مولانا فضل الرحمن کوٹھا صوابی والے جو کہ مولانا کے دیوبند کے ساتھی تھے ان کو منگوایا اور مولوی محمد شفیق سکنہ سنانکی جو مولانا کی خاص شاگرد بھی پڑھانے لگے کچھ عرصہ بعد مولانا ابرار شاہ موضع کیمبل والے کو جو میرٹھ میں پڑھا چکے تھے ان کو مقرر کر دیا علیٰ ہذا کئی مدرس مولانا کے معین و مددگار ہوئے مگر کچھ دنوں کے بعد دیوبند سے حضرت مدنیؒ اور مہتمم صاحب قاری محمد طیب کا اصرار ہوا کہ آپ دیوبند آجائیں ہر چند کہ مولانا کے والد محترم حاجی معروف گل صاحب کی بالکل مرضی نہ تھی کیونکہ ان کا شوق یہ تھا کہ جیسے اکوڑہ میں سلسلہ تدریس چل رہا ہے وہ چلتا رہے۔ مولانا کے والد صاحب آپ کے پڑھانے کے وقت ایک طرف بیٹھ جاتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ مگر حضرات اکابر دیوبند کے تقاضوں نے مولانا کو مجبور کر دیا۔ اور اکوڑہ خٹک میں صرف تعلیم القرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور خود دیوبند چلے گئے اور یہ سلسلہ تقسیم ہند تک جاری رہا۔ تقسیم ہند کے بعد جب کہ مولانا کے تبحر علمی اور طرز تدریس کی دلکشی نے دور دور تک طالب علموں کو گرویدہ بنا دیا تھا اور بوجہ بٹوارہ ہند کے جب کہ سلسلۂ تدریس دیوبند کا انقطاع ہو گیا تو مولانا نے اپنے گاؤں میں دوبارہ باقاعدہ مدرسہ کے شکل میں انتظام فرمایا۔ اور کئی علماء و مشاہیر کو مدرسہ میں مقرر فرمایا مگر مسجد میں اتنے سلسلہ کی گنجائش کہاں نکل سکتی تھی لہٰذا باہر بر لب سڑک دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی، مولانا عبدالحق نے چونکہ مدرسہ حقانیہ کی بنیاد انتہائی اخلاص اور شیخ الحدیث حضرت مدنی جیسے اہل اللہ ہستی کے ہاتھ سے رکھوائی تھی نیز ان کو رفقاء اور معاونین بھی اپنے جیسے مخلصین ملے جو رات دن دارالعلوم کی ترقی میں فکر مند اور کوشاں رہتے تھے جیسے خان اعلیٰ خان محمد زمان خان اور حاجی محمد یوسف اور ملک امر الٰہی اور تور بادشاہ اور حاجی غلام محمد اور حاجی رحمان الدین اور چشتی کے شیخ میاں صاحب اور حاجی شیر افضل خان بدرشی ان وجوہات سے وہ چھوٹا مدرسہ تعلیم القرآن تو اسلامیہ ہائی سکول تک ترقی کر گیا اور محلہ کی مسجد والا درس بھی جلد از جلد ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ بقول حضرت قاری محمد طیب دیوبند ثانی بن گیا۔

> "طلبگاران علم دین اور تشنگان درس دیوبند کی پیاس دارالعلوم حقانیہ میں بجھنے لگی بجا طور پر حضرت قاری محمد طیب صاحب اور حضرت لاہوری اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ــــ نے دارالعلوم حقانیہ کو دیوبند ثانی کا خطاب عطا فرمایا تھا"

یہ سب کچھ مولانا عبدالحق صاحب کے اخلاص اور للّٰہیت اور دیانتداری اور تقویٰ کا نتیجہ تھا۔ مولانا نے کبھی بھی اپنے آپ کو مہتمم اور مختار کل نہیں سمجھا بلکہ

سب کچھ مجلس شوریٰ کے سپرد تھا کسی چیز میں خود دخل نہیں دیتے تھے۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں خاموش بیٹھ کر ممبران شوریٰ کی طرف دیکھتے اور سنتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی ملازم یا مدرس کے تقرر یا تنخواہ کی کمی بیشی میں بھی کبھی اپنا اختیار نہیں چلایا بلکہ اس کے لئے بھی ممبران شوریٰ میں سے ایک چھوٹی کمیٹی مقرر فرما لیتے اور ان کے فیصلہ پر عمل فرماتے امانت اور دیانتداری میں تو اُن کے کچھ کلام نہ تھا، آپ اس ایک مثال سے قیاس کر لیں کہ کتنی حد تک محتاط زندگی گذاری وہ یہ کہ میں تو چونکہ گھر کے اندر کا آدمی ہوں مجھے ان کے خانگی حالات کا بھی علم ہے ایک مرتبہ میں نے مولانا صاحب کو گھر میں انتہائی غصہ میں دیکھا جب کہ اس سے قبل میں نے کبھی بھی مولانا کو ایسے غصہ میں نہیں دیکھا تھا میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ واقعہ یہ ہے کہ سوئی گیس کے آنے سے پہلے مطبخ کے تنور میں لکڑیاں جلائی جاتیں تھیں تو لکڑیاں جل جانے کے بعد جو کوئلہ رہ جاتا تو بجھا کر دارالعلوم کے لئے بیچ دیا جاتا مولانا کے گھر میں بھی وہ کوئلہ انگیٹھی کے لئے قیمتاً منگوایا جاتا تو ایک روز مولانا نے کوئلہ کی بوری گھر میں پڑی ہوئی دیکھ لی پوچھا کہ کوئلے کی قیمت داخل کر دی گئی ہے کہا گیا کہ ابھی داخل نہیں کی تو اس بات پر بے انتہا غصہ فرمایا اور فرمایا یہ خیانت ہے تمہیں عادت پڑھ جائے گی، اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض مدرسوں میں طالبعلم سے فیس لے کر سند دی جاتی ہے، چاہے اس نے اس مدرسہ میں ایک دن بھی نہ پڑھا ہو مگر دارالعلوم حقانیہ کا یہ قانون ہے کہ جب تک دارالعلوم میں دورۂ حدیث نہ کیا ہو سند نہیں دی جاتی، مولانا فرضی سند عنداللہ بڑا جرم سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے بڑے عالم اور مجاہد اور تمام علمائیں قدر و منزلت والے ایک مرتبہ کسی کے سفارش کے لئے تشریف لائے تو حضرت مولانا نے صاف انکار فرما دیا۔ ایسے ہی ہمارا ایک ساتھی مولانا نور محمد سکنہ تور ڈھیر جو کہ دیوبند میں ہمارا شریک درس تھا اور وہ فاضل دارالعلوم تھا مگر کسی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کے سالانہ امتحان میں شریک نہ ہو سکا تھا اس وجہ سے سند نہ مل سکی تھی اور متحدہ ہندوستان کے زمانہ سے فوج میں پیش امام تھے پاکستان بننے کے بعد جب یہاں آئے تو فوج میں یہ قانون بنا کہ چند دارالعلوموں کی سند کے بغیر فوجی امامت نہیں کر سکتے، انہوں نے مولانا سے سند کا تقاضا کیا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھ چکے ہیں، مگر میں خلاف قانون سند نہیں دے سکتا البتہ شہادت نامہ دے دوں گا کہ میرے سامنے دیوبند میں دورۂ حدیث کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے شہادت نامہ لکھ کر دیدیا اور ملٹری افسران نے وہ شہادت نامہ قبول کر لیا، ایسے ہی ایک مرتبہ مانسہر چھاؤنی سے آزاد کشمیر فوج کا کوئی افسر اپنے پیش امام کو سند کے لئے ساتھ لائے مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ اس کے ساتھ امداد کرنی چاہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ دارالعلوم میں دورۂ حدیث میں داخل ہو جائے، جب کہ اس سے قبل وہ درس نظامی کی کتب پڑھ چکا تھا، اور روزانہ آتا جاتا رہے اور آپ لوگوں کو اس کا آمد و رفت کا خرچہ برداشت کرنا چاہیئے، امتحان کے بعد سند دے دیں گے چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ ایسے ہی ایک مرتبہ کوئٹہ سے ایک کرنل صاحب کسی مولوی کو ساتھ لائے اور آتے ہی کافی رقم بطور چندہ دارالعلوم میں داخل کر دی بعد میں سند کا تقاضیٰ کیا جب انہوں نے سند کا ذکر کیا۔

> تو شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحب نے ناظم صاحب سے کہا کہ رقم واپس کر دو، کیونکہ یہ رشوت دینی چاہتے ہیں ہم مدرسہ میں رشوت کی رقم نہیں لینی چاہتے۔

چنانچہ کرنل نے معافی مانگی اور کہا کہ دراصل ہمیں سند کی ضرورت نہیں ہم محض امتحان لینا چاہتے تھے۔ کہ یہاں فرضی سند مل سکتی ہے یا نہیں۔ اور اس کرنل پر اس بات کا بہت زیادہ اثر ہوا۔

۱۹۵۱ء میں بندہ بارادۂ حج بیت اللہ بذریعہ بحری جہاز حرمین شریفین کے سفر پر گیا تو حسن اتفاق سے اسی سال مولانا عبدالحق صاحب بھی گاؤں کے چند ہمراہیوں کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، ہم مکہ مکرمہ میں رباط تورہ قل بائی میں ٹھہرے ہوئے تھے ہم ایک کمرہ میں پانچ آدمی مقیم تھے جب مولانا تشریف لائے تو ہم نے عرض کی کہ آپ چونکہ ہوائی جہاز والے ہیں آپ کو زیادہ ٹھہرنا نہیں تو آپ ہمارے ساتھ ہی ٹھہر جائیں علیٰحدہ کمرہ کی ضرورت نہیں وہاں کے چند دنوں کے اکٹھ نے زمانہ طالب علمی دیوبند کی یاد تازہ کر دی اور نہایت ہی خوشی اور طمانیت سے مناسک مل کر ادا کیے۔ مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حج میں شامل ہندوستان اور بنگال وغیرہ کے علماء جس میں اکثر مولانا کے شاگرد تھے کو مولانا کے متعلق پتہ چلتا تو طواف و صلوٰۃ کے علاوہ ہر وقت علمی مجلسیں اور ملاقاتیں جاری رہتی اور علماء کا جمگھٹا لگا رہتا۔ تکمیل حج کے بعد چونکہ مولانا کا سفر ہوائی جہاز کا تھا اس لئے ہم اُنہیں جدہ تک رخصت کرنے آئے ان کو خدا حافظ کہا اور خود واپس مکہ مکرمہ چلے گئے، مولانا عبدالحق صاحب کے ساتھ جب بھی کہیں اکٹھا سفر ہوا کبھی بھی کسی صعوبت سفر کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ان کی تواضع اُن کے عجیب و غریب اخلاص خواص و عوام میں ضرب المثل تھے چھوٹا یا بڑا جو بھی ملنے آتا تو آپ کوشش کرتے کہ اُٹھ کر کھڑے ہو کر ملوں حتیٰ کہ بیماری اور انتہائی ضعف میں بھی بیٹھ کر ملنا پسند نہ فرماتے اور جس سے بھی ملتے نہائت ہی شفقت اور خندہ روئی سے جب بھی کسی رشتہ دار کے گھر تشریف لاتے سب بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے ضرور بالضرور ہدیتہً ایک دو روپے پکڑا دیتے بچے بھی وہ پیسے تبرک سمجھتے ہوئے لے کر اپنے پاس سنبھال لیتے، ایک مرتبہ [illegible] یا [illegible] کو جمعیت العلماء ہند کی بہت بڑی کانفرنس لاہور باغ بیرون دہلی دروازہ میں منعقد ہو رہی تھی، جس میں شمولیت کے لئے میں اور مولانا عبدالحق صاحب دونوں بذریعہ ریل لاہور روانہ ہوئے اتفاق سے ٹیکسلا اسٹیشن پر ایبٹ آباد کے خطیب مولانا محمد اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی وہ بھی ہمارے ڈبے میں بیٹھ گئے تمام راستے میں علمی اور سیاسی بحث مباحثے ہوتے رہے جب لاہور پہنچے تو مولانا محمد اسحاق صاحب نے کہا کہ آپ لوگ کس جگہ قیام کریں گے میرا تو سی آئی ڈی کا ایک آئی جی دوست ہے میں تو اُن کے پاس ٹھہروں گا اگر میرے ساتھ چلنا چاہیں تو میرے ساتھ چلیں مولانا عبدالحق نے مسکراتے ہوئے کہا کہ حضرت آپ

بڑے لوگ ہیں، آپ کا دوستانہ بھی بڑے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، ہم تو فقیر لوگ ہیں ہمارا تعلق بھی ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، فرمایا کہ ادھر ے میں حافظ قمرالدین کا مدرسہ ہے، ہم کو وہاں جانا ہے۔ حافظ صاحب نہایت شفیق اور خلیق شخصیت ہیں اُن کا تعلق ہم جیسے لوگوں کے ساتھ نہایت مشفقانہ ہوتا ہے جب بھی کوئی اکابر علماء میں سے لاہور آئے تو اُن ہی کا مہمان ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم انہیں کے پاس گئے، جب اسٹیشن میں جدا ہونے لگے تو مولانا محمد اسحاق نے فرمایا چلو پہلے مولانا رسول خان صاحب کے پاس اورنٹیل کالج میں ملاقات کرلیں، چونکہ حضرت مولانا رسول خان صاحب دیوبند میں ہم سب کے استاد رہ چکے تھے اور اس وقت اورنٹیل کالج میں مدرس تھے۔ لہٰذا ہم سب اُن سے ملے۔ اورنٹیل کالج گئے جب مولانا رسول خان صاحب کے پڑھانے والے کمرے میں داخل ہوئے تو اس وقت مولانا رسول خان چند لڑکوں کو جو بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے ان کو سلم العلوم پڑھا رہے تھے مولانا محمد اسحاق صاحب چونکہ زبان کے بہت تیز اور منہ پھٹ تھے اندر داخل ہوئے حضرت مولانا رسول خاں سے کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون کہاں دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے والا علامہ مولانا رسول خان جو مسلّم جامع المعقول والمنقول ہیں اور اب چند چھوکروں کے سامنے بیٹھے ہوئے سلم پڑھانا مولانا رسول خان صاحب کچھ نہ بولے اور ہنس پڑے خیر یہ تو مولانا محمد اسحاق کی عادت تھی کہ بات صاف صاف ہر کسی کے سامنے کہہ دیتے اسی وجہ سے انہوں نے سر ظفر اللہ قادیانی سے جب وزیر خارجہ پاکستان تھے اور انہوں نے قائداعظمؒ کا جنازہ نہیں پڑھا تھا تو اُن سے مولانا محمد اسحاق نے پوچھا تھا کہ تم نے جنازہ کیوں نہیں پڑھا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ مجھے یا تو اسلامی حکومت کا کافر وزیر خارجہ سمجھو یا غیر اسلامی حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ اور یہ بات مولانا محمد اسحاق نے تمام پاکستان میں مشتہر کردی تھی۔ جمعیت العلماء ہند کی وہ کانفرنس بڑی کامیاب اور دھوم سے اختتام پذیر ہوئی وہ دو روز حضرت شیخ الاسلام و شیخ العرب والہند کی بارونق مجلسوں میں گزارے۔ بادل نخواستہ وہاں سے واپس ہوئے مولانا عبدالحق صاحب کی ہمراہی میں میرے کافی سفر ہوئے مگر آخر کا سفر صد سالہ جشن دارالعلوم جس کے لئے حضرت مفتی محمود و مولانا عبدالحق کی شریک قیادت میں اپنی مادر علمی اور پاک ارواح والے اساتذہ کرام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے کیا خوب سفر تھا اور کیا خوب واجب الاحترام ساتھی تھے جس سفر میں طالب علمی کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے اپنے ہم سبق ساتھیوں کے ساتھ مدت مدیدہ کے بعد ملاقاتیں ہوئیں، اب دوبارہ ملاقات اللہ تعالیٰ محشر اور جنت میں فرما دے۔ یہ چند منظریں حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمراہی اور ہمنشین کی ذہن میں باقی تھیں ورنہ باتیں تو بہت تھیں جو اب ذہن سے نکل چکی ہیں۔

(بندہ محمد عبدالحنان خاکپائی علماء دیوبند)

* * *

اللہ رب العزت نے ہم پر بہت بڑا انعام و احسان کیا ہے کہ ہمیں اشرف المخلوقات ہونے کا عزت و شرف بخشا ہے ورنہ ہم ناتوانوں کا کیا بس چلتا اگر خدا ہمیں کسی گندی نالی کا کیڑا بنا دیتے یا عام حشرات الارض اور حیوانات کی شکل میں ہماری تخلیق فرماتے تو ہمارا کیا بس چلتا یہ تو اللہ ربّ العزت کی خاص الخاص مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں صورت انسان دی اور پھر یہ مزید احسان و اکرام فرمایا کہ ہمیں طلب علم کا موقع فراہم کیا اور ہمیں دین سیکھنے سکھانے کے راستہ میں لگا دیا اور طالبانِ علم نبوّت کی صف میں کھڑا کر دیا اگر تمام زندگی سجدہ میں پڑے رہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسانِ عظیم کا ہم شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

ارشاد شیخ الحدیثؒ (صحبتے با اہل حق ص۶۲)

اومیگا ®

کا

کمال پکوان بے مثال

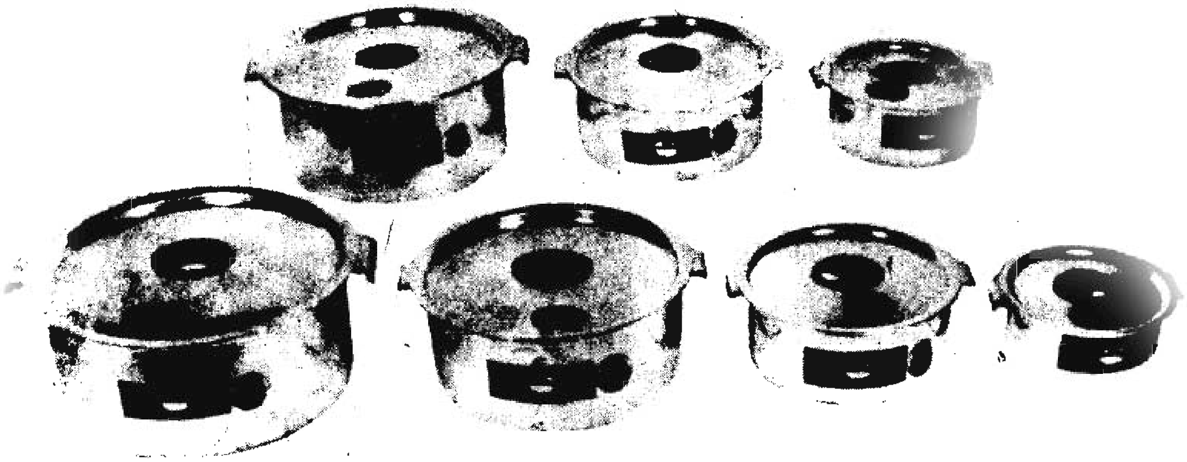

OMEGA ®

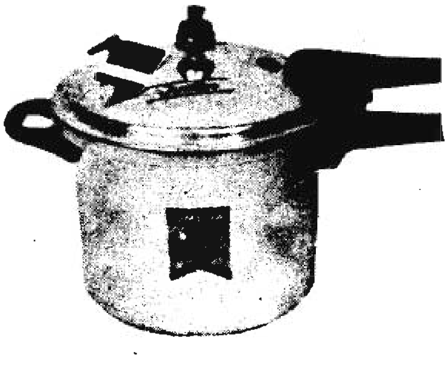

کوکرز
پتیلیاں
ساسپین
کڑائی پین

جہیز کی زینت
کچن ویئر پیش کرتے ھیں
خوبصورت ڈیزائنوں میں

نقّالوں سے ھوشیار

اومیگا کچن ویئر

اومیگا انڈسٹریز۔ ۳۳ سائٹ، کراچی ۱۶

مولانا حافظ انوار الحق صاحب ایم اے اُستاذِ حدیث و نائب مہتمم دارُالعلوم حقّانیہ

میرے والد میرے شیخ

ایک عظیم مربّی، خاندان کے سربراہ اور ایک مہربان راہنما کی حیثیت سے

خاندان کے سربراہ

چودھویں صدی ہجری کے محدثِ کبیر، والدی واُستاذی و مُرشدی حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوّراللہ مرقدہٗ نہ صرف گھر سے باہر علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور اپنے علمی کمالات سے دُنیائے اسلام کو منور کیا، بلکہ اپنی گھریلو زندگی میں گھر کی چار دیواری کے اندر بھی انہوں نے بطور والد ومربّی اور خاندان کے ایک سربراہ کے تمام گھریلو امور میں شریعت کو اوّلین حیثیت دی۔ غمی ہو یا شادی دونوں میں اہلِ خانہ کو شریعت کے مطابق ان سے برد آزما ہونے کی تلقین کرتے رہتے۔ گھریلو امور میں نہ کبھی بلاضرورت سختی کی اور نہ کبھی دینی معاملات میں مداہنت روا رکھی ـــــ گھر میں داخل ہوتے ہی اگر کھانے کا وقت ہوتا اور جو کچھ تیار ہوتا آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا، کبھی یہ تک نہ فرمایا کہ یہ سالن یا روٹی مزاج کے موافق نہیں اور نہ کبھی طعام کے معاملہ میں بے جا تکلفات پر گھر والوں کو مجبور کیا۔ آتے ہی گھر کے تمام بچوں کو بلا کر ان سے محبت وشفقت کا اظہار کر کے حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا کا عملی مظاہرہ فرماتے۔

انہماکِ مطالعہ

جن دنوں صحت کچھ اچھی رہی گھر میں زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف کرتے۔ جبکہ حالت یہ تھی کہ چھوٹے سے گھر میں مختصر سا کمرہ بالائی منزل میں ان کے لیے مخصوص تھا اور اس کمرہ اور اس کے اردگرد ہم بھائیوں، بہنوں کے ہجوم اور ان کے شور وغوغا کی وجہ سے کسی معمولی سے طالب علم تک کے لیے بھی مطالعہ ناممکن ہوتا لیکن انہوں نے کبھی بھی کسی قسم کی تنگی کا اظہار نہ فرمایا۔

بے مثال صبر وتحمل

بیماری کے دوران جب سخت تکلیف شروع ہو جاتی تو جب تک برداشت کرنے کی سکت ہوتی گھر کے کسی فرد کے سامنے اس کا اظہار نہ فرماتے کہ کہیں کسی فرد کے سامنے اظہار سے نوبت ڈاکٹر اور پھر ہسپتال تک پہنچ کر حدیث کے پڑھانے میں تعطل کا باعث نہ بنے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

غالباً ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن دوپہر کو سخت گرمی میں نمازِ ظہر کے لیے مسجد تشریف لے جا رہے تھے، گھر سے ملحق بیٹھک کے ساتھ راستے میں میرا سامنا ہوا، فرمایا کہ کھڑے کھڑے میرے بازو کو ذرا دبا دو، مَیں نے دبانا شروع کیا اور پوچھا کہ کیا تکلیف ہے؟ فرمایا کہ کل سے مسلسل دل اور بازو میں شدید درد ہے۔ مَیں نے اصرار کیا کہ گھر واپس تشریف لے جا کر گھر ہی میں نماز پڑھ لیں۔ انکار فرما دیا اور مسجد میں تشریف لے جا کر جماعت سے نماز ادا فرمائی۔ اُسی دن عصر کو جب قوتِ برداشت جواب دے گئی تو شام کو سی ایم ایچ نوشہرہ معائنہ کے لیے لے جائے گئے۔ وہاں ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر محترم جناب انور صاحب نے معائنہ کر کے کہا کہ "یہ تو انتہائی شدید دل کا دورہ ہے کہ کل ہی آپ کو ہسپتال پہنچنا چاہیئے تھا، مگر مولانا کے پاس نہ جانے کون سی انجانی قوتِ برداشت ہے کہ اتنی شدید تکلیف کے باوجود دو دن سے احادیث بھی پڑھاتے رہے اور اپنے گھریلو اور دارالعلوم کے انتظامی فرائض بھی سرانجام دیتے رہے"۔

اس دورۂ دل کی شدت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے افاقہ کے لیے پورے دو ماہ نوشہرہ سی ایم ایچ ہسپتال میں گذارنے پڑے۔

متاعِ عزیز

گھر کے اندر آپ کا محبوب ترین خزانہ و متاع مختلف علوم وفنون کی کتب کا وہ مجموعہ جو کہ زیادہ تر تفسیر و حدیث پر مشتمل تھا، کو ہر چیز سے عزیز سمجھتے تھے۔ آپ کی چارپائی کے اردگرد الماریوں اور میز پر ہر وقت کتابوں کے انبار لگے رہتے تھے۔ اس کا اتنا اہتمام فرماتے کہ گھر آتے ہی پہلے اس پر نظر فرماتے کہ کہیں کسی بچے نے اِن کتب میں اُلٹ پھیر کر کے کسی کتاب یا اس کے ورق کو ضائع تو نہیں کر دیا۔ اگر کسی بات پر ان کو کبھی رنج ہوا بھی تو اس بات پر کہ ان کے ذخیرۂ کتب کو چھیڑا گیا ہے۔

> **نہ کبھی گھریلو امور میں بلاضرورت سختی کی اور نہ کبھی دینی معاملات میں مداہنت روا رکھی**

والدین کی اطاعت

ارشادِ ربانی: وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ کے اتنے پابند تھے کہ ان کے والد مرحوم

یعنی ہمارے دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کی رحلت تو ہمارے بچپن ہی میں ہوئی تو اُن کے ساتھ سلوک اور عام واقعات کا تو مشاہدہ نہیں ہوا البتہ بعد میں اُس دور کے بزرگوں کی زبانی سُنا کہ اپنے والد محترم کے بیحد تابع، مطیع اور فرمانبردار رہے، کبھی اُن سے اُونچی آواز میں بات تک نہیں کی۔ اور ان کی اس خواہش کی تکمیل کے لیے کہ "بیٹا ایک نامور عالم دین بن جائے" دنیاوی امور سے سلسلہ منقطع کر کے اپنے آپ کو ہمہ وقت وہمہ تن وقف کر دیا اور اپنے والد مکرم کے لیے بمصداقِ حدیثِ خیر الانام صدقہ جاریہ بن کر رہتی دُنیا تک ان کے نامۂ اعمال میں بھی اشاعتِ دین کے عظیم فریضہ کا اجر و ثواب محسوب فرمانے لگے۔

اکرامِ والدہ

والدۂ محترمہ یعنی ہماری دادی صاحبہ نور اللہ مضجعہا کی وفات تو دادا صاحب مرحوم و مغفور کے انتقال کے کافی عرصہ بعد ہوئی۔ ہم لوگ بھی عمر کی اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنی والدہ صاحبہ سے تعلق اور سلوک کے کافی واقعات اب بھی ذہن کے دریچوں میں محفوظ ہیں۔ صبح گھر سے نکلتے وقت اور باہر کی مصروفیات سے فراغت کے بعد گھر آتے ہی پہلا کام یہ ہوتا کہ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضری دے کر ان کا حال و احوال پوچھتے، حتّٰی کہ اگر گھر سے دار العلوم یا مسجد تک بھی جاتے تو انکے پاس آکر ان سے اجازت لینے کے بعد گھر سے باہر تشریف لے جاتے۔ اور اگر کبھی سفر پر جانا ہوتا تو پھر اس اجازت لینے کا اہتمام والتزام اور بھی زیادہ فرماتے جبکہ اس وقت والدہ ماجدہ کی حالت عمر کے لحاظ سے ایسی تھی کہ آنکھوں کی بینائی ختم اور قوتِ سماع میں کمی کے ساتھ ساتھ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا تھا، اکثر وبیشتر ان کی دلجوئی کے لیے گھر سے نکلتے وقت جیب سے کچھ رقم نکال کر ان کی خدمت میں پیش فرماتے جبکہ وہ بار بار اصرار کرتیں کہ اس عمر اور اس حالت میں مجھے پیسوں کی کیا ضرورت ہے جبکہ میری تمام ضروریات آپ پوری کر دیتے ہیں۔

> **شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ**
> **شدید دورۂ قلب کے باوجود**
> **حدیث رسولؐ پڑھاتے رہے**

والدہ سے اجازت کا اہتمام

ایک دفعہ کہیں باہر سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، دو تین خدام ساتھ تھے، بس کے اڈہ تک پہنچ گئے، وہاں ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ یہاں رُک جائیں میں واپس گھر جا رہا ہوں ایک ضروری بات بھول گیا ہوں، چنانچہ آپ گھر آئے اور پھر فوراً واپس تشریف لے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ گھر واپس آنا صرف اس لیے تھا کہ اس بار گھر سے نکلتے وقت اتنی جلدی میں تھے کہ والدہ محترمہ سے اجازت نہ لی جا سکی۔ اڈہ پر پہنچ کر جب یاد آیا تو واپس آکر والدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "امی جان! سفر پر جا رہا ہوں دُعا میں یاد فرماتے رہنا"۔ پھر والدہ بھی ایسی تھیں کہ گھر سے ان کے نکلنے پر دعوات کے لیے جھولی پھیلاتیں تو پھر یہ سلسلہ اُن کی واپسی تک جاری رہتا ـــــ اور بِرِّ الوالدین کا یہ سلسلہ صرف گھر تک ہی محدود نہ رہا بلکہ خطبۂ جمعہ ہو یا رمضان شریف میں ختم قرآن کا موقع ہو یا خطبۂ عیدین کے اجتماع پر اپنے خطاب میں کسی نہ کسی انداز میں والدین کے ساتھ احسان و حُسنِ سلوک پر زور دیتے رہتے۔

احترامِ انسانیت اور اکرامِ ضیف

حضرت شیخ الحدیثؒ احترامِ انسانیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ بلا لحاظِ مرتبہ جو بھی ملنے کے لیے گھر کے دروازہ پر آتا اطلاع ملنے پر گھر کی بالائی منزل سے فوراً اس سے ملنے کے لیے دروازہ پر آجاتے، اور مہمان کی تواضع کے لیے وقت کی مناسبت سے گھر میں تاکید فرما دیتے اور مہمان نوازی کی یہ حالت تھی کہ مہمان کے آنے پر گھر میں جو کچھ موجود ہوتا اُس کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم فرماتے، صرف یہی نہیں بلکہ مسجد میں مقیم طلباء اور مسافروں کے طعام و قیام کے لیے بھی جب تک گھر سے بندوبست نہ فرما لیتے چین سے نہ بیٹھتے ـــــ من تواضع للہ رفعہ اللہ کی کثرت سے اوروں کو بھی تلقین فرماتے اور خود آخر وقت تک اس پر اتنے عمل پیرا رہے کہ انتہائی ضُعف اور عارضۂ قلب کے دوران بھی جب مہمان ملاقات کے لیے آتے تو ہر ایک سے ملنے کے لیے اُٹھ کر معانقہ کرنے کی کوشش فرماتے اور ان کی اس خواہش کی تکمیل کے لیے ہر وقت ایک خادم ان کے قریب رہتا تا کہ آپ کے اٹھنے اور مہمانوں سے ملنے میں تعاون ہو سکے۔ اگر کبھی اتفاق سے متعدد مہمانوں کی آمد کے موقع پر ان کے اٹھنے میں سہارا دینے والا موجود نہ ہوتا تو مہمانوں کے لیے نہ اٹھنے کو شِدّت سے محسوس فرماتے ہوئے مہمانوں سے بار بار اپنی نقاہت اور ضعف کے لیے معذرت فرماتے۔ رات کے لیے ٹھہرنے والے مہمانوں سے اُس وقت تک رخصت نہ ہوتے جب تک اُن کی تمام ضروریات مکمل ہونے کی بذاتِ خود تسلّی نہ فرما لیتے۔

حیوانات پر شفقت

صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات تک کو بھی تکلیف میں دیکھنا ان کے لیے گوارا نہ تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل تک اپنے گھر میں دودھ وغیرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے گائے اور پھر بھینس وغیرہ کے پالنے کا اِہتمام فرماتے جن کے لیے باقاعدہ ایک ملازم مقرر فرماتے جو ہمہ وقت اِن جانوروں کی خدمت پر مامور رہتا۔ اس کے باوجود صبح درس کیلئے گھر سے نکلتے ہوئے اور پھر عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مسجد سے واپس آتے ہوئے جانوروں کے پاس جا کر کافی دیر تک خود دیکھتے کہ صحیح طریقہ سے جانوروں کے چارہ و پانی وغیرہ کا بندوبست ہو چکا ہے یا نہیں؟ اور جب تک ان کو خود تسلی نہ ہو جاتی کسی دوسرے کام میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔

ہمسایوں سے سلوک

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ و ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک ”جبریل امینؑ نے مجھے ہمسایوں کی رعایت اور نگہداشت کی اس قدر تلقین کی کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے“ پر حضرت شیخ الحدیثؒ اس قدر عمل پیرا رہے کہ اگر گھر سے متصل مسجد میں کوئی ہمسایہ نمازی دو چار وقت نماز سے غیر حاضر رہتا تو صحت کے دنوں میں خود اور بیماری کی حالت میں کسی قاصد کے ذریعہ فوراً اس کی احوال پرسی کرتے۔ اور اگر محلہ یا ہمسایوں میں موت وغیرہ کا حادثہ ہو جاتا تو بذاتِ خود تین دن تک اُن کے ساتھ شریکِ تعزیت رہتے اور ان کے گھر سے جنازہ نکلنے کے بعد میت کے اہلِ خانہ کے لیے پچاس ساٹھ آدمیوں کا کھانا اُن کے گھر بھیج دیتے۔ جب بھی کبھی کوئی اہم سیاسی یا غیر سیاسی مسئلہ پیش آتا تو پہلے اہلِ محلہ اور ہمسایوں سے مشورہ کرتے اس کے بعد بات آگے بڑھاتے۔

عامۃ الناس سے تعلق اور انسانی ہمدردی کا بلند معیار

ان کا یہ تعلق صرف اہلِ محلہ اور ہمسایوں تک محدود نہ تھا بلکہ پورے شہر اور اِردگرد کے اہلِ دیہات اور متعلقین کو بھی اپنی خصوصی توجہات سے نوازتے تھے۔ صحت کے ایام میں اکوڑہ خٹک جیسے بڑے قصبہ اور قرب وجوار کے دیہات میں جہاں کہیں سے بھی میت وجنازہ کی اطلاع آتی شرکت کے لیے پہنچ جاتے حتیٰ کہ جب تک مکمل صاحبِ فراش نہ ہوئے یہ معمول جاری رکھا۔ اور یہ ان کے اس تعلق اور روحانی عظمت کا نتیجہ تھا کہ عیدین کے موقع پر علاقہ کے ہزاروں لوگ عید کی مبارکبادی کی خاطر دور دراز سے ان سے ملنے کے لیے آتے۔ ہر ایک سے ملنے کے لیے اپنے مقام سے ضرور اٹھتے اور رخصتی سے پہلے ہر ایک کو اپنے طویل دعوات سے نوازتے۔ ہر ایک ملاقاتی واپسی پر یہ تصور لے کر جاتا کہ آپ کی خصوصی محبت اور تعلق کا محور میں ہی ہوں، اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

حالتِ سفر میں رفقائے سفر کے آرام وراحت کو ترجیح دیتے

سفر کے دوران اپنے آرام وراحت کا خیال رکھنے کے بجائے ہمیشہ اپنے رفقاءِ سفر کی سہولت و آرام پر خصوصی توجہ دیتے۔ احقر چونکہ اکثر و بیشتر سفر کے دوران آپ کی خدمت و رفاقت کی ذمہ داری سنبھالتا رہا تو قدم قدم پر مشاہدہ ہوا کہ اگر راستے میں کہیں رکنا ہوا تو رکتے ہی سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کے قیام وطعام کا بندوبست فرماتے بلکہ بار بار اپنی جائے قیام سے رفقاء کے پاس تشریف لے جا کر ان کے آرام وسہولت کے بارہ میں پوچھتے۔ اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ سفر کے دوران اگر مہمانوں کی آمد ہوتی اور جگہ کی قلت ہوتی تو اپنا بستر و چارپائی اُن کو پیش کر کے خود فرش پر سونے کا ارادہ فرما لیتے۔

ذوقِ مطالعہ اور کتب بینی کا اشتیاق

گھر میں زیادہ تر وقت مطالعہ یا عبادت و ذکر و اذکار میں گذرتا۔ اپنی چارپائی کے اردگرد بے شمار بکھرے ہوئے ذخیرۂ کتب میں سے جو کتب زیرِ مطالعہ یا زیرِ درس رہتیں، کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد ان کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ حتیٰ کہ جب آخری عمر میں بینائی میں کافی کمی آگئی اور کتب کے حواشی وغیرہ کے مطالعہ میں دِقت محسوس ہونے لگی تو اس کی وجہ سے ان کو جو پریشانی اور قلق رہتا اس کا بار بار اپنے معالجین سے اظہار فرماتے رہے۔ جب ڈاکٹر دل کی تکلیف پر پریشانی کا اظہار کر کے اس کے لیے دوائیں تجویز کرتے تو اُن کو جواباً فرماتے کہ مجھے دل کی تکلیف کی تکلیف کی فکر نہیں بلکہ آنکھوں کے ضعف کے لیے ایسی دوا بتا دیں جس کے ذریعہ سے مطالعہ اور تدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

ملاقاتیوں اور اضیاف کی خاطر داری

عبادت و ذکر شروع کرتے تو کئی کئی گھنٹے اسی میں منہمک رہتے۔ عام معمول یہ تھا کہ ہر نماز کے لیے گھر سے ملحقہ مسجد میں تشریف لے جا کر جب تک صحت اجازت دیتی تھی خود پڑھاتے ورنہ دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے۔ جب عمر کے آخری حصہ میں مسجد تک جانا بھی مشکل ہو گیا تھا پھر بھی نماز با جماعت ترک نہ کی۔ گھر سے سہارا دے کر دروازہ تک اور پھر دروازہ سے تلامذہ اور خدام کے سہارے سے مسجد میں پہنچ جاتے۔ نماز کے بعد ابتداء ہی سے یہ معمول رہا کہ کچھ دیر مسجد میں رک کر واردین و ملاقاتیوں کے مسائل کے جوابات دے کر ان کی تشفی فرماتے، اور دعوات کی خاطر آنے والوں کو اپنی دعواتِ مستجابہ سے نوازتے۔

اس مختصر سی محفل کے دوران اکثر و بیشتر علماء و معتقدین کے پوچھنے پر علم وفضل اور پند ونصائح کے وہ نکات بیان فرماتے جن کی ایک جھلک دارالعلوم کے جید و فاضل مدرس برادرِ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی کی تالیف ”صحبتے با اہلِ حق“ میں نمایاں ہے۔ ”حقائق السنن“ کی جلد اول اور دوسری جلد کے آدھے سے زائد حصہ کے مسودات بھی عصر کے وقت اور گاہے گاہے حسبِ ضرورت بعد المغرب بھی حقانی صاحب موصوف سنایا کرتے تھے، عجیب سماں بندھتا۔

آہِ سحر گاہی، الحاح وگریہ اور تہجد کا اہتمام

عصر کے بعد مسجد سے فارغ ہونے پر گھر میں تلاوتِ قرآن، دلائل الخیرات اور دیگر اذکار کے وِرد میں مصروف ہو جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد نوافل کی ادائیگی کا طویل سلسلہ عشاء تک اور پھر عشاء کے بعد بھی جاری رہتا۔ اس کے بعد مطالعہ فرماتے، پھر مختصر آرام کے بعد اُٹھ کر تقریباً اڑھائی بجے پھر صلوٰۃِ تہجد شروع کر دیتے، تہجد کے دوران قدرے وقفہ میں ذکرِ الٰہی ایک عجیب کیفیت و آواز سے شروع فرماتے، اس دوران گریہ اور بکاء کی جو حالت ہوتی اور آنسوؤں کی اس طرح جھڑی

بندمتی ایسا معلوم ہوتا کہ سارے جہاں کا درد ان ہی کے جگر میں ہے۔

تراویح اور ختمِ قرآن کا اہتمام

رمضان المبارک میں تراویح کے دوران ختمِ قرآن میں شرکت کا سلسلہ آخر تک جاری رکھا۔ چونکہ یہ سعادت احقر کو حاصل رہی کہ آپ کی حیات میں تقریبًا بائیس سال گھر سے قریب مسجد میں تراویح میں قرآن حضرتؒ کو سناتا رہا، تو جب تک صحت نے اجازت دی تمام تراویح میں کھڑے ہو کر شرکت فرماتے رہے، جب بیماری وضعف میں اضافہ ہوا تب بھی شرکت کا سلسلہ منقطع نہ فرمایا اور بیٹھ کر آخر تراویح تک شریک رہتے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ سے تعلقِ خاطر اور ان کی دعاؤں کے حصول اور اس مبارک اور پُرانوار محفل میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اہلِ محلہ کے علاوہ دور دراز محلوں سے بھی کافی لوگ ہر سال اہتمام سے آجایا کرتے تھے۔ حضرت الشیخؒ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو اہلِ محلہ، جملہ حاضرین و متعلقین، دار العلوم کے فضلاء، افغان مجاہدین اور تمام عالمِ اسلام کے لیے بڑے الحاح اور عجز و انکسار سے دعا فرماتے۔ حاضرین کے لیے دعا ہوتی تو سب حاضرین کو یقین ہو جاتا کہ دعا ان کے حق میں قبول ہو چکی ہے، اور یہ معمول زندگی کے آخری رمضان تک قائم رہا۔

تدریس حضرت الشیخؒ کا محبوب ترین مشغلہ تھا

علومِ دینیہ کی تدریس ان کی زندگی کا اہم ترین مشغلہ تھا۔ ان کے ہمعصروں سے سُنا ہے کہ دار العلوم دیوبند میں تدریس کے دوران مدرسہ کی طرف سے حوالہ کی گئی کتب کے علاوہ بھی بیسیوں کتب طلباء کو خارجی پڑھاتے رہے۔ اور یہی سلسلہ دیوبند سے آنے کے بعد جب دار العلوم حقانیہ وجود میں آیا، اس سے بھی بڑھ کر جاری رہا۔ حتیٰ کہ دار العلوم کے ابتدائی دَور میں تفسیر و حدیث و دیگر علوم و فنون کی چالیس پینتالیس کے قریب ضخیم کتب روزانہ زیرِ تدریس رہتیں۔ کسی صورت میں تدریسی سلسلہ میں انقطاع کو برداشت نہ کرتے۔ اگر کبھی درسِ حدیث کے دوران جنازہ کی اطلاع آجاتی تو درس کی تمام جماعت کو کُتب سمیت اپنے ساتھ لے جاتے اور جنازہ پڑھانے کے بعد جنازہ گاہ ہی میں بیٹھ کر تدفین تک اپنی تدریسی ذمہ داری کو ادا کرتے۔ بیماریوں کے حملہ سے پیشتر دار العلوم حقانیہ میں صحاح ستہ کا بیشتر حصہ خود پڑھاتے تھے۔ اور سال کے آخری مہینوں میں تو فجر کی نماز کے بعد پڑھانے کے بیٹھتے تو یہ سلسلہ رات دس گیارہ بجے تک جاری رہتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ علومِ نبویہ کی تدریس ہی ان کی روح وجان کی اصل غذا اور مدارِ حیات ہے۔

تدریس کا سلسلہ قریبًا نصف صدی تک بڑے انہماک سے جاری رکھا۔ درسِ حدیث کا طرز و نہج اپنے استاذ و مُرشد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے طریقہ سے مشابہ تھا۔ درس میں شروع سے آخر تک ایک ہی طرح کا اسلوب اور جوش و خروش رہتا۔ سال کے ابتداء اور آخر میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ جس مسئلہ پر تفصیل سے وضاحت کی ضرورت پڑتی اگر طبیعت خراب بھی ہوتی تب بھی تفصیل و وضاحت میں اختصار سے کام نہ لیتے۔ اختلافی مسئلہ بیان کرتے وقت ہر امام و مجتہد کا نام بے پناہ عقیدت کی وجہ سے القابات و احترام سے لیتے، اور کسی قول کو ترجیح دیتے وقت اس سے مختلف رائے رکھنے والے کسی بھی صاحب مسلک کا تذکرہ بے ادبی یا عامیانہ انداز سے بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ فریقین کے ائمہ اور اصحاب مسلک کے نام میں برابر کا احترام جاری رہتا۔

تدریس کے ساتھ یہ والہانہ عقیدت و تعلق صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، اپنے لیے جو کچھ پسند فرمایا دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی۔ جب بھی دار العلوم کا فاضل یا عالم اپنے آئندہ لائحہ عمل کے بارہ میں مشورہ لینے کے لیے آیا، ذیادی مشاغل کا مشورہ دینے کی بجائے صرف اور صرف تدریس شروع کرنے کی نصیحت فرماتے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ یہ پرواہ نہ کی جائے کہ چھوٹی کتاب پڑھانے کو ملی ہے یا بڑی! بلکہ اشاعتِ دین کے فضائل بیان کرنے کے بعد اپنے اساتذہ و اکابر علماء دیوبند کی تدریسی مصروفیات و کارناموں کے واقعات سُناتے ـــــ علومِ نبویہ کے ساتھ آپؒ کے اس شغف اور تعلق کا نتیجہ دُنیا میں تو یہ نکلا کہ آج مُسلم دنیا ہو یا غیر مسلم ہر جگہ ان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ روحانی فرزند دینی علوم کے پھیلانے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کسی نہ کسی طرح میں سرگرمِ عمل ہیں، اور اُخروی نتائج پر قرآن و حدیث کے ذخائر شاہد ہیں۔

> **ایسا معلوم ہوتا کہ علومِ نبویہ کی تدریس ہی ان کی روح وجان کی اصل غذا اور مدارِ حیات ہے**

تربیت اولاد

گھر کے افراد کے سلسلہ میں آپؒ جس قدر شفیق و مہربان واقع ہوئے، اسی طرح اہلِ خانہ کے لیے دینی امور پر پابندی کے لیے کسی نرمی کے روادار نہ تھے۔ بچپن ہی سے تمام بچوں اور بچیوں کے لیے دینی تعلیم و تربیت کا بندوبست فرمایا۔ بڑے بھائی حضرت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو تو بالکل بچپن ہی سے دینی علوم پڑھنے کے لیے جید اساتذہ کے حوالے کر دیا اور ہم باقی تین بھائی جو کہ دار العلوم کے زیرِ انتظام تعلیم القرآن پرائمری سکول میں پڑھ رہے تھے، کے لیے لازم کر دیا کہ سکول سے آنے کے بعد دار العلوم کے اساتذہ سے علومِ دینیہ کی ابتدائی کتب پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اور جب سکول کی مُعتدبہ تعلیم مکمل کر لی تو درسِ نظامی میں باقاعدہ طور پر داخل فرمایا اور پھر دینی تعلیم کی مکمل نگرانی فرمائی۔

اور الحمدللہ یہ اُنہی کی دینی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ان کی اولاد ان ہی کے لگائے ہوئے دینی گلستان کی چلاؤ آبیاری کے لیے اپنی بساط کے مطابق اپنے آپ کو وقف کر چکی ہے۔

طالبانِ علومِ نبوّت کی خدمت

آپ کی اسی انمول تربیت کا اثر

تھا کہ گھر سے قریبی مسجد جہاں سے ابتدائی دور میں دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں علم وعرفان کی شعاعیں اطرافِ عالم میں پھیلتی رہیں، مسجد اور اس سے ملحقہ کرایہ کے مکانات میں تقریباً ساڑھے تین سو طلبۂ علوم نبویہ اقامت پذیر تھے، ان کے لیے دو وقت طعام آپ کی اہلیہ مرحومہ یعنی ہماری والدہ محترمہ نوراللہ مرقدھا خود اپنے ہاتھوں سے تیار کرتیں۔ نمازِ فجر سے لیکر آٹا گوندھنے اور تنور پر خود پکاتے اور پھر دو وقت کے لیے سالن کی تیاری میں سحری سے عشاء تک وقت گذر جاتا مگر خدا کی اس بندی نے کبھی پیشانی پر شکن نہ آنے دی، حالانکہ اکثر ان کی صحت بھی خراب رہتی اور جون جولائی کی جھلسا دینے والی گرمی اور دسمبر وجنوری کی سخت ترین سردی کا بھی سامنا کرنا پڑتا

ورع وتقویٰ اور مُشتبہ اشیاء سے اجتناب

گھریلو زندگی، دنیوی معاملات اور ضروریات میں استعمال کی تمام اشیاء میں انتہائی احتیاط برتتے، حتیٰ کہ کسی مُشتبہ چیز کو ہاتھ تک لگانے کا تصور بھی نہ فرماتے۔ اور یہ احتیاط صرف گھر تک محدود نہ تھی بلکہ دارالعلوم کی کسی چیز کو ذاتی تصرّف میں لانے کا کبھی سوچا تک بھی نہیں۔ جس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ دارالعلوم کے ابتدائی دور سے ہی اس کے اعلیٰ درجہ سے لے کر نچلے درجہ تک کے تمام ملازمین کی جملہ ضروریات از قسم مکان، بجلی، پانی، سوئی گیس وغیرہ کے اخراجات دارالعلوم برداشت کر رہا ہے، مگر آپؒ نے آخر دم تک ان تمام سہولتوں سے اجتناب کیا اور دارالعلوم سے کافی دُور اپنے آبائی، محدود ومختصر گھر میں اپنے ذاتی اخراجات سے ہی گذارہ کرنے پر اکتفاء کیا۔

ماہانہ مشاہرہ اور حضرتؒ کا معمول

تدریس اور اہتمام وانتظامِ دارالعلوم کے عوض انتہائی معمولی مشاہرہ پر قانع رہے۔ کبھی بھی تنخواہ کے اضافہ کا مطالبہ تو درکنار خواہش تک کا بھی اظہار نہ فرمایا۔ بسا اوقات دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاسوں کے دوران علی العموم عملہ کی تنخواہوں پر غور اور اضافے کے مطالبات پیش ہوتے تو اکثر اراکینِ شوریٰ حضرت الشیخؒ کی تنخواہ میں اضافہ پر بھی زور دیتے تو آپؒ دیگر عملہ کے مشاہرات میں اضافہ کی تجاویز کی تائید کے بعد اپنے مشاہرہ میں اضافہ کا پُرزور الفاظ میں انکار فرما دیتے۔ چونکہ آپ کا نظریۂ حیات ہی دین کی خدمت کر کے اس کا اجر وثواب مابعد الوفات اور آخرت میں حاصل کرنا تھا، اس لیے بسا اوقات سال بھر مختصر تنخواہ لینے کے بعد سال کے آخر میں رمضان المبارک کے دوران کسی نہ کسی شکل میں مشاہرات کی صورت میں لی ہوئی رقم دارالعلوم میں بطور چندہ داخل فرما دیتے۔

دارالعلوم کے اخراجات پر گاڑی خریدنے کی پیشکش ٹھکرادی

دارالعلوم کے مالی امور اور اخراجات میں احتیاط و ورع کی یہ حالت تھی کہ وفات سے چند سال قبل جبکہ امراض میں اضافہ کی وجہ سے اپنے گھر سے دارالعلوم پیدل جانا ناممکن ہوگیا تو اپنے لیے کرایہ پر صبح و دوپہر ٹانگہ منگوا کر دارالعلوم آنے جانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ مجلسِ شوریٰ کے کئی ارکان نے اصرار کیا کہ ملک کے اکثر وبیشتر مدارس کے منتظمین نے اپنے ادارہ جات کی ضروریات کے لیے ادارہ ہی کے اخراجات سے گاڑیوں کا بندوبست کیا ہوا ہے، تو کیوں نہ آپ کے لیے بھی دارالعلوم کے فنڈ سے گاڑی خریدی جائے! جس کے ذریعے دارالعلوم اور گھر آنے جانے میں سہولت رہے۔ مگر آپؒ کسی صورت میں دارالعلوم کے خرچ سے گاڑی خریدنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ بالآخر ایک عقیدتمند نے اپنے ذاتی مصارف سے گاڑی خرید کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی، جس کے بعد ان کا دارالعلوم آمد ورفت کا سلسلہ گاڑی کے ذریعہ شروع ہوگیا۔

دارالعلوم میں کسی نئے مکان کی بجائے آبائی گھر کو ترجیح دی

مرضِ شوگر میں اضافہ، عارضۂ قلب اور بینائی میں کمزوری جیسے عوارض کے دوران بھی دارالعلوم سے قریباً ڈیڑھ دو فرلانگ دُور گاؤں، ٹریفک کے ہجوم اور تنگ گلیوں میں آپؒ کی آمد ورفت آپکے معتقدین اور دارالعلوم کے ارکان وخُدّام پر شاق گذرتی، جس کی وجہ سے کئی بار حضرتؒ کی خدمت میں تجویز پیش کی گئی کہ اب تو آپ کیلئے اتنی دُور سے آنا جانا ناممکن ہوگیا ہے، جس کے پیشِ نظر کیوں نہ دارالعلوم کے قرب وجوار میں یا دارالعلوم کے اندر ہی کسی مکان کا بندوبست کیا جاوے جس میں مستقل سکونت رہے مگر ان کا مطمحِ نظر چونکہ اس راہ میں تکالیف ومصائب برداشت کرنے والوں کے درجات ملحوظ رہے نیز دارالعلوم کے وسائل سے ذاتی فوائد حاصل کرنے سے اجتناب ملحوظِ خاطر رہا، لہٰذا آخر دم تک دارالعلوم سے دُور اپنے آبائی گھر میں رہنے کو ترجیح دی۔

حزم واحتیاط کا ایک واقعہ

خوفِ خدا، تقویٰ واحتیاط کے اس چلتے پھرتے نمونۂ مجسم نے اپنی پوری زندگی کے کسی موقع وموڑ پر ان اوصاف میں نہ صرف یہ کہ کمی نہ آنے دی بلکہ قدم قدم اور لمحہ لمحہ اس پر ثابت قدم رہ کر اپنی زندگی کو اوروں کے لیے مشعلِ راہ بنا دیا۔ جس کی ایک جھلک اس واقعہ میں بھی پورے طور پر نمایاں ہے کہ کافی عرصہ قبل جبکہ ان کے آبائی گھر کے بعض کمروں کی تعمیر ہو رہی تھی، لنٹر کا مرحلہ آیا تو گھر کے کمروں کی پُشت مسجد کے صحن سے مُتصل ہونے کی وجہ سے مستریوں کا خیال تھا کہ چھت کا تھوڑا سا حصّہ بطور شیڈ مسجد کی طرف فضا میں بڑھایا جائے جس سے گھر کے اوپر والے حصّہ (جہاں حضرتؒ تمام عمر مقیم رہے) کے صحن میں معمولی فراخی آجائے گی۔ حضرتؒ کو جب معلوم ہوا کہ مسجد کے صحن کے فضائی حصّہ کو ذاتی تصرّف میں لانے کا احتمال ہے تو فوراً کام کرنے والوں کو اس ارادہ اور اس پر عمل کرنے سے روک دیا۔

……

لفٹ کی پیش کش اس لیے ٹھکرادی کہ اس کا دروازہ مسجد کے صحن میں کھلتا تھا

عمر کے آخری سالوں میں جب کہ بغیرِ دو خدام کے سہارا کے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تھا اس کے باوجود گھر کے بالائی حصہ (جس کی سیڑھیاں پُرپیچ اور تھکا دینے والی تھیں) سے اُتر کر ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں میں شرکت کے لیے گھر سے ملحق مسجد میں حاضری فرماتے۔ اس دوران آپؒ کے ایک محبِ خاص لاہور کے الحاج محمد یٰسین (جو کہ ابتداء میں شیخ التفسیر، قدوۃ السالکین حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خادم خاص رہے اور اُن کی رحلت کے بعد جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے تعلق کی بناء پر ان کے حکم اور مشورے سے حضرتؒ کے حلقۂ ارادت میں شرکت کے لیے اکوڑہ خٹک حاضری دینے لگے) ہر وقت اس فکر میں رہتے کہ حضرتؒ کے کمرۂ سکونت و نقل و حرکت میں جس قدر سہولتیں ہو سکیں میں ہی یہ خدمت ادا کرتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ اس بندۂ خدا کو جزائے خیر سے نوازے کہ واقعی انہوں نے اپنے شیخؒ کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا۔ حاجی صاحب موصوف نے حضرتؒ کے بار بار بمشکل اپنے کمرہ سے مسجد و دارالعلوم آنے جانے کو محسوس کرتے ہوئے ان کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ گھر کے بالائی حصہ سے ملحق پڑوسی کے مکان سے دو تین گز کا ٹکڑا خواہ جس قدر دام سے وہ بیچے خرید لی جائے اور لفٹ کا بندوبست میں اپنے خرچ سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ سیڑھیوں سے اُترنے کی کلفت سے حضرتؒ بچ سکیں۔ وہ جب بھی لاہور سے آتے حضرتؒ اور مجھ سے اس تجویز پر عمل شروع کرنے کی اجازت طلب فرماتے رہے، مگر حضرتؒ اُن کو صرف اس وجہ سے ٹالتے رہے کہ چونکہ لفٹ کا دروازہ مسجد کے صحن میں کھلے گا جس کی وجہ سے مسجد کے ایک حصہ کو اپنے ذاتی تصرف میں لانے کا ارتکاب ہو جائے گا۔ جس سے وہ بچتے رہے اور اُن کی رحلت تک اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔ اور ہر بار اس تجویز پر احقر کو فرماتے کہ حاجی صاحب موصوف کو میں مطمئن کر دوں تاکہ اُن کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو اور خلافِ تقویٰ کام بھی سرزد نہ ہونے پائے۔

امامت و خطابت کی نیابت کا اہتمام

گھر سے ملحق انکے آبائی محلے کی مسجد جہاں ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے فوراً بعد دارالعلوم حقانیہ (جسے اکابرینِ دیوبند نے دیوبندِ ثانی اور پاکستان کا دیوبند کے لقب سے نوازا) کی بنیاد رکھی، سے بے پناہ عقیدت و تعلق رہا ہے۔ جب تک بھی ممکن رہا لزوم سے اسی مسجد میں پہنچکر نماز پڑھاتے اور ہمیشہ اس مسجد کے لیے خادم و نگرانی جیسے امور کے لیے فکرمند رہتے۔ اگر کبھی سفر پر جانا ہوتا تو سب سے پہلے مسجد کے لیے جمعہ و دیگر نمازوں میں امام و خطیب کا تعین فرما کر مطمئن ہوتے، اور اگر کبھی اتفاق سے پہلے سے بندوبست کیے بغیر اسمبلی کے اجلاس کے دوران یا کسی اور سفر کے سلسلہ میں باہر رُکنا پڑ جاتا تو اُس وقت تک بے چین رہتے جب تک ٹیلیفون یا کسی دوسرے ذریعہ سے اکوڑہ خٹک اطلاع دے کر مسجد مذکور میں خطابت کا انتظام نہ فرما لیتے۔ عام معمول یہ تھا کہ جمعہ کے دن حضرتؒ کے عقیدتمند اور ان سے ملاقات کے شائقین کثیر تعداد میں دُور دراز علاقوں سے نمازِ جمعہ کے لیے اسی مسجد میں تشریف لے آتے، اور پھر نماز کے بعد ملاقاتوں، دعوات اور مسائل کے سلسلے میں ان سے سوالات و جوابات کا سلسلہ نمازِ عصر تک جاری رہتا۔ رمضان المبارک میں باقاعدگی سے اعتکاف کے لیے کسی دیندار شخص کا تعین فرما کر اعتکاف کے دوران معتکف کی جملہ ضروریات کا بذاتِ خود انتظام فرماتے۔

مسجد کی تعمیرِ ثانی کا افتتاح

رحلت سے دو تین سال قبل مسجد کی عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی، آپؒ کی دلی خواہش تھی کہ اس تاریخی مسجد کی تعمیر اس کے شایانِ شان ہو سکے مسئلہ مالی وسائل و ذرائع کا تھا، اگر وہ اپنے کسی عقیدتمند کو اشارہ فرما دیتے تو اُن کی زندگی ہی میں عظیم الشان مسجد تعمیر ہو جاتی، مگر انہوں نے اپنے معمول کے مطابق اپنی زندگی میں کسی آنے والے مہمان یا اہلِ خیر کو خود نہ دارالعلوم کے تعاون کا فرمایا اور نہ مسجد کے لیے۔ اور اگر کبھی ان کی موجودگی میں دارالعلوم کے کسی رُکن یا خیرخواہ نے کسی آنے والے کی توجہ دارالعلوم سے مالی تعاون کے لیے مبذول کرائی بھی تو انہوں نے غایت حیا اور اصولِ مہمانداری کے خلاف محسوس فرما کر اسے بُرا جانا۔ ان کے احتیاط و تقویٰ کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ ان کے ایک عقیدتمند الحاج محمد ایوب مامون صاحب نے کراچی سے مسجد کی تعمیر کے لیے ابتداء میں بیس ہزار روپے ارسال کیے، یہ رقم امانتاً محفوظ کر دی۔ کیونکہ اس مسجد کی تعمیر اتنی رقم سے شروع کرنی ناممکن تھی، صرف اس کا ملبہ نکالنے پر اس سے زیادہ رقم کے اخراجات کا تخمینہ تھا۔ یہ رقم تقریباً ڈیڑھ سال خرچ نہ ہو سکی جس کی وجہ سے بیحد پریشان رہتے کہ حاجی صاحب کیا سوچیں گے کہ میری رقم کیوں خرچ نہ ہوئی اور بار بار احقر کو تاکید فرماتے کہ حاجی محمد ایوب مامون کو لکھ دوں کہ آپ کی مُرسلہ رقم محفوظ ہے کام شروع ہونے پر خرچ کر دی جائے گی۔

آخری بار گھر میں دل کا دورہ پڑنے اور ہسپتال جانے سے ایک دن قبل

---

[1] یہ مسجد تاریخی اعتبار سے دارالعلوم کے ہزاروں قدیم فضلاء، مبلغین، مدرسین کی اوّلین مادرِ علمی ہے۔ اسی طرح افغانستان کے معرکۃ الآراء میدانِ کارزار کے صفِ اوّل کے قائدین مولانا محمد یونس خالص، مولانا فتح اللہ حقانی شہید، مولانا احمد گل حقانی شہید، مولانا جلال الدین حقانی، مولانا نظام الدین حقانی کی تعلیم گاہ اور تربیت کی چھاؤنی ہے۔ ''دعوات حق'' دونوں جلدیں کے زیادہ تر خطباتِ جمعہ اسی مسجد میں ارشاد فرمائے گئے۔ یہ مسجد صرف مسجد ہی نہیں بلکہ مرکزِ علم ہونے کی وجہ سے پوری ملت کے لیے تاریخی اثاثہ ہے۔

(بقیہ ص ۱۳۸ پر)

جناب اجمل خان خٹک صاحب ، ایم این اے
صدر عوامی نیشنل پارٹی

اظہار حقیقت اور چند گلہائے عقیدت

حسنِ تدبر، حسنِ خلق، حسنِ سلوک، حسنِ کلام، بلند حوصلگی ، دریا دلی محنت شاقہ رضائے خداوندی ، خدمت خلق ، اور توکل علی اللہ کا مجسم نمونہ

مفسر قرآن شیخ الحدیث، معلم ملت ، محدث وقت علامۂ عصر بانیٔ دارالعلوم حقانیہ جناب حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ، نہ صرف قرآن و حدیث میں میرے استاذ تھے بلکہ میرے ایسے شفیق اور مہربان ، سرپرست تھے جن کی درسی ، تبلیغی اور خدمت خلق کے بے پناہ جذبے سے لبریز زندگی کے ساتھ میرا اتنا گہرا اور قریبی تعلق رہا ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ جب سے آپ دارالعلوم دیوبند سے تقسیم ہند کی وجہ سے ناطہ قائم نہ رکھ سکے۔ اور اپنے گاؤں کی آبادی، مسجد میں چند طلبہ کو جو آپ کی طرح دیوبند نہ جا سکے تھے درس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی اسی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد گاؤں کے لوگوں کے لیے آسان اور عام طرز تدریس میں دوبارہ قرآن شریف کا ترجمہ شروع کیا۔ تب سے میں آپ کی صحبت میں بیٹھتا رہا اور آپ کا معتمد خاص رہا یاد رہے کہ میری طالب علمی کے زمانے میں جب ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا اور آپ بحیثیت مدرس دیوبند تشریف لے گئے تھے اور مذکورہ مسجد میں گاؤں کے لوگوں کو قرآن شریف کا ترجمہ شروع کیا تھا۔ تو میں نے سورۂ یوسف تک ترجمہ آپ سے پڑھا اور سیکھا تھا اس لیے لڑکپن سے آپ کا شاگرد رہا تھا نیز چونکہ میں بچپن سے شاعر تھا تو اپنی تسلی یا اصلاح کے لیے حضرت مولانا کو اپنی نظمیں بھی سناتا تھا جس پر آپ میری حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ اس لیے مولانا کے ساتھ زیادہ قرب اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اس بنا پر مجھے آپ کی علمی ، تدریسی ، تبلیغی اور اصلاحی مصروفیتوں اور اس میں حسنِ تدبر، حسن خلق ، حسن سلوک اور حسنِ کلام۔ بلند حوصلگی دریا دلی ، محنتِ شاقہ ، رضائے خداوندی ، خدمت خلق۔ عزم ، ارادہ ، توکل علی اللہ۔ بے نیازی اور قوت فیصلہ کے جتنے پہلو ، واقعات اور مثالیں معلوم ہیں۔ میں اس تھوڑے وقت میں جبکہ مجھ سے ان کی زندگی پر کچھ لکھنے اور بہت جلدی میں لکھنے کا تقاضا ہو رہا ہے اور میری زندگی کی مصروفیتوں میں میرے ساتھ اس وقت بہت مختصر وقت ہے اس کے بارے میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ ارادہ ہے کہ اپنی زندگی اور تجربوں کے سلسلے میں مفصل طور پر لکھنے کا جو پروگرام ہے اس سلسلے میں میں حضرت مولانا پر کچھ وضاحت اور تفصیل سے لکھنا چاہوں گا جسے ان کا حق اور اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف آپ کے شاگردوں اور عقیدتمندوں ، جو آپ کی یاد میں ایک علمی مجموعہ شائع کر رہے ہیں کی فہرست میں ایک ادنیٰ شاگرد اور مخلص عقیدت مند کے طور پر اپنا نام درج کرانے کی غرض سے یہ چند فقرے تحریر کر رہا ہوں۔

ایک واقعہ جو میں نہ بھول سکا یہ ہے کہ جب ہم نے پرائمری مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد پہ دارالعلوم حقانیہ قائم کرنے کا اعلان کیا اور اسی شام میں پانچ روپے چندہ حضرت مولانا کو دینے آیا۔ تو آپ مسجد میں مصلے پر تشریف فرما تھے۔ جب میں نے پانچ روپے کا نوٹ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نوٹ دیکھ کر چوکنے ہو گئے اور نوٹ لینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا ”کہ مجھے چندے کے نام اور اس کے پیسے کو ہاتھ لگانے سے خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگ خدا اور دین کی خدمت کے نام پر رقم وصول کرتے ہیں اور پھر اس میں خیانت کرتے ہیں۔ جو گناہ عظیم ہے۔ اس لیے میں اس کو ہاتھ نہیں لگاتا“ میں نے نوٹ جیب میں رکھا۔ جب کچھ دیر دوسرے دوستوں نے بھی تھوڑے تھوڑے پیسے کر کے تقریباً انتیس روپے بنائے تو ہم پھر حضرت مولانا کے پاس آئے اور یہ رقم مولانا کے حضور میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس چندے کو کہاں لے جائیں۔ پاس سید نور بادشاہ صاحب حاجی محمد یوسف اور حاجی امر الٰہی بیٹھے تھے۔ سید نور بادشاہ نے رقم ہم سے لی اور حاجی محمد یوسف صاحب کو دی اور کہا کہ یہ رقم خزانچی صاحب کو پہنچانا (اس وقت مدرسہ تعلیم القرآن کے خزانچی غالباً محمد حسین صاحب تھے) کچھ وقت گزرنے کے بعد جب دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے چندہ جمع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ تو مولانا نے تب اس کی منظوری دی کہ دارالعلوم کے خادموں سے یہ یقین دہانی کرائی کہ خواہ ایک آنہ چندہ ہو خواہ سو روپے۔ چندہ دینے والوں کو ایک رسید چندہ وصول کرنے والا دے گا۔ دوسری رسید اس وقت چندہ دہندہ کی خدمت میں مولانا کے اپنے دستخط سے دارالعلوم کے اہتمام کے دفتر سے روانہ ہو گی جب چندہ دفتر میں وصول ہو۔ اور ہر سال چندہ کی پوری تفصیل شائع ہو گی۔ جس سے چندہ دہندگان جان سکیں گے کہ ان کا چندہ وغیرہ وصول ہونے اور جس جگہ شرعی قوانین کے تحت خرچ ہونا چاہیئے تھا خرچ ہوا۔ میں خود کئی سال دارالعلوم کے خدام کے دفتر میں مولانا کی قلمی معتمد خاص کی حیثیت سے کام کرتا رہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دفتر کے نظام کی بنیاد میں نے مولانا کی ہدایت پر رکھی اور اس وقت تک دفتر کا قلمی کام میں اور ذمہ دار

کے کام مولانا خود کرتے تھے۔ جس وقت تک ناظم صاحب مولانا سلطان محمود صاحب دفتر کے کام سے آشنا نہ ہو چکے تھے اور میں روزنامہ "انجام" پشاور کا ایڈیٹر بن کر گاؤں سے پشاور شہر نہ گیا تھا۔ اس اثناء میں دارالعلوم کی سالانہ آمدن ایک لاکھ روپے تک پہنچ گئی تھی تو مولانا کی ہدایت پر پہلا بجٹ میں نے بنایا۔ اس میں اساتذہ کی تنخواہوں، مطبخ، ڈاک خرچ وغیرہ کا باقاعدہ تعین کیا اور مہتمم کے لیے دو سو روپے ماہوار کا اندازہ لگایا جب مولانا کو دکھایا۔ تو آپ نے دوسری مدوں میں ضروری تغیر و تبدل کے بعد مہتمم کی تنخواہ کو کاٹ دیا۔ اور کہا کہ میں قرآن اور سنت کی خدمت کا معاوضہ نہیں لوں گا۔ اس پر ہم لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کا سوال نہیں۔ مہتمم کا سوال ہے کل کوئی ایسا مہتمم بھی ہو سکتا ہے جس کی قوت لایموت کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ اس لیے ہم یہ رقم مقرر کرتے ہیں۔ آپ نہیں لیتے تو نہ لیں ورنہ لے کر چندے کے طور پر دارالعلوم کو واپس کر دیں۔ مگر مولانا نہ مانے صرف یہ نہیں اس سے پہلے کافی عرصہ تک طلبہ کے لیے روٹی محلہ کے گھروں (محلہ ککے زئی خٹک جس میں مولانا کا گھر اور مسجد واقع ہے) سے جمع ہوتی تھی۔ اور سالن (ہانڈی) مولانا کے اپنے خرچ سے ان کے گھر پکا کرتا تھا اس سلسلے میں مجھے ایک لطیفہ یاد ہے۔ ایک دن ہم سب طالب علم دسترخوان بچھائے بیٹھے تھے اور مولانا سعد الدین قندھاری ہانڈی لانے کے لیے مولانا کے گھر گئے تھے آپ موٹے تازے بھی تھے اور مست بھی تو سالن کا بڑا دیگچہ سر پر اٹھائے ہوئے ناچ ناچ کر اور کود کود کر آ رہے ہیں اس مستی میں دیگچہ اس کے سر پر ٹیڑھا ہو گیا اور اس میں سے گرم ابلتی ہوئی کافی دال اس کے چہرے، داڑھی اور سینے پر آ گری جس سے اس کا چہرہ، داڑھی اور سینہ جھلس گیا اور کافی عرصہ جھلسا رہا۔ دوسرے طلبہ ہمیشہ اس کی اس حرکت کا مذاق اڑاتے رہے۔ اس وقت کے طلبہ اور خود مولانا سعد الدین یہ واقعہ یاد کریں گے۔ تو یہ بھی انہیں یاد آئے گا کہ حضرت مولانا اور ان کے گھر والوں نے ابتدا میں کتنا عرصہ کس خلوص، شوق اور جانی مالی قربانی کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی ابتدا کی ہے۔

حضرت مولانا کی بڑی خوبی یہ تھی کہ نہ دوسروں کو پڑھاتے تھکتے تھے اور نہ خود مطالعہ کرتے تھکتے تھے اور صرف یہ نہیں کہ درسی کتابوں میں مصروف رہتے تھے۔ بلکہ ملک کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی وغیرہ حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کے لیے کتابوں، رسالوں اور اخبارات کا مسلسل اور باقاعدہ مطالعہ اپنے اوپر لازم کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ نماز تہجد کے بعد پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور رات گئے تک جاری رہتا، جب تک ہر روز کے لیے مقررہ اور لازمی لکھائی پڑھائی نہ کرتے رات کو نہ سوتے۔ مطالعہ اور طلبہ کے لیے درس کی تیاری کا یہ عالم تھا کہ جب درسگاہ (دارالعلوم حقانیہ) اپنے گھر کے قریب سے دور موجودہ مقام پر منتقل ہو گیا تو گھر سے دارالعلوم تک پیدل جایا کرتے تھے۔ راستہ بازار، میدان ہمارے حجرے، گلی کوچوں اور چڑھائی اترائی سے ہو کر گزرتا تھا۔ آپ گھر سے نکلتے ہی کتاب کھول دیتے تھے اور تمام راستے پر کتاب پڑھتے جا رہتے تھے۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ اجتماعی اور اصلاحی کاموں میں خود عملاً حصہ لیا کرتے تھے۔ ان دنوں ہمارے گاؤں کے فدائی خدمت گاروں نے (جو مدرسہ تعلیم القرآن و دارالعلوم کے خادم اور حضرت مولانا کے معتقد بھی تھے) گاؤں میں سماجی اصلاحات (معاشرتی اصلاحات) کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اور گاؤں میں شادی بیاہ کے موقع پر ناچ گانوں کا جو غیر شرعی اور بے جا و بلا ضرورت اخراجات کا جو عام رواج تھا۔ جو معاشرہ میں بہت سی برائیوں کی جڑ تھی کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کام میں مولانا صاحب گاؤں کے دوسرے سادات، شرفاء وغیرہ حصہ لیا کرتے تھے۔ یہ سب حضرات جہاں ضرورت پڑتی کام کرتے۔ سید نور بادشاہ آگے آگے ہوتے تھے اور ہم نوجوان لڑکوں کی ٹولی لے کر آپ کے ساتھ ہوتے تھے جہاں منت سماجت سے کام نہ نکلتا وہاں ہم زور سے کام لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رات کو میں امتحان کی تیاری میں مصروف تھا کہ محلہ باغبانان کے کچھ لوگ آئے اور مجھے کہا کہ کہاں گئے تمہارے وہ مولوی، ملک اور جرنیل وغیرہ اور کہاں گیا تمہارا وہ نور بادشاہ جب ہم غریبوں کی شادی بیاہ ہو تو یہ حضرات لاؤ لشکر لے کر آ جاتے ہیں اور ہماری خوشی غم میں بدل دیتے ہیں آج محلہ قریشیان میں معتبر لوگوں کی شادی ہے اور ناچ گانا ہو رہا ہے مگر کوئی نہیں جو انہیں منع کرے۔ اتفاقاً اس دن اصلاح کمیٹی کے فعال اراکین گاؤں میں موجود نہ تھے۔ میں اپنے نوجوانوں کو ساتھ لے کر مولانا صاحب کے پاس گیا انہیں رات کے وقت گھر سے نکالا۔ آپ ہمارے ساتھ ہو گئے۔ جب ہم پہنچے تو شادی والوں نے تماشہ بند کرنے سے انکار کیا اور مقابلے پر اتر آئے مگر حضرت مولانا کو دیکھ کر خاموش ہو گئے اور اور گانا بجانا بند کیا۔

ایک طرف حضرت مولانا کی تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور اصلاحی مصروفیتیں اتنی گھمبیر اور کثیر ہوتی تھیں جس سے کھانے پینے کے لیے وقت نکالنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ دوسری طرف ان مصروفیتوں کے ساتھ گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کے ساتھ سماجی اور بھائی چارے کے تعلقات رکھنے، عوام میں مل جل کر ان کی زندگی کے واقعات میں شریک ہونے، شادی بیاہ اور فاتحہ اور جنازہ کے مواقع پر ضرور شامل ہوتے اس میں امراء اور غرباء کا کوئی فرق اور امتیاز روا نہ رکھتے تھے۔ سب کی یکساں دلجوئی کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات میں جنازہ خود پڑھایا کرتے تھے بسا وقت جنازہ کے دوران طلبہ کی پڑھائی کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔ تو مولانا اسی جگہ مقبرے ہی میں ایک طرف طلبہ کے درمیان بیٹھ کر درس شروع کر دیتے اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا تھا۔ کہ جنازہ میں شامل عوام بھی پاس بیٹھ کر درس سنتے اور مستفیض ہوتے تھے۔

حضرت مولانا کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ میں سخاوت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ اور لاچاروں کی قرض حسنہ کے ذریعے مدد بھی کیا کرتے تھے۔ مجھے ایسی بے شمار مثالیں معلوم ہیں کہ آپ نے مفلس لوگوں کی مدد کی ہے کئی

لوگوں کو قرضہ حسنہ دیا۔ چونکہ یہ مدد یا قرضہ آپ مخفی طور پہ دیا کرتے تھے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بہت سا قرضہ لوگ واپس نہیں کرتے تھے ہڑپ کر جاتے تھے۔ مگر آپ نے اپنا ہاتھ مدد یا قرضہ سے کبھی نہ روکا۔

اصلاحی اور سماجی کاموں میں آپ کا یہ کارنامہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کہ ہمارے کارکن ساتھیوں اور مولانا کے عقیدت مندوں کو معلوم ہوا۔ کہ بہت سی جوان لڑکیاں جو نامزد ہو چکی ہیں۔ باپ کے گھر پہ بیٹھی رسم و رواج وغیرہ کی آگ میں جل رہی ہیں کیونکہ نہ سسرال کے پاس پیسہ ہے جو شادی کے بھاری اخراجات پورے کر سکیں اور نہ باپ کے گھر میں کچھ ہے جس سے بیٹی کی شادی کرا سکے۔ ہم نے مولانا سے کہہ دیا۔ آپ نے عید کے خطبے میں تقریر کرتے ہوئے اس مسئلے پر ایک موثر تقریر کی اور تقریر کے آخر میں مطالبہ کیا کہ جس کے گھر میں نامزد لڑکی ہے وہ اس کا اعلان کرے اور عید کی نماز پڑھنے کے بعد ہم گھر جانے سے پہلے ایسی نامزد لڑکیوں کو سسرال پہنچائیں گے مولانا کے اس مطالبے پر تقریباً ایک درجن اصحاب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس اصلاحی پروگرام پر عمل کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ ہم مولانا صاحب کے ساتھ ہو لیے اور ایسی لڑکیوں کے گھر گئے۔ وہاں سے انہیں شادی کے کسی بھی ساز و سامان کے بغیر ان کے زیب تن لباس میں سسرال پہنچا دیا۔ پشتون قبائلی اور سخت نازک اور روایتی سوسائٹی میں یہ کام صرف مولانا کی طرح مسلّمہ زاہد و پرہیزگار، صادق اور باعمل اور اپنے عوام کے دل و دماغ پہ حاوی مرشد کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا کو یہ مقام حاصل تھا۔

آج کل جب میں دار العلوم حقانیہ کی وسیع عمارت، شاندار مسجد، منظّم اور باکفایت دار الاقامہ، کشادہ اور خوب صورت دار الحفاظ ایک جدید طرز کا نیا ہائی سکول اساتذہ کے باغیچہ نما گھر ایک اچھا مطبخ اور سینکڑوں طلبہ دیکھتا ہوں اور وہ وقت یاد کرتا ہوں کہ گاؤں کی ایک چھوٹی مسجد میں صرف ایک کمرہ اور ایک دالان جس میں مرزی کے پھٹے پرانے پوڑ (فرش) اور چودہ طلبہ کا نام دار العلوم حقانیہ تھا۔ اور مختصر عرصہ میں یہ شاندار تبدیلی آگئی۔ تو دل و دماغ پر یہ حقیقت روشن سے روشن تر ہو جاتی ہے کہ اس ترقی اور تعمیر، کیفیت اور کمیت میں جو روح کارفرما ہے وہ حضرت مولانا کی شخصیت میں ایک طرف توکل علے اللہ، بے نیازی، خلوص، دیانت، پاکیزگی اور خدمتِ دینِ خداوندی کا بے پناہ جذبہ تھا اور دوسری طرف آپ کی انتظامی صلاحیت، دار العلوم کے کاموں کے لیے ہمہ تن توجہ اور تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی میدان میں علمی تبحر گہرا مطالعہ وسیع تجربہ طلبہ کے ساتھ مشفقانہ رویہ اور مربیانہ روش اور اساتذہ کرام کے ساتھ دوستانہ اور مہربانی کا سلوک تھا۔

ہاں۔ اسی شاندار اور وسیع دار العلوم کے شمالی حصہ میں ایک معمولی سے عام احاطے کے اندر کچی مٹی اور ریت کی بالکل سادی قبر، جس میں حضرت دفن ہیں، کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ تو محسوس کر لیتا ہوں کہ یہ منظر کتنا پُر قناعت، اطمینان بخش، روح پرور اور سبق آموز ہے۔ ایسے ہوتے ہیں اللہ کے پیارے بندے جو ظاہری نام و نمود، دنیاوی شان و شوکت اور نمائشی ساز و سامان سے بے نیاز ہو کر جیتے ہیں اور مر کر بھی قیمتی پتھروں اور ریشمی طلائی غلافوں کی بجائے سادہ مٹی کے انبار تلے ابدی مگر جنتی نیند سو جاتے ہیں اور اس سادگی اور بے نیازی میں ایسے روشنی کے مینار کھڑے کر لیتے ہیں۔ جس کی روشنی اکنافِ عالم میں پھیلتی ہے اور اپنے ساتھ جھونپڑی سے لے کر محلات تک کو منور کرتے رہتے ہیں ؎

ستا دَ حُسن گُلونہ ڈیر دی
جولئ م تنگہ ز بہ کوم کوم ٹولومہ

(ترجمہ) تیرے حُسن کے پھول بے شمار اور بے اندازہ ہیں
میری جھولی بہت تنگ ہے۔ حیران ہوں کس کس کو چُن لوں

مردِ مسلمان

تا زیست جو تڑپا کیا ملت کی روش پر
سینے میں دھڑکتا رہا جس کے دلِ بیدار
جو ختمِ نبوت کا تھا پروانہ و شیدا
ناموسِ محمدؐ کا جو تھا دل سے فداکار
لاریب جو تھا قوم کا اِک مردِ مجاہد
واللہ جو تھا وقت کا اِک غازی کردار
جو حق کے لیے سر سے کفن باندھ کے نکلا
جو ظلمتِ باطل سے رہا برسرِ پیکار
اقبال کے افکار کا تھا "مردِ مسلمان"
تھا ملتِ بیضا کے جوانوں کا نگہ دار
ٹھوکر پہ رہی اسکی زمانے کی خدائی
واللہ وہ تھا ایسا غلامِ شہِ ابرار
اللہ سے یہ حافظِ محزون کی دعا ہے
تربت پہ رہے اس کی سدا بارشِ انوار

حافظ محمد اسحاق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ رفاقت کی سرگذشت

حضرت مولانا گل رحمن دارالعلوم کے ناظم مالیات کے قلم سے

حضرت مولانا گل رحمن صاحب دارالعلوم کے ناظم مالیات، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اولین تلامذہ، اور دیوبند کے زمانہ کے رفقاء میں سے ہیں۔ دارالعلوم کے ناظم اول حضرت مولانا سلطان محمود مرحوم کی طرح اپنی تمام زندگی حضرت شیخ الحدیث کے قائم کردہ گلشن کی آبیاری میں وقف کر دی ان کو لکھنے اور مضمون نویسی سے شغل نہیں رہا تاہم ہمارے اصرار پر حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ اپنی خدمت و رفاقت کی اجمالی سرگذشت لکھ دی ہے مستقبل کے مورخ اس سے بھی قطعاً بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ حضرت شیخ الحدیث کی سیرت و سوانح اور دارالعلوم کی تاریخ کی ترتیب و تدوین کے لیے اس مضمون میں بھی رہنما خطوط بآسانی مل سکتے ہیں۔ لہٰذا نذر قارئین ہے

میرا ابتدائی سفر برائے تحصیل علم حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم کے ہاں ہوا تھا جو کہ اس وقت حضرت کا ایک سال ہوا تھا کہ دیوبند سے فراغت حاصل کر کے یہاں اپنے محلہ میں درس تدریس کا کام شروع کیا حضرت کے پاس اس وقت صرف دو طالب علم تھے ایک مولانا صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب آف کالوخان اور ایک صاحب مقام دھوبیاں ضلع مردان کے رہنے والے تھے حضرت سے منطق کی کتب پڑھتے تھے میں اس وقت صرف میر اور کنز الدقائق پڑھتا تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے مجھے سبق ترک کرنا پڑا پھر بعد میں نوشہرہ لاہور پنجاب میں کچھ عرصہ (چند ماہ) گزار کر واپس حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت میں اکوڑہ خٹک حاضر ہوا تو اس وقت حضرت کے ساتھ بیس بائیس طالب علم تھے جو کہ منتہی طالب علم تھے بلکہ اکثر غور غشتی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم سے دورہ حدیث پڑھ کر یہاں حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس تکمیل کے لیے آتے تھے۔ بیضاوی، حمداللہ، قاضی صدرا اور ریاضی کی کتب حضرت سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ میں نے حضرت سے کافیہ شروع کیا اور کافیہ کے بعد شرح ملا جامی، مختصر المعانی بھی حضرت سے پڑھی چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ہاں دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے کافی خطوط بھیجے کہ آپ دارالعلوم تشریف لاویں آپ کی بہت اشد ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت دارالعلوم دیوبند تدریس کے لیے تشریف لے گئے تو چند ساتھی بھی ساتھ چلے گئے جن میں مولانا عبدالجلیل صاحب اور مولانا لطف الرحمن اور مولانا عبدالحمید صاحب اور مولانا محمد شفیق صاحب بھی تھے۔

حضرت کے دیوبند تشریف لے جانے پر احقر سوات چلا گیا تقریباً چھ مہینے گرمی کے ایام وہاں پر گذارے جب واپس گھر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم رمضان میں تعطیلات کلاں میں دیوبند سے اکوڑہ تشریف لائے ہیں۔ بندہ بھی اکوڑہ خٹک حاضر ہوتا تاکہ حضرت کے ساتھ ملاقات ہو جاتے۔ جب بندہ قدم بوسی کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور بندہ سے فرمایا کہ اگر علم حاصل کرنا ہے تو میرے ساتھ دیوبند چلیے میں نے کہا بہت اچھا ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ دیوبند میں یہ اصول تھا کہ جدید طالبعلم کا داخلہ ۱۰ رشوال تک اور قدیم طالب علم کا داخلہ ۲۵ رشوال تک ہوتا تھا چنانچہ بندہ کو حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم نے کہا کہ ہم ۲۵ رشوال کو آئیں گے اور تم پہلے چلے جاؤ تاکہ داخلہ بروقت ہو سکے چنانچہ احقر کو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے خط لکھ کر دیا اور وہاں ایک مولانا صاحب جو کہ کابل کے رہنے والے تھے اور بہت خوشنویس تھے ان کے نام پر تحریر لکھی کہ گل رحمن کے داخلہ وغیرہ کا انتظام کریں اور ہمارے آنے تک یہ آپ کے پاس رہے گا۔ چنانچہ ۲۵ رشوال کو جب حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند پہنچے تو حضرت کا قیام کمرہ نمبر ۵۳ اور بندہ اور دیگر ساتھیوں کا قیام کمرہ نمبر ۵۲ باب الظاہر میں ہوا۔ یہ دروازہ ظاہر شاہ بادشاہ جو کہ کابل کا حکمران تھا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی بہت خدمت میں اسی وقت میں چالیس ہزار روپیہ دیتے تھے جس کی وجہ سے اس کا نام باب الظاہر رکھا گیا تھا۔ چنانچہ بندہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ دیوبند میں تین سال گزارے اور اسباق دورہ کلاں کے موقوف علیہ تک پڑھے ۱۹۴۶ء میں جب رمضان کی چھٹی ہو گئی میں نے حضرت

شیخ الحدیث سے عرض کیا میرا ارادہ ہے کہ ترمذی شریف کی تقریر لکھوں اس سال میں گھر نہیں جاتا حضرت نے فرمایا اب ملک میں بہت گڑبڑیشن ہے اور پاکستان بننے والا ہے تم چلے جاؤ اگر حالات سازگار رہوں تو واپس آئیں گے اور اگر معاملہ خراب ہوا تو پھر آپ کو بہت تکلیف ہوگی لہٰذا ضرور ہمارے ساتھ وطن چلو چونکہ حضرت کی رائے تو بہت صائب تھی چنانچہ حضرت مع تمام ساتھیوں کے وطن آئے اور اسی وقت ہندوستان میں فسادات شروع ہوتے پھر دیوبند جانا ناممکن ہوگیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے یہاں دورہ صغریٰ اور دورہ کبریٰ شروع کئے اور میں نے چونکہ دورہ صغریٰ دیوبند میں پڑھا تھا لہٰذا میں نے ہدایہ آخرین، مطول، اور میر زاہد شروع کیا پہلے سال دورہ حدیث میں صرف آٹھ طلبہ تھے جن میں مولانا عبدالجمیل صاحب مولانا امیر خان وغیرہ شامل تھے پھر دوسرے سال دورہ میں یہ ناچیز اور دیگر ساتھی جن میں مولانا سلطان محمود صاحب ناظم اولؒ وغیرہ شامل تھے۔ چنانچہ جب دورہ سے فارغ ہوئے تو مولانا سلطان محمودؒ صاحب مبلغ پانچ روپیہ مشاہرہ پہ دارالعلوم میں ناظم مقرر ہوتے اور اس ناچیز کو سفارت کا کام حضرت نے سپرد کیا چنانچہ چندہ کے سلسلہ میں بندہ ٹوگی تحصیل پشاور اور دیگر مضافات میں چلا گیا وہاں موضع چکنی میں ایک مدرسہ تھا جس میں مدرس کی ضرورت تھی۔ چنانچہ بندہ جب بغرض وصولی چندہ مدرسہ کے مہتمم صاحب کے ہاں پہنچا میں نے کہا کہ اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے دارالعلوم بنایا ہے میں دارالعلوم کا سفیر ہوں اور چندہ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں انہوں نے کہا کہ مجھ کو ایک مدرس کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے مجھ سے امتحانی چند سوال کئے میں نے تسلی بخش جواب دیئے، انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ ہمارے پاس مدرس ہوں۔ چنانچہ میں نے کہا کہ میں اپنے استاذ اور مربی سے پوچھوں گا اگر انہوں نے اجازت دی تو آؤں گا ورنہ پھر میں آنے سے معذور ہوں گا ایک ہفتہ اس نے مہلت دی کہ ایک ہفتہ تک آپ کا انتظار رہے گا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت سے عرض کیا وہاں چکنی میں مدرس کے لیے آپ کا جو حکم ہو صادر فرماویں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ فی الحال وہاں چکنی میں تدریس کریں۔ یہاں دارالعلوم میں کام بھی کم ہے جب دارالعلوم کو ضرورت پڑے گی تو آپ کو اطلاع کروں گا۔ چنانچہ ایک سال تک میں چکنی میں مدرس رہا جب دارالعلوم کا کام زیادہ ہوا حضرت نے کارڈ بھیجا کہ آپ دارالعلوم آجائیں یہاں پر تمہارے کام کی ضرورت ہے وہاں چکنی میں مجھ کو تیس روپے ماہوار ملتے تھے جب میں اکوڑہ گیا تو اول ناظم صاحب کی تنخواہ ۲۵ روپے ماہوار تھی۔ تو حضرت نے کہا کہ ناظم سلطان محمود کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ تم کو بھی دیا کریں گے میں نے کہا کہ میں شادی شدہ ہوں اور ناظم صاحب مجرد ہے تو جو تنخواہ مجھ کو چکنی میں ملتی تھی کم از کم وہ تو ملنی چاہیے چنانچہ حضرت نے فرمایا وہی تنخواہ دیں گے چنانچہ میری وجہ سے مولانا سلطان محمودؒ صاحب کی تنخواہ مبلغ تیس روپے مقرر کی گئی جب چکنی سے آیا تو مجھ کو ہدایۃ النحو، کنز آخر وغیرہ کتب بھی مدرسہ کی طرف سے تدریس کے لیے دیئے گئے لیکن جب انتظامی امور بڑھ گئے تو تدریس کا سلسلہ بھی ختم ہوا چنانچہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بہت افسوس ہے کہ درس کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے۔ تو حضرت نے کہا کہ میں بھی مہتمم ہوں اور طلبہ کی نظامت بھی جاہل آدمی نہیں کر سکتے چنانچہ اسی وقت سے مالیات کے علاوہ تمام شعبہ جات بندہ کے حوالہ کر دیئے گئے۔ شعبہ مطبخ، شعبہ کتب خانہ، دارالاقامہ، امور داخلہ وغیرہ تمام کے تمام بندہ کے سپرد کر دیئے گئے جب مدرسہ نے ترقی کی اور صبح سے شام تک کام پورا نہیں ہوتا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اب کام بہت زیادہ ہے ایک آدمی سے پورا نہیں ہوتا تو حضرت نے مجھ کو کہا کہ آپ آدمی پیدا کریں تنخواہ جتنی ہو ہم دیں گے چنانچہ میں نے ایک صاحب کو کہا کہ دارالعلوم کے انتظامی امور بہت بڑھ گئے ہیں

آپ میرے ساتھ بطور معاون رہیں اور تنخواہ جتنی ہو حضرت نے فرمایا کہ ہم دیں گے چنانچہ مبلغ چالیس روپے ماہوار ان کے ساتھ بات ہو گئی اس صاحب کو میں نے صرف مطبخ میں روٹی کی تقسیم حوالے کی دو دن کے بعد وہ صاحب دوپہر سڑک کے کنارے جا رہے تھے میں نے کہا مولانا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نوکری میں نہیں کر سکتا۔ تم تو تیلی کے بیل ہو نہ ابتدا معلوم ہے نہ انتہا بلکہ صبح سے شام تک ایک دوڑ ہے چنانچہ وہ صاحب چلا گیا کئی سال تک میں اکیلا وہ کام کرتا رہا۔

جب مولانا سلطان محمود صاحب کا انتقال ہوا تو حضرت نے مالیات بھی میرے ذمہ کر دیئے جسکی وجہ سے دارالعلوم کے دوسرے شعبہ جات کی ڈیوٹی مشکل تھی، کتب خانہ و مطبخ وغیرہ کا کام اور منتظمین حضرات کے حوالہ کر دیا گیا فی الحال بندہ صرف مالیات کے شعبہ کا خادم ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق دیں۔

آج اپنی شام تنہائی کا ہے منظر جدا
جوش درد دل جدا ہے جوش چشم تر جدا
جو تھا اپنے حال میں تھا مست بزم ناز میں
مے جدا ساقی جدا، صہبا جدا ساغر جدا

عارفی

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ

عظیم شخصیت عظیم کردار

میاں حضران بادشاہ فقیر خیل اکوڑہ خٹک

تمہید

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ صاحب مرحوم میرے چچا الحاج میر احمد گل مرحوم عرف شیخ میاں صاحب کے بہت گہرے دوست تھے اور دونوں کے ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسے اچھے تعلقات اور گہرے روابط تھے۔ مولانا صاحب مرحوم خود فرمایا کرتے تھے کہ شیخ میاں صاحب کا دل و دماغ اور زبان ایک ہے۔ یعنی جو کچھ دل و دماغ میں ہوتا ہے وہی زبان پر بھی۔

دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھنے میں بھی شیخ میاں صاحب صفِ اول کے رفقاء میں تھے۔ دار العلوم میں دار الحدیث بھی شیخ میاں صاحب کا تعمیر کردہ ہے جس پر اب بھی مرحوم کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے — شیخ میاں صاحب مرحوم جمعہ کی نماز بہت باقاعدگی سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ اکوڑہ خٹک میں پڑھتے تھے اور اکثر اوقات جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات مولانا صاحبؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

پہلا انتخابی معرکہ

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ میاں صاحبؒ نے زبردست کردار ادا کیا تھا اور مولانا صاحبؒ کیلئے جیپ بھی شیخ میاں صاحبؒ نے ہی خریدی تھی۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی زبانی سنا ہے کہ ہم انتخابی دورے پر موضع ڈھنگ ڈھنگ ایک ٹانگہ پر جا رہے تھے کہ راستے میں ٹانگہ کا پہیہ نکل گیا اور ہم سارے حیران و پریشان ہو گئے۔ شیخ میاں صاحبؒ نے فوراً فرمایا کہ چلو واپس چلتے ہیں، میرے پاس گھر میں چھ سات (۶/۷) ہزار روپیہ ہے۔ اس رقم سے پرانی جیپ یا کوئی اور گاڑی خرید لیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ساڑھے پانچ ہزار پر ایک ۱۹۴۲ء ماڈل جیپ خریدی گئی، اور مولانا صاحبؒ کی دعاؤں سے جیپ نے خوب کام سرانجام دیا اور اسی جیپ سے سارا انتخابی معرکہ چل پڑا اور لوگ یہی کہتے تھے کہ اس جیپ پر بھی مولانا صاحبؒ کی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں — بعض اوقات اتنے لوگ جیپ کے اندر اور باہر سوار ہو جاتے کہ جیپ کی باڈی بمشکل نظر آتی تھی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولانا صاحب مرحوم اجمل خٹک کے مقابلے میں کامیاب ہوئے اور اسکے بعد بھی دو دفعہ اسی حلقہ سے ایم این اے منتخب ہوئے تھے۔

۱۹۷۰ء میں ملک میں عام انتخاب بہت غیر جانبداری کے ساتھ ہوئے۔ اس وقت یحییٰ خان ملک کا صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا۔ اس نے فوج کی نگرانی میں بہت اعلیٰ اور غیر جانبداری سے انتخابات کرائے۔ بعد میں انتخابات کے نتائج کیا نکلے اور کیا ہوا؟ یہ ایک الگ دردناک داستان ہے جو کہ اس موضوع کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔

مذکورہ انتخابات میں مولانا صاحب مرحوم کے مدِمقابل اکوڑہ خٹک کے رہنے والے مسٹر اجمل خٹک تھے جو کہ نیشنل عوامی پارٹی کے صفِ اول کے لیڈروں میں سے ہیں اور اس وقت بھی تھے۔ اور پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے (جو کہ اس وقت نئی نئی اور بڑے زور شور اور عروج پر تھی) جناب نصر اللہ خان خٹک آف مانکی شریف مولانا صاحب مرحوم کے مدِمقابل تھے۔

مسٹر اجمل خٹک کو اپنی پارٹی کی طرف سے ہر قسم کی مالی اور جانی امداد بھرپور طریقے سے حاصل تھی۔ اور دوسری طرف پی پی پی کی طرف سے ایک بہت بڑے مالدار اور دنیا دار مسٹر نصر اللہ خان خٹک تھے۔ جن کا خاندان مالی اور کاروباری لحاظ سے اور تعلقاتِ عامہ میں بھی کسی سے کم نہ تھا۔ کھڑے ہوئے۔

مولانا صاحب مرحوم کا ایک مثالی اور منفرد کردار یہی رہا کہ پورے انتخابی معرکے میں مولانا صاحبؒ اپنے حلقے کے گاؤں گاؤں یا قصبے قصبے تشریف نہ لے جاسکے کہ میں آیا ہوں اور مجھے ووٹ چاہیئے! بلکہ اُن کا یہی نظریہ تھا اور اُن کا یہ نظریہ مذہب اسلام کے عین مطابق تھا) کہ عوام / لوگ خود فیصلہ کریں کہ ووٹ کس شخص کے حق میں استعمال ہونا چاہیئے اور اگر اپنے بارے میں لوگوں سے ووٹ کا مطالبہ کیا جائے تو یہ ایک دعویٰ ہے اور اپنے لیے صلاحیت کی شہادت ہے جبکہ میں اس کا اہل نہیں —

مولانا صاحبؒ ایک زبردست انتخابی معرکے کے بعد خدا کے فضل و کرم سے انتخابات میں تحصیل نوشہرہ سے قومی اسمبلی کے ممبر M.N.A منتخب ہوئے۔

دُوسرا انتخابی معرکہ

مولانا صاحب مرحوم جب دوبارہ ۱۹۷۷ء میں قومی اسمبلی کے ممبر (M.N.A) منتخب ہوئے تو اتفاق سے اُنہی پرانے مدِمقابل میں سے ایک شخص مسٹر نصر اللہ خان خٹک جو کہ اُس وقت صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ تھے) سے مقابلہ تھا۔

ایک طرف وزیرِ اعلیٰ کے پورے حکومتی وسائل، اختیارات، مال و دولت، سرکاری صوبائی انتظامیہ اور شان بان تھی اور دوسری طرف ایک بزرگ عالمِ دین، دُنیاوی وسائل بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر، ایک فقیر و درویش لیکن دیانتداری، ایمانداری، اِسلام اور قومی و ملی خدمات کا جذبہ تھا کہ عوام نے مولانا صاحب کو ووٹ دیئے اور بہت بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور فریقِ مخالف جو کہ صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ تھے کہ جن کے یہ الفاظ خاص و عام میں مشہور اور تاریخ کے اوراق میں منقوش ہیں، کہ "میرا مقابلہ ایک عالمِ دین سے نہ تھا بلکہ ایک پیغمبر سے تھا۔"

۱۹۷۱ء میں ہمارے چچا شیخ میاں صاحبؒ فوت ہوئے اور مولانا صاحب سے میرے براہِ راست تعلقات استوار ہوئے۔ میں شروع ہی سے مولانا صاحب کو بہت گہری نظر سے دیکھتا اور مطالعہ کیا کرتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حضرت مولانا صاحبؒ کے ساتھ اخلاق و محبت اور شرافت و تواضع کے معیار پر پورا پورا اُترتا ہو۔ ۱۹۷۱ء کے بعد میری کوشش رہی تھی کہ ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور مولانا صاحب مرحوم سے ملاقات کروں اور دعا سے مستفید ہوتا رہوں۔ مولانا صاحبؒ کی دعا میں ایک خاص اثر تھا اور جاذبیت بھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر لوگ زیادہ تر دُعا کے لیے جمعہ شریف کی نماز اکوڑہ خٹک میں مولانا صاحب مرحوم کے ساتھ پڑھتے تھے تاکہ نماز کے بعد اس خاص دعا میں شمولیت حاصل ہوسکے۔ نماز کے فوراً بعد دُور دراز سے آئے ہوئے مسافر مہمان مولانا صاحبؒ سے معانقہ کرتے اور دعا کے لیے درخواست کرتے۔

حضرت مولانا صاحبؒ پر روحانیت کے اثرات بہت زیادہ تھے اور مولانا صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم اور عقل و دانش کے ساتھ ساتھ زبردست نورانی اور خوبصورت چہرہ بھی دیا تھا اور آواز کا انداز بھی محبوبانہ تھا۔ مولانا صاحب مرحوم کی محفل سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ہر صاحب کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ مولانا صاحبؒ کے ساتھ یہ محفل و نشست زیادہ وقت کے لیے ہو اور میں زیادہ دیر تک فیضیاب ہوتا رہوں۔ اور لوگ دُور دُور سے یعنی سارے ملک سے مولانا صاحبؒ سے دُعائیں اور رُوحانی فیوض و برکات حاصل کرنے آتے تھے۔

مسٹر بھٹو اور اظہارِ عقیدت

حضرت شیخ الحدیثؒ کی روحانی عظمت علمی وجاہت عوام، اپنے حلقہ ارادت کے علاوہ خواص تک میں مسلّم تھی۔ حتیٰ کہ سابق وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو بھی آپ کی شخصیت سے متاثر تھے۔ ۱۹۷۲ء میں جب مغربی پاکستان کی اسمبلی جس کو بعد میں پاکستان قومی اسمبلی کا نام دیا گیا۔ نئی تشکیل شُدہ قومی اسمبلی نے کام شروع کیا تو وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو نے راولپنڈی کے فلش مینز ہوٹل میں تمام سیاسی لیڈروں اور ممبرانِ اسمبلی کو دعوت دی تھی، جب دعوت ختم ہوئی اور ممبران صاحبان رخصت ہورہے تھے تو مسٹر بھٹو نے ماسوائے مولانا صاحبؒ کے اور کسی ممبر کا گاڑی تک ساتھ نہیں دیا اور مولانا صاحبؒ کو گاڑی میں بٹھا کر واپس ہوتے۔ اس موقع پر میں حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ تھا میرے خیال میں یہ مسٹر بھٹو جیسے شخص کے لیے بہت بڑی بات تھی اگر بالفرض روحانی گرویدگی اور تاثر نہ ہو تب بھی مسٹر بھٹو اس کو اپنے لیے ایک بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔

محبوبیتِ عامہ

مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھے حضرت مولانا صاحبؒ کے ساتھ لاہور جانا پڑا، غالباً مولانا فضل الرحیم صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ (قدیم) کے بھائی فوت ہوئے تھے، مولانا صاحبؒ اُن کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر رات کے بارہ بجے ہم گوجرخان (پنجاب) پہنچے۔ جونہی ہم گوجرخان پہنچے اور جی ٹی روڈ پر ہوٹلوں کے سامنے گاڑی کھڑی کی۔ اس جگہ پر تین ہوٹل بالکل مُتصل تھے۔ ان ہوٹلوں سے اکثر ٹرک ڈرائیور کھانا کھایا کرتے تھے اور زور شور سے زمانے کے ناجائز رواج کے مطابق فلمی ریکارڈ اونچی آوازوں سے لگے ہوئے تھے۔ جونہی مولانا صاحبؒ نے گاڑی سے قدم زمین پر رکھے اور جس ہوٹل میں ہم کھانا کھانا چاہتے تھے وہ تو درکنار قریب کے تمام ہوٹلوں میں یکدم ریکارڈنگ بند ہوگئی اور لوگ مولانا صاحبؒ کی طرف لپک آئے۔

میرے خیال میں یہ تمام کاروائی مولانا صاحبؒ کی روحانیت سے ہوا دور دراز کے لوگ بھی حضرتؒ کی شخصیت سے متاثر تھے۔ ورنہ آجکل زمانے میں ریکارڈنگ تو معمولی بات ہے لوگ بڑے بڑے گناہ سرِعام کرتے ہیں اور شرم وحیاء کا نام تک نہیں لیتے۔

دارالعلوم کے کام کو اسمبلی پر ترجیح دیتے

دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ مولانا مرحوم کو بہت زیادہ محبت اور لگاؤ تھا، وہ اس کو ہر وقت سرسبز شاداب اور آباد دیکھنا چاہتے تھے۔ طلباء کے ساتھ بہت زیادہ پیار محبت اور ہمدردی کیا کرتے تھے۔ اکثر رات کو قومی اسمبلی کی کاروائی ۱۰/۱۱ بجے ختم ہوتی اور مولانا صاحبؒ عندیہ ظاہر کرتے تھے کہ چلو گاؤں چلتے ہیں صبح پھر آئیں گے۔ ہم کہتے کہ جی رات کو دیر سے پہنچیں گے اور صبح صبح پھر واپسی ہوگی تو بہتر یہی ہے کہ رات یہیں اسلام آباد میں گذار لیں، تو مولانا صاحبؒ فرماتے کہ دارالعلوم حقانیہ کا کچھ کام ہو جائے گا اور مدرسین صاحبان سے صبح صبح بات چیت و ملاقات بھی ہوجائے گی، اور مجھے اسمبلی سے زیادہ امورِ دارالعلوم حقانیہ عزیز ہیں۔

عاشقِ رسولؐ

الغرض مولانا صاحبؒ سچے عاشقِ رسول تھے۔ اُن کی اسلام سے بے پناہ محبت عارضی یا دُنیاوی مقاصد کے لیے نہ تھی، وہ صدقِ دل سے سچے مسلمان تھے۔ جہاں کہیں بھی اسلام سے تضاد کی بات

آتی یا اسلام سے ٹکراؤ کا مرحلہ آتا تو مولانا صاحبؒ بے حد بیقرار و بے چین اور فکرمند ہو جایا کرتے تھے۔

فتنہ قادیانیت کا تعاقب۔

میرے علم میں جو واقعات ہیں اُن میں سے سرفہرست افغانستان کا مسئلہ اور قادیانی مسئلہ ہے ـــــ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانی مسئلہ نے زور پکڑا اور تحریک عروج پر پہنچ گئی تو مولانا صاحبؒ نے اس مسئلہ میں سب سے زیادہ متحرک اور انقلابی کردار ادا کیا۔ مولانا صاحبؒ نام و نمود کے قائل نہ تھے وہ عالم باعمل تھے اُن کو یہ شوق نہ تھا کہ تحریکوں میں یا جماعتی سیاست میں مجھے کوئی عہدہ ملے، ان کی سوچ اور فکر یہی تھی کہ کسی طرح اسلام کا غلبہ ہو، اسلام سربلند ہو، مسلمان امن سے ہوں، اسلامی نظام نافذ ہو، شریعتِ محمدیؐ کی ترویج ہو، ملکِ عزیز کا قانون اسلام ہو، اس کے نفاذ و ترویج کی سعادت جسے بھی حاصل ہو، کریڈٹ جس کے نام جاتا ہے جائے لیکن کام اسلام کے لیے ہو۔

میرے اپنے مشاہدے کی بات ہے کہ قادیانی مسئلہ جب قومی اسمبلی میں اٹھایا گیا تو قادیانیوں نے قومی اسمبلی میں بڑی مہارت اور چالاکی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے جواب میں تحریک کے راہنماؤں مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ ہم نے ہنگامی طور پر "قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف" نامی کتاب تیار کی۔ اس کتاب کی تقریباً تمامتر تیاری تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں اور مولانا صاحب کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ اس کی ترتیب و تحریر میں آپ کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور کراچی کے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا بنیادی کردار ہے، کتاب کا نصف حصہ مولانا سمیع الحق صاحب اور نصف حصہ مولانا عثمانی صاحب نے تحریر کیا، جسے مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھ کر سنایا، جس سے مسٹر بھٹو کی حکومت مجبور ہو گئی اور اور قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

قومی اسمبلی میں کردار

اسی طرح قومی اسمبلی میں مولانا صاحب کی تقریریں، مباحثے، قراردادیں اور مساعی برائے نفاذِ شریعت تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں اور یہ ساری باتیں ریکارڈ پر ہیں۔ جسے قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ کے ریکارڈ سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" کے نام سے مرتب کیا ہے۔

وزیرِ قانون کا اعتراف

مسٹر بھٹو کی حکومت کے وزیرِ قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ جن کا براہِ راست قادیانی مسئلے سے تعلق تھا، اکثر و بیشتر مولانا صاحبؒ سے صلاح مشورہ اور فقہ و شریعت کے متعلق پوچھا کرتے تھے، چونکہ مولانا صاحبؒ بہت فراخ دل اور اسلام کے سچے شیدائی تھے، انہوں نے ہمیشہ بہت مفید مشورے دیئے۔ وزیرِ موصوف کی یہ بات بھی خود میں نے اپنے کانوں سے سُنی ہے کہ ایک دفعہ وزیرِ قانون حضرت مولانا صاحبؒ سے باتیں کر رہے تھے، وزیرِ موصوف نے کہا کہ مولانا صاحب! "جس وقت میں وزیرِ قانون نہ تھا اور آپ اکثر و بیشتر قادیانی مسئلہ اٹھاتے رہتے تھے تو میں یہ سوچتا تھا کہ یہ مولوی لوگ ویسے ہی تنگ نظری اور انتہاء پسندی سے کام لیتے ہیں، سب پاکستانی ہیں چاہے قادیانی ہوں یا سُنی وغیرہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ اور جس وقت میں نے وزارتِ قانون کا قلمدان سنبھالا تو میرے لیے سب سے اہم اور سنجیدہ مسئلہ یہی پیش کیا گیا، تب مجھے سمجھ آئی کہ واقعی میں غلطی پر تھا اور یہ ہمارے علماءِ کرام بڑے دور اندیش اور اپنے مشن میں حق بجانب ہیں۔"

مارشل لاء دور میں اظہارِ حق

اسی اسلامی جذبۂ خدمت اور ملک میں نفاذِ شریعت کی تمنا کے پیشِ نظر مولانا صاحبؒ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کو خصوصیت سے مشورہ دیا کرتے تھے اور اپنے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب کو مجلسِ شوریٰ میں بھی بھیجا تھا تاکہ حکومت کے ایوانوں میں اسلامی نظام کی بات مؤثر رہے اور آگے بڑھائی جا سکے۔ اس پر بعض لوگ مولانا صاحبؒ سے اکثر یہ سوال کیا کرتے تھے کہ آپ نے مارشل لاء کی مجلسِ شوریٰ میں اپنے برخوردار کو کیوں بھیجدیا ہے؟ آپ جواباً فرماتے کہ میرا مشن صرف اور صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہے اور میری سیاست میں، میری سوچ میں اور میرے عمل میں صرف اسلام ہی کو ترجیح حاصل ہے۔ جب حکومت اسلامی نظام کے نفاذ کی دعویدار ہے اور صدر ضیاء الحق بار بار اسلام اور اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں تو بطور اتمامِ حُجت اُن پر اور دُنیا پر واضح کر دیا ہے کہ اصل اسلام وہ ہے جس کی تصدیق محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں اور جس کو علماء اسلام ہی جانتے ہیں۔ جب صدر ضیاء الحق اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اس سلسلہ میں حکمت و تدبیر سے کام لینا ہوگا۔

چنانچہ ۱۹۸۵ء میں حضرت مولانا صاحبؒ نے انہی مذکورہ جذبات کے تحت انتخابات میں حصہ لیا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ مولانا صاحبؒ کا یہ خیال تھا کہ اگر علماء اسمبلی میں نہ جائیں، اسلام کے لیے، شریعت اور حق و صداقت کے لیے آواز بلند نہ کریں تو جو معمولی آواز اسلام اور اسلامی قانون کے لیے اُٹھتی رہتی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی ـــــ یہ تو کسی مسئلے کا حل نہیں کہ ہم ایک کونے میں گوشہ نشین بن جائیں کہ جی حکمران اسلام کی بات مانتے اور سنتے نہیں ہیں تو ہم اسمبلی اور سیاست میں بھی نہیں جاتے۔ بلکہ مسلسل اسلام کے لیے جدوجہد، محنت، تحریک کے ذریعہ آواز اٹھانا اِسی عمل سے اسلام زندہ رہے گا اور اللہ کے فضل و کرم سے تابندہ رہے گا۔

۱۹۸۵ء کے انتخابات سے تحریک نفاذِ شریعت تک

چنانچہ مولانا صاحبؒ کے مشورہ سے ہی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، سینیٹ (ایوانِ بالا) کے ممبر منتخب ہوئے۔ سینٹ میں جاتے ہی مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب مدظلہ، کی معیت میں

شریعت بل پیش کیا، پھر حضرت ؒ ہی کی توجہ اور مشاورت سے دینی اور اسلامی قوتوں پر مشتمل متحدہ شریعت محاذ بنایا، حضرت مولانا صاحب ؒ اس کے صدر منتخب ہوئے، سارے ملک میں تحریک چلی، ملک کا چپہ چپہ اور بچہ بچہ شریعت بل سے متعارف ہوا۔ خود حضرت شیخ الحدیث صاحب ؒ نے ضعف و علالت اور اور پیرانہ سالی کے باوصف ملک بھر کا دورہ کیا۔ مانسہرہ، پشاور، مردان اور بنوں میں علماء کنونشن طلب کیے، ہر جگہ ہزاروں علماء نے تحریک نفاذِ شریعت کے لیے قربانی اور جہاد کی غرض سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مانسہرہ میں تین ہزار علماء نے آپ کو قائدِ شریعت کا خطاب دیا۔

جب جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اسمبلیاں توڑیں اور نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی کا دور شروع ہوا تو مولانا سمیع الحق صاحب نے سینٹ سے شریعت بل پاس کرالیا جبکہ اس سے قبل عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل تشکیل دی، مولانا سمیع الحق مدظلہ اس کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ سینٹ سے شریعت بل کیا منظور ہوا گویا پیپلز پارٹی کے ایوان حکومت میں ایٹم بم آن گرا ہو۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی دعوت پر آل پارٹیز شریعت کانفرنس منعقد ہوئی اور تحریک نفاذِ شریعت کی تشکیل کی گئی، مولانا سمیع الحق مدظلہ اس کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ تحریک نفاذِ شریعت کے پلیٹ فارم پر ملک بھر کی سیاسی جماعتیں متحد ہو گئیں۔ امریکہ بہادر کو شریعت بل قطعی طور پر پاس ہوتا نظر آیا تو اسمبلیوں کی بساط ہی لپیٹ دی گئی۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے اس تمام کردار اور دینی خدمات میں مولانا عبدالحق ؒ کی مشاورت اور راہنمائی اور دعائیں شامل تھیں لہٰذا اجر و ثواب میں بھی وہ برابر کے شریک ہیں۔

جہادِ افغانستان، صدر ضیاء الحق ؒ اور مولانا عبدالحق ؒ

ایک مسئلہ جس پر مولانا عبدالحق ؒ نے صدر ضیاء الحق مرحوم کی بھرپور حمایت کی، وہ مسئلہ جہادِ افغانستان کا تھا۔ یہ مسئلہ سرزمین افغانستان پر روسیوں کی حملہ آوری یا چند کمیونسٹوں کی دعوت پر افغانستان میں روسی فوج کی آمد کی وجہ سے پیدا ہوا۔ مولانا عبدالحق ؒ نے اپنی اسلام نوازی اور مذہبی جوش و جذبہ سے مجبور ہو کر جہادِ افغانستان میں زبردست حصہ لیا اور اسی جذبۂ ایمانی کے تحت مسئلہ افغانستان میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کی بھرپور حمایت کی۔ مولانا صاحب بڑے غیور، مدبر، ذہین، دوراندیش، مفکرِ اسلام اور جید عالمِ دین تھے، ان کو معلوم تھا کہ حکمران کی نیت اور جذبۂ عمل سے قوم و ملک اور ایسی تحریکِ مزاحمت پر جو آجکل افغانستان میں شروع ہے بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر جہادِ افغانستان کے آغاز کے وقت یا درمیانی مدت میں کوئی اور پاکستان کا حکمران ہوتا یا صدر ضیاء الحق مرحوم کے ساتھ جہادِ افغانستان میں مولانا عبدالحق ؒ اور آپ کے رفقاء کی [illegible] اور تعاون نہ ہوتا تو یقینی بات ہے کہ جہادِ افغانستان کے نتائج بہت خطرناک، شرمناک اور تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوتے اور المیۂ مشرقی پاکستان کے بعد دوسری بڑی بدنامی مسلم تاریخ کا ایک شرمناک باب بن جاتی۔

ان تمام وجوہات اور حالات کی بناء پر مولانا صاحب ؒ نے جہادِ افغانستان میں صدر ضیاء الحق مرحوم کا ساتھ دیا کیونکہ یہ مارشل نہ ظالم تھا اور نہ عیاش نہ کم عقل بلکہ اُس وقت کے مخصوص حالات نے جنرل ضیاء الحق کو مارشل لاء لگانے پر مجبور کر دیا تھا۔ صدر ضیاء الحق کا مارشل لاء اب کی مونث جمہوریت سے ہزار درجہ بہتر تھا۔

جہادِ افغانستان کو ہمہ وقتی ضروری مسئلہ سمجھتے تھے

مولانا عبدالحق صاحب ؒ کا افغان جہاد میں بہت اہم کردار اور بڑا حصہ ہے۔ آپ نے اپنے ہزاروں تلامذہ کو عملاً میدانِ کارزار میں بھیجدیا ہے، محاذِ جنگ کی قیادت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا صاحب ؒ شب و روز جہادِ افغانستان کی مکمل حمایت ہر میدان، ہر محفل، ہر تقریر اور تحریر میں جہاد کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اپنی ملاقات کے لیے آنے والوں ہزاروں اضیاف اور اپنے علاقے کے عوام و خواص کو بھی جہادِ افغانستان میں ہر ممکن مدد اور نصرت کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علاقہ (تحصیل نوشہرہ) میں بہت زیادہ تعداد میں افغان مہاجرین آباد ہیں اور عام لوگوں یعنی پاکستانیوں میں گھل مل گئے ہیں۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کی تبلیغ اور ترغیب کا بڑا دخل ہے۔

افغان مجاہدین سے رابطہ و تعلق

اور علاقے کے لوگوں نے بھی انہیں (مہاجرین کو) صدقِ دل سے مہمان نوازا اور گویا اپنے عزیزوں کا درجہ دیا ہے۔ جہادِ افغانستان میں مولانا صاحب ؒ کے بے شمار شاگرد بطور مجاہد بطور سپہ سالار مجاہد فورسز کے برسرِ پیکارِ عمل ہیں جن میں سے بہت سارے شاگرد شہادت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں اور بہت سارے غازی بن گئے ہیں۔

چونکہ مولانا صاحب کے لاتعداد شاگرد افغان جہاد میں شامل تھے اس لیے تقریباً ہر روز کی کاروائی کوئی نہ کوئی شاگرد آن کو سُنا دیا کرتا تھا اور مولانا صاحب ؒ بھی ان کو مزید ہدایات دیتے اور جذبہ جہاد سے روشناس کرتے تھے۔ اور مجاہدین کے لیے نقدی، پیغام، مشورہ اور سامان بھی بھیجا کرتے اور اپنی مؤثر تعلیمات اور ہدایات سے مجاہدین کے جذبات و احساسات اور ذمہ داریوں میں نئی روح، نیا جوش و ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان مجاہدین پر مولانا صاحب ؒ کے اس طرزِ فکر و عمل کا کافی اثر تھا وہ اکثر اوقات خود حاضر ہوتے اور گمبیر حالات میں میدانِ جہاد سے مولانا صاحب کو دعاؤں کے لیے خصوصی خطوط لکھا کرتے تھے۔

افغان قیادت

جہادِ افغان کے سرکردہ مجاہدین اور افغان قیادت میں سے بھی اکثر لیڈر مولانا صاحب کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی معرکۃ الآراء تصنیف "کاروانِ آخرت" میں

میدانِ کارزار میں شہید ہونے والے بعض حقانی فضلاء کا تذکرہ بڑا سبق آموز اور فکر انگیز ہے ۔

افغان قیادت میں مولانا محمد یونس خالص اور مولانا جلال الدین حقانی حضرت شیخ الحدیث رحمہ کے تلامذہ میں سے ہیں ۔ افغان عبوری حکومت کے سربراہ مولانا صبغۃ اللہ مجددی ، عبدالرب رسول سیاف ، پروفیسر ربانی ، مولانا محمد نبی محمدی ، انجنیئر گلبدین حکمت یار ، پیر گیلانی ، یہ سب لوگ مولانا صاحب مرحوم کے عقیدتمند ، معتقدین اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے قریبی رفقاء میں سے ہیں ۔

مولانا سمیع الحق اور جہادِ افغانستان کی خاموش سفارتی مہم

اپنے دورۂ امریکہ میں بھی مولانا سمیع الحق صاحب نے مجھے خود فرمایا تھا (جو بعد میں ماہنامہ "الحق" میں شائع ہوا) کہ میں نے ممکن کوشش کی ہے کہ عالمی رائے عامہ ، امریکی حکومت اور وہاں کی مسلم لابی کو اس بات پر قائل کروں کہ افغانستان میں صرف اور صرف کامیاب و کامران حکومت مجاہدین کا سات جماعتی اتحاد ہی بنا سکتا ہے ۔ اور مسئلہ افغانستان کا واحد حل نظامِ اسلام ہے اور یہ اتنے بڑے طویل عرصہ تک کی عظیم قربانیاں صرف اس لیے نہیں تھیں کہ غیر ملکی فوجیں افغان سرزمین سے نکل جائیں ۔ اس عظیم جہاد کا پس منظر صرف اور صرف جذبۂ ایمان و اسلام تھا ۔ اور یہی اس مسئلے کا واحد حل ہے کہ افغانستان کی عبوری حکومت کو فوراً تسلیم کیا جائے اور وہاں مکمل طور پر نظامِ اسلام رائج ہو ۔

چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر مولانا سمیع الحق مدظلہ نے خاموش سفارتی مہم شروع کی اور امریکہ تشریف لے گئے جہاں انہوں نے امریکن کانگریس ، سینیٹ میں ری پبلکن ڈیموکریٹک پارٹی کے اہم ارکان سینیٹر گارڈن ہمفرے اور کانگریس میں بیل مکالم ، مسٹر چارلس ولسن سے الگ الگ تفصیلی ملاقاتیں کیں اور امریکی وزارتِ خارجہ کے ذمہ داروں سے گفتگو کی ، امریکہ کے مختلف شہروں میں استقبالیوں اور تقریبات میں خطابات کے علاوہ امریکی ٹیلیویژن کو مفصل انٹرویو دیا ، جسے وائس آف امریکہ نے بھی نشر کیا ۔ اور الحمدللہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی یہ خاموش سفارتی مہم بڑی حد تک کامیاب ہوئی جس سے اعلیٰ امریکی حکام کو افغان مسئلہ میں پاکستانی مؤقف سمجھنے میں کافی مدد ملی ۔

مولانا سمیع الحق کا یہ کردار اور حضرت رحمہ کی تمام علمی اور روحانی امداد کی تمام مساعی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ کا برابر کا حصہ ہے اور یہ ایک ایسا صدقۂ جاریہ ہے جسے قیامِ قیامت تک تسلسل حاصل ہے ۔

سلسلۂ مطبوعات (۴۲)

تحریکِ آزادیٔ ہند المعروف تحریکِ ریشمی رومال
کا ایک روشن باب

اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل رحمہ

تذکرہ و سوانح اور سیرت و افکار

◎

مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ

◎

ادارۃ العلم والتحقیق
اکوڑہ خٹک ، ضلع نوشہرہ ، سرحد ۔ پاکستان

الحاج مولانا اظہار الحق صاحب
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت ابّاجیؒ

جناب الحاج اظہار الحق صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ دارالعلوم کے انتظامی امور، مطبخ اور تعمیرات وغیرہ کی نگرانی کرتے ہیں اپنے والدگرامی کے لگائے ہوئے گلشن کی تعمیر و ترقی اور تزئین و آرائش اور متنوع خدمات میں حضرت مہتمم صاحب کا ہاتھ بٹاتے ہیں ان کا درج ذیل میں حضرتؒ کی نجی زندگی اور ایک عام انسانی معاملات میں ان کے دینی ترجیحات کی شہادت ہے۔

مجھے لکھنے اور مضمون نویسی سے کوئی شغف نہیں رہا اس لئے باقاعدہ کوئی مقالہ لکھنے کا تجربہ بھی نہیں، تاہم حضرت والدگرامی کی کچھ یادیں ہیں جنہیں بے ربط کے جملوں اور ٹوٹی پھوٹی تحریر میں زیب قرطاس کر رہا ہوں۔

۱۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ سفر حج کے موقع پر جب میں رخصت ہو رہا تھا تو حضرت نے سفر کی عظمت حج کے تقدس و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر مجھے بڑی محبت توجہات اور ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا بار بار ذکر مناسک حج میں استغراق اور لہویات سے اجتناب کی تاکید فرماتے رہے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری ادب و احترام اور صلوٰۃ سلام کی شدت سے تاکید کی اور اپنے سلام پہنچانے کا اصرار فرمایا۔

۲۔ ہمارے سفر حج کے زمانہ میں منیٰ میں آگ لگی تھی تو حضرت عامۃ المسلمین اور حجاج کرام کے فکر اور غم و ہم میں بہت بے قرار تھے اپنے بیٹے کی فکر ایک فطری امر ہے مگر حضرت کے استفادات، دعائیں اور تمام تر توجہات میں بیٹے سمیت تمام حجاج کرام کا ذکر ہوا کرتا تھا اور صد درجہ الحاح و تواضع اور انکسار و عبدیت کے ساتھ دعائیں کرتے تھے۔

۳۔ والد صاحب جب کبھی بھی گھر سے باہر جایا کرتے تو اپنی والدہ ماجدہ سے باقاعدہ اجازت لے کر جایا کرتے تھے ایک دفعہ والد صاحب جلدی میں والدہ سے پوچھے بغیر گھر سے نکلے گھر سے دور یاد آیا کہ والدہ سے اجازت نہیں لی ہے۔ اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر کہ مجھے گھر پر کوئی ضروری کام یاد آیا ہے۔ واپس گھر تشریف لائے اپنی والدہ سے اجازت لی پھر اپنی منزل مقصود پر روانہ ہوئے۔

۴۔ گاؤں یا محلہ میں جو کوئی بھی بیمار ہو جاتا تو اس کی بیمار پرسی کے لئے خود ان کے گھر جایا کرتے تھے آخر میں جب بیماری کی وجہ سے کمزور ہوتے اور خود نہ جا سکتے تو پھر ہم بھائیوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے بیمار پرسی کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم پہلے سے بیمار پرسی کر چکے ہوتے۔

اگر ہم نے ذاتی طور پر بیمار پرسی کر بھی لی ہوتی تب تو حضرت فرماتے کہ اب یہ میری طرف سے بیمار پرسی کریں۔

۵۔ حضرت گائے بھینس پالنے کا شوق رکھتے تھے اور ان کے پالنے کا اہتمام کرتے۔ ۲ یا ایک بجے جب دارالعلوم سے گھر آتے اولاً بھینسوں کا حال دیکھتے اور یہ پوچھتے کہ چارہ ڈالا ہے پانی پلایا ہے۔ پھر جب اطمینان ہوتا تو بھینسوں پر خود دست شفقت پھیرتے، گھاس پانی کی بار بار تاکید کرتے ان کی جگہ کی صفائی کا اہتمام کرتے۔ جب خوب تسلی کر لیتے تب گھر تشریف لے جاتے۔

۶۔ والدہ نے ہمارے لئے رشتہ داروں میں نکاح کی بات کرنی چاہی تو والد صاحب نے جواب دیا۔ کہ خود ان سے پوچھ لیں کہ میں جبر کا کام نہیں کرتا ان سے خود دریافت کر لیں کہ ان کو بھی یہ رشتے پسند ہیں حضرت کا یہ معاملہ جو شریعت اور مزاج انسانی کے مطابق ہے ـــــ مقصد یہ تھا کہ شریعت اور انسانی فطرت کے تقاضے پورے ہو جاتے۔

۷۔ ابتداء میں میری دو بچیاں یکجا پیدا ہوئی تھیں۔ تو ذہنی طور پر پریشانی ہوئی حضرت آئے اور فرمایا اذان دیتے ہوئے۔ تو فرمایا کہ آپ خوش قسمت ہیں۔

خود تشریف لائے میری بچیوں کے کان میں اذان اور اقامت کہی اور ارشاد فرمایا کہ حضورؐ کی حدیث ہے کہ وہ عورت خوش نصیب اور نیک بخت ہے جو پہلے بچی جنے یہ تو بمقتضائے حدیث آپ کی سعادت مندی ہے اس سے تسلی ہوئی اور خدا کا شکر ادا کیا۔

۸۔ محترمہ دادی جان ہمیں حضرت والد صاحب کے بچپن کے متعلق فرمایا کرتی تھیں کہ حضرت مولانا صاحب جب چھوٹے تھے۔ اور جب چھٹی پر گھر آجاتے تو میں کبھی کبھی مولانا صاحب کو کہتی کہ جاؤ باہر چکر لگا لو اور بچوں سے کھیلو مگر مولانا صاحب جواب میں کہہ دیتے کہ میں باہر نہیں جاتا اور بچوں سے نہیں کھیلتا کیونکہ وہ مجھے کہیں والدین کی گالیاں نہ دیں۔

۹۔ مولانا صاحب کے ساتھ اکثر ہم اکٹھے قربانی کے لئے ایک ہی گائے یا دو میں قربانی کے حصے رکھا کرتے۔ جس میں ہم چار بھائیوں اور اہل خاندان اور والدہ ماجدہ کے بھی حصے ہوتے قربانی کرتے وقت مردوں کو ہر ایک کو حاضر کر کے اور عورتوں سے گھر میں اجازت لے کر تب قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کے لئے چھری چلاتے۔

۱۰۔ حزم و احتیاط کا یہ عالم تھا کہ قربانی سے قبل ہماری والدہ ماجدہ سے بھی باقاعدہ اجازت لیتے نیز جن شرکاء قربانی نے گائے یا بھینس کو پکڑا ہوا ہوتا ذبح کے وقت سب کو تکبیر پڑھنے کی تاکید فرماتے۔

۱۱۔ ۷۰ کا الیکشن تھا دن بھر کی پولنگ، شدید مقابلہ اور ہار جیت کے دلوے اور اندیشے تمام کارکنوں کو بے چین کیے ہوئے تھے، رات کے ۱۲ بجے ہم لوگ نوشہرہ گئے تاکہ اے۔ سی سے ریزلٹ حاصل کریں کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب ہمیں حضرت شیخ الحدیث کی کامیابی کا ریزرٹ ملا ہم خوشی خوشی اکوڑہ آئے۔ اور احقر جلدی سے گھر پہنچا۔ کہ حضرت انتظار میں ہوں گے اور میں انہیں خوشخبری سنا دوں گا اور یہ فطرت کی بات ہے کہ الیکشن ایم این اے کی سیٹ کا مقابلہ ہو پھر مقابلہ میں بھی پیپلز پارٹی اور نیشنل پارٹی تھی مقابلہ معرکے کا تھا تمام کارکن بے چین منتظر تھے مگر جب حضرت کے پاس ان کے بالاخانہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا کنڈی کھٹکھٹائی تو حضرت خواب سے اٹھے دروازہ کھولا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ ایسے حالات، بلا کا مقابلہ، عظیم معرکہ اور ادھر یہ مزے کی نیندیں ـــــ حضرت نے الیکشن کا نہ پوچھا ہار جیت کی کوئی بات نہ کی بلکہ بڑے معصومانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کیوں بیٹے کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟ میری حیرت کی انتہا نہ رہی سوچتا ہی رہ گیا کہ کتنی شدت کا مقابلہ اور یہاں کیسا اعتماد اور اطمینان ہے۔

دوسری اہم بات میں نے حضرت کے الیکشن میں یہ دیکھی وہ جہاں بھی گئے اور جہاں بھی الیکشنی تقریر کی تو انہوں نے کبھی بھی کسی تقریر میں یہ نہیں کہا کہ "مجھے ووٹ دو" بلکہ ہمیشہ ان کی تقریر یہ رہی کہ "تمہارے نزدیک جو بھی مستحق ہو جو بھی دین اسلام کے نظام کے نفاذ کی کوشش کرنے کا اہل ہو تمہاری نمائندگی کی صلاحیت رکھتا ہو اسے منتخب کرنا"

۱۲۔ گجر گڑھی ضلع مردان ایک درسگاہ میں حضرتؒ کو ان کے والد گرامی نے چھوٹی عمر میں داخل کر دیا تھا اور وہ اپنے جذبہ خدمت سے اپنے سے بڑے طلبہ کے لئے گھروں سے روٹیاں لایا کرتے تھے آپ ابھی مبتدی تھے ایک رات باد و باراں اور بارش و طوفان تھا۔ حضرتؒ طلبہ کے لئے گھروں سے روٹی لانے کے لئے نکلے کچھ روٹیاں جمع کیں پھر راستے میں بارش اور کیچڑ کی وجہ سے کہیں گر گئے اور روٹیاں ساری خراب ہوگئیں۔ آپ کو چوٹیں بھی آئیں دادا مرحوم گاہے گاہے تشریف لے جایا کرتے تھے انہوں نے اپنے بیٹے کی اس حالت اور عذر کو دیکھا تو ساتھ لائے اور قدیم زمانے کے دستور کے مطابق معالجہ کرتے رہے بعد میں ہاتھ تو درست ہوگیا مگر آخر عمر تک اس میں کمزوری بہرحال باقی رہی جب کہ اس کی روایت یہ بھی ہے کہ روٹی اور سالن وغیرہ کے ضائع ہونے پر طلبہ نے آپ کی پٹائی کر دی مگر انکے والد گرامی نے کسی طیش یا جوش و غضب کے اظہار کے بغیر چپکے سے اپنے بچے کو ساتھ لایا اور معالجہ کے لئے اکوڑہ آ گئے۔ جیسا بھی ہو بہرحال اس سے حضرتؒ کے زمانہ طالب علمی میں طلبہ کی خدمت کے جذبہ اور ایثار و قربانی کی عکاسی ہوتی ہے۔ ★

الحمد للہ! کہ اللہ پاک نے بڑا کرم اور احسان فرمایا ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء آج ملک و بیرون ملک مصروف خدمت دین ہیں اللہ کریم نے دارالعلوم کے فضلاء کو مقبولیت اور کام کرنے کی بہترین صلاحیت سے نوازا ہے اب جو آپ حضرات نے اپنے مشاغل اور دینی خدمات سے متعلق حالات اور کوائف سنائے۔ یہ خالص اللہ ہی کا کرم ہے بلا استحقاق اتنی عنائتیں فرماتے ہیں آج جہاد افغانستان میں بھی اللہ کریم نے فضلاء حقانیہ کو قائدانہ کردار کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ دیکھو! یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ آپ حضرات لالچ نہیں کرتے جب طمع لالچ اور خود غرضی آجاتی ہے تو برکات اٹھ جاتے ہیں اللہ کی مدد بند ہوجاتی ہے جب بھی دین کا کام کرو تدریس اور تصنیف کے مواقع میسر ہوں۔ تبلیغ کا خدا موقع دے تو اپنی طرف سے حصول جاہ منصب اور حصول مال و دولت کی تمنا تک دل میں نہ لاؤ۔ دیوبند کے اکابر اساتذہ اور ہمارے بزرگوں کا یہی وہ امتیاز ہے جس سے اللہ نے ان کو خصوصیت سے نوازا ہے دارالعلوم حقانیہ تو دیوبند ہی کا سلسلہ ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے فضلاء بھی اپنے آبائی اسلاف کی امانت کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

دارالعلوم دیوبند میں احقر جس زمانہ میں تھا تو بیت المال میں رقم ختم ہوگئی غالباً اساتذہ کو پانچ چھ ماہ تک تنخواہ نہ مل سکی مگر کسی کی جبین پر شکن تک نہ آئی جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس کا موقعہ اپنے بزرگوں نے بخشا اور تنخواہ کی بات کی تو میں نے عرض کر دیا کہ مجھے تنخواہ سے کوئی سروکار نہیں تعلیم سے کام ہے۔ وہاں تنخواہوں کے اضافوں کی بات ہوا کرتی تھی مگر آپ نے کبھی ایسی درخواست پر دستخط نہیں کئے خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا سارے حالات سدھار دیتے اب اللہ کا احسان ہے کہ دارالعلوم کو خدا نے مرکزیت اور مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ البتہ میں نے ایک طریقہ اختیار کئے رکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ میں بھی اور اب بھی جب کبھی تنگ دستی کے اور مالی کمزوری کے حالات پیش آتے ہیں تو جو کچھ پاس ہوتا ہے اس میں اللہ کی راہ میں خفیۃً دے دیتا ہوں ابھی دن پورا نہیں گزرتا کہ اللہ پاک مدد فرما دیتے ہیں، حاجتیں رفع ہو جاتی ہیں۔

ارشاد: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
(از صحبتے با اہل حق)

جناب شفیق الدین فاروقی

حسین یادوں کا عظیم سرمایہ

چند محبت بھری ادائیں، جو کبھی نہیں بھولیں گی

جناب شفیق الدین فاروقی، حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے داماد ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ڈرائیوری اور خدمت کے مواقع انہیں میسر رہے، دو عشروں پر مشتمل یہ روئیداد اور حضرتؒ کے سیرت و حسنِ اخلاق کے واقعات جب زبانی سناتے ہیں تو سامعین کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے ہیں اور دل چاہتا ہے کہ یہ ذکرِ خیر جاری ہی رہے۔ مگر تحریر کا اپنا لہجہ اور اپنی زبانی ہے پھر بھی چند واقعات جو انہوں نے لکھ دیئے ہیں —— حضرت شیخؒ کو انسانی اقدار و روایات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے اور ایک مربی و محسن اور کامل انسان کے طور پر پہنچاننے میں ایک بہترین آئینہ ہیں۔

فکر نہ کریں اللہ مالک ہے

۱۔ رات کو اچانک کسی عزیز کی میت ہوئی، پشاور جانا ہوا، مولانا سمیع الحق ان کے اہل خانہ اور بچے وغیرہ بھی ہمراہ تھے واپسی پر نوشہرہ کے قریب اچانک گاڑی بند ہوگئی رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ میں نے حتی الوسع جو ممکنات تھے درست کرنے گے، وہ کیسے اپنی حد تک بظاہر تمام کوششیں کر ڈالیں لیکن گاڑی ٹھیک نہ ہوسکی۔ بظاہر کوئی بڑا نقص نہیں تھا، پٹرول بجلی کا نظام (کرنٹ)، تمام چیزیں درست تھیں لیکن گاڑی کسی صورت اسٹارٹ نہیں ہورہی تھی۔ ڈسٹی بیوٹر، کاربوریٹر بھی کھول کر تمام چیک کیا اور آخر مایوس ہوکر، مولانا سمیع الحق صاحب جو سفر میں ہمراہ تھے سے عرض کیا کہ فون کرکے دوسری گاڑی کا بندوبست کرلیں۔ قریبی نوشہرہ ریلوے سٹیشن سے مولانا سمیع الحق صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو اکوڑہ فون کیا۔ اور شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ "فکر نہ کریں اللہ مالک ہے"

میں مولانا انوار الحق کو بھیج رہا ہوں۔ چونکہ گاڑی دھکے دے کر اسٹارٹ کرنے کی کوشش میں مین جی ٹی روڈ سے ہٹ گئی تھی اس لیے سوچا کہ مین روڈ پر کھڑے ہوکر حافظ انوار الحق صاحب کا انتظار کیا جائے کہ انہیں ہماری تلاش میں دقت نہ ہو۔ جی ٹی روڈ پر جانے سے پہلے میں نے سوچا کہ گاڑی کی چابی جو کہ سوئچ میں لگی ہوئی تھی نکال لی جائے جیسا ہی باہر سے ہاتھ ڈال کر گاڑی کی چابی کھینچی اچانک گاڑی سٹارٹ ہوگئی۔ جبکہ اس کے اکثر حصے تاریں وغیرہ کھلی ہوئی تھیں پھر بظاہر اسباب اس کے اسٹارٹ ہونے کا کوئی امکان بھی نہ تھا۔ حضرت کی توجہ اور کرامت تھی کہ مولانا انوار الحق کے گھر سے نکلنے سے قبل قبل ہم لوگ اکوڑہ پہنچ گئے۔

انشاء اللہ وقت پر پہنچ جائیں گے

رمضان المبارک کا مہینہ تھا صبح ۹ بجے حضرت شیخ الحدیث صاحب نے گھر فون پر مجھے (دارالعلوم میں) اطلاع دی کہ راولپنڈی میں ایک جنازے میں شرکت کے لیے جانا ہے مرنے والے نے وصیت کی ہے کہ جنازہ میں نے پڑھانا ہے۔ "اگر تکلیف نہ ہو تو مجھے پنڈی لے جاؤ"۔ احقر نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ جنازہ کس وقت ہے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ ۱۰½ بجے۔ اس وقت تک دریائے اٹک پر نیا پل تعمیر نہیں ہوا تھا اور پرانے پل سے اکوڑہ اور راولپنڈی کی مسافت کم از کم (دو) سوا دو گھنٹے سے کم نہ تھی جبکہ سارا وقت ڈیڑھ گھنٹہ موجود تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت بظاہر پہنچنا مشکل ہے جیسا آپ کا حکم ہو میں آرہا ہوں۔ حضرت نے تاکید فرمائی کہ دیر نہ کرو۔ میں گھر کے دروازے میں کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہوں "انشاء اللہ وقت پر پہنچ جائیں گے"۔ بفضل اللہ تعالیٰ ہم ٹھیک ۱۰½ بجے جنازہ گاہ میں موجود تھے۔

انجن تباہ ہوگیا تھا مگر گاڑی چلتی رہی اور وقت پر بھی پہنچا دیا

گرمیوں کے دن تھے جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؒ نے

فرمایا کہ مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں آرام کر لیتے ہیں اور عصر کے وقت اکوڑہ کے لیے روانہ ہو جائیں گے انشاء اللہ افطار اکوڑہ میں گھر پر کریں گے"۔ چنانچہ واپسی پر مانسر کیمپ کے قریب اچانک گاڑی بند ہو گئی حضرتؒ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا خیریت ہے شاید گرم ہونے کی وجہ سے گاڑی بند ہو گئی ہے میں دیکھتا ہوں۔

مجھے اندازہ ہوا کہ ریڈی ایٹر میں پانی کم ہے قریب ہی سے میں پانی لے کر آیا اور دو ڈبے پانی ڈالا لیکن پھر بھی کم محسوس ہوا۔ چار پانچ ڈبے ڈالنے کے بعد میں ششدر رہ گیا حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ پانی نیچے بھی نہیں گرتا تھا اور ریڈی ایٹر بھی خالی رہتا تھا۔ پریشان ہو کر اسی حالت میں پھر گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو گاڑی سٹارٹ ہو گئی اور ہم اس صورت میں روانہ ہوتے کہ گاڑی کے انجن سے عجیب و غریب قسم کی آوازیں آ رہی تھیں سخت جھٹکے لگتے تھے خود بخود چلتے چلتے بند ہو جاتی تھی اور پھر روانہ ہو جاتی تھی اسی حالت میں ہم جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی اس طرح حضرت کے ارشاد کے مطابق ہم افطاری کے وقت گھر موجود تھے۔

دوسرے روز جب صبح مکینک کو بلایا اور گاڑی چیک کرائی تو اس نے کہا کہ یہ ورکشاپ میں لے جا کر انجن کھولنا پڑے گا تب صحیح صورت حال کا اندازہ ہو سکے گا اور جس وقت ورکشاپ میں انجن کھولا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور ششدر رہ گیا (جو ایک ٹیکنیکل آدمی سمجھ سکتا ہے) کہ انجن میں دو پسٹن ٹوٹے ہوئے تھے۔ کنکنگ راڈ ( ) ٹوٹنے کے بعد انجن کو بھی توڑ چکے تھے اور موبائیل اور پانی اکٹھا ہو گیا تھا ایسی صورت میں کسی بھی انجن کا اسٹارٹ رہنا بظاہر اسباب ناممکن ہے۔ یہ انجن مرمت کے قابل بھی نہ تھا دوبارہ دوسرا انجن خرید کر اس گاڑی میں لگایا گیا بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گاڑی صرف کرامات پر چلتی رہی اور اللہ پاک غیبی مدد کرتے رہے۔

ڈرائیور سوتا رہا اور گاڑی ۱۲ کلو میٹر چلتی رہی

۳۔ ایک روز دوپہر کے وقت اسمبلی کے اجلاس سے فراغت کے بعد شیخ الحدیثؒ نے اکوڑہ جانے کی خواہش ظاہر کی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد راقم کو قیلولہ کی عادت ہے اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب نے حضرت شیخ الحدیث سے عرض کیا کہ کچھ دیر آرام کرتے ہیں عصر کے وقت چلیں گے گرمیوں کے دن ہیں اور اس وقت گرمی بھی زیادہ ہے لیکن شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ "دن ضائع ہوتا ہے" چلنا چاہیے۔ تقریباً ڈھائی بجے اسلام آباد سے روانہ ہوتے شیخ الحدیث صاحب آگے کی سیٹ میں اور مولانا حافظ انوار الحق صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب پچھلی نشست پر بیٹھے تھے۔ اسلام آباد سے نکلنے کے بعد ترنول تک آپس میں بات چیت کرتے رہے ترنول کے بعد تینوں حضرات سو گئے ترنول ٹیکسلا تک کا سفر مجھے یاد ہے۔ اس کے بعد میں بھی سو گیا اس کے بعد گھبراہٹ سے اچانک آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میں غلط سمت پر روانہ ہوں اور سامنے سے ایک بس آ رہی ہے چند سیکنڈ قبل اگر میری آنکھ نہ کھلتی تو بس اور کار کا تصادم یقینی تھا۔ اور جب آنکھ کھلی میں نے گاڑی اپنی سمت پر کی تھوڑا سا حواس کو جمع کیا اور آس پاس دیکھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ معلوم ہوا کہ حسن ابدال سے گزر رہے ہیں۔ میں نے وہیں پہ گاڑی روک دی۔ گاڑی رکنے کے ساتھ سب لوگ بیدار ہو گئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں رکے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا۔ وضو کر لو اور چائے پی لو اللہ مالک ہے، یہ حضرت کی کرامت تھی کہ ۱۰، ۱۲ کلو میٹر کے فاصلہ میں میں سویا رہا اس وقت ٹریفک بھی ون وے تھی سڑک بھی تنگ اور خراب تھی درمیان میں کئی جگہ موڑ بھی تھے مگر اللہ حافظ رہا اور گاڑی چلتی رہی۔

گلاب کا پھول

۴۔ میں دفتر الحق میں مصروف کار تھا کہ اچانک دارالعلوم کے ناظم اعجاز حسین نے مجھے کہا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ مجھے یاد فرما رہے ہیں، میں نے پوچھا؟ کہاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ دفتر اہتمام سے گھر کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور سڑک پر گاڑی میں تشریف فرما ہیں کہ آپ کو یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً اٹھا کہ نہ جانے کیا ایسی بات تھی کہ حضرت شیخ نے سڑک پر رک کر مجھے یاد فرمایا۔ خدا جانے کیا بات یاد آئی۔ حاضر خدمت ہوا، سلام عرض کیا، اور عرض کی حضرت حکم فرمائیں آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت مسکرائے، اور سرخ رنگ کا ایک تازہ گلاب کا پھول مجھے عنایت کیا اور فرمایا "بس یہی دینے کے لیے بلایا تھا" اور حضرت گھر تشریف لے گئے۔ اس پھول کی تعبیر شیخ الحدیثؒ کی پوتی سے رشتے کی صورت میں آٹھ سال بعد ظاہر ہوئی۔

رفقاء سفر کے آرام کا خیال

حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اجلاس اسمبلی کے دوران ایک کمرہ میں شب گزارنے کے کئی مواقع آتے تمام رات تہجد، گریہ وزاری میں گزرتی تھی لیکن کبھی بھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث تہجد صبح کی نماز یا اپنی حاجت کے لیے اٹھے ہوں اور کوئی شور ہوا ہو۔ اکثر ایسا ہوا کہ راقم جاگ رہا ہوتا تھا کہ شیخ الحدیثؒ دبے پاؤں اٹھتے تھے نہایت آرام سے دروازہ کھولتے تھے باتھ روم تشریف لے جاتے تھے اور واپسی پر جب حضرتؒ کو میرے جاگنے کا کسی طرح احساس ہو جاتا تھا۔ تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ میری وجہ سے تمہاری آنکھ کھل گئی تمہیں میں نے

(بقیہ ص ۱۳۸ پر)

تذکرۃ الاساتذہ

بعض اساتذہ علم اور مشائخ کی کہانی ○ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی زبانی

محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحقؒ کا مزاج مطالعاتی، تدریسی، اخذ و استفادہ اور پڑھانے کا تھا۔ پھر مشاغل اور مصروفیات ایسی تھیں کہ لکھنے لکھانے کی انہیں کم فرصت ملی حضرتؒ کے افادات "حقائق السنن شرح ترمذی" آپ کے درسِ امالی ہیں، "دعواتِ حق" آپ کی نستعلیق گفتگو ھے، بغیر کسی تکلف کے گویا مسلسل اور مربوط تحریر ھے۔ بایں ھمہ اگر کچھ لکھا بھی تو وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ پر بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، جامع المعقول والمنقول مولانا رسول خان صاحبؒ ———— ———— پھر جس انداز سے لکھا عملی زندگی میں اسی انداز کو اپنایا۔ اپنے اساتذہ بالخصوص حضرۃ مدنیؒ کے گویا آپ ھی عکسِ جمیل اور پرتو تھے۔ حضرۃ مدنیؒ کی جس سادہ، بے تکلف اور محبت بھرے انداز میں آپؒ نے تحریری تصویر پیش کی ھے وھی تصویر بعینہٖ آپ کی تھی۔ وھی اخلاق، وھی عادات، وھی شمائل، وھی خصائل، وھی انداز اور وھی آواز، گویا حدیثِ دیگراں میں سرِ دلبراں بیان ھوا ——— اِن مضامین سے ایک تو حضرۃؒ کی اپنے اساتذہ کے ساتھ عقیدت و محبت اور عشق و والہیت کا اندازہ ھوجاتا ھے۔ دوسرا یہ کہ جو چیز آپؒ نے اپنے شیوخؒ کی بیان فرمائی ھے عملی زندگی میں وہ آپؒ نے اپنائی ھے جو آپ ھی کی سیرت کی گویا خود نوشت سوانح بھی بن جاتی ھے۔ یہ مبالغہ نہیں واقعہ ھے کہ آپؒ اپنے مربی و محسن اور شفیق استاذ حضرۃ مدنیؒ کی الفت و محبت، اطاعت و انسانی میلانات و جذبات اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے ان ھی کے سانچے میں ڈھلے ھوئے تھے ــــ یہ شعر بارھا سنا اور پڑھا مگر واقعہ یہ ھے کہ اس کا صحیح مصداق شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ تھے، جب اُن کے مخاطب و مطلوب حضرت مدنیؒ ھوں کہ ؎ تاکس نہ گرید بعد ازیں ؞ من دیگرم تو دیگری

حضرت شیخ الاسلام قطب العالم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز

بندہ نہ تو مضمون نگار ہے اور نہ اس کا سلیقہ ہے پھر یہاں تو بالخصوص حضرتِ شیخؒ کا عظمت و احترام جو قلب میں ہے وہ مانع ہے۔ اس کی وجہ سے قلم اس عظیم موضوع پر لکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بات قلم سے شانِ شیخؒ کے خلاف نکلے۔ تاہم مختصراً عرض ہے کہ :-

حضرتِ شیخؒ حسینی سید ہیں، ان کے اجداد نے ۱۹ اُنیس پشت پہلے ہندوستان کے ضلع فیض آباد میں قیام کیا۔ اسلامی حکومتِ ہند نے بہت سی جاگیریں اجدادِ کرام کے نام کردیں، ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں انگریز نے بغاوت کے الزام میں تمام جائیداد ضبط کرلی۔ حضرتِ شیخؒ کے والد ماجد مرحوم نے ہجرتِ مدینہ منورہ کی اختیار کی اور پانچ صاحبزادے بھی ساتھ تشریف لے گئے۔ حضرتِ شیخؒ نے خود ہجرت کی نیت نہیں کی تھی بلکہ والدِ بزرگوار نے ہجرت کی اور حضرتِ شیخؒ اور دیگر صاحبزادے والد گرامی کی معیت میں تشریف لے گئے تھے۔ اور شیخؒ کو بوقتِ وفات وصیت فرمائی کہ ہندوستان جو کہ دارالاسلام تھا اور انگریزوں نے اس پر قبضہ جما کر دارالکفر اور دارِ ظلم بنا دیا ہے اس کو آزاد کرانا۔ چنانچہ حضرت الشیخؒ نے والد گرامی کی وصیت پر عمل کی خاطر حجازِ مقدس کی رہائش اور سکونت جس میں ہر قسم روحانی تسکین کا سامان موجود تھا، ترک کردی اور مظلوم و بے چین اور غلام ہندوستانیوں کی آزادی و آرام کی خاطر ہند کی سکونت اختیار کی۔ الحمدللہ کہ اُن کی سب مساعیٔ جمیلہ کو قبولیت ربّ العزت نے عطا فرمائی اور آج متحدہ ہند آزاد ہو کر پاکستان و بھارت کے نام سے ہمارے سامنے ہے۔

حضرتِ شیخؒ حافظ الحدیث تھے۔ حضرتؒ سال کے اخیر میں بعد از نمازِ عشاء بھی دارالحدیث میں درسِ بخاری دیا کرتے تھے۔ ان کے سامنے بخاری کی شرح قسطلانی مطبوعہ مصر رکھی ہوتی تھی جو انتہائی باریک خط سے لکھی گئی ہے۔ حضرتِ شیخؒ کے اوقات یا تو درس و تدریس میں یا جہادِ حریت اور تبلیغ کے اسفار میں اور جلسوں میں صرف ہوتے تھے، آرام کے لیے بہت کم وقت ملتا۔ ایک دفعہ عشاء کے بعد دارالحدیث میں حضرتِ شیخؒ بخاری کا درس ارشاد فرما رہے تھے اور قرأۃ بھی خود ہی کر رہے تھے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ عشاء کے بعد گاڑی میں تشریف لے آئے اور سیدھے دارالحدیث آکر درس میں شریک ہوئے اور حضرت مدنیؒ کے پیچھے تشریف فرما ہوئے۔ سبق ختم ہونے کے بعد

حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوگئی اور مصافحہ کیا تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ آپ کب تشریف لائے ہیں؟ حضرت لاہوریؒ نے جواب دیا کہ کافی وقت ہوگیا۔ تو فرمایا کہ آج مجھے سبق کے دوران کچھ غنودگی سی رہی، چند دنوں سے مسلسل آرام نہیں کیا اسلئے آپ کی طرف دھیان ہی نہیں گیا یعنی آپ نظر نہ آسکے ـــــ اور اس غنودگی کے وقت حضرت شیخؒ بخاری شریف کی عبارت برابر پڑھتے رہتے تھے۔ ہمیں اس سے اندازہ ہوا کہ آپ تمام بخاری شریف کے حافظ تھے ۔ خداوند کریم نے حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ طالب علمی کے ایام میں شرکاءِ دورۂ حدیث حضرت الشیخؒ کو لسانِ شیخ الھند سے پکارتے تھے ۔ اور تمام شرکاء اپنے آمالی تقریروں کی تصحیح اور تطبیق حضرتؒ سے کرواتے تھے۔ لأنّہٗ لسان شیخ الھند

بعض حضرات سے سُنا ہے (واللہ اعلم) کہ مالٹا کی اسارت کے زمانہ میں رمضان کا مہینہ جب شروع ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سال تراویح میں قرآن مجید سُننے سے محروم ہیں۔ تو حضرتؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کی تمنا پوری کرنے کے لیے حضرتؒ نے اوّل یوم سوا پارہ یاد فرمایا، اسی طرح ہر روز یاد کرتے اور رات کو سُنا دیتے، حافظہ کی ایسی حالت تھی۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران مختلف اسلامی ممالک کے مروّجہ اسلامی علوم کے ادق اور مغلق کتابیں پڑھاتے تو طریقہ یہ تھا کہ تمام شروح و حواشی متعلقہ مباحث ذہن میں رکھ کر درس کے وقت سادہ اور معرّیٰ نسخہ سامنے رکھتے اور حافظہ کی قوّت سے شروح و حواشی اور متعلقہ ابحاث پڑھاتے۔ پھر کتابیں بھی دو چار نہیں چودہ چودہ اور پندرہ پندرہ یومیہ ہوتیں اور جن میں اکثر کتابیں ایسی تھیں کہ ہندوستان کے درسِ نظامی میں شامل نہ تھیں۔ علوم و معانی، احادیث کی تحقیق اور توضیح، مختلف مذاہب کی تنقیح اور پھر ائمہ احناف کی تائید و ترجیح میں تو حضرت شیخؒ یکتائے روزگار تھے۔ اور معرکۃ الآراء اختلافی مباحث اور مشکلات کے بارہ میں سب کچھ مستحضر رہتا۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی طویل اور لمبے سفر سے آئے جس میں ایک لحظہ آرام اور یکسوئی کا موقع بھی نہیں ملا، سیدھے دارالحدیث پہنچ کر سبق شروع فرماتے اور متعلقہ مضامین ایسے فی البدیہہ اور مرتب و منقح انداز میں بیان فرماتے کہ گویا ابھی ابھی یکسوئی سے گھنٹوں مطالعہ اور غور و فکر کر کے آرہے ہوں حالانکہ ایسے حالات میں کُتب بینی اور شروح و مطولات دیکھنے کا امکان کہاں ہوتا ہے۔

علوم حدیث میں تعمّق اور تبحّر کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم اور آیات کے مصداق متعیّن کرنے میں بھی حضرت شیخؒ بے نظیر تھے۔ ہر موقع اور ہر محل پر برجستہ اور موزوں طریقے سے (جیسا کہ امام بخاریؒ اپنے تراجم میں استدلال فرماتے ہیں) حضرت شیخؒ ہر مسئلہ پر فی البدیہہ آیت پیش کر دیتے، ایسے برموقع اور برمحل آیت کا انتخاب فی البدیہہ محض عطیۂ خداوندی تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مستغرق تھے کہ نہ صرف تشریعی سُنن کے کامل پیرو تھے بلکہ تکوینی شمائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی عکسِ جمیل اور مظہر تھے ـــــ حضرت شیخؒ کا چہرۂ انور نہایت باوقار تھا اور اُن کو دیکھ کر رعب طاری ہو جاتا۔ مگر ان کی مجلسِ درس میں اور صحبت میں بیٹھ کر اُٹھنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا اور نہ اُن کے نورانی چہرہ کے جمال و انوار کے مشاہدہ سے سیری ہوتی تھی، ایک عجیب فدائیت اور محبت ہو جاتی۔ چلتے وقت قدموں کو وقار اور قوت سے زمین سے اُٹھائے آگے جُھکے ہوئے چلتے رہتے، تواضع اور انکسار چھایا ہوتا، نگاہیں نیچی رہتیں، چہرہ پر مسرّت، تبسم اور عجیب بشاشت طاری ہوتی ـــــ شمائلِ ترمذی شریف جب ہم پڑھا کرتے تو ایک ایک خصلت کا صحیح نقشہ حضرت شیخؒ کو دیکھ کر سمجھ میں آجاتا، حضرتؒ کی زندگی کی شکل میں شمائل کی زندہ تصویر ہمارے سامنے ہوتی اور معلقات کتاب کی شرح زندہ ہم دیکھ لیتے۔ حضرتؒ کی متانت و سنجیدگی اور اطمینانی کیفیت کا بھی کچھ عجیب عالم تھا۔ مَیں نے حضرتؒ کو ابتدائے سال کے ایام میں جس سکون اور اطمینان سے درس دیتے ہوئے پایا تعلیمی سال کے آخری ایام کے درس میں بھی بخاری شریف اور ترمذی شریف کو اُسی اطمینان اور سکون سے پڑھاتے دیکھا۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ وقت کی تنگی اور عجلت کی وجہ سے کوئی مشکل مقام تشنۂ تحقیق چھوڑ دیا ہو ـــــ طلبہ پر حضرتؒ کی شفقت از حد تھی خصوصًا درس میں تو عجیب حال ہوتا کبھی بھی غصّہ نہ ہوتے۔ جب کوئی طالب علم قبل از اختتام تقریر کوئی سوال یا شبہ کر ڈالتا تو حضرتؒ فرماتے بھائی آپ جلدی کر رہے ہیں، خلق الانسان من عجل۔ پورے سال میں مجھے یاد نہیں کہ درس میں غصّہ ظاہر فرمایا یا طبیعت میں جھنجلاہٹ آئی ہو۔ درس کے علاوہ بھی اگر کسی نامناسب کام پر ڈانٹتے تو وہ شفقت و محبّت سے ہوا کرتی۔ ایک دفعہ طلباء کی لڑائی ہوئی، قتل و قتال کی نوبت آئی، ایک طالب علم نے بھاگتے ہوئے حضرتؒ کے گھر میں پناہ لی، مشتعل طالب علم نے ان کے گھر میں گُھس کر پناہ لینے والے طالب علم کو قتل کر دیا۔ حضرت الشیخؒ کو اس واقعہ کا بے حد افسوس اور صدمہ تھا۔ بدقسمتی سے اس معاملے میں چند سرحدی طالب علم بدنام ہوئے۔ مگر حضرت شیخؒ نے اس وقت بھی باوجود ناراض ہونے کے طلبہ کے سروں پر شفقت و عنایت کا ہاتھ رکھا اور پٹھانوں سے قومی و ملّی صفات کی وجہ سے جو خصوصی تعلق تھا اُس میں فرق نہ آنے دیا۔

حضرت شیخؒ نے پوری زندگی انگریز سے لڑائی میں خرچ کی۔ پورے ہندوستان کی آزادی حضرت شیخؒ کی مجاہدانہ قربانیوں کی رہینِ منّت ہے مگر دُنیا میں اس کا ایک حبّہ بھی صلہ نہ پایا، دُنیا سے پاک و صاف رہ کر اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ انگریز کے دَور میں ایک چپّہ زمین بھی نہ خریدی اور نہ اپنا گھر بنایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ انگریز کے عہدِ غلامی میں کوئی مکان نہ بناؤں گا۔

حضرتؒ کے خادمِ خاص حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب مرحوم مہمانوں اور گھر کے مصارف کے لیے کچھ رقم اپنے بٹوے میں رکھتے اور اس سے کام چلاتے۔ حضرت شیخؒ کے پاس جو کچھ آتا اُسے طلباء، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ فرماتے۔ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب مرحوم کے صاحبزادے نے مجھ سے فرمایا کہ وقتِ وفات سے لے کر اب تک کے اُن کے اخراجات حضرت شیخؒ برداشت کر رہے ہیں۔

دیوبند کی اکثر بیواؤں اور یتیموں کو وظیفہ حضرت شیخ رحؒ کی جانب سے مقرر تھا۔ خود حضرتؒ گھر میں زمین پر ٹاٹ کے اوپر آرام فرماتے، تکیہ بھی اتباعِ سنّت میں چمڑے کا ہوتا جس میں کھجور وغیرہ کے پتے بھرے ہوتے۔ حضرتؒ دارالعلوم سے معمول وظیفہ لیا کرتے مگر جس دن حاضر نہ ہوسکتے تو تنخواہ وضع کراتے یہاں تک کہ گھنٹوں کا بھی حساب رکھتے۔

ایک دفعہ پاؤں پر شدید زخم اور پھوڑا نکلا تھا۔ جمعیۃ علماءِ ہند نے تحریکِ سول نافرمانی کی شروع کی تھی اور حضرتِ شیخ رحؒ کو گرفتاری کے لیے جانا تھا۔ الاکینِ شوریٰ نے جمع ہوکر درخواست کی کہ آپ اپنے نمبر پر نہ جائیں، درسِ حدیث کا بھی نقصان ہوگا اور آپ بیمار بھی ہیں۔ حضرتِ شیخ رحؒ کا جوشِ جہاد اُس دن دیکھا۔ فرمایا اگر علماء اور صوفیاء یہ کہیں کہ ہمیں مسندِ درس سنبھالنا ہے اور لوگوں کی اصلاح میں مشغول رہنا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو دونوں مسندوں کو تھے وہ جہاد میں کیوں شرکت فرماتے رہے۔ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کا ذکر کیا گیا ہے اس پر ایک گھنٹہ تقریر فرمائی جس میں شانِ نزول بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر میں اس دُنیا سے رحلت کرلوں تو پھر کون اس مسندِ درسِ حدیث کو سنبھالے گا؟ فرمایا کہ جہاد سے رُکنے کے لیے یہ حیلے بہانے نہیں چلیں گے کہ علماء مسندِ درس میں مشغول ہوں اور جہاد سے کنارہ کش ہوں۔ اسی حالت میں رات کو گاڑی سے دہلی کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور پھر مظفر نگر میں گرفتار کیے گئے۔

حضرتِ شیخ رحؒ کے درس میں یہ خصوصیت تھی کہ غبی، متوسط، ذکی سب استفادہ کرتے۔ دقائق و اسرار و دلائل اس وضاحت سے بیان فرماتے تھے کہ سب کی تشفی و تسلّی و اطمینان ہوجاتا تھا۔ اور تمام علوم عقلیہ و ہیئتِ ہندسہ کے پورے ماہر تھے۔ جس فن میں طالب العلم جب دریافت کرتا تو اس فن کے اصول پر مدعیٰ کو ثابت فرماتے۔ علوم نقلیہ وادبیہ کے حافظ تھے اور علوم فلسفیہ کے ماہر تھے۔ اُن کا اور علم کا عمق بے پایاں تھا۔ درس میں بیٹھ کر علوم کے سمندر موجیں مارتے تھے، مگر تمام عمر میں کبھی بھی کوئی کلمہ بڑائی یا اپنی صفت کا زبان پر نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تشنہ کامانِ علومِ حدیث حضرتؒ کے فیض سے پاکستان و ہند میں جہاں بھی۔ شیوخِ حدیث مشغلہ حدیث میں یا اعلاءِ کلمۃ الحق کے لیے سینہ سپر ہیں وہ حضرتؒ کے تلامیذ ہیں بالذات یا بالواسطہ۔

اُستاذِ محترم حضرت العلّامہ مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الاستاذ المحترم مولانا مرحوم کی جدائی نہ صرف پورے برصغیر بلکہ دیگر کئی ممالک کے علمی و دینی حلقوں کے لیے بھی بہت بڑا صدمہ ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی۔

حضرت العلامہ جامع المعقول والمنقول مولانا رسول خان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز دارالعلوم دیوبند کے درجۂ علیا کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔ حضرتؒ کا علم بحرِ بے پایاں اور عمیق تھا۔ حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت مرحوم بھی تمام علوم عقلیہ اور فنون کے امام تھے۔ پھر معقولات کے ساتھ منقولات پر بھی دسترس حاصل تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں علمِ کلام و فلسفہ و منطق کی اونچی کتب مثلاً قاضی شرح سلّم، صدرا، شمس بازغہ، مسامرہ، امورِ عامہ، شرح اشارات، شرح عقائدِ جلالی اور کبھی طحاوی شریف، بیضاوی و مسلم شریف بھی پڑھاتے تھے۔ ناچیز کے بھی نہایت مشفق اُستاذ تھے اور دارالعلوم دیوبند کی طالب العلمی کے دوران معقولات میں قاضی شرح سلّم العلوم، صدرا، شمس بازغہ اور احادیث میں طحاوی شریف، کلام میں شرح عقائد جلالی، مناظرہ میں رشیدیہ وغیرہ کئی کتابوں میں ان کا شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے جلسوں میں جب جانا ہوتا اور وہاں میں زیارت کے لیے حاضر ہوتا تو دارالعلوم حقانیہ کی علمی ترقیات بالخصوص اس میں معقولات کی درس و تدریس کے اہتمام پر بہت مسرت کا اظہار فرماتے اور ہمیشہ خاص دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ دیوبند میں انہی کے ہمعصر حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مرحوم بھی علوم و فنون میں یکتا اور امامِ وقت تھے۔ ناچیز نے ان سے علمِ حدیث میں مسلم شریف، اصولِ فقہ میں توضیح و تلویح، اور سلم الثبوت، علمِ منطق و فلسفہ میں امورِ عامہ، شرح اشارات وغیرہ پڑھیں۔

دونوں حضرات میں دیگر تمام اساتذہ کرام کی طرح بے حد محبت اور تعلق و ربط رہتا اور ہر ایک دوسرے کی قدردانی اور اعترافاتِ کمالات میں پیش پیش رہتے۔ طلباء دارالعلوم دیوبند کی علمی ترقی میں حضرت مولانا مرحوم کی مساعی کو بڑا دخل رہا۔ طالب العلموں کو کتاب دانی اور مطالعہ کا طریقہ بتلاتے، طالب العلم تھوڑی سی عبارت پڑھ لیتا پھر حضرتؒ اوّل تو عبارتِ کتاب کے مطلب اور مفہوم کی وضاحت فرماتے، مرادات سے عبارت کا انطباق فرماتے، پھر قیودات کے فوائد بیان کرتے اور نقض و ابرام کرکے مسئلہ کو نہایت منقح کر دیتے اور اس کے بعد نفسِ مسئلہ اور فنی مباحث پر تفصیلی تقریر ہوتی۔ گویا دقائق و حقائق کا ایک سمندر موجزن ہوتا اور ان کی زبان سے گویا علمی جواہرات اور موتی جھڑتے تھے۔

حضرتؒ طلباء پر از حد شفیق تھے، متانت اور وقار کے پہاڑ تھے، بردباری اور تحمل کا پیکر تھے اور نہایت نفیس الطبع بھی تھے۔ لباس، چال ڈھال ہر چیز میں نفاست مترشح ہوتی۔ مادری زبان پشتو تھی مگر دیوبند میں گھر سے باہر کبھی بھی پشتو بولتے نہیں دیکھا۔

اس بے نظیر علم کے ساتھ تواضع بھی از حد تھی۔ ایک ادنیٰ تلمیذ سے بھی ایسے گفتگو فرمایا کرتے تھے جیسے کوئی بڑے عالم سے ہمکلام ہو۔ تقویٰ کا مجسّمہ تھے۔ اواخر عمر کا اکثر حصہ ذکر و اذکار، فکر و مراقبہ، تبلیغ و ارشاد میں گذارا۔ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سے اب تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں حدیث کی تدریس فرماتے رہے اور یہ جامع کی خوش بختی تھی کہ اسے ایسا نمونۂ سلف بزرگ مل گیا تھا۔ جامعہ میں ان کا ترمذی شریف کا درس بے نظیر ہوا کرتا تھا۔ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف میں سے

تھے، افسوس کہ اکابر سب چلے گئے مگر کوئی بدل نہیں مل سکے گا، بلکہ ایسے جامع الصفات اکابر کا کسی ایک وصف میں بھی بدل نہیں ہو سکتا۔ واقعی مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کا منظر سامنے ہے اور علاماتِ قیامت میں سے علامت رفع علم بقبض العلماء کا کامل ظہور ہو رہا ہے —— حق تعالیٰ مشفق اُستاذِ مرحوم کو قرب و رضا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز فرماوے اور ہم اخلاف کو ان کے نقشِ قدم اور اُسوہ پر چلنے کی توفیق دے۔

ناچیز اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام متعلقین مولانا مرحوم کے پسماندگان اور جامعہ اشرفیہ کے منتظمین کے ساتھ اس صدمہ میں شریک ہے اور یہ پوری علمی برادری کا مشترکہ صدمہ ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضناہ۔

* * *

بقیہ صفحہ ۹۷ سے : ہالۂ عظمت

وعظ فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا تھا کافی مدت بیماری کے بعد جب آپ دارالحدیث تشریف لائے تو قدوری تک کے مبتدی طلبہ بھی اس درس میں شریک ہوگئے۔ بعد میں بندہ نے چند ایک سے پوچھا کہ آپ لوگ دارالحدیث میں کس لیے آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی حضرت الشیخ کا درس سننے آئے تھے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ کتاب تو اتنی آسان ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک مبتدی طالبعلم ترمذی شریف کو سہل سمجھ رہا ہے۔ یہ حضرت الشیخ قدس سرہٗ کے اس خاص انداز کا اثر تھا۔

حرفِ آخر حضرت الشیخ قدس سرہٗ پر یہ چند سطور ترجمان اسلام کے حضرت شیخ الحدیث ہی کے لیے معرضِ تحریر میں آئے تا کہ خریدارانِ یوسف میں اس مصری بڑھیا کی طرح ہمارا نام بھی شامل ہو اور انشاءاللہ پوری یکسوئی کے ساتھ حضرت الشیخ پر اپنی بساط کے مطابق کچھ لکھوں گا اس لیے کہ یہ ربع صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں (روح حفیظ جالندھری سے معذرت کے ساتھ) اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ قدس اللہ سرہ العزیز، میرے والد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تمام اساتذہ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین سے نوازے۔ آمین

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لیکر

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بقیہ صفحہ ۱۲۰ سے : میرے والد میرے شیخ

عصر کی نماز کے بعد مسجد میں بعض اہلِ محلہ کو بلا کر گینتری لانے کا فرمایا اور اس ارادہ کا اظہار فرمایا کہ آج سے ہی مسجد کی نئی تعمیر کا افتتاح ہو جائے، چنانچہ دو اصحاب نے سہارا دے کر اٹھایا اور محراب ہی کے قریب مسجد کے فرش پر گینتری مار کر مسجد کی تعمیرِ نو کا آغاز فرمایا۔ اسی دوران ہی کسی صاحب نے کہا کہ انوار الحق کی رائے ہے کہ جب تک کافی رقم جمع نہیں ہو جاتی تعمیر شروع کرنے سے شاید مسجد بھی گر جائے اور پھر نمازیوں کے لیے نماز کا بندوبست بھی نہ ہو سکے۔ فرمایا کہ انوار سادہ آدمی ہے، اگر رقم نہیں ہے تو اللہ کا گھر ہے وہ خود ہی بندوبست فرما دے گا —— دوسرے دن حضرتؒ کے ہسپتال جانے اور وہاں داخلہ کے دوران مسجد کا مکمل انہدام ہوا۔ اللہ تعالےٰ کو اس طرح منظور تھا کہ مسجد کی تعمیر ان کی زندگی میں ہونے کے بجائے ان کی رحلت کے بعد ہو جائے اور اُنکی کرامت اور قوتِ ایمانی سے اس جملہ کہ "اللہ کا گھر ہے وہ خود ہی بندوبست فرما دے گا" فرمانے کا نتیجہ تھا کہ باوجود یکہ نہ معتد بہ فنڈ تھا اور نہ چندے کی مہم، اس کے باوجود مختصر ترین عرصہ میں مسجد کا عظیم ہال اور وضو خانے کا ڈھانچہ مکمل ہو گیا۔

بقیہ صفحہ ۱۳۴ سے : حسین یادوں کا عظیم سرمایہ

بہت تکلیف دی اور انداز معذرت خواہانہ ہوتا تھا۔

ساتھیوں کی ضروریات کا خیال

مجھے بدقسمتی سے سگریٹ کی لت پڑی ہوئی ہے مگر حضرت کے ساتھ کئی طویل سفروں کے مواقع بھی پیش آتے دورانِ سفر سگریٹ نہیں پیتا تھا اور ہمیشہ اپنی سی کوشش رہی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو سگریٹ نوشی کا علم نہ ہو غالب امکان ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کو اس کا مکمل علم تھا کیونکہ اکثر دورانِ سفر جس وقت بھی میں نے اپنے طور سگریٹ کی طلب محسوس کی اسی لمحہ شیخ الحدیثؒ نے تمہید باندھی۔

بیٹے! شوگر کی وجہ سے پیشاب بار بار آتا ہے کسی مناسب جگہ گاڑی روک لو کہ میں پیشاب کر لوں۔ تب میں کسی کھیت یا کسی ویران جگہ جب گاڑی کھڑی کر دیتا تو شیخ الحدیثؒ خود ہی گاڑی سے کافی دور چلے جاتے اور حکم فرماتے کہ میرے قریب کوئی نہ آئے۔

اس طرح سفر میں ساتھیوں کی ضروریات کا خیال رکھنا میں نے کسی اور میں یہ چیز نہیں دیکھی۔

حضرۃ شیخ الحدیثؒ کا مولد و منشا

اکوڑہ خٹک

محلِ وقوع

قدرت کا انتخاب

مرکزیت ــــــ اور

تاریخی پس منظر

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

بیشک وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے خوب جانتے ہیں کہ وہ ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے

اکوڑہ خٹک ـــ تاریخ کی روشنی میں

پروفیسر محمد افضل رضا صاحب اکوڑہ خٹک

جناب پروفیسر محمد افضل رضا صاحب معروف سکالر، ادیب، مورخ اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ کے مخلصین و معتقدین سے ہیں انہیں ابتدائے شعور ہی سے حضرت شیخ سے عقیدت و محبت اور ان کی مجالس میں حاضری کی سعادتیں اور ان کی شفقتیں حاصل رہیں، درج ذیل مقالہ موصوف نے اکوڑہ کی تاریخ پر لکھا ہے اور " دارالعلوم حقانیہ کے موضوع پر بھی موصوف کی تحریر دارالعلوم سے متعلق باب میں درج ہے۔ (ادارہ)

افغانوں کا شجرۂ نسب

قدیم تاریخی کتب بالخصوص جوینی کی "تاریخ جہانکشا" اور حمداللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ، محمد بن علی کی "مجمع الانساب" خواجہ نصیرالدین طوسی کی "تاریخ اصناف المخلوقات" اور ان کتب کے بعد سب سے پہلے لکھی جانے والی پشتون قوم کی جامع تاریخ نعمت اللہ ہروی کی "تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی (تالیف ۱۰۲۱ھ) اور دیگر مشہور پشتون اور غیر پشتون مورخین کی اہم تاریخی تالیفات اور تحقیقی کتب کے مطابق بنی افغان کا سب سے بڑا سردار قیس تھا، بنی اسرائیل، بنی افغان اور بنی اعمام غور کے نواحی پہاڑوں میں بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس سے جلاوطنی کے بعد سکونت پذیر تھے۔

قیس کا شجرہ ۳۰ واسطوں سے ملک طالوت اور ۴۵ واسطوں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ۶۳ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عقیق بن مہاول بن شلم بن صلاح بن تارود بن عشم بن فہاول بن کرم بن عمال بن حذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشموئیل بن اردن بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارح بن ارزند بن مندول سلم بن افغنہ (افغان) بن ارمیا بن سارول الملقب بہ ملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل یا بنیامین بن یہودا بن حضرت یعقوب علیہ السلام بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ (آزر) بن ناخور بن سروغ بن سارمغ بن حضرت ہود علیہ السلام بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن لمک بن متوشلخ بن حضرت ادریس علیہ السلام بن یزد بن مہلائل بن انوش بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام۔[1]

قیس کا قبولِ اسلام

مذکورہ تاریخی کتب اور دیگر سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد ۹ھ میں عربوں کے وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قیس بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوا۔ قبول اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کا عراقی نام بدل کر عبدالرشید رکھا اور " بطان " کے خطاب سے نوازا۔ فرمایا۔ اسلام کی خدمت کے لیے اس قبیلے کی کثرت واستحکام کو وہی بنیادی حیثیت حاصل ہوگی جو کشتی اور جہاز کے نیچے والی اس لکڑی کو حاصل ہوتی ہے جس پر کشتی یا جہاز کی عمارت استوار کی جاتی ہے یہی بطان بعد میں پٹھان کہلایا۔

قبیلۂ خٹک خٹک افغانوں کے مشہور وصلی طبقے کرلانی (کرلانی) کی ایک بہت بڑی شاخ کی حیثیت سے معروف ہیں۔

---

[1] "مجمع الانساب" " واصناف المخلوقات" بحوالہ تاریخ مخزن افغان خواجہ نعمت اللہ ہروی اردو ترجمہ ص۱۱۱ (مترجم بشیر حسین) اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۷۸

[2] مخزن افغانی ص۱۱۱ / ۱۱۹

کرلانیوں کے بارے میں بیشتر مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فاضل پشتون محقق شیر محمد خان گنڈاپور اپنی فارسی تالیف "تواریخ خورشید جہاں" (تالیف ۱۳۱۱ھ) کے صفحہ ۲۲۶ پر مختلف افغان قبیلوں کے تذکرے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں،

> "اما بدانست مؤلف رسالہ ہذا این اکثر طوائف از شاخہائے
> قدیمہ افغان بن ارمیا اند کہ منسوم شدن طائفہ افغان بر پنج طبقہ
> سہ طبقہ بنام اولاد سہ فرزندان قیس عبدالرشید پٹھان یعنی
> سڑبنی و غرغشتی و بٹنی قرار یافتہ و دو طبقہ ازاں افاغنہ وصلی
> یک طبقہ متی ضحاک نژاد و دیگر طبقہ کرڑانی بنام کرڑان متبنی
> عبداللہ ارمڑ موسوم گردیدہ بسیاری از شاخہائے افاغنہ قدیمہ
> شامل این طبقہ شدند"۔

خٹک کی وجہ تسمیہ

اگرچہ خٹک کی وجہ تسمیہ کے بارے میں "لقمان (خٹک) پہ ختمہ لاړ" یعنی چار بھائیوں اور چار عورتوں کی تقسیم کے من گھڑت افسانے میں "لقمان کیچڑ میں جا پھنسا۔ یعنی دھوکہ کھا گیا وغیرہ جیسی باتیں بیشتر تاریخی کتب میں درج ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر مورخین نے جن میں پروفیسر پریشان خٹک "مؤلف پشتون کون" سرفہرست ہیں۔ خٹک کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مزید تحقیق کی ہے۔ لیکن "پښتانہ، د تاریخ پہ رڼا کښے (پشتون تاریخ کی روشنی میں)" کے فاضل مؤلف استاد محترم سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل کی بیان کردہ توجیہہ زیادہ قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں: لفظ خٹک کے "دو جزو ہیں —

(۱) خٹ یعنی چٹان یا اونچی زمین اور ک نسبتی۔ مجموعہ لفظ کے معنی ہوئے خٹ یعنی چٹان سے منسوب یا چٹان اور اونچی زمین کے رہنے والے (ہائی لینڈرز)، مقصد یہ کہ علاقے کی طبعی مناسبت کی وجہ سے ان لوگوں کو خٹک کہا جانے لگا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خٹک ایسا لفظ ہے جو علاقائی رشتے ظاہر کرتا ہے نہ کہ نسلیاتی رشتے"۔ [1]

بانیٔ اکوڑہ خٹک

خٹکوں کا مورثِ اعلیٰ لقمان (المعروف بہ خٹک) برہان بن کرلان کا فرزند تھا۔ تمام خٹک لقمان کے دو بیٹوں توران اور بولاق کی اولاد میں شامل ہیں۔ قریہ اکوڑہ خٹک اور اکوڑخیل خٹک، اکوڑ خان خٹک کے نام سے موسوم ہیں۔ اکوڑ خان کا شجرۂ نسب بارہویں پشت میں لقمان عرف خٹک سے یوں ملتا ہے۔

(۱) ملک اکوڑے (۲) ملک درویش محمد عرف شیخو ولد (۳) تمن یا اتمان ولد (۴) حسن ولد (۵) شیخ علی ولد (۶) عطایا ہوتے ولد (۷) بٹے ولد (۸) اتویا الزو ولد (۹) برگویٹ ولد (۱۰) تری ولد (۱۱) توران ولد۔ (۱۲) لقمان المعروف خٹک [2]

خٹکوں کے مقاماتِ سکونت

اکثر پشتون اور غیر پشتون مورخین کا خیال ہے کہ خٹک ابتداء میں غرنی کے قریب لوگر کی زرخیز وادی میں رہائش پذیر تھے۔ "آج ضلع کرک جو شوال سے کوچ کے بعد خٹک قبیلے کا مرکزی علاقہ رہا ہے، کالواغر، لوگر کے تتبع میں ہے۔ اور اسی طرح بذات خود کرک بھی وہاں کی نشانیوں میں سے ایک ہے"۔۔۔ آثار و قرائن سے ثابت ہے کہ (وزیرستان کے) شوال سے ہجرت کر کے خٹک بنوں میں مختصر سے عرصے کے لیے نہر "سد راونڑ" اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں آباد رہے مگر یہ علاقوں کی ضروریات کے لیے کافی نہیں تھا جہاں سے مشرق کی طرف کوچ کر کے سوترہ کی وادی میں آ گئے۔۔۔ بعد میں کچھ لوگ جنوب کی طرف سوترہ کے ساتھ واقع درہ چچلی سے نکل کر موجودہ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل میں آباد ہو گئے اور کچھ مشرق میں شکر درہ کی طرف پھیل کر دریائے سندھ کے پار تک موجودہ ضلع اٹک کے مغربی علاقے تک آباد ہو گئے۔ اوروں نے مغرب میں موجودہ ضلع بنوں کی سرحد سے لگے ہوئے تھل کے میدانی علاقے میں ڈیرے جما لیے اور دوسرے شمال اور شمال مغرب کی طرف لتمبر سے لے کر ولن تک جا بسے جس کے رستے میں پیٹری، کرلوغہ، گورگوری وغیرہ کے مشہور گاؤں آتے ہیں۔۔۔۔

بعد ازاں خٹک کوہاٹ کے کافی علاقے پر قابض ہو گئے۔ پیٹری سے مشرق کی طرف لاچی سے ہوتے ہوتے شناری اور گدا خیل گاؤں کی سرحد تک اور پھر دائیں طرف کو جا کر گمبٹ اور خوشحال گڑھ وغیرہ کے علاقوں نظام پور سے ہوتے ہوتے کوہ چراٹ کے علاقہ خوڑہ تک جا بسے۔ مگر شمال کر خرڑہ سے لے کر جنوب کے موجودہ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل تک اور موجودہ ضلع اٹک کے مغربی حصے سے کر مشرق میں ضلع بنوں کی سرحد تک اور شمال مغرب میں ولن سے کر جنوب مشرق میں کالاباغ کا سارا علاقہ ایک اکائی کی صورت میں ان کے ہاتھ آیا۔ [3] ضلع مردان کے علاقہ بیزئی میں بھی خٹک آباد ہیں۔

بنائے قصبہ اکوڑہ خٹک و بانیٔ اکوڑہ

ملک اکوڑے یا ملک اکو (بانیٔ قصبہ اکوڑہ خٹک) ابتداءً ساکن کرلوغہ اکبر اعظم (۹۵۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے زمانے میں اپنے اقرباء سے ناراض

---

[1] شیخ رحمکارؒ، سید بہادر شاہ ظفر صفحہ ۳۱۶۔ ۱۹۸۶
[2] خوشحال خان خٹک۔ دوست محمد خان کامل صفحہ ۱۸ ادارۂ اشاعت سرحد پشاور۔ ۱۹۵۱ء
[3] پشتون کون، پروفیسر پریشان خٹک صفحہ ۳۰۹، صفحہ ۳۱۳ پشتو اکیڈمی پشاور۔ ۱۹۸۴ء

ہو کر خوڑہ نظام پور (موجودہ ضلع نوشہرہ) کی طرف چلا آیا اور وہ سونیالہ میں عارضی طور پر رہائش پذیر ہوا۔ ۹۸۹ھ میں اکبر اعظم نے نیلاب کے مقام پر بعض افغان سرداروں کو شاہی راستے (موجودہ جی ٹی روڈ نوشہرہ تا اٹک پل) کی حفاظت پر مامور کرنے کے لیے بلایا۔ سرداروں نے مغل شہنشاہ اکبر سے ملک اکوڑ خان کے بارے میں بات کی جس نے اس وقت علاقہ خوڑہ میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مغل شہنشاہ نے ملک اکوڑ خان کو بلا کر بڑی قدر افزائی کی اور یوں ملک اکوڑ خان نے شاہی ملازمت اختیار کی۔ اکبر نے ۱۵۸۵ء میں خیرآباد سے نوشہرہ تک کا علاقہ آپ کو بطور جاگیر بخشا اور ساتھ ہی مواشی و دیگر اموال کی آمد و رفت پر محصول کی وصولی کا اختیار دیا۔ علاوہ ازیں شاہی سڑک کی حفاظت بھی آپ کو سپرد کی گئی۔ ۴۱ سال تک ملک اکوڑ سے یہاں صاحب اختیار رہا۔

اکوڑ خان نے ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) کے بعد قصبہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد ڈالی۔ اور یوں آپ کے نام کی مناسبت سے اکوڑہ خٹک مشہور ہوا۔ ابتدائی دور میں ملک اکوڑ خان کے نام کے ٹکڑے ملک کی مناسبت سے ملک پوڑ بھی مشہور رہا۔ لیکن شاہی (موجودہ جی ٹی) روڈ پر پشاور سے ۴۸ کلومیٹر مشرق کی جانب دریائے کابل کے کنارے واقع اس مقام کو ملک اکوڑ خان کی آمد سے پہلے "سرائے" کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کاروباری لوگ تجارتی سفر اور آمد و رفت کے دوران قیام کیا کرتے تھے۔ ان کے اموال اور مواشی وغیرہ کے لیے اس علاقے میں یہ سرائے حفاظت کے لحاظ سے بھی اہم جگہ تھی۔ صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ/۱۱۰۰ء) نے بھی اسے سرائے کے نام سے یاد کیا ہے۔

اس وقت دورِ مغلیہ کے آثار میں سفید مسجد (برکنار دریائے کابل) شاہی لار (شاہی راستہ)۔ شیر شاہی دور کا، شیر شاہی کنواں (نزد جی ٹی روڈ) اور شیر شاہی دورِ اکبری کے مشہور پشتو رومان شاہی اور شہداء کی قبریں (نزد جی ٹی روڈ) مقبرہ شیخ اخ الدینؒ وغیرہ موجود ہیں۔ ابتداءً تو یہاں کی آبادی بہت کم تھی۔ لیکن بارہویں صدی ہجری میں یہاں گرد و نواح کی مختلف قومیں آباد ہوئیں۔ تاریخ پشاور کے مؤلف گوپال داس نے اپنی تاریخ کے صفحات ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸ پر اکوڑہ[1] کے ذیلی عنوان کے تحت اس قدیم قصبے پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ افضل خان خٹک مؤلف تاریخ مرصع (۱۰۷۶ھ تا ۱۱۸۳ء) کے زمانے میں یہاں اعوان خٹک، دلہ زاک، سید، شیخ، مغل، کشمیری، درانی اور دیگر اقوام کے علاوہ مختلف ہنروں اور پیشوں سے وابستہ افراد رہائش پذیر تھے۔

ہندو جوگیوں کے خلاف اکوڑ خان کا اعلان جنگ

اگرچہ تاریخ پشاور کے ہندو مؤلف گوپال داس نے بانیٔ اکوڑہ اکوڑہ خٹک کو بوجہ مذہبی تعصب اور ہندو جوگیوں کے خلاف اکوڑہ خان کے بزد آزمائی کی بنا پر اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ تاہم یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ بنائے قصبہ اکوڑہ سے پہلے "اکوڑ خان عنفوان شباب میں اپنے بھائی حسن خان اور دوسرے مہم جو ساتھیوں کے ساتھ چراٹ کے خوڑہ تک پہنچا۔ جہاں پہلے سے بھی خٹک آباد تھے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اکوڑ خان یہاں پر مستقل رہائش کی نیت سے نہیں، مہم جوئی کی غرض سے آیا تھا۔ تاریخ کے مطابق یہ وہ زمانہ تھا جب صوبہ کابل کا صوبہ دار اکبر کا سوتیلا بھائی مرزا حکیم تھا اور برصغیر پہ اکبر کی حکومت تھی۔ اکبر کی ہندو نوازی اور عقائد کی خرابی مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ لوگ اکبر کے ساتھ ساتھ ہندوؤں سے بھی بدظن ہو چکے تھے۔ ملک اکوڑ ایک ایسے علاقے سے آیا تھا جو حکومت کے دائرے سے باہر تھا۔ چراٹ کے خوڑہ میں پہنچ کر وہ حلقہ حکومت کے قریب آگیا۔ حکومت کے خلاف جو تاثر تھا اس سے آشنا ہوا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس نے پہلا ردعمل ان ہندو جوگیوں کے قتل کرنے کی صورت میں ظاہر کیا جو چراٹ کی ایک چوٹی کو اپنا مقدس مذہبی مقام مانتے ہوئے زیارت کے لیے آتے تھے۔ اتنے زیادہ جوگیوں کو قتل کیا کہ جب ملاقات کے دوران اکبر نے اس سے تعداد کے متعلق پوچھا تو اکوڑ خان نے جواب دیا کہ تعداد بے شمار ہے۔ البتہ ایک طرح سے حساب لگایا جا سکتا ہے وہ یہ کہ ان کے کان میں جو بالی ہوتی تھی قتل کرنے کے بعد وہ بالی اتار کر میں مٹکے میں رکھ دیتا تھا اور اس طرح سے دو بڑے مٹکے بھر گئے۔ اکوڑ خان پہلے ان جوگیوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتا تھا۔ اگر دعوت رد کر دی جاتی تو انہیں قتل کر دیا جاتا تھا[1]

اکوڑ خان کی شجاعت اور سخاوت

افضل خان (۱۰۷۶ھ/۱۱۸۳ھ) تاریخ مرصع میں اکوڑ خان کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

اکوڑ خان تلوار کا دھنی، سخی اور بہادر آدمی تھا۔ اس کی سخاوت و فیاضی اس حد تک تھی کہ جو کچھ صبح اس کے پاس ہوتا وہ شام تک نہ ہوتا اور جو شام کو آتا صبح تک خرچ ہو جاتا۔ جو کچھ کماتا یار دوست، فقراء اور غرباء کی نذر کرتا[2]

---

[1] تاریخ پشاور۔ منشی گوپال داس۔ گلوب پبلشرز لاہور (اشاعت ثانی۔ ۱۹۸۷ء) (۱۸۶۹ - ۱۹۷۴)۔ بندوبست کے اراضی کے بعد تالیف بفرمائش کپتان ای جی ہیسٹنگز مہتمم بندوبست پشاور)۔ (۲) پشتون کون۔ پروفیسر پریشان خٹک ص ۳۲۷ / ۳۲۸

[2] تاریخ مرصع۔ افضل خان ص ۲۶۴ یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور۔

ریاست و سرداران اکوڑہ خٹک

اکوڑخان کی سرداری میں قصبۂ اکوڑہ خٹک کو قوم خٹک کے ریاستی صدر مقام کی حیثیت حاصل ہوگئی ۔ ریاستِ اکوڑہ خٹک کے مختلف سرداروں اور حکمرانوں کا مختصر سا تعارفی خاکہ درج ذیل ہے ۔

۱ ۔ ملک اکوڑخان ۔ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) کے بعد سن وفات (جو معلوم نہیں) تک ریاست خٹک کا سردار رہا ۔ مزار دریائے کابل کے کنارے پر واقع ہے ۔

۲ ۔ ملک اکوڑخان کے آٹھ فرزند تھے ۔ اکوڑخان کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے یحییٰ خان کو قبیلۂ خٹک کی سرداری سپرد کی گئی ۔

۳ ۔ یحییٰ خان کے ۱۱ فرزند تھے ۔ یحییٰ خان کی وفات کے بعد شہباز خان قوم خٹک کا رئیس بنا ۔ جو ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے تھے ۔ (۱۶۴۰ء، ۱۰۵۰ھ میں وفات پائی ۔ مزار اکوڑہ خٹک میں شیخ اخ الدین کے مزار کے احاطے میں ہے آپ کو شیخ موصوف (المتوفی ۱۰۴۷ھ) سے بڑی عقیدت تھی ۔

۴ ۔ شہباز کی وفات کے بعد ان کا سب سے بڑا فرزند صاحب سیف و قلم خوشحال خان ۱۰۵۰ھ (مطابق ۱۶۴۰ء) میں قوم خٹک کا سردار بنا ۔

۵ ۔ خوشحال خان خٹک نے دوران حیات سرداری اپنے بڑے فرزند اشرف خان ہجری کے سپرد کی ۔ اشرف خان ہجری کو ۱۰۹۲ میں پشاور کے مغلیہ حاکم سید بھولا شاہ نے گرفتار کرکے بیجاپور (ہند) روانہ کیا ۔ جہاں قید کے دوران وفات پائی ۔

۶ ۔ اشرف خان کی گرفتاری کے بعد خاندان اکوڑہ خٹک میں بے اتفاقی اور انتشار کا دور شروع ہوا ۔ بہرام خان فرزند خوشحال خان نے مغلوں کی تائید سے علم بغاوت بلند کیا ۔ کچھ خٹکوں نے آپ کا ساتھ دیا اور کچھ نے اشرف خان ہجری کے فرزند افضل خان کی حمایت کی ۔ افضل خان آخر کار پوری قوم خٹک کا ۱۱۸۴ھ تک سردار رہا ۔

۷ ۔ افضل خان کے ۸ فرزندوں میں محمد علی خان اور سعد اللہ خان قابل ذکر ہیں محمد علی خان اکوڑہ میں رہائش پذیر تھے اور سعد اللہ خان ٹیری میں ۔ باپ کی وفات کے بعد محمد علی خان نے ٹیری پر حملہ کیا ۔ سعد اللہ خان نے ان کو شکست دی ۔ اکوڑہ سے بھی نکال باہر کیا ۔ احمد شاہ ابدالی کے دور میں سعد اللہ پوری قوم خٹک کے سردار تھے ۔

۸ ۔ سعد اللہ کے ۸ فرزندوں میں سعادت مند خان اور خوشحال خان سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں ۔ خوشحال خان ٹیری کا حاکم تھا ۔ اور سعادت مند خان اکوڑہ خٹک کا ۔ جنگ حسن ابدال اور پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کے مجاہدین کے ہمراہ سعادت مند خان نے ۱۱۷۴ھ، ۱۷۶۱ء) میں بڑی شجاعت دکھائی ۔ احمد شاہ ابدالی نے آپ کو سردار سرفراز خان کا خطاب بخشا ۔ سردار سرفراز خان عہد سلطنت تیمور شاہ درانی میں سوائے علاقہ خالصہ و خٹک کے تا دریائے جہلم علاقہ دار تھا ۔ (تاریخ ضلع پشاور و پشتون کون بحوالہ ص ۲۱۶) ۔ سردار سعادت مند خان (سرفراز خان) قبیلۂ خٹک کا آخری سردار تھا جس نے پورے علاقہ خٹک پر حکومت کی ۔ آپ کی وفات کے بعد قوم خٹک کی سرداری دو حصوں میں بٹ گئی جنوبی قوم خٹک کے سردار ٹیری میں اور شمالی قوم خٹک کے سردار اکوڑہ میں رہائش پذیر تھے ۔

۹ ۔ جنوبی قوم خٹک کے سرداروں میں شہباز خان، منصور خان، ناصر خان، ارسلا خان، خواجہ محمد خان زیادہ مشہور ہیں ۔

۱۰ ۔ شمالی قوم خٹک میں سردار سرفراز خان کے بعد آصف خان، فیروز خان، عباس خان، بخت خان، محمد افضل خان یکے بعد دیگرے سردار بنے ۔ سکھوں کے زمانے میں قوم خٹک کی سرداری میں کئی بار تغیر رونما ہوا ۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی دور میں ان سرداروں کی جاگیر بحال رہی ۔

مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ کی سیاسی اہمیت

قارئین کرام نے گذشتہ سطور سے اکوڑہ خٹک کی قدیم جغرافیائی اور تاریخی اہمیت کا اندازہ لگایا ہوگا ۔ مغلیہ دورِ حکومت میں جب تک اکوڑہ خٹک کے جیالے فرزند اکوڑخان، یحییٰ خان، شہباز خان اور صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک مغلوں کے ساتھ رہے، ان کی حکومت اس علاقے میں قائم رہی ۔ اکبر کے دور سے لے کر شاہجہان کے دور تک ۔ اگرچہ اس علاقے میں یوسف زئی اور دیگر افغانوں نے مغلوں کے خلاف تلوار اٹھائے رکھی لیکن ان کی حکومت پھر بھی یہاں برقرار رہی ۔ اورنگ زیب کے زمانے میں جب خوشحال خان، امیر خان صوبہ دار کابل کی سازش سے بلا کسی سبب دو سال چار ماہ بیس دن پشاور، دہلی اور انتھمبور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد مغلوں کے مخالف ہوتے تو مغلوں کی حکومت کمزور پڑ گئی اور ایک بازوئے شمشیر زن کے کٹ جانے کے بعد رو بہ زوال ہوئی ۔ اس لیے کہ خوشحال خان نے قید سے رہائی کے بعد افغانوں کو مغلوں کے خلاف متحد کرنے کی کوشش کی ۔ اگرچہ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ تاہم مغل دشمنی پشتونوں میں زور پکڑتی گئی ۔ اور اس کا نتیجہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے اور قبیلہ ہائے خٹک اور مندڑ و یوسف زئی قبیلوں کی آویزش بھی اس دور کی تاریخ کا اہم باب ہے ۔

مذہبی اور ادبی اہمیت

ا ۔ مغلیہ دورِ حکومت میں اکبر اعظم کے زمانے میں سب سے پہلے اکوڑہ خٹک کے بانی اکوڑخان نے اکبر کی آزاد مذہبی پالیسی کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ہندوؤں کے خلاف تلوار اٹھائی ۔ اور چراٹ کے مقام پر دعوتِ اسلام کو ٹھکرانے کے بعد کئی ہندو جوگیوں کو تہ تیغ کیا ۔

ب ۔ مغل شہنشاہ شاہجہان کے زمانے میں یہاں حضرت شیخ المشائخ،

قطب الاقطاب شیخ اخ الدینؒ کا سلسلۂ تدریس رشد وہدایت جاری تھا۔ حضرت شیخ اخ الدینؒ کی ملاقات ہندوستان میں قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکارؒ (المعروف بہ کاکا صاحبؒ) سے ہوئی۔ دونوں میں بڑی محبت تھی پشاور واپس ہوتے تو قطب عالم حضرت رحمکارؒ نے اکوڑہ خٹک کے مقام پر علوم ظاہری کے اس مایہ ناز استاد سے ہدایہ اور مشکوٰۃ شریف کی تدریس مکمل کی۔ دینی علوم میں حضرت شیخ اخ الدین سلجوقی (بقول بعض سید) حضرت شیخ رحمکار صاحبؒ کے استاد تھے لیکن طریقت میں آپ حضرت شیخ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ۱۰۷۴ھ میں اکوڑہ خٹک میں وفات پائی اور دریائے لنڈا کے کنارے مدفین ہوئی۔ آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔ مناقب غوث الاعظمؒ آپ کی تصنیفات میں شامل ہے زیارت کاکا صاحب کا مشہور علمی خاندان "قاضیان" آپ کی اولاد میں سے ہے۔

ج ۔ مغل شہنشاہ شاہجہان ہی کے دورِ حکومت میں صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹک نے مذہبی اور اسلامی جذبہ جہاد کے تحت ۱۶۴۲ء میں مہم کانگڑہ میں مغل حکومت کے باغی، راجہ جگت سنگھ کے خلاف تلوار اٹھائی اسے شکست دی اور قلعہ تاراگڑھ فتح کیا۔

د ۔ مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک میں شیخ لیسین افغانؒ کی اولاد میں حضرت شیخ سلیمان صاحبؒ اور حضرت ملامبین صاحبؒ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ وتدریس میں مصروف رہے۔ آپ دونوں کے اکوڑہ میں مراجع خاص وعام ہیں۔ انکی شریف کا مشہور علمی روحانی پیر خاندان، پیران باچایان اور اکوڑہ خٹک کے قاضیان۔ قاضی امین الحق، قاضی شمس الحق وغیرہم، اور ملایان خاندان۔ مولانا سفید شاہ، مولانا امیرزادہ مولانا روح الامین وغیرہم آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

ہ ۔ مغل شہنشاہ شاہجہان کے زمانے میں خوشحال خان خٹک کے چھوٹے بھائی قطب الاقطاب فقیر جمیل بیگ صاحبؒ بڑے پائے کے بزرگ اور صوفی گزرے ہیں۔ آپ ۱۰۲۴ھ میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے حضرت شیخ رحمکارؒ (المعروف بہ کاکا صاحب) کے مرید خاص تھے۔ خانی چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ صاحب کشف وکرامات تھے۔

۱۱۱۶ھ میں وفات پائی تنگاڑ میں آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔ پوری زندگی علوم دینیہ اور علوم باطنی کی تحصیل وتدریس میں گذاری۔ تشنگان علوم ظاہری وباطنی آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہے مشہور تصانیف میں تذکرۃ الاولیاء، نور محمدیہ، مناقب شیخ رحمکارؒ شامل ہیں۔

اکوڑہ خٹک کی ادبی اہمیت صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹک

مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک کی ادبی اہمیت کا جائزہ لیتے وقت سب سے پہلے صاحب سیف وقلم خوشحال خٹک پر نظر پڑتی ہے۔ آپ اکوڑخان کے نواسے، شہباز خان کے ال ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء میں اکوڑہ خٹک پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد قبیلے کے سردار منتخب ہوئے۔ ۱۶۴۲ء میں شاہجہان کے باغی راجہ جگت سنگھ کو شکست دیکر قلعہ تاراگڑھ فتح کیا۔ جس پر شاہجہان نے خوش ہو کر ۴ لاکھ روپیہ نقد انعام اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی نقد جاگیر عطا کی اور حکم دیا کہ اس کے عوض خدمت شاہی کے لیے ۵۰۰ سوار اور ۱۰۰۰ پیادہ فوج تیار رکھی۔ مہم بلخ وبدخشاں میں خوشحال خان نے نمایاں حصہ لیا۔ ۱۶۷۴ء میں عہد عالمگیری میں امیر خان صوبیدار کابل کے کہنے پر بلا سبب ۱۰۷۴ھ میں گرفتار کر لیے گئے۔ پشاور دہلی اور رنتھمبور میں دو سال چار ماہ بیس دن قید گزاری۔

رہائی کے بعد اورنگ زیب بادشاہ کے خلاف افغانوں کو متحد کرنے لگے۔ تا وقتِ وفات مغلوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ آخری دور تلخیوں اور ناکامیوں کا تھا۔ ۲۸ ربیع الاوّل ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء کو وفات پائی۔ مزار اکوڑہ سے تین میل کے فاصلے پر ایسوڑی بالا میں ہے۔

تصانیف، اگرچہ خوشحال خان خٹک کی تعداد دو سو سے زائد بتائی جاتی ہے تاہم ان میں تقریباً ۲۰ ہزار اشعار پر مشتمل کلیات خوشحال سرفہرست ہیں دیگر تصانیف میں بازنامہ، صحت البدن، سوات نامہ، فرخنامہ، اخلاق نامہ دستار نامہ، بیاض زنجیری شامل ہیں[لہ]

خوشحال خان کی دینی خدمات

خوشحال خان خٹک قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکار (المعروف بہ کاکا صاحب) کے مرید تھے۔ ۹۸۷ھ تا ۱۰۶۳ھ میں رجب کے مہینے میں حضرت شیخ کی وفات ہوئی۔ وفات سے پہلے ۲۱ رجب کو آپ نے تمام مریدوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور ان کو ہر قسم کی نصائح سے سرفراز کیا۔ آخری رات خوشحال خان خٹک نے آپ کے صاحبزادوں سے اجازت لے کر آپ کی تیمارداری کی۔ اور رات بھر آپ کے پاس رہے۔ ۲۴ رجب بروز جمعہ خطبہ کے وقت ۱۰۶۳ھ میں شیخ رحمکارؒ کی روح مبارک

[لہ] خوشحال خان کی زندگی کے حالات اور تصنیفات پر تحقیقی کام کے سلسلے میں آنسہ خدیجہ فیروزالدین نے ۱۹۴۲ء میں پہلی دفعہ پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر گل محمد نورزئی نے ماسکو یونیورسٹی سے، اس کے بعد پروفیسر اقبال نسیم خٹک نے خوشحال اور جمالیات کے موضوع پر پشاور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آجکل پشتو اکیڈمی میں مرکزی حکومت کے تعاون سے خوشحال سیل قائم ہے، اکوڑہ خٹک میں جمالیات موضوع پر حکومت کے مالی تعاون سے خوشحال لائبریری کی عظیم الشان بلڈنگ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

جسدِ خاکی سے پرواز کر گئی تو خوشحال خان نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔

؎ چوں رفت از جہاں شیخ دین رحمکار
چو تاریخ فوتش بجستم ز عقل
رجب بود جمعہ بہ سہ و سہ ہفت
خرد گفت "باباکہ بافقر رفت"
۱۰۶۳ھ

جب حضرت رحمکار رح کا جنازہ اٹھایا گیا تو خوشحال نے بھی جنازے کو کندھا دیا اور اس طرح (بقول خوشحال بابا بحوالہ افضل خان) دین و دنیا کا شرف حاصل کیا..... حضرت شیخ رحمکار نے نزع کے وقت بھی خوشحال بابا کو پاس بلایا تھا۔ بلکہ اس وقت خوشحال بابا نے جانشینی کے بارے میں استفسار بھی کیا تھا... وفات سے ایک ماہ قبل بھی حضرت شیخ رحمکار رح نے خوشحال خان کو بلا کر مشفقانہ نصائح سے سرفراز فرمایا تھا حضرت شیخ کو کفن پہنانے وقت شیخ اخ الدین اور خوشحال خان بھی موجود تھے۔ تدفین میں بھی خوشحال خان نے حصہ لیا[1] حضرت کاکا صاحب کے فرزند شیخ ضیاء الدین خوشحال خاں کے داماد تھے۔

اس تفصیل تذکرے سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خوشحال خان کی تربیت اپنے دور کے عظیم روحانی بزرگ قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکار صاحب رح کی صحبت میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں آپ کے اپنے دور کے یگانہ روزگار عالم و مصنف حضرت مولانا عبدالحکیم رح کا شرف صحبت اور حضرت شاہ اویس صدیقی ملتانی رح سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ اٹک کے حضرت جی شیخ یحییٰ صاحب رح کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاں صوفیانہ مذاق کی بلند پایہ نظمیں ملتی ہیں۔

خوشحال خان اور تصوف

ا۔ مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے خوشحال خان کے چند اشعار مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر جس سے خوشحال خان کی صوفیانہ شاعری کے بلند معیار کا پتہ چلتا ہے۔

؎ پہ هر څۀ کښې ننداره دَ هغه مخ کړم
چه له ډیرے پیدائی نه ناپدید شۀ
میں ہر شے میں اس رخ زیبا کا نظارہ کرتا ہوں
جو کثرتِ شہود کی وجہ سے ناشہود ہو گیا ہے

عصر حاضر کے ممتاز پشتو شاعر حمزہ شنواری نے اس شعر کی تشریح میں ضخیم کتاب شائع کی ہے۔

؎ دَ درویش تر زړه به نه رسی داعواړه
آئینه دَ سکندر که جام دَ جم
آئینہ سکندر ہو کہ جام جم
درویش کے دل کا مقابلہ نہیں کر سکتے

؎ د درویش علم په درس په مکتب نه دے
تل نظر لری په لوح او په قلم
درویش کا علم درس اور مکتب کا نہیں
اس کی نظر ہمیشہ لوح و قلم پر ہوتی ہے

؎ نه په نون دے نه په میم دے نه په جیم
کامل پاس په لام وهلے دے علم
نہ نون (ناسوت) پہ نہ میم (ملکوت) پہ نہ ج (جبروت) پہ
بلکہ کامل لام (لاہوت) کے اوپر اپنا علم نصب کئے ہوتے ہے

پیر روشان کی مخالفت

ب۔ پشتون شعراء میں خوشحال خان خٹک اخون درویزہ بابا رح کے بعد پہلے شاعر ہیں جنہوں نے برملا اکبری دور کے پیر روشان کی مخالفت اور اخون درویزہ رح کی مساعی کی ستائش میں اشعار کہے اور اخون درویزہ کو مبلغ ایمان اور پیر روشان (پیر تاریک) کو معلم کفر کہا۔

؎ زه د درویزه غوندې ایمان بنایم وده نه
دے دَ پیر روښان غوندې دَ کفر کا تلقین
میں اسے (اپنے نفس) کو درویزہ کی طرح ایمان سکھاتا ہوں
اور یہ (نفس) پیر روشان کی طرح مجھے کفر کی تلقین کرتا ہے

دین الٰہی جاری کرنیوالے شہنشاہ اکبر کی مذمت

ج۔ ؎ په هغه اوان اکبر بادشاه بادشاوه
واړه خلق د بادشاه له ګمراه وه
اس وقت اکبر بادشاہ کی حکومت تھی
اور تمام لوگ بادشاہ کے ساتھ گمراہ تھے

وحی سرچشمۂ حق و صداقت

د۔ خوشحال خان وحی کو سرچشمۂ حق و صداقت اور وسیلہ رشد و ہدایت خیال کرتا ہے۔

؎ ما قرآن منلے چه نازل دے له آسمانه
نور د وته پخښنلی چه خبرے یونانی دے
میں نے قرآن کو مانا ہے جو آسمان سے نازل ہوا ہے
اور مقالات یونانی کو اوروں کے حوالے کر دیا ہے

---

[1] شیخ رحمکار کاکا صاحب رح، سید بہادر شاہ ظفر صفحہ ۱۸، ۱۸۲۔

خوشحال خان کی چند دینی تالیفات و تراجم

۱۔ ہدایہ۔ خوشحال خان خٹک نے فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ہدایہ کا عربی سے پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ آئینہ۔ اسلامی فقہ کی کتاب کا عربی سے پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔

۳۔ فضل نامہ۔ چھوٹی بحر کی مثنوی میں مذہبی و فقہی مسائل نظم کئے ہیں ۱۰۸۹ھ میں تصنیف ہے مذکورہ کتاب میں خوشحال نے عقائد و اعمال کے متعلق بہت سے مسائل کو آسان اور قریب الفہم طریقہ سے نظم کیا ہے۔

۴۔ اخلاق نامہ۔ مشہور فارسی کتاب "اخلاق محسنی" کا منظوم پشتو ترجمہ ہے جسے ہمیش خلیل نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

۵۔ طب نامہ اسلامی۔ طب اسلامی کے بارے میں منظوم پشتو کتاب جسے سید تقویم الحق نے ۱۹۸۵ء میں اور ہمیش خلیل نے ۱۹۸۴ء میں الگ الگ شائع کیا ہے۔

۶۔ فالنامہ قرآنی۔ منظوم پشتو فالنامہ جسے حبیب اللہ رفیع نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے۔

خوشحال خان کو علامہ اقبال کا خراجِ عقیدت

شاعر مشرق، حکیم الامت نے جہاں خوشحال خان کی وصیت اردو نظم میں لکھی وہاں اپنی مختلف شعری تصنیفات میں بھی خوشحال خان کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتے رہے۔ ملاحظہ ہوں۔ نمونے کے چند اشعار۔

؎ خوش سرود آں شاعر افغان شناس
آنکہ بیند باز گوید بے ہراس
آں حکیم ملت افغانیاں
آں طبیب علت افغانیاں
رازِ قومے دید و بے باکانہ گفت
حرفِ حق با شوخیٔ رندانہ گفت

(جاوید نامہ۔ بحوالہ افغان اور اقبال ص۹۹)

دورِ مغلیہ کے دیگر مشہور خٹک شعراء

اکوڑہ خٹک ادبی لحاظ سے مغلیہ دورِ حکومت میں بڑی اہمیت کا حامل مرکز رہا ہے اگر پشتو ادب سے اس دور کے اکوڑخیل شعراء کا ذکر خارج کیا جائے تو چوٹی کے قدیم پشتون شعراء میں عبدالرحمٰن بابا مومند اور عبدالحمید بابا مومند کے علاوہ شاید بہت کم ایسے شعراء باقی رہ سکیں جنہیں ہم بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان تمام شعراء کا تعلق اکوڑہ خٹک کے صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک کے خاندان سے ہے۔ آپ کے بیٹوں میں پانچ پشتو کے مشہور صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔ اس دور کے مشہور خٹک شعراء کا اجمالی ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

۱۔ اشرف خان ہجری۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۴۹ھ/۱۶۴۰ء میں پیدا ہوئے والد کی طرح اشرف بھی سردار، شاعر اور ادیب تھے۔ صاحب دیوان شاعر گذرے ہیں، پشتو کے علاوہ فارسی میں بھی شاعری کی ہے۔ ۱۴ سال کی قید مغلوں کے ہاتھوں گوالیار اور بیجاپور میں گذاری۔ بیجاپور کے قید خانے میں ۱۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

۲۔ عبدالقادر خان۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۱۸ھ تک زندہ رہے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تقریباً ۶۰ کتابوں کے مصنف ہیں۔ حدیقۂ خٹک (دیوان)، گلدستہ (گلستان سعدی کا پشتو ترجمہ)، آدم درخانی (رومانی داستان) چہل حدیث، یوسف زلیخا (داستان)، نصیحت نامہ مشہور تصانیف ہیں جن میں سے کئی ایک شائع ہو چکی ہیں۔

۳۔ سکندر خان۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ دیوان دوست محمد کامل کے مقدمے کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ "مثنوی مہر و مشتری" بھی آپ کی تصنیف ہے۔

۴۔ صدر خان۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مغلوں کے خلاف برسرپیکار رہے ۱۱۱۸ھ تک زندہ رہے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ مشہور پشتو رومان "آدم درخانی" کو بھی نظم میں لکھی۔ نظامی کی "خسرو شیریں" کا فارسی سے پشتو میں ترجمہ کیا۔

۵۔ گوہر خان۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۷۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے "قلب السیر" پشتو میں سیرت پر آپ کی جامع کتاب ہے جس کا ایک نسخہ پشاور میوزیم میں موجود ہے۔ مشہور پشتو شاعر تھے لیکن دیوان دستیاب نہیں۔

۶۔ حلیمہ خٹک۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۵ھ میں پیدا ہوئی پشتو میں شاعری کی ہے حافظہ قرآن تھی۔ غزل میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ محمد ہوتک کے بیان کے مطابق اپنے بھائی عبدالقادر خان کے ذریعہ شیخ سعدی لاہوریؒ سے بیعت کی تھی۔ اکوڑہ خٹک میں خواتین کو درس میں مثنوی مولانا روم اور مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کے حقائق بیان کرتی تھی۔ مزار خوشحال خان کے احاطے میں ایسوڑی بالا میں دفن ہیں۔

۷۔ افضل خان خٹک۔ ۱۰۷۵ھ میں اشرف خان بن خوشحال خان کے ہاں پیدا ہوئے اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ "تاریخ مرصع" آپ کی تالیف ہے جس کو پشتو زبان میں تحریر شدہ تاریخی کتب میں اہم ترین مقام حاصل ہے اعثم کوفی کی تاریخ کا پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔ "علم خانۂ دانش بھی" آپ نے پشتو زبان میں منتقل کیا

۸۔ شہید خوشحال۔ سعداللہ خان بن افضل خان خٹک کے ہاں ۱۱۰۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے ۱۱۶۶ھ میں شہید ہوئے جب بحکم احمد شاہ ابدا

حسن ابدال میں مرہٹوں کے ساتھ مقابلے میں شامل تھے اپنے دور کے اچھے شاعر تھے۔

۹۔ نواز خٹک۔ شہید خوشحال کے ہاں پیدا ہوئے بارہویں صدی ہجری کے آخر تک زندہ رہے۔ کافی عرصے تک ٹیری (کوہاٹ) کے سردار رہے پشتو شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔

۱۰۔ کامگار خان۔ ۱۰۸۰ھ میں خوشحال خان کے نواسے نامدار خان کے ہاں پیدا ہوئے فقیر جمیل بیگؒ (برادر خوشحال خان) سے روحانی فیض حاصل کیا ۱۱۶۵ھ میں وفات پائی۔ پشتو میں شاعری کی ہے دیوان شائع ہو چکا ہے۔

۱۱ علی خان۔ پشتو کے مشہور عالم فاضل شاعر علی خان کو بھی بعض مورخین اور محققین نے خوشحال خاندان کا فرد یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ علی خان، محمد افضل خان کا بیٹا اور اشرف خان ہجری کا نواسہ تھا۔ مشہور شاعر کاظم شیدا کا بھائی تھا۔ ۱۱۸۰ھ تک زندہ رہا۔ اکوڑہ کو خیر باد کہہ کر ہشت نگر میں سکونت اختیار کی[1] دیوان شائع ہو چکا ہے۔ بعض نے علی خان کو مینگل کہا ہے اور بعض نے محمد زے۔

۱۲۔ کاظم خان شیدا۔ خوشحال خان خٹک کے نواسے افضل خان کے ہاں ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ خاندانی اختلافات کی بناء پر زیادہ تر زندگی رامپور میں گذاری۔ ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی۔ پشتو کے بہترین نغز گو شعراء میں شامل ہیں۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

۱۳۔ کاظم۔ اسی مغلیہ دور میں اکوڑہ خٹک میں پشتو زبان کے ایک اور مشہور شاعر بھی کاظم نام کے گزرے ہیں۔ جن کا تذکرہ ادبی تاریخوں میں موجود ہے۔

مغل دورِ حکومت میں اکوڑ خٹک میں پہلی وبا

کلیاتِ خوشحال میں خوشحال خان خٹک اکوڑہ خٹک میں جس پہلی وبائے عام کا ذکر کیا ہے۔ وہ ۱۰۹۷ھ/۱۰۹۸ھ میں آئی تھی اور پورے علاقہ اکوڑہ خٹک اور اس کے مضافات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس کی تباہی کا نقشہ صاحب سیف و قلم جس طرح کھینچا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

دغواص دَ کال وبا
خدائے مہ راولہ بیا
اکوڑخیل م پہ کښے ومړل
لوئے هلک مرد و نسا
لوړ پہ لوړ پہ لمبو کښے
عالم پروت پہ واویلا
تر دکند تر کابلہ
راخوره شوه دا بلا
پہ لکونو خلق ومړل
هم شهرونہ شو صحوا
اول قحط بیا وباوه
پہ هر لوری وه غوغا[2]

(ترجمہ غواص ۱۰۹۷ھ سال کی وبا خدا دوبارہ نہ لائے۔ جس میں بہت سے اکوڑخیل وفات پا گئے۔ دکن سے کابل تک یہ وبا عام تھی۔ اور لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ پہلے قحط پھر وبا تھی۔ ہر طرف واویلا تھا) اس وبا کے تذکرے پر آپ نے کل ۲۲ اشعار لکھے۔

اکوڑہ خٹک درّانیوں کے دورِ حکومت میں

نادر شاہ افشار کے بعد افغانستان کی حکومت افغانوں کے ہاتھ آئی اور احمد شاہ ابدالی (۱۷۲۲ء/ ۱۷۷۲ء) پشتون قوم کے بادشاہ مقرر ہوئے تو اس وقت خٹک قوم کا مرکزی مقام اکوڑہ خٹک تھا۔ سعد اللہ خان خٹک پوری قوم خٹک کا سردار تھا۔

جنگ حسن ابدال اور سرداران اکوڑہ خٹک

کچھ عرصہ بعد جب مرہٹوں نے پنجاب پر حملہ کیا۔ احمد شاہ ابدالی حملے کی غرض سے کابل سے روانہ ہوئے اور پشاور پہنچے تو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے خوشحال خان ولد سعد اللہ خان خٹک کو بھی پہلی فوج کے ساتھ حسن ابدال روانہ کیا۔ اسی مقام پر خوشحال خان مرہٹوں کے خلاف بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا شہید ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کو جب خوشحال خان بن سعد اللہ خان خٹک کی شہادت کی اطلاع ملی تو مزید فوج بطور کمک روانہ کی۔ جن میں سعادت مند خان حاکم اکوڑہ بھی شامل تھے۔ میدانِ کارزار میں سعادت مند خان نے شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے کہ احمد شاہ ابدالی نے خوش ہو کر جہلم تک کے علاقے کی حکمرانی سعادت مند خان خٹک کو بخشی۔

پانی پت کی تیسری لڑائی اور حاکمِ اکوڑہ سعادت مند خان

جب احمد شاہ ابدالی ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے پانی پت روانہ ہوئے تو سعادت مند خان اپنے قبیلہ خٹک کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اٹک کے مقام پر آپ کے لشکر میں شامل ہوئے[3]

---

[1] ادبیات سرحد۔ فارغ بخاری و پښتانہ شعراء۔ آقائے حبیبی۔ [2] کلیات خوشحال ص۵۰۶

[3] درانی احمد شاہ۔ گنڈا سنگھ (انگریزی تالیف) پشتو ترجمہ ص۱۰۱/۱۰۲۔

اور پانی پت کے میدان میں شجاعت کے کارنامے انجام دیئے۔ احمد شاہ ابدالی نے آپ کو سرفراز خان کا خطاب بخشا۔

تیمور شاہی دورِ حکومت

احمد شاہ ابدالی کے بعد آپ کے فرزند تیمور شاہ نے اپنے دورِ حکومت میں سعادت مند خان حاکم اکوڑہ خٹک کی بڑی پذیرائی کی۔ سردار سرفراز خان (سعادت مند خان) عہدِ سلطنت تیمور شاہ درانی میں سوائے علاقہ خالصہ و خٹک کے تا دریائے جہلم علاقہ دار تھا۔[1]

اکوڑہ خٹک سکھوں کے دورِ حکومت میں

امام الہند شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تعلیمات سے فیض یاب جانشین حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے برصغیر کے مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے کیلئے جس مبارک تحریک کی بنا ڈالی تھی۔ اس کا موثر ترین اظہار سید احمد شہید بریلوی (۱۷۸۶ء / ۱۸۳۱ء) اور شاہ اسمٰعیل شہید کی زیرِ قیادت ہوا۔
حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ نے ۱۷، جنوری ۱۸۲۶ء کو سفرِ جہاد اختیار کیا۔ اس وقت آپ کے ہمراہ پانچ سات ہزار ہندوستانی مجاہدین تھے۔ جنہوں نے سکھوں کے خلاف جہاد کرنے اور مسلمانان پنجاب و سرحد کو مذہبی آزادی دلانے کا پختہ عزم کیا۔ بریلی سے آپ گوالیار، ٹونک، اجمیر، مارواڑ، حیدر آباد، شکار پور، بولان، قندھار ہوتے ہوتے کابل افغانستان پہنچ گئے اور وہاں سے آپ خیبر کے راستے پشاور میں وارد ہو کر نوشہرہ پہنچے۔

اکوڑہ کی سرزمین پہ پہلا معرکہ حق و باطل

جنگ شروع کرنے سے پہلے آپ نے دربار لاہور کو ایک تحریری اعلام نامہ حسب قاعدہ شریعت بھیجا لیکن دربار لاہور نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ جرنیل بدھ سنگھ کو ایک بڑا لشکر دے کر مجاہدین کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ سب سے پہلا معرکہ ۲۱، دسمبر ۱۸۲۶ء کو نوشہرہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر بمقام اکوڑہ ہوا۔ اس میں مجاہدین کامیاب رہے اور بدھ سنگھ کو پیچھے ہٹنا پڑا۔[2]

انگریز مورخ بھی اس سرزمین پر مجاہدین کی شجاعت کے معترف ہیں اولف کیرو لکھتے ہیں۔
" سید احمد نے سب سے پہلے سکھوں کی اس طاقتور فوج کا سامنا کیا جو بدھ سنگھ سندھانوالیہ کی سرکردگی میں اکوڑہ بھیجی گئی تھی۔ سکھ کمانڈر نے دانشمندی سے کام لے کر اکوڑہ اور جہانگیرہ کے درمیان شیدو کے مقام پر مورچے بنا لئے تھے۔ جہاں سے سکھ فوج قبائل کے پرجوش حملے روکتی رہی لیکن اسے سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ لڑائی زوروں پر تھی تو خود بدھ سنگھ بھی مارا گیا۔"[3]

رئیس اکوڑہ امیر خان خٹک بیعت و دعوت جہاد

جب ۱۸۲۶ء میں سفرِ جہاد کے سلسلے میں حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اپنے مجاہدین کے ہمراہ کابل سے پشاور پہنچے۔ وہاں دو تین روز قیام کرنے کے بعد ہشت نگر چارسدہ تشریف لے گئے اور لشکر گاہ قائم کی تو اس دوران " اکوڑے کا رئیس امیر خان خٹک ملاقات کے لیے آیا۔ اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔ اور ساتھ عرض کی کہ بدھ سنگھ بڑے لشکر کے ساتھ اکوڑہ پہنچ گیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ فرمادیں اور اس کو وہیں روک لیں۔
امیر خٹک کا شجرۂ نسب چھٹی پشت میں صاحب سیف و قلم خوشحال خان سے ملتا ہے امیر خان بن آصف خان بن سرفراز خان (سعادت مند خان) بن سعد اللہ خان بن افضل خان بن اشرف خان بن خوشحال خان خٹک۔

جنگ اکوڑہ کے شہداء

تاریخی کتب کے اعداد و شمار کے مطابق اس جنگ میں حریف فوج سات ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جب کہ مقابلے میں مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔ جس میں پانچ سو ہندوستانی اور دو سو قندھاری اور مقامی مجاہدین شامل تھے۔ راہِ حق میں اس سرزمین پر دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کرنے والے پہلے مجاہد شیخ باقر علی صاحبؒ تھے۔
۱۰، جمادی الاول ۱۲۴۲ھ (مطابق ۲۰، دسمبر ۱۸۲۶ء) چہار شنبہ اور پنج شنبہ کی درمیانی شب کو اس معرکے میں ہندوستانی مجاہدین میں سے چھتیس اور قندھاریوں اور مقامی مجاہدین میں سے تقریباً چالیس پینتالیس شہید اور دونوں میں سے تیس چالیس مجاہدین زخمی ہوئے۔ سات سو سکھ مارے گئے اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر حق کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں مندرجہ ذیل شہداء شامل ہیں[4]
(۱) شیخ باقر علی عظیم آبادی (۲) اللہ بخش مورانوی (ضلع اناؤ)

---

[1] تاریخ ضلع پشاور بحوالہ پشتون کون از پروفیسر پریشان خٹک ص ۳۱۶۔ [2] موج کوثر، شیخ محمد اکرام ص ۲۵ [3] پٹھان۔ اردو ترجمہ ص ۴۲۳
[4] تاریخ دعوت و عزیمت مولانا سید ابو الحسن ندوی۔ جلد ششم حصہ اول ص ۵۱۴۔ آپ نے سکھوں کی آمد کے سلسلے میں امیر خان کے مخالف خواص خان کا بھی ذکر ہے یہ صرف وہ شہداء ہیں جن کا تعلق ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تھا اور سید احمد شہیدؒ نے اطلاع دینے کی غرض سے ان کے اسماء اپنے مکتوب میں لکھے مقامی اور سرحد کے شہداء کی تعداد بھی یقیناً اس سے زیادہ ہوگی۔

(۳) عبدالمجید خان۔ جہاں آبادی رائے بریلوی۔ (۴) شمشیر خان جمعدار مورانوی (۵) شیخ بدھن (۶) شیخ رمضان مورانوی (۷) شیخ ہمدانی خالص پوری ملیح آبادی (۸) علی حسن گشتوی (نزد مانکپور) (۹) غلام حیدر خان خالصپوری (ضلع لکھنو) (۱۰) غلام رسول خان خالصپوری (۱۱) خدا بخش خان (بمبئی) (۱۲) شادل خان خیر آبادی (۱۳) کریم بخش خان بڈھانوی (روہیلکھنڈ) (۱۴) کریم بخش مسجد فتح پوری (۱۵) میاں جی احسان اللہ بڈھانوی (۱۶) شیخ معظم جگدیش پوری (ضلع پرتاب گڑھ) (۱۷) دین محمد کورمہرستانوی (بیواڑہ اودھ) (۱۸) عباد اللہ (موضع اعظم گڑھ) (۱۹) قاضی طیب (۲۰) امام خان خیر آبادی (۲۱) اولاد علی مادہوی (۲۲) ہمایوں بیگ لکھنوی (۲۳) امام الدین خان رامپوری (۲۴) سید محمد لوہاروی (ضلع مظفر نگر) (۲۵) محمد کمال خرم پوری (۲۶) فہیم خان حسین پوری (ضلع مظفر نگر) (۲۷) سید عبدالرحمان شیاملی (ضلع مظفر نگر) (۲۸) شیخ مخدوم مسجد فتح پوری (دہلی) (۲۹) غلام نبی خان گوالیاری (۳۰) عبدالرزاق دیوبندی (۳۱) جواہر خان لکھنوی، (۳۲) منور خان ملیح آبادی (۳۳) عبدالجبار مورانوی (۳۴) سید عبدالرحمان سندھی (۳۵) حسن خان سندھی (۳۶) اکبر خان خالصپوری[1]

اس جنگ میں اکوڑہ کے مقامی شہداء میں سے حضرت حسن الدین شیخ صدیقی اور شیخ مرتضیٰ گرامی بڑی تحقیق کے بعد راقم الحروف کو معلوم ہو سکے۔ اول الذکر کا مزار شیدو کے مقام پر "غوبن وتو زیارت" کے نام سے مشہور ہے۔ راقم الحروف کو جنگ اکوڑہ کے مزارات شہداء معلوم کرنے کی توفیق خداوند کریم نے بخشی۔ اب تک جو مزارات معلوم ہو سکے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بادو باباؒ (نزد ایوب آباد)
۲۔ چکنی باباؒ (کسئی اکوڑہ)
۳۔ شیخ باباؒ (نزد خانہ حاجی عزیز اللہ محلہ فرید خان)
۴۔ چینے باباؒ (خانہ حنیف گل محلہ فرید خان)
۵۔ شہید باباؒ (خانہ عثمان گل، محلہ فرید خان)
۶۔ شہید باباؒ (در خانہ سابق عجیب الرحمن کسکر۔ محلہ شکور خان)
۷۔ شہید باباؒ (نزد خانہ صوبیدار افضل خان وفقیر۔ محلہ شکور خان)
۸۔ شیخ مرتضیٰؒ شیخ صدیقی اکوڑہ خٹک (باغیچہ عمرا خان محلہ قریشیاں)
۹۔ شیخ حسن الدین شیخ صدیقی اکوڑہ خٹک (شیدو میں مزار)
۱۰۔ گودر شاہ باباؒ نزد دریائے لنڈا۔
۱۱۔ شہید باباؒ (نزد خانہ مصباح الدین۔ محلہ شکور خان)
۱۲۔ شہید باباؒ (نزد خانہ عزیز الرحمن محلہ شیخ صدیقی)
۱۳۔ شہید باباؒ (نزد خانہ بابو احسان الہی۔ محلہ شیخ صدیقی)۔
۱۴۔ شہید باباؒ (نزد ریلوے لائن۔ نزد مولانا چاہ فضل من اللہ)
۱۵۔ شہید باباؒ (نزد غرقہ کندہ۔ اکوڑہ صحرا)
۱۶۔ مبارک شاہ باباؒ (نزد دریائے لنڈا۔ گودر شاہ باباؒ کے پاس)
۱۷۔ شہید باباؒ (نزد مڈل سکول اکوڑہ محلہ سگے زئی)

محلہ اکوڑہ کسئی کے بہت سے مزارات جدید تعمیراتی دور کی نذر ہو چکے ہیں۔

جنگ اکوڑہ کا اثر

سرزمین اکوڑہ خٹک پر حق و باطل کے اس معرکے کے اثرات کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت و عزیمت میں یوں رقم طراز ہیں۔

"اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور حوصلے بلند ہوئے۔ دربار لاہور کی بھی آنکھیں کھلیں ملکی سردار جوق در جوق آکر مبارکباد دینے لگے"[2] جہاد اکوڑہ کی کامیابی کا اثر تھا کہ گرد و نواح کے مختلف مشائخ اور قومی سردار بیعت جہاد کیلئے سید صاحبؒ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔

بیعت جہاد اور مشائخ و روسا

جن مشائخ اور قومی مشاہیر نے جنگ اکوڑہ کی کامیابی کے موقع پر سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت سید محمد امیر نقشبندی المعروف بہ کوٹے حضرت صاحبؒ۔
۲۔ حضرت گل باباقادریؒ (جنگ شیدو میں شہید ہوئے)۔
۳۔ حضرت اخوند حافظ عبدالغفور سواتی المعروف بہ اخون بیکیؒ۔
۴۔ خان احمد خان کمال زئی (ہوتی مردان)۔
۵۔ شادی خان درانی (ہنڈ)
۶۔ خان محمد اشرف خان مندنڑ (زیدہ)
۷۔ ارباب فیض اللہ خان مہمند، پشاور
۸۔ ارباب بہرام خان خلیل (تہکال)
۹۔ خان محمد خان (شاہی شولگرہ ہشت نگر)
۱۰۔ خان امیر محمد خان باجوڑی۔
۱۱۔ خان فتح خان خدو خیل (پنجتار)

---

[1] بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت۔ تصنیف مولانا سید ابوالحسن ندوی۔ حصہ ششم جلد اوّل صفحہ ۵۲۴/۵۲۵

[2] دعوت و عزیمت۔ جلد ششم حصہ اول صفحہ ۵۲۵

۱۲۔ خان امیر خان خٹک۔ رئیس اکوڑہ

۱۳۔ خان مقرب خان خدو خیل (دیہ بختار)[۱]

ان قومی سرداروں، علماء اور مشائخ کے اثر رسوخ، دعوت اور تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ وادی پشاور کے یوسف زئی، منندڑ، خٹک، مہمند، داودزئی ترکلانی، گگیانی، ماموں زئی وغیرہ قبائل جہاد کے لیے تیار ہوئے اور جمعیۃ کی شکل اختیار کی۔ شادی خان درانی کے مشورے کے مطابق سید صاحبؒ نے قلعہ ہنڈ (ضلع صوابی موجودہ) کو جہاد کا مرکز مقرر کیا۔[۲]

سکھوں کے مظالم اور اکوڑہ خٹک سے علماء کی ہجرت

سکھوں کے مظالم سے تنگ آکر جن علماء نے اکوڑہ سے ہجرت کی ان میں حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحبؒ المعروف بہ پیر صاحب مانکی شریف (۱۲۲۲ھ / ۱۳۲۲ھ) کے والد ماجد حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین صاحب شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۵۰ھ میں اکوڑہ سے بدرشی ہجرت کی۔ اور وہاں تلقین جہاد کے ساتھ ساتھ جامعہ مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے آپ کا مزار اکوڑہ خٹک میں قبرستان شیخ سلیمان باباؒ واقع کسی اکوڑہ میں مرجع خلائق ہے۔

دریائے غم اور اکوڑہ خٹک

دریائے سندھ میں سیلاب آنے سے ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں دریائے کابل اپنا رخ پھیر کر واپس مغرب کی طرف بہنے لگا تھا۔ جس میں دریائے کابل کے کنارے پر واقع اکوڑہ خٹک گاؤں پوری طرح نیست و نابود ہوا تھا۔

بقول جناب قاضی انوار الدین اسے دوبارہ آباد کیا گیا۔

"تاریخ پشاور" میں ہے کہ دریائے سندھ میں سیلاب ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ میں آیا۔ اس سیلاب کا مادۂ تاریخ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے:

الف۔ دریا غم۔ اس مادۂ تاریخ سے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء نکلتا ہے۔

ب۔ دریا غم۔ اس مادہ تاریخ سے ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء۔

ج۔ جبکہ یہ دونوں مادہ ہائے تاریخ صحیح نہیں ہیں صحیح یہ ہے۔

دریاءِ غم۔ اس میں دو مرا ہمزہ ہے۔ حروف ابجد کے حساب سے اس سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ماہ ذی الحجہ میں دراصل سیلاب آیا تھا اور محرم الحرام ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء تک اس کی تباہ کاریاں باقی رہی تھیں۔ اور تاریخ پشاور نے اس کی تاریخ ماہ محرم ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ سے شمار کی ہے اس لیے تیسرے مادہ تاریخ دریاءِ غم اور تاریخ پشاور دونوں کے بیانات صحیح ہیں[۳]

اکوڑہ خٹک انگریز دورِ حکومت میں

سکھوں کے بعد جب سرحد میں انگریزی اشعار کے مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تو اس خطہ مردم خیز اکوڑہ کے ایک مشہور جیالے فرزند حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحب قادریؒ (المعروف بہ پیر صاحب مانکی شریف) نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔

آپ اکوڑہ خٹک میں شیخ لیسین افغان کے خاندان میں تقریباً ۱۲۴۳ھ میں مشہور عالم دین حضرت مولانا ضیاء الدین صاحبؒ کے ہاں پیدا ہوئے ابتدائی دینی کتب کی تعلیم اکوڑہ ہی میں حاصل کی۔ بعد ازاں بدرشی اور ڈھیری کٹی خیل منتقل ہوئے۔ اور اپنے والد ماجد اور دیگر مختلف مشاہیر علماء سے ظاہری علوم کی تکمیل کی۔ ۱۲۸۸ھ/۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۱ء سے کچھ پہلے مانکی شریف میں سکونت اختیار کی۔ غوث الزمان حضرت مولانا شیخ عبدالغفور صاحبؒ۔ المعروف بہ سوات باباجیؒ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ ۱۸۶۳ء میں حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ اپنے پیر طریقت حضرت سوات باباجیؒ کے ساتھ معرکۂ امبیلہ میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے اور جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۸۹۳ء میں معرکہ مالاکنڈ کے دوران انگریزی فوجوں کے خلاف سپنخرٹی کے مقام پر جہاد کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

اپنے زمانے میں حضرت سید و غوث کے بعد آپ کا اسم مبارک حضرت غوث مانکی یاد کیا جاتا تھا[۴]

آپ ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ بمطابق ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی درمیانی شب کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار مانکی شریف میں مرجع خلائق ہے۔ تصانیف میں احکام المذاہب اور ہدایۃ الابرار مشہور ہیں۔ ہدایۃ السالکین تالیف محمد حسن ساکن جعفر زئی آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے[۵]

حضرت حاجی صاحب ترنگزئی اکوڑہ خٹک میں

تحریک آزادی کی صفِ اول کے مجاہد سید فضل واحد الملقب بہ حاجی صاحب ترنگزئی ابن فضل احمد ۱۲۷۳ھ میں ترنگزئی میں پیدا ہوئے۔

---

[۱] اولیائے پاکستان۔ قاضی عبدالحلیم اثر صفحہ ۸۷/۸۱ [۲] تاریخ یوسفزئی۔ اللہ بخش یوسفی صفحہ ۳۵۸

[۳] حیات صدر المدرسین۔ جناب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صفحہ ۳۶۔ موتمر المصنفین اکوڑہ۔ ۱۹۹۰ء

[۴] اولیائے پاکستان، قاضی عبدالحلیم اثر صفحہ ۱۰۱ [۵] صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی بنیاد ڈالنے والوں میں سرفہرست حضرت امین الحسناتؒ (المتوفی جنوری ۱۹۶۱) آپ کے نواسوں میں سے ہیں۔ آپ کے نام لکھے ہوئے بانیٔ پاکستان قائد اعظم کے خطوط اس خاندان کی تاریخ "غازی پیر" (مؤلفہ میر احمد صوفی) میں محفوظ ہیں۔

اور ۱۳۵۶ھ میں غازی آباد (قبائلی علاقہ مہمند) میں وفات پائی آپ نے ۱۹۱۵ء سے لے کر اپنی وفات ۱۹۳۶ء تک مسلسل علاقہ مہمند میں انگریزوں کے خلاف معرکوں میں پختونوں کی رہنمائی اور قیادت کرتے رہے۔ انھوں نے پختونوں کی معاشرتی اصلاح کا کام بھی جاری رکھا۔ آزاد مدرسوں کا جال پھیلایا اور اس کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی طور طریقوں اور رسم و رواج کی بیخ کنی میں بھی مصروف رہے۔ حاجی صاحب ترنگزئی ایک بہت بڑے عالم ربانی تھے [1]

تحریک اصلاح و معاشرہ کے سلسلے میں آپ ۱۹۰۶ء میں پہلی دفعہ اکوڑہ تشریف لائے۔ اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب (المعروف بہ ضحری مولانا صاحبؒ) اور مولانا عبدالحق قدس سرہ کے والد مولانا الحاج معروف گل کے ہاں قیام کیا۔ اس روز اکوڑہ خٹک میں آپ کی تحریک کی بدولت ساٹھ شادیاں شرعی طریقے کے مطابق بغیر کسی خرچ اور رسم و رواج کے ہوئیں۔

آپ دوبارہ ۱۹۱۳ء میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اس روز آپ کی قیادت میں اسّی شادیاں شرعی طریقے کے مطابق ہوئیں [2] اور یوں اکوڑہ خٹک میں شادیوں میں بیجا رسومات اور بدعات کے خلاف ایک کامیاب تحریک کا آغاز ہوا جس کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اپنے دور میں جاری رکھا۔

تحریک ہجرت اور اکوڑہ خٹک کے مہاجرین

انگریز سامراج کے مظالم جب تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے نتیجے میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ تو ہندوستان کے مولانا عبدالباری نے ۱۷۶۵ء میں جاری کردہ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتوے کی روشنی میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ علمائے کرام اور رہبران عظام نے لوگوں کو ترکِ وطن پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع کی۔

مئی ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی اور اس کے رفقاء نے وائسرائے ہند کو چیلنج دیا کہ اگر مسلمانانِ ہند کے مطالبے ایک ماہ تک منظور نہ کیے گئے تو ہندوستان کے مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور افغانستان چلے جائیں گے۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت امان اللہ نے بھی جذباتی تقریر کی جو روزنامہ "امان افغان" میں نطق ہمایوں کے عنوان کے تحت شائع ہوئی۔ اس میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے مطالبات اور ہجرت کے چیلنج کا ذکر تھا۔ غازی امان اللہ نے اس مضمون میں یقین دلایا تھا کہ (افغانستان اپنی پوری استطاعت کے ساتھ اس قسم کے مہاجرین کی خدمت کے لیے تیار ہے۔ اس تقریر نے مسلمانانِ ہند میں نیا جوش پیدا کیا اور اعلانِ ہجرت کیا۔ جون ۱۹۲۰ء میں جابجا ہجرت کمیٹیاں قائم کی گئیں [3]

صوبہ سرحد کے گوشے گوشے سے مہاجرین کے قافلے بیل گاڑیوں پاپیادہ اور باربردار جانوروں کے ذریعے سوئے افغانستان روانہ ہوئے۔ اکوڑہ خٹک سے جن افراد نے اپنی بیل گاڑیوں میں پشاور تک سفر کیا اور بعد ازاں پیدل کابل پہنچے۔ ان میں زینور شاہ بابا (محلہ عادل ذات) باچا گل (محلہ حاجی رحمان الدین) سید احمد (محلہ شکور خان)، غلام جیلانی (محلہ قصابان) شامل ہیں۔

افغانستان کے اقتصادی اور سیاسی حالات چالیس ہزار مجاہدین کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھے اگرچہ غازی امان اللہ خان نے اسلامی جذبے کے تحت ہندوستانی مہاجرین کو دعوتِ ہجرت دی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں یہ مہاجرین واپس وطن لوٹے۔

اکوڑہ خٹک میں عظیم الشان عیدگاہ کی تعمیر

۱۹۲۳ء میں اکوڑہ خٹک کے روحانی پیشوا اور حاجی سید مہربان شاہ صاحب نقشبندی اور دیگر اکابر نے عید کے موقع پر موجودہ مقام عیدگاہ پر مستقل اور پختہ عمارت عیدگاہ تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک نے اس کی تائید کی۔ محمد ہاشم بابا روہیلہ مرحوم نے اس کے لیے موجودہ زمین وقف کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ اس کی تعمیر میں اکوڑہ خٹک کے مرد اور خواتین دونوں نے حصہ لیا۔ خواتین رات کو بالٹیاں بھر بھر کے اس کی بھرائی کرتیں۔ خان اعلیٰ مرحوم کے کہنے پر ایک مہمان سخی رئیس نے اس کے لیے اینٹ کی پہل فراہمی کا اعلان کیا۔ اینٹ حاجی محمد اعظم خان کی بھٹی سے لائی گئی۔ اور یوں مسلسل تعمیری کام جاری رہنے کے بعد ۱۹۲۴ء میں اس کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ بعد میں خان محمد خان خٹک جب اکوڑہ خٹک ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین بنے تو اس میں توسیع آپ کے دور میں کمیٹی کی جانب سے ہوئی۔ توسیع کے لیے کچھ زمین استاد محترم تاج محمد خٹک مرحوم نے وقف کی اور کچھ باقی حصے کی قیمت وصول کی۔ یہ عیدگاہ اب دارالعلوم حقانیہ ہی کے احاطہ کا ایک حصہ بن گیا ہے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ اس کے جنوبی دروازہ سے متصل مقبرہ دارالعلوم ہی مدفون ہیں شیخ الحدیث مرحوم ہی عیدین کے موقع پر خطاب فرمایا کرتے تھے ان کے بعد حضرت کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق یا ان کی عدم موجودگی میں مولانا انوار الحق خطاب فرماتے ہیں۔

---

[1] اقبال اور افغان ۔ میر عبد عبدالصمد ۔ ص۴۳/۷۴ ناشر یونیورسٹی بک پشاور ۔ ۱۹۹۰

[2] ماخوذ از ۔غیر مطبوعہ مصنف قاضی علی اصغر صاحب

[3] آزادی جنگ ۔ عبدالخالق خلیق ۔ ص۱۵۱

وبائے طاعون

سرحد کے دیگر علاقوں کی طرح اکوڑہ خٹک میں بھی ۱۹۲۳ء میں طاعون کی وبا پھیلی۔ اور سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے بزرگوں کے بیان کے مطابق صحت مند انسان کے بغل میں پھوڑا نمودار ہوتا۔ اور چند گھنٹوں میں وہ پھوڑا جان لیوا ثابت ہوتا۔ وبائے طاعون کے دو سال بعد بخار کی قسم کی ایک اور وبا اکوڑہ میں پھیلی بہت سے افراد اس وبا کا شکار ہو گئے۔

انجمن اصلاح افاغنہ

۱۹۲۴ء میں باچاخان نے قید سے رہائی کے بعد پشتون قوم کی تعلیمی اور اصلاح مہم کی ابتدا کی۔ اور انجمن اصلاح افاغنہ قائم کی۔ بیرسٹر میاں احمد شاہ اور پشتو کے آتش نوا شاعر محمد اکبر خادم نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خادم صاحب اکوڑہ خٹک کی مشہور قوم "قریشان" سے تعلق رکھتے تھے انہی کا مشہور زمانہ پشتو شعر ہے۔

نه کلونه د غلام په غلامئ کښیے
نه ساعت د آزادئ که ځنکدن وی

نہ غلامی میں غلام کے سالہا سال
نہ لمحہ آزادی اگرچہ جانکنی کا لمحہ ہو

پشتون قوم کی تبیع رسومات مٹانے میں اس انجمن نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بعد میں اس انجمن نے خدائی خدمت گار تحریک کی شکل اختیار کی۔

دریائے کابل میں سیلاب اور اکوڑہ خٹک

۱۸ اکتوبر سال ۱۹۲۹ء کو اکوڑہ خٹک ایک بار پھر دریائے کابل میں شدید طغیانی کی وجہ سے تباہی کا شکار رہا لیکن اس بار ۱۸۴۱ء کے سیلاب کے مقابلے میں تباہی کم تھی۔ تاہم اکوڑہ کے تمام نشیبی علاقے زیر آب آ گئے تھے اور ان میں واقع مکانات مکمل طور پر منہدم ہو گئے تھے اکوڑہ خٹک کے متاثرین نے عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں خیموں میں پناہ لی۔ ڈوا خلو کے حاجی اعظم دین مرحوم نے انہیں کئی دنوں تک دو وقتی طعام فراہم کیا۔

خدائی خدمت گار تحریک

خان عبدالغفار خان مرحوم نے ستمبر ۱۹۲۹ء میں افغان یوتھ لیگ کی بنیاد رکھی۔ یہ کسان کانفرنس کے نام پر اتمان زئی میں انجمن اصلاح افاغنہ کی سالانہ تقریب کا موقع تھا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ میں اس بڑے اجتماع میں تمام سیاسی جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ باچاخان اور دیگر رہنما جن میں محمد اکبر خادم قریشی اکوڑوی بھی شامل تھے نے اعلان کیا کہ اس تحریک کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ خدائی خدمت گار تحریک چلانے کے لیے رضاکار بھرتی کئے گئے۔ اس تحریک کا حلف نامہ ۲۲ اگست ۱۹۳۰ء کو مرتب ہوا۔ اکوڑہ خٹک کے جن سیاسی شخصیتوں نے خدائی خدمت گار تحریک اور بعد میں سرخ پوش اور کانگریس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں قاضی ظہیر الدین، سیف الحق صدیقی، قاضی عبدالودود چاچا غلام ربانی، غلام جان کشمیری، عبدالحمید کشمیری، ماسٹر نور البصر، قاضی شمس الحق، قاضی شریف اللہ، سید نور بادشاہ اور بعد میں باچاخان کے قریبی ساتھیوں اور حمایتیوں میں جناب اجمل خٹک، حاجی محمد آتش حیا گل جرنیل، شیرین خان، رحیم بخش اور دیگر حضرات مشہور ہیں۔

اکوڑہ خٹک پر انگریزی فوج کا حملہ

برطانوی سامراج نے ۱۹۳۱ء میں بنگال، صوبہ جات متحدہ اور شمال مغربی صوبہ میں جس طرح ظلم و تشدد کا بازار گرم رکھا۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ حالانکہ لندن میں نومبر ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس ہو رہی تھی اور صوبہ سرحد میں خدائی خدمت گاروں کے دفتروں پر چھاپے پڑ رہے تھے۔ ان کے مشہور رہنما پابہ زنداں ہو رہے تھے۔ ان کے گھروں کی بے حرمتی کی جا رہی تھی تاکہ آزادی کے متوالے آزادی کا مطالبہ نہ کریں۔

۷ اکتوبر ۱۹۳۱ کو گورا فوج اور ملیشیا نے خدائی خدمت گار کے دفتر واقع مکان قاضی عبدالودود پر چھاپہ مار کر جھنڈا اتارا اور خدائی خدمت گاروں کو پیٹا۔ حاجی مظفر دین (مالک مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ) کے گلے میں قرآن پاک تھا۔ انگریز پولیس کپتان بیلی رام نے مظفر دین کو مارا پیٹا اور قرآن پاک اس کے گلے سے اتار کر دور پھینکا۔ اس چھاپے میں عبدالحمید کشمیری، غلام محی الدین حجام، حاجی محمد آتش (محلہ دھوبیاں) اور سعد اللہ خان (محلہ شینخان) بری طرح زخمی ہوئے۔

اکوڑہ خٹک کے سزا یافتہ خدائی خدمت گار

تحریک آزادی کے اس کٹھن مرحلے پر ۱۹۳۱ء میں اکوڑہ خٹک کے جن خدائی خدمت گاروں کو انگریز سامراج نے قید و بند کی سزا دی ان میں قاضی ظہیر الدین صاحب، قاضی عبدالودود اسیر صاحب، جرنیل سیف الحق شیخ صدیقی صاحب، ماسٹر نور البصر صاحب، قاضی شمس الحق صاحب، میجر شیرین خان، سید نور بادشاہ صاحب، چاچا غلام ربانی صاحب، غلام جان کاشمیری صاحب، قاضی شریف اللہ صاحب شامل تھے، صوفی میاں گل صاحب، محمد گل صاحب، عبدالرفیق صاحب کو سو سو روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

اکوڑہ خٹک میں خاکسار تحریک

خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی نے ملازمت چھوڑ کر ۳۲ - ۱۹۳۱ء میں اس تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کا نظم وضبط ہر لحاظ سے مثالی تھا۔ یونیفارم خاکی رنگ کا تھا۔ اور کارکن سر پہ سفید رومال باندھتے۔ اس رضاکارانہ تحریک کا مقصد غلبۂ اسلام تھا اس لیے برصغیر کے طول وعرض میں یہ تنظیم عام ہوئی ہتھیار کے طور پہ ہر کارکن کے پاس تیز دھار والا چمکیلا بیلچہ ہوتا تھا۔ علامہ نے جب اپنا پمفلٹ مولوی کا غلط مذہب شائع کیا جس پہ علمائے کرام برافروختہ ہوتے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی ۱۹۳۸ء میں اکوڑہ خٹک آتے اور باباجی صاحبؒ کی مسجد میں علامہ مشرقی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اس مشہور جرگہ یا مناظرہ کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فریقین کے متفقہ حکم اور ثالث تھے خاکسار تحریک کے رضاکار بابو عبدالمنان کی سرپرستی میں جمع ہوتے۔ اور حضرت مولانا کو زبردستی تقریر کرنے سے روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ اس وقت قاضی شمس الحق، غلام جان کشمیری، شیرین خان، عبدالجلیل، رحمان الدین، اسلم مرزا وغیرہ غلام غوث ہزاروی صاحب کی مدد کے لیے پہنچے۔ کیونکہ آل انڈیا کانگریس اور مجلس احرار ہند کا آپس میں سیاسی گٹھ جوڑ تھا۔ (بحوالہ قاضی شمس الحق)

معرکہ اعظم گڑھ

۱۰ جون ۱۹۳۸ء کو تقریباً ۲۵ خاکسار رضاکار نوشہرہ سے آدم زئی پہنچ کر وہاں دفتر کا افتتاح کرنے کے بعد واپس نوشہرہ جا رہے تھے۔ شام کی نماز پڑھنے کے لیے جی ٹی روڈ کے کنارے اکوڑہ میں مسجد اعظم گڑھ پہنچے۔ امام مسجد مولانا قدرت شاہ صاحب نے انہیں فتویٰ کے مطابق کافر کہہ کر مسجد سے نکلنے کا حکم دیا نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی اعظم گڑھ کے لوگ بھوسہ اڑانے والے اوزار (غاخیٔ) لے کر پہنچے۔ اور خاکساروں کو زدوکوب کیا اس موقع پہ زیارت گل نامی خاکسار قتل ہوا۔ اس کی لاش دریا برد کی گئی کچھ خاکسار زخمی ہوتے خاکساروں کی جانب سے ۱۰۴ افراد پہ دعویٰ دائر کیا گیا جن میں اکثریت خدائی خدمت گار کی تھی اکوڑہ خٹک میں خاکسار تحریک کے سرگرم اراکین میں بابو عبدالمنان، عبدالسلام باچا، فضل حسین، محمد حسین عرف پتی، فضل الرحمٰن شیخ صدیقی اور محمد ہمایوں حقی شیخ صدیقی شامل تھے۔

معرکہ اعظم گڑھ کا مقدمہ کافی عرصہ چلتا رہا۔ آخر کار گیارہ سو روپے جرمانہ کا حکم سنا کر عدالتِ نوشہرہ نے مقدمہ ختم کر دیا۔

اکوڑہ خٹک میں سوشلسٹ کانفرنس کا انعقاد

اکوڑہ خٹک میں رسالدار عبداللہ خان اراضی میں اڈے کی مسجد کے قریب ۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو ایک سوشلسٹ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور پنجاب کے مشہور سماجی کارکن منشی احمد دین اور لکا رام سخن نے تقاریر کیں۔ کانفرنس میں دو ہزار کے لگ بھگ افراد شریک تھے۔ ان حضرات کو سائیکلو سٹائل مشین دی گئی جس کے ذریعے "ڈجنگ بگل" کے نام سے پمفلٹ شائع ہوتا تھا۔ اس کے مضامین کی تیاری میں محمد نواز خٹک آف شیدو اور حاجی محمد آئمہ (اکوڑہ) پیش پیش تھے۔

اکوڑہ خٹک میں مجلس احرار کے رہنماؤں کی پہلی آمد

المیہ اعظم گڑھ اکوڑہ کے سلسلے میں جولائی ۱۹۳۸ میں مجلس احرار کے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور دوسرے سرکردہ احراری رہنما اکوڑہ تشریف لائے اور مسجد ملاحان اکوڑہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ مقررین نے خاکسار تحریک اور اس کے بانی کے خلاف تقریریں کیں۔

اکوڑہ خٹک میں احرار پارٹی کے سرگرم کارکنوں میں ڈاکٹر حاجی حافظ مولانا اسرار الحق، عبدالرزاق سنگین، غفران گل، مہابت خان مرحوم، فضل رحیم (عرف کلین) شامل تھے۔

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا قیام

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کے قیام اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں خان اعلیٰ محمد زمان خٹک مرحوم پیش پیش تھے آپ کو قائد اعظم سے بڑی عقیدت تھی قیام پاکستان کے سلسلے میں قائد اعظم دن رات محنت کر رہے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

؎ یارب زباد تند حوادث نگاہ دار
اے پیر کارواں مدد غیب، یار تان
محکم زِ زور بازوئے ملت شود بزور
اے خضر! یاری تو رساند بہ منزلش
قومی سفینہ را کہ بہ قلزم فتادہ است
جیش عدوئے دین بہ کیں ایستادہ است
قومی اساس کار کہ قائد نہادہ است
مشرک بدوش برق و موحد پیادہ است

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا پہلا جلسہ ۴ اگست ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوا جس میں باشندگان اکوڑہ کو مسلم لیگ میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک نے اس جلسے کی صدارت کی تھی۔ جناب بابو نور الٰہی قریشی، جناب ملک فرید خان، جناب حاجی محمد گگے زئی، دلبر اخون مسلم لیگ کے سرگرم کارکنوں میں شامل ہیں۔

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا قیام ۱۹۳۶ء میں عمل میں لایا گیا۔

(بقول طاہر احمد سعید صدیقی)

برطانوی دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک کے دینی مدارس

انگریزی دورِ حکومت میں جہاں اکوڑہ خٹک کے غیور فرزندوں نے وقتاً فوقتاً نعرہ حریت بلند کیا۔ وہاں یہاں کے بیشتر علما۔ علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف تھے اور برطانوی سامراج کے خلاف علوم دینیہ سے منور مجاہدین اور باعمل علما۔ کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کر رہے ہیں۔ اکوڑہ خٹک کی مشہور مساجد میں جو دینی مدارس قائم تھے ان کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم۔

۱۹۰۲ء میں اکوڑہ خٹک کے مشہور روحانی پیشوا حضرت قطب الارشاد سید مہربان شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۶۷ھ) نے اس مدرسے کی ابتدا اپنی جامع مسجد (واقع محلہ گگے زئی) میں کی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان صاحبؒ (المعروف بہ چرگو کلی ملا صاحب) صوابی کے مولانا حافظ صاحب حق صاحب جنگی ڈھیر مولانا صاحب، اس مدرسے کے ابتدائی مدرسین میں شامل ہیں۔ حضرت بادشاہ گل صاحبؒ اکوڑوی نے ابتدائی تعلیم اس مدرسے میں حاصل کی یہاں مختلف علاقوں بالخصوص افغانستان کے طلبہ علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے۔

۲۔ مدرسہ اعظمیہ۔

اکوڑہ خٹک کے شیخ صدیقی خاندان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ (۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۴ء) ولد محمد قاسمؒ ولد محمد اعظمؒ نے اپنے دادا کے نام کی مناسبت سے دریائے لنڈا کے کنارے سفید مسجد میں مدرسہ اعظمیہ قائم کیا۔ موصوف نے بمبئی اور مدراس میں بھی علوم دینیہ کی تدریس کی تھی۔ مثنوی کے بہت بڑے عالم تھے۔ افغانستان، بنوں، ڈیرہ اور ملک کے دیگر علاقوں کے طلبا۔ یہاں علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے مدرسہ کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے علاوہ اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب (المعروف بہ ضحرتی ملا صاحبؒ) کمستان استاد صاحبؒ شامل ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور شیخ الحدیث سید بادشاہ گل صاحبؒ نے بعض دینی کتب مدرسہ اعظمیہ کے اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ یہی مولانا عبدالقادر صاحب دارالعلوم حقانیہ کے تاسیسی رکن اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے جان نثار تاحیات جاں نثار ساتھی حاجی محمد یوسف مرحوم اور حاجی عبدالصمد مرحوم کے والد بزرگوار تھے حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

۳۔ مدرسہ ضحرتی مولانا صاحب

حضرت مولانا سید عبدالنور صاحبؒ (المعروف بہ ضحرتی مولانا صاحبؒ المتوفی ۱۹۲۴ء) دارالعلوم دیوبند کے طبقہ اولیٰ کے اکابر و مشائخ میں سے تھے رسم و رواج کے خلاف جہاد کے ساتھ ساتھ درس و تدریس میں بھی عمر بھر مصروف رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ سے ۱۳۱۰ھ میں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے ۱۳۱۵ھ میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دیوبند میں تدریس کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد اکوڑہ تشریف لائے اور یہاں مستقلاً قیام پذیر ہوئے۔ دارالعلوم اعظمیہ میں کچھ عرصہ تدریس کے بعد مسجد شیخ اخ الدینؒ میں باقاعدہ الگ مدرسے کا آغاز کیا، جس میں افغانستان، روس، ترکستان اور وسط ایشیا کے ملکوں کے طلبا۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب کے علاوہ قاضی زین العابدین صاحبؒ، مولانا شفیع اللہ صاحبؒ، مولانا سعادت شاہ صاحب، قاضی شریف الدینؒ، مولانا شاہ زمان کابلی، قاضی امین الحق صاحبؒ، مدرسہ ہذا کے فارغ التحصیل طلبا۔ میں شامل ہیں۔

۴۔ مدرسہ قصابانو حاجی صاحبؒ

حضرت سید عبدالرحیم صاحب (المعروف بہ قصابانو حاجی صاحبؒ) کونڑ میں ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ عنفوان شباب میں بوجہ عداوت خاندانی وطن سے ہجرت کی اور اکوڑہ خٹک میں سید گل صاحب مرحوم کی مسجد قصابان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ علوم دینیہ کے حصول کے لیے ہندوستان اور بغداد کا سفر کیا۔ فراغت کے بعد مسجد قصابان میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے مدرسہ قائم کیا۔ حاجی صاحبؒ صاحب کشف و کرامات تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اور شیخ الحدیث سید بادشاہ گل صاحبؒ نے گلستان، بوستان، پنج گنج وغیرہ حضرت حاجی صاحبؒ سے پڑھیں۔ دور دراز سے تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھانے یہاں آتے تھے۔ اکوڑہ کے ممتاز عالم دین مولانا سمیع الحق اور حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب بھی ابتدا میں اس سرچشمہ علم سے فیض یاب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء تک حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات تک یہاں تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

۵۔ مدرسہ عبدالقیوم استاد صاحبؒ

اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالقیوم صاحبؒ (المعروف بہ ناظم مولاناؒ) نے موجودہ محلہ حاجی رحمان الدینؒ میں اپنی مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے اس مدرسے کا آغاز کیا۔ موصوف کو ہدایہ پوری طرح حفظ تھا۔ طلبا۔ کو زبانی طور پر ہدایہ پڑھاتے۔ فقیر صاحب بھی یہاں مدرسین میں شامل تھے۔ بعد ازاں مولانا محمد عمر خٹک اکوڑی بھی مدرسین میں شامل ہوئے یہاں سے فارغ التحصیل طلبا۔ میں مولانا محمد عمر خٹک خانزادہ عبدالحق صاحب آف شیدو، مولانا محمد عبداللہ استاد نوشہرہ، عبدالخالق خلیق صاحب، مولانا فضل من اللہ صاحب، مولانا سعادت شاہ صاحب زیارت کاکا صاحب، مولانا راحت گل صاحب، جناب اجمل خٹک

اور دوسرے قابل ذکر افراد شامل ہیں مولانا سمیع الحق نے بھی نظم فارسی کی کتابیں اسی مسجد میں مولانا مرحوم سے پڑھیں۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کی وفات تک یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

۶۔ مدرسہ تعلیم القرآن

دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ۱۹۳۳ء میں اپنی مسجد میں درس نظامی میں شامل دینی کتب کی تدریس شروع کی۔ ۱۹۳۵ء میں آپ نے بچوں کے لیے دینی تعلیم کی غرض سے مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی جہاں پرائمری سکول میں رائج کتب کے علاوہ بچوں کو ناظرہ پڑھایا جاتا تھا۔ نماز جنازہ، نماز عید سکھائی جاتی تھی۔ اور بعض قرآنی سورتیں بچوں کو حفظ کرائی جاتی تھیں۔ اس مدرسے کے پہلے مدرس قاضی عبدالودود اسیر تھے۔ ابتدائی اساتذہ میں جناب صاحبزادہ صاحب، جناب غلام محمد صاحب، جناب عبداللطیف صاحب، جناب جیلانی صاحب شامل تھے۔

۹ مئی ۱۹۳۸ء کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ دیوبند سے اکوڑہ تشریف لائے اور مدرسہ تعلیم القرآن کا معائنہ فرمایا۔

آج کل مدرسہ تعلیم القرآن ہائی سکول کی صورت میں دارالعلوم حقانیہ کی بلڈنگ کے قریب ہی خوبصورت بلڈنگ میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ہزاروں بچے دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی بنیادی کتب سے فیض یاب ہو رہے ہیں اس وقت عبدالرحمٰن صاحب اس سکول کے پرنسپل ہیں۔ علاوہ ازیں بارہ اساتذہ تدریس میں مصروف ہیں۔

اس موقع پر خان لطلے محمد زمان خان خٹک بھی موجود تھے۔ آپ نے فی البدیہہ نظم میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اس نظم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

یہ مولانا حسین احمد ہیں یارو
جنہیں تم دیکھتے ہو چشم سَر سے
رکھو پاس ادب خاموش ہو کر
بھرو دامان دل علمی گہر سے
کہاں یہ بطل حریت کہاں ہم
جو لاتے گر نہ عبدالحق ہنر سے
ہیں مولانائے عبدالحق جو ہم میں
رہیں گے اے خٹک فتح و نصر سے
یہ مکتب درس اسلامی کا یارب
رہے محفوظ تر سوئے نظر سے
(یادگار خٹک صفحہ ۱۴۰)

۷۔ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحبؒ (۱۹۱۴ء – ۱۹۷۸ء) نے ۱۹۵۷ھ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ علوم عربیہ کو جامعہ اسلامیہ کے نام سے باقاعدہ دینی درسگاہ کی شکل دی۔ ابتدا میں جامعہ اسلامیہ حضرت باباجی صاحبؒ کی مسجد (واقع محلہ گگے زئی) میں قائم کیا گیا۔ بعدازاں حضرت باباجی صاحب کے مرید شیخ مکرم خان صاحب روحیلہ نے اس کے لیے برلب سڑک اپنی چاہی زمین وقف کر دی۔ جامعہ اسلامیہ پاکستان کی معروف درسگاہوں میں شامل ہے۔ آج تک ہزار ہا تشنگان علوم دینیہ اس چشمۂ فیض سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند گوہر حق مہتمم ہیں۔ حضرت مولانا سید بادشاہ صاحبؒ کے علاوہ جامعہ اسلامیہ کے ابتدائی مدرسین میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب، حضرت مولانا عبدالقدیم صاحب شامل ہیں۔

۸۔ مرکز حفظ القرآن۔

قیام پاکستان سے قبل اکوڑہ خٹک میں دینی مدارس کا یہ اجمالی تعارف نامکمل رہے گا اگر یہاں پر مرکز حفظ القرآن کا ذکر نہ کیا جاتے۔ اکوڑہ خٹک کے رئیس الحفاظ حافظ الف دین صاحب اپنی قیام گاہ پر سینکڑوں عاشقان قرآن کو کلام الٰہی حفظ کرا رہے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حافظ خوشحال دین صاحبؒ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اکوڑہ خٹک کے اکثر و بیشتر حفاظ کرام آپ کے شاگرد ہیں۔

پشتو ادبی ټولنہ اکوڑہ خٹک

اس ادبی انجمن کا قیام ۱۹۵۵ء میں عمل میں آیا۔ جناب عبدالرزاق سنگین اس کے صدر تھے اور جناب رافع گل خٹک سیکرٹری ان حضرات کے علاوہ محمد یوسف الفت، جناب یوسف تندر، جناب عجب خان صابری جناب نواز حسرت اور دیگر شعرا نے اس انجمن کی کامیابی میں بھرپور کردار ادا کیا اور کئی مشاعروں کا اہتمام کیا۔

خوشحال ادبی جرگہ

۱۹۷۶ء میں قائم کیا گیا جناب رافع گل خٹک اس کے ابتدائی دور میں صدر رہے۔ جناب عجیب الرحمٰن کسکر، جناب محمد اشرف غازی جناب فضل اکبر سیلاب، جناب نثار کوثر، جناب محمد حنیف مخمور اور دیگر شعرا نے اس جرگے میں نمایاں ادبی خدمات انجام دیں اور مشہور مشاعروں کا اہتمام کیا۔

خوشحال ادبی جرگہ جو بعد میں خوشحال مرکزی ادبی ثقافتی جرگہ بنا

اس کے صدر صوبیدار محمد اشرف غازی تھے اور جناب فضل اکبر سیلاب اس کے سیکرٹری ۱۹۸۰ء میں اس جرگے نے جشن خوشحال میر

شرکت کے لیے صدر ضیاء الحق کو دعوت دی تھی اور وہ تشریف لائے تھے۔

مرکزی خوشحال ادبی ثقافتی جرگہ

۱۹۶۲ء میں اس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جناب رافع گل خٹک اس کے صدر منتخب ہوئے۔ فضل اکبر سیلاب اس کے سیکرٹری تھے۔ جناب عبدالرزاق سنگین، جناب احسان خٹک، جناب مثل خان راہی، جناب غمخوار، جناب لعل جہان صادق، جناب طاہر فاروقی، جناب قاضی نواز اور دیگر شعرا اس کے ممبر تھے۔ اس جرگے نے نمایاں ادبی خدمات انجام دیں۔

مرکزی خوشحال ادبی اور ثقافتی جرگے اور خوشحال ادبی جرگے کے نام مختلف اوقات میں بدلتے رہے ہیں ویسے ان دونوں میں اکوڑہ کے چیدہ چیدہ پشتون شعرا شامل ہیں۔ جناب اجمل خان خٹک نے بھی کافی عرصہ اس جرگے کی سرپرستی کی ہے کچھ عرصہ جناب جان محمد خان خٹک اس جرگے کے صدر رہے۔ اس جرگے نے گذشتہ بیس پچیس سال سے مسلسل ہر سال مزار خوشحال پر جشن خوشحال کا اہتمام کیا ہے اور اس جشن میں جو مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ انہیں پشتو ادب کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں کے مشہور پشتو شعراء ان مشاعروں میں شرکت کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ پاکستان خوشحال ادبی جرگہ اکوڑہ جس کے سیکرٹری محمد یوسف الفت ہیں نے بھی کئی دفعہ مشہور مشاعروں کا اہتمام کیا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ اسلامیہ کے سالانہ اجتماعات میں پشتو مشاعرے

اکوڑہ خٹک کے پشتون شعرا نے دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ اسلامیہ کے سالانہ اجتماعات میں خصوصی نشستوں میں مشاعروں کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے اور ان دونوں دینی مدارس اور ان کے بانیوں کو پشتو زبان میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ان اداروں کے چند اجتماعات کے مشاعروں کے مصرعہائے طرح ع

۱۔ راشه چه په نورِ دقرآن ټول جهان روښانه کړو
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ ۱۹۵۰)

۲۔ همیشه تروتازه د ګلزار او سه
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ ۱۹۵۲)

۳۔ ولیبدٔ شه مسلمانه دَ خپل ځانه خبردار شه
(اجتماع جامعہ اسلامیہ ۱۹۵۴)

۴۔ مسله دلته بیا ځي د دین دنیا عزت او
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ ۱۹۵۵)

۵۔ راوتلے کان دعلم واودَ عرفان دے
(اجتماع جامعہ اسلامیہ ۱۹۵۵)

۶۔ دعلم په رڼرابه حقانی دنیا روښانه کړی
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ ۱۹۵۵)

۷۔ فخرِ دمسلم دَ حقانی په ګلستان دے
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ ۱۹۵۷)

۸۔ دلته د عرفان ګلونه بنکلی غوړیدلی دی
(اجتماع جامعہ اسلامیہ ۱۹۵۷)

۹۔ حقانیه مثال په لاس دَ علمیت ورکوی
(اجتماع دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا شاندار سیاسی عصرِ حاضر

ادبی، علمی اور مذہبی میدانوں میں جس طرح اکوڑہ خٹک کا زمانہ حال ماضی کی طرح شاندار ہے ویسے ہی سیاسی لحاظ سے بھی اکوڑہ خٹک دور حاضر کی سیاست میں شاندار روایات اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے اس کے شاندار زمانہ ماضی کی طرح اس کا زمانہ حال اور عصرِ حاضر بھی شاندار ہے۔ جہاں گزشتہ ۲۲ سالوں سے اکوڑہ خٹک ہی سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے ارکان مسلسل منتخب ہوتے آرہے ہیں۔ وہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وقت حاضر میں جمعیۃ العلماء (سمیع الحق گروپ) کی مرکزی قیادت اکوڑہ خٹک میں ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اس کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ سینیٹر کی حیثیت سے شریعت کے نفاذ کے سلسلے میں آپ کی مساعی جمیلہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جہاد افغانستان کے سلسلے میں آپ کا نمایاں کردار کسی سے مخفی نہیں اور وہاں پر اسلامی حکومت کے قیام کے لیے آپ کی تگ و دو اظہر من الشمس ہے۔ اسی طرح عوامی نیشنل پارٹی کی مرکزی قیادت بھی اس وقت اکوڑہ خٹک ہی میں ہے۔ بزرگوار جناب اجمل خٹک ایم این اے اس پارٹی کے موجودہ صدر کی حیثیت سے اپنا کردار جس خلوص اور محنت سے ادا کر رہے ہیں۔ وہ قابل صد ستائش ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام ۱۹۷۰ء میں اکوڑہ میں عمل میں لایا گیا اس کے بنیادی کارکنوں میں سید عمر حسن شاہ، سید عبدالحق باچا، احمداللہ صدیقی عاشق صدیقی، غیرت اللہ، عابد صدیقی، اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جناب میاں مظفر شاہ صاحب جن کو اس علاقے میں اس وقت بھی مرکزی قیادت حاصل ہے بنیادی لحاظ سے اکوڑہ خٹک ہی کے ہیں وہ خوشحال خان کے بھائی فقیر جمیل بیگ خٹک کی اولاد میں سے ہیں جن کے والد نوشہرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

مسلم لیگی کارکنوں میں اس وقت محلہ گگے زئی کے محمد اسلم، لعل شاہ، محلہ فرید خان کے پرویز ملک پیش پیش ہیں اور پارٹی کو فعال بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

کلماتِ اعتذار

راقم الحروف کا ارادہ تھا کہ اکوڑہ خٹک کے اس تذکرے میں علمی سیاسی اور ادبی لحاظ سے اس خطہ زمین کی تمام قابل فخر ہستیوں کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا لیکن مقالے کی طوالت اس ارادے کی راہ میں حائل رہی. انشاءاللہ تاریخ اکوڑہ میں ان قابل فخر شخصیات کا مفصل ذکر ہوگا اس مقالے میں اگر کوئی قابل فخر زندہ وفات شدہ شخصیت کا ذکر نہ ہو تو اس کے لیے قارئین کرام سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

جن حضرات کے بارے میں اس مقالے میں تفصیلی ذکر کا ارادہ تھا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا ۔ اکوڑہ کی مذہبی و علمی شخصیات (۱) حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب المعروف بہ صخری (۲) حضرت مولانا عبدالقادر صاحب شیخ صدیقی (۳) پیر طریقت حضرت سید مہربان شاہ صاحب (۴) حضرت سید مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ قصابانو حاجی صاحب (۵) بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب (۶) حضرت مولانا سید محمد اکبر شاہ صاحب (۷) حضرت مولانا سید ابراہیم شاہ صاحب۔

(۸) حضرت مولانا سید قدرت شاہ صاحب (۹) حضرت مولانا امیرالدین قریشی صاحب (۱۰) حضرت مولانا شفیع اللہ صاحب (۱۱) حضرت مولانا قاضی امین الحق صاحب (۱۲) حضرت مولانا سفید شاہ صاحب (۱۳) حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب (۱۴) حضرت مولانا محمد عمر صاحب (۱۵) قاضی عظیم اللہ صاحب (۱۶) حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب (۱۷) حضرت مولانا قاضی نسیم الدین صاحب (۱۸) حضرت مولانا حافظ محمد اسرار الحق صاحب فاضل دیوبند (۱۹) حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (۲۰) قاضی حبیب الرحمٰن صاحب (۲۱) حضرت مولانا انوار الحق صاحب (۲۲) حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت مولانا قاضی انوارالدین صاحب (۲۴) حضرت مولانا سید اطہر علی شاہ صاحب عرف گوہر جی مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ اور دیگر حضرات (۲۵) حضرت مولانا فضل من اللہ صاحب (۲۶) حضرت مولانا راحت گل صاحب (۲۷) جناب سید اصغر شاہ صاحب۔

ب ۔ اکوڑہ کی ادبی شخصیات۔

(۱) خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک (۲) جناب اجمل خٹک (۳) جناب عبدالرزاق سنگین (۴) جناب عجیب الرحمن کسکر (۵) جناب رافع گل خٹک (۶) جناب شیر بہادر ساقی (۷) جناب سراج الاسلام سراج (۸) جناب فضل اکبر سیلاب (۹) جناب مثل خان راہی (۱۰) جناب لعل جہان صادق (۱۱) جناب میر حسین صدیقی (۱۲) جناب سراج خٹک اور دیگر شعرا ادبا. جناب سید نور بادشاہ، جناب نعمت اخوند شیخ صدیقی، جناب حاجی محمد یوسف، جناب حاجی رحمان الدین، جناب ملک امر الٰہی، جناب حاجی غلام محمد، جناب خان بہادر محمد امین، جناب بابو نور الٰہی، جناب رسالدار عبداللہ خان۔

ج ۔ دیگر اہم شخصیات میں جناب ڈاکٹر فضل کریم صدیقیؒ، جناب خان محمد خان خٹک، جناب حاجی محمد آثم، جناب سیف الحق صدیقی۔ جناب رسالدار عبداللہ خان، جناب ملک رحیم گل، جناب قاضی شمس الحق، جناب قاضی علی اصغر، جناب تاج محمد خٹک، جناب حاجی محمد گگے زئی، جناب قاضی مستحسن الدین، جناب ہمایوں حقی، جناب مولانا روح الامین، جناب ملک فرید خان، جناب حافظ خوشحال دین، جناب محمد حسین، جناب محمد ہاشم روہیلہ، جناب حاجی محمد شفیق صاحب صدیقی جناب محمد شفیق صدیقی، جناب سید اکبر شاہ، جناب بابو عبدالودود صدیقی، جناب قاضی ظہیر الدین، جناب قاضی عبدالودود اسیر اور دیگر حضرات۔

اکوڑہ خٹک میں حضرت سیّد آدم بنوری کا ورودِ مسعود

حضرت سیّد آدم بنوریؒ اسلامی دینی حلقوں میں مشہور شخصیّت ہیں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفاء نامدار میں سے تھے اور اس دور کے مشاہیر بزرگوں میں سے تھے ان کی کرامات وغیرہ کے اکثر قصے لوگ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ آپ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے سرائے اکوڑہ پہنچے جہاں آپ نے حضرت شیخ المشائخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی ۔ (ماہنامہ بینات یوسف بنوریؒ نمبر)

مرکزیت

ہند سے تا شام تیری مرکزیت کا ہے زور
نغمۂ ساز حجاز پاک میں ہے تیرا شور
تیری حکمت، تیری دانش دین کا برہان ہے
تیری ہستی ترجمانِ جذبۂ قرآن ہے
تو حدیثِ مصطفیٰؐ کے آئینہ داروں میں ہے
قصرِ آزادی کے تو ممتاز معماروں میں ہے
اپنے مرکز کی طرف دنیا سمٹ کر آگئی
تیری فطرت کل جہانِ رنگ و بو پہ چھا گئی
دیدۂ اسلاف کا آنکھوں میں تیری نور ہے
جو کبھی بجھتا نہیں ایسا چراغ طور ہے

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اکوڑہ خٹک

مختصر تاریخی جائزہ

معرکۂ حق و باطل میں جہاں پر سکھوں کو تاریخی شکست کا سامنا کرنا پڑا

قصبہ اکوڑہ خٹک سابقہ "سرائے" اپنی ادبی، ثقافتی، علمی، سماجی، معاشرتی اور تمدنی عظمت کی وجہ سے ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے، دریائے کابل اور جرنیلی سڑک کے مابین واقع یہ قصبہ جو اب ایک بڑے شہر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے ابتداء ہی سے ایک تجارتی منڈی اور مرکزی گذرگاہ ہونے کے ناطے مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے صنعت و حرفت کے ماہرین اور تاجر یہاں پر اپنے کاروبار میں مصروف رہتے اور آج اس قریہ میں زندگی کی تقریباً تمام ضرورتیں اور سہولتیں میسر ہیں مثلاً دینی مدرسے، سکول و کالج، ٹیلیفون، بازار، سڑکیں، ریلوے سٹیشن، ہسپتال، منڈی، پارک، گراؤنڈ، فوجی چھاؤنی، پولیس سٹیشن اور کارخانے وغیرہ، اسی مرکزیت کی بناء پر یہاں کے باشندوں کی زبان ہندکو بھی ہے اور پشتو بھی، لیکن یہاں پر بولی جانے والی پشتو زبان قرب و جوار کے دوسرے قریوں سے جُداگانہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مختلف زبانوں اور ثقافت کے لوگ آتے رہتے، جن کی وجہ سے زبان میں تغیر اور تبدل آنا ایک فطری امر تھا۔ چونکہ دریا کے اُس پار یوسفزئیوں کا علاقہ ہے اور وہ لوگ تجارت وغیرہ میں اسی قصبہ کے ساتھ منسلک تھے لہٰذا اکوڑہ خٹک کی پشتو زبان پر یوسف زئی زبان و تلفظ کا اثر ہے۔

اس قصبہ کو پشتو کے عظیم قہرمان صاحب سیف و قلم شاعر خوشحال خان خٹک کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے، اس تعلق کی بناء پر اس قصبہ کی شہرت تو پہلے سے موجود تھی۔ بعدازاں تحریک مجاہدین میں جب اس سرزمین سے عَلَمِ جہاد بلند ہوا اور الامام الکبیر سید احمد شہیدؒ کی امارت و قیادت میں سکھوں اور مجاہدین کے درمیان تاریخی معرکہ وقوع پذیر ہوا تو اس واقعہ نے تاریخ اکوڑہ کا منہ موڑا اور کل تک جو قصبہ صرف خوشحال خان خٹک کی معرکہ آرائیوں اور شاعرانہ موشگافیوں کی وجہ سے مشہور تھی آج ایک عظیم جہادی مرکز کی حیثیت سے تمام عالم میں متعارف ہوا۔

اِسی خاک سے علم و فضل اور علم و ادب کے چشمے پھوٹے کہ آج ان چشموں کے قطروں سے دریا سیراب ہو رہے ہیں۔ اسی خمیر کی سیمابی صفت کا اثر ہے کہ اس میں اگر ایک طرف شعر و ادب کا غلغلہ ہے تو دوسری جانب نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پورے پاکستان پر اس کے سیاسی اثرات ہیں۔ اگر ایک طرف قال اللہ اور قال الرسول کے زمزمے گونجتے ہیں تو دوسری جانب کشتگانِ عشقِ حقیقی اپنی دُھن میں مگن ذکر اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اگر ایک طرف قیام اللیل کے شب زندہ داروں کے نورانی چہرے دل و دماغ کو روحانی کیفیات سے سرشار کرتے ہیں تو دوسری طرف فرسان النہار کے جنگ آزما دشمنانِ دین و ایمان کے شیطانی منصوبوں کو تاراج کرنے والے، سوویت یونین جیسی سپر پاور طاقت کو دعوتِ مبارزہ دینے والے سربکف اور کفن بردوش مجاہدین ملیں گے جو یہاں کے اس عظیم جامعہ حقانیہ سے علم و حکمت کے قیمتی موتی اپنے دامن میں سمیٹنے کے لیے آئے تھے اور ان کا سوائے کتاب و قلم اور استاذ و درسگاہ کے علاوہ کسی دوسری چیز سے واسطہ نہ تھا، مگر جب وقتِ جہاد آیا تو وہ تلوار کے دھنی اور توپ و تفنگ کے ماہر نکلے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

یہ قصبہ حضرت الشیخ انوالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ہے جو کہ مشہور بزرگ حضرت کستیر گل عرف شیخ رحمکار بابا رحمۃ اللہ علیہ (جن کے مزار کی وجہ سے ایک مشہور قصبہ زیارت کاکا صاحب آباد ہے، اور کون ہوگا جو اس قصبہ کی اہمیت سے ناواقف ہوگا) کے استاذ تھے اور آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

المختصر یہ وہ قصبہ ہے جہاں بڑے بڑے جرنیل عظیم المرتبت، علماء، نابغۂ فضلاء، تاریخ ساز سیاستدان، زیرک خواتین، عہد آفرین ادیب، موشگاف شعراء، باریک بین محققین، دانشور اور نقاد پیدا ہوئے۔ اسی خاک کی گود میں کتنے اعاظم رجال پھلے پھولے اور زمانے پر چھا گئے۔ راقم نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ یہاں گذارا، ایک دن پشتو کے مشہور ادیب، شاعر، نقاد، سکالر، ڈرامہ نویس اور افسانہ نگار جناب پروفیسر محمد افضل رضا سے عرض کر رہا تھا کہ یہ تو سُنا ہے کہ یہ آدمی نابغہ ہے، فلاں شخص نادرۂ روزگار اور جینئس ہے یعنی اشخاص اور افراد کے بارے میں لیکن یہ نہیں سُنا اور نہ اپنے محدود مطالعہ کے مطابق کہیں پڑھا ہے کہ فلاں شہر شہروں میں جینئس ہے، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اکوڑہ خٹک ہی ایک نابغہ اور جینئس شہر ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر برادرم مولانا عبدالرزاق صاحب سنگین کا

ایک اقتباس پیش کروں :۔

"اکوڑہ خٹک دیکھنے میں تو ایک معمولی سا قصبہ ہے لیکن یہ قصبہ علاقہ خٹک کا تاریخی اور مرکزی مقام ہونے کی حیثیت سے عظیم شہرت کا مالک ہے، خوشحال خاں خٹک جن کی قومی شاعری کو ڈاکٹر اقبال نے بھی خراجِ عقیدت ادا کیا ہے، اسی سرزمین میں پیدا ہوئے، عبدالقادر خاں خٹک کی سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی غزلیں اسی فضا میں گونجیں، علی باب خان خٹک جن کی عشقیہ شاعری گندم کے خوشوں کی طرح سُہاتی ہے، ان کا ہیولیٰ اسی آب و گل سے تیار کیا گیا تھا، کاظم خان شیدا جس نے شعر کی لڑی میں وہ انمول موتی پروئے جو اب بھی عروسِ ادب کا آویزۂ گوش ہیں) یہیں آباد تھا، لیکن علمی اور ملّی فیض رسانی کی سعادت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (رح) کے حصہ میں آئی "؛

(ماہنامہ "فروغِ اسلام" لاہور)

۱۹۴۷ء میں جب برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی اور پاکستان و بھارت کے نام سے دو نئی مملکتیں صفحۂ ہستی اور نقشۂ عالم پر نمودار ہوئیں تو یہاں سے اکوڑہ خٹک کی تقدیر اوجِ ثریا میں داخل ہو گئی اور جس دارالعلوم کی بنیاد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے اپنے محلے کی ایک چھوٹی سی مسجد میں رکھی تھی، میرے خیال میں اُس وقت اُن کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں آج یہاں جس مدرسہ کی طرح ڈال رہا ہوں بعد میں ایک عالمگیر شہرت کی حامل یونیورسٹی کی شکل اختیار کر جائے گا اور اس کی عظمتوں کے سامنے آسمان بھی جھک جائیں گے ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

(اقبال رح)

یہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی اخلاص کا ثمر ہے کہ آج یہی دارالعلوم اکوڑہ خٹک کو چار دانگِ عالم میں متعارف کرانے کا ذریعہ بنا، آج دنیا کے مختلف گوشوں میں اس مدرسہ کے ابناء مصروف ہیں، کچھ خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور کچھ سیاسیات، معاشیات، اقتصادیات اور دیگر میدانوں میں اپنی استعداد اور قابلیت کا لوہا منوا رہے ہیں :۔

اے زمینِ اکوڑہ! تیری عظمت کو اس مردِ درویش رح نے کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اے خوشحال کی سرزمین! تیرا شہرہ چار دانگِ عالم میں اس فقیر منش مردِ حق آگاہ سے ہوا۔ اے خاکِ پاک! تیرے سینے پر چند غریب الدیار مجاہدین نے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے عالمِ بے سامانی میں قدم رکھا تھا اور تیری ہی گود میں ان کی گرمیٔ انفاس نے ایمان کو حرارت اور عزم و استقلال کو طراوت بخشی تھی۔ اس سرآمدِ روزگار شاہِ ہفت اقلیم فقیر "عبدحق" نے ان انفاس کی لاج رکھ لی، اور آج بھی جامع مسجد دارالعلوم کا بلند و بالا مینار آپ کی عظمتوں پر گواہ اور شاہدِ عدل ہے۔ وہ دلوں پر حکومت کرنے والی ہستی دارالعلوم کے شعبہ دارالحفظ کے سامنے خصوصی مقبرہ میں محوِ استراحت ہے جہاں پر کلامِ الٰہی کے دلآویز زمزمے شب و روز بلند ہوتے ہیں۔

ذیل میں اس قصبہ کی مختصر اور کچھ مجمل تاریخ درج کی جاتی ہے تاکہ اس پس منظر پر پیش منظر کچھ اور پُربہار معلوم ہو :۔

تاریخ اکوڑہ و بانیٔ قصبہ ملک اکوڑ خان

اکوڑہ خٹک کا پرانا نام سرائے تھا بعد میں اپنے بانی کی نسبت سے یہ قصبہ اکوڑہ خٹک کے نام سے مشہور ہوا، اس کی ملخص تاریخ کچھ یوں ہے :۔

"ملک اکوڑ خان، درویش محمد خان عرف چنجو کا بیٹا تھا۔ اس نے کہاں سے کہاں سے ہجرت کی؟ اس کے بارے میں اکثر مؤرخین دھوکہ کھا گئے ہیں، صرف ایک مؤرخ گوپال داس جس نے تاریخ ضلع پشاور لکھی اصل حقیقت تک پہنچ سکا باقی مؤرخین شاید تاریخِ مرصع کے تتبع میں غلطی کر گئے۔ گوپال داس تاریخ مرصع میں یوں رقمطراز ہیں: "روایت ہے کہ اوانِ سلطنتِ چغتائی میں بزمانہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بادشاہِ ہندوستان ملک اکوڑہ و حسن خاں برادران حقیقی پسرانِ چنجو قوم خٹک موضع چونترہ (سوترہ) علاقہ کوہاٹ سے بوجہ دبلائے افلاس اس جگہ آئے اور ساکنِ تشتت و دشوار میں بود و باش کر کے پیشۂ رہزنی اشخاص تجار وغیرہ مردمان ساکنین شہر لئے کابل اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بفرمانِ شاہی چند اشخاص شاطران ملک اکوڑ گرفتار ہو کر حضور میں طلب ہوا اور مورد سلطنتِ شہنشاہی دگو شمالی کما ینبغی ہو کر آئندہ کے لیے امر ناجائز سے ممنوع کیا گیا۔ اس حالت میں نام بردہ نے دست بستہ گذارش کی کہ بجز اس پیشہ کے کوئی صورت مایحتاج کی نہیں رکھتا ہوں کچھ وجہ کفاف کی معین فرمائی جائے، تب بادشاہ نے یہ زمین ایک پاؤ دفتر کے منجملہ سولہ ثار دفتر بہ خطک سے بلا عطائے سند اس کو دے دی، بعد حصولِ ملکیت ملک مذکور نے مقام کوٹلی پر ایک چھوٹا سا گڑھ۔ بنجر کا بصورت ڈھیری کے دریائے لنڈہ کے جنوبی کنارے پر واقع ہے ایک باڑہ یعنی احاطہ جس کو بزبانِ ملک سرائے نام کرتے ہیں بگرد آوری خار ہائے چوب کنار دشتی وغیرہ کے بنایا، تو نام اس سرائے کا بایزاد بانی سرائے اکوڑ مشہور ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد مورث نے اس جگہ کو بباعثِ اتصال دریا معرضِ خوف میں تھی اور نہ اس کے خویش اور قبیلہ کے لوگ اس میں سما سکتے تھے، چھوڑ کر تخمیناً ہزار قدم کے فاصلے پر بجائے آبادی موجودہ ایک سرا بجنائی سنگ و خراد بطور چار دیواری کے بنائی جس میں سوائے گذارہ متعلق بانی مکان کے ساکنین شاہراہ کابل کو بھی آرام شب باشی اور حفاظتِ مالی کا ملا اور نام اس کا صرف سرا مشہور ہوا اور بادشاہِ وقت کی طرف سے واسطے رفاہِ مسافرین کے بھٹیارہ لوگ و نانبائی و دوکانداران کا انتظام فرمایا اور روز بروز رونق بڑھتی گئی، محصول مکان سرا کا بھی بادشاہ نے ملک اکوڑ کو معاف کر دیا، تب سے علاقہ قرب و جوار میں نام اس جگہ کا بکثرتِ استعمال محض مورث کے نام پر اکوڑہ نامزد ہوا ہے، الا علاقہ ہائے

بعید الوقوع مثل سوا د و باجوڑ و اقوام آفریدی و چھچھ وغیرہ میں اب تک صرف سرا یا بعض جگہ سرائے اکوڑہ بولا جاتا ہے۔ جب ایام زلیست افضل خان ولد یحییٰ خان مورث نے جو اپنے وقت کا بڑا نامآور شخص گذرا ہے اور نیز پیچھے اس کے جوں جوں آبادی قصبہ رونقیاب ہوتی چلی گئی، توں توں مختلف اقوام کے لوگ امکنہ گرد و واح سے مثل اعوان، خٹک و پٹھان و دلہ زاک و سید و شیخ و پراچہ و ملاح و بھٹیارہ و موچی و کھٹیک و حجام و اڑوڑہ و مالیار و باغبان و مغل و ترکھان و کنجڑ و کشمیری و درانی وغیرہ بھی آکر بانواعِ مختلفہ اصل مورث کی اولاد سے محصل املاک ہوتے گئے، چنانچہ یہ جملہ اقوام مصرحہ بالا اس میں آباد و مالک ہیں، ریاست پنہ خطک قدیم سے اکوڑہ مورث کی اولاد کے قبضہ میں رہی ہے، چنانچہ پہلے افضل خان پھر شہباز خان پھر اشرف خان اور پھر محمد افضل خان پھر سعد اللہ خان پھر سرفراز خان پھر آصف خان، پھر نور اللہ خان اور پھر فیروز خان ولد نور اللہ خان اور پھر عباس خان اور پھر امیر خان اپنے اپنے وقت کے رئیس تھے، بعدش جعفر خان بڑا نامآور رہا۔

تاریخ مرصع میں ہجرت کی وجہ عزیزوں سے آزردگی اور تاریخ پشاور میں افلاس لکھا گیا ہے، میرے خیال میں اس کے کوچ کی بات کوئی نئی نہیں جس کے لیے خواہ مخواہ اسباب تلاش کیے جائیں۔ میں نے بار بار واضح کیا کہ بہتر زندگی کی تلاش میں کوچ کرنا اس زمانے کا عام رواج تھا، جیسا بھی تھا، جہاں سے بھی ہوتا بھی وہ چراٹ سے خوڑہ تک پہنچا، یہ ثابت ہے کہ عنفوانِ شباب میں اپنے بھائی حسن خان اور دوسرے مُہم جو ساتھیوں کے ساتھ چراٹ سے خوڑہ تک پہنچا جہاں پہلے سے بھی خٹک آباد تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اکوڑ خان یہاں پر مستقل رہائش کی نیت سے نہیں، مہم جوئی کی غرض سے آیا تھا۔ تاریخ مرصع کے مطابق یہ وہ زمانہ تھا جب صوبہ کابل کا صوبہ دار اکبر کا سوتیلا بھائی مرزا حکیم تھا اور برصغیر پر اکبر کی حکومت تھی، اکبر کی ہندو نوازی اور عقائد کی خرابی مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھی، لوگ اکبر کے ساتھ ہندوؤں سے بھی بدظن ہو چکے تھے، ملک اکوڑ ایک ایسے علاقے سے آیا تھا جو حکومت کے دائرے سے باہر تھا چراٹ کے خوڑہ میں پہنچکر وہ حلقہ حکومت کے قریب آگیا، حکومت کے خلاف جو تاثر تھا اس سے آشنا ہوا، ایک مسلمان کی حیثیت سے اُس نے پہلا ردِ عمل اُن ہندو جوگیوں کے قتل کرنے کی صورت میں ظاہر کیا جو چراٹ کی ایک چوٹی کو اپنا مذہبی مقدس مقام ظاہر کرتے ہوئے زیارت کے لیے آتے تھے، اتنے زیادہ جوگیوں کو قتل کیا کہ جب ملاقات کے دوران اکبر نے اس سے تعداد کے متعلق پوچھا تو اکوڑ خان نے جواب دیا کہ تعداد بے شمار ہے البتہ ایک طرح سے حساب لگایا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ ان کے کان میں جو بالی ہوتی تھی قتل کرنے کے بعد وہ بالی اُتار کر میں مٹکے میں رکھ دیتا تھا اور اس طرح سے دو مٹکے بھر گئے۔ اکوڑ خان پہلے ان جوگیوں کو دعوتِ اسلام دیتا تھا اور اگر دعوت رَدّ کر دی جاتی تو انہیں قتل کر دیا جاتا۔

بعد میں بادشاہ نے ملک اکوڑ کے پاس ایلچی بھیجا اور اُسے اپنے دربار میں طلب کیا، اکوڑ خان مقررہ دن اپنے عزیز و اقارب کو ساتھ لے کر دربار کی طرف روانہ ہوا۔ گھوڑے، عَلَم، ڈھول سرنا اور بے شمار لوگ اس کے جلوس میں شامل تھے اور وہ اس شان سے دربار کی طرف بڑھنے لگے کہ جب خیرآباد کے مقام پر یہ جلوس نمودار ہوا تو دریا کے کنارے شاہی دربار کے لوگ بھاگ کر تماشے کے لیے نکل آئے، تو شور کی آواز بادشاہ نے بھی سُنی وہ بھی جلوس دیکھنے کے لیے باہر تشریف لایا، اکوڑ خان کی یہ شان دیکھ کر پکار اُٹھا کہ لوگوں نے اس آدمی کو ڈاکو بتا کر غلط بیانی کی ہے، یہ شان و شوکت بادشاہوں والی ہے، لہٰذا دیکھتے ہی اکبر کے دل میں اس کے لیے عزت پیدا ہوئی، جب اکوڑ خان پہنچا تو اس کی آؤبھگت امتیازی حیثیت سے کی گئی۔

اکبر نے شاہی راستے کی حفاظت کی ذمہ داری اکوڑ خان کو سونپ دی اور ساتھ ہی خیرآباد سے نوشہرہ تک کا علاقہ بطور جاگیر کے عنایت کیا۔ اس موقع پر بادشاہ نے ملک اکوڑ خان کو منصب بھی پیش کیا لیکن ملک نے اس پیشکش کو اس وجہ سے رَدّ کیا کہ اسی صورت میں بادشاہ کی خدمت میں ہر وقت رہنا پڑے گا، بعد میں ملک اکوڑ خان نے اپنے قبیلے کو اس فیصلے سے آگاہ کیا جس پر وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور یوں وہ خوڑہ سے کوچ کر کے اس جگہ آئے جہاں آج سرائے اکوڑہ آباد ہے۔ اکبر نے اٹک گھاٹ پر اموال و مویشی کی آمد و رفت پر محصول وصول کرنے کا اختیار بھی اکوڑ خان کو دیا۔ افضل خان نے تاریخ مرصع میں لکھا ہے کہ اکوڑ خان تلوار کا دھنی سنی اور بہادر آدمی تھا، اس کی سخاوت و فیاضی اس حد تک تھی کہ جو کچھ کماتا اپنے یاروں، دوستوں اور فقراء و غرباء میں تقسیم کرتا۔ اکوڑ خان اپنے بیٹے یوسف خان اور چند دوسرے ساتھیوں سمیت نازو خان بولاک خٹک کے ہاتھوں قتل ہوا[1]"

اکوڑہ خٹک اور تحریک حضرت سید احمد شہیدؒ

یہی قصبہ اکوڑہ خٹک مرکزِ مجاہدین اور جہادی عظمتوں کا امین رہا ہے۔ اسی مناسبت سے جب عالم اسلام کے عظیم داعی اور مفکر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ۱۹؍ جولائی ۱۹۷۸ء کو دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنے استقبالیہ کلمات میں اسی قصبہ کے اس خاص وصف اور عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامہ ندوی کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورثِ اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان شہیدؒ، شاہ اسمٰعیل شہید اور ان اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں، حضرت سید احمد شہید کا جو مقام دعوت و عزیمت تھا، اس دعوت کو مولانا ندوی نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا، بیشک آپ

---

[1] پروفیسر پریشان خٹک "پشتون کون؟" ص ۳۱۳ تا ص ۳۲۴ ملخصاً، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی

ان کے اہل وارث ہیں، سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا اور صدیوں بعد اللہ کے دین کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے برصغیر میں اگر خونِ شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمینِ اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے، یہی وہ علاقہ ہے یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید احمد شہیدؒ نے سالہا سال ریاضتیں کیں، ایک ایک بستی میں گشت کیے، ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منور کیا، یہاں انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکہ کا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم کیا ہے ؎

بہر زمیں کہ نسیمے ز زُلفِ او زدہ است
ہنوز از سرِ آں بُوئے زلف می آید

اور جس طرح دارالعلوم دیوبند کے مقام و محل سے گذرتے ہوئے حضرت سید شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آ رہی ہے، اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید شہیدؒ کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا، سوز و گداز کیا کیا راز و نیاز ہوگا جو ان میدانوں میں، ان فضاؤں میں نہیں ہوا ہوگا، اسی اکوڑہ خٹک کے معرکۂ حق و باطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری ——— " (الحق جلد ۱۳ ش ۱۱ ص ۶)

ان ترحیبی کلمات کے بعد جب مولانا ندوی مدظلہٗ خطاب کے لیے آئے تو انہوں نے اس سرزمینِ حمیت و غیرت میں ان نفوسِ قدسیہ کے رزمیہ ولولوں کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ۔

——— "محمود غزنویؒ اور ان سے پہلے اگر کوئی آیا ہو تو اس وقت سے لیکر احمد شاہ درانی تک جو اس راستہ سے آنے والوں میں سب سے آخر میں آنے والا تھا اور جس نے کہ مسلمانوں کے خلاف جو طاقتیں جمع ہو رہی تھیں ہندوستان اور جن کی قیادت مرہٹے کر رہے تھے ان طاقتوں کی کمر توڑ دی اور مغلیہ سلطنت نہیں بلکہ مسلمانوں کی عظمت و تہذیب کے گُل ہوتے ہوئے چراغ کو پھر تھوڑا سا تیل اور بتی مہیا کر دی اور ہندوستان کے مسلمان پھر پچاس ساٹھ برس کے لیے یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور اسلام کی شوکت کا نقش قائم ہو گیا۔ ہم کو یہ راستہ بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے، لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کے لیے اور اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً کا پیغام پیدا کرنے کے لیے، عمل کرانے کے لیے، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنے کے لیے، قوانینِ شریعت کو رائج کرنے کے لیے جو پہلا خون صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بناء پر جس کا موقع مجھے مل سکا ہے یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالمِ اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون "دم ذکی" جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی، وہ خون جس سرزمین پہلی بار بہا ہے وہ آپ کی سرزمین ہے، یہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین ہے جس کے متعلق مرزا مظہر جانِ جاناں کا یہ شعر صحیح ہوگا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تو آپ کی اس سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا، اور ابھی میں راستہ میں سُن رہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خانصاحب تھے عبدالمجید خان، ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو اکوڑہ کے چھاپہ کے لیے بھیجا جانا تھا، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی چھ کوس یا دس کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شبخون مار کر واپس آنا تھا، تو حضرت سید احمد شہید صاحبؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو اُن کو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار رہیں اور کمزور رہیں تو اُن کے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں آغاز ہے پھر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے۔ تو اُن کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے، تو کوئی اور ہوتا اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پر آیا ایک خطرہ تو ٹل گیا۔ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں، راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں، تو پہلا تجربہ تھا، سوچئے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے گی، تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، میرا نام امیرالمؤمنین نے خود ہی کاٹ دیا، اس سے بہتر کیا بات ہوگی۔ بلکہ ایسا نہیں بلکہ دوڑے دوڑے آئے اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آ رہا ہے سُن رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے اس کے لیے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت! آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں، تو میرا نام للہ اس فہرست میں شامل کر لیجئے، تو ان کا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا اور اللہ نے ان کو قبول فرما لیا اور وہ اس میں شہید ہوئے۔

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں، اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستے آنا ہوا تھا جو آج سے تقریباً چونتیس ۳۴ پینتیس ۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اُس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہیدین کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ انتساب بھی ان کی طرف کیا جاتا ہے۔ یہ نسبتِ گرامی ایسی ہے کہ ان شاء اللہ یہ رنگ لائے گی، خونِ شہیداں رنگ لایا، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت ان شاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ تیار ہو کر نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو شاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیئے تھا، جہاں قال اللہ اور قال الرسولؐ کی آوازیں بلند ہوں، اسلیئے کہ یہ اسی قال اللہ اور قال الرسولؐ ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر

سر رکھے ہزاروں میل سے ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان ایہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جوان کو اتنی دُور کھینچ لایا، اور جبتک یہ صدائیں بلند ہوتی رہیں گی، انشاءاللہ تعالیٰ اللہ کی رحمت برستی رہے گی ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است
خم وخمخانہ بامہر ونشاں است

ابھی یہ مخانہ خالی نہیں ہوا بلکہ جاری ہے، اور حافظؒ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ؎

ازصد سخنِ پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نہ شود ویراں تامیکدہ آباد است

کہ اپنے مُرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اُس وقت تک ویران نہیں ہوگا جب تک یہ میکدہ قائم ہے۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا، وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کو مبارک ہو، یہ سرزمین بھی مبارک بھی کبھی ہے ؎

تانہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

مجاہدین اور جنگِ اکوڑہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ ”سیرت سید احمد شہیدؒ، حصہ اول“ میں اکوڑہ کی جنگ کے زیرِعنوان رقمطراز ہیں :-

”اس وقت تک مجاہدین کو سکھوں سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی، جنگی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ پہلا معرکہ کامیاب ہو اور دشمن پر مجاہدین کی جانبازی کا نقش قائم ہو جائے، حریف کی تعداد سات ہزار بیان کی جاتی تھی، اس کے مقابلے میں جن مجاہدین پر اعتماد کیا جا سکتا تھا وہ صرف پانچ سو ہندوستانی اور دو سو قندھاری تھے۔ فیصلہ کیا گیا کہ پہلا معرکہ شبخون کی صورت میں ہو تاکہ اصل اور مرکزی طاقت کو محفوظ رکھتے ہوئے دشمن پر ضرب لگائی جائے اور اس کو ہراس زدہ کیا جائے۔

نمازِ ظہر کے بعد سید صاحبؒ نے اپنے خاص خاص لوگوں سے مشورہ کیا اور دیا کہ اچھے چُست اور چالاک جوانوں کے نام ایک فرد پر لکھ کر لائیں اور ان میں کے پاس اچھے درست ہتھیار نہ ہوں دُوسرے بھائیوں سے بدل لیں، ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ کو نمازِ مغرب کے بعد آپ نے اللہ بخش خان جماعت دار کو بلایا اور لڑائی کے چند قانون بتاتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تم کو اس چھاپے کے لیے امیر مقرر کیا ہے، تم اس وقت کچھ لوگ لے کر دریا کے پار اُس کنارے پر ٹھہرو جب اور لوگ یہاں سے جا کر تمہارے پاس جمع ہوں تب سب صاحبوں سے کہہ دینا کہ گیارہ گیارہ بار لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھ لیں، پھر وہاں سے کُوچ کرنا اللہ مدد کرے گا۔

پھر آپ ہندوستانی و قندھاری اور ملکی لوگوں سے تقریباً نوسو آدمیوں کو لے کر دریا کے کنارے تشریف لے گئے، اس عرصے میں اللہ بخش خان صاحب بھی چند آدمیوں کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو کر آپ سے آملے اور رُخصت ہونے کو اس پار آگئے، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہم جنابِ الٰہی میں دُعاء کرتے ہیں تم سب آمین کہو۔ پھر آپ سر کھول کر دُعا میں مشغول ہو گئے کہ ”اے پروردگار قادرِ بے نیاز اور اے کریم کارساز بندہ نواز! یہ تیرے بندے محض عاجز وخاکسار، ضعیف و ناچار ہیں، تیری ہی مدد کے اُمیدوار ہیں، تیرے سوا ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں، یہ صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کو جاتے ہیں تُو ہی ان کی مدد کر“۔ دعاء کے بعد سب لوگ آپس میں ملے اور ایک دوسرے کو کہا سُنا معاف کرایا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ زندہ سلامت لائے گا تو پھر ہم تم ملیں گے اور جو وہاں شہید ہو گئے تو پھر انشاءاللہ ہماری ملاقات جنّت میں ہوگی۔ پھر ہر شخص سید صاحب سے مل کر گیارہ گیارہ بار لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھ کر اکوڑہ کی طرف روانہ ہوا، یہ سب مجاہدین چلتے جاتے فوجِ مخالفین کے ڈیرے پاؤ کوس کے فاصلے پر ایک نالے پر ٹھہرے، انہوں نے ایک شخص کو خبر لانے کے واسطے بھیجا کہ کس طرف لشکر کے لوگ غافل ہیں اور کس طرف ہوشیار، سکھوں کے لشکر کا معمول تھا کہ جہاں کہیں اُترتے لشکر کے گرد خاردار درخت کاٹ کر سنگر بنا لیتے تھے۔ وہ آدمی وہاں کی خبر لایا اور کہا کہ فلاں طرف لوگ غافل ہیں، اور لوگوں کو لے جا کر ان کے سنگر کے قریب کھڑا کر دیا۔

اُس وقت لشکرِ کفار میں گھڑیالی نے تین پہر پر تین گھڑیاں بجائیں اُدھر سے باآوازِ بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر سب مجاہدین سکھوں کی فوج میں گُھس گئے، اس عرصے میں اُدھر سے ایک پہرے والے نے بندوق ماری، قضائے الٰہی سے وہ گولی شیخ باقر علی صاحب کے لگی اور وہ اسی جگہ بیٹھ گئے اور کہا کوئی بھائی میرے پاس کے ہتھیار لے لے، یہ اللہ کا مال ہے، میرا کام تو ہو گیا مگر ارمان دل میں باقی رہا۔ اس موقع پر مجاہدین نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے دشمن پر کاری ضرب لگائی اُس وقت صبح صادق خوب نمودار ہوئی تھی، پھر لوگوں نے سنگر سے نکل کر انتظام کے ساتھ راستہ لیا وہاں سے کوس بھر پر تیمم کر کے نماز پڑھی، سید صاحبؒ بہت سے لوگوں کے ساتھ دریا پر کھڑے تھے آپ نے شہداء کے لیے دعائے مغفرت کی، ۳۶ زخمیوں کا معالجہ اور مرہم پٹی کی گئی پھر معلوم ہوا کہ ہندوستانیوں میں سے کوئی چھتیس آدمی شہید ہوئے اور قندھاریوں سے کوئی چالیس بیالیس، اور دونوں میں سے کُل تیس چالیس آدمی زخمی ہوئے سکھوں کے سات سو آدمی مارے گئے۔ یہ واقعہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۲۲ء چہارشنبہ اور پنجشنبہ کی درمیانی شب کا ہے۔

اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، دربار لاہور کی بھی آنکھیں کُھلیں، ملکی سردار جوق درجوق آکر مبارکباد دینے لگے[1]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ”سیرت سید احمد شہید“ حصہ اول ص۴۵۷ تا ۴۶۴ ملخصاً

معرکہ اکوڑہ خٹک کے بارے میں شاہنامہ بالاکوٹ سے اقتباس

—خبر پہنچی کہ دشمن دس ہزار افراد رکھتا ہے—
وہ توپیں اور بندوقیں بھی لاتعداد رکھتا ہے
—اِدھر اسلام کے جانباز مُٹھی بھر سپاہی تھے—
نفوسِ پاک تھے سرشارِ تائیدِ الٰہی تھے
—نہ اُن کے پاس توپیں تھیں نہ تھا بارُود پر تکیہ—
اگر کچھ تھا تو بس نصرٌ من المعبود پر تکیہ
—نہ خودیں تھیں نہ مہمیزیں نہ زرہیں تھیں نہ بکتر تھے—
نہ سب کے پاس بندوقیں نہ سب کے پاس خنجر تھے
—بھروسہ تھا فقط اُن کو خدا کی دستگیری پر—
وہ تھے انصارِ احمدؐ ناز تھا اُن کو فقیری پر
—شہادت کی تمنا میں وہ مجنوں وار آئے تھے—
کوئی ہتھیار پہنے کوئی بے ہتھیار آئے تھے
—نہ دشمن کے مقابل قوّت و سامان رکھتے تھے—
نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے فقط قرآن رکھتے تھے
—یہ پہلا معرکہ تھا امتحاں جوشش و شہامت کا—
ترازو تھا یہی اُن کے ثبات و استقامت کا
—یہ پہلی جنگ تھی درپیش سیّد[1] کی جماعت کو—
یہیں سے پھیلنا تھا دین و آزادی کی دعوت کو
—جہادِ حُریت اس کے نتائج ہی پہ ہونا تھا—
یہیں سے تخت پانا تھا یا تختے کو بھی کھونا تھا
—یہیں سے اللہ نے اہلِ حرم کو آزمانا تھا—
یہیں پہ مُصطفٰے کے عاشقوں کو پرکھا جانا تھا
—جنابِ سیّد والا نے اب شوریٰ کو بُلوایا—
طریقِ جنگ کے سب پہلوؤں پر غور فرمایا
—بڑی دیدہ وری سے صورتِ حالات کو جانچا—
ہر اِک کی رائے کو تولا ہر اک کی بات کو جانچا
—بالآخر طے ہوُا کہ اِک جماعت پار اُتاریں گے—
عدُو پر شب کے پچھلے پہر میں شبخون ماریں[2] گے

قصبہ اکوڑہ اور رُوح جہاد

سید ین شہیدین کی تحریک کا اثر تھا کہ جب اِن نفوسِ قدسیہ نے حق و باطل کے درمیان پہلے معرکہ کے لیے اسی سرزمین کا انتخاب کیا اور یہاں پر وہ تاریخی جنگ لڑی گئی جو کہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے گی۔ قضاو قدر سے اِن نفوسِ قُدسیہ کے انفاسِ مبارکہ فضاء میں تحلیل ہو گئے جس کی وجہ سے اکوڑہ خٹک کی فضاء میں وہ کیف اور جہادی رُوح پھونکی گئی جس کے برگ وبار تقریباً دو صدیوں بعد سرزمینِ افغانستان میں ظاہر ہوئے کہ جب افغانستان میں سُرخ اِستعمار نے اپنے لیے راستہ ہموار کیا اور یہاں کے مسلمانوں کے عقائد اور دینی حمیت کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے فرزندانِ دارالعلوم حقانیہ نے اس سامراجی قوت کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کیا اور تاریخِ عالم پر وہ نقوشِ جاوداں ثبت کیے کہ آج ایک دُنیا اُن کے کارہائے نمایاں پر انگشت بدنداں ہے

؎ آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

زمینِ اکوڑہ اور دُنیائے شعر و ادب

خوشحال خان خٹک جو کہ اسی قطعۂ زمین کا سپُوت ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹوں اور پوتوں کا ادبی اور شعری دُنیا پر اتنا بڑا احسان ہے کہ رہتی دُنیا تک یہ طوق اس کے گلے کا ہار بنا رہے گا ——

خوشحال خان خٹک نے جو علمی اور ادبی ورثہ چھوڑا ہے، باوجود یکہ وہ ایک جنگجُو آدمی تھے یہ بات حیران کُن ہے کہ انہوں نے نظم اور نثر کا وہ ذخیرہ چھوڑا جس سے برسوں نہیں بلکہ صدیوں تک ادبی نقاد، دانشور، علماء اور فضلاء استفادہ کریں گے۔

بعد ازاں اس خاندان کے دیگر نامور شعراء و اُدباء مثلاً اشرف خان ہجری، افضل خان، کاظم خان شیدا، کامگار خٹک اور عبدالقادر خان خٹک نے عروسِ شعر کی مانگ میں وہ موتی رکھ دیئے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کی چمک دمک میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور آج تک یہ قصبہ ادباء، شعراء اور محققین کا مسکن رہا ہے۔ بہرحال یہ ایک طویل ترین موضوع ہے جس پر کافی مواد مطبُوعہ شکل میں موجود ہے۔

تھا جنہیں ذوقِ تماشا وہ تو رُخصت ہو گئے
لے کے اب تو وعدہ دیدارِ عام آیا تو کیا
انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اُٹھ گئے
ساقیا محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا

اقبالؒ

---

[1] سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ [2] ماہنامہ الحق، جلد ۱۰ شمارہ ۱۲ صفحہ ۴۱

سیرت
و
اخلاق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

ایک محبوب اور ہردلعزیز رہنما

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اللہ نے جس طرح بڑوں، بزرگوں، علماء، مشائخ، فضلاء، طلبہ اور عامۃ المسلمین میں محبوبیت بخشی تھی اسی طرح آپ بچوں میں بھی ہردلعزیز تھے حضرتؒ کی یادوں، شفقتوں، محبتوں اور سیرت وسوانح کا ذکر ہونے لگا تو اہل علم اور اہل قلم حضرات کی طرح بچوں نے بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس میں بھرپور دلچسپی کا اظہار کیا اس طرح ہمیں ایسے بچوں کے بھی متعدد مضامین موصول ہوئے جنہیں حضرت شیخؒ سے ملاقات، استفادہ، زیارت اور قربت کا موقع ملا تھا مگر تمام مضامین کی اشاعت کالرے دارد صفحات کی گنجائش کے پیش نظر ہم صرف اپنے باذوق ناظرین کے لیے حضرۃؒ ہی کے خاندان کے بچوں جو حضرۃؒ کے پوتے، نواسے ہوتے ہیں کے مضامین نذر قارئین کر رہے ہیں جس سے حضرۃؒ کی عظمت ومحبوبیت ہردلعزیزی اور ان سے نسبت کے شرف کے حصول کو بڑوں کی طرح چھوٹے بچوں میں بھی وجہ افتخار سمجھا جاتا تھا ؎

کچھ طوطیوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستان ہے

حافظ راشد الحق بن مولانا سمیع الحق صاحب

متعلم درجہ چہارم دار العلوم حقانیہ

میرے دادا جانؒ

کچھ یادیں، کچھ تذکرے اور بعض ناقابل فراموش واقعات

اسی ایک شخص کے بچھڑنے سے میری کئی صدیاں اُداس ہیں۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو گھر میں ایک عجیب سا ماحول پایا اور یہ ماحول علمی سادگی اور نورانیت پر مبنی تھا۔ ہمارے گھر میں پاکیزگی اور حیاء کی روشنی جل رہی تھی اور دراصل یہ روشنی اور نورانیت اور سادگی یہ حضرۃ داجی گلؒ (ہم لوگ گھر میں حضرت دادا جانؒ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں) کی ذات کی وجہ سے تھی اور وہی اس کے محور اور منبع تھے انہی کی برکات تھیں اور ہیں اور انشاءاللہ ہم پر تاقیامت رہیں گی۔

کہاں ہم کہاں یہ نکہت گل

حضرت داجی گلؒ کیا تھے اور ان کی خوبیاں کیا تھیں ان کے اخلاق کیسے، ان کی صفات کیسی تھیں اور ان کی گھریلو زندگی کس طرح سے تھی تو س کے بارے میں کچھ لکھنا بھی اپنے لیے احمقانہ جسارت سمجھتا ہوں یہ تو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی، کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل، داجی گل کی شخصیت تو اظہر من الشمس تھی ان کا مقام ان کی صفات، ان کی خوبیاں، اخلاق تواضع، یہ تو سورج چاند اور ستاروں اور آسمانوں سے بھی زیادہ بلند و بالا واضح اور چمکدار تھے مجھ جیسے کم علم اور طفل مکتب کے لیے آپ کی ذات کے بارے میں کچھ لکھنا ناممکن سا ہے آپ کی صفات اور کمالات کا گننا تو سورج کی کرنوں، سمندروں کی لہروں اور ذروں کو جمع کرنے کے مترادف ہے لیکن ابا جان کا حکم اور استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے اصرار پر کچھ واقعات اور مشاہدات اور چند ایک یادیں لکھنے کی جسارت کروں گا۔

؎ یہ جانتا ہوں کہ ہے شغل رائیگاں اپنا
مگر نقوش آب رواں پہ بنا رہا ہوں

اور شاید اسی وجہ سے بھی کہ خریداران یوسف میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔

ایک خواب

سب سے بڑی وجہ مضمون لکھنے کی حضرت داجی گلؒ کو ایک خواب ں دیکھنا تھا دراصل میں نے جب مضمون لکھنا شروع کیا تو ہمت بھی نہیں و رہی تھی اور نہ ہی اس کا حوصلہ ہو رہا تھا اور نہ ہی لکھنے کی طاقت اور صلاحیت تھی کہ داجی گل مرحوم کے بارے میں کچھ لکھ سکوں۔

اب بھی حضرت داجی گلؒ کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم بار بار رک جاتا ہے اور انگلیاں کام نہیں کرتیں اور نہ ہی قلم کے سینے میں اتنی طاقت اور زور ہے کہ آپ کے کمالات و صفات گن سکیں اور نہ ہی الفاظ میں اتنی وسعت ہے اور نہ ہی جامعیت کہ آپ کی تعریف کر سکیں یا صفات گن سکیں۔

دراصل میں نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا ہال نما سا کمرہ ہے جس میں پرچے لکھے جا رہے ہیں ہم لوگ میزوں پر بیٹھے ہوتے تھے میں بھی پرچہ لکھ رہا تھا۔ تو اتنے میں دیکھا کہ داجی گلؒ سامنے کھڑے ہیں اور سب سے فرما رہے ہیں۔ کہ اب پرچہ لے آؤ وقت ختم ہونے والا ہے۔ مجھ سے کہا کہ پرچہ داخل کر دو میں نے عرض کیا کہ تھوڑی سی جگہ باقی ہے، داجی گلؒ نے فرمایا کہ بیٹا جلدی کر اپنا پرچہ مکمل کر لو اور جمع کرا لو میں نے صبح یہ خواب استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو درسگاہ میں سبق کے بعد سنایا۔ حقانی صاحب نے فرمایا کہ اب تو حضرت شیخؒ نے بھی تمہیں حکم دے دیا ہے مضمون جمع کرا لو جو بھی تھوڑا بہت یاد ہے اور ہمت سے کام لو اور مضمون مکمل کر لو۔

باطن ظاہر سے زیادہ پاک تھا

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قائدین اور پیر و مرشد بڑے بڑے علماء مشائخ وغیرہ باہر سے تو بہت متقی پاک دامن اور اونچے کردار کے مالک نظر آتے ہیں لیکن وہ اندر سے بالکل کھوکھلے ہوتے ہیں باطن ان کا بہت مسخ ہوتا ہے لیکن میں الحمدللہ داجی گلؒ کے بارے میں بڑے فخر سے یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جس طرح آپ کا ظاہر تو اس سے کہیں درجے زیادہ آپ کا باطن پاک صاف تھا اور عجز و انکسار زہد و تقویٰ اخلاق و شفقت مہمان نوازی دین سے محبت غلبہ اسلام یہ آپ کے زیور تھے اور یہی آپ کی زندگی کے اصول تھے۔

جب حضرۃ سحری کے وقت روتے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ہم سحری

کے لیے اٹھتے تو داجی گلؒ کے رونے کی وجہ سے اکثر آنکھ کھل جاتی۔ پوری پوری رات نوافل میں کھڑے رہتے اور ذکر واذکار میں مصروف رہتے اور بچوں کی طرح زار وقطار روتے تھے۔

داجی گلؒ کو کس نے مارا ہے

بچپن کا واقعہ ہے کہ میں بالائی منزل پہ آیا کہ آج دیکھوں حضرت داجی گلؒ کیوں رو رہے ہیں میں نے دادی جان سے کہا کہ داجی گلؒ کو کس نے مارا ہے یا داجی گلؒ سے کوئی چیز گم ہو گئی ہے یا بیمار ہیں انہیں تکلیف ہو رہی ہے، دادی مرحومہ نے سمجھایا کہ داجی گلؒ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور تم سب کے لیے دعائیں کرتے ہیں، کبھی تو داجی گلؒ اتنا روتے کہ نیچے مسجد میں طلبہ تک کو خبر ہو جاتی کہ شیخ اٹھے ہوتے ہیں اور ذکر واذکار میں مصروف ہیں یہ تو تقویٰ پرہیزگاری کا عالم تھا۔

بچوں سے پیار اور عیدی کا اہتمام

رمضان کے ختم ہونے کے بعد ہم سب بچوں کو عید کا انتظار رہتا اس لیے کہ اس دن ہم کو داجی گلؒ سے پیسے ملنے ہوتے تھے اور عید گاہ تک داجی گلؒ کے ساتھ گاڑی میں جانا ہوتا۔ داجی گلؒ ویسے تو ہر وقت پیسے دیتے تھے لیکن عید کے دن کچھ زیادہ اہتمام ہوتا۔ ہم سب بچے سیڑھیوں کے نیچے آپ کا انتظار کرتے ایک قطار کی شکل میں اور سب سے پہلے نمبر پر میں کھڑا ہوتا اس لیے کہ بچوں میں سب سے بڑا میں تھا۔ داجی گلؒ نیچے تشریف لاتے تو ہم سب بچے آپ سے نمبر نمبر پہ ملتے آپ بڑی شفقت سے ملتے اور ہمارے سروں پہ بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ایک ایک کو پیار کرتے اور عیدی دیتے داجی گلؒ مذاق سے فرماتے کہ تم میرے لیے آئے ہو یا پیسوں کے لیے ہم کہتے کہ دونوں کے لیے کیونکہ دونوں بہت ضروری ہیں، داجی گلؒ عیدگاہ کے لیے ایک قافلہ کی صورت میں جاتے یہ وہ زمانہ تھا جب صحت ٹھیک تھی اور سارے راستے میں ذکر واذکار اور تکبیرات کہتے اور ہمیں بھی پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

بچوں کا سلام

مجھے وہ دن بھی کل کی طرح یاد ہیں جب ہم سب بچے کھیل رہے ہوتے تو داجی گلؒ اچانک مدرسے یا مسجد جاتے ہوئے نظر آتے تو ہم سب بیک آواز آپ کو سلام کہتے داجی گلؒ سلام کا جواب بڑے پیار سے دیتے اور شفقت اور محبت سے ہمارے سروں پہ دست شفقت رکھتے۔ محبت اور شفقت کا یہ عالم ہوتا کہ ہم اگر دن میں دس مرتبہ بھی یہی عمل دہراتے (یعنی سلام کرتے) تو آپ ہر بار پہلے سے زیادہ محبت اور شفقت کے ساتھ سلام کا جواب اسی طرح دیتے جس طرح پہلے دیا تھا یہ تو آپ کی شفقت و محبت کا عالم تھا۔

جب ہوش آیا تو داجی گلؒ کی گود میں تھا

اس طرح بچپن میں ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوا۔ گھر میں اتفاق سے کوئی اور مرد موجود نہ تھا ابا جان پنڈی جمعہ پڑھانے گئے تھے میری حالت بہت خراب تھی اور بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی اوپر داجی گلؒ کو کسی نے اطلاع دی آپ فوراً نیچے تشریف لائے اور غصے سے کہا کہ اب تک مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر مجھے گود میں لیا اور دم ڈالنے لگے مجھے جب ہوش آیا تو داجی گل کی گود میں خود کو پایا وہ مجھے پانی پلا رہے تھے۔

اب بھی وہ لمحے یاد آ رہے ہیں تو قلم کو کثرت غم سے گھسیٹنا پڑ رہا ہے اور آنسوؤں کو صبر کے تالے لگانے پڑ رہے ہیں۔

تو داجی گلؒ مجھے دروازے تک خود اٹھا کے لائے اور طالب علم کے سپرد کیا کہ فوراً اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اس درجے کی محبت اور تڑپ تھی آپ کو بچوں سے۔

جمعہ کا دن، عید کا سماں

جمعہ کے دن ہمارے گھر میں عید کا سماں ہوتا تھا صبح سے ہی مہمانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا داجی گلؒ کو مسجد تک پہنچانے کی ڈیوٹی حامد بھائی اور میرے سپرد تھی نماز کے بعد سب مہمان اپنے شیخ پیر و مرشد سے ملتے پوری مسجد میں عجیب نورانی ماحول ہوتا اور ایک میلے کا سماں ہوتا ہم بچوں کے لیے۔ ہم مہمانوں کی خدمت بڑے شوق سے کرتے (چائے شربت وغیرہ سے) اور اس لیے بھی کہ داجی گلؒ ہمیشہ مہمان نوازی کی تلقین فرماتے اور یہ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ اور یہ آپ کا حکم بھی تھا اور اس خدمت میں ہم کو لذت بھی ملتی اور ثواب کی بھی توقع ہوتی

سب سے بڑی خوبی

شام کے وقت حضرت مریدوں شاگردوں اور طلبہ کے ساتھ گھر تشریف لاتے اور پھر ہم دونوں بھائی آپ کو اپنے کمرے تک لے جاتے اور آپ کو چائے وغیرہ پلاتے مجھ سے کبھی کبھی چائے کی پیالی میں شوگر کی گولیاں زیادہ ہو جاتیں تو آپ غصہ نہ ہوتے بلکہ نرمی اور شفقت سے فرماتے کہ بیٹا! پہلے گولی ہاتھ سے نکال لیا کرو۔ اس کے بعد پیالی میں ڈالا کرو — داجی گلؒ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کبھی بھی غصہ نہ ہوتے بڑی سے بڑی غلطی پر بھی بلکہ ہمیشہ نرمی سے سمجھاتے اور نصیحت فرماتے اور دعائیں دیتے

داجی گلؒ ہم سے چائے کے بعد مدرسے اور گاؤں کے حالات وغیرہ پوچھتے اور طلبہ کے مسائل وغیرہ دریافت کرتے اور اسباق کے معیار کے بارے میں معلومات کرتے اور ابا جان کے اسفار، حالات اور کام کے بارے میں پوچھتے۔ طلبہ کے بارے میں پوچھتے کہ طلبہ مطمئن ہیں یا نہیں،

کوئی تکلیف تو نہیں۔

بیرون ملک طلبہ کے لیے تعلیم کا اہتمام

راقم ابتدائی درجات پڑھنے کے لیے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی چلا گیا۔ دو اڈھائی سال بعد واپسی پر داجی گلؒ نے مجھ سے وہاں کے حالات، نظام تعلیم، رہائش ماحول وغیرہ کے بارے میں پوچھا، میں نے تمام احوال ان سے کہے اور یہ بھی بتایا کہ وہاں پر مختلف ممالک کے طلبہ بھی پڑھ رہے ہیں ان کے ساتھ مدرسے میں رہتا ہوں تو اس وقت انھوں نے یہ فرمایا کہ بیٹا میری بھی یہی خواہش ہے کہ یہاں حقانیہ میں باہر ممالک کے طلبہ بھی پڑھیں اور دینی علوم کو تمام دنیا میں پھیلائیں اور انشاء اللہ ہم بھی جلد یا بدیر بیرون ملک طلبہ کے لیے انتظام کریں گے رہائش وغیرہ کا، لیکن وسائل کی کمی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جس طرح سے حقانیہ ایک مسجد سے ایک عظیم یونیورسٹی بن گیا اسی طرح یہ بھی ممکن ہو جائے گا، اور داجی گلؒ کی یہ خواہش بھی انشاء اللہ پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ اور ابا جان اسی سلسلے میں نو آزاد مسلم ریاستوں کا دورہ بھی کر چکے ہیں اور عنقریب انشاء اللہ سینکڑوں کی تعداد میں طالب علم، علم کی پیاس بجھانے کے لیے دارالعلوم حقانیہ جلد آئیں گے اس سلسلہ میں بہت کچھ پیش رفت ہو چکی ہے۔

حضرت داجی گلؒ کے ساتھ چند سفر

میں نے جب پہلا سفر داجی گلؒ کے ساتھ کیا اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور وہ ان کی گود میں کیا اور پھر آہستہ آہستہ میرا معمول بن گیا بچپن میں آپ کے ساتھ سفر کرنے کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ جامعہ اشرفیہ لاہور دستار بندی کی تقریب ہو رہی تھی تو داجی گلؒ اور ابا جان اس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے تو مجھے پتہ چلا کہ داجی گلؒ وغیرہ لاہور جا رہے ہیں، میں نے ابا جان سے کہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گا تو ابا جان نے کہا کہ نہیں بچے نہیں جاتے تو میں ضد کرنے لگا اور زمین پر لیٹ کر رونے لگا۔ (احتجاجاً) اتنے میں داجی گلؒ تیار ہو کر نیچے تشریف لاتے اور پوچھا کیا بات ہے راشد کیوں رو رہا ہے تو دادی جان مرحومہ نے بتایا کہ یہ بھی جانے کی ضد کر رہا ہے آپ لوگوں کے ساتھ لیکن (مولانا) سمیع الحق نے منع کیا ہے کہ داجی گل کو تنگ کرے گا راستہ میں، داجی گلؒ نے مجھے زمین سے اٹھایا اور امی جان سے کہا کہ اسے فوراً کپڑے پہنا دو میں اسے خود اپنے ساتھ لے جاؤں گا داجی گلؒ کی شفقت اور مہربانی سے میں نے تقریب میں شرکت کی اور پہلی دفعہ لاہور کی سیر کی اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین سے ملاقات کی اور زیارت و استفادہ کیا۔

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی مجلس میں ایک لطیفہ

اس تقریب کی مناسبت سے ایک لطیفہ بھی مجھے یاد آرہا ہے، دستار بندی کی تقریب کے بعد مہمانوں کے لیے دعوت کا اہتمام تھا۔ داجی گلؒ کے ساتھ پہلو میں حامد الحق بھائی اور میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے سروں پر دھوپ روکنے والی ٹوپیاں تھیں تو حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے میرے سر سے وہ ٹوپی اتار کر نیچے رکھ دی اور فرمایا کہ مولوی یہ ٹوپی نہیں پہنتے، یہ تو انگریز پہنتے ہیں، تو میں نے فوراً حضرتؒ کو جواب دیا کہ میں تو مولوی نہیں بنوں گا مولانا قاری طیب صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ کیوں نہیں میں نے کہا اس لیے کہ میں ڈاکٹر بنوں گا فرمایا کہ مولوی کیوں نہیں بنو گے؟ میں نے کہا مولوی جو ہوتے ہیں وہ پرائی دعوتوں کے پیچھے پھرتے ہیں اور اپنے گھر کھانا نہیں کھاتے یہ سننا تھا کہ پوری محفل کشت زعفران ہو گئی اور تمام حضرات بہت زیادہ ہنستے رہے اور پھر مجھے مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے نصیحت کی کہ اپنے عظیم دادا جان کی طرف دیکھو اور اپنے والد کو کہ پوری دنیا میں ان کے شاگرد ہیں اور تم بھی انشاء اللہ بڑے مولوی بنو گے میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، تقریب کے بعد داجی گلؒ اور ابا جان نے مجھ سے کہا کہ تم بھی حرص کر لو کہ تمہاری بھی اسی طرح سے دستار بندی کریں گے اور بہت بڑی دعوت کریں گے۔ اور آج اسی نصیحت اور دعاؤں کی برکت سے میں نے قرآن مجید جیسی عظیم نعمت حاصل کی حضرت داجی گلؒ کی دعاؤں کے صدقے اللہ کریم علم کی دولت بھی عطا فرمائے گا۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب سارے لوگوں کے سامنے داجی گلؒ اور علماء اور اساتذہ نے میری دستار بندی اپنے مبارک ہاتھوں سے کی تو داجی گلؒ نے میرے سر پر ہاتھ [illegible] قرآن شریف رکھا جو مجھے میرے استاذ قاری عمر علی صاحب نے تحفہ میں دیا تھا۔

داجی گلؒ کی دعا اور خاندان کے ۳۰ بچے حفظِ قرآن اور تحصیل علم کی راہ پر

قرآن مجید کے حوالہ سے ایک دوسرا واقعہ بھی یاد ہے جب ہمارے پھوپھی زاد بھائی حافظ ارشد علی کے قرآن ختم کے بعد پشاور سے واپسی پر حضرتؒ قبرستان تشریف لاتے جو دار الحفظ سے ملحق ہے، دادی جان کے مزار پر فاتحہ کے لیے اور یہ دفن کے بعد پہلی مرتبہ تشریف لاتے تھے تو اس وقت دادی جان کی قبر سے مخاطب ہوتے اور کہا کہ آپ کو نیا گھر مبارک ہو اور پھر دعا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ میں ابھی تمہارے نواسے کے ختم کی تقریب سے آرہا ہوں تو آپ کو بھی یہ خوشی مبارک ہو اور فرمایا کہ میں راشد (راقم) اور ارشد سے بڑا خوش ہوں کہ یہ ہمارے سروں پر تاجِ شرافت رکھے ہوتے ہیں اور دادی جان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتے اور دعا کی کہ اللہ آپ کے سب نواسوں پوتوں کو عالم اور حافظ باعمل بنائے اور آج اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج الحمد للہ میرے حافظ بننے کے بعد تقریباً ہمارے خاندان کے ۲۵، ۳۰ بچے اور بچیاں

حفظ قرآن کی نعمت عظیمہ کو حاصل کر رہے ہیں اور کتنی ایک حافظ ہو چکے ہیں۔

سفر کے اصول

سفر کی بات جاری تھی تو داجی گلؒ اجلاس میں شرکت کے لیے جاتے تو ہم بچے بھی اکثر آپ کے ساتھ جاتے حسب معمول داجی گلؒ کے ساتھ میں اگلی سیٹ پر بیٹھتا۔ سفر کے لیے داجی گلؒ کے یہ اصول بڑے سخت اور گراں ہوتے آپ فرماتے کہ ہمیشہ وقت سے پہلے روانہ ہونا چاہیے تاکہ صبح وقت پہنچ جائیں تاکہ خود شرمندگی سے بچیں اور لوگوں کو انتظار نہ کرنا پڑے اور اپنے انہی اصولوں پر زندگی بھر عمل کیا اور ہم سب کو بھی اس کی تلقین کرتے اور خصوصاً اباجی کو اکثر فرماتے کہ آپ اکثر باہر آتے جاتے ہیں۔ جلسوں میں اور رات کو بڑی دیر سے آتے ہیں اور ہم سب کو بڑی پریشانی لاحق ہوتی ہے اگر راستے میں نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً گاڑی رکواتے اور وہیں سڑک کے کنارے جانماز بچھاتے اور نماز پڑھتے۔ دوران سفر داجی گلؒ کو میں کبھی کبھی اخبار سناتا اور داجی گلؒ سنتے رہتے اگر کوئی اہم یا مطلب کی خبر ہوتی یا شریعت بل کے حوالہ سے بات ہوتی حمایت میں یا مخالفت میں کوئی بیان ہوتا یا اباجان کا بیان ہوتا تو پھر تمام بیان سنانے کے لیے کہتے اور تبصرہ بھی فرماتے۔

جب اسمبلی کے اجلاس میں جاتے

اجلاس میں شرکت کے لیے داجی گلؒ جاتے تو میں بھی ایک دفعہ ان کے ساتھ تھا۔ اسمبلی کی عمارت میں جب گاڑی داخل ہوتی تو سارا اسٹاف اور پولیس والے سلام کرتے اور بھاگ کر آپ کے لیے دروازہ کھولتے بڑے بڑے سیاست دان، ممبر، وزرا۔ سب داجی گلؒ سے نہایت ادب و احترام سے ملتے اور راستہ چھوڑتے اور دعا کے لیے کہتے تو مجھے اس وقت داجی گلؒ کی عظمت اور ان کا ممتاز مقام اور ان کی تواضع اخلاق آسمان کی بلندیوں سے زیادہ محسوس ہوتا۔

ہندوستان کا سفر

میری زندگی کا ایک یادگار اور تاریخی سفر جب دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات دیوبند میں منعقد ہو رہی تھیں جس میں شرکت کے لیے پاکستان سے بھی قافلے جا رہے تھے داجی گلؒ بھی خصوصی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے ساتھ میں اباجان اور چچا مولانا انوار الحق، شفیق بھائی جان اور حامد بھائی اس قافلے میں شریک تھے اس قافلے کی خاص بات یہ تھی کہ پورے قافلے میں ہم دو ہی بچے تھے یعنی میں اور حامد بھائی، اس تاریخی سفر کا ایک ایک لمحہ مجھے یاد ہے جیسے کل ہی کی بات ہو لیکن یہاں گنجائش نہیں ہے پوری ٹرین میں میلے کا سماں تھا سارے ملک کے علما۔ اور سیاستدان ایک ہی ٹرین میں سفر کر رہے تھے اور خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر اکابر علما۔ پورے راستے کو بڑے اہتمام سے سجایا گیا تھا۔

سارے راستے کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا جب ہم امرتسر اسٹیشن پر پہنچے تو بڑی تعداد میں لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے مسلمانوں کے ساتھ ان میں سکھ اور ہندو بھی بڑی تعداد میں آئے تھے۔

استقبال

وہ مہمانوں کی ضیافت چائے اور فروٹ وغیرہ سے کر رہے تھے۔ ٹرین میں ہم سب کو چائے مل رہی تھی جسے ایک ہندو لڑکا تقسیم کر رہا تھا مجھے بھی چائے ملی لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں ہندو کے ہاتھ کی چائے نہیں پیوں گا داجی گلؒ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے داجی گلؒ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹا ایسا نہیں ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے یہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے منہ سے نہیں لگائی یہ اتنی محبت سے لائے ہیں محبت سے جو بھی چیز دی جاتی ہے اس کو فراخ دلی اور مسکراتے چہرے سے قبول کرنا چاہیے، ہمارا سفر جاری تھا اور تقریباً ۲، دن میں سفر مکمل کیا ہم صبح کے وقت دلی اسٹیشن پہنچے اور وہیں صبح کی نماز پڑھی پھر دیوبند کی طرف روانہ ہو گئے دارالعلوم دیوبند میں ہم کو ایک بڑا کمرہ دیا گیا تھا جس میں ہم سب لوگ رہتے تھے۔

میں بھی سٹیج پر پہنچ گیا

جس دن بڑی تقریب تھی سٹیج پر بڑے بڑے علماء حضرات اور دوسرے ممالک سے تعلق رکھنے والے مہمان حضرات بھی تشریف فرما تھے اور انڈیا کی وزیر اعظم اندرا گاندھی بھی موجود تھیں، قاری جناب عبدالباسط صاحبؒ بھی موجود تھے جب جلسہ شروع ہوا تو میں نیچے جلسہ گاہ میں مولانا انوار الحق چچا جان کے ساتھ بیٹھا تھا اور میں چاہتا تھا کہ میں بھی سٹیج پر پہنچ جاؤں میں سیڑھیوں پر چڑھنے گیا تو پولیس آفیسر نے مجھے روکا تو میں نے کہا کہ وہ دیکھو میرے دادا جان اور اباجان تمہارے ملک کے وزیر اعظم کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے بھی بلایا ہے پولیس افسر نے ہنس کر مجھے اجازت دے دی اور میں نے داجی گلؒ کے ساتھ بیٹھ کر باقی جلسہ سنا جلسے کے بعد دادا جان نے بھی قاری عبدالباسط سے مجھے ملایا میں اندرا گاندھی سے بھی ملا دارالعلوم دیوبند میں قیام کے وقت ہم کو داجی گلؒ نے اپنے کمرہ میں اپنے طالب علمی اور دیوبند میں تدریس کے زمانہ کے واقعات سنائے۔

درخت پر آشیانہ بنایا جو مطالعہ گاہ تھی

ان میں سے ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔ داجی گلؒ نے فرمایا کہ میں ابتدائی کتابیں پڑھنے کے لیے طورو گیا تھا (یہ مردان کے ساتھ قریبی قصبہ ہے) تو مدرسے سے پڑھائی کے بعد میں نے کھیتوں میں اپنے مطالعہ کے لیے ایک درخت پر جگہ بنائی تھی اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لے کر شام تک وہیں بیٹھتا تھا۔

بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب کا ایک دلچسپ واقعہ

اس ضمن میں ایک دوسرا واقعہ بھی ہے داجی گلؒ کے بڑے بھائی محترم جناب نورالحق صاحب نے مجھے سنایا، فرماتے ہیں کہ بچپن میں مَیں نے تمہارے داداجان سے کہا کہ آؤ گلی میں کھیلتے ہیں تو تمہارے داداجان نے کہا کہ نہیں گلی میں نہیں کھیلتے بلکہ باہر کسی ویرانے یا کسی دور جگہ میں کھیلیں گے اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ گلی کے بچے کہیں میری والدہ محترمہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ نہ کہیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

پڑھنے کی جگہ

حضرت داجی گلؒ نے ایک واقعہ یہ بھی سنایا کہ میں بچپن میں ایک دفعہ سکول پڑھنے گیا اور یہی میرا پہلا دن تھا جب میرے والد صاحب کو پتہ چلا تو مجھے ڈھونڈ نکالا اور فرمایا یہ تمہاری جگہ نہیں ہے اور مجھے مسجد لے گئے اور فرمایا یہ تمہارے پڑھنے کی جگہ ہے ؎

ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی بس وہ کنارا ہوگیا

لاکھوں مسلمانوں کا سہارا

دل و دماغ پر یادوں کا اِک غبار سا ہے اور مزید لکھنا بھی میرے لیے مشکل سفر کی بات جاری تھی داجی گلؒ کے ساتھ میں نے سفر ان کی گود سے شروع کیا اور سوچا تھا کہ عمر بھر کا ساتھ ہوگا اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ تا زندگی ہمیشہ رہے گا اور یہ زندگی کی کشتی یوں ہی رواں دواں رہے گی لیکن اچانک یکایک ایک طوفان آیا ہماری زندگیوں میں اور ہمیں بے آسرا کر دیا۔ اگرچہ فی الحقیقت وہ گھڑی قیامت کی نہ تھی لیکن ہمارے لیے وہ گھڑی قیامت صغریٰ سے بھی کم نہیں تھی کہ وہ علم و عمل تواضع و اخلاق سے مزین اور شان و شوکت اور علم کا بحرِ بے کراں رُک گیا اور وہ اُفق کا ستارہ جو میرے جیسے گناہگاروں کے لیے راہنمائی کا کام دے رہا تھا وہ جو راہ سے بھٹکے ہوتے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار تھا اور لاکھوں مسلمانوں کا آخری سہارا تھا اور وہ ستارہ کہاں ڈوب گیا۔

ہمیں پتہ تک نہ چل سکا اور ہم سے انجانے میں وہ گوہرِ نایاب کہاں کھو گیا میں نے موت سے کہا ع

وہ لوگ تو نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذروں سے انسان نکلتے ہیں

ہسپتال میں آپ کے ساتھ آخری ایام

داجی گلؒ ویسے تو کتنی سالوں سے بیمار تھے اور شدید سے شدید بیماری میں بھی وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے جب کوئی ان سے پوچھتا کہ حضرت طبیعت کیسی ہے آپ فرماتے کہ الحمد للہ بالکل ٹھیک ہوں لیکن اچانک ان پر فالج نے حملہ کیا اور انہیں فوری طور پر خیبر ہسپتال پشاور میں داخل کرایا گیا ہسپتال میں داجی گلؒ تقریباً ایک ماہ تک رہے۔ وہاں خوش قسمتی سے میں بھی آخری وقت تک ان کے ساتھ رہا اور کچھ حقیر سی خدمت کی اور ان کی دعاؤں میں اپنی جگہ بنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

کیا وہ ایک فرشتہ تھے

بچپن میں کبھی مَیں یہ سوچتا کہ شاید داجی گلؒ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں اور اگرچہ درحقیقت میں آپ کو فرشتہ نہیں سمجھتا تھا لیکن ان کی صفات اور کمالات اور ان کا مقام تواضع اور ممتاز مقام اور نورانی شکل دیکھ کر ان پر فرشتہ کا گماں ہوتا تھا اور میں یہ سوچتا کہ شاید ہم جیسے گناہگاروں کی اصلاح کے لیے اور ملک و ملت کی راہنمائی کے لیے بھی آپ انسان کے روپ میں آتے ہیں۔ جس طرح سے بعض قوموں کی اصلاح کے لیے ملائکہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس آتے تھے انسانوں کے روپ میں۔

کہیں مدت سے ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ڈاکٹروں کی تمنا

داجی گلؒ پر جب فالج نے حملہ کیا تو ٹھیک دو تین دن بعد آپ بالکل صحت یاب ہوگئے تھے اور عام طور پر کسی مریض کو فالج ہوتا ہے تو مدتوں ٹھیک نہیں ہوتا لیکن داداجان کی کرامت تھی کہ آپ چند ہی دنوں میں ٹھیک ہوگئے ڈاکٹر بھی حیران تھے کہ اتنی جلدی سے مرض کیسے رفع ہوا ہسپتال کا عملہ اور بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اپنے لیے آپ کی خدمت کو عبادت سے کم نہیں سمجھتے تھے اور اکثر مہمانوں کے بجائے کمرے میں ڈاکٹروں کا مجمع لگا رہتا اور ہر ڈاکٹر اور ہر نرس کی یہ خواہش ہوتی کہ اسے زیادہ خدمت کا موقع مل سکے اور سب دعاؤں کے لیے اور تعویذ وغیرہ کے لیے کہتے اسی طرح رشتہ داروں طلبہ اور داجی گلؒ کے مریدوں کی یہ ہی خواہش تھی کہ ہسپتال میں آپ کی خدمت کے مواقع مل سکیں لیکن ڈاکٹروں نے سخت منع کیا تھا کہ ایک دو آدمیوں کے علاوہ کسی کو بھی ٹھہرنے کی اجازت نہیں اس لیے کہ

حضرتؒ کو آرام کی ضرورت ہے۔

ملک میں منادی

لیکن پھر بھی چار پانچ آدمی ہمہ وقت آپ کے پاس موجود رہتے اور ان خوش نصیبوں میں راقم بھی موجود تھا پہلے روز سے آخر روز تک آپ کے پاس صبح سے شام تک مہمانوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا کہ پورے ملک میں منادی ہوگئی ہے آپ کی علالت کی، لیکن حقیقت میں ہم نے کسی کو بھی نہیں کہا تھا اصل میں قدرتی طور پر لوگوں کو پتہ چل گیا تھا کہ اس صدی کے آخری محدث مرد قلندر ولی کامل شیخ و مرشد استاذ العلماء شاید ان سے نہ بچھڑنے والے ہیں کبھی کبھی تو شام کے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ پورا شہر ٹوٹ پڑا ہے۔

جب ہسپتال کا صحن مسجد کا منظر پیش کرتا

حضرتؒ کے دیکھنے کے لیے لوگ ٹولیوں کی شکل میں آتے اور مہمانوں کا آپ سے ملاقات کرانا ناممکن ہو جاتا تو حضرت کو باہر صحن میں لے آتے اور زمین پر چادر بچھاتے اور سب لوگ بیٹھتے، حضرتؒ کرسی پر ہوتے اور باقی لوگ نیچے چادروں پر بیٹھے ہوتے ان میں ڈاکٹر بھی ہوتے علماء بھی ہوتے، آپ کے شاگرد بھی ہوتے کاروباری حضرات بھی ہوتے۔ اور سب دعاؤں کے لیے کہتے اور اکثر ڈاکٹر داداجان سے جو ان کے مریض تھے دعا اور شفا کے لیے کہتے حضرتؒ مسکراتے اور فرماتے کہ میں تو آپ کا مریض ہوں میرے لیے آپ دعا کریں۔ ڈاکٹر کہتے کہ حضرت ہم اپنے مریض سے بہت کچھ سیکھ رہے ہیں اور آپ کی خدمت کر کے دلی سکون پہنچتا ہے اور پھر وہیں پر نماز مغرب ہوتی اور ہسپتال کا صحن کسی مسجد سے کم نہ ہوتا تھا۔

پھرتے ہیں آنکھوں میں اب تک جلوہ ہائے بزم دوست
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں

میں ان سے اب ملوں گا

ایک دن دوپہر کے وقت اچانک کچھ مہمان آئے کمرے میں اور حضرتؒ کی آنکھ کھل گئی ہم نے مہمانوں سے کہا کہ حضرتؒ کو بہت زیادہ تکلیف ہے شام کو ملیں گے۔ داجی گلؒ نے کہا کون ہے ہم نے کہا مہمان ہیں آپ نے فرمایا نہیں میں اب ہی ملوں گا اتنی دور سے آتے ہیں دوپہر میں۔

یہ مناسب نہیں کہ میں آرام کروں اور مہمان انتظار کرے

مہمان نوازی کی مناسبت سے ایک واقعہ یہ بھی سن لیجئے، ایک دفعہ حضرتؒ مدرسے سے گھر تشریف لاتے ایک بجے کا وقت تھا کھانا کھایا نماز پڑھی آنکھوں میں دوائی ڈالی اور سو گئے اتنے میں باہر بیٹھک میں کوئی مہمان آیا تو کسی بچے نے حضرتؒ کو نیند سے اٹھایا تو حضرتؒ نے کہا کہ مہمان کو اوپر بالائی منزل (جہاں حضرتؒ ٹھہرتے) لے آؤ میں حضرتؒ کے کمرے میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ مہمان کو میں نے بٹھا دیا ہے شام کو آپ مل لیں گے آپ نے ابھی دوائی آنکھوں میں ڈالی ہے کچھ آرام کر لیں حضرتؒ نے فرمایا کہ نہیں مہمان کو اوپر لے آؤ یہ مناسب نہیں کہ میں یہاں آرام کروں اور مہمان میرا انتظار کرے میں مہمان کو اوپر لایا اور مہمان سے آپؒ حسب معمول اٹھ کر ملے ویسے تو مہمان دیکھنے میں ایک عالم نظر آرہا تھا سفید کپڑے پہنے تھے سفید داڑھی تھی لیکن تھوڑی دیر میں مجھے پتہ چلا کہ وہ شخص پاگل ہے اور ذہنی مریض تھا اور حضرت سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگا کبھی کہتا تھا کہ وضو میں کتنے فرض ہیں اور کبھی کہتا کہ روزہ سال میں ایک دفعہ کیوں فرض ہے سارا سال کیوں نہیں ہوتا۔ حضرت کو کافی دیر تک تنگ کیا، میں نے حضرت سے کہا کہ ان کو لے جاؤں حضرت نے کہا کہ نہیں بیٹھنے دو اس کی تسلی مجھ سے ہو رہی ہے،

حضرتؒ نے پاگل شخص کو دوبارہ بلالیا

اتفاق سے وہی شخص کچھ عرصہ بعد پھر دوپہر میں حضرتؒ سے ملنے کے لیے آیا اور کسی نے آپ کو اطلاع دی جب میں نے بیٹھک میں دیکھا تو وہی ذہنی مریض شخص تھا میں نے اس سے کہا جاؤ حضرتؒ گھر پر نہیں ہیں حضرت نے مجھے بلایا کہ کون تھا میں نے کہا کہ یہ وہی پاگل شخص تھا کچھ عرصہ پہلے جو آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا حضرتؒ نے فرمایا اب کہاں ہے میں نے کہا کہ میں نے اس کو رخصت کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ بیٹا وہ شخص ٹھیک تھا یا پاگل آخر وہ ہمارا مہمان تھا اور اتنی دور سے آیا تھا اور تم نے بغیر ملائے اسے رخصت کیا ہے جاؤ اور اسے بلاؤ میں نے کہا کہ حضرت آپ آرام کر رہے ہیں یہ مناسب نہیں ہے لیکن حضرت کا حکم تھا اور آپ کا حکم میرے لیے فرض سے کم نہیں تھا۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

میں نے بلایا اور پھر اسی طرح سے حضرت کو تنگ کرنا شروع کیا میں سوچتا ہوں کہ اس حد تک مہمان نوازی کا اور کسی کا دل رکھنا آجکل کے انسانوں کا شعار نہیں ہے اور میرے خیال میں یہ صفات و کمالات حضرتؒ کی ذات کے ساتھ مختص تھیں ہم جتنی بھی کوشش کریں لیکن مشکل ہے بلکہ ناممکن سا لگتا ہے۔

حضرتؒ کی ایک پیشین گوئی جو پوری ہوئی

ہسپتال کی بات جاری تھی ابا جان اور پورا خاندان حج پر گیا ہوا تھا اور واپسی پر پشاور ایئرپورٹ پر اترے تو سیدھے ہسپتال آتے اس دن ہسپتال میں سارا خاندان جمع تھا ابا جان وغیرہ داجی گلؒ سے گلے مل رہے تھے اور داجی گلؒ نے ابا جان سمیت حج سے آنے والے تمام افراد کو چوما

(باقی صفحہ ۱۷۸ پر)

بی بی زاہدہ سلمہا
دختر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔

میرے شفیق اور مہربان والد

حضرت داجی گل رح

چند خوش نصیب لمحوں کی شگفتہ یادیں

اپنے شفیق اور مہربان باپ کے بارے میں آج چند خوش لمحوں کی یادیں قلمبند کرنے لگی ہوں جو میں نے اپنے والدِ گرامی حضرت داجی گل رح کے ساتھ گذاری ہیں۔ بچپن سے لیکر داجی گل رح کی وفات تک میں نے اُن کو ہر حال میں عبادت کرتے دیکھا ہے۔ جائے نماز، تلاوتِ قرآن، حدیث اور یا پھر دارالعلوم حقانیہ کی فکر۔

جب آنکھ کھلتی حضرت رح کو جائے نماز پر روتے دیکھتی

رات کو جب سونے میں میری آنکھ کھل جاتی تو داجی گل رح کو جائے نماز پر روتے دیکھتی اور گڑگڑا کر دعا کرتے سنتی۔

بہن بھائیوں میں سب سے آخری نمبر پر ہونے کے ناطے اُنہوں نے ہمیشہ شفقت کا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ نماز کے لیے اُٹھاتے تو کہتے نماز پڑھ کر پھر سو جاؤ۔ رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی انہیں اہلِ محلّہ کی فکر رہتی اور بار بار پوچھتے کہ فلاں کے گھر افطاری بھیجی ہے؟ اور خود سخت گرمی کے روزوں میں ایک گلاس شربت اور ایک کھجور سے افطار کر کے نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے۔

شدید علالت اور ضعف میں بھی وضو کا پانی خود ڈالتے

آپ کی ضعیف العمری میں ہماری کوشش ہوتی کہ وضو کے لیے پانی ہم ڈال دیا کریں مگر ہمیں بہت ہی کم موقع ملا کیونکہ حضرت خود ہی پانی ڈال کر وضو فرما لیتے اور ضعف و بیماری کے باوجود پانچوں وقت نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے۔

مسجد کی طرف جتنے قدم اٹھیں گے زیادہ ثواب ہوگا

مکان کے اوپر کے حصے میں رہنے کی وجہ سے راستہ بھی دُور پڑتا اور سیڑھیاں بھی چڑھنی پڑتیں۔ عقیدتمندوں اور اہلِ محلّہ نے بار بار اصرار کیا تھا کہ داجی رح کے کمرے اور مسجد کے درمیان سیڑھیاں مسجد کی طرف بنائیں تو طویل راستے کے بجائے براہِ راست مسجد میں آنا جانا آسان ہو جائے گا۔ اور لاہور کے جناب قاری محمد یٰسین صاحب اور اُن کی اہلیہ نے بہت اصرار کیا کہ کمرے اور مسجد کے درمیان بجلی کی چھوٹی لفٹ لگائیں جسکی حضرت داجی رح نے آخری دم تک اجازت نہیں دی۔ اور یہی فرماتے کہ مسجد کی طرف جتنے قدم اُٹھیں گے اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

اہلیہ کو طلبہ کی خدمت کی تاکید

ساری زندگی دارالعلوم کی فکر میں گذار دی۔ بے بے جی (والدہ محترمہ) کو ہمیشہ یہی فرماتے کہ دارالعلوم کے لیے آٹا، مرچ، مصالحہ بھی خود پیسا کریں کیونکہ بازار کے مصالحہ جات کا اندیشہ ہے اور طلباء کو ملاوٹ سے پاک غذا کھلانی ہے۔

دارالعلوم کے چندہ میں حزم و احتیاط

جب گھر میں کوئی دارالعلوم کیلئے چندہ دیتا تو حضرت رح اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھتے جب تک اُس چندے کو ناظم صاحب کے پاس بھجوا نہ دیتے اور چندہ دینے والے کو رسید نہ بھجوا لیتے۔

حق تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہ ہونا

جب ۱۹۸۵ء میں میں اپنے بچوں کے ساتھ سعودی عرب جا رہی تھی تو رخصت کرتے وقت فرمایا کہ ناراض نہ ہونا تم مبارک سرزمین کی طرف جا رہی ہو اور وہاں پر حق تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت میرا درود اور سلام پہنچا دینا اور تیسری دفعہ حاضری کی دُعا کرنا۔

ڈاکٹروں کے اصرار کے باوجود اشارہ سے سجدوں پر آمادہ نہ ہوئے

ڈاکٹروں کا بار بار اصرار رہا کہ آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے چند دن نماز میں سجدہ اشارے سے کیا جائے مگر کبھی بھی انہوں نے اشارے سے سجدہ نہیں کیا۔

میری ماں اور باپ دونوں نے اس فانی دُنیا میں جس طرح زندگی گذاری ہے اور جس طرح دونوں نے اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر دی تھی اس کی مثال نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کو ابدی زندگی کی آسائش اور آرام مہیا کرے۔ آمین

روحانی والد کے پاس حاضری کے وقت خوش ہونا چاہیئے

میں جب سعودی عرب جا رہی تھی تو اپنے بیمار والدین کے لیے سخت پریشان تھی تو حضرت والدِ گرامی رح (داجی گل) قریب کر کے سرگوشی میں کہا "ہمارے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہم تو آپ کے بدنی والدین ہیں آپ اپنے رُوحانی باپ

(باقی ص ۱۷۷ پر)

داداجانؒ بڑے شفیق انسان تھے

حافظ سلمان الحق ابن مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ، متعلم درجہ دوم دار العلوم حقانیہ

حافظ سلمان الحق جو حضرت شیخ الحدیث کے پوتے صاحبزادہ مولانا حافظ انوار الحق کے بڑے صاحبزادے اور درجہ دوم کے طالب علم ہیں اپنے داداجان سے اظہار عقیدت و محبت اور بعض اپنے چشم دید مشاہدات بیان کرتے ہیں ۔

آہ آج داداجان کو رخصت ہوئے چار سال گزر گئے لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے کل کی بات ہے اور وہ ہم سب کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں اور ابھی کوئی بات شروع کر رہے ہیں ۔ داداجان تواضع و ہمدردی کے عجیب اوصاف کے حامل بزرگ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں دینی غیرت و حمیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۔ وہ بڑے شفیق انسان تھے جو آدمی بھی داداجان کی محفل میں بیٹھتا تو داداجان اس آدمی سے ایسے ملتے اور گفتگو فرماتے کہ وہ یہ سمجھتا کہ اسی محفل میں حضرتؒ سب سے زیادہ اسے چاہتے ہیں ہم سب سے (بچوں سے) بڑی محبت کرتے تھے ۔ عصر سے شام تک وہ مسجد میں بیٹھتے تھے اس تھوڑے سے عرصہ میں سینکڑوں عقیدت مند ملنے کے لیے آتے تھے اس دوران مولانا عبد القیوم حقانی صاحب اکثر حضرت کی ذاتی ڈاک اور بعض کتابوں کے مسودات، خطوط لے کر آجاتے جو حضرتؒ کو سناتے حضرت خطوط کے جواب دیتے اور مضامین پر بحث فرماتے حاضرین مستفید ہوتے رہتے میں بچپن میں مسجد میں جناب قاری عمر علی صاحب سے ناظرہ قرآن پاک پڑھتا تھا جس دن میں کوئی پارہ ختم کرتا تو بڑے خوش ہوتے اور کچھ روپے دیتے اور فرماتے جاؤ کچھ مٹھائی لاؤ اور مسجد میں بانٹو ۔ شام کی نماز پڑھ کر گھر آتے تو چائے پیتے پھر کچھ مطالعہ کرتے میں رات کو اوپر ان کے بالاخانہ پر جاتا اور ان کے پاؤں دباتا وہ بڑی شفقت سے نصیحتیں فرماتے محبت بھری گفتگو کرتے تھے اور پھر آخر میں کوئی نصیحت کرتے ۔ اسلامی تعلیمات ان کے لیے زندگی کا دوسرا نام تھا جس کے بغیر ان کے زندہ رہنے سے مرجانا بہتر تھا اسی لیے تو ہر دفعہ قومی اسمبلی میں پلاٹ، ٹھیکہ اور فنڈ کے بجائے اسلام کا نام لیا وہ پاکستان بلکہ تمام دنیا میں اسلام کے نفاذ کے آرزومند تھے وہ اللہ اور اس کے رسول آخر و اعظم کی ایک ایک ہدایت کو ابدی سمجھتے اور اس میں تمام دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے مذہب نے انہیں بے نیازی بخشی اور ان کی شخصیت کو رفیع اور بلند و بالا کر دیا ۔ دولت سے دور اکبر سے بے نیاز اجلی اور پاکیزہ شخصیت وہ باقاعدہ قرآن کی تلاوت فرماتے، پیغمبرؐ آخر الزمان کا تذکرہ ہوتا تو اشکبار ہو جاتے وہ بڑے سادہ اور امن پسند انسان تھے ان کے چہرے پر نورانیت ہی ایسی تھی کہ جو دیکھتا بار بار ملنے کو بے تاب رہتا ۔ کم گو انسان تھے عید کے دن ہم سب بچے ان کے پاس جاتے وہ سب بچوں سے بڑے پیار سے ملتے اور پھر سب کو عیدی دیتے جب ۱۹۸۵ء میں وہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو جب بھی اجلاس کے لیے اسلام آباد جاتے اکثر مجھے ساتھ لے کر جاتے تھے ۔ ایک دفعہ میں (سلمان الحق) اور میرا کزن (ارشد علی) ان کے ساتھ گئے تو وہاں پر ہمارا کسی بات پر جھگڑا ہوا دو دن بعد انہیں معلوم ہوا تو ہم دونوں کو بلا کر کہا کہ جلدی صلح کر لو ۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لیے تین دن سے زیادہ کدورت نہیں رکھنی چاہیے ۔ اسلامی تعلیمات میں اس کی شدید مذمت آتی ہے ۔ بیماری کے عالم میں بھی اکثر کہتے کہ میرے لیے دار العلوم جانے کا بندوبست کرو میں نے جا کر طالبعلموں کو پڑھانا ہے ۔ تقریر کرنے کے لیے بیٹھ جاتے تو لوگ تنگ ہونے کے بجائے خوش ہوتے ۔ ان کی تقریر میں اکثر خوش طبعی بھی ہوتی تھی ۔ ۱۹۸۵ء میں جب الیکشن جیتے تو خود ایک جگہ بھی نہیں گئے ۔ لیکن پھر بھی لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت تھی کہ لوگوں نے دیکھے بغیر ووٹ دیئے اور وہ اڑتیس ہزار ووٹوں سے جیتے اسی لیے تو ایک دفعہ جب

صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب نصر اللہ خاں نے ان سے شکست کھائی نصر اللہ خاں نے بھٹو صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ وزیر علیٰ ہو کر کیوں ہارے؟ کہا کہ میرے مقابلے میں تو فرشتہ کھڑا تھا میں س سے کیسے جیت سکتا تھا اگر آپ کھڑے ہوتے تو آپ بھی ہارتے۔ س بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ لوگوں میں کتنے مقبول تھے۔ نہوں نے اپنے پیچھے بے شمار عقیدت مندوں کو روتے بلکتے چھوڑا۔ اپنے ابائی گھر والے مسجد میں رہنے والے طالب علموں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو ہم سے کہتے کہ جاؤ اور ان سے پوچھ کر آؤ کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے رمضان شریف میں ساری ساری رات جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور روتے رہتے اور دعا کرتے رہتے کمزوری اور بیماری میں بھی ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود روزہ رکھتے رہتے۔

آپ کا وجود اقدس خداوند تعالیٰ کے نزدیک برکت کا اساس تھا افغانستان کے تمام علماء اور علوم دینیہ کے طلباء جن کی تعداد لاکھوں میں ہے آپ کی عقیدت اور خلوص کا مرکز تھے۔ سب مجاہدین اور قائدین آپ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے درخت ہیں۔ اس جہاد کی بنیاد بھی حقیقت میں آپ نے اور آپ کے مخلص تلامذہ نے رکھی اس لیے تو مجاہد رہنما جن میں سخت کوش اور خیال پرست رہنما بھی شامل ہیں آپ کا نام احترام سے لیتے ہیں۔

اپنے اساتذہ سے بڑی محبت فرماتے تھے جن میں سب سے زیادہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح سے محبت کرتے تھے اکثر ان کی باتیں کرتے رہتے تھے صبر کا مجسمہ تھے جس کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ ایک دفعہ بچپن میں میں (سلمان الحق) اور راشد الحق گھر میں کھیل رہے تھے کہ باہر گھر کے دروازے پر ایک مہمان نظر آیا (جو کہ پاگل تھا لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا) ہم اسے حضرت شیخ کے پاس لے کر چلے گئے وہ پاگل ڈیڑھ گھنٹہ تک اوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہا لیکن مجال ہے جو حضرت شیخ رح نے ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھا بھی ہو یا چہرے پر کبیدہ خاطری کے آثار ظاہر ہوتے ہوں بس اسکی باتیں سنتے رہے مگر ہم سے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ کس کو لئے آئے ہو۔ بیماری کے عالم میں بھی مہمان سے ضرور ملتے میں نے زندگی میں بہت سے بزرگ عالم دین دیکھے ہیں لیکن ان جیسا آدمی میری نظروں سے ابھی تک نہیں گزرا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

از عرفان الحق حقانی بنیرہ حضرت شیخ الحدیث
متعلم دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

پھول اور خوشبو!

- وہ ایک پھول تھا
جس نے اپنی خوشبو کی مہک سے ایک جہاں کو معطر کیا
- وہ علم و عرفاں کا
وہ زہد و تقویٰ کا
بلند و بالا مینارہ نور تھا۔
جس نے ہزاروں افراد کو نورِ علم سے منور کیا
- وہ جہدِ مسلسل کا نام تھا
جس کی شبانہ روز مساعی سے جہاد افغانستان
ہاں جہاد افغانستان
کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوا
- وہ کردار کا غازی تھا
جس کے کردار اور سیرت اخلاق نے ایک عالم کو
ایک دنیا کو ایک جہاں کو اپنا گرویدہ بنایا
- وہ کیا گئے؟
کہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، ایمان و عرفان
حلم و حیا اور جود و سخا کی دنیا کو سونی کر گئے
آج نہ صرف ہم
بلکہ تمام عالم
ان کے سانحہ ارتحال اور واقعہ وصال سے
دورِ یتیمی سے گزر رہا ہے
اے خدا بار الٰہی
تیرے حضور غمزدہ عرفان دست بدعا ہے
کہ ہمیں اپنے عظیم دادا کے
نقوشِ پا پر چلنے کی سعادت سے
بہرہ ور فرما۔
آمین

کوئی حریف گداز نہاں نہیں ملتا   مذاق غم کا مجھے راز داں نہیں ملتا

دادا جانؒ چھوٹوں اور بڑوں کے محبوب

حافظ عرفان الحق حقانی ابن مولانا اظہار الحق مدظلہ، متعلم دار العلوم حقانیہ

عرفان الحق حقانی جو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے پوتے اور حاجی اظہار الحق کے فرزند ہیں اپنے چشم دید مشاہدات بیان کرتے ہیں۔

میں نے جب محلہ کے بزرگوں سے اور پڑوسیوں سے حضرتؒ کے ان سے ساتھ معاملات کے بارے میں دریافت کیا تو سب کا ایک ہی جواب تھا کہ حضرتؒ کا تعلق ہمارے ساتھ بھائیوں جیسا تھا جب بھی محلہ میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت خود اپنی علالت و مشاغل کے باوصف عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے ان کو وظیفہ بھی دیتے خود بھی کچھ پڑھ کر دم فرماتے۔ مریضوں کو تسلی دیتے اور اکثر آپ کے قدم میمنت سے بیماروں کو شفا بھی حاصل ہو جاتی تھی۔

تمام اہل محلہ راوی ہیں کہ جب حضرت کے برخوردار جناب پروفیسر محمود الحق کی شادی تھی تو اس کی تمام تر تقریبات اور انتظامات دار العلوم میں تھے گھر کے چھوٹے بڑے سب دار العلوم میں تھے مگر حضرتؒ خود گھر میں رہے وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت کے گھر میں پانی کا انتظام تھا اور تمام اہل محلہ گھر سے پانی لے جاتے تھے۔ حضرتؒ خود گھر میں رہے تاکہ گھر کھلا رہے اور اہل محلہ کو پانی کی تکلیف نہ ہو۔

ہمارے حضرت بڑوں کی طرح چھوٹوں میں بھی محبوب تھے حضرت جب شام کی نماز پڑھ کر واپس اپنے گھر تشریف لاتے تو چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہو کر حضرت کو آتے دیکھ کر آگے بڑھتے اور اونچی آواز سے " داجی گل السلام علیکم " کہتے حضرت سلام کا جواب بھی دیتے اور پیار بھی کرتے کبھی کبھی میٹھی گولیاں بچوں میں تقسیم فرماتے عید کے موقع پر تمام بچوں میں نقدی تقسیم کرتے۔

حضرت دادا جان تمام انسانوں کے ساتھ شفقت محبت اور خلوص کا معاملہ کرتے تھے وہ تو اپنی جگہ مسلم مگر حیوانوں سے بھی اس طریقے سے پیش آتے کہ وہ بھی آپؒ سے متاثر ہو جاتے تھے۔ اس کی جو مثال میں پیش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک سفید بلی تھی جب حضرت مولانا صاحبؒ کھانا کھایا کرتے تھے تو آپؒ اپنے سامنے سے اٹھا کر اس بلی کے سامنے بھی ڈال دیتے اس طرح وہ بلی آپ سے بڑی مانوس ہو گئی تھی اور وہ اکثر آپ کے کمرے میں ہوتی تھی۔

آپؒ کی وفات کے بعد وہ بلی بڑے عرصے تک حضرت مولانا صاحبؒ کی چارپائی کے نیچے بڑی اداس بیٹھی رہتی اور نہ وہ کچھ کھاتی اور نہ کچھ پیتی تھی ہم نے بڑی کوشش کی لیکن وہ کچھ بھی نہ کھاتی اور نہ پیتی اور خاموشی سے اور اداس بیٹھی رہتی اور پھر کافی عرصہ بعد اچانک وہ بلی اس طرح گم ہو گئی کہ آج تک اس کا پتہ بھی نہ چل سکا۔

آج مجھے ہر موقعہ پر ان کی باتیں یاد آتی ہیں اور یاد آتی رہیں گی۔ کتنا مبارک تھا وہ وقت اور وہ مجلسیں کہ جب میں چاہتا دیکھ لیتا اور ہم سب ان کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔

ے چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اِک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں تھی کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا تھا باغبان رو رو کر یہاں غنچہ یہاں گل تھا

جناب عناب گل صاحب اکوڑوی راوی ہیں کہ ۱۹۴۷ء کی بات ہے کہ میری ایک گائے تھی وہ بہت ٹکریں مارا کرتی تھی ایک دن میرے بیٹے کو اور اس گائے کو ایک پاگل کتے نے کاٹ لیا اور گائے میں اور مستی آگئی اور قابو میں نہیں آتی تھی۔ میں بیٹے اور گائے کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ کے پاس لایا تو مولانا صاحب نے میرے بیٹے پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور پھر مجھ سے پوچھا کہ گائے کہاں ہے میں نے کہا کہ باہر باندھی ہوئی ہے مولانا صاحبؒ باہر گائے کے پاس تشریف لائے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گائے جو ٹکریں مار رہی تھی جو قابو میں نہیں آتی تھی۔ جب حضرت مولانا صاحبؒ اس کے پاس گئے تو وہ بالکل شریفانہ انداز میں بیٹھ گئی حضرت مولانا صاحبؒ نے اس پر بھی دم پڑھا اس کے بعد وہ دونوں درست ہو گئے میرا بچہ صحیح ہو گیا اور گائے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئی۔

محلے کے ایک بزرگ ایم این پی کے لیڈر رحیم بخش صاحب نے بتایا کہ جب میری عمر ۱۴ سال کی تھی تو اکوڑہ خٹک کے دریا کا پانی بہت چڑھ آیا تھا اور اس میں بہت سے گھر زیر آب آگئے تھے تو پھر حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ آئے اور آپؒ نے ایک پتھر پر کچھ لکھا اور پھر اسے دریا میں ڈال دیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ دریا جو کئی روز سے برابر چڑھ رہا تھا چند گھنٹے کے بعد اتر گیا اور اپنے معمول پر آگیا۔

⁂

دادا جان سے وابستہ چند یادیں

نفیسہ بی بی بنت مولانا سمیع الحق مدظلہ و زوجہ شفیق الدین فاروقی صاحب

ہمارے پیارے دادا جان سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ دادا جان ایک ایسی ہستی تھیں کہ جن کے بارے میں ہم جتنا بھی لکھیں کم ہے، دادا جان ہمارے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے، اپنی پوری زندگی میں میں نے اُن سے ایک دفعہ ڈانٹ کھائی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم بچے کھیل رہے تھے کہ کھیلتے کھیلتے ایک دم مسجد میں گھس گئے، دادا جان نماز پڑھا رہے تھے اور ہم نے اُن کے قریب جا کر کچھ حرکات کیں، ماز سے فراغت کے بعد انہوں نے غصے میں مجھے منہ پر تھپڑ مارا کہ آئندہ مسجد میں گھسنا، س دن کے بعد سے ہم نے مسجد کی طرف جانا بند کر دیا تھا۔ اپنی تمام زندگی میں حضرتؒ کا یہ جلال یاد ہے مگر اسی پر حضرتؒ کو ملال تھا، فراغتِ نماز کے بعد گھر تشریف لائے مجھے بلایا، شفقت فرمائی اور شیرینی خرید کر دلوائی تاکہ ازالہ ہو سکے۔

جب ہماری دادی جان کا انتقال ہو گیا تو میں دادا جان کے پاس جایا کرتی تھی تو مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹھ کر مجھ سے دادی جان کی باتیں کرو، ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ تم تو بہت خوش قسمت ہو کہ تمہاری دادی تم لوگوں کے نزدیک آگئی (کہ اُن کی قبر حقانی قبرستان میں ہے جو کہ دارالعلوم حقانیہ میں واقع ہے اور ہمارے گھر کے قریب ہے) ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہماری دادی جان سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

جب ہم حج کر کے واپس آئے تو دادا جان لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں بغرض علاج داخل تھے، ائیر پورٹ سے ہم سیدھے ان کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے ہمیں دیکھا تو بڑے خوش ہوئے، مجھے اور میرے بچوں کو پیار کیا اور فرمانے لگے کہ میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی حج کر لیا ہے، مجھ سے فرمانے لگے کہ ٹھیک ہو کر گھر آجاؤں گا تو تم لوگوں کے آنے کی خوشی میں صدقہ کروں گا۔ فرمانے لگے کہ اگر اس وقت مٹھائی ہوتی تو میں ضرور بانٹتا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک مولانا اشرف علی قریشی صاحب حضرتؒ سے ملنے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مٹھائی بھی لائے۔ دادا جان نے خوش ہو کر تھوڑی سی مٹھائی خود بھی چکھ لی اور باقی ہم کو کھلا دی۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دادا جان اتنی بزرگ ہستی تھے کہ مٹھائی کا تقاضا کیا ہی تھا کہ مٹھائی آگئی۔

جب میرا بچہ عمار پیدا ہوا تو اطلاع ملنے پر حضرتؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا، اسی وقت ہمارے گھر تشریف لائے، بچے کے کان میں خود اذان کہی اور اور دامنِ شفقت میں لے لیا اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

میرا جب سے شعور بیدار ہوا ہے تو گھر میں ایک علمی و دینی اور رُوحانی ہنگامہ دیکھا، ہر وقت طلبہ، اساتذہ، علماء اور مشائخ کا ہجوم رہتا تھا، دارالعلوم کے قدیم اور بانی ارکان جناب حاجی محمد یوسف صاحب، جناب حافظ نور بادشاہ صاحب، جناب حاجی غلام محمد صاحب سب اپنے اپنے گھر سے روٹی لا کر ہمارے دادا جی کے ساتھ اکٹھی کھایا کرتے تھے، اور دارالعلوم کے معاملات، ترقی و استحکام پر باہمی مشاورت کیا کرتے تھے۔ میں گھر میں اکیلی چھوٹی بچی تھی سب مجھ سے محبت کرتے، حضرت دادا جیؒ اور ارکینِ مدرسہ بھی شفقت کرتے تھے۔

میرے قرآن مجید کی تعلیم کی ابتداء خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے کرائی، میں چھوٹی بچی تھی کہ حضرتؒ مجھے گود میں لے کر خود نورانی قاعدہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک ماہ تک حضرتؒ کی تعلیم و توجہ کے بعد باقاعدہ اُستاد کے پاس مجھے پڑھنے کے لیے بٹھایا گیا۔

حضرت دادا جانؒ کی ذات سے وابستہ یادیں تو بہت ہیں جو اگر لکھی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ہم بہت بدقسمت ہیں کہ اُن جیسی بزرگ ہستی سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللّٰھم اغفر لہم وارحمہم

* * *

بقیہ صفحہ ۱۷۳ سے : میرے شفیق اور مہربان والد

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا رہی ہو، تمہیں تو چاہیئے کہ خوشی خوشی جاؤ۔ الغرض میں اپنے عظیم والد کی کس کس بات کو یاد کروں، بس یہی دعا کر سکتی ہوں رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

وہ مبارک ساعات

(۱) مجھے آج بھی وہ دن یاد ہیں جب میں رات کو بعض کتابوں کے مضامین، دعواتِ حق اور ڈاک سنایا کرتی تھی

(۲) چھوٹی سی عمر میں بھی بار بار سر پر دوپٹہ رکھنے کی تاکید کرتے (بحیثیت باپ بہت مہربان تھے)۔

(۳) زندگی میں کبھی پٹائی نہیں ہوئی۔

(۴) جو بات سمجھاتے پیار اور محبت سے سمجھاتے۔

(۵) نماز اور روزوں کے بارے میں سختی سے کہتے۔

(۶) تمام عبادات سے جب فارغ ہوتے تو مجھے کھانے کے لیے کہتے۔

مولوی ارشد علی قریشی، نواسۂ شیخ الحدیث

متعلم درجہ چہارم دارالعلوم حقانیہ

چند مبارک ساعتیں

جو حضرت ناناجانؒ کی صحبت میں گذریں

مولوی ارشد علی قریشی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے نواسے، مولانا اشرف علی قریشی مہتمم جامعہ اشرفیہ پشاور و مدیر ماہنامہ "صدائے اسلام" کے صاحبزادے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ میں درجہ سوم کے طالب علم ہیں اپنے ناناجانؒ کی خدمت میں گذری ہوئی مبارک ساعتوں کے مشاہدات اور واقعات اپنی طالبعمانہ زبان میں تحریر کرتے ہیں۔

۹سال کی عمر میں مجھے والد ماجد نے حفظ قرآن کریم کے لئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بھیجا۔ والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں اپنے ناناجان شیخ الاسلام حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور تربیت میں قرآن پاک اور علوم نبویہ کی تحصیل کی تکمیل کرسکوں۔

اللہ رب العزت کی مہربانی سے قرآن کریم کی تکمیل تو حضرت شیخ ناناجان رحمۃ اللہ علیہ کے حیات میں ان کی سرپرستی میں ہوگئی مگر افسوس کہ علوم نبویہ کی تحصیل کی تکمیل ان کے زیر سایہ نہ ہوسکی۔ ناناجانؒ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر اوقات میں ان کی خدمت گذاری میں رہتا میں اور میری طرح خاندان کے کمسن بچے ان سے بہت محبت کرتے تھے جب کہ مہمانوں کی آپؒ سے ملاقات کے وقت بھی اکثر مجھے خدمت کا موقع ملتا آپؒ مہمانوں کی تواضع کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جو بھی آتا آپؒ ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے۔

میں نے اپنے زمانۂ قیام میں یہ دیکھا کہ آپؒ کی مجلس میں جو بھی آتا ان کی خاطر و تواضع کرتے اور امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے آپؒ کے تلامذہ میں جب بھی کوئی صاحب تشریف لاتے تو حضرت ناناجانؒ ضرور ان کو اصلاح و تبلیغ اور دین کی خدمت گذاری کی تاکید فرماتے اور درس و تدریس کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی نصیحت کرتے جب افغان مجاہدین میں سے کوئی آتے تو آپؒ ان کے لئے خصوصی دعا فرماتے اور ان کو نصرت و تعاون کے طور پر کچھ پیسے بھی عطا فرماتے آپؒ کی نورانی مجلس میں علم و حکمت و تقویٰ کی باتوں سے آپ کے متعلقین و حاضرین اپنے سینوں کو منور کرتے۔ میں نے اکثر دیکھا کہ جو بھی آپؒ کی مجلس میں آتا پھر اس کا جی اٹھنے کو نہیں چاہتا تھا۔

اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی صفات سے نوازا تھا۔ جناب ناناجانؒ کی ذات گرامی عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اسرائیل کی تصویر تھی۔ میں نے بہت سے لوگوں کو ایسا دیکھا ہے کہ جب بھی آپؒ سے ملتے تو ان پر خشیت طاری ہوجاتی آپ خود بہت ہی کم گو تھے۔ اکثر ملاقات کرنے والوں کی باتیں شفقت سے سنتے تھے۔ آپ جو لفظ بھی زبان سے نکالتے تھے وہ اصلاح و تبلیغ سے بھرپور ہوتا اور اس سے مخاطب کی اصلاح مقصود ہوتی تھی مگر ایسے پیارے اور مشفقانہ انداز میں گفتگو کرتے کہ مخاطب کے دل میں بات اتر جاتی تھی۔

بہت سے نوجوانوں کو دیکھا ہے کہ آپ کی صحبت کی وجہ سے ان کی زندگیاں ہی بدل گئیں۔

احقر جب پہلی بار جامع مسجد اشرفیہ میں تراویح میں قرآن سنانے کے لئے کھڑا ہوا تو ناناجان رحمۃ اللہ علیہ کو گھر میں کسی نے بتایا تو آپ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ جب ختم قرآن کی تقریب منعقد ہوئی تو والد گرامی نے حضرت ناناجانؒ کو بھی دعوت دی جو کہ انہوں نے باوجود پیرانہ سالی اور ضعف اور نقاہت کے قبول فرمائی۔ اور فرمایا کہ برخوردار حافظ ارشد علی کے ختم کی تقریب میں شامل ہونا تو میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے اور اس تقریب میں شرکت کرنا میرے لئے بڑا اعزاز ہے کیونکہ برخوردار کی مجھ سے نسبت ہے۔ ویسے بھی آپؒ کا قرآن پاک سے محبت و تعلق ایسا تھا کہ جب بھی کوئی قرآن پاک پڑھتا تو آپؒ ہمہ تن متوجہ ہوجاتے اور چہرے پر اس کے اثرات نمایاں ہوتے تھے۔

بعض حضرات حضرتؒ کی سحری کے وقت گریہ و زاری کی آواز سن کر طلبہ جاگ جاتے اور تہجد اور مطالعہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے۔ بہرحال آپ

جب پشاور جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تو آپ کی شرکت میرے لئے ایک بہت بڑے اعزاز کی بات تھی، میں وہ نورانی ساعتیں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا کہ آپ کے ورود مسعور سے اس دن ہمارے ہاں ایک جشن کا سماں تھا۔ اور ہر طرف آپ کی نورانیت کی خوشبو پھیل چکی تھی اور اس دن اہل علاقہ بہت ہی خوشی کا اظہار کر رہے تھے، کیونکہ ان کی مدت دراز سے حضرت ناناجان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی خواہش تھی۔ جو کہ رمضان المبارک کی اس نورانی رات کو پوری ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت ناناجانؒ نے احقر کی دستار بندی کی اور تقریر فرمائی۔ آخر میں دعا کرتے ہوئے حضرتؒ نے خصوصی طور پر میرے لئے علم نافع کی دعا فرمائی۔

آپؒ نے فرمایا اے اللہ کریم ارشد علی کو جس طرح آپ نے اپنے کلامِ قرآن پاک کے حفظ کی توفیق عطاء فرمائی اسی طرح ان کو ایک بڑا عالم اور دین کا خادم بنا۔ آپؒ کی دعاؤں کا اثر ہے کہ میرے اندر ہر وقت ایک تڑپ اور جذبہ ہے کہ اللہ کریم مجھے علم نافع عطاء فرماویں اور شریعت کی بالادستی کے لئے مجھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

میری زندگی کے چند یادگار لمحات جن کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ ان میں وہ لمحات ہمیشہ میرے ذہن و قلب کو نور بخشتے رہیں گے جو کہ میں نے آپ کی خدمت میں گذارے اور آپ کے زیرِ سایہ گذارے اور تقریباً وہ عرصہ سات (۷) سال پر محیط ہے۔ اور اس عرصہ میں حتی المقدور اپنے لئے سعادت سمجھ کر آپؒ کی خدمت کی۔ اور میرے لئے وہ یادیں بھی کبھی بھولنے کی نہیں جو کہ میں نے اپنی نانی جان رحمہا اللہ کی معیت اور تربیت میں گذاریں، اللہ رب العزت ان دونوں مقدس روحوں کو اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مراتب پر فائز المرام کریں۔

اب وہ ہم میں نہیں مگر ان کی نور سے بھری ہوئی لبریز ساعتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ ؎

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

ایسے لوگ

فنا ہو گئے وہ اب تم آنسو بہاؤ گے
ان کے بعد اب ایسے لوگ کہاں سے لاؤ گے
جب بھی کوئی افتاد زمیں پہ سر اٹھائے گی
ان کی جرأتوں کی داستانیں جگمگاؤ گے
ان جیسے لوگ یارو! آئے دن پیدا نہیں ہوتے
پھرو گے ڈھونڈتے مگر انہیں نہ ہرگز پاؤ گے
کہ صدیق چھوڑ دنیا کی یہ قیل و قال
جہاں حضرت گئے ایک دن تم بھی وہیں جاؤ گے

جو دانا ہیں وہ کرتے ہیں فکرِ آخرت
اس جہانِ فانی کو بالآخر تم بھی چھوڑ جاؤ گے

PSO
قوم کی ترقی میں
توانائی کی
فراہمی ہمارا
نصب العین ہے

ملک کی ترقی میں پیٹرولیم کی
فراہمی بہت اہمیت رکھتی ہے۔
اس سلسلے میں قابلِ اعتماد خدمات،
معیاری مصنوعات اور فنی اہلیت پی ایس او
کی اعلیٰ کارکردگی کی بنیاد ہیں۔

پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ PSO

PID (Islamabad) Paragon ● 81PSO-4

بچیوں کی تعلیم و تربیت کا حکیمانہ انداز

۱۹۷۵ء میں حضرت کی صاحبزادی ام کلثوم جو حضرت کے داماد جناب افسر بہادر خان کے ناروے جانے کی ضرورت کے پیش نظر ناروے تشریف لے گئیں تھیں اس موقع پر حضرتؒ نے ان کو کیسٹ میں جو پیغام بھیجے ان کے بعض حصے من و عن منتقل ہیں جن سے حضرت کی خانگی زندگی، بچیوں کی تعلیم و تربیت کا حکیمانہ انداز اور اولاد کی دینی تربیت کی جھلک نمایاں ہے۔ ادارہ

پہلا پیغام جو ۱۹۷۵ء میں بھیجا

نورِ چشم ام کلثوم!

ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ خیریت سے پہنچ گئیں ہمارے ساتھ بہت زیادہ فکر تھی تمہارے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ تم وہاں زیادہ خوش نہیں ہو۔ لوگوں کو دیکھو جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے ہیں تم تو خوش قسمت ہو جو ناروے جیسے خوبصورت ملک میں رہتی ہو دیکھو! وہاں ایسی زندگی گزارنا کہ لوگ تم سے نصیحت حاصل کر سکیں اور جب کبھی دل اداس ہو تو جائے نماز پر بیٹھ کر یہ وظیفہ پڑھا کرو۔ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اس سے تمہارے دل کو سکون ملے گا۔ خالدہ باقاعدہ مجھے تمہارے خطوط سناتی رہتی ہے۔ اور مجھے خوشی ہوتی ہے

دوسرا پیغام جو ۱۹۷۷ء میں بھیجا

نورِ چشم کلثوم!

خدا تمہارے عمل میں برکت دیں میں خدا کے فضل سے ٹھیک ہوں البتہ نظر بہت زیادہ کمزور ہو گئی ہے۔ راستے پر چلنا دشوار ہوتا ہے کتاب بھی ٹھیک نہیں پڑھی جا سکتی امید ہے کہ تم بھی اچھی ہو گی اور صائمہ بھی ٹھیک ہے جناب افسر بہادر بھی تندرست ہو گا بس دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان کے ساتھ نصیب کرے۔ اپنی نماز پڑھا کریں میری عزیز بچی! تمہاری جدائی بہت گراں ہے۔ خدا کو یہی منظور ہو گا ہم خدا کے کرنے پر راضی ہیں۔ خدا تمہیں خوش رکھیں۔ افسر بہادر کو سلام کہنا اور کہنا کہ خدا تمہیں مزید ترقی نصیب فرما دیں اور ہر دو جہاں میں کامیاب و بامراد رکھے۔ ان کو ترقی دیں۔ پروردگار تمہیں خوش رکھے اور دنیا و آخرت کی سرخروئی نصیب فرمائیں میرے بارے میں فکر نہ کریں بس دعا کیا کریں۔

اور پروردگار تمہیں بھی خوش رکھے اور عزیزہ صائمہ کو بھی نیک عمل بنائے اور صالح رکھے اور خیر خیریت ہے خالدہ تمہیں گھر کے حالات لکھتی رہتی ہے اور تمہیں سب کچھ لکھتی رہتی ہے تم بھی اپنے حالات سے ہمیں باخبر رکھا کرو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں اچھی ہوں۔ افسر بہادر کو میرے دل سے دعا نکلتی ہے کہ پہلے بھی اس نے دوائیاں بھیجی تھیں جو کہ میری طبیعت کو بہت اچھی لگیں شربت بھی بڑا مزیدار تھا اور گولیاں بھی اور اب پھر بھیجی ہیں اللہ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ امید ہے کہ کبھی کبھی خط کے ذریعے اپنی خیریت کی اطلاع دیتے رہیں گے۔ تم نے بہت زیادہ تکلیف کی ہے اللہ تعالیٰ اس کا بہت بڑا اجر دے خدا کرے کہ اپنے وطن میں تمہارے لیے کوئی وسیلۂ روزگار ملے اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمہارے کاروبار میں برکت اور اپنے وطن میں اسباب عطا فرمائے اور پروردگار ایک بڑی خوشی کے ساتھ وطن لائیں اور خدا تمہارے دین و دنیا اور عقبیٰ اچھا بنائے۔

افسر بہادر!

والدہ کی بہت خدمت کیا کرو۔ تمہاری والدہ بہت وفادار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ تمہاری بہت اچھی پرورش کی ہے جنت والدین کے پاؤں کے نیچے ہے تمہاری والدہ نے تمہاری بہت خدمت کی ہے خدا اس کی عمر میں برکت دے۔ تاکہ تم بھی اطمینان کے ساتھ اپنا وقت گزار سکو۔

> اور جب رسول ﷺ سے محبت لازمی ٹھہری تو اس کی ہر سنت ہر قول و فعل اور تمام طور طریقوں اور سب اداؤں پر جان نثار کرنا ہو گی کیونکہ ان تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہو گئی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف نسبت ہے اور اگر اللہ سے محبت ہے تو کلام اللہ سے محبت ہو گی کیونکہ یہ اس کا کلام ہے اور بیت اللہ سے بھی محبت ہو گی کیونکہ اس کا گھر ہے یہ اس کی طرف منسوب ہے تمام مساجد سے محبت ہو گی کیونکہ یہ اس کی عبادت گاہیں ہیں۔
>
> ارشاد! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
>
> (دعوات حق جلد اول ص ۴۹)

حافظ محمد صفی اللہ معاویہ ، متعلم درجہ سوم دارالعلوم حقانیہ ـــــ

حضرت شیخ الحدیثؒ سے بچوں کی محبت کا ایک دیدنی منظر

ـــــ مدینہ کی نسبت اور بارگاہِ ربوبیت کی عظمت ـــــ

ہم تینوں بھائی جب مدینہ منورہ (جہاں پر ہماری زندگی کے تقریباً ۱۰ سال گزرے تھے) سے اکوڑہ خٹک آئے اور والد گرامی نے اکوڑہ خٹک میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا تو پھر انہوں نے حضرتؒ کو بتائے بغیر اپنے طور پر دارالعلوم کے نظماء اور دارالحفظ کے ارباب بست وکشاد سے ہمارے داخلہ کی بات کی مگر اس وقت کی انتظامیہ اور ذمہ داروں نے ہمارے داخلہ سے صاف انکار کر دیا اب یاد نہیں کہ وجہ کیا تھی غالباً یہی وجہ ہوگی کہ مزید داخلہ کی گنجائش نہ ہوگی یا پھر شرائط و قواعد کے مطابق ہمارے کوائف مکمل نہ ہوں گے ۔ بہر حال صورت حال جونسی بھی ہوا اتنا یاد پڑتا ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس بات کا علم ہوا تو ذمہ داروں کو بلایا اور انہیں تاکیداً فرمایا کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے نسبت رکھتے ہیں وہاں سے آئے ہوئے مہمان ہیں ان کو فوراً داخلہ دیدو ، ایسوں کے لیے کسی شرط و قاعدہ اور عدم گنجائش کا ضابطہ نہیں ہے پھر سب حضرات کو تاکیداً ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے مہمانوں کے داخلہ کا خصوصیت سے اہتمام کیا جائے ، اور انہیں خصوصی کمرہ بھی دیا جائے چنانچہ حضرت کے تاکیدی حکم کے مطابق ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ۔

مجھے حضرتؒ کی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ۵ سال تک حضرتؒ کی محفل میں حاضری کی سعادتیں حاصل رہیں ایک چیز خصوصیت سے جو احقر نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ حضرتؒ شدید عوارض امراض اور علالت وضعف اور کمزوری کی وجہ سے بمشکل دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لاتے تھے اور پھر دوسروں ہی کے سہارے لے جائے جاتے تھے ۔ عام اٹھنا بھی دشوار ہوتا تھا ۔ خدام سہارا دے کر اٹھاتے تھے ، مگر جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو پھر کسی بھی سہارے کے بغیر خود اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا اور یہ چیز حضرت کے لئے آسان ہوگئی تھی ۔ فرائض کے علاوہ نوافل میں بھی حضرتؒ خود قیام فرماتے اور کسی بھی سہارے کے بغیر نماز پوری فرماتے تھے ۔ یہ روحانی طاقت تھی اور بارگاہ ربوبیت کی عظمت ، کہ اپنا سب کچھ بھول جاتے اور عشق و محبت میں ضعف و علالت بھی رکاوٹ نہ بن پاتی ۔

ہم جب مدینہ منورہ سے آئے تو اس وقت میری عمر تقریباً ۱۲ سال تھی اور احقر دارالعلوم کے دارالحفظ والتجوید میں متعلم تھا میرے بھائی بھی دارالعلوم میں داخل ہو چکے تھے ، حضرت والد گرامی حضرت مولانا نصر اللہ صاحب نے ہمیں تاکید کر رکھی تھی کہ فارغ اوقات میں بالخصوص عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت اور مجلس میں ہم ضرور حاضری دیا کریں اور ان کی خدمت کریں ان کے مہمانوں کی خدمت کریں موقع نہ ملے تو ان کے چہرے کو دیکھا کریں حضرت نماز کے لئے تشریف لائیں تو ان کے لئے جائے نماز بچھائیں جب جانے لگیں تو مصلیٰ اٹھائیں اور اسے سینے سے لگائیں کہ اس سے اللہ پاک علم عطا فرمائے گا چنانچہ حضرتؒ جب نماز پڑھ کر جانے لگتے تو ہم بچے حضرتؒ کا مصلیٰ اٹھاتے اور سینے کے ساتھ لگانے میں سبقت کرتے اور ہماری مسابقت کا یہ عمل اور منظر دیدنی ہوتا ۔

میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ حضرتؒ کی محبوبیت ، عظمت اور محبت بچوں کے دل میں بھی اسی طرح موجزن تھی جس طرح بڑوں کے قلوب میں نقش تھی ۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ نے میرے والد گرامی (جو عصر کے بعد ہمیشہ حضرت کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور حضرت کے نواسوں اور خاندان کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے) کو تاکید کر رکھی تھی کہ افغانیوں میں جو لوگ جہاد پر جائیں یا مہاجرین میں جو لوگ غریب و نادار ہوں ان کی نشاندہی کریں تو حضرت اپنے جیب خاص سے ان کی مدد فرمایا کرتے تھے اور ان میں نقدی تقسیم فرمایا کرتے تھے ۔

دلآویز اور دلنواز شخصیّت

جن کے تصور سے اس ظلمت بھرے دور میں دل کو ڈھارس اور قلب کو تقویت محسوس ہوتی تھی

حضرت العلامہ مولانا محمد تقی عثمانی، جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان

ابھی شہید مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کا حادثۂ وفات تازہ ما، اور ان کے بارے میں تفصیلی تاثرات لکھ کر فارغ ہوا تھا، اور وہ یرکتابت تھے کہ ایک اور جانکاہ حادثے کی خبر نے ہلکان کر دیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ (بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، اس ملک کی ان گرانقدر شخصیتوں میں سے تھے جن کے تصور سے اس ظلمت بھرے دور میں دل کو ڈھارس اور قلب کو تقویت محسوس ہوتی تھی، اور جن کے خیال سے اپنے عہد کے افلاس کا احساس کم ہوتا تھا۔ آج ہم اس دلآویز اور دلنواز شخصیت اور ان کی برکات سے بھی محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی ذات والا صفات یادگارِ سلف تھی، علم و فضل اور طہارت و تقویٰ کے اوجِ کمال پر فائز ہونے کے باوجود سادگی اور تواضع و انکسار کا ایسا پیکرِ مجسم تھے کہ عجب و پندار کے اس دور میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ان کا پُرنور چہرہ دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا، ان کی صحبت میں رہ کر قلب میں گداز اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی تھی، اور محسوس ہوتا تھا کہ ہم سلفِ صالحین کے کسی بزرگ کی صحبت سے فیضیاب ہیں۔

طبعی طور پر حضرت موصوفؒ درس و تدریس اور علمی و تبلیغی مشاغل کے بزرگ تھے، سیاست اور راسٹیج کے نہیں۔ لیکن ایک دردمند صاحبِ دل کی طرح ملک و ملت کی فکر اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کی لگن بھی ان کی حیات طیبہ کا جزو لاینفک بن گئی تھی۔ چنانچہ اس لگن کی بنا پر انہوں نے اپنا گوشۂ عزلت چھوڑ کر ملک کے سیاسی معاملات میں بھی فعال حصہ لیا۔ لیکن یہ سب کچھ دین اور صرف دین کے لیے تھا۔

حضرتؒ ایک طویل عرصے تک قومی اسمبلی کے رکن رہے۔ آپؒ آجکل کی انتخابی سیاست کے داؤں پیچ سے کوسوں دور تھے، اور ووٹ حاصل کرنے کے لیے جو ترکیبیں آج کی انتخابی سیاست کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہیں، ان سے بھی آپؒ کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ لیکن محض اپنے اخلاص، للّٰہیت اور علم و تقویٰ کی بنا پر آپ اپنے حلقۂ انتخاب میں وہ مقبولیت عامہ رکھتے تھے کہ پے در پے کئی انتخابات میں آپ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتے، اور اپنے مقابل بڑے بڑے سیاسی پہلوانوں کو زیر کیا۔ ایک مرتبہ تو صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ بھی آپ کے مقابلہ میں ناکام ہوا۔

اسمبلی میں آپ کی جد و جہد کا محور بھی صرف دین اور خالصتہً دین رہا، آپ معاصر سیاست کے ان کاموں میں کبھی نہیں الجھے جو اپنی کوشش کے اس بنیادی نقطے سے آپ کو ہٹا سکیں، حق کے اس بندے نے اسمبلی میں ہمیشہ حق کی آواز بلند کی، اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور محض سیاسی بنیاد پر بنی ہوئی دھڑے بندیوں میں اپنے آپ کو ملوث نہیں ہونے دیا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصیت ان چند گنی چنی شخصیتوں میں سے تھی جن کی مقبولیت اور جن کا حلقہ اثر حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی تفریق سے ناآشنا تھا۔

ملک میں جب کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہوا جس کا تعلق دین سے ہو، حضرت مولانا نے اسمبلی میں اس سے متعلق خالص دینی نقطۂ نظر سے اپنا موقف واضح کیا۔ حضرت نے اسمبلی میں جو تقریریں فرمائیں، یا جو تحریکیں پیش کیں، ان میں سے کچھ کا ریکارڈ آپ کے فاضل صاحبزادے جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک کتاب میں مرتب فرما دیا ہے جو "قومی اسمبلی میں اسلام کے معرکہ" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

حضرتؒ ہمارے ملک میں مسلکِ علماء دیوبند کے علمبرداروں میں سے تھے، اور اپنے عقیدہ و عمل میں پورا رسوخ رکھتے تھے، لیکن اس رسوخ اور تصلب کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو فرقہ واریت میں ملوث نہیں ہونے دیا۔ آپؒ نے ہر اختلاف کو اختلاف کی حدود میں رکھنے کا وہ معتدل طریقہ اپنایا جو درحقیقت اکابر علماء دیوبند کا بنیادی وصف ہے۔ اپنے مسلک و مشرب کو مضبوطی سے تھامنے کے ساتھ ساتھ دین کے بلند اور مشترک مقاصد کے لیے دوسرے مکاتبِ فکر سے اشتراکِ عمل بھی جاری رہا، اور کوئی مخالف سے مخالف شخص بھی آپ پر فرقہ وارانہ تعصب کی تہمت نہیں لگا سکا۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات ملک کے تمام دینی حلقوں کی نظر میں اپنے اخلاص وتقویٰ کی بنا پر ایک محترم مقام رکھتی تھی، اور آپ کی معیت پر مختلف مکاتب فکر اور متحارب گروہ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حال ہی میں "شریعت بل" منظور کرانے کی جدوجہد کے لیے ملک بھر کے مختلف الخیال عناصر کا جو "متحدہ شریعت محاذ" بنایا گیا، اس کا سربراہ آپ ہی کو چُنا گیا۔ اب ملک کے علماء میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس پر مختلف مکاتب فکر کے لوگ اس طرح بے کھٹکے متفق ہو جائیں۔

حضرتؒ علمی میدان میں، جو آپ کا اصل میدان تھا، دارالعلوم دیوبند کے اکابر کے علم وفضل کے امین تھے۔ آپ نے اکوڑہ خٹک جیسے دور افتادہ قصبے میں "دارالعلوم حقانیہ" کی بنیاد ڈالی جو رفتہ رفتہ ملک کے ممتاز ترین دینی مدارس میں اعلیٰ مقام کا حامل بنا، آپ نے اس دارالعلوم کو خونِ جگر پلا کر پروان چڑھایا، اور آخر وقت تک اس میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ اسمبلی کی گمبھیر مصروفیات کے عین درمیان بھی تدریسِ حدیث کا یہ مبارک مشغلہ موقوف نہیں ہوا۔ آپ اکوڑہ خٹک سے اسلام آباد تک کا طویل فاصلہ کار میں، بلکہ بسا اوقات بسوں اور ویگنوں میں طے کر کے اپنے دونوں فرائض بحسن وخوبی نبھاتے رہے، اور اس کام کے لیے بڑھاپے کے دور میں جو مشقتیں آپ نے اٹھائیں، وہ ہم جیسے جوانوں کے لیے حیرت انگیز تھیں۔

آپ کا دورۂ حدیث کا درس ملک کے ممتاز ترین دروس میں سے تھا جس میں ہر سال طلبہ کی تعداد سینکڑوں میں ہوا کرتی تھی، چنانچہ آپ کے شاگردوں کا سلسلہ چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا ہے، آپ کے درسِ ترمذی کی تقریر کا ایک حصہ "حقائق السنن" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس سے آپ کے درس کی عظمت، ہمہ گیری اور معیار تحقیق کا اندازہ ہو سکتا ہے خدا کرے کہ یہ تقریر مکمل طور پر شائع ہو جائے تو معلومات کا بیش بہا خزانہ ثابت ہوگی۔

آپ آخر وقت تک اکوڑہ خٹک کے ایک اندرونی محلے میں ایک نیم پختہ سے مکان میں مقیم رہے، اور اسی کے متصل ایک مسجد میں (جہاں ابتدا میں دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا تھا) جمعہ کا خطبہ دیتے رہے۔ آپ کا یہ خطبۂ جمعہ بھی انتہائی مفید اور مقبول تھا، اس کا خلاصہ ماہنامہ "الحق" میں ہر مہینے شائع ہوتا رہا ہے۔

جہادِ افغانستان شروع ہوا تو ملک کے تمام دینی مدارس میں سے دارالعلوم حقانیہ غالباً وہ پہلا مدرسہ تھا جس کے فضلاء نے حضرت مولاناؒ کے زیر ہدایت اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

راقم الحروف کے ساتھ حضرت مولانا کا مشفقانہ تعلق لفظ و بیان سے ماورا تھا۔ ان کی خدمت وصحبت میں پہنچکر شفقتِ پدری کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ پہلے پہل احقر کو ان کی زیارت کا موقع ۱۹۵۱ء میں ملا۔ والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے ملک میں اسلامی دستور کے لیے جدوجہد کرنے کی خاطر جمعیۃ علماء اسلام کو منظم کرنے کے لیے کراچی سے پشاور تک کا طوفانی دورہ کیا، اس دورے میں آپ کے ساتھ حضرت مولانا محمد متین خطیب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، برادرِ محترم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور احقر بھی آپ کے ہمراہ رہے۔ اس موقع پر اکوڑہ خٹک میں قیام حضرت مولانا کے مدرسے میں ہوا، وہیں پہلی بار آپ کی زیارت ہوئی، اور پہلی ہی زیارت میں دل پر یہ تاثر قائم ہوا کہ گویا دنیا ہی میں کسی فرشتے کی زیارت ہو رہی ہے۔ سرخ و سفید نورانی چہرہ، چہرے پر بلا کی معصومیت گفتگو سے پھول جھڑتے ہوئے، انداز و ادا میں وہ نورانیت کہ جیسے اس دنیائے دوں کی آلائشوں سے دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ یہ حسین اور منور چہرہ اسی وقت سے دل پر نقش ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بارہا حضرتؒ کی زیارت وصحبت کے مواقع نصیب فرمائے، اور ہر بار یہ نقش ہوتا چلا گیا۔ حضرتؒ کے لائق و فاضل فرزند جناب مولانا سمیع الحق صاحب سے احقر کے بے تکلف برادرانہ تعلق کی وجہ سے حضرت اس ناکارہ پر بھی ایسی ہی شفقت فرماتے جیسے اولاد پر ہوتی ہے، اور ان کے سایۂ شفقت میں پہنچ کر دل کو ایک عجیب سکینت ہوتی تھی۔

علم وفضل کے دریا جذب کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی البیلی ادا ہمارے بزرگوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے، اور یہ وصف حضرت مولاناؒ میں اس درجہ زیادہ تھا کہ بعض اوقات حیرت ہو جاتی تھی، اور مخاطب شرم سے پانی پانی ہو جاتا تھا۔

غالباً ۱۹۷۲ء کی بات ہے، بھٹو صاحب مرحوم کا دورِ حکومت تھا، اور اسمبلی میں ۱۹۷۳ء والے دستور کا مسودہ زیر بحث تھا، حضرت مولاناؒ قومی اسمبلی کے رکن تھے، میرے پاس برادرِ محترم مولانا سمیع الحق صاحب کا خط آیا کہ حضرت مولاناؒ شرعی نقطۂ نظر سے مسودۂ دستور کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، تاکہ اس میں ترمیمات پیش کر سکیں۔ حضرتؒ کا خیال ہے کہ اگر اس موقع پر تم بھی آجاؤ تو یہ کام مل جل کر کر لیا جائے احقر کو یہ غلط فہمی نہیں تھی کہ حضرتؒ کو واقعتہً اس کام کے لیے میری ضرورت ہے، بلکہ زیادہ خیال یہ تھا کہ یہ مولانا سمیع الحق صاحب نے "تقریبِ بہرِ ملاقات" پیدا کرنے کا ایک لطیف حیلہ ایجاد کیا ہے۔ لیکن حضرت کی شفقت سے بہرہ ور ہونے اور ان کے کسی کارِ خیر میں برائے نام ہی سہی حصہ لگانے کو سعادت سمجھ کر احقر چلا گیا۔

میں جب اسلام آباد پہنچا تو اسمبلی کا اجلاس جاری تھا، برادرِ محترم مولانا سمیع الحق کے ہمراہ میں اسمبلی کی گیلری میں چلا گیا جہاں سے اسمبلی کی کارروائی دیکھی جاتی ہے۔ حضرت نے کچھ دیر بعد نیچے سے

گیلری کی طرف نگاہ اٹھائی، اور مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ احقر کو بیٹھے دیکھا تو تھوڑی دیر کے لیے باہر نکل آئے، اور ہمیں بھی باہر آنے کا اشارہ فرمایا۔ ہم باہر پہنچے تو حضرت نے گلے لگا لیا، اور احقر کو جو اُن کی اولاد اور شاگردوں کے برابر آنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا، خطاب کرتے ہوئے بے ساختہ جو جملہ ارشاد فرمایا، وہ یہ تھا کہ "حضرت آپ نے بڑی شفقت فرمائی"۔

میں حضرتؒ کے چہرے کو دیکھتا ہی رہ گیا کہ وہ کیا الفاظ کس سے کہہ رہے ہیں؟ لیکن وہاں کسی تصنع یا تکلف کا نام ہی نہ تھا، وہ ایسے انداز سے بات کر رہے تھے جیسے میں نے ان کی خدمت میں حاضری دے کر ان کی کوئی ضرورت پوری کی ہے۔ اللہ اکبر! تواضع کا یہ مقام خال خال ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔

الحمدللہ، اس کے بعد بھی بارہا حضرتؒ کی خدمت میں حاضری اور صحبت سے بہرہ ور ہونے کی سعادت حاصل ہوتی رہی، اور ہمیشہ "مَن تواضع للہ الخ" کا نظارہ سامنے آیا۔

اب سالہا سال سے میں جب کبھی کسی اجتماعی دینی کام کا تصور کرتا تو سب سے پہلے نظر حضرت مولاناؒ کی طرف جاتی تھی، عرصۂ دراز سے حضرت علیل چلے آتے تھے اور ضعف و علالت کے باوجود اپنی غیر معمولی ہمت اور قوتِ ایمانی سے کام لے کر اپنے آپ کو متحرک اور فعال بنائے رکھتے تھے، لیکن صحت کے انحطاط کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ کسی بھی وقت داغِ مفارقت دے سکتا ہے۔ بالآخر یہ خطرہ اس ماہ حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ حضرت اس دنیا کے الجھیڑوں سے فراغت پاکر اپنے مالکِ حقیقی سے جاکر ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھمّ اکرم نزلہ ووسع مدخلہ وابدلہٗ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرًا من اھلہ۔ اللّٰھمّ لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

حضرت مولاناؒ اپنی زندگی علم و عمل کے ہر میدان میں قابلِ رشک طریقے سے گزار گئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ اُن کی نئی زندگی راحت و اطمینان کی زندگی ہوگی، لیکن ان جیسی شخصیات کے اٹھنے سے ہم پسماندگان کے لیے جو مہیب خلاء پیدا ہوتا ہے، وہ بڑی مشکل سے پُر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ان کے تربیت یافتگان بیشمار ہیں، خاص طور پر ان کے فاضل فرزند برادرِ محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی صحبت و تربیت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ عالم شعور میں آنے کے بعد ان کی جد و جہد کے ہر مرحلے میں، ان کے دست و بازو بنے رہے ہیں انشاء اللہ وہ اُن کی زندگی کے مشن کو جاری و ساری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی توفیقِ خاص سے نوازیں، اور ان کے کندھوں پر جو گراں بار ذمہ داریاں آگئی ہیں، ان سے اپنی رضائے کاملہ کے مطابق عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرتؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کی خواہش تھی، لیکن اطلاع ایسے وقت ملی کہ میں یہ سعادت حاصل نہ کرسکا۔ لیکن جو حضرات اس نماز جنازہ میں شریک ہوئے، ان کا بیان ہے کہ کسی کی نماز جنازہ میں علماء کا اتنا بڑا اجتماع پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

الحمدللہ، دارالعلوم کے تمام اساتذہ و طلبہ نے اسباق کی تعطیل کرکے نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ حضرتؒ کی روح پر فتوح پر ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ حضرتؒ کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کو خود اپنی سعادت سمجھ کر انجام دیں ؎

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
فضلِ حق تیری لحد پر رحمت افشانی کرے

محمد تقی عثمانی

جانے والے! تو مسیحا بن کے آجا ایک بار

چند اشعار بیادِ مرحوم و مغفور قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

جناب عبدالعزیز چشتی، شورکوٹ

تیری یادوں کے سہارے اب جیئے جاتا ہوں میں
کھا رہا ہوں غم پہ غم آنسو پیئے جاتا ہوں میں
تیری الفت ہے رگ و پے میں سما کر رہ گئی
مجھ کو اپنا ہوش کیا ہو؟ کیا کیئے جاتا ہوں میں
اشکبار آنکھوں سے میری خون کے دریا رواں
دل کے زخموں کو محبت سے سیئے جاتا ہوں میں
جانے والے! تو مسیحا بن کے آجا ایک بار
ہر قدم پر نام تیرا ہی لیے جاتا ہوں میں
چشتی! تیرا رہنما تھا اور محسن تھا ترا
معرفت کے جام سے لے کر پیئے جاتا ہوں میں

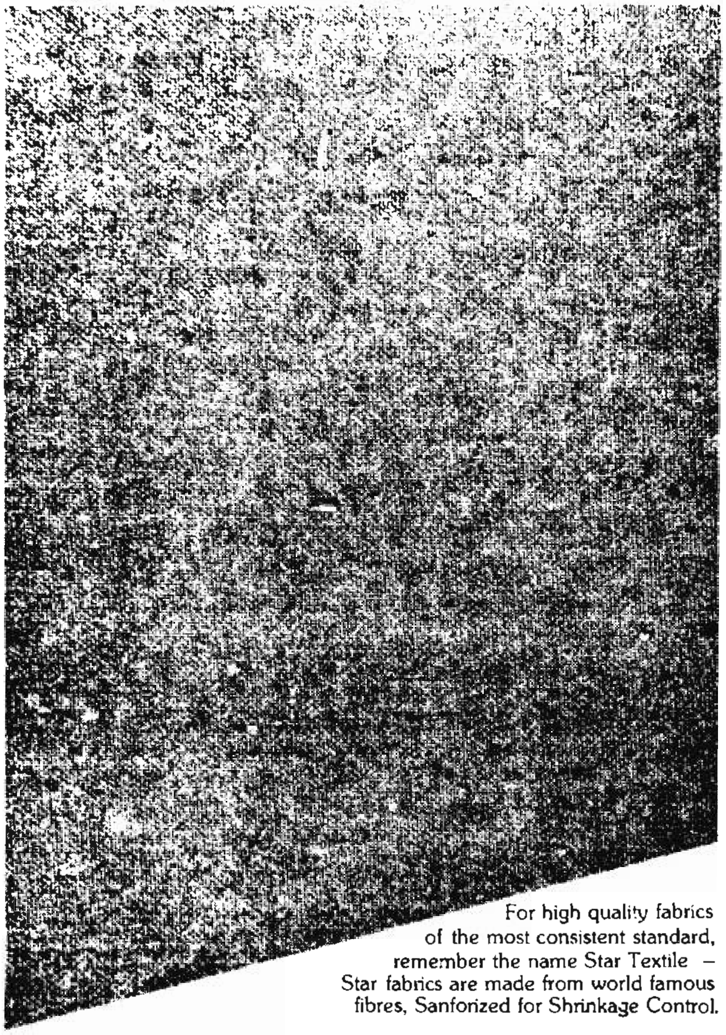

WE'VE DEVELOPED FABRICS WITH SUCH LASTING QUALITY AND STYLE THAT THERES ONLY ONE WORD FOR IT

Star

For high quality fabrics
of the most consistent standard,
remember the name Star Textile –
Star fabrics are made from world famous
fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting
and shalwar qameez suits, look for the colour of
your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin,
Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality,
check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

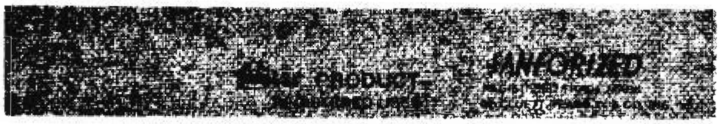

... THE ESSENCE OF STYLE AND TOTAL COMFORT!

Star Textile Mills Limited Karachi
P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

WINGS

حضرت العلامہ مولانا لطافت الرحمن صاحب ، سواتی

چند شگفتہ یادیں

قلم برداشتم از ناصبورے ۔ کہ شرح ایں دلِ پرخون نویسم
ولے زیں قصۂ دل سوز جان کاہ ۔ قلم لرزید گفتا چوں نویسم

یہ قصہ دلسوز وجان کاہ محدث العصر شیخ الحدیث شارح ترمذی بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال پرملال ہے جس سے متعلق کچھ کلمات قلم بند کرنے ہیں مگر نہ تو اس کی مجھ میں صلاحیت ہے اور نہ ہی ہمت وحوصلہ تاہم ؎

آوارہ گشتہ ام نگر امشب نظارہ را
پیوند کردہ ام جگرِ پارہ پارہ را

سب سے پہلے تو اس سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وفات ایسے وقت میں واقع ہوگئی ہے کہ ہندوپاک میں علماء حقانیین کاملین اور خاص طور پہ محدثین نہیں رہے تھے گویا وہ صورت حال ہے کہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کرنے پر حجاج کو اس وجہ سے جہنم میں ستر بار غوطے دیئے گئے تھے کہ فقیہ مدینہ سعید ابن مسیب کی فقاہت و ثقاہت کو اس وقت ازبس حاجت تھی جس طرح کہ اس برصغیر میں اس وقت حضرت الشیخؒ کے درسِ حدیث کی حد درجہ ضرورت تھی چنانچہ آپ کے وصال سے علماء ربانیین اور محدثین کاملین کا وہ سلسلۃ الذہب اختتام پذیر ہوگیا جس کی بعض کڑیاں ماضی قریب میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا انور شاہ الکشمیری، مولانا السید حسین احمد المدنی، حضرت العلامہ شمس الحق افغانی، مولانا محمد یوسف بنوری، مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی مولانا ظفر احمد عثمانی، قاری محمد طیب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتاح الدین سواتی رحمہم اللہ وارضاہم وجعل فی جوار مرضاہم ماواہم ومثواہم۔

پھر اس ناچیز کے قلم سے مرحوم پہ کچھ لکھنا مشکل بھی ہے اور بے سود بھی کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے اہل علم، اصحاب قلم، دانشور اور مفکر لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے تاہم "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے زیر نظر چند شگفتہ یادیں قلم بند کر کے عجوزۂ مصر کی طرح جو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شمار ہونا چاہتی تھی، میں بھی مرحوم پہ لکھنے والوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں باقی ؎

میرے قلم میں ادیبوں کی آب وتاب نہیں
متاعِ دیدۂ خون ناب لے کے آیا ہوں

چند یادیں

۱:۔ دارالعلوم دیوبند میں میرے داخلہ اور مرحوم کی فراغت وفضیلت کا سال ۱۳۵۱ھ ایک ہے آپؒ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے اور ادب کی تینوں کتابوں (مقامات متنبی حماسہ) میں بیک وقت آپ کو خصوصی طور پر داخلہ دیا گیا جبکہ میں بھی اس وقت مقامات حریری کے شرکاء میں سے تھا اور متعلقہ جماعت کی ایک کثیر تعداد کو مغرب کے بعد دارِ جدید کی چھت پر تکرار کراتا تھا ایک دن آپ نے مجھ سے بطورِ خوش طبعی فرمایا کہ آپ جماعت ادب کے بہت سارے طلبہ کو تکرار کراتے ہیں مجھے بھی اس میں شریک کیجئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا جو مقام ہے وہ مجھے معلوم ہے آپ اس طرح مجھے شرمندہ نہ کریں۔

۲:۔ اس دوران میں آپ کو دارالعلوم دیوبند میں بطور معین مدرس یا مستقل مدرس تجویز ہو رہی تھی جس پر ، بعض معاصرین نے احتجاج بھی کیا کہ ہم بھی تو فارغ شدہ قاضی وغیرہ کتابوں میں ہمیں تخصص حاصل ہے لہٰذا ہمیں بھی معین مدرس بنایا جائے مگر قرعۂ فال اس مردِ حق اور لائق وفائق خریجِ دارالعلوم کے نام نکلنا تھا جن کو دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں مدرسِ اعلیٰ مقرر ہونے کا امتیاز ملنا تھا گویا اس وقت آپ کے شئون وحالات مستقبل کی ایک عظیم شخصیت بننے کے غماز تھے ؎

فی المہد ینطق عن سعادۃ جدہ
اثر النجابۃ ساطع البرہان

۳:۔ میں جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر اپنے گاؤں (رونیال سوات) میں مشغولِ تدریس تھا اور مرحوم کا شجرۂ طوبیٰ یعنی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک فروغ وارتقاء کی طرف رواں دواں تھا تو اس دوران میں ایک روز میرا ایک عزیز مولانا صاحب کا شاگرد فیض المعز گالوچی، حضرت کا ایک خط لے کر آیا جس میں مجھے دارالعلوم میں تدریسی خدمات کی فرمائش کی گئی تھی، چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور جب دارالعلوم میں خدمت کے لیے حاضر

ہوا تو میں حضرت المرحوم سے اس ملاقات کی لذت و حلاوت کو تادمِ زیست بھولنے والا نہیں ہوں جس میں آپ نے اس حقیر کا نہایت محبت و شفقت سے استقبال فرمایا اور اس ذرۂ بے مقدار کی ناکارہ خدمات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔

۴۔ دار العلوم حقانیہ میں میرے اس قیام کے دوران باچا گل صاحب ترنگزائی مرحوم کی طرف سے پشاور میں جمعیۃ العلماء کے منعقدہ اجلاس میں حضرت المرحوم کی دعوت شرکت پر مجھے شریک ہونے کا ارشاد ہوا، میں اجلاس میں شریک ہوا باچہ گل صاحب کو حضرتؒ کا خط دیا تو فرمایا کہ اجلاس میں تو خیر آپ کی شرکت بھی کافی ہے مگر افسوس کہ میں مولانا صاحب کی ملاقات سے محروم رہا جس کا کہ مجھے اشتیاق تھا اس موقع پر مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ڈکی والا بھی ساتھ تھے۔

۵:۔ ایک بار بعد العصر حضرت مولانا صاحبؒ نے لب دریا پر جانے کے لیے بہ غرضِ تفریح مجھے اپنے ہمراہ لے لیا جس کے دوران اس گلی سے ہم گزرے جس میں خان اعظم محمد زمان خان صاحب پوتا خوشحال خان خٹک مرحوم کا بنگلہ واقع تھا خان صاحب نے حضرتؒ کو دیکھا تو دوڑے دوڑے آئے اور حضرتؒ سے چائے پینا قبول کرنے کی التجا کی، حضرت نے مغرب قریب ہونے اور جلد واپس ہونے کا عذر فرما کر چائے پینا منظور نہ کیا تو خان صاحب نے مرحوم کے ہاتھ میں سو روپے کے دو نوٹ تھما دیئے چائے نہ پینے کے بدلے میں دو سو روپے کی تو خیر کوئی بات نہیں مگر میرا مقصد مرحوم کی مقبولیت عند اللہ کا وہ مقام عرض کرنا ہے جس کا کہ اعلان آسمانوں سے ہوتا ہوا زمین پر بطور منادی ہو جاتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

۶:۔ ایک بار اکوڑہ خٹک کی ایک مسجد کے حجرہ سے دار العلوم کے ایک طالب علم کی چوری ہوگئی طالب علم کو بتایا گیا کہ چوری کرنے والا محلہ ہی کا کوئی شخص ہے، طالب علم اس شخص سے الجھنے لگا مجھے یاد ہے کہ حضرت المرحوم نے اس معاملہ بلکہ جھگڑے کو اس خوش اسلوبی اور مصالحانہ انداز سے نمٹایا کہ دونوں فریق اس سے خوش ہوئے اور باشندگانِ محلہ اور طلبہ دار العلوم کے درمیان کسی تلخی اور منافرت کی فضا پیدا نہیں ہوئی جس میں حضرت کی انتہائی عظمت و صلاحیت اور خوبیٔ کردار و گفتار کا جوہر کار فرما تھا ؎

نگہ بلند سخن دلنواز و لب پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

۷:۔ دار العلوم کے اس دور میں درس و تدریس کا سلسلہ حضرت مولاناؒ کی مسجد، مسجد محلہ میں ایک طویل برآمدہ میں جاری تھا جس کی ایک جانب آپ کا درس حدیث اور برآمدہ کی دوسری جانب ممکنہ دوری پر اس ناچیز کا درس ہوتا تھا، مرحوم جب بعینہٖ اس لب و لہجہ اور طرز و انداز سے ترمذی کا درس دینے لگتے جو ہم سب کے استاذ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا تو خدا گواہ ہے کہ میں حضرت مدنیؒ کو یاد کر کے رونے کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ یا اللہ یہ ترمذی پڑھانے والا شیخ الحدیث عبد الحق ہیں یا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہما۔

بہر حال اس مرد درویش جامع علم و عمل، نمونہ اسلاف و اسوۂ اخلاف کا ایک مایہ ناز امتیاز اپنے استاذ حضرت مدنیؒ کے درس حدیث کا لب و لہجہ اپنانا بھی تھا جس طرح کہ مرحوم کے امتیازات سے وہ باوقار عجز و انکسار اور اخلاقی رفعت و جاذبیت بھی تھی جو خدا رسیدہ علماء کاملین کا شیوہ رہا ہے ؎

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال
کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

۸۔ میرے اس قیام اکوڑہ کے دوران جو سالانہ جلسہ ہوا تھا اس کے منتظمین میں شہید طیارہ حافظ محمد ادریس طورو ی مرحوم بھی تھے حافظ صاحب نے حضرت شیخ مرحوم کی طرف سے جلسہ میں ایک لیڈر عالم کی شرکت کے انتظار میں کچھ جرح و قدح کر کے کہا کہ حضور آپ جلسہ کو پھیکا نہ بنائیں ہر طرح کی لوگوں کو شریک کرا کر۔ اس پر مرحوم نے حافظ صاحب کو کچھ ایسے میٹھے انداز سے مطمئن کیا اور خود دوسری طرف تشریف لے گئے اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ ”یہ شخص مستقبل کا حسین احمد مدنی رہے ہے“ سبحان اللہ حافظ صاحب مرحوم کا وہ اندازہ کس قدر درست تھا ؎

بالای سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

اور اس حقیقت کے تحت عظیم شاگرد اور عظیم استاذ کی اس وحدت و یگانگت اور عشق و محبت پر یہ کہنا بجا ہے کہ ؎

بسیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ
شمشیرِ عشق آنکہ دو تن را یکے کند

۹۔ مرحوم اگرچہ میرے رسمی معنی کے استاذ نہ تھے مگر اس وسطانی دور میں بھی آپ کی عظمت و قابلیت اکابر و اصاغر کے ذہنوں میں اس حد تک رچ بس گئی تھی کہ میں نے جب اکوڑہ خٹک سے شیخ الفقہ والادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بارہ میں لکھا کہ میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درس دینے آیا ہوں تو آپ نے اپنے جوابی خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ ”آپ کی علمی ترقی سے دل خوش ہو گیا۔ اللھم زد فزد، خاص کر جبکہ آپ اپنے استاذ مولانا عبد الحق کے زیر سایہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں

۱۰:۔ ایک بار مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ آپ جب گھر (رونیال سوات) گئے تھے اور دار العلوم میں مولانا محمد شفیع صاحبؒ تشریف لائے تھے تو علماء کے ساتھ سکندر مرزا کے کافرانہ رویہ پر گفتگو ہوئی، درسِ نظامی کے نصاب پر بھی بحث ہوتی رہی اور ایک خاص معاملہ میں مفتی صاحب نے مجھے راہ اعتدال اپنانے کا مشفقانہ مشورہ دیا جس سے آپ کو مطلع کر رہا

ہوں وہ معاملہ مرحوم نے مجھ سے ظاہر فرمایا ہے مگر میری طرف سے اس کی وضاحت موجودہ حالات میں ضروری نہیں ہے ۔

تلک عشرۃ کاملۃ

خیر یہ تو چند یادیں تھیں جو بطور مشتے نمونہ از خروارے تحریر کی گئیں ورنہ اس عالم باعمل ، علامہ بے بدل کے فضائل و کمالات کا اعداد و استقصاء دشوار ہے ؎

ولو ان لی فی کل بنت شعرۃ
لسانا لما استوفیت حق ثناوہ

الباقیات الصالحات: مرحوم کے باقیات صالحات بے شمار ہیں جن میں سے بعض آپ کے لاتعداد شاگرد علماء ، شرح ترمذی ، سلسلہ دعوات الحق اور خاص طور پر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور خلف رشید مولانا سمیع الحق ہیں جن کے نسبتاً جوان کے ہوتے ہوئے بوڑھے علماء کی طرح جامع کمالات ہونے پر میرے ذہن میں علامہ زاہد کوثری کے دو شعر یاد آتے ہیں جو انہوں نے قاری محمد طیب رح کے بارہ میں ، اس وقت کہے تھے جب کہ وہ نسبتاً جوان تھے اشعار یہ ہیں ؎

رایت الفضل لم یکن انتہابا
ولم یقسم علی عدد السنینا
ولو ان البنین تقاسمتہ
حوی الآباء الفضۃ البنینا

بہرحال مرحوم کے یہ چند آثار و برکات اور باقیات الصالحات قائم و دائم ہیں جن کے دوام و بقا سے مرحوم زندۂ جاوید ہے ۔

تلک آثارنا تدل علینا ۔ فانظروا بعدنا الی الآثار

مرحوم اور سیاست

مرحوم ملکی سیاست سے بھی وابستہ رہ کر مملکت پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن رکین رہے ہیں اور جب بھی کسی سیٹ پر مرحوم کا مقابلہ کیا گیا تو مقابل کو شکست فاش ہوتی رہی بھٹو کے دور حکومت کے صوبہ سرحد کے وزیر نصر اللہ خان خٹک کی طرف سے مرحوم کے مقابلہ میں ناکام ہونے پر اس کا یہ عذر مشہور ہے کہ میرا مقابلہ تو پیغمبر (معاذ اللہ) سے تھا کوئی اور ہوتا تو جیتنے کا امکان ہوتا مگر مولانا عبد الحق کے مقابلہ میں کامیابی (معاذ اللہ) پیغمبر کو ہرانا تھا ۔

دراصل برصغیر کے سیاسی میدان میں علماء حق ہی سب سے بڑے پہلوان اور کامیاب و کامران رہے ہیں پھر مرحوم کے لیے تو یہ میدان سنۃ الاسلاف کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح تک اکثر و بیشتر کبار علماء سیاست سے وابستہ رہے ہیں جبکہ حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی رح کی سیاسی بصیرت اور عظیم الشان جرأت و استقامت کے مقابلہ برطانیہ جیسی کافر و جابر قوم کو شکست فاش ہوگئی اور انہوں نے ہندوستان کو آزاد کیا ، اس سیاست کے سلسلہ میں سید عطاء اللہ شاہ کا وہ جواب کتنا پیارا اور کتنا عمدہ ہے جبکہ جیل کے انگریز سپرنٹنڈنٹ نے شاہ صاحب سے کہا کہ شاہ صاحب آپ بتائیں آپ کی مرضی پوری کی جائے گی جس پر شاہ جی نے کہا کہ میری مرضی مانتی ہے تو اپنی سرکار سے کہو کہ وہ ہمارا ملک چھوڑ کر ولایت چلی جائے پھر سیاسی جنگ آزادی میں علماء حق کی مساعی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نصرت و مدد اور کامیابی تو ہر ہر مرحلہ پر ان کے ساتھ رہی ہے ۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح نے سکھوں کے دور جبر و استبداد کے دوران ذیل کے چند اشعار کہے ہیں ، فرماتے ہیں ؎

ایا مبروانت فا تعلب منجزع
من قوم سکھ دان الخوف معقول
انفاهم الله عن هدی الدیار فهم
شر الاعادی وهم من خبثة غول

خلاصہ یہ کہ ملکی سیاست بھی علماء حق کا ایک لازمی دینی فریضہ رہا ہے علامہ اقبال رح نے یہ تو خوب کہا ہے کہ ع

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مگر حضرت مدنی رح کے بارہ میں مرحوم کا یہ کہنا کہ ؎

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

نہایت ہی عجیب و غریب ہے کیونکہ جو اللہ کا بندہ (مولانا مدنی رح) محمد عربی کے دین کا شناسا اور مہد سے لحد تک اس کی سنت پر عمل پیرا اور آپ کے اسوہ حسنہ کے کنایوں اشاروں منطوق مفہوم تمام سے باخبر ہیں وہ تو محمد عربی کے مقام سے بے خبر نہ ہو تو پتہ نہیں کہ محمد عربی کے مقام سے پھر باخبر کون ہوگا ۔ ؎

سر خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو کچھ غیر ارادی طور پر نوک قلم پر آگیا اصل بات تو علماء اور ملکی سیاست کے سلسلہ میں تھی جس کے بارہ میں مولانا بدر عالم میرٹھی رح نے بھی خوب کہا ہے کہ اگر امام بخاری کے دور میں کوئی سیاسی تحریک چلتی تو اس کی تمام نشیب و فراز سے امام بخاری ہی سب سے زیادہ جاننے والے یعنی سیاست دان ہوتے ۔

غرض یہ کہ مولانا مرحوم بھی اس طرح کی سیاست کرتے رہے ہیں اور جس طرح کہ مرحوم کا پیش رو مولانا مفتی محمود رح نے مملکت کے ایوانوں میں آذان و تکبیر کی صدا بلند کرنے کے لیے فضاء سازگار بنائی اس طرح مرحوم نے قومی اسمبلی میں حق کو حق اور باطل کو باطل کہہ کر اپنی عظیم علمی ، دینی سیاسی اخلاقی قوت و پختگی اور لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم کا ثبوت فراہم کیا ۔ رحمہ اللہ وارضاہ و فی فرادیس الجنان بوّاہ و آواہ

اللھم آمین یارب العلمین ۔

جناب عبدالرزاق سنگین اکوڑہ خٹک

ایک مردِ درویش

اس طلسم گاہِ ہستی میں جہاں کہیں بھی ہم کوئی عجیب چیز دیکھتے ہیں تو پہلا سوال جو دل میں اٹھتا ہے وہ اس کے بنانے والے کے متعلق ہوتا ہے۔ تاج محل کے شہرۂ آفاق عمارت دیکھ کر شاہجہان کی عظمت کا نقشہ دل پر ثبت ہو جاتا ہے قطب مینار کی بلندی دیکھ کر قطب الدین ایبک کے عہد کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور پاکستان کا نام آتے ہی قائدِ اعظم کی یاد دلوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔ آج جبکہ پاکستان کے گوشہ گوشہ میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے چرچے ہیں، اس کی شہرت کے افسانے ہر زبان پر رقصاں ہیں۔ جب بھی آدمی سرحد کی اس واحد علمی درسگاہ کے معرضِ وجود میں آنے کے متعلق اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں تو لامحالہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ بھی زبان پر آجاتا ہے جنہوں نے آرام و راحت کو خیر آباد کہہ کر اس علمی چراغ کو روشن کیا جس کی ضیا پاشیوں سے پاکستان اور قبائلی علاقوں کا گوشہ گوشہ آج جگمگا رہا ہے۔

اس سفید گورے رنگ اور سیاہ داڑھی والے انسان کو دیکھ کر بے اختیار ع "کسی گر دمہ نوید بدیں گونہ ہالارا" کا مصرعہ زبان پر آجاتا ہے۔ ان کے چہرے کی بشاشت اس قلبی اطمینان کی غمازی کرتا ہے جو ذکر اللہ میں مصروف بندگانِ خدا کو حاصل ہوتا ہے اور ماتھے پر متفکرانہ سلوٹیں عمیق غور و فکر کا پتہ دیتی ہیں۔

صوبۂ سرحد میں علماء کی کمی نہیں، خدا کے فضل سے یہاں کا گوشہ گوشہ ان کے وجود سے معمور ہے جن میں تجربہ کار مدرس بھی ہیں، شعلہ بیان خطیب بھی ہیں جن کی قابلیت کا سکہ اقلیمِ سیاست میں چلتا تھا۔ اور گدی نشین پیرزادے بھی ہیں لیکن بجز مولانا عبدالحق کے سبقت و اوّلیت کی یہ سعادتِ عظمٰی کسی کو نصیب نہ ہوئی کہ جہالت کے اس ظلمت کدہ میں روشنی کا مینار کھڑا کرے جو گم کردہ راہِ انسانیت کے قافلہ کو اپنی منزل کی طرف راہنمائی کرے ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

کسی کو قدرت نے سحرِ قلمی سے نوازا، کسی کو جادو بیانی کا اعجاز بخشا، کسی کو سیاسی سوجھ بوجھ عطا کی۔ لیکن وہ انسان جن کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے آگ، پانی، مٹی اور ہوا کی بجائے علم، بصیرت، عزم و استقلال کے عناصرِ اربعہ سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تخلیق کی ہے ؎

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

اکوڑہ خٹک دیکھنے میں تو ایک معمولی سا قصبہ ہے لیکن یہ قصبہ علاقہ خٹک کا مرکزی اور تاریخی مقام ہونے کی حیثیت سے عظیم شہرت کا مالک ہے۔ خوشحال خان خٹک جن کی قومی شاعری کو ڈاکٹر اقبالؒ نے بھی خراج عقیدت ادا کیا ہے، اسی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ عبدالقادر خان کی سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی غزلیں اسی فضا میں گونجیں، علی یار خان خٹک جن کی عشقیہ شاعری گندم کے خوشوں کی طرح سہانی ہے، ان کا ہیولیٰ اسی آب و گل سے تیار کیا گیا تھا۔ کاظم خان شیدا (جس نے شعر کی لڑی میں وہ انمول موتی پروئے جو اب بھی عروسِ ادب کا آویزۂ گوش ہیں) یہیں آباد تھا۔ لیکن علمی اور ملی فیض رسانی کی سعادت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ہی کے حصے میں آئی ـــ اس سے میری مراد مذکورہ بالا بزرگوں کی تنقیص نہیں بلکہ مقصد یہ دکھانا ہے کہ ان بزرگوں سے اپنی حیاتِ مستعار اور مصروفِ لیل و نہار کے باعث جو کمی رہ گئی تھی وہ مولانا موصوف نے پوری کر دی۔

گویا مولانا نے ان بزرگوں کے ناقابلِ فراموش فکری کارناموں کی تکمیل کی، جو پروگرام ان کے نہاں خانۂ دماغ میں تھے انہیں جامۂ عمل پہنایا، جو تمنائیں ان کے دلوں میں کروٹیں لے رہی تھیں انہیں پورا کیا۔ خوشحال خان خٹک اور عبدالقادر خان کی علمی کاوشوں کے مطابق میدانِ عمل تیار کیا گیا۔ گویا انہوں نے اینٹیں چنیں اور انہوں نے عمارت کھڑی کی۔

> ہمارا اصول یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر چلو اور محنت، خلوص اور دیانتداری سے کام کرو اور مقصد کے حصول کیلئے فداکارانہ اور ہمہ وقتی جدّ و جہد جاری رکھو پھر عوام تو کیا پوری کائنات آپ کو اپنی ہمنوا نظر آئے گی
>
> حضرۃ شیخ الحدیث رح

قوم کی تعمیر و ترقی میں دارالعلوم ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ترقی یافتہ ملکوں میں تو عوام اور حکومتوں کے مابین اسی پر مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر حکومت چار یونیورسٹیاں قائم کرتی ہے تو عوام علوم و فنون کے آٹھ مراکز قائم کرکے دم لیتے ہیں امریکہ میں پوزیشن یہ ہے کہ وہاں سرکاری طور پر ۵۸ یونیورسٹیاں ہیں تو عوام کے کندھوں پر ۲۰۰ یونیورسٹیوں کا بوجھ ہے۔ لیکن یہاں یہ عالم ہے کہ چند غیر منظم ادارے جو معرضِ وجود میں آئے وہ بھی جاں بلب ہیں اور زبانِ حال سے فریاد کر رہے ہیں کہ ع

چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

اگرچہ ان اداروں کی ناکامی کے اسباب کافی حد تک اُن کے اپنے کارکنوں کے غلط طرزِ عمل اور تنظیمی لوازم کے فقدان پر مبنی ہے۔

۱۹۴۷ء میں جب مَیں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ حضرت! آپ اتنے بڑے کام کا ذمہ کیسے لے رہے ہیں جس کی آبلہ پائیوں کے آگے بڑے بڑے سورماؤں کی توانائیاں جواب دے چکی ہیں، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے سفر کی سمت ہی بدل دی اور ایسی توبہ کی کہ پھر ایسے کاموں کا نام تک نہ لیا۔ حالانکہ

مالی لحاظ سے بھی خاصے مضبوط تھے اور عوامی شہرت کے مالک بھی تھے، جب آپ اتنے بڑے کام کا بیڑا اُٹھانا چاہتے ہیں تو چاہیئے کہ دارالعلوم چلانے سے پیشتر آپ ایک طویل اور ملک گیر دورہ کریں۔ تاکہ مناسب تعارف ہو جائے۔

مولانا نے مُسکراتے ہوئے فرمایا :۔ ”جس چیز نے اوروں کا بیڑا ڈبو یا ہے آپ ہمیں اُسی کا مشورہ دے رہے ہیں“

میں نے متعجب ہو کر عرض کیا : ”اس ناکامی میں منتظمین کی کوتاہی کو دخل نہیں بلکہ عوام کے جمود اور صحیح تربیت کا فقدان ان ناکامیوں کا باعث بنا“

مولانا نے فرمایا :۔

> ”نہیں بھائی ! آپ نے ان کی ناکامی کے اسباب وعلل پر غور ہی نہیں کیا ان کی ناکامی کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ انہوں نے پروپیگنڈے کو مقدم سمجھا اور عملی کام کو مؤخر کیا اور ہمارا اصول یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر چلو اور محنت، خلوص اور دیانتداری سے کام کرو اور مقصد کے حصول کے لیے فداکارانہ اور ہمہ وقت جدوجہد جاری رکھو پھر عوام تو کیا پوری کائنات آپ کو اپنی ہمنوا نظر آئے گی۔ آپ نے شاید دارالعلوم دیوبند کی تاریخ پر نظر نہیں ڈالی ورنہ آپ کو معلوم ہوتا کہ جس دارالعلوم کے تیار کیے ہوئے مُبلغین لاکھوں کی تعداد میں آج دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوتے ہیں اور جس کی پُرشکوہ عمارت آج سرکاری بلڈنگوں پر خندۂ استہزاء کر رہی ہے، اس کی ابتداء ایک پیڑ کے نیچے صرف ایک اُستاد اور ایک ہی شاگرد سے ہوئی تھی“

مولانا کی باتیں اُن کے دلی خلوص کی ترجمان تھیں اور ان کی گفتگو سے مدبرانہ عظمت ٹپکتی تھی اس لیے مجھے خوامخواہ ان کے سامنے سپر انداز ہونا پڑا میں نے مولانا کے آئینۂ گفتار میں دارالعلوم کے مستقبل کی ایک دُھندلی سی تصویر دیکھ لی۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب صرف گنتی کے چند طلباء محلہ ٹبیگاں کی چھوٹی سی مسجد میں زانوئے شاگردی تہہ کرتے تھے۔ اور آج اکوڑہ خٹک کے جنوب مغرب میں برلب سڑک جدید طرز کی اس عظیم الشان بلڈنگ میں جس پر پانچ لاکھ کے قریب مصارف آئے ہیں۔ (یہ تحریر ۱۹۶۰ء کی ہے اور دارالعلوم کی رفتار کار کا آغاز تھا اور پھر پانچ لاکھ بھی آج کے نہیں آج سے ۳۲ سال قبل کے) گیارہ سو تشنگانِ علوم دینیہ اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

یہ عظیم الشان دینی کارخانہ اسی خاک نشین مردِ درویش شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہم بانی مبانی و مہتمم کے عزم و استقلال اور خلوص نیت کا جیتا جاگتا مظہر ہے جنہوں نے صرف اللہ کے بھروسے پر انتہائی بے سروسامانی اور نامساعد حالات میں اس کی بنا ڈالی رکھی ہے

ہوا ہے تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ عارفانہ

(بشکریہ ماہنامہ ”عروج اسلام“ لاہور، اگست ستمبر ۱۹۶۰ء)

عبدالحقؒ کے نام سے اک دیدہ ور پیدا ہوا

مولانا محمد یوسف، مانسہرہ (فاضل دیوبند)

سنگریزوں کی زمین میں اِک گُہر پیدا ہوا
عبدالحقؒ کے نام سے اِک دیدہ ور پیدا ہوا
جس کو کہتے ہیں کمالِ اَدب سے شیخ الحدیث
سرزمینِ پاک میں ایسا جوہر پیدا ہوا
ناز کرتی ہے زمینِ پاک جس کی ذات پر
ایسا فخرِ روزگارِ عالم اِدھر پیدا ہوا
ہند میں جس نے جلائے علم و حکمت کے چراغ
اے اکوڑہ تجھ میں ایسا نامُور پیدا ہوا
جس کی صُورت جس کی سیرت آپ تھی اپنی مثال
صورت و سیرت میں وہ مثلِ قمر پیدا ہوا
بانٹتا جب وہ درس میں علم و حکمت کے گلاب
سب یہ کہتے علم کا یہ تاجُور پیدا ہوا
گُمرہی اور اِس جہالت کی شبِ تاریک میں
وہ چراغِ علم وہ نورِ سحر پیدا ہوا
موڑ دیں جس نے طنابیں وقتِ ناہموار کی
دَورِ پُرآشوب میں ایسا نڈر پیدا ہوا
دیکھتے ہی جس کو آجائے مَعًا یادِ خُدا
ایسا قُدسی صِفت یہ عالی بشر پیدا ہوا
تیری رِحلت سے جہاں میں اے مرے شیخِ عظیم
موتِ عالِم موتِ عَالَم سا حشر پیدا ہوا

* * *

ع سدا روئیں گے ہم تجھے یاد کر کے

میرے شیخؒ کی حسین یادیں

مولانا قاضی عبد الحلیم کلاچی

میرا استاذ — نہیں بلکہ ایک پوری دنیا کا محبوب استاذ اور شیخ امیر المومنین فی الحدیث مولانا عبد الحق صاحبؒ سُنّتِ آدم کے مطابق دنیائے فنا سے منہ موڑ کر راہی عالم بقا ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

اگر دنیا بکس پائندہ بودے
ابو القاسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ بودے

حضرت شیخ کا مزار کہاں ہے؟

بلا مبالغہ حضرتؒ کے جانے سے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرتؒ کی ہستی قرونِ اولیٰ کی تصویر تھی اور حضرتؒ کا شمار دنیائے رنگ و بو کے اُن یگانۂ روزگار شخصیات نابغۂ عصر اور عبقری افراد میں تھا کہ جن کی وفات کے بعد ان کا جسدِ عنصری تو زیرِ خاک پہنچ جاتا ہے لیکن ان کے انفرادی اعمال و صلاح اور اجتماعی و ملّی قربانیوں سے لبریز لاشہ ملت کے سینہ میں پیوست ہو جاتا ہے۔ عارف مرحوم حضرت شیخؒ جیسے لاثانی ہستیوں کے زبان سے فرما گئے ہیں ؎

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

شیخ انسانی شکل میں ایک فرشتہ تھا

علوم عالیہ علوم آلیہ، تدریس و تقریر، تحریر و افتاء، زبان و بیان قلم و قرطاس، وعظ و ارشاد، پند و موعظت، جہاد و عزیمت اور دینی مذہبی اور ملّی قربانیوں میں حضرت کا کیا مقام تھا یہ تو ان کرچوں سے واقف حضرات ہی تفصیل سے بتائیں گے۔ میں ایک دیہاتی اور علم و عمل سے عاری انسان تو حضرتؒ کی شرافتِ طبع، بلندیٔ اخلاق اور بے مثال تواضع و انکسار کو دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے مہربان ہو کر انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیج دیا تھا اور جب قدرت نے ہم لوگوں سے اس نعمت کی بے حد ناقدری دیکھی تو یہ فرشتہ اٹھا لیا گیا کیونکہ

ع توجہ چشمِ ساقی کی بقدرِ تشنگی ہوگی

اور اب اس نعمت کے چھن جانے کے بعد لگتا ہے کہ یہ تو حضرتؒ کیا گئے جہان ٹھہر گیا، فضا بدل گئی اور پیمانے کی گردش رک گئی ؎

جہاں ٹھہرا ہوا سا ہے فضا بدلی ہوئی سی ہے
مرے ساقی نے پیمانے کی گردش روک دی ہوگی

فنا اور بقاء کا صحیح معیار

یہ کہنا کسی حد تک صحیح ہے کہ انسان عجیب ہے۔ آج ہے اور سب کچھ ہے اور آج نہیں اور کچھ بھی نہیں اور کسی نے اس ہست و نیست کو بجا طور پر کتنی پُراثر تعبیر دی ہے ؎

---

[1] یعنی دنیوی جسمانی کیونکہ برزخی جسمانی پر اجماع ہے

زندگی انساں کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اُڑ گیا

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اس چمنستانِ انسانیت میں بعض پھول ایسے بھی کھلے ہیں جن پر مرجھانا نہیں جن پر فنا نہیں۔ ان کا علم زندہ ہے ان کا عمل زندہ ہے ان کی معرفت زندہ ہے اور ان کی علمی عملی روحانی اور عرفانی میراث اگر ہزاروں تک کی تعداد میں اخلاف اور رشید اخلاف تقسیم کر رہے ہیں اور بانٹ رہے ہیں تو ان پر موت نہیں آئی بلکہ ان کو درحقیقت فناء کے بعد بقاء نصیب ہوئی ہے۔ حضرت شیخ رح کے شیخ یعنی شیخ العرب والعجم حضرت سیدنا و مولانا حسین احمد المدنی قدس سرہ العزیز کی رحلت پر حیرت انگیز واقعات میں ہندوستان کے دلاور فنگار نے ایک طویل مرثیہ لکھا ہے۔ حضرت امیرالمومنین فی الحدیث کی علمی و عملی میراث نسبی و روحانی فرزندوں کے ذریعہ بے دھڑک تقسیم ہوتے ہوئے دیکھ کر اس طویل مرثیہ کا مقطع مناسب حال سمجھ کر مستعار لے رہا ہوں ؎

نامِ حسین مٹ نہ سکے گا قضاء کے بعد
اس کو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد

حضرتؒ کی پہلی زیارت

غیر اختیاری سنّت اور حضرت رح کے قدموں کی چاپ میں ١٣٨٩ھ

جبکہ راقم الحروف مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ کے ہاں دورہ موقوف علیہ کا طالب علم تھا اور اس زمانہ میں اسلامی سیاست پر جمہوریت اور لادینیت کا بھوت سوار نہیں ہوا تھا۔ والد ماجد جیسے بہت سے اکابر علی وجہ البصیرت سیاست کی پُرخار وادی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ والد ماجد اس دور میں جمعیۃ کے دیگر مرکزی اور صوبائی ذمہ داریوں کے ساتھ ڈیرہ ڈویژن کے جمعیۃ کے امیر بھی تھے۔ اس دوران جمعیۃ ڈیرہ ڈویژن نے ایک تاریخی کانفرنس منعقد کی۔ بلند پایہ علماء کرام اعلیٰ پایہ کے شیوخ چوٹی کے مقررین اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے سربرآوردہ حضرات تشریف لائے۔ میرے حافظہ میں اس کانفرنس کا اگر کوئی نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ حضرت کی ذات سے ہی وابستگی رکھتا ہے اور ہونا بھی ایسا چاہیئے کیونکہ ؎

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

کانفرنس کے دوسرے زوایا مزایا کو مستحضر کرنے کے لیے حافظہ پر زور ڈالتا ہوں مگر سوائے حضرت رح کے کوئی قابلِ ذکر چیز یاد نہیں آرہی گویا حضرتؒ کی پہلی زیارت میں بھی معاملہ کچھ اس قسم کا تھا کہ ؎

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگاہے

بات شاید بالکل صاف نہ ہوئی ہو اس لیے کھل کر کہتا ہوں کہ

؎ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

اس لیے حافظہ پر اعتراض نہیں کہ اس نے فلاں چیز کو بھلا کیوں دیا اور فلاں چیز کو یاد کیوں رکھا۔ بہرحال شرلیت کا نفرنس میں حضرتؒ کی آمد ہوئی۔ وہ منظر مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے ہے۔ دن کے کوئی ١٢ بجے حضرت شیخ رح برادر محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدیقی نوشہرہ کی معیت میں خراماں خراماں اور ایک عجیب شان دلربائی و بے نیازی کے ساتھ ہماری نشست گاہ کے بالکل قریب سے گزرے۔ طویل عرصہ گزرنے کے باوصف ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے حضرتؒ ابھی میرے قریب سے گزر رہے ہیں۔ قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے اور اور آج بھی

؎ دل کی دھڑکن انہی قدموں کی صدا لگتی ہے

میں نے جلدی میں حضرت رح پر ایک نظر ڈالی۔ سر سے پاؤں تک دیکھا۔ جمالِ جہاں آراء سے محظوظ ہوا۔ میں اس سے پہلے حضرت رح کے جمال تواضع اور انکسار کے بہت سے واقعات اور حالات بھی سن چکا تھا لیکن اس پہلی زیارت میں اس مقدس چہرہ پر جہاں شعاع نور کھیلتی ہوئی نظر آئی وہاں اس شخصیت کو دیکھ کر میرے اوپر انتہائی رعب بھی طاری ہو گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنّت من رآہ بداھۃً ھابہ (اوکما قال) غیر اختیاری طور پر حضرت شیخ رح کو حاصل ہو گئی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ارض حقانیہ یا آغوش مادر

۸۹ھ میں احقر نے مادر علمی حقانیہ میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ میں وہ منظر بھلائے بھی نہیں بھول سکتا جب میں نے زندگی میں پہلی بار حقانیہ کے صحن میں قدم رکھا۔ پہلی بار حاضری کے باوجود اجنبیت نام کی کوئی چیز میرے قریب نہیں تھی۔ حقانیہ کی سرزمین، در ودیوار اور ذرہ ذرہ میں علم وعمل کی رنگ وبو رچی بسی دکھائی دے رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے مجھے اس جگہ سے اور خاک کے ان ذروں سے بہت پرانی شناسائی ہے موسم سرما کے دن تھے اور یوم الجمعہ تھا۔ احاطۂ دورۂ حدیث شریف میں دھوپ میں خدائی فرش پر ہم جس راحت، سکون، دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے اس کی منظر کشی سے قلم عاجز ہے بس یوں سمجھیں کہ مادر علمی کی سرزمین تھی کہ آغوشِ مادر کی طرح ہمیں اپنے گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھی یا ہم تھے کہ اسے آغوشِ مادر سمجھ کر اس کے ساتھ چمٹنے کی کوشش کر رہے تھے گویا

ع دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

حضرتؒ کی اقتدا میں پہلا جمعہ

زندگی کا پہلا جمعہ تھا جو اکوڑہ خٹک میں آرہا تھا۔ ہم خوشی خوشی حضرتؒ کی مسجد میں پہنچے۔ حضرتؒ کی تقریر جاری تھی۔ صاف آواز، بھرپور اور پراعتماد لہجہ اور نصح وخیر خواہی کے عجیب درد مندانہ اور باوقار آواز میں حضرتؒ کا بیان جاری تھا۔ نماز کے بعد حضرتؒ کی زیارت ہوئی۔ ہم چند ساتھی تھے۔ حضرتؒ کے اس جملہ کی حسین یاد آج تک دل ودماغ میں موجود ہے کہ حضرت نے نہایت مشفقانہ اور متبسمانہ انداز میں پشتو میں دریافت فرمایا کہ قاضی صاحب کا صاحبزادہ کونسا ہے؟

اس کے بعد حضرتؒ نے اپنے صاحبزادہ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کو جو حضرتؒ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اپنے دولت خانے سے چائے لانے کا فرمایا۔ حضرت محترم مولانا سمیع الحق صاحب بھی ایک خوشنما نئی سوئٹر زیب تن کیے ہوئے اور ہاتھ میں نئی آمدہ ڈاک کا ایک انبار تھامے ہوئے حضرتؒ سے تھوڑے فاصلہ پر بیٹھ گئے اور ڈاک پر کارروائی کرنے لگے۔

حضرت کی اکوڑہ خٹک میں پہلی زیارت، حضرتؒ کا پہلا جمعہ، حضرت کی پہلی چائے، حضرت اور حضرت کے صاحبزادگان کی پہلی یادگار مجلس اور جمعہ کے بعد مسجد میں حضرتؒ کی پہلی نشست کی تصویر آج بھی دل ودماغ میں ایسی نقش ہے جیسے کہ کل کی بات ہے ؎

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

حضرت شیخ کی ایک کرامت

بہرحال دورۂ حدیث شریف شروع ہو گیا۔ دروس حدیث کے علاوہ حضرت کی نورانی مجلسیں پاکیزہ صحبتیں میسر ہونے لگیں اور پھر میں بھی بحمد اللہ ان چند خوش نصیب افراد میں تھا کہ جنہیں تقریباً ڈیڑھ صد شرکاء دورۂ حدیث شریف میں قرأۃ علی الشیخ کا شرف حاصل تھا اور تحدیث نعمت کے طور پر عرض کروں کہ حضرت شیخؒ نے احقر سے علیحدگی میں خصوصی طور پر بخاری شریف کی قرأت کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

قرأۃ علی الشیخ اور پستول

اُس دور میں طلبہ کے ہجوم اور در اصل طلبہ کے شوق کی وجہ سے نشستوں پر کافی لڑائی جھگڑا بھی ہوتا تھا۔ طلبہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ قرأت علی الشیخ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت پر یہاں تک صورت بن گئی کہ ہمارے ایک ضرورت سے زاید شائق دورۂ حدیث شریف کے رفیق مولوی محمد اعظم افغانی نے اپنے پاس پستول اس غرض سے رکھی کہ اگر کسی نے مجھ سے میری قرأت چھیننے کی کوشش کری تو میرے اس پستول کی گولی اس کے سینے میں پیوست ہو گی۔ اس واقعہ کی تصدیق میرے ہم درس مولانا حافظ مفتی نثار اللہ صاحب مہتمم دار العلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا پشاور کے علاوہ عظیم مجاہد جرنیل حزب اسلامی کے کمانڈر (ہمارے دورۂ حدیث شریف کے ساتھی) مولانا جلال الدین حقانی بھی کریں گے۔

بہرکیف نشستوں کی ترتیب طلبہ کے اس قدر شوق کی وجہ سے قرعہ کے لحاظ سے ہوتی تھی اور قرعہ کی وجہ سے شریک دورۂ حدیث شریف کو جو نشست مل گئی وہی نشست سال کے آخر تک برقرار رہتی۔ اس لیے قرعہ کے وقت ہر ایک طالب العلم کا دل دھڑکتا تھا اور دعا ہوتی تھی کہ حضرت شیخؒ کے سامنے یا کم از کم قریب ہی کوئی سیٹ مل جائے۔

حسنِ اتفاق سے احقر کی نشست حضرتؒ کے بالکل روبرو متعین ہو گئی۔ اس پر مجھے جتنی خوشی ہوئی اس کا نقشہ آج تک مجھے یاد ہے۔ لیکن اس پر جہاں بڑی خوشی ہوئی وہاں یہ امتحان بھی سر پر آ گیا کہ پہلی صف میں اور حضرتؒ کے بالکل سامنے ہونے کی وجہ سے وقت پر پہنچنا پڑتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت حاضر دماغی اور توجہ اور ادب سے بیٹھنا بھی گویا ذمے ہو گیا تھا۔ اس صورتِ حال میں ایک روز احقر نے حضرتؒ کی عجیب کرامت دیکھی۔ ہوا یہ کہ میری نظریں تو حضرتؒ کے نورانی چہرہ پر تھیں یا پھر قلم ہاتھ میں لے کر کاپی پر تھیں اور انگلیاں حرکت بھی کر رہی تھیں مگر واقعہ یہ تھا کہ اس وقت میرا بُت تو حضرت کے سامنے تھا مگر دماغ بالکل غائب تھا۔ میں پتہ نہیں کہاں سے کہاں پھر رہا تھا کہ اچانک حضرتؒ کے ان جملوں نے مجھے چونکا دیا کہ

"عبدالحلیم صاحب! مسئلہ پر جو تقریر ہو رہی تھی وہ تم سمجھ گئے ہو گے۔ یہ ذرا ساتھیوں کے سامنے بیان کر دو گے؟"

بس پھر کیا تھا میں شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرتؒ کا مقصد نہ مجھ سے تقریر کرانا ہے نہ کوئی اور بات ہے بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ "جناب تم کہاں پھر رہے ہو" کیونکہ پورے سال میں صرف یہی ایک دفعہ جب کہ میں درس میں غافل ہوا حضرت نے اس انداز میں تنبیہ فرمائی۔ مجھے ان جملوں سے جگانے کے بعد حضرت نے درس جاری رکھا اور میرے دل میں حضرتؒ کی اس حسن تنبیہ اور کرامت کی وجہ سے ندامت اور خجلت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

درسِ شیخ کا ایک امتیازی وصف

حضرت شیخ کے درس کے بہت سے امتیازی خصوصیات اور اوصاف تھے تفصیل کی گنجائش نہیں۔ حضرتؒ کے ہزاروں تلامذہ اس کی شہادت دیں گے

؏ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

لیکن حضرتؒ کے درس کا ایک خاص وصف یہ تھا اور ایک امتیازی شان یہ تھی کہ حضرتؒ کا درس طلبہ کے تینوں اقسام کے افراد کے لیے یکساں طور پر مفید ہوتا تھا۔ ذکی۔ متوسط اور غبی سب جب درس سے اُٹھتے تو جھولیاں بھری ہوئی ہوتی تھیں۔ یقین کریں کہ حضرت ہر مسئلہ پر مختلف تعبیرات سے بیان فرماتے کہ ذکی، متوسط کو تکرار کبھی محسوس نہ ہوتا لیکن جب مسئلہ اور موضوع کے اختتام پر طالب علم سوچتا تو اسے معلوم ہوتا کہ حضرتؒ نے دراصل ایک ہی بات کو تین دفعہ دُہرا کر ذکی، متوسط اور غبی تینوں کے انتفاع کا سامان مہیا کیا ہے۔ احقر نے ایک موقع پر حضرت کے متعلق اردو کا ایک مدحیہ قصیدہ کہا جس کا ایک شعر مناسب محل سمجھ کر نقل کر رہا ہوں ؎

درس تیرے میں بھرا ہے رنگ انور شاہ کا
شیخ مدنیؒ کی امانت کا امیں تو ہی تو ہے

حنفی مذہب کا عظیم محسن

اس کے ساتھ ساتھ مذاہب کے اختلاف پر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ متعصب سے متعصب شخص بھی اگر حضرتؒ کی زبان فیض ترجمان سے احناف کے مذہب کی ترجمانی سُنے تو اسے حنفی مذہب پر شرح صدر ہونے کے بغیر چارہ کار نہ ہو گا۔ اس لحاظ سے حضرتؒ حنفی مذہب کے عظیم محسن اور عظیم وکیل ہیں۔

حضرتؒ درس کے دوران عام طور پر کسی حوالہ کے لیے جب کبھی دارقطنی کا ذکر فرماتے تو نیم متبسمانہ لہجہ میں فرماتے کہ شوافع کا وکیل دارقطنی۔

مجھے یقین ہے کہ دارقطنی اگر حیات ہوتے اور حضرتؒ کی فقہ حنفی کی ترجمانی کو دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے کہ احناف کا وکیل شیخ عبدالحق۔

مدارس کی تاریخ کا واحد واقعہ

احقر نے بعض بڑے اور بہت سے چھوٹے مدارس کو دیکھا ہے

سُنتے حالات پڑھتے ہیں۔ عام طور پر اربابِ اہتمام کو (اِلّا ماشاء اللہ) طلبہ اور دیگر اساتذہ کی نظروں میں ایک ایسا گروپ متصور کیا جاتا ہے کہ جو گویا ان کے حقوق چھین رہا ہے، ان پر ظلم کر رہا ہے اور ان کی تحقیر و اہانت میں کوئی کمی نہیں کر رہا اس کے ساتھ اربابِ اہتمام بھی (اور یہ بھی اِلّا ماشاء اللہ) اور ہو نہ ہو اپنی بات کی پَچ کو برقرار رکھنا زندگی کا ایک اہم مقصود اور لبِ لباب سمجھتے ہیں۔ اس افراط و تفریط نے مدارس کا وقار مجروح کیا، دنیا میں بے عزت کیا اور مستقبل کے لیے افراد کا بنانا بند کر دیا۔ دارالعلوم حقانیہ بھی بہت بڑا ادارہ ہے۔ اس میں عام روش کے مطابق بہت سے فتنوں نے موقع بموقع سر اٹھایا لیکن حضرتؒ کی ایمانی فراست، تدبر، حوصلہ، عالی ظرفی نے بڑے سے بڑے فتنے کو ایسا دبا دیا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر جس کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے نہ خاص یاد ہے، طلبہ نے اپنی حماقتوں سے مطبخ سے کھانا لینے کا بائیکاٹ کر دیا (اور الحمدللہ کہ احقر اور احقر کے بعض رفقاء اس گناہ میں شریک نہیں تھے) کھانا تیار تھا لیکن طلبہ لینے سے انکار کر رہے تھے اور سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ بازار میں پیٹ کا جہنم بھرنے کے لیے پر تول رہے تھے طلبہ ابھی اس سوچ میں تھے کہ حضرتؒ دارالحدیث ہال میں تشریف لائے گھنٹی بج گئی، دارالحدیث ہال بھر گیا، حضرتؒ نے نہایت ناصحانہ مشفقانہ عالمانہ اور عارفانہ انداز میں پیش شدہ مسئلہ پر روشنی ڈالی جس سے تمام طلبہ مطمئن ہو گئے (اِلّا ماشاء اللہ) اور آخر میں فرمایا کہ اصل مسئلہ سے قطع نظر سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ کا بازار میں کھانے کی ضرورت کو پورا کرنا یہ دارالعلوم کی بہت بڑی توہین ہو گی اور اس موقع پر حضرت شیخؒ نے اپنی ٹوپی مبارک اپنے سر سے اتار کر طلبہ کے سامنے ڈال دی اور فرمایا کہ میں اپنی ٹوپی آپ کے قدموں میں ڈال رہا ہوں بس پھر کیا تھا بہت سے طلباء کے آنسو نکل آئے۔ اپنی حماقت پر نادم ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کی آوازیں آنے لگیں۔ کیا برصغیر کے دینی مدارس کی پوری تاریخ میں کوئی ایک بھی مثال پیش کر سکتا ہے کہ ہزاروں علماء و فضلاء کا شیخ بین الاقوامی سطح کا مشہور و معروف محدث اور بہت بڑے دینی ادارہ کا واحد مختارِ کل علاقہ کی زبردست قومی و سیاسی شخصیت ادارہ، علم، طلبہ اور علماء کے وقار کو بحال کرنے کے لیے اپنی ٹوپی اپنے ادنیٰ طالب علموں کے قدموں میں رکھ دے۔

ایک اور عجیب واقعہ

علم کیا ہے اور اس کی اصل روح کیا ہے؟ سیدی حضرت افغانیؒ نے ایک مکتوب میں (جو احقر کے نام ہے) تحریر فرمایا ہے:

بیخ جملہ علمہا این است و این
تا بدانی من کیم در یوم دین

لیکن جب سے علم کی اصلی روح ماند پڑ گئی اخلاص تقوے، دیانت امانت نے بستر بوریے لپیٹ لیے۔ کام اور علم، خدمت اور استاذی کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جانے لگا۔ استاذ صاحب کے قریب پانی کا گھڑا رکھا ہوا ہوتا ہے، گلاس ساتھ ہوتا ہے لیکن یہ اپنے لیے پانی انڈیلنے کا یہ عمل تقویٰ علم استاذی کے منافی سمجھتا ہے۔ اگر قریب کوئی نہیں ہے تو دور نظر آنے والے طالب علم کو بلاتا ہے۔ اگر دور بھی کوئی نظر نہیں آتا تو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کوئی آئے اور پانی گھڑے سے نکال دے لیکن اس ماحول میں بھی ان گنہگار آنکھوں نے ہزاروں شاگردوں کے استاذ، اولاد و احفاد، نوکر و خدام کے جھرمٹ میں امیرالمومنین فی الحدیث شیخی و استاذی مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو اپنے مویشی کو اس نقطۂ نگاہ سے چارہ ڈالتے ہوئے دیکھا کہ یہ خدا کی مخلوق ہے۔ اس کی خدمت ہمارے ذمے فرض ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

دارالحدیث اور درسگاہوں پر غاصبانہ قبضہ

ہماری طالب علمی کے دوران ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا تھا کہ چند طالب علم (غالباً تین افراد تھے) جن کی وابستگی ایک ایسی جماعت سے تھی جس کا بانی دین کے عقائد اور اصول پر تیشہ زنی کر رہا تھا حضرت شیخؒ کی تحریرات سنت کے مطابق تھی۔ قرآنی اصول حکمت اور موعظہ حسنہ سے ان کو سمجھانے کی پوری کوشش کی گئی لیکن وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے لیکن اس کے باوجود

حضرتؒ طلبہ کے اخراج کے سلسلہ میں بہت ہی متامل تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ یہاں رہیں تو ممکن ہے اصلاح ہو جائے لیکن بعض طلبہ جن کی خمیر میں ہی خباثت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ گویا ہر لمحہ اس کے منتظر رہتے کہ کوئی موقعہ آئے کوئی بہانہ ملے کہ تخریب کاری کر دی جائے۔ چنانچہ ایک رات تخریبکاروں نے یہ منصوبہ بنایا کہ کل طلبہ کو اسباق پڑھنے نہیں دیں گے اور دار الحدیث اور درسگاہوں کے سامنے ڈنڈوں سمیت کھڑے ہو کر طلبہ کو اور اساتذہ کو دار الحدیث اور درسگاہوں میں داخل ہونے سے روکیں گے۔ یہ منصوبہ انہوں نے رات گئے بنایا جس کا علم ظاہر ہے کہ حضرت شیخؒ کو بروقت نہ ہو سکا لیکن حضرتؒ کی کرامت تھی کہ کچھ نیک طلبہ درمیان میں گھس گئے اور ان کی تخریب کاری کا رُخ اس طرح موڑ دیا کہ خود ان کو بھی پتہ نہ چل سکا۔ چنانچہ ان نیک طلباء نے یہ تجویز رکھ دی کہ اگر آپ نے یہ احتجاج کرنا ہی ہے تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ بجائے اس کے کہ طلبہ کو اساتذہ کو روکا جائے اور مار پٹائی، کشت وخون اور ہاتھا پائی کی نوبت آئے۔ اس کی جگہ پر دار الحدیث اور دیگر درسگاہوں کو مقفل کر دیا جائے۔ یہ آپ کے مطالبہ کے حق میں علامتی پُر امن ہڑتال ہوگی۔ چنانچہ راتوں رات صبح کی اذان سے قبل یہ عمل تکمیل کو پہنچا اور صبح جب دار العلوم کا تعلیمی وقت شروع ہونے لگا تو دار الحدیث اور تمام درسگاہیں مقفل تھیں۔ حضرتؒ تشریف لائے۔ اساتذہ کی میٹنگ بلائی۔ بعض اہم نوجوان اساتذہ کا موقف یہ تھا کہ چونکہ طلباء نے اپنی بات منوانے کا یہ غلط طریقہ اختیار کیا ہے اس لیے جو لوگ بھی دار الحدیث اور درسگاہوں کو مقفل کرنے کا عمل کر چکے ہیں یا اس کے حق میں ہیں ان سب کے بستر گول کر دیے جائیں لیکن حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ مطالبہ ان لوگوں کا برحق ہے یعنی ان طلبہ کا اخراج جو ایک بے دین جماعت سے عملاً وابستگی رکھتے ہیں اگرچہ انہوں نے غلط طریقہ استعمال کیا ہے۔ غلط طریقے کے اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے صحیح مطالبہ کو نہیں ٹھکرایا جا سکتا چنانچہ حضرتؒ نے ان طلبہ کے اخراج کا حکمنامہ تحریر کرنے کا حکم جاری فرمایا۔ وہ "اعلان گاہ" میں آویزاں کر دیا گیا۔ ان کی کتابیں سنبھال لی گئیں اور ان کی چارپائیاں وصول کر لی گئیں اور اس طرح حضرتؒ کے حلم وتدبر، صلح پروری اور دین دوستی نے درحقیقت تخریب کاروں کی تخریب کاری کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا

ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

شیخ زادہ کی تشریف آوری
یا شاگرد رشید کی آمد

جس سال ہم لوگ دورۂ حدیث میں شریک تھے حضرتؒ کے شیخ یعنی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد المدنی نور اللہ مرقدہ کے خلف صالح اور حضرت شیخ کے شیخ زادہ مولانا سید اسعد مدنی صاحب پاکستان کے دورہ کے دوران حسب معمول دار العلوم حقانیہ بھی تشریف لائے۔ مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ حضرت کے شیخ زادہ تو تھے لیکن دوسری حیثیت میں خود حضرت کے شاگرد بھی تھے۔ مولانا اسعد صاحب کی طرف سے حضرتؒ کے ساتھ تلمذ کا تعلق تھا اور حضرت شیخ کے لیے مولانا اسعد صاحب شیخ زادہ۔ اب ان کی ملاقات کا منظر اور ان کی مجلس و گفتگو کی تصویر ناممکن ہے کہ حیطۂ قرطاس میں سما سکے۔ بوئے گل کو گل سے اگر الگ نہیں کیا جا سکتا تو یہاں اس مجلس و ملاقات میں دونوں جانب سے ادب واحترام، توقیر وتعظیم اور شفقت ومسرت کی اداؤں کو میرے لیے نوکِ قلم پر لانا ناممکن ہے۔ شعراء کا پروازِ تخیل بہت بدنام ہے لیکن سوچا تو حقیقت میں انہوں نے ہمارے لیے بہت سے مسائل کو آسان کر دیا ہے۔ اب شیخؒ اور شیخ زادہ، شیخؒ یا محبوب استاذ اور رشید شاگرد کی ملاقات اور مجلس کا نقشہ اگر کھینچ سکتا ہوں تو اس مصرع سے کہ

ع بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

یا پھر اس شعر سے کہ ؎

حسن سے مرتے نہیں مرتے ہیں ان دو چار سے
ناز سے انداز سے رفتار سے گفتار سے

یا پھر قارئین سے اس مصرع کے ذریعے جان چھڑا سکتا ہوں کہ

ع بخدا لذت ایں مے نشناسی تا نہ چشی

شیخ زادہ کی روانگی کے بعد

شیخ زادہ کی روانگی کے بعد دیر تک حضرت کی عجیب کیفیت رہی۔

شیخ زادہ صاحب مغرب کی نماز کے بعد دارالعلوم حقانیہ سے میرے شیخ زادوں مولانا سمیع الحق مولانا انوار الحق کی معیت و رفاقت میں سخاکوٹ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہم لوگ حضرت شیخ کو در دولت تک پہنچانے کی غرض سے حضرت کے ساتھ چل پڑے۔ پورا راستہ حضرت شیخ رح، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد المدنی قدس سرہ العزیز کے کمالات، ہمت و جرأت، استقامت علم اور عمل کے واقعات سناتے رہے۔ فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ رح رات گئے سفر سے واپس ہوئے، حسب معمول سیدھے دارالحدیث تشریف لے گئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ طلبا اپنے اپنے کمروں میں گھس گئے تھے اور زیادہ دیر ہونے کی وجہ سے کسی کے وہم میں بھی نہ تھا کہ آج بھی سبق ہوگا لیکن اچانک گھنٹی بج گئی۔ ہم لوگ دارالحدیث پہنچ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ آج تو بحث نہ ہوگی، مختصر سا سبق ہوگا، فرمایا باب الصوم زیر بحث تھا۔ حضرت شیخ رح نے بحث شروع فرمائی اور فرمایا" اس میں آٹھ قول ہیں" اس میں آٹھ قول ہیں کا جملہ مجھے (راقم السطور عبدالحلیم عفی عنہ کو) اپنے شیخ کی زبان سے اس قدر یاد ہے کہ جیسے ابھی سن رہا ہوں کہ حضرتؒ فرما رہے ہیں کہ "اس میں آٹھ قول ہیں"

ختم بخاری شریف کی تقریب

دورۂ حدیث شریف کے سال کے بالکل آخر میں جب بخاری شریف ختم ہوتی ہے اور اس کا آخری سبق ہوتا ہے تو دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کی خوشی دیدنی ہوتی ہے۔ پورا سال حدیث پاک کے پاک شغل میں گزرا ہوتا ہے۔ ایک شیخ کامل اور عارف ربانی کی صحبت اس پر مستزاد اور سونے پہ سہاگہ۔ پورے سال کے حدیث یارؐ اور صحبت یار (صحبت شیخ) نے طبیعتوں میں بڑا نکھار اور قلب میں بڑی جلاء پیدا کر دی ہوتی ہے۔ کچھ اس قسم کے نورانی اور پرسکون ماحول اور عجیب جذبات میں ہمارے دورۂ حدیث شریف کا اختتام ہونے لگا۔ بخاری شریف کی آخری حدیث کا اعلان ہوا اور عصر کے بعد مسجد حقانیہ کے دلکشا اور روح افزا صحن میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت شیخؒ نے آخری درس دیا اور کتاب تکمیل کو پہنچ گئی۔ سندا اجازت عطا کی گئی اور سند کو مسلسل فرمایا گیا۔ دوسرے شیوخ حدیث اساتذہ کرام نے بھی مختصر سی تقریروں کے ساتھ اجازتِ احادیث عطا فرمائی۔ شیوخ حدیث اور محبوب اساتذہ کی وہ پیاری انجمن اب زیست میں نظر آئے ناممکن ہے۔ عمر رفتہ اور عہد ماضی کو لوٹانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اب اگر کچھ رہ گیا ہے تو دل کے تڑپانے کے لیے یہ گنگنانا کہ ؎

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

اب حقانیہ کے در و دیوار کو اپنے اساتذہ حدیث حضرت شیخ رح حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبیؒ کے بغیر دیکھ کر جی بھر آتا ہے کہ

؏ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

نحو کی مشہور کتاب شرح جامی میں ایک جگہ حاشیہ پر یہ شعر بارہا پڑھے ہیں اور پڑھائے ہیں لیکن حضرت شیخ رح کو دفن کرنے کے بعد اب ان کو پڑھتے ہوئے کتنی ٹھیس لگ رہی ہے اس کی تعبیر قیدِ تحریر میں نہیں آسکتی ؎

ایا منزلی سلمیٰ سلامٌ علیکما
هل الازمن الائی مضین رواجع
وهل یرجع التسلیم او یکشف العمیٰ
ثلاث الاثافی والدیار البلاقع

مولانا شیر علی شاہ صاحب کے لیے دعا

ختم بخاری شریف کی دعا میں ہمارے متوطنین کے استاذ مولانا شیر علی شاہ صاحب کے لیے خصوصیت سے دعا کی گئی کیونکہ وہ انہی دنوں کسی تقریر کی بنا پر اسیر پاکستان تھے۔ حضرت شیخ رح کے یہ جملے آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں کہ "یا اللہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کو جلد از جلد رہائی عطا فرما۔"

تقسیم انگور

بخاری شریف کے ختم پر ہم لوگ انگور لائے تھے۔ اچھی طرح یاد ہے نوشہرہ سے کوئی ۱۳ کریٹ انگور غالباً ہمارے رفقاء دورۂ حدیث میں جہیر الصوت مولانا قاری عبدالسبوح صاحب

کو ماٹی خرید لائے تھے۔ ختم کے بعد حضرت تو تشریف لے گئے۔ دیگر اساتذۂ کرام اور طلباء عظام نے مسجد کے کشادہ صحن میں دسترخوان بچھا کر اسے تناول فرمایا۔

حضرت کے لیے وفد

حضرتؒ کے حصے کو حضرتؒ تک پہنچانے کے لیے ایک وفد ترتیب دیا گیا بلکہ یہ وفد خود بخود بن گیا کہ جو حضرات قرأت علی الشیخ کرتے تھے وہ تین چار افراد لے گئے۔ الحمد للہ کہ احقر اس وفد میں شامل تھا بلکہ گستاخ ہونے کے باعث اس وفد کا متکلم حضرتؒ کی بیٹھک میں ہم حاضر ہوئے اور جملہ شرکائے دورۂ حدیث شریف کی طرف سے ختم بخاری شریف کی یہ گویا شیرینی پیش کی۔ حضرت بہت ہی مسرور ہوئے اور ہمیں ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

احقر کا دارالعلوم حقانیہ میں بحیثیت خادم کے تقرر

ظاہری تعلیمی فراغت کے بعد احقر چند سال مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی میں تدریسی مشاغل میں رہا۔ باستثناء ایک سال کے کہ مدرسہ صدیقیہ خانیوال میں مدرسہ صدیقیہ کے مہتمم صاحب کے شدید اصرار پر وہاں گذارا۔ اس دوران مولانا سمیع الحق صاحب کے واسطہ سے مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ راولپنڈی نے اپنے مدرسہ کی تدریس کے لیے پیش کش کی۔ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی نے بھی ایک دفعہ ایک مکتوب میں دارالعلوم کراچی منتقل ہونے کا ذکر فرمایا لیکن احقر نے والدین اور نجم المدارس کی خدمت کو بوجوہ ترجیح دی۔ بہرحال ایک دفعہ سنہ پورا یاد نہیں رہا شوال میں جبکہ احقر نجم المدارس میں تعلیمی سال کے ابتدائی مراحل طلبہ کے داخلہ وغیرہ امور میں مشغول تھا ایک دن ڈاک میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے دستخط سے دارالعلوم کے دفتر سے ایک مکتوب گرامی موصول ہوا جس کا مضمون قریباً قریباً یہ تھا کہ

"آپ کو اگر نجم المدارس کی مصروفیات اجازت دیں تو دارالعلوم حقانیہ تشریف لا دیں۔ یہاں تعلیمی اوقات میں آدھا وقت تدریس کے لیے ہوگا اور آدھا وقت دارالافتاء میں۔ اس کے علاوہ احقر کی (حضرت شیخ الحدیث صاحب کی) ذاتی ڈاک کے جوابات کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی۔"

دارالعلوم حقانیہ چونکہ احقر کا مادر علمی تھا۔ حضرت شیخؒ احقر کے مشفق ترین استاذ تھے۔ پھر دارالعلوم حقانیہ کو پاکستان بھر کے مدارس میں ایک خاص مقام اللہ نے دیا ہے نیز احقر کے والد ماجد حضرت قبلہ قاضی عبدالکریم صاحب کو چونکہ حضرت شیخ الحدیثؒ سے انتہائی تعلق خاطر تھا اور احقر کے عم محترم قاضی عبداللطیف صاحب کو تو دیوبند میں حضرتؒ کا شرف تلمذ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لیے ہر دو بزرگوں نے بطیب خاطر حضرتؒ کی خدمت اقدس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ احقر مذکورۃ الصدر حوالہ سے اڑھائی تین سال دارالعلوم حقانیہ رہا۔ حضرت کی ذاتی ڈاک کے جوابات لکھنے اور پھر حضرتؒ کی قدیم مسجد کے خطیب و امام جمعہ رہنے کے لحاظ سے تو حضرتؒ سے عجیب قرب رہا۔ مضمون پہلے طویل ہو چکا ہے اور اس عرصہ کی لذیذ حکایتیں دراز تر ہیں۔ اس لیے تدریس و افتاء اور حضرتؒ کے ایک گونہ پرائیویٹ سیکرٹری اور ذاتی خطیب کی حیثیت سے رہنے کے عرصہ کو واقعات کے بجائے تاثراتی طور پر سمیٹ رہا ہوں کہ میں نے اس عرصہ میں حضرتؒ کو ہر پہلو سے بے مثال اور جامع انسان پایا ہے۔ میں نے اس دوران جہاں حضرتؒ کو اقلیم علم کا تاجدار، مسند حدیث کا بے تاج بادشاہ، نادرۂ روزگار مہتمم اور مشفق ترین استاذ پایا ہے وہاں حضرتؒ کو ایک شفیق باپ ایک عظیم محسن، ایک عجیب و غریب مہربان میزبان ایک دردمند دوست، ایک حلیم و بردبار رفیق کار، مخلوق خدا کا بے حد ہمدرد اور محبوب حقیقی کا سچا عاشق معبود برحق کا بے ریا عابد اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اعلیٰ نمونہ پایا ہے۔ مخلوق خدا کے ساتھ بے حد ہمدردی دلسوزی دلجوئی اور تواضع و انکسار کے اظہار میں تو حضرتؒ کی نظیر تاریخ کے اوراق میں دور دور تک ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور خالق کی عبادت نماز دعائیہ کلمات کا وہ نرالا انداز

ہوتا کہ گویا جسم کا ہر سر مو عبادت گذار، سپاس گذار اور سراپا انکسار ہے۔

ہجرِ محبوب

اڑھائی تین سال کے بعد احقر نے نجم المدارس کی خدمات اپنے والدین گرامی اکابرین خانہ کے خواہش کے احترام خصوصاً حضرت والدہ صاحبہ کی صحت کے غیر تسلی بخش ہونے کی وجہ سے حضرتؒ سے باچشم گریاں و بادل بریاں اجازت چاہی۔ میرے جیسے بے قیمت مدرس اور بے ہمت خادم کا دارالعلوم حقانیہ کی بھری بزم میں کیا وزن تھا مگر حضرتؒ کی ذرہ نوازی کہ میرے رخصت چاہنے کے مسئلہ کو استعفے کا عنوان دیا۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے علاوہ اکابر اساتذہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زرویؒ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کو باقاعدہ مشورت کے لیے بلایا اور فرمایا عبدالحلیم صاحب جانا چاہتا ہے۔ پھر احقر کے والد صاحب کے مکتوب کو جو حضرتؒ کے نام میری اجازت کے سلسلہ میں تھا اساتذہ کرام کو مولانا سمیع الحق صاحب کے ذریعہ پڑھ کر سنوایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زرویؒ نے مجھے نجم المدارس کے لیے اجازت دینے کی سفارش کی اور یہ بھی خوب یاد ہے کہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے احقر کے وہاں پر روکنے کا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید عبدالحلیم کو کوئی شکایت ہو۔ احقر نے فوراً دخل دیتے ہوئے عرض کیا کہ استغفر اللہ استغفر اللہ احقر کو مادر علمی سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ میں واقعتاً انتہائی مجبوری سے حضرتؒ سے اجازت چاہتا ہوں۔ پھر گستاخی کرتے ہوئے عربی کا یہ شعر بھی پڑھا۔

فواللہ ما فارقتکم قالیاً لکم
ولکن ما یقضیٰ فسوف یکون

فنا فی الشیخ اور مثالی تواضع

مضمون کے اختتام پر حضرت کی حیاتِ طیبہ میں میں نے جو ممتاز دو چیزیں دیکھی ہیں وہ لکھتا ہوں۔ ایک حضرت کا فنا فی الشیخ ہونا ہے۔ اپنے شیخ حضرت مدنیؒ کا اسم گرامی جب لیتے تو یوں محسوس ہوتا کہ حضرت سراپا قربان ہو رہے ہیں۔ جب حضرت فرماتے کہ "حضرت شیخ" تو یوں لگتا کہ جیسے ان کلمات کے نکلتے ہی کمرہ نور سے بھر گیا ہے۔ فضا روحانیت سے معمور ہو گئی ہے۔ بعض اوقات آپؒ فرماتے کہ "امیر المومنین فی الحدیث حضرت شیخؒ"

میں نے زندگی میں پہلی بار امیر المومنین فی الحدیث کا محاورہ حضرت شیخؒ کے زبان مبارک سے سنا اور اتنا بھلا لگا کہ قلب و دماغ باغ باغ ہو گئے اور اس کے بعد میں جب حضرت شیخؒ کو خط لکھتا تو عام طور پر میں حضرت شیخ کے لیے امیر المومنین فی الحدیث کا لقب استعمال کرتا۔

دوسری چیز بے مثال تواضع

جس کا اب حضرت کے جانے کے بعد تصور بھی ناممکن ہے کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز کا باب بند ہو گیا لیکن عام طور پر اس میں مبالغہ ہوتا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حضرت کے سانحۂ ارتحال سے تواضع کا باب بند ہو گیا، تواضع کا دور لد گیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ حضرتؒ کے تواضع کے عنوان سے مضمون لکھا جائے تو مستقل کتاب بنے گی۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ جب احقر جمعہ کے بیان و خطبہ اور نمازِ جمعہ سے فارغ ہوتا اور حضرت کی طرف منہ موڑ کر دیکھتا تو یوں محسوس ہوتا کہ حضرتؒ کے ہاتھ مبارک بے اختیار میری طرف اٹھ گئے اور اس انداز سے دعائیں دیتے کہ گویا میں نے کوئی بڑا کمال کر دیا ہے۔ کوئی آسمان سر پر اٹھا لیا ہے حالانکہ احقر کی طرح بیسیوں افراد اس کے شائق تھے کہ حضرتؒ کی مسجد میں بیان فرما دیں اور احقر کے لیے یہ بڑا اعزاز تھا کہ حضرت کے جمعہ کا خطیب و امام بن جاؤں۔ لیکن حضرت کی زبان مبارک پر بار بار یہ جملے ہوتے کہ (اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے آپ نے میرا بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے)۔ ایسی پاک ہستی کو اب ہم کیسے بھلا سکتے ہیں۔ اس شعر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں

کہاں پائیں گے ہم ترا نقشِ ثانی
سدا روئیں گے ہم تجھے یاد کر کے

قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ

پیکرِ حلم و تواضع

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے یہ تلمیذِ رشید اپنے استاذ کی طرح کسی کو بھی اپنے سے حقیر وکمتر سمجھنے کے روادار نہ تھے یہی وجہ تھی کہ نہ صرف تنقید سُننے کا حوصلہ تھا بلکہ بڑی ہمت کے ساتھ اس کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی تھا۔ کیا حقیقی تواضع کے بغیر عملاً اس رویے کو اپنانا آسان ہے؟

حضرت مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

عام طور پر مکیاوَلی کی کتاب THE PRINCE کو ناپسند کیا جاتا ہے کہ اُس نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کے جھوٹ اور دھوکے وفریب کی ہ دکھلائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ غریب مصنّف کا اضافی قصور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس نے مزعومہ طرقِ کامیابی کے اظہار میں اضمار سے بالکل کام نہیں لیا ہے بلکہ کسی لگی لپٹی کے بغیر وہی الفاظ واصطلاحات استعمال کی ہیں جو اگرچہ بدنامِ زمانہ تو ہیں لیکن از روئے دلالت صاف وصریح اور براہِ راست انہیں طرق کے لیے موضوع ومقرر ہیں، نہیں تو مطالب ومعانی کے اعتبار سے مکیاوَلی اور دُوسرے معلّمین میں کوئی فرق نہیں، سب کے سب اوروں کی ہلاکت وبربادی پر اپنی تعمیر وترقی کی بنیاد رکھنے کی پٹی پڑھانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔

مکیاوَلی طرزِ تعلیم

آج سے دس پندرہ سال پہلے مشہور امریکی ڈیل کارنیگی کی ایک کتاب ہاتھ لگی۔ یہ کتاب بالخصوص اسی موضوع پر لکھی گئی تھی کہ زندگی میں کامیابی کا راز کیا ہے؟ لیکن ایک سرسری مطالعے ہی سے معلوم ہوا کہ اُخروی کامیابی کا تو ذکر ہی کیا، اس پر عمل کرنے سے تو دُنیاوی کامیابی بھی سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔ کتاب کی اصل رُوح یہ تھی کہ اپنے مقصود ومطلوب کو عبارت آرائیوں اور نفسیاتی حیلہ گریوں سے مخاطب کا مقصود ومطلوب ثابت کیا جائے اور پھر اس کی تحصیل میں اسی کو استعمال کیا جائے لیکن ظاہر ہے کہ دو چار دفعہ کا سابقہ پیش آجانے کے بعد مخاطب اس اندازِ گفتگو میں چھپی ہوئی خود غرضی کو بھانپ لے گا جس سے اس کو مزید احمق بنانے کی راہیں مسدود ہوجائیں گی جبکہ یہی تحمیق ہی تو کامیابی حاصل کرنے کا محور ومدار ٹھہری تھی۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں جامعیت

امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کتنا ہی ذہین وفطین اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل کیوں نہ ہو زندگی کے واقعات وتجربات سے استخراجِ نتائج میں غلطی وخطا سے مبرّا نہیں۔ تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں بے شمار حکماء وعقلاء گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک نے کامیابی حاصل کرنے کے گُر بتلانے کی کوشش کی ہے لیکن ان میں سے کسی کے اقوال وافکار میں وہ جامعیت اور ہمہ جہتی افادیت موجود نہیں ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور ان کے فیض یافتگان کے حکیمانہ فرمودات وارشادات میں پائی جاتی ہے۔

روحانی اور جسمانی کامیابی کا باہمی رابطہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصولِ کامیابی کی طرف راہنمائی میں ان دو گروہوں کے درمیان رسائی ونارسائی کا یہ عظیم فرق کیوں ہے؟ اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے کسی قدر توطئے وتمہید کی ضرورت ہے۔

ارواحِ انسانی اگرچہ قدیم اور ازلی تو نہیں لیکن لافانی اور ابدی ضرور ہیں، ان کی دُنیاوی اور اُخروی زندگیاں مل کر اس ابدیت کی تشکیل کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ابدی مخلوق کے حق میں وہی کامیابی کامل ومکمل کہلائی جاسکتی ہے جو اس کی ابدی زندگی کو شامل ہو فقط دنیاوی یا اُخروی کامیابی کو پوری کامیابی ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز یہ حقیقت بھی حد درجہ لائقِ اعتناء ہے کہ اگرچہ انسان جسم اور رُوح کا مرکب ہے لیکن کامیابی وناکامی کے سلسلے میں روح اصل اور جسم اس کا تابع ہے۔ روح کی کامیابی کے بغیر جسم کی کامیابی کا احتمال عقلی اور امکان منطقی ہو تو ہو لیکن واقعات کی دُنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ روحانی کامیابی کے بغیر جسمانی کامیابی کی مثال اُس مسافر کی سی ہے جو کسی ریل گاڑی کے فسٹ کلاس یا ائیرکنڈیشنڈ بوگی میں نرم ونازک صوفے کی کھلی نشست پر پیر پھیلائے دراز ہو لیکن ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے چیکر کے خوف سے اس کا لمحہ لمحہ بے کلی میں کٹ رہا ہو

اور اس کے چہرے پر اڑتی ہوئی ہوائیاں اس کی اندرونی بدحالی کی غمازی کررہی ہوں۔ اسی صورتِ حال کی ایک دوسرے انداز سے بہت عمدہ توضیح اس حدیثِ قدسی سے بھی ہوتی ہے:۔

ابن آدم تفرّغ لعبادتی املاء صدرك غنیً واسد فقرك وان لاتفعل ملأت یدك شغلاً ولم اسد فقرك۔ (مشكوٰة كتاب الرقاق)

(ترجمہ) "آدم زادے! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کرلیں تیرے سینے کو بے پرواہی سے بھر دوں گا اور تیری حاجات کو پورا کردوں گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھوں کو تو مصروفِ کار کردوں گا لیکن تیری ضروریات کو پورا نہیں کروں گا۔"

عقل کا دائرہ ادراک اور نورِ وحی کی ضرورت

اب مذکورہ بالا سوال کا جواب آسان ہو گیا اور وہ اس طرح سے کہ نورِ وحی سے محروم حکماء و عقلاء تو فقط عقل سے طرقِ کامیابی کی تعیین کی کوشش کرتے ہیں جبکہ بیچاری عقل تو انسان کی کیلی دُنیاوی زندگی کا احاطہ بھی نہیں کرسکتی چہ جائیکہ فوز و فلاح کے اصول و ضوابط وضع کرنے میں اُخروی زندگی کی ان لامحدود وسعتوں کی رعایت کرسکے جو نہ صرف نامانوس و نادیدہ ہیں بلکہ ناقابلِ تصوّر بھی ہیں بخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کہ ان کی ہدایات و تعلیمات میں بیک وقت دُنیا و آخرت کے حِکَمْ و مصالح مرعی و ملحوظ ہوتے ہیں کیونکہ نورِ نبوّت سے ان کا دائرۂ ادراک پھیل کر ابدی زندگی اور اس کی تفصیلات پر حاوی ہوجاتا ہے۔

رہی یہ بات کہ عقل فقط دنیاوی زندگی کے تجزیئے میں بھی ناکام کیوں ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی بمقابلۂ آخرت بہت تنگ و محدود ہونے کے باوجود فی نفسہٖ بہت زیادہ متنوّع و متشعب ہے۔ عقل کے لیے ہر نوع و شعب کے جملہ مسائل اور ان سب کا صحیح صحیح حل معلوم کرنا آسان نہیں، علاوہ ازیں مجاورتِ جسم کی بدولت وہ عام طور پر جسمانی تقاضوں سے مغلوب و متاثر ہوتی ہے۔ نتیجتہً ابدی زندگی کی پوری پوری کامیابی کی تدابیر تلاش کرنے میں اس کے فیصلے ادھورے اور ناتمام ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتسلیمات کے فرمودات میں گیرائی اور گہرائی کے حسنِ معنوی کے ساتھ ساتھ حسنِ صوری کی بھی فراوانی ہوتی ہے۔ یہ وصف بھی ہر پیغمبر کے کلام میں پایا جاتا ہے، لیکن جوامع الکلم کا اعزاز پانے والے نبیٔ آخرالزمان کے ارشادات تو اس کا شاہکار ہیں۔ آپؐ کی احادیثِ مبارکہ میں اضداد و متقابلات کا بہت ہی خوشگوار اجتماع ہوتا ہے۔ یہ تقابل و تضاد نہ صرف الفاظ کے مفاہیمِ شخصیہ میں بلکہ ان کی صفاتِ کلیہ میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔ مثلاً احادیث میں سلاست و روانی بھی ہوتی ہے اور ایجاز و اختصار بھی، کلمات کا ابتذال بھی ہوتا ہے اور عظمت و شکوہ بھی، حالانکہ عام طور پر سلاست کے ساتھ طوالت اور ایجاز و اختصار کے ساتھ تعقید و اغلاق پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عموماً ابتذال کسی قدر سُبکی و خستگی اور عظمت و شکوہ غرابت سے آلودہ ہوجاتے ہیں۔

احادیث کے لفظی اور معنوی محاسن

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں حدیث عنوان کا جائزہ لیجئے تو محسوس ہوگا کہ حدیث کیا، لفظی و معنوی محاسن کا مرقع ہے تواضع و رفعت یعنی پستی و بلندی کی ضدیت اور دونوں لفظوں کے متخالف عادی صفاتِ کلیہ کے اجتماع نے صاحبِ کلام کے افصح العرب ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت مہیا کیا ہے۔ تواضع و رفعت اور حدیث کی بقیہ ساخت و ترکیب کو فصاحت و بلاغت کی لفظی کسوٹی سے پرکھئے، حسنِ الفاظ اور حسنِ کلام کی وہ کون سی خوبی و کمال ہے جس کی یہاں ادنیٰ سے ادنیٰ کسر رہ گئی ہو ــــ یہ تو حدیث کی جودتِ لفظی کا حال ہے، رہی اس کی جودت و جزالتِ معنوی کہ جو بظاہر بہت مُستبعد و محال نظر آتی ہے کہ پستی تو پستی ہی کو جنم دے گی اس سے رفعت کیونکر پیدا ہوگی اور جس پر پیغمبر کی صداقت اور مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی کا کلامِ الٰہی ہونا بھی موقوف ہے۔ سو پوری تاریخِ انسانی اس کی گواہ ہے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی زندگی اور موت اس کی تازہ ترین مثال و مؤید ہے۔

مولانا عبدالحقؒ کی حیات اور علمِ حدیث کی برکات

حضرت مولانا صاحب مرحوم کو ربّ تعالیٰ نے بہت زیادہ پُرشکوہ زندگی و موت نصیب فرمائی۔ راقم الحروف کی معلومات کی حد تک حضرت مولانا صاحب مرحوم کے خاندانی حالات اور آغازِ حیات میں مادّی نقطۂ نظر سے ایسا کوئی رمز و اشارہ نہیں پایا جاتا جس سے ایسے قابلِ رشک مستقبل کا پتہ لگایا جاسکے۔ ایک غریب خاندان میں جنم لینے والا بالکل ہی سیدھے سادے مگر صالح اور علم دوست والدین کا عام الاستعداد بیٹا قریبی گرد و پیش میں تحصیلِ علم کے کئی مراحل طے کرکے تحصیلِ مزید کیلئے بالآخر علم و عرفان کے مرکز دارالعلوم دیوبند پہنچ جاتا ہے اور کئی برس کے تعلیم و تعلّم کے بعد علم اور نورِ علم کی دولت سے مالا مال ہوکر اپنے مرزبوم اکوڑہ خٹک لوٹتا ہے تو اپنے محلّے کی مسجد میں بیٹھ کر وقت کے مروّجہ عمومی انداز میں طلبۂ علومِ دینیہ کو پڑھانے لگتا ہے معلوم نہیں کتنوں نے اُس سے علم کے ساتھ ساتھ نورِ علم بھی حاصل کیا ہوگا لیکن خود تو علم سے بڑھ کر نورِ علم کے حوالے سے بہت زیادہ مشہور و معروف ہوگئے۔ اس نورِ علم میں بلاشبہ بہت سی دوسری صفاتِ علمیہ کو بھی دخل ہوگا لیکن صفت تواضع و انکسار اس قدر عیاں و نمایاں تھی کہ ہر ملنے والے کو پہلے ہی واہلے میں اس کا بہت شدّت سے احساس ہوجاتا۔ مجھے اس فیصلے میں کسی ریب و تردّد کا شائبہ تک نہیں گذرتا کہ مولانا مرحومؒ کی عظمت و رفعت اسی عجز و انکسار کا

بجہ بھی، نہیں تو عقل و علم میں ان کے کئی دوسرے ہمعصروں کو اُن کے ہم پایہ لمہ فائق بھی مانا جا سکتا ہے لیکن قدر و منزلت کا جو عالی مقام مولانا مرحومؒ کے حصے میں آیا وہ تو کیا اس کا ایک معتدبہ حصہ بھی کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ غا کہ تواضع ہی تے ان کو سید الطائفہ اور سرخیلِ علماء کا مقامِ رفیع بخشا اب بھی من تواضع لله رفعه الله کی صداقت میں کوئی گنجلک باقی ہے۔

آج کی دنیا میں مادیات کا غلغلہ ہے اور اسی کی چمک دمک نے نگاہوں کو خیرہ اور حِسّ کو چکاچوند کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان مادی اشیاء کی تحقیق میں بہت آگے نکل گیا ہے۔ اعیان تو کیا مادی اعراض کی کمیت و کیفیت معلوم کرنے کے لیے بڑے حساس قسم کے آلات تیار کیے گئے ہیں، لیکن اقدار اور روحانی فضائل و رزائل سے اس کو کوئی سروکار نہیں، کیا عجب اگر ان پر بھی توجہ اسی قدر مرتکز کی جاتی تو اس کی پیمائش کے خاطر خواہ طریقے دریافت ہوتے لیکن چونکہ ایسا نہیں ہو سکا ہے اس لیے ہم مولانا مرحومؒ کی تواضع کی بھی ٹھیک ٹھیک مقدار تو معلوم نہیں کر سکتے لیکن دورانِ طالبعلمی احقر نے دارالعلوم حقانیہ میں مولانا مرحوم کے بہت سے ایسے واقعات دیکھے جس سے محسوس ہوتا تھا کہ اُن کا جامِ تواضع اس قدر لبالب ہے کہ عنقریب چھلک پڑنے کو ہے۔

انکسار و تحمل اور شیخ مدنیؒ کا پرتو

کسی زمانے میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب دارالعلوم حقانیہ کے مدرس تھے وہ نہ صرف جماعت اسلامی سے وابستہ بلکہ مولانا مودودی مرحوم کے علمی مشیر یا وکیل کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ کئی اختلافی مسائل کی وجہ سے علماء کا ایک بڑا طبقہ مولانا مودودی مرحوم پر سخت برہم تھا مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم نہ صرف اس برہمی میں پیش پیش تھے بلکہ انہی کی مساعی سے پاکستان کے عامۃ المسلمین خصوصاً مدارسِ دینیہ کے طلبہ میں مولانا مودودی مرحوم کے ساتھ رشتے و تعلق کو بہت ناپسند قرار دیا جاتا تھا، خدا معلوم اسی رشتے و تعلق کی وجہ سے یا کسی دوسرے عارض کی بناء پر مولانا مرحوم نے مفتی صاحب کو دارالعلوم حقانیہ کی مدرسی سے سبکدوش کیا تھا مفتی صاحب نے مولانا کے اس فیصلے کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ احقر نے خود تو اس کتاب کو دیکھا نہیں لیکن سنا تھا کہ اس میں قضا علی الغائب کے عدم جواز کو مولانا مرحوم کے فیصلے کی غلطی کی بنیاد بنایا گیا تھا۔

اس قضیئے کا یہ تمام سلسلہ دارالعلوم حقانیہ میں میرا داخلہ لینے سے پہلے گذر چکا تھا۔ جو کچھ مقصودِ بیان ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے مفتی صاحب کی اسی کتاب کا رد لکھا تھا۔ مولانا مرحوم کے متعلقین میں سے کسی صاحب نے دفتر دارالعلوم میں اس جوابی کتاب کے ذکر سے مولانا مرحوم کو متوجہ کیا اور پھر کسی قدر جذباتی انداز میں یہ یا اس کے قریب المفہوم کوئی جملہ کہا "اُن کا خیال ہے کہ ہر کوئی ان کے مقابلے میں سکوت ہی اختیار کرے گا!" وہ صاحب اس پر مزید تبصرہ کرنے کے مُوڈ میں دکھائی دے رہے تھے، لیکن مولانا مرحوم کی معنی خیز خاموشی اور آنکھوں سے برستی ہوئی ناگواری نے اُن کو باز رکھا۔ اگرچہ کسی کی ہیئت و ادا سے اُس کے منشاء و مقصود پر استدلال کرنا اچھی خاصی ذہانت اور تجربے کے بعد ہی ممکن ہے۔ جبکہ ذہانت کی قابلِ لحاظ مقدار کے لیے تو احقر آج بھی ترس رہا ہے اُس وقت کیا ہوتی اور مولانا مرحوم کے بارے میں اُس وقت تک تجربہ بھی حاصل نہ تھا لیکن مولانا مرحوم کی یہ ہیئت و ادا دلالت میں اس قدر واضح تھی کہ اس کا منشا سمجھنے میں کوئی ہچکچاہٹ پیش نہ آئی اور بعد کے تجربات نے تو اس پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے یہ تلمیذِ رشید اپنے استاذ کی طرح کسی کو بھی اپنے سے حقیر و کمتر سمجھنے اور قرار دینے کا روادار نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نہ صرف تنقید سُننے کا تحمل تھا بلکہ بڑی آمادگی کے ساتھ اس کو ہضم کرنے کا حوصلہ بھی تھا۔ کیا حقیقی تواضع کے بغیر عملاً اس رویئے کو اپنانا آسان ہے؟

تواضع کا بے مثال واقعہ

دارالعلوم حقانیہ کے زمانۂ طالب علمی میں غیر حاضری یا کسی دوسری قانونی خلاف ورزی پر میرا کئی روز کا کھانا بند کر دیا گیا تھا۔ اُس وقت مدارس کے مہتممین اور ناظمین کے بارے میں میرا رویہ خاصہ جارحانہ ہوا کرتا تھا، کسی بھی جُرم کی پاداش سے گلوخلاصی کے لیے عذر و معذرت کے بجائے مدرسہ کے ذمہ داروں کی خلاف ورزیوں کا ڈھول پیٹنا میرا سب سے بڑا کمال تھا۔ مولانا اللہ نور صاحب افغانی مدظلہ میرے رفیقِ درس تھے۔ طالب علمی ہی سے بہت سلجھے ہوئے اور حوصلہ مند شخصیت کے مالک ہیں۔ عمر، عقل اور قابلیت ہر لحاظ سے مجھ سے بڑے اور فائق تھے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ میں اپنے بارے میں اُن کی خصوصی خیر خواہی اور ہمدردی سے کافی متاثر تھا، غالباً انہوں نے مدرسے کی زیادتی اور اپنی بے گناہی کے موضوع پر میری یاوہ گوئی سُنی ہوگی، چنانچہ وہ مجھے اس نصیحت و تلقین کے ساتھ دفترِ اہتمام میں مولانا مرحوم کے پاس لے گئے کہ تم بالکل خاموش رہو گے میں ہی صُلح صفائی سے تمہارا کھانا واگذار کراؤں گا۔ پوری تفصیلات تو یاد نہیں لیکن شاید میری طرف سے مولانا اللہ نور صاحب کے اعتذار پر مولانا مرحوم نے ضعفِ عذر کی طرف اشارہ فرمایا تو گویا میرے غیض و غضب کے بارود خانے کو شتابہ دکھایا۔ چنانچہ چشم زدن میں بے ادبی کا وہ دھماکہ ہوا جس نے خاموشی کے وعدے، مولانا مرحوم جیسے فرشتہ خصلت عالم اور دارالعلوم جیسے مؤقر دینی ادارے کے احترام و تقدس جیسی قیمتی قدروں کو بھک سے اُڑا دیا۔ مولانا اللہ نور صاحب منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش ہو جانے کا بار بار اشارہ فرماتے لیکن میں کسی سکتے اور وقفے کے بغیر اپنی جوابی تقریر بلکہ حملہ جاری رکھے ہوئے تھا اور مصلحت یا مروت کی جُملہ تئی و پرانی قانونی استثنادات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان میں سے ایک ایک کو

دفتر والوں کی گردن زدنی کی وجہ دجوب بنا بنا کر پیش کر رہا تھا لیکن داد دیجئے اس منکسر المزاج، درویش منش اور داخلے و اخراج اور سزا و معافی کے بارے میں کسی بھی بندے کے سامنے غیر مسئول اس مہتمم کے حیران کن ثبات و استقامت کی کہ اس پورے طوفان و طغیان کے دوران سوائے میرے منہ کو تکتے رہنے کے ان کے حال یا قال سے کوئی برہمی یا بیزاری ظاہر نہیں ہوئی بلکہ کھانے کی واگذاری کے ساتھ ہم دونوں کو رخصت فرمایا۔

پروردگار! تو ہی ستار و غفار ہے، ہم قول و فعل کی ایسی تمام بیہودگیوں پر سخت شرمندہ و شرمسار ہیں۔ مولائے کریم! ماضی کے ہر گناہ کی مغفرت فرما اور مستقبل کے ہر گناہ سے محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین

اسراف سے اجتناب اور تنبیہ کا پیارا انداز

موسم گرما کی ایک دھند آلود سہ پہر تھی اور میں بالکل ہی اکیلا دار الحدیث میں بیٹھا کسی درسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ شاید جمعہ کا دن ہو گا جو دار الحدیث طلبہ سے خالی تھا ورنہ روزانہ اس وقت تو دار الحدیث میں مولانا مرحوم کا درسِ ترمذی ہوا کرتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہلکے ہلکے بادلوں اور ٹھنڈی ہوا نے فضا میں اس قدر خنکی گھول دی تھی کہ حبس سے موسم کی ساری تپش جاتی رہی تھی، مگر میں اس پوری صورتحال سے بے تعلق مطالعہ کتاب میں مستغرق تھا اور دار الحدیث کا ایک پنکھا میرے عین اوپر محوِ گردش تھا کہ اچانک بڑے دروازے کی طرف سے کسی کے بہت تیزی کے ساتھ داخلے سے چونک پڑا تو دیکھا کہ مولانا محترم نہایت شاکی نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے ریگولیٹر کی جانب بڑھ رہے ہیں، کسی زبانی کلامی طنز و تعریض کے بغیر پنکھا بند فرمایا اور واپس نکل گئے اور پھر میں بھی اس غفلت و کوتاہی پر ندامت کے شدید احساس کے ساتھ کتاب بند کر کے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔

اِسلامی اخلاق کا بلند معیار

ضلع مردان اور اس کے آس پاس میں خصوصاً اور سرحد و بلوچستان بشمول شمال تا جنوب پھیلی ہوئی مغربی پٹی پر واقع قبائلی علاقہ جات اور ملحقہ افغانستان وغیرہ میں بعض علماء اور انکے حلقہ تراجم کی نسبت سے انکے مخصوص موقف کی بدولت خود ہی دیوبندی مکتبہ فکر میں بہت گرما گرم اختلاف برپا تھا اور اب بھی ہے مگر اس فرق کے ساتھ کہ اب فریقین نے تھک ہار کر اور ہر ایک نے فریقِ مخالف کے بالکلیہ استیصال سے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو برداشت کر لیا ہے اور آئے روز کی وہ دھینگا مشتیاں باقی نہیں رہیں جو ہماری طالب علمی کے زمانہ میں ہوتی تھیں۔ جانبین کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کرنا تو نہایت معتمد و مستند اور ارباب علم و فضل کا کام ہے لیکن اپنا خیال تو یہ ہے کہ نفسِ مسائل میں چنداں اختلاف نہیں۔ واقعات و جزئیات کی تفریع و تطبیق میں اگر دیانتدارانہ طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو ممکن ہے سرے سے اختلاف ہی باقی نہ رہے یا اس حد تک کم ہو جائے جس کو خوشدلی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ لیکن سارا کام بگاڑ کر رکھ دیا ہے حکمت اور موعظتِ حسنہ کے بجائے مناظرانہ بلکہ متحدیانہ اور مجادلانہ طرزِ گفتگو و تخاطب نے۔ فالی اللہ المشتکی

مولانا مرحوم ہمیشہ کے لیے اختلاف و افتراق کی ان معرکہ آرائیوں سے دور اور لاتعلق رہے، تاہم بربنائے اخلاق و مروت لوگوں کی غمی و خوشی میں ضروری حد تک شرکت فرمایا کرتے تھے۔ مذکورہ تراجمی حلقے غمی و خوشی کی ان سب تقریبات میں روا رہنے والی غیر مسنون رسوم اور بدعات کو مولانا مرحوم کی رضامندی اور مسلک پر محمول کرتے بلکہ ان کے بعض غیر محتاط منتسبین و متعلقین تو اعلانیہ ان کا نام لے کر نازیبا الفاظ استعمال کرتے — احقر کو مولانا مرحوم کی بے شمار مجالسِ پند و وعظ اور تعلیم و تدریس میں شرکت کا موقع ملا لیکن مجال ہے کہ صراحتہً تو کیا اشاروں کنایوں میں بھی اپنے بارے میں کسی کی بدتمیزی کا نوٹس لیا ہو!۔ اسلامی اخلاق کی فضیلت و اہمیت پر لمبی لمبی تقریریں کرنے والے اور ان کی علمی باریکیوں پر دادِ تحسین دینے والے تو بہت ملیں گے لیکن واقعات کی دنیا میں برت کر دکھانے والے ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کیے جا سکتے ہیں — ایسے موقعوں پر رہ رہ کر اپنے ایک مرحوم استاد کی بیان کردہ یہ حکایت یاد آتی ہے کہ کسی نے غالبًا ابوالبرکات بغدادیؒ سے شیخ بو علی سیناؒ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ آپ نے فرمایا "اخلاق ندارد"۔ کسی نے جا کر شیخ کو بتلا دیا شیخؒ نے اخلاق کے موضوع پر پوری کتاب لکھ کر ابوالبرکات بغدادیؒ کے پاس بھیجدی۔ آپ نے کتاب دیکھ کر فرمایا کہ میں نے کب کہا تھا کہ "اخلاق نداند" میں نے تو یہ کہا تھا کہ "اخلاق ندارد"۔ — معلوم نہیں کہ حکایت کس حد تک صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قول و فعل کے درمیان بڑے لمبے لمبے فاصلے ہیں اور مطلوب حال ہے قال نہیں۔

مولانا مرحوم کی دنیوی رفعت و عظمت کا تو ہر دیکھنے اور سننے والے کو اعتراف ہے، یہ پیش پا افتادہ حقیقت تو محتاج بیان نہیں انکی اخروی قدر و منزلت بھی شب و روز کے مشاغل و معمولات، وظائف عبدیت کے اہتمام اور عامۃ المسلمین بالخصوص علماء و صالحین میں اس کی ہر دلعزیزی و قبولِ عام سے یہی کچھ مترشح ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی کے مقبولین و مقربین میں سے تھے۔

اللّٰھمّ اغفر لنا ولہٗ وسائر المسلمین
وارزق اعلی الدرجات فی اعلیٰ علیّین
امین ثم امین

ترتیب : حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ
نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اپنے معالجین کی نظر میں

حضرت شیخ الحدیث کے تمام معالجین بیک زبان اس بات پر متفق ہیں کہ مولانا عبدالحقؒ عالم باعمل، بہترین معلم، صابر و شاکر، متحمل مزاج، نہایت بردبار، راضی بہ رضا، محبت کرنے والے، مخلص دعاگو سراپا عجز و انکسار، محبت کرنے والے، تحفے عنایت فرمانے والے، بہترین حسنِ اخلاق کے مالک، خندہ جبین، معاملہ فہم، زیرک اور ہمہ جہت بلند اخلاقی اقدار سے متصف تھے

حضرت شیخ الحدیثؒ بھی ایک انسان تھے اور انسانی تقاضوں سے معمور بھی، بیمار ہوتے تو روحانی معالجے کے ساتھ ساتھ مادی علاج کی سنت پر بھی عمل پیرا رہتے تھے۔ پھر حضرت پر بعض بڑے امراض کا حملہ بھی ہوا، جان لیوا بیماریاں بھی آئیں آنکھوں کی بینائی کا مسئلہ بھی پیش آیا۔ بارہا ہسپتالوں میں داخلے اور معالجے کے مراحل بھی آتے سرحد کے سپیشلسٹ اور ماہرین ڈاکٹروں سے علاج، معائنہ اور مشاورتیں بھی ہوتی رہیں۔ مخدوم زادہ حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ نے گذشتہ ہفتے حضرتؒ کی سیرت و سوانح کے اس اہم باب کی تکمیل اور اس سلسلہ میں مصدقہ واقعات اور مشاہدات اور خود معالجین کے تاثرات کی تحصیل کے سلسلہ میں بھرپور دلچسپی لی اور ایک سوالنامہ بھی مرتب کیا حضرت کے تمام معالجین جن سے بحالات موجودہ ملاقات و استفادہ ممکن تھا۔ سے فرداً فرداً ملے اور سوالنامہ بھی پیش کیا بعض حضرات نے اسی وقت اور بعض نے بعد میں ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرمائے۔ ذیل میں ان تمام معالجین کے تاثرات شاہدات اور چشم دید واقعات مع اصل سوالنامہ کے نذر قارئین ہیں جو اب تک ادارے کو موصول ہو چکے ہیں

۱۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے بارے میں بحیثیت معالج آپ کی کیا رائے ہے؟۔

۲۔ آپ کو کتنی مرتبہ ان کے علاج کے مواقع ملے، ہر بار کیسے پایا؟

۳۔ مولانا عبدالحقؒ بحیثیت مریض کے آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

۴۔ معالج سے تعلق معاملہ اور اخلاق کیا تھے؟

۵۔ علمی اور دینی اعتبار سے ان کی شخصیت کے کس پہلو سے آپ زیادہ متاثر ہیں؟

۶۔ کیا آپ کو ان سے کوئی علمی استفادہ علمی بحث یا ورد و وظیفہ کے حصول کا موقعہ ملا۔

۷۔ جب مولانا عبدالحق ہسپتال میں داخل ہوتے تو بیمار پرسی کرنیوالوں کا بھی ہجوم ہوتا۔ ایسے مواقع پر ہسپتال کے عملہ اور خدام کے مولانا عبدالحق کے بارے میں تاثرات کیا ہوا کرتے تھے!

۸۔ مولانا عبدالحق کے بارے میں کوئی اہم بات یا واقعہ یا معاملہ یا مشاہدہ جو آپ کو یاد ہو؟

محترم جناب ڈاکٹر پروفیسر ناصر الدین اعظم فزیشن سرحد

۱۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نہایت ہی صابر اور متوکل اور شکایت نہ کرنے والے انسان تھے۔

۲۔ مجھے بے شمار مرتبہ ان کی خدمت اور معالجے کا اعزاز حاصل ہوا اور ہر موقع پر پہلے سے زیادہ صابر و شاکر پایا۔

۳۔ باوجود کافی جسمانی تکالیف کے انہوں نے کبھی بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

۴۔ میرے ساتھ ان کے تعلقات ایک دلی دوست، ایک ہمدرد ساتھی اور ایک مشفق بزرگ کے تھے۔

۵۔ وہ معاملہ فہم، زیرک اور لامحدود علم کے مالک تھے۔

۶۔ جی ہاں! جب کبھی بھی ٹیڑھے سیدھے سوالات کئے تو انہوں نے مجھے جنت اور ہدایت کا راستہ دکھایا۔

۷۔ تمام سینئر ڈاکٹر جونئر ڈاکٹر، نرسیں اور دیگر عملہ کے افراد

یکساں طور پر متاثر تھے ۔

٨ ۔ میں نئی نئی تعلیم حاصل کر کے جب وطن پہنچا تو اس ماحول میں قدرے ناخوش تھا لیکن حضرت مولانا نے میرے دل کے حالات کو مدنظر رکھ کر مجھے ایسی ہمدردی اور نصیحت دی کہ میں ناخوشگواری کو بھی اچھی طرح گذار سکوں ۔

جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد نواز صاحب . آئی سپیشلسٹ، صوبہ سرحد

١ ۔ مولانا صاحب ایک شریف النفس، منکسر المزاج اور متقی وجیّد عالم دین تھے ۔

٢ ۔ میں کوئی پچیس سال سے تادم آخر مولانا صاحب کی آنکھوں کا علاج کرتا رہا، ہر دوسرے یا تیسرے مہینے وہ معائنہ کے لیے تشریف لاتے، ہر بار انہیں راضی بہ رضا، متحمل مزاج، شاکر وصابر پایا۔

٣ ۔ مولانا صاحب علاج کے سلسلے میں ہر ہدایت کی پابندی سے پیروی کرتے تھے، بہت ممنون، مشکور و دعاگو انسان تھے اکثر کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے ۔ عطر گلاب ان کا پسندیدہ تحفہ تھا ایک مرتبہ مشرقی پاکستان سے میرے لیے ایک تہبند لاتے ۔

٤ ۔ بہت قدر دان اور بہترین حسن اخلاق کے مالک تھے نہایت شفقت محبت وخلوص سے ملتے تھے ۔

٥ ۔ دارالعلوم حقانیہ ان کی دینی وعلمی کاوشوں کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے ۔ ان کے دین کے اس جذبہ خدمت سے میں بہت متاثر ہوا ہوں ۔

٦ ۔ براہ راست تو زیادہ موقعہ نہیں ملا لیکن بالواسطہ ان کے رسالہ الحق جو انہوں نے اعزازی طور پر میرے نام جاری کر دیا تھا اور ان کے خطبات کے مجموعے " دعوات حق " جو دو جلدوں پر مشتمل ہے ۔ اور انہوں نے تحفتاً مجھے عنایت کیا تھا سے میرے دینی علم میں کافی اضافہ ہوا اور ہو رہا ہے ۔

٧ ۔ ہسپتال کا سارا عملہ انہیں عقیدت واحترام کی نظروں سے دیکھتا تھا انہیں ایک بزرگ نیک عالم دین خیال کرتے اور سب ان کی خدمت کر اپنی سعادت سمجھتے تھے ۔

٨ ۔ میری والدہ صاحبہ کے انتقال پر، حالانکہ مولانا صاحب کو مطلع نہیں کیا گیا تھا ۔ انہوں نے از خود دارالعلوم حقانیہ میں والدہ صاحبہ کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن شریف کروایا ۔ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا اس واقعہ نے مجھے انکی محبت وخلوص سے بے حد متاثر کیا ۔

صوبہ سرحد کے ممتاز آئی سپیشلسٹ

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد خان

حضرت شیخ الحدیث مرحوم کو کافی عرصے سے آنکھ میں کالے پانی کے معارضے کی شکایت تھی جس کی وجہ سے مرحوم کی ایک آنکھ کی نظر بالکل ضائع ہو چکی تھی اور دوسری آنکھ میں بھی یہ مرض کافی نقصان کر چکا تھا ۔

صابر وشاکر

مرحوم کی زندگی کے آخری چار پانچ سال میں مجھے ان کے علاج کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے ۔ بحیثیت معالج میں نے حضرت مولانا مرحوم کو نہایت صابر وشاکر انسان پایا ۔ اگرچہ ان کی آنکھ کی تکلیف بہت شدید تھی لیکن میں نے مولانا مرحوم کی زبان مبارک سے کبھی شکایت کا ایک لفظ تک نہیں سنا ۔

معالج کیلئے تعلیم کا اہتمام

مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ جب بھی میں آنکھ کے معائنہ اور دوائی تجویز کرنے سے فارغ ہوتا تو مولانا مرحوم مخلوق خدا کی خدمت کے متعلق ایک دو حدیث ارشاد فرماتے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے بعد رخصت ہو جاتے ۔ مجھے مولانا مرحوم کے ساتھ دو تین مرتبہ ان کے مدرسے میں اور ان کے گھر میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ۔

ایک ناقابل فراموش واقعہ

ان کے مدرسے میں ملاقات کا ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے یہ غالباً ١٩٨٤ء تھا صوبہ سرحد کے مرد آہن جناب فضل حق صاحب مرحوم صوبہ سرحد کے گورنر تھے وہ اکوڑہ خٹک میں افغان مہاجرین کے لیے ٹیوب ویل کا افتتاح کرنے گئے تھے ۔ تقریب کے دوران زبردست بارش شروع ہوئی چنانچہ جرنیل صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جائے وقوع سے بھاگ کر مدرسہ حقانیہ میں پناہ لینی پڑی، مدرسے میں اس وقت حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم حسب معمول درس حدیث دے رہے تھے مولانا مرحوم نے جرنیل صاحب کی اسی طرح خاطر ومدارت کی جس طرح وہ ہر مہمان کا کرتے تھے ۔ جرنیل صاحب مولانا مرحوم کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ جاتے جاتے جرنیل فضل حق نے مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں، مولانا مرحوم کو اللہ پاک نے سب کچھ دیا تھا چنانچہ انہوں نے جرنیل صاحب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آنکھوں کے عارضے کے علاوہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔

جرنیل صاحب نے ان کی آنکھ کے عارضے کی بات نوٹ کر لی اور پشاور واپس پہنچے تو سب سے پہلے مجھے حکم دیا کہ کل اکوڑہ خٹک جا کر مولانا صاحب کی آنکھوں کا معائنہ کر لوں ۔

چنانچہ اگلے دن میں صبح قریباً دس بجے مدرسہ حقانیہ پہنچا۔ گاڑی پارک کی تو کسی سے پوچھا کہ مولانا صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب درس حدیث میں مصروف ہیں اور گیارہ بجے تک فارغ ہو جائیں گے چنانچہ وہ آدمی مجھے کمرہ ملاقات میں لے گئے ابھی ہم بیٹھے تک نہیں تھے کہ مولانا مرحوم کمرہ ملاقات میں تشریف لے آئے اور مجھ سے بڑی گرم جوشی سے ملے مجھے بٹھایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے سیب کاٹ کاٹ کر مجھے کھلانے لگے۔

مرحوم کو میرے آنے کا کیسے پتہ چلا اور وہ کمرہ ملاقات میں کیسے پہنچے اس بات کا مجھے ابھی تک علم نہیں۔ اِس سرکاری ملاقات کے بعد مجھے مولانا مرحوم سے ایک دو بار ان کے ذاتی گھر میں ملاقات نصیب ہوئی ایک ملاقات میں میرے والد صاحب بھی میرے ساتھ تھے والد محترم کا اس ملاقات کے بعد مولانا صاحب جب بھی ملتے ذکر فرماتے اور خطوط میں بھی ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرتے حتیٰ کہ ایک دو ملاقاتوں میں ان کے لیے عطر کی شیشی کا تحفہ بھی عطا کیا۔ جس کا والد صاحب ابھی تک ذکر کرتے رہتے ہیں۔

سچے مومن کی سچی تصویر

میرے ذہن میں بحیثیت پڑھے لکھے مسلمان کا مومن کا جو تصور ہے، مولانا مرحوم اس تصور کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

اکرام ضیف میں قیام کا اہتمام

میں نے ان کی زبان مبارک سے قرآن اور حدیث کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سنی۔ میرے سامنے جتنے بھی مہمان مولانا مرحوم کے پاس آتے مولانا صاحب ہر ایک کے لیے اٹھتے ان سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ان کو بٹھلاتے اور ان کی اپنے مبارک ہاتھوں سے خاطر تواضع کرتے جاتے وقت وہ پھر ان کے لیے اُٹھتے اور بڑی گرم جوشی سے رخصت کرتے زندگی کے آخری سال میں وہ چونکہ خود نہیں اُٹھ سکتے تھے لیکن اپنے بیٹوں یا شاگردوں کا سہارا لے کر پھر بھی مہمانوں کو آتے ہوئے بھی دیکھ کر خوش آمدید کہتے اور جاتے وقت بھی اٹھ کر ان کو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے۔

علم حدیث کا خزانہ

مولانا مرحوم جسمانی لحاظ سے نہایت قدآور شخص تھے ملاقات کے وقت ان کے پرنور چہرے پہ ہلکا سا تبسم آجاتا تھا زندگی کے آخری سالوں میں بھی مولانا مرحوم کی یادداشت قابل رشک تھی زندگی کے ایک ایک معمول پہ وہ کئی کئی احادیث کا حوالہ دیتے وہ علم حدیث کا بیش بہا خزانہ تھے اور یہی وجہ تھی کہ زندگی کے آخری ایام تک علم کے پروانے ان کے گرد گھومتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالحقؒ کی دینی خدمات کی وجہ سے روس جیسی سپر پاور کو شکست ہوئی

مجھے مولانا مرحوم سے ان کی زندگی کے آخری ایام میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

وہ حیات شہید ہسپتال کے ۱۹۸۷ میں صاحب فراش تھے ڈاکٹروں نے حتی الوسع کوشش کی کہ ملاقاتیوں کا سلسلہ بند کیا جائے لیکن ملاقاتیوں کے جم غفیر کے سامنے وہ کامیاب نہیں ہوئے اور مولانا مرحوم اس سخت بیماری کی حالت میں بھی ملاقاتیوں کے ساتھ اسی طرح خندہ پیشانی سے ملتے جو ان کی زندگی میں ہمیشہ کا معمول رہا۔

پاکستان میں بالعموم اور صوبہ سرحد میں بالخصوص مولانا مرحوم نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک مثال رہے گی، بلکہ پاکستان کے علاوہ پڑوسی مسلمان ملک میں بھی ان ہی کی دینی خدمات کی وجہ سے روس جیسے سپر پاور کو شکست فاش ہوئی۔ اس تاریخی جنگ کے اکثر غازی اور شہید مولانا مرحوم کے شاگرد تھے۔

جناب ڈاکٹر حافظ پروفیسر ضیاء الاسلام صاحب پشاور
آئی سپیشلسٹ۔ سرحد

۱۔ وہ ایک بڑے اچھے اور صابر مریض تھے کبھی میں نے ان کے چہرہ پہ اپنے مرض کے بارے میں کوئی رنجش نہیں پائی۔

۲۔ میں ۱۹۷۸ء سے جب میں انگلینڈ سے واپس آیا تو ان کی آنکھوں کا معائنہ وقتاً فوقتاً کرتا رہا اور ہر دفعہ ان کو میں نے پہلے سے زیادہ اچھا اور صابر پایا۔

۳۔ وہ ایک بڑے صابر اور شکر گزار قسم کے انسان تھے ہر وقت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے رہتے تھے۔

۴۔ جناب حضرتؒ کے ساتھ تعلقات بہت دیرینہ تھے ان کی شخصیت پاکیزگی اور علمی حیثیت سے میں پہلے سے بہت متاثر تھا وہ مجھ سے بے حد شفقت کرتے تھے۔

۵۔ علمی حیثیت اس کی لامحدود تھی اور وہ بڑے ذہین اور معاملہ فہم انسان تھے۔

۶۔ ان کے ساتھ کئی مرتبہ آنکھوں کے متعلق معاملات پر علمی بحث ہوئی مثال کے طور پر پیوندکاری کا مسئلہ تھا جس کا انہوں نے بڑے اچھے انداز میں مجھے مطمئن کر دیا۔

۷۔ جب بھی وہ معائنہ کے لیے ہسپتال تشریف لاتے تو ہسپتال کے عملہ اور خدام کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کے ساتھ ملاقات کا شرف

حاصل ہو جائے اور کسی نہ کسی طریقے سے ان کی خدمت کا موقعہ ملے ۔

۵ ۔ حضرتؒ کے ساتھ جب بھی ملاقات ہوئی بحیثیت معالج تو انہوں نے ہمیشہ ہمیں ایک اچھے ڈاکٹر بننے کی تلقین کی اور یہ ہدایات دیتے رہے کہ اگر اپنے پیشے کو آپ نے صحیح طور پر انجام دے دیا تو یہ ایک بڑی اچھی عبادت ہے ۔

یونیورسٹی ٹاؤن پشاور میں جو مسجد بندہ کے زیر سایہ بنی تھی اس کا سنگ بنیاد اور اس کا افتتاح حضرت نے اپنے دست مبارک سے کیا تھا جس سے آج کل ارد گرد کے لوگ بڑی تعداد میں مستفید ہو رہے ہیں ۔ اس طرح جب بھی میں ملاقات کے لیے اکوڑہ خٹک گیا تو حضرت اپنے گھر میں اوپر کے اپنے کمرے میں بلا لیتے اور بڑے پیار اور شفقت سے نوازتے تھے ۔

محترم جناب ڈاکٹر محمد اقبال صافی ماہر امراض سینہ

۱ ۔ معالجین عموماً اس مریض کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس میں صبر تحمل اور حوصلہ ہو اور یہ اوصاف مولانا عبدالحق صاحب مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔

۲ ۔ مجھے متعدد بار حضرت مولانا صاحب سے معالج کی حیثیت سے ملاقات کے مواقع ملے ہر بار ان کو متحمل اور بردبار پایا کبھی بھی ان کو شکایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہر بار انتہائی خوش اخلاقی سے ملتے ۔ دارالعلوم ہو یا ان کا دولت خانہ ہمیشہ اکرام کرتے اور شفقت فرماتے تھے ۔

۳ ۔ بحیثیت شیخ الحدیث مرحوم بے حد صابر اور بردبار تھے ان کی متعدد تکالیف تھیں لیکن انہوں نے کبھی بیماری کی شکایت نہیں کی وہ فرماتے کہ عمر کا تقاضا ہے کمزوری ہے ۔

> ان کو ایک بات کا قلق ہوتا تھا کہ نظر اور بینائی کی کمزوری کی وجہ سے وہ قرآن کریم اور دینی کتب کا مطالعہ نہیں کر سکتے تھے ۔

۴ ۔ دینی لحاظ سے اونچے مرتبے اور دنیاوی لحاظ سے ایم این اے ہونے کے باوجود معالجین کے ساتھ ان کا تعلق انتہائی کریمانہ تھا حد درجہ انکساری کا اظہار فرماتے ، قریب بٹھاتے موسمی پھلوں اور خشک پھلوں سے خاطر مدارت فرماتے تھے ۔

۵ ۔ علمی اور دینی اعتبار سے ان کی شخصیت کے جس پہلو سے میں زیادہ متاثر ہوا ہوں وہ ان کا عمل تھا ان کا کردار ایک مومن کا کردار تھا ۔ وہ ایک باعمل عالم تھے ۔

۶ ۔ ۱۹۸۴ء میں مجھے حج بیت اللہ پر جانے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ میری روانگی جمعرات کو تھی ۔ بدھ کے دن میرے اکوڑہ خٹک کے دورے کے دوران ان سے شرف ملاقات نصیب ہوئی میں نے عرض کی ۔ حج بیت اللہ پر جانے کا ارادہ ہے کچھ نصیحت اور دعا فرمائیں ۔ انہوں نے والدین سے بہتر سلوک کرنے اور حقوق العباد کے بارے میں تاکیدی گفتگو فرمائی انہوں نے فرمایا کہ حج مبرور سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ماسوائے حقوق العباد کے جو کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتے ۔ میں نے مزید ہدایت اور علم کے حصول کے لیے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ طواف کے دوران مانگی جانے والی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے تو مجھے معاف کر دے اور دوسروں کے حقوق کے ضامن آپ بن جائیں اور مجھے معافی دلوا دیں ۔ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب دو آدمیوں کے درمیان ہونے والا معاملہ جب اللہ تعالے کے حضور پیش ہوگا تو جس پر زیادتی ہوئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ قیمتی پتھروں سے بنوایا جانے والا مکان دکھا دیں گے وہ شوق تجسس سے اللہ تعالے سے پوچھے گا کہ یہ مکان کس کے لیے بنوایا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تمہارا بھی ہو سکتا ہے اگر تم اس آدمی کو اپنا حق معاف کر دو ۔ اسی طرح اللہ تعالے مخلوق کے حقوق معاف کروانے کے ضامن بن جائیں گے ۔

۷ ۔ ہسپتال میں داخلے کے دوران شیخ الحدیث مرحوم سے زیادہ ملنے کا اتفاق نہیں ہوا ایک مرتبہ ہسپتال میں کسی کام سے گیا تھا ۔ برآمدے میں حضرت کے صاحبزادے مولانا انوار الحق سے ملاقات ہوئی ۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے اور مولانا انوار الحق صاحب بیمار پرسی کے لیے آنے والے حضرات سے نمٹنے کے لیے باہر کھڑے تھے تاکہ مریض کے پاس بیٹھنے سے زیادہ بھیڑ نہ ہو اور ہسپتال کے قوانین کی خلاف ورزی نہ ہو ۔

۸ ۔ مولانا صاحب ایک باعمل عالم تھے جیسے کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں ان سے ملاقات کے وقت ہر دفعہ کوئی نہ کوئی مفید بات مشاہدے میں آتی تھی ایک بار ملاقات کے دوران میں نے شیخ الحدیث مرحوم سے پوچھ کہ حضرت بعض اوقات تھوڑے بہت پیسوں کی بچت ہو جاتی ہے ۔ اس سے اگر انعامی بونڈ خریدے جائیں تو شرعی لحاظ سے اس کی حیثیت کیا ہوگی انہوں نے مسکرا کر فرمایا ڈاکٹر صاحب جتنی آمدنی ہے یہ کافی ہے بڑھا کر کیا کرنا ہے ۔

پروفیسر بریگیڈیر ڈاکٹر ایس اے آر احمد رضا پیرزادہ

آئی سپیشلسٹ ۔ لاہور کراچی

محترمی و مکرمی جناب مولانا صاحب

سلام مسنون !

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے آپ کا عنایت نامہ موصول ہو کر نظر افروز ہوا یہ معلوم ہو کر از حد خوشی ہوئی کہ مولانا صاحب مرحوم

کی زندگی عالیہ پر ماہنامہ الحق کا خصوصی نمبر لکھا جا رہا ہے میں آپ کا ممنون اور اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کر رہا ہوں کہ مجھے بھی مولانا صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق کچھ لکھنے کا اہل سمجھا گیا ۔

آپ سے واقعی ایک عرصے سے نیاز حاصل نہیں ہوا اس کا سبب نقلِ صوبہ ہے آپ نظر سے دور ہیں مگر دل سے نہیں، امید ہے آپ سے کبھی ضرور ملاقات ہوگی انشاء اللہ ! ـــــ آپ کی ذرہ نوازی اور یاد آوری کا بہت بہت شکر گذار ہوں ۔

میں ۱۹۶۷ء میں پشاور سی ایم ایچ میں شعبۂ چشم میں کام کر رہا تھا حضرت مولانا عبدالحق صاحب قبلہ مرحوم و مغفور پہلی مرتبہ میرے پاس اپنے بیٹوں اور مریدین کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھ سے اپنی بینائی اور دیگر تکالیف کے متعلق بیان فرمایا ۔ حضرت باریش تھے نورانی چہرہ جس پر نرمی و ملاحت کا تاثر تھا ۔ انداز گفتگو عاجزانہ اور ملاقات فقیرانہ تھی جس سے میں متاثر ہوا اور میں نے ان کو اپنے خصوصی اور محترم و متبرک مریض کی حیثیت سے ان کا علاج شروع کیا جو علاج وقتاً فوقتاً ۱۹۸۶ء تک جاری رہا ۔ میرے نزدیک وہ ایک پیکر اخلاق و انسانیت کے علاوہ دین کے بہت بڑے مفکر اور حدیث شریف کے مستند اور عظیم المرتبت محقق اور استاد تھے ، میں ان کا دل و جان سے معتقد تھا اور دوران علاج جو وقت ان کے ساتھ گزارتا تھا اسے میں ایک عبادت سمجھتا تھا ۔

سوالات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

۱ ۔ مولانا صاحب مرحوم و مغفور نہایت محترم مریض کے علاوہ تمام ہدایات پر ہر ممکن عمل کرتے تھے کبھی کوتاہی کا شکوہ نہیں ہوا ۔

۲-۳ ۔ میں نے تقریباً بیس سال ان کا علاج کیا جس شہر میں میرا تبادلہ ہوا وہ وہیں تشریف لاتے اور جب بھی ان کو مشورے کے لیے بلایا وقت پر تشریف لاتے اور اپنا ملاحظہ فرماتے ، ان کا رویہ ، شفقت ، محبت خلوص اور مفید پند و نصائح پر مبنی ہوتا ۔ علاج کے سلسلے میں مَیں نے جو بھی ردّ و بدل کی یا ہدایت کی اسے ہمیشہ خندہ پیشانی اور نہایت انکسار کے ساتھ قبول فرماتے ۔

۴ ۔ مولانا صاحب قبلہ میری بڑی عزت کرتے اور مجھ سے شفقت اور اپنے خاص دلی تعلق کا اظہار فرماتے ۔

۵ ۔ میرے نزدیک وہ اپنی ذات میں علم و فضل کا خزانہ اور ایک منفرد عظیم اور باعمل بزرگ تھے ، ان کو عالم دین کی حیثیت سے نہ صرف پاک و ہند بلکہ دیگر ممالک میں بھی مانا اور جانا جاتا ہے ۔

۶ ۔ میں نے جب بھی ان سے دینی مشورہ کیا اس کو اپنے لیے بہت مفید پایا ۔ میں نے ان کے مشوروں کو ہمیشہ بلند درجہ دیا اور اس پر عمل پیرا بھی رہا ۔ انھوں نے مجھے کچھ آسان وظائف بھی بتلائے ۔

۷ ۔ حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور کو سی ایم ایچ راولپنڈی دی آئی پی کمرے میں بغرض علاج و اپریشن داخل کیا گیا ، ان کی ایک آنکھ کا میں نے کالے موتیا کا اپریشن کیا ، آپ کی عیادت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم رہتا تھا ، حالانکہ مَیں نے ملاقات اور بیک وقت زیادہ ملاقاتیوں پر پابندی لگا رکھی تھی مگر بے سود ، ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ، ہسپتال کا عملہ بوجہ انکی بزرگی کے نہایت عقیدتمندی سے ان کی دیکھ بھال کرتا تھا اور ہر شخص ان کے دیدار کے بہانے تلاش کرتا ۔

۸ ۔ ایک اہم واقعہ ان کے ہسپتال کے دوران پیش آیا (قومی اتحاد بھٹو کے خلاف تحریک کا دورہ تھا) گلگت سے چین چلنے والی شاہراہ پر پاکستان کے انجینیروں اور عملے کے ساتھ چینیوں کی بہت بڑی تعداد ساتھ کام کرتی تھی مگر ایسے واقعات ہوئے کہ تعمیر شدہ اور زیر تعمیر شاہراہ پر اطراف کے بہت سے قبیلوں نے ایک قسم کی بغاوت کر دی اور چینی عملے کو گھیرے میں لے لیا یہ معاملہ پیچیدہ اور خطرناک صورت اختیار کر گیا ۔ اس تمام علاقے کے لوگوں میں حضرت مولانا صاحب قبلہ کے مریدین اور دیوانوں کی بہتات تھی لہذا حکومت اور فوج نے ہتھیار اٹھانے کی بجائے مولانا صاحب قبلہ سے مدد لینا زیادہ مناسب سمجھا کہ آپ انہیں ہدایت کر دیں تو تمام قبیلے اپنا محاصرہ اٹھا دیں گے ۔ اس سلسلے میں رازداری کے ساتھ جنرل نصیر اللہ بابر جو ان دنوں سرحد کے گورنر تھے ۔ روزانہ مولانا صاحب قبلہ کے پاس آتے اس کے علاوہ جنرل ٹکا خان فوج کے C in C اور جملہ افسرانِ حکومت و فوج بہت دفعہ مولانا صاحب قبلہ کے پاس آتے اور ان کو مجبور کیا کہ آپ اپنی خواہش اور حکم صادر فرمادیں تا یہ سنگین صورتِ حال ختم ہو جائے ، مجھ سے بھی کہلوایا گیا مگر میں نے اِس معاملے میں مداخلت سے انکار کر دیا اور کہا کہ مولانا صاحب کو ذہنی الجھاؤ سے دور رکھنا ضروری ہے اور یہ میرا فرض ہے لہٰذا مَیں نہیں چاہتا کہ مولانا صاحب قبلہ کو کسی بھی قسم کی تشویش ہو ، مگر حکومت کے بڑے ذمہ دار اراکین خصوصاً جنرل بابر گورنر سرحد میری غیر موجودگی میں بار بار آتے رہے ، قصہ مختصر یہ بغاوت اور محاصرہ ختم ہوا اور چین جیسے دوست ملک کے ساتھ تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ختم ہو گیا اور دوستی استوار رہی ۔

۹ ۔ ایک اہم واقعہ مولانا صاحب قبلہ کا سفر ہندوستان (جشن صد سالہ دیوبند) آپ دیوبند اور گنگوہ شریف تشریف لے گئے ، گنگوہ شریف میں میرے جدِ امجد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور میرے چچا جو کہ مولانا گنگوہی کے سگے پوتے ہیں ان کے پاس قیام کیا ، مولانا صاحب ہندوستان سے واپس تشریف لائے تو راولپنڈی پہنچتے ہی سیدھے میرے کلینک آتے ، آپ کے کپڑے عمامہ اور چہرہ مبارک گرد آلود تھا تھکن کے آثار نمایاں تھے مگر یہ میری دلداری اور عزت افزائی صرف اس لیے تھی کہ آپ میرے آبائی علاقے گنگوہ تشریف لے گئے تھے چونکہ آپ نے میرے بزرگوں کے مزارات پر

فاتحہ خوانی کی اس کا اظہار اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلق وعقیدت کا عملی مظاہرہ کیا میرے لیے ہندوستان سے دو عطر کی شیشیاں بطور تحائف لے کر آئے جو بڑی محبت سے مجھے عطا فرمائیں۔

مولانا صاحب قبلہ کو آنکھوں میں سفید اور کالے موتیا کی شکایت تھی اس کے علاوہ ان کو ذیابیطس تھی جس کے آنکھوں کے اندرونی حصوں پر بہت مضر اثرات تھے جو بڑھتے ہی گئے آپ کا بلڈ پریشر زیادہ رہتا تھا اور ان کے دل کی کارکردگی میں بھی بہت سی خرابیاں تھیں مگر آپ میرے منع کرنے کے باوجود ان تمام بیماریوں کے ساتھ دینی فرائض اور دارالعلوم حقانیہ کے اہم معاملات اپنی ہمت سے نمٹاتے رہتے، ان کے معمولات میں جسمانی نقاہت آڑے آتی نہ بینائی کی کمزوری۔ آپ عزم وہمت کے پیکر تھے۔

مولانا صاحب قبلہ مرحوم ومغفور کے دینی اور شیخ الحدیث ہونے کے متعلق جو بڑا مرتبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے، کئی دہائیوں سے جو انھوں نے اپنی دینی تعلیمات سے طالب علموں کو نوازا ہے، ان میں اکثر جید عالم ہیں، نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ جب روس افغانستان پر حملہ آور ہوا تو آپ کے ہی فیض یافتہ علمائے دین نے اپنے اپنے علاقوں میں جہاد کی شرکت کے لیے ہتھیار اٹھائے اور اکوڑہ خٹک جوق در جوق آتے رہے اور مولانا سے ہدایات اور وظائف سے مدد لیتے رہے اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم طلبا۔ بھی تکمیل تعلیم کے بعد باقاعدہ گروہ در گروہ افغانستان جاتے رہے اور مولانا صاحب قبلہ اپنی دعاؤں اور وظیفوں کے ساتھ جہاد وشہادت کے لیے روانہ کرتے رہے مجھے قبلہ مولانا صاحب نے خود بتایا کہ اکثر اوقات مجاہدین کے پاس صرف پتھر اور کنکریاں ان کے ہتھیار تھے مگر یہ اہل ایمان اللہ تعالےٰ کے اطاعت گزار اپنی ایمانی قوت کے بل بوتے پہ کنکریاں مار کر روسی ٹینک تباہ کرتے رہے کیا آجکل کی سائنسی دنیا میں یہ بات قابل قبول ہے؟ جی نہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ اکثر جگہ ان اللہ کے جیالوں نے کنکروں ہی سے روس کے ٹینک اور توپیں تباہ کی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ٹی ایچ کرمانی، ماہر امراض چشم۔ کراچی

جناب مولانا سمیع الحق صاحب ! قبلہ السلام علیکم

آپ کے محبت نامہ کا شکریہ! میرے لیے یہ عین سعادت کا باعث ہے کہ آپ نے مولانا عبدالحق صاحب قبلہ شیخ الحدیثؒ کے بارے میں مجھ ناچیز کو اس کا موقعہ دیا کہ میں ان قیمتی لمحوں کو یاد کرسکوں۔

سوالوں کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں بحیثیت معالج کے میری رائے یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب قبلہ بے حد متین اور ہر مشورہ پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔ یعنی جو بات ایک مرتبہ سمجھا دی جاتی اس پر برابر قائم رہتے تھے اس خصوصیت سے ان کے علاج میں مجھ کو بہت آسانیاں ہوگئی تھیں۔

۲۔ وہ میرے زیر علاج دو بار ہوئے اور یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت کا موقع ملا کہ انھوں نے مجھ کو خدمت کا موقع فراہم کیا میں نے ان کو ہر بار بہت ہی شفیق دوست اور بزرگ کی حیثیت سے پایا۔

۳۔ مولانا صاحب مریض کی حیثیت سے بہت ہی ۱۵۵۱۱ مریض تھے جن کے علاج کرنے میں مجھ کو بہت ہی آسانیاں ہوگئی تھیں اور ہر مرتبہ ان کی محبت اور خوش سلوکی سے ان کی خدمت کرنے میں بے حد مسرت ہوتی تھی۔

۴۔ معاملات میں وہ بہت سلجھے ہوتے تھے اور مریض کی حیثیت سے جب بھی جو آراء انہیں دی گئیں ان پر وہ پوری طرح عمل فرماتے تھے۔

۵۔ ان سے گفتگو کرنے کے فوراً بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ کتنی بڑی عالم شخصیت سے بات کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ پاک طہارت اور روزمرہ کے انسانی فرائض اور اسلام کے پائندہ اصولوں پر عمل کرتے تھے نماز اور طہارت پر خاص طور پر پابندی کرتے تھے۔

۶۔ ان کی قربت سے میرے اندر وہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس موقعہ پر ان سے استفادہ حاصل کروں انہوں نے فوراً میری خواہش پر اپنا رسالہ "الحق" اعزازی طور پر جاری کرادیا جو اب بھی قائم ہے اور اس سے میں اور میرے خاندان والے برابر سب لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

۷۔ مولانا کی حیثیت اتنی بزرگی اور ان کی محبت سے سرشار لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور مجھ کو اس سلسلہ میں اکثر یہ دشواری ہوتی تھی کہ میں ان کو کس طرح سے آرام کے وقت آرام پہنچاؤں ان کی شخصیت اور مشورہ پر پابندی ہوتی تھی انہوں نے بہت تعاون کیا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ طبی مشورہ پر وہ کتنے پابند تھے۔

۸۔ میں اس سلسلہ میں جناب ڈاکٹر صمد صاحب اور ان کی اہلیہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھا کہ میں اتنی بڑی شخصیت کی خدمت اور علاج کروں میری خدمات ان لوگوں نے مولانا صاحب کے لیے فراہم کیں۔ میں اس میں اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان مند ہوں کہ اللہ نے مجھ کو اس علاج کے سلسلہ میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالحق صاحبؒ کے کتنے قریب کردیا تھا۔

وہ موصوف ذیابیطس کے مریض تھے اور ان کی بینائی اس سے بے حد متاثر تھی اور اس سلسلہ میں ان کو LOSER سے علاج کرکے بینائی بحال کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ انہیں وہ غریق رحمت کرے اور اعلیٰ مقام عطا فرماتے۔ آمین

(باقی ص ۱۱۴۷ پر)

مولانا ذاکر حسن نعمانی، اکوڑہ خٹک
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی

حسن صورت اور حسن سیرت کا مرقع

میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا خوبصورت اور خوب سیرت شیخ الحدیث نہیں دیکھا

یک ذات حامی شریعت بود حیف آں نیز نماند

علمی و روحانی دنیا کا عظیم حادثہ ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی رحلت ہے۔ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث، دیوبند کے عظیم سپوت، اکابر علماء دیوبند بالخصوص حضرت مدنی رح کی یادگار اور نشانی ہم سے بچھڑ گئی، موت سے کسی کو رستگاری نہیں ؎

هل الدهر والايام الاكما ترى
رزية مال او فراق حبيب

حضرت الشیخ رح چلے گئے لیکن اپنے پیچھے ایک طویل داستان غم چھوڑ گئے کوئی نہیں چاہتا کہ اس کا محبوب اس سے جدا ہو لیکن خدائی قانون ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ؎

حكم المنية فى البرية جار
ما لهذه الدنيا بدار قرار

ترجمہ "موت کی حکومت ساری دنیا پر حاوی ہے، یہ دنیا کسی کی قرارگاہ نہیں۔"

حضرت الشیخ رح کی وفات کی خبر سنکر یقین نہیں آتا تھا لیکن آخر شش بے یقینی یقین میں اور حیرت اندوہ میں بدل گئی۔

حضرت شیخ الحدیث رح سے تعلق

اکوڑہ خٹک اور ہمارے گاؤں مصری بانڈہ کے درمیان صرف دریائے کابل حائل ہے۔ لیکن ہماری رہائش پشاور میں تھی، ۱۹۷۶ء یا ۱۹۷۷ء کی بات ہے جب میں قرآن پاک حفظ کیا کرتا تھا، دو تین مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت الشیخ رح کے ہاں میری دعوت ہے اور خوب سیر ہو کر چاول اور گوشت کھایا، اپنے استاد صاحب نے تعبیر بتائی کہ آپ ان سے مستفید ہوں گے۔

۱۹۸۰ء میں دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جبکہ میں کافیہ کا طالب علم تھا، ۱۹۸۸ء تک دارالعلوم اور ایک علاقہ ہونے کے ناطے حضرت شیخ الحدیث رح سے بڑا قریبی اور گہرا تعلق رہا ہے، ایسے وقت میں تعلق قائم ہوا جبکہ حضرت رح دوسروں کے سہارے چلا کرتے تھے۔ چراغ سحری تھے لیکن چہرے پر سوائے سفید خوبصورت داڑھی کے بڑھاپے کے آثار نہ تھے، چہرے سے ہر وقت معصومیت ٹپکتی تھی۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا خوب صورت اور خوب سیرت شیخ الحدیث نہیں دیکھا۔ دیکھنے والے کا جی چاہتا کہ بس دیکھتا رہوں۔ افسوس! آج نگاہیں ترستی ہیں اُن کے دیکھنے کو۔ اب تو صرف خیالات میں ہی اُن کی تصویر رہتی ہے۔ اُن کی خوبصورتی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضرت الشیخ رح کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر تعزیت کے سلسلہ میں ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے صنعت کار کی اہلیہ بھی آئی، واپسی پر کہنے لگی کہ "مولانا کا خیال رکھنا کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔"

حضرت شیخ الحدیث رح حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق تھے نضر الله امرأ سمع مقالتی..... الخ

تین القاب

حضرت مولانا عبدالحق رح تین القاب سے مشہور تھے۔ (۱) داجی (۲) مولانا صاحب (۳) شیخ الحدیث صاحب

ہمارے پٹھانوں کی اصطلاح میں حقیقی باپ کو داجی کہہ کر پکارتے ہیں۔ حضرت الشیخ رح سے عقیدت کی بناء پر قرب و جوار کے بڑے چھوٹے سبھی داجی کہا کرتے تھے۔

اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح کی حقانی برادری اور اپنے حلقۂ تلامذہ و متعلقین میں "مولانا صاحب" کے لقب سے مشہور تھے۔ جب کسی کی زبان پر مولانا صاحب کا لفظ آتا تو فوراً ذہن آپ کی طرف چلا جاتا۔ جب کسی اور عالم کیلئے مولانا صاحب کا لفظ استعمال کرتے تو ساتھ نام لینا پڑتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے شیخ و استاذ حضرت مدنی رح بھی "مولانا صاحب" کے لقب سے معروف تھے۔ جب دیوبند میں "مولانا صاحب" کہا جاتا تو اس کا مصداق حضرت مدنی رح ہوتے۔ یہی صورت حضرت شیخ الحدیث رح کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں تھی ـــــ خواص اور علماء کرام کے حلقہ میں شیخ الحدیث صاحب کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ ہر نووارد عالم یا عام آدمی جب آتا تو پوچھتا کہ شیخ الحدیث صاحب کہاں ہوں گے؟ جس سے پوچھا جاتا وہ فوراً سمجھ جاتا کہ حضرت الشیخ رح سے ملنا چاہتے ہیں۔

تواضع

حضرت شیخ الحدیث رح کی تواضع حاتم طائی کی سخاوت سے زیادہ مشہور ہے۔ عاجزی اور انکساری ان کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہ کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں بلکہ طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ تواضع اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنے علم کا اظہار نہیں کیا۔ کوئی دعا کے لیے کہتا تو حاضرین سے

فرماتے کہ ان کے بیلے اور مجھ عاجز کے لیے دُعا مانگیں، کوئی سائل فتویٰ پوچھتا تو مفتی صاحب کی طرف راہنمائی فرماتے۔

بعض اوقات حضرتؒ کی معصومیت اور تواضع و انکسار سے بعض ناواقف لوگ یہ سمجھ لیتے کہ شیخ الحدیثؒ تو کچھ جانتے ہی نہیں، انہیں تو ایک مسئلہ بھی معلوم نہیں۔ لیکن جب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب حقائق السنن پر دن کا کیا ہوا کام عصر کی نماز کے بعد سُناتے اور حضرتؒ تصحیح و ترمیم فرماتے تو یقین آجاتا تھا کہ واقعی حضرتؒ علم کا سمندر ہیں۔ دور دراز سے آئے ہوئے اکابر علماء اور مدرسین جب یہ منظر دیکھتے تو ششدر رہ جاتے اور حضرتؒ کی علمی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا۔

شفقت و رأفت

حضرت الشیخؒ حد درجہ شفیق و مہربان تھے، ملنے کا انداز ایسا تھا کہ ہر ایک گرویدہ بن جاتا تھا، جو ایک مرتبہ ملاقات کر لیتا ہمیشہ ملاقات کے لیے بیتاب رہتا۔ بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات کے بعد کئی لوگوں سے شکوہ و شکایت سننے میں آئی۔ بڑے لوگوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں جن کے تحت وہ پوری زندگی گذارتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ شکوہ و شکایت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی بھی منظم اور مرتب تھی لیکن ہر ملنے والا اُن سے ہر جگہ مل سکتا تھا، بہت کم لوگ ایسے ہوں گے کہ بغیر ملاقات کے واپس گئے ہوں، حضرتؒ نے خود کسی کو بغیر ملاقات کے واپس نہیں کیا۔ ہر ایک کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے نہ کبھی کسی کو ڈانٹا نہ کسی پر غصہ کیا، پیار اور نرمی کے لہجے میں سمجھاتے تھے، ہر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور اسی نرمی میں منکرات سے منع فرماتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ ”جو نرمی سے محروم رہا پورے خیر سے محروم رہا“ ہر ایک کی خاطر مدارات کرتے تھے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو شکوہ تھا کہ مولانا صاحبؒ کیوں ہر ایک کی اتنی عزت کرتے ہیں، خود میرے دل میں بھی یہی کھٹکا رہتا تھا کیونکہ کچھ لوگ واجب التوہین بھی ہوتے ہیں لیکن حضرت الشیخؒ اُن کے سر پر بھی دستِ شفقت پھیرتے ہیں، لیکن جب میں نے یہ حدیث دیکھی رأس العقل بعد الایمان باللہ مداراۃ الناس ”یعنی ایمان باللہ کے بعد عقل مندی مداراۃ الناس ہے“ مداراۃ کے معنیٰ ظاہرداری کے ہیں، تو میرا دل حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی حکمتِ عملی پر عش عش کر اُٹھا کہ حضرتؒ تو حدیث کے مقتضیٰ پر عمل پیرا ہیں۔

صبر و تحمل

حضرت تھانویؒ کا مقولہ ہے کہ ”ہر معاملہ میں تامل و تحمل سے کام لینا چاہیئے“۔ ہم نے حضرت الشیخؒ کو صبر و تحمل کا پہاڑ پایا۔ ہر قسم کی مشکلات پر صبر کیا، کسی نے گالی بھی دی تو جواب نہیں دیا، کبھی کسی کو بددعا نہ دی نہ کسی سے انتقام لیا، بلکہ مخالفین کا تذکرہ کرنا تو کجا اپنی محفل میں اُن کی شناعت سننا بھی گوارا نہ تھی اور نہ کسی کو اس کی جرأت ہوتی تھی ___ البتہ مخالف کو اللہ تعالیٰ نے سزائیں دی ہیں لیکن حضرت الشیخؒ نے خود اپنی زبان سے [illegible] وہ لفظ تک نہیں نکالا۔

مجھے میرے ماموں نے قصہ سُنایا کہ ہمارے گاؤں میں مولانا صاحبؒ ایک جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لائے تھے، نماز جنازہ کے بعد ہمارے گاؤں کے ایک بڑے عالم نے دورانِ تقریر حضرت الشیخؒ کے خلاف زبان استعمال کی تو ہمارے ایک رشتہ دار عالم کھڑے ہوئے اور اس عالم کو زبردستی بٹھا دیا اور اعلان کر دیا کہ مولانا صاحبؒ تشریف لائے ہیں وہ خود تقریر کریں گے۔ مولانا صاحبؒ جب تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں پر سناٹا چھا گیا کہ خدا جانے مولانا صاحبؒ جوابی تقریر میں کیا فرمائیں گے! لیکن قربان جاؤں مولانا صاحبؒ کے صبر و تحمل پر کہ اُس عالم کو صراحتاً تو کجا اشارۃً اور کنایوں تک میں جواب نہ دیا، سارے لوگ حیران تھے کیونکہ ناخوشگوار فضا کو خوشگوار بنا دیا۔

الیکشن کے دوران مخالفین کی بے لگام زبانیں ہر طرح چلتی تھیں لیکن مولانا صاحبؒ تھے کہ بس دُعائیں ہی دیتے تھے۔

غیبت سے اجتناب

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ”زنا باہی گناہ ہے اور غیبت جاہی گناہ ہے زنا کے بعد ندامت ہوتی ہے جس سے آدمی کو توبہ کی توفیق ملتی ہے اور غیبت کے بعد نفس خوشی محسوس کرتا ہے، جی چاہتا ہے کہ بس غیبت کرتا چلا جاؤں، توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ اس لیے حدیث کے اندر آیا ہے اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا“ ___ ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، اُن کا غیبت نہ کرنا بھی اُن کی تواضع کی طرح حدِ شہرت کو پہنچا ہوا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اُن کو کبھی بھی کسی کی غیبت کرتے نہیں دیکھا، کبھی مجلس کے اندر کسی کا ذکر آ بھی جاتا تو مولانا صاحبؒ ایسا اندازِ تکلم اختیار فرماتے کہ مخاطب بھی کسی کے خلاف زبان استعمال نہ کر سکتا تھا۔

ولایت

حضرت الشیخؒ ولایت کے بہت اونچے درجے پر فائز تھے۔ حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت درخواستیؒ، حضرت قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، حضرت مولانا محمد زکریاؒ، حضرت مولانا خواجہ عبدالمالکؒ کی توجہات کا مرکز تھے ___ حضرت شیخ الہندؒ کو فکر تھی کہ اُن کے بعد رُوحانی دنیا میں کون (ان کا قائم مقام) ہوگا، تو حضرت مدنیؒ پر نظر پڑی تو تسلی ہوئی، حضرت مدنیؒ نے ہمارے حضرت الشیخؒ کو خصوصی توجہ سے نوازا تھا، حضرت لاہوریؒ کو تاکید کی تھی کہ مولاناؒ کا بہت خیال رکھنا۔ حضرت لاہوریؒ کا کھرے کھوٹے کو پہچاننا بہت مشہور ہے۔ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے ___ حضرت الشیخؒ کے ساتھ بڑی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ حضرت الشیخؒ کی ہر دعوت قبول فرما کر اکوڑہ خٹک تشریف لاتے تھے۔ جس سے اولیاء اللہ کو محبت ہو وہ ضرور ولی ہوتا ہے۔

حضرت الشیخؒ کی طلباء، علماء اور اکابر بلکہ عام و خاص کے اندر شہرت ہی اُن کی ولایت کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں، جبرئیلؑ فرشتوں کے

اندر منادی کرتا ہے، پھر نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت آجاتی ہے، پھر عوام کے اندر مقبول ہو جاتا ہے۔ جو محبت اوپر کی طرف سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شروع ہو اور عوام تک پہنچ جائے یہ بڑی مبارک شے ہے اور قبولیت کی نشانی ہے۔ جس کو اوّلاً عوام کے اندر شہرت ملے پھر غلطی سے کچھ خواص بھی محبت کرنے لگیں یہ خطرناک شہرت ہے اور اللہ تعالےٰ کے ہاں قبولیت کی نشانی نہیں۔

حضرت الشیخؒ سے اوّلاً اولیاء اللہ اور علماء کرام نے محبت شروع کی، اس کے بعد عوام الناس گرویدہ ہو گئے، جو اُن کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ اُنکے چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں علماء و عوام کے اندر اتنی شہرت کسی کی نہیں دیکھی۔

کشف وکرامات

حضرت الشیخؒ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کامل کے لیے کرامت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں اگر شریعت کے اندر کسی امر کا وقوع محال ہو تو وہ کرامت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً قرآن کریم کی مثل پیش کرنا۔

حضرت تھانویؒ نے کرامت کی تقسیم کی ہے، حسّی اور معنوی۔ معنوی کرامت استقامت ہے جو ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذات میں بدرجۂ اتم دیکھی۔ حسّی کرامت کی بھی کئی قسمیں ہیں جسے ترک کرتا ہوں کیونکہ یہ میرا موضوع نہیں۔

ہمارے ساتھ دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل میں ایک مدرس ہیں جن کا نام مولانا عبدالحق ہے، جنہوں نے آج سے ۲۵ سال قبل دورۂ حدیث حضرت الشیخؒ سے پڑھا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے اُن کا گہرا تعلق تھا اور اکثر اوقات خدمت کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دورہ موقوف علیہ میں شادی کی اور دورۂ حدیث کے سال ایک دن مجھے حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا "مبارک ہو، اللہ تعالےٰ نے تمہیں فرزند عطا کیا ہے۔" اور ساتھ دعائیں بھی دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک اور صالح بنائے ــــ راوی کا بیان ہے کہ میں نے وقت اور دن نوٹ کیا، گھر جا کر پتہ چلا کہ اُسی دن اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا کیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرتؒ کی دعاؤں سے میرا لڑکا تہجد گذار ہے، بڑا نیک اور متقی ہے، اور باپ سے کہتا ہے کہ میں نے ساری زندگی حرام نہیں کھایا اگر آپ نے حرام نہ کھلایا ہو۔

تنبیہ و انذار کا حکیمانہ انداز

ہمارے علاقہ میں ایک متعصب غیر مقلد آیا تھا جس نے اختلافی مسائل چھیڑ دیئے۔ میں نے اُس سے بحث کے لیے کہا، لوگوں میں بات شہرت پکڑ گئی، جب میں نے حضرت الشیخؒ سے اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ "بیٹا اچھی طرح اور اچھے لہجے میں بات کرنا تاکہ فساد نہ بن جائے"، میں خوش ہوا کہ چلو اجازت مل گئی۔ دوسرے دن مجھ سے فرمانے لگے "بیٹا رہنے دیجیے آپ وہاں جائیں"، اب میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ بھاگ گیا، لوگوں کے اندر سُبکی ہوگی، کیونکہ اپنا نفس بھی موٹا ہے، اللہ تعالےٰ رحم فرمائے ــــ دریں اثنا کیا دیکھتا ہوں کہ اُسی صاحب کا جس سے مناظرہ ہونا قرار پایا تھا مقتدی آیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ نہ آئیں، اب میری خوشی کی انتہاء نہ رہی، میں سمجھ گیا کہ ؏

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

مولانا موصوف (مدرس دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل) راوی ہیں کہ ہم اور حضرت الشیخؒ اکوڑہ خٹک کے محلہ کھٹیک میں کسی کے گھر کسی تقریب میں جا رہے تھے اس محلہ میں چرم پکانے کے لیے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے ہوتے تھے، جن کی بدبو دور دور تک پھیلتی تھی۔ حضرت الشیخؒ بڑے نفیس اور نفاست پسند تھے۔ اس محلہ میں سے ایسے گذرتے تھے کہ کسی کو احساس تک نہ ہوتا تھا کہ شاید مولاناؒ کو بدبو کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے مولانا آگے آگے جا رہے تھے اور ہم طالب علم پیچھے پیچھے، میں نے بدبو کی وجہ سے پگڑی کے شملہ سے ناک ڈھانپ لی حضرت الشیخؒ نے فوراً مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ کیوں لوگوں کو احساس کمتری دلاتے ہو؟ ان کا دل اپنے پیشے کی طرف سے پھیکا پڑ جائے گا ــــ معاشرتی اور عام انسانی اقدار کی اس سے بہتر لحاظ رکھنے کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟

عِلمیّت

بڑے بڑے اہلِ علم موجود ہیں اُن کی تحریروں سے حضرت الشیخؒ کی علمی شان واضح ہوتی ہے اور مزید نمایاں ہوگی۔ مجھ جیسا کم علم مولانا صاحبؒ کی علمیت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض اکابر علماء دیوبند اور اپنے مشائخ سے بارہا یہ سُنا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں طالبعلمی کے زمانے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے تدریس شروع کی تھی، بعض طلبہ حسد کی وجہ سے اُن کا درس نہیں سُنتے تھے۔ اور پھر یہی ہوا کہ حاسدین اپنے حسد کی آگ میں جلتے رہے اور آپ بڑھتے رہے۔ آپ نے کسی بھی حاسدانہ اقدام کا جواب نہیں دیا، سکوت اور صبر آپ کا ہدف تھا لہٰذا کامیاب ہوئے۔

آپ نے ہر قسم کی کتابوں کا درس دیا لیکن زیادہ شغف حدیث سے رہا۔ ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ درس کا انداز ایسا تھا کہ ایک اَن پڑھ جاہل بھی اُن کے درس سے استفادہ کر سکتا تھا حالانکہ ہر فن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جنکی وجہ سے استاد کے سبق سے صرف وہی طلبہ اخذ کر سکتے ہیں جنکو دیگر علوم میں کچھ سُدھ بُدھ ہو۔ آخر تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ اُنکے علمی ذوق اور حدیثِ رسولؐ سے والہانہ عشق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ تین بار قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے لیکن درس و تدریس اور علمی و مطالعاتی مشاغل میں فرق نہیں آنے دیا، طلباء نے کچھ کمی محسوس نہ کی۔ باوجود اتنے مشاغل کے حضرت الشیخؒ ایک اونچے درجے کے محدث، محقق اور بے مثال مدرس تھے۔

خدمات

آپکی خدمات بہت زیادہ ہیں، سب سے بڑی خدمت دارالعلوم حقانیہ کا قیام ہے برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کے بعد اس دارالعلوم سے زیادہ فیض پھیلا ہے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے علماء گذرے ہیں لیکن آپ سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کی شکل میں جو کام لیا وہ شاید ہی کسی اور سے لیا ہو، اور یہ سلسلہ تا قیامت انشاء اللہ جاری رہے گا۔ آپ کی آخری وصیت بھی یہی تھی کہ "دارالعلوم کا خیال رکھنا"

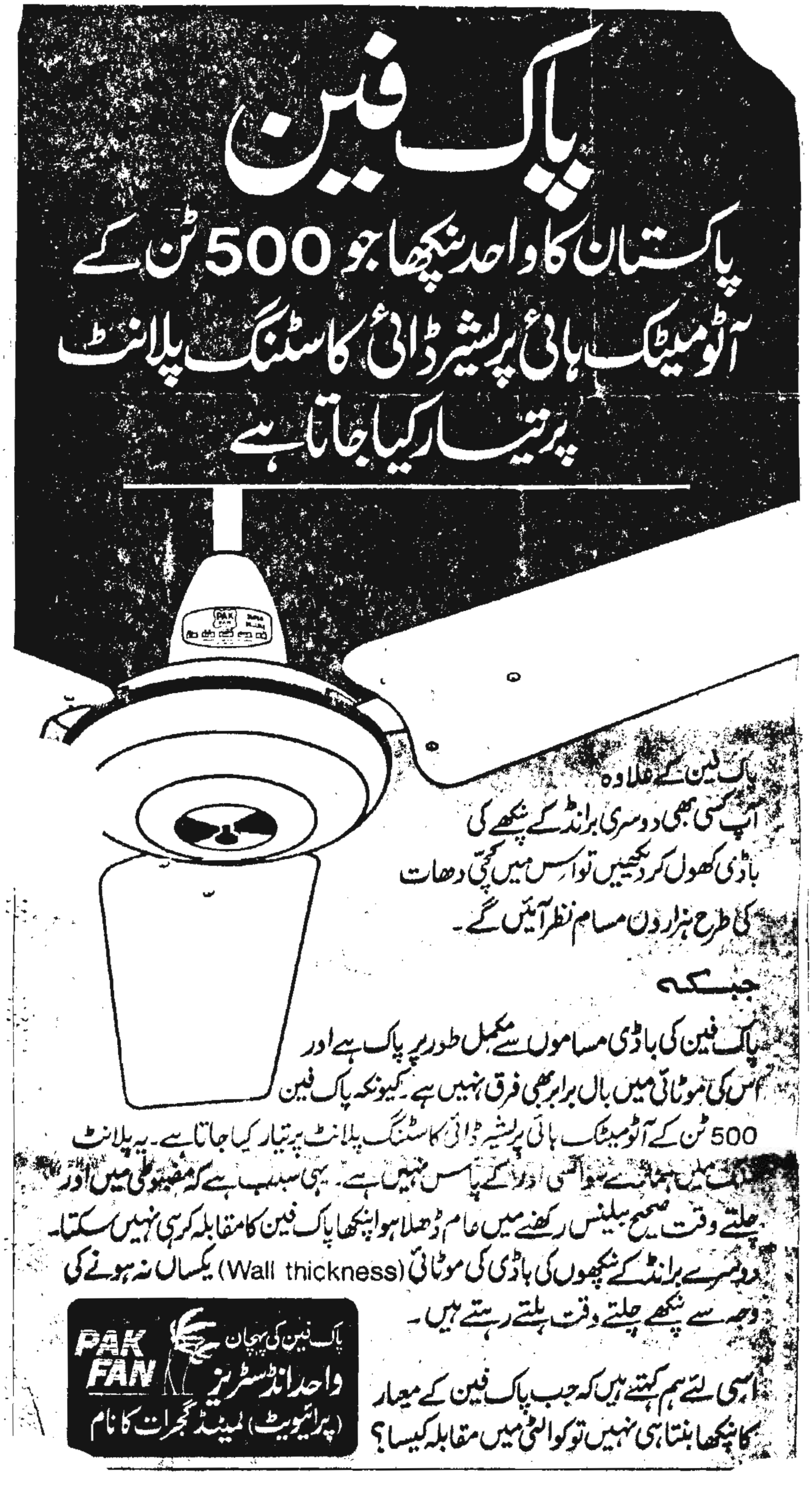

پاک فین

پاکستان کا واحد پنکھا جو 500 ٹن کے آٹومیٹک ہائی پریشر ڈائی کاسٹنگ پلانٹ پر تیار کیا جاتا ہے

پاک فین کے علاوہ
آپ کسی بھی دوسری برانڈ کے پنکھے کی
باڈی کھول کر دیکھیں تو اس میں کچی دھات
کی طرح ہزاروں مسام نظر آئیں گے۔

جبکہ

پاک فین کی باڈی مساموں سے مکمل طور پر پاک ہے اور اس کی موٹائی میں بال برابر بھی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ پاک فین 500 ٹن کے آٹومیٹک ہائی پریشر ڈائی کاسٹنگ پلانٹ پر تیار کیا جاتا ہے۔ یہ پلانٹ ملک میں ہمارے سوا کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مضبوطی میں اور چلتے وقت صحیح بیلنس رکھنے میں عام ڈھلا ہوا پنکھا پاک فین کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ دوسرے برانڈ کے پنکھوں کی باڈی کی موٹائی (Wall thickness) یکساں نہ ہونے کی وجہ سے پنکھے چلتے وقت ہلتے رہتے ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب پاک فین کے معیار کا پنکھا بنتا ہی نہیں تو کوالٹی میں مقابلہ کیسا؟

PAK FAN

پاک فین کی پہچان
واحد انڈسٹریز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ گجرات کا نام

مولانا عبدالقیوم حقانی

کہتی ہے تجھے خلقِ خدا غائبانہ کیا

مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے عامۃ المسلمین کے تاثرات و مشاہدات اور شہادات کی روشنی میں محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ العزیز کے

سیرت و کردار کی چند جھلکیاں

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی کمالات، بلند درجات، سیاسی عظمتوں اور دینی رفعتوں کے ساتھ ساتھ جامعیت اور محبوبیت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ جس طرح اپنے حلقۂ تلامذہ میں محبوب و مطاع تھے اسی طرح اربابِ علم و کمال، علماء اور مشائخ میں بھی آپ کو قدر و منزلت حاصل تھی، سیاست دانوں میں آپ کا مقام ممتاز تھا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھا، اربابِ حکومت بھی آپ کے گرویدہ تھے، عامۃ المسلمین میں آپ کی عظمت اور شانِ محبوبیت کا انداز ہی نرالا تھا۔ اس موضوع پر مستقل مضامین اور سلسلۂ واقعات کو ضبط میں لایا جائے تو اس کے لیے بھی دفتر بے پایاں چاہئیے مگر اوراق کی محدودیت اور وقت کی قلت کے پیشِ نظر ذیل میں اکابر علماء، مشائخ، مجاہدین، عامۃ المسلمین، جدید تعلیمیافتہ اور بعض دانشوروں کے مشاہدات و تاثرات اور وہ شہادتیں نقل کی جا رہی ہیں جو انہوں نے خود شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کی ذات میں مشاہدہ کی ہیں اور پھر کسی مکتوب کے ذریعہ یا احباب کی کسی محفل میں یا احقر سے بیان کی ہیں، جسے احقر اسی وقت لکھ لیا کرتا تھا۔ اب یہ شگفتہ مختلف الجہات یادیں نذرِ قارئین ہیں ——— (عبدالقیوم حقانی) ———

دارالعلوم حقانیہ دیکھنے سے دارالعلوم دیوبند یاد آتا ہے

بعد البسملہ والحمد والصلوٰۃ کون ہے جو دنیا میں سدا رہا ہو اور کون ہے جسے یہاں سے جانا نہیں مگر اللہ کے کچھ مخصوص بندے ایسے ہوا کرتے ہیں جن کی زندگی کے نقوش گہرے اور انمٹ ہوتے ہیں ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے نقوش اثرات سے ان کی زندگی سامنے رہتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ،
ثبت است برجریدہ عالمِ دوام

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت اس قدر جامع، مکمل، ہمہ گیر اور عمدہ صفات کی حامل تھی کہ اس کے تمام اطراف کا استیعاب تو کجا اس کے بعض پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالنا کسی ایک شخص کے بس کا کام نہیں۔ آپ کی ذات مبارک مکمل ایک قرن تھی جس کا ایک سرا اگر آج ہمارے سامنے سے گذرا ہے تو دوسرا سرا وہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ جیسے اکابر کے سامنے ابھرا تھا۔ بارہا جامعہ اسلامیہ راولپنڈی اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آپ کی زیارت ہوئی، علمی تبحر عملی کیفیت تطابق سنت کے علاوہ آپ کی طبیعت میں سادگی تھی۔ پہننے، اوڑھنے، کھانے پینے، رہنے سہنے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ پہلی بار آپ سے ملنے والا شخص آپ کی سادگی، تواضع و انکساری دیکھ کر دنگ رہ جاتا۔ آپ کا ذاتی مکان کچا تھا جس سے مٹی گرتی رہتی تھی جسے روکنے کے لیے چھت پر کاغذات لگائے ہوتے تھے۔ ہر ایک کی ملاقات دروازہ کھلا رہتا، امیر غریب کا اس میں امتیاز نہیں۔ سیدھی سادی گفتگو، خلوص، خیر خواہی میں ڈوبے ہوئے کلماتِ نصیحت، ہر آنے جانے والے سے خندہ پیشانی اور عاجزی سے پیش آنا، دوسرے کی بات کو ہمدردی سے سننا، یہ وہ اوصاف تھے جو ہر ملنے والے کے دل پر اثر انداز ہوتے تھے۔ دورِ حاضرہ میں اسلامی آئین کے اجراء کے لیے انتہائی جدوجہد فرمائی۔ شوگر اور بینائی وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا رہتے تھے، اس حالت میں بھی درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اسمبلی میں بارہا نفاذِ شریعت کے لیے آواز اٹھائی بلکہ اسلام آباد میں اربابِ حکومت کے سامنے ہزاروں اکابر علماء کی معیت میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ فرمایا۔ یوں تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشمار باقیات الصالحات اور صدقاتِ جاریہ دنیا میں موجود ہیں جن کا فیض قیامت تک انشاء اللہ جاری رہیگا مگر ان میں نمایاں طور پر آپ کے صاحبزادگان کا علمی و عملی مقام میں ایک خاص رتبہ ہے اور دوسرا چشمۂ طاہرہ کتاب و سنت اور علوم شریعتِ مطہرہ کی عظیم الشان درس گاہ دارالعلوم حقانیہ ہے اور سوم حقائق السنن شرح جامع السنن للامام الترمذی ہے جسے آپ کے ہونہار تلمیذِ رشید مولانا عبدالقیوم حقانی نے آپ کی زندگی میں مرتب کرنا شروع کر دیا تھا جس کی پہلی جلد منظرِ عام پر آ چکی ہے اور باقی پر کام جاری ہے، اسی طرح دعواتِ حق بھی ہے، دارالعلوم حقانیہ دیکھنے سے دارالعلوم دیوبند یاد آجاتا ہے۔

(مولانا عبدالخالق صاحب خطیب جامع مسجد کوہِ نور ملز راولپنڈی)

مجھے دارالعلوم سے پھول توڑنے کی اجازت نہیں

دارالعلوم کے فاضل و مدرس حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب راوی ہیں کہ زمانۂ طالبعلمی میں میرا ایک ساتھی تھا وہ بھی دارالعلوم میں پڑھتا تھا، اُس نے ایک روز اتفاق سے دارالعلوم کی کیاریوں میں لگے ہوئے پھولوں سے ایک پھول توڑلیا، بعد میں سوچا کہ میں نے دارالعلوم کا پھول توڑا ہے حالانکہ پھول توڑنے کے لیے نہیں بلکہ دارالعلوم کے حسن وجمال اور رونق و بہار کے لیے لگائے گئے ہیں اور اگر مجھے توڑنا ہی تھا تو اس کی مجھے کسی سے اجازت لینی چاہیئے تھی۔ چنانچہ اس نے دل میں اپنے آپ سے کہا اب جاؤ اور حضرت مہتمم صاحب سے اس کی اجازت لو۔ چنانچہ وہ طالب علم، دفترِ اہتمام میں آیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے پھول توڑنے کے بعد اجازت اور جُرم کی معافی چاہی۔ تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے بڑی شفقت و محبت اور حد درجہ نرم لہجہ میں فرمایا "عزیزم! اس پھول کا مالک میں نہیں ہوں، خدا سے اجازت بھی مانگو اور معافی بھی! جب خود مجھے پھول توڑنے کی اجازت نہیں ہے تو دُوسرے کو کس طرح اجازت دے سکتا ہوں"۔

دارالعلوم کی بجلی سے کپڑے استری کرنے کی اجازت نہیں

احقر عبدالقیوم حقانی کو یہ بات آج ہی کے چشم دید واقعہ کی طرح یاد ہے کہ جب اُستاذِ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی مدظلہ نے محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دارالعلوم ہی کی بجلی سے اپنے گھر میں کپڑے استری کرنے کی اجازت لینی چاہی جبکہ بعض اساتذہ اور طلبہ استری کر لیا کرتے تھے مگر دفترِ اہتمام کی جانب سے اس کی باقاعدہ اور باضابطہ اجازت نہ تھی، خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی اس سلسلہ میں دارالعلوم کی انتظامی کمیٹی اور شوریٰ کی مجاز کونسل سے بات نہیں کی تھی، اس لئے مولانا دیروی مدظلہ کے بار بار سوال اور اصرار پر حضرت الشیخؒ یہی کچھ ارشاد فرماتے رہے "کہ بجلی کی اجازت مطالعہ کتب، کمرہ میں روشنی اور تعلیمی و مطالعاتی کام میں سہولت کے لیے ہے اس سے زیادہ کا مجھے علم نہیں"۔ حضرتؒ نے صراحتاً انکار بھی نہ فرمایا کہ انداز سخت نہ ہو اور درجہ علیا کی کتب کے ایک استاذ اور اپنے وقت کے عظیم شیخ کی کبیدہ خاطری نہ ہونے پائے اور اجازت بھی نہ دی کہ اجازت کی باضابطہ کاروائی نہیں ہوئی تھی ـــــ خود حضرت دیروی مدظلہ نے بعد میں ارشاد فرمایا کہ حضرت الشیخ کا کتنا پیارا اور معصومانہ انداز ہے ـــ اس کے بعد حضرت دیروی کا معمول یہ رہا کہ اپنے اور اپنے خاندان کے کپڑے گھر میں دارالعلوم کی بجلی استعمال کرنے کے بجائے بستی میں اپنے دوستوں کے ہاں بھیجدیا کرتے تھے اور وہیں سے استری ہو کر آیا کرتے تھے۔

معروف گلؒ کے بیٹے نے نئی باتیں بیان کی ہیں

جناب اجمل خان خٹک راوی ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر اکوڑہ خٹک آئے اور ایک جنازہ میں تقریر کی، میرے والد صاحب بھی اس جنازہ میں شریک تھے، وہ جب گھر آئے تو بڑے متاثر تھے اور کہنے لگے کہ تقریریں تو جنازہ پر ہمیشہ ہوتی ہیں مگر معروف گلؒ کے بیٹے (مولانا عبدالحقؒ) نے تو بالکل نئی باتیں بیان کی ہیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سُنی تھیں اور لوگ ان سے بڑے متاثر ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالحقؒ کو قرآن و حدیث کے علوم پر عبور حاصل تھا وہ افسانوں اور قصے کہانیوں کے بجائے اصلی قرآن کا پیغام لوگوں کے سامنے رکھتے تھے۔

مَیں ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے درسِ قرآن میں باقاعدہ شریک رہا، مولانا مرحوم ربطِ آیات کے ساتھ ساتھ آیت کے مضمون کو اس قدر دلنشین، علمی مگر نصیحت آموز رنگ میں بیان کرتے کہ اس سے درس کے تمام شرکا بہرہ ور ہوتے تھے۔ جدید تعلیمیافتہ طبقہ، دینی مدارس کے طلباء اور عامۃ الناس تینوں طبقات کے لوگ یہی کہتے کہ یہ درس ہمارے لیے ہُوا ہے

(محمد اجمل خٹک، اکوڑہ خٹک)

مطالعہ کے وقت کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے

حضرت مولانا حافظ محمد سیار الدین صاحب فاضل حقانیہ راوی ہیں کہ احقر نے دارالعلوم دیوبند میں پیبندی حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی تھی، عصر کے وقت میں باب الظاہر جایا کرتا تھا عصر کے بعد حضرتؒ کا پیبندی کا درس ہُوا کرتا تھا۔ میرا زیادہ قریبی تعلق دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحق نافعؒ سے تھا جو کہ خود بھی خاموش رہتے تھے اور ان کے کمرے میں سکوت ہُوا کرتا تھا۔ مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کے کمرہ میں طلبہ کا ہجوم اور شور و غوغا ہوتا مگر اس کے باوجود حضرت شیخ الحدیثؒ برابر مطالعہ کرتے رہتے اور جب آپ کے کمرہ میں شور زیادہ ہو جاتا تو آپ کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے مگر غایت شرم و حیا کی وجہ سے کسی کو یہ نہ کہتے کہ شور نہ کرو، اس سے حضرتؒ کی غرض یہ ہوتی کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، طلبہ اپنی ظرافت میں لگے ہوتے ہیں صبر و حلم اور خندہ روئی میں آپ کے مقابل اُس وقت دارالعلوم دیوبند میں کوئی دوسری نظیر نہیں تھی۔

اکوڑہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں پہلی حاضری میں مسجد چھتہ کو یاد کر رہا تھا

یہاں آ کر جب تقسیم کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند سے رہ گئے تو اکثر طلبہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے مشورہ سے مولانا عبدالرحمٰن کے پاس چلے گئے اور جو نہیں جاسکے ان میں مولانا لطف الرحمٰن، مولانا نور محمد، مولانا عبدالجمیل اور ان کے ساتھ علاقہ کے دوسرے طلبہ نے مسجد چھتہ کی طرح اور دارالعلوم دیوبند کی ابتدائی تشکل پر بغیر وسائل کے صرف اور صرف یہاں توکلاً علی اللہ موقوف علیہ دورہ حدیث شروع کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بعد اکوڑہ میں پہلی بار کی حاضری اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی تواضع و خدمت کا نقش تاہنوز ذہن پر موجود ہے۔ ۱۲ ½ دوپہر کا وقت تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آواز دی، بغل میں جوار کی روٹی تھی، کھدّی کا دسترخوان اور ایک قدیم سلوری جام تھا، دال کا بھرپور شوربا۔ حضرت شیخؒ کی قمیض اُس وقت کاندھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ مَیں روٹی بھی کھا رہا تھا اور مسجد چھتہ کو بھی یاد کر رہا تھا

مسجد کی دیوار پر مولانا عبدالجلیل صاحب نے کوئلہ سے "دارالعلوم حقانیہ" لکھ دیا تو ہم مسکرائے کہ بھائی یہ کیا خواب دیکھ رہے ہو؟ مگر دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگتے الٰہ العالمین! چھوٹی سی مسجد کی اس درسگاہ کو واقعتہً بھی دارالعلوم بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طالب علمانہ تمنائیں پوری کر دیں اور آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا دارالعلوم دیو بند بن گیا ہے۔

ہم قلعہ بالاحصار نہیں علومِ نبوت کا مدرسہ بنانا چاہتے ہیں

حضرت مولانا نصر اللہ جان صاحب ترکستانی بتاتے ہیں کہ دارالعلوم کے ابتدا اور آغاز میں شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اراکینِ دارالعلوم کا اجلاس بلایا اور دارالعلوم کی تعمیر و ترقی اور استحکام و تعلیمی نظام کے بارے میں مشاورت ہوتی رہی۔ اراکین اپنی اپنی سمجھ اور فہم و ادراک کے مطابق رائے دیتے رہے۔ کسی نے پتھروں کی بنیاد کی بات کی، کسی نے عمدہ سیمنٹ کا مسئلہ اٹھایا، کسی نے اینٹوں کی انواع کا ذکر کیا، بعض نے اونچی دیواروں اور مضبوط عمارت کی بات کی۔ مشورہ جاری تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ پہلے درس میں مصروف تھے، جب مجلسِ مشاورت میں تشریف لائے تو اراکین نے اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے فرمایا: "محترم بزرگو! ہم قرآن و حدیث کے علوم کا مدرسہ اور طالبانِ علومِ نبوت کی درسگاہ و تربیت گاہ بنانا چاہتے ہیں مغل بادشاہوں کے قلعے یا پشاور کا قلعہ بالاحصار بنانا مقصد نہیں اصل چیز معنویت ہے عمارت مقصود نہیں۔ قلعہ بالاحصار لاریب مضبوط اور محکم عمارت ہے مگر اس میں معنویت نہیں ہے۔ اینٹ جیسی بھی لگے، تعمیر جیسے بھی ہو، مکانات جیسے اور جتنے بھی ہوں اصل چیز تعلیم، درس و تدریس اور تربیت ہے، دیوار ڈیڑھ اینٹ کی ہو، پکی اینٹ کی ہو یا کچی مٹی کی، عمارات پختہ ہوں یا کچی، ہمیں بہرحال معنویت یعنی تعلیم پر توجہ دینی ہو گی۔"

تعمیر حسبِ ضرورت اور تعلیم پر بھرپور توجہ دیں

مولانا نصر اللہ جان ترکستانی ہی راوی ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک فاضل حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا حضرت! اپنے علاقہ میں ایک مدرسہ کے قیام کا اہتمام کر رہا ہوں، تاسیس اس کی ہو چکی ہے، اس میں اس قدر کمرے بنائے جا رہے ہیں، ایک عظیم جامع مسجد کی منصوبہ بندی ہے، مطبخ، ہاسٹل اور دارالاقاموں وغیرہ کی یہ یہ صورت ہو گی، اساتذہ کے کوارٹر یوں بنیں گے، دعا کے لیے حاضرِ خدمت ہوا ہوں، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا:۔

> "عزیز! جب اللہ نے اس قدر مہربانیاں کی ہیں تو تعمیر کے ساتھ ساتھ اولین مرحلے میں حسبِ گنجائش تعلیم پر بھی توجہ دیدیں کہ اس سے معنویت، حقیقت اور واقعیت پیدا ہوتی ہے، رقم کا زیادہ سے زیادہ حصہ تعلیم اور طلبہ کی تربیت پر صرف کرو تعمیری کام ثانوی حیثیت سے حسبِ ضرورت جاری رہے۔"

دوستوں کے ساتھ آئے ہیں دوستوں ہی کے ساتھ واپس جائیں گے

جناب الحاج محمود صاحب صراف راولپنڈی رکنِ مجلسِ شوریٰ دارالعلوم حقانیہ راوی ہیں کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ غالباً ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے ساتھ یہ فقیر گاڑی میں رائے ونڈ مدرسہ کے امتحان کے سلسلے میں راولپنڈی سے روانہ ہوا، شام کو چار بجے کے قریب راولپنڈی سے بذریعہ موٹر روانہ ہوئے اور رات کو چار بجے نیلا گنبد جامعہ اشرفیہ لاہور پہنچے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راستہ میں کئی جگہ موٹر خراب ہوئی اور سیلاب کی وجہ سے وزیر آباد میں پُل ٹوٹا ہوا تھا۔ دوسرے دن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے گیا، وہاں سے رائیونڈ طلباء کے امتحان سے حضرت والا فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو میں نے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت! آتے ہوئے راستہ میں آپ کو بہت تکلیف اور پریشانی ہوئی لہٰذا واپسی کے لیے ہوائی جہاز کی ٹکٹ لیتا ہوں۔ حضرتِ والا نے فرمایا: "دوستوں کے ساتھ آئے ہیں دوستوں ہی کے ساتھ واپس جائیں گے"۔

یک جان دو قالب

جناب الحاج محمود صاحب نے دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ غالباً ۱۹۶۹ء میں ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا عبدالشکورؒ شیخ الحدیث تعلیم القرآن بیمار ہیں اُن کو یہاں اپنے گھر میں لے کر آؤ میں اُن کی عیادت آپ کے گھر کر دوں گا، میں نے علی الصبح اکوڑہ خٹک جا کر حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق صاحب کو لیا اور بہبودی جا کر مولانا عبدالشکور کو لے کر واپس اپنے گھر آیا۔ یہاں پر ان سب بزرگوں کی ملاقات اور بات چیت کا منظر دیدنی تھا جس سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ جس شفقت، اعتماد، احترام اور محبت کا معاملہ فرمایا یوں محسوس ہوتا تھا کہ دونوں حضرات یک جان دو قالب ہیں۔

اپنے وقت کے ولی اللہ

جناب ڈاکٹر سید داؤد گیلانی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب تجارت کے پیشے سے منسلک تھے اور جہاں کہیں بھی کسی بزرگ، ولی اللہ، درویش قسم کے آدمی کے بارے میں سنتے کہ فلاں جگہ کوئی درویش، بزرگ، ولی اللہ موجود ہیں تو والد صاحب اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے اُن سے دعا کی درخواست کرتے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ایک شخص نے شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا عبدالحق مرحوم کی شخصیت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت غورغشتی مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ اور بزرگ ترین شخصیت ہیں، مجھے اُن کے بارے میں صرف اتنی معلومات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک حاضری کی روئیداد

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کے مفتی و مدرس حضرت العلامہ مولانا عبداللطیف صاحب رقمطراز ہیں کہ:۔

دارالعلوم حقانیہ (جس کے چرچے سے گنبدِ عالم گونج رہا ہے اور جس کی شہرت اکنافِ عالم تک پہنچ چکی ہے) اس کے کوائف و حالات، اس کی تعلیمی خصوصیات و امتیازات، اس کے بانی و مہتمم کی خوش خلقی و مہمان نوازی کے حقائق و واقعات بارہا سماعت میں آئے اور کانوں سے ٹکرائے اور ہر بار اس کے ملاحظہ و معائنہ کے عواطف و جذبات بڑی شدت سے قلب کی گہرائیوں میں موجزن ہوئے مگر باوجود شدتِ اشتیاق کے یہ تمنا عالمِ شہود میں جلوہ گر نہ ہو سکی، میری اس آرزو کی چنگاری موانع و عوارض کے بوجھ تلے دبے رہنے کے باوجود سلگتی رہی، عوائق کی آندھیاں اور عوارض کے جھکڑ اسے بجھانے تو کیا اس کی تپش و سوزش میں معمولی سی تخفیف بھی نہ پیدا کر سکے۔ تا آنکہ مؤرخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، میری قدیمی تمنا اور پرانی آرزو پوری ہوئی۔ احقر جب دارالعلوم حقانیہ کی باوقار، بلند و بالا عمارت میں صبح کے سہانے وقت داخل ہوا تو یوں محسوس ہوا کہ بندہ دارالعلوم دیوبند کی عمارت میں کھڑا ہے ـــــ ادارہ ھٰذا کے اساتذۂ کرام کو سادہ مزاجی، خوش خلقی، عجز و انکساری اور طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا اور طلبہ کو محنت و قابلیت اور اساتذہ کے ادب و احترام میں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا مثیل پایا۔ اس توافق و تناسب کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، یہ سب حضرت العلام مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث ادارہ ہٰذا کی محنت و ہمت، کوشش و کاوش، عرق ریزی و جفاکشی، مستقل مزاجی و تندہی، فطانت و فراست، تدبر و متانت کا نتیجہ ہے، اس کی عمارات مولاناؒ کے خلوص پر استوار ہیں اور اس کی تعلیمی ترقیات حضرتؒ کی کوشش و کاوش کی رہینِ منت ہیں۔

دارالعلوم میں مختصر قیام کے مسرت آگیں لمحات میرے بہترین سرمایۂ حیات ہیں مزید خوشی اس سے ہوئی کہ دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث شریف کے ہم سبق رفقاء کی ملاقات نصیب ہوئی، جس سے احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے مبارک و مقدس ایام کی بہت سی خوشگوار یادیں جو نسیان و ذہول کے دبیز پردوں تلے محجوب تھیں اچانک سطحِ ذہن پر ہویدا ہوئیں اور دارالعلوم دیوبند کے در و دیوار کے نقوش اور اساتذۂ کرام کی بے مثال شفقتیں بڑی شدت سے یاد آئیں۔ بالخصوص استادِ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ملاقات مسرت آیات نے دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام کی پدرانہ شفقت و مربیانہ محبت کے انمٹ نقوش اور لازوال اثرات سے طوالتِ مدت کے غبار کو ہٹا دیا۔

جناب والا نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ احقر ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا، اس سال حضرتِ اقدس کے پاس دورہ حدیث کے اسباق میں سے بعد از نمازِ عصر طحاوی شریف کا سبق ہوتا تھا، چونکہ یہ سبق مدرسہ کے تدریسی اوقات کے علاوہ خارجی وقت میں ہوتا تھا اور وہ بھی عصر کے بعد، جبکہ طلباء سارا دن اسباق پڑھ کر تعب محسوس کرتے تھے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ طلباء کی حاضری بہت قلیل ہوتی جیسا کہ دوسرے خارجی اوقات کے اسباق میں معمول تھا مگر آپ کے اس سبق میں طلباء نہایت ذوق و شوق سے اوقاتِ مدرسہ والی کتب کی طرح شریک ہوتے تھے۔ میرے نزدیک اس کے وجوہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) آپ کا اندازِ بیان بڑا دلکش و دلآویز تھا، الفاظ نہایت شستہ و شگفتہ ہوتے آپ کا بیان بڑا مسلسل و مرتبط و منضبط اور مدلل و مفصل ہوتا تھا۔

(۲) نیز جب کوئی طالب علم کوئی سوال کرتا خواہ وہ سوال کتنا ہی مہمل ہوتا اُسے نہایت تحمل و بردباری سے سماعت فرماتے، بعد ازاں اسے خود سنوارتے، اس کی نوک پلک درست کرتے، معقول انداز میں اسے پیش فرماتے جس سے سوال کنندہ بہت خوش ہوتا کہ میں نے کیسا بہترین سوال کیا ہے۔

(۳) بعد ازاں اس کا نہایت مسکت و مدلل اور شافی و کافی جواب مرحمت فرماتے جس سے سائل و سامع کے تمام شکوک و شبہات بالکلیہ زائل ہو جاتے اور آئندہ کے لیے سوال کرنے میں وہ کوئی حجاب اور جھجک محسوس نہ کرتا۔

درسِ طحاوی

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بالاکوٹی سرائے عالمگیر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں جب میں دورۂ حدیث میں تھا تو حضرتؒ کے ہاں طحاوی شریف تھی، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق کے علاوہ باقی مدرسین کے اسباق میں طلباء حاضری کم دیتے تھے اور حضرتؒ کے سبق میں تمام طلباء حاضر ہوتے تھے، نیز میں نے فقہ میں بہت محنت کی تھی اور کتابیں یاد بھی تھیں، تو کسی کے سبق سے تسلی نہیں ہوا کرتی تھی اور حضرتؒ کے ہاں ہدایہ شروع تھا تو میں شوق سے جب فرصت ہوتی تو شریک ہوا کرتا تھا اور بہت ہی نایاب چیزیں ملا کرتی تھیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چقندر کو پسند فرمایا کرتے تھے تو مجھے پورے طریقہ سے ذہن میں نہ آیا تو میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت! چقندر کو ہماری پنجابی میں کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ سرخ گولون۔

ایک ہی جوڑا کافی ہے

چونکہ میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ سے چار سال تک پڑھتا رہا تھا، تو وہ لباس میں شاہانہ طریق رکھتے تھے۔ جب میں دیوبند دورۂ حدیث شریف میں شامل ہوا تو مجھے یہ شوق ہوا کرتا تھا کہ میں اپنے بزرگوں کے کپڑے دھویا کروں، خصوصاً حضرت مولانا فخر الدین صاحب مدظلہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب کے، لیکن حضرتؒ کے ساتھ پشاور کے ساتھی بہت محبت کیا کرتے تھے تو مجھے موقع نہیں دیا کرتے تھے اور میں دارِ جدید میں حضرتؒ کے قریب ہی ایک کمرہ میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز موقعہ ملا تو میں بھاگا بھاگا حضرتؒ کی خدمت میں آیا، حضرت بیٹھے ہوئے مطالعہ فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا حضرت کپڑے عنایت کریں، پہلے تو فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے ہو؟ آخر میں حضرتؒ کو راضی کر لیا، آپ اٹھے اور پہنے ہوئے کپڑے اتارنے لگے اور ایک موٹا سا کمبل تہبند باندھا اور ایک چغہ پہنا اور کپڑے مجھے دے دیئے تو میں حیران ہوا، دل میں خیال آیا کہ یہ کیا ماجرا ہے، کیا حضرت کے دوسرے کپڑے نہیں کہ پہن لیتے؟ تو میں نے جرأت کی اور عرض کیا حضرت! آپ دوسرا

جوڑا پہن لیں، تو فرمایا کہ دوسرا جوڑا بنانے کی کیا ضرورت ہے ایک ہی کافی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے درسِ طحاوی کی شان نرالی تھی

حضرت استاذی وملاذی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم (رحمۃ اللہ علیہ) سے ناچیز نے دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف پڑھی ہے، یہ ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا، میرے ساتھیوں میں ۲۵۰ یا کچھ کم وبیش طلباء تھے۔ اُس زمانے کے طلباء آجکل اساتذۂ حدیث ہیں صرف یہ ناکارہ ہی نالائق ہے۔ میرے رفقاء میں مولانا محمد نعیم دیوبندی حال اُستاذ دارالعلوم دیوبند قابلِ ذکر ہیں، مولانا بشیر احمد صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا نصیر احمد بھی ہمارے ساتھی اور حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد ہیں، موصوف بھی آج کل دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہیں۔ دیگر ساتھیوں میں مولانا عبداللہ جھنگوی (جھنگ پنجاب) مولانا عبدالقادر گجراتی، مولانا حافظ اختر الحق کُھلق (ہندوستان) بھی یاد ہیں۔ مولانا محمد تقی اور مولانا محمد ذکی خورجوی کے نام بھی یاد ہیں، یہ دونوں حقیقی بھائی تھے، دارالعلوم دیوبند کے دفترِ نظامت سے ریکارڈ طلب کیا جا سکتا ہے۔

طحاوی شریف جس شان سے حضرت استاذیؒ نے پڑھائی ایسی طحاوی عرصے سے کسی نے نہیں پڑھائی تھی صرف بخاری اور ترمذی پر زور ہوتا تھا لیکن حضرتؒ نے پہلے ہی سبق میں ثابت کردیا کہ حنفی محدث کی کتاب کا حنفی اُستاذ پر یہ حق ہے۔ مَیں نے حضرت کی تقریر بھی لکھی تھی اور مولانا محمد نعیم صاحب جو آجکل دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہیں انہوں نے بھی تقریر طحاوی قلمبند کی تھی لیکن افسوس ہے کہ میں ہجرت کے وقت ساتھ نہ لاسکا اور بعد میں وہ ضائع ہوگئی۔ حضرتؒ کی تقریر اردو میں نہایت شُستہ اور سلیس ہوتی تھی، اسی لئے اکابر نے حضرت کے اسمِ گرامی کے ساتھ انفع کا تخلص لگادیا تھا چونکہ کاکاخیل کے حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گلؒ بھی اساتذہ میں شامل تھے۔ مولانا نافع گل صاحبؒ کی زندگی کا کافی حصہ دیوبند میں گذرا ہے لیکن موصوف اردو زبان میں تقریر کرنے اور طلباء کو پوری طرح نہیں سمجھا سکتے ہیں، ناچیز موصوف کا بھی ادنیٰ شاگرد ہے خدانخواستہ اس تحریر کسی قسم کی تنقیص کرنا مقصود نہیں، آپ کے علم وفضل کا سب ہی اعتراف کرتے ہیں لیکن حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث انفع کو ہندوستانی، پنجابی، بنگالی و سرحدی تمام طلبہ میں مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ ہی کا حصہ ہے غالباً اس میں آپ کے علم وفضل کے ساتھ آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا بھی دخل ہے۔

انیس احمد صدیقی ۲۴ رمضان ۱۳۹۱ھ

حدیث اور حضرت شیخؒ کی دقتِ نظر

حضرت مولانا صاحبزادہ امین الحق گستوئی ژوب پستان، جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد رشید ہیں فرماتے ہیں کہ حضرتؒ نے حقائق السنن میں جن علوم ومعارف کا اظہار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں اور بعض مقامات پر ایسے مماثل بھی بیان کیے ہیں جو دقتِ نظر اور گہرے علمی فہم اور رسوخ پر دلالت کرتے ہیں ـــــ مثلاً عوام نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ لحیہ کثہ کا خوب خلال کیا جانا چاہیئے اور لحیہ غیر کثہ کو نہ تو کوئی اہمیت دی جاتی ہے اور نہ ہی عوام اس کے خلال کو ضروری سمجھتے ہیں۔

مگر حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ: "اگر لحیہ غیر کثہ ہے یعنی بال گھنے نہ ہوں اور چہرے کی جلد مواجہت کے وقت نظر آتی ہو تو داڑھی کا خلال فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں نیچے نظر آنے والی کھال "ما یتواجہ بہ" کا مصداق ہے لہٰذا تخلیل کی صورت میں اس تک پانی کی رسائی فرض ہے۔"

(حقائق السنن جلد ا صفحہ ۲۱۶)

بعض ثقہ حضرات راوی ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ میں تشریف فرما تھے تو دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے رفیقِ خاص الحاج محمد یوسف صاحب نے عرض کیا حضرت! "دارالعلوم حقانیہ آپ حضرات کی توجہات اور دعاؤں کے صدقے اپنے عمل وکردار میں آگے بڑھ رہا ہے گویا دارالعلوم دیوبند کی بیٹی ہے، حضرت حکیم الاسلامؒ نے ارشاد فرمایا بیٹی نہیں بیٹا ہے۔"

دارالعلوم کے امور میں حزم واحتیاط اور قابلِ رشک زہد وتقویٰ کی ایک مثال

احقر عبدالقیوم حقانی عرض گذار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی مدفیوضہم اپنی اقامت گاہ (دارالمدرسین) میں دارالعلوم کی فراہم کردہ بجلی سے کپڑے اِستری نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے کسی عزیز کے گھر بنّی لے جاکر استری کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا حضرت! دوسرے سب حضرات دارالعلوم کی بجلی اِستری کے لیے بلکہ ہیٹر تک استعمال کرتے ہیں مگر آپ اس قدر احتیاط کرتے ہیں جو موجبِ کلفت بھی ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب منتظمین دارالعلوم کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو میں کس طرح بجلی بیجا صرف کرسکتا ہوں" آخر ایک دن میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حضرت شیخ التفسیر کی موجودگی میں عرض کیا کہ حضرت! ہمارے شیخ التفسیر کپڑے اِستری کرنے کے لیے دارالعلوم کی بجلی خرچ نہیں کرتے اور بنّی میں کسی کے گھر میں کپڑے استری کرتے ہیں حالانکہ دوسرے حضرات دارالعلوم کی بجلی سے نہ صرف اِستری چلاتے ہیں بلکہ وہ تو ہیٹر بھی جلاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: "بہت اچھا کرتے ہیں"، مَیں نے پھر عرض کیا حضرت! اگر دوسرے حضرات بھی اس اصول کی پابندی کریں تب تو شیخ التفسیر صاحب پر بھی لازم ہے لیکن جب دوسرے حضرات پابندی نہیں کرتے تو اِنہیں بھی اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ یہ تکلیف سے بچ جائیں، لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخر تک اجازت نہ دی کیونکہ وہ دارالعلوم کی کسی اجازت اور منتظمین کی اجازت کے بغیر استعمال کو روا نہ سمجھتے تھے۔

عظیم دینی راہنما

۱۹ ستمبر ۱۹۷۷ء کو ائیر مارشل اصغر خان صدر تحریکِ استقلال نے بنّی میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ اتنے عظیم دینی راہنما کے سامنے تقریر کر رہا ہوں، یہ اس علاقہ کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اتنے بڑے مولانا آپ کی

نمائندگی کر رہے ہیں، دین ہیں یہ علماء ہماری راہنمائی کریں گے، اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر مولویوں کی حکومت آگئی تو کیا کیا ہوگا؟ تو یہ غلط ہے، کچھ نہیں ہوگا۔ میں مولانا صاحب کے سامنے کہتا ہوں کہ اسلام میں قدیم اور جدید دونوں قسم کے مسائل کا حل موجود ہے اور مولانا صاحب تو بہت پہلے سے کامیاب ہیں۔

سابق رکن قومی اسمبلی سالم خان خلیل کی شہادت

۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو سابق رکن قومی اسمبلی جناب سالم خان خلیل (پشاور) نمازِ عشاء کے وقت جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور نماز کے بعد طلبۂ دارالعلوم سے تین منٹ کے مختصر خطاب میں کہا کہ ـــــ "شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ہم اسمبلی میں اکٹھے رہا کرتے تھے، ہم نے انہیں بہت قریب سے بولتے دیکھا، ملک کی تحریکات اور اسمبلی میں انہیں مختلف عنوانات سے کام اور گفتگو کرتے دیکھا، مرحوم وزراء اور اربابِ اقتدار سے جب بھی مخاطب ہوتے تو ان کی مساعی اور تقاریر و خطاب کا اوّلین ہدف نظامِ شریعت بلکہ نفاذِ شریعت کی فوری ضرورت اور مطالبہ ہوا کرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ممبرانِ اسمبلی اول حصولِ دولت، حصولِ دُنیا، ذاتی مفادات اور پھر علاقائی کاموں کو ترجیح دیتے تھے مُلکی اور ملّی سطح کے مسائل کی حیثیت ثانوی سے بھی آگے کی تھی مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ فرمایا کرتے کہ تمام دُنیوی امور اور عام انسانی جائز منافع کا حصول بھی نفاذِ شریعت میں ہے۔ انہوں نے کہا میں نے آپ حضرات کا قیمتی وقت لیا، چونکہ میں نے حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھا ہے اس لیے آپ حضرات کے سامنے میں مولانا مرحوم کے خالص دینی مساعیٔ نفاذِ شریعت پر شہادت دینے کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرماوے اور ہم سب کو مرحوم کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ"

مولانا مفتی محمودؒ کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میرا سہارا تھے

حضرت مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی تعزیت کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ ۹ ستمبر کی شام کو امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کو جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر دی گئی تو بے حد رنجیدہ اور پریشان ہوئے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور ان کے کمالات، دینی خدمات اور عظمت کا بیان شروع کیا، حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، الحاح اور دعاء پر توجہ تھی۔ ارشاد فرمایا کہ میرے سارے رفیق جا رہے ہیں، مولانا مفتی محمودؒ کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میرے لیے بہت بڑا سہارا تھے، اب میں اکیلا رہ گیا ہوں، پھر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کا عزمِ مصمّم کر لیا مگر ڈاکٹروں نے کسی بھی صورت میں جانے کی اجازت نہیں دی اور سفر سے منع کر دیا، پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے لیے مسلسل ایصالِ ثواب اور دعاء کا اہتمام جاری رکھا۔

فنافی العلم

کامرہ (ضلع اٹک) کے ایک مولانا صاحب (جن کا اس وقت نام یاد نہیں آرہا) دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد ہیں، مشکوٰۃ شریف حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑھی ہے، سات سال تک دارالعلوم میں کسبِ فیض کیا ہے، فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ وہ فنافی العلم تھے، میں نے مولانا مرحوم کو ہمیشہ درسگاہ اور اپنے کمرہ میں آتے جاتے دیکھنے کے علاوہ دوسری کسی بھی جگہ نہیں دیکھا۔ البتہ شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبدالسمیع صاحب کے ہاں وقتاً فوقتاً موجود رہتے تھے۔ اس کے علاوہ باہر کی دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔

طلباء کی تربیت اور ضروریات کی فکر

جناب حکیم محمد عمر صاحب فاضلِ حقانیہ ہوتی مردان نے بتایا کہ جب ہم دارالعلوم کے ابتدائی ایام میں یہاں پڑھتے تھے اور دارالعلوم قدیم مسجد سے حالیہ عمارت میں منتقل نہیں ہوا تھا، طلباء شہر کی مساجد میں رہا کرتے تھے تو بارہا یہ دیکھنے میں آیا کہ رات کے ایک یا دو بجے حضرت شیخ الحدیثؒ بنفسِ نفیس شہر کی ان تمام مساجد کا چکر لگاتے جہاں جہاں طلبہ مقیم ہوتے تھے۔ طلبہ کے قیام، ان کی ضروریات و حاجات اور اخلاقی تربیت اور متعلقات کا خود جائزہ لیتے اور اس سلسلہ میں مناسب حکمتِ عملی اختیار کرتے۔

ایک پیشینگوئی جو پوری ہوئی

دارالعلوم حقانیہ کے ناظمِ دوم جناب مولانا گل رحمٰن صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران اکثر مجھ سے خوش طبعی میں فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم اپنے علاقے میں جائیں گے تو وہاں ایک دارالعلوم قائم کریں گے اور وہاں تجھے مطبخ کی نظامت حوالے کروں گا اور خود اہتمام کروں گا ـــــ اُس وقت تو میں اسے مزاح سمجھتا تھا مگر حقیقت پھر عیاں ہوئی، چنانچہ یہی ہوا، دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں قائم ہوا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے دارالعلوم میں مطبخ کی نظامت کی ذمہ داری سونپی جو تقریباً ۴۰ سال تک میں بخوبی انجام دیتا رہا ـــــ یہ حضرت الشیخؒ کی بصیرت تھی یا رُوحانی کمال کہ مستقبل میں انجام دیئے جانے والے کام کی پیشینگوئی پہلے سے کر دی تھی۔

جہاز ہلاکت سے بچ گیا

حافظ محمد صفی اللہ معاویہ راوی ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہمارا جہاز فضا میں خطرناک صورت حال سے دوچار ہوگیا سواریاں پریشان ہوئیں مگر میں نے آپ کا ارشاد فرمایا وظیفہ سورۃ قریش کا ورد شروع کر دیا جس کی برکت سے خطرناک ترین صورت حال سے نجات ملی۔ بعد میں ماہرین سے پتہ چلا کہ ایسی صورت حال میں جب جہاز دوچار ہو جاتے ہیں تو نہیں بچا کرتے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب آپ کے ارشاد فرمایا وظیفہ کی برکت ہے۔

عصری علوم کی تحصیل اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا نقطۂ نظر

دارالعلوم وانا (وزیرستان) کے نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے فاضل حضرت مولانا تاج محمد حقانی جو ایم اے عربی گولڈ میڈلسٹ ایم اے اسلامیات عربی آنرز بھی ہیں لکھتے ہیں کہ یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے، میں ڈیرہ اسماعیل خان میں دارالعلوم نعمانیہ میں دینی سبق پڑھ رہا تھا ایک دن مری پورجیل سے والد محترم کا خط آیا کہ میں اگلے سال دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لے لوں۔ اس سال میں نے پرائیویٹ طور پر ایف اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ بنا بریں حسب ارشاد اگلے سال دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ اس دوران میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی ترکیب کی ضرورت اور لطف سے واقف ہو چکا تھا اس لیے میری دلی خواہش تھی کہ اس سلسلے کو بہر قیمت جاری رکھا جائے۔ جبکہ دوسری طرف دارالعلوم میں اس وقت طلبہ کی اکثریت کا رجحان اور ماحول اس کے لیے زبردست رکاوٹ تھی۔ یہاں تک کہ دارالعلوم کے طلبہ میں جب ہمارے اس رجحان کا چرچا ہونے لگا تو عام طلبہ کے علاوہ بعض ذمہ دار لوگوں کی طرف سے بھی کھلے عام ہم پر ناقدانہ تبصرے ہونے لگے۔ ان حالات سے دل برداشتہ ہو کر ہم نے براہ راست حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا جدید عصری علوم کے بارے نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں اور میرا ہم خیال ایک دوسرا ساتھی حضرۃ شیخ الحدیث کے ساتھ بیٹھ کر آپؒ کے پاؤں دبانے لگے اور جب آپؒ گھر جانے لگے تو ہم نے اپنا مدعا بیان کیا اور آپؒ کی رائے پوچھی۔

ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپؒ نے سنجیدگی اور شفقت کے ملے جلے انداز میں ایک مختصر سے جملہ سے ہماری تمام تر پریشانی اور ذہنی کرب دور فرما دیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "بیٹا ضرور پڑھیں کیونکہ ایسا دور آنے والا ہے کہ جدید عصری علوم کے بغیر دین کی خدمت بھی نہ ہو سکے گی"۔ گویا آپؒ کا اشارہ اس طرف تھا کہ دینی طلبہ کا عصری علوم کا حصول بھی دین ہی کے لیے ہونا چاہیئے اس کے بعد ہم جب بھی آپؒ سے ملاقات کے لیے جاتے تو ضرور اس بارے میں بھی پوچھتے اور جب میں نے ایم اے عربی اور میرے ساتھی نے ایم اے اسلامیات کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا اور آپؒ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ تم نے خبر "الحق" رسالے میں دی ہے ہم نے نفی میں جواب دیا تو آپؒ نے افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ تو دارالعلوم کے لیے بہت فخر کی بات ہے یہ بات تو ضرور لکھی جانی چاہیئے۔ اسی وقت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یہ خبر ضرور "الحق" میں دے دیں۔

اس سے ہماری بے حد حوصلہ افزائی ہوئی اور نہایت اطمینان کے ساتھ ہم اپنے ناقدین کے تبصروں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیتے۔

یہ بظاہر ایک معمولی بات ہے جو میں نے قدرے تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی ہستی کا قول ہے جو بذات خود ایک دلیل اور محبت کا مقام رکھتی ہے مستقبل میں آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو گی۔

اگر ہم اسلام کا روشن مستقبل چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے لیے بہترین رجال کار پیدا کرنے ہوں گے اور بہترین رجال کار وہی بن سکتے ہیں جو مجمع البحرین ہوں۔ جو کسی بھی میدان میں جدید چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔ جن کو معاشرے پر کمانڈ حاصل ہو جو کسی بھی موضوع پر بات کر سکیں اور مخالفین اسلام کو مسکت جواب دے سکیں۔

جب روس کی فوجیں افغانستان داخل ہوئیں

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل حضرت مولانا ایاز احمد حقانی کانگڑہ ضلع چارسدہ لکھتے ہیں۔

۲۷ر دسمبر ۱۹۷۹ء کی رات کو روس نے بڑے پیمانے پر اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں اور افغانستان کے غریب اور نہتے مسلمانوں پر ظلم و جبر کا بازار گرم کیا۔

دوسرے دن حضرت شیخ الحدیث نے دارالعلوم میں اساتذہ و مشائخ معززین اور طلباء کو جمع فرمایا اور دارالحدیث میں روسی مظالم و بربریت کے خلاف آواز بلند کی۔ اور طلباء کو جہاد افغانستان میں تیاری کے لیے مجاہد علماء اور بزرگوں کے حالات سنائے، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید، تحریک شاملی وغیرہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا اس کے بعد حضرت کا اوڑھنا بچھونا جہاد افغانستان بن گیا دن رات دعائیں اور نالہ نیم شبی میں جہاد افغانستان کی کامیابی کے لیے رو رو کر اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنا حضرت کا معمول بن گیا۔ حضرت کی کوئی دعا وفات تک ایسی نہ ہوتی جس میں جہاد افغانستان کو شامل نہ کیا ہو۔

جب حضرت شیخ الحدیثؒ دارالعلوم تشریف لاتے

مولانا ایاز احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت روزانہ گھر سے موٹر کار میں تشریف لاتے تھے اور جب موٹر دارالعلوم کے صدر دروازہ میں داخل ہوتی تو طلباء میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی تھی اور ہر طرف ہر ایک طالب العلم حضرت کی گاڑی کی طرف دوڑتا اور کوشش کرتا کہ حضرت کی خدمت کی سعادت مجھے نصیب ہو اور دفتر تک حضرت کو پہنچاؤں۔ خوش قسمت طالب علم کو یہ سعادت نصیب ہوتی تھی۔ جب حضرت دفتر اہتمام میں بیٹھتے تو دفتر بلکہ پورے دارالعلوم میں رونق آجاتی تھی اور طلبا [illegible] دفتر اہتمام کی کھڑکیوں سے حضرت کی زیارت باری باری کرتے تھے۔

اکابر کا شیوہ

حضرت مولانا قاری محمد عباس خان ٹانک حال مدرس دارالعلوم اسلامیہ افغاخیل بالا برادی ہیں کہ۔

احقر اور برادرم حافظ عبدالقیوم نے ۱۴۰۹ھ میں دورہ حدیث کے لئے جب اپنے اساتذہ کرام (قاضیان کلاچی) کے حکم پر دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے بے پناہ شفقت فرمائی اور دارالعلوم میں بڑے احترام سے داخلہ اور متعلق امور پورا کرنے کی ہدایات فرمائیں۔

جس روز تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب تھی تو ہم دونوں ساتھی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے ہمراہ افغان مجاہدین کے معروف رہنما جناب حکمت یار گلبدین کی دعوت پر شمشتو کیمپ پشاور چلے گئے۔ جہاں حقانی صاحب نے جلسے سے خطاب کیا۔ واپسی ہوئی تو یہاں افتتاحی تقریب کا اختتام تھا اور صرف دعا میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور یہ بھی کوئی کم اعزاز نہ تھا مگر یہ حسرت دل میں تھی کہ حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات اور سلسلۂ سند اور ترمذی کے درسِ اوّل سے محروم رہے۔ چنانچہ عصر کے وقت ہم لوگ حضرت حقانی صاحب مدظلہ کے ساتھ جب حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقانی صاحب نے ہماری افتتاحی تقریب میں حضرت کے افادات اور ارشادات اور درس اوّل سے محرومی کا عرض کیا تو حضرت نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ اسی وقت صرف ہم دو طلباء کے لئے وہی تقریر، وہی سلسلۂ سند اور وہی ارشادات۔ جو آپ نے صبح بیان کیے تھے۔ پھر اسی انداز میں دوہرا دیئے اور چہرے پر کسی تھکاوٹ یا ناگواری کا اثر تو کیا؛ بلکہ بشاشت اور تازگی چھلکتی رہی اور میں دل ہی دل میں یہ سوچتا رہا کہ یہ شیوہ اکابرؒ تھا اور سید احمد شہیدؒ کی سیرت وسوانح کا اس نوعیت کا واقعہ مشہور بھی ہے کہ ہزاروں کے جلسہ میں خطاب کے بعد جب ایک بوڑھا ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہوا اور تقریر سے محرومی کا اظہار کیا تو حضرت سید صاحبؒ نے کئی گھنٹوں پر مشتمل دی تقریر اس ایک بوڑھے کے لئے پھر سے سنا دی دنیا حیران تھی جب پوچھا گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا جب ہزاروں کا مجمع تھا تو تقریر ایک خدا کے لئے تھی اور جب ایک مخاطب تھا تب بھی تقریر ایک خدا کے لئے تھی۔

دینی مدارس کے قیام کی تحریک و تبلیغ

مولانا میر عجم خان فاضل حقانیہ و مہتمم جامعۃ المحمدیہ جنوبی وزیرستان رقم طراز ہیں:۔

ہمارے ساتھی حضرت مولانا قاری لعل محمد مرحوم وزیرستانی حضرتؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے میں بھی مرحوم قاری لعل محمد صاحب کے ساتھ بارہا حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری اور زیارت کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ حضرت شیخ الحدیث میرے حدیث شریف کے استاذ تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق اور انوار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی میرے استاذ ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد ایک بار میں اور مرحوم قاری لعل محمد صاحب دونوں حضرت شیخ الحدیث مرحوم صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو ان کی طرف سے ہمیں یہ ہدایت ہوئی کہ وطن جاکر دارالعلوم کی ایک شاخ بنادیں میں تمہارا دعا گو رہوں گا۔ حضرت شیخ الحدیث کی ہدایت کے مطابق ہم نے دینی مدرسہ بنا دیا تو ہم دونوں پھر حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے مبارکباد دی اور دعا بھی کی اور بعد میں ارشاد فرمایا! عزیزو میں تمہارے لیے دعا کروں گا یہ دارالعلوم کی ایک شاخ ہے اس کے استحکام میں کوشش کریں تاکہ تمہارے علاقے میں دین عام ہو جائے۔ پھر ہم نے نام کا مطالبہ کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس دینی ادارے کا نام بھی اپنی زبان سے ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ تمہارے مدرسہ کا نام جامعۃ العربیۃ المحمدیۃ ہے جو کہ بمقام کڑیکوٹ وانا جنوبی وزیرستان ایجنسی میں قائم ہے جامعۃ العربیۃ المحمدیہ حضرت مولانا صاحب مرحوم کی ایک یادگار ہے جس پر علاقے کے تمام لوگ ، مبارک یادگار پر فخر کرتے ہیں۔

وہ شیخ الحدیث کے لقب کو اپنے نام ساتھ مذاق سمجھتے تھے

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ راوی ہیں کہ میں ابھی چھوٹا تھا بات بہرحال ابتدائے شعور کی ہے کہ ایک مرتبہ عشاء کے بعد جب حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے اولین رفقاء جناب الحاج محمد یوسف جناب الحاج غلام محمد صاحب جناب حافظ نور بادشاہ جناب ملک امرالہی صاحب اکھٹے شام کا کھانا کھا کر کچھ باہمی صلاح ومشورہ کر رہے تھے آپس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں اور یہی ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث نے بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھیوں سے کہا کہ آج جناب خان لعلے محمد زمان خان خٹک نے مجھے عجیب بات کہی حضرت ان کی بات کو اپنے ساتھ استہزاء اور خلاف واقعہ قرار دے کر بڑی حیرت اور اچھنبے کی بات قرار دے رہے تھے جب ساتھیوں نے بہ اصرار پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خان لعلے نے مجھے "شیخ الحدیث" کہا ہے حضرت کے نزدیک ان کو شیخ الحدیث کہنا انکے نزدیک ایک عجیب بات تھی وہ شیخ الحدیث کے عظیم اور مقدس لقب کو اپنے نام کے ساتھ مذاق سمجھتے تھے۔

یہ بات کہہ کر بہت دیر تک قہقہہ سے ہنستے رہے جبکہ بہت کم ایسا ہنستے دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت کی ایک توجہ، جو پورا کام کرگئی

حضرت مولانا قاری محمد رمضان صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی حال مدرس دارالحفظ دارالعلوم حقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

احقر نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں دورۂ حدیث مکمل کیا تو محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت و ملاقات اور حصول دعا کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوا اور یہ احقر کی دیرینہ تمنا تھی کہ کسی طرح حضرتؒ کی ایک ملاقات نصیب ہو جائے ۔

چنانچہ احقر تعلیمی سال کے آغاز میں جب اسی غرض سے استاذ زمن مولانا عبدالقیوم حقانی سے ملا تو وہ بہت خوش ہوئے اور عصر کے وقت مجھے اپنے ہمراہ لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس کچھ علمی مسودات اور تحریریں تھیں، حضرت اس روز عصر سے عشاء تک وہ مسودات سنتے رہے اور اصلاح و ترمیم کا کام جاری رہا۔ کسی موقع اور مناسبت سے حضرت حقانی صاحب نے میرا تعارف کرا دیا اور میری طرف سے درخواست بھی عرض کر دی کہ میں ان سے حدیث شریف کا شرفِ تلمذ حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔

حضرت نوراللہ مرقدہٗ تھکے ماندے ہونے کے باوجود بڑی بشاشت اور فرحت سے متوجہ ہوئے ۔ حدیث کی تمام سند بیان فرمائی پھر صرف ایک حدیث کا درس دیا اور وہ تھی ”خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ“ پھر اجازت فرمائی مگر میرے خیال اور وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مجھے حقانیہ کے دارالحفظ والتجوید میں قرآن کی خدمت اور درس و تدریس کا کام کرنا ہے احقر ایک دو روز دارالعلوم میں رہا، تیسرے روز حضرت نے دارالحفظ کے لئے میری تقرری فرما دی اور اب تک قرآن کے درس کی سعادت حاصل ہو رہی ہے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت نے اجازت کے دوران جو حدیث پڑھائی تو اس کے ساتھ اُن کی قلبی توجہ بھی یقیناً ہوگی یہ سب اس کی برکات ہیں ری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک حضرتؒ کے اِن توجہات و برکات کو تازیست ائم رکھے آمین ۔

ہم حضرتؒ کی قبر کو ووٹ دیں گے

حضرت مولانا رشید احمد فاضل دارالعلوم حقانیہ (لاہور ضلع صوابی) رقمطراز ہیں۔ ہم متعدد بار متعدد علاقوں میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتخابات کے سلسلے میں گئے تھے جبکہ آپ ۱۹۸۵ء میں امیدوار قومی اسمبلی کے تھے مختلف جگہوں میں ہم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس لیے آئے ہیں ہمارا ووٹ تو حضرت مولانا صاحبؒ کا ہے جبکہ بہت سے لوگ جوشِ محبت میں آکر ہم سے کہنے لگے کہ اگر مولانا صاحب کی وفات بھی ہو جائے تو ہمارا ووٹ مولانا صاحبؒ کی قبر کا ہے۔

آپ ہمارے بادشاہ ہیں

مولانا رشید احمد موصوف نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ پھر جب حضرت مولانا صاحب کامیاب ہوئے تو لوگ جوق در جوق مولانا کے گھر آئے تو حضرت مولانا صاحبؒ مسجد تشریف لائے مسجد باوجود وسیع ہونے کے لوگوں کو نہ سما سکی لوگوں نے مولانا صاحبؒ زندہ باد کے نعرے بلند کئے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کرو اس سے مخالف امیدوار کے دلوں کو تکلیف ہوگی اور نعرہ بازی سے غرور اور تکبر جھلکتا ہے اور فرمایا کہ میں تو آپ کا صرف ایک امام ہوں مگر لوگوں نے کہا نہیں آپ ہمارے بادشاہ ہیں ۔

مجھے حضرت کے تلمذ پر فخر ہے

مولانا رشید احمد نے یہ بھی لکھا ہے۔

اور یہ بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے اور طلباء سے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی ذات بابرکت ہے اور میں ان کا شاگرد ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔

دفع مرض اور وسعتِ رزق کا وظیفہ

حضرت مولانا سید محمود شاہ جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور گاؤں شادیو ضلع بنوں کے رہنے والے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

میں ۱۹۸۵ - ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم حقانیہ میں درجہ رابعہ کا طالب علم تھا اور شدت سے معدہ کی بیماری کا شکار ہوا ۔ بعد میں اس بیماری سے بہت تنگ ہوا اخراجات وغیرہ بھی ختم ہو گئے سخت پریشانی میں مبتلا تھا ۔ میں نے محدث کبیر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کو اپنی تنگ دستی اور عوارض و امراض کے بارے میں عرض کیا کہ مسافر طالب علم ہوں گاؤں بہت دور ہے مجھے ایسا وظیفہ بتایا جائے جس کو میں پڑھوں اور اس کے برکات کی وجہ سے تنگ دستی دور ہو اور بیماری سے نجات ملے ۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے تسلی دلائی اور ارشاد فرمایا کہ ہر جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد اور صبح کی نماز کے بعد ”یا مغنی“ ۱۲۱ مرتبہ پڑھا کریں ان شاء اللہ، اللہ پاک تنگ دستی ختم کر دے گا اور مرض سے نجات مل جائے گی ۔ پھر احقر نے یہ عمل شروع کر دیا تو اللہ پاک نے مدد فرمائی، تنگ دستی ختم ہوئی اور بیماریاں کافور ہو گئیں اور آج تک بحمد للہ دین کی خدمت کا کام ہو رہا ہے اب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو یہ وظیفہ معمول میں رہتا ہے غیبی دروازے کھلتے ہیں ۔

مطالعہ کا شغف

حضرت العلامہ مولانا محمد زمان فاضل حقانیہ و مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ بندہ اگر کچھ لکھتا تو یہی کہ شیخ کو مطالعہ حدیث کا اتنا شغف تھا کہ گھر اور مدرسہ میں تو یہ معمول رہا گھر سے مدرسہ آتے وقت جب کہ ان دنوں راستہ میں گھر سے کھنڈرات تھے پھر بھی راستہ میں ترمذی کی تقاریر وغیرہ کے

مسودات پر نظر ڈالتے سفر کرتے تھے۔

۲۔ اور حسن لقاء ان کا ایک خاص وصف تھا۔

عظمتِ کردار

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا نورالاسلام ترخوی رقمطراز ہیں:۔

محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز جن کے متعلق بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن و سُنّت کے اتباع اور اس کی اشاعت، ترویج و تبلیغ اور ملک و ملت کی آزادی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ عظمتِ کردار، حسنِ عمل، مہارتِ علمی، طہارتِ سیرت کو اوراقِ تاریخ پر محفوظ کرنا اور ان کے افکار و خیالات کو افرادِ ملت تک پہنچانا وقت کا سب سے اہم ترین تقاضا ہے۔

ہاں وہی صاحبؒ! جنہوں نے پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ (جسے پاکستان کا دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے) کی بنیاد صرف اور صرف للّٰہیت پر رکھی تھی، جو آجکل اسلامی تہذیب و تمدن کے جذبات بیدار کرنے اور دین و سیاست کے لحاظ سے اسلامی شعور زندہ کرنے کا مرکز ہے۔

ہاں وہی حقانیہ! جس میں عوام ہوں یا خواص، امیر ہو یا غریب، پنجابی ہو یا پٹھان، سندھی ہو یا بلوچی، یہاں تک کہ غیر ممالک کے لوگ بھی زاہد و صالح علماء کی اقتداء میں طلباء کے جمِّ غفیر میں نماز پڑھنا اپنی خوش قسمتی، نیک بختی اور سعادتمندی سمجھتے ہیں۔

ہاں وہی صاحبؒ! جو ظالم کے سر پر تلوارِ بے نیام اور مظلوم کا حامی علی الدوام، تشاقیؔ اکابرینِ دیوبند، ہمعصر قافلۂ علماء کے سالار، صوفیائے کرام کے مجاہد امیر، فاتح افغانستان... وہ.... بااوقات بزرگ، معمولات کے پابند، ذاکر و شاغل، تہجد گذار اور شب بیدار، وقار و حلم کے پہاڑ، عجز و انکسار کے مینار، علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب، تقویٰ و طہارت کا مجسمہ، خلوص و حیاء کا پیکر اور سراپا شفقت و محبت تھے۔

انسانی فطرت ہے کہ وہ ہم نشیں سے متاثر ہوتا ہے یا ہم نشیں کو متاثر کر دیتا ہے، اور پھر صلحاء و صوفیاء اور بزرگانِ دین کی مجلس سے تو زندگی راہِ انقلاب پر گامزن ہوتی ہے ؎

صحبتِ صالح تُرا صالح کند
صحبتِ طالع تُرا طالع کند

مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ ان کی صحبت حاصل ہو تو میرا مشورہ ہے بلکہ اصرار، کہ حضرتؒ کی اصل تصویر، حضرتؒ کا اصل کردار، حضرتؒ کی اصل تعلیمات ہی امت کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، تو آئیے اُن کے شاگردِ رشید حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی مرتب کردہ کتاب "صحبتے با اہلِ حق" سے استفادہ کریں کہ شاید مستقبل سنور جائے۔

زندگی میں ایک نماز

پشاور کے جناح پارک میں متحدہ شریعت محاذ کا جلسہ تھا۔ لوگ دور دور سے اس جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے اور قائد شریعت مولانا عبدالحقؒ کا نام بندہ نے بھی سنا تھا، یہ احقر کے بچپنے اور ابتدائی طالبعلمی کا زمانہ تھا۔ حضرتؒ متحدہ شریعت محاذ کے صدر تھے۔ تو میں بھی ان کے ہزاروں عقیدتمندوں کی طرح اُن کو دیکھنے اور زیارت و ملاقات کی غرض سے جناح پارک پہنچا لوگوں کا بڑا ہجوم تھا ہر طرف سر ہی سر ہی نظر آتے تھے۔ بندہ نے بہت کوشش کی کہ آگے جاکر قریب سے حضرت مولانا عبدالحقؒ کو دیکھے اور زیارت کا شرف حاصل ہو جائے جہاں تک ممکن تھا۔ بندہ آگے سٹیج کے قریب گیا اور حضرت شیخ الحدیث کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر دل میں ان کی عظمت اور محبت اور بھی بڑھ گئی۔ اور پھر بعد میں نماز جمعہ وہاں پڑھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس خطبے اور نماز میں قراءت اور نماز کی کیفیت کو عمر بھر نہیں بھول سکا کیونکہ وہی زندگی کی ایک نماز تھی جو حضرت کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں ایک ہی ایسی نماز ہوئی ہے جو کسی کے صدقے اور کسی کے وسیلے میں بارگاہ ربوبیت میں پیش کرنے کے قابل ہو سکتی ہے اس نماز کی لذت، کیفیت اور لطف کی چاشنی اور حلاوت و عذوبت زندگی بھر محسوس ہوتی رہے گی (عماد رحمٰن خٹک کرک)

تبلیغی جماعت اور نوجوان فضلاء کی تشجیع

حضرت مولانا مفتی رشید احمد نقشبندی مدرس دارالعلوم حقانیہ رقمطراز ہیں۔

آہ صد آہ! اپنے محسن، اپنے مربی، اپنے شیخ اپنے روحانی شیخ العرب والعجم کے شاگرد رشید، جہاد شریعت کے مایہ ناز سپوت اور جانباز سپاہی قافلۂ ولی اللہی کے سرپرست، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ، آج مجھ جیسے نابکار کو کچھ لکھنا پڑ رہا ہے اور ان کے فراق کے صدمہ میں نڈھال فکر و ذہن کے ساتھ قلم کیا لکھ سکتا ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر قرآنی ورد کو زبان پر لاکر خود کو تسلی دے دیتا ہوں صرف میں کیا جب حضرتؒ کا سانحہ پیش آیا تو حضرت شیخ الاسلام مرحوم کے حادثہ ارتحال کی خبر پورے دنیائے اسلام میں بڑی ہی رنج و ملال سے سنی گئی۔ کیونکہ آپ کا شمار دنیائے اسلام کے اکابرین سے تھا حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ حضرت کا وصال پر ملال ایک بہت بڑا قومی المیہ و ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کے علم و فضل، ورع و تقویٰ، حق گوئی اور اجراء دین کا غلبہ مخالفین بھی مانتے تھے۔

ان کے شاگردوں کا سلسلہ اندرون ملک و بیرون ملک، پاک و ہند،

(بقیہ ص۵۱۸ پر)

چند مشاہدات اور واقعات

جامع المعقول والمنقول حضرت العلامہ مولانا مغفور اللہ صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ہمارے اکابرین اور مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف النوع صفات سے نوازا تھا جو یکے بعد دیگرے دینِ اسلام اور علومِ نبوّت کی خدمت کرتے ہوئے دُنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ شیخ الحدیث محدّثِ کبیر حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ بھی مختلف النوع اور ہمہ جہت صفات کے مالک تھے، بالآخر انہوں نے بھی اپنے تلامذہ و متعلقین اور دُنیائے اسلام میں پھیلے ہوئے تبعین کو یتیم چھوڑ کر اقلیمِ آخرت کی راہ لی۔

آپ جامع الصفات تھے، مسندِ تدریس کی رونق تھے جُملہ علوم و فنون، احادیث، تفسیر میں اعلیٰ پایہ کے مدرس تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کی ہدایت اور رُشد و فلاح کی اشاعت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ ملک و قوم کی خدمت، اسلامی نظام کے نفاذ اور ترویجِ شریعت کے لیے بھی آپ کی مساعی کسی سے کم نہ تھیں بلکہ اس میدان کے سپہ سالار تھے۔ استقامت علی الدین تو آپ ہی کی امتیازی علامت تھی گویا وہ اس شعر کے صحیح مصداق تھے

للحق عبدالحق صار معاضدًا
فسواہ شیٔ لا یمرّ ببالہ

حضرت الشیخؒ احترامِ مشائخ، اتباعِ سُنّت اور علماء کے اکرام میں یُوقر کبیرنا اور شفقت علی الاصاغر طلبہ کی حوصلہ افزائی اور ہمت آفرینی میں یرحم صغیرنا کا صحیح مصداق تھے۔ تخلّق باخلاق اللہ اور تخلّق باخلاق النبیؐ مثل شفقت و عنایت اور تواضع و انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔

مجھے مضامین لکھنے کا تجربہ نہیں اور نہ ہی کبھی اس فیلڈ میں کام کیا ہے تاہم حضرتؒ سے قرب و خدمت اور دارالعلوم میں ان کی حینِ حیات تدریسی کام دس سال سے زائد عرصہ پر پھیلا ہوا ہے، اس دوران اُن سے بہت سے فیوض و برکات حاصل ہوئے اور حضرت الشیخؒ کو بہت قریب سے دیکھا۔ ذیل میں اپنے چند مشاہدات لکھ کر خریدارانِ یوسف میں نام درج کرانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:۔

حضرت مولانا مارتونگ باباجیؒ

حضرت شیخ الحدیث کے ادب و احترام اکابرین اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک روز میرے استاذِ محترم مولانا رشید احمد صاحب جو کہ مولانا خان بہادر مارتونگ باباجیؒ کے فرزند ہیں، دارالعلوم تشریف لائے، اُن کی معیّت میں حضرت الشیخؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی موصوف نے مولانا مارتونگ باباؒ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابتداءً میرا تخیّل مولانا کے بارے میں یہ تھا کہ وہ معقولات میں شہرت اور مجتہد کا درجہ رکھنے کی وجہ سے بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ رہتے ہوں گے، تو اتفاقاً مولانا کی دارالعلوم آمد ہوئی، ملاقات پر مولانا کو دیکھ کر میرا تخیّل شرمندۂ تعبیر ہو گیا اور عقل حیران رہ گئی کہ اتنے بڑے علم اور شہرت کے مالک ہونے کے باوجود وہ بے حد انکساری اور تواضع اور سادہ زندگی کے مالک ہیں، اور آپ نے مولانا مارتونگ باباؒ کے بارے ایسے انداز میں تبصرہ فرمایا کہ گویا عین ان کے وجود کا احترام کیا۔ اور بعد میں ارشاد فرمایا کہ مولانا مارتونگؒ بابا کے شاگرد بھی معتدل مزاج ہیں ان میں نہ زیادہ تندی ہے اور نہ زیادہ نرمی۔

دُعا اور اعتماد کی برکتیں

ابتداءً دارالعلوم میں فنون اور معقولات کی مختلف کتب زیرِ درس رہیں۔ دارالعلوم کے صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبویؒ کی وفات پر ان کے زیرِ درس دورۂ حدیث میں مسلم شریف کی تدریس کے لیے حضرت شیخ الحدیثؒ نے حکم فرمایا لیکن میں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کی بناء پر اس منصب اور مقام سے خوف زدہ تھا اور اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ آخر کار اس منصب کو قبول کرنے سے معذرت کے لیے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی نا اہلی کا اظہار کیا لیکن حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ میں آپ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ منصب دے رہا ہوں آپ اسے قبول فرمائیں انشاءاللہ خیر ہی خیر ہو گی اور میں دُعا گو رہوں گا۔ آپؒ کے اس اعتماد اور ارشاد کی برکت ہے کہ اس کے بعد مسلم شریف کی تدریس میں نہ کوئی مشکل پیش آئی اور نہ وہ خوف رہا اور بحمداللہ ابھی تک بطریقِ احسن اس کی تدریس جاری و ساری ہے۔

احترامِ اکابر

ایک مرتبہ احقر حضرت الشیخؒ سے احادیث میں تبرکاً اجازت حاصل کرنے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا، آپ صلوٰۃِ عصر کے بعد اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے، اس موقع پر مختلف جگہوں سے آئے ہوئے علماءِ کرام موجود تھے۔ آپ نے اجازت فی الحدیث اور بیانِ سند سے قبل اپنے اکابرین کے عبرت انگیز واقعات اِس انداز میں بیان فرمائے گویا کہ موصوف کو جو کچھ بھی ملا وہ اپنے اکابرین کی محنت، توجہ و عنایت اور دعاؤں کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔

چودھویں کا چاند

چھوٹے دورہ یعنی موقوف علیہ کی درس گاہ میں مشکوٰۃ جلد ۱ کے درس میں جب احقر مشغول ہوتا اور مولانا موصوف اپنے معمول کے مطابق جب دارالعلوم کے دفترِ اہتمام کی طرف

تشریف لاتے ہوئے نگاہوں کے سامنے سے مدرسے اور ان کے چہرہ پر نظر پڑتی تو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوا چاند نظر آتا اور میری زبان پر بے اختیار یہ حدیث شریف جاری ہو جاتی اور طلباء کو میں مولانا کو حضور کی ایک دُعاء کا مصداق اور بیّن مثال کے طور پر پیش کرتا :-

قال نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا و وعاھا واداھا۔۔ الخ

گویا حضرت الشیخ رح اس حدیث میں کیے گئے وعدہ اور ثمرہ مرتبہ کا صحیح مصداق ہیں۔

اِسی طرح جب اوائل میں دار العلوم میں شرح عقائد اور خیالی کا درس دیا کرتا تھا تو علامہ شمس الدین خیالی نے اپنے ممدوح کے بارہ میں قصیدہ کہا ہے۔

محمود اھل الفضل طرا کاسمہٖ\
وکفیٰ بہ برھان حسن خصالہ

تو اس قصیدہ کو پڑھتے وقت بلا اختیار مفتیِ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمود صاحب رح اس شعر کے مصداق کی صورت میں سامنے آتے تھے۔

ایک کرامت

ایک بار مجھے ملیریا کا بخار ہوا اور زیادہ ایام گذرنے پر طبیعت کافی پریشان ہوگئی تو فوراً حضرت شیخ الحدیث رح کی ذاتِ بابرکات ذہن میں آئی اور کسی کے واسطے سے ان کی خدمت میں دُعا کے لیے درخواست کی جبکہ حضرت الشیخ رح بعد العصر اپنی آبائی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو جب عصر کا وقت ہوا تو میری طبیعت میں فرحت، کشادگی اور سرور آنا شروع ہوگیا اور طبیعت سنبھلتے سنبھلتے بالکل درست ہو گئی۔ یہ مولانا کی کرامت تھی کہ انہوں نے اطلاع ملتے ہی فوراً توجہ فرمائی اور دعائیں دینی شروع کیں۔

برکتِ صُحبت

اِسی طرح بعض اوقات جب طبیعت میں انقباض آتا تو مولانا کی خدمت میں بوقتِ عصر حاضر ہو کر تھوڑی دیر ان کی مجلس کی صُحبت اختیار کرنے سے طبیعت بالکل سنبھل جاتی اور ذہنی پریشانیاں دور ہو جاتی تھیں۔

سخاوت

میرے والد محترم بیماری کی وجہ سے خیبر ہسپتال پشاور میں داخل تھے، جب حضرت الشیخ رح کو خبر ہوئی تو وہ علالت و نقاہت کے باوجود بالذات خود ہسپتال تشریف لائے، بیمار پُرسی کی اور اپنی ذاتی جیب سے ایک ہزار روپے (اُس زمانے میں ایک ہزار روپیہ آج کے پانچ ہزار (۵۰۰۰) کے برابر تھا) کی رقم عنایت فرمائی۔ اور حضرت شیخ الحدیث رح کی تشریف آوری کی وجہ سے ڈاکٹروں کی توجہ بھی ہماری طرف زیادہ منعطف ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مولانا کی برکت سے والدِ محترم کو شفاء عطا فرمائی۔

اِسی طرح جب رمضان کی تعطیلات میں گھر جانا ہوتا تو مولانا رح باقاعدہ اپنی طرف سے بطورِ شفقت کبھی نقد رقم کبھی کپڑے وغیرہ کی صورت میں عیدی ارسال فرماتے رہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدارس کے اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث تمام مہتمم حضرات سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ ہر مدرس سے تواضع، شفقت اور ہمدردی کا معاملہ فرماتے تھے۔

◆

مؤتمر المصنفین کی علمی اور تاریخی پیش کش

افاداتِ حلیم

جس میں شیخ المشائخ عمدۃ المحدثین شیخ التفسیر والحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہٗ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بخاری شریف پر افادات اور [illegible] شریف کے ابواب [illegible] کے ساتھ ساتھ ان کی مختصر سوانح بھی شامل ہے

مرتب

حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ناشر

مؤتمر المصنفین ◎ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

ہدیہ -/۱۲ روپے علاوہ ڈاک خرچ

ایک عاشقِ رسولؐ، ایک متبعِ سنت

مولانا محمد ظفر الحق حقانی، متعلم دار العلوم حقانیہ

سنتِ رسولؐ کا اہتمام

مجھے بحمد للہ بطور ایک متعلم کے حضرت والاؒ کے ساتھ بہت قریب کی حدود میں ۴ر۵ سال سے لگ بھگ ایک نوع کا خادمانہ و نیاز مندانہ تعلق رہا ہے ۔ اس لمبے وقفہ میں کبھی یاد نہیں پڑتا کہ حضرت گرامیؒ نے کبھی بھی سنت نبویؐ کے خلاف اک ادنیٰ اکتساب کے تصور کا امکان فرمایا ہو۔ مثلاً دخول مسجد کے وقت میرا مدام مشاہدہ رہا ہے کہ حضرت والاؒ نے حسب ان اللہ یحب التیامن فی کل شئی، ہر آن سنت نبویؐ کا سختی سے التزام رکھا ۔ اس طرح سے دین و دنیا کے تمام امور میں جزماً و حتماً اس معیار سنت کو اپنا لائحہ عمل برقرار رکھا ۔ آپ نہ صرف ایک عالم دین تھے ایک بہترین عامل بھی تھے ۔ اور ایک عملی نمونہ تھے عمل کی ایک چلتی پھرتی ورکشاپ تھے قال الحسین اذا جالست العلماء تکن علی ان تسمع احرص منك علی ان تقول و تعلّم حسن الاستماع کما تتعلّم حسن القول ولا تقطع علیٰ احد حدیثه‘ ۔

آپؒ قبیلہ فرسان النہار و رہبان اللیل سے تھے ۔ رات کو اپنے رب کریم سے تسبیح و مناجات ، دن کو جہالت و بدعت و کفر و ضلالت سے جہاد ہر دم بھرپور مصروف رہا کرتے تھے ۔ آپ کی راتیں تو معمولاً رت جگے میں گزرتی تھیں ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

قومی اسمبلی کے اجلاس کے سلسلہ میں گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں قیام ہوتا مجھے رات کو کمرے میں رفاقت کا شرف مل جاتا ۔ ایک روز آدھی رات کو آپ اٹھے رہے اتفاقاً میں بھی جاگ اٹھا ۔ وضو کے بعد آپ نوافل پڑھنے لگے تو مجھے بھی ہدایت فرمائی میں وضو کر کے کمرے میں واپس آیا تو حضرت والاؒ نے مجھے بھی حکم دیا چند رکعت نفل پڑھ لو ۔ میں جب فارغ ہوا تو حضرت والا وظیفہ میں مصروف تھے ۔ ارشاد فرمایا بیٹا میں ایسی دعا کروں گا تم آمین کہنا ۔ حضرت نے بہت لمبی دعا کی ۔ فی الجملہ آخر میں یہ فرمایا اے خدا ہم ناتوانوں نے تو بہت کوشش کی (شریعت بل کی تحریک چل رہی تھی) مگر ہمارے حکمرانوں نے اسلامی نظام قصداً نافذ ہونے نہیں دیا ۔ یا اللہ ان ظالم حکمرانوں کو ان کے مناصب سے معزول فرما دیجیے میں حسب الارشاد آمین کہتا گیا بس تھوڑے ہی دنوں میں جونیجو کی اسمبلی ٹوٹ گئی ۔ یہ دعا حضرتؒ نے اس رات مانگی تھی جب اسی رات کو وزیر مذہبی امور سیف اللہ خان صاحب نے علماء کو حضرتؒ کی زیر صدارت جمع کیا تھا ۔ یہ دعا کیا تھی اک دعائے بر دالساعۃ تھی ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

فوراً ہی تو مستجاب ہو گئی ۔

حضرت والاؒ جب بھی کبھی گو بہ آہستگی چارپائی سے اترتے ۔ میں خود بخود جاگ اٹھتا تھا ۔ آپ نے کبھی مجھے جگانے کی تکلیف نہیں دی ۔ ان کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ مجھے بروقت بیدار فرما دیا کرتا تھا ۔

آپ اتنے حد درجہ کے متواضع تھے کہ اس وصف میں شہیر خاص و عام تھے ۔ فرمایا کرتے تھے من تواضع للہ رفعه اللہ ۔ اور یہ امر حق بھی ہے کہ ہمارے اسلاف کبار سب متواضعین و خاشعین تھے ۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

منور چہرہ

حضرت والاؒ جب گھر سے مسجد تشریف لاتے تو طلبہ میں غل مچ جاتا کہ کوئی فرشتہ آ رہا ہے ۔ ایک بار مولانا عبد القدوس مدظلہ کابلی مع چند دیگر علماء رفقاء کے حضرت سے ملنے تشریف لائے میں بھی ان کے ہمراہ شامل ہو گیا ۔ میں ان حضرات کو مسجد میں اپنے کمرہ میں لے آیا ۔ عند الملاقات سب حضرات کی آنکھیں اشک رواں سے بھر گئیں اور سب کے منہ سے نکلا کہ اتنا منور و مجلیٰ چہرہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا ۔

آپؒ اپنے وقت کے اعظم انسان تھے ۔ عظمت بشری کی بھی علامات ہوا کرتی ہیں ۔ جو بہ تمام و کمال آپ میں موجود تھیں ۔ آپ سچے عاشق رسولؐ تھے جس کا بیان احاطہ زبان سے ناممکن ہے ۔

مدینہ منورہ کی کھجور

ایک بار کوئی صاحب مدینہ منورہ سے کھجور آپ کی خدمت میں لائے عصر کا وقت تھا ۔ آپ نے انہیں اپنی آنکھوں سے لگایا ۔ چوما ۔ اور فرمایا کہ یہ حضورؐ کے شہر محترم سے آئی ہے حبیبٌ الی قلبی حبیب حبیب ۔ شہر خوباں سے بھی کس قدر پیار تھا ۔

خاک یثرب از دو عالم بہتر ست
خوشتر آں شہرے کہ آنجا دلبر ست

راقم کا سینکڑوں ہزاروں بار کا مشاہدہ ہے جب بھی کبھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آپ کے سامنے لیا جاتا تھا ۔ تو آپ خفیۃً فرماتے ۔ فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی یوں چپکے چپکے فرماتے تھے کہ کوئی سن نہ پائے ۔ میں آپ کے بالکل قریب ہو کر بمشکل یہ جان سکا

وردِ زبان و مونس جان ست نام یار
یک دم نمی رود مکرر نمے شود

سنت کو کب چھوڑ سکتا ہوں

بارہا میری آنکھوں نے دیکھا جب بھی کسی میدان میں رخصت و عزیمت کا مقابلہ آیا تو آپ کے ہاں عزیمت راجح اور رخصت مرجوح ہوا کرتی تھی۔ فرمایا کرتے فرض تو فرض ہے جو ہمارے ذمہ ہے ہی۔ لامحالہ ادا ہوگا۔ سنت جو فعل نبوی ہے اسے بھی ادا کرنا ہوگا۔ اس سے سنت نبوی سے عشق کی جھلک نمایاں ہوتی ہے جب بھی قومی اسمبلی جاتے سفید دستار زیب سر ہوا کرتی تھی۔ ایک بار چارپائی پر تکیہ کے سہارے سے بیٹھے تھے۔ سفید جالیدار ٹوپی سر پر تھی۔ مجھ سے اپنی دستار طلب کی۔ عرض کی حضرت والا یہ سفید ٹوپی بہت لطف دے رہی ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ میں سنت نبوی کو کب چھوڑ سکتا ہوں۔ مجھے جو مقام حاصل ہے وہ صرف اور صرف اس سنت کی وجہ سے ہے۔ گو سنت زائدہ ہے العمائم تیجان العرب حضرت فاروق اعظم کا فرمودہ ہے۔

حجام کو تاکید

سنت رسول کے اتنے والہانہ عامل تھے کہ ایک بار حجام حجامت کے لئے حاضر ہوا فرمایا کہ داڑھی کو شرعی مٹھی سے ہرگز کم نہ کرنا۔ ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ مجھے فرمایا کہ تم دیکھتے رہنا کہ اکثر و بیشتر حجام کے ہاتھوں ابلیس تلبیس کیا کرتا ہے۔ صفائی و نظافت کا بہت ہی خیال فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے بدن سے قدرتی طور مشک و عنبر کی سی خوشبو محسوس ہوا کرتی تھی۔ عطر بھی باداۓ نیتِ سنت لگایا کرتے تھے۔ پھر تو سونے پر سہاگہ ہو جایا کرتا تھا۔

گناہ بے لذت

تقویٰ کا یہ عالم تھا کوئی بھی مشتبہ چیز نہ کھایا کرتے تھے۔ ایک بار سفر پر تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھ سے فرمایا میرے پاجامہ پر اک نظر ڈالو ٹھیک ہے۔ میں نے دیکھا ایک پائنچہ قدرے اونچا دوسرا نیچا تھا۔ میں نے ان کے اونچے پائنچے کو نیچا کر دیا بس پھر کیا تھا سخت ناراضگی فرمائی اور منع کیا۔ کہ یہ گناہ بے لذت کیوں کرتے ہو۔ اس کے بدلہ میں آخرت میں خدا تعالیٰ کی نظر رحمت سے محرومی ہو گی پھر ایسا کام ہرگز نہ کرنا۔ باایں ضعف و ناتوانی راتوں کو خود اٹھ جایا کرتے تھے اور مجھے تکلیف سے بچانے کے لئے نہ جگایا کرتے تھے۔

عجیب واقعہ

ایک بار ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک سائل مہمان کے لباس میں دفتر دارالعلوم میں تشریف لائے۔ حضرتؒ نے پوچھا کیسے تشریف لائے؟ کچھ کام ہے عرض کیا مجھے کچھ پوشیدہ بات کرنا ہے۔ باہر آئیے فرمایا ٹھیک ہے۔ باہر ہمراہ تشریف لے گئے اس نے بتایا مجھے گندم کا بھاؤ معلوم کرنا ہے۔ شاید اسے کچھ فدیہ دینا تھا۔ کلو کیا بھاؤ ہے۔ حضرت نے بلاتردد ہنس کر فرمایا بھائی گندم کے بھاؤ کا مجھے پتہ نہیں، دفتر والوں کو پتہ ہوگا۔ ناظمین سے پوچھ لو شاید اسے فدیہ کے لئے استفسار کرنا تھا مگر اس نے سوال کا عجیب طریق اختیار کیا انما شفاء العی السوال مگر اس کا یہ بھدا طریقہ بھی حضرت کو شاق و ناگوار نہ گزرا۔ ؎

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

۲۷/۱۱/۸۸ کو حضرت والاؒ نے بوقت عصر فرمایا کہ حجاج بن یوسف گو ایک بہت تاریخی و مثالی ظالم تھے مگر مذہب کا بہت زیادہ خیال رکھنے والوں میں سے تھے۔ یہ تب فرمایا جب راقم ظہور الحق نے ایرانی انقلاب   آپ میں ایک منفرد علمی شان تھی جسے کبھی تبختر اور کبر و علم کا رنگ نہیں اختیار کیا بلکہ اس کے باوصف اول تا آخر حقیقی متواضع رہے اور کبھی بھی اپنی تواضع پر تصنع کا رنگ چڑھنے نہیں دیا جس طرح سے عموماً بعض اہل تواضع کا طریق ہوا کرتا ہے۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے ان قوماً جعلوا تواضعھم فی ثیابھم وکبرھم فی صدورھم حتیٰ صاحب المدرعۃ بمدرعۃ فرحا من صاحب المطرف بمطرفہ۔

آخر عمر میں پے بہ پے متواتر بیماریوں نے گھیر رکھا تھا۔ بصارت کی نعمت سے بھی محروم ہو گئے تھے پھر بھی ساتھیوں کے سہارے درس کے لئے تشریف لاتے۔ گوشت بدن سے گل چکا تھا۔ مگر باوجود ان پریشانیوں کے کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے صبر و شکر و رضاء دعا کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

خواب میں علماء کی ملاقات

۱۶/۱۱/۸۶ کو اسلام آباد میں ایک احتجاجی مظاہرہ کے بعد حضرت والاؒ نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا پاکستان بھر سے لوگ میرے پاس آ رہے ہیں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمودؒ میرے کمرہ میں آئے اور مجھ سے مشورہ فرمایا کہ میں درس و تدریس میں بدستور سرگرم عمل رہوں یا سیاست عملی اختیار کر دوں میں نے کہا آپ سیاست کے میدان میں آئیں۔ آپ ہیں لیے شانہ بہ شانہ موجود پائیں گے حضرت مفتی صاحبؒ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ اور حضرت مولانا محدث کبیر محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں مشوروں کے لئے التزاماً جایا کرتے تھے۔

جنات

اسلام آباد میں ایک رات آپ تہجد کے لئے اٹھے مجھے نہ جگایا۔ میں خود جاگ گیا عرض کیا آپ نے مجھے نہ جگایا فرمایا بیٹا آپ سمجھے نہیں ہمارے کمرہ میں بے شمار جنات آ گئے تھے۔ کمرہ بھرا ہوا تھا آپ کو پتہ بھی نہیں چل سکا۔

حضرتؒ سے جنات کی محبت

حضرت والاؒ نے دارالعلوم دیوبند سے آ کر محلہ کی جس مسجد میں تدریس شروع فرمائی اس میں طالب علم رہا کرتے تھے۔ نام عبدالمجید تھا وہ جن تھے۔ ہمیں پتہ نہ تھا حالانکہ حضرتؒ نے اس کی نشاندہی کر دی تھی۔ اسے حضرتؒ سے بے حد انس و محبت تھی۔ یہ ایران سے آیا تھا ۶، ۵ ماہ ہمارے ساتھ رہا مسجد میں تنگ ہو کر واپسی کا اس نے ارادہ کیا۔ کچھ وقت بعد پھر واپس آگیا۔ کہ میں اکوڑہ سے نہیں جاؤں گا میرا دل مولانا کو دیکھے بغیر بے قرار رہتا ہے۔

شیطان ازلی دشمن

ہمارے ہاں ایک طالب علم رہا کرتے تھے۔ ۴/۵ سال تک رفاقت تھی۔ اس نے کہا کہ میں حضرت سے ایک تعویذ لکھواتا ہوں۔ راقم و مولانا عبداللہ جان سواتی کو یہ امر معلوم تھا کہ حضرت کی کرامات کا امتحان کرنا چاہتے تھے۔ جب اس نے حضرتؒ سے

تو یہ کلاذکر کیا تو آپ کچھ دیر چپ رہے پھر سر اٹھایا فرمایا شیطان ہمارا سخت ازلی ناکارہ دشمن ہے۔

فرشتہ آسمان سے

صدر ضیاء مرحوم کے دور میں پارہ چنار میں بموں کے سخت دھماکے ہوتے تھے۔ وہاں سے چند مہمان بشمول حاجی محمد خان حضرتؒ کے پاس بغرض دعا آئے عرض کیا۔ حضرت اس وقت عصر پڑھ کر مصلے پر بیٹھے تھے۔ جب آپ کا چہرہ دیکھا حلفاً کہا کوئی فرشتہ آسمان سے اتر آیا ہے۔ دیکھتے ہی اطمینان کامل ہوا۔ بعد ملاقات دھماکوں کے انسداد کیلئے دعا کی درخواست کی آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ مجھے خدا پر بھروسہ ہے پھر دھماکہ نہ ہوگا اور دھماکے رک گئے۔

ایک بار سہ ماہی امتحان کے جلسہ تقسیم انعامات کے موقعہ پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود معلم اوّل ہیں۔ جل جلالہ وعم نوالہ۔ پھر یہ کہ پہلا امتحان لینے والی ذات گرامی بھی وہی ہے فرمایا دارالعلوم میں صرف اور صرف علم حاصل کرو۔ یہاں اپنا دل ودماغ اپنا سارا وقت دین اور علم الٰہی کے لئے وقف کردو۔ بعد میں اپنے علاقوں میں گھروں میں جو کرنا چاہو کرتے رہو گے۔ فرمایا آپ جہاد افغانستان کو نہیں دیکھتے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء عملاً اس میں حصّہ لے رہے ہیں۔ جو لوگ مادر علمی سے آپ کی غیر حاضری کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کے دشمن ہیں۔

حصول علم کی تین دعائیں

ایک بار فرمایا وضو سے صرف طہارت ظاہری حاصل ہو جاتی ہے۔ پانی سے پاکی کلمۂ شہادت سے حاصل ہوتی ہے۔ حصول کے لئے ۳ دعائیں ہیں جن سے طہارت باطنی حاصل ہوتی ہے۔ ایک وہ دعا جو ملائکہ کی طلبیدہ دعا ہے۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔

دوسری وہ دعا جو جناب کلیم اللہؑ کی ورزیدہ ہے۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۔

تیسری دعا جو خود خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہے اور حضورؐ کو تعلیم فرمائی "رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا"

حضرت والاؒ نے راقم کو ایک بار بتایا دارالعلوم دیوبند میں ایک بار بہت ہی مالدار طالب علم پڑھا کرتے تھے۔

اپنا کھانا اپنی گرہ سے کھایا کرتے تھے ہم نے ان سے کہا جب دارالعلوم آپ کو تمام ضروریات مہیا کرتا ہے۔ تو آپ اپنے پیسے کیوں خرچ کرتے ہیں۔ جواباً کہا ہم نے جب اپنا روح وتن دین کے لئے وقف کر رکھا ہے تو پھر دنیا کیا چیز ہے۔

حضرت کی قبول دعائیں

آپ مولانا سمیع الحق و مولانا انوار الحق کا نام لے لے کر کہ دونوں عالم تھے یہ دعا فرماتے کہ پروردگار دونوں سے خدمت اسلام کا کام لے اور دین کا تفقہ موقوف ومدار ہے علم پر۔ آج ہم گذشتہ دعاؤں کی مقبولیت دیکھ رہے ہیں۔ جن کے طفیل دنیا کی سپر پاور سوویت روس تہس نہس ہو کر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ عالمی نقشہ پر اس کا نام تک نہ رہ سکا۔ اور مسلمان سالمین غانمین فاتحین ہو گئے۔ دوران جہاد افغانستان جب بھی روس کی زوردار قوت کا حملہ آتا مجاہدین بغرض دعا مولاناؒ کے پاس دوڑے دوڑے آتے۔ دعائے خیر وسلامت طلب کرتے۔

ضیاء الحق کی بیمار پرسی کے لئے آمد جنیوا معاہدہ اور مولانا سمیع الحق کے کردار پر مسرت

ایک بار اسلام آباد میں اس وقت کے وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو کے عہد میں ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں صدر مملکت بھی شریک تھے اور ملک کی تمام سربرآوردہ سیاسی پارٹیاں بھی حضرت والا اس وقت CMH میں زیر علاج تھے۔ اہلیہ محترمہ بھی دوسرے پولی کلینک میں زیر علاج تھیں۔ اس کانفرنس کا مقصد جنیوا معاہدہ پر بحث اور افغانستان کی عبوری حکومت کی تشکیل تھی۔ اسی شام کو صدر ضیاء مرحوم حضرت والاؒ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ مولانا انوار الحق کو والدہ کی دوسرے ہسپتال سے فون ہوا تھا۔ وہ وہاں چلے گئے تھے۔ حضرت والاؒ نے صدر مرحوم پر زور دیا کہ مجاہدین کا بہت خیال رکھیں۔ اور یہ معاہدہ محض جہاد کے خاتمہ کی ایک تدبیر ہے۔ جواباً انہوں نے کہا میں ہرگز ایسا کام نہ کروں گا جو مجاہدین کے حق میں باعث زیان ونقصان ہو۔ صدر مرحوم چلے گئے ایک بات ان سے بھول گئی جس کے لئے پھر ایک بریگیڈیر کو انہوں نے حضرتؒ کے پاس بھیجا۔ پوچھا کہ یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ ظاہر شاہ سابق حکمران کیسے آدمی ہیں۔ تاکہ ہم ان کو لانے کا انتظام کریں یا نہ؟۔ اور ان کی آمد کی تجویز پیش کریں۔ حضرتؒ نے ان کو اس سے منع کر دیا اسی دن گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق نے جس بھرپور انداز سے مجاہدین کی ترجمانی کی اس سے حضرت بے پناہ خوش ہو کر بار بار ان کے لئے دعائیں دے رہے تھے کہ آج سمیع الحق نے گول میز کانفرنس میں میرے دل کی ترجمانی کی اور میرا بوجھ ہلکا کر دیا

خادم سے مشورہ

ایک بار ایک کانفرنس کے دوران بہت سے علماء کرام بشمول سینیٹر مولانا عبداللطیف صاحب مولانا اجمل خان لاہوری، مولانا زاہد الراشدی، جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم اشرفیہ حضرتؒ کے پاس بغرض مشورہ تشریف لائے، مشورہ یہ تھا کہ ایک علماء کونسل بنائی جائے اور علماء کے نام شرکت کی دعوت جاری کی جائے ایک فرد کے نام پر اختلاف تھا جسے شامل کرنے کے لئے مشورہ مطلوب تھا۔ حضرتؒ سے پوچھا گیا کہ انہیں بلایا جائے یا نہ؟۔ فرمایا آپ حضرات علماء ہیں خود سمجھدار ہیں۔ انہوں نے فیصلہ حضرت کے سپرد کر دیا۔ حضرت نے مجھے بلایا کہ مجھے غسل خانہ جانا ہے۔ دور جا کر فرمایا، حضرت تھانویؒ کا بھی معمول تھا کوئی نہ ہوتا تو اپنے خادم سے مشورہ کر لیتے، تمھاری کیا رائے ہے۔ عرض کیا میری کیا رائے ہے۔ بات آپ تک محدود ہے۔ آپ خود صاحب رائے ہیں۔

VOTES OF CONFIDENCE

TOR® STEEL GETS THEM EVERY DAY

Day in, day out, TOR® STEEL is specified for projects that are built to last lifetimes. Office blocks in Islamabad, commercial centres in Karachi, public buildings in Peshawar, bridges, dams, exceptional structures everywhere in Pakistan. Votes of confidence for Pakistan's only steel with a worldwide reputation.

Razaque Steels make TOR® STEEL in Pakistan with the technical collaboration of M/s. Toristeg Steel Corporation, having its research center at Vienna, Austria. Every genuine TOR® STEEL Bar has the mark TOR® at regular intervals.

Razaque Steels, a DOWNSTREAM INDUSTRY of Pakistan Steel, uses the superior quality M.S. Billets from Pakistan Steel Mills.

TOR® STEEL - STRENGTH YOU CAN BUILD UPON

MAKERS OF "TOR" STEEL

RAZAQUE STEELS (PRIVATE) LTD.

B-30 (B), Estate Avenue, Near Shershah Roundabout, S.I.T.E., Karachi-16.
Phone: PABX 299046-49, Sales: 298783-292893, Fax: 92-21-293584.
Telex: 25393 RSL PK. Telegram: "STEELTOR".
Liaison Office: Kothalia Building, 2, Liaquat Road, GPO Box 515, Lahore. Phone: 56119

☐ THAVER

مولانا عبدالحقؒ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق رکھتے تھے

انہوں نے پارلیمنٹ میں دین کی بالادستی کیلئے معرکۃ الآراء تقریریں کیں

جناب احمد کامران صاحب ایڈیٹر روزنامہ مشرق لاہور

عظمت کسے کہتے ہیں؟ اور بڑائی کا معیار کیا ہے ان سوالات کا جواب ہر شخص اپنی عقل کے مطابق دیتا ہے کوئی بڑے عہدے پر کام کرنے والے کو بڑا آدمی سمجھتا ہے کسی کا خیال ہے کہ زیادہ دھن و دولت والا آدمی بڑا آدمی ہوتا ہے بہت سے لوگ شاندار کوٹھیوں اور اونچے محلات میں رہنے والے افراد کو بڑا سمجھتے ہیں دیہات کے لوگ لمبی چوڑی زمینوں کے مالک کو بڑا انسان قرار دیتے ہیں بہت سے افراد ایسے شخص کو بڑا آدمی کہتے ہیں جو ہر دلعزیز ہو اور عوام کی اکثریت کا جتھا اس کے ساتھ ہو ۔ بڑائی کی یہ ساری کسوٹیاں کھوٹی ہیں ۔ اصل بڑائی تو ایمان کی مضبوطی اور نیک اعمال کی زندگی کا نام ہے ۔ عظمت کا یہ معیار سامنے آتا ہے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی شخصیت کے نقوش خود بخود اجاگر ہو جاتے ہیں ۔ وہ زندگی بھر ایمان، دینی علوم اور حسنِ عمل کی قندیلیں روشن کرتے رہے اور اصلی عظمت کا ایسا سچا معیار چھوڑ گئے کہ اب دور دور تک ان کا ثانی نظر نہیں آتا ۔

مولانا عبدالحقؒ ایک طرف دینی علوم کے بحر ذخار تھے تو دوسری طرف وہ عارف باللہ بھی تھے ۔ ان کا اپنے رب کے ساتھ خاص تعلق تھا انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا ۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے کو اسوۂ حسنہ کے نور سے منور کیا تھا وہ اپنے علم، اپنے حلم اپنے تدبر اور حسن عمل کی بدولت اس قدر محترم اور معتبر بن گئے تھے کہ بڑے سے بڑا فرمانروا بھی ان کے بوسیدہ مکان کی چوکھٹ پر جبین عقیدت لے کر حاضر ہوتا تھا ۔ انہوں نے اپنے مہمانوں سے کبھی امتیاز نہیں برتا ۔ وہ ایک معمولی مزدور سے بھی اسی نرمی اور نوازش سے پیش آتے تھے جس خندہ روئی سے وہ اونچے سے اونچے افسروں اور حکمرانوں سے ملتے تھے یہ ان کی اعلیٰ سیرت کا بڑا ممتاز وصف تھا جو ان کی بڑائی کی پہچان بن گیا تھا ۔ مجھے مولانا سے ملاقات کا اعزاز بارہا حاصل ہوا جب بھی ان سے مل کر واپس آیا یوں محسوس ہوا جیسے مجھ میں اچھا انسان بننے کی استعداد پیدا ہوگئی ہے ۔

جب میں پہلی مرتبہ حضرتؒ والا سے ملنے اکوڑہ خٹک پہنچا تو حضرتؒ اپنے مکان کی بالائی منزل میں مقیم تھے اور بیمار تھے راقم نے حضرتؒ کی خدمت میں ایک چٹ بھیجی ۔ بیماری اور ضعف کے باوجود ان کی دینی حمیت نے ایک مہمان کو لوٹانا گوارا نہ کیا فوراً ایک بچے کو بھیجا اور اوپر اپنے کمرے میں بلوا لیا ۔ سرخ و سفید رنگ، چہرہ مبارک اتنا نورانی کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی، ستواں ناک، شفقت و مرحمت کی شعاعیں بکھیرتی ہوئی آنکھیں ۔ گھنی سفید داڑھی پورا سراپا نور و نکہت کا مرقع ۔ یہ حضرت مولانا عبدالحقؒ تھے نہایت تپاک اور گرم جوشی سے ملے چاروں طرف قرآن کریم کی تفاسیر اور حدیث شریف کی کتابیں سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں اور حضرت چارپائی پر آرام فرما تھے نقاہت کے باوجود وہ اپنے مہمان کے اکرام میں اٹھ کر بیٹھ گئے ۔ میں ان دنوں طرح طرح کے ذہنی صدمات سے دوچار تھا ۔ حضرت والا نے دھیمے دھیمے دلنشین لہجے میں قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت فرمائی پھر اس کی تشریح بیان فرمائی خلاصہ یہ تھا کہ تقویٰ اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے مصائب و مکروہات دور فرما دے گا ۔ حضرت والا سے میری پہلے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی نہ ہی حضرتؒ میرے حالات سے آگاہ تھے ۔ لیکن انہوں نے جو آیت مبارک پڑھی وہ ٹھیک ٹھیک میرے حالات کی ترجمان اور میری ذہنی جراحتوں کا مرہم تھی، جس سے بڑا اطمینان نصیب ہوا ۔ بعد کو حضرتؒ نے میرے حالات دریافت کئے تسلی اور دل آسائی کے جملے ارشاد فرماتے رہے یہ سلسلہ گفتگو دراز ہوا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر جمیل چھڑ گیا کچھ دیر ان دونوں اکابر کے دینی علمی اور عملی محاسن کا تذکرہ فرماتے رہے حضرت کی گفتگو بڑی مبارک اور بڑی دلنشین تھی ۔ دھیمے دھیمے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے ہر جملہ نپا تلا اور حشو و زوائد سے پاک ہوتا تھا اتنی دلکش اور اس قدر ایمان افروز باتیں کرتے تھے کہ جی چاہتا تھا وہ اسی طرح موتی رولتے رہیں اور ہم اپنے دامن سماعت میں سمیٹتے رہیں ۔

بہت لگتا تھا جی محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

بعد کو حضرتؒ کے صاحبزادوں سینیٹر مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق صاحب نے حضرتؒ سے ملاقات کرانے کا سہولت بخش اہتمام فرما دیا اس طرح حضرت والا سے ملنے کے مواقع بڑھ گئے کبھی حضرت والا کے دولت کدے پر اور کبھی دارالعلوم میں ملاقات کی عزت نصیب ہوتی رہی ان ملاقاتوں کی تفصیل لکھوں تو پھر اس کا سمیٹنا مشکل ہو جائے گا ۔ فی الحال ان ملاقاتوں کا ماحصل بیان کرتا ہوں ۔ میں مولانا عبدالحقؒ کی جس خوبی سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ۔ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا والہانہ عشق تھا ۔ وہ رسول مقبولؐ کی ایک سنت کے مقابلے میں ہفت اقلیم کو گرد سمجھتے تھے ان کی آنکھیں اکثر دکھتی رہتی تھیں جن کے علاج کے لئے وہ اکثر پشاور تشریف لے جاتے تھے ۔ بڑھاپے

نے نقاہت میں اضافہ کر دیا تھا پیدل چلنے سے تقریباً معذور تھے ۔ مگر ان ساری معذوریوں کے باوجود وہ اذان سنتے ہی گھر سے نکل پڑتے تھے صاحبزادے کے کندھے کے سہارے دھیمی دھیمی رفتار سے مسجد تشریف لاتے تھے اور باجماعت نماز ادا کرتے تھے میں نے انہیں نماز پڑھتے بغور دیکھا ۔ وہ گرد و پیش سے بے خبر یاد الٰہی میں ڈوب کر نماز پڑھتے تھے ۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے مالک کے جمال جہاں آرا کے نظارے میں کھو گئے ہیں اور انہیں اپنی بندگی اور اپنے ربّ کی عظمت و برگزیدگی کا مکمل احساس ہے نماز کے بعد اتنی دلسوزی اور اس قدر جذب و انہماک سے دعا مانگتے تھے جیسے قادر مطلق سامنے تشریف فرما ہے اور وہ اس کے حضور جو عرضیاں پیش کر رہے ہیں وہ منظور ہوتی چلی جا رہی ہیں ۔ یہ ایسا روح پرور اور ایمان افروز منظر ہوتا تھا کہ مجھ جیسے گناہگاروں کو بھی ایمان و یقین کی حلاوت کا مزہ آ جاتا تھا ۔

ان کی سیرت کا ایک اور بہت نمایاں وصف ان کی حق گوئی اور بے باکی تھی ۔ وہ بڑے سے بڑے جابر فرمانروا کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور جس چیز کو حق سمجھتے تھے اس کا اعلان و اظہار بے دھڑک کر دیتے تھے ۔ وہ مدتوں قومی اسمبلی کے ممبر رہے اور قرآن و سنت کی عمل داری کے لئے کوشاں رہے انہوں نے پارلیمنٹ میں دین کی بالادستی کے لئے جو تقریریں کیں ان کی گونج ہماری پارلیمانی تاریخ میں ہمیشہ سنائی دے گی ۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ خطوں کا جواب بہت جلد اور تفصیل سے مرحمت فرماتے تھے آخری دنوں میں جب وہ خود لکھنے سے معذور ہو گئے تب بھی ان کی مہربانی کا یہ وصف برقرار رہا اور اپنے معاونین کے ذریعے خطوں کے جواب مرحمت فرماتے رہے انہیں اپنے جلیل القدر اسلاف اور عالی مقام اساتذہ کی منزلت کا پورا احساس تھا انہوں نے اپنے بزرگوں کے علمی دینی اور تہذیبی ورثے کی نہ صرف پوری حفاظت فرمائی بلکہ اس میں اپنی سیرت و شخصیت کے کمالات سے اضافہ بھی فرمایا ۔

مولانا عبدالحقؒ میں مہمان نوازی کی شان حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی علالت، نقاہت اور ضعیفی کے باوجود مہمان کے قیام و طعام کا مکمل جزئیات کے ساتھ پورا اہتمام فرماتے تھے ۔ غرض مند کیسا ہی ہوتا وہ اس سے جھنجلاتے نہیں تھے اس کی بات پوری توجہ سے سنتے تھے اس کا درد ٹٹولتے تھے اس کے لئے خشوع و خضوع سے دعا فرماتے تھے اور اوراد و وظائف مرحمت فرماتے تھے اور امید و آرام کے ایسے بشارت بھرے جملے ارشاد فرماتے تھے کہ دکھڑے لے کر آنے والا شخص اپنے سارے دکھ بھول جاتا تھا اور مطمئن و مسرور ہو کر واپس جاتا تھا حدیث شریف سے بے پناہ عشق تھا آنکھوں کی تکلیف چلنے پھرنے سے معذوری اور بڑھاپے کے باوجود پورے ذوق و شوق اور مستعدی سے دارالعلوم تشریف لے جاتے تھے اور طلبہ کو درس حدیث دیتے تھے ۔ وہ اپنے چھوٹوں کو بہت نوازتے تھے بہت زیادہ عزت افزائی فرماتے تھے اور اپنی شفقت و مرحمت سے ان کے ارادوں کو اس قدر مضبوط اور بالیدہ کر دیتے تھے کہ ان میں دینی زندگی کی لگن اور مصائب کا دلیری سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جاتی تھی ۔

مولانا مرحوم سے آخری ملاقات لاہور میں ہوئی جب وہ حضرت میاں اجمل قادری کی دعوت پر شیرانوالا تشریف لائے تھے حضرت میاں صاحب نے ان کے اعزاز میں ضیافت دی تھی ۔ وہ ضیافت میں حضرت مولانا محمد اجمل خان اور حضرت میاں اجمل قادری سے گفتگو فرما رہے تھے وہ ضیافت کے بیچ اٹھ گئے ۔ کھانا نہیں کھایا اور اس حجرے میں تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا احمد علی اپنے ربّ کی یادوں میں ڈوبے رہتے تھے ۔ وہاں دیر تک عبادت و نوافل میں مشغول رہے اور پھر سب کو دعائیں دیتے اور سب پہ اپنی محبت شفقت اور مرحمت کا نور چھڑکتے ہوئے واپس راولپنڈی تشریف لے گئے کسے خبر تھی کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوگی اور ہم پھر کبھی ان کی زیارت سے مشرف نہیں ہو پائیں گے اب انہیں دل ڈھونڈتا ہے وہ علم و عمل کی اتنی بڑی متاع تھے کہ اب ان کی نظر دور دور تک نظر نہیں آتی ۔ ؎

محفل میں کہیں بوئے دمساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

جھونپڑوں سے لے کر اقتدار کے اونچے ایوانوں تک ہر کس و ناکس نے حضرت مولانا عبدالحقؒ سے فیض پایا اور اپنی زندگی بسر کرنے کی تڑپ اور استعداد حاصل کی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنی بڑی خدمت لی تو یقیناً انہیں اپنی بے کراں رحمتوں اور نوازشوں سے بھی سرفراز فرمایا ہوگا اور وہ اپنے حسنات کی جنت میں آسودۂ راحت ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان جیسی دینی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۴)

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسر قرآن، شارح حدیث
حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

تالیف: عبد القیوم حقانی
پیش لفظ: مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ "الحق"

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف،
مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و
سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک
پشاور (پاکستان)

بے نفسی اور علم پروری کا ایک حیرت انگیز واقعہ

وفاقی حکومت کے مرکزی وزیر سے گفتگو کاٹ کر ایک طالبعلم اور ادنیٰ خادم سے توجہ و عنایت اور کمالِ شفقت کا معاملہ کرنا اصاغر نوازی، علم پروری اور بے نفسی نہیں تو اور کیا ہے ؟

مولانا مقصود گل ـــ کرک فاضل حقانیہ

اپنے زمانہ طالبعلمی کا ایک دلچسپ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تواضع و انکساری اور طلباءِ علومِ دینیہ سے کمال شفقت و انتہائے محبت کا حیرت انگیز واقعہ کبھی بھولنے کا نہیں۔ اپنی ان گنہگار آنکھوں سے علماء، صلحاء اور دسیوں رہنما دیکھے مگر حضرتؒ کی شان ہی نرالی تھی۔ سیاسی عظمت، علمی وجاہت اور تقدس و بزرگی کے چرچوں اور وزیروں امیروں سے تعلق اور ہجوم کے وقت بھی طلباءِ علومِ دینیہ پر وہی شفقت رہی جو درسگاہ اور دارالعلوم میں ہوا کرتی تھی یہی تو یہ انسانیت کی تکمیل اور قرآنی ہدایات کی تعمیل ہے۔ عبداللہ ابنِ ام مکتومؓ کے واقعہ میں بھی تو قرآن نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے آپ کے ورثاء کو یہی سبق پڑھایا ہے۔

غالباً میرا دورۂ حدیث کا سال تھا اور دارالحدیث کے مغربی جانب کمرہ نمبر ۱۲ میں میرا قیام تھا، میں اپنے کمرہ میں مصروفِ مطالعہ تھا کہ ایک صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا، احقر باہر نکلا ایک صاحب نے اپنا تعارف کرایا، معلوم ہوا کہ موصوف وفاقی حکومت کے مرکزی وزیر ہیں، کہنے لگے حضرت مولانا عبدالحق صاحب (رح) سے ملاقات کرنی ہے۔ احقر اُن کے ساتھ ہو لیا۔ موصوف سرکاری گاڑی اور پروٹوکول کے ساتھ آئے تھے احقر کو ساتھ بٹھایا، حضرتؒ کے گھر احقر انہیں لے گیا اور بیٹھک میں انہیں بیٹھنے کے لیے کہا۔ وزیر موصوف بیٹھک کو دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ اتنے بڑے آدمی، اتنا مقام اور نام اور یہ معمولی اور سادہ کمرہ بیٹھک کا۔

بہرحال بتانا یہ ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ گھر سے تشریف لائے وزیر موصوف سے ملاقات ہوئی اور ضیافت کے لیے چائے، بسکٹ اور اس سے قبل فروٹ رکھا گیا حضرت مولانا صاحبؒ نے وزیر موصوف، ان کے رفقاء کو اور احقر کو بھی دسترخوان پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ ہم لوگ بھی بے تکلفی سے حضرتؒ کی ضیافت میں شریک ہو گئے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی جو اُن دنوں غالباً درجہ موقوف علیہ کے طالب علم تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں اُن کے بھائی کے بالاخانہ میں رہا کرتے تھے حضرتؒ کی خدمت اور مسجدِ شیخ الحدیث میں امامت کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی مہمانوں کیلئے ضیافت کا سامان حضرت الشیخؒ کے اشارہ پر مولانا حقانی صاحب ہی لائے۔ حقانی صاحب کی حیثیت اُس وقت ایک ادنیٰ طالب علم اور خادم کی تھی لہٰذا دسترخوان سجا کر موصوف ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ وزیر موصوف کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے کہ اچانک آپ کی حقانی صاحب پر نظر پڑ گئی تو وزیر سے گفتگو کاٹ کر حقانی صاحب سے فرمانے لگے "آجائیے اور آپ بھی کھانے میں شریک ہو جائیے!" موصوف آمادہ نہ ہوئے تو حضرتؒ نے باصرار ان کو دسترخوان پر بلا لیا۔

اُس وقت حضرتؒ کا اصرار اور ایک ادنیٰ خادم اور طالب علم پر توجہ، وزیر کی موجودگی میں اُس سے گفتگو کاٹ کر اپنے ایک ہمہ وقتی رفیق اور کارکن بلکہ خادم کی اس قدر رعایت کرنا یہ علم پروری، اصاغر نوازی اور بے نفسی نہیں تو اور کیا ہے؟ صرف بلانا اور دسترخوان پر بٹھانا مقصود نہ تھا بلکہ جس توجہ، احترام، شفقت اور اصرار کا انداز، مجھے یاد ہے وہ اتنا پیارا اور حیرت انگیز تھا کہ پوری محفل پہ ایک طالب علم کی عظمت چھا گئی۔

مجھے تحریر کا سلیقہ نہیں ورنہ وہ کیفیت جو میں نے دیکھی تھی اگر کوئی صاحب قلم دیکھتے اور اس کی واقعی تصویر کشی کرتے تو آج دنیا عش عش کر اُٹھتی ہے

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حُسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

جناب اصغر حسن صاحب

شیخ الحدیث (مولانا) عبد الحق ؒ

ماہنامہ الحق کے کاتب کی نظر میں

جناب اصغر حسن صاحب، ماہنامہ الحق کی بیس سال تک کتابت کرتے رہے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق ؒ کے مواعظ ارشادات الحق کے مرکزی اور محبوب مضامین ہوا کرتے تھے ۔ علاوہ ازیں ۲۰ سال کی طویل مدت میں جناب اصغر حسن کا کتابت کے علاوہ حضرت شیخ ؒ کو قریب سے دیکھنے، استفادہ کرنے اور زیارت و ملاقات سے بارہاسے مشرف ہوتے کی سعادت حاصل ہوئی ہے موصوف نے ایک مختصر تاثراتی تذکرہ لکھا ہے جو کسی تصنع بناوٹ یا لفظی حسن سے قطع نظر اصل حقیقت کا اظہار ہے ۔ (ادارہ)

نورانی چہرہ ۔ ریشم کی طرح ملائم لب ولہجہ ۔ شفقت و محبت میں ڈوبی ہوئی آواز ۔ بہترین سوچ ۔ بلند خیالات ۔ مستقل مزاجی ۔ دین اسلام سے سچی محبت یہ خاص خاص خوبیاں صوبہ سرحد کی اُس عظیم دینی و علمی شخصیت کی ہیں ۔ جو ایک بلند روشنی کے مینار کی مانند ہمارے درمیان موجود تھی ۔ اور جس کی روشنی ہماری رہنمائی کا سبب تھی ۔ لیکن افسوس علم وفن کے نور سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں سنوارنے اور صحیح راہیں دیکھانے والا ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو موت کی آغوش میں چھپ گیا ۔ اور یک لخت ہم سب اندھیروں میں ڈوب گئے ؎

زمین لوگوں سے خالی ہو رہی ہے
یہ رنگِ آسمان دیکھا نہ جائے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ کی زندگی دین اسلام کے لیے وقف تھی ۔ وہ اپنی بے شمار خوبیوں کی بنا پر امیر غریب، چھوٹے بڑے سب میں بے حد مقبول تھے ۔ عجز و انکساری اس قدر کہ ایک معمولی انسان بھی جب ان سے ملاقات کے لئے ان کے پاس آتا ۔ تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ایک طرف بیٹھ جاتے اور مہمان کو اپنی جگہ بیٹھنے کے لئے دے دیتے ۔ وہ حسن و اخلاق کے پیکر تھے ۔ جب کوئی شخص ایک دفعہ اُن کے پاس بیٹھ جاتا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ۔ دورانِ گفتگو اُن کے الفاظ بہت سادہ مگر دل میں اُتر جانے والے ہوتے ۔ اُن کے درس و تدریس کے انداز میں بڑی جاذبیت تھی شاگرد اُن کے ارشادات سننے اور ریکارڈ کرنے کے لئے دوڑ کر ان کے پاس آتے ۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ حضرت شیخ الحدیث ؒ کے قریب تر بیٹھنے کے لئے جگہ مل جائے میں خود کو اُن خوش قسمت لوگوں میں شمار کرتا ہوں جنہیں حضرت ؒ کے ارشادات کی کتابت کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملا ۔ ارشادات کی کتابت کے دوران مجھے بڑا لطف محسوس ہوتا ۔ کیونکہ اُن کے سادہ اور جامع الفاظ میں بڑی گہرائی ہوتی ۔ انہوں نے ثقیل الفاظ استعمال کر کے اپنی قابلیت کی نمائش کی کبھی کوشش نہیں کی ۔ بلکہ وہ ہمیشہ آسان اور عام فہم انداز میں بات کرتے اور عوام کو صحیح رستوں پر لانے اور اسلامی طریقوں پر چلانے کیلئے ہر وقت کوشاں رہتے ۔ اُن کا یہ انداز بے حد پرکشش تھا ۔

دارالعلوم حقانیہ کی ابتدا حضرت ؒ نے کچی دیواروں والے ایک معمولی کمرے سے کی ۔ ابتدا میں انہیں دارالعلوم کی توسیع کے لئے کافی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ لیکن ان کے دل میں دارالعلوم حقانیہ کو وسیع سے وسیع تر دیکھنے کی ایک لگن تھی جس نے حضرت ؒ کے حوصلوں کو بلند رکھا ۔ ایک طرف نامساعد حالات تھے تو دوسری جانب ایک نیک مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت ؒ کی پرخلوص کوششیں گویا ؎

طوفان بڑے غرور سے پھنکارتا رہا
کشتی بڑے خلوص سے ضد پر اڑی رہی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج دارالعلوم حقانیہ ایک اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے ۔ اس عظیم درس گاہ کی ایک ایک اینٹ سے حضرت ؒ کے بلند حوصلے، خلوص، نیک نیتی اور مسلسل جدوجہد نمایاں نظر آتی ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق ؒ صاحب کے انتقال پُرملال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے ۔ اللہ جل شانہ' ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ ۔ اور چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کو اس خلا کو پُر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ۔

ناقابل فراموش عظمتیں

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم ڈیروی
مدرس اعلیٰ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

احقر کی حضرت استاذی محسنی ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں متنبی اور مختصر المعانی کا طالب علم تھا اسی سال دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوا۔ حضرت کو اوّلِ وھلہ میں دیکھا تو مفتون ہوگیا، ان سے پہلی ہی ملاقات میں تواضع، عاجزی، مسکنت، خدمت اور شفقت کے اوصاف نمایاں ہوکر سامنے آتے اس وقت دارالعلوم میں شرکاء کی تعداد ۱۲۰ تھی جو اس زمانے کے اعتبار سے کثیر تعداد تھی، طلبہ کے لئے حضرت کے گھر میں کھانا پکا کرتا تھا۔ جب دال پکتی تو حضرت طلبہ سے فرماتے یہ دال خالص علم ہے۔ اس کا اکرام کرو اللہ پاک خالص علم کی دولت دے گا۔ یہ میرے ابتدائے شعور کا زمانہ تھا اتنا یاد ہے کہ اس دور میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری میرے والد صاحب حضرت مولانا قاضی محمد یوسف صاحب بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ والد گرامی جب دارالعلوم تشریف لائے تو بے حد متاثر تھے۔

صبر و تحمل کا مظہر اتم

زمانۂ طالب علمی کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ہم طلبہ کی ایک جماعت شہر کی کسی مسجد میں قیام پذیر تھی روٹی کم ہوجایا کرتی تھی طلبہ نے فیصلہ کیا کہ حضرتؒ سے کھانے کے اضافہ کا مطالبہ کریں گے ایک شخص کو امیر بنایا اور ہم لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے حضرت دارالعلوم کے اوّلین ارکان حضرت حاجی محمد یوسفؒ وغیرہ کے ساتھ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے کچھ پشاور کے مہمان بھی تھے۔ ہمارے امیر نے جو حضرتؒ سے روٹی کے اجراء کے سلسلہ میں باتیں کیں وہ باتیں نازیبا اور ناشائستہ تھیں مگر حضرت شیخ الحدیثؒ بڑے صبر و تحمل سے سنتے رہے اس طالب علم نے یہاں تک کہا کہ تم ممبرانِ مدرسہ، مدرسہ کی رقم کھاتے ہو اور مستحق طلبہ کے ساتھ کوئی مدد نہیں کرتے ہو، پھر کہا۔ اگر ہمارا مزید کھانا جاری نہ ہوا تو ہم مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں چلے جائیں گے۔ میں خود ذاتی طور پر بے حد نادم اور شرمندہ تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اے کاش! میں زمین میں گڑ جاتا مگر یہ منظر نہ دیکھتا —— حضرت کی آنکھیں سرخ ہوگئیں مگر صبر و تحمل اور بردباری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ منہ سے بات تک نہ کی۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کا مظہر اتم بنے بیٹھے تھے آخر پر اتنا فرمایا۔

عزیز بچو! وہ دوسرا مدرسہ بھی تو ہمارا اپنا مدرسہ ہے اگر وہاں جانا ہے اور آپ کی تعلیمی ترقی ہوتی ہے تو اس سے ہمیں مسرت ہوگی۔ جب ہم اٹھنے لگے تو آپ نے حضرت ناظم مولانا سلطان محمود مرحوم سے فرمایا کہ اِن کے لئے لنگر سے کھانا جاری کردو۔

جلسہ بھی ہوا اور فساد بھی نہ رہا

میرے دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث کے سال طلبہ نے تربیتی انجمن قائم کی تھی۔ سرحد کے بعض اضلاع کے سادات کا اس انجمن کی صدارت پر اختلاف ہوگیا ہم ۸ مقررین تھے جنہوں نے تقریریں کرنی تھیں مگر صدارت پر اتفاق نہیں ہو رہا تھا۔ بات گالم گلوچ، دھینگا مشتی سے بڑھ کر پستولوں تک جا پہنچی۔ دونوں فریق حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے نصیحت فرمائی شفقتوں سے نوازا اور بڑے مستحسن طریقہ سے مسئلہ حل کردیا ارشاد فرمایا جلسہ ضرور ہو، تقریریں ہوں مگر صدارت کا نام نہ لیں اور بغیر صدارت کے بھی تو جلسہ ہو سکتا۔ حضرت کے اس فیصلہ سے ٹھنڈک پڑ گئی جلسہ ہوا اور فساد رفع ہو

دارالعلوم حقانیہ میں تدریس اور حضرت کی شفقتیں

پشاور میں جمعیۃ علماء اسلام کا اجلاس تھا اکابر علماء اور مرکزی قائدین آئے ہوئے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بھی تشریف فرما تھے اس موقع پر حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ آئندہ سال جس مدرسہ میں جانا ہو تو مجھے ضرور مطلع کرنا —— رمضان شریف کا مہینہ آیا تو اس کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنا آدمی میرے گھر بھیجا اور خط بھی دیا کہ دارالعلوم حقانیہ میں آجاؤ میں یہاں کے علمی ماحول اور تدریسی عظمت کی تاب نہ رکھتا تھا یہاں کے نحو میر کے طلبہ اور دیگر مدارس کے دورۂ حدیث کے طلبہ ایک برابر نہیں ہو سکتے۔ خط کی وجہ سے شش و پنج میں رہا۔

چندروز بعد حاضر خدمت ہوا مدرس ہونے کا تو تصور بھی نہ تھا کہ اپنے اندر اس کی اہلیت نہ تھی ۔ جب حضرت سے ملاقات ہوئی آپ نے تدریس کا فرمایا میں نے انکار کر دیا مگر حضرت کا اصرار تھا ناظم مولانا سلطان محمود بھی اصرار کر رہے تھے ۔

بالآخر مجھے ہتھیار ڈالنے پڑے اور حضرت کے حکم سے تدریسی خدمت قبول کر لی ۔ اور آج یہ سب اسی کی برکات ہیں ۔

کرامت

احقر کی بچی خالدہ چھوٹی تھی اور اس وقت حفظ القرآن کر رہی تھیں ۔ گاہے گاہے دعا کے لئے حضرت کی خدمت میں لے جایا کرتا تو حضرت قرآن سنتے ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے اور گاہے گاہے انعام سے بھی نوازتے ۔

ان ہی دعاؤں کی برکت ہے کہ آج بحمد للہ اس بچی سے تدریس اور حفظ القرآن کی اشاعت کا کام اللہ پاک لے رہے ہیں ۔ باقاعدہ اکوڑہ میں مدرسۃ البنات قائم ہو چکا ہے اور بچیاں ابتدائی دینی تعلیم و تربیت سمیت حفظ القرآن کی دولت سے مالا مال ہو رہی ہیں ۔

اکابر علماء دیوبند سے عشق و محبت

میری طرح ہمارا سارا خاندان حضرت کا معتقد اور عاشق زار ہے ۔ میرے بھائی فضل حلیم کی اولاد ہوئی تو انہوں نے اپنے تمام بچوں کے نام حضرت کے صاحبزادہ کے نام پر رکھے سمیع الحق ، انوار الحق ، اظہار الحق میرے چھوٹے بھائی کی اولاد ہوئی تو وہ حضرت کی خدمت میں نام رکھوانے کے لئے حاضر ہوتے ، حضرت نے ان کے تمام بچوں کے نام اکابر علماء دیوبند کے نام پر رکھے ہیں ۔

محمود الحسن ، احمد حسن ، رشید الحسن ، ولی حسن وغیرہ ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کو اپنے اکابر علماء دیوبند سے کس قدر عقیدت اور محبت تھی ۔

زندگی میں ایسے لوگ کم بلکہ کالعدم دیکھے ہیں

دارالعلوم کے انتظامی اور اجتماعی امور میں کچھ لوگوں نے حضرتؒ کو مجھ سے بدگمان کر دیا تھا ۔ اور پھر بعد میں پتہ چلا کہ رائی کو پہاڑ اور ذرہ کو ڈھیر بنا کر پیش کیا گیا تھا ۔ ان رپوٹوں کا تقاضا تھا کہ حضرت مجھ پر سلام تو کجا ! میرے سلام کا جواب بھی نہ دیتے ۔ بلکہ حضرت کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مجھے ایک روز کے لئے بھی دارالعلوم میں مزید قیام کی اجازت نہ دیتا ۔ مگر حضرت نے طویل عرصہ تک کبھی یہ بھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں یا انہیں میرے سے کچھ شکایت ہے ۔ وہی خندہ جبینی ، وہی شفقتیں ، وہی عنایتیں ——— تاہم میں نے بین السطور بہت کچھ سمجھ لیا تھا مگر حضرت اپنی طرف سے حتی الوسع ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے ۔ جو ان کی کبیدہ خاطری کو ظاہر کر دے بعد میں جب عزیز القدر مولانا عبدالقیوم حقانی آئے اور صورت حال سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے تمام صورتِ حال کا جائزہ لے کر اصل حقائق سے حضرت کو آگاہ کیا ، میری تمام تر واقعاتی صورتِ حال انہیں بتا دی ، تو حضرت نے مجھے بلایا ، شفقتوں سے نوازا اور اس طرح جن بنیادوں پر سوءِ ظن قائم کرانے کی کوششیں کی گئی تھیں وہ رفع ہوئیں میں حضرت کی اس عظمت تسامح اور کمال حلم پر آج بھی جب تصور کر لیتا ہوں تو سراپا حیرت بن جاتا ہوں کہ زندگی میں ایسے لوگ کم بلکہ کالعدم دیکھے ہیں

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۸)

میری علمی
اور
مطالعاتی زندگی

ترتیب
مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے سوالنامہ کے جواب میں
مشائخ ، مشاہیر علماء ، ممتاز سکالرز ، دانشوروں اور قومی و ملی زعماء کے
علمی و مطالعاتی تاثرات اور مشاہدات پر مبنی وقیع مضامین کا مجموعہ ،

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق
مولانا سید محمد یوسف بنوری
مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم
مولانا شمس الحق افغانی
شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید
مولانا ظفر احمد عثمانی
مولانا اطہر علی بنگلہ دیشی
قاضی زین العابدین میرٹھی
مولانا محمد ابراہیم جان سرہندی
مولانا سمیع الحق مدظلہ
مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی
مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی
پروفیسر محمد اشرف ستاوی
مولانا لطافت الرحمن
مولانا محمد اسحاق سندیلوی
مولانا عبدالقدوس ہاشمی
علامہ مولانا مارتر گمٹ
ڈاکٹر محمد صغیر حسن
ڈاکٹر حمید اللہ پیرس
ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ، نوشہرہ ، سرحد (پاکستان)

فضل و کمال

اور

جامعیت

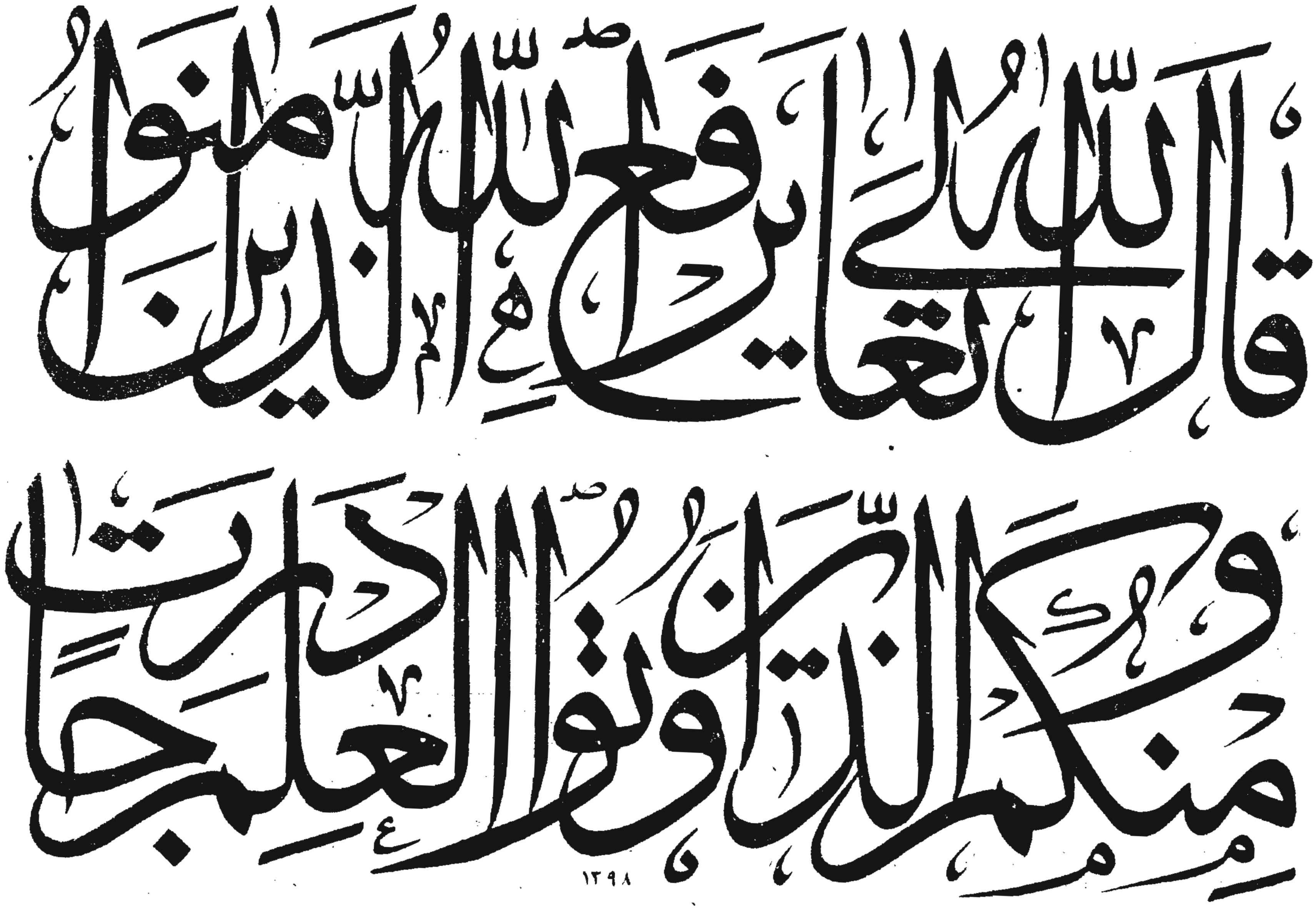
قال الله تعالى يرفع الله الذين آمنوا
منكم والذين أوتوا العلم درجات
١٢٩٨

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحقؒ

بلند مرتبہ انسان، مردِ کامل اور جامع شخصیت

مولانا عبد القیوم حقانی رفیق مؤتمر المصنفین واستاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کے روزِ اول سے لے کر تا ہنوز مخلوقِ خدا کی ہدایت، تعلیم وتربیت اصلاح اعمال واخلاق، تزکیۂ باطن، انسانیت کی تعمیر وتشکیل اور امت کی وحدت اور ارتقاء میں علماء اُمت، صلحاءِ ملت، اولیاء اللہ اور مشائخ کی صحبتیں، ان کی مجالس، ان کے ارشادات وافادات ان کے ہدایات وملفوظات اور بعض اوقات ان کی دل نواز نگاہیں نسخۂ اکسیر ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، شیخ سہروردیؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، محدث العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، یہ سب حضرات ایک طرف شیوخ طریقت اور دوسری طرف مسندِ علم کے تاجدار تھے۔ ان کے احوال وسوانح کمالاتِ علم کے ساتھ ساتھ برکاتِ باطنی سے بھی لبریز ہیں۔ ان کی مجالس، ان کے فیوض وبرکات، ان کی گفتگو اور ان کے افاضات وارشادات سے ایک عالم مستفید ہوا اور اب تک استفادہ کیا جارہا ہے۔ یہی بزرگ تھے جن کے دمِ قدم سے دینِ اسلام کی روشنی پھیلی۔ درحقیقت اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کی جامعیت تھی وہ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر تھے اس لیے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا۔

ائمہ اسلافؒ میں ایک ایک کی سوانح اور ان کے تذکرہ واحوال کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر وباطن کے علوم کے جامع نظر آئیں گے۔ چودھویں صدی کے نصف آخر اور پندرہویں صدی کے عشرۂ اوّل میں بقیۃ السلف محدث العصر استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ بانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا وجودِ گرامی بھی تکوینی طور پر دینِ اسلام کی تاریخِ دعوت وعزیمت کی ایک زرّین کڑی اور تسلسل اور اس کی حقانیت اور صداقت کی ایک واضح دلیل ثابت ہوا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ تقریباً پون صدی وراثتِ نبوّت کی تقسیم اور علومِ نبوت کی تعلیم وتدریس میں " ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ " کا جلوہ دکھاتے رہے، اس کے ساتھ اپنے خصوصی توجہات اور مخصوص اوقات میں ویزکیہم کی جلوہ ریزی بھی کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے مُدرّسیت اور خانقاہیت، علمِ ظاہر وباطن اور شریعت وطریقت کی دونوں سوتیں ایک چشمہ بن کر بہہ رہی تھیں۔ شب بیداری نے اُن کی آنکھوں کا نور بڑھا دیا تھا اور ذکر کی کثرت اور خلوص کی سپرٹ نے اُن کی زبان کی تاثیر میں مقناطیسیت ڈال دی تھی جنہیں دیکھ کر دین کے زندہ وجاوید اور مؤثر ہونے کا ثبوت مل جاتا تھا۔

احقر کی طالب علمی کا چوتھا سال تھا کہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعض مواعظ اور "اشرف السوانح" کا ایک حصہ پڑھا تو ذہن بدل گیا اور صبح وشام ایک کیفیت اور ایک ہی آرزو سامنے رہنے لگی کہ کسی زندہ بزرگ مصلح امت، ولی اللہ، عالمِ ربانی اور مربّی ومحسن اور ایک اللہ والے سے تعلق جُڑ جائے، اُن کی خدمت اور صحبت میں بیٹھکر اپنی انسانیت کی بقاء، تعمیر وتشکیل اور خلوص وللّٰہیت کا سبق حاصل کیا جائے۔

اِدھر یہ آرزو اور اُدھر عام مشائخ اور اکابر علماء بالخصوص مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور اپنے اساتذہ[1] سے ابتدائے شعور سے

---

[1] بالخصوص استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا محمد زمان صاحب فاضلِ حقانیہ (حال مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی) کی خصوصی توجہ، ذہنی واخلاقی تربیت، حضرت شیخؒ سے وارفتگی اور عشق ومحبت اور اس سلسلہ میں ان کی حسین یادیں اور ان کا تذکرہ، پھر زندگی کے اس نئے موڑ دار العلوم بالخصوص حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضری کے سلسلہ میں بھرپور راہنمائی، مشفقانہ تعاون اور مخلصانہ غائبانہ دعاؤں سے میری ہمت افزائی فرماتے رہے۔ موجودہ دور میں سلف صالحین کی یاد دلانے والے ایسے نمونے خال خال ملتے ہیں۔ موصوف علمِ حدیث کی جلیل القدر کتاب "المدوّنہ فی علم الحدیث واصنافہا وخصائصہا" کے مصنّف ہیں۔ اپنی وضع اور طبعی ومزاجی خصوصیات سے پرانے زمانے کے اسلافِ امت کی یاد دلاتے ہیں۔

محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے علمی کمالات، روحانی تربیت و توجہات، بلند اخلاقی کردار، معاصر علماء میں ان کے مقام و مرتبہ اور عام اخلاق و عادات سے متعلق دلچسپ اور حیرت انگیز حالات اور واقعات اس کثرت اور تواتر سے سننے لگا کہ دل و دماغ اور ذہن و قلب پر ان کی معصوم سی فرضی مگر حسین اور محبوب تصویر نقش ہو گئی۔

اور اب انسانی فطرت (جس کے پس منظر میں باری تعالیٰ ہی کی موہبت کارفرما تھی) آگے بڑھی محض اُنس و محبت کو زیارت و ملاقات، حضورِ مجلس و استفادہ، خدمت و قربِ شیخؒ اور کسبِ فیض کے لیے اشتیاق، بے چینی اور اضطراب بلکہ عشق و محبت کی کیفیات سے تبدیل کر دیا، بس اب تو عالم ہی دوسرا تھا ع

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

طلب اور اشتیاقِ فیض تڑپ کے مرحلہ میں داخل ہو گیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ تعلیم کی مزید تحصیل کے لیے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جائے کہ قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ سے کسبِ فیض، خدمت، حصولِ دُعا اور استفادہ کی اس سے بہتر کوئی دوسری صورت ممکن نہیں ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(ترجمہ "وہ جو خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظرِ التفات فرمائیں")

چنانچہ دارالعلوم کے مرحوم ناظمِ اعلیٰ مولانا سلطان محمود صاحبؒ کے نام ۴؍ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کو دارالعلوم میں داخلے کے سلسلہ میں جو خط لکھا اُس کی نقل محفوظ کر لی تھی، اور اب دیکھا تو اس خط کا اصل مضمون بھی یہی تھا کہ "آئندہ سال سے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی داخلہ لینے کا ارادہ ہے، اس کی وجہ دارالعلوم کی بے مثل تعلیم، بہترین ماحول، مہربان اساتذہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ انہی کی صحبت میں رہنے اور ان ہی کی میٹھی میٹھی باتیں سننے کا تصور غالب ہے" ع

کہ دینے ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جواب آیا کہ دارالعلوم کے شرائط اور قواعد و ضوابط کی پابندی کو ملحوظ رکھ سکو گے تو داخلہ ضرور مل جائے گا ——— چنانچہ احقر شوال ۱۳۹۵ھ کے دوسرے عشرے کے اوائل میں دارالعلوم پہنچ گیا، جمعہ کا دن تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا نماز بھی خود پڑھائی۔ احقر پہلی صف میں حضرتؒ کے سامنے بیٹھا تھا اور نظر چہرۂ انور پر تھی۔ لوحِ حافظہ پر یہ نقش اتنا گہرا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے۔ ملنے اور ایک دو منٹ بات چیت کر لینے کی جرأت تو کر ہی لی تاہم دل اس سے نہال ہوا جا رہا تھا کہ اتنا قریب سے دیکھنے، حضرتؒ کی اقتداء میں نماز پڑھنے، گفتگو سننے اور علیک سلیک اور مصافحہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

یہی پہلی ملاقات تھی جو چشمِ تصور میں آج اس پہلی ملاقات کی پیاری اور حسین تصویر نگاہوں کے سامنے ہے ع

ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ

حضرت شیخ الحدیثؒ سراپا وقار، مجسم متانت، قدمیانہ اور چہرۂ اقدس پر معصومیت اور شرافت نمایاں رہتی تھی، لباس نہایت صاف ستھرا، سر پر عمامہ نہایت سفید اور صاف، اس کے پیچ بھی نہایت خوبصورتی سے دیئے ہوئے (بعد میں مخدوم زادۂ ذیقدر حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے بتایا کہ حضرتؒ جب عمامہ باندھتے تو بڑے شوق اور پوری توجہ سے باندھا کرتے تھے) آنکھوں میں ایمان کا نور اور علم و ذہانت کا اُجالا دمک رہا تھا، چہرۂ انور گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور جب تک مجلس رہتی لبوں پر مسکراہٹ رہتی —— اول وہلہ میں دیکھ کر دل نے یہ شہادت دی کہ اِن میں دوسروں کو ایذاء پہنچانے اور دل دُکھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ پھر حضرتؒ سے قرب و تعلق، تلمذ و خدمت، معیت و استفادہ اور سفر و حضر میں رفاقت کی وجہ سے ذاتی واقفیت جتنی بڑھتی گئی حضرتؒ کی شخصیت کی عظمت اور اس کا اثر بھی اپنے اوپر بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدماتِ جلیلہ، عظمتِ علم و دین، سیاسی مقام و منزلت اور مجاہدانہ کردار اپنے تلامذہ، حلقۂ علماء و احباب اور لکھے پڑھے ذی شعور طبقہ میں تو مسلّم تھا ہی، ہمارے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے دُور دراز دیہاتوں کے اَن پڑھ لوگ بھی ان سے متاثر بلکہ ان کے غائبانہ عقیدتمند اور مُحب تھے، میرے لیے ان کے سامنے حضرت شیخ الحدیثؒ کا نام بھی فخر کے لیے کچھ کم نہ تھا ع

ان کے اِک جانثار ہم بھی ہیں

میری تو خیر کوئی رائے اور حیثیت ہی نہیں اکابر علماء، مشائخ اور صاحب اربابِ علم و فضل کو بارہا اس بارے میں ہم خیال و یک زبان پایا کہ اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کا ایک واقعاتی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

تلمذ و استفادہ اور خدمت و شدتِ قرب کے دس سال کے طویل عرصہ میں حضرتؒ کو قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا بہترین موقعہ ملا، اس دوران جو چیز خاص طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ شب کے معمولات کی پابندی و مشغولی، مطالعۂ کُتب، فکر و مراقبہ، تہجد اور مناجات و ریاضت کے باوجود دن میں وہ بڑی مستعدی اور بیداری، ہر ایک کی طرف حسبِ حال پوری توجہ و التفات، دارالعلوم کے اہتمام، اضیاف کی کثرت اور ان سے ملاقاتیں اور خدمت، درس و تدریس اور روزانہ کے سبق میں حیرت انگیز مباحث اور علمی نکات اسی شان سے بیان فرماتے تھے کہ تعب و مشقت یا تھکان اور اکتاہٹ کا کوئی نشان بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

دارالحدیث میں درسِ حدیث کا منظر، حضرتؒ کا مخصوص اور دلکش لہجہ اور دارالحدیث کی روحانی اور پُرسکینت فضاء اور حضرتؒ کا معصوم چہرہ

آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

آپؒ کے اندازِ درسِ حدیث میں حفظ و تبحر اور دعوتِ جہاد کی روح ہدف ہوا کرتی تھی۔ آپ کے جوشِ جہاد، ذوقِ عمل، ہمت باطنی اور وسعتِ اخلاق نے علم کو عمل کے ہر ہر گوشے میں دوڑا کر عملی سانچوں میں پیش کیا۔ آپ کا درس عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ اسپرٹ سے بھر پور اور جذباتِ عمل سے لبریز ہوا کرتا تھا جس سے طلبۂ مخلصین کے قوائے عمل کی قوتیں بیدار ہو جاتیں اور جذباتِ عمل زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوتے تھے۔

مہمانوں کی کثرت اور اس پر حضرتؒ کی مسرت و بشارت بچشم خود دیکھی مہمانوں کا بھی کوئی وقت یا کوئی تعداد مقرر نہیں تھی، مہمانوں میں ہر طبقہ کے لوگ ہوتے تھے، اکابر علماء، دارالعلوم حقانیہ کے مخلص معاونین، قدیم فضلاء، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائدین، مشاہیر زعماء، سیاسی رہنما، جماعتی احباب، تبلیغی جماعتیں، ارکانِ پارلیمنٹ، وزراء، سرکاری آفیسرز، کالج کے طلبہ، دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ، خفیہ پولیس کے خاص اشخاص، بیعت کے خواہشمند، تعویذات کے طالب، غرض کہ ہر طبقہ اور ہر قسم کی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے احباب آپ کے ہاں تشریف لاتے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق خوشحال اور مالا مال ہوتے۔

اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کی عملی زندگی کامل اِتباعِ نبویؐ اور حضرات صحابۂ کرامؓ کی تقلید تھی۔ آپ میں مقصد کی لگن اور نصب العین کا وہ عشق تھا جس کے لیے ایثار اور قربانی کا ایسا مرحلہ نہ تھا جسے آپ نے گوارا نہ فرمایا ہو۔ کوئی مشقت اور تکلیف نہ تھی جس کا استقبال مسکراتے ہوئے نہ کیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عشق کا جنون جب سر پہ سوار ہو جاتا ہے تو محبوب کی طلب میں کوئی مزاحمت نہیں رہتی وہ شوقِ منزل کی تمام دشواریوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ حضرتؒ کی زندگی کا خمیر عشق کے ولولہ انگیزیوں اور جنون نوازیوں سے تیار ہوا تھا۔ آپ کی ذات میں ایثار و قربانی اور سرفروشیوں کی ایک دنیا آباد تھی کیونکہ صحابۂ کرامؓ کے ارتقاء و اخلاص کا پیمانہ جہاد فی سبیل اللہ تھا، وہی رُوح اور سچی تڑپ آپ کے اندر برابر کام کرتی رہی۔

میری زندگی کے دس سال کا یہ عرصہ جو حضرتؒ کی خدمت و معیت اور ان سے اخذ و استفادہ اور ان کی مجلسِ خیر و برکت میں گذرا، ہر شب شبِ قدر اور ہر روز روزِ عید کا مصداق بن گیا ؎

مے ناب و کنارِ آب و یارِ مہرباں ساقی
دلا کئے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

پھر احقر نے حضرتؒ کے ساتھ رہ کر متعدد اور متضاد مناظر دیکھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰؐ اور مختلف الیکشنوں کے ہنگاموں میں لوگوں کی عقیدت اور ارادت کا جوش بھی دیکھا، لوگوں کی نیاز مندی اور اظہار جاں نثاری بھی دیکھی۔ ۱۹۸۵ء کے الیکشن کے نتیجے میں قائم ہونے والی پارلیمنٹ میں مخدوم زادہ ذیشان استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کا نفاذِ شریعت بل پیش کرنے کے معرکے اور اس سلسلہ کے ہنگامے اور پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کی قیادت اور متحدہ شریعت محاذ کی صدارت کے ایام بھی دیکھے۔ سیاسی فضا کے تکدر زود رنج اور طوطا چشم عوام کی برہمی اور ان کے بعض قریبی تلامذہ اور عزیزوں کی احسان فراموشیاں، حضرتؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کے مقابلہ میں تحریک بحالیٔ جمہوریت کے فروغ و ترویج اور غلو فی السیاست کے روح فرسا اور دلسوز مظاہرے بھی دیکھے۔ سوشلزم کے عفریت اور سوشلسٹ انقلاب کی یلغار اور عورت کی متوقع حکمرانی کے خلاف جب حضرتؒ نے ملک بھر کے مرکزی مقامات اور صوبہ سرحد کے اہم اضلاع اور اہم مقامات کا دورہ کیا تو اس موقع پر بھی اپنے بعض نادان دوستوں کی بلاوجہ مزاحمت سے حضرتؒ کو تُند و تلخ تجربوں، دینی درد و دلسوزی اور شرعی نقطہ نظر کے پیشِ نظر قلبی بے چینی اور اضطراب سے بھی گذرنا پڑا۔ اِن ایام میں بھی رفاقت اور قرب خاص میں رہ کر آپ کی ہر ادا سامنے رہی، مگر با ایں ہمہ نچ کے مجالس، درس کی مسند، دارالعلوم کے دفتر اہتمام، پارلیمنٹ کی رزم گاہ، تحریک نفاذِ شریعت کے عظیم جلسوں اور سیاسی ہنگاموں میں حضرتؒ کی حالت یکساں پائی، اور کوثر و تسنیم میں دُھلی ہوئی زبان سے کوئی حرفِ شکایت سننے کی نوبت نہیں آئی ؎

ذرا پی کر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں وہ کب بہکتے ہیں

مولانا عبدالحقؒ ایک فرد کا نام نہ تھا، صفاتِ خیر کے اس نہایت حسین اور دلآویز پیکر کا نام تھا جس کا وجود خاکی تھا مگر صفات ملکوتی تھیں، وہ مسلکاً حنفی تھے مگر شدت اور غلو نام کی چیز سے ناآشنا تھے، مسلک میں بے جا سختی اور نہ مزاج میں تندی، علمِ حدیث اور علمِ فقہ، علومِ شرعیہ کا مشکل ترین میدان ہے لیکن حضرتؒ کے ہاں پیچیدہ مسائل چٹکیوں میں حل ہوتے، شریعت کوئی بھاری بوجھ محسوس نہ ہوتی زندگی میں رچی بسی بڑی سہل چیز نظر آتی، وہ عُسر کی بجائے یُسر کی راہ نکالتے شریعت سے خوفزدہ نہ کرتے اس پر عمل کی ترغیب دیتے اور اپنی رائے کسی پر جبراً مسلط نہ کرتے، اندازِ تفہیم ایسا دلنشیں ہوتا کہ سننے والے کو نہ صرف شرح صدر ہو جاتا بلکہ وہ حضرتؒ کا گرویدہ ہو جاتا۔ بعض سیاسی زعماء اور نامور علماء کے اندر پائی جانے والی خشونت انہیں چھو کر بھی نہیں گذری تھی۔ وہ بڑے ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع و خلیق تھے۔ عام گفتگو میں بھی اپنی علمی برتری و جامعیت کا ذرا بھی اظہار نہ ہونے دیتے۔

مجھے تو خود حضرتؒ سے خدمت و تلمذ کی نسبت تھی اور حضرتؒ میرے شیخ و مربی اور محسن و استاذ تھے شرافتِ نفس، عزیزانہ محبت اور مکارمِ اخلاق کا بارہا تجربہ ہوتا رہا۔ اپنی بزرگی کے باوجود تواضع میں بچھے جاتے تھے،

میں شرمندہ بھی ہوتا اور اس احساس سے شاد کام بھی کہ اپنے علم و فضل میں ایسا عظیم اور بلند پایہ انسان مجھے بطور مربی و استاد اور ایک مہربان و دعاگو بزرگ کے میسر آیا ہے۔

حضرتؒ نرم مزاجی اور خوش اخلاقی کے باوجود بہت صاف گو تھے۔ کھری یا سچی بات کہنے یا اپنی رائے کے اظہار میں انہیں کوئی تامل نہ ہوتا، وہ اخلاقی اعتبار سے مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ ضرور کرتے تھے لیکن اس سے مرعوب ہرگز نہیں ہوتے تھے، اگر سوال یا جواب میں جھنجھلاہٹ ہٹ دھرمی یا اشتعال کا مظاہرہ ہوتا تو وہ اپنی بات کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتے، اور کمال یہ تھا کہ معاملہ کو بدمزگی یا تلخی تک کبھی نہ پہنچنے دیتے تھے۔

حضرتؒ میں صحابہ کرامؓ کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی جھلک نظر آتی تھی۔ دل کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی بہت کم لوگوں کو خبر تھی، آپ کا مزاج بھی یہی تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہونے دیتے تھے، مگر جنہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ بکاء اللیل وبسام بالنہار (رات کو رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے) کی زندہ تصویر تھے۔

اور اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی مدظلہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آج سے کوئی بیس پچیس سال قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ریل گاڑی کا ایک طویل سفر پیش آیا، مسافروں کا ہجوم، پانی کی قلت، سفر کی تھکاوٹ اور سفرانہ شرعی رخصتیں اس پر مستزاد، مگر میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا کہ بڑی مستعدی اور عالی ہمتی کے ساتھ قیام اللیل کے مناجات اور معمول کے وظائف و اوراد بڑی استقامت کے ساتھ پورا کر رہے ہیں سفر کا یہ معاملہ دیکھا تو حضر کے معمولات کے تصور سے چشم حیرت کھلی ہی رہ گئی۔ حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ حضرتؒ کی اس ہمت و عزیمت کو دیکھا تو ضمیر نے مجھے بھی جھنجھوڑا اور خدا کا فضل ہے کہ اسی روز سے میرا بھی تہجد کا معمول بن گیا ہے اور بلا عذر قضا ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

کمال شہامتِ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے بدگمانی اور بے مائیگی کا استحضار و اعلان انسان کی بلندی کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نفسِ امارہ کی گرفت سے آزاد اور خود فریبی و خود پرستی سے بلند ہو گیا ہے اور یہ چیز حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں بہت نمایاں ہو گئی تھی۔ اور واقعۃً بھی یہی ان کا حال تھا قال نہ تھا، بڑے بڑوں کو دیکھا کہ حضرتؒ کے اخلاقِ عالیہ، تواضع و ایثار، خورد نوازی کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔

حضرتؒ اکثر خود کو بے تکلفی سے لَیْسَ بِشَیْءٍ کہہ دیا کرتے تھے۔ ظاہر بینوں کو یہ الفاظ جیسے بھی لگیں لیکن حضرتؒ اپنے متعلق یہ عقیدہ تھا اور اس میں کوئی تصنع کا شائبہ تک نہ تھا وہ دل سے اپنے کو لَیْسَ بِشَیْءٍ سمجھتے تھے، حالانکہ قدرت نے ان کو ہر طرح اپنے اسلاف کا جانشین، بحرِ ذخار، قائدِ شریعت اور نعم الخلف لنعم السلف کا مصداق بنایا تھا۔ حضرتؒ کے ملفوظات کا ذخیرہ آپ کے سامنے ہے، مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ خود کو کیا سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تواضع و انکسار اور بے نفسی کے کس مقامِ رفیع پر پہنچا یا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ الفاظ کی بڑی سے بڑی مقدار بھی ذاتی مطالعہ اور عینی مشاہدہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، الفاظ کا دامن تنگ ہے، اصل حقیقت کی نقاب کشائی الفاظ کے حدود و پیرایۂ اظہار سے ناممکن ہے۔

پھر کیفیات و جذبات، بیسیوں ادائیں، عشقِ رسولؐ، وارفتگی و جان نثاری یہ سب امور ایسے ہیں جن کی واقعی تصویر کشی بہرحال محال ہے اور اگر کوئی چیز کسی کا صحیح تصور قائم کرا سکتی ہے اور ان کو کسی حد تک صحیح شکل میں پیش کر سکتی ہے تو وہ صرف واقعات، حقائق یا اُن کی اپنے روزمرہ کی بے تکلف گفتگو، نجی کے مجالس، مواعظ اور ارشادات ہی ہو سکتے ہیں۔

تعلیمِ دین، علومِ نبوت کی ترویج و اشاعت، قرآنی معارف کی خدمت، آدم گری و آدم سازی اور رجال کار کی تربیت پر خصوصی توجہ اور ارشاد و تربیت کا بہت بڑا ذریعہ اور مرکز آپ کا قائم فرمودہ ادارہ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ ہے جس کے فضلاء آج اطرافِ عالم میں ترویج شریعت اور اقامتِ دین کے کام میں مصروف ہیں۔ جہادِ افغانستان کی مرکزی قیادت اور محاذِ جنگ کے عظیم جرنیل مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے خصوصی تلامذہ ہیں، حضرتؒ نے اپنے تلامذہ کے عظیم سلسلہ کی صورت میں اقلیمِ محبت اور ولایتِ عشق کی نئی سپاہ تیار کی! اسکے ساتھ ساتھ آپ کے مجالس، عام گفتگو، مواعظِ جمعہ، عام خطبات بھی ہدایت و ارشاد، اصلاحِ انقلابِ اُمت اور صفائے باطن میں اکسیر ہوا کرتے تھے۔

عام خطبات اور مواعظِ جمعہ مخدوم زادۂ ذیقدر استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ضبط کر کے **دعواتِ حق** کے نام سے دو جلدوں میں شائع کر دیئے ہیں، جسے ملک و بیرونِ ملک مقبولیتِ عام حاصل ہوئی اور اس سلسلہ کے مزید ضبط و اشاعت کا مطالبہ اور اصرار ہونے لگا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی تیسری جلد پر بھی کام جاری ہے۔ عام خطبات اور مواعظِ جمعہ کے علاوہ حضرتؒ کی ایک مجلسِ عام بعد العصر مسجد شیخ الحدیث (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ہوا کرتی تھی حضرتؒ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی مسجد میں بیٹھ جایا کرتے۔ اکابر علماء مشائخ، دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، اضیاف، دور دراز سے آئے ہوئے مہمان، افغان قائدین، مجاہدین، سیاسی کارکن، قومی راہنما، حکومتی کارندے، غرض مشائخ کے دستور کے مطابق ہر طبقہ کے آدمی کو حاضر ہونے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی۔

حضرتؒ کی گفتگو میں رشد و ہدایت کی چاشنی اور اخلاص و محبت کا وفور ہوا کرتا تھا۔ جس کی ایک بار ملاقات ہو گئی وہ عمر بھر کا گرویدہ اور عاشقِ زار بن گیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؒ کی مجالس میں علماء، مشائخ، طلبہ،

اہلِ عقیدت اور اہلِ طلب شریک ہوتے۔ مختلف موضوعات اور مسائل پر باتیں چھیڑتے تو جواب شافی پاتے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ان مجالس کا کوئی مستقل یا متعین موضوع یا اس وقت کی گفتگو کوئی مستقل درس کی حیثیت نہیں رکھتی تھی جو کچھ حسب حال اللہ کریم آپ کے دل میں ڈال دیتا ارشاد فرماتے۔

ان مجالس میں عام رُشد و ہدایت کے اقوال، سلوک و تصوف کے نکات، اصلاحی و علمی تحقیقات، سلف صالحین اور بزرگوں کے حالات و واقعات ارشاد فرماتے۔ بعض اوقات یہ گفتگو بڑے گہرے معارف و حقائق، دقیق نکات اور حیرت انگیز علمی و روحانی لطائف پر مشتمل ہوتی تھی۔ اکابر علماء دیوبند بخصوص اپنے شیخ و مربی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا تذکرہ کرتے وقت جذب و وجد کا خاص کیف و اثر محسوس ہوتا، چہرۂ قدس پر بشاشت آجاتی، گویا کسی نے دل کی دھڑکن پر ہاتھ رکھ دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ دل کا ساز کسی نے چھیڑ دیا ہے۔ آپ کے ملفوظات میں در تحقیقات اور بلند و لطیف علوم کا ایسا ذخیرہ ہوتا جو حقائق اور معارف کی بہت کم کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

مجالس میں اول سے آخر تک انبساط رہتا، خشونت کا تصور بھی نہ ہوتا، کسی درجہ کی خشکی اور یبوست آس پاس نہ رہتی۔ خندہ جبینی، شگفتہ بیانی، زندہ دلی اور نکتہ سنجی مجلس کو باغ و بہار بنا دیتی تھی۔ وہ ایک مصلح اور مشفق داعی تھے ان کا مقصدِ زندگی خدمتِ علم، اصلاحِ اُمت اور دعوت و خدمت تھا، انکی نظر لینے سے زیادہ دینے، فائدہ اٹھانے سے زیادہ فائدہ پہنچانے اور طلب و سوال سے زیادہ بذل و نوال پر تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ بھی عام علماء ربانی اور مشائخِ روحانی کی طرح اپنی زندگی کے حالات و سوانح کے بجائے ہمیشہ صحیح تعلیمات و ہدایات، اپنے مطالعہ کا نچوڑ، اپنی زندگی کے تجربات اور اپنے مُحِبین و معتقدین اور عامۃ المسلمین کے لیے مخلصانہ مشوروں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جن پر عمل پیرا ہو کر وہ خود اس بلند مقام تک پہنچے اور جن سے فائدہ اٹھا کر اور ان پر کاربند رہ کر دوسرے حضرات بھی دینی اور روحانی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں اور بہت سے خطرات، وساوس، مضرات، لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکتے ہیں۔

زندگی کے آخری ایام میں بھی یہی احساسِ فرض، احساسِ مرض پر غالب رہتا تھا۔ حضرتؒ کے ارشادات اور ملفوظات سامعین و قارئین کو خیالات کی بلندی، حوصلہ مندی، مادیت کے خلاف بغاوت، حقیقت کی جستجو، سازِ دل کو چھیڑنے اور روح کے سرچشموں کو جاری کرنے میں مرکزی اور بنیادی کردار ادا کرتے تھے۔

ماہنامہ الحق کے خصوصی نمبر کے ساتھ ساتھ ادارہ مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور حضرتؒ کی اسی مجلسِ عامہ کے ارشادات و فیوضات اور ان کے علوم و معارف کا خزینہ "صحبتے با اہلِ حق" کے عنوان سے ۴۰۰ سے زائد صفحات کی ایک مستقل کتاب کی صورت میں ان کے تلامذہ، متوسلین، معتقدین، الحق کے قارئین اور عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، جسے احقر چھ سات سال سے قلمبند کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ حضرتؒ بھی باقاعدگی سے تمام ملفوظات سنتے اور جگہ جگہ اصلاح بھی فرماتے۔ جن میں طریقت و معرفت کے مسائل، شریعت کی حکمیات کی توضیح، سیاست اور قومی معاملات کے دقائق کی توجیہات اور حیات بخش نکتے اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ ایک جویائے حقیقت و معرفت، ایک متلاشیِ احوالِ آخرت اور ایک طلبگارِ شریعت و سیاست کے لیے یکساں طور پر شفا اور سکونِ روح کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

حضرتؒ کے دیگر حسنات اور عظیم صدقاتِ جاریہ کی طرح یہ بھی ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے "صحبتے با اہلِ حق" کا مطالعہ، ملفوظات سے استفادہ گویا حضرتؒ کی مجلسِ درس و افادہ میں روحانی اور معنوی حاضری ہے۔ کتاب کے دو ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں تیسرا ایڈیشن پریس میں ہے

وقت کے محدثِ عظیم، مجاہدِ جلیل کے ان علم پرورانہ حقائق، عمل آفرین وثائق، شرعی راہنمائی کے عرفانی ارشادات اور علمی ہدایات و فیوضات سے لوگ منتفع ہوتے ہیں کوتاہی اور سستی سے کام نہیں لیں گے بلکہ اس زلالِ حیات سے ابدی زندگی حاصل کریں گے۔

برد اللّٰہ مضجعہٗ

مؤتمر المصنفین کی عظیم تاریخی پیشکش
امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست
تصنیف، مولانا عبدالقیوم حقانی
سیاست کا اسلامی مفہوم اور تشریح، امام ابو حنیفہؒ کا سیاسی مسلک و کردار، سیاسی تجربے اور کارنامے، ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک اور مضبوط سیاسی جماعت کی ضرورت، تشکیل اور نصب العین، فقہ حنفی کی قانونی جامعیت، سیاست میں شرافت کا اصول، جبر و ظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی، موجودہ دور میں سیاسی عمل کے رہنما اصول اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث ——— قیمت ۱۰ روپے
مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور

B.P

ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ

بی پی

- ڈبل روٹی
- فروٹ بن
- فروٹ کیک

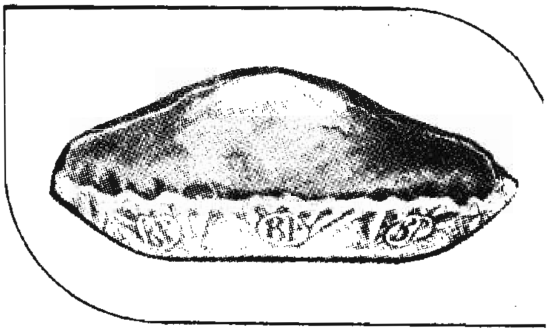

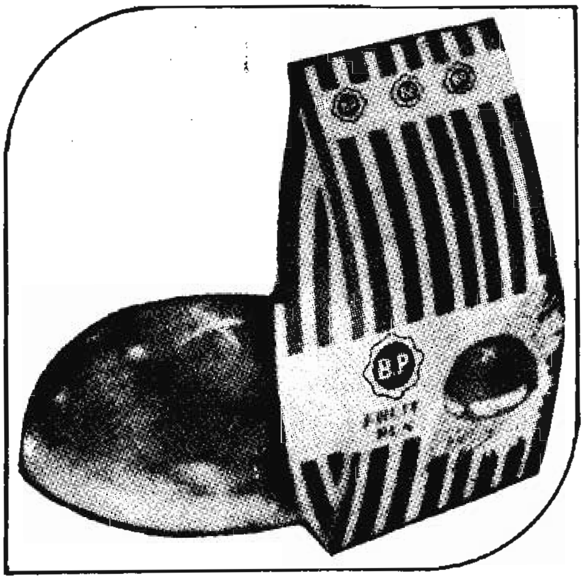

بی پی لاہور (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۵۱ - فیروز پور روڈ - لاہور
فون: ۴۸۸۵۳۷، ۴۸۹۱۳۲ -

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

ایک جامع شخصیت

ان کی محفل میں سیرتِ طیبہ سے لے کر آزادئ ہند تک کی پُر وقار مُستند معلومات ہوتیں، ان کے چشمۂ صافی سے عوام وخواص سب بقدرِ ظرف شرابِ معرفت پی کر سیراب ہوتے، اُن کے اندازِ بیان میں مقناطیس کا اثر تھا۔ جب کسی مسئلہ پر لب کشائی فرماتے تو علم وحکمت کا اتھاہ سمندر موجزن ہوتا وہ علم کا سمندر تھے جو ساحل سے بے نیاز ہو، وہ ایک گلستان تھے جس کی خوشبو دُنیا کے چپے چپے میں بسی ہوئی تھی، وہ ایک شجرِ ثمر دار تھے جس کے پھلوں سے ایک عالم سیراب ہوا، وہ ایک گوشہ نشین تارکِ دنیا تھے جو دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر علمِ دین کی خدمت میں مصروف ہوں، ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

حضرت مولانا رضاء الحق مدظلہ

دار العلوم زکریا لینشیا جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

سیدی وسندی شیخ الحدیث محبوب الانام، جامع العلوم، پیکرِ صدق وصفا، مجسمِ تواضع حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعلی اللہ درجتہ فی اعلیٰ علیین وجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ کا وصال ایسے وقت ہوا جس وقت ان کا وجود عالمِ اسلام کے لیے پانی اور غذا سے زیادہ ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس بں بہتر مقام عطا فرمائیں اور ہم گنہگاروں پر ان کی برکات وفیوض نازل فرمائیں حضرت مولانا مرحوم کی خوبیاں اور کمالات تو وہ حضرات جانتے ہوں گے جو حضرتؒ کے معاصر یا ہم پیالہ وہم نوالہ ہوں۔ ہم جیسے نابکار تو ان کے کمالات ومحاسن کا ادراک بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمارا شکستہ قلم حضرتؒ کی علمی وعملی کاوشوں کا احاطہ کر سکتا ہے تاہم مالا یدرک کلہ لایترک کلہ کے تحت چند باتیں جو سطحی طور پہ ذہن میں آئیں حوالہ قرطاس کرتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ درس وتدریس کے شہسوار، علمِ حدیث کے مسند نشین، عمل کے راہی، اخلاص وتقویٰ کے پیکر، مجسمِ تواضع، حسن صورت و حسن سیرت کا پُتلا تھے۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے باطنی حسن وجمال کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب نوازا تھا، ان کے چہرے میں بلا کی کشش تھی، انکے رخسار گلاب کے پھول کی طرح معتقدین ومتوسلین کو دعوتِ نظارہ دیتے تھے۔ بڑھاپے اور ضعف ونقاہت کے باوجود اُن کے چہرے کی شادابی جوانوں سے زیادہ تھی، اُن کے چہرے پر نظر پڑتے ہی یقین ہو جاتا تھا کہ یہ کسی اللہ والے کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے میں بلا کی معصومیت رکھی تھی، ان کے چہرۂ اقدس پر نگاہ پڑنے ہی اللہ تعالیٰ یاد آتے تھے۔ ان کو ربِ ذوالجلال نے اذا رأوا ذکر اللہ کا مصداق بنایا تھا۔ علمِ حدیث مولانا کا اوڑھنا بچھونا تھا، وہ طلباء اور علماء کی محبت کی جولانگاہ تھے، ان کی شخصیت میں بلا کی کشش تھی، وہ جہاں بیٹھتے وہاں علم کے خزانے کھلتے عمل کی ہوائیں چلتیں، تقویٰ واخلاص کی خوشبو پھیلتی اور ان کی مجلس کی بہاریں مشامِ جان کو معطر کر لیتیں ؎

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتوِ اُو
ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

ان کی محفل میں سیرتِ طیبہ سے لے کر آزادئ ہند تک کی پُر وقار مُستند معلومات ہوتیں۔ ان کے چشمۂ صافی سے عوام وخواص سب بقدرِ ظرف شرابِ معرفت پی کر سیراب ہوتے، ان کے اندازِ بیان میں مقناطیس کا اثر تھا، جب کسی مسئلہ پر لب کشائی فرماتے تو علم وحکمت کا اتھاہ سمندر موجزن ہوتا، وہ علم کا سمندر تھے جو ساحل سے بے نیاز ہو، وہ ایک گلستان تھے جس کی خوشبو دُنیا کے چپے چپے میں بسی ہوئی تھی، وہ ایک شجرِ ثمر دار تھے جس کے پھلوں سے ایک عالم سیراب ہوا، وہ ایک گوشہ نشین تارک الدنیا تھے جو

دُنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر علمِ دین کی خدمت میں مشغول ہوں، وہ ؎

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

کا صحیح مصداق تھے۔ وہ ایک کہنہ مشق اور قدیم الزمان مدرس تھے جن کی بالذات یا بالواسطہ شاگردی سے شاید ہی کوئی تہی دامن رہ چکا ہو۔ دنیا کے کونے کونے میں ان کے علم کی نہریں جاری و ساری ہیں۔ یہ حضرت مولانا مرحوم کی خوش نصیبی ہے کہ پاکستان اور بیرونِ ملک کے دینی مدارس کے اکثر شیوخ الحدیث حضرت مولانا کے بالذات یا بالواسطہ شاگرد ہیں اور حضرت مولاناؒ کے لیے صدقہ جاریہ کا کام دیتے ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی مسند درس کو بھی رونق بخشی اور نوعمری میں ہی اپنے علم کا لوہا منوا لیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں استاذ الحدیث کی مسند کو زینت بخشی اور ہزاروں مہمانانِ رسول کو قال اللہ و قال الرسول کی لذّتوں سے آشنا کرایا، اور دارالعلوم دیوبند ہی میں مولانا عبدالحق النفع کے پیارے لقب سے ملقب و موسوم ہوئے۔ اور ابھی شاید عمر کی چالیس بہاریں بھی نہیں گذری تھیں کہ سب کے منظورِ نظر اور اعلیٰ پائے کے اساتذہ کی صفوں میں شامل ہوئے اور چشمِ فلک نے یہ نظارہ دیکھ لیا کہ ایک سرحدی عالم کے نازک لبوں نے علمِ حدیث کی کتابوں کو بوسہ دیا اور اکابر و اصاغر سے دادِ تحسین وصول کی اور ان بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا جن کے دم قدم سے علمِ دین کی عمارت پاک و ہند کی سرزمین پر قائم تھی۔

اپنے اساتذہ سے سُنا ہے کہ مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند میں ہر درجہ کے طالب علموں کے محبوب و منظور تھے، سب ان پر جان چھاور کرتے تھے اور عقیدت کے پھول ان کے قدموں پر ڈالتے تھے۔

آج مولانا مرحوم کی وفات پر صرف پاکستان نہیں بلکہ ہندوستان، افغانستان، ایران اور اسلامی ممالک کا گھر گھر رو رہا ہے۔ اس قحط الرجال کے اس بدقسمت دور میں حضرت مولانا کی وفات قیامت سے کم نہیں۔ آج مولانا ایک عالم کو یتیم کر کے رخصت فرما گئے اور اپنے متوسلین کو ورطۂ غم و حیرت میں چھوڑ دیا، آج مولانا علمِ حدیث، درس و تدریس کی مسند کو ویران چھوڑ کر جانبِ خلدِ بریں تشریف لے گئے اور اپنے پیچھے ایسی مہیب خلا چھوڑی جس کے پُر ہونے کا بظاہر، امکان نہیں۔ آج ان کو علمِ حدیث کے اوراق رو رہے ہیں مولانا کی وفات پر ہر گھر ماتم کناں ہے، ان کی وفات مَوتُ العالِم مَوتُ العالَم کا صحیح مصداق ہے۔

آج وہ تو مسکراتے ہوئے اپنے اعمالِ حسنہ اور صدقاتِ جاریہ کا بیش قیمت خزانہ لے کر اللہ میاں کے ہاں پہنچ گئے مگر اپنے پیچھے رونے والوں کا ایک لشکرِ عظیم چھوڑ گئے۔ شاید کسی ہاتف نے مولانا کے کانوں میں یہ مضمون پہنچایا تھا ؎

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تُو
ہمہ خنداں بوند و تُو گریاں
ایں چناں زی کہ وقتِ مُردنِ تُو
ہمہ گریاں بوند و تُو خنداں

مولانا مرحوم میں ربِ کائنات نے اتنی خُوبیاں جمع کی تھیں کہ الفاظ و بیان کا دامن ان کے بیان سے تنگی کا شاکی ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گل چینِ بہارِ تُو زِ داماں گلہ دارد

وہ ایک طرف کاروانِ علم کے سپہ سالار تھے تو دُوسری طرف تشنگانِ علم و عمل اور دلدادگانِ تصوف کی پناہ گاہ تھے۔ طریقت و حقیقت کے عاشقوں کی سیرابی کا چشمۂ صافی اپنے سینہ میں سموئے ہوئے تھے علمِ ظاہری و باطنی دونوں میں اپنے شیخ حضرتِ مدنیؒ کے صحیح جانشین تھے بلکہ حضرتِ مدنیؒ کے عاشقِ زار تھے۔ حضرت مدنیؒ کے تذکرہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں کا سمندر بن جاتیں۔ شاید ان کی کوئی مجلس حضرت شیخ الاسلامؒ کے تذکرہ سے خالی ہو، اپنے شیخؒ سے ان کی محبت عشق و وارفتگی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ وہ حضرت مدنیؒ کے ظاہری و باطنی کمالات کے تہہ دل سے معترف تھے۔ ان کے علم و عمل کو حضرت مولانا مرحوم نے اپنے اندر جذب کر لیا تھا اور خلوت و جلوت میں انہی کے نقشِ قدم پر گامزن تھے۔ انہوں نے تعلق مع اللہ کے ساتھ تعلقِ خلق کے نسخۂ کیمیا پر عمل کرنا حضرتِ مدنیؒ سے وراثت میں پایا تھا۔

مسندِ حدیث کی تزئین کے ساتھ قومی سیاست میں حصّہ لینا حضرتِ مدنیؒ ہی کی اتباع کا ثمرہ تھا۔ بادشاہی میں فقیری اور بلند مراتب کو چھونے کے باوصف تواضع حضرتِ مدنیؒ کا وطیرہ تھا جو حضرت مولانا میں اکمل طریقے سے موجود تھا۔ مخالفین کی دریدہ دہنی پر جامِ صبر نوش فرمانا بھی حضرتِ مدنیؒ سے نسبت کا نتیجہ تھا۔ وہ حضرتِ مدنیؒ کو صرف اُستاذ و شیخ نہیں مانتے تھے بلکہ ایک اتالیق و مربّی اور روحانی والد سمجھتے تھے۔ وہ پاکستان میں حضرت مدنیؒ کے کمالات کا پَرتو تھے۔ حضرت مدنیؒ کے انفاسِ طیبہ سے حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت بنی۔ عشقِ نبویؐ کا چراغ حضرت مولاناؒ کے قلب میں حضرت مدنیؒ کی جلائی ہوئی شمع کے طفیل تھا۔ اور اس چراغِ حقانی نے ایک دُنیا کو منور کر دیا ؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے اک سینہ بسینہ

اور یہ حضرت مدنیؒ کی نظرِ کیمیا اثر کا نتیجہ ہے کہ حضرت مولاناؒ سے اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت لی جس کی نظیر اس آخری دور میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ حضرت مولانا مرحوم معقولات اور منقولات دونوں میں

ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے، ان کو حدیث کی طرح فنون کی کتابیں اور مسائل بھی ازبر تھے، با ایں ہمہ وہ اپنے کمالات کو خوب چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی کسی ادا سے بھی اپنا علمی کمال ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا نے اپنے زمانے کے باکمال اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ اپنے علاقہ کے جن بزرگ اور پختہ کار علمی ہستیوں سے انہوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی اُن میں میرے نانا حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نوراللہ مرقدہ عرف شاہ منصور للہ صاحب کی مغتنم ہستی شامل تھی۔ ہمارے گاؤں "شاہ منصور" کو دیگر سعادتوں کی طرح یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا مستقر اور علمی گہوارہ رہ چکا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں انہوں نے ہمارے گاؤں میں بار بار قدم رنجہ فرمایا۔ آپ "شاہ منصور" کی ایک مسجد میں تحصیلِ علم کے سلسلہ میں مقیم رہے۔ اور میں نے نانا صاحب مرحوم سے خود سُنا کہ جب میں شاہ منصور سے کوہاٹ بغرض تدریس جا رہا تھا تو اس ہونہار طالب علم نے جس میں اپنے وقت کا شیخ و مقتدا بننے کا جوہر پنہاں تھا، کہا کہ میں آپ کی سرپرستی میں سفرِ علم طے کرنا چاہتا ہوں اور رختِ سفر کوہاٹ باندھنا چاہتا ہوں لیکن پہلے اپنے والد بزرگوار سے مشورہ لینا چاہتا ہوں اگر انہوں نے مشورہ دیا تو میں جہانگیرہ کے اسٹیشن پر آپ کا انتظار کروں گا۔

اس وقت حضرت مولانا نوعمر بے ریش و بروت تھے۔ نانا صاحب مرحوم نے فرمایا جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو وقت کا بننے والا شیخ الحدیثؒ اپنا مختصر سامانِ سفر لیے ہوئے سراپا انتظار تھا، پھر وہ میرے ساتھ کوہاٹ قاضیوں کے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت شیخ الحدیث مرحوم نے شاہ منصور اور کوہاٹ میں نانا صاحبؒ کے ساتھ کتنا عرصہ گذارا۔ تاہم اتنا معلوم ہے کہ یہ دونوں جگہیں حضرت شیخ الحدیثؒ کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف ہوئیں اور ان کے اقدامِ پاک کو کوہاٹ اور شاہ منصور کی سرزمین نے چوما۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ الحدیث مرحوم میں علمِ دین سے محبت کے باوصف والد ماجد کی تابعداری کا کتنا جذبہ موجزن تھا۔ نیز اساتذہ کرام سے کتنا گہرا تعلق اور کتنی سچی محبت اور عقیدت مرکوز تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت کے نکھار میں اساتذہ سے تعلق کا بڑا دخل ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ گویا ان اشعار کے مضمون پر عمل پیرا تھے ؎

رأیت احق الحق حق المعلم
واوجبہ حقاً علی کلِ مسلم

(ترجمہ) میں استاذ کا حق سب سے افضل بلکہ سب سے لازم اور ضروری ہر مسلمان پر سمجھتا ہوں۔

لقد حق ان یہدی الیہ کرامۃ
لتعلیم حرف واحد الف درہم

(ترجمہ) وہ اس عزت و کرامت کا حقدار ہے کہ ایک حرف کی تعلیم کے عوض ان کی خدمت میں ہزار درہم ہدیہ کیے جائیں۔

عِلم کی اشاعت سے محبّت

دین کی خدمت خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو رہی ہو حضرت شیخ الحدیثؒ سُنکر خوشی سے جھوم اُٹھتے، اور کیوں خوش نہ ہوتے ان کی زندگی کا محور ہی دین کی اشاعت تھا، انہوں نے قومی اسمبلی کے ایوان میں جانا ہی دین کی خاطر قبول فرمایا تھا، ان کا اوڑھنا بچھونا ہی دین تھا، ان کا وظیفہ یہ تھا ؎

سہر العیون لغیر وجہک باطل
وبکاءھن لغیر فقدک ضائع

(ترجمہ) "آنکھوں کو تیری ذات کے علاوہ دوسرے مقصد کے لیے بیدار رکھنا باطل ہے اور تیری تلاش کے بغیر رونا بے کار اور ضائع ہے۔"

دین کی خاطر انہوں نے دن کا آرام اور راتوں کی میٹھی نیند قربان فرمائی تھی، دین کا درد ان کے دل میں ایسا پنہاں تھا جیسے مجنوں کے دل میں لیلیٰ کی یاد، ان کی زندگی کا مقصدِ وحید ہی دین کی سربلندی کی سعی تھا۔

عید الفطر ۱۴۰۸ھ کے کچھ دن بعد فقیر راقم الحروف اپنے تایازاد بھائی مولانا لیکچرر اظہار الحق صاحب کے ساتھ قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرتؒ کا چہرہ ضعف و نقاہت کے باوجود گلاب کی طرح چمک رہا تھا، زبان میں وہی پرانی شستگی و روانی تھی، کمزوری اور ناتوانی الفاظ کے سیلاب اور علوم کی روانی کو نہیں روک سکتی۔ حضرتؒ نے احوال پوچھے، میں نے کہا جنوبی افریقہ میں ایک مدرسہ میں مدرس ہوں جس میں درسِ نظامی اردو زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور اس دُور دراز ملک میں جو نسلی امتیاز کی پالیسی میں گالی کی حد تک بدنام ہے، مدارس کا سلسلہ قائم ہونے پر نہایت خوشی ظاہر فرمائی، بہت دُعائیں دیں۔ اور اپنا دامن حضرتؒ کی مشفقانہ دعاؤں سے لبریز کر کے واپس ہوئے۔ حضرت مولاناؒ دُعا کو اپنی زندگی کا اہم وظیفہ سمجھتے تھے اور ہر وقت ہر مقصد میں دعا ہی کو کامیابی کا وسیلہ سمجھتے تھے ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا کردن است و بس
دربند آں مباش کہ نشنید یا شنید

یہ اُن کا عمل تھا۔ اب ایسی ہستیاں کہاں ملیں گی؟ ایسی شخصیات کمیاب نہیں نایاب ہیں ؎

نہ قاصد، نہ صبائے نہ مُرغ نامہ بری
بسوئے یار رساند ز نزد ما خبرے
اے باد گر بگلشن احباب بگذری
زنہار عرض کن بَرِ جاناں سلام ما

مولانا کی رحلت سے علماء و طلباء کا ظاہری سہارا ٹوٹ گیا اور دنیائے حدیث ایک کہنہ مشق اور ماہر استاذ سے محروم ہو گئی۔ اب کون حدیث کے چمنستان میں پھول کھلائے گا؟ کون مجاہدین کو اپنی صفوں اتحاد کی تلقین کرے گا؟ کون جہاد کے تنِ مُردہ میں رُوحِ عیسوی پھونکے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ مولانا مرحوم اپنی گوناں گوں صفات کی وجہ سے اپنی ذات میں انجمن تھے جو بیک وقت بے شمار کام انجام دیتے تھے۔ وہ پچاس سال دین کی خاموش و پُرجوش خدمت کر کے تھکے ماندے مسافر کی مانند خوابِ راحت فرمانے کے لیے اپنی خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتے صف آراء ہو کر ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں گی، قبر کی زمین ان کی آمد کی وجہ سے جھومتی ہوگی، مبشر و بشیر ان کے یقین و اعتماد سے بھرے ہوئے کلمات سے مسکراتے ہوں گے، جنت کی خوشبوئیں ان کے دماغ میں پہنچتی ہوں گی اور دُنیا میں جھوٹے موٹے کپڑے پہننے والا اور دُنیا کی لذتوں کو طلاق دینے والا جنت کے لباس اور لذتوں سے سرشار ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ دُنیا میں مولانا ان اشعار کے تن کو حقیقت کا جامہ پہنانے والے تھے ؎

ان للہ عبادا فطنا
طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
نظروا فیہا فلما علموا
انہا لیست لحی وطنا
جعلوہا لجۃ واتخذوا
صالح الاعمال فیہا سفنا

(ترجمہ) ”یعنی اللہ تعالیٰ کے بعض ذہین بندے ایسے ہیں جو فتنوں کے خوف سے دُنیا کو طلاق دیتے ہیں۔ جب وہ دنیا میں غور کرتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ تو کسی زندہ کا وطن نہیں بنتی، تو دُنیا کی موجوں میں نیک اعمال کو کشتیاں بنا کر دُنیا کو پار کر لیتے ہیں“

اب مدرسہ کی چٹائی پر بیٹھنے والا جنت کے قالینوں سے لطف اندوز ہوگا، روشنیاں ان کا چہرہ تکتی ہوں گی، اور دنیا میں معمولی مکان میں رہنے والا انسان جنت کے عالی نشان مکان سے لطف اندوز ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسے خبر تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا جانشین، صوبہ سرحد کا وقار، افغانوں کا فخر، ملت کا قیمتی سرمایہ، بزمِ مدنیؒ کا روشن چراغ اپنے متوسلین کو تاریکی میں چھوڑ کر گُل ہو جائے گا۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے بعد اُمتِ مسلمہ کی نگاہیں حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذات پر صفات پر لگی ہوئی تھیں اور انہی کو دینی اور ملی محاذوں پر میرِ کارواں بنائے ہوئے تھے اور انہی کو دین و سیاست کا بے تاج بادشاہ سمجھتے تھے، ان کے اشارۂ ابرو پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوتے تھے اور مشکلات میں انہی کی راہ تکتے تھے۔ انہی کے خطبات سے اپنے لیے منزل کی راہ متعین کرتے تھے، انہی کے خلوص و استقامت پر اعتماد کیے ہوئے تھے اور ان کا عمل اپنے لیے مشعلِ راہ سمجھتے تھے اور ان کو اسلام کے دشمنوں کے خلاف تلوارِ بے نیام سمجھتے تھے، انہی کی تقریروں سے آنکھوں کی ٹھنڈک، رُوح کی تپش، سینے کی حرارت، دل و دماغ کی غذا، اعضاء کی قوت اور ہر طرح کی خیر و برکت حاصل کرتے تھے۔

آہ! موت کے بے رحم پنجے نے ہم سے وہ لعلِ بدخشاں چھین لیا، اب وہ شخصیت کہاں جس میں بے شمار خوبیاں سمٹی ہوئی تھیں۔ اب وہ ہستی کہاں ہے جو زخمی قلوب اور دُکھی انسانیت کے لیے مرہم کا کام دے۔ اب وہ وجود کہاں جو گہرے زخموں کی مرہم پٹی کرے۔ اب وہ باکمال انسان کہاں جو ہر طبقے کے لیے سامانِ تسلی ہو۔ اب وہ فردِ کامل کہاں جو صوبہ سرحد کے پہاڑوں کے دامن میں دیوبندیت کا عَلَم بلند کرے۔ اب وہ روشن ستارہ کہاں جو ہر سال ہزاروں تاریک دلوں کو منور کرے، وہ آفتابِ نیمروز ایسے وقت میں غروب ہوا کہ اُمت کو اس کی پہلے سے زیادہ ضرورت تھی ؎

آسماں اُس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا مرحوم نے دین کی سربلندی کے لیے ہر موقع پر پرتوڑ کوششیں کیں۔ جب سوشلزم اور کمیونزم کا فتنہ نرم و نازک محبوبہ کی پُرفریب شکل میں ظاہر ہو گیا اور پاکستان خصوصاً صوبہ سرحد کے غیور مگر سادہ لوح مسلمانوں کو اس کی زُلفوں کا اسیر بنانے کی کوششیں کی گئیں بلکہ پاکستان روس کی جوع البقر کی زد میں آنے لگا تو حضرت مولانا مرحوم اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھے اور ان کی نگرانی میں نکلنے والے رسالے ”الحق“ نے اس کے تعاقب و تردید میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جب نیشنلزم کے نام پر پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی سعی کی گئی تو مولانا مرحوم نے سربکف ہو کر اس فتنے کو موت کی نیند سُلانے کی ٹھان لی۔ جب ملک دشمنانِ صحابہ کی زد میں آ گیا تو مولانا نے اپنے علم کے تیروں سے ان کے سینوں کو چھلنی کر دیا۔ جب اندرونِ اسمبلی اسلام کے خلاف بعض ناعاقبت اندیشوں نے دریدہ دہنی کی تو حضرت مولانا نے ان کو دندان شکن جواب دے کر ان کے دانت کھٹے کر دیئے اور ان کے شبہات کے تار و پود بکھیر دیئے ؎

یا تنگ نہ کر مجھ کو اے ناصحِ ناداں
یا چل کے دکھا دے کمر ایسی دھن ایسا

جب ملک میں بعض خواتین شیاطین کے روپ میں ظاہر ہونے لگیں تو مولانا نے ان کو راہِ راست پر لانے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ جب ملک کی سالمیت کو کوئی خطرہ لاحق ہوا تو مولانا مرحوم کی نیم شب کی آہوں

پُرتضرّع اور سرتوڑ کوششوں نے ملک کی حفاظت پر حرف نہیں آنے دیا۔ جب افغانستان کو مارکس اور لینن کی مجازی اولاد نے آتشِ سوزاں بنا دیا تو مولانا مرحوم نے ان کی لگائی ہوئی آگ کو مجاہدین کے بہتے ہوئے خون سے ٹھنڈا کر دیا ؎

لیس من اللہ بمستنکرٍ
ان یجمع العالم فی واحد

(ترجمہ" اللہ تعالےٰ کے لیے تمام مخلوق کو فردِ واحد میں جمع کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔"

موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد مولانا مرحوم سیماب کی طرح بےقرار و پریشان تھے اور اپنے شاگردوں سے (جن کی اکثریت کا تعلق افغانستان سے تھا) مشورے فرماتے رہتے تھے، بسا اوقات یہ مشورے رات گئے تک جاری رہتے، [illegible] کہ اپنے تلامذہ کو جہاد کے میدان میں کودنے پر مکمل طور پر آمادہ کر لیا اور یوں حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مستقر اکوڑہ خٹک جہاد کی تربیت گاہ اور ٹریننگ گاہ بن گیا بلکہ شہیدان کے خوابِ شرمندۂ تعبیر ہونے کا وقت آپہنچا۔ پھر مجاہدین کے کمانڈر حضرتؒ سے مشورہ اور دُعا لینے کے لیے روزانہ یا دوسرے روز حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ پرانا شیر اپنے اسی سال کے تجربات سے اُن کی سرگرمیوں کو نوازتے رہے اور اُن کے جہاد کے انجن میں پٹرول کا کام انجام دیتے رہے۔ کس کو معلوم تھا کہ یہ خاموش مگر پُرجوش عالمِ دینی شاگردوں کی ایسی کھیپ تیار کرے گا جو آگ اور خون کی ندیوں میں کودنے کو سعادتِ دارین سمجھے گی۔ کسے معلوم تھا کہ اس مردِ درویش کے منہ سے نکلنے والے کلمات جہاد کے بارود سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ کون جانتا تھا کہ یہ مردِ باخدا بغیر وسائل کے مسائل حل کرانے میں یکتا ہوگا ؎

؎ اے دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز
مست است در حق او کس این گماں ندارد

؎ جل مرتا ہے شعلوں میں مگر اُف نہیں کرتا
پروانے کا اندازِ وفا غور طلب ہے

واقعی یہ دین و علم کا پروانہ برسوں دین کی محبت میں جلتا رہا مگر اُف تک نہیں۔ مولانا مرحوم نے دین کے چراغ کو باطل کی ظالم ہواؤں سے بچانے میں ملنے کے ہر ستم کو خندہ پیشانی سے دن کو قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول اور رات کو آہوں اور نالوں سے اس چراغ کی روشنی قائم رکھی اور بزبانِ حال یہ فرماتے رہے ؎

کوئی رہے نہ رہے اِک آہ اِک آنسو
بصد خلوص و بصد امتیاز ساتھ رہے

مولانا فخرِ افغان تھے | میں تو بعض حلقوں سے معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث مرحوم واقعۃً فخرِ افغان تھے میرے نزدیک وہ فخرِ افغان نہیں جو افغان مجاہد قوم کو عدمِ تشدد کا سبق پڑھا کر چار دیواری کے اندر بٹھا دے اور ظالموں اور کافروں کے ظلم و کفر کو برداشت کرتے اور اسلام کو تہہ و بالا کرنے کی تلقین کرتا رہے، وہ فخرِ افغان نہیں جو لامذہبوں کے سامنے سر جھکا کر ایک خدا کو بھول جائے، وہ فخرِ افغان نہیں جو غیر اللہ کے سامنے جھولی پھیلا دے اور اپنی قوم کی بیٹیوں کو برسرِ عام برہنہ ہونے کی خاموش تلقین کرے، وہ فخرِ افغان نہیں جو اسلام کے علاوہ دوسرے تمام مذاہب یہاں تک کہ ہندو مذہب کو بھی حق سمجھے بلکہ وہ فخرِ افغان ہے جو اپنی قوم کو صدیوں پرانا سبق یاد دلادے اور ان کے بجھے ہوئے کوئلہ میں جہاد کی روح پھونک دے، وہ فخرِ افغان ہے جو ایسے مجاہدوں کی جماعت تیار کرے جو سر بکف اور کفن بردوش ہو کر دشمنانِ اسلام کے سینوں میں نشتر پیوست کرے، وہ فخرِ افغان ہے جو مُردہ دلوں کو نئی زندگی بخش دے اور ان میں نیا شعور اور ولولہ پیدا کر دے، وہ فخرِ افغان ہے جو اندرون اور بیرونِ ملک قابلِ فخر شاگردوں میں دینی غیرت کی چنگاریاں بھر دے اور ان کو کفر کی آنکھوں کے لیے برقِ خاطف بنا دے اور ان کے تنکوں کو دینی تعلیم کے سیلِ رواں میں بہا دے، وہ فخرِ افغان ہے جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ اور علمِ حدیث، حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا جذبۂ جہاد زندہ کرے، فخرِ افغان وہ ہستی ہے جو دیوبندیت کے عناصرِ اربعہ (۱) امام ابوحنیفہؒ کی فقہ (۲) شاہ ولی اللہؒ کی فکر (۳) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا جذبۂ جہاد (۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طریقۂ اصلاح کو ترتیب دے کر اس میں دیوبندی رُوح ڈال کر دار العلوم حقانیہ کی شکل میں افغان قوم کے سامنے کھڑا کر دے اور اس بہارستان سے لوگوں کو لذت اندوز ہونے کی بھرپور دعوت دے اور سب لوگ انکی دعوت پر لبیک کہہ کر پروانہ وار گریں۔

سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو بےشمار خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا اور ان کے وجود کے عالمِ اصغر میں عالمِ اکبر کی خوبیاں ودیعت رکھ تھیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسی ہستی کے قُرب میں رہ کر اپنے دامنوں کو ہیروں سے بھر چکے ہیں۔ قابلِ رشک ہیں وہ حضرات جنہوں نے اپنے اوقات کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی زبان سے نکلے ہوئے جواہر ریزوں کے جمع کرنے اور سلکِ تحریر میں پرونے کے لیے وقف کیا۔ اور قابلِ دید ہیں وہ ہستیاں جن کی آنکھیں صبح و شام حضرتؒ کے دیدار سے منور ہوتی رہیں اور لیل و نہار کی قید سے آزاد ہو کر ہر دم حاضرِ خدمت رہے۔ ہم تو ہزاروں میل دور رہنے کی وجہ سے ان کی زیارت اور آخری ملاقات سے بھی محروم رہے، بس صرف ان کی یاد کو چراغِ راہ اور شمعِ محفل بناتے رہے اور یوں کہتے رہے ؎

آئی جب اُن کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

اور زبانِ حال سے یوں بھی گویا ہوئے ؎

گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم
بعد جانی نبود در سفر روحانی

وفات حسرت آیات

یوں تو ایک دن سب کو یہ دنیائے فانی چھوڑ کر اپنے وطنِ اصلی آخرت کی طرف جانا ہے۔ دنیا میں جو بھی آیا بقا و دوام کے لیے نہیں آیا بلکہ اس کا زارِ زندگی میں محنت و سعی کرنے اور آخرت بنانے کے لیے آیا، بقول ابو نواس ؎

لہٗ ملک ینادی کل یوم
لدو للموت وابنوا للخراب
الا یا صاحب القصر المعلّٰی
ستدفن عن قریب فی التُّراب
قلیل عمرنا فی دارِ دُنیا
ومرجعنا الی بیت التراب

(ترجمہ) ”یعنی روزانہ ایک فرشتہ آواز لگاتا ہے کہ سب کا انجام موت ہے اور عمارتیں بنایا کرو ان کا انجام بھی ویران ہونا ہے۔ اے بڑے محل کے مالک! عنقریب تجھ کو مٹی میں دفن کیا جائے گا۔ اس دنیا میں ہماری عمر تھوڑی ہے مٹی کے گھر کی طرف ہمارا رجوع ہوگا۔“

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کی آیتِ کریمہ سب کو موت اور فنا کی دعوت دے رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے تحفظ کے لیے دُنیا کے تمام اسباب کا انتظام کرے، خوشگوار آب و ہوا سے متمتع ہوتا رہے، ڈاکٹروں کی ٹیمیں شب و روز اس کی صحت کی نگرانی کرتی رہیں، ہر آفت و مُضرت سے بچنے کے لیے دن رات ایک کر کے دربانوں کی جماعتیں اس کی حویلی کے سامنے سر و قد کھڑی رہیں پھر بھی اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ کی آیت کریمہ کا حکم ان تمام تحفظات کے پردوں کو پھاڑ کر اپنی تاثیر دکھائے گا ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

مگر مولانا مرحوم جیسے لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ سے توشہ دان بھر کر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتے ہیں اور لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ کر خود خنداں و خراماں سوئے آخرت تشریف لے جاتے ہیں اور حافظ شیرازیؒ کی زبان میں فرماتے ہیں ؎

خرم آں روز کہ از منزلِ ویراں بروم
راحت جان طلبم و از پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
بر سرِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

حضرت مولاناؒ اُن لوگوں میں سے تھے جو حیاتِ مستعار کے ایام کو اپنے جاناں کی نذر کر کے آخرت کو سدھارے اور اپنے اوپر دُنیا کی راحتوں کو حرام کر کے دین کی خاطر کسی بھی مشقت جھیلنے سے کبھی دریغ نہیں کیا بلکہ مولانا جیسے حضرات کے لیے تو موت ایک تحفہ ہوتا ہے۔ ایسے حضرات کی روحیں موت کی پکار کو سنکر خوشی سے جھوم اٹھتی ہے، وہ دنیا کو خانۂ ویراں سمجھتے ہیں اور آخرت کی نعمتیں ان کو کشاں کشاں اپنی طرف بلاتی ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں معمولی کرتہ پہن کر دو صفوں کے درمیان گھوم رہے تھے، ان کے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان! ماھٰذا بزی المحاربین یہ لڑنے والوں کی ہیئت اور لباس نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے لا یبالی ابوك علی الموت سقط ام سقط علیہ الموت آپ کے والد کو یہ پروا نہیں کہ وہ موت پر گر جائے یا موت اُس پر گر جائے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں شہادت کے مرتبے پر سرفراز ہونے سے قبل فرمانے لگے: غداً القی الاحبۃ محمداً وحزبہ کل اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملاقات ہوگی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایرانی سپہ سالار رُستم بن فرخ زاد سے فرمایا تھا: فان معی قوماً یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر یعنی میرے ساتھ جو قوم وابستہ قتال ہے وہ موت کو اس طرح پسند کرتی ہے جس طرح عجمی لوگ شراب کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا طریقۂ تدریس

جیسے پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا پَرتو تھے۔ ان کا طریقۂ تدریس بھی حضرت مدنیؒ ہی کی طرح تھا۔ الفاظ کی ادائیگی، مطالب کی تفصیل، زبان کی فصاحت، کلام کی دل نشینی، مضامین کی شیرینی، آواز کی بلندی اور صفائی، کلام کی برجستگی مذاہب کی تفصیل، بیان کی دلآویزی میں وہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی تصویر اور عکس تھے حضرت مدنیؒ کے کوثر و تسنیم میں ڈھلے ہوئے کلمات حضرت مولاناؒ کے قلب پر نقش ہو گئے تھے۔

فقیر راقم الحروف نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی بخاری شریف کے درس کی کیسٹیں سُنی ہیں، حضرت مولانا انفعؒ کو حضرت مدنیؒ سے بہت مشابہ پایا، اگر پشتو اور اُردو زبان کا فرق نہ ہوتا تو پہلی سماعت میں حضرت مولاناؒ پر حضرت مدنیؒ کا گمان ہوتا۔ اپنے شیخؒ کی طرح گھنٹوں گھنٹوں حدیث نبوی کا درس دیتے ہوئے حدیث کی لذتیں لوٹتے تھے، اُن کے ہاں تھکاوٹ نام کی کوئی چیز نہ تھی، اور مفردات کی تشریح سے لے کر حدیث کے نکات تک کے نغمے چھیڑتے اور چمنِ حدیث میں وہ پھول کھلاتے جن کی خوشبو ہوش اڑاتی ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز ہے
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

دارالعلوم حقانیہ

۱۹۴۷ء کو برِصغیر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصے کا نام انڈیا یا بھارت اور دوسرے کا نام پاکستان رکھا گیا۔ غلامی کی طویل تاریکی کے بعد ایک نیا اسلامی خطہ مسلمانوں کے حصے میں آیا۔ اتفاق سے مسلمانوں کے حصے میں وہ سرزمین آئی جو اسلامی مدارس سے تہی دامن تھی۔ بڑے بڑے مدارس سب انڈیا میں رہ گئے جہاں سے مسلمان ہجرت کرکے اس نوزائیدہ ملک میں چلے آرہے تھے۔ تقسیم سے کچھ پہلے حضرت مولانا بھی دارالعلوم دیوبند کے فراق کا صدمہ برداشت کرکے سرحد تشریف لائے جو پاکستان ہونے کے علاوہ مولاناؒ کا اصلی وطن اور مستقر بھی تھا۔ یہیں پر مولاناؒ نے آنکھیں کھولی تھیں اور یہیں پر ان کی تربیت ہوئی تھی، اور علوم و فنون کا زیادہ حصہ بھی یہیں پر پڑھا تھا۔ چنانچہ صوبہ سرحد میں اپنی بستی اکوڑہ خٹک میں قیام فرما کر مسلمانوں کی اس دینی ضرورت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت مولاناؒ جانتے تھے کہ اب مساجد میں رہائش اور ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بے ترتیب کتابوں کے پڑھنے کا زمانہ نہیں، اب ترتیب کا دور ہے اور زمانہ نئے تقاضوں کے ساتھ دین کی خدمت کا متقاضی ہے، اب وہ دور نہیں کہ ایک طالب علم معقولات میں عمر کا اکثر حصہ گذار کر پھر علمِ حدیث کے گلشن میں قدم رکھے گا۔ اب معقولات اور قدیم فلسفہ کے زیادہ رٹنے رٹلنے کا دور نہیں۔ اب سلم العلوم اور قاضی مبارک کے دس دس حواشی مطالعہ کرنے کا دور نہیں۔

حضرت مولاناؒ تاڑ گئے تھے کہ اب ایسے فتنے نمودار ہونے والے ہیں جن کا مقابلہ قدیم فلسفی نہیں کرسکتا، اب ایسے فتنوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے روئے زمین کو ڈھانپنے والے ہیں جن میں قرآن و حدیث اور علوم نقلیہ میں مہارت ہی روشنی کا کام دے سکتے ہیں، یہ تاریکی چراغ مصطفوی ہی سے کافور ہو سکتی ہے اور اس کے لیے بالغ النظر علماء پیدا کرنے چاہئیں۔ مولانا کے پیشِ نظر یہ بھی تھا کہ یہ خطہ مدارس سے خالی ہے، کہیں بر اولیاء کا خطہ "خانۂ ویراں زا دیو می گیرد" کا مصداق نہ بن جائے۔ کہیں پاکستان بن جانے کے بعد یہاں کے عوام و خواص جدید تہذیب کی رَو میں نہ بہہ جائیں اور تقویٰ و خشیتِ الٰہی کا طوق زرّیں اپنے گلوں سے نہ اُتار دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علماء اپنے بچوں کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی نذر کر دیں اور اسلاف کی پُونجی نابکاروں کے ہاتھوں نذرِ آتش ہو جائے۔

چنانچہ مولانا نے بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کے نام سے اسلامی یونیورسٹی کھولی جس کا سرمایہ اخلاص تھا جس کی عمارت توکل تھا جس کا نصب العین علوم اسلامیہ کے عَلَم کو بلند کرنا تھا، جس کا نصاب قدیم و جدید کا حسین امتزاج تھا، جس کا مقصدِ وحید علومِ نبویہ کی اشاعت تھا جس کا مشن ہر باطل کو زیر و زبر کرنا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت مولانا اپنے خلاص کی برکت سے کامیابی سے خوب ہمکنار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑے عرصے میں ان کے لگائے ہوئے باغ کو بارآور فرمایا۔ جو پودا انہوں نے لگایا تھا وہ میوہ دار درخت بن گیا اور مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا منظر خلقِ خدا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یوں دارالعلوم حقانیہ قوم کیلئے رحمت ثابت ہوا اور اس نے وہ متقی اور مخلص علماء پیدا کیے جن پر دامن نچوڑیں تو فرشتے وضو کریں کا مصرعہ صادق آتا ہے، اس نے وہ اہل اللہ قوم کو دیئے کہ جن کے تقویٰ کی قسم کھائی جا سکتی ہے، اس نے وہ پختہ اور تجربہ کار مدرسین ملت کے حوالے کیے جن کی پختگی میں بیگانے بھی کلام نہیں کرسکتے۔ اس نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دین کی فضا قائم کی۔ دین کا اب کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں دارالعلوم کے تابناک ستارے نہ چمکتے ہوں اور اپنی کرنوں سے روحانی غذا نہ پہنچاتے ہوں۔ ذٰلك فضل اللہ يؤتيه من يشاء۔

مولاناؒ کی اولاد و امجاد

ہر مسلمان خصوصاً عالمِ دین کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ میری اولاد میری اور اللہ رب العزت کی مرضی اور خوشنودی کا مجموعہ بن جائے۔ جس شخص کی اولاد اس کی تمناؤں پر پانی پھیر دے وہ ناکام و نامراد سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کو صالح اولاد سے نوازا۔ ان کی اولاد میں مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا حافظ انوار الحق صاحب عالم باعمل اور اعلیٰ پائے کے مدرس ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو تو اللہ تعالےٰ نے علمی اور سیاسی میدان میں کام کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور ہر میدان میں حضرت مولاناؒ کے مشن کو پورا کرنے کا اہل بنایا۔ مدرسہ ہو یا میدانِ تحریر، اسمبلی ہو یا تقریر کی جولانگاہ، درس و تدریس ہو یا تعلیم و تفہیم، وہ ہر محاذ کو سَر کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو اسلامی نظام کی ترویج میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے، وہ اسلام کی خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں، ان کی کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی تحریر اور تقریر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہوتی ہے، ان کے قلم کے تیغ سے اہلِ باطل تھرّاتے ہیں، ان کا باطل شکن قلم جب اسلام کی صداقت کے دلائل دیتا ہے تو باطل کانپتے ہوئے زیرِ زمین چھپ جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

الغرض مولانا سمیع الحق صاحب "الحق" کے ایڈیٹر، قابلِ رشک صحافی صاحبِ طرز ادیب، متعدد کتابوں کے مصنّف، دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم و استاذ الحدیث، مدبّر سیاستدان، بلند پایہ مدرس، رمز شناس محقق اور جیّد خطیب ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب بھی جید عالم و مدرس، استاذ الحدیث، نیک صالح باغیرت عالم اور دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کی نیک اولاد اور لگائے ہوئے شجرِ طوبیٰ کا سایہ مخلوق پر قائم رکھے۔

وهذا دعاء للبرية شامل

پروفیسر پریشان خٹک
یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

خوشحال خان خٹک کے افکار کے مرکزی نکتہ "انسانی کردار" کی عملی تعبیر

خوشحال خان خٹک کی شاعری جس ایک کردار میں سمٹ کر ابھری تھی
وہ کردار حضرت مولانا عبدالحق کا تھا

کاش میرے پاس وقت ہوتا تو دل کھول کر حضرت مولانا مرحوم کے بارے میں کچھ لکھ سکتا لیکن آپ جانتے ہیں کہ ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ شدید خواہش کے باوجود اپنی پسند کے امور کے لیے چند ساعتوں کا وقت نکالنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ یہ چند سطور محض ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے تحریر کر پایا ہوں، جو کہ مولانا مرحوم کی شخصیت کے ہزارویں حصے کی بھی عکاسی نہیں، مگر برگ سبز است تحفۂ درویش۔ اجازت دیجئے خدا حافظ

والسلام آپ کا مخلص پروفیسر پریشان خٹک

مولانا عبدالحق، اکوڑہ خٹک

اچھی طرح سے یاد بھی نہیں کہ میں آج تک کتنے لوگوں سے ملا، کیسے لوگوں سے ملا اور ان سے کس صورت متاثر ہوا۔ اتنا ضرور یاد ہے کہ بہت سے ممالک کے سربراہان مملکت اور سربراہان حکومت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اکثر ممالک کے بڑے بڑے سیاستدانوں کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوا۔ مذہبی علماء اور دانشوروں کی خوشہ چینی کا موقعہ بھی ملا، کن کن لوگوں کا تذکرہ کیا جائے، کہنا صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں گنتی کی محض چند ایک شخصیات نے ہی مجھے متاثر کیا اور میں ان سے مرعوب بھی ہوا باقی سب اپنے جیسے نکلے۔

میں جب نوجوان تھا تو اسے محض اتفاق سمجھیے یا اللہ تعالےٰ کا خاص کرم کہ پشاور یونیورسٹی کی بزرگ ترین شخصیات کے ساتھ بیٹھ کر فیصلے کرنے کا شرف اس لیے حاصل ہو گیا تھا کہ مجھے بہت جلد یونیورسٹی کے ایک شعبے کا سربراہ بنا دیا گیا تھا۔ اکیڈمک کونسل کی میٹنگ ہو رہی تھی دیگر موضوعات کے ساتھ ایک زیر بحث مسئلہ یہ بھی تھا کہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی سند کو ایم اے کے برابر تسلیم کیا جائے۔ اکیڈمک کونسل کے ایک رکن جو ایک بہت بڑے عالم تھے، اس کی شدید مخالفت کر رہے تھے کہ اتنے میں دروازہ کھلا اور نورانی چہرے کے ساتھ کچھ لوگوں کے جلو میں ایک شخصیت نمودار ہوئی سارے لوگ قطعی بے ساختگی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور حضرت کو نہایت احترام سے وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کے ساتھ والی نشست پر بٹھایا گیا۔ دو آدمیوں کا برا حال ہوا۔ ایک وہ عالم جو مخالفت کر رہے تھے اور اب بدحواسی کے عالم میں یوں بولنے لگے کہ مجھے ان پر رحم آنے لگا، اب وہ یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ گویا وہ قبل ازیں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی سند کے بارے میں رطب اللسان تھے۔ اکیڈمک کونسل کے دوسرے ممبران ان کی بدحواسی سے بہت حد تک محظوظ ہو رہے تھے، کیونکہ وہ ایک عام نہیں بلکہ ایک معتبر شخصیت کے مالک، ایک شعبے کے صدر اور اکیڈمک کونسل کے معزز رکن تھے اور دوسرا خود میں تھا جو آنے والی اس شخصیت کی شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس چہرے میں وہ کون سی ایسی بات ہے جسے دیکھتے ہی میرے دل و دماغ اور روح نے فوری طور پر اس کے ولی اللہ ہونے کا اعتراف کر لیا ہے۔ اجلاس میں اطمینان، سکون اور تمکنت کے ساتھ خاموش بیٹھے رہے اور اپنے موقف کی تائید میں ایک لفظ تک نہیں کہا نہ ہی کچھ کہنے کی ضرورت تھی کیونکہ اکیڈمک کونسل کے سارے اراکین نے فیصلہ جامعہ کی سند کو تسلیم کرنے کا دے دیا تھا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ نہایت ہی سادہ لباس میں ملبوس یہ وہی شخصیت تھی کہ جس کے نام کا میں بچپن سے معترف تھا اور پھر جب میں پشاور یونیورسٹی میں سینئر لیکچرار تھا تو ان کا فرزند محمود الحق حقانی اسلامیہ کالج پشاور میں سائنس کا طالب علم تھا۔ میرے گھر آیا جایا کرتا تھا، مجھے بہت پسند تھا۔ وہ آجکل خود پشاور یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہے، ایک بات پر اس سے ہمیشہ گفتگو ہوا کرتی تھی آپ کے علاقے میں جاگیردار بھی ہیں، سرمایہ دار بھی، چوٹی کے سیاستدان بھی ہیں اور دانشور بھی، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بھی قومی اسمبلی کے انتخاب ہوتے ہیں تو سب آپ کے والد بزرگوار کے مقابلے میں ہار جاتے ہیں۔ جبکہ سننے میں یہ آیا ہے کہ وہ ووٹ مانگنے کے لیے جامعہ کی مسجد سے باہر قدم ہی

نہیں رکھتے، مگر ووٹ دینے والے انہی کا صندوق بھر دیتے ہیں۔ محمود الحق حقانی اپنی چھوٹی سی خوبصورت داڑھی کے ساتھ جواب میں صرف کھکھلا کر ہنس دیتے تھے، اس سے آگے کچھ نہیں کہتے تھے، اور آج جب ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کو خود دیکھنے کا موقعہ ملا تو ساری باتیں یک دم سمجھ میں آگئیں۔

دیوبند کے پرانے طلبہ سے ان کی جوانی کے شب و روز کے بارے میں جب بھی سنا یقین نہیں آتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔ مثال کے طور پر جب حضرت وہاں معلم تھے اور ہاسٹل میں قیام پذیر تھے، شب و روز مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ کیونکہ چوٹی کے اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مگر طالب علم اپنی نوعمری کی مجبوری کی بنا پر غل وغپاڑہ کرتے تھے ظاہر ہے ایسے شور اور ہنگامے میں ان کے مطالعے کا بہت زیادہ حرج ہوتا تھا، مگر نہ کبھی شکایت کی، نہ سرزنش؛ نہ کسی کو منع کیا ایک دن کسی نے پوچھ ہی لیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ ان نوجوان طلبہ کو اپنی نوعمری کا الاؤنس ملنا چاہیئے۔ میں اپنے مطالعے کی کمی ان کے سونے کے بعد بھی پوری کر سکتا ہوں مگر ان کو شور سے منع کرنا خلاف فطرت سمجھتا ہوں۔ شور کرنا ان کا حق ہے اور برداشت کرنا میرا فرض۔ کون ہوگا جو ایسے استاد کی عظمت کے سامنے دل سے جھک نہ جاتے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو سروں کو اونچا رکھنے اور دلوں کو جھکانا جانتے تھے، اس لیے جس کا بھی ان سے واسطہ پڑا اس کے ساتھ یہی ہوا۔

میں تو اس پہلی ملاقات کے بعد اتنا گرویدہ ہوا کہ جب بھی غمی یا شادی کے موقع پر ان کے حضور پیش ہونے کا موقعہ ملتا کبھی کوتاہی نہ کرتا ضرور جاتا۔ ایک دن پتہ چلا کہ حضرت کا اپریشن ہوا ہے اور خیبر ٹیچنگ ہسپتال کے فلاں کمرے میں زیر علاج ہیں، میں بھاگا بھاگا وہاں پہنچا غالباً دوپہر کے دو بجے تھے ان کی آنکھ لگ گئی تھی اپریشن تازہ ہوا تھا شاید ڈاکٹروں نے نیند کی دوا دے رکھی تھی۔ میں ان کے کمرے کے باہر کھڑا ہو گیا اور ان کے تیمار دار طالب علم مجھے کمرے کے اندر کھینچنے لگے، مجھے طیش آیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کونسا طریقہ ہے ایک ضعیف آدمی اتنی سخت تکلیف میں ہے اور ابھی ابھی اس کی آنکھ لگی ہے، آپ مجھے اندر لے جا کر ان کو جگانا چاہتے ہیں کیا میں انہیں اذیت دینے کے لیے آیا ہوں وہ منت سماجت پر اُتر آئے کہ جناب حضرت کا حکم ہے کہ کوئی بھی شخص چاہے جس وقت بھی میری عیادت کو آئے اسے ہرگز مت روکیں، چاہے میں جس حال میں بھی ہوں اندر آنے دینا اور اگر سویا ہوں تو جگا دینا مگر کسی کو مجھ سے ملے بغیر واپس مت جانے دینا۔ میں نے ہاتھ جھٹکا دے کر ان سے چھڑا لیا اور یہ کہہ کر واپس ہونے لگا کہ ان کو نیند سے جگانے کے لیے اور بھی ہزاروں مرید موجود ہیں یہ کام وہی کریں گے، میں اس گناہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ مگر ہسپتال کی سیڑھیوں سے اترتے وقت ذہن بار بار یہ سوچ رہا تھا کہ ہمیں اپنی زندگی میں ایسے بھی انسان دیکھنے کو ملے جن کے متعلق صرف کتابوں میں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت کا جامعہ تو اکوڑہ خٹک میں جی ٹی روڈ کے کنارے ہے مگر رہائش ٹاؤن کے ایسے گنجان آباد علاقے میں تھی جہاں تنگ اور پرہجوم بازار سے گزر کر پہنچنا کافی دشوار تھا، غالباً ان کی اہلیہ فوت ہوئی تھیں، میں اسلام آباد سے فاتحہ خوانی کے لیے اکوڑہ پہنچا تو دعا کے لیے سیدھا جامعہ کے بالمقابل جی ٹی روڈ پہ ان کے صاحبزادے پروفیسر محمود الحق حقانی کی خوبصورت کوٹھی کا دروازہ کھٹکھٹایا، یقین تھا کہ فاتحہ یہاں پہ ہوگی یا دوسری طرف ان کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا سمیع الحق کی کوٹھی پہ، جو جامعہ سے ملحق ہے۔ مگر دونوں کوٹھیاں خالی تھیں۔ جواب یہ ملا کہ حضرت اپنی پرانی رہائش گاہ تشریف رکھتے ہیں۔ بڑی تکلیف سے وہاں پہنچا تو پروفیسر حقانی سے پوچھا آخر یہ فاتحہ خوانی آپ کی کوٹھیوں پہ بھی تو ہو سکتی تھی، آنے والوں کو تنگ گلیوں کے اس عذاب پر گزر کر آنے پر کیوں مجبور کیا گیا ہے وہ حسب عادت مسکراتے اور کہنے لگے کہ حضرت کسی طرح بھی کوٹھیوں میں رہنے کے حق میں نہیں ہیں اور وہ اپنی زندگی اور اپنے معمولات میں ذرا بھر تبدیلی لانے کے قائل نہیں۔ اسی لیے ہمیں وہی کرنا پڑتا ہے جو ان کا حکم ہو۔

میرے پاس وقت نہیں ورنہ جی چاہتا ہے کہ اس نورانی شخصیت کے بارے میں اتنا کچھ لکھوں کہ آج کی اس مادی دنیا میں یہ ثابت کر سکوں کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے آج کی دنیا میں بھی اسی مقام پہ قائم رہ کر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ جو عظمت لوگ بڑی بڑی کاروں، کوٹھیوں، جاگیروں کارخانوں، ملوں غرض کہ ہر طرح کی مادہ پرستی میں ڈھونڈتے ہیں اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کے باوجود بھی وہ مقام حاصل نہیں کر پاتے جو ان کا مقصود ہوتا ہے، نیک بندے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے نقش قدم پر چلتے ہوتے ان مادہ پرستوں کے بیچ دین اور دنیا دونوں میں اعلیٰ اور ارفع مقام پا لیتے ہیں جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوتے بھی ہماری سمجھ سے بہت بالا ہوتا ہے۔

اور جب میں حضرت کی وفات پر جامعہ کے دالان میں ان کے صاحبزادوں کے بالمقابل بیٹھا دعا کے لیے ہاتھ اٹھا رہا تھا تو مجھے خیال آرہا تھا کہ یہ وہی گاؤں ہے جس میں خوشحال خان خٹک نے جنم لیا تھا۔ جس کے سارے کلام میں مرکزی نکتہ انسان کا کردار ہے۔ دعا کے ساتھ ساتھ دل میں یہ بات بھی آرہی تھی کہ تین سو سال بعد خوشحال خان خٹک کی شاعری جس ایک کردار میں سمٹ کر ابھری تھی وہ کردار حضرت مولانا عبدالحقؒ کا تھا۔ میں ہفتے میں دو بار جب اکوڑہ خٹک سے گزرتا ہوں تو دعا کے لیے ہاتھ بے ساختہ اٹھ جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتا ہوں کہ وہ کردار ہم میں نہیں رہا اور پھر خود ہی اپنے آپ کو جواب دینے لگتا ہوں کہ

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ڈائمنڈ

کے نائیلون ٹائر

گوریلا کمانڈو

اور ایگل اسٹار ٹیوب

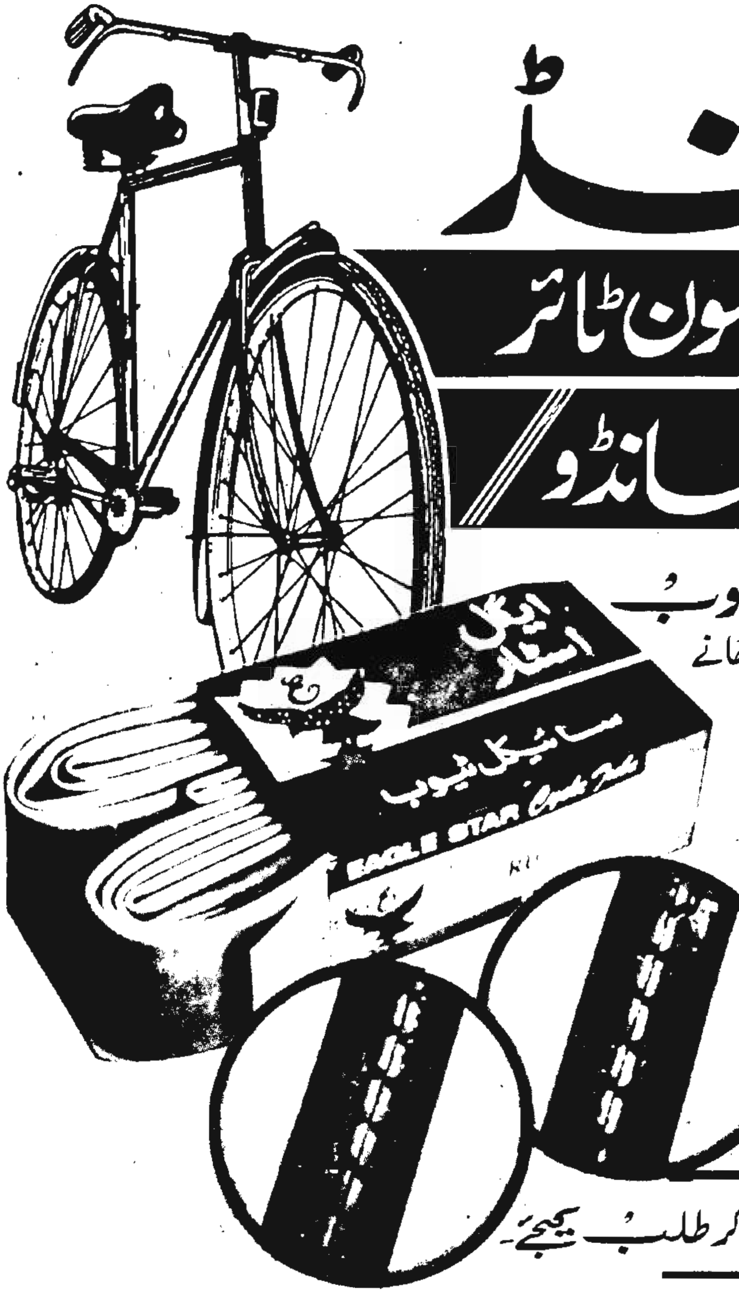

- نائیلون اور تین پلائی کی وجہ سے بوجھ اُٹھانے کی صلاحیت میں اضافہ
- عام ٹائر کی نسبت ۳۰۰ گرام زیادہ ربر کے استعمال سے زیادہ عرصے کے لئے کارآمد
- چائنا سے درآمد شدہ پلانٹ پر تیار کردہ

ہمیشہ ڈائمنڈ نائیلون ٹائر اور ٹیوب کہہ کر طلب کیجئے۔

ڈائمنڈ ربر ملز

S/45 سائٹ بمقابل بلدیہ ریلوے اسٹیشن۔ کراچی فون: ۲۹۸۰۳۱-۳۲
لاہور: ۱۶- میکلوڈ روڈ نزد لکشمی چوک، لاہور — فون: ۵۳۹۰۲

MAZ • 739-90

از جناب پروفیسر محمود الحق حقانی
اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی

پدرم بزرگوارم! جنکی زندگی ایک کھلی کتاب ہے

جناب پروفیسر محمود الحق حقانی حضرت شیخ الحدیثؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر (کیمسٹری) ہیں سنڈیکیٹ پشاور یونیورسٹی کے ساتویں مرتبہ ممبر منتخب ہو رہے ہیں اور اس وقت پاکستان ایمبیسی میں بطور ایجوکیشنل قونصلر کے کام کر رہے ہیں ان کی وقیع اور جامع تحریر پیش خدمت ہے

محترم مولانا عبد القیوم حقانی صاحب! اسلام مسنون

محترم جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے حکم اور آپ کے بار بار کے تقاضوں کے پیش نظر یہ چند سطور لکھنے پر مجبور ہوں ورنہ میں نے ارادتاً لکھنے سے تامل برتا تھا۔

چہ نسبت خاک را

حقیقت یہ ہے کہ کہاں میں اور کہاں حضرت شیخؒ چہ نسبت خاک را۔ افسوس تو یہ ہے کہ میں واقعتاً یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے تو حضرتؒ کے پاؤں کے خاک سے بھی کوئی نسبت نہیں ورنہ اس خاک کو بھی آنکھوں کے نور اور بینائی کے لیے ایک نادر نسخہ سمجھتا۔ اور دربار خداوندی میں اس خاک سے نسبت کو اپنی نجات کے لیے پیش کرتا۔ کاش میرے یہ الفاظ کسر نفسی یا مبالغہ آرائی میں شمار کیے جاسکتے۔ مجھ جیسے نابکار اور گنہگار تو ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے باعث فخر نہیں بلکہ باعث ننگ ہی ہوتے ہیں۔ ان جیسی ہستیوں کے ساتھ خونی رشتہ دنیا کی نظروں میں باعث فخر تو ہوگا لیکن کم از کم میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ مجھ جیسے گنہگار کے لیے ایک عظیم امتحان ہے ان جیسے رشتوں پر فخر کرنا تو آسان ہے لیکن اس تقدس کو برقرار رکھنا ہم جیسے حقیر اور کمزور انسانوں کے لیے مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہی ہے۔ یقین جانیے کسی بھی مجلس یا کسی بھی فرد کے سامنے کبھی بھی اپنے آپ کو حضرت شیخ کے فرزند کے طور پر متعارف کرنے کی جرأت نہیں کی۔

آپ ہی بتلائیے کہاں سے وہ قلم لاؤں اور کیسے جرأت کروں کہ حضرۃ شیخؒ کے متعلق لکھوں یا ان کے کسی ایسے گوشہ زندگی کو آشکارا کر دوں جو عقیدتمندوں کی نظروں سے اوجھل ہو یہ حق میرا نہیں بلکہ صحیح حقداروں کا ہے کبھی کبھی تنہائی میں سوچتا ہوں تو یہ سارا کچھ خواب ہی دکھائی دیتا ہے۔

رمضان کی راتیں، حضرتؒ کا ذکر اور کائنات کا رقص

رمضان کا مہینہ، برکتوں اور عظمتوں کی راتیں، حضرتؒ کا اونچی اور سوز میں ڈوبی ہوئی آواز میں کلمہ طیبہ کا ورد اور پھر سجدہ ریز ہو کر آہ وزاری آج تک کانوں میں گونجتی جا رہی ہیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پوری کائنات شوق بندگی میں جھوم رہی ہے اللہ اللہ کہاں اور کیسے پھر وہ منظر سامنے آئے۔

خواب میں درس حدیث اور شیطان کا تعاقب

وہ منظر بھی دل ہلا دینے والا ہوتا تھا جب حضرتؒ نیند کی حالت میں واضح الفاظ اور نہایت جوش و جذبے کے ساتھ تقریر کر رہے ہیں اور مجمع کو شیطان مردود کے راستہ پر نہ چلنے کی تلقین کرتے جا رہے ہیں اچانک جوش میں آکر اسی نیند کی حالت میں اٹھ بیٹھتے ہیں اور شیطان کو مارنا شروع کر دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ کہتے جا رہے ہیں اے لعین و مردود آج تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا اور یہ منظر اس وقت اختتام پذیر ہوتا ہے جب والدہؒ اٹھ کر حضرتؒ کو جھنجھوڑتے ہیں۔ اللہ اللہ کیا شان ہے، اٹھتے سوتے ہر وقت دشمنان دین سے نبرد آزما ہیں، یہ منظر کئی بار دیکھا لیکن باوجود ارادہ کے ریکارڈ نہ کر سکا۔

خودداری کی انتہا اور شفقت پدری کا وفود

حضرۃؒ کی خودداری اور شفقت پدری کا اندازہ لگانے کیلئے چھوٹا سا واقعہ سنیے۔ شہید جنرل ضیاء الحق اکثر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دفعہ سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں حضرتؒ صاحب فراش ہیں اچانک اطلاع آتی ہے جنرل صاحب تشریف لانے والے ہیں میرے ہاتھ میں اپنے ایک ذاتی مسئلہ کے سلسلہ میں درخواست ہے میں عرض کرتا ہوں میری درخواست اپنی سفارش کے ساتھ جنرل صاحب کو دے دیں۔ حضرتؒ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کچھ دیر بعد دوبارہ گذارش کرتا ہوں، ممتاز خان آف رشید دبھی ہنستے ہوئے عرض کرتے ہیں یہ معمولی درخواست ہے۔ جنرل صاحب کو پیش کرنے میں کوئی برائی نہیں، خاموش رہتے ہیں پھر کچھ توقف کر کے فرماتے ہیں بیٹا۔ مانگنے سے انسان کی عزت اور خودداری پر آنچ آتی ہے یہ سنتے ہی میں نے درخواست

جیب میں واپس ڈال دی اور باہر جنرل صاحب کے استقبال کے لیے کھڑا ہوگیا۔ کچھ دیر بعد حضرتؒ نے سوچا شاید میں ناراض ہوگیا ہوں برادرم ممتاز خان کے ذریعے پھر کہلوایا نہایت شفقت سے پوچھا ناراض ہو گئے ہو۔

اگر درخواست دینا ہی چاہتے ہو تو جنرل صاحب کے کمرے سے نکل جانے کے بعد رخصت کرتے وقت دے دو۔ میں نے کہا بالکل نہیں۔ جب آپ کی مرضی نہیں تو بالکل نہیں دوں گا بہت ہی خوش ہوتے اور دعائیں دیں سوچتا ہوں کتنا عظیم باپ تھا۔

آئندہ تاخیر سے آنے کی شکایت نہ کی جائے

خیبر ہسپتال پشاور میں صاحب فراش ہیں دونوں وقت پرہیزی پہنچانا میرے ذمہ۔ کالج اور یونیورسٹی میں مصروفیتوں کی وجہ سے اکثر کھانا لیٹ ہوجاتا۔ ایک دن بھائی صاحب نے شکایتاً کہا اتنی دیر سے آتے ہو۔ دوائی کا ٹائم گزر جاتا ہے حضرتؒ خاموش رہے بعد میں خادمین کو کہا کہ محمود لوگوں کی خدمت کرتا ہے اگر کبھی لیٹ ہو جائے تو کوئی بات نہیں آئندہ لیٹ آنے کی شکایت نہ کرو۔

لوگ مکان کے لیے نہیں مکین کے پاس آتے ہیں

والدہؒ سے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرتؒ کو مجبور کریں کہ مکان کے ساتھ والے بیٹھک کو جو بہت بوسیدہ ہوچکا ہے۔ دوبارہ بنوا دیا جائے حضرتؒ نے والدہؒ کے ذریعے نصیحت کی کہ لوگ مکان دیکھنے کے لیے نہیں بلکہ اس میں رہنے والے کے پاس آتے ہیں اپنے آپ میں وہ اخلاق پیدا کریں کہ خلق خدا تم سے ملنے کی مشتاق ہو۔

کھلی کتاب

مولانا عبد القیوم صاحب! لکھنے کے لیے تو بہت کچھ ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ حق ان لوگوں کا ہے جو اس کے صحیح حقدار ہیں حضرتؒ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی اور وہ قال اللہ اور قال الرسول سے عبارت تھی کبھی بھی دنیاوی باتوں میں حصہ نہیں لیا جب بھی مجلس میں ایسی باتیں ہوتیں۔ حضرتؒ خاموشی کو ترجیح دیتے دین کے ترویج کی بات ہوتی۔ بڑی شائستگی، تحمل، آہستگی اور سوچ سمجھ سے بولتے — درسگاہ میں احادیث نبوی کا درس اور آدھی رات کو کلمہ طیبہ کا ورد اونچی آواز سے کیا کرتے تھے۔

عیادت اور مریضوں کی مدد

محلہ میں کوئی بیمار ہوتا تو مغرب یا عشاء کی نماز کے بعد ان کی بیمار پرسی کے لیے ان کے دروازے پر اکیلے چلے جاتے اور گھر واپس آکر ان لوگوں کی مدد کی تلقین فرماتے۔

والدہ کا احترام اور ان کی دعائیں

حضرتؒ اپنی والدہؒ کی نہایت قدر کرتے تھے جب بھی کسی جلسہ میں شرکت کرنے جاتے یا گھر سے باہر نکلتے اپنی والدہؒ کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے اور ان سے اجازت مانگتے۔ آخری عمر میں دادی صاحبہ کی بینائی جاچکی تھی اور اونچا سنتی تھیں۔ والد صاحبؒ ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور گھر کا کوئی فرد ان سے اونچی آواز میں حضرتؒ کے لیے اجازت مانگتے دادی اماں حضرتؒ کے واپس آنے تک جھولی پھیلاتے ہوئے یہ فقرے دہراتیں اے اللہ میرا بیٹا تمہاری امانت میں ہے مجھے صحیح سلامت واپس لوٹانا ہوگا۔

مہمانوں کی خدمت

مہمانوں کی خدمت اور عزت افزائی حضرتؒ کے زندگی کا معمول تھا مہمان کو گھر کے لیے برکت سمجھتے تھے خود ذاتی طور پر ان کے آرام و سکون کا خیال رکھتے نماز تہجد اور فجر کے لیے پانی صاف ستھرا بستر اور صبح ناشتے کے لیے ذاتی طور پر نگرانی کیا کرتے۔

بیماری کے دوران میں گھر ہو یا ہسپتال۔ کسی ملنے والے کو آرام میں خلل کی وجہ سے ملنے سے منع کرنے پر سخت ناراض ہو جاتے تھے اور حکم دیتے کسی کو واپس نہ کیا جائے۔

پڑوسیوں کی خدمت

رمضان کے مہینہ میں افطاری کے وقت محلہ کے تقریباً تمام گھروں میں افطاری بھیجنے کا اہتمام کرتے اور مسجد میں مسافروں اور طلباء کے لیے خصوصی ہدایات دیتے اور وظائف پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہر گھر میں بھیجی جانے والی افطاری کا خود معائنہ فرماتے اور اشارے کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیتے۔

پس نوشت، مکتوب از جدہ

محترم جناب مولانا عبد القیوم صاحب مدظلہ،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں ۱۴ر اکتوبر جدہ پہنچ گیا ہوں اور ۲۱ر اکتوبر سے قونصلیٹ میں کام شروع کر دیا ہے ابھی تک سیٹ نہیں ہو سکا اس لیے کہ یہ نئی جگہ ہے اور کام بھی نیا اس لیے ابھی تک لکھنے کا موڈ نہیں بنا سکا۔ بہرحال آپ کے مطالبہ کے پیش نظر اگر اب بھی موقعہ ہو تو مندرجہ ذیل چند واقعات جو ابھی ذہن میں آرہے ہیں وہ میرے مضمون کے ساتھ لگوا دیں۔

(بقیہ ص۸۵۹ پر)

حضرت مولانا محمد بنوری
نائب رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی

چراغ راہِ عرفان

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے آغازِ کار میں محدث العصر مولانا علامہ محمد یوسف بنوری کو دار العلوم حقانیہ میں صدارتِ تدریس اور پھر اہتمام کی پیش کش کر کے سلف صالحین کے مخلصانہ کردار اور تاریخ کو زندہ کر دیا

رفتم واز رفتنِ من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم
ذهب الذين يعاش في اكنافهم
وبقيت وحدى كالبعير الاجرب
احب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحًا

حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی زیارت اور صحبت بار بار نصیب ہوئی۔ ان کی زیارت اور صحبت میں جو چند لمحے گزرے ایسا محسوس ہوتا تھا اُس قافلے کے روح رواں ہیں جن کی ضیاء پاشیوں سے پورا عالم فیض یاب ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ حقیقتاً شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس اللہ سرہٗ سے صرف اکتسابِ علم ہی نہیں کیا بلکہ آپ نے حضرۃ شیخ الاسلام کی سیرت اور ان کے علم و عمل کو اپنی زندگی میں جذب کر لیا حضرت رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی میں دین حقہ کی بلندی، سرفرازی کے لیے ہر میدان میں جد و جہد فرمائی اور قائدانہ کردار ادا کیا۔

وہ ایک روشن اور تابندہ باب کی حیثیت سے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا سیاسی میدان ہو، ختم نبوت کی تحریک ہو یا شریعت کے نفاذ کی مہم اور خصوصاً جہادِ افغانستان میں جس بصیرت تدبر حکمت سے آپؒ نے قائدانہ کردار ادا فرمایا، ان تمام مراحل کے لیے طویل صفحات درکار ہیں۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد
ان کی صورت دیکھ کر آنے لگی ہے یاد خدا
نورِ رخ ان کا چراغ راہِ عرفان ہوگیا
جو بیچتے تھے دوائے دل دوکان اپنی بڑھا گئے
ایک شمع رہ گئی تھی سحر وہ بھی خاموش ہے

وہی قیامت قدِ بالا وہی ہے صورت وہی سراپا
لبوں کو جنبش نگہ کو لرزش کھڑے ہیں اور مسکرا رہے ہیں

ایک دفعہ حاضری کے موقع پر ناکارہ کے بغیر کسی خواہش و ارادہ کے حزب البحر کی پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت کی تواضع اس قول کا مصداق تھا من تواضع لله رفعه الله۔ ہم جیسوں کے لیے باعثِ تقلید اور نمونہ ہے اسی ذیل میں ایک واقعہ قرطاس پر لا کر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت اباجان قدس اللہ سرہٗ (محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ) نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جب دار العلوم ٹنڈو اللہ یار سے تعلق ختم کر چکا تھا تو اطراف سے خطوط آنے لگے کہ آپ ہمارے ادارہ میں تشریف لے آئیں لیکن میں سابقہ تجارب کی روشنی میں عزم مصمم کر چکا تھا کہ اپنی شرائط کے مطابق ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھوں گا اور یا بصورت دیگر حجاز مقدس ہجرت کر جاؤں گا۔

نیز مجھے اگر کسی ادارے سے تعلق قائم کرنا ہوگا تو مغربی پاکستان میں دار العلوم حقانیہ یا مشرقی پاکستان میں سلہٹ اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق نے جس خلوص و محبت کا اظہار فرمایا وہ اس دور میں عنقا ہے مولانا عبدالحق صاحب نے خط میں لکھا کہ دار العلوم حقانیہ آپ کے لیے چشم براہ ہے۔ عبدالحق (مولانا) آپ کے رفیق کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہے گا اور یہ بھی پسند نہ ہو تو دار العلوم کا اہتمام آپ کے سپرد کر کے چلا جاؤں گا۔

سبحان اللہ اس چشم فلک نے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب پیدا کیے، جن کا آپس میں تعلق محبت و اخوت کی روشن مثال ہے۔ مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے موقع پر انصار نے مؤاخات کی ایک ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر اس عالم میں ناپید ہی نہیں ناممکن العمل بھی ہے۔ لیکن ہمارے اکابر کے تعلقات انہی واقعات کا ایک نمونہ ہیں۔

روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

آفتابِ علم و حکمت

حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب، راولپنڈی

اس ظلمت کدۂ دہر میں وارثانِ علومِ نبوت نے شمعِ علم و عرفان ہمیشہ فروزاں رکھی۔ جس کی ضیا گستریوں سے مسلمانانِ عالم کے قلوب مستنیر ہوتے رہے۔ علمائے حق اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کفر و الحاد اور بدعات و سیئات کی بادِ سموم سے ملتِ اسلامیہ کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور ساتھ ہی طاغوتی قوتوں کے جبر و استبداد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے برسرِپیکار رہے۔

ہر زمانہ اور ہر ملک میں علمی جلالت اور عظمتِ شان کی حامل نابغہ روزگار ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جو علوم و معارف کے گراں بہا خزانہ سے ملت کو نوازتی رہیں۔ ایسی ہی یگانہ و فرزانہ ہستیوں میں دارالعلوم دیوبند کے اساطینِ علم و حکمت کا شمار بھی ہوتا ہے۔ علماء دیوبند کا ہمیشہ سے یہ طرہ امتیاز رہا کہ ان کے عمل کی جولان گاہ کبھی ایک نہیں رہی۔ وہ بیک وقت مختلف میدانوں کے شہسوار رہے ہیں۔ اگر وہ ایک طرف درس و تدریس اور افادہ و استفادہ میں مشغول رہے منہمک رہے، تو دوسری طرف تالیف و تصنیف میں بھی ان کے قلم فیض رقم اپنی جولانی دکھلاتے رہے۔ وعظ و خطابت اور دعوت و ارشاد کے ممبر بھی ان کی صدائے حق سے گونجتے اور وہ میدانِ حرب و ضرب کے بھی جاں نثار سپاہی نظر آتے۔ اگر دُنیا نے انہیں عبادت و ریاضت میں سوز و گداز سے معمور پایا تو سیاست و قیادت کا بھی ان کا نظیر نہ دیکھا۔ غرض علماء دیوبند شریعت و طریقت، دین و سیاست سب کے جامع تھے۔ اسی جامعیت نے انہیں ابنائے زمانہ کی نگاہ میں بہت بلند مقام عطا کیا۔ اور ان کی عظمت و جلالت کے سامنے سب کی گردنیں جھکیں

اسی قافلہ کا ایک راہ رو، جسے دنیا شیخ الحدیث کے نام سے پکارتی تھی۔ جن کا اسمِ گرامی عبدالحق تھا۔ ان کی ذات بھی دین و سیاست دونوں کا حسین مرقع تھی۔ ایک وقت میں حکومت کے ایوانوں اور سیاسی سٹیجوں کی جلوتوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ تو دوسرے وقت میں ذکر اللہ کی خلوتوں، درسِ قرآن و حدیث کی مسند پر بھی جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اپنی زندگی کے ساتھ قومی زندگی اور اسلامی زندگی کے جلو میں، بین الاقوامی زندگی اپنوں کی تربیت کے ساتھ دوسروں کی ساتھ شفقت، اور اپنوں کے احتساب کے ساتھ دوسروں کے لئے توسّع ان کا نصب العین تھا۔ موصوف کی ذات والاصفات سے علم و عرفان کی محفل منور و تاباں تھی۔ لیکن آپ نے درس و تدریس اور روحانی تربیت جیسے پاکیزہ مشاغل کے ساتھ قومی جدوجہد کا میدان بھی سر کیا۔ اور ان دونوں اضداد کو جمع کر دکھایا۔ موصوف برصغیر میں ایک تابندہ و درخشندہ آفتابِ علم و حکمت تھے۔ جس کی تابانی سے جہاں صوبہ سرحد اور افغانستان کے کوہ و دمن بقعۂ نور بن گئے وہاں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان کے فیض یافتہ اور فضلاء حقانیہ نے علم و دانش کی ایسی قندیلیں روشن کر رکھی ہیں جن سے مسلمانانِ عالم راہ نمائی حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت ممدوح کی زندگی جہدِ مسلسل اور علم و عمل، زہد و اتقاء، استغناء و توکل، عفاف و پاک بازی کی ایک ایسی کتاب تھی۔ جس کی ہر سطر آنے والی نسلوں کے لئے درسِ عمل اور جس کے ابھرتے ہوئے روپہلی نقوش بہترین اسوہ و نمونہ ہیں۔ آپ نے اس لادینی اور مادی دور میں جس طرح دینی، علمی، اخلاقی اور روحانی عظمتوں کو پروان چڑھایا اور انسانیت کی جن قدروں کو اجاگر کیا دنیا ان پر ہمیشہ فخر کرے گی۔

حضرت شیخ الحدیث کی جامع شخصیت مرجع عوام و خواص تھی علومِ عقلیہ اور نقلیہ کے مجمع البحرین ہونے کی بناء پر، ان کی مجلس میں تشنگانِ علوم اور عاشقانِ طریقِ مستقیم کے لئے سیرابی کا ایک خوش منظر سرچشمہ تھی۔ مزاج میں عجیب لطافت و ظرافت تھی۔ علم کا یہ سمندر نادر اور بیش بہا قیمتی علمی جواہرات کا خزینہ اور گراں قدر علمی اسرار و رموز کا گنجینہ تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے اس تلمیذِ رشید کو بلاتخصیص تمام علوم میں کامل دسترس تھی مہارت تامہ سے نوازا تھا۔ لیکن حدیثِ نبوی کے ساتھ عشق و فریفتگی کمال درجہ کی تھی۔ تقریباً نصف صدی تک حدیث کے

انمول موتی لٹاتے رہے۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی امتیازی شان کے ساتھ پڑھاتے رہے۔ کبر سنی، ضعف پیری اور امراض و آلام کے طوفان میں بھی درس حدیث سے دست کش نہ ہوئے۔ اٹھنے، بیٹھنے اور چلنے میں دوسروں کے سہارا کی احتیاجی کے باوجود حدیث طیبہ کے درس کا ایمانی مشغلہ جاری رساری رکھا۔

حضرت ممدوح کی حدیثی و فقہی بصیرت ہمہ جہتی و ہمہ گیر تھی۔ درسی تقریر نہایت شستہ، بسیط، پرمغز اور دلپذیر ہوتی۔ مذاہب کا بیان، امام الآئمہ ابوحنیفہ کے مسلک کی تحقیق و تنقیح، حدیثی نکات، سند و رجال کی بصیرت افروز بحثیں، تصوف کے اسرار و رموز اور کلام و حکمت کی دقیق باتیں سب کچھ ہی سبق میں زیر بحث آجاتا۔ شگفتہ لب و لہجہ اور دل نشیں اندازِ بیان لوحِ دل پر نقش ہو جاتا۔ طلباء کی دلداری کے لئے ان کے بے محل اور مہمل سوالات پر بھی بڑی بشاشت و انشراح کے ساتھ جواب عنایت فرماتے۔ طلباء کے ساتھ ایک شفیق باپ کا سا معاملہ تھا۔ جو شفقت و محبت کے ساتھ اولاد کی کوتاہیوں پر اصلاح بھی کرتا ہے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد کم و بیش دس ہزار ہے۔ صرف دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تدریس میں آپ سے تین ہزار سے زائد لوگوں نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ جب کہ دارالعلوم حقانیہ میں صرف دورہ حدیث پڑھنے والے فضلاء اور علماء کی تعداد پانچ ہزار سے فزوں تر ہے۔ آپ کے مشاہیر تلامذہ برصغیر اور افغانستان کے علاوہ ملائیشیا، برما رنگون، ایران، مشرق بعید کے علاوہ بیشتر مغربی ممالک میں بھی تدریس و تبلیغ اور اشاعت و ترویج اسلام میں مصروف و منہمک ہیں۔ ملک اور بیرون ملک میں حضرت شیخ الحدیث کے فیض یافتہ علماء کرام کے قائم کردہ مدارس اور مکاتب کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے والوں میں آپ کے تلامذہ کی غالب اکثریت پائی جاتی ہے۔ ذٰلِکَ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذوالفضل العظیم۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت ممدوح کا درس و تدریس صرف پشتو زبان میں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اگر آپ اردو زبان میں بھی فیض رسانی کرتے تو بعید نہیں کہ برصغیر کے جملہ مشائخ اور اساتذہ کرام کے مقابلہ میں آپ کے تلامذہ کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔ ؏

وہ جو تھے عالموں کے تاج
ہوگئے وہ غریق رحمت آج

عالمی شہرت کے حامل آپ کے ممتاز تلامذہ میں سے بعض کے کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت ممدوح کے خلف الرشید مولٰینا سمیع الحق دامت برکاتہم جو میدان سیاست و دین دونوں کے شہسوار ہیں حضرت مولانا اسعد مدنی خلف الرشید شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ جانشین شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، ممتاز ماہر فلکیات مولانا محمد موسٰے خاں، مفتی پاکستان مولانا ولی حسن ٹونکی۔ استاذ العلماء حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ طریقت مولانا خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں، مناظر اہلسنت حضرت مولانا عبدالستار تونسوی، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ ممتاز اسکالر حضرت مولانا سید شیر علی شاہ پی۔ ایچ ڈی مدینہ یونیورسٹی شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں مرحوم و مغفور، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صدر وفاق المدارس، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مولانا قاضی عبداللطیف کلاچی، حضرت مولانا صدر الشہید، مجاہدین افغانستان کے قائد مولانا جلال الدین حقانی، مولانا یونس خالص، مولانا فتح اللہ شہید اور مولانا عبدالقیوم حقانی وغیرہ

مکارمِ اخلاق

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ ضریحہ محاسن اخلاق کے پیکر مجسم اور روحانیت کے پیکر بے مثال تھے۔ زہد و ورع، تواضع و انکساری، فیاضی، جود و سخا، مہمان نوازی، بلندی اخلاق، محب ملک و ملت اور حکیمانہ جوش عمل کے علمبردار تھے۔ بے نفسی اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سیدی و مرشدی مولانا عبید اللہ انور برد اللہ مضجعہ، حاضر خدمت ہوئے اور فرمایا :۔

مجھے اس بات پر بجا طور پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ممدوح سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت سے پڑھتا رہا" استاذی المکرم نے جواباً ارشاد فرمایا۔ "اس میں شک نہیں کہ آپ میرے شاگرد ہیں۔ مجھ سے علم حاصل کیا ہے مگر آپ بڑے ہیں اور میں چھوٹا ہوں۔ اللہ تعالٰے نے آپ کو بلند روحانی کمالات سے سرفراز فرمایا ہے"۔ ہم جیسے گناہ گار بھی اگر دعا کرنے کی تمنا لے کر حاضر خدمت ہوتے تو ارشاد فرماتے "آپ نے بڑی شفقت فرمائی" اتنی دور سے تشریف لائے۔

حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور نے اپنے آپ کو جتنا مٹایا۔ اللہ تعالٰے نے اتنا ہی اٹھایا۔ جس قدر اپنی پستی و فروتنی کا اقرار کیا حق تعالیٰ شانہ، نے اسی قدر رفعتوں اور بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ کیوں نہ ہو۔ مَن تواضعَ لِلّٰہِ رفعہ اللہ۔ کا ایمان افروز مژدہ موجود تھا۔

آپ بے تاج بادشاہ تھے۔ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ شاہ و گدا، علماء و امراء آپ کے آستانہ عالیہ

نیازمندانہ حاضری کو باعثِ فخر و نجات سمجھتے تھے۔ ایشیا اور ممالکِ اسلامیہ کی کتنی ہی ممتاز شخصیات نے بارہا شرفِ زیارت سے مشرف ہو کر روحانی و قلبی سرور سے بہرہ یاب ہوئے۔

ضیافت و مہمان نوازی حضرت ممدوح کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ مہمانوں کی آمد و رفت، شب و روز جاری رہتی۔ لیکن ہر آنے والے کے ساتھ بے حد تواضع و انکساری، ملاطفت و نرمی عزت و احترام اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے۔ شیوخ، علماء، امراء، وزراء اور فقراء ہر کوئی ان کے دسترخوان سے یکساں طور پر شکم سیر ہوتا۔

ایسا بھی دیکھا گیا کہ بعض آدمی دسترخوان پر دیر تک براجمان رہے اور ہر نئے آنے کے ساتھ برابر شریکِ طعام رہے۔ مگر حضرت ممدوح بڑی فراخ دلی بلکہ دریادلی کے ساتھ اس سے ہَل مِن مَزید کا استفسار فرماتے ہیں۔

حضرت مرحوم درویش منش عالم ہونے کے باوصف میدانِ عمل کے مردِ مجاہد تھے۔ علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ وقت کے موجودہ فتنوں سے بھی پنجہ آزمائی کی۔ بعض فتنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ فتنے خوابیدہ ہو کر رہ گئے، جن میں خصوصیت کے ساتھ عنایت اللہ مشرقی کا خاکسار کا فتنہ تھا، جس کی سرکوبی کیلئے آپ نے قابلِ تقلید کردار ادا کیا۔ حکیمانہ تدبیر اور حکمت عملی کے ساتھ مردِ قلندر مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا خاکساروں کے ساتھ اکوڑہ خٹک میں مناظرہ کرایا۔ جس میں خاکساروں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ اسی طرح فتنہ قادیانیت، پرویزیت اور اس نوع کے بیسیوں فتنوں کے خلاف برسرِپیکار رہے۔

جذبہ جہاد اگرچہ ہر مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار اور شہادت کی موت کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کو جذبہ جہاد خاندانی وراثت میں ملا تھا۔ موصوف اس خاندان کے فردِ فرید اور رجلِ رشید تھے جو سلطان محمود غزنویؒ کی ہمرکابی میں جہاد کا مقدس فریضہ سرانجام دینے کے لئے ہندوستان میں وارد ہوا اور بالآخر یہیں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ اور پھر دارالعلوم حقانیہ کے "محلِ وقوع" سے اثر پذیری کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا، جہاں سید اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمہما اللہ نے معرکہ کارزار گرم کیا تھا۔ جس کے متعلق حضرت ممدوح اس طرح کشفِ حقیقت فرماتے ہیں۔

مجھے اگرچہ تاریخی اعتبار سے تو متحقق نہیں مگر آثار و قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اسی جگہ قائم ہے، جہاں شہدائے بالاکوٹ کی سب سے پہلی تلوار چلی تھی۔ یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے۔ دراصل اس بے آب و گیاہ، پسماندہ اور پہاڑی علاقہ میں کھنڈرات اور پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم و معارف کے چشمے آپ کو پھوٹتے نظر آتے ہیں، کیا عجب کہ اس میں سیدین شہیدین اور ان کے سرفروش رفقاء اور جان نثار اور تحریکِ احیائے دین کے شہیدوں کا خون رنگ لایا اور یقین ہے کہ اکوڑہ خٹک میں علوم و معارف کی یہ بہاریں ان ہی کے انفاسِ قدسیہ کے برکات ہیں۔

حضرت ممدوح نے دارالعلوم حقانیہ کے ذریعہ جہاں علمی اور اعتبار سے بھٹکی ہوئی انسانیت کی تعلیم و تربیت میں قابلِ رشک کردار ادا کیا، وہاں ابنائے دارالعلوم حقانیہ اور فضلاء حقانیہ کو جذبہ جہاد سے ایسا سرشار کیا کہ افغانستان میں روسی سامراج کے خلاف بے سروسامانی کے باوصف برسرِپیکار ہو گئے۔ مجاہدین افغانستان کی قوت ایمانی، جذبہ، ولولہ اور غیر متزلزل یقین ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ روس جیسی سپر طاقت کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت شیخ الحدیث کے مایہ ناز شاگرد، افغان مجاہدین کے سرکردہ لیڈر مولانا جلال الدین حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ جہاد کے ابتدائی زمانہ میں حضرت الاستاذ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی بے سروسامانی، کم مائیگی اور افرادی قوت کی قلت کا شکوہ کرتے ہیں۔ لیکن اس مردِ قلندر کی نظریں اسباب کی بجائے مسبب الاسباب کی قوت قاہرہ پر لگی ہوئی تھیں۔ اور ان کا ایمان و یقین اس قدر راسخ تھا کہ وہ لمحہ بھر کے لئے بھی اس کی مدد سے ناامید نہیں ہو سکتے تھے۔ انھوں نے فرمایا "مولانا! کیا آپ نے حدیث طیبہ میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تفصیلات نہیں پڑھیں ہیں اور کیا یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں نہیں ہے کہ آپؐ نے ایک مٹھی مٹی کی دشمن کے لشکرِ جرار پر یہ کہتے ہوئے پھینکی۔ شاہت الوجوہ تو کفار کا سارا لشکر چشم زدن میں ذلت و رسوائی کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ لہذا آپ بھی اسی نسخہ کیمیا کو استعمال کریں۔

چنانچہ مولانا جلال الدین روحانیت کے اسلحہ سے لیس اور دعاؤں کے طیارہ میں سوار ہو کر محاذِ جنگ پر پہنچ گئے اور یقینِ کامل اور ایمانِ راسخ کے ساتھ چند کنکریاں ہاتھ میں لے کر حدیثِ نبوی کے مطابق شاہت الوجوہ کا ورد کرتے ہوئے پوری قوت ایمانی کے ساتھ دشمن کی فوج پر پھینک دیں اور وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کا حیرت انگیز نظارہ کرنے لگے۔ پھر کیا تھا کہ دشمن کی بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک تک الٹ گئے اور دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

یہ تھی ساری حضرتؒ کی روحانی تربیت اور ان کے تربیت یافتہ شاگردانِ رشید کی قوت ایمانی و ایقان کا عملی مظاہرہ۔ اور یہ حقیقت ساری دنیا پر آشکارا ہے کہ افغان جہاد میں شریک

مجاہدین کو نہ صرف شیخ الحدیث کی سرپرستی کا فخر حاصل تھا، بلکہ ان کے بیشتر زعماء، قائدین اور مجاہدین حضرت ممدوح کے تلامذہ، متوسلین، اور دارالعلوم حقانیہ کے فیضیافتہ ہیں ۔ اور حضرت مرحوم بھی اس فریضہ کی انجام دہی پر خدا کا شکر ادا کرتے تھے : الحَمدُ لِلّٰہ جس غرض کے لئے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے جہادِ افغانستان کی صورت میں زندگی میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا ہے۔

حضرت ممدوح کو دینی غیرت، اسلامی حمیت اور دینی تعلیم کی اہمیت کا شدید ترین احساس تھا اور یہی جذبہ اور ولولہ انھوں نے اپنے تمام شاگردوں میں بھی پیدا کیا ۔ اپنی محنت کو بار آور اور اپنے لگائے ہوئے گلستانِ علم کو پُر از بہار دیکھ کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے اور اپنی مسند علم وعرفان اپنے فرزند دلبند، عالم باعمل مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کے سپرد کر دی ۔ اللہ رب العزت اس گلشن علم ودانش کی بہاروں کو تا قیامت قائم دائم رکھے اور اس چشمہ رحانی سے تشنگانِ علوم اسلامیہ کو سیراب کرتے رہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

حضرت ممدوح کے باقیات الصالحات میں جہاں دارالعلوم حقانیہ جیسا ابدی صدقہ کا عظیم الشان سمندر موجزن ہے ۔ وہاں ان کی اولاد بھی علم وعمل، تہذیب ومتانت، وضعداری وسنجیدگی اور بلند ہمتی وجفاکشی کے اعتبار سے قابل ستائش سرمایہ افتخار ہے ۔ مولینا سمیع الحق دامت برکاتہم سیرت وکردار اور علم وتقویٰ میں موصوف کے مایہ ناز خلف الرشید ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے درس وافادہ میں کامل دسترس سے نوازا ۔ اور کامیاب مصنف، بہترین مقرر اور سیاسی بصیرت سے متصف فرمایا ۔ جن کے دل کو دین وسیاست، ملک وملت کی ہمدردی اور خیر خواہی سے سرشار کر دیا ۔ جو اس وقت جہادِ افغانستان کی جدوجہد کی نہ صرف سرپرستی کا رول ادا کر رہے ہیں بلکہ عملاً بھی اس میں برابر کے شریک ہیں ۔ عرصہ دراز سے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی سرگرم عمل ہیں ۔ اور اب حضرت کے وصال سے ان کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے ۔ حضرت مولانا انوار الحق زید مجدہم درس و تدریس میں مہارت تامہ کے ساتھ انتظامی اور اصلاحی امور میں بھی معروف ومنہمک ہیں ۔ پروفیسر مولانا محمود الحق دامت فیوضہم اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک وملت کے نونہالوں کی سیرت وکردار سازی کی عظیم المرتبت خدمت سرانجام دے رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس سدا بہار گلشن کو تا ابد شاداب رکھے اور اس کے فیوضات سے امتِ مسلمہ کو فیضیاب ہونے کی سعادت نصیب فرمائے ۔ حضرتِ شیخ الحدیث کی وفات حسرت آیات پر کسی شاعر کے یہ اشعار کیسے صادق آتے ہیں ۔ ع

اک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر دشوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرتِ خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار
ابرِ گوہر بار کے اندر ہیں دُرِّ شاہ سوار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتابِ علم وتقویٰ چھُپ گیا زیرِ مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

علوم ومعارف کا چشمہ مکہ معظمہ میں پھوٹا اس کی نشو ونما مدینہ منورہ میں ہوئی پھر مدینہ منورہ سے علوم معارف کا یہ سیل رواں عراق (کوفہ وبصرہ) پہنچا جہاں تعلیم وتدریس اور علوم ومعارف کے گلشن کھلے اور خوب بہاریں آئیں اور جب اس نہر کا رُخ خراسان کو ہوا تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری بہاریں خراسان کو منتقل ہوگئیں سنہ ۲۰۰ھ سے سنہ ۶۰۰ھ تک خراسان علوم ومعارف کا مرکز رہا خراسان کی زمین بڑی زرخیز ثابت ہوئی اور اس سرزمین نے علوم وفنون کے آئمہ، بڑے بڑے محدثین اور رجال کار پیدا کئے ۔ امام بخاری امام مسلم امام ابو داؤد سجستانی اور امام ترمذی جیسے ائمہ حدیث کا خراسان ہے مگر ہر کمال را زوالے ۔ تاتاری فتنہ جب اُٹھا اور پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لیا تو خراسان میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا چونکہ دین کی حفاظت اللہ رب العزت نے کرنی ہے (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) تو جسے چاہتے ہیں حفاظت دین کا کام لے لیتے ہیں ــــ توحید وبرکت اور علوم ومعارف کی وہ نہر جو مدینہ منورہ سے چل کر خراسان پہنچی تھی شام کو منتقل ہوئی ۔ وہاں سے مصر کو پہنچی اور اب وہاں سے ہندوستان منتقل ہوئی ۔

ارشاد : شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

(از حقائق السنن)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

نابغۂ روزگار نمونہ اسلاف

قدوۃ الانام کی وفات سے قصرِ ملّت پر گویا زلزلہ آگیا

مولینا منیب الرحمٰن صاحب حیدرآبادی

رہا مرنے کی تیاری میں مصروف
میرا کام اس دنیا میں تھا کیا

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی نہ عالم، نہ جاہل نہ نیک نہ بد نہ شاہ نہ گدا۔ اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سب ہی کو جانا ہے۔ لیکن جانے والوں میں ایسے خوش بخت ہوتے ہیں، مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں۔ ان کی دید دل کو مسرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے۔ ان کے دنیا سے چلے جانے پر دنیا کے قصرِ ملت پر زلزلہ آجاتا ہے۔ یقیناً امتِ مرحومہ کے لیے یہ ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں شمائل ترمذی کی مذکورہ حدیث کے ترجمہ کے بعد:۔

انا فرط لامتی لن یصابوا بمثلی

"یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ، اعزہ واحباب، بیوی، اولاد، ہر شخص کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے۔ اور یہی سوچے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو صبر کر لیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ (شمائل ترمذی ص۳۶۶)

شیخ الحدیث حضرتِ مولانا عبدالحق قدس سرہٗ جن کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہمارے اسلاف کی چلتی پھرتی زندہ مثال تھی اور یہ ہمارے اکابر کی تصویر ہیں۔ یہ اسلامی علم وعمل کے حسین پیکر ہیں۔ جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتے۔ ان کے چلے جانے سے علماء کی برادری یتیم ہوگئی اور عوام کی ایک متاعِ عزیز لٹ گئی۔ اور ان کے دنیا سے چلے جانے سے دنیا میں ایک ایسا شگاف پڑگیا ہے جس کا اب پورا ہونا اور پُر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

اور ان کے دنیا میں صرف دو ہی مقصد تھے جسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام لے کر دنیا میں تشریف لائے اور ہدایت کو عام وتمام فرمایا۔ من جملہ بنیادی طور سے جو کام کرتے ہیں۔

۱۔ تعلیم کتاب ۲۔ تزکیہ نفوس، جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کو خالق سے جوڑنا۔ جو منشاء خداوندی ہے۔

بالفاظ دیگر دن میں انتھک محنت وکوشش کر کے امت کے بگڑے ہوئے دھارے کو رحمت خداوندی کے دہانے پر لانا۔ اور رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اللہ کی رحمت کو مخلوق کی طرف متوجہ کرنا۔

یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں دیکھ کر دنیوی جاہ وحشمت کے ایوانوں کے قصر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ ان کے ناموں کو سنکر باطل قوتیں گھبرا جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل سے ہمت ہار بیٹھتے ہیں جہاں کا یہ رخ کریں۔ امن وسلامتی کی ہوائیں بادِ صبا کی طرح چلنے لگیں۔ ان کے ہر قول وعمل میں ایک ضابطہ حیات ہوتا ہے۔ ان کے پاس ایک گھڑی بیٹھنے سے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ان سے باتیں کرنے کے بعد دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ ان کی نظر کیمیا نیک لوگوں پر پڑے تو ان کی اچھائیوں میں دوگنا اضافہ ہونے لگتا ہے۔ اور قابل اصلاح لوگوں پر پڑے تو ان کی اصلاح وفلاح کی امید کی جانے لگتی ہے۔

ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زمین وآسمان میں ناگہانی موت کی خبر موت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ ان کے نظر وفکر کے ارتقاء کا اندازہ ہم جیسے کیا جانیں۔ ہماری سوچ کی معراج سے بہت اوپر سے ان کے نظر وفکر کی ابتدا ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی نظیر عالمگیر اور کیمیا گر ہوتی ہے۔

امت مرحومہ کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو زندگی میں پیش آمدہ حالات کے نازک سے نازک موڑ پر ان کے دست گیر ہوں۔ خواص کو ان کے مشوروں کی ضرورت ہوتی ہے اور عوام کو ان کی راہ نمائی کی حاجت ہوتی ہے۔

ایسی جامع شخصیات جب اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو تمام مکاتب فکر کا متفکر ہو جانا ایک امر واقعی ہے۔ بعض اوقات غیر مسلم بھی ان کی جدائی سے اشک بار ہو جاتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ نے تمام عمر عزیز اشاعت دین و توحید باری تعالیٰ میں کھپائی اور اس کا خوب حق ادا فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود گرتے پڑتے لوگوں کا ایک سہارا تھا۔ اب جب کہ حضرت اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف چلے گئے، بے سہاروں کا کیا ہو گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے کتنے ہی دل زخم خوردہ ہوئے اور کتنوں ہی نے اس صدمہ کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کو اس صدمہ و رنج کے صبر کرنے پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ اب پس ماندگان کو چاہیئے حضرت رح کی تعلیمات اسلامی کو منصہ شہود پر لائیں اور حضرت رہ کی خدمات، تالیفات افادات سے امت کو روشناس کرائیں۔

منجملہ حضرات کے کچھ ابتدائی حالات اور ماہنامہ الحق، میں مذکور منتخبات پیش خدمت ہیں۔ واللہ ھو الموفق۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم :۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۲ء یا یا ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام الحاج معروف گل رح ہے اور دادا کا نام الحاج میسر آفتاب ہے۔ ان کا پیشہ زراعت اور تجارت رہا۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والدین سے اور اکوڑہ خٹک کے ایک عارف باللہ بزرگ حاجی قصاباں اور ممتاز بزرگ مولانا عبدالقادر صاحب سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں تعلیم کے لیے قصبہ اکھوڑی (کیمبل پور) کا پہلا سفر کیا۔ اس زمانہ میں مشہور مجاہد حاجی صاحب تنگ زئی کبھی کبھی اکوڑہ خٹک آکر ان کے والد صاحب سے ملتے تھے۔ اس طرح آپ بھی بچپن میں ہی ان سے مستفید ہوتے رہے۔

اس کے بعد صوبہ سرحد کے مختلف مقامات طورو وغیرہ کے جید علماء سے ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ تا آنکہ آپ نے بارہ (۱۲) شوال ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ وہاں درس نظامی کے اکثر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۲ھ میں سند فارغ التحصیل کی حاصل کی۔ آپ کے ممتاز اساتذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔

حضرت مولینا حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی صاحب رح، مولینا مشتاق احمد کانپوری رح، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رح، مولانا اصغر حسین رح، مولانا رسول خان وغیرہ۔

تدریس و تلامذہ :۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے گھر پر کئی سال تک عربی علوم و فنون کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیا اور کچھ عرصہ بعد دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کے اصرار پر دارالعلوم میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی اور بہت جلد اسلامی علوم کے درجات عالیہ کی کتابیں پڑھانے لگ گئے۔

دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس :۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم کے فوراً بعد اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی جو نہایت تیزی سے پاکستان کے سب سے بڑے مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا۔

دیگر حالات و خدمات :۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے سفر حج و زیارت کیا۔ ۱۹۶۸ء اور ۱۹۶۹ء میں مشرقی پاکستان کے سفر کیئے اور اہم شہروں میں خطاب کیا۔ دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے فضلاء نے یہاں سے فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک میں جو مدارس چھوٹے بڑے مکاتب اور ادارے قائم کیئے۔ ان کی تعداد پانچ سو ہے (اب اس سے بڑھ گئے ہیں)

بیعت وارشاد :۔

تصوف و سلوک اور وعظ و ارشاد کے میدان میں اس وقت آپ بقیۃ السلف ہیں۔ اولاً آپ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رح سے بیعت ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح سے بیعت ہوئے اور انہی سے مراحلِ سلوک طے کیئے۔

سیاسی خدمات :۔

آپ نے قیام پاکستان سے قبل اپنے اساتذہ کے دوش

بدوش جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ملک کی تعلیمی و دینی اور آئینی خدمات میں ہر موقعہ پر پیش پیش رہے۔

۱۹۷۰ء میں آپ علماء کے اصرار پر الیکشن میں کھڑے ہوئے نیشنل عوامی پارٹی کے اجمل خاں خٹک اور پیپلز پارٹی کے نصر اللہ خٹک کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کے لیے بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے۔ اس اسمبلی میں آپ نے ملک کے تعلیمی، سیاسی، سماجی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ہر پہلو سے متعلق قرارداد، سوالات اور تحاریک التوار پیش کیں۔

اصلاحی و سماجی خدمات :۔

آپ نے اکوڑہ خٹک اور اس کے گرد و نواح سرحد کے علاقوں میں شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح کے لیے ایک زوردار تحریک چلائی۔ مروجہ بدعات و رسومات کا علمی و اصلاحی مقابلہ کیا۔ آپ کی اس تحریک سے مروجہ رسوم و بدعات کا خود بخود قلع قمع ہوا۔

تصنیفی خدمات :۔

ترمذی شریف اور بخاری شریف پر آپ کے فاضلانہ املائی مباحث کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس وقت اردو اور عربی میں زیر تالیف ہیں۔ جنہیں آپ کے فرزند مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ضبط کیا ہے۔ آپ کے خطبات، مواعظ، ملفوظات کا مجموعہ دعوات حق کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اور قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ سے آپ کی پارلیمنٹ کی سرگرمیوں اور کارناموں کا مجموعہ ہے۔

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری :۔

پشاور یونیورسٹی نے آپ کے عظیم علمی و دینی خدمات کے پیش نظر آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری (دکتور الہیات) کی دی۔

وفاق المدارس کی سرپرستی :

آپ وفاق المدارس العربیہ کے بانی ارکان عاملہ میں سے ہیں، ایک عرصہ تک وفاق المدارس العربیہ کے نائب صدر رہے اور حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد وفاق مذکور کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے جس میں تقریباً تین سو مدارس شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس :۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریز غالب ہوئے۔ اور مغربی تہذیب کی یلغار نے مسلمانوں کے قومی و ملی ورثہ کو لے بہانے کا رویہ اختیار کیا تو مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے مخلص رفقاء نے دیوبند میں ایک دینی مدرسہ "دارالعلوم" کی بنیاد رکھی۔ انار کے درخت کے نیچے، ایک طالب علم، ایک استاد، مدرسہ کا افتتاح ہو گیا۔ دنیا مسکراتی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا انقلاب لائیں گے۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں۔ جہاں جاؤ گے دارالعلوم دیوبند کے فضلاء یا ان کے تلامذہ کا فیض پاؤ گے۔ ہر گلی، ہر کوچہ میں آپ کو کلمہ گو ملیں گے۔ جو علماء دیوبند کے عقیدت مند ہوں گے۔ ہمارے اکابر نے سستی نہیں کی۔ غفلت سے کام نہیں لیا۔ ہر موقع اور بروقت قدم اٹھایا۔ اور آج اللہ کریم نے ان کی ہمت و محنت قبول فرمالی۔

اگر دارالعلوم دیوبند کا دینی مدرسہ قائم نہ ہوا ہوتا۔ علماء دیوبند کی دینی و قومی اور ملکی و ملی خدمات نہ ہوتیں۔ اس ملک میں دین اسلام کا حقیقی حلیہ بھی موجود نہ ہوتا۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں بھی اکابر علماء دیوبند کے تلامذہ نے دارالعلوم دیوبند کے نقشہ کے مطابق دینی مدارس قائم کیے۔ اور آج تک بحمد للہ جوں کا توں اسلام باقی ہے اور دین کی خدمت ہو رہی ہے

دینی مدارس اور ملک و ملت کی بقاء :

آج ہمارا ملک محفوظ ہے۔ ہماری اسلامی اور تاریخی روایات محفوظ ہیں۔ یہ سب دینی مدارس اور اکابر علماء دیوبند کی برکتیں ہیں۔

"آج دین محفوظ ہے، قرآن محفوظ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ ہیں۔ اسلام باقی ہے تو یہ مساجد اور مدارس اور ان کے خدام کی برکت ہے۔ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی برکت ہے۔

اگر آج علماء، طلباء، اور مساجد و مدارس نہ ہوتے تو روس جیسی ظالم اور جابر طاقت کا مقابلہ کون کر سکتا تھا۔ اگر مدارس نہ ہوتے تو علماء نہ ہوتے تو ہمیں بسم اللہ کون سکھلاتا۔ نماز کس سے سیکھتے۔ قرآن کون پڑھاتا۔ ماں بہن کی تمیز کیسے ہوتی۔ اور انسانیت کو شرافت کون بخشتا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ خدمت و اشاعت دین کے مواقع فراہم فرمائے۔

دینی مدارس وقت کی اہم ضرورت :۔

برصغیر پاک و ہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ درہم برہم ہوگیا۔۔۔۔۔ ان اکابر وقت نے نہایت نازک صورتحال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے طویل عہد غلامی و استبداد کے باوجود علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہوگیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کا علمی اثاثہ علوم اسلامیہ کی شکل میں محفوظ ہوگیا۔ ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء رجالِ کار نکلے۔ جنہوں نے برصغیر میں اشاعت کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ آزادی وطن، جہادِ حریت، اصلاح معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخر ان کی مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا، اسپین اور چینی اور ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔ جو اس امانتِ الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں۔ اور ان ہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا تشخص اور اسلامی حمیت قائم و دائم ہے۔

دینی مدارس کو نقائص سے دور رکھا جائے :۔

ان مدارس کو جو کارخانہ حیات انسانی کے رشد و ہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں۔ ان تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمع نظر تھا۔[1]

دینی مدارس کے تین اہم شعبے :۔

مدارس کے تین اہم شعبے ہیں۔ حضرتؒ نے وفاق المدارس کے موقعہ پر خطبۂ استقبالیہ میں درج ذیل شعبوں کے متعلق فرمایا۔

۱۔ تعلیم

۲۔ تربیت

۳۔ نظم و نسق و باہمی تنظیم

ان تینوں شعبوں کے متعلق فرمایا۔ چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ الاماشاء اللہ۔ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونیوالے علماء کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ مدارس کی طرف طلبہ کا رجوع بھی کم ہے۔ کیونکہ جو لوگ سرکاری نظام تعلیم کے مصارف برداشت کر سکتے ہیں وہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجنے سے اس لئے گریز کرنے لگے ہیں کہ ان کو یہاں کی تعلیم و تربیت پر اعتماد نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اب تو بہت سے علماء کرام اور دینی مدارس کے مدرسین بھی اپنی اولاد کو دینی مدارس میں بھیجنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔[2]

علماء کی قربانیاں، مخالف دشمن :۔

فرمایا! دوسرے ممالک جہاں دین کے مراکز تھے۔ مگر آج وہ اوروں کے خوشہ چین ہیں۔ روس، سمرقند و بخارا کی مثال لیجئے وہاں جائیں تو دینی شعائر آپ کو کم ملیں گے اور یہاں محفوظ ہیں۔۔ باوجودیکہ ہمارا دشمن انگریز بہت قوی اور بڑا عیار تھا۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ علماء کرام میدان میں آئے۔ علماء نے قربانیاں دیں۔ سینکڑوں علماء سؤر کے چمڑے میں باندھ کر پھانسی پر لٹکائے گئے۔ مگر علماء حق نے دین کو نہ چھوڑا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا فتوٰے :۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے میدان میں آکر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتوی دیا۔ اس جہاد میں علماء کرام شہید ہوتے رہے۔ جلاوطن ہونے لگے۔ تعداد کم ہونے لگی تو دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور اس طرح کے دیگر مدارس کی بنیاد رکھی گئی۔ انتہی۔

تو دین کی حفاظت چاہو تو ان مدارس کی آب یاری کرو۔ مدارس اور علم دین کی سرپرستی حکومتوں اور قوت و طاقت والوں نے نہیں جیسا کہ عیسائیت کی تبلیغ دولت اور حکومت کی رہینِ منّت ہے۔

مدارسِ عربیہ اور حکومت کی شاطرانہ چالیں :۔

بے شمار مشن بھی یورپ سے تبلیغ کے لیے آتے رہے۔ مگر اسلام ان تمام مخالفتوں اور آلاتِ حرب و ضرب کے باوجود

باقی ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور اس کے زمانہ کے دیگر مدارس عربیہ کی برکت تھی۔ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس ملک میں جب تک یہ مدارس ہوں گے۔ اس کے شاطرانہ چالوں کو قطعاً غلبہ نہیں ہو سکتا[1]

ایوب خاں کا استعجاب :۔

ایوب خاں جیسے جابر حاکم نے جب دین میں مداخلت کے قوانین، آرڈی ننس کے ذریعہ نافذ کیے تو اس موجودہ وزیراعظم بھٹو نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ جتنے مولوی ہیں ان کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دو۔ محمد ایوب خاں نے اس دور میں کسی سے کہا تھا کہ ہم ایک دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے۔ اب تو پاکستان میں گھر گھر میں دارالعلوم بنا دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) لیکن وہ ہمارا امتحان بھی لینا چاہتے ہیں۔ کہ ان کی ہمتیں کتنی ہیں۔ بس یہ ہمارا امتحان ہے۔ اگر ہم نے اس وقت سستی کی، کچھ پرواہ نہ کی تو بخارا جیسا انجام بھی ہو سکتا ہے۔ بخارا پر علماء، اور طلباء کا غلبہ تھا مگر غفلت [illegible] چند طلباء تاج کے لیے رنڈی سے لائے، رنڈی نے [illegible] نفس بو بخشیدم (میں نے اپنی جان تجھے دے دی۔ طالب علم نے کہا۔ قبول کردم[2]

مدارس دینیہ، سقوطِ بغداد :۔

جب ایسے سنگین واقعات رونما ہوئے تو دشمن نے قبضہ کیا۔ کہتے ہیں کہ دریائے دجلہ کتابوں سے بھر گیا اور پانی سیاہی بن گیا۔ عرصہ تک بغداد کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا۔ اس وقت ہم میں سے بھی کوتاہیاں ہیں۔ لیکن آج ہم ارادے سے جمع ہوئے ہیں کہ ان حالات کا ایمانی قوت سے مقابلہ کرتے رہیں[3]

عزمِ مُصمّم :۔

اگر کراچی کے کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سرحد والے سمجھیں کہ یہ حملہ ہم پر ہوا ہے۔ اور اگر وہاں کسی دور کے قبیلہ میں کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سب اس کے لیے کھڑے ہوں۔ اگر ہم اس راہ میں جیل جانے، گولی کھانے اور تختۂ دار پر چڑھنے کے لئے تیار ہوں تب فریضہ ادا ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو حضورؐ کے ایک حکم ایک سنت تعمیل کے لیے اس بات پر تیار ہیں کہ درندے ہماری ہڈیاں بھی نوچ لیں تو بات نہیں ہے تو ان مدارس میں توکل دین ہے۔ تو صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاہدہ کر کے تیار ہوں اور تیاری کریں۔ انگریز اسی وجہ سے صدیوں میں دین کو ختم نہیں کر سکا[4]

عزمِ مُصمّم کا نتیجہ :۔

مسٹر جناح نے تہیہ کیا تو ملک کو الگ کر کے چھوڑا۔ تو ہم یہ تہیہ کیوں نہ کریں کہ ہمیں دین کا تحفظ ہر حالت میں کرنا ہے اور دین کے لئے مر مٹنے والے ہی تیار کرنے ہیں۔ جو حکومتوں کی پیش کش ٹھکرائیں گے ۔۔۔۔۔ مگر ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے امتحان سر پہ آگیا ہے۔ یہاں ہم انابت الی اللہ کے ساتھ توبہ تائب ہوں کہ جتنا بھی ہو سکے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے[5]

مولانا احمد علی لاہوریؒ کا دارالعلوم سے تعلق :۔

حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کو اس دارالعلوم کے ساتھ جو قلبی تعلق اور خصوصی توجہ تھی اور مجھ ناچیز پر جو شفقت فرماتے تھے۔ میں کیا عرض کروں۔ یہ موجودہ بلڈنگ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کی پشت پر نہ کوئی دولت مند ہے۔ نہ حکومت کا تعاون ہے۔ نہ رجالے کار ہیں۔ بس چند افراد کا خلوص ہے۔ یہ کام اللہ چلا رہا ہے[6]

اکابر کی جد و جہد کا نتیجہ :۔

---

[1] ماخوذ از دعوات حق ج ۲ ص ۵۹۹ بنام مضمون برصغیر کے دینی تشخص کے بقاء میں علماء مدارس عربیہ کا حصہ"، اس میں سے مختصراً دو پیراگراف لے تحفظ و اتحادِ مدارس عربیہ بمقام خیر المدارس ملتان میں اتحاد المدارس العربیہ کی تشکیل کے موقعہ پر کی گئی

[2] واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جو مزاح، مذاق میں بھی صحیح ہو جاتا ہے

[3] تحفظ دینی مدارس عربیہ میں سے تلخیصاً کچھ حصہ ذکر کیا گیا ہے

[4] سابقہ متعلقہ لاحقہ ہے۔

[5] محولا بالا۔

[6] مدارس عربیہ اور اس کے بوریہ نشین۔ ماخوذ از دعواتِ حق ج ۲ ص ۵۰۲ سے کچھ پیش خدمت ہے۔

جس ملک میں انقلاب آتا ہے۔ وہاں حالات بدل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مذہب بھی بدل جاتا ہے..... دیوبند کے علماء و فضلاً نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرح لکھی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ انھوں نے ہمارے لئے جواہرات کو نکھار دیا۔

انقلاب زمانہ:۔

اگر ١٨٥٧ء میں مدرسہ دیوبند قائم نہ ہوتا تو جیسا کہ عراق ایران، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام نہیں۔ ہندوستان میں اسلام ختم ہو جاتا۔ جہاں الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔ وہاں مذاہب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرت مدنیؒ کا ارشاد:۔

ہمارے شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ طائفۂ حق ہندوستان میں ہے لیکن وہ بھی رخصت ہو رہا ہے[1] اگر دین کے مراکز نہ ہوں تو اس ملک سے دین ختم ہو جاتا ہے۔ بے دینی آجاتی ہے۔ کیمونزم پھیل جاتا ہے۔ یہ ان بزرگوں کی فراست تھی کہ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس سے سارا عالم راہ ہدایت دیکھ سکتا ہے۔ ان بوریہ نشینوں، ان بھوکوں اور فقیروں نے امت پر وہ عظیم احسانات فرمائے ہیں کہ آج ہماری نظریں فرطِ ادب سے ان کے مقدس نام بھی لیتے وقت جھک جاتی ہیں۔ ابھی ابھی میں نے ایک جملہ سنا کہ پہلے ایک دیوبند تھا۔ اب ہر شہر میں دیوبند ہے[2]۔ خدا کرے کہ یوں ہی ہو..... تو پھر دین کے حصار جگہ جگہ بنانے چاہئیں۔ یہی دینی مدارس تو دین کے قلعے ہیں۔ یہ مدارس اگر ترکی، ایران، کابل میں ہوتے تو یہ حالت وہاں نہ ہوتی۔ آج چلا چلا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا کہ ہر جگہ مدرسہ بن گیا ہے[3]

دارالعلوم حقانیہ کے متعلق حضرت مدنیؒ کی رائے عالی

اکابر نے آزادی کے فوراً بعد اس وادی غیر ذی زرع[4] میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ایک دفعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ حضرت مدنیؒ نے ان کو لکھا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو آپ حقانیہ کی سرپرستی فرماتے رہیں۔ اس مدرسہ کی بہیں ضرورت ہے۔ یہ مدرسہ دین کی حفاظت کے لیے ایک مرکز ہے۔

پاکستانی مسلمانوں کا جذبہ:

بحمد اللہ پاکستان میں دینی مدارس کی بدولت قرآن و حدیث کی صحیح ترجمانی ہو رہی ہے۔ اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت سے مسلمانان پاکستان میں روح اسلام موجود ہے۔ اور اس اسلامی رشتہ ہی نے پاکستان کے مسلمانوں کو یک جا ہو کر باطل کے ظلم و استبداد کے سامنے سربکف ہو کر کھڑا کر دیا ہے۔ اور ملت پاکستانیہ نے پورے جوش و خروش سے کفر کو للکارا ہے اسے عبرت ناک شکست دی ہے۔

پاکستان کے دینی مدارس و دیگر ممالک اسلامیہ کے مدارس عربیہ

پاکستان کے علاوہ اکثر دوسرے اسلامی ممالک علوم دینیہ سے نا آشنا اور بے گانہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی لیے کہ ان میں دینی درس گاہیں مفقود ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں اسلامی رشتہ کا اتنا احساس باقی نہیں رہا اور قومیت کا بت ان کا معبود بن گیا ہے۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن سے کوسوں دور ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں میں جب حقیقی اسلام، قرآن و سنت کے علوم ناپید ہو گئے تو وہاں نہ دین رہے گا نہ اسلامی رشتہ اور نہ مذہب و ملت کی حفاظت کے لیے جہاد کرنے کا جذبہ ہے[5]

مدارس عربیہ کی خدمات:۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دارالعلوم حقانیہ اور دیگر مدارس دینیہ کی اہمیت و ضرورت اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور اسلامی اقدار اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے لیے بھی ادارے ہیں جو دن رات ملت مسلمہ کے دینی، مذہبی

---

[1] ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔ کوئی چاہے کتنا بھی اسلام کو مٹانے کیلئے کوشش کرے۔ ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔ [2] طائفہ حق مراد ہے از مرتب [2] یہ بات اس وقت کے صدر جناب محمد ایوب خاں نے کہی تھی [3] مضمون سابقہ سے متعلق ہے [4] مولانا عبید اللہ انورؒ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری مراد ہیں۔ غالباً۔ جہاں کھیتی کا سامان نہ ہو یعنی جہاں سے ناچل ہے سیل پارینہ بن گئی ہے [5] جہاد اور دینی تعلیم و مدارس کی اہمیت ماخوذ از دعوات حق ٥٠٦، ٢ میں سے کچھ منتخبات [6] مضمون ہذا سابقہ سے متعلق ہے کذالک۔ ے کذالک [8] غالباً حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مراد ہوں گے۔

عملی، تبلیغی خدمات سرانجام دینے میں مصروف رہتے ہیں اور امت کی امت کی رگوں کو قرآنی تعلیمات اور اسلامی روح سے شاداب و سرشار کر رہے ہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ علوم رسالت کے یہ مراکز علمی جہاد میں مصروف نہ ہوں[1]

مدارس عربیہ، خدمات۔

ایسے نازک حالات کا سامنا دینی علوم اور دینی ادارہ کے بند کرنے یا اس کے تعلیمی مشاغل کو محدود کرنے سے تو نہیں کیا جا سکتا، بلکہ نازک وقت ہمیں اور ہمارے مخلص سرپرستوں اور سراپا خلوص و اخلاص اراکین کو زیادہ سے زیادہ توجہ، مستعدی اور جوش و خروش سے اس دینی مرکز اور دیگر دینی اداروں کے استحکام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت کا احساس دلا رہا ہے[2]

اربابِ مدارس دینیہ اور طلبا۔

۱۔ تعلیم
۲۔ تربیت
۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم

میں حضرات علماء کرام اور مدارس دینیہ کے ان تینوں شعبوں کے متعلق ضروری گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ ہماری شامتِ اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ اِلا ماشاء اللہ۔ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونے والے علماء کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرہ میں پڑ جائے گا[3]

ان تینوں شعبوں کی اصلاح کے لئے اپنی بھرپور توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے۔ جس کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ (الف) تعلیم

طلبہ کو بالکل ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے نوشت و خواند اور حساب کتاب سکھانے کا خاص اہتمام کیا جائے بلکہ ہو سکے تو قرآن کریم ناظرہ کے دوران ہی اس کا کسی حد تک آغاز کر دیا جائے

(ب) ا

(ب) اسباق کی تیاری کے لیے اساتذہ کرام اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے وسیع مطالعہ کا اہتمام فرمائیں اور تحقیقی مسائل میں وہ معیار لانے کی کوشش فرمائیں، جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے۔

(ج) طلبہ کو مطالعہ، تکرار کا پابند بنایا جائے اور اس کی بطورِ خاص نگرانی کی جائے۔

(د) درس حتی الامکان اردو میں ہونا چاہیئے۔ تاکہ بعض طلبا اردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلبہ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

(ھ) مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ ادب عربی کے اسباق میں انشاءِ عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے۔

ہمارے بزرگانِ دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادرِ روزگار تصانیف چھوڑی ہیں، جنکو بلاشبہ گذشتہ صدی کا عظیم ترین علمی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔

(و) بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں۔ اور بعض مدارس میں اختتام سال شعبان کے بجائے رجب ہی میں ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مدارس میں تو نوبت جمادی الثانی تک آگئی ہے۔

(۲) تربیت

تعلیم جتنی زیادہ ضروری ہے، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ اہم اور ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے۔ احقر کے نزدیک تربیت اخلاق کے لیے مندرجہ ذیل تین تدابیر فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) اساتذہ اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائض کی طرح انجام دیں اور اپنے قول و عمل سے اسلاف کا نمونہ پیش کریں۔

(ب) ہفتہ اور دیگر بڑی چھوٹی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ کسی متبع سنت کی خدمت و صحبت میں کچھ وقت گزارا کریں۔

(ج) اور جن کو یہ مواقع میسر نہ ہوں تو وہ اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

(۲) ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ ہے کہ آج ہمارے

---

[1] کذالک [2] کذالک
[3] یہ مضمون اگرچہ قدرے تفصیل سے پہلے آگیا ہے۔ تاہم باب کی مناسبت سے تکرار کیا گیا ہے۔ از مرتب عفی عنہ

ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار الجھنوں کا سامنا ہے۔ جن کے لیے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ لیکن یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقویٰ اور اخلاص ہے۔ آیت مبارکہ ہے وَمن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجاً۔ الآیۃ ویرزقہٗ من حیث لا یحتسب۔ الایۃ۔

آیت مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ لہٰذا اس وعدہ خداوندی کے حصول کے لئے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کرام کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو سب سے پہلے شعار بنائیں۔

۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم۔

۱۔ مدرسوں کا نظم و نسق مثالی ہونا چاہیئے۔ ہر کام میں شائستگی، سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہوگی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہوگی۔ اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا۔

۲۔ ہر مدرسہ میں اپنے حالات کے مطابق ضابطے جو مقرر کرے۔ پھر جو ضابطے مقرر ہو جائیں۔ ان کی تعمیل ہر خورد و کلاں سے کرائی جائے اور کسی سفارش یا منت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے۔ ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔[1]

دوران تعلیم زندگی کیسے گزاریں
وقت کے تقاضے اور ذمہ داریاں

خطبہ مسنونہ اور افتتاح ترمذی شریف کے بعد!

طالب علم کی بڑی شان ہے اور علم کا بڑا مقام اور رتبہ ہے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک قوم کسی بیت میں جمع ہو جائے

ما اجتمع قومٌ فی بیت من بیوت اللہ ..... الخ

اللہ کے لئے ذکر کے لئے جمع ہوتے ہیں تو عرش، کرسی اور آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے فرشتو! یہ میرے بندے ہیں۔ میرے اس گھر میں جمع ہوئے ہیں۔ مگر تم تو کہا کرتے تھے۔

اَتجعل فیھا من یفسد فیھا ولیسفک الدماء (القرآن)

مگر یہ تو دین سیکھنے کے لیے مختلف اطراف سے آ کر یہاں جمع ہو گئے ہیں اور اس گرمی میں اور ان تکالیف میں یہ لوگ دین سیکھنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کیئے ہوئے ہیں۔

میرے محترم بزرگو! دنیا کا ایک معمولی صدر اگر کسی کا ذکر اپنی مجلس میں کردے تو وہ اس پر کتنا فخر کرتا ہے۔

علم کے ساتھ عمل ضروری ہے:

اتنا عرض کردوں کہ علم اور اہل علم کی قدر یہ ہے۔ یہ اس وقت تک ہے جب، کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو، فرائض و واجبات تو ہوں گے ہی سنن و مستحبات بھی ادا ہوں گے۔ آپ سے کیا عرض کروں۔

مثلاً: یہ دارالعلوم اس پر گیارہ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں اور اس کے مختلف شعبوں میں یہ خطیر رقم قوم اس مدرسہ کو دیتی ہے کہ اس میں دین کی کچھ خدمت ہوتی ہے۔

یہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہم اور آپ گھروں میں بیٹھ جائیں تو کوئی دو چار دن بھی کھانا نہیں کھلائے گا۔ ہمارا بھائی کیوں نہ ہو۔ باپ کیوں نہ ہو۔ کیا مفت کھانا دے دے گا۔

مگر آپ کو قوم عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ تم فقراء ہو اور ان کو کھانا بانٹنے کی کوئی اور جگہ نہیں مل رہی ہے۔ بلکہ ان کے اپنے گھروں میں ضرورت مند ہوتے ہیں۔ بھوکے ہوتے ہیں۔ آس پاس بھوکے پیاسے موجود ہیں۔ مگر ان کا آپ کا حسن ظن ہے۔ نیک گمان ہے کہ یہ باعمل لوگ ہیں۔ دین سیکھنے والے ہیں۔ اگر انہیں یہ پتہ چل جائے کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح اہل دنیا ہیں تو صاف کہہ دیں گے کہ جایئے اپنا کام کیجیئے۔

خواص کے ترک سنت سے عوام کا احساس:۔

میں اپنی مسجد میں تھا۔ ایک طالب علم دو مہمان لے کر آیا۔ تو ایک شخص نے کہا کہ میں کچھ رقم مدرسہ کے لئے لایا ہوں۔ مگر اب لانے پر خفا ہوں اور پچھتا تا ہوں کہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو امام صاحب نے پگڑی نہیں باندھی تھی اور قدمین کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں سے زیادہ تھا۔

تو دیکھیے پگڑی باندھنا امامت کے دوران فرض نہیں۔ واجب نہیں، سنت موکدہ نہیں۔ لیکن فضیلت اور استحباب تو ہے نا۔

اسی طرح وہ شخص پیشانی پر بل لیے ہوئے آیا اور مجھے بھی گھور گھور کر دیکھا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ یہ مستحبات کے تارک ہیں۔ تو میں نے اندازہ لگایا اور آپ بھی لگالیں کہ قوم کو ہمارے اوپر کتنا اچھا گمان ہے۔ تو قوم جب یہاں آتی ہے تو دارالعلوم کے ساتھ کچھ

---

[1] خطبہ استقبالیہ از مولانا عبدالحق رح منتخباب ماخوذ از الحق جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ ۔

بھلائی کرتی ہے تو اس وجہ سے کہ یہاں تو سب قطب اور غوث بیٹھے ہوں گے ۔ یہ سب فرائض، واجبات تو کیا مستحبات اور سنن کی اشاعت کرنے والے ہوں گے ۔ یہ ان کی توقع ہوتی ہے آپ سے۔

حسن ظن کا عجیب واقعہ :

میرے پاس کچھ عرصہ قبل ایک فوجی سپاہی آیا اور مجھے ایک طرف کر کے دار العلوم کے لئے کچھ دینے لگا ۔ شاید سوا روپیہ تھا یا اس سے کچھ زیادہ ہوگا ۔ دینے میں شرمارہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہا ۔ مولوی صاحب ! یہ رقم بہت حقیر ہے ۔ تم محسوس نہیں کروگے ۔ مگر ایسے شخص نے رقم بھیجی ہے کہ اس نے ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا، اور اسے بچا کر آپ کے پاس بھیج دیا ہے کہ طالب علموں پر خرچ ہو ۔ میں سمجھا کہ وہ صاحب یہ خود ہی تھے ۔ لیکن اس کو راز رکھنا چاہتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ
اللہ تعالیٰ سے علماء ڈرتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ اس دور میں اللہ سے ڈرنے والے یہی لوگ ہیں ۔

علماء کا طرزِ عمل :۔

آپ کا سارا وقت علم میں، عمل میں، عبادت میں خرچ ہو ۔ جب آپ کسی راستہ سے گزریں تو لوگ کہیں، سبحان اللہ ۔ یہ فرشتے ہیں یا انسان ۔ لوگ تمہیں بڑی خطیر رقم کی پیش کش کریں گے کہ ہمارے ہاں جا کر درس و تدریس کرو ۔ ہر طرف تمہاری مانگ بڑھ جائے گی، لیکن یہ سب اس وقت ہے جب تمہارا وقت ضائع نہ گزرے ۔ علم کے ساتھ عمل ہو ۔ سارا وقت اسی میں صرف ہو جائے ۔

واللہ ھو الموفق ۔

مستحب کی اہمیت

خواص امت کے لئے مستحب، پھر بھی عمل لازمی ہے ۔ یہ لوگ نہیں مانتے تم کہہ دو کہ بابا یہ تو مستحب ہے ۔ کہے گا ٹھیک ہے کہ یہ مستحب ہے ۔ مگر خواص کو تو مستحب بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے ۔

جیسے حضرت جنید بغدادیؒ نے انتہائی تکلیف اور علالت کی حالت میں مستحبات پر عمل کیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ایسی حالت میں تو مستحبات ترک فرما دیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان مستحبات نے تو یہ درجہ دیا ہے ۔ اب مرتے وقت مستحبات کو کیوں چھوڑیں[1]

طالب علم کے لئے آنے کا مقصد :۔

آپ سب یہاں علم حاصل کرنے آئے ہیں ۔ ماں باپ نے تمہیں علم کے حصول کے لیے یہاں بھیجا ہے ۔ مگر یہ لازمی ہے کہ آپ سب متفق رہیں ۔ آپس میں جھگڑے نہ ہوں ۔ باہمی اختلافات نہ ہوں ۔ ایک دوسرے پر قربان ہوتے ہوں ۔ ایک دوسرے کی غیبت اور برائی نہ ہو اور اپنے اساتذہ کا ادب ہو

ادب، برکت، علم

علم ادب ہی سے آتا ہے ۔ استاد کا ادب اور خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ علم دے گا ۔ اگر استاد کا ادب اور خدمت نہ ہو تو علم بھی نہ ہوگا ۔ پھر یہاں استاد کی خدمت کون سی مہنگی ہے سوائے اس کے کہ استاد کا احترام ملحوظ رکھا جائے ۔ ہم دیوبند میں ہوتے تھے تو جس راستہ پر سامنے سے استاد آجاتا تو ہم راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے کہ کہیں استاد کے احترام اور عظمت کے خلاف نہ ہو جائے ان کی عظمت، ادب اور احترام کی وجہ سے راستہ چھوڑ دیتے تو یہ باتیں آپ کو بھی ملحوظ رکھنی چاہئیں ۔

سنت کی اہمیت

سنت پر عمل کرو، باہر جا کر کیسے کہہ سکو گے کہ سنت سے محبت ہے جب کہ منکرین حدیث سے تمہارا پالا پڑ جائے گا ۔ سنت پر عمل کرنے کی برکت سے آپ کے علم میں خیر و برکت ہوگی ۔ (انشاء اللہ) اللہ تعالیٰ آپ کو ان قواعد شرعیہ پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے ۔ دنیا و عقبیٰ دونوں بہتر کرے ۔ اور سب کو علم با عمل نصیب فرمائے ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

دنیوی تعلیم کی مضرت :

ایک شخص نے اپنے بچے کو دینی تعلیم کے بجائے دنیاوی تعلیم دلائی ۔ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ ڈی ۔ سی بن گیا ۔ ایک روز اس کا باپ اس سے ملنے کے لیے گیا ۔ پھٹے پرانے، میلے کچیلے

---

[1] یہ اس وقت فرمایا جب کہ نزع کے عالم میں انھوں نے تسبیح ہاتھ میں لے لی ۔ اور مریدین نے لینا چاہی ۔ ۔ از مرتب عفی عنہ

[2] مدارس عربیہ کے طلبہ سے ارشادات طیبہ بموقعہ افتتاح ترمذی شریف ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

کپڑے پہن رکھے تھے جیسے دیہاتوں میں ہوتا ہے۔ دروازہ پر کھڑا ہے پولیس نے اسے روک لیا کہ تم کون ہو۔ ڈی۔ سی کی نظر پڑ گئی تو دیکھا کہ یہ میرا باپ ہے۔ کھدر کا کرتہ اور پاجامہ پہن رکھا ہے۔ پرانی وضع کا آدمی ہے۔ غیر مہذب ہے تو یہ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔ تو اس نے چپڑاسی سے کہا کہ اس آدمی کو باہر بیٹھاؤ۔ یہ گھر کا نوکر ہے۔ اور کہو کہ صاحب فارغ نہیں ہیں۔ وہ بھی بڑا حاضر جواب تھا۔ اس نے دروازے میں سے آواز دے کر کہا کہ ہاں! میں تیری ماں کا نوکر ہوں۔ یہ کہہ کر چل دیا۔ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ادب دینداروں میں ہے یا بے دینوں میں [1]

علم دنیا اور علم دین میں تقابل :۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم دنیا سے کیا غرض ہے؟ اس کا تعلق خالص ہماری دنیوی زندگی سے ہے کہ اس کے ذریعہ راحت، آسائش حاصل کی جائے۔

جبکہ علم دین سے مقصود ابدی نعمتوں اور اللہ کی خوشی کا حصول ہے۔ دنیوی علوم صرف دنیاوی زندگی تک بعض اوقات مفید ہیں اور دینی علوم دنیا و آخرت کی زندگی تک وسیع ہے۔ دنیوی علوم پڑھ کر آخرت سے غفلت، لاپرواہی، بے دینی بے ادبی حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ علوم دینیہ سے آخرت کی طرف شوق کا بڑھنا، احساس ذمہ داری اور ادب حاصل ہوتا ہے۔

علوم دینیہ سے انسان اپنی حقیقت بھی بھول جاتا ہے۔ دوسروں کا تو کہنا کیا؟ جب کہ علوم دینیہ پڑھ کر احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض کی ادائیگی کی کوشش کرتا ہے۔ علوم دنیویہ سے ضلالت و گمراہی پھیل جاتی ہے۔ جبکہ علوم دینیہ سے واضح اور سیدھا راستہ نصیب ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علوم دینیہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ جب کہ علوم دنیویہ سے اس کی طرف توجہ تک بھی نصیب نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ [1]

ایک سوال پھر باقی رہ جاتا ہے کہ علم دنیوی نے انسان کو انسانیت دی ہے یا نہیں؟ آیئے ہم سارے یورپ پر نظر ڈالیں، اس کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھتے ہیں۔ ان سب کا منبع علم دیکھئے۔ بس یہی ہے کہ انسان یہاں کی چند روزہ زندگی خوش عیشی اور خوش حالی میں گزارے۔ گندم کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کھائیے۔ اخلاق کی کتنی تہذیب کردی؟ اس علم نے انسان کی روح کو کیا دیا اس علم نے ہماری روح کو کتنا سکون و اطمینان بخشا۔ اس کے نتائج سارے عالم میں دیکھ سکتے ہیں۔ یورپ کے سارے علم و سائنس کا خلاصہ انسانیت کی ہلاکت ہے۔

مذہب اور مادیت کی دوڑ :

مادیت پچاس میل کی رفتار سے دوڑ رہی ہے اور مذہب سو میل کی رفتار پر آگے جا رہا ہے اور اپنی صداقت و حقانیت اور اپنی ضرورت و اہمیت ثابت کرتا جاتا ہے۔

خلاصۃ الخلاصہ :۔

دین و دنیا کے علوم میں یہ فرق ہے کہ دین بندہ کو معبود سے ملاتا ہے اور دنیوی علم بندہ کو معبود سے دور کرتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

آخر میں اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت کاملہ فرما کر پس ماندگان کو صبر جمیل پر اجرِ جزیل عطا فرمائے اور حضرت کے فیوض و برکات رہتی دنیا تک قائم و دائم فرمائیں اور آپ کے صدقہ جاریہ (بشکل دارالعلوم حقانیہ) سے امتِ مرحومہ کی دینی پیاس دین حاصل کرنے والوں کے لیے آسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔

وَاخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

علم چوں بر دل زنی یارے شود
علم چوں بر تن زنی مارے شود

---

[1] یہ عام اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف ہونا بھی بعض صورتوں میں مفید ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

SEHAR
International
SWISS QUARTZ

سحر
انٹرنیشنل
سوئس کوارٹز

درآمد و تقسیم کنندگان
انٹرنیشنل واچ کمپنی
زیب النسا اسٹریٹ۔ صدر۔ کراچی ۳۔ فون: ۵۱۳۱۷۳
ایم۔ اے۔ جناح روڈ۔ کراچی۔ فون: ۲۴۳۵۹۱۸

MFA 2 • 844 92

خواب یا حقیقت

علم و عمل اور خلوص و تواضع کا بحرِ ذخّار

مجاہدِ ملت حضرت ہزارویؒ کی وفات سے حضرت قائدِ شریعتؒ کی رحلت تک

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدیر ماہنامہ "الشریعۃ" گوجرانوالہ

غالباً ۱۳ اگست کی صبح کا قصہ ہے راقم الحروف نیویارک کے علاقہ بروک لین میں گجرات کے ایک دوست جناب محمد دین کے ہاں قیام پذیر تھا۔ صبح نماز سے پہلے کا وقت تھا میرے ساتھ کمرہ میں جمعیۃ علماءِ اسلام صوبہ سندھ کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی بھی محو خواب تھے۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ گوجرانوالہ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوں تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ جناب ظفر علی ڈار میرے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ کو پتہ نہیں چلا کہ شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق انتقال کر گئے ہیں میں نے چونک کر پوچھا کہ مولانا سمیع الحق یا مولانا عبدالحق کا انتقال ہو گیا ہے میں نے ابھی انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھا تھا کہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی آواز آئی کہ اٹھو بھئی نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نیند سے بیدار ہوا اور مولانا درخواستی کو خواب سنایا انہوں نے کہا کہ خواب تو اچھا ہے۔ خواب میں کسی کی موت کی خبر اس کی زندگی اور عزت کی علامت ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں میاں محمد اجمل قادری سے فون پر بات ہوئی تو انہیں یہ خواب بتایا ان کا جواب بھی وہی تھا جو مولانا فداء الرحمٰن درخواستی سے سن چکا تھا اور خود میں نے بھی علم تعبیر پر دیا کی بعض کتابوں میں یہی کچھ پڑھ رکھا تھا۔ مگر سچی بات ہے کہ ان سب امور کے باوجود حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی علالت اور نقاہت کی وجہ سے دل کو تردّد اور تفکر سے نجات نہیں دلا سکا تھا حتیٰ کہ ۸ ستمبر کو مدینہ منورہ پہنچا تو استاد محترم قاری محمد انور صاحب نے یہ المناک خبر سنائی کہ حضرت مولانا عبدالحقؒ کا گذشتہ روز انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاری محمد انور صاحب میرے حفظ قرآن کے شفیق استاد ہیں اور آج کل مدینہ منورہ میں جامعہ محمد بن سعود کے تحت تحفیظ القرآن کے ایک مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خبر ریڈیو سے سنی تھی جس کے مطابق جنازہ بھی ادا کیا جا چکا تھا۔

خواب پیغمبرؐ کے سوا کسی کا حجت نہیں ہے لیکن یہ درست ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ بسا اوقات آنے والے واقعات کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں۔ میرے ساتھ اسی قسم کا واقعہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے بارے میں بھی رونما ہو چکا ہے۔ مولانا ہزارویؒ کی وفات سے پانچ چھ روز پہلے کا قصہ ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ علماء کا ایک اجلاس ہے اس میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی اکیلے کرسی پر بیٹھے ہیں جبکہ باقی سب حضرات ان کے سامنے نیچے بیٹھے ہیں جیسے سب ان کا خطاب سننے کے لئے جمع ہوں۔ میں حسب معمول سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ اچانک اجتماع میں ایک بزرگ کو دیکھ کر چونک جاتا ہوں یہ بزرگ مولانا محمد عبدالواسع لدھیانویؒ ہیں جو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے بھانجے تھے۔ اور تقسیم ہند سے پہلے مجلس احرار اسلام کے سرگرم راہنماؤں میں شمار ہوتے تھے ان کا چند سال قبل انتقال ہو گیا تھا جس کا مجھے خواب میں بھی ادراک تھا اور اسی لیے بار بار غور سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ انہیں تو چند سال قبل خود ہم جنازہ پڑھ کے سپرد خاک کر چکے ہیں یہ یہاں کیسے بیٹھے ہیں انہوں نے میری اس کیفیت کو بھانپ لیا اور پوچھا کہ بھائی کیوں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو میں نے کہا کہ "حضرت آپ؟ کہنے لگے کہ ہاں یہ میں ہی ہوں اور بابے کو لینے آیا ہوں"، بابے سے مراد حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تھے جنہیں جماعتی کارکن محبت سے بابا کہا کرتے تھے۔ صبح ہوئی تو میں نے سب سے پہلے مولانا عبدالواسعؒ لدھیانوی کے چھوٹے بھائی علامہ محمد احمد لدھیانوی کو خوف پر خواب سنایا اور کہا کہ آپ کے بڑے بھائی مولانا ہزارویؒ کو لینے آ رہے ہیں اور پھر اس واقعہ کے چار پانچ دن بعد مولانا ہزارویؒ کا انتقال ہو گیا۔

اس پس منظر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر اگرچہ میرے لیئے کم از کم غیر متوقع نہیں تھی لیکن خبر سنتے ہی دل کی جو کیفیت ہوئی اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا معاً ذہن جنازہ اور تدفین کے مراحل کیطرف منتقل ہو گیا اور سوچنے لگا کہ ایک منحنی سے وجود اور مٹھی بھر ہڈیوں کے ڈھانچے کی صورت میں علم و عمل اور خلوص و تواضع کے اس بحرِ ذخار کو آخر کس حوصلہ کے ساتھ لوگ مٹی کے نیچے دبا رہے ہوں گے فوراً مسجد نبویؐ میں حاضری دی حسن اتفاق سے جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے ساتھ جگہ مل گئی مسجد نبویؐ کے اس حصہ کو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا ہے وہیں بیٹھ کر حضرت مولانا عبدالحق کو ایصالِ ثواب کے لیئے قرآن کریم کا کچھ حصہ تلاوت کیا اور ان کے لیئے دعائے مغفرت کی دوسرے روز مکہ مکرمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت شیخ الحدیث کی طرف سے طواف بیت اللہ کے سات چکر لگانے اور ایصال ثواب کے لیئے قرآن کریم کا کچھ حصہ مسجد حرام میں تلاوت کرنے کی توفیق بھی دے دی اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازیں۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کون تھے اور ملک و قوم کے لیے ان کی علمی، دینی و سیاسی خدمات کا دائرہ کس قدر وسیع ہے! یہ تذکرہ ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے اور بلاشبہ یہ ان کا حق ہے کہ نئی نسل کو ان کی تگ و تاز، جد و جہد و عمل اور خلوص و ایثار کی تابندہ روایات سے آگاہ کیا جائے کیونکہ تاریخ ایسی ہی شخصیات کا مجموعہ ہوتی ہے بلکہ مولانا عبدالحق کا وجود ایسی ہستیوں میں سے ہے جو خود تاریخ بنایا کرتی ہیں اور جن کی جد و عمل کی روایات تاریخ کا مایۂ صد افتخار حصہ بنتی ہیں حضرت مولانا عبدالحقؒ کی زندگی بنیادی طور پر ایک مصلح اور استاد کی زندگی تھی انہوں نے اس معاشرہ میں قرآن و سنت کی تعلیم کو عام کیا بلکہ صوبہ سرحد میں دینی تعلیم کو ایک تحریک بنا دیا جو آج بھی عظیم درسگاہ دارالعلوم حقانیہ کی قیادت میں جاری و ساری ہے۔ ان کے بلاواسطہ اور بالواسطہ شاگردوں کو شمار کیا جائے تو ہزاروں میں گنتی مشکل ہو جائے گی ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف براہ راست مصروف جہاد رہے جن میں حزب اسلامی کے امیر مولوی محمد یونس خالص اور پکتیا کے شہرہ آفاق کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی — بطور خاص قابلِ ذکر ہیں ۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ تین دفعہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے سنہ ۷۰ء میں اجمل خٹک جیسے معروف سیاستدان کو مولانا مرحوم کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑا سنہ ۷۷ء میں اسی وقت کے وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں کے باوجود شکست کھا گئے اور سنہ ۸۵ء میں انہیں چارپائی پر پڑے ہوئے ہی علاقہ کے لوگوں نے قومی اسمبلی کا رکن چن لیا قومی اسمبلی میں حضرت مولانا مرحوم کے خطابات عزم و استقلال اور خلوص و خیر خواہی کا مرقع ہوتے تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا مشن پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام تھا ۔

> قرآن حکیم نے ملت کی بقاء و استحکام اور مسلمانوں کی ترقی و عروج کا راز، اتفاق اور اتحاد میں رکھا جب تک مسلمان ایک رہے غالب رہے، جب سے وحدت ختم ہوئی غلبہ بھی جاتا رہا واعتصمو بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرّقوا پر جب تک عمل کیا جاتا رہے گا دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت مسلمانوں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و مساعی اور اسلام کے تدریجی ارتقاء پر نظر ڈالیں تو ہر عنوان اسلامی تاریخ کے ہر کامیاب دور کے پس منظر میں ملی وحدت اور اہل اسلام کا اتحاد کارفرما نظر آئے گا۔
>
> (ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ)

* * *

ایک پیکرِ محبوبی، ہشت پہلو شخصیت

مولانا رشید احمد حقانی مہتمم جامعہ مدنیہ پارک ضلع ڈی آئی خان

مولانا آزاد کے متعلق حضرت ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ وہ ہشت پہلو شخصیت تھے ہمارے حضرت شیخ الحدیث بھی علمی و عملی اخلاقی اور روحانی کمالات کی وجہ سے اسی قول کے مصداق ہیں۔ موصوف کسی ایک صفت کے حامل نہیں تھے بلکہ حضرت شیخ کی کسی ایک صفت کو دوسری صفات پر بظاہر ترجیح بھی نہیں دی جا سکتی۔

ہر صفت اپنی جگہ کامل اور تام تھی جبکہ حضرت کی ذات ان کے درمیان جامع اور مانع تھی یوں تو علمی شخصیتیں ہر زمانے میں کافی زیادہ ہوتی ہیں ان کی علمیت کی وجہ سے ان کی ذات بھی موثر ہوتی ہے مگر جس چیز کی زیادہ سے زیادہ قلت محسوس کی جاتی ہے وہ تواضع انکساری اور اخلاق کا مظاہرہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی ذات اس صفت میں بالکل منفرد تھی ملنے والا چاہے عالم ہوتا چاہے جاہل، غریب ہوتا یا امیر، بوڑھا ہوتا چاہے جوان، نہ صرف آپ سے متاثر ہوتا بلکہ ملاقات کے دوران آپ کی مسحورکن شخصیت میں کھو جاتا اور ملاقات کے بعد آپ کی ایک ایک خوبی اور کمال کو کسی محبوب کے ناز و ادا کی طرح یاد کرتا۔ حضرت مدنیؒ کی جامع شخصیت سے ہر شاگرد اور مرید نے اپنی صلاحیت کے مطابق خوشہ چینی کی۔ کسی نے علم حدیث کی سمجھ لی کسی نے علم تصوف کے احسان کے مدارج طے کر لیے مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے انکساری اور تواضع کا پورا باب ان سے سمیٹ لیا تھا۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ کے مصداق پرانے بزرگوں کی مہمان نوازی نفسی عاجزی اور اپنے آپ کو مٹانے کی باتیں کتابوں میں پڑھی جاتی ہیں مگر قاری کسی نہ کسی حد تک ان کو مبالغے پر محمول کرتا ہے مگر حضرت شیخ الحدیث کے اخلاق کو دیکھ کر واقعی انسان اس یقین کامل تک پہنچ جاتا تھا کہ حضرت مدنیؒ یا ان کے اساتذہ خصوصاً حضرت نانوتویؒ کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ واقعی سچ ہے علم کو سمیٹنا آسان ہے مگر علم کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنا بہت مشکل کام ہے۔ پیغمبرؐ نے مکہ مکرمہ میں جو تیرہ سالہ محنت کی تھی وہ آسمانی علم کے مطابق نہ صرف جماعت کو تیار کرنا تھا بلکہ جماعت کے ہر فرد میں اتنی اسپرٹ اور طاقت بھرنی تھی کہ ہر ایک فرد پوری جماعت کا قائم مقام بن سکے اسی سے قرآن نے ویزکیھم کے ساتھ تعبیر کی ہے اور اسی کو حضرت عائشہؓ نے وکان خلقه القرآن کہا ہے اور اسی کے لیے حضرات صوفیاء نے سالہا سال کے مجاہدے مقرر کیے ہیں اور اسی چیز کو کسی خالص مسلمان میں دیکھ کر غیر مسلم بغیر کسی دعوت اسلام کے مسلمان بن جاتے ہیں۔

یہاں ایک لطیفہ بلکہ نکتہ قابل ذکر ہے حضرت استاد محترم قاری عبدالرحمن صاحب ڈیروی کے ساتھ ایک مجلس میں وقت کے علماء اور صلحاء کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں زیادہ وقت کسی بزرگ کے ساتھ نہیں بیٹھتا کیونکہ ہر انسان میں بشری کمزوری ہوتی ہے اور مبادا اس کمزوری کو دیکھ کر اس شخصیت کے خلاف دل میں کدورت پیدا ہو جائے۔ یہ بات کسی نہ کسی حد تک صحیح ہو سکتی ہے مگر میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث کی شان اس معاملے میں شاعر کے اس قول کا مصداق تھی۔

یزیدك وجهه حسنا اذا ما زدته نظرًا

جس طرح عربی کے ایک مقرر کے متعلق کسی عالم نے کہا ہے کہ ہر اچھے اور بہترین مقرر کی تقریر سن کر سامع یہ کہتا ہے کہ کاش تقریر یہاں ہی ختم ہو جائے کہیں آگے جا کر غیر مناسب بات زبان سے نہ نکلے مگر اس مقرر کی ہر بات کے بعد سامع یہی کہتا ہے کہ آگے بڑھتا جائے۔

اسی طرح حضرت شیخ الحدیث کی محفل میں ایک طرح ان کا ایک محسوس جمالی رعب ہوتا ہے جس کی وجہ سے سارے لوگ ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

دوسرے ا دل و دماغ کو لبھانے والی باتیں ہوتی تھیں جس کی وجہ سے کسی قسم کی بوریت نہیں ہوتی تھی۔ تیسری طرف آہستہ آہستہ علمی، عملی اور روحانی کمالات کا اظہار ہوتا تھا گویا وہ ایک خاموش پرسکون، پُررعب اور گہرے سمندر تھے جو تیراک کو آہستہ آہستہ نگلتا ہے اس کی خاموشی کو دیکھ کر ہر ایک یہ گمان کرتا ہے کہ اس کو جلدی عبور کر لوں گا مگر جب درمیان میں پہنچ جاتا ہے تو سینکڑوں پل کی گہرائی اس کو نیچے لے جاتی ہے۔

ان کی کسر نفسی کا ایک عجیب وغریب واقعہ یاد آیا حضرۃ شیخ الحدیث

ی یہ عادت تھی کہ ہر کہہ و مہہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ مہمان جو دور دراز سے زیارت کے لیے آتے تھے ان سے بھی اُلٹا اپنے لیے دُعا کراتے تھے۔

ایک دن ہمارے کمرے کے ایک ساتھی (مولانا عبدالرؤف) عصر کے وقت ان سے ملنے ان کی مسجد میں گئے۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی عادت کے مطابق ان سے دعا کے لیے کہا واپسی پر اس ساتھی نے کمرے کے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ اب میری بزرگی میں کوئی شک نہیں رہا کیونکہ حضرت شیخ الحدیث جیسی شخصیت نے آج مجھے دعا کے لیے کہا ہے۔

شاعر کی بات یا تو اس لیے مبالغہ اور فضول لگتی ہے کہ وہ ایک خیالی، وہمی اور تصوراتی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے اور دریا کو کوزے میں بند کر کے دوسروں کو اس طرح بننے کی دعوت دیتا ہے جو کہ ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہوتا ہے مثلاً علامہ اقبالؒ کہتا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار بنتا ہے

اب اپنی ہستی کو مٹانے کے لیے ایک صدی کی محنت چاہیے دانے کی طرح کون تین چار مہینے تک ذلت اور کسمپرسی کی حالت میں مٹی میں دبنا چاہتا ہے۔

رفعت دنیاوی اور اخروی کے لیے شاعر نے عجیب اکسیر بتلائی ہے مگر کون اس طوفان سے گزرے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھ کر ذہن ایک عجیب حیرانگی اور کشمکش سے دوچار ہونا پڑتا ہے انہوں نے نہ صرف ایک مرتبہ کسی خاص وقت کے لیے اپنی ہستی کو مٹایا تھا بلکہ یہ ان کا ایک مسلسل عمل تھا اور باوجود رفعت و بلندی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے۔

سچ ہے الاستقامۃ فوق الکرامۃ، کیونکہ کرامت تو چند لمحوں کیلئے ظاہر ہو کر ختم ہو جاتی ہے مگر استقامت تو ہمیشگی صبر اور پختگی کا نام ہے۔ کرامت میں تو عزت شہرت اور تن آسانی ہے جبکہ استقامت ایک خلاف الفطرت اور خلاف عادت چیز کو برداشت کرنے کا نام ہے۔

آخری عمر میں بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھاتے وقت دو زانو بیٹھ کر چھوٹے نسخے والی کتاب ایک ہاتھ میں پکڑ کر آنکھوں کے نزدیک رکھتے تھے اور اس ہیئت پر دو دو گھنٹے پڑھاتے تھے جبکہ اس زمانے میں انہوں نے عمر کی آخری سرحدیں عبور کی تھیں اور ایک عارضی بلکہ مستعار زندگی گزار رہے تھے۔

حضرت شیخ کی زندگی کا یہ کوئی ایک آدھ واقعہ نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی ان چیزوں سے عبارت تھی بڑے بڑے عالم، مصلح اور سیاسی مدبر جب زندگی کی آخری سیڑھیاں طے کرنے لگ جاتے ہیں تو طبیعت میں نزاکت، حساس پن، بے صبری اور غصے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، بات بات پر چھڑکنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے گھر والے، معتقدین اور شاگرد برسات کے بادل کی طرح منتشر ہو جاتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث تو اسوہ پیغمبر کے جیتے جاگتے نمونہ تھے وہ تو ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولك میں انتفاء ثانی از وجہ انتفاء اول کے مصداق تھے۔

حضرت رومی نے ایک تمثیلی نظم میں اپنے زمانے کے قحط الرجال کا شکوہ کرتے ہوئے خواص لوگوں کی ایک عجیب تصویر کشی کی ہے فرماتے ہیں۔

دی شیخ با چراغ ہمے گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم انسانم آرزو است
زین ہمرہان سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزو است

انہوں نے لوگوں کے اندر کے دل و دماغ قلب و جگر ذہن اور ضمیر کی عجیب منظر کشی کی ہے دام اور دد کی نفرت انگیز صفات حسد، بغض، کینہ، حب مال و جاہ، حب دنیا، حرص لالچ، ایک دوسرے کو دبانے بلکہ معدوم کرنے کی کوششیں یہ اگر حکیم رومی کے زمانے میں تھیں تو آجکل تو پورے عروج پر ہونی چاہئیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی زمانے میں اپنوں میں اختلافات جب زور پکڑ گئے اور ہر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ، الزام بہتان تراشی، مغربی سیاست کی طرح اسلامیات والوں کا شیوہ بن گیا تو ان حالات میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو بالکل پروقار، پرقناعت اور پیکر تسلیم و رضا پایا۔

حضرت رومی نے دوسرے شعر میں بعض مخلص دوستوں کی سستی کا گلہ کیا ہے کہ ان کا باطن تو اگرچہ ٹھیک ہے مگر اصلاحی اور انقلابی قدم اٹھانے میں وہ بڑے سست ہیں منزل مقصود ان کو بہت دور نظر آتی ہے وہ ہر وقت تھکے ہارے نظر آتے ہیں وہ خود بھی مایوس ہیں اور دوسروں کو بھی مایوس کر دیتے ہیں ان کے پاس فلسفہ تو ہے مگر عمل نہیں دل و دماغ تو ہے مگر اس میں حرارت نہیں۔ ہاتھ تو ہیں مگر ہاتھوں میں پکڑ نہیں۔ زبان تو ہے مگر اس میں سلاست اور روانی نہیں آنکھیں تو ہیں مگر ان میں چمک اور نور نہیں، پاؤں تو ہیں مگر ان میں قوت رفتار نہیں۔

وہ دراصل ایک ایسی شخصیت کی تلاش میں ہیں جو اس مارے قافلے کو بارش آندھی تاریکی اور سردی میں ڈھانک کر منزل مقصود تک پہنچا دے ہر زمانے میں ایسی شخصیت کوئی نہ کوئی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بھی ایک ایسے میر کارواں تھے جس کی نگاہ بلند تھی سخن دلنواز تھا اور جان پرسوز تھی آخری دم تک مدرسے کے کاموں سے غافل نہیں ہوتے معمولی معمولی تفصیل سے آگاہ رہتے تھے ایسی عمر میں (جس میں اکثر لوگ اپنے آپ کو ہر چیز سے فارغ کر دیتے ہیں) بھی وہ

ہر چھوٹے بڑے معاملے سے نہ صرف باخبر ہوتے بلکہ ہر چیز پر حاوی تھے طالب علموں کے ساتھ ان کا رویہ آخری لمحے تک پدرانہ اور مشفقانہ تھا۔ آجکل خواص علما میں جس چیز کی کمی ہے وہ تربیت ہے زمانے کے حکمرانوں کی طرح اساتذہ شاگردوں سے الگ تھلک رہتے ہیں ان کو رعایا اور غلام سمجھتے ہیں ان کے ساتھ ملنا جلنا، نشست وبرکات تو درکنار علیک سلیک بھی معیوب سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ استاد کا کوئی اثر طالب علم پر ہوتا ہے اور نہ طالب علم استاد سے کوئی اثر قبول کرتا ہے۔

اور یہ بیماری سرحد اور بلوچستان کے علاوہ اتنی عام ہے کہ استاد اور شاگرد کے درمیان کالج اور یونیورسٹی کے ماحول جیسا بُعد نظر آتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ خود اساتذہ طالب علموں کی بے وفائی اور بے راہ روی کا رونا روتے ہیں کہ یہاں سے فارغ ہو کر نہ وہ ہمیں پہچانتے ہیں اور نہ ہماری عزت کرتے ہیں۔

چہ جائیکہ ہمیں عملی زندگی میں اپنے لیے ہدایت کا مینار قرار دیدیں مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کی شان اس معاملے میں بالکل نرالی تھی پرانے فضلاء سے لے کر نئے فضلاء تک ہر ایک کا نام، شخصیت اور حلیہ سب کچھ یاد ہوتا تھا ہر طالب علم سے فرداً فرداً اس کی تکلیف کا پوچھتے۔ گرمی سردی، رہائش قیام اور طعام ہر چیز کے متعلق تفصیلاً معلومات حاصل کرتے۔

عصر کے وقت حضرت شیخ کی مسجد میں قدیم اساتذہ سے لے کر نئے شاگردوں تک کا ایک حلقہ قائم ہوتا جس میں دیوبند کے حالات، اساتذہ کے واقعات، قرآن وحدیث کے مسائل، زمانے کے نئے فتنوں کے متعلق سوچ وبچار اور ان کا حل غرضیکہ بیسیوں قسم کے مسائل پیش ہوتے جس سے ہر قسم کا آدمی مستفید ہوتا مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرتؒ کے ان ہی مجالس کو "صحبتے با اہل حق" میں محفوظ کر دیا ہے۔

آخر میں ایک بات پر اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں ہم تو یہ سنتے ہیں کہ فلاں ادیب کی عبارت سہل ممتنع ہے شخصیت سہل ممتنع نہیں سنی مگر قربان ہو جاؤں حضرت شیخ پر ان کی ذات بھی سہل ممتنع تھی ان کی گفتار و کردار اور رفتار یہاں تک کہ کسی بات کا تکرار بھی سہل اور قابل تقلید و قابل نقل نظر آتی تھی ہر چیز بامعنی اور قابل سمجھ تھی خواص تو خواص عوام بھی بخاری شریف کے اسباق سے مستفید ہوتے تھے ان کی کرامت سمجھتے کہ ان کی گفتگو یا درس کا جس نے بھی ترجمہ پیش کیا وہ بھی اس کو مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب کے قالب میں نہ ڈال سکا یہ تو اس کا سہل پن تھا۔

مگر ممتنع اس طرح تھا کہ کوئی آدمی نہ اس کی طرح نرم گفتار پیش کر سکتا ہے اور نہ کردار بلکہ اب تو یہ باتیں آئندہ نسلوں کے لیے افسانہ بن جائیں گی کیونکہ جن باتوں کی عملی شکل نہ ہو وہ تو ایک افسانے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۷)

حیات
صدر المدرسین

متکلم عصر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبی رحمۃ اللہ علیہ
صدر المدرسین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جس میں
آپ کے خاندانی مشائخ واساتذہ کا تعارف، حالات زندگی، کمالات وخصوصیات، علمی وادبی خدمات اور دیگر امتیازات پر مفصل تبصرہ اور تعارف آگیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب صرف حضرت مرحوم کی سوانح حیات ہے بلکہ دار العلوم حقانیہ کی اجمالی تاریخ بھی ہے۔

مرتب
مولانا محمد ابراہیم فانی (زروبی) مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
قیمت: ۱۲۰ روپے

داعیٔ اسلامی انقلاب

محدثِ کبیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مولانا اشرف علی قریشی، مدیر ماہنامہ "صدائے اسلام" پشاور

چھپا بیٹھا ہے نہاں خانۂ دل میں

انسان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کے معرضِ وجود میں آنے کے مقاصد کیا ہیں؟ عارضی حیاتِ مستعار میں اسے کیا کرنا چاہیئے؟ کن اعمال سے انسان کی زندگی بامقصد ہوسکتی ہے؟ اور اس فانی اور عارضی زندگی میں انسان کس طرح کامیاب اور بامقصد زندگی بسر کرسکتا ہے؟ انسان کی زندگی کے دو رُخ ہیں اور اس کی تقسیم اس طرح کی جاسکتی ہے۔ ۱۔ مثبت اور ۲۔ منفی۔ نفس و ہوس کا پرستار مؤخر الذکر سمت چل کر اپنے اعمال نامے کو سیاہ کرکے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور فرامین سے بغاوت کا راستہ اختیار کرتا ہے جبکہ اوّل الذکر انسان مثبت سمت چل کر بر و تقویٰ کا راستہ اپنا کر حضرت اللہ جل جلالہٗ کی فرمانبردا اور اطاعت میں سفر اختیار کرکے دنیوی زندگی اور اخروی منزل کو اپنے لیے آسان و سہل بنالیتا ہے۔ ایسا انسان محبوبِ خدا اور محبوبِ مخلوق ہوکر دنیا سے انتقال کرجاتا ہے جسے انسانیت رہتی دنیا تک یاد رکھتی ہے اور ایسے انسانوں کے نام انسانوں کے قلوب میں رچ بس جاتے ہیں اور وہ تاریخ کا ایک حصہ بن کر لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے ادب و احترام کا مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ ایسے افراد کے لیے لوگ ہر وقت سلامتی و برکت کی دُعا کرتے ہیں۔ اپنی عبادت میں جہاں بہت سی مناجات اپنے رب سے کرتے ہیں وہاں ایسے صالح افراد کے لیے السّلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین" اے اللہ! سلامتی فرما صالحین پر" یہ بڑا اعزاز ہے نیکوکار انسانوں کا کہ ان کی وفات اور دُنیا سے انتقال کرنے کے بعد بھی انسان سلامتی و خیر کے ساتھ انہیں یاد کرتے ہیں اور ہر نماز میں اپنے ان اعلیٰ صفات انسانوں کے لیے دُعائے خیر کرتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا رُخ مثبت جانب کرکے بِرّ و تقویٰ کی جانب سفر اختیار کر رکھا تھا۔

انسان کا ہر قدم خیر کے لیے اٹھنا چاہیئے کیونکہ جو بھی طالبِ خیر ہوگا اللہ تبارک وتعالےٰ اس کے دامن کو خیر کے پھولوں سے بھر دے گا ایک انسان ہوتا ہے جس کی نظر صرف اپنی ذات پر ہوتی ہے یا اپنی اولاد پر اس کے سوا دنیا میں اسے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ایسے انسان کو آپ "نفس و ہوس" کا بندہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی تگ و دو صرف اپنی ذات کے گرد گھومتی ہے۔ ایسا انسان جدھر بھی نظر کرتا ہے اسے اپنی جان یا اپنے اہل و عیال ہی نظر آتے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ جائز ہو یا ناجائز مگر وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اپنے

لیے مال و متاع کو حاصل کر کے پر تعیش اور ملزوز زندگی بسر کرے۔

مگر انسانوں میں بعض ایسے مردانِ حق ہوتے ہیں جو کہ اس عارضی و فانی زندگی میں صرف اپنی ذات کے لیے نہیں سوچتے بلکہ ان کی سوچ پوری انسانیت کی فلاح و بہتری کے لیے ہوتی ہے۔ وہ صرف اپنی بہتری نہیں بلکہ پوری ہی نوع انسان کی بہتری چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف اپنی اولاد نہیں پوری انسانیت کی ذرّیت ہوتی ہے۔ ایسے انسانوں کی سوچ کا دائرہ کار صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ پوری انسانیت کے گرد گھومتا ہے۔ ایسے افراد کی سوچ سب انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی ہوتی ہے۔ "الدین النصیحہ" دین خیر خواہی کے نام کے مصداق ہر ایک کے لیے خیر خواہی کا جذبہ۔

ایسے ہی عظیم انسانوں میں ہمارے طبقۂ علماء کے "شیخ و مرشد" شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی صفات سے نوازا تھا لیکن فانی دنیا میں کس نے رہنا ہے؟ عقلاء، اہل علم، دانشور اور فلاسفروں کے اقوال دیکھ لیجیے۔ ہر جگہ آپ کو کسی نہ کسی مسئلہ میں اختلاف نظر آئے گا۔ ایک دوسرے سے آراء کا اختلاف، ایک ڈاکٹر کی رائے دوسرے ڈاکٹر سے مختلف، ایک انجینئر کی رائے دوسرے انجینئر کے مخالف مگر ایک موت ہی ہے متفق علیہ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس میں کسی کو کسی کے ساتھ اختلاف نہیں۔

اسی قانونِ قدرت کے مطابق شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بروز بدھ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو دوپہر ۲ بج کر بیس منٹ پر خیبر ہسپتال پشاور میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

انا ﷲ وانا الیہ راجعون

آپ نے اپنا قیام دار العلوم سے علیحدہ اپنے ذاتی مکان میں رکھا اور زندگی کے آخری ایام تک اسی میں رہائش پذیر رہے۔ بہت سے متعلقین، احباب اور خیر خواہوں کے اصرار کے باوجود آپ نے اپنی رہائش نہیں تبدیل کی۔ بہت سے احباب نے مشورہ دیا کہ آپ کو آنے جانے کی تکلیف ہے۔ دار العلوم میں یا دار العلوم کے قریب مکان تعمیر کر دیا جائے تاکہ آنے جانے کی زحمت نہ ہو۔ آپ نے ایسی تمام تجاویز کو شکریہ کے ساتھ رد فرماتے ہوئے اپنے فقیر خانہ کو ترجیح دی۔

آپ باوجود پیرانہ سالی کے بھی دار العلوم حقانیہ کی ترقی میں کوشاں رہے اور کوئی لمحہ یا دقیقہ آپ نے اس کی ترقی میں ضائع ہونے نہیں دیا۔ یہ صدقہ جاریہ آپ کے لیے رہتی دنیا تک ایک عظیم الشان صدقہ جاریہ ہے جس سے ہزاروں افراد فیض یاب ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ شیخ الحدیثؒ کی پوری زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کے مانند ہے اور آپ کی زندگی کے ہر ایک پہلو پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے۔ آج کی فرصت میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے میں اپنے مشاہدات بیان کرنا چاہتا ہوں جو کہ احقر کو ان سے انتہائی قربت کی وجہ سے حاصل رہے۔

احقر کی سب سے پہلی ملاقات شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ اس وقت ہوئی جبکہ احقر کی عمر ۱۳ یا ۱۴ برس کی ہوگی۔ اب تو چار دہائیوں کے آخری عدد میں عمر رفتہ پر کفِ افسوس کے ساتھ مرور زمانہ پر نوحہ کناں ہوں۔

ہوا یوں کہ دار العلوم حقانیہ کی مجلسِ مشاورت کا اجلاس تھا جس میں والد ماجد حضرت مولانا عبد الودود قریشی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ بھی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک میٹنگ میں مجھے بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ والد صاحبؒ مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ احقر کی عمر بڑی کم تھی مگر شیخ الحدیثؒ نے بہت پیار کیا اور انتہائی شفقت کے ساتھ پیش آئے۔ اس مجلس میں دیگر بھی بڑے بڑے علماء کرام موجود تھے

مگر شیخ الحدیث صاحبؒ کے نورانی چہرے میں کچھ ایسی ایمانی چمک دمک تھی کہ آپؒ کے چہرے سے نظر اٹھانے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ سفید رنگت چہرے پر گھنی سیاہ ڈاڑھی مبارک چہرے سے نور کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ لباس بالکل سادہ اُوپر چغہ پہنے ہوئے تھے جو کہ کئی جگہ پھٹ جانے کی وجہ سے جگہ جگہ سے سلا ہُوا تھا۔ اتنے متواضع کہ ہر ایک کے لیے اٹھنا، معانقہ، مصافحہ کرنا۔ مجلس کے اختتام پر حضرت والد صاحبؒ نے اجازت لی مگر احقر اتنا متأثر ہُوا کہ زمانہ دراز گذر جانے کے باوجود اب بھی وہ پورا نقشہ نظروں کے سامنے ہے اور اس کی حلاوت محسوس ہو رہی ہے۔

تقدیر کا لکھا کسے کیا معلوم ہوتا ہے، کل کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے؟ اگر مسلمان ہے تو قضا و قدر کو بلاچون وچرا تسلیم کرنا پڑے گا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ آپ سے میرا تعلق ایک بیٹے اور باپ کا ہو جائے گا۔ اپنے سلسلۂ روحانیت کے ایک جلیل القدر عالم اور مرشد کامل آپ کی فرزندی کی سعادت مندی سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ اب جبکہ اپنی گذشتہ ڈائریوں پر نظر دوڑاتا ہوں تو ۱۹۷۰ء ۴ اپریل، اتوار کا دن احقر کی شادی کی تاریخ ہے۔ اگر کوئی حساب کرنے والا حساب کرنے بیٹھ جائے تو آپ ۸۸ء کو الوداع کہنے والے ہیں اس حساب سے ۱۸ سال اور اگر اگلے حساب کو پورا کرنا چاہیں تو ربع صدی سے زیادہ سے احقر کا تعلق حضرت شیخ الحدیثؒ سے بنتا ہے، یہ سارا زمانہ ایک خواب کی طرح گذر گیا۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن کے زمانے والے نوٹس پر نظر دوڑاتا ہوں تو آپ کے ساتھ پورے علاقہ کا طوفانی دورے کی روداد سامنے آجاتی ہے۔ ان بابرکت ساعتوں میں احقر کو یہ سعادت میسّر رہی کہ سفر وحضر دونوں میں آپ کے ساتھ سنگت رہی۔ آپ کے خطاب سے پہلے احقر کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ آپ میری تقریر کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی تحسین کے کلمات سے میری حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ ورنہ یہ جرأت کیسے ممکن تھی کہ علم کے پہاڑ، قرآن وسنت کے حافظ، معرفت الٰہیہ کی ایک بلند پایہ شخصیت کے سامنے لب کشائی کی جاسکے۔

آپؒ اتنے حساس اور شفیق انسان تھے کہ ایک مرتبہ احقر اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ جلسے کے پروگرام پر گیا مگر واپسی میں معمول سے ذرا تاخیر ہو گئی۔ محلے کی مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد ایک طالب علم سے پوچھتے رہے کیا وجہ ہے آج مولانا اشرف لیٹ ہو گئے ہیں۔ آپ کو کوئی اطلاع تو نہیں؟ تھوڑی دیر بعد احقر اکوڑہ خٹک پہنچا۔ ابھی اپنے جیپ سے اترا بھی نہیں تھا کہ مسجد میں مقیم طلبا دوڑتے ہوئے گئے اور کہنے لگے کہ خیر تو تھی کیوں دیر کر دی۔ حضرت شیخ الحدیث بڑے پریشان تھے۔ آپ نے کیوں دیر کر دی؟ جب مجھے یہ معلوم ہُوا تو جلدی سے گھر پہنچا اور آپ کو اپنی تاخیر کا سبب بیان کیا۔ تب آپ مطمئن ہوئے اور آئندہ کے لیے وقت پر آنے کی تاکید فرمائی۔ انہی ایّام میں ایک مرتبہ احقر اور برادرم مولانا سمیع الحق صاحب زیدمجدہٗ ایک مرتبہ جلسے کو گئے تھے۔ واپسی میں تاخیر ہو گئی۔ واپسی پر معلوم ہُوا کہ آپ سخت پریشان تھے اور بار بار گھر والوں سے پوچھتے ابھی تک نہیں پہنچے۔

۱۹۷۰ء میں اکابر علمائے کرام میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ دیگر اہلِ علم اور علاقہ کے معززین نے آپ کو الیکشن کے لیے مجبور کیا۔ آپ نے بہت انکار کیا مگر دوسری جانب سب حضرات بضد تھے شیخ الحدیثؒ اس جذبے کے ساتھ آمادہ ہو گئے کہ نظامِ اسلام کے لیے جو کام باہر عوام میں کرتے ہیں اسی کام کو ایوان میں جاکر اذانِ حق کے طور پر کیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے جب آپ منتخب ہو کر اسمبلی پہنچے تو پوری پارلیمنٹ

کے ممبران کا کام ایک طرف کرکے دوسری طرف آپ کی تحاریک پر نظر دوڑائی جائے تو آپ کا کام سب پر بھاری ہے۔

بعد کے دو الیکشنوں میں آپ سے جب اہل علاقہ نے اصرار کیا تو آپ اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ الیکشن کے دوران میں اپنے علمی و تدریسی کام میں لگا رہوں گا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بعد کے الیکشنوں کے دوران بمشکل چند ہی مقامات پر حلقۂ انتخاب کے عوام کے بے حد اصرار پر دیدار کی حد تک ہی تشریف لے گئے۔ لوگوں کی خواہش ہوتی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایک جھلک اور دیدار ہو جائے۔

آپ اخلاقِ حسنہ اور تواضع کا مجسمہ تھے۔ جس انداز سے آپ ہر ایک کے ساتھ گرمجوشی اور محبت سے ملاقات کرتے اس کو وہ اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتا۔ ان اسفار کے دوران مجھ جیسے خدّام کی روحانی تربیت اور ہماری اصلاح بھی فرماتے۔ خلافِ حقیقت، مبالغہ آرائی، تصنع، خود نمائی، عجب، تکبّر و غرور اور ان جیسے تمام امور سے مجتنب اور بچنے کی تاکید و تلقین فرماتے۔ آپ کے دو الیکشن بہت ہنگامہ خیز تھے۔ ۱۹۷۰ کے الیکشن میں آپ کے مقابل میں اکوڑہ خٹک ہی کے جناب اجمل خٹک صاحب تھے جو آج کل افغانستان میں جلاوطنی کی زندگی بسر فرما رہے ہیں، افغان گورنمنٹ کے خصوصی مہمان ہیں۔ آپ بے شک ایک قومی شخصیت تھے اور نیشنل پارٹی کے اکابرین کے صفِ اوّل کے راہنما تھے۔ آپ بہت سے خصوصیات کے باوصف بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے مقابلہ میں میدان ہار گئے۔ آپ بلاریب اس علاقہ کی قدآور شخصیات میں سے تھے مگر جب موازنہ کے دوسرے پلڑے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذاتِ گرامی ہو تو پھر فرق آسمان و زمین کا تھا کیونکہ جس حسن و خوبی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا وہ تو لاکھوں میں کیا کروڑوں میں کسی نصیب والے کے حصے میں آسکتا تھا۔

اور دوسری مرتبہ مدِ مقابل شخصیت حکمران پیپلز پارٹی کے ممتاز رہنما اور صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب نصر اللہ خان خٹک صاحب تھے۔ یادش بخیر!

انہوں نے اپنی ہائی کمان کو اپنی کامیابی کا مکمل یقین دلایا تھا اس لیے بھی کہ وہ خود وزیر اعلیٰ تھا۔ پورے صوبے کے اختیارات اس کے دائرہ کار میں تھے مگر شاید انہیں یہ علم نہ تھا کہ اگر وہ ظاہر طور پر حاکم تھے تو حضرت شیخ الحدیثؒ مسلمانوں کے قلوب پر حکمرانی کرنے والے تھے۔ یہی سبب تھا کہ باوجود اقتدار کے انہیں ہر جگہ ذلت و استحقار کے سوا اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ ایک مرتبہ احقر نے یا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے کسی ایک جلسۂ عام میں یہ اعلان کر دیا کہ شیخ الحدیثؒ صاحب کی اور جناب خٹک صاحب کی کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ ایک طرف محدّثِ کبیر ایک بلند پایۂ عالمِ دین قرآن و سنّت کے حافظ و ماہر، مسلمانوں کے زعیم و محبوب اور دوسری طرف ایک ایسا فرد جسے پوری نماز تو درکنار دعائے قنوت بھی یاد نہیں۔

یہ بات جب ان تک پہنچی تو کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ دعائے قنوت یاد ہے کہ نہیں اور اگر یاد نہیں تو یاد کر لیں اور علاقہ کے کسی بڑے جلسہ عام میں سنا دو تاکہ یہ تاثر ختم ہو جائے کہ ان کو نماز تک نہیں آتی۔ شیخ الحدیثؒ کی کرامت دیکھیں کہ ببی کے قریب ایک گاؤں میں انہوں نے اپنے ایک بڑے جلسۂ عام میں کہا کہ مجھ پر الزام لگایا جا رہا ہے کہ مجھے دعائے قنوت یاد نہیں۔ بھلا ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو نماز یا دعائے قنوت یاد نہ ہو۔ لو میں آپ کو سنا ہی دیتا ہوں اور جب شروع کی تو بیچ میں بھول گئے۔ لوگوں نے اسے مزید شرمندہ کرنے کے لیے تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔

اور جب جناب خٹک صاحب بری طرح شکست کھا گئے تو شنید یہ ہے کہ ایک مجلس میں سابق وزیر اعظم جناب بھٹو صاحب نے

۔ خٹک صاحب! آپ ایک مولوی سے شکست کھا گئے تو خٹک صاحب نے جواب دیا کہ وہ مولوی نہیں وہ تو ہمارے علاقے کا پیغمبر ہے اور اگر آپ کو شک ہے تو آپ کر اس حلقہ سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں!

آپ نے ایوانِ اقتدار میں اسلام کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں جو کہ آنے والے اصحاب کے لیے قابلِ تقلید ہیں۔ اس سلسلے میں "قومی اسمبلی میں اسلام کے معرکہ"، کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب حضرت شیخ الحدیثؒ کی تحاریک پر جو کہ پارلیمنٹ سکریٹریٹ کے ریکارڈ سے مرتب کی گئی ہے، دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام کے نفاذ کے لیے جو کام بھی آئندہ ہوگا اس کے لیے آپ کے خطابات آپ کا فراہم کردہ مواد آپ کی تحاریک، شریعت بل اور آپ کی جدوجہد اور مساعی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے جس پر اسلام کی نفاذ کی عمارت تعمیر کی گئی تو یقیناً یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ میں محسوب کیا جائے گا۔

احقر نے بہت سے علماء کرام کی زیارت کی ہے اور بہت سے اصحابِ علم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز، جیسے گلستان میں پھولوں کا انداز اور حسن۔ پھول تو سب ہیں مگر رنگ و بُو اور حسن میں بعض ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی ذات گرامی بالکل سب سے مختلف اور ممتاز تھے۔ آپ کو رب العزت نے جن اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا اس پر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ جیسے فرد کئی صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا بہت بڑا فضل و احسان فرمایا تھا۔ یہی سبب تھا کہ چھوٹا ہو یا بڑا، بوڑھا ہو یا جوان سب آپ کے ایسے گرویدہ اور جاں نثار تھے جیسے پتنگہ شمع پر جان نثار کرنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہتا ہے۔

ایک مرتبہ ہسپتال میں مجھ سے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے دین اور اسلام کی وجہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے متعلقین میں جو بھی آپ کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے آپ کے پاس آتا تو اتنی محبت اور اخلاص کا اظہار کرتا کہ اس کے چہرے کے آثار سے یوں محسوس ہوتا کہ یہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ کاش! شیخ الحدیثؒ صحت یاب ہو جائیں اور آپ کی بیماری مجھے لگ جائے۔ غلجی کنڈر خیل کے مشہور عالم دین جناب مولانا محمد جان صاحبؒ نے کئی بار میرے سامنے مجالس میں یہ فرمایا کہ کاش میری عمر بھی شیخ الحدیثؒ کو لگ جائے۔ میری عمر سے دین کو کیا فائدہ؟ اور شیخ الحدیثؒ کی حیات سے گلستان نبویؐ سرسبز و شاداب رہے گا۔ اب تو میاں صاحب کی وفات کو کئی سال بیت چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ہمارے جامعہ اشرفیہ میں تشریف لائے تھے۔ رات کے کھانے پر شیخ الحدیثؒ بھی تشریف فرما تھے۔ دیگر بہت سے اکابر علماء کرام اور شہر کی مساجد کے خطباء، و ائمہ کرام موجود تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی کھانے کی پلیٹ رکھ کر شیخ الحدیثؒ کی پلیٹ حضرت کے ہاتھ سے کھینچ لی۔ شیخ الحدیث صاحبؒ نے بہت انکار کیا مگر حضرت قاری صاحبؒ مُصر تھے کہ آپ کا بچا ہُوا کھانا میں تبرکاً کھاؤں گا۔ یہ منظر قابلِ دیدنی تھا جبکہ اللہ کے دو ولی ایک دوسرے کا احترام اور ادب سے اپنی تواضع و انکساری کا اظہار فرما رہے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی عظیم شخصیت اور دارالعلوم دیوبند کے سربراہ ہونے کی وجہ سے آپ کا جو احترام طبقہ علماء میں تھا وہ کسی سے مخفی نہیں مگر شیخ الحدیثؒ کی علمی دینی و روحانی اعلیٰ خدمات کا اعتراف حضرت قاری صاحبؒ نے اس انداز سے فرمایا۔ شیخ الحدیث صاحبؒ ہمارے دارالعلوم جامعہ اشرفیہ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ کا

محل وقوع مجھے بہت پسند ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہت اچھا موقع خدمتِ دین کا عطا فرمایا ہے۔ اللہ ربّ العزّت سے عاجزانہ دُعا ہے کہ جامعہ اشرفیہ اور ہم فقراء اور سالکین کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔

والد ماجد حضرت مولانا عبدالودود قریشیؒ بانی جامعہ اشرفیہ شیخ الحدیث کو بابائے مدارس فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ کا سالانہ جلسہ دستار بندی تھا جس میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا نصیر الدّین غورغشتویؒ بھی مدعو تھے۔ اس موقع پر حضرت والد صاحبؒ نے شیخ الحدیث صاحبؒ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا "بابائے مدارس مولانا عبدالحق صاحبؒ" چونکہ مدارس دینیہ میں دارالعلوم حقانیہ کا نظم وضبط مثالی تھا۔ لہٰذا اس کے اعتراف میں آپ کو یہ خطابِ دیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ کے ساتھ آپ کا تعلق زندگی بھر قائم رہا۔ یکم مئی ۸۸ء کو رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ میں برخوردار حافظ ارشد علی کے ختم قرآن کے سلسلے میں حضرت تشریف لائے۔ برخوردار ارشد علی سلمہٗ نے شیخ الحدیثؒ کی سرپرستی میں ختم قرآن دارالعلوم حقانیہ میں کیا اور امسال جامعہ اشرفیہ کی مسجد میں تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ آپؒ برخوردار کا تراویح میں قرآن پاک سنانے پر بڑے خوش تھے اور جب بھی ملاقات ہوتی تو حضرت اس پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتے اور اس حقیر سیاہ کار کو مبارکباد پیش کرتے۔ آپ کی مبارکباد کے مواقع پر احقر کی ڈھارس بندھ جاتی سوچتا کہ چلو خود تو گناہوں میں ڈوبا ہُوا ہوں۔ کوئی عمل بھی بارگاہ ربّ العزت میں پیش ہونے کے قابل نہیں، برخوردار کا حافظ کلامِ الٰہی ہونے کو ہی وسیلہ بنا کر پیش ہونے کی جرأت کروں گا۔

اس نورانی موقع پر جامعہ اشرفیہ کی مسجد میں تشریف لائے۔ آپ نے برخوردار ارشد علی اور حافظ احتشام کی دستار بندی اپنے دستِ مبارک سے فرمائی۔ اس موقع پر ایک مؤثر اور جامع فضیلت قرآن پر خطاب فرمایا آپ نے فرمایا کہ برخورداران کا نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانا ایک بہت بڑی سعادت کی بات ہے اور خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات میرے لیے بہت ہی قابلِ فخر ہے کہ میرے ہی خاندان میں یہ بچے قرآن پاک کے حافظ ہو گئے۔ شیخ الحدیث صاحبؒ کی کیفیت اس وقت کچھ اس قسم کی تھی کہ کس کو مبارکباد پیش کروں۔

قرآن پاک اور حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق تھا اور آپ عمر بھر اس کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہے۔ اس گلستان سے جو طالبِ علم بھی کامیاب ہو کر نکلتا تو آپ اس پر بڑی خوشی کا اظہار فرماتے کیونکہ آپ کی محنت کا ثمر آپ کے سامنے آجاتا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کی آخری آرام گاہ کے لیے بھی ایسی جگہ منتخب فرمائی جہاں پر رات دن قرآن کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ آپ کا مرقد دار الحفظ کے ساتھ ہی واقع ہے۔ جو طالب علم بھی قرآن پڑھتے ہیں اس کی آواز سے آپ ملذوذ ہوتے رہیں گے۔ ایک جانب سے قرآن پاک کی تلاوت اور دوسری طرف سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اور رُوح پرور صدائیں یقیناً آپ کی روح کی تسکین کا سبب بنیں گی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ط

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

احقر کا تعلق جب سے آپ سے قائم ہُوا آپ کی زبان سے ناشکری کے کلمات نہیں سُنے۔ ہر حالت میں آپ کو شکرگزار پایا۔ کئی مرتبہ مختلف ہسپتالوں میں آپ زیرِ علاج رہے۔ سخت بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی "الحمد للہ، ماشاء اللہ" شکر کے کلمات ادا کرتے۔ آپ ایک مرتبہ سول ہسپتال کراچی میں زیرِ علاج تھے۔ احقر کو مکۃ المکرمہ میں آپ کی بیماری کی اطلاع ملی۔ واپسی پر ہسپتال حاضر ہُوا۔ آپ نے سخت تکلیف کے عالم میں فرمایا۔ دعا

فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شفایاب فرمائے۔ الحمدللہ اب تو پہلے سے افاقہ ہے۔

راولپنڈی کی سی ایم ایچ، اسلام آباد کی پولی کلینک، پشاور کے مختلف ہسپتالوں میں کئی بار آپ داخل کیے گئے مگر جب بھی آپ کی بیمار پرسی کے لیے کوئی حاضر ہوتا تو آپ نے شکر کے سوا کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ اس مرتبہ آپ خیبر ہسپتال میں جس روز داخل کیے گئے اسی روز احقر کو علم ہوا تو فوراً حاضر ہوا۔ آپ اس وقت چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے دست بوسی کے بعد پوچھا' جی طبیعت اب کیسی ہے؟ تو جواب میں فرمایا۔ الحمدللہ ٹھیک ہوں ۔۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ فرمایا نظر بہت کمزور ہو گئی ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ میں نے کہا انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی تو فوراً جواب میں ماشاء اللہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احقر کو ہسپتال میں آپ کی بیماری کے دوران ہر وقت خدمت کا موقع عطا فرمایا، فللہ الحمد" احقر جب بھی ہسپتال آپ کی خدمت اور بیمار پرسی کے لیے آتا تو آپ میرے لیے بہت دعا فرماتے۔ کبھی آپ سے بغیر پوچھے میں گھر کی طرف نکل جاتا تو پھر آپ استفسار فرماتے اور پھر آنے پر خدام کہتے کہ شیخ الحدیث آپ کا بار بار پوچھ رہے تھے۔ لہٰذا آپ اجازت لے کر ہی جایا کریں۔

ایک روز اچانک عصر کے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ رسیور اٹھایا تو ہسپتال سے آپ کے خدام میں سے عبدالرحمن صاحب یا (شاہ جی؟) میں ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ فرمایئے کیسے یاد کیا؟ جی شیخ الحدیث صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں اور بار بار پوچھ رہے ہیں کہ وہ کس وقت آئیں گے۔ اتفاق سے اس دن کچھ کام ایسے آڑے آگئے تھے کہ میرا خیال تھا کہ مغرب کے بعد ہسپتال جاؤں گا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔ رسیور اٹھایا تو برادرم جناب پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب بول رہے تھے۔

کیا بات ہے، کیسے یاد کیا؟" میں نے پوچھا۔

انہوں نے تندہی سے کہا۔" میں گھر سے بول رہا ہوں۔ بڑی دیر سے والد صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں اور بار بار آپ کا استفسار کرتے ہیں وہ کس وقت آئیں گے۔"

میں نے یہ کہہ کر ٹیلی فون بند کر دیا کہ ابھی حاضر ہوا۔ جلدی سے جب ہسپتال پہنچا تو آپ چارپائی پر لیٹے تھے۔ میں نے دست بوسی کے بعد کہا جی اشرف علی ہوں۔ بہت دیر تک میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پھر فرمایا کہ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔۔ میں ان باتوں کو آپ کی شفقت، محبت کو اپنے لیے بہت ہی قابل فخر اور باعثِ سعادت سمجھتا ہوں اور ساتھ ہی رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس حقیر گنہ گار، سیاہ کار، خطا کار انسان کو شیخ الحدیث کی خدمت کا شرف عطا فرمایا۔

ہسپتال کے ایام میں آپ مجھ سے ایسے مانوس ہو گئے تھے کہ کبھی احقر کہتا کہ جی اگر اجازت ہو تو میں گھر چلا جاؤں تو فرماتے ابھی تو وقت بہت ہے۔ بیٹھو تھوڑی دیر کے بعد چلے جانا۔ میں عرض کرتا کہ جی فلاں فلاں بھی موجود ہیں۔ فرماتے چلو اگر وہ جانا چاہیں تو چلے جائیں۔

وفات سے ایک روز پہلے احقر نے پوچھا۔ جی طبیعت کیسی ہے؟

فرمایا۔ الحمدللہ شکر ہے اور ساتھ ہی فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ آپ کو کسی نے بتایا ہے، پتہ ہے؟

'نہیں'، میں نے جواب دیا۔

فرمانے لگے۔ بڑا مہیب خواب تھا۔

میں نے عرض کیا کہ جی کیا تھا؟

فرمایا۔"میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے کہا کہ یہ وفات پا گئے ہیں۔ کل ان کا جنازہ ہے۔" کسے معلوم تھا کہ جو فرما رہے ہیں وہ گفتہ او گفتہ اللہ بود کے مصداق بالکل درست فرما رہے ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ تعلق رکھنے والے اصحاب کو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ مطلع فرما دیتے ہیں جو مؤمنین راسخین کی شان ویسے بھی آنحضرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں متعارف کرائی ہے

فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

اللہ جل جلالہٗ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ اصحاب بِرّ و تقویٰ میں دو قسم کے اصحاب ایسے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کہ صوم وصلوٰۃ و دیگر فرائض کی پابندی کرتے ہیں۔ حلال و حرام کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو متقین کے پیارے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کے وہ اصحاب ہوتے ہیں جو کہ صوم وصلوٰۃ و دیگر فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ کے دین کے سپاہی و چوکیدار ہوتے ہیں۔ ان کی جستجو ہر وقت یہ رہتی ہے کہ اسلام کی اس عظیم الشان عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اور اس عمارت پر کوئی ڈاکہ نہ ڈالے اور اگر جب بھی کوئی اسلام دشمن اس کے خلاف کوئی حرکت کرتا ہے تو پھر یہ راحت و اطمینان، آرام، رات و دن، وسائل کے فقدان کے باوجود دشمن پر لپکتے ہیں اور اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو محسنین کہا جاتا ہے۔ ایسے خوش قسمت اصحاب کے بارے میں رب العزت اپنے فرامین مبارک میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

بے شک اللہ تعالے محسنوں کے اجر کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔

بلاریب ان سے مُراد اصحاب علم و فضل طبقہ علماء، مدارسِ دینیہ کے طلباء و علماء، وغیرہ اس گروہ کی قیادت و رہبری کا شرف رب العزت نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو بخشا تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ کو "قائدِ شریعت" کے پیارے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایسے ہی علماء کے لیے ارشاد ہے:

میری امت کے علماء کرام
بنی اسرائیل کے انبیاء کی
طرح ہیں۔

قحط الرجال کے اس دَور میں کہاں سے ایسے رجال کار پیدا کریں گے جن کی نظر صرف ذاتِ خدائے بزرگ و برتر پر تھی، جن کا ہر ایک کام اخلاص و للہیت سے مزیّن و آراستہ تھا جو کہ نام و نمود سے کوسوں دُور تھے، جن میں ریاکاری اور دکھلاوے نام کا کوئی عنصر موجود نہ تھا۔ جو کام کرتے صرف اسی کی رضا جوئی کے لیے۔ اتنا بڑا خلا کیسے پُر ہوگا۔ نعم البدل تو کیا بدل بھی پیدا ہونا مشکل۔

گمراہی وضلالت کے ان اتھاہ اندھیروں میں کہاں سے ایسے مردانِ حق پیدا کریں گے جن کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا نقشہ سامنے آجائے جو کہ اپنے ہر ایک عمل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی میں کوشاں رہتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی علامات میں قبض علماءُ علماء کا اٹھ جانا بتلایا ہے کیونکہ عالِم کی موت تو عالَم کی موت ہوتی ہے۔ روحانی تنزل اور انحطاط کے اس زمانے میں جبکہ ہر طرف ظاہرداری، نام و نمود، تصنع و ریاکاری نے عوام تو کیا خواص کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے کیا ایسی نورانی مشعلوں کو پا سکیں گے؟

۔ مضت الدھور وما اتین بمثلہ
ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

وفات سے ایک دن قبل احقر حسب معمول ہسپتال حاضر ہوا۔ آپؒ سے باتیں کیں۔ گھر والوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے چائے مانگی جو کہ آپ کے لیے تھرمس میں تیار پڑی تھی چائے پلائی۔ احقر نے عرض کیا کہ چائے اگر گرم ہو تو ٹھنڈی کر دوں۔ فرمایا۔ نہیں، گرم ٹھیک ہے مگر چائے کی پتی کم ہے اس میں۔

جب ان نورانی لمحات کو یاد کرتا ہوں تو آپ کا نورانی چہرہ مبارک میرے سامنے آجاتا ہے۔ وفات سے کچھ روز قبل آپ کے چہرۂ مبارک میں نورانیت میں پہلے سے اضافہ ہو گیا تھا۔ رنگ تو ویسے بھی سفید سرخی مائل مگر اس وقت نورانیت سے چہرہ روشن تھا حسن میں قدرتی طور پر اضافہ ہو گیا تھا۔

احقر نے سوچا چلو افاقہ ہے۔

اسلام آباد میں کسی دوست کے ساتھ وعدہ تھا۔ حسب وعدہ میں علی الصباح صبح کی نماز کے بعد اسلام آباد روانہ ہوگیا۔ میں نے سوچا چلو اپنے وقت پر واپس آکر ہسپتال حاضر ہوجاؤں گا۔ سینٹ (پارلیمنٹ) کا اجلاس شروع تھا۔ میں نے کہا کہ ابھی تو وقت کافی ہے۔ اتنی دیر میں سینٹ کی کارروائی دیکھ لی جائے۔ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ بھی سینٹ کے اجلاس میں موجود تھے۔ کچھ دیر سینٹ کے اجلاس کی کارروائی دیکھی۔ اسی اثناء میں خیال آیا کہ کہیں دیر نہ ہوجائے ہسپتال بھی جانا ہے۔ جلدی سے برادرم مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات اور رخصت لیے بغیر پشاور کے لیے روانہ ہوگیا۔ جب ترنام فارم (پشاور) کے قریب پہنچا تو کار میں ریڈیو کی خبریں لگی ہوئی تھیں۔ اچانک یہ خبر نشر کی گئی کہ ممتاز عالم دین اور دانشور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب ۸۰ سال کی عمر میں آج خیبر ہسپتال پشاور میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پھر کیا حالت تھی؟ .....

شیخ الحدیث کی حیات میں احقر نے روس میں مسلم تنظیموں کی طرف سے دعوت ملنے پر قبول کرلی تھی۔ بعد میں اطلاع ملی کہ تاشقند، بخارا، سمرقند، خرتنگ کے مسلمانوں نے آپ حضرات کے لیے پروگراموں کو آخری شکل دے دی ہے۔ اب حاضری کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ چنانچہ ۱۲ستمبر ۱۹۸۸ء کو رات کی پرواز سے روس کے لیے روانہ ہوئے۔ مراکز اسلام تاشقند، بخارا، سمرقند، خرتنگ جگہ جگہ مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور تبادلۂ خیال ہوا اور ان کے حالات سے آگاہی ہوئی۔

سمرقند میں صحابیٔ رسولؐ حضرت قثمؓ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی ہیں کی قبر مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ صحابی رسول ۵۴ھ کو تبلیغ اسلام کے لیے سمرقند تشریف لائے تھے۔ ان کے ورود سے ہی سمرقند میں اسلام کی شمع فروزاں ہوئی۔ ۱۳ سال کی مدت انہوں نے سمرقند میں تبلیغ اسلام کے لیے بسر کی اور ۵۳ھ میں وفات پائی۔ مقبرہ کا نام ہے زندہ زمانہ۔ اس مقبرے میں آپ کے علاوہ امیر تیمور لنگ کی بہنیں اور اہل خاندان دفن ہیں۔

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کے لیے بڑی فاتحہ خوانی کی مجلس حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد مبارک پر ہوئی۔ آپ کا مرقد سمرقند سے تقریباً ۲۰-۲۲ میل کے فاصلے پر موضع خرتنگ میں واقع ہے۔

حضرت امام بخاریؒ بخارا سے ہجرت کرکے سمرقند تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں اپنے کچھ رشتہ داروں کے ہاں قیام فرمایا۔ چند روز کے بعد آپ نماز تہجد سے فارغ ہوئے تو آپ نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! تیری زمین میرے اوپر تنگ ہوگئی ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس بلالے۔ چنانچہ مہینہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ شب عیدالفطر ۲۵۶ھ کو انتقال فرماگئے اور عید کے روز نماز عصر کے بعد اس مقام پر دفن کیے گئے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۹۰ھ ۱۲-۱۳ شوال المکرم کو بخارا میں ہوئی۔ یہ آفتاب صرف ۶۲ سال تک زمین کو اپنے نُور سے منور کرکے آخرکار غروب ہوگیا۔ آپ کے مرقد مبارک پر ۱۹ ستمبر ۸۸ء کو مسجد امام بخاری کے امام و خطیب جناب مولانا محمد عثمان صاحب نے ظہرانہ کا پروگرام ترتیب دیا تھا جس میں سمرقند بخارا کے علماء بھی مدعو تھے۔ ہم حسب پروگرام خرتنگ پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت امام بخاریؒ کے مرقد مبارک پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت دل کی کیفیت تھی؟ اس پُرانوار مرقد کے کیا اثرات تھے؟ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ امام بخاریؒ اپنی قبر مبارک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا درس دے رہے ہیں اور ہم سامعین صف میں بیٹھے ہوئے سماعت کر رہے ہیں۔ قبر کیا بلکہ نُور تھی۔ اتنی پُرکشش پُررعب اور نورانی کہ اس کی زیارت کرنے والا کوئی بھی فرد اس کی لذت کو اپنی زندگی میں فراموش نہیں کر سکتا۔ آپؒ کے مرقد مبارک کے

کے قریب ایک دیوار پر سنگِ مرمر کا ایک بڑا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس پر مختصر طور پر آپ کے حالاتِ زندگی اور بخارا سے آپ کی سفر کی روداد اور ولادت و وفات کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ اس کتبہ کو جو پڑھتا ہے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔

امام بخاریؒ زندہ تھے تو گلستانِ نبوی اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں محو و منہمک رہے اور دنیا سے جب پردہ کیا تو بارہ ایکڑ رقبہ پر محیط ایک خوبصورت اور بڑے باغ میں آپ آرام فرما رہے ہیں۔ یہ اس خطہ کا ایک حسین منظر ہے۔ مرقد کے ساتھ ہی مسجد امام بخاریؒ ہے۔ اس میں علاقہ کے مسلمان نمازِ ظہر کے لیے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ مسجد میں نماز ظہر کے لیے داخل ہوئے رکعتین تحیۃ المسجد ادا کی اور بارگاہِ رب العزت میں شکریہ ادا کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

مسجد امام بخاریؒ نمازِ ظہر کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے لیے فاتحہ خوانی ہوئی۔ مسجد کے خطیب مولانا محمد عثمان صاحب نے مولانا عبدالحق کے لیے فاتحہ خوانی کرائی۔ احقر نے مختصر مرحوم کا تعارف کراتے ہوئے آپ کی اعلیٰ دینی و علمی خدمات کا ذکر کیا۔ مرقد امام بخاریؒ پر سمرقند کے خطیب شیخ مصطفیٰ نے مولانا عبدالحق صاحبؒ کے لیے فاتحہ خوانی کرائی — شیخ الحدیثؒ کا تعلق ساری عمر حضرت امام بخاریؒ سے رہا۔ آپ نے اپنی ساری عمر بخاری شریف کے درس و تدریس میں گذاری۔ آپ صحیح معنوں میں حضرت امامؒ کے روحانی فرزند تھے۔ یقیناً آپ کے لیے فاتحہ خوانی کی دعائیہ رسم امین میں امام بخاریؒ نے بھی شرکت فرمائی ہوگی کیونکہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ان کے ہی قابلِ فخر روحانی شاگرد تھے۔

شیخ الحدیثؒ جب بھی امام بخاریؒ کا نام مبارک لیتے تو آپ کی نظریں احترام سے جھک جاتیں تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کا اُن سے کتنا گہرا ادب و احترام کا تعلق تھا۔ ایک محدّثِ کبیر کے مرقد پر اس کے روحانی فرزند محدّث کے لیے فاتحہ خوانی یقیناً ان کے لیے باعثِ سکون و مسرت ہوگی۔ ہماری رخصتی سے پہلے ہماری تواضع خطیب شیخ عثمان زید مجدہٗ نے امام بخاریؒ کے باغ کے انگور، سیب، ناشپاتی آڑو اور دیگر میوہ جات سے کی۔ امام بخاریؒ کی نسبت کے حوالے سے یہ میوہ جات ہمارے لیے باعثِ تبرک و احترام کا درجہ رکھتے تھے۔ رخصتی پر اہلیانِ خرتنگ نے (احقر اشرف علی قریشی اور برادرم مولانا محمد یوسف قریشی صاحب) کو ایک ایک چغہ تحفے میں دیا۔ ہم نے یہ ہدیہ امام بخاریؒ کی نسبت کے حوالے سے بڑی سعادت سمجھ کر بصد ادب و احترام قبول کیا۔

تاشقند میں کچھ فرصت پا کر احقر نے شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پر چند کلمات لکھنے کا ارادہ کیا مگر کاغذ و پین ندارد۔ ایک پین تھا سیاہی والا جس میں سیاہی ہی ندارد۔ روس کے مسلمانوں کی طرف سے کچھ تحائف پیش کیے گئے جو کہ پوسٹر سائز کے موٹے اور بڑے کاغذ میں لپٹے ہوئے تھے تو سوچا کہ چلو کاغذ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب پین کی جستجو میں اپنے ایک میزبان عبدالفتاح سے ڈرتے اور شرماتے ہوئے جسارت کر ہی دی۔ جواباً انہوں نے اپنی فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دورے کے تأثرات رقم کرنے کے لیے ایک ڈائری بھی عنایت فرمائی اس وقت تشکر کے کلمات سے ان کی مہربانی کا شکریہ ادا کر دیا جبکہ یہ سطور اور اپنے دورے کے مشاہدات و تاثرات مکمل کرتے ہوئے پھر بھی ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جس دن حضرت شیخ الحدیثؒ پر یہ سطور لکھنا شروع کیے مسلسل ہر رات حضرت شیخ الحدیثؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوتی رہی۔ شرف بازیابی تاشقند، بخارہ، سمرقند قریباً سب ہی جگہ آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔

◆

اعلیٰ کوالٹی
اب مہنگی نہیں رہی
مالکو کی مصنوعات
کم قیمت ہونے کے باوجود
معیار میں فوقیت رکھتی ہیں

- باکفایت
- اِنتہائی پائیدار
- صاف ستھری بناوٹ
- قابلِ اعتماد بعد از فروخت سروس

Malco

ایلومینیم کے دروازے، کھڑکیاں
اور پارٹیشن

مالکو میں استعمال سیکشن، قبضے، رُولر اور دیگر مصنوعات
درآمد شدہ ہیں جو اعلیٰ کوالٹی کی ضمانت ہیں۔

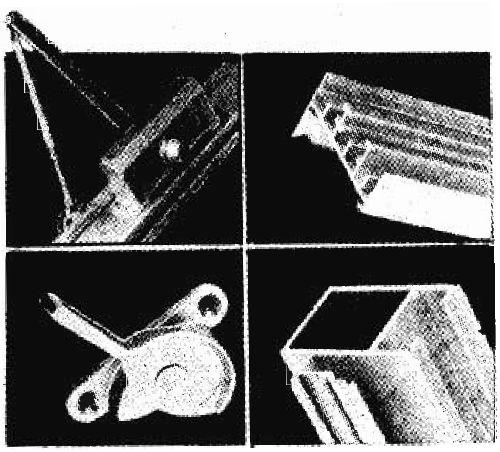

Malco

مادُرن ایلومینیم کمپنی

۱۰۲، الآمنہ پلازہ، مقابل کیپری سینما
ایم۔ اے۔ جناح روڈ کراچی
فون: 710769-239033

جناب سید محمد حسین شادیزئی
بی اے، سی ٹی، پشین بلوچستان

صحبتِ نیم ساعت

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است

اتنی عظیم ہستی کے بارے میں مجھ جیسے اَن پڑھ اور بے علم و عمل شخص کا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

دوسری بات میرے دل میں مولانا کی جو قدر و منزلت، محبت و عقیدت ہے۔ ان جذبات و احساسات کو الفاظ کی شکل میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا کم از کم میرے لیے ایک مشکل کام ہے۔

لیکن کافی سوچ بچار کے بعد اس خیال سے کہ ایک ممتاز عالمِ دین، بلند پایہ محدث اور عاشقِ رسولؐ کے متعلق کچھ لکھنا بھی بہت بڑی سعادت اپنی کوتاہ استعداد کے باوجود لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

۷/ستمبر ۱۹۸۸ء کو ریڈیو پاکستان نے یہ الم ناک خبر نشر کی کہ ممتاز عالمِ دین بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) انتقال کر گئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے سینکڑوں، ہزاروں عقیدت مندوں کی طرح مولانا کے انتقال سے مجھے بھی جو دکھ ہوا ان کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن اس عظیم نقصان کی تلافی رنج و غم اور نہ ہی دکھ درد سے ہو سکتی ہے۔ اس دنیا میں بقا کسی چیز کو نہیں یہاں تک کہ ملک الموت کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہوگا۔

بعض لوگ مرتے ہیں تو ایک آنکھ بھی آنسو بہانے والی نہیں ہوتی بعض شخصیتوں کے انتقال پر دوست و احباب کا ایک مخصوص حلقہ ماتم کرتا ہے لیکن کچھ باکمال حضرات ایسے ہوتے ہیں جن کے رحلت فرمانے پر نہ صرف اپنے پرائے بلکہ پورا عالمِ اسلام نوحہ کناں ہوتا ہے۔

حضرت مولانا قدس سرہ بھی انہیں شخصیات میں سے تھے جن کے انتقال پُر ملال پر عزیز و رشتہ دار ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کو ملال پہنچا ہے۔

”آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے“

یہ صحیح ہے کہ میں ان سے بہت قریب نہ تھا البتہ مجھے یہ فخر ضرور حاصل ہے کہ ان سے میرا قلبی تعلق کافی عرصہ سے تھا۔

۱۹/ مارچ ۱۹۸۷ء کو صبح دس بجے میں لاہور سے روانہ ہوا اور شام چھ بجے دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) پہنچا رات دارالعلوم ہی میں قیام رہا اگلے روز طلباء سے معلوم ہوا کہ مولانا صاحب علالت کے باعث یہاں بہت کم تشریف لاتے ہیں۔ ان سے ملاقات اکوڑہ خٹک کے ایک اندرونی محلہ میں واقع ان کے ذاتی مکان سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اسی روز قبل نمازِ مغرب میں مسجد پہنچا۔ دیکھا کہ مولاناؒ اگلی صف میں تشریف فرما ہیں۔ اور ایک عقیدت مند اُن کے ہاتھ پیر دبا رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد موذن نے اذان دی اور نماز کھڑی ہو گئی۔ مولانا نے پیرانہ سالی اور کمزوری کے باعث پہلی رکعت کھڑے ہو کر باقی دو رکعتیں اور سنتیں و نوافل بیٹھ کر پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے مدرسہ کے ایک طالب علم سے کہا کہ میں کوئٹہ سے آیا ہوں۔ اور مولاناؒ سے ملاقات کی خواہش ہے۔ چنانچہ مولانا قدس سرہٗ نے باوجود عوارض کے انکار نہیں فرمایا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ادب و احترام سے جھک کر سلام کیا مولانا قدس سرہٗ نے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا میں نے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ فرمانے لگے جس قاری صاحب نے ابھی نماز پڑھائی ہے ان کا تعلق بھی بلوچستان سے ہے۔ مولاناؒ کو اللہ تعالیٰ نے عجب حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ آپ کے پُر نور چہرے پر ظاہری شان و شوکت، تواضع، سادگی انکساری اور جاہ و جلال سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ آپ بہترین صلاحیتوں کے مالک اور جید عالمِ دین ہیں۔

آپ کی علمی گفتگو سے دِل سیر نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کی مجلس میں ایسی کشش اور تاثیر تھی کہ جی چاہتا تھا کہ مجلس طویل نہ ہو۔ لیکن میں زیادہ دیر بیٹھ کر آپ کو مزید زحمت نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میری درخواست پر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعائیں دیتے رہے بعد ازاں میری درخواست پر مولاناؒ نے میری ڈائری میں اپنے دستِ مبارک سے نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم لکھ کر اپنے دستخط کیے۔ اور فرمانے لگے میری نظر کمزور ہے دیکھنا صحیح لکھا گیا ہے؟ یہ مبارک تحریر تبرکاً میرے پاس اب بھی محفوظ ہے۔

یہ تھی حضرت مولانا صاحب کے ساتھ ”آدھ گھنٹے“ کی وہ مختصر ملاقات جس کی عرصہ دراز سے تمنا تھی اور جس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔

”نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است“

میں مولانا صاحب کی پُر وقار شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس سال سردیوں کی تعطیلات کے دوران دوبارہ زیارت کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن شرفِ دید مقدر میں نہ تھا۔ اور مولانا قدس سرہٗ ایسے سفر پر روانہ ہوئے جہاں سے واپسی کی کوئی صورت نہیں اور دوبارہ ملاقات کی یہ حسرت دِل ہی دِل میں

رہ گئی۔

گو مولانا ہم سے سینکڑوں میل دور تھے۔ لیکن ان کے وجود کے تصور سے دل کو سکون اور تقویت محسوس ہوتی تھی۔

لیکن بدقسمتی سے آج ہم ان کے فیوض و برکات سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے بے شمار شاگرد ملک و بیرون ملک دین کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی عظیم اپنی یادگار "دارالعلوم حقانیہ"، جس میں سینکڑوں ملکی و غیر ملکی طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس کے علاوہ دارالعلوم سے متصل شاندار و خوب صورت دو منزلہ عمارت میں قائم "دارالحفظ"، جس میں سینکڑوں بچے قابل اور محنتی مدرسین کی زیرِ نگرانی بڑے منظم طریقے سے حفظ کر رہے ہیں۔

دارالعلوم ہذا میں ایک عظیم الشان لائبریری ہے۔ جس میں درسی و غیر درسی کتب بڑی تعداد میں محفوظ ہیں۔ جس سے مدرسین اور طالبعلم استفادہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دارالتصنیف اور دارالافتاء کے الگ شعبے ہیں۔ ہر ماہ اردو زبان میں رسالہ "الحق"، نکلتا ہے۔ جس میں حق و صداقت پر مبنی علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

انشاء اللہ تا قیامت مولانا صاحب کا لگایا ہوا گلشن اپنا پھل پھول دیتا رہے گا۔

اور ہمیں امیدِ واثق ہے۔ کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے فاضل و لائق فرزند برادرِ محترم مولانا سمیع الحق صاحب جن کو خداوند تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ اپنے عظیم والد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

اور بالخصوص ان کی چھوڑی ہوئی امانت "دارالعلوم حقانیہ"، کو مزید ترقی دینے کے لیے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ اللہ رب العزت مولانا صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور مولانا کے لگائے ہوئے باغ کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم نورالاسلام کا مختصر تعارف

دارالعلوم نورالاسلام جی ٹی روڈ حاجی شاہ ضلع اٹک (پاکستان)

زیرِ انتظام و اہتمام حضرت مولانا القاری الحافظ منظور الحق علوی مبلغ اسلام الحال خطیب جامع مسجد انگلینڈ برطانیہ (مدظلہ) ۱۹۸۶ء و ۱۹۸۷ء میں بفضلہٖ و توفیقہٖ تعالےٰ تعمیر کیا گیا ہے۔ دارالعلوم نورالاسلام ایک دینی و علمی درسگاہ ہے جو بفضلہٖ تعالےٰ حسب استطاعت قابل لائق و مخلص منتظمین و مدرسین کی زیرِ نگرانی علومِ دینیہ عربیہ کی تعلیمی و تدریسی خدمات بہترین طریقہ پر سر انجام دے رہا ہے۔ (بیرونی و مقامی مستحق طلبہ کو رہائشی سہولتوں کے علاوہ پڑھنے کے لیے کتابیں اور دونوں وقت طعام مع چائے وغیرہ مہیا کیا جاتا ہے اس کیلئے باقاعدہ مطبخ ہے۔ یہ مصارفِ طلبہ و دیگر ضروریات و اخراجاتِ تعلیمی و تعمیراتی وغیرہ دارالعلوم ہذا اہل خیر حضرات کے صدقات و عطیات سے پورے کئے جاتے ہیں) دارالعلوم ہذا میں حفظ و ناظرہ مع قرآت و تجوید تعلیم قرآن مجید کے علاوہ کتب درس نظامی مع موقوف علیہ (سوائے دورہ حدیث) کے پڑھائی جاتی ہیں جنمیں کتب تفسیر، حدیث، علمِ کلام، فقہ، اصول فقہ، بلاغت، منطق، فلسفہ، ادب عربی و فارسی صرف و نحو وغیرہ شامل ہیں۔ دارالعلوم کے عزائم میں شعبۂ نشر و اشاعت بھی ہے اس شعبہ کی طرف سے بتوفیقہٖ تعالےٰ کتاب مناسک الحج، مؤلفہ (مولانا) غلام مصطفیٰ کا خلاصہ اَدْعِیَۃُ مَنَاسِکِ الْحَجِّ وَالزِّیَارَۃ (جیبی سائز صفحات ۲۰۷) شائع کیا گیا ہے جو حجاج کرام و زائرین عظام کو ہدیۃً فی سبیل اللہ دیا جاتا ہے۔

راقم الحروف: مولوی غلام مصطفیٰ علوی کان اللہ لہٗ (آمین)

مشاہدات وتاثرات — مولانا کوثر نیازی

عاشقِ رسولؐ مردِ درویش اور شب زندہ دار ولی

الشیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الازہر نے دارالعلوم حقانیہ کو "الازہر القدیم" کا نام دیا

اب ٹھیک طرح یاد نہیں پڑتا قطعیت کے ساتھ تاریخ کون سی تھی مگر بات یہ جون یا جولائی ۶۵ء کی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم، حضرت مولانا امین احسن اصلاحی اور راقم الحروف حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کی طرف سے جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائل پور کے سالانہ جلسہ میں مدعو تھے۔ یہیں پر ہم چاروں نے طویل غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ ایک غیر سیاسی اور خالص دینی تنظیم قائم کی جائے جو عصرِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ملتِ اسلامیہ میں حیاتِ تازہ پیدا کرنے کے لیے کام کرے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم واپس کراچی تشریف لے گئے تو انہوں نے ۵ ربیع الثانی ۸۵ھ (بمطابق اگست ۶۵ء) ہم تینوں کو ایک خط لکھا۔ میرے کاغذات میں یہ مکتوب آج بھی موجود ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا:

"امید ہے مزاج قرینِ عافیت ہوگا۔ جس معاملہ کے متعلق لائل پور کی مجلس میں بحث ومذاکرہ ہوا تھا اس پر یہاں مولانا بنوری صاحبؒ کی معیت میں بار بار غور ہوتا رہا۔ غور مسلسل کے نتیجے میں ہم دونوں کی یہ رائے ہوئی کہ نظام کار کا خاکہ بنانے اور اس کی ابتدائی تفصیلات متعین کرنے کے لیے وہ بڑا اجتماع مناسب نہیں جس کی فہرست وہاں لکھی گئی تھی بلکہ اس کام کے لیے سرِ دست صرف ۷ آدمیوں کا اجتماع ہو جائے جو جماعت کے نظام کار کا ڈھانچہ بھی تیار کرے اور جماعت کی تشکیل بھی کر دے۔ یہی جماعت درحقیقت اس کام کی سربراہ ہو نظم ونسق انہی کی رائے سے چلے، مشورہ اور تعاون دوسرے حضرات کا شامل رہے۔ ان سات حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہوں گے۔

۱۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب، ۲۔ مولانا عبدالرحیم اشرف ۳۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب ۴ مولانا خیر محمد صاحب، ۵۔ مولانا کوثر نیازی ۶۔ مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ ۷۔ (راقم الحروف) محمد شفیع۔

تجویز یہ ہے کہ ۲۴-۲۵ اگست ۱۹۶۵ء بروز منگل بدھ دو یوم یہ سات حضرات جمع ہو کر لائحہ عمل تجویز کریں پھر دو روز کا وقفہ دے کر ۲۸ اگست ۶۵ء بروز ہفتہ

دوسرے علماء کا وسیع اجتماع ہو جس کی فہرست لائلپور کی مجلس میں لکھی گئی تھی۔ اس میں لائحہ عمل پیش کر کے کام کو آگے بڑھانے کی صورتیں نکالی جائیں۔ یہ دونوں اجتماع دارالعلوم کورنگی کراچی پُل پر رکھے کر یہ جگہ پرسکون ہے، شہر میں ہنگامے ہیں"۔

حضرت مفتی صاحب کے ارشاد کے مطابق ہم کراچی پہنچ گئے۔ ہم سات کی دو روزہ مجالس مشاورت کے بعد ۲۸ اگست کو بڑا اجتماع ہوا جس میں ملک کے طول و عرض سے کل پچیس اکابر علماء نے شرکت کی۔ ان حضرات کی فہرست اس دعوت نامے کے پیچھے موجود ہے جو حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا بنوریؒ نے سائیکلو اسٹائل کرا کے اپنے دستخطوں سے سب کو ارسال کیا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا۔

◆

جن اکابر کا نام میں نے عرصہ سے سن رکھا تھا مگر جن سے شرفِ نیاز مجھے اب تک حاصل نہ ہو سکا تھا ان میں حضرت شیخ الحدیث بھی شامل تھے۔ میری خوش قسمتی کہ دارالعلوم کے جس کمرے میں میں ٹھہرا ہوا تھا، حضرت شیخ الحدیث کو بھی اسی کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ اس طرح تین چار دن حضرت کی صحبت میں رہنے اور انہیں قریب سے دیکھنے کا ایک ایسا موقعہ ہاتھ آیا جو بلاشبہ میری زندگی کے یادگار لمحوں میں شامل ہے۔ پاکستان کے بزرگ ترین علماء کے اس اجتماع میں "مجلس دعوت و اصلاح" کے نام سے ایک تنظیم بن گئی۔ یہ بڑے صحیح خطوط پر ایک اہم دینی مشن کا آغاز تھا مگر افسوس کہ بعد میں حضرت مفتی صاحب اور مولانا بنوریؒ صاحب کی تدریسی مصروفیات اور بعض دوسرے اسباب کی بناء پر کام آگے نہ بڑھ سکا مگر جیسا کہ اس مضمون کے سرِ عنوان سے ظاہر ہے مقصود اس وقت اس مجلس کے قیام کی تفصیلات کا جائزہ لینا نہیں۔ مقصد تو حضرت شیخ الحدیثؒ اور اپنی اولین ملاقات کا تذکرہ ہے۔ اس اجتماع اور اس کے متعلق حضرت مفتی صاحب کے مکتوب کو نقل کرنے کی غرض تو بقول شاعر یہ ہے کہ

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

دینی تحریکوں پر ریسرچ کرنے والے حضرات "مجلس دعوت و اصلاح" کے اغراض و مقاصد، شرکاء کی تفصیل اور اس کے اولین اجتماع میں ہونے والی تقاریر کا مطالعہ کریں تو انہیں اپنے موضوع پر بعض اہم تفصیلات حاصل ہو سکتی ہیں مگر اس وقت جیسا کہ عرض کیا گیا ہمارا مدعائے نگارش کچھ اور ہے۔

میں شیخ الحدیث سے ملا تو ان کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا۔ ان کا اس وقت کا سراپا اور بعض عادات اب تک میری نگاہوں میں ہیں۔ سرخ و سفید چہرے پر خوب صورت سفید براق ڈاڑھی، ڈیل ڈول متناسب، نہ دبلے نہ موٹے۔ چترالی چغہ زیبِ تن، سر پہ دستار، پاؤں میں دیسی جوتا جسے عرفِ عام میں کھوسہ کہتے ہیں۔ چہرے پر ایسا بھولپن اور معصومیت کہ دیکھنے سے جی نہ بھرے۔ اتنے بڑے عالم مگر مظاہرِ علمیت کے طور طریقوں سے کوسوں دور، خلیق اور متواضع اتنے کہ میں دن اور رات میں جتنی مرتبہ کمرے میں آتا جاتا اور وہ اس سے پہلے وہاں تشریف فرما ہوتے تو اٹھ کر استقبال کرتے۔ میں ہر طرح ناچیز اور ہیچ مدان مگر اتنی شفقت فرماتے جیسے میں خادم نہیں مخدوم ہوں۔ ادب شناسِ رسولؐ اتنے کہ جب جب رسولِ پاکؐ کا نام لیتے ہر بار درود شریف ضرور پڑھتے۔ کھانا برائے نام کھاتے البتہ چائے بقدرِ ظرف پیتے۔ صبح و شام ایک ایک چینک چائے نوشِ جان فرماتے اور اس وقت بڑے اہم علمی اور صوفیانہ نکات کی تراوش ہوتی۔ عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور رات کا پچھلا پہر عبادت میں گزارتے۔ میں نے ایسے لمحات میں مصلے پر ان کی گریہ و زاری بھی سنی ہے۔

دارالعلوم کراچی میں ہمارا قیام دو چار روز کا تھا مگر اس سے حضرت شیخ الحدیث سے اتنا قرب پیدا ہو گیا جیسے ہم ایک دوسرے کو برسہا برس سے جانتے ہیں۔ بس یہاں سے جو ان کی نوازشات کی ابتدا ہوئی ہے

تو اس کا سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا ہے۔

اس سے اگلے ہی سال انہوں نے مجھے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں طلبہ اور مدرسین سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ دارالعلوم کی وسیع و عریض مسجد میں اجتماع ہُوا۔ حضرت مولانا نے خورد نوازی میں اتنا غلو کیا کہ میری تقریر سے پہلے مجھے سپاسنامہ پیش کیا۔ اس موقع پر میں نے جو تقریر کی وہ میری کتاب "انداز بیاں" میں شامل ہے اس سپاس نامہ سے میرے جذبات میں جو ارتعاش پیدا ہُوا اس کا انعکاس اس تقریر ہی سے صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی ابتداء ۴۷ء میں حضرت نے اپنے گھر سے متصل ایک مسجد سے کی تقسیم سے پہلے آپ دارالعلوم دیو بند سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد وہیں پر درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ (تنہا دیو بند کے زمانۂ درس میں ان کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ ہے)۔ پاکستان بننے کے بعد کسی پراپیگنڈہ اور پبلسٹی کے بغیر اس چھوٹی سی مسجد میں آپ کے درس کی شہرت آہستہ آہستہ اتنی پھیلی کہ خلقت ٹوٹ پڑی۔ دارالعلوم حقانیہ کا نام اتنا چمکا کہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب نے اسے "دیو بند ثانی" کہہ کر پکارا۔ جامعہ الازہر قاہرہ کے وائس چانسلر محمد طیب افتخار اس کے معائنے کے لیے آئے تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسے "**الازهر القديم**" کا نام دیا۔ میں نے جامعہ کا نظام اس میں طلباء کا قیام و طعام اور اس کا انتظام و انصرام دیکھا تو حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمتِ دینی کا نقش میرے دل پر بیٹھ گیا۔

⁂

۱۹۷۰ء کا الیکشن ہُوا تو حضرت ہسپتال میں صاحبِ فراش تھے۔ آپ کے حلقہ انتخاب کے علماء کرام اور باشندگان کے وفود نے بالاصرار آپ سے تقاضا کیا کہ آپ الیکشن میں بطور امیدوار کھڑے ہوں مگر آپ کو اس میں سخت تردد تھا۔ بار بار فرماتے۔

"مجھے ان ہنگاموں سے بڑی وحشت ہے انسان تو کیا کسی چیونٹی سے بھی محاذ آرائی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ پھر انتخابات کے ہنگامے میں ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل، سب و شتم مبالغہ آمیز دعوے اور وعدے! میں ایسے میدان میں کیسے کود سکتا ہوں!"

مگر لوگوں کے بار بار کے اصرار کے بعد بادلِ ناخواستہ آپ کو الیکشن میں حصہ لینا پڑا۔ نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے جناب اجمل خٹک اور پیپلز پارٹی کی طرف سے جناب نصر اللہ خٹک امیدوار تھے۔ دونوں حضرات صوبہ سرحد کی سیاست میں ممتاز مقام رکھتے تھے مگر حضرت مولانا نے انہیں بری طرح شکست دی اور اس طرح آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔

۷۱ء سے ۷۷ء تک حضرت شیخ الحدیث اور میں ایک ساتھ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ اس زمانے میں بارہا ملاقاتیں بھی ہوئیں اور اجلاس کے دوران ایک ہی موضوع پر دونوں طرف سے اظہارِ خیال بھی، مگر نہ میں نے کبھی ادب کا دامن ہاتھ سے چھوڑا اور نہ کبھی انہوں نے شفقت اور حوصلہ افزائی سے دریغ کیا کبھی کبھی بحیثیت وزیر میں ان کے سوالات کا بھی جواب دیتا مگر خدا کا شکر ہے اس میں بھی کبھی کوئی سخن ترانہ بات نہ ہوئی۔ ایک بات سے میں ہمیشہ سخت حیران ہوتا پارلیمنٹ کی کارروائی میں اتنا بھرپور حصہ لینے کا وقت آپ کہاں سے نکال پاتے تھے۔ ۷۳ء کے آئین میں تنہا حضرت کی طرف سے ڈھائی سو ترمیمیں پیش ہوئیں۔ مجھے کوئی قرارداد یا اہم موضوع ایسا یاد نہیں جس پر دینی انداز سے کلام کرنے کی ضرورت ہو اور مولانا نے اس میں ہاؤس کی رہنمائی نہ کی ہو۔

۷۷ء میں الیکشن پڑا تو آپ پھر اسی حلقے سے کھڑے ہوئے۔ اب کے آپ کے دیرینہ مقابل جناب نصر اللہ خان خٹک صوبہ کے وزیر اعلیٰ تھے۔

تینوں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بلا مقابلہ منتخب کرا چکے تھے مگر خٹک صاحب کی مشکل یہ تھی کہ انہیں ایک مردِ درویش سے پالا پڑا تھا۔ اب کے پھر انہوں نے شکست کھائی۔ مولانا کو اپنے حلقے میں جو ہر دلعزیزی حاصل تھی اور دینی لحاظ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کا جو مرتبہ و مقام تھا خٹک صاحب اسے بیان کرتے تو کہتے: "میں کیا کرتا میرے مقابل میں تو ایک دیو قامت کھڑا ہو گیا تھا۔"

ملک میں مارشل لاء لگ گیا تو حضرت سے میرا رابطہ کم ہو گیا مگر پھر بھی میں جب بھی پشاور جاتا (اور سال میں ایک آدھ بار تو کسی نہ کسی تقریب کے حوالے سے اس کی نوبت آ ہی جاتی) میں راستے میں دارالعلوم ضرور رکتا اور آپ کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتا۔ آپ ہمیشہ ڈھیروں دعائیں دے کر رخصت کرتے۔

۸۵ء میں مارشل لاء کے زیر سایہ غیر جماعتی الیکشن ہوئے تو آپ پھر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اسی زمانے میں سینٹ کا بھی الیکشن لڑا۔ میں اسلام آباد سے سینٹ کا امیدوار تھا اور میرا حلقہ انتخاب قومی اسمبلی کے تمام اراکین تھے۔ اس مقصد کے لیے میں نے چاروں صوبوں کا دورہ کیا۔ اکوڑہ خٹک میں جا کر حضرت شیخ الحدیث کے ہاں بھی حاضری دی۔ آپ اس وقت دارالعلوم سے گھر جا چکے تھے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے مجھے وہیں لے گئے۔ اب آپ بیمار رہنے لگے تھے اور کہولت اور پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ چاک و چوبند نہیں رہے تھے مگر مجھے دیکھا تو کھل اٹھے۔ کھڑے ہو کر گلے لگایا، بار بار فرماتے۔ "آپ نے بڑا کرم کیا کہ آئے مگر کیا مجھ سے بھی ووٹ مانگنے کی ضرورت تھی؟" بعد میں جب اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا اور ہمارے الیکشن کے دن قریب تھے۔ اپنے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق سے تاکیداً فرماتے "نیازی صاحب کے لیے دوسرے اراکین قومی اسمبلی سے بھی میری طرف سے بات کرو۔ ان کی کامیابی میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جانی چاہیے۔"

⁂

حضرت شیخ الحدیث ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا معروف گل اپنے علاقے کے متمول اور صاحب ثروت بزرگ تھے۔ انگریز کے خلاف صوبہ سرحد میں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی تحریکِ آزادی ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ انہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حاجی صاحب اور ان کے رفقائے کار اس علاقے میں آتے تو انہی کے پاس قیام کرتے۔ مولانا عبدالحق صاحب پیدا ہوئے تو انہوں نے بڑے اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت کی۔ ۸ سال کی عمر میں مولانا نے علم دین کی راہ میں ضلع کیمبل پور کا سفر کیا۔ پھر پشاور، طورو، مردان اور علاقہ مچھ کے علمائے کرام کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ بعد میں ہندوستان آئے اور مختلف شہروں میں اکابر علماء سے کسب فیض کرتے ہوئے دیوبند پہنچے۔ یہاں پانچ سال آپ نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب جیسے بزرگوں سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ — دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ واپس گھر آئے اور اپنے درس کا سلسلہ شروع کر دیا مگر جلد ہی دارالعلوم دیوبند سے آپ کو تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے بلاوا آ گیا۔ چنانچہ آپ دیوبند میں کئی سال تک مسند تدریس پر فائز رہے۔

قیام پاکستان کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا ذکر اوپر کی سطور میں پہلے ہی ہو چکا ہے اور ہم یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ تنہا دارالعلوم کے زمانہ تدریس میں آپ سے تین ہزار علمائے کرام نے فیض حاصل کیا — دارالعلوم حقانیہ میں آپ کی جوتیاں سیدھی کرنے والے علماء کی تعداد ساڑھے تین ہزار ہے تو کل ساڑھے چھ ہزار علمائے کرام آج اقصائے عالم میں حضرت شیخ الحدیث کے صدقہ جاریہ کی بدولت خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ افغانستان کے

(باقی ص۲۹۸ پر)

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا مکتوبِ گرامی

مولانا سیف اللہ حقانی مفتی و استاذِ حدیث دار العلوم حقانیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ راقم الحروف نے یہ خود دیکھا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ دو قسم کے اشخاص کے ماتھے پر بوسہ دیا کرتے تھے۔ ایک وہ جو مدینہ منورہ سے آیا ہو، محبوب کے وطن سے آنے کی وجہ سے، اور اس وجہ سے بھی کہ اس پر محبوبؐ کے وطن کی ہوا اور گرد و غبار لگی ہوئی ہے۔ اسی خیال اور اسی تصور سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل اشعار کو بطور استدلال پڑھا کرتے تھے ؎

(الف) امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذا الجدار و ذا الجدار
فما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

(ترجمہ) ”میرا جب لیلیٰ کے گاؤں پر گذر ہوتا ہے تو کبھی ایک دیوار کی اور کبھی دوسری دیوار کی تقبیل کرتا ہوں (یعنی بوسہ دیتا ہوں) اور واقعہ میں میرا گاؤں یا شہر سے کوئی عشق یا محبت نہیں ہے میں اصل میں لیلیٰ پر فریفتہ ہوں جو اس گاؤں کی رہنے والی ہے۔“

(ب) ؎ ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا
وللناس فیما یعشقون مذاھب

(ترجمہ) ”دینِ عشق میں میرا مذہب و مسلک تو یہ ہے کہ میں در و دیوار سے ان کے رہنے والوں کی وجہ سے عشق و محبت رکھتا ہوں اور ہر شخص دینِ عشق میں اپنا الگ مذہب و مسلک رکھتا ہوں۔“

دوسرا ایسا شخص جو جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں روسیوں اور روس نواز درندوں کا مخلصانہ مقابلہ کر رہا ہو۔

آخر عمر میں علالت کے ساتھ ساتھ ضعف بھی بڑھ گیا تھا بالخصوص ضعفِ بینائی۔ اور اسی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ درسِ حدیث سے عاجز رہ گئے تھے مگر اس کے باوجود بھی آخر عمر تک گھنٹہ دو گھنٹہ سبق پڑھا لیا کرتے تھے تاہم پہلے والی حالت نہ رہی تھی جس کا آپ کو سخت صدمہ تھا۔ کبھی کبھار جب اپنی علالت و ضعف کا ذکر کرتے تو ارشاد فرماتے توبہ توبہ! معاذ اللہ! یہ ذکر بطور شکوہ کے نہیں بلکہ مقصود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عجز و کمزوری و ناتوانی کا اقرار و اظہار ہے۔ اس کمزوری و ناتوانی، ضعف و علالت کے پیشِ نظر درسِ حدیث سے محرومی کے تصور اور عشقِ رسول سے بے تابی کی وجہ سے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام احقر سے ایک خط لکھوایا۔ اور یہ کوئی نیا معاملہ یا کوئی نئی بات ہرگز نہیں بلکہ تاریخ اور اسلاف کے حالات میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً عمر بن احمد خربوتیؒ کے شرح ”قصیدہ بردہ عصیدۃ الشہدہ“ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے اور وہ یہ کہ عمر بن احمد خربوتی اپنی شرح میں قصیدہ بردہ کے اس شعر ؎

کم ابرأت وصبًا باللمس راحتہٗ
واطلقت اربًا من ربقۃ اللمم

کے تحت لکھتے ہیں کہ میرے استاذ کی اہلیہ محترمہ دل کی بیماری میں مبتلا تھیں صبح و شام ان کو آرام نہ آتا تھا، مریضہ کی چیخ و پکار سے قرب و جوار کے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی، علاج و معالجہ سے کوئی افاقہ نہ ہوتا۔ تو ایک دن میرے استاذ نے مجھے فرمایا کہ میری طرف سے امام الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی ایک عریضہ لکھیں اور اس میں میری طرف سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مریضہ کی صحتیابی کے لیے شفاعت فرمائیں۔ عمر بن احمد خربوتی فرماتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا خط لکھا اور استاذ نے اس خط کو گنبدِ خضراء کے مکین حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے کے لیے حجاج کرام کے حوالہ کر دیا اور ہم نے حساب سے وہ دن متعین کیا جس دن کہ حجاج کرام مدینہ طیبہ پہنچنے والے تھے، جب وہ دن آیا تو مریضہ بالکل شفایاب ہو گئی اور چیخ و پکار درد و الم اور رنج و غم ختم ہو گیا جس پر ہم سب نے اللہ تعالیٰ کا بہت بہت حمد و شکر ادا کیا۔

چنانچہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے بھی ارشاد فرمایا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی بارگاہِ رسالت میں ایک عریضہ لکھوں اور اس میں اپنی درسِ حدیث سے محرومی اور امراض کے غلبہ کا ذکر ہو کہ درسِ حدیث کی نعمت سے محروم نہ فرمایا جائے۔

چنانچہ حضرتِ شیخؒ نے احقر سے یہ خط پورے ادب و احترام سے لکھوایا۔

جب احقر نے سنایا تو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرطِ محبت کی وجہ سے آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ خط کے اختتام پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا فرزندِ من! اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں سرفراز فرمائیں آپ نے تو میرے دل کی ترجمانی کی ہے۔

اس موقع پر اتفاق سے حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدنی دامت برکاتہم (P.H.D) گولڈ میڈلسٹ جامعہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وعزاً۔ مدینہ منورہ واپسی تشریف لے جانے والے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ارشاد کے مطابق وہ خط میں نے مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کے حوالہ کیا ـــــ جس تاریخ اور جس وقت پر وہ خط وہاں سنایا گیا اس تاریخ اور اس وقت سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی حالت میں بہت خوشگوار تبدیلی محسوس ہونے لگی۔

مکتوب گرامی مع ترجمہ

باسمہ تعالیٰ

سیدی وسندی ومولائی

سید الثقلین خیر الخلائق کلہم ومولیہم رحمۃ للعالمین نبینا و شفیعنا وسیدنا وسندنا ووسیلتنا وحبیب اللہ و حبیبنا ومأونا وملجاءنا وملاذنا وسبب خلقنا لولاہ لما خلقنا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائماً ابداً علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین ـــــ السلام علیکم یا حبیبی فداك ابی وامی وعلیٰ من لدیکم۔ اما بعد! فیقول العبد الضعیف المعترف بالعجز والتقصیر المدعو بعبد الحق من ساکنی اکوڑہ ختک من مضافات بشاور انی ضعیف البصر وضعیف السمع و ضعیف سائر القوی وقلیل العلم ومریض بصنوف الامراض وقد عالجت بالاطباء الکثیرین۔ واستعملت الادویۃ المختلفۃ ولکن ماحصل لی شفاء وصرت بحیث لااقدر علی القیام بالتعلیم والتعلم وھما کانا من احب اعمالی فالان التمس من کرمکم المامون ان تشفعوا لی فی حضرت اللہ تعالیٰ العلیۃ ان یرزقنی ایماناً کاملاً وعلماً واسعاً و شفاءً تاما من الامراض کلہا وتوفیقاً لخدمۃ الدین واشاعتہ وان یحفظنی من شر الاشرار کلہم وان یوفقنی للتعلیم والتعلم وان یبارك فی اولادی واموالی واحوالی وان یبارك فی مدرستنا الحقانیہ مدرسیہا وفضلائہا وطلابہا و معاونیہا وخادمیہا۔ والصلوٰۃ والسلام علیکم وعلیٰ آلکم واصحابکم

العارض الفقیر المحتاج الی اللہ

عبدہٗ عبد الحق عفا عنہ

(ترجمہ) سیدی وسندی ومولائی سید الثقلین خیر الخلائق کلہم ومولیہم رحمۃ للعٰلمین نبینا وشفیعنا وسندنا وسیدنا ووسیلتنا وحبیب اللہ وحبیبنا ومأوانا و ملاذنا وملجاءنا وسبب خلقنا لولاہ لما خلقنا ـــــ صلی اللہ تعالیٰ وسلم دائماً ابداً علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین۔ السلام علیکم یا حبیبی فداك ابی وامی وعلیٰ من لدیکم۔ امابعد! بندہ ضعیف عبد الحق جو اپنی تقصیر اور عجز کا مقر ہے اور اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کا رہنے والا ہے، عرض کر رہا ہے کہ میں ضعیف البصر، ضعیف السمع بلکہ تمام قویٰ کے اعتبار سے ضعیف ہوں اور اس کے ساتھ قلیل العلم اور امراضِ مختلفہ کا مریض ہوں۔ میں نے بہت سے ڈاکٹروں سے رجوع کیا ہے اور مختلف قسم کی ادویہ استعمال کر چکا ہوں لیکن میں اب تک شفایاب نہ ہوا ہوں اور میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ میرا محبوب مشغلہ تعلیم و تعلم مجھ سے چھوٹ گیا ہے اس لیے آنجناب سے بصد ادب واحترام کے یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں میری یہ شفاعت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمانِ کامل اور علم واسع اور تمام امراض سے شفاء تامہ نصیب فرمائیں اور یہ کہ مجھ کو تمام اشرار کے شر سے محفوظ فرمائیں، اور تعلیم و تعلم کے لیے توفیق عطا فرمائیں اور یہ کہ میری اولاد، اموال واحوال اور ہمارے دار العلوم حقانیہ اور اس کے مدرسین اور فضلاء و طلبہ ومعاونین اور خدام کو برکات سے مالا مال فرمائیں۔

العارض الفقیر المحتاج الی اللہ

عبدہ عبد الحق عفا عنہ

رہا دل کو رضا ریا دسے کام
نہ سمجھے جفا کیا ہے وفا کیا
وفا ہو جائے تیرے آستاں پر
سوا اس کے ہمارا مدعا کیا

حضرت مولانا غلام مصطفٰے صاحب علوی نورپوری
ناظم و مدرس دار العلوم نور الاسلام جی ٹی روڈ۔ حاجی شاہ اٹک

آسمان علم و فضل کا درخشندہ ستارہ

راقم الحروف (مولوی) غلام مصطفٰے بن مولانا الحافظ محمد علاؤ الدین علوی (غفر لہما) نے بفضلہٖ و توفیقہٖ تعالیٰ ۱۹۵۲ء میں پاکستان کی مشہور دینی و علمی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام سے کتب دورۂ حدیث صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر سالانہ امتحان میں درجہ عُلیا میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے سند الفراغ حاصل کی (الحمد للہ)

(۱) جامع شریعت و طریقت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ؒ (بانی جامعہ ہذا)
(۲) شیخ المحدثین والمفسرین مولانا محمد رسول خان ہزاروی ؒ ۔
(۳) شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس الکاندھلوی ؒ ۔
(۴) شیخ الحدیث مولانا محمد ضیاء الحق ؒ (کیمبل پوری سابقاً) احقر کے یہ اساتذہ کرام بھی ہر ایک اپنے اپنے درجہ میں آسمانِ علم و فضل کا روشن ستارہ تھا احقر بحمداں اِن عُلماء اُمت، صُلحاء مِلت اور مشائخ عِظام نیز اپنے والد صاحب اور دیگر بعض اساتذہ کرام کی شاگردی و تلمذ، اِن کے مجالس، اِن کے ارشادات و اِفادات، علمی تصنیفات اور مُربیانہ و مشفقانہ پند و نصائح سے کامل ماہر مفسر، محدث، متکلم، فقیہ، مدرس، خطیب، مصنف، مُرشد وغیرہ کے خصوصیات و ۔ کچھ واقف ہو چکا تھا (مصرع) جمال ہم نشین در من اثر کرد۔

(المختصر) زمانہ طالب علمی میں سنتا تھا کہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب فاضل و سابق مدرس دار العلوم دیوبند نے بمقام اکوڑہ خٹک (ضلع پشاور میں) ایک دینی و علمی اِدارہ دار العلوم حقانیہ کے نام سے قائم کیا ہے۔ بہت شوق اور تمنا تھی کہ مولانا عبد الحق صاحبؒ سے شرف ملاقات حاصل کر کے علمی اِستفادہ کیا جاوے اور دار العلوم حقانیہ بھی دیکھا جاوے (اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کے فضل و کرم اور مولانا موصوف اور آپ کے دیگر رفقاء علماء کرام وغیرہ (کاروانِ علم و عمل) کی مقبول دعاؤں اور مخلصانہ خدمات کی بناء پر دار العلوم حقانیہ نے بہت جلد ہی ترقی کے منازل طے کیے کہ درس نظامی کے باقی درجات کی تعلیم کے ساتھ (تمام) کتب دورۂ حدیث کی تعلیم بھی شروع کر دی گئی جس کے باضابطہ پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب (دام فیوضہم) قرار پائے۔ مصرع

این سعادت بزور بازو نیست

احقر کی یہ دیرینہ نیک خواہش (مولانا عبد الحق سے شرف ملاقات حاصل کرنے اور دار العلوم دیکھنے کی) اس طرح پوری ہوئی کہ احقر ۱۹۵۲ء کے تعلیمی سال کی ابتدا میں دار العلوم ہذا کی قدیم جامع مسجد جہاں سے دار العلوم کے قیام و تعلیم کا آغاز ہوا حضرت اقدس شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے بصورت زبانی سلام و مصافحہ شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ (الحمد للہ) اس کے فوراً بعد آپ کے ہاں زیر درس دورہ حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کے درس میں شرکت کا موقعہ ملا نماز ظہر کے بعد سے عصر کی اذان تک تقریباً اڑھائی (۲½) گھنٹے تک یہ درس جاری رہا

(کیفیاتِ درس) محدث کبیر اُستاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحق صاحب کے سامنے ایک طالب علم نے حسب معمول ترمذی شریف کی عبارت پڑھی مولانا موصوف نے درس حدیث دینا شروع کیا پہلے حضرت خود بھی (تبرکاً) سند تلاوت فرماتے سند کے متعلق رُواۃ حدیث پر جرح و تعدیل سے متعلق بقدر ضرورت مختصر بحث فرماتے۔ اس کے بعد متن حدیث کی تلاوت فرما کر اس کا سلیس (عام فہم) ترجمہ کرتے پھر فرماتے کہ اس حدیث کا مشترک مضمون اور معنیٰ یہ ہے اس کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہے اس حدیث میں یہ مسئلہ یا مسائل بیان کیے گئے ہیں (اس سے یہ احکامات ثابت ہوتے ہیں) اِس حدیث کے مضمون کے بارے میں اگر آئمہ اربعہ اور دیگر محدثین متفق ہوتے تو سب کا مذہب بیان فرما کر دلائل بیان کر دیتے اور اگر کسی حدیث شریف کے بیان کردہ مسائل میں حضرات محدثین کا باہم اِختلاف ہوتا آپ نہایت تفصیل و وضاحت سنجیدگی و متانت کے ساتھ ہر ایک کا مذہب اور اس کی دلیل بیان فرماتے آخر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب اور آپ کے دلائل اور دیگر محدثین کی مُستدل احادیث کی مناسب توجیہات ذکر کرتے اور اُن کے دلائل کے جوابات بیان کرتے سب سے آخر میں امام ابو حنیفہؒ کے دلائل کے وجوہ ترجیح بیان فرماتے۔

آپ دوران درس فن کے اُصول و قواعد بھی طلبہ کے ذہن نشین کرواتے اور طلبہ میں کتاب دانی اور فن سے مناسبت پیدا ہونے کی پوری کوشش فرماتے۔

علاوہ ازیں حدیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت عمدہ طریقے سے بیان کرتے۔

الغرض آپ ایک محدث ماہر وکامل کی جو ذمہ داریاں ہوتی ہیں سب پوری فرماتے آپ کا درس ہمہ گیر اور وسیع ہوتا جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا درس وسیع ہوتا تھا جیسا کہ آپ کی تصنیفات اور دیگر بلاواسطہ شاگردوں کی زبانی بھی سنا ہے (ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے فیض تعلیم وتربیت نے ہزاروں علماءٔ وفضلاءٔ پیدا کیے جن میں سے کامیاب مدرس، مصنف، خطیب، مجاہد وغیرہ ملک وبیرون ملک دینی وعلمی خدمات مختلف شعبوں میں سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم صرف دو تین حضرات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ محدث کبیر مولانا عبدالحق صاحب کے مخصوص تلامذہ وفیض یافتہ حضرات میں سے آپ کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب بہترین مدرس۔ مصنف، خطیب۔ سیاسی شغل رکھنے والے سینٹ کے رکن بھی ہیں۔ آپ کے بہترین کارناموں میں سے اسلامی قانون کے نفاذ کے سلسلہ میں (اسلامی قانون کا مختصر خاکہ) شریعت بل ہے جس کو دو مرتبہ اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے لیکن حکمرانوں کی ساحری نے تاحال پاس نہ ہونے دیا

۲۔ صاحبزادہ مولانا حافظ انوار الحق صاحب، بہترین مدرس وخطیب ہیں (اوّل دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم دوئم نائب مہتمم ہیں)

۳۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی بہترین مدرس، خطیب اور کامیاب مصنف ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر دو درجن سے زائد بہت عمدہ شاہکار کتابیں لکھی ہیں (اور یہ سلسلہ مبارکہ تاہنوز جاری ہے اللّٰھم زد وانفع بہا وتقبل آمین) جن کا مطالعہ کرنا علماء کرام، دینی طلبہ [illegible] تعلیم یافتہ حضرات کے لئے نہایت مفید ہے۔ آپ نے کتاب دفاع امام ابوحنیفہؒ امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات، علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات لکھ کر اور شائع کر کے دارالعلوم حقانیہ کو فقہ حنفی کی حفاظت کا قلعہ بننے میں مزید استحکام بخشا ہے۔

بقیہ: مشاہدات وتاثرات صفحہ ۲۹۴ سے

جہادِ آزادی میں شریک اکثر علماء بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

حضرت کا انتقال ہوا تو میں ملک سے باہر تھا۔ آپ کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا۔ واپسی پر دارالعلوم فون کیا تو معلوم ہوا آپ کے جانشین اور خلف الرشید سینیٹر مولانا سمیع الحق اسلام آباد آئے ہوئے ہیں۔ میں علامہ عبدالرشید عباسی کے ہمراہ اکوڑہ خٹک جانے کے لیے پا بہ رکاب تھا۔ مولانا سمیع الحق سے اسلام آباد ہی میں ان کی قیام گاہ پر جا کر ملا تو دل نہیں مانا کہ بس یہیں فاتحہ کہہ دوں۔ وہ کچھ وقت بعد اکوڑہ جانے والے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ چلیں میں حاضر ہوتا ہوں۔ فرمایا پھر دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گے۔

پہنچا تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ابھی ابھی ختم ہوا تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ ماشاءاللہ حضرت شیخ الحدیث جو یادگار چھوڑ گئے ہیں وہ مولانا سمیع الحق جیسے فاضل اور مجاہد عالم کے ہاتھوں میں پوری طرح محفوظ ہے۔ مولانا میرے ساتھ سینٹ میں تھے۔ میں ان کے جذبۂ حمیت دینی سے آگاہ ہوں اور ان کی شخصیت کی تب و تاب کے جملہ گوشے بھی میری نگاہ میں ہیں۔ وہ انشاءاللہ حضرت کی اس میراث علمی کو مزید چار چاند لگائیں گے۔

دارالعلوم میں دستر خوان بچھا تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے سفرِ آخرت کی ایک ایک تفصیل میں نے کرید کرید کر پوچھی۔ ایسے لوگ تو زمین کا نمک ہیں۔ نجانے کیوں یہ زمین کے نیچے چلے جاتے ہیں شائد اس لیے کہ

ع اندر بھی زمیں کے روشنی ہو
مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

آج جو تمام دنیا میں اندھیرا ہے اور مسلمان بھی اس میں بھٹک کر ذلت وخواری کے گڑھے میں گر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دونوں تاروں کو کاٹ دیا ہے اطاعت کا تار بھی اور محبت کا بھی اگر محبت واطاعت کا دعویٰ ہے تو صرف نام رہ گیا ہے محبت جس میں اطاعت نہ ہو کسی کام کی نہیں دراصل عداوت ہے۔

ارشاد: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (از دعوات حق)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی

ایک ہمہ جہت شخصیت

پاکستان میں تحریک نفاذ شریعت اور افغانستان میں تحریک آزادی و حریت کے مجاہد کبیر

جناب صاحبزادہ ابو قاسم ایم اے، شید و

حضرت شیخؒ کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ کی ذات کو جس حوالے سے بھی دیکھا جائے

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

والی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے افراد جن کی نگاہیں زندگی کے ہر گوشے پر محیط ہوں انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ مرحوم حضرت شیخ کا شمار بھی ایسی ہی نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔ مادرِ گیتی صدیوں بعد ہی ایسے سپوتوں کو جنم دیتی ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث سے میرا تعلق یوں تو ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے تھا مگر خصوصی شرفِ ملاقات کی سعادت ۱۹۷۸ سے ہے۔ ۸۰ء سے بلاناغہ جمعہ کی نماز حضرتؒ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اگرچہ اس دس بارہ سال کے عرصہ میں حضرت نے صرف ایک بار جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور نمازِ جمعہ کی امامت بھی فرمائی تھی۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت کی دعا کا کیا کہیے۔ تقریباً پانچ دس منٹ کی دُعا کبھی کبھار اس سے بھی زیادہ وقت ایسی عجیب اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دُعا فرماتے کہ نمازی ہمہ تن گوش سُن کر آمین کہتے۔ مجھے اس بات پر بجا طور پر فخر ہے کہ گذشتہ دس سالوں میں مجھے حضرت شیخؒ سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہُوا اور یوں مجھے تقریباً ۱۹۲۰ بار حضرت شیخؒ سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ مجھ گناہ گار کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ حضرتؒ کے آخری دو دن یعنی ۶ ستمبر اور ۷ ستمبر ۸۸ء میں خیبر ہسپتال پشاور کے سی سی یو وارڈ میں موجود تھا۔ میں کبھی کبھار حضرت کے ساتھ اسلام آباد قومی اسمبلی کے اجلاس میں جایا کرتا تھا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور جناب حاجی ممتاز علی خاں صاحب بھی ساتھ ہُوا کرتے تھے۔ اللہ کی کرم نوازی کی بھی کوئی انتہا نہیں کہ سفرِ آخرت کے وقت ایمبولینس میں بھی میں حضرت کے ساتھ تھا۔ پشاور سے ہم دن کے ڈھائی بجے روانہ ہوئے اور ساڑھے تین بجے دارالعلوم حقانیہ پہنچ گئے۔ تقریباً تمام راستے کے سفر کے دوران ہم سب نے حضرت کی آخری دیدار خوب کی۔ آج یہ یادیں بڑی شدت کے ساتھ میرے دل کے نہاں خانوں پر دستک دے رہی ہیں اور تقاضا کر رہی ہے کہ انہیں نوکِ قلم سے آشنا کروں۔

حضرت شیخ مولانا عبدالحق رح کی شخصیت لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک تھی ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت شیخ کی وفات ایک عظیم اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ وہ صرف اپنی اولاد کو یتیم نہیں چھوڑ گئے بلکہ ہم سب کو کیا عالمِ اسلام یتیم ہو گئی

عالِم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے

حضرت کی اخلاقِ حسنہ پر جتنی کتابیں لکھی جائیں کم ہیں لیکن میں نے حضرت

شیخ میں چند خصوصیات دیکھی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید ہی اس دنیا میں کوئی ایسا ہو جو ان خصوصیات کا مصداق ہو۔

۱۔ میں نے دس سال کے طویل عرصہ میں حضرت کی زبانِ مبارک سے کسی کی غیبت نہیں سنی۔ اپنوں کو کیا غیروں کو بھی دعا فرماتے تھے۔ آپ غیبت سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی صاحب کسی کے بارے میں بات کرتے تو حضرت فوراً موضوع ہی بدل دیتے۔

۲۔ شرفِ ملاقات کا طریقہ کچھ عجیب تھا۔ ہر کسی سے ایسے ملتے جیسے پرانی شناسائی ہے۔

۳۔ امیر غریب سے بلا امتیاز ملتے کبھی فرق نہیں فرمایا۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت کے ارد گرد متعلقین، مریدین، علماء، فضلاء، طلباء کا جمِ غفیر ہوا کرتا تھا۔ حضرت ہر ایک سے خیریت دریافت فرماتے اور پھر ہر ایک کے لیے الگ الگ دعا فرماتے۔ جمعہ کے دن بھی یہی حالت ہوتی۔ طبیعت خراب بھی ہوتی لیکن اس کے باوجود ہر ایک ملاقاتی سے مصافحہ فرماتے۔ اکثر ہم کہا کرتے تھے کہ حضرت گھر چلیں کافی وقت ہو گیا ہے۔ آرام فرمائیں۔ فرماتے بیٹا یہ مہمان دور سے آتے ہیں۔ ان سے ملنا ضروری ہے۔

حضرت نے تمام زندگی سنتِ نبوی ؐ کے مطابق بسر فرمائی۔ انتہائی ضعف اور بیماری کے عالم میں بھی جوتے سنتِ نبوی ؐ کے مطابق پہنتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت میں جلال کم اور جمال زیادہ تھا۔ بہت شفیق انسان تھے۔ مجھ سے تو خصوصی طور سے شفقت فرماتے۔ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اگر کوئی ایک بار اپنی پریشانی بیان کرتا تو بار بار جب بھی ملاقات ہوتی باقاعدہ دریافت فرماتے کہ بیٹا کیا حال ہے۔ اس مسئلے کا کیا بنا۔

۴ فروری ۱۹۸۴ء کو حسبِ معمول عصر کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی اور قاری عبداللہ صاحب بھی موجود تھے۔ اس دن حضرت خوشگوار موڈ میں تھے۔ قاری صاحب نے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت تھانوی ؒ حضرت مدنی ؒ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ جب حضرت مدنی ؒ تحریک کے دوران گرفتار ہوئے تو تھانوی صاحب ؒ نے فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی ؒ کی گرفتاری سے اتنا دکھ ہوا ہے جس کی حد نہیں اور یہی بات ہے جس کی وجہ سے میرے دل میں حضرت مدنی ؒ کا احترام ہے۔ حالانکہ حضرت تھانوی ؒ کا تعلق مسلم لیگ سے اور شیخ الاسلام ؒ کا تعلق کانگریس سے تھا۔ حضرت ؒ نے اپنے استادِ محترم شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے اوصاف و کرامات بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ بعد از نمازِ عشاء حضرت مدنی درسِ حدیث پڑھا رہے تھے کہ اسی دوران شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری تشریف لائے اور حضرت مدنی ؒ کے پیچھے درس میں شامل ہو گئے۔ درس کے اختتام پر جب حضرت لاہوری ؒ کی ملاقات حضرت مدنی ؒ سے ہوئی تو حضرت مدنی ؒ نے فرمایا کہ کب تشریف لائے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی ؒ نے فرمایا کہ دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔ اس پر حضرت مدنی ؒ نے فرمایا کہ آپ کے آنے کا مجھے پتہ نہیں چلا کیونکہ میں حالتِ نیند میں تھا — حضرت شیخ الحدیث سیدی و مرشدی نے فرمایا کہ یہ حضرت استادِ محترم کی کرامت تھی جو ہم نے خود دیکھی کہ دو گھنٹے تک حالتِ نیند میں درسِ حدیث پڑھایا کرتے تھے اور ہمیں علم تک نہیں ہوا۔ کتاب احتراماً آگے رکھی تھی — اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مدنی ؒ کو حدیث کی کتابیں حفظ تھیں۔ پھر حضرت ؒ نے فرمایا کہ حضرت مدنی ؒ کی ملاقات خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جس میں حضرت مدنی ؒ نے درخواست کی کہ اللہ مجھے صحاحِ ستہ یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بس یہ ملکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا نتیجہ تھا۔ سبحان اللہ حضرت شیخ ؒ کے استادِ محترم کا یہ حال و مقام تھا تو کیوں نہ اس کے عظیم تلامذہ حضرت مولانا عبدالحق علیہ الرحمۃ پر اس کا اثر نہ ہو بلکہ میں نے کئی بار اکابر علماء،

سے سُنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رح کی عادت مبارک عبادت، ریاضت، مہمان نوازی، شفقت بالکل اسی طرح تھی جس طرح حضرت مدنیؒ کی ہوا کرتی تھی۔ حضرت اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مدنی رح نے تحریک آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ وہ برصغیر کے مجاہد اعظم تھے۔ دارالحدیث میں کتاب بخاری کا درس پڑھاتے تھے لیکن سیاست کے میدان میں جہاد میں ہمہ تن معروف ہوتے تھے، دن کو تحریک چلاتے تھے رات کو درس دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے حضرت مدنیؒ کی طرح حضرت شیخ الحدیث رح کو بھی جہاد تحریک آزادی افغانستان کا بہت بڑا جرنیل اور مجاہد کبیر کا اعزاز بخشا۔ اگر دیکھا جائے تو جہاد افغانستان کے بڑے بڑے کمانڈر مجاہد حضرت شیخ کے تلامذہ ہیں جس میں خاص کر مولانا محمد یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی ہراول دستہ کے مجاہد ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین حضرت شیخ الحدیث رح کی عظیم اسلامی یونیورسٹی (دارالعلوم حقانیہ) کے فارغ التحصیل ہیں۔ اب بھی کافی طلباء دارالعلوم کی دارالحدیث میں بخاری شریف کی کتاب کا درس یہاں کے جید علماء سے سیکھ رہے ہیں اور پھر افغانستان کے میدانِ جہاد میں عملاً جہاد میں مصروف ہوتے ہیں۔ حضرت کی برکت سے دارالعلوم حقانیہ شمع ہدایت کا سرچشمہ ہے اور دینی یونیورسٹی کا اتنا دبدبہ اور رعب ہے کہ رُوس والے دارالعلوم حقانیہ کو فوجی چھاؤنی تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حقانی مجاہدوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور کرتے بھی کیسے مجاہدین محاذِ جنگ پر لڑائی میں مصروف ہوتے اور اس کے عظیم جرنیل حضرت مولانا عبدالحق دن رات ان کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دُعا فرماتے آج روسی شکست سے دوچار ہیں، بھاگ رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف حضرت شیخ کی پُرخلوص دعائیں ہیں نہ صرف دعائیں بلکہ حضرت مالی مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کاش بوڑھا نہ ہوتا تو میدان جنگ میں عملاً جہاد میں شریک ہوتا۔ آج ایک طرف تو ہم حضرت کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے تو دوسری طرف افغانستان کے تیس لاکھ مہاجرین اور لاکھوں مجاہدین اس عظیم نعمت سے محروم ہوگئے۔ پاکستان کے علاوہ یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور عالم اسلام کے کونے کونے میں حضرت شیخ رح کے شاگرد موجود ہیں اور دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ رح کے مشہور شاگردوں میں حضرت مولانا اسعد مدنی، مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا حامد میاں مرحوم، حضرت مولانا عبیداللہ انور رح، مولانا فقیر محمد خان سابق مرکزی وزیر، اجمل خٹک اور شیخ القرآن مولانا شیر علی شاہ صاحب شامل ہیں۔ تبلیغی حضرات کہتے ہیں خود میرے والد محترم جب تبلیغ کے سلسلے میں بلوچستان شمالی علاقہ، ڈیرہ اسمٰعیل خان، بنوں، وزیرستان دورے پر جاتے تو تقریباً ہر مسجد کا خطیب فاضل حقانیہ ہوا کرتا تھا۔ سب سے پہلے ہر خطیب حضرت شیخ کی خیریت پوچھتے اور ان تبلیغی حضرات کو چومتے، قدر کرتے کہ یہ ہمارے حضرت شیخ کے علاقہ کے ہیں۔ حضرت شیخ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں عاجزی، خاکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں گناہ گار عاجز کس کام کا۔ ساری عمر یونہی بے کار گزاری۔ حالانکہ حضرت شیخ کی زندگی اس کے برعکس تھی۔ دن رات اشاعت دین کے کام میں مصروف ہوتے۔ دارالعلوم کی ترقی و کامیابی کے لیے فکرمند رہتے۔ ہر وقت دارالعلوم کی شادمانی و کامرانی کے لیے دعاگو رہتے۔ اس وقت مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ ہسپتال میں حضرت شیخ رح کی عیادت کے لیے پشاور یونیورسٹی کے مولانا نورالحق صاحب ندوی تشریف لائے۔ ندوی صاحب عجیب طبیعت کے مالک ہیں، خوش مزاج ہیں، حضرت سے فرمانے لگے کہ تمام عمر دارالعلوم کی تعمیر میں صرف کی، صحت گنوا دی۔ مجھے دیکھو آپ سے عمر میں بڑا ہوں۔ ہٹا کٹا ہوں، لیکن آپ نے

تو صحرا میں قلعہ بنایا۔ ندوی صاحب کا مطلب دارالعلوم حقانیہ تھا کہ یہ جگہ غیر آباد تھی۔ آپ نے عظیم الشان اسلامی درس گاہ بنالی جو قیامت تک انشاءاللہ جاری رہے گی۔ حضرت مسکرائے۔ فرمانے لگے یہ آپ کا حسنِ ظن ہے میں اس قابل نہیں۔ پھر ندوی صاحب فرمانے لگے کہ حدیث کی خدمت کرنے والے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اور سراپا جمال ہی جمال ہوتے ہیں۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوتی ہے، روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ میں نے اپنے گھر کے ساتھ بیٹھک بنایا۔ حضرت کو بیٹھک کا افتتاح کرنے کی درخواست کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے معذرت کی۔ اتفاق کی بات چند دنوں بعد حضرت کے ایک رشتہ دار نے شیدو میں نیا گھر بنایا اور اس کے افتتاح کے لیے حضرت سے درخواست کی بلکہ موٹر بھیج کر شیدو آنے پر مجبور کیا۔ مولنا انوار الحق صاحب بتا رہے تھے کہ داجی شیدو آنے میں اس شرط پر راضی ہوئے کہ مجھے صاحبزادہ کے ہاں بھی جانا ہوگا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اچانک حضرت شیخ ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے۔ دعا فرمائی۔ میری خوش قسمتی کی تو انتہا نہیں تھی کیونکہ حضرت کی آمد ہمارے تمام خاندان کے لیے باعث سعادت تھی۔ جس چارپائی پر حضرت شیخ تشریف فرما تھے وہی چارپائی اسی طرح اسی جگہ پڑی ہے اور پڑی رہے گی تبرکاً کیونکہ اس چارپائی پر محدث کبیر امام العصر وارث نبی حضرت مولاناؒ تشریف فرما تھے۔ دوسری بار ۳؍ جنوری ۱۹۸۳ء کو حضرت شیخؒ نے کمال مہربانی اور شفقت سے میری دعوت قبول فرمائی تھی شیدو تشریف لائے۔ ظہر کی نماز بھی پڑھی۔ جناب پروفیسر محمود الحق صاحب حقانی، مولانا انوار الحق صاحب اور ہمدانی صاحب بھی ساتھ تھے۔ کیا پوچھیے وہ دن تو ہمارے لیے عید کا دن تھا اور ایسا ناقابلِ فراموش کہ میں ہر جنوری کی تین تاریخ کو حضرت شیخ کی آمد کی یاد کی سالگرہ مناتا ہوں۔

ایک اور واقعہ جسے میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میں حضرت کے ساتھ اسلام آباد کے ایم۔ این۔ اے ہاسٹل میں تھا عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ مولانا انوار الحق صاحب اور ممتاز علی خان صاحب کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت مجھے فرمانے لگے کہ بیٹا اقامت کرو کہ نماز پڑھیں۔ میں نے اقامت پڑھی اور یوں حضرت شیخ کی اقتداء میں نماز عشاء پڑھی۔ ممتاز خان کو جب پتہ چلا مجھے کہنے لگے کہ واقعی تم خوش قسمت ہو کہ داجی کے پیچھے نماز پڑھی، حالانکہ ہمیں کبھی بھی یہ موقع نہیں ملا۔ اسلام آباد میں قیام کے دوران حضرت شیخؒ وقت پر نماز پڑھنے کے بہت پابند تھے۔ اسمبلی کے اجلاس کے بعد جب ہوسٹل تشریف لاتے کھانے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح رات کے کھانے سے پہلے نماز پڑھتے۔ پھر کھانا تناول فرماتے۔ اسی طرح ہسپتال میں بھی پہلے نماز پھر طعام۔ ہر ایک سے نماز کی سخت تاکید فرماتے کہ نماز پڑھی ہے کہ نہیں۔

ہفت روزہ تکبیر کے مدیر اعلیٰ جناب محمد صلاح الدین نے اپنے ۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں حضرت شیخ الحدیث پر مختصر مگر جامع اداریہ لکھ کر حضرت کو جو خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ قابل صد خراج تحسین ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق کی رحلت

برصغیر کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا انتقال پرملال ملتِ اسلامیہ کے لیے صدمۂ عظیم ہے۔ وہ معمول کے سے حجرہ نشین عالم دین نہیں تھے بلکہ انہوں نے بڑی بھرپور زندگی گذاری اور پاکستان اور اطراف کے ممالک کی علمی، دینی اور سیاسی زندگی پر اپنی سرگرمیوں کی واضح چھاپ لگائی۔ اگر یہ کہا جائے کہ بہت ہی مختصر سی مدت میں جہادِ افغانستان کے دو اہم سرپرست یعنی مرحوم صدر ضیاء الحق شہید اور مولانا عبدالحق رخصت ہو گئے تو بجا

نہ ہو گا ۔ صدر ضیاء الحق کی جہاد افغانستان کی انگیخت میں مولانا عبدالحق کی ذات گرامی کے اثرات کا علم نسبتاً کم لوگوں کو ہے ۔ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مولانا عبدالحق نے دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس کر کے جو شمعِ ہدایت روشن کی تھی اس کی تنویر سے افغانستان کے بہت سے ذہن بھی منور ہوئے ۔ اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے متاعِ علمِ دین کے ساتھ ساتھ دولتِ ایمان بھی لے کر دور دراز مقامات تک جاتے ہیں اور اس دولتِ ایمان میں خالص جذبۂ جہاد بھی شامل ہوتا ہے ۔ اسی جذبۂ جہاد سے سرشار مولانا عبدالحق کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے بہت سے فارغ التحصیل علماء نے افغانستان میں اسلامی فکر کی اشاعت و ترویج کی تحریک برپا کی جس نے ابتدا میں داؤد حکومت کو چیلنج کیا اور بعد ازاں سوویت یونین کی افواج قاہرہ کو للکارا ۔ گذشتہ ایک عشرے سے افغانستان میں جو جہاد ہو رہا ہے اس میں بہت سے سیکڑوں پر جامِ شہادت نوش کرنے یا دادِ شجاعت دینے والے مجاہدوں اور کمانڈروں کا تعلق حقانیہ سے ہے ۔ مولانا عبدالحق کا دارالعلوم حقانیہ جہاد کے جذبۂ خالص کی کان ہے اور یہاں اس جذبے کو شدت افزودگی دینے والے بہت سے تکنیک کار ہیں ۔ مولانا نے مسلسل تین بار قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہو کر پاکستان میں سیکولر اور سوشلسٹ قوتوں کو براہ راست بھی للکارا ہے اور سیاسی میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں ۔ بھٹو آمریت کے خلاف قومی اتحاد کی تشکیل میں بھی انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا ۔ ہم ان کی رحلت پر ان کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور خدا سے مولانا کے لیے اعلیٰ درجات اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں ۔

ہفت روزہ تکبیر کراچی
۲۲ ستمبر ۸۸ء

کچھ تو اپنی فطرتِ سلیمہ سے اور کچھ مختلف اثرات سے حضرت شیخ الحدیث میں دل و دماغ کی اتنی خوبیاں پیدا ہو گئیں کہ ان کی کیفیت و کمیت کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے ۔ آپ کے بارے میں یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہو گا کہ علم و تحقیق میں آپ اپنے زمانہ کے غزالی و رازی تھے ۔ زہد و تقویٰ کے اعتبار سے احمد بن حنبلؒ، سلوک و طریقت میں جنیدؒ و شبلیؒ اور جہد و ایثار میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید ۔ آپ میں درویشی ولایت مکارم الاخلاق، خودداری، ذوقِ عبادت، اتباعِ شریعت و سنت، عزم استقلال احساس، فرضِ منصبی، سادگی و بے تکلفی، تواضع و انکساری، ایثار و قربانی، فیاضی و مہمان نوازی، احتیاط و تقویٰ، قناعت و استغناء، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تمام خوبیاں جمع ہو گئی تھیں اور آپ جمالِ محاسن کا ایک حسین و جمیل پیکر تھے ۔

* * *

مؤتمر المصنفین کا سلسلۂ مطبوعات (۲۲)
کتابت اور تدوینِ حدیث
تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ
افتتاحیہ: جناب مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ الحق
جس میں کتابت کی شرعی حیثیت و اہمیت، ابتدائی مراحل، عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہؓ میں تحریری کام، کتابتِ حدیث کا اہتمام، کاتبینِ وحی، سرکاری دستاویزات، سب سے پہلا تحریری دستورِ مملکت، تدوینِ حدیث کی منظم اور باضابطہ کوششوں کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی ایک اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں۔
○
مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان
قیمت ۔ سات روپے (۷)

بزرگ صحافی جناب عبدالعزیز چشتی، شورکوٹ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

ایک تاریخ ساز شخصیت

اُن کی جلائی ہوئی مشعلیں صدیوں تک روشن اور تیرگی میں اُجالا بن کر دلوں کو منوّر کرتی رہیں گی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ایک شخصیت کا نام نہیں، ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک خوبصورت دور کا نام ہے، ایک تاریخ ساز زمانے کا نام ہے۔ وہ جسمانی طور پر ہم سے جدا ہو گئے لیکن روحانی طور پر وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اُن کی ناقابلِ فراموش دینی خدمات ہمارے لیے عظمت اور روشنی کا مینار ہیں۔ وہ عمر بھر خدمتِ اسلام کرتے رہے۔ اُن کی تربیت کے نتیجے میں ہزاروں شاگرد دُنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ علم کی ایک نہ بجھنے والی قندیل تھے۔ وہ علم و عرفان کا ایک ناپیداکنار سمندر تھے۔ وہ ضیا اور روشنی کا ایک منبع تھے۔ وہ درس و تدریس کا ایک چشمہ تھے۔ وہ ایک مہربان اُستاد تھے، شفیق باپ اور ہمدرد دوست تھے۔ اُن کی جلائی ہوئی مشعلیں صدیوں تک روشن رہیں گی اور تیرگی میں اُجالا بن کر دلوں کو منور کرتی رہیں گی۔ انہوں نے ایک عظیم مجاہد اور اسلام کے ایک سپوت کے مشہور گاؤں اکوڑہ خٹک میں علم کی ایک شمع روشن کی۔ علمِ دین کے پیاسے اس دینی درسگاہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے، اور صدیوں تک دینِ حق کی شمع کے جان نثار پروانے آتے رہیں گے اور علوم کے موتیوں سے اپنے دامن بھر بھر کر لے جاتے رہیں گے۔ آپ کے صدقۂ جاریہ کا یہ عمل انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور کے بعد اس عظیم دینی درسگاہ کی تمام تر ذمہ داریوں کا بوجھ آپ کے صاحبزادۂ محترم مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرتؒ کی روحانی اولاد کے کندھوں پر آ پڑا ہے۔ خدا کے نیک بندوں، مخیّر اور صاحبِ ثروت لوگوں کا تعاون و سرپرستی انتظامیہ کو حاصل رہے گا۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے حوالے سے اکوڑہ خٹک صدیوں تک دُنیا میں مشہور رہے گا۔

مجاہدِ سرحد خوشحال خان خٹک نے بھی اسی سرزمین پر اپنی بہادری اور حُبّ الوطنی کے جوہر دکھا کر اپنی عظمت کا لوہا منوا لیا تھا، اب اسی خطۂ زمین پر حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور کی شہرت کے پرچم لہراتے رہیں گے، ایک عالم یہاں سے فیضیاب ہوگا۔ محبت، بھائی چارے اور دوستی کے اس زمینی ٹکڑے پر محبت و پیار اور بھائی چارے کی روشنیاں جگمگاتی رہیں گی۔

حضرت مولانا مرحوم و مغفور دُنیائے اسلام کے ایک عظیم فرزند تھے۔ ان کا حسنِ سلوک مثالی تھا۔ وہ ایک انجمن اور باغ و بہار شخصیت تھے، سُنّتِ رسولؐ کے سب سے بڑے علمبردار تھے، آسمانِ ملّت کا ایک چمکتا ہوا ستارہ تھے۔

> **اُن کی خوبصورت یادیں ہی ہماری زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔**

میری ملاقاتوں کا سلسلہ اُن کے ساتھ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۶ء تک رہا۔ میں زندگی میں اُن سے بارہا ملا ہر بار آپ نہایت پُرتپاک طریقے سے ملے۔ میں اپنے سر پر اُن کے نرم و نازک ہاتھوں کا لمس اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اُن کی زیارت سے دلی سکون ملتا تھا، وہ اب تک میری رُوح کی گہرائیوں میں سمائے ہوئے ہیں۔ اُن کی خوبصورت یادیں ہی ہماری زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔ ایسے عظیم انسان صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں ــــ وہ سیاست کو بھی دین کا ایک حصہ کہا کرتے تھے۔

تحریکِ پاکستان کا یہ عظیم فرزند وطنِ عزیز کو خوشحال اور مضبوط دیکھنا چاہتا تھا ــ مسئلہ افغانستان پر مولانا مرحوم کی کڑی نظر رہی، وہ افغان مہاجرین کو آزادی سے ہمکنار دیکھنا چاہتے تھے اور اُن کی باعزت وطن واپسی آپ کی دلی خواہش اور تمنا تھی ــــ نفاذِ شریعت کے لیے اُن کی قربانیاں، محنت اور لگن بھی اپنی مثال آپ تھی۔ موت نے ہم سے ہمارا عظیم محسن اور ہمدرد چھین لیا اور ہم ایک شجرِ سایہ دار سے محروم ہو گئے۔ مولانا مرحوم کی موت ہماری آنکھیں اشکبار کر گئی۔ مولانا مرحوم کی جُدائی نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ میں نے سُنا کہ قوم ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ عالمِ دین سے محروم ہو گئی۔ خدایا! یہ خلاء اب کبھی پُر نہ ہوگا، اُن کی کمی برسوں تک محسوس کی جائے گی۔ ؎

ذوقؔ! اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ کنارہ ہو گیا

مولانا مرحوم کا ایک مشن تھا، وہ تمام عمر اس کی تکمیل کیلئے سرگرمِ عمل

(باقی ص ۳۰۸ پر)

علم وشرافت اور اخلاق کا چلتا پھرتا نمونہ

تحریر! حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی لاہور

۷ ستمبر کی شام انگریزی بلیٹن میں اور پھر ۹ بجے خبرنامہ میں ٹی وی نے ایک خبر نشر کی۔ ہم تو نہ سن سکے لیکن جنہوں نے سنا وہ سکتے میں رہ گئے۔ ۸ ستمبر کی صبح اخبارات نے یہ خبر دی کہ مولانا عبدالحق طویل علالت کے بعد پشاور کے خیبر ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ وہ جمعیت علماء اسلام (اصلی وحقیقی) کے سرپرست تھے۔ اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں۔ ایک بڑے دارالعلوم کے بانی اور مہتمم تھے اور سینیٹر مولانا سمیع الحق کے والد — ۸ ستمبر ہی کو ان کا جنازہ ہوا جس میں لاتعداد سرکاری عمائدین علماء۔ طلبہ اور عقیدتمندوں نے شرکت کی۔ ایسے بھی تھے جو سیاست میں ان کے حریف تھے۔ اور ایسے بھی جو سالہا سال ان سے علمی استفادہ کر کے اب ان کے مدمقابل تھے۔ انہیں اپنے ہی قائم کردہ "دارالعلوم حقانیہ" کے اس حصہ میں سپرد خاک کیا گیا جو "دارالحفظ" کے نام سے موسوم ہے اور جس میں صبح شام اور رات دن سینکڑوں بچے کلام الٰہی کے روح پرور نغمے ہمیشہ ان کی آسودگی وراحت کا سبب بنتے رہیں گے۔ اس سعادت پر وہ قابل رشک ہیں۔ رب العزت انہیں حقیقی راحت نصیب کرے اور وہ اعلیٰ عظمتوں سے سرفراز ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید قوی ہے کہ ایسا ہی ہوگا کہ ان کی زندگی اسی کے نام کی سربلندی کے لئے وقف تھی۔

احقر نے انہیں پہلی مرتبہ ایوب خان مرحوم کے ابتدائی دور میں اس وقت دیکھا جب وہ ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لاتے۔ میں اپنے برادر بزرگ مولانا عزیز الرحمٰن سمیت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے مدرسہ خیر المدارس میں زیر تعلیم تھا عمر بہت کم، شعور تو اب بھی نہیں جب کیا ہوگا — میٹنگ میں مدرسہ دیوبند سے وابستہ سینکڑوں جید علماء شامل تھے تاکہ پاکستانی مدارس کا وفاق بن سکے۔ سو وہ وفاق بنا جس کے پہلے صدر مولانا شمس الحق اور سیکرٹری مفتی محمود منتخب ہوئے۔ مولانا مفتی محمد شفیع کراچی مولانا محمد یوسف بنوری۔ مولانا احتشام الحق۔ مجاہد زمانی مولانا فضل احمد کھڈہ کراچی۔ مولانا محمد علی جالندھری۔ مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا محمد شفیع سرگودھا مولانا سیاح الدین کاکاخیل۔ مولانا عبدالحنان ہزاروی اور ایسے ہی سینکڑوں ارباب علم وفضل تشریف لاتے۔ وہ دن مدرسہ میں بہار رہی۔ علم وشرافت اور اخلاق اور مروت کے کئی چلتے پھرتے نمونے سامنے تھے — پیغمبر معصوم کے سچے اور مخلص امتی۔ صحابہ کرام کے جانثار امام ابوحنیفہ کی فقہی بصیرت کے نمائندے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ملی غیرت۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے علمی ودینی غیرت کے وارث اور انگریز کے دور استبداد کی علمی ومجاہدانہ تحریک دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتگان سے وہ دن مدرسہ کی فضا معمور رہی اکثر حضرات کے چہروں کی داڑھیاں ان کے دل کی طرح اجلی اور سفید تھیں تو ان کی کمروں کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور خمیدہ — لیکن سجدوں کے نقوش اور علم کا وقار ہر ایک کے بشرے سے نمایاں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانی اخلاق وکمالات کا ہر ایک نمونہ — آخر کو وہ پیغمبر انسانیت کے امتی تھے — افسوس یہ سارا قافلہ وہاں چلا گیا جہاں سے کسی کی واپسی ممکن نہیں۔ بزم علم سونی ہوگئی۔ شرافت اٹھ گئی۔ اخلاق کا جنازہ نکل گیا۔ گویا

ع داتا داتا مر گئے پیچھے رہ گئے مکھی چوس

لگ بھگ تیس برس پہلے جو قافلہ دیکھا اب ان میں سے دو چار ہی باقی رہ گئے۔ باقی سب کی گدیاں زاغ وزغن نے سنبھال لیں۔ قرآن عزیز نے سورہ مریم میں چند انبیاءؑ علیہم السلام کے ذکر کے بعد ان کے اخلاف کا ذکر کیا جو یاد الٰہی سے بے نیاز اور اخلاق وشرافت سے عاری تھے اور خواہشات کے پجاری —

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال پر فرمایا کہ علم کا اٹھنا یوں ہوگا کہ علماء اٹھا لئے جائیں گے پھر عوام کے مقتدا جاہل ہوں گے۔ (ان کے ناموں کے ساتھ بے شک بڑے القاب سہی لیکن علم کی گہرائی وگمراہی اور غیرت سے محروم) یہ جاہل اپنی فتویٰ بازی سے اپنی اور دوسروں کی گمراہی کا سامان کریں گے

افسوس کہ سبھی باتیں پوری ہو رہی ہیں اور اکوڑہ خٹک کے اس درویش خدامست لیلائے علم کے مجنوں اور غیور عالم دین کے سانحہ ارتحال نے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے — اپنی ہوش کی زندگی میں اہل علم کے اتنے جنازے دیکھے اور اتنے آنسو بہاتے کہ اب تو آنکھیں بھی خشک ہو چکی ہیں — مولانا کی ذات پرکشش بھولی بسری یادیں سامنے آگئیں — ملتان کے زمانہ میں جن لوگوں کا ہم نے بہت احترام دیکھا ان میں مولانا صاحب سرفہرست تھے اور جن لوگوں کے ذوق عبادت اور تواضع فروتنی کو بچشم سر دیکھا۔ ان میں تو ان کا جواب نہ تھا وہ اس معاملہ میں سرفہرست تھے۔ مدرسہ کے اساتذہ کی عنایت سے ہمیں ان طلبا میں شامل ہونے کی سعادت میسر آئی جو مہمانان عزیز کے لئے بطور خدام تجویز ہوئی ہم جیسے ادنیٰ درجہ کے طالب علموں کے ساتھ ان کا حسن سلوک، مروت ومحبت اور شفقت دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا کہ وہ میزبان ہیں اور ہم مہمان — اب تو انسانی قدریں ایسے دم توڑ چکی ہیں کہ پیر صاحب ۴ فٹ اونچے مرصع تخت پر بیٹھتے ہیں تو غریب مرید نیچے زمین پر بلکہ ایسے پیران تسمہ پا بھی ہیں جو سال میں ایک دو مرتبہ مریدوں کو جھروکوں سے درشن کراتے ہیں۔ اور غریب مریدوں کے نذرانوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں — اس جاگیرداری معاشرے کا پیر اور مولوی ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کی طرح دولت میں کھیلتا ہے اور داد عیش دیتا ہے جبکہ غریب مرید اور مدرسہ کا ستم رسیدہ طالب علم نان جویں کو ترستا ہے۔ بقول اقبالؒ کے — مرید کا گھر (اور طالب علم کا کمرہ) تیل کے دیئے کو ترستا ہے تو پیر ومہتمم کے بالاخانہ میں ولائتی ٹیل نصب ہوتے ہیں — حالانکہ پیغمبر انسانیت کے لئے کوئی امتیازی مسند نہ ہوتی اور آپ کی آمد پر صحابہ کو قیام کی اجازت نہ تھی۔ رفقاء کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا باری باری سواری پر سوار ہونا اور اجتماعی کاموں میں شرکت پیغمبر معصوم کی سنت ہے لیکن افسوس کہ ان کا نام لیوا ان کی سنت وسیرت سے بابہرہ اور انسانیت دشمن قیصر وکسریٰ کے طریقوں کا علمبردار ہے۔ اکوڑہ خٹک — جس کے گلی کوچوں میں حضرت سید احمد شہید کے گھوڑوں کی چاپ آج بھی سنائی دیتی ہے اور جس کے دامن میں بہنے والے دریائے کابل کی موجیں سید صاحب کے رفقاء کے جذبہ جہاد وحریت کے گواہ ہیں اس اکوڑہ خٹک میں ہم نے مولانا کا ذاتی مکان دیکھا — مکان کیا تھا۔ ناتراشیدہ پتھروں کی دیواریں اور دور رفتہ کی چھتیں جن سے بوسیدگی ٹپکتی — یاد ہے کہ دو مرتبہ اس مکان میں مولانا سے ملاقات ہوئی قالین نہ پردہ — نہ زندگی کی مروجہ آسائشیں۔ گویا حقیقی معنوں میں مرد قلندر وفقیر — جن کے ہاتھوں ہر سال مدرسہ میں اساتذہ طلبہ اور عمارات پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے — ان کا اپنا "محل" یہ تھا۔ ایمانداری

کی بات یہ ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام محمد غوث ہزاروی کے بعد مولانا کا ایسا مکان دیکھا ـــ ہمارے بس میں ہوتا تو بخاری، ہزاروی صاحب اور مولانا کے مکانات محکمہ آثار قدیمہ کے سپرد کر دیتے کہ آنے والی نسلیں دیکھ سکتیں کہ وقت کے عظیم خطیب علماء اور مدرس ان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ لیکن ایسا ممکن نہیں اس لئے کہ وہ نہ منکر ... تھے نہ تحریک پاکستان کے نامور کارکن ـــ نامور کارکن جب انگریز کے بوٹ چاٹ رہے تھے یہ درویشان خدامست اپنی جوانیاں جیل میں گزار رہے تھے لیکن وقت کا عجیب چلن ہے کہ سردار نشتر مرحوم کے بقول

ع منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

اور یا پھر یہاں انہیں منزل ملی جو اکبر الہ آبادی کے بقول "تھانے سے ڈرنے والے علماء" ہیں اور یا انہیں جنہوں نے اقبال و جناح سمیت ہر ایک کے ایمان کو تول کر اب وراثت سنبھال لی ہے۔

مولانا دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز شاگرد اور اپنی ہی درسگاہ کے مایہ ناز استاد تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے عقیدت مند اور مرید ـــ مولانا کے فرزند اسعد مدنی اور مولانا احمد علی کے ہونہار فرزند عبیداللہ انور ان کے ایسے شاگرد تھے جو استاد پر جان سے نثار تھے تو استاد ان پر ـــ السید حامد میاں دیوبند کے دور کے اور عزیزی مولانا فضل الرحمن اکوڑہ کے دور کے فیض یافتہ ہیں لیکن انہیں منزل کا سراغ ملا تو ان کی رفاقت میں جن کے دور اقتدار پر کوئی تبصرہ نہ کرنا ہی بہتر ہے ـــ مولانا نے تقسیم کے بعد اکوڑہ خٹک میں جس درسگاہ کی بنیاد رکھی وہ مولانا قاری محمد طیب کے بقول پاکستان کا دیوبند ہے: مولانا احمد علی ویسے ہی بڑے مہربان تھے لیکن مولانا سید حسین احمد مدنی جنہیں مولانا لاہوری اپنے مرشد جیسا گردانتے ـ کی سفارش سے ـــ بلکہ حکم سے ـــ مولانا لاہوری آخری وقت تک مدرسے کے سرپرست رہے۔

مدرسہ کیا تھا ـــ؟ ایک عظیم یونیورسٹی درجنوں اساتذہ عملہ کے کارکن اور ہزاروں طلبہ ـ ملک کے مختلف حصوں سمیت افغانستان، ایران اور روسی مسلم ریاستوں تک سے ان گنت طلبہ کھنچے چلے آتے ـ وقت کے بہترین اساتذہ ـــ سادہ دل کش و خوبصورت عمارت جس کے ایک ایک چپے سے اس کے بانی کی سادگی عظمت، خلوص اور شرافت ٹپکتی۔ علماء رہے ایک طرف ملک کے حکومتی عمائدین، سرکاری اعلیٰ اہلکار، ججز اور ہر طرح کے لوگ اس مادرِ علمی میں جانا، اسے ایک نظر دیکھنا۔ اس کے اساتذہ اور طلبہ سے ملنا اور سب بڑھ کر اس کے بانی کے حضور چند لمحات گزارنا اپنی سعادت سمجھتا ـ مرحوم بھٹو کے آخری انتخابات میں مولانا جے یو آئی کے نمائندے تھے۔ سرحد کے وزیر اعلیٰ نصراللہ خان خٹک ان کے مدمقابل ـــ انہیں بھی بلا مقابلہ کامیابی کا شوق چرایا۔ الیکشن کمیشن کو جعلی کاغذات نہیں ملے جن پر دستخط مولانا کے تھے لیکن کیسے۔ مولانا عبدالحق مفتی محمود مرحوم نے لے کے بروقت اس کیس کی پیروی کے لئے کہا تو انہوں نے اسے اپنی سعادت سمجھا جسٹس سجاد احمد جان نے چیف الیکشن کمشنر کی حیثیت سے سماعت کی تو یہ جعلی حرکت کرنے والوں کو شرم دلائی اور اسے غیر جانبدارانہ "کرسی" پر بیٹھ کر "جانبداری" کا مظاہرہ کیا۔ لیکن یہ ان کی مجبوری تھی کہ وہ متعدد مرتبہ دارالعلوم حقانیہ کی چٹائی پر مولانا مرحوم کے حضور طالبانہ انداز سے بیٹھ چکے ہیں۔ وہ مولانا کی عظمت کے معترف تھے انہوں نے جعلسازوں کو غیرت دلائی کہ تمہیں جعلی دستخط کرنے بھی نہ آئے ـ بھلا اپنے دستخط کے ساتھ کوئی مولانا اور صاحب بھی لکھتا ہے ـ؟ کوئی گنوار بھی ایسا نہیں کرتا چہ جائیکہ مولانا جیسا صاحب علم و بصیرت ـ اور یوں نصراللہ خان خٹک ہار گئے ـــ بعد میں کسی کے سوال پر انہوں نے کہا کہ اس بچے اور درویش سے مجھے بھڑا دیا گیا ـ افسوس ـــ لیکن ان باتوں سے کون سبق حاصل کرتا ہے۔ اگر سبق حاصل کیا جاتا تو ہمارے یہ حال کیوں ہوتے ـــ مولانا کے مدرسے سے ہر سال سینکڑوں طلبہ فراغت حاصل کرتے لیکن طلبہ میں اسناد کی تقسیم کا مرحلہ کئی کئی سال بعد آتا ـ برسوں قبل جو جلسہ میں نے دیکھا وہ ایک دن نماز ظہر سے قبل شروع ہوا اور دوسرے دن نماز ظہر کے قریب ختم ہوا اور اس طرح کہ رات دن جلسہ جاری رہا۔ نمازوں کے علاوہ کوئی وقفہ نہ تھا ملک کے صف اول کے بہترین خطباء اور اہل علم مقرر تھے۔ جلسہ برابر چلتا رہا اور اپنے اپنے وقت پر تمام شرکاء کھانا بھی کھاتے رہے۔ دو ٹائم کے کھانے پر کم و بیش چالیس ہزار افراد شریک ہوتے۔ کھانا بھی پروگرام کے مطابق جاری رہا اور جلسہ بھی ـــ اور کسی موقعہ پر بھی جلسہ میں ۱۵ ۔ ۲۰ ہزار سے کم سامعین نہ تھے۔ درمیانی جاڑے کا موسم، رات خاصی لمبی لیکن آفرین ہے سامعین پر اور سب سے بڑھ کر مولانا پر کہ ایک لمحہ کے لئے نہیں برابر نظم میں لگے رہے وہ مدرسہ کے منتظم ہی نہیں اعلیٰ درجے کے استاد حدیث بھی تھے اور مسجد کے ایسے خطیب بھی جن کی تقاریر میں علم تھا، اثر تھا۔ اور اگلے وقتوں کے خطباء و باوقار کی عظمت بھی ان کے خطبات کا مجموعہ چھپ چکا ہے جو بہت ہی قابل قدر ہے ـــ انہیں دو مرتبہ اسمبلی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ پہلی مرتبہ ولی خان کے اہم فرد اجمل خٹک کو ان کے مقابلہ میں زبردست شکست ہوئی۔ جس کا ردعمل سخت ہوا اور ولی خان جیسا سنجیدہ سیاست دان اپنے لب و لہجہ پر قابو نہ رکھ سکا اور مسلم لیگی زعماء کی طرح علماء پر برسنے لگا۔ گو کہ بعد میں مفتی محمود مرحوم کی مخصوص سیاست نے پھر ولی خان کو جوڑ لیا اور اب ان کا صاحبزادہ بھی اسی قافلہ میں ہے

حدیث نبوی کی معروف کتاب ترمذی کی شرح کی ایک جلد مولانا کی مرتبہ آ چکی ہے جو علوم بندی کا خزانہ ہے۔ افسوس کہ مکمل نہ ہو سکی ایسی ہی متعدد کتابیں مولانا کے حوالہ سے ہماری علمی لائبریری کا حصہ ہیں ـ قدرت نے عجیب حوصلہ اور ہمت عطا فرمائی تھی ایک مرتبہ مولانا کے مریض ہو کر کراچی ہسپتال میں زیر علاج تھے ہم اتفاق سے کراچی گئے تو ہسپتال جانا ہوا عصر کی نماز تکلیف کے باوجود مشترکہ جماعت کے ساتھ ادا کی ـــ فرائض دینی کا ایسا اہتمام کون کرے گا ـ؟

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے!

مولانا علم کی وادی کے انسان تھے اس لئے اسمبلی میں بھی اسی حوالے سے بولتے تھے۔ ان کی کارکردگی مطبوعہ شکل میں موجود تھی۔ علم کی چھاپ اور مروجہ پارلیمانی آداب پر انہیں بڑے بڑے جغادریوں سے زیادہ عبور تھا۔

ان کا محبوب اور معصوم چہرہ، سفید براق داڑھی، پرنم آنکھیں، شیرینی گفتار کی حامل زبان کس کس کا رونا روئیں

مجنوں جو مر گیا تو جنگل اداس ہے۔

ان کے فرزند لائق، ہونہار اور سعادت مند ہیں مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے حکم سے ان کے فرزند مولانا سمیع الحق نے نازک وقت میں جے یو آئی کے جنرل سیکرٹری کا عہدہ سنبھالا گو کہ ہائی جیک شدہ دھڑے کے جنرل سیکرٹری کی اخباری اپروچ بوجوہ زیادہ ہے جس میں اخبارات کی مخصوص فطرت کا بھی حصہ ہے لیکن سمیع الحق نے اپنا لوہا منوا لیا اور خوب ـــ اب اس کے سامنے یہ عظیم درسگاہ ہے اس کا منتظم ہے اس پھرتیلے، چاق و چوبند اور صاحب علم صاحبزادے سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ اللہ کرے وہ عظیم باپ کا حقیقی جانشین ثابت ہو۔

حضرت مولانا سعید الرحمٰن دیروی
فاضل بنوری ٹاؤن، کراچی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

عباد الرحمٰن کی عملی تفسیر

اگر مجھ سے کوئی پوچھ لے کہ آپ نے قرآن کریم میں مذکور عباد الرحمٰن کی صفات والی ہستی کو دیکھا ہے تو میں برجستہ جواب دوں گا کہ ہاں، ہاں ضرور دیکھا ہے اور وہ ذات والا صفات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی عبقری ہستی تھی جو یقینی طور پر اس کا مکمل مصداق تھے۔

وہ قرآن کریم کے مذکورہ اوصاف کی عملی تصویر تھے اور ہر وہ شخص جو حضرت کی مجلس میں رہا ہو یا حضرت شیخ الحدیث رح سے ہم کلام ہو چکا ہو یہ گواہی دے گا کہ یقیناً حضرت شیخ الحدیث رح میں عباد الرحمٰن کی صفات درجۂ اتم موجود تھیں۔

حضرت کی رفتار و گفتار، دشمن سے سلوک، عبادت و ریاضت، دین کی خدمت، دن اور رات کو اللہ کے سامنے زار و قطار رونا اور گڑگڑانا، ہر عمل میں اعتدال سے کام لینا، توحید و سنت کی اشاعت، یہ سب امور آپ کی گھٹی میں داخل تھے۔

عباد الرحمٰن کی پہلی صفت آہستہ چلنا ہے اور حضرت کی رفتار سے فوراً یہ اندازہ ہو جاتا کہ وہ کتنے آرام کے ساتھ قدم اٹھاتے اور کتنی عاجزی کے ساتھ چلتے۔ چلنے کے دوران زمین کی طرف جھکے ہوتے اور نظر کی حفاظت کرتے ہوتے۔ چلتے ہوتے جو بھی ملتا۔ تواضع اور عاجزی سے پیش آتے حضرت شیخ الحدیث کو ایک نظر دیکھ کر اذا رأو ذکر اللہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

مخالفین اور جہلاء سے سلوک:۔ اکثر احمق اور جاہل لوگ حضرت کے خلاف سازشیں بنا لیتے اور قسم قسم کی تکلیفیں دیتے لیکن حضرت ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ کر کے صرف نظر کر لیتے اور دوران ملاقات خندہ روئی سے پیش آتے تاکہ ان کو احساس نہ ہو جائے۔

رات کی عبادت و گریہ:۔ حضرت شیخ الحدیث رح کو اللہ تعالیٰ نے دعا و گریہ کا ایک خاص وصف دیا تھا۔ دن کو اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف اور رات کو اپنے خالق سے راز و نیاز میں مشغول ہوتے وہ بُکّاءٌ باللّیل و فُرسانٌ بالنّھار (رات کو زیادہ رونے والا اور دن کو گھوڑے پر سوار) تھے اور اس گریہ و زاری کی وجہ سے اللہ نے دین کی خدمت کا اتنا عالی موقع دیا اس صدی میں کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ کسی خادم خاص نے رات کے وقت خفیہ طور پر حضرت کی دعا اور آہ و بکاء کو ٹیپ کیا ہوا ہے سننے والے کو اپنے ساتھ رُلا دیتے ہیں وہ بارگاہِ الٰہی میں اپنی تقصیرات کو کیسے اور کس انداز میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رح کو اللہ تعالیٰ نے دعا کی لذت چکھائی تھی اور اس کی وجہ سے حلقہ والوں اور تلامذہ و محبین کو بھی لذت محسوس ہو جاتی ہمارے استاد مولانا عنایت اللہ صاحب حالاً (شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ) فرماتے تھے کہ ابتداء مدرسہ میں جب کہ اس وقت موجودہ مسجد نہیں بنی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث رح عصر کے وقت دار العلوم تشریف لاتے اور چٹائیوں پر نماز پڑھا کر دعا میں مشغول ہو جاتے اس دعا میں شرکت کے لیے دور دور سے لوگ تشریف لاتے تھے دعا کے وقت جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی جو بھی دعا کے لیے درخواست کرتے حضرت دیر تک دعا کرتے رہتے حتیٰ کہ سائل کو یقین ہو جاتا کہ میرا کام ہو گیا۔

حضرت کا اعتدال:۔ یہ صفت حضرت میں عجیب تھی موقعہ اور محل کے مطابق اللہ کی توفیق سے اس کے مقتضٰی کے مطابق حسب ضرورت خرچ کر دیتے باہر کے مہمانوں کی خاطر تواضع میں بے مثال تھے اور دینی معاملات میں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کا نرالا طریقہ اللہ نے عنایت فرمایا تھا۔

تعلق مع اللہ اور اس کی دعوت:۔ حضرت کی زندگی کا مقصد لوگوں کا تعلق اللہ سے جوڑنا تھا۔ چنانچہ ہر مجلس میں بات بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرتے اور اعمال کی دعوت دیتے لوگوں کے ذہنوں کو اسباب سے ہٹا کر خالق اسباب کی طرف متوجہ کرتے ایک دفعہ کچھ نوجوان بندوق لیے ہوئے عصر کے وقت مجلس میں حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ ہمارے بھائی نے قتل کیا ہوا ہے اور اب پولیس ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کر رہی ہے آپ کچھ سفارش کریں تو فرمانے لگے کہ ”عدالت وغیرہ کی کارروائی تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ کمزور اور بوڑھا ہوں البتہ اللہ

کی طرف متوجہ ہو جاویں اور فلاں فلاں دعائیں پڑھا کریں، سب لوگوں کو یہی ارشاد فرماتے کہ ہر کام اور ہر حال میں اللہ کی ذات اقدس پر نظر رکھیں اور حضورؐ کے اعمال و اوراد کو اپنا کر مداومت اختیار کریں۔

معاندین اسلام کا مقابلہ : آپ نے ہر جگہ پر معاندین اسلام اور باطل لوگوں اور ان کے نظریات کا بر سر میدان مقابلہ کیا اور ہر جگہ اللہ نے غلبہ دیا۔ اسمبلی کے اندر اور باہر باطل کا مقابلہ کیا۔ خود اکوڑہ، مردان، سرحد کے علاقوں میں خاکسار تحریک کے خلاف پرزور مہم چلائی۔ مرزائیوں اور رافضیوں کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اپنے علاقے میں بدعات کو ایسا ختم کر دیا کہ لوگوں کے ذہنوں سے بدعت کا تصور ختم ہو گیا۔ حضرتؒ بدعات سے مجتنب اور سنّتِ نبویہؐ کے داعی تھے آپ کی ہر ادا سے عشق رسولؐ ٹپکتا تھا۔ آپ کے درس حدیث میں اگر ایک سخت دل آدمی بھی بیٹھ جاتا تو اپنے درد و سوز اور حسن صورت سے اس کا دل موہ لیتے تھے۔ درس حدیث میں فرق باطلہ کی تردید نرالے انداز سے کرتے اور ہر طالب علم کو مجاہد بننے کی ترغیب دیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہر میدان میں باطل کے مقابلہ میں برسر پیکار ہیں بالخصوص جہاد افغانستان میں صف اول کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

مصداق حدیث : آپ نے فرمایا کہ اذا رُءُوا ذکر اللّٰہ (اللہ والوں کو جب دیکھا جاتے تو اللہ یاد آتا ہے) یقیناً غائبانہ طور پر تو ہر ایک حضرت شیخ الحدیثؒ کے اوصاف و کمالات سن کر گرویدہ بن جاتے لیکن جب شرف ملاقات سے بارآور ہو جاتے تو اللہ اللہ کی صدائیں لگانے والے بن جاتے کیونکہ حضرتؒ کو اللہ نے حسن صورت و سیرت، ملنساری تواضع و عاجزی، تبسّم اور چہرہ کی تازگی اور حسن کلام کا وہ اعلیٰ درجہ عطا کیا تھا کہ دیکھ کر ہر آدمی متاثر ہو جاتا۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

آپ کے دیکھنے پر بہت سارے لوگ اللہ والے بن گئے آپ کی عاجزی کا یہ حال تھا کہ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کے ساتھ شفقت پدری والا سلوک فرماتے اور ہر آدمی کے ساتھ سلام و کلام کرتے اپنی مسجد میں عصر کے وقت جب تشریف لے آتے تو روزانہ ایک مجذوب حاضر خدمت ہو کر حضرت کو سلام کر کے مصافحہ کر لیتا۔ تو حضرت شیخ الحدیثؒ ان سے فرماتے "بزرگ کیا حال ہے" وہ مجذوب ہنس کر چلے جایا کرتے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی ساری صلاحیتیں مدرسہ کی تعمیر و ترقی، طلباء کی تربیت اور درس، اسلام کی اشاعت کے لیے وقف کر دیں تھیں اور اسی وجہ سے آج دارالعلوم پورے پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں ایک عظیم جامعہ شمار کیا جاتا ہے اور ہر ملک میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء دین حق کے داعی اور مبلغ بن کر مصروف کار ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۳۰۴ سے : تاریخ ساز شخصیّت

رہے اور ہمیں سیدھی راہوں پر چلنا سکھا گئے۔ اُن کی زندگی ہمارے لیے ایک نمونہ تھی۔ انشاء اللہ مولانا مرحوم کا مشن ضرور کامرانیوں سے ہمکنار ہو گا، اُن کی محنت اور کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی قبر کو اپنے فضل و کرم سے روشن فرمائے۔ موت کی نیند سونے والا جنت الفردوس میں کروٹ کروٹ آرام پائے۔ آمین

اللّٰھم ارحمہ بالقرآن العظیم

بزرگوں کا مقولہ ہے کہ شریف آدمی جس قدر بلند ترین مراتب پر پہنچتا ہے اسی قدر اس میں عاجزی اور تواضع کی شان زیادہ پیدا ہوتی ہے اور ذلیل آدمی جوں جوں اونچے درجات پر پہنچتا ہے اتنی ہی اس میں دنائت وکمینگی اور رذالت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

ارشاد : شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

(از دعوات حق)

مسندِ علم و فقہ کا بے تاج بادشاہ

زندگی کا ایک ایمان پرور یادگار سفر

مولانا قیام الدین الحسینی —— ادارہ اشرفیہ فیض القرآن پنڈ دادنخان

مدتوں میں کبھو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

"راقم السطور نے درس نظامی کی ابتدائی تعلیم کے دوران دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال) میں پہلی بار دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی، مہتمم اور شیخ الحدیث امیر المجاہدین، چراغ محفل اولیائے کرام، رأس الاتقیاء، آبروئے علم و فضل، شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سنا تھا اور ارباب علم و فضل کو ان کا تذکرہ بہت بلند الفاظ اور نہایت عقیدت و محبت سے کرتے دیکھا تھا آپ سے بالمشافہ ملاقات اور زیارت کا اشتیاق تو اس وقت سے تھا۔ مگر پھر طالب علمانہ مصروفیات اور فراغت کے بعد تدریس قرآن کریم و خطابت و امامت کے نازک فرائض کی بنا پر عرصہ دراز اس شرف سے محرومی رہی۔ تاہم اندر یہ عظیم تمنا بدستور مچلتی رہی اور دل میں یہ چنگاری مسلسل سلگتی رہی۔ اور دل کی گہرائیوں سے لبوں پر یہ دعا طویل زمانہ جاری رہی کہ "اے میرے پروردگار اپنے اس مقبول بندے کی زیارت و ملاقات کا شرف ضرور عطا فرما" باری تعالیٰ کا شکر کس زبان اور کن الفاظ سے ادا کروں کہ جس نے یہ دعا قبول فرمائی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سن ۱۹۸۰ء کی عید الفطر سے فارغ ہو کر ہفتہ کے روز راقم السطور اپنے وطن کلور کوٹ (بھکر) پہنچا تو یہ معلوم کر کے نہایت مسرت ہوئی کہ برادر محترم حافظ محمد رفیق سراجی صاحب آج رات کو اسیر مالٹا تلمیذ شیخ الہند مولانا سید عزیز گل صاحب دامت برکاتہم اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کی زیارت و ملاقات کے سلسلہ میں بذریعہ کار سفر کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ راقم السطور کی خواہش پر حافظ صاحب نے بخوشی کار پر میرا بوجھ لادنا منظور کر لیا، مگر اس شرط پر کہ دوران سفر رفقائے کرام کا کھانا تمہارے ذمہ ہوگا۔ میں نے اسکو منظور کر لیا۔ یہ قافلہ ڈرائیور سمیت پانچ افراد محترم حافظ سراجی صاحب برادر عزیز القدر قاری عبدالرحمن رحیمی لاہور۔ اور عزیز حافظ محمد ادریس اور راقم السطور پر شامل تھا۔ پروگرام کے مطابق ہم رات کو تقریباً گیارہ بجے روانہ ہوئے۔ ہرنولی پہنچ کر ڈرائیور عبدالستار نے گاڑی ایک ویران و سنسان روڈ پر ڈال دی جو رہزنی کی واردات کی وجہ سے بہت بدنام ہے۔ اب گاڑی اس تیزی رفتاری سے رواں دواں تھی جیسے ہوا کے دوش پر سوار ہو۔ یہ حسن نیت کی برکت تھی کہ ہم بہت جلد واں بھچراں ہوتے ہوئے موسیٰ خیل پہنچ گئے۔ سفر چائے کے وقفہ سے ساری رات جاری رہا۔ اور فجر کی نماز ہم نے سڑک کے بالکل قریب فتح جنگ کی ایک مسجد میں پڑھی چلتے چلتے بالآخر صبح ۹ بجے ہم اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ دار العلوم حقانیہ تعطیلات کی بنا پر بالکل مہر بلب تھا۔ اب آدمیوں کے بجائے پرندوں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ ہم محترم رازم خان صاحب سے متعارف تھے جو حقانیہ کے مطبخ میں کام کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرتؒ کے حکم سے ہر رمضان المبارک میں دار العلوم حقانیہ کے مالی تعاون کے سلسلہ میں ہمارے علاقہ کا دورہ کرتے ہیں۔ دفتر دار العلوم حقانیہ میں ٹھہرے۔ عملہ نے بڑی خدمت کی۔ رازم خان صاحب کا پتہ کیا وہ مل نہ سکے۔ اسلئے ڈیڑھ دو گھنٹہ قیام کے بعد پروگرام بنایا کہ پہلے سخاکوٹ حضرت مولانا سید عزیز گل صاحب، دامت برکاتہم کے یہاں ہو آئیں۔ واپسی پر حضرت شیخ الحدیث صاحب کی زیارت کریں گے اکوڑہ خٹک سے اب گاڑی ہمیں لے کر سخاکوٹ کیلئے دوڑنے لگی نوشہرہ سے کم [illegible] کلو میٹر کے فاصلہ پر براستہ مردان سخاکوٹ واقع ہے۔ سخاکوٹ ہم

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن پہنچ گئے تھے۔ مگر حضرت سید صاحب کے صاجزادہ مولانا عبدالرؤف صاحب کی تلاش کرتے کرتے دیر ہوگئی۔ وہ کسی کام گئے ہوئے تھے یہاں سے ایک رہبر مل گئے۔ وہ ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر رہنمائی کرتے رہے تھوڑی دُور اُتر کر سیدھے راستہ پر ہمیں ڈال کر واپس چلے گئے۔ ہم حضرت سیّد صاحب کے مکان پر پہنچ کر صاجزادہ عبدالرّف صاحب کا انتظار کرتے رہے وہیں کے ایک بھائی سے معلوم ہوا کہ سیّد صاحب ایک عرصہ سے باہر نہیں آتے شدید علیل ہیں۔ ضعف و نقاہت بہت زیادہ ہے۔ بصارت بالکل زائل ہو چکی ہے یہ سنکر بہت صدمہ ہوا یہ فکر اندر سے گھن کے طرح کھانے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ اتنا طویل سفر کر کے بھی زیارت سے محروم واپس جانا پڑے تھوڑی دیر میں حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب تشریف لے آئے۔ مزاج پرسی کے بعد گھر سے شربت بنوا کر لائے۔ سب نے نوش کیا حضرت سیّد صاحب کے بارہ میں فرمایا کہ وہ تو اب چارپائی پر بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ ملاقات بھی کم ہوتی ہے صاجزادہ صاحب نے کھانے کے متعلق اہل خانہ کی شدید علالت کے پیشِ نظر بڑے معذرت خواہانہ کلمات کہے۔ راقم السطور نے عرض کیا کہ آپ شرمندہ نہ کریں نہ تو فی الحال کھانے کی طلب ہے اور نہ ہی حاضری کا یہ مقصد ہے آپ مطلق احساس نہ کریں۔ باری تعالیٰ انہیں اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اس ہدایت کے ساتھ اندر سے جاکر حضرت سیّد صاحب کی زیارت کرانے پر تیار ہوگئے کہ آپ لوگ اندر بیٹھیں گے نہیں بس مصافحہ و سلام اور زیارت کر کے واپس آجائیں گے۔ یہ سن کر ہماری تو عید ہوگئی کہ مقصود بر آیا پردہ کرا کے ہمیں اندر لے گئے۔ ایک بالکل سادہ سے برآمدہ کے بعد اندر مکان میں حضرت سیّد صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ ہم سامنے کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ صاجزادہ صاحب نے "آبا جی مہمان ملنے کیلئے آئے ہیں۔ مصافحہ کریں" کہہ کر حضرت کو سہارا لگا کر چارپائی پر بٹھا دیا۔ سب نے باری باری مصافحہ و سلام کیا اور چند ساعات زیارت کرتے رہے۔ پھر صاجزادہ صاحب نے درخواست کی "مہمانوں کے لیئے دعا فرمادیں" حضرت نے دعا کے لیئے دست دراز کر دیئے کمزوری کی وجہ سے آواز بالکل سنائی نہ دیتی تھی۔ مگر حق تعالیٰ کا مقبول بندہ ہاتھ پسار کر سراپا احتیاج بنا ہوا منعم حقیقی کے خزانہ سے مانگ رہا تھا اس وقت ایک دیرینہ تمنا پوری ہونے پر جسم کا بال بال شکر میں مستغرق تھا کہ اے اللہ آج ہم تیرے محبوب و مقبول بندے شیخ الھندؒ کی زیارت سے محروم ہیں تو یہ بھی تیرا بے حد انعام ہے کہ شیخ الھندؒ مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ شاگرد۔ رفیق اسارت مالٹا۔ تحریک آزادی کے عظیم کارکن مجاہد فی سبیل اللہ حضرت سیّد عزیز گل کی زیارت و ملاقات اور شیخ الھندؒ کے مبارک ہاتھوں کو مس کرنے والے ہاتھوں سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ زیارت و ملاقات اور سلام کے وقت ہماری قلبی کیفیات کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ گو اس مردِ راہ خدا کے جسم کو نقاہت نے نڈھال کیا ہوا تھا۔ مگر چہرہ انور بالکل ترو تازہ اور انار کی مانند سرخ تھا۔ جس پر انوار زھد و تقویٰ، خشیت و انابت برس رہے تھے ہمارا خفتہ مقدر جاگ اٹھا تھا: حسرت و ارمان اس پر تھا کہ ہم ملاقات و زیارت کیلئے ان کی عمر کے اس حصّہ میں پہنچ رہے ہیں جبکہ وہ چراغِ سحر ہیں۔ کاش یہ سفر اس وقت ہوتا جب آپ تندرست و توانا تھے کہ ہم دیر تک محبت میں رہ کر اپنی تشنگی بجھاتے۔ اور آپ کی زبان مبارک سے زریں ملفوظات سنتے:

بہر کیف ہم باہر آئے اور مولانا عبدالرؤف صاحب سے اجازت لے کر واپس اکوڑہ خٹک کی طرف روانہ ہوئے۔ نوشہرہ ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ فارغ ہو کر بقیہ سفر شروع کیا تقریباً اڑھائی پونے تین بجے اکوڑہ خٹک پہنچ کر نماز ظہر ادا کی اور پھر رازم خان صاحب کو تلاش کرنے لگے۔ ان سے ملاقات ہوگئی۔ کہنے لگے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کیلئے قبل عصر حضرت کے گھر چلیں گے اب آپ چائے پی لیں اور تھوڑا سا آرام کریں۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ بیٹھک کھول دی ہم وہاں بیٹھ گئے۔ چائے اور بسکٹوں سے ہماری تواضع فرمائی۔ اس کے بعد ہم نے قدرے آرام کیا۔ نماز عصر سے کچھ دیر پہلے رازم خان صاحب ہمیں ساتھ لے کر ایک بازار سے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے گھر کی بیٹھک میں لے گئے پروگرام معلوم کر کے کہا کہ آپ بالکل قریب ہی حضرت کی مسجد میں چلیں حضرت نماز میں تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے مسجد پہنچ کر وضو کیا مسجد دیکھنے سے قبل اس کا جو نقشہ ذہن نے تراشا تھا بالکل غلط ثابت ہوا دارالعلوم حقانیہ کی پر شکوہ، مستحکم و پائیدار عمارت

دیکھ کر اس کا تصور بھی نہ تھا کہ یہ مسجد اتنی سادہ اور جدید میٹریل سے خالی ہو گی: دیکھ کر ایک بار تو عہد نبوت کی یاد تازہ ہو گئی۔ یہ وہی تاریخی مسجد ہے جہاں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں حضرت نے قال اللہ وقال الرسولؐ کا درس شروع فرمایا تھا۔ ہمارا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک منٹ حضرت کی زیارت کے اشتیاق میں بڑی بے چینی سے گذر رہا تھا۔ چند ساعات کے بعد حضرت دو آدمیوں کے سہارے تشریف لے آئے دیکھ کر دل کی کلی مسکرا اٹھی۔ خفتہ مقدر بیدار ہو ہو گیا۔ طویل سفر کی ساری تھکان دور ہو گئی ہموم وغموم کافور ہو گئے۔ تفکرات واضطراب کے بادل چھٹ گئے۔ مقصود بر آیا اتنی علالت اور نقاہت کے باوجود نماز باجماعت کا یہ عظیم اہتمام اتباع سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ العرب والعجم السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تربیت کا پتہ دے رہا تھا۔ جماعت کے قیام میں ابھی دیر تھی۔ جائے نماز پر صاجزادہ مولانا انوار الحق صاحب زید مجدہم امامت کیلئے تیار تھے کہ ہم نے آگے بڑھ کر مصافحہ وسلام کیا۔ محترم رازم خان حضرتؒ سے تعارف کرا رہے تھے۔ حضرتؒ نے بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ اور مزاج پرسی کی،، وقت ہو گیا نماز باجماعت کھڑی ہو گئی سلام ودعا کے بعد حضرت سے دوبارہ گفتگو شروع ہوئی۔ محترم رازم خان صاحب سے حضرت نے پشتو میں شربت اور چائے وغیرہ سے تواضع کرنیکا حکم فرمایا۔ تو ہم نے کہا کہ حضرت رازم خان صاحب نے خوب تواضع کی ہے۔ آپ مطلق اہتمام نہ فرمائیں سفر کی غرض وغایت کے سلسلہ میں ہم نے پہلے حضرت سید عزیز گل دامت برکاتہم کے یہاں حاضری کا ذکر کیا تو حضرت نے سید صاحب کا حال پوچھا۔ ہمارے بتلانے پر صدمہ کا اظہار کیا اور فرمایا بھائی وہ ہمارے اکابر میں سے ہیں۔ ان کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ حضرتؒ کے سوال کے جواب میں راقم السطور یا بوقت ضرورت عزیز قاری رحیمی بات کرتے اور احتراماً آواز پست رکھتے ایک دفعہ رازم خان صاحب نے ہمیں کہا کہ حضرت فرما رہے ہیں۔ بلند آواز سے بات کرو۔ قوت سامعہ کمزور ہے۔ اور پھر ہم سے خود فرمایا "مولانا" اب تو قوت باصرہ قوت سامعہ کمزور ہو گئی۔ زیادہ دیر بولنے سے سر چکرانے لگتا ہے۔ اب تو سارے قُویٰ ضعیف ہو چکے ہیں۔ حیات مستعار کا چل چلاؤ ہے۔ آپ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ دوران گفتگو نامعلوم کس طرح تراویح میں بسم اللہ کے جہر وسر کا مسئلہ چل نکلا۔ حضرت شیخ الحدیث اپنے مخصوص انداز میں علم وحکمت کے موتی بکھیرنے لگے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہے دراصل ائمہ اربعہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے یہ ایک اور اختلاف پر متفرع ہے۔ پہلے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس پر تو اجماع ہے کہ سورۃ النحل کے رکوع نمبر ۲ کے آخر میں آنے والی بسم اللہ تو اس کا جز ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ البرأۃ (التوبہ) کے سوا قرآن کریم کی باقی سورتوں کی ابتدا میں فصل کے لیے جو بسم اللہ لکھی جاتی ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ نہ فاتحہ کا جز ہے اور نہ ہی کسی دوسری سورۃ کا۔ امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورتوں کا جز ہے۔ ہر ایک فریق کے پاس دلائل ہیں۔ ہمارے یہاں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے دلائل کو ترجیح وتقویت حاصل ہے اب جو حضرات اس کو سورۃ کا جز مانتے ہیں وہ اس کے جہر کے قائل ہیں۔ اور ہمارے امام چونکہ اس کو جز نہیں مانتے اس لئے اس کے اخفاء کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ بسم اللہ چونکہ قرآن کریم کا جز تو ہے ہی۔ اس لئے ایک بار بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا مقتدیوں کا قرآن کریم سماعاً مکمل ہونے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا یہ اختلاف جواز وعدم جواز کا نہیں ہے بلکہ اولویت وعدم اولویت کا ہے۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔ وہ شروح میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اولیائے کرام کی بابرکت محبت کے متعلق وہ مشہور شعر ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

"ترجمہ" اولیائے کرام کی محبت کا ایک لمحہ سو سال کی بے ریا اطاعت سے بہتر ہے ہماری اس محفل میں اپنی پوری حقیقت کے ساتھ جلوہ گر تھا۔ ہم اس وقت تمام تفکرات سے بالکل بے نیاز بس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سننے میں گم تھے جب بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پر نگاہ ڈالی۔ پیشانی پر عشق رسالت کا نور نجابت و للّٰہیت کی کرنیں چہرہ پر سرخ و سفید رنگت کے حسین امتزاج کی چاندنی، آنکھوں میں شرم و حیا کا ایمانی جوہر، لبوں پر دلکش مسکراہٹ، زبان پر علم و حکمت سے انمول ہیرے، گفتگو میں تواضع و مسکنت، اداؤں میں محبّت و رقت کا منظر مزاج پرسی میں اخوت و مروت کی حلاوت، قلب مبارک کو ذکر الٰہی اور خشیت و انابت کا خزانہ۔ چال ڈھال میں عبدیت کی رنگینی اشارات و کنایات میں وقار و جاہت نمایاں تھا۔ خیر ذکر آ گیا تھا مشہور شعر کا راقم السطور پہلے اس بارے میں متردد تھا۔ لیکن جب ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ میں عالم اسلام کی متاع عزیز مفتی وسیع النظر فقیہ بے نظیر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کی ایک تقریر پڑھی تو تردد زائل ہو گیا اور شرح صدر نصیب ہوا: اس میں فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اس شعر کے متعلق بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس میں شاعرانہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں مبالغہ وہ ہے ہی نہیں اس میں تو حقیقت کو محتاط طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور پھر اپنے والد ماجد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اگر شعر یوں ہوتا

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد لک سالہ طاعتِ بے ریا

"ترجمہ" اولیائے کرام میں سے کسی کی ایک گھڑی کی صحبت سو لاکھ سال کی بے ریا اطاعت سے بھی بہتر ہے" تب بھی صحیح ہوتا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار راقم السطور سے دریافت فرمایا کہ آپ کے مدرسہ کا کیا حال ہے! میں نے عرض کیا حضرت: کراچی کے ایک مخیر صاحب کے تعاون سے مدرسہ کی جدید تعمیر کی ہے۔ اب بڑی پریشانی یہ ہے کہ بیرونی طلبہ کا ورود نہیں ہے خصوصی دعا فرمائیں،، حضرتؒ نے دعا کے ساتھ ساتھ ایک عمل بھی ارشاد فرمایا کہ روزانہ ۹۰ بار اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دعا کیا کریں۔ اپنی روایتی سستی و غفلت کی بنا پر پابندی کے ساتھ تلقین فرمودہ عمل پر مداومت کی نوبت تو اب تک بھی نہ آئی مگر ولی کامل کی زبان مبارک پر جاری ہونے والی دعا بہت جلد رنگ لائی کہ یا تو اس وقت ایک بھی نہ تھا اور اب الحمدللہ ادارہ اشرفیہ فیض القرآن میں ۱۰ بیرونی طلبہ ہیں ان شاء اللہ اور بھی آ رہے ہیں ــــ

۲۔ شرور اعداء سے حفاظت و سلامتی کے لیے روحانی مہربان پدر نے مزید فرمایا کہ سورۃ القریش روزانہ ۱۱ - ۱۱ بار۔ بعد فجر و مغرب پڑھتے رہا کریں اُٹھنے کو دل تو نہیں کرتا تھا۔ لیکن چونکہ ہم نے رات کو کلورکوٹ پہنچنا تھا۔ اس لیے بعد حضرت اجازت چاہی۔ بڑی محبّت و شفقت سے نیک دعاؤں کے ساتھ حضرت نے ہمیں رخصت کیا کسے معلوم تھا کہ حضرت کے ساتھ ہماری یہ ملاقات آخری ملاقات ہے۔ ہم مغرب سے قبل ہی واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ رات کو ایک بجے کلورکوٹ پہنچ گئے۔ جب عید الاضحیٰ پڑھا کر کلورکوٹ پہنچا۔ والدہ صاحبہ دام ظلّہا بھکر تھیں۔ انہیں ملنے اور کلورکوٹ لانے کے لیے جب بھکر گیا تو جامعہ عربیہ دار الھدیٰ (بھکر) مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ کے پاس بیٹھا تھا کہ مولانا نے حضرت شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ کی وفات کی جانکاہ خبر اخبار کے حوالہ سے سنائی جو دل پر بجلی بن کر گری۔ روحانی طمانیت و سکینت کا ایک عظیم مرکز ویران ہو گیا۔ ایک ممتاز مسند حدیث خالی ہو گئی۔ دنیائے علم دین پر رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ اہل دل کا سہارا ٹوٹ گیا۔ پنڈدادنخان پہنچ کر برائے تعزیت اکوڑہ خٹک کا بمع رفقائے کرام سفر کیا۔ برادر محترم فاضل لئیق میزبان شفیق مولانا عبدالقیوم حقانی نے طعام و چائے سے تواضع کے ساتھ پورا ادارہ دکھایا۔ حضرت کی قبر پر فاتحہ و ایصال ثواب کیا جس نے ساری زندگی قرآن کو نہیں چھوڑا۔ وفات کے بعد اسے دار القرآن کے بالکل سامنے انور قرآن کے ہی سایہ میں جگہ مل گئی۔

اللهم اغفر له وارحمه وارفع درجاته
واسق ثراه واجعل قبره روضة من رياض الجنة
واجعلنا من مقتفي آثاره۔ آمین یا رب العالمین

* * *

مسندِ علم و عمل کا پاسبان

وفات کی خبر سے خرمنِ امن و سکون برقِ خاطف کی زد میں آگیا

مولانا قاضی عبدالحلیم حقانی کلاچوی

۷، ستمبر ۸۸ء ۵ بجے ہوا کے دوش (ریڈیو) پر حضرت شیخ کے وصال کی ہوش ربا خبر سنی تو دماغ غائب ہوگیا، آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور دل ڈوب گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خبر کیا تھی کہ جیتے جی غموں سے کھیلنا ہوگا
وفاتِ شیخ کا صدمہ بھی ہم کو جھیلنا ہوگا

یقین فرمائیں کہ حضرت شیخؒ کی وفات کی خبر خرمنِ امن و سکون پر برق خاطف بن کر گری۔ اس اندوہناک حادثہ کے اثرات کے اظہار کے لئے الفاظ کی وسیع دنیا ناکافی ہے

ع ندیم ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

اور یہ دراصل اس لئے کہ حضرت شیخؒ کیا گئے، بلکہ روٹھ گئے دن بہار کے، علم کا آفتاب غروب ہوگیا۔ عمل کی دنیا اجڑ گئی۔ حلم و حیا، زہد و ورع، تقویٰ، اخلاص، دیانت، شرافت کا دور لد گیا، معرفت کا قلزم رک گیا۔ دینی سیادت و سیاست کی بساط الٹ گئی جہد و عزیمت، اور ہمہ پہلو دین واسلام شریعت و طریقت کی جامع کتاب بند ہوگئی۔ بالکل آج کے موقع کے لئے ہی کہا گیا ہے ؎

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست
وما کان قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

اللہ نے آپ سے جو مذہبی، دینی تعلیمی، تبلیغی، تدریسی، ملکی، ملی اور سیاسی خدمات لی ہیں وہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔ ؎

لاکھ دشمن ہو زمین و لاکھ بیری آسمان
مٹ نہیں سکتی کبھی بھی میرے حضرتؒ کی زباں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کی رحلت سے دل و دماغ ماؤف ہوچکا ہے اور آپ سے تعزیت کے لئے کوئی تعبیر سمجھ نہیں آرہی۔ حضرت شیخؒ کے ساتھ چار سالوں کی صحبتوں کا ایک ایک دن آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے اور یہ حسین یادیں اب رلا رہی ہیں۔

ع یادِ ماضی عذاب ہے یا رب

صحیح کہا گیا ہے۔

میں نے وہ دور آنکھوں سے دیکھا ہے جب ایک دفعہ قومی اسمبلی کی نشست پر آپ کے مقابلہ میں نیپ کا اجمل خٹک تھا۔ حریف نے آپ کو ہرانے کے لئے لاکھ جتن کئے۔ وہ ایک طویل داستان ہے مگر یہاں معاملہ برعکس تھا۔

؎ عدو نے لاکھ کئے جتن توڑنے کیلئے
یہاں مگر ہوئے سامان جوڑنے کیلئے

اللہ نے آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اس موقع پر بندہ کے شعری تاثرات ترجمانِ اسلام، خدام الدین اور الحق میں شائع ہوئے تھے۔ مطلع یہ تھا۔

عبدحق تو نے گرایا نیپ کا گرگ کہن
فضل حق کا ہاتھ جب تجھ پہ ہوا سایہ فگن

درمیان کے دو ایک شعر یہ تھے کہ

عبدِ حق تو اب تلک تھا منبر و محراب میں
اب گرج ہوگی تیری آئین کے ابواب میں
چاہتا ہے رب کہ اب تو اس حدیث یار کو
جا کے بتلا دے حکومت کے در و دیوار کو

مقطع یہ تھا۔

ہے دعا میری یہ ہر منظوم میں منشور میں
ہو تیرے حق کا اجالا مجلسِ دستور میں

حضرتؒ کے شرافت نفس کا یہ عالم تھا کہ جب حضرتؒ کو میری اس تک بندی کا علم ہوا تو خوش ہوتے دعائیں دیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اس پر تنبیہ فرمائی کہ اس کا پہلا مصرع سخت غلط ہے کیونکہ اس

(باقی ص ۳۱۷ پر)

Most Admired Pakistani Sewing Machine

SALIKA

- * Approved by Pakistan Standard Institution.
- * Recognised by Government of Pakistan.
- * Sold with 5-Years Free Service Guarantee throughout Pakistan.
- * Equally admired in Foreign Markets.

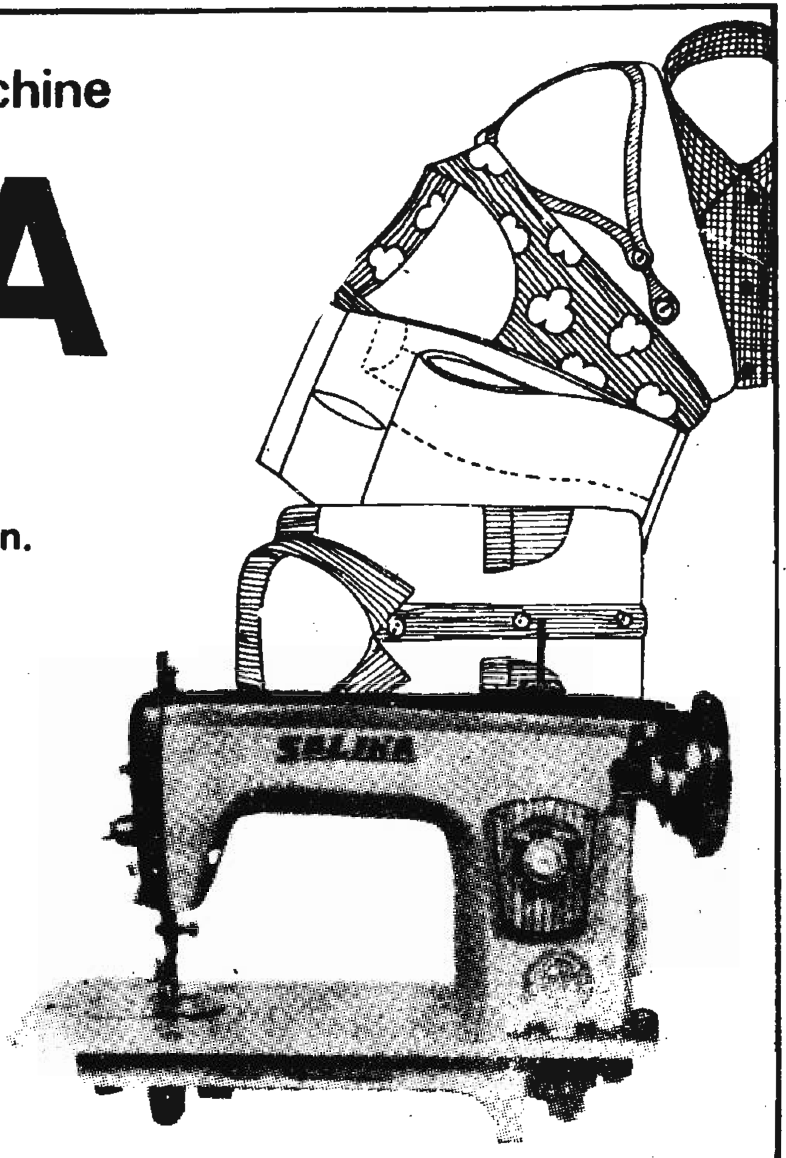

SALIKA SEWING MACHINE CO. (Pvt.) LIMITED
Factory: D 141/B SITE Karachi.
Telephone: 294344-294345-295074 Cable: SALIKA.

NATIONAL

SSM 1.87

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ متعلّم بھی اور معلّم بھی

علامہ مفتی محمد اسرائیل
بٹگرام (فاضل دیوبند)

مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند میں کئی احاطے ہیں۔ احاطہ باغ، احاطہ کتب خانہ، دارِ جدید جہاں باب الظاہر ہے اور احاطہ مولسری وغیرہ۔ یہاں مولسری کے دو درخت ہیں جہاں حفظ خانہ، فارسی خانہ اور نودرہ درسگاہیں ہیں اور شرقاً اوپر مہتمم صاحب کا دفتر ہے۔

۱۰ شوال ۱۳۴۵ھ کو میں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور میرے بڑے بھائی مولانا عبدالحق ہزاروی (بٹگرام) ہم درس تھے۔ احاطہ مولسری کمرہ ۴۰/۱۲ میں ہم رہتے تھے ___ حضرت شیخ الحدیثؒ کے زمانہ طالب علمی میں خاص احباب میں میرے بھائی، مولانا مسرت شاہ میاں، مولانا عطاء اللہ میاں مولانا محمد حسین پشاوری، مولانا خلیل الرحمٰن ہزاروی (سکندر پورہ ہری پور) اور دوسرے کئی حضرات تھے۔ یہ سب حضرات حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب کو "بھائی" کہا کرتے تھے۔

مولانا عبدالحقؒ زمانہ طالب علمی میں علمِ ہیئت کے شیخ تھے

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ علمِ ہیئت کے بھی شیخ تھے۔ چنانچہ بہت سے طلباء ان سے خارج اوقات میں "تصریح" پڑھا کرتے تھے اور کتب خانہ کا "کمرہ" ہمارے کمرے میں پڑا رہتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے علمی کمالات طالبعلمی ہی کے وقت سے عیاں تھے اسی لیے تمام اساتذہ کرام خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر اور مشائخ میں مقبول تھے ___ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے، اسباق میں حاضر نہ ہو سکے تو دوسرے دن حضرت مہتمم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لیے ہمارے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا ہم سمجھے کہ آپ "تصریح" پڑھانے میں مشغول ہوں گے اس لیے درسگاہ سے غیر حاضر رہے مگر آپ واقعی بیمار ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ مجھے حفیض سے اوجِ ثریا تک پہنچایا تو میں نے کہا "بھائی صاحب" آپ تو پہلے سے اوج میں ہیں

دارالعلوم میں مختلف اضلاع کے طلبہ کی انجمنیں ہوا کرتی تھیں اور جمعہ کو تقریریں، نظمیں، مشاعرے اور مناظروں کی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں اور سہ ماہی، ششماہی، سالانہ ایک مشترکہ جلسہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس مشترکہ جلسہ کے لیے صدر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ منتخب کیے گئے اور ان کو جلسہ گاہ تک پہنچانے کے لیے طلبہ ہمارے کمرے میں آئے اور جلوس کی شکل میں مولانا کو لے گئے اور خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے جوابی تقریر میں فرمایا "آپ حضرات نے میری عزت افزائی کی اور مجھے حضیض سے اوج تک پہنچایا"۔ اس وقت اگرچہ میں علمِ ہیئت کی اصطلاحات سے ناواقف تھا، کیونکہ شرح جامی وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا۔ مگر جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ کتب خانہ کا "کمرہ" ہمارے کمرے میں پڑا رہتا تھا اور مولانا ان اصطلاحات کا ذکر فرمایا کرتے تھے تو اوج وغیرہ کو جانتا تھا۔ جب حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ مجھے حضیض سے اوج تک پہنچایا، تو میں نے کہا "بھائی صاحب" آپ تو پہلے سے اوج میں ہیں۔

مولانا عبدالحقؒ کے زمانہ طالبعلمی ہی میں سی آئی ڈی والے ان کا تعاقب کیا کرتے تھے

حضرت شیخ الحدیثؒ زمانہ طالب علمی سے ہی سیاست میں حصہ لیتے رہے تھے اور اسی لیے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے زیادہ تعلق تھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ جن کا اکثر زمانہ انگریز کی قید و بند میں گزرا، ایک مرتبہ سیاسی تقریر کی وجہ سے میرٹھ جیل میں قید کیے گئے ___ ایک دن حضرت شیخ الحدیثؒ کہیں چلے گئے، رات کو بھی واپس نہ آئے، دوسرے دن واپس آئے تو میں نے کہا "بھائی جان! آپ کہاں تھے؟ فرمایا حضرت شیخ الاسلامؒ سے ملاقات کیلئے میرٹھ جیل گیا تھا ___ سیاست میں حصہ لینے کی وجہ سے سی آئی ڈی والے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص سرخ و سفید رنگ باریش، طلبہ و علماء کے لباس میں ملبوس ہمارے کمرے میں آیا بہت دیر تک رہا۔ کھانے اور چائے سے معذرت پیش کی اور کہا کہ میں صرف دودھ پیوں گا، ایک گلاس دودھ پیا اور پھر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے کہا "بھائی صاحب" یہ کون تھا؟ فرمایا یہ انگریز کی سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔ اس قسم کے لوگ اکثر مختلف رنگ و روپ میں آیا کرتے تھے اور پھر دارالعلوم کی درسگاہوں میں بھی بیٹھتے تھے ___ اکابر کی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ (جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے طالبعلم تھے) پر بھی ان کی نظر ہوا کرتی تھی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے مگر وقت زیادہ گزرنے کی وجہ سے تمام واقعات یاد بھی نہیں ہیں لہٰذا اسی اختصار پر اکتفا کرتا ہوں۔

میدانِ علم وعمل کا شہسوار

مولانا قاضی محمد اسرائیل، مانسہرہ

وہ مجاہد بھی تھے، وہ شیخ وقت بھی تھے۔ وہ صفات علیا کے امام تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ کو اللہ پاک نے بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ وہ جب حدیث رسولؐ کا درس دینے کے لئے بیٹھتے تو مایہ ناز شیخ الحدیث ہوتے، جب جود وسخا کے میدان میں جاتے تو سخیوں کے سردار ہوتے۔ جب حق گوئی اور بیباکی کے نڈر مجاہدین کی فہرست ترتیب دی جاتی تو حضرت شیخ الحدیث کا نام سرفہرست ہوتا۔ جب دین اسلام کے لئے معرکہ جنگ وقتال کے سپہ سالاروں کے نام کو تاریخِ عالمِ اسلام کے صفحات پر لایا جائے گا تو حضرت شیخ الحدیثؒ کا اسم گرامی سرِ ورق ہوگا۔ مجھے تو ایسا کوئی میدان نظر نہیں آتا جس میں قائدِ شریعت کا حصہ نہ ہو۔

جب میدانِ سیاست کی بات چلتی ہے تو قائدِ شریعت کا نام د[illegible] دروازۂ سیاستِ اسلامی پر سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔ جب علماء حق کے قافلۂ جہاد (جمعیت علماء اسلام) کے سرپرستوں کی فہرست جمعیت کے کارکنوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو قائدِ شریعت کا نام اس میں بھی صفِ اول میں نظر آتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے فضل وکمال میں سب سے بڑا جو شان والا کام نظر آتا ہے وہ اپنے اساتذہ کے سامنے بیٹھ کر، اپنے اساتذہ کے فیض کو تقسیم کیا۔ میرے شفیق استاذ پیکرِ اخلاص حضرت مولینا محمد عبداللہ خالد خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ نے اپنے والد محترم کا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ کو اکوڑہ خٹک جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں اس خواب کی تعبیر سے یہ سمجھتا ہوں کہ اکوڑہ خٹک میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا جائے گا۔ جس سے علوم اسلامیہ تقسیم کئے جائیں گے۔ اس خواب کی تعبیر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی صورت میں سامنے آئی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے علوم نبویؐ کی روشنی میں پورے عالم اسلام میں پہنچائی ہے۔ آج پوری دنیا میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء، درس وتدریس میں مشغول ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نے حقانی مجاہد وجرنیل اور سچے سپاہی بھی پیدا کئے ہیں۔ جہاد افغانستان میں اکثر مجاہدین حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نے ساری زندگی اسلام کی بالادستی کے لئے بسر کی ہے۔ آپ نے ہمیشہ نفاذِ شریعت کے لئے جدوجہد کی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری قیمتی لمحات کو نفاذِ اسلام کیلئے وقف کردیا تھا۔ اور دن رات محنت کی۔ باوجود بڑھاپے اور جسمانی کمزوری کے پورے ملک کا دورہ کیا۔ عوام اور علماء کو جگہ جگہ جا کر یہ پیغام دیا کہ نفاذِ اسلام کے لئے متحد ہو جاؤ۔ دیکھو میں اس عمر میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ صرف ایک ہی مقصد ہے کہ شریعت محمدی کے لئے کوشش کریں۔ جس مقصد کے لئے یہ عزیز ملک بنا تھا۔ وہ مقصد پورا کریں کہ ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کریں۔ حضرت شیخ الحدیث نے اسمبلی میں بھی للکار کر حکمرانوں کو کہا کہ شریعت محمدی کو نافذ کرو۔

حضرت شیخ الحدیث ایک مجاہد، حق گو، نڈر، بہادر اور شجاع عالم دین تھے۔ آپ نے افغانستان کے مجاہدین کے لئے ہمیشہ دعائیں جاری رکھیں۔ اور مجاہدین سے جہادِ افغانستان کے حالات معلوم کرکے ان کو مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ آپ کی صحبت سے کروڑوں مجاہد اور شہید پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں آکر ہزاروں لوگوں نے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت شیخ الحدیث سے پڑھ کر ہزاروں لوگوں نے اپنا ایمان درست اور تازہ کیا۔ خداوندِ قدوس کا آپ پر بڑا فضل وکرم تھا کہ ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزاری۔

آپ نے اپنی اولاد کی بھی خوب تربیت کی۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو قائدِ علماء حق حضرت مولانا سمیع الحق جیسا مجاہد اور نڈر نوجوان بیٹا عطا فرمایا۔ آپ کا جاری کردہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک انشاء اللہ العزیز آپ کے لئے صدقہ جاریہ کی صورت میں جاری وساری رہے گا اور آپ کو ہمیشہ اس کے فیض کا ثواب ملتا رہے گا۔

حضرت شیخ الحدیث ایک درویش صفت انسان تھے۔ آپ کی زندگی زہد وتقویٰ میں گزری ہے۔ اب آپ کے تلامذہ پر یہ بات

لازم ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث کے مشن کو جاری رکھیں۔ آپ کا مشن اشاعت اسلام، تبلیغ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ اس وقت پوری دنیا میں حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ موجود ہیں۔ اگر سب مل کر یہ عہد کرلیں کہ قائد علماء حق حضرت مولانا سمیع الحق کی قیادت میں جمع ہو کر خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کریں گے تو انشاء اللہ العزیز کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

میں امید کرتا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث کے شاگردانِ گرامی آپ کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کریں گے۔ لائق شاگرد وہی ہوا کرتے ہیں جو اپنے استاذ کے علوم کی اشاعت کرتے ہیں۔

آپ کا لگایا ہوا درخت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور جمعیۃ علماء اسلام ہیں۔ آپ کے فیضیافتہ حضرات پر لازم ہے کہ مجاہد اور غازی بن کر جمعیت علماء اسلام کے لئے دن رات کام کریں اور دارالعلوم حقانیہ میں جس طرح پہلے خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کریں۔

اگرچہ مجھے حضرت شیخ الحدیث مولینا عبدالحق رح کی شاگردی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ مگر پھر بھی مجھے آپ اپنے ساتھ پائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز آپ ہمیں حکم دیں گے۔ ہم حاضر ہوں گے۔ میرے ذہن کے مطابق حضرت مولینا سمیع الحق کی قیادت میں اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کی سرپرستی میں اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی نگرانی میں ایک منظم تنظیم بنائی جائے۔ جو اکابر کے حالات زندگی کو سامنے لائے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ کام ہوگا۔

* * *

بقیہ صفحہ ٣١٣ سے۔ مسندِ علم وعمل کا پاسبان

یل آپ کے اس حریف کا جس نے انتخابی معرکہ میں آپ اور آپ کی جماعت کو نیچا دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا، توہین کا پہلو نکلتا تھا چنانچہ حضرت رح نے الحق میں اس منظوم کی اشاعت کی اجازت اس شرط پر دی کہ اس میں پہلا شعر نہ ہوگا۔ ؎

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر

حضرت شیخ رح کی رحلت کے بھاری خلا کے تصور اور ہجوم افکار میں حضرتِ شیخ رح کے موفق للخیر فرزندان گرامی اپنی تاریک دنیا کے لئے روشنی کی ایک کرن ہے اور اگر شیر بخواب ناز ہوچکا ہے تو اس کے دو شبل بحمد للہ ان کے علوم و معارف اور ان کی تمام نسبتوں کے امین اور وارث ہیں۔

ع شیرے بخوابِ ناز بہ پہلوئے[1] دو شبل

حضرت رح کے متعلق کسی دوسرے موقع پر ایک منظوم مدحیہ نوکِ قلم پر آیا تھا۔ جو اس وقت "خدام الدین لاہور" کے ٹائیٹل پر نمایاں طور پر شائع ہوا تھا اس کے دو شعر حافظہ میں ہیں۔

؎ مسندِ علم وعمل کا پاسباں تو ہی تو ہے
گلشنِ دین و ادب کا باغباں تو ہی تو ہے
صد سکوں مجھ کو ہے سمیع کو دیکھ کر
جس کا ہر قول وعمل ناز و ادا تو ہی تو ہے

---

[1] حضرت رح کا مزار دل الحفیظ کے سامنے ہے اور قریب ہی دارالعلوم حقانیہ میں مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق کا موجود ہونا اس مصرع کی عجیب خوبصورت منظر کشی کر رہا ہے۔ (ذہنہ)

بقیہ صفحہ ٣١٩ سے۔ شیخ المشائخ

کے شانہ بشانہ شرکت جہاد ہوتا۔ بعد میں ان کو مسنون اوراد بتاتے اور ترغیب دلاتے تھے۔ بہادری و شجاعت اخلاق و للہیت اتفاق و وحدت کی تلقین فرماتے تھے نیز اپنے جیب سے مجاہدین کی بھرپور مالی اعانت فرماتے تھے اور مجاہدین بھی تبرکاً" ضرور قبول فرمالیتے۔ مجاہدین کی کامیابی کے لئے اسی الحاح سے دعائیں فرماتے تھے۔ کہ حاضرین محسوس کیا کرتے گویا روسیوں کے سروں پر ایٹم بم گرا دیتے ہیں۔ آپ ایک جامع شخصیت تھے۔ اللہ نے بے شمار اوصاف آپ کی ہستی میں ودیعت فرمائی تھی۔ لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد ؎

؎ سیاست معرفت انسانیت کے سب مسائل میں
جہاں دیکھو گے جب دیکھو گے پاؤگے وہاں ان کو!

حضرت شیخ تو رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور امت کی رہنمائی کے لئے خلفائے صالحین اور دارالعلوم حقانیہ جیسے مرکز دین چھوڑا جس سے دین کی آبیاری واحیاء کا کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے گلستان (حقانیہ) کو تا قیامت تر و تازہ رکھے۔ آمین یا رب العٰلمین

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جناب افضل رضا صاحب پرنسپل
گورنمنٹ کالج لاہور (صوابی)

ع نام میرا بھی ہو یوسف کے خریداروں میں

خیالِ وصل سے فرقت مرے جنوں کو ملے
دل و نگاہ کو آمادۂ فراق کردل

گرامی قدر! تعمیلِ ارشاد کے لیے بارہا قلم اٹھایا لیکن اس خیال سے واپس رکھا کہ حضرت شیخؒ کے بارے میں یہ عاجز و ناتواں خامہ فرسائی کی جرأت کیسے کرے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو ٹٹولا، دردِ دل نے جواب دیا کیا لکھو گے کیسے لکھو گے؟ جانتے ہو کس ہستی کے بارے میں قلم اٹھا رہے ہو۔ اپنی علمی بے بضاعتی پکار اٹھی ـــ نہیں نہیں! تم اس قابل نہیں کہ اس مقدس انسان کے بارے میں کچھ لکھ سکو ـــ تمہارے پاس چند گھسے پٹے ادبی الفاظ کے سوا ہے کیا ـــ دلِ مضطر یہ کہہ کر خاموش کر گیا ـــ بیٹھو! ان عظیم صحبتوں اور روح افزا ملاقاتوں کی حسین یادوں کی جھرمٹوں سے وابستہ رہو جو حقانیہ کی روح پرور فضاؤں میں اس ہمہ جہت ہستی کو تلاش کر رہی ہیں ـــ

جن کے دم قدم سے یہ فضائیں رشکِ بہار تھیں ـــ
جن کے تبحرِ علمی سے تشنگانِ علم فیضیاب ہوتے تھے ـــ
جن کی مساعیٔ جمیلہ کی بدولت آج ارضِ پاک میں نفاذِ شریعت کی صدائیں سُنائی دے رہی ہیں۔

جن کی پُرخلوص دعاؤں نے دولت کے متوالوں کو دولت دی ـــ عزت کے شیدائیوں کو عزت دی ـــ علم کے پروانوں کو دولتِ علم عطا کی ـــ تصوف کے متلاشیوں کو مقاماتِ شریعت اور طریقت سے آگاہ کر کے قطروں کو سمندر بننے کا ہنر بخشا ـــ

جن کے فیضانِ نظر نے بیقرار دلوں کو سکوں بخشا ـــ

؎ جو صبر و رضا کے پیکر تھے ـــ جو صدق و وفا کے داعی تھے
؎ جو زہد و قناعت کے گوہر ـــ منگتوں کو عنایت کرتے تھے
؎ جو فقر و تواضع کی دولت ـــ ہر اک جھولی میں بھرتے تھے

جو استقامت اور استقلال کے کوہِ گراں تھے ـــ
جو احترامِ آدمیت کا مجسم نمونہ تھے ـــ
جو انکساری میں اپنی مثال آپ تھے ـــ
جو شفقت کا خزینۂ بمثل تھے ـــ جو خندہ پیشانی میں بے بدل تھے ـــ

"تھے" کے مسلسل استعمال نے مرے ذہن کو جھنجھوڑا ـــ مرے قلم کو روکا ـــ مرے جذبات کو ٹوکا ـــ رُکو! رُک جاؤ ـــ سوچو ـــ غور کرو ـــ کیا لکھ رہے ہو ـــ یہ لفظ تو ان کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مر چکے ہوں ـــ جو انتقال فرما چکے ہیں ـــ حق کو فنا نہیں ـــ عبدِ حق کیسے فانی ہو ـــ اے غافل! حضرتِ شیخؒ کی شامِ زندگی تو انکی صبحِ دوامِ زندگی ہے ـــ یہ تو تجدیدِ مذاقِ زندگی ہے ـــ

آج بھی وہ دار الحفظ کے قریب سینکڑوں معصوم حفاظ کرام کی زبانی تلاوت کلامِ پاک سننے کیلئے بیتاب ہیں ـــ آج بھی وہ ہزاروں طلبائے حقانیہ کی طرف ٹکٹکی سے دیکھ رہے ہیں جو آپکے قرب و جوار میں علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہیں ـــ آج بھی وہ ارضِ پاک کے مسلمانوں سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ نفاذِ شریعت کا کیا بنا؟ عالمِ اسلام کب خوابِ غفلت سے بیدار ہوگا؟ جہادِ افغانستان کا کارواں کس منزل پہ ہے؟ کان دھرو! یہی تو وہ فرما رہے ہیں ؎

اٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی ؞ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اور پھر اسی کیف میں اپنی بیتاب نگاہوں سے پوچھتا ہوں کہ کہاں ہے وہ رُخِ زیبا! دو سال نہیں دو صدیاں گذر گئیں ـــ دل کے آئینے کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتا ہوں ـــ الحمدللہ! آئینہ دل میں وہ تصویر جوں کی توں موجود ہے، جسے موت کے سفاک ہاتھو نے مٹانے کی لاکھ کوشش کی لیکن مٹ نہ سکی ـــ مٹے کیونکر ـــ محو ہو کیسے ـــ جب سے حضرت شیخ محوِ استراحت ہیں ـــ ہر روز قدم بوسی کا موقع عنایت ہوتا ہے ؎

وہی صحبتیں ہیں وہی قربتیں ہیں ؞ وہی جانِ محفل وہی چاہتیں ہیں

مرتے تو وہ ہیں۔ جن کے پاس چھوڑنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو ـــ
مٹتے تو وہ ہیں جن کے نام و نشان کا پتہ نہ چلے ـــ

فنا تو وہ ہوتے ہیں۔ جن کے پاس سامانِ بقا نہ ہو۔
رحلت تو وہ کرتے ہیں جن کے پاس شہرتِ دوام پانے کیلئے کچھ نہ ہو۔
جو اپنے کردار ـــ اپنے اخلاقِ حسنہ ـــ کے لحاظ سے زندہ ہوں
جو اپنے صدقاتِ جاریہ کے طفیل پائندہ ہوں ـــ
جو جریدۂ عالم پر اپنا ثبات نقش کر چکے ہوں ـــ
جو تاریخ حیاتِ انسانی کے روشن باب بنے ہوں ـــ
جو منارۂ نور بن کر افقِ کائنات پر جگمگا رہے ہوں ـــ وہ تو زندہ ہیں ـــ

زندوں کے مرثیے لکھنا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؎

؎ یاد تو اُن کو کیا جاتا ہے ؞ ذہن و دل جن کو بھول جاتے ہیں

ذہن نے للکارا ـــ رُکو! دل نے کہا ـــ اٹھو! وفا نے پکارا ـــ چلو ـــ دار الحفظ والتجوید کے پاس ـــ جہاں ایک مردِ قلندر چٹختی مسکراتی کلیوں اور حسین پھولوں کے جھرمٹ میں تمہیں پکار رہا ہے ـــ آؤ اصاحبو ـــ قریب آؤ!!

وقتِ دعا ہے ـــ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں ـــ مولائے کریم! دار العلوم حقانیہ کو آباد رکھ ـــ پاکستان میں شریعتِ اسلامی نافذ فرما ـــ افغان مجاہدین کو کامیابی سے ہمکنار فرما!!

وقتِ تحریر اذانِ عصر سُنائی دی ـــ یہی علامتِ قبولیت ہے!!

* * *

شیخ المشائخ

تحریر : مولانا شفیع اللہ حقانی مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ گیٹ پشاور، صدر

شیخ المشائخ قبلتہ العلماء زبدہ الاتقیاء ہر دل عزیز خواص و عوام مرشدی و استاذی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعتہ ایک ایسے جامع الصفات اور عبقری شخصیت تھے ۔ کہ زندگی کی ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی فہم و فراست بصیرت و بصارت عطا فرمائی تھی تمام علمی حلقوں میں ان کا ذکر خیر جس عقیدت و احترام سے کیا جاتا ہے شاید کسی اور کو حاصل نہ ہو ۔

آپ کی سیاسی زندگی کی ایک جھلک (قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ) نامی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے ۔ علمی شاہکاریاں تو کسی پر مخفی نہیں ۔ علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ ان کے ہمسر کوئی نہ تھا مشکل اور مغلق مضامین اسے سہل و آسان انداز میں ذہن نشین فرماتے تھے کہ تمام سامعین مستفید ہو جاتے تھے ۔ متقدمین و متاخرین کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے ۔ تصوف میں غزالی فقہ میں کاسانی زیلعی ابن نجیم و ابن ہمام اصول میں صدرالشریعہ ونسفی منطق میں دوانی بحاری و ھروی فلسفہ میں ولی اللہ و ریاضی میں رازی تھے ۔ تفسیر و حدیث میں کیا لکھوں بندہ کو بخاری شریف کتاب المغازی و کتاب التفسیر ترمذی شریف کتاب الحج و کتاب العید میں تو قرآۃ التلمیذ علی الشیخ کی سعادت حاصل رہی دوران درس ایسے نکات اور تحقیقات بیان فرماتے تھے کہ تفسیر میں طبری و سیوطی اور حدیث میں عینی و عسقلانی نظر آتے تھے ۔ مغازی و تاریخ میں واللہ ابواسحاق اورواقدی معلوم ہوتے تھے ۔

آپ کا درس عجیب صفات کا حامل تھا ۔ ایسے جاندار سبق پڑھاتے تھے گویا سامعین کو جائے وقوعہ میں لے جا کر عینی مشاہدہ کرواتے تھے ۔ ترمذی ابواب الحج باب ماجاء کیف الطواف میں رمل عملاً" سکھاتے ہوئے فرمانے لگے ۔ اگر میں خود ضعیف نہ ہوتا تو خود رمل کر کے بتا دیتا مگر پھر بھی ہمارے ایک رفیق خاص جو ہشاش و تنومند بھی تھے ۔ (مولانا غلام رسول صاحب حقانی) کو اٹھا کر ان سے دارالحدیث میں ہلکی چال کا رمل کروایا ۔ اور عملی تربیت کی جس سے تمام حاضرین مستفید و محظوظ ہوئے ۔

اسی طرح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ البدر میں امیہ بن خلف کا واقعہ تفصیلی بیان فرما کر آخر میں جب امیہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے رات کے وقت چھپکے سے رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف بغرض امان روانہ ہوا راستہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر صدا بلند کی ما نجی بلال ان نجی امیتہ اواز سنتے ہی انصار مدینہ کے نوجوان حضرات آن نکلے جنہوں نے پہلے سے امیہ کے مظالم سنے تھے ۔ انہوں نے فوراً" امیہ پر تلواریں نکالیں امیہ نے ششدر ہو کر حضرت عبدالرحمان کی جانب جواب طلب آنکھوں سے دیکھا ۔ انہوں نے بیٹھنے کا حکم دیا اور اوپر سے حضرت عبدالرحمان نے بچانے کی غرض سے اس پر احاطہ فرمایا مگر کون بچا سکتا تھا ۔ انصار صحابہ نے نیچے نیچے سے نیزوں اور تلواروں سے مارنا شروع کیا ۔ تاکہ حضرت عبدالرحمان کو بھی تکلیف نہ پہنچے اور امیہ بھی واصل جہنم ہو جائے ۔ حضرت شیخ یہ منظر بیان کرتے ہوئے اپنی بیساکی اٹھا کر مسند (پچوکی) کے نیچے نیزہ کی طرح مارنا شروع کیا اللہ اللہ گویا ابھی حضرت شیخ امیہ کو قتل کر رہے ہیں ۔ حضرت شیخ تقویٰ و پرہیزگاری میں نعمان کا نمونہ تھا ۔ بندہ نے دارالعلوم میں نو سال قیام کے دوران کبھی ان کے زبان مبارک سے کسی مسلمان کی غیبت اور ذکر بالسوء نہیں سنا ۔

حضرت اپنے فضلاء حضرت کو درس و تدریس کی ترغیب دلاتے تھے اور خود بھی درس و تدریس سے والہانہ محبت رکھتے تھے ۔ مسلسل بیماریوں اور کمزوری و ضعیف بصری کے باوجود بڑے ذوق سے اسباق پڑھا رہے تھے ۔ تحقیق و تدقیق کا ایسا انداز تھا کہ عدیل و نظیر مشکل تھا دوران درس چہرہ انور چمک رہا تھا ۔ دم بدم صدا بلند ہو جاتی تھی ۔ سامعین پر علوم لدنیہ کے خزانے منکشف ہو رہے ہوتے تھے ۔ زندگی کی آخری سالوں میں بھی یہی عالم تھا ۔ ہماری خوش قسمتی تھی جب ۸۳، ۸۴ء میں مسلسل دو تین گھنٹے پڑھاتے تھے ۔ بعض مرتبہ بعد الظہر سبق ہوا کرتا تھا تو حضرت دارالعلوم میں مطبخ کے قریب حضرت مولانا انور الحق صاحب دامت برکاتہم کے کوارٹر میں دوپہر تک قیام کرتے تھے ۔ تاکہ بعد از ظہر سبق کا ناغہ نہ ہو ۔ آخری عمر میں بھی کتاب بینی و مطالعہ جاری رکھتے تھے ۔ بندہ جب ان کے ہاں دارالحدیث لیجانے کی خاطر حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کیا باوجود ضعیف بصری کے قسطلانی کا مطالعہ فرما رہے ہیں ۔ حضرت مولانا انور الحق کے اس کوارٹر میں بعض اوقات کے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کو حضرت کو بعض کتب کے حواشی و شروح پڑھ کر سنایا کرتے تھے ۔ معانی کے بعض کتب بھی حضرت دوپہر کو حقانی سے سن لیا کرتے تھے ۔ ہر کسی کے ساتھ آپ کا مشفقانہ انداز تھا ۔ آپ کے ہاں جب مہمانوں کے ساتھ کوئی بچہ آتا تھا نہ صرف ان کے سر پر دست شفقت رکھتے اور دعائیں دیتے بلکہ جیب سے کچھ نقدی بھی عطا کرتے اور جب میں میں نہ ملا تو حضرت مولانا سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ سابق ناظم اعلیٰ دارالعلوم حقانیہ (جن کو حضرت شیخ نے خصوصیت کے ساتھ سند فراغ میں ثقتہ امین کا شرف بخشا تھا ۔) سے یوں عربی میں فرما کر خمتہ ' عشرہ ان سے لے کر بچوں کو نوازتے تھے ۔

تبلیغ والوں اور تبلیغی جماعات کا بے حد احترام و اکرام فرماتے تھے سالانہ اجتماع کے موقع پر قافلوں کے اکرام و خدمت کا خصوصی حکم فرماتے تھے ۔ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے بڑی داعی تھے ۔ خصوصاً" جہاد افغانستان کے بانی مبانی تھے اور جہاد افغانستان کی کامیابی اور فتح درحقیقت ان کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہیں بڑے بڑے مجاہدین کمانڈر ان کے پروردہ ہیں تمام مجاہدین کے ساتھ بے پناہ محبت تھی مجاہدین طلبہ کے ساتھ داخلہ اور رخصت میں خصوصی رعایت فرماتے تھے ۔ جب مجاہدین کا کوئی گروپ آپ کے ہاں حاضر ہوتا تو بڑے شوق و رغبت سے محاذ جنگ کی خبریں ' فتوحات اور مجاہدین کے کارنامے سنا کرتے تھے او بڑے حسرت و افسوس ظاہر کر کے فرماتے تھے ۔ کاش مجھ میں طاقت ہوتی اور مجاہدین

(باقی ص ۳۱۷ پر)

جناب الحاج میاں ڈاکٹر ہدایت الرحمٰن صاحب مکۃ المکرمہ

ایک ملاقات کے خوشگوار تاثرات

* * *

جناب الحاج میاں ہدایت الرحمٰن صاحب (مکۃ المکرمہ) راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں درس حدیث سننے کی غرض سے حاضر ہوتے۔

مجھے علم حدیث اور اس کے عظیم تر علمی اصطلاحات اور مباحث تو یاد نہیں رہے البتہ دو باتیں خصوصیت سے اب تک یاد ہیں۔

سنت نبوی کا اہتمام

آپ نے فرمایا کہ جب میں اور مولانا عبدالحق صاحب بلوچستان والے دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم حدیث کے لیے داخل ہوئے تو حضورؐ کی سنت پر عمل کے جذبہ اور عادت کے پیش نظر ہم لوگ بہت دور صحرا کو نکل جایا کرتے تھے جس کی وجہ سے اسباق کا نقصان ہوتا تھا مگر بعد میں اسباق میں حاضری اور دوام کے پیش نظر الحمدللہ کہ خود کو وہیں کے سسٹم کا عادی بنالیا۔ دراصل اپنے اساتذہ کی تربیت اور دل و دماغ میں سنت نبویؐ کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر ترک صحرا طبعًا شاق تھا مگر اسباق میں حاضری اور تحصیل علم کی ضرورت کے پیش نظر خود کو وہیں کے نظام کا عادی بنانا پڑا۔

زمانۂ طالب علمی کی ایک نشانی

دوسرا واقعہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ بیان فرمایا کہ میں چارسدہ میں جب طالب علم تھا تو طلبہ کے لیے گھر گھر سے روٹی لایا کرتا تھا کہ ایک روز اتفاق سے بارش کی وجہ سے گر گیا اور میرا ہاتھ نکل گیا اللہ کی مرضی تھی تو کیا کر سکتا بس خدا سے دعائیں کیا کرتا تھا اللہ کریم نے طالب علمی کی برکت سے میرا ہاتھ پھر سے جوڑ دیا مگر تاہنوز اس میں ضعف موجود رہا۔ بہرحال یہ طالب علمی کی ایک نشانی ہے جو مجھے بے حد پسندیدہ ہے۔

حرمین شریفین کا احترام

ایک مرتبہ حاضری کے موقع پر جب حضرت شیخ مہمانوں سے فارغ ہوتے اور گھر جانے لگے تو فرمایا کہ ہدایت الرحمٰن کو بلاؤ پھر مجھے بلایا اور میری پیشانی کو بوسہ دیتے ہوتے ارشاد فرمایا کہ اپنی پیشانی قریب کرلو کہ میں اسے بوسہ دے دوں کہ اس نے حرمین شریفین دیکھا ہے اور یہ جبین حرمین شریفین کی مقدس زمین پر سجدہ ریز رہی ہے۔

گورنر کے نام مکتوب

ایک اہم کام کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث نے ایک مکتوب صوبہ سرحد کے گورنر فدا محمد خان کے نام دستی دے دیا، جو خالص جائز اور شرعی اور خدمت خلق سے متعلق کام تھا۔

میں اور جناب حاجی حبیب الرحمٰن صاحب ایک وفد کی صورت میں وہ خط لے کر گورنر صاحب کے پاس حاضر ہوتے تو انھوں نے مارشل لا۔ ایڈمنسٹریٹر کو فون کیا کہ یہ کام بہرصورت کرنا ہے، اور میں تحریری حکم بھیج رہا ہوں'۔ مارشل لا۔ ایڈمنسٹریٹر بظاہر کام کے حق میں نہیں تھے تب "گورنر کے الفاظ تھے کہ مجھے یہ ایسی شخصیت کا خط آیا ہے اگر میرا منصب بھی ختم ہو جاتے تب بھی یہ کام بہرصورت کرانا ہے"۔

پھر میں اس کام کے سلسلہ میں مارشل لا۔ ایڈمنسٹریٹر سے ملا. تو اس نے کہا کہ تم لوگ فدا محمد خان کی گورنری اور اس کا منصب و عزت تاراج کرنا چاہتے ہو میں سمجھ گیا تو میں نے عرض کیا کہ مولانا عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ کو جانتے ہو؟ تو اس نے کہا یقینًا جانتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ بات اور صلح کا معاملہ انھوں نے گورنر صاحب کے حوالے کیا ہے۔

تب مارشل لا۔ ایڈمنسٹریٹر نے کہا اب میرا بھی یہ فرض ہے کہ ایسی شخصیت کو ملحوظ رکھ کر آج ۱۲ بجے سے قبل فائل مکمل ہو کر گورنر کے میز پر پہنچ جاتے گی۔ پھر یقینًا اسی طرح ہوا کہ ۱۲ بجے نہیں تھے کہ معاملہ حل ہو گیا۔

عشق کی دکان

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب ایم اے خطیب رستم ضلع مردان

حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ صرف عظیم شخصیت تھے۔ بلکہ وہ عظیم شخصیت ساز ادارہ تھے۔ کہ رب العلمین نے ان کی ذات گرامی کو لاتعد ولاتحصی کمالات وفضائل کا منبع بنایا۔ ان کے قلب اطہر کو عشق مصطفیٰ اور علوم مصطفیٰ کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ ان کے چہرۂ انور اور ہر زاویۂ عمل سے سلف الصالحین اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ادائیں ٹپکتی تھیں۔

حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکستان میں اکابرین دیوبند اور مشائخ دیوبند کے خصوصی توجہات کا مرکز تھے۔

انہوں نے پاکستان میں امتیازی اور خصوصی شان کے ساتھ اپنے عظیم شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علوم وفیوضات اور کشف وکرامات کے سمندر سے علوم مصطفیٰ کے شیدائیوں کے سینوں اور قلوب کو سیراب ومعطر فرمایا۔ بہت غور اور سوچ بچار کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ وہ عشق و معرفت کی دکان تھے۔

اور میں نے عظیم علمی شخصیات دیکھی ہیں۔ لیکن اپنی محدود زندگی میں صرف اور صرف دو شخصیات کی للہیت وتواضع اور عجز وانکسار اور عشق و گداز جو تمام تکلفات وتصنعات سے پاک ومبرا اور خالی پایا۔ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ اور دوسرے حضرت امیرالمؤمنین فی التفسیر حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالہادی صاحب شاہمنصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ ایک فنافی الحدیث تو دوسرے فنافی القرآن تھے۔

حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے اور دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کے لئے عاشق مصطفیٰ ولی کامل۔ مجاہد اعظم الحاج محمد آمین صاحب نوراللہ مرقدہ روضۂ اطہر اور گنبد خضرا اور بیت اللہ شریف کے سایوں میں دعائیں فرمایا کرتے تھے یعنی امیرالمؤمنین فی الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے اہل اللہ کی نگاہوں میں بھی شان محبوبیت رکھتے تھے۔

مجاہد کبیر قطب دوراں حاجی صاحب ترنگزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ومأذون فقیر صاحب نوراللہ مرقدہ آف پلو ڈھنڈ صوابی نے اپنے فرزند کو فرمایا کہ بیٹے یاد رکھو کہ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث صرف حدیث یار کے محقق نہیں ہیں بلکہ فنافی الرسول شخصیت ہیں اور امیرالمؤمنین فی الحدیث نوراللہ مرقدہ کی قدم بوسی اور پاپوش بوسی اور دست بوسی میں سب کچھ موجود ہے۔

؎ قال راگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو،

شبان وادیٔ ایمن گہے رسد بمراد
کہ چند سال بجان خدمتِ شعیب کند

ایک دفعہ دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کے دورۂ حدیث کے طلباء کرام حضرت امیرالمؤمنین فی التفسیر فنافی القرآن علامہ عبدالہادی شاہمنصوری نوراللہ مرقدہ کے پاس ملاقات اور دعا کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو امیرالمؤمنین فی التفسیر فنافی القرآن علامہ عبدالہادی شاہمنصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طلباء دورۂ حدیث سے پوچھا کہ ساتھیو! کہاں سے تشریف لائے ہو۔ تو طلباء کرام نے بصد ادب وتعظیم کہا کہ حضرت ہم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے دورۂ حدیث کے طلباء ہیں۔ صرف اور صرف آپ سے ملاقات اور دعا کے لئے آئے ہیں۔ تو رخصت کے وقت امیرالمؤمنین فی التفسیر فنافی القرآن علامہ عبدالہادی نوراللہ مرقدہ نے طلباء کرام کو تاکیداً فرمایا۔ کہ جب دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ پہنچیں تو حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمتِ اقدس میں میرا سلام بصد ادب وتعظیم پیش فرمادیں۔ اور میرے لئے خصوصی دعاؤں کے لئے بھی درخواست پیش فرمادیں۔ کہ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث نوراللہ مرقدہ مجھے خصوصی دعاؤں سے بہرہ یاب فرمادیں ایک دفعہ حضرت امیرالمؤمنین فی التفسیر علامہ عبدالہادی نوراللہ مرقدہ دورۂ تفسیر میں ایک مقام پر تحقیق اور مفسرانہ شان سے تحقیق فرما رہے تھے۔ اور تفسیر کی تحقیق حدیث یار سے فرما رہے تھے۔ کہ ایک طالب العلم نے کہا۔ کہ حضرت دورۂ حدیث میں یہی حدیث شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ نے بھی بیان فرمائی تھی تو حضرت علامہ عبدالہادی شاہمنصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ کہ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث نوراللہ مرقدہ کے مقام حدیث

باقی صفحہ ۳۲۴ پر)

محمد فاروق ـــ ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی میں عالمی معیار سے ہم آہنگ

پاکستان اور عالمی منڈیوں کے لئے سوت سے لے کر تیار شدہ کپڑے تک اور چادروں سے لے کر گھریلو پارچہ جات کی مختلف اقسام تک، کا وسیع انتخاب.

ہم نے کپڑے کی مصنوعات کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے پرنٹنگ اور فنیشنگ کے طریقِ کار میں جدید آلات کا اضافہ کیا ہے

ہم محمد فاروق میں جدید ٹیکنالوجی کو اختیار کر کے عالمی سطح پر ٹیکسٹائل کی صنعت میں نئے رجحانات کو فروغ دینے میں سرِ فہرست ہیں.

محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی بصیرت و پیشین گوئی

اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے سیاسی مساعی

> یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی بصیرت اور کرامت تھی کہ جو لوگ کل تک شریعت بل کا نام لینا گوارا نہ کرتے تھے وہ بھی تحریک نفاذِ شریعت میں شامل ہو کر شریعت بل کی حمایت پر مجبور ہو گئے

مولانا ضیاء الدین قریشی فاضل دارالعلوم حقانیہ

خاص تاریخ تو مجھے یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ شریعت بل کے پیش کرنے کا ابتدائی زمانہ تھا اور جونیجو دور تھا، کل کو اسمبلی کا اجلاس شروع ہونا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رح اسمبلی کے اجلاس کی تیاری کے لیے اپنی بیٹھک میں بعض احباب سے مشورہ فرما رہے تھے۔ اس روز احقر کو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے ہمراہ حضرتؒ کی مجلس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی (یہ احقر کی دارالعلوم میں خدمات کے ابتدائی ایام تھے) تو مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال اور شریعت بل کے متعلق حکومت اور سیاسی لیڈروں کے بیانات اور اس سلسلہ کے بعض تاثرات عرض کیے۔ اُس وقت سیاسی فضاء کچھ ایسی مکدر تھی گویا شریعت بل پیش کر کے کوئی بہت بڑا جرم کیا گیا ہے —— یہ وہ دَور تھا جب شریعت بل کے حق میں ایسی فضاء نہیں تھی جو آج ہے۔ اُس وقت مولانا سمیع الحق صاحب اور ان کے رفقاء کی ایک طرف تو حکومت سے جنگ تھی اور دوسری طرف بے دین سیاست دان اور بے دین لیڈروں سے جو شریعت بل کی شدید مخالفت کر رہے تھے۔ اور بعض اپنے مہربانوں اور نادان دوستوں نے بھی اس بل کو نعوذ باللہ شرارت بل اور مودودی ازم کہکر ٹھکرا دیا تھا —— تو مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے جب شریعت بل کے بارے میں عوامی حلقوں کے تاثرات سے حضرتؒ کو آگاہ کیا تو حضرتؒ نے اپنے مخصوص انداز میں مولانا عبدالقیوم حقانی کو مخاطب کرتے ہوئے (پشتو میں) فرمایا کہ "سمیع الحق مُسَلَّم لیڈر شو" (یعنی (مولانا) سمیع الحق مسلم لیڈر بن چکا ہے۔

ہم جب اس مجلس سے رُخصت ہوئے تو مولانا حقانی صاحب نے مجھ کو کہا قریشی صاحب! "یاد رکھو مولانا سمیع الحق صاحب کی لیڈری پر قبولیت کی مُہر لگ چکی ہے۔ اب انشاء اللہ ایک دن ضرور ہمارے مہربان اُستاد ایک مُسلّم لیڈر بن کر اُبھریں گے اور خدا تعالیٰ ان سے دین کی عظیم خدمت لے گا۔" لیکن اُس وقت حالات کچھ ایسے تھے کہ مجھ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعۃً ایسا ہو جائے گا کیونکہ یہ وہ دور تھا جب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، نہ تو جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل تھے اور نہ ہی متحدہ شریعت محاذ بنا تھا اور نہ مولانا سیاسی انداز سے اس قدر متعارف تھے کہ آثار و قرائن سے کچھ مستقبل کو پہچان لیا جاتا۔ لیکن آج حالات نے واضح کر دیا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی پیشینگوئی صحیح تھی۔ اوّلاً مولانا کو جمعیۃ علماء اسلام سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل بھی آپ ہی کی مساعی کی مرہونِ منت ہے۔ عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کا قیام آپ کے ہاتھوں عمل میں آیا جس کے آپ سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ آل پارٹیز قومی شریعت کانفرنس بھی آپ کی دعوت پر ہوئی، جس میں پیپلز پارٹی کے علاوہ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے شرکت کی۔ تحریک نفاذِ شریعت بھی آپ کی مساعی کی ممنون ہے جس کے آپ سیکرٹری جنرل ہیں اور جو بے نظیر کے ایوانِ حکومت میں آخری کیل ثابت ہُوا۔

یہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی دعاؤں اور روحانی بصیرت کا نتیجہ ہے کہ دن گذرتا ہے اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دینی و سیاسی عظمت دوبالا ہوتی ہے۔ یہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی کرامت ہے کہ جو لوگ کل تک شریعت بل کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے وہ بھی تحریک نفاذِ شریعت میں شامل ہو کر شریعت بل کی حمایت پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء

◆

حضرۃ شیخ الحدیثؒ کی جامع صفات شخصیت

مولانا قاری سید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو حق تعالیٰ شانہ نے بے پناہ ایسی صفات سے متصف فرمایا تھا جن کا ایک فرد میں اجتماع اس دور میں نادر ہے ۔

حضرت مولانا مرحوم ایک نامور محدث بلند پایۂ مفسر، میدان سیاست کے بطل اور راہ حق کے عظیم مجاہد تھے ۔

دارالعلوم دیوبند سے دارالعلوم حقانیہ تک مسند درس پر جلوہ افروز ہوکر آپ نے معارف ربانیہ اور علوم نبویہ کے انوار کو طالبین علوم کے سامنے بکھیرا، طالبین حق منازل سلوک طے کرکے آپ کے فیوض سے مستفیض ہوتے رہے اور راہ حق کے لئے رشد و ہدایت حاصل کی ۔

اس باصلاحیت قائد نے مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی حفاظت کی خاطر شریعت مطہرہ کی برتری اور نفاذِ اسلام کے لئے برسہا برس پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کا ممبر رہ کر قابل تقلید کردار ادا کیا اور علم حق کو ناواقف اور ناداں اکثریت کے سامنے سربلند رکھتے ہوئے اربابِ سیاست اور عوام الناس پر کھل کر واضح کردیا کہ ملک کا داخلی استحکام اور ملت کی عظمت کا راز صرف اور صرف تنفیذ شریعتِ مطہرہ میں مضمر ہے۔

اس عظیم مربی کی خداداد صلاحیتوں کا کمال اور ان کی جامع صفات شخصیت کا عکس ہے کہ آپ کے تلامذہ جہاں دارالحدیث کے محدث و فقیہ مسند تدریس کے کامیاب مدرس، مساجد کے قادرالکلام خطیب میدان سیاست میں مثبت کردار ادا کرنے والے محبِ دین و وطن سیاست دان، معرکۂ جہاد کے عظیم مجاہد اور تجربہ کار قائدین کر بھی اُبھرے ہیں ۔

سودیت یونین کے طاغوت کو توڑنے والے افغان مجاہدین کے صفِ اوّل کے قائدین جلال الدین حقانی، یونس خالص، فتح اللہ حقانی وغیرہ کے علاوہ —— ہزاروں سپوت اور شہداء آپ سے شرف تلمذ حاصل کرچکے ہیں ۔

حق تعالیٰ شانہ' اس دیوبند ثانی کو جو حضرت کے عظیم آثار میں سے ہے وُسعتیں اور ترقیاں عطا فرمائے ۔ اور حضرت کے علمی وارثین کو حق پر قائم و دائم رکھے اور اولادِ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے جانشیں حضرات کو راہ حق کے لئے جہاد مسلسل کی توفیق مزید مرحمت فرمائیں۔ (آمین)

* * *

بقیہ صفحہ ۳۲۱ سے ۔ عشق کے دوکان

ہیں تحقیق و تدقیق اور محدثانہ عظمت پر فخر حاصل ہے یہ شیخ الحدیث علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میدان حدیث میں تحقیقی مقام اظہر من الشمس ہے اور وہ موجودہ دور میں استاذ المحدثین اور رئیس المحدثین ہیں اور محدثین کی مجلس میں اور علمی دنیا میں مقام رفیع پر جلوہ نما ہیں ۔

حضرت شاہمنصوری نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ ہمارے لئے باعث فخر ہے ۔ دارالعلوم حقانیہ کا تعاون و اعانت میرا جزو ایمان ہے شیخ الحدیث مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی ملاقات سے روحانی مسرت اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے ۔ اور دارالعلوم حقانیہ کے دورہ حدیث سے جی خوش ہوتا ہے ۔ اور دارالعلوم حقانیہ کی در و دیوار میں چین و سکون کی لہر موجود ہے ۔

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دارالعلوم حقانیہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے ۔ اور دارالعلوم میں ایک جم غفیر ہے ۔ میں نے خواب میں ایک بزرگ سے پوچھا کہ حضرت یہ اتنی انبوہ و ازدحام اور جم غفیر کس چیز کا ہے ۔ خیریت تو ہے ۔ تو اس صاحب نے مجھے کہا ۔ کہ یہ دور حاضر کے اولیاء اللہ اور صلحاء امت ہیں ۔ اور حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کے پاس تذکیہ نفس اور فیض باطنی کے لئے حاضر خدمت اقدس ہوتے ہیں ۔ اور صحبت شیخ سے لطف اندوز ہونے کے لئے آتے ہیں ۔

* * *

عِلمی مقام

اور

محدّثانہ جلالتِ قدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

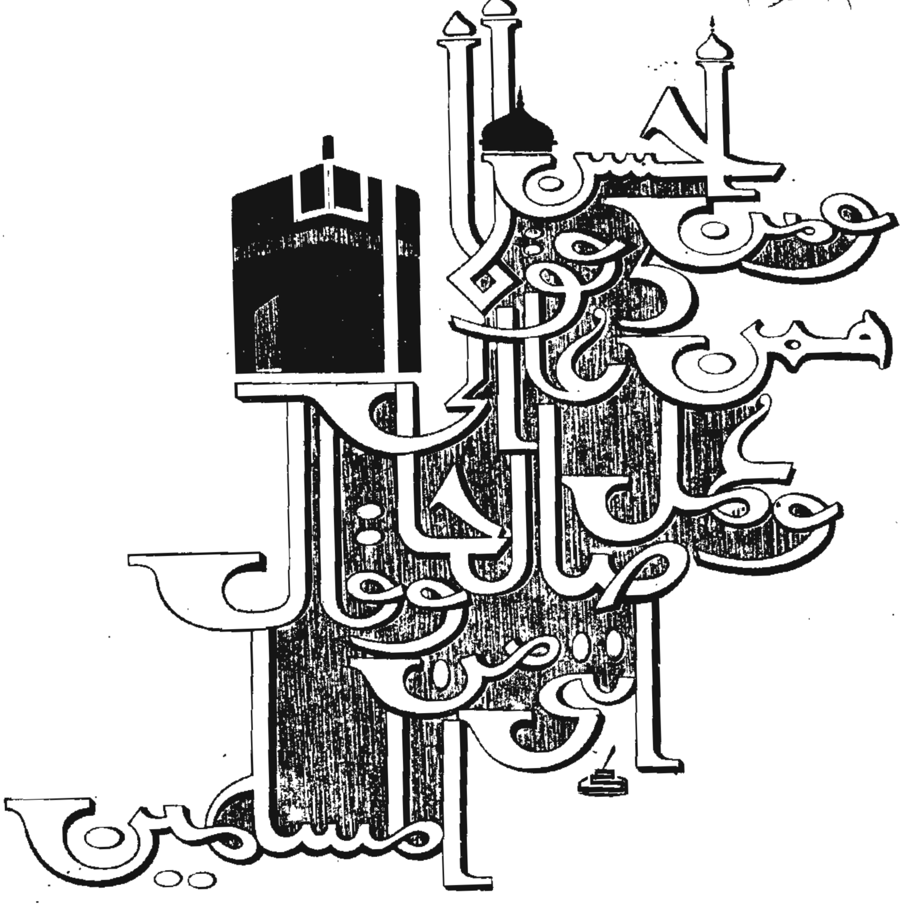
ومن احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال اننى من المسلمين

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة
الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون

جن لوگوں نے کہا "اللہ ہمارا رب ہے" پھر اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"۔

حقائق السنن شرح ترمذی

پر

ایک نظر

داعیٔ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے افاداتِ ترمذی پر وقیع مقدمہ اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام مکتوب

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نئی تحقیقات، تازہ رجحانات، نئے شبہات و سوالات، سائنسی ایجادات، فہم حقائق، بقاء اعراض، مسلک اہلِ سنّت کا اعتدال و توازن، فن حدیث میں رسوخ و عمق، علمِ رجال، علمِ جرح و تعدیل، عارفانہ و متکلمانہ مباحث، غرض ہمہ پہلو جامع بحث، اسی طرح دلنشین انداز سے کرتے ہیں جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے ۔

محب گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب زید توفیقہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج بعافیت ہوگا اور حضرت والد ماجد مدت فیوضہ صحت و عافیت کے ساتھ مشغول افادہ و افاضہ ہوں گے۔ بارك الله فی حیاتهم و فیوضهم

کچھ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط اس فرمائش کے ساتھ آیا تھا کہ میں حضرت کے افادات "حقائق السنن" پر بطور مقدمہ اور پیش لفظ کے کچھ لکھوں، میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ یہ بات میری حیثیت اور سطح سے بلند ہے کہ "ایاز قدرِ خود رابشناس" اس کے لیے پاکستان یا ہندوستان کے کوئی جلیل القدر عالم جن کا حدیث شریف سے اشتغال اور اس پر وسیع نظر ہو زیادہ موزوں ہوں گے۔ غالباً آپ نے میری یہ معذرت حقیقتِ حال پر مبنی ہونے کی بنا پر قبول کر لی لیکن اس کے بعد میں نے کتاب پر نظر ڈالی اور اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار کر دوں، یہ ایک شہادت بالحق ہو گی۔ چنانچہ میں نے ۱۶ صفحے کا ایک مضمون حوالہ قرطاس کیا، اب بمبئی آکر اس کو ایک عزیز دوست کے حوالہ کر رہا ہوں جو دو چار دن میں کراچی ہو کر حجاز جانے والے ہیں، میں نے اُن کو ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی سے اس کو بذریعہ رجسٹری پوسٹ کر دیں، یہاں سے ڈاک سے بھیجنے میں بڑی طوالت ہوگی اور معلوم نہیں رقابہ کے کن مرحلوں سے گذرنا پڑے۔ مقدمہ کے بارے میں میری اب بھی وہی رائے ہے، لیکن آپ کو اس مضمون کے بارہ میں اختیار ہے کہ آپ اس سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ اگر مقدمہ کسی دوسرے فاضل کے قلم سے ہو گیا ہو تو اس کو آپ "الحق" میں بطور مضمون کے شائع کر سکتے ہیں۔ اس کی رسید سے ضرور مطلع کریں۔

معلوم نہیں "تاریخ دعوت و عزیمت" کا پانچواں حصہ جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ سے مخصوص ہے، کراچی میں چھپا، اور آپ تک پہنچا یا نہیں، اگر اتنی تاخیر کا اندیشہ ہوتا تو میں براہِ راست بھیجدیتا، حضرت والد صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام، درخواست دعا اور اس خدمتِ حدیث پر دلی مبارکباد اور اظہارِ تشکر۔ تقبلہ اللہ تقبلاً حسناً۔ خط کا جواب لکھنؤ کے پتہ پر عنایت فرمائیں۔ والسلام، دعاگو و طالب دعا ابوالحسن علی، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۲؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء)

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

کتب صحاح کے درمیان جامع ترمذی کا خاص مقام ہے جسے ہر دور میں امت میں بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے اور اس کی بلندیٔ مرتبہ پر

اُمت کا اجماع ہے۔ انہوں نے اپنے دونوں اساتذہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ اور امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کی تحقیقات، صحیح احادیث حاصل کرنے کی کوششوں اور تمام سابقہ علمی کاوشوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ائمہ و مصنفینِ حدیث کے درمیان سے اپنا راستہ نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیفی ملکہ، قوتِ اجتہاد، فنی قدرت وقوت بطور خاص عطا کی ہے۔ اِس کے ساتھ ان کی عقل و علم میں پختہ عمر کے تقاضا سے مزید پختگی اور گہرائی پیدا ہوئی جس میں ان کی طویل فنی تمرین، ائمہ فن کی طویل صحبت اور ان سے محبت و وفاداری، ان کے فضل و تقدم کا اعتراف، ان کے زہد و تواضع، بے غرضی، دعا میں اشتغال اور اللہ کے لیے تضرع و ابتہال کو بھی حاصل دخل ہے۔

صحیحین کے قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤلفین صحت و باریک بینی اور فنی قدرت کی انتہا پر ہیں اور سُنن ابی داؤد میں اسے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے احادیث احکام کو بہترین نظم و ترتیب عطا کی ہے اور انہوں نے بعد والوں کے لیے کچھ چھوڑا نہیں ہے۔ اس لیے احادیثِ صحیحہ پر مشتمل کوئی کتاب ترتیب دینا تحصیل حاصل اور بے فائدہ کام ہے۔ مگر امام ابو عیسٰی ترمذیؒ نے ساٹھ سال سے زائد عمر میں (جو ذہنی پختگی کی عمر ہوتی ہے) اپنی کتاب تالیف کی جس میں ان کی تصنیفی صلاحیت واضح طور پر سامنے آئی اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس کتاب نے صدر اسلام کے عظیم حدیثی ذخیرے میں ایک قیمتی اور نیا اضافہ کیا ہے، انہوں نے اس کتاب میں اپنے دونوں استاذوں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے طریقہ پر فقہ و حدیث کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور دونوں کے محاسن اور خصوصیات اپنالی ہیں، انہوں نے متعدد روایات کو امام مسلمؒ کی طرح ایک جگہ جمع کر دیا اور امام بخاریؒ کے طریقہ پر اسنادی فوائد کو کتاب میں متعدد جگہوں پر رکھا اور ایک ایک حدیث پر کلام کیا اور ایسی مخصوص علمی اصلاحات اپنائیں جن میں وہ منفرد ہیں اور وہ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کام کیا جسے آج "تقابلی فقہ" (الفقہ المقارن) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے فقہی و اجتہادی دبستانوں کی جس طرح حفاظت کی اُس کا اُمت کو اعتراف کرنا چاہیئے، وہ نہ ہوتے تو بہت سے ائمہ کے نتائج اجتہاد نظر کے سامنے نہ آتے۔ اپنے جامع کی اس خصوصیت کے سبب یہ کتاب حدیث و سنت کی کتابوں کے درمیان ممتاز و منفرد ہو گئی ہے اور سب سے قدیم و قابلِ اعتماد مرجع بن گئی ہے۔ خاص طور پر غیر مروج مذاہب فقہ جیسے امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے مذاہب کے لیے۔ یہ بھی ان کے حسنات میں ہے کہ انہوں نے بعد میں آنے والوں کیلئے امام شافعیؒ کی قدیم فقہ بھی محفوظ کر دی ہے۔

اس طرح جامع ترمذی ان احادیثِ حسنہ کے لیے مرجع اساسی بن گئی ہے جو ایک قیمتی حدیثی ذخیرہ ہیں اور جن سے استغنا ممکن نہیں۔ معتمد محدثین کبار میں سے ہم کسی کو اس طرف امام ترمذیؒ کی طرح متوجہ نہیں پاتے ہیں۔ اسی لیے امام ابو عمر عثمان بن صلاحؒ اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں کہتے ہیں کہ "امام ابو عیسٰی ترمذیؒ کی کتاب حدیث حسن کی معرفت کے لیے اصل ہے، وہی ہیں جنہوں نے اس کا نام روشن کیا اور اپنی جامع میں اس کا بکثرت ذکر کیا ہے[1]۔"

پھر انہوں نے علمِ رجال اور علمِ جرح و تعدیل پر خصوصی توجہ کی اور فنِ اسناد کے بعض منفرد رجحانات کے لیے ممتاز ہوئے جسے فنِ حدیث کا کوئی ناقدِ بصیر ہی جان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب حدیث کے فنونِ کثیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی لیے حافظ ابن الاثیرؒ نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ:-

> "یہ سب سے اچھی کتاب ہے جس میں فوائد کی کثرت، اچھی ترتیب اور تکرار بہت کم ہے، اور اس میں اُن مذاہب کا بھی ذکر ہے جو اور کتابوں میں نہیں، وجوہ استدلال احادیث کی نوعیت، صحت و سقم اور غرابت کا بیان ہے اور جرح و تعدیل سے کام لیا گیا ہے۔"

امام ابو اسمٰعیل عبداللہ محمد بن الانصاری کہتے ہیں:-

> "ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتابوں سے زیادہ مفید ہے کہ اس کے فوائد تک ہر شخص کی رسائی ہو سکتی ہے۔"

بڑی مسرت و طمانیت کی بات ہے کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان دام فیضہم کی درسِ ترمذی کی تقریریں اور امالی و افادات کی جلد اوّل "حقائق السنن" منظرِ عام پر آگئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے فرزندِ گرامی مولانا سمیع الحق مدیر "الحق" و استاذِ حدیث دارالعلوم حقانیہ اور مولانا عبدالقیوم حقانی نہ صرف طلبائے علمِ حدیث بلکہ حدیث کے کہنہ مشق، وسیع النظر و فاضل اساتذہ کے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے تعاون و نگرانی سے یہ علمی صحیفہ جو ایک ماہرِ فن اور دقیق النظر استاذِ حدیث کے وسیع مطالعہ، طویل تجربہ اور دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا نتیجہ ہے، اہلِ علم کے سامنے آیا۔ حضرت شیخ الحدیث نصف صدی سے تدریسِ حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ان میں دقیق مباحث کو شُستہ انداز اور سُلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کرنے کی خداداد صلاحیت ہے۔ انہوں نے چالیس سال تک دارالعلوم حقانیہ میں ترمذی کا درس دیا۔ یہ تقریریں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ کی گئیں، مولانا نے پورے مسودہ پر نظر ڈالی اور ضروری ترمیم و اصلاح فرمائی، تشنہ مقامات پر مزید بحث کی اور مرتب شدہ "امالی"

---

[1] علوم الحدیث صفحہ ۱۴ - ۱۵

درس کی وہ تقریریں وافادات جو تلمیذ کرلیے گئے تھے، سے بھی کام لیا گیا۔

مولانا چونکہ حدیث کے عالم واستاذ ہونے کے ساتھ (اپنے شیخ و استاد کی تبعیت میں) تزکیہ وسلوک کے بھی رمز آشنا ہیں اس لیے کتاب میں جابجا لطائفِ تصوف اور علمی وجدانی نکات بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ جابجا دلچسپ سبق آموز واقعات وحکایات درس پڑھنے والے کے لیے دلآویزی کا ذریعہ اور موعظت وتربیت کا سامان ہیں۔ فضلائے قدیم کی طرح اپنے اساتذہ سے عقیدت وشغف خاص طور سے حضرت مدنیؒ سے غیر معمولی عقیدت کتاب میں جھلکتی ہے۔ فنی وتحقیقی حیثیت سے بھی کئی بحثیں مختصر ہونے کے باوجود بصیرت افروز اور اصولی قدر وقیمت کی حامل ہیں۔ مثلاً تعریفِ حدیث میں قید من حیث انہ رسول کی ضرورت و افادیت، مؤرخ ومحدث کے فرق کی تشریح، متقدمین ومتاخرین کی تعریف حدیث کا فرق[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض سہ گانہ (تلاوتِ کتاب، تعلیمِ حکمت وتزکیہ) کی تشریح[2] بعثت فی الامیین کی حکمت اور تمدنی اثرات کی اہمیت، مقامِ عبدیت اور اسکی عظمت وجلالت کا بیان[3]۔

مولانا چونکہ ایک بیدار دماغ، حساس ودرمند دل بھی رکھتے ہیں، عہدِ حاضر کے بدلے ہوئے حالات اور جدید تعلیمیافتہ نسل کے ذہن سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور آپ کا مطالعہ درسی اور فنی کتابوں میں محدود نہیں ہے۔ آپ نئی تحقیقات اور تازہ رجحانات سے بھی بقدرِ ضرورت متعارف ہیں، اس لیے کتاب میں جابجا ایسے مضامین ملتے ہیں جن سے نئے شبہات وسوالات سے واقفیت اور شرحِ حدیث وتقریرِ درس میں ان سے بقدرِ ضرورت تعرض کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً سائنسی ایجادات وفہمِ حقائق اور سلسلۂ بقاء اعراض پر عالمانہ ومتکلمانہ بحث[4]، وزن الو پر اعتراض اور اس کا صحیح حل، تعددِ ازدواج پر دلنشیں انداز میں بحث[5] ہے۔ کتاب اگرچہ حدیث وفقہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے لیکن مولانا کی تاریخ سے واقفیت کا بھی روشن ثبوت ملتا ہے جس کے متعلق سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ علماء واساتذۂ دینیات کے دائرہ سے باہر ہے۔ اس سب کے ساتھ کتاب کے مسلک اہلِ سنت کے اس اعتدال وتوازن کا بھی اظہار ہوتا ہے جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے اور مکتب وخاندان ولی اللٰہی کا شعار، مثلاً آپ نے مروان بن الحکم اور یزید پر ناقدانہ کلام کیا ہے اور ان کے بارے میں ان کے جلیل القدر معاصرین اور ائمہ حدیث کا جو نقطۂ نظر رہا ہے اس کو بلا تکلف نقل فرما دیا ہے۔

خالص درسی وفنی حیثیت سے بھی کئی ایسی بحثیں ملتی ہیں جو فنِ حدیث میں رسوخ اور عمق کا نمونہ ہے، مثلاً جامع ترمذی کی خصوصیات جس کے بارہ وجوہ بیان کیے گئے ہیں[6]

بزدوی پر تنقید اور حضرت ابوہریرہؓ کے تفقہ کا اثبات اور بعض کثیر الانواع والاسماء الفاظ کی اچھی بحث، مذہب حنفی کا اقرب الی الحدیث ہونا وغیرہ وغیرہ۔

غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو میں "جامع ترمذی" کی شرح و بیان کی کوشش کی گئی ہے، اور ان دشوار اور نازک مضامین کو جو ابھی تک عربی کی شروحِ حدیث اور ماہر الفن اساتذہ کے حلقۂ درس سے مخصوص تھے سلیس وشستہ اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اس بلند پایہ کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لیے ایک ایسی شخصیت موزوں تھی جس کی علمِ حدیث اور متون وشروحِ حدیث پر وسیع وعمیق نظر ہو اور جس کا فنِ حدیث سے طویل ومسلسل اشتغال رہا ہو۔ خدا کے فضل سے ابھی برِّصغیر ہند و پاکستان میں متعدد ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو اس کام کی تکمیل کے لیے ہر طرح موزوں ومناسب ہیں۔ یہ شخصیت گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب کی نظرِ انتخاب اس اہم کام کے لیے اس بے بضاعت پر پڑی جس کے حدیث سے اشتغال اور اس کے درس کی مشغولیت کو عرصہ ہو گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ساری بے بضاعتی وکم مائیگی کے باوجود مقدمہ نگار کو بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے صحیح بخاری و جامع ترمذی میں تلمذ واستفادہ کی سعادت وشرف حاصل ہوا ہے اور ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

راقم سطور نے ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۲ء) میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنیؒ کے درسِ بخاری اور درسِ ترمذی میں شرکت کی، اگر میرے لیے اس قابلِ قدر کتاب پر کچھ تحریر کرنے کا جواز ہے تو یہ نسبت گرامی ـــ نیز یہ کہ صحاح اربعہ کا درس محدثِ عصر مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونکیؒ تلمیذِ خاص علامہ شیخ حسین بن محسن الانصاری یمانیؒ نزیل بھوپال سے لیا، اور کچھ عرصہ صحیح بخاری وترمذی کا درس دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس سے متعلق رہا اور اس نے خدا کے فضل سے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور حرمین شریفین کے کبارِ علماء واساتذۂ حدیث کی زیارت وصحبت اور انکے دروسِ حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اس لیے اس کا اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کلیۃً "تحسینِ ناشناس" اور یکسر "دخل در معقولات" کا مرادف نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر، صحت وقوت میں برکت عطا فرمائے، اور ان کے علمی ودینی فیوض سے زیادہ سے زیادہ طالبین کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، نیز مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو ترقی وقبولیت عطا فرمائے جس کے ذریعہ حدیث کی یہ قیمتی سوغات اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچی۔

---

[1] ملاحظہ ہو ص ۳۹، ۴۰ [2] ص ۴۳، ۴۶ [3] ص ۱۲۱، ۱۲۲ [4] ص ۱۲۶ [5] ص ۵۱۶، ۵۱۸ نیز حاشیہ ص ۵۱۸ [6] ص ۷۸

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر

حقائق السنن کے آئینہ میں۔

از مولانا عبدالمعبود صاحب مصنف "تاریخ مدینہ منورہ" و "تاریخ مکہ معظمہ"

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کا مجمع البحرین بنایا تھا اور دونوں بحر تلاطم خیز اور زخار تھے۔ ایک کے علمی سوتوں نے مادرِ علمی دارالعلوم دیو بند کو زعفران زار بنا دیا تو دوسرا بحرِ بیکراں نہ صرف پاکستان بلکہ متعدد ممالک کی سیرابی کا موجب ثابت ہوا۔ موصوف کی اعلیٰ علمی استعداد اور علوم عقلیہ میں مہارتِ کاملہ وتامہ، ایشیا کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیو بند کی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہونے سے ہویدا ہے۔ جبکہ دارالعلوم کے اساتذہ کی علو شان کا سارا زمانہ معترف ہے۔ آپ کے لیے یہ اعزاز باعثِ صد افتخار ہے کہ آپ کا شمار دارالعلوم کے اساتذہ اور مشائخ میں ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

حضرت موصوف کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف شیخ الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔

> "گذشتہ چند ماہ میں جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حسنِ کارکردگی کا ثبوت دیا ہے خُدامِ دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں، ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی کہ ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، چنانچہ جناب کی قابلیت اور شہرت و مقبولیت کے پیشِ نظر یکم محرم الحرام سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے۔"
>
> (حقائق السنن جلد ۱ سوانح شیخ الحدیثؒ ص ۵)

قیامِ پاکستان کے بعد موصوف نے اکوڑہ خٹک میں علم و عرفان کی ایسی شمع روشن کی جس کی ضیا گستریوں سے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب منور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے تمام علوم کی تدریس کا شغل جاری رکھا مگر آپ کو دائمی شہرت علوم نبوت کی گرانقدر خدمات کے صلہ میں حاصل ہوئی، جیسا کہ حضرت الشیخؒ کے تلمیذِ رشید محققِ جلیل مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم رقمطراز ہیں :۔

> حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دارالعلوم دیوبند کی طرح یہاں بھی یوم تاسیس سے لے کر آج تک مختلف علوم وفنون کی اعلیٰ کتابوں کے علاوہ کتبِ صحاح ستہ اور خاص کر صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے درس دیتے رہے اور دے رہے ہیں، شب و روز کے اشتغال بالحدیث خدمتِ حدیث میں انہماک اور علمِ حدیث سے کمال مناسبت اور ۵۴ سال سے

> تدریسِ حدیث کی وجہ سے لفظ "شیخ الحدیث" آپ کا عَلَم ہوگیا اور آپ اصل نام کے بجائے اسی لقب سے زیادہ مشہور ہوگئے ہیں۔
>
> (حقائق السنن جلد ۱ سوانح شیخ الحدیث ص ۷)

حصولِ علم کے لیے مصائب برداشت کرنا

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں :۔

—— "ہمارے اکابرین دیو بند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دلّی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی سبزی فروش (بقال) جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوش دیتے اور گذر اوقات کر لیتے، اور رات کو مطالعہ کے لیے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دوکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان کے لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے۔

آپ کے لیے یہ اعزاز باعثِ صد افتخار ہے کہ آپ کا شمار دارالعلوم کے اساتذہ اور مشائخ میں ہوتا ہے

ابھی ہمارے زمانۂ طالب علمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی۔ مجھے خود یاد ہے کہ زمانۂ حصولِ علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفاء کیا۔ پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا۔ وہاں سے میرٹھ چلا گیا، وہاں استاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارہ مشکل ہے، اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا۔ میں نے اسے بھی غنیمت جانا، ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے، نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے اور دوپہر کا کھانا مجھے دے کر خود بھوکا رہتا ہے۔ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے۔

اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں طالب علمی کے دوران کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا، مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کے لیے ملتا تھا اور سحری کے لیے پاؤ آدھ سیر چھاچھ، وہ بھی محلے کے لوگ نمبردار

مسجد میں لاتے ـــــ" (دعوات حق جلد ۲ ص۴۱۶)

ـــــ "ہمارے طالب العلمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بیحد تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ مجھے طالب العلمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں چھ۶ ماہ کے عرصہ میں بہت ہی کم ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کرکے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گذر اوقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی۔ تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز جھونکے سے بجھ جاتا۔ عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا، اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے۔

ہمارے ایک استاد تھے جن سے چند دن "ملا حسن" پڑھتا ہوا، موضع گڑھی کپورہ میں ان کے پاس ٹھہرے تھے، وہ بھی مسافر تھے، اس وقت بہت ضعیف ہیں، اُس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا۔ بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے ـــــ" (دعوات حق جلد ۱ ص۶۱۴)

چونکہ مقصود بالذات علوم عالیہ فاضلہ کا حصول تھا اس لیے اس راستہ کی دشوار گذار گھاٹیاں طے کرنا ازبس ضروری تھا۔ آپ نے جس طرح مصائب و شدائد کو خندہ روی سے برداشت کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے علمی فضل و کمال میں اسی طرح رفعتوں اور عظمتوں سے سرفراز فرمایا جس کا اعتراف آج علمی دُنیا میں سبھی کو ہے۔

علمِ حدیث کے ساتھ قلبی تعلق

حضرت شیخ الحدیث برد اللہ مضجعہ کو علمِ حدیث کے ساتھ ایسا گہرا قلبی تعلق اور وارفتگی تھی کہ باوجود متعدد عوارضات کے نہ تو اس کی تدریس میں کبھی کوتاہی ہوئی اور نہ ہی درسِ حدیث کے آداب و احترام سے کبھی چشم پوشی کی۔ جیسا کہ فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل حضرت العلام مولانا سمیع الحق مدظلہٗ فرماتے ہیں:۔

> "حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے اس دور میں تدریسِ حدیث کی ان تمام شرائط و آداب اور خصوصیات کو شدت سے اپنایا جیسا کہ اُن کے اسلاف اور اساتذہ و مشائخ کے ہاں معمول تھا۔۔۔
>
> ۔۔۔۔۔ درسِ حدیث کے دوران وہ تمام آداب آخر تک ملحوظ رہے جن کا ذکر سلف کے ہاں ملتا ہے۔ ضعف، بڑھاپے اور بیماری کے باوجود آخر تک دو زانو بیٹھ کر پورے خشوع و خضوع اور استغراق سے محوِ تدریس ہوتے ہیں، شدید ضرورت سے بھی پہلو نہ بدلتے، نہ تکیہ لگاتے ہیں، یہی حالت مطالعہ میں بھی ہوتی ہے۔"
>
> (دیباچہ حقائق السنن جلد ۱ ص ب)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طلباء کو اس حقیقت سے اچھی طرح رُوشناس فرما دیا کرتے تھے کہ علومِ متداولہ کا حصول مقصود بالذات نہیں بلکہ علومِ قرآن و حدیث میں ہر اعتبار سے کامل مہارت حاصل کرنے کے لیے دوسرے علوم کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

ـــــ "بہر حال علم وہ موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط، ارسطو اور حکمائے یونان کے علوم نہیں، ہاں ان کا سیکھنا ضروری ہے مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں، مثلاً گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بنانا بضرورت بنانا پڑتا ہے، جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے۔ علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلاء اور غسلخانہ کے ہیں۔

ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنونِ تنظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے، اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فراہم کرنا ہے، اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے۔ اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ چھت کے ہیں، اُس سے زیادہ ناسمجھ کون ہوگا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے ـــــ" (دعوات حق جلد ۲ ص۴۲۴)

زمانہ طالب علمی میں چھ ماہ میں بہت کم ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہوگا

حضرت شیخ الحدیث رح درس ترمذی کے دوران اختلافی مباحث، رجال اور جرح و تعدیل کی ابحاث، مذاہب ائمہ، فقہی مباحث، ان کے فروع و جزئیات، خصوصاً احناف کے مستدلات نقل کرکے ان میں تطبیق و ترجیح پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے۔ تقریر نہایت سہل، دلآویز اور جامع و مانع ہوتی، مشکل سے مشکل مسائل بھی ہر ایک طالب علم کے ذہن نشین ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی جواہر پاروں کا گراں بہا خزینہ اور علومِ نبوت کا بیش بہا گنجینہ "حقائق السنن" کے نام سے موسوم ہے جو اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت میں یگانہ و فرزانہ ہے جس کی پہلی جلد "بابُ التیمم" تک ہے اور ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، سنہ ۱۴۰۴ھ کی مطبوعہ ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ جلد ہی تکمیل پذیر ہو جائے تاکہ ہر خاص و عام اس سے استفادہ کر سکیں۔

قارئین کے لیے یہ حقیقت یقیناً حیرت افزا اور تعجب انگیز ہوگی کہ حضرت شیخ الحدیث رح کا درسِ ترمذی پشتو زبان میں ہوتا تھا جسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا اور پھر علامہ مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ نے اسے اُردو زبان میں منتقل کرکے زینتِ قرطاس بنایا، اسے متنِ کتاب کے ساتھ سجایا اور پھر لاتعداد کتابوں کے تتبع اور ورق گردانی کی جانکاہ صعوبتیں برداشت کرکے حوالہ جات کا ذخیرہ جمع کیا۔ موصوف کی یہ کاوش انتہائی قابلِ قدر

اور عظیم علمی شاہکار ہے جس کی جس قدر تحسین کی جائے کم ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی درس میں بیان کردہ احادیث، اقوالِ فقہاء، متکلمین اشتقاق ولغت وغیرہ تمام حوالجات کو اصل کتاب سے جاں گداز محنت کے ساتھ تلاش کر کے کتاب کو مزین کیا ہے جس سے اس کی افادیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ مولانا حقانی صاحب کا یہ کارنامہ اُن کی علمی وسعتِ نظر اور علوم وفنون کے ساتھ ان کی گہری وابستگی کی غماضی کرتا ہے۔

اس کام میں جو مشکلات اور دِقتیں پیش آتی ہیں عام آدمی اُن کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ان کی سنگینی سے وہی اصحابِ علم ودانش ہی آگاہ ہوتے ہیں جو تصنیف وتالیف جیسے جلیل القدر کام سے منسلک ہوں۔ کسی روایت یا کسی قول کا احادیث، فقہ، تفسیر یا تاریخ کی بیسوٹ کتابوں میں تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، بالخصوص ایسے حوالجات کی تخریج انتہائی دِقت طلب ہوتی ہے جس کے متعلق یہ صراحت بھی نہ ہو کہ یہ روایت کا حصہ ہے، فقہاء کا قول ہے یا کسی مفسر یا محدث کا ارشاد ہے لیکن علامہ موصوف نے ایسے حوالجات سے چشم پوشی کرنے کے بجائے انتہائی خوبی کے ساتھ انہیں تلاش کر کے کتاب کی زیبائش کو دوبالا کر دیا ـــــ ہم دل وجان سے حضرت العلامہ مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کے سپاس گذار ہیں کہ جن کی جاں سوز محنت وکاوش کے نتیجہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے علمی خزانوں سے علماءِ کرام، طلباء اور ہر پڑھا لکھا طبقہ مستفید ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل، زہد وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت میں خیر وبرکت، اور ترقی عطا فرمائے اور ان کی شاندار علمی خدمات کے فیوضات کو چار دانگ عالم میں پہنچائے۔

> حقائق السنن اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت میں یگانہ و فرزانہ ہے

حضرت شیخ الحدیثؒ کے علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر کو حقائق السنن کے آئینہ میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے موصوف کے اس سلسلۃ الذہب کو بیان کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ آسمانِ علم ودانش پر وہ بدرِ منیر بن کر چمکے ہیں:۔

سندِ حدیث حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز اکتسابِ علومِ نبوت کا سلسلہ عالیہ سندِ حدیث اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

ـــــ ”مجھے بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت میرے آقا ومولیٰ حضرت شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام، مجاہدِ اعظم مرشد العالم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے دیوبند میں دی، یہ سب کچھ خداوند کریم کا احسان ہے، اور اس کے بعد مشفق ومہربان استاذ کی برکت اور دیگر اکابر سلسلہ کا فیض ہے کہ جو کچھ ہمیں ملا انہیں کے ذریعہ سے ملا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کے مرقد مبارک کو مرکزِ انوار وبرکات بنا دے۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا مدنیؒ کی کراماتِ ظاہرہ میں سے یہ مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی صحبتِ مجلس کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ آج دینی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں، اور مجھ جیسے گنہگار، حقیر اور ناچیز بے علم شخص کو بھی اس نسبت سے اس مقدس مشغلہ کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت شیخؒ درسِ حدیث کے وقت احادیث کا حق ادا کرتے، کبھی ان کو اس میں وقت کی تنگی یا کثرتِ سوالات وغیرہ سے پریشانی اور ملال نہیں ہوتا تھا، اور نہ کبھی ان پر پڑھانے کی عجلت تھی، شروع کے اسباق اور آخر کے نہایت اطمینان سے پڑھاتے تھے، کبھی وقت کی تنگی کی وجہ سے خدمتِ حدیث کا حق ادا کرنے میں تعجیل سے کام نہ لیتے۔ حلم کی یہ حالت تھی کہ جب طلبہ بے جا اعتراضات کرنے لگتے تو حضرت حسن بصریؒ کی طرح یوں کہہ دیتے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَل۔

احادیث کی مکمل لغوی وفقہی اور فنی تشریح، اختلافِ مذاہب اور مذہب احناف کی تائید وتقویت عجیب وغریب پیرایہ میں کرتے۔ غرض سلف سے جتنے آداب وشرائط درسِ حدیث کے لیے منقول ہیں وہ ان میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔“

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے میری سندِ حدیث یہ ہے: ـــــ حدثنی سیدنا وشیخنا ومولانا حسین احمد المدنی قال حدثنا شیخ الهند مولانا محمود الحسن الدیوبندی قال حدثنا الشیخ الامام محمد قاسم النانوتوی والشیخ رشید احمد الکنگوهی قال حدثنا الشیخ عبد الغنی المجددی المهاجر المدنی قال حدثنا الامام الحجة الشاه محمد اسحق الدهلوی قال حدثنا الشیخ الاجل الشاه عبد العزیز الدهلوی قال حدثنا الامام الحجة الشیخ الشاه ولی الله الدهلوی رحمهم الله تعالیٰ“

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور الامام الاجل الشیخ ترمذیؒ تک سلسلہ سند مشہور ومعروف اور اوائل کتبِ حدیث میں مذکور ہے، اور ان حضرات سے حضور اقدس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کا سلسلہ ہر حدیث شریف کے ساتھ بیان ہوتا ہے ـــــ“ (دعوات حق جلد ۱ صـ ۳۴۲ تا ۳۴۴)

ـــــ ”گویا ایک سند تو حقیر ناچیز اور دیگر اساتذہ سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک ہے۔ اور اس کا دوسرا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے۔ اور تیسرا سلسلہ مصنف کتاب امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے ـــــ“

(دعوات حق جلد ۲ صـ ۴۹۲)

——— بہر تقدیر بخاری شریف میں نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجاہدِ اعظم، حافظ الحدیث، صدر المدرسین بدار العلوم دیوبند حضرت مولانا و بالفضل اولٰنا حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی کا زیادہ تر حصہ حضرت مدنیؒ سے دیوبند میں پڑھا ہے۔ حضرت مدنیؒ حدیثؒ کے امام تھے، حافظ الحدیث تھے اور صاحب الکرامات تھے، ولی اللہ تھے۔ ان کی کرامت کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں تقریباً جتنے مدارس ہیں ان میں آپ کے تلامذہ ہی خدمتِ دین میں مشغول ہیں اور دین کی اشاعت کر رہے ہیں۔ حضرت مدنیؒ مدینہ طیبہ میں درسِ حدیث دیتے تھے، آن کو معلوم ہوا کہ ان کے استاد حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اُس وقت کی حکومت (الجازیہ) کو کہا کہ جس دفعہ کے تحت آپ نے میرے اُستاد کو گرفتار کیا ہے مَیں بھی اُسی دفعہ کا مجرم ہوں۔ تو اپنے آپ کو اُن کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کر لیا۔ حافظہ ایسا تھا کہ بخاری شریف آپ کو متن اور سند کے ساتھ یاد تھی لیکن اخفاء کیا کرتے تھے، یہ ظاہر نہ کرتے تھے کہ کسی کو معلوم ہو جائے۔ جس وقت بخاری پڑھاتے تھے اپنے سامنے قسطلانی رکھتے تھے، وہ فرماتے تھے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ آپ جب سبق پڑھاتے تو آپ کی تقریر، تشریح، آپ کی متانت، آپ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آتا تھا، بڑے اطمینان سے آپ حقِ حدیث ادا کرتے تھے۔

بہر تقدیر حضرت مولانا مدنیؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، جن کا قرآنِ پاک کا ترجمہ اُردو میں بھی موجود ہے اور فارسی میں بھی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا تبحرِ علمی دیا تھا۔ آزادیٔ ہند میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ تو حضرت مدنیؒ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی ہے۔ یہ دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں کہ استاد کا نام بھی محمود ہے اور شاگرد کا نام بھی محمود، جو آگے چل کر حضرت شیخ الہندؒ ہو گئے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دار العلوم دیوبند سے پڑھی ہیں، حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانیٔ دار العلوم دیوبند پاکستان اور ہندوستان بلکہ اسلامی ممالک میں جہاں آپ علومِ دینیہ دیکھتے ہیں، جہاں آپ علماء دیکھتے ہیں، جہاں پر زمرۂ اہلِ حق ہیں، یہ تمام فیض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صاحب کا ہے۔ ان کا تمام وقت کچھ تو جہاد میں، کچھ تدریس میں اور کچھ مناظروں میں گذرا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنیؒ مجددی مہاجر مدنی سے بخاری اور ترمذی پڑھی اور ان سے اجازت لی ہے، یہ شاہ عبد الغنی مجددیؒ، شاہ ولی اللہ کے بیٹے ہیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نواسے ہیں اور مہاجر مدنی ہیں، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ سے پڑھی، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ نے حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ سے بخاری اور ترمذی پڑھی اور شاہ عبد العزیزؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے اور حضرت شاہ ولی اللہ نے شیخ ابو طاہر مدنیؒ اور شیخ ابو عبد اللہ مکیؒ سے، ایک استاد مکہ کے ہیں اور دوسرے مدینہ کے، آپ نے ترمذی کی ابتداء میں شیخ ابو طاہرؒ کا نام دیکھا ہے اور بخاری کے خطبہ میں جو حاشیہ لگا ہے اس میں سند لکھی ہے، وہاں سے بخاری تک سند چلتی ہے، اور بخاری و ترمذی کے بعد سند حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک کتاب میں ہر حدیث کے متن سے پہلے مذکور ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور سے حضرت جبریل علیہ السلام سے لیا۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ہ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ہ اور حضرت جبریل نے اللہ جل مجدہٗ سے لیا ہے۔

تو آج جو حدیث آپ نے سُنی اُس کی سند اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے ہم نے کس سے سُنا؟ کون راوی ہے؟ کس سے یہ بات کرتا ہے؟ کس سے نقل کرتا ہے؟ یہ سند ہے، یہ اجازت حضرت مدنیؒ نے شفقت کی بنا پر دی اور اسے مُقید کیا تھا کہ جب تک آپ کو یقین نہ آئے کسی حدیث کا مطلب نہ پڑھائیں ———" (دعواتِ حق ج ۲ ص ۴۸۰، ۴۸۱)

حضرۃ مدنیؒ حدیث کے امام تھے، اُنکی کرامت کی بڑی نشانی یہ ہے کہ پاکستان اور ھندوستان اور بنگلہ دیش میں جتنے دینی مدارس ہیں اُن میں آپ کے ہی تلامذہ خدمتِ دین میں مشغول ہیں

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ شیخ مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو بخاری شریف زبانی یاد تھی، لیکن وہ اس کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیا فی الواقع موصوف اس نعمتِ عظمٰی سے متصف تھے یا یہ محض حسنِ عقیدت تھی جو عموماً تلامذہ کو اساتذہ کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اس حقیقت کو آشکارا کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے :۔

> "استاذ المکرم شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک مرتبہ بخاری پڑھا رہے تھے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ دار الحدیث میں تشریف لا کر طلباء کے ساتھ شیخؒ کے پسِ پُشت بیٹھ گئے۔ حضرت مدنیؒ اُس وقت بخاری کی عبارت خود بھی پڑھ رہے تھے اور اس پر بحث بھی کر رہے تھے اور ان کے پاس بجائے بخاری کے قسطلانی کے باریک حروف کا نسخہ تھا جو آسانی سے نظر نہیں آتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے سبق پڑھا کر جب فارغ ہوئے اور حضرتِ لاہوریؒ سے ملاقات کی تو فرمایا آپ محسوس نہ کریں، دار الحدیث میں آپ کی آمد مجھے محسوس نہ ہو سکی، وجہ یہ تھی کہ مجھے سبق پڑھانے کے دوران نیند آ گئی تھی ——— تو اس واقعہ سے ہم نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ غالباً شیخ مدنیؒ کو بخاری متناً و سنداً یاد ہے، اگرچہ آپ نے خود کبھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔"
>
> (حقائق السنن جلد ۱ صفحہ ۴۲)

احترامِ شیخ

دنیا کا تجربہ اس بات پر شاہدِ عدل ہے کہ محض کتابوں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات اور کمالات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے "پیشِ مردِ کاملے پامال شو" پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے، نیز استاد کا ادب و احترام ہمہ وقت ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، بے ادبی فیوضات کے حصول کی راہ میں سنگِ گراں بن جاتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے دل میں اساتذہ کا ادب و احترام اور خدمت کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا، جس کا تذکرہ موصوف نے اس طرح فرمایا ہے :۔

ـــــ "حضرت شمس الائمہ سرخسیؒ کا ایک علاقہ میں جانا ہوا، وہاں ان کے تلامذہ ملاقات کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے، مگر ایک شاگرد بہت دیر سے آیا اور عُذر بیان کیا کہ والدہ کی علالت اور تیمار داری کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ انہیں عمر تو بہت ملے گی مگر علم کی برکت نصیب نہ ہوگی۔ یعنی والدین کی خدمت کی خاصیت یہ ہے کہ عمر بڑھ جائے، مگر استاد سے بے اعتنائی کی خاصیت علم کی برکت سے محرومی ہے۔

علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب، اساتذہ کا ادب اور علم کا ادب

امام صاحبؒ نے انہیں بددعا تو نہیں دی لیکن خاصیت بتا دی، چنانچہ اس شخص کو ایک سو بیس برس کی عمر ملی مگر کسی کو فیض نہیں پہنچا۔ تو اُستاد عظمت نہ ہونے کی وجہ سے بڑے سے بڑا ذہین بھی فیض سے محروم جاتا ہے۔ یہ علم اساتذہ کے جُوتے سیدھے کرنے سے ملتا ہے کیونکہ استاد کا ادب و احترام برقرار رہے گا تو استاد کی دُعا ملے گی ـــــ"

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۹۱)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل میں اساتذہ کا احترام غایت درجہ پایا جاتا ہے اور ان کی خدمت باعثِ صد افتخار سمجھتے تھے، اگرچہ ان کے ہم سبق طلباء اس سعادت کو بنظرِ حقارت دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت الشیخؒ خود بیان فرماتے ہیں:۔

ـــــ "میں خود دیوبند میں تھا تو زمانۂ طالب علمی میں حضرت شیخ المدنیؒ کے ہاں بعض اوقات ان کی خدمت کے لیے جایا کرتا اور پاؤں دباتا۔ اور بعض ساتھی ہنستے کہ یہ چاپلوسی کرتا ہے۔ مگر یہ ان بزرگوں کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ مجھ نالائق انسان سے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ کام دین کا لیا اور توفیق دے رہے ہیں۔ ان میں سے کئی اور ساتھی تھے جو اس راستہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ تو علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب، اساتذہ کا ادب اور علم کا ادب ـــــ" (دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۹۱)

جامع ترمذی کا مقام

جامع ترمذی باتفاق علماءِ امت صحاحِ ستہ میں شامل سمجھی گئی ہے۔ امام ترمذیؒ کی یہ کتاب امام بخاریؒ اور امام ابوداؤد سجستانیؒ کے طریقوں کی جامع ہے۔ ایک طرف موصوف نے احادیثِ احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے، دوسری طرف اسے صرف احکام ہی کے لیے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاریؒ کی طرح سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم و فنونِ حدیث کو اپنی کتاب میں اس طرح سمو دیا ہے کہ وہ علمِ حدیث کا گنجِ گرانمایہ بن گئی۔

حافظ ابوبکر بن العربیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) اپنی شرح "عارضۃ الاحوذی" میں فرماتے ہیں :۔

ـــــ "اس کتاب میں حسبِ ذیل چودہ ۱۴ علوم ہیں: (۱) احادیث کی اس طرح تدوین کی ہے جو عمل سے قریب کر دیتی ہے (۲) بیانِ اسناد (۳) تصحیح (۴) تضعیف (۵) تعدادِ طرق (۶، ۷) جرح و تعدیل (۸/۹) بیانِ اسم و کنیتِ رواۃ (۱۰/۱۱) بیانِ وصل و انقطاع (۱۲) معمول بہ اور متروک العمل روایات کی توضیح (۱۳) بعض احادیث کے ردّ و قبول میں علماء کے اختلاف کا بیان (۱۴) احادیث کی توجیہ و تاویل میں علماء کے اختلاف و آراء کا ذکر ـــ یہ ایسے علوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے ـــــ"

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

ـــــ "مجموعی حدیثی فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتبِ حدیث پر فوقیت دی گئی ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اس کے ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے۔ سوم اس اعتبار سے کہ اس میں حدیث کے انواع مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معلل بعلل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چہارم اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، اُن کے القاب اور کنیت کے علاوہ اُن فوائد کو بھی بیان کر دیا گیا ہے جن کا تعلق علم الرجال سے ہے ـــــ" (بستان المحدثین، اردو ترجمہ ص ۱۸۵)

وضعِ تراجم اور ان کی افادیت

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

> "ترجمۃ الباب میں ایک ہی موضوع کی مختلف احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جو محدّث کے فقہی کمال کا مظہر ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ باب میں محدّث کے نزدیک جو مسائل مختار اور راجح ہیں، ترجمۃ الباب سے صراحۃً یا اشارۃً ان کی نشاندہی ہو جاتی ہے، نیز ترجمۃ الباب محدّث کی فقاہت، ذہانت، ذکاوت، دقّتِ نظر اور فکر و بصیرت کی اوّلین کسوٹی اور اعلیٰ معیار ہوتا ہے۔ وضعِ تراجم میں امام بخاریؒ سباق الغایات ہیں، ان کے بعد امام نسائیؒ کے تراجم کا درجہ ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ بخاریؒ کی کامل مکمل پیروی کی ہے۔ اس کے بعد ابوداؤد کا درجہ ہے مگر اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ جملہ تراجم میں اسہل ترین اور اقرب الی الفہم امام ترمذیؒ کے تراجم ہیں۔" (حقائق السنن ج ۱ ص ۹۸)

قارئین کی خدمت میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حدیث کی تشریح و توضیح کا اندازِ بیان نمونہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جن میں حدیث کے متعلقات، بیانِ مذاہب، ترجیح مذہب حنفیہ، روایات میں تطبیق و توافق اور دیگر متعلقہ امور کو پوری شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت

قضائے حاجت کے وقت نہی استقبالِ قبلہ

استقبال و استدبار قبلہ ائمہ کرام کے نزدیک معرکۃ الآراء بحث ہے، لیکن شیخ الحدیث برد اللہ مضجعہ نے اسے انتہائی سہل طریقے سے حل فرمادیا ہے۔

عن ابو ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ بغائط ولا بول ولا تستدبروھا ولکن شرقوا او غربوا۔

شیخ رح نے فرمایا اس میں فقہاء کے چار مذاہب ہیں (۱) استقبال و استدبار مطلقاً ناجائز۔ یہ مذہب جمہور صحابہؓ، تابعین، امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہے اور عند الاحناف مفتی بہ قول یہی ہے (۲) استقبال و استدبار مطلقاً جائز ہے۔ یہ مذہب امام داؤد ظاہری رح اور غیر مقلدین کا ہے (۳) استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے۔ یہ مسلک امام احمد رح کا ہے (۴) استقبال و استدبار دونوں صحرا میں مطلقاً ناجائز ہیں، البتہ بنیان میں مطلقاً جائز ہے۔ یہ مسلک امام شافعی رح، امام مالک رح اور اسحٰق بن راہویہ سے منقول ہے۔

احناف حضرات استقبال و استدبار کے مطلقاً عدم جواز پر استدلال حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی مذکورہ روایت سے کرتے ہیں، اسے اصل الاصول قرار دے کر حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات سے اپنے مؤقف کی تائید اور مخالف روایات میں مناسب تاویل کرکے انہیں بھی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

امام داؤد ظاہری رح اور غیر مقلدین حدیثِ جابر سے مطلقاً جواز پر استدلال کرتے ہیں اور اسے حدیث ابو ایوب کے لیے ناسخ قرار دیتے ہیں۔ اور امام احمد رح استدبار کے مطلقاً جواز پر حدیث ابنِ عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں اور اسے حدیث ابو ایوبؓ کی عموم نہی کا ناسخ کہتے ہیں۔

حدیثِ ابو ایوبؓ کی وجہ ترجیح

اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تمام صیغے متکلم مع الغیر کے ہیں، جیسے قدمنا، وجدنا، فنتحرف اور نستغفر اللہ نیز جہادِ شام میں ہزاروں صحابۂ کرامؓ نے شرکت کی تھی، معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی کثیر جماعت تھی اور سب کا یہی عمل تھا مگر کسی صحابی نے بھی نکیر نہیں کی۔ (۲) حدیثِ ابو ایوب متفق علیہ ہے، سند کے اعتبار سے اس باب میں احسن و اصح ہے (۳) یہ روایت صحاحِ ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے، جس میں جانبِ مخالف کا کوئی احتمال نہیں جبکہ احادیثِ رخصت میں دیگر بہت سے احتمالات موجود ہیں۔ (۴) حدیث ابو ایوب میں ایک کلیہ بتایا گیا ہے جو ساری امت کے لیے ہے۔ حالانکہ دوسری روایات میں سب اقوال عام ہیں، اس پر مخالفین کے مستدلات جزئیات پر مبنی ہیں، بنابریں جزئیہ اور کلیہ کے تعارض کے وقت ترجیح کلیہ ہی کو دی جائے گی کیونکہ وہ اصل حکم ہے (۵) حضرت ابو ایوبؓ والی حدیث قولی ہے اور مخالف روایات فعلی ہیں۔ محدثین کے اصول کے مطابق قولی اور فعلی روایات میں تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، کیونکہ قول سے مقصود تشریع ہوتی ہے، جبکہ فعل کبھی عادت کی بناء پر اور کبھی عذر کی وجہ سے بھی صادر ہوتا ہے۔ تو جس طرح شرع کو عادت پر ترجیح حاصل ہے اسی طرح قول کو فعل پر ترجیح ہے۔ (۶) حضرت ابو ایوبؓ کی روایت نہی کی ہے اور نہی حرمت کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ مخالف روایات افعال ہیں جو اباحت کا تقاضا کرتے ہیں، حدیث بھی مطلق اور صحابہؓ کا عمل بھی، بنابریں ہزاروں صحابہؓ کا عمل ہی راجح ہے اور اسی پر عمل منشاء حدیث کے عین مطابق ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۶)

بَولِ صبی اور احناف کا مؤقف

باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم

"بَولِ صبی کے نجس ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ اس کے ازالہ کے طریقِ تخفیف کے قائل ہیں اور اس کی تطہیر میں ائمہ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ بَولِ صبی کی تطہیر کے لیے مطلقاً رش اور نضح کافی ہے، البتہ صبیہ کے بول کا غسل معتاد ضروری ہے۔ امام اوزاعی رح کے نزدیک غلام اور جاریہ دونوں کے لیے نضح اور رش کافی ہے۔ امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کی رائے یہ ہے کہ محض رش اور نضح پر اکتفاء کافی نہیں، بلکہ غلام کے بَول میں غسل خفیف اور بَولِ جاریہ میں غسل معتاد ہے۔

داؤد ظاہری اور بعض ظواہر یہ حدیثِ باب "فدعا بماءٍ فرشہ علیہ" سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نجاست کے ازالہ میں تین بار دھونا اور نچوڑنا معتاد ہے۔ اگر بَولِ صبی نجس ہوتا تو اس کی تطہیر کا بھی وہی حکم ہونا چاہیئے تھا۔

جمہور اہل سنت بھی بَولِ صبی کے نجس ہونے پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر بَولِ صبی طاہر ہوتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نضح، رش اور غسل کا حکم نہ فرماتے اور کبھی رش یا نضح اور غسل ترک بھی کیا ہوتا۔ مگر حدیث کے وسیع ذخیرہ ایسی ایک بھی

روایت نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ تلویث بولِ صبی کے بعد حضور علیہ السلام نے اس کے طاہر ہونے کی وجہ سے نضح یا رش نہ کیا ہو۔

دلائل احناف

عام طور پر نجاسات کی تطہیر کا اصول اور معتاد طریقہ موضع نجاست کو تین بار دھونا اور نچوڑنا ہے، غسلِ بدن، استنجاء، دمِ حیض اور دیگر نجاست کے ازالہ اور تطہیر کے متعلق شریعت کے احکام غسل کے ہیں، نضح کہیں بھی ثابت نہیں۔ اس لیے بولِ صبی کے ازالہ کے لیے نضح پر اکتفاء کر لینا عام اصول اور قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے۔

مسلم شریف کی روایت پر بحث کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:۔

قبال علیہ فدعا بماء فاتبعہ بولہ ولم یغسلہ سے غسلِ خفیف ثابت ہوتا ہے جس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے فدعا بماء فنضحہ علی ثوبہ ولم یغسلہ غسلا اس حدیث میں ولم یغسلہ کے ساتھ غسلا مفعول مطلق بھی منقول ہے جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے، جس طرح ضربت کا معنیٰ مارنا ہے لیکن ضربت ضربا کا معنیٰ شدید مارنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے شوافع کا استدلال صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ اگر حدیث میں صرف ولم یغسلہ کے الفاظ منقول ہوتے، پھر تو ممکن تھا نضح سے یہی مراد ہو، بلکہ حدیث میں لم یغسلہ غسلا منقول ہے، جس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ معتاد نہیں کیا۔ جب نفی مقید کو متوجہ ہوتی ہے تو قید منتفی ہو جاتی ہے، اس لیے جب غسلِ معتاد کی نفی ہوئی تو غسلِ خفیف کا تائید نضح باقی رہا۔ اس طرح یہ روایت بھی احناف کی مؤید ہے۔

روایات میں تطبیق

حضرتِ شیخؒ فرماتے ہیں کہ مسئلہ زیرِ بحث میں جس قدر روایات منقول ہیں ان سب میں چار قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ (۱) اتبعہ بالماء (۲) صبہ بالماء (۳) نضحہ بالماء (۴) لم یغسلہ غسلا حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ان روایات میں نضحہ بالماء کے سوا باقی تمام روایات میں ازالہ نجاست کا عام قاعدہ اور اصول مذکور ہے، لہٰذا نضحہ بالماء والی روایت کو چھوڑ کر سب روایات کو معمول بہا بنانا چاہیئے۔ نضح ایک جزئی واقعہ ہے اور غسل ایک عام حکم اور قاعدہ کلیہ ہے لہٰذا ترجیح بھی قاعدہ کلیہ کو حاصل ہو گی۔ علاوہ ازیں ان روایات میں منقول چاروں قسم کے مختلف الفاظ کی مراد ایک ہی ہے جس سے مزید حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔“

(حقائق السنن ج ۱ صـ۳۲۱ تا ۳۲۵)

تسمیہ عند الوضو اور حنفیہ کے دلائل

وضو کی ابتداء میں تسمیہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔ جن میں امام اسحٰقؒ، داؤد ظاہریؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی شامل ہیں، ان کے نزدیک بغیر تسمیہ وضو نہیں ہوتا۔ امام اسحٰق بن راہویہؒ کا مسلک ہے کہ تسمیہ عند الوضو واجب ہے، قصداً ترک سے نماز صحیح نہ ہو گی البتہ سہواً و نسیاناً ترک سے نماز ہو جائے گی۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک تسمیہ عند افتتاح الوضو سُنّت یا مستحب ہے۔ امام احمدؒ سے بھی قوی روایت میں یہی منقول ہے۔

وجوب کے قائلین کہتے ہیں لاوضوء لمن یذکر اسم اللہ علیہ میں لا نفی جنس کے لیے ہے جس سے ہر ایک چیز کی حقیقت اور ماہیت کی نفی کی جاتی ہے جیسے لا رجل فی الدار ہے کہ لا سے مدخول کی ماہیت سلب ہو گئی، اسی طرح لاوضوء میں وضو کے سلبِ کلی کو مستلزم ہے گویا وضو بالکل ہی نہ ہوا۔

سُنّت تسمیہ اور حنفیہ کے دلائل

علماء احناف فرماتے ہیں کہ علم بلاغت کا یہ اصول ہے کہ جب ایک چیز میں اس کے حسناتِ عالیہ اور صفاتِ کمالیہ موجود نہیں اور اگر ہیں بھی تو عدد درجہ ناقص، تو ایسی چیز کے ناقص اوصاف کو بمنزلہ معدوم سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی کو تنزیلِ ناقص بمنزلۃ المعدوم کہتے ہیں۔ جیسے لا فتی الا علی۔ لا سیف الا ذوالفقار۔ لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ اسی طرح حدیث باب میں بھی تسمیہ پڑھے بغیر وضو کو تنزیلِ ناقص بمنزلہ معدم کے قرار دیا جائے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس طرح لا ماہیت شئی کی نفی کے لیے مستعمل ہے اسی طرح بعض صورتوں میں حقیقتِ شئی کے بجائے کمال شئی کی نفی کی جاتی ہے۔ اور عین ممکن ہے لاوضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ میں کمال وضوء کی نفی کی گئی ہو جس کے قرائن حدیث میں بکثرت موجود ہیں، جیسا کہ حضورؐ نے ایک صحابی کو تعلیم کی غرض سے تین مرتبہ اعادہ صلوٰۃ کرایا، وضوء کے تمام امور تعلیم فرمائے، لیکن آپ نے اسے وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا، اگر اس کا درجہ واجب یا فرض کا ہوتا تو آپؐ لازماً تعلیم فرماتے۔

امام ابو داؤدؒ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضوء کی تفصیلی روایات نقل کی ہیں۔ چوبیس صحابہ کرامؓ آپ کے وضوء کے ناقلین ہیں۔ مگر ان میں کہیں قبل الوضو تسمیہ کا ذکر تک نہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین کا یہ عمل اور تعلیم کتبِ احادیث میں موجود ہے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

جامع ترمذی کے محشی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو آداب وضو درج کیے ہیں ـــ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضاء و ذکر اسم اللہ کان طہور الجمیع بدنہ ومن توضاء ولم یذکر اسم اللہ کان طہور الاعضاء وضوئہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو سے قبل تسمیہ پڑھنے والے کا سارا بدن پاک ہو جاتا ہے اور ترکِ تسمیہ سے صرف وضو کے اعضاء پاک ہوتے ہیں۔

لیکن اس حدیث میں فقہی طہارت مراد نہیں کیونکہ فقہی طہارت لایتجزی (ناقابلِ تقسیم) ہے، جس طرح جزء لایتجزی کی تقسیم نہیں ہوتی اسی طرح طہارت بھی منقسم نہیں ہوتی کہ آدھا جسم پاک ہو جائے اور آدھا نجس رہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم کی آیت اذا قمتم الی الصلوٰۃ ..... الخ میں تسمیہ مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث باب سے اس کی فرضیت ثابت کرنا کتاب اللہ میں زیادتی لازم آتی ہے جو بہر صورت ناجائز ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۰۰ تا ۲۰۳)

اسناد کی تنقیح

جہاں کہیں اسناد میں اضطراب ہو وہاں حضرت شیخ الحدیثؒ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کی تنقیح کر کے اس کو حل فرماتے ہیں۔ جیسا کہ باب ما یقال بعد الوضوء کے متعلق فرماتے ہیں :-

"حدیث باب کی سند میں تین وجوہ سے اضطراب ہے جو حضرت زید بن حباب کی سند میں تغیر و تبدل کی وجہ سے پیدا ہوا۔ (۱) زید بن حباب کی سند میں ابو عثمان ابو ادریس خولانی کے بعد ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ادریس خولانی اور ابو عثمان دونوں ربیعہ بن یزید الدمشقی کے استاد ہیں۔ والامر لیس کذلک حالانکہ ابو عثمان، ربیعہ کا استاد نہیں بلکہ دونوں معاصر ہیں اور معاویہ بن صالح کے استاد ہیں۔ (۲) زید بن حباب نے ابو ادریس خولانی اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے درمیان ایک واسطہ حذف کر دیا ہے جبکہ اصل سند اس طرح ہے: عن ابی ادریس عن عقبہ بن عمر۔ (۳) علاوہ ازیں زید بن حباب نے ابو عثمان اور حضرت عمرؓ کے درمیان سے دو واسطے حذف کر دیئے ہیں، اصل سند اس طرح ہے: عن ابی عثمان عن جبیر ابن نفیر عن عقبۃ بن عمر ـــ اس اضطراب کا دفیع اس طرح ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ تینوں اضطراب زید بن حباب کی جانب سے نہیں بلکہ خود امام ترمذیؒ یا ان کے استاد جعفر بن محمدؒ سے واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ نے اپنی کتابوں میں یہ حدیث صحیح اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۶۱)

اسی طرح بیر بضاعۃ والی روایت پر بحث کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں :-

"اس کے علاوہ حدیث باب سے استدلال اس لیے بھی ضعیف ہے کہ حدیث سنداً مضطرب ہے۔ ایک تو ولید بن کثیر خارجی اباضی ہے، نیز امام ابو داؤدؒ نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے: وقال بعضہم عبد الرحمٰن بن نافع۔ اس سند میں دو طریقہ سے منقول ہے۔ (۱) عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن رافع (۲) عن عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن نافع۔ اب پہلے تو راوی میں اشتباہ آگیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے؟ عبد اللہ کا یا عبد الرحمٰن کا؟ پھر عبد اللہ کا دادا نافع ہے یا رافع؟ اگرچہ امام ترمذیؒ نے اس کو "حسن" کہہ دیا ہے مگر اضطراب کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۸۷)

مسح رأس کی حکمتیں

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض احکام و مسائل کی نہایت احسن پیرایہ میں حکمتوں کا ذکر کرتے ہیں، جس سے ان کی افادیت مزید آشکارا ہو جاتی ہے جس کی چند مثالیں درج ہیں :-

"وضو میں سر کا مسح کرنے کا حکم ہے، جبکہ غسلِ جنابت میں غسلِ رأس کا۔ چونکہ غسلِ جنابت کی ضرورت انسان کو کم پیش آتی ہے، اس لیے سر دھونے میں حرج بھی نہیں، لیکن وضو روزانہ پانچ مرتبہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر وضو میں بھی غسلِ رأس کا حکم ہوتا تو حرجِ عظیم واقع ہوتا اور ہر وقت نزلہ، زکام اور مختلف امراض کا اندیشہ لاحق رہتا، اس لیے وضو میں غسلِ رأس کے بجائے مسح کا حکم دیا۔

اس میں یہ حکمت بھی کارفرما ہے کہ جن اعضاء کا تطہیر کا حکم دیا گیا ہے وہ چار ہیں جن میں سے دو مرکز اور دو اُن کے خادم اور وسیلہ ہیں۔ رأس (سر) قوتِ علمی کا مرکز اور وجہ (چہرہ) اس کا خادم ہے۔ رِجل (پاؤں) قوتِ عملیہ کا مرکز اور یدین (ہاتھ) اس کے خادم ہیں۔ چونکہ سردار اور آقا کا کام تھوڑا اور ہلکا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ان کے اشارہ سے ایسے امور انجام پاتے ہیں جو عام افراد عرصہ تک نہیں کر سکتے۔ چونکہ رأس مرکزِ علمی کا سردار اور وجہ اس کا خادم، اس لیے رأس کا کام ہلکا یعنی مسح ہے اور وجہ کا کام زیادہ یعنی غسل ہے۔ اسی طرح مرکزِ عملی کے سردار رِجلین کا کام بھی بعض صورتوں میں خفیف ہے

(پس خفین کی صورت میں ایک مُدّتِ مقررہ تک مسح کی اجازت ہے) اور یدین کی ذمہ داری غسل زیادہ رکھی گئی ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص۲۱۸،۲۱۹)

عذابِ قبر کی حکمتیں

"ایک مسلمان کو پیشاب سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے جو عذابِ قبر دیا جا رہا ہے، اس میں بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ شاہی دربار میں حاضری کے وقت ہر شخص اوّلاً غسل کرتا، میل کچیل کا ازالہ کرتا، کپڑوں کو دھوتا اور طہارت و نظافت کے لیے انہیں رگڑتا اور کوٹتا ہے اور ان پر پانی بہاتا ہے، پھر آگ کی مانند گرم اِستری سے اس کے ٹیڑھے پن کو دُور کرتا ہے، تب جا کر کپڑا صاف ہوتا اور شاہی دربار میں جانے کے شایانِ شان ہوتا ہے۔ لوہے کا زنگ دُور کرنے کے لیے لوہار بھی لوہے کو آگ کی بھٹی میں گرم کر کے اسے خوب کُوٹتا ہے تب اس کی صفائی ہوتی ہے۔

یہاں بھی ایک مسلمان نے رب العالمین کے شاہی دربار میں حاضری دینی ہے۔ اس لیے عذابِ قبر کی صورت میں پہلے اس کی رُوح کے لباس (بدن) سے گناہوں اور معصیت کا میل کچیل دھو کر صاف کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ بارگاہِ ربوبیت میں ایسے حال میں حاضر ہو کہ اس کے وجود پر معصیت اور نافرمانی کا کوئی دھبہ باقی نہ رہے، اور یہ عمل نکیرین کے سوالات کے جوابات کے بعد شروع ہوتا ہے، اور پھر قبر میں اس لباس کو خوب اور نچوڑ نچوڑ کر معصیت اور گناہوں کے زنگ کو دُور کر دیا جاتا ہے، پھر قیامت کے احوال و شدائد سے اس کی مزید صفائی کر دی جاتی ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص۳۱۹)

تیمم میں مٹی سے طہارت حاصل ہونے کی حکمت

"یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مٹی اور تطہیر میں کیا مناسبت ہے؟ بظاہر مٹی ملوث ہے اور مفضی الی التلوث ہے، جبکہ شریعت نے اسے مطہر قرار دیا ہے۔ چونکہ انسان کی تخلیق عناصرِ اربعہ سے ہوئی ہے جس میں غالب عنصر ارض ہے۔ جب ایک انسان ناپاک ہو جاتا ہے اور طہارت کے لیے پانی نہ دستیاب ہو، تو عند العسرة والمصيبة كل شئ يرجع الى اصله کے پیشِ نظر اصلِ غالب کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ ارض ہے۔ اپنے اصل یعنی مٹی کی طرف رجوع کرنے سے گویا خود کو مٹی ہونا ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ مٹی درجہ ذات میں پاک ہے۔ تو جو شخص رجوع الی الارض کر کے خود کو مٹی بنادے لہٰذا اس پر بھی طہارت کا حکم لگا دیا جائے گا۔"

(حقائق السنن جلد ۱ ص۵۲۵)

اس گلشنِ علم و دانش کی چند جھلکیاں دکھائی گئی ہیں ورنہ حقائق السنن کی تمام ابحاث بے حد قابلِ قدر، نفع بخش اور فیض رساں ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان علمی نوادرات و جواہرات سے مسلمانانِ عالم کو فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب فرمائے اور موصوفؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

* * *

علمی ذوق اور دیانت کے تقاضے

جیسے ہمارے دور میں بھی حساس طلبا جب بوجہ کسی عذر کے سبق سے رہ جاتے ہیں تو پھر وہی سبق اپنے ہم جماعت ساتھی سے دریافت کر لیا کرتے ہیں اسی طرح مجاہد اور طاؤس کے زمانہ کے لوگوں میں بھی تقویٰ اور طلب علم اور دیانت کا کچھ ایسا غلبہ تھا کہ جب کبھی حضرت مجاہدؒ بوجہ کسی عذر کے اپنے استاد حضرت ابن عباسؓ کی درسگاہ کو حاضر نہ ہو سکتے تھے تو وہ اس روز کے روایات اپنے ہم سبق ساتھی حضرت طاؤس سے پوچھ لیتے اور دیانت کا یہ عالم تھا کہ اپنے ساتھی حضرت طاؤس کو استاذ یقین کر کے اپنے سماع کی نسبت بھی ان کی طرف کرتے اور روایت بھی ان سے نقل کرتے تھے۔

افادات! شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

(از صحبتے با اہل حق)

* * *

از مولانا محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقائق السنن کی طباعت پر منظوم تاثرات

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی شرح ترمذی "حقائق السنن" کی طباعت پر

نوعروسی از حجاب آمد پدید   دُرِّ یکتا از نقاب آمد پدید
جلوہ گر بر آسمانِ علم و فن !   آفتاب و ماہتاب آمد پدید
شرح اقوالِ رسولِ مجتبےٰ !   دل کشا با آب و تاب آمد پدید
زمزمہ ہائے دروسِ شیخ ما   ہمچو قلزم سیلِ آب آمد پدید
گو کہ روحِ حضرتِ سیّد حسین[1] !   در لباسِ ایں جناب[2] آمد پدید
وارثانِ مصطفےٰ را مژدہ باد !   یک کتابِ لاجواب آمد پدید
شکرِ ایزد بر ظہورِ شرح ایں !   رحمتِ حق بے حساب آمد پدید
بے نظیر و بے مثیل و بالیقیں !   کہکشاں اندر سحاب آمد پدید

باد فانی بہرہ ور از فیضِ او
بے بہا گنج از غیاب آمد پدید

---

[1] شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

[2] شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ۔

نوشہرہ شیٹ گلاس انڈسٹریز کا شاہکار

پولی

نیشنل پولیس فاؤنڈیشن کا منصوبہ
پاک چین تعاون کا مظہر
شیشہ سازی کی صنعت میں روشن نام

صاف۔ شفاف۔ پختہ اور مضبوط شیٹ گلاس

ارزاں قیمت پر دستیاب

نوشہرہ شیٹ گلاس انڈسٹریز

جی ٹی روڈ
آدم زئی
نوشہرہ

محدث العصرؒ کا درسِ حدیث

امتیاز اور خصوصیات

انہوں نے اپنے شیخ کی پیروی میں ترمذی شریف کو فقہ و حدیث کے جملہ مباحث کا محور بنا دیا

مفکرِ اسلام، قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

* * *

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے علوم و معارف اور محدثانہ افادات کا عظیم شاہکار اور ان کے علم و فن کی آئینہ دار ہے۔ بے نظیر ابحاث، نفیس تحقیقات، روایت و درایت اور حدیث و فقہ کے لحاظ سے ایک ممتاز شرح، مشکلاتِ علوم کا حل صاحبِ افادات کے دروس کا طرۂ امتیاز تھا جس کی ایک جھلک "حقائق السنن" میں بتمامہ موجود ہے۔ جلد اول کے دیباچے میں جانشینِ شیخ الحدیث قائدِ جمعیۃ مفکرِ اسلام حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، آپ کی محدثانہ جلالتِ قدر، پس منظر اور درسی خصوصیات و امتیازات پر اپنے بہار آفرین قلم سے روشنی ڈالتے ہیں۔ ذیل میں وہی تحریر پیشِ خدمت ہے ——— (ادارہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

الحمد للہ کہ اہلِ علم کی دیرینہ تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل حضرت سیدی و والدی استاذنا المکرم محدثِ جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے درس ترمذی شریف کے یادگار امالی و افادات "حقائق السنن شرح جامع السنن" کی شکل میں ہو رہی ہے۔ خدام علوم نبویہ، مشتاقان درس ترمذی اور طلبۂ دورۂ حدیث بالخصوص فضلاء دارالعلوم حقانیہ کو ایک عرصہ سے ان جواہراتِ حدیث کا نہایت شدت سے انتظار تھا، مگر کل امرٍ مرھون باوقاتہٖ۔ آج ہم گنہگار اس قابل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم سے اس کی جلد اول ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کر سکیں۔

محدثین دارالعلوم دیوبند اور ان کے تتبع میں برصغیر کے اکثر مدارس میں صحاح ستہ اور دورۂ حدیث پڑھاتے وقت اساتذۂ حدیث، حدیث سے متعلق فنی مباحث، فقہی تشریحات، بیانِ مذاہب، ترجیح راجح، نقد رجال کا تفصیلی جولانگاہ امام ترمذیؒ کی جامع السنن کو بناتے ہیں اور جملہ تفصیلی مباحث زیادہ تر اسی کتاب میں بیان فرماتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام ترمذیؒ کے ذکاوتِ طبع، جودتِ فکر، غضب کا حافظہ، وفورِ علم اور فقاہت نے ہر دور میں اس جلیل القدر کتاب کو محدثینِ کرام اور شارحینِ حدیث کے اس اعتناء و اہتمام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اور حسنِ ترتیب، جامعیت و اختصار، بیانِ مذاہب، استنباطِ مسائل، درجۂ استناد کی تعیین، مبہم یا غیر معروف رواۃ کا تعارف یا علت اضطرابِ سند کی وضاحت، ترجمۃ الباب کا تناسب اور سہل ہونا، تمام روایات کا کسی نہ کسی کے ہاں معمول بہ ہونا اور ایسے دیگر بے شمار مزایا و فضائل ہیں جس کی وجہ سے جامع ترمذی ہر دور میں اکابرِ امت کے ہاں نہایت اہمیت کی حامل رہی ہے اور اس کی بے شمار شروح و حواشی تعلیقات و تخریجات لکھی گئی ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے ساتھ ہی حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دیگر علوم عقلیہ اور فنونِ عالیہ (جس کی تدریس کا انہیں خصوصی ملکہ اور طویل تجربہ تھا) سے یکسر کنارہ کش ہوں اور دورہ حدیث کو اپنی تمام تدریسی صلاحیت تعلیمی اور مطالعاتی مشاغل کا محور بنا لیں۔ چنانچہ دورۂ حدیث کی اکثر کتابیں اُن ہی سے متعلق رہیں۔ اور حضرت نے اپنے اکابر بالخصوص اپنے استاذ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی پیروی میں ترمذی شریف کو فقہ و حدیث کے جملہ مباحث کا محور بنایا کہ وہ اسی سرچشمۂ رشد و ہدایت سے فیضیاب تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت شیخ الہند نے اپنے شیخ حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے ـــــ علیٰ ھٰذا ـــــ آخر تک سینہ بسینہ یہ علوم منتقل ہوتے رہنے اور ہر شیخ اپنے اکابر کے فیوضات و علوم کو صحاح ستہ بالخصوص ترمذی شریف کے دورانِ درس تلامذہ و مستفیدین کو منتقل کرتے رہے۔ وجعلها کلمةً باقيةً في عقبه۔

حضرت شیخ الحدیث نے بھی جامع ترمذی کے افادات و تشریحات کو اپنے شیخ مولانا مدنیؒ سے اپنے سینہ میں محفوظ کیا، دل و دماغ میں جذب کیا اور حتی الوسع سفینہ میں بھی منتقل کرتے رہے، پھر انہی علوم کو اپنے طویل اور وسیع مطالعہ، شبانہ روز محنت اور خداداد صلاحیت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کے تلامذۂ دورۂ حدیث تک پہنچایا۔ اس طرح درحقیقت یہ امالی اور معارف مذکورۃ الصدر اکابر بالخصوص شیخ مدنیؒ کی نسبتوں اور فیوضات و افادات ہی کا مجموعہ ہیں جو "حقائق السنن" کے پیرایہ میں جلوہ گر ہو رہی ہیں اور حضرت شیخ الحدیث کے تقریباً نصف صدی کے عرصۂ تدریس، طویل مطالعہ، غور و فکر اور تشریح و تفصیل نے انہیں نورٌ علیٰ نور بنا دیا ہے۔ اکابر کے ان تمام علوم کتاب و سنت کا مصدر و منبع مشکوٰۃ نبوت ہے جو ہر زمانہ میں عشق و محبت سے معمور، یقین و صداقت سے منور، حکمت و معرفت اور بصیرتِ باطنی سے آراستہ سینوں سے گذرتے ہوئے ہم تک پہنچ رہے ہیں، گویا کہ صورتِ حال وہی ہے کہ کمشکوٰۃ فیھا مصباحٌ المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکبٌ دریٌ۔ (الآیۃ)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے اس دور میں تدریسِ حدیث کے ان تمام شرائط و آداب اور خصوصیات کو شدت سے اپنایا جیسا کہ ان کے سلف اور اساتذہ و مشائخ کے ہاں معمول تھا۔ ان کے درسِ حدیث کی ان خصوصیات اور امتیازی اوصاف کا اصل اندازہ تو وہی حضرات لگا سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تلمذ اور ان سے استفادہ کا موقع دیا۔ تاہم بے جا نہ ہوگا اگر بطورِ نمونہ اشارۃً چند خصوصیات کا ذکر کر دیا جائے جن کا جلوہ پیشِ نظر کتاب میں بھی دکھائی دیتا ہے۔

○ حضرت کے درس کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ فنِ حدیث کے ادق سے ادق مباحث بھی پوری تفصیل و استقصاء کے ساتھ ایسے آسان، شستہ انداز اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ غبی سے غبی طالب علم بھی اس سے محروم نہیں رہتا، آپ پوری دلجمعی سے زیرِ بحث مسئلہ کو پیرائے بدل بدل کر اس وقت تک بیان کرتے رہتے ہیں جب تک انہیں پورا اطمینان نہ ہو کہ طلبہ موضوع کے تمام اطراف کو ذہن نشین کر چکے ہیں۔

○ حدیث کے تمام متعلقات، صرفی، نحوی، بلاغتی مباحث، فنی تفصیلات، متن و سند کے ہر ہر جزء کی تشریح پھر بیانِ مذاہب اور ترجیحِ مذہب۔ الغرض حدیث کے تمام اطراف و جوانب پر اس شرح و بسط سے روشنی ڈالتے ہیں کہ کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہیں رہتا اور یہ ہمہ جہت افادات آگے چل کر دورۂ حدیث کی دیگر تمام کتابوں میں بھی طلبہ کو بے نیاز کر دیتی ہیں۔

○ ائمہ اربعہ کے مذاہب بالتفصیل بیان فرما کر نہایت کشادہ دلی سے ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہیں، پھر مسلکِ حنفیت کی ترجیح میں ایک ایک دلیل کا معقول اور شافی جواب دیتے ہیں اور بظاہر مخالفِ مذہب روایات کی ایسی لطیف توجیہات فرماتے ہیں کہ مسلکِ حنفیہ کا اقرب الی الحدیث ہونا دل و دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے، پھر اس ساری بحث میں سعی یہ ہوتی ہے کہ حتی الوسع زیرِ نظر مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ روایات میں تطبیق و توافق ہو جائے اور مہما امکن سب روایات معمول بہ ہو سکیں، پھر ترجیح و تائیدِ احناف میں کہیں بھی کسی دوسرے امام یا فقیہ کی بے وقعتی یا تعصب برتنے کا شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کی عظمت و احترام کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

○ اثنائے درس موضوع سے متعلق مباحث پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اسرار و حکمِ شریعت، اکابرِ تصوف و حکماءِ اسلام کے حکیمانہ توجیہات اور حقائق و معارف، بالخصوص قرآنی و تفسیری نکات کو ایسے دل نشیں انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ بہت سے قرآنی مشکلات بھی حل ہو جاتے ہیں، بالخصوص ترمذی و بخاری کے ابواب التفسیر میں تو یہ جوہر خوب خوب کھلتے ہیں۔

○ دورانِ تدریس عصرِ حاضر کے علمی و دینی فتنوں، فرقِ باطلہ کی تردید بھی کرتے جاتے ہیں۔ ملکی سیاسیات، اقتصادی و معاشی مسائل، سائنسی ترقیات کی روشنی میں اسلام کی حقانیت و صداقت پر روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔

○ درسِ حدیث کے دوران وہ تمام آداب آخر تک ملحوظ رکھتے ہیں جن کا سلف کے ہاں ذکر ملتا ہے۔ ضعف، بڑھاپے اور بیماری کے باوجود آخر تک دو زانو بیٹھ کر پورے خشوع و خضوع اور استغراق سے محوِ تدریس ہوتے ہیں، شدید ضرورت سے بھی نہ پہلو بدلتے نہ تکیہ لگاتے ہیں یہی حالت مطالعہ میں بھی ہوتی ہے۔

○ یوں تو حضرت کی طبیعت سراپا شفقت و تحمل ہے ہی مگر دورانِ درس طلبہ سے شفقت، بے تکلفی اور لطافت و ظرافت اور بذلہ سنجی کا عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ طلبہ کے نہایت نامناسب سوالات سے بھی ناگواری کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اور نہایت خندہ جبینی سے جواب دیتے ہیں۔

○ ایک اہم بات جو آپ کو اپنے شیخ حضرت مدنیؒ سے ورثہ میں ملی ہے وہ یہ کہ درس کا رنگ اوّل سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے۔ آخر سال میں جبکہ امتحانات سر پر ہوں وہی تفصیلی تحقیق اور وہی ذوق و شوق اور حدیث کے تمام گوشوں پر سیر حاصل گفتگو، البتہ تعلیمی سال ختم ہونے کے ساتھ آپ کے اوقاتِ تدریس میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، جب صحت ٹھیک تھی تو ظہر، عصر اور مغرب کے درمیان بلکہ رات گئے تک پڑھاتے تھے اور آخر تک تدریس کا وہی رنگ ہوتا تھا۔

○ ان اکابر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وارفتگی کی جو کیفیات حاصل ہوتی ہیں اس کا پورا ظہور حضرت کے درس میں بھی ہوتا ہے۔ ہر بار اسمِ گرامی پر درود و سلام، صحابہ و تابعین، رواۃ کے لیے کلماتِ ترضیہ کا پورا اہتمام رہتا ہے۔

الغرض یہ چند جھلکیاں ہیں حضرت شیخ الحدیث کے درسِ حدیث کی،

جس کا اصل ادراک تو وہی خوش قسمت کر چکے ہیں جنہیں درس میں باقاعدہ شرکت کی سعادت ملی ۔

ان حالات میں کہ طلبہ کی علمی استعداد کمزور، ہمتیں پست اور طبائع میں سہل پسندی آرہی ہے اور عموماً طلبۂ حدیث کو اپنے اساتذہ کے امالیٔ درس قلمبند کرنے اور اس سے کما حقہٗ استفادہ ممکن نہیں رہا ۔ انشاء اللہ پیشِ نظر کتاب ایک کامل شیخ اور استاذ کا کام دے گی اور عام اہلِ علم کے لیے بھی یہ مجموعۂ افادات نسخۂ کیمیا ثابت ہوگا ۔

کتاب کی ترتیب و تدوین اور تحقیق و مراجعت میں حتی الوسع پوری محنت و کاوش سے کام لیا گیا ہے ۔ ہمارے فاضل عزیز جناب مولانا عبدالقیوم حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم خدمت کی توفیق دی ، پچھلے دو ڈھائی سال سے مستقل اس کام میں لگے رہے اور احقر بھی از اول تا آخر سارے مراحل میں شریک رہا ۔ تاہم مجھے اعتراف ہے کہ اس جلیل القدر کام کا پورا حق ادا نہیں کیا جا سکا اور زبان و بیان وغیرہ کے لحاظ سے ضرور فرو گذاشتیں رہ گئی ہوں گی ۔ اہلِ علم سے توقع ہے کہ وہ ایسی کوتاہیوں اور کام کو بہتر سے بہتر بنانے کے سلسلہ میں مشوروں اور ہدایات سے مطلع کریں گے تاکہ اگلی جلدوں میں اس سے راہنمائی حاصل کی جا سکے ۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر جد و جہد کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے صاحبِ افادات مدظلہٗ مرتبین و ناشرین کے بلندیٔ مراتب کا سبب بنا دے اور یہ ملّتِ مسلمہ کی کتاب و سنت کے جادۂ مستقیم سے وابستگی کا ذریعہ ہو اور ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت مدظلہٗ کے حیاتِ مستطاب میں باقی جلدیں بھی ملّتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کر سکیں ۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

*

قرآنِ حکیم
اور
تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق ۔ تعمیرِ اخلاق ۔ اصلاحِ معاشرہ ۔ تطہیرِ نفس میں قرآنِ حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرزِ عمل ، عبادات کا اخلاقی پہلو ۔ قیمت چار روپے !

” ارشاداتِ حکیم الاسلام “

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزاتِ انبیاء ، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی حکیمانہ اور فاضلانہ تقریریں ۔ قیمت ١/٥٠ روپیہ

مؤتمر المصنفین ۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ضلع نوشہرہ

حضرۃ مولانا محمد مدراللہ مدرار نقشبندی مردان

محدّثِ اعظم

وہ اِس دورِ ظلمت میں روشنی کا مینار تھے

حامدًا او مصلیًا۔ دارالعلوم دیوبند علوم دین کی وہ بلند پایہ درس گاہ ہے جس کی مثال ہند و پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس جامعۃ العلوم نے ایسے سینکڑوں مایۂ ناز علماء و فضلاء پیدا کئے۔ جو علم و عرفان اور فضل و کمال کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اور انہوں نے علوم قرآن و حدیث کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ حضرت العلامہ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ انہی اکابر اور جلیل القدر علماء دین کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح کے علوم نبوت کے صحیح معنوں میں وارث اور امین ہیں۔ اگرچہ آپ تمام مروّجہ علوم و فنون میں بلاشبہ یکتائے زمانہ تھے۔ لیکن فیاضِ ازل کو آپ سے علوم نبوت کے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کا کام لینا منظور تھا اس لیے آپ نے حضرت شیخ الاسلام سے صحیح معنوں میں اکتسابِ فیض کیا۔ اور علومِ نبوت میں وہ درجۂ کمال حاصل کیا۔ جو مادرِ علمی دیوبند کے لیے وجۂ افتخار ثابت ہوا۔ اور بالآخر آپ محدثِ اعظم پاکستان کے عظیم لقب کے مستحق قرار پائے۔ بلاشبہ اس دورِ ظلمت میں آپ روشنی کا ایک مینار تھے جس نے اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک دنیا کو منور کیا۔

دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس

دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد آپ ۱۹۴۷ء میں وطن مالوف صوبہ سرحد میں واپس تشریف لائے، یہ وہ زمانہ تھا کہ صوبہ سرحد میں دینی درسگاہوں کا تقریبًا فقدان ہی تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم دیوبند کے طرز پر ایک عظیم الشان درس گاہ قائم کی جائے۔ لیکن حالات نامساعد اور وسائل مفقود تھے۔ بایں ہمہ آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح خدائے قادر و توانا پہ توکل کرتے ہوئے اکوڑہ خٹک میں اپنی قدیمی مسجد میں دارالعلوم حقانیہ قائم کیا۔ اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اور آپ کی بے لوث جد و جہد اور پُرخلوص مساعی کی بدولت یہ دارالعلوم روز بروز مدارجِ عالیہ سے ہمکنار ہوتا رہا۔ اور بالآخر ممدوح اسے ایک عظیم الشان جامعۃ العلوم کے بامِ بلند پر پہنچانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہاں تک کہ دارالعلوم حقانیہ پاکستان کے تمام دینی مدارس میں ایک ممتاز مقام حاصل کرنے لگا۔ اور لوگوں نے اسے دارالعلوم دیوبند ثانی کا خطاب دیا۔

یہ درحقیقت اس عالم بے بدل، محدثِ اعظم، مردِ خدا اور مردِ فقیر کی کرامت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کے تمام دینی مدارس کے افق پر آفتابِ درخشاں بن کر چمکتا نظر آرہا ہے ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اس مردِ حق اور ولیِ کامل کی نظر کیمیا اثر نے دارالعلوم حقانیہ کے آبِ کوثر سے خوشحال خان بابا خٹک کے اکوڑہ کو جو کبھی بے آب و گیاہ اور خشک سرزمین تھی۔ سرسبز و شاداب مردم خیز اور بہارستان بلکہ رشکِ بہاراں بنا دیا ہے ؎

تری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں!
جو آنکھ اٹھائے تو شام و سحر بدل جائیں

فضائل و مناقب

آپ خصائل پسندیدہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے۔ اور علمی اور تدریسی مشاغل کے باوجود کثرت سے یادِ خدا میں مشغول رہتے تھے۔ دین اسلام کے خدمت گاروں، مصلحین امت، علمائے ربانی، اربابِ معرفت اور مشائخ طریقت سے قلبی تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ اور خود بھی دعوت و ارشاد میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا۔ وہ مردِ فقیر ہونے کے باوجود سب کچھ رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی ان نعمتوں کو اپنی عظیم صلاحیتوں اور استعداد کا ثمر نہیں سمجھا بلکہ انہیں ہمیشہ خدا کی داد سمجھتے رہے بمصداق ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا۔ تو نے ہی سب چیزیں عطا فرمائی ہیں اور میں خود بھی تیری چیز ہوں۔

تعلیم و تدریس کی فضیلت

حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ حضرت مرشد صدیقی رح کے خلیفۂ اعظم کی حیثیت سے طریقہ نقشبندیہ کے معمولات کے پابند تھے لیکن ان کی طبیعت پر قطب الارشاد حضرت مدنی کے اثرات غالب تھے اس لیے انہوں نے دعوت و ارشاد کے ذریعے اپنے فیض کو عام کیا۔ اور لوگوں کو خوب نفع پہنچایا۔ جس کی کچھ تفصیل آئندہ آرہی ہے۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے علم حدیث کی تعلیم و تدریس اور تبلیغ کو اپنا مشغلۂ خاص بنایا۔ اور اپنا سارا

وقت اس کے لیے وقف کیا۔ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک علم حدیث کی خدمت کی۔ اور محدث اعظم پاکستان کے عظیم لقب کے مستحق ہو گئے

حضور اکرم فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی خدمت و تبلیغ کرنے والے کے حق میں دعائے خیر و برکت فرمائی ہے اور یہ دعا موصوف کے پیشِ نظر تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نضّر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها و اداها الخ

اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ اور سر بلند رکھے جس نے میری حدیث سنی پس اس کو یاد کیا اور یاد کرنے کے بعد فراموش نہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں کو پہنچایا الخ

اور دارمیؒ میں تدریس علم کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل احدهما کان عالماً۔ یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلّم الناس الخیر والآخر یصوم النهار و یقوم اللیل ایهما افضل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النهار و یقوم اللیل کفضلی علی ادناکم

حضور نبی علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک عالم دین تھا جو فرض نماز ادا کر کے بیٹھ جاتا۔ اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں مشغول ہو جاتا۔ کہ ان دونوں میں سے کون سا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس عالم کی فضیلت جس کی صفت یہ ہے کہ وہ فرض نماز ادا کرتا ہے، پھر بیٹھتا ہے اور لوگوں کو علم اور نیکی تعلیم دیتا ہے۔ اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔ میری فضیلت کی طرح ہے۔ جو تم میں سے ایک ادنیٰ اور کم مرتبہ شخص پر مجھ کو حاصل ہے۔

محدث اعظم پر مذکورہ دونوں حدیثیں پوری منطبق ہیں اور ان کے صحیح مصداق ہیں۔

عبادات ومعاملات وتقویٰ

آپ کا ہر عمل، ہر فعل ہر بات اور ہر قدم سنت نبویؐ کے مطابق تھا۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ عزیمت پر کاربند رہے تھے اور معاصی و مناہی تو درکنار مشتبہات کے بھی قریب نہ جاتے تھے، تقویٰ کا اصل مفہوم کیا ہے؟ اس کے بارے میں خود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب میں کہا۔ "أما سلكت طريقاً ذا شوك" یعنی کیا آپ کو کبھی ایسے راستے پر چلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو خار دار ہو جس پر کانٹے بچھے ہوئے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ میں ایسے راستوں سے گزرا ہوں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے پھر پوچھا۔ تو ایسے راستے پر آپ نے کیا۔ "شمّرت واجتهدت۔" میں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ وہاں سے گزرا کہ کہیں میرے کپڑے کانٹوں میں نہ الجھ جائیں۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہنے لگے "فذالك التقوىٰ" یعنی تقویٰ اسی کیفیت کا نام ہے۔ اس دنیا میں فسق و فجور اور طرح طرح کی برائیوں کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔ ان برائیوں سے بچ کر نکل جانا ہی تقویٰ ہے۔

محدث اعظم کی ذات گرامی تقویٰ کی اسی کیفیت اور مفہوم کی حامل تھی۔ آپ کی زندگی پارسائی اور پاکیزگی میں گزری تھی۔ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ اپنے شباب اور جوانی کی عمر میں بھی نہایت پاک طینت اور باعفت تھے۔ اور بحمد اللہ طالب علمی کا سارا زمانہ عفت و تقویٰ میں بسر ہوا ہے۔ آپ بہت کم آمیز، کم گو اور ہر وقت اپنے اسباق میں منہمک رہتے تھے۔ احادیث میں اس نوجوان کی توصیف کی گئی ہے جس کی زندگی عبادت اور پارسائی میں بسر ہوئی ہو۔ بحمد اللہ آپ اس قسم کی احادیث مصداق تھے۔

خشیتِ الٰہی کا غلبہ

آپ کا آبائی گھر دار العلوم حقانیہ قدیم مسجد کے قریب ہے۔ یہ تقریباً ۱۹۴۸ء کا ذکر ہے اس وقت کے ایک ثقہ اور منتہی طالب علم نے مجھ سے بیان کیا کہ آخری رات کو ہم رونے کی آواز سنتے تھے تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ محدث اعظم کی آواز تھی۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے اور جب تہجد کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ دعا میں مشغول ہو جاتے تو ان پر خشیت الٰہی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اور خوف الٰہی سے بے اختیار رونے لگے اور رونے کی آواز بھی بے اختیار بلند ہونے لگتی اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت مولانا عبد الحق قدس سرہ ان علماء ربانی اور اولیائے کاملین میں سے تھے۔ جن پر خوفِ خدا کا غلبہ ہوتا ہے قرآن و حدیث کی رو سے خوف خدا عطاء ربانی ہی کا حصہ ہے جن پر آتش دوزخ حرام کر دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" (فاطر ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی۔ مگر ڈرتے وہی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقا و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں خوفِ خدا نہیں۔ وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَيْنَانِ لا تمسّهما النار عينٌ بكت من خشية الله وعين باتت

تحرس فی سبیل اللہ۔

دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک آنکھ وہ ہے جو خدا کے خوف سے روئے۔ اور ایک آنکھ وہ ہے جو خدا کی راہ میں رات کو بیدار رہ کر مجاہد فوج کی حفاظت کرے۔

اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامن عبدٍ مؤمنٍ یخرج من عینیہ دموع وان کان مثل رأس الذباب من خشیۃ اللہ شیئاً من حرّ وجہہ الا حرّمہ اللہ علی النار

خدا کا کوئی مومن بندہ ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے خوفِ خدا میں آنسو نکلیں۔ اگرچہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہوں۔ پھر وہ آنسو اس کے خوب صورت چہرے پہ پہنچیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پہ دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے

مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اب یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبدالحق قدس سرہٗ ان نصوص کی بشارتوں کے کہاں تک مستحق ہیں۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

صلوٰۃ تہجد اور فغانِ نیم شبی

نماز تہجد کی فضیلت واہمیت کے پیش نظر حضرت مرشد صدیق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز تہجد کی پابندی کے بغیر کوئی سالک ولی نہیں ہو سکتا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نماز نیم شبی کو ایک ایسی سلطنت قرار دیتے تھے جس کے مقابلے میں سلطان سنجر کی ساری بادشاہت کو ایک جو دانے کے عوض خریدنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس سلسلے میں ان کی ایک رباعی مشہور ہے جو انہوں نے سلطان سنجر کو لکھ کر بھیجی تھی وہ رباعی یہ ہے۔

؎ چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملکِ سنجرم
زانگہ کہ خبر یا از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بہ یک جو نمی شرم

اور علامہ اقبالؒ نے فغانِ نیم شبی کے بارے میں فرمایا ؎

تری دنیا جہانِ بے نیازی
میری دنیا فغانِ صبحگاہی

حضرت شیخ الحدیث نماز تہجد تو پابندی کے ساتھ پڑھتے ہی تھے مگر اس کے ساتھ سوز و فغان اور گریہ و بکا میں بھی مصروف رہتے تھے، اور حضرت شاہ بغداد کی طرح اس دولت نیم شبی کو دولتِ سنجر و سکندر سے بہت ارفع سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس میں دوست کی قربت و وصلت سے سرفرازی نصیب ہوئی تھی ؎

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزدِ دوست یار بہ نزدیک یار

محبوبیت کا مقام

سورۂ مریم کی آیت ۹۶ میں ارشاد ربانی ہے۔
"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ط

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن ان کو محبت عطا فرمائے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت دے گا اور ان سے محبت کرے گا۔ یا لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈالے گا۔ احادیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبرئیل کو آگاہ کرتا ہے۔ کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی کر۔ وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع وضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو۔ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتدا مؤمنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے۔ ان کے قلوب میں اول اس کی محبت ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد قبولِ عام حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہوا۔ کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے ان کی وہ محبت والفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

اب اس حقیقت کے پیش نظر مرد حق مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبیت پہ غور کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عوام وخواص میں محبوبیت کا کتنا بلند اور قابلِ رشک مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ معاشرے کے ہر طبقے میں یکساں مقبول تھے۔ یہ نہیں کہ خواص ان کے والہ وفریفتہ تھے: اور عوام ان کے ناقدر شناس تھے۔ علمائے دین میں تو ان کی مقبولیت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ بمصداق للاکثر حکم الکل استاذ العلماء تھے یہ ان کی مردم ساز شخصیت تھی کہ انہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں اہل کمال پیدا کئے۔ یہ صفت تو ان کی بہت ہی نمایاں ہے کہ جہاں ان کے ارشد تلامذہ میں مدرس مفتی، پروفیسر مقرر، مصنف اور صحافی موجود ہیں اور سیاسی رہنمائی کی بھی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہاں انہوں نے ایسے مجاہدین صف شکن پیدا کئے جو افغانستان کے جہاد میں پوری پامردی۔ سرفروشی اور جانثاری کے ساتھ دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔

اور سنئے عوام میں تو ان کی محبوبیت اور مقبولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ صدر ایوب کے بعد دو دفعہ قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے اور ہر انتخاب میں وہ عوام کے ووٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ درآنحالیکہ انہوں نے نہ خود الیکشن لڑنے کی خواہش ظاہر کی نہ

انتخابی دورے کیئے۔ اور نہ اپنے حق میں کسی قسم کی کنویسنگ کی۔ رحمان بابا کے شعر کے مطابق ان کی حالت یہ تھی۔ ؎

لکہ ونہ مستقیم پہ خپل مقام ئم
کہ خزان راباندی راشی کہ بہار

میں درخت کی طرح اپنی جگہ پر مستقیم ہوں۔ خواہ مجھ پر خزاں آئے یا بہار

حضرت شیخ الحدیث کے مقابلے میں دونوں دفعہ علاقہ کے مشہور سرمایہ دار کھڑے ہوئے تھے جن کو مال و دولت اور ذاتی اثر و رسوخ کے علاوہ سیاسی پارٹیوں کی حمایت بھی حاصل تھی الیکشن ہارنے کے بعد دونوں میں سے ایک امیدوار سے اس کی شکست کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو اس نے کہا کہ لوگوں نے میرے مقابلے میں ایک پیغمبر (نقل کفر کفر نباشد) کو کھڑا کیا تھا۔ اس لیے میری شکست پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے

شانِ استغناء

ان کی طبیعت میں حد درجہ تواضع اور انکساری تھی۔ لیکن بایں ہمہ وہ باب امراء پر جانے سے ہمیشہ احتراز کرتے رہے قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران بھی وہ ایوانِ صدر اور ایوانِ وزیر اعظم میں نہیں گئے۔ بلکہ صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات اور مزاج پرسی کے لیے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اور دیر تک ان سے بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ اسی طرح ملک و ملت کے دوسرے اکابر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور ضروری امور پر ان سے تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔

حضرت شیخ الحدیث اصطلاحِ طریقت میں مردِ درویش تھے لیکن وہ درویش جس نے دنیا کی عظمتوں اور شان و شکوہ کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا تھا اور اہل دنیا ان کی عظمتوں کو سلام کرتے تھے۔ کسی شاعر نے شاید ممدوح کے بارے میں یہ شعر کہا تھا ؎

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

قومی اسمبلی میں دینی اور قومی خدمات

حضرت شیخ الحدیث نے قومی اسمبلی میں ہر موقع پر دین حق کی حمایت اور قومی مفادات و ضروریات کے لیے اپنی آواز بلند کی اور اپنی عالمانہ اور فاضلانہ تقریروں سے باطل کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں۔ اور اپنے حلقے اور دین و ملت کی نمائندگی کا حق باحسن وجہ ادا کر دیا۔ اس موقع پر ہم حضرت مولانا کی تقریروں کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی حق گوئی کا اندازہ ہو سکے۔ اور یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کلمۂ حق بلند کرنے میں کتنے نڈر۔ بے باک اور ہر قسم کی مفادات پرستی سے بالاتر تھے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء میں موجودہ عائلی قوانین منسوخ کرانے کی مخالفت میں ایک مدلل تقریر فرمائی جس میں انہوں نے فرمایا۔

۱۔ جناب سپیکر صاحب! عائلی قوانین جو اسی ملک میں رائج کئے گئے ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خواتین پر جو مظالم ہو رہے ہیں ان کا یہ مداوا ہیں سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خواتین ہماری مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہیں اور کوئی شخص اپنی بیٹی، ماں اور بہن کے اوپر مظالم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسلام نے ماں کو جو درجہ دیا ہے اس کے سلسلے میں یہ فرمایا گیا

"الجنۃ تحت اقدام الامھات" جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کا سب سے پہلے اسلام ہی نے حکم دیا ہے۔ اسلام نے ہی عورتوں کو وارث بنایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ علماء کی کوششوں سے صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دور میں ۱۹۳۵ء میں (شریعت ایکٹ منظور ہوا) اور عورتوں کو شریعت کے مطابق میراث میں حصہ ملتا ہے۔ ہماری بہنیں یہ نہ سمجھیں کہ خدا نخواستہ ہم عائلی قوانین کی اس لئے مخالفت کرتے ہیں۔ کہ ہمارے دلوں میں۔ صنف نازک کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ دوسری چیز میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ پاکستان اسلامی نظریہ کی بناء پر قائم ہوا ہے۔ اور اسلامی نظریہ وہی ہے جو قرآن اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اللہ و رسول نے عائلی قوانین کے متعلق جو احکامات بیان فرما دئے ہیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس نظریہ کی بناء پر اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس وقت عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جس کا حکم اسلام دیتا ہے۔ چنانچہ اس معاشرے کی اسلام نے اصلاح کی اور معاشرے کی وجہ سے قوانین الہیہ کو خدا کے احکامات کو بدلا نہیں جا سکتا۔

۲۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی آیت ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع "اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو، دو، تین تین چار چار بیویوں کی اجازت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری بیوی شوہر کے نکاح میں اپنی مرضی سے آنا چاہتی ہے۔ مگر عائلی قوانین نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا دی۔ اور اس کو روک دیا۔ آپ یہ سنیں گے کہ پہلی بیوی پر تعدی ہوگی میں نے عرض کیا کہ شریعت کی رو سے تمام حقوق، بیویوں کا کھانا۔ کپڑا سب کچھ شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔ اسلام شوہر کو پابند بناتا ہے کہ دوسری بیوی کے آنے کے بعد جس نظر سے دوسری بیوی کو دیکھے گا۔ اسی کے مطابق وہ پہلی کو بھی دیکھے گا۔ ہمارے پاس شرعی قوانین اور تعزیرات ہیں۔ ہم عدالتی کاروائی میں اس شوہر کو قید کر سکتے ہیں۔ اس کو سزا دے سکتے ہیں اور جبراً پہلی بیوی کا حق اسے شوہر سے دلا سکتے ہیں۔

۳۔ شریعت کہتی ہے کہ جس شخص کا باپ مر جائے اور دادا زندہ ہو تو اس یتیم لڑکے کا نان و نفقہ کپڑا اور تعلیم وغیرہ کا انتظام دادا کریگا اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا کریگا اگر چچا تایا نہ ہو۔ تو چچے کے لڑکے کریں گے جب

تک بر سر روزگار نہ ہو۔ اگر وہ نہ کریں تو یتیم کے حق کی ادائیگی بیت المال سے ہوگی۔ حکومت کرے گی۔ یہ چیز شریعت نے ان کو دی اس بنا پر عرض کرتا ہوں کہ۔

"عائلی قوانین کی جو دفعات شریعت اور اسلام کے خلاف ہیں انہیں منسوخ کر دیا جائے۔"

اسمبلی میں سوالات

حضرت شیخ الحدیث نے قومی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۳۰ اگست ۱۹۷۲ء میں حکومت سے بعض اہم سوالات پوچھے تھے اور وفاقی وزراء نے ان کے جوابات دیئے۔ ان میں سے بعض درج ذیل کئے جاتے ہیں

(۱) قادیانیت۔ ربوہ:۔ کیا وزیر تعلیم بیان فرمائیں گے کہ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے باوجود ربوہ میں سکول اور کالج کو حکومت اپنی تحویل میں نہیں لے رہی ہے اور انہیں اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ۔ جی نہیں۔

(۲) ٹی وی:۔ کیا وزیر اطلاعات و نشریات یہ ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ غیر ملکی عریاں تصویریں ٹیلی ویژن پر پیش کی جاتی ہیں؟

جواب:۔ کوثر نیازی:۔ جی نہیں۔

(۳) سود۔ آیا حکومت کے پاس ملک کو سودی معاشرہ سے نجات دلانے کا کوئی منصوبہ ہے؟

جواب:۔ ڈاکٹر مبشر حسن۔ جی نہیں۔

(۴) اساتذہ کے مسائل:۔ اسمبلی کا اجلاس منعقدہ ۷ ستمبر ۷۲ء

کیا وزیر تعلیم و صوبائی رابطہ ارشاد فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا وہ اس بات سے باخبر ہیں کہ ملک بھر کے اساتذہ اپنے حقوق کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں؟

(ب) آیا حکومت اسکول اور کالج کے اساتذہ کو تنخواہوں کے لیے اسکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے نیز

(ج) ان مراعات کی تفصیل بیان کی جائے جو تعلیمی اصلاحات کی رو سے اساتذہ کو دی جائیں گی اور جو حکومت کے زیر غور ہیں۔

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ۔ جی ہاں، حکومت کو اساتذہ کے مسائل کا علم ہے۔

(کچھ تفصیل بھی دی گئی)

(۵) خاندانی منصوبہ بندی:۔ قدرت نے مشرقی پاکستان کی شکل میں ساڑھے سات کروڑ افراد ہم سے جدا کر دیئے۔ کیا سات کروڑ افراد کم ہونے کے بعد اب کروڑوں روپے خرچ کر کے مزید آبادی کم کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ لاکھ روپے لگا کر بھی دو چار بچے ہی کم کئے جا سکیں گے۔ کیا خدا ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جبکہ اس کا ارشاد ہے۔

"لئن کفرتم ان عذابی لشدید"

کیا خدا ہمیں اور کم نہیں کرے گا۔

کیا اس مقصد پر ۲۵ لاکھ روپے رقم خرچ کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے جائز ہے۔ حضورؐ کا ارشاد تو یہ ہے کہ "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم"

سپیکر:۔ اس کی اجازت نہیں:۔

(۶) علاقائی مسائل:۔ اجلاس منعقدہ ۸ ستمبر ۷۲ء

کیا وزیر مواصلات ارشاد فرمائیں گے کہ سال رواں کے دوران تحصیل نوشہرہ میں کتنے ٹیلیفونی سلسلے اور ٹیلی فون ایکسچینج لگائے جائیں گے؟

جواب:۔ غلام مصطفیٰ جتوئی:۔ اس وقت نوشہرہ تحصیل میں دو ٹیلیفون ایکسچینج کے کھولے جانے کی کوئی تجویز نہیں ہے۔

(۷) ثقافتی طائفے:۔ یحییٰ خان کے دور حکومت کے آخری ایام میں ایک گلوکارہ کو ٹوکیو بھیجنے میں کتنی رقم صرف ہوئی۔ ان طائفوں سے ملک کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ:۔ ۹۲۷۵۶ روپے خرچ ہوئے۔

(۸) اسلامی تبلیغ:۔ کیا ملک و بیرون ملک اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لیے کچھ کیا گیا ہے اگر کیا گیا ہے تو اس تفصیل:۔

اس کے جواب میں کچھ تفصیل بتائی گئی۔ لیکن بہر حال تبلیغی مد پر خرچ کی رقم اس رقم سے بہت کم تھی۔ جو ایک گلوکارہ کو بیرون ملک بھیجنے پر خرچ ہوئی۔

تبلیغی جماعت کے کام کی اہمیت

تبلیغی جماعت دین اسلام کی جو تبلیغی خدمات انجام دے رہی ہے حضرت شیخ الحدیث کی نظر میں ان کی بے حد اہمیت تھی۔ حضرت موصوف تبلیغی جماعت کے اکابر کی خواہش پر مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۲ء کو مشہور تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ تبلیغی جماعتوں اور وہاں کے نظم و نسق کو دیکھا اور بعد میں رائے ونڈ کے مدرسہ عربیہ کے ہونہار اور صالح طلباء۔ نمونہ سلف اساتذہ اور موجود افراد سے ایک موثر خطاب فرمایا۔ جس کے کچھ حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) آج کا دن میرے اور میرے رفقاء کے لیے سعادت کا دن ہے کہ آج کے دن ہمیں ایک ایسے مرکز ایک ایسے منبع میں آنا نصیب ہوا ہے جس منبع اور مرکز سے اسلام کی شعاعیں نہ صرف ملک بلکہ افریقہ اور یورپ میں پھیل رہی ہیں۔ خداوند کریم اس تبلیغی مرکز جو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا صدقہ ہے۔ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور خداوند تعالیٰ وہ موقع جلد لے آئے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ کوئی صحرا، کوئی پہاڑ، کوئی بالوں اور اون کے خیموں کا گھر اور مٹی اور گارے کا ایسا گھر باقی نہ رہے گا جس میں لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند نہ ہو۔ خداوند کریم ان تبلیغی مساعی کو ایسی قبولیت دے کہ کوئی

گھر لا الٰہ الا اللہ کے نعرے سے محروم نہ رہے۔

(٢) ایک طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں القاء فرمایا۔ کہ دین کی بقا و اشاعت کے لیے کمربستہ ہوئے نہ صرف مناظروں کا جواب دیا بلکہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ دیوبند کی مسجد چھتہ میں ایک استاذ جس کا نام محمود تھا اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا۔ جو آگے چل کر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بنا۔ یہ مدرسہ کی ابتداء تھی۔ مگر اس کی شاخیں سارے عالم میں پھیل گئیں۔

دوسری طرف جب یہاں الحاد کی لہریں دوڑنے لگیں۔ عیسائی لگ گئے۔ کہ یہاں کے باشندے صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ لیکن دل و دماغ عیسائی ہو۔ تو طوفان کا مقابلہ مشکل تھا۔ مگر اللہ نے دین کی حفاظت کے لیے وعدہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ط کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دل میں القاء کیا کہ اسلام کی اشاعت اور دین کی حفاظت کے لیے تبلیغ کا یہ کام خاص طریقے سے شروع کریں۔ تبلیغ اس قدر اہم چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیا اور امت سے بار بار اپنی تبلیغ پر شہادت دلوائی اور امت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"الا فلیبلغ الشاهد الغائب"

سننے والے موجود اور حاضر لوگ غائبین تک دین کو پہنچا دیں۔

(٣) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کا فریضہ ہو جاتا ہے کہ قیامت تک دین کی اشاعت میں لگی رہے۔ تو صحابہؓ بھی عراق شام، فارس۔ روم کی طرف تشریف لے گئے جیسے یہاں سے جماعتیں نکلتی ہیں۔ جنگلوں میں، صحراؤں دریاؤں میں جاتی ہیں تاکہ لوگوں کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ پہنچائیں تو صحابہؓ نے حرم شریف کے اجر و ثواب اور مدینہ طیبہ میں حضورؐ کے جوار کو چھوڑا۔ اس کام کی خاطر نکلے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان کو خدا نے اجر بھی وہاں کی نمازوں سے زیادہ دیا۔ اس لیے کہ صحابہؓ کی برکت سے اسلام پھیلا۔ تیرہ سو برس گزر گئے۔ ہمارا آباؤ اجداد کو جنہوں نے کلمہ سکھلایا۔ تو ان صحابہؓ کے حساب تک جس نے نماز روزہ رکھا۔ حج کیا۔ زکوٰۃ دی۔ جس نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا۔ جس نے نوافل پڑھے جس نے بھی دین کے لیے جہاد کیا جو لوگ بھی دین کی خدمت کرنے لگے۔ تو کیا ان تمام حسنات کا اجر ان صحابہؓ کے اعمال نامہ میں درج ہو گا یا نہیں؟ نسلاً بعد نسلٍ مرد عورتوں نے کتنی عبادت کی ہوگی۔ ایک صدی، ایک قرن اور ایک کڑی ایک سلسلہ میں کتنے کتنے نماز، روزے کتنے حج ہوں گے۔ کروڑوں اربوں سے بھی زیادہ۔ یہ ان اسلام کے پہنچانے والے حضرات کے اعمال ناموں میں بھی شامل ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا" وہاں (بیت اللہ شریف) رہتے تو ایک نماز کا اجر ایک لاکھ ملتا۔ بظاہر اس سے محروم ہو گئے۔ مگر اب قیامت تک عبادات کا جو سلسلہ ہے۔ اس کا ثواب ہمارے اس استاذ اس مبلغ صحابی ہی کو ملے گا جس کی برکت سے ہمارے اسلاف مسلمان ہوئے۔ اربوں، کھربوں تک تعداد پہنچے گی۔

حضرت کے صدقات جاریہ

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له"

جب آدمی مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین اعمال منقطع نہیں ہوتے ایک صدقہ جاریہ دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور تیسرا نیک کردار فرزند جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔

اس حدیث میں جو تین اعمال ذکر کئے گئے ہیں۔ جن کا نفع اور ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے۔ بحمد للہ یہ تینوں خصوصیات حضرت شیخ الحدیث کو حاصل ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ ان کا ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے۔ جس سے مخلوق خدا کو برابر فیض پہنچتا ہے۔ اور اس کا ثواب حضرت کی روح کو باقاعدہ پہنچ رہا ہے انہوں نے ساری عمر لوگوں کو علم حدیث پڑھایا۔ اور علوم دین سے بہرہ ور کیا۔ اور ان کے تلامذہ ان کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھے ہوئے ہیں تو ترویج علم بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب جاری اور غیر منقطع ہے اور بحمد اللہ ممدوح اولادِ صالح کی دولت سے بھی مالا مال ہیں جن کی دعاؤں کا ثواب ان کی روح کو برابر پہنچ رہا ہے۔

معتزلہ کا مسلک اور اس کا جواب

لیکن معتزلہ کا مسلک اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زندوں کی طرف سے مردوں کو ثواب نہیں پہنچ سکتا وہ اپنے مسلک کی تائید میں قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ط (سورہ النجم ٢٩)

آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔

یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے عمل کا صلہ ملتا ہے اور ملنا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے عمل کا فائدہ دوسرے کو پہنچانا چاہے تو یہ آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن کی دوسری آیات سے ایصال ثواب صراحتاً ثابت ہے۔ اور اسی طرح احادیث صحیحہ سے بھی اختصار کی خاطر صرف ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط

(سورہ طور ٢)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ان کا اتباع کیا۔

ایمان میں، توان کی ذرّیت کو ہم ان کے ساتھ ملادیں گے، اوران کے عمل میں ہم کوئی کمی نہیں کریں گے۔"

یہ آیت اس امر میں قطعی الدلالت ہے، کہ غیر کے عمل کا دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور دعا کے ذریعے بھی دوسروں کو نفع پہنچایا جاسکتا ہے مثلاً فرمایا گیا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ط

اے ہمارے رب! مجھے بخشدے اور میرے ماں باپ کو
اور سب مومنوں کو اس دن جب حساب قائم ہو۔

درصالحین میں مروی ہے کہ

"اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحّٰی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والآخر عن امتہ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو اکثر سفید اور کچھ سیاہ بالوں والے تھے ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔

اور فقہ کی مشہور کتاب "البحر الرائق" میں ہے

"من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ والجماعۃ"

جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب دوسرے لوگوں کو خواہ مردہ ہوں یا زندہ۔ بخشدیا تو جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کو ان اعمال کا ثواب پہنچے گا۔

مجالس علم وعرفان۔ ارشادات قدسیہ

حضرت شیخ الحدیث عموماً عصر کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں مجلس علم وعرفان اور دعوت وارشاد منعقد کرنے اور اپنے وعظ و نصیحت اور ارشادات قدسیہ سے حاضرین کو متمتع فرماتے۔ ان ارشادات قدسیہ اور ملفوظاتِ عالیہ کو فاضل گرامی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی قلم بند کرتے اور پھر موقر ماہنامہ "الحق" میں قارئین کے افادے کے لیے شائع فرما دیتے جسے موصوف اب "صحبتے با اہل حق" کے نام سے ۴۰۶، صفحات میں کتابی صورت دے کر شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ذیل میں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا۔

غرور وتکبر کا انجام ذلت ورسوائی ہے اور عجز وانکساری اور تواضع وخاکساری سے رفعت وعزت حاصل ہوتی ہے۔

"من قال انا وقع فی العنا"

جس نے کہا میں ہوں تو وہ مصیبت میں مبتلا ہوا۔ ہندوستانی لوگ "من قال انا وقع فی العنا کی بڑی اچھی تعبیر کرتے ہیں جب کوئی کسی کے دروازے پہ آجاتا ہے۔ اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ تو گھر والا اندر سے پوچھے کون ہو؟ اور جواب میں وہ کہے کہ "میں" تو ہندوستانی کہتے ہیں۔ "میں کے گلے چھری" وہ میں سے مراد بکری لیتے ہیں کیونکہ بکری جب آواز نکالتی ہے تو "میں میں" کرتی ہے۔ غرض یہ کہ جس نے بھی دنیا میں رہ کر "میں میں" کرنا شروع کر لیا وہ عنا اور مصیبت میں پڑے گا۔

(۲) فرمایا۔ کہ ہر کام میں صبر واستقلال اور استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ کسی نیک کام میں مخالف لوگوں کی مخالفتوں اور پروپیگنڈوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ ہمارے دارالعلوم کی تو ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے، کہ مخالف کو نہ چھیڑا جائے اور نہ اس کے ساتھ جوابی معاملہ کیا جائے۔ ہم پر مخالفتوں کے طوفان آئے ہیں لیکن ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور برابر اپنے کام میں لگے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دارالعلوم دن دوگنی اور رات چگنی ترقی کی راہ پہ گامزن ہے بحمدللہ آج دارالعلوم دنیا میں ایک عظیم اسلامی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اور چار دانگ عالم میں اس کا چرچا ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔

(۳) فرمایا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جو ہوئی تھی۔ جس کو جنگ غدر کے نام سے مشہور کیا گیا۔ جس میں ظاہری فتح اللہ تعالیٰ نے کفار کو دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور ہوا کہ اہل حق واہل دین علماء کثیر تعداد میں شہید ہوئے۔ قتل کئے گئے۔ قید ہوئے اور معدودے چند علماء جو باقی تھے وہ جمع ہوئے اور یہ خیال کیا گیا کہ اب اسلام کی خدمت کس طریقہ پر کرنی چاہیئے تو ان بزرگوں نے یہ رائے پیش کی۔ کہ ہم کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی خدمت کرنا ہوگی۔

توانہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ان لاکھوں کی فوج کے ساتھ مقابلہ مشکل ہے۔ لیکن اب اس کا مقابلہ دوسرے طریقہ پر کرنا چاہیئے۔ وہ یہ کہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے جس میں مجاہدین اسلام تیار کئے جائیں۔ فکری اور نظریاتی اساسات کا تحفظ کیا جائے۔

تو یہ مدرسہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی شکل میں تجویز کیا۔

(۴) فرمایا۔ پاکستان کے ایک صدر جس کا نام مرزا سکندر تھا۔ چارسدہ کے ایک قصبہ المازئی آئے تھے تو حاجی محمد امین صاحب سمیت چند علماء اس کے پاس آئے اور کہا کہ دین اور اسلام نافذ کریں۔ اللہ نے آپ کو قوت اور حکمرانی عطا کی ہے۔ تو وہ بہت غصہ ہوا۔ اور اپنی انتظامیہ کو سخت ڈانٹا۔ کہ آپ نے ان علماء کو کیوں میرے پاس آنے کے لیے چھوڑا ہے اور ان طلباء کو کیوں چھوڑا ہے۔

(لیکن دنیا نے دیکھا کہ اس متکبر کا انجام بدنامی اور رسوائی کے سوا کچھ نہ تھا)

(۵) فرمایا۔ استاذ پھر خاص طور سے تفاسیر واحادیث کا استاذ، فقہ اور اصول فقہ کا معلم تو روحانی والد ہوتا ہے۔ روح کی تربیت روح کا تزکیہ تو علم دین ہی سے ہوتا ہے۔ اور علم دین ہمیں اساتذہ اور علماء بتاتے ہیں۔ جسمانی اور نسبی والد تو ہم سب کا ہوتا ہے۔ اس نے ہماری

نشو و نما کی ہے۔ تربیت کی ہے مگر جسم کی ہڈی اور گوشت کی نشو و نما کی ہے۔ روٹی کا فکر کیا ہے کپڑے کا فکر کیا ہے۔ مگر عالم اور استاذ ہمیں کفر سے ایمان کی طرف لایا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی۔ اس نے ہمیں رسالت کا مقام سکھایا۔ اس نے ہمارا عقیدہ درست کیا۔ اس کی وجہ سے ہم اخلاق فاضلہ عقائد صحیحہ کا مجموعہ بنے تو یہ برکت اس استاذ اور عالم کی ہے کہ اس نے یہ تربیت دی۔ تو وہ روحانی مربی ہے۔ اور باپ جسمانی مربی۔ والد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

( ) فرمایا: "اَنِ اشکر لی ولوالدیک" میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر ادا کر تو جو روحانی تربیت کرتا ہے اس کا کتنا بڑا حق ہوگا۔

حقائق السنن افادات ترمذی

محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی تصانیف میں حقائق السنن کو علمی دنیا میں ایک عظیم زرین شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں محدثانہ مباحث، حدیثی نکات، علوم و معارف، اسرارِ حکم، رموزِ معرفت، لغات کی عمدہ تحقیق۔ قدیم و جدید فلسفہ اور موجودہ سائنسی مسائل پر عالمانہ اور فاضلانہ بحث۔ احادیث اور اجتہادی مسائل کی تطبیق پر مجتہدانہ اظہارِ خیال غرض یہ کہ محدث اعظم کی یہ کتاب مجمع العلوم اور گنجینۂ معارف ہے۔ اور اس کی ہر بحث نکتہ آفرین، فکر انگیز اور دلآویز ہے۔ جس سے دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور طلباء کے علاوہ جدید تعلیمیافتہ حضرات بھی بیش بہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صحاح ستہ میں ترمذی شریف کو ایک خاص مقام حاصل ہے حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا ہے کہ اس میں چودہ، پندرہ علوم ہیں۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ نے مقدمۂ مشکوٰۃ میں ترمذی شریف کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے۔

"ھُوَ کَافٍ للمجتھد ومُغْنٍ للمقلد"

یعنی ترمذی مجتہد کے لیے کافی اور مقلد کو مستغنی کرنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے یہ کتاب بے مثل ہے۔ شیخ عبدالحق مزید لکھتے ہیں کہ ترمذی کی شمائل النبیؐ ان کی بہترین کتابوں میں سے ہے اور اس کے فیوض و برکات بے شمار ہیں۔

اور صاحب مشکوٰۃ کی اسمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسےٰ ترمذ کے رہنے والے ہیں ایک شہرت یافتہ حافظ حدیث عالم ہیں۔ ان کی فقہ میں بڑی دسترس ہے۔ علم حدیث میں ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ لیکن ان میں صحیح ترمذی سب کتابوں سے اچھی ہے ان کی کتابوں میں اس کی ترتیب سب سے بہتر ہے۔ اور فوائد سب سے زیادہ اور تکرار سب کتابوں سے کم ہے۔ اس کتاب میں وہ چیزیں ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں۔ مثلاً ذکر مذاہب۔ استدلال کے طرق انواع حدیث یعنی حسن و صحیح و غریب کا بیان۔ اس میں جرح و تعدیل بھی ہے۔ ان کا مرتبہ اس شخص پر مخفی نہیں جو ان سے واقف ہو۔ انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد علمائے حجاز، علمائے خراسان اور علمائے عراق کے سامنے پیش کیا۔ سب نے اس کو پسند کیا۔ جس شخص کے مکان میں یہ کتاب موجود ہو پس یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس کے یہاں "نبی" موجود ہیں جو گفتگو فرما رہے ہوں

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو تمام کتب صحاح ستہ میں بے مثل مہارت حاصل تھی۔ لیکن انہوں نے اپنی وسعتِ علم اور کثرتِ اطلاع کے اظہار کے لیے ترمذی شریف کو منتخب کیا اور اس کی شرح میں اپنی مہارتِ فن کا بے مثل مظاہرہ کیا۔ اور اپنے علمی جواہر پاروں سے امتِ مسلمہ کے

(۱) امام ترمذیؒ اپنی جامع کے پہلے تین ابواب کو طبعی اور فطری ترتیب کے مطابق لائے ہیں۔ یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء ہے۔ پہلے باب میں قبولیت صلوٰۃ کا طہارت کی فضیلت کا بیان ہے اور تیسرے باب میں وضو کو مفتاح صلوٰۃ قرار دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وضو اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسان نماز میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

الطہور جمہور علماء اس سے مراد ہر وہ چیز لیتے ہیں جس سے طہارت حاصل کی جا سکے چاہے پانی ہو یا مٹی طہور بالضم کا مدلول معنیٔ مصدری۔ تطہیر و طہارت ہے اور طہور بالفتح سے مراد "ما یتطہر به الانسان" ہے۔ یہاں دونوں معانی مراد ہو سکتے ہیں پہلے معنی (طہور بالضم) کی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ "ما جاء فی فضل التطہیر" اور الطہور بالفتح لیں۔ تو معنی یہ ہوگا کہ "باب ما جاء فی فضل الطہور سواءً کان ماءً او صعیداً"، پھر طہور بمعنی طہارت عام ہے جو ثیاب، مکان، بدن وغیرہ سب کو شامل ہے۔ صرف سیبویہ (امام نحو) الطہور بالفتح اور بالضم میں فرق نہیں کرتے۔ اسی طرح لفظ وضو بالفتح و بالضم سیبویہ کے نزدیک ایک ہی چیز ہے جبکہ عام علماء ہر دو میں فرق کرتے ہیں الطہور بالفتح پانی اور مٹی دونوں سے ہوتا ہے۔ جبکہ وضو بالفتح صرف پانی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح طہور بالضم عام ہے وضو بالضم سے۔ کیونکہ طہور بالضم طہور ثیاب و مکان و جسم سب کو عام ہے جب کہ وضو بالضم صرف اعضاء اربعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔"

(۲) اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن متن حدیث میں توضأ آیا ہے۔ تطہر نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔ تطہر کا معنی صرف نجاست کا ازالہ ہے جب کہ توضأ کے مفہوم میں ازالۂ نجاست کے ساتھ ساتھ ایک نور اور روشنی بھی ملحوظ ہے جیسا کہ احادیث نبویؐ میں وضو کرنے والوں کو "غُرّاً محجّلین" قرار دیا گیا ہے۔ تطہیر بغیر ارادہ کے بھی متحقق ہو سکتا ہے جبکہ توضی میں ارادہ ضروری ہے۔

شارع علیہ السلام نے بجائے اذا توضأ الانسان او الرجل یا اذا توضأت امرأۃ"۔ "اذا توضأ العبد المسلم" سے تعبیر فرمائی۔ شارع علیہ

السلام جو افصح العرب والعجم ہیں۔ ان کی ہر تعبیر اور ہر لفظ میں سینکڑوں علوم اور ہزارہا فوائد ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم حدیث زیر بحث کے لفظ "توضا العبد" پر غور کرتے ہیں۔ تو یہاں متوضی کی تعبیر عبد سے کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحیثیت انسانیت و رجلیت کے ایک کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے اور بحیثیت عبدیت و مُسلمیت کے یہ کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے۔ عبدیت وصف کامل ہے اور عبدیت انسانیت کے تمام درجات میں بلند ہے عبدیت کمال تذلل کا نام ہے۔

(۳) سائنسی ایجادات اور فہم حقائق

"اعراض" کے لیے بھی بقا ثابت ہے اور موجودہ سائنس نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً آج کے اس سائنسی دور میں بہت سے اعراض ایسے ہیں جس کو لوگ پہلے غیر قار الذات سمجھتے تھے۔ آج ان کو قار الذات مانا جاتا ہے مثلاً ریڈیو ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعے انسانی آواز اور حرکات تک محفوظ کی جا رہی ہیں، حتیٰ کہ زمانہ ماقبل کے لوگوں افلاطون اور ارسطو کی آواز تک کو ریکارڈ میں لانے کی کوشش آج کل جاری ہے۔

اسی طرح حرکات اور برودت کے درجات آسانی سے معلوم کر لیے جاتے ہیں۔ یہ سب اعراض ہیں۔ جن کو آسانی سے تولا اور ناپا جا رہا ہے سائنس کی اس ترقی نے "وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ" کی پیش گوئی اور قرآنی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی ہے یہ تو انسانی سائنس کا کرشمہ ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے گناہ اس کے وجود کے اعضا اور جوارح کے ریکارڈ میں محفوظ کیے جا رہے ہیں۔ تو اسے امر بعید تصور کرنا ایک سچائی اور حقیقت کا انکار ہے۔

بہرحال جس طرح مذکورہ اعراض کا محفوظ کرنا اور تولنا ایک حقیقت ہے اسی طرح انسانی اعضا سے بھی اصل خطایا (وضو کے ذریعے) کا خروج ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

مذکورہ مختصر اقتباسات کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کو علوم نبوت میں کتنی بے پناہ مہارت اور وسعتِ نظر حاصل تھی۔ اور یہ کہ جدید معلومات پر بھی ان کو کماحقہٗ عبور حاصل تھا۔ طہارت اور وضو سے متعلق مختصر حدیث پر حضرت ممدوح کی تشریحات "الحق" کے اٹھارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی طرح ساری حقائق السنن ان کے تبحر علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

آپ عمر بھر کے لیے اتنا کام چھوڑ گئے ہیں کہ جب تک ستارے جگمگاتے رہیں گے۔ آپ کا نام روشن رہے گا۔ ؎

وہ عمر بھر کے لیے اتنا کام چھوڑ گئے
بیاضِ دہر پہ بس اپنا نام چھوڑ گئے

مولانا عبدالقیوم حقانی اور حقائق السنن

حقائق السنن حضرت شیخ الحدیث کی ترمذی شریف کے افادات اور مسلسل درس و امالی کا مجموعہ ہے۔ جس کو فاضل گرامی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے قلم بند کیا ہے اور موزوں ترتیب سے مزین کر کے جا بجا موقع و محل کی مناسبت سے موزوں عنوانات قائم کیے ہیں۔ مولانا حقانی حضرت ممدوح کے تلمیذ رشید ہیں اور ان سے کمال خلوص و محبت اور اخلاص و عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا تھا وہ ان کے قلبِ مصفّٰی پر نقش ہو جاتا اور" از دل خیزد بر دل ریزد" والا معاملہ تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حقائق السنن کے سلسلے میں مولانا حقانی نے جس محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ ان کی کاوش یقیناً قابل قدر اور قابلِ داد ہے۔

اگر مولانا حقانی اپنی طرف سے حضرت اعلی اللہ مقامہ کی خدمت اقدس میں یہ شعر پیش کریں۔ تو یہ بالکل مطابقِ حال اور برمحل ہوگا۔ ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اولادِ امجاد مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق

اولاد صالح اور عالم باعمل ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے بحمد للہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث کو یہ نعمت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی ہے ممدوح کے فرزندان نرینہ چار ہیں اور چاروں صفت علم سے آراستہ اور متدین ہیں موصوف کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق تو اپنی علمی عملی اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ایک درخشندہ آفتاب ہیں جو دین و ملت اور قوم و ملک کی عظیم القدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور قائدین پاکستان کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔ آپ کا اساسی نصب العین پاکستان کے اندر اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے آپ جمعیۃ العلماء اسلام کے جنرل سیکرٹری، پاکستان اسلامی جمہوری اتحاد کے نائب صدر اور سینیٹ کے ممبر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ہیں آپ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے انتخابی حلقے کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں میں مصروف ہیں۔

جناب مولانا انوار الحق درس نظامی کے سند یافتہ اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے درجۂ تخصص کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔ وہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذِ حدیث اور دارالعلوم کے نائب مہتمم ہیں جبکہ مولانا سمیع الحق دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔

آخری یادگار ملاقات

حضرت شیخ الحدیث کی اہلیہ محترمہ کی وفات کے موقعہ پر راقم الحروف اپنے بیٹے اکرام اللہ شاہ کے ہمراہ تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ فاتحہ قدیمی مسجد میں ہو رہی تھی مسجد میں فاتحہ خوانی کرنے کے بعد میں حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں جبکہ وہ گھر پہ تشریف رکھتے تھے حاضر ہوا۔ حضرت چارپائی پہ تشریف رکھتے تھے اور جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے اکابر علماء اور معززین

کھڑے تھے۔ بندہ جب ان کی چارپائی کے پاس پہنچ گیا۔ تو حضرت کے ایک عزیز نے ان سے میرا تعارف کرایا انہوں نے مصافحہ فرمایا اور گرم جوشی کا اظہار کر کے مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور اپنی ساری توجہ اس ناچیز پر فرمائی۔ اور طویل گفتگو سے سرفراز فرمایا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ دور دراز سے آئے ہوئے اکابر علما کھڑے ہیں اور تکلیف میں ہیں۔ اس لیے ان سے رخصت چاہی۔ میرے جواب میں حضرت قطب الارشاد نے فرمایا۔ کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ جب میں ارشاد کی تعمیل کر کے قریب ہو گیا۔ تو حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مجھے اپنے سینہ مبارک کے متصل کیا اور میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے فوراً حضرت کے دستِ مبارک کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ راز و نیاز کی گفتگو تھی جس نے ہم دونوں کو بے حد مسرور کیا۔ ایسا ایک واقعہ حضرت امام مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ایک عقیدت مند کے درمیان بھی ہوا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ

" قیام لاہور کے دوران ایک روز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد ؒ سے سوال کیا کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں مسئلہ وحدت الوجود جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں رکھتا۔ اور بہت سے اولیاء کامل کا مشرب ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے مولانا کے کان میں چند جملے کہے۔ جن کو سن کو مولانا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اربابِ حال کی طرح ان کے چہرے پر تغیر پیدا ہو گیا مولانا آپ کے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں بانکسار تمام رخصت ہوئے۔ اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سنا ؎

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی واز دیدہ خوں ریختی

اور سنئے میں نے دست بوسی کے بعد حضرت ممدوح سے فرزندم اکرام اللہ شاہد کا تعارف کرایا۔ اس پر حضرت نے کمال شفقت کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا کہ میں تجھے ایک بہترین تحفہ دے رہا ہوں اور اس کے بعد اس کو ایک وظیفہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ایک بڑا تحفہ ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اس کے بعد اس کو ایک وظیفہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ایک بڑا تحفہ ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اس کی پابندی کرنا۔ انشاء اللہ یہ بہت مفید ثابت ہو گا۔

یہ راقم الحروف کی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات تھی جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔ اور اس کے اثرات و ثمرات بھی دیر پا رہیں گے ؎

ترچھی نظر سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
ہم خوش ہیں کہ ہیں ہم بھی کسی کی نگاہ میں

خواب میں دیکھنا

حضرت کی وفات کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ اکوڑہ خٹک سے بہت دور ایک خوش منظر مقام ہے۔ حضرت قدس سرہٗ اور بندہ ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ ایک تیسرا مردِ صالح بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس فضا میں مغرب کی جانب میں نے ایک مسجد کو دیکھا۔ اور میں نے دل میں کہا۔ کہ اس مسجد کو حضرت نے تعمیر کرایا ہے چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ہم ایک چار دیواری کا داخل ہو گئے۔ اور کھڑے ہو گئے حضرت شیخ الحدیث نے میرے سامنے اپنے پستان کو دو انگلیوں سے پکڑ لیا۔ تو اس میں سے دودھ جاری ہو گیا۔ میں متعجب ہوا۔ اور پھر مجھے خیال آیا۔ کہ میں اپنے پستان کو دو انگلیوں سے پکڑتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ اس سے بھی دودھ جاری ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ لیکن خواب کے اثرات سے دل بہت خوش تھا۔

حضرت کے جنازہ میں اہل اللہ کی بکثرت شرکت

حضرت کی نماز جنازہ میں عوام و خواص بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ شرکاء میں علماء ربانی۔ مشائخ طریقت اور اہل اللہ حضرات بھی نہایت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اور یہ ایک بڑا شرف ہے جو بڑے خوش نصیب اور سعید لوگوں کو نصیب ہوتا ہے

جنازگاہ میں شہد کی مکھیوں کا ظہور

جب جنازہ گاہ میں حضرت کی چارپائی رکھ دی گئی تو فضا میں شہد کی مکھیوں کا ظہور ہوا۔ جو لوگوں کے سروں کے اوپر اڑ رہی تھیں۔ یہ منظر آخر تک دیکھنے میں آتا رہا۔ لیکن ان مکھیوں نے کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچایا۔

نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے مولانا سمیع الحق کی دستار بندی

نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے اہل خاندان اور خواص و عوام کی متفقہ خواہش پر حضرت شیخ الحدیث اعلی اللہ مقامہ کے بڑے اور لائق و فائق صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق کی دستار بندی عمل میں لائی گئی۔ جس میں ممتاز اور اکابر علمائے دین نے حصہ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ گاہ میں اکابر علماء دین نے حضرت ممدوح کے مکارم و فضائل پر مؤثر تقاریر فرمائیں اور اپنے وعظ و نصیحت اور دعوت و ارشاد سے حاضرین کو مستفید فرماتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین۔ آمین

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے امالی ترمذی کا یہ مجموعہ مفید حواشی، فقہی اور کلامی مسائل پر مشتمل اور علماء دیوبند کی تشریح و توضیح کے انداز و معیار کا حامل ہے

ماہنامہ معارف۔ اعظم گڑھ (انڈیا) کی نظر میں

مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پاکستان) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ارشد تلامذہ و مسترشدین میں ہیں۔ تقسیم سے قبل وہ دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کی خدمت پر مامور تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے وطن میں دارالعلوم حقانیہ کو فروغ دیا جو پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا ترجمان ہے۔ اب مولانا کے افاداتِ درس و امالی کو جو تقریباً نصف صدی سے سینہ بہ سینہ منتقل ہو رہے تھے سفینہ میں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے اور ابواب الطہارت کی حدیثوں کی شرح و توضیح پر مشتمل ہے۔ اس میں بعض مستعد طلبہ کی کاپیوں اور ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے صحاح ستہ کی مشہور و مقبول کتاب جامع ترمذی کے متعلق مولانا کے امالی مرتب کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی بعض ممتاز علماء دیوبند کے جامع ترمذی کے افاداتِ درس و امالی شائع ہو چکے ہیں جو عموماً عربی میں ہیں لیکن زیرِ نظر مجموعہ اردو میں ہے۔ اس کی نوعیت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال کافی ہوگی کہ شارح نے جامع ترمذی کے پہلے عنوان ابوابُ الطہارات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں مندرجہ ذیل بحثیں کی ہیں :۔

پہلے عام فقہاء و محدثین کے برخلاف امام صاحبؒ کی کتاب کی بجائے ابواب کا عنوان قائم کرنے کی وجہ بتائی ہے۔ پھر طہارات کا لغوی و اصطلاحی مفہوم اور طہارت و نظافت کا فرق واضح کیا ہے اور جامع ترمذی کی ترتیب یعنی عبادات کو معاملات پر مقدم کرنے اور عبادات میں نماز اور نماز سے بھی قبل طہارات کے ابواب لانے کی حکمت بیان کی ہے اور اس اشکال کو بھی دور کیا ہے کہ شروطِ نماز میں اس شرط یعنی طہارت کو مقدم کرنے کا سبب کیا ہے۔ پھر عن رسول اللہ کی قید کی وجہ بتائی ہے۔ اسکے بعد امام ترمذیؒ کے ابواب میں ایک دو یا تین حدیثوں ہی پر اکتفا کرنے کی وجہیں تحریر کی ہیں اور ترجمۃ الباب میں ان کا طریقہ و قاعدہ بتایا ہے پھر حدیث کی سند اور رجال اسناد پر بحث کے ضمن میں حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا یا حَدَّثَنِیْ وَاَخْبَرَنِیْ کا فرق اور "ح" یعنی تحویل کی بحث کی ہے۔ اس کے بعد متن کے الفاظ اور حدیث کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔

صلوٰۃ کی وضاحت میں اس امر پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس سے صرف رکوع و سجود والی نمازیں ہی مراد ہیں یا بلا رکوع وسجود کی بھی مراد ہیں۔ اور نماز جنازہ و سجدۂ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے کہ نہیں؟ اسی انداز سے حدیث کے دوسرے جز پر بھی بحث کی ہے جس کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا ہے کہ کسی حدیث کے تمام اجزا یا مکمل مضمون کا ترجمۃ الباب سے ربط و تعلق ضروری نہیں ہے۔ آخر میں نفسِ حدیث پر امام ترمذیؒ کے حکم اور ان کی دوسری مخصوص اصطلاحوں اور حدیث کی اقسام کے علاوہ فی الباب عن فلان و عن فلان کہہ کر اس مضمون کی اور حدیثوں کی جانب اشارہ کرنے پر بحث و گفتگو کی ہے۔

فاضل شارح نے فقہاء و محدثین کے اقوال و دلائل بیان کر کے ہر مسلک میں حنفی مذہب کو مؤید و مرجح قرار دیا ہے اور اسی کو حدیث و سنت سے اقرب بتایا ہے جس سے دوسرے مسلک کے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے مگر حنفی مذہب کی تائید کے ضمن میں دوسرے فقہاء کی تنقیص سے پرہیز کیا ہے۔

یہ کتاب مفید حدیثی، فقہی اور کلامی مباحث پر مشتمل اور علمائے دیوبند کی تشریح و توضیح کے انداز و معیار کی حامل ہے لیکن ہر زمانہ کے حالات اور تقاضے مختلف ہوتے ہیں، اس لیے احادیث کی نئی شرحوں میں جہاں قدیم شروح و حواشی کی مفید باتوں کا تذکرہ ضروری ہے وہاں ان بحثوں میں زیادہ کدوکاوش کی ضرورت نہیں ہے جو اب زیادہ اہمیت کی حامل نہیں رہ گئی ہیں بلکہ نئے مسائل کے بارے میں حدیثوں سے جو راہنمائی ملتی ہے اس کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہے، جیسے ص۱۶۵ و ص۱۶۶ پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت و ممانعت کی حدیثوں کے متعلق قدیم فقہاء کا یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک ممانعت کا تعلق آدابِ معاشرت سے ہے اس لیے یہ تنزیہی ہوگی مگر بعض اسے تحریمی قرار دیتے ہیں۔

شارح نے اس مسئلہ پر نئے حالات کے لحاظ سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ چونکہ اس زمانے میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کفار کا طریقہ اور معمول ہو گیا ہے، اس لیے رخصت باقی نہیں رہی اور تشبہ بالکفار سے بچنے کے لیے اب ممانعت کو مکروہ تحریمی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ شارح کے

(باقی ص۳۶۱ پر)

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ الحدیث اور حضرت صدر المدرسین کا باہمی ربط و تعلق

قِران السعدین کا حسین منظر

مؤقر جریدہ ماہنامہ الحق کا شاہکار علمی اور تاریخی حضرت شیخ الحدیث نمبر اپنے آخری مراحل میں تھا کہ برادر محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ نے بندہ کو ایک رقعہ بھیجا کہ آپ حضرت صدر المدرسین قدس سرہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ جو کہ دونوں آسمانِ علم و فن کے درخشندہ ستارے اور دارالعلوم حقانیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے ان کے مابین باہمی ربط و تعلق اعتماد دارالعلوم کے کام میں تعاون اور کسی بھی نوعیت کی کسی مناسبت کا پیراگراف حیات صدر المدرسین سے انتخاب کر کے اس کو ایک جامع مقالہ کی شکل دے دیں۔

بندہ کو حقانی صاحب کی اس یاددہانی سے یک گونہ خوشی محسوس ہوئی کہ واقعی یہ موضوع ایک علیحدہ عنوان اور مستقل مقالہ کا متقاضی ہے گو کہ بندہ نے اپنے دوسرے شاملِ اشاعت مضمون میں اس طرف ضمناً کچھ ارشادات دیئے ہیں لیکن یہاں بالصراحت حقانی صاحب نے جو توجہ مبذول فرمائی یہ مناسب بھی ہے اور حسب حال بھی بہرحال بندہ اپنے عزیز و محترم دوست مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے بروقت اس محبوب موضوع کا انتخاب فرمایا۔ جزاہ اللہ

ے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(محمد ابراہیم فانی)

حضرت امیر خسروؒ نے اپنی ایک شہرہ آفاق غزل میں یہ شعر لکھا ہے۔

ے من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کچھ اس طرح کا معاملہ تھا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور متکلم عصر مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین کے درمیان باہمی ربط و تعلق کا۔ بندہ نے ان دونوں حضرات کو قریب سے دیکھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کو حضرت صدر صاحب مرحوم کی نازک مزاجی کا بخوبی علم تھا۔ اور ان کو اس بات کا بھی احساس ہوتا کہ حضرت صدر صاحب مرحوم پر جلال کا غلبہ ہے مگر جب کبھی یہ دونوں عہد ساز اور عبقری شخصیات اپنے وقت کے دو ممتاز شیخین آپس میں مل جاتے تو یہ احساس تک نہ ہوتا کہ یہ وہی پرجلال و پرشکوہ صدر صاحب ہیں۔ دونوں حضرات آپس میں جس انداز سے گفتگو فرماتے دیکھنے والے کو اس پر رشک آجاتا اور چشم فلک کے لیے یہ نظارہ عجیب فرحت انگیز ہوتا۔

حضرت صدر صاحب مرحوم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں فرماتے کہ اس شخص کو اللہ نے کتنا کشادہ سینہ دیا ہے کہ کسی بھی وقت سخت سے سخت اور نازک سے نازک موقعہ پر بھی آپ کی جبین پر شکن نہیں پڑتی۔ اور فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان بھر کی دینی درسگاہوں میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ اور اطراف و اکناف سے تشنگانِ علوم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ یہ اس بے پناہ قوتِ ارادی والی شخصیت کی آہ سحرگاہی اور اخلاص کا ثمر ہے کہ آج اس گلشن علم و عرفان دارالعلوم حقانیہ کا نام ملک و بیرون ملک عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔

دارالعلوم کے انتظامی اور تعلیمی امور میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ حضرت صدر صاحب سے مشورہ لیتے۔ اور پھر آپ کے مشورہ پر عمل بھی فرماتے حضرت صدر صاحبؒ ازراہِ تفنن حضرت الشیخ کے علمی مذاق اور ملکہ انہام کے بارے میں فرماتے کہ اگر قدوری اور نورالایضاح کا ایک مبتدی طالب علم آپ کے درس ترمذی اور بخاری میں شرکت کرے تو وہ بھی آپ کے درس پہ سمجھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو افہام کا ایک وہبی ملکہ عطا فرمایا ہے۔

ایک دفعہ دارالعلوم میں دورہ حدیث میں طلبہ کی تعداد زیادہ تھی۔ چونکہ حضرت صدر صاحب ذی استعداد طلبہ کو پسند فرماتے۔ چنانچہ ایک طالب علم نے درس میں کچھ ترجمے کے بارے میں استفسار کیا۔

جس پر حضرت صدر صاحب کو غصہ آیا۔ پھر جب حضرت شیخ رح کے ساتھ ملاقات ہوئی تو ان کو فرمایا کہ آپ طلبہ کی استعداد کو نہیں دیکھتے بس دھڑا دھڑ طلبہ کو دار العلوم میں داخلہ کی اجازت دیتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی داڑھی والا اس سڑک پر گزرتا ہو تو آپ اس کو بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور یہاں دار العلوم میں داخلہ لے لو۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے معصومانہ انداز میں تبسم فرمایا۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے فیض الباری کی عبارت حضرۃ شیخ الحدیث رح صاحب کو پیش کی۔ غالباً اس کو کسی کے مرجع میں شک تھا۔ حضرت شیخ نے اس سے کتاب لے لی اور اس کا مطالعہ شروع کیا۔ اتنے میں حضرت صدر صاحب دفتر اہتمام تشریف لائے۔ جوں ہی حضرت صدر صاحب کو حضرت شیخ نے دیکھا تو فیض الباری ان کو دی۔ اور فرمایا کہ آپ اس صاحب کو مطمئن فرمادیں۔

سنہ ۷۹ء میں جب بیت اللہ شریف پر حج کے دوران قبضہ کا واقعہ فاجعہ پیش آیا۔ تو یہاں دار العلوم حقانیہ کے طلبہ نے اس پر احتجاج کیا۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث رح نے آخر میں مرکزیت کعبہ پر ایسی مدلل مفصل اور پرکیف تقریر فرمائی کہ ہر طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہوتے حضرت صدر صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ بعد میں انہوں نے حضرۃ الشیخ کی اس تقریر کی خوب خوب تحسین فرمائی۔

سنہ ۷۰ء میں جب عام انتخابات کا اعلان ہوا اور جمعیۃ العلماء کی طرف سے آپ کو نامزد کیا گیا تو آپ کو بے حد تشویش تھی اور مسلسل انکار فرماتے رہے ادھر علماء اور معززین کے قافلے بطور جرگہ آپ کے پاس آتے رہے اور آپ کو اس بات پر آمادہ کرتے رہے۔ ان افراد میں حضرت صدر صاحب بھی پیش پیش تھے اور ان کو قائل کرنے میں مصروف۔ تا آنکہ وہ لمحہ آیا کہ حضرت الشیخ نے عملی سیاست اور الیکشن میں حصہ لیا جس میں اجمل خان خٹک سو انہوں نے شکست دی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ اور حضرت صدر المدرسین رح کے مابین ربط و تعلق اور اعتماد و اخلاص کا حال خود حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کی زبانی سنئے۔ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۳ء کو حضرت صدر صاحب رح کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دار العلوم کے دار الحدیث ہال میں غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

آج ایک عالم کی جدائی میں ہم سب مغموم و پریشان ہیں مولانا مرحوم ایک ایسے عالم تھے کہ تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ اور فنون کے جامع تھے۔ ہمارے ساتھ تو ان کا ایک خاص تعلق اور واسطہ تھا۔ اللہ کو یہ منظور تھا۔ ہم جب جلالیہ (علاقہ چھچھ) میں غالباً شرح جامی پڑھتے تھے اس وقت مولانا مرحوم بھی وہاں تھے ان کی عمر غالباً میرے برابر تھی سال آدھ سال غالباً تقدیم و تاخیر ہو، اس وقت بھی کافیہ اور شرح جامی کے تکرار میں شریک ہوتے۔ اس عمر میں ان کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں کتنی ذہانت دی ہے۔ پھر جب سے یہ دار العلوم حقانیہ قائم ہوا ہے اس کے ساتھ ان کا تعلق رہا۔ پہلے ہماری چھوٹی سی مسجد میں یہ سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ وہاں بھی درس دیتے تھے۔ حاجی محمد یوسف صاحب کی مسجد میں ان کا قیام تھا۔ پھر ہماری اس مسجد کے سامنے مکان میں رہے، کچھ عرصہ عوارض کی وجہ سے اپنے گاؤں (زروبی ضلع صوابی) میں رہ گئے، وہاں سے چند دن بعض مدارس میں رہے۔ مگر ہر جگہ یہ فرماتے کہ جو ذوق و شوق مجھے دار العلوم حقانیہ میں حاصل تھا اور جو روحانیت مجھے دار العلوم حقانیہ میں ملتی وہ کسی اور جگہ نہیں تو تدریس کرتا ہی نہیں۔ گاؤں میں چھوٹی سی دکان (مطب) ڈال دی۔ مجھے خبر ملی کہ مولانا فارغ ہیں تو میں نے دوبارہ بلایا اور تشریف لائے۔ اس وقت سے ۲۵، ۳۰ سال ہوتے دار العلوم کے ساتھ محبت و تعلق کے ساتھ وابستہ رہے۔ ہمیشہ اہم کتابیں وہ پڑھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جامع علم حضرت رحمہ اللہ کو عطا فرمایا تھا۔ جامع عالم، ہر فن کے عالم اس دار العلوم کی سرپرستی جو انہوں نے فرمائی اللہ تعالیٰ اس کا اجر ان کو نصیب فرمائے۔

(حیات صدر المدرسین ص۴۵۸ ص۴۵۹)

اگر کوئی مذہبی جلسہ یا کسی مدرسہ کی تقریب دستار بندی ہوتی۔ اور اس میں یہ دونوں حضرات شیخین مدعو ہوتے تو اکثر و بیشتر اس میں شرکت کے لیے اکٹھے تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ صوبہ سرحد کی مشہور انقلابی اور مصلح شخصیت عاشق رسول حضرت الحاج محمد امین صاحب رحمہ اللہ جو کہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی کے خلیفہ تھے۔ کی خانقاہ میں مذہبی اجتماع تھا۔ حضرت شیخ الحدیث اور حضرت صدر المدرسین رحمہما اللہ کے علاوہ — دار العلوم کے صدر مفتی حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ بھی ان کے ہم رکاب تھے یہ تینوں حضرات ایک ہی کار میں سوار اس جلسہ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ راستہ میں مفتی صاحب نے ایک لطیفہ سنایا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے پوچھا یہ عرس کیا شے ہے' دوسرے نے اس کو اس کی تعریف کی۔ درمیان میں تیسرا آدمی بولا کہ میں آپ کو مختصر الفاظ میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ عرس مولویں کے میلے کو کہتے ہیں۔

ے اب کہاں ایسی وہ رنگا رنگ بزم آرائیاں
یعنی سب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہوگئیں

ابتداء میں جب دار العلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی جاتی تھی اور تمام طلبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے محلہ کی مسجد (جہاں پر دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی) کو نمازِ جمعہ کے لیے جاتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح باقاعدگی سے بلاناغہ جمعہ کی تقریر اور خطبہ نماز خود پڑھاتے۔ چنانچہ ان خطبات کا ضخیم مجموعہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے دعوات حق کے نام سے دو جلدوں میں شائع کروا دیا ہے۔

تو جب کبھی حضرت صدر صاحبؒ کسی جمعہ کو کسی عذر کی بنا پر گاؤں جانے سے ناغہ فرماتے۔ تو پھر نماز کے لیے آپ بھی وہاں حضرت شیخ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے دولت کدہ پر آپ چائے وغیرہ تناول فرماتے۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ حضرت صدر صاحبؒ نمازِ عصر کے بعد اپنی اقامت گاہ پر تشریف لاتے یعنی جمعہ کی نماز سے لے کر عصر کی نماز تک آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں رہتے۔ مسنون مزاح، بذلہ سنجیوں، نکتہ آفرینیوں علمی اور تحقیقی نکات اور تفسیری اور حدیثی موشگافیوں سے محفل کی رنگینی دو آتشہ ہو جاتی۔

پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

فاضل محترم حضرت مولانا عبدالمتین صاحب بنوی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ

جس سال بندہ یہاں دارالعلوم حقانیہ میں موقوف علیہ پڑھ رہا تھا تو جمیعۃ الطلبہ کی نظامت کا بوجھ بھی طالب علم ساتھیوں نے میرے کندھوں پر ڈالا۔ میں نے از حد کوشش کی اور ساتھیوں کو معذرت پیش کی کہ میں اس بارگراں کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ با دلِ ناخواستہ مجھے ایک عظیم آزمائش میں مبتلا ہونا پڑا۔ چونکہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ہوش کے بجائے جوش اور دور اندیشی کی جگہ عجلت پسندی مزاج میں کارفرما تھی اس لیے طالب علم ساتھیوں کے ایک مطالبہ پر ہڑتال کی نوبت آ پہنچی۔ نظامت چونکہ میرے ذمہ تھی۔ میں ہی ان تمام امور کا ذمہ دار اور جوابدہ تھا اس لیے میں سب سے آگے رہا۔ جس کی وجہ سے کارپردازانِ مدرسہ کا مجھ سے ناراض ہونا ایک فطری امر تھا۔

میرے ساتھ از حد فکر تھی کہ ایسا نہ ہو اس حرکت پر حرماں نصیب ہو جاؤں چنانچہ دورہ کلاں کے وقت بندہ نے حضرت الشیخ استاذی المکرم مولانا عبدالحق صاحب سے معافی مانگ لی۔ لیکن فراغت کے بعد دل ہی دل میں وسوسہ تھا۔ کہ حضرت الشیخ مجھ سے بدستور ناراض ہیں۔ فراغت کے بعد بندہ میران شاہ میں مدرسہ حسینیہ نورک میں تدریس پر مامور رہا۔ دوسرے سال دارالعلوم عزیزیہ میں تقرر ہوا۔ وہاں سے بندہ نے حضرت صدر صاحب مرحوم کے نام خط ارسال کیا کہ میرے دل میں حضرت شیخ الحدیث کی ناراضگی کے بارے میں سخت تشویش ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آں محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب کے پاس جانے کی زحمت گوارا فرما دیں تاکہ میں ان سے اپنی گستاخی کی معافی مانگ لوں۔ لہٰذا آپ تاریخ مقرر فرما دیں کہ فلاں تاریخ پر تم یہاں آ جاؤ۔ مرحوم نے جواباً تحریر فرمایا کہ فلاں تاریخ پر آ جاؤ۔ تاریخ مقررہ پر بندہ حاضر خدمت ہوا۔ ظہر کے بعد حضرت (صدر صاحب) نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب (شیخ الحدیث صاحب) کے لیے کوئی تحفہ لایا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا، از خود میں نے کچھ لانا پسند نہیں کیا۔ یہ میں آں جناب کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں جو چیز آپ پسند فرما دیں میں وہی چیز بازار سے لاؤں گا اور اس کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کریں گے۔ بازار کر اکٹھے جا کر ہم نے ایک سفید پگڑی اور ایک رومال خریدا۔

عصر کا وقت قریب تھا۔ چونکہ اس وقت حضرت شیخ الحدیث اپنے دولت کدہ کے قریب مسجد میں تشریف لاتے۔ اس لیے ہم مسجد کو چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب بھی تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت مرحوم کو دیکھا تو نہایت ہی متفکر ہوئے۔ کیونکہ حضرت مرحوم بلا کسی سخت ضرورت یا حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے بلاوے کی کی صورت وہاں تشریف نہیں لے جاتے۔

نماز کا وقت تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب نے حضرت مرحوم سے فرمایا کہ امامت فرما دیں۔ چنانچہ حضرت مرحوم (صدر صاحب) نے نماز پڑھائی۔ دعا کے بعد حضرت شیخ الحدیث حضرت کے قریب آئے اور فرمایا کیسے تشریف آوری ہوئی۔ حضرت مرحوم نے فرمایا ایک بات ہے لیکن تخلیہ میں آپ سے عرض کرتے ہیں چنانچہ دونوں حضرات مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ بندہ مولانا محمد امین حقانی اور مولانا عبدالمجید قندہاری ہم بھی اندر چلے گئے۔

(صدر صاحب) مرحوم نے حضرت الشیخ کو فرمایا کہ عبدالمتین ہمارا فاضل ہے ٹل میں مدرس ہے وہاں پر اونچے درجے کی کتابیں پڑھاتا ہے۔ آں جناب کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ مسئلہ تو صاف نہیں ہوا ہے پس عرض کیا کہ جناب عالی میں نے موقوف علیہ کے سال گستاخی کی تھی ہڑتال کی تھی اس لیے یہاں اپنے ساتھ حضرت کو تکلیف دے کر حاضر ہوا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث از حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹا وہ اس سال کے ساتھ وہ بات ختم ہو گئی۔ اس وقت ہم نے آپ کو معاف کیا تھا۔ یہ ہمارا اور آپ کا تو گھر کا معاملہ ہے۔ گھر میں اس طرح کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔

پھر میں نے پگڑی اور رومال پیش کیا۔ حضرت الشیخ کے کندھے پر ایک رومال اور تھا بندہ نے مرحمت فرمانے کی عرض کی۔ حضرت الشیخ نے فرمایا قریب آ جاؤ چنانچہ میں قریب ہو گیا پھر فرمایا کہ اپنی پگڑی سر سے اتارو۔ بعد ازاں حضرت الشیخ نے اپنے رومال مبارک سے میری دستار بندی فرمائی۔ اس کے بعد دونوں شیوخ مجھ سے مخاطب ہوئے کہ یہ آپ کی خاص دستار بندی ہے۔ بندہ کو اس اعزاز سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔

(حیات صدر المدرسین ص۱۸۶/۱۸۷)

حضرت مولانا قاضی عبدالحلیم صاحب کلاچوی مدظلہٗ نے ان دونوں شیخین کے مابین ربط و نسبت کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

آج سے کوئی ۱۸، ۲۰ سال قبل جب احقر نے دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث کے لیے داخلہ لیا۔ تو امیر المومنین فی الحدیث حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحب کی محبوب علمی شخصیت کے بعد مادرِ علمی حقانیہ کے آفتاب و ماہتاب اساتذہ میں جس شخصیت نے عملی طور پر مجھے متاثر کیا وہ حضرت

مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی کی بابرکت ذات تھی۔ لیکن ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے اصول کے تحت حضرت شیخ اول مولانا عبدالحق صاحب پر جمال کا غلبہ تھا اور شیخ ثانی حضرت زروبوی صاحب (صدر صاحب) پر جلال کا رنگ چھایا ہوا تھا اور یوں حقانیہ کے دامن میں ہمیں ان دونوں شیخین کی صورت میں جلال و جمال کا حسین امتزاج بار بار دیکھنے میں آتا تھا یعنی حقانیہ ع

یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

(حیات صدر المدرسین ص۱۲۱)

حضرت الاستاذ مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے بندہ کو حضرت صدر صاحب مرحوم کے سانحۂ ارتحال پہ جو تعزیتی مراسلہ مدینہ منورہ کی عطر بیز فضاؤں سے ارسال فرمایا۔ اس کی چند سطور ملاحظہ ہوں اس لیے کہ ان کو تو طویل مدت سے ان دونوں شیخین کی رفاقت اور باہمی محبت و تعلق کا علم تھا اس لیے انہوں نے اپنے احساسات یوں بیان فرمائے۔

دار العلوم حقانیہ میں غالباً ماہِ رمضان یا شوال میں مولانا سمیع الحق صاحب کے ہاں گیا تھا۔ ماہنامہ الحق میں آپ کا قصیدہ مدح الشیخ نظر سے گذرا۔ پڑھ کر بے حد سرور محسوس ہوا کہ آپ نے مولانا مرحوم کے کمالات کو بلا مبالغہ موثر شعروں میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ باپ اور بیٹے دونوں کے لیے باعث صد افتخار و انبساط ہے خاص کر آپ کا یہ شعر غالباً۔

شیخ عبدالحق کے دیرینہ رفیق و راز داں
مشغلہ دونوں کا ہے درس احادیث و قرآں

(حیات صدر المدرسین ص۲۶۳)

اسی طرح صحبتے با اہل حق کے صفحہ ۹۰ پر مرقوم ہے کہ

دار العلوم حقانیہ کے صدر مدرس اور حضرت اقدس کے دیرینہ رفیق مولانا عبدالحلیم صاحب زروبویؒ کی وفات حسرت آیات پر حضرت کو بے حد رنج و قلق ہوا اور ان کی رحلت سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا۔ صدر صاحب مرحوم بہت بڑے عالم نڈر اور حق گو مجاہد اور ایک عظیم علمی شخصیت تھے۔ ان کی وفات سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے اور بالخصوص دار العلوم حقانیہ کو جو نقصان پہنچا ہے برسوں اس کی تلافی مشکل ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کمی کو پورا فرمادے قحط الرجال کا زمانہ ہے اور اکابر علماء اٹھتے جا رہے ہیں۔

استاذی المحترم حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں۔

ان مجالس اور محافل کے پرکیف اور دلربا مناظر اب تک میرے سامنے ہیں۔ جب سیدی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہم کسی اہم تعلیمی انتظامی امور پر مشورہ کے لیے اساتذہ دار العلوم کو بلاتے تو اس وقت دونوں حضرات شیخین کی جلوہ افروزیاں قران السعدین اور مرج البحرین یلتقیان کا منظر پیش کرتیں۔ رشد و ہدایت اور علم و عرفان کے ان دونوں بلند بالا مینار کے آراء نیرہ اور مجرب علمی تجاویز سے ہم خدام کو معتدبہ علمی سرمایہ نصیب ہوتا۔ گاہے گاہے جب کسی علمی مسئلہ پہ ان اکابر کا مناقشہ ہوتا تو مجلس میں شریک اساتذہ کو عجیب و غریب نکات معلوم ہوتے۔

خزاں رسید و گلستان آں جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند

(حیات صدر المدرسین ص۲۴)

برادر محترم مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ راوی ہیں۔

کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے حضرت صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم کے سیرت و کردار اور افکار پہ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی سراپا شیخ الحدیث تھے ان میں وفورِ علم، حدیث دانی، استنباط و اجتہاد، ملکہ تدریس، حالات اور جدید ترین واقعات کی قرآن و حدیث کے ساتھ تطبیق اور حالاتِ حاضرہ کا اسلامی نقطۂ نظر سے تجزیہ کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ زہد و تقویٰ ورع و پرہیزگاری دنیا سے نفرت و اجتناب اور قناعت ان کا وصف لازم تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کے محب اور معتمد تھے اور قریب ترین رفیق کار۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاں بھی ان کی عظمت علم مسلم تھی۔

مولانا عبدالحکیم صاحب اکبری فاضل دار العلوم حقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "دار العلوم کے بانی و مہتمم مجسمۂ اخلاص شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب آپ کے (حضرت صدر صاحب) زمانۂ علمی کے ساتھی تھے۔ دار العلوم دیوبند میں پڑھتے رہے۔ ۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مولانا عبدالحلیم کی ذات کو دار العلوم کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ انہوں نے ایسی حالت میں کہ ان کی ذات کی ضرورت دار العلوم کے مسند تدریس کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ تھی اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف بلا لیا۔ اس حادثۂ جانکاہ کا جو صدمہ مولانا عبدالحق صاحب کو ہوا ہوگا اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم نے قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جمعرات کے دن اسلام آباد جانے کا پروگرام طے پایا مولانا فضل الرحمٰن اور راقم کو شرکت سفر کا اعزاز حاصل ہوا رات کا قیام حضرت مفتی صاحب کی اقامت گاہ میں تھا۔ رات دیر تک حضرت مفتی (محمود) صاحب سے علمی بحث و مباحثہ کی محفل جمی رہی۔

ایک عجیب سماں تھا زمانے کے دو بڑے علم کے بحر بیکراں علمی بحث و مباحثہ کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ محو گفتگو رہے ...... صبح کو ناشتہ کے بعد حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے، انہی دنوں مولانا عبدالحق صاحب کی ایک قرارداد جو سود کی حرمت اور ملک میں سودی کاروبار کی ممانعت کے سلسلے میں تھی قومی اسمبلی میں زیر بحث تھی اور

آج کا دن اس کا آخری دن تھا مولانا عبدالحق صاحب اس بحث کی تیاری میں مصروف تھے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فوراً سود کی حرمت، معاشرہ میں اس کی وجہ سے پیدا شدہ خرابیاں تفریق اور افراتفری اسی طرح مختلف پہلوؤں کا آغاز کر دیا۔ مولانا عبدالحلیم صاحب نے اس بحث کا آغاز فرمایا اور مسلسل گفتگو فرماتے رہے اور وہ علمی نکات بیان فرماتے قرآن وحدیث کے حوالے دیتے اور واقعاتی لحاظ سے سود کی حرمت و ممانعت اور معاشرہ کے لیے اس کی بنیاد و فساد پر سیر حاصل بحث فرمائی۔

(حیات صدر المدرسین ص ۱۹۴)

یہ چند واقعات وتحریرات بندہ نے سردست جمع کر دیئے تاکہ قارئین کو ان دونوں عظیم اور تاریخ ساز شخصیات کے درمیان باہمی ربط و مودت کا علم ہو سکے ورنہ جن دو افراد کے درمیان محبت واخلاص کا رشتہ ۳۰ سال تک قائم رہا ہو اور پھر ایک دوسرے سے از خود جدا نہیں ہوتے بلکہ دستِ بیدادِ اجل نے ان کے درمیان تعلق کا ناطہ اور رشتہ جوڑنے نہیں دیا تو اس تیس سالہ زندگی میں ان کے مابین دارالعلوم کی ترقی طلبہ کی علمی استعداد اور تحقیقی نکات کے بارے میں روز و شب کی کتنی گردشیں فنا ہو گئی ہوں گی۔ آج گلشنِ دارالعلوم پر بہار ہے لیکن اس میں وہ رونق نہیں کیونکہ ان دونوں شیخین کی موجودگی میں دارالعلوم کو جو وقار اور حسن ملا تھا ان کی عدم موجودگی سے یہ محفل سونی سونی نظر آتی ہے۔

؎ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

مُختصر تعارف

صدر المدرّسین علّامہ عبدالحلیم صاحب زروبوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع زروبی (ضلع صوابی) کے ایک عظیم الشان علمی خانوادے میں ۱۹۰۸ء میں مولانا خلیل الرحمٰنؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی واجبی تعلیم اور صرف ونحو کے ابتدائی رسائل اپنے والد صاحب سے پڑھے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں علاقہ چھچھ اور گرد و نواح کے مختلف مواضعات میں پڑھیں۔ اصول ومنطق کی منتہی کتابیں استاذ العلماء حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد ضلع ہزارہ کے موضع گیدڑپور میں مولانا قاضی غلام نبی صاحبؒ سے سلم العلوم و مفتاح العروض، سبع المعلقات، میبذی، صدرا اور حمداللہ وغیرہ کتابوں میں درس لیا، اور کچھ عرصہ چکوال میں اپنے ماموں حضرت العلامہ مولانا محمد صاحبؒ سے مطول، مختصر المعانی اور بست باب جیسی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۵۱ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۳ھ میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی ــــ ۱۳۵۴ھ میں آپ نے دہلی کے جامعہ رحیمیہ سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا، تین سال تک وہاں پڑھانے کے بعد آپ دہلی کے ہی جامعہ رحمانیہ منتقل ہو گئے تاآنکہ تقسیمِ ہند عمل میں آئی اور اپنے گاؤں میں حسبۃً للہ پڑھانا شروع کیا۔ جب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تو مؤرخہ ۱۵ شوال ۱۳۶۸ھ کو آپ یہاں تشریف لائے لیکن یہاں بھی خرابیٔ صحت حائل رہی اور چار مہینے بعد ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ کو آپ اپنے گھر موضع زروبی تشریف لائے، بعد ازاں آپ بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے اور محدثِ عصر حضرت العلامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر آپ نے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں کچھ مدت تدریس کی۔ دوبارہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر مؤرخہ ۲۷ شوال ۱۳۷۷ھ کو دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور تادمِ واپسیں اس عظیم علمی ادارے کے ساتھ وابستہ رہے۔ یہاں پر آپ صدر المدرسین کے مؤقر عہدے پر فائز رہے اور علمی دُنیا میں آپ صدر صاحب کے عُرف سے معروف رہے۔ یہاں دورۂ حدیث میں مسلم شریف، بخاری شریف جلد ۲، تفسیر بیضاوی، اصولِ فقہ میں تلویح و توضیح اور مسلم الثبوت جیسی کتابیں آپ کے زیرِ درس رہیں۔

سلوک وتصوّف میں آپ حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صاحب صدیقیؒ (خانیوال) کے خلیفہ مجاز اور ماذون تھے۔ افغانستان کے مشہور مجدّدی خاندان کے روحانی پیشوا حضرت ضیاء المشائخ مولانا ابراہیم جان مجدّدیؒ نے بھی آپ کو سفرِ افغانستان کے دوران خلعتِ خلافت سے نوازا۔

عشقِ رسولؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلِ دردمند اور ضمیرِ غیور سے نوازا تھا۔ الحاد و دہریت، مرزائیت و پرویزیت، سوشلزم و کمیونزم اور مروّجہ خلافِ شرع رسوم و بدعات کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ اس وادیٔ پُرخار میں آبلہ پائی کے دوران آپ نے جیل کے دروازے پر دستک دی ــــ آپ نہایت ہی فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ گلستانِ شعر وسُخن کے بھی بلبل نواسنج تھے۔

بالآخر ۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو آپ تمام عالمِ اسلام کو عموماً اور اسلامیانِ پاکستان اور دنیائے علم کو یتیم چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئے اور مؤرخہ ۷ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ہزاروں اشکبار و پُرنم آنکھوں کی موجودگی میں اپنے آبائی گاؤں زروبی کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ نمازِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے پڑھائی۔ (تفصیل احقر کی مرتبہ کتاب "حیاتِ صدر المدرسین" میں موجود ہے۔ قانی)

امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے

درسِ حدیث کی خصوصیات اور بیانِ تفہیم و تشریح

مولانا عبدالقیوم حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ و نائب مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ہمارے شیخ و مربی، محدثِ کبیر، امام العصر، قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ اپنے زمانے کے عظیم محدث، استاذ الکل، علوم روایت کے مسند، مشکلاتِ علوم اور مشکلاتِ حدیث کے مدار تھے۔ آپ کے بخاری و ترمذی کے امالی و تقاریر بے نظیر ابحاث، نفیس تحقیقات، روایت و درایت اور حدیث و فقہ کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ آپ کے درسِ حدیث کی تمام تر خصوصیات، اندازِ تدریس، اندازِ بیان، تفہیم و تشریح، تحقیق و بیانِ مذاہب اور اس سلسلہ سے متعلق تمام پہلوؤں کا نہ تو استقصاء ممکن ہے اور نہ الفاظ کے سانچہ میں انہیں ڈھالا جا سکتا ہے اور نہ یہ کسی کے بس کی بات ہے۔ کیونکہ صحیح طور پر آپ کی درسی تقاریر اور دروس کو وہی شخص سمجھ سکتا اور ضبط کر سکتا تھا جو علوم روایت و درایت سے سرشار، ذکی، بیدار اور قوی الحواس ہو، جسے متونِ حدیث کے علاوہ شروحِ حدیث سے عشق ہو۔ فتح الباری، عمدۃ القاری اور فقہ مذاہب میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور کتب رجال سے واسطہ ہو۔ فکری و ذہنی صحت اور صلاحیت کے ساتھ ساتھ بحث و جستجو کا شوق اور حضرت شیخ ؒ کے جواہر پارے سمیٹنے کا عشق ہو۔ تاہم ذیل میں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ حضرت شیخ الحدیث ؒ کے درسِ حدیث کی کچھ جھلکیاں ناظرین کے سامنے پیش کر دی جائیں کہ اس سے اصل حقیقت کا سمجھ لینا قریب ہو سکے گا ع قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

① درسِ حدیث میں زیادہ تر توجہ، حدیثِ نبوی کی مراد واضح کرنے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھانے پر رہتی تھی اور مطمحِ نظر یہ رہتا کہ شرحِ حدیث میں اس کے تمام اطراف و جوانب اس طرح واضح ہو جائیں کہ اس کا کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہ رہے۔ بالخصوص الفاظِ حدیث کا حل تو گویا آپ کے درسِ حدیث کی اصل روح ہے۔

② جہاں حدیث کی مراد سمجھانے اور مفہوم کی وضاحت میں قواعدِ عربیت، تراکیبِ نحویہ، صرفی مباحث، علومِ بلاغت یا منطق و فلسفہ کی ضرورت پڑتی ہے تو آپ انہیں بھی نہایت آسان بلکہ آسان سے آسان پیرایہ میں ڈھال کر سمجھاتے جسے ذکی اور متوسط تو سمجھ ہی جاتے، غبی سے غبی طالب علم کو بھی یہ شکایت نہ رہتی کہ وہ درس اور تقریرِ شیخ کو نہیں سمجھ سکا۔

③ حدیثِ نبوی کی مراد واضح کرنے میں آپ جگہ جگہ قرآنی آیات اور وحی الٰہیہ کو بطورِ ماخذِ حدیث یا بطور استدلال و استشہاد کے حسبِ موقع بیان فرماتے۔ اس سے جہاں مرادِ حدیث واضح، متعین اور آسانی سے دل نشین ہو جاتی وہاں بہت سے قرآنی مشکلات بھی حل ہو جاتے تھے۔

④ فقہ الحدیث پر تفصیل سے کلام فرماتے۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب حسبِ ضرورت تفصیل سے نقل فرما کر ان کے مستدلات بیان فرماتے اور اس میں کسی قسم کا تساہل یا تعصب نہیں کرتے تھے بلکہ ائمہ اربعہ کے ان دلائل کو بھی بڑی کشادہ ظرفی اور خندہ جبینی سے بیان فرماتے جو ان مذاہب کے ائمہ اور فقہاء کے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوتے، پھر ایک ایک کر کے ان سب کا جواب دیتے اور مسلکِ حنفیہ کی ترجیح بیان کرتے، دوسرے مذاہب کے اعتراض کا دلائل سے بڑے آسان پیرائے میں شافی جواب دیتے چلے جاتے اور اگر روایت بظاہر مسلکِ حنفیہ کے خلاف نظر آتی تو آپ اس کی اس طرح لطیف توجیہہ کرتے کہ مسلکِ حنفیہ حدیث سے اقرب نظر آنے لگتا۔

⑤ اثناءِ درس میں جگہ جگہ متعلقہ مقامات پر شریعت کے اسرار اور اس سلسلہ میں اہم قیمتی نقاط بیان فرماتے جن سے ایمان میں تازگی اور یقین میں اضافہ ہوتا۔ اکابر علماءِ تصوف کے ارشادات، تمثیلات اور حقائق و معارف ایسے دل نشین انداز میں بیان فرماتے کہ سامعین مدتوں اس کا حظ اور لطف محسوس کرتے بلکہ وقت کے عظیم مفکر، داعی الی اللہ اور ایک صاحبِ حال بزرگ کے الفاظ میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کے

درسِ حدیث سے بڑے بڑے عقدے اور لاینحل گرہیں کھلتی اور اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھتیں۔

⑥ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کا یہ عالم تھا کہ نقاہت و پیرانہ سالی، ضعف و کمزوری اور دسیوں اعذار و امراض اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود بھی پابندی سے درسِ حدیث دیتے رہے، اور بینائی کے بیحد کمزور ہونے کے باوجود مطالعہ کی پابندی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ صبح دفترِ اہتمام تشریف لاتے، دفتری امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مہمانوں کا ہجوم، ان کے مسائل اور طلبہ اور دارالعلوم کے مسائل میں مصروف رہتے، پھر پونے گیارہ بجے سے (آخری گھنٹہ) بارہ بجے اور اکثر ساڑھے بارہ بجے تک دورۂ حدیث کے طلبہ کو دارالحدیث میں سبق پڑھاتے اور آخر سال میں جب اسباق زیادہ ہوجاتے تو دُوسرے وقت بھی سبق پڑھانے پر کمربستہ ہوجاتے۔ زندگی کے آخری سالوں میں طویل ایام کی دوپہر میں آرام وغیرہ تج دیا تھا اور مطالعاتی ذوق کا یہ عالم تھا کہ ایک بجے بعد دوپہر سے اڑھائی بجے سہ پہر تک باقاعدگی سے مطالعہ دیکھتے اور مطالعہ کے لیے بیٹھنے کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ دونوں پاؤں لٹکائے، کتاب ہاتھوں میں اٹھائے، آنکھوں کے قریب لائے اور بغیر کسی تکیہ و سہارے کے دیکھتے رہتے تھے اور کبھی چارپائی سے نیچے اُتر کر فرش پر دوزانو بیٹھ کر کتاب دیکھتے رہتے۔

⑦ طلبہ پر حد درجہ شفقت اور ان کے ساتھ بے حد نرم لہجہ اور عجیب دلآویز رویہ اور سلوک رہتا، آپ کے درس میں ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت ہوتی تھی اور ہر طالب علم ہر قسم کا سوال کرسکتا تھا۔ بعض نادان طلبہ کے بے جا اور بیہودہ قسم کے سوالات پر کبھی بھی آپ کی جبین پر ناگواری کے آثار نہیں دیکھے گئے، بڑے تحمل سے اعتراضات سُنتے اور خندہ پیشانی سے جوابات دیتے۔ طلباء کے ساتھ ہمیشہ آپ کا معاملہ مربیانہ اور مشفقانہ رہا۔ طلباء بھی آپ کو ایک شفیق استاذ، ایک مہربان شیخ اور گویا ایک محبت کرنے والے باپ کی نظر سے دیکھتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی طبیعت میں ظرافت اور بذلہ سنجی بھی کامل طور پر جمع فرمادی تھی۔ اثناءِ درس میں آپ کی یہی ظرافتِ طبع اور بذلہ سنجی دارالحدیث کو کشتِ زعفران بنادیتی تھی۔

⑧ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے درس حدیث کی تقریر ایک جامع اور ہمہ گیر لیکچر ہوتا جو مختلف النوع مضامین کو شامل اور علوم و معارف کے بہت سے عنوانات کو مبسوط ہوتا مگر تقریر اس قدر صاف، شُستہ اور سُلجھی ہوئی ہوتی کہ کمزور سے کمزور اور غبی طلباء کے چہروں پر بھی آپ کے درسِ حدیث کی طراوت، رونق اور بشاشت نمایاں طور پر نظر آتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ مسئلہ کا ہر پہلو اور ہر ہر گوشہ نگاہوں کے سامنے آرہا ہے۔ درسی تقریر کا جو انداز بسط و تفصیل سال کے ابتداء میں ہوتا تعلیمی سال کے اختتام پر بھی وہی انداز رہتا۔

⑨ دورانِ درس بعض رواۃ کے اوہام، مؤلفین کے تسامح اور راوی کے متکلم فیہ ہونے پر تنبیہ فرماتے جس سے حدیث اور اس کے راوی کی اصل حیثیت واضح ہوجاتی تھی۔ سند کے مباحث میں بعض خاص خاص مواقع جہاں کوئی اضطراب ہو یا اہم اشکال ہو یا کسی قسم کا خلجان ہو، پر خصوصی توجہ دیتے اور تفصیل سے گفتگو کرتے تاکہ ہر قسم کا شبہ اور اشکال رفع ہوجائے۔ رواۃ حدیث پر فنِ اسماء الرجال کی حیثیت سے بحث فرماتے اور حسبِ موقعہ رواۃ حدیث کے حالات بھی بیان فرماتے۔ حدیثوں میں تعارض کی صورت میں آپ رفع تعارض کی ایسی دل نشیں، مُدلل اور آسان انداز سے توجیہات بیان فرماتے کہ سامعین کو یقین ہوجاتا کہ واقعتًا ان روایات میں کبھی تعارض ہوا ہی نہیں تھا۔

⑩ اثناءِ درس میں مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات کی تشریح، مواقع استعمال، احادیثِ منسوخہ کی مکمل بحث، ردّ فرقِ باطلہ، احوال ائمہ حدیث اور اس قسم کے اہم عنوانات پر حسبِ ضرورت سیر حاصل بحث کے علاوہ جدید علوم کو بھی موجودہ دَور کی زبان و اصطلاحات میں حسبِ موقع بیان فرماتے۔ تاریخی واقعات، ملکی سیاسیات، اقتصادی و معاشی مسائل، سائنسی ترقی پر گہری نظر اور تحقیق و تنقید کے ساتھ ساتھ اسلام کی صداقت و حقانیت پہ تفصیل سے روشنی ڈالتے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

بقیہ صفحہ ۳۵۳ : —— شرح حقائق السنن سے

بقول زمانہ اور حالات کے بدلنے سے فتاویٰ کا حکم بدل جاتا ہے اگر اس شرح میں اسی طرز و انداز کو اختیار کیا جاتا تو اس کا فائدہ دوچند ہوجاتا۔

شروع میں ایک عالمانہ مقدمہ میں حدیث کے مبادی و مباحث پر گفتگو کی گئی ہے اور حدیث کی فضیلت و حُجیّت، تحریر و کتابت، مُصنفات حدیث کی قسموں، امام ترمذیؒ کے حالات، اُن کی جامع کی خصوصیات و شرائط اور شارح کے استاذ و استاذ الاستاذ کے حالات اور خود اُن کے سوانح درج ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے استاذ مولانا عبدالقیوم حقانی نے شارح کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق ایڈیٹر "الحق"، کی نگرانی میں اس شرح کی ترتیب و تسوید کی ہے اور جا بجا مفید حواشی بھی لکھے ہیں جو ہر لحاظ سے نفع بخش اور دینی و علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

مملکتِ علم و فن کے تاجدار

افاداتِ ترمذی "حقائق السنن" کے آئینے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اپنے اکابر کی طرح کسی خاص اقلیم کے فرمانروا نہیں بلکہ مملکتِ علم و فن کے تاجدار معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں علماء دیوبند کی جامعیت و عبقریت کا امین بنایا ہے۔

حضرت مولانا ریاست علی بجنوری (دارالعلوم دیوبند)

حضرت العلامہ مولانا ریاست علی بجنوری نے عالمِ اسلام کے علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے شہرۂ آفاق ماہنامہ دارالعلوم کے مدیر نے اپنے شمارہ ۱۹۸۵ء میں "حقائق السنن" کا تعارف اپنے ادارتی صفحات میں بطور اداریہ کیا ہے جس میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے علمی اور محدثانہ مقام، جامعیت اور تدریسی کمالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مضمون مختصر مگر بے حد دلچسپ ہے ——— (ادارہ)

خداوند قدوس کے فضل و کرم سے پچھلی اور موجودہ صدی میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے ہم مشرب اہلِ علم کے زیرِ سایہ جو علمی، تحقیقی، سیاسی اور مذہبی خدماتِ جلیلہ انجام پذیر ہوئیں وہ اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہیں کہ ان ایام کے لیے خداوندِ ذوالجلال نے اس سرزمین کو علم و فن کا مرکزِ ثقل بنا دیا ہے، اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام میں جہاں کہیں بھی دین کا کوئی چراغ روشن ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی آفتاب کی ضیاپاشیوں کا رہینِ منت ہے۔

دیگر علوم و فنون کی طرح علمِ حدیث بھی علماء دیوبند کی جولانگاہ رہا ہے۔ یہیں کے اکابر اور فضلاء کے ذریعہ حدیث شریف سے متعلق سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں، ہزاروں شرحیں تیار ہوئیں اور الحمد للہ کہ اس کی رگِ تاک سے دن بدن ہزاروں بادہ ہائے ناخوردہ کی تیاری کا عمل جاری ہے ؎

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

ابھی چند ماہ پہلے "حقائق السنن" کے نام سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پاکستان) کے درسِ ترمذی کے امالی کی جلد اول بڑی آب و تاب اور بڑی عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ اہلِ علم کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام مجدہم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے تلامذہ میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بنیاد پر امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے ہیں، اُس زمانہ میں حضرت مولانا پر معقولات کا رنگ غالب تھا اور وہ دارالعلوم کے حلقۂ درس میں ایک نامور معقولی تسلیم کیے جاتے تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد جب راستے مخدوش ہو گئے تو حضرت موصوف نے اپنی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا جو مستقبل میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے پاکستان کی ایک مرکزی درسگاہ میں تبدیل ہو گیا۔ وہاں موصوف نے معقولات کی بجائے فقہ و حدیث اور منقولات کو اپنی خدمات کا محور قرار دیا اور دارالعلوم دیوبند کے درسِ حدیث کے طرز و انداز پر اپنی خدمات کا آغاز کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث کا ایک خاص اسلوب ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح کوفہ کے محدثین بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفقہ کی روشنی میں سمجھا ہے، بالکل اسی طرح علماء دیوبند نے اقوال رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متقدمین بالخصوص احناف رحمہم اللہ کے اصول استنباط کی روشنی میں سمجھا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کو کسی روایت کے متروک قرار دینے کی ضرورت شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے بلکہ یہ غالب احوال میں اس کے لیے ایسا قابلِ قبول محمل تلاش کر لیتے ہیں کہ بے ساختہ ان کے تفقہ اور علمی کمال کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے۔

محدثینِ دارالعلوم میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے دور تک درس میں اختصار اور جامعیت کا رنگ غالب رہا۔ ان اکابر کے اسباق میں دریائے علم میں غواصی اور گہرائیوں سے آبدار موتیوں کو برآمد کرلینے کی سعی کا احساس ہوتا تھا۔ محدثِ وقت حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے عہد سے اِس طرز میں تبدیلی آئی۔ اختصار کی بجائے تفصیل اور بیانِ مذاہب کے بعد وجوہ ترجیح کی تفصیل میں وہ رنگ پیدا ہوا کہ دارالحدیث علوم حدیث کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر یا گہرہائے علم برسانے والا ابرِ گہربار معلوم ہونے لگا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا درسِ حدیث کبھی حضرت شیخ الہندؒ کی غواصی اور گیرائی و گہرائی کا نمونہ ہوتا اور اکثر تفصیل و اطناب میں ابرِ گہربار و دربادست کی تصویر نگاہوں میں گھوم جاتی۔ یادش بخیر فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک تک درسِ حدیث کا جاہ و جلال قابلِ صد رشک رہا اور آج بھی الحمد للہ انہی پیش رو بزرگوں کے خوشہ چینوں کے ذریعہ درسِ حدیث کی آبرو محفوظ ہے۔

انہی خوشہ چینوں میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا اسم گرامی بھی ہے جن کے امالیٔ درس "حقائق السنن" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ حضرت موصوف کے امالی اپنے پیشرو بزرگوں کی علمی ژرف نگاہی کا شہکارِ جمیل ہیں جنہیں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ مرتب فرما رہے ہیں اور جو مولانا سمیع الحق صاحب کی نگرانی میں مرتب اور طبع کیے جا رہے ہیں۔ حضرت موصوف کا درسِ حدیث ایک ہی فن کے مباحث تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصولِ فقہ، بیانِ مذاہب، وجوہ ترجیح، اسرار و حکم، حقائق و معارف سے لبریز نکات، تاریخ اور متن و سند کے ہر ہر جز کی دلنشین تشریحات پر مشتمل ہے۔ ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ زور فقہ اور اصولِ فقہ پر صرف کیا گیا ہے۔ پہلے ائمہ اربعہ بلکہ بعض مقامات پر تابعین و تبع تابعین کے عہد کے اکثر مجتہدین کے مذاہب کا بیان ہے۔ نہایت وسعت و کشادہ قلبی کے ساتھ ان کے دلائل بیان کیے گئے ہیں، پھر حنفیہ کے مذہب کے لیے وجوہ ترجیح کی تفصیل کی گئی ہے اور دیگر ائمہ کی مستدل احادیث کے بارے میں ایسی لطیف توجیہات پیش کی گئی ہیں جن سے قلب و دماغ منور ہو جاتے ہیں۔ کہیں کہیں احناف کے اصولِ استنباط سے عصری مسائل کا واقعی حکم اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کا ابدی اور آفاقی ہونا ایک امرِ محسوس معلوم ہونے لگتا ہے۔ جستہ جستہ قرنِ اول سے لے کر آج تک کے باطل فرقوں کی تردید کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

ان امالی کے آئینہ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب اپنے اکابر کی طرح کسی خاص اقلیم کے فرماں روا نہیں بلکہ مملکتِ علم و فن کے تاجدار معلوم ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ خداوندِ قدوس علماءِ دیوبند کی جامعیت و عبقریت کے اس امین کو تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین

دعا ہے کہ خداوندِ قدوس حضرت موصوف کے افادات کو طالبانِ علوم کے لیے نفع بخش فرمائے اور مُرتب کو اس علمی شاہکار کی تکمیل کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین

* * *

ہر حال میں، ہر دور میں تابندہ رہوں گا
میں زندۂ جاوید ہوں پائندہ رہوں گا
تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا

محدث کبیر، قائد شریعت
شیخ الحدیث حضرت مولانا
عبدالحقؒ بانی و مہتمم دارالعلوم
حقانیہ کی علمی و دینی اور قومی و
ملی خدمات کو ہم خراجِ عقیدت
پیش کرتے ہیں

الحاج حبیب الرحمٰن اینڈ سنز
نوشہرہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق قدس سرہٗ العزیز

اپنے دور کے بہترین معلّم

اُن کے تدریسی افادات اور تحقیق و معارف کی اشاعت لائقِ تحسین اقدام ہے

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مبسملاً و نحمد لاً و مصلّیاً و مسلّماً۔ امّا بعد!

اسلام کا مدار اور اساس قرآنِ حکیم کے بعد حدیث شریف ہے۔ حدیث کی تشریح کے بغیر فہمِ قرآنِ کریم ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرات محدثین کرامؒ اور حضرات فقہاء عظامؒ کو کہ انہوں نے اپنی زندگیاں حدیث کی خدمت کے لیے وقف کیں۔ ایک گروہ نے سند روایت اور راستہ کی حفاظت کی اور دوسرے طبقہ نے متن، درایت اور منزل کی نگرانی کی اور امت کے لیے سہولت پیدا کر کے دین کو سمجھنا اور اس پر چلنا آسان بنا گئے۔ علمِ حدیث کی بیشمار کتابیں ہیں، ان میں چھ کتابیں صحاحِ ستّہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں ایک سنن ترمذی ہے جو اپنے نرالے اندازِ بیان اور فوائد کے لحاظ سے بقیہ کتب سے ممتاز ہے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:-

(۱) حضرت امام ترمذیؒ نقل کردہ تمام احادیث کے بارے اِلَّا ماشاء اللہ تعالیٰ صحیح، حسن، صحیح غریب، حسن غریب وغیرہ کے الفاظ سے حدیث کے صحت و سُقم کے بارے اپنی دانست کے مطابق رائے بیان فرما دیتے ہیں (۲) وفی الباب عن فلاں.... الخ فرما کر یہ واضح فرما دیتے ہیں کہ اس باب اور اس مضمون کی حدیث فلاں فلاں صحابی سے بھی مروی ہے، جس سے باب کی، حدیث کی تقویت کے علاوہ کھوج لگانے والے کے لیے کافی آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ان دیگر روایات کی جستجو بھی کرتا اور کر سکتا ہے (۳) جب حدیث کا ضعف بیان فرماتے ہیں تو اس کی سند میں متکلم فیہ راوی کی نشاندہی فرما کر حضرات محدثین کرامؒ سے اس پر جرح نقل کرتے ہیں جس سے مُتعلّم کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۴) کم و بیش ہر اختلافی حدیث کے بارے فقہی مذاہب بیان فرماتے ہیں کہ فلاں امام کا اس کے بارے میں یہ نظریہ ہے اور فلاں کی یہ رائے ہے۔ گویا ایک ساتھ روایت اور درایت، سند اور متن کا مفہوم سامنے آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد ہیں، یہ تو مُشتے نمونہ از خروارے ہے۔

ترمذی کی بے شمار شروح اور حواشی ہیں جن کا اجمالی اور سرسری تذکرہ بھی خاصا وقت خور ہے۔ اکثر مدارس میں مسالک اور مذاہب کی بیشتر تحقیق ترمذی کی تدریس ہی میں ہوتی ہے۔ طلبہ کرام کی سہولت کے لیے اُردو زبان میں بھی اس کی شرح وقت کی اہم ضرورت تھی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائے اُن حضرات کو خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دام مجدہم اور حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی دام مجدہم کو جنہوں نے کُہنہ مشق اُستاذ اور اپنے دور کے بہترین معلّم اور نمونۂ سلف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم کی تقریر ترمذی کو مرتب کر کے مزید حواشی سے مزیّن کر کے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا ہے۔ راقم اثیم نے اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا ہے مگر دیگ کا ایک دانہ بھی بقیہ دانوں کی حالت پر دال ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حضرت ممدوح کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور جملہ معاونین اور مُرتّبین کو نیک صلہ عطا فرمائے اور طلبۂ علم کے لیے اسے روشنی کا مینار بنائے اور اس سے استفادہ کرنے کا موقع بخشے۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ خاتم
الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ
واصحابہٖ واتباعہٖ الیٰ یوم الدّین۔
آمین یا ربّ العٰلمین۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی علمی اور مطالعاتی زندگی

مولانا عبدالقیوم حقانی

ذیل کا مضمون محدثِ کبیر استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق نوّر اللہ مرقدہٗ کے علمی افادات حقائق السنن، دعواتِ حق اور زیادہ تر صحبتے با اہلِ حق سے حضرت رح ہی کے لہجہ اور اُن ہی کی زبان میں اخذ کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ افادیت اور نافعیت تو ہے ہی مسلّم، دلچسپ اتنا کہ خود مرتب، حضرت رح سے براہِ راست سُننے، لکھنے پھر کتابی صورت میں طبع کرنے اور اب کے بار اخذ وانتخاب کے بعد بھی جب نظرِ ثانی کرنے لگا تو ساری باتیں اتنی ہی پیاری اور میٹھی محسوس ہوئیں کہ گویا ایک نئی اور دلچسپ تحریر ہے جس کی عذوبت و حلاوت اور لطف اندوزی ایک قندِ مکرر ہے، جتنی بار پڑھی جائے حظِ وافر اور لطفِ جدید حاصل ہو۔ (عبدالقیوم حقانی)

سلسلۂ سند

میں نے جامع ترمذی اور بخاری شریف شیخنا شیخ العرب والعجم شیخ المشائخ، شیخ الاسلام والمسلمین، المجاہد فی سبیل اللہ، امیر الہند حافظ الحدیث سیدنا ومولانا وبالفضل اولٰنا حضرت مولانا سید حسین احمد المہاجر المدنی رح صدر المدرسین بدار العلوم دیوبند سے پڑھی ہیں۔

الشیخ مولانا سید حسین احمد مدنی رح

حضرت شیخ مدنی رح حدیث کے امام تھے، حافظ الحدیث تھے، بہت بڑے مجاہد اور صاحب الکمالات تھے۔ آپ کا نسبی تعلق سادات سے ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ جو سب سے پہلے ہندوستان پہنچے اُن کا نام شاہ نور الحق رح ہے، ان سے حضرت شیخ مدنی رح تک سترہ پشتیں گذری ہیں۔ مغلیہ خاندان کے شاہانِ دہلی نے آپ کے خاندان کے اعلیٰ مورثوں کو چوبیس گاؤں بطور جاگیر دیئے تھے۔ وہ دور اہلِ علم کی قدر دانی کا دور تھا۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رح کے سوانح نگاروں نے بھی لکھا ہے کہ علامہ سیالکوٹی رح کو ان کی ایک تصنیف کے بدلے سونے کے ساتھ تولا گیا تھا۔ سنہ ۱۳۱۶ھ میں حضرت مدنی رح کے والد ماجد رح نے بمع اہل وعیال حجاز ہجرت کی تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے، وہاں کے ایام آپ نے اور آپ کے خاندان نے حد درجہ تنگی اور عسرت میں گذارے، مگر تحصیلِ علم اور اشاعتِ دین میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث بھی جاری رکھا جس میں عرب وعجم کے سینکڑوں طالبانِ حدیث فیضیاب ہوتے رہے۔

حضرت شیخ الہند رح کے ارشد واخص تلامذہ سے تھے۔ جب حضرت شیخ الہند رح گرفتار کر لیے گئے تو اُس وقت شیخ مدنی رح نے حکومت سے کہا کہ جس دفعہ کے تحت تم نے میرے استاذ کو گرفتار کیا ہے مَیں بھی اُسی دفعہ کا مجرم ہوں۔ تو اس طرح اپنے آپ کو اپنے شیخ رح کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کر لیا کہ شیخ رح کی خدمت کا موقع ملتا رہے۔

حضرت شیخ مدنی رح بہت بڑے ولی اللہ اور صاحب الکرامات تھے، آپ کی کرامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت ہند وپاک میں جس قدر بھی مدارس آپ کو نظر آتے ہیں تقریباً سب میں حضرت شیخ مدنی رح کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ خدمتِ دین میں مشغول ہیں۔

حافظ ایسا تھا کہ بخاری آپ کو سند اور متن کے ساتھ یاد تھی مگر آپ نے کبھی بھی اس امر کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ اس کی ہمیشہ اخفاء کرتے تھے۔ جب بخاری پڑھاتے تو اپنے سامنے قسطلانی کا نسخہ رکھتے تھے، بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے شیخ رح کی دُعا سے قرآن مجید یاد کر لیا تھا اور اسی ماہِ رمضان جس میں قرآن یاد کیا اپنے استاذ کو تراویح میں سنا بھی دیا۔ جب کبھی غصہ آجاتا اور بہت کم ایسا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ خلق الانسان من عجل کہہ کر اس کا اظہار کرتے تھے۔

شیخ مدنی رح کا فیضانِ حدیث

یوں تو حضرت شیخ الہند رح کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم جامع کمالات تھے اور دین کے ستون قرار پائے اور ان سے دین وعلم کے چشمے جاری ہوئے مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے اُستاذ اور مرشد حضرت شیخ مدنی رح کے ذریعہ ہُوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرونِ ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے۔ حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو اُن میں تھی اس کی مثال نہ تھی، عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے رہے، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد، بیوی، والدین کی جدائی تک برداشت کی۔ ان کی وفات کی اطلاعات پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاذ کی رفاقت ترک نہ کی۔

ادب ومحبت اور نیاز مندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا اور اسی تعلقِ خا

اور محبت و خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بننے، تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ ہے۔

جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد اور برکات اہل اسلام کو پہنچے وہ اس سے الگ ہیں۔ یہ سب ادب اور محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں۔ اگر اساتذہ و شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درسگاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے، کتاب ختم کی تو چلے گئے، تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہا، اتصالِ سند کی فکر نہیں رہتی۔ حالانکہ انبیاء، اولیاء اور شیوخِ طریقت سے اپنے متبعین، شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض حاصل ہوا وہ عاشق، جان نثار اور فدائی بن کر حاصل ہوا۔

تو میں حضرت شیخ مدنیؒ کا ذکر کر رہا تھا۔ علم اور اس کی اشاعت اور تعلیم و تدریس سے عشق تھا، دن کو سفر رات کو سبق۔ جس روز بخاری کا امتحان ہوتا ہے اُس روز پرچہ سے قبل بڑے اطمینان سے بخاری کا درس پڑھا رہے ہیں، تواضع اور انکساری فطرت اور طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کے ہنود وغیرہ کے خود ہاتھ دھلا رہے ہیں، مہمانوں کی بے خبری میں اُن کے پاؤں دبا رہے ہیں، سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لیے گاڑی میں پاخانے تک صاف کیے۔ اتنی شانِ تواضع و انکساری، دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے، ساری زندگی انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

حضرت شیخ مدنیؒ نے جامع ترمذی اور بخاری حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی۔ آپ دیوبند کے باشندہ اور عثمانی خاندان سے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ جس طرح دینی اعتبار سے ایک عالم فاضل اور ادیب تھے اسی طرح دنیوی اعتبار سے بھی ذی وجاہت، صاحبِ اقبال اور صاحبِ اخلاق تھے۔ آپ کا خاندان ایک خوشحال گھرانہ تھا، مالی حالت اچھی تھی، بچپن سے بڑے ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ پہلا طالب علم بھی محمودؒ اور پہلا استاد بھی محمودؒ۔ آپ نے صحاحِ ستہ کی کتب کے علاوہ بھی بعض دیگر اہم کتابیں قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں، سنہ ۱۲۹۰ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس ہوگئے، آٹھ سال بعد صدر مدرس ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۳ھ میں حجاز مبارک کا سفر اختیار کیا اور اس سفر کی غرض آزادیٔ ہند کے لیے ایک وسیع منصوبہ بندی کرانی تھی۔ انگریزی سامراج نے اس منصوبہ کو ناکام کرنے کے لیے آپ کو گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا، پانچ سال بعد رہا ہوئے اور ایک عرصہ تک علیل رہ کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔

آپ کے ارشد تلامذہ میں حضرت شیخ مدنیؒ کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ وغیرہ جیسے اکابر علم و فضل ہیں۔

ویسے تو حضرت شیخ الہندؒ کی ہر کتاب علوم و معارف کا بیش بہا گنجینہ ہے مگر ان سب میں زیادہ مقبولیت آپ کے ترجمہ و تفسیر کو حاصل ہوئی ہے۔ حکومتِ کابل نے بھی اس کا فارسی میں ترجمہ کر کے شائع کر دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے اکثر موقوف علیہ کتابیں اور کتب صحاحِ ستہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں، صرف دیوبند کے بانی ہی نہیں بلکہ آج ہند و پاک میں جہاں کہیں بھی اسلامی مدارس قائم ہیں، علومِ دینیہ کا سلسلہ رواں ہے، علماء اور زمرہ اہلِ حق جو نظر آتا ہے یہ تمام فیض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ہے۔ حضرت نانوتویؒ اپنے وقت کے امام رازیؒ اور امام غزالیؒ تھے۔ جہاں آپؒ نے تدریس و تعلیم، تصنیف و تالیف میں ایک مقام پیدا کیا اور مجتہدانہ کمالات سے نوازے گئے وہاں تبلیغ و جہاد، عیسائیت کے خلاف محاذ اور پادریوں سے مناظرہ کے میدان میں بھی مجاہدانہ وار آگے رہے۔ آپ کا تاریخی نام خورشید حسن تھا۔ حد درجہ متواضع، خلیق اور منکسر المزاج تھے، کھدر کے کپڑے پہنتے تھے، کبھی ایسا لباس نہیں پہنا جس سے مولویانہ ٹھاٹھ کا اظہار مقصود ہو۔ اس قدر عظیم مصنف، محقق اور علامہ ہونے کے باوجود اپنی عام نجی محفل میں گفتگو سادہ، بے تکلف اور عامیانہ ہوتی تھی، بلاوجہ اور بے تکلف کبھی اپنی علمیت کا اظہار نہیں کرتے تھے، لیکن جب درسگاہ میں ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وقت کا غزالی یا رازی بول رہا ہے، طبیعت میں ضد اور بغض و عداوت کا نشان تک نہ تھا۔

مشہور محدث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ محشیٔ بخاری سے کسی مسئلہ میں اختلاف تھا تو اُن کے ہاں جا کر درسِ بخاری میں داخلہ لے لیا اور باقاعدہ تلمذ اختیار کر لیا، جب مختلف فیہ مسائل میں مولانا احمد علیؒ بحث کرتے تو حضرت نانوتویؒ اثبات میں دلائل شروع کر دیتے۔ اوّلاً حضرت سہارنپوریؒ جواب دینے کی کوشش کرتے رہتے لیکن جب سمجھ جاتے کہ بات وہی ہے جو حضرت نانوتویؒ کہتے ہیں تو بغیر کسی تصنع کے فرماتے کہ مولانا! بات وہی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں، میں نے اپنے مسلک سے رجوع کر لیا ہے۔

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا بخاری پر بڑا بہترین اور جامع حاشیہ ہے آخری پارے ابھی باقی تھے کہ حضرت سہارنپوریؒ انتقال فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد اس کام کو مولانا محمد قاسمؒ نے مکمل فرمایا مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا، آج تک اُستاذ کا نام چلا آ رہا ہے۔

مولانا شاہ عبد الغنی مجددی

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جامع ترمذی

اور بخاری حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب مجددی مہاجر مدنیؒ سے پڑھیں یہ شاہ عبد الغنیؒ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے نہیں بلکہ یہ حضرت مجددلف ثانیؒ کے نواسے اور مہاجر مدنی ہیں، یہ شاہ عبد الغنی صاحبؒ شاہ ابو سعیدؒ کے فرزند ہیں، شاہ ابو سعیدؒ شاہ شفیع القدرؒ کے صاحبزادے ہیں اور شاہ شفیع القدرؒ شاہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے ہیں اور شاہ محمد معصومؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں۔

آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا۔ ۱۲۷۳ھ میں جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو آپ نے ارضِ مقدس حجاز کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں قیام فرما کر عبادت اور درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ تو آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ذُریت سے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام سے قبل جب حضرت مجدد الف ثانیؒ حکومت کے مجرم کے طور پر پابجولاں دیوبند کی سرزمین سے گذر رہے تھے تو فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے علوم نبوت کی خوشبو آتی ہے۔ اور سید احمد شہید قدس سرہٗ سے بھی اپنے سفرِ جہاد کے دوران دیوبند کے قیام کے دوران ایسے برکات و انوار کے مشاہدہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے جہاد کا آغاز اسی بستی (اکوڑہ خٹک) کی سرزمین سے کیا، جب انھوں نے سکھوں سے جنگ لڑی تھی تو اکوڑہ کے مغربی جانب پڑاؤ ڈالا تھا۔ اگرچہ تحقیقی طور پر ثابت نہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً یہی وہ مقام ہے جہاں آج دارالعلوم حقانیہ قائم ہے، اور کیا عجب کہ حضرات سیدین شہیدینؒ اور اُن کے رفقاء کے انفاسِ مبارکہ اور دعاؤں کا ظہور اس ادارہ کی شکل میں ہوا ہو۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ

شاہ عبد الغنی صاحب مجددیؒ نے علم حدیث حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کیا۔ آپ شاہ عبد العزیزؒ کے نواسے ہیں۔ ہندوستان میں علوم الحدیث کے تمام سلسلے آپ سے وابستہ ہیں، آپ کی تربیت شاہ عبد العزیزؒ نے فرمائی۔ کتب فقہ و حدیث شاہ عبد القادرؒ سے پڑھیں، شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے بھی اجازتِ حدیث حاصل کر کے سلسلۂ سند ان سے متصل کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ

سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ آپ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے کی، سولہ سال کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ نے شیخ نور اللہ اور شیخ محمد امین سے علوم کی تحصیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب علمی تبحّر اور ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ فن تیر اندازی اور شہسواری میں بھی ماہر تھے۔ آپ نے اہلِ تشیع کے ردّ اور عیسائیت کے خلاف زبردست کام کیا۔ "تحفہ اثنا عشریہ" آپ کی ایسی تصنیف ہے جس کا آج تک کوئی جواب نہ لکھ سکا۔ تو شاہ عبد العزیزؒ کو سماعت اور قرأت حدیث کی اجازت اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے حاصل ہوئی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عظیم محدث اور بہت بڑے فقیہ تھے، بچپن سے خدا تعالیٰ نے اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھی اور کافیہ کی شرح لکھنی شروع کی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور چاروں سلسلوں میں مجاز ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل میں لگے رہے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں مکمل فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس اور افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور تقریباً دو سال تک وہاں قیام کیا، مکہ معظمہ کے اکابر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا اور شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم مدنی سے باقاعدہ حدیث پڑھی۔

ان ہی کا مقولہ ہے فرماتے ہیں اخذ منی الفاظ الحدیث واخذت منہ المعانی، کہ شاہ ولی اللہ نے مجھ سے الفاظِ حدیث حاصل کیے اور میں نے ان سے حدیث کے معانی سیکھے۔

ابتداء میں شاہ صاحبؒ شافعیت کی طرف مائل تھے لیکن شیخ ابو طاہر المدنیؒ کی صحبت اور اعتدال سے متاثر ہوئے اور اس لیے ان کی صحبت کے بعد کی زندگی میں حنفیت کی طرف میلان رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے شیخ ابو طاہر مدنیؒ کے سامنے احناف کے مسائل پر اشکالات کیے تو شیخ ابو طاہرؒ نے اس کے تسلی بخش جوابات دیئے اور حنفیت کا دفاع کیا اور شاہ صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ کے لیے حنفیت زیادہ موزوں ہے اور ہندوستان میں اکثریت احناف کی ہے، شیخ کی اس وصیت کو آپ نے پلّے باندھا اور تمام زندگی اسی پر کاربند رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ میں نے روضۂ اطہر کے پاس مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان چاروں مذاہب کی طرف یکساں ہے، البتہ زیادہ توجہ اور نظر اصولِ مذاہب پر ہے اور وہ زیادہ تر حنفی مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ "فیوض الحرمین" میں ایک تصریح کر دی ہے کہ اوثق الطریق بالسنۃ الصحیحۃ۔ طریقۂ انیقہ مذہب حنفی ہی ہے۔

مذہب حنفیت کی جامعیت وہمہ گیری

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں مذاہب کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مثال میں کھلا دی ہے کہ ایک تالاب ہے جس سے چار نہریں جاری ہیں، پانی ایک ہے لیکن اس کے راستے اور طرف بدلا بدلا ہے، البتہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی جو نہر ہے وہ زیادہ شفاف اور عریض و طویل اور عمیق ہے۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ حق تو چاروں مذاہب ہیں مگر ترجیح حنفیت کو حاصل ہے۔ ہر مذہب پر چلنے والے کو اس کی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا، جیسے اشتباہِ قبلہ کی صورت میں چند آدمی تحری کر کے نماز پڑھتے ہیں، ایک کا قبلہ رُخ ہونا صحیح تھا اور باقیوں کا فی الواقعہ غلط، لیکن تحری اور اجتہاد کی غلطی پر وہ ماخوذ نہ ہوں گے بلکہ وہ بھی اسی طرح اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے

جس طرح وہ شخص مستحق ہے جس نے رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھی ہے۔

تو شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے قبل ہندوستان میں مشکوٰۃ شریف کا کتاب العلم پڑھ لینا کافی سمجھا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ اس سے آگے بڑھنا گمراہی میں گرنا ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی برکت سے آج تمام ہند و پاک میں علوم الحدیث کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں، جب تک یہ سلسلہ جاری ہے گا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو اجر و ثواب ملتا رہے گا۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بعد آپ کے صاحبزادوں اور خاندان نے علومِ دینیہ کا تحفظ کیا، تعلیم و تدریس، اشاعت و تبلیغ، مجاہدہ و جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر نوع اور ہر محاذ پر زبردست مورچے قائم فرمائے، اور الحمد للہ کہ ولی اللٰہی فکر اور ولی اللٰہی جذبہ اور ولی اللٰہی علوم کو علمائے دیوبند نے حاصل کیا اور اس کے امین و محافظ بن گئے اور تقریباً ایک صدی سے پورے عالم کو دارالعلوم دیوبند سیراب کر رہا ہے۔

سلسلۂ سند میں اپنے اسلاف و اکابر بالخصوص علماء دیوبند کے مختصر حالات اجمالاً ذکر کر دیئے ہیں، آگے کا سلسلہ سند سارا کتاب میں موجود ہے تطویل کے باعث اپنے سلسلۂ سند کے اسلاف و اکابر بالخصوص علماء دیوبند کے مختصر حالات اجمالاً میں نے ذکر کر دیئے ہیں، مزید اسماء الرجال کی کتابیں دیکھی جائیں تاکہ سلسلۂ سند کے تمام اکابرین کے حالات سے آگاہی حاصل ہو۔

بہر تقدیر سلسلۂ سند کے تین حصے ہیں۔ اہلِ ہند کا سلسلہ سند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر ختم ہو جاتا ہے، یہ سند کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے، اور یہی وہ مشہور و معروف سلسلہ ہے جو کتبِ حدیث میں جامع ترمذی کی ابتداء میں چھپا ہوا ہے۔ سند کا تیسرا حصہ امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، وہ وہی ہے جو رواۃِ حدیث کی کتابوں میں درج ہے۔ (حقائق السنن ج ۱ ص ۸۲ تا ۸۶)

تحصیلِ علم، تعلیم و تربیت
نصابِ تعلیم اور احترامِ اساتذہ

ارشاد فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ زمین تین قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا، چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری اور قسم قسم کے باغات اگائے، زمین سرسبز و شاداب بن گئی جیسے ہمارے علاقے کی سنگلاخ زمین کہ گویا وادیٔ غیر ذی زرع ہے، پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی، زمین نے پانی جذب کیا اب ہر طرف سبزہ اور بہار ہے —— دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا مگر پانی کو محفوظ کر لیا، نیچے کی تہہ سخت ہے پانی جذب نہیں کرتی، اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے اور پستی تواضع کی علامت ہے۔ اب اگر اس سے سبزہ نہ اگا مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے، سب چرند پرند حیوانات آ کر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور پانی لے جاتے ہیں —— تیسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو نہ جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ ادھر بارش ہوئی اور اُدھر سارا پانی بہہ کر ضائع ہو گیا۔

تو وحی میں حیات کا مادہ ہے۔ اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں۔ ایک طالب وہ ہے کہ وہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا، بے نمازی تھا، داڑھی منڈا تھا، خلافِ سنت کام کرتا تھا، یہاں آ کر چند دن میں بدل گیا، اب اس پر اعمالِ صالحہ اتباعِ سنت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنتِ نبوی کا سبزہ اُگ آیا۔ اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بداخلاقی، درشت کلامی سب و شتم اور بدعملی یکایک کیسے بدل گئی، یہ وہ طالب علم ہے جس نے بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض طلبہ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف جمع کیے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں، گو خود فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔ تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا اور نہ اوروں تک پہنچایا، چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہے کہ نہ خود علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لیے محفوظ کیا۔ صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔ الحمد للہ بعض ایسے بھی ہیں جو علم اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو۔

—— (صحبتے با اہلِ حق ص ۲۷۲)

● طلبہ نے پوچھا کہ حضرت! یہ وظائف کس کس وقت اور کتنی کتنی مرتبہ پڑھے جائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا آپ کو وظائف کی طرف کم اور کتاب و مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے، اصل وظیفہ تحصیلِ علم کا اشتیاق اور محنت و مطالعہ اور تکرارِ سبق ہے۔ اب جو وظائف نہیں بتائے گئے ہیں اللہ کی ذات پر یقین کر کے روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، یہ کافی ہے کہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب علمی کے زمانہ میں طالب علم کے ساتھ اللہ کی خاص مدد شاملِ حال رہتی ہے، البتہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جائیں تو اس سے زیادہ اوراد و وظائف پڑھ لیا کریں کہ وظائف کا وقت تحصیلِ علم کا زمانہ نہیں بلکہ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد کا زمانہ ہے۔

—— (صحبتے با اہلِ حق ص ۳۲۸)

● ارشاد فرمایا کہ ہماری کوئی سنتا ہی نہیں، میری اوّل و آخر یہی رائے ہے کہ دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کی بنیادی اور اصولی چیزوں کو چھیڑا نہ جائے، میں اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں۔ ایسے ہی نصابِ تعلیم نے امام رازیؒ اور امام غزالیؒ پیدا کیے ہیں۔ اسی نصابِ تعلیم سے قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند محمود الحسنؒ، شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ پیدا ہوئے ہیں۔ درسِ نظامی کو مربوط کرنے کی ضرورت تو ہے لیکن موقوف کرنے کی اجازت نہیں۔ دینی مدارس کے فضلاء کو حکومت کی سندات کی تحصیل کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہیئے، اپنے اندر کی صلاحیت اور قابلیت پر محنت کرنی چاہیئے، جب اپنے اندر قابلیت اور لیاقت موجود ہو گی تو۔

ہر جگہ ممتاز اور نمایاں رہیں گے۔

ارشاد فرمایا آج سندات کے گریڈ اور سکیل کی باتیں ہو رہی ہیں مگر ہمارے اکابر نے سندات کے گریڈ اور سکیل کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ ان کا معمول تھا کہ وہ حتی الوسع تنخواہ بھی نہیں لیتے تھے، اور اگر لیتے بھی تو جو بچ جاتی اُسے واپس مدرسہ میں داخل کر دیا کرتے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۰۶)

● بعض طلبہ نے عرض کیا کہ ہم دورۂ حدیث میں داخلے کی غرض سے آئے ہیں، ۲۰ شوال کو حاضر ہوئے تھے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ بند ہو چکا ہے تو ایک دوسرے مدرسہ میں چلے گئے اور وہاں داخلہ تو مل گیا مگر وہاں قلبی سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہوا، اب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ ہی میں داخلہ لینا ہے، امید ہے کہ آپ ہماری اس خواہش کو پورا فرمائیں گے اور داخلہ عنایت فرمائیں گے۔

ارشاد فرمایا:۔ ایک رائے قائم کرنے کے بعد اس پر پختہ رہنا ضروری ہے، جب ایک مدرسہ میں دورۂ حدیث کے لیے داخلہ لے لیا ہے تو آپ استقامت اور بلند ہمتی سے وہاں سال مکمل کریں تو اللہ پاک برکت عطا فرما دیں گے، بعض طلبہ کو مدارس بدلنے کی بیماری ہوتی ہے، میرے نزدیک جگہ جگہ پھرنا، اساتذہ کا معیار معلوم کرنا، بعض کی مدح اور بعض کی مذمت کرنا، اس سے علم کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات ایسی صورتیں حد درجہ بدترین نتائج سامنے لاتی ہیں۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فی الحال دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ نہ لیں جہاں سبق شروع کیا ہے وہاں مکمل کر لیں، پھر اگر آپ مزید ضرورت محسوس کریں تو آپ کو دارالعلوم میں ضرور داخلہ مل جائے گا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۷۶)

● ارشاد فرمایا اُستاد سے پڑھے بغیر علمی مسائل پر بحث کرنا مفاسد کا پیش خیمہ ہے۔ صاحبِ فن اُستاد سے اکتسابِ فیض ایک معروف اور مسلّم اصول ہے، کسی فن کو صحیح معنوں میں سیکھنے کے لیے اُس فن کے ماہر اُستاد کی شاگردی ازبس ضروری ہے، مگر آجکل کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو اُستاد سے پڑھے بغیر صرف اپنے مطالعہ کے زور سے علمِ حدیث کے دقیق اور نازک ترین مسائل میں گفتگو کرتے رہتے ہیں جو بہت بڑے وبال اور مختلف مفاسد کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۶۴)

● ارشاد فرمایا جب مَیں دارالعلوم دیوبند میں تھا اور ہمارے استاد مولانا عبدالسمیع صاحبؒ بیمار ہوئے تو اُن کی تدریس کی کتابیں مشکوٰۃ شریف وغیرہ میرے حوالے کی گئیں اور یہ عزت مجھے بخشی کہ مَیں اُن کی نیابت کروں اور مشکوٰۃ شریف پڑھاؤں۔

… عبدالسمیع صاحبؒ نے مجھے بلایا اور اپنے صاحبزادے (مولانا عبدالاحد) کے متعلق ارشاد فرمایا: ”عبدالاحد اگرچہ لائق اور ذہین ہے مگر اسے تدریس کا تجربہ نہیں ہے، اس کو بڑی کتابیں ہرگز نہ دی جائیں اور نئے فارغ التحصیل کو ابتداء ہی سے بڑی کتابیں پڑھانا غلط اور خطرناک طریقہ ہے میری وصیت یاد رکھنا میرے بیٹے کو تدریجاً ترقی دی جائے اور اسے اوّلاً پڑھانے کے لیے ابتدائی درجات کی کتابیں دی جائیں، بعد میں جب وہ ہر کتاب کی تین بار تدریس کر لے تب تدریجی ترقی دی جائے، تین دفعہ پڑھانے سے مدرس کو کتاب اور فن سے اچھی خاصی مناسبت ہو جاتی ہے اور فن کے مبادی یاد رہتے ہیں۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۶)

● ارشاد فرمایا: آجکل بڑے بڑے مدارس قائم ہو گئے، طلباء کو ہر قسم کی سہولت میسر ہے اور سب کچھ تیار ملتا ہے، تاہم یہ یاد رکھو کہ عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے پہاڑوں اور جبال و قلل میں رہ رہ کر علوم کی تحصیل کی ہے، اس زمانے میں روٹیاں مانگ کر کھاتے تھے، مجھے خود یاد پڑتا ہے کہ دہلی میں مجھے ۸ میل دُور جا کر روٹی کھانا پڑتی تھی، جب واپس آتا تو وہ ہضم ہو چکی ہوتی ـــــ تحصیلِ علم میں جس قدر مشقت اور تعب زیادہ ہوگا اُتنی ہی علم کی قدر و منزلت زیادہ ہوگی اور اس پر نتائج و ثمرات بھی اچھے مرتب ہوں گے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۶۵)

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک جامع الصفات والکمالات شخصیّت، ایک استاذِ عظیم محدّث اور ایک محبوب راہنما

● ارشاد فرمایا:۔ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی شان سب سے نرالی تھی۔ علماء بہت دیکھے، مدرسین کے درس میں شریک ہوئے، ہندوستان کی قیادت کو پرکھا، مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنیؒ میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آئے۔ شیخ مدنیؒ کا تقویٰ، شجاعت، شرافت، تواضع، انکساری اور کسرِ نفسی ان کے لیے طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ جب حضرتِ مدنیؒ کا نام سُنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے اُن کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا۔ خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاؤ کے آدمی ہوں گے۔ جب اُن کی مجلس دیکھی، اُنکی معاشرت دیکھی تو اُنہیں کچھ اور پایا! ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال۔ دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں پڑھ کر جب شیخ مدنیؒ کی درسگاہ میں حاضری دی تو اُن کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا، خود شناسی کا احساس ہوا اور علم اور عمل کی نشان سامنے آئی۔ جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنیؒ کا درسِ حدیث ہوا کرتا تھا، مَیں نے اپنے زمانہ تدریس میں بھی شیخ مدنیؒ کے درس میں شرکت کی کوشش کی۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ ۱۲ بجے کے بعد

بعد العصر، بعد العشاء کے درسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ شیخ مدنیؒ کا درس علمی اور مُدلّل ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سہل ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ پندرہ روز تک مسلسل حضرت مدنیؒ سفر پر رہے، جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرتؒ تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہیں کیا، سبق نہیں ہوگا۔ مگر آپ گاڑی سے اُترے اور سیدھے دارالحدیث میں پہنچے اور سبق پڑھانا شروع کر دیا۔ نواقضاتِ وضو کا بیان تھا، ارشاد فرما رہے تھے کہ مسئلہ زیرِ بحث میں آٹھ مذاہب مشہور ہیں۔ پھر مذاہب، ان کے دلائل اور تفصیل سے بحث کی۔ طلبہ متحیر تھے کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر، وسعتِ مطالعہ اور قوّتِ حافظہ یہ تو بس ان ہی کی کرامت تھی۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالبعلم نے کسی مسئلہ میں "شمس بازغہ" کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنیؒ نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا بھائی مَیں نے جب "شمسِ بازغہ" پڑھی تھی اُس زمانے میں کل نمبر پچاس ۵۰ ہوا کرتے تھے اور مجھے امتحان میں ترسٹھ ۶۳ نمبر حاصل ہوئے تھے۔

بہرحال اپنے اساتذہ میں شیخ مدنیؒ اور اکابرِ ہند میں شیخ مدنیؒ سے جو قلبی عقیدت، وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ ہو سکا۔

———— (صحبتے با اہلِ حق ص ۱۵۶)

● ارشاد فرمایا: دارالعلوم میں آپ کو جو کچھ نظر آتا ہے یا آپ کا جو ہمارے ساتھ حسنِ ظن کا معاملہ ہے یہ سب حضرت شیخ مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔

سالانہ جلسہ کی بات ہوئی تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا جی چاہتا ہے کہ دارالعلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو مگر سوال یہ ہے کہ کس کو بلایا جائے؟ کون رہ گیا ہے؟ کس کو دعوت دی جائے؟ نہ تو شیخ مدنیؒ ہیں اور نہ ہی حضرت لاہوریؒ ہیں، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بڑی شفقت فرماتے تھے، مجھے علیحدہ اپنے خلوت خانہ میں بلاتے، بڑی شفقت فرماتے، سینے سے لگاتے۔ ہمارا کوئی سالانہ جلسہ حضرت لاہوریؒ کے بغیر منعقد نہیں ہوا۔ اور اب جو یہ رونقیں آپ کو نظر آتی ہیں یہ سب حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ کے فیوض اور برکات کے اثرات ہیں۔

———— (صحبتے با اہلِ حق ص ۲۶۳)

● ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ بہت تھے، مداح بھی بہت تھے، ہر شاگرد دل و جان سے نثار ہونا چاہتا ہے، مگر ان میں جو مقام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو ملا وہ تو سب سے انوکھا اور نرالا ہے، اور جتنا فیض حضرت مدنیؒ کا پھیلا اُس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج برصغیر میں علمِ حدیث کی جو خدمت ہو رہی ہے یہ سب بالواسطہ یا بغیر بالواسطہ شیخ مدنیؒ کے فیوض و برکات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ نے اپنے اُستاذ کے ساتھ قرب و محبت، اخلاص و خدمت اور تعلق و اختصاص کا جو مقام حاصل کر لیا تھا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا۔

———— (صحبتے با اہلِ حق ص ۲۵۹)

● شیخ مدنیؒ پر طلبہ جان تک قربان کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں غضب کی محبوبیت تھی، طلبہ میں اور عامۃ الناس میں آپ کی جلالت و عظمت تھی اور شفقت اور محبت بھی عجیب تھی۔

حضرت مدنیؒ کی رات سفر میں، جلسوں اور ریل میں گذرتی اور دن دارالحدیث میں حدیثِ رسول پڑھانے گذرتا۔ جب جلسہ ہوتا تو طلبہ نعرے لگاتے۔ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا کہ امیر الہند زندہ باد، مہاجر مدنی زندہ باد، رئیس المہاجرین زندہ باد طلبہ اور عام مسلمانوں کے ان نعروں سے وقت کے حکمرانوں اور گورنمنٹ انگریز کو تکلیف پہنچتی تھی اور طلبہ اسے خوب جوش سے بلند کرتے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ کافروں کو ان سے جلائے۔

ایک مرتبہ آپ دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں خطاب فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ تم مجھے مہاجر مدنی کے لقب سے یاد کرتے ہو اور نعرے بھی لگاتے ہو، مگر یاد رہے کہ مہاجر کو اپنے اصل وطن آ کر زیادہ سے زیادہ تین روز کے قیام کی اجازت ہے، بلا ضرورت تین روز سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ورنہ مہاجرت باقی نہیں رہتی جبکہ عرصہ ہوا میں مدینہ منورہ سے ہندوستان آگیا ہوں، مہاجرت باقی نہیں رہی — فرمایا ہمارے والد صاحبؒ نے ہندوستان سے ہجرت کی تھی، میں اُس وقت بچّہ تھا، اہلِ نیّت سے نہ تھا والد کی اتباع میں گیا تھا اصل مہاجر ہمارے والد صاحبؒ ہیں —

ہمارے والد صاحبؒ نے مرض الوفات میں ہم بیٹوں کو بلا کر وصیت فرمائی کہ دیکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے اور مَیں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا جب تک ہندوستان میں انگریز موجود ہے۔ والد صاحبؒ نے جہاد کی تعلیم دی، وہی لے کر ہندوستان آئے، اب وہی نصب العین ہے اور اب اس کے لیے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ باقی رہا میرے لیے آپ کا نعرہ "امیر الہند" تو دیکھو! امیر وہ ہوتا ہے جو سونا چاندی، دولت و سرمایہ کا مالک ہو، میرے پاس کون سی دولت ہے کہ آپ مجھے امیر الہند کہتے ہیں۔

شیخ مدنیؒ کا معمولِ عام یہ تھا کہ آپ کے پاس جو تحائف اور ھدایہ آتے تھے، آپ کا ایک خادم تھا قادی صاحب! اُس نے اپنی ساری زندگی حضرت مدنیؒ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ وہ ہدایہ اور تحائف اس کے حوالے کر دیتے وہ سب کاروبار چلاتا تھا — شیخ مدنیؒ نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک ہندوستان میں انگریز کی حکومت رہے گی زمین نہیں خریدوں گا — فرمایا کرتے تھے جب میں ہندوستان میں ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں تو آپ مجھے کیسے امیر الہند کہتے ہیں؟ (صحبتے با اہلِ حق ص ۹۹)

● **ارشاد فرمایا:** حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحؒ کا اندازِ تدریس اگرچہ عالمانہ اور فاضلانہ ہوتا تھا مگر آسان اور خوب تفصیل سے ہوا کرتا تھا، ہر بات سادہ اور آسان پیرائے میں ہوتی، غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا، مگر علامہ انور شاہ کشمیری رحؒ اور مولانا بلیاوی رحؒ کے تدریسی تقاریر پر خالص عالمانہ رنگ غالب تھا جس کو ذہین طلباء تو سمجھ سکتے تھے مگر سب کا سمجھنا آسان نہ تھا، مجھے شیخ مدنی رحؒ کا اندازِ تدریس بے حد پسند تھا، اس لیے میں نے اُن ہی کی نقل کی کوشش کی ہے اور ان ہی کے علوم و معارف کے ساتھ ساتھ ان ہی کے اندازِ تدریس کو بھی جوں کا توں باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۵)

● **ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:** اگر اس تقریرِ ترمذی (حقائق السنن) کو میری نسبت سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی نسبت سے بہت کچھ ہے۔ اس تقریر کی ترتیب و اشاعت سے میرے اندر جو نقائص عیوب اور کمزوریاں تھیں وہ بھی ظاہر ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ سے ستاری کی درخواست ہے، مَیں تو ہر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ المدنی رحؒ کے علوم و معارف کی صحیح نقل کی توفیق عطا فرمائے۔ درسِ ترمذی میں میرا کچھ بھی نہیں جو حضرت مدنی رحؒ سے سنا تھا کوشش کی کہ وہی محفوظ رہے، اور درس میں ان ہی کے لطائف نقل کرتا رہا ہوں، میں تو صرف اپنے اساتذہ کے علوم کا ناقل ہوں۔

ارشاد فرمایا: جب جوان تھا، تندرستی تھی، صحت تھی اور کام بھی کر سکتا تھا اُس وقت برخوردار سمیع الحق اور آپ لوگوں نے ادھر توجہ نہ دی اور اب جبکہ ضعف و امراض کی وجہ سے نہ تو مطالعہ کے قابل رہا اور نہ بحث و تکرار کے، اور آپ نے یہ کام شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۷)

بعض مشائخ اور اکابر علماء کرام کا تذکرہ

جن سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ نے براہِ راست یا بالواسطہ کسبِ فیض کیا

● **ارشاد فرمایا:** ہمارے اکابر علوم و معارف کے آبشار تھے، اُنکے ایک ایک ارشاد میں دسیوں مضامین کے عنوان ملتے ہیں۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ کی کتابیں آج بڑے بڑے زیرک علماء بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے کہیں لکھا ہے کہ: "خدا تعالیٰ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بھیجنے کی قدرت ذاتی اور امکانِ ذاتی تو حاصل ہے البتہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ہ (الآیۃ)" یار لوگ قاسم نانوتوی رحؒ کی اس قدر آسان اردو عبارت کو نہ سمجھ سکے، اُسے اُلٹا سمجھ کر یا جان بوجھ کر غلط مفہوم پہنا کر ڈھنڈورا پیٹنے لگے کہ قاسم نانوتوی رحؒ ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۳۴)

● ۱۹۳۵ء کے "شریعت بل" کا ذکر ہو رہا تھا حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحؒ کا بھی ذکر ہوا تو احقر نے اس مجلس میں عرض کر دیا حضرت! آپ کی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحؒ سے کبھی ملاقات ہوئی؟

ارشاد فرمایا: خوب یاد ہے، کئی بار ان کی زیارت و ملاقات کے قدرت نے بہترین مواقع مرحمت فرمائے۔ مرحوم جمعیۃ علماء ہند کے روحِ رواں تھے، ایک طرف آزادی کی جنگ انگریز سے لڑ رہے تھے، سیاست کے خارزار کے شناور تھے تو دوسری طرف علوم و معارف کے بہت ماہر عالم تھے، فقہ و قانون ان کا خاص موضوع تھا، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحؒ ان کا بہت بڑا احترام کرتے تھے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۱۰)

● حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحؒ بہت کم بولتے تھے اور جب بولتے تو ان کی ایک ایک بات وزنی اور کافی ہوا کرتی تھی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحؒ کے سامنے کسی کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر مجھے حیرت ہوتی کہ جب ہم اور مشکل مسائل کے وقت حضرت مدنی رحؒ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحؒ کو بلاتے، اُن سے مشورہ لیتے اور اُن کی رائے کو صائب قرار دیتے یہ خصوصیت صرف حضرت مفتی صاحب رحؒ کو حاصل تھی۔ مرادآباد کے ایک اجلاس میں جب گڑبڑ ہوئی تو حضرت مدنی رحؒ نے مفتی کفایت اللہ صاحب رحؒ کو بلایا وہ تشریف لائے، صورتحال کی واقفیت کے بعد انہوں نے جو تجاویز پیش کیں وہ سب نے قبول کر لیں، درحقیقت حضرت مفتی صاحب رحؒ جمعیۃ علماء ہند کے روحِ رواں تھے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۵۶)

● **ارشاد فرمایا:** امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحؒ تو ہندوستان کے سب سے بڑے خطیب تھے، وہ تو جامع الکمالات تھے۔ ان کی تقریر میں سب سے زیادہ محبوب چیز قرآن کی تلاوت ہوتی تھی، یوں محسوس ہوتا گویا اب قرآن نازل ہو رہا ہے، سننے والے محظوظ ہوتے اور وجد محسوس کرتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لاتے رہے مگر بدقسمتی سے اُس زمانے میں ٹیپ ریکارڈر کا شیوع نہیں ہوا تھا اس لیے اُن کی تقاریر محفوظ نہیں کی جا سکیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ میں ایک مرتبہ تقریر فرما رہے تھے کہ بجلی فیل ہو گئی یا بند کر دی گئی، کارکن اس کے بنانے میں لگ گئے کہ حضرت شاہ صاحب رحؒ نے مسکرا کر کہا: "بھائی بجلی بنانا چھوڑ دو اور ٹھک ٹھک بند کر دو، عطاء اللہ شاہ نے جس بات کے بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ بیان کر کے رہے گا"—— کارکن آرام سے بیٹھ گئے —— حضرت شاہ صاحب رحؒ کی تقریر جاری تھی کہ صبح کی

اذان ہوگئی، بلغیر لاؤڈ سپیکر کے شاہ جیؒ کی یہ تقریر رات بھر چھ گھنٹے جاری رہی کیا مجال کہ کسی نے کروٹ بدلی ہو۔

——— (صحبتے با اہل حق ص۱۵۵)

● اللہ! وہ کیسے اور کتنے عجیب لوگ تھے۔ کردار اور عمل کے پکے، بات کے سچے، منافقت اور مداہنت سے کوسوں دور، اس لیے جو بات کرتے تھے دل میں اُتر جاتی تھی۔ مولانا آزادؒ کی تقریر عقل و شعور اور جذبات کے آمیزش سے تیار ہوتی تھی، شُستہ گفتگو، ادبی طرزِ ادا اور پھر مولانا آزادؒ کی خطابت سے اس میں جادو بھر جاتا تھا، ایسا معلوم ہوتا کہ دشمن کے سروں پر فولادی ہتھیار سے حملہ کر رہے ہیں، ایک ایک حرف شجاعت و صداقت کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

مولانا حفظ الرحمنؒ مولانا آزادؒ کے نقشِ قدم پر تھے، ان کا انداز نرالا تھا، سامعین اور حاضرین کے دل مُٹھی میں لے لیتے تھے، ان جیسی سحر بیانی کسی دوسرے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔

مولانا احمد سعیدؒ بلبل ہند تھے مولانا حفظ الرحمنؒ کا اپنا مقام بہت بڑا تھا مگر مولانا احمد سعیدؒ لسانِ جمعیت تھے، وہ دہلی کی جامع مسجد میں جب خطاب کرتے تو ہزاروں کے مجمع پر سناٹا چھا جاتا، پوری کائنات ہمہ تن گوش ہوتی۔

——— (صحبتے با اہلِ حق ص۱۵۶)

● ایک مرتبہ مولانا آزادؒ لاہور تشریف لائے تھے، ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ یہ زمانہ بھی وہی تھا کہ بیگانے تو کیا اپنے بھی مولانا ابوالکلام آزادؒ کو اپنی تنقید و تردید کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ مجھے بھی اس موقع پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا آزادؒ کی تقریر تھی، تقریر کیا تھی عقل و شعور اور جذبات کا آمیزہ تھا، دلائل اور براہین آزادؒ کی خطابت میں ڈھل کر سامعین کے دل و دماغ کو مسحور کر رہے تھے کہ لوگوں نے ابوالکلام آزادؒ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے شروع کر دیئے تو مولانا آزادؒ نے فرمایا: ”مسلمانو! یہ وقت نعروں کا نہیں کام کرنے کا ہے، اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور کام کر لو، بجائے جوش کے ہوش سے کام لو، اب میرا پیغام صرف یہی رہ گیا ہے کہ مسلمان بیدار ہوں اور نعرہ بازی کے بجائے کام کریں، مگر حیرت ہے کہ جب میں یہی بات کہتا ہوں تو مسلمان بجائے اس کے کہ کچھ کام کر لیں اُلٹا میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔“

——— (صحبتے با اہلِ حق ص۱۵۴)

● ہمارے دیوبند کے اکابر بڑے کفایت شعار اور قناعت پسند تھے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے ایامِ تدریس میں پچاس روپے ماہوار مشاہرہ پر گذر اوقات کرتے تھے۔ آپ کو کلکتہ کے مدرسہ عالیہ کی طرف سے بارہ سو روپے ماہوار مشاہرہ کی پیش کش ہوئی مگر آپ نے اُدھر نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور فرمایا کہ میں پچاس روپے کی ذمہ داری اور اس کے اپنے صحیح مصرف میں استعمال سے فارغ نہیں تو بارہ سو روپے کا غم اور ذمہ کیسے اٹھا سکتا ہوں!

یہ ہے ہمارے اکابر حضرات کی کفایت شعاری اور قناعت! اب ہمارے دور میں ایسی قربانی کرنے والے ناپید ہوتے جا رہے ہیں بلکہ اب تو معاملہ بالعکس ہے اور پچاس روپے تو درکنار پچاس لاکھ روپے کو کچھ بھی نہیں سمجھا جاتا۔

——— (صحبتے با اہلِ حق ص۵۱)

● مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ سرحد کے شاہ ولی اللہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے قبل ہندوستان میں منطق اور فلسفہ کا درس تو بڑے اہتمام سے ہوتا تھا اور اس کو سب سے بڑا کمال سمجھا جاتا تھا، مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان میں علمِ حدیث اور اس کی تعلیم و تدریس کو فروغ دیا——

اِسی طرح سرحد میں بھی یہی حال تھا۔ کہا جاتا تھا قاضی مبارک فلاں مولوی صاحب سے اور فلسفہ کی کتاب فلاں علامہ سے پڑھنی چاہیئے، جب حدیث کی بات آتی تو کہا جاتا کہ مشکوٰۃ، کتاب العلم اور کتاب الایمان مولانا غورغشتویؒ سے پڑھ لینا چاہیئے۔ زیادہ نہیں ورنہ حدیث زیادہ پڑھ لینے سے انسان وہابی بن جاتا ہے۔ جہالت تھی، اللہ تعالیٰ حضرت غورغشتویؒ کی قبر کو نور سے بھر دے جنہوں نے سرحد میں حدیث کو رواج دیا۔

——— (صحبتے با اہلِ حق ص۵۲)

● ارشاد فرمایا: حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ منقولات اور معقولات اور قدیم و جدید کے بحرِ ذخّار تھے۔ بہت بڑے عالم اور مُتقی انسان تھے، ایک جامع عالم تھے، معقولات و منقولات میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ اب اُن کی نظیر ملنا مشکل ہے، تمام عمر درس و تدریس اور خدمتِ دین میں صرف کر دی۔ بڑے بڑے علماء اُن کے شاگرد ہیں، مرحوم کو دارالعلوم حقانیہ اور اس میں پڑھائے جانے والے معقولات کے نصاب سے بیحد مسرت ہوتی تھی کہ دارالعلوم حقانیہ نے اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف اور درسِ نظامی کے علومِ عالیہ کو بھی جُوں کا تُوں محفوظ رکھا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازیں اور درجاتِ عالیہ عطا فرمائیں۔

——— (صحبتے با اہلِ حق ص۵۲)

● ارشاد فرمایا: اسی طرح ہمارے دور کی عظیم شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ہیں، جن کی زندگی میں ان کی تصانیف کو عوام کو خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی اور ایسی ہمہ گیر مقبولیت کہ شرقاً غرباً، شمالاً جنوباً دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں تبلیغی نصاب سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو، اور صرف اس ایک کتاب کو نہیں بلکہ آپ کی دوسری علمی کتابیں مثلاً کوکب الدری، لامع الداری، اوجز المسالک وغیرہ بھی علماء و طلباء اور علمی حلقوں کی مقبول اور منظور کتابیں ہیں۔ پس یہ ایک درجہ و فضیلت ہے جو کم ہی مصنفین کو حاصل ہوتا ہے۔

——— (صحبتے با اہل حق ص۴۹، ۵۰)

● ارشاد فرمایا، حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو خط لکھا تھا کہ "دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہو چکا ہے اس کا خصوصی خیال رکھنا، دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے"

اوائل میں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ التفسیرؒ اپنی شفقتوں اور حضرت شیخ مدنیؒ کی تاکید کے پیشِ نظر ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے، فالج کی تکلیف شدت پر تھی پھر بھی تشریف لائے اور دارالعلوم کو نوازا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۲۶۳)

● ارشاد فرمایا، عموماً یوں ہوا کرتا کہ حضرت لاہوریؒ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں تشریف آوری کے موقع پر تقریر فرما کر اچانک غائب ہو جاتے منتظمین کو بڑی پریشانی ہوتی، تمام رات تلاش کرتے رہتے، پھر کہیں پتہ چلتا کہ اکوڑہ کی کسی گمنام مسجد میں انہوں نے فرش پر رات گذار دی ہے۔ بعد میں آپ کے اس معمول سے منتظمین بھی آگاہ ہو گئے تھے ــــ فرماتے مجھے خلوت اور خدا کے گھر میں فرش پر جو آرام و سکون حاصل ہوتا ہے وہ آرام وہ گدّوں اور لوگوں کے ہجوم میں کب حاصل ہو سکتا ہے؟

(صحبتے با اہلِ حق ص ۲۶۴)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ کُتب

● ارشاد فرمایا: حضرت تھانویؒ کی تصانیف کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر علمیت و عملیت اور ہمت و صلاحیت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں کس قدر برکتیں رکھ دی تھیں کہ ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں جن میں اُمت کی اصلاح و فلاح کا کافی سامان موجود ہے اور علم و عمل کی تشنگی بجھانے کے لیے ایک چشمۂ فیض ہے کہ لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ آپ کے وعظ و تبلیغ اور رُشد و ہدایت کے دیگر امور اور تدریسی خدمات اس پر مستزاد ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا وزن و افادیت اور عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہت کم ہی ایسے مصنفین گذرے ہیں جن کی زندگی میں اُن کی کتابوں کو مقبولیتِ عامہ و خاصہ حاصل ہوئی ہو، مگر حضرت تھانویؒ کی تصانیف کو ان کی زندگی میں اشاعت اور بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔ جیسا کہ متقدمین محدثین میں ایک مثال امام بخاریؒ کی "صحیح" کی ہے کہ امام بخاریؒ کی حیات میں اس کتاب کو عام و خاص نے پسند کیا، بلکہ آپ سے براہِ راست نوّے ہزار سے ایک لاکھ تک تلامذہ نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے ہاتھوں سے لکھی۔ اور یہ ایک بےنظیر تواتر ہے جو صرف صحیح بخاری کو حاصل ہے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۴۹)

● ارشاد فرمایا، حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن بےنظیر تفسیر ہے جو انسان کو بڑی بڑی تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے، بڑے جامع اور تحقیقی انداز میں ہے، بالخصوص عربی میں آپ کے حاشیہ التکشف عن مهمات التصوف نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔ یقیناً علم و تصوّف کے بیش قیمت جواہرات ہیں جو آپ نے ایک سلک میں حُسنِ ترتیب سے پرو دیئے ہیں حضرت تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مواضع و مسائل کو واضح آسان اور ایسے حسین انداز سے حل فرماتے ہیں کہ کوئی اُلجھن اور اشکال باقی نہیں رہتا۔ جب ہم جلالین اور بیضاوی پڑھتے تھے تو ان تفاسیر کو حل کرنے کے لیے ہم نے "بیان القرآن" کو کافی و شافی پایا، دوسری تفاسیر سے ہمیں اس قدر اطمینان و تشفی حاصل نہیں ہوتی تھی جتنی کہ "بیان القرآن" سے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۴۸)

● ارشاد فرمایا:۔ کہ ۵۳ شروحاتِ بخاری دیکھ لینے سے وہ تشفی نہیں ہوتی جو حضرت شیخ الہندؒ کے "الابواب والتراجم" کی تین سطروں سے حاصل ہو جاتی ہے۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۱۲۲)

● ارشاد فرمایا، تقسیم سے قبل دارالعلوم دیوبند میں زمانۂ تدریس کے قیام کے دوران میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے ملاقاتیں اور مجالس ہوا کرتی تھیں، مختلف علمی اور سیاسی موضوعات پر موصوف سے گفتگو رہتی۔ ایک روز دورانِ گفتگو میں نے دریافت کیا حضرت! آپ کی تصانیف میں سب ایک سے ایک بڑھ کر ہیں، "فتح الملہم شرح صحیح مسلم"، جیسی علمی اور بلند پایہ کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں، اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ و تفسیرِ قرآن کی تکمیل "فوائدِ عثمانیہ" کے نام سے کی ہیں، ان میں زیادہ محنت، تعب اور مشکل اور دقت کس تصنیف میں آپ کو پیش آئی؟

تو انہوں نے بڑی شفقت سے فرمایا تصنیف اور تالیف کے میدان میں خدا کا فضل شاملِ حال رہا، جس موضوع پر لکھنا چاہا اللہ تعالیٰ کی مدد نے یاوری کی، البتہ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ و فوائد کی تکمیل میں بڑے حزم و احتیاط اور سوچ بچار سے کام لینا پڑا، اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان سے پائۂ تکمیل کو پہنچا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۱۵۳)

● ارشاد فرمایا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مرحوم کے توجیہات الہامی ہوتے ہیں۔ دقیق علمی مسائل میں آپ کے لطیف توجیہات سے بڑے بڑے اہم علمی عقدے حل ہو جاتے ہیں، آپکا لکھا ہوا "الکوکب الدری" کا حاشیہ مثالی ہے۔ اپنے اکابر اور علماء دیوبند کی تمام تصنیفات، شروحِ حدیث، تفاسیر اور علمی تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُمت کے لیے اتمامِ حجت ہیں۔ ان کی تصنیفات سے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا حضرات اکابر علماء دیوبند کی کتابیں اور تصنیفات ہمارے اکابر کے مسلک "اعتدال" کی شاہد ہیں۔

(صحبتے با اہلِ حق ص ۵۲)

● ارشاد فرمایا:۔ ہمارے اکابر نے درسِ نظامی جو علمِ منطق اور علمِ فلسفہ کی کتابوں کو جو بطورِ نصاب باقی رکھا ہے اور پڑھاتے چلے آ رہے ہیں وجہ یہ

ہے کہ ان کے پڑھنے سے اجتہادی ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ سوال وجواب' اشکال و اعتراض، مقابلہ ومناظرہ اور اساتذہ کی طویل بحثیں، سوال درسوال اور جواب درجواب کا سلسلہ چلتا ہے تو طلباء کو تشحیذِ اذہان حاصل ہوتی ہے اور جو طلباءؔ اس میں رغبت نہیں کرتے اور شوق سے نہیں پڑھتے اُن کے علوم سطحی رہتے ہیں' ذکاوت کی تیزی اور علوم میں عمق حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا رسول خان صاحب مرحوم ہمارے پاک وہند کے اکابر علماء دیو بند کے استاذ ہیں۔ ایک مرتبہ وفاق المدارس کا اجلاس تھا میں بھی اجلاس کے سلسلے میں لاہور گیا ہُوا تھا، تو حضرت مرحوم کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی، تو انہوں نے وفاق کے طرزِ عمل (نصاب میں منطق کی کتابوں کو اہمیت نہیں دی جارہی تھی) پر حد درجہ رنج وقلق کا اظہار کیا اور فرمایا: "اس طرح علوم ومعارف کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی"، تو میں نے عرض کیا کہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ میں فلسفہ اور منطق کی ساری کتابیں بدستور پڑھائی جارہی ہیں، تو بیحد خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار کیا۔

غالباً حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر منطق اور فلسفہ کی کتب نصاب سے خارج کردی گئیں تو پھر امام رازیؒ کی تصنیفات سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی بھی نہ ملے گا۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۵۵)

● المجموع شرح المہذب للامام ابی بکر النوویؒ جس کے ساتھ فتح العزیز کے علاوہ حافظ ابنِ حجر کی تلخیص الجبیر بھی طبع ہوئی ہے، اس کی چند ایک جلدیں لے کر (احقر عبدالقیوم حقانی) بعد العصر حسبِ معمول حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کتاب پیش کر دی۔ جب کتاب کا نام سُنا تو لپک کر کتاب کو ہاتھ میں لیا، بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے رہے' بار بار ورق اُلٹتے رہے۔ نظر اور بینائی کے ضعف کی وجہ سے کتاب کے مطالعہ سے محرومی کا احساس اُبھر اُبھر کر سامنے آتا تو فرماتے: "بس اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہوگا، ایک وہ وقت تھا جب پانچ منٹ بھی فُرصت کے ملتے تو کتاب کے مطالعہ میں صرف ہوتے تھے اور اب یہ وقت آگیا ہے کہ شرح المہذب' فتح العزیز اور تلخیص الجبیر میرے سامنے ہے لیکن مطالعہ واستفادہ کی سعادت سے محروم ہوں"۔

پھر جگہ جگہ سے احقر سے عبارت پڑھوائی اور دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بیٹے! محنت سے کام کرو' ہر مسئلہ کی تحقیق کرو، کوئی چیز بے حوالہ نہ چھوڑو، میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک آپ کو ان کُتب سے صحیح استفادہ اور اخذِ مسائل کی توفیقِ ارزانی فرمائے"۔ آمین

(صحبتے با اہلِ حق ص۱۲۷)

● ماہنامہ الحق میں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کے سلسلہ میں احقر (عبدالقیوم حقانی) کا سلسلہ مضامین: "علامہ سمعانیؒ سے ایک ملاقات"، کا کسی نے ذکر چھیڑا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا ہاں مولانا عبدالکریم سمعانیؒ کی "کتاب الانساب" ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اور اب یہ اچھا ہُوا کہ بیروت والوں نے اس کی فوٹو کاپی لے کر شائع کر دیا ہے، کتاب نایاب ہے مگر خدا کا فضل ہے کہ خدا تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانے کو فراہم کر دی ہے۔

دوسرے روز جب دفترِ اہتمام میں تشریف لائے تو ناظمِ کتب خانہ مولانا اعجاز حسین صاحب کو بلایا اور "کتاب الانساب" کے بارے میں دریافت فرمایا' کتاب لائی گئی مگر مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے کتاب نہ دیکھ سکے، مجھے تاکید فرمائی کہ جب عصر کو آنا تو علامہ سمعانیؒ کی "کتاب الانساب" ضرور ساتھ لانا۔ چنانچہ حسب الحکم کتاب پیش کر دی، جگہ جگہ سے دیکھی ——— اس سلسلہ میں احقر کے شائع شدہ بعض مضامین بھی سُنے تھے اور اب اصل کتاب کے بعض مقامات بھی سُنے اور بار بار کتاب کو مسرت وشوق کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور فرمایا ایک وقت تھا کہ پانچ منٹ بھی بلغیر کتاب کے گذارنا مُشکل تھا اور اب نظر کی کمزوری کی وجہ سے مطالعہ سے محرومی ہے۔

ارشاد فرمایا بہت اچھا ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے "الانساب" میں صنعت وحرفت سے تعلق رکھنے والے پیشہ ور علماء کے انتخاب اور اُن کو متعارف کرانے کا کام لے لیا، اس سے علم اور اہلِ علم کی عزت بڑھے گی، نسلی امتیاز اور قومی عصبیتیں ختم ہوں گی۔ آپ محنت کریں، اسماء الرجال کی کتب میں بھی تحقیق کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ امام غزالیؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ یہ سب کاروبار اور پیشے سے وابستہ تھے اور اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کماتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ مضامین پسندیدہ ہے، خدا تعالیٰ مزید ہمت اور برکت دے۔ آمین

خدا کا فضل شاملِ حال رہا حضرتؒ کی دُعاؤں اور توجہ کی برکات سے یہ سلسلہ مضامین "اربابِ علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال" کے نام سے کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور (۲) دو سال میں اس کے دو ایڈیشن بھی نکل چکے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(صحبتے با اہلِ حق ص۲۱۲)

◎

فیض ساقی ہے باندازہ میخوار
دل حریف لیے بسیار کہاں سے لاؤں

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحبؒ

عصرِ حاضر کے عظیم محدّث

ان کی علمی تحقیقات اور محدثانہ شذرات سے نئی نسل کو آگاہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے

حضرت العلّامہ مولانا قاضی عبد الکریم کلاچوی

بعد الحمد والصلوٰة ـــــ ان ازمنۂ متاخرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اکابر علماء اسلام یعنی ہمارے اساتذہ دیوبند ضاعف اللہ اجورہم کو اسلام کی جن اعلیٰ خدمات کی توفیق عطا فرمائی ہے، علمِ حدیث کی خدمت ان میں سرفہرست ہے اور اس طرح کہ مذاہبِ حقہ اربعہ میں سے بالخصوص محدثِ اعظم سراج الامۃ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حنفی مذہب کو احادیثِ صحیحہ سے نہایت واضح طور پر مُستند اور مضبوط کر دیا ہے۔ فللّٰہِ درّھم وعلی اللہ اجرھم۔

اعلاء السنن، بذل المجہود، اوجز المسالک، فتح الملہم اور اس کا تکملہ، فیض الباری، معارف السنن اور اس قسم کی بیسیوں اہم کتابیں عرب دنیا تک سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اور اختلافِ مسلک کے باوجود شافعی، مالکی اور حنبلی اکابر علماء اور اعاظم رجالِ حدیث نے برملا اس کا اعتراف فرمایا ہے ـــــ سُنن و جامع ترمذی شریف جو صحاح ستہ کی ایک اہم اور مشہور کتاب ہے، اس کی شرح حقائق السنن بھی اسی سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب قدس سرہ سابق استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند، بانی و شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ، عصرِ حاضر کے عظیم محدث، اس دور کے بہت بڑے متقی اور اس زمانہ کے نہایت قابل محقق اور شفیق استاذ ہیں۔ آپ کی علمی تحقیقات اور محدثانہ شذرات کو نئی نسل کے لیے محفوظ کر دینا وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماویں اُنکے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب اُستاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور عزیز محترم جناب مولانا عبد القیوم صاحب حقانی ٹیروی کو جنہوں نے ان انمول موتیوں کو اُردو زبان کے ذریعہ سرِ بازار لٹوا دینے کا اہتمام فرمایا جس سے اب متوسط استعداد کے طلباء کو بھی اعلیٰ تحقیقات تک پہنچنا آسان ہو گیا ہے ـــــ

یسّر اللہ علیٰ من یسّر علیٰ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اکابر کے بعض امالی اس سے قبل بھی چھپ چکے ہیں لیکن عموماً ان پر خود شیوخ کو نظرِ ثانی کا غالباً موقع نہیں ملا، مگر حقائق السنن سے متعلق یہ بات قابلِ مزید اطمینان ہے کہ حضرتِ شیخ سے خود اس پر نظرِ ثانی کرائی جا رہی ہے۔ خدا کرے شیخ کی زندگی میں ہی یہ اہم علمی ضرورت پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔

ایں دعا از من و از خلقِ جہاں آمین باد

◆ ◆ ◆

شیخ مدنیؒ کا جانشین

استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی تقریر ترمذی میں اپنے استاذ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کا رنگ غالب ہے، اس کے مطالعہ سے حضرت مدنیؒ کے خصوصیاتِ درس علماء اور طلباء کے سامنے آجائیں گے اور حضرت مدنیؒ کے ماثر علمیہ میں ایک وقیع اضافہ ہوگا۔

حضرت العلّامہ مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مفتیٔ اعظم پاکستان سے

حضرت الاستاذ مولانا عبد الحق صاحب انفع شیخ الحدیث جامع حقانیہ اکوڑہ خٹک کی امالی جامع ترمذی کے ایک حصہ کو تبرک کے طور پر دیکھا۔ جامع ترمذی جو امام بخاریؒ اور امام ابوداؤد کے طریقوں کی جامع ہے، اسلیے وہ جامع بھی ہے اور سُنن بھی۔ مادرِ علمی دیوبند میں اسکی تدریس نہایت اہم اور شان سے ہوتی رہی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے راقم آثم کو اس کتاب مستطاب کے پڑھنے کی معمولی سی نسبت حاصل ہے۔ زندگی کا یہ حصہ جو حضرتؒ سے تلمذ اور جوتیاں اٹھانے میں گذرا سب سے قیمتی حصہ ہے۔ شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں متوجہ ہو جائے اور عفو و درگذر کا ادنیٰ سا ادنیٰ معاملہ ہو جائے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

کئی سال قبل اس ظلوم وجہول کے حصہ میں جب جامع ترمذی کا درس حضرت بنوری قدس سرہ العزیز کے حکم سے آیا تو میں بہت خائف تھا۔ حضرت بنوریؒ نے الطافِ کریمانہ سے معارف السنن کا مسودہ عطا فرمایا۔ معارف السنن اس زمانہ میں طبع نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود بندہ اپنی جہالت اور کم علمی اور استعداد نہ ہونے کی وجہ سے کتاب پڑھانے سے ڈر رہا تھا اور پیچ و تاب میں مبتلا تھا کہ شوال کی کسی رات کو حضرت شیخ العرب والعجم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں: ”جامع ترمذی لائیے اور مجھ سے پڑھیے۔“ ڈرتے ڈرتے اٹھا اور کتاب کھول کر پڑھنا شروع کی، کافی دیر تک پڑھا اور حضرتؒ تقریر کرتے رہے، صبح اٹھا تو طبیعت مطمئن تھی اور حضرت بنوریؒ سے کتاب پڑھانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

استاذی مولانا عبد الحق صاحب کی تقریر ترمذی میں اپنے استاذِ مکرم کا رنگ ہے اس کی اشاعت سے حضرت مدنیؒ کی خصوصیاتِ درس علماء و طلباء کے سامنے آجائیں گی اور حضرت مدنیؒ کے ماثر علمیہ میں ایک وقیع اضافہ ہوگا ـــــ یہ چند سطریں اس بزم میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تحریر کر دیں ورنہ میں اس قابل کہاں؟

* * *

داؤد گروپ کا قابلِ فخر ادارہ

کراچی سٹاک ایکسچینج

کی جانب سے

اعلیٰ کارکردگی پر ایوارڈ یافتہ

ہماری معیاری مصنوعات

سوت

گک آئل

کپڑا

☐ اندرون اور بیرون ملک یکساں مقبول

بوریوالہ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

داؤد آباد، بوریوالہ، ضلع وہاڑی

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے

تبحرِ علمی

کا مظہر ہے، دنیائے اسلام میں عربی شروحات کے بعد اپنی افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح اور مفید شرح ہے ——

حضرت العلامہ مولانا محمد حسن جان صاحب مدنی —— شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم، پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وقائد المحجلین، محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین وعلیٰ آلہ الطیبین وعلیٰ اصحابہ نجوم الھدایۃ والیقین۔

امابعد! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس امتِ مرحومہ کو ایسی دو نعمتوں سے نوازا ہے جو کسی دوسری قوم کو نہیں ملیں۔ پہلی نعمت ہمارے آقا محبوبِ کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور دوسری نعمت ہماری مقدس کتاب قرآن مجید ہے —— حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور آپؐ کے عقائد اور اعمال واخلاق، کردار وگفتار، کتابِ مقدس کا عملی نمونہ اور تشریح ہے. جو سنتِ نبوی کی شکل وصورت میں محفوظ ہے۔

قرآنِ مجید کی حفاظت کا وعدہ صراحتًہ اور سنتِ نبوی کا ضمنًا وتبعًا خود ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان دونوں نعمتوں کا شاہی حفاظتی انتظام، عالمِ اسباب میں خاص بندوں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ اور ان کی تحقیق، نشر واشاعت اور تشریح وتوضیح کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کا انتخاب فرمایا ہے، جن میں حفاظ، مفسرین، محدثین کرام، فقہاء عظام اور دیگر علماء شامل ہیں۔

محدثین کرام میں امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ اور دیگر اصحاب صحاح ستہ وغیرہ نے حدیث شریف کی عظیم خدمات انجام دی ہیں. ان مشہور ترین حضرات محدثین میں امام محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اپنی خداداد صلاحیت اور استعداد، قوتِ حافظہ، زہد وتقویٰ اور علمی خدمات وکمالات کی بناء پر ضرب المثل ہیں اور اپنے معاصرین اور شاگردوں کے علاوہ اپنے مشائخ اور اساتذہ کرام کی نظر میں بھی بہت مقبول ہیں —— آپ نے سنتِ نبوی کا بہت بڑی مقدار میں عظیم اور جامع ذخیرہ جمع کیا ہے اور پھر آپ کی جملہ تصانیف میں جامع السنن کو اپنی افادیت کی وجہ سے جو شہرت اور قبولِ عام حاصل ہوا وہ آپ کی کسی دوسری تالیف کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اکثر مدارسِ اسلامیہ میں، مسائل فقہیہ وغیرہ میں، بحث ومباحثہ اور تحقیق وتدقیق کا مدار اسی کتاب پر ہے. اور اس اہمیت کی بناء پر ہمارے زمانے میں شارحین حدیث اور اساتذہ کرام اس کتاب پر زیادہ توجہ دیتے رہے ہیں اور اب تک اس کتاب کی کافی شروح لکھی جا چکی ہیں —— مطبوعہ قدیم شروح میں جو مجھے معلوم ہیں وہ عارضۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی مؤلفہ امام ابوبکر بن العربیؒ سے لے کر ہمارے زمانے کی اعلیٰ شرح معارف السنن للعلامہ محمد یوسف البنوریؒ تک مقبولِ عام وخاص ہیں۔

اور اب ہمارے اس نئے دور میں استاذ العلماء والفضلاء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کی شرح ترمذی، دنیائے اسلام میں عربی کے بعد سب سے زیادہ فصیح اور مفید اور دوسرے نمبر پر استعمال ہونے والی زبان "اردو" میں منظرِ عام پر جلوہ نما ہو گئی ہے۔

اس شرح کی افادیت اور اہمیت موضوع کتاب "حدیث" اور مصنف کی تبحرِ علمی سے آشکارا ہے. یہ شرح حقیقت میں حضرت موصوف کا ترمذی شریف میں خطابات اور دروس کا مجموعہ ہے جسے آپ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور شاگردِ رشید حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے بڑی محنت وکاوش سے جمع کیا ہوا ہے —— حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ہند وپاک کے علاوہ عالمِ اسلام کے اُن ممتاز علمی شان والوں میں ہیں. جو اپنی علمی خدمات اور فیوضات اور اہم اسلامی اقدار وتعلیمات کے احیاء اور انجام دینے میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ اتنی بڑی شان وحیثیت کے ساتھ تواضع وانکسار اور عجز وبندگی جناب کا طرۂ امتیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ مبارک شرح تمام مسلمانوں کے لیے عمومًا اور علماء کرام اور طلبہ کے لیے خصوصًا ذریعۂ رشد وہدایت اور باعثِ استفادہ بنا دے اور حضرت کے لیے باقیات الصالحات اور وسیلۂ رفع درجات بنا دے۔ آمین ثم آمین

اُستاذ العُلماء شیخ الحدیث مولانا عبدُ الحق قدس سرہ العزیز

علوم نبوّت کے شارح اور امین

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رح کے تلمیذِ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح نے اپنے شیخ کے علمِ حدیث میں تدریس و تشریح کے منفرد مقام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے جسے اب حقائق السّنن کی صورت میں تا قیامِ قیامت محفوظ کر دیا گیا

از حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ ——— خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لاھلہ والصلوۃ لاھلھا۔ اما بعد!

خداوند کریم کا سب سے بڑا بے نظیر عطیہ جو اس نے مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے وہ علوم نبوت کا بیش قیمت ایسا خزانہ ہے جو کسی امت کو عطا نہیں ہوا۔ علومِ نبوت میں علمِ حدیث مرکزی حیثیت کا حامل ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے راہنما ہے۔ علماء راسخین نے علوم حدیث اور کتب حدیث میں سے صحاح ستہ کا انتخاب فرما کر امت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ ہمارے اکابر نے اس مقدس مجموعہ کو علمی، دینی، روحانی، لغوی ہر لحاظ سے آسان سے آسان تر بنا کر طلباء علوم دینیہ کی بہت بڑی مشکل کو حل فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

جامع بخاری کی شروح میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی مرتبہ فیض الباری اور قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کی لامع الدراری ایسی جامع شروح ہیں کہ محدثین حضرات کے لیے بھی راہنما ہیں۔

سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رح وہ معرکۃ الآراء شرح ہے کہ عرب و عجم کے علماء حدیث اسکے محتاج ہیں۔ صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم مرتبہ مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ ایسی جامع شرح ہے کہ دورِ حاضر میں اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

صحاح ستہ کی مرکزی کتاب سُنن ترمذی کتب حدیث میں ایک منفرد اور ممتاز مقام کی حامل ہے، ہمارے اکابر نے اس پر بھی کام کیا۔ العرف الشذی از افادات شاہ صاحب رح اور معارف السنن مرتبہ حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کتاب کی تشریح میں بہت بہتر کام کیا ہے، مگر:۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کو جو ترمذی کی تدریس اور تشریح میں منفرد مقام حاصل تھا اُس پر آج تک کوئی شاگرد شاید اس لیے کام نہ کر سکا کہ یہ کام مشکل نہیں مشکل ترین تھا۔ اِدھر حضرت مدنی رح کے ہزارہا شاگردوں کے ذمے یہ قرض تھا جس کا اتارنا ضروری تھا۔ الحمد للہ ؎

چوں خدا خواھد کہ کارے را کُنند
خود بخود اسباب را جنبش دید

اس عظیم قرض کو اتارنے کے لیے حضرت مدنی رح کے تلمیذ رشید محدثِ کبیر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم و فضلہم کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے باوجود مسلسل علالت، عدیم الفرصتی اور کئی موانع کے اس اہم کام کی طرف توجہ فرما کر جامع السنن للترمذی کی شرح بنام حقائق السنن مرتب کرنے کی سرپرستی قبول فرمائی۔ چنانچہ ان کی پیرانہ سالی کی جواں ہمتی سے حقائق السنن جلد اول صوری اور معنوی زینت سے مرصع شائع ہو گئی۔ یہ جلد تقطیع کلاں کے ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے مگر توضیع اور تشریح کا یہ حال ہے کہ ابھی صرف ابواب التیمم تک ہی معارف قلمبند کیے گئے ہیں۔

عالی مرتبت مرتب اور مؤلف مولانا عبد القیوم حقانی کا اُمت پر یہ بھی احسانِ عظیم ہے کہ اس نے محدث العصر شیخ الحدیث کے افاداتِ درس کی اس کتاب کو اردو زبان میں مرتب فرمایا ہے جس سے کم از کم برصغیر کے علماء اور طلباء کے علاوہ خلوصِ نیت کے ساتھ ارشاداتِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے سعادتمند فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

احقر کی دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مدظلہم العالی کو صحت کے ساتھ حیاتِ طویلہ عطا فرمائے تاکہ آپ حقائق السنن کی بقایا جلدیں بھی مرتب فرما سکیں۔ آمین ثم آمین

* *

مولانا عبدالحقؒ ایک عظیم فقیہ

فقہی بصیرت اور فتویٰ میں حزم و احتیاط

> آپ کے امالی و تقریرات، وعظ و نصائح اور ملفوظات کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ہر تقریر، وعظ و نصیحت اور محفل و مجلس بے شمار فقہی جزئیات سے معمور ہے۔

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ
اُستاذِ حدیث دارالعلوم حقانیہ

فقیہ العصر محدّثِ کبیر حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبقری شخصیت متعدد خصوصیات و کمالات سے مزیّن تھی۔ آپ میدانِ سیاست پر قائدانہ اور مدبّرانہ کردار سے چھائے ہوئے تھے۔ علمی دُنیا میں آپ فنِ حدیث کے نامور محقق سمجھے جاتے۔ اِن دونوں میدانوں میں آپ کی خدمات نِصف النّہار کی طرح عیاں ہیں لیکن آپ کے فقہی محاسن اور محققانہ قوّتِ فقاہت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ حالانکہ اگر ایک طرف آپ عظیم محدّث ہیں تو دوسری طرف مزاج شناس مفتی اور معاشرہ سے باخبر فقیہ بھی ہیں۔ فنِ حدیث میں آپ کے کمال مہارت کی وجہ سے آپ کی فقہی خصوصیات عوام سے مخفی رہیں۔ تاہم آپ کے امالی و تقریرات، وعظ و نصائح اور ملفوظات کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ہر تقریر و عظ و نصیحت اور محفل و مجلس بے شمار فقہی جزئیات سے معمور ہے۔

آپ کی فقاہت کے اسباب

آپ کی فقاہت بظاہر چند اسباب کا نتیجہ ہے۔ پہلا سبب آپ کا طبعی اور فطری مزاج ہے، آپ ذاتی طور پر فقیہ النفس تھے۔ آپ کی تربیت جس گھرانہ میں ہوئی تو وہ چند پُشتوں تک علم دوست اور باذوق خاندان معلوم ہوتا ہے۔ گویا طبعی فقاہت آپ کے گھرانہ میں موروثی طور پر چلی آرہی ہے۔

دُوسرا سبب:۔ آپ کی فقاہنت کا دوسرا اہم سبب فقیہ الامت شیخ الاسلام حضرتِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رشتۂ تلمذ ہے ـــ حضرتِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف سے آپ مکمل طور پر فیضیاب تھے، اور حضرتِ مدنی کی فقاہت تو مسلّم تھی، اس لیے ایسی فقہی شخصیت کے دامنِ تربیت سے وابستگی نے آپ کو فقاہت کے اوجِ ثریا تک پہنچایا۔

جن حضرات نے حضرتِ مدنیؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے درسِ حدیث سے مستفید ہوئے وہ حضرات حضرت شیخ الحدیثؒ کے درسِ ترمذی سُننے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ آپؒ کا درسِ حدیث حضرتِ مدنیؒ کا نمونہ ہے۔

آپ کی فقاہت صرف فقہ حنفی تک محدود نہیں تھی بلکہ دورانِ درس اختلافی مسائل پر بحث کے وقت فقہ شافعی، مالکی حنبلی آپ کے پیشِ نظر رہتا ـــ دیگر مذاہب کے طریقہ پر استدلال کے دوران حدیث سے استدلال کرنے وقت ایسا متکلمانہ اندازِ بیان اختیار رکھتے کہ سامعین کو آپ پر متعلقہ مسلک کے ترجمان کا دھوکہ ہوجاتا، آپ پوری دیانتداری سے دوسرے مذاہب کا نقطۂ نظر پیش فرماتے۔ لیکن جب احناف کے دلائل و جوابات اور ترجیحی وجوہات ذکر کرتے تو سُننے والے اس تاثر کے بغیر نہ رہتے کہ تمام مذاہب میں حنفی مذہب وہ نرالا مذہب ہے جس میں تطبیق کی ایسی صورتیں پائی جاتی ہیں کہ اس کو اپناتے وقت تمام احادیث پر عمل ہوسکتا ہے ـــ آپؒ کی تقریر سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجتہدانہ اور فقہی حیثیت نمایاں رہتی۔ آپؒ کے درس میں جزئیات اور مسائل کیلئے شامی اور عالمگیری، اصول کیلئے بدائع الصنائع، ناقدانہ اندازِ بیان کے لیے بحرالرائق، زیلعی اور عینی اور ترجیحی سلوک کے لیے ہدایہ اور قاضی خان جیسی کتابوں کا استحضار معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا سبب:۔ انسان کے کسی کمال کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لیے موقعہ و محل کا بھی بڑا دخل رہتا ہے، اگر کسی باکمال شخصیت کو متعلقہ کمال کے لیے موقعہ میسّر نہ ہو تو وہ کمال تشنہ رہ جاتا ہے، بیشمار ماہرین متعلقہ فن کے میدان سے کٹ جانے کی وجہ سے گمنام رہ جاتے ہیں۔

آپ کی فقاہت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ آپ کو فقہی خدمات کے لیے سنہری موقع ملا۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے ایسے علاقہ سے تھا جہاں پر مستند عالمِ دین دینی معلومات کے علاوہ خانگی و قومی معاملات اور جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا ہے۔ ایسے باأثر عالمِ دین کی مسجد ہمیشہ کے لیے دارالقضاء اور دارالافتاء رہتی ہے۔ چنانچہ پدری وطن میں آباد ہونے کے بعد مختصر وقت میں پورے علاقہ میں آپ پر لوگوں کا اعتماد پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے لوگ آپ سے فیصلے کراتے۔

علاوہ ازیں آپ کا تعلق کعبۃ العلم دارالعلوم دیوبند سے صرف تلمذ اور شاگردی کا نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اُستاد کی حیثیت سے قائم تھا۔ آپ پاکستان اور افغانستان کے نامور علماء کے استاذ اور شیخ تھے، اس لیے جب بھی ان علماء کو کوئی علمی مشکل پیش آتی تو آپ ہی کی طرف رجوع کرتے اور آپ سے مسائل میں راہنمائی حاصل کرتے۔ یُوں مقامی سطح سے لیکر علاقائی اور بین الاقوامی سطح تک فقہ کے میدان میں آپ کو جوہرِ کمالات دکھانے کا وافر موقع میسر ہُوا۔

چوتھا سبب: ۔ آپ کی فقاہت کے اسباب میں ان کے علاوہ سیاسی زندگی کا بھی بڑا دخل ہے۔ ۱۹۷۰ء سے لیکر ۱۹۸۸ء تک آپ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے میدانِ سیاست کے نامور شہسوار رہے اٹھارہ سالہ سیاسی زندگی میں مُلک میں متعدد دینی تحریکیں (مثلاً تحریکِ ختمِ نبوت تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور تحریکِ نفاذِ شریعت) چلیں۔ ہر تحریک میں آپ نے ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود قائدانہ کردار ادا کیا۔ سیاسی میدان میں آپ کو جدید دُنیا کے مطالعہ کا وافر موقع ملا۔

چنانچہ آپ کی فقاہت صرف کتابوں تک محدود نہ رہی بلکہ سیاسی میدان میں گوناگوں اور نامساعد حالات سے واسطہ پڑ جانے کی وجہ سے آپ نے قدیم اور جدید دونوں حالات کا جائزہ لیا اور پھر اسے مسائل کے حل کرنے کا سوچا جو حالات کی موافقت کے علاوہ قرآن و حدیث کی رُو سے درست رہتا۔ مُلک کے نامور فقہاء حضرت مولانا مفتی محمود اور محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ بھی آپ کے شریکِ سفر رہے، لیکن ضروری مسائل پر بحث کی ضرورت پڑنے پر اِن حضرات کی نظروں نے آپ کا حسین انتخاب کیا۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران جب قومی اسمبلی میں مسلمان کی جامع و مانع تعریف کرنے کا موقع آیا تو پورے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ نے ترجمانی کا حق ادا کیا۔

مزاجی خصوصیّات

مفتی کے لیے جُملہ شرائط (تقویٰ و ورع، دیانت و امانت میں شہرت، طبعی فقاہت اور سلامتِ اعضاء، قرآن و حدیث کے نصوص سے واقفیت اور اپنے مذہب کی کتابوں پر عبور) سے مُتّصف تھے۔ آپ کے مزاج میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط تھی۔ اِن صفات کے باوجود عموماً مسائل بیان کرنے سے احتیاط کرتے۔ جب بھی کوئی سائل خدمت میں حاضر ہوتا تو دارالافتاء میں حاضری کی راہنمائی کرتے، خود احتیاط کرنے کے علاوہ دوسروں سے بھی احتیاط کراتے۔

فتویٰ میں احتیاط کا نمُونہ

۱۹۷۷ء میں دارالافتاء سے میرے تعلق بن جانے کے بعد میں جو فتویٰ بھی لکھتا تو حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں مُہر لگانے کے لیے بھیجتا۔ دو سال تک دارالافتاء کی مُہر میں نے اپنے پاس نہیں رکھی بلکہ دارالافتاء کی فالتو مُہر دفترِ اہتمام میں ہوتی جب بھی ضرورت پڑتی تو دفتر سے مُہر لگواتے۔

۱۹۷۸ء میں سالانہ چھُٹیوں کے دوران ناظمِ دارالعلوم حضرت مولانا سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت جب حضرتِ شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا یہ پیغام (بلکہ حکم) موصول ہُوا کہ چھُٹیوں میں یہاں رہ کر دارالافتاء کی خدمت سرانجام دوگے، تو مجھ پر یہ بوجھ بہت بھاری لگا۔ خود یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی فتویٰ تصویب کے بغیر دے دُوں۔ اور حضرتِ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس سے قبل مسائل و جُزئیات پیش کرنے کا کوئی خاص موقع بھی نہیں ملا تھا ـــــ اس لیے ایک دن حضرتِ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جو مسئلہ بھی تم لکھوگے تو پہلے مجھے سُناوگے تاکہ کوئی جدید مسئلہ ہو تو ذہن میں آجائے۔ اگرچہ آپ کا مقصد استحضارِ مسائل نہیں بلکہ احتیاط تھی۔ اس لیے میں روزانہ مسائل کے جواب لکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتا، آپ کو سُنائے بغیر کسی مسئلہ کے بھیجنے کی مجھے اجازت نہیں تھی، لیکن دس دن نگرانی کرنے کے بعد جب اعتماد پیدا ہو گیا تو فرمایا کہ مجھے سُننے کا وقت کم ملتا ہے اس لیے سُنائے بغیر ہی بھیج دیا کرو۔

آپ کے فتویٰ کے چند نمونے

بوقتِ ضرورت جب مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تو آپ ماحول، حالات، نتائج اور عواقب کو سامنے رکھ کر فتویٰ دیتے۔ آپ وقتی مصلحت کے پیشِ نظر کسی ایسے جوش اور جذبہ سے حکم لگانے کے قائل نہیں تھے جس سے معاشرہ میں بدمزگی پیدا ہو اور شریعت کا مذاق اُڑایا جائے۔

(۱) ۱۹۷۸ء میں چھُٹیوں کے دوران میں نے "قضاء عمری" کے بارے میں ایک فتویٰ دیا جس میں میں نے "قضاء عمری" کی روایت کو موضوع ثابت کرنے کے بعد لکھا کہ: قضاء عمری کسی حدیث سے ثابت نہیں اور یہ بدعتِ قبیحہ ہے۔

جب آپؒ کو یہ جواب سُنایا تو آپ نے فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن ہمارے پٹھانوں کے علاقہ میں لوگ نہایت تدین کی وجہ سے "قضاء عمری" کے ایسے عاشق ہیں کہ ایسے سخت الفاظ

کے نتیجہ میں کہیں طیش میں آکر فتنہ و فساد اور سبّ و شتم پر نہ اُتر آئیں ، اس لیے ان الفاظ میں یوں ترمیم کرو : قضاءِ عمری کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ، ہمارے اسلاف نے اس کو بدعت میں شمار کیا ہے ۔

(۲) ایک دوسرے موقع پر کسی سڑک کی تعمیر میں ایک قبر سڑک کی زد میں آتی تھی اور حکومت اِس قبر کو مسمار کر رہی تھی لیکن مقامی لوگ اس پر خوش نہیں تھے ۔ جب سرکاری اہلکاروں نے ہم سے فتویٰ لینا چاہا تو میں نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے مشورہ کیا ، آپ نے فرمایا اگرچہ پرانی قبر کو مسمار کرنا از روئے شرع جائز ہے لیکن ہمارے اس فتویٰ سے لوگ مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ مذہبی جنون کی وجہ سے شاید یہ لوگ دار العلوم کو بھی فریق شمار کریں گے ۔ اس لیے اس انداز سے فتویٰ دیا جائے کہ قبر کے اوپر پل بنوا کر سڑک بنائی جائے ۔ دفعِ فساد کے لیے اس وقت قبر کے مسمار کرنے کا فتویٰ نہ لکھیں ــــ چنانچہ تلاش کرنے پر ”عالمگیری“ میں حضرت الشیخ ؒ کا یہ جزئیہ نکل آیا ــــ یوں آپ کے حسنِ تدبیر سے فتنہ و فساد کا خطرہ ٹل گیا ۔ اور قبر جب پُل کے نیچے آگئی تو اس سے لوگوں کا اعتقاد بھی طبعی طور پر متاثر ہو کر شرکیہ عقائد سے بچ گئے

دیگر فقہی مکاتب کے بارے میں آپ کی رائے

فقہ حنفی پر سختی سے پابندی کے باوجود آپ کی طبیعت میں تعصب کا نام و نشان بھی نہیں تھا ۔ آپ دورانِ درس دوسرے ائمہ کے تذکرہ میں ادب و احترام کا وہی لب و لہجہ اختیار کرتے جو سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان فرماتے ۔

مزاج میں انصاف پسندی اس درجہ غالب تھی کہ فقہی مباحث میں غلو کر کے دوسرے ائمہ کی تحقیر و تنقیص کو گمراہی اور جرم سمجھتے اور لوگوں کو بھی اس سے اجتناب کا حکم فرماتے ــــ ایک موقع پر تصوف کے سلسلوں کے بارے میں ایک سائل کے جواب میں فرمایا : ۔

> ”سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ چشتیہ ایک ہی تالاب کی دو مختلف نہریں ہیں ، دونوں کا مرکز اور مخزن ایک ہے ، پانی ایک ہے صرف راستے جدا جدا ہیں ۔ دوسرے سلاسل تصوف اور مختلف فقہی مذاہب کا بھی یہی حال ہے ۔ ۔ حنفیت ، شافعیت ، حنبلیت اور مالکیت یہ سب ایک ہی تالاب کی متعدد اور مختلف نہریں ہیں ، علوم نبوت کے تالاب سے سب کو پانی پہنچتا ہے ، سب اسی ایک پانی سے دُنیا کی سیرابی کرتے ہیں صرف راستے جدا ہیں مقصد بھی ایک ہے ، بعض لوگ دانستہ طور پر تصوف کے ان سلسلوں اور فقہی مذاہب کو فرقہ واریت پر حمل کر کے دُنیا کو گمراہ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں ، مسلمانوں کو ایسے

(باقی صـ۳۸۳ پر)

بقیہ صـ۳۸۴ ۔۔ درس حدیث کیلئے ماہئ بے آب کی طرح بیتاب رہتے تھے

محترم المقام کمانڈینٹ آفیسر صاحب جی ۔ ایچ ۔ کیو ۲۲ ایس ٹی بی
این اے ۔ ایس سی پشاور کینٹ !

اسلام علیکم ! بحوالہ آپ کی چٹھی نمبر ۷/۴ محررہ ۷/۹/۴ ہم گذارش ہے کہ حامل عریضہ ہذا مولوی محمد اکبر ولد سید شاہ دار العلوم کا سند یافتہ ہے اور اُردو کی تعلیم مڈل تک ہے موصوف کی علمی اور اخلاقی قابلیت قابلِ تحسین ہے اُمید ہے کہ آپ ان کو مجوزہ آسامی پر تعین فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے ۔

والسلام

بندہ عبد الحق عفرلہ ، مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

لیکن پھر ان دنوں نیرنگی قدرت کہ حضرت شیخ الحدیث سے مشاورت کے بعد مجھے بیرونِ ملک جانا ہوا اور الحمد للہ کہ اس میں بڑی خیر و برکت محسوس ہوئی ۔

حضرت ؒ کے ساتھ آخری بار ملاقات خیبر ہسپتال میں ہوئی تھی ۔ جب کہ بندہ ملاقات کے لیے دار العلوم آیا تھا ۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا ۔ کہ آپ پشاور زیرِ علاج ہیں ۔ پھر واپس ہسپتال آکر شرفِ ملاقات حاصل کیا ۔

بڑی خوشی ہوئی اس ملاقات سے

کیونکہ ایک مرتبہ یہاں ابوظبی ہی میں بندہ کے دل میں انقباض کی صورت پیدا ہوئی تھی اور دل میں ہیجان جیسا پیدا ہوا تھا ۔ تو پھر حضرت ؒ کے خدمتِ عالی میں اسی وقت ایک خط بھی روانہ کیا ۔ اور اللہ کے حضور دعا بھی کی ۔ کہ زندگی میں حضرت ؒ سے بھی ملاقات کے شرف سے نوازا جاؤں اور کریم پروردگار نے وہ دعا قبول فرمائی ۔

آج اطرافِ عالم میں گلشنِ حقانیہ کے پھول بکھرے ہوئے ہیں ۔ جن کی خوشبوؤں سے طالبانِ دینِ حق اپنی ارواح معطر کر رہے ہیں ۔ اور ان کی انوار اور برکات سے انشاء اللہ حضرت الشیخ تا قیامت سرشار ہوں گے ۔

اور آپ کی تعلیمات ۔ نصائح ، اخلاق و سیرت قومی اور علمی خدمات کی وجہ سے آپ کا نام قیامت تک حیات اور درخشندہ رہے گا ۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب (بنوں)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث کا آنکھوں دیکھا حال

استخارہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں اللہ کے فضل وکرم سے بڑے بڑے دینی مدارس قائم ہو چکے ہیں تقریباً پاکستان کی صوبائی سطح پر ہر ضلع میں دورۂ حدیث ہے۔ میں نے استخارہ کیا کہ دورۂ حدیث کے لیے کونسی جگہ مناسب ہے۔ ایک دن خواب میں دارالعلوم حقانیہ کے بانی و شیخ الحدیث العارف باللہ المجاہد فی سبیل اللہ المؤید من اللہ انوار مدنی کے مظہر استاذ المکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے سامنے نسائی شریف شروع کی۔ اس کے بعد دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ کسی بڑی شخصیت کے مناقب لکھنے کے لیے بڑا ہونا ضروری نہیں ہے ۲۳/ شوال ۱۰۴۱ھ کو حضرت اقدس نے درس کا افتتاح فرمایا۔

سب سے پہلے امام انقلاب سید مدنی رحمۃ اللہ والا خطبہ تلاوت فرمایا۔ اس کے بعد ترمذی شریف کی سند بیان فرمائی حضرتؒ کا درس کیا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا اندازِ بیان سے باہر ہے۔ حضرتؒ کے دورۂ حدیث کی بہار دنیا نے دیکھی اس کا اندازہ وہ لگا سکتے ہیں جن کی پوری نظر شروحات حدیث پر مرکوز ہو۔ خاص کر درسِ حدیث میں مشکل کام متطبیق حدیث ائمہ کا اختلاف، ترجیح مذہب، جرح وتعدیل لغات حدیث، مشکل سے مشکل جگہ جہاں حدیث میں آجاتی ہے۔ یہ اللہ کا بندہ یونہی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ شروحاتِ حدیث سامنے پڑی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ کئی سال سے مطالعہ کرنے سے قاصر ہیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں :۔ آج کل جو کچھ کتابی شکل میں نظر آرہا ہے۔ پہلے یہ سارا سینوں میں محفوظ تھا۔ اس لیے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں لکھتے ہیں "نظر کو بلند تر کیجیے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو۔ اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ اہتمام نہ کیا ہوگا۔ آج جب کہ موجودہ نسل نے اپنی قوتِ حافظہ کو معطل کر کے اسے بے کار اور مضمحل بنا دیا ہے اور مطابع کے عالم وجود میں آجانے کے باعث جو علم کہ اگلے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ حفظ حدیث کے واقعات کو کتنا ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے۔ مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علم سینہ بہ از علم سفینہ پر صحیح معنوں میں عمل درآمد تھا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اذالم تری الھلال
فسلم لاناس رواہ بالابصار

چنانچہ محدث شہیر عارف کبیر شیخ ابن ابی جمرہؒ نے منتخب بخاری پر جو شرح بہجۃ النفوس کے نام سے لکھی ہے اس کے صفحہ ۲۵ تا ۲۸ میں جو بحث ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

غالباً عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جہاں صالحین کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ انشاء اللہ العزیز ہمارے حضرت ایسے ہی لوگوں میں ہیں۔ جن کے ذکر میں خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ جس قدر عظیم الشان کارنامے کسی شخصیت سے ظہور میں آئیں گے اسی قدر وہ دنیا میں ممتاز، موقر اور معظم ہوگا۔ اور اس کی یاد استفادہ کرنے والوں کے دلوں میں باقی رہے گی۔

امام ابو حنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام رازیؒ، امام غزالیؒ۔ ابن عربیؒ۔ ابن خلدونؒ۔ مجدد الف ثانیؒ۔ شاہ ولی اللہؒ شاہ عبدالعزیز برادر مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام اپنے مقدس اور اعلیٰ نصب العین کارہائے نمایاں اور باقیات صالحات کی وجہ سے آج تک تاریخ کے اوراق میں سنہری الفاظ سے لکھے ہوئے ہیں۔ آخری دور میں یا اس سے پہلے علماء ربانی میں مولانا سید احمد شہید۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ امام العصر حضرت کشمیری صاحب۔ مولانا عبید اللہ سندھی جنگِ آزادی کا آفتاب مولانا حسین احمد مدنی۔ حضرت لاہوری اور سید الملت سلیمان ندوی اپنے چمنستان علم وفضل میں گلہائے رنگارنگ کے ایسی بہاریں چھوڑی ہیں جن سے تاقیامت مسلمانانِ عالم کے دل ودماغ معطر رہیں گے۔

ان باقیات صالحات کے برعکس کتنے ہی دیدہ ور علماء اس دنیا میں آئے ہیں جن کے کارہائے نمایاں کی یادگاریں نہ کسی تاریخ میں درج ہیں اور نہ کسی تصنیف کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور وہ گم نامی کے گوشوں میں بے نام ونشان ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے بقائے دوام کے لیے یہ ناگزیر ہے۔ کہ کسی باعظمت شخصیت کے لیے اس کی عظیم یادگاریں باقی ہوں تاکہ آئندہ نسلیں اپنی ان باعظمت شخصیتوں سے واقف اور ان کی تعلیمات اپنے اخلاف کے لیے مشعلِ راہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے۔ حضرت سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور یہی چیز حضرت کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی نسبت سے ملی ہے۔ حضرت مدنی کے بارے میں اس وقت عالم اسلام میں علم اور روحانیت کے سرتاج مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ انسان کے اندر دو چیزیں ایسی ہیں۔ جو بہت مجاہدہ اور محنت سے

انسان سے نکلتی ہیں۔ آج کل دنیا میں سارا چکر اسی بات پر ہو رہا ہے۔ اچھے اچھے لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں۔ وہ ہے حب جاہ و مال اور حضرت مدنی میں ابتدا سے یہ باتیں نہیں تھیں۔ یہی ہمارے حضرت کا حال ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے آج دارالعلوم حقانیہ جنگل میں منگل بنا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں صوبہ سرحد کے شاہ ولی اللہ عارف باللہ حضرت عوز غشتوی نے فرمایا تھا (میرے بعد میری دعاؤں کی تعبیر) یہ بہت بڑے ولی اللہ کی شہادت ہے جو حضرت کے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا جملہ ہے اور اسی طرح علوم قاسمی کے امین حکیم الاسلام حضرت العلام قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے دارالعلوم کو دیوبند پاکستان کا نام دیا تھا۔ اور ساتھ ہی حضرت کے بارے میں حضرت حکیم الاسلام کا وہ جملہ آج بھی سامعین کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ کہ رئیس المخلصین حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی جدائی پر دیوبند آج بھی نالاں ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ قدرت کی عجیب شان ہے بڑے بڑے محدث آخر میں بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً امام ترمذی۔ حضرت گنگوہی صاحب جو علماء حضرات سے مخفی نہیں ہیں۔ اس پر مستقل کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ لیکن کمال یہ ہے کہ حضرت امراض کثیرہ اور ضعف بصارت کے باوجود روزانہ بلاناغہ ترمذی شریف پڑھانے کے لیے تشریف لاتے ہیں حضرت جب دو آدمیوں کے سہارے دارالحدیث کے وسیع ہال میں داخل ہوتے ہیں۔ بیک زبان طلباء کی زبان سے یہ نکلتا ہے مولانا صاحب آگئے۔ یہ لفظ مولانا حضرت کے لیے بولا جاتا ہے۔ آج نہیں بلکہ دارالعلوم کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ مولانا سے مراد طلباء کا ذہن فوراً ہی حضرت شیخ الحدیث کی طرف جاتا ہے۔

علمی دنیا میں ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی نقطہ مدنی برادری والے جانتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی چار دیواری میں حضرت مدنیؒ مولانا صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ اور دوسرے لوگ حضرت کو شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حضرت کے اصلی علوم و معارف مدنی علوم کا جو منبع ہیں وہ حضرت کی غیر مطبوعہ تقریرات ہیں۔ جس پر مخدوم زادہ استاذنا المحترم مولانا سمیع الحق صاحب کی سرپرستی میں برادرم مولانا عبدالقیوم حقانی کام کر رہے ہیں اور ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ الحمد للہ کہ ابواب اطہارۃ مکمل ہو کر چھپ گئی ہے باقاعدہ سنتے رہے۔ اللہ کرے حضرت کی زندگی میں یہ طبع ہو کر شائع ہو جائے۔ انک علی کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر

حضرتؒ کی علم حدیث پر جو نظر ہے وہ کسی عالم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ایک دن میں نے ایک لفظ حدیث کسی کتاب کے حاشیے پر دیکھا جو بُرَۃٌ لکھا ہوا تھا۔ تو اس لفظ کے متعلق میں نے کئی علماء سے پوچھا۔ لیکن کسی سے جواب نہیں ملا۔ لیکن حضرت چونکہ طلباء پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ لہٰذا میں نے حضرت کی شفقت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

حضرت نے فوراً فرمایا یہ حدیث ہے مسند امام اعظم کتاب النکاح ابو حنیفہ عن حمادٍ قال اخبرنی شیخ الی المدینہ الیٰ آخر السند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تزوجت قال لا، قال لا تزوجن خمسًا قال ماھن قال شَہْبَرَۃٌ ولا لہبرۃٌ ولا ھبدرۃٌ ولا لفوتًا قال الراوی لا اعراف شیئًا مما قلت الیٰ آخر الحدیث

حضرت نے اس کا حوالہ دیا اور ساتھ ہی فرمایا۔ دیوبند میں یہ کتاب میں نے دیکھی تھی چالیس سال کے بعد حوالہ صحیح نکلا۔ بعینہ عبارت کتاب میں موجود تھی میں نے دیکھی یہ ایک مثال ہے۔ ایک نہیں ہزاروں مثالیں ایسی ہیں جو حضرت سبق میں روزانہ یاد فرماتے ہیں۔ مثلاً شمائل ترمذی میں حدیث ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (یحب الحلوا العسل) جو چیز نظر میں اچھی نظر آئے اور دوسری چیز میٹھی ہو تو ان دونوں میں باب کا فرق کرنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن حضرتؒ نے فرمایا حلا فی الفم حلی فی العین یہ ہے عبارت :

بقیہ صفحہ ۳۸۱ :- مولانا عبدالحقؒ ایک عظیم فقیہ

لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ (صحبتے با اہل حق ص۱۷۰)

آپ کے فقہی مآثر

یوں تو آپ کے بیشمار شاگرد افتاء وقضا کی ذمہ داریاں نباہ رہے ہیں لیکن تحریری طور پر "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" دعوات حق، حقائق السنن، اور ملفوظات میں بے شمار فقہی جزئیات کے نمونے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں اہم قومی اور دینی مسائل میں وقتاً فوقتاً آپ کے ارشادات اقوال و فرمودات اور مشورہ فقہی مآثر شمار ہوتے ہیں۔

خدا کی عظمت تیری شریعت، نبی کی حرمت تیری طریقت
عظیم دولت ہے تیری دولت، نہ تخت تیرا نہ تاج تیرا
رہا ہے گفتار کا بھی غازی، رہا ہے کردار کا بھی غازی
یہی تو ہے وجہ سرفرازی، وطن میں شہرہ ہے آج تیرا

استاذ العلماء محدث کبیر مجاہد عظیم شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ

درس حدیث کیلئے ماہی بے آب کی طرح بیتاب رہتے تھے

حضرۃ مولانا محمد اکبر حقانی مد ظلہ — العین، ابوظبی

بندہ ناچیز اس قابل کہاں کہ وہ حضرت شیخ الحدیث کے بارے میں کچھ قلمبند کرے۔ حضرت کی شخصیت کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ وہ تو "آفتاب است دلیل آفتاب" کے مثل ہیں۔ علم و عمل کے پیکر مجسم تواضع و انکسار مشفق و مہربان ہستی۔ مجاہدین افغانستان کے سرپرست ایوانِ اسمبلی میں صدائے حق بلند کرنے والے پاکستان میں نفاذ شریعت کے قائد و سالار۔ دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فرزند استاذی و استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیثؒ نور اللہ مرقدہٗ کو رب کائنات نے ایک جامع صفات شخصیت عطا فرمائی تھی۔ اس لیے احباب و متعلقین۔ عقیدت مندوں تلامذہ کے علاوہ کوئی بھی شاذ و نادر ایسے افراد ہوں۔ جو حضرت کے شیدائی اور گرویدہ نہ ہوں اور آپ کے فراق پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور ان کی آنکھیں آبدیدہ نہ ہوں۔ گویا حضرتؒ کو اللہ کریم نے اپنے اس قول کا مصداق بنایا ہے

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لهم الرحمٰن ودا ؕ

جیسا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بخاری و مسلم شریف کے حوالے سے بروایت حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ خداوند قدوس جل شانہٗ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیلؑ کو فرماتے ہیں کہ میں فلاں شخص کے ساتھ محبت کرتا ہوں تم بھی ان سے محبت کرو۔ تو جبرئیلؑ سارے آسمانوں میں اس کی منادی کرتے ہیں۔ اور سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے تو زمین والے بھی سب خدا کے اس محبوب بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور حضرت شیخؒ کی مخلصانہ اور مشفقانہ کوششوں کی برکت اور نتیجہ ہے کہ بظاہر ایک پسماندہ علاقہ میں دیوبند کے سرچشمۂ فیض کی ایک نہر دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں جاری ہے، اور آج گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک زادہا اللہ شرفاً تشنگان علوم کا مرغزار بنا ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے بعد ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی ہے۔

> **دارالعلوم حقانیہ جنوبی ایشیا میں**
> **دارالعلوم دیوبند کے بعد عظیم**
> **اسلامی یونیورسٹی ہے**

قبل ازیں تعزیتی خط میں بھی لکھ چکا ہوں کہ حضرت اپنے روحانی اولاد ابنائے حقانیہ پر کتنے مہربان اور شفیق تھے کہ اکثر والدین کا اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ بھی اتنی ہمدردی اور شفقت نہ ہوگی۔ ۱۹۷۰ء کے سخت گرمی کے ایام تھے اور حضرتؒ کی آنکھ کا آپریشن ہوا تھا ڈاکٹروں نے سختی سے کتب بینی و مطالعہ اور درس و تدریس سے منع فرمایا تھا، مگر ماہی کا بغیر آب کے گزر کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کی تو ساری راحتیں اور سکون گویا علومِ نبوت کے تدریس اور مسند حدیث پر جلوہ افروز ہونے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ لہٰذا ڈاکٹروں کے منع کے باوجود اور اپنی صحت کی پروا کیے بغیر دارالحدیث تشریف لے گئے اور مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو کر تشنگان علوم نبوت کے پیاس کو بجھا کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ پھر شرکاء دورہ حدیث کے باہمی مشورہ کے بعد ہم دولت کدہ کے ساتھ ملحقہ مسجد (پرانا دارالعلوم) آیا کرتے تھے۔ کہ حضرت کو اسی حالت اور گرمی میں تکلیف کی بجائے ایسا کرنا چاہیئے تھا۔ چند روز تو اس پر عمل ہوا۔ مگر سراپا خلوص اور شفقت کے اس پیکر نے اپنی روحانی اولاد کو اتنی سی تکلیف دینا بھی گوارا نہیں کیا۔ اور پھر ہمیں وہاں آنے سے منع فرمایا۔ اور خود تشریف لانے لگے۔ لیکن رحمان و رحیم ذات نے اپنے عبدِ حق کی غیبی امداد فرمائی۔ اور غالباً نوشہرہ کے ایک معتقد نے اپنی کار خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ اور تا صحت یابی بذریعہ اُس کار حضرتؒ دارالعلوم تشریف لایا کرتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے علاوہ جناب شیخؒ کو ابنائے حقانیہ معاشی حالات کا بھی فکر تھا۔ ایک مرتبہ ملاقات کی غرض سے جب میں گاؤں سے حاضرِ خدمت ہوا۔ روزگار کے بارے میں پوچھا۔ بندہ نے اپنا حال احوال پیشِ خدمت عرض کیا۔ تو حضرت اسی وقت مولانا سلطان محمود صاحب ناظم مرحوم کو بلا کر ایک عریضہ لکھنے کو کہا۔ پشاور کینٹ جی۔ ایچ۔ کیو کو جہاں سے ایک خطیب کی طلب ہوئی تھی۔ میری تعیناتی کے متعلق بطور سفارش۔ جو لے جاتے ہی منظور کی گئی۔ چنانچہ اس مراسلہ کی فوٹو کاپی بندہ نے اپنے ساتھ بطورِ اعزاز محفوظ رکھا۔ اور اپنی ڈائری میں تاحال موجود ہے۔ وہ بھی حاضرِ خدمت ہے۔

(باقی ص۳۸۱ پر)

شجرہ مبارکہ حقانیہ حسینیہ رشیدیہ صابریہ قدس اللہ اسرارہم

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے تلمیذ خاص اور شاگرد رشید اور مرید با اختصاص تھے حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کی طرح حضرت قبلہ حاجی صاحب ترنگزئی اور حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ نے بھی آپ کو خلافت و اجازت بیعت سے نوازا تھا ذیل میں صرف مشائخ چشتیہ کا شجرہ جو حضرت شیخ الاسلام مدنی کے توسط سے ہے درج ہے شائع کیا جا رہا ہے کہ خود حضرت کے معمول میں بھی یہی شجرہ رہا کرتا تھا۔

نمبر شمار	نام	مسقط راس مع سن ولادت	سن وفات	مقام دفن
۱	اللھم بجاہ شیخنا و شیخ المسلمین مولانا عبدالحق شیخ الحدیث الحقانی قدس اللہ سرہٗ	بمقام اکوڑہ خٹک ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء	۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۸ء	مقبرہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۲	بجاہ قطب العالم سیدنا و مرشدنا مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز	بمقام بانگرمئو ضلع اناؤ ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ، ۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی رات بوقت ۱۱ بجے	۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ، ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء	مقبرہ دارالعلوم دیوبند، مقبرہ قاسمی
۳	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور صوبہ یو۔ پی ولادت ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ بوقت شب	بروز جمعہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یو۔ پی
۴	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا الحاج الحافظ الشیخ امداد اللہ المہاجر قدس اللہ سرہٗ العزیز	تھانہ بھون ضلع مظفرنگر صوبہ یوپی	۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ	مکہ معظمہ
۵	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا نور محمد الجھنجھانوی قدس اللہ سرہٗ العزیز	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر " " ولادت ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء	۴ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر صوبہ یو۔ پی
۶	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا عبدالرحیم الشہید قدس اللہ سرہٗ العزیز	افغانستان	۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ	پنچتار ملک ولایت صوبہ سرحد
۷	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا عبد الباری الامروہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد صوبہ یو۔پی	۶ محرم ۱۲۲۶ھ	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد صوبہ یو۔پی
۸	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا عبدالہادی الامروہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز	" " " " " "	یوم جمعہ ۴ رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ	" " " " " "
۹	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا عضد الدین الامروہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز	" " " " " "	۲۷ رجب المرجب ۱۲۷۲ھ	" " " " " "
۱۰	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا الشیخ محمدن المکی قدس اللہ سرہٗ العزیز	مکہ معظمہ	۱۱ رجب المرجب ۱۲۷۲ھ	" " " " " "
۱۱	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا الشاہ محمدی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد صوبہ یو۔پی	۳ رجب المرجب ۱۲۷۲ھ	اکبرآباد موتی کٹرہ " " "
۱۲	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا محب اللہ الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز	وطن ولادت صدرپور وطن قیام الہ آباد	۹ رجب ۱۱۸۵ھ	الہ آباد " "
۱۳	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی سعید الگنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یو۔پی	۱۱۴۰ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور " "
۱۴	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا نظام الدین البلخی قدس اللہ سرہٗ العزیز	تھانیسر ضلع کرنال صوبہ پنجاب	۸ یا ۲۴ رجب ۱۰۳۵ھ	بلخ
۱۵	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا جلال الدین التھانیسری قدس اللہ سرہٗ العزیز	مسکن آپکا تھانیسر " "	۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانیسر ضلع کرنال، صوبہ پنجاب
۱۶	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا قطب العالم شیخ عبدالقدوس الگنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز	ولادت ۸۹۴ھ قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی	یوم سہ شنبہ ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۰ھ یا ۹۲۵ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یوپی
۱۷	دبجاہ شیخ المشائخ سیدنا محمدن الردولی قدس اللہ سرہٗ العزیز	ولادت ۸۹۱ھ قصبہ ردولی ضلع بارہ بنکی صوبہ یو۔پی	۱۷ صفر ۸۹۸ھ	ردولی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی

۱۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا احمد العارف الرودلی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ رودلی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی	۱۷؍ صفر ۸۷۲ھ	رودلی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی
۱۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا شیخ عبدالحق الرودلی قدس اللہ سرہٗ العزیز	〃 〃 〃 〃 〃	۱۵؍ جمادی الثانی ۸۳۷ھ	〃 〃 〃 〃
۲۰	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا جلال الدین کبیر الاولیاء الفانی فتی قدس اللہ سرہٗ العزیز	پانی پت ضلع کرنال صوبہ پنجاب	۵؍ ذی قعدہ یا ۱۳؍ ربیع الاول ۷۶۵ھ	پانی پت ضلع کرنال۔ صوبہ پنجاب
۲۱	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا شمس الدین الترک الفانی فتی قدس اللہ سرہٗ العزیز	ترکستان	۹؍ شعبان یا ۱۰؍ جمادی الثانی ۷۱۶ھ	〃 〃 〃
۲۲	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا علاؤ الدین علی احمد الصابر قدس اللہ سرہٗ العزیز	اجودھن غالباً۔ ولادت ۱۹؍ ربیع الاول ۵۹۲ھ، شب پنجشنبہ	۱۳؍ ربیع الاول ۶۹۰ھ	پیران کلیر شریف ضلع سہارنپور یو۔ پی
۲۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا فرید الدین شکر گنج الاجودھنی قدس اللہ سرہٗ العزیز	ملتان ولادت غرہ رمضان المبارک ۵۶۹ھ	۵؍ محرم ۶۶۸ھ یا ۹ھ، ۷ھ یا ۹۰ھ	پاک پٹن شریف
۲۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا قطب الدین بختیار الکاکی قدس اللہ سرہٗ العزیز	اوش توابع فرغانہ ولادت شب دوشنبہ ۵۸۲ھ	۲۴؍ یا ۱۴؍ ربیع اول ۶۶۳ھ	دہلی۔ مہرولی شریف
۲۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا مرکز الطریقہ معین الدین حسن السنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز	سنجرستان۔ یا سیستان	۶؍ رجب المرجب ۶۳۲ھ اس میں اختلاف بہت ہے	اجمیر شریف
۲۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا الشیخ عثمان الہارونی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ ہارون توابع خراسان	۵؍ شوال ۶۳۲ھ یا ۶۱۷ھ یا ۵۹۷ھ	مکہ شریف متصل مکان شریف صاحب
۲۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا الحاج السید الشریف الزندنی قدس اللہ سرہٗ العزیز	زندانہ توابع بخارا	۳؍ رجب ۶۲۱ھ	زندانہ بلاد بخارا
۲۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا مودود الچشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز	چشت ولادت ۴۳۰ھ بعہد خلافت القائم باللہ	۵۷۷ھ یا ۵۲۷ھ	چشت
۲۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی یوسف الچشتی، قدس اللہ سرہٗ العزیز	چشت۔ ولادت ۳۷۵ھ	یکم جمادی الاول ۴۰۰ھ	〃
۳۰	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی محمد المحترم الچشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز	چشت ولادت محرم شب عاشورہ ۳۳۱ھ	۴؍ ربیع الاول ۴۱۱ھ	〃
۳۱	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی احمد الابدال الچشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز	چشت ولادت ۲۶۰ھ	غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ بعہد خلافت المطیع باللہ	〃
۳۲	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی اسحٰق الشامی قدس اللہ سرہٗ العزیز	شام	۱۴؍ جمادی الاول یا آخر ۳۲۹ھ	عکہ از بلاد شام
۳۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ممشاد علو الدینوری قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ دینور شہر ماجنبل سے ہے نزدیک قرمیسین	۱۴؍ محرم الحرام ۲۹۹ھ بعہد خلافت المقتدر باللہ	قصبہ دینور
۳۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا ابی ہبیرۃ البصری قدس اللہ سرہٗ العزیز	بصرہ، ولادت ۱۶۷ھ	۷؍ شوال ۲۷۵ھ	بصرہ
۳۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا حذیفۃ المرعشی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ مرعش ملک شام نواح دمشق	۱۴؍ یا ۲۴؍ شوال ۲۵۲ھ بعہد خلافت المستعین باللہ	بصرہ نزد بعض
۳۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا السلطان ابراہیم بن ادہم البلخی قدس اللہ سرہٗ العزیز	اصل آپ کی بلخ سے ہے	یکم شوال ۱۸۷ھ یا ۱۶۲ھ	در شام علی الاصح
۳۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہٗ العزیز	سمرقند	محرم ۱۷۷ھ	مکہ معظمہ گورستان جنت المعلیٰ
۳۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہٗ العزیز	مدینہ منورہ	۲۷؍ صفر ۱۷۶ھ یا ۱۷۸ھ	بصرہ
۳۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیدنا امام الاولیاء الخواجہ حسن البصری قدس اللہ سرہٗ العزیز	〃	یکم رجب یا ۴؍ محرم ۱۱۰ھ اس میں اختلاف بہت ہے۔	〃
۴۰	وبجاہ امیر المؤمنین باب مدینۃ العلم سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ	مکہ معظمہ، ولادت ۱۳؍ رجب بروز جمعہ واقعہ فیل سے ۳۰ سال بعد	۲۱؍ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف غالباً
۴۱	وبجاہ سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم طہر قلبی عما سواک ونورہ بانوار معرفتک وعشقک ووفقنی لما تحبہ وترضاہ وارض عنی فی الدنیا والاخرۃ یا کریم،	مکہ معظمہ بروز دوشنبہ ۹؍ ربیع الاول سال فیل مطابق ۴ حکومت کسریٰ	دوشنبہ ۹؍ یا ۱۲؍ ربیع الاول ۱۱ھ بوقت دوپہر	مدینہ منورہ زادہ اللہ نورہا

سند الفراغ من المدرسة العالية الاسلامية الديوبنديه

نمـــ ۱۸۱۵

الحمد لله الذی اعز العلم فی الاعصار ونصر حزبه وجنده الاخیار وانجز وعده برفع درجاتهم فی دار القرار وجعلهم عمائد الاسلام وخزائن الاسرار وخذل من خالفهم من الجهلاء الاشرار والصلوٰة والسلام علی من اوتی الحکمة وفصل الخطاب وبعث معلمًا للامة مقاصد الوحی والکتاب وعلی آله واصحابه الذین بذلوا جهدهم فی تبلیغ الاحکام وبینوا الحلال والحرام رضی الله عنهم وعلی من تبعهم بالاحسان وسائر الائمة سیما ابی حنیفة النعمان۔

اما بعد فان الاخ الصالح البار المولوی عبد الحق ابن الحاج معروف گل المتوطن اکوڑه من مضافات پشاور قد دخل هذه المدرسة العربیة الاسلامیة الدیوبندیة التی هی مرکز العلوم الدینیة ومدارها ومنها تتفجّر انهارها لثانی عشر من شوال المکرم سنة سبع واربعین بعد الف وثلثمأة من الهجرة النبویه علی صاحبها الف الف تحیه فقرأ من علم التفسیر الجلالین والبیضاوی ومن علم الحدیث الصحیحان للامامین الهمامین البخاری ومسلم وسنن ابی داؤد والنسائی وابن ماجه والجامع للامام الترمذی والشمائل له والمؤطان للامامین القدوتین مالک ومحمد وشرح معانی الآثار للامام الطحاوی رحمهم الله ومشکوٰة المصابیح وشرح نخبة الفکر ومن علم الفقه واصوله المجلد الاخیر من الهدایه ومختصر الحسامی والتوضیح والتلویح ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والکلام شرح العقائد الجلالی والامور العامة ومن علم الفرائض السّراجی ومن علم المعانی والبیان تلخیص المفتاح ومختصر المعانی ومن علم المناظره الرشیدیه ومن علم المعقول والفلسفة شرح سلم العلوم لمولانا القاضی وشرح الاشارات وصدرا والشمس البازغه ومن علم القراءة رتل القرآن ترتیلا وبقی عدة ماقرأ علی طریقة حسنة رضی عنه الاساتذه وارکان المدرسة وهو عندنا سلیم الطبع جید الفهم مرضی السیرة محمود السریرة وله مناسبة بالعلوم تامة یقدر بها علی التدریس والافادة ان شاء الله تعالیٰ والآن لما طلب منا الاجازه اجزناه وکتبنا له هذه الورقه لتکون سندًا وتذکرة عند مس الحاجة ونوصیه (وبالله التوفیق) ان یتقی الله سرًّا وعلانیةً ویتبع السنة السنیة مشتغلا بنشر الاحکام الشرعیة مکبًا علی مطالعة کتب الدرسیة مجدًّا فی ترویج العلوم الدینیة وان یکون مقتفیًا لآثار السلف الصالحین مجتنبًا عما احدثته المبتدعة من الاختراع فی الدین عاضًا بنواجذه علی ما مضیٰ علیه القرون المشهود لها بالخیر من الصحابة والتابعین والائمة المجتهدین وان لاینسانا فی دعواته الصالحة والله الموفق والمعین وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین. وکان ذالک لثلاث وعشرین من محرم الحرام سنة الف وثلثمأة واثنین وخمسین من الهجرة النبویة صلی الله علیه وسلم۔

امضاءات الاراکین ______________ والمدرسین

محمد طیّب مهتمم دارالعلوم دیوبند ___ ننگ اسلاف حسین احمد غفرله ___ محمد اعزاز علی غفرله

بنده اصغر حسین ___ محمد رسول خان عفا الله عنه ___ عبد السمیع عفی عنه ___

بنده محمد شفیع غفرله ___ احقر عتیق الرحمٰن غفرله یکم صفر سنہ ۵۲ھ [1]

محمد طاهر ابن احمد القاسمی کان له ___ بنده محمد ابراهیم عفی عنه ___ ریاض الدین ___

اصغر علی ______

---

[1] ایک دستخط نہیں پڑھا جاسکا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti
PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

تقدس و عظمت اور قدرِ جوہر

اکابر علماء اور زعماء ملّت

کے

تاثرات اور تبرکات

حضرت شیخ الحدیثؒ

(حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

مخزنِ علم و عمل زہد و تقویٰ شیخ الحدیثؒ   معدنِ لطف و کرم حلم و حیا شیخ الحدیثؒ
رونقِ محراب و منبر نازشِ قوم و وطن   عکسِ عرفاں و یقیں وہ دلربا شیخ الحدیثؒ
جن کی شخصیت پہ ہے یوں ملّتِ بیضا کو ناز   وہ زعیمِ ملک و ملت مقتدا شیخ الحدیثؒ
عبدیت حقانیت ان کی جبیں سے آشکار   پیکرِ صبر و قناعت با وفا شیخ الحدیثؒ
خدمتِ دینِ متیں میں صرف کر دی زندگی   مرحبا اے خادمِ دینِ ہدیٰ شیخ الحدیثؒ
موجزن تھا جس کے دل میں دجلۂ عشقِ رسولؐ   مونسِ بیچارگاں درد آشنا شیخ الحدیثؒ
مشعلِ راہِ ہدایت تاجِ بزمِ قدسیاں   خوش خصال و خوش لباس و خوش لقا شیخ الحدیثؒ
نصف صدی تک روشنئ علم پھیلاتا رہا   دورِ ظلمت کے لیے نور و ضیا شیخ الحدیثؒ
ناشرِ توحید و سنت عارفِ رمزِ قرآں   زورِ باطل کے لیے شیرِ خدا شیخ الحدیثؒ
پیروئ سنتِ بیضا رہا جن کا لباس   وہ محبّ صادقِ خیر الوریٰ شیخ الحدیثؒ
عظمتِ اسلاف ان کی ہر ادا سے تھی عیاں   درحقیقت ہیں سراجِ اولیاء شیخ الحدیثؒ
حق شعار و حق نگہ حق آشنا حق گو ذکی   گوہرِ نایاب و درِّ بے بہا شیخ الحدیثؒ
چشمۂ فیضِ ہدیٰ و منبعِ جود و سخا   نیّرِ دیں صاحبِ صدق و صفا شیخ الحدیثؒ
جن سے راضی تھے ہمیشہ میہمانانِ رسولؐ   وہ شفیق و مہرباں لا انتہا شیخ الحدیثؒ
درسِ ترمذی بخاری میں تھے یکتا بے بدل   شاہِ ہفتِ اقلیمِ عرفاں پارسا شیخ الحدیثؒ
وہ مفسرِ حکمت و منطق میں ماہر وہ فقیہہ   اک خطیبِ بے نظیر و بے ریا شیخ الحدیثؒ
روز و شب تھا مشغلہ ان کا حدیثِ مصطفےٰ   ہے لقب ان کیلئے بالکل بجا شیخ الحدیثؒ
فقہ نعمانی میں کامل وہ طبیبِ دردِ دل   مرشد و عامل حکیم و رہنما شیخ الحدیثؒ
جن کے دم سے نام حق کی دھوم ایواں میں رہی   وہ شناسائے سیاست جانفزا شیخ الحدیثؒ
تشنگانِ علم کو ہے چشمۂ آبِ حیات   جامعہ حقانیہ جس پر فدا شیخ الحدیثؒ

چار سو عالم میں فانی جس کے شاگردوں کی دھوم
جس کے دم سے ہے جہاں میں شہرۂ دارالعلوم

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑوی

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ

۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کا عظیم الشان صد سالہ جشن انمٹ اثرات اور نقوش چھوڑ کر بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی یادگار میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے ”ارمغانِ اجلاس صد سالہ“ کے نام سے ستّر صفحات پر مشتمل ایک نظم لکھی جو اسی نام سے شائع ہو گئی ہے۔ اس نظم میں دارالعلوم دیوبند کو مخاطب بنا کر اس کی خصوصی برکات، اس کے مشاہیر سلف و خلف میں سے اسّی شخصیتوں کی خصوصیات اس کی مروجہ درسی غیر درسی کتب میں سے ایک سو چھ [۱۰۶] کتابوں کے اسماء و صفات، اس کے مسلکِ اعتدال کے امتیازات، اس کے اجلاس صد سالہ کے حالات اور غیر معمولی انتظامات، اس کے عالمگیر اور دُور رس اثرات، اس کے ذمہ دار منتظمین کے اسماء اور خدمات، ان کے حق میں ادعیہ و ترجیبات، اس کے معاونین کے حق میں تہنیات، دارالعلوم کے حق میں دعا و تبریکات اور اس کی ترقیات کی تمنیات اور مہمانوں کے حق میں نیک خواہشات وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ چند اہم شخصیات کے ضمن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بارہ میں آپ کے رشحاتِ فکریہ ہیں:۔ (ادارہ)

مولانا عبدالحق اکوڑوی، شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

سابق مدرس دارالعلوم دیوبند

ازاں ہم عبدِ حق[۳۹] یک شیخِ حاذق　　بدار العلم بود اُستاد سابق
بعلمِ حق ز حق آراستہ شُد　　با اخلاقِ کرم پیراستہ شُد
اکوڑہ شُد بہ پاکستان منوّر　　بہر لمحہ برائش علم یاور
چو نورش صورتِ محسوس بر بست　　ہموں دار العلوم حقانیہ گشت

(ارمغانِ اجلاس صد سالہ صفحہ ۳۷)

* * *

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ؒ

بنام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ

جولائی ۱۹۸۰ء کے رمضان المبارک میں عہد حاضر کی عظیم دینی و برگزیدہ علمی شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ؒ مہاجر مدنی نے رمضان المبارک میں قیامِ پاکستان کو ترجیح دی حضرت موصوف کی ساری زندگی دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد اور سب سے بڑھ کر حدیثِ رسول کریم ؐ کے درس و تدریس، ترجمانی و تشریح اور اشاعت و ترویج میں گذری وہ ہمارے سلسلۃ الذہب کی آخری سنہری کڑی ہیں۔ فیصل آباد میں قیام کے دوران ہزاروں علماء و مشائخ اور دینی درد سے سرشار رضائے الٰہی کے طلبگار مسلمانوں نے آپ کی صحبت و زیارت اور آپ سے استفادہ کی سعادت پائی۔ دارالعلوم حقانیہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ نے بوجہ علالت اپنی معذوری اور اشتیاق دید و لقاء کے ساتھ استدعاء دعوات کا پیغام حضرت کے ایک متوسل کے ہاتھ بھیجا جس کے جواب میں حضرت ؒ نے اپنے پرخلوص اور متبرک اور قابل صد افتخار ذاتی ہدیہ کے ساتھ حسب ذیل والا نامہ ارسال فرمایا جس سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے حضرت سہارنپوری کی محبت، شفقت، احترام اور نظر عنایت و تعلق خاطر کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔

المخدوم المکرم مولانا الحاج عبدالحق صاحب زاد مجدکم

سلام مسنون! آپ کا دستی گرامی نامہ پہنچا۔ امراض سے کلفت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و قوت عطاء فرمائے۔ یہ ناکارہ بھی بہت سے امراض کا شکار ہے۔ دس برس سے ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے۔ پیشاب پاخانہ دوسروں کے سہارے کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ ذیابیطس اور بہت سے امراض میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپکی دعا سے اس ناکارہ کو بھی صحت عطا فرمائے۔ کتاب دعوات حق (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے خطبات جمعہ و دیگر تقاریر کا مجموعہ) پہنچی۔ بہت اہتمام سے اسے سنا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے امت مسلمہ کو متمتع فرمائے۔ مولانا سلطان محمود صاحب کے لیے بھی دعائے صحت کرتا ہوں۔ آپ کے بچوں کیلئے بھی دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے نقش قدم پر چلائے اسی پرچہ کے ہمراہ مبلغ دو سو روپے ہدیہ ارسال خدمت ہے امید ہے قبول فرمائیں گے۔

۹ جولائی ۱۹۸۰ء فیصل آباد

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری بستی نظام الدین دہلی کی طرف سے بھی ایک سو روپیہ ذاتی ہدیہ ارسال ہے۔

جلالت قدر

۱۹۸۲ء میں ریحانۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سہارنپوری مہاجر مدنی کے سانحہ ارتحال پر قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے حضرت کے خاندان متوسلین کے علاوہ حضرت کے قریبی احباب و مخلصین اور معتمدین کو بھی تعزیت نامے بھیجے۔ داعی کبیر مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث کے تعزیت نامے کے جواب میں مولانا سمیع الحق کو خط لکھا مگر حضرت کی عظمت و جلالت قدر کے پیش نظر براہ راست انہیں خط کا جواب نہ لکھ سکے جو اعتراف عظمت کی واضح دلیل ہے قارئین بھی احترام اور عظمت علم کی اس روح پرور طرز ادا سے حظ راز حاصل کرلیں۔

مولانا ابوالحسن ندوی کا مکتوب گرامی

محب عزیز و گرامی مولانا سمیع الحق صاحب زادہ اللہ واعلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والد ماجد مخدوم محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کا تعزیت نامہ (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے سانحہ ارتحال پر) اس حقیر کے نام خط پہنچا۔ حضرت کو تو خط لکھنے اور شکریہ ادا کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ آپ سے بے تکلف ہوں اس لیے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس سے بڑی عزت حاصل ہوئی کہ حضرت والا نے حضرت شیخ کی تعزیت کا مجھے مستحق سمجھا۔ واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت کو مجھ سے بالکل سرپرستانہ و پدرانہ تعلق تھا اور ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ شاید مشکل سے دو ہی ایک افراد خاندان کو حاصل ہوگی۔ یہ حادثہ بقول حضرت کے پورے طبقہ اہل علم اور پورے عالم اسلام کے لیے صدمۂ عظیم ہے اور تم میں سے ہر ایک تعزیت کا مستحق ہے۔

الحمد للہ ایصال ثواب کا پورا اہتمام ہوا میری طرف سے آپ سب حضرات تعزیت قبول فرمائیں۔ عظیم اللہ اجرکم فی الفقید العظیم ووقاکم اللہ کل مکروہ۔ حضرت کی خدمت میں بہت بہت سلام

والسلام مع الاکرام

مخلص

ابوالحسن علی

۲۲ رجون ۱۹۸۲ء لکھنؤ

مکتوب مرغوب

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الجامعۃ الاسلامیہ دارالعلوم دیوبند (الہند)

برادر مکرم زید لطفہ

السلام علیکم

خدا کرے کہ آپ بہمہ وجوہ مع الخیر ہوں

ریڈیو پاکستان کے ذریعہ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبد الحق صاحب کی وفات کی خبر سے گہرا صدمہ ہوا، حضرت مولانا کو اور آپ کو دارالعلوم دیوبند سے فرزندگی اور وابستگی و عقیدت کا جو دیرینہ اور بے پناہ تعلق رہا ہے اور اسکی وجہ ہم خدامان دارالعلوم کو بھی مولانا رحمۃ اللہ اور آپ سے جو محبت رہی ہے، اس بنا پر یہ سانحہ اپنا گھریلو سانحہ معلوم ہوتا ہے، اور دل و دماغ پر اسکا بڑا اثر ہے

(حضرت مولانا ایک بلند پایہ محدث، زبردست عالم، مدرس، خطیب مصنف صاحب دل بزرگ اور ساتھ ہی عصر جدید اور اسکے تقاضوں سے بڑی آگہی رکھتے تھے وہ ہمارے علماء میں اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے ممتاز مقام کے حامل تھے۔ اپنے بزرگوں کی اس پیڑھی سے تعلق رکھتے تھے جنکے علم و فضل و تقویٰ پر ہمیں بجا طور پر ناز ہے۔ اور جنکی بصیرت و فراست، فکر و عمل، سیرت و سلوک، للہیت و اخلاص، ایمان و یقین و احتساب کی کیفیت، دین کا درد اور اپنے قول و عمل کے ذریعہ دعوت الی اللہ کا جوش جنوں ہمارے لئے مایۂ نازش و افتخار اور منارۂ نور ہے) اور جنکے یکے بعد دیگرے اٹھتے جانے اور اپنے بعد کسی بھی طرح سے نہ پر ہونے والا خلاء چھوڑ جانے کا غم ہمارے لیے جاں گسل ثابت ہو رہا ہے۔ افسوس کہ ہند و پاک بلکہ پورا برصغیر اب اپنے ان بزرگوں کے وجود سے محروم ہوتا جا رہا ہے جنکے نفس گرم کی تاثیر دینی کوششوں کیلئے رگ حیات تھی، اور جن سے پژمردہ و افسردہ دلوں کی آبیاری ہوتی تھی۔ لیکن موت سے کس کو رستگاری ہے؟

دعا ہے کہ خدائے کریم حضرت مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور دین و ملت کے اس مخلص خادم کو اپنی خاص رحمتوں سے نوازے۔ آپ کو اور جملہ افراد خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم دیوبند میں حضرت مرحوم کیلئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرایا جا رہا ہے خدام دارالعلوم کو شریک غم تصور فرمائیں اور دعوات صالحہ سے یاد فرماتے رہیں

والسلام مرغوب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق قدس سرہٗ

اسلاف کا نمونہ تھے

ان کی دُعاؤں کا، ان کی معاونت کا اور ان کی پیرانہ سالی میں جدوجہد کا بڑا سہارا تھا

بقیۃ السلف حافظ القرآن والحدیث حضرت العلامہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہٗ

* * *

خان پور: (چیف رپورٹر) جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے سربراہ شیخ الاسلام مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم العالی نے جمعیۃ علماءِ اسلام کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

اَب جینے کا مزہ نہیں رہا۔ تمام دوست رخصت ہو گئے ہیں۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مولانا مفتی محمود رحؒ بھی چلے گئے، مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی رحلت کر گئے، مولانا عبید اللہ انور رحؒ بھی داغِ مفارقت دے گئے، مولانا محمد شریف وٹو بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور اب مولانا عبد الحقؒ بھی اپنے مالک کے پاس چلے گئے۔ میں اب خود کو تنہا محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبد الحقؒ کے درجات بلند کرے وہ دینی تحریکوں کے لیے بہت بڑا سہارا تھے، علم کا منبع تھے۔ ان سے ایک دنیا نے دینی و علمی فیض پایا۔ وہ اسلاف کا نمونہ تھے۔ مولانا سمیع الحق اور ان کے دیگر صاحبزادگان اور شاگردان ہی نہیں پوری جمعیۃ علماءِ اسلام، مجاہدینِ افغانستان اور دینی کارکنوں کو مولانا عبد الحق کی رحلت سے دھچکا لگا ہے۔ ان کی دعاؤں کا، ان کی معاونت کا اور ان کی پیرانہ سالی میں جدوجہد کا بڑا سہارا تھا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔"

دریں اثنا جمعیۃ علماءِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے ناظم اعلیٰ اور مدرسہ مخزن العلوم خان پور کے نائب مہتمم مولانا حاجی مطیع الرحمٰن درخواستی، شیخ الاسلام درخواستی مدظلہٗ کا خصوصی پیغام لے کر اکوڑہ خٹک گئے اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق اور دیگر پسماندگان سے شیخ الحدیث کی رحلت پر شیخ الاسلام مدظلہٗ کی طرف سے اظہارِ تعزیت کیا۔

قدر جوہر

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز مدرس، جید عالم اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے نہایت ہی شفیق استاذ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسمیع کا ذکر بڑی محبت، بڑے احترام اور بڑی محبوبیت سے کیا کرتے تھے۔ "صحبتے با اہل حق" جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے مجلس ارشادات اور افادات کا مجموعہ ہے میں بار بار حضرت مولانا عبدالسمیع کا تذکرہ ملتا ہے اساتذہ اور دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام کو حضرت شیخ الحدیث سے کتنی محبت اعتماد، احترام اور وہاں کے تدریسی خدمات کے لیے آپ کی اہمیت کیا تھی ذیل میں حضرت مولانا عبدالسمیع مدظلہ کا خط نقل کیا رہا ہے جو حضرت شیخ الحدیث کے نام لکھا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتے گا اساتذہ اور اکابر علماء دیوبند و ارباب اہتمام کے حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے تاثرات کیا تھے۔ اور ان کو کس قدر جوہر شناسی اور قدر جوہر کا حظ وافر حاصل تھا۔

حضرت مولانا عبدالسمیعؒ صاحب دیوبندی

بنام: مولانا عبدالحق شیخ الحدیث

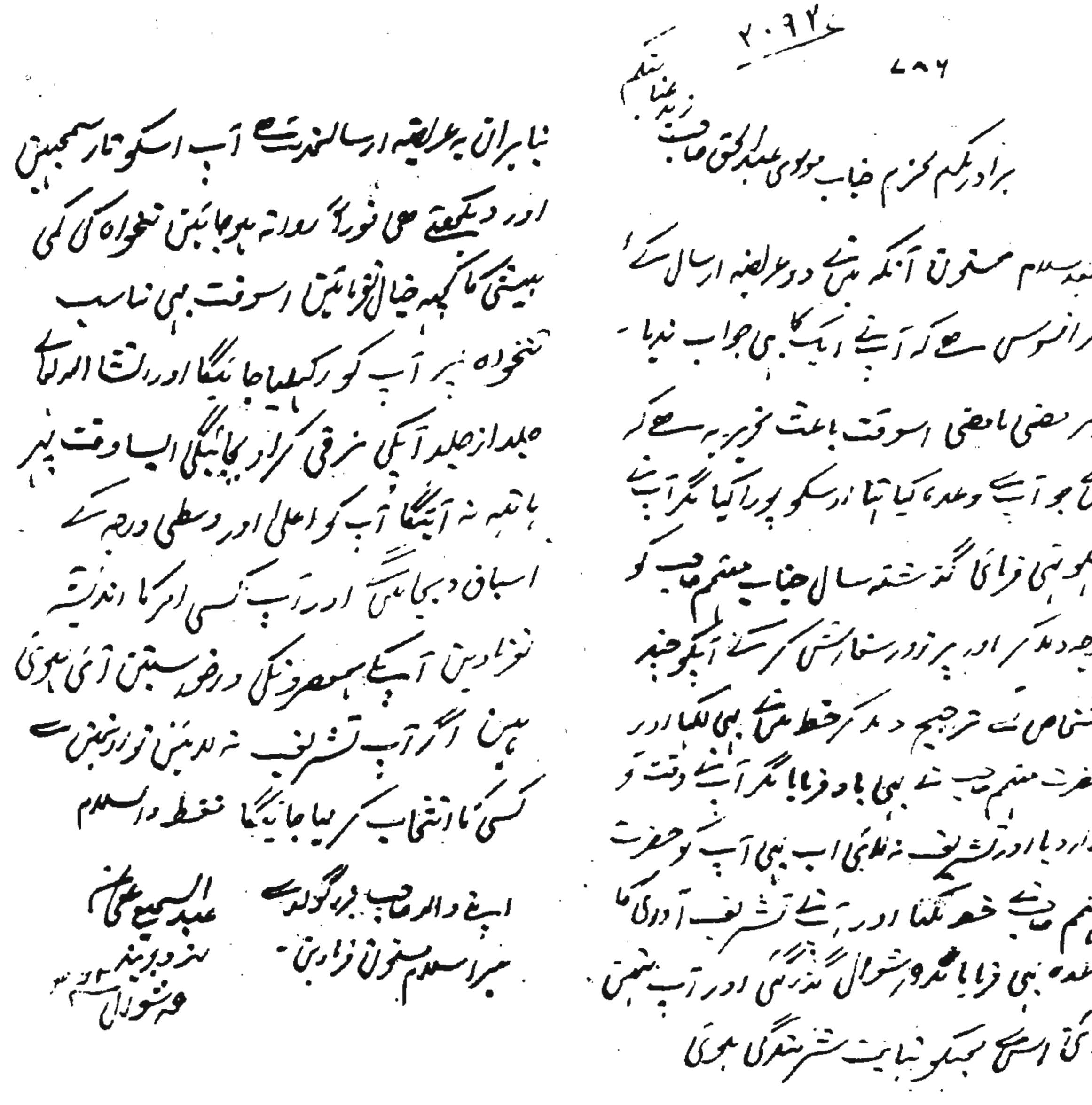

٢٠٩٢

٧٨٦

برادرِ مکرم محترم جناب مولوی عبدالحق صاحب زید عنایتکم

بعد سلام مسنون آنکہ میں نے دو عریضہ ارسال کئے
مگر افسوس ہے کہ آپ نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔
خیر مضی ما مضی اسوقت باعث تحریر یہ ہے کہ
میں نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اسکو پورا کیا مگر آپ نے
پہلو تہی فرمائی گذشتہ سال جناب مہتمم صاحب کو
توجہ دلائی اور پُر زور سفارش کر کے آپکو چند
اشخاص پر ترجیح دیکر خط بھی لکھا اور
حضرت مہتمم صاحب نے بھی یاد فرمایا مگر آپ نے وقت کو
گذار دیا اور تشریف نہ لائے اب بھی آپ کو حضرت
مہتمم صاحب نے خط لکھا اور آپ نے تشریف آوری کا
وعدہ بھی فرمایا مگر ۹ شوال گذر گئی اور آپ نہیں
آئے اس سے مجھکو نہایت شرمندگی ہوئی

بنا بریں یہ عریضہ ارسال خدمت ہے آپ اسکو تار سمجھیں
اور دیکھتے ہی فوراً روانہ ہو جائیں تنخواہ کی کمی
بیشی کا کچھ خیال نہ فرمائیں اسوقت بھی مناسب
تنخواہ پر آپ کو رکھ لیا جائیگا اور ان شاء اللہ
جلد از جلد آپکی ترقی کر دیجائیگی ایسا وقت پھر
ہاتھ نہ آئیگا آپ کو اعلیٰ اور وسطی درجہ کے
اسباق دیئے جائیں گے اور آپ کسی امر کا اندیشہ
نہ فرمائیں آپکے ہمعصر کئی درخواستیں آئی ہوئی
ہیں اگر آپ تشریف نہ لائے تو ان میں سے
کسی کا انتخاب کر لیا جائیگا فقط والسلام

اپنے والد صاحب بزرگوار سے
میرا سلام مسنون فرمادیں۔

عبدالسمیع عفی عنہ
مدرس دیوبند
۱۲ شوال ۱۳۶۲ھ

شیخ الادب مولانا اعزاز علی کی دعائیں اور تعلق خاطر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام ایک مکتوبِ گرامی

برادرِ عزیز زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون کے جب سے آپ دیوبند سے تشریف لے گئے ہیں۔ اس وقت سے پہلا لفافہ آپ کا ملا ہے مجھ کو پتہ معلوم نہ تھا ورنہ خود ارسال خدمت کرتا۔ ان چند ماہ میں جو حوادثات گزرے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ جس سبعیت اور درندگی کا مظاہرہ اس عرصہ میں ہوا ہے، اس کی نظیر تاریخ کے کسی ایک ورق میں بھی نہ ملے گی۔ خون کی اس ارزانی اور انسانیت کی نایابی کا گلہ کس سے کریں۔ ع کون سنتا ہے کہ فغان درویش۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ جو مقدر رہے وہ ہو کر رہے گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ آمین

آپ کی مفارقت تکلیف دہ ہے۔ میں اس پر مسرور رہا کرتا تھا کہ آپ کا تعلق میرے ساتھ مخلصانہ ہے خدا کرے کہ آپ کی یہ توجہ آخرت میں کام آوے۔ میں آپ کا اول خادم ہوں اور چونکہ اجابت دعا کے لیے داعی کی اہلیت شرط نہیں ہے اس لیے آپ کا دعاگو بھی ہوں۔ آپ کے حلقہ درس میں جو حضرات بندہ کے پرسانِ حال ہوں ان سے عموماً اور جناب مولانا مولوی اسرار الحق صاحب سے خصوصاً سلام فرماویں۔ احمد میاں اور حامد میاں سلام عرض کرتے ہیں۔ ؎

زمنجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد
من ابلہانہ گریزم بآبگینہ حصار

محمد اعزاز علی غفرلہ از دیوبند، ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ

حضرت مولانا مبارک علی کا مکتوبِ شفقت

بملاحظہ سامی برادر محترم مولانا عبدالحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ غیر مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو ملا تھا۔ سب پوسٹ ماسٹر حاجی غلام حسین صاحب مرحوم مغفور کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے بہت ہی قلق اور صدمہ ہوا اور مرحوم کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی واقعی مرحوم بڑی خوبیوں کے سراپا حسن اخلاق تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیشک آپ کو ان سے اور ان کو آپ سے بڑا ہی تعلق تھا۔ آپ کو ان کی مفارقت کا جس قدر بھی صدمہ ہو وہ بجا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماوے۔ آمین۔ احقر نے دارالعلوم کی مسجد میں ان کی مغفرت کے لیے دعا کرا دی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ حافظ خانہ میں قرآن شریف کے ختم کا انتظام کیا ہے اور انشاء اللہ کلمہ طیبہ کے ختم کے موقع پر بھی مرحوم کو ایصالِ ثواب کر دیا جائے گا۔ آپ احقر کی طرف سے ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ صاحب سے تعزیت فرما دیں اور صبر کی تلقین کریں اور وقتاً فوقتاً ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرتے رہیں کہ یہی چیز مرحوم کے لیے نافع ہو سکتی ہے۔ مَیں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا اور پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ سالِ آئندہ میں دارالعلوم دیوبند میں اپنی سابقہ جگہ پر تشریف آوری کا قصد فرما دیں۔ تو اطلاع دیں۔ تاکہ آپ کے لیے پرمٹ وغیرہ کی کوشش کی جاوے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کی آمد و رفت میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ آپ اپنے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کا انتظام کسی دوسرے کو سپرد کر دیں۔ اور آپ دارالعلوم دیوبند آنے کا قصد کریں۔ میں نے خصوصیت سے آپ کے بارہ میں حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ سے استصواب کیا تھا۔ ممدوح نے فرمایا کہ وہ تشریف لاویں تو ہر قسم کا انتظام حکومت سے آمد و رفت کے سلسلہ میں بآسانی ہو سکتا ہے۔ ہماری خواہش تو یہی تھی اور رہے گی کہ آپ یہاں تشریف لے آویں اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے جلد مطلع کریں تاکہ آپ کے آنے کے لیے کوشش شروع کر دی جائے۔ جو انشاء اللہ بہت جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جاوے گی۔ آپ نے غالباً اونی چوغہ احقر کے لیے خرید فرمایا ہے مگر آپ نے قیمت تحریر نہیں فرمائی۔ اس کا لانے والا بھی انشاء اللہ جلد ہی مل جائے گا مگر ازراہِ کرم اسکی قیمت سے مطلع فرمائیے تاکہ فوراً تبادلہ سکّہ کی صورت میں آپ کے پاس پہنچا دوں۔ آپ اپنے مدرسین حضرات بالخصوص برادرم مولوی عبدالحمید صاحب سے سلام مسنون فرما دیں۔ اہل بیت کو سلام و دعا پہنچا دیں۔

فقط والسلام یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ

اکابر علماءِ دیوبند کی علمی اور معنوی خصوصیات کا صحیح وارث

وقف دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ، کا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے نام تعزیتی مکتوب

حضرت المحترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ریڈیو کے ذریعہ استاذِ محترم المستاذ الاساتذہ عارف باللہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کے حادثۂ وفات کی المناک اطلاع کوہ الم بن کر گری۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

چونکہ راقم ناکارہ کی عاصی نگاہوں نے بہت سے اکابر حضرات رحمہم اللہ کی زیارت کا شرف صغیر السن ہونے کے باوجود حاصل کیا ہے۔ اس لیے حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی پُرالم اطلاع سُنکر یہ محسوس کرتا ہوں کہ مرجع الافاضل والاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کا نمونۂ علم وعمل، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی صاحب قدس سرہٗ کی معقول ومنقول پر جامعیت، حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ کی قرآنی بصیرت، حضرت اقدس مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کی ادب آموز سلاست اور حضرت اقدس مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کی پُرتاثیر دقتِ نظر سے آج یکدم ہم خدام محروم ہوگئے ہیں۔ اس لیے کہ یہ حقیقت ہر مبالغہ سے خالی ہے کہ صرف انہی اکابر کی نہیں بلکہ اور دیگر اکابر کی بھی علمی اور معنوی خصوصیات وامتیازات کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس برگزیدہ ذات میں جمع فرما دیا تھا۔ حق تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم عطا فرمائے اور رحمت ومغفرتِ کاملہ سے نوازے اور ہم ناکارہ خدام کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

> حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحۂ ارتحال سے مرجع الافاضل والاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کا نمونۂ علم وحلم، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی قدس سرہٗ کی معقول ومنقول علوم پر جامعیت، حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ کی قرآنی بصیرت، حضرت اقدس مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کی ادب آموز سلاست اور حضرت اقدس مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کی پُرتاثیر دقتِ نظر سے آج یکدم ہم خدام محروم ہوگئے ہیں

حضرت مرحوم ایک جبلِ علم تھے اس لیے ان کی جدائی کا حادثۂ فاجعہ آنحرم یا آپکے مؤقر خاندان ہی کا نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ کی پوری برادری کا ایک ناقابلِ تلافی نقصانِ عظیم ہے۔ آپ کے لیے اور جملہ افراد خانوادۂ کریمہ کے لیے صبر واتباع کی مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْت" کے پیشِ نظر اس کے سوا کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ ؎

فلک جام وجہاں ساقی اجل مے　　خلائق بادہ نوشِ مجلس وے
خلاصی نیست اصلاً ہیچ کس را　　ازیں جام وازیں ساقی ازیں مے

وقف دارالعلوم دیوبند میں حضرتِ اقدس قدس سرہ العزیز کے لیے ایصالِ ثواب ودعاءِ مغفرت کی گئی۔ احقر اور جملہ علماء وطلبائے وقف دارالعلوم دیوبند کی جانب سے جملہ وابستگانِ "دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک" اور جملہ معززین خانوادۂ حضرت مرحوم کی خدمت میں بعد از سلام تعزیتِ مسنونہ پیش فرما کر مشکور فرمائیں۔

والسلام

احقر محمد سالم قاسمی۔ مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند

۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ / ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

جماعت علماء کے رُوحانی باپ اور اسلاف کا نمونہ تھے

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فرزندِ جلیل مولانا انظر شاہ مسعودی مدظلہٗ کا مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے نام تعزیتی مکتوب

برادر محترم مولانا عبدالسمیع صاحب زید مجدہٗ

تحیہ مسنونہ! کل گذشتہ "پاکستان ریڈیو" نے آپکے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ رحلت کی المناک خبر دیکر علمی حلقہ کو ایک گہرے صدمہ میں ہمیشہ کیلئے مبتلا کر دیا۔ آپ کے ملک کے "مرحوم صدر صاحب" (صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق) کے بعد یہ دوسرا دردانگیز سانحہ ہے جس کا الم و کرب، علم و دانش، دین و دیانت، ثقاہت و رزانت سے تعلق رکھنے والے بشدت محسوس کرتے رہیں گے۔ وہ صرف آپکے باپ نہیں تھے بلکہ جماعت علماء کے روحانی باپ تھے بلکہ برصغیر کے دانشور طلباء علم ان کے ظلِ شفقت سے محروم ہوگئے۔

"پاکستان" "بیتِ دیوبندیت" کی بنیاد ہل گئی، اسلاف کا نمونہ منظرِ عام سے ہٹ گیا، قدیم بزرگوں کی تصویر غائب از نظر ہوئی، زہد و اتقاء، توکل و استغناء کی کائنات آباد و تابدار گوہر سے محروم ہوگئی۔ خدا تعالیٰ قلوب کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ صرف ایک بار کی زیارت کے خوشگوار اثرات اب تک دل و دماغ کی لوح پر مرتسم ہیں۔ مرحوم کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی۔ ان کی مجلس میں رُوح سکون محسوس کرتی، قحط الرجال کے دور میں ان کا وجود تاریکیوں میں منارۂ نور تھا۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

> **ان کی مجلس میں رُوح سکون محسوس کرتی، قحط الرجال کے دور میں، ان کا وجود تاریکیوں میں منارۂ نور تھا**

آج صبح دار العلوم (وقف) میں جلسۂ تعزیت اور ایصالِ ثواب کی مجلس ہوئی اور ظہر کے بعد بھی مرحوم کے لیے دعاء ترقیٔ درجات آخرت کا اہتمام ہوگا سب متعلقین کو مسنون تعزیت پہنچا کر ممنون فرمائیں۔ خدا کرے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

والسلام

انظر شاہ مسعودی

۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ / ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میرا سہارا تھے

حضرت مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی تعزیت کے لیے دار العلوم حقانیہ تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ ۷ ستمبر کی شام کو امیر مرکزیہ حضرۃ مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کو جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے سانحہ ارتحال کی خبر دی گئی تو بے حد رنجیدہ اور پریشان ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے کمالات، دینی خدمات اور عظمت کا بیان شروع کیا حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے الحاح اور دعا پر توجہ تھی ارشاد فرمایا کہ میرے سارے رفیق جا رہے ہیں مولانا مفتی محمود کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق میرے لیے بہت بڑا سہارا تھے۔ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں پھر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی نماز جنازہ میں شرکت کا عزم مصمم کر لیا مگر ڈاکٹروں نے کسی بھی صورت میں جانے کی اجازت نہیں دی اور سفر سے منع کر دیا پھر حضرت شیخ الحدیث کے لیے مسلسل ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام جاری رہا۔

(حضرت درخواستی)

خود انحصاری کی طرف ایک اور قدم

ngi

نیلم گلاس

رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass) بنانا شروع کر دیا ہے۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا **نیلم** کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال۔ فون: (05772) 509 - 563998

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون: 568998 - 564998

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II، لاہور فون: 878640-871417

حکمرانوں، وزراء، سیاستدانوں، دانشوروں، ملکی اور بین الاقوامی کی مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بانی و موسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضری اور

اعترافِ عظمت و کمال

صدارتی ایوارڈ کا اعزاز اور ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری —

دارالعلوم کے عظیم تربیتی طریق کار اور بلند تعلیمی معیار کا اعتراف و اقرار

اور

شاندار خراج عقیدت کا اظہار

صدر ضیاء الحق مرحوم کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک یادگار ملاقات اور باہمی گفتگو سے چند اقتباسات

۲۰، مارچ ۱۹۸۵ء کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ قومی اسمبلی اور مولانا سمیع الحق مدظلہ سینٹ کے افتتاحی اجلاس اور پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں شرکت کے لیے راولپنڈی روانہ ہوئے۔

۲۴، مارچ ۱۹۸۵ء کو صدر ضیاء الحق مرحوم سے اجلاس کے ایام میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی ملاقات نہیں ہوسکی تھی، جبکہ دیگر ارکانِ اسمبلی سے گروپوں کی صورت میں ایوانِ صدر میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نہیں جاسکے تھے۔ تو خود صدر پاکستان کو ازراہ علم پروری احساس ہوا کہ حضرتؒ کے پاس جایا جائے۔ چنانچہ شدید مصروفیات کے باوجود کئی بار خود چل کر آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ملٹری سیکرٹری سے وقت نکالنے کا کہتے رہے۔ ۲۳ مارچ جو سرکاری تقریبات، پریڈ مارچ، تمغۂ انعامات کی تقسیم اور ایوانِ صدر میں رات گئے تک ارکانِ پارلیمنٹ کی ضیافتوں اور شام کی نشست میں پارلیمنٹ سے خطاب کی وجہ سے شدید مصروفیات میں دن گذرا تو رات پونے گیارہ بجے صدر مرحوم نے ایم این اے ہاسٹل میں آکر حضرت شیخ الحدیثؒ سے ان کے کمرہ ۹۸ میں ملاقات کی اور نہایت عجز و انکساری سے حضرتؒ کی چارپائی پر ان کے ساتھ پائنتی کی طرف بیٹھ کر نہایت عقیدت و محبت کا اظہار فرماتے رہے۔ یہ ملاقات جس میں مولانا سمیع الحق مدظلہ بھی موجود تھے تقریباً چالیس منٹ جاری رہی، اور متعدد دینی و علمی اور قومی و ملی مسائل زیر بحث آئے۔

اس موقعہ کی گفتگو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے محفوظ کرلی تھی۔ ذیل میں اختصار کے پیشِ نظر اس کے قابلِ اشاعت حصے ہیں سے کچھ نذرِ قارئین ہے:۔ (عبدالقیوم حقانی)

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے صدر پاکستان کو اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں ان کی عظیم ذمہ داریوں پر توجہ دلائی اور دینی اقدامات میں ہر طرح تعاون اور دعاؤں کا یقین دلایا۔ اسلامی نظام کے سلسلہ میں وعدوں اور اقدامات کی جلد تکمیل پر حکیمانہ انداز میں زور دیا۔ دورانِ گفتگو قادیانیت، سودی نظام کے خاتمہ، اسلامی یونیورسٹی آرڈیننس سے دینی مدارس بورڈ کا حصہ حذف کردینے اور مولانا اسلم قریشی کے قتل کی تفتیش کرنے والی ٹیم کا محاسبہ کرنے کا ذکر بھی ہوا۔

☆ اس موقع پر صدر ضیاء الحق مرحوم نے حضرتؒ سے کہا: یہ جو کچھ بھی تھوڑا بہت کام قوم کی خدمت یا دین کی نسبت سے ہوا ہے یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اگر کچھ معمولی سا کام بھی دین کا ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ شاید نجات مل جائے۔ اب تو مولانا سمیع الحق بھی سینٹ کے ممبر ہوگئے ہیں، دین والے لوگوں کو اکٹھا ہونا چاہیئے۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: سمیع الحق دین کا خادم ہے، دین کے مسائل کو حل کرنے میں آپکی مدد کرے گا۔ کل جب قادیانی مسئلہ اٹھا تو سمیع الحق نے مؤثر بات کی۔ آپ بھی مولانا اسلم قریشی کے مقدمہ کے بارے میں مؤثر قدم اٹھائیں، اس سے بڑی بے چینی ہے۔

☆ صدر نے کہا: انشاء اللہ کوشش کروں گا اور اب تک بھی اپنے امکان بھر کوشش کی ہے۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: ایک دوسرا مسئلہ اخبارات میں فحش اور عریاں تصاویر کا ہے۔ جناب راجہ ظفر الحق صاحب کی وزارتِ اطلاعات کے زمانے میں کچھ کنٹرول ہوا تھا، اب حالت خراب ہے، اس پر خصوصیت سے توجہ دیں ــــ تاہم مجھے اس بات سے مسرت ہوئی کہ آپ نے علم نوازی کی ہے، علماء کی قدر کرتے ہیں، ان کا وقار بلند کیا ہے۔

☆ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے صدر مرحوم کو مزید علم نوازی اور علماء کی قدردانی کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:ــــ عالمگیرؒ کو دہلی میں معلوم ہوا کہ لوگوں کی نظروں میں علماء کا وقار گرتا جارہا ہے۔ ایک مرتبہ آپ دہلی کی جامع مسجد میں وضو فرمارہے تھے، آپ کے دائیں جانب وزیرِ اعظم اور بائیں جانب دوسرے عہدیدار تھے۔ عالمگیرؒ نے وزیرِ اعظم سے پوچھا کہ نماز میں کتنے فرائض ہیں، دوسرے عہدیداروں سے پوچھا کتنے مستحب ہیں، بعض سے پوچھا کتنے سنن ہیں۔ وہ لوگ پریشان ہوئے تو عالمگیرؒ نے فرمایا دیکھو! آپ لوگوں کا کتنا بڑا مقام اور کتنے اہم منصب ہیں اور آپ کو نماز جیسی اہم عبادت کے بنیادی مسائل بھی معلوم نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم ناپید ہوگیا اور علماء مفقود ہوگئے، دہلی جیسے مرکزی شہر میں کوئی عالم، کوئی طالب علم نہیں ملتا ــــ اورنگزیب عالمگیرؒ

باقی ص۴۰۵ پر)

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی عظیم علمی، دینی اور قومی و ملّی خدمات کے اعتراف کے طور پر

صدارتی ایوارڈ (ستارۂ امتیاز) کا اعزاز

صدارتی ایوارڈ کا مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہونا خود ایوارڈ کے لیے ایک اعزاز ہے

مولانا سمیع الحق مدظلہ

۱۴ راگست ۱۹۸۱ء کو یوم آزادی کے موقع پر صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ و سرپرست ماہنامہ "الحق" کو ان کی علمی و دینی خدمات کے اعتراف کے طور پر "ستارۂ امتیاز" دینے کا اعلان کیا گیا۔ ستارۂ امتیاز اعزازی تمغوں میں ایک بہت بڑا سول تمغہ ہے۔ یہ اعلان ریڈیو ٹیلیویژن کے ذریعہ ہوا اور ہم لوگوں کو بھی ان ذرائع ابلاغ ہی سے اس کا علم ہوا۔ اس سے قبل نہ ہمیں اس کی کوئی اطلاع تھی نہ کوئی مشورہ لیا گیا نہ ایسے تحسینی امور میں اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فطری طور پر اعتراف و تحسین کے اس مظاہرے پر دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے وابستہ ہزاروں تلامذہ و معتقدین کو خصوصاً اور ایک خادمِ دینِ متین سے محبت رکھنے والے دینی درد سے سرشار عامۃ المسلمین کو عموماً قلبی مسرت ہوئی اور تبریک و تہنیت کے بیشمار پیغامات موصول ہونے لگے۔ یہ مسرت اور تبریک اس حد تک تو بجا ہے کہ حکومت کے اس اقدام سے دین اور اہلِ دین کی قدر افزائی اور دینی خدمات کے اعتراف و تحسین کا پہلو عیاں ہوتا ہے جس سے اسلام کے نام پر قائم کیا گیا یہ ملک ایک طول طویل عرصہ تک محروم رہا۔ یہ رسمی قدر افزائیاں بھی اگر ہوتی رہیں تو فن و کلچر، آرٹ و ثقافت کے نام پر ان طبقوں کی جن کی اس ملک کے مقصدِ قیام بلکہ انسانی قدروں تک سے کوئی مناسبت نہ ہوتی۔ علم و دین سے وابستہ مخلص طبقوں کی مختلف طریقوں سے قدر افزائی، تحسین و اعتراف اور حق بحقدار رسید کی یہ روایتیں بالکل نئی ہیں جس کی بنیادیں پچھلے کئی سالوں میں رکھی جا رہی ہیں۔ اس اعتبار سے ایسے اقدامات نہایت تحسین و تشکر اور حوصلہ افزائی کا موجب ہونے چاہییں کہ دیر آید درست آید۔ قیام پاکستان کے پہلے ہی دن سے یہاں جن چیزوں کا دور دورہ ہونا چاہیئے تھا آخر کچھ تو اس کا عملی احساس شروع ہو چکا ہے، اور اصل احترام و اکرام تمغوں اور اعزازات کے مستحق یہی مخلص اہلِ دین ہیں کہ العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔

لیکن ایک پہلو اور ہے کہ تاریخِ اسلامی کے ہر دور میں دین اور علومِ نبوت کی خدمت کرنے والے افراد، جماعتوں اور ملتِ اسلامیہ کی سرخروئی سے سرشار اور نشاۃِ ثانیہ کے لیے مصروفِ کار خدامِ دین کا مطمحِ نظر ہرگز ہرگز یہ ظاہری شان و شوکت، عہدے و مناصب اور دُنیوی اعزازات و اکرامات نہیں رہا، اُن کی نظر ہمیشہ اجرِ آخرت پر ہوتی ہے۔ وہ جس وراثتِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں اُن کے مورثین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعلان ہمیشہ یہی رہا ہے وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وہ ہر قسم کے اجر و مزد کی اُمید سے بے نیاز اجرِ آخرت پر نظر رکھے ہوتے ہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا اجر و منصب جس کے مقابلہ میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اُن کی ساری جہد و عزیمت، جہاد و عمل اور کد و کاوش کا مقصود و مطلوب رضائے مولیٰ ہوتی ہے۔ وہ دنیا جہان کی حکومت و سلطنت سے بھی یہ کہہ کر صرفِ نظر کر دیتے ہیں کہ اتمدّوننی بمال وما اٰتانی اللہ خیر مّمّا اٰتاکم بل انتم بهدیتکم تفرحون ۔ وہ ہفت اقلیم کو بھی متاع الدنیا قلیل سمجھتے ہیں کہ اصل اجر اجرِ اُخروی ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اقلیمِ نیم شب کی حلاوت و طمانیت، سوز و ساز اور قرب و وصال کی لذتیں ملکِ نیم روز کو ان کی نگاہوں میں حقیر بنا دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنی ذات میں ایک جنت سموئے ہوتے ہیں، جس کی وُسعت و پہنائیوں کے مقابلے میں دنیا کی ساری وُسعتیں ہیچ ہیں۔ ان فی الدنیا جنّۃً من لم یدخلها لم یدخل جنّت الاٰخرۃ ۔ اور دُنیا کی یہ چند روزہ رعنائی

> راہِ عمل میں نہ تو پتھر اور کانٹے ان کے دامن کو اُلجھا سکے اور نہ اعزاز و اکرام کی سیج اُنہیں منزلِ مقصود سے غافل کر سکی بلکہ وہ ہر دم جوشِ عمل سے سرشار اصل کامیابی اور دائمی اجر کی طرف گامزن رہے

اور آب و تاب ان کی نگاہوں کو خیرہ نہیں کر سکتی، کہ ؎

ستم ہست گر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو چمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دلکشا بہ چمن درآ

کتنے گھاٹے اور خسارے میں ہوں گے وہ جن کی ساری دینی تگ و دَو کا مطلوب و مقصود دُنیائے فانی کا یہ چند روزہ شان و شوکت اور نام و نمود بن گیا ہو اور اس کے لیے وہ دین جیسی متاعِ گرانمایہ کو ثمنِ بخس بنادیں اور کائنات کی سب سے قیمتی دولت کو دُنیائے حقیر پر نثار کر دیں۔ ہمارے اکابرِ دعوت و عزیمت کی ہمیشہ یہ سُنّت رہی ہے کہ وہ دین کی راہ میں وہ نہ کسی اجر و تحسین کے طلبگار رہے نہ کسی کی طعن و تشنیع اور مزاحمت ان کے پائے صبر و ثبات کو لغزش دے سکی، راہِ عمل میں نہ تو پتھر اور کانٹے ان کے دامن کو اُلجھا سکے اور نہ اعزاز و اکرام کی سیج انہیں منزلِ مقصود سے غافل کر سکی بلکہ وہ ہر دم جوشِ عمل سے سرشار اصل کامیابی اور دائمی اجر کی طرف گامزن رہے۔

الحمد للہ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ذات بھی اپنے اکابر اسلاف کا ایک حسین نمونہ ہے، وہ نہ تو اپنی ذات کو ان چیزوں کا سزاوار سمجھتے تھے۔ نہ اپنی خدمات کو اس اعتناء و اکرام کا مستحق، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیمی، دینی، دعوتی اور اصلاحی میدانوں میں بے بہا توفیق سے نوازا جس کے عہد ساز اور عہد آفرین نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور آگے چل کر اور ظاہر ہوں گے لیکن اگر اس کی کوئی قیمت اور صلہ مل سکتا ہے تو خدائے ربّ العالمین کی بارگاہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ دُنیا کا کوئی ایسا اعزاز اور تمغہ خود اس اعزاز کا اعزاز ہوتا ہے اور بلاشبہ اس عظیم سول اعزاز کی اتنی عزت افزائی کبھی نہ ہوئی ہوگی جو مولانا عبدالحقؒ جیسے اکابر علم و فضل سے نسبت قائم ہو جانے سے ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف سے اس صدارتی ایوارڈ پر صدر پاکستان کو جو پیغامِ شکریہ بھیجا گیا اُس میں بھی تواضع و عبدیت اور اصل قدر و منزلت اجرِ آخرت کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ جس کا متن یہ ہے :-

"یومِ آزادی پر مجھ جیسے ناچیز اور گمنام شخص کو ستارۂ امتیاز جیسے معزز ایوارڈ سے نوازنا آپ کی دین پروری اور علم نوازی کا واضح ثبوت ہے، آپ کے دَور میں دینی علم اور اہلِ علم کی قدردانی کے لائقِ تقلید روایات قائم ہو گئی ہیں میں نے کچھ دین کی خدمت نہیں کی، اگر کچھ حقیر خدمت کی بھی ہے تو یہ میرا کمال نہیں محض اللہ کا کرم ہے، مگر اس کا اصل اجر دارِ آخرت میں ملنے کی تمنّا ہے۔ پھر بھی ناسپاسی ہوگی اگر اس ذرہ نوازی کا شکریہ ادا نہ کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی و ملّی خدمات کی توفیق دے، صحیح راہنمائی سے نوازے اور اس کا اجر بھی آخرت میں عطا فرماوے۔ آمین"

بلاشبہ اس عظیم سول اعزاز کی اتنی عزت افزائی کبھی نہ ہوئی ہوگی جو مولانا عبدالحقؒ جیسے اکابر علم و فضل سے نسبت قائم ہو جانے سے ہوئی۔

بقیہ صفحہ ۴۰۳ سے ۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کی شیخ الحدیثؒ سے یادگار ملاقات

کی اس حکیمانہ گفتگو سے وزیرِ اعظم سمیت تمام وزراء اور عہدیداروں نے باقاعدہ علمِ دین کی تحصیل پر توجہ کی، خود پڑھنے لگے۔ جب وزراء اور امراء علمِ دین کی طرف متوجہ ہوئے تو عام لوگ بھی شوق سے تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے، اور قلیل عرصہ میں دہلی میں علم کا چرچا ہونے لگا۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ برصغیر میں انگریزوں اور ہندوؤں نے علماء کے وقار کو مجروح کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کی، پاکستان میں بھی اگر امراء اور حکام اور وزراء دینی علوم اور اسلامی اقدار کی تحصیل و ترویج پر توجہ کریں گے تو علمِ دین کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔

☆ ——— دارالعلوم حقانیہ کا ذکر ہوا تو صدر ضیاء الحق مرحوم نے کہا حضرت! میں بارہا دارالعلوم حقانیہ آیا ہوں اور میں نے بڑی نمازیں دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی ہیں۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا، عربی مدارس کے بارے میں گذارش ہے کہ حال ہی میں جو یونیورسٹی آرڈیننس جاری ہوا ہے اس میں بعض مُضر چیزیں آگئی ہیں، اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ صدر نے وعدہ کیا کہ میں انشاء اللہ اسے ضرور دیکھوں گا۔

☆ خدمتِ دین اور احیاءِ سنت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے ترغیباً فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور میں ایک سُنّت زندہ کر سکوں تو کامیاب ہوں۔

☆ جہادِ افغانستان کی بات چھڑی تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے فرمایا، پاکستان اندرونی اور بیرونی بہت سے مسائل میں گھرا ہوا ہے اور موجودہ حالات میں جہادِ افغانستان، افغان مجاہدین اور پاکستان میں افغان مہاجرین کا مسئلہ سب سے مقدم اور بڑی اہمیت کا ہے الحمد للہ کہ مجاہدین کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی ہے۔ مولانا محمد یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ جہادِ افغانستان اور مجاہدین سے تعاون کے سلسلہ میں آپ کا کام قابلِ ستائش ہے۔

☆ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آخر میں صدر پر زور دے کر فرمایا کہ افغان قیادت میں باہمی اختلافات کی وجہ سے عملِ جہاد کو نقصان پہنچ رہا ہے، آپ ان کے باہمی اتحاد پر خصوصیت سے توجہ دیں اور ان سے کہہ دیں کہ متحد ہو جائیں ورنہ اس کے بدترین نتائج ظاہر ہوں گے۔

جناب شفیق فاروقی صاحب

پشاور یونیورسٹی کی طرف سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں

ڈاکٹریٹ کی اِعزازی ڈگری

خصوصی تقریب کی چشم دید رپورٹ

پاکستان کی ممتاز تعلیم گاہ " پشاور یونیورسٹی " نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ان کے نمایاں تعلیمی معاشرتی اور سماجی خدمات کے اعتراف کے طور پر الٰہیات و مذہبیات کی سب سے بڑی ڈگری " ڈاکٹریٹ " عطاء فرمائی گو حضرت شیخ الحدیثؒ جیسے ارباب علم و فضل کی شخصیتیں ایسی رسمی اعزازات سے بلند و بالا ہوتی ہیں تاہم پشاور یونیورسٹی کی قدر شناسی اور علم و فضل کی قدر افزائی اور اہلِ علم کی اونچی سطح پر اہلیت و عظمت کا ایک اعتراف اور ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ ذیل میں اس کی رپورٹ پیشِ خدمت ہے۔

۳۱/اکتوبر مطابق ۲۸ ذیقعدہ کا دن منتعلقین دارالعلوم حقانیہ کے لیے خصوصاً اور ملک کے دینی و علمی حلقوں کے لیے عموماً خوشی اور اعزاز و افتخار کا دن رہے گا کہ آج پاکستان کے ممتاز ترین تعلیمی مرکز پشاور یونیورسٹی نے دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں ان کے شاندار تعلیمی خدمات اور امتیازی کارناموں کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹریٹ کی ممتاز ڈگری پیش کی۔ پشاور یونیورسٹی پچھلے سال ڈیڑھ سال سے یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اپنی طبعی افتاد کی بناء پر یونیورسٹی کی اس خواہش کو ٹالتے رہے مگر اس دفعہ اصرار کی بناء پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تقریب یونیورسٹی کے وسیع اور شاندار کانوکیشن ہال میں منعقد ہوئی۔ جو یونیورسٹی کے طلباء و طالبات، ممتاز دانشوروں، سکالروں، پروفیسروں اور حکومت کے اہم شعبوں کے سربراہوں اور معزز مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کی صدارت صوبائی گورنر لفٹیننٹ جنرل فضلِ حق صاحب نے کی۔ جو یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ رواج کے مطابق حضرت شیخ الحدیثؒ کو گورنر اور سنڈیکیٹ کے ممبران کے ساتھ جلوس کی شکل میں ڈائس پر لانا تھا مگر آپ کی ضعف و علالت کی بناء پر پہلے ہی سے آپ کو ڈائس پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیثؒ کے علاوہ ایک نامور جرمن مستشرق خاتون ڈاکٹر اینی میری شمل کو بھی ڈگری دی گئی۔ جنہیں مشرقی علوم بالخصوص مولانا رومی اور اقبالیات پر دسترس حاصل ہے۔ ڈگری دینے سے قبل پشاور یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر جناب اسماعیل سیٹھی صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے مختصر مطبوعہ سوانح اور خدمات سے انگریزی میں روشناس کیا اور کہا کہ

" مولانا عبدالحق حقانی نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ موصوف مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئی سے بھی فیض حاصل کیا۔ درس نظامی کی سند دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ پھر بطور مدرس اپنے مستقبل کا آغاز دیوبند سے کیا۔ اور ہزاروں طالب علموں نے وہاں مولانا سے فیض حاصل کیا۔ مولانا صاحب نے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے بہت سی اسلامی کتابیں لکھیں۔ مولانا صاحب سوشل ریفارمر (سماجی مصلح) کی حیثیت سے بھی بہت خوب پہچانے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب کی خدمات اسلام کی تدوین و ترویج معاشرے کی اصلاح اور تعلیمی ترقی میں بہت نمایاں ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کی ان گوناگوں ناقابلِ فراموش خدمات کو دیکھتے ہوئے سنڈیکیٹ آف پشاور یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مولانا صاحب DOCTOR OF DIVINITY) دکتورالہیات کی ڈگری پانے کے مستحق شخصیت ہیں۔"

اس کے بعد صوبائی گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضلِ حق صاحب نے مختصر الفاظ میں مولاناؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور مصافحہ کے بعد مولانا کو چاندی کے منقش کیس میں ڈگری پیش کی۔ اور ہال حاضرین کے زبردست تالیوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا اس کے بعد منتظمین کی خواہش پر حضرت مولاناؒ نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی اور دعائیہ کلمات سے اختتام کے بعد گورنر صاحب نے تقریب کے اختتام کا اعلان کیا۔ مولانا کی تقریر یہ ہے:۔

تقریر

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم بزرگو! میرے پاس الفاظ نہیں کہ چانسلر صاحب،

وائس چانسلر صاحب، سنڈیکیٹ کے ممبران، اساتذہ، طلبہ اور آپ سب حاضرین کا شکریہ ادا کرسکوں کہ مجھ جیسے ادنیٰ ترین طالب علم کو ایسے اونچی جگہ پر جہاں علماء اور فضلاء کا اجتماع ہے اور جو پاکستان کے ممتاز اور عظیم تعلیمی یونیورسٹی ہے حاضر ہونے کا موقعہ دیا اور ایسے اعزاز سے نوازا حضرات یہ علم کا مرکز ہے ہم اور آپ سب طالب علم ہیں اور علم کو اللہ نے بڑی فضیلت دی ہے ہم سب کے دادا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو علم کی وجہ سے، وہ اپنے وقت کے سائنس کے بھی عالم تھے وعلم آدم الاسماء کلھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو حقائق و خواص اشیاء کا علم دیا۔ سائنس بھی حقیقتوں کا موجد نہیں ہے مظہر ہے۔ مخفی چیزوں سے پردہ ہٹانا اس کا کام ہے انکشاف و ظہور۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو ہر چیز کے موجد ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ موجودہ زمانے کی سائنس سے قرآن کی تائید ہورہی ہے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج آسمانوں کی طرف گئے تو یہ فلاسفر مذاق اڑاتے تھے مگر جدید سائنس نے ثابت کردیا کہ انسان جب چاند ستاروں، زہرہ اور مریخ تک پہنچ سکتا ہے تو ایک نبی روحانی اور خدائی طاقت کے ذریعے آسمانوں سے بھی یقیناً اوپر جاسکتا ہے۔ جب کہا جاتا کہ عرش معلیٰ کی بات حضور اقدسؐ سن رہے ہیں تو لوگ مذاق اُڑاتے کہ مولوی کیسی بات کرتا ہے مگر اب راکٹ میں سوار فلکیات کے اونچے مقامات پر چاند پر جانے والے افراد کو زمین سے ہدایت دی جاتی ہیں۔

محترم بزرگو! علم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت وحی متلو یعنی قرآن مجید سے واضح ہوجاتی ہے کہ اس کا سب سے پہلا لفظ اِقراء ہے یعنی پڑھ، اللہ کا نام لے کر پڑھ۔ قرآن مجید میں وحدانیت کا مسئلہ بھی ہے، معاشیات کا بھی مسئلہ ہے۔ اخلاقیات بھی ہیں مگر اللہ کا پہلا فرمان ہے :- اقراء باسم ربك الذی خلق۔ (الآیۃ) اور اسی علم کی وجہ سے طالوت کا انتخاب ہوا تو مخالفین نے کہا کہ یہ کم تر قبیلے والا ہے اور غریب ہے اس کو خلافت کیسے دی گئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم علم میں اللہ نے انہیں وافر حصہ دیا تھا تو معلوم ہوا کہ مدارِ فضیلت اور مدارِ خلافت علم ہے بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ خداوند کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی علم حقیقی قرآن مجید کے مطابق کردیں۔

محترم بھائیو اور بزرگو! اگر دین آئے گا تو یقیناً ہر چیز مسخر ہوجائے گی۔ واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ دریائے نیل ہر سال خشک ہوجاتا تھا مسلمانوں نے قبضہ کیا تو دیکھا کہ ایسے موقعہ پر لوگ جاہلیت کی رسم کے مطابق ایک نوجوان خوب صورت عورت کو اچھے کپڑے پہنا کر دریا کی گہرائیوں میں ڈبو دیتے تھے۔ جان کا نذرانہ پیش کرتے کہ دریا چڑھ جائے۔ حاکم وقت حضرت عمرو بن العاص کو بتایا گیا تو فرمایا ہم تو اسلام کے ماتحت حکومت چلارہے ہیں مجھے دیکھنا ہے کہ ایسا کرنا اسلام میں جائز ہے یا ناجائز۔ تو حضرت امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی۔ کہ یہاں ایسا جاہلانہ رسم جاری ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام ایک مختصر چٹھی لکھ کر بھیجدی لکھا کہ ان کنت تجری بامر اللہ فاجر والا فلا حاجۃ لنا الیك اگر اللہ کی مرضی سے چلتا ہے تو بہتے رہو ورنہ ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ چٹھی کو دریا میں ڈالا گیا تو اسی وقت دریائے نیل میں طغیانی آگئی۔ حضرت علاء حضرمیؓ صحابی ہیں فوج کے ساتھ ایسے علاقے میں پھنس گئے جہاں پانی نہ تھا لوگ پیاسے تھے وضو کا انتظام نہیں تھا فرمایا تیمم کرکے نماز پڑھو اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ یا اللہ ہم آپ کی راہ میں دین کی اشاعت اور مضبوطی کے لیے لڑرہے ہیں یا اللہ ہمیں پانی عطا فرما۔ اسی وقت زمین سے پانی کے چشمے اُبل پڑے۔

تو دین مخدوم ہے اور دنیا خادم ہے اس دین کے لیے اللہ اور اللہ کے احکام اور رسول اللہؐ کے احکام ماننے کے لیے اللہ نے حضورؐ کو بھیجا اگر اس کی پیروی کی جائے تو یقیناً ہر چیز ہمارے لیے مسخر ہوجائے گی۔ وسخر لکم ما فی الارض جمیعا۔ ہر چیز مسخر ہوگی۔

محترم بھائیو! ایک وقت وہ تھا کہ عوام دین کو چاہتے تھے مگر حکومت انگریزوں کی تھی وہ نہیں چاہتی تھی، ہندو نہیں چاہتے تھے کہ دین آجائے بابو حکمران نہیں چاہتے تھے مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہمارے جنرل ضیاء الحق صاحب اور حکومت کے دیگر زعماء اور لیڈر سب اپنی تقاریر کا آغاز بسم اللہ سے کرتے ہیں اور اسلام کا ذکر کرتے ہیں۔ استحکام دین اور دین پر چلنے کی ہدایات دیتے ہیں کہ اجتماعی اور انفرادی زندگی میں دین کو اپنایا جائے۔

تو فضا بہت سازگار ہے اور انشاء اللہ یہی آپ لوگ جو فضلاء ہیں اور جو طلباء ہیں اور منتظر ہیں آگے چل کر کرسیوں پر بیٹھیں گے، باگ ڈور سنبھالیں گے تو آپ لوگ دین سے آراستہ ہوکر دین کی بڑی خدمت کر سکیں گے۔ اور اگر دین کی خدمت کریں گے تو انشاء اللہ یہ پاکستان بھی مستحکم ہوگا تمہاری بات کا بھی وزن ہوگا اور اقوامِ عالم میں تمہاری قدر ہوگی۔

آخر میں یہ گناہ گار ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہے جس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں کہ مجھ جیسے بوڑھے بیمار گمنام شخص کو یہاں کھینچ لائے اور اتنے بڑے اعزاز سے نوازا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دارالعلوم حقانیہ میں شکریہ کی تقریب

حضرت شیخ الحدیث کے اعزازی ڈگری کی خبر سے دینی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور گوشے گوشے سے مبارکباد کے پیغام آنے لگے کہ یہ صرف حضرت شیخ الحدیث کا نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند

(باقی ص ۴۰۹ پر)

الازہر یونیورسٹی کے شیخ اکبر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں منعقدہ ایک رُوح پرور تقریب جس میں جامعہ ازہر قاہرہ کے ریکٹر شیخ محمد فہام، مصر کے سفیر الاستاذ خشیبۃ ادارہ بعوث اسلامیہ کے ڈائریکٹر شیخ عبدالمنعم النمر، صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمودؒ اور وزیر تعلیم امیر زادہ خان کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ کے اکابر اساتذہ، مشائخ اور طلبہ شریک ہوئے۔ (ادارہ)

۵ جنوری ۱۹۷۳ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے مسرتوں اور خوشیوں کا دن تھا جبکہ دارالعلوم حقانیہ کو عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر قاہرہ کے شیخ اکبر شیخ محمد فحام اور اُن کے رفقاء کو خیر مقدم کہنے کا شرف حاصل ہُوا، ۴ جنوری کو یہ مُژدہ پہنچا کہ شیخ الازہر کا پروگرام نہایت محدود ہے مگر انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کی دعوت قبول کرتے ہوئے نصف دن کے لیے صوبہ سرحد آنے کے لیے وقت نکال لیا ہے، تو دارالعلوم کی فضاؤں میں مسرتوں کی لہر دوڑ گئی۔ شیخ الازہر کے ساتھ ادارہ بعوث و ثقافت اسلامیہ کے ڈائریکٹر شیخ عبدالمنعم النمر، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند اور مصر کے قابلِ فخر سفیر کبیر الاستاذ خشیبۃ بھی تھے۔ مہمانوں کا جہاز جیب علی الصباح ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر پشاور پہنچا تو جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور وزیرِ اعلیٰ سرحد مولانا مفتی محمود صاحب، جناب امیر زادہ خان صاحب وزیر تعلیم سرحد اور دیگر افراد ان کے استقبال کے لیے ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ ہوائی اڈہ سے حضرت مفتی صاحب کی راہنمائی میں معزز مہمان سیدھے دارالعلوم حقانیہ روانہ ہوئے اور پونے آٹھ بجے شیخ ازہر موٹروں کے جلوس کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے طلبہ، اساتذہ اور حضرت شیخ الحدیث نے معزز مہمانوں کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ دارالعلوم سے باہر طلبہ نے باب ناصر کے نام سے ایک آرائشی دروازہ بنایا تھا، اور طلبہ کے عاش شیخ الازہر۔ عاش جمال عبدالناصر۔ عاش مفتی محمود۔ عاش شیخ الحقانیہ کے فلک شگاف نعروں سے دارالعلوم کے درودیوا گونج اٹھے معزز مہمان کچھ دیر دفتر اہتمام میں تشریف فرما رہے، یہاں انہوں نے اپنے دستخطوں سے مزیّن قرآن کریم مطبوعہ حکومتِ مصر کی ایک بیلٹی حضرت مہتمم صاحب مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں پیش فرمائی۔ بعد میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف سے دارالحدیث میں ضیافت کی تقریب ہوئی جس میں دارالعلوم کے تمام اساتذہ اور بعض اراکین نے بھی مہمانوں کے ساتھ شرکت کی۔ اس کے بعد شیخ الازہر نے دارالعلوم کا تفصیلی معائنہ کیا، اسباق کے اوقات شروع تھے، شیخ بعض درسگاہوں میں گئے جہاں اُس وقت بیضاوی شریف، مختصر المعانی، ہدایۃ النحو اور مطول کے اسباق ہو رہے تھے۔ آپ نے مقروءہ کتابوں، ان کے مصنفین اور زیر بحث موضوع کے بارہ میں دلچسپی کا اظہار کیا اور یہاں دارالعلوم حقانیہ کے طریقۂ درس، نشست اور طلبہ و اساتذہ کی صورتوں سے اور دینی تصلب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ معائنہ کے دوران آپ جب دارالعلوم سے ملحق شعبۂ اطفال مدرسہ تعلیم القرآن مڈل سکول میں گئے تو بچوں نے خوشی میں ہوائی فائرنگ کی اور معزز مہمانوں کو پھولوں کے گلدستے پیش کیے، مخصوص سلامی دی اور نہایت نظم و ضبط سے شیخ کا خیر مقدم کیا، یہاں طلبہ نے تجوید و قرأت کا مظاہرہ کیا جس پر شیخ نے دلی دعاؤں کا اظہار کیا۔

> الازہر یونیورسٹی کے ریکٹر دارالعلوم حقانیہ میں یہاں کے طریقۂ درس، نشست و برخاست اور طلبہ و اساتذہ کی صورتوں اور دینی تصلب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے

اس کے بعد دارالحدیث ہال میں مہمانوں کے اکرام میں استقبالیہ جلسہ منعقد ہُوا، نہ صرف ہال طلبہ سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا بلکہ نصف سے زیادہ سامعین نے باہر کھڑے ہوکر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ کارروائی سُنی۔ تلاوتِ کلام پاک نہایت مؤثر انداز میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب متعلم دارالعلوم حقانیہ نے کی، اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا جسے مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق نے پڑھ کر سُنایا۔ سپاسنامہ میں جامع ازہر کی علمی خدمات، مصر اور حکومتِ مصر کی سیاسی اہمیت اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ جامع ازہر کے علمی اور ثقافتی روابط کے قیام و ترقی اور عالم عرب کے ساتھ اسلامی بنیادوں پر رشتوں کی مزید استواری وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

اور ایسی شدید سردی اور مصروفیت کے باوجود دارالعلوم تشریف لانے پر مہمانوں کا شکریہ ادا کیا گیا، بالخصوص جامع ازہر کا دارالعلوم حقانیہ کی سند کو بی اے کے مماثل قرار دینے پر شیخ الازہر کا شکریہ بھی ادا کیا گیا۔

سپاسنامہ کے بعد فقیہ اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے علماء ہند اور جمعیۃ علماء اسلام کی دینی اور سیاسی تاریخ پر فی البدیہہ ایک نہایت جچی تلی تقریر فرمائی۔ آپ نے نہ صرف دینی مدارس کے پس منظر اور جنگ آزادی میں علماءؒ کی قربانیوں پر روشنی ڈالی بلکہ عربی کی اہمیت کے ساتھ عالم اسلام اور عربوں کے درمیان دینی اور اسلامی روابط کی ضرورت اور باہمی اتحاد کی ضرورت کو نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کیا۔ نیز پاکستان میں علماء کے دستوری مساعی اور مجوزہ دستور کی اسلامی دفعات کا بھی جامع انداز میں ذکر کیا۔

شیخ الازہر نے آخر میں مختصر وقت میں اپنی تقریر میں تجوید وقراءت، عالم اسلام کے لیے عربی زبان کی ضرورت ڈالی، اس خطہ اور پاکستان بحیثیت پر روشنی کی دینی وعلمی حیثیت پر بڑی مسرتوں کا اظہار کیا اور دارالعلوم کے ساتھ علمی اور ثقافتی جدید کتابوں وغیرہ کی شکل میں امداد کے لیے بھی وعدہ فرمایا۔

جامعہ ازھر (مصر) نے دارالعلوم حقانیہ کی سند کو بی اے کے مماثل قرار دیا ہے

شیخ الازہر نے اپنی تقریر میں کہا مجھے اس امر پر آج بے حد مسرت ہو رہی ہے کہ میں نے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبہ جات کی زیارت کر رہا ہوں، میں نے یہاں لغتِ عربیہ کے ساتھ اعتناء کا زبردست اہتمام دیکھا بالخصوص لغتِ عربیہ قدیمہ کے ساتھ اشتغال اور ایسی کتب کی تدریس جو ڈھائی تین سو سال قبل لکھی گئیں تاہم جدید عربی کے ساتھ شغف ضروری ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ میں جامعہ ازہر سے جدید آسان عربی کتب بھی بھیج سکوں۔ لغتِ عربی اس وقت اہم ترین اور ہمارے نزدیک اس کی تعلیم اور اس کا سیکھنا بہت ضروری ہے۔ سارے مسلمان ایک ہی زبان بولنے اور سیکھنے پر متحد ہو سکتے ہیں اور وہ لغتِ عربیہ ہی ہو سکتی ہے۔ مجھے اس پر بھی بیحد مسرت ہوئی ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب لغتِ عربی کو سرکاری زبان قرار دینے میں اپنی مساعی کر رہے ہیں۔ میری دلی تمنا اور دعا ہے کہ باری تعالٰے نہیں کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

بہرحال میں اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اس مرکزِ علم اور آپ حضرات کی زیارت و ملاقات اور استفادہ کا موقع بخشا۔

آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے شیخ الازہر کو ایک ترکستانی چوغہ پہنایا اور اسی گرم جوشی کے ساتھ دارالعلوم نے ان معزز مہمانوں کو رخصت کیا۔

بقیہ صفحہ نمبر۷ سے :۔ ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری

کے فضلاء بلکہ درس نظامی کے ہر فارغ التحصیل عالم کی علمی عظمت و اہلیت کا اونچی سطح پر ایک اعتراف تھا۔ اس سلسلہ میں ۱۲/ نومبر کو دارالحدیث میں طلباء و اساتذہ دارالعلوم حقانیہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں ایک طرف حضرت شیخ الحدیثؒ کو مبارکباد دی گئی۔ اور دوسری طرف ایک قرارداد کی شکل میں پشاور یونیورسٹی کے ارباب بست وکشاد، وائس چانسلر اور سنڈیکیٹ کے تمام ممبران کو علوم دینیہ کی اس قدر شناسی پر زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے دارالعلوم حقانیہ اور پشاور یونیورسٹی کے باہمی علمی روابط کے استحکام کا ذریعہ دیا گیا۔ اس موقعہ پر مولانا سمیع الحق صاحب۔ مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین اور مولانا محمد علی صاحب اساتذہ دارالعلوم نے خطاب کیا۔

یونیورسٹی کی جانب سے دی گئی اس اعزازی سرٹیفکیٹ کا اصل متن انگریزی میں ہے جس کا عکس قارئین صفحہ نمبر۱۱۷ پر ملاحظہ فرمالیں۔

ہر شخص کہ اولیاء را نہ شناخت
دین نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت وحب ایشاں نگزید
مے داں بے یقیں کہ اولیاء را نہ شناخت

معروف قانون دان اے کے بروہی

مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات
مدتوں کی آرزؤں کی تکمیل

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات میری زندگی کا نہایت تاریخی دن تھا

۲۸ ر اپریل ۸۴ء کو ملک کے ممتاز اور مایہ ناز ماہر قانون جناب اے کے بروہی صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، تشریف آوری کا مقصد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ملاقات تھی۔ نہایت مخلصانہ جذبات وعقیدت کے ساتھ موصوف کئی گھنٹے دارالعلوم میں رہے، حضرت شیخؒ سے دینی و علمی مجلسیں رہیں۔ دارالعلوم کے کئی شعبوں کا معائنہ بھی کیا۔ طلبہ نے اس موقعہ پر بروہی صاحب سے تقاضا کیا کہ وہ اپنے ارشادات سے انہیں محظوظ فرمائیں۔ چنانچہ محترم بروہی صاحب نے اپنی تقریر میں وقت کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس تقریب میں جناب بروہی صاحب کے علم وفضل، قانونی مہارت کے ساتھ ساتھ اسلامی جذبات اور اسلام کی ترجمانی کے مساعی کو سراہا اور بروہی صاحب کو اس جانب توجہ دلائی کہ آپ جیسے جدید تعلیمیافتہ حضرات اگر اسلامی قانون کی قدر و قیمت کو غیروں کے سامنے نمایاں کرتے رہیں گے تو علماء سے زیادہ اچھے نتائج سامنے آسکیں گے۔ آپ لوگ اسلام کی حقانیت ثابت کرکے اتمام حجت کرسکتے ہیں، اور میری دعا ہے کہ آپ اسی جذبہ، اسی جرأت اور صراحت کے ساتھ اسلام کی ترجمانی کرتے رہیں۔

(ادارہ)

جناب اے کے بروہی صاحب نے خطبۂ مسنونہ کے بعد کہا حضور والا! میں حضرت (مولانا عبدالحقؒ) کی خدمت میں صرف قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے حاضر ہوا تھا، اور یہ میری زندگی کا ایک نہایت تاریخی دن ہے اور مُدتوں کی آرزوؤں کی تکمیل ہے، مگر مجھے خیال نہیں تھا کہ میرے اوپر حکم بھی نافذ ہوگا کہ چند کلمات پیش کرسکوں ــــ مگر الامر فوق الادب کے ماتحت اور یہ کہ اب اطاعت کے درجے حاصل کرسکوں، حضرت مولانا صاحب کے حکم پر چند کلمات پیش کرنا چاہتا ہوں، میری مادری زبان سندھی ہے اور تعلیم ساری انگریزی میں ہوئی۔ تو خیالات جو وارد ہوتے ہیں تو انگریزی کا جامہ پہن کر تاہم کوشش کروں گا کہ انہیں اردو کا جامہ پہنا سکوں ......

حضرات! میں نے حضرت مولانا کی اطاعت کی ہے اور کچھ کہا ہے، مگر میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں ان صاحب (حضرت شیخ الحدیثؒ) کے سامنے کچھ عرض کرسکوں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے دین کے بارہ میں کہا گیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ــــ اب اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی کوئی دوسرا پیغمبر آسکے گا تو خدا کے لیے مجھے بتلائیے کہ کاہے کے لیے آئے گا، اس کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ دین ہر طرح مکمل ہوچکا ہے۔ تو یا تو خدانخواستہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ غلط ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو پھر دو تین اور پیغمبر شوق سے کھڑا کیجئے، لیکن اگر تکمیل ہے تو کسی اور کو کھڑا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

* * *

سرحد کے سابق گورنر ریٹائرڈ جنرل فضل حق مرحوم کی

حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں ایک حاضری کی رپورٹ

جنرل فضلِ حق، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے گرویدہ اور مخلص محب تھے، جب چاہتے اپنے بے تکلف انداز میں زمانۂ گورنری میں بھی حضرۃ شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، جہادِ افغانستان میں ٹھوس مؤقف اور مجاھدین سے معاونت کے پیشِ نظر حضرۃ شیخ الحدیثؒ بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ ذیل کی رپورٹ ان کی ایک حاضری کی جھلک ہے ——— (ادارہ) ———

۲۲ اگست ۱۹۸۴ء کو صوبہ سرحد کے گورنر جناب لیفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ افغان مہاجرین سے تعاون کے سلسلہ میں آسٹریلیا کی حکومت کی طرف سے ان دنوں جو مہمان آئے تھے اور ان کی آمد کی مناسبت سے حکومتی سطح پر دارالعلوم کے قریب واقع مہاجرین کیمپ میں تقریب منعقد ہونی تھی مگر عین موقع پر زوردار بارش کی وجہ سے جناب گورنر صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے اجازت لے کر اس تقریب کو دارالعلوم میں منتقل کر دیا۔ آسٹریلیا اور دیگر ملکی وغیر ملکی مہمانوں کے ہمراہ گورنر سرحد تقریباً ۶ بجے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالحدیث میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے مصافحہ اور ملاقات کی، جبکہ اس سے آدھ گھنٹہ قبل صوبہ بھر سے اعلیٰ آفیسرز، جہادِ افغانستان کے اعلیٰ قائدین مجاہدین اور دیگر معززین پہنچتے رہے، اور دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

> **جناب گورنر سرحد نے اپنی تقریر میں دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی معیار اور اسلامی خدمات کے سلسلہ میں بہترین کردار کو سراہا**

تقریب کا آغاز قاری محمد سلیمان صاحب کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ جناب گورنر سرحد نے اپنی تقریر میں دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی معیار اور اسلامی خدمات کے سلسلہ میں بہترین کردار کو سراہا۔ اور عین بارش کے موقع پر دارالعلوم کے تعاون (بصورتِ اجازتِ تقریب) پر حد درجہ تشکر و امتنان کے جذبات کا اظہار کیا اور کہا:۔

——— "میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کا اس موقع پر تعاون اور انسانی ہمدردی کے تحت دارالعلوم میں تقریب کی اجازت مرحمت فرمانے پر شکریہ ادا کر سکوں" ———

جناب گورنر سرحد نے اپنی تقریر میں دارالعلوم کے لیے ایک لاکھ روپے کے عطیہ کا اعلان بھی کیا ——— حضرت شیخ الحدیثؒ نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

——— "پاکستان اور دارالعلوم کا قیام ایک ساتھ ہوا ہے، اسلامی تعلیمات، قرآن و حدیث کی اشاعت، نظریۂ پاکستان کے تحفظ، بقاء اور استحکام میں دارالعلوم حقانیہ نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ جناب گورنر جانتے ہیں اور یہاں تقریباً افغان مجاہدین کے تمام قائدین موجود ہیں، اور سب جانتے ہیں کہ کراچی سے گلگت اور چترال تک اور وہاں سے لیکر درۂ خیبر تک اور افغانستان میں جنگ کے محاذوں پر، غرض جہاں جہاں بھی جہاد ہو رہا ہے اس میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء پیش پیش ہیں اور روسی دشمن کے لیے ننگی تلواریں بنے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ نے بارش برسادی اور مجاہدین و مہاجرین سے تعاون کے سلسلہ کی اس تقریب کو دارالعلوم میں منعقد ہونے کے غیبی اسباب پیدا فرما دیئے۔ ہمیں افغان مجاہدین سے دلی ہمدردیاں ہیں اور اس سلسلہ میں ہمیں ہر ممکن عملی تعاون پر مسرت ہوتی ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ عملاً جہادِ افغانستان میں بر سر حصہ لے رہے ہیں، طلبہ کی جماعتیں جاتی ہیں محاذِ جنگ پر لڑ لڑ کر واپس آتی ہیں تو ادھر سے دوسری جماعتیں روانہ ہو جاتی ہیں اور یہ سلسلہ تمام سال جاری رہتا ہے" ———

آخر میں حضرت شیخ الحدیث نے افغانستان کے مہاجرین کو پناہ دینے اور ان کے مسائل سے دلچسپی کے سلسلہ میں حکومتِ پاکستان کی مساعی کو سراہا اور اس سلسلہ میں اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا ———

جب تقریب ختم ہوئی تو جناب گورنر اور دیگر معزز مہمانوں نے مولانا سمیع الحق صاحب (جو اتفاق سے اُس دن سفر پر تھے) کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے مولانا انوار الحق صاحب اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی معیت و راہنمائی میں دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبہ جات دیکھے۔ درسگاہیں، مطبخ، کتب خانہ، دفاتر، تعلیمی کوائف اور دیگر شعبہ جات سے متعلق معلومات میں دلچسپی لی اور حد درجہ محظوظ ہوئے۔ واپسی پر دوبارہ دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث کے پاس حاضر ہوئے اور دارالعلوم سے متعلق اچھے تاثرات کا اظہار کیا۔

* * *

ابو ملیحہ زہرا

ایک درویش کے درِ دولت پر

مقتدر حکمران، قومی رہنما، سیاسی زعماء، افغان مجاہدین کے قائدین، مشائخ و علماء اور دانشوروں کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری، خراجِ عقیدت اور اعترافِ عظمت و کمال۔

مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کی آمد

یکم ستمبر ۱۹۶۵ء بمطابق ۴ جمادی الاول کو حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کی دارالعلوم میں آمد ہوئی، دارالعلوم سے باہر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ، اساتذہ و اراکینِ مدرسہ اور طلبہ نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد دارالعلوم کے دارالحدیث میں ایک مختصر استقبالیہ تقریب میں ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دارالتدریس، دفترِ اہتمام، کتب خانہ، دارالاقامہ، جامع مسجد، مطبخ وغیرہ کا معائنہ فرما کر ازحد مسرت کا اظہار فرمایا۔ سپاسنامہ کے جواب میں حضرت مولانا نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

محترم بزرگو اور میرے عزیز بھائیو طلبۂ علمِ دین! دارالعلوم حقانیہ ایک طویل عرصہ سے پاکستان کے مختلف حصوں میں خاص طور سے صوبہ سرحد اور افغانستان و قبائل میں جو دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ آنے والا وقت ہم سے زیادہ اس کی قدر کرے گا اور تاریخ میں اس کے کارناموں کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا، جب اس کی تاسیس اور بنیادی مرحلہ تھا تو میں حاضر ہوا تھا۔ اب بھی جب کبھی اس علاقہ کے احباب سے ملاقات ہوتی ہے تو حالات دریافت کرتا اور سلام و دعا بھیجتا رہتا ہوں، ایسی حالت ہوتی ہے جیسے کوئی محبوب سے گذر ہوتا ہے ؎

مصرع صبا پیام رسانید..... الخ

تاریخ میں دارالعلوم حقانیہ
کے کارناموں کو سنہری حروف
سے لکھا جائے گا۔
مولانا احتشام الحق تھانوی

اب میں دوبارہ ایسے وقت میں آیا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ عروج پر ہے اور اس کا ہر شعبہ ترقی پر ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرگذار ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے زیادہ ترقیات سے نوازے۔

سپاسنامہ میں کچھ باتیں میرے بارہ میں کہی گئی ہیں۔ بات یہ ہے کہ بزرگ جب اٹھ جاتے ہیں تو چھوٹوں کے ساتھ لوگ بڑوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ ہم خود چھوٹے ہیں مگر بزرگوں کی نسبت ہے، اللہ تعالیٰ یہ نسبت تا دیر قائم و دائم رکھے ــــ وہ اکابر اور بزرگ جن کے ناموں پر اور جن کی نسبت سے یہ درسگاہیں قائم ہیں، صرف ہندوستان و پاکستان نہیں بلکہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کی یادگاریں اور فیض نہ پائے جاتے ہوں۔ میں جب ۱۹۵۶ء میں چین گیا تو وہاں ایک عالم سے ملاقات ہوئی جن کا نام محمد یوسف الہجرانی تھا، ان سے جب تعارف میں پاکستان کا ذکر کیا گیا تو وہ بے چارے پاکستان کے لفظ سے ناآشنا تھے، انہوں نے کہا کہ دہلی سے آئے ہو؟ پھر انہوں نے دیوبند کا ذکر کیا، میں نے حیرانی سے دیوبند کے بارہ میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم دیوبند کو نہ صرف پہچانتے ہیں بلکہ یہاں ہمارے علاقہ میں جتنے علماء و فضلاء ہیں وہ سب دیوبند ہی کے فیض یافتہ ہیں میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آئے کہ یا اللہ ہمارے اکابر کا فیض کہاں کہاں پہنچا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں انہوں نے علم پھیلایا ؎

ذهب الذين معاش فی اکنافهم
فَبَقِیتُ مِنْ خَلْفٍ کَجِلدِ اَجْرَب

ہمارے اکابر کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان میں اتنا زہد اور تقویٰ تھا کہ لوگ سمجھتے کہ صحابہؓ جیسے ہیں۔ گویا ان کی ذات دین کی نشانی تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے باطل سے کبھی مفاہمت نہ کی بلکہ دیوار بن کر سینہ سپر ہوئے ــــ آج اس وقت یہ چیزیں ہم میں مفقود ہوتی جا رہی ہیں، اُس وقت بھی تمام فرقے موجود تھے مگر لوگ ان کو بلا امتیاز بزرگ اور روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔ آج انہی بزرگوں کے نام پر ہم زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر ان اکابر سے وابستہ رکھے اور ان کی روح ہمارے اعمال میں کار فرما ہو۔

میں آخر میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) اور دیگر اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری یہ عزت افزائی کی جس کا میں لائق نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو ترقیات سے نوازے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ

خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

مولانا فضل الرحمٰن مجددی افغانی کی آمد

افغانستان کے مجددی خانوادہ کے ایک ممتاز فرد اور حضرت مُلّا شور بازار نور المشائخ کے فرزند مولانا فضل عثمان مجددی ۳ ستمبر بروز جمعہ تشریف لائے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے مکان پر کئی گھنٹے قیام فرمایا۔ نمازِ جمعہ سے قبل مجمع سے اپنے پرجوش کلماتِ خیر و حکمت سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ بیت المقدس کے المیہ کے علاوہ ملک میں سوشلزم جیسے غیر اسلامی نعروں کے فروغ پر انتہائی درد اور الم کا اظہار کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ ایک جرمنی نے مجھے کہا کہ تم مسلمان اس لیے ترقی نہیں کرتے کہ آپ نے اپنا راستہ اور اپنا نظریہ چھوڑ دیا ہے۔ ظاہری اسباب اور وسائل کی کمی نہیں، دُنیاوی ترقی کے امور بھی آپ نے اپنائے اور دین پر آپ نے چلنا ترک کر دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نے جو امیدیں پاکستان سے وابستہ کی تھیں، افسوس کہ وہ خاک میں مل گئی ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دینِ اسلام پر ڈٹے رہیں نئے نئے نعروں اور اِزموں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ وہ کیمونزم جو افغانستان اور پاکستان میں پھیل رہا ہے ہمیں اس سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ درحقیقت دہریت ہے اور میں نے بخارا وغیرہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس اشتراکیت میں عورتوں تک کو مشترکہ سرمایہ بنا لیا جاتا ہے۔ اس اشتراکیت کی کوئی چیز نہ تو اسلام برداشت کر سکتا ہے اور نہ پختون قوم کی غیرت و حمیت۔ ہم صرف حضورؐ کا دامن تھام لینے سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ ہمارا خاندان ہمیشہ علم اور دین کا خادم رہا ہے یہاں دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں دین کی جو عظیم الشان خدمات ہو رہی ہیں جو کچھ ہمارے ہاتھوں سے خدمت ہو سکے ہم اس سے دریغ نہ کریں۔

دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں دین کی عظیم الشان خدمت ہو رہی ہے (مولانا فضل عثمان مجددی)

گورنرِ سرحد جناب حیات محمد خان شیرپاؤ کی آمد

مؤرخہ ۸، مارچ ۱۹۷۲ء کو جناب حیات محمد خان شیرپاؤ گورنر صوبہ سرحد دارالعلوم تشریف لائے، دارالعلوم سے باہر اساتذہ و طلبہ نے ان کا استقبال کیا۔ دارالعلوم پہنچ کر آپ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ درس گاہوں، کتب خانہ اور نئی تعمیرات کا معائنہ کیا اور بے حد متاثر ہوئے۔ کچھ دیر کے لیے آپ مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الحق کے ساتھ دفتر الحق بھی تشریف لائے اور الحق سے اپنی دیرینہ دلچسپی کا اظہار فرمایا ـــــ بعد میں آپ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ دارالحدیث ہال تشریف لے گئے اور طلبہ کے ساتھ حلقۂ درس میں چٹائیوں پر بیٹھ گئے ـــــ اس استقبالیہ میں مولانا سمیع الحق نے طلبہ و اساتذۂ دارالعلوم کی طرف سے آپ کی اچانک آمد کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ حکام اور امراء کا ان بوریہ نشین طلباء علومِ نبوت کے پاس آنا خود ان کے حق میں عزت اور بھلائی کی بات ہے جبکہ علماء اور فقراء کا حکام کے در پر جبہ سائی علم اور دین کی تذلیل ہے۔ اس طرح آج جناب شیرپاؤ صاحب کی اچانک آمد اور طلبہ کی محفل میں بیٹھنے سے علم پرور حکام کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔

جناب محترم گورنر صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ میں حضرت مولانا صاحبؒ کا دیرینہ معتقد ہوں اور میں نے حضرت مولانا صاحب اور دارالعلوم کے بارہ میں جو کچھ سُنا تھا آج دارالعلوم کو اپنی توقعات سے بڑھ کر پایا۔

علومِ دینیہ کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہمارا فرض ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لیے قائم ہوا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے ہم یہاں دین کے فروغ اور دینی تعلیم کی ترویج پر بھی پوری توجہ دیں ـــــ اس طرح اگر حکام ایک طرف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جاتے ہیں تو دوسری طرف یہاں آکر طلبہ علومِ دینیہ سے بھی ملنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ قیامِ پاکستان کے اساسی مقصد کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں جو کہ اسلام کی اشاعت و حفاظت ہے۔

بعد میں جناب گورنر صاحب موصوف نے دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ چائے نوش کی۔ موصوف نے پانچسو روپیہ کا گرانقدر عطیہ دارالعلوم کے لیے عطا فرمایا۔

گورنر اور وزیرِ اعلیٰ سرحد ارباب سکندر خان کی آمد

گورنر سرحد جناب ارباب سکندر خان خلیل نے اسلامی مدارس پر زور دیا ہے کہ وہ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ جدید علوم کی تحصیل پر بھی توجہ دیں۔ گورنر صاحب یہاں دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ایم این اے کے صاحبزادوں کی تقریبِ نکاح میں شمولیت کے موقعہ پر جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور عمائدینِ ملک اور معززین کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ گورنر صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولانا عبدالحق صاحب سے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اگر وسائل اجازت دیں تو اسلامی مدارس کی امداد کی جائے۔ انہوں نے اس ضمن میں دارالعلوم حقانیہ کو غیر مشروط امداد دے کر یہاں طبِ جدید و قدیم کے کالج کھولنے کی پیشکش کی تاکہ یہاں کے فارغ ہونے والے نصابِ تعلیم میں ایسے مضامین سے بھی روشناس ہو کر نکلیں کہ دین کے ساتھ ساتھ دُنیاوی ترقیات اور مسائل سے بھی

مناسبت رکھتے ہوں، ہم اختیارات ہیں کسی قسم کی مداخلت کے بغیر امداد دینے کو تیار ہیں ۔

> میں حضرت مولانا صاحبؒ کا دیرینہ معتقد ہوں اور میں نے حضرت مولانا صاحب اور دارالعلوم کے بارہ میں جو کچھ سنا تھا آج دارالعلوم کو اپنی توقعات سے بہت بڑھ کر پایا۔
>
> (حیات محمد خان شیرپاؤ)

جناب گورنر صاحب نے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ علم کا ایک ایسا مینار ہے جسے ہم دُنیا کے سامنے پٹھانوں کے دین اور علم سے محبت کی ایک دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں اور یہ ایک مردِ فقیر مولانا عبدالحق صاحب کی فقیرانہ تگ و دو کا زندہ نمونہ ہے ۔

دارالعلوم دیوبند کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے گورنر صاحب نے کہا کہ وہاں کے بڑے چھوٹوں نے انگریز کے خلاف جہاد میں مسلسل حصہ لیا، اور اس سلسلہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے رفقاءؒ کے نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے ۔

مذہبی و سیاسی مشاہیر کی آمد

۸؍جولائی ۱۹۷۳ء کو متحدہ محاذ کے صدر حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی معیت میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا الازہری، متحدہ جمہوری محاذ کے جنرل سیکرٹری پروفیسر غفور احمد اور جناب چوہدری ظہور الٰہی صاحب نے قدم رنجہ فرمایا۔ طلبہ کی خواہش پر ان حضرات نے چند منٹ کے لیے خطاب بھی فرمایا:۔

مولانا نورانی نے فی البدیہہ عربی زبان میں علمِ دین اور علماء کی فضیلت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ دارالعلوم کی علمی و دینی مرکزیت اور شہرت کی وجہ سے یہاں آنا میری دیرینہ خواہش تھی۔ یہاں کے طلبہ کے چہروں پر علومِ نبوت کے انوار محسوس ہو رہے ہیں ۔

> دارالعلوم حقانیہ علم کا ایک ایسا مینارہ ہے جسے ہم دُنیا کے سامنے پٹھانوں کے دین اور علم سے محبت کی ایک دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں اور یہ ایک مردِ فقیر مولانا عبدالحق صاحب کی فقیرانہ تگ و دو کا زندہ نمونہ ہے۔
>
> (ارباب سکندر خان خلیل
> گورنر سرحد)

چوہدری ظہور الٰہی صاحب نے کہا کہ قدر و منزلت کی اس محفل میں شرکت اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ برائیوں کی وجہ سے قوم ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر موت کی نیند نہ ہو تو قومیں جاگ اٹھتی ہیں۔ مگر اب بھی اللہ کے فضل سے کچھ لوگ شمعِ ہدایت روشن کیے ہوئے ہیں جس کی مثال یہ دارالعلوم ہے ۔

جناب پروفیسر غفور احمد صاحب نے فرمایا کہ یہاں کی حاضری کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ آسمان کا سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے مگر اللہ کی بندگی، اطاعت اور علوم کا سورج مغرب سے طلوع ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ جیسی درس گاہیں پاکستان قائم رکھنے والے لوگوں اور اسلام چاہنے والوں کے خلوص کا نتیجہ ہیں۔ یہاں سے نکلنے والے روشنی کے چراغ اور پہاڑی کے نمک ہیں ۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری نے کہا کہ یہ ادارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا حامل ہے علماء کی مساعی سے دستور قدرے اسلامی ہوا، اور ایسی ہی جدوجہد سے ملک دین و دُنیا کے اعتبار سے پھولتا پھیلتا نظر آئے گا۔ انشاء اللہ

قائدِ وفد حضرت مولانا مفتی محمود نے فرمایا کہ میں تو ہفتہ دو ہفتہ بعد ضرور آپ کے پاس آتا ہوں، یہاں میری حیثیت میزبان کی ہے۔ انہوں نے معزز مہمانوں کا اپنی اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے یہاں آمد پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہماری جدوجہد ہے کہ جو علومِ قرآن و حدیث آپ یہاں حاصل کر رہے ہیں اسے ملک میں جاری کر سکیں اور دین کا نظام قائم ہو ۔

جناب شیخ صالح السیّار سفیرِ لیبیا

۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ کو جمہوریہ عربیہ لیبیا کے سفیرِ کبیر جناب شیخ صالح السیار پشاور جاتے ہوئے کچھ دیر کے لیے دارالعلوم حقانیہ میں ٹھہرے۔ نمازِ عصر کے بعد آپ کو مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الحق نے دارالعلوم کی عمارات، دفاتر وغیرہ کا سرسری معائنہ کرایا، دارالعلوم میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات تھیں، پھر بھی کافی طلبہ موجود تھے جنہیں دیکھ کر سفیرِ محترم نہایت خوش ہوئے اور طلبہ بھی جناب شیخ صالح جیسے اسمِ بامسمّٰی صالح اور متشرع شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ سفیرِ محترم نے دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے کہا کہ اس سرسری زیارت نے بھی مجھے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ دارالعلوم ہر طرح کے اجلال و تقدیر کا مستحق ہے اور میری تمنا ہے کہ میں بہت جلد دارالعلوم میں دوبارہ آؤں اور اطمینان سے کچھ دیر ٹھہروں ۔

سید غواث صاحب گورنر سرحد کی آمد

صوبہ سرحد کے موجودہ گورنر جناب ریٹائرڈ میجر جنرل سید غواث صاحب اپنے دینی جذبات کی بناء پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب سے دیرینہ مخلصانہ راہ و رسم اور عقیدتمندانہ تعلق رکھتے ہیں۔ ۲۶؍دسمبر ۱۹۷۵ء بروز جمعہ اچانک دارالعلوم تشریف لائے، دارالعلوم میں جمعہ کی تعطیل تھی، آپ نے دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ کافی دیر قیام کیا اور دارالعلوم کے مختلف

شعبوں کی تفصیلات کے معائنہ کے دوران نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ تقریباً چار بجے آپ دارالعلوم سے واپس تشریف لے گئے ۔ اس سے کچھ دن قبل بھی آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی بیمار پرسی کے لیے قدم رنجہ فرمایا تھا۔

- ۱۵؍ مئی ۱۹۷۶ء کو عصر سے قبل اسیرِ مالٹا حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذِ رشید مولانا عزیر گل رحؒ نے تھوڑی دیر کے لیے دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا اور طلبہ کو تحریک ریشمی رومال کے اس درخشندہ اور تابندہ فردِ فرید کی زیارت کا موقع ملا۔ حضرت موصوف ضعفِ بصارت کی وجہ سے اپریشن کی غرض سے راولپنڈی تشریف لے گئے تھے واپسی میں دارالعلوم کو نوازا ۔
- ۱۸؍ اپریل ۱۹۷۶ء کو حضرت قائدِ جمعیۃ علماء اسلام مولانا مفتی محمود صاحب تشریف لائے اور طلبہ سے ملکی و ملی مسائل پر مبسوط خطاب فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب اکثر و بیشتر صوبہ سرحد آتے جاتے ہوئے دارالعلوم کو قدومِ میمنہ سے نوازتے ہیں۔
- اس سے چند دن قبل شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحبؒ اپنے استاذ المکرم حضرت شیخ الحدیثؒ کی عیادت اور زیارت کے لیے تشریف لائے، طلبہ کی خواہش پر دارالحدیث میں خطاب بھی فرمایا ۔
- ۶؍ مئی ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بعد نمازِ عصر امیر جمعیۃ العلماء اسلام بقیۃ السلف مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ تشریف لائے ۔ دارالعلوم سے باہر طلبہ و اساتذہ نے والہانہ استقبال کیا، عصر کے بعد شام تک آپ کا خطاب جاری رہا۔ بعداز مغرب جاتے وقت دارالعلوم کی ترقیات اور طلبہ کے لیے دعائیں کرتے ہوئے آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ یہاں سے انشاءاللہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اسلامی انقلاب کی لہریں اٹھیں گی، طلبہ کو جادۂ حق پر گامزن رہنے اور استقامت کی تلقین کی۔ حضرت درخواستی صاحب نے واپسی پر راولپنڈی ہسپتال میں حضرت شیخ الحدیث کی عیادت بھی فرمائی ۔
- ۱۵؍ مئی ۱۹۷۶ء بروز ہفتہ حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا اور کچھ دیر کے لیے طلبہ کو اخلاص وللّٰہیت اور طالب علم کے موضوع پر تقریر فرمائی اور طلبہ و دارالعلوم کے لیے دعائیں فرمائیں ۔

۲۰؍ مئی ۱۹۷۶ء کو ایک اور بزرگ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب تاجک شیخ الحدیث اوکاڑہ بھی حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملنے دارالعلوم تشریف لائے اور طلبہ کے تقاضا پر علم اور طالب علم کے آداب پر مختصر مگر مؤثر خطاب فرمایا۔

- ۲۵؍ اگست ۱۹۷۶ء وفاقی وزیرِ بلدیات و دیہی ترقی جناب خان محمد زمان خان اچکزئی اسلام آباد سے اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور گھر پر حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی۔
- ۶؍ ستمبر ۱۹۷۸ء امیر جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب مدظلہ حضرت شیخ الحدیث رحؒ سے ملنے اور عیادت کرنے اکوڑہ خٹک تشریف لائے، گھنٹہ بھر دونوں حضرات کی ملاقات رہی۔ اس کے بعد معتقدین کے ایک بڑے مجمعے سے حضرت درخواستی مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب صاحبؒ کی مسجد میں پُرسوز اور پُرحکمت خطاب فرمایا۔ خطاب کے دوران حضرت دین پوری مرحوم کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا کیا گیا اور تمام حاضرین نے مرحوم کے رفعِ درجات کی دعا کی ۔
- ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء وفاقی وزیرِ صحت جناب میر صبح صادق کھوسو صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت کے لیے دارالعلوم تشریف لائے، دفتر الحق میں ان کو ضیافت دی گئی، گھنٹہ بھر حضرتؒ کے ساتھ رہے ۔ اس کے بعد دارالحدیث میں طلباء اور اساتذہ کے اجتماع سے مختصر خطاب فرمایا اور قومی حکومت کے عزائمِ اسلامی پر روشنی ڈالی ۔ اس سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب نے وزیرِ موصوف کا خیر مقدم کیا اور اس اہم منصب کے لیے مولانا مفتی محمودؒ صاحب کے حسنِ انتخاب کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ جمعیۃ طلباء اسلام دارالعلوم کی طرف سے مولوی عنایت اللہ ڈیروی متعلم دارالعلوم حقانیہ نے سپاسنامہ پیش کیا۔
- ۱۵؍ دسمبر ۱۹۷۹ء ــ پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما مولانا مفتی محمود صاحب تقریباً تین ماہ سی ایم ایچ راولپنڈی میں زیرِ علاج رہنے کے بعد آج شام دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچے، اٹک پل پر مولانا سمیع الحق صاحب نے علاقہ کے معززین کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ مولانا مدظلہ نے یہاں پہنچکر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زیارت کے لیے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے رات کا کھانا میاں حضران شاہ صاحب کے گھر کھایا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی ۔ نمازِ عشاء کے بعد دارالحدیث ہال میں جو طلباء، علماء، اساتذہ اور معززین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں اقدامات اور اسلامی حدود و تعزیرات کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک عالمانہ خطاب فرمایا۔
- ۲۹؍ اگست ۱۹۷۸ء کو جنرل سیکرٹری جماعتِ اسلامی قاضی حسین احمد صاحب تشریف لائے اور دفتر الحق میں جنابِ مدیر صاحب سے تحریکِ اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں بات چیت کی، دوسرے دن ۳۰؍ اگست کو قاضی صاحب موصوف اور مدیر الحق نے جامع مسجد دارالعلوم میں بعد از نمازِ عصر طلبہ و اساتذہ سے تحریک کے سلسلہ میں خطاب کیا۔ اس موقع پر اتفاق سے مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب راولپنڈی اور مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کے فرزند مولانا محمد بنوری (کراچی) بھی تشریف لائے تھے۔
- وفاقی وزیر امورِ کشمیر و قبائل الحاج فقیر محمد خان صاحب دارالعلوم تشریف لائے آپ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی اور بعداز نمازِ جمعہ دارالعلوم کی مسجد قدیم میں حاضری کے ایک اجتماع میں موجودہ حالات پر خطاب بھی فرمایا۔ آپ نے قیام دارالعلوم کے دوران دارالعلوم کا تفصیلی معائنہ بھی فرمایا۔
- ۲۸؍ نومبر ۱۹۷۸ء کو وفاقی وزیرِ دفاع جناب علی احمد تالپور صاحب اپنے دورۂ پشاور کے دوران حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی عیادت اور زیارت کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق نے آپ کو دارالعلوم کی تعمیرات اور مختلف شعبوں کا معائنہ کرایا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی اور گھنٹہ سوا گھنٹہ آپ کے ساتھ رہے۔ جدید دفاتر دارالعلوم میں آپ کو معززین کے ساتھ چائے کی ضیافت دی گئی ۔ اس کے بعد کتب خانہ کے وسیع ہال میں جناب تالپور صاحب نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے ملک کے موجودہ حالات اور حکومت کے عزائم پر روشنی ڈالی۔

آپ نے اہلِ علم کے مقام و مرتبہ کو سراہتے ہوئے کہا کہ وزارتیں اور صدارتیں اس مقام کے سامنے ہیچ ہیں اور میں حق اور نیکی کے ساتھ ہمیشہ ساتھ دیتا رہا ہوں اب بھی اگر ایسا کر سکوں تو بہتر کر باطل اور بدی کے مقابلہ میں پیش پیش رہوں گا۔ تالپور صاحب نے اپنی تقریر میں قومی اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کے کردار کو سراہا، اپنے تحریری تاثرات میں آپ نے لکھا :۔

> ـــ ”یہ فقیر علی احمد تالپور آج حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی عیادت پرسی کے لیے حاضر ہوا اور مدرسہ عالیہ کی عظیم الشان عمارت اور طلبا کی رہائش کا عظیم منصوبہ دیکھا جو دین حق کی سربلندی کے لیے جاری ہے ـــ اور میں اپنی زندگی کے وہ ایام بہترین ایام سمجھتا ہوں، جب میں قومی اسمبلی میں ایک ایک غاصبانہ قوت کا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی راہنمائی میں مقابلہ کر رہا تھا ـــ خداوند کریم اس صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھے اور دین اسلام کی اور پوری انسانی ذات کی بہتریت خدمت کا ذریعہ بنائے“۔

استقبالیہ کلمات میں مولانا سمیع الحق صاحب نے وزیر موصوف کا خیر مقدم کیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی وزارتِ دفاع کے منصب کے لیے تالپور صاحب کے انتخاب پر صدرِ مملکت کی تحسین کی۔ وزیرِ دفاع نے دارالعلوم کے شعبہ موتمر المصنفین کی مطبوعات میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا، بالخصوص مدیر الحق کی کتاب ”اسلام اور عصرِ حاضر“ کے مطالعہ کے تاثرات کا بھی ذکر کیا۔

● یکم جنوری ۱۹۷۹ء کو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی پاکستان اسلام آباد کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر عبدالواحد اور حضرت مولانا عبدالحق ربانی میرپور خاص دارالعلوم کے معائنہ اور شیخ الحدیث صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ مولانا عبدالحق ربانی دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب العلمی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے رفیق رہے، آپ مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی استفادہ کر چکے ہیں، نمازِ ظہر کے بعد دارالحدیث میں طلبہ سے ہر دو حضرات نے خطاب بھی فرمایا۔ مولانا ربانی صاحب موصوف کا موضوعِ خطاب حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تصانیف اور علوم رہا۔ آپ نے طلبہ اور اہلِ علم پر زور دیا کہ ان حضرات کی تصانیف اور علوم سے گہرا شغف پیدا کریں۔

● ۷ رجنوری ۱۹۸۱ء جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیۃ العلماء ہند، رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ کے ایشیائی اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں شمولیت کے لیے مختصر دورے پر پاکستان تشریف لائے۔ اس بار بھی انہوں نے کثیر مشاغل سے وقت نکال کر صوبہ سرحد کا دورہ اپنے محبوب بزرگ بقیۃ السلف مولانا عزیر گل مدظلہ اسیرِ مالٹا اور اپنے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی زیارت کے لیے دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں پہلے سے حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ نے رات گذارنے کا فیصلہ فرمایا تھا، دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔

مولانا سمیع الحق صاحب سفر پر تھے اس لیے دارالعلوم کی طرف سے حضرت مولانا انوار الحق صاحب، مولانا سلطان محمود صاحبؒ ناظم دارالعلوم اور حضرت الشیخؒ کے ایک خادم خاص جناب ممتاز خان صاحب انہیں لینے پشاور کے ہوائی اڈہ اور پھر مولانا عُزیر گلؒ کے گاؤں سخاکوٹ میں موجود تھے، اور آخر تک ساتھ رہے، اکوڑہ خٹک آمد سے قبل راستہ میں انہوں نے اضاخیل بالا کے قریب مہاجرین افغانستان کے ایک بڑے کیمپ کا بھی معائنہ کیا اور ان لوگوں سے تبادلۂ خیال بھی کیا۔ دارالعلوم میں اچانک آنے کے باوجود سینکڑوں معتقدین بھی جمع ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تفصیلی تبادلۂ خیالات اور ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم کے نئے کتب خانہ کے ہال میں آپ کو عشائیہ دیا گیا۔ بعد نمازِ عشاء دارالحدیث میں جو سامعین سے بھرا ہوا تھا، معزز مہمان نے نہایت فاضلانہ خطاب فرمایا۔ رات دارالعلوم میں گذارنے کے بعد صبح سویرے حضرت مولانا مدظلہ العالی عازمِ اسلام آباد ہوئے۔

● مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ کے **وائس چانسلر** نے ۲۹ نومبر کو دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا، جس کی تفصیلات الحق میں شائع ہو چکی ہیں۔

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کو ایک اور عرب بزرگ کی دارالعلوم میں آمد ہوئی، یہ تھے مصر کے شیخ عبدالمقیت محمد صاحب الواعظ العام للقوات المسلحۃ المصریۃ (مصری افواج کے واعظ عام) تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں آمد کے بعد اپنے شرکاء سمیت دارالعلوم آ کر نہایت محظوظ ہوئے، بار بار اپنی حیرت و محبت کے جذبات پر مبنی کلمات سے دارالعلوم کو سراہتے رہے، نمازِ ظہر کے بعد مسجد دارالعلوم میں طلباء سے خطاب فرمایا۔ دفتر دارالعلوم میں جناب مدیر الحق نے ظہرانہ دیا۔ دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات ثبت فرماتے ہوئے لکھا :۔

> وانی اعتقد بانہٗ فاق الازھر المصری الذی شاع صیتہ فی جمیع البقاع۔
>
> میرا اعتقاد ہے کہ یہ ادارہ اُس مصری جامعہ سے بڑھ کر ہے جس کا غلغلہ چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

● ۲۵ اکتوبر کو اسلامیہ کالجیٹ سکول اسلامیہ کالج کے طلبہ کے ایک گروپ نے مولانا محمد سراج فاضلِ حقانیہ کی قیادت میں دارالعلوم کا مطالعاتی دورہ کیا اور دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کی اور نصائح سے محظوظ ہوئے۔ طلبہ نے تجوید و قرأت سے بھی حاضرین کو محظوظ کیا، گروپ کے سینیئر رکن جناب شمس الرحمٰن بن مولانا عبدالدیان کی خواہش پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنے قلم سے گروپ کو نصائح پر مبنی آٹوگراف دیا۔

● ۲۶ اکتوبر کو پنجاب کی ڈسٹرکٹ کونسلوں کے چیئرمینوں پر مشتمل ایک اہم وفد نے دارالعلوم کا معائنہ کیا اور بے حد مسرت ظاہر کی۔

● ۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء کو ممتاز محقق عالم حضرت العلامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب جو کہ انگلینڈ میں مقیم ہیں، تشریف لائے، حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی اور بعد میں جناب مدیر الحق سے بیرونِ ممالک میں مسلکِ حق کی حفاظت پر تبادلۂ خیالات کیا۔

● افغان مجاہدین کے اہم زعماء اور قائدین تشریف لاتے رہتے ہیں اس سلسلہ میں افغانستان کے صوبہ ولایت لوگر کے موضع چرخ (یعقوب چرخی وغیرہ افاضل اسی سے منسوب ہیں) سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا محمد دین صاحب تشریف لائے جو مقامی جہاد کے امیر عمومی، جید عالم، محدث اور حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتی مرحوم کے خلفاء میں سے ہیں۔ انہوں نے جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں نصرتِ خداوندی کے عجیب واقعات سنائے جنہیں جہادِ افغانستان والے کالم میں نذرِ قارئین کیا جائے گا۔ دار العلوم اور حضرت بانیٔ دار العلوم کے بارہ میں انہوں نے اپنے شیخ و اُستاذ حضرت محدثِ غورغشتویؒ کی ایک روایت نقل کی جسے دار العلوم کے اس کالم میں محفوظ کرنا ضروری ہے:۔

فرمایا مجھے تمام عمر مولانا عبدالحق مدظلہ سے ملنے کی حسرت تھی اس لیے کہ ہمارے شیخ الحدیث نصیر الدینؒ فرماتے تھے کہ اب جب مولانا عبدالحق صاحب وطن (دیوبند سے) آگئے ہیں اب اگر میں تدریس نہ بھی کرسکوں تو میرا ذمہ فارغ ہوگا اسلئے کہ وہ میرے عوض (متبادل) ہیں۔ اور یہ ایسا ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہور فرمایا اور وہ فتویٰ دینے لگے تو لقمان حکیم نے فرمایا کہ اب ان کا فتویٰ کفایت کرتا ہے۔ اس کے راوی مولانا محمد دین صاحب نے فرمایا کہ یعنی مولانا ان پہ ایسے گراں (عزیز) تھے کہ مثالیں دے دے کر ہمیں ان کے بارہ میں سمجھایا کرتے تھے۔

● شام اور عالمِ عرب کے ممتاز ترین جید اور محقق علامہ اور مجاہد راہنما الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ جو اس وقت ریاض سعودی عرب میں شام سے جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں اور ریاض یونیورسٹی میں علم وتحقیق کے گوہر لٹا رہے ہیں ۔۔۔ ۳ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو دار العلوم تشریف لائے اور یہ آپ کی دوسری بار آمد تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے فرزند مولانا محمد بنوری ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ دفتر اہتمام میں دیر تک قیام فرمایا پھر دار العلوم کے مختلف شعبے بالخصوص کتب خانہ دیکھا، مسجد دار العلوم میں نمازِ ظہر کی امامت فرمائی اور طلبہ و اساتذہ کو زیارت نصیب ہوئی۔

اس کے بعد جناب مدیر الحق کے مکان پر چند گھنٹے آرام فرمایا، کتاب الآراء میں دار العلوم اور حضرت بانیٔ دار العلوم کے بارہ میں فصیح و بلیغ، جامع اور عمیق تاثرات کو قلمبند کیا جس میں سے چند جملے یہ ہیں:۔

۔۔۔ ”دار العلوم ایسی جگہ ہے جس کی بنیاد تقویٰ اور مسلمانوں میں کتاب وسنت کی اشاعت کیلئے رکھی گئی ہے، وہ بھی علم و عمل، محنت و جدوجہد و جہاد کے ذریعہ۔ اس وجہ سے اس کے طلبہ علم کے شیوخ اور جہاد کے قائد بن کر نکلتے ہیں، انہیں ہر لحاظ سے ہمارے شیخ (مولانا عبدالحقؒ) کی توجہاتِ عالیہ اور نظرِ کرم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے نوازا۔“ ۔۔۔

اس سے قبل تحریر فرماتے ہیں:۔

۔۔۔ ”الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دار العلوم حقانیہ کی رؤیت (زیارت) سے نوازا کہ اس کے دیکھنے کا سُرمہ نگاہوں میں ڈال سکوں اس کے مشائخ بالخصوص ان مشائخ کے سرتاج و انوارِ روحانی کی مہک سے سرشار مولانا علامہ جلیل اور دانائے بصیر امامِ معظم الشیخ عبدالحق کی زیارت سے نوازا، اللہ ان کے سایہ سے اپنے بندوں اور ملک کو نفع مند کرتا رہے، طالبینِ حق کے لیے حق ان کے ذریعہ روشن ہوتا رہے، ان کے معتقدین اور مریدین کو ان سے فیضیاب کرتا رہے، ان کی زیارت رُوح کی تقویت، عزم وہمت کی غذا اور رُوحانیوں کی رُوحانیت میں اضافہ کا ذریعہ ہے، ان کی زیارت غذائے رُوح اور شفائے امراضِ باطنی ہے۔ الحمدللہ کہ میں ان کے ہاتھ چومنے اور صحبت میں بیٹھنے سے مشرف ہوا“ ۔۔۔

جامعۃ الازہر اور قاہرہ یونیورسٹی کے چانسلروں نے دار العلوم حقانیہ کو ”الازہر القدیم“ قرار دیا۔

● ۱۲ فروری ۱۹۸۳ء کو جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر الشیخ محمد طیب النجار اور قاہرہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر الشیخ حسین حمدی ابراہیم اور اسلام یونیورسٹی کے وائس چانسلر الشیخ حسن حامد دار العلوم حقانیہ اپنے تعارفی و مطالعاتی پروگرام پر تشریف لائے۔ اساتذہ اور طلبہ نے دورویہ قطاریں بنا کر معزز مہمانوں کا پُرجوش خیرمقدم کیا۔ اتفاق سے ان دنوں دار العلوم کے ششماہی امتحانات ہو رہے تھے اور جن طلبہ کا اس روز پرچہ تھا وہ امتحان گاہوں میں اساتذہ کی زیرِ نگرانی مصروف کار تھے۔ مہمانوں نے آتے ہی سب سے پہلے امتحان گاہوں کا معائنہ کیا، پرچہ سوالات اور ان کے جوابات دیکھ کر حد درجہ مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دار العلوم کے مختلف شعبوں کتب خانہ، الحق، مؤتمر المصنفین اور دار التصنیف تشریف لائے اور ہر جگہ ایک خاص حظ محسوس کیا۔ پھر دار الاقاموں (طلبہ کے ہاسٹلوں) کا معائنہ کرتے ہوئے جب تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول پہنچے تو طلبہ نے پھولوں کے گلدستوں، پُرجوش نعروں اور عربی مکالموں سے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ اس کے بعد معزز مہمان دار الحفظ والتجوید تشریف لے گئے۔ وہاں طلبہ کی تعلیمی استعداد، تربیتی صلاحیت، حفظ و قرأت، عربی مکالمے اور استقبالیہ میں طلبہ کی دردانگیز عربی تقاریر سنکر حیرت میں ڈوب کے رہ گئے۔ اور جب ایک طالب علم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کلماتِ رنج و غم اور تعزیتی حدیث یاد سے پڑھ کر سنائی تو سب کی آنکھیں پُرنم اور اشکبار تھیں۔

دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کے ہاسٹلوں کا معائنہ کرتے ہوئے معزز مہمان جب دار الحدیث پہنچے جہاں حضرت شیخ الحدیثؒ پہلے سے ان کے منتظر تھے حضرت شیخ الحدیثؒ سے بہ تپاک معانقہ اور مصافحہ کیا، اس دوران اساتذہ اور طلبہ دار الحدیث پہنچ چکے تھے حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانب سے مولانا انوار الحق صاحب نے

مہمانوں کی خدمت میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ اور مولانا حافظ غلام الرحمٰن صاحب مدرس دارالعلوم نے تعارفی کلمات کہے۔ اس کے بعد جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر الشیخ محمد طیب النجار نے مفصل خطاب کیا، انہوں نے اپنی تقریر میں دارالعلوم حقانیہ اس کے تعلیمی اور روحانی ماحول، تعلیم و تربیت اور جہادِ افغانستان میں زبردست کردار کے پیشِ نظر اسے "الازھر القدیم" قرار دیا۔

اِس تقریب کے بعد دفترِ اہتمام میں معزز مہمانوں کو ضیافت دی گئی جہاں انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے تبادلۂ خیالات بھی کیا، رخصت ہوتے وقت انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کا شکریہ ادا کیا اور دیر تک آپ کی پیشانی کو بوسے دیتے رہے۔

● ۱۲؍ فروری ۱۹۸۳ء کو ایرانی علماء اور سکالروں کا ایک وفد دارالعلوم حقانیہ تشریف لایا جس میں ایرانی پارلیمنٹ کے ممبر جناب استاذ دکتور حسن روحانی، جناب استاذ سید رضا النقوی صاحب، مولانا شہداد صاحب قاضی اہلسنت بلوچستان ایران کے علاوہ پاکستان کے لیے ایرانی سفیر جناب ابو شریف صاحب بھی شریک تھے انہوں نے اپنے خطاب میں جہادِ افغانستان سے متعلق دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء کے کردار کو سراہا۔ دارالعلوم کے مختلف احاطوں، طلبہ کے ہاسٹلوں، کتب خانہ اور دارالحفظ والتجوید کا معائنہ کیا۔ دارالحدیث میں ہونے والے درسِ حدیث میں بھی کچھ دیر ان مہمانوں نے شرکت کی، بعد میں دفترِ اہتمام میں انہیں ضیافت دی گئی جہاں انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے مختلف امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔

اِس وفد میں ایرانی بلوچستان کے اہلِ سنّت کے قاضی جناب مولانا شہداد صاحب دیوبند میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے تلمذ حاصل کر چکے تھے، مدتوں بعد اپنے شیخ سے مل کر انہوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ کتاب الآراء میں مہمانوں نے اپنے وقیع تاثرات قلمبند کیے۔

● ۴؍ مئی ۱۹۸۳ء دارالعلوم علومِ شرعیہ بنوں کے مہتمم مولانا حضرت علی صاحبؒ دورۂ حدیث کے طلباء کی ایک جماعت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تاکہ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ سے ختمِ بخاری کی سعادت حاصل کریں۔ لہٰذا ایک پُروقار تقریب منعقد ہوئی، حضرت الشیخؒ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا جسے مولانا حافظ انوار الحق صاحب نے قلمبند کر لیا ہے۔ طلباء کو اجازتِ حدیث مرحمت فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کی درخواست پر دستار بندی بھی کرائی۔ اس طرح مختصر قیام کے بعد طالبانِ علومِ نبوّت کا یہ قافلہ بنّوں کے لیے روانہ ہو گیا۔

● ۱۳؍ مئی ۱۹۸۳ء کو ایک عالمی خبر رساں ایجنسی کی نمائندہ مسز آرا شیگ، جو برطانوی باشندہ ہیں، پاکستان ٹوبیکو کمپنی اور دارالعلوم حقانیہ تشریف لائیں۔ حضرت الشیخ کو ماسکو، سمرقند، بخارا، کابل و قندھار اور افغانستان سے متعلق اہم معلومات سے آگاہ کیا۔ جہادِ افغانستان سے متعلق عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی تاثرات بھی ظاہر کیے اور اس سلسلہ میں دارالعلوم حقانیہ کے کردار کو سراہا۔ حضرت شیخؒ نے بھی اسلام کی حقانیت، صداقت، جامعیت، ہمہ گیری اور ادیانِ عالم میں فوقیت اور برتری کے موضوع پر گفتگو کی اور اپنے مخصوص انداز میں انہیں اسلام کی دعوت بھی دی۔ اس مذاکرہ کے بعض پہلو بڑے اہم اور دلچسپ ہیں، جو چھپتے با اہلِ حق میں چھپ کر منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔

● ۴؍ جون ۱۹۸۳ء کو سربراہ مالدیپ کے مشیر مذہبی امور شیخ الاسلام جناب محمد جمیل زیدی صاحب اپنے مطالعاتی و تعارفی دورہ میں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی اور اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا جہاں حضرت شیخ الحدیثؒ نے انہیں ضیافت دی۔ اگرچہ دارالعلوم میں عام تعطیلات تھیں تاہم حضرت شیخؒ کی ملاقات اور دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات دیکھنے سے بیحد خوش ہوئے۔

● ۲؍ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ کو صدرِ پاکستان کے تعلیماتِ اسلامی کے مشیر جناب ڈاکٹر مُصلح الدین صاحب دارالعلوم تشریف لائے، اسباق شروع تھے، طلبہ سے بھری درسگاہوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے، دارالحدیث میں چند منٹ درس بھی سُنا، لائبریری میں کافی دیر تک نادر نسخوں اور قلمی کتابوں سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے رہے دفتر الحق اور موتمر المصنفین میں تشریف لائے اور زیرِ ترتیب بعض کتابیں دیکھیں، دارالحفظ والتجوید میں طلباء کی قرأت اور عربی مکالمے سُنے، دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث سے تفصیلی ملاقات کی اور کتاب الآراء میں اپنی گرانقدر رائے بھی ثبت فرمائی، اس سے قبل بھی ایک دو بار آپ دارالعلوم تشریف لا چکے ہیں۔

● ۱۵؍ مارچ ۱۹۸۵ء کو سابق وزیرِ اطلاعات و نشریات جناب راجہ ظفر الحق صاحب دارالعلوم تشریف لائے، نمازِ مغرب دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی، پھر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے گھر جا کر ان سے ملاقات کی حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا، راجہ صاحب! قوم میں قدر شناسی کا فقدان ہے، آپ نے اپنے دورِ وزارت میں مثالی کام کیے ہیں، ختمِ نبوّت کے سلسلہ میں آپ کا کردار تاریخی اور مثالی تھا۔"

راجہ صاحب نے عرض کیا "حضرت! یہ سب آپ کی دُعائیں تھیں اور یہ سارا کام آپ کی دعاؤں سے ہوتا رہا۔ مگر حالیہ انتخابات میں مرزائیوں نے میرے خلاف دل کھول کر رقم تقسیم کی اور میری شکست کے لیے اندرونِ خانہ کئی سازشیں کیں میرے انتخابات میں رہ جانے پر کئی سرکردہ اور ذمہ دار مرزائیوں کے میرے نام خطوط آئے، انہوں نے مجھے لکھا کہ "اِنتخابات میں ناکامی کے بعد اب تو تمہیں یقین ہو گیا ہوگا کہ جو قدم تم نے اٹھایا تھا وہ سراسر غلط تھا"۔ تاہم آپ نے میرے دورِ وزارت کی جن خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے یہ سب کچھ آپ کی دُعاؤں کے صدقہ اور مولانا سمیع الحق صاحب کی رفاقت، مفید راہنمائی اور گرانقدر مشوروں سے ہوا ہے گذشتہ تین سال کی رفاقت میں ہم نے ان سے بہت قومی و ملی فائدے حاصل کیے، ان کے علمی مشوروں سے اہم اور مشکل امور میں آسانیاں پائیں"۔

● ۱۴؍ جولائی ۱۹۸۱ء کو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے فرزند و جانشین، جمعیۃ العلماء ہند کے صدر اور ایشیائی اسلامی کانفرنس میں بھارت کے مندوب حضرت مدنیؒ کے خصوصی شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کی عیادت اور ملاقات کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ ایک بار اس سے قبل بھی دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نواز چکے ہیں۔ اس بار آپ کی آمد نہایت مختصر رہی مگر شدید مصروفیات کے باوجود آپ نے اپنے اُستاذِ گرامی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے ملاقات کا موقعہ

سخاکوٹ سے واپسی میں نکال لیا۔ اس وقت دارالعلوم میں بوجۂ تعطیلات گرماگرمی نہیں تھی، پھر بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کے متوسلین و معتقدین، فضلاء دیوبند اور دیگر مشتاقان کافی تعداد میں حضرت کی زیارت کے لیے موجود تھے۔ اپنے مختصر قیام میں آپ نے دارالعلوم کے نوتعمیر شدہ کتب خانہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی یاد میں تعمیر شدہ احاطۂ قاسمیہ کا معائنہ کیا۔ ماہنامہ الحق کے جدید دفتر میں حضرت مولانا سمیع الحق نے انہیں مؤتمر المصنفین کی مطبوعات کا سیٹ پیش کیا اور دارالعلوم کی تفصیلات بتلائیں۔

● ۱۱ر جولائی ۱۹۸۴ء کو وفاقی وزیر محنت و آبادکاری جناب چوہدری ظہور الٰہی صاحب اور وفاقی وزیر تعمیرات جناب فدا محمد خان صاحب صبح صبح اچانک دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تاکہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے ملاقات کر سکیں مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں دارالعلوم کی نئی تعمیرات کا معائنہ کرایا اور پھر امتحان گاہ میں لے گئے جہاں وفاق المدارس کے زیر نگرانی دورہ حدیث شریف کے امتحانات ہو رہے تھے اس کے بعد دونوں معزز حضرات شہر میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مکان پر گئے اور حضرتؒ کی خدمت میں کچھ دیر رہے۔ چوہدری ظہور الٰہی صاحب نے حضرتؒ سے اپنے دیرینہ گہرے تعلق اور عقیدت کا اظہار کیا اور کہا کہ میری خواہش تھی کہ وزارت کی ذمہ داری اٹھانے کے بعد گھر جانے سے قبل آپ کی زیارت کرلوں۔

● ۸ر اگست ۱۹۸۴ء کو مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب فیصل آباد، جناب ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا اور جناب بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب نمازِ ظہر کے بعد دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، چونکہ اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ گھر میں تھے اس لیے معزز مہمان ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، بیٹھک میں ان سے ملاقات کی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی۔ ان ہی دنوں وفاقی شرعی عدالت کے تحت لاہور میں مرزائیت کا کیس چل رہا تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا: "میرا تو خیال تھا کہ ان دنوں آپ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم ہوں گے مگر آپ تو یہاں پھر رہے ہیں"! پھر اسی سلسلہ میں اہم امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔

● ۱۰ر اگست ۱۹۸۴ء کو مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب کے طلبہ کا ایک وفد دارالعلوم آیا جن کی راہنمائی سعودی عرب میں زیر تعلیم پاکستانی طلبہ کر رہے تھے۔ دارالعلوم کی تعلیمی کارکردگی، اساتذہ کی تربیت و سادگی اور طلبہ کے اخلاق سے حد درجہ متاثر ہوئے، دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کو تفصیلاً دیکھا۔ بعد العصر حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ہاں ان کی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ان سے ملاقات کی، دارالعلوم سے متعلق مسرت اور فرحت و انبساط سے بھرپور جذبات کا اظہار کیا۔ عشاء کے قریب وفد کی واپسی ہوئی۔

● ۲۴ر اگست ۱۹۸۴ء کو افغان مشائخ اور علماء کی ایک جماعت وفد کی صورت میں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائی۔ جہادِ افغانستان، مجاہدین میں اتحاد اور اس کو مزید مستحکم کرنے کے سلسلہ میں مولانا سمیع الحق صاحب سے دفتر الحق میں ملاقات کی جو تقریباً دو گھنٹے جاری رہی ـــــ جہادِ افغانستان کی موجودہ صورتحال کے علاوہ کئی اہم امور زیر بحث آئے۔ تقریباً ۱۲ ۱/۲ بجے وفد کے ارکان مولانا سمیع الحق صاحب کی معیت میں حضرت شیخ الحدیث صاحب سے دفتر اہتمام میں ملے جہاں معزز مہمانوں کو ضیافت دی گئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بھی اہم مذاکرہ ہوا، دونوں جگہوں کے مذاکرہ اور گفتگو کو مولانا عبدالقیوم حقانی نے قلم بند کرلیا ہے، جو صحیفے یا اہل حق میں چھپ چکے ہیں۔

● اگست ۱۹۸۴ء کو دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولانا معراج الحق صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث نے معزز مہمان کو ظہرانہ دیا، کافی دیر تک مجلس رہی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی شریک تھے۔ اس دوران طلبہ دارالحدیث میں جمع ہو گئے جہاں معزز مہمان نے خطاب کرنا تھا جب معزز مہمان، حضرت شیخ الحدیث اور دارالعلوم کے اکابر اساتذہ کی معیت میں دارالحدیث میں داخل ہوئے تو حاضرین نے پُرجوش خیر مقدمی نعروں سے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا، حضرت شیخ الحدیث اور معزز مہمان دونوں ایک مسند پر تشریف فرما ہوئے تو منظر دیدنی تھا۔

حضرت شیخ الحدیث، دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے آئے ہوئے قابلِ قدر مہمان کے اکرام میں نچھاور ہو رہے تھے۔ چونکہ مولانا سمیع الحق صاحب سفر پر تھے اس لیے تقریب کے آغاز میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث، دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ کی طرف سے ضیفِ محترم کو خوش آمدید کہا اور ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور حاضرین سے مہمان کا تعارف، دارالعلوم دیوبند کے بحران میں دارالعلوم حقانیہ کی ہمدردانہ دلچسپی، دارالعلوم حقانیہ کا تاریخی پس منظر، دارالعلوم دیوبند سے ربط اور تعلیمی و اشاعتی خدمات اور اب جہادِ افغانستان میں فضلائے حقانیہ کے مجاہدانہ اور قائدانہ کردار اور دارالعلوم دیوبند کے مشن کی تکمیل میں دارالعلوم حقانیہ کی مساعی پر روشنی ڈالی۔

دارالعلوم حقانیہ میں آکر مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دارالعلوم دیوبند میں آگیا ہوں

ان کے بعد حضرت مولانا معراج الحق صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ واقعۃً میرا جی بھی یہی چاہتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے درودیوار سے لپٹ جاؤں، اس لیے کہ ان کی تہہ میں بالاکوٹ کے شہداء کا خون موجود ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے جب سکھوں سے جنگ لڑی تو اکوڑہ میں ہی پڑاؤ ڈالا تھا، تو یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے۔ اسی سرزمین میں ان کے خون کی کھاد موجود ہے، اس لیے تو آج یہاں کے پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم و معارف کے چشمے جاری ہیں جو ایک عالم کو سیراب کر رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا دارالعلوم حقانیہ آکر مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دارالعلوم دیوبند میں آگیا ہوں، مجھے یہاں کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی ـــــ فرمایا دارالعلوم دیوبند دارالعلوم حقانیہ کو اپنے جسم کا ایک حصہ

واقعۃً میرا جی بھی یہی چاہتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے درودیوار سے لپٹ جاؤں اسلیے کہ انکی تہہ میں بالاکوٹ کے شہداء کا خون موجود ہے (مولانا معراج الحق)

(باقی 427 پر)

جناب الحاج سراج الاسلام سراج صاحب
پرنسپل پبلک سکول، اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، علم الاعداد کی روشنی میں

سالہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود   بایزیدؒ اندر خراساں یا اویسؒ اندر قرن

جناب سراج الاسلام صاحب سراجؔ، اکوڑہ خٹک کے قدیم طرز کے بزرگ، استاذ، معروف سکالر، شاعر اور کئی ایک رسائل کے مصنف اور مترجم ہیں، پشتو ادب میں ان کی قلمی کاوشیں مسلّم ہیں موصوف کا پشتو ترجمہ دیوان غالب دیکھ لیا جائے تو پڑھنے والے کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ مرزا غالب نے شاعری پشتو میں کی ہے۔ موتمر المصنفین کی مطبوعہ کتاب "امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" اور "دفاع امام ابوحنیفہ" (مصنفہ، مولانا عبدالقیوم حقانی) کا پشتو ترجمہ بھی جناب سراج صاحب ہی کی تراوش قلم کا نتیجہ ہے ترجمہ دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ مصنف نے اردو میں کتاب لکھی ہے، علم الاعداد موصوف کی ذوقی چیز ہے شرعی نقطہ نظر سے اسے بھی سنین وفات و پیدائش کی تخریجات کے درجے میں رکھا جائے تو اس میں کوئی قباحت باقی نہیں رہتی، فنی اور ذوقی اعتبار سے یہ بھی تکوینیات کے توافق کا ایک نیک فال قرار دیا جا سکتا ہے اس اعتبار سے بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو مرکزیت، موافقت اور جامعیت و سبقت اللہ نے عطا فرمائی تھی وہ بھی نمایاں اور ممتاز ہے، جناب سراج الاسلام سراج صاحب علم الاعداد کی روشنی میں اپنی تاریخی کاوشیں نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

اکوڑہ خٹک

دریائے کابل کے کنارے اور بین الاقوامی شاہراہ پر واقع سطح سمندر سے تقریباً ۲۹۶ میٹر بلند اس قصبے کو علمی، ادبی تاریخی، سیاسی، تجارتی اور ثقافتی لحاظ سے ملک بھر میں بڑی شہرت حاصل ہے۔ ۱۵۸۳ء کے لگ بھگ خٹک قبیلے کے ایک سردار ملک اکوڑ نے اس بستی کی بنیاد رکھی۔ یہ قصبہ مختلف ادوار میں باہمی آویزشوں، سیاسی کشمکشوں، طوفانوں، سیلابی اور وبائی بیماریوں کی زد میں آنے کے باوجود دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہا اور وقت کے ساتھ ساتھ ارتقائی منازل طے کرتا گیا۔ تا آنکہ حال ہی میں تقریباً ۱۶ ہزار نفوس پر مشتمل اس قصبہ کو میونسپل کمیٹی کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسے بڑے بڑے علماء، ادباء، شعراء، صوفیاء، شہداءؒ، رؤسا، اہلِ فن اور اہلِ کمال کے مولد و منشا کا فخر حاصل رہا ہے۔ دورِ حاضر میں اِس کی شہرت کو چار چاند لگنے کا سبب یہاں کی عظیم اسلامی درسگاہ "دارالعلوم حقانیہ" کا قیام ہے جو اس سرزمین کے مایہ ناز فرزند مردِ حق حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ سے قیام پاکستان کے ساتھ ہی عمل میں آیا ہے۔

؎ کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو   عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے
پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل   سازِ چمن طرازیٔ داماں کئے ہوئے

آج ہم ایک نئے زاویے سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی ذات والا صفات کی حیات پر روشنی ڈالتے ہیں جسے علم الاعداد کہا جاتا ہے۔

اعداد کی اہمیت

علم الاعداد کے تمام ماہرین (فنی اور اپنے ذوقی نقطہ نظر سے) اس بات پر متفق ہیں کہ اعداد بھی حیران کن خصوصیات رکھتے ہیں اور حروف کی طرح اعداد بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ بعض کا تو یہ خیال ہے کہ ذی حیات اجسام کے علاوہ جامد اجسام پر بھی اعداد کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اعداد کی منفی قوت کے شدید اثرات کے تحت انسان عمر بھر سرگرداں و پریشان رہتا ہے اور ان کی مثبت قوت سے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے لگتا ہے یہی وجہ ہے کہ بچوں کے نام رکھتے وقت اچھا نام منتخب کرنا اسلام میں ضروری سمجھا گیا ہے۔

شخصیت کا عدد

اعداد اصل میں ۱ سے ۹ تک ہیں۔ ان کے علاوہ جتنے بھی اعداد ہیں وہ مرکبات کے زمرے میں آتے ہیں۔ شخصیت کا عدد یا شخصیت کا نمبر حروفِ ابجد اور ان کی قیمتوں کی مدد سے معلوم کیا جاتا ہے جیسا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قیمت حروفِ ابجد کے ذریعے ۷۸۶، تسلیم کی گئی ہے۔

جدول ۱ حروف ابجد مع قیمت

ا	ب	ج	د	ه	و	ز
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰
ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

اب جدول ۱ کی مدد سے ہمیں حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی شخصیت کا عدد معلوم کرنا ہے جس نے مہد سے لحد تک آپ کو متاثر رکھا۔ اور بعد میں آپ کے ہم آہنگ عدد کا ذکر کریں گے جو شخصیت کے عدد کا بہترین اور مفید دوست سمجھا جاتا ہے۔

ع ب د ا ل ح ق

۷۰ + ۲ + ۴ + ۱ + ۳۰ + ۸ + ۱۰۰ = ۲۱۵

۵ + ۱ + ۲ = $\boxed{۸}$

معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی شخصیت نمبر آٹھ $\boxed{۸}$ ہے۔

عدد ۸ کی خصوصیات

محمد سعد قریشی اپنی کتاب علم الاعداد (NUMEROLOGY) میں عدد $\boxed{۸}$ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خیالات گہرے، اور شخصیت زبردست، حیرت انگیز اور معرکۃ الآراء کام کرے —— قابو نہ رہے تو تخریب کاری سے تباہی پھیلائیں۔ قابو پالیں تو طبع خاموش، نرم اور سنجیدہ ہو، انتہائی عروج یا بے پناہ عزت نصیب ہو، ہر چیز میں اصلاح پسندی، مذہب کی دلدادگی، مشہور فاتحین کا شخصی نمبر $\boxed{۸}$ رہا ہے۔"

ماہرین فن نے اعداد اور حروف کو عناصر اربعہ کے لحاظ سے چار چار درجوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ان کی مدد سے کسی فرد کا مزاج معلوم کیا جا سکے مندرجہ ذیل دیئے گئے جدولوں کی مدد سے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کس مزاج اور کس طبیعت کے انسان تھے۔

جدول ۲ حروف کی تقسیم بلحاظ عناصر اربعہ

آتشی حروف	$\boxed{ا}$	ه	ط	م	ف	ش	ذ
بادی حروف	$\boxed{ب}$	و	ی	ن	ص	ت	ض
آبی حروف	ج	ز	ک	س	$\boxed{ق}$	ث	ظ
خاکی حروف	$\boxed{د}$	$\boxed{ح}$	$\boxed{ل}$	$\boxed{ع}$	ر	خ	غ

جدول ۳ اعداد کی تقسیم بلحاظ عناصر اربعہ

آتشی اعداد	۱	۵	۹
بادی اعداد	۲	۶	
آبی اعداد	۳	۷	
خاکی اعداد	۴	$\boxed{۸}$	

جدول ۱ سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ نام کے چار حروف خاکی ایک آبی ایک بادی اور ایک آتشی صفات کے حامل ہیں۔ گویا مزاج کے لحاظ سے آپؒ انتہائی خاکسار، منکسر المزاج اور متواضع واقع ہوئے ہیں اور آپ کی یہ صفت دوسری تمام صفات پر غالب نظر آ رہی ہے۔ ویسے نام کا پہلا حرف ہی مزاج شناسی کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے۔

جدول نمبر ۲ عدد ۸ جو آپ کی شخصیت نمبر ہے خاکی درجہ میں نمایاں ہے۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ نام کے پہلے حرف اور شخصیت کے نمبر میں مزاج کے لحاظ سے یگانگت اور مماثلت پائی جاتی ہے اور دونوں باتیں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ مولانا صاحب مرحوم کی طبیعت میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور تکبر، فخر و غرور اور انانیت ان میں نام کو نہ تھی۔

" صحبتے با اہلِ حق " کے فاضل مصنف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی رقمطراز ہیں۔ " بڑوں بڑوں کو دیکھا کہ حضرت کے اخلاق میں تواضع اور خورد نوازی کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔ حضرتؒ خود کو بے تکلفی سے لَیْسَ بِشَیْءٍ کہہ دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تواضع اور بے نفسی کے کس مقام پر پہنچایا ہے"۔

الغرض حضرتؒ کی انکساری ہر کہ و مہ پر عیاں ہے اور عیاں را چہ بیان۔

علم الاعداد کے ایک ماہر کا قول ہے کہ ایک شخص کے کئی کئی نام ہوتے ہیں یعنی اصلی نام کچھ اور ہوتا ہے مگر پیار سے گھریلو نام کچھ اور ہوتا ہے تو جتنے نام زیادہ ہوں گے، اتنے ہی زیادہ مسائل سے انسان کو واسطہ پڑے گا، بچپن میں بچہ پر نام کے اعداد کا اثر شروع ہو جاتا ہے لیکن کم کم، کیونکہ اس وقت والدین کے اعداد پوری قوت سے بچہ پر اثر انداز ہوتے ہیں جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے اپنے عدد کے اثرات بتدریج اس پر نمایاں ہوتے جاتے ہیں۔

جہاں تک حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ناموں کا تعلق ہے تو بچپن سے بڑھاپے تک یہی ایک نام رہا ہے اس لیے مندرجہ بالا قول کی رو سے آپ کو زیادہ مسائل سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ یہی شخصیت کے عدد کے اثرات کی بات تو اس کا ذکر اس وقت سے شروع کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس وقت آپ نے تحصیل علم کے لیے ہند کا سفر اختیار کیا تھا۔ چنانچہ مستند حوالہ کے مطابق آپ نے ۱۹۱۲ء میں " دارالعلوم دیوبند " میں داخلہ لیا۔ فارغ التحصیل ہونے پر ۱۹۳۴ء میں گاؤں تشریف لے آئے اور اپنی آبائی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ رفاہی اور معاشرہ کے اصلاحی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ مقامی بچوں کے لیے کرایہ کے مکان " مدرسہ تعلیم القرآن " کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جسے آج دارالعلوم حقانیہ کی گود میں عظیم الشان دو منزلہ عمارت میسر ہے اور ہائی سکول کا درجہ رکھتا ہے جس میں ۱۲ اساتذہ کی نگرانی میں ڈیڑھ ہزار بچے زیر تعلیم ہیں۔ (۱۹۳۶ء میں راقم کو بھی مدرسہ تعلیم القرآن میں چند ماہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا ہے)۔

آیئے فی الحال دیکھتے ہیں کہ حضرت کی شخصیت نمبر نے کہاں تک آپ کا ساتھ دیا ہے۔ " ہم آہنگ نمبر " کیا ہوتا ہے؟ آپؒ کے ہم آہنگ نمبر نے آپؒ کی شخصیت نمبر کے ساتھ مل کر آپ کو کن کن کامیابیوں سے ہمکنار کر دیا اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

شخصیت نمبر اور مختلف امور کے اعداد میں مماثلت ملاحظہ ہو۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ	۱۹۳۴ء میں فراغت	مدرسہ تعلیم القرآن کا قیام
د —— ۴	۱۹۳۴ء	م = ۴۰
ا —— ۱	۴ + ۳ + ۹ + ۱	د = ۴
ر —— ۲۰۰	= ۱۷	ر = ۲۰۰
ا —— ۱	= ۷ + ۱	س = ۶۰
ل —— ۳۰	۸	ہ = ۵
ع —— ۷۰		ت = ۴۰۰
ل —— ۳۰		ع = ۷۰
و —— ۶		ل = ۳۰
م —— ۴۰		ی = ۱۰

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

د ــــــ ۴
ی ــــــ ۱۰
و ــــــ ۶
ب ــــــ ۲
ن ــــــ ۵۰
د ــــــ ۴

میزان ۴۵۸
۸ + ۵ + ۴ = ۱۷
۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

۱۹۳۴ء میں فراغت

۱۹۳۴
۴ + ۳ + ۹ + ۱
= ۱۷ = ۷ + ۱
= $\boxed{۸}$

مدرسہ تعلیم القرآن کا قیام

م = ۴۰
ا = ۱
ل = ۳۰
ق = ۱۰۰
ر = ۲۰۰
ا = ۱
ن = ۵۰

میزان = ۱۲۴۱
= ۱ + ۴ + ۲ + ۱ = $\boxed{۸}$

لفظ "محمود" کا اثر آپ کو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ اس حوالے سے آپ کو "محمود" کے لفظ سے بڑا پیار تھا اور اسی مناسبت سے آپ نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام "محمود الحق" رکھا تھا۔ لیکن پیار سے اسے "محمود" ہی پکارتے۔ "محمود" کے شخصی نمبر $\boxed{۸}$ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک بار دارالعلوم دیوبند کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا عجیب اتفاق ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا پہلا استاد بھی محمود تھا اور پہلا شاگرد بھی محمود۔

دارالعلوم حقانیہ کا قیام تقسیم ہند کے بعد مجبوراً آپ کو دیوبند سے آنا پڑا۔ آپ کے ہمراہ صوبہ سرحد، افغانستان، ریاست ہائے سوات دیر، چترال اور ملحقہ قبائلی علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے طلباء بھی واپس آگئے۔ طلباء کے اصرار اور احباب کی رائے سے آپ نے اپنی آبائی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دارالعلوم دیوبند کا متبادل پاکستان میں کوئی باقاعدہ مدرسہ یا دارالعلوم نہ تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے آپ کی شناخت ہو چکی تھی۔ چنانچہ دور دراز کے طلباء نے بھی تحصیل علم کے لیے اکوڑہ خٹک کا رخ کیا، بقول شاعر ؎

شمع چہ بلیگی پتنگان ورتہ رازی   باغ دے د سرو گلو بلبلان ورتہ رازی

طلباء کی تعداد میں روز بروز کے اضافہ سے مسائل بڑھتے گئے، تدریس کے علاوہ طلباء کے قیام و طعام کا مسئلہ بھی کچھ کم اہم نہ تھا، چنانچہ آپ نے اپنے دوست احباب جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے سے مشورہ کیا۔ اس اہم دینی فریضہ سے منظم اور باضابطہ طور پر عہدہ برآ ہونے کے لیے اجتماعی طور پر کوششیں شروع کی گئیں اور بالآخر ایک باقاعدہ ادارے کا قیام ممکن ہوا جسے دارالعلوم حقانیہ کا نام دیا گیا اور کم عرصہ میں اس نے پاکستان بلکہ جنوب مغربی ایشیا میں وہی حیثیت حاصل کر لی جو ایشیا بھر میں دارالعلوم دیوبند کو حاصل رہی۔

تحریک مجاہدین کے بانی حضرت سید احمد شہید بریلویؒ سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہوئے ۱۸۲۶ء میں اپنے لشکر کے ساتھ اکوڑہ خٹک پہنچے تو فرمایا کہ "مجھے اس مٹی سے علم کی خوشبو آرہی ہے" الحمد للہ کہ اس صاحب کشف و کرامات کے خواب کی تعبیر آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ اکوڑہ خٹک میں مجاہدین کا مقابلہ سنہ ۱۸۲۶ء میں بدھ سنگھ سے ہوا تھا جس میں سکھوں کو شکست ہوئی تھی، اب دیکھتے ہیں کہ سنہ ۱۸۲۶ء، سید احمد بریلوی، دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں علم الاعداد کی رو سے کیا مناسبت اور مماثلت پائی جاتی ہے۔

گذشتہ صفحات میں دارالعلوم دیوبند کا شخصی نمبر $\boxed{۸}$ متعین کیا گیا ہے۔

(i) سنہ ۱۸۲۶ء = ۶ + ۲ + ۸ + ۱ = ۱۷
۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

(ii) احمد = ۱ + ۸ + ۴۰ + ۴ = ۵۳ = ۵ + ۳ = $\boxed{۸}$

(iii) دارالعلوم دیوبند = ۴۵۸ = ۸ + ۵ + ۴ = ۱۷
۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳۸۲ ۱۷۴ ۱۲۵۲

۳۸۲ + ۱۷۴ + ۱۲۵۲ = ۱۸۰۸

= ۸ + صفر + ۸ + ۱ = ۱۷

۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

یوں نظر آتا ہے کہ جیسا ماہ و سال دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ، عبدالحق ، احمد اور محمود سب ایک ہی رشتہ میں بندھے ہوئے ہیں ۔

حج بیت اللہ

حضرت مولانا عبدالحق صاحب، فاضل دارالعلوم دیوبند ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ۱۹۵۲ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف ہوئے ۔

۱۹۵۲ = ۲ + ۵ + ۹ + ۱ = ۱۷

۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

۱۹۷۰ء میں پہلی بار خارزارِ سیاست میں قدم رکھنے پر مجبور ہوئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی کے انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی اور مسلسل تین بار یہ مقابلہ جیتتے رہے لیکن ہر بار پہلے سے زیادہ عاجزی اور انکساری کا اظہار فرماتے اور فرماتے ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

۱۹۷۰ء = ۰ + ۷ + ۹ + ۱ = ۱۷

= ۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

آپ کی سرخ رنگ کی پل مین ماڈل ۱۹۶۲ء موٹر کار جو اب بھی اکوڑہ پبلک سکول اکوڑہ خٹک کی عمارت میں ناکارہ حالت میں موجود ہے کا پلیٹ نمبر ۳۲۲ تھا ۔ جس میں آپ کے سنۂ کے الیکشن کی مہم سر ہوئی ۔ جو آپ کی شخصیت نمبر سے موافقت رکھتا ہے ۔

۱۹۵۲ء ، ۱۹۶۱ء ، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۹ء دارالعلوم حقانیہ کے لیے اہمیت کے سال تھے ۔ جن کا مفرد عدد $\boxed{۸}$ بنتا ہے ۔ (وقت کی کمی کی وجہ سے تفصیل کی گنجائش نہیں) ۔ حضرت مولانا صاحب کے مکان کا فون نمبر ۳۴۱ تھا جس کا مجموعہ ۱ + ۴ + ۳ = $\boxed{۸}$ بنتا ہے ۔

فروری ۱۹۸۲ء میں جامعہ ازہر (مصر) کے وائس چانسلر شیخ محمد طیب صاحب اکوڑہ خٹک تشریف لاتے اور دارالعلوم حقانیہ کا معائنہ کیا اور اس کی تعلیمی اور انتظامی امور سے اتنے متاثر ہوئے کہ دارالعلوم حقانیہ کو جامعۃ الازہر القدیم کے نام سے موسوم کیا جو دنیائے اسلام میں سب سے قدیم اور عظیم دینی یونیورسٹی ہے ۔

جامعۃ الازہر القدیم کے اعداد ملاحظہ ہوں ۔

جامعہ = ۱۱۹
الازہر = ۲۴۴
القدیم = ۱۸۵

میزان ۵۴۸

۸ + ۴ + ۵ = ۱۷

= $\boxed{۸}$

گویا دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ، دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ازہر مصر ایک ہی شاخ کے پھول ہیں ۔

وصال

عمر کے آخری سالوں میں اکثر اوقات بیمار رہے شوگر کے عارضے کی وجہ سے بینائی اور توانائی میں کمی آتی رہی ۔ سفر آخرت کیلئے بہانے بنتے گئے اور آخرکار ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور دوسرے روز ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء کو نماز جنازہ پڑھی گئی اور لاکھوں معتقدین نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ رخصت کر دیا ۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سن وصال ۔ ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء ۔

۹ + ۸ + ۹ +

= ۲۶

$\boxed{۸}$

عدد ۸ کے ہم آہنگ عدد ۲ کے کرشمے

جن لوگوں کو حضرتؒ سے قریب کا تعلق رہا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپؒ نے کبھی بھی دوستوں سے مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہیں کیا تھا، کبھی حاکمانہ انداز اختیار نہیں کیا تھا۔ سوائے درس و تدریس کے کسی کام کو اکیلے اپنے سر نہیں لیا۔ دارالعلوم کی تعمیری اور تنظیمی امور کو موزوں ترین اہل کار کے سپرد کیا جاتا تمام کارپردازان خود کار مشین کی طرح اپنے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے وقت جب مولانا صاحب اپنے گاؤں تشریف لاتے تو آپ کا یہ معمول بن گیا تھا کہ نماز مغرب کے بعد اپنے چند مخلص ترین مصاحبین کے ساتھ اپنی آبائی مسجد میں ایک مخصوص مقام پر دیر تک مصروفِ گفتگو رہتے، شام کا کھانا سب اپنے اپنے گھر سے منگوا کر اکٹھا تناول فرماتے، قومی اور ملکی مسائل خصوصًا اپنے علاقہ کے تعمیری اور فلاحی امور پر تبادلہ خیال کرتے۔ حضرتؒ جہاں جاتے یہ مصاحبین ساتھ ہوتے۔ ایسے میں مجھے اُردو کا وہ شعر بار بار ذہن میں آتا ہے

وہ ساتھ رکھتے ہیں ہر وقت مجمع عشّاق صحابہ ساتھ لئے جس طرح رسول چلے

ان مخلص ترین مصاحبین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں جنھوں نے حضرت مولانا صاحب کی سرپرستی میں معاشرے کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ مدرسہ تعلیم القرآن اور دارالعلوم حقانیہ کے قیام واستحکام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا، انھوں نے اپنی زندگی اس عظیم مقصد کے لیے وقف کی تھی۔ ان کی باہمی یگانگت نے انہیں "پنجتن" کے نام سے شہرت دی۔ حضرت مولانا صاحب کو ان کی رفاقت بڑا کام دے گئی۔ ان کی باہمی مثالی رفاقت کی بدولت اکوڑہ خٹک علم و دین کا گہوارہ بن گیا اور اسلامی دنیا میں دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی کے نام سے یاد ہونے لگا۔ "پنجتن" حضرات کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں۔

(۱) حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم (۲) حاجی سید نور بادشاہ صاحب مرحوم (۳) حاجی غلام محمد صاحب مرحوم (۴) حاجی کرم الٰہی صاحب مرحوم (۵) حاجی رحمان الدین صاحب مرحوم۔

حضرت مولانا صاحب کے ساتھ ان حضرات کی رفاقت کا مختصر سا جائزہ علم الاعداد کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔

فن علم الاعداد میں شخصیت کے عدد کو جتنی اہمیت حاصل ہے اتنی ہی ہم آہنگ عدد کو بھی حاصل ہے ہم آہنگ عدد ہی شخصیت کے عدد کو قوت بخش بناتی ہے۔ ہم آہنگ عدد کیا ہوتا ہے اور شخصیت کے عدد سے مل کر کیا کچھ دکھاتا ہے اس کا مختصر سا ذکر ضروری ہے۔

جدول نمبر ۴ ہم آہنگ عدد

شخصیت کا عدد	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
ہم آہنگ عدد	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱

ہر شخصیت کے عدد کے نیچے اس کا ہم آہنگ نمبر لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ جدول کے مطابق عدد $\boxed{۸}$ کا ہم آہنگ عدد $\boxed{۲}$ ہے۔ گویا ۸ اور ۲ آپس میں گہرے دوست ہیں اور ان کی باہمی یگانگت ایک دوسرے کے لیے انتہائی نفع بخش ثابت ہوتی ہے۔

	محمد یوسف	غلام محمد	نُور بادشاہ	کرم الٰہی	رحمان الدّین
نام کے اعداد بحساب حروف ابجد	۲۳۹ ۹ + ۳ + ۲ = ۱۴ ۴ + ۱	۱۱۶۳ ۳ + ۶ + ۱ + ۱ = ۱۱ ۱ + ۱	۵۶۹. ۹ + ۶ + ۵ = ۲۰ ۰ + ۲	۳۰۰۷ ۷ + ۰ + ۰ + ۳ = ۲۷ ۷ + ۳ = ۱۰	۲۹۴ ۴ + ۹ + ۲ = ۱۶ ۶ + ۱
شخصیت کا نمبر	$\boxed{۵}$	$\boxed{۲}$	$\boxed{۲}$	$\boxed{۱}$	$\boxed{۷}$

پانچوں اراکین حضرات کے شخصی نمبر فرداً فرداً حضرت مولانا صاحب کی شخصیت نمبر سے بالکل مختلف ہیں۔ ان میں سے صرف دو حضرات غلام محمد صاحب اور نور بادشاہ صاحب ایسے ہیں جو عدد ۸ کے ہم آہنگ اور گہری دوستی کی نشاندہی کرنے والے عدد $\boxed{۲}$ سے تعلق

رکھتے ہیں، چنانچہ بعد از وصال ہر دو حضرات کو ان کی اپنی اپنی وصیت کے مطابق حضرت صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا صاحب کے پہلو میں ابتدی استراحت فرما رہے ہیں۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آیئے دیکھیں کہ ان پانچ مخلص مصاحبین کی شخصیت نمبرات مختلف ہونے کے باوجود حضرت صاحب کے لیے کیسے مفید ثابت ہوں گے چونکہ پانچوں حضرات کی باہمی محبت اتنی بڑھ گئی کہ یکجان نظر آنے لگے۔ متحد و متفق ہو کر ان کی قوت کام کر گئی تفصیل ملاحظہ ہو۔

محمد یوسف صاحب	۲۳۹
غلام محمد صاحب	۱۱۶۳
نور بادشاہ صاحب	۵۶۹
کرم الٰہی صاحب	۳۰۰۷
رحمان الدین صاحب	۳۹۴
میزان =	۲۶۷۲

۲۶۷۲ = ۲ + ۶ + ۷ + ۲ = ۱۷

۷ + ۱ = $\boxed{۸}$

حضرت شیخ الحدیثؒ کے دورِ اول اور دورِ آخر کی دو شخصیات کا ذکر

جیسا کہ قارئین کو معلوم ہوا کہ حضرۃ شیخ الحدیث کا شخصیت نمبر یعنی عدد $\boxed{۸}$ ان کی زندگی کو متاثر کرتا رہا لیکن ساتھ ہی ان کا ہم آہنگ نمبر یعنی $\boxed{۲}$ بھی برابر دوستی کا حق ادا کرتا رہا۔ ایسی شخصیات کی تعداد تو کچھ کم نہیں لیکن یہاں مختصراً ایک دو ایسی شخصیات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے حضرت شیخ الحدیث کے حقِ رفاقت کو دوام بخشا۔ ایک شخصیت کا تعلق حضرۃ کے دورِ اولین سے ہے جبکہ دوسری شخصیت کا تعلق حضرت کے آخری دور سے ہے۔ ان میں سے ایک جناب بابو غلام حسین صاحب مرحوم ہیں جو ۱۹۴۲ء میں اکوڑہ خٹک کے پوسٹ آفس میں پوسٹ ماسٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے تھے۔ بیڈمنٹن اور والی بال کے بہترین کھلاڑی ہونے کے سبب نہایت چوق و چوبند تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور نہایت وضع دار شخصیت کے مالک تھے، مسجد میں آتے جاتے حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحبت میں بیٹھتے رفتہ رفتہ ان کی صحبت سے بابو صاحب ایسے متاثر ہوتے کہ فارغ وقت ان کی خدمت میں گزارتے۔ ان کے مرید خاص بلکہ عاشق صادق بن گئے۔ مدرسہ تعلیم القرآن کے بچوں اور مسجد میں مقیم طلباءِ دین کی دل و جان سے خدمت کرتے تھے۔ جو کچھ کماتے طلباء کی نذر کرتے۔ حضرت صاحبؒ بھی ان کی بڑی قدر کرتے تھوڑے عرصہ بعد اچانک انتقال کر گئے۔ اہالیان اکوڑہ خصوصاً حضرت شیخ الحدیث اور ان کے لواحقین اور مصاحبین اور طلباءِ دین متین کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ یہ عاشق صادق وصیت کر گئے تھے کہ اسے اکوڑہ خٹک ہی میں سپردِ خاک کیا جائے، بے بسی اور بے کسی کی ایسی حالت میں دنیا سے سدھارے کہ گھر میں صرف خدا اور رسول کا نام چھوڑ گئے تھے اس وقت مجھے یہ شعر بے اختیار یاد آ رہا ہے کہ ؎

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور رکھ لی خدا نے آج میری بے کسی کی شرم

حضرت مولانا صاحبؒ زندگی بھر ان کی بے لوث خدمات اور احسانات کا ذکر فرماتے رہے جناب غلام حسین کے نام کے اعداد۔

غ	۱۰۰۰
ل	۳۰
ا	۱
م	۴۰
ح	۸
س	۶۰
ی	۱۰
ن	۵۰
میزان۔	۱۱۹۹

۱۱۹۹ = ۱ + ۱ + ۹ + ۹ = ۲۰

= $\boxed{۲}$

عدد ۲ اور ۸ کی باہمی رفاقت اور باہمی یگانگت ایک دوسرے کے لیے نہایت کار آمد رہی ۔

ایک دوسری قابل ذکر شخصیت جو ہم آہنگ عدد نمبر۲ کی حامل ہے وہ محترم جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ہیں ۔ جنہوں نے حضرۃ شیخ الحدیث کی زندگی کے آخری سالوں میں اور اس کے بعد ان کی تعلیمات اور افادات کو قلمبند کرنے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کا بیڑا اٹھایا ۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل اور حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد رشید ہیں ۔

دارالعلوم کی عظیم الشان جامع مسجد میں جمعہ کی خطابت بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے ۔ موتمر المصنفین اکوڑہ کے روح رواں ہیں ۔ پچیس سے زیادہ بلند پایہ علمی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ تحریر و تقریر ہر دو میں ماشاء اللہ طاق ہیں ۔ مزید براں ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے اڈیٹر ہیں ۔ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا مرحوم سے آپ کو کتنی محبت ہے یہ معلوم کرنے کے لیے آپ کی مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے ۔

(۱) حقائق السنن (۲) صحبتے با اہل حق (۳) ساعتے با اولیاء (۴) ماہنامہ الحق کا خصوصی نمبر (۵) شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (تذکرہ و سوانح اور سیرت و افکار) ۔

محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا شخصیت عدد $\boxed{۲}$ ہے جو عدد $\boxed{۸}$ کا ہم آہنگ اور رفیق خاص ہے دونوں ایک دوسرے کے تاثرات کو آب و تاب بخش رہے ہیں ۔

ع ب د ا ل ق ی و م

۷۰ + ۲ + ۴ + ۱ + ۳۰ + ۱۰۰ + ۱ + ۶ + ۴۰ = ۲۶۳

۳ + ۶ + ۲ = ۱۱

۱ + ۱ = $\boxed{۲}$

سب سے زیادہ حیران کُن

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے ماہنامہ "الحق" کا اجراء ۱۳۸۵ھ میں ہوا تو شروع میں اس کی کتابت کے فرائض صفِ اول کے ایک خوشنویس جناب اصغر حسن صاحب حافظ آبادی ادا کرتے رہے ——

اصغر حسن صاحب مشہور خطاط عبدالمجید پروین رقم کے عزیزوں میں سے ہیں جو پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک کے مستقل ملازم ہیں ۔ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے انتہائی عقیدت کی بنا پر کچھ وقت نکال کر "الحق" کو کافی عرصہ تک زیب و زینت بخشتے رہے ، بعد میں ملازمت کی انتہائی مجبوریوں کے سبب مستقلاً "الحق" سے وابستہ نہ رہ سکے یہ عجیب اتفاق اور سب سے زیادہ حیران کن بات ہے کہ "الحق" کا سن اجراء ۱۳۸۵ھ ہے جس کا مفرد ۵ + ۸ + ۳ + ۱ = $\boxed{۸}$ بنتا ہے ۔ اور مولانا عبدالحق صاحب کا سالِ رحلت سن ہجری کے حساب سے اصغر حسن کے نام کے اعداد کے عین مطابق ہے ۔

ا ص غ ر ح س ن

۱ + ۹۰ + ۱۰۰۰ + ۲۰۰ + ۸ + ۶۰ + ۵۰ = ۱۴۰۹ھ ۔

- مختصر یہ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور وہ اس کی احیاء اور ارتقاء کے لیے اپنے بندوں سے کسی نہ کسی طریقہ سے کام لیتا رہتا ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

بقیہ صفحہ ۱۹م سے :۔ ایک درویش کے درِ دولت پر

سمجھتا ہے ، یہ ادارہ دارالعلوم دیوبند کا روحانی فرزند ہے جس کے اعلیٰ کردار پر دارالعلوم دیوبند کو فخر ہے ۔ ہمیں یہ جان کر اور بھی مسرت ہوتی ہے کہ اس وقت روسی سامراج کے خلاف دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء برسر پیکار ہیں ، اور پھر دارالعلوم دیوبند کے ایام بحران اور اس کے حالات و واقعات تفصیل سے بیان فرمائے ، اور فرمایا اب وہاں کی تعلیمی اور انتظامی کارکردگی پُر امن اور حسب معمول جاری ہے ۔

● ۱۷ اپریل ۱۹۸۴ء کو مولانا محمد اسحٰق صاحب مدنی کشمیری جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں اور آزاد کشمیر کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رُکن ہیں ، اس وقت نوبیؔ میں سعودی عرب کی طرف سے دینی و علمی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں ، اپنے سفرِ پاکستان کے دوران دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ، رات کا قیام مولانا سمیع الحق کے ہاں رہا حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات ہوئی اور دارالعلوم دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا ۔

● ۱۸ اپریل ۱۹۸۴ء کو مولانا غلام مصطفےٰ احسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی جو بحرین میں اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ، دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ، رات کا قیام دارالعلوم میں کیا صبح حضرت شیخ الحدیث اور مدیر الحق مولانا سمیع الحق سے ملاقات کی اور واپس تشریف لے گئے ۔

* * *

Safety MILK

THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK

Safety
instant milk
INSTANT WHOLE MILK POWDER WITH
EXTRA VITAMINS A AND D

دارالعلوم حقانیہ
تاسیس، تاریخ اور ارتقائی مراحل

دار العلوم حقانیہ

حافظ محمد ابراھیم فانیؔ مدرس دار العلوم حقانیہ

مادرِ علمی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی عظمتِ شان اور رفعتِ مقام کو خراجِ عقیدت

جلوۂ حق جانفزا دار العلوم حقانیہ   امتیازی درسگاہ دار العلوم حقانیہ
یہ جہانِ کیف و مستی کائناتِ علم و فن   مہبطِ نورِ خدا دار العلوم حقانیہ
چار سو عالم میں شہرہ ہے تمہارے نام کا   شان تیری مرحبا دار العلوم حقانیہ
تو کہ پاکستان میں ہے اِک مثالِ دیوبند   مرکز رشد و ہدیٰ دار العلوم حقانیہ
آرہے ہیں ہر طرف سے قافلہ در قافلہ   وارثانِ انبیاء دار العلوم حقانیہ
دین کی خدمت میں تیرا مرتبہ سب سے بلند   حق شعار و حق نما دار العلوم حقانیہ
روز و شب چلتا ہے یاں پر دورِ صہبائے حجاز   ساقیٔ رنگیں ادا دار العلوم حقانیہ
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے جسکی خوشبو کی مہک   نکہتِ بادِ صبا دار العلوم حقانیہ
تیری ہر ہر اینٹ سے تیرا تقدس ہے عیاں   روح پرور دلربا دار العلوم حقانیہ
تشنگاں کے واسطے ہے چشمۂ آبِ زلال   منبعِ زہد و تقیٰ دار العلوم حقانیہ

فانیٔ بیچارہ یہ خورشیدِ تابانِ جہاں
نور افشاں ہو سدا دار العلوم حقانیہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالمعبود صاحب ، راولپنڈی
مصنف تاریخ مکۃ المکرمہ وتاریخ مدینہ منورہ

دارُالعُلوم حَقّانیّہ

تاسیس اور ارتقائی مراحل

> کسی دارالعلوم کا مقام مسلم معاشرہ کے لیے علوم نبوت کے پاور ہاؤس جیسا ہوتا ہے جس کے ذریعہ علومِ نبوت کی روشنی راہتی دنیا تک بھٹکتی ہوئی انسانیت کیلئے ضو افشانی کا کام دیتی ہے ۔ (حضرت شیخ الحدیثؒ)

ایشیا کی فقید المثال اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے شہرۂ آفاق معلّم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ اکابرین ومشائخ دارالعلوم کے منظورِ نظر اور مسندِ تدریس کے مہتاب تھے، ایک زمانہ تک اس منصبِ رفیع پر فائز رہے ۔ موصوف کی علوم وفنون میں غایت درجہ مہارت کے باعث منتظمین حضرات ان کی ترقی کے خواہاں تھے ۔ لیکن موصوف کے والد بزرگوار اپنے لختِ جگر، نورِ نظر کو اپنے ظلِّ عاطفت میں فرائض تدریس انجام دینے کے خواہشمند تھے ۔ جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا :۔

———"جب میں نے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث مکمل کر لیا اور طلبہ میں تکرارِ اسباق اور فارغ اوقات میں تدریس اور معقولات میں دلچسپی کی وجہ سے اساتذہ اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ مجھ پر بے حد شفقت فرمانے لگے تھے اور میرے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ مولانا محمد نبی حسن جو ریاضی منطق اور فلسفہ کے کامیاب استاد تھے کے وفات پا جانے سے ان کی جگہ مجھے نئے سال سے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی ذمہ داریاں سونپ دی جائیں مگر ایسا ہوا کہ بعض حاسدین اور معاصرین طلبہ جو کل تک میرے ساتھی تھے اور نئے سال سے مجھے ان کا ہی استاد بننا تھا نے درخواست دے دی اور لکھا کہ جو شخص کل تک ہمارا ساتھی رہا ہم اس کو اپنا استاد بنا کر اس کی بالادستی تسلیم نہیں کرتے ۔ اور یہ بالادستی کیسے تسلیم کریں کہ ابھی تک اس کی داڑھی بھی نہیں آئی ہے ۔

ادھر سے والد ماجد کا ایک تاکیدی خط آیا کہ فوراً اکوڑہ پہنچ جاؤ اور میری سرپرستی ونگرانی میں بغیر تنخواہ اور معاوضہ کے صرف اللہ ہی کی رضا کی خاطر تعلیم وتدریس اور خدمتِ دین کا کام شروع کردو ۔

میں والد ماجد کے حکم سے اکوڑہ خٹک آگیا تو اس کے بعد میری مجوزہ جگہ پر تدریس کے لئے حضرت افغانیؒ کا انتخاب ہوا ۔ اور غالب خیال یہ ہے کہ حضرت اس وقت قلات میں تھے اور یہاں ایک کامیاب مدرس کی ضرورت تھی ۔ تو حضرت افغانیؒ کو قلات سے بلا لیا گیا تھا ۔

بہر حال اس دور میں ، میں نے حضرت افغانیؒ کی زیارت نہیں کی تھی کہ ان سے کبھی ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا مگر ان سے غائبانہ تعارف تھا ۔ اسی غائبانہ تعارف کی بنیاد پر انہوں نے مجھے بارہا قلات میں محکمۂ قضا کی افسری کے لئے بلایا اور تاکیدی خطوط بھی لکھے تھے مگر میرے والد مرحوم ان چیزوں کے مخالف تھے وہ مجھے قاضی کی بجائے مدرس دیکھنا چاہتے تھے ۔ اور میری اپنی افتادہ طبع بھی منصب قضا اور سرکاری ملازمت وغیرہ سے متوحش تھی ۔

حضرت والد مرحوم کا نظریہ یہ تھا کہ نہ دنیا کا کاروبار کرو ، نہ تجارت اور نہ مزدوری کرو اور نہ تدریس پر معاوضہ اور تنخواہ لو ۔ بس صرف اور صرف فی سبیل اللہ تدریس اور اشاعت دین کی خدمت انجام دو ۔ اس طرح اپنی مزاجی اور حضرت والد صاحب کی خواہش پر میں نے حضرت افغانیؒ کی اس پیش کش اور اس کے قبول کرنے پر اصرار سے معذرت کردی ———"

۱۹۴۷ء میں وطن عزیز آتے ہوئے تھے، کہ ہلاکت خیز، ہنگامہ آفریں اور وحشت ناک تقسیم ملکی کا المیہ پیش آگیا ۔ نامساعد حالات اور جاں گداز خطرات دیوبند واپسی میں سنگین رکاوٹ تھے ۔ ادھر موصوف کی اعلیٰ صلاحیتوں اور بلند پایہ علمی استعداد کے جوانمٹ نقوش منتظمین دارالعلوم دیوبند کے دلوں پر ثبت ہو چکے تھے انہیں یہ گوارہ ہی نہ تھا کہ ایسے ذی وقار ، مخلص وبے لوث اور پیکر صدق وصفا معلّم کی فیض رسانی سے دیوبند کے تلامذہ محرومی کا شکار ہو جائیں ۔ چنانچہ اکابرین دارالعلوم دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے حکومتی سطح پر سعی بلیغ کرکے سفری تحفظات فراہم کرنے کی ذمہ داری بھی قبول فرمالی ۔ لیکن موصوف کے والد گرامی قدر فرزند جلیل کو اس خون آشام موقع پر دیوبند بھیجنے پر آمادہ نہ تھے ۔

یہ ظاہری حالات وواقعات شیخ الحدیث کے درخشندہ مستقبل کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ، جن کے در پردہ مشیتِ ایزدی اس میں تھی کہ پاکستان اور افغانستان کے دشت وصحرا اور کہساروں کو علم وعرفاں کا گلشن وگلزار بنایا جائے اور از ہر ہند ، مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے بحر بیکنار کی ایک نہر اس خطۂ ارضی کو سیراب کرے

چنانچہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ذی لقعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۷ء کو اکوڑہ خٹک ہی میں اپنی رہائش گاہ کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد میں تعلیم وتعلّم کا مبارک سلسلہ شروع کردیا ۔ مذکورہ مسجد اپنے

تعمیری انداز، سادگی اور حدود اربعہ کے لحاظ سے دیوبند کی "چھتہ والی مسجد" کے ساتھ بہت حد تک مماثلت و مطابقت رکھتی تھی۔ جہاں دارالعلوم دیوبند معرضِ وجود میں آیا تھا۔ جس کا افتتاح محمود مُعَلِّم اور محمود مُتَعَلِّم نے فرمایا، جو ایک قلیل مدت میں عالمی شہرت کا حامل عظیم المرتبت "دارالعلوم" کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

جس طرح چھتہ والی مسجد میں واقع انار کے مبارک سایہ تلے ایک استاد اور ایک شاگرد نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی۔ یوں ہی اکوڑہ خٹک کی مسجد میں واقع شہتوت کے درخت کے سایہ میں بیٹھ کر دارالعلوم حقانیہ کی ابتداء ہوئی حضرت شیخ کی بے نفسی اور خلوص کا تعجب انگیز مظاہرہ تھا کہ قائم کی جانے والی درسگاہ کی تشہیر و اعلان، پوسٹر و بینر، سائن بورڈ یا اخباری اشتہارات کے ذریعہ پروپیگنڈہ کرنا تو کجا نام تک تجویز نہیں فرمایا۔ لیکن درس و تدریس میں حسنِ کارکردگی اور رجاں گسل محنت طالبانِ علوم کے دلوں میں رچ بس گئی اور موصوف کے نام کی مناسبت ہی سے از خود "دارالعلوم حقانیہ"، زبان زد خاص و عام ہو گیا "دارالعلوم حقانیہ"، کے محلِ وقوع اور مسجد کی سادہ و بے نمود عمارت میں دلکشی اور دلربائی کے فقدان کے باوصف یہ مرجعِ خلائق بن گیا اور تشنگانِ علوم اسلامیہ پروانہ وار اس شمعِ عرفاں کے گرد جمع ہونے لگے۔ قیام مدرسہ کے وقت نہ کوئی فنڈ جمع تھا نہ مجبر حضرات کی جماعت کا کہیں وجود تھا، نہ انتظام و انصرام کی کوئی ظاہری صورت سامنے تھی۔ لیکن توکلاً علی اللہ صرف اخلاص و للہیت زہد و تقویٰ اور محنت و جاں فشانی کے سرمائے سے اس "گلشنِ سدا بہار" کی آبیاری کا بیڑہ اٹھالیا۔

بانیٔ دارالعلوم حقانیہ جہاں تائیدِ خداوندی اور نصرتِ ایزدی سے سرفراز تھے۔ وہاں دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر اساتذہ کی سرپرستی اور دعائیں بھی سرمایۂ افتخار تھیں۔ علاوہ ازیں موصوف ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں مسندِ تدریس پر فائز رہ چکے تھے۔ جس کے باعث علمی دنیا میں آزمودہ کار، کہنہ مشق اور کامیاب مدرس کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ یہی وہ اسباب و عوامل تھے، جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ کو بہت جلد علمی رفعتوں اور ترقی کے بام عروج تک پہنچا دیا اور معیاری تعلیم و تربیت، اعلیٰ ترین نظم و ضبط اور بے لوث تبلیغی و تعلیمی خدمات کے باعث برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ مدارس میں شمار ہونے لگا۔

ایک اور سلسلۃ الذہب کی کڑیوں کو ملاتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ دارالعلوم حقانیہ کے پس منظر پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

"مجھے اگرچہ تاریخی اعتبار سے تو متحقق نہیں مگر آثار و قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اسی جگہ قائم ہے۔ جہاں شہدائے بالاکوٹ کی سب سے پہلی تلوار چلی تھی۔ یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے، دراصل اس بے آب و گیاہ پسماندہ اور پہاڑی علاقہ میں کھنڈرات اور پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم و معارف کے جو چشمے آپ کو پھوٹتے نظر آ رہے ہیں۔ کیا عجب کہ اس میں سید ین الشہیدین اور ان کے سرفروش رفقا اور جاں نثار اور تحریکِ احیائے دین کے شہیدوں کا خون رنگ لایا ہو۔ اور یقین ہے کہ اکوڑہ خٹک میں علوم و معارف کی یہ بہاریں ان ہی انفاس قدسیہ کے برکات ہیں"۔

جس طرح علوم نبوت کا لامتناہی نور عرفاں "چھتہ والی مسجد" سے برق رفتاری کے ساتھ اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلنے لگا۔ تو مسجد کی وسعتیں اسے اپنے دامن میں سمیٹنے سے عاجز آ گئیں۔ جس کے پیشِ نظر بانی اور منتظمین نے ایک وسیع خطۂ اراضی پر مدرسہ قائم کرنے کا عظیم الشان منصوبہ بنایا۔ جہاں آج بھی دارالعلوم دیوبند کی پُرشکوہ، نادرۂ روزگار عمارت اپنی رفعتوں اور عظمتوں کے ساتھ فیض بار ہے۔

اسی طرح اکوڑہ خٹک کی چھوٹی سی مسجد میں قائم مدرسہ اگرچہ پس ماندہ علاقہ میں واقع ہونے کے باعث ظاہری رعنائی اور دلربائی کا حامل نہ ہونے کے باوجود حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جامع اوصاف شخصیت میں کچھ ایسا مقناطیسی اثر تھا۔ کہ دور دراز علاقوں اور ملکوں مثلاً پاکستان، افغانستان، ایران، قبائلی علاقہ جات سے قرآن و حدیث کے عشاق کشاں کشاں آ رہے تھے۔ شمع عرفاں کے گرد پروانوں کا جمِ غفیر ہمہ وقت رونق افروز رہتا۔ جن کی شایانِ شان نہ رہائش کی سہولتیں میسر تھیں، نہ خورد و نوش کا اطمینان بخش انتظام۔ اور نہ ہی علوم عالیہ فاضلہ کے طالبان کے لئے مدرسین کی معتد بہ جماعت دستیاب تھی۔

اس لئے بانی اور منتظمین حضرات کو دارالعلوم کی توسیع و ترقی کی فکر دامن گیر ہوتی۔ لیکن وسائل و ذرائع کا فقدان حوصلہ شکن تھا، تاہم ناسازگار حالات اور روح فرسا مشکلات سے بے نیاز ہو کر حضرت شیخ نے طے شدہ منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ٹھان لی۔ حضرت موصوف صبر و ثبات اور توکل و تبتُّل کے کوہ ہمالیہ تھے۔ مشکلات کے بلاخیز طوفانوں سے مردانہ وار ٹکرا جانا "اکابرین دیوبند" سے ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ آپ کی شاندار اور مثالی جد و جہد کے تابندہ نقوش جریدہ عالم پر ثبت ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے ارتقائی مراحل

حضرت شیخ الحدیثؒ دارالعلوم کے ارتقائی مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس شہر اکوڑہ میں آپ سب نے اولاً ایک چھوٹا سا سکول بنایا جو آج بحمد اللہ ۳۵، ۴۰ سال سے قرآن اور دین کی تعلیم و تربیت میں مصروف کار ہے۔ اس سکول سے ہم مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) کو منتقل ہوئے۔ پھر اس مسجد سے اس عظیم دارالعلوم حقانیہ کو منتقل ہوئے۔ جس میں آج آپ سب تشریف فرما ہیں۔ آپ کو معلوم ہے اس جگہ بڑے بڑے کھڈے تھے، جنگل اور بنجر زمین تھی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ جنہوں نے دارالعلوم کے لئے یہ زمینیں وقف فرما دیں اور جو زندہ ہیں ان کی عمر میں برکت دے۔

اب وہ چھوٹا سا پ۔ مل سے دریا کی شکل میں بہہ رہا ہے"۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا :۔

"یہ مسجد (مسجد شیخ الحدیث) ہمارا اولین دارالعلوم ہے ۔ ابتدائی دس پندرہ سال دارالعلوم اسی مسجد میں رہا ۔ اس چھوٹی سی مسجد کے چاروں کونوں میں مدرسین سبق پڑھایا کرتے تھے ۔ یہ برآمدہ ہمارا دارالحدیث تھا پھر یہاں جگہ کی لوہ مزید گنجائش نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام فرمایا اور موجودہ مقام پر دارالعلوم کو پہنچادیا ۔ یہاں بھی کھڈے تھے پانی کے بڑے بڑے گڑھے تھے ۔ جب ہم کھڈوں اور گڑھوں کی بھرائی کرکے طلبہ کے لئے تعمیر کرتے تو ساتھیوں میں اختلاف ہوتا ۔ وہ کہتے کہ بھرائی زیادہ نہ کرائی جائے ، خرچ زیادہ ہو رہا ہے اور فنڈ نہیں ہے ۔ اتنا فنڈ کہاں سے لاؤ گے ۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کے آدھے حصے کی سطح سڑک سے نیچے رہ گئی ہے ۔ وہ بھی زمانہ تھا ۔ جب ہم دارالعلوم کے لئے ایک ایک ابھنٹ پر سوچا کرتے تھے کہ خریدی جائے یا نہ ۔ اگر خریدیں تو فنڈ کہاں سے لائیں گے ، پھر خدا کے توکل سے قدم اٹھالیتے تو اللہ پاک غیب سے انتظام بھی فرما دیتا تھا ۔

اب اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل وکرم ہے کہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کو دینی مدارس میں ایک ممتاز مقام سے نوازا ہے ۔ پاک وہند ، بنگلہ دیش ، عرب اور امریکہ ولندن اور دنیا کے گوشے گوشے تک دارالعلوم کا حلقہ وسیع ہوچکا ہے اور اس کے فضلاء خدمت واشاعت دین میں مصروف ہیں"۔

اوّلین مجلس شوریٰ اور حضرت شیخ کی کرامت

دارالعلوم حقانیہ کا نظم ونسق اور انتظام وانصرام چلانے کے لئے جو اولین مجلس شوریٰ تشکیل دی گئی وہ پانچ روشن ضمیر ارکان پر مشتمل تھی ۔ جنہوں نے قابل تقلید جاں فشانی ، محنت ولگن اور عرق ریزی سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا ۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :۔

(۱) شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (۲) الحاج محمد یوسف صاحب ۔
(۳) الحاج سید نور بادشاہ صاحب (۴) حاجی غلام محمد صاحب ۔
(۵) ملک امیر الٰہی صاحب ۔

حضرت مولانا گل رحمٰن صاحب ناظم مطبع بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ وہاں مسندِ تدریس پر جلوہ نما تھے ، مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ "مولانا جب ہم مدرسہ بنائیں گے تو میں مہتمم بنوں گا اور آپ ناظم مطبع کے فرائض انجام دیں گے"۔

لیکن میں اسے ہمیشہ حضرت کی تفننِ طبع اور مزاح پر محمول کرتا رہا ۔ اور یہ بات تو کبھی میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آئی تھی کہ فی الواقعہ حضرت والاشان دارالعلوم دیوبند کے اس رفیع الشان منصب کو چھوڑ کر کسی مدرسہ کے مہتمم بن جائیں گے ۔ اور اگر موصوف اپنی اعلیٰ وارفع علمی حیثیت کے باعث مہتمم بن بھی گئے ، تو میں اس لائق کہاں کہ مہمانانِ ذی شان (مدرسین ومتعلین) کی خدمت کی سعادت حاصل کرسکوں گا ۔ مگر وقت نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ملک تقسیم ہوگیا ۔ پاکستان کے علماء کرام اور طلباء کا ہندوستان میں علوم اسلامیہ کے حصول کے لئے جانا ممکن نہ رہا ۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت شیخ نے دارالعلوم حقانیہ قائم فرمایا اور وہ اہتمام کے ذی وجاہت منصب پر فائز ہوئے اور مجھے ناظم مطبخ مقرر فرمادیا ۔ بحمد اللہ تیس سال تک اس خدمت پر مامور رہا"۔

(موصوف آج بھی دارالعلوم حقانیہ کی نظامت علیا پر متمکن ہیں)

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دارالعلوم کی تعمیر نو

دارالعلوم حقانیہ ایک مدت تک تعلیماتِ قرآنی علوم نبوت اور فنونِ لطیفہ کی شاندار خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی قدروں کے تحفظ ، استحکام اور فروغ کے لئے کوشاں رہا ۔ لیکن مہمانانِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم (طلباء کرام) کے شایانِ شان باوقار رہائش کا انتظام نہ تھا ۔ مساجد کے علاوہ کرایہ کے مکانات طلباء کے اقامت گاہ تھے ۔ لیکن اس میں جہاں طلباء کو طمانیت قلبی میّسر نہ تھی ۔ وہاں کرایہ کا بارگراں دارالعلوم کے لئے ناقابل برداشت تھا ، نیز دارالعلوم کے وسیع تر مقاصد کی تکمیل کے لئے کشادہ جگہ کا حصول اور تعمیر جدید ناگزیر تھی ۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیل منعقد ہوا ۔ جس میں دارالعلوم حقانیہ کے لئے ایک عظیم الشان عمارت کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا گیا اور اس کی تعمیر کو ناگزیر قرار دیا ۔ اور حسب ذیل افراد پر مشتمل ایک تعمیراتی کمیٹی تشکیل دے دی گئی ۔

کنوینر ۔ مولانا خانزادہ محمد عبدالحق خان ، ایم ۔ ایل ۔ اے آف شیدو مولانا الحاج میاں مسّرت شاہ ، عالی جناب میاں محمد اکرم شاہ کاکاخیل ، عالی جناب خان محمد شماس خان ، ایم ۔ ایل ۔ اے نوشہرہ ۔ الحاج خان محمد اعظم خان اکوڑہ خٹک ۔ الحاج میاں مراد گل ، کاکاخیل ۔ مولانا قاری محمد امین ، راولپنڈی ۔ مولانا معتبر خان سرگودہا ۔ مولانا حکیم نور الحقؒ الحاج حبیب الرحمٰن نوشہرہ ۔ الحاج میر احمد گل آف چشمی اور مولانا قاضی امین الحق اکوڑہ خٹک ۔

تعمیراتی کمیٹی کے ممبران نے بہت سے شہروں کا طوفانی دورہ کیا چونکہ دارالعلوم حقانیہ کا قابلِ رشک تعلیمی عروج روز روشن کی طرح عیاں تھا اور تعلیم وتربیت اور تبلیغ وترویجِ دین کی نمایاں ترقی مسلمانوں کو متاثر کررہی تھی ۔ اس لئے ہر شہر میں تعمیراتی کمیٹی کا والہانہ خیر مقدم کیا گیا ۔ اور لوگوں نے گراں قدر عطیات پیش کئے ، جن سے نہ صرف مجوزہ تعمیراتی منصوبہ بحسن وخوبی تکمیل پذیر ہوا ۔ بلکہ متعدد دیگر اخراجات کے باوجود ایک خطیر رقم بچ بھی گئی ۔ جن کی تفصیلات حضرت شیخ الحدیث ؒ نے بڑی

سپاس گذاری کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کے دسویں سالانہ جلسہ دستار بندی و تقیم اسناد کے موقع پر پیش فرمائیں :۔

موصوف نے فرمایا " صرف اٹھارہ ماہ کے قلیل عرصہ میں ایک لاکھ انتالیس ہزار پانچ سو نوے روپے چھ آنے آمدن ہوئی۔ جن میں سے تعلیمی، تنظیمی اور تعمیراتی مصارف ایک لاکھ تیس ہزار چھیاسی روپے تھے "۔

نئی پُرشکوہ عمارت کا افتتاح

نئی پُرشکوہ عمارت جس کا افتتاح ایک ایمان افروز، باوقار تقریب سعید میں جلیل القدر مشائخ اور ممتاز علماء کرام کے مبارک ہاتھوں کرایا گیا۔ تعمیر جدید حسب ذیل تھی دار الحدیث، ۲۰ کمروں پر مشتمل دارالاقامہ، درسگاہیں، دفاتر، لائبریری کنوآں اور سبیل صرف تعمیر پر اٹھائے جانے والے اخراجات تراسی ہزار چار سو پچھتیس روپے تھے۔

۱۴ شعبان ۱۳۷۶ / ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء کو دارالعلوم حقانیہ کی جدید عمارت اور نئے وسیع دارالحدیث میں قرآن مجید اور حدیث طیبہ کے درس سے افتتاح کیا گیا۔ استاذ العلماء جامع معقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی قدس سرہ نے ایک حدیث مبارک پڑھ کر اس کی تشریح و توضیح فرمائی اور امام الاولیاء، قطب الزمان، مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ نے دعا فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حاضرین کو بتایا۔ کہ اس سال یعنی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء، چھ سو طلباء اور سولہ اساتذہ تھے۔ جبکہ اس وقت تک یعنی صرف دس سال کے قلیل ترین عرصہ میں ۱۸۷ طلباء کرام کو دستار فضیلت سے نوازا گیا ہے۔

حضرت ممدوح نے دارالعلوم حقانیہ کا آئندہ تعمیراتی پروگرام بھی پیش کیا اور فرمایا کہ دارالعلوم کی شایانِ شان مسجد، مزید دارالاقامہ اور مطبخ کی تعمیر کی فوری ضرورت درپیش ہے۔ اس موقع پر گاؤں کے ایک معزز شخص ملک فرید خان نے آٹھ کنال زمین بلا معاوضہ کا عظیم عطیہ دارالعلوم کے لئے پیش کیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کی خدمت میں حکیم الاسلام، علامۃ العصر متکلم اسلام مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مضجعہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تاثرات پیش کئے جائیں۔ جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے ماضی، حال اور مستقبل کی منظر کشی بے حد فرحت انگیز پیرایہ میں کی ہے

آج بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ احقر حسب دعوت حضرت مولانا عبدالحق بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اور دارالعلوم ہی میں قیام کیا۔ آٹھ سال کے بعد اس سرچشمۂ علم میں حاضری کا یہ دوسرا موقعہ ہے۔ ۷۰ھ میں احقر اس وقت حاضر ہوا تھا۔ جب کہ مدرسہ کے لئے نہ کوئی خاص جگہ تھی، نہ مکان۔ ایک مسجد میں غریبانہ انداز سے اساتذہ و تلامذہ نے کارِ تعلیم شروع کر دیا تھا لیکن آٹھ سال کے بعد دارالعلوم کو اس شان سے دیکھا۔ کہ اس کے پاس شاندار عمارت بھی ہے۔ وسیع میدان بھی ہاتھ میں ہے۔ اس کے وسیع نظم و نسق کے لئے مختلف انتظامی شعبہ جات بھی ہیں۔ شعبۂ تعمیر مستقل حیثیت میں اپنا کام بھی کر رہا ہے اور تعمیرات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں۔ طلبہ کی کثرت ہے، اساتذہ ماہرِ فنون کافی تعداد میں جمع ہیں۔ ۲۶ طلباء فارغ التحصیل کی دستار بندی بھی ہوئی جن میں مختلف پاکستانی علاقوں کے علاوہ کابل و قندھار کے طلباء بھی ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے خلق اللہ کا رجوع ہے، اعتماد ہے اور وہ پورے بھروسہ کے ساتھ پروانہ وار اس شمع علم کے اردگرد فدائیت و عقیدت کے ساتھ ہجوم کر کر کے آ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مدرسے کے جلسے نے ایک عظیم الشان " علمی جشن " کی صورت اختیار کر لی ہے اور بلا تامل کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج اسے صوبہ سرحد کی سب سے بڑی اور مرکزی درسگاہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ سات سال کی مختصر مدت میں یہ ظاہری و باطنی ترقیات بجز اس کے کہ کارکنوں کے اخلاص و للٰہیت کا ثمرہ کہا جائے۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے ان مخلصین میں رائس حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی ہیں۔ جن کے ایثار و اخلاص کو میں اس وقت سے جانتا ہوں۔ جب کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم اور اس کے بعد کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے ایک ماہر فن استاد کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے۔ تقسیم ملک کے بعد بمجبوری اکوڑہ میں مقیم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند آج تک ان کی جدائی پر نالاں ہے ان کے سادہ اور بے لوث مخلصانہ طبیعت اور خدمت نے ہی اس سات سال کی قلیل مدت میں اس مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ سے دارالعلوم بنا دیا ہے۔

اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطۂ دارالعلوم دیوبند کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ اور بالآخر یہ شبہ یقین سے بدل جاتا ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت و سیرت میں دارالعلوم دیوبند کی صورت و سیرت کو سمو لیا ہے۔ اور وہ دارالعلوم دیوبند ہی بن گیا ہے۔ دعا ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس سرچشمۂ فیض کو اور اس کے بانی کو اپنے فضل و کرم کے سایہ میں تادیر قائم رکھے۔ اور مسلمانانِ پاکستان کے لئے یہ مدرسہ نورِ ہدایت اور مینارۂ روشنی ثابت ہو۔ ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد طیب غفرلہ مدیر دارالعلوم دیوبند وارد اکوڑہ خٹک ۶ ۴/۷۸ھ

۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء تک دارالعلوم حقانیہ پچیس کنال کے وسیع رقبہ پر قائم تھا۔ جن میں بیس کشادہ اور صاف ستھرے کمرے، ایک عالیشان ہال، دفتر اور مطبخ شامل تھے۔ جب کہ دارالاقامہ کی بالائی منزل پر ۱۵ کمرے زیر تعمیر تھے اور ساتھ عظیم الشان مسجد کی تعمیر بھی جاری تھی۔

احاطہ سید احمد شہید

چونکہ بلند معیار تعلیمی ترقی کے پیش نظر طلباء کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ منتظمین حقانیہ طلباء کی رہائش گاہوں کی تعمیر جس قدر تیزی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے تھے۔ طلباء کی تعداد میں اضافہ کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تھی اس لئے زمانہ دراز تک

رہائش کا مسئلہ مکمل طور پر تکمیل پذیر نہ ہو سکا۔ دارالاقامہ کے علاوہ متعدد مکانات کرایہ پر حاصل کر کے طلباءؒ کے قیام کا انتظام کیا جاتا رہا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر دارالحدیث کے غربی جانب واقع درسگاہوں کی بالائی منزل دارالاقامہ کی غرض سے تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس کا سنگ بنیاد شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۷۸ء مفکر اسلام، داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ اس احاطہ کا نام بھی موصوف نے "احاطہ سید احمد شہید" تجویز فرمایا۔ جو نو کمروں پر مشتمل ہے۔ لیکن طلباء کرام کی روزافزوں بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ۳۰۰ طلبہ کی گنجائش پر مشتمل ایک مزید دارالاقامہ ازبس ضروری ہے۔ جس پر ساٹھ لاکھ روپے کے مصارف کا تخمینہ ہے۔

عملہ کے لئے مکانات کی تعمیر

دارالعلوم کے اساتذہ اور عملہ کی مستقل رہائش کے لئے مکانات کی شدید ضرورت تھی۔ تاکہ اہل و عیال کے ساتھ اطمینان اور دلجمعی کی زندگی بسر کریں اور پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دے سکیں۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم کی غربی جانب پانچ مکانات تعمیر کئے گئے۔ جن میں تمام سہولتیں دستیاب ہیں۔ بعد ازیں مزید نو مکانات تعمیر کئے گئے اس طرح چودہ رہائشی مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور مزید تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے۔ اس وقت دارالعلوم حسب ذیل چھ احاطوں پر مشتمل ہے۔ احادیہ محمودیہ، احاطہ قاسمیہ، احاطہ سید احمد شہید، احاطہ مدینہ اور احاطہ دارالمدرسین۔

۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۷ء کو چھوٹی سی مسجد میں بے سروسامانی کے عالم میں قائم ہونے والا دارالعلوم حقانیہ دھیرے دھیرے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے بحمداللہ اس وقت اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے۔ سینکڑوں کنال اراضی پر محیط عظیم الشان عمارت میں قائم برصغیر کے آفاقی شہرت یافتہ مدارس میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ جس کے متعدد انتظامی اور تعلیمی شعبہ جات کامیابی کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ جن کا خاکہ پیش خدمت ہے۔

اظہارِ شکر و امتنان

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ اپنے لگائے ہوئے "گلشنِ علومِ نبوت" کی روح پرور بہاروں اور ایمان افروز لطافتوں کو دیکھ کر خالقِ کائنات کا ہر بُنِ مو سے شکر ادا کرتے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر اس "نعمتِ عظمیٰ" کی طرف اپنے متعلقین و متوسلین کی توجہ مبذول کراتے تھے۔ جس کی ایک فرحت انگیز جھلک ہدیہ قارئین کی جاتی ہے حضرت شیخؒ نے فرمایا۔

حسین گلدستہ

"اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو حدیث، تفسیر، فقہ اور فنون کے لئے اکابر و مشائخ اور بہترین اساتذہ کا حسین گلدستہ عطا فرمایا ہے۔ یہ سب اکابر دیوبند ہی کی برکتیں ہیں۔ ہمیں ان کی کفش برداری پر ناز ہے۔"

حضرت شیخ نے فرمایا۔ حضرت شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو خط لکھا تھا کہ

"دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہو چکا ہے، اس کا خصوصی خیال رکھنا، دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے۔"

حضرت شیخ الحدیثؒ قدس سرہ نے فرمایا۔

"تقسیم کے بعد جب ہم پاکستان آئے، نئی نئی حکومت بن چکی تھی۔ کوئی وزیر نئے کارخانے لگانے پر اصرار کر رہا تھا۔ اور کوئی فوجی قوت بڑھانے پر مصر تھا۔ غرض ہر شعبۂ اقتصادیات و معاشیات کو ترقی دینے پر بیانات زور و شور سے دیئے جا رہے تھے۔ اور صنعتوں وغیرہ کے لگانے کے اعلانات ہو رہے تھے۔ مگر کسی دینی دارالعلوم کے قیام کا اعلان کسی نے نہ کیا۔ حالانکہ جس نظریے کے تحت یہ ملک معرض وجود میں آیا تھا اس کے پیش نظر تو دینی اداروں کے قیام و استحکام کی طرف فوری توجہ دینی چاہیئے تھی۔ اس زمانہ کے وزیر سے پوچھا گیا کہ دین کی ترقی کے لئے کیا قدم اٹھایا جائے گا۔ اور کس قسم کا ادارہ بنایا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم سوچ رہے ہیں۔ لیکن ہم جو ادارے بنائیں گے وہ دارالعلوم دیوبند کی طرح نہیں ہوں گے۔ بلکہ جامعہ ازہر جیسے آزاد خیال دینی ادارے ہوں گے۔

بہر حال ہم نے بھی اسلامی نظریہ اور اس کی حفاظت و اشاعت کی بنا پر اللہ کا نام لے کر بغیر کسی اعلان و اپیل و تشہیر و بلا کسی چندے کے اکوڑہ خٹک کی ایک چھوٹی سی مسجد میں کام شروع کر دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب یہ دارالعلوم اور اس کے اثرات آپ کے سامنے ہے۔ اس کے فضلاء جہاد کے سربراہ ہیں، مفتی ہیں، مدرس ہیں، معلّم ہیں، سیاسی زعماء ہیں اور دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کی تعلیمات کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔"

"الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء روزِ اوّل سے ایسے کارنامے انجام دے رہے ہیں جو ہر لحاظ سے نمایاں ہیں۔ پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں دارالعلوم کے ہی فضلاء مصروف درس ہیں۔ تعلیم، تبلیغ، اشاعتِ دین، تصنیف و تالیف، سیاست و سیادت اور جہاد میں پیش پیش ہیں۔" حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **کی ایک مجلس کا حال لکھتے ہوئے مولانا عبدالقیوم حقانی رقمطراز ہیں**

"آج اکوڑہ کی حالت جیسے بھی ہے سو ہے۔ مگر کون نہیں جانتا چند سال قبل جہاں آج دارالعلوم حقانیہ ہے۔ یہاں اور اس کے اردگرد میلوں تک پانی اور درختوں کا نشان تک نہ تھا۔ بنجر، غیر آباد، اور بے آب و گیاہ، صحرائی اور پہاڑی علاقہ میں جب اللہ نے چاہا تو دارالعلوم کی شکل میں اکوڑہ کے پتھروں سے علوم و معارف کے چشمے اُبل پڑے، فیض پھیلا اور ایسا پھیلا کہ پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہو جس میں دارالعلوم کا فاضل کام نہ کر رہا ہو۔ جہاد افغانستان ایک مستقل عنوان ہے۔ جس پر فضلائے دارالعلوم کے کردار پر ہزاروں صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ پاکستان کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، عرب ممالک بالخصوص متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، افریقہ اور امریکہ اور ملکوں ملکوں میں دارالعلوم کے فضلاء پہنچے ہوئے ہیں۔ اور دینی خدمات میں مصروف ہیں اور دینی خدمات کے اہم مناصب پر فائز ہیں۔"

جامع مسجد

دارالعلوم کی پرشکوہ جامع مسجد ہر اعتبار سے خوشنما، دل آویز، پرکشش، جاذب نظر اور ایمان افروز ہے۔

جس کا بلند و بالا مینار بالیقین مینارۂ رشد و ہدایت ہے ۔ کشادہ و پُرفضا صحن روح پرور بھی اور دل فریب بھی ہے ۔ جس کا سنگ بنیاد ۲۲ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء کو مدینہ منورہ کے مشہور عالم شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالغفور عباسی نوراللہ مرقدہ کے دستِ مبارک سے ان کی تشریف آوری کے موقع پر رکھا گیا تھا ۔ جب کہ مسجد کے صدر دروازہ کا سنگ بنیاد ۲۳ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز عصر حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی لاہور، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی اور دیگر کئی ممتاز و مشاہیر علماء کرام کے ہاتھوں رکھا گیا ۔

تعمیر مسجد کا فنڈ الگ ہے لیکن مسجد کے مصارف پورے نہ ہونے کی صورت میں مجبوراً دارالعلوم کے تعلیمی فنڈ سے قرض حاصل کرنے کی نوبت بھی آجاتی ہے ۔ اب بحمداللہ تعالیٰ کئی لاکھ روپیہ کے مصارف سے مسجد کی تعمیر تکمیل پذیر ہو گئی ہے ۔ اس کے باوجود مسجد کے مصارف جداگانہ ہیں ۔ اس صدقہ جاریہ میں حصہ لینے والے مخیر حضرات اس سے ضرور بہرہ یاب ہوں ۔

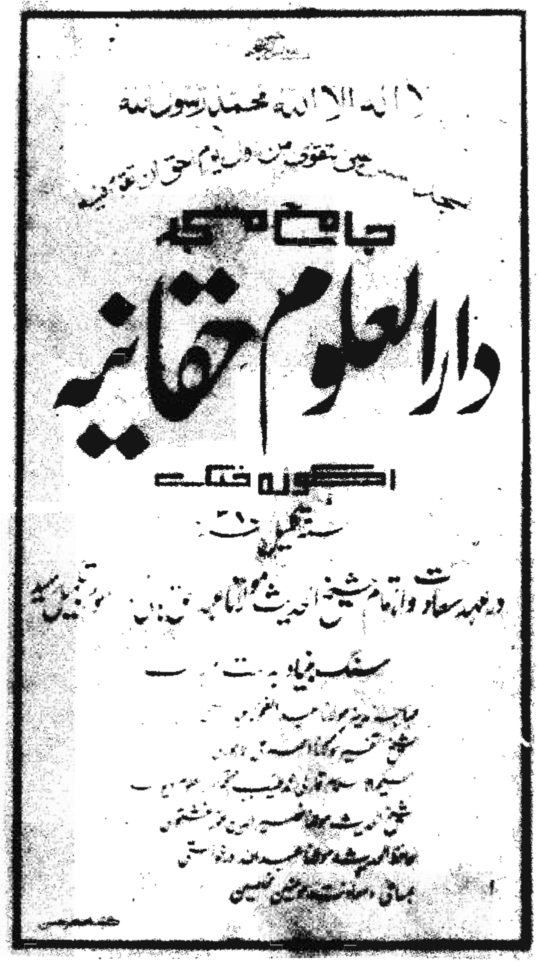

مہمان خانہ

دارالعلوم میں ہر قسم اور مختلف طبقہ کے مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ جن میں بعض بے حد قابل احترام اہم شخصیات بھی ہوتی ہے ۔ ان کی سہولت کے لئے دارالمدرسین سے ملحق ایک پردہ دار احاطہ میں "دارالضیوف" قائم ہے ۔ جس میں ہوادار کشادہ ، فلش سسٹم اور صاف ستھرے کمرے ہیں ۔

واردین وصادرین

دارالعلوم میں ملک و بیرون ملک کے مشاہیر علم و فضل اور اکابرین تشریف لاتے ہی رہتے ہیں ۔ ایسے مشاہیر کے علوم و نصائح سے طلبہ کو مستفید ہونے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں اس کے لئے دارالحدیث میں اجتماعات کا انتظام کیا جاتا ہے ۔ پاکستان کے علاوہ بھارت، افغانستان، سعودی عرب ، اور شام کے علماء، دانشور اور سکالر طلباء کو اپنے گراں مایہ ارشادات سے محفوظ کرتے رہتے ہیں ۔

تعلیمی اور تنظیمی شعبہ جات کا اجمالی تعارف

شعبہ علوم دینیہ عربیہ

یہ شعبہ دارالعلوم حقانیہ کی روح رواں اور دینی علوم و فنون کے تحفظ کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے ۔ اس کی تعلیم و تدریس "درس و تعلیمات" میں دارالعلوم کا سب سے اہم اور بنیادی عنصر ہے ۔ جو دو درجات میں منقسم ہے ۔ کچھ تو علوم عالیہ ہیں ۔ جو مقاصد کا درجہ رکھتے ہیں ۔ اور کچھ علوم آلیہ ہیں، جو علومِ عالیہ کے ممد و معاون یا وسائل کی حیثیت کے حامل ہیں، اس شعبہ میں قرآن مجید ، تفسیر ، اصول تفسیر ، حدیث ، اصول حدیث ، فقہ ، اصول فقہ ، میراث ، بلاغت ، علم عقائد و کلام ، منطق ، فلسفہ ، ریاضی ، تجوید و قرأۃ ، صرف و نحو ، اور مناظرہ وغیرہ کی معیاری تعلیم دی جاتی ہے ۔

اس شعبہ میں داخلہ کے متمنی ، تشنگانِ علوم نبویہ کا دارالعلوم حقانیہ کے یوم تاسیس ہی سے روزافزوں اضافہ چلا آرہا ہے ۔ مالی وسائل کی کمی اور رہائشی نظام کی قلت کے ہاتھوں بے بس ہو کر شوال میں صرف دو دن کے داخلہ سے مطلوبہ تعداد پوری ہو جاتی رہی اور سینکڑوں طلباء کو بادلِ نخواستہ واپس کرنا پڑتا رہا ۔ جن میں بہت بڑی تعداد ملک کے دور دراز علاقوں اور بیرونِ ملک کے دور افتادہ علاقہ جات کی ہوتی ہے ۔

اب تک ہزاروں کی تعداد میں طلباء دارالعلوم حقانیہ سے مستند عالم بن کر فارغ ہو چکے ہیں ۔ جو پاکستان کے علاوہ افریقہ ، ایشیا ، متحدہ عرب امارات اور مغربی ممالک میں درس و تدریس ، تصنیف و تالیف ، افتاء و تشریح اور تبلیغ و ترویج دین کی شاندار خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔

درس نظامی کا تعلیمی سال ۱۶ شوال سے شروع ہو کر ۱۵ شعبان کو سالانہ امتحان پر اختتام پذیر ہوتا ہے ۔ سال میں تین امتحانات ہوتے ہیں ۔ صفر میں سہ ماہی امتحان ، جمادی الاول میں ششماہی اور شعبان میں سالانہ امتحان اکثر امتحانات تحریری ہوتے ہیں ۔ سوالات کے جوابات پشتو ، اردو ، فارسی کے علاوہ اکثر طلباء عربی میں لکھتے ہیں ، وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کے بعد امتحانات وفاق کے ماتحت ہوتے ہیں ۔

تعداد اساتذہ وکارکنان

دارالعلوم حقانیہ میں اساتذہ اور انتظامی عملہ کے کارکنوں کی مجموعی تعداد ۵۰ سے زائد ہے ۔ جن میں سے چالیس اساتذہ کرام مختلف شعبوں میں پڑھاتے ہیں ۔ ان میں ایسے اولی العزم اساتذہ کرام بھی ہیں جو مسند نشین درس اور علم کے آفتاب و مہتاب

ہیں۔ اور متعدد ایسے ماہرین علم و فضل بھی ہیں جنہیں حضرت شیخ الحدیث رحؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ایسے اہل علم و دانش بھی ہیں جو دار العلوم کے تخصصات میں پڑھ کر اعلیٰ قابلیت کے حامل مصنف اور مفتی ہو گئے ہیں اور ایسے اساتذہ بھی جنہوں نے اسی دار العلوم سے سندِ فراغت حاصل کی ہے۔ اور ایسے اساتذہ بھی ہیں۔ جنہوں نے دنیا کے مختلف جامعات سے اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اور سب ہی سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور اسلاف کی قدروں کے امین ہیں۔

تعداد طلبہ دار العلوم حقانیہ میں اس وقت طلبہ کی تعداد ڈھائی ہزار ہے۔ جو مختلف شعبوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جن میں سے صرف دورۂ حدیث میں سال رواں ۱۴۱۲ھ میں شرکائے حدیث ۳۰۰ ہیں۔ باقی ہر درجہ میں تقریباً اوسط تعداد ۹۰ اور ۱۰۰ کے درمیان ہے۔

انتظامات

دار العلوم دیوبند برصغیر کے علمی و دینی اداروں کا قبلۂ علم ہے اور اس کے ضوابط و اصول اور انتظامات مثمر برکات ہونے کے لحاظ سے آزمودہ شدہ ہیں۔ بنابریں دار العلوم حقانیہ میں قواعد و ضوابط، نظم و نسق، تدریس و تعلیم اور امتحانات کا طریقہ وہی رائج ہے۔ جو مرکزِ علمی دار العلوم دیوبند میں نافذ ہے۔

مجلس شوریٰ اور آئین

ان تمام انتظامات کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک با اختیار مجلس شوریٰ قائم ہے۔ بجٹ اور دیگر اہم امور کے لئے اجلاس ہوتے ہیں۔ مقامی طور پر مہتمم صاحب کی نگرانی میں ایک مجلس منتظمہ، انتظامی امور سرانجام دے رہی ہے۔ دار العلوم کی تنظیم و ترقی کے لیے مستقل دفتر قائم ہے جس میں ایک معتمد ناظم اعلیٰ، تین نائب ناظم اور کئی دفتری ملازم کام کرتے ہیں تحصیل چندہ کے لیے سفراء کا بھیجنا، اپیل وغیرہ کی ترسیل۔ حسابات آمد و خرچ اور بجٹ کی تیاری وغیرہ کے علاوہ تمام تنظیمی امور اس شعبہ کے ذمہ ہیں۔ دار العلوم کے انتظامات وغیرہ ایک آئین کے ماتحت ہیں۔ جس کی باقاعدہ منظوری مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں دی ہے۔ اس وقت کے اراکین مجلسِ شوریٰ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

الحاج عبدالحیؒ صاحب مردان۔
محمد اقبال صاحب راولپنڈی۔
الحاج غلام محمد راولپنڈی۔
الحاج محمد خان۔ سراج محمد خان مانکی شریف۔
الحاج مظفر خان کوٹلی کلاں
الحاج خیال بادشاہ درہ آدم خیل
الحاج محمد شعیب دولت زئی مردان
حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب تنگی
جناب محمد حنیف صاحب راولپنڈی
الحاج حضرت جمال لاہور
الحاج سید افضل خان لاہور
الحاج محمد جبار لاہور تحصیل صوابی۔
الحاج میاں محمد اکرم شاہ مردان۔
حضرت مولانا عبدالحنان صاحب صوابی
حضرت مولانا غلام حیدر صاحب لاہور۔
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا اشرف صاحب پشاور۔
الحاج محمود صاحب راولپنڈی
الحاج میاں رسول شاہ صاحب چارسدہ۔
جناب غلام مرتضیٰ مردان
الحاج مطیع الرحمان مردان
الحاج حکیم غلام سرور صاحب پشاور۔
جناب رحمت اللہ صاحب دیر
حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی۔
الحاج مشتاق صاحب راولپنڈی۔
شیخ پرویز شاہد راولپنڈی
الحاج کیپٹن محمد انور صاحب مردان۔
الحاج میجر نثار محمد صاحب پشاور۔
حضرت مولانا محمد مجاہد خان نوشہرہ۔
حضرت مولانا الحاج فضل حکیم صاحب نوشہرہ۔
الحاج وہاب الدین جہانگیرہ۔
مولانا الحاج قاضی فضل دیان۔ مولانا قاضی فضل منان چارسدہ
الحاج فضل عظیم صاحب نوشہرہ
الحاج عثمان علی خان عرف دادا خان چارسدہ
الحاج بابو محمد حیات صاحب راولپنڈی۔
الحاج رحمت اللہ نوشہرہ
خواجہ امان اللہ نوشہرہ
الحاج محمد یعقوب خان، جہانگیرہ۔
حضرت مولانا الحاج طاؤس خان جہانگیرہ
الحاج ڈاکٹر سید مطلب شاہ و ڈاکٹر سید جعفر شاہ پشاور
عبدالحمید خان کراچی ۷۴ء
جناب سید حبیب صاحب معرفت عبدالرحمان درہ آدم خیل۔

الحاج وزیر محمد مردان ۔
الحاج غلام محمود نوشہرہ کلاں ۔
الحاج عمر خطاب صاحب ، صوابی ۔
الحاج محمد سلیمان و حافظ حبیب الرحمان ، پشاور ۔
حضرت مولانا میاں عصمت شاہ صاحب ، پشاور ۔
الحاج محمد الطاف صاحب ، پشاور ۔
الحاج نور محمد صاحب ، پشاور
جناب عبدالمالک ، پشاور
جناب رضا شاہ صاحب ، چارسدہ ۔
مولانا الحاج عبدالحنان ، مردان ۔
الحاج زیور شاہ صاحب ۔
مولانا محمد کریم صاحب ڈاگ ۔
الحاج ممتاز علی خان شیدو ۔
جناب افسر بہادر خٹک ۔
جناب جان محمد صاحب ، اکوڑہ خٹک
الحاج حکیم بادشاہ صاحب ، اکوڑہ خٹک ۔
میاں حضران بادشاہ ، اکوڑہ خٹک ۔
سیکرٹری صاحب ٹاؤن کمیٹی ، اکوڑہ خٹک ۔
الحاج محمد عباس خان ، اکوڑہ خٹک ۔
حاجی محمد یوسف صاحب ۔
جناب حاجی غلام محمد صاحب ۔
حاجی رحمان الدین صاحب ۔
حاجی نور بادشاہ صاحب ۔
ملک محبوب الحق صاحب و مقصود الہیٰ ، اکوڑہ خٹک ۔
جناب عبدالرب خان ، شیدو ۔
جناب عبدالغفور صاحب الحاج غلام محمد صاحب ، اکوڑہ خٹک ۔
جناب عماد الدین صاحب ، جناب رحمان الدین ، اکوڑہ خٹک
الحاج میاں شاہ ، مردان ۔

وفاق المدارس

مدارس عربیہ دینیہ کی مشترکہ تنظیم اور باہمی الحاق وقت کی ایک اہم ضرورت ہے ۔ اس مقصد کے لیے وفاق المدارس کی جو تنظیم قائم ہے ۔ دارالعلوم حقانیہ اس سے منسلک اور اس کا ایک اہم رکن ہے ۔ اور اس کے تنظیمی اور اصلاحی پروگراموں اور نظم جماعت کی پابندی کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ اسکے نائب صدر اور پھر سرپرست کی حیثیت سے زریں خدمات انجام دیتے رہے ہیں اسی سلسلہ میں حضرت موصوف نے تمام مدارس عربیہ سے درج ذیل اپیل کی تھی ۔

"تمام مدارس عربیہ کے ارباب کار سے حالاتِ حاضرہ کی نزاکت کے پیش نظر اس تنظیم کی تقویت اور تائید کی پُرزور اپیل کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ خدام علوم دینیہ کا یہ تعاون و باہمی اشتراک ہر طرح کی برکات معنویہ و ظاہریہ کا موجب ہوگا ۔ اور اس سے مدارس عربیہ کو مزید ترقیاں نصیب ہونگی"۔

رجسٹریشن

ملک کے معتمد اور مستند اداروں کیلئے حکومت کے قوانین کی رُو سے رجسٹرڈ کرانا ان کے حق میں مفید ہوتا ہے ۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں کئی دقتیں پیش آتی ہیں ۔ بنابریں دارالعلوم حقانیہ کی رجسٹریشن حسب دفعہ ۱۰۵-SRO/ سی ہائے (۳۶) سی ۔ ٹی ۔ پی / ۵۵ ہوئی ہے ۔ جس کے نتیجہ میں مرکزی حکومت کی طرف سے دارالعلوم حقانیہ کو دیا جانے والا چندہ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ۔

علاوہ ازیں دارالعلوم کے حسابات کو صاف و منضبط رکھنے کی خاطر ہر سال تمام حساب و کتاب و رسیدات اور ادائیگی حسابات کے بل راولپنڈی میں آڈٹ کرائے جاتے ہیں ۔ اور آڈیٹرز رپورٹ ہر سال کی مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کردی جاتی ہے ۔ جو بحمداللہ نہایت تسلی بخش اور قابل اطمینان ہوتی ہے ۔

شعبہ تخصص فی الفقہ

سنہ ۱۴۰۹ھ کے تعلیمی سال کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سرپرستی میں ان کے مشورہ سے حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم نے دارالعلوم میں باقاعدہ طور پر "شعبہ تخصص فی الفقہ" قائم فرمایا شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ، اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب زید مجدہ' کو اس سلسلہ کے جملہ مراحل اور ذمہ داریاں سونپ دی گئیں ۔ داخلہ اہلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے ۔ پہلے سال تین طلبہ کیلئے جو دارالعلوم حقانیہ سے درس نظامی کے فاضل ہیں ۔ داخلہ کی گنجائش رکھی گئی ۔

قیام و طعام ، ریسرچ و تحقیق کے اسباب اور فراہمی کتب کے علاوہ اس شعبہ کے طلبہ کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے ۔ بحمداللہ ! یہ شعبہ اپنی کارکردگی ، نظام تربیت ، نصاب تعلیم ، اساتذہ کی محنت ، نگرانی اور راہنمائی اور جملہ قواعد و ضوابط کے اعتبار سے توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا ۔

شعبہ تجوید و قرأت

دارالعلوم میں ابتدا ہی سے اس اہم ترین شعبہ کے قیام کے لیے جدوجہد جاری رہی چنانچہ ۱۹۸۱ء میں دو کنال پر مشتمل دارالمدرسین کے عقب میں ایک رقبہ حاصل کیا گیا ۔ جس کا سنگ بنیاد ۱۹ دسمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر گیارہ بجے حضرت شیخ الحدیث رح نے اساتذہ ، اراکین اور طلبہ کی موجودگی

میں رکھا۔ اور جولائی ۱۹۸۶ء میں تعمیر کے مراحل طے کرکے تکمیل کو پہنچ گیا۔ دو منزلہ عمارت میں چار درس گاہیں۔ ایک کشادہ ہال، غسل خانے، بیت الخلا مطبخ اور اس شعبہ کے طلبہ کی اقامت گاہیں شامل ہیں۔ اور اسی سال اس میں تدریس کا کام شروع کردیا گیا۔ اس وقت آٹھ اساتذہ مصروف تدریس ہیں اور دو سو پچاس طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

مدرسۃ البنات

انسان کی سب سے اولین تربیت گاہ "ماں کی گود" ہے اگر ماں تربیت یافتہ اور اسلامی علوم کے زیور سے آراستہ ہے تو اولاد کی حسن تربیت کا فریضہ کمال دانشمندی سے انجام دے گی۔ اسی ضرورت کی تکمیل کی خاطر دارالعلوم حقانیہ کا نیا شعبہ "مدرسۃ البنات" عنقریب شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے ڈیڑھ کنال کا رقبہ حاصل کرلیا گیا ہے اور تعمیر کا نقشہ بن چکا ہے انشاء اللہ جلد ہی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

شعبۂ مطبخ

عربی علوم کے طلبہ کی اکثریت نادار ہوتی ہے اسلیئے پڑھنے والے طلباء کی دیگر ضروریات کے علاوہ خورد و نوش کا انتظام بلا معاوضہ دارالعلوم ہی کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے مطبخ کا ایک مستقل شعبہ قائم ہے۔ جس میں اوسطاً ہزار طلبا کھانا لیتے ہیں۔ جس پر کم و بیش دس لاکھ روپے سالانہ صرف ہوتا ہے

مطبخ کی نگرانی کے لیے ایک ناظم مطبخ مقرر ہیں۔ علاوہ ازیں تین باورچی اور ایک چپڑاسی کام کر رہا ہے۔ تمام شعبہ مطبخ کے نگران اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادہ مولانا اظہار الحق صاحب ہیں۔ دارالعلوم کی کوئی مستقل آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے مالی بے سروسامانی کے باعث مطبخ میں گنجائش نہ ہونے کی بنا پر جن طلبا کو کھانا نہیں دیا جاسکتا۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام مقامی اور گرد و نواح کی مساجد میں کیا جاتا ہے۔ اور گذشتہ کئی سالوں سے اکوڑہ شہر اور گرد و نواح کی مساجد میں بھی جگہیں بھر جانے کی وجہ سے قرب و جوار میں سے طلبہ کے قیام کے لئے مکانات بھی کرایہ پر لیے جاتے ہیں۔

شعبہ آب رسانی

دارالعلوم کی تعمیرات کی وسعت کی بنا پر آب رسانی مستقل شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ٹیوب ویل پانچ ہارس پاور نصب ہے، پانی ذخیرہ کرنے کے لیے ایک ٹینکی بھی موجود ہے۔ لیکن پانی کی قلت کا شکوہ پھر بھی موجود۔ کیونکہ ٹیوب ویل کا پانی صرف دارالعلوم کے طلبہ ہی استعمال نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ مسجد کے غسل خانوں۔ استنجا خانوں اور وضو کے علاوہ اساتذہ کے کوارٹروں، طلبہ کے ہاسٹلوں، مطبخ اور شعبہ تعلیم القرآن کے لئے بھی پانی پہنچایا جاتا ہے۔ دارالعلوم کے جملہ شعبہ جات کو وافر مقدار میں پانی کی سہولت فراہم کرنے کے لیئے ایک بڑے ٹیوب ویل اور بلند سطح کی بڑی ٹینکی کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ جس پر پندرہ لاکھ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے۔

تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول

۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے ایک پرائمری اسکول قائم فرمایا جس کا افتتاح شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے فرمایا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کا مطمعٔ نظر یہ تھا کہ تعلیم کے معاملہ میں "دینی اور دنیوی" کی تفریق مٹا دی جائے اور عصری فنون کے ساتھ دینی علوم کی تعلیم بھی لازمی قرار دی جائے تاکہ قوم کے مستقبل کے معماروں (طلباء) میں اپنے دین کا تحفظ اور اپنی ملت سے محبت کے جذبات اجاگر ہوں۔ اور بچوں کو دارالعلوم کے روحانی اور پاکیزہ ماحول میں رکھ کر اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا جاسکے اس شعبہ میں اسکولوں کے مروجہ عصری نصاب کے ساتھ قرآن مجید، ضروری احکام دین، تعلیم الاسلام وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ۱۹۶۶ء میں پرائمری سے ترقی دے کر ساتویں جماعت تک کلاسیں شروع کردی گئی تھیں اور آئندہ بتدریج ہائی کلاسز تک بڑھانے کا عزم کرلیا گیا۔ جو کہ اب بحمداللہ کئی سالوں سے ہائی سکول بن چکا ہے۔

اس شعبہ کے اسلامی نصاب کا امتحان مقامی علماء اور منظور شدہ نصاب کا امتحان محکمۂ تعلیم کے ذمہ دار افسر لیتے ہیں۔ بحمداللہ اس شعبہ کی حسن کارکردگی اور معیاری تعلیم کا اندازہ ممتحنین حضرات کی آراء سے لگایا جاسکتا ہے۔ ابتداء میں یہ شعبہ کرایہ کے مکان میں قائم تھا۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں دارالعلوم حقانیہ کے ایک معزز رکن مجلس شوریٰ جناب الحاج محمد اعظم خان صاحب نے دارالعلوم کے مشرقی جانب دو کنال زمین تعلیم القرآن کے لیے عنایت کی۔ جہاں ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء شیخ الاسلام مولانا قاری محمد طیب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دست اطہر سے سنگ بنیاد رکھا گیا۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ کو مدرسہ تعلیم القرآن اپنی مستقل عمارت میں منتقل ہوگیا۔ لیکن بچوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کے باعث پھر بھی ابتدائی کلاسیں گاؤں میں کرایہ پر حاصل کردہ ایک مکان میں جاری رہیں۔ تعلیم القرآن کے متصل تالاب میں زیریں منزل طلبہ کے لیے دارالاقامہ، دفاتر گودام، مختلف برآمدے اور دیگر متعلقہ کمرے تعمیر کردیئے گئے۔ جس سے عظیم الشان دو منزلہ عمارت معرض وجود میں آگئی۔ ۱۹۶۲ء میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔

"شعبہ تعلیم القرآن ۲۵ سال سے مسلمان بچوں کو عصری تعلیم کے ساتھ قرآن مجید حفظ و ناظرہ اور دینی ضروریات کی تعلیم دے رہا ہے۔ اس میں

پانچ صد بچے زیر تعلیم و تربیت ہیں۔"

۱۹ء میں مولانا سمیع الحق کی مساعی سے اسے ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا۔ اور ان کے سینٹ میں ترقیاتی فنڈ سے اس کی بالائی منزل جدید اور شاندار طرز پر تعمیر کی گئی میٹرک کے لئے جدید سٹاف، کمرے ضرورت کا سامان اور متعلقہ جملہ امور کی تکمیل کرائی گئی اب بحمد اللہ ہائی درجہ تک کی تعلیم کی تکمیل ہوتی ہے۔

اس وقت ستمبر ۱۹۹۱ء میں حقانیہ ہائی سکول میں اساتذہ کی تعداد ۲۲ عملہ اور چوکیدار وغیرہ ۵ اور طلبہ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے جب کہ پرائمری حصہ اب بھی حسب سابق گاؤں میں قائم ہے۔

شعبۂ افتاء

دارالعلوم کے تبلیغی اور علمی شعبوں میں اہم ترین شعبہ "دارالافتاء" بھی ہے جس کا تعلق ملک و بیرون ملک کے عوام سے ہے۔ جو اس کے ذریعہ دینی اور فقہی مسائل میں رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ عوام اور خواص ہر نوع کے پیش آمدہ مسائل میں استفادہ کرتے ہیں۔ دارالعلوم کی علمی شہرت اور عوام میں اعتماد کی بنا پر اس شعبہ کے کام میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پہلے دو ماہر علماء افتاء کا کام سرانجام دیتے رہے۔ لیکن کام کی بے پناہ بہتات کے باعث اس وقت چار جلیل القدر مفتی صاحبان مصروفِ کار ہیں۔ شیخ الحدیث مفتی محمد فرید مدظلہ صدر دارالافتاء ہیں جبکہ کئی محرروں کی اعانت سے فتووں کی نقول رکھنے کا اہتمام بھی ہے فقہ، تاریخ، عقائد، حدیث اور حوادث و نوازل کے احکامات پر مشتمل سوالات ہوتے ہیں۔ یہ روز افزوں اضافہ جہاں مسلمانوں کے دینی علوم اور احکام میں علماء کرام پر اعتماد و یقین کا بین ثبوت ہے۔ وہاں دارالعلوم کی مقبولیت کی واضح علامت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس دینی اعتماد و شغف میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

حضرت شیخ کی احتیاط

حضرت شیخ الحدیث رح کو دارالافتاء کے مفتی حضرات کے رسوخ فی العلم اور تحقیق پر کامل اعتماد تھا۔ اور اس سلسلہ میں دارالعلوم کی مہر کی اہمیت کا احترام تھا۔ ایک مرتبہ علامہ قاضی عبدالکریم کلاچوی نے سرکاری طلاق کی شرعی حیثیت پر ایک فتویٰ تحریر فرمایا۔ جسے دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے تصویب و تصدیق حاصل ہوئی اور مفتی حضرات نے اپنے دستخط ثبت فرما دیئے۔ بعد میں جب وہ فتویٰ حضرت شیخ کی خدمت میں دستخط کے لیے پیش کیا گیا۔ تو اولاً آپ نے معذرت فرمائی کہ جب دارالافتاء سے تصدیق ہو گئی ہے تو میرے دستخط کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ ایک تحریک ہے۔ جسے ملک کے تمام جامعات اور اکابر علماء و مشائخ کے دستخطوں سے شائع کیا جائے گا۔ تاکہ اجتماعی طور پر متفق اور موثر رہے۔ تب آپ نے مفصل تحریر سن کر حسب ذیل عبارت تحریر فرما کر دستخط ثبت فرما دیئے۔

الجواب صحیح: جب حاکم شرعی قواعد و شرائط کو ملحوظ نہ رکھے تو شرعاً اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اور ایسے فیصلوں سے تمام مسلمانوں کو عملاً احتراز لازمی ہے۔

اس موقع پر مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہ نے گزارش کی۔ کہ دارالافتاء سے دارالعلوم کی مہر لگا دی گئی ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی تحریر کے نیچے آپ کی ذاتی مہر بھی ثبت کر دی جائے۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ میری ذاتی مہر کی کوئی حیثیت نہیں۔ جب دارالعلوم کی مہر آ جائے تو مہتمم کی مہر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مولانا عبدالحلیم دیروی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی مہر سب سے اہم ہے۔ ارشاد فرمایا۔ نہیں ایسا نہیں دارالعلوم کی مہر اصل ہے اور ہم سب اس کے تابع ہیں۔ جب اصل آ جائے تو توابع کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

سبحان اللہ! تواضع و انکساری کے ساتھ غایت درجہ احتیاط سے آپ کا زہد و تقویٰ آشکارا ہے۔ ورنہ عام حضرات محض ناموری کی خاطر مہر کا استعمال بے مہابا کرتے ہیں۔

کتب خانہ

دارالعلوم حقانیہ کا عظیم الشان کتب خانہ ایک عالی شان دو منزلہ عمارت میں واقع ہے۔ جس میں ۱۵ ہزار درسی، غیر درسی کتب اور مخطوطات کے عظیم علمی ذخیرے محفوظ ہیں۔ ابتداء میں دارالحدیث سے ملحق ایک درسگاہ کو عارضی طور پر کتب میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ مگر تعلیمی سال کے اختتام پر کتابوں کے انبار لگ جاتے اور کتابیں اس میں سما نہ سکتی تھیں۔ لیکن اب بحمد للہ حسب ضرورت کشادہ، ہوادار ہال تعمیر کر لیا گیا ہے۔

جو طلباء کے دارالاقامہ "احاطہ قاسمیہ" کی فوقانی منزل ہے، جس پر دو لاکھ سے زائد اخراجات آئے ہیں۔

بعض حضرات نے دارالعلوم کے لئے وقف کتب کا ہدیہ پیش کیا اور بعض کتب منتظمین نے خرید فرمائیں۔ اس صدقہ جاریہ میں کتب وقف کرنے والے حضرات حسب ذیل ہیں۔

الحاج حکیم محمد ایوب صاحب ندوی پشاور۔ جناب بھائی خان صاحب تھائی لینڈ۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی لاہور۔ مولانا عبدالحفیظ مرحوم مدرس مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا۔ سابق ڈی سی صاحب پشاور معرفت جناب غلام مصطفےٰ صاحب جج پشاور۔ ادارہ مجلس علمی کراچی، جناب

احمد حسن عباسی ایبٹ آباد ۔ جناب حافظ رشید احمد صاحب اور الحاج فضل الرحمٰن صاحب پار ہوتی مردان ۔ منشی حنیف گل صاحب صوابی، مولانا سلطان محمود صاحب ناظم دارالعلوم حقانیہ خاص طور پر قابل ذکر اور مستحق صد تشکر ہیں ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب کے ادارہ البحوث العلمیہ والافتا کی جانب سے دارالعلوم کو ایک گراں قدر عطیہ موصول ہوا، جس میں شرح السنۃ للبغوی ۔ المغنی لابن قدامہ، بذل المجہود، فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۷ جلدوں میں نیل الاوطار اوران جیسی دیگر کئی اہم کتب شامل ہیں ۔

علاوہ ازیں، حال ہی میں سعودی عرب اور جامعہ ازہر مصر کی جانب سے بہت سی کتب کا گراں قدر عطیہ وصول ہوا ہے ۔ دس ہزار کتب کا علمی ذخیرہ جن میں دو سو سے متجاوز نہایت نایاب اور نادر الوجود مخطوطات بھی ہیں ۔ لیکن دارالعلوم جیسے مقتدر علمی، تحقیقی اور اشاعتی ادارہ کے لئے یہ تعداد قطعاً ناکافی ہے ۔

دارالعلوم کے تعلیمی، تبلیغی، تصنیفی مقاصد اور افتاء کے لئے اُن قدیم و جدید تمام تصانیف کی ہمہ وقت ضرورت پیش رہتی ہے جن کا تعلق دین کے کسی بھی شعبہ کے ساتھ ہو ۔ بنابریں اب بھی بعض اہم کتب، حواشی اور شروح کی ضرورت درپیش ہے ۔ جن کے بغیر کتب خانہ کی تکمیل ممکن نہیں ۔

تقریباً آٹھ ہزار کتب ہر سال طلباء اور اساتذہ کو مستعار دی جاتی ہیں ۔ جن کا اندراج روزنامچہ میں ہوتا ہے ۔ کتب خانہ مضبوط آہنی الماریوں سے مزین ہے ۔ ہر فن کی کتب بے حد سلیقہ سے ترتیب سے رکھی گئی ہیں ۔ جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، علوم عربیہ، تاریخ، مذاہب و ادیان، شعر و ادب اور بعض عصری علوم سے متعلق کتب ہیں ۔ زیادہ تر کتابیں عربی میں ہیں ۔ فارسی، اُردو اور پشتو زبانوں کی کتابیں بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں، کتب خانہ کی نگرانی ۔ کتابوں کی حفاظت، مستعار دی جانے والی کتب اور خرید شدہ کتب کے اندراج کے لئے دو مستقل ناظم کتب خانہ کی خدمات حاصل ہیں ۔

اصول کی پابندی

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو قواعد و ضوابط دارالعلوم اور اس کے متعلقہ شعبہ جات کے وضع فرمائے تھے ان پر خود بھی سختی کے ساتھ کاربند تھے ۔ حالانکہ آپ کی حیثیت کا تقاضا یہ تھا کہ ہر ایک بات کی پابندی نہ کی جائے ۔ لیکن آپ نے کبھی بھی اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کی خلاف ورزی قابل برداشت تھی ۔ چنانچہ حضرت علامہ عبدالقیوم حقانی زید مجدہ بیان کرتے ہیں ۔

“ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو کفایت المفتی ج ۹ کی ضرورت تھی ۔ میں نے کتب خانہ سے اپنے نام پر حاصل کی ناظم کتب خانہ مولانا اعجاز تبسم نے رجسٹرڈ میں اندراج فرمایا ۔ لیکن استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق زید مجدھم نے کتاب میرے ہاتھ میں دیکھ کر مجھ سے لے لی کہ سینٹ میں میری اس سلسلہ میں مفصل تقریر ہونے والی ہے ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے ناظم صاحب سے دریافت فرمایا کہ کتب خانہ میں کفایت المفتی کے کتنے نسخے موجود ہیں ؟ انہوں نے عرض کیا حضرت ایک ہی نسخہ ہے ۔ ارشاد فرمایا جب ایک نسخہ ہے تو پھر اسے کتب خانہ سے باہر لے جانے کی اجازت کیوں دی ؟ ——— دیکھو ! دارالعلوم دیوبند میں بھی کتب خانہ کا یہ اصول تھا اور ہمارا بھی یہی اصول ہونا چاہیئے ۔ کہ جس کتاب کا کتب خانہ میں ایک نسخہ موجود ہو ۔ تو اسے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے ۔ برخوردار سمیع الحق کو ضرورت تھی تو کتب خانہ میں بیٹھ کر دیکھ لیتے، میرے لئے بھی یہ اجازت نہیں ہونی چاہیئے ۔ دیکھئے اصول کو مدنظر رکھیے ——— اب کیا بنے گا ۔ سمیع الحق تو چھ سات روز کے سفر پر ہیں ۔ اچھا یوں کرلو کہ بازار میں کسی کتب خانے سے میرے لئے یہ کتاب ذاتی طور پر لے لیں، میں رقم ادا کر دوں گا ۔

مولانا عبدالقیوم حقانی نے عرض کیا ۔ حضرت مستقل کتاب خریدنے کے بجائے مطلوبہ حصہ کی فوٹو کرالیں گے اور کل سنادوں گا ۔ ارشاد فرمایا ۔ بہت بہتر ہے مگر دیکھنا کتب خانہ کے بارے میں اصول کو ملحوظ رکھنا، بے قاعدگی سے نقصان ہوتا ہے اور باقاعدگی میں برکت ہوتی ہے ۔”

شعبہ دعوت و تبلیغ

موجودہ پرفتن دور میں دینی علوم و اسلامی تعلیمات کی اشاعت و ترویج انتہائی اہم فریضہ ہے ۔ تاکہ عامۃ المسلمین کو ملحدین، متجددین اور اسلام دشمن عناصر کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھا جاسکے ۔ اور مسلمانوں کے اذہان کو اسلام کی مقدس تعلیمات سے متاثر کیا جائے ۔ اس غرض سے رسالے، پمفلٹ، کتابچے، اشتہارات وغیرہ مفید لٹریچر شائع کیا جاتا ہے ۔ جن میں سب سے زیادہ مؤثر اور گراں قدر تبلیغی خدمات دارالعلوم حقانیہ کے مجلہ ‹‹الحق،، نے انجام دی ہیں ۔

ماہنامہ الحق

وقت کی شدید ضرورت، متعلقین اور معاونین کی انتہائی خواہش سے بر جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۵ء سے الحق کے نام سے ایک علمی، دینی، تبلیغی اور اصلاحی مجلہ جاری کردیا گیا ہے ۔ اس علمی ترجمان کو ملک اور بیرون ملک جو قبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے ۔ وہ بے حد قابل رشک ہے ۔ برصغیر کے اہل علم و قلم، ارباب فکر و دانش، علماء و صلحاء اور معاصر مجلات و رسائل نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا ۔ بے شمار احباب

نے اس کے فروغ واشاعت میں بے پناہ دلچسپی لی۔ اور اکابر علم وفضل نے اپنے بہترین علمی وفکری نگارشات سے مزین کیا۔

اسی علمی مجلہ کے ذریعہ دارالعلوم کا اپنے معاونین ومتعلقین کے ساتھ مستقل ربط وتعلق بھی قائم ہے۔ مستقل خریداروں کے علاوہ ملک اور بیرون ملک کے کئی ممتاز اہل علم، علمی مراکز، لائبریریوں اور اخبارات ورسائل کے نام بڑی تعداد میں پرچہ اعزازی طور پر بھیجا جاتا ہے۔

الحق کا حلقۂ قارئین اگرچہ وسیع اور ترقی پذیر ہے۔ مگر پھر بھی اعلیٰ طباعت، معیاری کتابت، عمدہ کاغذ اور بلند معیار کی وجہ سے یہ رسالہ اب تک اپنے مصارف کا متحمل نہیں ہوسکا۔ اور عظیم تر تبلیغی مقاصد کی غرض سے تقریباً ایک تہائی اخراجات دارالعلوم برداشت کررہا ہے تاہم اعلاء کلمۃ الحق اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ مولانا سمیع الحق مدیر اور مولانا عبدالقیوم حقانی اسکے نائب مدیر ہیں۔

الحق کو دنیائے علم وصحافت کا خراج تحسین

الجمیعۃ دھلی: علمی جواہر پاروں سے آراستہ، تسکین حیات اور ہمہ گیر جذبہ کی متحرک تصویر۔ (مولانا محمد میاں دہلویؒ)۔ **ماھنامہ دارالعلوم دیوبند** پاکستانی جرائد میں ”الحق“ کا ایک نیا اور خاص مقام (ازہر شاہ قیصر)۔ **ماھنامہ برھان دھلی**: مولانا سعید احمد اکبر آبادی، علمی بھی دینی بھی عہد جدید کے فکری فتنوں پر تنقید بھی، ادبی چاشنی بھی، **صدق جدید لکھنؤ**: (عبدالماجد دریابادی) مذہبی علمی دلچسپ، شگفتہ وتیغ پُر از معلومات، پھر خشک اور نرا مولویانہ بھی نہیں، الحق کو تجربہ کیلئے کھولا تو دل لگ گیا۔ **الفرقان لکھنؤ**: الحق نے اس راہ کے تجربہ کاروں کو مات کردیا۔ **قاری محمد طیب دیوبند**: (ایک اداریہ کے بارہ میں) انشاء وادب بھی ماشاء اللہ زبان اور سلاست بیان بھی قابل قدر اور لائق صد تحسین (یہ اداریہ میرے لیے) دستاویز نجات ہے۔ **مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ**: الحق دیکھنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مرض کی صحیح تشخیص کرلی ہے، ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ استفادہ کرتے رہتے ہیں، خصوصاً اداریئے بہت ہی جاندار اور از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہے۔ **مولانا ابوالوفاء افغانیؒ حیدر آباد دکن**: ماشاء اللہ بہت ہی علمی اور معیاری مجلہ۔ **مولانا زکریا شیخ الحدیث سہارنپوریؒ**: دارالعلوم اور ماہنامہ الحق کے لیے ہر نوع ترقیات سے نوازنے کا دعاگو ہوں۔ **مفتی محمد شفیع دیوبندی**: الحق وقت کی ضرورت۔ **مولانا ظفر احمد عثمانیؒ**: الحاد، تحریف تجدد کے خلاف مضامین الحق میں بھیجا کرونگا۔ **علامہ محمد یوسف بنوریؒ**: اداریہ پڑھ کر دل سے دعا نکلی بے حد مسرت ہوئی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ **علامہ شمس الحق افغانی**: معیاری پرچہ کے اصول پر پورا اور معیاری اہلیت کی راہ پر گامزن۔ **ڈاکٹر حمید اللہ پیرس**: الحق بھیجنے کا ممنون ہوں۔ **پروفیسر حسن عسکری**: دین کی مدافعت کا کام انصاف واعتدال کے ساتھ اس کے برابر کوئی اور رسالہ نہیں پہنچ سکتا۔ حق بات کے بے خوف اداریئے۔ **حکیم محمد سعید ھمدرد**: اسلام کے مختلف پہلوؤں، تعلیم سیاست تاریخ قرآن وحدیث کا جامع۔

ترجمانِ دین (پندرہ روزہ)

حال ہی میں دارالعلوم میں قوم کے قومی وملی اور سیاسی خدمت اور رہنمائی ”ترجمانِ دین“ کے نام سے نیا رسالہ شروع کیا گیا ہے۔ جس کا پہلا شمارہ مئی ۱۹۹۱ء کو منظر عام پر آیا ہے۔ یہ رسالہ جمعیت علماء اسلام کی سیاسی سرگرمیوں کی ترجمانی کرتا ہے۔ پارلیمنٹ میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور جمعیت کے اراکین پارلیمنٹ کی نفاذ اسلام ”بصورت شریعت بل“ کی تابناک کوششوں سے عوام الناس کو باخبر رکھنا اور پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اسلام دشمن قوتوں کا سیاسی پلیٹ فارم سے بھرپور مقابلہ کرنا، اس کے نصب العین میں شامل ہے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی اس کے مدیر ہیں۔ جو انتہائی جاں فشانی سے اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

ذیل میں بطور نمونہ ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء سالانہ مجلسِ شوریٰ میں پیش کردہ بجٹ رپورٹ پیشِ خدمت ہے۔

ذرائع آمدنی

مقامی وبیرونی اراکین کرام کے مساعی جمیلہ سے اُنیس ہزار سات سو اٹھانوے روپے اکتالیس پیسے (۱۹۷۹۸-۴۱) اور سفرائے دارالعلوم حقانیہ کے ذریعے چھبیس ہزار بیالیس روپے چوراسی پیسے (۲۶۰۴۲-۸۴) کی رقم موصول ہوئی۔ اس کے علاوہ فضلاء دارالعلوم حقانیہ نے ایک ہزار دوسو اُنتالیس روپے چھیاسٹھ پیسے (۱۲۳۹-۶۶) کی مالیت بہم پہنچائی اور مبلغ اٹھائیس ہزار ایک سو اکتر روپے پینتالیس پیسے (۲۸۱۷۱-۴۵) معطیان کرام نے بذریعہ اہتمام خود یا بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائے۔ اور مبلغ پچپن روپے بارہ پیسے باغیچہ سے سبزی کی آمدنی ہوئی۔ اور مبلغ ایک سو چون روپے لاؤڈ سپیکر کا کرایہ موصول ہوا۔ اور معاوضات کھاتہ میں جو بوسیدہ بولیاں قرآن مجید انجمن حمایت الاسلام والے جو جناب شجاع الدین صاحب آف سکھر نے ایک سو نسخے اور مالک سندھ آرمری صدر بازار حیدرآباد نے پچاس نسخے اور مولانا صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فاضل دیوبند نکوروی نے سات نسخے عنائت فرمائے۔ ان میں سے چند نسخوں کی قیمت یا جو غلہ بیرونی مقامات کا چندہ میں بذریعہ سفراء فروخت کیا گیا۔ اور دیگر ردی شدہ سامان کی قیمت فیس سندات فراغت۔ چرم قربانی کی قیمت ایک ہزار نو سو سولہ روپے تین پیسے (۱۹۱۶-۰۳) کی آمدنی ہوئی۔ اور مقامی ٹاؤن کمیٹی نے آٹھ سو اسی (۸۸۰-۰۰) روپے کی رقومات عنائت فرمائی۔

چنانچہ ان تمام حضرات کی مساعی جمیلہ سے امسال اٹھتر ہزار دو سو ستاون روپے اکیاون پیسے (۷۸۲۵۷-۵۱) کی مجموعی آمدنی ہوئی جس کو سابقہ بقایا: تعلیمی اٹھاسی ہزار چھ سو چھتیس روپے اٹھاون پیسے (۸۸۶۳۶-۵۸)؛ تعمیری بیس ہزار پانچ سو روپے چورانوے پیسے (۲۰۵۰۰-۹۴)

ایک لاکھ نوہزار ایک سو سینتیس روپے باون پیسے (۵۲-۱۰۹۱۳۷) کے ساتھ ملا کر ایک لاکھ ستاسی ہزار تین سو پچانوے روپے تین پیسے (۳-۱۸۷۳۹۵) ہوئے ۔ امسال کے واقعی مجموعی اخراجات ایک لاکھ چار ہزار ایک سو چھہتر روپے ترپن پیسے (۵۳-۱۰۴۱۷۶) وضع کرنے کے بعد تریاسی ہزار دو سو بیس روپے پچاس پیسے (۵۰-۸۳۲۲۰)

مصارف

	پیسے	روپے
مطبع	۸۴	۲۶۸۷۶
کتب	۳۸	۱۰۲۸
دفتری ضروریات	۴۲	۱۶۰
ڈاک	۷۹	۱۱۷۳
تنخواہ الاونس	۲۹	۳۰۵۹۸
کرایہ مکانات	۰۰	۱۲۹۸
امتحانات	۲۵	۱۰۱
روشنی	۲۷	۱۴۶۰
اشاعت	۰۳	۱۳۰۳
سفارتی خرچہ	۴۷	۹۶۸۰
تعلیم القران	۷۵	۴۸۱۳
سامان	۵۸	۱۳۱۳
متفرق	۲۴	۱۵۱
سالانہ جلسہ	۷۲	۴۹۲۳
مرمت واٹر پمپ	۷۵	۳۱۰
باغیچہ	۲۷	۲۰۶
تعمیرات از تعلیمی فنڈ	۰۰	۲۷۱۴۲
آڈٹ	۰۰	۱۲۵
فیس وفاق المدارس	۰۰	۳۷۰
مرمت لاؤڈ سپیکر	۵۶	۱۲۸
فٹنگ	۷۵	۲۲۱
پائپ برائے واٹر پمپ مسجد	۲۱	۳۸۳
متفرق بنک کے چیک کی فیس	۰۶	۲۴

نقشہ میزانیہ

برائے سال ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰/۹۱ء

۱۔	مطبع -	۰۰۰	۰۰	۹
۲۔	ڈاک -	۰۰۰	۹	
۳۔	نقد امداد -	۰۰۰	۵۰	
۴۔	روشنی فٹنگ -	۰۰۰	۹ ۔	
۵۔	صابن -	۰۰۰	۱۵	
۶۔	اخبارات -	۰۰۰	۴	
۷۔	طباعت واشاعت -	۰۰۰	۱۵	
۸۔	امتحانات -	۰۰۰	۷	
۹۔	باغیچہ -	۰۰۰	۱۳	
۱۰۔	کتب خریداری وجلد بندی -	۰۰۰	۳۰	
۱۱۔	ٹیلیفون -	۰۰۰	۴۳	
۱۲۔	بینک چارج -	۲۰۰		
۱۳۔	سفارت -	۰۰۰	۰۰	۱
۱۴۔	سٹیشنری -	۰۰۰	۱۰	
۱۵۔	تنخواہ مع الاؤنس مدرسین -	۰۰۰	۰۰	۶
۱۶۔	تعلیم القرآن ہائی سکول -	۰۰۰	۰۰	۳
۱۷۔	اخراجات اراضی طورو -	۰۰۰	۲	
۱۸۔	سامان خرید وفروخت -	۰۰۰	۳۰	
۱۹۔	آب رسانی -	۰۰۰	۲۰	
۲۰۔	آڈٹ فیس -	۰۰۰	۴	
۲۱۔	وفاق المدارس -	۲۰۰	۱	
۲۲۔	درس ریکارڈ -	۰۰۰	۳	
۲۳۔	لاؤڈ سپیکر مرمت -	۰۰۰	۱	
۲۴۔	سوئی گیس -	۰۰۰	۶۰	
۲۵۔	ہنگامی صفائی -	۰۰۰	۲	
۲۶۔	واٹر پمپ -	۰۰۰	۲	
۲۷۔	تبلیغ مطبوعات مؤتمر -	۰۰۰	۶	
۲۸۔	مرمت تعمیرات -	۰۰۰	۹۰	
۲۹۔	پلاٹ بھرائی ڈھوائی -	۰۰۰	۰۰	۲
۳۰۔	مسجد خطیب ومؤذن -	۰۰۰	۳	
۳۱۔	احاطہ بندی -	۰۰۰	۵۰	۲
۳۲۔	ماہنامہ الحق -	۰۰۰	۸۰	۲
۳۳۔	تجہیز وتکفین -	۰۰۰	۴	
۳۴۔	کرایہ مکانات -	۴۰۰	۲	
۳۵۔	تعمیر دار الاقامہ -	۰۰۰	۰۰	۱۰
۳۶۔	ٹیوب ویل -	۰۰۰	۵۰	۲
		۸۰۰	۴۹	۴۳

دارالعلوم کے امور میں حزم واحتیاط اور قابل رشک زہد وتقویٰ کی ایک مثال

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ بیان کرتے ہیں۔ کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی مدفیوضہم اپنی اقامت گاہ (دارالمدرسین) میں دارالعلوم کی فراہم کردہ بجلی سے کپڑے استری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے کسی عزیز کے گھر بمقام بجلاے جاکر استری کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت دوسرے سب حضرات دارالعلوم کی بجلی استری کے لیے بلکہ ہیٹر تک استعمال کرتے ہیں۔ مگر آپ اس قدر احتیاط کرتے ہیں جو موجب کلفت بھی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ جب منتظمین دارالعلوم کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ تو میں کس طرح بجلی بیجا صرف کرسکتا ہوں۔ آخر ایک دن میں نے حضرت شیخ الحدیث رحؒ کی خدمت میں حضرت شیخ التفسیر صاحب کی موجودگی میں عرض کیا۔ کہ حضرت ہمارے شیخ التفسیر کپڑے استری کرنے کے لئے دارالعلوم کی بجلی خرچ نہیں کرتے اور بجلی جاکر کسی کے گھر میں استری کرتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے حضرات دارالعلوم کی بجلی سے نہ صرف استری چلاتے ہیں بلکہ وہ تو ہیٹر بھی جلاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث رحؒ نے فرمایا "بہت اچھا کرتے ہیں"۔ میں نے پھر عرض کیا حضرت اگر دوسرے حضرات بھی اس اصول کی پابندی کریں۔ تب تو شیخ التفسیر صاحب پر بھی لازم ہے۔ لیکن جب دوسرے حضرات پابندی نہیں کرتے تو انہیں کیونکر نہ اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ یہ تکلیف سے بچ جائیں۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث رحؒ نے آخر تک اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ دارالعلوم کی کسی چیز کو منتظمین کی اجازت کے بغیر استعمال کو روا نہ سمجھتے تھے۔

مُؤتَمَرُ المُصَنِّفِین

موتمر المصنفین مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کا شعبہ تحقیق وتصنیف ہے جس کے تحت عصرِ حاضر کے پیدا کردہ مسائل، فرقِ باطلہ کا تعاقب اور کئی ایک اہم وقیع اور علمی موضوعات پر تحقیق وتصنیف اور اشاعت وطباعت کا کام جاری رہتا ہے، ادارہ نے اپنے یوم تاسیس سے لے کر تا ہنوز قلیل ترین مدت میں بحمداللہ اپنی اہم اور وقیع تصنیفات اور مطبوعات کے پیش نظر ملک وبیرون ملک کے علمی وتحقیقی اداروں اور مطالعاتی حلقوں میں اچھا خاصا اعتماد وثقاہت اور مقام پیدا کرلیا ہے۔ ادارہ کا اصل ہدف اور اس کے خدام کا عزم یہی ہے کہ دعوت وتربیت اور فکرِ اسلامی کی نشر واشاعت کے کام کو مزید وسعت وقوت پہنچانے کی کوشش باقاعدہ اور مضبوط بنیادوں پر مزید آگے بڑھائی جاتی رہے۔ امید ہے کہ احباب ومخلصین اور عامۃ المسلمین حسبِ سابق اس سلسلہ میں سرپرستی بھرپور معاونت، ہر ممکن تعاون اور حلقۂ مطالعہ واستفادہ کو وسیع تر کرنے میں بھرپور کردار ادا کرتے رہیں گے۔ باری تعالیٰ سب کا حامی وناصر ہو اور خدمتِ دین کی مساعی پر اجرِ عظیم فرمادے۔ اگلے صفحات میں ادارہ کی تصنیفات وتالیفات اور مطبوعات کی اجمالی تعارفی فہرست پیشِ خدمت ہے۔

۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی رحؒ (جلد اوّل)

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ ———— حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلّل شرح، حضرت شیخ الحدیث رحؒ کی جامع ترمذی سے متعلق تقاریر وافاداتِ درس کا مجموعہ۔ ضبط وترتیب وتحشیہ، مولانا عبدالقیوم حقانی ..... بہترین ڈائی دار جلد اوّل صفحات ۵۳۶۔

۲۔ دعواتِ حق (۲ جلدوں میں)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ، دین وشریعت، اخلاق ومعاشرت، علم وعمل، عروج وزوال، نبوت ورسالت، حکمت وطریقت کے ہر پہلو پر حاوی کتاب، ضبط وترتیب مولانا سمیع الحق مدظلہٗ ———— صفحات جلد اوّل ۴۷۶ جلد دوم ۵۲۰۔

۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی دینی وملی مسائل پر قراردادیں، مباحث، تقاریر، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مستند داستان۔ ایک سیاسی، آئینی اور تاریخی دستاویز صفحات ۔۔۴

۴۔ عبادات وعبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اس کے آداب عبادات کی حکمتیں، برکات، اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات [illegible]

۵۔ مسئلہ خلافت وشہادت

مسئلہ خلافت وشہادتِ حسین رضؓ، تعدیل صحابہ رضؓ وغیرہ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی مبسوط تقریر، مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی تعلیقات اور حواشی کے ساتھ۔ صفحات ۱۰۴۔

۶۔ صحبتے با اہلِ حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے اُن ارشادات وملفوظات کا مجموعہ جن میں عصرِ حاضر کے ذوق اور مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام، ایمان ویقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات وتمثیلات کے پیرائے میں تصوّفِ اسلامی کا عطر اور علوم ومعارف کا لُبِّ لباب آگیا ہے ———— مرتبہ مولانا عبدالقیوم حقانی بہترین ڈائی دار جلد، صفحات ۴۰۸

۷۔ اسلام اور عصرِ حاضر

از مولانا سمیع الحق مدظلہٗ ———— عصرِ حاضر کے تمدّنی، معاشی، اخلاقی، سائنسی،

آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا مؤقف، عصرِ حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرقِ باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ ـــــ پیش لفظ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ـــــ صفحات ۴۶۰ سنہری ڈائی دار جلد۔

۸۔ قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدظلہ ـــــ تعمیرِ اخلاق، اصلاحِ معاشرہ، تطہیرِ نفس میں قرآنِ حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرزِ عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو

۹۔ کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم، مولانا سمیع الحق مدظلہ ـــــ مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی زعماء عالمی سیاستدانوں، ادباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیرِ "الحق" مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے ـــــ ترتیب مولانا محمد ابراہیم فانی مضبوط ڈائی دار جلد، صفحات ۴۴۶۔

۱۰۔ قادیانیت اور ملّتِ اسلامیہ کا مؤقف

مولانا سمیع الحق جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران قومی اسمبلی پاکستان میں ملّتِ اسلامیہ کا وہ بیانِ استغاثہ جس پر قومی اسمبلی نے بالاتفاق دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ایک تاریخی دستاویز، مستند ماخذ اور تحقیقی شاہکار ـــــ صفحات ۲۰۸۔

۱۱۔ قادیان سے اسرائیل تک

برطانوی اور صیہونی سامراج اور قادیانیوں کے باہمی روابط و تعلقات اسلام دشمنی کی مشترکہ سرگرمیوں اور شرمناک سیاسی کردار کے متعلق اس صدی کا سب سے مستند، واضح اور تحقیقی جائزہ ـــــ بسعی و اہتمام: مولانا سمیع الحق مدظلہ، صفحات ۲۲۴۔

۱۲۔ شریعت بل کا معرکہ

ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوانِ بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں، نظامِ اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما، مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی عورت کی حکمرانی۔ جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ ـــ صفحات ۵۲۷

۱۳۔ الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری اور مظاہر العلوم سہارنپور کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ، طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل ـــــ صفحات ۲۲۴،

۱۴۔ ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)

از شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ، بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالیٔ اکابر سے زیرِ بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح، جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی)

امام ترمذیؒ کی کتاب "جامع السنن" کی نہایت جامع اور مختصر شرح، درس و تدریس کے لیے نہایت کارآمد، متاخر المصنفین کی ایک وقیع اور تازہ پیشکش، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ مدرس دارالعلوم حقانیہ کے قلم سے اب تک چار جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

۱۶۔ روسی الحاد

سوشلزم اور کمیونزم، حریّت و آزادیٔ افکار کا غاصب مذہب کا دشمن اور اخلاقی قدروں کا کن کن طریقوں سے باغی ہے۔ کمیونزم کی فکری نشوونما اور چیرہ دستیوں اور مستقبل کے ناپاک عزائم کا تحقیقی اور تفصیلی جائزہ، جس کے لیے صدہا ماخذ کو کھنگالا گیا ہے۔ صفحات ۲۰۰

۱۷۔ برکۃ المغازی

از شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ ـــــ بخاری شریف کی کتاب الجہاد و المغازی اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر، انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے؟ ـــــ مرتبہ: مولانا سمیع الحق مدظلہ

۱۹۔ ارشاداتِ حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب قاسمیؒ دارالعلوم حقانیہ میں معجزاتِ انبیاء اور دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت پر حضرت قاری صاحبؒ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں ـــــ

۲۰۔ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ

از مولانا عبدالقیوم حقانی ـــــ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیتِ اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، نظریۂ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت اور تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے ـــــ ڈائی دار مضبوط جلد، صفحات ۳۵۲

۲۱۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات

از مولانا عبدالقیوم حقانی ـــــ اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش ـــــ فکر و نظر علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، تبلیغ و اشاعتِ دین، تعلیم و تدریس غرض ہمہ جہت جامع، نفع بخش، سنہری ڈائی دار مضبوط جلد، صفحات ۲۷۲

۲۲۔ علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم)
(امام ابو یوسفؒ ۔ امام محمدؒ)

از مولانا عبدالقیوم حقانی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خدا پرستی، شوق مطالعہ، تقویٰ و ریاضت، جوشِ جہاد، نادر تحقیقات اسلامی ریاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان آفرین نمونے، بیباک فیصلے اور اصلاحِ انقلابِ امت کی گرانقدر مساعی پر مشتمل حیرت انگیز واقعات۔ سنہری ڈائی دار مضبوط جلد صفحات ۲۷۲

۲۳۔ اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال

از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ اپنے موضوع پر اردو زبان میں سب سے پہلا منفرد اور لاجواب شاہکار۔ جو ماہنامہ الحق اور پاکستان کے دینی جرائد کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ”دارالعلوم“ میں بھی بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ موچیوں، کسانوں، چرواہوں، صنعتکاروں، کاریگروں تاجروں، درزیوں، دھوبیوں، قصابوں، روغن سازوں، حلوائیوں، صیقل گروں، ریشم سازوں، لوہاروں، بڑھیوں، لکڑہاروں اور مزدوروں کے طبقہ اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلاء، محدثین، مفسرین، مشائخ اور ائمہ اسلام کا تذکرہ و تعارف۔ مضبوط سنہری ڈائی دار جلد، صفحات ۲۳۲

۲۴۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست

از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ سیاست کا مفہوم و تشریح، امامِ اعظمؒ کا سیاسی مسلک و کردار، ہمہ گیر انقلابی تحریک اور نصب العین، سیاست میں شرافت کے اصول اور جبر و ظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی اور موجودہ دور میں سیاسی عمل کے راہنما اصول۔ صفحات ۶۴

۲۵۔ خطباتِ حقانی (جلد اوّل)

افادات: مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ دین و شریعت، علم و عمل اور مختلف اہم عنوانات پر مولانا عبدالقیوم حقانی کے مؤثر خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ۔ صفحات ۲۴۴

۲۶۔ کتابت اور تدوینِ حدیث

از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہ رضؓ میں تحریری کام، کتابتِ حدیث کا اہتمام، کاتبینِ وحی، تدوینِ حدیث کی منظم اور باضابطہ کوششیں اور موضوع سے متعلق دیگر اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث صفحات ۴۸

۲۷۔ عہدِ حاضر کا چیلنج اور اُمتِ مسلمہ کے فرائض

از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ دورِ حاضر کے اہم مسائل یہودیت و مغربیت کی یلغار، آزادیٔ نسواں کی تحریک اور عورتوں کے حقوق، مغرب کی لادین جمہوریت و سیاست اسلام کا نظامِ قانون و اجتماعیت، حکمرانوں کے مظالم و چیرہ دستیاں، علماءِ حق کا انقلابی کردار، پاکستان کا سیاسی و آئینی بحران اور مستقبل، نظامِ تربیت و نصابِ تعلیم، فرقِ باطلہ کا تعاقب اور سینکڑوں مسائل کی اسلامی نقطۂ سے توضیح و تشریح، عہدِ حاضر کا چیلنج اور مسلمانوں کے فرائض۔ ایک انقلابی لائحہ عمل، تحلیل و تجزیہ، ایک جائزہ اور محاسبہ ۴۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل۔

۲۸۔ افاداتِ حلیم

مرتبہ: مولانا محمد ابراہیم فانی ــــ حضرت مولانا عبدالحلیم زروبویؒ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کے بعض افادات اور مختصر سوانح ــــ صفحات ۵۶

۲۹۔ حیاتِ صدر المدرسین

مرتبہ: مولانا محمد ابراہیم فانی ــــ متکلمِ عصر مولانا عبدالحلیم زروبویؒ کا تذکرہ و سوانح، کمالات و خصوصیات، علمی و ادبی خدمات، مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ کا اہم باب ــــ صفحات ۵۱۲۔

۳۰۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت

تالیف: مولانا مفتی غلام الرحمٰن ــــ عقیقہ کی مشروعیت، فضیلت و اہمیت فقہی حیثیت، اسرار و رموز، فوائد و ثمرات اور دلنشین تشریح، مستند ماخذ سے تحقیقی دلائل اور متعلقہ مباحث پر مشتمل تفصیلی جائزہ ــــ صفحات ۹۶،

۳۱۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک

تالیف: مولانا مفتی غلام الرحمٰن مصر ”جامعۃ الازہر“ اور حرمین شریفین کا دلچسپ سفرنامہ، مصر کی قدیم و جدید تاریخ، جامعہ ازہر اور وہاں کے مشائخ و علماء کا تذکرہ اور دیارِ حبیبؐ میں عاشقانہ حاضری کی مفصل روئیداد ــــ صفحات ۱۴۴۔

۳۲۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ

تالیف: مولانا مفتی غلام الرحمٰن استاد حدیث و مفتی دارالعلوم حقانیہ۔ سیرت و سوانح، علمی و فقہی مقام اور فرقِ باطلہ کے اعتراضات کے جوابات

۳۳۔ فضائل و مسائل جمعہ

تالیف مولانا امین الحق گستوئی حقانی۔ یوم جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے فضائل و مسائل اور اس کے احکام و حکمات۔ صفحات ۹۶۔

۳۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی

جناب بدرود الحق، حضرت مولانا سمیع الحق زید مجدہ کے سوالنامہ کے جواب میں مشائخ، مشاہیر علماء، ممتاز سکالرز، نامور دانشور، قومی اور ملی زعماء کے علمی اور مطالعاتی تاثرات اور مشاہدات پر مبنی دقیع مضامین کا مجموعہ۔ ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۲۵۶۔

۳۵۔ اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل

از مولانا عبدالقیوم حقانی ــــ اشتراکیت، سرمایہ داریت، قسطانیت اور لادین مغربی جمہوریت کے چھاتے ہوئے گھپ اندھیروں میں اسلامی انقلاب کے فکری خدوخال، نوجوانوں میں فکری الحاد اور ارتداد کی یلغار اور اس کے انسداد کا مناسب طریق کار۔

پرائیویٹ شریعت بل سے سرکاری شریعت بل تک کے مختلف کردار۔ کس نے کیا رول ادا کیا؟۔

تاریخ کے سربستہ رازوں کا انکشاف، اہم تاریخی اور عظیم دستاویز ۔

صفحات ۲۰۸ ـ

۳۶ ـ کشکولِ معرفت

علامہ انور شاہ کشمیری رح اور مولانا سید حسین احمد مدنی رح کے تلمیذ خاص، الامام الکبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح کے خلیفہ اجل، معروف سکالر، مشہور مصنف اور عظیم روحانی پیشوا حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم العالیہ کے گرانقدر اور وقیع مکاتیب کا مجموعہ، جو پانچ چھ سال سے مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام لکھے جاتے رہے اور جن میں شریعت و طریقت علم و عمل، دین و دنیا کی فلاح، مشکلات میں نجات کی راہ، مختلف اوقات کے مسنون وظائف، علم کے تقاضے، عمل کی برکات، دسیوں مفید کتابوں کا تعارف اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کامیابی کے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جنہیں مولانا عبدالقیوم حقانی نے موزوں عنوانات حسین ترتیب اور مفید تحشیہ کے ساتھ مرتب کر لیا ہے ــــــ تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع، لکھے پڑھے دوستوں کے لیے ایک نادر تحفہ ۔ صفحات ۲۵۰ ـ

۳۷ ـ ساعتے با اولیاء

از مولانا عبدالقیوم حقانی جدید طرز کی ایک نئی اور اچھوتی تحریر، سلف صالحین اور اولیاء اللہ کی مجالس اور بارگاہِ رشد و ہدایت میں روحانی اور علمی و مطالعاتی حاضری کی دلچسپ تقریب ۔ امام غزالی رح، ابن الجوزی رح، مجدد الف ثانی رح، امام ابن تیمیہ رح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح، مولانا محمد قاسم نانوتوی رح، علامہ انور شاہ کشمیری رح مولانا محمد الیاس رح اور کئی دوسرے اولیاء کرام رح سے کسبِ فیض اور استفادہ علم کا قریب ترین اور آسان راستہ ۔ صفحات ۲۷۶

۳۸ ـ اسلامی سیاست اور اس کے انقلابی خدوخال

از مولانا عبدالقیوم حقانی ڈھائی سو صفحات سے زائد، سیرت اور انقلاب نبوی کے آئینہ میں خالص اسلامی سیاست اور اس کے شرعی اور انقلابی خدوخال، اپنے موضوع پر جامع کتاب

۳۹ ـ امام اعظم ابوحنیفہ کے حیران کن واقعات

پشتو زبان میں، مولانا عبدالقیوم حقانی کی کتاب امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات کا پشتو ایڈیشن، جو پشتو تاریخ اور ادب کا عظیم شاہکار ہے

۴۰ ـ روحانی سوغات

امام غزالی کے اپنے شاگرد کے نام ایک انقلابی پُر اثر، مؤثر اور جامع خط کا پشتو ادبی زبان میں گرانقدر تحفہ

۴۱ ـ اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل رح

از مولانا عبدالقیوم حقانی تحریک آزادی ہند المعروف تحریک ریشمی رومال کا ایک روشن باب ــــ تذکرہ و سوانح اور سیرت و افکار صفحات ۶۰ ـ

۴۲ ـ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح سیرت و افکار

از مولانا عبدالقیوم حقانی عصر حاضر کے جلیل القدر عالم عظیم محدث و مربی دارالعلوم حقانیہ کے بانی، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سوانح حیات علمی و روحانی کمالات اور ان کی دینی، اصلاحی، تربیتی اور سیاسی خدمات کا مفصل تعارف و جامع تذکرہ ـ

ادارۃ العلم والتحقیق

یہ شعبہ موتمر المصنفین کی ایک ذیلی شاخ ہے جس کے موسس اور مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں اس کے بنیادی اغراض اور مقاصد، تحقیق و تفحص اور جدید ترین موضوعات پر قوم و ملت کی رہنمائی کیلئے عمدہ ترین تصنیفات کی طباعت ہے ۔ اس ادارے کے تحت بھی اب تک ۲۵ سے زائد کتابیں چھپ چکی ہیں ۔

ملک کی حفاظت و سالمیت میں دارالعلوم کا کردار

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ سے پیدا شدہ صورتِ حال کو محبانِ ملک و ملت اور کارکنانِ دارالعلوم حقانیہ نے شدید تشویش اور پریشانی سے دیکھا ۔ ملک کے دفاع اور حفاظت کے لئے طلبا کا جوش و خروش قابل دیدنی تھا ۔ متعلقین اساتذہ اور طلبہ نے نہ صرف ملک کے دفاعی فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ اکثر طلباء نے "رضا کار فوج" کے لیے نام پیش کیے اور بہت سے طلبا نے اکوڑہ کی فوجی ٹریننگ میں شرکت بھی کی ۔ علاوہ ازیں ان ایام میں ملک کی سالمیت اور بقا کے لیے دارالعلوم میں پورے الحاح اور تضرع سے دعائیں جاری رہیں ۔ اور ذمہ دارانِ دارالعلوم نے ہر قسم کی خدمات کی حکومت کو پیشکش کی تھی ۔ اسی طرح ۱۹۷۰ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی دارالعلوم کے منتظمین اراکین اور طلباء کے دل پوری قوم کے ساتھ دھڑکتے تھے ۔ وہ جانی اور مالی ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت کفن بردوش رہے ۔

جہاد افغانستان

جہاد افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کا کردار بیحد اہمیت کا حامل ہے اس میں دارالعلوم کی حیثیت فوجی ہیڈ کوارٹر کی سی ہے ۔ جہاد کی اعلیٰ قیادت دارالعلوم کی پروردہ ہے ۔ مجاہدین میں جہاد کی روح دارالعلوم نے پروان چڑھائی ہے ۔ یہی مجاہدین کا ٹریننگ سنٹر ہے ۔ اور مجاہدین کا انتہائی طاقتور اسلحہ ان کی ایمانی قوت ہے ۔ جس کی خوابیدہ صلاحیتوں کو دارالعلوم نے جلا بخشی ۔ دارالعلوم حقانیہ کا یہ ایسا عظیم الشان، لازوال کارنامہ ہے جس کے انمٹ نقوش جریدہ عالم پر ہمیشہ ثبت رہیں گے ۔

مشرق وسطیٰ اور خلیجی جنگ

عرب اسرائیل کے موقع پر عرب بھائیوں کی مصیبت اور سقوطِ بیت

المقدس پر دارالعلوم کا ہر فرد اشک بار تھا۔ اور بارگاہِ ایزدی میں مسلمانوں، کی فتح و کامرانی اور کفار کی تباہی و بربادی کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو تھا۔ عالم اسلام کے اس سانحۂ عظمٰی میں اراکین و ابناء دارالعلوم حقانیہ برابر کے شریک تھے، اور اس مبارک دن کے خواہشمند تھے کہ جس دن تمام اسلامی علاقوں بالخصوص بیت المقدس پر اسلام کا پھریرا دوبارہ لہرائے۔

دارالعلوم حقانیہ مشاہیر عالم کی نظر میں

عربی ممالک کے زعماء کا ورود مسعود اور انکی آراء

حضرت العلامہ الشیخ الجلیل شیخ عبدالفتاح ابو غدہ

دمشق یونیورسٹی شام

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پاکستان کی زیارت کا احسان فرمایا، میرا اس سفر کا بڑا مقصد دینی اداروں اور علمائے سے ملنا تھا۔ تاکہ ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ ان کی محبت سے دل کی پیاس بجھاؤں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کی تکمیل فرمائی اور مجھے اس مدرسہ کی زیارت کا موقع بہم پہنچایا۔ جس کی سرپرستی اور انتظام الشیخ الجلیل مولانا عبدالحق سلمہ فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ ارادوں اور ربانی مقاصد کی تکمیل فرمائے۔ مدرسہ کے طلبہ کے شرعی وضع قطع اور مدرسہ کے بہترین فطری نظام اور نورانی اساتذہ کی شفقت اور انہماک نے خصوصیت سے متاثر کیا۔

حضرت شیخ عبدالغفور عباسی صاحب مہاجر مدنی

دارالعلوم حقانیہ دینی سرچشمۂ حیات، بہترین نظم و ضبط اور عظیم الشان نشرگاہِ علوم دینیہ ہے۔ یہ عظیم نشرگاہ علوم دینیہ ہے جو ہر طرح سے سکون قلب و عافیت تامہ و نعماء ظاہری و باطنی سے سرفراز ہے اے اللہ اس کے طلبہ کو ملتِ اسلامیہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے باعث اتحاد و اتفاق بنا اور انہیں سچا مسلمان اور علماً صادق و امین مبلغین اسلام بنا۔

الشیخ علامہ محمد البشیر الابراہیمیؒ صدر جمعیت العلماء الجزائر

اس گاؤں کو میں نے عربی محاورہ کا مصداق پایا۔ ”کبھی دیہاتوں میں ایسی چیز مل جاتی ہے جو سمندروں میں نہ مل سکے“ مجھے ایسا نظر آیا گویا ایک پوری آبادی ایک مدرسہ بن گئی ہے۔ دارالعلوم کا عربی کی طرف توجہ و انہماک مسلمانوں کی خوشنودی کا باعث ہے مجھے معلوم ہوا کہ یہاں ہمتیں بہت بلند اور عزائم بیحد پختہ ہیں۔ کیونکہ تمام تر انتظامات قومی امداد و اعانت سے ہو رہے ہیں۔

شیخ الازہر الدکتور فحام مدظلہ

ہم نے دارالعلوم حقانیہ کی زیارت کی اور بیحد خوش ہوئے۔ کیونکہ یہاں خدمت اسلام اور عربی علوم کی تدریس و تعلیم بلند پایہ ہو رہی ہے۔

شیخ راشد احمد الحفار وزارۃ الاوقاف کویت۔ شیخ مرشد عبدالعزیز مرشد دولۃ الکویت اور شیخ عبدالرزاق عبدالعزیز جمیل کویت

ہم نے دارالعلوم حقانیہ میں آیات اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مجالس و مناظر دیکھے اور جو خوشی ہمیں حاصل ہوئی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہماری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا اور ہمارے سینے محبت سے معمور ہوئے۔

شیخ مختار احمد النعاس معلم مدرسہ طرابلس۔ شیخ احمد البریؒ، مراکش، شیخ عبدالمعطی الرباط مراکش شیخ محمد ابوبکر ابراہیم مکۃ المکرمۃ، شیخ محمد عالم عطرجی مکۃ المکرمۃ۔

ہم نے دارالعلوم عربیہ حقانیہ کی زیارت کی۔ اس کے کئی شعبوں قسم ابتدائی اور قسم عالی کا معائنہ کیا۔ جس میں عربی علوم و فنون حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ ہماری دلی دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے اساتذہ، مدرسین اور منتظمین اور طلبہ کرام کو اپنی مرضیات اور علوم ربانی سے آراستہ کرے اور بعد از فراغت خروج فی سبیل اللہ اور دعوتِ ربانی اور تبلیغ کی عظیم ذمہ داریوں کی توفیق بخشے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ عظیم ادارہ اس مقدس زمانہ اور پاکیزہ نظام کی طرف دنیا کا رخ پھیر سکے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ میں رائج تھا۔ ہمیں اس مدرسہ اور اس کے علوم دینیہ سے بے حد مسرت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ اس کے بانیین کو مزید اخلاص اور نعمتوں سے نوازے۔

الشیخ ڈاکٹر ربیع ہادی، الشیخ صالح سعد سحمی الشیخ محمد الشریف الشیخ احمد علی طہ، الشیخ محمد نور الخلیفہ، شیخ محمد سعد السیحمی الشیخ ابو بکر البدوی، اساتذہ مدینہ یونیورسٹی، مدینہ المنورہ

ہمیں بے حد خوشی اور مسرت ہوئی کہ جامعہ حقانیہ کی زیارت سے۔ جس میں علوم قرآن الکریم اور علوم السنۃ النبوۃ الشریفہ کی تعلیم بے حد عمدہ دی جا رہی ہے جہاں پاکستان، افغانستان اور بہت سے دوسرے ممالک اور علاقوں کے

طلبہ بڑی تعداد میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس کا مبارک سلسلہ قائم ہے، اور انہیں مولانا عبدالحق مدظلہٗ جیسے ممتاز عالم دین کی سرپرستی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم اور اساتذہ کو قائم دائم رکھے۔

الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز مدظلہٗ استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام وانتظام کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحق، اساتذہ اور معاونین کو کامیاب وکامران فرمائے اور دارالعلوم کے فیوضات کو پوری دنیا تک پہنچائے۔

الشیخ محمد ابراہیم الصلیفیح مدیر التوعیۃ الاسلامیہ وزارت المعارف ریاض۔ الشیخ عبدالمجید بالفیسل مدیر وزارۃ الحج و الاوقاف الشیخ عبدالمحسن بن ابراہیم آل الشیخ مندوب البحوث العلمیہ والافتاء مملکت عربیہ سعودیہ

ہم دارالعلوم حقانیہ کو دیکھ بہت مسرور ہوئے۔ یہ مقدس جامعہ جہاں کثیر تعداد میں طلبہ علوم دینیہ حاصل کر رہے ہیں۔ اور فوجوں کی فوجیں تبلیغ دین کیلئے یہاں سے نکل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے فیوض وبرکات قائم رکھے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت انجام دیتا رہے۔

الشیخ محمد محمود الصواف عضو المجلس التاسیسی لرابطۃ العالم الاسلامی۔ مکہ مکرمہ

میں نے جامعہ حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی میں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسے اسلام کا بڑا اور مضبوط قلعہ پایا اللہ پاک اس کے مؤسس وبانی شیخ عبدالحق رح کو جزائے خیر دے اور ان کے برخوردار شیخ سمیع الحق کو توفیق رفیق فرمادے کہ وہ بھی اپنے والد کی سیرت اپنائے ہوئے ہیں۔ خاص کر اعلاء کلمۃ اللہ میں مجاہدین کی حمایت ونصرت کر رہے ہیں، اللہ کریم اجر عظیم اور خیر کثیر سے مرحمت فرمادے۔

الشیخ عبدالمجید الزندانی سابق وزیر یمن رکن رابطۃ العالم الاسلامی

ہمیں اس بات سے بہت خوشی اور مسرت حاصل ہوئی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہاں سے فضیلت حاصل کرنے والے علماء کرام اور حفاظِ قرآن کو دیکھا میری خدا سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس مدرسہ کو قائم رکھے اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ حقانیہ کو "کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء" کا مصداق بنائے ہم نے اس مدرسہ کا نقد ثمرہ یہاں کے فارغ التحصیل علماء مجاہدین کو دیکھا، اللہ پاک مزید توفیقات عطا فرمائے۔

الشیخ محمد عبدالمغیث الواعظ العام بالقوات المسلحۃ المصریۃ

میں یقین رکھتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ "جامعہ ازہر" سے فائق ہے جس کی شہرت اس زمانہ میں اکناف عالم میں پھیل چکی ہے۔

الشیخ محمد الطیب النجار (رئیس جامعۃ الازہر) الشیخ الدکتور حسین حمدی (رئیس جامعۃ القاہرہ)

ہمیں دارالعلوم حقانیہ میں حاضری اور یہاں کے اساتذہ وطلبہ کے خلوص سے بے حد قلبی سرور حاصل ہوا ہم اس ادارہ کی مزید ترقی واستحکام اور عالم میں دین کی مزید نشر واشاعت کے لیے دعا کرتے ہیں۔

وفد الجمہوریۃ العربیۃ اللیبیہ

دارالعلوم حقانیہ حاضری پر مسرت ہوئی علم دین کی خدمت واشاعت اور درس وتدریس پورے اجلال کے ساتھ جاری ہے باری تعالیٰ مزید توفیقات سے نوازے۔

الشیخ احمد عبدالغنی محمد مصطفےٰ (عضو بعثۃ الازہر۔ پاکستان)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ جو علم کا قلعہ ہے اس کی ازہر پاکستان کی حیثیت سے شہرت ہو چکی ہے میں نے یہاں پر علم واشاعت دین کے لیے جہد کبیر اور عمل خالص دیکھا علم دین کی حفاظت واشاعت کا بڑا کام ہو رہا ہے۔

حاجی ناز محمد نظری، حاجی ملا نور محمد قاری، ملا عبداللہ مغفوری اور ملا عبدالمجید دین محمدی وفد ایران

ہم نے دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبہ جات اور کتب خانہ کا معائنہ کیا اور بیحد خوشی ہوئی کہ دارالعلوم دین متین کی گراں قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی طرح دین اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ مدرسہ دین کی تعلیم واشاعت کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھے۔

جناب عبدالرحیم۔ مولانا صالح بن عادل، چینی وفد

دارالعلوم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، مہمانداری پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر اہل علم اور زعماء کی آراء

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

اس قدر قلیل مدت میں ترقی مقبولیتِ خداوندی کی دلیل ہے۔ حق تعالیٰ اس ادارہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور اس کے علمی فیوضات و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

"جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج" کے عنوان سے فرمایا۔ پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں جو خدمات ایک عالم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے انجام دی ہیں، کیا آپ سب نے مل کر جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ اتنی کی ہیں؟ کیا پاکستان میں اسلام کے حفظ و بقا کے سلسلہ میں علماء کرام کا سر بلند نہیں ہے

فخر الاماثل حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیوبند ثانی ہے۔ اس جامعہ کے بادیانت نظم کی روح حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہٗ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ ان کا دیکھ لینا جامعہ حقانیہ کی حقانیت کو دیکھ لینا ہے۔ الحمدللہ کہ سلف صالحین کا علمی ترکہ یہاں پوری طرح سے محفوظ ہے۔ یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے۔ کہ اس میں مولانا جیسی شخصیت اور جامعہ حقانیہ جیسی درسگاہ موجود ہے۔ طلبہ کا بحمداللہ رجوع ہے۔ اور سب پر دین کے اثرات اور خشیت اللہ کا رنگ نمایاں طریق پر محسوس ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ

مژدہ عافیت اور مدرسہ کے احوال سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے مدرسہ کو زیادہ سے زیادہ ترقیات عطا فرمائے۔ اور کارکنوں میں زیادہ سے زیادہ اخلاص عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی امیر التبلیغ

آج مدرسہ میں حاضری ہوئی۔ معلمین، متعلمین و منتظمین سے ملاقات ہو کر خوشی ہوئی، حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کو علومِ نبویہؐ کے عمومی و خصوصی فیضان کا ذریعہ بنا کر سیوارین کی ترقیات نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا نجم الدین اصلاحی دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا جامع ازہر ہے، مولانا عبدالحق مدظلہ اس کے مہتمم تقسیم ہند تک متواتر سات سال دارالعلوم دیوبند میں اونچی کتابوں کے مدرس رہ چکے ہیں۔ حضرت شیخ مدنی قدس سرہ العزیز سے خصوصی نسبت کے باوجود تلمذ و ارادت کا رشتہ بھی ۱۹۲۷ء سے ۱۹۵۲ء تک قائم رہا۔ بدیں وجہ حضرت شیخ کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے بڑھتا رہا، اور دعائیں شامل حال رہیں۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت ہی تھوڑی مدت میں تقریباً چار سو علماء فیضیاب ہو کر اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہیں۔ اور آٹھ سو طلباء دارالعلوم حقانیہ سے ہر سال مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

ہر وہ درسگاہ یا وہ شخص جس کا تعلق کچھ بھی ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھا یا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت ہے، کہ انشاءاللہ اس کبریتِ احمر بزرگ کی نسبت اور دعائیں حتیٰ کہ اوپری توجہ بھی مثمر برکات ہو کر رہیں گی دارالعلوم کو میں مبارک باد دیتا ہوں۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں رنگ لائیں گی۔ دارالعلوم ترقی کرے گا۔ مولانا عبدالحق صاحب کی خدمات دارالعلوم کے لئے بڑا ہی علمی وزن رکھتی ہیں۔ ہم دارالعلوم کے لئے دست بدعا ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی خلف الرشید شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ

دارالعلوم حقانیہ سے ہمارے حضرت مدنی قدس سرہ کا خاص تعلق تھا۔ یہ تمام مدنی حضرات جو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں میرے چاروں طرف بیٹھے ہیں۔ یہ ہمارے حضرت مدنی قدس سرہ کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو قائم و دائم رکھے۔

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ

اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے۔ ایک وقیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں۔ یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی۔ مگر وہ نامکمل رہ گئی اور اسی کے ساتھ جائے اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔

سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک کی سرزمین سے جہاد کا آغاز کیا تھا۔ راہ خدا میں بہنے والا مقدس خون صدیوں بعد دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک فال نیک ہے۔ اس میں شہیدوں اور مخلصوں کی جان فشانیوں کی برکت ہے۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصور تھا۔ میں نے اس کو اس سے کہیں بہتر اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے۔ کہ یہ صوبہ سرحد کا مرکزی دارالعلوم اور ایک عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرپرستی اور ان کی دعا اور توجہ حاصل ہے۔

قاضی سجاد حسین صدر مدرس فتحپوری دہلی

حق تعالیٰ مولانا عبدالحق صاحب کی ذاتِ گرامی کو اچھائی کا ضامن بنائے اور مدرسہ کو دین کے فروغ کا سبب بنائے اور یہ علمی درسگاہ اس خطہ کے لئے شمع ہدایت ثابت ہو۔

حضرت مولانا محمد میاںؒ دہلوی

تشنہ لبوں کو علمِ مولیٰ کے آبِ حیات سے سرشار کرے۔

حضرت مولانا مفتی محمود قائد جمعیت علماء اسلام

دارالعلوم حقانیہ کو بجا طور پر پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی نیابت کا مقام حاصل ہے۔ اس سے علوم عربیہ کی حفاظت کی بجا طور پر امید کی جاسکتی ہے۔ اس دارالعلوم سے علوم عربیہ کا مستقبل روشن ہوتا نظر آرہا ہے۔ اس کی جدید تعمیر اور اس کی مادی و روحانی ترقی کے بعد ہر صاحب الرائے شخص یقیناً یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہے کہ دارالعلوم پاکستان میں ہدایت اور حفاظت علوم کا روشن مینار ہے۔

حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی

مدرسہ کو اکابر علماء دیوبند کی یادگار سمجھتا ہوں، مہتمم صاحب فقیر کے مخلص دوست مولانا مولوی عبدالحق صاحب کلام الٰہی کے فدائی اور حدیث خاتم الانبیاء کے شیدائی، شب و روز مدرسہ کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کے اخلاص کی وجہ سے مدرسہ میں دینی تعلیم بہترین طریق پر ہو رہی ہے مدرسین بھی مخلص اور محنتی ہیں۔ اس وجہ سے دینی شوق دوسرے مدارس کے طلبائ سے بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان

اس چھوٹے سے قصبہ میں ایسا دارالعلوم جو آج مغربی پاکستان کیلئے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور مولانا موصوف کے اخلاص و مقبولیت کی کھلی نشانی ہے۔ دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دن دونی رات چوگنی ترقیات ظاہرہ و باطنہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ بہاولپور

دارالعلوم میں طلبہ کی کثرتِ تعداد، تعلیم و تربیت کے حسن انتظام صفائی وغیرہ کے لحاظ سے فقید المثال ہے۔ جدید عمارت سے اسلامی شان ٹپکتی ہے اس کی افتتاحی تقریب اس امر کا ثبوت ہے کہ مسلمانانِ پاکستان اسلام کو زندہ رکھنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اور دین کے حفظ و بقا کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

حضرت مولانا خان محمد مدظلہ خانقاہ سراجیہ

فقیر دعا کرتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو صحیح معنوں میں دارالعلوم دیوبند کا متبادل بنائے اور آپ حضرات کے بیش قیمت اخلاص میں مزید برکت عطا فرمائے۔

بطلِ حریت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی

دارالعلوم حقانیہ ایک جامع اور عظیم اسلامی درسگاہ ہے، جس نے سرحدی ممالک میں مدارس کے لیے شاہراہ بنادی ہے، اس کے قیام کے بعد اس کے فضلاء اور متوسلین نے ملک میں، تقریباً اسی عربی مدارس کا اجراء کرکے ملک کو قرآن و حدیث سے سیراب کر رہے ہیں۔ اہل ملک دارالعلوم حقانیہ کے ارباب دبست وکشاد اور خاص کر مولانا عبدالحق صاحب کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے درسِ علوم کے فرض کفایہ کو بوجوہ اتم ادا فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالحنان قدس سرہ راولپنڈی

میرا تو دارالعلوم سے نہ صرف قلبی تعلق ہے۔ بلکہ جسم کارواں رواں دارالعلوم کی ترقیات اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی بقاء اور دارالعلوم کے لئے ہمیشہ سایہ گستر ہونے کی دعا کرتا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد امین مہتمم جامعہ عثمانیہ راولپنڈی

دارالعلوم حقانیہ علوم اسلامیہ کی اشاعت و ترویج میں قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ مخیر حضرات کو اس کی بقا اور اس کے فیض کو جاری ساری رکھنے کے لیے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب لاہور

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جہاں جہاں ہمارے اکابر بیٹھ گئے جنگل میں منگل بنا دیا۔ ایک مرتبہ قاری محمد طیب صاحب نے فرمایا تھا "اس فضا دارالعلوم حقانیہ اسے، اس ہوا سے مجھے دیوبند کی بو آتی ہے۔ یہ بھی دیوبند کا بقیہ اور نمونہ ہے۔" اور ایک فقرہ سابق سفیر افغانستان کا نقل کرتا ہوں۔

"ہندوستانیوں اور افغانیوں کے لئے حجاز اور خانہ کعبہ قبلۂ عبادت ہے مگر دیوبند قبلۂ علمی ہے۔ اور دارالعلوم حقانیہ میرے لئے قبلۂ علمی کی حیثیت رکھتا ہے۔"

شیخ مدنی رح کو جو عقیدت مولانا عبدالحق صاحب کے ساتھ تھی زبان کو یارا نہیں کہ بیان کر سکے۔ حضرت لاہوری رح اکثر مجلس ذکر اور درس میں اس مدرسے کا ذکر کیا کرتے تھے ؎

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری ۔ ہم کیا جانیں ۔ دلی را ولی می شناسد

حضرت مولانا خیر محمد خلیفہ مجاز حضرت تھانوی و حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری

یہ دارالعلوم اس علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تعلیم اور انتظامی شان سے دور ماضی یاد آتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی مثالی حیثیت نظر آتی ہے۔ انشاء اللہ یہ دارالعلوم اپنی مثال آپ ہوگا۔

شیخ القرآن مولانا غلام خان راولپنڈی

مغربی پاکستان کے مدارس اسلامیہ میں سب سے پہلا مدرسہ دیکھا جس میں طلبا کرام کی اتنی کثرت ہو اور اکابرین علماء دیوبند کی نہج پر کام دیکھا ہے۔ یہ ترقی حضرت مولانا عبدالحق صاحب اور کارکنان کے اخلاصِ نیت کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ اسے زائد سے زائد ترقی عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد عبدالمالک صدیقی خانیوال

اللہ کریم خدام مہمانخانہ سیدرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا میں انتہائی کامیابیوں کا مالک و اہل بنائے اور مزید ترقیات خدمات دارالعلوم کے لئے ایزد تعالیٰ خادمان دارالعلوم کو مع اخلاص نصیب فرمائے۔ بطفیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کراچی

تاریخ میں دارالعلوم حقانیہ کے کارنامے اور اس کی دینی و تبلیغی خدمات سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

حضرت پیر مانکی شریف

دارالعلوم حقانیہ کا قیام دین کی شمع روشن رکھنے کا بے مثال کام ہے

پیر صاحب دیول شریف

دارالعلوم حقانیہ کے قیام پر صدہا تحسین و تبریک پیش کرتا ہوں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری کراچی

تدریس و تعلیم اور دوسرے کوائف کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اور ہم کو اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کراچی

دارالعلوم حقانیہ میں دور دراز کے طلبہ دیکھنے سے قلبی مسرت ہوئی۔

جناب پروفیسر غفور احمد صاحب

دارالعلوم حقانیہ کے انتظام اور علم کی خدمت سے بہت متاثر ہوا۔

جناب مولانا کوثر نیازی صاحب

دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر میں دیوبند کی ہے۔

جناب اے کے بروہی صاحب

یہاں حاضری زندگی کا تاریخی دن اور مدتوں کی آرزوؤں کی تکمیل ہے۔

جناب چوہدری ظہور الٰہی صاحب

اس شمع ہدایت و علم میں حاضری باعث سعادت دارین ہے۔

جناب خان عبدالولی خان صاحب

دیوبند کی روایات اور مولانا حسین احمد مدنی باعمل عالم کا کردار ہے

ایئر مارشل جناب اصغر خان صاحب

میرے اور میرے رفقا کے لئے حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی ملاقات باعث مسرت اور افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کو صحت عطا فرمائے۔

جناب میر علی احمد تالپور سابق وزیر دفاع

مدرسہ عالیہ کی عظیم الشان عمارت اور طلبا کی رہائش کا ایک عظیم منصوبہ دیکھا جو دین حق کی سربلندی کے لیے جاری ہے۔ میں اپنی زندگی کے وہ ایام بہترین ایام سمجھتا ہوں جب میں مجلس ملی (قومی اسمبلی) میں مولانا عبدالحق صاحب کی رہنمائی میں ایک غاصبانہ قوت کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم دائم رکھے۔

بنگلہ دیش کے علماء کی آراء

مولانا عبدالمتین صاحب پھولباڑی سلہٹ

یشیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا مدرسہ دیکھنے کے بعد بلاکسی افراط و تفریط کے عرض ہے کہ یہاں سے دارالعلوم دیوبند کی خوشبو مہک رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس علمی خوشبو کو ساری دنیا میں پھیلائے۔

مولانا عبدالحمید خان صاحب بھاشانی

یہاں کا عظیم کام دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اگر کام کرنے والے دیانتدار حضرات مل جائیں تو قوم زندہ ہے، اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ اتنا عظیم کام اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب پر قوم کا اعتماد ہے۔ شیخ الاسلام مدنی مرحوم اپنے وقت میں تمام عالم کے سب سے بڑے مجاہد اور سب سے بڑے عابد تھے۔ ان کے شاگردوں نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں دین اور علم دین کی ایک دنیا بسا دی۔

جناب پیر محسن الدین صاحب

ہر محکمہ میں نہائت انتظام اور تعلیم کے ساتھ روحانی قدر و قیمت دیکھنے میں آئی۔

ابوالکلام محمد یوسف صاحب کھلنا

دارالعلوم حقانیہ میں حاضری کی شرافت حاصل ہوئی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد دینی تعلیم کے میدان میں جو خلاء پیدا ہوا تھا دارالعلوم نے اسے ایک حد تک پورا کردیا۔ یہ مولانا عبدالحق صاحب کی صدق نیت اور مساعی جمیلہ کا ایک واضح نمونہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا ارشاد

قیام دارالعلوم سے ہمارے ارادے یہ تھے کہ دارالعلوم حقانیہ اپنے پیش رو دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر چلے خداوند کریم کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اکابر کی اتباع کا شرف تکوینی اور غیر اختیاری امور میں بھی دیدیا۔ الحمد للہ الحمد للہ، جس غرض کے لیے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جہاد افغانستان کی صورت میں زندگی میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا۔

(صحبتے با اہل حق)

فوری ضرورت کی جدید منصوبہ بندی اور تعمیر نو

دارالعلوم حقانیہ کے ہر شعبہ میں روزافزوں ترقی، طلبہ کے ہجوم، مختلف شعبہ جات میں تنوع اور وسعتوں کے پیش نظر گذشتہ کئی سالوں سے جدید تعمیرات کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور اب اس کی ضرورت میں مزید شدت بڑھتی جارہی ہے چنانچہ اس وقت دارالعلوم کو فوری ضرورت کے پیش نظر جدید اور وسیع کمروں پر مشتمل دارالتدریس، ہزار افراد پر مشتمل جدید ہاسٹل، آڈوٹوریم، لیکچر ہال، ایک وسیع امتحان ہال جس میں ڈیڑھ دو ہزار طلبہ بیک وقت امتحان دے سکیں۔ جدید اور وسیع دارالحدیث اور دارالتفسیر جدید سہولتوں پر مشتمل ۵۰ مکانات کا دارالمدرسین، دارالطعام وسیع اور شاندار کتب خانہ، جدید طرز کا دارالاہتمام دارالاضیاف، انتظامی بلاک، دارالتصنیف، تمام نظام کو کنٹرول کرنے اور کتابت و اشاعت کے کام کو مزید آگے بڑھانے کے لیے کمپیوٹر سسٹم پر مشتمل عظیم منصوبہ اور اس نوعیت کے دیگر فوری ضرورت پر مشتمل متعدد منصوبے اسباب اور وسائل کی کمی کی وجہ سے تشنۂ تکمیل ہیں۔ تاہم اکتوبر ۹۲ء میں مدرسۃ البنات کی کئی منزلہ عمارت اور جدید ہاسٹل کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ قارئین سے اس وسیع منصوبہ بندی اور تعمیری کام کی تکمیل کے لیے خصوصیت سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ..

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مُطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی - باب علامات الساعۃ)

— منجانب —

داؤد ہرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ

دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا رابطہ و تعلقِ خاطر

دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم دیوبند کی نظر میں

دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے علائق و روابط، تعلقِ خاطر اور خصوصی عنایات و توجہات کی داستان تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے۔ ذیل میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی دارالعلوم میں تشریف آوری اور خطاب کے اقتباسات، دارالعلوم اور اس کے بانی مرحوم سے متعلق آراء اور مرحوم کے سانحۂ ارتحال کے موقعہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ایک تعزیتی اجتماع سے خطاب کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح کے اہم گوشے، دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ کے بعض دلچسپ پہلو اور اکابر علماء دیوبند کے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ روابط و علائق اور شفقت و عنایت عیاں ہو جاتی ہے ——— (ادارہ)

◎ ——— جب ۱۸ جنوری ۱۹۷۵ء کو مدینہ طیبہ سے ایک دو خطوط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲ جنوری کو براستہ کراچی سعودی عرب سے ہندوستان جا رہے ہیں، اور یہ کہ پاکستان میں مختصر قیام کی اجازت کے لیے پاکستانی سفارت خانہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے، کچھ اُمیدیں تو قائم ہو گئی تھیں، مگر بظاہر ایسے حالات میں کہ نہ سفارتی تعلقات قائم ہوں، نہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہو۔ حضرت حکیم الاسلامؒ جیسی مشہور و معروف شخصیت کو پاکستان آنے کی اجازت دونوں حکومتوں سے کیسے مل سکے گی؟ مگر قدرت نے غیبی انتظام فرما دیا تھا اور چند اہلِ درد، دین اور علم کی محبت سے سرشار افسران کے تعاون سے یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا تھا، اور حضرتؒ نے کئی سال کے طویل وقفہ کے بعد سرزمینِ پاکستان میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہزاروں لاکھوں معتقدین اور محبین کے لیے یہ خبر واقعی ایک خوشگوار حیرت سے کم نہ تھی۔ کہ فاصلوں کے فصیل، ضابطوں اور رکاوٹوں کی سرحدات ان سب کو پھلانگ کر حضرتؒ کی آمد کیسے ممکن ہو گئی؟ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو دلوں کی دنیا کی طرح جسمانی اور مادی رکاوٹیں بھی یکایک دور فرما دیتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کراچی میں اعزّہ و احباب سے مل کر لاہور تشریف لائے، دو ایک دن قیام تھا، مگر یہ کب ہو سکتا تھا کہ اتنی قریب آئی ہوئی نعمت سے دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار مشرف نہ ہوں، جبکہ آج تک بمشکل ایسا ہوا کہ حضرت پاکستان آئے ہوں اور دارالعلوم حقانیہ قدم رنجہ نہ فرمایا ہو۔ خود حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کا ارشاد تھا کہ میں تو اکوڑہ خٹک کا تصور کر کے ہی وہاں سے چلتا ہوں، مگر وقت کی کمی، ادھر ویزا کی مشکلات اور حضرتؒ کی علالت اور ضعف، یہ سب خدشات تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ بغرض ملاقات لاہور تشریف لے گئے تھے، اکوڑہ خٹک کا ویزا بھی اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا ——— ادھر حضرتؒ کی پاکستان تشریف آوری ہی سے دارالعلوم حقانیہ میں حضرتؒ کی آمد آمد کا غلغلہ تھا، پورا دارالعلوم سراپا شوق اور مشتاقِ دید بنا ہوا تھا کہ اچانک حضرتؒ کے دارالعلوم آنے کا پروگرام طے ہو گیا۔ وقت کی کمی کی وجہ سے بر وقت لوگوں کو اطلاع نہ دی جا سکی صرف اخباری اطلاع دی گئی۔ اتوار ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۷۵ء شام کو لاہور سے چل کر سات بجے شام پشاور ائیرپورٹ پہنچے، کئی احباب ساتھ تھے، ہوائی اڈہ پر حضرت شیخ الحدیثؒ کے علاوہ سرحد اور پشاور کے بیشمار علماء، خرفاء اور معتقدین چشم براہ تھے ——— پشاور سے چل کر رات ساڑھے دس بجے دارالعلوم حقانیہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ سخت سردی اور رات کا اندھیرا چھا جانے

کے باوجود بھی دارالعلوم سے باہر علماء، اساتذہ، طلباء اور شہر و بیرونِ شہر سے آئے ہوئے دیندار مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت چشم براہ تھی، نہایت والہانہ استقبال ہوا۔ دارالعلوم کے در و دیوار حضرت نانوتویؒ، اکابرینِ دیوبند اور حضرت حکیم الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔

۲۱ محرم ۱۳۹۵ھ دوسرے دن صبح ۹ بجے تک حضرتؒ کا قیام دارالعلوم ہی میں رہا۔ صبح معززین کے ساتھ دفترِ اہتمام میں چائے میں شرکت فرمائی۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کے صاحبزادگان حامد الحق اور راشد الحق کی رسمِ بسم اللہ بھی فرمائی۔ دارالعلوم کا معائنہ فرمایا اور حسبِ سابق دارالعلوم کی ترقیات پر نہایت خوشی اور مسرتوں کا اظہار فرماتے رہے۔ علماء، صالحین اور طلبہ و متعلقین سے ملاقات فرمائی۔ صبح واپسی سے قبل دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب میں شمولیت فرمانے کے لیے آپ جامع مسجد دارالعلوم میں تشریف لے گئے۔ نہ صرف مسجد کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بلکہ باہر بھی اہلِ علم اور دور دراز سے پہنچنے والے عشاقِ دیوبند کا ہجوم تھا ـــ حضرت قاری صاحبؒ نے وقت کی کمی اور بہت جلد واپسی کی وجہ سے مختصراً رسمی خطاب فرمایا اور اختصار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ انشاء اللہ پھر کبھی اس کی تلافی کی جائے گی۔ خطاب فرمانے کے بعد آپ نے طلبہ دورہ حدیث شریف کی خواہش پر شمائل ترمذی شریف شروع کرایا اور دعاء کے بعد نو بجے حضرتؒ کو طلبہ، اساتذہ اور مشتاقانِ دید نے دھڑکتے دلوں کے ساتھ الوداع کہا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اور ایڈیٹر ماہنامہ الحق مولانا سمیع الحق صاحب بھی راولپنڈی تک ساتھ تھے، اور اسی دن رات ساڑھے آٹھ بجے بذریعہ طیارہ حضرتؒ راولپنڈی سے عازم کراچی ہوئے۔ دورانِ قیام حضرتؒ کے علم و حکمت سے لبریز بعض مجالس کی گفتگو بھی ریکارڈ کر لی گئی۔ حضرتؒ کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے:۔

> خود حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد تھا کہ میں تو اکوڑہ خٹک کا تصوّر لے کر ہی وہاں سے چلتا ہوں۔

حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیبؒ قاسمیؒ کے خطاب کا اقتباس

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز، طلبہ کرام! وقت بہت کم ہے، تھوڑی دیر بعد روانہ ہونا ہے۔ میرا مقصد پاکستان کی حاضری سے صرف آپ بزرگوں کی زیارت اور آپ حضرات سے ملاقات تھی۔ سات آٹھ برس پہلے حاضری پاکستان میں ہوئی تھی اور اس وقت دارالعلوم حقانیہ میں بھی حاضری کی سعادت ملی تھی۔ تو بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ کوئی صورت پیدا ہو کہ میں حاضر ہوں اور آپ حضرات کی زیارت، ہو جائیں اسباب کے درجے میں کوئی صورت نہیں تھی، ویزا بھی پاس نہ تھا۔ ممبئی کے قصد سے یمن چلا تھا سعودی جہاز سے، لیکن کراچی کے ایئرپورٹ پر بعض عزیز اور بعض دوست پہنچے اور اُترنے پر اصرار کیا، تو میں نے کہا کہ میرے پاس نہ ویزا ہے، نہ پاسپورٹ، تو کیسے اُترنا ہو؟ تو کہا کہ بس ہمیں ہی ویزا سمجھ لیں، ہم حاضر ہیں ـــ تو بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ چند دن یہاں مل گئے اور یہاں حاضری کی سعادت ہوئی ـــ میرا مقصد نہ جلسہ ہے نہ تقریر نہ وعظ، وہ تو یہاں کے بزرگ بالکل کافی ہیں۔ آپ حضرات کے وعظ کرنے کے لیے، تلقین کرنے کے لیے اور بالخصوص ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) حق تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور اُن کے فیضان میں برکت ہو، وہ کافی ہیں اور وافی ہیں۔ آپ حضرات کی نصیحت کیلئے اور وعظ کے لیے مولانا کو حق تعالیٰ نے جو فضل و کمال دیا ہے وہ تو ظاہر ہے، اور علم و فضل ہر حیثیت سے بڑے ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میں ہر حیثیت سے ان سے چھوٹا ہوں تو عمر میں بھی شاید چھوٹا ہوں گا۔ مگر ابھی معلوم ہوا کہ مولانا کی عمر زیادہ نہیں۔ تو ایک فضیلت تو مجھے حاصل ہے کہ میں کم سے کم عمر میں تو زیادہ ہوں اگرچہ علم و فضل میں ان سے زیادہ نہیں ـــ تو بہر حال ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور آپ حضرات کے لیے جذباتِ محبت و خلوص جو پہلے بھی دل میں تھے اور زیادہ بڑھ گئے۔

○ ـــ حسب سابق اس دفعہ بھی دورانِ قیام دارالعلوم حقانیہ میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے مختصراً کتاب الآراء میں اپنے تاثرات اور دعائیہ کلمات تحریر فرمائے یہاں نہ صرف حالیہ تاثرات بلکہ قبل ازیں دو مرتبہ آمد کے تاثرات بھی پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضرتؒ کے تاثرات اور دعواتِ طیبہ یکجا محفوظ ہو سکیں! اور دارالعلوم سے اور اس کے بانی مرحوم سے حضرتؒ کے تعلقِ خاطر کی ایک جھلک سامنے آسکے :۔

> حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ نے فرمایا میں ہر لحاظ سے چھوٹا اور مولانا عبدالحقؒ علم و فضل میں مجھ سے بڑے ہیں۔

۲۰ محرم ۱۳۹۵ھ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ۔ آج بتاریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ اس علاقہ میں یہ دارالعلوم حقانیہ روشنی کا ایک مینارہ ہے جس سے چہار طرف علومِ نبوّت کی روشنی پھیل رہی ہے۔ اسی روشنی کا مخزن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہ (رحمہ اللہ) کی ذاتِ گرامی اور ان کی ذریّتِ طیبہ ہے۔ یہ نسبت اس دارالعلوم کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ آج سے تقریباً سات سال قبل بھی یہاں حاضری ہو چکی ہے۔ اس مختصر سی مدت میں دارالعلوم نے جو نمایاں ترقیات کی ہیں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ دارالعلوم بحمد اللہ متدین ہاتھوں

میں ہے اور مسلمانوں کی پاک کمائی اپنے صحیح مصرف میں صرف ہو رہی ہے حق تعالیٰ اس دینی ادارہ کو یوماً فیوماً ترقیاتِ ظاہری و باطنی عطا فرمائے اور اس کے ذریعہ اس علاقہ میں دینی فضاء پیدا فرمائے۔ ع

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ

آج بتاریخ ۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ احقر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کی عظیم الشان عمارت آنکھوں کے سامنے ہے اور اس عمارت کی روح، تعلیم و تربیت اور دینی معاشرت دل کے سامنے ہے۔ میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و فراست میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیوبند ثانی ہے۔ اس دارالعلوم کے بادیانت نظم کی روح حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ ان کا دیکھ لینا حقانیہ کی حقانیت کو دیکھ لینا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سلف صالحین کا علمی ترکہ یہاں پوری طرح سے محفوظ ہے۔ یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں مولانا جیسی شخصیت اور حقانیہ جیسی درسگاہ موجود ہے۔ طلبہ کا بحمد اللہ رجوع عام ہے اور سب پر دین کے اثرات اور خشیت اللہ کا رنگ نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس درس گاہ کو قائم و دائم رکھے، اسے علم کا روشن مینارہ بنائے رکھے۔ ع

دارالعلوم حقانیہ روشنی کا ایک مینارہ ہے جس سے چہار طرف علوم نبوت کی روشنی پھیل رہی ہے

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نزیل حال اکوڑہ خٹک، ۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ

اس موقعہ پر شیخ الھند مولانا محمود حسنؒ کے تلمیذِ خاص اسیرِ مالٹا مولانا عزیر گلؒ بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"حضرت مولانا محمد طیب صاحب چونکہ ہمارے سردار ہیں اس لیے اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے طرف سے کچھ عرض نہ کروں، صرف حضرت مولانا مذکور الصدر کی دعاؤں پر آمین کہوں۔ والسلام

بندہ محمد عزیر عفی عنہ

(اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ)

۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

نحمدہٗ ونصلی : آج بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ احقر حسب دعوت حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا اور دارالعلوم ہی میں قیام کیا۔ آٹھ سال کے بعد اس سرچشمۂ علم میں حاضری کا یہ دوسرا موقعہ ہے، ۱۹۵۰ء میں احقر اُس وقت حاضر ہوا تھا جبکہ اس مدرسہ کیلئے نہ کوئی مستقل جگہ تھی نہ مکان۔ ایک مسجد میں غریبانہ انداز سے اساتذہ و تلامذہ نے کارِ تعلیم شروع کر دیا تھا لیکن آٹھ سال کے بعد آج دارالعلوم کو اس شان سے دیکھا کہ اس کے پاس شاندار عمارت بھی ہے، وسیع میدان بھی ہاتھ میں ہے، اس کے وسیع نظم و نسق کے لیے مختلف انتظامی شعبہ جات بھی ہیں، شعبۂ تعمیر مستقل حیثیت میں اپنا کام بھی کر رہا ہے اور تعمیرات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں، طلبہ کی کثرت ہے، اساتذہ ماہرینِ فنون کافی تعداد میں جمع ہیں، ۲۶ طلبہ فارغ التحصیل کی دستاربندی بھی ہوئی جن میں مختلف پاکستانی علاقوں کے علاوہ کابل و قندھار کے طلبہ بھی ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے۔ خلق اللہ کا رجوع ہے، اعتماد ہے اور وہ پورے بھروسہ کے ساتھ پروانہ دار اس شمع علم کے اردگرد فدائیت و عقیدت کے ساتھ ہجوم کر کر کے آ رہے ہیں، حتیٰ کہ مدرسہ کے جلسے نے ایک "عظیم الشان علمی جشن" کی صورت اختیار کر لی ہے اور بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ آج اسے صوبہ سرحد کی سب سے بڑی اور مرکزی درسگاہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ سات سال کی مختصر مدت میں یہ ظاہری و باطنی ترقیات بجز اس کے کہ کارکنوں کے اخلاص و للہیت کا ثمرہ کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ ان مخلصین میں راس المخلصین حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑوی ہیں جن کے ایثار و اخلاص کو میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب سے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم اور اس کے بعد کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے ایک ماہر فن اُستاد کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے۔ تقسیم ملک کے بعد یہ مجبوری اکوڑہ میں مقیم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند آج تک ان کی جدائی پر نالاں ہے۔ ان کی سادہ، بے لوث اور مخلصانہ طبیعت اور خدمت نے ہی اس سات سال کی قلیل مدت میں اس مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ سے دارالعلوم بنا دیا ہے۔ اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطۂ دارالعلوم دیوبند کا شُبہ ہونے لگتا ہے اور بالآخر یہ شُبہ یقین سے بدل جاتا ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت و سیرت میں دارالعلوم دیوبند کی صورت و سیرت کو سمو لیا ہے اور وہ دارالعلوم دیوبند ہی بن گیا ہے۔

میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و فراست میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیوبند ثانی ہے۔

دارالعلوم دیوبند آج تک مولانا عبد الحقؒ کی جُدائی پر نالاں ہے

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سرچشمۂ فیض اور اس کے بانی کو اپنے فضل و کرم کے سایہ میں تا دیر قائم رکھے اور مسلمانانِ پاکستان کے لیے

یہ مدرسہ نور ہدایت اور مینارۂ روشنی ثابت ہو۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد طیب مہتمم دار العلوم دیو بند حال نزیل اکوڑہ خٹک

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

۱۳/۱۴ اکتوبر ۱۹۶۸

۱۳/۱۴ اکتوبر ۱۹۶۸ء کی درمیانی شب کو جب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے اپنے سفر پاکستان کے دوران اپنی خاص محبت اور تعلق خاطر کی بناء پر دار العلوم حقانیہ کو بھی اپنی تشریف آوری سے نوازا اور دار العلوم حقانیہ کی فضائیں حضرتؒ کی آمد کی وجہ سے پُر نور مجالس اور محافل سے سراپا نور بن گئیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے حضرت قاری صاحبؒ مرحوم سے ایک مفصل انٹرویو لیا، جو اپنی جامعیت اور نافعیت کے اعتبار سے تمام طبقوں میں پسند کیا گیا، جس سے فکر و عمل کی نئی راہیں متعین ہوتی ہیں۔ انٹرویو کے آخر پر جب مولانا سمیع الحق مدظلہ نے دریافت فرمایا کہ حضرت! اس مدرسہ دار العلوم حقانیہ کے بارہ میں بھی کچھ نصیحت؟

> اس دار العلوم کے احاطہ میں پہنچکر احاطہ دار العلوم دیوبند کا شُبہ ہونے لگتا ہے اور بالآخر یہ شُبہ یقین سے بدل جاتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت و سیرت میں دار العلوم دیوبند کی صورت و سیرت کو سمو لیا ہے اور وہ دار العلوم دیوبند ہی بن گیا ہے

تو حضرت حکیم الاسلامؒ نے ارشاد فرمایا:۔

——— آپ لوگ اختیار کیے ہوئے ہیں، بحمد اللہ مدرسہ چل رہا ہے، غالب ہو رہا ہے، مولانا (شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ) موجود ہیں، ہر وقت قال اللہ و قال الرسولؐ ہے، اس سے زیادہ کیا روحانیت و معنویت ہوگی، خدا نے مدرسہ کو ایسے بزرگ اور اساتذہ دیئے ہیں جو بحمد اللہ دین مجسم ہیں ———

* * *

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مرحوم کے سانحۂ ارتحال

کے موقعہ پر شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کا ایک تعزیتی اجتماع سے خطاب کا اقتباس

محترم بھائیو! اکابر دیوبند کا ذکر بھی اسی مناسبت سے چل پڑا ہے کہ ابھی پچھلے دنوں دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک پاکباز اور باکردار انسان تھے حضرت مولانا قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم (جبکہ ان کی ہر کتاب علوم و معرفت کی ایک بحر ذخار ہے اور انکی تصنیفات جو علم الکلام، علم الحدیث پر لکھی گئی ہیں، کو سمجھ لینا بھی کوئی آسان بات نہیں ہے) کے ترجمان تھے۔ الولد سرٌّ لابیہ کا مظہر تھے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابرین دیوبند کے علوم بالخصوص علوم قاسمیہؒ، علوم شیخ الہندؒ اور علوم تھانویؒ کا ایک عظیم خزانہ، جامع ماہر اور شارح تھے، تحریر و تقریر میں ان کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔ اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کو جو خدا تعالےٰ نے علمی لحاظ سے، طلباء کے لحاظ سے، اساتذہ اور علماء کے لحاظ سے، اقتصادیات اور تعمیرات کے لحاظ سے اور ہر لحاظ سے جو خوبیاں عطا فرمائی ہیں اور ترقیات سے نوازا ہے، یہ سب کچھ حضرت قاری صاحبؒ کے دورِ اہتمام اور ان کے زیرِ نگرانی انجام کو پہنچا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حضرت العلامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے ہیں، پھر ان کے بعد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاری صاحبؒ ہی کے زمانہ اہتمام میں تدریس کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند نے اس زمانہ میں جو عروج اور ترقی حاصل کی ہے، یہ تاج اور اس کا سہرا حضرت قاری صاحب مرحوم کی مساعیٔ جمیلہ کے سر ہے۔ اور یہ ان ہی کے مخلصانہ شبانہ روز مساعی کا ثمرہ ہے۔ بہر تقدیر حضرت قاری صاحبؒ ایک پاکیزہ شخصیت، جامع العلوم اور بہترین کمالات سے متصف تھے، اللہ تعالےٰ ان کے خاندان میں اور ان کے دیگر نائبین کے خاندان میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ والے تمام اوصاف و کمالات پیدا فرما دے اور خدا تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس خلا کو پورا فرما دے۔ آج شہر شہر بستی بستی، قریہ قریہ جو آپ کو یہ دینی علوم کے مدارس و مراکز نظر آتے ہیں اور ہر گاؤں اور ہر بستی میں جو آپ کو دار العلوم دیوبند کا فاضل، اکابر اساتذہ کا تلمیذ یا تلمیذ التلمیذ نظر آتا ہے یہ سب دار العلوم دیوبند کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے اور یہ سب دار العلوم دیوبند ہی کی برکات ہیں۔ ایشیا بھر میں پھیلے ہوئے مدارس، ان کے اساتذہ و منتظمین کا تعلق بغیر واسطہ کے یا بلا واسطہ دار العلوم دیوبند سے وابستہ ہے۔

> حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے ارشاد فرمایا: مجھے دار العلوم حقانیہ دار العلوم دیوبند سے جدا نظر نہیں آتا بلکہ دار العلوم حقانیہ نے دار العلوم دیوبند کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے، سارے پاکستان میں دار العلوم دیوبند کے نمونہ اور نقشِ قدم پر دار العلوم حقانیہ گامزن ہے اور یہ دیوبندِ ثانی بن چکا ہے

دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بانی سے تعلق

حضرت قاری صاحب مرحوم کو دیگر اساتذۂ دیوبند کی طرح دارالعلوم حقانیہ سے حد سے زیادہ شفقت اور حد سے زیادہ محبت تھی جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو دارالعلوم حقانیہ ضرور تشریف لاتے جب ہم سالانہ جلسہ دستار بندی کرتے (جو اب کافی عرصہ سے سالانہ اجتماع اور دستار بندی وغیرہ کا نظام متروک ہو چکا ہے، بفضل اللہ حلقہ کی وسعت اور فضلاء کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جس کی وجہ سے جلسہ کا کنٹرول ایک بڑی سطح کے منصوبہ اور بڑے پیمانہ کے انتظام کے بغیر انجام کو نہیں پہنچ سکتا) تب بھی حضرتؒ تشریف لاتے، ایک مرتبہ اس سامنے والی گیلری (دارالحدیث کے سامنے برآمدے کے اوپر والا بالاخانہ یا گیلری جو کافی عرصہ تک حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ رہا ہے) میں بھی قیام فرمایا، اور غالباً ایسے ہی ایک موقعہ پر جب آپ نے دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مختلف شعبوں اور طلبہ کی قیام گاہوں کے مختلف احاطوں کا معائنہ کیا تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے ارشاد فرمایا "مجھے دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند سے جدا نظر نہیں آتا، بلکہ دارالعلوم حقانیہ نے دارالعلوم دیوبند کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے، سارے پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے نمونہ اور نقشِ قدم پہ دارالعلوم حقانیہ گامزن ہے اور یہ دیوبند ثانی بن چکا ہے"

> میں دارالعلوم حقانیہ آکر یوں محسوس
> کرتا ہوں جیسے دارالعلوم دیوبند آگیا
> ہوں اور گویا اپنے گھر میں موجود ہوں

اور ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ: "میں دارالعلوم حقانیہ آکر یوں محسوس کرتا ہوں جیسے دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں اور گویا اپنے گھر میں موجود ہوں" یہ تاثرات دارالعلوم کی کتاب الآراء میں بھی قلمبند فرماتے ہیں۔ بہر حال یہاں آکر حد درجہ خوشی اور محبت کا اظہار فرماتے اور جو جو تے مسائل پیش آتے اس میں بھی دارالعلوم حقانیہ کی رائے کو شامل فرما لیتے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرتؒ کو دارالعلوم حقانیہ اور خاص کر مجھ ناچیز پر حد درجہ شفقت تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں میں نے جو زندگی کے لمحات گذارے ہیں خاص کر تدریس کا زمانہ جو تقریباً ساڑھے چار سال ہے، اور اس زمانہ میں ہر فن میں تقریباً کوئی ایسی کتاب نہ ہوگی جو میں نے نہ پڑھائی ہو۔ دیگر اساتذہ کی شفقت و محبت کے باوجود چونکہ اختیارات مہتمم صاحب کے ہوتے ہیں تو حضرت مہتمم صاحبؒ ہر معاملہ میں ترجیحی سلوک میرے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ اسباق اور تدریس کا مسئلہ بھی یوں تھا کہ جب بعض اساتذہ حج کو تشریف لے جاتے یا کسی اور عذر سے وہ اسباق نہ پڑھا سکتے تو ان کے اسباق اور کتابیں (جو زیادہ تر فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق، معانی اور تفسیر کی ہوتی تھیں) کی تدریس کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی جاتی، اور فرماتے کہ یہ نوجوان ہے اور کام اچھا چلا سکتا ہے۔ اور یہ محض ان کا حسنِ ظن تھا۔ تو حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے بحیثیتِ مہتمم دارالعلوم دیوبند مجھ ناچیز پر جو شفقت فرمائی ہے اور خاص کر دارالعلوم حقانیہ سے۔ اور ایک موقعہ پر فرمایا کہ: "دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کا بیٹا ہے"

حضرت قاری صاحب مرحوم دارالعلوم حقانیہ کو بہت ترجیح دیتے تھے اور اس کے ذکر پر فخر فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا اپنا فضل و کرم ہے کہ تمام اکابر اساتذہ دارالعلوم دیوبند کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک خاص محبت تھی، اور سب فرماتے کہ "یہ ہمارا اپنا دارالعلوم ہے"

حضرت قاری صاحب مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم دیوبند کو ترقی اور عروج کے بلند معیار پر پہنچا دینا ہے کہ آج تمام دنیا کے لیے دیوبند مشعلِ راہ ہے۔ تکثیرِ علماء، تکثیرِ طلباء، تدوینِ کتب اور تعمیرات ہر لحاظ سے دارالعلوم دیوبند ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

جس کی خدمات اور شہرہ کالشمس فی نصف النہار ہے۔ آج ہم اُن کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں، یہ تمام اہلِ علم کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند تمام اہلِ علم کی مادرِ علمی ہے، اسلیے دارالعلوم حقانیہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے — میں کیا عرض کروں! حضرت قاری صاحب کی وفات سے ہمارے قلوب کو صدمہ پہنچا۔ ہم ایک بڑے مشفق، ایک بڑے مہربان، ایک بڑے تجربہ کار، بڑے عالم اور خاص کر دارالعلوم دیوبند اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کے حامل سے محروم ہو گئے۔ قیامت کی علامات سے من جملہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ یرفع العلم، جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ جب علم ناپید ہو جائے اور لوگ علومِ دینیہ سے محروم ہو جائیں تو دین ختم ہو جائے گا۔ دین ہم کو علم ہی بتلاتا ہے۔ ہم جو یہاں جمع ہوئے ہیں ہمارا مقصد علم حاصل کرنا ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے دین کے احکام و مسائل سیکھ لیں، جب مسائل معلوم ہو جائیں تو اوّلاً ان پر خود عمل کریں، پھر ان کی حفاظت و اشاعت کی کوشش کریں۔ اسی تبلیغ و اشاعت کے نتیجہ میں ان شاء اللہ عالم آباد رہے گا اور اگر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو عالم برباد ہو جائے گا۔

* * *

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری کے موقع پر

طلبۂ دارالعلوم کا قصیدۃ الترحیب

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں اور مختلف تقریبات میں تشریف لایا کرتے تھے انہیں دارالعلوم حقانیہ سے محبت تھی وہ بھی اسے پاکستان کا دارالعلوم دیوبند سمجھتے تھے یہاں کی تعلیمی فضا ماحول اور نظام تعلیم و تربیت کو دارالعلوم دیوبند کا پرتو اور عکس جمیل خیال کرتے تھے۔ دارالعلوم حقانیہ کے بانی، اساتذہ اور طلبہ کو بھی اسلام کے اس قابل فخر فرزند سے عقیدت بھی تھی اور محبت بھی، اور تعلق خاطر میں والہیت بھی۔ شعبان ۱۳۷۸ھ میں جب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم محمد موسیٰ (حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور و مصنف کتب کثیرہ المعروف بہ متکلم عصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی) نے عربی زبان میں قصیدۃ الترحیب لکھا جسے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے فرزند اکبر مولانا سمیع الحق مدظلہ نے پڑھ کر سنایا تھا۔ ذیل میں وہی قصیدۃ الترحیب نذر قارئین ہے جس سے دارالعلوم حقانیہ اور دارالعلوم دیوبند سے معنوی نسبت کی قوت اور استحکام کا ترشح واضح ہے۔

* * *

فُؤَادِیْ بِرَبْعِ الظَّاعِنِیْنَ اَسِیْرٌ   قَرِیْحُ الْهَوٰی نَحْوَ الْحَبِیْبِ یَسِیْرٌ
وَعَیْنِیْ غَزِیْرًا الدمع سَکْبَاءُ بِرَبْعِهِمْ   کَوَدْقٍ سَقٰی رَوْضًا فکیف سرورٌ
فَلِلّٰهِ یَا سَلْمٰی اَعِیْدِیْ اَسِیْرَنَا   اسلمٰی اِلٰی کم با لقلوب تُغِیْرُ
الا لیتَ شِعری هل اَزورنّ ساعةً   مغانِیْ بِهَا کاسُ الرّحیق تدورُ
بِجَنْجُوه، دِلِّیْ، دیُوبَنْد وَتانَبْنُ   وَسَرْهَنْد وَالاَجْمِیْرِ حَلَّ بُدُوْرُ
دیارُ اِخلّاءٍ وقد حال بیننا   جبالٌ وانّٰی دونها لَا بُوْرُ
ضریحُ **حُسین احمد** کَرَوْضَةِ جَنَّةٍ   بِهَا غارَ نَجْمٌ ثاقبٌ ومُنیرٌ
وما کان ظنی قبل قبرک شیخنَا   بانّ نجومًا فی التّراب تغورُ
تعزَّ فمولانا **محمّد طیّب**   تُنَاطُ بہ الاٰمالُ وَهُوَ جَدِیْرٌ
بِثُکْنَةِ جندِ اللہ معهدَ قاسم العلومِ هلالٌ یَا کرامُ فَزُوْرُوْا
فَفِیْ جَنَّتِیْ تلک العنادِلُ عَنْدَلَت   وَفِیْ اَیْکَتِیْ شَمٌّ لِلْحَمامِ هدیرٌ
وَسَجَّعَ قُمْرِیٌّ وورقاءُ غَنَّتْ   وتلک هَزارٌ غَرَّدَتْ وَتَطِیْرُ
اَیَا اَیُّهَا الدِّیُوبندُ لَا تَعْدِمِ الَّذی   لِروضک نَوْرٌ بَلْ لِنُوْرِکَ نُوْرُ
لِسُحْبِکَ فیضٌ بَلْ لِفَیْضِکَ عارضٌ   بدارِ علومٍ للعُیونِ یُدِیْرُ
ایا ایّها البرّ الوصول الممجّدُ التّقیُّ النقیُّ با لعلوم خبیرٌ
بَصُرْتَ بما لم یبصروا فحویتَهٗ   وَمَا النّاس اِلَّا اَکْمَهٌ وبصیرٌ
ایا ضَیْفَنَا الهندیَّ جِئْتَ بِنَافِجٍ   من المسکِ اَضْحَتْ فِی القلوبِ تَفُوْرُ
فَصِیْحٌ بَلِیْغٌ لفظُهٗ مِثْلُ لُؤلُؤٍ   خطیبٌ وَمُبْکِی الجمِّ وَهُوَ غفیرٌ
وقام رجال الهندِ فی محفل العُلٰی   فما لک فیهم یَا کریم نظیرٌ
فسبحان مَنْ اَجْدَیکَ فَضْلًا وموئلًا   اَسَحْبَانَ هندٍ دَرُّکُمْ لَغَزِیْرٌ
هو الماجد ابن الماجدِ ابن الممجّدِ   فیا حبّذا المجدُ التلیدُ ینورُ
هو الطّیب ابن الطّیب ابن المطیّب   الا اسْتَنْشِقُوْهُ اِنّہٗ لَعَبِیْرٌ
فاهلًا وسهلًا مرحبًا للّذی اتٰی   لِدارِ علومٍ بالسّرور بشیرٌ

لِاَعْضَاءِ "حقانیةٍ" باکورةٍ
وُرُوْدُکَ عِیْدٌ وَهِیَ مِنْکَ نَضِیْرٌ

دارالعلوم حقانیہ کا مختصر تاریخی جائزہ

جناب محمد اجمل خاں خٹک سربراہ اے این پی

اے این پی کے سربراہ جناب محمد اجمل خان خٹک اپنے ابتدائی شعور سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپکے تعاون اور سرپرستی سے تعلیمی زندگی کے صبر آزما مراحل میں آگے بڑھتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے ترجمۂ قرآن، بعض درسی کتب اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھی، پھر عملی زندگی میں دارالعلوم کے معاملات اور ترقی وکامیابی کے مراحل ان کا مشاہدہ تھا بعد میں اگرچہ سیاسی حالات کی وجہ سے بعد پیدا ہوگیا۔ مگر پھر بھی موصوف نے اپنی شہادت ریکارڈ کرائی، ذیل کا مضمون موصوف کے سیاسی اہداف اور اختلاف سے قبل کی تحریر ہے جو قیام دارالعلوم کے چھٹے سال لکھی گئی تھی۔ ١٩٥٢ء کی یہ تحریر اگرچہ مکمل دستیاب نہ ہوسکی تاہم اسکا میسر شدہ حصہ، فائدہ سے خالی نہیں جس سے دارالعلوم کی ابتدائی تاریخ اور بانی دارالعلوم کے سوانح اور آغاز کار ورفتار پر کافی روشنی پڑتی ہے نیز حضرتؒ پر ان کا مستقل مضمون بھی اسی خصوصی نمبر میں شریک اشاعت ہے

صوبہ سرحد کے پٹھانوں کی علمی اور ادبی تاریخ میں خٹک قبیلہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسی قبیلہ کا صدر مقام اکوڑہ خٹک نامی قصبہ ہے۔ جو ضلع پشاور کے تحصیل نوشہرہ میں کئی ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اکوڑہ خٹک دریائے اٹک کو عبور کرنے کے بعد صوبہ سرحد کی طرف ریلوے کا تیسرا اسٹیشن اور جی ٹی روڈ کے کنارے ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ اس گاؤں کی بنیاد ملک اکوڑہ خان نامی خٹک سردار نے اکبر بادشاہ کے عرصہ میں رکھی تھی۔ اس بانی کے نام کی مناسبت سے کچھ عرصہ تک اس کا نام ”ملک پورہ“ رہا۔ اور بعد میں اکوڑہ خٹک مشہور ہوگیا تب سے اب تک یہ گاؤں علاقہ خٹک کا ممتاز قصبہ اور دریائے لنڈہ یا کابل کے کنارے آمدورفت کی ایک مشہور گذرگاہ ہے۔ جس پر یوسف زئی، صوات بنیر، باجوڑ۔ دیر اور چترال تک پیدل قافلوں کی آمدورفت ہوتی رہتی ہے۔ اِس لحاظ سے یہ گاؤں تجارت کے لحاظ بھی ایک اہمیت کا حامل رہا ہے۔ خٹک نوابوں کا پائے تخت ہونے کی وجہ سے ایک طرف اِس گاؤں کی آبادی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور دوسری طرف سیاسی سرگرمیوں اور علوم وفنون کا مرکز بھی بنتا گیا۔ چنانچہ کسی وقت اسے ”قطعۂ یونان“ نام بھی انہی علمی وادبی امتیازات کی وجہ سے دیا گیا۔ پٹھان تاریخ کا بے مثال ہیرو اور مشہور جرنیل خوشحال خان خٹک جو ایک طرف وقت کا بہترین سپہ سالار معلم اور رہنما تھا اور دوسری طرف پشتو کا عظیم شاعر اور ادیب تھا۔ اور جسے مورخین ”صاحب سیف وقلم“، اور ”بابا ئے پشتو“، کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوشحال خان اور اس کے خاندان کی علم دوستی اور ادب پروری کی وجہ سے اکوڑہ خٹک بارہویں صدی کے اوائل تک پشتو ادب کا مرکز اور مروجہ علوم وفنون کی آماجگاہ بنا رہا اور بالآخر جب انگریزوں کی تسلط نے اس قصبہ کی سیاسی مرکزیت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا۔ تو اس کے علمی اور ادبی حلقوں پر بھی تنزل شروع ہوا۔ تاہم درس و تدریس اور علم وادب کا چرچا باقاعدہ جاری رہا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں بھی یہاں کی درس وتدریس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اگرچہ باقاعدہ درسوں کا ایسا بندوبست نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے مگر جیسا کہ اس وقت عام دستور تھا مسجدوں میں مدرس علماء کے پاس افغانستان، چترال۔ پکھلی۔ کنڑ۔ صوات، بنیر، باجوڑ۔ بلوچستان اور کاشغر تک کے طلباء مذہبی علوم حاصل کرنے کے لیے سالوں سال موجود رہتے۔ اس دور میں مندرجہ ذیل حضرات کی درسیں کافی شہرت حاصل کرچکی تھیں۔

مولانا مولوی عبدالنور صاحب عرف صخرتے ملا صاحب۔ مولانا حاجی عبدالقادر صاحب مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم ..... اس کے ساتھ ساتھ جناب قبلہ حاجی سید مہربان علی شاہ صاحب (جو ایک خدارسیدہ عارف تھے اور سلسلۂ رشد وہدایت کے لیے ”حاجی صاحب اکوڑہ خٹک“ کے نام سے دور دور تک مشہور تھے) نے پروانہ گان شمع رسالت اور طالبانِ راہِ حقیقت کو اکوڑہ خٹک کی طرف متوجہ کیا۔ جس سے یہ قصبہ اور بھی ممتاز ہوتا گیا۔

مذہبی درسگاہ کا تصوّر

زمانے کی ترقی اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ جب ذرائع آمدورفت کی آسانی اور نئی ایجادات نے وقت اور فاصلے کو کم سے کمتر کیا۔ نئے تجربات اور ترقیوں نے حالات کچھ سے کچھ کرائے۔ علوم وفنون کے معیار، انداز اور حصول میں فرق آگئے۔ اور اس کے ساتھ ہندوستان پر انگریزوں کے عیارانہ قبضہ اور علماء کے ساتھ ان کے جابرانہ سلوک نے اسلامی درد رکھنے والوں کو مذہبی درسگاہیں بنانے اور سیاسی اقتدار کے بجائے درس وتدریس کے ذریعے دین کی خدمت کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کرانے لگے۔ اس کا اثر صوبہ سرحد اور قبائل کے بیدار مغز علماء پر بھی ہوا۔ اور یہاں بھی مدرسے بنانے کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں چند مدرسے قائم کیے گئے۔ جس میں مدرسہ ”رفیع الاسلام بہانہ ماڑی“ اور ”تعلیم الفرقان زیارت کاکا صاحبؒ“، خاصے مشہور اور کامیاب مدرسے رہے مگر بدقسمتی سے زمانہ دیر تک ان کا ساتھ نہ دے سکا۔

اکوڑہ خٹک کے حلقہ ہائے درس وتدریس اور خادمان علوم دینیہ بھی

ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اب یہاں بھی دینی تعلیم کے لئے منظم مدرسہ کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ یہاں تک کہ چند اصحاب نے ذاتی قسم کے مدرسوں کی بنا ڈالی مگر زیادہ عرصہ تک کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا یہی احساس کچھ عرصہ تک مختلف شکلوں میں ظہور پذیر ہونے کے بعد آخر کار شدت اختیار کر گیا۔ اور ادھر ملک میں سیاسی بیداری نے ایک ایسی جماعت بھی پیدا کر دی تھی جس میں استقامت کے ساتھ اجتماعی کام کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چنانچہ گاؤں کے چند بیدار مغز نوجوانوں سید نور بادشاہ صاحب، شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قاضی عبدالودود صاحب اور محمد حسین صاحب نے مشورہ کر کے مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند۔ حاجی محمد یوسف صاحب اور محمد حسین صاحب کے ساتھ ایک مدرسہ کے قیام کی تجویز پر غور کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان سب نے گاؤں کے معززین، خوانین، علماء و شرفاء کو جمع کر کے اللہ کا نام لے کر مسجد دہیلیاں میں مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔

مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک

۱۹۳۷ء میں اِس پرائمری مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور طے پایا کہ گاؤں کے بچوں کو ابتدائی لازمی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن شریف۔ ابتدائی اسلامی معلومات اور نماز پنجگانہ۔ نماز جنازہ اور نماز عیدین با ترجمہ پڑھانے کا باضابطہ طور پر بندوبست ہوگا۔ ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جب اس مدرسہ کے طلباء درجہ چہارم سے ترقی کریں گے تو ان کے لئے پانچویں جماعت درس نظامی کی بنیادوں پر بنائی جائے گی اور اس طرح انشاءاللہ دارالعلوم کا پروگرام عملی شکل اختیار کرتا جائے گا، چنانچہ اسی پروگرام کو مدنظر رکھ کر پرائمری کلاسوں (ابتدائی جماعتوں) کے نصاب میں اس مقصد کیلئے طلباء کی تیاری کا خیال رکھا گیا۔ اس مدرسہ کو باقاعدگی سے چلانے کے لئے مندرجہ ذیل کارکنان اور سرپرستان کا انتخاب ہوا۔ صدر مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند۔ نائب صدران سید نور بادشاہ و حاجی محمد یوسف ناظم اعلیٰ قاضی عبدالودود اسیر۔ نائب ناظمان شیخ محمد شفیق مرحوم۔ اور مولانا محمد عمر خان ناظم نشر و اشاعت حکیم نصیرالدین مرحوم۔ اور خزانچی محمد حسین۔ اور مجلس عاملہ میں شیخ غلام محبوب قریشی مرحوم، شیخ تعریف گل، ماسٹر غلام جیلانی۔ حاجی احسان اللہ اور سید نسیم اللہ شاہ حاجی ملک امراللہ اور رحمان الدین کے نام قابل ذکر ہیں ان اصحاب کی سرگرمی میں مدرسہ دن دگنی، رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ مدرسہ کے لئے ایک مخصوص عمارت کی اشد ضرورت محسوس کی گئی، اس مقصد کے لئے انہیں مدرسہ کا موجودہ محل منتخب کرنا پڑا۔ گاؤں کے ایک غریب مدرس غلام جیلانی نے سو روپیہ بطور امداد دے کر عمارت کو مدرسہ کی شکل دینے کا کام شروع کیا جو بعد میں تمام معاونین کی معاونت سے خاطر خواہ گنجائش کا مکان بنتا گیا۔ اور مدرسہ یہاں منتقل کیا گیا۔ مدرسہ کی کامیابی اور کارکنان کی کارکردگی سے متاثر ہو کر گاؤں اور گرد و نواح کے لوگ ادھر متوجہ ہوئے اور اس طرح مدرسے کی معاونین میں اضافہ ہوتا رہا۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان ——، رحیم گل صاحب، شیخ غلام محمد صاحب نے خدمات کیں۔ گاؤں کے ہر کہہ و مہہ نے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانی دے کر مدرسہ تعلیم القرآن کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کی ترقی سے متاثر ہو کر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد نے مدرسہ کو گرانٹ کی پیشکش کی اور مدرسہ نے قبول کی۔ ان دنوں حضرت العلامہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی صوبہ سرحد تشریف لائے تھے انہوں نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کا معائنہ فرما کر اس مدرسہ کے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی تھی۔

> "میں اپنی خوش قسمتی سے ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ میں اس مدرسہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہوا۔ اگرچہ اس مدرسہ کو جاری ہوئے ابھی ایک برس کا عرصہ نہیں ہوا مگر ظاہری احوال اور ترقیات امید افزا ہیں۔ بحمداللہ بچے بھی بکثرت ہیں اور مدرسین کرام کی قربانی اور ایثار بھی اطمینان بخش ہے۔ میں اہل اکوڑہ سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کے جاری رہنے اور روزافزوں ترقی کرنے میں ہر قسم کی امداد فرماویں۔ وہ ہر طرح تمام اہل قصبہ کے لئے دین و دنیا کا ذخیرہ ہے۔ نیز میں امید کرتا ہوں کہ اہل قصبہ اپنے اپنے بچوں کو ضرور بالضرور یہاں کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔"

ان کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ میاں قمرالدین صاحب مرحوم رئیس اچھرہ مہتمم دارالعلوم فتیحہ اچھرہ اور دیگر اصحاب نے اس مدرسہ میں تشریف لا کر کارکنان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لئے انہیں اپنی آراء سے مستفیض فرمایا۔ اس مدرسہ کی تعلیمی حالت خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور قابل کارکنان اور تجربہ کار اساتذہ کی جان فشانی کی بدولت کافی تسلی [illegible] طرح یہ مدرسہ بفضل ایزد تعالیٰ ہر لحاظ سے کامیاب و روبہ ترقی ہے۔ آج مدرسہ نے اپنے قیام کے پندرہ سال میں جو ترقی کی ہے وہ اس کا غذی بیان سے زیادہ اس احاطہ میں محسوس کی جا سکتی ہے جو سات نشستگاہوں اور ایک مختصر میدان پر مشتمل ہے اور جس میں باقاعدہ درج رجسٹر تقریباً ۳۵۰ طلبا اور چھ اساتذہ کے زیر تربیت قرآن شریف اور اسلامیات کا درس لیتے دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ بلاتخصیص کسی بچے پر اس کی استطاعت اور استعداد کے مطابق اسلامیات کے بارے میں سوال کیجیے۔ آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ یہ ننھا بچہ کس مستعدی سے آپ کے سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ محکمۂ تعلیم کے مقررہ نصاب میں بھی اس مدرسہ کے طلباء سرکاری مدرسوں کے طلباء سے کسی طرح کم نہیں۔

دارالعلوم کی ابتداء

تعلیم القرآن کو پھلتا پھولتا دیکھ کر انجمن تعلیم القرآن اور سرپرستان نے اسے پرائمری سے ترقی دینے کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا جو اس مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھتے وقت ان کے پیش نظر تھا۔ یعنی "دارالعلوم" کا قیام چنانچہ جب تعلیم القرآن کے چوتھے درجے سے طلباء ترقی کر گئے تو ان کے لئے

اسلامیات کی مزید تعلیم و تربیت کی خاطر پانچویں جماعت کا افتتاح کیا گیا۔ جس کا نصاب وہی مقرر کیا گیا۔ جو درس نظامی کی بنیادوں پر دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا جا رہا ہے۔ اس کام کے لئے گاؤں کے ایک عالم فاضل حافظ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب فاضل دیوبند کی خدمات حاصل کی گئیں اور اس طرح مدرسہ تعلیم القرآن کو ترقی دے کر دارالعلوم کی ابتدا کر کی گئی۔ اور باقاعدہ پڑھائی شروع ہوئی۔ جس میں نہ صرف تعلیم القرآن کے فارغ شدہ طلبہ داخل کیے جانے لگے۔ بلکہ باہر سے بھی طلبہ آنے شروع ہوئے۔ مولانا الحاج عبدالحق صاحب فاضل دیوبند جو مدرسہ کے صدر تھے دارالعلوم کے بھی صدر اور مہتمم مقرر ہوئے اور خود بھی اسی اہتمام اور ارادوں کے ساتھ مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے پاس مختلف مدارج کے کئی طلبا ر موجود رہتے۔

مولانا الحاج عبدالحق صاحب اور دارالعلوم دیوبند

اس اثنا میں دارالعلوم دیوبند کو مولانا عبدالحق صاحب کی ضرورت ہوتی۔ انجمن تعلیم القرآن، سرپرستانِ مدرسہ اور معززین اکوڑہ خٹک اور مضافات نے کافی کوشش کی کہ آپ اکوڑہ ہی میں رہیں تاکہ تعلیم القرآن آپ کی سرپرستی سے محروم نہ ہو اور دارالعلوم کے مجوزہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں خادمانِ انجمن کی رہنمائی فرمائیں مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ آپ کو دارالعلوم دیوبند کی ضرورت کے ماتحت وہاں کی آواز پر لبیک کہنے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ اور آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ تقریباً چار سال مدرس رہے۔ مگر دیوبند میں رہنے کے باوجود آپ انجمن تعلیم القرآن، مدرسہ اور دارالعلوم کی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ رہے۔

تقسیم ہند کا اثر

ہندوستان کی سیاسیات نے پلٹا کھایا۔ انگریز اپنا بوریا بستره سمیٹ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ ہندوستان، ہندوستانیوں کے لئے رہ گیا۔ اور مسلمان رہنماؤں کے مطالبے اور تجویز کے مطابق ہندوستان تقسیم ہوا۔ پاکستان عالم وجود میں آیا۔ بھارت ہندو اکثریت کا ملک تسلیم کیا گیا۔ اور پاکستان مسلمانوں کی ریاست ٹھہری۔ تقسیم کے تبدیلی آبادی کا واقعہ بھی پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں مسلم آبادی نے ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت شروع کی۔ اور ہندو بھارت کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ساتھ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جس نے دونوں فرقوں کے تعلقات تلخی کی حد تک ناخوشگوار کر دیئے۔ جس سے آمد و رفت کے ناممکن حد تک دشوار ہو گئے۔ اِن حالات میں علوم دینیہ کے وہ مدارس اور دارالعلوم جو خط تقسیم کے اُس پار تھے اِدھر کے مسلمانوں سے کٹ گئے۔ اور اِدھر کے طلبا ر وہاں جا کر علوم دینیہ حاصل کرنے سے قطعی محروم رہ گئے۔ چنانچہ یہاں شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ خطِ تقسیم کے اس پار ایسے دارالعلوم بنانے چاہئیں جس سے وہ کمی پوری ہو سکے جو تقسیم سے واقع ہوئی ہے۔ بلکہ مزید ترقی بھی ہو۔ اور اس احساس نے یہاں چند دارالعلوم کی بنیادیں ڈالیں جس میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سب سے اولین ہے۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اس احساس نے انجمن تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک کے مجوزہ دارالعلوم کے پروگرام کو کامیابی کی طرف لے جانے میں شدت سے تحریک پیدا کی، اِدھر دارالعلوم کو جلد از جلد باقاعدہ منظم اور وسیع تعلیمی ادارہ کی شکل دینے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اور اُدھر مولانا الحاج عبدالحق صاحب صدر تعلیم القرآن دارالعلوم دیوبند سے کٹ کر اکوڑہ خٹک میں درس و تدریس اور انجمن تعلیم القرآن کی معاونت کے لیے مزید تجربہ اور اشتیاق کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دیوبند کے وہ طالب علم جو اب دیوبند نہیں جا سکتے تھے اور مولانا عبدالحق صاحب کے دیوبند میں شاگرد یا جان پہچان والے تھے۔ مولانا کی خدمت میں سلسلۂ تعلیم جاری رکھنے کے لئے کافی تعداد میں آنے شروع ہوئے۔ اس طرح قدرت نے ایسے حالات مہیا فرمائے جن میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ان لوگوں کی امیدیں بھر آئی آسان دکھائی دیں جن نے عرصہ سے ہر قسم کی مالی جانی قربانیاں کر کے اس ارادے سے تعلیم القرآن کی ابتدا کی تھی کہ اکوڑہ خٹک کے غریب لوگ ایک نہ ایک دن ایک شاندار دارالعلوم کی خدمت اور برکات حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس دارالعلوم کے خدوخال پر ایک منظم وسیع اور باقاعدہ دارالعلوم کے اعلان کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ داغ بیل پرائمری مدرسہ کی شکل میں سنہ ۱۹۳۷ء میں اور سنہ ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نام سے دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جو خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور اہل خیر حضرات کی معاونت سے آج پاکستان بھر میں سب سے ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مقبولیت

ابتداء میں اہالیان اکوڑہ خٹک اور مضافات نے ہمہ تن ایثار بن کر دارالعلوم حقانیہ کی بنیادوں کو اپنے خون پسینے سے استوار کرنے کے لئے اس کے قیام کی آواز پر لبیک کہا۔ علماء و خوانین، شرفاء و سادات نے اس کی سرپرستی کی طرف توجہ دی۔ غرباء اور عوام نے اپنے منہ کے نوالے میں حصہ کر کے دارالعلوم کے طلبہ کی مشکلات رفع کرنے کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ اکوڑہ خٹک کے تقریباً (۲۵) مساجد میں باہر سے آنے والے طلباء دو دو سے لے کر دس دس تک تقسیم کیے گئے۔ جن کی رہائش اور خور و نوش کا انتظام متعلقہ اہل محلہ نے ذمے لیا۔ علماء نے طلباء کو پڑھانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جن میں جناب مولانا الحاج سید بادشاہ گل صاحب سجادہ نشین اکوڑہ خٹک، اور مولانا الحافظ ڈاکٹر محمد اسرار الحق صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے دیگر مالی اور جانی قربانیوں کے ساتھ ساتھ طلباء کی ایک جماعت کو حسبۃً للہ ضروری کتابیں پڑھانی شروع کیں۔ حضرت مولانا الحاج عبدالحق صاحب جو مدرسہ تعلیم القرآن کے صدر اور مہتمم تھے دارالعلوم کے بھی مہتمم مقرر کر دیئے گئے۔ اور اس طرح دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے

(باقی ص۴۶۸ پر)

دارالعلوم حقانیہ ۔ مختصر تاریخی جائزہ

پروفیسر افضل رضا صاحب، اکوڑہ خٹک

حضرت شیخ ؒ دیوبند میں تقریباً چار سال مدرس رہے۔ بقول جناب رحمان گل صاحب ناظم حقانیہ ؒ میں نے دیگر طلباء کے ساتھ حمد اللہ، مشکوٰۃ شریف، طحاوی اور دیگر کتب آپ سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر دیوبند جانے کا ارادہ ملتوی کیا۔ آپ کے والد بزرگوار الحاج معروف گل صاحبؒ بھی آپ کے جانے پر راضی نہ تھے۔ حالانکہ آپ کی خاطر حفاظتی انتظامات اور سرکاری سطح پر سفری معاملات نبھانے کی ذمہ داری حضرت مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے ذمے لی تھی — بہرکیف نہایت بے سروسامانی کے عالم میں آپ نے اپنے گھر سے متصل مسجد (محلہ گگے زئی) میں ستمبر ۱۹۴۷ء (۱۳۶۶ھ) میں درس و تدریس کا آغاز شروع کیا۔ سفری رکاوٹوں سے مجبور دیوبند میں پڑھنے والے افغان طلباء اور پاکستانی اس نئی درسگاہ میں حضرت شیخ ؒ سے دورہ حدیث مکمل کرنے لگے جو جلد ہی دارالعلوم حقانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی چند سال

۱۹۴۷ء میں جن آٹھ طلباء نے حضرت شیخ ؒ کی نئی قائم کردہ درسگاہ میں دورہ حدیث میں شرکت کی اور فارغ التحصیل ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ہیں۔ سالِ اوّل کے طلباء۔

(۱) مولوی حیات شاہ (چترال) (۲) مولوی فضل الٰہی (چترال)
(۳) مولوی عبدالجمیل (لوندخوڑ) (۴) قاری غفران الدین (مردان)
(۵) مولوی امیر خان (آدم زئی) (۶) مولوی احسان اللہ (ڈھنڈکوئی)
(۷) قاری عبدالغفار افغانی (۸) مولوی عبدالرزاق گردی (چارسدہ)

مولانا سلطان محمود دارالعلوم کے پہلے ناظم اور مولانا گل رحمان نائب ناظم تھے۔

طلباء کا خواب

یہاں اس بات کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ مندرجہ بالا طلباء میں سے بعض نے حضرت شیخ ؒ کی سرکردگی میں قائم ہونے والی درسگاہ کا خواب دیکھا تھا۔ جو جلد ہی سچ ثابت ہوا (بقول مولانا محمد عمر خان مردان) سال اوّل ۱۹۴۷ء کے دوران حضرت شیخؒ اس نئی درسگاہ کے واحد مدرس تھے۔

ابتدائی لنگر کا یہ عالم تھا کہ دو سیر آٹا بازار میں پکتا اور سالن حضرت شیخؒ کے گھر سے آتا سالن کی فراہمی کا یہ سلسلہ تھوڑا بہت ۱۹۹۰ء تک آپ کے گھر سے جاری رہا۔ (بقول گل رحمان صاحب)

سال دوم کے طلباء۔

۱۹۴۸ء میں دارالعلوم حقانیہ میں ۲۴ طلباء داخل تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ یہ حضرات ۱۳۶۷ھ/۱۳۶۸ھ میں فارغ التحصیل بھی ہوئے۔

(۱) سید نواز صاحب (گڑھی کپورہ) (۲) عبدالروف صاحب (باغچہ)
(۳) نور محمد صاحب (چندن) (۴) خلیل الرحمٰن صاحب (دلبوڑی)
(۵) لطف الرحمٰن صاحب (جہانگیرہ) (۶) سید غفور صاحب (کالوخان)
(۷) زین العابدین صاحب (شیر پلم) (۸) بہاؤالدین صاحب (گرم سر)
(۹) سلطان محمود صاحب (ناظم ملکتی) (۱۰) عبدالحمید صاحب (رشید)
(۱۱) لطف الرحمٰن صاحب (تمبولک) (۱۲) سید شوکت احمد صاحب (پیر آباد)
(۱۳) محتشم صاحب (بڈھ بیر) (۱۴) فضل واحد صاحب (میاں آباد)
(۱۵) محمد انور صاحب (چلس) (۱۶) فضل واحد صاحب (ستھاکوٹ)
(۱۷) سید حسن صاحب (حکیم خیل) (۱۸) زیارت شاہ صاحب (ازاخیل)
(۱۹) عبدالصمد صاحب (ٹانک) (۲۰) ضیاء الحق صاحب (چترال)
(۲۱) عبدالوہاب صاحب (افغانی) (۲۲) حبیب اللہ صاحب (سوات)
(۲۳) حافظ صاحبزادہ محمود صاحب (پنیالہ) (۲۴) گل رحمان صاحب (ناظم، پیر سباق)

فہرستوں سے جہاں ابتدائی سالوں میں دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کی تعداد کا اظہار مقصود ہے وہاں یہ بات بھی قارئین کرام کو بتانی ہے کہ ابتدائی ہی میں حضرت شیخ ؒ کی اس نئی قائم کردہ درسگاہ میں طالبان علوم دینیہ کس قدر دور دراز علاقوں سے پہنچتے تھے۔ حالانکہ ابتدائی سالوں میں قیام

راقم الحروف نے دارالعلوم کے داخلے کے رجسٹر سے یہ نام تحریر کئے ہیں۔

طعام کا بندوبست نہایت مشکل تھا۔ اکثر طلباء اکوڑہ خٹک کی دیگر مساجد میں قیام پذیر ہوتے۔ اہالیان اکوڑہ وظیفے کی صورت میں ان کے طعام کا بندوبست کرتے یہ مبارک سلسلہ آج تک جاری ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے موجودہ ناظم جناب گل رحمان صاحب (جو خود اس وقت دارالعلوم کے طالب علم تھے)، نے راقم الحروف کو بتایا کہ ۱۹۴۸ء میں حضرت شیخؒ بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد، طحاوی، موطئین پڑھایا کرتے تھے اس سال جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، ممتاز عالم دین روحانی پیشوا جناب سید بادشاہ گل صاحبؒ بھی اعزازی طور پر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ میں شامل ہوتے۔ دارالعلوم حقانیہ کے طلباء آپ سے باباجی کی مسجد میں مسلم شریف پڑھنے کے لیے جاتے اس سال دیگر اساتذہ میں ڈاکٹر حافظ مولانا محمد اسرار الحق شیخ صدیقی صاحب فاضل دیوبند متنبی پڑھاتے تھے اور میاں محمد فیاض فقہ، اصول فقہ، مولانا محمد شفیق صاحب (ساکن مغلکی)، منطق کی کتب اور رسائل پڑھاتے تھے۔

دارالعلوم حقانیہ کا پہلا سالانہ اجتماع

دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے بعد کئی سال تک متواتر اس کے سالانہ اجتماع ہوتے رہے۔ ان اجتماعات میں جہاں دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کا اہتمام ہوتا۔ وہاں ملک اور بیرون ملک کے جیّد علمائے دین اور مشائخ عظام اپنی جامع تقاریر سے سامعین کو مستفید فرماتے۔ کافی عرصے سے سالانہ اجتماع کا یہ سلسلہ بوجوہ منقطع ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا پہلا سالانہ اجتماع اس کے ابتدائی مقام (مسجد ککے زئی) ۱۹۴۸ء میں منعقد ہوا۔ اس میں سال ۱۹۴۷ء کے پہلی نشست اور ۱۹۴۸ء کے ۲۴ فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کی گئی ان طلباء کی فہرست گزشتہ صفحات میں درج ہے۔ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب (غورغشتی)، نے صدارت فرمائی تھی۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ صاحب اور مولانا احمد علی لاہوری صاحب نے بھی اس میں شرکت فرما کر خطاب کیا تھا۔ اس سہ نشستی اجتماع میں ایک نشست پشتو مشاعرے کے لئے وقف تھی۔ رات کو منعقد ہونے والے مشاعرے میں دیگر شعراء کے علاوہ اکوڑہ کے جناب محمد زمان خان خٹک، عبدالرزاق سنگین اور سراج الاسلام سراج نے اپنا کلام سنایا تھا۔

دوسرا اجتماع

۱۹۴۹ء میں دارالعلوم حقانیہ کا دوسرا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ یہ اجتماع مسجد کی بجائے حاجی صاحب کے بازار کے قریب میدان میں ہوا تھا۔ جہاں آج کل حاجی رحمان اللہ کا گودام ہے۔ ایک نشست کی صدارت حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمائی۔ آخری نشست کی صدارت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمائی۔ دوسری نشست رات کے وقت پشتو مشاعرے کے لیے مخصوص تھی۔ ان حضرات کے علاوہ اس اجتماع میں حضرت بادشاہ گل صاحبؒ فرزند حاجی صاحب ترنگزئیؒ، مفتی محمد نعیم صاحب، مولانا محمد علی جالندھری صاحبؒ نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔ اس سال دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ۲۳ طلباء کی دستار بندی ہوئی۔

بروایت مولانا گل رحمان صاحب
ناظم دارالعلوم حقانیہ۔

تیسرا مگر سب سے بڑا پہلا اجتماع

دارالعلوم حقانیہ کا سب سے بڑا پہلا اجتماع ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کو اکوڑہ خٹک کے اس مقام پر ہوا جہاں آجکل عباس مارکیٹ واقع ہے اس وقت یہ کشادہ میدان تھا۔

پہلی نشست ۲۷ مئی ۱۹۵۰ء کو بعد از دوپہر تا وقت عصر پہلی نشست منعقد ہوئی۔ صدارت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب نے فرمائی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے تلاوت کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ ۱۲ سال کے تھے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد بزرگوارم مولانا روح الامین صاحب نے پشتو میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ بعد ازاں اکوڑہ خٹک کے سادات خاندان کے چشم و چراغ جناب سید غلام علی شاہ صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا۔ طلباء کی جانب سے جناب سید تقویم الحق صاحب نے عربی زبان میں سپاسنامہ پیش کیا۔ بعد ازاں علاقہ خٹک کے خان لالے جناب محمد زمان خان خٹک مرحوم نے خطاب کیا۔ خطاب میں مقام جلسہ کے قریب واقع دو کنال زمین دارالعلوم حقانیہ کے لیے وقف کرنے کا اعلان کیا اور اس امید کا اظہار کیا کہ انشاء اللہ ایک نہ ایک روز اس مختصر سی آبادی کو مدینۂ علم بننے کا شرف حاصل ہوگا۔

دوسری نشست اسی روز بعد از نماز عشاء پشتو مشاعرے کے لیے وقف تھی۔ بعد از نماز عشاء مشاعرے کا آغاز ہوا۔ صدارت پشتو زبان کے مشہور شاعر اور ادیب اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن جناب عبدالخالق خلیق صاحبؒ نے کی۔ مصرع طرح تھا ع

راشه چه په نور د قرآن ټول جهان روښانه کړو
(آؤ کہ نورِ قرآنی سے ساری دنیا کو منور کریں)

جن شعراء نے اس تاریخی مشاعرے میں شرکت کی اور اپنے اشعار میں اس دینی مرکز اور اس کے بانی کو خراج عقیدت پیش کیا ان میں
(۱) صدر مشاعرہ جناب عبدالخالق خلیق مرحوم (۲) جناب عثمان گل استاد (ساکن زیارت کاکا صاحب) (۳) جناب سید غلام علی شاہ مظہر (ساکن اکوڑہ) (۴) جناب محمد اجمل خٹک (ساکن اکوڑہ)

(۵) جناب عبدالوہاب شبنم مرحوم (ساکن جہانگیرہ)
(۶) جناب محمد نواز خٹک مرحوم (ساکن شیدو)
(۷) جناب فدا سرحدی
(۸) جناب عبدالکبیر مرحوم (ساکن اکوڑہ)
(۹) جناب عبدالجبار مضطر (ساکن اکوڑہ)
(۱۰) جناب قاضی عبدالسلام مرحوم (ساکن زیارت ثم نوشہرہ)
(۱۱) جناب تکریم الحق (رمزغ لیونے، ساکن زیارت)
(۱۲) جناب رستم خان
(۱۳) جناب حسین شاہ
(۱۴) جناب سمندر خان سمندر مرحوم (ساکن بدرشی)
(۱۵) جناب قاضی عبدالودود اسیر (ساکن اکوڑہ ثم پشاور)
(۱۶) جناب مجیب الرحمٰن کسکر (ساکن اکوڑہ)
(۱۷) جناب شیر علی خان (ساکن خویشگی)
(۱۸) جناب قمر (ساکن لوند خوڑ)
(۱۹) جناب عبداللہ استاد مرحوم (ساکن نوشہرہ) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں رات گئے محفل مشاعرہ جاری رہی۔

تیسری نشست تیسری نشست کا آغاز ۲۸/۵، ۵۰ کو صبح تقریباً ۹ بجے ہوا۔ صدارت شیدو کے خانزادہ مولانا عبدالحق صاحب مرحوم فاضل امینیہ نے فرمائی۔ زروبی کے ممتاز عالم دین مہربانم محمد ابراہیم فانی کے والد ماجد صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے تلاوتِ کلام پاک سے تیسری نشست کا آغاز کیا۔

حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب، حضرت مولانا مصلح الدین صاحبؒ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی صاحب، حضرت مولانا نور الحسن بخاری صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی نے مختلف اسلامی موضوعات پر حاضرین سے خطاب کیا۔ اس سال دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہونے والے ۲۴ طلباء کی دستار بندی ہوئی اور اسناد تقسیم کی گئیں۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مہتمم ربانی دارالعلوم حقانیہ نے اکوڑہ خٹک کے سجادہ نشین الحاج سید محمد کرم شاہ صاحب (المعروف بہ بادشاہ گل صاحبؒ) سے دعا کی اپیل کی۔ دعا کے بعد یہ مبارک تقریب نماز ظہر سے کچھ پہلے اختتام پذیر ہوئی [1]

سفرِ حج

حضرت شیخؒ ۱۹۵۲ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بذریعہ ہوائی جہا کراچی سے تشریف لے گئے۔

تقریب سنگِ بنیاد دارالعلوم حقانیہ

اس سے پیشتر کہ دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ شاندار عمارت کے سنگِ بنیاد کی تقریب کے بارے میں کچھ عرض کیا جاتے۔ مناسب ہوگا کہ اس پیشگوئی کا ذکر کروں جو ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو حضرت شاہ اسماعیل شہید نے سکھوں کے خلاف معرکے کے موقع پر اس مقام پر کی تھی جہاں آج دارالعلوم قائم ہے۔ آپ نے مجاہدین سے فرمایا کہ یہاں سے اپنے خیمے اکھاڑ کر مشرق کی جانب نصب کرو۔ کیونکہ مجھے اس مقام کی مٹی سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔"

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۴ء اتوار کے دن عیدگاہ اکوڑہ خٹک کے پاس جی ٹی روڈ کے شمالی کنارے پر ۱۲ کنال کے رقبے میں دارالعلوم حقانیہ کے لیے خصوصی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں سنگِ بنیاد کی تقریب بعد از نماز عصر ۵ بج کر ۳۵ منٹ پر منعقد ہوئی۔ اس مختصر مگر اہم ترین تقریب میں بانی و مہتمم دارالعلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنے دست مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا۔ اس مبارک تقریب میں مجلس شوریٰ کے ارکان حافظ سید نور بادشاہ صاحب مرحوم، حاجی محمد یوسف، شیخ صدیقی صاحب مرحوم، حاجی امراللہ صاحب مرحوم، حاجی رحمان الدین صاحب مرحوم، محمد حسین صاحب مرحوم حاجی غلام محمد صاحب مرحوم (ساکنان اکوڑہ خٹک)، رئیس اعظم اکوڑہ محمد اعظم خان خٹک مرحوم، شیخ میاں صاحب مرحوم، (ساکن چشمتی)، حاجی حبیب الرحمٰن صاحب (ساکن نوشہرہ)، حاجی شیر افضل خان صاحب مرحوم (بدرشی) اور علاقے کے دیگر معززین موجود تھے۔ صاحبانِ ثروت نے ۵ ہزار روپے فی کس چندہ دینے کا اعلان کیا جس سے دارالعلوم کے کمروں کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ (معلومات کی فراہمی میں قاضی علی اصغر صاحب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اکوڑہ خٹک کے جناب محمد زمان خان خٹک مرحوم، خان محمد اعظم خان مرحوم اور جناب محمد اسلم خان مرحوم کی جانب سے موقع پر ۵ ہزار روپے فی کس، خرچ کی ابتدائی رقم سے الگ الگ کمرے تعمیر کرنے کا اعلان کیا گیا۔

دارالحدیث یعنی ہال کی تعمیر بھی سردست شروع ہوئی۔ ہال کی لمبائی ۵۰ فٹ اور چوڑائی ۳۰ فٹ تجویز کی گئی۔ الحاج میر احمد گل صاحب (ساکن چشمتی) نے ہال کی تعمیر کا اعلان کیا جس اراضی میں دارالعلوم کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ کاغذاتِ مال کی رو سے اس کے مالکان اور حصہ داران میں

---

[1] اس اجتماع کی کارروائی کی اس مختصر روئیداد میں راقم الحروف نے جناب قاضی علی اصغر صاحب" کی غیر مطبوعہ یادداشتوں اور مشاہدوں پر مبنی کتاب لیدل او ریدل سے استفادہ کیا ہے

ملک محمد فرید خان، ملک محمد شریف خان، محمد اکبر، سید اکبر، پسران حنیف شاہ نعیم شاہ، حلیم شاہ، نور البصر، خیر البشر، شمس الرحمٰن پسران شمس القمر رحمت اللہ وغیرہم مولانا روح الامین، حضرت امین پسران سفید شاہ نمبر ۳۶۴، ۳۶۳ میں شامل تھے۔ ۵۳ / ۱۱ / ۱۷ کو ابتداءً ۹ کنال ۱۱ مرلے زمین خریدی گئی۔ ۵۴ / ۹ / ۲۰ کو انتقال اراضی ہوا۔ خان عبدالخالق خان سب جج نوشہرہ کی عدالت میں کچھ عرصہ مقدمہ بھی جاری رہا۔

۵۵ / ۳ / ۱۱ کو ڈگری کا فیصلہ ہوا۔ مالکان اراضی کو ۲۲۵۰/- روپے ادا کئے گئے، اگرچہ بقول حاجی عزیز اللہ (ساکن محلہ فرید خان) ان کے والد رحمۃ اللہ صاحب نے ۸ کنال زمین ابتداءً دارالعلوم کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ سنگِ بنیاد کی اس تقریب کے اعلان کے مطابق بعد ابتداء میں مندرجہ ذیل حضرات نے کمرے تعمیر کئے ہر کمرے پر اس کے بانی کا نام درج ہے۔

(۱) شیخ محمد شفیع صاحب، لاہور
([illegible]) ملک محمد شریف صاحب، پشاور
(۳) خانِ اعلیٰ محمد زمان خان خٹک، اکوڑہ
(۴) الحاج شیر افضل خان صاحب، بدرشی
(۵) الحاج محمد اعظم خان صاحب، اکوڑہ
(۶) محمد اسلم خان صاحب، آدم زئی
(۷) الحاج غلام سرور خان صاحب، بدرشی
(۸) میاں رسول شاہ صاحب، تربائو
(۹) الحاج میاں محمد اکرم شاہ صاحب، زیارت کاکا صاحب
(۱۰) الحاج میر احد گل صاحب، چشمئی (دارالحدیث تعمیر کیا)
(۱۱) الحاج محمد اعظم خان خٹک نے سٹور کے علاوہ کمرہ ۱۲ بھی تعمیر کیا۔
(۱۲) شیر بہادر خان نرگس ہاؤس پشاور
(۱۳) میر حسن خان صاحب، مانکی شریف
(۱۴) الحاج میاں کرم الٰہی صاحب، پشاور
(۱۵) الحاج حبیب الرحمٰن صاحب، نوشہرہ
(۱۶) پریمیر شوگر ملز مردان
(۱۷) فرنٹیئر شوگر ملز تخت بھائی کے انتظامیہ نے بھی دو کمرے تعمیر کئے

دارالعلوم حقانیہ کے شاندار ہال کی تعمیر ماہرِ فن تعمیر فضل رحیم بن زینور شاہ (محلہ عادل ذات اکوڑہ) کے دستِ فنکارانہ سے ہوئی۔

جامع مسجد حقانیہ کی تقریبِ سنگِ بنیاد

۲۲ / شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے احاطے میں مغرب کی جانب ۴ کنال کے رقبے میں جامع مسجد حقانیہ کی تعمیر کے سلسلے میں سنگِ بنیاد رکھنے کی مبارک تقریب منعقد ہوئی۔ سنگِ بنیاد شیخ الحدیثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ تجویز کیا گیا کہ مسجد کے ہال کی لمبائی ۸۰ فٹ اور چوڑائی ۴۰ فٹ ہوگی دیواروں کی تعمیر میں ۱۲ ہزار خشت استعمال کی گئی۔

۷ / جولائی ۱۹۶۰ء کو صبح ۸ بجے سے رات ۱۲ / بجے تک مسجد کی چھت پر لنٹر ڈالا گیا۔ کنکریٹ کی پہلی بالٹی شیخ الحدیثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر ڈالی۔ چھت پر ۴۵۰ بوری سیمنٹ صرف ہوا۔ مستری عزیز الدین مہاجر (المتوفی ۱۹۷۶،۶،۷) تعمیر کے کام کے نگران تھے کوہاٹ کے ایک ماہر مستری عبدالرشید مرحوم نے اپنے چار بیٹوں کے تعاون سے تعمیر کا کام چار سال میں مکمل کیا۔ مسجد کے لیے ۵ دختران سعید خان نے اپنے حصے کی زمین وقف کر رکھی تھی۔ زمین کا خسرہ نمبر ۳۶۱ تھا[1]

دارالحفظ والتجوید

۱۴۰۱ھ میں حضرت شیخؒ کی ایک بڑی آرزو دارالعلوم کے اس اہم شعبے کے قیام سے پوری ہوئی۔ اس کی اوّل منزل خوبصورت عمارت کی شکل میں ۱۴۰۱ھ میں اور دوسری منزل ۱۴۰۶ھ میں تعمیر ہوئی اس وقت اس میں ڈھائی سو کم سن بچے (۵ سال کی عمر سے ۱۲ سال کی عمر تک) حفظ القرآن میں مصروف ہیں۔ اب تک سینکڑوں بچے یہاں سے حفظ القرآن کے بعد فارغ ہو چکے ہیں۔ حفظ کے ساتھ ساتھ یہاں تجوید کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ دور دور علاقوں کے بچے یہاں حفظ القرآن کے لیے آتے ہیں جن کے قیام و طعام کا بندوبست دارالعلوم حقانیہ کے ذمے ہیں۔ اب تقریباً ۳۰ بچے اکوڑہ خٹک کے یہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اس وقت اساتذہ کی تعداد ۶ ہے۔ مولانا حافظ شوکت علی صاحب اس کے نگران ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ ۱۹۹۲ء میں

راقم الحروف نے جہاں دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی دور کے بارے میں قارئین کرام کی خدمت میں مختصر طور پر معلومات فراہم کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔ وہاں مناسب ہوتا ہے کہ اس کے موجودہ دور کا بھی سرسری خاکہ پیش کیا جائے تاکہ قارئین کرام اس دینی درسگاہ کی تیز رفتار ترقی کا اندازہ لگا سکیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں ۱۳۶۶ھ تا ۱۴۱۲ھ تک تمام تفصیلات انشاء اللہ تاریخ اکوڑہ

---

[1] معلومات کی فراہمی میں قاضی علی اصغر صاحب کی تحریری یادداشتوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

موجودہ اساتذہ کرام

(۱) مولانا مفتی محمد فرید صاحب۔
(۲) مولانا سمیع الحق صاحب۔
(۳) مولانا مغفور اللہ صاحب
(۴) مولانا فضل الٰہی صاحب
(۵) مولانا عبدالحلیم صاحب
(۶) مولانا حافظ انوار الحق صاحب
(۷) مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
(۸) مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب
(۹) مولانا مفتی سیف اللہ صاحب
(۱۰) مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
(۱۱) مولانا مفتی رشید احمد صاحب
(۱۲) مولانا حافظ شوکت علی صاحب
(۱۳) مولانا سراج الدین صاحب
(۱۴) مولانا یوسف شاہ صاحب
(۱۵) مولانا حامد الحق صاحب

یاد رہے کہ ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اس نئی درسگاہ کے واحد مدرّس تھے۔ ۱۳۶۷ھ میں اساتذہ کی تعداد پانچ ہوئی۔

اساتذہ حفظ وتجوید۔ مولانا شوکت علی جو درس نظامی کی بعض کتب بھی پڑھاتے ہیں سیریل ۱۲ پر درج ہیں۔

(۱۶)- حافظ محمد ابراہیم صاحب
(۱۷) حافظ محمد رمضان صاحب
(۱۸) حافظ عبدالرحمٰن صاحب
(۱۹) حافظ ذاکر اللہ صاحب
(۲۰) حافظ سراج الدین صاحب
(۲۱) حافظ حمید الحق صاحب

مدرسہ تعلیم القرآن کے اساتذہ کرام کی تعداد ۱۳ ہے۔ جناب عبدالرحمٰن صاحب سکول کے پرنسپل ہیں۔ طلباء کی موجودہ تعداد درس نظامی کے مختلف درجوں میں اس وقت ۸۱۹ طلباء زیر تعلیم ہیں۔

حفظ و تجوید میں ۲۵۰ طلبہ اور مدرسہ تعلیم القرآن میں ۱۰۰۰ طلباء داخل ہیں۔ کل طلباء ۲۰۶۹ جب کہ اس دینی درسگاہ کی ابتداء میں کل ۸ طلباء داخل تھے۔

اخراجات کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ ۶۸/۱۳۶۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ کے کل اخراجات ۶۰,۹۴۵.۳۰ روپے تھے۔ ۱۴۱۱ھ میں یہ اخراجات ۲۲,۰۶,۰۵۰/- روپے تھے۔

بقیہ صفحہ ۴۶۳ سے: "دارالعلوم حقانیہ کا تاریخی جائزہ"

ایک شاندار مذہبی ادارے کی شکل میں کام شروع کیا۔ یہاں ان طلبہ کی خدمات سے بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی جو دارالعلوم کے سب سے اوّلین شاگرد تھے اور دارالعلوم کے قیام میں ان کی تحریکیں، تجویزیں اور قربانیاں مقامی لوگوں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ انہیں کی سرگرمی نے جوش کی شکل اختیار کر کے کارکنانِ انجمن کو جلد از جلد عملی قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔

پاکستان بھر میں مقبولیت

اور یہی نہیں بلکہ مسلمانان پاکستان نے دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے اعلان کا نہایت خلوص سے استقبال کیا۔ جہاں تک اور جن اصحاب کے ساتھ دارالعلوم کا صحیح تعارف ہو سکا کسی نے بھی ایثار سے روگردانی نہیں کی۔ اور نہ صرف اہالیان سرحد بلکہ پشاور سے لے کر کراچی اور واہگہ سے لے کر بلوچستان تک کے تمام پاکستانی مسلمانوں نے بلا کسی تعمیم و تخصیص کے دارالعلوم حقانیہ کی مالی جانی خدمتیں کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ اپنے قیام کے چھ سال میں اس قابل ہو گیا ہے کہ تعداد طلبہ ضابطہ تعلیم اور سلسلہ امتحانات کی باقاعدگی کے لحاظ سے پاکستان بھر میں اوّل درجے کی مذہبی درسگاہ ہے اور میں دارالعلوم حقانیہ کے ایک خادم کی حیثیت سے آج نہایت فخر کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی چھ سال کی کارکردگی کے نقشے اس مضمون کے ساتھ صرف اس لیے پیش کرتا ہوں تاکہ اہل خیر اور معاونین حضرات کو اپنی قربانیوں اور ایثار کے متعلق مناسب تسلی اور تشفی ہو سکے۔

علماء اور طلباء کی نظروں میں

دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی اسے علمی حلقوں اور درس و تدریس کے شائقین نے بھی مذہبی تعلیمات کا ایک قابل اعتماد مرکز تسلیم کر کے ادھر توجہ دی۔ علم دین کے پروانے یعنی طالب علم جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں

* * *

تاریخ کا ایک ورق

دریائے لنڈا کی طرح اکوڑہ سے علوم نبوت کا منبع بھی بل کھاتا ہوا دوسرے علاقوں کی طرف نکل جائیگا ہفت روزہ البلاغ پشاور کی ایک تاثراتی رپورٹ جو مئی ۱۹۵۰ء کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر شائع کی گئی

دارالعلوم کے ابتدائی سنین میں عام مدارس کی طرح دارالعلوم حقانیہ کا بھی سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا کرتا تھا جس میں پاک و ہند کے اکابر علماء، مشائخ، محدثین، زعماء اور اکابرین ملت شرکت فرمایا کرتے تھے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، محدث کبیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، جامع المعقول والمنقول مولانا رسول خان صاحبؒ، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، شاہ ولی اللہ عصر شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، مولانا عبد الحنان ہزارویؒ، خطیب اسلام مولانا احتشام الحق تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، متکلم اسلام مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ نے بار بار دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں تشریف لاکر سامعین و متعلقین دارالعلوم کے دامن کو علوم و معارف نبوت سے مالا مال فرمایا۔ ذیل میں ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کا ایک تاثر جسے محمد اقبال فیصل آبادی نے لکھا اور پشاور کے معروف ہفت روزہ "البلاغ" نے ۸ جون ۱۹۵۰ء کے شمارہ میں شائع کیا، نذر قارئین ہے۔ جو دارالعلوم کے تاریخی پس منظر اور اس وقت کے روح پرور اجتماعات سے پیدا ہونے والی علمی و دینی اور روحانی فضا کی ایک جھلک بھی ہے۔ (ادارہ)

۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کو اکوڑہ خٹک میں جو عدیم المثال اجتماع ہوا اُس میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا، میں اگر یہ کہوں کہ سرحد کی تاریخ میں یہ اجتماع اپنی نظیر آپ تھا تو یہ ایک حقیقت ہوگی۔ میں ۲۷ مئی کو ظہر کے وقت اکوڑے پہنچا اور دور ہی سے دارالعلوم کی طرف سے بنایا گیا پنڈال نظر آنے پر ہم اُسے توقعات سے زیادہ کامیاب سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ایک وسیع پنڈال تھا جس میں حسن انتظام کا مشاہدہ عام تھا، مجلس استقبالیہ کے اراکین و رضا کاران و بہی خواہان دارالعلوم نہایت تندہی و مستعدی سے اپنے اپنے کام میں مشغول تھے جس سے نظم و ضبط کی باقاعدگی اور کارکنوں کی مخلصانہ ہمدردی کا پتہ چلتا تھا۔

ٹھیک تین بجے بعد دوپہر اسی تاریخ کو اجتماع کی پہلی نشست شروع ہوئی۔ اسٹیج کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ علماء سرحد و بیرون سرحد کثیر تعداد میں اسٹیج پر جلوہ افروز تھے جس سے اس اجتماع کے بابرکت ہونے کا دل کو یقین تھا۔ وہی رنگ جو اہل اللہ کی مجلسوں میں، وہی سیدھے سادے طور طریقے جو انسانیت کی خود ساختہ و خود عائد کردہ پابندیوں سے مبرا ہوتے ہیں، اور وہی رونق و آثار خیر و برکت جو چند ہم مقصد اور باخلوص لوگوں کے صدق و صفا کا نمونہ بنا کرتے ہیں، یہاں اپنی پوری خصوصیات سے پائے جاتے تھے۔ اندازہ سے یہ معلوم کر لینا چنداں مشکل نہیں تھا کہ اس اجتماع کو کامیاب بنانے کی جدوجہد میں اہالیان اکوڑہ نے پورا پورا حصہ لیا تھا۔ پنڈال پُر رونق اور پوری طرح مزین تھا، اجتماع میں خاصی ہماہمی تھی، حاضرین میں سکون و اطمینان کی لہر نہایت وضاحت سے اس چیز کا ثبوت بن رہی تھی کہ آسمانی برکات کا نزول بجا طور پر ہو رہا ہے، اور ہر چہرے پر بشاشت اس چیز کو ظاہر کر رہی تھی کہ ہر حاضر مجلس خواہ وہ کارکنوں میں سے ہو، دارالعلوم سے متعلق ہو یا شرکت کرنے والوں میں سے کوئی ایک ہو اپنے اپنے مقصد میں کامیاب تھا۔ شریک ہونے والے جس تشنگی کو بجھانے کے لیے اس سخت گرمی کے موسم میں یہاں کھنچ آئے تھے انہیں اس کی اُمید پوری ہوتی نظر آ رہی تھی اور اس تبلیغی دوڑ دھوپ کے میدان میں کام کرنے والے جو اپنی حوصلہ افزائی اور اس مقصدِ نیک سے تعاون کرنیوالوں کی تلاش میں تھے اور شاید جن کی آنکھوں میں کبھی کبھار جلسے کے انعقاد سے پہلے اکوڑہ کی مختصر حیثیت پر نظر کرتے ہوئے گرد و پیش کا جائزہ لیتے وقت اور اپنی کوششوں کو ہر نئے کام کرنے والے کی طرح معمولی خیال کرتے ہوئے ناکامی کا بھیانک تصور بھی پھر جاتا ہوگا، اس وقت اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں تھے۔

اسی نشست میں دارالعلوم کے ۲۴ فارغ التحصیل طلباء کو دستارِ فضیلت دی گئی، یہ ایک غور و فکر کا مقام تھا اور تھوڑی دیر کے لیے میرا دماغ اور تمام چیزوں سے ہٹ کر کچھ دُور کی باتوں میں کھو گیا، میری تمام تر توجہ ادھر مبذول ہو گئی کہ آج اُسی اثر کے ماتحت جس کی بناء پر ہم دین کی نہایت ہی محدود حلقے میں حد بندی کر چکے ہیں، ہماری تعلیمات کا دائرہ بھی تنگ ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے اُنہی حالات کی بناء پر جو اس اجتماع کی خصوصیات سے پیدا شدہ تھے یہ سوچنا پڑ رہا تھا کہ دین

ے لوگوں کی طبیعتیں کیوں ہٹ گئیں؟ اسی کے ساتھ میرے ذہن کو یہ اُلجھن بھی لاحق تھی کہ ان فضلاء کا مستقبل دورِ حاضر میں کیا نوعیت اختیار کرتا ہے؟ اور میرے دماغ کے تمام گوشوں میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانیٔ دارالعلوم حقانیہ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ :۔

> ”تعلیم کا یہ مقصد نہیں کہ ایک قوم کو مادّی فوائد حاصل کرنے کے لیے اور سرکاری عہدوں اور ملازمت کے لالچ کی خاطر تعلیمی مراکز کی طرف مائل کیا جائے، کیونکہ اس کا نتیجہ اخلاق کی درستگی اور ذہنی ارتقاء نہیں بلکہ شکم پروری ہے۔“

اردگرد کی بلند و بالا پہاڑیاں ، ان کے نشیب میں اکوڑہ کی پُرسکون آبادی جس کے لیے علمِ دین کا سرچشمہ بننا مقدّر ہو چکا تھا اور اس کے ایک پہلو میں دریائے لُنڈا ئیک رفتاری سے رواں دواں تھا جس سے یہ یقین محکم ہو جاتا ہے کہ یہاں سے اِسی طرح اسلامی تعلیمات کا سمندر بھی ایسے ہی بَل کھاتا ہُوا دوسرے علاقوں کی طرف نکل جائے گا۔

طُلباء کی دستار بندی کا سلسلہ بدستور جاری تھا، طلباء ترتیب وار آ رہے تھے اور حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی اور مولانا بادشاہ گل صاحب آف اکوڑہ کے متبرک ہاتھوں سے دستارِ فضیلت حاصل کر رہے تھے۔ یقیناً میرے نزدیک یہ ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس، سادہ طریقوں کے دلدادہ اور وقت کے مدوجزر بھلا دینے والے حالات کے باوجود آج مدّتوں پہلے کے طریقوں کو نہ بھولنے والے دنیا کی حقارت آمیز نظروں کی پرواہ نہ کرنے والے اور مستقبل کی تاریکیوں کو سمجھتے ہوئے کے باوجود ثابت قدم رہنے والے جنہوں نے یہ سمجھتے ہوئے اور اچھی طرح یہ جانتے ہوئے کہ انہیں موجودہ معاشرے میں کوئی جگہ نہیں دی جائے گی، اپنی عمرِ عزیز کا ایک قیمتی حصّہ دین کے علم کی تحصیل میں صرف کر دیا جس قدر خود پر فخر کریں بجا ہے اور غالباً اُن کی دستار بندی کے وقت اسی چیز پر تمام حاضرین کی توجہ تھی کہ وہ انہیں اس بے جگری سے وقت کی قربانی کر کے علمِ دین کے حصول پر صمیمِ قلب سے مبارکباد پیش کر رہے تھے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ اس وقت ہر دل ان نوجوانانِ ملت کی خوش بختی پر قبضہ کر رہا تھا، عوام انہیں مبارکباد دے رہے تھے، علماء و مشائخ انہیں دُعائیں دے رہے تھے اور ان کی ذمہ داریوں کی اہمیت کا احساس بھی کرا رہے تھے۔

رات کی نشست میں جس وقت شریک ہُوا تو کچھ اور ہی رنگ پایا، مجمع اس قدر تھا کہ دارالعلوم کا وسیع پنڈال بھرنے کے بعد سائبانوں سے باہر بھی لوگ دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ جلسہ گاہ برقی قمقموں سے بُقعۂ نور بنی ہوئی تھی اور اسٹیج پر سرحد کے تمام شعراء نظر آ رہے تھے، ۹ بجے جب مشاعرے کی بزم باقاعدہ منعقد کی گئی تو صحیح معنوں میں اُس حقیقت کی نقاب کشائی ہو گئی کہ مذہب و دین خشک مزاجیوں کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ اسلام نے زندگی کے ہر مناسب پہلو کو مناسب انداز میں پیش کرنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حمایت کی ہے۔

دارالعلوم کے زیرِ اہتمام یہ مجلسِ مشاعرہ نہایت پاکیزہ انداز کی رہی، اس کی نوعیت میں یگانگت پائی جاتی تھی، اور یہ چیز میرے اپنے خیال میں سرحد کے اِس اجتماع کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ علماء کے ہمرکاب شعراء تھے اور علماء شعراء کے ہمنوا تھے اور اس محفلِ رنگ کے بعد پھر وہی رنگ تھا جس میں انسانیت کو رموزِ حیات سے آشنا کرایا جا رہا تھا اگرچہ وہ ہمارے خیال کے بموجب آج سے ”بہت دنوں پہلے“ کی باتیں تھیں لیکن اس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں کہ یہی زندگی کو کامیاب بنانے کے اصلی گُر تھے۔

بہرصورت میں اس اجتماع کی تینوں نشستوں میں کچھ ایسا رنگ اور ایسا ذائقہ پا کر آیا کہ مجھے ابھی تک اس کی یاد آ رہی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اکوڑہ میں اجتماع اس درجہ کامیاب رہا، لیکن یہ استعجاب یہ سوچنے پر دور ہو جاتا ہے محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ اس وقت اسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم جن لائنوں پر چل کر بھٹک گئے ہیں اُن سے رُخ پھیر کر پھر اسی سمت کو پُر اُمید نظریں پھیر لیں جہاں سے جادۂ منزل کا نشان ملتا ہے۔

یہ جلسہ گاہ کا ایک تاثر تھا اور جلسہ گاہ سے باہر! ــــ اردگرد بلند و بالا پہاڑیاں ، ان کے نشیب میں اکوڑہ کی پُرسکون آبادی جس کے نصیبوں میں علمِ دین کا سرچشمہ بننا تھا اور اس کے ایک پہلو میں دریائے ”لنڈائیک رفتاری سے رواں تھا جس سے یہ یقین محکم ہو جاتا ہے کہ یہاں سے اسلامی تعلیمات کا سمندر بھی ایسے ہی بل کھاتا ہُوا دوسرے علاقوں کی طرف نکل جائے گا۔

* * *

سالہا در کعبہ و بُت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید برون

مولانا سعید الدین شیر کوٹی، پشاور

شعاعِ اُمید

ہفت روزہ "البلاغ" پشاور کے مدیرِ شہیر جناب سعید الدین شیر کوٹی نے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی (۲۸ مئی ۱۹۵۰ء) کے موقع پر دارالعلوم کے قیام، رفتارِ کار، علماء اور اہلِ اسلام کی توقعات اور اپنی قلبی کیفیات کا ارتجالاً درج ذیل نظم میں "شعاعِ اُمید" کے عنوان سے اظہارِ خیال جو ہفت روزہ "البلاغ" کے ۸ جون ۱۹۵۰ء کے شمارہ کے صفحۂ اول شائع ہوئی۔ (ادارہ)

کیا کچھ یہ زندگی میں خرافات بڑھ گئی   یا یوں کہو کہ شورشِ آفات بڑھ گئی
اُمید کی کرن نظر آئی غبار میں   اس طرح استواریِ حالات بڑھ گئی
شاید کہ ظلمتوں میں کمی آ ہی جائے کچھ   اک روشنی سی زیرِ خرابات بڑھ گئی
ہیں آفتابِ علم کی ضو باریاں شروع   اک بار پھر سے رونقِ حالات بڑھ گئی
کس کو خبر تھی ہوں گے اکوڑے کے یہ نصیب   قصبہ کی قدر حسبِ روایات بڑھ گئی
قسمت سے مدرسے کی یہ اک بات بڑھ گئی   سرحد کی سرزمین کی اوقات بڑھ گئی

تھا عبدِ حق[1] کے بخت میں فیضانِ علم کا
بیجا نہیں، کہ رفعتِ درجات بڑھ گئی

---

[1] شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نائٹروجنی کھادوں
میں
ببّر شیر یوریا
کا
مقام

ببّر شیر یوریا کی خصوصیات

★ ہر قسم کی فصلات کے لئے کار آمد۔ گندم، چاول، مکّی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات، چارہ اور پھلوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

★ اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور بار برداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔

★ دانہ دار (پرلڈ) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

★ فاسفورس اور پوٹاش کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

★ ملک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

داؤد کارپوریشن لمیٹڈ

(شعبۂ زراعت)

الفلاح ۔ لاہور

فون نمبر ۔ ۳۰۹۰۱ ۔ سے ۔ ۳۰۹۰۵

ذاتی ڈائری

تحریر: حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ

جب دارالعلوم حقانیہ مسجد سے مدرسہ میں منتقل ہوا

اس وقت کی روح پرور تقریب کی اجمالی روئیداد مولانا سمیع الحق نے ۱۶/۱۷ برس کی عمر میں اپنی ذاتی ڈائری میں لکھی تھی جسے اس وقت کے الفاظ میں من وعن نذر قارئین کیا جا رہا ہے

اس خلاق علیم وخدائے خبیر وتوانا کا کس زبان اور کس لہجہ اور کس ذریعہ سے شکریہ ادا کیا جائے، جس نے اپنے احسانات اور اسباغ انعام کی بارش برسا کر آج ہم ناتوانوں اور بے بضاعتوں کو ایسا مبارک دن دیکھنا نصیب فرمایا ۔ آج اگر ہم اپنی قسمت پر جتنا رشک جتنا غبطہ اور جتنا فخر کریں ہم حق بجانب ہیں۔ آج کا دن دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ میں ایک مقدس اور مبارک دن ہے یہ دن اور اس کا مبارک تذکار تاریخ اسلام میں انشاء اللہ تعالیٰ آبِ زر سے نمایاں حروف میں لکھا جائے گا ۔ دارالعلوم کے علوم ورجال سے کائنات علم کی تحقیق وتدوین ہوگی دارالعلوم سے جہالت اور گمراہی کی وادیاں لالہ زاروں میں تبدیل ہو جائیں گی اس کی ضیاء پاشیوں سے ظلمتکدۂ کفر والحاد ۔ جگمگا اٹھیں گے۔ جمعرات کا وہ مقدس دن ایسے مبارک دن کا طلوع ہے ۔ جس کے انتظار میں راتیں اور طویل ساعات عمر کروٹیں لیتے لیتے بسر کر دی گئی تھیں ۔ آج کا دن دارالعلوم کے مخلص دردمند اراکین ومعاونین کی وہ خوابی عمارت جنہیں ان حضرات نے خلوص ۔ ایثار ۔ قربانی اور للہیت کے چونے اور گارے سے کھڑا کر دیا تھا ۔ عالم وجود میں ظاہر ہوئی ۔ ان کی دیرینہ آرزوئیں پوری ہوئیں ان کے ولولے اور دیرینہ تمنائیں ظاہر ہونے لگیں ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا
ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ کہ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اے خداوند قدوس قلوب واسرار کے مالک تو ہماری نیتوں کو اپنے لئے خالص وصاف کر دے تو دارالعلوم کی تعمیر کو اخلاص وجہاد ۔ نیت وعمل کا سبب بنا دے ۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم حقانیہ کے اجلاس ۱۶ ستمبر سنہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق آج بروز جمعرات، دارالعلوم حقانیہ کو جدید زیر تعمیر عمارت (بر لب جی ٹی روڈ) میں منتقل کر دیا گیا ۔ جمعرات کے دن اس نقل مکانی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت اور طریقہ حُبّ الخروج یوم الخمیس کا اتباع بھی نصیب ہوا جیسے کعب بن مالکؓ نے اپنی روایت میں اشارہ فرمایا ہے ارشاد ہے کہ

ان النبیؐ خرج یوم الخمیس فی غزوۃ تبوک وکان یحب ان یخرج یوم الخمیس ۔

یعنی تبوک جیسے مہتم بالشان اور عظیم واقعہ کے لئے جمعرات کے دن نکلنا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا بلکہ نبی کریمؐ کے ارادی اور قصدی طور پر یہ خواہش اور محبت تھی کہ اس اہم واقعہ کے لئے جمعرات کے دن سفر کیا جائے تو قوم وملت کی صحیح اسلامی اور دینی ضروریات پوری کرنے والے اس عظیم دینی کارخانے کے لئے ایسی سعادت حاصل نہ کرنا اور اسے ترک کرنا کیوں گوارا ہو سکتا جمعرات کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے والے اعمال صالحہ میں یہ کیسے ہو سکتا کہ ایسا عظیم اور اہم اور "العمل الصالح" تعلیم الکتاب والسنۃ واصلاح الناس والمسلمین شامل نہ ہو ۔

سنت نبوی کا اتباع کرتے ہوئے جمعرات کے دن یہ دارالعلوم دارِ غربت اور مرکز البرکۃ اور منشاءِ علم وعرفان احاطۂ قدیم (مسجد شیخ الحدیث) سے منتقل ہو کر اس عظیم انعام خداوندی ۔ انعام مجسم میں مصروف علم وعمل ہوا ۔ ابتداء میں ختم کلام پاک کیا گیا ۔ تاکہ یہ سعادت عظمیٰ ہاتھ سے کیوں جانے دیا جائے، ختم کلام پاک کے بعد سب طلباء مشرقی درسگاہوں کے دالان میں جمع ہوتے دارالعلوم کے بانی اور رُوح رواں حضرت والد ماجد نے مبسوط تقریر کی طلباء کو اپنے دل کے ولولے اور آرزوئیں ظاہر کرتے ہوئے نصائح وہدایات پر مشتمل تقریر کی آپ نے تقریر شروع کرتے ہوئے جیسا کہ چاہیئے تھا فرمایا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، سب سے پہلے اس مالک الملک کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہمیں انسان پیدا فرمایا اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو ہم کہیں گندگی کے کیڑے یا پھر وغیرہ ہوتے یا کہیں کے حیوانات وجمادات ہوتے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ احسان عظیم کہ ہمیں انسان کے اشرف گروہ اور بہترین جماعت میں منتخب کیا رسول اقدس کا ارشاد ہے کہ من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین ہمیں قوم کی امامت وہدایت کا مقام بلند عطا فرمایا گیا ۔

آج ہم ناچیزوں پر اس کا ایک عظیم اور تازہ احسان دارالعلوم حقانیہ کی اس عظیم بلڈنگ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے ورنہ ہم کیا ہیں ہماری حیثیت کیا ہے ان گوناگوں اور چند در چند نعمتوں اور حیثیتوں کا تقاضا ہے کہ ہم استقامت

عزم و صبر کے پیکر ہوں ہر قسم کی تکالیف و مصائب برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل علم دین کے طالب العلموں اور اہل علم پر تکالیف آلام غربت وافلاس کا آنا ان کے تصلب فی الدین اور مضبوطی کی دلیل ہے آج سے قبل ہمارا نظام تعلیم اور زندگی ایک مختصر مسجد میں تھی خداوند کریم اس کے بانیوں کو جزائے خیر عطا فرماوے میں کبھی کبھی سوچا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس مسجد (یعنی مسجد محلہ گگے زئی) کے بانیوں میں کون سا اخلاص اور خلوصِ عمل تھا کہ قیام دارالعلوم کے بعد ۹ سال اور تقسیم سے قبل میرے ساتھ تقریباً دس سال اس میں باقاعدہ درس کا سلسلہ جاری ہوا اور کم از کم اس ۱۱۔ ۱۲ سال کی مدت میں یہاں ہزاروں افراد علم دین کی نعمت سے سرشار ہوئے اس کا اجر ان کے عمل ناموں میں لکھا جائے گا۔

> قیام دارالعلوم سے ہمارے ارادے یہ تھے کہ دارالعلوم حقانیہ۔ اپنے پیش رُو دارالعلوم دیوبند کے نقشِ قدم پر چلے خداوند کریم کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اکابر کے اتباع کا شرف تکوینی اور غیر اختیاری امور میں بھی دے دیا۔

دارالعلوم دیوبند کی ابتداء بھی ایک مسجد میں ہوئی اللہ نے ہمیں یہ فخر دیا کہ دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد اور ابتداء بھی مسجد سے ہوئی آج مسجد چھتہ دنیا میں تاریخی حیثیت اور عظیم شرف و عظمت کی حامل ہے ہم سوچتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کیوں اتنا شرف عطا فرمایا ہم تو کسی چیز کے قابل نہیں ہیں ہم نے دین کی کیا خدمت کی۔" (اس کے بعد حضرت والد صاحب نے ہر قسم کے آلام و مصائب اور علم دین کے راہ میں تکالیف برداشت کرنے کی تلقین کی اور فرمایا) "حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ جب دہلی میں پڑھتے تھے تو رات کے وقت دکانداروں کے دکان بند کرنے کے بعد یہ حضرات سڑی ہوئی، سبزیوں وغیرہ کے پتوں کو اٹھالاتے اور اسے پکا کر کھاتے ایسے طریقوں سے انہوں نے علم حاصل کیا، میں جب نیا نیا دیوبند پڑھنے گیا۔ تو رمضان کی تعطیل ہونے کے بعد میں نے کہا یہ دو مہینے کیوں ضائع ہوں اس لئے دہلی گیا۔ تصدیقات سلم پڑھنے کے لئے والد صاحب مرحوم اگرچہ باقاعدہ خرچہ ارسال کرتے پھر بھی دو تین میل جانا پڑتا اور روٹی حاصل کرنے کے لئے تکالیف برداشت کیں۔ اسی طرح ہم ایک دفعہ "نوی کلی" مقام میں ملا حسن پڑھنے کے لئے مقیم ہوئے۔ رمضان کا مہینہ آیا، محلہ والے بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں طلبہ ہیں ان کیلئے روٹی و سالن کا بندوبست کیا جائے فیصلہ یہ ہوا کہ بھینس والا صاحب آدھ سیر لسی اور گائے والا ایک پاؤ لسی سحری اور شام کے وقت لایا کرے، چنانچہ ہم لسی پر گذارا کرتے رہے اور روزے رکھتے رہے آپ کو بھی چاہیئے کہ ہر قسم کی تکالیف برداشت کریں۔

اب تو بحمداللہ آپ کو کسی قسم کے اخراجات اور تکالیف بھی برداشت نہیں کرنے پڑتے۔ سرکاری اداروں اور سکولوں میں سینکڑوں روپے کی لاگت کے علاوہ ہر افسر و استاد کی سلامی اور چاپلوسی علیحدہ کرنی پڑتی ہے اسی لئے ہمیں ہر حال میں شاکر و صابر رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ نے معاونین و اراکین کے لئے دعا کی اور اسباق باقاعدہ شروع کر دیئے گئے۔ درسگاہوں کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعے ہوئی۔ (ذاتی ڈائری)

دارالعلوم دیوبند میں دارالعلوم حقانیہ اور مولانا عبدالحق کیلئے دعائیں

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب دیروی ساکن اُوچ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھارت جو وہاں سے تعطیل پر آئے تھے اور واپسی میں یہاں دارالعلوم حقانیہ میں اترے، انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ گذشتہ رجب میں دارالعلوم دیوبند کے غلہ اسکیم کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ میں حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنی نے ہزاروں کے اجتماع میں دارالحدیث دیوبند میں دارالعلوم حقانیہ کا تذکرہ کیا کہ سرحد میں دارالعلوم حقانیہ بہت وسیع پیمانے پر کام کر رہا ہے اور مولانا عبدالحق صاحب جو یہاں مدرس تھے انہوں نے یہ کام چلایا ہے، اس لئے خصوصیت سے دعا کی جائے فرمایا کہ حضرت شیخ کے ہاتھ میں والد ماجد کا ایک فرستادہ خط بھی تھا جس سے کچھ سنایا بھی۔ (ذاتی ڈائری)

۱۰ مئی ۵۷ء ۱۱ شوال ۷۶ھ بروز جمعۃ المبارک۔

* * *

حیاتِ جاوداں اسکی نشاطِ کامراں اس کا
جو دل لذت کشِ ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے
جب کبھی اہلِ وفا یاد کریں گے مجھ کو
جانے کیا کیا میری روداد کے عنوان ہونگے

(عارفی)

حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ
تحریر سنہ ۱۹۵۸ء

حضرۃ مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری

حاجی محمد امین کے ہاں موئے مبارک کی زیارت ☆

دارالعلوم میں حضرت عباسیؒ کا خطاب اور جامع مسجد کا سنگِ بنیاد

یہ تحریر بھی مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب ہے اسے اس وقت کے الفاظ ہی میں نذر قارئین کیا جارہا ہے

جمعہ ۱۴ مارچ ۵۸ء ۲۲ شعبان ۷۷ھ مدینہ منورہ کے مشہور شیخ عالم اور مہاجر رہنما و مرشد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی مہاجر مدنی باب مجیدی (متوطن چغرزئی جدبئی ریاست سوات) دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے صبح سویرے ۸ بجے بندہ نور بادشاہ کی معیت میں کار سے کرمجاہد آباد گئے وہاں حاجی محمد امین صاحب مدظلہ کے کتب خانہ میں حضرت مولانا جلوہ افروز تھے اولین نظر پڑی اور اہل اللہ اور اکابرین کا نمونہ سامنے آگیا حضرت صاحبؒ بیعت کر رہے تھے فراغت کے بعد مصافحہ ہوا فرمایا اچھا تم آئے کار لائے ہو ہم نے کہا جی ہاں نور بادشاہ نے بندہ کا تعارف کرایا غور سے دیکھا اور فرمایا" اچھا یہ تو بڑے اچھے ہیں" سامنے بٹھلایا مجلس علماء و دیندار افراد و مریدین سے بھری تھی اتنے میں حاجی صاحب بھی آئے اُن سے بات چیت ہوئی، چائے آئی ہماری قسمت میں حضرت کے ساتھ شرکت کی سعادت آئی اپنے ہاتھ سے حقیر کو انڈا جو کھا رہے تھے حصہ دیا وہاں چائے کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت ہوئی بڑے احترام و اکرام سے کئی صندوق اور بے شمار مندیل و غلافوں میں بند تھا سب لوگ درود پڑھ رہے تھے اور زیارت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ "حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم کا ایک جبّہ تھا جسے ہم لوگ بیماری وغیرہ میں پانی میں ڈال کر پیتے وہ پانی موجب شفاء ہوتا ظاہر ہے کہ اس جبّہ کو ملابستہ و ملامست بدنِ مطہرہ کی وجہ سے کرامت حاصل تھی اور یہ تو جسد اطہر کا ایک جزءِ بدن ہے اس لئے اسے پانی میں ڈال کر پانی مجمع پر پلا دیجئے پھر فرمایا کہ یہی طریقہ وہاں مدینہ منورہ میں موئے مبارک کے ساتھ کیا جاتا ہے جو شاہ عبدالغنی مجددی کے خاندان میں موجود ہے"، چنانچہ حاجی صاحب نے اُسے خود شیشے کی بوتل سے احتراماً نکال کر پانی کے کاسہ میں ڈالا وہ برتن بھی مدینہ سے حاجی محمد امین لائے تھے —— وہ پانی اولاً حضرت صاحب نے تناول فرمایا پھر لوگوں نے، اس حقیر کو بھی چند قطرے نصیب ہوئے ۔ ع

این سعادت بزور بازو نیست

وہاں سے کاروں کے ذریعہ حضرت صاحبؒ کو روانہ کیا بندہ کو حضرت کے ساتھ کار میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی بندہ نے موئے مبارک کے متعلق سوال کیا فرمایا ۔ اس کے متعلق تو کوئی دلیل ہمیں معلوم نہ ہو سکی لیکن مدینہ میں جو ہے وہ تو متواتر ثقہ افراد میں چلا آرہا ہے اور قابل اطمینان ہے اور بہر حال ہمیں تو جو چیز بھی آپؐ کو منسوب ہو احترام ہی کرنا ہے" ——

راستہ میں اتمان زئی میں شاہنواز خان کے مکان میں چند منٹ کے لئے اترے جنہوں نے بیعت کی اور داڑھی رکھنے کا عہد کیا ۔ وہاں مجلس میں خاص مراقبہ و توجہ فرمائی اس حلقہ میں یہ ناچیز بھی بیٹھا ۔ ۱۱ بجے کے قریب اکوڑہ پہنچے دارالعلوم معتقدین و معززین سے کھچا کھچ بھرا تھا اکثر وہ حجاج تھے جن کو کبھی مدینہ میں حضرتؒ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا تھا ۔ والد ماجد نے پھول پیش کیے اور لوگوں سے مصافحہ کرتے ہوئے تعارف کرایا ۔ دارالعلوم کے تعمیرات وغیرہ کا معائنہ کیا ۔ دارالشوریٰ بالائی حصہ دارالحدیث میں نماز نفل پڑھی پھر دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوئے کافی معززین کے ساتھ چائے نوش فرمائی پھر کاروں میں بیٹھ کر بادشاہ گل صاحب کی دعوت پر چند منٹ کے لئے جامعہ میں اترے مزار کے قریب دعا کی اور وہاں سے روانہ ہو کر مسجد قدیم (محلہ گگے زئی) تشریف لائے والد ماجد نے ان کے متعلق مختصر تقریر کی اور خطبہ پڑھا حضرت صاحبؒ نے نماز جمعہ پڑھائی نماز کے بعد اس حقیر نے حضرت کی بارگاہ میں سپاسنامہ عقیدت و اخلاص حضرت مہتمم و اراکین و اہالیان اکوڑہ کی جانب سے پیش کیا جس سے حاضرین متاثر تھے خود حضرت صاحبؒ نے بعد میں پوچھا کہ تم نے خود بنایا تھا الفاظ آپ کے تھے میں نے کہا حضرتؒ آپ ہی کی کرامت و توجہ تھی فرمایا تمہارا کمال ہے پھر کتابوں وغیرہ کے

متعلق پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو۔ مردان میں اس سپاسنامہ کے متعلق تحقیق کی کہ کہیں گم نہ ہو اسے ساتھ لے جاؤں گا کہ اس علاقہ کے علماء کی یادگار رہے گی۔ سپاسنامہ کے بعد حضرت والا نے ایک گھنٹے تک بصیرت افروز تقریر کی جس میں ترکِ دنیا، ترکِ اعمالِ شنیعۂ۔ ذکرِ حق فکرِ حق اور عباداتِ صالح و اعمالِ صالحہ پر خصوصاً ظاہری صورت کو بھی ٹھیک کرنے پر قرآن و سنت کے اور حضرات صوفیاء کے اقوال و سیرت کی روشنی میں زور دیا جس سے ہر شخص پر گریہ طاری تھا حضرتؒ نے بھی حمد و ثنا کا آغاز حالتِ گریہ میں کیا تقریر کے اختتام میں اس خوش قسمت ناچیز کا بھی سپاسنامہ پر شکریہ ادا کیا اور فرمایا یہ آپ لوگوں کا حسنِ ظن ہے کہ "اچھے الفاظ سے یاد کیا ورنہ میں کیا"۔ تقریر کے بعد عجیب رقت انگیز انداز میں دعا فرمائی لوگ آمین کہتے رہے۔ تقریر کے بعد عام لوگوں نے جن میں علماء و فضلاء شامل تھے بیعت کی۔ اس ناچیز کے ہاتھ کو بھی ہاتھ میں لیکر بیعت کرایا اور قلب پر "اللہ" کے ضرب لگائے مجاہد آباد سے آتے ہوئے راستہ میں زیادتِ علم کے لئے فرمایا کہ اللھم نور بالعلم قلبی واستعمل بطاعتك بدنی وبارك وسلم علیہ کا ورد کیا کرو۔ اس وقت بھی ہم بھائیوں کو خاص دعا کی میرے ہاتھوں کے ساتھ جو دیگر ہاتھ ان کے مبارک ہاتھوں میں تھے ان میں مولانا عبدالغنی دیروی کے ہاتھ بھی شامل تھے نماز کے بعد مسجد کے دالان کے شمالی کمرہ (سابقہ درسگاہ صدر صاحب مرحوم) میں کھانا تناول فرمایا والدہ ماجدہ کے لئے دعائے صحت کرنے کا عرض کیا تو فرمایا "یا اللہ یا سلام یا قوی" کا ورد بعد داہل البدر ۳۱۳ مرتبہ کیا کرے اُسے میری طرف سے سلام کہدو انشاء اللہ صحت و قوت و سلامتی ہوگی۔ نماز عصر دار العلوم کے دار الحدیث میں پڑھائی بندہ کو بھی اقتدار کی سعادت نصیب ہوئی نماز کے بعد اپنے خاص خادم مولانا ابوالخیر کو رائے ٹیک میں ملتے کے لئے الفاظ کہدیئے کہ اس طرح لکھ دو پھر دار العلوم کے مغربی سمت ملک محمد شریف خان کے دیئے ہوئے اراضی میں اپنے دستِ اقدس سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کے لئے کدال ماری پھر اپنی جیب خاص سے مسجد کیلئے دس روپے کی مبارک رقم عنائت فرمائی اور حاضرین سے بھی ہزاروں روپے چندہ کرایا شام کے قریب مردان روانہ ہوئے بندہ بھی دوسری کار میں ساتھ روانہ ہوا۔ شام کے بعد مردان گنڈیری حکیم صاحب کے مکان پر پہنچے بندہ کو پاؤں دبانے کی سعادت حاصل ہوئی کھانے میں بھی ساتھ بیٹھا اور ایک ہی پلیٹ میں خود شریک کرتے رہے اور بار بار کھاؤ کھاؤ کے مبارک توجہات سے بہرہ یاب فرماتے رہے عشاء کی نماز اس مکان میں ان کے پیچھے پڑھی اور رات کو بھی یہیں قیام ہوا صبح کی نماز مسجد میں ان کی اقتداء میں پڑھی تقریر اور عام بیعت کثیر الناس کے بعد چائے پی بندہ کو اپنے ساتھ خاص چائے میں شریک کیا اور بار بار کھلاتے رہے اور پوچھتے تھے کہ "د حقہ خو نہ یی" دار العلوم کے متعلق حاضرین کو کہتے تھے کہ بڑی خوشی ہوئی مولانا عبدالحق مخلص ہیں وہاں ان کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ۲ بجے کے قریب اتنے دل مغموم کے ساتھ اجازت لی فرمایا ہاں مولانا پریشان ہونگے آج تم جاؤ پھر معانقہ کا شرف حاصل ہوا اور فرمایا تم لوگ میرے ساتھ وابستہ ہوئے ہو ــــــ فرمایا کہ وظیفہ و ذکر پر مداومت کرو اور مولانا کو میرا بہت بہت سلام عرض کردو۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے رخصت کیا اور زیادتِ علم کی دُعا دہرائی۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۹)

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ

مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظامِ اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہادِ افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مُؤتمر المصنّفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)

تحریر: ابو اسامہ مولانا سمیع الحق

دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کی طرح روشنی کی ایک قندیل ہے

الجزائر کے عظیم انقلابی رہنما الشیخ بشیر الابراہیمی کا دارالعلوم حقانیہ میں خطاب

الجزائر کے مجاہدین آزادی کے تعاون کیلئے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی سرپرستی میں کمیٹی قائم ہوئی

مولانا سمیع الحق کی ذاتی ڈائری سے انتخاب

اکوڑہ خٹک ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ~~کل الجزائری مسلمانوں~~ کا وفد جو ان دنوں پاکستان کا دورہ کر رہا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی دعوت پر اکوڑہ خٹک آیا۔ دارالعلوم کی زیر تعمیر عمارت کے قریب گاؤں کے لوگوں، دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ رات کو دارالعلوم حقانیہ کی قدیم عمارت میں ایک جلسہ عام ہوا جس کی صدارت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے کی جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ وفد کے اراکین علامہ بشیر الابراہیمی صاحب اور استاد احمد بودہ صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء۔ واساتذہ اور اراکین کے ساتھ کافی دیر تک تبادلہ خیالات کیا۔ بشیر الابراہیمی صاحب جو خود جید عالم اور استاد ہیں اور جو ہزاروں شاگردوں کے استاد رہ چکے ہیں نیز جنھوں نے الجزائر میں تین سو دارالعلوموں کا اہتمام اور انتظام چلایا ہے نے دارالعلوم حقانیہ کو چند تحریری مشورے دیئے اور اپنی قیمتی رائے سے نوازا۔ احمد بودا صاحب پشتو ادلس کے کارکنوں کے ساتھ کئی گھنٹے مصروف گفتگو رہے اور ان کو مفید مشورے ملے۔

جلسہ ۹½ بجے شروع ہوا اور ۱ بجے ختم ہوا۔ جلسے کے اختتام پر الجزائر کے مجاہدین کے لیے امدادی کمیٹی بنائی گئی جس کے سرپرست حاجی محمد اعظم خان رئیس اعظم اکوڑہ خٹک اور خان نور الٰہی خان صاحب سابق ڈائریکٹر محکمہ تعلیم صوبہ سرحد ہوئے۔ مہمانوں نے رات محمد اعظم خان کے ہاں گزاری۔

یہ وفد آج ۷ بجے صبح بذریعہ کار راولپنڈی روانہ ہوا اور ۱۰ بجے راولپنڈی پہنچا معلوم ہوا ہے کہ آج رات ۹½ راولپنڈی کی جامع مسجد میں جلسہ عام ہوگا۔

حضرت العلامہ بشیر الابراہیمی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کی وسیع جلسہ گاہ میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

بھائیو! میں نے آج ۶ بجے اکوڑہ خٹک پہنچ کر جو کچھ دیکھا اس سے میں نہایت متحیر اور متعجب ہوا کیونکہ اس چھوٹے سے قصبے میں اس قدر شاندار استقبال اور عظیم اجتماع میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قریہ کے عوام میں سلف کی روح باقی اور تازہ ہے۔ مجھے آپ لوگوں کا ذوق و شوق دیکھ کر واقعی تعجب ہوتا ہے۔ گاؤں چھوٹی سی بستی کو کہتے ہیں۔ مگر گاؤں کی اہمیت کا یہ حال ہے کہ خود خالق کائنات نے قرآن شریف میں بیسیوں مقام پر دیہات کا ذکر کیا ہے اور شہر کا ذکر صرف دو مقام پر آیا ہے۔ اور صرف یہ نہیں قرآن شریف میں مکہ معظمہ کو "ام القریٰ" یعنی دیہات کی ماں کہا گیا ہے۔ ام المدائن یعنی شہروں کی ماں نہیں کہا گیا۔ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ خداوند پاک خود دیہات کی اہمیت کی طرف ہماری توجہ دلاتا ہے۔ مگر دیہات اور قصبات کی اس حیثیت اور اہمیت کو صرف سمجھدار لوگ جانتے ہیں۔ آج میں نے یہاں اکوڑہ خٹک میں جو ایک قریہ ہے۔ آکر دیکھا اور سمجھا کہ واقعی دیہات اہم اور قابل قدر ہوتے ہیں۔ میں نے اس گاؤں میں جو کچھ دیکھا اس میں مجھے وہ روح نظر آتی جو حقیقت میں اسلام کی روح ہے۔ آپ لوگوں نے جس ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا۔ وہ اسلام کی اصل حقیقت ہے۔ عربی میں ایک ضرب المثل ہے کہ چھوٹی نہروں میں وہ نایاب چیزیں پائی جاتی ہیں جو بڑے دریاؤں اور سمندروں میں نہیں ہوتیں۔ اس چھوٹے قصبہ میں پہنچ کر مجھے یہ ضرب المثل اس لیے یاد آئی کہ اس گاؤں میں دین اور اسلام کے لیے جو ذوق و شوق موجود ہے وہ مجھے بڑے بڑے شہروں میں کم نظر آیا ہے۔ میں نے یہاں دیکھا کہ یہاں دین اور دینی علوم کی سرپرستی ہو رہی ہے یہاں کا بچہ بچہ

طالب قرآن اور خادم دین ہے اور ان لوگوں نے ہمارا جس شان سے استقبال کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اسلام پروری اور اخوت بھی بدرجہ اتم موجود ہے میں یقین سے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر یہاں یہ کیفیت برقرار رہی تو اس گاؤں اکوڑہ خٹک کو سرچشمہ علوم دینیہ بننے میں کوئی تامل نہیں کرے گا۔

ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند ہے جو ہندوستان بھر میں اسلام کا بلند ترین مینارہ ہے اس مرکز سے دنیا کے کونے کونے میں دین پہنچا یعنی بت کدہ کے اندھیروں میں ایمان کا ایک چراغ ہے۔ اب یہ دارالعلوم حقانیہ اس روشنی کے مینار کا ایک روشن قندیل ہے اس کی ترقی، اس کے طلباء کا جوش و خروش، یہاں کے اساتذہ کی ہمت اور یہاں کے لوگوں کے دینی جذبات دیکھ کر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ دارالعلوم انشاء اللہ دیوبند کی طرح بلکہ اس سے زیادہ روشنی کا مینار ہوگا۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس دارالعلوم (حقانیہ) کے ساتھ نہ تو حکومت کوئی امداد کرتی ہے اور نہ اس کی وقف جائیداد ہے۔ اور یہ صرف عوام کے چندوں پر چلتا ہے یہ معلوم کر کے مجھے حیرت ہوئی کہ عوام اتنے بڑے دارالعلوم کو اس شاندار اور منظم طریقے پر چلا رہے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ اس دارالعلوم کو اس سے بھی زیادہ کامیاب بنائیں گے۔ آپ نے اپنی تقریر کو دعائیہ کلمات پر ختم کرتے ہوئے کہا میں آپ کے لیے صدق دل سے یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کے اس عملی جہاد (دارالعلوم حقانیہ) کو کامیاب بنائے۔ اور اس سلسلے میں آپ جو قربانیاں دے رہے ہیں خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ اور یہ دارالعلوم دنیا بھر کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہو اور دنیا بھر کے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ نے الجزائری وفد کا جس جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا اور جس بھاری تعداد میں آپ جمع ہوئے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دلوں میں ایمان اور اخوت موجود ہے جس کے لیے آپ شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں اپنی طرف سے امدالجزائری مجاہدین اور ارکان وفد کی طرف سے اکوڑہ خٹک اس کے عوام اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم، سٹاف، کارکنوں اور طلباء کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس موقع پر استاد احمد بودہ نے بھی خطاب کیا۔

مرحلے راہِ فنا کے مجھ پہ آساں ہو گئے
داغہائے دردِ ہستی شمعِ عرفاں ہو گئے

ماہنامہ الحق کے شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق نمبر
کی اشاعت کے موقع پر ہماری خصوصی
رعایتی سکیم
ادارہ مؤتمر المصنفین کی تمام مطبوعات بالخصوص مولانا عبدالقیوم حقانی کی تمام تصنیفات ۳۳ فی صد کی خصوصی رعایت پر صرف ایک خط لکھ کر، آپ گھر بیٹھے وصول کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ
ادارۃ العلم والتحقیق کی خصوصی رکنیت قبول کرلیں رکنیت کیلئے کوئی فیس نہیں ایک کارڈ لکھ کر صرف رکنیت نمبر حاصل کرلیں۔
دفتر: ادارۃ العلم والتحقیق
دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

دارالعلوم حقانیہ کے گیارہ سال مکمل ہونے پر

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا امراء اور حکام کو چیلنج

مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی جو خدمت ایک عالم دین مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے کیا امراء اور حکام سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، اتنی کی ہے؟ حالانکہ آپ نے مملکتِ پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ دونوں اوّل روز سے اکابر علماء دیوبند، مشائخ و اساطینِ علم کے منظورِ نظر، توجہ و عنایت اور دلچسپیوں کا محور رہے ہیں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ فکرِ ولی اللّٰہی کے ترجمان، قرآن حکیم کے عظیم شارح اور عظیم مفسر تھے۔ ان کا علمی و دینی اور روحانی مقام مسلّم اور تمام مکتبِ فکر میں اُن کی شخصیت ہر لحاظ سے قابل قدر تھی۔ ان کے تلامذہ پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے اور مصروفِ خدمتِ دین ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا تو یہاں کے فضلاء شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ترغیب سے حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ و تفسیرِ قرآن کیلئے لاہور جایا کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ کو بھی پاکستان کے حالات بالخصوص سرحد اور افغانستان کی قربت کے لحاظ سے اور دارالعلوم حقانیہ کے طریقِ کار اور نظام تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اس کی اہمیت کا اندازہ تھا اور وہ اسے اپنا دارالعلوم سمجھتے تھے۔ ابھی دارالعلوم کو قائم ہوئے گیارہ سال ہوئے تھے کہ حضرت لاہوریؒ نے ہفت روزہ "خدام الدین" میں اپنی تحریر سے دارالعلوم حقانیہ کو سامنے رکھ کر حکومتِ پاکستان، وزارتِ تعلیم، اُمراء و حکام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج کیا۔ ذیل میں حضرت لاہوریؒ کی وہی تحریر ہفت روزہ "خدام الدین" (۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء) سے منقول ہے۔ جس سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے کردار کے ایک اہم گوشہ اور دارالعلوم حقانیہ کی عظمت و رفعت پر روشنی پڑتی ہے ——— (ادارہ) ———

اے تعلیمیافتہ حضرات! اگر آپ اجازت دیں تو کیا آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے قومی خزانے سے آج تک لاکھوں روپیہ بصورتِ تنخواہ وصول کیا اور لاکھوں روپیہ غیر ممالک کی سیر و تفریح میں خرچ کیا اور دوسرے ممالک میں اجنبی عورتوں سے ڈانس بھی کیا، پاکستانی روپے سے غیر ممالک میں جا کر دوسروں کو خوب شراب پلائی اور خود بھی پیٹ بھر کر پی۔ اس غریب اور مفلس قوم کا روپیہ برباد کر کے اپنی قوم کا کیا بھلا کیا ہے؟ آپ نے وہی کیا جو اپنا کچا چھٹا اشتہار چکے ہیں۔ با ایں ہمہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ میرے تعلیمیافتہ بھائیو! مسلمان کا ایمان ہے کہ قیامت آنے والی ہے، اُس دن ہر ایک انسان سے اُس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا کہ اپنے خالق کے لیے کیا کیا تھا؟ اور اس کے دین کی کیا خدمت کی تھی اور خود دینِ الٰہی کی کتنی پابندی کی تھی؟ اُس دن کیا جواب دیں گے؟ کیا اس دن آپ یہی جواب دیں گے کہ شراب پیا کرتے تھے، پرائی عورتوں سے ڈانس کیا کرتے تھے، ثقافتِ اسلامی کے نام سے رقص و سرود کی محفلیں رچایا کرتے تھے اور اَسی اَسی ہزار روپیہ اے اللہ تیرے بندوں کی کمائی کا (جو ٹیکسوں سے وصول کیا کرتے تھے) ان رنگ رلیوں پر صرف کیا کرتے تھے۔ اور جب علماء دین ان حرکتوں پر ہمیں متنبہ کیا کرتے تھے تو ہم جواب میں کہا کرتے تھے کہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں، مولوی کیا جانتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

میرے بھائیو! خدا سے ڈرو، خدا تعالیٰ قہار ہے جبار ہے۔ جب تمہیں پکڑے گا تو تمہیں اس کی گرفت سے کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔

قرآنِ مجید کی تعلیم سے بے نیاز ہونے والے بھائیو غور سے سُنو!

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَئُوْا

فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ ٥ (سورۃ آیت ــ)

(ترجمہ) "کیا تمہیں ہماری آیتیں نہ سنائی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ربّ ہمارے ہمیں اس سے نکال دے اگر پھر کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے، فرمائے گا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔"

اب سنئے! اسلام کے حفظ و بقا کے لیے علماء کرام نے کیا کیا!

ہفت روزہ "اقدام" مورخہ ۵ جنوری ۱۹۵۸ء

مذاکرہ کا افتتاح کرتے ہوئے صدرِ مملکت جناب میجر جنرل سکندر مرزا نے تنگ نظر ملّائیت پر بھرپور حملے کرنے کی کوشش فرمائی اور اہلِ علم و نظر کو دعوت دی کہ وہ اسلام کے سرمدی اور جاودانی اصولوں کو ملّا ازم کی غلط روایات سے علیحدہ ہو کر ضروریاتِ زمانہ کے مطابق پرکھیں اور مقتضیاتِ حاضرہ پر ان کا انطباق کریں۔

کاش! صدرِ مملکت اس قسم کی فرسودہ اور بے معنی طرزِ تخاطب کی بجائے اس موقعہ پر زیادہ ٹھوس اور زیادہ وزنی ارشادات اپنے نطقِ ہمایوں سے ادا فرماتے۔ ملّا ازم کے خلاف ہر تھرڈ کلاس گریجویٹ اور ہر سیاسی نٹ کھٹ گرجنے اور برسنے کا عادی ہے۔ اس لیے صدرِ مملکت نے اس فرسودہ زمین پر طبع آزمائی فرما کر کوئی نئی بات نہیں کی۔ مزا تو جب تھا کہ اس بین الاقوامی اجتماع میں صدرِ مملکت اپنے بلند منصب اور بیش بہا اعزاز کے مطابق تاریخ کی کچھ باتیں بھی کہتے اور حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مقابلہ میں اسلام کے موجودہ اور مستقبل کے زوال کا ذکر بھی فرماتے تاکہ صرف قومی اخبارات میں چھپنے کی بجائے اُن کی تقریر دلپذیر بین الاقوامی پریس کے لیے بھی کاپی بن سکتی۔

(۱) کیا صدرِ مملکت کو یہ معلوم نہیں کہ جب برطانوی، فرانسیسی، ڈچ اور ہسپانوی امپیریلزم نے مشرق میں اپنے پاؤں پھیلائے اور ایشیا کے ممالک ان فرمانی طاقتوں کے سامنے پس گئے اور مسلمانوں کی سلطنتوں کے چراغ ایک ایک کرکے گل ہو گئے تو وہ یہی ملّا ہی تھے جنہوں نے کرانٹوں کے الحاق اور زندقہ اور ان کی تہذیب و تمدن کے مسموم اثرات سے جمہورِ اسلام کو محفوظ رکھنے کے لیے منظّم جدّ و جہد کی؟

(۲) کیا صدرِ مملکت اس بات سے بے خبر ہیں کہ اگر ملّا ازم حاکموں کی فتوحات کے سیلاب کے سامنے اپنے فناٹزم اور شدتِ تعصب کی شکل میں چٹان کی مانند ڈٹ نہ گئی ہوتی تو اس میں جاہ پرست طبقوں سے لے کر مسلم جمہور سب ہی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے ہوتے۔

(۳) کیا جناب میجر جنرل سکندر مرزا اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ سلطنت ختم ہو جانے کے باوجود ملّاؤں کی وجہ ہی سے ہماری سماجی زندگی اسلام کے رُخ پر قائم ہوئی؟

(۴) کیا یہ ملّا ہی نہ تھے جنہوں نے ہمارے بچوں کی پیدائش پر کان میں اذان کہنے کی رسم اور موت کے آخری دموں پر سورۃ یٰس کی تلاوت پر اصرار سے مسلم عوام اور خواص میں اسلامی احساس کو بیدار رکھا۔

اگر ملّا اس تعصب سے کام نہ لیتے تو آج مسلمانوں کے بچے الیگزینڈر اور جان کہلاتے والے تو ہوتے لیکن اسکندر اور خلیق الزمان کہلانے والے خال خال ہی نظر آتے۔

(۵) آخر یہ کس کا اعجاز ہے کہ سلطنت ختم ہو جانے کے دو سو سال بعد بھی ظلمت کدۂ ہند میں نو دس کروڑ فرزندانِ توحید موجود تھے اور فرنگی کے منحوس اور تاریک سایوں کے باوجود ان کی سیاسی اور سماجی زندگی اپنے انوکھے پن سے قائم تھی۔

(۶) اگر آج بھی تاریخ کا دیانتداری سے مطالعہ کیا جائے تو بیسویں صدی میں اسلامی ملکوں میں نئی قومی تحریکوں میں اُن لوگوں کا ہی ہاتھ تھا جنہیں آج کے پڑھے لکھے جاہل لوگ ملّا کٹ، ملّا متعصب اور تنگ نظر کے نام سے پکارتے ہیں۔

(۷) مسلمانوں کی قومی زندگی میں جس قدر قربانیاں ملّاؤں نے کی ہیں اُس کا عشرِ عشیر بھی فرنگی کی معنوی اولاد نے نہیں کیں۔

حضرت علّامہ اقبالؒ نے انہی جذبات سے متاثر ہو کر ملّا کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا تھا ؎

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو اس کے دشت و دمن سے نکال دو

تقسیمِ ملک کے بعد علماء کرام نے کیا کیا؟

مملکتِ خداداد پاکستان کی گذشتہ دس سالہ زندگی میں تعلیم یافتہ طبقہ نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ سن چکے ہیں کہ سوائے پارٹی بازی کی لڑائی کے اور اپنی پارٹی کو برسرِ اقتدار لانے کے اور ایک دوسرے کی پارٹی کے گرانے کے اور انہوں نے کیا کیا ہے؟ ملک کے باشندے اشیاء کی گرانی کے باعث سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، بقدرِ ضرورت کاروبار نہ ملنے کے باعث پریشان حال ہیں ـــ ایک دفعہ میں نے گرم صدری کے لیے کپڑا خریدا جو ۱۹ روپے گز کے حساب سے ملا، درزی میرے ساتھ تھا وہ کہنے لگا جی انگریز کے وقت میں یہ کپڑا ہم ۱۹ آنے گز کے حساب سے خریدا کرتے تھے ـــ علیٰ ھٰذا القیاس ہر چیز کی گرانی ناقابلِ برداشت ہے۔

علماء کرام نے تقسیمِ ملک کے بعد مدارسِ عربیہ قائم کیے ہیں تاکہ مسلمانوں میں اللہ تعالےٰ کے دین کی اشاعت کرنے والے پیدا ہوں۔ مثلاً:۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

اس کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ حقانی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔

کوائف دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سال گذشتہ رمضان سے پہلے کی رپورٹ

نوٹ: تقسیمِ ہند کے بعد ۱۳۶۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ کا سنگِ بنیاد توکلاً علی اللہ دارالعلوم دیوبند اور حضرات اکابر کے طریقِ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے رکھا گیا۔ اللہ کے فضل سے (اب) اُسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اس قلیل عرصہ میں (ابھی دارالعلوم کا آغاز ہے) ۳۵۰ طلباء باقاعدہ سندِ فراغت حاصل کرکے ملک و بیرونِ دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ والحمد للہ

شعبۂ عربی علومِ دینیہ

سالِ رواں (۱۹۵۸ء) میں طلباءِ علومِ دینیہ کی تعداد	۳۳۰
تعداد اساتذہ	۹ عدد
شعبۂ تجوید و قرأت	ایک ماہر قاری
شعبۂ افتاء و تبلیغ	ایک ماہر و فاضل مفتی

شعبہ تعلیم القرآن (درجۂ پرائمری)

سالِ رواں (۱۹۵۸ء) میں تعداد طلبہ	۵۰۰
تعداد اساتذہ	۷ عدد

نصابِ تعلیم

عصری ضروری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت — سنہ ۱۹ء

حضرت شیخ العرب والعجم امام العصر مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ اس شعبہ (تعلیم القرآن) کا افتتاح اپنی تشریف آوری کے موقعہ پر فرمایا۔ اس عرصہ میں کئی ہزار بچے اس درجہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

کُل تعداد طلبہ دارالعلوم حقانیہ درجہ عربی و فارسی	۸۳۰
کُل تعداد اساتذۂ کرام	۱۷

اخراجات

ماہانہ خرچ کا تخمینہ اوسطاً	ساڑھے چھ ہزار روپے (۶۵۰۰/-)
سالانہ اخراجات کا بجٹ سالِ رواں (۱۹۵۸ء)	اٹھہتر ہزار روپے (۷۸۰۰۰/-)

درجہ عربی کے تمام طلباء کی ضروریات (مثلاً کتب، قیام و طعام، روشنی، ادویہ، صابن، ضروریات امتحانات وغیرہ کا دارالعلوم کفیل ہے — مطبخ سے اس سال ۲۰۰ طلباء کو صبح و شام کھانا دیا جاتا رہا ہے۔

تعمیرات

تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے دارالعلوم کے لیے ایک شاندار عمارت تعمیر ہوچکی ہے، جو درسگاہوں اور دفاتر پر مشتمل ہے۔

دارالاقامہ و مسجد کی تعمیر کی حالاً اشد ضرورت ہے جس پر کئی لاکھ روپیہ کی لاگت کا تخمینہ ہے

تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج !

مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی خدمت

جو ایک عالم دین حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے۔ کیا آپ سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اتنی کی ہے حالانکہ آپ نے مملکت پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے۔

تقسیمِ ملک کے بعد علماءِ کرام نے

پاکستان میں بقاء و احیاءِ اسلام کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں، کیا پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ جو برسرِ اقتدار ہے، وہ احیاءِ دین کی خدمات کا کوئی نمونہ پیش کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

دُعاء

اے حق پرست علماءِ کرام! خداتعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس کا داخلہ نصیب فرمائے۔ اور اے (جدید) تعلیم یافتہ حضرات! خداتعالیٰ تمہیں بھی اس قسم کی خدماتِ جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہوجائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

* * *

کارفرما ہے ابھی تک جذبۂ پیرِ مغاں
مستیٔ رنداں وہی ہے گرمیٔ محفل وہی

*

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

پاکستان میں دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مفکر اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ۲۴ سال قبل کی تحریر

دارالعلوم دیوبند ایشیاء میں واحد اسلامی یونیورسٹی ہے جو ایک صدی سے عرب و عجم کے تشنگان علوم و معارف کو سیراب کرتی ہے وہ اپنی بعض خصوصیات میں مصر کے جامعہ ازہر پر بھی فوقیت رکھتی ہے ۔

دہلی سے لے کر کلکتہ تک اس کی شاخیں فریضہ تدریس و تبلیغ میں مصروف ہیں ۔ روس، کابل ' قبائل ' سرحد ' بلوچستان ' بخارا ' تاشقند ' شام و عراق ' یوپی ' بنگال ' مدارس اور بمبئی کے طالبان علوم اسلامیہ کی تعداد یہاں آ کر مستفید ہوتے ہیں ۔ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان بن گیا اور پاکستان نیز ملحقہ اوطان و قبائل کے پیاسوں کو دارالعلوم دیوبند اور دہلی وغیرہ سے تفسیر و حدیث کے آب زم زم سے پیاس بجھانے کی راہ میں دشواریاں حایل ہو گئیں ۔ اور دینی تڑپ رکھنے والے بزرگوں کو بڑی فکر دامنگیر ہوئی ۔ اللہ تعالٰی نے بہت جلد ان کی سن لی اور سابق صوبہ سرحد اور ملحقہ اوطان و قبائل کے دیندار مسلمانوں کے نئے دینی تعلیم کا بہترین انتظام فرمایا ۔ یہاں تک کہ اگر پشتو علوم عربیہ قانون اسلامیہ اور معارف دینیہ میں درجہ کمال کی بھی خواہش رکھیں ان کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کفایت کرتا ہے کہ اللہ جزائے خیر دے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو جس نے دارالعلوم حقانیہ کو ایک کامیاب یونیورسٹی کے مقام تک تھوڑے عرصہ میں پہنچا دیا ۔ دارالعلوم حقانیہ ایک جامع اور عظیم اسلامی درسگاہ ہونے کے سوا یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ اس نے تمام سرحدی ممالک میں اسلامی مدارس کے لئے شاہراہ بنیادی ہے ۔ اس دارالعلوم کے بعد اس کے شاگردوں اور متوسلوں نے ملک میں تقریباً اسی (۸۰) عربی مدرسے بنا کر ملک بھر کو قرآن و حدیث سے سیراب کرنا شروع کر دیا ہے اس کی شاندار عمارت اس کے لائق اساتذہ اور اس کے سینکڑوں طالب علموں اور بہترین دیانتدار ارباب اہتمام نے تمام ملک کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے ۔

اس سال اس کی دعوت اور کوشش سے دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے قدوم میمنت لزوم فرما کر دارالعلوم حقانیہ کی عزت و شہرت کو چار چاند لگا دئے ۔ دارالعلوم کے سالانہ اجلاس میں حضرت قاری صاحب موصوف کی تقریر سننے اور ان کا دیدار کرنے کے لئے دور و نزدیک کے لاتعداد علماء کرام اور دوسرے عوام کا سیلاب امڈ آیا تھا ۔ چنانچہ ۱۱ اکتوبر ۵۷ء کو رات کے ۱۲ بجے تک آپ کی بہترین تقریر جس کے ایک ایک جملے سے حضرت خاتم المتکلمین مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے بے مثل طرز بیان کی خوشبو مہک رہی تھی ۔

اہل اسلام نے جس عشق و محبت سے ہمہ تن گوش ہو کر انسان کی حقیقت خلافت اور اس کے مقام کے بارہ میں حضرت کے ارشادات کو سنا اس کی مثال نہیں مل سکتی ۔ خوش قسمت تھے وہ تیس فارغ التحصیل علماء کرام جن کی دستار بندی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب ' حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بنفس نفیس حصہ لیا ۔

ان حضرات نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی سربفلک عمارت کے پاس جامع مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا ۔ حضرت قاری صاحب موصوف نے دوسرے مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی دعوت پر وہاں بھی قدم رنجہ فرمانا منظور کر کے وہاں کے طلباء کو بھی مخصوص نصائح سے سرفراز فرمایا ۔ اہل ملک دارالعلوم حقانیہ کے ارباب بست و کشاد اور خاص کر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم کے شاکر ہیں کہ انہوں نے سارے صوبہ میں درس علوم کے فرض کفایہ کو بوجوہ اتم ادا فرمایا اور حضرت قاری صاحب کو لا کر تمام ملک پر احسان عظیم کیا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی دارالعلوم حقانیہ کو اسی طرح خدمت کی توفیق عطا فرمائے ۔

ترجمان اسلام لاہور ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۸ء

۲۵ سال قبل دارالعلوم حقانیہ کے علمی جشن کا ایک رُوح پرور منظر

مولانا محمد یعقوب القاسمی

اکتوبر ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کا ایک دلچسپ اور روح پرور منظر، جو مولانا محمد یعقوب القاسمی نے ضبط کیا ہے ۲۵ سال قبل کا یہ علمی، دینی، روحانی اور ایمانی افروز منظر کتنا دلچسپ، کتنا ایمان افروز اور کس قدر پُر بہار تھا۔ کیسے کیسے لوگ تھے، کتنی عظیم شخصیتیں تھیں، کتنی برکات والے حضرات تھے، ان کی کیسی کیسی توجہات تھیں اور کیسی کیسی عنایات تھیں، اور اب جو کچھ ظاہر ہوا ہے اور ہو رہا ہے اس میں ان ہی کی دعاہائے سحرگاہی اور توجہات کے اثرات ہی تو ہیں کہ آج دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی عظیم یونیورسٹی قرار پاتا ہے۔ آئیے! ۲۵ سال قبل ماضی کے ایمان آفرین جھروکوں میں جھانک لیں کہ مستقبل کی تعمیر بھی تو ماضی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ (ادارہ)

آج بروز جمعرات ۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو عصر کی نماز کے قریب اکوڑہ کی سرزمین پر قدم رکھا۔ سامنے ہی مادرِ علمی و قبلۂ علمی کو دیکھ کر دل میں سرور، آنکھوں میں نور، دماغ میں راحت، سینے میں جذبۂ محبت و عقیدت اُبھرا، دارالعلوم کی عالیشان عمارت اور ساتھ ہی عظیم مسجد، پھر مسجد کا بلند و بالا منقش مینار جو کہ علم کا مینار ہے عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔

الحمدللہ کہ ہمارا یہ قبلۂ علمی سال بہ سال ترقی کر رہا ہے۔ اب تک اس دارالعلوم سے سات سو فضلاءِ کرام فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ اور پھر دارالعلوم کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس کے فاضل دینِ اسلام کی خدمت میں مختلف جگہوں پر لگے ہوئے ہیں، کوئی بھی ایسا نہیں جو خدمتِ دین میں مصروف نہ ہو — اب بھی ہفتہ کے روز سے شروع ہونے والے عظیم اجلاس میں ۳۰۰ فارغ التحصیل فضلاء کی دستار بندی ہوتی ہے۔

دارالعلوم پہنچکر سیدھا دفتر اہتمام میں گیا۔ ابن شیخ الحدیث حضرت مولینا سمیع الحق صاحب مدیر ماہنامہ الحق اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوئی، چونکہ نماز کا وقت قریب تھا اس لیے فوراً مسجد پہنچا۔ سینکڑوں کی تعداد میں دور دراز کے فضلاء پہنچ چکے تھے۔ استاذنا المعظم شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) مسجد میں رونق افروز ہو کر نوافل میں مشغول تھے۔ اسی طرح مسجد میں کوئی ذکر اللہ میں مشغول، کوئی نوافل میں مشغول، کوئی وضو کر رہا ہے، صفیں بنی ہوئی ہیں، اب جماعت کھڑی ہوئی، حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے نماز پڑھائی — اس وقت ایک عجیب سا منظر ہے، جگہ بھی مقدس ہے، جماعت بھی مقدس ہے۔ کیوں نہ ہو یہ تو ہمارا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے جن کے پاؤں تلے فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں، کیا یہ شرف دنیا کے کسی بادشاہ کو نصیب ہوا ہے؟ قیصر و کسریٰ جیسی سلطنت رکھنے والے بھی اِن بوریا نشینوں اور چٹائیوں پر لیٹنے والوں کے آگے ہیچ ہیں، فرشتوں کی سلامی انہی بوریا نشینوں کو ملتی ہے۔

جماعت ہو چکی تو جلسہ کے انتظامات کے سلسلہ میں حضرت الشیخ دامت برکاتہم نے طلباءِ کرام کو کچھ ارشادات فرمائے — فرمایا: ”بھائیو! یہ دارالعلوم ہم سب کا ہے، یہاں پر میں اور آپ سب برابر ہیں، یہ دارالعلوم دین کی خدمت کیلئے قائم ہوا ہے۔ اب جلسۂ دستار بندی ان شاء اللہ ہفتہ کے روز شروع ہو رہا ہے باہر سے مہمانوں نے تشریف لانا ہے ہمیں چاہئیے کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں، ہزاروں لوگ آتے ہیں اس لیے نظم و ضبط کو قائم رکھنا ہوگا، خداوند تعالیٰ اس جلسہ کو جو کہ خالص دینی و مذہبی اجتماع ہے اسے دارالعلوم کی ترقی، آپ کی ترقی اور دین کی ترقی کا باعث بنائے۔“ (آمین)

حضرت الشیخ کے ارشادات کے بعد مختلف انتظامی کمیٹیاں بنائی گئیں، چند نام یہ ہیں: — ”خدّام العلماء، خدّامِ مطبخ، خدّامِ مطعم، خدّامِ آب رسانی، خدّامِ جلسہ، خدّامِ اسٹیج وغیرہ وغیرہ“ — ہر کمیٹی کے لیے ناظموں کا انتخاب بھی کیا گیا۔ انتظامات کے متعلق بار بار ہدایات ہوتی رہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ اتنی کمیٹیاں کیوں بنائی گئیں؟ — تو عرض ہے کہ دارالعلوم جس طرح ممتاز حیثیت رکھتا ہے اسی طرح اس کے جو اجتماعات ہوتے ہیں وہ بھی ممتاز حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اجتماع میں شرکت کرنے کے لیے مدعو مہمانوں کے علاوہ دُوسرے ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے لوگوں کو باقاعدہ دارالعلوم کی طرف سے صبح و شام کھانا دیا جاتا ہے اور یہ طریقہ دُوسرے اجتماعات کا نہیں۔

اب کمیٹیاں بنانے کے بعد حضرت الاستاذ دامت برکاتہم نے اس انداز اور سوز میں دُعا فرمائی کہ ہمیں تو آنسو آ گئے، حضرت الشیخ (رحمۃ اللہ علیہ)

کی عاجزی و انکساری، اللہ اللہ!

اب حضرت الشیخ دامت برکاتہم سے ملاقات کی، وہ بیٹھے ہوئے تھے اُٹھ کر گلے سے لگالیا، حال احوال دریافت فرمائے۔ ان کو اپنے فضلاء وطلباء سے کتنی محبت اور کس قدر اُنس اور کتنا لگاؤ ہے، اس کا اندازہ مشکل ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام اور علم دین کے حق میں اس اجتماع کی کامیابی کے لیے ایک ماہ سے دُعائیں جاری ہیں۔

جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے دارالعلوم میں گہما گہمی بڑھ رہی ہے جن کی دستار بندی ہونی ہے وہ بھی اور دوسرے فضلاء بھی دھڑا دھڑ پہنچ رہے ہیں، ساتھی آپس میں مل کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں، مصافحے ہو رہے ہیں، چہروں پر خوشی ومسرت کی لہریں دوڑ رہی ہیں، رات بھر چہل پہل جاری رہی۔

جمعۃ المبارک ۶ اکتوبر

آج صبح سویرے عظیم علمی شخصیت حضرت العلامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی بہاولپور سے دارالعلوم کے اجتماع میں شرکت کرنے کے لیے تشریف لے آئے، آپ کا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ قیام گاہ تشریف لے گئے، حضرت شیخ الحدیث صاحب بھی ساتھ ہیں، بات چیت ہو رہی ہے۔ حضرت افغانی مدظلہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "کئی ٹیشنوں پر احباب آتے رہے اور وقت مانگتے رہے۔ میں اب بھی دارالعلوم حقانیہ کی خاطر بیس ۲ جلسوں کا پروگرام ملتوی کر کے یہاں آیا ہوں، ساتھیوں کو مَیں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ افضل المدارس ہے اس لیے سب کچھ چھوڑ کر وہاں جاتا ہے، اسی طرح میرے نزدیک دارالعلوم کا ماہنامہ الحق بھی افضل الرسائل ہے اسی لیے مَیں اس کے لیے ہی مضامین لکھ کر بھیجدیتا ہوں۔"

> قیصر وکسریٰ جیسی سلطنت رکھنے والے بھی ان بوریہ نشینوں اور چٹائیوں پر لیٹنے والوں کے آگے ہیچ ہیں، فرشتوں کی سلامی انہی بوریہ نشینوں کو ملتی ہے

ناشتہ کرنے کے بعد حضرت افغانی نے تمام مدرسے کا معائنہ فرمایا، کتب خانہ بھی ملاحظہ فرمایا اور بے انتہا خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا۔

قارئین کرام! آپ یہ پڑھ کر بہت خوش ہوں گے کہ دارالعلوم حقانیہ کی کی سند کو دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی "جامعۃ الازہر مصر" نے بی اے کے برابر درجہ دے دیا ہے۔ حال ہی میں وہاں سے ایک چِٹھی موصول ہوئی ہے جو کہ دارالعلوم کے دفتر اہتمام میں موجود ہے۔ دارالعلوم کے کتب خانہ میں حکومتِ مصر نے اپنی نگرانی میں صحیح طریقے سے تمام اغلاط سے پاک مصری چھاپ میں قرآن چھاپا ہے، صدر ناصر کے دستخطوں سے مزین ایک نسخۂ قرآن دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، حکومتِ مصر کا یہ ایک قابلِ قدر عطیہ ہے۔

جلسہ گاہ میں سٹیج بن چکا ہے، آج خیمے وغیرہ بھی لگ گئے ہیں، مسجد کے میناروں پر اور جلسہ گاہ میں سینکڑوں برقی قمقمے لگا دیئے ہیں۔

آج نمازِ جمعہ حضرت شیخ الحدیث نے مکان کے متصل اپنی مسجد میں پڑھائی، دور دراز سے عوام وخواص جمعہ کے اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے ہیں، حضرت الشیخ نے علم سے لبریز خطاب بھی فرمایا۔ اب جوں جوں دن ختم ہو رہا ہے، دارالعلوم میں مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مختلف پروگرام طے ہو رہے ہیں۔

> میں اب بھی دارالعلوم حقانیہ کی خاطر بیس ۲ جلسوں کا پروگرام ملتوی کر کے آیا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ افضل المدارس ہے۔ (حضرت علامہ افغانیؒ)

اب سورج غروب ہو چکا ہے، اندھیرا چھا رہا ہے، دارالعلوم کے در و دیوار جگمگا رہے ہیں، جنگل میں منگل کا سماں بندھا ہوا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انواراتِ الٰہیہ کی بارش ہو رہی ہے اور حقیقتاً ایسا ہی ہے۔ یہاں تو قال اللہ وقال الرسولؐ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، رحمتِ الٰہیہ اس طرف متوجہ ہے، جلسہ کے لیے انتظامات آج رات تقریباً مکمل ہو گئے ہیں — یہ رات عجیب پُر نور ہے، مسجد کے میناروں سے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ مسجدِ نبوی مدینہ طیبہ کی اذانیں، مسجد حرام کے منظر مطاف میں طائفین کا تکبیر وتہلیل اور تلبیہ وغیرہ نے ایک عجیب سماں باندھا۔

ہفتہ ۷ اکتوبر

آج فرحت وانبساط کی لہر ہر ایک کے قلب میں دوڑ رہی ہے، نہایت ہی چہل پہل ہے۔ اکابرینِ ملت کی آمد آمد ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی تشریف لے آئے ہیں، فقید المثال استقبال ہوا، قیام گاہ میں حضرتِ مہتمم مولانا عبدالحق صاحب کے ہمراہ رونق افروز ہو گئے ہیں، حال احوال معلوم کیے جا رہے ہیں۔ بڑے ہی خوشی ومسرت کے عالم میں فرمایا: "الحمدللہ مدرسہ بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ اسے صدقۂ جاریہ بنائے اور قیامت تک قائم رکھے۔"

آج یکے بعد دیگرے اکابرین علماء کرام کی آمد کا سلسلہ جاری ہے — حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم اور دوسرے اکابر شیخ المحدثین حضرت غور غشتی، جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) حضرت مولانا خان محمد کندیاں شریف، رفیق شیخ الہند اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، خطیبِ ملت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی،

حضرت مولانا سید گُل بادشاہ، حضرت مولانا محمد اجمل خان لاہوری، حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصور، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، حضرت مولانا عبدالقدوس صدر شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی، حضرت مولانا عبدالحکیم، حضرت مولانا قاری محمد امین، حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری، مولانا عزیز الرحمٰن سواتی، مولانا محمد اشرف ایم اے پشاور اور دوسرے ممتاز علماء کرام رونق افروز ہو چکے ہیں۔ اکثر حضرات کا نہایت گرمجوشی سے استقبال ہُوا۔

دارالعلوم میں عوام و خواص ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان ہزاروں عوام و خواص کے طعام وغیرہ کا انتظام دارالعلوم کی طرف سے کیا گیا ہے۔ دارالاقامہ کے تمام کمرے علماء کے لیے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض کمروں پر قُراءِ مصر، علماء سوات، فضلاء دارالعلوم، جمعیۃ علماء اسلام وغیرہ کی تختیاں چسپاں ہیں۔

نمازِ ظہر کی اذان ہو چکی ہے، مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، مسجد کے باہر بھی صفیں بچھ رہی ہیں، چھتوں پر بھی صفیں ہیں، دُور دُور تک کافی صفیں ہیں، دارالعلوم کی جامع مسجد کا اندرونی دالان جس میں تقریباً ۵۰۰ مصلّے ہیں اور باہر کا صحن بھی اسی طرح بہت ہی کشادہ ہے مسجد کی تعمیر پر تقریباً دو لاکھ روپے لاگت آئی ہے اور اب تک کچھ تعمیر باقی ہے۔ نماز کے بعد ۲ بجے پروگرام کے مطابق عظیم الشان جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام اللہ سے ہُوا، مولانا قاری محمد امین اور مولانا قاری عبدالحلیم نے تلاوت کی۔ حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے افتتاح فرمایا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اجلاس کی صدارت شیخ المحدثین قطب سرحد حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتی دامت برکاتہم نے فرمائی، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے خطاب فرمایا، اس کے بعد سالِ اوّل یعنی ۱۳۸۲ھ کے فارغ التحصیل فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔

> الحمد للہ مدرسہ بہت اچھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صدقۂ جاریہ بنائے اور قیامت تک قائم رکھے
>
> (مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

نمازِ مغرب کے بعد دوسری نشست مولانا مشرت شاہ کاکاخیل کی صدارت میں ہوئی، صدارت کے فرائض جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے ادا فرمائے، مولانا عبدالحکیم صاحب نقشبندی نے پشتو میں تقریر فرمائی۔

اجتماع میں ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص موجود ہیں، امیر و غریب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اندازہ ہے کہ اس وقت باہر سے تشریف لانے والے حضرات کی تعداد تیس چالیس ہزار سے کم نہیں، سڑک کے دونوں کنارے تقریباً آدھ میل تک کاریں، بسیں اور ٹرک کھڑے نظر آ رہے ہیں۔

اب حافظ الحدیث حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی تقریر شروع ہوئی۔ علم و حکمت کے موتی بکھیرے جا رہے ہیں۔ الحمد للہ، سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، حضرت دامت برکاتہم نے تقریر کے بعد رات کو ہی واپس تشریف لے جانا ہے اس لیے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا اور اس نشست میں حضرت درخواستی صاحب اور جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید انور صاحب اور دیگر حضرات کے مبارک ہاتھوں سے چند ایک فضلاء کی دستار بندی بھی ہوئی۔ اس گروپ میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔

حضرتِ درخواستی کے بعد مصر کے ایک ممتاز قاری نے تلاوتِ قرآنِ پاک کر کے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اب علّامۂ دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ آپ کے بعد خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے اپنا بیان شروع فرمایا، اور ان کے بعد متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے خطاب فرمایا، یہ نشست رات چار بجے تک جاری رہی۔

اتوار ۸ر اکتوبر آج اس دارالعلوم کے تاریخی جلسہ کا دُوسرا دن ہے، عجیب چہل پہل ہے۔ نمازِ فجر ادا ہو چکی ہے، نمازِ فجر ادا ہو چکی ہے۔ کچھ لوگ جا رہے ہیں اور کچھ آ رہے ہیں، ناشتہ کیا جا رہا ہے، کئی لوگ جلسہ گاہ میں پہنچ چکے ہیں۔ آخری نشست ۸ بجے صبح شروع ہوئی اسٹیج پر عظیم علمی و روحانی شخصیتیں موجود ہیں۔ مولانا عبدالہادی شاہ منصور کی تقریر کے بعد فضلاء کی دستار بندی کا سلسلہ شروع ہُوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ نے خطاب فرمایا، آپ کے بعد جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے کچھ ارشادات فرمائے اور دُعا بھی فرمائی۔

آخر میں حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم نے جلسہ کی شاندار کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے ہوئے دُور دراز سے آنے والے حضرات کی بھی تحسین کی، اور اس طرح جلسہ کی آخری نشست تقریباً تقریباً پونے دو بجے دن ختم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور قیامت تک اسے بقاء نصیب ہوئی۔ آمین ثم آمین

* * *

تو کہ پاکستان میں ہے اِک مثال دیو بند
مرکز رُشد و ہدیٰ دارالعلوم حقانیہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور خطاب کے بعض اقتباسات

اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

رپورٹنگ :- جناب شفیق فاروقی صاحب

عالم اسلام کے معروف سکالر، داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ھندوستان کے اکابر علماء اور افاضل کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زیارت وملاقات کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ اُن کی تشریف آوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے مُلاقات، استقبالیہ تقریب اور اُن کے خطاب میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح اِسی مناسبت سے دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت، تاریخی پس منظر، اکوڑہ خٹک کی تاریخی عظمت، شہدائے بالاکوٹ کا تذکرہ اور اب جہادِ افغانستان میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ کا بھرپور قائدانہ کردار اور اس سلسلہ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ھے۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب اس کی مفصل رپورٹ پیش کرتے ھیں ــــ (ادارہ)

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے خوشیوں کا دن تھا، بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب ومعزز مہمان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے جانشین وفرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ نے دارالعلوم کو اپنے قدومِ میمنہ سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالمِ اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی آمد آمد تھی۔ گو دارالعلوم میں تعطیلاتِ شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء، دانشور اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمعِ علم کی زیارت کے لیے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گذر رہا تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ علالت کے باوجود مشتاقِ دید بیٹھے ہوئے تھے، کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد حضرتؒ کی ملاقات بھی تھا۔ الحمد للہ کہ مولانا ندوی مدظلہٗ اور ان کے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ ایڈیٹر ماہنامہ الحق کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کے ساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریکِ سفر تھیں، مولانا مدظلہٗ کے بھانجے مولانا محمد الحسینی مدیر "البعث الاسلامی" (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماءؒ لکھنؤ، مولانا اسحٰق جلیس صاحب مدیر "تعمیرِ حیات" لکھنؤ، جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہٗ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور مؤقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن بھی ساتھ تھے جو دارالمصنفین کے کسی سلسلہ میں اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی تشریف لانے کی دعوت دی۔ علم وفضل کے یہ اعیان مولانا ندوی مدظلہٗ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے، سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی۔ دونوں اکابر کی محبت وعقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اس کے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نمازِ عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف واکناف سے آئے ہوئے مشتاقینِ علم وفضل سے بھرا ہوا تھا، ایک مختصر تقریب کے آغاز میں محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ :-

ــــــــ "میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامہ ندوی مدظلہٗ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علومِ دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندویؒ کے مورثِ اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان

اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کا جو مقامِ دعوت و عزیمت تھا اُس دعوت کو مولانا ندوی مدظلہٗ نے صرف عالمِ اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا، بیشک آپ ان کے اہل وارث ہیں ــــ سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے برِصغیر میں اگر خونِ شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمینِ اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے، یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید احمد شہیدؒ نے سالہا سال ریاضتیں کیں، ایک ایک بستی میں گشت کیے، ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منوّر کیا، یہاں انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمیں کہ نسیمے ز زلفِ او زدہ ست
ہنوز از سرآں بوئے زلف می آید

اور جس طرح دارالعلوم دیوبند کے مقام و محل سے گذرتے ہوئے حضرت سید **احمد** شہیدؒ نے فرمایا کہ ”مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آ رہی ہے“۔ اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید احمد شہیدؒ کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا، سوز و گداز کیا کیا راز و نیاز ہوگا جو ان میدانوں میں، ان فضاؤں میں نہیں ہوا ہوگا۔ اسی اکوڑہ خٹک کے معرکۂ حق و باطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا، کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہٗ کا شکر تشریف لائے، اتنا عرض کروں گا کہ اس وقت عالمِ اسلام میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے جو مساعی ہو رہی ہیں اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع، ممتاز اور وافر حصہ ہے عالمِ عرب کو ان کا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے۔ وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس کے قریب وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو، سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصویر دکھائی اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو ان کے سامنے واضح کیا۔

یہی (اکوڑہ خٹک) معرکہ بالاکوٹ کا پہلا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ قائم کیا ہے۔

بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہٗ اِس دور میں ایک مجددانہ کام کر رہے ہیں اِس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالمِ اسلام کے لیے ابتلاءِ عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جو اپریشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔

یہ دارالعلوم کی سعادت ہے اور دارالعلوم کا سب کچھ اکابر کی توجہات کا مرہونِ منت ہے، یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا۔

میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہلِ علم و فضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسنی مدیر ”البعث الاسلامی“، جنہیں اللہ نے اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوہ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب، اسی طرح وقیع مجلہ ”تعمیرِ حیات“ کے ایڈیٹر مولانا اسحٰق جلیس کا بھی شکر گذار ہوں۔ ان خوشبوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دارالمصنفین جسے علامہ شبلی نعمانی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا، کے ناظم اور برِصغیر کے قدیم مؤقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبدالرحمن کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ندوۃ العلماء اور دارالمصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دیئے ہیں۔ ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کی بیش از بیش توفیق دے ــــ“

اس کے بعد مولانا ندوی مدظلہٗ نے مختصر خطاب فرمایا، اس لیے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے، پھر جلد ہی واپسی بھی تھی۔ تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم کے طلبہ کے لیے سید احمد شہید قدس سرہٗ کے نامِ نامی پر موسوم دارالاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ یہ عمارت دارالحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی۔ یہاں کے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید شہیدؒ کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شبخون مارا تھا۔ سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ان کے رفقاء کی مسرت قابلِ دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع و الحاح سے اس عمارت کی تکمیل کے لیے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنا دے۔

اس کے بعد دارالعلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دارالعلوم کے دارالحدیث میں تشریف فرما رہے، وہاں دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ــــ نمازِ مغرب کے بعد دارالعلوم کے صحن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مدظلہٗ کو باچشمِ پرنم رخصت کیا گیا۔ مولانا ندوی مدظلہٗ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے مُبارک ہاتھوں دارالعلوم کے طلبہ کیلئے سید احمد شہیدؒ کے نامِ نامی پر موسوم دارالاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا

اُن میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرتوں بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہیدؒ اور اُن کے رفقاء نے برِصغیر میں سب سے پہلے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ مولانا مدظلہ کے تحریری تاثرات یہ ہیں:۔

رائے گرامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آج ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لیے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ و مدیرِ "معارف" کی معیت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے ایک وقیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں، یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی، اور اسی کے ساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃِ ثانیہ کی تاریخ کا ورق اُلٹ گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک نیک فال ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصوّر تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملک کا مرکزی دارالعلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحقؒ کی سرپرستی اور اُن کی دُعا اور توجہ حاصل ہے، اس کے ساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے۔

> میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ
> اور تصوّر تھا میں نے اس کو اس سے
> کہیں بہت اور وسیع تر پایا

اللہ تعالیٰ اس کو نظرِ بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے اور یہ جلد منازلِ ترقی طے کرکے بامِ عروج پر پہنچے۔

خاکسار
ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ر جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے خطاب کے بعض اقتباسات

● ـــــ اور ہم کو یہ راستہ (جس پر محمود غزنویؒ، احمد شاہ دُرانی اور شہدائے بالاکوٹ آئے ہیں) بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشورکشا آئے۔ لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے اور سُنتوں کو زندہ کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کے لیے، اور "اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً" کا پیغام پیدا کرنے کے لیے، عمل کرانے کے لیے، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنے کے لیے، قوانینِ شریعت کو رائج کرنے کے لیے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بناء پر جس کا مجھے موقع مل سکا ہے، یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالمِ اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون ـــ دمِ ذکی ـــ جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی، وہ خون جس سرزمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپ کی سرزمین ہے، یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے، جس کے متعلق مرزا مظہر جانِ جاناں کا یہ شعر صحیح ہوگا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

کسی بادشاہ کے متعلق، کسی غازی کے متعلق، کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو، جس کے خلاف اس نے غزا کرنا تھا، جہاد کرنا تھا، کہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کرجائیں گے تم ہمارے بھائی ہوگے، پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں، اس لیے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں ہے یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو اوّل تم زیادہ حقدار ہو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ، ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے اور تمہیں اپنے حال پر باقی رکھیں گے، اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔

فتوح البلدان بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہوگئیں بغیر دعوتِ اسلام دیئے اور بغیر جزیئے کا مطالبہ کیے۔ تو اُن کو ایک عرصہ کے بعد ہوش آیا جبکہ مسلمان وہاں بس گئے تھے، وہاں گھر بنالیے تھے۔ تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں، جنہیں خلفاءِ راشدین کی فہرست میں شامل کیا جائے وہ جنہیں خلیفۂ خامس کہتے ہیں، اُن کو معلوم ہوا کہ وہ خلیفۂ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ تو ایک وفد مرتب ہو کر اُن کے پاس حاضر ہوا اور اُن سے شکایت کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکمِ شرعی پر عمل کیے فتح ہوگیا ہے۔ اُنہوں (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے

وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اُسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد، فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا، کیا اُس وقت اِس سُنّت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی، تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہو جائیں، اس کے بعد اس سُنّت پر عمل کریں، پہلے اہلِ سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں، اگر منظور ہو تو فبہا، نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں، اسے بھی نہ مانیں، تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا، انہوں نے عدالت طلب کی، مُدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں، اور دُنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا، اُس مسجد میں اس سے پوچھا گیا، اُس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا، اور جب یہ معاملہ ثابت ہو گیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں، اسے خالی کریں۔ مسلمانوں نے گھر بنا لیے تھے، کھیتیاں جوت لی تھیں، بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا، تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے، باہر جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہاں کے بُت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے، مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے ان کے دلوں میں اور عدل و انصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد قوات پر، کمانڈر انچیف پر بھی اُسے نافذ کرتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں، چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔

عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون (دم زکی) بہا وہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین ہے جہاں دارالعلوم حقانیہ قائم ہے

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سُنّت پر عمل کسی طرح چھوٹ جاتا تھا۔ اور اس کے بعد تو معلوم نہیں، تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سُنّت پر عمل کیا گیا ہو ـــــــ۔ اس اللہ کے بندے نے، اس مردِ مجاہد نے جس کا نام سید احمد شہیدؒ ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جنہیں ان کا وزیرِ اعظم کہئے یا دستِ راست کہئے یا دست و بازو کہئے یا لشکر کے قاضی، مفتی اور شیخ الاسلام کہئے، ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سُنّت پر عمل کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے۔ تو یہی اکوڑہ خٹک وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

ـــــ اور خونِ شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے، اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں، خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی صفحۂ وجود پر آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے ـــــ تو آپ کی اس سرزمین (اکوڑہ خٹک) کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا۔ اور ابھی میں راستے میں سُنا رہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے، عبدالمجید خان صاحب تھا اُن کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا اکوڑہ کے چھاپہ کے لیے، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی ۶ کوس، اکوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شبخون مار کر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو اُن کو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں، تو اُن کے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں، آغاز ہے، پھر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے۔ تو ان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے، تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پہ آیا ایک خطرہ تو ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں، راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں۔ تو پہلا تجربہ تھا، سوچئے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے، تو وہ ایسے موقعے کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں، میرا نام امیر المؤمنین نے خود ہی کاٹ دیا۔ اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہو گی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آ رہا ہے، میں سُن رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے، اس کے لیے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت! آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے، تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ تو میرا نام للّٰہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے، تو اُن کا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

خونِ شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاءاللہ رنگ لائے گی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاءاللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہوں گے

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ

بھی معرکے ہوئے، جہانبیرہ وغیرہ میں۔ ان سب ناموں سے مانوس ہوں اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں، اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۳۴، ۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں اُن شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی ان کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت! یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ انشاءاللہ یہ رنگ لائے گی۔ خونِ شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاءاللہ رنگ لائے گی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاءاللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدظلہٗ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز و شاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیئے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں ـــــ اس لیے کہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے، ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے، اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جبتک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں انشاءاللہ تعالیٰ اللہ کی رحمت برستی رہے گی ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست
خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا، جاری ہے۔ اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ؎

از صد سخنِ پیرم یک نکتہ مرا یاد ست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اُس وقت تک ویران نہیں ہوگا جب تک کہ میکدہ قائم ہے۔ یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے، قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے اُس وقت تک عالم ویران نہیں ہوگا۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی! آپ کو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو، کبھی کبھی ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں، اس کے اساتذہ اور اس کے علماء کی قدر کریں، یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں، اس لیے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو، ولولہ ہو، اچھے خاندانوں کے ہوں، ان میں مجاہدوں کا خون ہو، شہیدوں کا خون ہو، ابیتوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو، وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب و سُنت پڑھیں اور اس کے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کیے جا رہے ہیں اور مطالبے بھی کیے جا رہے ہیں، وہ راہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں ـــــ میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا، میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے، اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلا دی۔ جس مقصد کے لیے یہ زمین رنگین ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو، اسلام کو غلبہ حاصل ہو، اور ہمارے گھروں میں، ہمارے دفتروں میں، ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔ آمین

* * *

ہے تصور لے میرے آئینہ دار بزم دوست
پا رہا ہوں تجھ میں بھی کیفیت نشاطِ دل وہی
کار فرما ہے ابھی تک جذبۂ پیر مغاں
مستی رنداں وہی ہے گرمی محفل وہی

*

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی رُوحانی برکات

دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت و خدمات

دارالعلوم حقانیہ میں ختمِ تفسیر کی ایک تقریب سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ
کے خلیفۂ اجل حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ کے ارشادات کے آئینہ میں

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاهد الحسینی مد ظلہ، اٹک شہر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید اور صُحبت کی برکتیں

میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں، آپ سب عالمِ دین ہیں، آپ نے حقانیہ میں زیادہ یا کم وقت گذارا ہے۔ میرا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دینی محفل یا عالم باعمل کی مجلس میں ایک لحظہ بھی بیٹھے تو بہت برکتیں حاصل کرے گا۔ پھر مستقل طور پہ تعلیم حاصل کرنا یا سبق پڑھنا یا زیادہ مدت ٹھہرنا تو بہت بڑی چیز ہے۔ صرف اس ادارہ دارالعلوم حقانیہ میں حسنِ نیت سے قدم رکھے، یہاں کے علماء کی زیارت کرے، یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے جس کا نعم البدل اس دنیا میں نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے صحابۂ کرام بھی ہیں جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ساٹھ سال تک نصیب ہوئی، کچھ ایسے بھی ہیں جن کو دس سال تک خدمتِ اقدس میں حاضری کا موقع ملا، جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ کچھ ایسے بھی ہیں کہ ایک منٹ سے کم دربارِ اقدس میں حاضری کا موقع ملا ہے، صرف کلمہ پڑھا اور دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ جنتی ہیں۔

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ ایک ایسا علمی مرکز ہے کہ اس کی توصیف میں میرے لیے لب کشائی مشکل ہے۔ کیونکہ علم کا مقام خدمات اور اس کی اشاعت اور اس کی عظمت کے بارے میں کچھ کہنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ الفاظ یا معانی کی تعبیر کے اندر معمولی سی غلطی بھی ہوجائے تو میرا یہ نظریہ ہے کہ میرے لیے باعثِ نقصان ہے۔

یہ ایک بہت بڑا مقام ہے اور ایک عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر ان سے پوچھو جو اس سے محروم ہیں۔ اب جو لوگ دُنیا سے چلے گئے مثلاً ہمارے اساتذۂ کرام! جس زمانہ میں، ہم دیوبند میں تھے، اُن میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں۔ اب لوگ تمنا اور آرزو رکھتے ہیں کہ ان حضرات کو دیکھیں، اب یہ آرزو تو ہے لیکن وہ شئے (سلف صالحین کے ملاقات واستفادہ) تو ہاتھ سے چلی گئی۔

امام احمد بن حنبلؒ، بایزید بسطامیؒ ابنِ سیناؒ اور امام رازیؒ کی مُلاقات

دارالعلوم دیوبند میں، ہم سے یا ہمارے دوستوں سے اگر کوئی پوچھتا یا اب بھی کوئی پوچھے کہ آپ امام احمد بن حنبلؒ کو دیکھا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں! میں نے دیکھا ہے، مولانا حسین احمد مدنیؒ امام احمد بن حنبلؒ کا عکسِ جمیل تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے بایزید بسطامیؒ کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! میاں اصغر حسین صاحبؒ جن سے میں نے ابو داؤد پڑھی ہے وہ بایزید بسطامیؒ تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے ابنِ سیناؒ کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا ہاں! مولانا ابراہیم بلیاویؒ بالکل ابن سینا تھے، امام رازیؒ کو میں نے دیکھا ہے، مولانا رسول خانؒ امام رازی تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

پھر اس مرکز سے تقسیم کے بعد جب ہمارا تعلق منقطع ہوا تو ہماری نظر میں صرف اس علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نہ میرے اُستاد تھے اور نہ ان سے میری رشتہ داری تھی لیکن ان کی شخصیت بڑی جاذبِ نظر تھی، اُن کا عمل، ان کا تقویٰ اور خلوص حد درجہ زیادہ تھا۔ اُن کا تعلق مجھ جیسے گنہگار سے بہت تھا، حالانکہ میری کچھ حیثیت ہی نہیں۔ اگر میں قسم بھی کھاؤں کہ مجھ میں کچھ بھی نہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ میرے پاس نہ علم ہے اور نہ عمل، ساری زندگی بربادی میں گذر گئی اب ایسے وقت میں ہوں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان کردے۔ ان سے میرا تعلق لوجہ اللہ تھا۔ انہوں نے مجھ پر اتنی شفقت کی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی شفقت کا معاملہ اُن کا میرے ساتھ ہی خاص تھا۔ اسی شفقت کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں ورنہ تقریباً ۹ ماہ سے وجع القلب کے مرض میں مبتلا ہوں، اب قدرے افاقہ ہے لیکن ڈاکٹروں نے تحریر، تقریر اور سفر

منع کیا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ہمارے ہاں اٹک میں ایسی حالت میں تشریف لایا کرتے تھے کہ چار چار آدمیوں کے سہارے اُٹھتے اور چلا کرتے تھے اور مَیں حقانیہ نہ آؤں تو یہ بڑی بے وفائی ہوگی، میری دینی اور رُوحانی محرومیت ہوگی۔ پہلے مَیں اُن کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔

فِتنوں کا زور

آج قرآن شریف کی تفسیر کے ختم کی تقریب میں آخری دو سورتیں آپ نے تلاوت فرمائیں من شرالوسواس الخناس۔ آجکل خناسیت کا زور ہے۔ ایک خناسیت یہ ہے کہ جب معنیٰ کی سمجھ نہیں تو تلاوت کس لیے کرتے ہو۔ مخالفِ دین کا یہ ایک حربہ ہے تلاوت بھی تو عبادت ہے، تلاوت کرے گا تو سمجھ آئے گی، بغیر تلاوت کے تو سمجھ نہیں آئے گی۔

عِلم اور عمل

جو علم عمل کی طرف لے جائے تو وہ علم پکا ہوگا۔ ہر عمل سے علم پیدا ہوتا ہے لیکن ہر علم سے عمل پیدا ہو یہ لازم نہیں۔ مثلاً مجھے کوئی گھڑی دے اور مجھے پتہ نہیں کہ وقت کیسے معلوم کیا جاتا ہے، چابی کس طرح دی جاتی ہے؟ تو ضرور بالضرور مجھے پوچھنا پڑے گا۔ اور اگر مجھ سے یونہی کہہ دے کہ گھڑی بھی کوئی شے ہے تو ممکن ہے گھڑی میرے ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی روحانی نسبت

علماء تشریف فرما ہیں، مجھے تو شرم آتی ہے کہ یہ دارالحدیث یہ مسند اور یہ جگہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی ہے۔ اور اب بھی میرے دماغ میں میرے عقیدہ کے مطابق ان کی روحانیت موجود ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ استدلال بخاری شریف کی ایک حدیث سے ہے جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام مکہ مکرمہ تشریف لائے، حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام گھر پر نہ تھے۔ دو مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے جس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے تو حدیث شریف میں ہے (علماء کرام تشریف فرما ہیں، الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے) کانہٗ عاین شئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے محسوس کیا، انہوں نے رُوحانی خوشبو سے معلوم کیا کہ کوئی تشریف لایا تھا۔ تو میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی خوشبو اب بھی یہاں موجود ہے، اس خوشبو کے ساتھ مَیں یہ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ایک یہ کہ تلاوتِ کلام اللہ تھوڑی ہو یا زیادہ لازم ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ۔ اس کے اندر نور ہے، حکم ہے۔ افسوس ہے کہ یہ عمل ہم میں نہیں۔

قُرآن کی سمجھ کیسے آئے گی؟

صدرا اور شمس بازغہ پڑھتے ہیں، حمداللہ پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہ حُفّاظ اور قاری صاحبان ناراض نہ ہوں، اب رمضان میں تو منزلیں ہیں یعنی تلاوت۔ اور شوال میں قرآن بند کر دیا ـــــ تو پہلے تلاوتِ کلام اللہ کرو، ایک صفحہ یا دو صفحے یعنی پہلے نفسِ تلاوت کرنی ہوگی، دوبارہ وہ ایک صفحہ یا دو صفحے دیکھو، نفسِ معنیٰ دیکھو، سہ بارہ معارف کی طرف آؤ تو قرآن کی سمجھ آجائے گی۔ میری عادت پہلے یہی تھی اب بھی ہے بحمداللہ، یہ جو کچھ سمجھ ہے یہ سب بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ شر و فساد کا دور ہے، آپ بڑے خوش بخت ہیں کہ ایک ایسے مقام پر اپنا وقت اور جوانی گذار رہے ہیں جو صرف علمی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا روحانی مرکز بھی ہے، اگر کوئی محسوس کر سکے۔

یہ دارالعلوم علمی اور روحانی مراکز ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپڑاسی بھی ولی اللہ ہوتا تھا اساتذہ کا تو کہنا ہی کیا؟ ـــ تو حضرت مولانا عبدالحقؒ کی رُوحانیت آپ حضرات کی طرف متوجہ ہے۔ آپ خوش بخت ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، پھر دارالعلوم حقانیہ میں قابل اساتذہ سے پڑھا۔

دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے

یہ بھی آپ حضرات کی خوش بختی ہے کہ دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی اس موضوع پر علمی، تاریخی اور جامع کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں الحمدللہ ـــ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو مزید ترقی دے کیونکہ اکثر مدارس نے حنفیت ترک کر دی ہے حالانکہ یہ سارا وطن احناف کا ہے۔

مولانا عبدالحقؒ اور مقامِ عبدیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ میرے زمانۂ دارالعلوم میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ بہت بڑے عالم جامع المنقول والمعقول تھے۔ ان کی نظیر موجودہ دور میں نہیں ملتی۔ علماء بہت ہیں، مبلغ ہیں، مناظر ہیں اور کئی اچھے اوصاف کے مالک ہیں لیکن میری نظر میں جامع المنقول والمعقول اور ساتھ ساتھ تزکیۂ باطن اور سب سے بڑا کمال یہ کہ مقامِ عبدیت بھی ہو تو یہ صرف حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ذاتِ گرامی تھی۔ یہ عبدیت بہت بڑا مقام ہے، اس سے اونچا کوئی مقام نہیں عبدیت سے اوپر صرف معبودیت ہے۔

عروج اور عبدیت

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ـــ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ .... الخ ـــ مقامِ عروج کے ساتھ عبد کا لفظ آئے گا، عروج میں عبدیت آئے تو یہ کمال ہے۔ اگر عروج میں عبدیت نہیں تو یہ زوال ہے۔ یہ کمال تب حاصل ہوگا جب اساتذہ اور اکابر پر اعتماد ہو۔

دارالعلوم حقانیہ ایک فکر اور ایک تحریک ہے

اپنی مادرِ علمی کے ساتھ نسبت قائم رکھو، دارالعلوم حقانیہ گارے اور اینٹ کا نام نہیں، یہ تو دُنیا دار بھی بنا سکتے ہیں بلکہ

دارالعلوم اب ایک فکر اور ایک تحریک ہے۔ ۱۹۵۲ء میں مَیں حج پر گیا تھا، سعودی عرب کا جو پہلا سفیر تھا عبدالحمید خطیب، ان کے ساتھ میری دوستی تھی، یہ دُنیاداری تھی۔ بہرحال ۱۹۵۲ء میں مَیں سرکاری مہمان تھا۔ مولوی تمیز الدین پاکستان اسمبلی کے سپیکر یہ بھی وہاں اس وقت سرکاری مہمان تھے، مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی سرکاری مہمان تھے۔ ہم سب وہاں اکٹھے تھے۔ مولوی تمیز الدین بنگالی تھا لیکن علماء دیوبند کا تابعدار تھا، اچھا آدمی تھا۔ ایک دن مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب! میری یہ خواہش ہے کہ پاکستان میں ایک دارالعلوم دیوبند بن جائے۔ مَیں نے کہا بڑی اچھی خواہش ہے اور آپ کی حکومت بھی چاہتی ہے، ثواب کا کام ہے اور قوم کے لیے ضروری بھی ہے۔ پھر کچھ اور باتیں کرتے رہے۔ تومیں تے عرض کیا کہ مولوی صاحب! آپ بلڈنگ تیار کر دیں گے، کتب خانہ بنا دیں گے، ہاسٹل بنا دیں گے لیکن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کہاں سے لاؤ گے؟ تو کہنے لگے مولانا محمد قاسمؒ کا کیا مطلب؟ مَیں نے عرض کیا کہ آپ کو مغالطہ لگا ہے، دارالعلوم دیوبند اینٹ پتھر کا تو نام نہیں وہ تو اساتذہ کا نام ہے، اگر وہاں کچھ بھی نہ ہوتا، اب تو بہت کچھ بن گیا ہے۔ کچھ بھی نہ ہو لیکن پھر بھی سب کچھ ہے کیونکہ دارالعلوم نام ہے اکابر کا۔ تو یہ حقانیہ اینٹوں کا نام نہیں۔

دارالعلوم کی خدمت پر افتخار

میں اِس جگہ کا خادم ہوں مجھے اس پر فخر ہے اور میری نجات کا ایک ذریعہ بنے گا، انشاء اللہ! کہ شروع سے میرا تعلق مولانا عبدالحقؒ سے رہا ہے مجھے وہ وقت یاد ہے میرے ذہن میں محفوظ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیثؒ) میں شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھ کر طلباء کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔

دارالعلوم سے تعلق ہر فتنہ سے حفاظت

تو آپ حضرات اپنا تعلق اس مادرِ علمی کے ساتھ قائم رکھیں۔ قرآن کے دُشمن پیدا ہوں گے، وہ قرآن پر حملے کریں گے۔ قرآن تو کتاب ہے ظاہر ہے کتاب پر حملہ تو نہیں کر سکتے حاملینِ قرآن پر حملہ کریں گے حملے کی بہت قسمیں ہیں، کوئی ظاہری حملہ کرے گا کوئی باطنی حملہ کرے گا سارے حملوں سے اسی (دارالعلوم سے تعلق) میں ہی پناہ ہے۔

تجربہ کار کی ضرورت اور مولانا عبدالحق ؒ کے اعمال

مفید الطالبین میں ہے: سئل المجرب لا تسئل الحکیم یعنی عقلمند سے نہ پوچھو بلکہ تجربہ کار سے پوچھو — میری تو ساری عمر گذر گئی کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنی عمر ضائع نہ کریں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کریں، اپنے اساتذہ کی عزّت کیا کریں — میں آپ کی خدمت میں کیا عرض کروں! ہم تے ایسے ایسے اساتذہ دیکھے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء تھے۔ علماء کرام کے بڑے بڑے انوار ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ جیسے انوارات اب نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے اپنے خیالات اور تصوّر ہیں کیونکہ اس کے بارے میں ہم مکلف نہیں ہیں۔ میرا اپنا نظریہ ہے کہ اب بھی مولانا عبدالحق صاحبؒ کے اعمال نشر ہو رہے ہیں۔ احادیث کے اندر آیا ہے (علماء کرام تشریف فرما ہیں) کہ جس وقت آدمی دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو مال و اولاد رہ جاتے ہیں اور عمل ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے۔ عمل پھر قبر کے اندر کیا کرتا ہے؟ کیا یونہی بیکار پڑا رہتا ہے؟ نہیں! عمل پھر پھیلتا ہے۔ ہر اہل اللہ اور عالم باعمل کے مرکزِ انوار سے اعمال کی خوشبو آتی ہے۔ اعمال کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں پھر ہر ایک کی ہمّت اور طاقت ہے۔

مؤتمر المصنفین کی علمی و تحقیقی
اور
عظیم تاریخی پیشکش
دفاعِ امام ابوحنیفہؒ
(نیا شاندار ایڈیشن)
پیش لفظ — جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق
تصنیف — مولانا عبدالقیوم حقانی [illegible]
[illegible]
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی
[illegible] — [illegible] — علمی و تحقیقی کارنامے — تدوین فقہ [illegible]
[illegible] — [illegible] — دلچسپ مناظرے — [illegible]
قیاس پر اعتراضات کے جوابات — حنفی تاریخ کے حیرت انگیز واقعات
نظریۂ انقلاب و سیاست — وصایا اور نصائح — فقہ حنفی کی تقابلی حیثیت، جامعیت
— اور —
تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ جو علماء، طلباء، خطباء
[illegible] مبلغین، سکول، کالج کے طلبہ و اساتذہ، دینی مدارس کے مدرسین، مصنفین، علمی، تحقیقی
اور [illegible] اداروں اور عام لکھے پڑھے احباب کیلئے یکساں طور پر مفید اور ایک گرانقدر علمی تحفہ ہے
معیاری کتابت، بہترین طباعت، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل
صفحات ۲۵۰ قیمت ۵۴ روپے
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)

SLAG CEMENT

THE MULTIPLE MEDIUM

The most effective for

- Low heat of hyderation
- Resisting sulphate salts
- Low Expansion Factor
- Mass Concrete Mix
- Easy application
- Most Economical
- More area coverage

Slag Cement is uniquely the one multiple medium for the construction industry.

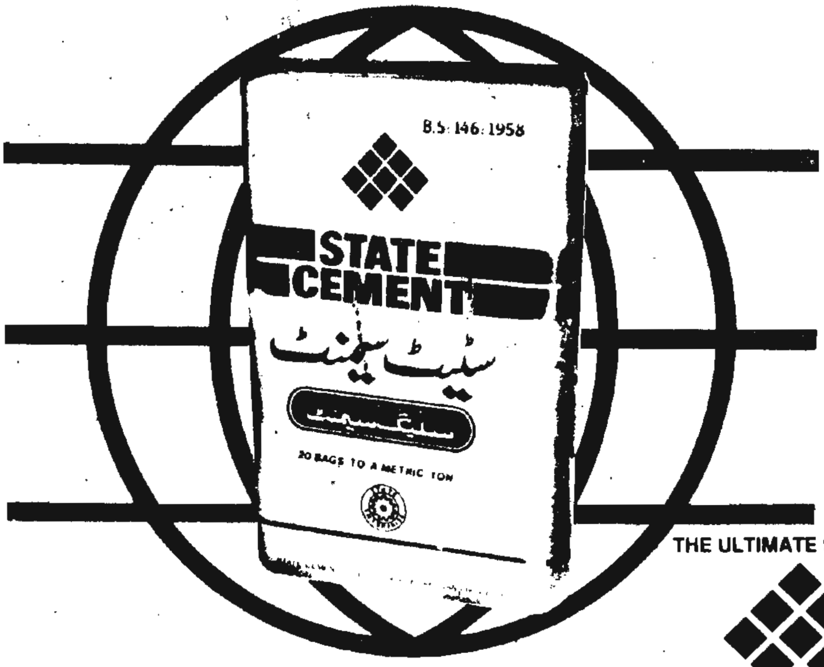
B.S. 146: 1958
STATE CEMENT
سٹیٹ سیمنٹ
20 BAGS TO A METRIC TON

THE ULTIMATE STRENGTH

**STATE CEMENT
CORPORATION
OF PAKISTAN
(PVT) LTD.**

07-SCCP-91

PARAGON

دار العلوم حقانیہ خدائی سٹیٹ ہے

یہاں امن و عافیت اور خوشحالی کا دور دورہ ہے

دیوبند کی روشنی اسی نہج پر دار العلوم حقانیہ کی صورت میں پاکستان میں روشن ہے ○ مولانا عبدالحق کو سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں (خان عبدالولی خان)

۲؍ دسمبر ۱۹۷۲ء کو نیشنل عوامی پارٹی کے راہنما خان عبدالولی خان صاحب ایک تعزیت کے سلسلہ میں اکوڑہ خٹک آئے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی مزاج پرسی اور ملاقات کے لیے دار العلوم بھی تشریف لائے، صوبائی وزیر اطلاعات خان محمد افضل خان بھی ان کے ساتھ تھے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات اور بات چیت کے بعد دار العلوم کے تمام شعبوں کا معائنہ کیا، موصوف دفتر الحق بھی گئے اور سب کچھ دیکھ کر نہایت محظوظ ہوئے۔ طلبہ کے قیام و طعام وغیرہ سہولتوں کی بناء پر آپ نے کہا کہ دار العلوم تو واقعی معنوں میں ایک ویلفیئر سٹیٹ ہے، تو ایک رکنِ دار العلوم جناب حاجی محمد یوسف نے کہا کہ یہ خدائی سٹیٹ ہے اس لیے یہاں امن و عافیت اور خوشحالی کا دور دورہ ہے۔

طلبہ کی خواہش پر خان عبدالولی خان صاحب نے دار الحدیث میں ایک برجستہ تقریر بھی کی اور اس سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ خان عبدالولی خان صاحب نے اپنی جیبِ خاص سے دار العلوم کے لیے ایک سو روپے کا گرانقدر عطیہ بھی دیا۔ دار العلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات میں آپ نے لکھا کہ میں پہلی دفعہ دار العلوم میں بادشاہ خان، دوسری مرتبہ مولانا بھاشانی کی معیت میں حاضر ہوا، اور آج تیسری بار — مجھے یقین ہے کہ یہ دار العلوم، دیوبند کی روایات اور شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ جیسے باعمل علماء کا کردار ادا کرتا رہے گا۔

خان صاحب نے اپنی تقریر میں کہا — اس دار العلوم کے ساتھ باچا خان کا تعلق یقیناً بہت دیرینہ ہے۔ آپ سب حضرات کو یہ بات معلوم ہوگی کہ باچا خان صاحب جب سیاست میں آئے تو سب سے پہلے آپ دیوبند گئے۔ اور اب تک دیوبند کے علماء اپنے عمل، اپنے کردار، اپنے اٹھنے بیٹھنے سے اپنی اسلامی تعلیمات سے اور قوم کی اصلاح و تربیت کے لحاظ سے اسلام کی اصل روح قائم رکھے ہوئے ہیں — تو بادشاہ خان نے اپنی سیاست کا آغاز دیوبند سے کیا — جیسا کہ ابھی میرے بھائی (مولانا سمیع الحق ایڈیٹر الحق) نے کہا امام الہند مولانا آزادؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ جیسے اکابر ان کے ساتھی تھے — تو اس تحریکِ آزادیٔ ہند کے چلنے کا سرچشمہ دیوبند تھا، وہاں سے یہ چشمہ جاری ہوا۔ برطانوی سامراج کے مقابلہ میں یہی علماء دیوبند تھے کہ کافر فرنگی اور نوآبادیاتی سامراج کے مقابلہ میں اٹھے، شدائد برداشت کیے، مسلمانوں میں جا کر بے خوفی سے لوگوں کو بیدار کیا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دیوبند کی وہی روشنی اسی نہج پر یہاں (دار العلوم حقانیہ) بھی روشن ہے جس نہج پہ خود دیوبند اس سے روشن تھا۔ افسوس کہ وہ دیوبند ہم سے جدا ہوگیا مگر دیوبند ہی کے بڑے اکابر حضرت مفتی محمود صاحب، یہاں ہمارے مولانا (عبدالحقؒ) صاحب یا ان جیسے دوسرے اکابر، یہ سب اسی چراغ کی روشنی یہاں بھی روشن کیے ہوئے ہیں۔

خان عبدالولی خان نے طلبہ کو روئے سخن متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ان بڑوں نے سیاسی جدوجہد اور ملک کی آزادی کے لیے جو پُرخار راستہ پکڑا تھا، آپ بھی اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ آپ باعمل علماء میں سے ہیں، اور امید ہے کہ وہی روشنی آپ کی تعلیم و کردار میں بھی نظر آئے گی جو مولانا مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ، مفتی محمودؒ اور خود ہمارے ان مولانا صاحب (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے اپنائی ہے۔

> مجھے یقین ہے کہ یہ دار العلوم، دیوبند کی روایات اور شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ جیسے باعمل علماء کا کردار ادا کرتا رہے گا۔
> (ولی خان)

پچھلے دنوں ہمارے درمیان کچھ اختلافات دشمنوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے مجھے اس پر افسوس ہے، مگر آج بڑی خوشی اور مبارکباد کی بات ہے کہ اسلام اور پشتو دونوں رشتوں نے علماء کے ساتھ پھر ملا دیا ہے۔ اس صدی میں پہلی بار ہمارے اور آپ کے بزرگوں نے اس ملک کی خدمت کی باگ ڈور سنبھالی ہے، ہمارے اختلافات میں ملک کا نقصان تھا، آج یہ دو صوبائی حکومتیں اور دو پارٹیاں نیپ اور جمعیۃ ملک کی سلامتی اور اصول کے لیے میدان میں اتری ہیں اور سب کا مشترکہ فرض ہے کہ ان قوتوں کو اور بھی مضبوط کریں۔

بہر حال میں یہاں ایک تعزیت کے لیے حاضر ہوا تھا تو اپنا فرض سمجھا کہ حضرت مولانا صاحب کو بھی سلام کرتا جاؤں، یہ ہمارے بڑے ہیں اور میرے والد صاحب ان کے دوست ہیں، ان کی محبت تھی تو میں بھی ان کی سنت جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

دارالعلوم حقانیہ کی تاریخی عظمت

مولانا عبدالحقؒ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کے ہمالہ تھے

ان کی عظیم مساعی سے دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا دارالعلوم دیوبند قرار پایا

مولینا سعید الرحمٰن علوی ۔ لاہور

عزم و ثبات، خلوص و ایثار اور تواضع و انکسار کو اگر مجسم شکل دی جائے تو اس کا نام "مولینا عبدالحق" ہوگا۔ یہ منحنی سا وجود، جو آخر میں بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص بیک وقت ان گنت خوبیوں اور صفات کا مالک ہوگا اور اس نے اپنی عملی زندگی میں اتنے لتنے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہوں گے۔ جن کے لئے بادی النظر میں ایک ادارہ اور انجمن بھی مشکل سے کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس نے تن تنہا مختلف محاذوں پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیتے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

آج ملک کے چپے چپے پر مدارس کا وجود نظر آتا ہے۔ بلاشبہ یہ مدارس ہمارا عظیم علمی و ثقافتی سرمایہ ہیں۔ ان کی ایک عظیم تاریخ ہے۔ جنوبی ایشیا کے اس خطہ میں انہی مدارس نے امت مسلمہ کو سنبھالا دیا۔ اور انہی مدارس کے فیض یافتگان نے آزادی وطن کا معرکہ سر کیا۔

سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، حضرت الامیر سید احمد بریلویؒ اور مجاہدین ۱۸۵۷ء کی پے در پے ناکامیوں کے بعد بھی اگر اس دھرتی پر مسلمان موجود ہیں اور اسلامی روایات بہت سے مسلم ممالک سے بڑھ کر یہاں نظر آتی ہیں تو اس کا سبب سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء کی کاوش اور تعلیمی تحریک ہے نہ ہی آئندہ چل کر ان کا سیاسی ایڈیشن مسلم لیگ —— جو اس وقت رسوائی کا بری طرح شکار ہے۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے ہم کسی بڑے سے بڑے جغادری سکہ بند دانشور اور حب الوطنی کے اجارہ دار سے مدلل گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں کہ ہم کسی کے دل کی دنیا کا جائزہ لے سکیں۔ نہ ہی ہم کسی کے خلوص و عدم خلوص کی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر انسانی اعمال سے کسی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور یقیناً، ہم بلاخوف تردید یہ بات کہہ سکتے کہ ۱۸۵۷ء کے جانکاہ حادثہ کے بعد سر سید احمد خاں اور ان کے مکتب فکر کے حضرات نے جس مرعوبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا، اگر غریب اور ستم رسیدہ عوام کی تائید سے بوریہ نشین علماء سامنے نہ آتے تو آج یہاں کا نقشہ اسپین سے مختلف نہ ہوتا۔ بوریہ نشین علماء نے جس تندہی، خلوص اور محنت سے کام کیا۔ اسی کی وجہ سے آج یہاں دین و عرفان کی بہاریں ہیں۔ سر سید کے سیاسی ایڈیشن مسلم لیگ کے بھاری بھرکم قائدین نے چند مقامات پر بڑے فخریہ انداز میں معاشرے سے "مولوی کی آفت ختم کرنے کی احمقانہ بانگی ہانکی۔ اور اس محاذ پر بھرپور کوشش بھی کی کر ع جسے خدا رکھے اسے کون چکھے؟

مولوی دشمنی میں اندھے بہرے ان قائدین کی عزت آج آئینی و قانونی شقوں سے محفوظ کی گئی ہے۔ جس دن صحیح جمہوری، آئینی و قانون اس دھرتی کا مقدر بنے گا۔ اس دن یہ بھاری بھرکم قائدین بحیرہ عرب یا بحر ہند کی لہروں کی نذر ہو کر رہ جائیں گے۔ ان مدارس سے وابستہ علماء نے آزادئ وطن کی خاطر اس وقت دشتِ سیاست میں قدم رکھا۔ جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں۔ گاندھی سے محمد علی جناح تک کوئی بھی اس وقت ملکی قیادت کے منصب پر فائز نہ تھا۔ جب کہ مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی تحریک حریت آزاد قبائل سے لے کر افغانستان اور ترکی تک پھیل چکی تھی۔ اور جرمنی و جاپان میں اس کا چرچا ہو رہا تھا اور مولانا کے رفقاء و خدام مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولنا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا ابوالمحاسن سجادؒ، اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے لوگ مختلف محاذوں پر سرگرم عمل رہے۔

عظیم الشان تاریخ رکھنے والے ان مدارس کی ایک کڑی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ہے۔ پنجاب کے حدود سے نکل کر عظیم دریائے اٹک کے اس پار خیرآباد اور جہانگیرہ سے اگلا قصبہ اکوڑہ خٹک ہے۔ یہ قصبہ دریا کے کنارے واقع ہے۔ اور اس کی تاریخی عظمت یہ ہے

کہ حضرت الامیر سید احمد بریلوی قدس سرہ العزیز اور ان کے گرامیؒ مرتبت رفقا کے جہاد کی پہلی عملی شکل اسی جگہ ظہور پذیر ہوئی۔ اس قصبہ کے در و دیوار اس مقدس قافلہ کے عینی گواہ ہیں۔ یہاں کے گلی کوچوں سے مجاہدین کے گھوڑے گذرے اور اس شہر کی مٹی میں ان بلانوشانِ محبت کا مقدس لہو پوشیدہ ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو صحیح قوتِ سامعہ رکھنے والے آج بھی سونگھ سکتے ہیں۔ اس تاریخی اور یادگاری قصبہ میں مولانا کا وہ عظیم الشان دارالعلوم قائم ہے جسے نصف صدی سے زائد عرصہ تک دیوبند کے مہتمم مولانا محمد طیب نے "پاکستان کا دیوبند" قرار دیا۔ قاری محمد طیب جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبِ علم و فضل پوتے تھے، لگ بھگ ۶۰ برس اس عظیم ادارہ کے کرتا دھرتا رہے، آخری عمر میں پے در پے المیوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کا یہ دیوبند، دیوبند کی عظیم تحریکِ علمی کی ایک رفیع الشان کڑی ہے۔ جس کی بنا کا سہرا مولانا عبدالحق کے سر ہے۔ اسی دارالعلوم کے ایک کونہ میں ان کا آخری گھر بنا جس کو "روضہ" کی شکل دینے کی خواہش اکوڑہ کی بلدیہ نے کی، لیکن محب گرامی مولانا سمیع الحق اور ان کے بھائیوں نے اپنے عظیم اسلاف کی روایات کے مطابق اس پیش کش کو بعد معذرت لوٹا دیا کہ برسوں حدیث پڑھانے والے کی قبر حدیث کے مطابق ہی ہو سکتی ہے، سمیع الحق روایتی صاحبزادہ ہوتا تو اس پیشکش کو قبول کر لیتا کہ اس طرح اس کی "دکانداری" خوب چلتی۔ لیکن چونکہ اس کے عظیم باپ نے اسے علم کی روشنی سے مالا مال کیا اور اس کی تربیت ایسے کی کہ وہ "انسانیت" کا نمائندہ بن کر ابھرے۔ اس لئے اسے ان ظاہری سہاروں کی ضرورت نہیں۔ مولانا کی خوش نصیبی یہ ہے کہ ساری عمر دارالحدیث میں گزار کر حدیثِ رسول پڑھائیؐ۔ گویا ان کا منشورِ حیات یہ تھا۔

؎ ماہر چہ خواندہ ایم، فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم۔

اور دنیا سے رخصت ہوئے تو "دارالقرآن" کے پہلو میں جگہ ملی۔ بہادر شاہ ظفر نے "کوچہ یار" میں دو گز زمین نہ ملنے کا افسوس کیا تھا۔ اور اسے اپنی بدنصیبی قرار دیا تھا لیکن اس درویش خدا مست کو وہ جگہ ملی کہ جہاں سینکڑوں بچوں کی قرآن خوانی کی آوازیں اس کے کانوں میں رس گھولتی رہیں گی۔ "مقام حیات" کی نزاکتوں سے آگاہ یہ درویش عالم ان مبارک آوازوں کو سن کر کتنا خوش ہوگا۔ ؎

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مولینا کے فیض کا سلسلہ اکوڑہ کے گرد و نواح تک نہیں۔ ایران افغانستان، قبائلی علاقے اور روس کی مسلم ریاستوں تک پھیلا ہوا ہے۔ آج بہت سے پروپیگنڈسٹ اپنے آقا امریکہ کی امداد میں سے حصہ رسدی لینے کی غرض سے جہاد افغانستان کی کلغیاں اپنے سروں پر سجائے پھر رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نصرتِ خداوندی کے بعد اس جہاد کا سب سے مؤثر سہارا مولینا کی ذات گرامی تھی، جن کے لاتعداد شاگرد مختلف محاذوں پر داد شجاعت دے رہے ہیں۔ کئی محاذ پر قیادت کر رہے ہیں۔ ان گنت شہید ہو چکے ہیں اور روس کی مسلم ریاستوں میں دھمک جو محسوس ہو رہی ہے وہ اسی درویش کے فیض یافتگان کی ہے اس خوش نصیب انسان کو شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ جنہوں نے مدینہ منورہ کی تدریس کے دور میں الجزائر کے علامہ بشیر رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات کو تیار کر کے الجزائر کی آزادی کا سر و سامان کیا اور جن کے کھدر پوش شاگردوں سے مولانا علی میاں ترکی میں ملے جو اسلامی علوم و ثقافت کی خدمت میں مشغول تھے۔ اس "مظلوم حسین احمد" کے شاگرد۔ عبدالحق — کی تربیت ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ اس کے فیض یافتگان آج چاروں طرف آزادی کی مہم میں مصروفِ کار ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام جو دینی غیرت کے تسلسل کا نام ہے۔ اس کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی صفوں کو منظم و مرتب کرے، بگڑے اور روٹھے ہوؤں کو منائے۔ کچھ لوگ جماعتی عہدوں کے بغیر نہ رہ سکیں تو ایثار کر کے ان کی خواہش پوری کر دے اور اس کے بعد پھر کچھ لوگ الگ ڈگڈگی بجائیں، تو کورٹ کے راستہ سے انہیں اس مقدس نام کے استعمال نہ کرنے کے لئے پابند کرے اور پھر جہاں مستقبل کی بہتری کے لئے سراپا جہد و عمل ہو جائے وہاں ماضی کے تسلسل کی مرتب و مربوط تاریخ کا اہتمام کرے۔ جمعیت ان قابل فخر بزرگوں کی وارث ہے، جنہوں نے کانگریس جیسی ملک گیر جماعت سے بھی بہت عرصہ پہلے کامل آزادی کا نعرہ لگا کر اپنی کشتیاں جلا ڈالی تھیں۔ مسلم لیگ تو کسی شمار قطار میں نہیں۔ اگر حوادثِ روزگار کے طور پر تقسیم ملک کا سہرا لیگ کے سر نہ بندھتا تو آج کسی کتاب میں یہ نام بھی نہ ہوتا۔ اسکے اس کے اخلاص کا اندازہ تو ہو سکتا ہے کہ تقسیم کا چیمپئن ہونے کے باوجود اور حب الوطنی کی اجارہ داری اور سیاسی اختلاف رکھنے والوں سے غیر انسانی سلوک روا رکھنے کے باوجود اس جماعت اور اس کے قائدین کی کوئی ہسٹری اور تاریخ موجود نہیں۔ بانی پاکستان کے نام پر دکانداری چمکانے والے اپنے قائد کی سوانح کے لئے اپنے قبلہ حاجات برطانیہ کی طرف دیکھتے ہیں اور وہاں سے شاہی خاندان کے ایک قصیدہ گو کو بلا کر اس سے تاریخ لکھوانے کی تدبیر کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر حسرت ناک معاملہ کیا ہوگا۔ ایک جمعیت اور اس کے مرحوم راہ نما اور زندہ اکابر ایسے نہیں کہ انہیں اپنے ماضی سے شرمندگی ہو۔ شرمندگی انہیں ہوگی جو بنگال و پنجاب کی

تقسیم کے مجرم ہوئے۔ جن کی وجہ سے اربوں کی جائداد، ہزاروں مساجد، مدارس اور خانقاہیں اجڑیں، لاکھوں لوگ مرے، ہزاروں عورتیں اغوا ہوئیں، شرمندہ وہ ہوں گے جو ۲۵ سال بھی مغربی اور مشرقی بازو اکٹھے نہ رکھ سکے۔ جنہوں نے چند چند سال کے بعد آئین سازی کی مشق کر کے آئین کا اپنے ہاتھوں حلیہ بگاڑا، شرمندہ وہ ہوں گے جو دریاؤں کے منابع انڈیا کے سپرد کر کے خشک دریاؤں کے بل بوتے "پانچ پانیوں کی سرزمین،، کے وارث کہلاتے اور اب وہی منابع تباہ حال گٹر کی طرح ابل کر پانچ دریاؤں کی زمین کی خانہ بربادی کا سبب بن گئے ہیں شرمندہ وہ ہوں گے جنہیں سیاسی مسافر بننے پر کبھی ندامت محسوس نہیں ہوتی اور جو اس بازار کی جنس کی طرح روزانہ سیاسی وفاداریاں بدلتے ہیں۔ جمعیۃ کو کوئی شرمندگی نہیں اسے مولانا احمد علی رح، مولانا غلام غوث ہزاروی رح، مولانا فضل احمد کراچوی، مولانا گل بادشاہ رح، مولانا عرض محمد، مولانا مفتی محمود، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد شریف وٹو، مولانا عبدالحنان ہزاروی اور مولانا عبدالحق رحمھم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں کی راہنمائی حاصل رہی ہے۔ اب مولانا درخواستی اور شیخ الحدیث مولانا نعمت اللہ جیسے صاحب بصیرت وادراک مجذوب اس کے کھیون ہار ہیں۔ اس کی تاریخ اور اس کے قائدین کے کارنامے، اس کے کارکنوں کے ایثار کی ترتیب کے لئے فوری اقدامات لازم ہیں۔ محب گرامی مولانا سمیع الحق جنہوں نے بڑے نازک وقت میں جمعیۃ کی قیادت سنبھالی۔ ان پر جمعیۃ اور عظیم دارالعلوم کی واقعی گراں بار ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن وہ ایک بورڈ ترتیب دے کر اس کام کو کرا سکتے ہیں کہ وہ اس کی اہمیت سے واقف ہیں اور ایسے کاموں کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ بعض اور بھی لکھنے پڑھنے کے رسیا موجود ہیں ان سے بھی درخواست ہے کہ وہ بیان بازی، رسمی پریس کانفرنسوں اور مختلف حوالوں سے بننے والی ہر مجلس عمل اور محاذ کی قرارداروں کی تربیت سے آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

مجھے مولانا عبدالحق کی وفات گرامی کے متعلق بہت کچھ لکھنا تھا، لیکن قلم اس رخ پر مڑ گیا جو میرے نزدیک بڑا اہم ہے۔ میں ایک عرصہ سے مختلف حوالوں سے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں اور میرے نزدیک جماعتی نظم، اس کو آلودگی سے پاک کرنا اور ماضی کا ریکارڈ مرتب کرنا بڑا ضروری ہے۔ یہ کام ہو گا تو ایک ایک فرد اور ایک ایک راہ نما اور پاک بازاں کی سیرت کے اجلے نقوش مرتب ہو کر محفوظ ہو جائیں گے۔ مولانا عبدالحق کا ہم پر یہی حق ہے۔ وہ مدرس تھے، مہتمم تھے، خطیب تھے، مجاہد تھے، مجاہدین کے سرپرست تھے جو آج کی جمعیۃ کے سرپرست تھے۔ ان سے فیض پانے والے بعض پست قامت لوگ ان کے مدمقابل ہیں۔ لیکن انھوں نے کبھی برا نہ منایا، صبر و شکر سے اپنے کام میں لگے رہے اور پاکیزہ زندگی گزار کر دنیا سے چل بسے۔ ان کا عزم و ثبات اور ان کا خلوص و ایثار ایک عظیم دھارے کا حصہ ہے اور اس دھارے کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے —— اللہ تعالیٰ اس فرض کی ادائیگی کی توفیق دے۔ (آمین)

* * *

مؤتمر المصنّفین کی پہلی پیش کش

دعواتِ حق (جلد اوّل)

از شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خطبات و مواعظ اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت کا گنجینہ جسے ہر لحاظ سے قومی و ملی پریس نے سراہا اور اہل علم خطبا اور تعلیمیافتہ طبقے نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ دین و شریعت اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت شریعت و طریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عام فہم اور درد و سوز میں ڈوبے ہوئے انداز میں گفتگو نہ کی ہے دلوں میں اترنے والی اور ایمانی و اصلاحی انقلاب پیدا کرنے والی ایمان آفریں کتاب، عمدہ کتابت و طباعت، بہترین جلد، صفحات ۶۷۵، قیمت

★ مؤتمر المصنّفین : دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبداللہ الزائد

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بار بار شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کو والدی الکریم کہہ کر پکارتے رہے ، بار بار پیشانی کو چومنے کی سعی کرتے رہے

۲۹ر نومبر ۱۹۸۱ء اتوار کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے مسرتوں کا دن تھا کہ اس دن مرکزِ اسلام مدینہ طیبہ کے ممتاز تعلیمی ادارہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے سربراہ اور برگزیدہ شخصیت شیخ عبداللہ بن عبداللہ الزائد حفظہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدومِ میمنت سے نوازا۔ کئی دن سے شیخ الجامعہ کی آمد آمد کا غلغلہ تھا اور تمام اساتذہ و طلبہ چشم براہ تھے۔ شیخ الجامعہ کی آمد سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ نے ایک خصوصی اجتماع میں طلبہ کو مدینہ طیبہ کے ضیفِ مکرم کی آمد کا مژدہ سُنایا تھا اور یہ کہ علم و عمل ہر لحاظ سے قابلِ احترام مہمان کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کیے جائیں ۔

معزز مہمان کی آمد کا وقت ایک بجے دوپہر طے شدہ تھا۔ مگر زہے نصیب کہ شیخ موصوف پروگرام سے دو ڈھائی گھنٹے قبل اچانک دارالعلوم پہنچ گئے ابھی استقبال کی تیاری جاری تھی اور طلباء اسباق میں مصروف تھے تاہم مہمانوں کی آمد پر طلباء نے حضرت شیخ الحدیث رح کی قیادت میں پرجوش خیر مقدم کیا۔

کچھ دیر دفترِ اہتمام میں آرام فرما کر استراحت کے لیے **احقر کے غریب خانہ** پر تشریف لے گئے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ **آرام فرمایا اور** دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت شیخ الحدیث رح کی معیت میں جامع مسجد دارالعلوم تشریف لائے مسجد مشتاقینِ دید سے بھری ہوئی تھی ، شیخ مکرم کی اقتداء میں نمازِ ظہر ادا ہوئی نمازِ ظہر کے بعد معزز مہمان نے جلسہ گاہِ ترحیبی میں جانے سے قبل دارالعلوم کا معائنہ کرنا تھا، مسجد سے سیدھے دارالعلوم کے ابتدائی شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول جانا ہوا۔ اسی دوران طلبہ دارالعلوم، اساتذہ اور علماء دو رویہ قطاروں میں کھڑے ترحیبی نعروں سے مہمانِ مدینہ کا گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے رہے۔

سیدا سیدا مرحبا مرحبا ، عاش الجامعة الاسلامية والجامعة الحقانية ، عاش المملكة العربية السعودية ، عاش اتصالات العلم والدين بيننا و بينكم کے نعروں سے دارالعلوم کے در و دیوار گونج رہے تھے ۔

شعبہ تعلیم القرآن میں تقریباً سات سو زیرِ تعلیم بچوں نے اساتذہ و ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں گارڈ آف آنر پیش کیا۔ عربی اردو ترانے پڑھے اور عربی سپاسنامہ کے بعد عربی میں طلبہ نے مکالمات سنائے، شیخ موصوف معصوم بچوں کے نظم و ضبط اور دینی معلومات سے بیحد متاثر دکھائی دے رہے تھے ۔ واپسی میں آپ نے خشوع و خضوع کے ساتھ دُعا فرمائی اور شکریہ ادا کیا یہاں سے آپ استقبالیہ قطاروں کے گھیرے میں دارالعلوم کُتب خانہ دیکھنے گئے اور کتب خانہ کا کچھ دیر معائنہ کیا، یہاں سے دفتر الحق میں فروکش ہوئے جہاں احقر نے الحق اور مؤتمر المصنفین کی مطبوعات کا تعارف کرایا ، الحق کے کچھ مجلدات اور مطبوعاتِ مؤتمر کے مکمل سیٹ شیخ موصوف اور ان کے رفقاء کو پیش کیے گئے ۔

> **شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کی مساعی دیکھ کر شیخ عبداللہ الزائد بار بار کہتے رہے "واللہ انہا جھود عظیمۃ" خدا کی قسم! یہ کوششیں بڑی عظیم ہیں**

نمازِ ظہر سے قبل آپ نے دارالعلوم کے دارالحفظ والتجوید کی جدید پرشکوہ عمارت اور زیرِ تعمیر ہاسٹل کا بھی معائنہ کیا اور بار بار واللہ انہا جھود عظیمۃ جیسے کلمات سے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

دارالتدریس کی درسگاہوں کو سرسری نظر سے دیکھنے کے بعد استقبالیہ تقریب میں جلوہ افروز ہوئے۔ دارالحدیث سے باہر دارالعلوم کے صحن میں پنڈال بنایا گیا تھا اور سٹیج پر چند حضرات کی نشست کا انتظام تھا۔ شیخ نے سٹیج پر قدم رکھا تو ایک بار پھر دارالعلوم کے در و دیوار اللہ اکبر اور استقبالیہ نعروں سے گونج اُٹھے، دارالعلوم کا صحن طلباء اور علماء کے مجمع سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کا آغاز دارالعلوم کے ایک جید قاری صاحب کی تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا ، اس کے بعد احقر نے دارالعلوم کے اساتذہ ، طلبہ اور حضرت شیخ الحدیث رح کی طرف سے عربی میں مبسوط سپاسنامہ پیش کیا، جس میں جامعہ اسلامیہ اور مملکتِ عربیہ سعودیہ کے اسلام اور علومِ اسلام کے لیے لازوال مساعیٔ جمیلہ پر شکریہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزی سامراج کی آمد، دینی علوم کی نشر و اشاعت کا نظام درہم برہم ہو جاتے اور اہل اخلاص علماء کے مدارس طلبہ کا

انتظام کرنے کا ذکر تھا نیز یہ کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ سند و تلمذ کن اساتذہ و رجال سے چلا ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ اور ان کے تلامذہ و اخلاف سے لے کر حضرت نانوتویؒ اور اس کے بعد مشاہیرِ علم و فضل کی قومی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

سپاسنامہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت کے لیے ان حضرات اور ان کے مدارس کے جہود مبارکہ کا بھی ذکر تھا کہ اس سے قبل ہندوستان کی تعلیمی و تدریسی پرواز صرف فقہی کتابوں تک تھی۔ ان اکابر ہی سے حقیقت میں برصغیر کا گوشہ گوشہ حدیثِ رسول کی اشاعت اور سُنتِ نبوی کے فروغ سے منور ہوا۔ اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس سے لے کر اب تک اس کی ہمہ گیر سرگرمیوں، خدمات، شعبوں کے تعارف، تلامذہ اور فضلاء کے فروغِ دین کے لیے مساعی کا تفصیلی ذکر تھا اور یہ کہ دارالعلوم حقانیہ کو آپ کے مادی تعاون کی نہیں بلکہ علمی و تعلیمی میدانوں میں اشتراکِ سندات کے معادلہ اور اس کی علمی حیثیت کے اعتراف کی توقع ہے۔

> **دارالعلوم حقانیہ کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہوں نے عربی اساتذہ کی پیشکش فرمائی**

سپاسنامہ کے جواب میں شیخ عبداللہ الزائد نے نہایت پُر درد عالمانہ خطاب فرمایا جس میں دارالعلوم کی تائید و تحسین، اہلِ علم کے باہمی اتحاد، دعوت و تبلیغ اور جہادِ افغانستان کے لیے استعداد جیسے اہم مسائل پر روشنی پڑتی تھی۔

تقریر کے اختتام پر معزز مہمان نے دارالعلوم حقانیہ کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ امداد کا بھی اعلان فرمایا اور عربی اساتذہ کی بھی پیشکش فرمائی۔ شیخ مکرم کے وقیع خطاب کے بعد ان کے رفیقِ سفر (جو وفاق المدارس کی نمائندگی کر رہے تھے) جناب ڈاکٹر استاد عبدالرزاق سکندر جامعۃ العلوم نیو ٹاؤن نے تقریر کی اردو میں ترجمانی کی۔ اختتام میں احقر نے شیخ موصوف کا اس گرانقدر امداد پر شکریہ ادا کیا۔ تقریب کے بعد دارالعلوم کے طلبہ کے لیے ایک ہاسٹل کا سنگِ بنیاد رکھوانے کا پروگرام تھا۔ دارالحدیث کے دائیں جانب بالائی حصہ پر ایک دارالاقامہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے نام پر منسوب مکمل ہو چکا ہے۔ بائیں جانب سید احمد شہید قدس سرہٗ کے نام پر دارالاقامہ کی تعمیر زیرِ غور ہے۔ کچھ عرصہ قبل عالمِ اسلام کی ممتاز شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے اس عمارت کی پہلی اینٹ اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی مگر تعمیر کا کام تاحال شروع نہیں ہو سکا۔ آج کے معزز مہمان شیخ عبداللہ الزائد نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسی اینٹ کے ساتھ دوسری اینٹ رکھی اور اس طرح عرب و عجم کے اس قِران السعدین کی شکل میں یہ مبارک بنیاد رکھی گئی۔ شیخ الزائد نے جس امداد کا اعلان فرمایا وہ بھی اسی عمارت کی مد میں خرچ کی جائے گی۔ تقریبِ تاسیس کے بعد معزز مہمان جامع مسجد دارالعلوم گئے اور نمازِ عصر کی امامت فرمائی۔

> **دارالعلوم کے ہاسٹل شاہ اسمٰعیل شہید اور ہاسٹل سید احمد شہید عرب و عجم کے قِران السعدین (شیخ عبداللہ الزائد اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کی شکل میں یہ مبارک بنیاد رکھی گئی۔**

عصر کے بعد معزز مہمان کو طلبہ نے با دیدہ پُرنم الوداع کہا اور آپ پشاور تشریف لے گئے۔ شیخِ محترم کے ساتھ اس دورہ میں ان کے معزز رفقاء القاری المقرئ عبدالقوی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، محترم و مکرم مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب فیصل آبادی، محترم و مکرم جناب میاں فضل حق صاحب امیر جماعت اہلحدیث پاکستان اور ہمارے محترم فاضل دوست مولانا عبدالرزاق سکندر کراچی بھی شریک تھے۔ الحمد للہ کہ وسائل کی کمی ہر طرح بے ربطی و سادگی کے باوجود معزز مہمان نے خوشگوار اثرات لیے جس کا بعد میں آمدہ اطلاعات سے پتہ چلا کہ وہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے سب سے بڑھ کر اس دورہ میں متاثر ہوئے۔ حضرتؒ سے تو ان کی وابستگی اور مناسبت کا یہ حال ہوا کہ یہاں دورانِ قیام وہ بار بار حضرت شیخ الحدیثؒ کو والدی الکریم کہہ کر پکارتے رہے اور بار بار پیشانی کو چومنے کی سعی کرتے رہے۔

بہرحال برگزیدہ مہمان کا یہ دورہ دو علمی و دینی اداروں کے مابین گہرے علمی اور ثقافتی روابط کا ذریعہ بنا اور مرکزِ اسلام سے دارالعلوم حقانیہ کو قوی سے قوی نسبتوں کا شرف حاصل ہوا۔

الشیخ عبداللہ الزائد کی تقریر کا اقتباس

فضیلۃ الشیخ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ اُس نے ملاقات کے لیے موقع عطا فرمایا، اس مبارک ادارہ دارالعلوم حقانیہ کو دیکھنے کے لیے جو کہ اس شہر میں واقع ہے۔ امتِ اسلامیہ پر ان مدارس اور ان کا انتظام چلانے والوں کی عزت افزائی لازم ہے کیونکہ ان مدارس کا قیام مہماتِ دینیہ کے پیشِ نظر ہوتا ہے، اس جیسے اداروں میں پاکستانی قوم کی بقا مضمر ہے کیونکہ صحتِ عقیدہ اور اخلاق اقدار کی نشوونما اس میں ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ ان کے چلانے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

> **جامعہ اسلامیہ اور جامعہ حقانیہ کے درمیان ایسا اٹوٹ رشتہ ہے کہ وہ محتاجِ بیان نہیں، اسلام نے اس تعلق کو مضبوط کیا ہے اور ان دونوں کا منہج و دعوت ایک ہے دونوں کا ایک ہی صحیح عقیدہ ہے تو یہ تعلق اقویٰ اور مستحکم ہے**

ہمارے والدِ مکرم فضیلۃ الشیخ عبدالحق نے اس پاکیزہ مدرسہ جس کی بنیاد انہوں نے

(باقی صـ ٥٠٥ پر)

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ اور ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے طلبہ کی دارالعلوم تشریف آوری

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ اور اجازت حاصل کی

اساتذۂ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی آمد

۲۴ر شوال ۱۴۰۱ھ/ ۲۴ر اگست ۱۹۸۱ء جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے ممتاز اساتذہ و مشائخ کا ایک معزز وفد دارالعلوم میں تشریف فرما ہوا۔ یہ وفد افغان مہاجرین کے کیمپوں میں دینی تعلیم و تربیت کے لیے علماء کی ٹریننگ اور تقرری کے سلسلہ میں پشاور تشریف لایا تھا۔ معزز اور قابلِ احترام مہمانوں کا یہ وفد نمازِ مغرب سے قبل دارالعلوم پہنچا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اور دیگر اساتذہ و طلبہ نے مسجد میں ان کا خیر مقدم کیا۔ نمازِ مغرب وفد کے ایک ممتاز رکن شیخ صالح بن سعد السیمی نے پڑھائی، اس کے بعد دفترِ اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ نشست ہوئی۔ علماء نے ازراہِ علم پروری اور سعادتِ علمی کے حصول کے جذبے سے آتے ہی یہ اصرار شروع کر دیا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث ہمیں احادیث کی تمام کتابوں کی اجازت عطا کریں۔ حضرتؒ ازراہِ تواضع بے حد انکار کرتے رہے، مگر بالآخر مہمانوں کے اصرار پر حضرتؒ نے ان تمام مشائخ کو اجازت مسندۃ فی الاحادیث سے نوازا۔ مہمانوں کی خواہش تھی کہ اس طرح ہمیں مشائخ کبار پاک و ہند اور علماء دیوبند سے نسبتِ تلمذ حاصل ہو جائے۔ بعد میں مہمانوں کی خواہش پر یہ مشافہاتی سندِ حدیث اور اجازت تحریری طور پر لکھ کر ہر ایک مہمان کو الگ الگ دی گئی ـــــ نمازِ عشاء سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے مکان میں وفد کو عشائیہ دیا۔ نمازِ عشاء کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے وسیع صحن میں ان علماء کا عالمانہ خطاب ہوا۔ خطاب سے قبل دارالعلوم کے قدیم فاضل و مدرس مولانا شیر علی شاہ صاحب نے عربی میں ایک وقیع اور پُراز معلومات سپاسنامہ پیش کیا جس میں دارالعلوم کے مختلف گوشوں پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی تھی اور علماء دیوبند کی علمی و دینی خدمات کا ذکر تھا۔

ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے طلباء نے دارالعلوم حقانیہ کے نظام سے متاثر ہو کر ازخود باہمی چندہ کر کے بیس ہزار روپے کی رقم دارالعلوم کے لیے پیش کی

الدکتور ربیع ہادی استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور شیخ صالح سیمی استاذ العقیدہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے علمی فوائد پر مشتمل تقریریں کیں۔ ان تقاریر میں ردِ بدعات، اتباعِ سلف، تمسک بالسُّنۃ پر روشنی پڑتی تھی۔ اور یہ تقریریں ایک گونہ علماء دیوبند اور علماء نجد کے درمیان باہمی افہام و تفہیم کی آئینہ دار تھیں، اور بعض ایسے شکوک و خدشات کا ازالہ بھی مقررین کرنا چاہتے تھے جو معاندین نے پھیلا رکھی ہیں۔ دارالعلوم میں کل علمی افتتاح ہونے والا تھا۔ یہ ایک غیر رسمی افتتاحی تقریب بن گئی جو طلبہ کے لیے ایک نیا تجربہ اور ذوق و شوقِ علمی کا ذریعہ بن گئی۔ تقریب میں حضرت شیخ الحدیثؒ اور دیگر اساتذہ آخر تک موجود رہے، رات گیارہ بجے یہ مجلس ختم ہوئی۔

معزز مہمانوں نے دارالعلوم کے مختلف گوشوں، شعبوں، طلبہ کے جم غفیر، دینی تصلب و حمیت بالخصوص جہادِ افغانستان میں دارالعلوم کے کردار پر اپنی گہری محبت اور حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اتنے عظیم ادارہ کو دیکھ کر ہم حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ وفد کے ارکان نے دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات بھی قلمبند فرمائے۔ اس جماعت میں جو حضرات شریک تھے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:- (۱) الشیخ الدکتور ربیع ہادی استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔ (۲) الشیخ صالح السیمی استاذ العقیدہ (۳) الشیخ محمد محمد الشریف استاذ الحدیث۔ (۴) الشیخ احمد علی طہ ریان استاذ الفقہ (۵) الشیخ الدکتور بابکر الیدوی دشبین استاذ اللغۃ العربیۃ (۶) الشیخ محمد نور الخلیفہ مدرس بمعہد الجامعۃ الاسلامیہ (۷) الشیخ محمد سعد السیمی۔

ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے طلبہ کی آمد

۲ر ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۸۱ء ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سعودی عرب کے تقریباً پچاس طلبہ پر مشتمل وفد دارالعلوم کے معائنے کے لیے آیا، یہ گروپ کئی اسلامی ممالک کے مطالعاتی دورہ کے اختتام پر پاکستان آیا تھا اور اس میں عموماً سعودی عرب کے ممتاز خاندانوں کے چشم و چراغ شامل تھے۔

(باقی ص۵۰۸ پر)

فی بلاد الاطہار

احمد محمد محمود مدنی

مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ

سعودی عرب کے روزنامہ ”المدینۃ المنورہ“ کے تاثرات

۱۹ سال قبل صفر ۱۳۹۳ھ میں سعودی عرب کے صحافیوں کے ایک وفد نے دار العلوم حقانیہ کا معائنہ کیا اس وفد کے ارکان نے اخبارات میں اپنے وقیع تاثرات کا اظہار کیا۔ ہم یہاں سعودی عرب کے کثیر الاشاعت روزنامہ ”المدینۃ المنورہ“ سے جناب احمد محمد محمود صاحب مدنی کے تاثرات مع ترجمہ پیش کر رہے ہیں ——— (ادارہ) ———

وكان اوّل برنامجنا ان نزور مدرسة دار العلوم حقانية فی (اكوره ختك) خارج مدينة بشاور۔

وهٰذه المدرسة هی فرع كبير لمدرسة علمية عظيمة تاسست فی الهند وكانت مصدر التخريج عمالقة ف العلوم الاسلامية فی ”ديوبند“

ويعد تقسيم شبه القارة الهنديه وانشاء دولة باكستان اراد اولٰئك الرواد الاوائل وفی مقدمتهم الشيخ عبدالحق المحدث انشاء مدرسة على غرار دار العلوم فی ديوبند فی دولة الباكستان الفتية لنشر المعارف الاسلامية واعداد رجال الدعوة والتبليغ وقد خرجت هٰذه الدار حتی الان ۲۰۰۰ خريج يساهمون فی نشر الاسلام والتبليغ والدعوة الى الله فی اوربا وامريكه وافريقيه وشبه القارة الهندية ذاتها۔

وفی هٰذه الدار الان ۱۰۰۰ طالب فيهم تلاميذ من ۶ سنوات حتی المشيخوخة كلهم يطلب العلم اويستزيده۔ وكل الطلاب القادمين من خارج قرية (اكورة) التی تقع على مشارفها هٰذه الدار يتم توفير العلاج والمسكن والماكل والمنصرفات الاخرٰى له مجانا۔ بالاضافة الى الكتب الدراسية واولٰئك الطلاب ياتون من الصين وروسيا وايران وافغانستان وتايلاند للدراسة فی هٰذه الدار او الجامعة بالاخرٰى۔

آج ہمارا اوّلین پروگرام تھا کہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیارت کریں۔

یہ مدرسہ دار العلوم حقانیہ درحقیقت اس عظیم علمی شجر دار العلوم دیوبند کی ایک بہت بڑی شاخ ہے جو ہندوستان میں قائم کیا گیا تھا جو علوم اسلامیہ کے متبحر فضلاء کا مصدر رہے۔

تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو ان پیشروؤں نے (جن کے سرخیل حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث تھے) دار العلوم دیوبند کی نہج پر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو نوخیز پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی نشرِ و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے لیے علماء مہیا کرنے اور اب تک اس علمی ادارہ سے دو ہزار فضلاء دو ہزار ۲۰۰۰ فضلاء سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں جو یورپ، امریکہ، افریقہ اور پاکستان کے اطراف و اکناف میں اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اور اس مدرسہ میں حالاً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں چھ سالہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک حصولِ علم میں مصروف ہیں۔ اور یہ مدرسہ تمام بیرونی طلبہ کی معاشی ضروریات علاج ادویہ، رہائش، طعام اور دیگر اخراجات کا کفیل ہے۔ اور جملہ طلبہ کو درسی کتابیں دار العلوم کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ اور یہ طلبہ سرحدات چین و روس، ایران، افغانستان، تھائی لینڈ اور پاکستان کے قرب و جوار اور دور دراز سے اس مدرسہ بلکہ علمی یونیورسٹی میں حاضر ہونے ہیں۔

والدار بها ۳ مراحل دراسية يحضر فيها الطالب ۹ سنوات والفترة الدراسية صباحية و مسائية موزعة بين ۷ ساعات كل يوم------

الدار تشكو نقصاً ملحوظا فى الكتب خاصة الكتب التى تعلم اللغة العربية۔ و ذكر لى شير على شاه استاذ اللغة العربية فى هذه المدرسة انهم يتمنون ان تساعدهم الحكومات العربية والهيئات الاسلامية الاخرى بمجوعة من الكتب الدراسية فى مناهج قواعد اللغة والنحو والصرف والبلاغة لتعينهم على الارتقاء بمستوى دراسة العربية الى المستويات العصرية۔

وميزانية هذه الدار تاتيها من تبرعات الاهالى والاثرياء....وقد حرص مؤسسوها على توفير جو الحرية العلمية لهذه الدار وذلك لانهم لا يحبون مساعدة حكومية... لهذه تاتى مساعدات مالية لهذه الدار من امريكا وبريطانيا من المسلمين الباكستانين هناك۔

وفى نية هذه الدار ادخال التعليم العصرى مستقبلا متى ما توفرلها التمويل اللازم لادخال العامل و افتتاح اقسام لتعليم الطب وغيره۔

ومن منطقة الحدود الشمالية الغربية — بيشاور — وماحولها انطلقت دعوة السيد مفتى محمود عضو البرلمان الباكستانى على ان تكون۔ اللغة العربية — هى اللغة الرسمية فى الباكستان ۔ وعلل السيد مفتى محمود هذا بسببين احدهما داخلى و اخر خارجى — اما السبب الداخلى فهو لان باكستان بها اقاليم كثيرة۔ فهناك الحدود الشمالية الغربية — البنجاب — السند ۔ بلوخستان ولكل هذه الاقاليم لغاتها — فلغة اقليم الحدود هى البشتو ولغة البنجاب البنجابية والسند السندية والبلوخستانية البلوشية فلابد اذن ان تكون لهذه الدولة لغة واحدة جامعة تجمع اهل الباكستان... ولا تتوفر شروط كافية لهذه اللغة الجامعة فى غير اللغة العربية۔ فاللغة الانجليزية هى السائدة الان، لكن لابد من التخلص من هذه اللغة و احلال العربية مكانها....

الامر الثانى هو ان اللغة العربية هى لغة الاسلام و لغة القرآن ولغة اخواننا العرب وهى الصلة الوحيدة

دارالعلوم میں درس و تدریس کے تین مراحل ہیں ہر مرحلہ میں تین سال گزارنے سے طالب علم کو مجموعی طور پر حصولِ علم میں نو سال صرف کرنے پڑتے ہیں ۔ اوقاتِ تعلیم صبح و شام سات گھنٹے ہیں ۔

دارالعلوم کو کتابوں کی کمی کی شکایت شدّت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے ، خاص کر وہ کتابیں جو لُغتِ عربی میں مدد دے سکیں۔ اور مجھ سے شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ قواعدِ لُغت نحو، صرف بلاغت پر مشتمل کتابوں کی اعانت کے سلسلہ میں عرب ممالک کی توجہ کا متمنّی ہے تاکہ طلبۂ علوم دینیہ دورِ حاضر کے مطابق عربی تقریر و تحریر پر عبور حاصل کر سکیں۔

بفضلہٖ تعالےٰ دارالعلوم حقانیہ کے جملہ اخراجات مسلمان قوم کے تبرعات و اعانت سے پورے ہوتے رہتے ہیں ، بانیینِ دارالعلوم کی یہی کوشش ہے کہ دارالعلوم اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں آزاد اور خود مختار ہو اور یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حکومت کی اعانت کو محبوب نہیں سمجھتا۔ پاکستان اور دیگر ممالکِ اسلامیہ میں رہنے والے مسلمان اس ادارہ کی اعانت فرماتے ہیں۔

اور دارالعلوم کے عزائم میں سے ہے کہ موجودہ عصری علوم کو بھی دارالعلوم میں داخل کر دیا جائے جبکہ مناسب مالی قوت میسر ہو جائے جس سے تمام ضروری شعبے بروئے کار لا سکیں، اسی طرح فنِ طب کی تعلیم و تدریس کا بھی دارالعلوم ارادہ رکھتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ میں ہمیں یہ معلوم ہُوا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کی رسمی زبان عربی ہو جائے ، اور مفتی محمود صاحب نے اس کے لیے دو اسباب بیان کیے ہیں، ایک داخلی اور ایک خارجی ۔ داخلی سبب تو یہ ہے کہ پاکستان چار مختلف صوبوں میں منقسم ہے جو مختلف زبانیں بول رہے ہیں ۔ صوبہ سرحد میں پشتو، بلوچستان میں بلوچی ، سندھ میں سندھی اور پنجاب میں پنجابی بولی جاتی ہے۔ پس پاکستان کی مختلف بولیاں بولنے والی قوم کو متحد کرنے کے لیے لغتِ عربی کو رسمی زبان قرار دیا جائے —— انگریزی زبان کو پاکستان سے نکال کر اس کی جگہ عربی زبان کو رواج دینا چاہیئے جو تمام خصوصیات و مزایا کی حامل ہے —— داخلی سبب یہ ہے کہ عربی لُغت اسلام کی لُغت ہے ، قرآنِ پاک اور حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور ہمارے عرب بھائیوں کی زبان ہے اور یہ لُغت درحقیقت باہمی اتحاد کا ذریعہ اور ممالکِ اسلامیہ کے تعاون کا سبب وحید ہے۔

للتعاون بين الدول الاسلامية كلها - فلا بد من دراستها -

شئ هام اثار الرهبة فی نفوسنا ونحن علی مشارف مدرسة دار العلوم الحقانية - ففيما كنا علی وشك الانحدار اليها من الطريق الرئيسی رأينا صفوفا من الطلاب علی جانبی الطريق يحملون الورود والزهور ورأينا من ابعيد قوسًا من اقواس النصر نستطيع نتبين فيه كلمة اهلاً وسهلاً -

اول ما دار فی ذهنی ان كبير وزراء المنطقة فی اضعف الاحتمالات سيزور هٰذه المدرسة اليوم لهٰذا استعدوا له بما يستحق من وسائل الترحيب - ولكن ما ان توقفت السيارة حتّٰی وجدنا عجبا - صفوف طويلة من الطلاب علی جانبی الطريق الطويل المؤدی الی مبنی الدار تهلل وتكبر وتهتف بصوت واحد — يحيا رائد التضامن الاسلامی الملك الفيصل --- اهلاً وسهلاً بضيوفنا القادمين من الاراضی المقدسة -

والتفتت ابحث عن الزميل راشد فهد الراشد الذی كان معی فی السيارة وقد دخل عليه البرد من مكان - وكان يمنی نفسه الامانی ان يجد مكانا يتدثر فيه من هٰذه البرد الذی قال انه لم يشهد له مثيلا: تلفتت ابحث عنه واذا هٰذه النداءات قد فاجأته من كل مكان.... واذا هو يخطو خطوات خفيفة وسريعة بين ترحيب اساتذة وطلاب الدار به.... لقد طار البرد ... وحق لهٰذا الحماس ان يمزق حجبه تمزيقا —

يا للفرق الشاسع .. كنا نحن الذين نشارك فی الاصطفاف للترحيب بالضيوف القادمين الی بلادنا — وكان ابعد شئ الی اذهاننا ان يكون لنا، هٰذا الاستقبال الحماسی المثير الذی لا يليق مثله الا الزعماء والرؤساء وما نحن بزعماء ولا رؤساء — وانتهينا من تلك الزيادة ولم نصدق ما حمل لنا... اجتمعت صدمة المفاجاة بضخامة الاستقبال فكان مزيجا من وقفة تامل فی كل ذٰلك الموقف.

ما الذی دعی اولئك الرجال وكثير منهم نحن فی حساب العمر ابناؤه ان لم نكن احفاده يغرقونا بهٰذا الكرم المثير لم يكن امامی الا تفسير واحد ولم اسمح لنفسی ان يكون لی غيره ان ذٰلك الشعور بالاحترام ومظاهر الاكرام التی قوبلنا بها انما هی رمز، مجرد رمز، لما يكنه اولئك المسلمون من اقصی المد الاسلامی لهٰذه الارض التی جئنا منها: الجزيرة العربية التی

ایک اہم چیز جس نے ہمارے دلوں میں رعب برپا کیا جبکہ ہم دارالعلوم حقا کو جی ٹی روڈ سے اترنے والے تھے ہم نے راستہ کے دونوں جانب طلبہ کے عظیم ہجوم کو قطاروں کی شکل میں دیکھا جو اپنے ہاتھوں میں گلاب اور دیگر قسم کے پھول اٹھائے ہوئے تھے اور کتبوں پر اَھْلاً وَّ سَھْلاً کے کلمات درج تھے۔

سب سے پہلے میرے ذہن میں جو خیال گذرا وہ یہ تھا کہ شاید یہاں صوبے کے بڑے وزراء آئیں گے، اس لیے انہوں نے ترحیب و خوش آمدید کا یہ انتظام کیا ہے، لیکن جب ہماری کار کھڑی ہوئی تو ہم نے عجیب منظر دیکھا، طلبہ کی طویل قطاریں لمبے راستے کے دونوں طرف کھڑی تھیں جو سڑک سے دارالعلوم تک پھیلی ہوئی تھیں، تکبیر اور تہلیل کے نعرے ایک ہی آواز میں گونج رہے تھے "اسلامی اتحاد کا علمبردار شاہ فیصل زندہ باد، اَھْلاً وَّ سَھْلاً مہمانِ حرم خوش آمدید۔

میں اپنے دوست راشد فہد الراشد کو ڈھونڈ رہا تھا جو میرے ساتھ گاڑی میں سردی کو محسوس کر رہا تھا اور وہ کسی گرم مکان میں گرمی حاصل کرنے کا متلاشی تھا —— میں نے بعد از تلاش اسے دیکھا کہ وہ نرم و گرم رفتار میں خراماں تھا اور طلبہ و اساتذہ کے ترحیبی نعروں نے اس سے سردی کو اڑا دیا تھا اور اس تواضع و اعزاز کے سامنے سردی کا حجاب پھٹنا لازمی تھا۔

حیرت و تعجب ہے اس فرقِ عظیم پر کہ ادھر ہم اپنے شہروں میں ان مہمانوں کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال میں شریک ہوتے تھے اور یہ بات ہماری عقول سے بہت دور تھی کہ ہمارا بھی ان مہمانوں کی طرح استقبال کیا جائے گا، مروت و شجاعت کا یہ استقبال جو صرف زعماء و رؤسا کے لیے منعقد ہوتا ہے، کون سی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر ان بزرگوں نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا جن کے ہم باعتبار عمر کے اگر نواسے نہیں تو بیٹے تو ضرور ہیں میرے سامنے صرف یہی توجیہہ تھی کہ احترام و اکرام کے مناظر صرف اور صرف رمز و اشارہ ہیں کہ ہم جزیرۂ عرب سے آئے ہوئے ہیں جہاں اسلام کی روشنی دُنیا کے گوشوں میں پھیلی ہے۔

بها الاراضی المقدسة حيث شع الاسلام۔

شیر علی شاہ مدرس العلوم العربیة بهذه الدار تكلم فی حفل خطابی اقیم عند وصولنا وما تزال كلمته ترن فی اُذُنی۔

انا قاصرون عن اداء فرائض الضيافة لابناء اولٓئك الرجال الذين اسبغوا علينا نعمة الاسلام وعلموا العجم فی هذه البلاد الدين۔

تلی فی ذٰلك الحفل ايات من القران الكريم۔ ما تزال حلاوتها فی اذان كل الوفد الصحفی حتّٰی هٰذه الساعة سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ ـــــ تلی الشيخ احد الطلبا كل "سورة الصف" بترتيل جميل جمع بين جمال الصوت والتجويد فكنا ننصت بكل ما نملك من خشوع الی الاٰيات البينات وهی تنزل فی اذاننا حلاوة وطلاوة۔

زيارتنا لهٰذه المدرسة قللت فی نظرنا زيارة ای شیٔ اخر فكان لنا من بعد سلوك الطريق الذی سلكه الغزاة "ممر خيبر" عودة الی راولبندی۔

("المدينة المنورة" ۸ صفر ۱۳۹۳ھ)

شیر علی شاہ مدرس دار العلوم حقانیہ نے استقبالی جلسہ میں خطاب کیا، جس کے کلمات اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

ہم ان شخصیات کی اولاد کے فرائض مہمان نوازی کی ادائیگی میں قاصر ہیں، جنہوں نے ہم پر اسلام جیسی عظیم نعمت کو پیش کیا اور تمام عجم میں دین اسلام کی تعلیم دی۔

ایک طالبعلم مولانا فضل الرحمٰن جو مولانا مفتی محمود وزیر اعلیٰ سرحد کے برخوردار ہیں ـــــ دار العلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہیں، نے قرآن مجید کی چند آیات "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ..... الخ ـــ خوش آوازی اور دلکش قرأت کے ساتھ تلاوت کیں۔ ہم پوری قوتِ سکوت اور خشوع کے ساتھ آیاتِ بیّنات کو سُن رہے تھے اور وہ ہمارے کانوں میں حلاوت و بشاشت مہیا کر رہی تھیں۔

اس دار العلوم کی زیارت نے ہماری نگاہوں میں دیگر مشاہد و آثار کی زیارت کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۵۰۰ سے ، مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ میں

دار العلوم دیوبند (ہند) کے مسلک و نہج پر رکھی۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مدارس اور ان کے معاونین پر برکتیں نازل فرمائے تاکہ یہ مدارس اپنی دعوت اور پیغام کو بحُسن و خوبی انجام دیں۔

محترم بھائیو اور دوستو! آپ پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ آپ ایسی سرحد پر واقع ہیں جس کے ارد گرد دشمنانِ اسلام ہیں جو ہر وقت اس سوچ میں ہیں کہ ہم افغانستان میں اپنے اڈے بنا کر اسلامی ملکوں کو ہضم کر سکیں اور وہ اس وقت مسلمانوں کے بہت بڑے قیمتی حصہ پر قابض ہیں۔ ایک تو ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی وجہ سے اور دوسرے خود مسلمانوں کے مابین اختلاف کی خلیج کے باعث یہ نقشہ سامنے آیا ہے ـــــــــــ اور آخر میں مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامعہ حقانیہ کے درمیان ایسا اٹوٹ رابطہ ہے کہ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اسلام نے اس تعلق کو مضبوط کیا ہے اور ان دونوں کا منہج و دعوت ایک ہے کہ دونوں کا ایک ہی صحیح عقیدہ ہے۔ تو یہ تعلق اقویٰ اور مستحکم ہے اور مجھے اس بات سے بھی خوشی ہے کہ معادلہ ان شاء اللہ تعالےٰ ہو جائے گا تو یہ جامعہ اسلامیہ کے لیے شرفِ عظیم ہوگا کہ وہ جامعہ حقانیہ کے فضلاء کو قبول کرے۔

اور مجھے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ کی طرف سے جامعہ حقانیہ کو ان خدماتِ جلیلہ پر پچاس ہزار روپے میاں فضل حق صاحب ادا کریں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دارالعلوم حقانیہ مدنی فیوض اور برکات کا منبع ہے

حقانیہ، دارالعلوم دیوبند کا پاکستانی ایڈیشن ہے ، دارالعلوم حقانیہ شہدائے بالاکوٹ کے مشن کی تکمیل ہے

علماء بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری اور تاثرات کا اظہار

۳۰ ستمبر ۱۹۶۹ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز سے ملاقات اور حالاتِ حاضرہ پر تبادلۂ خیالات اور دارالعلوم دیکھنے کے لیے بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) سے جمعیۃ علماء اسلام سے تعلق رکھنے والے حضرات علماء کرام کی ایک جماعت دارالعلوم تشریف لائی جس میں مولانا پیر محسن الدین احمد صاحب رنگ پور امیر جمعیۃ العلماء اسلام مولانا ابوالحسن صاحب جسر مجے نائب صدر، مولانا محی الدین خان ایڈیٹر ”مدینہ“ و ”نیا زمانہ“ ڈھاکہ، مولانا ذاکر احمد صاحب خطیب شاہی مسجد چاٹگام، مولانا شوکت علی صاحب کھلنا اور مولانا عبدالجبار صاحب ناظم جمعیۃ ڈھاکہ شامل تھے۔ دارالعلوم کا معائنہ فرما کر آپ سب حضرات نے نہایت مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ عصر سے قبل دارالعلوم کے دارالحدیث میں طلبہ سے علم کی اہمیت اور فضیلت پر مختصراً کئی حضرات نے روشنی ڈالی۔

جناب پیر محسن الدین صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ علم وہ ہے جو اللہ کے ہاں محبوب ہے، جو اللہ کو پہچاننے اور اخلاق سنوارنے کا ذریعہ ہو، اور وہ علم جس کو آج کی دُنیا سیکھ رہی ہے اس سے انسان کو انسان بننے کا راستہ بھی نہیں ملتا۔ یہاں کے علومِ نبوت سے آپ کو اخلاق کی تربیت، خلقِ خدا کی اصلاح اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِتباع جیسی دولت میسّر ہوگی، یہ وہ علم ہے جس کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند درجات ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں حاضر ہو کر دل کو تسکین حاصل ہوئی، نظم و نسق کے علاوہ رُوحانی قدر و قیمت بھی یہاں موجود ہے۔

مولانا ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ حضرتِ شیخ الحدیث صاحب میرے زمانۂ دیوبند کے شفیق استاد ہیں، یہی شوق مجھے کشاں کشاں یہاں تک لے آیا ہے اور آج دارالعلوم کو دیکھ کر میری روح میں تر و تازگی پیدا ہوئی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدنی فیوضات کا ایک منبع ہے۔ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تقسیم کی ہے، ایک وہ جو دل میں اتر سے صرف زبان تک نہ رہے، وہ علم نافع ہے آگے اس کی ٹہنیاں نکلیں گی اور تمام اعضاء پر محیط ہوگا۔

بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کے پُرجوش ملّی و قومی کارکن اور صحافی مولانا محی الدین خان ایڈیٹر ”نیا زمانہ“ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ دارالعلوم دیوبند کا پاکستانی ایڈیشن ہے۔ اس کے یہاں کا فیض دور دراز تک پھیلا ہوا ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بے شمار تلامذہ کے لحاظ سے بنگال بھی اس سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ یہ مقام ہمارا روحانی مرکز اور اس کا ترجمان الحق ہمارے فکری محاذ کا رہبر اور راہنما ہے۔ آپ نے فرمایا جب صدر ایوب خان نے قرآن پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے ذریعہ دست درازی کی اور الحق نے عَلَمِ جہاد اُٹھا کر ۲۲ نکاتی چارج شیٹ شائع کی تو مشرقی پاکستان میں اس سے آگ لگ گئی۔ علماء کرام نے اس کا (بنگالی میں) ترجمہ کرکے لاکھوں کی تعداد میں گھر گھر پہنچایا اور بالآخر اُس وقت کی حکومت نے شکست کھا کر سرِ تسلیم خم کیا۔ ایک چھوٹے سے قصبہ کے بے بضاعت علمی پرچہ کے ذریعہ اتنا بڑا کام اللہ کا فضل ہے جسے آئندہ تاریخ یاد رکھے گی۔

آپ نے فرمایا سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک سے عَلَمِ جہاد بلند کیا تھا جو غدّاری کی وجہ سے بالاکوٹ میں ختم ہوا مگر یہ وہی فیض ہے جس نے سرزمینِ ہزارہ سے اُٹھے ہوئے ایک شخص کے دین میں تحریفی کوششوں کا بھرپور تعاقب کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید توفیق دے۔

❖

مؤتمر المصنفین کی دوسری پیش کش
اسلام اور عصرِ حاضر
از قلم: مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصرِ حاضر کی تمدنی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف، موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں اور فرقِ باطلہ کا بھرپور تعاقب، نئے دور کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بے باک قلم سے، مغربی تہذیب و تمدن اور عالمِ اسلام پر اس کے اثرات کا تحلیل و تجزیہ، الغرض بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک۔ یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کرے گی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے آپ کی رہنمائی کرے گی۔ صفحات ۴۳۰، سترہ ابواب، سینکڑوں عنوانات، بہترین کتابت و طباعت، سنہری ٹائٹل مجلد، قیمت [illegible]

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان

دارالعلوم حقانیہ

ایک ایرانی اخبار کی نظر میں

آج سے ۲۰ سال قبل تہران (ایران) سے شائع ہونیوالے اخبار "فردا" کے ۱۹۶۲ء کے ایک شمارہ میں جناب محمد حسین تسبیحی صاحب کے قلم سے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں حسب ذیل تاثراتی مضمون شائع ہوا —— (ادارہ)

دارالعلوم حقانیہ یکے از مراکز علوم اسلامی پاکستان در شہر اکوڑہ خٹک است مسئول و مؤسس این دارالعلوم مولانا عبدالحق است۔ ہم اکنون نمائندہ مجلس شورای ملی پاکستان نیز می باشد، وقتیکہ باین مدرسہ وارد گشتم، او را دیدم کہ حلقہ درسی تشکیل دادہ و بیش از ۵۰۰ طالب علم گرد او حلقہ زدہ مانند. وی با خوشی وئے مرا پذیرفت و محبت فراوان فرمود، و این چند جملہ را بہ زبان فارسی در دفتر من یادداشت کردہ۔

"—— بیش از حد مسرور شدم کہ یک نفر از ایران مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان بہ این مدرسہ اسلامی آمدہ است مملکت خداداد ایران و باشندگان آن در حق پاکستان و طلبہ علوم دینیہ خصوصاً درباره دارالعلوم حقانیہ اکوره خٹک بسیار خیر خواہ و ہمدرد ہستند، خداوند کریم پاکستان و ایران کہ برادران مشفق ہستند ہا متفق و سرسبز گرداند و از آفات و بلیات محفوظ دارد ——
عبدالحق عفی عنہ ——"

دارالعلوم حقانیہ در حال حاضرہ   طلبہ و   مدرس (استاد) دارد کہ از قرآن خوانی آغاز می کنند و تا درجہ اجتہاد می رسند، وسائل زندگی و غذا و خوابگاہ از ہر جہت در مدرسہ آمادہ است و در سال ۲۱۲۶۲۰ روپیہ خرج می شود۔

علاوہ بر پاکستان از ایران و افغانستان و تایلند ہم در این مدرسہ تحصیل می کنند، بسیاری از بزرگان اسلامی و علمائے دینی از این مدرسہ دیدن کردہ اند۔ مجلہ الحق ہم ماہیانہ مطالب و موضوعاتی ارزندہ در علوم اسلامی از ادارہ انتشارات مدرسہ حساب می شود۔

کتاب خانہ دارالعلوم حقانیہ ۳۲۹۰ مجلد کتاب چاپی (عربی و فارسی و اردو و پشتو) در چہل و شش علم اسلامی و ۹۷، نسخہ خطی دارد آقائے گل رحمن کتاب دار کتاب خانہ توضیح داد کہ کتابہائے دیگر ہمہ از ممالک اسلامی خریدہ ایم کہ بزودی می رسد، فہرست نسخہ ہائے خطی کتاب خانہ حقانیہ از طرف مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان تہیہ خواہد شد۔

از کلاس ہائے دارالعلوم حقانیہ دیدن کردم۔ شور و عشق و اشتیاق طالب علمان در تحصیل علوم اسلامی وصف ناپذیر است، کلیہ طالبعلمان روی   دور استاد تدریس می نشینند و ہمانند مکاتب قدیم بہ درس گوش می دہند و بحث و محص می پردازند۔ بر دیوار ہائے کلاس ہائے درس جملاتی بہ زبان ہائے عربی و پشتو و فارسی و اردو بہ خط خوش نستعلیق و ثلث بستہ بود از جملہ :-

(۱) با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب۔
(۲) کار دنیا کسے تمام نہ کرد۔
(۳) ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔
(۴) مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر۔
(۵) ؎ نابردہ رنج گنج میسر نمی شود !
مزد آن گرفت جان برادر کہ کار کرد
(۶) پہ خیر راغلے (پشتو، یعنی خوش آمدید)
(۷) ہر کلہ راشی (پشتو، ہمیشہ بیایید)
(۸) ؎ ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

* * *

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

چند منامی بشارتیں جو علمی دنیا میں ہو بہو حقیقت بن کر سامنے آتی رہیں

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ صدر المدرسین دار العلوم حقانیہ

میں، محمد فرید، اور چند اہل علم جامعہ اسلامیہ سے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی سے ملاقات کے لئے دار العلوم حقانیہ آئے وہ دار العلوم کی مسجد کے محراب میں تشریف فرما تھے جبکہ اس وقت یہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی تھی۔ تو مجلس کے برخاست کے وقت ایک نوجوان سے ہمارے بعض رفقاء کے متعلق سخت کلام سنا گیا جس سے ہمیں بھی معمولی سا صدمہ پہنچا۔ تو رات احقر کو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے جو کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق جیسا شکل رکھتا تھا، مجھے فرمایا کہ ناراض نہ ہو نا یہ محراب تمہارے لئے بنائی گئی ہے۔ (چنانچہ اسی مسجد کی پانچ وقتہ نمازوں کی امامت اس خواب کی عملی تعبیر ظاہر ہو چکی ہے۔)

امام العلما مولانا عبدالمالک صدیقی دار العلوم حقانیہ کو اپنا ذاتی مدرسہ سمجھتے تھے

حضرت شیخ الحدیث مولانا غوث غشتی اور حضرت امام العلماء مولانا عبدالمالک صاحب صدیقی تمام دیوبندی مسلک کے مدارس کے سرپرست تھے لیکن دار العلوم حقانیہ کو اپنا ذاتی مدرسہ سمجھتے تھے تو حضرت صدیقی نے مجھے خط میں لکھا کاش! اگر تم دار العلوم حقانیہ میں ہوتے۔ یہ خط مولانا سلطان محمود صاحب مرحوم نے دار العلوم کے محافظ خانہ میں رکھا۔ تو حضرت صدیقی کے تمنا اور حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غوث غشتی کے اشارہ کے بناپر خادم نے دار العلوم حقانیہ آنے کا ارادہ کیا۔ تو جب مولانا سلطان محمود صاحب مرحوم (دار العلوم کے ناظم اول) مجھے دار العلوم حقانیہ سے جانے کے لئے زور دی آئے تو خادم نے استخارہ کیا اور بین النوم والیقظہ ہونے کی حالت میں مجھے دار العلوم حقانیہ کے جنوبی دیوار کے پاس ایک بورڈ نظر آیا جس پر لکھا گیا تھا من دخلہ کان آمنا۔ اور میں بڑے اطمینان کے ساتھ دار العلوم آیا۔

استخارہ میں دار العلوم کی جنوبی دیوار پر لکھا ہوا تھا مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا چنانچہ میں بڑے اطمینان سے دار العلوم چلا آیا

مولانا سلطان محمود صاحب کے متعلق ایک خواب یاد آیا کہ حضرت مولانا شیخ الحدیث کی حالت صحت میں خادم نے ایک خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کے مطاف میں طائفین کا بہت ازدحام ہے اور مولانا سلطان محمود صاحب جو کہ طواف کے انتظام کیلئے کوشش کرنے میں ناکامی سے خائف ہیں تو خادم نے ان کو کہا کہ گھبرائے مت میں آپ کے ساتھ ہوں، جس کی واضح تعبیر دار العلوم حقانیہ میں تقرر ان کی گویا معاونت ہے

پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے مجھے اجازت حدیث سے نوازا اور پھر علالت اور کمزوری کے وقت بغیر میرے مطالبہ کے مجھے اولاً بخاری شریف جلد اول، اور ثانیاً ترمذی شریف جلد اول کی تدریس حوالہ کی۔ اور میری موجودگی میں بعض علماء کو فرمایا۔ کہ مفتی صاحب دار العلوم حقانیہ کے روح رواں ہیں۔ اور وفاق کے ایک نگران کو فرمایا کہ مفتی صاحب ہمارا شیخ الحدیث اور صدر مدرس ہے۔ اور وفات سے کئی دن قبل خادم کو فرمایا کہ اس گاڑی کو چلائے رکھیں، رکنے نہ دیویں۔ خادم نے حضرت شیخ الحدیث کی حالت صحت میں خواب دیکھا کہ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے پاؤں دباتا ہوں۔ تو موافق حدیث عزالمحیین ہیں۔ تو جب خادم نے ان کو یہ خواب بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور حسب عادت تواضع کے الفاظ کہے۔

بقیہ ص ۵۰۱ سے: جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ اور طلباء

مولانا سمیع الحق صاحب نے دار العلوم پہنچنے پر ان کا خیر مقدم کیا۔ دار الحدیث میں طلبہ و اساتذہ کی ترحیبی تقریب میں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے مؤثر اور پُرجوش خطاب فرمایا، اور مہمان طلبہ نے ہمارے ہاں کے درس و تدریس کے قدیم نظام، مقاصد اور جذباتِ دینی کا ذکر کیا، اور یہ کہ یہ لوگ کس خلوص سے تحصیلِ علم کے بعد دین کے عظیم کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

جواب میں وفد کے قائد جناب مجید حریری مکّی نے مؤثر تقریر کی۔ اس کے بعد دار العلوم کے وسیع کتب خانہ کے ہال میں مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی، اس دوران بھی معلومات کا تبادلہ جاری رہا۔ مہمانوں نے الشیخ محمود المصری مرحوم کی مسجل قرآنِ مجید کا ایک سیٹ اور دیگر قابلِ قدر ہدایا پیش کیے۔

اتنے سارے علماء و طلباء کی متشرع شکل و صورت، علمی انہماک اور اسلامی علوم و فنون کے مکمل نظامِ درس، یہ سب چیزیں ان حضرات کیلئے تعجب و حیرت کا باعث بنیں۔ جاتے وقت معزز مہمان طلبہ نے از خود تقریباً بیس ہزار روپے کی رقم اکٹھی کر کے دار العلوم کو پیش کی جسے دار العلوم نے ان کی بیحد خواہش اور اصرار پر قبول کیا۔ ایسے معزز مہمان طلبہ کے حالتِ سفر میں یہ عطیہ قبول کرنے سے مولانا سمیع الحق بے حد انکار کرتے رہے، مگر بعد میں ان کی دل شکنی کے احتمال سے یہ مبارک عطیہ دار العلوم کے لیے باعثِ خیر و برکت سمجھ کر قبول کر لیا۔

* * *

مولانا کوثر نیازی

دار العلوم حقانیہ پاکستان میں

وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برِّ صغیر میں دار العلوم دیوبند کو حاصل ہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پاس نیک نیتی اور اخلاص کا زادِ راہ تھا جو آج عظیم ادارہ دار العلوم حقانیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۶ء کو لاہور کے جناب مولانا کوثر نیازی سابق وزیرِ اطلاعات ونشریات دار العلوم تشریف لائے۔ دار العلوم میں قیام کے دوران تعلیمی اور انتظامی شعبے اور تعمیراتی کام دیکھ کر بیحد محظوظ و مسرور ہوئے۔ بعد از نمازِ عصر جامع مسجد دار العلوم کے وسیع صحن میں مولانا موصوف نے ذیل کا خطاب فرمایا جو مولانا کی گہری بصیرت، تجربہ اور دینی وفکری پختگی کا غماز ہے۔ تجدد پسند دین کے نام پر دین میں جدت طرازی کرنے والوں کے بارہ میں مولانا کے ارشادات ایک ایسے آزمودہ کار کے خیالات ہیں جو خود کافی عرصہ صاحبِ البیت رہا ہے ———— (ادارہ) ————

مجھے آج دار العلوم میں آنے کا موقع ملا، یہ میری بہت بڑی سعادت ہے اور آج میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ میں سالہا سال سے آپ کے دار العلوم اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) کی عظیم شخصیت سے متاثر ہوا اور وہ خدماتِ جلیلہ جو حضرت مولانا اور یہ ادارہ دینِ حق کی بجا لا رہا ہے، شروع سے اس کا قدر دان ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو زمانہ جا رہا ہے اور جس طرح حالات ہمیں گھیرے ہوئے ہیں اور دینِ حق کو جو فتنوں کا سامنا ہے ان میں ایسی بزرگ ہستیاں مغتنماتِ زمانہ میں سے ہیں۔ اور کبھی خیال آتا ہے کہ جب یہ لوگ بھی نہ رہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا حضرت شیخ الحدیث کا وجودِ مسعود بھی ان میں سے سمجھتا ہوں ؎

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

میرے بارہ میں جو ذرہ نوازی آپ لوگوں نے فرمائی، بغیر تصنع اور بناوٹ کے کہتا ہوں کہ میرے اندر ان خصوصیات کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں ہے، علماءِ ربانیین کا ادنیٰ خادم اور اُن کے خاکِ قدم کو سرمۂ چشمِ بصیرت اور نجات کا باعث سمجھتا ہوں، اگر کوئی متاع اور اندوختہ میرے پاس ہے تو یہی ہے۔ میں کچھ تقریر کا ارادہ نہیں رکھتا، آپ اہلِ علم ہیں، میں خود آپ سے سیکھنے آیا ہوں، بس ایک رشتہ کی بناء پر کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ دنیا عزت اور اقتدار لیے جا رہی ہے، آپ کو اللہ نے دنیا طلبی سے محفوظ رکھا، قناعت کا جذبہ اور زندگی عطا فرمائی، اپنے اور رسول کریم کے علوم کا وارث بنایا، اس سے بڑی عزت اور کیا ہو سکتی ہے؟ لوگوں کے پاس جو اقتدار ہے وہ زوال پذیر اور پانی کے بلبلہ کی مانند ہے، کل جو کرسی پر تھے آج اُن کا نام لینا بھی جرم اور قابلِ دشنام ہو چکا ہے۔ اُن کا حکم صرف جسموں پر چلتا ہے دلوں پر نہیں، آپ کا حکم اس زمانہ میں بھی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر چلتا ہے، اصل دولت دولتِ آخرت ہے اور اس دولت کے مقابلہ میں دنیا کی نسبت یہ ہے جیسے کوئی بہتے ہوئے سمندر میں انگلی ڈال دے اور کچھ تری اس کی انگلی پر لگ جاوے، آپ کی مثال تو بحرِ مواج کی مانند ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ اس شعور کو تازہ رکھ کر اس دار العلوم سے فارغ ہوں ————

میں نے آج کے مختصر قیام کے دوران جو کچھ دار العلوم میں دیکھا جو سُنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جو جائزہ لیا، اِس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ دار العلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر پاک و ہند میں دار العلوم دیوبند کا ہے۔

اس لحاظ سے یہاں سے فارغ ہونے والوں کی ذمہ داری اور بھی نازک ہو گی جب آپ یہاں سے نکلیں تو آپ کے علم کے ثمرات لوگوں پر منکشف ہونے چاہئیں

یہ دور بلاشبہ سیاست کا ہے اور اسلام دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتا مگر جو سیاست اس زمانہ میں چل رہی ہے، اس کا یقیناً دین سے کوئی تعلق نہیں اور جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی کی صورت سامنے ہے۔ اس سیاست نے ایسے جذبات پیدا کیے کہ سینے اقتدار کی بھٹیاں بن کر رہ گئے۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ابلیس کا دعویٰ تھا

> میں نے آج کے قیام کے دوران جو کچھ دار العلوم میں دیکھا، جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جائزہ لیا اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ دار العلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر میں دار العلوم دیوبند کی ہے۔

مگر اس الیکشنی سیاست کی بنیاد ہی اس دعویٰ پر ہے اور اس دعویٰ ابلیس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کے سپہ سالار مہابت خان کو جب اس بغاوت کی سوجھی، جیل سے لکھا کہ مہابت خان ہم کو تخت و اقتدار نہیں بلکہ اصلاح درکار ہے۔ اس مشورہ نے جہانگیر کو بھی گرویدہ کر دیا اور نکلے پیر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہاں حاضری دینے لگا۔ اس جذبۂ اصلاح و خیر خواہی نے جہانگیر کو بدل دیا اور جب ان کے پند و نصائح سے متاثر ہوا تو شراب نوشی تک چھوڑ دی۔ علماء بھی اقتدار کے طالب نہیں رہے مگر حق بات کہنے میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی بلکہ ؎

اور حق بات بہرحال نہ تیغ کریں گے
یہ جرم اگر ہے تو سر دار کریں گے

اصلاح کے جذبہ کی ضرورت ہے، اور جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو قرآن و سنت کے ان سرچشموں کو گدلا نہ کیجئے، ہر حال میں کلمۂ حق کہئے مگر ایک مخلص اور خیر خواہ کی حیثیت سے۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ تبلیغ آپ کا فریضہ، آپ کا مشن ہے۔ آپ ان عیسائی مشنریوں کو دیکھئے جن کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے، انہوں نے بے سروسامانی سے مشن کا آغاز کیا۔ اس کا پہلا مشنری جو ۱۷۹۳ء میں کلکتہ آیا، ایک موچی کا لڑکا تھا اُس نے تجویز پیش کی کہ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے۔ وہ ہر گلی کوچہ گیا، ہر گرجہ میں چندے کے لیے ہاتھ پھیلائے تاکہ ہندوستان روانہ ہو سکے۔ اس تمام محنت کے بعد اسے کل ساڑھے تیرہ شلنگ چندہ ملا، حالانکہ اُس وقت اس سفر کے لیے اسے کم از کم پچاس پونڈ کی ضرورت تھی۔ اُس نے جہاز والوں کو منت سماجت کر کے راضی کیا اور کہا کہ میں تمہاری ہر قسم کی خدمت کروں گا، جوتے صاف کروں گا مگر مجھے ہندوستان لے چلو۔ چنانچہ اُس نے یہاں آکر عیسائی مشنری کا پودا لگایا جو آج ایک مضبوط درخت بن چکا ہے اور اس کے کانٹے برابر ملتِ مسلمہ کے دامن کو تار تار کر رہے ہیں۔

اپنے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مثال سامنے رکھیئے، جن حالات میں انہوں نے دارالعلوم کا آغاز کیا ہوگا میرا اندازہ ہے کہ اُس وقت کچھ بھی ان کے پاس نہ ہوگا، نہایت بے سروسامانی میں ارادہ کیا ہوگا مگر نیک نیتی، اخلاص اور جدوجہد زادِ راہ تھا تو آج اس عظیم ادارہ کی شکل میں دارالعلوم موجود ہے، لاکھوں روپے لگ گئے اور انشاء اللہ آئندہ کروڑوں خرچ ہوں گے۔ اگر آپ لوگ دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے نیک نیتی سے کام شروع کریں گے تو خدا کی مدد یقیناً ساتھ ہوگی، وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو زادِ راہ سے مایوس نہیں کریں گے۔

مولانا محمد علی جوہرؒ نے کیا خوب کہا کہ مشکلات اور بے سروسامانی سے نہ گھبراؤ، تم نے نہیں دیکھا کہ راستہ پر چلنے والے کو حدِ نظر سے آگے سڑک ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خاص حد سے آگے سڑک بند ہے مگر جب آدمی چلتا ہے تو محدود راستہ کھلتا نظر آتا ہے — بڑھتے چلو خدا کا نام لیکر آگے بڑھتے چلو —

* * *

اور قافلہ بڑھتا گیا

— خیر اور شر کی بحث میں —
— حق اور باطل کے موازنے میں —
— وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے تھے —
ان کا نصب العین
— ان پر روشن ہو چکا تھا —
— اب شرط اخلاص اور استقامت کی تھی —
— اخلاص اور استقامت ہی کو —
— ان کی اصل طاقت بننا تھا —
— یہی ان کی طاقت ثابت ہوئی —
— اور اسی لیے سفر جاری ہے —
قافلہ چل رہا ہے
زمانہ دیکھ رہا ہے
— آج روئے زمین کا کونسا ایسا حصہ ہے —
جہاں ان کے لیے
— دعاؤں میں اُٹھنے والے ہاتھ نہیں —
— یا جہاں ان کے عدو نہیں ہیں —
تاریخ کرۂ ارض کے
— ان لاتعداد انسانوں کو سلام کہتی ہے —
جو کبھی صرف ۵ تھے

فضل سعید کرم ایجنسی

وسطِ ایشیاء کی نوآزاد مسلم ریاستوں کے ایک ہزار طلبہ کو اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے لیے

دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق کی پیش کش

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

اسلام آباد ۹ دسمبر ۱۹۹۱ء دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم سینیٹر مولانا سمیع الحق نے سوویت یونین کے نوآزاد مسلم ریاستوں کے ایک ہزار طالب علموں کو اپنے ادارہ دارالعلوم حقانیہ اور حلقہ اثر ملک کے دیگر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے تمام سہولتیں مفت فراہم کرنے کی پیشکش کی ہے مولانا سمیع الحق نے کہا ایسے طالب علموں کے لیے قیام وطعام وغیرہ کی جملہ آسائشیں بھی فراہم کی جائیں گی مولانا سمیع الحق نے یہ اعلان آج اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا اور کہا ان نوآزاد مسلم ریاستوں کی اس وقت اوّلین ضرورت اقتصادی اور تجارتی روابط سے بڑھ کر دینی علوم کی تعلیم کی سہولتیں میسر کرانا ہے کیونکہ وہاں دینی علماء اور اساتذہ کا سلسلہ نہ ہونے کے برابر ہے اور وہاں کے مسلمان قرآن و سنت اور اسلامی احکام کی تعلیم کے لیے جید علماء کے محتاج ہیں اور یہ پاکستان اور اعلیٰ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کی یہ ضرورت فوری طور پر پوری کرے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمارے ہاں اعلےٰ دینی تعلیم کے سرکاری ادارے نہیں ہیں اس کے لیے ہم اپنے اداروں کے ذریعہ یہ ضرورت اعلیٰ طریقہ سے پوری کرا سکتے ہیں جبکہ ہمارے اسلامی علوم کے ذخیرہ علوم قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی ارتقاء اور تدوین ان ہی ریاستوں کے جید فقہاء اور علماء کی مرہون منت ہے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم فوری طور پر ایسے طلباء کے لیے طویل المیعاد کورسوں کے علاوہ مختصر المیعاد کورس بھی بنا سکتے ہیں مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اب یہ حکومت کا فریضہ ہے کہ ان دنوں جبکہ آذربائیجان وغیرہ مسلم ریاستوں کے وفود پاکستان کا دورہ کرنے والے ہیں ہماری اس پیشکش سے انہیں آگاہ کرے اور وہاں کی مسلم ریاستوں سے ہماری اس پیش کش کے مسئلہ میں رابطہ قائم کر کے ایسے طلباء کو جلد از جلد پاکستان آنے کی سہولت مہیا کرے۔ (پریس ریلیز)

کسی بھی قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ صحیح تربیت اور قومی شعور سے خالی ہو۔ آج دنیا کے نقشے میں مسلمان قوم جو ہر لحاظ سے ہر طرح کی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ دینی اور دنیوی دولتوں سے بھی مالا مال ہے۔ مگر بدقسمتی سے من حیث القوم اسے نیک و بد کی تمیز نہیں رہی وہ اپنے دوست دشمن کی پہچان میں انجان ثابت ہو رہی ہے وہ اپنے پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہے۔ اپنے رہنماؤں اور قائدین کا احتساب کرنے، قومی مجرموں کو سزا دینے کی جرأت باقی نہیں رہی وہ خودغرض رہنماؤں کی چرب زبانی اور شیریں کلامی سے مسحور ہو جاتی ہے اور ہر مرتبہ نیا دھوکہ کھانے کے لیے تیار رہتی ہے آج مسلمان قوم من حیث القوم اپنے کردار و عمل اور اجتماعی ترجیحات کی بناء پر اپنی تمام تر دینی ترقیات اور دنیوی سرفرازیوں کے باوصف قابل اعتماد نہیں رہی وہ پیشہ ور اور خودغرض رہنماؤں اور منافق قائدین کا کھلونا بن چکی ہے ان کو قوم کی سادہ لوحی اور بے شعوری کی بناء پر من مانی کارروائیاں کرنے کا موقع ملتا ہے اور ان کو اس کا اطمینان ہوتا ہے کہ کبھی ان کا محاسبہ اور ان سے بازپرس نہیں کی جائے گی۔

تمام مسلم ممالک اور وسطِ ایشیاء کی نوآزاد مسلم ریاستوں کے متعلق اگر ہم یہ کہنے سے احتیاط کریں کہ خالص دینی بیداری اور اسلامی انقلابی شعور سے بالکل محروم ہیں تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا خالص مذہبی شعور بہت کمزور ہے وہ بیداری کی ابتدائی منزل میں ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی ذلت و ادبار اور پٹنے و لٹنے کے باوجود بھی خیرخواہ اور بدخواہ کے ساتھ ان کا معاملہ تقریباً یکساں ہے بلکہ قسمتی سے مسلمانوں کے بدخواہ اور غیر مخلص اشخاص اور اقوام مسلمانوں کے ہر دلعزیز اور ان کے معتمد ساتھی بنتے جا رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مومن سانپ کے ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا" لیکن مسلمان ممالک کے باشندے ہزار ہزار بار ڈسے جانے کے لیے تیار رہتے ہیں اور اب وسطی ایشیاء کی نوآزاد مسلم ریاستوں کو بھی انہی مراحل سے گزارا جا رہا ہے۔

بدقسمتی سے آج اسلامی تعلیمات سے بُعد اور منصب نبوت پر اعتماد میں ضعف کے پیش نظر مسلمانوں کا حافظہ بھی نہایت کمزور ہو چکا ہے وہ اپنے قائدین اور رہنماؤں کے ماضی بلکہ ماضی قریب ہی کے واقعات کو بھی فوراً بھول جاتے ہیں ان کا دینی اور اسلامی شعور کمزور اور انقلابی سیاسی شعور تقریباً ناپید ہے یہی وجہ ہے کہ آج وہ غالب قوموں، خودغرض طاقتوں بالخصوص امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے لیے بازیچۂ اطفال بنے ہوئے ہیں۔

جبکہ اس کے بالعکس مغربی اقوام روحانی اور اخلاقی افلاس اور تمام تر خرابیوں کے باوجود شہری سیاسی اور قومی شعور کی مالک ہیں وہ سیاسی بلوغ کو

پہنچ چکی ہیں وہ اپنے نفع ونقصان کو پہچانتی ہیں وہ مخلص ومنافق، اہل ونا اہل کے فرق کو جانتی ہیں وہ اپنی قیادت ایسوں کے سپرد نہیں کرتیں جو نااہل ضعیف اور خائن ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ قومیں سیاسی پیشہ وروں اور نااہل اور خائن راہنماؤں سے محفوظ ہیں ان کے سیاسی رہنما اور ان کے نمائندے بھی محتاط اور امانت دار بننے پر مجبور رہیں وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں قوم کی سرزنش عوام کے عتاب واحتساب اور رائے عامہ کی قہرناکی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ یہ نوآزاد مسلم ریاستیں بھی اسی ڈگر پر چل پڑیں اور ان کے دینی، اسلامی، انقلابی، تہذیبی اور فکری وتعلیمی تربیت کا اہتمام نہ کیا گیا تو ان کا رخ بھی آسانی کے ساتھ ہر طرف موڑا جاسکتا ہے بڑی طاقتیں اور اسلام دشمن قوتیں ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرتی رہیں گی اور جس طرف چاہیں گی ایک لاٹھی سے ہانک کر لے جائیں گی ـــــ جب عام اسلامی ممالک میں آزادی اور خودمختاری کے باوجود معیار اور قدریں بگڑ چکی ہیں انسانیت کی جڑیں ایک مجرمانہ عشرت پسندی اور دوسری طرف نامراد محرومی اور غیر ملکی تسلط واقتدار اور ان کی جارحانہ پالیسیوں کے ہاتھوں کھوکھلی ہو رہی ہیں ـــــ پھر نوآزاد مسلم ریاستوں میں تو ۹۰ سال سے ایمان واسلام اور اخلاقی اقدار کو گھن لگا رہا۔ دلوں سے ان کی عظمت نکلتی رہی اور جاہلیت قدیمہ کی طرح صرف چند بے جان اور بے روح مراسم کا نام مذہب باور کرایا جاتا رہا ہے ـــــ لاریب انہیں آزادی حاصل ہوگئی اور وہاں اسلامی ریاستوں کی تشکیل اور مسلمان حکومتوں کے قیام اور ان کے استحکام کا عمل شروع ہو چکا ہے مگر اس کے باوجود وہاں دینی تعلیم کے فقدان اور مذہبی تربیت کے مستحکم اداروں کے ناپید ہونے کی وجہ سے انسانی ضمیر گندہ، روح متعفن اور جاہلی روایات اور فرضی رسومات کا تسلط تاہنوز برقرار ہے۔

اس وقت نوآزاد مسلم ریاستوں کے مادی تعاون سے بڑھ کر اقدام اور ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ شہریوں کے تمام طبقات اور عوام میں صحیح دینی اور اسلامی شعور پیدا کیا جاتے جمہور کی عقلی، مدنی، علمی، دینی اور سیاسی تربیت کی جاتے وہاں سکولوں کی کثرت یا مراعات یافتہ طبقہ کے اقتدار اور غلبہ یا خود کو روسی تسلط سے آزاد کرا لینے کی ہمت اور دنیا سے اپنی آزاد ریاستوں کے تسلیم کروا لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قوم میں اسلامی اور دینی شعور بھی موجود ہے اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ آزادی کی تحریکوں اور انقلابی کردار سے شعور کے بیدار کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے لیکن شعور پیدا کرنے کے لیے بہرحال مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے مستقل دینی اداروں، آزاد جامعات اور مسلم ممالک میں ان کی بھرپور تربیت کی ضرورت ہے۔

وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں میں دلچسپی رکھنے والے تمام اسلامی ممالک، مسلمان رہنماؤں، دینی قیادت تعلیمی اداروں تبلیغی تحریکوں کے رہنماؤں اور اصلاحی کام کرنے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قوم میں بھی فکر و تدبر کی کمی ہے منصب نبوت کی پہچان اور اس پر اعتماد کا فقدان ہے اسلامی انقلاب اور اس کے فکری لائحہ عمل سے وقوف نہیں ہے وہ قوم ہرگز اعتماد کے لائق نہیں خواہ اس کو اپنے انقلاب اور اپنے قائدین پر کتنا ہی اعتماد ہو اور وہ ان کی پیروی اور اطاعت میں کیسی ہی چستی اور سرگرمی دکھلاتے اور ان کی دعوت پر کتنی ہی عظیم قربانیاں پیش کرے۔ اس لیے کہ جب تک اس کا شعور تیار نہیں، وہ اسلامی انقلاب کے ثمرات جانتی نہیں اسے نظامِ اسلامی کی جامعیت وہمہ گیری معلوم نہیں جب تک وہ دینی اعتبار سے بالغ نظر اور پختہ خیال نہیں ہوتی ہر آن اور ہر لمحہ اس کا خطرہ ہے کہ وہ کسی دوسری دعوت اور کسی دوسری تحریک کا آلۂ کار بن جائے گی اور آن کی آن میں آزادی کی تمام جدوجہد، قربانیوں کے تمام ریکارڈ اور انقلاب کی تمام تر توقعات پر پانی پھر جاتے گا۔

یہ اسلامی شعور دینی تعلیم اور قرآن وسنت کے علوم ہی کی برکت تھی کہ بنی امیہ کو اپنا شاہی اقتدار قائم رکھنے میں بڑی زحمتیں پیش آئیں اسلامی شعور دینی روح اور قرآنی تعلیم نے بارہا اس کے اقتدار کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بارہا اس عرب شاہی کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اموی فرمانرواؤں کو اس وقت تک سکون واطمینان حاصل نہیں ہوا جب تک کہ وہ نسل ختم نہیں ہو گئی جس نے اسلامی اصولوں پر تربیت پائی تھی اور جو خلافتِ اسلامی اور اسلام کے نظامِ حکومت اور طریق حکمرانی سے عشق رکھتی تھی اور اس سے انحراف کو بدعت اور تحریف کا مترادف سمجھتی تھی۔

بہرحال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی طرح کی اصلاح کوئی تحریک اور کوئی معاشی یا سیاسی انقلاب شعور کی بیداری اور ذہنوں کی تیاری کے بغیر وقوع میں نہیں آتا۔

اگر عالم اسلام واقعۃً بھی وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اسلامی انقلاب کا خواہاں ہے تو اسے وہاں پر دینی تعلیم اور اسلامی شعور کی بیداری کا کام کرنا ہوگا اور اگر حکومت پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے مطالبے کو منظور کرکے وہاں کے مسلمانوں اور اربابِ حکومت کو یہ پیغام پہنچا دیتی ہے اور وہاں سے ایک ہزار طلبہ یہاں آکر قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرکے اپنے ملک چلے جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ وہاں کے ایک ہزار حلقوں میں دینی شعور کی بیداری کا کام شروع کر دیں گے جس دینی جذبے اور اسلامی حریت اور ولولہ جہاد سے ان ریاستوں کی آزادی کی تحریکیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں اب اسی جذبہ جہاد اور نظریاتی اساس کا تحفظ دینی تعلیم ہی کی ترویج سے ممکن ہو سکتا ہے۔

اور جب دینی تعلیم کا فقدان ہو، جب نظامِ اسلام کا نفاذ نہ ہو جب اسلامی شعور بیدار نہ ہو تو پھر دیگر مسلمان ممالک کی طرح ان نوآزاد مسلم

ریاستوں کے قائدین اور اہل اقتدار سے بھی کچھ بعید نہیں کہ وہ کبھی اپنے حقیر فائدہ یا لذت وخواہش کے ماتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں یا اس کا بیعانہ کر دیں یا اپنی ہی قوم کو بھیڑ بکری کی طرح فروخت کر دیں یا اپنی قوم کو کسی ایسی جنگ میں جھونک دیں جو اس کی مرضی اور مصلحت کے خلاف ہو **ولا فعلها الله.**

اکثر اسلامی ممالک میں اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ سامنے آتی رہی ہے کہ قوم اس سب کچھ کے باوجود ایسے قائدین کی قیادت کا جھنڈا لے کر چلتی ہے وہ ان کی زندگی کے نعرے لگاتی ہے ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتی ہے یہ صورتِ حال اس کے سوا اور کس بات کی دلیل ہے کہ قوم کا ضمیر مردہ، اور اس کے قوائے فکریہ معطل اور وہ شعور کی دولت اور دینی تعلیم کے برکات سے محروم ہے۔

آج بھی بہت سے مسلمان ملکوں میں عوام کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا ہے جہاں عوام صرف محنت ومشقت کے لیے اور خواص صرف عیش و عشرت کے لیے ہیں اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی نافرمانیاں ہوتی ہیں اور انسانیت سوز افعال وجرائم کا ارتکاب ہوتا ہے شریعت کے احکام پامال کئے جاتے ہیں لیکن نہ عوام اور جمہور مسلمین میں اس سے غم وغصہ کی کوئی لہر اٹھتی ہے اور نہ کسی قلب کو اس سے اذیت پہنچتی ہے یہ سب درحقیقت انسانی غیرت، اسلامی خودداری اور قرآن وسنت کی تعلیم اور دینی بیداری کے فقدان کا نتیجہ ہے جو نہایت ہی خطرناک صورتِ حال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نو آزاد ریاستوں میں آزادی کا انقلاب آگیا ہے اور جس کے پس منظر میں جہاد افغانستان ہی کے برکات اور ثمرات ہیں مگر اب بیرونی لابی بالخصوص بڑی طاقتیں افغانستان سمیت ان نو آزاد مسلم ریاستوں کو بھی دیگر مسلمان ممالک کی طرح اسلام سے بھی آزاد کرا دینا چاہتی ہیں۔

اس لیے ہمارے نزدیک کسی انقلاب اور کسی بغاوت کی کوئی قیمت نہیں جب تک کہ اس کی بنیاد میں کوئی پختہ عقیدہ، فکر صحیح اور تربیت یافتہ اور عاقلانہ شعور نہ ہو جب تک کہ رائے عامہ پورے طور پر تیار نہ ہو اس وقت تک کسی تحریک کی کامیابی، کوئی سیاسی انقلاب کوئی آزادی کا انقلاب اور کوئی وزارت یا حکومت کی تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور بالکل قابل اعتبار نہیں ہے مگر قوم میں ان افعال اور اس رویّہ سے نفرت نہیں ہے تو ایک غلط شخص یا غلط جماعت کی جگہ پر دوسرا غلط شخص اور دوسری غلط جماعت آسکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ قوم کو اس کا احساس بھی نہ ہونے پاتے اس لیے اصل قابل اعتبار چیز یہ ہے کہ قوم کا ضمیر اور شعور اتنا بیدار ہو جاتے کہ وہ کسی غلط چیز اور مجرمانہ فعل کو کسی حالت میں اور کسی شخص کے لیے بھی برداشت نہ کر سکے۔

اس وقت وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کی بہت بڑی خدمت اور اوّلین ضرورت یہ ہے کہ وہاں کے مسلمانوں میں قرآن وسنت کی تعلیم نظامِ اسلام کی جامعیت اور اسلامی انقلاب کا صحیح شعور پیدا کیا جاتے ایسا شعور جو نہ کسی ظلم وناانصافی کو برداشت کر سکے اور نہ دین واخلاق سے انحراف کو، جو صحیح اور غلط، خلوص اور نفاق، کفر اور اسلام، دوست اور دشمن، مصلح اور مفسد کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکے۔ مجرم ان کی ناراضگی اور عتاب سے نہ بچ سکیں اور مخلص ان کے اعتراف اور قدر شناسی سے محروم نہ رہیں۔

اگر دینی تعلیم اور اسلامی شعور کی بیداری پر توجہ دی گئی اگر دار العلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق کی اس پیش کش کو واقعۃً عملی دنیا میں برتنے کے لیے حکومتی سطح پر رابطہ اور وہاں کے طلبہ کو یہاں آنے کی اجازت دیدی گئی تو یقیناً اس کے مثبت اثرات ظاہر ہوں گے قرآن وسنت کی تعلیم کو فروغ حاصل ہوگا دینی بیداری اور اسلامی انقلاب کی لہر اٹھے گی یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر جانے والے علماء کا وہاں پر دینی کردار ہوگا وہ اپنے تمدنی سیاسی اجتماعی اور دینی مسائل ومعاملات میں ایک عاقل وبالغ انسان کی طرح غور کر سکیں گے ان میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ابھرے گی جب تک یہ شعور پیدا نہ ہو کسی بھی اسلامی ملک وقوم کا جوشِ عمل، صلاحیتِ کار، دینی جذبات اور مذہبی زندگی کے مظاہر ومناظر اور محض آزادی کی عظیم قربانیاں کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

*

جو کچھ بھی ہو جس کیلئے فیضِ محبت
پیہم تپشِ سوزِ نہاں میرے لیے ہے

مریضانِ گناہ کو دو خبر فیضِ پیغمبر کی
بلاقیمت دوا ملتی ہے آئے جسکا جی چاہے

تارفی

*

الکوپ کی معیاری مصنوعات

گھر، دفتر یا کسی بھی جگہ جہاں لگے خوب سجے

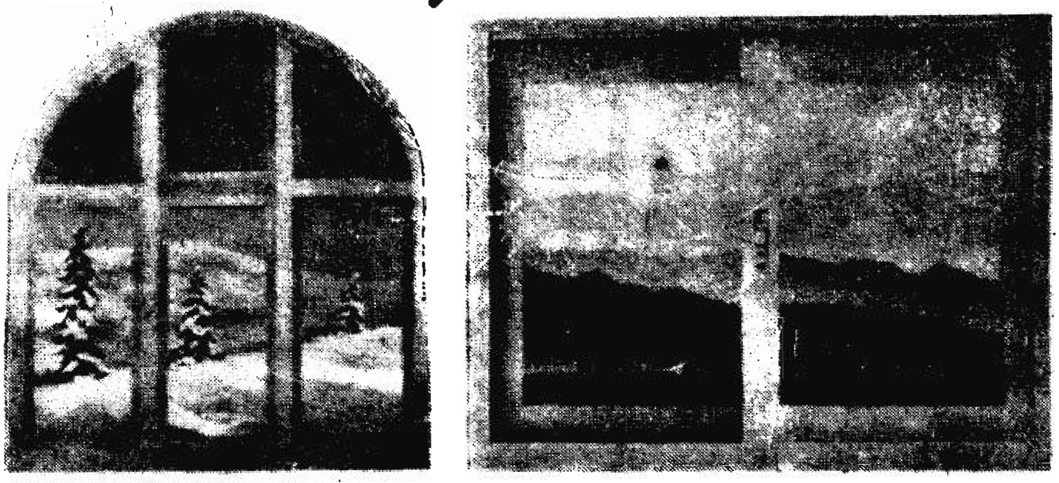

الکوپ کی کھڑکیاں، دروازے اور دیگر مصنوعات جدید ترین ڈیزائنوں میں اور بین الاقوامی معیار کے عین مطابق انتہائی پائیدار اور خوب صورت ہیں۔

مزید تفصیلات کے لیے ہمارے شوروم میں تشریف لائیں۔

alcop

ایک ادارہ
پاکستان کی ترقی
میں
پیہم کوشاں

الکوپ ھاؤس
۵۔ای سینٹرل کمرشیل ایریا
شہید ملت روڈ، کراچی
فون: 442012-4 (3 lines)

ریجنل آفس لاہور
۱۰۔اے عابد مجید روڈ سی۔ایم۔اے
آفیسرز کالونی، لاہور کینٹ
فون: 372681 373851

ریجنل آفس راولپنڈی
۵۔رحیم پلازہ
۱۱۲۔مسری روڈ، راولپنڈی
فون: 564921

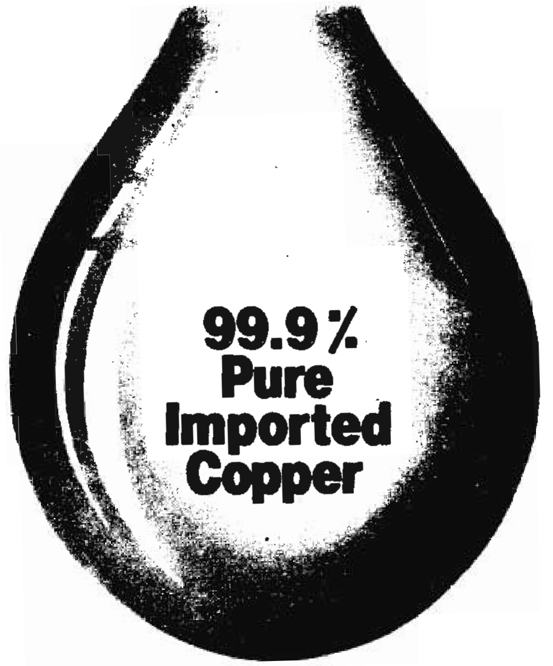

... And how it works for you

Copper, which does not conform to 99.9% purity, has high levels of impurities like iron and bronze. These metals cause resistance to the flow of electric current and more power is consumed by electric appliances. The result is higher electricity bills.

And because of the impurities in copper, the copper, conductor and PVC insulation heat up excessively, deteriorating in strength. The PVC insulation either melts or results in short circuits and fire.

Pakistan Cables use the world's finest copper, 99.9% pure in their wires and cables.

This level of purity in copper allows the current to flow with least resistance and voltage drop. The PVC insulation remains at a low temperature without heating or melting.

Pakistan Cables manufacture products of uncompromising quality, to ensure optimum efficiency of your appliances, reduced electricity bills and safety to life and property.

Pakistan Cables Limited

Trusted not to compromise

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ

چند جلیل القدر اور معروف تلامذہ

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا سید اسعد مدنی ، صدر جمعیۃ العلماء ہند
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ ، اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد ولی حسن صاحب ٹونکی ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی
حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مرحوم ، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی
حضرت مولانا عبید اللہ انور مرحوم ، امیر جمعیۃ علماء اسلام ، پنجاب
حضرت مولانا حامد میاں صاحب ، جامعہ مدنیہ لاہور
حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ، مدیر الفرقان لکھنو
حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب ، امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد
حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب ، پی ایچ ڈی ۔
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (اکوڑہ خٹک)
حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ابن مولانا مفتی محمودؒ
حضرت مولانا حکیم عبدالشکور ترمذی ، مہتمم مدرسہ حقانیہ ، ساہیوال
حضرت مولانا شاہ صبغۃ اللہ بختیاری ، بھارت مدرسہ باقیات الصالحات
حضرت مولانا عبدالمالک الحسینی القاسمی ، مدرسہ عالیہ قاضیہ کندہ
پھولپور میمن سنگھ بنگال
حضرت مولانا فیض علی شاہ صاحب ، سابق مدرس دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا ابوالحسن جسر مشرقی پاکستان نائب صدر جمعیۃ العلماء
جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ، ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات ، اسلام آباد
حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ
سابق سینیٹر و حال رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان
حضرت مولانا صدر الشہید صاحب ، سابق ایم این اے بنوں
حضرت مولانا جلال الدین حقانی مدظلہ عظیم مجاہد فاتح خوست و گردیز

حضرت مولانا یونس خالص صاحب ، امیر حزب اسلامی افغانستان
حضرت مولانا فتح اللہ حقانی شہید جہاد افغانستان
حضرت مولانا احمد گل حقانی 〃 〃 〃
حضرت مولانا علی اکبر صاحب ، ایم این اے بنوں
جناب محمد اجمل خان خٹک ، صدر نیشنل عوامی پارٹی ، ایم این اے ۔ اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا مقبول احمد صاحب ، اسلامک سنٹر گلاسکو برطانیہ
حضرت مولانا صدیق شاہ صاحب ، سابق ایم این اے بلوچستان
حضرت مولانا عبدالغنی صاحب 〃 〃 〃 〃 چمن بلوچستان
حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب ، ایم پی اے ، وزیر خزانہ 〃
حضرت مولانا امیر زمان صاحب 〃 〃 〃 بلوچستان
حضرت مولانا عبدالہادی صاحب ایم پی اے و صوبائی وزیر خوراک بلوچستان
حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحب 〃 〃 〃 کوہستان
حضرت مولانا تقویم الحق کاکاخیل فاضل دیوبند
حضرت مولانا تکریم الحق کاکاخیل
حضرت مولانا عبدالوحید قاسمی زروبی فاضل دیوبند
حضرت مولانا محمد ہاروت صاحب ، مدرس دارالعلوم حقانیہ
حضرت مولانا حضرت علی صاحب ، مہتمم جامعہ علوم شرعیہ ، ڈسٹرکٹ خطیب بنوں
حضرت مولانا عبداللطیف بالاکوٹی ، فاضل دیوبند و خطیب شاہی مسجد
سرائے عالمگیر
حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب ، خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ
حضرت مولانا انوار الحق صاحب ، نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا ڈاکٹر ضیاء الحق (عظیم سکالر) قائد اعظم یونیورسٹی ، اسلام آباد
حضرت مولانا محمد فہیم اللہ ، جمعیۃ علماء اسلام ، عرب امارات دبئی
متحدہ عرب امارات
حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب ، مہتمم جامعہ اسلامیہ دلبوڑی ضلع مانسہرہ

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ہالے پوتا، سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
حضرت مولانا قاضی عبدالرحمٰن فاضل دیوبند، خطیب مرکزی جامع مسجد بٹگل ضلع مانسہرہ
حضرت مولانا گل رحمٰن صاحب دیوبندی افغانی، مرکزی رہنما حزب اسلامی افغانستان، حکمت یار گروپ
حضرت مولانا عمر احمد عثمانی
حضرت مولانا مولیٰ بخش سرگودھوی، مہتمم مدرسہ جہادریاں، ضلع سرگودھا
حضرت مولانا قاضی عبدالحلیم صاحب، نائب مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس، کلاچی
حضرت مولانا محمد زمان صاحب حقانی مصنف الکتب المدونۃ فی الحدیث 〃
حضرت مولانا صاحبزادہ محمد محسن صاحب مہتمم جامعہ حلیمیہ درہ پیزرد
حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب، استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی، 〃 〃 〃 〃 〃 〃
حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی 〃 〃 〃 〃 〃
حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی (مصنف صدر المدرسین) مدرس دارالعلوم حقانیہ
حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب شیخ الحدیث، چھچھ
حضرت مولانا خلیل الرحمٰن حقانی، مہتمم جامعہ عثمانیہ اے ماڈل ٹاؤن لاہور
حضرت مولانا لطیف الرحمٰن صاحب، مہتمم ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور
حضرت مولانا عبیداللہ چترالی، مہتمم مدرسہ عربیہ باڑہ گیٹ پشاور
حضرت مولانا رحیم اللہ باچا صاحب مہتمم دارالعلوم عربیہ اسلامیہ ضاخیل بالا
حضرت مولانا نثار اللہ باچا صاحب، صدر مدرس 〃 〃 〃 〃 〃
حضرت مولانا شاہ جہان صاحب، وزارت اوقاف شئون الاسلامیہ
حضرت مولانا وارث خاں صاحب. شہید جہاد افغانستان
حضرت مولانا قاضی فضل اللہ بیانی، مہتمم جامعہ امام ولی اللہ دہلوی لاہور شہر
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مہتمم دارالعلوم سعیدیہ کوٹھہ ضلع صوابی
حضرت مولانا عبدالمتین صاحب، مہتمم جامعہ عثمانیہ لکی مروت
حضرت مولانا عبدالہادی صاحب، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم گندف ضلع صوابی
حضرت مولانا بدر منیر صاحب، مہتمم جامعہ مدنیہ امان درہ بٹ خیلہ
حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی، شیخ التفسیر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
حضرت مولانا بشیر احمد صاحب، مہتمم مدرسہ مظہر العلوم اوچ ضلع دیر
حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب، مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بگگرام
حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم صوفیہ کوٹھہ ضلع صوابی
حضرت مولانا حسین احمد، مہتمم دارالعلوم ترتیل القرآن حقانیہ ٹرسٹ، کراچی
حضرت مولانا فقیر اللہ کراچی
حضرت مولانا قاری عبدالباعث 〃
حضرت مولانا اصلاح الدین حقانی، استاذ حدیث دارالعلوم وانا جنوبی وزیرستان

حضرت مولانا تاج محمد صاحب، نائب مہتمم دارالعلوم وانا جنوبی وزیرستان
حضرت مولانا فتح الرحمٰن صاحب، صدر مدرس، مدرسہ دارالہدیٰ زردبی ضلع صوابی
حضرت مولانا اللہ نور صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ منبع العلوم، میرانشاہ، بنوں
حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب صدر مدرس 〃 〃 〃 〃 〃
حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی، خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ راولپنڈی
حضرت مولانا محمد اسحاق میرٹھی کراچی

مکاتیب شیخ الحدیثؒ

دارالعلوم حقانیہ کے بانی و موسس محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اپنی زندگی میں عمومی موضوعات سے خصوصی معاملات تک بے شمار مکاتیب، اپنے احباب، معاصرین، تلامذہ متعلقین کو لکھے، ان کے گرانقدر مکاتیب بھی اگر چھپ جائیں تو علم و فن اور رہدایت و تعلیم کے کئی رہنما خطوط متعین ہو سکتے ہیں اس وقت درخواست یہ ہے کہ جن حضرات کے پاس بھی حضرت شیخ الحدیث کے مکاتیب ہوں وہ اسکی فوٹوسٹیٹ کاپیاں اور اگر ہو سکے تو مختصراً اس کا پس منظر بھی لکھ کر بھیج دیں تاکہ ترتیب و اشاعت کا کام شروع ہو سکے یہ علمی امانت ہے جس قدر پھیلایا جائے صدقہ جاریہ ہے خصوصی معاونت پر شکر گزار رہوں گا۔ (عبدالقیوم حقانی)

ادارۃ العلم والتحقیق، دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

بقیہ : سیرت و کردار

افغانستان ، امریکہ و برطانیہ ، افریقی ممالک اور تھائی لینڈ اور مغربی ممالک تک پہنچ چکا ہے۔ علمی تبحر کے ساتھ ساتھ محاسن اخلاق خصوصًا انکسار و تواضع نے انہیں ممدوح خلائق بنا رکھا تھا۔

بندہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ کا اندازہ اس وقت معلوم ہوا کہ جب ۱۹۸۱ء میں بندہ نے پہلی بار تبلیغی جماعت کے حق میں اشتہار چھپوایا اور اس میں دارالعلوم حقانیہ کے مفتی اعظم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مجددی دامت برکاتہم السامیۃ کا ایک فتویٰ (انچاس کروڑ کا ثبوت اور جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت) شائع کیا تو حضرت نور اللہ مرقدہ نے اشتہار کو دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ " اس فتویٰ کی اشاعت ایک عظیم دینی خدمت ہے اور انشاء اللہ یہ اشتہار جماعت حقہ سے ایک عظیم اعتراض کے لیے دافع ثابت ہوگا الحمد للہ کہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک نوجوان مدرس نے اس تقاضے کو پورا کر دیا ہے ۔ اور اس کے بعد خصوصی دعا بھی فرمائی ۔

حضرت رحمہ اللہ ویسے بھی جہاد افغانستان اور تبلیغی جماعت کی مخلصانہ دینی خدمت سے بہت ہی متاثر تھے اور اکثر و بیشتر ان کا تذکرہ فرماتے ۔

توجہ اور کرامت

۱۶ اپریل ۱۹۸۶ء معراج العلوم بنوں میں عظیم الشان تاریخی اجتماع تھا ۵ ہزار سے زائد علماء کرام جمع تھے ، تحریک نفاذ شریعت اپنے عروج پر تھی صبح سے اجلاس جاری تھا ملک بھر سے اکابر علماء ، قومی قائدین ، افغان رہنما ، معروف خطباء اور مقررین ۱۰ ، ۱۰ منٹ کا وقت لے کر تقاریر کر رہے تھے مگر لوگ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی تقریر کے لیے بے تاب تھے علماء ان ہی کے استقبال ، زیارت و ملاقات اور استفادہ کے لیے آئے تھے ، آخری تقریر ان ہی کی تھی کہ اچانک اعلان کر دیا گیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کی علالت کی وجہ سے مولانا عبدالقیوم حقانی ان کی جانب سے تقریر کریں گے ۔ مولانا حقانی کھڑے ہوتے تقریر شروع کی ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی کرسی ان کے ساتھ تھی وہ بات کرتے اور حضرت شیخ بڑی توجہ ، غایت شفقت اور جوش محبت میں پشتو لہجہ میں " شاباس ، شاباس " کے حوصلہ افزا کلمات سے ان کی بھرپور تائید اور ہمت افزائی فرماتے ، مولانا حقانی نے ۴۵ منٹ کے اس مفصل خطاب میں دوران تقریر جب بھی بات مکمل کی حضرت شیخ الحدیث رح نے " شاباسی " کے الفاظ میں ہر بات میں انہیں بھرپور داد دی ، بعد میں جلسہ میں آئے ہوئے اکابر علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مولانا حقانی کا مفصل خطاب اور عجیب مؤثر مضمونِ تقریر حضرت شیخ الحدیث رح کی توجہ و کرامت کا اثر تھا ، ورنہ ان سے قبل بیسیوں جید علماء ، قومی رہنما ، زعماء اور نامور خطباء تقریر کر چکے تھے مگر کسی کی تقریر کو اتنی پذیرائی حاصل نہ ہو سکی جو مولانا حقانی کی تقریر میں پائی گئی ، تقریر کے آخر میں جب مولانا حقانی نے نفاذ شریعت کیلئے جہاد کی مہم میں حضرت شیخ رح کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بات کی تو اسی وقت ۵ ہزار سے زائد علماء نے متفقہ طور پر حضرت کو قائد شریعت تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد کی ۔

(مولانا محمد نواز بنوی)

طالبات پر شفقت ، قرآن سننے کا اہتمام اور انعام

استاذ العلماء ، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک مجالس میں متعدد بار حاضری کی سعادتیں اور ان کی بے پناہ شفقتیں و عنایتیں مجھے بھی حاصل ہوئی ہیں جب میں چھوٹی تھی تو اکثر والد صاحب مولانا عبدالحلیم دیروی مدظلہ مجھے مولانا صاحب کی خدمت مبارک میں لے جاتے دعا کے لیے ۔ حضرت دیر تک میرے حق میں دعا کرتے پھر نگاہ شفقت اور پرخلوص دعاؤں سے رخصت کرتے ، یہ سب حضرت مولانا صاحب کی دعاؤں کی برکت تھی کہ والد صاحب نے مجھے جامعۃ البنات سرڈھیری) میں حفظ القرآن کے لیے داخل کیا جب بھی میں مدرسے سے گھر آتی تو آپ کی زیارت مبارک کیلئے والد صاحب کے ساتھ ضرور جاتی ۔ میں آگے بڑھ کر حضرت کو سلام کرتی ، بہت شفقت سے مجھے اپنے نزدیک بٹھاتے پھر فرماتے کہ کوئی رکوع سناؤ (تلاوت کرو) میں تلاوت کر لیتی ، پھر بہت شفقت و محبت سے مجھے انعام (کبھی پانچ ، تین روپے) مرحمت فرماتے ۔

ایک دفعہ جب والد صاحب میں اور میرا بھائی قاری مطیع الرحمان حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے تو آپ نے پھر تلاوت کے لیے فرمایا ، میں نے سورۃ الفتح کا آخری رکوع تلاوت کیا ، میرے بھائی کو بھی فرمایا تو اس نے سورۃ الناس کی تلاوت کی تو مولانا صاحب نے مجھے فرمایا شاباش تم نے بڑے بھائی سے بھی بہت نمبر لیے ، پھر مجھے تین روپے اور بھائی کو دو روپے دیئے (جواب بھی ہمارے ساتھ رکھے ہوئے ہیں) اور بھائی کو فرمایا کہ تم نے چھوٹی سورۃ کی تلاوت کی لہٰذا تمہیں انعام بھی کم ملے گا (خالدہ بنت مولانا عبدالحلیم دیروی)

حضرت مولانا حکیم محمد عمر صاحب ، فاضل حقانیہ ارشاد فرماتے ہیں ، ایک مرتبہ بلوچستان کے ایک بزرگ عالم دین حضرت شیخ الحدیث رح کی خدمت میں حاضر ہوئے ، موصوف مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے ، انہوں نے حضرت شیخ الحدیث رح سے جہاں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی بہت باتیں کیں وہیں دوران گفتگو بڑے ملکے لہجے میں یہ بھی عرض کیا کہ حضرت ! مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور ؐ نے آپ کے نام پیغام دیا کہ مولانا عبدالحق سے کہہ دیجیے کہ کافی وقت سے تمہارا ہدیہ نہیں پہنچ رہا ـــــ حضرت مولانا محمد عمر صاحب فرماتے ہیں ہدیہ کی تعیین نہ ہو سکی اور مجھے حضرت سے پوچھنے کی جرأت بھی نہ ہو سکی مگر انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کا درود شریف کا کوئی معتد بہ معمول ہو اور اس معمول میں کوئی کمی واقع ہوئی ہو اور پیغام میں وہی شکایت کی جا رہی ہو ۔

قومی وملی اور سیاسی خدمات

وقت کے عظیم محدّث نے سیاست کے خارزار میں قدم کیوں رکھے

اقتدار کے ایوانوں میں نفاذِ شریعت کا معرکہ

قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ کی رپورٹوں سے مرتّب کردہ ایک عظیم تاریخی دستاویز

شریعت بل اور تحریک نفاذِ شریعت کے مختلف مراحل، مُتحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ___ پارلیمنٹ کے سامنے احتجاجی مظاہروں کی قیادت سے لیکر سرحد کے اضلاع کا دورہ، علماء کنونشنز کا انعقاد، متحدہ علماء کونسل، سینٹ سے شریعت بل کی منظوری اور بے نظیر حکومت کے خاتمے تک ایک تاریخ اور عہد ساز قیادت کا لازوال کارنامہ۔

تحریر : مولانا عبدالقیوم حقانی

تحریک نفاذ شریعت
اور
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی قیادت

سینٹ میں پرائیویٹ شریعت بل سے آغاز، متحدہ علماء کونسل کا قیام، مولانا عبدالحقؒ کا دورۂ سرحد، ارکان پارلیمنٹ علماء اور مسلمانوں میں احساس ذمہ داری کی انگیخت، اراکین قومی اسمبلی و سینٹ کے نام مولانا عبدالحقؒ کا فکر انگیز مکتوب، متحدہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے احتجاجی مظاہروں کی قیادت صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم جونیجو پر اتمام حجت، متحدہ علماء کونسل کا قیام سینٹ سے شریعت بل کی متفقہ منظوری اور فسطائیت کے تاریک دور کا خاتمہ، متحدہ شریعت محاذ کے اولین اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو کنوینر اور دوسرے اجلاس میں متفقہ طور پر صدر منتخب کر لیا گیا ——

سرحد کے مختلف اضلاع میں ہزاروں علماء نے مولانا عبدالحقؒ کے ہاتھ بیعت علی الجہاد کی اور مانسہرہ میں تین ہزار مشائخ، اکابر علماء اور دینی فضلاء نے آپ کو قائد شریعت کا خطاب دیا۔

سنہ ۸۵ء سے سنہ ۹۰ء تک کی تحریک نفاذ شریعت کی مختصر روئیداد اجمالی جائزہ اور تاریخی تبصرہ۔

۸۵ء کے الیکشن کے بعد پارلیمنٹ کابینہ اور صوبائی حکومتوں کی تشکیل کے بعد مقصدِ عظیم (نفاذ اسلام) کو نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ جس کا آٹھ سال سے غلغلہ رہا جس کے پس منظر میں ریفرنڈم ہوا اور جس کے مناظر میں الیکشن ہوا یہ مارشل لاء کے کھوکھلے وعدوں کا ردِ عمل تھا یا مغربی جمہوریت کا منطقی نتیجہ یا مسلم ممالک کی اس بے بسی اور بدقسمتی کا ظہور جس کی بنا پر ان ممالک کو کسی نظام کو عملی شکل دینے کا بھی حق نہیں اور جس کا ریموٹ کنٹرول دنیا کی سپر طاقتوں کے پاس ہے۔ یہی تماشا سوڈان میں دیکھا گیا اور یہی کھیل ہمارے ہاں عرصہ سے جاری ہے، ہمیں اسلام سے وابستگی کا اتنا حق ہے جتنا امریکہ سرکار چاہے یا پھر آزادی کے بھی اتنے سزاوار جو سرخ سامراج کو گوارا ہو۔ ارکان پارلیمنٹ اور سیاسی و قومی زعماء کا سارا ہدف سیاسی جماعتوں کی بحالی، ۱۹۷۳ء کے آئین میں کی گئی ترامیم یا مارشل لاء کی حسن و قبح بن چکی تھیں جب کہ اسلامی نظام کے مکمل اور فوری نفاذ اور کیے گئے ادھورے اقدامات کی تکمیل اور دستور کو مکمل اسلامی بنانے کا سارا کام پس منظر میں چلا گیا۔ جب کہ ہماری مصیبتوں کا علاج نہ مارشل لاء ہے نہ جمہوریت، نہ عصر حاضر کی سیاست بازی، پھر نہ تو عوام نے صدرِ پاکستان کو ان باتوں کے لئے ریفرنڈم میں اعتماد (مینڈیٹ) دیا تھا نہ یہ انتخابات کی بنیاد تھے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ علماء پوری قوم اور ارکان پارلیمنٹ کی تمام توجہات اور کوششوں کا محور صرف اور صرف اسلامی نظام کا فوری نفاذ بن جاتا اور جس حکومت نے آٹھ سال اسلامی نظام کے نعروں اور ہنگاموں سے اپنے اقتدار کا بازار گرم رکھا اسے اب عملاً اسلام کی مکمل آئینی بالادستی اور عملی نفاذ پر مجبور کر دیا جاتا۔ اس وقت پارلیمنٹ میں شریعت بل یا کسی دوسرے آئینی طریق کار کی صورت میں ۱۹۷۳ء کے دستور میں ایسی ترامیم چاہیئے تھی کروائی کہ اسلام کو عدالتی، قانونی، معاشی، معاشرتی اور سماجی لحاظ سے مکمل بالادستی حاصل ہو جاتی تمام غیر اسلامی قوانین فوری اور یک لخت کالعدم اور کسی حکومت کا ہر وہ اقدام قانوناً" کالعدم اور قابلِ شدید تعزیر بنا دیا جاتا جس سے کسی اسلامی حد یا حکم کی خلاف ورزی اور دینی اقدار کی توہین ہوتی ہو۔

اس جدوجہد اور جہاد کے لئے جہاں پارلیمنٹ کے اندر محنت کرنے فضا سازگار اور ارکان کو ہم خیال بنانے کی بھرپور اور مؤثر کوشش کی ضرورت تھی، وہاں پارلیمنٹ سے باہر بھی عامۃ المسلمین بالخصوص علماء اور دینی طبقوں کو منظم کرنے اور توجہ دلانے کی ضرورت تھی کہ وہ دائیں اور بائیں کے مروجہ سیاسی بکھیڑوں سے نکل کر ہمہ تن اس عظیم اور اولین مقصدِ نفاذِ شریعت کے لئے منظم ہو جاتے اس بارہ میں حکومت، وزراء، ارکان پارلیمنٹ اور سیاسی زعماء کی ہر بڑی چھوٹی بات اور اقدام پر کڑی نگاہ رکھیں اور سختی سے احتساب کرتے اس مقصد کے لئے کوئی نہ کوئی اجتماعی ڈھانچہ ناگزیر تھا جب کہ بدقسمتی سے علماء کی ایک بڑی طاقت اس وقت یمین و یسار میں بٹی ہوئی تھی یا وہ ان سیاستدانوں کے مذموم عزائم کی دانستہ یا نادانستہ آلہ کار بن گئی تھی، جن کی لادینیت نوازی، دین سے بیزاری اور اسلامی نظام کے بارہ میں کافرانہ خیالات اور ماضی میں طرزِ عمل اور رویہ کسی سے مخفی نہیں اور جو علی الاعلان اس وقت بھی اپنے لادینی افکار کی ملک و بیرون ملک پرچار کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتے اور جن میں سے بعض تو اس وقت ملک کی وحدت اور سالمیت کو تباہ کرنے پر بھی تلے ہوئے تھے ایسے سیاسی عناصر کا تابع مہمل بن جانے کی صورت میں اور جو کچھ بھی ہوگا ہو سکے گا۔ مگر دین، اہل دین اور اسلام کے حصہ میں تو صرف اور صرف حرمان نصیبی آئے گی اور اہلِ دین کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بام اقتدار تک پہنچانے والوں کے خلاف دوبارہ از سر نو ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی جدوجہد کا بازار گرم کرنا پڑے گا۔ ہمارے حضرتؒ مارشل لاء کو صد ہزار قابلِ نفرین و ملامت سمجھتے تھے۔ بالخصوص وہ مارشل لاء تو لعنت کی مستحق ہے جس میں دین اور اسلام کی کوئی بھلائی نہ ہو اور جو اسلامی انقلاب کا بھی ذریعہ نہ بن سکے۔ لیکن اس وقت سیاسی نعروں اور ایم آر ڈی جیسی وحدتوں اور محاذوں کو سہارا دے کر اور ان کی بندوقوں کو اپنے کندھوں پر چلا کر اور ان کی مردہ اور متعفن لاشوں میں نئی روح پھونک کر قوم کے سروں پر مسلط کرنے کو بھی عنداللہ ملک و ملت بالخصوص دین اور اہلِ دین کے ساتھ ایک ظلمِ عظیم سمجھتے تھے۔ کہ ان کے ذریعہ اسلام کی بالادستی کی توقع کرنا بھی عقل و خرد کی موت اور علم و فہم کا ماتم ہے۔ ایسا ہو جانا خدائی الفاظ میں گویا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ہے پھر جو ہمارے حضرتؒ کا اندیشہ تھا وہی کچھ ہوا ایم آر ڈی کی تحریک کے نتیجہ میں بے نظیر کے تسلط کی راہ ہموار ہوئی۔

بہر تقدیر محدث کبیر حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے میں ایسے حالات میں اصوب اور احوط راستہ یہی تھا کہ پوری قوم اور علمی و دینی حلقے منظم ہو کر اپنی ساری محنت، توجہات اور صلاحیتیں اس وقت کی حکومت اور پارلیمنٹ سے مکمل طور پر نفاذِ شریعت کا مطالبہ منوانے پر مرتکز کر لیں اگر اس کے دلوں میں زیغ ہے یا نفاق تو ایسی بھرپور جنگ لڑی جائے کہ برسر اقتدار طبقہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔ ادھر پارلیمنٹ کے تمام ارکان کا اپنے اپنے حلقوں میں سختی سے محاسبہ شروع ہو جائے کہ وہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ہر قسم کے لالچ و خوف سے بالاتر ہو کر اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ ان تمام ارکان پر اللہ تعالیٰ اور قوم و ملک کی جانب سے جو فریضہ عائد ہوتا ہے اس احساسِ مسؤلیت کی بناء پر بلا تاخیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے حسب ذیل مراسلہ کی صورت میں ارکان قومی اسمبلی و سینیٹ کو موجودہ حالات اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ یہ ملک میں تحریک نفاذ شریعت اور متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل کے سلسلے کا پہلا قدم تھا۔

ارکان اسمبلی و سینٹ کے نام شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے فکر انگیز مکتوب

حضرت مولانا کا مکتوب حسب ذیل ہے۔

گذارش ہے کہ موجودہ انتخابات جن حالات میں ہوئے ہیں۔ اور ان کے نتائج سے ملک کے سیاسی اور نظریاتی مستقبل کا جو نقشہ سامنے آرہا ہے۔ وہ آپ جیسے تجربہ کار بزرگ سے مخفی نہیں ہے۔ میں اس موقع پر ضروری سمجھتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے ان ارکان کو جو ملکی سالمیت کے تحفظ اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ موجودہ حالات کی روشنی میں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاؤں۔ مجھے امید ہے کہ آنجناب پوری سنجیدگی کے ساتھ میری ان معروضات پر غور فرماویں گے۔

برطانوی استعمار ہمارے اس خطہ زمین پر کم و بیش دو سو برس حکمرانی کے بعد ۱۹۴۷ء کو یہاں سے چلا گیا۔ لیکن اس نے اپنے استعماری نظام کو چلانے اور قائم رکھنے کے لئے جو انتظامی، عدالتی، معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ قائم کیا تھا وہ ابھی تک موجود ہے اور نہ صرف یہ کہ ہمارے بیشتر مسائل کے وجود اور ان کے الجھاؤ کا باعث ہے۔ بلکہ ملک میں مؤثر تبدیلی اور اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

روسی استعمار افغانستان میں فوجی جارحیت کے ذریعے اپنا قبضہ مستحکم بنانے میں مصروف ہے اور اس کی جارحیت کا دائرہ پاکستان تک وسیع ہو رہا ہے۔ یہ جارحیت صرف فوجی نہیں۔ بلکہ روس نظریاتی اور فکری یلغار کے ذریعہ بھی پاکستان اور جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کو ان کے دینی و نظریاتی تشخص سے محروم کر کے انہیں اپنے دائرہ اثر و تصرف میں شامل کرنا چاہتا ہے۔

پاکستان کے اندر بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے اسلام اور اسلامی نظام کی کھلم کھلا مخالفت کے رجحانات فروغ پا رہے ہیں۔ اور اسلام کے منصوص احکام کے خلاف نام نہاد اجتہاد اور الحاد کے نام پر تجدد پسندی کا دروازہ کھول کر اسلام کے لیبل کو لادینی نظریات اور قوانین پر چسپاں کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

قادیانیت اور دیگر اسلام دشمن گروہوں کی سرگرمیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں اور ان کو ان تمام عناصر و عوامل کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے۔ جو اسلام کی مکمل عملداری سے خائف ہیں۔

ان حالات میں اسلام اور ملک سے محبت رکھنے والے ارکان پارلیمنٹ کا فریضہ ہے۔ کہ وہ پارلیمنٹ میں اپنے کردار اور پالیسیوں کا تعین انتہائی غور و فکر اور سنجیدگی کے ساتھ کریں۔ تاکہ وہ خدا تعالیٰ عوام اور ملک کی طرف سے سپرد کردہ ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکیں۔

اکابر احباب کے مشورہ سے میرا ارادہ ہے کہ قومی اسمبلی کے بجٹ اجلاس کے آغاز سے ایک دو روز قبل یا دوران اجلاس اسلام آباد میں پارلیمنٹ اور دیگر اسمبلیوں کے ان ارکان کے اجتماع کا اہتمام کیا جائے۔ جو۔

۱۔ فرنگی نظام کا خاتمہ۔ ۲۔ اسلامی نظام کے مکمل نفاذ۔ ۳۔ اشتراکیت قادیانیت اور دیگر اسلام دشمن تحریکات کے مقابلہ اور ۴۔ پاکستان کے نظریاتی تشخص اور سالمیت کے تحفظ پر یقین اور ان مقاصد کے لئے جدوجہد کرنے کا عزم رکھتے ہیں تاکہ ہم باہمی مشاورت کے ساتھ کوئی منظم پروگرام وضع کر سکیں۔

آنجناب سے گزارش ہے کہ گہرے غور و فکر اور سنجیدہ توجہ کے ساتھ میری ان معروضات کے بارے میں اپنی گرانقدر رائے اور تجاویز سے آگاہ فرماویں تاکہ ان آراء و تجاویز کی روشنی میں حتمی پروگرام طے کیا جا سکے۔ امید ہے آنجناب کے مزاج بعافیت ہوں گے۔ والسلام، جواب کا منتظر

عبدالحق غفرلہ

ممبر قومی اسمبلی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شریعت محاذ کا قیام

قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مساعی اور جدوجہد کو منظم، مضبوط اور مربوط بنانے کے لئے اسمبلیوں کی تشکیل کے فوراً بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اراکین سے رابطہ قائم کیا۔ اور مولانا سمیع الحق ممبر سینیٹ اس سلسلہ میں پہلے روز سے برابر سرگرم عمل رہے اور الحمدللہ کہ پہلے اجلاس کے دوران ہی حضرت شیخ الحدیثؒ کی دعوت پر ان کی قیام گاہ گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں شریعت محاذ کا قیام عمل میں آیا جس میں دیوبندی بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی اور دینی درد سے سرشار دیگر جماعتوں کے کئی سرکردہ ارکان نے شرکت کی اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کے جھمیلوں سے قطع نظر شریعت اسلامیہ کی بالادستی کے لئے پوری یکجہتی اور ہم آہنگی اور طمع و لالچ اور خوف و ترغیب سے بالاتر ہو کر شریعت محاذ کے ذریعہ جدوجہد کی ضرورت محسوس کی اور اس محاذ کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ کو بطور کنوینر کام کرنے پر سب نے اتفاق کیا الحمدللہ کہ اس محاذ کے قیام سے دینی درد رکھنے والی تنظیموں، جماعتوں اور مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی اور اس سے بڑی توقعات وابستہ کیں اس محاذ کی توسیع اور اسے مضبوط بنانے کی جدوجہد جاری رہی قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران حضرت شیخ الحدیث کی دعوت پر شریعت محاذ کی دوسری میٹنگ ہوئی اس میٹنگ کی مختصر کاروائی جو محاذِ شریعت کے ترجمان مولانا سمیع الحق سینیٹر نے پریس کو جاری کی تھی حسب ذیل ہے۔

> ”اسلام آباد۔ ۲۲؍اگست ۱۹۸۵ء قومی اسمبلی اور سینیٹ میں نفاذِ شریعت محاذ نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت کی سرد مہری پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت دیگر تمام کاموں سے پہلے شریعت کی بالادستی کے کام کو اولیت دے یہ اجلاس آج یہاں گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں نفاذِ شریعت محاذ کے کنوینر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایم این اے اکوڑہ خٹک کی دعوت پر انہی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس نے ایک قرارداد کے ذریعہ

اس امر پر تشویش ظاہر کی کہ پانچ ماہ کے عرصہ میں شریعت کے نفاذ کو برابر ملتوی کیا جا رہا ہے جس سے اسمبلی اور حکومت کا امیج خراب ہوتا جا رہا ہے۔ جبکہ ملک کو درپیش بحرانوں کا حل صرف اور صرف مکمل طور پر شریعت کے نفاذ میں ہے قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں جو اقدامات کیے گئے ہیں یا مجلس شوریٰ نے قصاص دیت، قاضی کورٹ وغیرہ کی جو سفارشات متفقہ طور پر پیش کی ہیں حکومت کو ان اقدامات سے پیچھے ہٹنے نہیں دیا جائے گا۔ اور ان قوانین کو دوبارہ متنازعہ بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ حکومت اور اسمبلی کو چاہیئے کہ اس راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام قواعد وضوابط معطل کرکے نفاذِ شریعت کے متعلق بلوں، قراردادوں اور تجاویز کو اوّلین اہمیت دے۔ اجلاس نے سینٹ میں نفاذِ شریعت بل قبول کر لینے پر سینٹ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ اس بل کو فوراً قانونی مراحل سے نکال کر ایوان میں لایا جائے اور طے پایا کہ قومی اسمبلی میں بھی شریعت بل محاذ میں شامل تمام افراد کی جانب سے متفقہ طور سے پیش کیا جائے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں ہم تمام مکاتبِ فکر مکمل طور پر متفق ہیں۔ اور کوئی بھی لادینی نظام یا غیر شرعی بات جب اسمبلی میں آئے گی تو ہم سب کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی اور ہم پوری قوت سے اس کا متفقہ مقابلہ کریں گے اجلاس میں طے پایا کہ نفاذِ شریعت کے لئے پارلیمنٹ سے باہر بھی متفقہ کوششیں کرنی چاہیئں اسی طرح شریعت محاذ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مشترکہ طور پر کام کرے گا۔ اس امر پر تشویش ظاہر کی گئی کہ اردو زبان اور قومی لباس کی ترویج کا کام پیچھے ہٹتا جا رہا ہے۔ اسی طرح قومی اسمبلی میں دوبارہ انگریزی کی حوصلہ افزائی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے علاوہ جن ارکان نے شرکت کی ان میں سے سرکردہ ارکان یہ ہیں۔ علامہ مصطفیٰ الازہری مولانا معین الدین لکھنوی، مولانا وصی مظہر ندوی، مولانا قاضی عبدالطیف، پیر محمد اشرف، مولانا گوہر رحمان، جناب حمزہ، محمد اسلم کچیلا، شاہ بلیغ الدین، مولانا عبدالحق بلوچ، لیاقت بلوچ، میر نواز خان مروت، مظفر ہاشمی، مولانا سمیع الحق، جناب گل شیر، خیال شاہ اورک زئی، حاجی محمد عمر، مولانا عنایت الرحمان، اسعد گیلانی، صاحبزادہ فتح اللہ، عثمان رمز، فضل رازق، وغیرہ اجلاس میں طے پایا کہ مولانا عبدالحق بطور کنوینر محاذ کو چلاتے رہیں اور محاذ کا آئندہ اجلاس ۹ر ستمبر کو اسمبلی کے کمیٹی روم میں طلب کریں۔

سینٹ میں نفاذ شریعت کا بل

منتخب حکومت کا سب سے اوّلین قومی وملی فریضہ یہی تھا کہ وہ اپنی ساری توجہات فوری طور پر شریعت اسلامیہ کے مکمل نفاذ اور قرآن وسنت کی مکمل بالادستی پر مبذول کرتی کہ یہی قیام پاکستان کا اساس تھا اور اسی نام پر آٹھ سال مارشل لاء مسلط رکھا گیا۔ اسی نام پر صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ۱۹ر دسمبر ۸۴ء کو ریفرنڈم کے ذریعہ قوم سے اعتماد حاصل کیا۔ اور انہی وعدوں پر انتخابات میں امیدواروں نے ووٹ حاصل کیے۔ مگر وا حسرتا کہ ساری توجہات کا محور مارشل لاء، کرسیاں جمہوریت اور سیاسی پارٹیوں جیسے مسئلے تو بن گئے مگر اسلامی نظام کا جو رہا سہا چرچا تھا وہ بھی پس منظر میں ڈال دیا گیا۔

سردست ان تفصیلات میں گئے بغیر یہاں ہم اس بل کا متن پیش کر رہے ہیں جو حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سینیٹر اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی طرف سے سینٹ کے پہلے اجلاس کے آخری دن ۱۳ر جون ۸۵ء کو پیش کیا گیا۔ حکومتی حلقوں کے ردّ و قدح اور لیت ولعل کے باوجود محرکین بل اور موئدین کے پُرزور اور مدلل تقاریر اور سینٹ کے عام ارکان کی تحسین وتائید کے بعد چار و ناچار حکومت نے اسے کارروائی کے لئے شامل کیا اور اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اخبارات میں تفاصیل قوم کے سامنے آ چکی ہیں۔

الحمدللہ کہ قیام پاکستان اور قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد یہ پہلا ایک اہم مرحلہ تھا جس سے شریعت اسلامیہ کی بالادستی کے لئے ملک کے ایک اہم ترین ایوان (سینٹ) کے ذریعہ بھی ایک مینڈیٹ (اعتماد وتائید) حاصل ہوا۔ بجا طور پر پڑھے لکھے باخبر حلقوں نے اسے بھی ایک عظیم کامیابی قرار دیا بہت سے علماء کرام، دوستوں، دینی تنظیموں اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں نے محرکین کو بھی مبارک باد اور تہنیتی کلمات سے نوازا۔ مگر یہ تو محض خداوند کریم کے فضل وکرم کا کرشمہ تھا۔ جو اسی کی توفیق پر ہے۔ اصل خوشی تو دونوں ایوان سے اس بل کی منظوری اور ملک میں مکمل طور پر نفاذ پر ہونی چاہیئے جنکے لئے پوری قوم کو متحد ومنظم ہو کر آواز اٹھانے کیلئے تحریک چلانا ہوگی اور اصل امتحان اور آزمائش تو اربابِ حکومت کی تھی۔ کہ وہ مختلف تاخیری حربوں، حیلوں اور شاطرانہ ہتھکنڈوں سے اس بل کو ٹالتی رہے۔ بہرحال نفاذِ شریعت کے اس بل نے حکومتوں کو ایک چوراہے پر لا کھڑا کر دیا۔

سینٹ میں پیش کیے جانے کیلئے ایک بل

ملک میں نفاذ شریعت

— چونکہ قراردادِ مقاصد کو جو کہ سابقہ دساتیر میں بطور تمہید کے رکھا گیا تھا۔

— جناب صدرِ مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستورِ مستقل کا حصہ قرار دے دیا۔

— اور چونکہ قراردادِ مقاصد میں اس ملک کا حاکمِ اعلیٰ تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالقِ کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے

— اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے معرضِ وجود میں لایا گیا ہے۔

— اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں

قرآن وسنت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہوگا۔

—— اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لئے منتخب کیا ہے۔

—— لہٰذا ایوان سینٹ اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسبِ ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے۔

ابتدائیہ

(دفعہ نمبر۱) نام تاریخ نفاذ اور حدود نفاذ

الف۔ یہ قانون نفاذِ شریعت کے نام سے موسوم ہوگا۔

ب۔ یہ قانون منظوری کے مراحل طے کرنے کے بعد فوری طور پر نافذ ہوگا۔

ج۔ یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہوگا۔ البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

دفعہ نمبر۲ شریعت کی قانونی تعریف

الف۔ شریعت سے مراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین محمدؐ کے واسطہ سے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔

ب۔ شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنت رسولؐ ہے

ج۔ اجماع امت کو قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے اس لئے جو قانون اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو وہ بھی شریعت کا قانون ہے

د۔ جو احکام اُمت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن اور سنّت اور اجماع کے قواعد اور ضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کرائے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں۔ اس لئے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن اور سنّت اور اجماع کے خلاف ہو قرآن اور سنّت نے حجت قرار دیا ہے۔

شریعت کی بالادستی

(دفعہ نمبر۳) مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔ اور چیلنج کے فوراً بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عمل درآمد ملتوی ہو جائے گا۔

(دفعہ نمبر۴) ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مطابق کیے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔

(دفعہ نمبر۵) وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار سماعت وفیصلہ بلا کسی استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہوگا اور عبوری دستوری حکم ۱۹۸۵ء کے دستوری ترامیم کے ذریعہ لگائی گئی پابندیاں فوراً ختم کر دی جائیں گی۔

(دفعہ نمبر۶) انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیر اعظم کے شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(دفعہ نمبر۷) حکومت کے تمام عمال بہ شمول صدر مملکت شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے عام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہوگا اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوگا۔

(دفعہ نمبر۸) مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کیے جائیں گے۔

(دفعہ نمبر۹) غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(دفعہ نمبر۱۰) تمام عدالتوں میں حسبِ ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت مقرر کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر۱۱) علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا مؤثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(دفعہ نمبر۱۲) قرآن اور سنّت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرام اور مستند مجتہدین کے عام اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔

(دفعہ نمبر۱۳) انتظامیہ عدلیہ مقننہ کے ہر فرد کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور محرکات شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہوگا۔

(دفعہ نمبر۱۴) تمام ذرائع ابلاغ کو خلافِ شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر۱۵) حرام طریقوں اور خلافِ شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

(دفعہ نمبر۱۶) شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگانِ ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

مسودۂ قانون نفاذِ شریعت کے اغراض ومقاصد وجوہ

—— مملکت خداداد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔

— اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔

— اس مسودۂ قانون کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔

— اہلِ ملک جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لئے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے۔

— ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن وامان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

۱۔ قاضی عبداللطیف رکن انچارج
۲۔ مولانا سمیع الحق رکن انچارج

نفاذِ شریعت بل پر مولانا سمیع الحق کی تقریر

> نفاذ شریعت بل پیش کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق نے بل کے بارے میں مختصراً حسب ذیل تقریر کی۔ جو سینٹ میں کی گئی رپورٹنگ کے مطابق پیش ہے ——— (ادارہ)

جناب چیئرمین بہت شکریہ۔ مولانا سمیع الحق صاحب

مولانا سمیع الحق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب چیئرمین صاحب۔ جیسا کہ ہمارے محترم قاضی عبداللطیف صاحب نے فرمایا، ہم اس بل کے ذریعہ اس مشن کی ان محنتوں اور اس جدوجہد کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں جو برصغیر کے مسلمانوں نے اس ملک میں اللہ کے دین کے قیام کے لئے قربانیاں دیں۔ اور پاکستان کا معنی لاالٰہ الا اللہ قرار دیا گیا تھا۔ پھر موجودہ حکومت نے آٹھ سال مارشل لاء کے دوران مسلسل یہی نعرہ لگایا کہ ہمارا اہم ترین مقصد اس ملک میں دین کی بالادستی اور شریعت کا نفاذ ہے۔ پھر ہم نے قرارداد مقاصد میں اور پالیسی کے رہنما اصولوں میں خداوند تعالیٰ کی حاکمیت کا وعدہ کیا۔ جسے اب آئین کا بھی ایک حصہ بنا لیا گیا ہے۔ قرارداد مقاصد کو کہ اب اللہ کی حاکمیت کیا ہے، وہ یہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خود تشریح کی ہے۔

ان الحکم الا للہ

کا حکم اور فیصلہ اور قانون صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور صاف فرمایا کہ

وما کان لمؤمن ولا مومنۃٍ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے قرآن وحدیث کے ذریعہ ایک حکم سنا دیا اور فیصلہ دے دیا تو کسی مومن اور مؤمنہ کسی مرد یا خاتون کو یہ حق نہیں کہ اس کے خلاف وہ رائے دے سکے اور کوئی قانون بنا سکے۔ پھر اتنے سخت الفاظ فرمائے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ٥

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون ٥

اور ظالم اور کافر، فاسق اور کئی الفاظ اللہ تعالیٰ نے کہے۔

جناب چیئرمین۔ تو اس بل کے ذریعے ہمارا جو مشن ہے اور حکومت بھی جو اعلانات کر رہی ہے وہ شریعت اسلامیہ کی بالادستی ہے تو اسلامی قوانین کی بالادستی صرف نعروں اور خوشنما بیانات اور تقاریر اور ذرائع ابلاغ پر اس کی اشاعت سے قائم نہیں ہو سکتی۔ اس کا بنیادی ذریعہ یہ ہے کہ ہم مقننہ، عدلیہ انتظامیہ ان تینوں اداروں کو شریعت کی بالادستی کے تابع کر دیں تو اس بل میں ہم نے ان تین چیزوں کو بڑی اہمیت دی ہے۔

(۱) ایک تو مقننہ کو یہ حق نہ ہو کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو شریعت کے خلاف ہو۔ خواہ وہ پارلیمنٹ ہو، خواہ وہ قومی اسمبلی ہو، خواہ وہ سینٹ ہو۔ اگر اس نے کوئی ایسی بات منظور کر لی تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جائے۔

(۲) دوسرا ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات خواہ وہ مالی معاملات ہوں یا غیر مالی۔ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہوں۔ اور جو بھی شریعت کے خلاف فیصلے کیے گئے، ان کو قانونی حیثیت نہ دی جائے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ کار۔ سماعت اور فیصلہ بلا استثناء ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہو۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ انتظامیہ کا کوئی فرد بھی بشمول صدرِ مملکت، بشمول، وزیراعظم، شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اور اگر کوئی ایسا حکم دے دیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اس کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(۵) اور پانچویں بات یہ ہے کہ ہم یہاں غیر مسلم حقوق کا بھی صحیح تحفظ چاہتے ہیں، ہم ان سب کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق دیں گے۔ ان کے پرسنل لاء میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ اسی طرح غیر مسلم اقلیت کی مذہبی تعلیم، تبلیغ، مذہبی قانون کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔

(۶) اور آخری بات یہ ہے کہ شریعت نے جو بھی حقوق اسلامی مملکت کے شہری کو دیئے ہیں۔ خواہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جا سکے گا۔ اور اگر کوئی حکومت اس طرح کے حقوق پر اثر انداز ہونے والے احکام جاری کرے تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

تو جناب چیئرمین صاحب مختصر بات یہ ہے۔ کہ اس قانون کی غرض و غایت خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک میں اسلامی نظریہ کا استحکام ہے تاکہ ملک کے تمام باشندے جس نظام کے لئے بے چین ہیں وہ مطمئن ہو جائیں ورنہ خدانخواستہ ہم نے جتنا شد ومد سے اسلام کا نام لیا ہے اور ہم کہتے رہے ہیں کہ اسلامی نظام آگیا ہے۔ اور لوگوں کو نتیجے میں سوائے بدعنوانی۔ کرپشن، برائی اور ظلم وستم کے کچھ نہ ملا ہو۔ تو لوگ کہیں گے کہ اسلام کا عالم وجود

ہیں اور حقیقت کی دنیا میں بھی کوئی ایسا ہی تصور ہوگا تو اسلام کے انتظار میں جو لوگوں کا حسین تصور تھا وہ تصور بھی ختم ہو جائے گا۔ اور سمجھا جائے گا کہ اسلام ایسی چیز ہے کہ وہ جاری ہو نہیں ہو سکتی۔ یا اگر جاری ہو بھی جائے تو اس کے مشکلات ختم نہیں ہوں گے۔ بلکہ اور بڑھ جاتے ہیں۔ تو لوگ اسلام ہی سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں کہتا ہوں خدارا اس سینٹ کے ایوان کو یہ شرف اور اعزاز دے دیجئے کہ وہ اس بل کو منظور کرے۔ اور پارلیمنٹ کے مشترکہ حصوں میں جو فضیلت حاصل ہو گئی ہے یہ سینٹ کو حاصل ہو سکے گی تو سینٹ کے میرے تمام ارکان بھی اس کی پرزور حمائت کریں گے۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ جناب وزیر انصاف صاحب۔

پارلیمنٹ کے شریعت محاذ کی سرگرمیاں

۳۰ ستمبر ۸۵ء کو شریعت محاذ گروپ کا ایک ہنگامی اجلاس شام ۴ بجے محاذ کے کنوینر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے کمرہ ۲۱ واقع گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ حضرت ؒ نے صدارت کی۔ حضرت نے افتتاحی مختصر خطاب میں فرمایا۔

شریعت محاذ کے اجلاس سے مولانا عبدالحق ؒ کا خطاب

نحمدہٗ ونصلی علی رسول الکریم۔ معزز ساتھیو! آج آپ کو ایک درپیش اہم مسئلہ کے بارہ میں تکلیف دی گئی ہے۔ آپ سب مجھ سے زیادہ اصحاب فہم وفراست ہیں۔ اور اس مسئلہ کی خرابیوں ونقصانات سے آگاہ ہیں جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے گروپ کے تشکیل کا مقصد ہی نفاذِ شریعت کی بالادستی ہے۔ اس لئے ہر گروپ کے اکثر حضرات خواہ ان کے اور نظریات جیسے بھی ہوں اسلامی نظام کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم نفاذِ شریعت کے بارہ میں اپنی سرگرمیوں کو اسمبلی کے اندر اور باہر تیز کردیں۔ ہمارا مقصد نہ کسی کو نیچا دکھانا اور نہ کسی کی تذلیل وتوہین ہے۔ اور نہ کسی سے ذاتی مخاصمت اور لڑائی ہے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف اس ملک میں جس نظریئے کے لئے حاصل کیا گیا تھا یعنی اسلام اس کی صحیح معنوں میں نفاذ اور بالادستی ہے۔ اس سلسلہ میں نہ ہم کسی کے دباؤ میں آئیں گے اور نہ کسی لومۃ لائم کی پرواہ کریں گے۔

اس موجودہ درپیش مسئلہ میں آپ حضرات غور وفکر فرما کر تجاویز پیش فرمائیں اور کسی اتفاقی قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ اس آٹھویں بل سے ان غیر اسلامی دفعات کو خارج کیا جائے۔

اس کے بعد پھر ارکان کے درمیان متذکرہ ترمیم پر بحث وتمحیص کے بعد ایک متفقہ قرارداد تیار کر کے تمام ارکان اسمبلی میں تقسیم کر دی گئی۔ جس کا متن حسب ذیل ہے۔

قرارداد اسلام آباد ۳۰ ستمبر ۸۵ء۔ پارلیمانی شریعت محاذ کا ایک ہنگامی اجلاس آج بعد دوپہر ایم این اے ہوسٹل میں رکن قومی اسمبلی اور کنوینر شریعت محاذ مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کے علاوہ سینیٹر قاضی حسین احمد۔ اور ارکان اسمبلی حاجی سیف اللہ، مولانا معین الدین لکھوی۔ ڈاکٹر شیر افگن خان۔ مولانا وصی مظہر ندوی۔ محمد عثمان رمز۔ مولانا گوہر رحمان، سید اسعد گیلانی، مولانا محمد عنایت الرحمٰن، مظفر ہاشمی۔ صاحبزادہ فتح اللہ۔ حاجی فضل رزاق۔ اور مولانا عبدالحق بلوچ وغیرہ نے شرکت کی۔ اجلاس نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دستور کی دفعہ ۲۰۳ (بی) کے ذیلی سیکشن (سی) میں ترمیم کر کے وفاقی شرعی عدالت کو دستور، مسلم پرسنل لاء، قانونی طریق کار اور مالیاتی قوانین سمیت ہر قسم کے قوانین کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لینے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے۔ پارلیمانی شریعت محاذ نے پارلیمنٹ کے تمام ارکان سے اس سلسلہ میں تعاون کی اپیل کی ہے۔ متفقہ طور پر منظور کردہ قرارداد کا متن درج ذیل ہے۔

”حکومت، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے مارشل لاء انتظامیہ کے تمام قوانین وضوابط، احکام وفرامین اور فیصلوں کی غیر مشروط توثیق کا بل منظور کرانا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مشروط طور پر تسلیم تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہی کیے جا سکتے ہیں۔ کسی انسان یا انسانوں کے گروہ کے بنائے ہوئے قوانین کو غیر مشروط طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مارشل لاء انتظامیہ نے ۱۹۷۳ء کے دستور میں جو ترامیم کی ہیں ان میں ایک دفعہ ۲۰۳ ب (ج) ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لاء، مالی قوانین عدلیہ کا طریق کار اور دستور وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج ہوں گے۔ یہ دفعہ قرآن وسنت کی بالادستی اور شریعت کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ قرآن کریم میں شریعت کی بالادستی کو عملاً نافذ کرنے اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ سورت الجاثیہ آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد خداوندی ہے۔ ”شریعت کی پیروی کرتے رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو نادان ہیں۔“ سورۃ النساء کی آیت ۶۵ میں آیا ہے کہ ”تیرے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہیں جو ہر معاملے کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرانے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ سورۃ النساء آیت ۶۰، ۶۱ میں فرمایا گیا ہے۔ کہ ”منافقین دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں لیکن فیصلہ طاغوتی قانون پر کرانا چاہتے ہیں۔ (یعنی غیر شرعی قانون پر) اور جب ان کو قرآن وسنت کے احکام کی طرف بلایا جاتا ہے تو پہلوتہی کرتے ہیں۔“

دفعہ ۲۰۳ بی اس قرارداد مقاصد کی بھی صریح خلاف ورزی ہے جو نہ صرف ہمارے تمام دساتیر کی بنیاد رہی ہے۔ بلکہ موجودہ حکومت نے اسے دستور کے متن اور قابل نفاذ حصہ میں شامل کیا ہے۔ اس قرارداد مقاصد میں یہ بات صراحت کے ساتھ درج ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف

اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور عوام کے نمائندے اپنے اختیارات کو اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ معزز ارکان اس بل پر غور کرتے وقت مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھیں گے۔

مولانا عبدالحق کی قیادت میں وزیراعظم سے ملاقات

مورخہ ۸/۱۰/۸۵ کو حضرت مولانا عبدالحق کنوینر قومی اسمبلی شریعت محاذ گروپ کے زیر قیادت ایک وفد نے وزیراعظم پاکستان محمد خان جونیجو سے ان کے چیمبر میں ملاقات کی اور ان سے آٹھویں ترمیمی بل کی دفعہ ۲۰۲ کے غیر اسلامی شقوں کے بارہ میں گفتگو کی۔ نیز ان سے متفقہ مطالبہ کیا کہ ترمیمی بل سے اس غیر اسلامی اور غیر جمہوری دفعہ کو خارج کیا جائے۔ اس وفد میں حضرت مدظلہ کے علاوہ جماعت اسلامی سے متعلق تمام ارکان اسمبلی بریلوی مکتبۂ فکر کے علامہ عبدالمصطفٰے الازہری۔ مولانا رحمت اللہ جھنگ محترم شاہ تراب الحق، ان کے دیگر ہم خیال ساتھیوں اور حکومتی گروپ کے محترم نثار محمد خان مشیر وزیراعظم، بیگم کلثوم سیف اللہ۔ جناب میر نواز خان مروت اور دیگر کئی ارکان نے شرکت کی۔

شریعت بل کے لئے تحریک

ریفرنڈم اور انتخابات کے بعد نئی سویلین حکومت قائم ہوئی مارشل لاء بھی اٹھا لیا گیا۔ مگر آٹھ سال کے طویل عرصہ میں قانونِ شریعت کا نفاذ اور اسلامائیزیشن کے عمل کی تکمیل تو کجا اب کے جمہوری دور میں گذشتہ دور کے کیے گئے بعض اسلامی اقدامات کی حیثیت بھی کمزور اور مخدوش ہوتی رہی

جناب صدر ضیاء الحق اور نئی حکومت کی ساری توجہات کا محور مارشل لاء کے خاتمے، جمہوریت کی بحالی، اختیارات کی تقسیم سیاسی پارٹیاں، وزارتیں اور اقتدار کے تحفظ و استحکام جیسے مسئلے تو بن گئے مگر ملک کے جمہور کی عظیم اکثریت جو روزِ اوّل سے نظامِ شریعت، قرآنی دستور اور اسلامی آئین کے لئے تڑپ رہی تھی۔ کہ صحیح جمہوری حقوق اور قدیم ترین مطالبہ نفاذ شریعت کو پس منظر میں ڈال کر جمہوری اقدار کو پامال کیا جا رہا ہے

اگر ایک طرف لادینی عناصر ایک قوت بن کر دینی احکام سے کھلی بغاوت اسلامی قوانین اور مذہبی شعائر کا کھلم کھلا مذاق اڑانے کے منصوبے بنا کر میدان میں اتر آئے، دین دشمن طاقتیں جو غیر ملکی ایجنٹ اور بڑی طاقتوں کے آلۂ کار ہیں ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ ملک کو ایک روح فرسا اور بدترین انقلاب اور طوفان بلاخیز سے دوچار کرنے کی راہ اختیار کر چکے تھے کہ ملکی سالمیت اور ملی وحدت کا سفینہ ساحل مراد پر پہنچنے سے قبل سیلاب کی نذر ہو جائے۔ ایسے حالات میں کشتیٔ ملت کو منجدھار اور طلاطم خیز طوفان سے نکالنے اور سالمیت و عافیت سے ساحلِ مراد تک پہنچانے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا نظامِ شریعت کا مکمل نفاذ ـــــ جو ملکی سالمیت، بقاء و تحفظ، ترقی و استحکام، معاشی عدل و انصاف قوم کی فکری و جذباتی ہم آہنگی، اتحادِ امت اور وحدتِ ملّت کا ضامن ہے۔

الحمد للہ کہ سینیٹ کے پہلے ہی اجلاس کے آخری دن ۱۳؍جون ۱۹۸۵ء کو حضرت مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف نے سینیٹ میں اسلامی نظام اور قرآنی دستور کا ایک آئینی خاکہ ''شریعت بل'' کے نام سے پیش کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ رفقاء و اراکین کے بھرپور جد و جہد سے لمبے بحث کے لئے منظور کر لیا گیا۔

کاش! حکومت محض نعروں، بے مقصد وعدوں اور پروپیگنڈے کی بجائے بغیر کسی ہچکچاہٹ، لیت و لعل اور خوفِ لومۃ لائم کے اپنے اثر و رسوخ سے اسے ایوان سے منظور کرا لیتی تو آج ملکی حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا مگر شریعت بل کو پیش ہوئے ابھی ۱۰ ماہ مکمل ہوئے تھے کہ ملک و بیرون ملک کی اسلام دشمن طاقتیں اور لادینی عناصر شریعت بل کو ناکام بنانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروفِ کار ہو گئے، ذمہ دار سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی شریعت بل کو ٹالنے، التواء اور سرد خانے میں ڈال دینے کی کوشش کی جاتی رہی۔ تین ماہ کے لئے شریعت بل کو مشتہر کرنے کی تجویز بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی مگر بحمد اللہ علومِ نبوت کے ورثاء، اربابِ علم و فضل، دانشور اور ملک بھر کا ذی شعور طبقہ بالخصوص ولی اللّٰہی مشن کی علمبردار جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین اور معاملہ فہم قائدین اسلامی آئین کے اس نازک ترین مرحلہ و امتحان کے موقعہ پر وقت کھوئے بغیر میدانِ عمل میں کود آئے۔

کراچی کی عظیم مثالی اور تاریخی نفاذِ شریعت کانفرنس اور علماء کراچی کی شریعت بل کی دستخطی مہم فوری اور وسیع تحریک پاکستان کے غیور شہریوں کے دینی و سیاسی شعور اور ان کے قومی و ملی جذبات، ملکی حالات اور مستقبل کے کردار و خدمات کے عزائم اور ہر باطل قوت کے خلاف بغاوت و اعلانِ جہاد سے پورے ملک میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ چند ایک دنوں میں کراچی سے لے کر پشاور تک شریعت بل کے فوری نفاذ کے لئے دستخطی مہم عروج تک پہنچ چکی۔ جو اہل اقتدار اور اربابِ بسط و کشاد کے لئے اتمامِ حجت اور ایک عظیم چیلنج کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

شریعت بل کی منظوری و نفاذ کی دستخطی مہم کے سلسلہ میں کراچی کے اکابر علماء و مفتی اعظم پاکستان مفتی مولانا ولی حسن صاحب، مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کی ایک اپیل بھی درج کی جاری ہے جس سے معاملہ کی اہمیت اور ضرورت پر مزید روشنی پڑے گی ـــــ

مکرم و محترم زیدت عنایاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی! آنجناب کو معلوم ہوگا کہ مولانا سمیع الحق اور قاضی عبدالطیف کا پیش کردہ ''شریعت بل'' سینیٹ میں زیرِ بحث رہا۔ اور اب سینیٹ نے

اسے عوام کی رائے معلوم کرانے کے لئے اخبارات میں مشتہر کرادیا (اس کی کاپی آپ کی خدمت میں بھیجی جارہی ہے) ملک کے تمام لادینی طبقات وافراد کی کوشش ہے کہ "شریعت بل" نافذ نہ ہو۔ اس کے لئے اخبارات ورسائل میں مضامین لکھے جارہے ہیں اوراِن طبقات کی سرتوڑ کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی آراء اس بِل کی مخالفت میں سینٹ کے سیکرٹریٹ کو بھجوائیں۔ اس ضمن میں ہر وہ شخص، جو اس ملک میں اسلام کا بول بالا دیکھنا چاہتا ہے، اس کا فرض ہے کہ اِس بِل کی حمایت اور لادین طبقات کی مساعی مشئومہ کو ناکام بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے اور اس کے لئے جو کوشش بھی ممکن ہو، کرگزرے ورنہ اندیشہ ہے کہ لادینی طبقات اس ملک میں "شریعت بِل" کو ہمیشہ کے لئے دفن کرادیں۔ اور شریعت کی بالادستی کا نام لینا بھی نہ رہے۔

بہر حال یہ "شریعت بِل" موجودہ صورتِ حال میں اہل ملک کے ایمان ونفاق کے پرکھنے کی کسوٹی بن گیا ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان جس کے دل میں خدا اور رسول کی عظمت ہو اور وہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر ایمان رکھتا ہے، اس کی طرف سے اس بِل کی حمایت نہ ہو، خدا اور رسولؐ سے غداری کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں آنجناب سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل فرمائیں، اور ایک تحریک کے طور پر دوسروں کو بھی ان تجاویز پر عمل کرنے کی تلقین کریں۔

۱۔ ہر مسجد میں جمعہ کے خطبات میں شریعت بِل کا متن پڑھ کر سنایا جائے۔ اس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی جائے، اور اس مضمون کی قراردادیں منظور کرائی جائیں کہ ہم اس بِل کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ اس کو بغیر کسی مزید ترمیم کے فی الفور نافذ کیا جائے۔

۲۔ ہر علاقے اور حلقے کے علماء وکلاء، اداروں، تنظیموں اور عوام کی طرف سے شریعت بِل کی حمایت میں خطوط بھیجے جائیں، آپ کے علاقے میں کوئی ایسا فرد نہیں ہونا چاہیئے، جس کی طرف سے اس کی حمایت نہ کی جائے۔

۲۔ اس سلسلے میں جلسے منعقد کیے جائیں اور ان جلسوں کے ذریعہ عوام کے جذبات سینٹ اور حکومت تک پہنچائے جائیں۔

۴۔ مختلف افراد اداروں کی طرف سے اخبارات واشتہارات کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ "شریعت بِل" کو ٹال کر خدا اور رسول کے غضب کو دعوت نہ دے، ورنہ اندیشہ ہے کہ حکومت اور ملک کو اس کی کڑی سزا ملے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے خدا تعالیٰ کی شریعت کے نفاذ میں ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں۔

اپیل کنندگان: مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

شریعت بل کی تشہیر اور تحریک نفاذ شریعت کی پیش رفت

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ علومِ نبوت کے ورثاء، مشائخ عظام، فضلاء کرام اور علماء حق نے ہر دور میں ظلمت کدۂ جہالت میں شمعِ حق فروزاں رکھی اور اسلام کی شان کو بلند رکھا۔ انہی کے مساعی، بروقت رہنمائی، بے لوث قیادت وشجاعت سے چمنستانِ دعوت وعزیمت کی رونقیں قائم ہیں اربابِ عزیمت اور حق پرست علماء کے اس لازوال کردار کو تاریخی تسلسل حاصل ہے۔ ماحول اور سوسائٹی کی نامساعدت اور نازک سے نازک حالات بھی انہیں جادۂ حق اور اعلاء کلمۃ الحق کے فریضہ کی ادائیگی سے نہ روک سکے شریعت بل کے سلسلے میں مملکتِ خداداد پاکستان ایک خطرناک، نازک ترین اور فیصلہ کن مرحلہ سے گزر رہی تھی۔ سرحدات پر خطرات کے بادل منڈلا رہے تھے۔ غیر ملکی اشاروں پر مفاد پرست عناصر آخری کھیل کھیلنے کا فیصلہ کرچکے تھے اربابِ اقتدار نفاذِ شریعت بِل کی منظوری ونفاذ میں منافقت اور حد درجہ بزدلی کا مظاہرہ کرکے تاخیری حربے استعمال کر رہے تھے۔ ادھر عیاش اور فحاش طبقہ کھلم کھلا شریعت بل کے خلاف جلسے جلوس، ہنگامے کرکے حکومت پر دباؤ ڈال رہے تھے۔ ایران کے اشاروں پر خمینیت کے علمبرداروں نے شریعت بِل کے خلاف تحریک چلانے اور لکھنؤ ایجی ٹیشن کی یاد تازہ کردینے کی دھمکی دے دی تھی۔

حیرت اس پر تھی کہ بعض مذہبی جماعتوں نے بھی شریعت بل کو لادینی جمہوریت اور مغربی سیاست کے سیاہ چشموں سے دیکھا اور ایک روشن حقیقت بھی انہیں تاریک نظر آئی ؎

نہیں غم کہ دشمن ہے سارا زمانہ
مگر آہ کہ تم نے بھی اپنا نہ جانا

دوسری طرف وہ ظالم اور لادینی قوتیں جنہیں پوری قوم نے ۱۹۷۷ء میں بے مثال اور زبردست قربانیاں دے کر مسترد کردیا تھا، سوشلزم کا وہی عفریت ایک نئے رنگ ڈھنگ، نئے جوش وجذبہ نئی للکار اور پکار کے ساتھ میدان میں آکودا۔ ؏

اگرچہ پیر ہے مومن جواں ہیں لات ومنات

ایسے حالات میں انقلاب برائے اسلام کی بجائے، محض مغربی جمہوریت کی بحالی اور محض انقلاب کی خاطر ایجی ٹیشن، پیشاب کو شراب سے دھونے کے مترادف تھا اور اپنے ہاتھوں ملک کو تباہی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیلنا تھا ملک اسلام کے نام پر قائم ہوا، جمہور مسلمانوں کا مطالبہ بھی نفاذِ اسلام

کا ہے لہٰذا ایسے حالات میں اہلِ اسلام بالخصوص علماءِ امت اور مذہبی جماعتوں کا یہ فرض تھا کہ وہ جماعتی اور گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف نفاذِ شریعت کی تحریک چلائیں۔ بمقتضائے حدیث بحری قذاقوں کی سرکوبی کے لئے کشتی کے چھت پر مورچہ بندی کے بجائے اس دشمن پر نظر رکھنا ضروری تھا جس نے کشتی کے نیچے سے تختہ نکال کر سوراخ کر دیا ہے اگر ادھر توجہ نہ کی گئی تو بحری قذاقوں کی تاک میں رہنے والے لقمۂ اجل بن جائیں گے۔

الحمدللہ کہ جمعیۃ علماء اسلام جو حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے علوم و افکار کی ترجمان سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی قربانیوں کی امین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے عزم اور ولولۂ جہاد کی محافظ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور بطلِ جلیل مولانا سید حسین احمد مدنی حکیم الامت حضرت تھانویؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ، شیخ الاسلام حضرت عثمانیؒ، امیر شریعت سید عطا اللہ بخاریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وراثت اور عظمتوں کی حامل جماعت ہے، دین کی حفاظت و اشاعت اور حریم اسلام کی حراست اور مدافعت میں کسی غفلت و مداہنت اور حالات کے دھارے میں بہہ جانے کی بجائے دینی و ملکی حالات کے ہر گوشہ پر جامع اور ہمہ گیر انداز میں مخلصانہ اور اجتماعی سوچ و بچار کے بعد میدانِ عمل میں مصروف کار رہی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم اس جماعت کے رہنما و سرپرست تھے۔ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اس کے مرکزی سیکرٹری جنرل

مولانا عبدالحق کے دورۂ سرحد اور علماء کونشنوں کا انعقاد

شریعت بل جسے ایوان نے بطور ایجنڈا کے منظور کیا تھا مگر حکومت نے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویے کی وجہ سے اسے تین ماہ کے لئے مشتہر کر دیا بظاہر یہ مرحلہ اہل اسلام کے لئے حیرت انگیز اور مایوس کن تھا۔ مگر قدرت کو اس کے ذریعہ کچھ اور ہی منظور تھا۔ شریعت بل کی حمایت میں کراچی سے خیبر تک عظیم تحریک چلی اہلِ اسلام نے پھر سے نظامِ اسلام سے مضبوط وابستگی کا اظہار کیا، خوابیدہ جذبات بیدار ہوئے ولولے تازہ ہو گئے اور یاس و قنوط کے بادل چھٹ گئے۔ اربابِ اقتدار اہلِ ہویٰ والحاد روسی امریکی ایجنٹوں عیاش و فحاش اور لادین عناصر کی آنکھیں اس وقت چندھیا گئیں دینی زوال و اندراس کا خواب دیکھنے والے حواس باختہ ہو گئے جب یادگار سلف محدثِ کبیر قائد تحریکِ نفاذِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے باوجود صوبہ سرحد میں ڈویژنوں کی سطح پر حقانی فضلاء اور علماء کنونشن بلائے، انہیں احساسِ ذمہ داری اور فرضِ منصبی یاد دلایا۔ جب کہ اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ سے شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق نے ضلع دیر کے علماء بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء سے ملنے اور تحریک نفاذِ شریعت کے لئے فضاء ہموار کرنے کے سلسلہ میں سہ روزہ پروگرام بنایا۔ اس دورہ میں علماء کا ایک وفد آپ کے ہمراہ تھا احقر بھی رفاقت کی سعادت حاصل رہی وہاں کے مشائخ علماء اور فضلاء کے خصوصی اجتماعات اور کئی ایک مرکزی مقامات پر جلسہ ہائے عام سے خطاب بھی فرمایا ضلع دیر میں پھیلے ہوئے دارالعلوم کے تین سو فضلاء کیلئے مولانا سمیع الحق کی تشریف آوری نعمتِ غیر مترقبہ تھی اس لئے انہوں نے ہر جگہ آپ کا شایانِ شان استقبال کیا اور پروگراموں کی ترتیب میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کو ملحوظ رکھا۔

ادھر کراچی کے اکابر علماء جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما، بالخصوص وہاں پھیلے ہوئے دارالعلوم کے سینکڑوں فضلاء کے شدید اصرار و مطالبہ پر مولانا سمیع الحق نے ۱۶ر اپریل سے ۲۲ اپریل ۸۶ء تک کا وقت کراچی، حیدرآباد اور میرپور خاص کے لئے دے دیا۔ چنانچہ وہاں بھی آپ کے پروگرام کو زیادہ سے زیادہ نافع بنانے کے لئے علماء اور وکلاء کے خصوصی اجتماعات کے علاوہ کثرت سے اجتماعات کے پروگرام بنائے گئے جگہ جگہ پر خلوص اور والہانہ استقبال ہوئے خصوصی اجتماعات و خطابات کے علاوہ اہم مرکزی مقامات پر جلسہ ہائے عام کیے گئے۔ بحمداللہ کراچی کے علماء بالخصوص دارالعلوم کے فضلاء جمعیۃ علماء اسلام اور سوادِ اعظم اہلِ سنت کے بزرگوں کی سرپرستی اور مخلص کارکنوں کی زبردست محنت سے ساڑھے پانچ لاکھ افراد نے شریعت بل کی حمایت میں فارم پر کیے جنہیں پندرہ پیٹیوں میں بند کر کے وہاں کے علماء کے ایک وفد نے مولانا سمیع الحق کی قیادت میں سینٹ کے چیئرمین کے حوالے کر دیئے، کراچی میں مولانا سمیع الحق کی تحریکِ نفاذ شریعت کے سلسلہ میں ہفتہ بھر کی مساعی اور پروگرام کارروائی اور تقاریر کراچی کے اخبارات تفصیل سے شائع کرتے رہے۔ اس دوران حیدرآباد کے استقبالیہ میں بھی شرکت کی اور میرپور خاص بھی گئے۔ جہاں ان کی نہایت پرتپاک پذیرائی کی گئی اور کئی پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے۔ ادھر خود شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ سب سے پہلے ۱۰ر اپریل کو ہزارہ ڈویژن کی سطح پر علماء کنونشن کے لئے مانسہرہ تشریف لے گئے۔ ۱۳ر اپریل کو مردان ۱۶ر اپریل کو بنوں اور ۲۰ر اپریل کو پشاور کے علماء کنونشن میں شرکت فرمائی ان تمام کنونشنوں میں احقر مرتب کو بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی رفاقت و خدمت حاصل رہی ہر کنونشن میں خطاب کا موقع بھی ملتا رہا۔ بنوں کے تاریخی کنونشن میں حضرتؒ کی جانب سے ان کی موجودگی میں پونا گھنٹہ خطاب کیا۔

ہر جگہ ہزاروں علماء دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء دیندار مسلمانوں اور جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص کارکنوں نے حضرت مدظلہٗ کا زبردست اور شاندار استقبال کیا۔ موٹروں، بسوں، ویگنوں، سوزوکیوں، کاروں اور سکوٹروں کے میلوں لمبے جلوس نکالے، سب سے پہلا پروگرام مانسہرہ کا تھا

جہاں کا استقبالی جلوس اور علماء کا عظیم اجتماع تاریخی تھا۔

مولانا عبدالحق کا اعلان جہاد اور بیعت علی الجہاد

کنونشن میں اولاً شریعت بِل کے محرک مولانا سمیع الحق نے ملکی حالات سیاسی صورتِ حال، جماعتی پروگرام علماء کی ذمہ داریاں، نازک ترین حالات میں محتاط لائحہ عمل اور تحریکِ نفاذِ شریعت واہمیت پر بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ ان کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا محمد اجمل خان کی ولولہ انگیز تقریر سے جذب وشوق اور جذبۂ جہاد وحریت کا زبردست سماں بندھا مولانا نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس ضعف و نقاہت اور پیرانہ سالی میں ہزارہ کے سنگلاخ پہاڑی علاقہ میں تشریف آوری کو قدرت کے غیبی اور تکوینی امور سے دینِ الٰہی کی غیبی نصرت قرار دیا اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ کے دستِ حق پرست پر نفاذِ شریعت کے لئے بیعت کرنے کی تجویز پیش کی ہزاروں علماء نے فوراً تائید کی اور بیعت کے لئے بڑے پرخلوص اور والہانہ انداز میں لپک پڑے۔

قائدِ شریعت کا خطاب

چنانچہ اخباری اطلاع کے مطابق ہزارہ ڈویژن کے تین ہزار علماء نے تحریکِ نفاذِ شریعت کے لئے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ کو قائدِ شریعت کا خطاب دیا۔ ۱۴راپریل کو مردان کے علماء کنونشن میں ڈیڑھ ہزار اور ۱۶راپریل کو بنوں کے علماء کنونشن میں ۵ ہزار علماء کرام نے نفاذِ شریعت کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۲۷راپریل کو پشاور میں صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے اکابر ومشائخ، سینکڑوں علماء اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء صوبائی علماء کنونشن میں شریک ہوئے۔ شریعت بِل منوانے، نفاذِ شریعت کی پُرزور تحریک چلانے اور نظامِ شریعت کی بالادستی کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینے کا عزم کیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی قیادت میں جہادِ مسلسل کی خاطر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی۔

ان اجتماعات میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے مختصر خطاب کے کچھ ضروری حصے نذرِ قارئین ہیں۔

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ارشادات

علماء کنونشن مانسہرہ جامع مسجد ناڑی
۱۰راپریل ۱۹۸۶ء

بعد الخطبہ

محترم بزرگو اور دوستو!

آج آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں چلنے پھرنے کا نہیں اٹھنے بیٹھنے کا نہیں، بات کرنے کی بھی طاقت نہیں، ہر لحاظ سے ضعف اور کمزوری ہے۔ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔ والا معاملہ بن گیا ہے مگر اس کے باوجود حاضرِ خدمت ہوا ہوں کہ آج اہالیانِ پاکستان اور نو کروڑ اہل اسلام کے امتحان کا وقت ہے کہ اہلِ اسلام کیا چاہتے ہیں؟ سیکولرازم چاہتے ہیں، سوشلزم چاہتے ہیں، دہریت چاہتے ہیں، یا پھر دین اسلام چاہتے ہیں اور اس کے مکمل نفاذ کی بقاء تحفظ کے لئے خود کو بھی اور اپنے سب کچھ کو قربان کر دینا چاہتے ہیں۔

ریفرنڈم اسلام کے نام پر ہوا، غیر جماعتی انتخابات اسلام کے نام پر ہوئے، ملک اسلام کے نام پر بنا ان حالات اور ایسے پس منظر اور ناقابلِ تردید حقائق کا تقاضا تو یہ تھا کہ موجودہ حکمران اوّل روز یہ اعلان کر دیتے کہ ہمارا قانون اسلام ہے۔ ہمارے ملک کا نظام اسلام ہوگا لیکن بدقسمتی سے نئی حکومت کو بھی ایک سال مکمل ہوگیا مگر وہ مسئلہ جس کے لئے ملک بنا تھا جوں کا توں باقی ہے ــــ مارشل لاء ایک آرڈر سے لگا دیا گیا اور پھر ہٹا دیا گیا ہنگامی حالات اٹھا دیئے گئے، جمہوریت بحال کر دی گئی۔ آئین میں ترامیم سے بل پاس کر دیئے گئے، سب کچھ ہوا مگر قوم کو کیا ملا، نظریہ پاکستان کی پاسداری کتنی ہوئی، صرف آج ہی نہیں ۳۸ سال سے اسلام کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ اور آج تک نظامِ شریعت نافذ نہ ہو سکا۔

اگر مارشل لاء ایک ہی اعلان سے لگ بھی سکتا ہے اور اُٹھ بھی سکتا ہے۔ تو اسلام کو کیوں نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

اب پھر شریعت بِل کو مشتہر کر کے پوچھا جا رہا ہے کہ تم اسلام چاہتے ہو کہ نہیں چاہتے، ایسے تاخیری حربوں سے اور ایسے سوالات سے ۹ کروڑ مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے۔

محترم بزرگو! دیکھو! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اس نے اپنے دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ کسی مسلمان نے سنا اور مدعی نبوت سے معجزہ اور اس کی نبوت کی صداقت کی دلیل طلب کی تو علماء کہتے ہیں کہ جھوٹے کی نبوت کی دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہو گیا۔ اب حکومت نے پھر سے لوگوں سے استفسار شروع کر دیا کہ اسلام چاہتے ہو یا نہیں اسلام سے چاہت ومحبت کا اظہار ہر دور میں ہر حالت میں مسلمانوں پر فرض ہے اب اس معمہ سے پھر سے ۹ کروڑ مسلمان پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔

میں اس ضعف اور پیرانہ سالی میں اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ مسلمانوں کو خبردار کر دوں اور ان سے اپیل کروں کہ وہ متحد ہو کر حکومت پر واضح کر دیں

کہ ہم صرف اسلام چاہتے نہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور ملک میں اس کو نافذ بھی کرانا چاہتے ہیں۔ آج یہ مانسہرہ کا نہیں بلکہ تمام پاکستان کا اجتماع ہے۔ اس میں کوہاٹ، بنوں، پشاور، لاہور اور کراچی سے بھی نمائندے شریک ہیں۔ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نفاذِ شریعت کی تحریک میں غفلت، تساہل، اور خاموشی اور مداہنت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ آپ حضرات نے نفاذِ شریعت کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور مجھے یہ عزت بخشی، واقعہ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ تاہم آپ میرے بزرگ ہیں۔ اور میں بزرگوں کا حکم بجالایا۔ اور اسی کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔ اب اس کے بعد آپ کا اور تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر نفاذِ شریعت کی مہم شروع کر دیں، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اسلام کو ترجیح دیں، اسلام کی دعوت دیں۔ اسلام کا ذکر کریں جیسے سلمان فارسی سے کسی نے کہا کیا نام ہے۔ فرمایا! میرا نام اسلام ہے، کہا باپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا اسلام، کہا ملک کا نام کیا ہے فرمایا اسلام۔ ہمیں اسلام کے بارے میں کوئی تذبذب نہیں ہے، آج جو نعرے لگ رہے ہیں تو خطرناک سیلاب آرہا ہے۔ وہ اسلام کے خلاف ایک منصوبہ اور سازش ہے۔ آپ سب متحد ہو کر حکومت پر واضح کر دیں کہ صرف اور صرف اسلام چاہتے ہیں۔ آپ حضرات خود علماء ہیں آپ نے میرے ہاتھ پر بیعت کرکے مجھ پر بڑا بوجھ ڈال دیا ہے مگر اب آپ کو بھی ایک وعدہ کرنا ہوگا۔ آپ وعدہ کریں اس کے بعد آپ کی زندگی اسلام کے نفاذ اور اجراء کے لئے وقف ہوگی اور جب تک مکمل نظامِ اسلام نافذ نہیں ہو جاتا۔ آپ آرام سے نہ بیٹھیں گے۔

بہر حال میں تو ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا، اور یہ پیغام دینے کے لئے کہ ہم ملک میں صرف اور صرف نظامِ اسلام کا نفاذ اور مکمل اجراء چاہتے ہیں۔ اگر یہ واقعہ ہے اور آپ کے بھی یہی جذبات ہیں تو پھر عملی میدان میں کام کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

مردان مدرسہ تحفیظ القرآن پار ہوتی

۱۳/ اپریل ۱۹۸۶ء

محترم بزرگو! بھائیو! علماءِ کرام اور فضلاءِ عظام! آپ مجھ ناچیز کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں یہ بیعت تحریکِ نفاذِ اسلام کے لئے ہے اور جب تک ہمارے اندر جان موجود ہے، روح موجود ہے اس وقت تک ہم نفاذِ اسلام کی تحریک مساعی اور کوششیں جاری رکھیں گے۔ اور جب تک جسم میں روح موجود ہے جدوجہد جاری رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غلبۂ دین کے لئے صحابہؓ سے بیعت لی تھی۔ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذٰلك ھو الفوز العظیم بیعت ایک کوشش ہے، مسلسل جہاد کا وعدہ ہے فمن نکث فانماینکث علی نفسہٖ فان اللہ غنی حمید جس نے بھی یہ عہد توڑا وہ گویا تباہی کے گڑھے میں جاگرا اس نے گویا خدا کا عہد توڑا

آپ حضرات خود مشائخ اور علماءِ کرام ہیں قوم اور ملک وملّت کے رہنما ہیں آپ نے مجھے جو یہ عزت دی ہے۔ میں ہرگز اس کا اہل نہیں یہ آپ حضرات کی مربیانہ شفقت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس بیعت اور معاہدہ میں صادق اور سچا بنا دے۔ آمین ہم انشاء اللہ ہر ممکن جانی، مالی، بدنی کوشش کریں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز مجدّدِ اوّل ہیں اور اپنے وقت کے خلیفہ ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اگر میرے بدن کو ایک ایک عضو کر دیا جائے، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں میری بوٹیوں کا قیمہ بنا دیا جائے مگر اس قربانی سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہو جائے تو یہ قربانی میرے لئے آسان ہے۔ اور سعادت ہے۔ فرمایا میری سلطنت ختم ہو جائے میری زندگی لے لی جائے مگر حضورؐ کی سنت زندہ رہے

فرمایا کہ ہماری اور تمہاری کامیابی یہ ہے شریعت کی بالادستی اور دین اسلام کے اجراء کے لئے ہر قربانی دے سکیں ہمارے سامنے لوگ اسلام اسلام کے نعرے لگاتے ہیں۔ حکومت نے اسلام کا ڈھنڈورا پیٹا مولانا قاضی عبداللطیف اور برخوردارم سمیع الحق نے ایوانِ بالا میں شریعت بل پیش کر دیا مگر اس کی تائید اور شرعی نظام کی حمایت نہ حکومت کر رہی ہے اور نہ سیاسی لیڈر۔ اسلام کے ٹھیکیدار حکمرانو! اب یہ صوبۂ سرحد کا خلاصہ جمع ہے پورے صوبے بلکہ پورے ملک کی نمائندگی یہ علماء کر رہے ہیں یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے جو نفاذِ اسلام کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے وہ اسلام کب نافذ ہوگا۔ بعض بدنصیب لیڈر ایسے بھی ہیں جو بدقسمتی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف کا پیش کردہ شریعت بل حکومت نے منظور کر لیا تو ہم اسے نہیں تسلیم کریں گے۔

میرے محترم بزرگو! آج ہم نے وعدہ کیا ہے، اللہ سے، کہ نفاذِ شریعت کے لئے جس قربانی کی ضرورت پڑی دریغ نہیں کریں گے اور نفاذِ شریعت کے لئے تمام طریقے استعمال کریں گے۔ آج آپ حضرات یہاں مردان میں جمع ہوئے ہیں، پرسوں مانسہرہ میں ضلع ہزارہ کے اکابر علماء اور دارالعلوم کے فضلاء جمع ہوئے تھے۔ ایک بڑا کنونشن ہوا تھا، کوہستان کے دور دراز پہاڑی علاقوں سے بڑے بڑے علماء تشریف لائے تھے اور مجھ ناچیز سے شریعت کے نفاذ کے لیے بیعت کی تھی۔ ۱۹۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علماء اور اہلِ حق نے فرنگی کا مقابلہ کیا اور آج تک علماء اہلِ حق اہلِ باطل سے برسرِ پیکار ہیں اسلام کو خطرہ نہیں، ہمارے اور تمہارے ایمان کو خطرہ ہے۔

اے علماءِ کرام، اے فضلائے عظام! آیئے دینِ اسلام اور سنتِ رسولؐ کے احیاء کی کوشش کریں۔ جس طرح شاہ عبدالعزیزؒ نے قربانی دی، شاہ ولی اللہؒ نے قربانی دی۔ شہدائے بالاکوٹ نے قربانی دی ہم بھی اس

قربانی اوران کے ہنج پر قربانی کے لئے تیار رہیں۔ آج بھی الحمدللہ علماء خصوصاً دارالعلوم کے فضلاء غفلت میں نہیں بلکہ اہل باطل سے مختلف محاذوں پر برسرِ پیکار ہیں۔ یہ مولانا جلال الدین حقانی جو پچھلے دنوں زخمی ہوئے آپ ہی کے دارالعلوم کے فاضل ہیں جس طرح ملک بھر کے دینی مدارس میں فضلائے حقانیہ کام کر رہے ہیں اس طرح جہاد افغانستان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے اور الحمدللہ کہ آج ہر مدرسہ ہر محلہ میں دارالعلوم کا کوئی نہ کوئی فاضل مصروفِ خدمتِ دین ہے اور آج جو اسمبلی میں شریعت بِل پیش ہوا یہ بھی فضلائے حقانیہ کی مساعی کا ثمرہ ہے۔ آپ حضرات عقلمند ہیں دانا ہیں۔ ہوشیار ہیں اور سمجھدار ہیں۔ میں کمزور ساہوں۔ بوڑھا ہوں، نظر بھی بہت کمزور ہے۔ مگر جب یہ تصور دامن گیر ہوا کہ امت من حیث المجموعۃ روبہ تنزل ہے امت کی یہ زبوں حالی دیکھ کر اپنی غفلت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ کہ خدا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے کہ تیرے دین کی کیا خدمت کر کے لائے ہیں۔

شریعت بِل کے نفاذ کی تحریک اور مطلقاً نفاذِ شریعت کے لئے علماء اور فضلاء کا فرض ہے کہ وہ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں۔ میں پھر کہوں گا کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے اور تعصب میں آگئے ہیں۔ بے نظیر کی وزارت اور اقتدار کے لئے تائید کیا تحریک بھی شروع ہے۔

ہم بھی آخر میں عرض کریں گے کہ ہم نے شریعت بِل کے سلسلہ میں بہت توانائی خرچ کی ہے اور اسے نافذ کرانے کے لئے ہر طرح سے کوشش کریں گے۔

بنوں مدرسہ معراج العلوم ۱۶/اپریل ۱۹۸۶ء

محترم بزرگو، علماء کرام، مشائخ عظام اور محترم دوستو! آپ حضرات کے کے سامنے تقریر کی ضرورت نہیں سمجھتا آپ خود علماء اور فضلاء ہیں ساری باتیں آپ کے سامنے کہہ دی گئی ہیں ایک دو باتیں عرض کر دیتا ہوں۔ آپ حضرات نے عظیم استقبال کی صورت میں مجھ ناچیز کی قدر افزائی کی ہے۔ جس ولولہ، جوش اور خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے یہ خالص دین کا جذبہ ہے۔ آپ حضرات جو علماء ہیں اور زیادہ تر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں آپ نے قدر افزائی کی ہے۔ یہ خالص دینی دوستی اور علم پروری ہے۔ ورنہ میری تو کوئی حیثیت نہیں۔

آج اگر ایک طرف اربابِ اقتدار دو غلی پالیسی اور منافقت کا عمل اختیار کیے ہوئے ہیں تو دوسری طرف سوشلزم کا عظیم فتنہ پھر سے بیدار ہو گیا ہے۔ ایک طوفان ہے جس نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ اجتماع جس میں کم سے کم پانچ ہزار علماء ہیں اور مجمع کی تعداد دس ہزار سے بھی زائد ہے اس کے داعی عبدالحق کی کیا پوزیشن ہے۔ کیا حیثیت ہے۔ میرے پاس کیا ہے نہ دولت ہے نہ مال ہے نہ وجاہت ہے نہ جوانی ہے اور نہ صحت ہے۔

آج آپ بھی سوچ رہے ہیں اور تقریباً ہر مکان میں ہر گھر میں، گلی کوچہ میں فتنے کی آمد اور سوشلزم کے سیلاب کا تذکرہ ہے۔ آپ کا اجتماع اس کا جواب ہے آپ کے عزائم اور آپ کا ولولہ اس کے لئے مضبوط بند ہے۔ آپ کے عظیم اجتماع نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم اربابِ اقتدار کی دورنگی پالیسی کو بھی ٹھکراتے ہیں اور دہریت، کمیونزم اور سوشلزم کو بھی ٹھکراتے ہیں۔ ایک مداری کے پیچھے احمقوں کی دنیا جمع ہو جاتی ہے۔ آج ایک عورت کے پیچھے پوری قوم سرپٹ دوڑ پڑی ہے۔ مگر یاد رکھنا اس سے دین کا اور اسلام کا کوئی نقصان نہیں اسلام محفوظ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون خطرہ ہے تو ہمیں ہے، آپ کو ہے کہ ہمارا ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں۔ آپ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس ملک کے مسلمان بغیر دین اسلام کے کسی چیز کو پسند نہیں کرتے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ آج دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہر میدان میں باطل کا مقابلہ کر رہے اللہ نے ان کے علم میں اور ان کے عمل میں برکتیں رکھ دی ہیں۔

آپ حضرات سے کافی عرصہ سے ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ آج حفاظت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے اپنے فضلاء سے اور آپ حضرات علماء سے ملاقات کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ الحمدللہ کہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اوّل روز سے ایسے کارنامے انجام دے رہے ہیں جو ہر لحاظ سے نمایاں ہیں۔ پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں دارالعلوم ہی کے فضلاء مصروفِ درس ہیں۔ تعلیم میں، تبلیغ میں، اشاعتِ دین میں تصنیف و تالیف میں سیاست میں اور جہاد میں پیش پیش ہیں۔ جہاد افغانستان میں قیادت دارالعلوم کے فضلاء کے ہاتھ میں ہے یہ جلال الدین حقانی، مولانا دیندار حقانی، مولانا یونس خالص یہ سب دارالعلوم کے روحانی فرزند ہیں۔ یہ دیکھئے مولانا نصراللہ منصور موجود ہیں ان سے آپ پوچھ سکتے ہیں۔ کہ جہادِ افغانستان میں دارالعلوم کے فضلاء کا کتنا حصہ ہے۔

حضرات علماء کرام! آج پھر مسلمانوں پر ملک پر اور اہلِ اسلام پر خطرناک اور نازک حالات آگئے ہیں شریعت بِل کے خلاف باطل طاقتیں منظم ہو کر آگئی ہیں، سوشلسٹ، دہری، شیعہ اور مرزائی اس کو دبانے اور نامنظور کرانے کی تحریک چلا رہے ہیں، حکومت کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ دوسری طرف حکومت شریعت بِل اور شرعی نظام کے نفاذ کے بارے میں تاخیری حربے استعمال کر رہی ہے اور پھر لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ تمہیں شریعت کا قانون چاہیئے یا نہیں۔

حیرت ہے کہ پاکستان کس لئے بنا تھا، ریفرنڈم کس لئے ہوا تھا۔ الیکشن میں کونسا نعرہ تھا۔ یہ سب کچھ اسلام اور نظامِ شریعت کے نام پر ہوا مگر ابھی تک اسلام کے بارے میں کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ ہم سمجھتے تھے کہ اسمبلیاں قائم ہوں گی تو سب سے پہلا کام اسلام کا نفاذ ہوگا۔ مگر بدقسمتی سے علماء کم تعداد میں پہنچے اور باقی تو وہی ہیں جو اسلام کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ آج کہا جا رہا ہے کہ ہم نے مارشل لاء ہٹا دیا، ہنگامی

حالات ختم کردیئے، جلسہ جلوس کی اجازت دے دی، جمہوریت کا تحفہ دیدیا مگر ہمیں اس سے کیا غرض ؟ جس کام کے لئے تم نے ریفرنڈم کیا تھا، اسمبلیاں بنائیں، وہ تو اسلام کے نفاذ کے لئے تھیں، تو ہم پوچھتے ہیں یہ ۵ ہزار علماء پوچھتے ہیں۔ یہ کروڑہا مسلمان پوچھتے ہیں کہ تم نے اسلام کے نفاذ کیلئے کیا کیا۔

آج جو بے دینی کا طوفان آیا ہے۔ آج جو وطن توڑ دینے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ آج جو صوبائی اور قومی تعصب کی لہر نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ آج جو بے دین قوتیں پھر اکٹھی ہوگئی ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ تم اسلام کے قانون کے نافذ کرنے کے جھوٹے وعدے کرتے رہے اور یہ اس بات کی سزا ہے کہ تم نے اسلام کے نام پر پاکستان بنایا مگر عملاً اس سے کنارہ کشی کی آپ جانتے ہیں میں کمزور ہوں عوارض میں گھرا ہوا ہوں مگر میں چاہتا ہوں خریداران یوسف میں نام لکھوا دوں، اگر مرتے مرتے بھی جس بات کو حق سمجھتا ہوں جس راہ کو درست پاتا ہوں وہ آپ پر واضح کردوں، وہ حکومت پر واضح کردوں، حق کا اعلان کردوں تو یہ میرے لئے سعادت ہے۔ انشاء اللہ اس ملک میں جمعیۃ علماء اسلام کی بات چلے گی اس ملک میں علماء کی اور حقانی فضلاء کی بات چلے گی۔ اس کے لئے آپ کو بڑی قربانیاں دینی ہوں گی۔ یں سی۔ آئی۔ ڈی والوں سے بھی کہتا ہوں کہ آج یہاں جو پانچ ہزار علماء جمع ہیں۔ ہر عالم اپنے اپنے شہر کا نمائندہ ہے۔ یہ سرحد کا نمائندہ اجلاس ہے تم صدر کو اور وزیراعظم کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ اس ملک میں ہم صرف اسلام چاہتے ہیں۔ امریکہ والا اسلام نہیں، روس والا اسلام نہیں، صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا اسلام چاہتے ہیں۔

میں اپنے فضلاء کی خدمت میں اور آپ حضرات علماء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں ضعیف العمر ہوں اب چلنے پھرنے کے قابل نہیں۔ مگر مجھے یہاں ایک جذبہ لایا ہے، میں ہزارہ میں بھی گیا اور مردان میں بھی علماء کو دعوت دی اور ان سے بات کی، آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں بوڑھا ہوں۔ مگر صحابہ رضؓ سے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ سیکھا ہے اب اس کی نقل اتارتا ہوں۔ خیبر کی جنگ میں حضرت علی رضؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں مگر خیال آیا کہ دین کی نصرت کا وقت آپڑا ہے اسلام کو قربانی کی ضرورت ہے اور میں ٹھنڈی چھاؤں میں پڑا رہوں۔ لہٰذا جذبۂ صادقہ نے انہیں اٹھایا اور میدانِ جنگ میں لاکھڑا کیا۔ اللہ کریم نے ان کے ہاتھ سے خیبر فتح کرادیا ہم بھی کمزور ہیں گنہگار ہیں مگر کیسے خاموش بیٹھ سکتے ہیں۔ جب دین کو ضرورت ہے تو اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے۔

آپ دعا فرماویں کہ اللہ کریم نصرت فرماوے اور دین کا غلبہ ہو مگر میں اربابِ اقتدار پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے، سوچ لو، شریعت بل منظور کرکے، بلا تاخیر نافذ کردو، اگر اب بھی موقع گنوا دیا۔ اللہ کی مہلت کو نہ سمجھا تو یاد رکھنا نہ تم ہوگے اور نہ تمہارا اقتدار، خود بھی تباہ ہو جاؤگے اور قوم و ملک کو بھی تباہ کردوگے۔

تحریک نفاذِ شریعت، اندیشے، اور ذمہ داریاں اور مولانا عبدالحق رحؒ کا ملکی سطح پر عظیم کنونشن بلانے کا فیصلہ

اپریل کی ۲۵ [illegible] کو شریعت بل سے متعلق سہ ماہی دستخطی مہم اختتام کو پہنچی۔ بحمد اللہ! توقع سے بڑھ کر اہلِ اسلام نے نظام شریعت سے وابستگی اور اس کے نفاذ و اجراء کے مطالبے میں سچائی اور پختگی کا ثبوت دیا۔ ملک کے چاروں صوبوں میں اکابر علماء، مشائخ، دیندار حضرات، وکلاء طلباء مزدور اور ملک کے جمہور وغیور عوام کے علاوہ شریف، حیادار، اور باپردہ خواتین تک نے بھی شرعی حدود کے اندر رہ کر شریعت بل کے فوری نفاذ کی تحریک میں ولولہ انگیز حصہ لیا۔

صوبہ سرحد میں ہزاروں علماء نے قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے دستِ حق پرست پر تحریکِ نفاذِ شریعت کے لئے ہر قسم کے ایثار و قربانی، جانبازی و سرفروشی اور ضرورت پڑنے پر اپنا تن من دھن قربان کردینے کی خاطر بیعت کی۔ نظامِ شریعت کے نفاذ و بالادستی کی خاطر علماء نے حجروں سے اور امراء و عوام نے ایوانوں اور مکانوں سے نکل کر میدان میں آنے اور ہر قسم کے دباؤ، تشدد، مخالفت اور فضا کی سیاسی ناہمواری کے باوجود تمام ملک میں تحریکِ شریعت کو پھیلانے اقتدار کے ایوان سے نظامِ باطل کو باہر پھینکنے اور اسلام کے نظامِ عدل و انصاف کو ترویج دینے میں ادنیٰ خادم ورکر اور سپاہی بن کر پیہم جد وجہد اور مسلسل کام کرنے کا عزم کیا۔

کاش! کشتیٔ ملت کے ناخداؤں خواہ وہ اربابِ اقتدار ہوں یا اربابِ سیاست عوام ہوں یا حکومت راعی ہوں یا رعایا، جج ہوں یا وزیر، ممبر ہوں یا مشیر غرض ان آوارگانِ فکر و عمل کو بھی اگر صحیح راستہ نظر آجاتا۔ خدا کی مخلوق اور اس کے بندے بن کر اس کے دیئے ہوئے نظامِ حیات کو بطور لائحہ عمل اپنا لیتے تو بہت جلد منزل تک پہنچا جاسکتا تھا۔ اور قوم کو فتحمندی کی عظمتوں تک پہنچایا جاسکتا تھا۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام کی خدمت اور نوعِ انسانی کی سعادت کا ایک ہی لائحہ عمل ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کے مطابق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین ائمہ امت اور مجددین ملت نے عمل کیا یعنی دنیا میں اسلامی شریعت اور خلافت کا صحیح نظام قائم کرنا جو اہلِ اسلام کے اخلاقی، روحانی مادی اور سیاسی غلبے کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کو اگر تنزل وانحطاط انتشار وافتراق اور ذلت و ادبار کے قعرِ ذلت سے نکال کر عزت و افتخار، شوکت و عظمتِ اسلام کی بلندیوں تک پہنچنا اور پہنچانا ہے۔ تو اس کا بھی صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ وہی راستہ ہے جس سے اس امت کا پہلا قافلہ منزل تک پہنچا ہے۔ لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا اس امت کے پچھلوں کی اصلاح صرف

وہی چیز کر سکتی ہے جس نے اگلوں کی اصلاح کی تھی۔

شریعت بل اسی فکر کا ترجمان اور اسی لائحہ عمل کا واضح اعلان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک بھر کے تمام سلیم الفطرت، خوش نیت، روحانیت اور سکون قلب کے پیاسوں، اسلام اور آئینِ شریعت کے شیدائیوں نے دوشیزۂ حکومت کی کہہ مکرنیوں اور محبوبۂ سیاست کی خوش آیند جلوہ طرازیوں کو بڑے حوصلہ اور زبردست جذبۂ ایمانی کے پیش نظر پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ مغربی جمہوریت و سیاست کے گندے چشموں حکومت کے سراب نما مگر زہر آلود آبی ذخیروں سے کلی اجتناب اور بغاوت کر کے خود کو شریعت کے چشمۂ صافی کی منڈھیر پر کھڑا کر دیا ؎

شناورانِ محبت تو سینکڑوں ہیں مگر
جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

عوامی سطح پر قوم نے یک زبان ہو کر ایک بار پھر نظامِ شریعت کی منظوری دے دی علماءِ حق کی طرف سے شریعت بل کے آئینی خاکہ کو من عن قبول کرانے سے متعلق کروڑوں مسلمانوں نے سینٹ سیکرٹریٹ کے دفتروں کو تائیدی دستخطوں کے فارموں اور خطوط سے بھر دیا۔

آخری اور نازک ترین مرحلہ جس پر ملک کی بقا و استحکام اور قومی و ملی تشخص کا مدار تھا۔ کہ حکومت اور ممبرانِ اسمبلی، اسلامی نظام کے نفاذ سے متعلق اپنے وعدوں کو ملحوظ رکھ کر کہاں تک اسے جوں کا توں منظور کرتے اور اسے دستوری و آئینی تحفظ دلاتے ہیں، تین ماہ کی سرگرم دستخطی مہم اور عوام کے پرجوش اور ہمہ گیر مظاہرہ کے پیش نظر صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم جونیجو نے بھی شریعت بل کے منظور کرانے سے متعلق بظاہر خوش آیند بیان دے دیے۔ مگر ان کے بیانات سے منزل حاصل نہیں ہوئی۔ شریعت بل کو سینٹ اور پھر قومی اسمبلی میں دستور سازی کے مراحل سے گذرنا تھا۔

ملک کے آئین و دستور کے نازک ترین مرحلے بالخصوص خالص شرعی نظامِ شریعت بل کے نفاذ کے مرحلے میں ہمیں ایک متفقہ لائحہ عمل کی ضرورت تھی۔ شریعت بل کوئی شخصی، جماعتی، صوبائی یا سرکاری مسئلہ نہیں تھا۔ یہ پوری قوم کا اہم ترین اجتماعی مسئلہ تھا یہ پورے ملک کی ایک قیمتی دستاویز۔ جس سے ہم سب کا وجود و بقا فلاح و بہبود اور موت و حیات وابستہ تھا۔

اس سلسلہ میں قائد تحریک شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ملکی سطح پر ایک عظیم کنونشن بلانے کا فیصلہ ہوا۔ جس میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائدین شریعت محاذ کے ارکان، ملک بھر سے علماء و مشائخ، سیاسی رہنما، مذہبی قائدین۔ قومی و صوبائی اسمبلی کے ہم خیال ممبران اور ارکانِ سینٹ کے علاوہ ملک بھر کے دانشور اور وکلاء، طلباء اور دیگر درد رکھنے والے جملہ تنظیموں کے نمائندوں کو دعوت دینے کا اہتمام کیا گیا جس میں آپس کے باہمی صلاح و مشورہ سے موجودہ پارلیمنٹ سے بلا تاخیر شریعت بل منظور کرانے کا ایک ٹھوس لائحہ عمل اختیار کی منصوبہ بندی پر مشورہ کیا جاتا تھا۔ اگر پارلیمنٹ عوام کے دیرینہ مطالبہ کو ملحوظ رکھ کر شریعت بل کو من و عن منظور کرا کے نافذ کرا دے تو وہ بلاشبہ مسلمانوں کی محبوب ترین پارلیمنٹ ہوگی اس ملک کے عوام ہر قسم کی تلخیوں اور سیاسی ناہمواریوں کو بھلا کر اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے۔ لیکن اگر حکومت اور پارلیمنٹ کے وہ ارکان جو منتخب ہونے سے پہلے اسلام اور قرآن و سنت کا نام لیتے نہیں تھکتے تھے، کامیاب ہونے کے بعد قرآن و سنت کی خاطر شریعت بل کے حق میں اتنا بھی نہ کر سکیں تو پھر قوم خود بخود سمجھ لے گی کہ اس نے کن لوگوں پر اعتماد کیا تھا۔

مگر شریعت بل کے اس نازک ترین موقعہ پر عوام کے اعتماد کو مجروح کر دیا گیا۔ تو عوام کو پورا پورا حق حاصل تھا۔ کہ وہ اپنی حکومت اور اپنے نمائندوں سے جواب طلب کر کے انہیں قوم کی مرضی کے مطابق آئین بنانے پر مجبور کریں۔ اور اس کے بعد یہ تو ظاہر ہی ہے کہ چند خوبصورت الفاظ اخبار کی شہ سرخی، محض کھوکھلے نعروں اور دعوؤں سے عوامی بے چینی کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ جس نے اس ملک میں اچھے اچھے آمروں کو بھی اٹھا کر پٹخ دیا ہے۔

تحریک کی مزید پیش رفت، راولپنڈی میں علماء کا نمائندہ اجتماع

بہرحال شریعت بل وقت کی ضرورت، قوم اور ملک کی تقدیر، اسلامیان ملک کے دلوں کی دھڑکن اور حکومتِ وقت کے گلے کا ہار بن چکا۔ مارشل لاء کے دور میں نفاذ شریعت کا مژدہ ہی سنایا جاتا رہا۔ علماء حق کے مساعی سے آئینی طور پر جو پیش رفت ہوئی عملاً اس کی بھی گت بنائی جاتی رہی جمہوریت آئی، نئے وعدے اور دعوے ہمراہ لائی مگر اسلامائیزیشن کے اعلانات و بیانات کے باوجود اندرون خانہ شریعت بل کو ڈائنامیٹ کر دینے کے عزائم کھل کر سامنے آتے رہے، ۹ سال کے عرصہ میں بعض جزوی آئینی تحفظات سے قطع نظر عملاً حکومتی کردار، دین کے مسلمات سے تلاعب، تمسخر اور اسلامی آئین کو مشقِ تحریف بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ جونیجو حکومت نے بھی علماءِ حق کے شریعت بل کے علاوہ اپنا حکومتی شریعت بل بھی پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جس سے مسلمانوں کی مزید دل شکنی، نظریۂ پاکستان سے انحراف، باہمی تفریق و انتشار، ملکی سالمیت کے نقصان اور سوائے ضیاع وقت و سرمایہ کے اور کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا رہا کہ حکومت کے نفاذ شریعت کے اعلانات اور منصوبوں سے محض دفع الوقتی مقصود تھی، حکومتی شریعت بل اسلام کو ماڈرن بنانے اور اس کا حلیہ بگاڑنے کا ایک نیا مشغلہ تھا۔ مگر یاد رہے کہ اسلامیان پاکستان کو وہ اسلام درکار ہے جو محمدؐ عربی، خلفائے راشدین اور ائمہ امت کی وساطت سے پہنچا ہے، عیسائی و یہودی۔

مستشرقین اور ان کی روحانی اولاد کی وساطت سے پہنچنے والا اسلام ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایسے حالات کے پیش نظر، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے شریعت محاذ کے ارکان، ہم خیال ممبران پارلیمنٹ علماء کرام مشائخ عظام اور تمام مکاتب فکر کے مذہبی، سیاسی اور قومی رہنماؤں کا ۲۹؍جون کو راولپنڈی میں ایک نمائندہ کنونشن بلایا، جس کے نتیجے میں متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہوئی۔ آغاز میں محاذ نے ۵؍جولائی کو پورے ملک میں یوم شریعت منانے اور ۷؍جولائی کو اسلام آباد میں اسمبلی ہال کے سامنے شریعت بل کی فوری منظوری، نفاذ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ابتدائی مرحلہ تھا، یہ موقعہ بھی حکومت اور ارباب اقتدار کو اپنا محاسبہ کرنے اور نفاذ شریعت کے بارے میں اپنا رویہ و پالیسی بدلنے کی ایک مہلت' اس قدر مختصر ترین وقت میں جس قدر زور و شور اور جذبہ و ایثار سے پورے ملکی سطح پر احتجاجی مظاہرہ میں شرکت کی تیاریاں شروع ہوئیں وہ اپنی جگہ اہم اور قابل رشک تھیں۔ آزاد کشمیر سمیت پورے ملک سے کارکنوں نے قافلوں کی ترتیب کا کام شروع کردیا۔

مولانا عبدالحقؒ کی قیادت میں اسمبلی ہال کے سامنے اسلام آباد میں عظیم احتجاجی مظاہرہ

متحدہ شریعت محاذ کے زیرِ اہتمام، ۷؍جولائی کو ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ شریعت بل منظور کرانے کے سلسلہ میں اسلام آباد میں قومی اسمبلی ہال کے سامنے حمیت ایمانی، غیرتِ اسلامی اور دینی درد سے سرشار تین لاکھ سے زائد افراد کا تاریخی مظاہرہ ہوا۔ اور اس کے فوراً بعد ملکی سطح پر چھوٹے بڑے شہروں میں محاذ کی تشکیل، احتجاجی مظاہرے پرامن جلوس، بیداری کی لہر اور باہمی اتحاد کی شکل میں انقلاب آفرین نتائج دراصل شریعت بل، غلبۂ حق کی کوشش نوائے حق کی بانسری اور اس کی روح پرور آواز تھی جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پاکستان کی سرزمین اس آوازِ حق سے گونجتی رہی باطل کے در و دیوار لرز گئے۔ جعلی اسلام پسندی کھوکھلے نعرے اور منافقانہ پالیسیوں کا پردہ چاک ہونے لگا۔ یہ اتحاد و یگانگت، خلوص و دیانت اور جذبۂ انقلابِ اسلامی کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ کہ سینٹ اور قومی اسمبلی میں علماء اور ان کے رفقاء کی بھرپور مساعی سے نواں ترمیمی بِل منظور ہوا۔ مگر یاد رہے کہ یہ نہ منزل ہے اور نہ قوم اس سے لیلائے مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ قوم شریعت بل کا نفاذ چاہتی تھی۔ شریعت بل ملک کے ہر فرد اور بچے بچے کی جان و دل بن چکا تھا مگر کچھ ازلی بدنصیب ایسے بھی تھے جن کا دل روشنیٔ ایمان سے محروم' جن کا باطن اسلام کی خاطر مر مٹنے کے جذبات سے عاری اور جو آنکھوں کے نہیں دل کے اندھے ہیں وہ اسے تنگ نظری اور فرقہ واریت پر محمول کرتے رہے۔ ایسوں کے خرمنِ دجل و تلبیس پر شریعت بل صاعقہ بن کر گرا۔ اور اب ان کی سازشوں کا چکر تیز تر اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ حالانکہ یہ مسئلہ صرف محرکینِ بل، متحدہ شریعت محاذ، ارکانِ پارلیمنٹ یا صرف برصغیر کا نہیں بلکہ یہ مسئلہ روئے زمین پر بسنے والے محمد عربیؐ کے ہر نام لیوا امتی اور دربارِ رسالتؐ کی چوکھٹ سے تعلق رکھنے والے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن کا ہے۔ اربابِ اقتدار کے تاخیری حربوں، اسلام دشمن عناصر کے لادینی ہتھکنڈوں نے قوم کو مجبور کردیا کہ وہ متحدہ شریعت محاذ کی شکل میں منظم ہو کر دجل و تلبیس کے سارے نشانات ایک ایک کر کے مٹا دیں۔ اسلامی لبادہ اوڑھ کر ملک میں امریکی اور سامراجی اسلام، منافقانہ نظام میکیاولی سیاست اور دجالی کفر کو جب تک پوری طرح ٹھکانے نہ لگایا جائے پوری امت اپنے محبوب پیغمبرؐ کے سامنے سرخرو نہ ہو سکے گی۔ قوم اسلام کے شجرہ طوبیٰ کے سایۂ عاطفت اور قصرِ شریعت کی پناہ میں رہنے کا فیصلہ کر چکی تھی وہ اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعدائے اسلام کے نقب سے بچانے کو اپنا فرض سمجھتی تھی۔ جو طاقتیں اور باطل قوتیں، شریعت بل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی نامسعود سعی کریں گے انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود تاراج اور مفلوج کر دیا جائے گا جناب حضرت مولانا سمیع الحق کے بقول ”حمیت اسلامی سے سرشار باشندے یقین کر چکے ہیں کہ یہ وقت بدر و حنین کا ہے جمل و صفین کا نہیں۔“

جامعہ نعیمیہ لاہور میں تمام مکتب فکر کے علماء نے مولانا عبدالحقؒ کو متفقہ طور پر متحدہ شریعت محاذ کا صدر بنا دیا

چونکہ شریعت بِل یا نظامِ شریعت کسی فرد یا پارٹی، کسی فرقہ یا جماعت یا محض اقتدار کی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ تبدیلیٔ نظام اور فک کل نظام ہے اس لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی دعوت پر تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مشائخ عظام، علماء کرام، سیاسی زعما اور دانشور حضرات اپنے گروہی و جماعتی وابستگیوں سے بالاتر رہ کر متحدہ شریعت محاذ کے پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے اور محاذ کے قیام و تشکیل میں بھرپور حصہ لیا۔ محاذ کے پہلے اجلاس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو محاذ کا کنوینر مقرر کیا گیا۔

الحمدللہ کہ شریعت محاذ یومِ تاسیس سے اب تک کی قلیل مدت میں پورے ملک کی ایک عظیم تحریک بن کر اسلامیانِ پاکستان کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ ۷؍جولائی کو اسمبلی ہال کے سامنے عظیم الشان تاریخی مظاہرہ کے علاوہ پورے ملک میں پُرامن جلسوں، جلوسوں اور ہمہ گیر احتجاجی مظاہروں

مولانا عبدالحق کی ہدایات کے مطابق صدر ضیاء الحق کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے وقت مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کا احتجاجی مظاہرہ

۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی اور چاروں صوبوں کے رہنماؤں اکابر علماء اور مشائخ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کی ہدایات کی روشنی میں حضرت مولانا سمیع الحق کی قیادت میں صدر ضیاء الحق کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے موقع پر پارلیمنٹ کے اندرونی گیٹ پر شریعت بل کے حق میں تقریباً تین گھنٹے تک کامیاب احتجاجی مظاہرہ کیا مظاہرین، صدر، وزیر اعظم ارکان پارلیمنٹ دنیا بھر کے ممالک کے سفراء اور مندوبین کے اجلاس کے لئے آمد اور اجلاس کے اختتام پہ واپسی پر شریعت بل کے حق میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کرتے رہے۔ قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے بعض مرکزی وزراء، خود وزیر اعظم جونیجو اور صدر ضیاء الحق کو بھی کچھ دیر روک کر انہیں پوری قوم کے جذبات اور متفقہ مطالبے "فوری نفاذ شریعت" سے آگاہ کیا۔ صدر، وزیر اعظم اور مولانا سمیع الحق کے درمیان اس موقع پہ جو گفتگو ہوئی اس کے آخر پر مولانا سمیع الحق کو کہنا پڑا۔

جناب! اب یہ مسئلہ تقریروں سے حل نہیں ہوگا اب لوگ پاکستان میں عملاً نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں، جب بات مزید آگے بڑھی تو مولانا سمیع الحق نے کہا۔

جناب! آپ ہمیں قتل کر دیں، روند ڈالیں یا گڑھے میں ڈال دیں جو کچھ بھی کرنا چاہیں کر لیں مگر عملاً نفاذ شریعت کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۱۰/اپریل)

اسی گفتگو کے دوران مولانا سمیع الحق نے "شریعت بل منظور کرو ورنہ کرسی چھوڑ دو" "نفاذِ شریعت سے گریز کی راہ اختیار کر کے خدا کے غضب کو دعوت نہ دو" "شریعت نافذ کرو منافقت چھوڑ دو" کے نعروں پر مشتمل کتبات کا ایک ہار بھی صدر ضیاء الحق کے گلے میں ڈال کر حق گوئی اور بیباکی اور جرأت و شجاعت کا ایک تاریخی ریکارڈ قائم کیا۔

الحمد للہ کہ علماء حق کے مساعی جمیلہ اور تدبیر و حکمت سے جس تحریک کا آغاز حضرت شیخ الحدیث کی قیادت میں ۸۵ء کے الیکشن میں حصہ لینے، اسمبلی میں اہل علم اور دینی قوتوں کی نمائندگی کرنے اور فوجی جرنیلوں کے ایوان میں شریعت بل پیش کرنے کی صورت میں اذانِ حق کہنے سے ہوا تھا۔ وہی تحریک دینی قوتوں کے اتحاد شریعت محاذ کے قیام، افغان مجاہدین کی حمایت، جمعیۃ علماء اسلام کا ہفتہ جہاد افغانستان، خمینی ازم کے خلاف سنی محاذ کے قیام، ۲۴/مارچ کو لاہور میں تاریخی نظام شریعت سے فضا ایک بار پھر نظامِ شریعت سے گونج اٹھی ما شاء اللہ نتیجتاً ۲۶/اکتوبر کو ملک کے چاروں صوبوں سے جملہ مکاتب فکر کے اکابر علماء، مشائخ و رہنما، سیاسی زعماء، دانشور اور وکلاء کا جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک عظیم الشان نمائندہ اجلاس منعقد ہوا، شرکائے اجلاس نے متفقہ طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا اور شریعت محاذ کی تشکیلِ نو کے موقع پر انہیں شریعت محاذ کا باقاعدہ طور پر صدر منتخب کر لیا گیا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ علماء کے پیش کردہ شریعت بل پر تمام مکاتبِ فکر کے ارباب علم و بصیرت متفق ہیں۔ لہٰذا محاذ کے رہنما و قائدین اور کارکن اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک پارلیمنٹ اور اور سپریم کورٹ سے لے کر ضلع و تحصیل اور تھانہ کی سطح تک عدالتی نظام میں شریعت کو مکمل طور پر نافذ نہیں کر دیا جاتا۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ تحریکِ شریعت کا آغاز ۱۰/نومبر کو اسمبلی ہال کے سامنے ملکی سطح پر ایک عظیم الشان جلسہ اور بھرپور مظاہرہ سے کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صوبائی اور ضلعی سطح پر شریعت محاذ کے زیر اہتمام کمیٹیاں تشکیل دی جا چکی ہیں۔

شریعت بل کا مقدمہ

شریعت بل پر سینٹ میں ایک عرصہ تک عام بحث جاری رہی ۱۵ فروری ۱۹۸۷ء کی شام کو سینٹ میں شریعت بل کے محرک مولانا سمیع الحق نے بحث کی وائنڈ اپ کرتے ہوئے جوابی اختتامی تقریر شروع کی کہ آدھ گھنٹہ تقریر کے بعد اجلاس ملتوی ہو گیا اس کے بعد مورخہ ۱۵ مارچ کے اجلاس میں اپنی تقریر کو مکمل فرمایا جو دو گھنٹے جاری رہی۔ شریعت بل کی اہمیت اس کی نظریاتی و اساسی حیثیت تمام طبقوں کے حقوق کا تحفظ و جامعیت، اس کی فوری منظوری و نفاذ کی ضرورت، ارباب اقتدار، ارکانِ پارلیمنٹ اور لادین سیاست دانوں کو انتباہ و اتمام حجت، قومی رہنماؤں اور عامۃ المسلمین کی ذمہ داری و احساس مسؤلیت، ملت اسلامیہ کا واضح موقف اور جمہوری مطالبہ، حکومت کا منافقانہ اور شرمناک کردار اور قومی ضرورت و ملکی سیاست کے دیگر کئی ایک اہم مباحث بھی اس میں آ گئے۔ پارلیمنٹ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی ڈھائی گھنٹوں کی یہ تاریخی تقریر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں قافلہ ولی اللہیؒ کے مساعی کا تسلسل اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ افادۂ عام کے پیش نظر سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے نقل کر کے، جسے شریعت بل کے مقدمہ کے نام سے موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔ اور اسے پورے ملک میں تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا اکابر علماء اور قومی زعماء نے مسرت اور اطمینان کے خطوط لکھے اور ملک بھر میں اہلِ حق کی اس بھرپور ترجمانی پر اطمینان کا سانس لیا گیا۔

کانفرنس، گول میز کانفرنس میں مسئلہ افغانستان پر ٹھوس موقف اور باہر سے تمام دینی قوتوں کا اس کی حمایت میں متفقہ فیصلہ، شریعت بل پر وزیر اعظم کے چیلنج کا جواب، معراج محمد خان بزنجو بلیجو اور فتحیاب جیسے لادینی قوتوں کا تعاقب۔ جنیوا معاہدہ پر دستخط کرنے کے قریبی مرحلہ کے وقت افغان قیادت کو اسلام آباد ہوٹل میں مولانا سمیع الحق کا استقبالیہ اور متفقہ موقف کے اعلان کے مراحل سے گزر کر آخر پر ۲؍اپریل کو علماء کے مظاہرے میں حکمرانوں کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نفاذ شریعت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے عزائم کے اظہار کے مراحل تک آن پہنچی ۔

صرف علماء یا تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں ہی کا نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے سب کا یہ فریضہ منصبی ہے خواہ وہ حکمران ہوں یا سیاستدان ۔ عوام ہوں یا علماء ۔ افراد ہوں یا جماعتیں اپنی زمام کار عملاً بھی اسلام کے ہاتھ میں دینی ہوگی ۔ جو سروری و جہاں بانی، امن و حکمرانی اور قیادت کا ایک جامع نظام ہے، جس نے انسانی روح کو اوہام و خرافات ذلت و رسوائی تباہی و ہلاکت مرض و فساد ظلمت و ضلالت ناپاکی و گندگی کمزوری و ناتوانی ظلم و سرکشی انتشار و بے چینی قومی عصبیت سماجی طبقہ داریت اور جابر سلاطین کے ظلم و استحصال سے رہائی دلا کر حریت پسندی عقیدہ و اخلاق کی پاکیزگی یقین و معرفت عدل و انصاف امن و سکون متوازن ارتقاء عمل پیہم اور سعی مسلسل کے عروج تک پہنچایا اسلام میں بے حیائی کی تمام قسمیں عصبیت کے تمام محرکات فساد کے تمام ترغیبات ممنوع اور خلاف قانون ہیں جس کے عملی نفاذ سے بد اخلاقی قانون شکنی نفس پرستی اور عشرت پسندی کا رجحان مغلوب ہو جاتا ہے

لہذا حالات کا تقاضا وقت کی ضرورت قیام امن کی اہمیت، ایک مسلمان کی حیثیت سے اور پھر نظریہ پاکستان کی پاسداری کے پیش نظر ارکان پارلیمنٹ ارباب حکومت بشمول وزیر اعظم و صدر مملکت سب کا یہ فرض تھا کہ منصبِ اقتدار پر براجمان ہونے کے ساتھ ہی، نفاق کے بجائے ایمان شک کے بجائے یقین وقتی فوائد کے بجائے مستحکم عقائد موقع پرست ذہنیت کے بجائے حق پرست ضمیر عقل مصلحت بین کے بجائے عشقِ مصلحت سوز اور جذبہ ایمان و اسلام سے کام لے کر بغیر کسی ریب و تردد اور تذبذب اور تاخیر کے خالق ارض و سما کا عطا فرمودہ آسمانی اور روحانی نسخہ؛ امن و سلامتی نظام شریعت فوراً نافذ کر دیتے جس کا جامع آئینی خاکہ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں نے ایوانِ بالا سینٹ میں شریعت بل کے نام سے پیش کیا اور جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں ۔

اگر ارباب اختیار محض شہرت، تحفظ حکومت، ہوس اقتدار غیر ملکی اشاروں یا محض جہالت اور ناعاقبت اندیشی کے جنون میں مبتلا نہ ہوتے نفاذ شریعت سے مسلسل اعراض و انکار کر کے قہر خداوندی کو دعوت نہ دیتے اور جمہور اہل اسلام کا دیرینہ اور متفقہ مطالبہ منظور کر لیتے تو آج کا کاروانِ حق کے علماء حق کا پارلیمنٹ کے اندرونی گیٹ کے سامنے تاریخی احتجاجی مظاہروں اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے صدر اور وزیر اعظم کو ایوان کے گیٹ پر روک کر ان سے الجھنے اور حکمرانوں کی رسوائیوں کی نوبتیں بھی نہ آتیں اور خود دار الحکومت میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور قہر و غضب کے آثار تنبیہات اور تباہی و ہلاکت کے ہولناک مناظر اور قیامت صغریٰ کے حالات سے دوچار نہ ہونا پڑتا ۔

کاش! ارباب حکومت اور اہل بصیرت اپنے لئے اسے تازیانۂ عبرت سمجھ کر مستقبل کے تعمیر کی فکر کرتے اور نظام شریعت سے بغاوت اور جمہور اہلِ اسلام کے متفقہ مطالبہ شریعت بل سے اعراض و انکار اور تاخیر و التوا کے حربوں سے باز آ کر اس کے نفاذ و منظوری کی سبقت و سعادت کا شرف حاصل کر کے تباہی کے کنارے لگے ہوئے ملکی بیڑے کی حفاظت و سالمیت کا اہتمام کرتے ؎

نہ جانے پھول اگیں گے کہ آگ برسے گی
تغیرات کی زد پر ہے گلستاں اپنا

جنیوا معاہدہ پر مولانا سمیع الحق کا پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے تاریخی خطاب

سینٹر مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ۱۸؍اپریل ۸۸ء کو جنیوا معاہدہ کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ۔ جو تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے ملکی و غیر ملکی رسائل اخبارات نے بڑی اہمیت سے شائع کیا ۔

شریعت آرڈیننس اور سینٹ میں اس کا مفصل تجزیہ

جناب صدر ضیاء الحق کا شریعت آرڈیننس سینٹ کے اجلاس میں غور و فکر کے لئے زیر بحث رہا محرک شریعت بل سینٹر مولانا سمیع الحق نے اپنے والد گرامی قائد شریعت مولانا عبد الحق رح کی ہدایات کے مطابق، ۲؍اگست ۸۸ء کو صبح کے اجلاس میں سینٹ میں اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے اسے نفاذ شریعت سے فرار کی کوشش قرار دیا جسے سینٹ سیکرٹریٹ کے شعبہ رپورٹنگ کے ضبط کردہ شکل میں ملک و بیرون ملک رسائل کے علاوہ قومی پریس نے شائع کیا جس میں شریعت آرڈیننس کے خامیوں کا مفصل جائزہ لیا گیا ۔

صدر ضیاء الحق کی شہادت

۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء جنرل محمد ضیاء الحق اور شہداء بہاولپور کا المناک دثہ پیش آیا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح پشاور ہسپتال میں تھے ن کا اور مولانا سمیع الحق کا نقطۂ نظر ایک تھا اس موقع سینیٹ کے تعزیتی اجلاس منعقدہ ۱۸ر اگست اور ۱۹ر اگست کو نماز جمع کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا۔

صدر ضیاء الحق مرحوم کے اسلام کے بارے میں جو جذبات تھے، احساسات تھے اور اعلانات تھے تو آج وہ رہ رہ کر ہمیں یہ خیال آتا ہے کہ کاش! وہ اپنے جذبات اور احساسات کو جو اسلام کے بارے میں تھے، کو عملی شکل بھی دے سکتے۔ وہ اگر چاہتے تو اللہ نے ان کو گیارہ سال کا ایک عظیم موقع دیا تھا، یہ بہت طویل مدت ہے۔ میں نے تنہائی میں اور دوسرے لوگوں نے بھی بار بار ان کو ہر طریقے سے کہا کہ اللہ کے دیئے گئے اس موقع کو اس نعمت کو آپ للہ استعمال کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے، جرأت مومنانہ سے کام لے کر جو بھی کرنا ہے وہ عملاً کر دکھائیں اور اس قوم کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچائیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ ان کے جذبات تھے انہوں نے میرے سوال کے جواب میں اپنے دل کے اوپر ہاتھ رکھ کر مجھے کہا۔ کہ مولانا مجھ میں جرأت مومنانہ الحمدللہ ہے۔ میں نے کہا کہ ہے تو اسے اللہ اور بڑھا دے لیکن آپ اس کو استعمال کریں۔

بہرحال ایک سنہری موقع جو ان کے ہاتھ آیا تھا اس سے انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں صحیح فائدہ نہیں اٹھایا۔ ورنہ آج تاریخ میں ان کا مقام عمر بن عبدالعزیزؒ اور اورنگزیب عالمگیر سے کم نہ ہوتا۔

ہمیں یہ حادثہ سبق دیتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو بھی نعمت اور موقع ملتا ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ جس مقصد کے لئے اللہ نے ذرائع دیئے وسائل دیئے ہیں اسباب دیئے ہیں اس کو اسی مقصد میں استعمال کیا جائے ہمارے سامنے دو سانحے آئے ہیں ایک قومی اسمبلی کے توڑنے کی شکل میں اور دوسرا اس المناک سانحہ کی شکل میں ان دونوں سے حکومت کو اور سینیٹ کو اور پوری انتظامیہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے یہ عبرت کا سامان ہے۔ اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ اللہ جو موقع دیتا ہے اسے اگر انسان گنوا بیٹھے تو بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بہرحال ان کا دور اس ملک کے لئے بحیثیت مجموعی ایک شرافت کا دور تھا وہ ایک شریف النفس سیاستدان تھے۔ وہ ایک متواضع انسان تھے آج ہم اور پوری قوم ان کی جدائی کے سوگ میں شریک ہیں ان کا ہم پر حق ہے کہ ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کریں اور ان جرنیلوں اور ملک کے سپاہیوں کو جو ان کے ساتھ اس سانحہ میں شہید ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کریں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا سانحہ ارتحال

۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ قائد تحریک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کا سانحہ ارتحال پیش آیا مگر جس تحریک کا انہوں نے آغاز کیا تھا وہ بحمد اللہ مزید آگے بڑھتی رہی اور بالآخر سینیٹ سے شریعت بل کی متفقہ منظوری پر منتج ہوئی۔

متحدہ علماء کونسل کا نمائندہ اجلاس

پاکستان میں عورت کی حکمرانی کا سیاہ انقلاب، حکمران جماعت کے عزائم، لادینیت کا فروغ، مرزائیت اور شیعیت کی تبلیغ اور یلغار، حکومت کا بھرپور تعاون اور سرپرستی، عورت کی حکمرانی، فحاشی اور بے پردگی کے نئے اور بدترین اطوار سے علماء و مشائخ، صالحین قوم اور جمہور مسلمان اور عام شہری ایسی گھٹن محسوس کر رہے تھے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر رکھنے سے ہوتی ہے۔ پوری قوم پر ذلت و نکبت حیرت و استعجاب اور مایوسی کی فضا طاری تھی۔ وزیراعظم سمیت کابینہ اور سرکاری مشینری کے تمام کل پرزے بھٹوازم کی مدح و ثنا اور اس کے فروغ اور ترویج میں رطب اللسان ہو گئے۔ نئی امریکی پالیسی، راجیو جی کے عزائم، ماسکو دہلی گٹھ جوڑ اور نئی حکمتِ عملی اور حکومت کی خطرناک خارجہ پالیسی (جس سے مسلمانوں کا قومی اور ملی وجود سخت خطرہ میں پڑ گیا تھا) سے دینی قوتیں، بہی خواہانِ ملت، علماء اور جمہور مسلمان شدت سے اذیت محسوس کرنے لگے۔

جمہور مسلمانوں کی طرح حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، نے بھی یہی محسوس کیا کہ جس حکومت کی اساس ہی غلط ہو، جو حقوق اور فرائض کی صحیح تقسیم اور توازن، خوفِ خدا، انسانی جان و مال کے احترام اور فطری فرقِ مراتب پر قائم نہیں، قوم و ملت کے لئے ان کے مستقبل کے اعتبار سے حد درجہ خطرناک ہے۔ جس کے آغازِ کار ہی سے ملک کی مستحکم کشتی میں دیوار سوراخ پیدا کیے جا چکے ہیں اور "ملکی سالمیت کی ردنیا"، کو مکمل طور پر ڈبو دیئے جانے کے سنگین حالات پیدا کیے جا رہے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں اور عنداللہ مسئولیت کے احساس، اپنے ماحول اور زمانے سے واقفیت موجودہ نازک اور حساس حالات کی ضروریات، مقتضیات، خطرات سے آگاہی اور ان کے مضمرات کے سدِباب کے سلسلہ میں جملہ مکاتبِ فکر کے نمائندہ متحدہ علماء کنونشن کے انعقاد کے سلسلہ میں کسی بھی ممکنہ کوشش سے دریغ نہیں کیا —— کنونشن کے انعقاد اور اس کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، نے جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں، علماء و مشائخ اور مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے اکابر اساتذہ اور

مشائخ کے کئی وفود ترتیب دیئے، جنہوں نے آزاد کشمیر سمیت ملک کے چاروں صوبوں کا دورہ کیا، تمام مکاتب فکر کے علماء اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں، مسلمانوں کے قومی و ملی تشخص کی حفاظت، قومی وحدت اور حالیہ سیاہ ترین اور مایوس کن حالات سے نجات کے لیئے مستقبل کے متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے سلسلے میں، ۲۷۔ فروری کے علماء کنونشن میں شرکت کی اپیل کی۔

۲۷۔ فروری کو اسلام آباد ہوٹل میں کنونشن منعقد ہونا تھا، مالکانِ ہوٹل سے اس کے لیئے ایک ہال بھی کرایہ پر لے لیا گیا تھا۔ مگر عین موقعہ پر حکومت نے مطلقاً اسلام آباد میں، حتیٰ کہ بند کمرے بلکہ کسی مسجد میں بھی علماء کے اجتماع پر پابندی کر دی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے اس سلسلہ میں مرکزی وزیروں، انتظامیہ اور اربابِ اختیار کو ہر ممکن یقین اور اعتماد دلانا چاہا کہ علماء کنونشن میں کسی بھی فساد، تخریب کاری، جلسہ جلوس یا مظاہرہ کا پروگرام نہیں ہے، مگر حکومت اپنی ضد پر قائم رہی جمہوریت اور آزادی رائے کا ہزار ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود اربابِ اقتدار نے علماء امت سے ایک متفقہ اور اجتماعی نقطہ نظر کے اظہار اور ان سے آزادی سلب کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

بہرحال جب حکومت نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور اپنی ضد پر قائم رہی تو مجبوراً علماء نے ایک روز قبل جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا، جب کہ اس سے قبل دعوت ناموں میں اجلاس کا مقام "اسلام آباد ہوٹل" لکھ دیا گیا تھا، انعقاد سے صرف ایک روز قبل اس تبدیلی اور معمولی سی اخباری اطلاع کے باوجود پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جملہ مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ہزاروں علماء کا عظیم الشان عہد ساز اور تاریخی کنونشن منعقد ہوا اور الحمد للہ کہ علماء کی مساعی بار آور ہوئیں اور انہوں نے قوم کو اجتماعی خودکشی کی رسوائیوں اور مایوسی کی دلدلوں سے نکال کر انہیں امید اور یقین کی روشنیاں بخش دیں

آزاد کشمیر چاروں صوبوں اور ملک بھر کے تمام اضلاع سے جملہ مکاتبِ فکر کے نمائندہ علماء کے اس عظیم اور تاریخی کنونشن کو آزادی اور جمہوریت کے ہزار دعوؤں کے باوجود ریڈیو اور ٹیلیویژن کی نشریات میں کوئی جگہ نہ مل سکی۔ مگر وزیر اعظم اور مرکزی وزراء کے مخالفانہ بیانات اور تہدیدی نشریات سے قوم کو دوسرے روز ہی اندازہ ہو گیا کہ علماء کنونشن کتنا کامیاب رہا اور ہدف کتنا درست اور صحیح تھا۔ خود وزیر اعظم صاحبہ سمیت تمام سرکاری مشینری نے متحدہ علماء کونسل کے مرکزی رہنماؤں کے خلاف حد درجہ اشتعال انگیز کاروائیوں، یک طرفہ بیانات اور توہین آمیز لب و لہجہ میں علماء حق کی کردار کشی شروع کر دی۔ سرکاری دربار سے وابستہ فتویٰ فروشوں نے عورت کی حکمرانی کے جواز میں فتوے بازی کی، اور بے نظیر صاحبہ کے بعض دیرینہ آشنا بھی دبی زبان میں علماء حق کی اس جہادی مہم کے سدِ باب میں بھرکار تا ملاوہ کے حق میں بیانات داغنے لگے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مگر علماء حق نے اس سب کچھ کے باوجود صبر و تحمل، برداشت، حکمت و تدبیر اور دانشمندی سے اپنی صفوں کو متحد رکھا۔ دینی مقاصد کے حصول مکمل نفاذِ شریعت اور اسلامی انقلاب کے لیئے دانشمندانہ اور ٹھوس لائحہ عمل کے لیئے رہنما خطوط متعین کیے۔ علماء کرام کے صدائے احتجاج، واضح اسلامی مؤقف، قلبی کرب و اضطراب کے اظہار سے اور خالص دینی اور جرأت مندانہ مؤقف اور کردار سے پاکستان سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا کہ علماء حق کی موجودگی اور ان کے باہمی اعتماد و اتحاد اور تحریک سے حکومت آسانی سے کوئی نظام یا قانون، اللہ کی شریعت، آسمانی کتاب اور جمہور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف نہیں بنا سکے گی اور غیر فطری، غیر شرعی حکومت کو استحکام بھی حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اور اب مسلمانوں میں اسلامیت، دینی حمیت، جذبۂ جہاد و قربانی اور انقلابی کردار کی سپرٹ کو مزید متحرک اور فعال بنایا جا سکے گا تاکہ حال کی طرح مستقبل میں یہ ملک اس سے بدترین اور زیادہ شرمناک المیہ سے دوچار نہ ہو ـــ علماء حق نے عام سیاستدانوں کی طرح خود کو اپنے محدود اغراض تک محصور نہیں رکھا اور قوم کے مستقبل کی تقدیر سے آنکھیں بند نہیں کیں ورنہ اس ملک کی خیر نہ ہوتی۔ بغیر ملکی سیاسی کارندے اور جمہوریئے رہنما تو "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری" کے اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں، مگر علماء نے "بانس بھی رہے بانسری بھی" کے اصول پر کاربند رہ کر بانسری کے نغموں کو بدلنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں، لادینیت، اباحیت، نفرت اور عداوت کے گیتوں کے بجائے دیانت و شریعت اور شرافت و محبت کے گیت الاپنا چاہتے ہیں ـــــ بدقسمتی سے سیاستدانوں کو اب بھی اپنی پارٹیوں اور جھنڈوں کی لگی ہوئی ہے، دین اور شریعت بلکہ مملکت تک کی حفاظت کا احساس بھی کسی کو نہیں، سب کی خواہش ہے کہ جو کچھ غلط صحیح ہوتا ہے ہمارے جھنڈے کے نیچے اور ہمارے زیر اقتدار ہو۔

مگر الحمد للہ کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور ان کے رفقاء علماء حق نے خدا لگتی اور سچی بات قوم کے سامنے رکھ دی، یاس و قنوط اور ذلت و رسوائی کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیل لگا دی، امت کی دکھتی ہوئی رگ پکڑ لی، بیماری کی جگہ پر انگلی رکھی ـــــ قومی علماء کنونشن کے انعقاد کے بعد ملک اور بیرونِ ملک سے اکابر علماء، سکالر، قومی رہنماؤں، دانشوروں صحافیوں، مدیرانِ جرائد اور عامۃ المسلمین کا ردِ عمل مولانا سمیع الحق صاحب کے نام ہزاروں خطوط، اور پیغامات اور کنونشن کی کامیابی اور تازہ ترین ملکی حالات سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ سوئے ہوئے ہیں، مرے ہوئے نہیں، مرا ہوا دفن کر دیا جاتا ہے، سویا ہوا جگایا جا سکتا ہے۔ ہم کئی بار سوئے کئی بار جاگے۔ حالات سنگین ضرور ہیں لیکن مایوسی کی کوئی وجہ

نہیں۔ یقین ہے کہ علماء کی قیادت میں قوم اب ایسے جاگے گی کہ اپنے سوتے کی سب تلافی کر دے گی۔

اگر خدانخواستہ سیاسی جماعتوں اور دینی تنظیموں نے علماء کرام کے متفقہ لائحہ عمل کا ساتھ نہ دیا تو نہ وہ رہیں گے اور نہ ایسے حالات میں ملک باقی رہ سکے گا، چاہے اس کی پُشت پر امریکہ ہو یا روس ——— اگر اپنا گھر بگڑتے دیکھتے ہوئے ہم خود نہیں سنبھالیں گے تو کوئی دوسرا بھی اسے ہرگز نہیں بنائے گا۔

اب کے تازہ ترین حالات میں علماء و مشائخ اور دینی قوتوں کے سامنے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص ؓ کا یہ تاریخی اور حکیمانہ جملہ مدِ نظر رہنا چاہیئے

انکم فی رباط دائم لکثرۃ الاعداء حولکم وتشوف قلوبھم الیکم

تم (مسلمان) خود کو مستقل طور پر محاذِ جنگ پر سمجھو اس لئے کہ تمہارے چاروں طرف کثرت سے دشمن پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی نیتیں اور نگاہیں ہر وقت تمہارے اوپر ہیں

متحدہ علماء کونشن کے اجلاس کے آغاز میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا، جس میں موجودہ حالات کا تجزیہ اور اہلِ علم، اصحابِ غیرت اور اہلِ بصیرت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا۔ اور اس کے بعد آئندہ لائحہ عمل مرتب کیا گیا جو بالآخر فسطائیت کے دورِ ظلمت کے خاتمہ پر منتج ہوا۔

سینٹ میں شریعت بل کی منظوری

سینٹ آف پاکستان نے بالآخر ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی قیادت میں چلائی جانے والی تحریک کے نتیجہ میں مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا قاضی عبداللطیف مدظلہ کے پیش کردہ پرائیویٹ شریعت بل کو کم و بیش پانچ سال کی طویل ترین مدت اور ہمہ پہلو بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر منظور کر لیا ہے۔ یہ خالص خداتعالیٰ کا فضل و کرم اور صرف اسی ہی کی مہربانی تھی کہ امت کے مشائخ و صالحین کی بارگاہِ ربوبیت میں آہ وزاری اور دعائے مستجابہ، دینی و سیاسی جماعتوں، مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کرام، ارکان سینٹ اور عامۃ المسلمین کا بھرپور اور مخلصانہ تعاون شامل ہوا۔ بالآخر متعدد کمیٹیوں استصواب رائے، نظریاتی کونسل اور سینٹ کے ہمہ پہلو ممکنہ بحث و تنقید کے مراحل، پانچ سالہ صبر آزما جدوجہد اور ان تھک مساعی کے بعد محرکین شریعت بل ہزار مخالفتوں بے پناہ رکاوٹوں اپنوں اور پرایوں کے ملامتوں، معترضین کے لعن طعن، سیاسی فضا کی ناہمواریوں کے باوصف، تدبر و سیاست کامیاب حکمتِ عمل سے دعوت و عزیمت کی شاہراہ پر چل کر ۱۲ جون ۱۹۸۵ء کو سینٹ کے پہلے اجلاس میں اپنے پیش کردہ پرائیویٹ شریعت بل کو ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء میں متفقہ طور پر منظور کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں علماء دیوبند کا بنیادی کردار ۱۹۴۹ء کی دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ کی قرارداد مقاصد، ۱۹۷۳ء کے دستور میں مولانا مفتی محمود ؒ۔ مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ اور مولانا عبدالحق ؒ کا ملک کے اساسی نظریات کے آئینی تحفظ میں کامیاب مساعی ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت میں مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کا پارلیمنٹ سے باہر مجلس عمل کی بھرپور قیادت، مولانا مفتی محمود ؒ اور مولانا عبدالحق ؒ کا پارلیمنٹ کے اندر مرزائیت کی تکفیر کا پارلیمانی اور تاریخی کارنامہ، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ؐ میں مولانا مفتی محمود ؒ کی مؤثر راہ نمائی اور ۱۹۸۵ء کے جمہوری اداروں میں برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی مرتبہ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف کا ایوانِ بالا سینٹ میں شریعت بل کے نام سے جامع اسلامی مسودہ قانون پیش کرنا، پھر متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی تحریکِ نفاذ شریعت کی سرپرستی و قیادت، ڈیڑھ سال قبل کے سیاہ ترین انقلاب کے موقع پر متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اور مولانا سمیع الحق کا مؤثر کردار اور پھر مئی ۱۹۹۰ء میں برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک پرائیویٹ جامع مسودۂ قانونِ شریعت (شریعت بل) کا سینٹ سے متفقہ طور پر نفاذِ شریعت ایکٹ ۱۹۹۰ء کے نام سے منظور کرانا، علماء حق کے کردار اور تاریخی دعوت و عزیمت کی ایسی لازوال کڑیاں ہیں جو باہمی طور پر ایک دوسرے سے متوارث مربوط اور مرحلہ وار پیش رفت کا ارتقاء اور تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جسے ملک کے اجتماعی نظام میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انقلابی عملی تبدیلیوں کا مؤثر اور کامیاب ترین نکتہ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔

سینٹ سے شریعت بل کیا منظور ہوا؟ کہ پورے ملک میں حمیت ایمانی، غیرت اسلامی اور دینی درد سے سرشار مسلمانوں میں فرحت و انبساط اور جوشِ مسرت کی لہر دوڑ گئی پورے ملکی سطح پر چھوٹے بڑے شہروں اور عالم اسلام کے مختلف مراکز میں اجتماعات منعقد ہوئے اور اگلے مرحلے میں قومی اسمبلی سے اس کو منظور کرانے کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ بھرپور عملی اقدام کے عزائم کیے گئے۔ بیداری کی یہ لہر اور نفاذِ شریعت کے بلند ترین عزائم کے یہ انقلاب آفریں نتائج، دراصل شریعت بل کے نفاذ، غلبۂ حق کی کوشش، نوائے حق کی بانسری اور اس کی روح پرور آواز تھی جس نے اندرونِ ملک سمیت پوری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پاکستان کی سرزمین اس آوازِ حق سے گونج رہی تھی۔ باطل کے در و دیوار لرز گئے۔ جعلی اسلام پسندی، کھوکھلے نعرے اور منافقانہ پالیسیوں کا پردہ چاک ہونے لگا۔ یہ درست مؤقف، حق پر استقامت، خالص اسلامی سیاست، اتحاد و یگانگت، خلوص و دیانت مقصد سے لگن اور جذبۂ انقلاب اسلامی کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ سینٹ میں مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کی بھرپور مساعی سے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کا واقعاتی ثبوت

اورعملی صداقت ایک بار پھر پوری دنیا پر واضح ہوکر سامنے آگئی۔ مگر یاد رہے کہ یہ نہ منزل تھی اور نہ قوم اس سے لیلائے مقصود تک پہنچ سکتی تھی۔ ؎

کہ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

پھر مؤنث جمہوریت آئی تو نئے وعدے اور دعوے ہمراہ لائی مگر اسلامائزیشن کے اقدامات، اندرون خانہ نظام شریعت بالخصوص شریعت بل کو تباہ کردینے کے عزائم کھل کر سامنے آتے رہے اور سینیٹ میں اس کی منظوری کے بعد تو بس سب کچھ چھلک پڑا۔ حکمرانوں کے عزائم، کردار اور اندرون باطن ان کے مذموم ارادے پوری دنیا کے سامنے طشت ازبام ہو گئے۔ حکومتی کردار صرف یہی رہ گیا ہے کہ شریعت بل کا راستہ روکا جاتے۔ اوران مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ان کے پاس دین کے مسلمات سے تلاعب، تمسخر اور اسلامی قوانین و تعلیمات کو مشق ستم بنانے کے سوا کچھ نہیں رہا۔ مگر کہ حکمرانوں کو اس طرز عمل سے مسلمانوں کی مزید دل شکنی، نظریہ پاکستان سے انحراف باہمی تفریق وانتشار ملکی سالمیت کے نقصان اور سوائے ضیاع سرمایہ اور وقت اور پوری امت سے حصولِ ملامت ولعنت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

شریعت بل کی منظوری کا اگلا مرحلہ قومی ملکی اور ملی اعتبار سے بے حد نازک اور حساس مرحلہ تھا اور دیانتہً ہم سمجھتے ہیں کہ یہ موقع بھی ارکان پارلیمنٹ سمیت حکومت اور ارباب اقتدار کو اپنا محاسبہ کرنے اور نفاذ شریعت کے بارے میں اپنا رویہ اور پالیسی بدلنے کی ایک مہلت تھی۔ سینیٹ میں شریعت بل کی منظوری سے پورے ملک اور تمام عالم اسلام میں جس قدر زور شور اور جذبہ وایثار سے اجتماعات منعقد ہوئے اور ناقابل تسخیر عزائم کا اظہار کیا گیا۔

پوری قوم جانتی ہے کہ شریعت بل کا مسئلہ صرف محرکین شریعت بل، جمعیۃ علماء اسلام، ارکان سینیٹ اور صرف برصغیر کا نہیں بلکہ اب یہ مسئلہ روئے زمین پر بسنے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نام لیوا امتی اور دربار رسالت کی چوکھٹ سے تعلق رکھنے والے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن کا تھا۔ اگلے مرحلے میں جب کہ شریعت بل قومی اسمبلی میں جانے والا تھا۔ مگر اس موقع پر کسی بھی پارٹی، سیاسی گروہ یا ارکان اسمبلی نے اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے مقابلہ میں سدِراہ بننے کی مذموم کوشش کی تو قوم کبھی انہیں معاف نہیں کرے گی ..... مگر ارکان اسمبلی نے اس موقع پر بھی فہم وتدبر، تجربات ماضی کا شعور، عاقبت اندیشی اور ملی وسیاسی سمجھ بوجھ سے کام نہ لیا اور اب کے بار بھی محض مخالفت اور عداوت، مجرمانہ سکوت اور غفلت کا ارتکاب کیا تو خطرہ تھا کہ سرخ انقلاب اور باطل نظریات کا سیلاب ملت کی طوفان رسیدہ اور ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو نہ ڈبوئے اور خدانہ کرے کہ ملکی سالمیت اور ملی وحدت کا سفینہ ساحل مراد پر پہنچنے سے قبل سیلاب کی نظر ہوجائے۔ ولا فعلہا اللہ۔

ایسے حالات میں کشتیٔ ملت کو منجدھار اور طلاطم خیز طوفاں سے نکالنے اور سالمیت وعافیت سے ساحل مراد تک پہنچانے کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ نظام شریعت کا مکمل نفاذ ــــــ جس کا آخری اور سخت جان مرحلہ پرائیویٹ شریعت بل کا قومی اسمبلی سے منظور کرانا اور صدر کی توثیق کے بعد اس کا مکمل عملی نفاذ تھا۔ جو ملکی سالمیت، بقاوتحفظ، ترقی واستحکام، معاشی عدل وانصاف، قوم کی فکری رہنمائی وہم آہنگی، قانون کی نظر میں حکمران اور عوام کی برابری، اتحاد امت اور وحدت ملت کا ضامن ہے۔ لہٰذا قوم وملت کے ہر ذی شعور فرد، دینی جماعتوں کی قیادت، سیاسی جماعتوں کے زعماء اور ملک میں اسلامی انقلاب کے بہی خواہوں کے لئے تحریکِ نفاذ شریعت کے محفوظ اور مضبوط پلیٹ فارم پر جمع اور متحد ہونے کا یہ بہترین اور سنہری موقع تھا اور ہم سمجھتے تھے۔

اب کے بار پوری قوم کو اسلام کے شجرۂ طوبیٰ کے سایہ عاطفت اور قصر شریعت کی پناہ میں رہنے کا قطعی فیصلہ کرنا ہوگا۔ وہ اپنے تمام اغراض ومصالح سے بے نیاز ہوکر اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعدائے اسلام سے بچانے کو اپنی مساعی کے اہداف اور اسے اپنا فرض منصبی سمجھے گی۔ تو جو طاقتیں اور باطل قوتیں نفاذِ شریعت بل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے یا اس میں تحریف کرنے کی مسعود سعی کریں گے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست ونابود، تاراج اور مفلوج کردیا جائے گا۔

بہرحال شریعت بل کی منظوری کا اب کا مرحلہ بھی بڑا احساس اور ذمہ داری کا مرحلہ تھا۔ لہٰذا حمیت اسلامی اور غیرت دینی سے سرشار مسلمانوں کو یہ یقین کرلینا چاہیئے تھا کہ یہ وقت باہمی اختلافات، گروہی تعصب فرقہ بندی کریڈٹ لینے اور جمل وصفین کا نہیں بلکہ وحدت واتحاد، مضبوط سیاسی قوت، بیدار مغزی، حزم واحتیاط عزم جہاد اسلامی انقلاب اور عملی اقدام کے اعتبار سے بدر وحنین کا وقت تھا۔

آل پارٹیز شریعت کنونشن

قومی اسمبلی سے شریعت بل منظور کرانے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق نے ۱۰ جون ۹۰ء کو راولپنڈی میں آل پارٹیز شریعت کنونشن بلایا تحریک چلی بات آگے بڑھی۔ قومی اسمبلی سے بل قطعاً منظور ہونے والا تھا کہ بیرونی آقایانِ ولی نعمت سے اسمبلی توڑنے کا اشارہ دیا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ؎

ہے منزل آساں ہوتے ہوتے رہ گئی

بے نظیر حکومت کا خاتمہ

تاہم شریعت بل کی سینیٹ سے منظوری اور قومی اسمبلی سے منظور کرانے کی ملک گیر سطح پر عظیم تحریک کا نقد ثمرہ یہ حاصل ہوا کہ ۶ ؍ اگست ۱۹۹۰ء کو محترمہ بے نظیر کی غیر فطری، غیر شرعی حکومت اور پیپلز پارٹی کی مؤنث حکمرانی کے دوسرے تاریک ترین دور (جس نے پاکستان کی تاریخ میں بدعنوانی اور لوٹ کھسوٹ کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے) کا بھی خاتمہ ہوگیا اور قوم کو ایک بار پھر اندھیر نگری اور چوپٹ راج سے نجات مل گئی۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

صدر پاکستان جناب غلام اسحٰق خان نے اس موقع پر قوم کے نام اپنے مفصل خطاب میں سابقہ حکومت کی کرتوتوں، وزیر اعظم کی نااہلیت اور اس کے سبب ملکی، قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر مملکت کی ذلت اور عالمی رسوائیوں کے جن عبرتناک مناظر کی طرف اشارات کیے اب اُن کے اعادہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور نہ فرصت!

صدر کے بیان کردہ شرمناک الزامات سے لبریز اور ٹھوس شواہد و نظائر سے مزین سیاہ نامۂ اعمال، سنگین اخلاقی، مالی، سیاسی اور دستوری جرائم کے ارتکاب پر مبنی سرکاری دستاویز کسی عام سرمایہ دار، صنعت کار، وڈیرے یا سمگلر کی نہیں بلکہ ایک ایسی سیاسی پارٹی کی سربراہ کا کردار تھا جو ملک میں سماجی عدل و مساوات اور غربت و امتیازات کے خاتمے کی علمبردار تھی اور جس کی سیاست کا سارا دارومدار محروم اور استحصال زدہ طبقات کے حالات کو بہتر بنانے اور انہیں ان کے حقوق دلوانے کے بلند بانگ نعروں پر تھا۔

ہمارے نزدیک نبیٔ صادق و مصدوق امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کی ایک اور قطعی اور عملی شہادت مہیا ہو ہوگئی کہ عورت ہرگز حکمرانی کی اہل نہیں اور جس قوم نے بھی اقتدار عورت کو سونپا وہ کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتی۔

ایوانِ بالا سینیٹ سے شریعت بل کے منظور ہونے کے بعد اقتدار کے آخری ایام میں سابق وزیر اعظم سمیت کابینہ کے تمام ارکان، پیپلز پارٹی کی مرکزی قیادت اور وفاقی حکومت کی تمام مشینری ہاتھ دھوکر اور لنگوٹ کس کر شریعت بل کی مخالفت اور مزاحمت اور اس کو ہر حال میں ناکام بنانے کیلئے جس طرح میدان میں کود آئی، قرآنی نظام، خدائی احکام، قطعی نصوص اور اسلامی ہدایات کے خلاف جس طرح کا تضحیک و استہزاء اور مذاق و تمسخر اختیار کیا، علماء حق کے خلاف اوچھی اور بازاری زبان استعمال کی، خود سابق وزیر اعظم نے قرآنی حدود اور احکام کو نامناسب، ظالمانہ اور وحشیانہ قرار دیا تو اس کے پیش نظر ہمارا یقین تھا کہ چیونٹی نے پہاڑ سے ٹکرانے اور اپنا سر پھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے وقت ضائع کیے بغیر قلیل ترین مدت میں ملک بھر کی سیاسی، مذہبی اور دینی تنظیموں سے رابطہ قائم کر کے آل پارٹیز شریعت کانفرنس کا انعقاد کیا اور قوم کو جبر و استبداد اور تشدد و استحصال کے خاتمے اور نفاذِ شریعت کی تکمیل کے لیے "تحریک نفاذِ شریعت" کا پلیٹ فارم مہیا کر دیا جس نے کام کرنے کا مؤثر اور انقلابی لائحہ عمل مرتب کیا۔ جس کا پہلا، آخری اور بنیادی ہدف شریعت بل کی منظوری تھا، اسی میں عورت کی حکمرانی کا خاتمہ تھا۔ اس کے منظور ہونے سے اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا دور شروع ہونا، جبر و استبداد کی دیواریں گرنے لگتیں اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ کی تشکیل اور اسلامی خطوط پر اس کی تعمیر ہوتی مختصر وقت میں ہمہ گیر تحریک چلی، حکومت کو ۱۰ ؍ اگست ۹۰ء تک شریعت بل کے منظور کر دینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا۔ پورا ملک ایک بار پھر شریعت بل کے نعروں سے گونج اٹھا، ملکی سیاست کا نقشہ تبدیل گیا، ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں دو قوتوں میں بٹ گئیں۔ ایک پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت جس نے ہر صورت میں شریعت بل کو ٹالنے، مسترد اور ڈائنامیٹ کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا، دوسری حزبِ اختلاف! جس نے متفقہ طور پر شریعت بل کو قومی اسمبلی یا پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے منظور کرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

الحمدللہ کہ مؤقف حق تھا، بات درست تھی اور ہدف صحیح تھا اس تحریک میں وہ لوگ بھی شریک ہوگئے جنہیں کل تک "شریعت بل" کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا، اور اب شریعت بل ایک ایسی کسوٹی بن گیا ہے کہ اس کی مخالفت کر کے اپنی سیاسی وجاہت کو تاراج کرنے کی جرأت کسے ہوسکتی ہے؟

مگر عین اُس وقت جبکہ شریعت بل قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا ملکی سیاست اور تاریخ کے اس نازک ترین اور حساس مرحلہ و شریعت بل کی قطعی منظوری اور نفاذ کے واضح اور روشن امکانات کے موقع پر اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور اس طرح آئینی اور پارلیمانی طریقے سے شریعت بل کے تحفظ و نفاذ کی قریب ترین منزل قوم سے پھر دور کر دی گئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بے نظیر کی رخصتی سے دو روز قبل اس تمام کھیل اور اس کے پس منظر کا علم ہوگیا تھا اور یہ بھی واضح ہوگیا تھا کہ ڈور کا سرا کس کے ہاتھ میں ہے اور وہ کہاں سے ہلایا جا رہا ہے؟ مگر اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے ایک روز قبل صدر جناب غلام اسحٰق خان سے ملاقات کی اور اپنی ملاقات میں یہی درخواست کی کہ نفاذِ شریعت بل کے اسمبلی میں پیش ہونے اور منظور کرانے کے قریب ترین ایام میں یہ اقدام نفاذِ شریعت کی مہم سبوتاژ کرنا اور بیرونی طاقت کے اشارہ پر تحریک نفاذِ شریعت کو ملیامیٹ کرنا ہے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ہر لحاظ سے شریعت بل کے قومی اسمبلی میں پیش ہونے اور اس کی قطعی منظوری

(بقیہ صـ ۱۱۶۴ پر)

اپنے وقت کے عظیم محدّث نے سیاست کے خارزار میں قدم کیوں رکھے

مسند حدیث سے رزمگاہ سیاست تک

— "اسلام کا معرکہ" سرکاری رپورٹوں کے پندرہ ہزار سے زائد صفحات سے انتخاب —

— قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ نامی کتاب کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سحر نگار قلم سے افتتاحیہ —

قیام پاکستان درحقیقت ان بے مثال قربانیوں کا نتیجہ تھا جو سرفروش علماء حق برصغیر کو سامراجی استبداد سے آزادی دلانے کے لیے ایک صدی سے دے رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے انقلابی پروگرام کو لے کر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بالاکوٹ کی پہاڑیوں کو اپنے خون سے لالہ زار بنایا۔ اکوڑہ خٹک اور شیدو کے میدانوں کو سینچا۔ پھر مجاہدین حریت اور حق وصداقت کے علمبردار علماء برصغیر کے چپہ چپہ پر عزیمت و استقامت کے نقوش ثبت کرتے گئے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حافظ ضامن شہیدؒ کا قائدانہ کردار کس سے مخفی ہے، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کی عالمگیر تحریک ریشمی رومال کی گہرائیوں اور وسعتوں سے تو آج کا مورخ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں یہی طبقہ پیش پیش تھا۔ کراچی جیل آج بھی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جوش جہاد اور ولولوں کی شہادت دے سکتا ہے۔ اس بے نظیر جہاد اور جد وجہد کے نتیجہ میں انگریز نے رختِ سفر باندھا۔ برصغیر کو آزادی ملی اور تقسیم ملک کے نتیجہ میں پاکستان کا قیام بھی عمل میں آیا جس کے لیے کروڑوں مسلمانوں نے گھر بار، جان ومال اور عزت وآبرو نثار کر دی۔ اس لیے کہ یہاں لا الہ الا اللہ کی حکمرانی اور قرآن وسنت کا دور دورہ ہو گا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ مقصد فراموش کر دیا گیا۔ ربع صدی بیت گئی اور منزل دور ہوتی چلی گئی۔ قیام پاکستان کے مقاصد پہ سیکولرازم، سوشلزم مغربیت، لادینی، اقتصادی اور معاشی خول چڑھا دیئے گئے اور یہ زمین سرزمین بے آئین بنی رہی۔ ۱۹۷۰ء سے کچھ قبل اس نظریاتی انتشار نے ملک کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ اضطراب وبے چینی کے اس اضطراب انگیز ماحول میں اس وقت کے حکمران صدر یحییٰ نے آئین کی تشکیل کے لیے آزادانہ الیکشن کا اعلان کیا اور قانون ساز ادارے کے لیے چند بنیادی اصول (لیگل فریم ورک) بھی مقرر کر دیئے کہ ان اصول کے دائرہ میں قانون سازی کی جائے گی۔

اسلام کی بالادستی، عملی نفاذ، اسلامی معاشرہ کا قیام علماء حق کی تمام مساعی کا بنیادی ہدف تھا اور اس راہ میں سیاسی جد وجہد اور تگ ودو عین جہاد اسلامی۔ اس لیے پاکستان کے اس نازک ترین موڑ میں یہ لوگ خاموش نہیں رہ سکتے تھے اور انتخابات کے میدان میں اترے تاکہ الیکشن کے ذریعہ قومی اسمبلی تک پہنچ کر اسلام کے مطابق آئین سازی جیسے اہم کام میں اپنا فرض پورا کر سکیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جو جہاد وعزیمت کے علمبردار مذکورہ بالا مکتب فکر سے وابستہ اور ان ہی خطوط پر دینی، علمی، تدریسی اصلاحی اور سیاسی کاموں میں منہمک مگر انتخابی سیاست کے ہنگاموں کی وجہ سے اپنی افتاد طبع کی بناء پر کوسوں دور رہتے۔ ایک طرف ان کی گوناگوں بے پناہ مصروفیات، دوسرے طرف عوارض اور علالت وضعف، الیکشن کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ پشاور کے ہسپتال میں صاحبِ فراش تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام (جو اس تاریخ ساز موڑ پر اکابر کے روایات کا علم اٹھائے جہاد اسلامی کے مقدمۃ الجیش میں برسرپیکار تھی) کے اکابر اور ہائی کمان نے فیصلہ کیا کہ ہر حالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو بھی جمعیۃ العلماء اسلام کی طرف سے انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور کیا جائے چنانچہ کئی اکابر ہسپتال گئے — بے شمار لوگوں کے وفود اور اس وقت ملک کے دونوں حصوں کے مختلف طبقاتِ فکر کے اکابر علماء نے بھی جمعیۃ کے اس فیصلہ کی زوردار تائید کی۔ دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے ہر مکتب خیال کے ارکان نے بھی متفقہ سفارش کی مگر حضرت شیخ الحدیث کو آخر تک تردد رہا اور فرماتے رہے۔

> "کہ مجھے ان ہنگاموں سے بڑی وحشت ہے۔ انسان تو کیا کسی چیونٹی سے محاذ آرائی مجھے اچھی نہیں لگتی پھر انتخابات کے ہنگامہ میں ایک دوسروں کی تحقیر وتذلیل، سب وشتم مبالغہ آمیز دعوے اور وعدے میں ایسے میدان میں کیسے کود سکتا ہوں۔"

مگر حضرت کا انکار اور جماعت کا اصرار بالآخر انہیں اس شرط پر آمادہ ہونا پڑا کہ:

> "نہ کسی سے خود ووٹ کا مطالبہ کروں گا نہ انتخابی ہنگاموں میں شرکت نہ مخالفین کے سب وشتم کا جواب دیا جائے گا۔ انتخابات میں ہر امیدوار اپنی اہلیت اور استحقاق کے دعوے کرتا ہے۔ یہ شرعاً ناجائز اور مذموم ہے۔ میں اپنی نااہلی کے باوجود دعوے کیسے کروں گا؟"

اس کارزارِ جنگ و جدال میں حضرت شیخ الحدیث کی شرکت پر آمادگی کے اصل محرکات پر حسبِ ذیل اقتباسات سے روشنی پڑتی ہے جو آپ کے بعض انتخابی اجتماعات میں الیکشن سے قبل تقاریر سے لیے گئے ہیں:

آپ نے فرمایا: "مجھے تین چار ماہ قلق اور اضطراب رہا۔ میری طبعی کمزوری ہے، حیاء کی وجہ سے لیکن بالآخر شرح صدر ہوا کہ اگر اس راہ میں موت آئی تو مصر کی بڑھیا کی طرح خود کو خریدارانِ یوسف میں پیش کر سکوں گا کہ چلیں اس بڑھاپے میں کچھ خریداروں میں نام آجاتے۔ شاید اسلام کے لیے گالی گلوچ اور تحقیر و توہین میرے لیے نجات کا باعث ہو۔"

ایک اور موقع پر فرمایا: "طویل غور و خوض کے بعد مجھے خیال آیا کہ واقعی اگر اسمبلی میں جا کر دین کے حق میں کم از کم آواز تو اٹھا سکوں۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی کی تائید میں تو ہاتھ کھڑا کر سکوں اور اتنا کر سکنے کے باوجود بھی اس پرخطر میدان میں شرکت سے محض اپنی عافیت اور سلامتی کے خیال سے گریز کروں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن باز پرس فرمائیں تو کیا منہ دکھاؤں گا؟"

ایک اور تقریب میں فرمایا: صرف جزئی باتوں پر عمل کرنا اسلام نہیں بلکہ پورے نظامِ حیات میں نافذ کرانا اسلام ہے۔ قرآن و سنت کے نفاذ کے جدوجہد میں جتنی کچھ بھی کامیابی ہوگی تو اس کا اجر جدوجہد کرنے والوں کو بھی ملے گا۔" فرمایا "خدا کی قسم ہمارا مقصد کرسی ہے نہ کوئی اور چیز۔ حکومت یہ لوگ چلائیں مگر طرزِ حکومت میں علماء سے رہنمائی لینی چاہیے علماء صرف راستہ بتلاتے ہیں ملک صرف اور صرف اسلام کے لیے تقسیم ہوا اور یہ سیکولرازم اور سوشلزم کے خلاف ایک فیصلہ کن آواز تھی اب اگر مذہب کی بات بیچ سے نکالی جاتے تو تقسیم کا کوئی جواز نہیں رہ سکتا؟"

اس کے بعد انتخابات ہوتے۔ ملک کی دو مشہور پارٹیاں مقابلے میں تھیں۔ اس وقت کی نیشنل عوامی پارٹی کے نامزد امیدوار جناب اجمل خاں خٹک اور پیپلز پارٹی کی طرف سے جناب نصر اللہ خاں خٹک حال وزیر اعلیٰ سرحد مقابل حریف تھے۔ شدید دباؤ اور ہیجانی ماحول میں مولانا کا انتخاب ایک مستقل داستان ہے۔ ساتھ دینے والوں نے بھی جان و مال آرام و راحت، دشمنوں اور بدخواہوں سے بے نیاز ہو کر ایثار و سرفروشی اور دین سے محبت اور وابستگی کے سنہری نقوش ثبت کیے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مدظلہ کو شاندار اور نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔

اسمبلی میں جا کر آپ نے ضعف، بڑھاپے، بیماریوں اور دارالعلوم کے مشاغل کے باوجود اپنے فرض کی ادائیگی کی جو سعی کی اس کا کچھ حصہ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ نامی کتاب میں طبع ہو چکا ہے۔ کچھ حصہ اس لیے کہ سرگرمیوں کی ایک تہائی رپورٹ ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے شریکِ کتاب نہیں ہو سکی۔ بظاہر تو پیشِ نظر کتاب صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی قومی اسمبلی کی سرگرمیوں کی رپورٹ ہے مگر درحقیقت اس میں "آئین سازی اور اصلاحِ ملک و ملت" کے اس نازک ترین دور میں ملک کے اعلیٰ ترین با اختیار ادارہ قومی اسمبلی کی پوری تصویر آتی ہے۔ حق و باطل کی اس کشمکش اور اعلاء کلمۃ الحق و دین کی سربلندی، معروضات کے فروغ، منکرات کے استیصال میں کس پارٹی کا کیا کردار رہا؟ کن ارکان نے کون سا موقف اختیار کیا؟ پارلیمانی پارٹیوں بشمول حزبِ اقتدار کے انتخابی دعوے کیا تھے؟ منشور میں کیا تھا؟ اور آگے چل کر اسمبلی میں انہوں نے کون سا طرزِ عمل اختیار کیا؟ یہ کتاب ان سب باتوں کا ایک آئینہ ہے اور حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مولانا مدظلہ کے پیش کردہ مسائل کے ضمن میں تمام اہم مخالفانہ یا موافقانہ خیالات، خواہ جس ممکن یا جس پارٹی کے بھی تھے کھلے دل کے ساتھ قوم کے سامنے آسکیں۔ اس لحاظ سے "اسلام کا معرکہ" پاکستان کے ایک اہم ترین دور، آئین سازی کی نہ صرف تاریخ ہے بلکہ اسے آپ "اعمالنامہ" بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کی رپورٹنگ ادارہ کی طرف سے بھی کارروائی کے دوران کی جاتی رہی اور کچھ حصوں کو حکومت کی شائع کردہ قومی اسمبلی کے مباحث (آفیشل رپورٹ) سے لیا گیا۔ پھر ایک نہایت ضروری کام یہ کیا گیا کہ کتاب کے اکثر اہم مباحث کے لیے قومی اسمبلی کی شائع کردہ رپورٹوں سے مراجعت بھی کی گئی۔ یہ رپورٹیں تقریباً دس پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہوں گی تلاش کر کے اکثر زیرِ بحث مسائل میں سرکاری رپورٹ کے صفحات اور تاریخوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اسلام کے اس معرکہ اور حق و صداقت کی اس جدوجہد میں صرف شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نہیں بلکہ اسمبلی کے دیگر کئی ارکان، جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور بعض سرفروش ارکان بھی حصہ لیتے رہے ہیں اور ہم نے ایک حد تک اس کتاب کے ضمن میں اسے منضبط بھی کر لیا ہے۔" بالخصوص قائد حزبِ اختلاف مولانا مفتی محمود صاحب کے آئین میں پیش کردہ تمام ترمیمات بھی اس میں آگئی ہیں۔" مگر ہمارے پیشِ نظر اس وقت صرف مولانا مدظلہ کی سرگرمیاں ہیں تاکہ ان کو منتخب کرانے میں جن مسلمانوں نے لامثال قربانیاں دی ہیں انہیں مولانا کی جدوجہد سے آگاہ کرایا جا سکے۔ یہ ایک اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ جن لوگوں نے رضائے خداوندی اور غلبۂ اسلام کو مقصودِ حیات بنا کر مولانا مدظلہ کے انتخاب سے اپنی امیدیں وابستہ کیں۔ یہ لوگ مولانا سے اپنے توقعات میں کس حد تک کامیاب ہوتے؟ اس کا کچھ جواب اس کتاب کی شکل میں انہیں مل سکتا ہے بلاشبہ یہ کتاب ان سب کے حق میں اعمالنامہ خیر اور ذخیرۂ آخرت ہے مولانا نے فرمایا ہے

> "میری مخالفت میں کہا جاتا ہے کہ یہ بیمار ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسلام کی خدمت لولوں لنگڑوں سے بھی لیتا ہے۔ نابیناؤں سے قرآن حفظ کرایا دین کی حفاظت ناتوانوں سے کرائی۔ اب اگر ایک اپاہج اور بیمار ناتواں شخص کو خدا نے خدمت کا موقع دیا بھی تو اس لیے نہیں کہ وہ اس خدمت کے اہل تھے بلکہ حقیقت بین نگاہیں دیکھتی ہیں یہ ظاہری اسباب کی نہیں کسی غیبی طاقت کی کرشمہ سازی ہے۔"

از شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

ملک کی تعمیر نو اور آئین سازی کے رہنما خطوط

پیشِ نظر مضمون دراصل اس سوالنامے کا جواب ہے جو پاکستان کے سولہویں سال آئین سازی کے موقع پر اسلامی مشاورتی کونسل نے جاری کیا تھا اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس جواب میں جن باتوں کی نشاندہی کی گئی تھی وہی حالات اور وہی بیماریاں نہ صرف یہ کہ جوں کی توں ہیں بلکہ خرابی بڑھتے بڑھتے جان لیوا ہوگئی ہے اس وقت بھی جب نظام اسلام اور نفاذ شریعت کے دعوے کئے جا رہے ہیں حضرتؒ کے ان رہنما خطوط سے دستور سازی کے کام میں بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اس سے حضرتؒ کی ملکی سیاست، نظام تعلیم، بین الاقوامی حالات، نسل نو کا مستقبل، دستور سازی، اجتماعی نظام اور نظام شریعت کی تنفیذ کے سلسلہ میں مساعی، آراء اور فکری بلند خیالی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ (ادارہ)

سوالنامہ

۱۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں مسلم معاشرہ اسلامی طرز زندگی سے دور ہوتا جا رہا ہے؟

۲۔ اگر سوال نمبر ۱ کا جواب اثبات میں ہے تو کیا آپ کے خیال میں منجملہ دیگر امور کے اس کی حسب ذیل وجوہ بھی ہیں۔

(الف) تعلیم کے ذریعہ مغربی اقدار کی تبلیغ۔

اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو حسب ذیل اداروں میں سے کون سے ادارے اسلامی اقدار کے علی الرغم مغربی رجحانات کو فروغ دینے کا باعث ہیں؟

(۱) اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں۔ (۲) سینما۔

(۳) اخبارات اور رسائل، اور

(۴) ریڈیو اور معلومات کے دیگر ذرائع۔

(ب) سرکاری اور عام تقریبات میں اسلامی اصولوں کی صریح خلاف ورزی مثلاً:

(۱) نشہ آور مشروبات کا پیش کیا جانا۔

(۲) افطار اور نماز کے اوقات میں میٹنگ وغیرہ مقرر کرنا اور منعقد کرنا۔

(۳) ماہِ مبارک رمضان میں دوپہر کے کھانے اور چائے کی دعوتیں۔

(ج) ایسی نظموں کا سنانا جن میں اسلام کے اصولوں کا تمسخر اڑایا جاتا ہو یا ان سے بغاوت کا جذبہ ابھارا جاتا ہو۔

(د) رقص (ہ) شبینہ کلب (و) ریس کورس؛

(ز) مینا بازار اور اسی قسم کی دوسری تقریبات۔

(ح) (اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی اور چیز بھی اس قبیل میں آتی ہے تو اس کا ذکر کیجئے)۔

۳۔ (الف) آپ کے خیال میں مذہب اور ثقافت میں کیا رشتہ ہے؟

(ب) بالخصوص کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی قوم کے افراد جو شدید احساس کمتری میں مبتلا ہوں اپنے عقائد اور اقدار پر ثابت قدم رہ سکتے ہیں؟

اہل پاکستان کو اپنی ثقافت اور اقدار پر فخر محسوس کرنے کے قابل بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟

(ج) انگریزی کو مندرجہ ذیل اداروں میں جو فوقیت حاصل ہے اس کے اثرات کیا ہیں؟

(۱) ہمارے تعلیمی نظام میں،

(۲) سرکاری دفتروں میں اور

(۳) تجارت و صنعت میں۔

(د) اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو اپنی ثقافت اور اپنی زبانوں کو فروغ و تقویت بخشنا چاہیئے تو آپ حسب ذیل امور میں انگریزی کو کیا مقام دیں گے؟

(۱) مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اظہار خیال کا ذریعہ،

(۲) بین الاقوامی سطح پر اظہار خیال کا ذریعہ۔

(ہ) کیا آپ زبان کو فکر و خیال کا ذریعہ محض سمجھتے ہیں یا آپ کا خیال یہ ہے کہ اس کا عمیق اثر فکر و عمل پر ضرور پڑتا ہے؟

(و) پاکستان میں انگریزی کو اس وقت جو مصنوعی تفوق حاصل ہے

اسے زائل کرنے کے لیے آپ کن تدابیر کی سفارش کرتے ہیں ؟

۴ ۔ آپ کے خیال میں غیر ملکی مسیحی تبلیغ کے ادارے اسلام سے بے اعتنائی اسلام سے مخالفت کا جذبہ پیدا کرنے کا کس حد تک حسب ذیل ذرائع سے باعث بنے ؟

(الف) مذہبی تبلیغ کا کام، (ب) تعلیمی ادارے (ج) ہسپتال

(د) فلاح عامہ کا کام، (ہ) تجارتی کاروبار،

۵ ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ امر کہ غیر ممالک کو پاکستان میں امتحانات منعقد کرنے کی اجازت ہے غیر ملکی اقدار کو فروغ دینے اور نتیجۃً اسلام کی پیروی کے جذبے کو کمزور کرنے کا باعث بنے ؟

۶ ۔ (الف) قیام پاکستان کے بعد سے شراب کے استعمال میں جو بے پایاں اضافہ ہوا ہے اس کی وجوہات آپ کی رائے میں کیا ہیں ؟

(ب) کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ :

(۱) ریسٹورنٹوں (۲) بار (شراب خانوں) (۳) ہوٹلوں ،
(۴) دوکانوں اور (۵) پی آئی اے کے ہوائی جہازوں میں الکحل برسرعام رکھا جاتے اور فروخت کیا جاتے ؟

(ج) کیا آپ اس عمل کو مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے سفارت خانوں میں جو غیر ممالک میں قائم ہیں سرکاری تقریبات کے موقع پر شراب پیش کی جائے؟

۷ ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہماری مساجد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں وہی حصہ لے رہی ہیں جو ان کو لینا چاہیئے ؟ ان سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے آپ کیا تدابیر تجویز کرتے ہیں ؟

۸ ۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں تبلیغ اسلام کا جذبہ ٹھنڈا ہے ؟ کیا آپ جذبہ کو بیدار کرنے کی تدابیر تجویز کر سکتے ہیں ؟

۹ ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے باہمی مناقشات کی وجہ سے اسلام کا اثر و غلبہ کمزور ہو جاتا ہے ؟ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو احیائے اسلام کے مشترکہ مقصد سے آپ باہمی تعاون عمل کس طرح پیدا کر سکتے ہیں ؟

۱۰ ۔ علماء کو تربیت دینے کے سلسلے میں آپ کیا اصلاحات تجویز کرتے ہیں ؟

۱۱ ۔ (الف) کیا آپ کی رائے ہے کہ ائمہ اور مبلغین کی تربیت کے لیے کالج قائم کیے جائیں ؟ ۔

(ب) اگر سوال نمبر ۱۱ (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو آپ کی رائے میں ان کو کن مضامین کی تعلیم دی جائے ؟ ۔

۱۲ ۔ کیا آپ کی رائے ہے کہ مساجد کے بہتر انتظام، بہتر تعلیم اور اسلامی اصولوں کی بہتر تبلیغ کی غرض سے کوئی با اختیار ادارہ قائم کیا جائے ؟ ۔

۱۳ ۔ پاکستان میں اسلام کے اثر و نفوذ کو کمیونزم یا ہیومنزم (ان مادی اقدار پر عقیدہ جن کو انسانیت کی تربیت کے لیے مذاہب سے بالاتر سمجھا جاتا ہے) کی وجہ سے کس حد تک نقصان پہنچ رہا ہے ؟ ان اثرات کو زائل کرنے کیلئے آپ کیا تدابیر تجویز کرتے ہیں ؟

۱۴ ۔ مندرجہ ذیل مراحل پر اسلامی ادب کی تخلیق کے لیے آپ کیا تدابیر تجویز کرتے ہیں ؟ ۔

(الف) عوامی سطح پر ،
(ب) اسکولوں اور کالجوں میں اور
(ج) دانشور طبقہ کے لیے ۔

۱۵ ۔ مندرجہ بالا امور کے علاوہ کیا کچھ اور برائیاں بھی ہیں جو پاکستان کے مسلم معاشرہ پر اثر انداز ہو رہی ہیں یا کیا آپ کے ذہن میں کچھ اور ایسی تجاویز ہیں جو عملی صورت میں معاشرہ کی اصلاح و ترقی کا باعث بن سکیں ؟

اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو براہ کرم ان برائیوں کی نشاندہی کیجیے اور ان تجاویز کی تفصیلات بیان کیجیے ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا جواب

اسلامی نظریاتی کونسل کے مرتب کردہ سوالنامہ کی کاپی موصول ہوئی وہ درحقیقت وقت کی اس پکار کا پہلا جواب ہے جسے پاکستان کا حساس باشندہ سالہا سال سے اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہا ہے ۔ ہم اس سوالنامے کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اسے پاکستانی معاشرہ کی اصلاح کی طرف پہلا قدم بنا دیں اور اس کے نتیجے میں مسلمان کے وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوں جن کی بنیاد پر پاکستانی عمارت کھڑی کی گئی تھی، جہاں تک اس سوالنامے کا تعلق ہے یہ ایک یقینی بات ہے کہ اس کے جوابات میں ملک کے بہی خواہ مسلمانوں کی دو رائیں نہیں ہو سکتیں — پاکستان کا کوئی خیر خواہ ایسا نہیں جو اپنے معاشرہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئی برائیوں کو محسوس نہ کرتا ہو اور دل سے ان کے ازالہ کا خواہاں نہ ہو ۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس سوالنامے کے جوابات موصول ہو جانے کے بعد ان کے مطابق عملدرآمد میں دیر نہ کی جاتے اور اصلاح معاشرہ کی تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کا کام پھر ٹالا نہ جائے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے عوام اور حکام کو اس اہم کام کی توفیق عطا فرمائیں ۔ آمین

سوالنامہ جن سوالات پر مشتمل ہے ان کے نمبروار جواب درج ذیل ہیں ۔

سوال ۱ ۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان میں مسلم معاشرہ شعبۂ زندگی میں اسلامی تعلیمات دور ہٹتا جا رہا ہے ۔

سوال ۲ ۔ یہ بھی صحیح ہے کہ سوال میں جو چیزیں درج ہیں وہ ملک میں مغربی اقدار کی تبلیغ کے بڑے اہم اسباب ہیں ۔

الف ۔ تعلیم کے ذریعہ مغربی اقدار کی تبلیغ (۱) کالج یونیورسٹیاں ۔

ان اسباب میں سب سے زیادہ اہم سبب ہمارا غلط نظام تعلیم ہے یہ بالکل درست ہے کہ ہماری نوخیز نسل کو مغربی رنگ میں پوری طرح رنگ دینے کے سلسلے میں سب سے بڑا کردار ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے غلط طرز تعلیم نے ادا کیا ہے ۔ کسی قوم کے ذہن اور کردار کی تعمیر میں اس کا

نظام تعلیم بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس لیے قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ ہم اپنے اس نظام کی اصلاح کریں جو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت انگریزی دور حکومت میں ہم پر مسلط کیا گیا تھا اور جس کا نصب العین لارڈ میکالے نے اپنے مشہور قول میں واضح کر دیا تھا کہ اس تعلیم کا مقصد ہندوستانی نما انگریز بنانا تھا اور جس کی وجہ سے ہماری نئی نسلیں مسلسل اسلامی اقدار سے دور اور مغربی اقدار سے قریب ہوتی چلی گئیں اس نظام تعلیم کی وجہ سے ایک طرف تو طلباء کا ذہن اسلامی تصورات سے یکسر خالی ہو گیا۔ ان میں صحیح مسلمان ذہنیت پرورش نہ پا سکی اور وہ اپنے دین و مذہب کے سلسلے میں ایک مہلک احساس کمتری کا شکار ہو گئے اور دوسری طرف وہ دنیا کے سائنسی تکنیکی اور فنی میدانوں میں بھی کوئی نمایاں مقام حاصل نہ کر سکے سوائے اس کے کہ اس نظام تعلیم سے اونچے اور چھوٹے پیمانے کے کلرک پیدا ہونے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ ہم اپنے اس نظام تعلیم کی اصلاح کریں جو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت انگریزی دور حکومت میں ہم پر مسلط کیا گیا

قیام پاکستان کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس نظام تعلیم کو بدلا جاتا اور اس کی جگہ یہاں تعلیم و تربیت کی ایک ایسی فضا پیدا کی جاتی جس میں رہ کر ہمارے طلباء ایک طرف تو صحیح اسلامی تعلیمات سے باخبر ہوتے اور اپنی زندگی کو ان کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے اور دوسری طرف انہیں سائنس طب، صنعت و حرفت اور تجارت کی ایسی تعلیم دی جاتی جس سے وہ ان علوم کے ماہر بن سکتے اور ان علوم کے نئے گوشے واضح کرتے ان میں مزید ترقی اور وسعت پیدا کرتے اور دنیا کے سامنے علم و فن کے نئے انکشافات و تحقیقات پیش کرتے اس کے برعکس ہوا یہ کہ تقسیم پاک و ہند کے بعد بھی ہم نے اپنے نظام تعلیم کو جوں کا تھوں رہنے دیا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب ہی ایسا رہا جس میں نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات کو کوئی جگہ نہیں دی گئی اس میں بے شمار ایسی چیزیں آ گئیں جو اسلامی تعلیمات سے سراسر متصادم ہے۔ اس نصاب کو پڑھانے والوں میں ایک ایسی ذہنیت ابھرتی رہی جو مغربی تہذیب سے بری طرح مرعوب تھی اور جس کو اسلامی تعلیمات سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہ تھا، خصوصیت کے ساتھ پڑھائے جانے والے مضامین نے ہمارے طلباء کی نفسیات پر بہت برا اثر ڈالا۔ دوسرے اس نصاب کو پڑھانے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا اس نے اور تباہی مچا دی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط طریقہ تعلیم رائج رہا۔ طلباء کو تفریحی اور ثقافتی پروگراموں کے ضمن میں رقص و سرود اور مخلوط ڈراموں کی کھلی چھٹی دے دی گئی اساتذہ کے انتخاب میں اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا کہ پڑھانے والے مسلمان ذہن رکھتے ہوں یا ان کا اخلاق کیریکٹر اور کردار کس مقام کا ہے۔

چنانچہ ہمارے تعلیمی اداروں میں ان اساتذہ کی فراوانی رہی جو نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور رہتے بلکہ دین کے بنیادی حقائق کا انکار کرتے اور ان کا تمسخر اڑاتے تھے۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری نوخیز نسل اسلامی تعلیمات سے قطعی بے بہرہ رہ گئی اور جب اسلام کی ایجابی حقیقت ان کے دل و دماغ تک نہ پہنچ سکی تو وہ مغربی تہذیب کی طرف طوفانی رفتار سے بڑھتی چلی گئی اس طرز تعلیم کا ایک زبردست نقصان یہ بھی ہوا کہ سولہ سال کے اس طویل عرصے میں ہمارے ان تعلیمی اداروں سے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو سائنس صنعت و حرفت تجارت طب یا کسی اور فن میں بین الاقوامی طور پر کوئی نمایاں مقام حاصل کر سکا ہو اس لیے اصلاح معاشرہ کی راہ میں سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے نظام تعلیم کو بدل کر اسلامی خطوط پر استوار کریں۔

۲۔ سینما: غیر اسلامی اقدار کی اشاعت میں دوسرا بڑا عامل "سینما" ہے۔ تعلیمی اداروں کی راہ سے ان خرابیوں کا اثر و نفوذ پڑھے لکھے متوسط اور اعلیٰ طبقوں میں تھا سینما نے اس اثر کو جاہل اور ادنیٰ حلقوں میں بھی انتہائی شدت کے ساتھ عام کر دیا۔ ہمارے عوام کے اخلاق کو برباد کرنے میں "سینما" کا جو ہاتھ ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس لایعنی تفریح سے صرف ہمارے اخلاق ہی کو تباہ نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ سے ہمارے عوام اقتصادی اعتبار سے بھی برباد ہو گئے ہیں اور پھر اس غیر محمود ذوق سے جرائم کی شرح میں بھی بے پایاں اضافہ ہوا ہے۔ بے شمار مشہور مفکرین نے دنیا میں جرائم کی شرح میں اضافہ کا ایک اہم سبب سینما کو قرار دیا ہے۔ اس کی معمولی سی مثال ڈاکٹر گڈمرج سی شوفلر کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کے سامنے کی تھی۔ جس کی بناء پر بے جا نہ ہوگا۔ اگر سینما کو "ابلیس کا کالج" قرار دے دیا جائے۔

۳۔ اخبارات و رسائل ۔ ملک کو جنسی انارکی بدامنی اور شر و فساد کے راستہ پر گامزن کرنے میں ملک کے ان اخبارات و رسائل کا بھی بنیادی حصہ ہے جنہیں اگر فحاشی اور بے حیائی عریانی کے لحاظ سے چلتے پھرتے کاغذی قحبہ خانے قرار دے دیا جاتے تو مناسب ہوگا۔ بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ قتل و غارتگری اغوا و ڈکیتی خودکشی اور زناکاری کی خبریں دینا ان کا طغرۂ امتیاز بن گیا ہے۔ اخبارات و رسائل کے پہلے صفحہ پر عورتوں کے فحش فوٹو، شہوت انگیز، عریان مناظر، جنسیات کی داستانیں، غرض کہ ہر اخبار کی کوشش رہتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ اخبار کو کامیاب سے کامیاب کوک شاستر بنایا جا سکے۔ دوسری طرف جس مسئلہ اور مسلمانوں کے بنیادی مسلمہ عقائد کے

ایک صحیح مثالی ریاست کا اوّلین فرض ہے کہ وہ ملک کے صحافت کو صحت مند اسلامی اقدار کا پابند بنا دے

متعلق چاہیں تو تنقیدی مضامین چھاپیں، جاسوسی اور فلم سازی کے نام پر مستقل کالم وقف ہیں۔ دوسری طرف ملک کے ممتاز اخبارات نے علم رمل و نجوم کے نام پر ہر ہفتہ مستقل صفحے وقف کر کے قوم کے دل و دماغ کو خیالی اور وہمی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے ۔ غرض خرابی اور قباحت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس کی ترویج و ترقی ان اخبارات کے ذریعہ سے نہیں ہو رہی ایک صحیح مثالی ریاست کا اولین فرض ہے کہ وہ ملک کی صحافت کو صحت مند اسلامی اخلاقی اقدار کا پابند بنا دے اور ملک کے اخلاق و کردار کو بگاڑنے سے انہیں روک کر وعید خداوندی والذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ الخ کے مصداق بننے سے بچائیں ۔

(غیر اسلامی تفریحی پروگرام)

(ج) ہمیں اسلامی اقدار سے دور اور مغربی اقدار سے قریب کرنے میں ان تفریحی پروگراموں نے بڑا حصہ لیا ہے جو اسلامی اصولوں کے قطعی خلاف ہیں اور اسلام انسانوں کو جس پر سکون راہ کی طرف بلانا چاہتا ہے وہ اس سے بالکل متضاد سمت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس ضمن میں مندرجہ ذیل چیزیں آتی ہیں۔

(د) ہمارے یہاں رقص و سرود کی محفلوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے ۔

(ہ) ہمارے یہاں مخلوط شبینہ کلبوں پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی جبکہ یہ کلب صرف عریانی اور فحاشی ہی کے ہیں سمگلنگ اور دوسری ملک دشمن سرگرمیوں کے بھی اڈے بنے رہتے ہیں ۔

(د) ہمارے یہاں گھوڑ دوڑ کے مقابلوں پر قمار بازی کا سلسلہ جاری رہا ہے اور اس پر نہ صرف یہ کہ کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی بلکہ اعلیٰ طبقوں کی طرف سے اس کی مکمل ہمت افزائی ہوتی رہی ہے ۔

(ز) ہمارے یہاں ایسے مینا بازار لگے رہتے ہیں جن میں عریانی اور فحاشی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور غنڈہ گردی کو فروغ ہوا ۔

(ح) ہمارے یہاں ایسے ورائٹی شو ہوتے ہیں جس میں مرد و زن کا بے محابہ اختلاط ہوا اور ان میں ایسے پروگرام پیش کئے گئے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہونے کے علاوہ دین پر استہزا اور تمسخر کا پہلو رکھتے ہیں ۔

(ط) ہمارے یہاں محتاجوں کی امداد کے نام پر فلم ایکٹرسوں کے عام میچ ہوتے ہیں جن کی ارباب اقتدار کی طرف سے ہمت افزائی کی گئی ۔ حالانکہ یہ میچ قوم کو اخلاقی طور پر دیوالیہ کر دینے کی وہ شرمناک کوشش تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ قوم اپنی مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد بھی اس وقت نہیں کر سکتی جب تک اس کے سفلی جذبات ہوس کی تسکین کا سامان مہیا نہ کیا جائے ۔

(آرٹ کونسل کا قیام)

ہمارے یہاں قحبہ گری کو ممنوع نہیں کیا گیا۔

(ی) اور پھر ان تمام چیزوں کو تقویت دینے والی چیز یہ تھی کہ ہمارے ذمہ دار افراد کی طرف سے نہ صرف یہ کہ ان تمام چیزوں کی ہمت افزائی ہوتی رہی ہے بلکہ سرکردہ افراد کو سرپرستی حاصل رہی ہے چونکہ روزنامہ کوہستان لاہور جلد ۵ شمارہ ۱۲۱ کی یہ خبر کہ ملتان میں حرام کاری کا کاروبار اب انتہا کو پہنچ چکا ہے ایک محتاط اندازہ کے مطابق دو ہزار کے قریب عورتیں ایسی ہیں جن کا ذریعہ خفیہ حرام کاری ہے عادی مجرموں عیاشوں، امیرزادوں اور سرکاری افسروں کا ایک منظم زیر زمین گروہ ان عورتوں کی سرپرستی کرتا ہے اور انہیں گاہک مہیا کرتا ہے اس گروہ کے سب سے بڑے سرپرست غیر ملکی فرموں میں مقیم یورپین ہیں اور پی آئی ڈی سے بڑے بڑے معاوضے ملتے ہیں چونکہ یہ لوگ کرایہ پر حاصل کی گئی ہر عورت کو ایک سو سے دو سو تک ایک رات کی رفاقت کا معاوضہ دیتے ۔ الخ

(روزنامہ کوہستان ۱ ستمبر ۱۹۶۳ء)

ملتان ایک ایسا شہر ہے جسے ابھی تک مغربی تہذیب کے اثر و نفوذ سے اتنا سابقہ نہیں پڑا ہے جتنا کہ دوسرے بڑوں شہروں سے پڑ چکا ہے اسکی جب یہ حالت ہے تو بڑے شہروں کا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کیا حال ہو گا۔

سوال ۳ ۔ درحقیقت مذہب اور ثقافت کی تفریق کا تصور مغرب سے لیا گیا ہے ۔ عیسائیت چونکہ ایک جامد مذہب ہے ان کا تعلق صرف عبادتوں سے ہے زندگی کے عام معاملات سے نہیں اس لیے اس کے پیروؤں کا مذہب کچھ اور ہے اور ثقافت کچھ اور، اسلام میں چونکہ دین اور دنیا کی یہ دوئی نہیں ہے اس لیے ثقافت بھی اس کے یہاں مذہب ہی کا ایک جز ہے کسی قوم کے مخصوص معاشرتی عادات و اطوار کو ثقافت کہا جاتا ہے اور اسلام نے ہمیں جو عادات و اطوار اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے وہ ہماری ثقافت ہے۔ واضح ہو گا کہ آج کل جو رقص و سرود موسیقی و مصوری جیسی چیزوں کو ثقافت کا نام دیا جا رہا ہے نہ صرف یہ کہ ان کا ہماری ثقافت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ وہ ہماری ثقافت کی بالکل ضد ہے ۔

احساس کمتری

یہ بالکل درست ہے کہ جس قوم کے افراد شدید احساس کمتری میں مبتلا ہوں، کبھی اپنے عقائد اور اقدار پر ثابت قدم نہیں رہ سکتے اس وقت ہماری نئی نسلیں جو اپنے عقائد اور اقدار سے دور ہٹتی جا رہی ہیں ۔ ان کا اصل مرض یہ احساس کمتری ہے جب تک اس بیماری کو ختم نہ کیا جائے گا اس وقت تک ان کے ذہنوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی اس مرض کے علاج کے لیے ان اسباب کا استیصال کر دینے کی ضرورت ہے ۔ جن کی وجہ سے یہ پیدا ہوا ہے ۔

> موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر صحیح اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے ۔

۱ ۔ اس احساس کمتری کا بنیادی علاج یہ ہے کہ موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر صحیح اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے اس مرض کی اصل وجہ یہ ہے ۔

کہ ہمارے نوجوانوں کو اپنے دین اور اپنی تاریخ کی حقیقی تعلیم نہیں دی گئی اور ان کے مقابلہ میں انہیں جا بجا یہ احساس نہیں دلایا گیا علم و فن کے ہر میدان میں انسان نے جو کچھ ترقی کی ہے وہ سب مغرب کی محرومی اور ان سے پہلے کا زمانہ تاریک زمانہ تھا دوسری طرف ان کے ذہنوں میں یہ بات پختہ کر دی گئی کہ سائنس اور تکنیکی ترقی اس دور میں چودہ سو سال کے پہلے اسلام پر عمل ناممکن ہے اور اس وقت جو قوم اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے گی وہ حاکم پسماندگی اور گمنامی کے گہرے غاروں میں ڈھلک جائے گی۔

ہمارے نظام تعلیم میں ایک طرف تو یہ غلط تصورات غیر ضروری طور پر طلباء کے ذہن میں بری طرح راسخ کر دیئے گئے اور دوسری طرف انہیں اسلام کے صحیح اور مسلمانوں کی تعمیری معلومات آفریں مضمون کو پڑھنے سننے میں کوئی دلچسپی محسوس کرنے کی بجائے انہیں ڈراموں فلموں گیتوں اور ناولوں کی طرف کھینچنے لگی جو سوائے جرائم کی تعلیم اور بداخلاقی کی تربیت کے کوئی تیسرا کام نہیں ہوتا۔

اب معاشرہ کی اصلاح کے لیے یہ ضروری ہے کہ اخبارات اور رسائل اور ریڈیو کو ان کے استعمال سے بچایا جائے اور ان سے ان کا مفید کام لیا جائے۔

(ب) سرکاری اور عام تقریبات میں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی،

عوام کو اسلامی تہذیب سے دور کرنے میں اس چیز نے کڑی مدد پہنچائی کہ ہماری سرکاری اور عام تقریبات میں اسلامی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کی جاتی رہی۔ ایک اسلامی مملکت ہونے کی حیثیت سے ہماری سرکاری تقریبات کو اسلامی تہذیب کا ایک دلکش منظر ہونا چاہیئے تھا لیکن جب ان تقریبات

ہی میں :-

(۱) نشہ آور مشروبات پیش کی گئیں۔

(۲) افطار اور نماز کے اوقات میں مجالس منعقد کی گئیں۔

(۳) ماہ رمضان المبارک میں دوپہر کے کھانے کی دعوتیں ہوئیں۔

(۴) ان مجلسوں میں مرد و زن کا بے محابا اختلاط بڑھا اور عورتوں سے پورے تبرّج کے ساتھ ان محفلوں میں شرکت کی۔

(۵) اور پھر تقریباً ہر تقریب میں صرف مشروب پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے ڈانسوں اور رقص و سرود کا انتظام گانوں اور گیتوں کا پروگرام لازمی کر دیا گیا۔

تو اس سے عوام میں یہ چیزیں پھیلیں اور اسلامی تعلیمات سے ان کی دوری ہو گئی خصوصیت کے ساتھ سرکاری مجلسوں میں نشہ آور مشروبات کے استعمال کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ اس سے حکومت کے بہت سے خفیہ راز فاش ہوتے رہتے اور پوری قوم پر اس کا نقصان برداشت کرتے ہیں۔

اب اگر اصلاح کا ارادہ ہو تو سرکاری اور عام تقریبات میں ان چیزوں کا روکنا ہے ان کے بغیر اصلاح کی ہر کوشش ناکام ہو گی۔

(۳ و ۴) اخبارات و رسائل اور ریڈیو

اخبارات و رسائل ریڈیو اور نشر و اشاعت کے دیگر ذرائع قومی اخلاق کی تعلیم میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ ان کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی بڑے پیمانے پر نشر و اشاعت کی جا سکتی تھی ان کے ذریعہ پردہ نشین عورتوں کی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ ادا کیا جا سکتا تھا اور اسی طرح بچوں کے ذہن کو اسلامی بنیادوں پر تعمیر کرنے میں بہترین اصلاحی کاموں کے لیے ان سے بہتر کوئی اور طریقہ نہ تھا مگر افسوس ہے کہ ہم نے ان مفید نعمتوں کا بھی ایسی بری طرح استعمال کیا کہ یہ سب چیزیں ہماری قوم کے لیے مفید ہونے کی بجائے اُلٹی مضر ثابت ہوئیں اب تک یہ ہوتا رہا کہ ہمارے اخبار اور رسالے تو بازاری افسانوں عریاں تصویروں اور فلم بینی کی ہمت افزائی کرنے والے مضامین سے بھرپور رہے اور ریڈیو زیادہ تر فلمی گانے اور موسیقی نشر کرتا رہا اور اسی طرح پوری قوم کے اندر یہ تباہ کن ذہنیت جڑ پکڑ گئی کہ وہ کسی درخشاں تاریخ سے کوسوں دور رکھا گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ اس مہلک احساس کمتری کی صورت میں ظاہر ہوا اس مہلک مرض کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے سب سے پہلا اصلاحی قدم یہی ہونا چاہیے کہ ہم اپنے نظام تعلیم کی اصلاح کریں۔

> ایک اسلامی مملکت ہونے کی حیثیت سے ہماری
> سرکاری تقریبات کو اسلامی تہذیب کا ایک
> دلکش منظر ہونا چاہیے تھا۔

اس احساس کمتری کا دوسرا سبب یہ ہے کہ سرکاری طور پر ہمیشہ اسلامی زندگی کی حوصلہ شکنی اور مغربی طرز معاشرت کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی سرکاری طور پر ہم نے اپنی قومی زبان قومی لباس اور قومی شعائر کو اپنانے کی بجائے غیروں کی زبان غیروں کا لباس اور غیروں کے شعائر کو اختیار کیا۔

سرکاری دفتروں میں عام طور پر ان لوگوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جاتا ہے جو اسلامی معاشرت کی بجائے مغربی طرز معاشرت پر عامل تھے۔ بعض دفتروں میں یہ بھی ہوا کہ صرف داڑھی رکھ لینے کے جرم میں بعض لوگوں کو ترقی دینے اور عام ملازمین جیسے سلوک کرنے سے محروم رکھا گیا۔ اس لیے احساس کمتری کو ختم کرنے کے لیے یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ سب سے پہلے سرکاری طبقہ اپنے طرز معاشرت پر عمل کرنے ان پر فخر کرنے اور دنیا میں ان کا وقار قائم کرنے کی فکر کریں۔

۳۔ اس احساس کمتری کو اس بات نے بھی بڑی مدد پہنچائی ہے کہ ہمارے یہاں ہر ہر قسم کی غیر ملکی فلموں غیر ملکی اخبارات و رسائل اور غیر ملکی افراد کی تقریروں کی کھلی چھٹی رہی۔ ان چیزوں میں بسا اوقات اسلام کے بنیادی اصولوں پر چھینٹے اڑائے گئے اور غیر شعوری طور پر ان کی تحقیر کا احسا

دلایا گیا اس لیے یہ ضروری ہے کہ نشر و اشاعت کے غیر ملکی ذرائع پر کڑا سنسر رکھا جائے اور اس قسم کا کوئی لٹریچر ملک میں استعمال نہ ہونے دیا جائے جس میں اسلامی اصولوں کی توہین ہوتی ہو ۔

۴ ۔ احساس کمتری پیدا کرنے میں اس چیز کا بھی بڑا ہاتھ رہا کہ ہم اب تک اپنے طلبا کو دین کی بنیادی معلومات تک سے بےخبر رکھتے ہوئے انہیں اعلیٰ تعلیم کے لیے دیگر ممالک میں بھیجتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے ذہنوں پر مغرب کی غیر معمولی برتری اور بالادستی کا تصور پیدا ہو گیا اس لیے اوّل تو ضروری یہ ہے کہ خود اپنے ملک میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام جلد سے جلد کرنے کی فکر کی جائے اور جب تک ایسا نہ ہو سکے کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ تعلیم کے لیے باہر جانے والے طلبہ کے لیے ایک مناسب کورس رکھا جائے جس میں اسلامی تعلیمات مقدار میں ان تک پہنچا دی جائیں اور اسلامی اصول و عقائد سے اچھی واقفیت کرا دی جائے اور جب تک کوئی شخص اس کورس کو باقاعدہ پڑھ کر اور اس کے مطابق تربیت حاصل کر کے امتحان نہ دیدے اسے مغربی ممالک میں نہ بھیجا جائے ۔

انگریزی زبان ۔

(ج) ۱ ۔ ہمارے تعلیمی نظام میں انگریزی زبان کو جو فوقیت حاصل ہے اس کے اثرات بہت بڑے گہرے اور دور رس ہیں ۔

(الف) اس کی وجہ سے ہمارے طلبہ کو اپنی عمر کا ایک معتدبہ حصہ صرف ایک ایسی زبان سیکھنے میں گزر جاتا ہے جسے ان کی مادری زبان سے ان کی تہذیب و ثقافت سے اور ان کے مذہب سے کوئی واسطہ نہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زبان حاصل کرتے کرتے ہی وہ ایسی عمر کو پہنچ جاتے ہیں جن کے بعد تعلیم جاری رکھنے کو ان سے اکثر کے اقتصادی حالات اجازت نہیں دیتے اور اس طرح ہمارے طلبہ کی ایک عظیم اکثریت کو صرف کلرک بننے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے اور وہ اصلی علوم و فنون سے یکسر محروم رہ جاتی ہے

ہمارے طلبہ کی ایک عظیم اکثریت کو صرف کلرک بننے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے اور وہ اصلی علوم و فنون سے یکسر محروم رہ جاتی ہے ۔

(ب) جو طلبہ اپنی تعلیم کو کچھ اور جاری رکھتے ہیں ان کے لیے بھی علوم و فنون سیکھنے میں ایک اجنبی زبان بار بار رکاوٹ بنتی ہے اور وہ یکسوئی کے ساتھ انہیں نہیں سیکھ سکتے ۔

(ج) جو لوگ اپنی توجہ انگریزی زبان کی طرف دیتے ہیں وہ اپنی مادری زبان سے قطعی محروم رہ جاتے ہیں جس کا اندازہ ہمارے طلبہ کی گفتگو سن کر کیا جا سکتا ہے جس میں تقریباً پچھتر فی صد الفاظ اُلٹے سیدھے انگریزی کے ہوتے ہیں یہ چیز ہمارے طلبہ کے لیے ایک مستقل مسئلہ بن گئی ہیں ۔

کہ وہ اردو کی علمی اور باوقار کتابوں کا مطالعہ کرنے اور انہیں سمجھنے پر قادر نہیں ہوتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام مذہبی، تہذیبی، ادبی اخلاقی روایات سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں ۔

۲ ۔ ہمارے سرکاری اداروں میں انگریزی زبان کے تفوق سے مندرجہ ذیل خرابیاں ہوتی ہیں ۔

(الف) اس انگریزی زبان کی وجہ سے ہمارے ملک کے تقریباً ۹۰ فیصد عوام سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے سے یا تو محروم رہ جاتے ہیں یا اس کے لیے انہیں بڑی مشقتیں جھیلنی پڑتی ہیں خرچ بے تحاشا کرنا پڑتا ہے اور رشوتیں دینی پڑتی ہیں اس کے علاوہ اس کی وجہ سے عوام کو سرکاری احکام کی تعمیل میں بڑی تعویق کرنی پڑتی ہے اور اس سے سرکاری کاموں میں بھی بڑا نقصان پہنچتا ہے ۔

(ب) اس سے عوام میں اپنی زبان کے بارے میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے ۔

(ج) اس سے انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت لوگوں کی نظر میں پرانے قدیم اور دینیات کی بنیادی تعلیم پر بھی مقدم ہو جاتی ہے ۔

۳ ۔ تجارت و صنعت میں انگریزی زبان کی بالادستی سے مندرجہ بالا تمام خرابیوں کے علاوہ ایک اہم خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ بعض اوقات تجارت و صنعت کی بہترین صلاحیتیں رکھنے والے انسان صرف اس بناء پر اس میدان میں آگے بڑھنے سے رک جاتا ہے کہ وہ انگریزی کا ماہر نہیں ۔

(د) ۱ ۔ ہماری قطعی رائے یہی ہے کہ پاکستان میں اپنی ثقافت اور اپنی زبانوں کو فروغ دیا جائے ایسی صورت میں ہم مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اظہار خیال کے لیے اسی ذریعہ کی سفارش کریں گے جو پاکستان کے دوسرے مختلف اللسان صوبوں کے درمیان اظہار خیال کا ذریعہ ہے ۔

ہماری قطعی رائے یہی ہے کہ پاکستان میں اپنی ثقافت اور اپنی زبانوں کو فروغ دینا چاہیے ۔

یعنی اردو یا بنگالی ظاہر ہے کہ سابق صوبہ سندھ اور سابق صوبہ پنجاب کے درمیان اظہار خیال کے لیے ہمیشہ اردو کو وسیلہ بنایا گیا ہے حالانکہ وہ کسی کی مادری زبان نہیں اسی طرح مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان اردو یا بنگالی کو ذریعہ اظہار بنایا جا سکتا ہے مشرقی پاکستان میں اردو جاننے والوں کی تعداد انگریزی جاننے والوں سے بہت زیادہ ہے آج اگر انگریزی میں ان سے اظہار خیال مشکل نظر نہیں آتا تو کیا وجہ ہے کہ اردو زبان کے ذریعہ اظہار خیال کو مشکل سمجھا جائے ۔

پاکستان کے دونوں بازوؤں کے درمیان لسانی اشتراک پیدا کرنے کے لیے ہر صوبہ کے سکولوں میں اردو اور بنگلہ دونوں کو لازمی کیا جا سکتا ہے ۔

۲ ۔ بین الاقوامی سطح پر اظہار خیال کے لیے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں

جہاں تک اسلامی ممالک سے روابط رکھنے کا تعلق ہے اس کے لیے تو عربی سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ اس سے ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہمارے یہاں قرآنی زبان کو سیکھنے کا رجحان بڑھے گا اور لوگ عربی زبان کی وجہ سے اسلامی روایات سے قریب تر ہو سکیں گے۔

رہے وہ غیر مسلم ممالک جو اردو و عربی میں سے کچھ نہیں مانتے سو اُن سے رابطہ رکھنے کے لیے اگر بدرجۂ مجبوری انگریزی زبان کو اختیار کیا جائے تو اس کی مضرتیں زیادہ نہیں۔

۵۔ زبان کا اثر فکر و عمل پر

ہم زبان صرف اظہار خیال کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ ہماری نظر میں فکر و عمل پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے ظاہر ہے کہ کسی زبان کو سیکھنے کے لیے انسان کو اس کا لٹریچر پڑھنا ضروری ہوتا ہے اور اس لٹریچر میں اہل زبان ہی کی تہذیب و ثقافت اور ان کے عقائد و نظریات کا عکس ہوتا ہے جس سے انسان کے فکر و عمل پر اس قوم کی تہذیب و ثقافت چھا جاتی ہے جس کی زبان نے ہمارے فکر و عمل کو جس بری طرح متاثر کیا ہے اسے ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ چکا ہے۔

۶۔ انگریزی کا تفوق ختم کرنے کی تدابیر

انگریزی کے مصنوعی تفوق کو زائل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی اور سرکاری اداروں سے انگریزی زبان کو ختم کر کے اردو کو اس کی جگہ دی جائے۔ اگر ہمارے ملک میں انگریزی جاننے والے زیادہ اور قومی زبانیں جاننے والے کم ہوتے تب تو بیشک سرکاری طور پر انگریزی کو رخصت کرنا ایک مشکل مسئلہ تھا لیکن جبکہ صورت حال یہ ہے کہ کوئی انگریزی جاننے والا ایسا نہیں جو اردو یا بنگالی نہ جانتا ہو تو اس کو یکسر ختم کر دینا کوئی مشکل نہیں۔

سوال ۷ عیسائیت کی تبلیغ

مسیحی مشن نے بھی عوام کو اسلام سے دور کرنے میں بڑا زبردست حصّہ لیا ہے۔ خصوصیت سے تعلیمی اداروں، ہسپتالوں تجارتی کاروبار اور سماجی سرگرمیوں کی راہ سے انھوں نے ہمیں ناقابل بیان نقصان پہنچایا ہے اور چونکہ ان عوامی اداروں کے ذریعہ ناجائز انداز میں مسیحی عقائد کی تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں کی گئی اس لیے ان کی بڑی ہمت افزائی ہوتی ہے اور لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں۔

> **پاکستان کے تمام مشن سکولوں اور مشن ہسپتال کو اسی طرح قومی ملکیت قرار دے دیا جائے۔**

اس تشویشناک صورت حال کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

(۱) پاکستان کے تمام مشن سکولوں اور مشن ہسپتالوں کو اسی طرح قومی ملکیت قرار دے دیا جائے جس طرح مصر اور سوڈان نے قرار دیا ہے۔

(۲) عیسائی مشنریوں کی کسی امداد کو پاکستان میں قبول نہ کیا جائے۔

(۳) سرکاری طور پر ایسے سکولوں ہسپتالوں اور سماجی بہبود کے ادارے کھولے جائیں جو مشن کے اداروں سے زیادہ حسن انتظام کے حامل ہوں۔

(۴) صلیب احمر کا نام بدل کر ہلال احمر رکھا جائے اور اس ادارے کو چندہ جمع کرنے کے ان تمام طریقوں سے روکا جائے مسلمان پر صلیب کی عظمت کا غلط تاثر چھوڑتے ہیں مثلاً اسے کارکنوں کے بلوں اور ٹکٹوں پر صلیب کی تصویر شائع کرنے سے روک دیا جائے۔

سوال ۵ ۔ جی ہاں پاکستان میں غیر ملکی امتحانات کے راستوں سے غیر ملکی اقدار ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جس کا کوئی ہوشمند انسان انکار نہیں کر سکتا۔

سوال ۶ ۔ الف ۔ شراب کے استعمال میں اضافہ کی وجوہ۔

(۱) قیام پاکستان کے بعد سے شراب کے استعمال میں جو بے پایاں اضافہ ہوا ہے اس کی بنیادی وجہ تو وہی غیر اسلامی ذہنیت ہے جو مندرجہ بالا عوامل کی وجہ سے مسلسل فروغ پا رہی ہے۔

(۲) اسکی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حکومت کی طرف سے اسکی سہولتیں بہم کی گئیں ہیں مثلاً جا بجا شراب خانے کھولنے کی اجازتیں دی گئیں۔ شراب کے درآمدی لائسنس بہت جاری کر دیئے گئے اور اس پر ڈیوٹی دوسری چیزوں سے بے حد کم رکھی۔ مالیہ ڈیوٹی میں اکثر اشیاء پر ڈیوٹی میں قابل لحاظ اضافہ ہوا مگر شراب کی ڈیوٹی پر کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

(۳) شراب نوشی کے معاملہ میں ان غیر ملکی فلموں اور غیر ملکی ادب کی اشاعت نے بھی عوام کو زیادہ بے باک بنا دیا ہے جن میں شراب کو بالکل پانی کی طرح ضروریات زندگی کا ایک جزو دکھایا جاتا ہے۔

(۴) اس کے علاوہ ہمارے طلباء اور سرکاری افسران کا احساس کمتری کی ذہنیت کے ساتھ کثرت سے مغربی ممالک میں آنا جانا بھی اس کا ایک اہم سبب رہا ہے۔

(۵) اور سرکاری تقریبات میں شراب کے استعمال نے بھی اس رجحان کو بڑی تقویت پہنچائی ہے۔

(ب) ہرگز نہیں۔ ایک پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں جس کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی ہو۔ کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی اس بات کو معقول نہیں سمجھ سکتا۔ کہ یہاں ریستوران شراب خانوں، ہوٹلوں اور پی آئی اے کے ہوائی جہازوں میں کھلم کھلا شراب فروخت کی جائے۔

(ج) ہرگز نہیں۔ ہمیں اس معاملہ میں مصر بھارت سے سبق لینا چاہیئے۔ جن کے سفارت خانوں میں سرکاری طور پر کہیں شراب استعمال نہیں ہوتی۔

سوال ۸ ۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری مساجد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں وہ حصہ نہیں لے رہی ہیں جو انہیں لینا چاہیئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ، ہمارے عوام میں کسی کو عالم دین سمجھنے کا معیار صرف ظاہری شکل و صورت

کو قرار دے دیا ہے ہمارے یہاں ائمہ کے انتخاب میں اسی بات کی مطلق رعایت نہیں ہوتی کہ وہ کسی باضابطہ مستند عالم دین ہی کو امام بنائیں ۔

مساجد سے صحیح اجتماعی کام لینے کے لیے ضروری ہے کہ مسجد کے ائمہ معیاری دینی مدرسہ کے مستند عالم ہوں جو فرقہ وارانہ ذہنیت سے الگ رہ کر دین کے ایجابی حقائق کی تبلیغ کر سکیں اور ان کے زیر نگرانی مسجدوں میں بچوں کے لیے قرآن کریم اور ابتدائی دینیات کے مکاتب قائم ہوں اور بالغین کے لیے درس قرآن اور جمعہ کی تقریروں کا سلسلہ موثر انداز میں شروع کیا جائے

سوال نمبر ۸ ، پاکستان میں تبلیغ اسلام کا جذبہ ٹھنڈا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اوّل تو دین کا بنیادی علم رکھنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور جو کچھ ہے وہ انفرادی طور پر تبلیغ کے فرائض انجام دیتی ہے اجتماعی طور پر تبلیغ کرنے والوں کی حکومت کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کبھی ہمت افزائی نہیں کی گئی بلکہ اکثر ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے عیسائی مشنریوں کی پشت پر ہمیشہ طاقتور حکومتوں کا ہاتھ رہا ہے اور ان کے لیے تبلیغ کے لیے بے شمار مادی مسائل مہیا کیے جاتے ہیں مگر ہمارے یہاں نہ صرف یہ کہ تبلیغی اداروں کی کوئی مدد نہیں کی جاتی بلکہ انہیں قدم قدم پر رکاوٹوں بلکہ استہزا اور تمسخر سے سابقہ پڑتا ہے چنانچہ ملک میں ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ عیسائیوں کو تبلیغی جلسہ کرنے کی اجازت دی گئی مگر مسلمانوں کو ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا جواب دینے سے روک دیا گیا ۔

> مساجد سے صحیح اجتماعی کام لینے کیلئے ضروری ہے
> کہ مسجد کے ائمہ معیاری دینی مدرسہ کے مستند
> عالم ہوں جو فرقہ وارانہ ذہنیت سے الگ رہ کر
> دین کے ایجابی حقائق کی تبلیغ کر سکیں ۔

سوال نمبر ۹ ؛ یقیناً اسلام کے اثر و غلبہ کے کمزور ہونے کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کے باہمی مناقشات ہیں جب تک ان مناقشات کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اصلاح کی کوشش ناکام رہے گی ان مناقشات کے ختم ہونے کا راستہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو اصول دین کی ایجابی تبلیغ کی طرف متوجہ کیا جائے اور عوامی اجتماعات میں کسی مسلمان فرقے پر لعن طعن اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا قانوناً ممنوع قرار دیا جائے ۔ ہر فرقہ اپنے حلقوں میں اپنے نظریات کی ایجابی تبلیغ کر سکتا ہے مگر سب انداز میں دوسروں پر لعن طعن ممنوع ہو ۔

سوال نمبر ۱۰-۱۱ ۔ الف ۔ تربیت ائمہ

ائمہ اور مبلغین کی تربیت کے لئے کالجوں کا قیام بلاشبہ مفید ہو سکتا ہے لیکن اس کی تمام تر افادیت اس بات پر موقوف ہے کہ ان تربیتی اداروں کو چلانے کے لیے رجال کار وہ مستند علمائے دین ہوں جن کی علمی بصیرت اور دیانت پر امت کو کامل اعتماد ہو ۔ اور جن کی عمر اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں صرف ہوتی ہے اس بنیادی اور اہم بات کے بغیر ایسے ادارے نہ صرف یہ کہ کامیاب نہ ہو سکیں گے بلکہ امت کے لیے بے حد نقصان دہ ثابت ہوں گے اس لیے جب تک رجال کار کا صحیح انتخاب نہ ہو اس قسم کے اداروں کے قیام کا تصور بھی نہ کرنا چاہیے ۔

(ب) اگر صحیح انداز میں ایسے کالج قائم کیے جائیں تو ان میں ائمہ اور مبلغین کو اسلامی عبادات ، علم و اخلاق ، تاریخ اسلام اور تقابل ادیان کی تعلیم دی جائے ۔

سوال نمبر ۱۲ انتظام مساجد

مساجد کے انتظام کے لیے کسی ادارے کے قیام کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کہ اس کی افادیت بھی اس بات پر موقوف ہے کہ اسکی ہیئت کی منتظمہ ملک کے معتمد اور مستند علماء دین پر مشتمل ہو اس کے بغیر ایسے ادارے کا قیام بھی سخت مضر ہے اب تک اس قسم کے بعض ادارے قائم کیے گئے ۔ لیکن چونکہ ان میں رجال کار کا طریق انتخاب صحیح نہیں کیا گیا اس لیے وہ کوئی نفع پہنچانے کی بجائے مضر ثابت ہوئے

سوال نمبر ۱۳ ۔ کمیونزم اور ہیومنزم کا اثر نفوذ

یہ درست ہے کہ پاکستان میں کمیونزم اور ہیومنزم کی وجہ سے اسلامی اقدار کے اثر نفوذ کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے ہمارے یہاں دو نظریات مندرجہ ذیل راستوں سے آرہے ہیں ۔

(۱) تقسیم دولت کے غیر اسلامی نظریات پر عمل ۔ ہمارے یہاں سود اور سرمایہ داری نظام کی وجہ سے غریب انسان بری طرح پس رہا ہے ۔ اور اسی وجہ سے کمیونسٹ لوگوں کو کمیونزم کے نظر فریب نظریات سے لوگوں کو متاثر کرنے کا موقعہ ملتا ہے ۔

(۲) ادب

(۳) تعلیمی ادارے ؛ آخری دو اسباب کو اس لیے بڑی تقویت ملی ہے کہ حکومت کی طرف سے مندرجہ بالا نظریات کے حامل اور ادباء کی بڑی ہمت افزائی ہوتی ہے ۔ ادب کے میدان میں انہیں لوگوں کو مستحق انعام قرار دیا گیا ہے جو کمیونزم اور ہیومنزم پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے اس کے بر خلاف مسلمان ذہن کے ادباء شعراء اور اساتذہ کو ان کی فنی فوقیت کے باوجود نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔ کمیونزم او ہیومنزم کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ؛

(۱) ایسی ادبی تحریروں کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے جو ان باطل نظریات کا پرچار کرتی ہیں ۔

(۲) مسلمان ذہنیت رکھنے والے ان ادباء اور شعراء کی ہمت افزائی

کی جائے جو درحقیقت کمیونسٹ اور سوشلسٹ ادبا، پر فنی اعتبار سے بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں اور ایسے مضامین کو مستحق انعام قرار دیا جائے۔ جو اپنے اندر کوئی اسلامی سبق رکھتے ہوں۔

(۳) تعلیمی اداروں کے لیے خالص مسلمان ذہنیت رکھنے والے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو طلبہ کے ذہن کی تعمیر اسلامی بنیادوں پر کر سکیں۔

(۴) ادبا، شعراء اور اساتذہ کے لیے ہر غیر ملکی انعام کو قانوناً ممنوع کیا جائے۔

(۵) ملک میں سود اور سرمایہ داری نظام کو ختم کر کے اسلام کا معاشی نظام رائج کیا جائے۔

سوال ۱۴ الف۔ اسلامی ادب

عوامی سطح پر اسلامی ادب کی ہمت افزائی کے لیے ضروری ہے کہ ایسے ادبی مضامین کو ہر لحاظ سے فوقیت دی جائے جو اسلامی تصورات کی تربیت کرتے ہیں اسی معیار پر ملک میں ادبی مقابلے منعقد ہوں اور ان مخلص ادبا، کو آگے بڑھنے کا موقعہ دیا جائے جو اپنے قلم سے (ادب برائے ادب) کی خدمت کرنے کی بجائے زندگی کے جیتے جاگتے مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے ادبا، کو بھی اس طرف متوجہ کیا جائے کہ وہ اپنے ادب کو محض تفریح بلکہ تضیع اوقات کا ذریعہ بنانے کی بجائے اس سے ملک وملت کی خدمت کا کام لیں۔

(ب) سکولوں اور کالجوں میں مندرجہ بالا طریقہ اختیار کر کے طلبہ کو اسلامی ادب اپنانے کی ترغیب دی جائے اس کام کے لیے بھی اسی بنیادی چیز کی ضرورت ہوگی کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں اساتذہ اسلامی ذہن رکھتے ہوں۔

سوال ۱۵ : جی ہاں مندرجہ ذیل چیزیں اس ضمن میں آتی ہیں۔

(۱) پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف قوانین کا نفاذ نہایت افسوسناک بات ہے کہ سولہ سال گزر جانے پر بھی ہم اپنے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے بجائے ایسے ایسے نئے قوانین وضع کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے صریح مخالف ہیں۔

(۲) ہمارے یہاں رشوت ستانی بری طرح زور پکڑ رہی ہے اور اس ام الخبائث کی وجہ سے پورا معاشرہ وملک امراض میں مبتلا ہوتا جارہا ہے اور قانون کی کوئی ادنی سی وقعت بھی باقی نہیں رہی۔

مؤتمر المصنفین کی دوسری پیش کش

اسلام اور عصرِ حاضر

ازقلم : مولانا سمیع الحق مدیر "الحق"

عصر حاضر کی تمدنی، معاشرتی، معاشی، سائنسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب، نئے دور کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بے باک قلم سے، مغربی تہذیب و تمدن اور عالم اسلام پر اس کے اثرات کا تحلیل و تجزیہ الغرض بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک۔ یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کرے گی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے آپ کی رہنمائی کرے گی۔ صفحات ۶۴۰، ستره ابواب، سینکڑوں عنوانات، بہترین کتابت و طباعت، سنہری ڈائی دار جلد، قیمت ۲۶/

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان

فرحت اور تسکین کے لیے
زیادہ ٹھنڈی ہوا کے لیے
مضبوطی اور پائیداری کے لیے

میٹرو فین

اعلیٰ کارگزاری
اور پائیداری میں
بے مثال
میٹرو پنکھے
اعلیٰ تربیت یافتہ ماہرین کے
زیر نگرانی تیار کیے جاتے ہیں

دیدہ زیب
خوشنما رنگوں اور
مختلف خوبصورت
ڈیزائنوں میں

ٹیبل فین • پیڈسٹل فین
سیلنگ فین • ایگزاسٹ فین
اور
بریکٹ فین
دستیاب ہیں

☎ : 3323

یونس انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
یونس کالونی
جی ٹی روڈ
گجرات

دستور ساز اسمبلی میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا تعمیری اور تاریخی کردار

معروف سکالر جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری، کراچی

گذشتہ کئی سالوں سے (ماہنامہ الحق) شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کی سرپرستی میں نکل رہا ہے، اور میں اسے تقریباً مسلسل دیکھ رہا ہوں، اس مدت میں اس کے علمی مضامین، تحقیقی مقالات، فکر انگیز تبصرے، سیاسی حالات و مسائل پر ایمان افروز اداریئے اور مختلف دینی موضوعات اور ملک کے سیاسی، سماجی، اخلاقی مسائل پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تقاریر پڑھ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ دینی افکار اور اسلامی علوم و معارف کا بیش بہا سرمایہ ہے جو الحق کے صفحات میں جمع ہو گیا ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور دارالعلوم حقانیہ کی خدمت کا میدان صرف درس و تدریس ہی نہیں بلکہ علم و تحقیق، تبلیغ و اشاعتِ دین اور ملک و ملت کی زندگی کے مختلف گوشوں تک پھیلا ہوا ہے۔

الحق کا پیشِ نظر شمارہ اپریل کا ہے جو "دستور اور دستور ساز اسمبلی" کے عنوان سے ہے۔ اس میں صرف دو مضمون ہیں۔ پہلا چھپن صفحے کا مضمون ایڈیٹر الحق مولانا سمیع الحق کے قلم سے ہے اس میں دستور ساز اسمبلی میں مسودۂ آئین کو اسلامی، جمہوری اور عوامی بنانے والی ترمیمات حزب اختلاف کے نقطۂ نظر اور حزبِ اقتدار کے ردِ عمل کی نہایت جامع اور مستند روداد ہے۔ دوسرا حصہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی اسمبلی میں اُن تقاریر پر مشتمل ہے جو انہوں نے دستور کی مختلف دفعات پر ترامیم پیش کرتے ہوئے کی تھیں۔

> ان کی نظر دستور کی دفعات، اسکی زبان و بیان اور اسکے عواقب و نتائج پر کتنی گہری ہے، ان کی ترمیموں اور تقریروں کے مطالعے سے ان کے پختہ سیاسی شعور اور کمالِ بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے

الحق کا یہ شمارہ ایک تاریخی دستاویز ہے، یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں اپنے افکار و شخصیت کے حقیقی خدوخال دیکھ سکتے ہیں۔ یہ پاکستان کے ایک اہم اور نازک دور کی تاریخ ہے جو ملک کے مستقبل کو متاثر کرے گی اور آئندہ نسلیں اسی تاریخ کی روشنی میں موجودہ دور اور اس کے راہنماؤں کے بارے میں اچھے یا بُرے الفاظ میں یاد کریں گی۔ ایڈیٹر الحق نے ملک کی تاریخ کے ان نازک لمحات اور دستور سازی کی اس روداد کو نہایت چابکدستی اور دیانتداری کے ساتھ مرتب کر دیا ہے۔

مولانا عبدالحق صاحبؒ نے دستور کی مختلف دفعات میں جو ترامیم پیش کیں اور ان کے لیے جو دلائل دیئے، اُن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نظرِ دستور کی دفعات، اس کی زبان و بیان اور اس کے عواقب و نتائج پر کتنی گہری نظر ہے۔ ان کی ترمیموں اور تقریروں کے مطالعے سے ان کے پختہ سیاسی شعور اور کمال بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بعض سیاسی اور نام نہاد اسلامی جماعتوں سے ان کے بنیادی اختلافات معلوم و مشہور ہیں لیکن یہ ان کے اعلیٰ ظرف کی دلیل ہے کہ تعمیرِ ملت کے کاموں میں اپنے رویئے پر اس کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دیں۔

کچھ بزرگوں کے تذکرے ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں کہ انہوں نے اپنے علم و بصیرت اور عزیمت و دعوت کی ہر زمانے میں شمع روشن کی اور اپنے نقشِ قدم دوسروں کے لیے راہنما چھوڑ گئے۔ مولانا عبدالحقؒ اس دور میں انہی علمائے حق کی یادگار ہیں۔ مولانا موصوف نے دستور سازی میں جو تعمیری اور نہایت اہم کردار ادا کیا ہے وہ ان کی ملّی، دینی خدمات اور ان کی سیرت کا ایک نہایت اہم اور روشن باب ہے۔ سوانح حیات کے اس باب کی تالیف کے لیے الحق کے اس شمارے میں بہترین مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

* * *

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی پاکستان میں

نفاذِ شریعت کے لیے مساعی

محمد قاسم حقانی

قیامِ پاکستان درحقیقت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ کے جہادِ عزیمت کے تسلسل اور ان بیمثال قربانیوں کا نتیجہ تھا جو کبھی بالاکوٹ کی پہاڑیوں کو لالہ زار کر گئیں، کبھی تحریک ریشمی رومال کی صورت میں تاریخ کے صفحات کا انمٹ نقش بن گئیں۔ تحریکِ خلافت ہو یا ترکِ موالات غرض ہر جگہ علماءِ حق کی سرکردگی، راہ نمائی اور قائدانہ کردار ایک مؤثر انقلابی عنصر بن کر رہا جس کے نتیجے میں برِصغیر کو آزادی ملی، قیامِ پاکستان عمل میں آیا۔ مگر بدقسمتی سے اقتدار کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں آئی جن کا ملک کی نظریاتی اساس سے کوئی تعلق نہیں تھا، جنہوں نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی لا الٰہ الا اللہ کی حکمرانی اور قرآن و سنت کے نفاذ کو یکسر فراموش کر دیا بلکہ اول روز سے قیامِ پاکستان کے مقاصد پر سیکولرزم، سوشلزم، مغربیت، لادینیت اور خالص مادیت پر مبنی اقتصادی اور معاشی خول چڑھا دیئے گئے۔

چنانچہ اپنے اکابر، مشائخ اور اساتذہ کی طرح قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز نے بھی اسی تاریخِ دعوت و عزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے اولاً علمی اور عوامی سطح پر نفاذِ شریعت اور ترویجِ اسلام کے لیے اپنی مساعی کا آغاز کر دیا، نئی نسل کی تربیت اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے اولاً تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد رکھی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی دعوت پر اس کا سنگِ بنیاد رکھا جو علاقہ بھر کے لیے ایک مثالی درسگاہ ثابت ہوئی اور حضرتؒ کی زندگی میں ترقی کر کے ہائی سکول تک اس کی کلاسیں بڑھا دی گئیں۔ قرآنی تعلیمات، احادیثِ رسولؐ اور نفاذِ شریعت کی تحریک کی تکمیل کے لیے آدم گری اور آدم سازی یا رجال کار کی تربیت کے پیشِ نظر ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے ایک تعلیم گاہ قائم کی جس نے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے جنوبی ایشیا میں دارالعلوم دیوبند کے بعد دوسری عظیم اسلامی یونیورسٹی کا مقام حاصل کر لیا جسے اکابر علماء دیوبند نے "پاکستان کا دارالعلوم دیوبند" قرار دیا۔

تعلیمی تدریس اور ایک عظیم ادارہ کی انتظامی خدمات کے علاوہ آپ نے ملک بھر میں اصلاح و ارشاد کے پیشِ نظر بڑے بڑے دینی اجتماعات میں وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہالت، بدعات، رسومات، اسراف و تبذیر، عریانی و فحاشی کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ علاقہ میں شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی غیر شرعی رسومات، غلط رواجات اور بدعات کا علمی اور اصلاحی مقابلہ کیا، شریعت کے مطابق شادی بیاہ کی زوردار تحریک چلائی جو بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ چنانچہ تحریک کے دنوں میں بعض ایام میں سو سو کے لگ بھگ شادیاں کسی رسم و رواج اور بے جا مصارف کے بغیر انجام پذیر ہوئیں اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا ــــ اور جب باطل فتنوں بالخصوص خاکساروں کے عقائد، مشرقی کے دجل و تلبیس، ناپاک عزائم اور علماء حق کے خلاف ان کی ریشہ دوانیوں اور گھناؤنی سازشیں طشت از بام ہوئیں تو حضرت مولانا عبدالحقؒ بغیر کسی مداہنت کے کمر کس کر میدان میں آ گئے۔ بقول مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مولانا عبدالحقؒ کے حکیمانہ اقدام اور تدبیرِ محکمت سے علاقہ بھر کے خاکساروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسا زوال شروع ہوا کہ پھر وہ کبھی نہ سنبھل سکے۔ مولانا عبدالحقؒ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غدارانِ ختمِ نبوت کے محاسبہ اور تعاقب کو بھی اپنے مشاغل میں جگہ دی۔ ۱۹۵۶ء کے خطرناک اور سخت ترین حالات میں بھی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا، ۱۹۷۴ء کی مشہور تحریک ختمِ نبوت کے نائب صدر رہے، اس تحریک کی صدارت اور قیادت کے لیے مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا نام بھی مولانا عبدالحقؒ نے پیش کیا تھا جسے بالاتفاق منظور کر لیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ حکومت میں جب آئین کی تنسیخ کے ضمن میں قادیانیت کے متعلق آئینی ترامیم کے بارے میں خدشات اٹھے تو آپ کے جانشین مولانا سمیع الحق نے بھی اس وقت بحیثیت رکنِ شوریٰ صدرِ مملکت کو بار بار توجہ دلائی، وفاقی مجلسِ شوریٰ میں تحریکِ التواء پیش کی جس کے نتیجے میں ۱۲ اپریل ۱۹۸۴ء دستور میں ترمیم کا صدارتی فرمان مجریہ ۱۹۸۴ء جاری ہوا اور ایک بار پھر پارلیمنٹ نے قادیانی دجل و تلبیس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

۱۹۷۰ء سے قبل جب نظریاتی انتشار اور بیرونی آلہ کار قوتوں نے ملک کی بنیادیں ہلا دیں، یحییٰ خان نے آئین کی تشکیل کے لیے آزادانہ الیکشن کا اعلان کیا۔ چنانچہ پاکستان کی تاریخ کے اس نازک ترین موڑ میں دیگر اکابر علماء حق اور جمعیتہ کے اکابرین کی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی خاموش نہیں رہ سکتے تھے اسلام کی بالادستی، اسکے عملی نفاذ، اسلامی معاشرہ کا قیام، ان کی تمام تر مساعی کا ہدف تھا۔

ان دنوں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح علیل تھے اور پشاور کے ایک ہسپتال میں داخل تھے مگر مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت درخواستی کے اصرار پر اور اپنی دینی ذمہ داری اور احساسِ مسئولیت کے پیشِ نظر اس کارزارِ خار دار میں بھی اتر گئے اور ارشاد فرمایا "خدا کی قسم! ہمارا مقصد کرسی ہے نہ کوئی اور چیز، حکومت یہ لوگ ہی چلائیں مگر طرزِ حکومت میں علماء سے راہنمائی لینی چاہیئے"، چنانچہ اُس وقت آپ نے اپنے حلقۂ انتخاب میں شاندار کامیابی حاصل کی، پھر اسمبلی میں جاکر اپنے فرض کی ادائیگی میں جو سعی کی اور شاندار کردار ادا کیا وہ آپ کے لائق فرزند مولانا سمیع الحق مدظلہ نے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی رپورٹوں سے "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" کے نام سے ۸۰۰ صفحات میں طبع کرادی ہے۔ اسمبلی میں آپ کی تحاریک، تقاریر اور مباحث کے مرکزی عنوانات فحاشی، شراب، جُوا، سودی نظام، فحش ثقافتی سرگرمیوں، قادیانیت، عیسائیت کا فروغ، فری میسن اور روٹری کلب، آئین میں اسلامی قوانین کا تحفظ، مسودۂ دستور پر تنقیدی و اصلاحی تقاریر، ترمیمات و تشریحی خطاب، متعدد ترمیمات کی تجاویز کے علاوہ اہم ملکی و ملی مسائل پر اظہار خیال ہوا کرتا تھا۔

جب اُس وقت اسمبلی میں ایک مرکزی وزیر نے علماء کو مسلمان کی تعریف پر اتحاد کا چیلنج کیا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے اسے قبول کرتے ہوئے مسلمان کی ایسی جامع تعریف پیش کی کہ تمام ہال کا اس پر اتفاق تھا اور پورے ملک میں علمی اور دینی حلقوں نے اس پر صاد کیا اور مولانا مرحوم کے اس جرأتمندانہ کردار کو دین کی آبرو قرار دیا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں باوجود ضعف و نقاہت اور کمزوری و امراض کے پیش پیش رہے اور استبدادی حکومت کے ایک اہم ستون صوبہ سرحد کے مطلق العنان وزیرِ اعلیٰ کو انتخابی معرکہ میں ذلیل ترین شکست دی جبکہ باقی صوبوں کے وزرائے اعلیٰ جبری بلامقابلہ منتخب قرار دیئے گئے تھے۔ اس تحریک میں آپ نے بھی خود کو گرفتاری کے لیے پیش کیا، مگر آپ کی ملک بھر میں محبوبیت اور دینی عظمت کے پیشِ نظر حکومت نے تعرض نہ کیا تاہم آپ کے فرزندِ جلیل مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق گرفتار کر لیے گئے۔

۱۹۷۷ء کے انقلاب کے بعد جب صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے نظام اسلام کا نعرہ لگایا تو آپ نے ضروری جانا کہ وفاقی کونسل (مجلسِ شوریٰ) پاکستان میں اگر علماءِ حق کی نمائندگی نہ ہوئی تو ملک میں شریعت کے نبنے والا قانون اکبر کے "دینِ الٰہی" کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ملک کی سیاسی فضاء اور سیاسی مصلحتوں سے قطع نظر خالص شرعی اور دینی نقطۂ نظر سے اپنے بڑے بیٹے مولانا سمیع الحق کو وفاقی کونسل میں بطور نمائندہ بھیجدیا۔ الحمدللہ کہ مولانا عبدالحق رح کی راہنمائی اور مشورہ میں انکے فرزندِ اکبر کا وفاقی کونسل میں وہی کردار رہا جو مولانا عبدالحقؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کا اسمبلی میں کردار تھا۔

۱۹۸۵ء کے الیکشن کا غیر جماعتی بنیادوں پر اعلان ہوا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سیاسی مصلحتوں اور میکیاولی سیاست کے فکروفن سے بالاتر رہ کر خالصتاً دینی نکتۂ نظر سے اکابر علماء، امیرِ جمعیۃ حضرت درخواستی اور مولانا عبیداللہ انور مرحوم کے حکم سے ضعف و علالت اور پیرانہ سالی کے باوصف اس معرکۂ انتخاب میں کود آئے، انتخابی مہم آپ کے بیٹے مولانا سمیع الحق نے چلائی اور پھر سے شاندار کامیابی حاصل کر کے اسمبلی میں اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر پہنچ گئے۔ اُدھر آپ کی توجہ اور دعاؤں سے مولانا سمیع الحق مدظلہ سینیٹ آف پاکستان میں ممبر منتخب ہوئے اور جاتے ہی آپ نے اور مولانا قاضی عبداللطیف نے شریعت بل پیش کر دیا۔ "شریعت بل" نظام شریعت کا مسودۂ قانون تھا ہے اور برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار اس قدر جامع اور ہر مکتبِ فکر کے لیے قابلِ قبول دستوری خاکہ پیش کیا گیا۔

شریعت بل کے لیے اس وقت کی حکومت نے لیت و لعل سے کام لیا، تاخیری حربے استعمال کیے چنانچہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے عوامی اور مضبوط سیاسی طاقت کے حصول کے لیے مولانا سمیع الحق کو تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل "متحدہ شریعت محاذ" قائم کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ مولانا سمیع الحق نے ملک بھر کے تمام دینی راہنماؤں اور پارلیمانی لیڈروں سے رابطہ قائم کر کے "متحدہ شریعت محاذ" تشکیل دیا، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح اس کے صدر منتخب ہوئے۔ کراچی سے لیکر خیبر تک ملک بھر میں تحریک چلی، ملک کی گلی گلی اور چپہ چپہ میں شریعت بل کی گونج پیدا ہوئی۔ خود حضرت شیخ الحدیث رح نے مردان، ہزارہ، بنوں اور پشاور میں اکابر علماء، فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور جمعیۃ کے کارکنوں کے شریعت کنونشن منعقد کر کے ملک بھر میں نفاذِ شریعت کی تحریک چلائی ان کنونشنوں میں ہزاروں علماء نے آپ کے دستِ حق پرست پر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بیعت کی۔ ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو مانسہرہ میں عظیم الشان علماء کنونشن منعقد ہوا صرف ہزارہ ہی نہیں اس میں پورے صوبہ سرحد کے جید علماء، اکابر و افاضل، مشائخ اور بزرگوں نے شرکت کی، اس موقع پر تین ہزار علماء نے آپ کے ہاتھ پر نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بیعت کی اور یہی وہ موقع تھا جب تین ہزار علماء نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا "قائدِ شریعت" قرار دیا۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات کے نتیجے میں قائم ہونے والی اسمبلی میں آپ نے ۲ جون ۸۵ء کو بجٹ سیشن سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا کہ:۔

"ہماری پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ نفاذِ اسلام کا ہے"

۱۹ اکتوبر ۸۵ء کو آپ نے اسمبلی میں اپنے مفصل خطاب میں ممبران کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

> "موجودہ برسرِ اقتدار لوگوں نے نظام مصطفےٰ کا اعلان کیا، معاملہ مجلسِ شوریٰ تک آیا، اعلانات ہوئے، قانون شفعہ، شہادت، قانونِ عدل و انصاف کے مژدے سنائے گئے، لیکن آپ نے دیکھا حکومت نے کوئی اطمینان بخش کام قوم کو نہ دیا، پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم اور الیکشن ہوا، کامیابیاں ہوئیں، اس چھ مہینے میں ممبران نے کون سی ایسی چیز اسلام کے لیے قوم کے سامنے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلاسکیں"؟

جبکہ اس سے قبل ۷ جولائی ۱۹۸۶ء کو حضرت قائدِ شریعت مولانا عبدالحق رح کی قیادت میں شریعت بل کے منظور کرانے کے سلسلے میں ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ

اسمبلی ہال کے سامنے حمیتِ ایمانی، غیرتِ اسلامی اور دینی درد سے سرشار تین لاکھ سے زائد افراد کا تاریخی مظاہرہ ہوا جس کے دُور رس نتائج اور نہایت مفید اور مثبت اثرات ظاہر ہوئے۔

اس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کو دو دھاری تلوار کا کردار ادا کرنا پڑا۔ ایک طرف پارلیمنٹ میں حکومت کی منافقانہ روش کا مقابلہ تھا تو دوسری طرف اسمبلی سے باہر لادین سیاست دانوں کے اکٹھ کا، آپ نے ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور علیٰ رؤس الاشہاد اس بات کو علیٰ وجہ البصیرت کہتے رہے کہ تحریک بحالی جمہوریت کی قیادت یا کارکنوں کے عزائم خواہ کچھ بھی ہوں نتیجہ بے نظیر کے اقتدار پر منتج ہوگا اور ملک پر عورت کی حکومت کی صورت میں فسطائی نظام مسلط کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا آپ کو اندیشہ تھا اور جس کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا ـــــ بلکہ ۱۹۷۳ء کے آئین ساز مباحث میں آئین کی دفعہ ۴۲ میں مولانا عبدالحق مرحوم نے اپنی ترمیم ۴۱ کے مطابق تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

> "امیرِ مملکت ایسا شخص ہوگا جو مرکزِ شجاعت ہو، جو بھارت کا مقابلہ کر سکے، کُفار کا مقابلہ کر سکے، مورچوں پر بھی جا سکے، تو وہ شخص ظاہر بات ہے صنفِ نازک (عورت) سے نہیں ہو سکتا بلکہ مرد میں یہ صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔"

آپؒ کی بصیرت کی داد دیجئے کہ مستقبل میں کسی بھی وقت پاکستان میں عورت کی حکمرانی کی صورت میں مسلمانوں کی عالمی رسوائی ہو سکتی ہے ـــــ مگر بھی الحمدللہ کہ آپ کی تحریک کی برکات اور نتیجہ تھا کہ آپ کے لائق فرزند مولانا سمیع الحق نے عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل بنائی اور پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء اور مذہبی تنظیموں کے سربراہوں کو اس میں شریک کیا، مولانا سمیع الحق مدظلہ "متحدہ علماء کونسل" کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی توجہات، دعاؤں اور مساعی کا نتیجہ تھا کہ ۱۳؍جون ۱۹۹۰ء کو "شریعت بل" متفقہ طور پر ایوانِ بالا سینٹ سے منظور ہو گیا ـــــ اب اس نے تین ماہ کے اندر اندر قومی اسمبلی میں آنا تھا اور یقیناً کامیاب ہوتا تھا کہ پیپلز پارٹی کی مؤنث حکومت اپنے لاؤ لشکر سمیت اس کے پیچھے پل پڑی ـــــ مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر بڑے تدبر اور عظیم سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۱۷؍جون ۱۹۹۰ء کو آل پارٹیز شریعت کانفرنس طلب کی جس میں پیپلز پارٹی کے علاوہ ملک بھر کی دینی و سیاسی جماعتوں نے شرکت کی اور اس موقع پر پورے ملکی سطح پر "تحریک نفاذِ شریعت" کے پلیٹ فارم سے نئے انقلابی کام کا آغاز ہوا، مولانا سمیع الحق اس کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے، ملک بھر کی تمام سیاسی قوتوں نے شریعت بل کی چھتری میں پناہ حاصل کی، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جنہیں کل تک شریعت بل کا نام لینا تک گوارا نہ تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کا مؤقف درست اور مشن برحق تھا۔

مولانا سمیع الحق کی قیادت میں تحریکِ نفاذِ شریعت ملک گیر اور ہمہ گیر ثابت ہوئی۔ بیرونی طاقتوں اور اسلام دشمن لابیوں کو شریعت بل منظور ہوتا نظر آیا لہٰذا وہ بساط ہی لپیٹ دی۔ مولانا سمیع الحق کو دو روز قبل اس کا علم ہو گیا تھا کہ ہمارے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تحریک اور مشن کو تاراج کرنے اور شریعت بل کو ڈائنامیٹ کر دینے کی اندرونِ خانہ سازشیں بن چکی ہے ـــــ چنانچہ انہوں نے صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقات کرتے ہوئے واضح کیا کہ جب شریعت بل کے منظور ہونے کی صورت میں بینظیر کی حکومت باقی نہیں رہے گی، اسمبلی توڑنے کا حکم دو روز مؤخر کر دیا جائے تاکہ قومی اسمبلی سے شریعت بل متفقہ طور پر منظور کرالیا جائے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود وہی کچھ ہوا جو غیرملکی بیرونی لابی چاہتی تھی ـــــ تاہم اس میں شک نہیں کہ عورت کی حکومت اور پیپلز پارٹی کے ایوانِ حکومت میں "شریعت بل" مضبوط کیل ثابت ہوا۔ یہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سیاسی بصیرت تھی کہ ان کی قیادت میں جس تحریک کا آغاز ہوا تھا وہی تحریک ظلم و ستم کے شب دیجور کے خاتمہ کا ذریعہ بنی۔

تاہم بے جا نہ ہوگا کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں جہادِ افغانستان کا ذکر کر دیا جائے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے جہادِ افغانستان کی جس طرح سیاسی پشت پناہی کی مولانا عبدالحقؒ نے زبردست افرادی قوت مہیا کی۔ محاذِ جنگ کے اکثر جرنیل اور میدانِ کارزار کے بیشتر سپاہی اور مرکزی قیادت کے بعض اہم ارکان شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، پکتیا محاذ کے معروف جرنیل مولانا جلال الدین حقانی آپ کے شاگرد اور آپ کی سرپرستی میں دارالعلوم حقانیہ میں مدرس رہ چکے ہیں۔ مولانا یونس خالص آپ کے شاگرد ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی افغان مجاہدین جو محاذِ جنگ پر لڑ رہے تھے بلک اٹھے اور ایک عظیم سرپرست اور مُربّی کے دستِ شفقت سے خود کو محروم تصور کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ گو اس دُنیا میں نہیں رہے مگر مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ، جمعیۃ علماء اسلام کی دینی و سیاسی مساعی، قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ کا عظیم انقلابی کردار، دارالعلوم کے روحانی فضلاء اور جہادِ افغانستان میں آپ کے شاگردوں کے انقلابی کارنامے ایک ایسا صدقۂ جاریہ ہیں جو قیامت تک مولانا مرحوم کے نام اور کام اور مشن کو زندہ رکھیں گے۔

* * *

یادِ ماضی

ھدیۂ تبریک

شیخنا و مولانا استاذنا المکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی بے مثال کامیابی پر جس میں آپ تیسری بار فروری ۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی کیلئے منتخب کیے گئے۔ بندہ نے یہ ہدیۂ تبریک مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ کی فرمائش پر بعد از نمازِ عصر حضرت مرحوم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (فانی)

حافظ محمد ابراھیم فانی

۱

مبارک ہو تجھے یہ نصرت و یہ فتح ربّانی   ہزاراں شکر براین غیرت تائید سبحانی
ہوائے مشکبار آئی ہے طیبہ سے بشوقِ دید   حضورِ در پہ لائی ہے نوید فضلِ یزدانی
نسیمِ صبح کو دیکھو خرام ناز سے آئی   یہ خوشبوئے مبارکباد کس انداز سے لائی
بہار و فصل گل کے ہاتھ میں پھولوں کے سہرے ہیں
خوشی سے ہر طرف مسرور اور معمور چہرے ہیں
مبارک ہو تجھے یہ رحمتِ رب کی فراوانی   مبارک ہو اسمبلی میں تجھے حق کی نگہبانی
تمہارے نام سے ایواں میں حق کا غلغلہ ہوگا   وطن میں گونجے گی ہر طرف آوازِ حقانی
خدایا شکر ایواں میں غلامِ مصطفےٰ آیا   اسمبلی میں شناسائے نظامِ مصطفےٰ آیا
تمہارے در پہ فانی ھدیۂ تبریک لایا ہے
یہ گلہائے عقیدت تحفۂ تبریک لایا ہے

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کا ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ

مُسلمان کی مُتفقّہ تعریف

یہ تقریر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو ۴ بجے شام قومی اسمبلی کے اجلاس میں فرمائی اور ایڈیٹر "الحق" نے قلمبند کی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم:

ذمہ داریاں:۔

جناب سپیکر! اس معزز ایوان پر دو قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مالک الملک ہمیں اقتدار کی کرسی پر بٹھا کر جانچنا چاہتا ہے کہ میرے یہ بندے جنہیں ڈیڑھ سو سال کی غلامی کے بعد نجات دی ہے آزادی ایسی نعمت عظمیٰ کے بعد بھی ان کا سلوک، ان کا طریقہ عبادت اور ان کا شکر میرے کرم کے مطابق ہے یا نہیں۔ اور دوسری ذمہ داری مخلوق خدا کی طرف سے ہے۔ کیوں کہ ہم نے مظلوموں اور حق تلفیوں کا شکار ہونے والے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا وعدہ کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اسے کس طرح پورا کرتے ہیں۔

اور ان ذمہ داریوں کی تکمیل کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں۔

اللہ کی حاکمیت:۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی حاکم اعلیٰ ماننا ہی ہمارا ایمان ہے۔ کیوں کہ اِنِ الحکم الا للہ۔ حکومت اور حاکمیت صرف اللہ جل مجدہٗ کی ہے اور ہم لوگ کیا بلکہ روئے زمین کے تمام لوگ بالخصوص مسلمان۔ ان سب کی حیثیت تنفیذ احکام کرنے والوں کی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی فرمودہ تشریحات کی تنفیذ ہمارا فرض ہے۔

مسلمان کی تعریف:۔

کل لفظ "مسلمان"، پر لے دے ہوئی تھی۔ ایک مطالبہ یہ بھی ہوا تھا کہ اگر ہم مسلم ہیں تو مسلم کی تعریف کیا ہے؟ اور یہاں تک کہا گیا کہ اس کی تعریف پر اتفاق نہیں ہو سکتا اس لیے دستور میں اس کی تعریف شامل نہیں کی جا سکتی۔

تو گزارش ہے کہ مسلم ایک ایسا لفظ تو نہیں ہے کہ جس کا کوئی مفہوم ہی نہ ہو اور مہمل ہو۔ اگر ایسا ہوا تو گویا دنیا کے اسی کروڑ مسلمان ایک مہمل لفظ کے مصداق ہوں گے (اور یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے) رہا یہ کہنا کہ اس کی تفسیر اور تعریف میں اختلاف ہے۔ تو یہ ایک مغالطہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی تعریف میں اختلاف کوئی نہیں۔ ایمان اور اسلام کا مفہوم سب کو معلوم ہے۔ عربی میں اسلام اور ایمان کی تعریف یہ ہے کہ:۔

التصدیق بجمیع ماجاء بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اردو میں مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص جو وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور کتاب و سنت، یعنی قرآن مجید، احادیث اور ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو پیغمبرؑ کے تمام معجزات پر یقین رکھتا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو یا یہ معنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نہ بروزی نہ ظلی نہ تبعی نہ مستقل کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی۔

جس طرح دنیا میں آخری اور سب سے کامل روشنی آفتاب کی ہے۔ اس کے اوپر کوئی روشنی مادیات میں نہیں۔ نہ اس کے بعد کسی روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح نبوت کے سلسلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درجہ کمال تک پہنچایا۔ نبی کریم نے فرمایا

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کالشمس فی نصف النہار ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور اس کے بعد کتاب و سنت اور ضروریاتِ دین کا وہی مفہوم ہوگا جس پر خیر القرون کا اتفاق رہا۔ یعنی اب کوئی شخص صلوٰۃ و زکوٰۃ کا معنی اپنی طرف سے نہیں کر سکتا۔ نبی کریمؐ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دور میں جو مفہوم تھا۔ ان تمام مفاہیم کو اسی طریق پر مانے۔ یہ ہے مسلمان۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمان وہ ہے جو ضروریات دین پر یقین رکھتا ہو اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو۔ پہلے سے جن نفوس قدسیہ

(باقی صفحہ ۵۶۶ پر)

از مولانا اصلاح الدین حقانی
استاذ حدیث دارالعلوم وانا وزیرستان

عورت کی سربراہی کا مسئلہ اور مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی آئینی مساعی

عورت کی حکمرانی کی طرح مولانا عبدالحقؒ اسمبلی میں خواتین کی موجودگی کو بھی خلاف اسلام، خلاف فطرت اور مصلحت سے بعید سمجھتے تھے، آپ کو اسلامی سلطنت کے آئین کی اساسی مجلس میں ناقصات العقل والدین صنف نازک کے وجود پر اعتراض تھا، آپ نے عورت کی سربراہی کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اسمبلی میں خواتین کی رکنیت کے خاتمہ کے لیے بھی بھرپور آئینی جہاد کیا۔

عورتوں کے حقوق کے بارے میں بڑے حساس تھے۔ اور ان کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لیے آپ نے مقدور بھر کوششیں بھی کیں۔ اسمبلی کے اندر اور اس کے باہر ہر موقعہ پر بے جا پابندیوں اور ان کی ناحق شناسیوں کے خلاف سرحد کے بعض علاقوں کے کٹر روایت پسند ماحول میں بھی صدائے حق بلند کیا۔ حتیٰ کہ اس موضوع پر آپؒ کی تقریروں سے بعض مقامات پر جاہل روایت پسند رواجات میں گھرے مسلمان نالاں بھی رہتے تھے۔ ان کے خیال میں مولانا مرحومؒ کی تقریروں سے عورتوں کے بے لگام ہونے کا خدشہ تھا۔ جبکہ آپ نے عورتوں پر ناجائز مظالم کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی سطح پر عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے ازالہ کے لیے آپ نے اسمبلی کے اندر انتھک کوششیں کیں۔

چنانچہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء عائلی قوانین کے بارے میں قومی اسمبلی میں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کا سب سے پہلے اسلام ہی نے حکم دیا ہے۔ اور اسلام ہی نے وراثت میں عورتوں کا حصہ رکھا ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ یہ علماء ہی کی کوششوں کا تو نتیجہ ہے۔ کہ انگریزوں کے دور یعنی ۱۹۳۵ء سے لے کر اس وقت تک صوبہ سرحد کی عورتوں کو میراث میں شریعت کے مطابق حصہ ملتا ہے۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کہیں ہماری بہنیں یہ نہ سمجھ لیں کہ اس جانب جو لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ خدانخواستہ عائلی قوانین کی اس لیے مخالفت کرتے ہیں۔ کہ ان کے قلوب میں صنف نازک کے لیے کوئی ہمدردی نہیں ہے[1] اسی تقریر کے دوران آگے فرمایا۔

موجودہ معاشرے میں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں جس کا حکم اسلام دیتا ہے۔ اسلئے ہمیں اس معاشرے کی اصلاح کرنی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی معاشرتی حالت بھی آپ کے سامنے ہے۔ چنانچہ اسلام نے معاشرے کی اصلاح کی اس لیے معاشرے کی وجہ سے قوانین الٰہیہ کو بدلا نہیں جا سکتا۔ نکاح پر پابندی مت لگائیے۔ بلکہ عدل اور قانون کے دروازوں کو آسان بنائیے۔ تاکہ شہر اور محلے میں جس عورت کو اپنے شوہر سے یہ گلہ ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو تو ریشم کے کپڑے لاکر دیتا ہے۔ اور اسے اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن پہلی بیوی پر کما حقہ توجہ نہیں دیتا۔ تو وہ اس پر حقوق زوجین کے تحت کسی شہری عدالت میں دعویٰ کر سکے۔ اور عدالت اسے جبراً پہلی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت دے سکے۔ آخری بات دیکھنے کی یہ ہے کہ کیا ایک عورت کسی ایسے مرد سے کہ جس کی بیوی ہے۔ اپنی مرضی سے نکاح کر کے اس کی بیوی بننا چاہتی ہے یا بالجبر۔ اگر وہ اپنی مرضی سے نکاح کر رہی ہے تو آپ اس کے نفس اور اس کے اختیارات پر قدغن لگانے والے کون ہیں اور اسے کیوں روکتے ہیں۔ یہ عورت پر ظلم نہیں تو کیا ہے ؟

معلوم ہوا کہ عائلی قوانین عورتوں کے حقوق غصب کرنے۔ اور ان پر مظالم ڈھانے کی مثالوں سے پر ہیں[1]

مزید فرمایا۔

ایک شوہر مہینوں ایک بیوی کے گھر میں نہیں رہتا۔ ایک بیوی کو ریشم کے کپڑے اور ایک کو کھدر کے کپڑے دیتا ہے۔ کھانے پینے میں بھی فرق کرتا ہے۔ لیکن اسلام اسے پابند بناتا ہے کہ دوسری بیوی کے آنے کے بعد جس نظر سے وہ اس کو دیکھے گا۔ اس کے مطابق وہ پہلی کو بھی دیکھے گا۔ ہمارے پاس شرعی قوانین اور تعزیرات ہیں۔ ہم عدالتی کارروائی کے ذریعے اس شوہر کو قید کر سکتے ہیں۔ اس کو سزا دے سکتے ہیں اور جبراً اس سے اس کا حق لے کر دلوا سکتے ہیں۔ تو اس صورت میں پہلی بیوی کی بھلائی ہوگی۔ میں مانتا ہوں کہ خواتین پر ظلم

---

[1] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۲۱۲

[1] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۲۱۲، ص ۲۱۳

> نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر انسان کو ہر مرد کو اور ہر عورت کو اس کے حقوق دینے چاہئیں۔
>
> اس وقت ملک میں مردم شماری ہو رہی ہے۔ چند دنوں میں رپورٹ سامنے آجائے گی۔ (۲) میرا خیال ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اگر فرض کیا جائے کہ مرد اور عورتیں برابر بھی کم از کم دس لاکھ آدمی پاکستان میں ایسے ہوں گے۔ جو نکاح کے قابل نہیں کیونکہ وہ غریب ہیں۔ وہ ان کے کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے تو شریعت انہیں نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ تو اس طرح جو دس لاکھ مفلس ہیں۔ اور افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے تو اس کے مقابلے میں دس لاکھ عورتیں بچیں گی۔ آپ نکاحِ ثانی ممنوع قرار دیتے ہیں۔ تو اس صورت میں دس لاکھ عورتیں کیا کریں گی۔؟ مجبوراً داشتائیں بن کر گلی کوچوں میں پھریں گی۔ کچھ مرد مریض بھی ہوتے ہیں۔ نامردی میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ جو شادی کے قابل نہیں ہیں۔ فرض کیا ایسے مردوں کی تعداد پاکستان میں دس لاکھ ہے۔ تو دس لاکھ عورتیں کیا کریں گی[1]

۱۸ دسمبر ۱۹۷۲ء کو جب قومی اسمبلی کی خاتون رکن بیگم نسیم جہاں نے خواتین کی حیثیت متعین کرنے کے لیے ایک کمیشن کے قیام سے تعلق اپنی قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کا لب لباب حقوقِ نسواں کے نام سے بے لاگ آزادی کا مطالبہ کرنا تھا۔ تو حضرت مرحوم نے عورت کے بارے میں اسلام کا تدبیر، فطری قوانین اور عورت پر اسلام کے عظیم احسانات کی توضیح کرتے ہوئے مفصل تقریر فرمائی۔ جس کے آخر میں آپ نے فرمایا۔

> ہم نے یورپی تہذیب کی تقلید میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ہوّا سمجھ لیا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حقوق الگ چیز ہیں۔ اور اس نام پر آزادی اور ترقی پسندی الگ چیز ہے اسلام عورت کو بے پردگی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ خطرات سے مقابلہ ہے۔
>
> آپ دودھ، گوشت بلی کے سامنے رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس میں دخل اندازی نہ کرے۔ اسلام عورت کو غنڈوں، بدمعاشوں، بلیوں اور کتوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے ہیرے اور جواہرات کی طرح حفاظت کی چیز سمجھتا ہے۔ آج ہم عورت کی تذلیل دیکھ رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کی وجہ سے وہ شمعِ محفل بن گئی۔ ٹکے ٹکے کی چیزوں پر اس کی ننگی تصویر، صابن پر اس کی تصویر، ہر چیز کے بیچنے کے لیے عورت کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اخبارات میں اس کی عریاں اور بے ہودہ تصویر چھپتی ہے۔ ہر مرد کی نگاہ ہوس اس پر پڑتی ہے۔ اور اسے یورپ نے کھلونا بنا دیا ہے۔ یہ ترقی نہیں۔ تحقیر اور تذلیل ہے۔ میں بیگم نسیم جہاں کی قرارداد پر گزارش کروں گا۔ کہ بے شک عورتوں کی حیثیت کا کمیشن بنایا جائے۔ حق طلب کئے جائیں مگر وہ حقوق جو اسلام کے دائرہ میں ہوں مخلوط تعلیم نے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے سے عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔ اسلام نے حج جیسی عبادت کے لیے بھی عورت کو بغیر محرم سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں بیرونی دوروں اور تفریحات کو حقوق کا نام دیا جا رہا ہے۔ بہرحال میں اس قرارداد کے سلسلے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کی ان تمام سرگرمیوں اور ترقیوں کو اسلام کے دائرہ میں لایا جائے۔ جو اسلامی احکام کے خلاف ہیں[1]

آپ خواتین پر ناقابل برداشت بوجھ ڈالنے کے قائل نہ تھے اور اسی وجہ سے خواتین کو سخت اور محنت طلب مناصب سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ بیگم نسیم جہاں نے اسمبلی میں خواتین کے لیے رضاکار تنظیموں کے قیام کی تجویز پیش کی تو مولانا نے فرمایا۔

> اگر خدانخواستہ عورتوں کی ایسی رضاکار تنظیمیں آج بھارت کے قبضہ اور قید میں ہوتیں تو ہمارا کیا حشر ہوتا اور خواتین افواج کے ہاتھوں ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہوتے[2]

عورت کو جو تقدس اسلام نے دیا ہے اس کی بحالی کے لیے آپ نے بار بار اسمبلی میں اس بات پر زور دیا کہ ناچ گانے اور کلبوں کی لعنت کو ملک سے ختم کرنا چاہیئے۔ اور عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے وہ اسلامی اقدار کے احیاء کا مطالبہ کرتے رہے۔

لیکن بایں ہمہ وہ مرد کے دوش بدوش عورت کو کام کرنے کی اجازت دلوانے اور عورت کو مرد کا ہم پلہ بنانے کے سخت خلاف تھے۔ وہ ہر شعبہ میں عورت اور مرد کی کلی مساوات کو فطرت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ اس مساوات کو مشروط و محدود کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ ۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو اسمبلی میں آئین کے دفعہ ۳۶ پر بحث کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

> دفعہ ۳۹ سے (صنف نازک اور مرد کی عدم مساوات کے سلسلے میں) ہماری تائید ہوتی ہے۔ وہاں تو تمام شعبوں میں عورت کو مکمل مساویانہ حیثیت دی گئی ہے۔ اور یہاں یہ کہا گیا کہ بچوں اور عورتوں کو بعض ایسے پیشوں پر مامور نہ کیا جائے گا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعض شعبے ایسے

---

[1] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۲۱۴، ص ۲۱۵۔

[1] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۲۱۹، ص ۲۲۰

[2] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۵۹

بھی ہیں۔ جو عورتوں کے لیے مناسب نہیں۔ تو عورتوں کو کلی (۴) طور پر مساویانہ حصہ دینا فطرت سے مقابلہ ہے .... تو اس لیے یہ تناقض رفع کیا جائے۔ اور وہ اس طرح کہ دفعہ ۳۶ کی دی گئی کلی مساوات ختم کی جائے فرق مراتب ہر لحاظ سے ضروری ہے[۵۱]

اس سے اگلے روز آئین کے دفعہ ۴۲ میں ایک ترمیم پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

کل ایک محترمہ نے تجویز پیش کی ہے۔ کہ خواتین کے لیے ہر شعبہ میں حصہ ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ افواج میں بھی۔ تو میں کہتا ہوں آج ہماری ۹۳ ہزار فوج کافروں کے قبضہ میں ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ عورتیں ہوتیں۔ تو آج ایسی فوج کا کیا حشر ہوتا۔ اور ہمارے لیے کتنی بدنامی ہوتی۔ ہمارے لیے دنیا میں رہنے کی صورت ہی نہ ہوتی[۵۲]

جنس مذہب اور وطن میں عدم امتیاز کے سلسلے میں آئین کے دفعہ ۲۶ کے تحت حضرت مرحوم کی ترمیم میں بھی اس بات پر زور دیا گیا تھا۔ کہ (فحاشی اور بد اخلاقی کی روک تھام کے لیے) اس دفعہ میں امتیاز برتنے کی گنجائش رکھی جائے۔ اسی طرح آئین کے دفعہ ۲۷ کے تحت ملازمتوں اور انتخابی عہدوں پر نسل و مذہب اور جنس و ذات وغیرہ کی بنا پر امتیاز کی نفی کی گئی تھی۔ چنانچہ یہ دفعہ اپنے عمومی لحاظ سے کافروں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی ملک کی صدارت تک پر فائز ہونے کا جواز مہیا کر رہا تھا۔ فریضۂ حق کی ادائیگی کے لیے اس مقام پر بھی مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا عبدالحق مدظلہم کی مشترکہ ترمیم ۲۸۴ میں "ماسوائے کلیدی آسامیوں" کے الفاظ شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

دیگر امور کی طرح حضرت شیخ الحدیث اسمبلی میں خواتین کی موجودگی کو بھی خلاف اسلام، خلاف فطرت اور مصلحت سے بعید سمجھتے تھے۔ آپ کو ایک اسلامی سلطنت کے آئین کے اساسی مجلس میں ناقص العقل والدین صنف کے وجود پر بھی اعتراض تھا۔ چنانچہ آپ نے اسمبلی میں عورت کی رکنیت کے خانہ کو آئینی حیثیت دینے کی بھی کوشش کی۔

آئین کے دفعہ ۵۴ شق ۳ کے تحت جب خواتین کے لیے اسمبلی کی دس نشستیں محفوظ کرنے کا ذکر آیا۔ تو مولانا مرحوم نے اپنی ترمیم ۵۵۳ پیش کرتے ہوئے عورتوں کی ایوان میں نمائندگی کی سرے سے مخالفت کی اور دفعہ ۵۴ کی مذکورہ شق کو حذف کرنے پر زور دیا۔

جہاں تک ملک کے سربراہ کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں بھی مولانا مرحوم کی رائے غیر مبہم تھی۔ مارچ ۱۹۷۳ء کے آئین ساز مباحث میں آئین کے دفعہ ۴۲ میں حضرت مرحوم کی ترمیم ۲۴۱ کے مطابق صدر مملکت کم از کم (۵) چالیس سال کا مسلمان مرد ہونا چاہیئے۔ اپنی اس ترمیم پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

ترمیم کی دوسری قید کے بارہ میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ صدر مملکت مسلمان مرد ہو۔ مسلمان کی قید ضروری ہے تا اس لیے کہ جب ملک اسلامی ہے۔ تو اسلامی ملک میں اسلامی شریعت کا نافذ کرنے والا اسلامی قوانین کا نافذ کرنے والا۔ اسلامی قوانین کو جاری کرنے والا صدر وہ شخص ہونا چاہیئے۔ جو ان قوانین پر ایمان رکھتا ہو اور اگر وہ اس پر عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ اور یہ جانتا ہو کہ یہ چیزیں نعوذ باللہ صحیح نہیں ہیں تو وہ پیغمبر کا جانشین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور ان چیزوں کا نفاذ کیسے کر سکتا ہے۔ اور مسلمان تب ہی گا۔ جب ان چیزوں کو صحیح جاننے کے بعد پھر ان کو نافذ کرے۔

ایک چیز اور باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ امیر مملکت ایسا شخص ہوگا۔ جو مرکز شجاعت ہو۔ جو کہ بھارت کا مقابلہ کر سکے۔ جو کہ دوسرے موقعوں پر کافروں کا مقابلہ کر سکے۔ مورچوں پر بھی موقعہ پر جا سکے۔ تو وہ شخص ظاہر بات ہے کہ صنف نازک (عورت) سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مرد میں یہ صلاحیتیں پائی جا سکتی ہیں[۵۱]

مزید فرمایا

یہاں میں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کرتا ہوں کسریٰ کی بیٹی جب تخت نشین ہوئی۔ اور آنحضرتؐ کو یہ بتایا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ لن یفلح قومٌ ملکھم امرأۃٌ (ترجمہ) ہرگز فلاح نہیں پائے گی وہ قوم جس کی حکمران عورت ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس کو شکست ہوئی۔

برطانیہ کی حکومت اتنی عظیم تھی کہ اس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جب سے ملکہ وکٹوریہ اور الزبتھ تخت نشین ہوئی تو سلطنت پر زوال آنے لگا۔ اور بالآخر وہ ایک جزیرہ میں محصور ہو کر رہ گئی۔ تو خدا نے مردوں کو جو شجاعت دی ہے۔ ظاہر بات ہے۔ کہ وہ صنف نازک کو عطا نہیں ہوئی اور وہ کسی طرح بھی ان ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتی ہے[۵۲]

اس سلسلے میں سب سے واضح بات وہ ہے۔ جو کہ آئین کے دفعہ ۴۲ پر بحث کرتے ہوئے ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو مولانا نے اسمبلی کے اندر کہی۔ انہوں نے فرمایا۔

---

[۵۱] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۲۵

[۵۲] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۲۷

[۵۱] قومی اسمبلی میں اسلامی کا معرکہ ص ۱۲۷

[۵۲] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۲۸

(باقی ص ۵۷۰ پر)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ۱۶ مارچ ۸۳ء کو قومی اسمبلی سے خطاب

عورت کی حکومت باعثِ زوال ہے

دفعہ ۴۱ میں مولانا عبدالحق کی ترمیم ۱۴۴ یہ تھی کہ حکمران کم ازکم چالیس سال کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔ اس پر آپ نے تقریر فرماتے ہوئے کہا:

صدر محترم! میں اپنی ان ترمیموں پر مختصراً عرض کروں گا۔ یہ اسلامی مملکت ہے۔ خدا کرے کہ یہ مکمل اسلامی بن جائے۔ اسلامی مملکت کے معنی یہ ہیں کہ جس کا نظام ملکی اندرونی اور بیرونی سب کا سب شریعت کے مطابق ہو۔ پیغمبر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور پیغمبر کا نائب خلیفہ یا امیر ہوتا ہے تو امیر تمام ملک کا گویا نگران ہے۔ فوج کا وہی نگران ہوگا اور اس طریقہ سے آئین کا بھی وہی نگران ہوگا اور ملک کے اندرونی فتنہ وفساد دور کرنے کے لیے بھی وہی ذمہ دار ہوگا۔ تو امیر کی ایک مرکزی حیثیت سے ملک اور بیرون ملک معاہدات کرانا، صلح کرانا یا کسی کے ساتھ شرائط طے کرنا وغیرہ امور میں اسلامی قوانین کے تحت اور اسلامی نظام شریعت کے تحت اس کو تمام کاموں کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے یہاں اس ترمیم میں میں نے ایک قید یہ لگادی ہے کہ وہ ۴۵ سال کی بجائے کم ازکم چالیس سال کا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو چالیس سال کی قید لگادی ہے وہ اس لیے کہ پیغمبروں کو نبوت بھی چالیس سال میں ہی ملی تھی۔ بچپن کے زمانے میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے۔ جوانی میں غصے کا غلبہ ہوتا ہے۔ چالیس سال کا عرصہ ایسا ہے کہ جس میں وہ تجربہ کار اور پختہ عقل، متحمل مزاج اور مدبر ہو جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں جبکہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال میں نبوت ملی تو جو اس کا قائم مقام ہو اس کے لیے بھی چالیس سال ہی کافی ہیں۔ ۴۵ سال کی قید لگانا مناسب نہیں تاکہ جو لوگ اس کے اہل ہیں وہ انتخاب بھی لڑ سکیں۔

ترمیم کی دوسری قید کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ امیر مسلمان مرد ہو۔ مسلمان کی قید ضروری ہے۔ اس لیے کہ جب ملک اسلامی ہے تو اسلامی ملک میں اسلامی شریعت کا نافذ کرنے والا، اسلامی قوانین کا نافذ کرنے والا، اسلامی قوانین کو جاری کرنے والا امیر وہ شخص ہونا چاہیئے جو ان قوانین پر ایمان رکھتا ہو اور اگر وہ اس پر عقیدہ نہ رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ چیزیں نعوذ باللہ صحیح نہیں ہیں تو وہ پیغمبر کا جانشین کیسے ہو سکتا ہے اور ان چیزوں کا نفاذ کیسے کر سکتا ہے اور مسلمان تب ہی ہوگا جب ان چیزوں کو صحیح جانے اور صحیح جاننے کے بعد پھر ان کو نافذ کرے۔ ایک چیز باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر ایسا شخص ہوگا جو مرکز شجاعت ہو جو کہ بھارت کا مقابلہ کرسکے جو کہ دوسرے موقعوں پر کافروں کا مقابلہ کرسکے، لاکھوں فوجیوں کو دادِ شجاعت دے سکے۔ مورچوں پر بھی موقع پر جاسکے تو وہ شخص ظاہر بات ہے کہ صنف نازک سے نہیں ہوسکتا بلکہ مرد میں یہ صلاحیتیں (باقی ص ۵۸۲ پر)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کا قومی اسمبلی میں خطاب

عورتوں کے حقوق مقام، دائرہ کار اور اسلامی تعلیمات

میں مطالبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کی تمام سرگرمیوں اور ترقیوں کو اسلام کے دائرہ میں لایا جائے جو اسلامی احکام کے خلاف نہ ہوں

۱۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے غیر سرکاری دن پر بیگم نسیم جہاں رکن اسمبلی نے خواتین کی حیثیت متعین کرنے کے لیے ایک کمیشن کے قیام سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی۔ محرکہ نے تقریر کا خلاصہ عورتوں کو حقوق کے نام سے آزادی کا مطالبہ کرنا تھا۔ اس طرح اسمبلی میں عورت کے معاشرہ میں مقام اور ترقی پسندی اور آزادی کی حسن و قبح زیر بحث آئی۔ اس دن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی تقریر سب سے مفصل اور دل چسپ اور اعتدال پر مبنی قرار دی گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں کہا۔

محترم سپیکر صاحب! میں بیگم صاحبہ کی قرارداد پر مختصراً کچھ عرض کروں گا۔ اسلام نے عورتوں کو جو عزت دی ہے۔ کہیں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ جب لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو یہ چیز شرمندگی اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس کا چہرہ شرم کے مارے سیاہ پڑ جاتا تھا۔ اسلام نے آکر ہمیں بتایا کہ جس کی لڑکی پیدا ہو۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور شکرانہ میں ایک دنبہ عقیقہ کرے۔ اس کے بعد بچی بہن بیٹی کا پالنا بھی عظیم اجر و ثواب کا عمل بتلایا گیا۔ ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ حضور اقدس ؐ نے فرمایا کہ جس نے دو بہنوں بیٹیوں کو اچھی طرح پالا۔ تربیت دی۔ تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اس سے بڑھ کر فضیلت اور عزت کیا ہوگی۔ کسی قوم میں یہ نہ تھا کہ عورتوں کو وراثت دی جائے یہ اسلام ہی تھا جس نے باپ بھائی شوہر بیٹے کی میراث میں بھی عورت کو حق دار بنایا اسلام نے زمین دولت جائداد، نقدی ہر اثاثہ میں اسے حصہ دیا۔ لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو ایک حصہ اور یہ بھی اس لیے کہ مردوں کی ذمہ داریاں بھی دوہری ہیں۔ ہیں۔ مرد پر دوہرا بوجھ ہے۔ بلوغ سے قبل اولاد کا نان و نفقہ والد کے ذمہ ہوتا ہے مگر لڑکی کے بارہ میں شرعی قانون یہ ہے کہ بلوغ کے بعد بھی شادی تک لڑکیوں کا خرچ اخراجات والدین کے ذمہ ہے۔ لڑکیوں کا بلوغ کے بعد نان و نفقہ کا کوئی حق نہیں شادی ہو جانے کے بعد ایک تو مرد اسے مہر دے گا۔ اس کے علاوہ نان و نفقہ سکونت بھی شوہر کا ذمہ ہے۔ خدا اور رسول کے بعد سب سے بڑا مہربان والد، دادا ہوتا ہے۔ ان دونوں نے اگر لڑکی کی نابالغی میں شادی کرادی تو وہ چونکہ بے حد مشفق ہیں اور بچی اپنا نفع نقصان نہیں سمجھ سکتی اس لیے یہ نکاح نافذ ہوگا۔ پھر بھی بلوغ تک پہونچنے کے بعد فقہی تفصیلات ہیں لیکن جب لڑکی بالغ ہوگئی تو باپ دادا بھی اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کرا سکتا۔ وہ اپنی لڑکی سے پوچھے گا۔ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، کہا۔ ہمارے اپنے نفس پر نکاح کا حق ہے یا نہیں۔ پھر عرض کیا کہ میرے والد نے میرا نکاح مجھ سے پوچھے بغیر پڑھا دیا ہے۔ تو کیا ہم سے پوچھنے کا حق تھا یا نہیں۔ حضور اقدس ؐ نے فرمایا کہ نہیں تیری مرضی کے بغیر نکاح تیری مرضی پر موقوف ہے۔ اگر نافذ کراؤ، تب بھی نہ چاہو تب بھی مرضی ہے۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ ؐ مجھے اب والد ہی کا نکاح منظور ہے۔ مجھے ان پر بدگمانی نہیں۔ محض یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا ہمیں اپنے نفس پر اختیار نہیں۔ اس سے

معلوم ہوا کہ مرضی کو کتنا دخل ہے۔ الغرض نکاح کے بعد روٹی کپڑا مکان یہ سب کچھ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ وہ روٹی کپڑا اپنی حیثیت کے مطابق دے گا۔ یہ نہیں کہ دس ہزار کمائے تو ساری دولت داشتاؤں پر خرچ کرے۔ بیوی بچوں کا پوچھے بھی نہیں۔ اگر استطاعت ہے تو پلاؤ مرغ کھلائے گا۔ نکاح کے بعد اس کا سکونتی گھر شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ ملکیتی نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر وہ بیوی گھر کی ملکہ ہے شریعت کے مطابق اگر شوہر غنی ہے تو بچے کے دودھ کے لیے دایہ بھی مہیا کرے۔ اگر ماں نہ دینا چاہے تو دودھ پلانے والی لاکر اس کی تنخواہ شوہر برداشت کرے۔

گھر کا کام کاج بھی بیوی پر لازم نہیں اگر اپنے تبرع اور احسان کے طور پر کرے تو بہتر ورنہ شوہر اگر استطاعت رکھتا ہے تو بیوی کے لیے گھریلو کام کے لیے ملازم رکھنے کا بھی پابند ہے۔ یہ سب اسلام کے احسانات ہیں اور ہر قسم کے حقوق اسلام نے عورتوں کو دے دیئے۔

ہم نے یورپی تہذیب کی تقلید میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ہوّا سمجھ لیا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حقوق الگ چیز ہیں اور اس نام پہ آزادی اور ترقی پسندی الگ چیز۔ اسلام عورتوں کو بے پردگی کی آزادی نہیں دیتا۔ یہ خطرات سے مقابلہ ہے۔

آپ دودھ، گوشت بلی کے سامنے رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس میں دخل اندازی نہ کرے۔ اسلام عورت کو غنڈوں بدمعاشوں بلّوں اور کتّوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے ہیرے اور جواہرات کی طرح حفاظت کی چیز سمجھتا ہے۔

آج ہم عورت کی تذلیل دیکھ رہے ہیں مغربی تہذیب کی وجہ سے وہ شمع محفل بن گئی۔ ٹکے ٹکے کی چیزوں پر اس کی ننگی تصویر ہر صابن پر اس کی تصویر، ہر چیز کے بیچنے کے لیے عورت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اخبارات میں اس کی عریاں اور بے ہودہ تصویر چھپتی ہے۔ ہر مرد کی نگاہ ہوس اس پر پڑتی ہے اور اسے یورپ نے کھلونا بنا دیا ہے۔ یہ ترقی نہیں تحقیر اور تذلیل ہے میں بیگم نسیم جہاں کی قرارداد پر گزارش کروں گا کہ بے شک عورتوں کی حیثیت کا کمیشن بنایا جائے حق طلب کیئے جائیں مگر وہ حقوق جو اسلام کے دائرہ میں ہوں مخلوط تعلیم نے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے سے عورت پر ظلم ہو رہا ہے

اسلام نے حج جیسی عبادت کے لیے بھی عورت کو بغیر محرم سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں بیرونی دوروں اور تفریحات کو حقوق کا نام دیا جا رہا ہے بہر حال میں اس قرارداد کے سلسلہ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کی ان تمام سرگرمیوں اور ترقیوں کو اسلام کے دائرہ میں لایا جائے جو اسلامی احکام کے خلاف ہوں۔

بقیہ صفحہ ۵۶۰ :۔ مسلمات کی متفقہ تعریف

کو نبوت ملی۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر قیامت سے پہلے تشریف لائیں تو ان کو تو نبوت پانچ سو برس پہلے ہی مل چکی ہے۔ ان کا آنا آخری نبی نہ آنے کے منافی نہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی اور کتاب وسنت کا وہی مفہوم لیا جائے گا جو خیر القرون میں تھا۔ پس جب کہ ہمارے آئین میں یہ دفعہ رکھی گئی ہے کہ ملک کا سربراہ مسلم ہوگا تو ہم آپ کی وساطت سے اپنے معزز وزیر قانون سے استدعا کرتے ہیں کہ یہاں علماء کے جتنے طبقے موجود ہیں، سب کو اس مفہوم پر میرے ساتھ متفق ہی پائیں گے۔ یہاں جس نظریہ کے لوگ بھی ہیں آپ ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ کسی کو اس مفہوم پر اختلاف نہیں ہے اور اسلامی آئین کی اس دفعہ میں وہ مفہوم اور معنیٰ شامل کیئے جائیں جو میں نے بیان کیئے ہیں، تو انشاء اللہ بہت سی مشکلات اور مسائل سے نکل جائیں گے۔

حضرت کی تقریر کو صرف پانچ چھ منٹ گزرے تھے۔ اور کئی اہم امور پر گفتگو باقی تھی کہ سپیکر نے وقت ختم ہونے کا اعلان کرکے تقریر ختم کرا دی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

میں تو تنہا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

آئین ساز اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث

مولانا عبدالحقؒ کی مساعی

اگر سوشلزم کے ساتھ ''اسلامی'' کا لفظ لگانے کی اصطلاح چل نکلی تو اسلامی شراب، اسلامی جوا، اسلامی زنا، کے الفاظ بھی رواج پا لیں گے

آئین کی دفعہ ۲ میں شیخ رشید نائب قائد ایوان کی ترمیم سامنے آئی۔ کھٹکا تو پہلی خواندگی کے دوران ان کی اس تقریر سے ہو گیا تھا جس میں انہوں نے قیام پاکستان کو معاشی عوامل پر مبنی قرار دے دیا تھا۔ آج ان کی ترمیم یہ تھی کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہوگی۔ استحصال کے خاتمے کے لیے ہر شہری سے اس کی اہلیت کے مطابق معاوضہ ہوگا۔ تحریک سامنے آگئی۔ اسلامی درد رکھنے والوں کے دل ڈوب گئے کہ ادھر مذہب کو سرکاری مملکت بنانے کی دفعہ اور اب مسجد کے زیرِ سایہ خرافات کی یہ الم ناک مثال۔ مخالفت میں زور شور سے تقریریں ہوئیں کہ یہ ترمیم تو دیباچہ اور تمہید کی نفی ہے۔ پھر سوشلزم کی تعریف اور مفہوم پر کب کسی کا اتفاق ہو سکا ہے۔ ایسی مبہم چیز کو آئین میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کہا کہ کیا اسلام ایک مکمل نظامِ حیات نہیں؟ مولانا عبدالحقؒ نے اپنی تقریر میں کہا کہ نفاق کا یہ راستہ دنیا میں ہمیں رسوا کر دے گا۔ یہ ترمیم حلفِ وفاداری سے غداری ہے اور خود دفعہ ۲ کالعدم کر دیتی ہے۔ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں مکمل عادلانہ نظامِ حیات ہے۔ نہ سوشلزم نہ سرمایہ داری نہ کمیونزم۔ انہوں نے ان ازموں کے بغیر اسلامی دورِ عروج کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ اکثریت کی تلوار سر پر لٹکتی دیکھ کر حزب اختلاف نے حکمت عملی کا مظاہرہ کیا اور اس ترمیم کی جگہ کچھ ترمیمیں ایسی پیش کیں کہ کسی طرح سوشلزم کو اپنے کافرانہ فلسفہ سے الگ کرا دیا جائے۔ سوشل جسٹس، اسلامی مساوات، اسلامی سوشلزم اور مساواتِ محمدیؐ کے الفاظ پیش کیے گئے۔ زوردار تقریریں ہوئیں، علماء حق نے اس کی بھی مخالفت کی۔

مولانا عبدالحقؒ نے کہا کہ سوشلزم کے ساتھ اسلامی لفظ لگانا اور آئین میں اسے جگہ دینا ایسا ہے کہ کنوئیں میں ایک قطرہ پیشاب سارا پانی ناپاک کر دے اور اگر یہ اصطلاح چل نکلی تو آگے اسلامی شراب، اسلامی جوا، اسلامی زنا بھی رواج پا سکے گا۔

پی پی پی کی خاتون رکن نسیم جہاں بھی ایسے موقع پر بعض اسلامی ممالک کا ذکر کرنے لگتی ہیں اور وہاں کے علماء سے یہاں کے علماء کا موازنہ کیا کہ وہ بھی علماء ہیں مگر وسیع الظرف اور یہاں کے اہل علم تنگ نظر ہیں۔ اس کے جواب میں کہا جاتا کہ اصل آئیڈیل قرآن وسنت ہے نہ کہ دیگر ممالک۔ مگر نقار خانے میں طوطے کی صدا کون سنتا ہے۔ بہرحال بحث کے دوران مولانا کوثر نیازی صاحب کی ایک ترمیم در ترمیم سامنے آگئی کہ معیشت کی بنیاد اسلامی سوشلزم پر ہوگی، جو مساواتِ محمدی کا آئینہ دار ہوگا۔ حزب اقتدار کو تو اسلام اور سوشلزم دونوں کو خوش کر کے ممدوح الطرفین بننا ہی تھا۔ وہ اگر چاہتے تو اس ترمیم کے بغیر بھی شیخ رشید کی ترمیم منظور کر سکتے تھے مگر یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت شیخ رشید کی خالص سوشلزم پر مبنی ترمیم اس ترمیم کے

بغیر منظور نہ ہو سکی مگر آئین کی اسلامی حیثیت کو بہر حال مشکوک اور مجروح بنا دیا گیا۔ اس ترمیم پر بحث اور حزبِ اقتدار کی تقاریر سے "اسلامی آئین سازی" کے بارہ میں سرکاری پارٹی کا طرزِ عمل اور اندازِ فکر اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آنے لگا۔[1] اگلی تمام دفعات پر بھی بے شمار ترامیم سامنے آتی رہیں اور اکثریت کی ایک ہی ضرب سے امت مسلمہ کی امیدوں، جمہوریت پسند عوام کے ولولوں اور تاریخ کی بے مثال قربانیوں کا خون کر کے خاک میں ملا دی جاتیں۔

ہزاروں ترمیمات اپنی معقولیت کا لوہا منوانے کے باوجود مسترد ہو چکی ہیں سوائے دو چار لفظی ترامیم کے جن کا تعلق زبان کی اصلاح تک محدود رہا۔ ایسی اصلاح بھی صرف پی پی پی کی قبول کی گئی۔

حزبِ اقتدار ان ترمیمات کو آئین سازی کی راہ میں رکاوٹ سے تعبیر کرتی ہے مگر فیصلہ تاریخ کے ہاتھ میں ہے۔ اس فیصلہ کو ہم مسودہ اور ترامیم کا موازنہ کر کے آج بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ تاریخ پوچھے گی کہ حزب اقتدار اگر متعصب اور غیر مخلص تھی تو آزاد ارکان کی ترامیم کا کیا حشر ہوا۔ اسے بھی چھوڑ کر پی پی پی کے چند باضمیر افراد نے جمہوریت، اسلامی تہذیب اور معاشرہ کے قیام پر مبنی ترامیم پیش کیں، ان کا کیا حشر ہوا اور کیوں عین موقع پر انہیں اپنی ترامیم واپس لینی پڑتیں۔ تاریخ ان گنی چنی ترامیم کا بھی جائزہ لے گی جنہیں منظور کرنے کی پبلسٹی بڑے زور شور سے کی جاتی مگر جن میں سوائے لفظی اصلاحات اور تذکیر و تانیث کے ہیر پھیر کے اور کچھ نہ ہوتا۔

جمعیۃ علماءِ اسلام کے دیگر اکابرین کے علاوہ ہر اہم موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے بھی تقریباً ایک سو ترمیمیں داخل کیں۔ مشتے از خروارے چند ترامیم یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا عبدالحق رح کی رائے میں قرآن و سنت کو بنیادی حقوق کا معیار بنانا ضروری تھا نہ کہ خود بنیادی حقوق ہی کو اس لیے ان کی ترمیم ۲۳[2] یہ تھی کہ (الّا یہ کہ ایسا قانون رسم و رواج جو قرآن پاک اور سنت کے مطابق ہو)۔ حضرت مولانا عبدالحق رح کی ترمیم ۸۰[3] بنیادی حقوق کو اصولاً اسلام کے دائرہ میں لانے کی غرض سے تھی جس میں کہا گیا ہے کہ دفعہ ۸ کی شق ۳ کے بعد حسب ذیل نئی شق کا اضافہ کیا جائے کہ (۳ الف اس باب کا کوئی حکم، امر، قرآن پاک اور سنت کے مطابق قانون سازی میں مانع نہیں ہوگا)۔ حضرت شیخ الحدیث رح کی ترمیم ۸۸ یہ تھی کہ اس پیرا سے پولیس یا امن عامہ قائم رکھنے والے ادارے حذف کئے جائیں۔ دفعہ ۸ کی شق ۳ کا پیرا (ب) آئین کے جدول اول کے احکام کو اس دفعہ سے تحفظ دینے کی غرض سے ہے۔ اس کے لیے حضرت مولانا عبدالحق رح نے دفعہ ۸، شق نمبر ۳ (ب) کو حذف کرنے کی ترمیم پیش کی کیونکہ اس شق میں بنیادی حقوق کی معطلی اور بدنام زمانہ عائلی قوانین کو تحفظ دیا گیا ہے۔

۲۔ انسداد غلامی دفعہ ۱۱ میں غلام بنانے پر ہر قسم کی پابندی بشکل بیگار وغیرہ کے لیے ترمیم نمبر ۱۷۰ پیش کی تھی کہ کسی بھی شہری کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔

۳۔ انجمن سازی اور سیاسی جماعتوں کی رکنیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالحق رح نے ترمیم ۲۱۰ پیش کی کہ یہ حق سرکاری ملازم نہ ہونے سے مشروط کرنا چاہیئے۔

۴۔ حضرت شیخ الحدیث رح نے ترمیم ۲۲۰ پیش کی کہ تجارت، کاروبار اور ایسے تمام پیشوں یا کاروبار کو (باقی ص پر)

---

[1] بحمد اللہ کہ علماء کی مساعی سے بعد میں سوشلزم کا لفظ بھی اس ترمیم کے ذریعے اس دفعہ سے نکال دیا گیا۔ یہ ان علماء حق اور ان کے ہمنوا ارکان کی مساعی جمیلہ کا بہترین نتیجہ تھا۔

[1] مباحث اسمبلی [2] مباحث آئین ساز ص ۱۰۹۶

۳ مارچ ۷۳ء، [3] ایضاً ص ۱۱۰۰

(باقی ص ۵۷۸ پر)

ہماری پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ اسلام کا نفاذ ہے

۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی میں مولانا عبدالحقؒ کا پہلا خطاب
بجٹ سیشن ۲؍جون ۱۹۸۵ء گیارہ بجکر تیس منٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب سپیکر اور معزز ایوان کے ارکان میں بڑھاپے کی وجہ سے اور کمزوری کی وجہ سے سپیکر صاحب کی اجازت سے بیٹھ کر چند باتیں عرض کروں گا سب سے پہلی چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے۔ ہمارے محترم رکن نے جو تقریر فرمائی ہے اور اس میں اس نے کہا کہ ہمیں اسلامی معاشرے کی ضرورت ہے میرے محترم بزرگو! آج ہم یہاں پر جو جمع ہوئے ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ آٹھ برس کے بعد پھر سر جوڑ کے سوچنے کے لیے ہمیں اس ایوان میں بٹھلا رکھا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ قوم ہم سے کیا چاہتی ہے۔ اور اس ایوان تک پہنچانے میں کس منشور کا دخل تھا کہ ہم یہاں پر پہنچے۔ ہماری قوم اسلامی عدل، اسلامی انصاف اور اسلامی قوانین چاہتی ہے مجھے خود معلوم ہے، میرے حلقہ نوشہرہ کے لوگ بہت غریب ہیں بہت محتاج ہیں۔ ان کے سامنے جب یہ کہا گیا کہ تم عبدالحق کی تائید کیوں کر رہے ہو اس کے پاس نہ تو دولت ہے نہ مال ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔ اس کی تائید کیوں کرو گے۔ تقریباً ساٹھ ہزار ووٹروں نے یک آواز ہو کر یہ کہا کہ ہمیں نہ دولت چاہیئے اور نہ کوئی اور چیز چاہیئے۔ ہمیں اللہ نے موقع دیا ہے اسلام کے نفاذ کا۔ ہم اسلام چاہتے ہیں۔ اسلام کے لیے ہم سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایک جملہ میرے کانوں کا سنا ہوا تقسیم سے پہلے کا ہے۔ قائدِ اعظم جب پاکستان مانگ رہے تھے تو اس وقت قائدِ اعظم سے سوال کیا گیا کہ یہ سات کروڑ جو ہند کے ہاتھ میں رہ جائیں گے ان کا کیا ہوگا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ان سات کروڑ مسلمانوں کو میں نے اسلام کے لیے قربان کر دیا۔ اسلام آجائے۔

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد اسلام کے وہ قوانین اور اسلام کا وہ عدل و انصاف ہے جس کا نمونہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ان کے بعد خلفائے راشدین نے بتایا۔ دو مثالیں عرض کرتا ہوں ایک تو یہ کہ رسول اللہؐ تشریف فرما ہیں۔ آپؐ کے نواسے حضرت امام حسینؓ آپ کے زانو پر بیٹھے ہیں۔ اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو جو حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں دوسرے زانو پر بٹھایا اور دونوں کے سروں کو قریب کر کے یہ دعا فرمائی:۔ اللّٰھمّ انی احبھما فاحب من یحبھما "اے اللہ مجھے ان دونوں کے ساتھ محبت ہے۔" دیکھئے ایک سید المرسلین شفیع المذنبین سید الکائنات فخر موجودات کے نواسے حضرت حسینؓ ہیں جب کہ دوسرا غلام زادہ ہے یعنی حضورؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کا بیٹا اسامہ۔ ایک شہزادہ ہے اور دوسرا غلام زادہ ہے۔ دونوں کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغل میں لے کر مذکورہ دعا فرمائی۔ یہ عدل و انصاف ہے۔

حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ سالن اور روٹی دونوں کو ملاتے نہیں تھے۔ ایک طعام کھاتے تھے۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں اس وقت ایک گورنر وہاں موجود تھا۔ وہ آیا اور اس نے انہیں سلام کیا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے اسے کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ وہ رعب و ہیبت کی وجہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے نوالہ منہ میں لے کر چبانا شروع کیا اس سے وہ نوالہ نگلا نہیں جا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اور اس سے پوچھا کہ نوالہ کیوں نہیں نگل رہے اس نے عرض کیا! حضرت یہ جَو کا آٹا ہے اور چھنا ہوا بھی نہیں۔ آپ تو ملک کے بادشاہ ہیں آپکو چھنا ہوا آٹا آسانی سے ملتا ہے آپ اسے کیوں نہیں کھاتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ میری کروڑوں رعایا تمام کی تمام چھنا ہوا آٹا یا میدہ کھاتی ہے؟ گورنر نے کہا یہ تو معلوم نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کو یکساں روٹی ملتی ہو گی۔ تو انہوں نے فرمایا جب تک میری رعایا میں ایک بھی شخص بلا چھنا ہوا آٹا کھائے گا اس وقت تک میں چھنا ہوا آٹا نہیں کھاؤں گا۔ میدہ نہیں کھاؤں گا۔ پراٹھا نہیں کھاؤں گا۔

قوم نے قربانی دے کر پاکستان کے قیام کے لیے جو کوششیں کی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو۔ اس ملک میں دین کی تعلیمات رائج ہوں۔ اس ملک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظام رائج ہو۔ یہ جو ریفرنڈم کرایا گیا ہے یہ بھی اسی مقصد کے لیے تھا۔ اور اسی بنا پر ہم اسمبلی میں جمع ہوئے ہیں اسلام کا نام لے کر اسلام کا منشور لے کر ہم یہاں آئے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ مظالم نہ ہوں بے انصافی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اسلام میں ربوٰا اور جوا، سود حرام ہیں۔ منع ہیں۔ مگر اس بجٹ میں یہ چیز بھی آگئی کہ جہاں پر کوئی چیز

چوری یا رشوت کی ہو وہ بانڈوں کے ذریعے تقسیم کی جائے اور پھر اس کے لیے آخر میں اجازت مل جاتی ہے۔ تو میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے قمار (جوئے) کی اجازت کسی وقت بھی نہیں دی۔ اس لیے بانڈوں کے ذریعے چوری اور رشوت حلال نہیں قرار دی جا سکتی۔

جناب سپیکر:۔ مختصراً جناب وقت بہت کم ہے۔

مولانا عبدالحق:۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کالے دن جو ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائیں اور سب سے پہلے میں اپنے بزرگوں کے سامنے گزارش کروں گا کہ سب سے پہلے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اسلام اس ملک میں نافذ ہو۔ ہم سب کچھ چھوڑ سکتے ہیں۔ بھوکے مر سکتے ہیں۔ نہ ہمیں مکان کی ضرورت ہے نہ کپڑے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اسلام کی ضرورت ہے قوم ۱۹۷۷ء میں مجبور ہو کر سڑکوں پر آئی۔ پھر اس کے بعد ان کو تسلی دی گئی کہ اب اسلام نافذ ہو گا۔ یہاں کچھ قوانین شفعہ کے بارے میں، دیت اور قصاص کے بارے میں اور سود کے بارے میں بات ہوئی اور انہوں نے سفارش کی لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر۔ شکریہ جناب

ایک شرعی مسئلہ پر خواتین کے لیے جا بائیکاٹ کے موقعہ پر فرمایا
۱۲ جون ۱۹۸۵ء گیارہ بجکر چالیس منٹ

مولانا عبدالحق۔ جنابِ عالی گزارش یہ ہے۔ کہ یہ ایوان اسلامی قوانین کا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہم یہاں پر قوانین کے متعلق کہتے ہیں تو قوانین خدا اور خدا کے رسولؐ نے بنائے ہیں۔ ہمیں ان کے نفاذ کا سوچنا ہے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو قانون خدا اور خدا کے رسولؐ نے بیان فرمائے آج ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور ان پر ہم ناراض ہو جاتے ہیں۔ خدا کے قانون، رسولؐ کی حدیث پر عمل کرنا یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ما کان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرًا ان یکون لھما الخیرۃ۔

ایک مسلمان اور مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ان کو خدا کا جو حکم سنایا جائے اس سے انکار کرے تو گزارش یہ ہے کہ یہاں پر پہلے جو کچھ معارف بتائے گئے ہیں نئے بجٹ پر تنقید کی گئی اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور معاشی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا جائزہ لیا گیا کہ بجٹ میں آمدن کے ذرائع غلط ہیں اور اخراجات کے طریقے ناموزوں ہیں۔ اس پر ہمارے بعض دوست ناراض ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارے عیوب کو کیوں ظاہر کرتا ہے حالانکہ ہمیں کوئی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ اللہ کے قانون میں پیغمبر کو بھی ترمیم کا حق حاصل نہیں ما کان لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ (الآیۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا کوئی اختیار نہیں ہے کہ میں خدا کے قانون میں ذرا بھی تبدیلی کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے تو ہم یہاں پر اسلامی قانون کے لیے آئے ہیں قوم سے ہم نے ووٹ لیا ہے۔ اسلامی قانون کی بجائے اب یہاں پر ہم اپنے نظریات اور اپنی باتوں کو پیش کرتے ہیں اگر کوئی حق بات کہتا ہے تو ہمارے بعض ممبر ناراض ہو جاتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ جس منشور کے تحت ہم یہاں آئے ہیں اسی کے مطابق ہمیں کام کرنا چاہیئے۔

بقیہ صفحہ ۵۶۴ سے ۔ عورت کی سربراہی کا مسئلہ

> چالیس سال کی عمر میں انبیائے کرام کو نبوت مل سکتی ہے۔ تو خلیفۂ اسلامی کے لیے جو نائبِ رسول ہوتا ہے۔ یہی عمر کافی ہے۔ اور اس (صدر) کا مرد ہونا اس لیے لازمی ہے۔ کہ اس کے ذمے آئین کی نگرانی ہے۔ دوسری اقوام سے معاہدات و صلح، اسلامی امور کی نگرانی، کافروں سے مقابلہ اور افواج کی تنظیم جیسی گرانبار ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اس لیے صدر شجاعت و مردانگی کا مظہر ہونا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا، کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس کی امیر عورت ہو[۱]

مذکورہ بالا تصریحات کے باوجود بعض کج فہم لوگوں کا ۷۳ء کے آئین میں عورت کی سربراہی کے مسئلہ میں علماء حق کو ساکت اور بحرم علماء حق بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ذات کے لیے تو مصر نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ بات کہنے والے کے لیے کم از کم باعث ننگ و عار ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مذکورہ تفصیل میں ہم نے فقط اس رائے کی وضاحت تک ہے۔ جو موضوع کے بارے میں آپ نے اسمبلی کے اندر ظاہر کر دی تھی۔ نجی مجالس میں اس لعنت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے آپ سے سنا وہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں کبھی کسی سیاسی مصلحت کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اس سے بخوبی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت کس حد تک عورت کی سربراہی کے قائل تھے؟ اور آپ پر اس افتراء کی حقیقت کیا ہے۔؟

بعض زن مریدوں کی افتراء پردازی اور دیدہ دلیری تو انتہا کو پہنچ گئی، حتیٰ کہ خود نبی کریمؐ و صحابہ کرامؓ پر اقتدارِ زن کی حمایت کا الزام لگا دیتے ہیں۔ اور نہایت ڈھٹائی سے اس کا پرچار بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ خیر القرون سے لے کر اب تک قافلۂ حق کے کسی بھی رہرو نے اقتدارِ زن کو قابلِ قبول نہ سمجھا۔ بلکہ اسے باعث ادبار و ہلاکت بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خود غرض سیاسی رہنماؤں کو نورِ بصیرت سے نوازے۔ آمین۔

* * *

---

[۱] قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۶۲۔

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

پاکستان کا مستقبل اور ۱۹۷۳ء کا دستور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ۲۳ فروری ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی سے خطاب

دستور کا مسئلہ ہر ذاتی اور سیاسی مفاد سے بالاتر ہے
صدر اور وزیر اعظم کا محاسبہ ضروری ہے

* * *

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب سپیکر! مجوزہ دستور کا جو مسودہ ہے اس کے متعلق مختصراً کچھ عرض کرنے سے پہلے اتنی گزارش ہے کہ کسی ملک کا آئین اس ملک کی موت و حیات کا مسئلہ ہوتا ہے۔

دستور کا مسئلہ ہر ذاتی اور سیاسی مفاد سے بالاتر ہے۔

آئین کے ذریعہ افراد کے حقوق، رعایا کے حقوق، باشندگان ملک کے مفادات اور حکومت کی بالادستی وغیرہ تمام امور کی تعیین ہو جاتی ہے تو دستور نہ کسی فرد کا مسئلہ ہے نہ کسی جماعت کا، نہ کسی خاص شہر، مخصوص دیہات کا مسئلہ ہے نہ کسی ایک صوبے کا، بلکہ یہ کل قوم اور ملک کا مسئلہ ہے۔ تمام پاکستانی قوم کا مسئلہ ہے۔ اس لیے گذارش ہے کہ اس مسئلے پر نہایت تحمل اور تدبر سے غور کیا جائے۔ اس کے لیے مناسب فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور ایوان و ملک میں روایتی کشیدگی نہ ہونی چاہیئے۔ آپس میں مفاہمت اور محبت کی صورت میں پورے دستور کے صفحات پر غور ہو سکتا ہے۔ میرے ایک بھائی جتوئی صاحب (جناب عبدالحمید جتوئی نے اس سے قبل تقریر کی تھی) نے بہت ہی اچھے الفاظ میں بعض چیزوں کی نشان دہی کی ہے کہ اس وقت جو فضا پیدا کی گئی ہے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ یہ جو ناموافق فضا ہے یہ بدل جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آئین کی ہر دفعہ پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کیا جا سکے گا۔ یہ تو تمہیدی طور پر گذارش تھی جو میں نے پیش کی۔

پاکستان سوشلزم کے لیے نہیں بنا

دستور کے متعلق یہاں یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا دستور سوشلزم کے اصولوں پر ہو گا (ایک معترض سے نوک جھونک کے دوران بعض اراکین نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہے تھے) اس لیے کہ ہمارے منشور میں یہ چیز واضح طور پر موجود ہے تو میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ سوشلزم تو نعرہ ہے پیپلز پارٹی کا اور دستور کسی ایک پارٹی کے لیے نہیں بن رہا بلکہ یہ پورے پاکستان کے لیے بن رہا ہے جس کے باشندے یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دوسری طرف آپ سوشلزم کی بنیاد رکھ رہے ہیں تاکہ رفتہ رفتہ یہ ملک پورے طور پر اشتراکی بن جائے۔ ان سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ آئین پورے پاکستان کے لیے بن رہا ہے۔ اسے ہم پاکستانی قوم کے لیے بنا رہے ہیں یا کسی پارٹی کے لیے؟

یہ آئین نہ میری جماعت (جمعیۃ علماء اسلام) کا ہے نہ پیپلز پارٹی کا ہے نہ نیشنل عوامی پارٹی یا مسلم لیگ کا ہے بلکہ پوری مسلمان قوم کے لیے ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ چونکہ ہماری پارٹی کا منشور ہی سوشلزم ہے اس لیے ہم اپنے منشور کے مطابق آئین بنائیں گے تو میری رائے میں یہ بڑی زیادتی ہو گی۔

قیام پاکستان کی بنیاد اسلام

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت برصغیر کی تقسیم ہو رہی تھی اس وقت میں ہندوستان میں تھا۔ یو پی کے مسلمان، بہار کے مسلمان، سی پی کے مسلمان۔ ان سب مقامات کے مسلمانوں سے میری ملاقاتیں ہوتی تھیں اور قائداعظم بھی وہاں تشریف لاتے تھے۔ ان مسلمانوں سے جب یہ دریافت کیا جاتا کہ تم تو اقلیتی صوبوں کے مسلمان ہو۔ تمہارے لیے پاکستان بننے میں کیا فائدہ ہوگا۔ تم تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ تو مجھے خوب یاد ہے کہ چھ سات کروڑ مسلمان جو وہاں موجود ہیں انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اکثریت کے صوبوں میں پاکستان کی شکل میں اسلام کا مینار بلند ہو، جہاں اسلامی معاشرہ ہو اسلامی تمدن ہو جہاں اسلامی معیشت ہو۔ اگر یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ قائداعظم کہتے ہیں تو ہماری یہ جانی و مالی قربانیاں یہ سب کچھ اسلام کے قیام و بقاء کی خاطر کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہیں اور جب اس قربانی کے صلہ میں یہاں پر اسلامی نظام قائم ہو جائے تو ہمیں قیمت وصول ہو جائے گی۔

مجھے یہ بات خوب یاد ہے کہ قائداعظم سے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ جو پاکستان بنا رہے ہیں وہ علاقہ تو مسلمانوں کی اکثریت کا ہے لہٰذا یہ اقلیت والے مسلمان کیا کریں گے۔ تو ایک دفعہ ان کی زبان سے یہ نکلا کہ میں ان کا جنازہ اسلام کے لیے پڑھ چکا ہوں۔ حقیقت یہ ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ ہم ان کا جنازہ پڑھ چکے ہیں اور ہم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کے بدلے ہم کو اسلامی نظام مل جائے گا لیکن یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ آج ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمارے دستور میں سوشلزم ہو۔ کیا پاکستان سوشلزم کے لیے بنا تھا؟ اگر پاکستان سوشلزم کے لیے بننا تھا تو پھر ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو غلام بنانے کی کیا ضرورت تھی اور ہزاروں آدمی جو قتل اور شہید ہوئے اور عورتوں کی عصمتیں غیر محفوظ ہوئیں پھر اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ سب کچھ سوشلزم کے لیے ہو رہا تھا۔ یہ مقصد تو متحدہ ہندوستان میں بھی حاصل ہو سکتا تھا۔

اسلام سرکاری مذہب کی دفعہ اور اس کے تقاضے:

ہمارے اس دستور میں ایک دل خوش کن بات یہ ہے کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔ میرے ایک بھائی (چوہدری ظہور الٰہی صاحب) نے آج کے اجلاس میں ایک جملہ کہا تھا کہ اس دفعہ کی کیا ضرورت تھی اور اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہاں کا مذہب سرکاری سطح پر اسلام ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب اسے کل کا کل نافذ کرنا ہوگا۔ مذہب کا معنی ہے طریقہ، راستہ، کسی طریقے پر چلنا۔ تو حکومت کس طریقے پر چلے گی؟ اسلام کے طریقے پر چلے گی یا کسی اور طریقے پر۔ یعنی ہمارے چلنے کا، ہماری زندگی کا، ہمارے طرزِ حکومت کا، ہماری پالیسی کا جو راستہ ہوگا وہ کیا ہوگا اور دیکھیے جن جن ملکوں میں ان کے اپنے نظریات کے مطابق حکومتیں ہیں۔ جیسے روس میں اشتراکیت کا نظام ہے اور وہ سرکاری سطح پر ہے تو وہاں تمام ملک میں کوئی شخص ایسی تقریر نہیں کر سکتا جو اشتراکیت کے خلاف ہو۔ وہاں کوئی سرمایہ دارانہ نظام کی بات نہیں کر سکتا۔ سرمایہ داروں کی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہاں اشتراکیت حکومتی سطح پر ہے۔ تو یہ بڑی بات ہے اور بڑی اچھی تجویز ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ عنوان ہے تو بڑا خوش آئند لیکن اسی عنوان پر اکتفا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمیں ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا اور فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمارے ملک میں لادینی نظام ہوگا یا اسلامی نظام ہوگا۔ ظاہر بات ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم میں سے کوئی شخص لادینی نظام کو نہیں چاہتا۔ ہم جب اپنا نظام چاہتے ہیں جس کا عنوان ہے کہ سرکاری مذہب اسلام ہوگا تو اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہمارے ملک میں اگر کوئی تبلیغ اگر کوئی تقریر یا تحریر سرکاری مذہب کے

خلاف کرے گا تو وہ شخص باغی تصور کیا جائے گا۔ تو مجھے اس اچھی بات پر یہ کہنا ہے کہ آیا صرف نام پر ہمارا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ کیا یہ کافی ہوگا؟ اس کے اعمال بھی تو بتائیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں۔ اسلام کے تقاضے کیا ہیں' ان پر بھی غور کرنا ہوگا۔ صرف اسلامی نام رکھ دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

اسلامی کونسل کی حقیقت

اس کی صورت یہ ہے کہ آئین کی دفعہ ۲۲۷ سے چور دروازوں کے ذریعے اسلام کے خلاف قوانین بننے کی راہیں بند کی جائیں۔ دفعہ ۲۲۷ میں ہے: اس ملک میں کوئی قانون اسلام اور قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنے گا۔ کیا اس کے مجوزہ طریق کار کے مطابق یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اس کے لیے۔ اگلی دفعات کو مؤثر بنانا ہوگا۔ اسے اس طرح مضبوط کرنا ہوگا کہ فرار کے راستے بند ہو سکیں، چور دروازوں کی گنجائش نہ رہے۔ مجھے ان دفعات کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہوگا تو اگر کسی صوبائی یا مرکزی ایوان میں ایسا کوئی قانون بن جائے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو تو کیا عوام کو یا اس ملک کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ اسے عدالت میں چیلنج کر سکیں اور وہاں یہ کہا جا سکے کہ فلاں دفعہ قرآن وسنت کے خلاف بنی ہے تو اس آئین کی رو سے اسے کالعدم قرار دیا جائے اور یہ ضمانت دی جائے کہ کوئی قانون اگر قرآن وسنت کے خلاف اس ملک میں بنا تو اس کی چارہ جوئی کے لیے ہم عدالت تک جا سکیں اور اسے ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں کالعدم قرار دیا جا سکے لیکن موجودہ آئین میں یہ تحفظ نہیں دیا گیا ہے بلکہ زیادہ حصہ ہیرا پھیری کا ہے۔ اس میں یہ تو کہا گیا ہے کہ اگر کوئی قانون اسمبلی میں پیش ہو تو اس کے لیے ہم ایک اسلامی کونسل بنائیں گے۔ اگر متنازعہ قانون ہو تو ہم اسلامی نظریات کی کونسل کے پاس اس قانون کو بھیجیں گے۔ تو اسلامی کونسل کے سلسلے میں چند باتیں ضروری ہیں۔

ایک تو یہ کہ جو اسلامی کونسل اس مسودہ میں تجویز کی گئی ہے اس کے افراد زیادہ سے زیادہ ۱۵ ہو سکتے ہیں جن میں دو جج ہوں گے، چار علماء دین ہوں گے۔ اب یہ اسلامی کونسل جو ان قوانین کا فیصلہ کرے گی اور وہ یہ کہ آیا یہ اسلامی قوانین ہیں یا نہیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ اس کے اسلامی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ تو وہ کر سکتا ہے جو اسلام کا ماہر ہو۔ لیکن جیسا کہ اس میں کہا گیا ہے کہ اس کونسل میں پندرہ ارکان ہوں گے جن میں سے دو ہائی کورٹ کے جج ہوں گے جو انگریزی قوانین کے ماہر ہوں گے اور چار علماء ہوں گے اور مابقی کے متعلق کچھ نہیں ذکر کہ وہ کون ہوں گے۔ تو دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اکثریت کس کی ہوگی۔

عبدالحفیظ پیرزادہ: مولانا! چار نہیں۔ کم از کم چار علماء ارکان لکھا ہے۔

مولانا عبدالحق: بہر حال اس کی حد متعین ہونی چاہیے کہ کونسل کی اکثریت صرف علماء ارکان کی ہونی چاہیے۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم دل سے ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی قانون رائج کیا جائے تو کم سے کم یہ تو کیا جائے کہ جیسے اگر اسمبلی کو کوئی فنی مسئلہ پیش ہوتا ہے تو اس کے لیے فنی ماہرین سے رجوع کیا جاتا ہے کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کونسل کے ممبران کی اکثریت ماہرین دین یعنی علماء کی ہونی چاہیے۔ اگر یہ چیز اس میں رکھ دی جائے۔

ڈپٹی سپیکر: علماء کم از کم چار ہیں۔ (زیادہ کی بھی گنجائش ہے)۔

مولانا عبدالحق: مابقی کی تعداد معلوم ہونی چاہیے جو کونسل کے اندر اس کی مخالفت نہ کریں۔ ممکن ہے کہ اگر اور ارکان اس کی مخالفت کریں، غلط فیصلہ کریں تو اکثریت کی بنیاد پر وہ علماء کی رائے کو مسترد کریں گے۔

پھر آئین میں یہ ہے کہ گورنر، صدر یا اسمبلی یہ کہے کہ

فلاں قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورہ کے لیے بھیج دیا جائے تو اسے بھیجا جائے گا، لیکن اگر فرض کیجئے کہ صدر یا گورنر یا اسمبلی نے اُسے ضروری نہ سمجھا تو وہ کونسل کے پاس نہیں جائے گا اور اس پر اسمبلی ہی میں فیصلہ ہوگا اور قانون وضع کر لیا جائے گا اور اگر اسمبلی کے صوابدید پہ چھوڑ دیا گیا تو فیصلہ اسمبلی کی اکثریت پر ہوگا اور اسمبلی اکثریت اگر یہ کہے کہ ہم ایسے اسلامی کونسل میں نہیں بھیجنا چاہتے تو اقلیت میں جو لوگ ہیں وہ اگر کونسل میں بھیجنا چاہیں تو وہ کچھ نہیں کر سکیں گے ایسی صورت میں۔

ڈاکٹر مبشر حسن: جناب اسلامی کونسل کے پاس ایوان بھی بھیج سکتا ہے۔ صدر اور گورنر بھی بھیج سکتا ہے۔

مولانا عبدالحق: تو بہر حال ایوان کے بھیجنے کی صورت میں تو اکثریت کے اعتبار سے ہوگا اور اگر اکثریت نہ بھیجنا چاہے تو معاملہ یہیں رہے گا اور ممکن ہے کہ ایوان خلافِ دین فیصلہ کر دے۔ دوسری بات یہ ہے فرض کیجئے کہ گورنر صاحب نے، صدر صاحب نے یا اسمبلی نے اسلامی کونسل کے پاس مشورہ کے لیے کوئی قانون بھیج کر معلوم کرنا چاہا کہ یہ خلاف قرآن وسنت ہے یا نہیں؟ وہاں تو بھیج دیا گیا، مگر یہاں مسودہ میں ہے کہ اگر اسمبلی یا حکومت سمجھتی ہے مفاد عامہ کی خاطر، تو جواب آنے سے قبل ایوان میں قانون وضع کر لیا جائے گا تو گویا کونسل کے مشورے کے آنے کا انتظار نہیں ہوگا اور "مفادِ عامہ" کے نام سے اسے نافذ کر دیا جائے گا۔ قانون بنا لیا جائے گا۔ تو اس طرح پھر قرآن وسنت کے خلاف قانون وضع کرنے کا راستہ نکل آیا۔ چوتھی خرابی یہ ہے کہ اگر اسلامی کونسل، صدر یا گورنر کے پاس اپنی رائے بھیج دیتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ یہ خلافِ شرع ہے۔ تو مسودہ آئین میں یہ ہے کہ اسمبلی اس کے متعلق پھر غور کرے گی۔ یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ جب مشورہ مل گیا ہے کہ یہ قانون خلاف قرآن وسنت ہے تو اسمبلی کا از سرِ نو غور اس کے تابع وموافق ہونا چاہیئے یا نہیں؟ بلکہ ایوان اس پر نئے سرے سے غور کرے تو غور تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس مشورہ کو نہیں مانتے۔ اسمبلی، کونسل کے مشورے کی پابند نہیں۔ یہ صورت غلط ہے بلکہ اس کی دفعہ کو واضح کر لینا چاہیئے کہ اسمبلی اس فیصلے کے مخالف فیصلہ نہ کر سکے گی۔

اب یہاں یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ کیا ہم اسمبلی کے ارکان کو اسلامی کونسل کے تابع بنا دیں اور اسمبلی پر اسے بالادستی کیوں کر دی جا سکتی ہے۔ اس کے جواب میں دو باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بنیادی حقوق کے بارے میں ہر شخص کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ عدالت کی طرف رجوع کرے اور اگر کوئی جج کہہ دے کہ اسمبلی کا کوئی ایسا قانون بنیادی حقوق کے خلاف ہے تو وہ اسمبلی کا قانون کالعدم ہو جاتا ہے تو ایک جج جو سرکاری ملازم ہے اور ایک فرد ہے اور اس کی رائے میں اگر بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو اسمبلی کا فیصلہ کالعدم کر سکتا ہے تو اسلامی کونسل کے ایسے مشورہ سے کالعدم کیوں نہیں ہو سکتا (وہاں بالادستی کا سوال کیوں نہیں اٹھایا جاتا) دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی کونسل تو قانون کی واضع نہیں۔ اس میں تو قرآن وحدیث کے ماہر ہوں گے۔ وہ تو صرف یہ بتائیں گے کہ یہ بات قرآن وحدیث کے مخالف ہے یا نہیں۔ تو کونسل کے ارکان وضع کرنے والے نہیں صرف ظاہر کرنے والے ہیں کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے مطابق ہے یا مخالف۔ آج ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم مانتے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں مُظہِر (ظاہر کرنے والا) کہتے ہیں نہ کہ واضع (بنانے والا)۔ جیسا کہ یہاں ہمارے ایک دوست میاں محمود علی قصوری کسی قانون کی تشریح کریں تو ہم انہیں واضع نہیں سمجھتے بلکہ صرف مطلب کا واضح کرنے والا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ اسلامی کونسل کی بالادستی درحقیقت قرآن وحدیث کی بالادستی ہے۔ اسے کیوں نہ مانا جائے۔ یہ تو نئی قانون سازی کے بارے میں تھا۔ سابقہ جتنے قوانین ہیں ان کو قرآن وسنت کے مطابق کرنے کے بارے میں کہا گیا کہ کونسل سات سال میں حتمی رپورٹ تیار کرے گی۔ گویا سات سال میں کونسل رپورٹ دے اور آخر میں آ کر ایوان یہ کہہ دے کہ ہمیں منظور نہیں

تو ساری رپورٹ ردی کی ٹوکری میں چلی جائے گی۔ (تو یہاں بھی اسمبلی کو اس رپورٹ کا پابند بنا دینا ضروری ہے)۔

ایک مخصوص بنچ ضروری ہے

تو اس کے لیے ایک ضمانت آئین میں یہ دینی چاہیئے کہ ایک عدالتِ عالیہ ہو۔ اس میں علماء کرام اور ماہرینِ شریعت اور دیگر ماہرین کا ایک مخصوص بنچ ہو جو اس بارے میں فیصلہ کر سکے۔

کوشش نہیں، ضمانت ضروری ہے

اس آئین میں کچھ نہ کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں گے جس سے لوگ اس قابل بن جائیں گے کہ قرآن و سنّت کے مطابق ان کی تربیت ہو اور انہیں سمجھایا جائے گا کہ قرآن و سنت کے مطابق زندگی کیسی ہو۔ یہ تو منطقی الفاظ کا چکر ہے۔ قابلیت کے معنی تو امکان اور صلاحیت ہے اور وہ تو ہر وقت موجود ہے۔ ایسے اقدامات سے پہلے اگر ہم میں قابلیت نہ ہوتی تو ہم خدا کی جانب سے مکلّف کیسے ہو سکتے تھے۔ یہی حال سمجھنے سمجھانے کا ہے اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی کو سمجھنے والے تو آج بھی ہزاروں لوگ ہیں۔ پچانوے فی صد مسلمان سمجھتے ہیں کہ سُود بُرا ہے، زنا بُرا ہے، جُوا بُرا ہے تو کیا "پالیسی کے رہنما اصول" میں یہ لکھنے سے کہ معاشرہ میں قابلیت پیدا کی جائے گی۔ مقصد حاصل ہو سکتا ہے؟ اسے عوام کی قابلیت، استعداد اور سمجھنے پر نہیں چھوڑنا چاہیئے، بلکہ لازمی قرار دینا چاہیئے۔

پالیسی کے رہنما اصول کی حیثیت

اس سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ ان اصلاحات کو پالیسی کے اصول میں رکھا تو گیا ہے لیکن اس کی آئینی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ مسٹر جسٹس منیر نے کہا کہ جیسے لوگ انتخابات کے وقت اپنی پارٹی کے منشور کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کے گرویدہ ہو جائیں۔ یہی حیثیت آئین میں "پالیسی کے رہنما اصول" کی ہوتی ہے۔ قانوناً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

املاک کی جبری ضبطی اور ملکیت کی تحدید

آئین میں یہ بھی ہے کہ افراد کے حقوقِ مالیہ کا تحفظ ہوگا مگر یہ کہ اگر ضرورت ہو تو ضرورت کے وقت اس کی اجازت ہوگی کہ حکومت کسی ملکیت کی تحدید کرے یا اگر مفادِ عامہ کے لیے کوئی ضرورت ہو تو حکومت بلا معاوضہ بھی اموال لے سکتی ہے تو میں اتنی بات عرض کروں گا کہ اسی ضرورت کی بنیاد پر اگر ایک شخص جو بھوکا ہے۔ اس نے بچوں کے لیے کالج میں فیس دینی ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں تو یہ شخص اسی ضرورت کی بنا پر کسی کی جیب کاٹتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے جیب کاٹی ہے تو اس پر آپ چوری کا قانون کیوں نافذ کرتے ہیں۔ وہ بے چارہ بلا عوض لیتا ہے مگر کیا اسے ضرورت نہیں؟ تو کیا ضرورت ہمیں چوری اور جیب تراشی کی اجازت دے سکتی ہے؟

میرے خیال میں جب ہم نے اسلامی آئین کو بنیاد بنا لیا ہے تو اس تسلیم شدہ بات کہ ہم اسلامی آئین بنائیں گے، کا تقاضا ہے کہ ایسی دفعات ختم کر دینی چاہئیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه**۔ (مسلمان کی آبرو، مال، جان سب کچھ دوسروں پر حرام ہے) اور چلیئے ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ اموال چھین لیے جائیں، مگر اس میں یہ قید بہر حال لگانی چاہیئے کہ ناجائز اموال، انگریزوں کی دی ہوئی جاگیریں یا ظلم کے ذریعے حاصل کی گئی دولت ضبط کریں گے، لیکن ایسی صورت میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ایسے اموال ضبط کرنے کا حکومت کو حق ہے لیکن وہ بھی حکومت کو نہیں

لیں گے بلکہ اصل مستحقین اور حقداروں کو واپس پہنچانے ہوں گے جن سے چھینے گئے تھے۔ وہ لوگ مل سکیں تو ان کو دیے جائیں گے لیکن آپ عوام کی تعلیم اور مفادات عامہ کے لیے دوسرے کی املاک ضبط کرنا چاہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایک شخص کو زندگی دینے پر دوسرے کا گلا کاٹ دیں اور یہ انصاف نہیں اور پھر کیا مفاد عامہ کے لیے ہمارے بیت المال اور خزانہ میں اور طریقوں سے گنجائش نہیں نکل سکتی ہے؟ بہت سا روپیہ ہماری عیاشیوں پر صرف ہوتا ہے۔ بڑی بڑی بلڈنگوں پر ہماری موٹروں پر، ہماری زیب و زینت پر خرچ ہوتا ہے اسے کیوں نہیں کم کرتے۔ تو ہم اسے کم کردیں۔ اس طرح بیت المال میں جو اموال جمع ہوں گے وہ محتاجوں پر خرچ کریں۔ دیکھیے حضرت عمرؓ کی کیا حالت تھی۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کے مالک بنے۔ قبضہ میں دولت، خزانے اور تاج و تخت تھے لیکن حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ دس دس پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن کر خطبہ دیتے ہیں اور زمین پر لیٹتے ہیں اور ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے تو ایک گورنر آیا۔ اسے بلا کر بٹھایا اور فرمایا کہ کھائیے۔ اس نے کہا کیسے کھاؤں۔ یہ تو جو کی روٹی ہے اور اس کا بھوسہ بھی نہیں نکالا گیا۔ تو کیسے نگلے گا۔ یہ تو گلے میں پھنس جائے گا۔ تو جو اموال حرام طریقے سے جوا، شراب کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں انہیں تو ضبط کیا جاسکتا ہے حلال اموال کو نہیں۔

ڈپٹی سپیکر: مولانا! آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے کتنا وقت لینا ہوگا۔ کیا آج آپ تقریر ختم کرسکتے ہیں تھوڑے وقت میں (کیونکہ اسمبلی کا وقت نو بجے کو تھا) یا کل تقریر جاری رکھنا چاہیں گے؟

مولانا عبدالحق: اگر آپ دس منٹ بڑھا دیں تو ختم کردوں گا۔

ڈپٹی سپیکر: پھر آج ہی تقریر کو ختم کردیں (حزب اختلاف سے اصرار تھا کہ کل بھی جاری رہے گی تو سپیکر نے کہا) میرا خیال ہے کہ ممبر کی آزادی میں کوئی آدمی دخل نہ دے۔ دونوں طرف سے مولانا کی تقریر کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ مولانا کو تقریر کرنے دیں۔

پروفیسر غفور احمد: مولانا! یہ جو کی روٹی والی بات ان کو اچھی نہیں لگی۔

مولانا عبدالحق: بہرحال میں دو باتیں آپ سے عرض کردوں کہ جو مال حرام طریقے پر انگریز یا کفاروں کو خوش کرنے کے ذریعے یا کسی اور طرح سے یا سود کی وجہ سے یا شراب کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو۔ اسے لے لیجیے اور اگر کوئی اصل حقدار ہے تو اس کے حوالے کردیجیے۔ اگر مالک نہیں ملتا تو بیت المال میں رہے۔ مگر جو حلال آمدنی ہے وہ کسی طرح لینا جائز نہیں۔ دیکھیے یہ آئین تو ہم اس لیے بنا رہے ہیں کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اطمینان دلائیں کہ تمہاری جان، تمہارا مال، تمہاری آبرو تمہاری عصمتیں محفوظ ہوں گی۔ تو جب اس آئین میں ہم نے ایسی دفعات رکھی ہیں تو گویا آئین میں آیا کہ ہم لوگوں کو کاٹیں گے۔ تو اس طرح حفاظت کب ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر آپ زمینیں بلا معاوضہ لینے کی دفعہ رکھیں گے تو جو مالک ہیں وہ پیداوار بڑھانے میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ زمین پر محنت نہیں ہوگی اور جب زرعی آمدنی کم ہو گئی تو ملک کیسے چلے گا؟ پھر لازماً کارخانے اور صنعتیں بھی اس سے متاثر ہوں گی۔

صدر اور وزیر اعظم کا محاسبہ ضروری ہے

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ آئین میں یہ دفعہ بھی ہے کہ صدر کو اختیار حاصل ہے کہ کسی شخص کے متعلق اگر سزائے موت کا حکم ہوا ہے تو صدر اسے معاف کرسکتا ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو صدر کو وزیر اعظم کا پرائیویٹ سیکرٹری بنا دیا گیا ہے۔ کوئی کام وزیر اعظم کی مرضی کے خلاف نہیں کرسکتا۔ بلکہ ہر معاملہ میں خاموشی سے دستخط کرے گا اور دوسری طرف اسے اتنا اختیار دیا گیا ہے کہ خدائی حدود اور اختیارات کے مقابلے میں بھی صدر کی پوزیشن اتنی بڑھا دی گئی کہ خدا کا حکم ہے کہ دو لکھو

فی القصاص حیوۃ یا اولوالالباب کہ تمہیں قصاص سے زندگی ملے گی) خدا نے حکم دیا ہے کہ ایک شخص نے جرم کیا، قتلِ عمد کیا ہے۔ اس کو قتل کیا جائے۔ مگر کیا صدرِ مملکت خدا کے مقابلہ میں اتنا زور آور ہے کہ وہ کہے کہ میں معاف کر سکتا ہوں۔

مولانا مفتی محمود: مولانا! اور صدر کا یہ حکم بھی وزیراعظم کے بغیر نہیں چلے گا۔

مولانا عبدالحق: پھر تو دونوں مجرم ہوئے۔

ڈاکٹر مبشر حسن: پوائنٹ آف آرڈر سر! جنابِ والا! مفتی صاحب دخل اندازی کر رہے ہیں اور فاضل مقرر کو تقریر نہیں کرنے دیتے۔ فاضل ممبر کو ہدایات دے رہے ہیں۔ انہیں (مفتی صاحب کو) کہیں کہ ادھر منہ کر کے بیٹھیں۔

ڈپٹی سپیکر: اصل میں ہمارے علاقے کے دونوں بڑے علماء ہیں جن کا علم ٹکرا رہا ہے۔

مولانا عبدالحق: (تقریر جاری رکھ کر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جب مکہ معظمہ میں حکومت قائم ہوئی تو ایک قریشیہ عورت جس کا نام فاطمہ تھا اور بنی مخزوم میں سے تھی اس نے چوری کی۔ چوری کا ثبوت ہو گیا۔ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر رضؓ کے پاس گئے کہ آپ سے سفارش کریں۔ تو انہوں نے کہا کہ بھائی ہم تو کچھ نہیں کر سکتے حضرت اسامہ رضؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے ان کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت اسامہ رضؓ کے پاس گئے اور انہوں نے جب حضورؐ سے سفارش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناراضگی سے فرمایا:

(اتی حد من حدود اللہ کہ تم خدا کی حدود میں سفارش کرتے ہو) اس میں تو مجھے بھی کوئی اختیار نہیں کہ تخفیف کروں اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا نے تمہیں حکومت دی کہ عدل و انصاف قائم کرو۔ تو آج جب خاندان کا معاملہ آیا تو تم نے سفارشیں شروع کیں۔ دیکھو تم سے پہلی قوموں کو بھی حکومتیں ملیں تو انہوں نے یہ کیا کہ حدود اور قصاص کو غریبوں پر تو نافذ کر دیا مگر اپنے خاندانوں اور شریفوں پر جاری نہ کیا تو وہ ہلاک ہو گئیں۔ فرمایا: میں تو کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ (یہاں ایک عجیب جملہ فرمایا جس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے) فرمایا: یہ تو فاطمہ مخزومیہ ہے **(ولو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت (اعاذہا اللہ) لقطعت یدھا)** فاطمہ بنت محمدؐ میری بیٹی (جو "سیدۃ نساء اہل الجنۃ" ہے) خدا اس کی حفاظت کرے۔ اگر اس کے ہاتھ سے کبھی خدانخواستہ چوری ہو جائے تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دوں۔ تو یہاں اسلام کے اندر امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں۔ تو یہ بڑی متعجب بات ہے کہ صدر اور وزیراعظم کو بمقابلہ حکم خداوندی سے آئین جبکہ ہم نے طے کیا ہے کہ یہاں کوئی چیز اسلام کے خلاف نہیں ہوگی۔ ہاں ایک ہیں تعزیرات۔ حدود اور قصاص میں تو کسی کو اختیار نہیں پہنچتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میرا بھی اختیار نہیں ہے تو دنیا کے صدروں کو کیا اختیار ہوگا۔ البتہ تعزیرات کہ سیاستاً سزاؤں میں کمی بیشی کر دی جائے۔ فرض کیجئے کہ شراب نوشی کا دور دورہ ہو۔ ایک شخص بار بار حد قائم ہونے کے بعد بھی منع نہ ہو۔ چار پانچ دفعہ شراب پی لے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اسے قتل کر دو۔ یہ "سیاستہً" ہے، "حد" نہیں قاضی کو اس کا اختیار دیا گیا ہے۔ تعزیرات میں صدر تخفیف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن سزائے موت جو قصاص اور قتل کرنے کی صورت میں ہو تو مقتول کا خون ضائع کر کے صدر اسے ساقط نہیں کر سکتا۔ یہ ہمارے اختیار میں نہیں۔

آئندہ نسلیں کیا کہیں گی

الغرض آئین میں کچھ باتیں اچھی بھی ہیں لیکن اگر زیادہ تر اسلامی امور کا لحاظ نہ رکھا گیا تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں چاہیے کہ آئندہ نسلوں کے لیے اسلامی آئین پیش کر دیں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ جس آئین کے لیے سات کروڑ مسلمانوں کو ہندوستان میں غلام بنایا گیا تھا۔ جس آئین کے لیے پچیس سال پہلے ہزاروں افراد شہید ہوئے، لاکھوں عصمتیں لٹیں۔ پیپلز پارٹی نے اسے اپنی اکثریت اور تسلط

لے زور سے مسترد نہ کیا ہوتا تو مسلمانوں کی قربانی کام آتی۔ دوسری صورت میں آئندہ نسلوں کا کیا ردِّ عمل ہوگا؟

جناب والا! میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ مسئلہ نہ حزب اختلاف کا ہے نہ حزب اقتدار کا، بلکہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے تو اسے خلوصِ دل اور ایمانداری سے مرتب کریں کہ لوگ ہمیں دعائیں دیں اور خدا بھی خوش ہو اور یہ تب ہوگا کہ ایسی فضا پیدا کریں کہ چپقلش اور منافرت نہ رہے اور ہر شخص کو ٹھنڈے دل سے پوچھنے کا موقع مل سکے۔ اگر پیپلز پارٹی یہ کہے کہ چونکہ ہم برسرِ اقتدار ہیں اور فلاں دفعہ کو منظور کرانا وقار کا سوال ہے۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہم لوگوں کی اکثریت ہاں کہہ کر اسے ہر حالت میں پاس کر دے گی۔ تو کیا یہ ظلم نہ ہوگا۔ آئین پر ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح ہم حزب اختلاف والوں کو بھی چاہیئے کہ ہم اس نقطۂ نگاہ سے کام نہ لیں کہ یہ مسودہ چونکہ ہمارے ان بھائیوں نے پیش کیا ہے اس میں ضرور ہر جگہ کچھ نہ کچھ تنقید کرنی ہے۔ جتوئی صاحب (عبدالحمید صاحب جتوئی) پیپلز پارٹی میں ہیں لیکن انہوں نے کتنی اچھی باتیں کہیں جو ان کی صوابدید میں درست تھیں یہی ہر سب ارکان کو اپنانا چاہیئے۔ ہم قوم کے مفاد، افراد کے مفاد، اسلام کے مفاد میں جو بھی بات ہوگی اس کی ترمیمیں پیش کریں گے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بقیہ: صفحہ عورت کی حکومت باعثِ زوال ہے

پائی جا سکتی ہیں۔

مسٹر سپیکر: مولانا یہ ترمیم نہیں ہے۔

مولانا عبدالحق: تو ظاہر بات ہے کہ مرکز شجاعت خدا نے مردوں کو بنایا ہے۔ کل ایک محترمہ نے تجویز پیش کی ہے کہ خواتین کے لیے ہر شعبہ میں حصہ ہونا چاہیئے یہاں تک کہ افواج میں بھی تو میں کہتا ہوں آج ہماری ۹۳ ہزار کی فوج کافروں کے قبضہ میں ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ عورتیں ہوتیں تو آج ایسی فوج کا کیا حشر ہوتا اور ہمارے لیے کتنی بدنامی ہوتی۔ ہمارے لیے دنیا میں رہنے کی صورت ہی نہ ہوتی۔ یہاں میں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کرتا ہوں — کسریٰ کی بیٹی جب تخت نشین ہوئی اور آنحضرتؐ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا لن یفلح قوم تملکھم امراۃ (ہرگز نجات نہیں پا سکتی وہ قوم جس کی بادشاہ ایک عورت ہو) چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس کو شکست ہوئی۔ برطانیہ کی حکومت اتنی عظیم تھی کہ جس میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا، مگر جب سے ملکہ وکٹوریہ اور الزبتھ ٹیلر تخت نشین ہوئیں تو سلطنت پر زوال آنے لگا اور بالآخر وہ ایک جزیرہ میں محصور ہو کر رہ گئی تو خدا نے مردوں کو جو شجاعت دی ہے ظاہر بات ہے کہ وہ صنفِ نازک کو عطا نہیں ہوئی اور وہ کسی طرح بھی ان ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتا۔

بقیہ: صفحہ ۵۹۵ مولانا عبدالحقؒ کی مساعی

اسلامی احکام کے تابع ہونا چاہیئے۔

۵۔ دفعہ ۱۸ بابت آزادئ تحریر و تقریر میں ترمیم نمبر ۲۲۶ پیش کی کہ پاکستان کی سالمیت، دفاع اور امن عامہ و غیرہ جیسے متوعات میں اسلام، نظریۂ پاکستان اور اکابرِ اسلام کی توہین کی اجازت نہ ہوتا کہ کسی شہری کو بنیادی نظریۂ اسلام اور اکابرِ اسلام کی توہین کی اجازت نہ ہو۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے چلا ہوں
برسوں مجھے گلشن کی فضا یاد رکھے گی

۱۹۷۳ء کا دستور اور قرآن و سنت کے احکامات

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق علیہ الرحمۃ کا ۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء کا قومی اسمبلی میں خطاب

ہمیں ملک کو ایک ایسا آئین دینا ہے جس میں ملک کی سالمیت، اسلام کا تحفظ اور ملک کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت ہو۔

* * *

پالیسی کے رہنما اصول کے تحت دفعہ ۳۱ ذیلی فقرہ ۲ کی شق میں زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کی مناسب تنظیم کا ذکر ہے میری ترمیم ۱۳۱ یہ ہے کہ یہ تنظیم اسلامی احکام اور شرعی قواعد کی تابع ہونا ضروری ہے۔

جناب محترم سپیکر صاحب! حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایوان بہت ہی معزز ایوان اور منتخب اراکین پر مشتمل ہے۔ یہ قوم کا خلاصہ ہے۔ ہمارے ملک کے صدر محترم جناب ذوالفقار علی بھٹو اور جناب وزیر قانون پیرزادہ صاحب نے اپنے متعدد بیانات میں یہ کہا کہ جو ترامیم حزب اختلاف کی جانب سے پیش ہوں گی اگر وہ معقول ہوں، اسلامی ہوں، ہم ان پر غور کریں گے۔ تو اس امید اور جذبے کے ساتھ ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ملک کو ایسا آئین دینا ہے جس میں ملک کی سالمیت، اسلام کا تحفظ اور ملک کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت ہو، مگر یہاں سب سے پہلے تو جب اسلام کی بات آتی ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ دفعہ ۲۲۷ کافی ہے۔ مزید ترامیم کی کیا ضرورت ہے اور یہ ٹھیک ہے کہ اس دفعہ میں یہ ذکر ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی نہیں ہوگی۔ مگر ہمیں جب اس کے مجوزہ طریق کار پر اطمینان نہیں ہے تو اس پر اکتفار کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اس کا فیصلہ آخر کیسے ہوگا کہ فلاں قانون کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ اس کی ضمانت کی صورت یہ اختیار کی گئی ہے کہ ایوان یا صدر یا گورنر اس قانون کو اسلامی کونسل کے پاس بھیجے گا وہ چاہے اس پر جلدی غور کرے یا نہ کرے، مگر حکومت اگر مفادِ عامہ کے نام پر ضروری سمجھتی ہے تو قانون پہلے سے بنا سکتی ہے۔ پھر اگر کونسل نے مشورہ دے بھی دیا کہ اسلام کے خلاف ہے تو ایوان اس کا پابند نہیں ہوگا بلکہ دوبارہ غور کرے گا اس پر پابندی لازمی نہیں۔ پھر وہاں کونسل میں علماء کی اکثریت کا امکان نہیں اور ایوان کی اکثریت اگر نہ چاہے تو کونسل میں پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو اس طریق کار کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں کہ قانون سازی کتاب و سنت کے مطابق ہوگی۔ اس خدشے کی بناء پر ہم جہاں جہاں بھی کوئی ایسی بات آتی ہے کہ اسلام کا تحفظ ضروری معلوم ہوتا ہے ہم ترامیم پیش کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر اسلام کا تحفظ کرانا چاہتے ہیں اور جب سرکاری مذہب اسلام ہے تو یہاں ہر چیز کے ساتھ اسلام کی قید کیوں نہ لگائی جائے۔

یہاں بھی میری ترمیم اس قسم کی ہے کہ زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کا نظم شریعت کے تابع احکام اور قواعد کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جن مساجد اور اوقاف کے نظم و نسق حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں ایک ایک بلب کے لیے درخواستیں دی جاتی ہیں۔ مگر مسجدوں کی حالت (باقی ص ۵۹۴ پر)

حقائق - سچائی کے عکاس

انشاءاللہ وہ دن اب دور نہیں جب پاکستان کا شمار بھی صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ
ممالک میں ہوگا اور خوشحالی اس دھرتی کے محنتی اور جفاکش عوام کا مقدر ہوگی۔
خود کفالت کا سفر کٹھن ضرور ہے لیکن دل میں منزل کی تڑپ رکھنے والوں کے لیے ناممکن نہیں۔

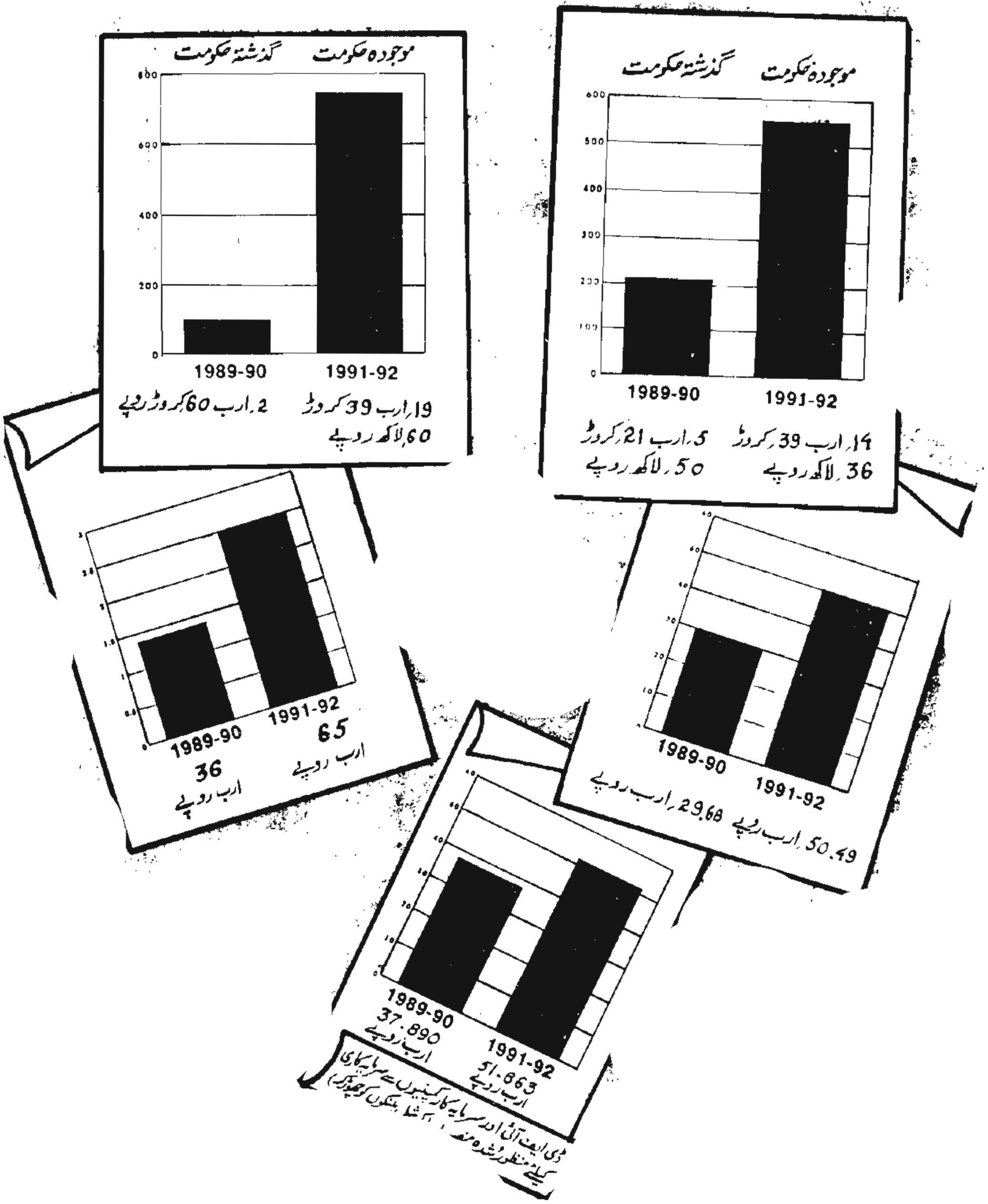

افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

قرآن وسنت سے متصادم آرڈیننس

قرآن وسنت کے خلاف تمام آرڈیننس اور قوانین کو کالعدم ہونا چاہیئے

مسوّدہ دستور کی دفعہ ۹۲ میں صدر یا وفاقی حکومت کو بوقتِ ضرورت آرڈیننس جاری کرنے کا ذکر ہے۔ مولانا عبدالحق نے اس میں یہ ترمیم پیش کی تھی کہ بشرطیکہ ایسا آرڈیننس قرآن وسنت کا نقیض نہ ہو۔ اپنی ترمیم پر تقریر کرتے ہوئے مولاناؒ نے فرمایا۔

صدر محترم! دفعہ ۹۲ یہ ہے کہ وفاقی حکومت جب کہ قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو آرڈیننس پارلیمانی ایکٹ کے برابر قوت اور تاثیر رکھتا ہے تو اگر آرڈیننس کے اجراء کے وقت میں اس کا قرآن وسنت کے مطابق ہونے کی پابندی نہ لگائی جائے تو قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کا موقع نکل آئے گا۔ جبکہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اجلاس کب ہوگا اور کب وہ اسے بل کی شکل میں سامنے لائے گا۔ گویا یہ دفعہ اس دفعہ کے خلاف ہے جس میں قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کا ذکر ہے۔ اب تک تو ہوا یہ ہے کہ جتنے بھی آرڈیننس جاری ہوئے اسمبلی انہیں قانونی شکل دیتی ہے۔ تو اگر کوئی آرڈیننس قرآن وسنت کے خلاف نافذ کیا گیا تو وہ کالعدم ہونا چاہیئے۔ سیدنا ابوبکرؓ پہلے خلیفہ ہیں جب خلیفہ ہوئے تو پہلا خطبہ جو دیا اس میں یہ اعلان کیا کہ تم میں سے جو مظلوم ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے جب تک کہ اس سے دوسرے کا حق لے کر حقدار کو واپس نہ دلا دوں اور فرمایا کہ جب تک میں قرآن وسنت کی پیروی کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو، میرا حکم مانا کرو اور اگر میں نے کسی حکم میں کتاب وسنت کی خلاف ورزی کی تو اسے مت سنو بلکہ مجھے سیدھے راستے پر لگاؤ۔ تو اسلام کے پہلے خلیفہ نے اپنے احکام کو اسلام کے ساتھ پابند کر دیا۔

تو جب آرڈیننس نافذ ہو، چار ماہ بعد معلوم نہیں اسمبلی کیا فیصلہ دے۔ عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے غیر اسلامی آرڈیننس کو بھی قانون کی شکل دے دی جاتی ہے۔ جس طرح موجودہ آئین میں ۱۹۷۲ء سے پچھلے آرڈیننسوں اور صدر کے ایسے فرامین کو بھی تحفظ دیا گیا ہے کہ اسمبلی اس کے بارے میں غور بھی نہیں کر سکتی جس میں عائلی قوانین جیسے رسوائے عالم قوانین کا آرڈیننس بھی شامل ہے۔ تو ہمیں ایسا کوئی دروازہ ہی نہیں کھولنا چاہیئے جس سے کتاب وسنت کی خلاف ورزی ہو سکتی ہو تو اتنی قید لگانا ضروری ہے کہ بشرطیکہ ایسا آرڈیننس قرآن وسنت کا نقیض نہ ہو۔ وفاقی حکومت اگر مجبوراً آرڈیننس جاری کرنا بھی چاہے تو اسلامی کونسل سے اس کی شرعی حیثیت معلوم کرائی جا سکتی ہے۔ خدا کرے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اور دعویٰ بھی ہو رہا ہے کہ ہمارا آئین کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اس غرض سے یہ بات آرڈیننس جاری کرتے وقت بھی ملحوظ رکھی جائے۔

(۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء
مباحث آئین ساز اسمبلی)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی

قادیانی جماعت کے سربراہ آنجہانی مرزا ناصر احمد پر جرح

قادیانی مسئلہ کے موقع پر قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی میں مرزا ناصر احمد پر جرح کے لیے آپ نے حسب ذیل سوالات داخل کئے۔

۱۔ آپ نے اپنے بیان[1] کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ پاکستان کے دستور اساسی میں دفعہ ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ جس مذہب کی طرف چاہے ہو۔ کیا آپ دستور میں یہ الفاظ دکھا سکتے ہیں؟

۲۔ کیا جماعتِ احمدیہ کی طرف سے کبھی کسی شخص کے جماعت سے خارج ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا؟ مرزا بشیرالدین صاحب نے انوارِ خلافت میں ص۹۳ پر کہا ہے

"خلیفہ اوّل حکیم نورالدین صاحب نے ایک شخص کو اس بنا پر جماعت سے خارج کر دیا تھا کہ اس نے غیر احمدی سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی ہے"

اور مرزا بشیرالدین صاحب نے بھی یہ اعلان کیا تھا کہ اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا۔ کیا آپ کے نزدیک یہ فیصلہ درست ہے؟

۳۔ کیا آپ ہر کلمہ گو لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والے کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

۴۔ آپ نے اپنے بیان کے ص۹ پر لکھا ہے کہ بہتر فرقوں میں سے نجات یافتہ فرقہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا۔ کیا آپ کی نگاہ میں وہ فرقہ اس کا مصداق ہوگا جس کی تعداد سب سے کم ہو؟

۵۔ آپ ان غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہیں یا نہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کے دعوؤں کو جھٹلاتے ہیں؟

۶۔ منیر کمیشن کے سوالات کے جواب میں جماعت احمدیہ ربوہ کی طرف سے کہا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد کے ایک فتوے کی وجہ سے جو حال ہی میں دستیاب ہوا ہے ہم ان غیر احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جو مرزا صاحب کو جھوٹا یا کافر نہ کہتے ہوں۔ اس بارے میں چند سوالات۔

ا۔ یہ فتویٰ دستیاب کب ہوا تھا اور اس پر عمل کب شروع ہوا؟

ب کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو یہ مقام دیتے ہیں کہ جس کو وہ کافر کہہ دیں وہ کافر اور جس کو وہ مسلمان قرار دیں وہ مسلمان ہے؟

ج کیا اس فتوے کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب، حکیم نورالدین صاحب اور مرزا بشیرالدین صاحب کے سابقہ فتوے منسوخ قرار دیے گئے ہیں؟

د کیا اب اس مسئلے میں آپ کا اور جماعت لاہور کا مسلک ایک ہوگیا ہے؟

۷۔ اگر آج کوئی شخص جھوٹا دعویٰ نبوت کرے اور قطعی دلائل

---

[1] مرزا ناصر نے قومی اسمبلی میں اپنے موقف کے بارہ جو بیان پیش کیا تھا وہ مُراد ہے۔

مرزا صاحب پر نازل ہونے والی وحی ان کے اور ان کے متبعین کے لیے واجب الاتباع ہے؟

۶۔ آپ نے مرزا صاحب کی ایک عبارت مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۹ سے نقل کی ہے جس میں مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اگر وہ ان الفاظ سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں میں یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے نبی کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھے مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔"

(الف) کیا مرزا صاحب نے اپنی اس تحریر کے بعد اپنے لیے لفظ "نبی" لکھنا چھوڑ دیا تھا؟

(ب) کیا اس تحریر کے بعد مرزا صاحب نے اپنی سابقہ کتابوں میں لفظ 'نبی' کو بدل کر 'محدث' لکھ دیا تھا؟

۷۔ کیا آپ کی جماعت کے امیر اوّل محمد علی لاہوری صاحب اور ان کے رفقاء نے مرزا صاحب کے لیے کبھی لفظ 'نبی' استعمال کیا ہے؟

۸۔ کیا آپ آج بھی مرزا صاحب کے لیے کسی بھی معنی کے لحاظ سے لفظ 'نبی' کا استعمال درست سمجھتے ہیں؟

۹۔ جس معنی میں مرزا صاحب نے اپنے لیے لفظ 'نبی' بکثرت استعمال کیا ہے اگر آج کوئی شخص اسی معنی کے لحاظ سے اسی کثرت سے لفظ "نبی" استعمال کرے تو کیا آپ اسے جائز سمجھیں گے؟

۱۰۔ آپ نے ص ۸ پر لکھا ہے کہ "جس طرح عیسائیوں نے غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا حقیقی بیٹا بنا لیا۔ اسی طرح مثیل مسیح یعنی حضرت مرزا صاحب کو بھی آپ کے ماننے والوں کی اکثریت نے غلو کر کے مجدد کے عہدے سے بڑھا کر نبی بنا لیا۔" (نعوذ باللہ) تو کیا جماعتِ ربوہ جس نے آپ کے خیال میں یہ غلو کیا ہے ایک غیر نبی کو نبی ماننے کی بنا پر کافر ہے؟

۱۱۔ اگر جماعت ربوہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہوگا؟

۱۲۔ آپ نے (اپنے پیش کردہ بیان کے) ص ۹ پر لکھا ہے کہ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدے سے نہ صرف حضرت مسیحؑ کی برتری بلکہ خدائی ثابت ہوتی ہے۔ تو کیا جو لوگ حیاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں وہ آپ کی خدائی ثابت کرنے کی وجہ سے کافر ہیں؟

۱۳۔ آپ نے بیان کے ص ۱۱ پر مرزا صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا خود کہنے والے پر کفر کو لوٹا دیتا ہے۔ تو کیا وہ تمام لوگ جو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں آپ کے نزدیک کافر ہیں؟

۱۴۔ جو شخص مرزا صاحب کو ان کے دعووں میں جھوٹا قرار دے وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہے یا کافر؟

۱۵۔ آپ نے ص ۱ پر لکھا ہے کہ "شروع سے ہمارا عقیدہ یہ رہا ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔" اس عقیدے کی روشنی میں اگر کوئی شخص کلمہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھے اور اس پر ایمان کے اقرار کے ساتھ ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہوگا یا نہیں؟ جبکہ آپ نے ص ۲ پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر، کاذب اور خارج از دائرۂ اسلام ہے؟

۱۶۔ (الف) آپ نے ص ۱۱ سے ص ۱۳ تک مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے بارے میں بہت سے لوگوں کی آراء نقل کی ہیں۔ کیا آپ یقین اور ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ساری نقول اور حوالے درست ہیں؟

(ب) کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ سب لوگ ہمیشہ اسی رائے پر قائم رہے ہیں جو آپ نے ان کی طرف منسوب کی ہے اور کبھی انہوں نے اپنی رائے تبدیل نہیں کی؟

ہے اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ اور اس کے پیروکار آپ کے نزدیک مسلمان ہوں گے یا کافر؟

۸۔ مسیلمہ کذاب آپ کے نزدیک کافر تھا یا مسلمان؟

۹۔ آپ نے (اپنے بیان میں) ص۲۸ پر مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب "حقیقت الوحی" سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "آپ یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔"؟

۱۰۔ اگر اب تک آپ کی توجہ روحانی نے سوائے مرزا غلام احمد صاحب کے کسی اور کو نبی نہیں بنایا تو کیا خاتم النبیین کا مطلب مرزا صاحب کے مذکورہ قول کے مطابق یہی تھا کہ آپؐ کی مہرِ نبوت سے صرف ایک مرزا صاحب کو نبی بنایا جائے۔

۱۱۔ آپ کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ کی پیروی سے انسان نبی بن سکتا ہے؟

۱۲۔ کیا آپ کی نظر میں انسان کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اتباعِ محمدیؐ کے اس درجے کو پالے جو اسے نبی بنا سکے۔

۱۳۔ صفحہ ۸۲، ۸۳ پر مرزا صاحب کا یہ قول مذکور ہے کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" بھی حدیث میں آیا ہے۔ اگرچہ محدثین کو اس پر جرح ہے مگر ہمارا نورِ قلب اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بلاچون وچرا اس کو تسلیم کرتے ہیں۔"

تو کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ جس حدیث کو چاہیں اپنے نورِ قلب سے صحیح اور جسے چاہیں غلط قرار دیں۔

۱۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ لوگ غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہو گئے جیسے صالح بن طریف اور بہاء اللہ بابی اور بعض نے غیر تشریعی نبوت کے دعوے کئے جیسے ابوعیسیٰ وغیرہ ان سب کے جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے جب کہ وہ بھی ظلّی، بروزی اور مجازی نبی وغیرہ کی تاویلات کر چکے ہوں یا کر سکتے تھے؟

۱۵۔ نبوت غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اور ضابطہ کیا ہے؟

۱۶۔ کیا صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اس معیار پر پورا نہ اتر سکا جس کی وجہ سے باوجود افضل الامۃ ہونے کے تمام صحابہؓ نبوتِ غیر مستقلہ کے شرف سے محروم رہے۔

۱۷۔ کیا اس چودہ سو برس کے طویل عرصے میں صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور مجددین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو مرزا غلام احمد کے ہم پلّہ ہوتا اور نبوتِ غیر مستقلہ پاتا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی قادیانی مسئلہ میں

لاہوری پارٹی پر جرح

قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور کے دوران قادیانیوں کے دونوں دھڑوں (لاہوری اور ربوائی) کے سربراہوں کو اسمبلی میں طلب کیا اور اٹارنی جنرل کے توسط سے ان پر جرح کی گئی۔ شیخ الحدیث مدظلہ نے بھی دونوں سربراہوں پر جرح کے نوٹس دیے تھے جن میں اکثر قبول کر لیے گئے اور ان سے استفادہ کیا گیا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ مرزا صدر الدین پر جرح کے لیے آپ نے حسب ذیل سوالات کا نوٹس دیا تھا۔

۱۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعوؤں پر ایمان رکھتی ہے؟

۲۔ کیا آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو وہی مسیح موعود مانتے ہیں جن کے آنے کی خبر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی؟

۳۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسلام کے مطابق اور صحیح ہے؟

۴۔ کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب بحیثیتِ مسیح موعود حضرت مسیح علیہ السلام یا کسی اور نبی سے افضل تھے؟

۵۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ "مرزا صاحب دوسرے مسلمانوں کی طرح شروع میں حیاتِ مسیح ہی کے قائل تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے آپ کو توجہ دلائی کہ قرآن وحدیث سے وفاتِ مسیح ثابت ہے۔" نیز آگے لکھا ہے کہ "اب بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو وحی سے علم دیا کہ مسیح جو دوبارہ آنا تھا وہ اصل مسیح نہیں بلکہ اس کے مثل ایک روحانی ہستی نے آنا تھا۔"

اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا آپ کے نزدیک

قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں قومی اسمبلی کا فیصلہ

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم کارنامہ

یہ اس قرارداد کا متن ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے اپنے دیگر ۳۶ رفقاءِ اسلام سمیت قومی اسمبلی میں ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پیش کی۔ یہ مشترکہ قرارداد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو متفقہ طور پر منظور کی گئی اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے

جناب اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان

محترمی! ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری امتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہرگاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں، جو مکۃ المکرمہ جیسے مقدس شہر میں الرابطۃ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔ ✽

حلف نامے کا منبر صدارت

[illegible]

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کا قومی اسمبلی کے اجلاس سے ۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء کو خطاب

جسمانی اور دماغی بیماریوں کی طرح اگر صدر میں اعتقادی بیماری بھی موجود ہو تو اسے منصب سے الگ کیا جا سکتا ہے

مولانا عبدالحق: جناب والا! صدر کا عہدہ بڑا اہم ہوتا ہے۔ وہ تمام ملک کا ذمہ دار اور نگران ہوتا ہے۔ اس میں جب یہ کہا گیا ہے کہ جسمانی یا دماغی نااہلیت کی بنا پر اسے الگ کیا جا سکتا ہے تو میری گذارش یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک لفظ اعتقاد کی خرابی بھی آجائے اور صدر کے حلف اٹھانے میں جن اعتقادات کا ذکر ہے ان اعتقادات کو چھوڑ دینے کی صورت میں بھی اسے الگ کیا جانا چاہیئے۔ گویا اس صورت میں بھی اس کو مستعفی ہونا پڑے گا یا اسے نااہل قرار دیا جائے گا تو جسمانی و دماغی بیماریوں کے علاوہ اگر اعتقادی امور حلف نامہ میں موجود ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی باتیں پائی جائیں تو اس کو الگ کر دیا جائے گا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے جو ترمیم فرمائی ہے۔

مسٹر سپیکر: تقریر فرمائی ہے، ترمیم کوئی نہیں ہے۔

(حالانکہ یہ ترمیم ۴۸۴ تھی)

مولانا غلام غوث ہزاروی: انہوں نے جو تقریر فرمائی ہے کہ صدر کے لیے جہاں اور شرائط ہیں وہاں اعتقادی خرابی کی بھی شرط لگا دینی چاہیئے تو میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ جب صدر کے منصب کے لیے اس کو صدر بنانے کے لیے جس حلف کی ضرورت ہے، اس حلف میں جو باتیں ہیں اس سے جب وہ مکر جائے اگر وہ غلطی کر جاتا ہے، اسلامی اعتقادات کے خلاف کرتا ہے تو اس حلف کا فائدہ کیا ہوا۔ اس کے علاوہ مسلمان کی شرط کا کیا ایسا ہی اصول ہے۔ اب میری عرض ہے کہ نااہلیت کے لیے جب چند اور چیزیں مثلاً جسمانی دماغی خرابی ہیں اسی طرح اعتقادی خرابی جو حلف میں مذکور ہے اس کے خلاف کوئی عام بات نہیں کرتا جو حلف میں مذکور ہے جو شرائط صدر میں داخل ہے اگر اس کی خلاف ورزی ہو تو اس میں وہ بھی شامل ہونا چاہیئے۔

مولانا عبدالحق کی یہ تقریر ان کی ترمیم ۴۸۵ پر تھی جس میں دفعہ ۴۷ کی شق میں ترمیم پیش کی گئی تھی کہ جسمانی دماغی نااہلیت کے علاوہ حلف نامے میں دیے گئے معتقدات بدل دیتے یا نظریۂ پاکستان اسلام کی مخالفت میں شہرت پا لینے پر بھی برطرف کیا جا سکے گا ❋

فلم ڈان آف اسلام کی نمائش ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے

قومی اسمبلی میں فلم کی نمائش پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی صدائے احتجاج

قومی اسمبلی میں فلموں کے بارہ میں قرارداد پر تقریر کے دوران آپ نے ڈان آف اسلام کی نمائش پر شدید احتجاج کیا جسے تمام اخبارات اور ایجنسیوں نے قطعاً حدف کر دیا۔ اب ہمیں اسمبلی کی سرکاری رپورٹ سے جتنا حصہ مل سکا اسے یہاں شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ

محترم سپیکر صاحب! کراچی اور دوسرے شہروں میں دکھائی جانے والی فلم۔ ڈان آف اسلام کے بارہ میں آپ سے کیا عرض کروں۔ کیا یہ غیرت اسلامی ہے، اور کیا حمیت اسلامی ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ساتھ محبت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ان کو خیالی تصویروں میں دنیا کے سامنے پیش کریں اس فلم میں وہ ایکٹر اور ایکٹرس جو شراب زنا، جوا بازی، شراب، جیسی باتوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ معاذ اللہ وہ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کی شکل میں پیش ہوں گے۔

ہمیں تو مرجانا چاہیے کہ ہمارے ملک میں ہمارے اقتدار میں وہ چیزیں ہو رہی ہیں جو انگریز کے دور میں بھی نہ ہو سکی تھیں۔ انگریز کے زمانہ میں حج کی فلم پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا تو اسی ملک میں بہت سے نوجوان سربکف ہو کر میدان میں اترے کہ اس طرح ہمارے حرم مقدس اور ہماری عبادت کی توہین ہوگی۔ دوسری طرف سے یہاں کہا جائے گا کہ اس فلم میں کسی تصویر کی نشان دہی نہیں کی گئی۔ لیکن جب غار حراء میں نازل ہونے والی وحی کا منظر بتایا جائے گا۔ اور ایک شخص کو گرم ریت پر لٹا کر اس کے سینے پر پتھر رکھ کر طرح طرح کی اذیتیں دی جائیں گی۔ اور وہ احد احد پکارے گا۔ و آپ نام نہ لیں تب بھی ہر مسلمان جانتا ہے کہ وہ حضرت بلال کی تصویر بنائی گئی ہے۔ ایک شخص تلوار نکال کر حضورؐ کو شہید کرنے کی نیت سے جارہا ہے اور وہاں پہنچ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو ہر ایک جانتا ہے کہ وہ حضرت عمر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ عہد سعادت کی باتیں ہیں، ظہور اسلام کی چیزیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں۔

میں آپ سے عرض کروں گا کہ ہمارے اخلاق کو ہمارے معاشرے کو بگاڑ دیا گیا ہے۔ ہماری غیرت وحمیت کو بھی اور صحابہ کے تقدس کو بھی مسلمانوں کے دلوں میں تھی اس طرح فلموں کے ذریعہ ختم کیا جارہا ہے۔ اس فلم کے دوران فحش عریان تصاویر اور مناظر دکھائے جارہے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام کی نمائش ہو رہی ہے۔ ادھر ننگی عورتوں کے کلب ہیں، ادھر صحابہ کو عبادت کرتے دکھایا گیا ہے یہ اسلام کی تبلیغ ہے کہ ایک شخص بول براز کے ڈھیر اور گوبر پر کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ کر کہے کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ اب آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور حالات کو خیال اور فرضی طریقے سے یہ لوگ دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر حضورؐ کسی کو خواب میں بھی نظر آئیں تو وہ خواب صحیح ہے۔ اس لئے کہ شیطان جو بڑی طاقت والا تھا۔ لیکن اس کی خباثت و شیطنت سے بچانے کے لئے شیطان کو بھی یہ طاقت نہیں دی گئی کہ خواب میں بھی حضور اقدسؐ کی شکل اختیاط کر سکے۔ آج ہم ایکٹر اور ایک شرابی سے ایسے حضرات کی شبیہ بنوائیں؟ اور میں یہ کہوں گا کہ بات یہاں ختم نہ ہوگی۔ کل کہیں گے کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے خدا اور جبرئیل کی بھی فلم بنائی جائے گی کہ ایک خدا ہے اور جبرئیل و میکائیل ہوں گے اور قیامت کا منظر پیش کیا جائے گا۔ یہ ہمارے ملک میں ہمارے دین کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے۔

الحمد اللہ کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم سے مسلمانوں کی توقعات ہیں کہ ہم ان کے اندر اچھائی پیدا کریں گے۔ ان کے اخلاق کو بہتر بنائیں گے اگر ایسا نہ کریں اور ایسی برائیوں پر بھی پابندی نہ لگائی تو یہ ملک عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔ اور اب بھی مبتلا ہو چکا ہے۔ اس کا تدارک اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم نادم ہو جائیں اور حکومت سے آپ سب اپیل کریں کہ وہ اس فلم کو مکمل بند کر دیں۔ میرے پاس ایک اخبار ہے ایک فلمی اشتہار میں ایک تصویر بالکل ننگی ہے میں نے ایوب یا یحیٰ کے دور میں ایک بڑے اخبار کے خزانچی کو جو بڑا دیندار ہے کہا کہ خدا سے ڈرو، یہ تصویریں گھروں میں جاتی ہیں جہاں بچیاں بھی اسے دیکھتی ہیں اسے بند کرو۔ اس نے کہا کہ اخبار کا مالک بڑا متقی اور حاجی رہے۔ بیٹے اور بیوی کو بھی حج کرایا ہے۔ میں نے کہا عجب تقوی ہے انہوں نے کہا آپ کو کیا معلوم ہمیں راتوں رات کا غذات ملتے ہیں کہ اسے چھاپنا ہو گا۔ ہم مجبور ہیں۔ بہرحال اسلام کی تبلیغ بھی اس کے اصول کے مطابق ہونی چاہیے۔ قرآن مجید کو پھیلانے کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اسے طلبہ اور سارنگی کیساتھ پڑھائیں یا ناچتے گاتے اسے پڑھا جائے کہ ویسے اسلام کی تبلیغ ہوتی ہ عصمتوں کو داؤ پر لگا دو۔ اور تبلیغ کرو۔ اسلام اس تبلیغ کو جائز نہیں سمجھتا تو ایسے فلموں کے ذریعہ ہمارے اسلام، ایمان اور غیرت وحمیت پر ڈاکہ نہ ڈالا جائے۔ ✿

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

معاشرتی اصلاح حکومت کا فرض ہے

میں نے پالیسی کے رہنما اصول میں کئی ترمیمات پیش کی ہیں۔ ترمیم ع۳۳۱ یہ ہے کہ انصاف کے فروغ اور سماجی برائیوں کے خاتمے کے لیے دفعہ ع۳۹ کے ابتدائی الفاظ مملکت کوشش کرے گی کی بجائے یہ ہونا چاہیئے کہ مقتضیات اسلام کے مطابق مملکت کے لیے لازم ہوگا کہ۔ الخ

دفعہ ع۳۹ بہت سے الفاظ پر مشتمل ہے جو تمام ملک اور تمام قوم کی بھلائی کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے پہلا لفظ کہ مملکت کوشش کرے گی کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ کوشش تو آج تک جاری ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی تمام مسلمان خصوصاً علماء کوشش کر رہے ہیں اور الحمدللہ کہ علماء کے ان مساعی کی وجہ سے کم از کم عقیدہ کے لحاظ سے تو مسلمان ان چیزوں (مثلاً عصمت فروشی، قمار، فحاشی، شراب وغیرہ) کو بُرا سمجھتے ہیں اور اب یہ ایک اسلامی اور فلاحی مملکت ہے تو جن چیزوں کے لیے ملک کے قیام سے پہلے صرف کوششوں پر اکتفا کیا جا رہا تھا، اب حکومت اور اقتدار کے بعد بھی اگر کوششوں ہی پر دارومدار کیا جائے تو غلامی اور دورِ حکومت میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ ہمارے پاس جب فوج ہے پولیس ہے قانون ہے عدالتیں ہیں جو چاہے سزا دے سکتے ہیں۔ اگر صدر ایک آرڈی ننس جاری کر دے تو منٹوں میں سارا ملک اس کی تعمیل کرتا ہے۔ تو میری گذارش ہے کہ کوشش پر اکتفا نہ کیا جائے۔ کوشش تو جتنے مسلمان ہیں اپنی حد تک برائیوں کے خلاف کرتے ہیں۔ وہ کون مسلمان ہوگا جو یہ نہ سمجھے گا کہ جوا، زنا قتل شراب نوشی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجسٌ
من عمل الشیطان فاجتنبوا

اس طرح انصاف اور لوگوں کو ان کے حقوق پہنچانے کی کوششیں بھی انفرادی ہوتی ہیں اور الحمدللہ کہ وہ کوششیں جو منبر و محراب پر ہو رہی ہیں کسی نہ کسی درجے میں کامیاب ہو رہی ہیں ورنہ پاکستان ہی نہ بنتا۔ ہمیں پاکستان اسی اسلامی نظریے کی وجہ سے ہی ملا اور اگر اب بھی وہی حالت ہو کہ غلامی کے دور میں بھی صرف کوشش پر کفایت تھی اب بھی یہی حالت ہو تو یہ کسی اسلامی حکومت کی شان نہیں۔ اسلامی حکومت کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ
وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر

تو حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان باتوں کے لیے اپنی طاقت بھی استعمال کرے اور جو کچھ ان دفعات میں ذکر ہے ان کی ضمانت دے۔ اس لیے میں نے دوسری ترمیم ع۳۴۵ پیش کی ہے کہ مسودہ آئین کی دفعہ ع۳۹ کے پیرا (ج) کی بجائے حسب ذیل درج کیا جائے کہ (یوم آغاز کے فوراً بعد) عصمت فروشی قمار بازی اور منشیات کے استعمال فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت نشر و اشاعت اور نمائش کی مکمل روک تھام کرے۔

اسی طرح ترمیم ع۳۵ ہے کہ یوم آغاز کے فوراً بعد نشہ آور مشروبات کے استعمال کو مکمل طور پر بند کر دے۔

اس لیے حکومت اس بات کی ضمانت دے کہ جو کچھ ان دفعات میں ذکر ہے اس کا نفاذ دستور نافذ ہونے کے فوراً بعد ہوگا۔ صرف کوشش تو ہم بھی کرتے ہیں۔ عوام بھی کرتے ہیں۔

مگر ہمارے پاس طاقت نہیں۔ حکومت کو اپنے اوپر یہ لازم کرلینا چاہیئے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ اسلامی حکومت کیسا بہتر ماحول پیدا کرتی ہے۔ اس لیے وزیر قانون اور حکومت سے ضمانت دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

میری تیسری ترمیم ۳۵۵ یہ ہے کہ دفعہ ۳۹ میں حسب ذیل نئی دفعات شامل کی جائیں یعنی

(ج) ملک میں مروجہ نظام و نصاب تعلیم کے ہر شعبہ کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرے۔

(د) قومی اور علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو مسلمانوں کی مشترک دینی زبان کی حیثیت سے فروغ دے۔

(ڈ) تمام معروفات کو فروغ دے اور تمام منکرات کو مٹائے۔

محترم سپیکر صاحب! حقیقت یہ ہے کہ ۲۶ برس ہوئے کہ انگریز جاچکا ہے مگر مغربی تہذیب، مغربی تمدن انگریزی طور طریقے سب اس ملک میں اسی طرح موجود ہیں۔ یہ ساری برکت اس نظام تعلیم کی ہے جو انگریزوں نے ہم پر مسلط کیا۔ اس کی وجہ سے ذہنیت بدل چکی ہے۔ تعلیم سے ذہن بنتا ہے تو وہی ذہنیتیں بنتی ہیں جو انگریزی نصاب کی وجہ سے ہمیں ملتا ہے۔ اس لیے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے ہر شعبے کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔

دوسری بات عربی کے فروغ کی ہے۔ آج بھی ہم پر ہزاروں میل دور ایک عیسائی اور انگریز قوم کی زبان انگریزی مسلط ہے جس نے ہمیں غاصبانہ طریقے سے غلام بنائے رکھا۔ ہمارے دین، اخلاق و تمدن کو تباہ کردیا۔ تو عربی جو خدا کی وحی کی زبان ہے، رسول ؐ کی زبان ہے اور کروڑوں مسلمان بھائیوں کی زبان ہے' اس کے فروغ کا ذمہ لینا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح تیسری بات یہ ہے کہ تمام معروفات کو فروغ دیا جائے اور تمام منکرات کو مٹایا جائے۔ یہ بھی اسلامی فریضہ ہے۔

محترم سپیکر صاحب! یہاں دفعہ ۳۹ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کو ایسے پیشوں پر مامور نہ کیا جائے جو ان کی عمر یا جنس کے لیے نامناسب ہوں۔ تو اس سے ہماری ترمیمات کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے دفعہ ۳۶ میں پیش کی تھیں جہاں کہا گیا ہے کہ قومی زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مکمل شمولیت یقینی بنائی جائے گی۔ تو یہ ایک واضح تناقض ہے اور اس دفعہ ۳۹ سے ہماری تائید ہوگئی۔ وہاں تو تمام شعبوں میں عورتوں کو مکمل مساویانہ حیثیت دی گئی اور یہاں یہ کہا گیا کہ بچوں اور عورتوں کو بعض ایسے پیشوں پر مامور نہ کیا جاوے گا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بعض شعبے ایسے بھی ہیں جو عورتوں کے لیے مناسب نہیں۔ تو عورتوں کو کلی طور پر مساویانہ حصہ دینا فطرت سے مقابلہ ہے۔ اگر ایسا رہا تو کل مرد بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم مہر دیتے ہیں نان و نفقہ دیتے ہیں عورتیں بھی اس میں مساوی شریک ہوجائیں اور عورتیں ہمیں ایک سال نان و نفقہ دیں مہر دیں اور عورتیں آگے چل کر کہیں کہ مرد بھی بچے جننے میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تو اس لیے یہ تناقض رفع کیا جائے اور وہ اس طرح کہ دفعہ ۳۶ کی دی گئی کلی مساوات ختم کی جائے۔ فرق مراتب ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ (۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء، از مباحث آئین ساز اسمبلی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قومی اسمبلی میں
اسلام کا معرکہ
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرگرمیاں

؎ صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبال)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی و ملی مسائل پر قرار دادیں، مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجود سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی و ملی مسائل کے بارہ میں رویہ، شیخ الحدیث کی تقاریر، اور ان کی قرار دادوں پر ارکان اسمبلی کا رد عمل — آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التواء، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

- ★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پر۔
- ★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔
- ★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ
- ★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔
- ★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد و جماعتیں بھی بے نیاز نہیں ہوسکتیں۔
- ★ ایک ایسی کتاب جو جہاد حق اور غلبۂ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت و برہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی — کتاب شائع ہوچکی ہے اور ترسیل جاری ہے۔

عمدہ کتابت و طباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے، صفحات ۴۰۰

مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

پاکستانی معیشت کی بنیاد

قرآن و سنت یا سوشلزم

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا قومی اسمبلی کے اجلاس سے ۱۲؍ مارچ ۱۹۷۳ء کا خطاب

ہم نے معاشیات کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھنی ہے نہ کہ الجزائر اور دیگر ممالک کے قواعد پر

* * *

صدر محترم! قائد ایوان شیخ رشید نے مسودہ آئین کی دفعہ ۲ کے بعد ایک نئی دفعہ بڑھانے کی ترمیم پیش کی ہے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہوگی، میں اس کی شدید مخالفت کرتا ہوں۔

صدر محترم! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ملک کو اسلامی آئین دینا چاہتے ہیں۔ الحمدللہ یہاں اسمبلی کے تمام ممبران یعنی قوم کے نمائندے مسلمان ہیں۔ اس لیے ہمیں ایسی چیزوں سے بچنا چاہیئے جس کو مملکت کے لوگ بُرا سمجھیں اور دنیا میں بھی رسوائی ہو۔ ہم نے پہلے روز نظریۂ پاکستان اور اسلام کا، اللہ کا نام لے کر حلف اُٹھایا اور آئین میں یہ ذکر ہے کہ مملکت کا مذہب اسلام ہوگا۔ اس لیے اسلام کے خلاف کوئی حکم نہیں ہونا چاہیئے۔

اتنا عرض کروں گا کہ اسلام کا معاشی نظام نہ سرمایہ داری ہے اور نہ سوشلزم ہے۔ سرمایہ داری کا مطلب خود مختار ملکیت ہے جس میں خدا کے کسی قانون کے ساتھ متصادم ہے اور سوشلزم سب دولت سٹیٹ کو ایک فردِ واحد یعنی حکومت کے ہاتھ میں دینے کا نام ہے۔ ایک پارٹی سیاہ و سفید کی مالک ہوتی ہے۔

اسلام دونوں کا مخالف ہے یعنی نہ سرمایہ داری اور نہ سوشلزم ہو۔ اسلامی نظام کی بدولت خلفائے راشدینؓ اور بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ تھا اسی طرح خلفائے راشدینؓ بنو امیہ اور بنی عباس اور ہندوستان میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ حکومت کے دوران سوشلزم رائج نہ تھا بلکہ اسلامی نظام اور اسلام کا معاشی نظام ہی تھا۔ اور ہر طرف خوشحالی کا دَور دورہ تھا۔ قوم نے ہمارے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہیں۔ باقی رہا سوشلزم کے ساتھ اسلامی کی اصطلاح تو یہ ایسا ہے جیسے پاک کنوئیں میں ایک قطرہ پیشاب ڈالا جائے تو تمام کنواں پلید ہوجاتا ہے اور بالفرض تمام آئین اسلامی بھی ہو تو سوشلزم کے لفظ کے لگ جانے سے جائز نہیں ہوجاتا۔ پھر یہ بھی اصطلاح شروع ہوجائے گی کہ اسلامی شراب، اسلامی زنا کہ زنا حرام ہے مگر اسلامی زنا جائز، سود حرام ہے مگر اسلامی سود جائز۔

یہ ترمیم دفعہ ۲ کی ابطال کر رہی ہے۔ اگر ڈپٹی لیڈر شیخ محمد رشید لانا چاہتے ہیں تو لفظ **اسلامی معاشیات** لے آئیں۔

میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر یہ لایا گیا تو پورے ملک میں بدنامی ہوگی۔ خدا کے لیے اس ملک کو اسلامی آئین ہی کے ذریعے بچایئے۔ اسلام کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہ کریں۔

بعد میں نسیم جہاں نے تقریر شروع کرکے سوشلزم کے حق میں الجزائر وغیرہ کے حوالے دینے شروع کردیے۔ مولانا عبدالحق نے پوائنٹ آف آرڈر پر کہا کہ ہم نے معاشیات کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھنی ہے نہ کہ الجزائر یا دوسرے ملک کی تقلید پر۔ ★★

پارلیمنٹ کی بالادستی یا اسلام کی

دفعہ ۱، دفعہ ۲۲۷ شق ۲ میں اہم ترین خرابی یہ تھی کہ اس حصہ کو دیگر قوانین کی طرح عدالتِ عالیہ میں لیجانے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اس کے بارہ میں قائد شریعت مولانا عبدالحق رح نے ترمیم ۱۶۵۳ اس طرح پیش کی کہ دفعہ ۲۲۷ کی شق ۲ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ کسی قانون کے بارے میں جب یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہے تو اس کی سماعت کا اختیار سپریم کورٹ کے ایک خصوصی بنچ کو ہوگا اور ان کے لیے وہی شرائط ہوں گی جو دفعہ ۲۲۸ کے ذیل ۳ میں اسلامی کونسل کے ارکان کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ ترمیم ۱۶۵۱ بھی اسی کے ضمن میں تھی جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح اور مولانا مفتی محمود رح کی مشترکہ تھی۔

اس اہم ترمیم کے بغیر اسلامی قانون سازی کی ضمانت مشکل تھی۔ اس کے جواب میں سرکاری پارٹی وزیر قانون یہاں تک کہ بھٹو صاحب تک یہ کہہ کر جان خلاصی کرتے رہے کہ اس طرح تو اسلامی کونسل یا عدالت عالیہ کو پارلیمنٹ پر بالادستی حاصل ہو جائے گی۔ جو جمہوریت کے منافی بات ہے۔ ایوان کے اہل علم حضرات حزب اختلاف کے زعماء نے پہلی خواندگی کے دوران اس کا مدلل جواب دیا اور کہا گیا کہ جب پارلیمنٹ کو بنیادی حقوق اور دیگر بہت سے جمہوری تقاضوں پر مبنی دفعات میں بالادستی نہیں دی جارہی اور عدالت عالیہ ان دفعات کے منافی کسی قانون کالعدم کرا سکتی ہے تو آخر کسی قانون کی اسلامی حیثیت متعین کرانے سے جو ایک مسلمان کے لئے تمام حقوق سے بڑھ کر بنیادی حق ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کیوں مجروح ہو جاتی ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اسلام کو قوت حاکمہ کے طور پر تسلیم کر لینے کا یہ منطقی تقاضا ہے تو بالادستی کے استدلال سے اسلامی قانون سازی پر چھری پھیرنا کیوں ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر صدر بھٹو اور اکثریتی پارٹی کو یقیناً معلوم ہے کہ کسی وفاقی آئین میں ہر قانون ساز ادارہ کسی چوکھٹے "لیگل فریم ورک" کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔ موجودہ اسمبلیاں بھی ایک چوکھٹے کو سامنے رکھ کر منتخب ہوئی ہیں۔

آئین بذات خود کسی قانون ساز ادارے کے اختیارات کی حدود کا تعین کرتا ہے کہ ان حدود کے اندر رہ کر قانون بنانے کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ بنیادی اور جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر حاکمیت مطلقہ کی تو لادینی جمہوریت میں بھی گنجائش نہیں نہ کسی ایوان کو ایسی کھلی چھوٹ دی گئی ہے بلکہ کسی اسٹیٹ کے اساسی نظریات کی حدود میں رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ تو جہاں اسلام سٹیٹ کا سرکاری مذہب ہو اور قرآن و سنت پر مبنی قانون سازی کو لازمی سمجھا گیا ہو تو کسی قدغن لگائے بغیر بے لگام جمہوریت کو اسلامی احکام و حدود کو روندنے کی کب اجازت دی جا سکتی ہے۔ جمہوریت کو سیاست کہنے کے ساتھ ساتھ اسلام کو اپنا دین سمجھنے کا مقصد پھر کیا رہ جاتا ہے اور پھر اسلام کسی سٹیٹ کا سرکاری مذہب آخر کیسے بن سکتا ہے۔ دراصل مغرب کی لادینی جمہوریت کو اسلام کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ قانون اور آئین بنانے کا حق صرف مخلوق کے خالق کو ہے فیصلہ کا مدار اہلیت و صلاحیت ہے۔ اکثریت یا اقلیت پر نہیں۔ ہم "جمہوریت" سے وابستگی جتنی بھی لازمی کیوں نہ سمجھیں اسے اسلام کے تصور حکومت اور نظام خلافت کے تابع کرنا لازمی ہوگا۔ جس طرح سوشلزم ایک کافرانہ مادی نظام ہے۔ مگر جو لوگ اس کا نعرہ لگانا چاہتے ہوں وہ بھی مجبوراً اسے مساواتِ محمدی کا عکاس بنانا اور اس کا "اسلامیانہ" ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن جمہوریت مادر پدر آزاد کی شکل میں تمام اسلامی قیودات اور حدود سے کھلا رکھ کر نظامِ سیاست اور نظام تمدن بنانا کتنا خطرناک عمل ہے۔ اس کا اندازہ جمہوریت کی مالا جپنے والوں کو موجودہ دستور سازی سے ہو چکا ہوگا کہ اسلام اس جمہوریت کے ہاتھوں کتنا بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات اس بارہ میں صاف اور بالکل واضح ہیں کہ کسی قانونی اور ملکی مسئلہ یا کسی بھی معاملہ میں باہمی نزاع اور اختلاف کی شکل میں اس کا آخری فیصلہ کرانا اور اس کی دینی اور اسلامی حیثیت متعین کرانا خدا اور رسول کا کام ہے۔ فَاِن تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللہ والرسول۔ ایسے متنازعہ امور میں جس کا فریق اولوالامر انتظامیہ اور حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ فیصلہ خدا اور رسول سے کرایا جائے گا۔ مگر کیا ہم ایسے امور خود خدا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اور نہ رسول کی وفات کے بعد ہم ان کی ذات سے فیصلہ کرا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا تو واضح ہے

کہ ایک تیسرا ادارہ ایسا ہونا چاہیئے، جو کتاب و سنت اور تعلیمات خدا اور رسولؐ سے آگاہی رکھتے ہوئے اپنی قوت فیصلہ کے ذریعے اس تنازعہ کو ختم کرا سکے۔ اِس ادارہ کے ارکان متبحر عالم، راسخ العقیدہ مومن خداترس اور دیانت دار ہوں گے اور ان کی بالادستی کتاب و سنت کی بالادستی ہو گی نہ کہ ایوان کی۔ یہ حاکمیت کی نفی نہیں ہو گی کہ ایسی کوئی حاکمیت کسی کو حاصل ہی نہیں (اور جس کا اعتراف قرارداد مقاصد کے ایک ترمیم کی شکل میں مزید شور و زور سے کیا گیا) یہاں معیار بھی صلاحیت اور اہلیت ہے اور اسے پیشوائیت اور پاپائیت سمجھنا حقائق مسخ کرنا ہے۔ اس اہلیت کا راستہ اسلام نے ہر فرد کے لیے کھلا رکھا ہے۔ یہ کسی قوم، نسل، گروہ یا طبقہ کی اجارہ داری نہ ہو گی۔ علم، فن اور اہلیت کی اجارہ داری ہو گی۔ جسے زندگی کے تمام دیگر فنی اور علمی شعبوں میں ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ انجینئروں سے کاریگروں، ڈاکٹروں، وکیلوں، سائنسدانوں کا اس طرح ترجیحی استحقاق تو یہ سے اجارہ داری نہیں سمجھتے۔ مگر ایک اسلام ایسا ہے کہ جس کے بارے میں آپ کسی بھی اہلیت اور استعداد کے روادار نہ ہوں تو اس سے بڑھ کر اسلام پر اور کوئی ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ بہر حال اسلام میں حاکمیت صرف خدا، رسول اور اس کی تعلیمات کو ہے نہ کہ کسی عوامی ہڑلونگ اور اکثریت کو۔ ارشاد ربانی ہے۔

لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبتک
کثرۃ الخبیث

دوسری جگہ مزید وضاحت سے کہہ اکثریت کی قلعی کھول دی:-

وَاِن الحکم بما انزل اللّٰہ ولا تتبع
اِھوائہم تا ان کثیرا من الناس
لفاسقون۔

بہر حال دفعہ ۲۲۷ کو مؤثر بنانے کے لیے ہمیں ایک تیسرے ادارے کو فیصلہ کرنے کا حق دینا ہو گا۔ اگر وہ اسلامی کونسل ہے تو اس کے اختیارات بالادستی شرائط کا پورا لحاظ رکھنا ہو گا۔ اور اگر وہ ایسا نہ ہو تو سپریم کورٹ کے ایسے ججوں کو یہ حق دینا ہو گا جو کتاب و سنت پر مبنی کسی قانونی حیثیت کا فیصلہ کرانے کی اہلیت رکھتے ہوں مگر بحث اور استدلال کے جتنے پہلو سامنے آتے کسی کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ نہ آخری وقت میں بھی یہ اہم ترین ترمیم منظور ہو سکی اور یہ اس پارلیمنٹ کی جمہوری بالادستی کے نام پر ہوا۔ جیسے مالیات بجٹ ایکشن اور دیگر بے شمار عام دنیوی امور میں بھی لولے لنگڑی ترامیم بنائی جاتی رہیں۔ لیکن یہ وہ بنیادی خرابی ہے جس کی اصلاح کیئے بغیر آئین کبھی بھی اسلامی قانون سازی کو مؤثر ضمانت نہیں دے سکتا۔

دوسری خامی (پارلیمنٹ کو کونسل کے مشورے کا پابند نہ بنانے کا) کے ازالہ کے لیئے مولانا عبدالحقؒ نے ترمیم ۱۶۹ میں کہا تھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلی رپورٹ آنے پر اس کی متابعت میں قوانین وضع کرے، اور مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا عبدالحقؒ کی ترامیم ۱۷۰۱ میں بھی اس کی تابع ہو کر قانون سازی پر زور دیا گیا تھا۔ یہ اہم ترامیم بھی آئین میں جگہ نہ پا سکیں۔

* * *

کتابت اور تدوینِ حدیث

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں کتابتِ حدیث کی شرعی حیثیت و اہمیت،
ابتدائی مراحل، عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہؓ میں تحریری کام، کتابتِ حدیث کا اہتمام، کاتبینِ وحی، سرکاری دستاویزات، سب سے پہلا تحریری دستورِ مملکت، تدوینِ حدیث کی منظم اور باضابطہ کوششوں کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی ایک اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں۔

قیمت -/۱۰ روپے

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

ظالمانہ، غیر اسلامی بجٹ، اسلامی نظام سے گریز اور اسمبلی سے بائیکاٹ

ایوانِ حکومت ۱۹۸۷ء کی پارلیمنٹ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

کا عظیم کارنامہ

میں متحدہ شریعت محاذ کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ بجٹ نہ اسلامی ہے نہ جمہوری غیر اسلامی، غیر جمہوری اور ظالمانہ بجٹ کی تائید کرکے ہم ظلم میں ہرگز شریک نہیں ہو سکتے

۹ جون ۱۹۸۷ء کو قومی اسمبلی کے صبح کے اجلاس میں متحدہ شریعت محاذ کے صدر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے شریعت محاذ کے فیصلے کے مطابق بجٹ سیشن سے شریعت محاذ کے تمام ارکان کے مکمل بائیکاٹ کا اعلان فرمایا جو اختتام تک جاری رہا۔ محاذ کے رہنماؤں کے بائیکاٹ کے بعد اپوزیشن نے اور اسلامی پارلیمانی محاذ کے ارکان نے بھی وقتی، علامتی بائیکاٹ کرکے شریعت محاذ کے بائیکاٹ کو مؤثر بنایا۔ الحمد للہ کہ بجٹ کے سلسلہ میں حکومت نے نظرِ ثانی کرلی، مگر اصل مسئلہ نفاذِ شریعت پر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ انشاء اللہ پارلیمانی تاریخ میں محاذ کے اس فیصلہ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس اعلان کا ایک اہم مقام رہے گا۔ ہم حضرت شیخؒ کے اسمبلی میں سادہ، مختصر اور مؤثر خطاب کو یہاں سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے افادۂ عام کے پیشِ نظر نقل کر دیتے ہیں

* * *

مولانا عبدالحق

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم جناب سپیکر صاحب! میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اجازت دی، میں آپ کا مختصر وقت لوں گا۔ چونکہ ایوان میں ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اس بجٹ پر غور کریں کہ آیا یہ قابلِ برداشت ہے یا نہیں؟ آیا شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہے یا نہیں، مخالف ہے، کیا اس سے مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے؟ ظالم سے بدلہ لیا جاتا ہے؟ بہر تقدیر اس بجٹ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو بحیثیت جمہوری ہونے کے اس کے متعلق ہمارے اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جمہوری ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ مجھ سے پہلے جو تقریریں ہوئیں انہوں نے تصریح کر دی کہ وزراء صاحبان بازار میں ذرا جا کر تحقیق کرلیں تو ہر چیز کی قیمت اور نرخ بڑھ چکے ہیں، کرائے بڑھ چکے ہیں، پھر بھی یہاں یہ حالت ہے کہ اس کو عوامی اور جمہوری کہا جاتا ہے تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جمہوری معنٰی ہے عوامی اور عمومی۔ یعنی یہ بجٹ ایسا ہے کہ جس سے انسان، بچہ، بوڑھا، عورت، یہاں تک کہ حیوانات بھی اس کے برداشت سے معذور ہیں، اس کی زد میں آرہے ہیں اور ان سب کو تکلیف پہنچ رہی ہے جمہوریت کے نام پر سب لوگوں کو جکڑ دیا اور سب لوگوں کی کمر توڑ دی، ہر چند شکوہ و شکایت ہے، جب ہم بازار میں پھرتے ہیں تو ہمیں لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تباہی و بربادی آپ ممبران دیکھ رہے ہیں اور کچھ آواز نہیں اٹھاتے۔

اسلام کے نام پر آنے والو اسب اپنے گریبان میں دیکھو

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ جمہوری تو قطعاً نہیں رہی اسلام کی بات، باقی اسلام کی حالت تو یہ ہے کہ ہم یہاں سات آٹھ برس سے چلاتے رہے ہیں کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہوگا اور یہاں جو اسلام چاہتا ہے وہ ہمیں ووٹ دے۔ ہم سب لوگ جو یہاں آئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ سب لوگ اپنے گریبان میں دیکھیں، کیا تم لوگوں نے وعدہ نہیں کیا کہ ہم شریعت کا نفاذ کریں گے؟ اگر کیا ہے اور یہ بات درست ہے کہ چھوٹے بڑے یہاں جتنے بھی ایوان میں ہیں، سینٹ میں ہیں انہوں نے قوم سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ اسلام کو نافذ کریں گے۔ اب جب سینٹ میں یہ بل پیش ہوا تو اب بیانات آرہے ہیں کہ ہم یہ شریعت بل نافذ نہیں کریں گے بلکہ ایسی

شریعت نافذ کریں گے جس پر سب کو اتفاق ہو ـــ تو بھائی اگر آپ سب کا اتفاق چاہتے ہیں تو اوّل تو یہ ہے کہ یہ چودہ سو سال تک یہ اسلام نافذ اور جاری رہا اُس وقت کسی نے نہیں کہا کہ اس میں اختلاف ہے اگر ایسا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ رات اور دن میں بھی اختلاف ہے تو اس سے بھی نکل جاؤ، اور میٹھے اور کڑوے میں بھی اختلاف ہے اس سے بھی نکل جاؤ، اور مرد اور عورت میں بھی اختلاف ہے تو اس سے بھی نکل جاؤ، اور زمین و آسمان میں بھی اختلاف ہے اس سے بھی نکل جاؤ۔ اسلام کا مسئلہ آتا ہے تو ہمیں اتفاق یاد آجاتا ہے جبکہ حق و باطل میں اتفاق کب ممکن ہے۔

یہ عجیب مسئلہ ہے کہ جب اسلام کا مسئلہ آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں اختلافات کو دور کریں گے۔ آپ کیسے دور کریں گے احق و باطل میں اختلاف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے زمانے میں رہا اور ان سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں اُن کے زمانے میں بھی اختلافات رہے ہیں، اُن کے زمانے میں بھی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختلافات رہے ہیں، تو وہاں تو کسی نے یہ نہیں کہا، آج یہ کہا جارہا ہے کہ ہم اختلاف کو مٹائیں گے۔

بھائی! میں تفصیل سے عرض نہیں کرنا چاہتا، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ٹال مٹول ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی اختلاف نہ کرے تو وہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بھی یہ کہہ دے کہ بھائی میرا بھی مطالبہ ہے۔ یہ صرف پاکستان ہی نہیں ہے کہ حکومت چلاتا ہے ایران بھی تو چلاتا ہے، جائیے ایران میں او وہاں کتنے سُنّی ہیں، ان کے کتنے حقوق کو جمع کیا گیا اور جاری کیا گیا، کوئی ہے یا اسی طریقے سے دوسری حکومتوں میں، ملکوں میں وہاں بھی تو اقلیتیں ہوا کرتی ہیں، یہاں بھی اقلیتوں کے الگ حقوق ہیں، شریعت میں ان کو پورے حقوق کا تحفظ دیں گے۔ الغرض یہ محض بہانہ ہے۔

تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام (شریعت بل) تو ابھی ہمارے ایوان نے مانا نہیں، سینٹ میں ابھی جھگڑا ہے اس پر۔ تو ابھی جو پیدا نہیں ہوا اس کا نام رکھ دیا، بچہ پیدا نہیں ہوا اس کا نام رکھ دیا ـــ اسلام (بصورت شریعت بل) ابھی ہم لوگوں نے مانا نہیں ہے اور ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہم اس میں انتظار کریں گے کہ اختلاف مٹ جائے، آسمان و زمین مٹ جائیں تو تب، اختلاف ہے نا ـــ اس اختلاف کو مٹانے کے انتظار میں ابھی اسلام نہیں آیا۔ تو جب اسلام زندگی میں آیا ہی نہیں تو یہ تمہارا بجٹ اسلامی کیسے بنا؟ اسلامی ہے یا کفرانی ہے؟ اسلام ہے ہی نہیں، ابھی جاری کریں گے، غور کریں گے، اتفاق آئے گا، اختلاف ختم ہوگا سب اس کے بعد یہ مراحل طے ہوں گے یعنی اسلام آنے کے بعد، چالیس برس ہم حکومت چلاتے رہے عوام کو کہتے رہے کہ اسلام لائیں گے! اور ہم ایوان کے جو ممبر ہیں وہ یہ کہتے رہے کہ ہم اسلام لائیں گے! وہ اسلام کہاں ہے؟ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ یہ اسلام ہے کہ ہر چیز کو مہنگا کر دیا گیا، ہر برائی، ہر بے حیائی پھیلا دی گئی۔

اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا زیادہ وقت نہیں لیتا میں اپنے متحدہ شریعت محاذ کے مشورے کے مطابق یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ اسلامی نہیں ہے جمہوری نہیں ہے یہ بالکل غیر اسلامی اور ظالمانہ ہے، میں اس کی تائید نہیں کرتا اور متحدہ شریعت محاذ کے ممبر بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ تو اس بجٹ کا بھی ہم بائیکاٹ کریں گے۔ ہم کہیں گے کہ ہم اس میں شامل نہیں ہوتے، ہم کیوں ظلم میں شریک ہوں، ہم اس بجٹ میں شریک نہیں ہوتے، اس بجٹ کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔ اس بجٹ کا ہمارا بائیکاٹ ہوگا۔

میں اپنے متحدہ شریعت محاذ کے بزرگوں سے اور دوسرے ممبر بھی مسلمان ہیں ہمارے، پکے مسلمان ہیں، پختہ مسلمان ہیں اُن سے بھی میں عرض کروں گا کہ شریعت کا انکار نہ کریں اور شریعت کا نفاذ فرمائیں، فوراً اعلان کردیں تاکہ یہ ہمارے بجٹ اور یہ ہماری تمام چیزیں عبادتوں میں شمار ہو جائیں، میں اس کا بائیکاٹ کرتا ہوں اور میرے ساتھ میرے جو بزرگ ہیں وہ اس ایوان کے اس بجٹ کے انقطاع کا اعلان (اُن کی طرف سے) میں کرتا ہوں، باقی دوسرے بزرگ بھی مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ ہمارے ساتھ بائیکاٹ میں شمولیت فرمائیں گے۔

* * *

ملک میں ہونے لگے جوہر ترے پھر آشکار　　قوم میں بڑھنے لگا ہر سو ترا عزّ و وقار
جم گیا قلبِ اکابر پر بھی نقشِ اعتبار　　بن گیا مجلس کا ان کی تو مشیر و مستشار
ہو گیا قائل تری حکمت کا ہر اعلیٰ دماغ
رفتہ رفتہ بن گیا تو قوم کا چشم و چراغ

قیامِ پاکستان کی اساس

اِسلام سے مسلسل غداری

قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیمی بل پر ۹ ، اکتوبر ۱۹۸۵ء کو شام ۶/۱/۴ بجے حضرت شیخ الحدیثؒ نے حسبِ ذیل خطاب فرمایا جسے مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے قلمبند کیا ۔——(ادارہ)

گذارش ہے کہ جیسے آپ کو معلوم ہے میں کمزور ہوں کھڑے ہو کر نہیں بول سکتا ۔

سپیکر ! ۔ ہاں ٹھیک ہے آپ بیٹھ کر تقریر کریں ۔

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

جنابِ سپیکر و معزز اراکین ! آئین کے اندر آٹھویں ترمیم کا بل زیرِ بحث ہے ، اس بحث پر معزز اراکین نے پُرمغز اور معنی خیز تقاریر کر کے اس ترمیم کی ظاہری خوبیاں اور برائیاں مختلف اوقات میں بیان کیں ۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ جس قدر اراکین اسمبلی ہیں ان میں معزز علماء ، وکلاء و سیاست دان و دیگر کمالات کے جامع لوگ اس ایوان میں موجود ہیں ۔ آپ سے گذارش ہے کہ مجھے نہ محاذ آرائی کرنی ہے اور نہ مخالفت برائے مخالفت ! بلکہ میرا مقصد ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانی ہے ۔ وہ یہ کہ ان ترامیم یا آئین میں بہت دفعات ہیں لیکن میں اس ایک دفعہ کے متعلق جس کا تعلق نفاذِ شریعت سے ہے کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا ۔

قیامِ پاکستان کا نعرہ تقریباً ۴۰/۴۵ سال قبل جب شروع ہوا اس وقت راہنمایان و مقتدیانِ قوم نے اپنے ہر اجلاس و اجتماع میں تحریکِ پاکستان کا مقصد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ قوم کو بتایا ، عوام یہ سمجھ کر کہ ہمارے لیے ایسے ملک کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ جس میں اللہ کی حکومت ہوگی ، خدا کے دیئے گئے اختیارات چلائے جائیں گے ۔

تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ جن لوگوں نے خدائی حکومت میں خدا کے دیئے ہوئے نظام کو جاری رکھا ، ان لوگوں کے افعال و اقوال و برکات اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب کہلاتے ہیں ۔ حضرت ابوبکرؓ امیر مملکتِ اسلامی ہیں ۔ حکومتِ خداوندی کے ایک بہت بڑے خطہ کے بادشاہ و امیر المومنین ہیں ، آپ کے گھر والی نے ایک دن عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ایک دن کوئی میٹھی چیز کھانے کو ملے ، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مجھے بیت المال سے جو روزینہ ملتا ہے (مثلاً اس زمانے کے آٹھ آنے) اس میں میٹھی چیز تیار نہیں ہو سکتی ۔ چند دن بعد بیوی نے میٹھی چیز کھانے میں پیش کر دی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ چیز کہاں سے ملی ؟ بیوی نے عرض کیا کہ آپ کو جو روزینہ ملتا ہے اس سے کچھ حصہ (مثلاً ایک ایک پیسہ) جمع کرتی رہی جس سے یہ میٹھی چیز تیار ہوئی ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود بیت المال کے خزانچی کو بلا کر حکم دیا کہ میرے روزینہ سے وہ زیادہ حصہ کاٹ دیا جائے جس سے واجبی کھانے وغیرہ کے علاوہ زیادہ چیز تیار کی گئی تھی ۔

آپ اندازہ لگائیں کہ خدائی حکومت میں امیر المؤمنین کتنی احتیاط کا مظاہرہ فرماتے تھے ، اور یہی حالت ہمارے عوام کی بھی تھی کہ تحریکِ پاکستان کے نعرہ کے وقت یہ تصور کیا کہ ہمارے امراء و برسرِ اقتدار طبقہ بھی اپنی خوش لباسی اور عیاشی کو چھوڑ کر اسی نقشِ قدم پر چلیں گے ۔

اِسلامی حکومت کی ایک اور مثال کہ حضرت عمرؓ ساری ساری رات گلیوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے تھے کہ کہیں کسی غریب کو کوئی تکلیف نہ ہو ۔ اسی دوران ایک رات جنگل میں ایک بدو کے خیمہ سے کسی کے کراہنے کی آواز سُنی حضرت عمرؓ نے آواز دے کر بلایا ، کراہنے کی وجہ پوچھی ، اس نے بتایا کہ بیوی وضع حمل کی تکلیف میں مبتلا ہے ، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کوئی نرس وغیرہ ہے ؟ بدو نے کہا کہ ہم غریبوں کے پاس نرس کہاں سے آئی ۔

حضرت عمرؓ فوراً گھر گئے ، آدھی رات کا وقت ہے اپنی بیوی ام کلثومؓ کے پاس گئے جو امام الانبیاءؐ کی نواسی اور حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہے ، بادشاہِ وقت کی بیوی گویا ملکہ ہے ، کوئی ایسی ویسی عورت بھی نہیں ، ماجرا سنا کر ان کو اُس بدو کی بیوی کی خدمت کے لیے لے جا رہے ہیں ۔

حضرت ام کلثومؓ (بدو کی بیوی کی) خدمت کرنے لگیں ، حضرت عمرؓ اور بدو خیمہ سے باہر بات چیت کرنے میں مصروف ہیں ، اتنے میں اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دی امیر المؤمنین مبارک ہو آپ کا بھتیجا پیدا ہو گیا ہے ۔ بدو جو کہ ابھی تک امیر المؤمنینؓ کو پہچانتا نہیں تھا ، امیر المؤمنین کا لفظ سُن کر کپکپانے لگا ، ڈرنے لگا کہ یہ کیا ہوا ، امیر المؤمنینؓ کو اتنی تکلیف دی ! امیر المؤمنینؓ

نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گھبرائیے مت! یہ میرا اسلامی فریضہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں جو کہ انصاف و عدل کا ایک تاریخی دور تھا۔ ایک چرواہا جنگل میں رونے لگا لوگوں نے وجہ پوچھی کہ آخر تم کو کیا ہوا کہ رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ہمارا نوجوان امیر یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ انتقال کر گئے، لوگوں نے کہا کہ کیا تمہارا دماغ خراب ہوا، تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ نہ فون ہے اور نہ اور کسی ذریعہ سے تمہیں اطلاع ملی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ میں ایک چرواہا ہوں اور جانور چرا رہا ہوں اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دو سال کے اقتدار کے دوران جنگل میں بکریاں، شیر چیتا وغیرہ ایک جگہ چرتے پھرتے رہے، کسی ایک نے دوسرے کو نہ پھاڑا نہ چھیڑا اور نہ حملہ کیا، لیکن آج ایک شیر نے میری بکری پر حملہ کر کے مار ڈالا جس سے میں سمجھ گیا عمر بن عبدالعزیز کے برکت دانصاف کا دور ختم ہو گیا، انصاف اُٹھ گیا، ظلم نے پھر سر اٹھایا۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خدائی حکومت کی برکات اتنی ہوتی ہیں کہ پھر خدا کی قسم نہ فوج کی ضرورت پڑتی ہے نہ پولیس کی اور نہ کسی حفاظتی اداروں کی، جب رأس الحکمۃ مخافۃ اللّٰہ کے مطابق اللہ کا خوف دل میں آجائے، سب کچھ درست ہو جاتا ہے ـــ صحابۂ کرامؓ فرماتے ہیں ہم جو چیز بازار سے خریدتے تھے کبھی یہ خوف نہ ہوتا کہ دوکاندار کبھی کم چیز ہمیں دے گا اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو یقین تھا کہ وہ کمی وہ دوکاندار خود پوری کر کے گھر پہنچا دے گا۔

ہمارے عوام نے بھی لَا اِلٰہ کا نعرہ سُن کر جو خدائی حکومت کا نعرہ تھا اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکلے، پاکستان کے لیے قربانیاں دیں، سعی شروع کی۔

> **چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی الّا اللہ کا وعدہ پورا کرتے لیکن اس کی بجائے حکمران کرسیوں کے چکر میں رہے**

پوائنٹ آف آرڈر : نصرت علی شاہ! ابھی مولانا نے ذکر فرمایا نہایت ادب و احترام سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کی شادی حضرت ام کلثومؓ سے ہوئی تھی، یہ درست نہیں اتنی کم سنی!

مولانا عبدالحق :- قرآن کے بعد اصح الکتب بخاری میں حدیث ہے کہ ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کی بیوی تھی۔

شاہ تراب الحق :- ہم کسی کو اپنا مسلک چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتے مگر جہاں تک ام کلثومؓ کے حضرت عمرؓ کی بیوی ہونے کا رشتہ کا تعلق ہے، جیسے مولانا نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ امام نسائیؒ نے نسائی میں دو جنازوں کے ایک ساتھ پڑھنے کے سلسلوں میں ایک باب باندھا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُم کلثومؓ حضرت عمرؓ کی بیوی ہے۔

نصرت علی شاہ :- کیا مولانا فرمائیں گے کہ اس وقت حضرت اُمِ کلثومؓ کی عمر کیا تھی؟

سپیکر :- مولانا اس متنازعہ بحث کو چھوڑ دیں۔

اچھا تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے عوام نے اسلام کا نعرہ سُنا، خوشی سے اپنی تمام چیزوں و جائیدادوں کو چھوڑا کہ اسلام کے زیر اثر زندگی گذاریں گے۔ اس قربانی و جذبہ کی خاطر اب بھی کروڑوں مسلمان ہندوں کے یرغمالی ہیں، لاکھوں مہاجرین کر یہاں آئے ہزاروں شہید ہوئے، ماؤں بیٹیوں کی عصمت دری ہوئی اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہندوستان، ببرک کارمل اور روس مسلمانوں اور پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہیں، تحریکِ پاکستان کے خلاف مصروفِ عمل ہیں، حالانکہ ہمارے عوام نے یہ سب کچھ اسلام کی بالادستی کے لیے برداشت کیا اور اب بھی عوام اور ہماری جان و مال اسلامی نظام و پاکستان کی بقاء کے راستے میں قربانی کے لیے حاضر ہے۔

> **پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم و الیکشن ہوا کامیاب ہوئیں اِس چھ مہینے میں ہم نے کون سی ایسی چیز قوم کو اسلام کے لیے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلا سکیں؟**

اب ہم سوچیں کہ کیا یہ قربانیاں چند کرسیوں کے لیے تھیں کہ ہم کو صرف کرسی ملے، اقتدار ملے؟ نہیں اس لیے پاکستان نہیں بنایا تھا، ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء تک قریباً دس برس اسی کرسی سے اتارنے چڑھانے میں گذر ے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی الّا اللہ کا وعدہ پورا کرتے لیکن اِس کی بجائے حکمران کرسیوں کے چکّر میں رہے، فلاں کہتا کہ میری اکثریت ہے دوسرا کہتا میری اکثریت ـــــ اب آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹۷۰ء میں وہ مشرقی پاکستان جو تحریکِ پاکستان میں سب سے آگے تھا صرف اسلامی نظام کے جذبہ سے حصّہ لے رہا تھا، مگر جب دیکھا کہ کرسیوں کی جنگ ہے اسلام کے لیے کچھ ہونا ممکن نہیں تو اب سوچا کہ متحد رہنے کا فائدہ نہیں، چنانچہ تسبیح کا ہار ٹوٹنے سے جیسے سارے دانے بکھر جاتے ہیں ہم سے اتحاد ختم کر کے الگ حکومت بنا دی۔ جب اسلام کا دعویٰ تھا ایک تھے جب وہ نہ رہا انہوں نے ہم سے الگ ہو کر اپنے لیے بنگلہ دیش بنا دیا۔ اِس کے بعد پھر نظامِ مصطفٰےؐ کا اعلان ہوا، تحریک چلی، لوگوں نے جیلیں کاٹیں، شہید ہوئے یہاں تک کہ ہمارے موجودہ برسرِ اقتدار لوگوں نے نظامِ مصطفٰےؐ کا اعلان کیا، معاملہ مجلسِ شوریٰ تک آیا، اعلانات ہوئے، قانونِ شُفعہ، شہادت، قانونِ عدل و انصاف کے مُژدے سُنائے گئے لیکن آپ نے دیکھا کہ حکومت نے کوئی اطمینان بخش کام قوم کو نہ دیا۔ پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم و الیکشن ہوا، کامیاب ہوئیں، اس چھ مہینے میں ہم نے کون سی ایسی چیز قوم کو اسلام کے لیے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلا سکیں؟

بہرحال کچھ طمع تو تھی، کل پرسوں ترسوں اسلام کے لیے ہو جائے گا۔ چنانچہ اب ترمیموں کا مسئلہ شروع ہوا ہم سمجھ رہے تھے اسلام کی بالادستی کا ترمیم آئے گا جبکہ دفعہ ۲۰۳ سی میں پابندیاں لگا دی گئیں، کئی مستثنیات ہیں۔ پرسنل لاء، مالی امور اور دستوری مسائل کو شریعت کورٹ میں چیلنج کرنے سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ چالیس پچاس سال سے اسلام کا جو نام لیا جا رہا تھا اس کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ ہی نہیں، شریعت پر ہم نے پابندی لگا دی، خدا کے سامنے ہم کیا جواب دیں گے۔

ترمیم میں جو شقوق شریعت کے موافق ہیں اس کو مانیں گے جو خلافِ شرع ہیں ہم اس کا برملا انکار کریں گے۔ ہم سے روزِ محشر خدا پوچھے گا کہ تم نے اسلام کے نام پر ریفرنڈم کیا، اسلام کے نام پر الیکشن ہوا مگر تم نے اسلام کے نام پر کیا کیا۔

سپیکر: - جناب ختم کر دیں۔

مولانا: - اچھا شکریہ!

اسلامی حکومت کی برکات اتنی ہوتی ہیں کہ پھر خدا کی قسم! نہ فوج کی ضرورت پڑتی ہے نہ پولیس کی اور نہ کسی حفاظتی اداروں کی جب رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ، کے مطابق اللہ کا خوف دل میں آجاتے تو سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

بقیہ: ۷۳ء کا دستور صفحہ ۵۷۶

ویران ہو جاتی ہے۔ اسلام میں اوقاف کا مستقل قانون اور نظام ہے کہ مسجد پر وقف کی گئی اموال مسجد ہی پر خرچ ہوں گی۔ ہسپتالوں یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی یہی اصول ہوگا۔ یعنی واقف کی نیت کے مطابق اسی مصرف پر اوقاف صرف ہوں گے۔

دیکھئے قوم آئین چاہتی ہے اور ہمیں وہ آئین بنانا چاہیئے جو قوم کی امنگوں کے مطابق ہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ خدانخواستہ ہم موردِ عذاب بن جائیں گے۔

ہماری ایسی ترمیمات آئین سازی میں روڑے اٹکانا نہیں بلکہ بعض دفعات کے کچھ اجزاء کو بڑھانا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ایسا آئین تیار ہو جو سب کے نزدیک مسلّم ہو اور اگر اس میں کچھ وقت زیادہ بھی گذر جائے تو حرج نہیں کیونکہ جب ۲۶ برس تک ملک بے آئین رہا تو مہینہ دو مہینہ غور و فکر اور باہمی مفاہمت کے لیے بڑھ بھی جائے تو کیا حرج ہے۔

افسوس کہ ہم مغربی جمہوریت کے ہاتھوں بے بس اور مجبور ہیں کہ نہ دفعہ کا مطلب اور مقصد معلوم ہوتا ہے نہ اس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس حالانکہ ایک ترمیم کے ساتھ ایمان کے اس سلوک سے آئندہ قوم پر کیا کچھ گذرے گی۔ ہم آنکھیں بند کر کے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں۔ تو گویا ہم نے قوم کو چھری سے ذبح کر دیا۔ ایک ایک دفعہ ۶ کروڑ مسلمانوں کے لیے ہم بنا رہے ہیں۔ اگر کسی دفعہ میں مذہب، مال و جان اور قوم کی جائیداد کے تحفظ کے لیے کوئی ترمیم آتی ہے آپ اسے بغیر سمجھے مسترد کر دیتے ہیں تو لاکھوں کروڑوں آدمی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ اس لیے ایک ایک دفعہ کو پورے غور سے سمجھئے، اسے اسلام کے مطابق بنائیے پھر اس پر سوچ سمجھ کر رائے دیں۔ اس میں نہ حزبِ اختلاف کی بات ہے نہ حزبِ اقتدار کی سپیکر صاحب ہم سب کے لیے قابلِ احترام ہیں۔ ان سے بھی یہی اپیل ہے۔ صدر صاحب سے بھی اور پیرزادہ صاحب سے بھی جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہم معقول ترامیم مانیں گے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو جمعیۃ طلباء اسلام سے والہانہ محبت

سید محمد یوسف شاہ مروت ـــ صدر جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد

وہ دن میرے لیے بڑی مسرت کا تھا جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ساتھ ۱۹۸۷ء میں میرا تعارف جمعیۃ طلباء اسلام کے ایک کارکن کی حیثیت سے جناب صاحبزادہ حامد الحق نے کروایا۔ اس کے بعد میں روزانہ عصر کے بعد انکی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں محفل میں شریک ہوتا رہا۔ جمعیۃ طلباء اسلام کا ذکر روزانہ حضرتؒ کے سامنے ہوتا، حضرتؒ کا بھی معمول تھا کہ طلباء برادری کے لیے روزانہ دعا فرماتے۔

جب ہم نے صوبہ سرحد میں ۸، ۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو جمعیۃ طلباء اسلام کا کنونشن منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تو ہمارے پاس کنونشن کے اخراجات کیلئے کچھ نہ تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد میں اور صاحبزادہ حامد الحق حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ برکت کے لیے آپ چند روپے عنایت فرما دیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ خاموش ہو گئے، چند منٹ بعد آپ نے پانچسو روپے کا نوٹ نکال کر ہمیں دے دیا اور ارشاد فرمایا کہ بیٹا یہ اللہ کے لیے خرچ کرو۔ اس کے بعد ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے کنونشن میں شرکت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا اگر میری صحت ٹھیک رہی تو ضرور حاضر ہوں گا۔

کنونشن کے انعقاد کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے صدر جناب مرحم اللہ فاروقی نے اساتذہ دارالعلوم حقانیہ کو دعوت پر بلایا، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بھی تشریف لائے اور سب سے پہلے جے۔ ٹی، آئی کے صدر کو مبارکباد دی۔

۸ر اکتوبر کو نمازِ عصر کے بعد ہم نے کنونشن کا پہلا اجلاس شروع کیا۔ سب دوست اجلاس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ تشریف لے آئے ہیں۔ ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کا استقبال جامعہ اشرفیہ کے گیٹ پر کیا اور جلوس کی شکل میں سٹیج تک لائے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے مختصر خطاب فرمایا جس میں آپ نے طلباء کو جہاد کی ترغیب دی، اور جمعیت کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ”آپ کے ساتھ کنونشن میں اللہ تعالےٰ نے اصحابِ بدر کی طرح امداد فرمائی جیساکہ جنگِ بدر میں صحابہؓ قلیل تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد فرشتوں کے ذریعہ فرمائی۔“

اسی طرح ۲۳ر مارچ ۱۹۸۸ء کو مینار پاکستان لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کی تاریخی کانفرنس ہوئی، اس کی رپورٹیں روزانہ حضرتؒ کو پیش کی جاتیں اور حضرتؒ جے۔ یو۔ آئی اور جے۔ ٹی۔ آئی کے لیے دعا فرماتے تھے۔

جب میں نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا تو حسبِ معمول حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ جب حضرت شیخ الحدیثؒ کو ہسپتال داخل کروایا گیا تو ایک روز آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا، استاذِ محترم مولانا انوار الحق صاحب بھی وہاں موجود تھے فرمانے لگے کہ آپ آج کی رات ادھر ہی گذار لیں، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے رات وہاں گذاری، تو دوسرے دن بھی حضرت نے کہا کہ آپ ادھر ہی ٹھہریں، پھر حکم ہوا کہ بس آپ ہمارے ساتھ ہی رہیں۔ اس طرح مجھے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔

ایک دن جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے صدر جناب نجم الدین درویش عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے ان کا تعارف کروایا گیا تو آپ نے ان کے لیے اور جے۔ ٹی۔ آئی کے لیے دعا فرمائی۔ جب بھی جے۔ ٹی۔ آئی کا ذکر ہوتا حضرت شیخ الحدیثؒ بہت خوش ہوتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے تلمیذِ خاص اور مشہور مصنف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو تاکید کر رکھی تھی کہ دارالعلوم حقانیہ اور صوبہ سرحد میں جمعیۃ طلباء اسلام کے ہر قسم کے تربیتی پروگرام اور ان کی معاونت و سرپرستی میں خصوصیت سے دلچسپی لیں۔ آج کے نوجوان کل کے معمار ہیں اور نوجوانوں کی تربیت سے قوم کا مستقبل روشن ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت سے جہاں جمعیۃ علماء اسلام اور جہادِ افغانستان، دارالعلوم حقانیہ ان کی سرپرستی اور دعاؤں سے محروم ہو گیا ہے وہاں جمعیۃ طلباء اسلام بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی مشفقانہ اور مربیانہ دعاؤں سے محروم ہو گئی

ع
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی دینی وملی اور سیاسی خدمات

—— مولانا سعید الرحمن دیروی ——

حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کو اللہ تعالیٰ نے صفات عدیدہ جمیلہ سے نوازا تھا۔ بیک وقت محدث، مفسر، متکلم، نحوی، صرفی، منطقی اور اس کے ساتھ ملکی معاملات میں سب سے بڑا حاذق اور باخبر سیاستدان جس میدان میں جس کام کے کرنے میں لگے ہے اللہ نے ان کو کامرانی نصیب فرمائی ہے اور یہ ضروری امر ہے کہ جس کا نظریہ اللہ کے قدرت غیبی پر ہو اللہ وہی معاملہ فرماتے ہیں۔ حدیث قدسی کا مفہوم ہے "میں بندہ سے وہی معاملہ کرتا ہوں جو وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے"، حضرت مولانا صاحبؒ اخلاص وللہیت کے پیکر اور عبدیت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تواضع میں تو آپ کا کوئی نظیر نہیں۔ گفتگو کے وقت میں حکمت و دانائی کا سرچشمہ تھے۔ ایک لمحہ دیکھا جاتا عمر بھر ان کے مجلس میں بیٹھنے کا دل خواہشمند ہوتا۔ ہر قسم کے لوگوں سے میل ملاپ کا اللہ نے ڈھنگ سکھایا تھا۔ ہر جگہ ہر حال ہر آن میں حضرت شیخ الحدیثؒ کو اللہ نے رفعت وبلندی سے نوازا تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ،

علماء کرام کو ہر دور میں اللہ نے دین کی حفاظت واشاعت کے لئے چنا ہے اور یہی انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ جس دور میں دین الٰہی اور سیاست رحمانی کے خلاف کسی نے بات کی ہے علماء حق نے ان کا مقابلہ کر کے خس وخاشاک کر دیا ہمارے شیخ الحدیثؒ نے بدعات کے مٹانے، خاکسار تحریک کے دبانے اور تحریک نظام مصطفیٰؐ کو عام کرنے کے لئے جو اقدام کیا تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھنے کے قابل ہے

علماء حق کا اصل کام اسلام کی بالادستی، اسلامی معاشرہ کا قیام اور حکومتی قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈالنے کے لئے محنت اور تگ ودو ہے اور یہ عین جہاد اسلامی ہے اس وجہ سے ان حضرات نے اسمبلی کے اندر جا کر اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے ایوانوں میں بیانگ دھل اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے آواز بلند کی تاکہ عنداللہ بری الذمہ قرار دیا جائے۔

جیسا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "طویل غور وخوض کے بعد مجھے خیال آیا کہ واقعی اسمبلی میں جا کر دین کے حق میں کم از کم آواز تو اٹھا سکوں یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی کی تائید میں تو ہاتھ کھڑا کر سکوں اور اتنا کر سکنے کے باوجود بھی اس پر خطر میدان میں شرکت سے محض اپنی عافیت وسلامتی کے خیال سے گریز کروں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن باز پرس فرمائیں تو کیا منہ دکھاؤں گا"

حضرت مولاناؒ صاحب نے کارھائے نمایاں انجام دی ہیں سب سے بڑا کارنامہ اسمبلی میں مسلمان کا متفقہ تعریف پیش کرنا ہے جب اسمبلی میں حزب اقتدار کی طرف سے یہ بات پیش آئی کہ علماء تو مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی تقریر میں اس کا جواب دے کر مسلمان کی تعریف کی جو سب مکاتب فکر کے ہاں قبول ہو کر سراہا گئی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا "کہ لفظ مسلم یہ بے معنی لفظ نہیں ورنہ تو سارے نفوس مسلمہ ایک بے معنی لفظ کے مصداق رہ جائیں گے" اور اس کی تعریف اور معنی میں علماء کے اختلاف ذکر کرنے کی بات بالکل جھوٹ اور مغالطہ ہے، فرمانے لگے "عربی میں اسلام اور ایمان کی تعریف یہ ہے "التصدیق بما جاء بہ النبیؐ" اردو میں یہ ہے کہ وہ شخص جو وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور کتاب وسنت اور ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو اور حضورؐ کو آخری نبیؐ مانتا ہو، بایں معنی کہ آپؐ کے بعد کسی شخص کو نہ بروزی نہ ظلی نہ تبعی نہ مستقل نبوت مل سکتی ہے جس طرح دنیا میں آخری اور سب سے کامل روشنی آفتاب کی ہے اس سے اوپر کوئی روشنی مادیات میں نہیں اور نہ ضرورت ہے اس طرح نبوت کا سلسلہ آپؐ کی ذات اقدس پر کمال تک پہنچا نبی اکرمؐ نے فرمایا

میں آخری نبیؐ ہو میرے بعد کوئی نبیؐ آنے والا نہیں نبی اکرمؐ کا الشمس فی نصف النہار ہے ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

کتاب وسنت اور ضروریات دین کا وہی مفہوم ہو گا جس پر خیر القرون کا اتفاق رہا ہو یعنی اب کوئی شخص صلوٰۃ وزکوٰۃ کا معنی اپنی طرف سے نہیں کر سکتا نبی اکرمؐ، صحابہؓ، تابعین کے دور میں جو مفہوم تھا، ان تمام مفاہیم کو اسی طریق پر ماننا "یہ ہے مسلمان"۔

اس تعریف کے کرتے ہوئے جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سوالیہ انداز سے پوچھا تو حزب اختلاف میں موجود سارے ارکان نے اتفاق کا اظہار کیا اس کے بعد مختلف ماہناموں نے حضرتؒ کے اس تعریف کرنے پر اداریے لکھے اور داد دی اور حکومتی ٹولہ کے اس غلط پروپیگنڈے کو ختم کر ڈالا۔

حضرت شیخ نے آئین سازی کے موقع پر یہ ترمیم پیش کی کہ، صدر کم از کم چالیس سال کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے اس تحریک پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان اسلامی ملک ہے اور اسلامی مملکت کا معنی یہ ہے کہ اس کا قانون ونظام سب کچھ شریعت کے مطابق ہو چونکہ پیغمبرؐ اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور پیغمبرؐ کا نائب خلیفہ اور امیر ہوتا ہے، امیر سب کچھ کا ذمہ دار ہوتا ہے، فوج آئین اور ملک کے داخلی وخارجی نظام کے استحکام اور اندرونی وبیرونی فسادات کا ذمہ دار وہی ہوتا ہے تو چالیس سال اس لئے ضروری ہے کہ انبیاءؑ کو نبوت اسی عرصہ میں ملی ہے اسی مدت کے اندر عقل پختہ ہو جاتا ہے اس سے کم عمر میں

انسان کھانے پینے میں لگا ہوتا ہے ناپختہ ذہن اور ناتجربہ کار ہوتا ہے لہٰذا اس سے کم یا زیادہ عمر مناسب نہیں، مرد ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ مرد مرکز شجاعت ہوتا ہے جو ہر موقعہ پر حفاظت کرسکتا ہے داد شجاعت دے سکتا ہے ہر مورچہ پر پہنچ سکتا ہے صنف نازک یہ کام نہیں کرسکتا۔ حضرت نے صدر کی معزولی کے لئے اعتقادی خرابی کو بھی ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا "کہ جسمانی یا دماغی نااہلیت کی بناء پر اگر صدر کو معزول کیا جاسکتا ہے" تو گزارش ہے کہ اس کے ساتھ یہ لفظ بھی بڑھایا جائے کہ "اعتقادی خرابی کی بناء پر بھی معزول کیا جا سکتا ہے۔"

حلف نامہ میں جو اعتقادی امور مذکور ہے اگر اس میں خرابی ہو تو معزول کیا جائے گا کیونکہ صدر ہونا ایک اہم عہدہ ہے لہٰذا اعتقادی طور پر صحیح ہونا ضروری ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساری تحریکات اسلامیہ کا احصاء دشوار ہے سب سے معرکۃ الاراء تحریک شریعت بل کا معرکہ تھا جس کی بدولت حضرت مولانا صاحبؒ کو "قائد شریعت" کا عظیم خطاب ملا، احقر کی طالب علمی کے زمانہ میں جب حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود اس مقدس مشن کے کامیاب کرنے کے لئے مانسہرہ تشریف لے آئے اور مرکزی جامع مسجد میں علاقے کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے اپنے اس آنے کا مقصد بیان کیا تو سب نے لبیک کی صدائیں بلند کی۔

وہ منظر ایک عجیب کیفیتوں والا تھا چاروں طرف انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا آرہا تھا۔ علماء، طلباء عوام و خواص سب کی نظریں حضرت پر تھی۔ حضرت مولانا اجمل خان صاحب لاہوری نے بیان کے بعد مجمع علماء کے سامنے حضرت شیخ الحدیثؒ کو "قائد شریعت" کے خطاب سے نوازا تو سارے مجمع نے تائید کی بعد میں سب نے حضرت مولاناؒ سے بیعت کی چونکہ سب کے ساتھ ہاتھ ملانا ممکن نہ تھا اس لئے چادروں کو لمبا کرکے اس طرح بیعت کیا گیا۔

آج بحمد اللہ حضرت اپنے قبر اطہر میں خوش ہوں گے کہ ان کے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا ایوان کی آواز بن گئی اور ہر جگہ شریعت بل کا غلغلہ ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کی شاہکار تصنیف

ارباب علم وکمال اور پیشۂ رزق حلال

مشاہیر زعماء اور اکابر علماء امت کی نظر میں

○ اس کتاب سے علم اور اہل علم کی عزت بڑھے گی، نسلی امتیازات اور قومی عصبیتوں کا خاتمہ ہوگا۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق)

○ ہماری معلومات کی حد تک اس موضوع پر مستقل تصنیف جدید طرزِ تحریر اور دلچسپ انداز تعارف میں مولانا عبدالقیوم حقانی کو سبقت اور اولیت کا شرف حاصل ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید)

○ اسکی اہم خوبی زبان کی دلکشی، انداز و اسلوب کی رعنائی، طرزِ تحریر کی سلاست، روانگی اور شگفتگی ہے۔ (مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ)

○ علامہ سمعانیؒ سے ملاقات کا تریاق ملت کے احیاء و بقاء کا سبب بن سکتا ہے۔ (مولانا افتخار فریدی بھارت)

○ کسب حلال بصدق مقال، حسن اعمال اور خیر المال کا حسین امتزاج اور گرانقدر علمی تحفہ۔ (حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی)

○ کتاب اتنی دلچسپ کہ مطالعہ مکمل کیے بغیر دوسرا کام نہ کرسکا۔ (حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)

○ مولانا عبدالقیوم حقانی نوجوان علماء میں بحمد اللہ موفق من اللہ ہیں۔ انداز تحریر سلیس، دلکش اور سلجھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں جدید طرز اور اچھوتے انداز میں اپنے موضوع کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

○ "الانساب" کے نادر موضوعات کا خلاصہ اور نچوڑ۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان ایم اے)

○ پاکستان میں دو شخصیتوں کیلئے خصوصیت سے دعا کیا کرتا ہوں جن میں ایک "ارباب علم وکمال" کے مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں۔ (شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر)

○ یہ کتاب بلاشبہ بہترین معلومات کا ذخیرہ اور عجائب و غرائب کا مجموعہ ہے پھر اس پر حقانی صاحب کی تحریر سونے پر سہاگہ۔ (مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی)

○ ایک بہترین نرالی اور شاہکار تصنیف۔ (مولانا حافظ انوار الحق نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ)

○ عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق اردو دان طبقہ کیلئے ایک اللہ والا تحفہ، اس سے علامہ سمعانیؒ کی شہرت میں مزید اضافہ ہوگا۔ (مولانا محمد ابراہیم فانی)

○ فن اور موضوع کے اعتبار سے تاریخ کی سب سے پہلی منفرد اور شاہکار تصنیف۔ (مولانا محمد ازہر مدیر "الخیر" ملتان)

○ "ارباب علم وکمال" دیکھ کر مسرت کی حد نہ رہی۔ مصنف نے اس ناکارہ کی دیرینہ آرزو کی ترجمانی کردی اور اس دور کے علماء پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ (مولانا عبدالرشید الہندی مکۃ المکرمہ)

○ علمی دینی اور تاریخی اہمیت کی حامل تالیف جس میں سلاست، روانی اور اسلوب کی دلکشی بدرجہ اتم موجود ہے۔ (جناب محمد صلاح الدین مدیر "تکبیر")

○ مجھے اس کتاب نے ایسا کھینچا کہ میں نے کئی ابواب پڑھ ڈالے اور ابھی اطمینان سے پھر پڑھنا چاہتا ہوں۔ (جناب نعیم صدیقی مدیر ترجمان القرآن)

○ توصیفی سند CERTIFICATE OF COMMENDATION (نیشنل بک کونسل پاکستان)

مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک تحصیل و ضلع نوشہرہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور عالمِ اسلام

عالمِ اسلام کے اتحاد، دینی اقدار کے فروغ اور عالمی صیہونی سازشوں کے خلاف ایک مناسب لائحہ عمل ـــ

افریقی ممالک میں تبلیغِ اسلام، فری میسن تحریک کی مزاحمت کشمیر، عرب اسرائیل جنگ، بیت المقدس، لبنان، حرمین شریفین سقوطِ ڈھاکہ، شاہ فیصل کی شہادت، رباط کانفرنس جہادِ افغانستان جیسے عالمی مسائل پر اظہارِ خیال اور ممکنہ اقدامات کی پیش رفت

ـــ اور ـــ

جلالۃ الملک شاہ فہد کا حضرۃ شیخ الحدیث کے نام اہم پیغام۔

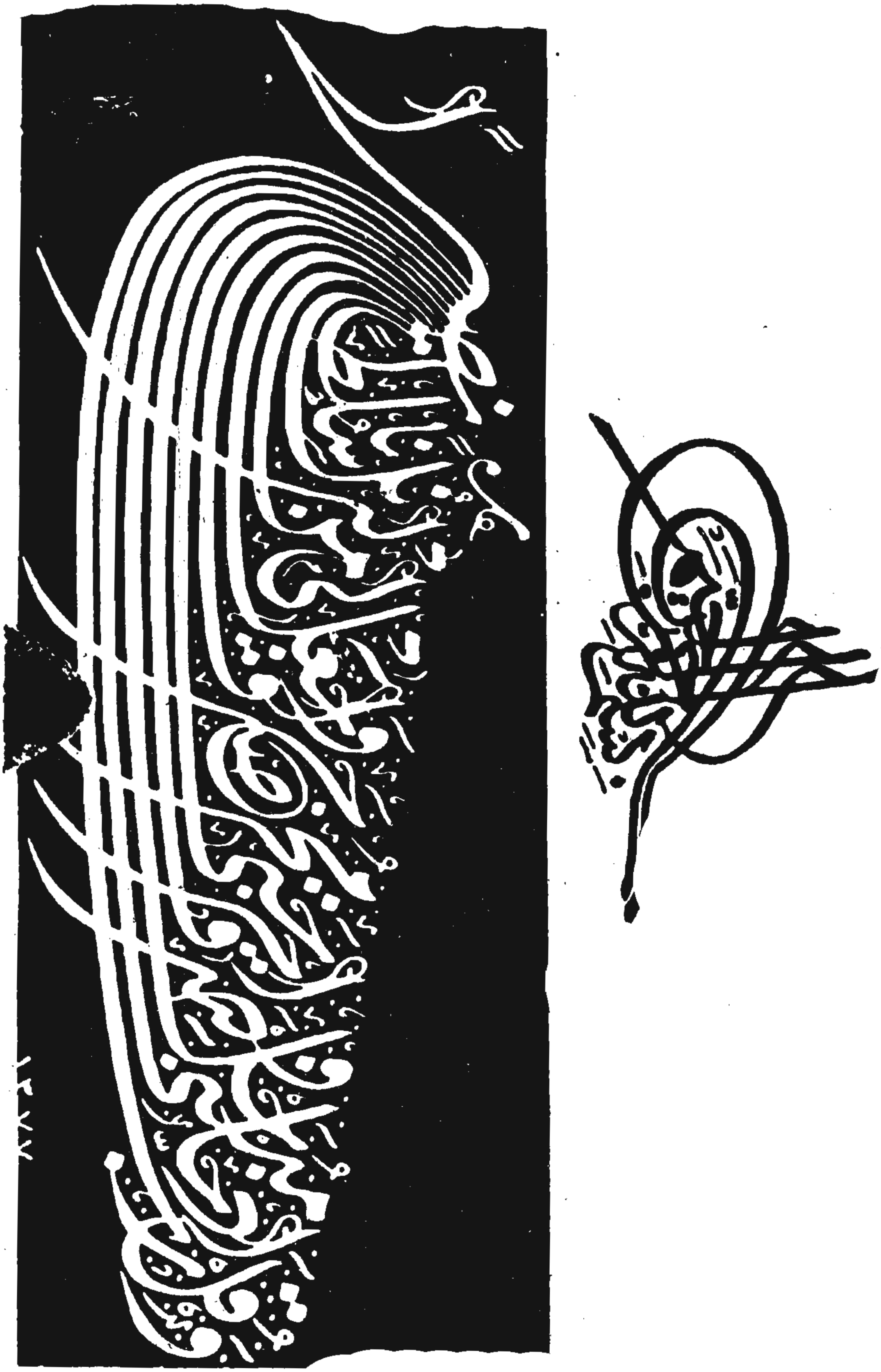
١٢٧٧

حضرت العلامہ مولانا محمد زمان فاضل حقانیہ
مدرس مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور عالم اسلام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم نبوت کے وارث اور ان کی دینی حمیت کے علمبردار تھے حضورؐ نے جس محنت مشقت، قربانی، ایثار سے امت بنائی تھی ہمارے حضرتؒ اسی نقطۂ نظر سے امت کے اتحاد اور اتفاق اور اس کے دینی اقدار کے تحفظ میں گھلے جاتے تھے وہ جغرافیائی تقسیم، قومی حدبندی اور علاقائی تعصب کے قائل نہ تھے ان کے نزدیک بحیثیت مسلمان کے جو مقام ایک پاکستانی کا تھا وہی مقام چینی، ہندی، اور افریقی مسلمان کا تھا۔ وہ اسلام ہی کو رشتہ وحدت کا ذریعہ قرار دیتے تھے اگر مشرق میں بھی کسی مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تھا تو وہ اسے اپنے دل میں محسوس کرتے تھے۔ فلسطین کا مسئلہ ہو یا بیت المقدس کا، بیت اللہ پر شرپسندوں کی یلغار ہو یا حرمین شریفین میں شیعہ جارحیت کا مظاہرہ، جہاد افغانستان کا مسئلہ ہو یا تحریک آزادی کشمیر کی جدوجہد، افریقی ممالک میں قحط ہو یا یورپ کے مسلمانوں کی دینی حالت زار، سقوط ڈھاکہ کا المیہ ہو یا ہندوستان میں مسلم کش فسادات، حضرت سب کے لئے برابر تڑپتے تھے۔ دعائیں کرتے، گڑگڑاتے، خطابات میں مسلمانوں کو بیداری کی تلقین کرتے اور عالمی سطح پر اپنے اثر ورسوخ کی حد تک مسلسل کام کرتے اور بات کو آخری نتیجہ اور ثمر خیز مرحلہ تک پہنچائے بغیر چین سے نہیں سوتے تھے۔

؎ کانٹا کسی کے لگے تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ذیل میں ہم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خطابات، مواعظ، تقاریر، مجالس اور پارلیمنٹ میں کیے گئے عالم اسلام سے متعلق بھرپور مساعی کی چند جھلکیاں نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پارلیمنٹ میں مسلم امہ اور عالم اسلام کی فکر اور ان میں دینی وعلمی اور اسلامی فکر وشعور کی تبلیغ قرآنی تعلیمات کی ترویج اور فرق باطلہ کے مذموم مساعی کے بھرپور تعاقب مبنی سوالات، تحاریک التوا اور تقاریر پر مبنی ایک مختصر رپورٹ۔

افریقی ممالک میں تبلیغ اسلام

سوال نمبر ۱۸۳، ۶ دسمبر ۱۹۷۲ء۔

کیا امور خارجیہ ارشاد فرمائیں گے۔

الف۔ آیا ایسے دور دراز افریقی ممالک میں تبلیغ واشاعتِ اسلام کیلئے مراکز قائم کیے جا رہے ہیں، جنہیں حال ہی میں آزادی ملی ہے؟

ب۔ آیا ابتداً کوئی تبلیغی جماعت وہاں بھیجی جائے گی؟۔

جواب: (دستیاب نہیں ہو سکا) (اسلام کا معرکہ ص ۳۳)

فری میسن تحریک

سوال نمبر ۵۹۳۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء

(الف) کیا وزیر داخلہ ازراہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقع ہے کہ فری میسن تحریک ایک غیر اسلامی اور صیہونی تحریک ہے؟

(ب) آیا یہ امر واقع ہے، کہ یہ ادارے پاکستان میں موجود ہیں اور اگر یہ صحیح ہے تو ان اداروں نیز ان کے ساتھ منسلک افراد کی تعداد بیان کی جائے۔

(پ) کیا یہ امر واقع ہے کہ فری میسن تحریک پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز ہے؟

(ت) آیا حکومت ان اداروں کی سرگرمیوں سے باخبر ہے؟

جواب: **خان عبدالقیوم خان** ۔ (الف) یہ اپنے اپنے خیال کی بات ہے تاہم حکومت کے پاس ان الزامات کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں۔

(ب) جی ہاں! مغربی پاکستان میں تقریباً ۳۰ میسانک لاج ہے اور ان کے ۔۔۔ اراکین ہیں۔

(پ) اس مبینہ حقیقت کا حکومت کو کوئی علم نہیں۔

(ت) جی ہاں! اگر حکومت کو معقول ثبوت کے ساتھ فری میسن کی کوئی متعصبانہ حرکت نظر آئی۔ تو اس کے خلاف یقیناً مناسب کارروائی کرے گی۔

(اسلام کا معرکہ ص ۳۰۲)

بھارت کا ایٹمی دھماکہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسول الکریم ——— مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ نہ صرف اس طرف کے لوگوں نے صحیح تنقید کی ہے۔ بلکہ حزب اقتدار نے بھی صحیح طرح سے بجٹ کے متعلق خیالات ظاہر کیے بہر تقدیر اس وقت مجھے جناب سپیکر صاحب کا حکم ہے کہ اختصار سے کام لوں تو مجھے ایک چیز عرض کرنا ہے کہ اس وقت ملک کو ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ درپیش ہے اور وہ اہم مسئلہ یہ ہے۔ ہندوستان کا ایٹمی دھماکہ کرنا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے عزائم سوائے پاکستان کی تباہی کے اور کچھ نہیں انہوں نے راجستان میں ایٹمی تجربہ کیا ہے وہ ہمیں اپنے تابع بنانے کے لئے اور دھمکانے کے لئے ہے

اور ہندوؤں سے ہمیں کوئی توقع نہیں ہے اگر اسے موقع ملے گا تو یقیناً وہ پاکستان کے اوپر جیسا کہ ہیروشیما پر بم گرایا گیا اس بم کو اسی طریقہ سے استعمال کردے اس کے لئے بھی وہ تیار ہوسکتا ہے۔

(رپورٹ قومی اسمبلی ۱۸ جون ۱۹۷۴ء

مسئلہ کشمیر

دوسری بات یہ عرض کرنی ہے۔ کہ پچیس سال سے ہمارے ملک کی جو لڑائیاں ہورہی ہیں اس کا مدار کشمیر ہے اگر کشمیر کا معاملہ طے نہ ہو تو چاہے ہم کتنے معاہدے کرتے رہے یہ لڑائیاں، جاری ہی رہے گی اس لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ جموں، کشمیر کے معاملے کو طے کرانے کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ جیسا کہ معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی پوزیشن کا لحاظ رکھتے ہوئے امن کے ساتھ اس معاملے کو طے کرے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کشمیر کا مسئلہ بین الاقوامی قوانین اور حق خود ارادیت کے مطابق اسلام کے حق میں مسلمانوں کے حق میں اور کشمیر کے حق میں طے کرادے لیکن اگر ان کا خیال ہے کہ جب دونوں فریق متفق ہوں تب یہ بات طے ہوگی اور اگر وہ متفق نہیں ہوں گے تو کشمیر کے حل ہونے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ یعنی اگر معاہدے کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ہندوستان راضی نہ ہو تو ہم کشمیر کے بارے میں خاموش رہیں گے۔ تو ہمیں واضح کردینا چاہیے کہ ہم اس کے بعد اسلام کی رہنمائی میں دوسرا قدم اٹھائیں گے اسلام نے اس کے بارے میں بھی ہماری رہنمائی کی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حدیبیہ میں صلح ہوئی مگر دو برس کے بعد مشرکین مکہ نے معاہدہ توڑا۔ چڑھائی کی اور غداری ہوئی اس پر مسلمانوں نے بھی معاہدہ کو چھوڑ دیا اور حملہ کرکے مکہ معظمہ فتح کرلیا۔ ایسی صورت میں یہاں بھی انشاء اللہ یہی حالت ہوگی۔

(اسلام کا معرکہ ص ۲۰۳)

لبنان کی صورت حال

لبنان کے بارے میں تحریک سپیکر صاحب نے چیمبر سے مسترد کردی

دوسرے دن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ایوان میں مسئلہ اٹھایا تو سپیکر صاحب نے کہا کہ یہ بحث مفاد عامہ کے خلاف ہے اس لئے اسے زیر غور نہیں لایا جاسکتا، میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ قومی اسمبلی کا اجلاس ایک فوری اہمیت کے حامل مسئلہ پر غور کرنے کیلئے ملتوی کیا جائے۔ لبنان کی صورت حال تمام عرب کے لئے خصوصاً اور عالم اسلام بشمول پاکستان کے لئے عموماً نہایت تشویش ناک ہے اور یہ مسلمانوں کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اس طرح مشرق وسطیٰ میں ایک دوسری غیر مسلم ریاست اسرائیل قسم کے اسٹیٹ کے قیام کے اندیشے پیدا ہوچکے ہیں یہ حالات آگے چل کر تمام مسلمانوں کے لئے خطرناک اور تشویش ناک نتائج کا ذریعہ بن سکتے ہیں اس لئے قومی اسمبلی اس مسئلہ کے نتائج اور عواقب پر غور کرے۔ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۲۴۷)

افریقی ممالک اور دنیا میں تبلیغ اسلام کا پروگرام بنایا جائے

اس اسمبلی کی رائے ہے کہ حکومت، وسیع پیمانے پر دنیا میں اسلام کی تبلیغ وتعارف کا پروگرام بنائے بالخصوص یورپ اور افریقی ممالک میں جہاں بعض غیر مسلم فرقوں نے اسلام کے لبادہ میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی سعی کی ہے

(اسلام کا معرکہ ص ۹۵)

تقاریر اور خطابات سے چند اقتباسات

سقوط بیت المقدس

محترم بزرگو! اس وقت تمام دنیا کے مسلمان ایک عظیم آزمائش میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑے اور نازک امتحان میں۔

راہ چلتے شرم محسوس ہوتی ہے۔ مسلمان کفار کے نرغے میں ہیں بالخصوص مقامات مقدسہ اور عرب علاقوں پر یہود کے قبضہ سے ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی ہے میں تو دو چار دنوں سے راستے پر چلتے شرم محسوس کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ کیا ہمیں خدا کی زمین پر چلنے اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ آج ہم خون کے آنسوؤں سے بھی روئیں تو اس غم کا تدارک نہیں ہوگا، مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی چیز مذہب اسلام خدا اور رسولؐ کی عزت وآبرو ہے مسلمان تو تمام دنیا کو خدا کے قانون کے اجراء احیاء دین اور اسلام کا جھنڈا سربلند کرنے کے لئے فتح کرتا ہے مگر جب ہماری غفلت کی وجہ سے اسلام کے مراکز نہ بچ سکیں تو ہماری مصیبت اور خواری کا کیا عالم ہوگا۔ مگر بھائیو! یہ سب مسلمانوں کے اعمال کا نتیجہ ہے اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک تازیانہ .... اگر ہم نے نصیحت پکڑی اور بیدار ہوئے تو یہ مصیبت آئندہ دارین کی کامیابی کا باعث بن سکتی ہے اور اگر پھر بھی اپنی حالت نہ بدلی تو ہولناک نتائج ظاہر ہوں گے دنیا دارالامتحان ہے اور ہم سب کو خدا نے اسی امتحان کے لئے پیدا کیا اور آزمائش ہماری تخلیق کا مقصد ہے .... خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔

خدا نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون تم میں سے بہتر عمل والا ہے ہم تمہیں راحت اور تکلیف دونوں شکلوں سے آزمائیں گے

(دعوات حق ص ۱۵)

غفلت اور بے ہمتی کا انجام

جس طرح ایک طالب علم ایک ڈگری حاصل کرنے کے لئے امتحان دیتا ہے تو عقل مند اور ہوشیار طالب علم کامیابی کے ذرائع اور مسائل متعین کرکے محنت اور کوشش کرتا ہے اور کامیاب ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ٹھکانے لگا دیتا ہے کہ خدا کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا مگر مست اور غافل طالب علم غفلت میں رہ کر ناکام ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے عمر ضائع ہوجاتی ہے آج ہمارے اوپر جو آزمائش ہے اس سے

پ سب واقف ہیں مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک پر یہود اور ان کی پشت پر مغربی اقوام نے اس حد تک ظلم کیا کہ اس کا بیان مشکل ہے .... کئی ہزار مربع میل علاقہ یہود کے قبضہ میں چلا گیا ہے پچھلے مقبوضات کے علاوہ ہے اُردن، اور شام کا کافی حصہ ان کے تسلط میں ہے بالخصوص بیت المقدس کا سقوط تو عام مسلمانوں کی غیرت کے لئے کھلا چیلنج ہے (دعوت حق ص۵۱۱)

چیلنج

مسلمان کی کسی زمین کے ایک اینچ ٹکڑے پر جب کافر قبضہ کرلیں تو وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ جہاد کریں اور اسے دشمن سے چھڑا لیں۔ اگر انہوں نے کمزوری اور بے ہمتی کی اور مقابلہ نہ کرسکے تو ساتھ والے ملک کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے یہاں تک ساری دنیا کے مسلمانوں پر ایک اینچ زمین اور ایک مسلمان عورت کا کافر کے قبضے میں چلے جانے سے جہاد فرض ہو جاتا ہے اور کوتاہی کی صورت میں سب سے مواخذہ ہوگا کل عالم کے مسلمان مجرم اور گنہگار ہوں گے البتہ اگر کافروں سے لڑنے والے ملک میں قوت مدافعت ہو تو سب پر فرض نہ ہوگا۔

(دعوت حق ص۵۱۱)

بربادیوں کا سرچشمہ یہود اور مغربی اقوام

مشرق وسطیٰ میں کچھ ہوا وہ ہمارے دینی اضمحلال اور خداوند تعالیٰ کے احکام سے لاپرواہی اور مذہب سے لاپرواہی اور مذہب سے بے زاری کا نتیجہ ہی تو ہے دشمنوں کی نظر بھی اسی چیز پر ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے مذہب کی روح نکال دی جائے دنیا کی محبت خواہشات اور ہوس کے ذریعہ انہیں موت کی نیند سلا دیا جائے ایک یہودی نے لکھا ہے کہ مسلمان عورت اور مال سے مجبور ہے یہ مختلف ممالک میں دین کی تحریف و تجدّد اور سود و شراب اور زنا کو حلال قرار دینے کی جو کوشش ہو رہی ہے۔ اس کی پشت پر بھی یہود اور مغربی اقوام ہیں۔

غرض فسق و فجور سب کا سرچشمہ یہی یہود اور مغربی اقوام ہیں حضورؐ کی پیشگوئی ہے کہ جب ایسا وقت آجائے کہ تم دنیا اور مال و دولت کے غلام بن جاؤ اور موت سے بھاگنے لگو تو تمہاری مثال سمندر کے جھاگ کی طرح ہوگی کہ پانی کا بہاؤ اسے جدھر چاہے لے جائے اس وقت قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ آؤ مسلمانوں کو ہر طرف سے ختم کردیں کہیں پاکستان پر حملہ اور کہیں عرب پر حملہ یہاں تک! ہمارے اس ضعف اور ذمہ داریوں سے غفلت کی وجہ سے قبلۂ اوّل بیت المقدس بھی ان کے قبضہ میں چلا گیا۔

(دعوات حق ص۵۱۳)

مسجد حرام

بھائیو! اس روئے زمین پر تین مقدس مساجد ہیں جو تمام روئے زمین سے بہتر ہے۔

(۱) بیت اللہ الحرام جس کی طرف رخ کرکے پانچ وقتہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں، خدا نے اسے اتنی فضیلت دی کہ اگر کوئی شخص نماز تمام آداب و مستحبات اور خشوع خضوع سے بھی پڑھ لے مگر رُخ قبلہ سے قصداً موڑ لیا تو امام شافعی اور مالک کے نزدیک کافر ہوا اور ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یخشی علیہ الکفر اس پر کافر ہونے کا خطرہ ہے۔

غرض تمام لوگوں کی عبادت قبول نہیں ہوگی جب تک رُخ قبلہ یعنی خانہ کعبہ کی طرف نہ ہوگا (انّ اوّل بیت وضع للنّاس) عبادت کا اولین گھر جسے لوگوں کے لئے مکہ مکرمہ میں قائم کیا گیا دنیا کی آبادی سے قبل خداوند تعالیٰ نے بیت اللہ کا خطہ پیدا فرمایا اور جب تک یہ رہے گا حجاج حج کرتے رہیں گے دنیا آباد رہے گی اور جب اسے ڈھا دیا گیا جیسا کہ قیامت کے قریب ایسا ہونا ہے۔ (خداوند تعالیٰ وہ وقت ہماری زندگی میں نہ لائے) تو سارا عالم تباہ ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی اس میں ایک نیکی اور ایک نماز ایک لاکھ کے برابر ہے (دعوات حق ص۵۱۴)

مسجد نبویؐ

دوسری مسجد حضور اقدس علیہ سلام کی مسجد ہے جس میں حضورؐ کا روضۂ اقدس بھی ہے فضیلت کے لحاظ سے دوسرا درجہ اس کا ہے۔ قبر شریف اور کے دُمیان کا خطہ تو روضۃ من ریاض الجنۃ (الحدیث) (جنت کے باغیچوں کا ایک باغیچہ ہے) جس نے اس میں دو رکعت پڑھ لیں خدا تعالیٰ اسے جنت پہنچا دے گا یا حقیقی معنوں میں جنت کا ٹکڑا ہے شاہ ولی اللہ جیسے ارباب بصیرت تو فرماتے ہیں کہ حقیقتاً جنت ہے۔ کیونکہ انہوں نے وہاں ایسے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا ہے جو صرف جنت میں ہوں گے۔

مسجد اقصیٰ

تیسرا مقدس خطہ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ آدم علیہ سلام نے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کی پھر چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ کی۔ پھر انقلابات آتے رہے۔ سیدنا ابراہیمؑ نے کعبہ کی از نو تعمیر کی اور جیسا کہ مشہور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ سلام نے بھی اس کی تعمیر کرائی۔ حضرت سلیمان علیہ سلام نے دعا کی۔ (رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی) ایسی حکومت کی درخواست کی جو دلیل ہوا اور معجزہ ہو کہ کسی غیر کی دسترس میں نہ ہو خدا نے جنات کو بھی اس کا مسخر بنا دیا جنات دنیا کی کانوں سے بہترین پتھر یہاں لاتے اور اس کی تعمیر میں لگاتے پھر اس کے بعد سیدنا موسیٰؑ، سیدنا عیسیٰؑ ہر دور میں یہ مقام مقدس انبیاء کا مرکز رہا۔ ہزاروں انبیاء نے اس میں خدا کی بندگی کی ہمارے حضور خاتم النبیینؐ نے یہاں سے شب معراج میں آسمانوں پر پرواز کی یہاں تمام انبیاء کو امامت کرائی مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کا قبلہ رہا مکہ مکرمہ میں آپ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے اس طرح بیت اللہ کی طرف بھی رخ ہو جاتا تھا حضورؐ نے فرمایا۔ (لا تشد الرجال الا لثلاث مسجد الحرام ومسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا)۔

عبادت کی نیت سے صرف تین مساجد کے لئے سفر جائز ہے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد) (دعوات حق ص۵۱۵)

قانون فتح وشکست

قدرت کا اٹل قانون ہے کہ جب ایک قوم سرکشی اور نافرمانی میں حد سے گذر جائے تو خدا اسے ضرور سزا دیتا ہے تقریباً دو ہزار سال قبل جب یہود کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو خدا نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا وہ بابل سے آیا اور یہودیوں کا یہاں سے قلع قمع کیا عورتیں باندیاں اور مردوں کو غلام بنایا خداوند تعالیٰ غفور الرحیم ہے جب انہوں نے توبہ کی تو خداوند تعالیٰ انہیں یہاں کے معابد میں عبادت کا موقع دیا اور پھر جب انہوں نے شر و فساد برپا کیا تو خداوند تعالیٰ نے ان پر انطواکس کو مسلط کر دیا جس نے ان کی جڑ نکالی اور آج جب یہود نے امریکہ برطانیہ کی مدد اور سازش سے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو ہماری انتہائی غفلت اور بد اعمالی کا نتیجہ ہے ہمارے دار العلوم کے ایک استاد نے جو پچھلے دنوں وہاں سے آئے چشم دید حالات بیان کیے کہ اتنے بڑے شہر میں مسجد اقصیٰ جیسی مقدس مسجد میں نمازیوں کی تعداد تیس چالیس سے بھی کم ہوتی ہے، ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ اس جنگ میں یہود نے اپنے مذہب کے مطابق دو دن قبل روزے رکھ کر لڑائی لڑی اور ہمارے مسلمان ناچ گانوں میں مصروف تھے۔

(ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم)

بے شک خداوند کریم نے مسلمانوں کی نصرت اور امداد کا وعدہ کیا ہے مگر ساتھ ہی ان کنتم مومنین کی شرط بھی لگائی ہے کہ اگر تم سچے مومن ہو عربوں کے پاس اسلحہ موجود تھا مگر ایمان کی دولت کمزور ہوئی اور نتیجہ ......

ہر چہ بر ماست از ماست دولت کی فراوانی اور عیاشی کا تو یہ عالم کہ ایک دوست نے بیان کیا کہ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا وہاں کے علاقے کا سفر کر رہا تھا میں نے رومال سے ناک صاف کی، رومال کو جیب میں رکھا۔ ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد دراز سے رومال نکالا اس میں تھوک کر باہر پھینک دیا اس کے ساتھ بیسیوں ایسے رومال تھے جو ایک دفعہ استعمال کے بعد پھینک دیئے جاتے تھے۔

(دعوات حق ص۵۱۶)

عرب ہمارے محسن ہیں

بہر حال وہ ہم سب کے بھائی ہیں ان کے آباواجداد ہمارے محسن ہیں کلمہ گو ہیں۔ ہمارے جگانے اور جذبہ غیرت بیدار کرانے کے لیئے یہ تازیانہ قدرت کی طرف سے ہے کہ مسلمانو اپنا مقام پہچانو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلو قوم اور وطنیت کو معبود نہ بناؤ اور نہ دشمنوں پر بھروسہ کیا کرو عربوں کی شکست کا صدمہ سب مسلمانوں کا ہے مسلمان اپنے گھربار گاؤں بربادی تو گوارہ کر سکتا ہے مگر خدا کے گھر کی بربادی گوارا نہیں کر سکتا کہ کافر اس کی بے حرمتی کریں پھر بیت المقدس جو انبیاءؑ کا معبد اور حضورؐ کا قبلہ رہا اور جس کے متعلق خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ (سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (رسول کریم) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا الذی بارکنا حولہ کہ ہم نے اس کے چاروں طرف برکات ظاہری و معنوی پھیلائیں ظاہری برکات یعنی سرسبزی شادابی باغات اور باطنی برکات انبیاءؑ کے مزارات معنوی برکات بے شمار چشمے وہاں بکھیر دیئے ساری روئے زمین کے مبارک مقامات میں تیسرا درجہ اسے دیا اس میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار اور بعض روایات میں ہے کہ پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ (دعوات حق ص۵۱۷)

یہود کے عزائم اور ہمارا فرض

یہود اس پر بس نہیں کریں گے ان کے عزائم یہ ہے کہ اردن اور بحیرہ احمر پر قبضہ کرنے کے بعد اس راستے سے مدینہ طیبہ اور خیبر کو بھی اپنے ارادوں میں شامل کر لیا جائے یورپ غیر مسلم اس کی پشت پر ہے، صلیبی جنگوں اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے عہد کے مسلمانوں کا انتقام لینا ان کے مقاصد زندگی میں سے ہے آج ہمارا فرض ہے کہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس جہاد میں حصہ لیں، یہود کے ساتھ کسی چیز کی کمی نہیں۔ اسلحہ روپیہ اور غلہ بے حساب ہے صرف امریکہ میں ایک دن میں اربوں کروڑوں ڈالر چندہ کفار نے ان کے لئے جمع کیا ہم تو یہ کر سکتے ہیں کہ عربوں کی مالی امداد کریں امریکہ اور برطانیہ اور جو بھی مسلمان کی مخالفت کرتا ہے ان سے ہر قسم کے تجارتی اور اقتصادی تعلقات توڑ دیں ان سے بائیکاٹ کر دیں اور بڑی بات یہ کہ اپنی زندگی کو غیروں کی تہذیب وتمدن اور یورپی نظریات اور تعلیم سے صاف کریں اولاد کو انگریزی اور انگریزوں کی مشنری اداروں سے بچائیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ہماری زندگی بدلتی نہیں نماز ہے نہ روزہ نہ فلم بینی اور فحاشی سے توبہ تھیٹر اسی طرح چل رہے ہیں، ہر شخص اپنی بدعملی میں سرگرم ہے تو پھر بربادی کا شکوہ کیوں کرتے ہیں۔ جب قربانی ایثار اور جہاد سے مسلمان کترائے گا تو ہلاکت کے گڑھے میں خود بخود گر جائے گا یہ تمہارے بنگلے موٹریں ریشمی کپڑے رومال اور بے حساب اشیاء تمہیں ہرگز نہیں بچائیں گے۔ (دعوات حق ص۵۱۸)

غفلت کا انجام

جنگ پلاسی کے موقعہ پر انگریز نے مسلمانوں کی سرزمین ہندوستان پر حملہ کیا وہاں کے باشندوں پر جہاد فرض ہوا اس سے نہ ہو سکا تو پنجاب سرحد کابل اور ترک پر فرض ہو گیا کہ جہاد کرتے اور جس نے بھی سستی کی وہ غرق ہوئے غلام اور محکوم ہوئے اس وقت خدا کا بڑا اکرم ہے ایسا موزوں وقت صدیوں بعد آیا ہے کہ تیس (۳۰) پینتیس (۳۵) سلطنتیں پاکستان، عراق، شام، مصر، انڈونیشیا وغیرہ آزاد ہیں۔ اب بھی جہاد نہ کر سکیں تو کب کریں گے؟ مٹھی بھر ذلیل یہودی اٹھے اور ہمارے منہ پر طمانچہ مارا قبلہ اول چھین لیا۔

مدار عزت

وہ بیت المقدس جسے حضرت عمرؓ نے فتح کیا تھا مدینہ سے تشریف لائے بوسیدہ کپڑے پہنے ہیں صرف ایک غلام ساتھ ہے خود پیدل ہیں اور اونٹ پر غلام سوار ہے مسلمانوں کے کمانڈر انچیف حضرت ابو عبیدہؓ نے نئے کپڑے پیش کیے کہ سارا شہر استقبال کے لیئے دوڑ آیا تھا۔ درخواست کی کہ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ لوگ کیا کہیں گے فرمایا۔

(نحن قوم اعزنا اللہ با الاسلام)

ہماری عزت کپڑوں وغیرہ سے نہیں، اللہ نے ہمیں عزت اسلام کی وجہ سے دی، ایک وہ تھے اور ایک ہم ہیں کہ اتنی سلطنتیں ہاتھ میں ہیں مگر ذلیل قوم اٹھ کر ہزاروں مربع میل زمین ہم سے چھین رہی ہے۔ بیت المقدس اور شام کا اکثر حصہ گیا مگر مسلمان ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ ایک دوسرے پر غرانے اور جنگھاڑنے لگا آپس کا اختلاف اور بھی بڑھا۔

(دعوات حق ص۵۲۹)

مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی

کسی نے غیرت نہ کی سب مجرم ہوئے تو خدا نے دوسرا تھپڑ دیا کہ شاید اب انہیں غیرت آجائے تو مسجد اقصیٰ کو یہود نے آگ لگادی کہ اب بھی غیرت آتی ہے یا نہیں یہ تو اللہ کا گھر ہے اپنے گھروں کے لئے تو مرتے مارتے ہو مگر اللہ کی گھر پر غیرت کرتے ہوں یا نہیں مسلمانوں کے قبلہ اوّل کو یہود نے سازش سے جلادیا یاد رکھیں اللہ بے نیاز ہے تقسیم ہند کے وقت ہزاروں عورتیں رکھ لے گئے لاکھوں مرگئے اس کی بادشاہت میں کیا کمی آئی اسے ہماری حالت معلوم ہے مگر ہمارا ایمان آزماتا اور دنیا کے سامنے تلوانا چاہتا ہے اسلام اور اسلامی ملک پر غیرت نہیں وطن وطن چھوڑیئے یہ مہمل لفظ ہے بلکہ دیکھو کہ مذہب اسلام اور اللہ کی زمین پر غیرت کرتے ہو یا نہیں یہود نے ہمارا قبلہ اوّل جلادیا تاکہ ہماری مرکزیت ختم ہوجائے وہ ہماری غیرت کو چیلنج کر رہے ہیں ان کی پشت پر سارا امریکہ اور دیگر کفار امداد کے لئے کھڑے ہیں۔ "(الکفر ملۃ واحدۃ) ہمارے خلاف سب ایک ہیں۔ انہوں نے ہماری عبادت گاہ قبلہ اوّل کی ایسی بے حرمتی کی جو کوئی قوم نہیں کرتی ہمارے ملک میں بے شمار معابد ہیں مگر ہمارا مذہب کفار کے معابد کا بھی تحفظ کرتا ہے۔ ہماری مثال اس چرسی کی طرح بن گئی ہے جو لحاف اوڑھے ہوا اور کسی طرح جھنجھوڑنے سے بھی نہیں اٹھتا اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگانا ایسا ہے کہ اس چرسی کے لحاف کو آگ لگادی جائے یہ تو کسی طرح اٹھتا نہیں شاید اس طرح بیدار ہوجائے اب بھی نہیں اٹھے گا تو لحاف ہی میں جل جائے گا۔

(دعوات حق ص۵۳۰)

رباط کانفرنس

مدتوں بعد مسرت کی یہ خبر نظر سے گزری ہے کہ اس ماہ کے آخر میں مسلمان ممالک کے حکام اور امراء جن میں پاکستان کے صدر بھی شامل ہیں رباط میں جمع ہو رہے ہیں اس پر سب مسلمان خوش ہیں پوری قوم انشاء اللہ مال جان کی قربانی کے لئے تیار رہے گی ایسے موقع پر اگر جہاد کا فیصلہ کیا گیا جو نہ صرف محاذوں پر ہو بلکہ پوری اسلامی دنیا اس میں شریک ہوجائے تو یہ چیز تمام مسلمانوں کی مسرت کا باعث بنے گی ایسے ہی موقع کے لئے اللہ کا اعلان ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ حرکت نہیں کرتے مگر اس کے بعد ایک دوسرا اعلان بھی ہے کہ اگر نہیں اٹھتے جہاد کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے گا تھوڑے عرصہ میں کتنے بادشاہ اور صدر ختم ہوئے۔ اللہ نے انہیں ایسا ذلیل کردیا کہ وہ بالکل ملیا میٹ ہوگئے اس لئے کہ انہیں دین سے سروکار نہ تھا اور جو رہ گئے ہیں انہیں بھی اعلان ہے کہ (یعذبکم عذابًا الیما) اللہ کے لئے ستر کروڑ تعداد کو مٹانے اور دوسری قوم کو کھڑا کرنے میں کوئی مشکل بات نہیں۔ (ان اللہ قوی عزیز) ہماری آواز بہت کمزور ہے۔ مگر ہم رباط کانفرنس میں جمع ہونے والے سربراہوں کو یقین دلاتے ہیں کہ مسلمان جان مال قربان کرنے میں دریغ نہ کریں گے وہ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ خانہ خدا کی توہین ہوتی رہے۔ یہود مخذول و مقہور اس میں ڈالس کرتے پھیر ہیں اور اس سے آگ لگائیں اور ان کی نظریں مدینہ طیبہ پر جمی ہوں بفضل خدا پوری قوم اللہ کی پکار سن رہی ہے مسلمان قوم ابھی مخلص ہے۔ اور دین کا درد ان میں موجود ہے اب ساری ذمہ داری ان کے حکام اور امراء و سلاطین پر ہیں۔ اللہ انہیں مخلص بنا دیں۔ اور ایمان کی بنیادوں پر رباط میں جہاد کے جذبہ سے سرشار کرکے متحد متفق بنا دے اور اگر ستر (۷۰) کروڑ مسلمان متحد ہوگئے تو انشاء اللہ وہ دن آنا گا جب کہ ہر بیعت ذبر و مدر سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگے گی لیکن اگر ہمارے لیڈروں کو یہ فکر رہا کہ فلاں کو تمغہ مل جائے گا، فلاں کی شہرت ہوگی فلاں بڑا بن جائے گا۔ تو پھر کامیابی مشکل اور تباہی یقینی ہے اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو نتیجہ آور بنا دے اور ہم سب کے ایمان سلامت رکھے۔

(دعوات حق ص۵۳۱)

سقوط ڈھاکہ

محترم بھائیوں! آج جس ماحول میں ہم عید الاضحیٰ منا رہے ہیں ہمارے دل مجروح ہیں۔ آنکھوں سے خون کے آنسوں بھی جاری ہوں تو کم ہیں کہ ہم اس کے لائق ہیں آج ذلت و رسوائی سے ہماری گردنیں جھکی ہیں آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں رہے پچھلی عید کے موقع پر جس کو دو مہینے ہی گزر رہے ہیں ہماری تعداد بارہ کروڑ تھی۔ پاکستان روئے زمین پر اسلامی سلطنت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر تھا اور آج ہم پانچ کروڑ ہیں

قل اللھم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی كل شیٔ قدیر۔

"اے اللہ تو ملک الملک ہے جس کو ملک دینا چاہے دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے جس کو چاہے عزت دے دیتا ہے اور جس کو ذلیل کرنا چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں بھلائیاں ہیں اور اے اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تو آج ہم پانچ کروڑ رہ گئے سات کروڑ مسلمان کافر کے ہاتھوں ہم سے جدا کر دیئے گئے ہماری ہزاروں مساجد خانقاہیں دینی مدارس ہندو کے غاصبانہ پنجہ کی وجہ ہم سے کٹ گئی ہیں ہمارے جانباز سپاہی قیدی بنا لئے گئے ہیں۔

غزوہ ہنود اور احادیث۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے ساتھ غزوہ ہوگا اور تمہیں اس میں شرکت کرنا ہوگی حضرت ابوہریرہ فرماتے تھے۔ کہ اگر میری زندگی میں وہ موقعہ آیا تو جان و مال سے اس میں شرکت کروں گا اگر شہید ہوگیا تو سب شہیدوں میں میری حیثیت ممتاز ہوگی اور زندہ واپس ہوگیا تو یہ ابوہریرہ نہیں ہوں گا بلکہ ابوہریرہ المحرّر ہوں گا جس کو جہنم سے آزادی کا پروانہ ملا ہوگا۔

حضور صلعم نے فرمایا ہندو سے لڑنے والے مجاہدوں کا درجہ ایسا ہوگا جیسا کہ دجّال کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ صلعم کے جھنڈے تلے لڑنے والوں کا۔ آج ہمارے کتنے بھائی ہیں جو پاکستان اور اسلام کے حامی ہونے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہیں اور ان کے سینوں کو نیزوں سے چھیدا جا رہا ہے ایسی حالت میں ہماری حالت گویا وہ ہوگئی ہے۔

(دعوات حق ص۵۲۹)

پاکیزہ بلند مقصد کے لئے سرفروشی

اگر سامنے ایک بلند اور غیر فانی مقصد ہو دوسرے جہاں کا یقین ہو تو پھر حضرت حبیبؓ کی طرح حالت ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے کو سولی پر چڑھایا گیا نیزوں سے چھلنی کیا گیا مگر سولی پر کہتا رہا کہ۔

ولست ابالی حین اقتل مسلماً
بای شق کان فی اللہ مصرع
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

اللہ کے حکم کی تعمیل میں میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کیا باک؟ وہ چاہے تو ان ٹکڑوں پر اپنی برکتیں نازل کر دے گا۔

قرآنی علاج

اس شرمناک شکست اور ذلت و رسوائی کا علاج کیا ہے اس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے تبلادیا کہ مایوس نہ ہو نہ اللہ کی رحمت سے بددل ہوں اپنی حالت پر نظر ڈالوں اور اسے بدلنے کی کوشش کرو۔ اور یہ سوچو کہ حق کے لئے کتنی قربانی چاہیئے وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم بہت سے نبیوں کی معیت میں اللہ والے لڑکے بہت سے شہید اور زخمی ہوئے مگر فتح و شکست تو ہوا ہی کرتی ہے مگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہمت کو نہ ہاریں۔

فما وھنوا لما اصابھم وہ سست اور کمزور نہیں ہوئے مصیبتوں کی وجہ سے احد میں شکست ہوئی۔ ابوسفیان پکار اٹھا اعل ھبل ہبل زندہ باد حضرت عمرؓ نے جواب دیا نہیں اللہ اعلیٰ و اجل اللہ بلند و برتر ہے تو مسلمان کبھی حوصلہ نہیں ہارتا۔ دیکھئے ہمارے ذمہ بہت بڑا فریضہ ہے تھوڑے سے خطہ کو بھی کافر چھین لے تو جہاد فرض ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں ہمیں کتنا بڑا فریضہ ادا کرنا چاہیے وما استکانوا نہ وہ دبتے ہیں نہ ہم روس سے دبیں گے نہ بھارت اور برطانیہ سے دبیں گے بلکہ اللہ پر بھروسہ رہے گا تو اب یاس کی حالت میں ہیں۔ امیدوں کو توڑ چکے ہیں جب کہ اللہ کی راہ میں پُر امید رہنا ضروری ہے۔

(دعوات حق ص۵۱۳)

جہاد افغانستان

○ افغان مجاہدین کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ جس مجلس میں مجاہدین کا ذکر ہوتا ہو تو وہ مجلس بھی مبارک ہے ایسی مجلس پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انوار تجلیات اور برکات نازل ہوتے ہیں سب مجاہدین کے مخلصانہ عمل جہاد کی عزت افزائی ہے مجاہدین جب شہید ہوتے ہیں تو ان کی روحیں جنّت کی حوروں کی گود میں ہوتی ہیں۔ شہدا عذاب قبر، جہنم کی گرمی اور شدّتِ ہول سے محفوظ ہوتے ہیں اور بغیر محاسبہ کے جنت میں داخل ہوتے ہے۔

جی چاہتا ہے اپنا سب کچھ اولاد اور جان تک مجاہدین پر قربان کر دوں۔

پھر مجلس کے اختتام پر وجد آفرین اور والہانہ انداز میں افغانستان کی آزادی اور مجاہدین کی کامیابی کے لئے طویل دعا فرمائی۔

جب مجاہدین کا یہ قافلہ رخصت ہونے لگا تو حضرت فرداً فرداً سب کو اپنے دستِ مبارک سے رقم عنایت فرماتے رہے اور فرمایا ہمارا یہ حقیر نذرانہ بھی قبول کرتے چلیں۔

(صحبتے با اہل حق ص۹۳)

○ میں نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو ملاقات میں یہ واضح کر دیا تھا کہ دشمن نے مجاہدین میں تفرقہ ڈال کر غلبہ حاصل کر لیا ہے ہمارے پاس صحیح مقابلہ اور غلبہ کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ آپس کے اختلاف بھلا کر دین و ملّت کے لئے سب بنیان مرصوص بن جائیں میں نے صدر مملکت سے کہا کہ اگر آپ اس سلسلہ میں کچھ کرنا چاہیں تو بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۲۴)

○ ہمارے دلوں میں بھی ایک ارمان ہے ایک تمنا ہے کاش اس بڑھاپے میں بھی میدان کارزار میں جانا نصیب ہوتا۔ اور افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑنے کا موقعہ ملتا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری یہ تمنّا شاید تمنّا ہی رہے

○ آج حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ مولانا یونس خالص کی کامیابی کی وجہ سے بڑی بشاشت اور جمال میں تھے۔ حالانکہ صبح کو دورانِ رائٹس کی تکلیف بڑھ گئی تھی عصر کے وقت بھی اس کا اثر باقی تھا مگر مجاہدین کی ملاقات اور مولانا یونس خالص کی فتوحات نے حضرت کو اپنے درد و الم سے بے غم کر دیا اور آپ آج مجاہدین کا بار بار تذکرہ کر کے خوش ہو رہے تھے۔

ارشاد فرمایا۔ ہمارے پاس عمل وغیرہ تو کچھ بھی نہیں ان مجاہدین سے نسبت خدمت ہے یقین ہے کہ یہی وسیلہ نجات بنے گا۔

(صحبتے با اہل حق ص۲۶۲)

○ اب بھی اسلام کی کرامتیں ظاہر ہو رہی ہیں افغان مجاہدین کے پاس نہ تو اسلحہ ہے نہ جہاز ہیں اور نہ بم ہیں حتی کہ گرمی میں سخت حالات میں وہ روس جیسی زبردست طاقت کے ساتھ لڑ رہے ہیں افغانستان اور پاکستان کیلئے ایک مضبوط قلعہ بن چکے ہیں اگر افغان مجاہدین نہ ہوتے تو نہ پاکستان ہوتا اور نہ مساجد و مدارس ہوتے مگر ان کے ساتھ اللہ کی امداد شامل حال ہے وہی بچانے اور حفاظت کرنے والا ہے

(صحبتے با اہل حق صنہ ۲۹)

○ اسی روز مولانا محمد زمان صاحب فاضل حقانیہ بھی حاضر خدمت ہوئے جو مولانا جلال الدین حقانی فاضل دار العلوم حقانیہ کے رفیق جہاد ہیں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! میں صرف دعا کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں کہ مولانا جلال الدین حقانی اور دوسرے حقانی فضلاء نے روسی کارمل مورچوں پر ایک سخت حملہ کر دیا ہے اور مجھے آپ کے پاس دعا کرانے کے لئے بھیجا ہے ۲ روز سے شدید جنگ شروع ہے۔ مجاہدین کے ۲ ساتھی شہید ہو چکے ہیں یہ مورچے بڑے اہم ہیں اور ان پر روسی فوجیوں کا قبضہ ہے جس سے مجاہدین کو بے حد تکلیف پہنچ رہی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، جملے کا سن کر چونک پڑے مزید حالات دریافت فرمائے اور پھر تمام حاضرین سے فرمایا، مجاہدین کی فتح یابی اور روس کارمل فوجوں کی تباہی کی دعائیں جاری رکھو حضرت مدظلہ نے فرمایا بس آپ لوٹ جائیں مولانا جلال الدین حقانی اور ان کے رفقاء سے میرا اسلام عرض کر دیں اور کہہ دیں کہ باہمت رہیں اور جب دشمن پر حملہ کریں تو کثرت سے اللھم اٰمن روعاتنا وستر عوراتنا

کا وظیفہ جاری رکھیں، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مولانا محمد زمان سے یہ بھی دریافت فرمایا کہ آپ محاذ میں کس ڈیوٹی پر ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ اب تو جہاد ہے اور گھمسان کی لڑائی ہے جنگ میں مصروف ہوں فرصت کے اوقات میں شعبۂ تبلیغ و ارشاد میں کام کرتا ہوں اور مجاہدین کے اس شعبہ کی امارت میرے ذمہ ہے پھر مولانا محمد زمان کو حضرت مدظلہ نے رخصت فرمایا اور اپنی جیب خاص سے جہاد افغانستان کے کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی اور ان کے رفقاء کے لئے انہیں خصوصی رقم عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ تھوڑی سی حقیر رقم ان کی خدمت میں پیش کر دیں اور دیکھو مولانا جلال الدین حقانی سے عرض کر دینا کہ میری بوڑھی اور ٹوٹی ہوئی ہڈیاں اور میرے وجود کا یہ ضعیف لاشہ اگر جہاد افغانستان میں کام آ سکے تو ہرگز دریغ نہ کرنا اور میرے لئے دعا فرمانا کہ اپنے وجود کی بوڑھی اور بوسیدہ ہڈیوں پر مشتمل لاشے کو مجاہدین کی صف تک پہنچا سکوں۔

حضرت مدظلہ نے جس انداز سے یہ گفتگو کی حاضرین محو حیرت اور سب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی اس ہمت اور جذبہ کو دیکھ کر ہمیں اپنی جوانی پر شرمندگی ہوئی۔

(صحبتے با اہل حق ص ۳۲۵)

○ دار العلوم حقانیہ کے فاضل و سابق مدرس ولایت پکتیا کے مجاہدین کے جرنیل مجاہد کبیر مولانا جلال الدین حقانی کی طرف سے یکم دسمبر کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دار العلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے نام درج ذیل مضمون کا مکتوب موصول ہوا

"آپ حضرات کو معلوم ہو کہ افغان ملحد حکومت نے اپنے جبر ظلم و بربریت کی بناء پر کثیر تعداد میں فوج بھیجنے کا ارادہ کر رکھا ہے تاکہ اپنے لئے گردیز سے خوست تک کے تمام راستے خالی کر دے اور مجاہدین کے مراکز کو درمیان سے نکال دے صورت حال یہ ہے۔ کہ یہاں مجاہدین کی تعداد کم ہے روسی فوج بہت زیادہ یلغار کے ساتھ آئی ہوئی ہے۔ لہذا آپ حضرات سے درخواست ہے کہ خصوصیت کے ساتھ شب و روز کی دعاؤں اور مستجاب اوقات میں پرخلوص توجہات سے بھرپور نصرت فرمائیں اور اگر ہماری امداد کے لئے جہاد میں شرکت کی ممکنہ صورتیں اختیار کی جا سکیں تو نورٌ علی نور ہوگا اور آپ حضرات کا بے حد کرم ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو جب مکتوب گرامی سنایا گیا تو بڑے بے چین ہوئے ہر لمحہ مجاہدین کی کامیابی اور فتح مندی کی دعائیں ورد زبان تھیں دار العلوم کے اساتذہ اور بعض سرکردہ طلباء اور محاذ جنگ سے رابطہ رکھنے والے رفقاء سے مشاورت جاری تھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے اشارات کو بھی طلبہ سمجھ رہے تھے بالآخر بعد العصر ۴۵ طلبہ کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ کی اجازت سے باقاعدہ طور عملاً محاذ جنگ میں شریک ہونے کا مشورہ چاہا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ طلبہ کی ذہانت اور مزاج شناسی پر بڑے خوش ہوئے بڑی خوشی سے انہیں اجازت مرحمت فرمائی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ اور مجھے خصوصیت سے تاکید فرمائی کہ محاذ جنگ پر جانے والے طلباء کے پیش آمدہ مسائل میں خصوصی دلچسپی لی جائے اور ان کی مشکلات حتی الوسع رفع کی جائیں۔

پھر احقر سے مولانا جلال الدین حقانی کے نام خط لکھواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اس وقت آپ حضرات پر جو کرم والم اور مشکل حالات آئے ہیں جی چاہتا ہے کہ کسی بھی طریقہ سے میں آپ کے پاس پہنچ کر آپ کے شانہ بشانہ روسی دشمن سے مقابلہ میں شریک ہوں اب بھی میرا ڈھانچہ اور لاشہ اگر کسی بھی کام آ سکے میدان کارزار میں تو مجھے اس سعادت سے ہرگز محروم نہ کیجئے گا ہر وقت آپ کی کامیابی اور عافیت کے لئے دل سے دعا گو رہتا ہوں درس حدیث اور ہر نماز کے بعد آپ حضرات کی فتح مندی کی دعائیں کرتا ہوں آپ کے حکم پر ۴۵ مجاہدین کی ایک جماعت بھیج رہا ہوں یہ سب آپ کے خادم اور آپ کے اشارہ ابرو پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں اور کچھ نقدی رقم بھی جماعت کے امیر کے حوالے کر دی ہے اسے اپنے مجاہدین کے مصارف میں استعمال فرمایئے۔ خدا کرے کہ جلد اپنی عافیت اور فتح مندی کی بشارت سے اس گناہ گار کو مطلع کر سکیں خدا تعالیٰ دنیا و آخرت کی سرخروئیوں سے نوازے۔ آمین۔

اس کے بعد مجاہدین کی جماعت کو رخصت کرتے ہوئے بڑی گریہ والحاح

(باقی ص ۶۱۳ پر)

عرب اسرائیل جنگ (۱۹۷۳ء) میں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے پیغامات ہمدردی اور عرب سفراء کے جوابات

۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ نہ صرف عرب ممالک بلکہ تمام عالم اسلام کی طرح دارالعلوم حقانیہ کے لیے بھی بحیثیت ایک علمی و دینی مرکز کے نہایت اہمیت کی حامل رہی، دارالعلوم میں عربوں کی مکمل فتح کی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ نے ایک اخباری بیان میں اس معرکہ کو اسلام کا کفر کے خلاف جہاد قرار دیتے ہوئے تمام مسلمانوں بالخصوص پاکستان کی حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام ممکنہ وسائل سے اس جنگ میں عربوں کی مدد کی جائے۔ بانیٔ دارالعلوم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ نے اس ضمن میں مصر، شام، عراق، سعودی عرب، اُردن، کویت اور مراکش کے سفراء کرام مقیم اسلام آباد کے نام ہمدردی کا ایک مفصل ٹیلیگرام پیش کیا جس میں فتح و نصرت خداوندی کی دعائیں اور مکمل تعاون کی پیش کش کی گئی تھی۔ عرب ممالک کے محترم سفراء نے جواباً نہ صرف شکریہ کے ٹیلیگرام بھیجے بلکہ اپنے اپنے خطوط میں بھی پوری قوم کے لیے جذبات تشکر کا اظہار کیا۔ یہاں ہم ایسے خطوط کے بعض اہم حصوں کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تاکہ عرب زعماء کے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی عظمت و مقام کا اندازہ ہو سکے۔

سفیر مصر جناب علی خشبہ آپ کے ٹیلیگرام کا بہت بہت شکریہ، میں آپ کے جذبات، عالمگیر احساسات اور ہمدردی کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں جو عرب بھائیوں کے لیے آپ کے دل میں موجزن ہیں۔ اسرائیل کا ظلم و عدوان صرف عرب ملکوں کے لیے نہیں بلکہ جملہ عالم اسلام کے لیے ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ سچائی غالب آئے گی، خدا کے فضل اور آپ پاکستانی بھائیوں کی دعا اور امداد سے ہم اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف فتح حاصل کریں گے۔

سفیر شام جناب عبدالعزیز علبونی آپ کے مشفقانہ جذبات اور امداد کا مجھ پر گہرا اثر ہوا ہے جو آپ نے ہمارے مشترکہ دشمن اسرائیل کے خلاف ہماری جدوجہد میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ کی دعا اور پاکستان سمیت تمام عالم اسلام کی فیاضانہ امداد کی بدولت ہمارے افدار کو اسرائیل کے خلاف جہاد میں تقویت ملی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی مخلصانہ ہمدردی ہمارے دلوں کی گہرائی میں اتر کر عالمگیر رشتۂ اخوت کو مزید مستحکم کرنے کا باعث بنے گی اور آئندہ ہمارے دونوں ملکوں کا رشتۂ اتحاد اور ربط اور زیادہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہوگا، خدا آپ اور آپ کے خاندان پر رحمتوں کا نزول فرماوے۔

محترم سفیر عراق مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کی اخلاقی اور مادی امداد عربوں کے ارادوں کی مضبوطی کا باعث ہوگی تاکہ وہ انصاف اور اپنے جائز حقوق حاصل کرنے میں جدوجہد جاری رکھ سکیں اور مقبوضہ علاقوں کی آزادی اور مکمل فتح میں کامیاب ہو جائیں۔

محترم سفیر اُردن جناب کی مہربانی ہو گی کہ اللہ پاک کے دربار میں عربوں کی کامیابی کے لیے دعا کریں جبکہ وہ ناانصافی اور ظلم کے خلاف جنگ میں برسرِ پیکار ہیں۔

جناب سفیر مراکش سفارت خانہ مراکش عربوں کے اتحاد اور اسرائیل کے خلاف ان کی مقدس جنگ میں ہمدردی پر آپ کا بے حد مشکور ہے۔ مراکش کے علماء کو بھی جناب کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔

سعودی عرب اور کویت نے بھی جوابی تاروں میں پاکستانی مسلمانوں سے دعا اور ہر طرح کے تعاون کی اپیل کی۔

* *

اسرائیل نے مسلمانوں کی مرکزیت کو چیلنج کیا ہے۔

پورا عالم اسلام رباط کانفرنس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے تمام مسلمانوں سے اپیل۔

اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے آج نماز جمعہ سے قبل ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے بھاری تعداد میں عالم اسلام کے سربراہوں کا رباط میں مسئلہ فلسطین کی خاطر جمع ہونے پر بے حد مسرت کا اظہار کیا اور تمام عالم اسلام کی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ خلوص دل سے عالم اسلام کے سربراہوں کا کلمۃ اسلام اور جہاد پر متفق ہونے اور کانفرنس کی بہترین کامیابی کے لئے دست بدعا رہیں یہ تاریخ کا ایک شاندار موقع ہے اور کئی سو سال بعد خداوند کریم نے مسلمانوں کو اتنی کثرت سے حکومتیں اور ریاستیں دی ہیں ایسے موقع پر جب کہ یہود جیسی ذلیل اقوام نے سامراج کے بل بوتہ پر خداوند کریم کے گھر مسجد اقصیٰ کو جلایا ہے اگر اب بھی مسلمان میدان میں نہ اترے تو خطرہ ہے کہ خداوند کریم پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا نہ دے انہوں نے فرمایا کہ یہود نے قبلہ اوّل کو آگ لگا کر مسلمانوں کی مرکزیت کو چیلنج کیا ہے اور خداوند کریم نے اس شکل میں خوابیدہ اور خود فراموشیوں میں مدہوش قوم مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کے لئے تازیانہ لگایا ہے۔

(باقی صـ٦١٣ـ پر)

شاہ فیصل مرحوم کی شہادت اور
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ کی تعزیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم داعی، مسلمانوں کی فکر اور اصلاح انقلاب امت کے لیے تڑپنے والا دل عطا فرمایا تھا۔ جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی آفت آتی حضرت پریشان ہو جاتے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپتے۔ شاہ فیصل شہید عالم اسلام کے عظیم فرزند اور اتحادِ ملت اسلامیہ کے داعی تھے، اُن کا سانحۂ ارتحال امت کا عظیم المیہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث نے جونہی ان کی شہادت کی خبر سنی تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے آپ کی بیقراری، بے چینی اور اضطراب کے اثرات تھے کہ دارالعلوم حقانیہ ماتم کدہ بن گیا۔ اس موقع پر حضرت نے دارالعلوم میں فیصل شہید کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا، مرحوم کے متوسلین اور شاہ خالد کو تعزیتی ٹیلیگرام دیئے اور اُن کی طرف سے جوابات بھی موصول ہوئے۔ دونوں طرف کے خطوط اور جوابات سے حضرت کی عظمت، اُمت کی فکر اور عالم اسلام کے لیے دردِ دل چھلکتا ہوا نظر آتا ہے اس موقع پر ماہنامہ الحق نے جو رپورٹ شائع کی تھی ذیل میں وہی نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

عالم اسلام کے مایۂ ناز راہنما الامام الشہید رائد التضامن الاسلامی مرحوم شاہ فیصل کی شہادت کی خبر ملتے ہی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صد درجہ غمگین اور نڈھال ہو گئے اور دارالعلوم میں حیرت اور سراسیمگی پھیل گئی۔ ہر شخص عالم اسلام کے اس فرزند جلیل کی یکایک جدائی پر مجسمِ حزن و ملال بنا ہوا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تلقین پر طلبہ و اساتذہ نے مل کر شہید کی روح کو ایصالِ ثواب کیا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اس موقع پر ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ:-

"شاہ مرحوم اپنی عظیم خدمات، تدبر، سیاسی سوجھ بوجھ، علم اور دین کی عظیم الشان خدمات، اتحادِ عالم اسلام کی مساعی کے لحاظ سے تاریخ اسلام کے چند گنے چنے سلاطین اور حکام کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ ان کی ذات عالم اسلام کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئی تھی۔ اگر خلافتِ اسلام کی کوئی صورت ممکن ہو سکتی تو موجودہ حالات میں شاہ مرحوم خلیفۂ اسلام بننے کے مستحق تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ شاہ فیصل کی جدائی نہ صرف یہ کہ سیاسی محاذ پر بھاری نقصان ہے بلکہ علم اور دین کی خدمت، دفاع اور تحفظ کے لحاظ سے بھی پورے عالم اسلام کو عظیم دھچکا لگا ہے جنہوں نے خداوند قدوس سے دعا کی کہ ملتِ اسلامیہ کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے جانشینوں شاہ خالد اور شہزادہ فہد کو ان کے عظیم مقاصد کی تکمیل کی توفیق دے۔"

اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے دارالعلوم اور مولانا سمیع الحق ایڈیٹر الحق نے ادارہ الحق کی طرف سے نئے حکمران شاہ خالد بن عبدالعزیز، شہزادہ فہد اور رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ صالح القزاز، جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے الشیخ عبدالعزیز بن باز اور پاکستان میں مقیم سعودی سفیر کی خدمت میں مذکورہ احساسات پر مشتمل ٹیلیگرام بھی ارسال کیے جس کے جواب میں شکریہ کے ٹیلیگرام بھی آئے۔ اسلام آباد میں سعودی عرب کے سفیر محترم جناب ریاض الخطیب نے جوابی تار میں کہا۔

"مرحوم محترم شاہ فیصل کی شہادت پر آپ اور پاکستانی بھائیوں کے جذبات نے مجھے بیحد متاثر کیا، بلاشبہ ان کی وفات عالم اسلام کے لیے عظیم نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔" (سفیرِ سعودی عرب مقیم اسلام آباد)

جناب شیخ صالح القزاز نے اپنے مفصل جوابی ٹیلیگرام میں کہا:-

"مکہ معظمہ۔ المحترم جناب مولانا عبدالحق صاحب و مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق ہمارے ساتھ اس عظیم سانحۂ عظیم پر آپ کے اظہارِ افسوس کے جذبات کا شکریہ! ان کی وفات کے بعد شہزادہ فہد بن عبدالعزیز نہایت متقی انسان ہیں اُن کو جناب شہید لیڈر نے وارث تخت مقرر کیا تھا، خدا اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے۔

بلاشبہ یہ ایک عظیم سانحہ ہے اور اس کی تسلی اور تسکین و تلافی صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے ان کے بعد قیادت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھائی ہے وہ ایک اہل شخصیت ہے۔ ان سے ہمیں یہ خوشگوار مستقبل جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ ان شاء اللہ مملکتِ سعودی عربیہ پیغام اسلام کی ترویج کے لیے اپنی خصوصی حیثیت و قیادت برقرار رکھ سکے گی جس میں شہید لیڈر نے عالم اسلام کو اتحاد، یگانگت اور سالمیت کا درس دیا ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ان کو مندرجہ بالا کاموں کی تکمیل فرمائے اور اسلام کی بھلائی کی خدمات کی توفیق دے تاکہ تمام مسلمان ایک طاقت کی شکل میں اُبھریں، دشمنوں کو شکستِ فاش دیں اور بیت المقدس کو آزاد کرائیں اور مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔"

(صالح القزاز، الامین العام رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ)

★

جلالۃ الملک شاہ فہد کا

مولانا عبدالحقؒ کے نام خصوصی پیغام

شیخ عبداللہ الزائد کی مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضری

شیخ عبداللہ الزائد نے پاکستان میں دینی مدارس کے دورہ کا آغاز دارالعلوم حقانیہ سے کیا

گذشتہ سال کی طرح اب بھی ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء کو سعودی عرب کے ممتاز عالم شیخ عبداللہ بن الزائد سابق وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی حال مدرس اعلیٰ جامعۃ الامام الریاض، پاکستان کے دینی مدارس کے معائنہ اور دینی و تعلیمی روابط کی غرض سے تشریف لائے۔ ان کی آمد کی اطلاع پہلے سے دارالعلوم حقانیہ پہنچ چکی تھی، ۲۵ اپریل کو چار بجے جب آپ اسلام آباد ائیرپورٹ پر اترے تو دارالعلوم کی طرف سے مولانا سمیع الحق صاحب ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ مدینہ یونیورسٹی کے استاذ شیخ عبدالقوی، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف فیصل آباد اور مولانا میاں فضلِ حق صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ دارالعلوم کے طلبہ واساتذہ اور ماڈل سکول تعلیم القرآن کے طلبہ نے دارالعلوم سے باہر فلک شگاف نعروں سے ان کا زبردست استقبال کیا معزز مہمانوں کو دفتر اہتمام میں لایا گیا جہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ تشریف فرما تھے اور ان کی آمد کے منتظر تھے حضرت شیخ الحدیثؒ باوجود ضعف اور نقاہت کے دو آدمیوں کے سہارے کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا اور چائے سے ان کی تواضع فرمائی۔

> جلالۃ الملک الفہد آپ کی دینی مساعی اور خدمتِ اسلام کی شبانہ روز جد وجہد سے بے حد مسرور ہیں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور معزز مہمانوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو ہوئی، چونکہ مملکتِ سعودیہ کے پاکستان اور اس کے علمی و تعلیمی سرگرمیوں میں دلچسپی اور دونوں ممالک کے آپس میں گہرے روابط پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس کی ایک جھلک نذرِ قارئین ہے:۔

شیخ عبداللہ الزائد نے آپ سے فرمایا کہ ہمیں آپ (حضرت شیخ الحدیثؒ) کی زیارت وملاقات کی دیرینہ آرزو تھی، بحمداللہ کہ آج ہم دوبارہ اس شرفِ عظیم سے فائز المرام ہوئے۔ جلالۃ الملک الفہد فرمانروائے سعودی عرب نے مجھے آپ کی خدمت میں تحیہ وسلام اور پیغام عرض کرنے کی تاکید کی تھی وہ آپ کی دینی مساعی اور خدمت اسلام کی شبانہ روز جدوجہد سے بے حد مسرور ہیں اور خوب متعارف ہیں اور آپ کی صحت وعافیت، مزید علمی و عملی اور روحانی ترقیات کے لیے دعاگو تھے۔

جواباً حضرت شیخ الحدیثؒ نے شاہ فہد کے نام سلام اور ایک پیغام عرض کیا تو فرمایا میں شاہ کو آپ کا پیغام پہنچانا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں نیز حضرت شیخ الحدیثؒ سے دریافتِ صحت پر فرمایا: اس وقت آپ کے وسیع قومی، تعلیمی اور اسلامی خدمات کے پیشِ نظر تمام عالمِ اسلام بالخصوص اہلِ پاکستان پر لازم ہے کہ وہ آپ کی تندرستی اور صحت کے لیے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی اور خدمتِ دین اور خدمتِ دین کے لیے آپ کی عظیم مساعی میں مزید برکتیں نازل فرمائے۔

اسی دوران جب دارالعلوم کے مدرس مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ نے حقائق السنن شرح اردو جامع السنن (حضرت شیخ الحدیثؒ کے امالیِ ترمذی) کا کتابت شدہ مسودہ پیش کیا تو معزز مہمان اور ان کے رفقاء کے چہروں پر حد درجہ بشاشت اور فرحت وانبساط کے آثار ہویدا ہوئے متفرق مقامات سے متن، عنوانات اور حواشی دیکھ کر حد درجہ مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کی تکمیل کی دعا کی، نیز مشتاقانہ طور پر جلد اس کو عربی میں ڈھالنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔

ادھر دارالحدیث کا وسیع ہال دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ سے کھچا کھچ بھر چکا تھا جہاں معزز مہمان نے خطاب کرنا تھا۔ شیخ عبداللہ الزائد جب حضرت شیخ الحدیثؒ کی معیت میں دارالحدیث میں داخل ہوئے تو ہال نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ دارالعلوم کے شعبۂ حفظ والتجوید کے استاذ قاری محمد سلیمان صاحب کی تلاوتِ کلام پاک سے اجلاس کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

محترم المقام جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے معزز مہمانوں کا پرجوش خیر مقدم کیا اور اجمالی تعارف کے بعد مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف (فیصل آباد) کو تقریر کی دعوت دی، ان کی مختصر تقریر کا ایک اقتباس یہ ہے:۔

"ابھی یہاں بیٹھے بیٹھے مجھے یہ احساس ہوا کہ شیخ عبداللہ الزائد کے دورہ کا آغاز اور اس کی پہلی تقریب دارالعلوم حقانیہ سے شروع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جن بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں

ایک یہ بھی ہے کہ اس جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نہ صرف میدانِ تعلیم میں عظیم ترین سعادتوں سے بہرہ ور ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جہادِ افغانستان میں بھی بنفسِ نفیس شریک اور مصروفِ کار ہیں۔ یہ ادارہ اس وجہ سے بہت زیادہ افتخار کا مستحق ہے کہ اس کے تربیت یافتہ بزرگوں اور نوجوانوں نے جہادِ افغانستان میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ بہت سوں نے خلعتِ شہادت بھی حاصل کی ہے۔

——جب یہ نقطہ سامنے آیا تو مجھے یہاں سے آغاز میں ایک عجیب سی حلاوت اور لذت محسوس ہوئی“

اس کے بعد مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت شیخ الحدیث رح اور دارالعلوم کی جانب سے کلماتِ ترحیب پیش کیے اور دارالعلوم کا اجمالی تعارف کرایا۔ شیخ عبدالقوی کے مختصر خطاب کے بعد شیخ عبداللہ الزائد نے مفصّل خطاب فرمایا۔

تقریب ختم ہوئی تو معزز مہمانوں نے جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی رہنمائی میں دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات، کتب خانہ، دفتر الحق، دارالتصنیف مؤتمر المصنفین کا معائنہ کیا۔ مؤتمر کی مطبوعات میں آپ نے ”قادیان سے اسرائیل تک“ نامی کتاب میں بڑی دلچسپی ظاہر کی اور مولانا سمیع الحق صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ اس کا عربی میں ترجمہ کرایا جائے اور عرب ممالک میں پھیلایا جائے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث رح کے ہمراہ مولانا سمیع الحق صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے ظہرانہ میں شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد معزز مہمانوں کو دارالحفظ والتجوید میں لایا گیا، دارالحفظ کے طلبہ نے پُرشگاف نعرہ ہائے تکبیر سے ان کا استقبال کیا۔ شیخ عبداللہ الزائد نے یہاں بھی ایک ایک طالب علم سے ہاتھ ملایا۔ جب شیخ کو دارالحفظ کے اساتذہ کے تعارف سے یہ معلوم ہوا کہ دارالحفظ کے اکثر طلبہ کے والدین یا تو مہاجر ہیں یا جہادِ افغانستان میں شہید ہو چکے ہیں، بعض طلباء ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کے قدیم علمی مراکز سمرقند و بخارا سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض امام بخاری رح کے موطن خرتنگ سے تعلق رکھتے ہیں تو حد درجہ متاثر ہوئے اور طلبہ کی تعلیمی صلاحیت، قرأت و تجوید اور عربی کے مکالمے ہمہ تن انہماک اور زبردست اشتیاق سے سُنے۔—— جب ۹ سال کے ایک طالب علم نے فصیح عربی اور معصومانہ لہجے میں شیخ کی خدمت میں دارالحفظ کے طلبہ کی طرف سے فصیح عربی میں استقبالیہ کلمات کہے تو شیخ عبداللہ الزائد کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور فرمایا:۔

أنا لا نستطیع ان نتکلم مثل هٰذا

اس طالب علم کی طرح فصیح عربی بولنے کی ہم بھی طاقت نہیں رکھتے“

طلبہ کے عربی مکالموں اور ایک طالب علم کا خطبۂ حجۃ الوداع کے ایک حصہ کا پڑھنا اور ایک کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے درد انگیز کلمات نے تمام حاضرین کو حیرت میں ڈال دیا، سب کے قلوب میں رقت تھی اور آنکھیں پُرنم تھیں۔

بعد میں شیخ محترم پشاور تشریف لے گئے۔ مولانا سمیع الحق صاحب بھی پشاور، چارسدہ، اتمان زئی وغیرہ کے بعض پروگراموں میں آپ کے ساتھ رہے۔

بقیہ ص۶۰۹ سے : حضرت شیخ الحدیث رح اور عالم اسلام

کے ساتھ دعا فرمائی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا جذبہ تھا کہ مجھے کھڑا کر دیا جائے تاکہ مجاہدین طلبہ کو اعزاز کے ساتھ رخصت کر سکوں۔ مگر طلبہ نے باصرار آپ کو اٹھنے کی زحمت نہیں دی۔ اور بیٹھے بیٹھے آپ سے معانقے اور مصافحے کرتے رہے اور دعائیں لیتے رہے دوسرے روز صبح ۸ بجے اس قافلہ کی سوئے منزل روانگی ہوئی۔ (صحبتے با اہل حق ص۳۲۵)

مجاہدین کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے

حسب معمول مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں بعد العصر حاضری کا موقع ملا دور دراز سے علماء آئے ہوئے تھے۔ افغان مجاہدین کی ایک جماعت بھی حاضر خدمت تھی کالج کے چند نوجوان طلبہ افغان مسائل پر حضرت اقدس سے استفسار کر رہے تھے اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا۔ کل افغان مجاہدین کی ایک جماعت آئی تھی غازیوں اور مجاہدوں کی ایک جماعت میں تو ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت سمجھتا ہوں مختلف محاذوں پر ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا تھا، بعض رفقاء کے ہاتھ کٹ چکے تھے ایک دو نوجوانوں کے پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے بعض ابھی ہسپتالوں سے فارغ ہوئے تھے ان سب مصائب اور ہجرت اور مسافرت اس پر مستزاد۔ مگر ان کے چہرے نورانی تھے انوارات اور بشاشت چھائی ہوئی تھی ہیبت اور رعب اور دبدبہ معلوم ہوتا تھا میں تو حیران رہ گیا بہرحال اس میں ریب اور شک کی گنجائش نہیں یہ اس وقت عظیم جہاد ہے اس کے جہاد ہونے میں امت کا اجماع ہے یہ مجاہدین کی قربانیاں ہیں جس قدر قربانیاں زیادہ ہوں گی وہ موجب نجات ہیں۔

(صحبتے با اہل حق ص۳۴۲)

بقیہ ص۶۱۰ سے : اسرائیل کا مسلمانوں کی مرکزیت کو چیلنج

مسلمانوں کے کسی ایک خطہ پر کفار کے قبضہ کرنے کی صورت میں تمام عالم اسلام پر جہاد فرض ہو جاتا ہے انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ کانفرنس کے شرکاء کسی بڑی سے بڑی قربانی پر اتفاق کی صورت میں بھی پوری دنیا کے مسلمان مالی وجانی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹانے کو اپنا فخر سمجھیں گے۔

Yunas FANS
یونس
آپ کا پہلا انتخاب یونس پنکھے
پائیداری اور کارکردگی میں بے مثال۔ مکمل گارنٹی شدہ۔ بے آواز اور خوشنما
یونس پنکھے
سالہا سال سے پسندیدہ
تربیت یافتہ تکنیکی ماہرین کی
شب و روز محنت کا نتیجہ

ہمارے مقرر کردہ ڈیلر سے رجوع کریں
اور ہمارا ٹریڈ مارک ۵۹۹۲۹ چیک کریں

یونس میٹل ورکس (پرائیویٹ) لمیٹڈ
یونس کالونی۔ جی ٹی روڈ گجرات فون ۴۶۴۳-۳۸۲۳
ٹیلکس نمبر **4590 YUNAS PK**
گرام : "یونس فینز"

جہادِ افغانستان

قائد شریعت مولانا عبدالحق اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے جہاد افغانستان میں تاریخی کردار پر وزیر اعظم کا خراجِ تحسین اور اعترافِ عظمت و کمال

افغانستان اور پاکستان کے ممتاز علماء اور رہنماؤں خصوصاً اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالحق مرحوم کے (جہاد افغانستان میں) کردار کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ان کی تقلید میں ان کے صاحبزادے (مولانا سمیع الحق) کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں۔

ٹی وی اور ریڈیو پر قوم سے خطاب
۵ مئی ۱۹۹۲ء ساڑھے سات بجے شام

جہادِ افغانستان، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی سیرت و سوانح کے تمام تاریخی ابواب میں سب سے زیادہ روشن اور وسیع باب ہے۔

خود حضرت شیخ الحدیث کو عملاً جہاد میں شرکت کے لیے کس قدر بے تابی تھی، وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرح چارپائی کی موت پر میدانِ جہاد میں شہید ہونے کے لیے تڑپتے اور دعا گو رہتے تھے۔ انہوں نے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کو جہادِ افغانستان کی چھاؤنی بنا دیا۔ فضلاء کی تربیت کی، بخاری کے مغازی خود پڑھائے بدر و حنین اور احد و تبوک کے نقشے سمجھائے۔ جہاد میں شرکت کے لیے طلبہ کی ٹیمیں بنائیں، ملکی، قومی اور سیاسی سطح پر مجاہدین کی بھرپور حمایت کی۔ افغان تنظیموں میں اتحاد کے لیے اول روز سے کوشاں رہے۔

اپنے برخوردار مولانا سمیع الحق کو افغان جہاد کے سلسلہ میں ہمہ وقت پا بہ رکاب رہنے کی ہدایات کیں ——

آپ کے نسبی اور روحانی ابناء کا جہاد میں بنیادی اور موثر کردار رہا۔ آپ کے کئی جلیل القدر تلامذہ معرکہ ہائے کارزار میں شہید ہوئے، کئی فضلاء بڑی بڑی مضبوط چھاؤنیوں کے فاتح قرار پائے۔ آپ ہی کی تحریک و تبلیغ سے آپ کے ایک روحانی فرزند عظیم افغان رہنما نے صدر بش کو اسلام کی دعوت دی آپ کی ہدایات کے بموجب آپ کے فرزند مولانا سمیع الحق نے سابق وزیر اعظم جونیجو کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس میں مسئلہ افغانستان میر بنیادی کردار ادا کیا اور کانفرنس کے ہیرو قرار پائے۔ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں جنیوا معاہدہ پر جونیجو مفصل اور مدلل بیان کیا اور افغانیوں کا مقدمہ لڑا کہ ایوانِ حکومت لرز گئے۔ بغیر کسی پروپیگنڈہ اور شہرت و ریا کے افغان مسئلہ کے لیے خاموش سفارتی مہم پر امریکی رہنماؤں سے بات کی اور وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیا۔ جہادِ افغانستان کے آخری اور نازک ترین حساس مرحلہ پر اپنے برخوردار صاحبزادہ حامد الحق کی دستار بندی کے عنوان سے افغان قیادت کے تمام مرکزی رہنماؤں کو دارالعلوم حقانیہ میں مدعو کر کے ایک میز پر بٹھایا جس سے مزید باہمی اعتماد و اتحاد کی منزل قریب ہوئی غلط فہمیاں دور ہوئیں مشترکہ لائحہ عمل کا مشن آگے بڑھا اسی پیش رفت کا نتیجہ تھا کہ دو ماہ بعد کابل فتح ہو گیا۔ عین فتح کابل کے وقت یہودی امریکی لابی نے جب جہادِ افغانستان کے ثمرات کو تاراج کرنا چاہا تو اس موقع پر بھی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ آگے بڑھے اور افغان عبوری حکومت کی تشکیل کیلئے ایک متفقہ لائحہ عمل اور بنیادی فارمولا پر سب کو باہم یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا اعتراف خود وزیر اعظم پاکستان نے اپنی نشری تقریر میں کیا پھر افغان عبوری حکومت کی اخلاقی اور سیاسی معاونت اور استحکام کے لیے وہاں برستے ہوئے گولوں اور بمباریوں کی گھن گرج میں آپ پاکستان کے واحد سیاسی رہنما تھے جنہوں نے کابل کی سرزمین پر قدم رکھا۔

جہادِ افغانستان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ذاتی کردار کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے روحانی جیالے فرزندوں کا کردار حضرت شیخ الحدیثؒ کے لیے ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے اور تاریخ کا ایک روشن باب، جسے تا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آئندہ صفحات اس اجمال کی تفصیل ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے جس طرح اپنی زندگی میں جہاد کے آغاز کار ہی سے ہماری سرپرستی فرمائی وہ بخارا کی عظیم دینی درسگاہ " مدرسہ میر عرب " کی طرح ہے جس طرح روسی انقلاب میں بخارا کے " مدرسہ میر عرب " اور اس کے فضلاء نے عظیم تاریخی اور انقلابی کردار ادا کیا تھا اسی طرح دارالعلوم حقانیہ نے بھی وہی کردار ادا کیا اور مدرسہ میر عرب کے فضلاء اور مجاہدین کی طرح ہماری سرپرستی کی ۔

استاذ پروفیسر برہان الدین ربانی

امیر جمعیۃ اسلامی افغانستان وصدر افغانستان

* * *

پاکستان آنے سے قبل بلکہ پاکستان کو جاننے سے قبل میں نے اسی مدرسہ حقانیہ کے بارے میں سنا تھا اور اس کی روشنی کو دیکھا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے پاکستان کی بھی معرفت نہ تھی یہ وہ وقت تھا کہ جب میری ملاقات دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت اور جرنیل مولانا جلال الدین حقانی سے ہوئی میں نے پوچھا کیا یہ شخص قبلیہ حقانی سے تعلق رکھتا ہے ؟ لوگوں نے بتایا قبلیہ حقانی نہیں، بلکہ یہ پاکستان میں مدرسہ ہے جس کا نام حقانیہ ہے۔

الشیخ عبدالمجید زندانی سابق وزیر یمن

رکن رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرمہ

* * *

تین ماہ بعد اب جب پاکستان حاضر ہوا ہوں تو حد درجہ غم وحزن، رنج وملال ہوا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہے عالم اسلام کی اہم شخصیتوں کے تعاون اور سرپرستیوں سے مسلمان امت بالخصوص افغان مجاہدین محروم ہوگئے ہیں۔ ایک علمی وروحانی شخصیت جس نے میدان جہاد میں افرادی قوت کے اعتبار سے علماء اور فضلاء مرحمت فرمائے وہ حضرت مولانا فاضل گرامی عارف ربانی عالم حقانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی ذات گرامی تھی دوسری شخصیت صدر ضیاء الحق مرحوم کی تھی ۔

حضرت مولانا صبغت اللہ مجددی

سابق صدر افغانستان ۔

* * *

استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیثؒ نے ہمیں قرآن اور حدیث کا سبق پڑھایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ عملاً جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی مساعی کی ترغیب بھی دی۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا تھا کہ تم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آرام سے نہیں بیٹھو گے، دین کی خدمت کرو گے دین کو سربلند رکھو گے ہر صورت میں ہر جگہ دین ہی کا، شریعت کا اور علم دین کا کام کرو گے تدریس کی شکل میں کبھی تبلیغ کی شکل میں، کبھی وعظ اور نصیحت کی شکل میں اور کبھی باطل قوتوں کی سرکوبی کے لیے جہاد کی شکل میں۔ خدا کا شکر ہے کہ اللہ پاک نے حضرتؒ کو ان کی زندگی میں ان کی روحانی اولاد دارالعلوم کے فضلاء کا ہر محاذ پر دین اسلام کے ہر پہلو پر کام کرتے دکھا دیا۔ خاص کر حضرتؒ نے ہم سے جہاد کے لیے جو عہد لیا تھا آج خدا کا فضل ہے کہ افغانستان کے ہر سنگر میں ہم گنہگار اور ان کے تمام فضلاء اس کو ملحوظ رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت ہمارے جہاد افغانستان کے سرپرست تھے۔ یہ سب ان کی معاونت تھی۔ انہوں نے ہمیں جہاد کے لیے محاذِ جنگ کے جرنیل دیئے، مجاہد اور غازی دیئے، انہوں نے ہمیں ایک سپر پاور اور بڑی طاقت سے مقابلہ کے لیے مفید مشوروں سے حوصلہ دیا پرخلوص اور غائبانہ دعاؤں سے ہماری مدد کی۔ ان کے شاگرد ہر محاذ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہ دارالعلوم حقانیہ ہماری مادر علمی ہے، مجاہدین کی چھاؤنی ہے۔ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے باقیات صالحات سے ہے اب ہمیں توقع ہے بلکہ یقین ہے کہ حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ بھی اپنے والد گرامی قدر کی طرح ہماری سرپرستی فرمائیں گے جس طرح حضرت کی زندگی میں انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور معاونت کی اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ جہاد کے مشن کی تکمیل میں شریک رہیں گے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور جہاد ہم سب کے لیے ایک فریضہ ہے۔ حضرتؒ کی وفات سے مجاہدین یتیم ہو گئے ہیں اور محاذ جنگ کے سنگروں کی روحانی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں تاہم ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک زندگی ہے ہم نے حضرت سے جو عہد کیا تھا اس کو آخری دم تک نبھاتے رہیں گے۔

مولوی محمد یونس خالص

صدر حزب اسلامی افغانستان

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلامذہ جہاد افغانستان میں سباق الغایات تھے ہم نے ہر کڑے وقت میں مولانا عبدالحقؒ کی دعاؤں اور ان کے شاگردوں کو اپنے ساتھ پایا۔

مولوی محمد نبی محمدی
صدر حرکت انقلاب اسلامی افغانستا

○

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند میں میرے استاد تھے وہ پاکستان میں جید علماء کے رہنما اہم افغانیوں کے ہمدرد، جہاد کے درد مند اور افغانیوں کے ساتھ ہمہ وقت شریک غم رہے ہیں مولانا عبدالحقؒ وہ پہلے پاکستانی عالم تھے جنہوں نے ہمارے ساتھ جہادی رابطہ کیا، جہاد کے حق میں فتویٰ دیا انہوں نے جہاد میں ہماری جانی اور مالی مدد کی، ان کے مساعی سے ہمیں ہر محاذ پر تقویت ملی، ہماری جماعت (حزب اسلامی حکمت یار گروپ) میں ان کے سینکڑوں تلامذہ شہید ہوئے اور سینکڑوں غازی، افغانستان میں جو دینی مدارس قائم ہو رہے ہیں وہ ان کے تلامذہ کی مساعی ہے وہ پاکستان کی طرح افغانستان میں بھی بابائے مدارس ہیں۔

مولانا گل رحمٰن دیوبندی افغانی
مرکزی رہنما حزب اسلامی (حکمت یار گروپ)

○

میں نے خود تو حضرت مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات نہیں کی تھی مگر افغانستان کا بچہ بچہ اور حزب اسلامی کا ہر کارکن ان کے نام سے واقف ہے ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے تلامذہ کے تاریخی کردار پر وہ افغانیوں میں محبوبیت کی علامت بن گئے ہیں۔

استاذ قریب الرحمٰن سعید، صدر افغان نیوز ایجنسی
مشیر جناب گلبدین حکمت یار، مشیر وزیر اعظم عبدالصبور فرید

○

افغان محاذ جنگ کے تمام جہادی کمانڈر مولانا عبدالحقؒ سے وارفتگی رکھتے تھے ہماری جماعت کا ہر فرد مولانا عبدالحقؒ کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔

استاد فرید
پرسنل سیکرٹری گلبدین حکمت یار

○

جہاد افغانستان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے ہزاروں تلامذہ اور باکردار فضلاء ایک ایسا عمل اور عظیم صدقۂ جاریہ ہے کہ قیامت تک اس کے اثرات اور برکات حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے۔

عبدالرب رسول سیاف

امیر اتحاد اسلامی افغانستان

* * *

حضرت شیخ الحدیث کی تعلیمات اور توجہات کی برکات میرے اور میرے ساتھیوں کے دلوں پر منعکس ہوئیں اور اللہ کریم نے ہمیں جہاد افغانستان کے لیے چن لیا —— حضرت شیخ الحدیث رح نے مجھے فرمایا، آپ میرے جانشین، خلیفہ اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں۔

(مولانا جلال الدین حقانی) فاتح خوست و گردیز

محاذ جنگ سے مولانا جلال الدین حقانی کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے نام مکتوب

جناب عالی قدر استاذ الکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ! آپ کی صحت اور عافیت کے لیے خدائے ذوالجلال کی درگاہ میں دست بدعا ہوں۔ ہم اب تک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحت مند اور تندرست ہیں۔ آپ محترم کا گراں قدر مکتوب موصول ہوا اور وہ مدد اور خصوصی نصرت جو نقدی کی صورت میں آپ نے مجاہدین کے لیے اور کچھ میری ذات کے لیے بھیجی تھی وہ بھی موصول ہوئی۔ ہمارے مرکز ژدرہ پر ۴ اپریل ۸۶ء کو ملحد حکومت نے حملہ کیا تھا۔ زمینی فوج ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ اتاری گئی تھی مگر الحمدللہ کہ مجاہدین ثابت قدم رہے۔ ۲۲۰ فوجی اور ان کے امراء و کمانڈر مجاہدین کے ہاتھوں مردار ہو کر جہنم رسید ہوئے اور بعض زندہ پکڑے گئے یہ پہلے روز کے حملہ کی رپورٹ ہے۔ ۲۲۰ میں ۷۰ زندہ ہیں جن میں ۳۲ ان کے بڑے افسر اور بڑے درجے کے فوجی ہیں جو اب تک مجاہدین کے ہاتھوں میں قیدیوں کی حیثیت سے محفوظ ہیں۔

۷ اپریل سخت بمباری ہوئی اس روز میں بھی قدرے زخمی ہوا مگر خدا کا فضل ہے کہ اب تک صحت مند ہوں جنگ اس وقت تک جاری ہے، ملحدین کو مجاہدین نے جو نقصان پہنچایا ہے وہ یہ ہے ۸۰۰، افراد ان کے مارے گئے ہیں ان

کے تمام مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد ۱۲۰۰ ہے چھوٹا بڑا اسلحہ جس میں توپیں، کلاشنکوف، بندوقیں وغیرہ ہیں ان سے پکڑا گیا ہے جس کی مجموعی تعداد ۶۰۰ بنتی ہے یہ بھی ہمارے قبضہ میں ہے۔

میرے گروپ سے تعلق رکھنے والے مجاہدین جو شہید ہوئے ۸۲ ہیں اور ۲۵۰ مجاہدین زخمی ہوئے ہیں آج کے روز یعنی ۲۲ اپریل کو مجاہدین کے مرکز سے ملحد حکومت کی فوجیں بحمد للہ شکست کھا کر پیچھے کو ہٹ رہی ہیں آپ تشویش نہ کریں ہم تو آپ کی دعاؤں پر زندہ ہیں اور آپ کی دعا چاہتے ہیں۔ ومن اللہ التوفیق

(نوٹ) چار ہیلی کاپٹر، گیارہ جیٹ طیارے بھی ہم نے دشمن کے مار گرائے ہیں۔ ہم نے دشمن کے تین پائلٹ بھی زندہ گرفتار کر لیے ہیں جو ہمارے قبضہ میں ہیں۔ والسلام

آپ کا شاگرد و محتاج دعا جلال الدین حقانی بقلم خود ۲۳ اپریل ۱۹۸۶ء

* * *

حقانیہ، دیوبند ثانی ہے مولانا عبدالحق افغان مجاہدین کے لیے بڑے درجہ کے ممد و معاون تھے، مجاہدین کے ہر مسئلہ بالخصوص مسئلہ جہاد میں سند کا رکھتے تھے دار العلوم حقانیہ مجاہدین کے لیے فوجی چھاؤنی ثابت ہوا جہاد کے اکثر قائدین اور مجاہدین دار العلوم حقانیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ (نصر اللہ منصور)

صدر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان

* * *

حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا عبدالحق مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات افغانستان اور درحقیقت تمام عالم اسلام کے لیے عظیم نقصان ہے۔ (محمد آفندی گیلانی) صدر محاذ ملی افغانستان

سجادہ نشین ہرات، افغانستان

* * *

قافلۂ جہاد کے عظیم رہنما، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

افغان مجاہدین کی فتح مبین اور شیخ الحدیث رح کا کردار

دارالعلوم حقانیہ جہاد افغانستان کی فوجی چھاؤنی بن چکا ہے

مولانا عبدالحق رح کی رحلت پر افغان مجاہدین نے کہا ہم یتیم ہوگئے

تحریر : مولانا عبدالقیوم حقانی

وزیراعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف نے 5 مئی کو اپنے ٹی وی اور ریڈیو کے نشری خطاب میں قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اور ان کے صاجزادے حضرت مولانا سمیع الحق کے جہاد افغانستان میں تاریخی کردار پر اعتراف عظمت و کمال سمیت خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

" افغانستان اور پاکستان کے ممتاز علماء اور رہنماؤں خصوصا" اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالحق مرحوم کے (جہاد افغانستان میں) کردار کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ان کی تقلید میں ان کے صاجزادے (مولانا سمیع الحق) کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں "

جہاں تک غیرت و حمیت کی سرزمین افغانستان کے افغان فرزندوں کی بات ہے تو ان غیور مجاہدین اور جیالے مسلمانوں نے بالا آخر ناقابل تسخیر جذبہ ایمانی کی قوت سے ثابت کر دیا ہے کہ اگر آج بھی ابراہیم کا ایمان ہو تو آگ انداز گلستان پیدا کر سکتی ہے۔ محو تماشاتے لب بام رہنے والی دانشوری کے مقابلے میں محمد عربی صلعم کے ان دیوانوں نے آتش نمرود میں بے خطر خود کو ایک دنیا کی حیرت زدہ کر دیا اور دکھا دیا کہ وہ آج بھی حضرت خالد بن ولید اور حضرت علی مرتضیٰ کی داستانوں احد، تبوک حنین، خندق اور بدر کے تاریخ معرکہ ہائے جہاد کو پھر سے جیتی جاگتی حقیقتوں کا روپ دے سکتے ہیں۔ قرآن کا اٹل فیصلہ کم من فئتہ قلیلتہ غلبت فئتہ کثیرہ باذن اللہ اس حقیقت واقعہ کا عملی مظہر ہے

کیمونسٹ روس جیسی غاصب، جابر اور بے رحم عالمی طاقت کو جو ترکستان کے مسلم علاقوں کو ہڑپ کر جانے ہنگری، چیکو سلواکیہ اور پولینڈ پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے لئے فوج کشی کا وسیع تجربہ رکھتی تھی جس نے کسی بھی علاقے پر یلغار کی تو اس کا مقابلہ کرنا ناقابل تصور ہو گیا مگر جدید جنگ کے رموز سے نا آشنا اور غیر تربیت یافتہ مجاہدین نے اسے جس شرمناک ہزیمیت اور شکست و ریخت سے دو چار کیا ہے وہ حریت انسانی کی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جسے کبھی بھی بھلایا نہ جا سکے گا۔

مجاہدین افغانستان کی فتح مبین کے اس عظیم الشان واقعہ میں دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے یہ سبق موجود ہے۔ کہ ان کی طاقت کا اصل سرچشمہ صرف اور صرف ان کا عقیدہ توحید اور دین اسلام ہے ان کے لئے دنیا میں عزت اور وقار کا راستہ صرف اسی عقیدے سے مکمل وابستگی اختیار کئے رہنا ہے یہی چیز انھیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا سکتی ہے۔ اور ان کے لئے دنیا کے ہر خطے میں کامرانیوں کی راہیں کھول سکتی ہے۔

مجاہدین افغانستان نے جو دنیائے انسانیت کی تاریخ کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے درحقیقت اس نے ایک ارب مسلمانوں ہی کا سر فخر سے بلند نہیں کیا بلکہ دنیا کی تمام حریت پسندوں کو بڑی سے بڑی طاقت کے مقابلے مین سر اٹھا کر چلنے کا حوصلہ عطا کیا ہے اور سامراجی طاقتوں کی خواہ وہ کسی رنگ اور کسی شکل میں ہوں ہمتیں پست کر دی ہیں بلاشبہ تمام مسلمانان افغانستان خصوصا" ان کے جری مجاہدین اور علم و عمل صالحہ اور شجاعت و فراست ایمانی کی دولت سے مالا مال ان کی علمی و دینی قیادت اس فقید المثال کامیابی پر بیش از بیش مبارک باد کے مستحق ہیں اب افغان قیادت کا فرض ہے کہ وہ حکمت عملی اور دانشمندی سے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے کردار کا مظاہرہ کرے کہ مستقبل کا افغانستان ساری مسلم دنیا کے لئے رہنمائی اور قیادت فراہم کرے اور صیح معنوں میں ایک اسلامی سیاست کی حیثیت سے تمام عالم اسلام کے لئے قابل تقلید مثال بن سکے۔

تاہم ناسپاسی اور ناحق شناسی ہو گی کہ فتح و کامرانی اور مسرت و شادمانی کے اس موقع پر ان شخصیات کو بھلا دیا جائے جو خود افغان قیادت افغان علماء اور عام مجاہدین اور تاریخ کی سچی شہادت کے آئینے میں اس عظیم الشان کامیابی کے ہیرو ہیں بلاشبہ سیاسی اعتبار سے یہ شہید ضیاء الحق کی دور اندیشی تدبر فراست قوت فیصلہ حکمت علمی اور کامیاب خارجہ پالیسی تھی۔ مگر عملی اور افرادی قوت مہیا کرنے کے اعتبار سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کا جذبہ ایمانی، جوش جہاد، عزیمت عمل اور ولولہ تازہ تھا جنھوں نے معرکہ کار زار کے سپاہی، محاذ جنگ کے جرنیل، جذبہ جہاد کی انگیخت کرنے والے خطیب دنیائے انسانیت کو جھنجوڑ کے رکھ دینے والے واعظ اور اقبال کے بے تیغ لڑنے والے مومن سپاہیوں کی صورت میں کثیر افرادی قوت مہیا کی جس کی بناء پر حریت انسانی کی تاریخ کے اس سنہرے باب کا رقم کیا جانا ممکن ہو سکا۔

مجاہدین افغانستان کی بھرپور حمایت و تائید، جہاد افغانستان میں عملی شرکت اور افغان سرحد کے قریب واقع ہونے اور میزائل اور بموں کا قریب ہدف ہونے کے باوجود دارالعلوم حقانیہ کو پوری طرح جہاد میں جھونک دینے کا یہ فیصلہ یقینا" نہایت مشکل فیصلہ تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے آج سے ۱۳ سال قبل جہاد کے آغاز کار میں اکوڑہ خٹک کی عیدہ گاہ کے ایک لاکھ کے قریب حاضرین کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جب افغان جہاد کی حمایت کا اعلان کیا اور پھر دارالعلوم میں مجاہدین کی سرپرستی معاونت اور افغانستان میں ان کے کام کرنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا تو ہمارے بہت سے دانشور اور سیاسہ

دان اسے مسلسل غیر سنجیدہ اور احمقانہ اقدام قرار دیتے رہے دیوانگی اور جنون کے فتوے لگائے ۔ اغیار تو پھر اغیار تھے بعض اپنوں نے بھی حضرت کے عمل کو ایک خندہ استہزاء سے ٹھکرایا ۔

یہ وہ دور تھا جب بڑے بڑے نامور سیاست کار اور چغادری حکومت پاکستان پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو تسلیم کر کے روسی جارحیت کو سند جواز عطا کر دے ادھر بہت سے نامور علماء بعض اداروں کے مشاہیر مہتممین اور سیاسی قد کاٹھ کی اہم ترین شخصیات نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو کے جی بی را اور خاد کے وحشیانہ مظالم اور اندوہناک تخریب کاریوں کا ہدف بننے ' دارالعلوم کے مستقبل کی تاراجی اور عملی طور پر یکہ و تنہا رہ جانے کے اندیشہ ہائے غرق و حرق دلا کر انہیں جہاد عزلمیت و انقلاب سے روکنا چاہا ۔ مگر یہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی غیرت ایمانی کا تقاضا اور خالص دینی معاملہ تھا لہٰذا جہاد کی عملی حمایت اور افرادی قوت فراہم کرنے کا فیصلہ ان کے لئے نہایت آسان ہو گیا اور کسی ہچکچاہٹ کے بغیر انہوں نے اپنے کمزور وسائل نحیف و نزار جسم روس جیسی سپرپاور اور کے جی بی جیسے ظالم اور تیر بہدف کردار ادا کرنے والے عالمی جاسوسی ادارے کی تمام شرانگیزیوں کے باوصف روس کے غلط اقدام کو پوری قوت سے جیلنج کرنے اور عملی طور پر میدان کار زار کے افراد مہیا کرنے اپنے تلامذہ اور دارالعلوم کے فضلاء کو ٹکرا جانے کی ترغیب اور عملاً " جہاد شروع کر دینے کا اقدام کر ڈالا ۔

چنانچہ ۲۹ اپریل کو جب وزیراعظم پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور آئی ایس آئی کے سربراہ سمیت پاک فوج کے سربراہوں ' ملک و بیرن ملک کے صحافیوں کے ساتھ سب سے پہلے غیر ملکی وفد کی صورت میں کابل پہنچے تو پاک فوج کے جرنیلوں کو اپنے جائزہ رپورٹ اور وہاں مشاہدہ یہی معلوم ہوا کہ افغانستان کے ۷۰ فیصد علاقے پر فوجی قیادت کرنے والے جرنیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے روحانی فرزند دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں جو بلا کسی تخصیص کے تمام مجاہد تنظیموں میں شریک ہیں تو انہیں بے اختیار گفت و شنید میں اس کا اعتراف کرنا پڑا کہ واقعتہ یہ دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ محض تدریس کا ایک مدرسہ نہیں بلکہ عظیم فوجی چھاونی بھی ہے او اس سلسلہ میں اس کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا کردار مثالی ہے ۔

فوجی جرنیلوں کا یہ اعتراف باہمی مذاکرہ اور پھر وزیراعظم پاکستان [illegible] خ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق کے جہا [illegible] نستان میں تاریخی کردار کو خراج تحسین اور اعتراف عظمت و کمال بھی جرا [illegible] تی شناسی کی ایک تاریخی شہادت ہے اس سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی عظمت میں مزید کوئی اضافہ نہیں ہوا کہ ان کو ایسی کسی بھی سند کی ضرورت نہ تھی وہ جس ذات کے لئے کام کرتے تھے وہ کام بھی جانتی ہے اور نام بھی جانتی ہے بلکہ اس سے خود وزیراعظم کی صفت حق شناسی کا اظہار ہوا ہے ۔ جو بجائے خود ان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے ۔

گو حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اس کے روحانی ابناء اور فضلاء اور شیخ الحدیث کے جانشین مولانا سمیع الحق کے جہاد افغانستان میں بنیادی مستقل ' مسلسل اور موثر کردار کو یورپی پروپیگنڈے کا کوئی اوارہ اور مغربی استعمار کی الہ کار کسی جماعت یا حزب کی طرح اخبارات پر تسلط اور پریس کوریج کا کوئی ہتھکنڈہ حاصل نہ رہا مگر قلت وسائل اور خود نمائی وخود ستائی سے سو فیصد احتراز و اجتناب کے باوصف جو لوگ بنیاد کے پتھر بنے اور جن کی عظیم تر منصوبہ بندیوں رجال کار کی تربیت اور قربانیوں پر جہاد افغانستان کی عمارت تعمیر ہوی ان کا عمل اخلاق وہ ذات ضرور جانتی ہے جس کی رضا کے حصول کے لئے یہ سب کچھ کیا جاتا رہا ۔

ایسے حقائق اور آفاقی سچائیاں جھوٹے پروپیگنڈے کی یلغار سے کبھی نہیں چھپائی جا سکتیں جس کا واضح ثبوت معاصر عزیز " تکبیر " کراچی کی حالیہ جسارت ہے جسے جہاد افغانستان کی ۱۳ سالہ خونچکان روئیداد میں جماعت اسلامی اور حکمت یار گلبدین کے سوا کچھ بھی نظر نہ آسکا جسے جمہوریت کی علمبرداری ' شورائیت اور ارباب حل و عقد کی اکثریت کی رائے کی ترجیح کے ہمہ وقتی دعوں کے باوصف نہ تو کبھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق یاد رہے نہ ان کے تلامذہ کا اس انداز سے ذکر ہوا نہ مولانا سمیع الحق اور ان کے مساعی کو خراج تحسین پیش کرنے کی توفیق نصیب ہوئی اور نہ کبھی اکوڑہ خٹک والوں کا کردار ان کے پرچہ میں جگہ پا سکا مگر اب جب جادو وہ جو چڑھ کر بولے کی طرح اکوڑہ خٹک والوں کو موثر کردار پوری دنیا پر عیاں ہو کر سامنے آگیا تو ہفت روزہ تکبیر کو بھی اپنا صحافتی حصہ ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہمیں اس سے بحث نہیں کہ انہوں نے کس انداز سے اکوڑہ خٹک والوں کا تذکرہ کیا اور ہمیں ان کا جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں کہ ۔

واذا اتتک مذمتی من ناقص فھی الشھادہ لی بانی کامل اس کا جواب بھی تو خود معترض کی تقریر میں موجود ہے ۔

زبان کچھ اور بولے ' پیرہن کچھ اور کہتی ہے

حقائق کیا ہیں ؟ گذشتہ تین چار پرچے ہفت روزہ تکبیر کے دیکھ لیجئے منجھے ہوئی تجربہ کار صحافی اور مانے ہوئے قلمکار بھی بیچارے ہزار توجیہات اور تاویلات میں دور کی کڑیاں ملاتے اور فقط باتیں بناتے نظر آتے ہیں ۔

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کمال
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

معلوم ہوتا ہے کہ بزعم خود اسلامی جمہوریت اسلامی اخلاق اسلامی اجتماع اور اتحاد کا علمبردار پرچہ " تکبیر " بھی حزبی تعصب اور جماعتی فرقہ بندی کی بھینٹ چڑھ گیا ہے ہمارے اس تمام تر گذارش کا مقصد یہ ہے کہ تکبیر جیسے دینی اور اسلامی صحافت کے علمبردار پرچے کو گذشتہ ۱۳ سالہ جہاد جہاد افغانستان میں " اکوڑہ والوں " کا مرکزی بنیادی اور عالمی کردار نظر آئے (جس کا اعتراف انہوں نے اس پرچے [illegible] ۲۱ میں بھی کیا ہے) کے باوجود بھی کبھی ازروئے عدل و انصاف یا بہ تقاضائے [illegible] دیانت دو حرف لکھنے اور چھاپنے کی جرات نہ ہو سکی ۔

مگر آج جب اکوڑہ والے " کسی عظیم شیطنت کسی امریکی منصوبہ بندی اور حزبی و جماعتی تعصب کے شیشہ [illegible] اتر سکے تو تکبیر نے تمام اصولی اور اخلاقی قدروں اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے خواہ مخواہ کچھ کہہ ڈالنا ہی ضروری سمجھا ۔ مگر

من انداز قدرت رائے شناسم

جو اس بات کا بین ثبوت ہے اور جو تمھارے ہاں بھی مسلم حقیقت ہے اور جس حقیقت واقعہ کا اظہار آج تک تم نہ کر سکے کہ " اکوڑہ خٹک والوں " کا جہاد افغانستان میں انقلابی کردار رہا جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے جہادی مساعی کی عظمت جامعیت وسعت اور ان کے مسلمہ کردار کی واضع شہادت ہے جسے اپنے تو خیر اپنے رہے پرائے بھی تسلیم کرتے ہیں ۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے جن حالات میں جہاد کی عملی حمایت کا پرعزم فیصلہ کیا تھا بلاشبہ ایسے ہی فیصلے زندہ قوموں کی تاریخ بناتے ہیں اور ایسے فیصلے کرنے والے تاریخ میں زندہ جاوید ہو جاتے ہیں ۔ جبکہ بزدلی اور مصلحت کوشی مفاد پرستی اور جھوٹی شہرت اور ہوس پرستی کی راہیں اختیار کرنے اور اس کے مشورے دینے والے خس و خاشاک کی طرح بے نام و نشان رہتے ہیں۔

جمیعۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ کی ہدایت کے مطابق ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ کے آخری دو عشروں کو جہاد افغانستان میں علماء حق بالخصوص شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور انکے تلامذہ کے کردار کے طور پر منایا گیا، چاروں صوبوں، ملک کے مختلف اضلاع اور جمیعۃ کی صوبائی اور ضلعی تنظیموں کے زیر اہتمام کانفرنسوں، جلسوں، تقریبات اور سیمینارز کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا، خطیبوں، ادیبوں، دانشوروں اور مقررین نے جہاد افغانستان میں علماء حق اور ان کے سرخیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جہاد افغانستان میں مولانا عبدالحق کا کردار، تمام کرداروں پر مقدم، جامع اور حاوی رہا ہے وہی علماء حق کا مصداق وہی اس کے محرک اول، وہی مجاہدین کی روحانی پناہ گاہ اور عملی تربیت گاہ تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق تاریکی اور مایوسی میں ڈوبے ہوئے حالات میں ہمیں ایک چوراہے پر عزم وہمت، جرأت وشجاعت، تدبر، دانشمندی، اسلام سے محبت اور جذبہ جہاد وعزیمت سے منور ایک شمع ہدایت لئے کھڑے نظر آتے ہیں۔

یہ تاریکی صرف پاکستان کے سیاسی اور دفاعی افق پر ہی نہیں تھی بلکہ آس پاس کے تمام علاقوں بلکہ اس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا —— پھر اہل اسلام کی آزادی اور اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ رہنے کا حق اس تاریکی میں روپوش ہوگیا تھا۔ اس مقام پر پہنچ کر ہمیں ایک عظیم علمی ودینی رہنما، شیخ الہند کے مشن کے وارث ریشمی رومال کی تحریک کے مقاصد کے علمبردار، شہدائے بالاکوٹ کی کارگہ میں کام کرنے والے بطل جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نامی ایک ایسے پیشوا، ایک ایسے رہبر اور وارث علوم نبوت سے ملاقات ہوجاتی ہے جو دور اندیشی معاملہ فہمی، علمی تدبر، مغازی رسولؐ سے واقفیت روح جہاد سے شناسا اور جرأت وشجاعت کی ان تمام صفات سے بہرہ ور رہے جو ایک قافلہ سالار کے لئے ناگزیر ہیں۔

حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) کی دعوت اصلاح وتجدید اور تحریک جہاد میں بھی افغانیوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے وہ اپنی سرگرمیوں اور جدوجہد کے مرکز تک افغانستان ہی کی راہ سے پہنچے تھے اہل افغانستان نے بے نظیر جوش وخروش کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا پوری قوم اور حکومت ان کی طرف جھک پڑی تھی اور حکمران خاندان سے بھی ان کے تعلقات رہے تھے کبھی مستحکم اور کبھی کمزور، جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اگر اس فیصلہ کن اور تاریخی موقع پر افغانستان کے امراء نے وقت کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوتا اور اس تحریک کی قدر کی ہوتی اور اس کے قائد کے اخلاص، اس کی دردمندی اور اثر انگیزی کو صحیح طور پر محسوس کیا ہوتا تو اس علاقہ میں مسلمانوں کی تاریخ آج کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تابناک اور باعظمت ہوتی۔

دسمبر ۱۹۷۹ء کے اواخر میں جب کابل میں روس نے اپنی فوجیں اتار دیں تو پاکستان براہ راست روس کا ہم دیوار ہمسایہ بن گیا خاص کر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک طورخم کے راستے چند گام کے فاصلے پر تھا میزائل، بم، تخریب کاری اور فساد کا اولین ہدف بن سکتا تھا۔ کسی چھوٹے ملک، چھوٹے ادارے اور کسی چھوٹی جماعت کے لئے بڑے کا ہمسایہ ہونا اور وہ بھی جب بڑا ہمسایہ بدنیت بھی ہو اور ظالم بھی انتہائی وحشت ناک صورت حال سے دوچار ہونا ہوتا ہے پاکستان اور خاص کر سرحد کے قریبی اضلاع کے لوگوں کی جو اضطرابی کیفیت ہونی چاہئے تھی وہ عیاں ہے پھر جب سرحدات پر حملے ہونے لگے بم گرائے جانے لگے میزائل برسائے جانے لگے تخریب کاری کے واردات کثرت سے کیے جانے لگے ایسے واقعات میں تو حال ہی کچھ دوسرا تھا خاص کر جب دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء دشمن کے مقابلے میں پیش پیش تھے دارالعلوم جہاد افغانستان کی فوجی چھاؤنی بن چکا تھا کابل ریڈیو پر دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء کے خلاف زہریلا اور مسموم پروپیگنڈہ کیے جانے لگا مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے انتہائی پامردی کے ساتھ اس ساری صورت حال کا مقابلہ کیا کوئی اظہار پریشانی نہ کیا، رفتہ رفتہ عالم یہ ہوگیا کہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے ذمہ داروں نے کے جی بی اور خاد کے حوالے سے براہ راست ان کو دھمکیاں دینا شروع کردیں کہ افغان مجاہدین کی حمایت، ان کی تعلیم وتربیت ان کی سیاسی واخلاقی حمایت اور ان کے دارالعلوم میں قیام اور جہاد کے استحکام کی تحریک سے دستکش ہوجاؤ ورنہ سخت سزا دی جائے گی مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے پرکاہ کے برابر بھی پرواہ نہ کی جب دارالعلوم کو اڑا دیئے جانے کا ہوا۔ کھڑاکر کے چند نام نہاد مخلصین نے روسی حکمت عملی اور پالیسی پر عمل کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث پر پریشر ڈالنے کی مذموم مساعی کی تو اس حالت میں دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث مولانا اسید اللہ مدظلہ نے خواب دیکھا کہ

> ”روسی ٹینک اور فوجیں دارالعلوم حقانیہ پر حملہ آور ہیں اور مسجد کی جانب شمال میں طلبہ دورہ حدیث کے کمرے ان کا ہدف ہیں وہ اس کو گرانا اور یہاں سے تباہی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں حضرت مولانا اسید اللہ صاحب خواب میں دشمن کے یہ ناپاک عزائم اور خطرناک صورت حال دیکھ کر پریشان ہوجاتے ہیں اسی پریشانی اور اضطراب میں اچانک دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں انہیں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوجاتا ہے بے تابانہ انداز میں انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہاں کیسے تشریف لائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دیکھئے یہ منظر آپ کے سامنے ہے میں دارالعلوم کی حفاظت اور دفاع کرنے آیا ہوں۔“

(صحبتے با اہل حق ص ۱۹۳)

پاکستان میں افغان مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور جب بھرپور ریلے اس وقت آنے شروع ہوئے جب روس نے باقاعدہ اپنی فوجیں کابل میں اتار دیں اور شہروں سڑکوں، میدانوں، وادیوں، باغوں اور جنگلوں میں لڑائی کی

آگ بھڑک اٹھی تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے بھی اس موقع پر بڑی جرأت کے ساتھ دارالعلوم کے فضلاء اور تلامذہ کو دشمن کے ساتھ برسرپیکار کر دیا جب ساتھ والا گھر شعلوں کی آماجگاہ ہو تو اپنا گھر بھی تپش محسوس کرتا ہے اور ہر لحظہ شعلوں کی زد میں ہوتا ہے پھر افغانستان تو وہ گھر تھا جو پرایا گھر بھی نہ تھا حضرت شیخ اور ان کے تلامذہ کس طرح آرام سے بیٹھ سکتے تھے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث کے بس میں جس قدر بھی ممکن تھا کر ڈالا ، فضلاء کو حوصلہ افزائی کے پیغام بھیجے اہل خیر اور مسلمانوں کو ان کی مالی مدد کرنے کی ترغیب دی شہید صدر ضیاء الحق کی اس مسئلہ میں سیاسی و اخلاقی حمایت کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔

دارالعلوم حقانیہ کے جہاد میں جانے والے طلبہ کے لئے خصوصی مراعات اور خصوصی معاملات کا اعلان کیا اور جب اکوڑہ خٹک کے بے آب وگیاہ جنگل میں بے یار و مددگار مہاجرین کو نیلی چھت تلے گرم اور تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر ڈال دیا گیا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے مہاجرین کے لئے دارالعلوم کے دروازے کھول دیئے ، درسگاہیں دارالحدیث ، دارالاقامے ہاسٹل اور جامع مسجد غرض سب کچھ مہاجرین کے لئے وقف تھا مالی امداد اور ان کے لئے قیام اور ضروریات کی فراہمی کے لئے مولانا سمیع الحق کو خصوصی ہدایات کیں۔

دراصل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اپنی خداداد بصیرت سے جانتے تھے کہ اگر روس کو افغانستان میں مستحکم کیفیت میسر آگئی تو پھر روس کے مقابلے میں پاکستان کا دفاع بھی ممکن نہیں رہے گا لہٰذا انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ پاکستان کی دفاع کی جنگ افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت کر کے اور اپنے فضلاء کو میدان کارزار میں اتار کر افغانستان ہی میں لڑی جائے جہاں دارالعلوم کے فضلاء اور سینکڑوں مستفیدین و متعلقین سمیت لاکھوں سرباز قدرتی معاون کے طور پر خود بخود میسر ہیں۔

اس موقع پر بھی بعض مفاد پرست روسی گماشتوں نے حضرت شیخ کے پائے استقامت میں لغزش ڈالنے کے لئے بارہا ان کی محفل میں اگر اس طرح کی باتیں کیں کہ مجاہدین کی حمایت اور افغان جہاد کا علم بلند کرنا حماقت ہے خود پاکستان جب لاؤ لشکر سمیت روس کے مقابلے میں اترے تو ایک روز بھی نہیں ٹھہر سکے گا یہ تمہارے مولوی اور یہ نادار طالب علم اور غیر تربیت یافتہ دینی جذبے سے سرشار مجاہدین کیا تاب لا سکیں گے مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا یقین تھا کہ اگر بظاہر روس سپر پاور ہے مگر ایک اور پاور بھی ہے جو اوفق قوت ہے جسے سپریم پاور کہتے ہیں وہ خدا کی ذات ہے لہٰذا اس کی ذات پر اعتماد کر کے اس کی قدرت کی کرشمہ سازیوں پر نظر [illegible] چاہیئے۔

؎ او بایں فکر تا بما چہ کند
ما بایں فکر تا خدا چہ کند

مگر آج جو ہوا جس طرح ہوا سب نے دیکھا اور سب دیکھ رہے ہیں۔

؎ ہاتھ ہے اللہ کا ، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں ، کار کشا ، کار ساز

یہ بھی تاریخ کا ریکارڈ ہے کہ کسی کمیونسٹ ، قادیانی اور فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والوں میں کوئی بھی ایک ایسا فرد نہ ملا جس نے روسی بربریت کی مذمت میں ایک حرف کہا ہو ، خود حضرت شیخ الحدیث کو اپنے علاقے میں جن لوگوں اور جس سیاسی قوت سے واسطہ پڑ رہا ہے وہ تو ڈنکے کی چوٹ افغان مہاجرین کو بزدل ، بے ایمان اور بھگوڑے کہے جا رہے تھے ۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں جب ان لوگوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ اپنی افتاد طبع کے پیش نظر خاموش رہتے اور یہاں کی کسی قوت سے ٹکرانے اور جوابی کارروائی کرنے یا سیاسی بیان داغنے کے بجائے اپنے کام کیے جانے کی تاکید فرماتے۔

جعفری فقہ کے ایک دوست سے جب اس قسم کی بات چلی تو مجھے کہنا پڑا۔ حضرت ! اگر ایران کو امریکہ کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑے تو وہ عملی جہاد کہلائے لیکن اگر افغان بے چارے اپنے وطن کے دفاع میں روسیوں سے ٹکرائیں تو یہ عمل ملایانہ بھی ہے ، احمقانہ بھی ہے ، بزدلانہ بھی اور ظلمت پرستانہ بھی ۔ فیاللعب ۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق پاکستان کے روسی ایڈیشن افراد جو مجاہدین کو گالیاں دیتے پھبتیاں کستے ان کو پرواہ میں نہ لاتے اور ان لوگوں سے الجھے بغیر اپنے کام پر بھرپور توجہ مرکوز رکھتے تھے ۔ بہادر اور دانا مرد بھی وہی ہوتا ہے جو جھاڑیوں سے دامن بچا کر جنگل عبور کرتا چلا جائے۔

افغان مجاہدین کی جرأت و استقامت اور ولولہ انگیز جذبۂ جہاد ، صدر ضیاء الحق شہید کی محکم سیاسی پالیسی اور قطعی موقف اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی دعاؤں تلامذہ کی تربیت اور فضلاء کے عملی جہاد نے بالآخر گورباچوف کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ افغانستان سے روسی فوجیں نکال دے افغان مجاہدین گواہ ہیں اور یہی باعث ہے کہ جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سانحہ ارتحال کی خبر مجاہدین کو محاذ جنگ پر پہنچی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا اور انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ہماری دعاؤں کا مرکز ، ہماری تربیت گاہ کا مربی و محسن ہمارا دینی رہنما اور شیخ رخصت ہو گیا اور آج ہم یتیم ہو گئے۔

قومی اور اجتماعی سطح پر ہماری ایک بدقسمتی یہ بھی ہے کہ ہم اپنا جوہر اور اپنا اکتساب بھی ازراہ حماقت و تعصب ، دوسروں کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں یہ شکوہ ہمیں ان لوگوں سے نہیں جن کی فرقہ وارانہ مجبوریاں ہیں جو عقائد و نظریات کے اعتبار سے سوشلسٹوں کمیونسٹوں کے قریب ہیں جو ہنود و یہود سمیت عالم مسیحیت و اشتراکیت کی دلداری کا خیال بھی رکھتے ہیں ۔ ہم تو ان لوگوں کا رونا روتے ہیں جو خود غیر اشتراکی ، غیر ہندو نواز غیر یہود دوست اور غیر مسیحیت پسند اور سنی سیاسی قرار دیتے ہیں ۔ جو خود کو دینی مذہبی لوگ قرار دیتے ہیں جو ملک میں اسلامی انقلاب کے خواہاں بھی ہیں اور اس کے لئے کوشاں بھی ۔ مگر اس

ے باوجود اپنے حزبی و جماعتی تعصب کے خولوں میں بند، خود نمائی ریاکاری اور سمع و شہرت اور پروپیگنڈے کی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ لاریب! ان لوگوں نے بھی، افغان مہاجرین کی بے پناہ مدد کی، انہوں نے میدان جنگ میں جاکر ——— مجاہدین کو ہر طرح کی اعانت بہم پہنچائی ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے۔

مگر یہ کہاں کی ایمانداری ہے کہ خود نمائی اور پروپیگنڈے کی یلغار میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، ان کے تلامذہ اور فضلاءؒ اور ان کے قائم فرمودہ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کی تمام جدوجہد، تاریخ ساز مساعی اور انقلاب آفریں کارناموں کو آنکھوں سے اوجھل کرنے کی سعی بلیغ بھی اس طرح کی جائے گویا یہ بھی دین کا ایک حصہ اور جہاد کا ایک شعبہ ہے مسلسل اور بار بار جہاد افغانستان پر مذاکرے عمل میں آئیں مگر مقررین اسی ممسک انداز سے گفتگو کریں کہ شیخ الحدیثؒ اور ان کے فضلاء کا نام تک زبان پر نہ آنے پائے اور سارا کریڈیٹ چند مذہبی سیاست کھیلنے والوں کی جیب میں چلا جائے۔ یہ نہایت ڈھٹائی اور شرمندگی کی بات ہے یہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ جماعت گروہ بندی، طریقہ کار کے اختلاف کی بات اپنی جگہ، مگر جب مقصد ایک اور کردار مسلم ہے تو ایک مربی جہاد، ایک مسلم کردار اور ان کی قربانی و محنت کو دیدہ دانستہ یوں برباد کرنا تاکہ صرف اپنے حلقے، اپنی جماعت یا اپنے گروہ اور اپنی پارٹی کی تاریخ روشن کلمات کے ساتھ قلمبند کی جائے خدا کے حضور میں انتہائی ناپسندیدگی کا موجب ہے۔

؎ جفا کم کن کہ فردا روز محشر
بروئے عاشقاں شرمندہ باشی

بہرحال جمعیۃ علماء اسلام نے جو ذی الحجہ کے آخری دو عشروں کو "جہاد افغانستان میں علماء حق کے کردار" کے طور پر منایا اور پھر پورے ملک میں اسے عملی طور پر اپنانے کا اقدام کیا ہر لحاظ سے مستحسن، قابل صد تبریک اور قائدین جمیعۃ کی حقیقت پسندی اور علمی و دینی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے ہم اس پر انہیں بھی ہدیہ تبریک اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

سلسلہ مطبوعات (۴۳)

اپنے طرز کی پہلی اور البیلی کتاب

ساعتے با اولیاءؒ

مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دارالعلوم حقانیہ

ادارۃ العلم والتحقیق ○ اکوڑہ خٹک
ضلع نوشہرہ — سرحد — پاکستان

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ
حضرت مجدد الف ثانیؒ
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ
مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ
قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ
محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم ہرگز نہ بھٹکو گے جب تک ان دونوں چیزوں کو مضبوط پکڑے رہو گے " اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنّت "

(موطا ، مالک ، مشکوٰۃ)

◆

منجانب :- بنوں شوگر ملز لمیٹڈ
سرائے نورنگ - بنوں

انتخاب : مولانا سید محمد یوسف شاہ، مدرس دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور جہاد افغانستان

تعلیمات و ہدایات اور خطبات و ارشادات کے آئینہ میں

جہاد افغانستان۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا پسندیدہ موضوع گفتگو تھا۔ زندگی کے آخری سالوں میں تو دل بس جہاد ہی کے لئے دھڑکتا تھا باتیں جہاد کی ہوتیں تقریر میں جہاد کا ذکر ہوتا درس میں فضلاء مجاہدین کے لئے دعائیں ہوتیں کسی بھی مناسبت سے جہاد کا ذِکر چھڑ جاتا تو خوب سنتے بھی تھے اور سناتے بھی تھے۔ فضلاء جب میدان جہاد سے آتے تو پھر تو کچھ اور کیفیت ہوتی۔ محاذ جنگ سے آنے والے یا جانے والے مجاہدین کیلئے سراپا اکرام بن جایا کرتے تھے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کو ان ہی ایام میں آپ کی خدمت میں مسلسل حاضر رہنے اور خدمت و استفادہ کا موقع ملتا رہا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث کی مجالس اور ارشادات کو صحبتے با اہل حق کا نام سے مرتب کیا۔ ذیل میں ہم اسی حوالے سے ملاقات و مذاکرات نقل کر رہے ہیں جس سے آپ کے مجاہدانہ سرگرمیوں اور جذبہ جہاد و قربانی جہاد افغانستان میں آپ کے موثر اور بھرپور کردار کی عکاسی ہوتی ہے

جہاد ایمان کا لازمہ ہے

ارشاد فرمایا اگر ایک انسان نہ تو جہاد کرتا ہے اور نہ ہی دل میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور نہ مجاہدین کی فتح مندی اور کامیابی کی دعا کرتا ہے تو اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ نفاق پر ہو جو لوگ کسی وجہ سے جہاد بالسیف سے محروم ہیں انہیں بھی جہاد کی نیت اور ارادہ ضرور کر لینا چاہیئے اور مجاہدین اور غازی اسلام کی کامیابی کے لئے خدا کے حضور مصروف دعا رہنا چاہیئے۔ صحبت با اہل حق صفحہ نمبر 64

جہاد افغانستان

افغان مجاہدین کا ایک بہت بڑا قافلہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوا۔ 80 سے زائد افراد کی اس جماعت کی قیادت مولانا صدیق اللہ صاحب کر رہے تھے۔ جناب سید رسول معاون جناب اعلیٰ محمد شاہ کماندان جناب عبدالبصیر صاحب امیر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ قافلہ کے شرکاء چونکہ کل محاذ جنگ پر روانگی کا تہیہ کر چکے تھے۔ اس لئے صبح سویرے جناب محمد جان صاحب کے واسطے سے حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دعا لینے کی درخواست کی تھی چنانچہ عصر کی نماز حضرت شیخ الحدیث کے ہمراہ پڑھی۔

قائد وفد نے جہاد کی کامیابی اور میدان کار زار میں پڑھے جانے والے مسنون و ظائف اور اذکار کی اجازت چاہی تو حضرت شیخ رحمتہ اللہ نے آج بھی سب کو وہی وظیفہ بتایا جو ہمیشہ کا معمول ہے اور الحق میں شائع ہوتا رہا ہے البتہ ایک مزید چیز کا اضافہ فرمایا وہی قارئین کے پیش خدمت ہے۔

ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اپنے درس میں طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جنگ شروع ہونے اور جہاد کی ابتداء میں یہ دعا پڑھا کرو۔

ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۹۳، ۹۴

جہاد افغانستان

ارشاد فرمایا آج جورائے ونڈ میں تبلیغی اجتماع کے لئے قافلے روانہ ہو رہے ہیں اور دارالعلوم میں ان کا پڑاؤ ہوتا ہے اس کو دارالعلوم کے لئے نیک فال اور سعادت کا باعث سمجھتا ہوں۔

افغان مجاہدین کا وفد حاضر خدمت ہوا جس میں بیشتر علماء بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے ان سے مصروف گفتگو تھے۔ جہاد بالسیف کی فضیلت اور مسائل افغانستان گفتگو کا موضوع تھا کہ اچانک دو اور مہمان حاضر ہوئے ایک نے دوسرے کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا۔

حضرت ! یہ میرا ساتھی ہے ان کا اسم گرامی حمداللہ ہے۔ یہ درس نظامی کا منتہی طالب علم ہے کافی دنوں سے جہاد میں مصروف ہے روسی دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا ہم سمجھے کہ شہید کر دیا ہو گا مگر خدا کا فضل ہے کہ ان کے ہاتھوں سے زندہ بچ نکلا تو ایران چلا گیا۔ پھر وہاں سے اب پاکستان پہنچا ان کی داڑھی جو چھوٹی نظر آتی ہے یہ انہوں نے خود نہیں منڈائی بلکہ روسی دشمن کے سپاہیوں نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے داڑھی اسلام کا شعار ہے وہ انہوں نے مونڈ ڈالی۔

صحبتے با اہل صفحہ نمبر ۹۷، ۹۸

جہاد افغانستان اور ضرورت اتحاد

افغان مجاہدین و مہاجرین کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا مولانا موسیٰ جان صاحب مولانا معراج الدین صاحب اور مولانا فضل احمد صاحب وفد کی قیادت کر رہے تھے ۔ بعض اہم امور پر مشورہ بھی لیا ۔ حضرت شیخ الحدیث نے اتفاق اور اتحاد کی طرف انہیں خصوصی توجہ دلائی اور فرمایا کہ جنگ احد میں معمولی اختلاف کی وجہ سے فتح شکست کی صورت میں تبدیل ہو گئی ۔

خدارا مجاہدین کے تمام ذمہ دار قائدین تک میرا پیغام پہنچا دیں کہ آپس کے اختلافات کو بھلا دیں اور دشمن کے مقابلہ میں ایک بنیان مرصوص بن جائیں ہم نے پہلے بھی اتحاد کی سعی کی ہے اور اب بھی جاری ہے میں نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو ملاقات میں یہ واضح کر دیا تھا کہ دشمن نے مجاہدین میں تفرقہ ڈال کر غلبہ حاصل کر لیا ہے ہمارے پاس صحیح مقابلہ اور غلبہ کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ آپس کے اختلاف بھلا کر دین و ملت کے لئے سب بنیان مرصوص بن جائیں میں نے صدر سے کہا کہ اگر آپ اس سلسلہ میں کچھ کرنا چاہیں تو بنیادی کردار ادا سکتے ہیں ۔

چھپے با الحق صفحہ نمبر ۴۴،

تدریس یا جہاد

چند نوجوان جن میں علماء اور دارالعلوم کے فضلاء بھی تھے اور جو جہاد افغانستان سے تازہ تازہ آئے تھے حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

عرض کیا کہ ہم نے خدا کے فضل سے دارالعلوم حقانیہ میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے پھر خدا نے وہیں افغانستان میں تدریس کے مواقع فراہم فرمائے مگر بدقسمتی سے روسی انقلاب سے ہمارے دینی مدارس بھی برباد کر دیئے گئے کتابیں جلا دی گئیں یا دریا برد کر دی گئیں پھر آپ کی تربیت ترغیب اور دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا موقع بھی عنایت فرمایا ۔ جن علاقوں میں مجاہدین کا قبضہ ہے بعض دوستوں اور وہاں کے اکابر علماء کا یہ مشورہ ہے کہ وہاں عوام کی اصلاح و تربیت اور ان کے بچوں کے لئے دینی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جائے ۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمیں اب مسلسل جہاد جاری رکھنا چاہیئے ۔ یا پھر سے درس و تدریس کا شغل شروع کر دیں ۔

حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا :۔

اس مسئلہ میں امام احمد بن حنبل اور امام اعظم ابو حنیفہ نے تفصیل سے مدلل بحث کی ہے کہ آیا اشتغال بالجہاد افضل ہے یا اشتغال بالعلم ۔ ایک نے پہلے کو اور دوسرے نے دوسرے کو افضل اور راجح قرار دیا ہے مگر آپ سعادت مند ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دونوں نعمتوں سے نوازا ۔

تدریس اور جہاد کی دونوں فضیلتیں عطا فرمائیں ۔ آپ تو مجاہد بھی ہیں اور معلم بھی ۔ تو آپ وہاں کے اکابر علماء سے مشورہ کر کے حالات کے مطابق قدم اٹھائیں اولیت جہاد کو دیں او اگر موقعہ ملے تو پھر تدریس بھی کرتے رہیں ۔ ابھی حضرت رحمہ اللہ کی گفتگو جاری تھی کہ ایک مجاہد نے عرض کیا ۔

حضرت ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بڑا کمرہ ہے جس میں مختلف قسم کے اعلیٰ قالین بچھے ہوئے ہیں ۔ آپ ایک اونچی اور ممتاز جگہ پر تشریف فرما ہیں ۔ دائیں بائیں آپ کے دیگر علماء اور مشائخ تشریف فرما ہیں ۔ دوسری طرف ایک بہت بڑا دستر خوان بچھا ہوا ہے ۔ علماء اور طلبہ اور مہمان آپ کی دعوت پر آتے اور کھانا کھاتے ہیں ۔ میں آگے بڑھا اور آپ سے مصافحہ کیا تو .....

مجاہد مہمان کا ابھی خواب بیان کرنا جاری تھا کہ حضرت رحمہ اللہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے فرمایا ۔ یہ آپ کا حسن ظن اور حسن عقیدت ہے جس کو خواب میں آپ کو دکھایا گیا ہے ۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور سب حاضرین سے کہا کہ دعا کریں کہ باری تعالیٰ ان منامی مبشرات کا ہمیں اہل اور مصداق بنا دے اور فی الواقعہ بھی ہمیں علوم دینیہ کا دسترخوان بچھانے اور اس پر حاضر ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے ۔ عام طور پر حضرت مدظلہ اپنی طبعی افتاد اور کمال شفقت کی بناء پر جو بھی بات کرتا ہے پوری سنتے ہیں او کسی کی بات نہیں کاٹتے مگر یہاں خواب کا بیان جاری تھا کہ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ۔

چھپے با الحق صفحہ نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۷

افغان مجاہدین اور اہل اسلام

اللہ پاک ہمارے مجاہدین افغانستان کو بھی کامیابی سے نوازے اور ان کو اپنے عظیم مقاصد میں عظیم کامرانی عطا فرمائے ۔ الحمد للہ کہ آج روسی دشمن سے میدان کارزار میں علماء بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء برسر پیکار ہیں نہتے ہاتھوں مسلح افواج اور زبردست طاقتور دشمن سے مقابلہ ہے ۔ ساڑھے تین برس ہونے کو ہیں کہ دشمن کے بمبار طیاروں ، ٹینکوں اور مسلح فوجوں سے ہمارے بے سرو سامان مجاہدین اور ہمارے دارالعلوم کے فضلاء اور طلباء مسلسل جنگ کر رہے ہیں جن میں سینکڑوں شہید ہو چکے ہیں ہم سب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تضرع و عاجزی اور اپنے گناہوں و جرائم کے اعتراف کے ساتھ توبہ و ندامت کا اظہار کرتے ہیں ۔ اور دست بدعا ہیں کہ یا اللہ تو اپنے ان دین کے سپاہیوں اور مجاہدوں کی اپنی غیبی قوتوں سے امداد فرما ۔ مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہمارا فرض ہے اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم دعا تو کر لیا کریں ۔ اگر آج افغان مجاہدین نہ ہوتے اور انہوں نے افغانستان میں روسی اژدھا مقابلہ نہ کیا ہوتا تو آج روس خدا جانے اپنے ناپاک عزائم میں کس قدر کامیاب ہوا ہوتا ۔ آپ کو یہ دارالعلوم حقانیہ اور ملک میں دینی مدارس کا جو جال بچھا ہوا نظر آ رہا ہے اگر افغان مجاہدین کی باڑ نہ ہوتی تو یہ مدارس اور مساجد بھی سمرقند و بخارا کی طرح حیوانات کے اصطبل بن چکے ہوتے ۔

ہمارے دلوں میں بھی ایک ارمان ہے ایک تمنا ہے کاش اس بڑھاپے میں بھی میدان کارزار میں جانا نصیب ہوتا ۔ اور افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑنے کا موقع ملتا ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری یہ تمنا شاید تمنا ہی رہے لیکن خداوند قدوس نے ہم کمزوروں اور ضعیفوں کے لئے ایک دوسری صورت اور ایک آسان راستہ بنا دیا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت پر عمل کرنے سے سو شہیدوں کے مراتب و درجات اور ان کے برابر اجر و ثواب کے دینے کا وعدہ فرمایا ۔ مثلاً " مسجد میں داخل ہوتے وقت پاؤں اندر رکھیں اور اللھم افتح لی ابواب رحمتک پڑھیں اور نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر نکالیں اور اللھم انی اسئلک من فضلک ورحمتک

جیسا کہ آں حضرت کا مسنون طریقہ یہی تھا تو اس عمل (جو بظاہر ایک معمولی اور صدرجہ آسان عمل ہے) سے اللہ پاک ہم کو سو شہیدوں کا ثواب دیتے ہیں

(مجیے با الل حق صفحہ نمبر۱۳۶ ' ۱۳۷)

جہاد افغانستان اور میدان جنگ کی ایک جھلک

اسی مجلس میں دارالعلوم کے ایک قدیم فاضل مولانا محبوب اللہ حقانی اور جہاد افغانستان کے ایک کمانڈر اپنے مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! ولایت پکتیا کے علاقے متی سگر میں روسی کارمل فوجیوں نے سخت حملہ کر دیا ہے جو ہزاروں ٹینک اوز فوجی سازوسامان سے مسلح ہے۔ افغان مجاہدین مزاحمت کر رہے ہیں۔ ۴۵ جگہ جنگ شروع ہے۔ مجاہدین گروپوں اور ٹکڑیوں کی صورت میں مختلف محاذات پر لڑ رہے ہیں۔

موصوف نے محاذ جنگ کی ایک کیسٹ ٹیپ ریکارڈ میں لگا دی اور عرض کیا کہ حضرت! یہ دشمن کے حملہ کی کیفیت ہے۔

بمباری کی دہشت ناک آوازیں ' جہازوں کی پروازیں اور مجاہدین کے ولولہ انگیز نعرہائے تکبیر سے ایک عجیب کیفیت اہل مجلس پر طاری ہو گئی۔ خود حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ بے حد متاثر اور عجز و انکسار کے ساتھ ساتھ بارگاہ الوہیت میں ہمہ تن دعا ہو گئے۔ کیسٹ میں فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

مولانا حبیب اللہ حقانی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو بتا رہے تھے کہ:۔

یہ آواز میزائلوں کی ہے جو افغان مجاہدین روسی دشمن کے مقابلہ میں چلا رہے ہیں۔

یہ جی! ابھی جنگ کی ابتداء ہے یہ طیاروں کی آوازیں ہیں۔

یہ آواز روسی فوجوں کے مقدمتہ الجیش کی ہے جوان کے لئے راہ صاف کر رہا ہے

یہ آوازیں مجاہدین کی ہیں جو ایک دوسرے کی ڈھارس بندھا رہے ہیں اور یہ آواز اس فاضل حقانیہ کمانڈر کی ہے جو گذشتہ دنوں ہمارے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اب مصروف جہاد ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا! مجاہدین افغانستان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہے ضلع دیر سے آئے ہوئے ایک فاضل دارالعلوم نے عرض کیا:۔

حضرت! واقعہ ہے کہ باری تعالیٰ بدر وحنین کی طرح افغان مجاہدین کی مدد فرما رہے ہیں۔ آپ کی دعاؤں کے صدقہ میں باری تعالیٰ نے مجھے تین بار جہاد میں شرکت کی توفیق ارزانی فرمائی ہے روسی دشمن اپنی ہیلی کاپڑوں کو پتھروں پر بٹھابٹھا کہ مجاہدین کے ٹھکانوں کو تلاش کرتے ہیں اور ہیلی کاپڑ پرندوں کی طرح پھرتے ہیں اور تہہ خانوں پر حملے کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ مجاہدین کی مدد او حفاظت فرماتے ہیں۔

خود مجھ پر کئی مرتبہ فائرنگ ہوئی اور ایک مرتبہ تین گولیاں یکے بعد دیگرے لگیں میری ٹوپی اڑ گئی مگر خدا نے مجھے محفوظ رکھا۔

مولانا عبدالحلیم دیردی نے جب ایک حدیث الجہاد سنام الاسلام سنائی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ ہاں سنام قوت اور طاقت اور کسی چیز کی حقیقی شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اہل افغانستان نے جب تک جہاد شروع نہیں کیا تھا ان کا تذکرہ اور شجاعت کا چرچا نہیں تھا۔ اب جب کہ نہتے ہاتھوں جہاد کے میدان میں خود آئے ہیں تو پورے عالم میں ان کی عظمت و شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی ہے آج سپر طاقتیں اور روس جیسی ظالم حکومت بھی افغان مجاہدین کے نام سے کانپتی ہے یہ سب جہاد کی برکتیں ہیں۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر۱۷۵ ' ۱۷۶

پکتیا محاذ جہاد افغانستان کی رپورٹ

حسب معمول حضرت اقدس شیخ الحدیث و امت برکاتہم کی مجلس بابرکت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج قدرے تاخیر سے پہنچا تھا۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ طلبہ اور اضیاف کے ہجوم میں حضرت گھرے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا اور مصافحہ سے فارغ ہوا تو اچانک وزیرستان سے جناب مولانا نجم الدین فاضل حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت مدظلہ سے مصافحہ کیا۔ تعارف کے بعد پکتیا محاذ افغانستان کی عظیم مجاہد' فاتح و غازی دارالعلوم کے فاضل و سابق مدرس مولانا جلال الدین حقانی کا سلام اور خصوصی پیغام عرض کیا۔ اور محاذ جنگ کی تازہ ترین رپورٹ پیش کی۔ محاذ جنگ کا نام آیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اس مہمان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔ چہرہ اقدس پر تجسس اور تفکر کے آثار ہویدا تھے مہمان نے عرض کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین حقانی نے سلام عرض کئے ہیں اور مجھے خصوصیت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کی ہے اور کہا ہے کہ میں وہاں کی تازہ ترین صورت حال اور حالیہ کامرانی و غیبی نصرت خداوندی کی بشارت بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دوں۔

خوست کے قریب منزہ کے مقام پر روسی دشمن فوجوں سے زبردست معرکہ ہوا۔ دشمن جدید اسلحہ سے لیس ہر طرح مسلح اور تیار اور بڑی تعداد کے ساتھ مجاہدین پر حملہ آور ہوا مگر خدا کے فضل و عنایت مہربانی اور آپ حضرت کی خصوصی توجہ و دعا کے صدقے اللہ کریم نے مجاہدین کو مولانا جلال الدین کی قیادت میں استقامت اور پامردی سے نوازا۔

مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے دشمن نے زمین پر جگہ جگہ بارودی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔ ہمارے رفقا بڑے محتاط مگر بڑی بے جگری اور شجاعت سے لڑتے رہے۔ دارالعلوم کے دیگر فضلا بھی اس معرکہ میں مولانا جلال الدین کے ہمراہ تھے۔ مولانا دیندار حقانی ' مولانا عبدالحکیم حقانی اور ان کے بعض رفقاء زخمی ہوئے اور انہیں پشاور ہسپتال پہنچا دیا گیا ہی مولانا عبدالحلیم کا بھتیجا جو دارالعلوم کا فاضل ہے وہ بھی اس میدان کارزار میں سرگرم رہا۔

اس لڑائی میں مجاہدین کے تین آدمی شہید اور چھ زخمی ہوئے مگر مجاہدین نے دشمن کے ۱۵ فوجی جن میں افسر بھی ہیں جہنم رسید کر دئے ان کے نوے افراد قیدی بنائے گئے جن میں ان کے فوجی افسر بھی شامل ہیں اس دفعہ مجاہدین نے ایسے مستحکم انداز سے مورچہ بندی کی تھی کہ دشمن کے ہوائی جہاز بھی وہاں سے نہیں گذر سکتے تھے۔ اس معرکہ میں دشمن کے دو جہاز بھی مار گرائے۔ مجاہدین کی فتح اور غلبہ و کامیابی کی خبر پر حضرت کو بے حد مسرت ہوئی اور بڑے حسرت و ارمان سے ارشاد فرمایا۔

ایسے حالات سن کر مجھے مولانا احمد گل حقانی شہید اور مولانا فتح اللہ حقانی شہید کی یاد دلاتی ہے ۔ انہوں نے ساری زندگی ایک بڑی قوت سے جہاد کیا اور خود کو جہاد و قربانی کے لئے وقف کر دیا تھا ۔ حضرت شیخ الحدیث کے دریافت کرنے پر افغان مجاہد نے عرض کیا ۔ روسی قیدیوں کو گرفتار کر کے اب ہم اپنے مراکز میں ان سے کام لے رہے ہیں مورچے بنواتے ہیں ۔ لکڑیاں کٹواتے ہیں زمین کی کھدائی کا کام لیتے ہیں ۔

شیخ الحدیث مدظلہ ، دیر تک اللہ کا شکر ادا کرتے رہے اور ارشاد فرمایا :۔

روس کے نام سے دنیا خائف تھی لوگ اسے ناقابل شکست طاقت سمجھ رہے تھے مگر الحمد للہ کہ مجاہدین کے مسلسل سات سالہ جہاد سے اس کا بھرم جاتا رہا ۔

میں تکبرا" نہیں کہہ رہا ۔ اللہ غرور اور تکبر سے بچائے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے احسان فرمایا کہ نہتے مہاجرین و مجاہدین کو استقامت و توفیق دی ۔

بہرحال ہم یہ نہیں کہہ رہے ہمارے فضلاء کا کارنامہ نہیں ۔ افغان مجاہدین کا ذاتی کمال نہیں ۔ خالص اللہ کا فضل و عطا اور احسان ہے ۔

جب انسان یہ سمجھنے لگے کہ ہم کرتے ہیں ہم کر رہے ہیں ہم نے کیا ہے ہم کریں گے ہم بھی کچھ ہیں یا ان چیزوں کا خیال بھی دل میں آ جائے تو بعض اوقات نسبتوں کے دعاوی اور زعم پر یہ نعمت چھین لی جاتی ہے ۔ اللہ غرور و تکبر سے محفوظ رکھے ۔

مجبے با اہل حق صفحہ نمبر۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳

جہاد افغانستان

اس مجلس میں محاذ جنگ سے آئے ہوئے مجاہدین کی طرف متوجہ ہوئے ان کی خیریت اور حال احوال دریافت فرمایا مختلف محاذوں پر روسی دشمن سے برسرپیکار علماء اور حقانی فضلاء مولانا فتح اللہ حقانی مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ ہم کی خیریت وغیرہ دریافت فرمائی ۔ ارگون کے محاذ جنگ کی تفصیلات معلوم کیں جب مولانا عبدالمنان نے بتایا کہ آج کل وہاں سخت سردی پڑ رہی ہے ابھی چند روز قبل آٹھ مجاہدین برف میں دھنس کر شہید ہو گئے بعض کے پاؤں ٹھٹھر کر بیکار ہو گئے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بے حد رنجیدہ ہوئے چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور اس کیفیت کا دیر تک اثر رہا ۔ شہداء کے لئے دعائیں فرماتے رہے ۔ حاضرین سے اور طلبہ دارالعلوم سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت ورفع درجات کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمام اہل اسلام کے لئے افغان مجاہدین کی ثابت قدمی ، جذبہ ، جہاد ، شوق شہادت اور بے مثال قربانی ، سرمایہ فخر و سعادت ہے بالخصوص ہمارے لئے اور دارالعلوم حقانیہ کے لئے آپ حضرات اور دارالعلوم کے جملہ فضلاء اور طلبہ کا میدان کارزار میں مجاہدانہ کردار دنیا و آخرت کا بہترین سرمایہ اور ذریعہ نجات ہے ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مجاہدین کی حد درجہ قدر افزائی کی الحاح و تضرع سے دعائیں کیں اور پھر اپنی دست مبارک سے خاصی رقم بھی مجاہدین میں تقسیم فرمائی ۔

ارگون کے محاذ جنگ کے ایک مجاہد عالم مولانا بادشاہ گل جو کئی سال تک دارالعلوم حقانیہ میں تحصیل علم کرتے رہے نے عرض کیا ۔ حضرت میں نے اپنے مجاہد ساتھیوں اور محاذ جنگ پر برسرپیکار رفقاء کی جماعت کا نام تحریک جنود اللہ رکھا ہے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا ۔

ماشاء اللہ خوب ہے نام کا اثر کام پر ہوتا ہے خدا برکت دے اور یہ نیک فال ہے فان جندنا لھم الغلبون اور بے شک ہماری فوجیں غالب آئیں گی ۔

مجبے با اہل حق صفحہ نمبر ۲۱۳ ، ۲۱۴

جہاد افغانستان ، تحریک نفاذ شریعت اور اہل علم کی ذمہ داریاں

علماء اور دارالعلوم کے فضلاء کی ایک جماعت سے گفتگو کے دوران حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ارشادات کے بعض حصے محفوظ کر لئے گئے تھے ۔ ارشاد فرمایا:

ہم روزانہ نماز میں اور بغیر نماز کے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں ۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم یہ قرآن یہ اللہ کی کتاب صراط مستقیم کی تفصیل ہے ضالین اور مغضوب علیھم کی راہ سے احتراز اور نجات کی تعلیم اس سورت فاتحہ میں دی گئی ہے اور ہم نماز میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں ۔

یہ جتنی کوششیں شروع ہیں یہ آپ حضرات علماء کرام اور جمعیت علماء اسلام کے اکابر جو جلسے کر رہے ہیں اور آپ نے جو جگہ جگہ اور پشاور میں علماء کنونشن کے لئے محنت کی ہے یہ سب اس لئے ہے کہ اس ملک کے اجتماعی نظام ، صراط مستقیم ہو صراط مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل کئے ہیں منعم علیھم کی راہ صراط مستقیم ہے یہ انبیاء شہداء صدیقین اور صالحین کی راہ ہے ۔

آج ہمارا ملک نازک حالات سے دو چار ہے اور ہم دو فتنوں کی نرغے میں ہیں ایک طرف حکومت کا رویہ منافقانہ ہے ۔ شریعت بل سے تاخیری حربے کھیلے جا رہے ہیں بلکہ اب تو کھل کر مخالفت کی جا رہی ہے ۔ دوسری طرف سوشلزم کا عفریت پھر سے زندہ ہو کر آ گیا ہے ۔ بے دین قوتیں زندہ ہو گئی ہیں سیکولرازم اور بے دینی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے لوگ ضلالت کے راستے پر دوڑے جا رہے ہیں جس طرح مداری ڈگڈگی بجاتا ہے سب اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں خدا افغان مجاہدین کو زندہ رکھے اور استقامت اور فتح عطا فرمائے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو سرحد اور بلوچستان کبھی کے روس کے قبضے میں ہوتے آج افغان مجاہدین اگر افغانستان کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تو دوسری طرف پاکستان کے دفاع کی جنگ بھی لڑ رہے ہیں ۔

الحمد للہ :۔ جس طرح پاکستان میں دینی مدارس اور مختلف تبلیغی اور تعلیمی محاذات پر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء مصروف کار ہیں اسی طرح گلگت سے لے کر کراچی تک اور خیبر تک جو ہزاروں مجاہدین پھیلے ہوئے ہیں اور ادھر محاذ جنگ پر برسرپیکار ہیں ۔ ان میں اکثریت دارالعلوم کے فضلاء کی ہے مولانا جلال الدین حقانی ، مولانا امیر جان حقانی ، مولانا فتح اللہ حقانی مولانا یونس خالص یہ سب دارالعلوم کے فضلاء ہیں اور یہاں کے تربیت یافتہ ہیں ۔

ابھی پچھلے دنوں مولانا جلال الدین حقانی پکتیا کے محاذ پر زخمی ہوئے اور ان کے ۸۳ رفقا شہید ہوئے تو مولانا جلال الدین کہہ رہے تھے کہ میں شہادت کی تمنا لے کر لڑ رہا ہوں ۔ میرے ساتھیوں کو شہادت کے سعادتیں حاصل ہو رہی ہیں ۔ اور میں بدنصیب ہوں کہ محروم ہو رہا ہوں ۔

خالد بن ولید اسلام کے بڑے جرنیل ہیں ۔ شاید ہی کوئی جنگ ایسی ہوئی جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں جسم میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں تیر یا تلوار کا زخم نہ ہوا ہو ۔ تمنا تھی کہ میدان جنگ میں شہید ہوں مگر انہیں سیف من سیو اللہ کا خطاب مل چکا تھا ۔ اللہ کی تلوار کب ٹوٹنے کی تھی ۔

بہرحال تعطیلات میں بھی ہمارے طلبہ جہاد افغانستان میں شریک ہوتے ہیں اب بھی طلبہ کی کئی ایک جماعتیں شریک جہاد ہیں۔

چھپے با الحق صفحہ نمبر ۲۱۵ تا ۲۱۷

افغان مجاہدین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی غیبی نصرتیں

حسب معمول حاضر خدمت ہوا افغان مجاہدین کی کئی جماعتیں حاضر تھی۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور طلبہ بھی موجود تھے۔ اکوڑہ والے بھی آ جا رہے تھے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ درمیان میں گھرے ہوئے تھے مجھے بھی دور ایک کونہ میں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ کئی روز سے بیمار تھے۔ اس لئے ضعف آگیا تھا۔ آواز میں دھیما پن ہونے کی وجہ سے پوری بات کو سمجھ لینا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے کسی طریقہ سے راہ پیدا کر لی اور قریب پہنچ گیا۔

آج بھی کل کی طرح حضرت مدظلہ کی پوری توجہ اور انہماک مجاہدین سے رہا جن میں زیادہ تعداد دارالعلوم کے فضلاء کی تھی۔ میدان جنگ، جہاد کی نئی صورت حال افغان اور روسی فوجوں کا جدید حملہ اور مجاہدین کی جرات و جانبداری اور اس سے بھی بڑھ کر ایک ایک مجاہد کا نام لے کر حضرت مدظلہ ان کے حالات دریافت فرما رہے تھے۔

ایک مجاہد نے عرض کیا کہ شنواری کے قریب پرسوں سے شدید جنگ شروع ہے روسی دشمن نے بہت بڑا حملہ کیا ہوا ہے مجاہدین دعا کی درخواست کر رہے ہیں

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا کہ جی ہاں کل پرسوں سے شنواری پر لڑائی کی خبریں آ رہی ہیں بے چین رہتا ہوں ہماری تو ہر وقت یہی دعا رہتی ہے کہ باری تعالیٰ کامیابی و کامرانی اور غیبی نصرت عطا فرمائے اور واقعہ ہے کہ باری تعالیٰ کی غیبی نصرتیں مجاہدین کے ساتھ شامل ہیں۔

کل پسوں یہاں محاذ جنگ سے آئی ہوئی ایک جماعت جن کی قیادت دارالعلوم کے فاضل کر رہے تھے نے بتایا کہ اب تو افغان فوجی اور روسی علی روس الاشہاد یہ کہتے اور اعتراف کرتے ہیں کہ بارہا ہم مجاہدین کی مٹھی بھر تعداد پ بڑے بڑے لشکروں سے بھی فتح نہ پا سکے کہ خفیہ رپورٹ کے مطابق چند ایک مجاہدین بڑے لشکروں اور مسلح برگیڈروں میں بدل جاتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے اور جیسے کہ محاذ جنگ سے آئے ہوئے ساتھی بتاتے ہیں کہ آج افغان روسی فوجوں کے سینکڑں بم بے اثر ہو کے رہ جاتے ہیں۔

مولانا محمد اختر حقانی جو دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء سے ہیں مولانا عبدالروف حقانی جو ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم سے دورہ کر چکے ہیں اور دونوں اس وقت جہاد کے میدان کارزار میں مصروف عمل ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی خیریت اور کامیابی کی اطلاعیں بھیجی ہیں پھر حاضرین سے فرمایا کہ سب مل کر ان کی فتح مندی اور کامیابی کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ روسی انیاب الاغوال سے اہل اسلام کو نجات دے۔

چھپے با الحق صفحہ نمبر ۲۲۲، ۲۲۳

کیا عجب کہ باری تعالیٰ مجاہدین کے ساتھ میدان جہاد میں کھڑا کر دے

حسب معمول حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس عصر میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ افغان مجاہدین کی بھی ایک جماعت حاضر خدمت تھی۔ مجاہدین کی اس جماعت میں دارالعلوم کے قدیم طلبہ اور بعض فضلاء بھی آئے ہوئے تھے۔ مولانا سعید اللہ صاحب حقانی جو دارالعلوم کے فاضل اور اب کئی سالوں سے جہاد افغانستان کے میدان کارزار میں مولانا جلال الدین حقانی کی ساتھ شانہ بشانہ بطور کماندان مصروف عمل ہیں انہوں نے حضرت مدظلہ سے عرض کیا۔ حضرت! میری حاضری کا مقصد زیارت و ملاقات، حصول دعا اور طلب اجازت ہے کہ اب تک میں مجاہدین کے ساتھ دینی مدارس میں تدریس کے ساتھ پکتیا اور خوست کے مختلف محاذوں پر لڑائیوں میں بھی شریک ہوتا رہا ہوں۔ اب میرے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ میں ابو ظبی جا کر وہاں مجاہدین کے دفاتر کا کام سنبھالوں۔ اس سفر کی اجازت مرحمت فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی توجہات اور استقامت کے لئے خصوصی دعاؤں میں بھی حصہ وافر عطا فرمائیں۔ پھر موصوف نے فرداً فرداً اپنی جماعت کے رفقاء کا تعارف کرایا۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نے ان کی گفتگو بڑی توجہ سے سنی بڑی توجہ و ابتہال اور تضرع و الحاح کے ساتھ ان کے لئے دعا کرتے رہے پھر اپنے ہاتھ سے مجاہدین میں نقدی بھی تقسیم فرمائی۔ او ارشاد فرمایا کاش! باری تعالیٰ اس کا موقع مرحمت فرماتے کہ اپنے مجاہدین بھائیوں بالخصوص فضلائے حقانیہ کے ساتھ میدان کارزار میں شانہ بشانہ کام کرتا کیا عجب تقدیر خداوندی ہم گناہ گاروں کی ستر پوشی کر دے اور غیب سے ایسی کوئی صورت بنا دے کہ خداتعالیٰ مجاہدین بھائیوں کے ساتھ میدان جہاد کی صف میں کھڑا کر دے۔

چھپے با الحق صفحہ نمبر ۲۶۰ ۲۶۱

افغان راہنما مولانا محمد یونس خالص کی امریکی صدر ریگن سے ملاقات

جہاد افغانستان کی مناسبت سے احقر نے عرض کیا۔ حضرت دارالعلوم حقانیہ اور آپ حضرات کی خصوصی تربیت کے بڑے اثرات اور انقلابی نتائج ظاہر ہو رہے ہیں یہ پرسوں جو اقوام متحدہ میں افغان مجاہد رہنما محمد یونس خالص نے امریکہ کے صدر ریگن سے ملاقات کی اور انہیں سات جماعتوں کی قیادت اور لیڈر شپ بھی حاصل ہے یہ سب دارالعلوم کے برکات ہیں۔

ارشاد فرمایا جی ہاں! ہماری کیا حیثیت ہے اور ہمارے کیا برکات ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہوا ہے یہ مولانا محمد یونس خالص صاحب کا اپنا اخلاص و للہیت اور دیانت و جذبہ جہاد ہے جس نے ان کو اس مقام تک پہنچایا ہے انہوں نے پوری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے انہوں نے بتایا تھا کہ میں صدر ریگن کو اسلام کی دعوت بھی دوں گا ان کی ملاقات او مذاکرات بڑے جرات مندانہ اور اپنے موقف پر استقامت کے ساتھ ساتھ اللہ کے جاہ و جلال پر ان کی نظر تھی اس لئے اللہ نے انہیں کامیابی بخشی۔ اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے ہیں مولانا محمد یونس خالص تو دارالعلوم کے قدیم فاضل ہیں ابھی دارالعلوم مسجد میں تھا انہوں نے دو دفعہ دورہ حدیث پڑھا ہے منطق اور فلسفہ کی بھی تمام کتابیں پڑھیں وہ زمانہ طالب علمی میں یہاں کی تعلیمی پالیسی جماعتی

کام اور دارالعلوم کے نظام کو دیکھ کر کبھی کبھی کہا کرتے کہ جب خدا مجھے حصول علم میں کامیابی عطا فرمائے گا تو میں بھی ایک جماعت اور اس طرح خدمت دین کا ایک منظم پروگرام بناؤں گا۔

کیا خبر تھی کہ اکوڑہ کے اس گمنام محلے میں لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے یہ فقیر اور درویش اپنے لباس میں شیر ہیں مستقبل کے عظیم مجاہد اور انقلابی رہنما ہیں۔

باری تعالیٰ فتح مندیوں اور کامیابیوں سے سرفراز فرمائے انہیں نے تو ہماری روح کو تازہ کر دیا ہے اب شدت سے ان کی واپسی اور ملاقات کا انتظار ہے باری تعالیٰ اسے تمام فضلاء حقانیہ مجاہدین اور افغان رہنماؤں کو عافیت سے رکھے اور کامیابیاں عطا فرمائے۔

بحوالہ الحق صفحہ نمبر ۲۶۱ ، ۲۶۲

افغان مجاہدین سے نسبت خدمت بھی آخرت کا وسیلہ نجات ہے۔

آج حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ مولانا محمد یونس خالص کی کامیابی کی وجہ سے بڑی بشاشت اور جمال میں تھے حالاں کہ صبح کو دوران رأس کی تکلیف بڑھ گئی تھی عصر کے وقت بھی اس کا اثر باقی تھا مگر مجاہدین کی ملاقات اور مولانا یونس خالص کی فتوحات نے حضرت کو اپنے درد و الم سے بے غم کر دیا تھا اور آپ آج مجاہدین کا بار بار تذکرہ کر کے خوش ہو رہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ ہمارے پاس عمل وغیرہ تو کچھ بھی نہیں ان مجاہدین سے نسبت خدمت ہے یقین ہے کہ یہی وسیلہ نجات بنے گا۔ بحوالہ الحق صفحہ نمبر ۲۶۲

افغان مجاہدین نہ ہوتے تو پاکستان نہ ہوتا

اب بھی اسلام کی کراماتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ افغان مجاہدین کے پاس نہ تو اسلحہ ہے نہ جہاز ہیں۔ اور نہ بم ہیں حتی کہ فاقے پر فاقے برداشت کر رہے ہیں مگر پھر بھی سردی گرمی سخت حالات میں وہ روس جیسی زبردست طاقت کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ افغانستان اور پاکستان کے لئے ایک مضبوط قلعہ بن چکے ہیں۔ اگر افغان مجاہدین نہ ہوتے تو نہ پاکستان ہوتا اور نہ مساجد و مدارس ہوتے مگر ان کے ساتھ اللہ کی امداد شامل حال ہے وہی بچانے والا اور حفاظت کرنے والا ہے تو میں عرض کر رہا تھا کہ

بحوالہ الحق صفحہ نمبر ۲۹۰ ، ۲۹۱

جہاد افغانستان میں فضلائے حقانیہ کا کردار

افغانستان کی جنگ میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء لڑ رہے ہیں۔ دشمن کے مقابلہ میں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاتی ہے مگر خدا نے انہیں کامیابیاں دیں کہ وہ علم کے تقاضے پورے کر کے نکلے ہیں۔

فلسطین میں جنگ ہے ۲ لاکھ یہودی چودہ کروڑ مسلمانوں کو لوہے کے چنے چبوا رہے ہیں۔ وہاں علمی قیادت نہیں ہے اسلامی قیادت کا فقدان ہے۔

ان تنصر اللہ ینصر کم فلسطین میں مسلمانوں نے اسلامی تہذیب و تمدن اور تعلیم و اخلاق ترک کر دیئے ہیں۔ لباس معاشرات شکل و صورت یہودیوں کی بنا رکھی ہے جب کہ افغانستان میں بدر و احد کی یاد تازہ ہو رہی ہے وہی اخلاق وہی صورت وہی جہاد وہی عمل لباس اس لئے خدا کی نصرتیں ان کے ساتھ ہے۔

بحوالہ الحق صفحہ نمبر ۳۰۹

میری بوڑھی اور ضعیف ہڈیوں کو جہاد افغانستان میں لگا دو

اس روز مولانا محمد زمان صاحب فاضل حقانیہ بھی حاضر خدمت ہوئے جو مولانا جلال دین حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ کے رفیق جہاد ہیں، انہوں نے عرض کیا حضرت! میں صرف دعا کے لئے حاضر خدمت ہوا ہوں کہ مولانا جلال الدین حقانی اور دوسرے حقانی فضلاء نے روسی کارمل مورچوں پر ایک سخت حملہ کر دیا ہے اور مجھے آپ کے پاس دعا کرانے کے لئے بھیجا ہے۔ دو روز سے شدید جنگ شروع ہے۔ مجاہدین کے دو ساتھی شہید ہو چکے ہیں یہ مورچے بڑے اہم ہیں اور ان پر روسی فوجوں کا قبضہ ہے جس سے مجاہدین کو بے حد تکلیف پہنچ رہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ حملے کا سن کو چونک پڑے مزید حالات دریافت فرمائے اور پھر تمام حاضرین سے فرمایا مجاہدین کی فتح یابی اور روس کارمل فوجوں کی تباہی کی دعائیں جاری رکھو۔ حضرت مدظلہ نے فرمایا بس آپ لوٹ جائیں مولانا جلال الدین حقانی اور ان کے رفقاء سے میرا سلام عرض کر دیں اور کہہ دیں کہ باہمت رہیں اور جب دشمن پر حملہ کریں تو کثرت سے اللهم امن روعاتنا و استر عوراتنا کا وظیفہ جاری رکھیں۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مولانا محمد زمان سے یہ بھی دریافت فرمایا، کہ آپ محاذ جنگ میں مصروف ہوں فرصت کے اوقات میں شعبہ تبلیغ و ارشاد میں کام کرتا ہوں اور مجاہدین کے اس شعبہ کی امارت میرے ذمہ ہے پھر مولانا محمد زمان حقانی کو حضرت مدظلہ نے رخصت فرمایا اور اپنی جیب خاص سے جہاد افغانستان کے کمانڈروں مولانا جلال الدین حقانی اور ان کے رفقاء کے لئے انہیں خصوصی رقم عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ تھوڑی حقیر رقم ان کی خدمت میں پیش کر دیں اور دیکھو مولانا جلال الدین حقانی سے عرض کر دینا کہ میری بوڑھی اور ٹوٹی ہوئی ہڈیاں اور میرے وجود کا یہ ضعیف لاشہ اگر جہاد افغانستان میں کام آ سکے تو ہرگز دریغ نہ کرنا اور میرے لئے حکم صادر فرمانا کہ اپنے وجود کی بوڑھی اور بوسیدہ ہڈیوں پر مشتمل لاشے کو مجاہدین کی صف تک پہنچا سکوں۔

بحوالہ الحق صفحہ نمبر ۳۲۵ ، ۳۲۶

افغانستان کے محاذ جنگ سے مکتوب اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا جواب

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و سابق مدرس ولایت پکتیا کے مجاہدین کے جرنیل مجاہد کبیر مولانا جلال الدین حقانی کی طرف سے یکم دسمبر کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے نام درج ذیل مضمون کا مکتوب موصول ہوا۔

آپ حضرات کو معلوم ہو کہ افغان ملحد حکومت نے اپنے جبر ظلم و بربریت کی بنا پر کثیر تعداد میں فوج بھیجنے کا ارادہ کر رکھا ہے تاکہ اپنے لئے گردیز سے خوست تک کے تمام راستے خالی کر دے۔ اور مجاہدین کے مراکز کو درمیان سے نکال دے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہاں مجاہدین کی تعداد کم ہے روسی فوجی بہت

زیادہ اور یلغار کے ساتھ آئی ہوئی ہے لہذا آپ حضرات سے درخواست ہے کہ خصوصیت کے ساتھ شب و روز کی دعاؤں اور مستجاب اوقات میں پر خلوص توجہات سے بھرپور نصرت فرمائیں اور اگر ہماری امداد کے لئے جہاد میں شرکت کی ممکنہ صورتیں اختیار کی جا سکیں تو نور علی نور ہو گا اور آپ حضرات کا بے حد کرم ہو گا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو جب مکتوب گرامی سنایا گیا تو بڑے بے چین ہوئے۔ ہر لمحہ مجاہدین کی کامیابی اور فتح مندی کی دعائیں ورد زبان تھیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور بعض سرکردہ طلبہ اور محاذ جنگ سے رابطہ رکھنے والے رفقاء سے مشاورت جاری تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے اشارات کو بھی طلبہ سمجھ رہے تھے۔ بالا آخر بعد العصر ۵۴ طلبہ کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ اور آپ کی اجازت سے باقاعدہ طور عملاً" محاذ جنگ میں شریک ہونے کا مشورہ چاہا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ طلبہ کی ذہانت اور مزاج شناسی پر بڑے خوش ہوئے بڑی خوشی سے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ خصوصی دعاؤں سے نوازا اور مجھے خصوصیت سے تاکید فرمائی کہ محاذ جنگ پر جانے والے طلبہ کے پیش آمدہ مسائل میں خصوصی دلچسپی لی جائے اور ان کی مشکلات حتی الوسع رفع کی جائیں۔

پھر احقر سے حضرت مولانا جلال الدین حقانی کی نام خط لکھواتے ہوئے ارشاد فرمایا اسوقت آپ حضرات پر جو کرب و الم اور مشکل حالات آئے ہیں جی چاہتا ہے کہ کسی بھی طریقہ سے میں آپ کے پاس پہنچ کر آپ کے شانہ بشانہ روسی دشمن سے مقابلہ میں شریک ہوں۔ اب بھی میرا ڈھانچہ اور لاشہ اگر کسی بھی کام آ سکے میدان کارزار میں تو مجھے اس سعادت سے ہرگز محروم نہ کیجئے گا۔ ہروقت آپ کی کامیابی اور عافیت کے لئے دل سے دعاگو رہتا ہوں۔ درس حدیث اور ہر نماز کے بعد آپ حضرت کی فتح مندی کی دعائیں کرتا ہوں آپ کے حکم پر ۵۴ مجاہدین کی ایک جماعت بھیج رہا ہوں۔ یہ سب آپ کے خادم اور آپ کے اشارہ ابرو پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں اور کچھ نقدی رقم بھی جماعت کے امیر کے حوالے کر دی ہے اسے اپنے مجاہدین کے مصارف میں استعمال فرمایئے۔ خدا کرے کہ جلد اپنی عافیت اور فتح مندی کی بشارت سے اس گناہ گار کو مطلع کر سکیں۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت کی سرخروئیوں سے نوازے۔ آمین

اس کی بعد مجاہدین طلبہ کی جماعت کو رخصت کرتے ہوئے بڑی گریہ والحاح کے ساتھ دعا فرمائی۔ حضرت شیخ الحدیث کا جذبہ تھا کہ مجھے کھڑا کر دیا جائے تاکہ مجاہدین طلبہ کو اعزاز کے ساتھ رخصت کر سکوں مگر طلبہ نے باصرار آپ کو اٹھنے کی زحمت نہیں دی اور بیٹھے بیٹھے آپ سے معانقے اور مصافحے کرتے رہے۔ اور دعائیں لیتے رہے دوسرے روز صبح ۸ بجے اس قافلہ کی سوئے منزل روانگی ہوئی۔

چھپے بااہل حق صفحہ نمبر ۳۳۵ تا ۳۳۷

مجاہدین کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے

حسب معمول مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں بعد العصر حاضری کا موقع ملا۔ دور دراز سے علماء آئے ہوئے تھے۔ افغان مجاہدین کی ایک جماعت بھی حاضر خدمت تھی۔ کالج کے چند نوجوان طلبہ افغان مسائل پر حضرت اقدس سے استفسار کر رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا کل افغان مجاہدین کی ایک جماعت آئی تھی۔ غازیوں اور مجاہدوں کی ایک جماعت میں تو ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت سمجھتا ہوں مختلف محاذوں پر ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا تھا۔ بعض رفقاء کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔ ایک دو نوجوانوں کے پاؤں کاٹ دئے گئے تھے بعض ابھی ہسپتالوں سے فارغ ہوئے تھے ان سب مصائب اور ہجرت اور مسافرت اس پر مستزاد مگر ان کے چہرے نورانی تھے۔ انوارات اور بشاشت چھائی ہوئی تھی۔ ہیبت اور رعب اور دبدبہ معلوم ہوتا تھا۔ میں تو حیران رہ گیا بہرحال اس میں ریب اور شک کی گنجائش نہیں۔ یہ اس وقت عظیم جہاد ہے اس کے جہاد ہونے میں امت کا اجماع ہے یہ مجاہدین کی قربانیاں ہیں جس قدر قربانیاں زیادہ ہوں گی وہ موجب نجات ہیں۔ چھپے بااہل حق صفحہ نمبر ۳۴۴

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور زعماء جہاد کے بعض مجالس کی جھلکیاں

جب سے جہاد افغانستان شروع ہوا ہے۔ تب سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے ہاں افغان مجاہدین ان کے قائدین اور وفود حاضر ہوتے رہتے ہیں جن میں سے بیشتر حضرت مدظلہ کے تلامذہ اور خاص متوسلین اور فضلاء حقانیہ ہیں۔ جہاد میدان جنگ مجاہدین، مہاجرین ملکی و سیاسی مسائل اور دیگر اہم امور میں حضرت اقدس سے تبادلہ خیالات کرتے اور دعائیں لیتے ہیں۔ بعض مجالس کے اہم نکات کو کبھی کبھی نوٹ کر لیتا ہوں۔ حال ہی میں (جنوری ۱۹۸۳ء) کی مرکزی قیادت کی تین بڑے وفد آئے اور حضرت اقدس سے تبادلہ خیالات کیا۔ احقر نے وہ مذاکرہ اور بات چیت اسی وقت قلم بند کر لی جس کا قابل اشاعت حصہ پیش خدمت ہے۔ موجودہ مجالسی گفتگو سے جہاد افغانستان کے کئی اہم گوشوں پر براہ راست اور چشم دید ذرائع سے روشنی پڑ رہی ہے اس لئے نذر قارئین ہے:۔

حضرت مدظلہ کے پاس آنے والے ان مجاہدین زعماء میں سب وہی لوگ تھے جو اس وقت روسی جارحیت سے برسرپیکار ہیں۔ سب متشرع، سنت کے مطابق داڑھیاں افغانی طرز کا مخصوص لباس، پرہیبت دستار، مجاہدانہ عظمت اور وقار کبھی ظاہرا" اور کبھی خفیہ نہایت جدید آتشیں اسلحہ سے لیس اردگرد رائفل بردار محافظین کی جھرمٹ گویا جیسے شہدائے بالاکوٹ کی روحیں پھر سے مجسم بن کر میدان کارزار میں وارد ہوئی ہیں ان کے چہروں پر نور اور دل نور ایمان سے معمور تھے۔

سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے، ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے، اللہ کے لئے جان دینے والے، شریعت پر جینے اور مرنے والے، جہاد کے نشہ میں سرشار، متقی و عبادت گذار، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سید احمد شہید کے قافلہ کے سپاہی ہیں جو جنگ کے محاذوں پر دشمن سے لڑ لڑ کر اب حددرجہ بے تابانہ اشتیاق سے زیارت و ملاقات اور آگاہی حالات کی غرض سے اپنے امیر سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت اقدس مدظلہ بھی معزز مہمانوں کا پرجوش استقبال فرماتے رہے۔ باوجود کمزوری نقاہت اور شدت ضعف کے دو آدمیوں کے سہارے کھڑے ہو کر اللہ کے دین کے ان سپاہیوں سے فردا" فردا" پرتپاک انداز سے سینہ بسینہ ملتے رہے۔ دارالعلوم حقانیہ کی دفتر اہتمام میں ان کی ضیافتیں کیں اور پہلے وفد کی آمد (۱۰ جنوری) کے موقع پر ارشاد فرمایا۔

حضرت شیخ

ہمارے آقا سیدالاولین ولا آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۵۴ سال کی عمر کے بعد زندگی میں ۱۱ غزوات میں خود شرکت فرمائی اور ۵۶ سرایا کو اپنی نگرانی میں اہم مہمات پر بھیجا۔ اہل اسلام کے لئے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ کا رہنما اصول موجود ہے۔

کافی عرصہ سے اور غالباً" سید احمد شہید کے زمانہ سے جہاد بالسیف عملاً" ختم ہو چکا تھا اور ہمارے اپنے علماء طبقہ میں بھی اس سلسلہ میں بھی حددرجہ سستی اور تساہل آگیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں اور بالخصوص آپ علماء حضرات پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اپنے دین کی نصرت کے لئے روسی جارحیت کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔

آپ حضرات علماء ہیں۔ آپ کا خلوص مخلصانہ ولولہ جہاد اور میدان جہاد میں سرفروشانہ کردار حقیقتاً" پورے اہل اسلام کے لئے حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔ گو آپ کے مقابلہ میں دشمن بڑا طاقت ور مسلح غدار اور عیار اور مکار ہے مگر انشاء اللہ دشمن کو ضرور شکست فاش ہو گی۔ ان تنصر اللہ ینصرکم اور اس سے پہلے بھی نظیریں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ

یہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے ارکان علماء، مدرسین فضلاء اور طلباء مجاہدین افغانستان کے ادنیٰ غلام اور خادم ہیں اور ہم باری تعالیٰ کے حد درجہ شکر گذار ہیں کہ آج واقعتہ" عملی طور پر بھی ہمارے حقانی فضلاء اور طلباء چترال سے لے کر کوئٹہ تک جہاد افغانستان میں عملاً" آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

ایک مجاہد

وفد کے ایک ساتھی آگے بڑھے۔ یہ مولانا عبدالستار صدیق صاحب تھے جو بڑے جید عالم اور نورالمدارس کے فاضل ہیں نے عرض کیا۔

حضرت! ہم سب دارالعلوم حقانیہ کو اپنی تربیت گاہ سمجھتے ہیں اور ہمارا یقین ہے کہ دارالعلوم حقانیہ عملاً" بھی اپنے نام کا مصداق ہے۔

حضرت شیخ

آج کل تو سخت سردی پڑ رہی ہے۔ برف بھی پڑی ہو گی دوسری طرف دشمن بھی طاقت ور ہے اور مجاہدین کے ہاں بظاہر، ظاہری اسباب اور وسائل بھی بہت کم بلکہ مفقود ہیں تو ......

ایک مجاہد

حضرت! اس کے باوجود دشمن کے ہر حملے کا نتیجہ صفر واقع ہو رہا ہے۔ دشمن مجاہدین کے ٹھکانوں کو تاک میں رکھتا ہے۔ اور ان کے ٹھکانوں پر ہر وقت بمباری جاری رہتی ہے۔ بمباری سے آگ بھڑک اٹھتی ہے اور دشمن کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس مورچہ میں جس قدر مجاہدین ہیں سب ہلاک ہو گئے ہیں مگر باری تعالیٰ ہماری حفاظت فرماتا ہے جس پر دشمن بھی حیران ہو کے رہ جاتا ہے کہ کل کو پھر مجاہدین اپنے انہی ٹھکانوں میں محفوظ موجود اور دشمن سے مقابلہ کرتے نظر آتے ہیں۔

حضرت شیخ

یہ آئے دن جو آپ کی اطلاعات آتی رہتی ہیں۔ کہ دشمن کے بعض افراد مجاہدین سے مل رہے ہیں اور ....

ایک معزز عالم دین

خلقی لوگ جو اپنا عقیدہ بدل چکے ہیں وہ مجاہدین کا ساتھ نہیں دیتے او اگر کبھی شامل بھی ہو جائیں تو جلد ہی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دھوکہ اور جاسوسی کی غرض سے آتے ہیں تاہم ایسے افراد بحمد اللہ چھپے نہیں رہتے جلد ہی پہچان لئے جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سہواً" اور غلط فہمی سے دشمن کے ساتھ لگ گئے ہیں! ایسے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور مجاہدین کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ مجاہدین دونوں قسم کے لوگوں م جلد امتیاز کر لیتے ہیں۔

حضرت شیخ

حضرت نورالمشائخ کے متعلق بھی کچھ معلوم ہوا ہے؟

قائد وفد

نہیں، ان کا کچھ بھی علم نہیں۔ ان کی زندگی اور موت کا کچھ بھی پتہ نہ لگ سکا مشائخ اور علماء کرام کی عام گرفتاریاں تو ترکئی کے انقلاب سے تاحال حددرجہ ظالمانہ انداز او دہشت گردی سے جاری ہیں۔ بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے (خدا نہ کرے) وہ شہید ہو چکے ہیں (کیونکہ ان کی زندگی کی قوم اور ملک و ملت کو اشد ضرورت ہے) کیونکہ جو بھی ایک مرتبہ گرفتار ہوا ہے پھر اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کہاں ہے یا دشمن نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

۱۲ جنوری ۸۳ء

کیا دیکھتا ہوں کہ آج پھر مجاہدین افغانستان کی مرکزی قیادت کا ایک دوسرا بہت بڑا وفد جس میں علماء او مشائخ مختلف جنگی محاذوں کے قائدین اور کئی حقانی فضلاء بھی شامل ہیں۔ سب ادب وقار سے دو زانو بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو کر حضرت اقدس کے ارشادات سن رہے ہیں۔

حضرت شیخ

آپ حضرات کو خداوند قدوس نے روسی دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا ہے۔ آپ کا یہ عظیم جہاد نہ صرف افغانستان اور پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے حفاظت کا ایک زبردست قلعہ ہے اگر آپ حضرات اسلامی جہاد کی صورت میں عزم و استقلال کے ساتھ اس خونی دشمن کا مقابلہ نہ کرتے تو آج یقیناً" آپ کا یہ دارالعلوم حقانیہ بھی طالبان علوم نبوت کی درسگاہ ہونے کی بجائے گھوڑوں کا اصطبل بن چکا ہوتا جیسا کہ سمرقند اور بخارا، ایک زمانہ میں علوم اسلامیہ کا مرکز تھے۔ مگر آج روسی استبداد کی وجہ سے وہاں کے دینی مدارس اور مساجد حیوانات کے اصطبل بن چکے ہیں۔

ویسے تو خداوند قدوس اپنی دین کا خود محافظ ہے اور جس سے چاہتا ہے حفاظت لے لیتا ہے مگر آج باری تعالیٰ اپنے پیارے دین کی حفاظت کا کام جہاد کی صورت میں آپ علماء حضرات سے لے رہا ہے ۔ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ مجاہدین کی قیادت بھی کر رہے ہیں اور دوسری طرف سپاہیانہ کردار بھی ادا کر رہے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ حالیہ جہاد افغانستان میں قیادت بھی علماء کے ہاتھ میں ہے میدان میں سپاہیانہ مقابلہ بھی علماء کر رہے ہیں ۔ ویسے عام عوام جنہیں علم اور اہل علم کی صحبت اور ہم نشینی بہت کم حاصل ☆ہوتی ہے عام طور پر ایسے بڑے اور عظیم جہاد میں شرکت اور قربانیوں کی سعادت سے محروم رہتے ہیں اور آپ حضرات خوب جانتے ہیں کیونکہ اپ اس میدان میں اتر چکے ہیں ۔ کہ بعض اوقات مجاہدین کو عوام کا قلبی تعاون بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔

قائد وفد

اس کے بعد وفد کے قائد نے تمام ارکان کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا ۔

محترمہ ! ہمارا یہ وفد جو خدمت اقدس میں حاضر ہے اس میں بڑے اور عظیم مشائخ ہیں علماء اور مدرس بھی ہیں اور میدان جنگ کے مختلف محاذوں کے قائد اور رہنما بھی ہمیں کل حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی (صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ) کی وفات کی اطلاع ہوئی ۔ حددرجہ صدمہ ہوا ۔ ان کی وفات سے آپ کو اور دارالعلوم حقانیہ کو جو صدمہ پہنچا ہے ہم بھی اس میں آپکے ساتھ برابر کے شریک ہیں ۔ ہمارا یقین ہے کہ آپ کا وجود اقدس خداوند قدوس کے نزدیک برکت کا اساس ہے ۔ افغانستان کے تمام علماء اور علوم دینہ کے طلباء (جن کی تعداد تقریباً ٥ لاکھ ہے) آپ سب کی عقیدت اور خلوص و محبت کا مرکز ہیں ۔

آپ ہی کے وجود مسعود سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو وجود دیا ۔ افغانستان میں علماء کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی ہے ۔ افغانستان کے سب علماء کا عقیدہ اور نظریہ وہی ہے جو دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ اور اکابر اساتذہ کا ہے ہم سب فکر و نظر کے لحاظ سے ایک ہیں ۔

یہ جہاد جس میں آپ کی ہمدردیاں تعاون اور پرخلوص دعائیں جس طرح ہمارا ساتھ دے رہے ہیں ہم سے کسی طرح بھی پوشیدہ نہیں ہیں ۔ آپ کی پرخلوص دعاؤں سے ہمیں عین میدان کارزار میں زبردست کمک حاصل ہوتی ہے یہ بجا ہے کہ گذشتہ دور میں ہمارے افغانستان کے علماء سیاسی میدان میں نہیں اترے اور نہ ہی اترنا ضروری سمجھتے تھے اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہاں کے علماء نے قوم کی کوئی سیاسی خدمت نہیں کی البتہ افغانستان کے علماء نے یہ کام ضرور کیا کہ وہاں کی عوام کا ایک خاص ذہن بنایا اور ان کے ذہنوں میں دین کی عظمت بٹھائی جس کا نتیجہ آج دنیا دیکھ رہی ہے ۔ کہ روس جو عالمگیر طاقت بن چکا ہے ۔ آج دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کے مقابلہ کی جرات نہیں کر سکتی اس کے مقابلہ میں افغان مجاہدین نکل آئے ہیں ۔ وہاں کے علماء ہی کی عظیم خدمت ہے کہ غریب نہتے عوام کا روس کی عظیم طاقت کے ساتھ ' نہتے ہاتھوں جہاد جاری ہے ۔

حضرت ! افغانستان کی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یہ حالیہ جہاد صرف افغانستان کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام کے تحفظ کا جہاد ہے ہمارے اس جہاد کا اصل سرچشمہ علماء دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ ہیں ہمارے ہاں اکثر علماء دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں ۔ میدان جنگ میں بھی حقانی فضلاء جس انداز سے جرات و کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں ایک دنیا ورطہ حیرت میں ڈوب کے رہ جاتی ہے ۔ حقانی فضلاء کا وہاں کے عوام پر بھی زبردست اثر ہے ۔ حقانی فضلاء جدھر بھی رخ کرتے ہیں اور جہاں بھی ہوتے ہیں ان کے چہروں سے حقانیت کا نور ٹپکتا ہے یہ سب آپ کی دعاؤں کی برکات ہیں ہمارے اس جہاد کا اصل مرکز آپ کا وجود گرامی ہے جس کی صحت اور بقاء کے لئے ہم ہروقت دعاگو رہتے ہیں ۔

حضرت ! ہم سے حاضر ہونے میں جو قدرے تاخیر ہو جاتی ہے اس کی معذرت چاہتے ہیں ۔ ہمارے حالات کے پیش نظر امید ہے کہ ہمارے اس قصور کو معاف فرمائیں گے ۔

ہم آپ کی مجلس اور اس میں بیٹھنے کو جنت یقین کرتے ہیں اور اس کے لئے بیتاب رہتے ہیں لیکن کیا کریں ادھر بھی ذمہ دارایاں ہیں ' مصروفیات ہیں جہاد مہاجرین کی نگہداشت شہدا کی تجہیز و تکفین اور معاشی ضروریات اسلحہ کی کمی ملکی و غیر ملکی مسائل اور سیاسی مسائل اور اس نوعیت کے کئی عوارض ہیں جن کی بناء پر یہاں حاضری میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس موقع پر حضرت اقدس کی آنکھیں اشکبار اور چہرہ پر حددرجہ تفکر اور اضطراب کی سی کیفیت طاری تھی ۔

حضرت شیخ

میں اپنی نجات اور اپنی فلاح و کامیابی کے لئے افغان مجاہدین کی غلامی پر فخر محسوس کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ایمان تب محفوظ ہے جب اللہ رب العزت آپ مجاہدین حضرات کے خدام میں ہمارا شمار کر لے ۔ ہم جب دارالعلوم دیوبند میں تھے ۔ غالباً وہ زمانہ افغانستان میں ! میرامان اللہ خان کے اقتدار کا تھا تو دیوبند کے مشائخ اور اساتذہ نے وہاں دیوبند سے جو حریت اور آزادی کا نعرہ بلند کیا ۔ افغانستان میں اپنے تلانذہ بھیجے اور وہاں سے آنے والے طلباء کو آزادی کا سبق پڑھایا ۔ ہم میں اگرچہ وہ ہمت نہیں رہی اور نہ ہی اس عظیم منصب کے اہل ہیں تاہم علماء دیوبند کی غلامی اور کفش برادری پر فخر محسوس کرتے ہیں اس لئے انہوں نے جو حریت آزادی اور جہاد کا سبق پڑھایا ہے اس پر جان دینا عین ایمان سمجھتے ہیں اور یہی بات طلباء سے کہتا رہتا ہوں ۔ اس وقت بھی ہمارے دارالعلوم حقانیہ میں افغانستان کے نصف سے زائد طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں جب سے جہاد شروع ہوا ہے تب سے دارالعلوم حقانیہ نے بھی افغان طلباء اور ان کی علاوہ جہاد میں شرکت کرنے والے تمام طلباء سے داخلے حاضری اور آنے جانے پر ہر قسم کی پابندی ختم کر دی ہیں طلباء کی جماعتیں جاتی ہیں جو ماہ دو ماہ اور اس سے زائد جہاد میں شریک ہو کر جب واپس آتی ہیں تو دوسری جماعتیں روانہ ہو جاتی ہیں ہم نے ایسے طلباء سے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ تمہارے قضا شدہ اسباق کا ہم انتظام کریں گے تم خوب دل جمعی سے مصروف جہاد رہو

اے کاش ! بڑھاپا کمزوری ' ضعف اور نابینائی اور یہاں کی اہم ذمہ دارایاں مانع نہ ہوتیں کاش مجاہدین کے ساتھ میدان جنگ میں شانہ بشانہ لڑتا بس اب تو یہی تمنا رہ گئی ہے ۔

قائد وفد

حضرت ! یہ سب مجاہدین اور ان کی قائدین آپ کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے درخت ہیں ۔ اس جہاد کی بنیاد بھی حقیقت میں آپ نے اور آپ کے مخلص تلانده نے رکھی ہے ۔

ایک مجاہد

حضرت ! ہم تو دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں ۔ میدان جہاد میں جہاں بھی ایک عالم دین ہوتا ہے آپ کے مدرسہ کے طلباء تو وہاں لڑائی میں بھی خوب جوش رہتا ہے لڑنے میں بھی مزہ آتا ہے اور الحمد للہ کہ غلبہ بھی مجاہدین کو حاصل رہتا ہے اور جب بعض اوقات بڑے علماء یا محاذ جنگ کے قائدین سے کوئی شہید ہوتا ہے تو دل کو دھچکا بھی خوب ......

حضرت شیخ

جی ہاں ! غزوہ احد میں بھی جب بڑے بڑے صحابہ کرام شہید ہوئے تو مسلمانوں کو اس سے طبعی رنج اور پریشانی لاحق ہوتی تو اللہ رب العزت نے ان کی تسکین قلب کے لئے وحی نازل فرمائی ۔ یعنی جہاں خدا تعالی یہ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول صلعم کی امت میں اولیا ہوں اتقیا ہوں علماء ہوں وہاں یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس امت میں شہدا بھی ہوں ۔ شہادت بھی امت ہی کی فضیلت کا باعث ہے خداوند تعالی اپنے جس بندے کا مقام اور رتبہ بلند کرنا چاہتے ہیں تو اسے مقام شہادت سے نوازتے ہیں اللہ والوں کو شہادت سے مزید بلند ہستی حاصل ہوتی ہے پست ہستی نہیں ۔ اگر مادی وسائل اور ظاہری اسباب پر نظر ڈالی جائے تو پھر عقل یہی کہتی ہے کہ اب مجاہدین کو فنا ہو جانا چاہیئے تھا اور تحت الاسباب کسی مجاہد کا وجود کبھی نظر نہ آتا مگر باری تعالی اپنے فضل و کرم سے آپ مجاہدین حضرات کی زبردست نصرت فرما رہے ہیں

ہمارے ایک فاضل نے جو میدان جہاد سے ایک روز ملنے آئے تھے بتایا کہ ایک روز میدان جہاد میں شام کو میں اپنے اللہ کے حضور دعا کی کہ اللہ ! میرے پاس اسلحہ وغیرہ تو کچھ نہیں اور اگر کچھ ہے تو وہ صرف یہ عصاء ہے جسے میں ہاتھ میں تھامے ہوئے ہوں ۔ میرے اللہ تو قادر کریم ذات ہے میرے اللہ تو اپنی قدرت کاملہ ہے اس عصا کو مشین گن بنا دے جب رات کافی بیت گئی اور ہر طرف سناٹا چھا گیا روسی فوج نشہ میں دھت ہو کر سو گئی جو مجھ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تھی میں تنہا خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے روسی فوج کے قریب جا پہنچا اور بڑی آہستگی سے روسی سپاہی سے مشین کھسکا لی اور پھر خداوند تعالی نے اسی وقت ہمت دی کہ دشمن کی اسی مشین سے وہاں پڑے ہوئے تمام روسی فوجیوں کو ہلاک کر دیا ۔

میں نے شام کے وقت خدا کے حضور جو دعا کی تھی کہ وہ اس طرح قبول ہوئی فللہ الحمد اور جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضور صلعم نے اپنی کسی رفیق کے لئے میدان جہاد میں دعا کی تو اللہ نے اس کی ہاتھ کی چھڑی کو تلوار بنا دیا آج بعینہ وہی کرامت اللہ کی غیبی نصرتیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مجاہدین کی لکڑیاں بھی تلوار بن رہی ہیں ۔

حضرت شیخ

نے فرمایا آزادی فلسطین کا مسئلہ بارہ سال سے چل رہا ہے پچیس لاکھ یہودی ہیں اور ان کے مقابلے میں ۱۲ کروڑ عرب مگر وہاں جہاد افغانستان کے مقابلہ کا جہاد نہیں ہو رہا بلکہ فلسطین کا جہاد افغان جہاد کی نسبت عشر عشیر بھی نہیں وجہ یہ ہے کہ جہاد افغانستان میں قیادت علماء کے ہاتھ میں ہے اور خود علماء کرام میدان جنگ میں اترے ہیں اور دشمن سے جنگ کر رہے ہیں افغان جہاد میں جو شجاعت و استقامت اور فتح و نصرت آپ کو نظر آتی ہے یہ سب علماء کے وجود کی برکتیں ہیں او ان کی جنگ خالص نظریاتی اسلامی اور خدا کے لئے جب کہ دوسری طرف فلسطین میں قیادت ایسے ہاتھوں میں ہے جو خود مغرب زدہ اسلامی تعلیمات اور اس کی روح سے ناآشنا اسلامی جہاد اور اس کے اصولوں سے بے خبر ہیں اس لئے فلسطین میں کامیابی کے لئے کامیابی کا سب سے پہلا زینہ ہی یہی ہے کہ وہاں کے مجاہدین اولا اپنی اندر اسلامی انقلاب پیدا کریں ۔ اسلامی تہذیب اختیار کریں اور وہاں کے علماء بھی اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے بے خوف و خطر میدان میں کود پڑیں ۔

آپ حضرات مجھ پر احسان کرتے ہیں جو یہاں تشریف لاتے ہیں اور میری بھی یہی تمنا رہتی ہے کہ آپ حضرات سے زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل کروں

افغان مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا

جب دشمن سے مقابلہ ہو تو مٹھی میں کنکریاں لے کر شاہت الوجوہ کہتے ہوئے دشمن کی طرف پھینکیں اور اس وقت اس آیت کا وظیفہ جاری رکھیں

وجعلنا من بین ایدیهم سدا ومن خلفهم سدا فاغشیناهم فهم لا یبصرون (آلا یـۃ)

انشاء اللہ خالق باری تعالی دشمنوں کو اندھا کر دے گا اور تمہاری پھینکی ہوئی کنکریاں دشمن کے لئے بارود اور ایٹم بم ثابت ہوں گے

پکتیا محاذ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی

جنوری ۱۹۸۳ء کی چوبیسویں تاریخ تھی ۔ احقر حسب معمول حقائق السنن شرح اردو جامع السنن (حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے آمالئی ترمذی) کا مسودہ لے کر آپ کو سنانے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ۔ عصر کی نماز کا وقت تھا ۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی حضرت شیخ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ جہاد افغانستان کے ایک بڑے محاذ جنگ کے امیر مولانا جلال الدین حقانی (فاضل و سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ) اور ان کے رفقاء کے علاوہ جہاد افغانستان کے چند دیگر زعماء اور مجاہدین جو آتشیں اسلحہ سے لیس تھے ۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے مصافحہ اور معانقہ کر رہے ہیں ۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث اور جہاد افغانستان سے آئے ہوئے زعماء کے درمیان جو مکالمہ ہوتا رہا اس

کا ایک جھلک نذر قارئین ہے ۔

مولانا جلال الدین حقانی

احقر دارالعلوم سے آنے والے احباب سے آپ کی خیریت دارالعلوم کے حالات اور کیفیت دریافت کرتا رہتا ہے ۔ صدر صاحب مرحوم مولانا عبدالحلیم زرویوی کی وفات تمام عالم اسلام بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے لئے ایک بہت بڑا حادثہ ہے اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے ۔

حضرت شیخ

میں ہمیشہ آپ حضرات کے حالات دریافت کرتا رہتا ہوں ۔ خاص کر ان فضلا واحباب کی خیریت اور عافیت کی اطلاع کے لئے بے تاب رہتا ہوں جو اس وقت محاذ جنگ پر دشمن سے برسرپیکار ہیں ۔ ظالم دشمن کے مقابلہ میں آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ کی امداد حاصل ہے اور تین سال سے جو غیبی فتوحات اور نصرت و کامیابی سے باری تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے دل سے دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور اس میں مزید ترقی ہو اللھم زد فزد خدا تعالیٰ یوما فیوما" ترقی دے

مولانا جلال الدین حقانی

جہاد ' مشکلات اور امتحان کا نام ہے امتحان اس لئے لیا جاتا ہے تاکہ لوگوں میں تمیز پیدا ہو اچھے اور غیر کی فرق ہو جائے آپ نے سبق پڑھایا تھا کہ جب سونا آگ میں ڈالا جاتا ہے تب قیمتی بنتا ہے کپڑے جس قدر مارے اور گڑے جائیں اسی قدر ان کی صفائی اور ستھرائی خوب ہوتی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد افغانستان اللہ کی سینکڑوں حکمتوں میں شاید ایک یہ بھی ہو کہ مشکلات اور مصائب کی بھٹی میں ڈال کر خالص سونا بنا دیا جائے الحمد اللہ مجاہدین کا ایمان مضبوط حوصلہ بلند مہارت پختہ اور بہادری اپنے عروج پر ہے ہم میں جب کوئی شہید ہو جاتا ہی تو ہم کبھی مایوس اور ناامید نہیں ہوتے ۔ جانے والے کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے ایسے ساتھی کھڑے کر دیتے ہیں جن کا عزم استقامت اور پختگی پہلوں سے کئی گنا زیادہ وہتی ہے

حضرت ! اب تو مجاہدین کو پہلے سے کئی گنا زیادہ تجربہ حاصل ہو گیا ہے طیاروں ٹینکوں ' زہریلی گیسوں اور دشمن کے حملوں سے مرعوبیت ختم ہو چکی ہے ان ساری چیزوں کا مقابلہ اور ان سے ہر قسم کا تعارض اب عادت بن چکی ہے آوائل میں مجاہدین کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ کا تجربہ نہیں تھا ۔ اب تو بحمد اللہ خوب تجربہ ہو گیا اور دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا ہے ۔

حضرت الشیخ

ساد افغانستان سے پہلے روس کا عالم اسلام پر بہت زیادہ رعب تھا مگر آپ حضرات کی قربانیوں اور مجاہدین کی بے مثال شجاعت و استقامت نے روس کو پورے عالم میں ذلیل و رسوا کر دیا

مولانا جلال الدین حقانی

اب تو ہر طرف سے جہاد کی برکتوں اور نقد ثمرات کا ظہور ہو رہا ہے ۔ پہلے ہمارے اندر جو لوگ فسق و فجور اور ضلالت و فساد میں مبتلا رہتے تھے اب وہ توبہ کر کے دینی زندگی اختیار کر چکے ہیں پہلے جن لوگوں پر دنیا کی حرص سوار تھی اور مقصد زندگی کسب دنیا تھا اب ان کا مقصد زندگی دین ہے اب دنیا کا کسب نہیں کرتے مگر دنیا پہلے سے زیادہ مل رہتی ہے الحمد اللہ اب تو مجاہدین نے روسیوں سے جنگ کر کے انہی کا اسلحہ بھی فراہم کر لیا ہے ان کو استعمال کرنے کی ترکیبیں بھی سیکھ لی ہیں اب دشمن میں اختلاف پڑ گیا ہے اور ان کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں ۔

حضرت الشیخ

آج کل آپ کا مرکز کہاں ہے ۔

مولانا جلال الدین حقانی

ہم نے سردار داوود کے دور حکومت میں ہجرت کی تھی ہمیں حکومت نے گھر دیے تھے جو افغانستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ ہیں تاہم اکثر قیام افغانستان میں ہوتا ہے ہمارا سارا منطقہ پہاڑی ہے ۔ جہاں حکومت کے فون وغیرہ کے نظام کو توڑ دیا گیا ہے جب دشمن کے جہاز ہمارے منطقہ پر بمباری کرتے ہیں تو وہ بھی بہت دور ہے ۔ ہمارے علاقہ میں امیر عبدالرحمان کے دور حکومت سے تاحال سرکاری نظام کے تحت جگہ جگہ شفا خانے کھولے ہیں ۔ شرعی عدالتیں اور رفاہ عامہ کے ادارے بھی قائم کئے ہیں ۔

حضرت الشیخ

مجاہدین کے مختلف گروہ اور احزاب کا جو آپس میں اختلاف ....

مولانا جلال الدین حقانی

بحمد اللہ جہاد کے دوران میدان جنگ کے تمام احزاب کا ہاتھ ایک ہوتا ہے ۔ غزنی ' ورڈک اور پکتیا میں مجاہدین کا آپس میں کوئی اختلاف نہین سب ہمکار او ایک دوسرے کے مددگار ہیں ۔

ہمارے منطقہ پکتیا میں آج کل خوب برف پڑ رہی ہے مجاہدین تو برف کے عادی ہیں مگر روسی دشمن کی فوجوں کو زحمت اٹھانی پڑتی ہے آج کل مجاہدین دشمن کے مختلف کاروانوں پر آسانی سے حملہ آور ہو جاتے ہیں اور کابل کے اندر رہنے والے مجاہدین داخلی طور پر دشمن پر رات کو حملہ کرتے ہیں ۔ مجاہدین نے کابل میں بجلی وغیرہ کاٹ دی ہے باہر سے لکڑی بند کر دی ہے نام نہاد کارمل حکومت اور اس کی کارندے سخت تکلیف اور مصیبت سے دوچار ہیں ۔ اندر سے بجلی بند ہے اور باہر سے لکڑی بند

حضرت الشیخ

(حاضرین سے) ہم سنتے رہتے ہیں کہ روسی فوج میں ہمارے یہ فاضل مولانا جلال الدین حقانی ٹینک دشمن اور ٹینک شکن کے نام سے مشہور ہیں ۔ دشمن کی فوج میں جب بھی مولانا جلال الدین حقانی کی آمد کی افواہ اڑا دی جاتی ہے تو فوج کا ٹینک بردار حصہ ٹینکوں سمیت بھاگنے اور اپنے کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ہے خدا کی شان ! کہ ٹینک بھی ہمارے مولانا جلال الدین حقانی کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے ۔ (مولانا جلال الدین حقانی) سے مولانا ! ؟ آپ کے پاس کونسا ہتھیار ہے جس کے استمال ....

مولانا جلال الدین حقانی

حضرت ! آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہو تو مٹھی میں کنکریاں لے کر شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے دشمن کی طرف پھینکوں اور اسی دوران وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینا ھم لا یبصرون بھی پڑھتے رہو تو رب قدیر دشمن کے سامنے دیواریں کھڑی کر دے گا بس ! یہ آپ کا بتایا ہوا وظیفہ ہی اور اس وقت میرے پاس سب سے بڑا یہی ہتھیار ہے میدان کارزار میں اور میرے رفقاء اس کی بے شمار برکتیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں (حضرت الشیخ نے مجاہدین کے ایک وفد کو یہ وظیفہ بتاتے ہوئے اس کا پس منظر اور اس کے مختلف ادوار میں فوائد ثمرات پر تفصیل سے گفتگو کی تھی جو آئندہ کسی مجلس میں پیش کر دی جائے گی)

حضرت الشیخ

آپ کے منطقہ پر روسی دشمن کے حملوں اور ان سے دفاع کی کیا صورت ہے

مولانا جلال الدین حقانی

روسی دشمن نے مسلسل آٹھ ماہ تک ہمارے منطقہ پر حملہ آور ہو کر زور آزمائی کی ۔ آخر پسپا ہو گیا ہمارے پاس جہازوں کے مقابلہ اور ان کو مار گرانے کا کوئی اسلحہ نہیں ہے ۔ ہمارے پاس راکٹ نہیں ہیں ۔ افغان فوجی جو مجاہدین کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں وہ بھی اپنے ساتھ راکٹ نہیں لا سکتے. وجہ یہ ہے کہ روسی فوج ایسے اسلحہ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے اور افغان فوج پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کرتی ۔ دروں میں جو اسلحہ بک رہا ہے یہ بھی مجاہدین ہی کا مال غنیمت ہے ۔ میدان جنگ میں جب مجاہدین ٹینکوں کے مقابلہ میں مصروف کار ہوتے ہیں اور ان کو اپنے تصرف میں لے لیتے ہیں تو بعض چور قسم کے لوگ نیچے درجہ کا اسلحہ لے بھاگتے ہیں ۔ اور یہاں دروں میں آ کر بیچ دیتے ہیں ۔

حضرت الشیخ

افغان مجاہدین اسلام کا ایک مضبوط قلعہ اور سرحد ہیں اگر یہ سرحد نہ ہوتی تو آج پاکستان میں بھی دین اور دین کا نام لینے والا کوئی فرد نہ ملتا ۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کا آپ محافظ ہے اب خدا اپنے دین کی حفاظت کا کام آپ سے لے رہا ہے ۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

مولانا جلال الدین حقانی

حضرت ! روس نے افغانستان پر حملہ کے لئے جو منصوبہ اور اس کے تحت جو نقشہ بنایا تھا اس میں افغانستان کی مہم ان کے لئے چھ ماہ سے بھی کم عرصہ کی تھی ۔ عراق تو ویسے بھی روسی اسلحہ کی مارکیٹ ہے علاقائی اعتبار سے ایران پر افغانستان کا محاصرہ ہے جب (خدانخواستہ) افغانستان روس کے قبضہ میں چلا جائے تو پھر اس کے لئے ایران اور اس راستے خلیج اور تیل کے ذخائر پر قبضہ آسان ہے ۔ روس افغانستان پر قبضہ کے خیال سے یہاں نہیں آیا بلکہ وہ اس راستے مشرق وسطیٰ اور پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے روسی حکمرانوں کو کبھی یہ وہم بھی نہیں گذرا تھا کہ افغانستان کی مہم میں اس قدر وقت لگے گا اور جان و مال کا نقصان ہو گا ۔ اب تو روسی حکومت سے عوام بھی نفرت کرنے لگے ہیں اور ان کو ویت نام کی طرح افغانستان چھوڑ دینے کا انجام نظر آنے لگا ہے ۔

افغانستان میں روسی فوج مست اور عیاش ہو گئی ہے جب کہ روس میں ان کو عیش و عشرت کے مواقع کم ملتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہاں رقم اور نقدی عام افراد کو حاصل نہیں ہے نہ اپنی مرضی سے خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں یہاں ریڈیو ٹیپ ریکارڈر ، افیون ، بھنگ ، چرس اور شراب ان کو آسانی سے میسر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب تو روسی فوج اپنے ہاتھوں سے مجاہدین کو اسلحہ دیتی اور چرس و شراب لیتی ہے ۔ یہاں روسی فوج کا نظم و ضبط ختم ہو چکا ہے ان کے سپاہی نشہ کے عادی ہو گئے ہیں ۔ گاڑیاں اور ٹینک چلاتے وقت نشہ میں دھت رہتے ہیں ۔ اسی دوران مجاہدین نے حضرت اقدس کی خدمت میں خشک میووں کے ہدایا پیش کئے ۔

حضرت الشیخ

آپ نے یہ تکلیف کیوں اٹھائی ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم آپ کی خدمت میں تحائف پیش کریں بلکہ آپ کی خدمت میں تو ہمیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا چاہیئے

مولانا جلال الدین حقانی

حضرت ! آپ تو مجاہد المجاہدین ہیں اور یہ سارا جہاد اور مجاہدین کا کردار سب آپ کی برکت سے ہے ہم نے جہاد اور میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ کا سبق بھی باقاعدہ ٹریننگ کے طور پر آپ سے سیکھا ہے ۔ ۱۹۷۰ء میں یہاں کے الیکشن کے زمانہ میں میں نے پورے خٹک علاقہ کا دورہ کیا تھا ہر قسم کے میدان سر کئے تھے ۔ اس وقت سے جہاد کا شعور پیدا ہوا اور پھر آپ کے درسوں سے اس میں مزید پختگی آتی گئی ۔

حضرت الشیخ

(حاضرین سے) جی ہاں ! یہ مولانا جلال الدین حقانی الیکشن کے زمانہ میں جب یہاں دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم تھے تو انہوں نے بڑا مجاہدہ کیا تھا ۔ پورے خٹک علاقہ اور اس کے قریہ قریہ میں پہنچے تھے ۔ اور اب تو ماشاء اللہ ...... (مجاہدین سے) مجھے تو آپ پر اور تمام مجاہدین فضلائے حقانیہ پر افتخار ہے ۔ آپ .

لوگ ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ ہیں ۔ ہم تو رب قدیر کی بارگاہ میں رو رو کر یہ دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ آپ حضرات کو اپنی غیبی نصرتوں سے نوازے اور خونخوار ظالم دشمن کے مقابلہ میں فتح مبین عطا فرمائے ۔

مولانا جلال الدین حقانی

ہمارے منطقہ میں مجاہدین کے قائدین علاقہ کے علماء اور مختلف محاذ جنگ کی امراء دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں ۔ مولانا گل رحمان حقانی ، مولان حبیب الرحمان حقانی ، مولانا محمد عمر اخوندزادہ حقانی سب حقانیہ کے فضلاء ہیں اور یہ جو آپکی سامنے تشریف فرما ہیں مولانا احمد گل حقانی ہیں جو طالب علمی کے زمانہ میں آپ کی اس مسجد میں دارالعلوم کی قدیم مسجد رہا کرتے تھے جہاد میں مجروح بھی ہوئے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے آپ کی دعاوں کے صدقہ انہیں جلد شفا عطا فرمائی

حضرت الشیخ

جی ہاں ! یہ بڑی مخلص انسان ہیں خدا تعالیٰ ان کی زندگی علم اور عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے ۔

(مولانا احمد گل حقانی سے) ہمارے مولانا اللہ نور کا کیا حال ہے

مولانا احمد گل حقانی

انہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تاہم میدان جنگ میں مجاہدین کا خوب ساتھ دے رہے ہیں ۔ تبلیغ اور جہاد کی ترغیب میں مصروف رہتے ہیں ۔ اچھے خلیب اور بہترین مبلغ ہیں ۔ ابھی عید سے قبل ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی ۔

حضرت الشیخ

پشاور میں کتنے روز ٹھہرنا ہے

مولانا جلال الدین حقانی

آٹھ دس دن قیام کا ارادہ ہے اور مہاجرین کے کچھ مسائل ہیں ۔ حضرت دعا فرمائیں کہ باری تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے ۔

حضرت الشیخ

جی ہاں آپ کے لئے تو ہر لمحہ دعا گو رہتا ہوں میرے دل کی ہر دھڑکن اور رواں رواں آپ کے لئے دعا کرتا ہے ۔ آپ لوگ نہ ہوتے تو آج روسی فوجیں خلیج میں ہوتیں اور مشرق وسطیٰ پر روس کا قبضہ ہوتا ۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ یہود شام اور پھر مدینہ منورہ تک تاراج کریں گے ۔ مجھے اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں روسی یہودی اس کا مصداق نہ ہوں ۔ الحمد للہ کہ آپ حضرات نے سرخ خونی سیلاب کے مقابلہ میں مضبوط بند باندھ دیا ہے ۔

خدا تعالیٰ آپ کا محافظ ہو

مولانا جلال الدین حقانی

(حضرت شیخ سے) ہم آپ کے سامنے آپ کے ہاتھ پر آپ کو گواہ بنا کر اللہ رب العزت سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تاحین حیات جو کام (جہاد) آپ نے ہمارے سپرد کیا ہے جاری رکھیں گے افغانستان آزاد ہو تو سمرقند و بخارا تک ہم روس کا تعاقب کریں گے ۔

حضرت الشیخ

خدا کرے یہ مقصد جلد حاصل ہو ۔ ہم آپ لوگوں کے مضبوط عزائم اور بے مثال جرات و بہادری پر زبردست تحسین اور دل سے دعا کرتے ہیں

الحمد اللہ ، الحمد للہ ۔ جس غرض کے لئے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جہاد افغانستان کی صورت میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا ۔

افغانستان کا حالیہ جہاد اور اس کے مستقبل کے بہترین نتائج بھی ہمارے مشائخ اساتذہ اور دیو بند کے اکابرین کی محنت و خلوص کا صدقہ ہے

مولانا جلال الدین حقانی

اس سے قبل افغانستان میں جہاد نام کی کوئی چیز متعارف نہیں تھی ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاءؒ نے یہاں سے جا کر جب وہاں کی کمیونسٹ حکومت اور اس کے کفریہ نظام پر تنقید کی تو وہاں کی عوام بلکہ خواص اور علماء تک ہمارے مخالف ہو گئے ۔ ہمیں وہابی اور حقانی نام کے فرقوں سے مشہور کیا ۔ مگر جب سردار داود اور ترکئی کے دور حکومت میں وہاں کے بوڑھے علماء اور مشائخ کو گرفتار کیا گیا تو ہم نے حکومت کی مذمت کی اور ان کی آزادی کی تحریک چلائی تب وہاں کے علماء نے ہمار ساتھ دیا ورنہ اس سے قبل ہم حقانی نام کے ایک مستقبل، فتنہ اور بے دین فرقہ کی حیثیت سے بدنام کئے جاچکے تھے پھر ہم تدریجا" آگے بڑھتے رہے حتی کی ہم اس میدان میں آپہنچے جس میدان کے قصے آپ نے بخاری کتاب المغازی میں ہمیں پڑھائے تھے ۔ گو ہمارے بہت سے رفقاء اور دارالعلوم حقانیہ کے کئی فضلاء شہید ہو چکے ہیں مگر ہمارے حوصلے بہت بلند او عزائم پختہ ہیں ہمیں اپنے کام میں اطمینان ہے ہم نے اوائل میں کیمونسٹوں کا مقابلہ کیا حکومت نے ان کی پشت پناہی کی ہمارے کتابیں اور سارا دینی لٹریچر ضبط کر لیا مدرسے بند کر دیے اور ہماری آواز کو ہر ممکن طریقہ سے دبانا چاہا ۔ مگر الحمد اللہ کہ حکومت کے شدید ترین دباؤ کے باوجود بھی ہمارا ردعمل سخت سے سخت تر ہوتا گیا اور اب جو نقشہ اور صورت حال ہی وہ آپ کے سامنے ہے ۔

حضرت الشیخ

جی ہاں ! جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اللہ کی امداد اور اس کی غیبی نصرتوں سے فتح مند رہتے ہیں الا ان حزب اللہ ھم الغالبون (الآیتہ)

اب تو میری بھی یہی تمنا رہ گئی ہے کہ صف اول میں کھڑا ہو کر آپ کے شانہ بشانہ لڑتا ۔

اے کاش اس قابل ہوتا اور کم از کم اس قدر موقع دیا جاتا کہ میدان جہاد میں آپ کو پانی کا ایک گلاس تو پلا سکتا ۔

مولامنا جلال الدین حقانی

حضرت یہ سب کچھ ہو رہا ہے ہمارا یقین ہے کہ آپ اس میں برابر کے شریک ہیں

حضرت الشیخ

ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے دیگر فضلاء .... کا کیا حال ہے ان سے بھی رابطہ رہتا ہے ؟

مولانا جلال الدین حقانی

بعض اپنے مرکز میں ان کے لوگ جہاد کے عادی نہیں ہیں مگر خود وہ ------ بڑے مجاہد اور جہاد کا جذبہ رکھتے ہیں ۔ ہم ان کے محاذ پر انکے ساتھ بھی امداد کرتے رہتے ہیں ۔

حضرت الشیخ

مولانا گل منیر صاحب کا کیا حال ہے ؟ کچھ عرصہ سے ان کی کوئی خبر نہیں آ رہی

مولانا جلال الدین حقانی

مولانا گل منیر صاحب بھی اپنے محاذ پر مصروف جہاد ہیں ان کا جذبہ جہاد حیرت انگیز اور ان کی جرات قابل رشک ہے حال ہی میں ان کے ایک داماد جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں) جنگ کے دوران زخمی ہو گئے ہیں ۔

مولانا گل منیر صاحب کے تین بیٹے حقانیہ کے فاضل ہیں اور تینوں اس وقت روسی دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہیں ۔ ان کا چھوٹا بیٹا ' اب آپ کے ہاں دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہے ۔

مولانا گل منیر صاحب کو محاذ جنگ پر رفقاء بھی اچھے اور کام کے ملے ہیں ان کے ساتھی ان کا بڑا احترام اور اطاعت کرتے ہیں ۔

حضرت الشیخ

ہمارے وزیرستان کے حقانی فضلاء ....

مولانا جلال الدین حقانی

جی ہاں ! وزیرستان کے حقانی فضلاء بھی ہمارے خوب تعاون کر رہی ہیں اسلحہ اور مالی امداد کے علاوہ افرادی اورجانی امداد بھی کرتے ہیں ۔ میدان جنگ میں مجاہدین کے ساتھ شریک رہتے ہیں حال ہی میں مولانا قاری لعل محمد صاحب وزیرستانی (جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل زیادہ طالب علمی میں حضرت اقدس کی مسجد کے امام اور حضرت کے خاص خادم تھے بھی مختلف محاذوں پر مجاہدین کے ساتھ شریک رہے اور جنگ لڑی

حضرت الشیخ

مولانا قاری لعل محمد صاحب حقانی اور دوسری فضلاء حقانیہ جب بھی ملنے آتے ہیں تو میں جہاد کے موضوع پر اور اس کی ترغیب و تشویق پر بھی ان سے کچھ نہ کچھ عرض کر دیتا ہوں ۔ اس سے قبل جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی ۔ اب کی ملاقات اس سے مختلف معلوم ہوتا ہے اب پہلے نسبت آپ کے عزائم بلند چہروں پر بشاشت اطمینان اور نور ایمان نظر آتا ہے خدا تعالیٰ استقامت عطا فرمائے ۔

غزوہ احزاب میں جیسے رب قدیر کی غیبی نصرت سے ایک تیز ہوا سے دشمن برباد ہو گئے تھے مجھے یقین ہے انشاء اللہ یہاں بھی باری تعالیٰ مجاہدین کے احزاب کی ایسی ہی امداد فرمائیں گے اور ہر وقت یہی دعا کرتا ہوں ۔

مولانا جلال الدین حقانی

جی ہاں ! آپ کی دعاؤں کا صدقہ ' ایسی غیبی نصرتوں اور اللہ کی امداد کا مشاہدہ ہر وقت او ہر ایک کو ہوتا رہتا ہے کئی بار روسی دشمنوں نے طیاروں کے ذریعے چھوٹے بم پتنگوں کنکریوں اور سبز پتوں کی شکل کے اور کبھی مٹی کے جھوٹے ڈھیلوں کی شکل کے برسائے رات کو بادل آئی بارش ہوئی اور ژالہ باری بھی ژالہ باری سے وہ بم از خود پھٹنے لگے ۔ مجاہدین نے بمباری کی آواز سن کر مورچے سنبھال لئے مگر دشمن کہیں نظر نہ آتا تھا جب جا کر دیکھا کہ دشمن نے جو

ہر رنگ زمین بم برسائے تھے ژالہ باری سے وہی بم پھٹے ہیں اور رات کو انہیں کے پھٹنے کی آواز دشمن کی بمباری معلوم ہوتی تھی ۔

حضرت الشیخ

جی ہاں ! یہ خدا کی قدرت کے مظاہرے ہیں آپ کو یاد ہو گا کہ غذوہ حنین میں جب کثرت سے چیونٹیاں آئیں تو صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہے ۔ کہ ملائکہ چیونٹیوں کی صورت میں نازل ہوئے ہیں ۔

حضرت جلال الدین حقانی

افغان مجاہدین کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کی غیبی نصرتوں کا مشاہدہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ ہر ایک کو یقین ہونے لگا ہے کہ واقعتہ" غیبی نصرت اور خدائی امداد ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی روسی دشمن کے طیارے مجاہدین پر بم باری کرنے آتے ہیں تو ان طیاروں کو پرندوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوتا ہے تو ایسا طیارہ جس کے ساتھ پرندوں کی جھرمٹیں ہوتی ہیں جب بھی بمباری کرتا ہے تو اس کی بم باری سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا ۔ اب مجاہدین جب بھی کسی حملہ آوار طیارے کے ساتھ پرندے دیکھ لیتے ہیں تو اپنی محافظت اور دفاع سے مطمئن رہتے ہیں حتی کے چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں کہ ایسے طیارے کے حملے سے بچاؤ کا اہتمام کرنا بزدلی کا مظاہرہ ہے تعجب تو اس بات پر ہے کہ پرندے جو جہاز کی گڑگڑاہٹ سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں مگر یہاں وہ بم بار طیاروں سے لپٹے رہتے ہیں اس کے علاوہ میدان جنگ میں جسمانی طور پر مجاہدین کو جو تکالیف پہنچتی ہیں مثلاً" ہاتھ کٹتے ہیں پاؤں ٹوٹتے ہیں ۔ کاری زخم لگتے اور چوٹیں آتی ہیں مگر احساس درد جیسا کہ تکلیف کی مناسبت سے ہونا چاہیے کچھ بھی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت کم جب کہ بغیر جہاد کے ایک کانٹا بھی چبھ

جائے تو اس کی چبھن کا سہنا مشکل ہوتا ہے مگر جہاد کا مجروحین کو بندوق کی گولی اور بڑے کاری زخموں سے ایسی تکلیف نہیں پہنچتی جو قابل برداشت نہ ہو۔ دوسری جانب جب دشمن کے زخمی فوجی ہمارے ہاتھ لگتے ہیں تو انہیں دیکھ کر بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اب تو مجاہدین کو دشمن کی گولی نشہ کا ایک ٹیکہ محسوس ہوتی ہے اور یہ سب آپ کی دعاؤں کی برکات اور دارالعلوم حقانیہ کی کرامات ہیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے طویل دعا فرمائی عجب سماں تھا سب کے ہاتھ خدا کے سامنے اور آنکھیں اشک بار تھیں سب پر یقین و ایمان کی عجیب کیفیت طاری تھی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند ذوالجلال کی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں سب چاہتے تھے کہ ابھی جھولیاں بھر بھر کر لوٹ لیں۔ شاید پھر ایسا ہی موقع ملے گا بھی یا نہیں۔ رخصت کرتے وقت حضرت اقدس نے ایک ایک کو گلے لگایا حضرت کا اصرار تھا کہ ان کے ساتھ مشایعت کریں مگر مجاہدین پر حضرت کی یہ تکلیف شاق تھی اس لئے بہ منت حضرت اقدس سے یہیں سے اجازت لی۔

مجاہدین کی ایک تازہ کامیابی

دارالعلوم حقانیہ کے ایک بہادر اور قابل فخر فرزند جناب مولانا فتح اللہ افغانستانی حقانی فاضل حقانیہ کی امارت میں (جن کا تعلق حزب اسلامی کے یونس خالص اور جلال الدین حقانی گروپ سے ہے) کی کمانڈ میں مجاہدین نے مرکز ٹیری تھانہ پر کامیاب حملہ کیا اور طویل معاصرے کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ مجاہدین کو اس حملہ میں جنگ سازوسامان کی ایک بڑی تعداد ملی تقریباً" دشمن کے ایک سو ٹینک اور بکتربند گاڑیاں تباہ اور دشمن کی ایک افسر ایک سوستاسی فوجی اور ایک سو چار ملیشیاء سپاہی ہلاک اور ایک سو اٹھاسی افراد زخمی ہوئے مجاہدین میں سے ۱۶ افراد شہید اور پینتیس زخمی ہوئے۔

جہاد کی فضیلت و اہمیت

مولانا نذر نعمانی اور مولوی محمد اسلم حقانی اپنے مجاہدین رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضرت اقدس سے ملنے آئے حضرت شیخ کی طبیعت آج بڑی کشادہ تھی بڑے ہشاش بشاش معلوم ہو رہے تھے جماعت مجاہدین کی آمد سے تو اور بھی طبیعت میں نشاط آگیا اور مجاہدین و حاضرین سے کافی دیر تک جہاد افغانستان کی مناسبت سے گفتگو کرتے رہے جو ارشادات قلم بند ہو سکے نذر قارئین ہیں۔

فرمایا جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سعی اور کوشش اس میں بڑی برکتیں ہیں اللہ کریم کی غیبی نصرتیں شامل حال رہتی ہیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جب خالی ہاتھوں باطل سے برسرپیکار تھے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک چھڑی جس کا نام عون تھا عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا ء کاشہ ! اس چھڑی کو کفار کے مقابلہ میں استعمال کرو۔ اور اللہ کا نام لے کر جنگ کے میدان میں اس سے کفر کا مقابلہ کرو۔ یہ چھڑی تلوار کا کام دے گی تو نبوت کا معجزہ اور جہاد کی برکت یوں ظاہر ہوئی کہ اس لکڑی نے جنگ بدر اور متعدد غزوات میں تلوار سے بھی بڑھ کر کام دیا یہ تو حضرات صحابہ کی باتیں ہیں نبوت کے معجزات اور صحابہ کی کرامات ہیں اور خیر القرون کا مبارک دور ' آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ خیر القرون سے صدیوں دور اور قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ ایمان کمزور اور یقین مضمحل ہو چکے ہیں مگر اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے نام کی سربلندی کے لئے جہاد اور قربانی کے برکات اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔

آپ حضرات (افغان مجاہدین) کو اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ خالی ہاتھ اور بے سروسامانی کی حالت میں مجاہدین کے ہاتھوں رب قدیر نے بمبار طیاروں ' دیو پیکر ٹینکوں اور ہر قسم کے جدید آتشیں اسلحہ سے لیس طاقتور فوج کو بفضل اللہ بری طرح شکست ہوئی ہے یہ سب جہاد کی فضیلت و کرامت ہے افغانستان کی یہ جنگ اور افغان مجاہدین کا یہ مومنانہ جہاد درحقیقت اسلام کی فتح جہاد کی عظمت ' مجاہدین کی فضیلت اور دین و ایمان اور نبوت کا معجزہ ہے۔ رب قدیر سب کو عزیمت اور استقامت عطا فرمائے جو لوگ اس میدان میں اتر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عزیمت و استقامت بھی بخش دی ہے ہمارے مولانا جلال الدین حقانی مولوی یونس خالص حقانی اور سینکڑوں علماء و مجاہدین خاک و خون اور گولوں اور توپوں کی برستی ہوئی آگ سے کھیل رہے ہیں مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ مولانا جلال الدین حقانی سے خدا تعالیٰ اس وقت میدان جہاد میں ٹینک شکنی کا کام لے رہے ہیں کئی دفعہ گولیوں کی زد میں آئے مگر خدا کا فضل دیکھئے ہر مرتبہ محفوظ رہے یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں وہ جب چاہتا ہے جس انداز سے چاہتا ہے اپنے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

میری تو اللہ کریم سے یہی دعا رہتی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ حضرات اور تمام مجاہدین اسلام کو ہر آفت سے اور دشمن کے حملے سے محفوظ رکھے۔

حضرت خالد بن ولید جو اسلام کے عظیم جرنیل ' فاتح اور بہت بڑے مجاہد تھے۔ ساری زندگی جہاد میں گذاری قیصر و کسریٰ جیسے شاہان وقت کے مقابلہ کی بڑی بڑی جنگیں لڑیں۔ شہادت کی تمنا تھی اور شہادت کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو ان کی محافظت منظور تھی اس لئے ان کی میدان جنگ میں شہید ہونے کی دعا پوری نہ ہوئی جب وفات کا وقت ہوا تو فرمایا۔

لوگو! خبردار رہنا اور یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ موت جنگ کی وجہ سے آتی ہے یا جو لڑتا ہے وہی مرتا ہے میری ساری زندگی تمارے سامنے ہے ہمیشہ لڑائیاں لڑتا رہا بڑے بڑے معرکے سر کئے اور ہر لمحہ اور ہر گھڑی میں یہ تمنا رہتی تھی کہ اللہ پاک مجھے خلعت شہادت سے نوازیں مگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

حضرت خالد کا یہ فرمانا کہ میری آرزو پوری نہ ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو اس کا پورا کرنا منظور نہ تھا علماء حضرات نے یہاں ایک عجیب علمی نقطہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو لسان نبوت سے سیف من سیوف اللہ کا خطاب ملا تھا۔ تو تلوار کا کام کاٹنا ہے کٹنا نہیں۔ اگر بالفرض حضرت خالد کسی غزوہ میں شہید ہو جاتے اور تلوار کی دھار سے کٹ جاتے تو مشرکین مذاق اڑاتے اور کہتے کہ یہ کیسی تلوار ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے کٹ گئی۔ درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا خطاب سیف اللہ اللہ تعالیٰ کو اس کی لاج رکھنا منظور تھا اس لئے حضرت خالد کو کٹنے سے محفوظ رکھا۔ (مجاہدین سے) ہم بوڑھوں کو بھی اپنی دعاؤں بالخصوص میدان جنگ کے اوقات کی مستجاب دعاؤں میں نہ بھلانا اور اپنی مقبول دعاؤں میں یاد فرما کر ہم گناہ گاروں پر احسان کریں۔

ایک جن کا دلچسپ قصہ

آپ حضرات بھی انا جعلنا فی اعناقہم اور شاہت الوجوہ کا وظیفہ پڑھا کریں اللہ پاک معاونت بھی فرمائیں گے اور محافظت بھی ہمارے اکابر اساتذہ اور

اسلاف نے اس آیت کے ورد کے بے شمار فوائد اور ثمرات بیان فرمائے ہیں میں نے اپنے مشائخ سے ماموں اللہ بخش نامی جن کا قصہ سنا ہے اور بار ہا سنا ہے جو احمد آباد سے بھاگ کر گنگوہ آگیا تھا اور پھر یہاں اپنی آمد کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا کرتا تھا کہ میں نے احمد آباد میں ایک عورت کو ستانا شروع کیا تو اس کے رشتہ دار اس کے لئے کئی عاملوں کو لاتے رہے جو عامل بھی آتا ۔ میں دھمکی دھونس اور زدوکوب سے اس کا خوب نوٹس لیتا ۔ آخر ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو بظاہر اپنے سادہ لباس اور وضع قطع سے ایک معمولی انسان معلوم ہوتے تھے میں نے انہیں بھی دھمکی دے دی کہ تیری طرح بیسوں عامل آئے اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور میرے ساتھ چھیڑ خوانی پر کوئی اچھا خاصہ نتیجہ بھی مرتب نہ ہو سکا میں نے عامل سے کہا کہ تیرا بھی وہی انجام ہو گا جو پہلوں کا ہوتا رہا ۔
اتنے میں اس عامل نے انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا ” کی آیت پڑھنی شروع کر دی ‘ مکمل کی تو میرے سامنے ایک بہت بڑی دیوار حائل ہو گئی اس عامل نے مجھے کہا کہ عورت کو چھوڑ دو ورنہ ابھی قید کرتا ہوں میں اپنی ضد پر رہا اور عامل کو ایک دوسری دھمکی دے دی کہ عامل نے پھر اسی آیت کو پڑھا تو میرے پیچھے بھی ایک مضبوط دیوار کھڑی ہو گئی پھر عامل آیت پڑھتے گئے اور میرے اردگرد دیواریں چڑھتی گئیں ۔ اور میں ایک مضبوط حصار میں بند ہو گیا اور اپنی نجات بھاگ جانے میں پائی لہذا وہاں سے بھاگ کر اب گنگوہ حاضر ہوا اور یہاں آ کر پناہ ملی ہے ۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ سب قرآنی آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور اد اور وظائف کی برکات ہیں جو مخلصین و صالحین کو حاصل ہوتے ہیں ۔ اللہ کریم نے جس طرح جہاد میں بے پناہ برکتیں رکھی ہیں اسی طرح مجاہدین کے مقام اور نام میں بھی کثیر برکتیں ہیں امام بخاری نے تمام بدری مجاہدین (صحابہ) کے نام یک جا کر کئے ہیں جو بھی ان اسماء کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے اللہ پاک اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں اور اگر کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ مجاہدین کے اسماء میں برکت نہیں بلکہ اس کی کئی اور وجوہات ہو سکتی ہیں ۔ مثلاً قبولیت دعا کی جو شرائط ہیں وہ مفقود ہیں اور عدم قبولیت دعا بعض اوقات عدم خلوص کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے ۔ خدا کے حضور دعا کوئی عام منتر اور جادو نہیں بلکہ دعا میں خشوع و خضوع یقین و ایمان کی ساتھ ساتھ احترام عظمت اور فضیلت کو بھی سامنے رکھنا ہوتا ہے ۔ اب تو بحمد اللہ مجاہدین کی برکتوں کے طفیل بہت سے علاقوں میں ارزانی اور رزق کی کشادگی کی خبریں بھی آ رہی ہیں ۔

روسی دشمن اور ببرک کارمل کا خیال تھا کہ مجاہدین و مہاجرین بھوکوں مر جائیں گے ۔ مگر آج وہ مجاہدین کے ساتھ اللہ کی نصرت دیکھ رہے ہین اور ان کے رزق کی کشادگی کے ساتھ ساتھ ان کو میدان کارزار میں کامیاب دیکھتے ہیں تو ان کی ناک خاک آلود ہو جاتی ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرات مجاہدین کی اپنے خلوص اور دیانتداری کے نتائج ہیں اللہ کریم مزید استقامت دے ۔

افغان مجاہدین سے دلچسپ مذاکرہ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو معتقدین او مہمانوں نے گھیر لیا سب کی تمنا مصافحہ اور دعا کی درخواست تھی ۔ اسی دوران افغان مجاہدین کا ایک بڑا وفد حاضر ہوا جس میں نور المدارس غزنی کابل اور زیادہ تر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے وفد کی رہنمائی مولانا دوست محمد افغانی فاضل حقانیہ اور قیادت مولانا سید عبدالستار حقانی مولوی معراج الدین حقانی ‘ ملا حمید اللہ حقانی ‘ ملا خلیل الرحمان واعظ اور امان اللہ خان واعظ کی علاوہ قاری محمد اکرم اور مجاہد عالم خان بھی وفد میں شریک تھے ۔

قائد وفد

حضرت ! ہمارا یہ وفد غزنی کے محاذ جنگ سے تعلق رکھتا ہے اور حاضر خدمت ہوا ہے جہاں سے ہمارے ساتھ دیگر علماء اور مشائخ کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے تقریباً ۳۰ فضلاء مصروف کار اور دشمن سے برسرپیکار ہیں سب کی خواہش اور تمنا یہی تھی کہ آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوں ۔ اور دعائیں حاصل کریں چونکہ محاذ جنگ کے کمزور پڑ جانے کا اندیشہ تھا ۔ اس لئے سارے حاضر خدمت نہ ہو سکے ۔ سب رفقاء سلام عرض کرتے تھے اور دعا کی درخواست بھی ہمارے آمد کا مقصد بھی یہی ہے کہ محاذ جنگ کی کارکردگی جہاد افغانستان کی مجموعی کامیابی اور اہم حالات و واقعات سے آپ کو آگاہ کر دین اور بعض پیش آمدہ مسائل میں مشورہ کے علاوہ مزید کامیابی اور فتح مندی کے لئے آپ سے دعا کرائیں ۔

حضرت نے دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ ہم بوڑھوں پر آپ بہت بڑا احسان کرتے ہیں کہ گاہے گاہے زیارت و ملاقات کا شرف بخش دیتے ہین ۔

حضرت شیخ

آپ کا محاذ جنگ کونسا ہے ؟

قائد وفد

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ ہمارا یہ وفد اور اس کے علاوہ ہمارے تین سو رفقاء غزنی کے محاذ جنگ پر دشمن سے برسرپیکار ہیں ہمارا یہ محاذ جنگ بھی ایسی جگہ واقع ہے کہ چاروں طرف سے دشمن کا گھیرا ہے اور ہم بیچ میں محصور ہیں ۔

حضرت شیخ

جی ہاں ‘ آپ حضرات سرحدات کی حفاظت کر رہے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کی نزدیک سرحدات کی حفاظت کرنے والوں کا مقام بلند اور درجات عالی ہیں ۔
رباط یوم لیلۃ خیر من الدنیا وما فیہا (الحدیث) سرحدات پر دشمن کے مقابلہ میں ایک رات کی ڈیوٹی دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے وجہ یہ ہے کہ سرحدات پر ہر ہر لمحہ دشمن کے مقابلہ میں چوکنا رہنا پڑتا ہے ۔ اور ہر لمحہ عزیز جان اور قیمتی زندگی خطرہ میں رہتی ہے ۔ سرحدات کے محافظ کو ہر آن یہ یقین رہتا ہے کہ شاید یہ گھڑیاں اس کی زندگی کی آخری لمحات ہوں ۔ اللہ پاک سب کو کامرانی اور فتح مندی سے نوازے اور دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال کر دے ۔ آپ لوگوں کے یہ نورانی چہرے دیکھ دیکھ کر حقیقت یہ ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے کچھ لوگ دنیا کے لئے لڑتے ہیں کچھ ملک و وطن کے لئے اور بعض ایسی بھی ہیں جو قومیت اور لسانیات کے لئے کٹ مرتے ہین اور بعض ملک و مال اور دولت و جائیداد کے لئے لڑتے ہی مگر آپ بڑے خوش

نصیب ہیں کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اسلام کی فتح مندی کے لئے اور صرف خدا کی رضا کے لئے لڑتے ہیں اور آپ کے جہاد کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

جہاد افغانستان کا سہرا آپ علماء حضرات کے سر ہے وہاں کی اکابر مشائخ اور علماء افغان مجاہدین کے زعماء اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء جب یہاں تشریف لاتے ہیں اور جو نہیں آسکتے وہ خطوط کے ذریعہ میدان جنگ کی رپورٹیں اور حالات و واقعات کی اطلاع دیتے رہتے ہیں تو میں ان کے واقعات و حالات ان کی جواں مردی اور پامردی اور ثابت قدمی اللہ کی غیبی نصرتیں اور حیرت کن حالات و واقعات سن کر اپنے رفقاء اور یہاں کے طلباء سے کہتا رہتا ہوں کہ ہم نے جو کتابوں میں بدر واحد اور تبوک وحنین کے مجاہدین کے ساتھ جو اللہ کی غیبی نصرتوں اور کرامات کے جو واقعات پڑھے ہیں۔ رب ذوالجلال کے وہی اکرام و الطاف افغانستان کے مجاہدین میدان جہاد میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

قائد وفد

جی ہاں! حال ہی میں ہمارا ایک سپاہی تھا۔ اچانک اس کا روسی فوج سے مقابلہ ہوگیا تو اللہ پاک نے اسی ایک مجاہد سپاہی کے ہاتھوں بارہ مسلح روسی فوجی گرفتار کرائے۔ الحمد اللہ! کہ ہر محاذ پر ہر لڑائی میں اور تقریباً" ہر میدان میں مجاہدین کے مقابلہ میں روسیوں کو زبردست شکست اٹھانی پڑتی ہے او اب تو ہمارا دعوی ہے کہ ایک مجاہد اور سو روسی فوجی انشاء اللہ مجاہد فتحیابی اور روسی ہزیمت پائیں گے یہ صرف دعوی ہی نہیں بلکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اگر ادھر ایک مجاہد شہید ہوتا ہے تو اس کے مقابلہ میں سو روسی فوجی جہنم رسید ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ

روس نے افغانستان کے نہتے مسلمانوں کے خلاف جدید ترین اسلحہ اور زہریلی گیس استعمال کر کے انتہائی ظلم سفاکانہ جارحیت او درندگی کا ثبوت دیا ہے

قائد وفد

مگر اس کے باوجود اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور آپ حضرات کی دعاوں کے صدقہ ہر میدان میں اسے مجاہدین کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی ہے اور ایسے موقعوں پر مجاہدین کے ساتھ رب نصیر کی جو غیبی نصرتیں ہوتی ہین ان کے مشاہدہ سے انسان حیران رہ جاتا ہے ایک مرتبہ ایک محاذ پر چند مٹھی بھر رفقاء کا روسی دشمن کے تین سو ٹینکوں اور چالیس بمبار طیاروں سے مقابلہ ہوا۔ دشمن کی طاقت اور یلغار دیکھ کر اس وقت ہمارا خیال تھا بلکہ یقین کہ آج مجاہدین میں کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔

مگر جب لڑائی ختم ہوئی اور مجاہدین نے رفقاء کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سوائے ایک دو کے شہید ہونے کے باقی سب صحیح سالم موجود تھے۔

حضرت شیخ

مجاہدین کا ولولہ اور عزائم

قائد وفد

اگر مجاہدین کا یہی ولولہ اور اتحاد قائم رہا تو ہم دو سو سال تک آسانی سے روس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حضرت شیخ

بلی ان تتقوا و تصبروا تقوی اور صبر کامیابی کا اصل گر اور غلبہ و فتح مندی کی شرط اول ہے جب انسان اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے ان دو اصولوں پر کاربند ہو جائے تو اللہ کریم اپنی غیبی خزانوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اور جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ نے اس کا وعد فرمایا ہے یمددکم بخمستہ الاف

(مجاہدین سے) آپ کے مقبوضہ علاقوں کی صورت حال ....

قائد وفد

صرف چند مرکزی مقامات کے علاوہ ہر جگہ مجاہدین کا اپنا تسلط اور قبضہ ہے۔ روسی فوج اپنے مقبوضہ مخصوص بڑے شہروں سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتی جیسا کہ ہمارے رفقا اور مجاہدین کھلے بندوں ان کے شہروں میں نہیں گھوم پھر سکتے ہم نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں پھر سے مدارس قائم کر دئے ہیں دینی علوم کی تعلیم جاری ہے اور وہاں کا نظام حکومت بھی مجاہدین کے زیر نگرانی بلکہ انہیں کا قائم کردہ اور خالص اسلامی ہے۔ حدود قصاص اور شرعی قوانین نافذ العمل ہیں۔ معاملات اور ہر قسم کے مقدمات کے شرعی فیصلہ جات وہاں کی شرعی عدالتیں کرتی ہیں۔

حضرت شیخ

روسی اور کارمل فوج میں آپ کوئی امتیاز بھی ....

قائد وفد

جی نہیں۔ ہمارے نزدیک دونوں ایک برابر ہیں روسی فوج ہو یا کارمل نمائندے مقابلہ میں جو بھی ہاتھ لگتے ہیں ہم انہیں گرفتار کر لیتے ہیں اور اپنی فوجی کاروائی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ

تو کارمل فوج میں جو مسلمان غلط فہمی سے شریک ہیں ....

ایک مجاہد

جو مسلمان غلط فہمی کا شکار تھے اور نادانی سے کارمل فوج کا ساتھ دے رہے تھے ان کو تو اللہ پاک نے صحیح فکر اور ٹھیک سوچنے اور سمجھنے کی توفیق دے دی ہے لہذا وہ کارمل فوج سے علیحدہ ہو کر مجاہدین سے آملے ہیں۔ باقی جو رہ گئے ہیں یہ خالص پر بھی خلقی اور روسی ذہن اور روسی عقیدہ کے لوگ ہیں۔

جب حضرت شیخ کے دریافت کرنے پر مولانا زعفرانی نے آپ کو بتایا کہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت نور المشائخ زندہ ہیں مگر ان سے تاحال

ملاقات نہیں ہو سکی تو حضرت شیخ نے فرمایا الحمدللہ ' الحمدللہ کہ حضرت نور المشائخ زندہ ہیں ۔ اس خبر سے دل کو سرور حاصل ہوا اور قلبی مسرت ہوئی ۔ اللہ پاک ان کو محفوظ اور تا دیر سلامت رکھے اور دشمن کی قید سے رہائی عطا فرمائے ۔

اس کے بعد مجاہدین کی درخواست پر حضرت شیخ نے دعا فرمائی دعا کے دوران حضرت کی آواز گلو گیر تھی اور مجاہدین کی آنکھیں اشکبار تھیں ۔ دعا سے فراغت کے بعد مجاہدین کا وفد بھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک بڑے قد آور سفید ریش بزرگ مسجد میں داخل ہوئے سب کی نگاہیں ادھر اٹھ گئیں کہ ایک مجاہد نے فوراً" آگے بڑھ کر آنے والے مجاہد کا حضرت شیخ سے تعارف کرایا ۔ کہ حضرت ! مولانا محمد یوسف صاحب تشریف لا رہے ہیں جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہین اور جنگ کے مختلف محاذوں پر لڑ چکے ہیں ۔ اور کئی پلٹنوں کے امیر ہیں ۔

(افسوس کہ دو روز قبل موصوف انتہائی بے دردی اور مظلومیت سے شہید کر دئے گئے ان کا جو مذاکرہ ہوا تھا وہ ذیل میں نذر قارئین ہے)

حضرت شیخ نے مولانا محمد یوسف افغانی کا پرتپاک استقبال فرمایا ۔

مولانا محمد یوسف

حضرت ! صرف زیارت و ملاقات اور دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں مجاہدین اور محاذ جنگ کے رفقاء کے کچھ ضروری امور ہیں اور اس سلسلہ میں بھی کچھ مشورہ کرنا ہے ۔

حضرت شیخ

آپ کس محاذ پر جا رہے ہیں

مولانا یوسف

ولایت لوگر پر جو کابل سے جنوب کی طرف واقع ہے اور اس سے قبل بھی تین چار محاذوں پر جنگ لڑی ہے ان محاذوں پر میرے ساتھ آپ کے. تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کی فضلاء نے بھی خوب تعاون کیا ہے

حضرت شیخ

کیا آپ کے علاقہ کے عام شہروں اور دیہاتوں میں خلقی پرچمی روسی اور روسی ذہن کے لوگ موجود ہیں آپ کو اور آپ کے رفقاء او اہل ایمان کو اذیت پہنچاتے ہیں

مولانا محمد یوسف

جی نہیں ۔ ہمارے اپنے علاقہ اور اس کے اطراف میں نہ تو پرچمی باقی رہ گئے ہیں اور نہ خلقی نہ روسی اور نہ روسی ذہن کے کابلی او رجو تھے وہ یا تو مارے گئے یا پھر ازخود بھاگ گئے ہین اب بھی اگر مجاہدین کو ایسے کسی فرد کی نشاندہی اور پھر اس کی تصدیق ہو جائے تو راتوں رات اس کے گھر کا گھیراؤ کر کے اسے گرفتار کر لیتے ہین یا اسے مار بھگا تے ہیں بحمد اللہ اب خدا کے فضل سے ہمارے علاقہ میں ایسے لوگوں کے پیر نہیں ٹکتے ۔

حضرت شیخ

محاذ جنگ میں آپ حضرات جس شجاعت پامردی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ آنے والے احباب ان تمام حالات سے آگاہ کر دیتے ہیں باری تعالی مزید استقامت عطا فرمائے میں تو اپنے طلبہ اور وہاں سے آنے الے مجاہدین کو علی العموم وجعلنا من بین ایدیھم اور وشاھت الوجوہ کا وظیفہ بتایا کرتا ہوں تو آپ تو ماشاء اللہ خود عالم دین ہیں ۔

مولانا یوسف

جی ہاں ۔ ہم نے اس کی برکات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں ۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کا مزید یقین ہونے لگا ہے ایک مرتبہ نو رفقاء کا میدان جنگ میں ایک بڑی روسی فوج سے سامنا ہوا اور ہم محاصرہ میں آ گئے ہم نو آدمیوں کے پاس صرف تین بندوقیں تھیں ان میں بھی ایک ٹوٹی ہوئی تھی ۔ میں نے وہاں انا جعلنا فی اعناقھم پڑھ کر مٹھی میں کنکریاں لیں اور شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے دشمن کیطرف پھینکیں اور پھر ہم تین تین ساتھیوں کے گروپ بن کر دشمن کو طرح دے کر مختلف سمت روانہ ہو گئے مگر میرا محاصرہ بہرحال جاری رہا میں ساتھ والے ایک گاؤں میں گھس گیا دشمن کے چالیس ٹینک اور اوپر سے بمبار طیاروں نے اس بستی کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ ہمیں آدمی دو ۔ بستی کے معززین کو بلایا اور انہیں دھونس دھمکی دی اور حددرجہ تشدد اور ظالمانہ سلوک کیا اور انہیں الٹا لٹکا کر کہتے رہے کہ ہمیں آدمی دو ۔ ہمارے محترم مولانا نصر اللہ صاحب کی داڑھی کے بال نوچ نوچ کر میرا دریافت کرتے رہے مگر ان میں کسی نے بھی ہمیں ان کے حوالے کرنے کی حامی نہیں بھری ہم وہاں بستی سے متصل انگوروں کے ایک باغ میں لیٹ گئے جہاں کوئی جائے پناہ نہ تھی اور شاہت الوجوہ کا عمل جاری رکھا ۔ خدا کی قدرت اور اسلام کا معجزہ کہ اس گئے گذرے دور میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اسی باغ میں بار بار روسی فوجی داخل ہوئے بوٹا بوٹا الٹ دیا ۔ ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتے پھرتے دندناتے رہے ان کے ہر ادا ہمارے مشاہدہ میں تھی ۔ مگر خدا کی شان کہ ہم باغ میں ہوتے ہوئے بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ رہے ۔

حضرت شیخ

جی ہاں وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینا ھم فھم لا یبصرون کا یہی معنی ہے

مولانا یوسف

ایک مرتبہ ہمارا ایک فوجی محاذ جو مجاہدین کے اسلحہ کا مرکز تھا کو تاراج کرنے کے لئے روسی فوج نے ۴۰ ٹینکوں اور ۱۸ بمبار طیاروں سے یلغار کر دی میرے ساتھ اتفاق سے اس وقت آٹھ ساتھی رہ گئے تھے اور وہ بھی دینی مدرسہ کے طالب علم ہم نے اپنے مورچہ میں بیٹھ کر دشمن کے حملہ کا ڈٹ کر جواب دیا اور

اس انداز سے اندھا دھند فائرنگ کی کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور ہم خدا کے فضل سے محصور ہوتے ہوئے بھی دشمن پر غالب آئے۔ دشمن کے سینکڑوں افراد ہلاک اور جہنم رسید ہوئے جب حملہ آور فوج کابل واپس ہوئی اور ان سے ان کی ناکامی سے متعلق افسران بالا نے باز پرس کی تو انہوں نے رپورٹ دی کہ ناکامی کا سبب قلعہ کے اندر دس ہزار مجاہدین کی موجودگی اور ان کا زبردست دفاع ہے حالانکہ قلعہ میں صرف آٹھ آدمی تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ دشمن اپنے مردوں اور زخمیوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اٹھا رہے ہیں۔

حضرت شیخ

آج کل تو سخت سردی پڑ رہی ہے۔ اور برف باری بھی ہو رہی ہے تو اس سے مجاہدین کو بھی سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی۔

مولانا یوسف

جی ہاں! بعض مقامات پر برف باری کی وجہ سے مجاہدین کو زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ایک مقام پر چھ روز تک مجاہدین دشمن کی فوج کے محاصرے میں آ گئے تو برف کے تودوں پر رہتے رہتے ان کے پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور نیچے سے کٹ گئے مگر اس حالات میں بھی انہوں نے دشمن کا حددرجہ پامردی اور استقامت سے مقابلہ کیا اور دشمن کے ۴۰ ٹینک اور ۱۸ جہاز مار گرائے ایک دوسرے محاذ پر جب مجاہدین دشمن کے طویل محاصرہ میں آ گئے تو سردی کی وجہ سے ۲۰۰ مجاہدین کے پاؤں نیچے سے کٹ گئے۔

اس موقع پر حضرت اقدس کے چہرہ پر حددرجہ حزن و ملال کے آثار ہویدا ہوئے اور کافی دیر تک ان کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۳۸۱ ـ ۳۹۳ تک)

* * *

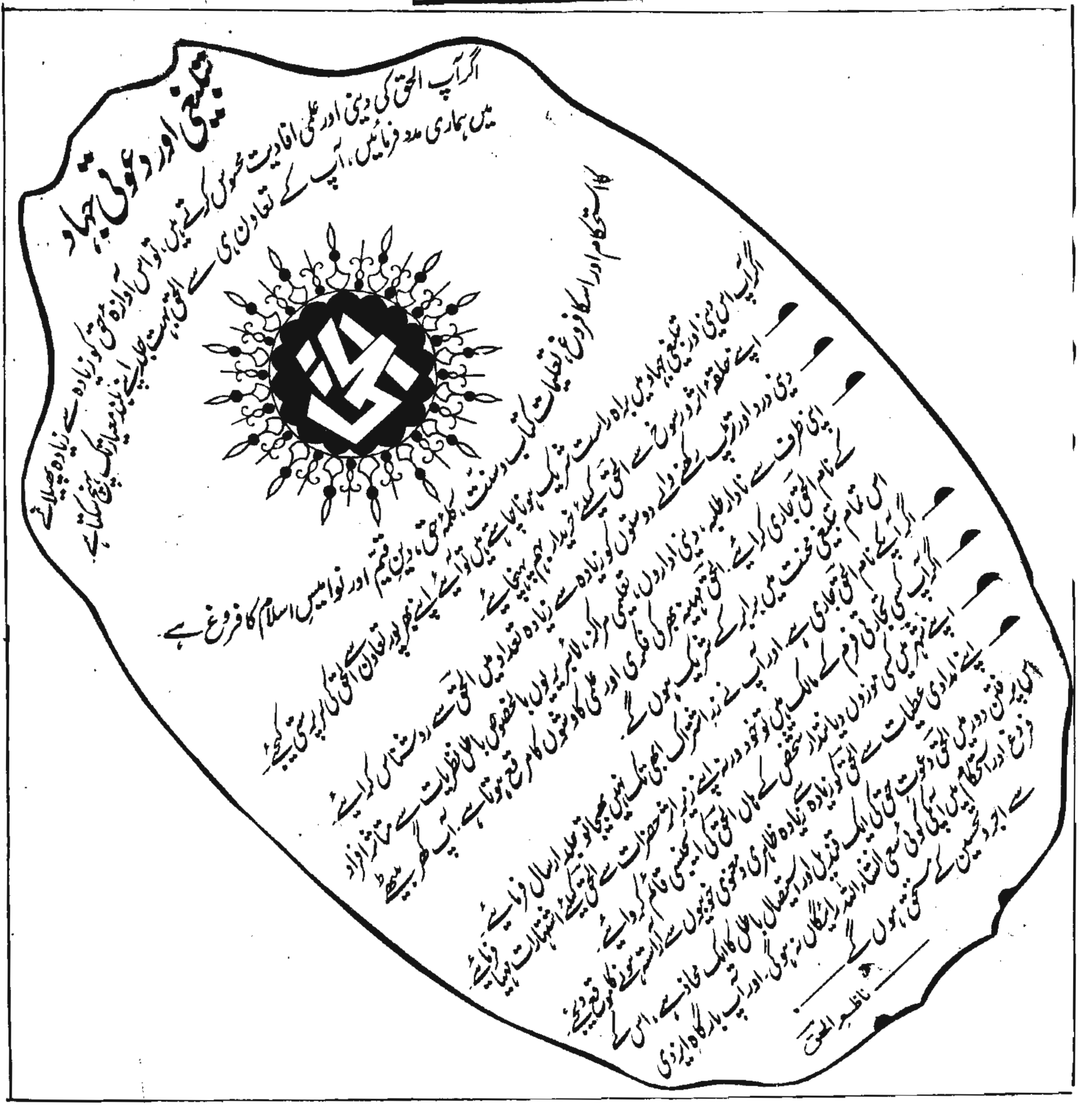

تبلیغی اور دعوتی جہاد

اگر آپ الحق کی دینی اور علمی افادیت محسوس کرتے ہیں، تو اس ادارہ حق کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہماری مدد فرمائیں، آپ کے تعاون ہی سے الحق بہت جلد اپنے بلند معیار تک پہنچ سکتا ہے

کے استحکام اور اسکا فروغ، تعلیمات کتاب و سنت، کلمۂ حق، دین قیم اور نوامیس اسلام کا فروغ ہے۔

اگر آپ اس دینی اور تبلیغی جہاد میں براہ راست شریک ہونا چاہتے ہیں تو آپ اپنے بھرپور تعاون سے الحق کی سرپرستی کیجئے

- اپنے حلقۂ اثر و رسوخ سے الحق کیلئے خریدار بہم پہنچائیے۔
- دینی درد اور تڑپ رکھنے والے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں الحق سے روشناس کرائیے۔
- اپنی طرف سے نادار طلبہ، دینی اداروں، تعلیمی مراکز، لائبریریوں بالخصوص باطل نظریات سے متاثر افراد کے نام الحق جاری کرائیے۔ الحق تبلیغ و جہاد کی فکری اور علمی کاوشوں کا مرقع ہوتا ہے۔ آپ گھر بیٹھے اس تمام تبلیغی محنت میں برابر کے شریک ہوں گے۔
- اگر آپ کے نام الحق جاری ہے اور آپ نے زر اشتراک ابھی تک نہیں بھیجا تو جلد ارسال فرمائیے۔
- اگر آپ کسی تجارتی فرم کے مالک ہیں تو خود اور اپنے زیر اثر حضرات سے الحق کیلئے اشتہارات مہیا فرمائیے۔
- اپنے شہر میں کسی موزوں دیانتدار شخص کے ہاں الحق کی ایجنسی قائم کروائیے۔
- اپنے امدادی عطیات سے الحق کو زیادہ سے زیادہ ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہونے کا موقع دیجئے۔

اس پر فتن دور میں الحق دعوت حق کی ایک تحریک اور استیصال باطل کا ایک محاذ ہے، اس کے فروغ اور استحکام میں آپکی کوئی سعی انشاء اللہ رائیگاں نہ ہوگی۔ اور آپ بارگاہ ایزدی سے اجر و تحسین کے مستحق ہوں گے

— ناظم الحق

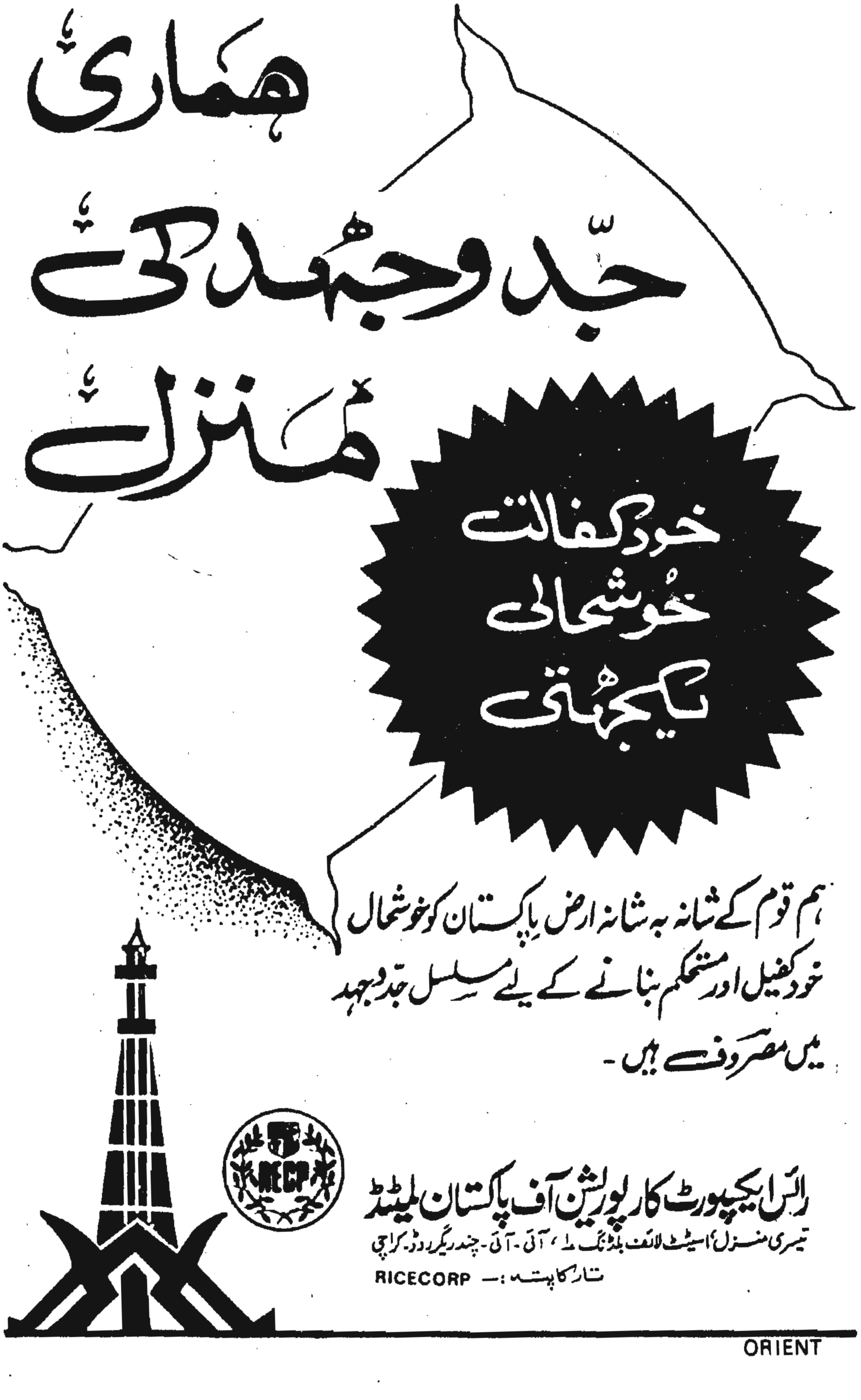

ہماری

جدّوجہد کی

منزل

خود کفالت

خوشحالی

یکجہتی

ہم قوم کے شانہ بہ شانہ ارض پاکستان کو خوشحال خود کفیل اور مستحکم بنانے کے لیے مسلسل جدوجہد میں مصروف ہیں۔

رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ
تیسری منزل، اسٹیٹ لائف بلڈنگ ۱، آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ۔ کراچی
تار کا پتہ:— RICECORP

ORIENT

افغان اتحاد اور مولانا عبدالحقؒ کی مساعی

افغان قیادت کے نام شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا روح پرور مکتوب
اور وفاق المدارس کے اجلاس میں افغان جہاد کی حمایت کی قرارداد

افغانستان میں اشتراکیت سے برسرِ پیکار مجاہدین کا جہاد کے آغاز (جولائی ۱۹۸۱ء) میں جب باہمی گروہ بندی، اختلاف اور انتشار بڑھنے لگا تو ان دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ذیل کا روح پرور مکتوب ایک وفد کے ہاتھ مجاہدین کے مختلف احزاب کے زعماء کی خدمت میں بھیجا اور بعد میں خود بھی اس سلسلہ میں مقدور بھر مساعی میں مصروف رہے، حتیٰ کہ افغان عبوری حکومت کی تشکیل میں آپ کی ہدایات کے مطابق مولانا سمیع الحق مدظلہ، نے مرکزی اور بنیادی کردار ادا کیا ——— (ادارہ) ———

گرامی قدر مجاہدینِ اسلام و حامیانِ دینِ متین زعماءِ جہادِ افغانستان وجمیع رفقاء و مجاہدین وجنود اسلام ایدکم اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ مزاجِ گرامی!

آپ حضرات کے مجاہدانہ اور سرفروشانہ کارنامے اس الحاد و دہریت و زندقیت کے زمانہ میں اسلام اور عالمِ اسلام کے لیے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں ایک ایسی قوتِ جابرہ کا مقابلہ جو اس وقت پوری دنیا میں اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کی مُدعی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کو چیلنج کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی لانہایت امداد اور نصرت کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم اگرچہ کمزور ہیں لیکن یقین جانیئے کہ ہماری مخلصانہ دُعائیں شب و روز آپ کے شریکِ کار ہیں۔

محترما! آپ خود علماء اور اہلِ علم ہیں، بے اتفاقی تشتت اور باہمی اختلاف کے بارے میں قرآنِ کریم کی تصریحات، احادیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الف والف صلوٰۃ اور مسلمانوں کی پوری تاریخِ عروج وزوال آپ سے پوشیدہ نہیں جس کی تکرار آپ حضرات کے سامنے تحصیل حاصل ہوگی۔ مَیں آپ کو خالقِ کائنات کا واسطہ دے کر یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا اختلاف صرف دو افراد، دو گروہوں یا دو جماعتوں کا اختلاف نہیں، اس سے عالمِ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ آپ کا جہاد کسی ایک سرزمین کا نہیں، اس کا جغرافیائی حدود سے تعلق نہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی جنگ ہے جس کو بجا طور پر عالمِ اسلام کی جنگ قرار دیا جا سکتا ہے اور آپ صرف افغانستان کے لیے نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام کے لیے لڑ رہے ہیں۔ صرف میں اور میرا دارالعلوم ہی نہیں پاکستان کے تمام علماء کرام، عوام اور تمام عالمِ اسلام اس سے سخت پریشان ہے۔ آپ کی معمولی ناچاکی شماتت اعداء کا ذریعہ بن رہی ہے، نصرتِ الٰہی کے انقطاع کا ذریعہ بن رہی ہے، مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث باہمی افتراق بن رہا ہے۔ اس وقت جو مقامِ جہاد و عزیمت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے خدانخواستہ ایسی معمولی لغزش سے اگر اس کو کچھ بھی گزند پہنچا تو اس کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ، اس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور مسلمانوں کے نزدیک آپ حضرات پر ہوگی۔ پاکستان کے تمام علماء کرام کی جانب سے آپ سے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ للہ اِن اختلافات کو بلا تاخیر ختم کیجئے۔

اِس وقت مَیں اپنے بیٹے برخوردار مولانا سمیع الحق اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مشہور عالمِ دین مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی اور راولپنڈی کے معروف عالمِ دین برخوردار قاری سعید الرحمٰن صاحب کو بطورِ خصوصی وفد اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور صمیمِ قلب سے دُعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرما دے۔ وھو میسر لکل عسیر۔

اور اگر ضرورت پڑی تو انتہائی کمزوری اور بیماری کے باوجود خود بھی حاضری سے دریغ نہیں کروں گا ——— میرا ارادہ ہے کہ مجاہدین کی بھرپور امداد اور حمایت کے لیے عنقریب پورے پاکستان اور خصوصاً سرحد و بلوچستان کے علماء اور اہلِ درد حضرات اور صلحاء سے بھی رابطہ قائم کروں، اور اس سلسلہ میں آج تک جو کسل واقع ہُوا ہے اللہ تعالےٰ معاف فرمائے، اس کی تلافی کے لیے بھی ان سے مشورہ کروں گا۔ (عبدالحق عفی عنہ)

* * *

اسی طرح وسط جون ۱۹۸۱ء میں کراچی کے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں وفاق المدارس العربیہ کی مجلسِ عاملہ اور مجلسِ شوریٰ کا ایک مثالی اجلاس منعقد ہوا جس میں پہلی بار ملک بھر سے اربابِ مدارس، علماء کرام اور مہتممین مدارس

اور کئی ایک اہلِ علم و فکر نے بحیثیت ارکان و مندوبین اتنی بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔ مجلسِ شوریٰ کی پہلی نشست میں افغانستان کے سلسلہ میں حسب ذیل قرارداد وفاق المدارس کے سرپرستِ اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ایماء پر آپ کے فرزندِ جلیل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے پیش فرمائی، جسے تمام شرکاء نے بڑے جوش اور ولولہ سے متفقہ طور پر منظور کیا۔ ملک و بیرونِ ملک اشتراکیت اور اس کے ہمنواؤں کے بارہ میں ملک بھر کے اہلِ حق علماء و صلحاء اور اہلِ مدارس کا یہ ایک متفقہ موقف تھا اور اس طرح ایک استصوابِ رائے بھی کہ الحمدللہ یہاں کے اہلِ حق علماء اشتراکیت اور اس کے ہمنواؤں اور گماشتوں کے بارہ میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔

قرارداد کا متن یہ ہے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا یہ عظیم الشان اور نمائندہ اجلاس علماءِ کرام، مشائخ اور طلباء مدارسِ دینیہ کی اس برادری کو پُرزور خراجِ تحسین پیش کرتا ہے جو نہایت جان نثاری و جانسپاری کے ساتھ افغانستان میں دنیا کی سب سے بڑی استبدادی طاقت اور دشمنِ انسانیت و مذہب، اشتراکی روسی حکومت سے برسرِ پیکار ہے، جہاں روسی حکومت اور اس کے اشتراکی ہمنواؤں نے مدارسِ عربیہ کو تہ و بالا کر دیا ہے، خانقاہیں مسمار ہو چکی ہیں اور مساجد کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ اور دینی و علمی حلقوں سے وابستہ ایک ایک شخص کو چُن چُن کر تہہ تیغ کیا جا رہا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ کا یہ اجلاس اپنے اُن افغانستانی قابلِ فخر سپوتوں اور فضلاء کو بھی سلام کرتا ہے جو وفاق المدارس سے وابستہ مدارس سے فارغ ہوئے اور اب اپنے ملک میں روسی حکومت کے خلاف جہاد میں بدر و حنین جیسے مثالی واقعات کو اپنے خونِ شہادت سے رقم کر رہے ہیں، اور ان فضلاء میں اب تک سینکڑوں جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ کے نزدیک یہ غیور علماء شمعِ اسلام پر نثار ہو کر جہاد و عزیمت کا زریں باب رقم کر رہے ہیں جو دُنیا بھر کے علماء کے لیے عموماً اور پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں کے لیے خصوصاً دعوتِ عمل دے رہے ہیں۔

چونکہ اشتراکیت کی یہ یلغار پاکستان کے دروازے پر دستک دے رہی ہے اس لیے وفاق المدارس العربیہ کا یہ اہم اجلاس یہاں کے اہلِ علم، اربابِ مدارس، خانقاہوں اور دینی مراکز سے وابستہ حلقوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ان حالات پر گہری نظر رکھیں اور اس بارے میں مسئولیتِ خداوندی کے احساس اور جذبۂ بیداری کو اپنے اندر پیدا کریں۔ وفاق المدارس العربیہ کا یہ اجلاس اس جہاد کو عظیم اسلامی جہاد قرار دیتے ہوئے شہداء کے لیے دُعائے مغفرت کرتا ہے۔

* * *

دارالعلوم حقانیہ جذبۂ جہاد کی کان ہے۔

محمد صلاح الدین۔ مدیر ہفت روزہ تکبیر

برصغیر کے ممتاز عالمِ دین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، ان کا انتقال پُرملال ملتِ اسلامیہ کے لیے صدمۂ عظیم ہے وہ معمول کے سے حجرہ نشین عالمِ دین نہیں تھے بلکہ انہوں نے بڑی بھرپور زندگی گزاری اور پاکستان اور اطراف کے ممالک کی علمی دینی اور سیاسی زندگی پر اپنی سرگرمیوں کی واضح چھاپ لگائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ بہت ہی مختصر سی مدّت میں جہادِ افغانستان کے دو اہم سرپرست یعنی مرحوم صدر ضیاء الحق شہید اور مولانا عبدالحق شہید ہو گئے، تو غلط نہ ہو گا۔ صدر ضیاء الحق کی جہادِ افغانستان کی سرپرستی تو معروف اور متعارف تھی لیکن جہادِ افغانستان کی انگیخت میں مولانا عبدالحق کی ذاتِ گرامی کے اثرات کا علم نسبتاً کم لوگوں کو ہے پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مولانا عبدالحق نے دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس کر کے جو شمعِ ہدایت روشن کی تھی اس کی تنویر سے افغانستان کے بہت سے ذہن بھی منور ہوتے اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے متاعِ علمِ دین کے ساتھ ساتھ دولتِ ایمان بھی لے کر دور دراز مقامات تک جاتے ہیں اور اس دولتِ ایمان میں خالص جذبۂ جہاد بھی شامل ہوتا ہے۔

اسی جذبۂ جہاد سے سرشار مولانا عبدالحق کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے بہت سے فارغ التحصیل علماء نے افغانستان میں اسلامی فکر کی اشاعت و ترویج کی تحریک برپا کی جس نے ابتداء میں داؤد حکومت کو چیلنج کیا اور بعد ازاں سوویت یونین کی افواجِ قاہرہ کو للکارا۔ گزشتہ ایک عشرے میں افغانستان میں جو جہاد ہو رہا ہے اس میں بہت سے سیکڑوں پر جامِ شہادت نوش کرنے یا دادِ شجاعت دینے والے مجاہدوں اور کمانڈروں کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے ہی ہے۔

مولانا عبدالحق کا دارالعلوم حقانیہ جہاد کے جذبۂ خالص کی کان ہے اور یہاں اس جذبے کو شدّت افزودگی دینے والے بہت سے تکنیک کار ہیں، مولانا نے مسلسل تین بار قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہو کر پاکستان میں سیکولر اور سوشلسٹ قوتوں کو براہ راست بھی للکارا ہے اور سیاسی میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں، بھٹو آمریت کے خلاف قومی اتحاد کی تشکیل میں بھی انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ہم ان کی رحلت پر ان کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور خدا سے مولانا کے لیے اعلیٰ درجات اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

ہفت روزہ تکبیر ۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء

جہادِ افغانستان اور ترویجِ شریعت میں

فُضلائے حقانیہ کا کِردار

دارالعلوم حقانیہ علماءِ حق کی مادرِ علمی اور آدم گری کا کارخانہ ہے

الشیخ علامہ محمد محمود صواف مکہ مکرمہ — **الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ**

مورخہ یکم مارچ ۱۹۸۹ء دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دعوت پر عرب سکالروں اور علماء کے ایک نمائندہ وفد نے بھی دارالعلوم تشریف لاکر اس تقریب کو مزید رونق بخشی۔ قائدِ وفد جناب الشیخ علامہ محمد محمود صواف اور جناب الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی نے بھی اجلاس سے خطاب فرمایا۔ ہر دو حضرات کی تقاریر کے بین السطور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی سیرت و کردار اور تربیت و افکار کا ترشح ہوتا ہے ——— (ادارہ)

الشیخ علامہ محمد محمود صواف کا خطاب

الحمد للہ ثم الحمد للہ العظیم والسلام علی عباداللہ الصالحین وعلی راسہم امامنا وحبیبنا وقائدنا ونبینا محمد صلوۃ اللہ علیہ۔ امابعد!

طلباء دارالعلوم کی دستار بندی کا منظر دیکھتے ہوئے

ھٰذہ عمائم الصحابۃ، ھٰذہ عمائم الائمۃ وھٰذا طریقہم الطریق الی اللہ، الطریق الی الاسلام، ھو طریق العلم وھو طریق المجد وھو طریق الاتحاد وطریق الدنیا والاٰخرۃ فی الجنۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یاایہا الاخوان کان یودی ان احدثکم بلغتکم وبلغۃ الاسلام الاُردیۃ کان بودی ولکن ؏

زبان یارِ من تُرکی و من تُرکی نمی دانم

قال الاستاذ مولانا سمیع الحق کلہم یعرضون العربیہ ویفہمون الکلام۔

الحمد للہ یا اخوان اننا سعداء بہٰذہ الزیارۃ نحن سعداء بہٰذہ الزیارۃ ولا نقول الا الخیر وسوف ننقل ھٰذا المشہد الی اخوننا فی العرب۔ ونحن جئناکم من الملکۃ ومکۃ المبارکہ وندعوا اللہ ان نرٰکم جمیعًا ھناک حاجین ومعتمرین جمیعًا انشاء اللہ و عند رسول اللہ عند الامام الاکبر للدنیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ صحابہؓ کی پگڑیاں ہیں، یہ ائمہ کی پگڑیاں ہیں اور یہ انہی کا راستہ ہے خدا کی رسائی کا راستہ، اسلام کی رسائی کا راستہ یہی عظمت کا راستہ ہے، یہی دنیا اور آخرت کی بھلائی اور جنّت کا راستہ ہے۔

بھائیو! میری دلی خواہش تھی کہ میں تمہاری زبان اور اسلامی زبان اُردو میں تم سے بات کروں، میری خواہش لیکن ؏

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فرمایا حضرت! سب عربی جانتے ہیں اور آپ کی بات سمجھ رہے ہیں۔

الحمدللہ! بھائیو ہم یہ ملاقات اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں، ہم خوش نصیب ہیں کہ آپ سے ملے ہیں اور اس ملاقات کو اچھا ہی سمجھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ دیکھا ہے عنقریب اسے عرب بھائیوں تک پہنچا دیں گے۔ ہم تمہارے پاس مکہ مبارکہ سے آئے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تم سب کو وہاں حج اور عمرہ کرتے ہوئے دیکھیں اور ساری دنیا کے عظیم پیشوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہوئے دیکھیں۔

حیث تقرءون سیرۃ واحادیثہ وسنۃ وبنیٰ بہ الامارۃ وبنیٰ بہ الشریعۃ وبنیٰ بہ جنۃ الدنیا و الاخرۃ۔ ھٰذہ کنتم تقرء ونہا من الصحاح الستۃ السنن والمغازی و المؤطا من عند اللہ وعلمہ اللہ ایاھا وَمَاکَانَ یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یَاَیُّھَا الاخوۃ! اننا نعرف انصار باکستان وانا ھنا فی کراتشی لما قام مؤتمر الاول ونحن شھداء بقیام دولت الاسلام فی ھٰذا البلد العزیز بقیام دولت القراٰن فی ھٰذا البلد العزیز وکنّا نرٰی للاجئین فی ارضھا واذًا نتوقع ان ھٰذا الدولۃ تقوم وتتقدّم وتعلو والحمد للہ تصبح رکنًا وّ مجدًا للاسلام ونسئل اللہ ان یحمی باکستان وان یحمی افغانستان، وھٰذا الجہاد الافغانی الذی ھو جہادکم وانتم کنتم الانصار والمھاجرون ھم الافغان والامۃ الواحدۃ تتکوّن کما تکوّن مہد الاسلام وجیش الاسلام فی العصر الاول۔ وبقیادۃ سید الانام محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تکوّن جیشھم من المھاجرین والانصار فطوبٰی، طوبٰی للمھاجرین لاخواننا المجاھدین الّذین مُحُّوا من دیارھم ومُحُّوا من وطنھم ولٰکن اللہ عزّھم ونصرھم وھزم اعداھم وخرج اعداء الاسلام مدحورین خرجوا اذلاء صاغرین وارتفعت رایۃ الاسلام وسترفع علیٰ کلّ ضیقٍ فی کابل وفی افغانستان علیٰ کلّ ضیقٍ ترفرف رایۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

فطوبٰی لشعب افغانستان وطوبٰی لقادۃ الکرام الّذین قادوا ھٰذا الجہاد فانتصروا۔ وطوبٰی لکم یا انصار حیث استقبلتم ھٰذہ الشعب بالودّ والمحبّۃ والجہاد واختلطت دماءکم بدماءھم وشھداءکم بشھدائھم و شھداءنا نحن، نحن لانقول، نحن العرب وانّما نقول نحن المسلمون ونحن امّۃ الاسلام لا فوق فیھا بین عنصر و عنصر ان ھٰذہ امتکم امّۃً وّاحدۃ ونحن امۃ باکستانیین وطننا الاسلام عزّنا الاسلام امامنا الاسلام قدوتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یَاَیُّھَا الاخوۃ، یَاَیُّھَا الاحباب، یَاَیُّھَا العلماء! انتم الناس ایّھا العلماء لا اقول کما قال الشوقی[1] انتم الناس ایّھا الشعراء لا

جن کی وہ سیرت ، احادیث اور سُنّت تم پڑھتے ہو جس پر انہوں نے حکومت ، شریعت اور دنیا اور آخرت کی عظمت کی بنیاد رکھی تھی، یہ جو تم صحاح ستہ، سُنن ، مغازی اور مؤطا وغیرہ پڑھتے رہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعلیم دی ہے وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے یہ تو وحی ہی ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔

بھائیو! ہمیں پاکستان کے انصار معلوم ہیں، میں اُس وقت جب پاکستان پہلے پہل بنا تھا کراچی میں تھا اور ہم اس خطۂ زمین کے قیام (کی جدوجہد) کے گواہ ہیں ۔ اور (آج کی طرح) اس وقت بھی ہم اس کی زمین پر پناہ گزیں دیکھتے تھے، اُس وقت ہمیں توقع تھی کہ یہ حکومت قائم رہے گی، سربلند رہے گی اور اسلامی دنیا کا حصہ اور اسلام کی عظمت کا سبب بنے گی۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ پاکستان کی حفاظت کرے، افغانستان اور افغانی جہاد کی حفاظت کرے جو آپ ہی کا جہاد ہے تم انصار ہو اور مہاجر افغان قوم ہے اور ملت ایسے ہی بنتی ہے جیسے کہ پہلے زمانہ میں اسلامی عظمت کا سبب اور اسلام کا لشکر بنا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ان کا لشکر مہاجرین اور انصار سے بنا تھا، پس ہمارے مہاجر بھائیوں کیلئے ہمارے مجاہد بھائیوں کیلئے خوشیاں ہوں جن کو اپنے گھروں سے اور اپنے وطن سے نکال دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو عزّت بخشی، ان کی مدد کی، ان کے دشمنوں کو شکست دی اور اسلام کے دشمنوں کو دھکے دے کر اور ذلیل و رسوا کر کے نکالا۔ اسلام کا پرچم بلند ہو گیا اور ہر رکاوٹ کے باوجود کابل میں بلند ہو گا اور انشاءاللہ اب ہر رکاوٹ کے باوجود لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھنڈا افغانستان میں لہرائے گا۔

پس خوشیاں ہوں افغانستان کے مجاہدین کی جماعتوں کیلئے اور ان معزز جرنیلوں کیلئے جنہوں نے اس جہاد کی قیادت کی اور غلبہ پایا۔ اور اے انصار! تمہارے لیے بھی خوشیاں ہوں کہ تم نے ان گروہوں کا استقبال پیار محبت اور جہاد کے ساتھ کیا، تمہارے خون ان کے خون اور تمہارے شہید اُن کے شہداء کے ساتھ مل گئے، خود ہمارے شہداء بھی ان سے مل گئے۔ ہم نہیں کہتے کہ ہم عرب ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان اُمت ہیں اس میں کسی ایک قبیلے کا دوسرے قبیلہ سے فرق نہیں ہے، بیشک تمہاری یہ اُمت ایک ہی اُمت ہے اور ہم پاکستانی بھی ہیں (کہ ہم سب مسلمان ہیں) اور ملک اسلام ہے ہماری عزّت اسلام ہے ہمارا پیشوا اسلام ہے اور ہمارے قائد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بھائیو، دوستو، اور علماء حضرات! تم ہی کام کے لوگ ہو، مَیں شوقی کی طرح یہ نہیں کہوں گا کہ شاعرو! تم ہی کام کے لوگ ہو۔ نہیں نہیں اے علماء تم ہی

---

[1] احمد شوقی مصر کے مشہور شاعر گذرے ہیں۔ ۱۸۶۸ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، اعلیٰ تعلیم فرانس میں حاصل کی اور ۱۹۳۲ء میں وفات پائی (مترجم)

لا انتم الناس ایّہا العلماء انتم القادۃ۔ کنتم روح الجہاد فی الأُمّۃ۔ رُبُّوا الأُمّۃ علی الجہاد، رُبُّوا الأُمّۃ علی الاستشہاد رُبُّوا الأُمّۃ علی التمسک بکتٰب اللہ وسنّۃ رسول اللہ۔

یٰاَیّہا العلماء ہنیئًا لکم ہٰذا الطریق انہ طریق النور، انہ طریق الامان، انہٗ طریق المجد، انہ طریق العزّۃ، انہ طریق الکرامۃ لامّتکم و للمسلمین سیروا علی طاعۃ اللہ وسیروا بنور اللہ وتفقّہوا فی دین اللہ وانشروا ہٰذا العلم وھو علمنا۔ وتجنّبوا مدارس الکفّار، تجنبوا اسانیہ الکفّار فی تکوین شخصیتنا و فی اضاعۃ ھویّتنا وفی اضاعۃ اقدارنا النیّرۃ تجنّبوھا وتمسّکوا بہٰذہ الہدی بہٰذہ الطریقۃ وبہٰذہ الشریعۃ التی قامت علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ۔

ایّہا الاخوۃ! اُھنّئکم بکلّ قلب و باسم اخوانی الکرام الّذین معی ھنا فی الحفلۃ کفضیلۃ الشّیخ عبد المجید زندانی عزّہ اللہ وحفظہ وغیرہ من رجال الدعوۃ الی الاسلام، کلّھم ھنا فی الجہاد یدنا مع ید الافغان روحنا مع الافغان ویدنا وروحنا مع پاکستان انناجنود بامام واحد وھو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کام کے لوگ ہو، تم ہی راہنما ہو، اُمت میں جہاد کی روح ہو۔ تم اُمت کو جہاد کی تربیت دو، ان میں جہاد کا شوق پیدا کرو، اُمت کی تربیت کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر کرو۔

اے علماء! تمہیں یہ راستہ مبارک ہو، یہ روشنی کا راستہ ہے، یہ یہ عظمت و سربلندی کا راستہ ہے اور یہ تمہاری امت اور مسلمانوں کے لیے احترام کا راستہ ہے، اللہ کی اطاعت پر گامزن رہو، اللہ کے نازل کردہ نور کے ساتھ چلو، اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرو اور اس کے علم کو پھیلاؤ، یہ ہمارا علم ہے، کفّار کے مدارس سے بچتے رہو، اپنی شخصیت کے بنانے میں کفّار کے طریقوں پر اعتماد نہ کرنا، ہماری حقیقت اور روشن اقدار کو ضائع کرنے کے لیے کفّار کی مساعی سے بچو اور اس ہدایت کو، اس طریقہ کو اور اس شریعت کو جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہے تھامے رکھو۔

بھائیو! میں دل کی گہرائی سے آپ کو اپنی طرف سے اور اپنے ان معزز اور عرب بھائیوں کی طرف سے جو اس جلسہ میں میرے ساتھ موجود ہیں جیسے فضیلۃ الشیخ عبدالمجید زندانی صاحب اور اسلامی اقدار کی طرف دعوت دینے والے میرے دوسرے ساتھیوں کی طرف سے تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میرے تمام ساتھی یہاں جہاد میں شریک ہیں۔ ہماری قوّت افغانوں کی قوت ہے اور ہماری روح افغانوں کے ساتھ ہے اور ایک ہی رہبر کے لشکر ہیں اور وہ رہبر رسول اللہ ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی کا خطاب

بعد الخطبۃ المسنونہ!

انّ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ھدی الناس الی الطریق المستقیم و انزل لنا نورًا مّبینا۔ قال اللہ تعالیٰ: ”قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ“ ۝

لکن ذٰلک النور۔

فالرسل ھم الّذین یحملون ھٰذا النور ویدلّون النّاس علیہ وبعد الرسل العلماء ورثۃ الانبیاء ھم الّذین یحملون ھٰذا النّور ویبیّنون للنّاس الطریق والمدارس العلمیۃ الشرعیۃ ھی مصانع ھٰؤلاء العلماء وبیوت ھٰؤلاء العلماء۔

واذا کانت ھٰذہ المدارس صالحۃ فانّما تخرّج العالم الصّالح

خطبہ مسنونہ کے بعد!

بیشک اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی طرف لوگوں کی راہنمائی فرمائی اور ہمارے لیے واضح روشنی نازل کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن اور واضح کتاب پہنچ گئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سلامتی کے راستوں کی جانب اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے راستے پر جاتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اُن کو اپنے امر کے ذریعے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہیں اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کرتے ہیں۔“

لیکن اس نور کی تعیین اور توضیح کیلئے سلسلۂ نبوّت و رسالت جاری کیا گیا۔

رسول ہی وہ لوگ ہیں جو یہ نور حاصل کرتے ہیں اور اس کی جانب لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ رسولوں کے بعد ان کے وارث علماء ہی اس نور کے حامل ہوتے ہیں اور لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں اور علومِ شریعت کے یہ مدارس ہی ان علماء کے آدم گری کے کارخانے اور گھر ہیں۔

اگر یہ مدارس صحیح ہوں تو صالح علماء پیدا کرتے ہیں، اگر مدارس کی بنا درست

وإذا كان غير ذٰلك فان العالم يتلوّن بلونها والعالم العالم يرفع النور فيراه النّاس من بعيد فيقتل فيقتدون طريقة والعالم القاعد يقعد بالنور فى الارض فلا يرى النور الّا من كان بالجوار والّذين رفعوا النور شهدهم النّاس۔

نہیں تو ان سے فارغ ہونے والے علما بھی اسی ماحول کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور عالم باعمل اس نور اسلام کو بلند کرتا ہے تو لوگ دور سے اس کو دیکھ کر اس کی اقتداء کرتے ہیں جبکہ کاہل اور سست عالم اس کو لے کر زمین پر بیٹھ جاتا ہے تو یہ روشنی سوائے پڑوسیوں کے کسی کو نہیں دکھائی دیتی، اس کے برعکس اس کو بلند کرنے والے لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں۔

اخوانی! سمعت عن هٰذه المدرسة الحقانية و رأيت نورها قبل ان أزُورَ باكستان وقبل ان اعرف باكستان يوم التقيت بجلال الدين حقانى، فقلت من اين هٰذا الرّجل من قبيلة حقّان؟ قالوا لا، ليس القبيلة حقّان، وانّما هٰذه مدرسة اسمها المدرسة الحقانيه فى باكستان. فقلت الحمد لله شعاعٌ۔ وصل وحمله احد خرّيجيها واحد علماءها فرأته الدنيا. وسمعت به الارض والنّاس يردّدون مسلمهم وكافرهم من قائد المعركة؟ فيقولون حقّانى۔ فهنيئاً لهٰذه المدرسة فى تخريج انصار هٰؤلاء القادة لها بانّها مدرسة صحيحة و مدرسة حقانيه وتخرّج علماء حق وهنيئاً للمسلمين بهٰؤلاء العلماء وبهٰذه المدرسة۔

بھائیو! پاکستان آنے سے قبل بلکہ پاکستان کو جاننے سے قبل میں نے اس مدرسہ حقانیہ کے بارے میں سنا تھا اور اس کی روشنی کو دیکھا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے پاکستان کی بھی معرفت نہیں تھی، یہ وہ دن تھا جب میری ملاقات دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت اور جہادِ افغانستان کے معروف جرنیل جلال الدین حقانی صاحب سے ہوئی تھی، میں نے پوچھا کیا یہ شخص قبیلہ حقان سے تعلق رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ نہیں حقان قبیلہ نہیں بلکہ پاکستان میں مدرسہ ہے جس کا نام حقانیہ ہے، اُس وقت میں نے کہا الحمدللہ کہ یہ نورِ ہدایت کی شعاع تھی جو ہم تک پہنچ گئی اور اس کو اٹھانے والا مدرسہ حقانیہ کا ایک فارغ التحصیل فاضل اور ایک عالم ہے، سو پوری دنیا نے اسے دیکھا اور اہلِ زمین نے سنا لوگ چاہے مسلمان ہوں یا کافر ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ کوئی پوچھتا ہے تمہارا کمانڈر کون ہے تو کہتے ہیں حقانی! لہٰذا مبارک ہو اس مدرسہ کو کہ وہ ایسے کمانڈر مرد میدان کے لیے معاون پیدا کرتا ہے، مبارک ہو کیونکہ یہ مدرسہ کے لیے اس کی عظمت کی گواہی ہے کہ یہ صحیح اور حقانی مدرسہ ہے اور جو علماء حق کی مادرِ علمی اور آدم گری کا کارخانہ ہے، نیز مسلمانوں کو ایسے علماء اور ایسا مدرسہ مبارک ہو۔

والله انّنى فى غاية السّرور انّنى رأيت هٰذه المدرسة تخرّج امام عينىّ هٰؤلاء العلماء فى العمائم هٰذه العمائم التى اهانها المستعمرون الكفّار و اهانها تلاميذ المستعمرين فخلعت العمائم وتخلّينا من هٰذه الملابس التى تدلّ على العلم والعلماء والشّيوخ والصحابة الكرام وغنّنا اننا نكتسب النّصر والعزّة ومضينا فى ذلّ وخذلان ودحال يوم ان تبعنا الكفّار۔

بخدا مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ میرے دیکھتے دیکھتے میری آنکھوں کے سامنے یہ مدرسہ حقانیہ یہ مادرِ علمی، پگڑیوں والے علماء و فضلاء کو تحصیلِ علم سے فارغ کرکے رخصت کر رہی ہے۔ یہی پگڑیاں تھیں کہ کفّار کی استعماری قوتوں نے جن کی تحقیر کی اور انکے شاگردوں نے جنکی توہین کی، چنانچہ پگڑیاں اتاری گئیں اور ہم نے وہ لباس جو علم، علماء، شیوخ اور صحابۂ کرامؓ کی یاد دلاتا تھا اُتار پھینکا اور ہم گانتے رہے کہ ہم فتح اور عزت کی راہ پر لگ گئے جبکہ ہم ذلت و رسوائی اور ہلاکت کے گڑھوں میں اسی روز سے گرتے جا رہے ہیں جس دن سے ہم نے کافروں کا اتباع کیا۔

ماجاء النّصر مرّة ثانية الّا على و ايدى من يلبسون العمائم فرأينا العمامة الكبيرة فى افغانستان تخرج جيوش الروس وتطردهم واصبحت علامة العزّة وعلامة الشرف واصبح صاحب العمامه اذا مرّ قيل هٰؤلاء الّذين غلبوا الرّوسية۔

مسلمانوں کو دوبارہ فتح پگڑیاں باندھنے والوں کے ہاتھوں سے ملی۔ چنانچہ ہم نے افغانستان میں بڑی پگڑی دیکھی جو روس کی فوج کو نکال دیتی ہے اور انہیں دھتکارتی اور ہزیمت پر مجبور کر دیتی ہے۔ پھر یہ پگڑی عزت و شرف کی علامت بن گئی اور پگڑی والا جب کہیں سے گذرا تو یہ کہا جانے لگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو روس پر غالب آ گئے۔

هٰكذا اذا عمل العالم ورفع النّور وقام بالعلم ورأى النّاس نورهم امّا اذا قعد فانّهٗ يضيئ ما حولهٗ والنّور عنه ما تتجمع وتتجمعت المصابيح فان النّتيجة هو نور قوى الى المسافات البعيدة فاذا تفرّقت المصابيح اصبحت ضئيلة لا نرى الّا من كان فى جوارنا واذا اضطرمت فى الطريق تساءل النّاس۔ فيقال هناك مصباح فالطريق

حضرات! یونہی جب عالم باعمل ہو اور حق کی روشنی کو اٹھا کر بلند کر دے علم کی طرف توجہ دے تو لوگ اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں اور اگر وہ بیٹھا رہے تو وہ صرف آس پاس کی چیزوں کو روشن کرتا ہے پھر جب بہت سے چراغ جمع ہو جاتے ہیں تو نتیجہ کے طور پر ایسی تیز روشنی نکلتی ہے جو دور دور تک پھیلتی ہے اور جب چراغ متفرق ہو جاتے ہیں تو روشنی ماند پڑ جاتی ہے ہم ان سے سوائے قریب کے لوگوں کے کچھ نہیں دیکھ سکتے، اور جب ایسے چراغ راستے میں کہیں ادھر اُدھر جلتے ہیں تو لوگ پوچھا کرتے ہیں پھر کوئی کہتا ہے وہاں چراغ جل رہا ہے، لہٰذا راستہ

هنالك ويقول الأخر مصباح هنالك فهيا هناك ويقول الأخر مصباح هناك فيها هناك نتفرقت الامة ويضيع الناس وترٰى اصحٰب هٰذه المصابيح نورهم ضعيف لايريهم بانفسهم الطريق وما اصاب المسلمين مصيبة اكبر من تفرّق حملة المصابيح۔ اكبر من تفرّق العلماء فالحذر الحذر من التفرّق والاختلاف هنيئًا لكم فى هٰذا الاجماع وهٰذه المناسقة احبّ ان ازفّ اليكم خبرًا يبيّن لنا انما النصرة للاسلام فى كلّ ميدان وان العزّة للاسلام۔

حديث من احاديث الرّسول صلى الله عليه وسلم ياحملة الحديث، كان هٰذ الحديث مشكلًا من الاحاديث المشكلة ارباب هٰذا الفن يقرءون قول رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى رواه البخارى "الحبّة السوداء شفاءٌ من كلّ داءٍ"

"كلونجى" نعم الحبة السوداء (كلونجى) شفاء من كلّ داء۔ قال احد الشيوعيين الى فى زمن قديم۔ اذًا لامحتاج الى الادوية۔ اذًا لا نحتاج الى المستشفى الرسولُ يقول هٰكذا "الحبة السوداء شفاء من كل داءٍ"

ولكنّ الجواب جاء اليوم۔ أ تدرون من اين جاء؟ من امريكه۔ من امريكه جاء الجواب على يد عالم مسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "الحبة السوداء شفاءً لكلّ داءٍ" ـــ فقوله حق اذًا لابدّ ان ارٰى ان هٰذه الحبة السوداء لماذا؟

فاختار عشرين شخصًا وقسّمهم مجموعتين واعطى المجموعة الاولى الحبة السوداء واعطى المجموعة الثانية مسحوقًا من الفحم، ثم اختبر عشر الحبة السوداء على جهاز فى الجسم اسمه جِهاز المناعة ماذا يعمل المناعة؟ يقضى على كل الامراض قال فما هو اثر الحبة السوداء على جهاز المناعة قال تحصّل جهاز المناعة فى الّذين اكلوا الحبة السوداء بنسبة ثلٰث وسبعين فى المائة فقال الحمد لله الجواب موجود، الحبة السوداء تقوّى جهاز المناعة وجهاز المناعة يطرد كل الامراض صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

الاسلام فى تكدّر فى كل الميادين ولكن كثير من النّاس يقولون ماهو الطريق لايقاظ المسلمين فيقولون ان يوجد العلماء العاملون، امّا انا فاقول، انّما الطريق لايقاظ المسلمين اقامة المدارس التى تُخرّج العلماء العاملين اقامة المصانع التى تُخرّج العلماء العاملين الاتقياء۔ هٰذا هو الطريق لايقاظ المسلمين۔

بھی ادھر ہے، دوسرا کہتا ہے نہیں اس طرف چراغ جلتا ہے آؤ ادھر چلیں، تیسرا کہتا ہے وہاں ہے وہاں چلو، چنانچہ امت منتشر ہوجاتی ہے اور لوگ ضائع ہوجاتے ہیں ــــ تم دیکھوگے کہ ان متفرق چراغوں والوں کی روشنی کمزور ہوتی ہے حتّٰی کہ یہ خود ان کو بھی راستہ نہیں دکھاسکتی مسلمان پر جب کبھی بھی بڑی مصیبت آئی تو وہ حاملینِ نور اور علماء کے تفرق اور انتشار کی وجہ سے آئی۔ چنانچہ ڈرتے رہو، اختلاف اور تفرق سے بچتے رہو، آج تمہیں یہ اتحاد مبارک ہو، یہ ہم آہنگی مبارک ہو، میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں جو واضح کرتی ہے کہ ہر میدان میں اسلام کی فتح ہوگی اور اسلام ہی کے لیے سربلندی ہے۔

حدیثِ رسول کے حاملو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث ہے جو اصحابِ حدیث کے ہاں ایک مشکل حدیث تھی۔ وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پڑھا کرتے تھے جسے امام بخاری رح نے روایت کیا کہ "کلونجی میں ہر مرض کی دوا ہے"

ہاں کلونجی ہر مرض کا علاج ہے، تو کچھ مدت پہلے مجھ سے ایک اشتراکی نے کہا کہ پھر تو ہمیں دواؤں کی ضرورت ہے نہ ہسپتال جانے کی، کیونکہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فرماتے ہیں کہ کلونجی میں ہر مرض کی دوا ہے۔

لیکن آج جواب مل گیا ہے، پتہ ہے کہاں سے؟ امریکہ سے۔ امریکہ سے ایک مسلمان عالم کے ہاتھ جواب آگیا۔ اُس نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کلونجی میں ہر مرض کی دوا ہے تو اس کا قول حق ہے ــــ اب میرے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ الحبۃ السوداء یعنی کلونجی کا فائدہ کیا ہے؟

لہٰذا اُس نے بیس آدمیوں کا انتخاب کیا اور اُن کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا۔ ایک گروہ کو کلونجی کھلائی اور دوسرے کو پسا ہوا کوئلہ دیا۔ پھر کلونجی والے گروہ کے ایک جسماتی نظام (جسے دفاعی نظام کہتے ہیں) کا معائنہ کیا، دفاعی نظام کا کیا کام ہے؟ یہ قوت تمام امراض سے بچاؤ کا کام کرتی ہے کلونجی کا اثر دفاعی قوت پر کیا پڑا؟ وہ کہتا ہے کہ کلونجی والے گروہ میں دوسرے گروہ کی نسبت ۳۷ فیصد دفاعی قوت بڑھ گئی۔

تو اُس نے خدا کا شکریہ ادا کیا کہ جواب مل گیا، کلونجی دفاعی نظام کو طاقتور بناتی ہے اور دفاعی نظام تمام امراض کا خاتمہ کرتی ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔

اہلِ اسلام ہر میدان میں آلودگی کا شکار ہیں، مگر بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیداری کا راستہ کیا ہے، پھر کہتے ہیں، یہ کہ باعمل عالم پیدا ہوں اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بیداری کا راستہ ایسے مدارس کا قیام ہے جو کہ باعمل علماء نکالیں، ایسے کارخانوں کا قیام ہے جو کہ متقی علماء پیدا کریں یہی مسلمانوں کی بیداری کا راستہ ہے۔

وانّی فی غایة السرور والسعادة ان اجد نفسی مع العلماء فی هذه المدارس اسئال الله العظیم ان یبارك فیها وان یوفق قادتها والقائمین علیها وطلاّ بها والمؤظفین لها والمواصلین لها وان یاخذ بیدهم الیٰ اعلاء کلمة الله ونشر دین الله واقامة سنة رسول الله اسئال الله العظیم ربّ العرش العظیم ان یکتب النّصر للمجاهدین فی افغانستان وان یجمع کلمتهم و یوحّد صفوفهم وان ینصرهم نصراً عزیزاً واسئال الله ان یجمع کلمة علماء المسلمین فی الارض وان یعلی کلمتهم۔

مجھے انتہائی مسرّت ہے اور سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو ان مدارس میں علماء کرام کے ساتھ پاتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ان میں برکت ڈالے اور ان کے اکابرؒ انتظامیہ، طلبہ، ملازمین اور متعلقین کو توفیق دے کہ وہ کلمۃ اللہ کی سربلندی، اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور سُنّتِ نبویؐ کی اقامت کا کام کریں، اور دعا ہے کہ اللہ ربّ العزّت مجاھدین کے لیے مدد مقدّر فرمائے، ان کی صفوں میں وحدت پیدا فرمائے اور ان کی بڑی مدد فرمائے۔ نیز دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا فرمائے اور ان کی بات کو عظمت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِسلامی سیاست

اوراس کے انقلابی خدوخال

مولانا عبدالقیوم حقانی کے سحرنگار قلم اور ذوقِ تصنیف کا ایک اور عظیم شاہکار۔

— جس میں —

○ سیاست کا مفہوم اور اس کے بنیادی خدوخال ○ مروجہ سیاست کی اصلاح اور دینی سیاست اپنانے کی ضرورت ○ دینی سیاسی جماعتوں کا کردار ○ قیادت کا انتخاب اور فرائض ○ نظامِ تعلیم، سیاست کی خشتِ اوّل ○ مغربی جمہوریت بتقابلہ نظامِ شریعت ○ اسلام ایک پاکیزہ نظریہ سیاست اور انقلابی ضابطۂ اخلاق ○ فسطائی سیاست اور اس کا بدترین انجام ○ اسلام کا معاشی نظام ○ سودی نظام اور اس کی مضرتیں ○ فحاشی و عریانی کی یلغار، خوف و ہراس کا تسلط، اسباب اور سدباب ○ عالمی سیاست میں فوجی اور دفاعی صلاحیتوں کا استحکام الغرض اسلامی سیاست کے تمام انقلابی خدوخال کو جدید مگر اچھوتے انداز میں نمایاں کیا گیا ہے ○ کئی تحریکوں اور کئی شخصیتوں سے متعلق ایک تاریخی دستاویز، ایک انقلابی تحریر جو سیاست، ادب، صحافت، تاریخ اور نئی نسل کو ولولہ تازہ بخشتی ہے ○ ہر لکھے پڑھے مسلمان اور علبہ دین کی جدوجہد کرنے والے بھی خواہاں تمت کیلئے اس کا مطالعہ روشن مستقبل کی ضمانت ہے ○ تین سو سے زائد صفحات عمدہ کتابت شاندار طباعت مضبوط جلد قیمت

مولانا عبدالقیوم حقانی کی بعض دیگر اہم تصنیفات

○ دفاعِ امام ابوحنیفہ ○ صحبتے با اہلِ حق ○ اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال ○ امامِ اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات ○ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (امام ابویوسفؒ امام محمدؒ) ○ مشاہیر کی علمی و مطالعاتی زندگی۔ ○ کشکولِ معرفت ○ خطباتِ حقانی ○ امامِ اعظم کا نظریۂ انقلاب و سیاست ○ کتابت اور تدوینِ حدیث ○ مؤمن کا مقام ○ ساعتے با اولیاء ○ اسلامی سیاست اور اس کے انقلابی خدوخال ○ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ (تذکرہ و سوانح اور سیرت و افکار)۔

اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کیجئے یا پھر براہ راست ہم سے طلب کیجئے

ادارۃ العلم والتحقیق، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ، سرحد۔ پاکستان

شیخ الہند مولانا محمود الحسن حاجی صاحب ترنگزئی شہداء بالاکوٹ کا جہاد عزیمت و تسلسل اور حقانی فضلاء کا انقلابی تذکرہ

جہاد افغانستان کے دوسرے سال میں لکھی گئی مولانا سمیع الحق کی ولولہ انگیز تحریر سے ایک اقتباس

خدا شہیدوں کی خواہش کو زیادہ دیر تک تشنہ تکمیل نہیں رکھتا مجھے ایسا لگتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی عظیم قیادت میں جو خون اللہ کے حضور پیش ہوا اس کی گرمی محسوس ہونے لگی ہے جو آواز چمرکنڈ (حضرت سید احمد شہید کے مجاہدین کا مرکز) سے اٹھی اس کی گونج آج سمرقند میں سنائی دے رہی ہے ۔ اباسین (جس کے آس پاس مجاہدین سید احمد شہید کے بسیرے تھے) کی لہرایں شہداء کے جس خون کو بہا کر لے گئی تھی وہی خون گھوم پھر کر دریائے آمو (جو افغانستان اور روس کو الگ کرتا ہے) تک پہنچ گیا ہے مصنف نے صفحہ ۵۱۴ پر ایک (انگریز گورنمنٹ کے) سرکاری نوٹ کا ہوالہ دیا ہے جس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ

" وہ بوڑھے حاجی ترنگ زئی کو جھنجوڑتا ہے کہ وہ ایسی دیا سلائی روشن کریں ۔ جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے ۔

اس نوٹ کے لکھنے والے (انگریز سی آئی ڈی) کو یہ دیکھنا نصیب نہ ہو سکا کہ سرحد تو آزادی کا لالہ زار بن گیا ہے لیکن یہ دیا سلائی اب بھی (جہاد افغانستان کی شکل میں) روشن ہے اور اس کی تپش وسطی ایشیاء کی وادیوں اور میدانوں تک محسوس کی جا رہی ہے جو ترانے حاجی صاحب کے آزاد مدرسوں میں سنے جاتے تھے آج وہی ترانے افغان مہاجرین کی خیمہ بستیوں کی سکولوں اور مکتبوں میں سنے جاتے ہیں شہدا بالاکوٹ اور شاہ ولی اللہ نے جو پیغام دیا تھا اس کا ترنم آج بھی مجاہدین افغانستان کے کانوں میں گونج رہا ہے غرض یہ کہ امام شامل ہو یا ابدالی یا حاجی صاحب ترنگ زئی منزل ایک ہے مقاصد ایک ہیں پانی پت سومنات بالاکوٹ چمرکنڈ بلقان طرابلس یروشلم پنج شیر اور پھر بدر و حنین ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں ۔

مذکورہ بالا اقتباس اور حقیقت کا ایسا واضح اعتراف کسی عالم مورخ یا کسی غالی معتقد کے کلام سے نہیں بلکہ صوبہ سرحد کے اس وقت کے سب سے بڑے سربراہ جو خود ایک فوجی جرنیل ہیں کے اس طویل خطبہ سے ہے جو انہوں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۸۱ء ۵ بجے شام حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی سے متعلق ایک کتاب (مصنفہ جناب عزیز جاوید) کی تقریب رونمائی میں کہے ۔ جناب لفٹیننٹ جنرل فضل حق گورنر سرحد نے موجودہ جہاد افغانستان کی کڑیاں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی سرخروشانہ مجاہدانہ سرگرمیوں سے ملا کر ایک ایسی حقیقت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی جو معاندین کے تعصب و عناد اور دجل و تلبیس کی ہزار کوششوں کے باوجود بھی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور عیاں ہے اور اسی اقتباس میں دئے گئے انگریز کے اعترافی حوالہ سے اس جہاد و حمیت اسلامی کے اصل سرچشمہ پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کی شکل میں پورے عالم اسلام بالخصوص شمالی مغربی سرحدی علاقوں کے لئے مینار نور بنی ہوئی تھی وہ جہاد حریت کا ایک ایسا پاور ہاؤس تھا جس کی برقی لہریں اب بھی رواں دواں ہیں ۔ اس چراغ سے حضرت حاجی صاحب بھی روشن ہوئے اور غازی انور پاشا بھی اور یہی وہ چراغ تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ اور امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید کے مشکوات ایمان و عزیمت سے منور ہو کر ان کے مقام عزیمت و جہاد کا وارث دامین بنا ۔

سید احمد شہید کی تمنائیں اور حضرت شیخ الہند کے خواب آج اس عظیم جہاد کی شکل میں شرمندہ تعبیر ہو رہے ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی سامراجی قوت روس کے ساتھ جاری ہے اور آج بھی جس کی باگ ڈور اسی شیخ الہند مرحوم کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کے ہاتھ میں ہے ۔ حضرت سید احمد شہید نے جنگ اکوڑہ کی رات جس گلشن محمدی کو اپنے جان نثاروں کے خون سے پانی دیا وہی سرزمین آج لہلہا اٹھی ہے اور اپنے حقانی فرزندوں کے ذریعہ ملت کی سوکھی کھیتوں کی آبیاری کر رہی ہے ۔

مجاہدین چمرکنڈ کا خون رائیگان نہیں گیا ۔ مالٹا کے خلوت کدہ کو جس چراغ نے روشن کیا اس کی لو سے کوہ ہندوکش کی چٹانیں پگھل رہی ہیں اور اس کی ضوفشانیوں سے کابل و غزنی اور بلخ و ہرات کے میدان جگمگا اٹھے ہیں اور انشاء اللہ ریشمی رومال کی فولادی ڈوریاں ماسکو اور لینن گراڈ کے شہہ رگ کا پھندا بنتی جا رہی ہیں ۔ شاملی اور تھانہ بھون کے میدانوں میں بلند کئے گئے تکبیر و جہاد کے نعرے دریائے آمو کے اس پار سنائی دینے لگے ہیں ۔

الغرض ان بے سروسامان بوریا نشین فقیروں کی سحراکاریوں کا کیا کہنا ؟ جن کی قربانیاں صدی ڈیڑھ صدی گذرنے کے بعد بھی زندہ و تابندہ ہیں اور جس کی روشنی میں بخارا اور سمرقند تاشقند و خیوا کی گم شدہ عظمت و سطوت کی بازیابی ہو رہی ہے ۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

* * *

دارالعلوم حقانیہ کا ایک فیضان

فضلائے افغانستان

(ایک نامکمل اور اجمالی فہرست)

اللہ کریم نے دارالعلوم حقانیہ کو اس کے بانی کے خلوص و للہیت کے پیش نظر ایک علاقائی اور ملکی درسگاہ کے بجائے عالمی جامعہ ہونے کا شرف بخشا، صرف ایک درسگاہ، ایک جامعہ، ایک ادارہ اور ایک فکری و عملی تحریک ہی نہیں بلکہ اس کو عظیم فوجی چھاؤنی اور جہاد کا مستحکم مرکز ہونے کا اعزاز بھی مرحمت فرمایا۔ قدرتی اور تکوینی طور پر اسے محل وقوع بھی ایسے ملا کہ وہ اپنے دور کی عظیم سپر پاور، ایک ناقابل شکست طاقت کے ساتھ ٹکرا جانے والے اسے پاش پاش کر دینے والے افغان مجاہدین اور ان کے علماء و قائدین کی اولین تربیت گاہ قرار پائی۔ حزب اسلامی کے امیر مولانا یونس خالص، جلال الدین حقانی، مولانا فتح اللہ حقانی شہید مولانا احمد گل حقانی شہید، یہ سب ادارے کے قدیم ترین فضلاء ہیں ——— دارالعلوم حقانیہ نے جہاد افغانستان میں کیسی علمی و دینی قیادت مہیا کی، محاذ جنگ کے کتنے جرنیل دیئے، کتنے قائد، کتنے سپاہی، کتنے کمانڈر، کتنے قاضی اور کتنے مفتی، کتنے مدرس، کتنے مصنف اور کتنے غازی اور کتنے سپہ سالار دیئے، ماضی کے جہاد اور فتح و کامرانی اور مستقبل کی صورت گری میں ان کا کیا کردار رہا اور کیا کردار ہوگا، مستقبل کا منصف مؤرخ جب اس وادی میں قدم رکھے گا تو اسے ہر میدان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے روحانی ابناء کی آبلہ پائی، نشان راہ اور کردار کے سنگ میل ملیں گے۔

ذیل میں ہم دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے والے ہزاروں افغانی علماء اور فضلاء میں صرف چند ایک مشاہیر کے اسماء گرامی بمع ان کے سابقہ پتہ جات کے دے رہے ہیں پھر ان میں سے بھی اکثر نے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر اپنے نام تبدیل کر لیے اپنے تعارفی القاب وضع کیے اور نئے ناموں کے ساتھ متعارف ہو کر میدان جہاد و غزا میں اپنا انقلابی کردار ادا کرتے رہے پھر بھی یہ اجمالی فہرست اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کے لیے مستقبل کی ایک عظیم تاریخی دستاویز اور رہنما خطوط کا کام دے سکتی ہے اور اس سے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے جہاد میں بنیادی اور اصولی ہدف اور کردار کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

(ادارہ)

قندھار

مولوی بہاؤالدین ولد جلاد خان مقام بنت یار۔ ڈاکخانہ کشک نخود ۔	۱۳۶۸ھ
مولوی اختر محمد ولد عبدالاحد مقام اروغ ۔	۱۳۶۸ھ
مولوی صاحبزادہ محمد ولد صاحبزادہ محمد حسن مقام کوچۂ لاہور ڈاکخانہ و تحصیل ارغنداب	۱۳۷۲ھ
عبدالخالق ولد مولوی حبیب اللہ مقام کجھور	۱۳۷۲ھ
مولوی غلام محمد ولد عبداللہ مقام شاسے چوئی ڈاکخانہ پنجوائی	۱۳۷۳ھ
مولوی عبدالرحیم ولد جلال الدین مقام پنجوائی	۱۳۷۵ھ
مولوی عبدالحق ولد مولوی عبداللہ مقام دالہ محلہ منہ مخیل ڈاکخانہ پوری	۱۳۷۷ھ
مولوی لعل محمد ولد رحمت اللہ مقام سرکانی ڈاکخانہ نوزاد	۱۳۷۹ھ
مولوی سلطان محمد ولد نذر محمد مقام قندھار	۱۳۷۹ھ

مولوی علی محمد ولد صالح محمد مقام الہداد ڈاکخانہ خاکریز	۱۳۷۹ھ
مولوی عبدالاحد ولد مولانا احمد جان مقام زنگی آباد ڈاکخانہ پنجوائی	۱۳۷۹ھ
مولوی عبدالحمید ولد امیر محمد مقام صفر کوچہ	۱۳۸۲ھ
مولوی جانان ولد عبدالرحیم مقام ناغز گریشک	۱۳۸۳ھ
مولوی عبدالغفور ولد ملا آقا محمد مقام گرش ڈاکخانہ بخیال	۱۳۸۴ھ
مولوی محمد ظریف ولد محمد زمان مقام جنگرٹے ڈاکخانہ گریشک	۱۳۸۴ھ
مولوی عبدالحکیم ولد خدائے نظر مقام دہ بلوچ ڈاکخانہ سلطان بکوا	۱۳۸۵ھ
مولوی عبدالخالق ولد داد محمد مقام کونچی ڈاکخانہ دہپین مولاک	۱۳۸۶ھ
مولوی الہ داد ولد بہرام مقام محلہ جات قندھار	۱۳۸۶ھ
مولوی عبدالرؤف ولد اختر محمد مقام زیدان ڈاکخانہ ہاشمول تحصیل پنجوائی	۱۳۸۷ھ
مولوی عبدالواحد ولد عبیداللہ مقام زمنداور	۱۳۸۷ھ

مولوی دین محمد ولد صالح محمد مقام سنگین ڈاکخانہ موسیٰ قلعہ ۱۳۸۷ھ
مولوی اللہ نور ولد شمشیر مقام معروف ڈاکخانہ سپلزائی ۱۳۸۷ھ
مولوی عبدالحیٔ ولد فاضل کرم مقام احمدزئی ڈاکخانہ قلعہ موسیٰ ۱۳۸۷ھ
مولوی عبدالرشید ولد عبدالرحمان ولد مانو 〃 ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد شریف ولد محمد زمان مقام جنگوے ڈاکخانہ تحصیل قلعہ گریشک ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد حنیف ولد آغہ محمد مقام ننگی ڈاکخانہ دامان تحصیل قندھار ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد ایوب ولد پیر محمد مقام بیٹیان ڈاکخانہ فمرا 〃 ۱۳۸۸ھ
مولوی عبدالرؤف ولد عبدالرحیم مقام معروف ڈاکخانہ معروف، شوکانڑی ۱۳۸۸ھ
،محمد نادر ولد محمد عظیم مقام شپشترمہ ڈاکخانہ نوزاد، قندہار ۱۳۸۸ھ
مولوی احمد ولد نصیرالدین مقام تلوکان ڈاکخانہ ہنجوائی، ہنجوائی ۱۳۸۸ھ
مولوی سید متوکل ولد عبدالمجید مقام برنوزاد ڈاکخانہ برنوزاد تحصیل لشکرگاہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عطاء اللہ ولد محمد ولی مقام بندتیمر ڈاکخانہ بندتیمر، میوند ۱۳۸۹ھ
مولوی عبدالستار ولد حاجی محمد عمر مقام چشمہ 〃 پنجوائی ۱۳۸۹ھ
مولوی نور محمد ولد لعل محمد مقام 〃 شالثون ۱۳۸۹ھ
مولوی عبدالقاہر ولد عبدالغنی مقام خاکریز ڈاکخانہ شالثون تحصیل ہنجوائی ۱۳۸۹ھ
مولوی عبدالرحیم ولد خدائے رحم مقام ناخونے 〃 〃 ۱۳۸۹ھ
مولوی لطف اللہ ولد عبدالرحمٰن مقام زنگی آباد 〃 〃 ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد شاہ ین خان محمد مقام تیزگے 〃 نزاہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد قاسم ولد سید عبدالرحمٰن مقام جوئی لاہور 〃 ارغنداب ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد عیسیٰ ولد شاہ محمد مقام دہ آدم خان ڈاکخانہ ہلمند ۱۳۹۰ھ
مولوی خدائے داد ولد غلام رسول مقام ار ڈاکخانہ دیرہ دت 〃 ۱۳۹۱ھ
مولوی اختر محمد ولد محمد حکیم مقام دہ بابا 〃 تنگی 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالوہاب ولد عبدالحق مقام زابل 〃 دہ چوپان 〃 قلات ۱۳۹۱ھ
مولوی نظر شاہ ولد محمد یعقوب مقام کدنی 〃 سپین بلات ۱۳۹۱ھ
مولوی یار محمد ولد خان محمد مقام زنگ آباد 〃 قندہار ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالحمید ولد عبدالباقی مقام نلغام 〃 ۱۳۹۲ھ
مولوی عزیز اللہ ولد گل محمد مقام ذیل آباد 〃 خاکریز ۱۳۹۲ھ
مولوی سید عبدالرؤف ولد الحاج باقیداد مقام جوئی لاہور 〃 ارغنداب ۱۳۹۷ھ
مولوی عبدالہادی ولد حاجی سید میرحسن مقام ناصریہ 〃 ۱۳۹۷ھ
مولوی غلام ولی ولد شیر جان مقام شاہ جوئی 〃 شاہ جوئی تحصیل زابل ۱۳۹۷ھ
مولوی جان محمد ولد محمد اکرم مقام سیاہ چوئی 〃 ارگ 〃 ہنجوائی ۱۳۹۸ھ
مولوی سید احمد ولد خدائے نظر مقام نگارین 〃 خلج 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۸ھ
مولوی سید سیف الرحمٰن ولد عبداللہ شاہ مقام زنگی آباد 〃 ہنجوائی ۱۳۹۸ھ
مولوی عبدالغفور ولد عبدالقادر مقام چینگے ڈاکخانہ معروف ۱۳۹۸ھ
مولوی فیض محمد ولد باز محمد مقام عمرآباد 〃 ترین کوٹ ۱۳۹۸ھ
مولوی ولی اللہ ولد فیض محمد مقام قندحار ۱۳۹۸ھ

مولوی محمد جمعہ ولد محمد ایوب مقام بندتیمر 〃 مائی وند ۱۳۹۹ھ
مولوی رحمت اللہ ولد عبدالرحمان مقام ساروان 〃 گریشک تحصیل لشکرگاہ ۱۳۹۹ھ
مولوی عبدالحلیم ولد مولانا عبدالقیوم مقام ڈاگیان 〃 ڈاگیان 〃 ہلمند ۱۳۹۹ھ
مولوی محمد گل ولد عبدالغفور مقام شہرگ 〃 شہرگ 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۹ھ
مولوی عبدالحکیم ولد خدائیداد مقام بندتیمور 〃 بندتیمور 〃 ۱۴۰۰ھ
مولوی عبدالرحیم ولد ملا محمد دین مقام کوچہ افغان پور 〃 〃 ۱۴۰۰ھ
مولوی محی الدین ولد محمد رسول مقام اتا خان 〃 گریشک 〃 گریشک ۱۳۹۲ھ
مولوی شاہ پسند ولد محمد حسن مقام قلعہ بست 〃 لشکرگاہ 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۲ھ
مولوی شیر خان ولد حاجی کریم داد مقام لشکرگاہ 〃 〃 ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالکریم ولد حاجی عبدالقیوم مقام سردن قلعہ 〃 〃 ۱۳۹۳ھ
مولوی عبدالرشید ولد شیر محمد مقام عزگز 〃 ارغسان 〃 ارغسان ۱۳۹۳ھ
حافظ عبدالکریم ولد علی محمد مقام ماکوان قندہار 〃 قندہار ۱۳۹۴ھ
مولوی محمد صادق ولد عبدالعزیز مقام دوآبی 〃 موسیٰ قلعہ 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۴ھ
مولوی عبدالبصیر ولد محمد صدیق مقام دوآبی 〃 〃 ۱۳۹۴ھ
مولوی خواجہ محمد ولد لعل محمد مقام معروف ڈاکخانہ معروف تحصیل لشکرگاہ ۱۳۹۵ھ
مولوی سید عبدالغنی ولد سید عبدالغفار مقام جوئی لاہور 〃 جوئی لاہور 〃 قندہار ۱۳۹۵ھ
مولوی گلستان ولد آغا محمد مقام حاجی ملازئی 〃 ڈنڈ 〃 معروف ۱۳۹۵ھ
مولوی محمد سلیم ولد محمد برات مقام ہزار جنت 〃 درویشان 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۵ھ
مولوی عبدالحیٔ ولد ملا سیف الدین مقام کاروان ۱۳۹۵ھ
مولوی فیض اللہ ولد محمد جان مقام کورکوری 〃 ہلمند ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد ایوب ولد باز محمد مقام قندہار 〃 قندہار 〃 قندہار ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد اعظم ولد محمد قاسم مقام جوئی لاہور 〃 جوئی لاہور 〃 ارغنداب ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد شریف ولد محمد ایوب مقام باغ ران 〃 درہ باغ 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۶ھ
مولوی محمود الحسن ولد عبداللہ جان مقام رحیم خیل 〃 سیاہ گرد 〃 پروان ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد شبیر ولد عبداللہ مقام گل خانہ 〃 باغ ران ۱۳۹۶ھ
مولوی معز اللہ ولد جان محمد مقام لشکرگاہ 〃 لشکرگاہ 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد ولد مولوی عبدالعلی مقام سنگین 〃 ساربان قلعہ ۱۳۹۶ھ
مولوی حبیب الرحمٰن ولد ملا اللہ داد مقام نہر کاریز 〃 قندہار ۱۳۹۷ھ
مولوی داد محمد ولد حاجی یار محمد خان مقام سرکار 〃 سرکار 〃 لشکرگاہ ۱۳۹۷ھ
مولوی عبدالقیوم ولد غلام رسول مقام علو باغ 〃 دیراوڈ 〃 ترین کوٹ ۱۳۹۷ھ
مولوی بخت محمد ولد اختر محمد مقام ملا عالم ضلع قندہار ۱۴۰۱ھ
مولوی رحمت اللہ ولد مولوی خان محمد مقام کونجتی 〃 مواوک ۱۴۰۱ھ
مولوی سید محمد ولد سید میر حیدر مقام جوئی لاہور 〃 باباصاحب ۱۴۰۱ھ
مولوی سردار محمد ولد اختر محمد مقام سرکی نادہ 〃 ۱۴۰۱ھ
مولوی عبدالحکیم ولد ملا عبدالحلیم مقام پرکنڑہی 〃 ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد ولی ولد حاجی رحمت اللہ 〃 〃 ۱۴۰۱ھ

مولوی عبدالصمد ولد عبدالسلام مقام کونچی ۔ مولادک	۱۴۰۱ھ
مولوی مختار احمد ولد حاجی ابراہیم مقام سنگن 〃	۱۴۰۱ھ
مولوی یار محمد ولد حاجی نظر محمد مقام وصخواجہ ۔ شیروالی	۱۴۰۱ھ
مولوی بسم اللہ ولد محمد ایوب مقام باباجی ۔ باباجی 〃	۱۴۰۲ھ
مولوی شیر محمد ولد محمد اورنگ مقام یخک ۔ نوزاد ۔ ہلمند 〃	۱۴۰۲ھ
مولوی محمد ہاشم ولد محمد صدیق مقام خلیج ۔ خلیج ۔ ترین کوٹ 〃	۱۴۰۲ھ
مولوی احمد ولد علاؤ الدین مقام میوند ۔ میوند 〃	۱۴۰۳ھ
مولوی عبداللہ ندیم ولد حاجی عبدالحکیم مقام باغ آغا 〃	۱۴۰۳ھ
مولوی عبداللہ ولد عبدالغفار مقام قندھار	۱۴۰۳ھ
مولوی محمد ولد خانیم اللہ مقام دہ زکریا ۔ ہزار بیت	۱۴۰۴ھ
مولوی عبدالباری شاکر ولد مولانا حاجی محمد مقام پنجرائی 〃	۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالرحیم ولد مولوی نصرالدین مقام جادی منزل باغ شہروالی	۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالصمد ولد محمد اسلم مقام ملا عالم اخوند 〃	۱۴۰۶ھ
مولوی حبیب اللہ ولد سید محمد مقام ناخونی ۔ پنجوائی 〃	۱۴۰۷ھ
مولوی حمید اللہ ولد محمد شاہ مقام قریہ کنگر تحصیل قندہار	۱۴۰۷ھ
مولوی عبدالحق ولد سعدالدین مقام شنمکے 〃	۱۴۰۸ھ
مولوی محمد ظاہر ولد عبدالحمید مقام خیار تو ڈاکخانہ قندہار	۱۴۰۸ھ
مولوی نصر اللہ ولد محمد اکبر 〃	۱۴۰۸ھ
مولوی عبدالمنان ولد ملا عبدالغفور مقام سیتر زیکے ڈاکخانہ معروف	۱۴۰۹ھ
مولوی محمد اسماعیل ولد محمد رسول مقام سفید پزان تحصیل پنج وائی	۱۴۱۳ھ
مولوی ولی محمد ولد فضل دین 〃 تکتو 〃 ارغنداب	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد قاسم ولد عبدالسلام 〃 فریان	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمطلب ولد عبدالاحمد 〃 ناوہ	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد ولد مولانا محمد شفاء مرحوم 〃 ابدار تحصیل ہلمند	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالستار ولد ایوب جان مقام سیدان تحصیل ہلمند	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالاحد ولد ملا عبدالغفار 〃 بغنی 〃 موسیٰ قلعہ	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمتیٰ ولد علی محمد 〃 گرم سیل	۱۴۱۳ھ
مولوی سید بہلول ولد سید محمد انور 〃 تخت پول	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد لطیر ولد مولوی عبید اللہ 〃 ترنگ	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد اسماعیل ولد عبداللہ 〃 گردی	۱۴۱۳ھ
مولوی سید عبدالشکور ولد سید عبدالغفور 〃 سیدان	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالغنی ولد مولوی عبدالرشید 〃 جنجک فرار	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالوہاب ولد مولوی محمد اسلم 〃 تختہ پول	۱۴۱۳ھ
مولوی نور محمد آغا ولد سید حبیب اللہ 〃 سنگین	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد لعل ولد حاجی یاری داد مقام بند تیمور	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالحکیم ولد مولوی میراجان 〃 باغتو	۱۴۱۳ھ

مولوی عبدالشکور ولد مولانا داد محمد 〃 حاجی ستون	۱۴۱۲ھ
مولوی شمس الحق ولد حاجی سعدالدین 〃 کجور	۱۴۱۲ھ
مولوی محمد سرور ولد حاجی گل 〃 چکاب	۱۴۱۲ھ
مولوی محمد یار ولد طور جان مقام پوٹی	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمالک ولد محمد شاہ 〃 خوگیانی	۱۴۱۳ھ
مولوی جان محمد ولد محمد موسیٰ 〃 باغران	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمالک ولد ملا امیر باز 〃 موسیٰ قلعہ	۱۴۱۳ھ
مولوی فدا محمد ولد الحاج فدا محمد 〃 تلوکان	۱۴۱۳ھ

جلال آباد

مولوی محمد نور ولد سید انور مقام چوکی درہ دیور گل کونڑ	۱۳۶۸ھ
مولوی امیر الرحمٰن ولد نوقار 〃 احمد خیل ڈاکخانہ خالون بستی	۱۳۶۹ھ
مولوی محمد فقیر ولد محی الدین 〃 ہزار ناؤ 〃 باسول	۱۳۷۴ھ
مولوی گل رحمان ولد بادشاہ میر مقام چہاردہی جلال آباد	۱۳۷۵ھ
مولوی عبدالحق ولد عبدالحلیم 〃 〃	۱۳۷۶ھ
مولوی شیر علی ولد نور محمد 〃 کیتوا ڈاکخانہ کنڈے تحصیل دم کلے	۱۳۷۷ھ
مولوی نور احمد ولد عبدالحلیم 〃 شیولہ 〃 دہ بالا 〃 حصار شاہی	۱۳۷۸ھ
مولوی خادم الدین ولد محمد نور 〃 احمد خیل 〃 سندلی 〃 کجہ	۱۳۷۸ھ
مولوی فضل الرحمان ولد حبیب الرحمٰن 〃 بٹی کوٹ 〃 بٹی کوٹ	۱۳۷۹ھ
مولوی غلام ربانی ولد عبدالخالق 〃 قلعہ جات	۱۳۷۹ھ
مولوی محمد حسین ولد محمد حسن 〃 سنگر جائی 〃 سنگر جائی	۱۳۷۹ھ
مولوی مہر بخش ولد محمد جان 〃 اشغان 〃 ماما خیل	۱۳۸۰ھ
مولوی گل میران ولد سید میران مرحوم 〃 اخونزادگان 〃 چہاردہی تحصیل بٹی کوٹ	۱۳۸۱ھ
مولوی آفتاب الدین ولد حافظ احمد 〃 لعل پورہ 〃 باسول	۱۳۸۲ھ
مولوی عبدالمجید ولد فقیر گل 〃 شیوہ	۱۳۸۲ھ
مولوی شیر علی ولد محمد علی 〃 زرٹنی 〃 کجہ	۱۳۸۴ھ
مولوی محمد صادق ولد عبدالمالک 〃 گندمک 〃 ماما خیل 〃	۱۳۸۴ھ
مولوی گل رحمان ولد برأت خان 〃 اشیان ماما خیل	۱۳۸۴ھ
مولوی غلام سخی ولد عبدالمالک 〃 گندمک 〃 〃 〃	۱۳۸۴ھ
مولوی محمد عظیم ولد فیض محمد 〃 برگ شال 〃 چترال	۱۳۸۴ھ
مولوی علی محمد ولد گل محمد 〃 کاکل 〃 سرائے	۱۳۸۵ھ
مولوی محمد اسلام ولد غلام حسن 〃 سالاب 〃 شاہی	۱۳۸۶ھ
مولوی عبدالقدیر ولد خان شیرین 〃 شنگر خیل 〃 طوطو ماما خیل 〃 کجہ	۱۳۸۸ھ
مولوی قیام الدین ولد مقتدین 〃 چکنور 〃 لعل پورہ	۱۳۸۸ھ
مولوی جان ولی ولد خالو 〃 کونگی 〃 ماما خیل 〃 کجہ	۱۳۸۸ھ
مولوی گل روز ولد محمد روز 〃 لمہ نزد اڈہ شریف	۱۳۸۸ھ

مولوی عبدالرحمٰن ولد عبداللہ " دہ سرک ڈاکخانہ " غنی خیل ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد یوسف ولد محمد گل " سفرے " سرکاڑی " دم کلے ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد دحیل ولد عبدالحق " سرکانی " سرکانی ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد سلام ولد محمد کلام " سفیدار " پچوکے " پچھنہ سرلے ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد مزمل ولد رحمت گل " بہار " ککر ۱۳۸۹ھ
مولوی متحیل عرف عبدالحق ولد حسن جبل " مامن " اچین ۱۳۹۱ھ
مولوی محمد ایوب ولد مینا گل " تاخان " سرشاہی " غنی خیل ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد وزیر ولد عبدالخالق " سیدان پیرے " دم کلے ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد گل ولد محمد ہاشم " قلعہ شیخ " شنالہ حاجی کلے ۱۳۹۳ھ
مولوی سعید اللہ ولد غلام اللہ " امرخیل بانڈہ " جلال آباد ۱۳۹۳ھ
مولوی فیض اللہ ولد میر احمد خان " پڈیالی ۱۳۹۴ھ
مولوی محمد جان ولد اسماعیل خان " خیبشکی ۱۳۹۴ھ
مولوی محمد جان ولد محمد معصوم " ثمرخیل " جلال آباد تحصیل جلال آباد ۱۳۹۵ھ
مولوی امیر اللہ ولد عبدالصمد مقام سائل چند تحصیل کچہ ۱۳۹۶ھ
مولوی عثمان الدین ولد مولوی محمد غریب " ستن ڈاکخانہ درہ نور ۱۳۹۸ھ
مولوی سید عبدالستار باچہ ولد سید امیر بادشاہ " شیول " شیول ۱۳۹۹ھ
مولوی محمد طالب ولد ملا محمود " بدیالی " خیوہ ۱۴۰۰ھ
مولوی محمد علیم ولد امیر الدین " ہفت آسیاب ۱۴۰۰ھ
مولوی نسیم اللہ جان ولد محمد حسن خان " پچیرملیا ڈاکخانہ اگام ۱۴۰۲ھ
مولوی سید گلاب باچا ولد سید میر احمد باچا " تکریز ۱۴۰۳ھ
مولوی میر غوث الدین ولد محی الدین " زاوہ کجہ " کجہ ۱۴۰۳ھ
مولوی محمد اسحاق ولد عبداللہ " ثمرخیل ۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالاحد ولد میر احمد شاہ " کاریز کبیر " جلال آباد ۱۴۰۶ھ

ننگرہار

مولوی عبدالحق ولد مولوی شمس الاسلام مقام ورشہ فقیر ڈاکخانہ کاہمہ ۱۴۰۱ھ
مولوی معراج الدین ولد مولانا محمدی " درویش " سالونگی ۱۴۰۱ھ
مولوی نور افضل ولد فقیر محمد " زوہ " کجہ ۱۴۰۴ھ
مولوی بختور شاہ مطیع ولد نور حسن " توکی چپنہ رائی ۱۴۰۵ھ
مولوی سید علی شاہ ولد سید احمد شاہ " کتے خیل ۱۴۰۸ھ
مولوی میر زمان ولد محمد زمین " زاوہ ۱۴۰۸ھ
مولوی عبدالباقی ولد لعل شاہ خان " مندوق اچلین ۱۴۰۹ھ
مولوی خلیل اللہ ولد محمد سرور " قلعہ شاہی ۱۴۰۲ھ
مولوی محمد یوسف ولد غازی " مرکی خیل خوگیانی ۱۴۰۹ھ
مولوی نور الرحمٰن ولد جناب گل " زاوہ ۱۴۰۹ھ
مولوی عبدالمسعود ولد مہردل مقام خوشگومبت ۱۴۱۲ھ

مولوی غلام فاروق ولد زہری " خیر آباد ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالاحد ولد مولوی غلام صدیق " دصبلو ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد ادریس ولد محمد جمال " کان مہمند ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد تسیم ولد قاضی درالله " مزینہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالودود ولد مولوی عبدالرحیم " کان مہمند ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد ابراہیم ولد عبدالمبین " لوغرجون ۱۴۱۱ھ
مولوی محمد رویان ولد محمد حیات " مانو ۱۴۱۲ھ
مولوی رحیم اللہ ولد مولوی محمد ظاہر " ترملی ۱۴۱۲ھ
مولوی سمیع اللہ ولد محمد سرور " بادشاہی قلعہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حبیب حضرت ولد سید اشرف " گولائی ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد یحیٰی ہجرت یار ولد مولوی سعید الرحمٰن " مشواتی ۱۴۱۲ھ
مولوی سید حسن ولد مولوی احمد " دولت خیل ۱۴۱۲ھ
مولوی سید حضرت ولد حضرت شاہ " احمد خیل ۱۴۱۲ھ
مولوی لعل باز ولد عطا خان " " ۱۴۱۲ھ
مولوی حبیب الرحیم ولد سید برات شاہ " پیرہ خیل ۱۴۱۲ھ
مولوی اسد اللہ ولد عبدالحق " مملہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عزیز الرحمٰن ولد محمد سخی " حکیم آباد ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد صادق ولد مولوی عبدالرحمان " احمد خیل ۱۴۱۲ھ
مولوی عزیز الرحمان ولد محمد عثمان مقام زاوہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حکمت اللہ ولد عقل جان " تری ۱۴۱۳ھ
مولوی شیر عالم ولد ذوالفقار " غازی ۱۴۱۴ھ
مولوی فیض اللہ ولد حکیم اللہ " " ۱۴۱۳ھ
مولوی شیر علی ولد شیر حسن " شاہی کوٹ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبیداللہ ولد حبیب اللہ " ننگرہار ۱۴۱۳ھ
مولوی فضل مالک ولد محمد افضل مقام اگام تحصیل کجہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالخالق ولد غلام " " " " ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرحمٰن ولد حاجی عالم نور " گلائی " غنی خیل ۱۴۱۳ھ
مولوی عطاء اللہ ولد عبدالحکیم " انبارخانہ " بٹی کوٹ ۱۴۱۳ھ
مولوی حزب اللہ ولد سید احمد " قلعہ اسلم " چپرہار ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرزاق ولد مولوی عبدالغفار " لوبتی ۱۴۱۳ھ
مولوی ملنگ جان ولد خان جان " سپین جماعت ۱۴۱۳ھ
مولوی رحمدل ولد غلام محمد " املہ ۱۴۱۳ھ
مولوی سلطان محمد ولد غلام محمد " بالاباغ ۱۴۱۳ھ
مولوی سید عمران ولد سید محمد شاہ " سپولہ ۱۴۱۳ھ
مولوی لعل زادہ ولد لعل باز " کان ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد شاہ ولد فقیر محمد " املہ ۱۴۱۳ھ

مولوی عبدالوکیل ولد محمد	〃 غنی خیل		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی صفی اللہ ولد مولوی فضل الرحمان	〃		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی علیم اللہ ولد عبدالمنان			سنہ ۱۴۱۳ھ

کابل

مولوی عبدالوہاب ولد محمد ولی	مقام ترکستان ڈاکخانہ علاقہ اندراب		سنہ ۱۳۶۸ھ
مولوی عبدالرؤف ولد مولانا عبدالقدوس	〃 قلعہ گل محمد	〃 شام احمد	سنہ ۱۳۶۹ھ
مولوی محمد صادق ولد مولانا محمد عمر	〃 اختاج	〃 جبل السراج	سنہ ۱۳۷۰ھ
مولوی خواجہ پاچا ولد میر خواجہ	〃 دولانہ	〃 تحصیل چہارکار	سنہ ۱۳۷۲ھ
مولوی محمد یوسف مرحوم ولد مولانا خیال	〃 ماکی میدان		سنہ ۱۳۷۸ھ
مولوی سید معصوم ولد عبدالرزاق	〃 ترناف	〃 بی بی مہرو	سنہ ۱۳۷۹ھ
مولوی صاحب خان مرحوم ولد تراب خان	〃 دور	〃 سرکرم	سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی سید محمد یوسف ولد محمد دین	〃 ماکی پیران	〃 کوتہ عشرہ	سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی محمد جان ولد عبدالغفور	〃 قلعہ قاضی	〃 تحصیل چہاردہی	سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی عمر گل ولد شیر خان	〃 سرشاہی	〃 سرشاہی	سنہ ۱۳۸۴ھ
مولوی عبدالمتین ولد عبدالقدوس	〃 قلعہ گل محمد	〃 بی بی مہرو	سنہ ۱۳۸۴ھ
مولوی فتح محمد ولد آقا محمد	〃 کاریز	〃 قرہ باغ	سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی انار گل ولد محمد سرور خان	〃 ترہ خیل	〃 بی بی مہرو	سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی محمد خبیر ولد گل احمد	〃 ڈشتک	〃 چہاردہی	سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی رحمت اللہ ولد غلام احمد	〃 قلعہ صالح	〃 تعمیر	سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی میران شاہ ولد پیر محمد	〃 بیمی	〃 واجبہ	سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی غلام سخی ولد گل داد خان	〃 ماما خیل	〃 سرکوڈاگ	سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی عبدالخبیر ولد عبدالجلیل	〃 ترہ خیل	〃 تحصیل کابل	سنہ ۱۳۹۵ھ
مولوی محمد نسیم ولد محمد ناشب	〃 قلعہ گودر	〃 قرہ باغ	سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی علی نور ولد علی احمد	〃 ارغندہ علیا	〃 چوک ارغندہ	سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی عبدالرؤف ولد محمد نبی	〃 موسہی	〃 حاجی خیل	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی عبدالجمیل ولد مولوی عبدالغفار	〃	〃 چہار الباب	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی نور محمد ثاقب ولد حاجی سردار خان	〃 قلعہ شجاق	〃 پاگرامی	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی تاج محمد ولد غلام محمد	〃 غلام قادر	〃 بی بی مہرو	سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی سید جان ولد سید اشرف	〃 دہ سبز		سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی محمد اجان ولد محمد امیر	〃 قلعہ غلام آباد	〃 〃	سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی لونگین ناصری ولد اللہ جان	〃 گل درہ	〃 شکردرہ	سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی قاری عبدالجبار ولد مولوی عبدالاحد	〃 اوڈبین		سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی فضل الرحمٰن ولد گل محمد	〃 موسہی		سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی نور آغا ولد محمد اجان	〃 سروبی	〃 جگرئی	سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی غلام نبی ہاشمی ولد مولوی عبدالرحمٰن	〃 ادچکنی	〃 اوزبین	سنہ ۱۴۰۹ھ

مولوی موسیٰ جان ولد سید گل	〃 سفر	〃 سفر	سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی نجم الدین ولد عظیم الدین	〃 صفر	〃 سروبی	سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی غلام محمد ولد محمد حسین	مقام خیبرکان		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد یونس ولد حاجی محمد ابراہیم	〃 قلعہ داور شاہ		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد رفیق ولد مولوی یار محمد	〃 موسیٰ قلعہ عبدالرؤف		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالسبحان ولد محمد علی	〃 قلعہ شاہ محمد		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد شیر ولد شیرین دل	مقام چکڑی تحصیل بگرام		
مولوی محمد قاسم ولد فضل حق	〃 کابل		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی شہید اللہ ولد میر عالم	〃 وزبین		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمومین ولد لعل میر	مقام شادخانہ		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی نور آغا ولد مولوی فضل محمد	〃 موسہی		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی ولی محمد ولد مولوی حبیب اللہ	〃 〃		سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی شیرین آغا ولد محمد اجان	〃 وکہ خاص		سنہ ۱۴۱۳ھ

خوست

مولوی عبدالرحمان ولد خان باچا	مقام نوکوٹ		سنہ ۱۳۷۶ھ
مولوی دین بادشاہ ولد وزیر بادشاہ	〃 قدم	ڈاکخانہ ترزائی	سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی جمال خان ولد شاہدار	〃 صادق	〃 تعریض	سنہ ۱۳۸۳ھ
مولوی عزیز اللہ ولد نور الحسن	〃 خالسات	〃 زمبر	سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی عبید اللہ ولد شاکر اللہ	〃 〃	〃	سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی گلزار خان ولد آدم	〃 لنڈہ	〃 خوست	سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عبدالجلیل ولد جشیم گل	〃 اسماعیل خیل	〃 ڈڈوال تحصیل چونی	سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد عمر ولد محمد قاسم	〃 کاریزی	〃 بکتیا	سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی رحمت شاہ ولد عالم شاہ	〃 زنی خیل	〃 خوست	سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی امین اللہ ولد فقیر	〃 وزرہ	〃 اسمٰعیل سندوزئی	سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی پیر محمد ولد ملا محمد نعیم	〃 سنگڑی اری زائی	〃 درگئی	سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی شفیع اللہ ولد سید دل	〃 چپری منگل	〃 زوڑ کوٹ	سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی عزیز خان ولد میر افضل	〃 سرِ ول	〃 سروبی	سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد اسمٰعیل ولد تنی خان	〃 چمکی ترکلی	〃 شہر نو	سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد زمان ولد عبدالحسن	〃 خوست	〃 خوست	سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی محمد سعید ولد داؤد محمد	〃 ککہ خیل	〃 خوست	سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی نیک بدین ولد خان بدین	〃 مینکی	〃 درگئی	سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی ولی الدین ولد خالدین	〃 درگئی	〃	سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی طالب محمد ولد عید ملوک	〃 فقیران	〃 خوست چھاؤنی	سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی عبداللہ ولد پیر داد خان	〃 جوز خیل	〃 درگئی	سنہ ۱۳۹۴ھ

مولوی غلام عثمان ولد غلام نبی 〃 تزجیل 〃 〃 سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی عبدالبصیر ولد پہلو خان 〃 خوست 〃 خوست سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی محمد انور ولد گل بادشاہ 〃 اڑدن سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد سعید ولد محمد خازیم 〃 تودہ چینہ 〃 شاخ میر سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی بخت جان ولد کریم خان 〃 گیان 〃 ارگون سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی بخت زمان ولد شیر زمان 〃 زکو خیل سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی عبدالحق ولد نور محمد 〃 گلاداد خیل سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی محمد خان ولد میوہ خان 〃 روشن خیل 〃 درگئی سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی محمد ابراہیم ولد ولی محمد 〃 غنڈی سید گرام سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی عبدالغنی ولد صوبیدار 〃 نکہ جنت خیل ازگون سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی احمد رحمت شاہ ولد نعیم شاہ 〃 ردی خیل خوست سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی عجیب نور ولد گل داد 〃 لیگان خیل درگون سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی محمد سردار ولد محمد یاسین 〃 منگس خوست سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی بادشاہ خیل ولد زیر گل 〃 عباس خیل جچی سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی محمد گل ولد سید امین مقام [illegible] خیل احمد خیل سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی محمد ولی ولد فولاد خان 〃 سنگڑے درگے خوست سنہ ۱۴۰۴ھ
سیداللہ ولد اختر محمد 〃 صدق علی شیر 〃 سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالصمد ولد ثمین وائے 〃 مسک کاریز سید کرم سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی مفتاح الدین ولد مولوی طاہر الدین مقام کاکاخیل حاجی میدان خوست سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی پیر محمد دقیق ولد ضمروت مقام میدان خولہ گبرینگل سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی سیف اللہ ولد شیر برائی 〃 ویڑدن پییرہ سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی فیض محمد ولد تندر خان 〃 نور باک سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی محمد حلیم ولد عبدالرحمن 〃 حیدر خیل حیدر خیل سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی حاجی محمد ولد رئیس خان 〃 مہدی خیل خوست سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی فضل قیوم ولد شیر علی 〃 بیان خیل بیان خیل سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی عطاء محمد ولد آدم خان 〃 کوہی کہنہ زرمت گردیز سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی محمد خالقداد ولد اللہ داد 〃 بنوزی گردیز سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی محمد احمد ولد گل جان 〃 داؤد خیل مرکز 〃 سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی عبدالولی ولد حاجی محمد فولاد 〃 ناریزئی تنی خوست سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی مجاہد نظامی ولد گل شازمدین 〃 بدخیل خوست سنہ ۱۴۰۹ھ
سید وسیم ولد گل ملال 〃 کجیری سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی باقی باللہ ولد مولوی محمد بشیر 〃 گنبد فتاخان زرمت سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی حاجی جنت گل ولد عبدالکریم 〃 شواک ابراہیم خیل شواک سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی حضرت جمال ولد سید جمال 〃 ثوکی دورزہ سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی صابر حسن ولد محمد حسن مقام صابری سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالخالق ولد سید اکبر 〃 یعقوبی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی امیر بادشاہ ولد سید حسن 〃 〃 سنہ ۱۴۱۳ھ

مولوی خادامین ولد اول خان 〃 غلام خان سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد برکت اللہ ولد حاجی دین محمد 〃 ایوب خیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی پسرلی گل ولد حاجی جنان 〃 غلنگہ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد صدیق ولد محمدی جان 〃 باک سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی زین العابدین ولد مولوی الہام الدین مقام باک سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی فضل الرحمان ولد حاجی عبدالرشید 〃 منگس سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی گل قیوم خان ولد فقیر شاہ 〃 باڑائی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی سیف الرحمن ولد محمد علی 〃 خوست سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی احمد شاہ ولد حکیم شاہ 〃 لونگ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرحیم ولد ملا بادشاہ میر 〃 متون سنہ ۱۴۱۳ھ

غزنی

مولوی محمد یونس ولد سید شاہ خان مقام رامک سنہ ۱۳۷۴ھ
مولوی بشیر احمد ولد ملک محمد 〃 〃 سنہ ۱۳۷۹ھ
مولوی دوست محمد ولد محمد صدیق 〃 روضہ سلطان محمودؒ سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی نیاز محمد ولد سلطان جان 〃 ڈیڈک سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی محمد معصوم ولد محمد اسماعیل 〃 کندر سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی عبدالمنان ولد جمعہ خان 〃 ناوہ ڈاکخانہ ناوہ سنہ ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد سالم ولد علی محمد 〃 شرن 〃 محمد خیل سنہ ۱۳۸۷ھ
مولوی باز محمد ولد نور الحق 〃 اومند 〃 مقر تحصیل مقر سنہ ۱۳۸۷ھ
مولوی غلام حبیب ولد محمد غفور 〃 جیجو خیل 〃 سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عبدالباری ولد پائندہ خان 〃 اندر 〃 میرے سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد اللہ ولد عاشور خان 〃 رامک 〃 رامک سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی ولی محمد ولد باز محمد 〃 مقر 〃 مقر سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی صالح محمد ولد محمد عیاض 〃 اسحاق خیل 〃 سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی عبداللہ ولد حکیم داد 〃 قراباغ 〃 قراباغ سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی سید محمد ولد حاجی شیر خان 〃 شرن - 〃 غزنی سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی باریک زئی ولد خیر محمد مقام سلطان باغ ڈاکخانہ میرائی تحصیل اندڑ سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالباقی ولد عقل الدین 〃 طواکہ 〃 آسنہ 〃 خیرکوٹ سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالستار ولد شمس الدین 〃 کتواز 〃 مستوڑی 〃 غزنی سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالواحد ولد عبدالقادر 〃 قرہ باغ 〃 قرہ باغ سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالبصیر ولد محمد عظیم 〃 سلیمان زئی 〃 دہ مک 〃 شنگر سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبداللہ ولد ضیاء الدین 〃 اغوجان 〃 جھنڈہ 〃 مقر سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی سید محمد سعید ہاشمی ولد مولوی شیخ محمد 〃 زرغون شہر 〃 کتواز خیرکوٹ سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی شاہ میران ولد سلطان خان 〃 بشی خیل 〃 سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی عبدالعزیز ولد ملا محمد عالم 〃 کلایان 〃 شرن سنہ ۱۳۹۶ھ

مولوی سراج الدین ولد سراج الدین 〃 کمال 〃 اندر تحصیل اندر ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد اصغر ولد حیات اللہ 〃 کڑ واز ، جانی خیل 〃 شادی خیل ۱۳۹۷ھ
مولوی محمد اسلم ولد عبدالحکیم 〃 کشی 〃 قرہ باغ ۱۳۹۸ھ
مولوی محمد غنی ولد عبدالحکیم 〃 〃 〃 ۱۳۹۹ھ
مولوی امیر محمد ولد نور محمد 〃 توغنئی ۱۴۰۰ھ
دوست محمد ولد جمال الدین 〃 لاغر باوام ۱۴۱۰ھ
مولوی سید گل ولد مولانا باز محمد 〃 اخونخیل ۱۴۰۰ھ
مولوی احمد گل ولد محمد گل 〃 ملوک 〃 قرہ باغ ۱۴۰۱ھ
مولوی دوست محمد ولد جمال الدین 〃 لاغر 〃 اندر ۱۴۰۱ھ
مولوی عطاء محمد ولد محمد رفیق 〃 دیگانان 〃 قرہ باغ ۱۴۰۱ھ
مولوی میراجان ولد عبداللہ 〃 قلعہ روزی 〃 دہ یک ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد نبی ولد خدائے دلو 〃 خدوخیل 〃 اندار ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد اللہ ولد مولوی شیر محمد 〃 شادو 〃 ۱۴۰۲ھ
مولوی محمد ظاہر ولد محمد سرور 〃 پیاری 〃 اب بند ۱۴۰۲ھ
مولوی ملنگ ولد فیض محمد 〃 آلوخیل 〃 غزنی ۱۴۰۲ھ
مولوی عبدالحلیم ولد یار محمد 〃 گیلان جھنڈا 〃 مقر ۱۴۰۳ھ
مولوی اختر محمد ولد خان محمد 〃 ڈیلہ خیر کوٹ 〃 کٹوانہ ۱۴۰۲ھ
مولوی بسم اللہ فیضان ولد فیض محمد 〃 لڑذاب 〃 ذاتی چوپان زابل ۱۴۰۳ھ
مولوی حبیب اللہ عرفان ولد علی واللہ 〃 سغندہ 〃 سلطان غزنوی ۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالحق ولد عبدالخالق 〃 گبری سفلی اندر ۱۴۰۵ھ
مولوی خیال محمد ولد پیر محمد 〃 شیراندرلی 〃 قرہ باغ ۱۴۰۶ھ
مولوی عبدالکریم ولد یار محمد 〃 مقر 〃 جنڈا ۱۴۰۶ھ
مولوی حضرت گل ولد آقا محمد 〃 قلعہ باران 〃 قرہ باغ ۱۴۰۷ھ
مولوی عبدالحنان روحانی ولد عبدالحیٔ 〃 چہارد 〃 داعظ ۱۴۰۷ھ
مولوی غلام محمد ولد محمد عثمان 〃 برلہ 〃 برلہ ۱۴۰۷ھ
مولوی رحمت اللہ ولد نیک محمد 〃 یزی 〃 غزنی ۱۴۰۸ھ
مولوی گل حسن ولد گل نور مقام خدرخیل ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد موسیٰ ولد مولوی عبدالستار 〃 زلزلہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبداللہ ولد محمد منگل مقام اٹل ضلع قندھار ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد عثمان ولد حاجی محمد موسیٰ مقام کشی تحصیل قرہ باغ ۱۴۱۳ھ
مولوی سید احمد ولد مولوی داد محمد 〃 محمد خان 〃 مرکز ۱۴۱۳ھ
مولوی عبداللطیف ولد حاجی عبدالمحمد 〃 برسادرگئی 〃 قرہ باغ ۱۴۱۳ھ
مولوی اختر محمد ولد روزالدین 〃 بشیر 〃 〃 ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد اسحاق ولد ملا فضل محمد 〃 اشنون 〃 اندر ۱۴۱۳ھ
مولوی نیک محمد ولد بہادر محمد 〃 قلعہ محمد خان 〃 مرکز ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالحنان ولد ملا عبدالعلی 〃 چوری 〃 مقر ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالدیان ولد غلام سرور 〃 سیدخیل ۱۴۱۳ھ

مولوی فدا محمد ولد مولوی فضل الحق 〃 خادخشاہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبداللہ ولد بسم اللہ 〃 جنیات ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمالک ولد مولانا عبدالکریم 〃 مہیک ۱۴۱۳ھ

لغمان

مولوی محمد عمر ولد ملا محمد امین مقام بتیک تراجون ۱۳۸۱ھ
مولوی غلام عمر ولد غلام صدیق مقام منگو ڈاکخانہ علینگار ۱۳۸۴ھ
مولوی محمد غلام ولد مولوی خیال گل مقام مامکی میدان 〃 ۱۳۸۴ھ
مولوی عبدالکریم ولد خیر محمد مقام دہ زیارت 〃 ۱۳۸۶ھ
مولوی محمد عالم خان ولد نجم الدین مقام کرم ڈاکخانہ علینگار ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد عمر ولد مولوی خیال گل مقام میدانی 〃 ۱۳۸۷ھ
مولوی عبدالغفور عرف عبدالرسول ولد عبدالاحد مقام بہرام 〃 ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد حنیف ولد احمد نور مقام سنگر نیازی
مولوی محمد عالم ولد گل اکبر مقام باریش 〃 تیرگڑھی ۱۳۸۷ھ
مولوی خدائے نور ولد محمد حبیب مقام سنگر نیازی 〃 علینگار ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد اعظم ولد عبدالجلیل مقام مذکورہ 〃 لغمان ۱۳۹۰ھ
مولوی علی اکبر ولد محمد اکبر مقام تنگ تحصیل علینگار ۱۳۹۱ھ
مولوی نجم الدین ولد جمعہ گل مقام عمرزئے ۱۳۹۱ھ
مولوی شمس الدین ولد عبدالصمد مقام چہاردھی ڈاکخانہ قلعہ سراج ۱۳۹۲ھ
مولوی نور محمد ولد گل محمد مقام وڈاکخانہ مذکورہ ۱۳۹۳ھ
مولوی شمس الدین ولد عبدالصمد مقام چہاردہی ڈاکخانہ قلت سراج ۱۳۹۴ھ
علی اصغر ولد سید مسلم مقام سواتی ۱۳۹۶ھ
مولوی اللہ نظر ولد محمد نظر مقام گوڈ ڈاکخانہ علینگار تحصیل علینگار ۱۳۹۷ھ
مولوی عبدالبر ولد لغمان مقام فروائی 〃 علینگار ۱۳۹۷ھ
مولوی محمد حسین ولد غلام صدیق مقام پڑوائے 〃 علینگار ۱۳۹۷ھ
مولوی محمد سعید الرحمٰن ولد شاہ نور مقام افغان لام ۱۳۹۸ھ
مولوی عبدالکریم ولد سیف الدین مقام منان گل ڈاکخانہ دولت شاہ ۱۳۹۸ھ
مولوی محمد دین ولد ملا فضل الرحمان مقام بالہ یک زئی 〃 علی شنگ ۱۳۹۸ھ
مولوی محمد سلیم ولد گکو مقام زیڑاتی علیا 〃 قرغی ۱۳۹۸ھ
مولوی عبدالوارث ولد مولانا محمد نور مقام کوتانی تحصیل علی شنگ ۱۴۰۰ھ
مولوی میراجان ولد محمد عزیز مقام سنگر 〃 علینگار ۱۴۰۰ھ
مولوی محمد حنیف ولد غلام صدیق مقام پڑوائی ڈاکخانہ علینگار ۱۴۰۱ھ
مولوی ناصر خان ولد محمد ابراہیم مقام خواجہ خیل علیا 〃 〃 ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد نبی ولد محمد ایوب مقام اسلام آباد 〃 علیشنگ ۱۴۰۳ھ
مولوی میر افغان ولد محراب الدین مقام گونیال 〃 〃 ۱۴۰۳ھ
مولوی اختر جان ولد اختر محمد مقام جرکہ 〃 یوسف خیل ۱۴۰۳ھ

مولوی عبدالباری ولد مولوی محمد یونس مقام پروان   لغمان   سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی محمد ملتان ولد احمد نور   مقام سنگر   علینگار   سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی محمد احیان ولد ملا سید رحمان مقام میرانسے   سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی عبدالبدیع ولد مولوی محمد یونس مقام بردکی   〃   سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی محب اللہ ولد حاجی محمد باز   مقام گچیان   سالاب علیشنگ   سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی محمد طاہر کاشف ولد فضل رحیم مقام سنگر 〃 علینگار   سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی سید کمال ولد فتح محمد   مقام سیوج   〃   سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی سید امیر ولد رحمت اللہ مقام تفکال 〃 علیشنگ   سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی صالح محمد ولد میر صالح   مقام گونیل   〃   سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی فقیر اللہ فائق ولد محمد کمال مقام نمگیران   سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی محمد عالم ولد امیر شاہ   مقام بات پرش   سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی احمد گل ولد فضل احمد مقام نور درہ   〃   سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی کفایت اللہ ولد فضل اللہ مقام ازوڑ 〃 مرکز   سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی عبدالصبور حقانی ولد مولوی عبدالودود مقام بازار علیشنگ   سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی ریاض اللہ ولد اللہ بخش مقام سلاب علیا ڈاکخانہ علینگار   سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی حضرت علی ولد سلطان محمد مقام کندہ گل   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالغفار ولد بادام گل 〃 قلعہ ٹک   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی ولی اللہ ولد محمد قاسم 〃 کتو   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی صالح محمد ولد پائندہ محمد 〃 راجائی   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی صدیق اللہ ولد محمد صدیق 〃 عمرزی   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد زمان ولد عبدالمحبوب 〃 محبوب آباد   سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالوارث ولد ملا عبدالواحد مقام منکو تحصیل علینگار   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی شفیع اللہ ولد حبیب اللہ 〃 احمد زئی 〃 علیشنگ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالواسع ولد احمد علی 〃 کھجور   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد سلیم ولد محمد نعیم 〃 ترہ خیل تحصیل مرکز   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی سید رفیع اللہ ولد مولوی محمد ولی 〃 بدیع آباد   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالمجید مظہری ولد جلالت خان 〃 راجع کوٹ تحصیل علیشنگ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی دوست محمد ولد خان سید 〃 سنگر   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی احمد شاہ ولد سردار خان 〃 〃   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی وجیہ اللہ ولد بہادر خان 〃 لغمان   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد زمان ولد محمد انور 〃 کندہ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حکیم علی اصغر ولد مولوی سید اصغر 〃 〃   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالباری ولد مولوی محمد اللہ مقام اندروڑ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد تسلیم ولد سید اصغر 〃 کندہ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد اسحاق ولد سید حکیم 〃 نور درہ   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی نور الحق ولد عبدالحق 〃 علینگار   سنہ ۱۴۱۳ھ

پروان

مولوی عبدالبصیر ولد خیر محمد ملا مقام منتی خنیج ڈاکخانہ حصہ اول   سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی محمد یوسف ولد حاجی میر اکبر 〃 قلعہ خواص   سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی عبدالغفور ولد عبدالودود 〃 کارینگے 〃 کوہ صافی تحصیل علاقہ داری بگرام   سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی عمر خان ولد پردل 〃 حسن زئی 〃 〃   سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی محمد حسن ولد مولوی خیال گل 〃 کوتہ عشر 〃 میدان   سنہ ۱۳۸۲ھ
مولوی عبدالظاہر ولد الحاج محمد غلزی 〃 بادقول بازارک حکومت پنجشیر   سنہ ۱۳۸۴ھ
مولوی عبدالعزیز ولد شیر جان 〃 عبدی بائی   سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد ابراہیم ولد مزمل 〃 کوہ صافی ڈاکخانہ و تحصیل بگرام   سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد الیاس خان ولد احمد گل 〃 غفور خیل 〃 کوہ صافی   سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی شمس الحق ولد احمد شاہ 〃 غنی خیل 〃 تگاب کوہ صافی   سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی سخی جان ولد سید عالم 〃 معصوم خیل 〃 〃   سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی سید یعقوب ولد محمد شیر حسن 〃 ویلنج   سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد علی ولد رحیم داد 〃 قبار خیل 〃 قبار خیل   سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی عبدالعزیز ولد مولوی فضل الرحمن 〃 علیبن 〃 نجراب   سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی عبدی محمد ولد سیف الدین 〃 میکر 〃 بولغین   سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی میر حمزہ ولد محمد ہارون 〃 سین زئی 〃 تگاب   سنہ ۱۳۹۹ھ
مولوی عبدالودود ولد ولی محمد 〃 علیبی نجراب   سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی عبدالرحمن ولد محمد اکرم 〃 ملیکر   سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد نبی ولد عبدالغنی 〃 خواجہ غوث نجراب   سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد آصف ولد محمد عارف 〃 بیاتی   سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی عبدالواحد ولد میر حیدر 〃 دشتہ خم   سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی خان مرزا ولد آغا مرزا 〃 ماراشوتل   سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی عبدالاحد ولد میر احمد 〃 درہ پونا   نجراب   سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی عزت محمد ولد عبدالرحمن مقام زکریا خیل   نجراب   سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی امام الدین ولد نفیس جان 〃 بولاغین   کاپیسہ   سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی امام دین ولد نفیس خان 〃 〃   〃   سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی سید نور اللہ ولد سید جمال الدین 〃 شنکی   سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی عبدالسبحان ولد معتز الدین 〃 خلازئی   سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی داد محمد ولد عبداللہ احمد 〃 شنیجو   کاپیسہ   سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی غلام نبی ولد عبدالغنی مقام حسن خیل   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی نیک محمد ولد جان محمد 〃 جبل السراج   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عنایت اللہ ولد مولوی نظر محمد 〃 بازارک   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمود ولد حاجی غلام سخی 〃 بایان   سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی سید محمد ولد حضرت محمد 〃 بیان سفلی   سنہ ۱۴۱۳ھ

مولوی المتوکل علے اللہ ولد مولوی محمد کشمیر مقام زآب سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد یوسف ولد مولوی صاحب جان 〃 الوکی سنہ ۱۴۱۴ھ
مولوی عبدالمیر ولد مولوی فیض محمد 〃 جمال آغہ سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد انور ولد مولوی عمرا خان مقام نیازی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد دین ولد اللہ نور 〃 سہاک سنہ ۱۴۱۳ھ

کاپیسا

مولوی محمد سعید ولد محمد خان مقام اشترگرام ڈاکخانہ اشترگرام 〃 افغانستان سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالغنی ولد عبدالحمید مقام داؤ خیل 〃 آلاسی تحصیل تگاب 〃 سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالرحمٰن ولد عبدالغفور جان مقام خانخیل 〃 بولغین 〃 بولغین 〃 سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالحلیم ولد بشیر احمد مقام علیکر 〃 گل بہار 〃 سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی میر احمد ولد میاں احمد مقام باریک سنہ ۱۴۱۳ھ

کونڑ

مولوی عبدالاکبر ولد گل فقیر مقام اراضی سفلہ ڈاکخانہ خاص کونڑ سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی مرزا محمد ولد فتح محمد 〃 کندہ گل 〃 مانوگئی سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی عبداللطیف ولد فقیر محمد 〃 مانوگئی 〃 〃 سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی گل بخت ولد ملا جلاد 〃 قلعہ کندی 〃 چغہ سرائے سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی عبدالشہید ولد فقیر محمد 〃 مانوگے 〃 مانوگے سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد گل ولد خان محمد 〃 خوشحال گڑھ 〃 شیوہ سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی شمس الرحمٰن ولد حبیب الرحمٰن 〃 سرکانی 〃 سرکانی تحصیل چغہ سرائے سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی صاحبزادہ ولد خان محمد 〃 درویش مارونگے 〃 سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالعلی ولد عبدالہادی 〃 سرکانی ڈاکخانہ سرکانی 〃 اسدآباد سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی گل محمد ولد خان محمد 〃 گنجلوق شال 〃 برغمبال 〃 نورعمر سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی محمد شیرزین ولد محمد عالم 〃 انوکلے 〃 اسمار سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی سعید الرحمٰن ولد 〃 کونڑ 〃 کونڑ سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی عبدالمالک ولد میر امان 〃 درہ نور 〃 درہ نور سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی رحیم گل ولد خور گل 〃 شیخان سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی سعدالدین عرف ملک جان ولد محمد شیتا 〃 بدیالی خیبوہ سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی یار محمد ولد ملوک خان 〃 نارشے ڈاکخانہ اسرار تحصیل چغہ سرائے سنہ ۱۳۹۹ھ
مولوی عبدالجبار ولد فضل احمد 〃 کنیتوا 〃 کنیتوا سنہ ۱۳۹۹ھ
مولوی سعیدالرحمان ولد ملا اکرم خان 〃 داشیکل 〃 درہ نور سنہ ۱۳۹۹ھ
مولوی عبدالحیٰ ولد عبداللہ 〃 وطالہ 〃 کنڈی سنہ ۱۳۹۹ھ
مولوی ثناء اللہ ولد محمد حکیم 〃 امروہ 〃 درہ دبوگل سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی عبدالول ولد گنڈیر شاہ مقام پتن سنہ ۱۴۱۴ھ
مولوی عبیدالرحمان ولد میاں گل 〃 لاحیبن سنہ ۱۴۱۳ھ

مولوی بسم اللہ ولد سید محمد خان 〃 ہلال زد سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی امیر اعظم ولد ثواب خان 〃 امری سنہ ۱۴۱۴ھ
مولوی نورالدین ولد گل امین 〃 سودانو سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرزاق ولد عبدالمنان 〃 کنیتوا سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حیات اللہ ولد منور خان مقام درہ پیچ سنہ ۱۴۱۳ھ

لوگر

مولوی محمد الدین ولد فضل دین مقام آب چکان ڈاکخانہ پل عالم سنہ ۱۳۷۸ھ
مولوی محمد میر ولد مولانا عبدالغنی مقام کنجک لوگر سنہ ۱۳۷۹ھ
مولوی ولی جان ولد غلام جان مقام ملاخیل چارقلعہ سنہ ۱۳۸۱ھ
مولوی حضرت گل ولد عبدالواحد مقام چلوزائی ڈاکخانہ برکی برک سنہ ۱۳۸۳ھ
مولوی محمد منور ولد محمد انور 〃 سلوزئی 〃 سنہ ۱۳۸۴ھ
مولوی محمد نبی ولد محمد نواب 〃 پات خانخانہ 〃 پل عالم سنہ ۱۳۸۴ھ
مولوی محمد نعیم ولد محمد عظیم 〃 قلعہ عزیز احمد خان 〃 گلنکار تحصیل کنجک سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی عبدالستار ولد عبدالجبار 〃 دہ نو 〃 محمد آغا 〃 برکی سنہ ۱۳۸۷ھ
مولوی الف خان ولد صاحب گل 〃 ہارون خیل 〃 گلنگار سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد گل ولد محمد عالم 〃 راہ خوشی 〃 پل عالم سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی نعمت اللہ ولد محمد طاہر 〃 قلعہ شاہ عباسی 〃 〃 سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد بلدر ولد حبیب اللہ 〃 میروال 〃 〃 سنہ ۱۳۹۱ھ
مولوی احمدزئی ولد امیر محمد 〃 مغل خیل 〃 محمد آغہ 〃 محمد آغہ سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالملک ولد گل عالم 〃 کاریز قلعہ 〃 〃 سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی گل رنگ ولد حاجی حیدر 〃 چونی 〃 پل عالم سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی شاد گل ولد عبدالرشید 〃 کاریز قلعہ 〃 محمد آغہ سنہ ۱۳۹۵ھ
مولوی میر عبدالحکیم ولد میر عبدالقیوم مقام سادات خردار سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی عبدالسلام جان ولد محمد جان 〃 ہونک سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی محمد صادق ولد مولوی امیر محمد 〃 محمد آغہ سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی عزیز الرحمٰن ولد مولوی عبدالحق 〃 دشتک ڈاکخانہ محمد آغا سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی شہاب الدین ولد مولوی سید اکبر 〃 بارس 〃 غزنی خیل سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی عزیز اللہ ولد حضرت محمد 〃 داد خیل باچاخیل سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی عبدالمالک ولد حاجی جمعہ گل 〃 لوگر 〃 سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی فضل عمر ولد سید اکبر 〃 باسوس غزنی خیل 〃 سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی محمد معین عرف محمد نعیم ولد عبدالقیوم 〃 کجک کجک سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی لطف اللہ ولد حاجی شنگل 〃 دہنو، کلنگار سنہ ۱۴۰۴ھ
مولوی تاج محمد ولد یار محمد 〃 نعمتی چرخ برکی برک سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی شیر محمد ثاقب ولد حکم خان 〃 دینو الوری سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی عبدالقیوم ولد مولوی عزت اللہ 〃 قلعہ شاہی سنہ ۱۴۰۵ھ

مولوی عزیز الرحمٰن ولد آدم خان 〃 داؤد خیل سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی محمد عمر غفاری ولد جمعہ گل 〃 قلعہ غفار کلنگار 〃 مرکز سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی محصل خان ولد نیک محمد 〃 آب ہران 〃 محمد آغا سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی محمد اعظم ولد حاجی حضرت محمد 〃 نیازی گلینگار سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی عبد المالک ولد دولت خاں 〃 دہنو سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی محمد نبی ولد مولوی محمد گل مقام پست سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی سراج الحق ولد عبد اللطیف 〃 قلاگی سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد یعقوب ولد مولوی سید اکبر 〃 بابوس سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی احمد جان ولد عزیز احمد 〃 دیولک سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی احسان اللہ ولد محمد صادق مقام اسسپ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی نعمت اللہ ولد شیر گل 〃 دوبندی تحصیل مرکز سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمود حامد ولد مولوی عبد الرزاق 〃 کتب خیل 〃 محمد آغہ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد خوشحال ولد لعل محمد 〃 سیاہ کوہ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد اقبال ولد مولوی میر سید احمد 〃 پادخواب شانہ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبد الرزاق ولد مولوی محمد انور 〃 بابوس سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد ثناء اللہ ولد مولوی عظیم گل 〃 خواجہ انگور سنہ ۱۴۱۳ھ

ترکستان

مولوی نصر اللہ ولد محمد امیر مقام جوئی ڈاکخانہ نوغوری سنہ ۱۳۷۸ھ
مولوی محمد ولد آقا محمد 〃 شیرغان سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عبد البصیر ولد صغر محمد 〃 دہ دیران 〃 خان آباد سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عبد الاحد ولد عبد الحمید 〃 تانگذر قندوز سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی عبد العزیز ولد جمعہ خان 〃 دشت ارچی سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی امیر محمد ولد عبد الغنی 〃 استرکوٹ 〃 بورنہ قرہ سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی محمد قربان ولد عطاء خان 〃 تندرہ 〃 پل خمری سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی خان سعید ولد محمد سعید 〃 قلعہ ایزال 〃 قلعہ ایزال سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی میر علی ولد حاجی عبد الوہاب 〃 قندوز 〃 قندوز سنہ ۱۳۹۵ھ
مولوی اسد اللہ ولد نور علی 〃 دوشی 〃 دوشی سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی عبد الخالق ولد امان اللہ 〃 جنگارق 〃 قندوز سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی امان اللہ ولد بلبل خاں 〃 جدران 〃 جدران سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی نظر محمد ولد محمد خان 〃 گلگنی 〃 دوشی سنہ ۱۳۹۳ھ
مولوی میر حسین ولد گل محمد 〃 غوری 〃 پل خمری سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی سردار محمد ولد مولوی جلات خان 〃 الہ باغ 〃 جوزجان سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی فضل الرحمٰن ولد مرزا ہندم 〃 چرخ فلک 〃 خوست و فرنگ سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی گل محمد ولد مولوی عبد اللہ جان 〃 زردک 〃 خانہ آباد سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد سرور ولد ملا دوست 〃 علی الدین سنہ ۱۳۹۷ھ

مولوی سید محمد ولد ملا محمد عمر 〃 ظہراں 〃 دوشی سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی محمد اسماعیل ولد عبد الرشید 〃 ہجر امام صاحب سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی گلزار احمد ولد حسام الدین مقام اسماعیل ڈاکخانہ امام صاحب سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی کمال الدین ولد نجم الدین 〃 اسماعیل سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی عبد الحکیم ولد عبد الرشید 〃 یاسوس 〃 جہاردرہ سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی عبد الواحد ولد عبد اللہ خاں 〃 یتیم 〃 سنہ ۱۴۰۶ھ
مولوی عبد الظاہر ولد فیض محمد 〃 شہردان 〃 ارچی سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی حسین محمد ولد محمد سعید عرف غازی محمد 〃 نہرید سنہ ۱۴۰۸ھ
مولوی محمد موسیٰ ولد لعل محمد اُستاد 〃 زرفرید سنہ ۱۴۰۹ھ

گردیز۔ ارگون

مولوی امیر محمد ولد میر زمان مقام سروخسہ ڈاکخانہ گردیز سنہ ۱۳۷۹ھ
مولوی محمد کریم ولد حضرت نور 〃 حاجیان سنہ ۱۳۸۰ھ
مولوی عبد الطاہر ولد یاز محمد 〃 ارزد سنہ ۱۳۸۳ھ
مولوی شیر محمد ولد صاحب جان 〃 زرمت 〃 گلداد خیل سنہ ۱۳۸۳ھ
مولوی محمد ابراہیم ولد جمعہ خان 〃 سروزہ 〃 ارگون سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی شاہ محمود ولد صاحب خان 〃 لکن 〃 لکن سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی گل رحمان ولد عبد الرحیم 〃 فخزی 〃 وزی سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی نادر خان ولد محمد علی خان 〃 ارگون 〃 ارگون سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی مومن شاہ ولد تاج محمد 〃 ارگون 〃 سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی جلال الدین ولد خواجہ محمد 〃 فخزی 〃 وزیٔ سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی احمد گل ولد پیر گل 〃 نکہ جدران 〃 ارگون سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی اکبر شاہ ولد فیض خان مقام ارگون ڈاکخانہ ارگون سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی احمد شاہ ولد سید محمد 〃 〃 سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی حبیب الرحمٰن ولد عبد الرحیم 〃 فخزی 〃 وزیٔ سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی گل محمد ولد امیر محمد 〃 نور اللہ 〃 ارگون سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی رسول خاں ولد گل عالم خان 〃 بدر خیل 〃 〃 سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی رسول محمد ولد غلام محمد 〃 حسن محمد 〃 اسماعیل خیل سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد قاسم ولد میر جان 〃 سروزہ 〃 ارگون سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی سید آغا جان ولد زر کلیم 〃 شیخان 〃 〃 سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی میرا جان ولد ہیبت خان 〃 شاطوری 〃 〃 سنہ ۱۳۹۴ھ
مولوی سید شاہ ولد اسد اللہ 〃 کوہان 〃 تعمیر سنہ ۱۳۹۵ھ
مولوی امیر گل ولد محمد کریم 〃 فخزی 〃 وزیٔ سنہ ۱۳۹۵ھ
مولوی محمد نواب ولد میر قلم 〃 پائندہ خیل 〃 تعمیر سنہ ۱۳۹۸ھ
مولوی عارف اللہ عارف ولد رجب خان مقام دولت زائی تحصیل تامیر سنہ ۱۴۱۳ھ

پکتیا

مولوی حکمت اللہ ولد حبید اللہ مقام حیدر خیل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالکریم ولد شیر محمد 〃 محمود خیل شمل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی فضل حسین ولد مولانا سید افضل 〃 زور کلی سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی طاہر شاہ ولد زین الدین 〃 〃 سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالقدوس ولد جانباز خان 〃 مروی خیل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد نبی ولد حاجی محمد عمر 〃 شمسی خیل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی سلطان محمد ولد مولوی رستم 〃 گلداد خیل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی حیات اللہ ولد مولوی دلسیر 〃 ابدہ کی سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی فضل الرحمن ولد عبدالحکیم 〃 درہ ملا قدرت سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی نور محمد ولد مولانا طوطی 〃 خیری کس سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی جمال الدین ولد بزرگ جمیل 〃 مری خیل سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالصمد ولد عبدالجلیل 〃 ا خیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد زیم جان ولد شاہ ویم خان 〃 زیرٹوک سنہ ۱۴۱۴ھ
مولوی محمد کبیر جان ولد مولوی محمد نعیم 〃 زیڑہ خیل سنہ ۱۴۱۴ھ
مولوی امیر محمد ولد سید محمد مقام المرہ تحصیل ورائی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی موسیٰ جان ولد حاجی عبدالحکیم 〃 〃 〃 سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالغفور ولد محمد سالم 〃 لیونخیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حسن محمد ولد خیال محمد 〃 دلہوری سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی سید سمیع اللہ ولد سید محمد غواث الدین مقام بدیخیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد خان ولد محمد ظریف 〃 تمکہ سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد یونس ولد جانداد خان 〃 شمشی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد وزیر ولد میرزا خان 〃 مغل خیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی مسافر ولد خیوہ گل 〃 عباس خیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی حمید اللہ ولد ملا لعل بٹ 〃 نزی خیل سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی الف نور ولد سپین 〃 بار کلی سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عالم گل ولد اللہ نیک 〃 تری خیل سنہ ۱۴۱۳ھ

بغلان

مولوی عبدالسلام ولد محمد علم مقام ویزک ڈاکخانہ اندر آب سنہ ۱۴۰۱ھ
مولوی عبدالسلام عرف عالم گل ولد محمد گل 〃 بغلان سنہ ۱۴۰۱ھ
عبدالمجید ولد یار محمد 〃 گوارگتی 〃 پل خمری سنہ ۱۴۰۲ھ
مولوی محمد منیر ولد لعل محمد 〃 قرہ دکہ 〃 ددشی سنہ ۱۴۰۵ھ
مولوی محمد طاہر ولد عبدالرشید 〃 کم عنبر من مضافات سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی محمد انور ولد غلام دستگر 〃 گرداو ڈاکخانہ حیری خشک سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی نور اللہ ولد عبدالاحد 〃 ارزو سنہ ۱۴۰۷ھ
مولوی محمد مسلم ولد محمدی گل 〃 صدر خیل 〃 گورگن سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی محب اللہ ولد غلام محی الدین 〃 درہ فارد 〃 خوست ذین سنہ ۱۴۰۹ھ
مولوی حافظ سید داؤد ولد حاجی محمد صدیق مقام وزیر آباد سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی نصر اللہ ولد شیر باز 〃 اخرجوی تو سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی محمد کبیر ولد الحاج محمد جان مقام جدران تحصیل نہرین سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی گل محمد ولد شیر محمد 〃 گورکن 〃 پل خمری سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد عالم ولد حسن خان 〃 〃 〃 سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی کمال الدین ولد تاج محمد 〃 بادام درہ سنہ ۱۴۱۳ھ

ہرات

درویش احمد ولد مقصود مقام آب شارہ ڈاکخانہ قلعہ نو تحصیل باد سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد اشرف ولد نثار احمد 〃 گذرہ 〃 گذرہ 〃 ہرات سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی عبدالواحد ولد پائندہ محمد 〃 خواجہ عالم 〃 〃 〃 سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی نیک محمد ولد ملا محمود 〃 بالامرغاب 〃 قلعہ نو 〃 سنہ ۱۳۸۹ھ
مولوی نسیم اللہ ولد محمد شریف 〃 روزنہ باغ 〃 روزنہ باغ 〃 سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی غلام مصطفیٰ ولد محمد صدیق 〃 بیت الامان 〃 〃 سنہ ۱۳۹۶ھ
مولوی تیمور شاہ ولد لعل محمد 〃 احمد آباد ڈاکخانہ کوہستان 〃 اسلام قلعہ سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی سید عبدالغفار ولد سید محمد یوسف 〃 خواجہ 〃 پور 〃 شہرک سنہ ۱۳۹۷ھ
مولوی غلام حضرت ولد مولانا غلام رسول مقام اسحق سلیمان سنہ ۱۴۱۲ھ
مولوی عبید اللہ ولد حاجی محمد ایوب مقام گل ران سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالخالق ولد مولوی محمد نادر 〃 ادرسکن سنہ ۱۴۱۳ھ
مولوی بشیر احمد ولد مولوی یاسین 〃 حیات آباد سنہ ۱۴۱۳ھ

بدخشان

مولوی نذر اللہ ولد شاہ منصور مقام شادشت ڈاکخانہ داؤ دنگر بزرگ سنہ ۱۳۸۶ھ
مولوی محمود ولد عیدی 〃 سیاب شہر 〃 راغ سنہ ۱۳۸۸ھ
مولوی محمد نعیم ولد مخدوم 〃 درخان 〃 بدخشان سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی عبدالرحیم ولد محمد عظیم 〃 چہار 〃 کشم سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی محمد خان ولد خدائے بردی 〃 دشت آغا 〃 سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی حبیب الرحمن ولد محمد عیسیٰ 〃 انجمن 〃 کران منجان جرم سنہ ۱۳۹۰ھ
مولوی عبدالواحد ولد حاجی امام 〃 پلائی ران 〃 پلائی ران سنہ ۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالقدیر ولد الحاج عیدی محمد مقام کتو بالا سنہ ۱۴۱۳ھ

لغمان

مولوی عبداللہ جان ولد میر اصغر مقام ارغندے علیا سنہ ۱۳۹۶ھ

پکتیکا

مولوی محمد خان ولد کمال خان مقام شاہ وزہ تحصیل گومل	۱۴۱۳ھ
مولوی زارنگل ولد امین گل 〃 شیخان	۱۴۱۳ھ
مولوی حاجی محمد رحمٰن ولد حاجی محمود 〃 زیبڑوک	۱۴۱۳ھ
مولوی عبداللطیف قریشی ولد حاجی مرزا محمد مقام شیخان	۱۴۱۳ھ

کندوز

مولوی محمد نعیم ولد غلام محمد مقام زرکر	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد رسول ولد حاجی اخشان 〃 آقتیبہ	۱۴۱۳ھ
مولوی جان محمد ولد حاجی زرتور 〃 زرخرید	۱۴۱۳ھ
مولوی سید عمر ولد عبدالجلیل 〃 کستم	۱۴۱۴ھ
مولوی عبداللہ ولد مولوی غلام حیدر 〃 عسقلان	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرشید ولد حاجی عبدالمجید مقام زردکمر تحصیل دشت ارچی	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالسلام ولد عبدالکریم 〃 کنم 〃 مرکز	۱۴۱۳ھ
مولوی بدرالدین ولد مولوی محمد خان مقام آپمین	۱۴۱۳ھ

فاریاب

مولوی قاری شیر محمد ولد عبداللہ مقام سپہ چشمہ مکپتو	۱۴۱۲ھ
مولوی سید غیاث الدین ولد سید غواث الدین مقام بندر	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرحیم ولد عبدالمومن 〃 فاریاب	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرحمان ولد بائی نظر 〃 قرائی	۱۴۱۳ھ
مولوی اسداللہ ولد عبدالرحمان 〃 گولیان	۱۴۱۳ھ

فراہ

مولوی عبدالشکور ولد عبدالقدوس مقام چاربرجک ضلع فراہ افغانستان	۱۳۸۹ھ
مولوی محمد رسول ولد محمد ایوب 〃 سعدآباد ڈاکخانہ شین ڈھند 〃	۱۳۹۳ھ
مولوی سید لعل ولد اختر محمد 〃 مقام شولگاہ	۱۴۰۰ھ
مولوی سید محمد ولد سید رسول مقام لاخنگ	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد ظاہر ولد محمد انور 〃 باغ میر	۱۴۱۴ھ
مولوی محمد اکبر ولد محمد اسلم 〃 لاخسار	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالجبار ولد عبدالستار مقام باغ میر	۱۴۱۳ھ
مولوی سید محمد ولد سید حسام الدین 〃 واسپ	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالرحیم ولد جمعہ گل 〃 باغ میر	۱۴۱۳ھ
سید محمد قاسم ولد سید محمد ہاشم ضلع قندھار	۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالتواب ولد معین الدین خراسان	۱۴۱۳ھ

وردگ

مولوی عبدالاحد ولد عبداللہ خان مقام شرک ڈاکخانہ سعیدار	۱۳۸۹ھ
مولوی طالب الدین ولد نجم الدین مقام گدائی	۱۴۱۳ھ
مولوی سید رحیم اللہ ولد مولوی عبدالحکیم 〃 سید میر یحییٰ خیل	۱۴۱۳ھ
مولوی باز محمد ولد لعل محمد 〃 نہر فولاد	۱۴۱۳ھ
مولوی حفیظ اللہ ولد شیر علم مقام عثمان خیل	۱۴۱۳ھ

جوزجان

مولوی محمد عمر ولد شرف الدین مقام کوڈی جوزجان افغانستان	۱۳۹۸ھ
مولوی سعید احمد ولد مولانا عبدالرحیم 〃 صوفی قلعہ 〃	۱۴۰۰ھ
مولوی محمد حسن ولد محمد امان مقام ورتہ بوز تحصیل پالہ	۱۴۱۳ھ

مزار شریف

مولوی محمد توسل ولد فرہادی مقام شیخ	۱۴۱۲ھ
مولوی عبدالمطلب ولد عبداللہ مقام رحمت آباد	۱۴۱۳ھ
مولوی محمد حسین ولد سلطان میر 〃 شہرگ	۱۴۱۳ھ

قلات

مولوی خان محمد ولد وزیر محمد مقام گارڑی ڈاکخانہ شاہ جوئی قلات

مولوی عبدالغفار ولد سیف اللہ 〃 مارہ 〃 حکمی باٹلوغ	۱۳۹۰ھ
مولوی عبدالحنان ولد محمد عثمان 〃 میرچکوال 〃 ہوری چوپان باشلوغ	۱۳۹۲ھ
مولوی عبدالمنان ولد امین اللہ 〃 اشرف خیل تحصیل شینکی	۱۳۹۶ھ
مولوی محمد رحیم ولد تیمور شاہ 〃 عنبرگی ڈاکخانہ میزئی	۱۳۹۶ھ
مولوی عبدالواحد ولد مولوی امین اللہ 〃 اشرف خیل 〃 شینکی	۱۳۹۷ھ
مولوی محمد رحیم ولد عبداللہ جان 〃 مالا تحصیل دارچوپان	۱۳۹۸ھ

بجراب

مولوی محمد گل ولد ملا محمود مقام غین ڈاکخانہ لنگاڈ	۱۳۷۵ھ
مولوی عبدالوہاب ولد شمشیر خان 〃 دامقصار 〃 بجراب	۱۳۸۸ھ

بازغشی

مولوی امیر حمزہ ولد فیض محمد مقام جوند ڈاکخانہ جوند	۱۴۰۲ھ

نورستان

مولوی محمد افضل ولد سید محمد مقام نیک ملکوک نورستان	۱۳۷۶ھ
مولوی گل محمد ولد امیر گل 〃 مونڈگل	۱۳۷۶ھ

مشرقی افغانستان

مولوی اقبال الدین ولد ناموس مقام سفید دار ڈاکخانہ چوکی ۱۲۷۵ھ
مولوی فیض محمد ولد عمرا خان 〃 سکندر زئی 〃 کنڈ عز ضلع جلال آباد ۱۳۸۶ھ

شمالی افغانستان

مولوی عبدالرب ولد محمد اکرم مقام تبہ دار کوہستان شمالی افغانستان سنہ

بلخ افغانستان

مولوی عبدالغفور ولد عبدالکریم اخون مقام نہر شاہی ڈاکخانہ نہر شاہی ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد برات ولد بہادر 〃 سیاہ گرد 〃 〃 ۱۳۹۶ھ
مولوی امان اللہ ولد شادمان 〃 غاج ۱۳۹۷ھ
مولوی حبیب اللہ ولد الحاج دولت مراد مقام توپسی نہال ڈاکخانہ و تحصیل سمنگان ۱۳۹۲ھ

سمنگان

مولوی عبدالحیٔ ولد حاجی پور محمد مقام جگہ بانڈہ ڈاکخانہ مزار شریف ۱۳۹۰ھ
مولوی عبدالغفار ولد مولانا محمد امین مقام اشنیر ۱۴۱۳ھ
مولوی رحمت اللہ ولد مرزا غلام حیدر 〃 مسعود ۱۴۱۲ھ

فیض آباد

مولوی محمد کبیر ولد عبدالقادر مقام ادلاریب ڈاکخانہ و تحصیل جرم ۱۳۹۲ھ
مولوی غلام اللہ ولد مراد محمد 〃 کاکان 〃 فیض آباد ۱۳۹۲ھ
مولوی محمد اسرائیل ولد مرزا عالم 〃 کشت گاہ 〃 〃 ۱۳۹۲ھ

متفرق

مولوی سید جمیل ولد سید کمال مقام شمل ڈاکخانہ یونی ۔ افغانستان ۱۳۸۷ھ
مولوی محمد حنیف ولد گل محمد 〃 خواجہ گوہر 〃 میمنہ ۱۳۸۷ھ
مولوی پیر حیدر ولد محمد باچا 〃 دولت زو 〃 شولانہ شہر شاہی ۱۳۸۸ھ
مولوی عبدالغنی ولد خوشدل خان 〃 قلندر خیل 〃 غلام علی چریکار ۱۳۹۰ھ
مولوی سید وزیر ولد سید حضرت شاہ 〃 مزار بابا 〃 نورگل ۱۳۹۰ھ
مولوی اللہ داد ولد عبدالظاہر 〃 اجرگ زئی 〃 ارغستان ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالغفور ولد ریان 〃 قطابہ 〃 الشورہ ضلع روزگان ۱۳۹۱ھ
مولوی محمد عاشور ولد حاجی سرور خان 〃 یکہ باغ 〃 شیر خان ۱۳۹۱ھ
مولوی عبدالستار ولد میر محمد 〃 اسکین ۱۳۹۶ھ
مولوی محمد شاہ ولد عبدالقادر 〃 داری 〃 چپ درہ ۱۳۹۶ھ

تخار

مولوی جمال الدین ولد مولوی محمد شریف مقام آقبلاق ۱۴۱۳ھ
مولوی محمد رجب ولد عبدالا 〃 خیم خوان ۱۴۱۳ھ
مولوی کفایت اللہ ولد مولوی عبدالجلیل مقام رنگ آب ۱۴۱۳ھ
مولوی شفیع اللہ ولد محمد اکرم 〃 دربیج ۱۴۱۳ھ

زابل

مولوی حبیب الرحمٰن ولد مولوی عزیز اللہ مقام مارہ ۱۴۱۲ھ

میدان

مولوی عزت اللہ ولد عبداللہ مقام سید آباد ۱۴۱۳ھ

بامیان

مولوی آدم خان ولد حاجی محمد حسن خان مقام غریب آباد ۱۴۱۳ھ
مولوی عبدالغفور ولد عبدالفتاح

غور

مولوی احمد شاہ ولد محمد سلیم مقام الندر ۱۴۱۳ھ
مولوی عبداللہ مجاہد ولد ملا محمد رحیم 〃 لیلی ۱۴۱۳ھ

خراسان (ایران)

مولوی محمد اسماعیل ولد محمد حسن مقام خنکسار ڈاکخانہ بیرجند ۱۳۹۰ھ
مولوی سید ابراہیم شاہ ولد سید عبدالعلی 〃 کزیک 〃 ۱۳۹۲ھ

*

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ میکش ہے باقی نہ میخانے رہے
رو رہی آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

(اقبال)

حرکت انقلاب اسلامی میں چند معروف حقانی کمانڈر

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ۱۴۱۲ھ کے سفر حج میں حرکت انقلاب اسلامی کے رہنما مولوی محمد سعید ہاشمی اور مولانا محمد ولی کے ساتھ ایک مجلس میں فضلاء حقانیہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ حرکت انقلاب اسلامی میں فضلاء حقانیہ سباق الغایات رہے ہیں، ہر محاذ اور اہم سنگروں میں ان کا نمایاں کردار رہا بلکہ اکثر مقامات پر کمانڈ ان کے ہاتھ میں رہی اس دوران اسی ایک مجلس میں انہوں نے صرف حرکت انقلاب اسلامی میں جن حقانی کمانڈروں کے نام گنوائے اور مولانا کو ان کے نام لکھوائے ذیل میں ان کے اسمائے گرامی دیئے جا رہے ہیں جس سے دیگر جماعتوں اور مختلف محاذوں پر ان کی تعداد اور کام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مولانا محمد سعید ہاشمی ۱۴۹۲ھ پشاور خصوصی امیر حرکت
سیکرٹری حرکت انقلاب اسلامی

مولانا محمد صادق صاحب (فاضل وسابق مدرس حقانیہ) حال مدرس جامعہ محمدیہ
مولانا حضرت محمد امیرستان کماندان امیرستان ولدیت غزنی
مولانا امیر جان حقانی ارگن امیر جبہہ ارگن
مولانا کمال الدین حقانی کٹہ واژ امیر حوزہ (جبہتہ سے بلند ہوتا ہے)
مولانا شاہ محمد حقانی امیر حوزہ ۔ موزہ واز سے خواہ پکتیکا ۔
(بہت بڑا بلند ہے)

مولانا معتصم باللہ حقانی ۔ کماندان جبہتہ طلباء مجاہدین طلباء ۔ واز سے خواہ پکتیکا
مولانا عبدالکریم حقانی 〃 〃 〃 〃 〃
مولانا عبدالستار حقانی، امیر مالیات حوزہ 〃 〃 〃
مولانا عبدالرحمن وزیرستانی، عضو حرکت انقلاب اسلامی
مولوی عبدالمالک حقانی، لوگر قومندان اولسوالی محمد آغا
مولوی شاہ گل حقانی 〃 〃
مولوی عبدالغنی حقانی قندھار 〃
مولوی محمد اعظم حقانی 〃 〃
مولوی محمد اکرم حقانی 〃 〃
مولوی اختر محمد آغا حقانی 〃 〃

(قندھار میں اولین جہاد کا آغاز)

مولوی عبدالرؤف آغا حقانی قندھار قومندان
مولانا سید اسحق حقانی (شہید) 〃
(مولانا محمد سدوزئی کے فرزند اس کا بھائی محمد اسماعیل حقانی)
مولوی محمد اسماعیل حقانی (سدوزئی) امر شباب المسلمین قندھار
مولانا اکبر آغا حقانی امر حوزہ

قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران قومی اسمبلی پاکستان میں ملت اسلامیہ کا وہ بیان استغاثہ جس پر قومی اسمبلی نے بالاتفاق دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اور جسے اس وقت کے قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود مرحوم نے لاہوری اور قادیانی گروپوں کے سربراہوں کی موجودگی میں کئی نشستوں میں پڑھ کر سنایا۔

★ ایک تاریخی دستاویز۔ ایک مستند ماخذ۔ ایک تحقیقی شاہکار
★ نگرانی ــــ مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت۔
★ تصنیف ــــ مولانا سمیع الحق۔ مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی۔
★ تعاون ــــ مبلغین تحفظ ختم نبوت مولانا محمد حیات فاتح ربوہ۔ مولانا عبدالرحیم اشعر اور دیگر قومی اسمبلی کے (۳۷) اراکین۔ قومی اسمبلی کے کردہ قرارداد کی تشریحات۔

صفحات ۲۰۸ ــــ قیمت پچیس ۲۵ روپے

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

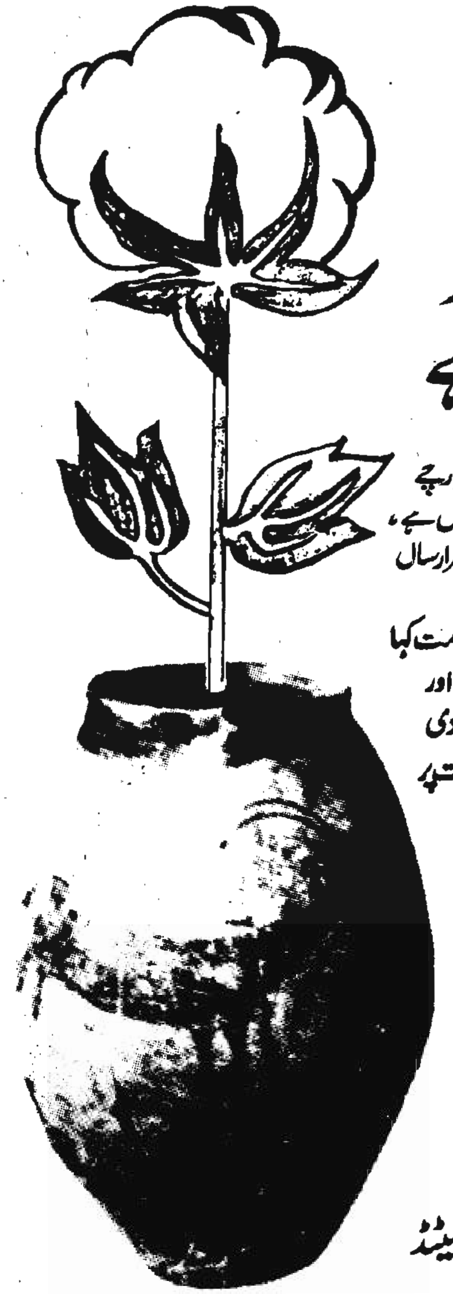

تہذیب کا چمن زار اس پھول کی دین ہے

کپاس کے پھول سے حاصل ہونیوالی روئی کے پارچے کی صنعت انسانی تہذیب کے اوّلین کارناموں میں ہے، دریائے سندھ کی وادی میں پائے جانے والے ۵ ہزار سال قبل کے آثار اس کے شاہد ہیں۔

آج بھی روئی کو پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کی علامت کہا جاسکتا ہے۔ جس پر ہماری سب سے بڑی صنعت اور ہر جہتی ترقی کا دارومدار ہے۔ ملک کی بہت بڑی آبادی کی معاش، روئی کی کاشت، کاروبار اور متعلقہ صنعت پر انحصار رکھتی ہے۔

کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان اس بات کیلئے کوشاں ہے کہ ہماری یہ سب سے بڑی تجارتی فصل برابر ترقی کرتی رہے اور ملک کے لیے مزید نفع بخش ثابت ہو۔

ہڑپا سے برآمد ہونے والا ایک منقش مٹکا

PAKISTAN

کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ

اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر ۳ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ
پوسٹ بکس ۳۷۳۸ کراچی پاکستان۔ کیبل ایکسکوکو
ٹیلیکس ۲۶۲۸ - ایکس کرٹ پی کے - ۲۳۶۹۳ - ایکس کوٹ پی کے

تاریخ اسلام کا روشن باب

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

جہاد افغانستان کے حق پرست بعض حقانی شہداء کا تذکرہ

جس طرح مادر علمی دارالعلوم دیوبند اپنے دور میں مغربی سامراج کیلئے قہر الٰہی ثابت ہوا اسی طرح دارالعلوم حقانیہ اپنے قابل فخر فضلاء کی شکل میں دنیا کی ظالم اور جابر اشتراکی قوت کے لیے سکندری بن گیا۔

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

غیور و جسور مسلمان مملکتِ افغانستان میں روس نواز اور بالآخر روسی انقلاب کے بعد حمیت اسلامی سے سرشار علمائے مشائخ کرام اور جان نثار مجاہدین کی جماعتوں نے روسی سامراجیت کے مقابلہ میں جس سرفروشی اور قربانی کا مظاہرہ کیا اس نے اسلام کی تاریخ جہاد و عزیمت میں ایک شاندار باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ ہمیں خوشی ہے اور خدائے ذوالجلال کے ممنون ہیں۔ کہ اس طویل اور عظیم جہاد میں جو شاید اس صدی میں سرخ روسی سامراج کے مقابلہ میں پہلا بھرپور اور عظیم جہاد تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تعلیم پانے اور اس سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء اور فضلاء کا بھی عظیم حصہ ہے یہ حقانی جان نثار اس کارزارِ حق و باطل کی فرسٹ لائن ثابت ہوئے اور جیسا کہ دارالعلوم حقانیہ کا مادر علمی دارالعلوم دیوبند اپنے دور میں مغربی سامراج کے لیے قہر الٰہی ثابت ہوا اس طرح آج بحمد للہ دارالعلوم حقانیہ اپنے مستفیدین اور قابلِ فخر فضلاء کی شکل میں دنیا کی سب سے بڑی ظالم جابر اشتراکی قوت کے لیے سدِ سکندری بن گیا۔ اور کئی جماعتوں اور اہم محاذوں کی باگ کمان ان کے ہاتھ میں تھی ہم اس جہاد کے تمام شہداء۔ تمام مجاہدین کو عموماً اور اپنے حقانی فرزندوں کو خصوصاً سلام پیش کرتے ہیں جن کے دم سے آج پانی پت، بالاکوٹ اور شاملی کی تاریخ قندہار و پکتیا، پکتیکا، گردیز، ہرات اور جلال آباد و کابل میں دہرائی گئی۔

اس جہاد میں دارالعلوم حقانیہ کے جو عظیم سپوت شہید ہو گئے ہیں ان کی تعداد کئی ہزار سے متجاوز ہے جن میں سے چند ایک کا تذکرہ حضرت مولانا سمیع الحق کے قلم سے نذر قارئین ہے جو وقتاً فوقتاً آپ لکھتے رہے ہیں تمام شہداء حقانیہ کے لیے مستقل کتاب اور دفتر بے پایاں چاہیے تاہم مشتے نمونہ از خروارے بعض کے حالات نذر قارئین ہیں۔ مفصل تذکرہ کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے گو اصل دوام و ثبات اور حیات جاودانی تو جریدہ عالم انہیں حاصل ہو چکی ہے۔ ؎

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاهدوا الله عليه. فمنهم من قضىٰ نحبه ومنهم من ينتظر الآیہ

مولانا محمد اللہ قندہاری شہید

ناموسِ اسلام پر مرمٹنے والے یہ نوجوان گل سرسبد، ۱ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے۔ دراز قد گرانڈیل جوانی کم گو اور باوقار، والد ماجد کا نام مولانا عبدالقادر ہے۔ قندہار کے قریہ زنگ آباد پنجوائی سے تعلق تھا۔ دارالعلوم میں دو سال تک موقوف علیہ دورہ کی تکمیل کی پھر دورہ حدیث شریف میں شامل ہوئے۔ ابھی سالانہ امتحان ہوا تھا کہ افغانستان میں انقلاب کے بعد طبل جہاد بلند ہوا۔ دورۂ حدیث شریف شوقِ جہاد میں ناتمام چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ چند دوستوں کا ایک گروپ تھا۔ پابرکاب ہوا تو سب نے غسل کیا، صاف ستھرے کپڑے پہن کر نوافل پڑھے پھر اساتذہ کے پاس آکر اجازت طلب کی اور جہاد کی فتح اور اپنی شہادت کی دعا کروائی۔ دوستوں سے کہا معلوم نہیں پھر ملیں یا نہ ملیں۔ کیا عجب لیلائے شہادت سے ہمکنار ہو جائیں۔

وہاں جا کر حرکت انقلابِ اسلامی افغانستان سے وابستہ ہوئے اور قندہار کے محاذ پر کام شروع کیا اور اس اثنا میں افغان حکومت نے انہیں گرفتار کر کے قندہار جیل میں بند کر دیا۔ ان کے ساتھ کئی ایک اور دارالعلوم حقانیہ کے حقانی طلباء بھی رفیق جیل تھے۔ یہاں ملّا نا محمد اللہ

قندہاری مرحوم پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے گئے۔ بجلی کے ظالمانہ شارٹ بے دردی سے دیئے جاتے۔ بھوکا پیاسا ہفتوں تک رکھا گیا۔ ساتھیوں کے ہاتھ بھی پشت کی طرف باندھ دیئے جاتے کہ کوئی انہیں ایک گھونٹ پانی نہ دے سکے وہ ترستے رہے مگر عزم ایمانی میں تذبذب نہ آیا۔ سرخ سامراج کے کارندے افغان سپاہی آہنی بوٹوں سمیت انہیں سیدھے منہ لٹا کر پیٹ پر اور جسم کے نازک حصوں پر اچھلتے کودتے مگر وہ جو کہ روحِ بلالی سے سرشار تھے۔ عزیمت و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے بارہا انہیں پشت کی جانب باندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ٹھوکر مار دی جاتی اور وہ گردن کے بل نیچے لڑھک جاتے اسی حالت میں ایک بار سیڑھیوں سے اترتے ہوئے انہیں دھکا دیا گیا وہ زمین پر آ رہے اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس طرح ایک مجاہد عظیم کی روح قندہار جیل میں اپنے مطلوب و محبوب، شہادت اور وصالِ حقیقی سے سرشار ہوئی۔ کئی ان کے ساتھی حقانیہ کے طلبا۔ حالیہ انقلاب تک اسی جیل میں رہے۔ مرحوم کیسے استعداد اور علمی ملکات کے مالک تھے، اور آئندہ چل کر کتنے بہترین عالم بن جاتے اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ انہوں نے موقوف علیہ درجہ کے سالانہ امتحانات میں مشکوٰۃ میں ۹۰ بیضاوی میں ۸۵ جلالین میں ۱۰۰ اور فوز الکبیر میں ۵۵ نمبرات حاصل کئے۔ فرحمه الله وارضاه۔

مولانا شیراجان شہیدؒ

ولدیت کابل اولسوالی (تحصیل) سروبی افغانستان کے یہ شہیدِ اسلام دارالعلوم حقانیہ میں درجہ علیا کی کتابیں مشکوٰۃ شریف جلالین شریف وغیرہ پڑھتے رہے کہ جذبۂ ایمانی سے سرشار روح نے بے چین کر دیا اور نمناک آنکھوں سے مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کو الوداع کہہ کر عازمِ وطن ہوتے اپنے عظیم اور مجاہدانہ خدمات کی بنا۔ پر حرکت انقلاب اسلامی کی جانب سے اپنے علاقہ کے سارے محاذ جبہہ سروبی کے امیر (کمانڈر) مقرر ہوتے اور دشمن کو زک پہنچاتے رہے۔ افغانی تقویم کے ۲ برج ثور کو صبح نماز فجر سے فارغ ہوتے تھے کہ اشتراکی ایمان فروش خلقی ایجنٹوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور گرفتار ہونے کے بعد بے دردی سے شہید کر دیئے گئے ظالموں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اخلاق و انسانیت سے عاری ملعون روسی کارندوں نے اس شہید طلبگارِ علومِ نبوت، طالب العلم اور نوجوان مجاہد کی لاش کو ٹریکٹر سے باندھ کر سروبی کے بازار میں پھرا پھرا کر روندھ ڈالا اور اس دوران اشتراکی افغان ایجنٹ لاش مبارک پر پیشاب بھی کرتے رہے اور ایک شہید کی ڈاڑھی بھی نوچ نوچ کر اپنی ذلت ابدی میں اضافہ کرتے رہے۔

مرحوم نے دارالعلوم میں قیام کے دوران اخلاقی اور علمی صلاحیتوں اور خوبیوں کا مظاہرہ کیا۔ سہ ماہی امتحان ۱۳۹۶ھ میں انہوں نے مشکوٰۃ شریف میں ۱۰۰ نمبرات لیے اور بیضاوی، جلالین، ہدایہ اخیرین میں بھی عمدہ نمبرات سے کامیاب ہوتے اور پھر سب سے شاندار کامیابی تو کارزارِ حق و باطل میں حاصل کی کہ روح مبارک نے پکار کر کہا ہوگا کہ **فزت ورب الكعبة** رب کعبہ کی قسم حقیقی کامیابی تو یہی تھی۔ خدائے حی و قیوم اس "شیر بیشۂ اسلام شیراجان" کے خون شہادت کے صدقے گلشن اسلام کو دشمن کے تاخت و تاراج سے محفوظ کر دے۔

مولانا محمد ایوب قندہاری شہیدؒ

اسلام کے اس فرزندِ جلیل دارالعلوم حقانیہ کے اس اولوالعزم حقانی فرزند نے حال ہی میں نہایت اہم اور شاندار خدمات انجام دیتے ہوتے جامِ شہادت نوش کیا، وہ اپنے محاذ کے قائدانہ فرائض اور ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ اپنے مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ نے انہیں ۱۱ شوال ۱۳۸۶ھ کو اپنی آغوشِ علم و معرفت میں لیا اور وہ تقریباً دس برس تک اس سرچشمۂ کتاب و سنت کے آبِ زلال سے اپنے قلب و سینہ کو شاداب و آباد کرتے رہے۔ ایمان کی یہ کھیتی جب لہلہا اٹھی تو دشمن خدا و رسول اعدا۔ اسلام کے لیے غیظ و غضب کا سامان بن گئی۔ **كزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع يغيظ بهم الكفار۔**

حزبِ اسلامی کے عظیم حقانی قائد مولانا محمد یونس خالص کے زیرِ قیادت قہرِ الٰہی بن کر خرمنِ کفار پر یلغار کرتے رہے، وہ حزبِ اسلامی کے دوسرے عظیم قائد اور مجاہدین حزبِ اسلامی کے چیف کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی (فاضل حقانیہ و سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ) کے دست راست اور معتمد ترین ساتھی تھے کہ مادرِ علمی میں بھی طالب علمی کا طویل عرصہ دونوں نے ایک ساتھ گزارا تھا۔ حال میں مولانا جلال الدین چیف کمانڈر پکتیا وغیرہ جب دارالعلوم تشریف لائے اور جامع مسجد دارالعلوم میں طویل خطاب فرمایا، تو دوران خطاب اپنے اس عظیم ساتھی کی شہادت کا ذکر کیا اور بڑے درد سے کہا کہ ان کی شہادت سے میرا دستِ راست ٹوٹ گیا اس مجسمہ علم و عمل شہید عالم حقانی نے دارالعلوم میں زندگی کا ایک عشرہ گزارا اور تمام اساتذہ اور طلبہ کو مکارمِ اخلاق سے گرویدہ بنائے رکھا۔

۱۳۸۶ھ میں دارالعلوم میں داخل ہونے والا یہ ہونہار طالب العلم ۱۳۹۶ھ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر اعلیٰ نمبرات سے فارغ التحصیل ہو کر ایک مدرس مبلغ و مجاہد بن کر نکلا، ان کے والد ماجد کا نام مولانا فقیر محمد تھا۔ قندہار کے مضافات میں ترغی نامی گاؤں کے باشندے تھے۔ مگر ان کی شہادت

سے ۔ "حزب اسلامی افغانستان" ۔ ایک نڈر سپاہی اور جرنیل سے محروم ہوگئی مگر وہ اپنے اقران و معاصرین کے لیے نشانِ راہ بن گئے اور اپنے مادرِ علمی درسگاہِ علم و مرکزِ تربیت کے لیے ذخیرہ عقبیٰ و فرحت آخرت بھی

اللھم ارض عنہ وارفع درجتہ ۔ آمین

مولانا اصلاح الدین حقانی شہیدؒ

اپنی زندگی کی صرف ۲۶ منزلیں دیکھنے والا یہ جوان، شمع اسلام پر نثار ہوگیا افغانستان کے صوبہ لغمان تحصیل قرغیو گاؤں سیاں خاکس میں ملا محمد مبین کے ہاں پیدا ہوئے اپنے ملک اور پھر پاکستان میں تحصیل کرکے کرتے دارالعلوم میں پہنچ گئے موقوف علیہ دورہ کی تحصیل کی اور پھر دورہ حدیث شریف سے ۱۳۹۹ھ میں فارغ ہوئے اور جاتے ہی ملک میں مجاہدانہ سرگرمیوں میں شریک ہوئے ۔ ۱۴۰۱ھ میں اپنی ڈگری لینے آئے تو لرزہ خیز مظالم و واقعات سناتے رہے ۔ کابل کے رسوائے زمانہ فرنگ جیل کے وحشیانہ ایذا رسانیوں کے سامنے ڈٹے رہے، کچھ ساتھی تو جیل میں خلعت شہادت پاچکے اللہ کو منظور تھا کہ ہمارے مولانا اصلاح الدین جیل کے ان شدائد سے بھی بچ کر نکلیں گے اور میدانِ جہاد کی شہادت سے بہرہ یاب ہوں گے ۔ باہر آتے تو حرکت انقلاب میں کپتانِ عمومی کی ذمہ داری سنبھالی ۔ روسیوں کے ایک بڑے حملہ کا اپنے ساتھ محمد انور اور گروپ سمیت متواتر گیارہ گھنٹے مقابلہ کیا اور فتح پائی ۔ اسی طرح تحصیل علی شنگ میں فتوحات کی شاندار مثالیں قائم کیں بالآخر افغانی تقویم کے حساب سے، میزان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۸۱ء کو اخروٹی کے مقام پر شہید کر دیئے گئے ۔

مولانا عبدالخالق شہیدؒ

خدائے قہار کے مغضوب و ذلیل کمیونسٹوں کا نشانہ بننے والے یہ شہید پچھلے دنوں ۱۹۷۹ء افغانستان کے ولایت لوگر میں شہید ہوئے ۔ شہادت سے قبل جہاد و جہدِ ایمانی کے اعلیٰ نقوش صفحۂ تاریخ پر مرتسم فرماتے وہ ۱۸ شوال ۱۳۹۶ھ میں دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے ۱۳۹۹ھ میں علوم و فنون کی تکمیل کی اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ و دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا دورہ حدیث کے امتحانات سالانہ میں ان کا نتیجہ یہ تھا ۔ بخاری شریف ۶۵ ترمذی ۴۰ مسلم شریف ۱۰۰ ابوداؤد شریف ۸۰ ۔ سنن و شمائل ۱۰۰ طحاوی شریف ۱۰۰ دارالعلوم کے فارم داخلہ میں ان کا پتہ یہ ہے ۔ مولانا عبدالخالق ولد سفر محمد مقام اندرہ الکمش ضلع شخار، ترکستان ۔ افغانستان ۔

مرحوم معتدل جسم تھے، گھنی ڈاڑھی سر پر سفید و براق عمامہ حسین کتابی چہرہ جسے دیکھ کر قدیم مشائخ بخارا و ترکستان کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ دارالحدیث میں مسندِ شیخ کے بالکل قریب اور سامنے بیٹھتے ۔ استاذی زہد و تصوف تقشف اور قناعت کی بنا پر اپنے ساتھیوں میں صوفی عبدالخالق کے نام سے مشہور تھے، الحمدللہ کہ دارالعلوم حقانیہ کا یہ جلیل القدر فرزند متاع اسلام کی حفاظت کے لیے جان لٹا گیا اور گلشن محمدی کا یہ مہکتا ہوا پھول بھی محبوبِ حقیقی کی راہ میں بکھر کر حیات جاودانی حاصل کر گیا ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شہادت کس انداز سے پائی کہ اپنے ساتھی مجاہدین کے ساتھ دشمن پر یلغار کی، جسم پر چھ گولیاں لگیں جب بھی گولی سے جسم میں سوراخ ہو جاتا اپنے کپڑے پھاڑ کر زخم میں ٹھونس دیتے ذرا زخم بند ہو جاتا تو آگے بڑھنے لگتے پانچ گولیوں کے بعد آخری گولی لگی اور جام شہادت نوش فرمایا ۔

مولوی محمد سرور ضیاء شہیدؒ

کاروانِ شہداء کے یہ رہرو حق ۲۴ شوال ۱۳۹۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے اور شہادت سے چند روز قبل تک چار سال برابر دارالعلوم میں تعلیم پاتے رہے، تعلق افغانستان کے علمی خانوادہ سے تھا ۔ ایک علم دوست عالم مولانا حاجی غلام سید کے گھر قریہ سنگ نیازی السوالی علیگار ولایت افغانستان میں پیدا ہوئے ۔ مقامی مکاتب دینی علوم کی تحصیل کے بعد دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ ہوئے ۔ اخلاق و شرافت، علم و ذہانت کا یہ گل رعنا اپنے اخلاقِ کریمانہ اور نجابت سے دارالعلوم کو گرویدہ کر گئے ۔ خاموش طبیعت، متواضع اس با ادب طالب علم نے شوال ۱۳۹۹ھ میں دورہ حدیث کی موقوف علیہ کتابوں میں داخلہ لیا ۔ غلغلۂ جہاد نے بے چین کر دیا ۔ شوقِ شہادت و جہاد شوقِ تحصیل علم پر غالب آیا اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ کو مادرِ علمی سے بعزم جہاد عازم وطن ہوئے اور حزبِ اسلامی کے ایک گروپ کے زیر کمان اپنے علاقہ میں جہاد و جہد اور فدائیت کے عظیم مظاہرے کرتے ہوئے ۱۵ جدی کو علاقہ علیگار میں مجاہدین کے ایک سربکف دستہ کی معیت میں جام شہادت نوش فرما گئے عمر ۲۰ ۔ ۲۲ سال کے لگ بھگ ہوگی، جاتے وقت وصیت کر گئے تھے کہ دارالعلوم کی طرف سے نصاب کی مستعار کتابیں بعد از شہادت دارالعلوم کو پہنچائی جائیں علوم دینیہ کی دو چار ذاتی درسی کتابوں کے بارہ میں بھی کہہ گئے کہ مادرِ علمی کے کتب خانہ میں داخل کر دی جائیں ۔ دوستوں نے وصیت پر عمل کیا ۔ ایک شہیدِ راہ حق کا یہی کچھ اثاثہ تھا اور ایک متاع گرانمایہ جان، جو جان آفرین کے سپرد کر گئے اور کتابیں مادرِ علمی پہنچ گئیں ؎

چند تصویرِ بتاں اور چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

حزب اسلامی افغانستان کے سرکاری اور جنگی گزٹ "شہادت" نے ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کے شمارہ میں چمن اسلام کے اس نوخیز پھول کو جو کھلنے سے قبل ہی عظمت اسلام پر نچھاور ہو گیا وہ طویل کالم میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"این رہ رو راہ حق شہید (مولوی صاحب ضیاء)
در طول مدت شدہ از موقع ورود تا لحظہ شہادت در آنجا
از ہیچ نوع رشادت دلاوری و فداکاری در راہ برانداختن
طاغیان زمان دریغ نکرد و کہ جد و جہد و پیش رفت روز افزون
این مجاہد اکبر در امور جہاد شہرہ خاص و عام است این
فدائی راہ اسلام بالآخر بعد از جانفشانی ہائے زیادی در راہ
اعلاء کلمۃ اللہ بہ تاریخ ۵، جدی در عملیاتیکہ علیہ ملحدین درہ
لسوالی علیگار از طرف مجاہدین سرکیف حزب اسلامی صورت
گرفت داعی اجل را لبیک گفتہ بہ شہادت رسید"

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آخر میں اس مجاہد جلیل کی فدائیانہ اور مومنانہ تعلیم و تربیت پر ان کے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ سے تعزیت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"حزب اسلامی بدین وسیلہ تسلیت و ہمدردی خود را بہ
فامیل محترم شان و استادان دارالعلوم حقانیہ کہ چنین شاگرد
فداکاری تربیہ نمودہ اند اظہار نمودہ از بارگاہ ایزد توانا صبر
کامل و اجر جمیل برایشان مسئلت می نماید"

علوم و فنون میں آپ کی استعداد و صلاحیت یہ تھی کہ دارالعلوم کے سالانہ امتحان میں تلویح و توضیح میں ایک سو دو اور شرح عقائد میں سو نمبرات حاصل کیے۔

مولانا باقی باللہ شہیدؒ

مولانا باقی باللہ ولد مولانا حبیب اللہ ساکنہ اخوند خیل میری غزنی افغانستان ۸ سال قبل ۱۱ شوال ۱۳۹۲ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے۔ علم و عمل کا یہ شجرہ طوبیٰ اب بارآور ہونے کے قریب تھا۔ اور اس سال ۱۴۰۰ھ میں وہ یکم محرم سے دورہ حدیث شریف میں شامل ہو گئے۔ اس وقت وہ بظاہر بڑے پرسکون تھے، نورانی چہرہ **سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود** مگر اپنے علاقہ غزنی میں آنے سے قبل کفر سے برسرپیکار رہ کر زخمی ہو گئے تھے زخم اندر اندر سے رستا رہا کچھ عرصہ بعد مجھ سے پشاور کے کسی ڈاکٹر کے نام تعارفی خط مانگا۔ میں نے کہا کہ بظاہر تو آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ انہوں نے دامن اٹھا کر اپنا پہلو دکھایا تو ایک گھاؤ تھا جو ناسور بن رہا تھا۔ ڈاکٹر نے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں زیر علاج رکھا پھر اپریشن کیا گیا مگر ملأ اعلیٰ کی ملکوتی کائنات مشتاق دید تھی زخم بڑھتا گیا اور وہ ۲۹ فروری ۱۹۸۰ء مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ کو ہسپتال میں واصل بحق ہوئے۔ نماز جنازہ پشاور میں پڑھائی گئی اور مشہور عارف و صوفی عبدالرحمن بابا کے قبرستان میں غریب الوطن طلبگار علوم نبویہ، شہادت حقیقی و حکمی کے چند در چند درجات پاتے ہوئے سپرد خاک ہوئے ؎

زمین زخون شہیدان ما خضاب گرفت
چنیں عبث تو بہ سرخی این شفق منگر

جماعت مجاہدین حرکت انقلاب اسلامی کی طرف سے ان کو دیا گیا شناختی اور تعارفی کارڈ اس وقت ان کے نورانی اور حسین پیکر کے ساتھ میرے سامنے موجود ہے جس پر امیر حرکت مولانا محمد نبی محمدی صاحب کی طرف سے پشتو میں یہ ایمان پرور عبارت لکھی گئی۔

**گرانہ مجاہدہ مسلمان ورورہ باقی باللہ
ایمانی جذباتو محصول خدمتونہ موخدائ
قبول کړہ پہ گران افغانستان دکفر تورہ
تیارہ راغلی دہ ہمت ملا کلکہ وتړہ وکمیونزم
استبدادی رجیم سرہ مردانہ وار جہاد
وکړہ توفیق مونصیب شہ۔**

ترجمہ: یعنی میرے عزیز گرانقدر مسلمان بھائی تمہارے ایمانی جذبات پر مبنی خدمات کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ عزیز افغانستان پر کفر کے گہرے اندھیرے چھا گئے ہیں۔ کمر ہمت مضبوطی سے باندھ کر کمیونزم کے رجیم استبداد سے مردانہ وار جہاد کر لو توفیق خداوندی تمہارا شامل حال ہو۔

پھر دیکھئے ہمارے عزیز اور محبوب طالب العلم مولانا باقی باللہ نے اس نصیحت پر کیسے عمل کر دکھایا۔ **فرحمہ اللہ ارضاہ**

(الحق ۔ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

مولانا سید جان محمد صاحبؒ عرف خاکی جان حقانی شہیدؒ

مولانا جان محمد ولد جناب خواجہ محمد، وطن اقامت کوئٹہ، وطن اصلی غزنی افغانستان۔ یکم محرم الحرام ۱۳۹۹ھ کو مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ کافیہ، شرح وقایہ، اصول الشاشی، مجموعہ منطق اور جمال القرآن پڑھتے رہے۔ ان کا ایک چھوٹا بھائی بھی ساتھ تھا۔ ابتدائی کتب پڑھتا رہا۔ جوش جہاد اور جذبہ شہادت نے مجبور کیا تو دارالعلوم سے عارضی رخصت پر جہاد کے لیے چلے گئے ان کے محاذ جنگ میں ایک گروپ "دینی طلباء" کے نام سے مشہور تھا۔ رات کے بارہ بجے انہوں نے دشمن پر چھاپہ مارا۔ اور گروپ کی تعداد سے بڑھ کر خلقی لوگوں کو قیدی بنا کر مرکز لے جانے لگے۔ کہ دشمن کے ٹینکوں نے تعاقب کیا۔ بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ رمضان المبارک کے روزہ کی حالت میں مشین گن کی بوچھاڑ سے عصر کے قریب شہید

ہو کر ارشاد نبوی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاربہ کے مطابق فطر سے کچھ قبل رب کریم کے لقاء حقیقی سے سرشار ہو گئے۔

مولانا حافظ عبدالکریم حقانی شہیدؒ

مولانا حافظ عبدالکریم صاحب ماکران صوبہ قندہار کے باشندے تھے۔ ۱۸ر شوال ۱۳۹۳ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۹۴ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ دفتر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان میں معاون امیر تھے۔ بعد ازاں ان کو دو سو افراد پر مشتمل ایک جبہہ ناجیہ کی قیادت سونپی گئی۔ ہر میدان میں آپ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ان کے ہاتھوں بہت سے روسی اور افغان سرباز واصل جہنم ہوئے۔ ۱۴ر رمضان المبارک کو دشمن کے ساتھ ایک مقابلہ میں جب کہ وہ کسی طالب علم کو بچانے کے لیے اٹھے تو ایک گولی آپ کے منہ پر لگی جس سے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

اچھے اوصاف کے مالک قابل اور ذی استعداد شخص تھے۔ دورہ حدیث شریف ۱۳۹۴ھ میں پڑھا۔ سالانہ امتحان جو کہ وفاق المدارس کے زیر انتظام ہوتا تھا۔ اس میں شرکت کی اور ۳۶۶ نمبر لے کر درجہ علیا میں کامیابی حاصل کی۔

شہید مرحوم کے اس جبہہ ناجیہ میں چند اور مشہور حقانی فضلاء کے نام یہ ہیں۔ مولوی سید عبدالرؤف حقانی، مولوی سید عبدالمجید حقانی، مولوی سید حبیب اللہ حقانی، مولوی سید محمد اعظم حقانی، مولوی سید محمد اکرم حقانی اور سید محمد اکبر حقانی وغیرھم جو روسی کفر والحاد سے برسرپیکار ہیں۔

مولانا محمد سعید حقانی شہیدؒ

مولانا محمد سعید ولد محمد مرجان صاحب مقام کنندہ خیل ڈاک خانہ سید کرم صوبہ گردیز افغانستان ۲۰ر شوال ۱۳۷۹ھ کو دارالعلوم میں داخل ہوئے اور علوم وفنون کی تحصیل کرتے رہے۔ علاقہ گردیز صوبہ خوست کے باڑی قلعہ میں بارودی سرنگ نکالنے میں مصروف تھے۔ اس گروپ نے ۸۵ بارودی سرنگ (مائنز) نکالیں۔ اس دوران ایک سرنگ پھٹ جانے سے ایک ہاتھ کٹ گیا مگر لٹکتا رہا نصف گھنٹہ بعد کاٹ دیا گیا مجاہدین نے جمع ہو کر انہیں فوری طبی امداد پہنچائی۔ چلتے پلائی مگر جانبر نہ ہو سکے اور خلعت شہادت سے بازیاب ہوئے۔ اس وقت آپ علاقہ فری مرکز سے وابستہ تھے دارالعلوم حقانیہ سے فراغت کے بعد خوست کے موضع یار منڈی کے دینی مدرسہ میں درس وتدریس کرتے رہے۔

مولانا محمد نعیم حقانی شہیدؒ

مولانا محمد نعیم ولد مولانا مخدوم مقام ورخان ضلع بدخشاں افغانستان مولوی سید شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہوئے ۱۴ر شوال ۱۳۸۵ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ تقریباً چھ برس اس مرکز علمی میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اعلیٰ استعداد کے مالک تھے۔ درجہ علیا میں کامیابی حاصل کی۔ اپنے محاذ اور جبہہ کے کمان کی مارٹر گن سے ایک روسی حملہ آور جہاز کو بھی مار گرایا زلمت ولایت پکتیا میں مصروف جہاد تھے کہ شہادت پائی۔

مولانا عبدالوہاب حقانی شہیدؒ

مولانا عبدالوہاب ولد مولانا محمد اکرم سکنہ پتہ دار کوہستان شمالی افغانستان پروان ۱۵ر شوال ۱۳۸۴ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ بہترین علمی استعداد کے مالک تھے اسی بناء پر ۸۶-۱۳۸۵ھ میں ایک سال تک اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ اس کے بعد کابل کے مدرسہ نوریہ میں شیخ الحدیث تھے جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ دو اڑھائی سال سے عدم پتہ ہیں۔ اغلب گمان یہ ہے کہ جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

مولانا غلام محمد صاحب حقانی شہیدؒ

مولانا غلام محمد صاحب ولد جناب مسافر خان صاحب کوٹ۔ ڈاکخانہ وتحصیل سرشاہی جلال آباد افغانستان علاقہ زلمت میں شہید ہو گئے۔ آپ ۱۵ر شوال ۱۳۸۴ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہوئے دورہ حدیث شریف کی موقوف علیہ کتابیں یہاں پڑھیں۔ رحمہ اللہ تبارک وتعالےٰ۔ (الحق، مارچ ۱۹۸۱ء)

مولانا احمد گل حقانی ـــــ مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت

" مولانا احمد گل حقانی شہیدؒ اور مولانا حبیب الرحمن عرف مولانا فتح اللہ شہید فاضلان دارالعلوم کی شہادت کا واقعہ ستمبر ۱۹۸۵ء کو پیش آیا۔ مولانا احمد گل صاحب مورخہ ۶ر ستمبر ۱۹۸۵ء بروز جمعہ خوست کے محاذ پر سفاک روسی فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے جبکہ مولانا حبیب الرحمن نے اس کے ایک ہفتہ بعد اسی محاذ پر جام شہادت نوش کیا۔ ان دونوں شہیدین کی شہادت کی خبر جب دارالعلوم حقانیہ پہنچی تو اساتذہ طلباء نے مل کر ان کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن پاک کیا اور تعزیتی اجلاس منعقد کئے۔ ان دو مختلف تعزیتی اجلاسوں سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خطاب فرمایا جسے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے قلمبند کیا۔ پہلا خطاب ۸ر ستمبر بعد از نماز عصر اور دوسری تقریر ۱۴ر ستمبر بعد از نماز عشاء۔

کی ہے"

حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور عنایت و توجہ ہے جس نے ہمیں اپنے علوم و معارف، قرآن و حدیث اور دینی مدارس سے وابستہ کر دیا ہے اور آج ہم اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جانیں قربان کر دینے والے افغان مجاہدین و شہداء کے ایصال ثواب کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اور اللہ نے یہ احساس بخشا ہے ورنہ اب تو امت پر مجموعی حیثیت سے بڑا زوال اور انحطاط کا دور آیا ہے آج سے ساٹھ ستر سال قبل مسلمانوں کے ہنگامے، ان کے جلوس، ان کی ہڑتالیں، ان کی سیاست اور ان کی ہر قسم کی مسلمانوں کی فلاح، ان سے ہمدردی و نصرت اور ان کے غم اور پریشانیوں کو دور کرنے کی غرض سے ہوا ہے۔

مشرق میں جنگ ہوتی تو مغرب کے مسلمان پریشان ہو جاتے اور اگر مغرب میں کسی مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو مشرق کے مسلمان اس کو اپنے دل میں محسوس کرتے۔ ترکی میں، بلقان میں، افریقہ میں، غرض جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی آفت آتی تو برصغیر میں حساس مسلمان، علماء اور قائدین اور سیاست دان بے چین ہو جاتے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ مسلمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جسدِ واحد قرار دیا ہے۔ **اذ اشتکی بعضه اشتکی کله**۔ جب جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس سے سارا وجود درد محسوس کرتا ہے اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کو سارا جسم محسوس کرتا ہے جسم کا ہر حصہ دوسرے حصہ سے مربوط اور خوشی و مسرت اور دکھ درد میں شریک ہے۔

مگر اب کے تیس چالیس سال سے میں بڑی تبدیلی محسوس کرتا ہوں اب برصغیر کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں۔ تحریک خلافت ہو یا بلقان کی جنگ ہلمت سے اسلاف، اکابر علماء دیوبند نے کتنا شاندار کردار ادا کیا۔ ترکی میں خلافت کے زوال کو پوری امت نے زوال محسوس کیا۔ اور برصغیر میں تحریک خلافت نے مسلمانوں میں ایک ہیجان اور اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے دل کھول کر چندے دیتے اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مسلمان ان کی کامیابی کے لیے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتے۔

بانی دار العلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیوبند کے کسی رئیس نے اپنی بیٹی نکاح میں دے دی۔ جب خلوت میں اپنی دلہن کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ سونے کے زیورات سے اٹی ہوئی ہے۔ آپ نے نئی نویلی دلہن پر توجہ کیے بغیر اسی کمرہ میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور نماز پڑھتے رہے، فارغ ہوئے تو بیوی کے قریب ہو کر اسے یوں تقریر کی دیکھو! تم ایک امیر اور رئیس کی صاحبزادی ہو اور میں فقیر و غریب اور ایک مسکین انسان ہوں، نکاح کے بعد اب تمہارا اور میرا ایک ساتھ جینا ہو گیا ہے، ہمارا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ ہے مگر یہ نبھاؤ بظاہر مشکل ہو گیا کہ تو امیر ہے اور امیر کی بیٹی ہے، میں فقیر ہوں اور فقر کو پسند کرتا ہوں، ہمارا گذارا تب بہتر ہو سکے گا جب دونوں ایک ہو جائیں یا میں امیر بن جاؤں یا تو فقر اختیار کرلے۔ جہاں تک میری امارت اور دنیا پسندی کا تعلق ہے وہ تو ناممکن ہے، البتہ آپ کو فقر و مسکنت کی راہ اختیار کرنا آسان ہے، اب آپ جونسی راہ اختیار کریں گی مستقبل کے لحاظ سے ہمارے تعلق کا اس پر نتیجہ مرتب ہوگا۔

مولانا نانوتویؒ تو فقر اور زہد اور ورع و تقویٰ کے پہاڑ تھے، بیوی نے ان کی تقریر سن کر بڑی خوشی سے کہہ دیا کہ میں فقر و غربت کی راہ اختیار کرتی ہوں اور میرے سارے زیورات وہ آپ کی ملکیت ہیں اور آپ کو اختیار ہے جہاں اور جیسے چاہیں استعمال کریں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے اپنی دلہن سے تمام کے تمام زیورات اتار لئے اور صرف بلقان کی جنگ میں مسلمانوں کی اعانت و نصرت کے لیے چندہ میں داخل کر دیئے۔

آج ہمارے پہلو میں سرحد پر افغانستان کے مسلمانوں کی زبردست جنگ شروع ہے اور میرا شرح صدر ہے کہ تاریخ میں یہ جنگ بدر و حنین اور احد و احزاب کے مناظر پیش کرتی ہے، وہی معرکہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو پیش آیا۔ وہاں تو صحابہؓ کیلئے ڈھارس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس موجود تھی، ان کے سامنے وحی کا نزول ہوتا تھا۔ مگر آج تو چودہ سو سال بعد پھر ایسا معرکۂ کارزار گرم ہوا ہے کہ مجاہدین صحابہؓ کی طرح سر کو ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ کارزار میں کود پڑے ہیں، یہ ان ہی کا زبردست اور مضبوط ایمان ہے، نہتے اور مٹھی بھر اور انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد ایک سپر پاور اور روس جیسے درندہ صفت فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

آج ہمارے قائدین، ہمارے علماء، ہمارے سیاستدان اور لیڈر ادھر سے غافل ہیں، ہماری سرحد پر ہمارے بھائی، ہمارے مسلمان، ہماری ملت کے محافظ مجاہدین، مسلمانانِ افغانستان خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں، ان کی عزتیں لٹ رہی ہیں، ان کے بچے کٹ رہے ہیں، ان کی عصمت دری کی جا رہی ہے مگر یہ ہیں کہ ٹس سے مس تک نہیں ہوتے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اللہ پاک نے دار العلوم حقانیہ کو ہزارہا انعامات و سعادتوں سے نوازا ہے۔ مگر سب سے بڑی اور سب سے اہم سعادت یہ ہے کہ آج جہادِ افغانستان میں دار العلوم حقانیہ کا اسی فیصد حصہ ہے، اور یہ عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ ہر محاذ پر، ہر جماعت میں، ہر میدان میں دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء کا کردار نمایاں قائدانہ اور گویا جہاد کی اصل روح ہے۔

چند روز قبل ہفت روزہ "تکبیر" (کراچی) کے مدیر اور مشہور صحافی محمد صلاح الدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہادِ افغانستان کے مختلف محاذوں پر گئے اور اپنے رسالہ کا افغانستان نمبر نکالا۔ آپ حیران ہوں گے کہ

اس نمبر میں انھوں نے اپنے تاثرات و مشاہدات میں لکھا ہے کہ وہ محاذ پر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کا ولولہ، جذبہ جہاد اور محاذِ جنگ پر سرفروشانہ کردار دیکھ کر حیرت میں ڈوب کر رہ گئے، اور ان کی تحسین و عقیدت میں صفحات کے صفحات لکھ ڈالے۔ مولانا جلال الدین حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) مولانا محمد ابراہیم حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) اور مولانا احمد گل حقانی (شہید) کو اس دور کا امام ابن تیمیہ، امام السنوسی اور امام شامل قرار دیا۔

یہ جلال الدین حقانی، یہ محمد ابراہیم حقانی اور احمد گل حقانی وغیرہ کون ہیں؟ یہ آپ کے دارالعلوم کے فاضل ہیں، انھوں نے آپ کے ساتھ یہاں دارالعلوم میں زندگی کا طویل حصہ گذارا، ان کی طالب علمانہ زندگی بھی زہد و تقویٰ کا نمونہ اور پاکیزہ تھی۔ انہیں اپنے مادرِ علمی کا احترام تھا اور اپنے شیخ اور اساتذہ سے بیحد عقیدت تھی، اور آج اللہ نے ان کو جہاد و حفاظت دین کی کتنی عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔ دن کو گھوڑوں کی پیٹھ پر جہاد کرتے ہیں اور رات کو اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز اور کامیابی کی دعا کی خاطر جبینِ نیاز جھکاتے ہیں۔

یہ اب جس محاذ پر لڑائی سخت ہوگئی ہے، اور ان آٹھ دس دن میں روس نے جو دہ سالہ تسلط و اقتدار اور اس دوران افغان مجاہدین پر حملوں میں یہ سب سے بڑا حملہ کیا ہے اور جہاں اب سخت اور فیصلہ کن جنگ جاری ہے۔ دونوں طرف زخمیوں سے ہسپتال اَٹے پڑے ہیں۔ یہاں بھی دوسرے محاذوں کی طرح دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء پیش پیش ہیں۔ کمانڈ اور قیادت ان کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا جلال الدین حقانی اور مولانا محمد ابراہیم حقانی اسی محاذ پر دشمن کو بارہا دندان شکست دے چکے ہیں اور اب کافی عرصہ سے انہوں نے خوست کی فوجی چھاؤنی کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دن بدن وہ اپنے محاصرے کو تنگ کئے جا رہے تھے جس سے روسی کارمل حکومت بے حد پریشان ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ یہ چھاؤنی مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو جاتے روس نے پیش بندی کی خاطر پوری قوت سے اس محاذ کو کچلنے کی خاطر بہت بڑا حملہ کیا۔

آج ہم جس غرض سے یہاں جمع ہوتے ہیں وہ مولانا احمد گل حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) جو اس محاذ پر مجاہدین کے کمانڈر اور روحِ رواں تھے اور ۵ ہزار مجاہدین کی فوج انکے زیرِ کمان تھی، روسی دشمن سے زبردست مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دوسرے رفقاء اور دارالعلوم کے فضلاء کے ساتھ شہید ہو گئے ہیں اور ان کی نعش کو میران شاہ لایا گیا ہے آج کے نوائے وقت میں مولانا احمد گل حقانی کی شہادت کی خبر شائع ہوئی ہے۔ مولانا احمد گل حقانی، دارالعلوم کے لائق اور ہونہار فاضل تھے۔ ذہین اور محنتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ سے خصوصی تعلق تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے قریب ترین تلامذہ میں سے تھے، آپ کی مسجد میں بھی رہے، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی امامت بھی ان کے ذمہ تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ جہاد کی چھاؤنی ہے۔ دارالعلوم ایک چار دیواری یا مخصوص نصاب تعلیم کا نام نہیں بلکہ وہ ایک عالمی اور بین الاقوامی تحریک ہے جو ہر جگہ اور ہر محاذ پر باطل سے برسرپیکار ہے، جن میں سرِفہرست اور سب سے زیادہ نمایاں محاذ، روس جیسی سپر پاور سے جنگ ہے جس میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء پیش پیش ہیں۔

عزیز طلبہ! آپ کے سامنے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم طلباء اور فضلاء بالخصوص مولانا جلال الدین حقانی اور مولانا احمد گل حقانی کا کردار بطور نمونہ موجود ہے۔ دس فیصد محبت اور اخلاص بھی پیدا ہو جاتے تو اللہ پاک سو فیصد کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازتا ہے۔

مولانا احمد گل ایک نیک سیرت، سادہ اور محنتی طالبعلم تھا، عبادت ذکر و فکر اور اپنے اسباق پر اس کی پوری توجہ تھی تو اللہ تعالےٰ نے اسے جرنیل اور آج اخروی درجات و ترقیات سے نوازا اور شہید بنا دیا۔ آج اپنے پرائے سب انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، اور سب کو اعتراف ہے کہ مولانا احمد گل حقانی اور مولانا محمد ابراہیم حقانی اور مولانا جلال الدین حقانی نے میدانِ کارزار میں محاذِ جنگ پر خالد بن ولیدؓ، حیدرِ کرارؓ اور ابو عبیدہؓ کی یاد تازہ کر دی، انکے ایثار و شجاعت کے نمونے دکھائے۔

علماء اور اہل اسلام کا یہ فرض ہے کہ ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جائیں، نوجوان میدانِ کارزار میں جہاد کریں، اہلِ ثروت ان کی امداد کریں، علماء اس کی تبلیغ کریں اور ضعفاء اور تمام مسلمان دعا سے ان کی پشت پناہی کریں کیونکہ جہاد کے بھی مختلف درجات ہیں، کچھ لوگ میدانِ جنگ میں لڑتے ہیں کچھ ان کے لیے رسد، خوراک اور تعاون و نصرت کی کوشش کرتے ہیں، کچھ مجاہدین میں جذبہ جہاد اور ولولہ پیدا کرتے ہیں، کچھ رائے عامہ کو ہموار کرتے ہیں اور کچھ شب و روز اللہ کی بارگاہ میں گریہ و زاری کر کے ان کی فتح مندی کی دعائیں کرتے ہیں۔

میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مسلمان جسدِ واحد ہیں۔ افغان مجاہدین و مہاجرین کی پریشانی ہماری پریشانی ہے۔ اگر ہمارے اندر بے چینی اضطراب، ہمدردی، فتح و نصرت کے لیے دعا و الحاح اور افغان مجاہدین و مہاجرین کے مسائل سے دلچسپی نہیں ہے تو خطرہ ہے کہ اس عذاب اور ان مصائب کا رُخ اِدھر پھیر دیا جائے۔

ہم قرآن کی غرض بھی مولانا احمد گل اور دارالعلوم کے دوسرے کثیر تعداد میں شہید ہونے والے فضلاء اور طلباء کو ایصال ثواب اور ان کے رفع درجات کی دعا کرنا ہے اور یہ کہ باری تعالیٰ اس روسی اژدھے سے افغانستان کو نجات دے اور مسلمانانِ عالم کو اتحاد و اتفاق اور فتح و نصرت عطا فرمائے۔

مولانا فتح اللہ حقانی

ابھی آپ کو مولانا عبدالقیوم حقانی نے دارالعلوم کے ایک دوسرے فرزند فاضل مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کی خبر سنائی اور مجاہدین کی فتح، دعائیں اور شہداء کے لیے ایصالِ ثواب کی تقریب میں شرکت کا کہا۔ واقعۃً مجاہدین، شہداء بالخصوص ہمارے دارالعلوم کے فضلاء کا ہم پر حق ہے کہ ہم ان کی معاونت، نصرت اور دعا و ایصالِ ثواب کرتے رہیں۔

اس سے قبل گذشتہ جمعہ کو مولانا احمد گل حقانی شہید ہوئے، اور اب ہفتہ بعد مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کی جانکاہ خبر ہم سن رہے ہیں۔ جہاں تک شہادت کی بات ہے ہمیں اس پر افسوس، ندامت اور اظہارِ غم اور نالہ و ماتم نہیں کرنا چاہیئے یہ تو اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل و کرم احسان و عنایت ہے کہ اس بے دینی، بے راہ روی اور فتنوں کے دور میں اللہ تعالےٰ نے ہمارے دار العلوم کے فضلاء کو جہاد و شہادت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ یہ فخر اور عزت و افتخار کا مقام ہے کہ آج عالمی پریس اور نشر و اشاعت کے عالمی ادارے ہمارے فضلاء کا نام لیتے اور ان کے نام کے ساتھ حقانی کی نسبت کا لاحقہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ جہاد و شہادت کا عظیم مقام ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضؓ کی یہ تمنا ہوا کرتی تھی کہ کاش! جہاد میں شرکت کی سعادت حاصل ہو اور اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو، ہمارے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، ہاتھ پاؤں توڑ دیئے جائیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بار ہا اس کی تمنا کرتے کہ کاش میں اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کر دیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں اور جب تک قیامت قائم نہ ہو یہ سلسلہ جاری رہے۔

حضرت سعد بن وقاص رضؓ ایک جلیل القدر صحابی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں اول من رمی فی سبیل اللہ کا شرف ان کو حاصل ہے۔ احادیث میں ان کے بڑے مناقب آتے ہیں۔ عراق، ایران اور عجمی علاقوں کے فاتح ہیں فرماتے ہیں۔

احد کے روز میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ ایک طرف ہو کر فرمانے لگے کہ کل میدان کارزار میں جانے سے پہلے خلوص و الحاح سے دعا مانگ لیں، ایک دعا مانگے دوسرا آمین کہے۔ حضرت سعد رضؓ فرماتے ہیں کہ اوّل میں نے دعا مانگی، پھر حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے دعا مانگی، اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ فرماتے ہیں عبداللہ بن جحش رضؓ نے عرض کیا۔

اللّٰھم ارزقنی غدًا رجلًا شدیدًا باسہ
شدیدًا حزرہ یقاتلنی واقاتلہ ثم یقتلنی
فیجدع انفی واذنی فاذا القیتك تقول یا
عبد اللہ فیما جدع انفك واذنك فاقول
فیك وفی رسولك۔ (اوکما قال)

”اے اللہ! کل میدانِ کارزار میں ایک ایسے شخص سے میرا سامنا ہو جو گرفت میں مضبوط اور مقابلہ میں توانا و طاقتور ہو، پھر وہ مجھے قتل کر دے، میرا ناک اور کان کاٹ دے، میرا مثلہ کر دے، جب آپ کے ہاں میری حاضری ہو تو آپ مجھ سے دریافت کریں عبداللہ! کس سلسلہ میں آپ کا ناک اور کان کاٹ دیئے گئے ہیں! تو میں عرض کروں یا اللہ! آپ کی اور آپ کے رسول صؐ کی محبت میں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے ان کے دل سے نکلی ہوئی دعا قبول کر لی اور جب انہیں میدانِ کارزار میں دیکھا تو ان کے کان اور ناک کاٹ دیئے گئے تھے تو صحابہؓ میں شہادت کی تڑپ تھی۔

مولانا احمد گل حقانی کی شرافتیں، اخلاص و محبت اور جذبۂ جہاد اور مولانا فتح اللہ حقانی کا اساتذہ سے وابستگی، خلوص و محبت اور ہمارے یہاں کے اساتذہ کے ساتھ انکی صحبتیں اور رفاقت ایک ایک چیز ابھر ابھر کر سامنے آتی۔

مجھے یاد ہے آج سے سات آٹھ سال قبل جب جہاد افغانستان کی ابتداء کی جا رہی تھی اور مولانا احمد گل حقانی آتے تو سامنے والی پٹڑی کے اس پار کھیتوں میں رات گئے تک ٹہلتے ہوئے روسی دشمن سے جہاد اور جنگ کی منصوبہ بندی کرتے، نقشے بناتے عزائم دہراتے، رفقاء اور ساتھیوں کی نصرت حاصل کرنے کے خاکے بناتے۔ یہ ساری چیزیں مجھے کل کی تازہ بات کی طرح یاد ہیں اور گاہے دل میں یہ خیال بھی آتا کہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا روسی طاقت سے کون مقابلہ کرے گا؟

مگر اللہ پاک کو ان خاکوں میں رنگ بھرنا منظور تھا اسکی قدرت کے سامنے ساری انہونی باتیں ہو کر رہتی ہیں۔ آج مولانا احمد گل حقانی اور مولانا فتح اللہ حقانی کا عظیم تاریخی کردار امت کے سامنے ہے بچپن سے اور طالبعلمی کے زمانے سے ان کے عزائم یہی تھے۔ حضرت مصعب رضؓ بن عمیر والا جذبہ اور ان کے دل کی دھڑکنیں قدرت نے انہیں ودیعت کر دی تھیں ؎

فلست ابالی حین اقتل مسلمًا
علی ای جنب کان للہ مصرعی
وذلك فی ذات الالہ وان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممذع

ہمارے ان علماء دار العلوم کے فضلاء اور مجاہدین نے ایثار و قربانی کے لازوال نمونے پیش کر دیئے ہیں جس پر صرف دار العلوم کو نہیں بلکہ پوری ملتِ مسلمہ کو سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔

مولانا فتح اللہ حقانیؒ بھی ایک عجیب و غریب، مخلص، وفادار مادر دار العلوم کے لائق فرزند تھے، ہمارے ساتھ تو بے تکلف تھے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے بے حد عشق تھا ہر وقت ان کے ساتھ لگے لپٹے رہتے تھے اور دعائیں حاصل کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو میدان کارزار میں عمارت، کمانڈری اور اب شہادت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

(الحق اکتوبر ۱۹۸۵ء)

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

حقانی خونیں کفناں

جہادِ افغانستان کے سینکڑوں حقانی شہداء پر لکھی جانے والی تحریروں میں سے
چند ایک کے بارے حضرۃ مولانا محمد ابراہیم فانی کی قلمی کاوشیں نذر قارئین ہیں ۔

مولانا اصلاح الدین حقانی شہید

سرخ سامراج کے خلاف افغانستان کے سرفروش اور کفن بردوش مجاہدین بالخصوص حقانی فضلاء اپنے مقدس خون سے تاریخ عزیمت میں ایک اہم باب رقم کر رہے ہیں چند حقانی شہداء کا الحق کے گذشتہ شماروں میں تذکرہ آچکا ہے اب ایک اور فرزند مادر علمی اپنے سینے میں افغانستان کی پاک سرزمین اور محمود بت شکن کے دیس پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ارمان لئے ہوئے اس قافلہ حریت اور کارواں کشتگان عشق کی صف میں شامل ہوا جس کی خون نے کمیونزم کے سمندر کو منجمد کر دیا ہے اور جن کی سرفروشی کے تذکرے اغیار کے ایوانوں میں ہو رہے ہیں ۔

اے شہید ملک و ملت تیرے جذبے کے نثار
تیری قربانی کا چرچا غیر کی محفل میں ہے

شہدائے بدرواحد اور جان نثار تبوک وحنین کی صف میں باند از خرام شرکت کرنے والا یہ مجاہد ہمارا ساتھی مولانا اصلاح الدین حقانی ہیں جن کے ایمانی جذبے نے الحادی گماشتوں کو پے بہ پے شکستیں دیں اور مختلف محاذوں پر اپنے مٹھی بھر ساتھیوں سمیت روسی پٹھوؤں اور خدا بیزار ملعونوں کا ایسا سامنا کیا کہ ان کا ناک میں دم کر دیا ۔ اور فتح و نصرت ان کی قدمبوسی کرتی رہی ۔ اللہ کے ہاں ان کی یہ کاوشیں صعوبتیں اور تکالیف اعلاء کلمتہ الحق کے لئے بار آور ثابت ہوئیں ۔ اور ان کو خلعت شہادت سے نوازا ۔ اور عین عروج شباب میں یعنی چھبیس سال کی عمر میں لیلائے وطن اور ناموس الہی پر جان جاں آفرین کے سپرد کی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بچہ ناز رفتہ باشدز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

مولانا اصلاح الدین حقانی شہید افغانستان کے صوبہ لغمان تحصیل قرغیو میاں خاکس گاؤں میں ملا محمد مبین خان کے ہاں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی مذہبی تعلیم علاقائی مدارس میں حاصل کی اس کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے اور رستم ٹل اور راولپنڈی وغیرہ کے دینی مدارس میں فنون کی تحصیل کی بعد ازاں آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں دورہ موقوف علیہ کے لئے داخلہ لیا ۔ دورہ حدیث شریف سے ۱۳۹۹ ھ میں فارغ ہوئے ۔ فراغت کے بعد آپ افغانستان تشریف لے گئے اور حکومت ترقی کے خلاف ملک میں کام شروع کیا ۔

۱۴۰۱ھ کو جب آپ حصول سند کے لئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو راقم کے ساتھ دوران گفتگو یہ انکشاف کیا کہ جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو افغانستان چلا گیا اور وہاں حکومت کے خلاف جہاد میں شریک ہو گیا جب مسلح مزاحمت شروع ہوئی تو میں بھی روسی الحاد کے خلاف نبرد آزما ہوا ۔ بعد ازاں ہمارے چند ساتھیوں کی گرفتاری عمل میں آئی جن میں ' میں بھی شریک تھا اور ہم سب کابل کے رسوائے زمانہ جیل مزنگ میں دھکیل دے گئے وہاں ہمیں دہشت ناک اور وحشت انگیز تکالیف پہنچائی گئیں ۔ ہمارے چند ساتھی تو یہ صعوبتیں برداشت نہ کر سکے اور جام شہادت سے سرفراز ہوئے مجھے بھی بہت مارا پیٹا اور بجلی کے کرنٹ تک لگائے گئے حتی کہ میرا ایک ہاتھ بے حس و حرکت اور ناکارہ کردیا گیا مگر اب اللہ کے فضل و کرم سے میرا یہ ہاتھ ٹھیک ہے اور بندہ کو پیٹ پر وہ نشانات دکھائے جو کابل جیل میں اذیتوں کے دوران زخمی ہوئے تھے ۔ جیل کے حکام مجھ سے خفیہ راز معلوم کرتے مگر میں خاموش رہتا ۔ اور انکار کرتا جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ہمارا مخالف نہیں تو مجھے رہا کر دیا ۔

حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کی جبہ علی نگار میں بحیثیت عمومی کپتان کے آپ کی خدمات سپرد کی گئیں ولایت لغمان پر جب روسیوں کا ایک بڑا کانوائے جن میں ٹینک بکثرت تھے حملہ آور ہوا تو مولوی اصلاح الدین شہید اور ان کا دست راست محمد انور اپنے گروپ سمیت مقابلہ کے لئے نکلے تو متواتر گیارہ گھنٹے تک یہ مقابلہ جاری رہا نتیجتاً" دشمن کے چار ٹینک تباہ ہوئے اور سات روسی جن میں تین افسران اعلیٰ بھی تھے جہنم رسید ہوئے اور بہت سا اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ آیا ۔

تحصیل علی شنگ میں روسیوں کا ایک بہت بڑا حملہ پسپا کر دیا گیا ۔ نتیجہ میں تیرہ ٹینک راکٹ لینچر کے ذریعے تباہ ہوئے اکانوے روسی بھی جہنم رسید کر دئے گئے ۔ اور بیس افراد افغان فوجیوں نے بمعہ اسلحہ مجاہدین کے آگے ہتھیار ڈال دئے ۔ اسی طرح اور بھی اس شہید کے مجاہدانہ کارنامے ہیں ۔

افغان تقویم کے مطابق آپ میزان کی سات تاریخ ۱۳۲۰ خرونی کے مقام پر ۲۹

ستمبر ۱۹۸۱ء کو شہید کر دیئے گئے
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا سید عبدالستار حقانی قندہاری شہید

پوچھے ہے کیا وجود عدم اہل شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خشاک ہو گئے

تاریخ کے اوراق پریشان میں ان الوالعزم اصحاب عزیمت اور حرارت ایمانی سے گرم ارباب ہمم کی داستانہائے شوق نکھری اور بکھری پڑی ہیں جنھوں نے اپنی حیات مستعار اور لحہ ہائے زیست کو ناموس ملت و دین اور آبروئے قوم و ملک پرنثار و نچھاور کر دیئے اور آج تک ان کے تذکرے ایمان افروز قصے اور حیرت انگیز واقعات زیب داستان اور گرمی ایمان و ایقان کے لئے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ بقول شاعر

ہو المسلک ماکررتہ یتضوع

مملکت افغانستان پر جس دن سے سرخ سامراج نے شرمناک انقلاب کے ذریعہ قبضہ کیا اس وقت سے لے کر آج تک روزانہ بادہ نوشان مئے وحدت اور شمع نبوت کے پروانے سینکڑوں کی تعداد میں قربان ہوتے رہے ہیں اور یوں تبوک و یرموک اور بدر و حنین کی یادوں کے عطر بیزو سحر انگیز جھونکے دل و دماغ کو معطر کرتے چلے آ رہے ہیں ان کشتگان ستم اور کاروان شوق میں ایک ہمارے دوست اور دیرینہ ساتھی مجاہد کبیر مولانا سید عبدالستار قندہاری حقانی بھی ہیں جو گزشتہ ماہ ۲۸ صفر ۱۴۰۴ھ کو جادہ پیایان راہ شہادت میں شامل ہو گئے۔

راقم نے ایک افغان شہید کی تصویر سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی تھی جس کے چند اشعار اپنے قریبی ساتھی شہید مظلوم کی نذر کرتا ہوں کیونکہ ہمارے پاس چند آنسوؤں اور ٹوٹے پھوٹے اشعار کے علاوہ اور کیا ہے جسے بطور عقیدت اس عظیم سپوت کو پیش کریں

تجھ کو خبر نہیں ہے کہ اس فرد کا سینہ
مرقد ہے حسرتوں کا امیدوں کا دفینہ

بازی لگائی جان کی ناموس قرآن پر
نازاں ہے جس پر حضرت والائے مدینہ

نے عاشق لیلی ہے نہ شیریں کا طلب گار
اس فرد کا انداز جنون اور ہی کچھ ہے

اس پر حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کا واقعہ یاد آیا مولف مکاتب امیر شریعت رقم طراز ہے کہ شاہ جی کی موزونی طبع کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ساحر لدھیانوی نے قحط بنگال پر نظم لکھی ہے اس کے ایک بند کا دوسرا شعر نہیں ہو رہا تھا۔ شاہ جی نے نظم پڑھی تعریف کی ساحر سے کہا کہ اس کا صلہ یہ چند آنسو ہیں انہیں فقیر کا نذرانہ سمجھ تو ہم بھی سوائے آنسو کے اور کیا پیش کر سکتے ہیں۔

شہید موصوف کو میں بہت ہی قریب سے جانتا ہوں اس کے دونوں بھائی مولانا عبدالغنی حقانی اور عبدالمجید حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں دارالعلوم کی تعطیلات رمضان میں ہمارے گاؤں زروبی آیا کرتے تھے علوفسب کے ساتھ ساتھ کیونکہ ان کا خاندان سادات سے تعلق رکھتا ہے اللہ تعالٰی نے ان کو ذہن ثاقب اور بے مثل قوت حافظہ سے خاندانی طور پر نوازا تھا۔ یہ وہ وہبی ملکہ ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب حقانی نے تقریباً ساتھ آٹھ سال دارالعلوم حقانیہ میں گزارے ہیں اور ابتدا سے لے کر دورہ حدیث تک تمام علوم و فنون کی تکمیل یہاں کر کے سند فراغت حاصل کی ان کے دورہ حدیث کے دوران دوسرا بھائی مولوی عبدالمجید حقانی نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا پھر ۱۷ شوال ۱۳۹۷ھ کو شہید مظلوم نے داخلہ لیا اور مندرجہ ذیل کتابیں لیں۔

مطول۔ قاضی مبارک شرح جامی، مبنی اور اصول الشاشی اس سے پہلے دیگر کتابیں آپ نے اپنے وطن میں مختلف مدارس اور درسوں میں پڑھی تھیں۔ اگلے سال ۱۳۹۸ھ کو بیضاوی شریف امور عامہ تلویح و توضیح مسلم الثبوت شرح عقائد اور خیالی وغیرہ کتابیں شروع کیں۔ تیسرے سال دورہ موقوف علیہ میں داخلہ لیا اس وقت عمر تقریباً بیس اکیس سال تھی اسی سال تعلیمی سال کے چار پانچ مہینے گزارنے کے بعد آپ اور آپ کے دوسرے ہم وطن ساتھیوں کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا اور اس کے لئے تیاری شروع کی روانگی سے قبل اپنے اساتذہ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی صوبہ قندہار سے جہاد کا آغاز کیا یہ جہاد کا ابتدائی دور تھا۔ حالات اور ماحول سازگار نہ تھے لیکن یہ سرفروش سر ہتھیلی پر رکھ کر بے سروسامانی کی حالت میں اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے کمربستہ ہو گئے اور شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے سرانجام دئے کہ انسانی عقل اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کچھ عرصہ بعد اس قافلے کا ایک فرد مولوی محمد اللہ قندہاری کمیونسٹ درندوں کے ہاتھ لگا انہوں نے انہیں جیل میں ڈال دیا ہر قسم کی جسمانی اذیتیں پہنچائیں۔ بجلی کے کرنٹ لگائے بھوکا پیاسا رکھا اس کے بعد انہیں سیڑھیوں سے گرا کر اس پر چھلانگیں لگائیں لیکن اس پیکر استقامت کے پائے ثبات میں کسی قسم کا تزلزل واقع نہ ہوا۔ اور انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ رحمہ اللہ ہمارے یہ مولانا عبدالستار قندہاری شہید تقریباً ایک سال تک قندہار کے محاذ جنگ میں برسرپیکار رہے لیکن اکثر پرانے ساتھی غزنی کے محاذ پر مصروف جنگ تھے اس لئے دوستوں کی ایما پر غزنی تشریف لے گئے اس کے پہنچتے ہی مجاہدین کے جوش اور جذبہ میں حرارت ایمانی کی نئی لہر دوڑ گئی اگرچہ عمر میں تمام ساتھیوں سے چھوٹے تھے لیکن شجاعت اور بہادری کی وجہ سے تمام ساتھی حتی کہ ان کے جماعت کی امیر بھی آپ کی رائے کو اولیت دیتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ہمارے یہ شہید ساتھی غزنی کے محاذ جنگ سے استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

" بعد از رخصتی دارالعلوم حقانیہ صوبہ غزنی رفتم۔ درصوبہ غزنی امیر مجاہدین مولانا معراج الدین فاضل دارالعلوم حقانیہ بود۔ یک بار مجاہدین درکمان اور برفوج شوروی حملہ کرد۔ بسیار ٹینک تباہ شدہ و پانزدہ صد روسی فوجیاں ہلاک۔ دیگر بار حملہ کرد۔ دو عدد جہاز تباہ شدہ و چہار ٹینک و دو نیم صد فوجی ہلاک۔ دیگر بار درحملہ ' مجاہدین تو ٹینک تباہ شد بہ فضل خداوند تعالٰی دعائے خیر بہ ہیمت اجتماع دربارہ مجاہدین افغانستان بکید "۔ (نقل از الحق جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ)

شجاعت اور دلیری میں بے نظیر تھے کئی روسی اور کیمونسٹ خلقی آپ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔ تن تنہا ایک فوجی علاقہ میں گھس گئے اور انہیں کہا کہ اب تم ہماری حراست میں ہو۔ کیونکہ میرے ساتھیوں نے (مجاہدین) تمہیں گھیرے میں لے رکھا ہے اس طرح اس تمام یونٹ نے تسلیم کر لیا یعنی سپر ڈال دی۔ میدان جہاد سے اکثر سردیوں کے موسم میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں

. پہاڑوں پر برف باری کی وجہ سے مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے حسب معمول دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائے آپ کا سر زخمی تھا میں نے ان سے اس زخم کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم تین ساتھی ایک فوجی بارک کے قریب گئے اسے اڑانے اور بارود رکھنے کے لئے گڑھا کھودنا شروع کیا سامنے ایک مورچہ سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی میرے ساتھی اپنے کام میں مشغول رہے اور میں اس مورچے کی طرف گیا اس مورچہ میں موجود فوجی کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھا میں نے بڑھ کر کلاشنکوف تھام لیا وہ چھڑانے لگا لیکن میں نے بھی اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا میں نے اس کے کان میں کہا کہ یہ چھوڑو ۔ گولیاں کیوں ہم پر برساتے ہو ہم طالب علم ہیں اپنے اساتذہ سے دعائیں لے کر آئے ہیں وہ بالکل خاموش رہا اور بدستور کلاشنکوف چھڑانے میں زور لگا رہا تھا اتنے میں اس نے گولی چلا دی گولی میرے سر کے اوپر چمڑے کو چیرتی ہوئی چلی گئی اس کے بعد میرا دوسرا ساتھی آیا ۔ اس نے اس کو ایک آہنی ہنٹر سے مارنا شروع کر دیا تاآں کہ اس نے کلاشنکوف چھوڑا ۔ بعد میں اسے واصل جہنم کر دیا ۔

ظرافت طبع اور خوش مذاقی میں بھی اپنے ساتھیوں سے فائق تھے ہر ایک طالب علم کے ساتھ نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملتے خواہ اس کے ساتھ واقفیت ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے تمام طالب علموں میں ہر دلعزیز تھے ایک دن اپنے ساتھیوں کو ایک واقعہ سنایا جس سے ساری محفل کشت زار ظفران بن گئی اس نے کہا کہ ایک دن ہم جہاد میں مصروف تھے کہ گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی ہم میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا ۔ اس نے کہا یہ طالب علم آگے ہو جائیں کیونکہ ان لوگوں کا کیا ہے صرف ایک جان ہے یہ رہے یا نہ رہے اور ہم تو عیال دار ہیں میں نے کہا کہ ہمارا کیوں کوئی نہیں ۔ حقانیہ میں ہمارے دوست ساتھی ہیں ہمارے لئے وہ اتنے عزیز ہیں جیسا کہ آپ کو اپنے اہل خاندان ۔ ہم ان کو کسی بھی صورت نہیں بھول سکتے ۔

ان کے پرانے قریبی دوست اور جہاد کے ساتھ جلاد خان راوی ہیں کہ :۔

غزنی کے محاذ پر ہم کمیونسٹوں کے ساتھ برسرپیکار تھے شہید موصوف کے ہاتھ میں راکٹ تھا سامنے ایک ٹینک سے گولیاں برسنی شروع ہوئیں گولیاں اس کے سر کے اوپر اور بالکل قریب سے گزر رہی تھیں ہم نے کہا بیٹھ جاؤ یا تم بھی اس پر گولی چلاؤ اس نے کہا نہیں ان گولیوں کے چلنے کی آواز سے مجھے لذت محسوس ہوتی ہے اور میں زندہ حالت میں اس شخص سے مشین گن چھینوں گا وہ گولیاں برساتا رہا اور یہ مجاہد آگے بڑھتا رہا اور بغیر کسی تکلیف یا گزند کے اس خلقی پر مشین گن سمیت قبضہ کر لیا ۔

بندہ کو خود ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک دن ایک روسی پائلٹ پکڑ لیا ۔ وہ معمولی فارسی جانتا تھا میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا ہمارے پاس روٹی کا چنداں انتظام نہ تھا ایک ساتھی روٹی پکاتا اور کچھ معمولی سالن جس سے بمشکل ہمارا پیٹ بھرتا اور اب اس قیدی کی شکل میں ایک اور ساتھی کا اضافہ ہو گیا ہم اس کے لئے روٹی اور سالن الگ رکھتے اور خود ہم اپنے ساتھی اکٹھے بیٹھ کر کھاتے وہ روسی پائلٹ جب سیر نہ ہوتا تو ہمارے برتن سے ایک نوالہ اٹھا لیتا بس پھر ہم اسے نہ کھاتے وہ روسی اس برتن کو اپنے سامنے رکھ لیتا اور شکم سیر ہو کر کھاتا ۔

شہید موصوف غزنی کے محاذ سے نہایت مطمئن تھے اس محاذ سے کسی دوسرے محاذ پر جانا پسند نہ کرتے چنانچہ جب آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ساتھیوں نے ان کی لاش گاڑی میں دوسری جگہ لے جانی چاہی تو گاڑی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھی بار بار کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی بالا آخر انہوں نے وہیں آپ کو سپرد خاک کیا کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے محمود بت شکن کے دیس میں شہادت پائی اور ان مجاہدوں کی سرزمین میں آسودہ خواب ہوئے ؎

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرمیدان مگر جھکی تو نہیں

یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہو گی
پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے

سرکش نہیں باغی نہیں غدار نہیں ہم
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے

اللہ تعالیٰ مرحوم کو شہدا کے مراتب عالیہ سے نوازے اور پسماندگان ' ان کے والد بزرگوار حاجی عبدالغفار صاحب و محترم مولوی عبدالغنی حقانی و مولوی عبدالمجید حقانی اور شہید مظلوم کی جماعت کے امیر قاری تاج محمد صاحب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے ۔ خدا کرے کہ مولوی سید عبدالستار حقانی شہید کا خون رنگ لائے اور انہوں نے جس عظیم مقصد کے لئے جان کی قربانی دی وہ مقصد حصول سے ہمکنار ہو جائے تاکہ اس کی بے چین ومضطرب اور سیماب فطرت روح کو تسکین ہو ؎

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
برسوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

بقول رئیس امروہوی ؎

حسن شفق و رنگ حنا اور ہی کچھ ہے
پر سرخی خون شہدا اور ہی کچھ ہے

صوفی کی مناجات فلک گیر ہے لیکن
مردان مجاہد کی دعا اور ہی کچھ ہے

جینا ہی نہیں کش مکش زیست کا مقصود
ذوق اجل و جہد بقا اور ہی کچھ ہے

اے سجدہ گزار حرم وعظمت اقبال
سجدہ ! تہ شمشیر قضا اور ہی کچھ ہے

کافور جنازہ میں ہے کچھ اور ہی خوشبو
عطر کفن اہل وفا اور ہی کچھ ہے

مولانا احمد گل شہید ' مولانا فتح اللہ شہید اور مولانا طالب محمد شہید

من المومنین رجال صدقو ما عاهد والله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم

من ينتظر
ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس پر قول کیا تھا اللہ سے پھر کوئی ہے ان میں کہ پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھتا (یعنی انتظار میں ہے)

مولانا احمد گل شہید

جس وجہ سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی غیر ملکی پریس اور ذرائع ابلاغ نے اس پر سیر حاصل تبصرے کئے کہ جہاد افغانستان میں برسرپیکار مجاہدین کے صف اول کے رہنما مولانا احمد گل صاحب حقانی نے پکتیا کے محاذ پر روسی استعمار کے گماشتوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اوریوں مجاہدین افغانستان ایک سربکف مجاہد ایک سرفروش رہنما ایک عظیم الشان عالم دین اور کفن بردوش منظم سے محروم ہو گئے یہ جگر پاش اور دلخراش سانحہ اس وقت پیش آیا جب وہ دشمن کے مورچوں کو سبوتاژ کرنے میں مصروف تھا اور برابر پیش قدمی کرتا رہا تاآنکہ دشمن نے ان کے گرد گھیرا ڈالا اور انکے درمیان محصور ہوئے دشمن برابر اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے رہے بالآخر مجاہد موصوف توپوں کی شدید گولہ باری کی زد میں آگئے اور نہایت ہی بے جگری کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں سربلندی دین اور آزادی ملت کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا اور یوں ان کی بے چین و بے قرار سیماب صفت جان کو تسکین نصیب ہوئی۔

بقول جگر مراد آبادی مرحوم
جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

ہفت روزہ تکبیر کراچی کے مدیر شہیر نے چند ہفتے قبل محاذ جنگ میں اس عظیم مجاہد کے ساتھ ملاقات کی تھی اور ان پر تبصرہ اور محاذ کے متعلق نہایت ہی قیمتی معلومات فراہم کی تھیں جس میں آپ کا انٹرویو بھی شامل تھا پھر اس کی بعد آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو تکبیر کے جہاد افغانستان نمبر میں ان پر نہایت ہی دل آویز انداز میں تبصرہ کیا اب تکبیر کا شمارہ نمبر ۳۸ جلد نمبر ۷ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں مدیر محترم نے "مجاہدین افغانستان کے دیس میں" کے زیر عنوان جو سلسلہ سفر افغانستان شروع کیا ہے اس میں آپ نے اس عظیم مرد مجاہد کے بارے میں جو بصیرت افروز خیالات پیش کئے ہیں اور ان کے جذبہ جان سپاری پر داد تحسین اور عقیدت و محبت کے جو پھول نچھاور کئے ہیں وہ آپ نے الحق کے پچھلے شمارہ میں ملاحظہ فرما لیا ہو گا۔

مولانا احمد گل حقانی نے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں مورخہ یکم محرم الحرم ۱۳۸۷ھ کو فارم داخلہ پر کیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے وطن میں مختلف مدارس اور مساجد میں حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم اور منتہی کتابیں پڑھنے کے لئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی شبانہ روز محنتوں اور ان کے اخلاص و للہیت کا اثر ہے کہ جہاں بھی جوہر قابل تھا مادر علمی کی مقناطیسی جاذبیت نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا کچھ عرصہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مسجد میں رہائش پذیر تھے اور وہاں پر حضرت الشیخ کی آغوش شفقت میں چند مہینے گذارے آپ ان کے خدام خاص میں شامل تھے اور کئی دفعہ حضرت الشیخ کی امامت کی سعادت بھی حاصل کی حضرت الشیخ نے ان کو اپنی دعوت مستجابہ سے خوب خوب نوازا۔ پھر اس کے بعد جب دارالعلوم کے دارالاقامہ (ہاسٹل) میں منتقل ہوئے تو یہاں بھی فارغ اوقات میں اپنے اساتذہ کے ہاں باقاعدہ حاضری دیتے اور ان کی خدمت گذاری و اطاعت شعاری کو اپنا وطیرہ بنایا۔ ذہانت و قابلیت کا یہ عالم تھا کہ تمام کتابوں کو اپنے ہم درس ساتھیوں کے ساتھ تکرار کرتے۔ اس کے ساتھ تہجد گزار قائم الیل و صائم النہار بھی تھے دورہ حدیث میں آپ نے چھ سو نمبرات پورے حاصل کئے اور پانچ نمبرات انعامی اور حوصلہ افزائی کے تو کل چھ سو پانچ نمبرات آپ نے حاصل کئے۔

مولانا جلال الدین صاحب حقانی جو کہ جہاد افغانستان میں مجاہدین کے کمانڈر ان چیف ہیں ان دونوں کا زمانہ طالب علمی سے گہرا تعلق تھا۔ اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ کے مصداق اتم تھے۔ دونوں نے ایک ہی سال داخلہ لیا اور ایک ہی کتابیں پڑھتے تھے اور ایک ہی سال فارغ ہوئے لطف کی بات یہ ہے کہ دورہ حدیث میں مولانا جلال الدین حقانی کے ٦٠٦ نمبرات ہیں جبکہ آپ کے ٦٠٥۔

پھر جب جہاد افغانستان کا آغاز ہوا اور مجاہدین نے باقاعدہ مسلح جہاد کا عزم کیا تو بھی دونوں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ جہاد میں مصروف ہوئے۔ دوستی کا یہ مظاہرہ کمتر دیکھنے میں آیا ہے لیکن آپ کی شہادت نے دوستی کے اس عظیم اور مضبوط بندھن کو توڑا اوربقول شاعر

وکنا کند ما فی جذیمہ حقبہ
من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرتنا کانی و مالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلتہ معا

فتی کان احیی من فتاہ حیتہ
واشبع من لیث اذا ما تمنعا

ترجمہ: مدتوں ہم لوگ جذیمہ ندیموں کی طرح رہے یہاں تک کہ یہ کہا گیا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے اور جب ہم بچھڑ گئے تو طول مصاحبت کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اور مالک نے ایک رات بھی بسر نہیں کی میرا بھائی دوشیزہ سے زیادہ باحیا او ر شیر سے زیادہ بہادر اور خودار تھا"

موصوف نہایت ہی خوش لباس و خوش اطوار اور سادگی کی مجسم تصویر تھے۔ عالم شباب ہی میں آپ کے چہرہ سے نورانیت ٹپکتی تھی اور مصداق حدیث اذار او ذکر اللہ کے مظہراتم

نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے ٹپکتی ہے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

راقم الحروف نے جب یہاں مادر علمی میں داخلہ لیا تو ان کے ساتھ ملاقات ہوتی رہی کیونکہ وہ ہمارے کمرہ کو حضرت والد مرحوم علامہ عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کے پاس بعد از نماز عشاء تشریف لاتے اور مولانا جلال الدین بھی آپ کے ہمراہ ہوتے اپنے شفیق استاد کو دباتے ان کے سر کو مالش کرتے اور دیر تک حضرت صدر صاحب سے استفادہ فرماتے رہتے۔ یہ بابرکت محفل انجمن قدسیاں کا حسین منظر اور دلکش سماں پیش کرتی اگر کبھی

ناغہ ہو جاتا تو حضرت صدر صاحب قدس سرہ ان سے ناغے کے بارے میں دریافت فرماتے کہ آپ کیوں رات تشریف نہیں لائے کوئی مہمان وغیرہ آیا تھا یا اور کوئی سبب مولانا احمد گل حقانی اور مولانا جلال الدین حقانی ایک دوسرے کو دیکھتے پھرمولانا احمد گل صاحب فرماتے کہ ایسی کوئی وجہ نہیں بلکہ کبھی کبھی ہم قصدا" ناغہ کرتے ہیں کیونکہ ہمارے وجہ سے آپ کے آرام اور اوراد معمولات میں فرق اور خلل پڑتا ہے ۔ حضرت صدر صاحب **متبسمانہ** لہجے میں فرماتے کہ آ نے مجھے عادی بنایا ہے تو اس وجہ سے آپ لوگوں کا انتظار کرتا ہوں ۔ آہ

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

اور بقول علامہ اقبال

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا ہوا یوں کہ دارالعلوم حقانیہ کی وسیع جامع مسجد میں نماز مغرب اکثر مولانا احمد گل صاحب پڑھاتے اس میں عام طور سے آپ سورہ یٰسین کی چند آیات تلاوت کرتے ایک دن ان سے میں کہا کہ غالبا" آپ کو قرآن پاک میں ان آیتوں کے علاوہ اور کوئی حصہ یاد نہیں کہ بس آپ و مالی لا اعبدالذی فطرنی الایتہ پڑھتے ہیں اس پر آپ کا چہرہ چمک اٹھا اور دل آویز تبسم فرمایا ۔ اور کہا کہ آپ لوگ ہر چیز کو مد نظر رکھتے ہیں ۔

بندہ نے جب آپ کی شہادت کی خبر سنی تو دماغ کے سکرین پر آپ کا سراپا گردش کرنے لگا وہ نماز مغرب یہ لطیفہ وہ تبسم اس کے ساتھ ہی یہ آیت جو کہ آپ نماز مغرب میں پڑھاکرتے **یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین**

بہر تسکین دل میں رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

سردار داؤد کے دور حکومت میں آپنے افغانستان سے ہجرت کی تھی اس وقت سے لے کر تا دم مرگ انہوں نے ہزاروں کیمونسٹوں دہریوں روسی اور کارمل فوجیوں کو واصل جہنم کیا آپ کے سرفروشانہ کارناموں کا سلسلہ کافی طویل ہے وفات سے چند دن قبل موضع باڑی میں دشمن کے ایک بہت بڑے حملے کو پسپا کیا جس میں دشمن کو کافی نقصان پہنچایا اور ان کو ہزیمت اٹھانی پڑی اس لڑائی میں مجاہدین نے اسلحہ کے کافی ذخیرے پر قبضہ کر لیا اور مال غنیمت میں کافی اشیاء ہاتھ آئیں بالاخر اگست بروز جمعتہ المبارک آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا ۔ افغانستان کے صوبہ پکتیا میں بمقام الانیرہ آپ کو خداوند قدوس نے خلعت شہادت سے نوازا اور دوسرے دن بروز ہفتہ ہزاروں اشک بار آنکھوں اور دھڑکتے دلوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور میراں شاہ کے قبرستان شہداء متصل تبلیغی مرکز میں آپ سپرد خاک کر دئے گئے ۔

اور یوں شہدا بدرو حنین اور خونین کفنان یرموک و تبوک میں ایک اور خونین کفن کا اضافہ ہوا ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

سلام ہو اس مرد مومن کی روح پر ، جو حق کی خاطر جیا اور حق کی خاطر مرا ۔ اولا" اپنی زندگی کی بہاریں تحصیل علم پر نثار کیں اور جب تحصیل علم سے فراغت حاصل کی تو اس کی خوداری اور حمیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ دہریوں اور کمیونسٹوں کے ناپاک قدم افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوں ۔ انہوں نے اس کے خلاف باقاعدہ مسلح جہاد کا آغاز کیا ۔ اور ایک ایسی وادی پر خار میں قدم رکھا کہ قدم قدم پر کلفتیں اور صعوبتیں ان کا استقبال کرتی رہیں کبھی پینے کے لئے پانی نہ ملا کبھی کھانے کے لئے درختوں کے پتوں پر گزارا کیا کئی کئی دن فاقہ کشی میں گذارے بستر پر خواب ان کے لئے محض ایک خواب اور قصہ پارینہ سے کم نہ تھا ۔ تاآں کہ اپنی منزل شہادت کو پا لیا ۔

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آن ست کہ مجنون باشی

مولانا حبیب الرحمان حقانی شہید عرف مولانا فتح اللہ حقانی

ابھی مولانا احمد گل حقانی کا خون تازہ ہی تھا کہ کاروان کشتگان عشق اور جاں سپاران راہ خدا میں ایک اور فرد کا اضافہ ہوا ابھی ان کی جدائی کا زخم ہرا ہی تھا کہ اسی نوع کا دوسرا انتہائی المناک وکرب انگیز سانحہ قضاوقدر اور کلک تقدیر کے فیصلے کے مطابق ظہور پذیر ہوا ۔ یہ سانحہ حضرت مولانا حبیب الرحمان حقانی عرف مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کا ہے ۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہ یار تجھے قدم قدم ہم نے یادگار .. بنا دیا

آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں ۱۶ شال ۱۳۸۹ھ کو فارم داخلہ پر کیا ۔

نام مولوی حبیب الرحمان ۔ ولدیت عبدالرحیم

مقام ۔ فکری ۔ ڈاکخانہ وزی ۔ تھانہ وزی ۔ تحصیل گردیز ۔ ضلع پکتیا ۔ صوبہ خوست ۔ ملک افغانستان یہاں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں ۔

بیضادی شریف ۔ حسامی ، تصریح ، شرح چغمنی ، اقلیدس ، شرح عقائد ، خیالی ، ہدایہ آخرین ، تلویح توضیح ، مسلم الثبوت ، مختصر المعانی ، شرح نخبتہ الفکر اور دورہ حدیث شریف مکمل ۱۳۹۲ ھ میں آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوتے ہی عازم محاذ جنگ ہوئے مولانا احمد گل حقانی اور مولانا فتح اللہ حقانی دونوں حضرت مولانا جلال الدین حقانی کے دست و بازو ہیں ۔ ان سے آپ مشورہ لیتے اور ان کی رائے کو اولیت حاصل تھی تنظیمی اور دفتری امور میں بھی مولوی فتح اللہ کو کافی دخل تھا ۔ مسلح جہاد کے دوران آپ نے دہریوں اور کمیونسٹوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا قلعہ باڑی میں جو پاکستانی سرحد کے قریب ہے ۔ وہاں پر آپ نے مولانا جلال الدین صاحب حقانی کی زیر قیادت دشمن پر بھرپور حملہ کیا جس میں دشمن کے کافی افراد کو موت کے گھاٹ اتار دئے علاوہ زیں اسلحہ کا بہت سا ذخیرہ ان کے ہاتھ لگا ۔ جس میں دو ٹینک صحیح وسالم تھے اسی طرح ڈ نگی قلعہ جس میں بہت سے روسی اور کارملی مورچہ بند تھے ۔ شہید موصوف مولانا جلال الدین اور مولانا ارسالا خان کی معیت میں اس قلعے پر حملہ آور ہوئے ۔ مال غنیمت جس میں دو بکتر بند گاڑیاں بھی تھیں کے علاوہ دشمن کے کافی سپاہی لقمہ اجل بن گئے جاج میدان میں ایک نہایت ہی سخت اور محفوظ مورچہ پر آپ نے حملہ کیا جس میں آپ بری طرح محصور ہو گئے لیکن تائیدایزدی اور نصرت خداوندی نے آپ کو صحیح و سالم رکھا قلعہ میں جتنے بھی فوجی تھے وہ

ہلاک کر دیئے گئے اور ان کے اسلحہ خانہ پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا اس لڑائی میں ان کا ایک نڈر اور سرفروش ساتھی پیر حضرت زومان نے جام شہادت نوش کیا ۔

گذشتہ رمضان میں اسی طرح ایک معرکہ کے دوران آپ کی آنکھ شدید زخمی ہو گئی آنکھ تو بچ گئی لیکن اس کی نظر بحال نہ ہو سکی اس کی بعد آپ حج بیت اللہ تشریف لے گئے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جب آپ دوبارہ محاذ جنگ پر تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھی مولانا احمد گل حقانی کا سانحہ ارتحال پیش آیا ۔ آپ نے اپنے عزم و ہمت کے کوہ گراں ساتھی کے جنازہ میں شرکت کی اس کے دل کی کیفیت کیسی تھی اس پر اس وقت کیا بیت گئی ہو گی ۔ جب اپنے سفر و حضر محاذ جنگ اور گوریلا زندگی کی صعوبتوں کا ساتھی اس نے اپنے ہاتھوں سے آغوش قبر میں اتارا ۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

مولانا احمد گل صاحب شہید کی تجہیز و تکفین کے بعد آپ دوبارہ محاذ جنگ تشریف لے گئے ۔ اب کے بار آپ دشمن کے لئے شعلہ جوالہ بن گئے اپنے شہید ساتھی کے خون آلود چہرہ نے آپ کے لہو میں حدت و حرارت پیدا کی اور سر سے کفن باندھ کر ایک نئے جذبے نئے شوق اور نئے ولولے کے ساتھ مجاہدین کا ایک جیش پر طیش لے کر حملہ آور ہوئے ۔

زندگی آ تجھے قاتل کے حوالے کر دوں
مجھ سے یہ خون تمنا نہیں دیکھا جاتا

بروز جمعہ مورخہ ۱۳ ستمبر آپ لالیرڑہ کے محاذ پر اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے رہے تھے اس کے ساتھ اس کے ساتھی مولانا طالب محمد حقانی بھی تھے کہ دشمن کی طرف سے تھری مارٹر کی گولہ باری شروع ہوئی ایک گولہ آپ کے ساتھی مولانا طالب محمد حقانی پر لگا جس سے دونوں موقع پر ہی شہید ہو گئے جب ان دونوں کی شہادت کی خبر میراں شاہ پہنچی تو تمام علاقے میں صف ماتم بچھ گئی ہر چہرہ پژمردہ اور ہر سو غم واندارہ کا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا ۔

الٰہی ایسی تو سنسان نہ تھی ہجر کی رات
دور تک قافلہ صبح کے آثار نہیں

مجاہدین نے ان دونوں کی لاشوں کو بکسوں میں بند کئے اور وہاں سے تدفین کے لئے میراں شاہ لائے جونہی یہ بکس نمودار ہوئے ۔ آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون اور ان کے سرفروشانہ کارناموں کا تذکرہ تھا ہر آنکھ ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھی لیکن چونکہ ان کو چوٹیں سروں پر آئی تھیں اس لئے لوگ ان کے دیدار سے محروم رہے نماز جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص اور علماء و مشائخ نے شرکت کی مولوی فتح اللہ شہید کے بھائی مولانا عبدالرحمان نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد یہ دونوں میراں شاہ کی قبرستان شہداء میں سپرد کر دیئے گئے جہاں مولانا احمد گل حقانی کی روح استقبال کے لئے موجود تھی ہفت روزہ تکبیر کے مدیر محترم مولانا فتح اللہ حقانی کے بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں ۔

" صوبہ پکتیا میں حالیہ روسی حملہ کے نتیجے میں مولوی احمد گل کے بعد ایک عظیم کمانڈر مولوی فتح اللہ شہید ہو گئے مولوی فتح اللہ بھی ژڑان ہی میں شہید ہوئے ہیں جہاں مولوی احمد گل نے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا واضح رہے کہ صوبہ پکتیا جو افغانستان میں جہاد کی شدت کے اعتبار سے نمایاں حیثیت کا مالک ہے اپنے دامن میں ہزاروں شہداء کے لہو کی خوشبو بسائے ہوئے آج بھی روسیوں کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا ہے ۔

یہ صوبہ اس اعتبار سے ممتاز حیثیت کا مالک ہے کہ افغانستان میں جہاد کا آغاز ہی اس سے ہوا تھا ۔ یہ سردار داود کا دور تھا جب شعائر اسلام کا کھلے عام استہزاء کیا جانے لگا اور کمیونزم کو بحیثیت ایک نظام کے قبول کرنے کی سرعام باتیں ہونے لگیں صوبہ پکتیا ہی سے رد عمل کے طور پر جہاد میں شرکت کا آغاز ہوا مولانا جلال الدین حقانی ان تمام معاملات کی رہبری کے فرائض انجام دے رہے تھے ان کے ساتھیوں میں تین افراد بہت نمایاں تھے پہلے مولوی احمد گل شہید دوسرے مولوی فتح اللہ شہید اور تیسرے مولوی نظام الدین عرف مولوی طور جو بحمد اللہ اسران مرکز کے عمومی کمانڈر ہیں جو درہ سٹ کنڈو پر واقع ہے ۔

مولوی فتح اللہ شہید کی عمر تقریباً" ۴۵ سال تھی ابتدائی تعلیم افغانستان کے مختلف مدارس میں حاصل کی اور اس سلسلہ میں قندہار اور غزنی کے دینی مدرسوں سے استفادہ کیا اعلیٰ تعلیم کے لئے اکوڑہ میں واقع دارالعلوم حقانیہ تشریف لے آئے اور بقیہ تعلیم کی تکمیل یہیں کی سردار داود کے دور میں جب مولانا جلال الدین حقانی نے عملی جہاد کا آغاز کیا تو مولوی فتح اللہ ان کے شانہ بشانہ شریک تھے اور تمام معاملات میں ان کے معاون خصوصی کے فرائض انجام دے رہے تھے ۔

حقانی صاحب کی غیر موجودگی میں مولوی فتح اللہ شہید یا مولوی احمد گل ہی کو تمام معاملات کی نگرانی اور مسائل کے بارے میں فیصلے کرنے کا اختیار حاصل تھا ۔ مولوی فتح اللہ شہید نے زہڑک کنڈو ستک کنڈو زرمت گردیز خوست گوگن لیڑان باڑی اور دیگر بے شمار مقامات پر روسیوں کے خلاف جہاد میں بنفس نفیس حصہ لیا اور کئی معرکوں کی براہ راست کمان بھی کی ۔ ژوار مرکز کی تعمیر کے لئے جو ٹیم بنائی گئی تھی مولوی فتح اللہ اس کے اہم ترین رکن تھے انہوں نے ہی گربز کے پورے علاقے کا سروے کیا اور موجودہ جگہ کا بحیثیت اس مرکز کے انتخاب کیا ۔ جو آج افغانستان کا سب سے بڑا اور بفضل تعالیٰ سب سے مضبوط مرکز ہے ۔

مولوی فتح اللہ حقانی مجاہدین کے درمیان انتہائی واجب الاحترام حیثیت کے مالک تھے انتہائی کم گو دیکھنے میں مرنجان مرنج حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد کی طرح سخت وہ ایسے مجاہد او عالم دین تھے کہ جن کے روز شب آہ سحرگاہی اور نالہ نیم شبی میں گذرے تھے دبلے پتلے اور درمیانی قد کی اس عظیم مجاہد کا جسم اپنے اندر بڑی توانا روح رکھتا تھا موٹے موٹے شیشوں سے جھانکتی ہوئی ان کی بڑی اور روشن آنکھیں اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اپنے مخاطب کا دل موہ لیتی تھیں ہر فرد سے ملتے وقت اپنی بانہیں کشادہ کرکے اسے سینے سے لگاتے اور دیر تک اس کا حال و احوال پوچھتے ۔

۱۳ ستمبر جمعہ کا روز تھا جو دو روز قبل فریضہ حج کی ادائیگی سے واپس لوٹے تھے لیڑان کے مرکز پر واقع ایک بلند مورچے میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ جن میں سعید خیل کے علاقے کے کمانڈر شاہ معین اور میراں شاہ میں مجاہدین کے دفتر انچارج مولوی صالح محمد (طالب محمد فانی) شامل تھے جنگی حکمت عملی کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہے تھے بمباری پوری شدت سے جاری تھی اور قریب ہی واقع دشمن کی چھاونی اور اس کے حملہ آور کنوائے سے ٹینکوں توپوں اور مارٹر کی گولہ باری سے پہاڑوں کی چٹانیں ریزہ ریزہ ہو رہی تھیں مولانا فتح اللہ بمباری کی شدت سے بے نیاز اپنے سامنے پورے علاقے کا نقشہ پھیلائے

مجاہدین اور دشمنوں کی پوزیشنوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ ناگہاں ۱۰۷ ایم ایم مارٹر توپ کا ایک گولہ عین مورچے میں آگرا اور مولوی فتح اللہ اپنے دو عظیم ساتھیوں کے ساتھ موقع پر ہی شہید ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا طالب محمد حقانی

اب کاوش محروم تجھے ڈھونڈ رہی ہے
اک تو ہی تو سرمایہ خون جگراں تھا

اپ نے دس سال کا طویل عرصہ دارالعلوم حقانیہ میں گذارا مورخہ ۲۹ شوال ۱۳۸۳ھ کو فارم داخلہ پر کیا ۔ نام اور مکمل پتہ ۔ طالب محمد ولد عید ملوک ۔ مقام مندوزی ۔ڈاک خانہ تھانہ اسماعیل خیل ۔ ضلع گردیز سنہ وار کتب مقروءہ کی تفصیل یہ ہے ۔

۱۳۸۴ھ کافیہ ' مرقاۃ مجموعہ منطق ایسا غوجی
۱۳۸۵ھ شرح جامی ۔ کنزاولین شرح تہذیب اصول الشاشی
۱۳۸۶ھ مختصر المعانی ۔ نور الانور قطبی مقامات حریری
۱۳۸۷ھ مطول سلم العلوم متبنی میبذی رشیدیہ
۱۳۸۸ھ شرح عقائد صدرا ۔ شمس بازغہ ۔ ملاحسن ۔ میرزاہد ۔ رسالہ قطبیہ ۔ تجوید
۱۳۸۹ھ ہدایہ صلوۃ ۔ کنز آخرین قاضی مبارک
۱۳۹۱ھ امور عامہ بیضاوی شریف تلویح توضیح جلالین
۱۳۹۲ھ مشکوۃ شریف ۔ جلالین ۔ ہدایہ آخرین ۔ شرح نخبتہ الفکر
۱۳۹۳ھ دورہ حدیث شریف ۔

ابتدائی سالوں میں آپ یہاں ایک مسجد میں رہائش پذیر تھے اس کے بعد مدرسہ کے ہاسٹل میں منتقل ہو گئے نہایت ہی عابد و زاہد نیک سیرت اور محنتی تھے مولانا فتح اللہ شہید اور یہ دونوں ایک ہی دارالاقامہ میں رہتے تھے پھر جب افغانستان میں روسی انقلاب آیا تو آپ دونوں نے دہاں سے ہجرت کی اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے عملی جہاد کے ساتھ ساتھ تنظیمی امور میں بھی حصہ لیتے تھے چنانچہ آپ میراں شاہ میں دفتر مجاہدین کے انچارج اور منتظم اعلیٰ تھے ۔

مولانا طالب محمد اور مولانا فتح اللہ حقانی کی شہادت کا واقعہ ایک ساتھ پیش آیا جس کی تفصیل گزر چکی ہے ان دونوں کی نماز جنازہ مولانا فتح اللہ حقانی کے بھائی مولانا عبدالرحمان نے یکے بعد دیگرے پڑھائی اور میران شاہ میں۔ قبرستان شہداء میں ابدی نیند سو گئے ۔

رحمت حق تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

مولانا میرا جان شہید

مولانا میرا جان شہید بھی ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جن کو خداوند قدوس نے اپنی آغوش رحمت میں لے کر خصوصی اعزاز واکرام یعنی خلعت شہادت سے نوازا ۔ آپ نے فنون کی اکثر کتابوں کی تکمیل یہاں مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں کی اور سند فراغت بھی یہاں سے حاصل کی آپ نہایت ہی ذہین و فطین اور زہد و تقوی۔ جیسے اخلاق و صفات حمیدہ کے مالک تھے دوران تعلیم آپ کی تمام تر توجہ اسباق و مطالعہ اور تکرار کتب پر مرکوز رہتی نہایت ہی کم گو اور باوقار کثرت مطالعہ اور تکرار کے باعث آپ پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کے دماغ میں خلل پیدا ہوا لیکن پھر خداوندکریم کی خصوصی عنایت سے آپ جلد ہی شفایاب ہو گئے ۔

مولانا میرا جان شہید ولد محمد عزیز ضلع نعمان تحصیل علی نگار موضع سنگر میں پیدا ہوئے ابتدائی دینی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے پاکستان دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔

فراغت کے بعد آپ نے تین سال تک مختلف مدارس میں تدریس کی لیکن ساتھ ساتھ جہاد کے لئے بھی ایام تعطیل میں محاذ جنگ پر تشریف لے جاتے تھے ۔ تحصیل صوابی کے برکی مہاجر کیمپ میں آپ نے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی جس میں آپ صدارت تدریس کے عہدہ پر فائز تھے اور مجاہدین کی تنظیم میں بھی بڑھ کر حصہ لیتے تھے آپ کی شرافت طبع اور اخلاق کے باعث مجاہدین آپ پر بہت ہی اعتماد کرتے تھے اور آپ کی ہر حکم کی تعمیل نہایت ہی خندہ پیشانی سے کرتے ۔

آپ کی ان مجاہدانہ سرگرمیوں نے روسی و کارمل گماشتوں کی نیندیں حرام کر دیں اور وہ ہر وقت اس کی موت اور قتل کے درپے رہتے چنانچہ ۵ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ کو آپ واپس پاکستان تشریف لا رہے تھے کہ سی آئی ڈی نے آپ کے خلاف کارمل حکومت کو اطلاع دی جس کے نتیجے میں روسی اور کارمل فوجوں نے آپ پر نماز فجر کے بعد ضلع کنٹر علاقہ ۔ گکہ میں چاروں طرف سے ہوائی اور زمینی حملہ کر دیا آپ اس وقت اکیلے تھے ۔ پھر بھی آپنے بے جگری سے مقابلہ کیا دو افسروں اور کئی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ بالا آخر آپ دشمن کے محاصرہ میں آگئے اور انہیں زندہ گرفتار کر کے لے گئے ان لوگوں نے آپ کو تسلیم کرنے کی از حد کوشش کی لیکن آپ نے ان کے سامنے ہر تسلیم خم کرنے سے انکار کیا ۔ بلکہ ان کے سامنے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیا اور کلمہ شہادت پڑھا پھر ان لوگوں نے آپ پر بندوق سے نشانے بنانے شروع کئے آپ نے انہیں کہا کہ میرے منہ اور چہرے پر نہ مارو باقی چاہو مارو اور اسی کے ساتھ آپ نے انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور کلمہ شہادت پڑھا ۔

شہادت سے تقریبا" ایک ماہ قبل آپ یہاں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے بندہ نے آپ سے اپنی سرگرمیوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ فی الحال تو درس میں مشغول ہوں اور یہاں صوابی کیمپ میں میں نے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی ہے مجھے ایک کتاب کی ضرورت ہے اگر وہ کتاب یہاں کسی کتب خانے سے دستیاب ہوئی " تمہید " میں نے کہا کہ کونسی تمہید کیونکہ ایک تمہید تو مولانا عبیداللہ سندھی کی بھی ہے" التمہید" اور اب کئی کتابیں اس نام پر موجود ہیں ۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں تمہید ابی شکور سالمی پھر آپ تشریف لے گئے ۔ کسے خبر تھی کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہو گی

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئنہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر زمو ایں جاست
نہ ہر کہ سر تبراشد قلندری داند

بقول اقبال یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مولانا پیر محمد و تقی کی شہادت

دارالعلوم کے ایک لائق ہونہار جواں سال روحانی فرزند اور مجاہد فاضل جناب

مولانا پیر محمد وثقفی فاضل حقانیہ بھی اپنے دوسرے رفقا کی طرح جہاد افغانستان میں روسی دشمن سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب وثقفی صاحب نے درس نظامی کی تکمیل اور دورہ حدیث شریف دارالعلوم میں کیا تھا چھ سات سال دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے عقیدت گردیدگی تھی اخلاص و ایثار اور جذبہ قربانی کی مجسم تصویر تھے نظم و ضبط تحریک و تنظیم اور جہاد ان کی فطرت اور طبیعت ثانیہ بن چکا تھا طالب علمی کا زمانہ میں بھی تعطیلات کے ایام میں دارالعلوم سے طلبہ کی جماعتیں ساتھ لے کر میدان کارزار میں عملاً" شریک ہوا کرتے تھے ۔ دارالعلوم کے تمام اساتذہ و مشائخ کے مخلص خادم اور منظور نظر تھے مرحوم کی مظلومانہ شہادت کی خبر دارالعلوم حقانیہ حقانی فضلاء اور مجاہدین کے حلقوں میں حد درجہ رنج و قلق سے سنی گئی جوں ہی یہ روح فرسا خبر دارالعلوم پہنچی تو اساتذہ و طلبہ نے ایصال ثواب کے لئے قران خوانی کی مرحوم کے لئے رفع درجات ایصال ثواب ان کے خاندان اور جملہ شہدا اور مجاہدین افغانستان کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں ۔

مولانا جلال الدین حقانی کے مجاہد بھائی مولانا محمد اسماعیل کی شہادت:

گذشتہ ماہ اگست 1990ء جہاد افغانستان پکتیا محاذ کے معروف جرنیل مولانا جلال الدین حقانی کے بھائی کمانڈر محمد اسماعیل صاحب معرکہ جہاد میں زبردست سرفروشی اور قربانی اور بے مثال جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئی اپنی مطلوب و محبوب شہادت کے حصول میں کامیاب ہو گئے اور وصال حقیقی سے سرشار اور سرفراز ہوئے مرحوم بھی اپنے بھائی کی طرح بہادر نڈر جذبہ جہاد سے سرشار اور ہر محاذ پر قائدانہ کردار کے حامل رہے اپنے بھائی کی معاونت میں اطاعت اور وفاداری کا ایک نمونہ تھے ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مرکز علم دارالعلوم حقانیہ سے عشق اور گرویدگی کی حد تک تعلق تھا ۔ فرماتے جہاد میں جب بھی کوئی مشکل مرحلہ پیش آتا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خواب میں زیارت و ملاقات ہو جایا کرتی تھی ہمارے ڈھارس بندھ جاتی اور یقین ہوتا کہ پیش آمدہ مہم میں ہدف صیح اور کامیابی یقینی ہے اور پھر عملاً" ایسا ہی ہوتا مرحوم کی نماز جنازہ میران شاہ میں ہوئی ۔

مولانا حافظ انوار الحق اور دارالعلوم کی اکابر اساتذہ نماز جنازہ میں شریک ہوئے مرحوم کی وفات سے اگرچہ مولانا جالال الدین اور تحریک مزاحمت ایک نڈر سپاہی اور جرنیل سے محروم ہو گئے مگر وہ اپنی رفقاء و حاضرین کے لئے نشان راہ ہو گئے ۔ الھم ارض عنہ وارفع درجتہ امین

دارالعلوم اپنے روحانی فرزند مولان جلال الدین حقانی اور افغان مجاہدین کے ساتھ اس صدمے میں برابر کا شریک اور اسے اپنا عظیم سانحہ سمجھتا ہے باری تعالی مرحوم کو بے مثال قربانی پر اجر جزیل عطا فرمادے اور شہید کے خون شہادت کے صدقے گلشن اسلام کو دشمن کے تاخت و تاراج سے محفوظ رکھے ۔

ستمبر 1991ء کا پرچہ پریس میں جا رہا تھا ۔ کہ افغانستان میں گردیز کے محاذ جنگ پر فاتحہ خوست مولانا جلال الدین حقانی کی کمانڈ میں حمیت اسلامی سے سرشار اور جان نثار مجاہدین کو اس آخری حساس نازک اور فیصلہ کن مرحلہ میں بھی روسی سامراجیت کے مقابلہ میں سرفروشی قربانی عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہادت کی سعادت سے سرفراز ہونا پڑا تازہ ترین اطلاعات کے مطابق دارالعلوم کے بعض قدیم فضلاء مختلف درجات کے طلبہ اور مختلف اوقات میں اس مادر علمی کے سایہ عاطفت میں رہنے والے روحانی ابناء کی بھی ایک جماعت نے محاذ جنگ اور کارزار حق و باطل کی فرسٹ لائن اور ہراول دستہ بن کر شہادت کی منزل حاصل کرتے ہوئے جہاد و عزیمت کی تاریخ میں مزید ایک شاندار باب کا اضافہ کر دیا ہے ۔

حیرت ہے کہ سپرپاورز روس و امریکہ جہاں ایک طرف افغانستان میں پرامن حالات ' فوری جنگ بندی اور مسئلے کے حل کی تلاش میں باہم مذاکرات اور بعض افغان رہنماؤں سے ملاقاتیں کر رہے ہیں تو دوسری طرف ان ہی کی کٹھ پتلی نام نہاد نجیب حکومت انتہائی درجہ کی کمینگی اور ڈھیٹ بھمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہتے مجاہدین پر آگ کے شعلے برساتے ہوئے نیپام بموں کا استعمال کر کے ان کے دعوائے عدل و انصاف اور تحریکات قیام امن کا منہ چڑا رہی ہے ۔ ایسے حالات میں افغان قیادت سمیت عالم اسلام بالخصوص حکومت پاکستان کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ روسی پہلوان اور امریکہ بہادر کی باہمی بندر بانٹی منصوبہ بندی کے تحت کسی بھی ایسے فارمولے کو آگے نہ بڑھنے دے جس سے افغان مجاہدین کی اکثریتی پارٹیاں اور میدان کارزار کے اصل مجاہدین متفق نہ ہوں یا جس سے قاتل و مقتول اور ظالم و مظلوم کو برابر کی حیثیت مل رہی ہو خدانخواستہ اگر اب کی موجودہ نازک ترین اوز حساس صورت حال میں کسی بھی سیاسی قوت خواہ وہ افغان قیادت ہو کوئی اسلامی ملک ہو یا پاکستان کی حکومت ہو جہاد افغانستان کو سبوتاژ کرنے ' مجاہدین کے تیرہ سالہ جہاد کو تاراج اور لاکھوں شہداء کے خون سے استہزاء و تمسخر کے روسی امریکی مشترکہ خطرناک منصوبہ بندی میں دانستہ یا دانستہ طور پر کوئی کردار ادا کیا یا چپ سادھ رہ کر گونگے شیطان بنے بیٹھے رہے تو ملت کی تذلیل امت کی اس بربادی اور اہل اسلام کے بھیانک اور غلام مستقبل کی تمام تر ذمہ داری ان کے سر ہو گی جسے نہ خدا معاف کرے گا اور نہ تاریخ!

نجیب اللہ انتظامیہ کی جانب سے ظلم و بربریت کا یہ نیا وحشیانہ انداز ہر لحاظ سے قابل مذمت اور مذبوحی حرکت ہے مگر عالم اسلام کی اس پر خاموشی اور حکومت پاکستان کا غیر ذمہ دارانہ رویہ اس سے بھی بدتر اور مذموم ہے ۔

خدا کرے کہ پاکستان سمیت عالم اسلام افغانستان کی تازہ ترین اور فیصلہ کن صورت حال میں موثر اور انقلابی کردار ادا کرے جو افغانستان کو اسلام کا گہوارہ اور امن و استحکام کا گلستان بنا دے ۔ آمین

مولانا حافظ محمد ابراہیم شہیدؒ

مولانا حافظ محمد ابراہیم فاضل دارالعلوم حقانیہ، اسی سال شعبان ۱۴۰۹ھ دارالعلوم سے فارغ ہوئے ۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور اکابر اساتذہ سے دستار بندی کرائی ۔ پھر اجازت لے کر جلال آباد کے حالیہ معرکہ کارزار میں شریک ہو گئے ، بڑی استقامت اور عزیمت سے مقابلہ کرتے ہوئے سرخیل کے مقام پر گزشتہ ہفتے شہید ہو گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

مرحوم بڑے مخلص، منکسر المزاج ، ایک ذی استعداد عالم اور جہاد و قربانی کے جذبہ سے سرشار تھے ، ان کی بڑی تمنا شہادت تھی اور وہ کثرت سے اپنے احباب سے اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے ۔ باری تعالےٰ نے ان کی تمنا پوری کر دی اور خلعتِ شہادت سے سرفراز فرمایا ۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔

مولانا عبدالحق شہیدؒ

دارالعلوم کے جواں سال فاضل، اسلام کے فرزند جلیل مولانا عبدالحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جمادی الاول ۱۴۱۱ھ جہاد افغانستان کے میدانِ کارزار میں نہایت اہم اور شاندار فرائض اور خدمات انجام دیتے ہوئے بارگاہِ صمدیت سے خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ موصوف نے ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۴۰۲ھ میں اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا۔ اور ایل ایل بی کیا۔ ۱۴۰۵ھ میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لے کر عمدہ نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔ اور سعودی حکومت کی طرف سے مکۃ المکرمہ ام القراء میں ان کی تقرری ہوئی۔

آپ سعودی عرب سے ہر سال عرب رفقاء کو ساتھ لا کر مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوتے۔ اپنے شیخ و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے زیارت و ملاقات اور حصول دعا کی سعادتیں حاصل کر کے معرکۂ حق و باطل میں قائدانہ ذمہ داریوں اور فرائض سے عہدہ برآ ہوتے۔ شہادت، ان کا مقصود تھی اور اسے وہ اپنی تمام تر مساعی کا ہدف بناتے ہوتے تھے یہ مقصد بھی انہیں حاصل ہوگیا۔

دعا ہے کہ خدائے حیّ و قیوم اس شیر بیشۂ اسلام کے خونِ شہادت کے صدقے گلشنِ اسلام کو دشمن کے تاخت و تاراج سے محفوظ کر دے اسلامی انقلاب اور غلبۂ اسلام کی منزل قریب ہو۔

مولوی محمد ظریف شہیدؒ، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ

اپنی زندگی کی صرف ۲۲ بہاریں دیکھنے والے حقانیہ کے یہ نوجوان طالبعلم بھی بارگاہِ صمدیت میں پروانہ نجات و سعادت افغانستان کے کارزار میں "مرتبۂ شہادت" حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

موصوف دارالعلوم میں شوال ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء میں داخل ہوئے ہر سال معرکہ ہائے جہاد میں شریک رہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تحصیل علم میں سرگرم تھے۔ اب درجۂ ثالثہ میں تھے، مخلص تھے، امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ بارگاہِ صمدیت سے بواسطہ کارکنانِ قضا و قدر "خلعت خونِ شہادت" کا ایوارڈ حاصل کرلیا۔

محاذِ جنگ پر چلنے سے قبل رفقاء کو بتاکید وصیت کی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے شہادت سے نوازا تو دارالعلوم کے اساتذہ کرام کو بھی میرے جنازے کی اطلاع دے دینا۔ اس کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی۔ مرحوم کی میت محاذِ جنگ سے افغان کیمپ واقع اکوڑہ لائی گئی۔ اور دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ دونوں شہداء کے لئے دارالعلوم میں بھی اور افغان کیمپوں میں ایصالِ ثواب کی تقاریب منعقد ہوئیں۔ اور دونوں کی بے مثال قربانیوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

خوست کے محاذ جنگ پر شہدائے جہاد ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

افغانستان میں گردیز کے محاذِ جنگ پر فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی کی کمانڈ میں حمیتِ اسلامی سے سرشار اور جان نثار مجاہدین کو اس آخری حساس نازک اور فیصلہ کن مرحلہ میں بھی روسی سامراجیت کے مقابلہ میں سرفروشی، قربانی، عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہادت کی سعادت سے سرفراز ہونا پڑا۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق دارالعلوم کے بعض قدیم فضلاء، مختلف درجات کے طلبہ اور مختلف اوقات میں اس مادرِ علمی کے سایۂ عاطفت میں رہنے والے روحانی ابناء کی بھی ایک جماعت نے محاذِ جنگ اور کارزارِ حق و باطل کی فرسٹ لائن اور ہراول دستہ بن کر شہادت کی منزل حاصل کرتے ہوئے جہاد و عزیمت کی تاریخ میں مزید ایک شاندار باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۵)

دفاعِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

پیش لفظ : جناب مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ "الحق"

تألیف : مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب
استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ

جس میں آپ کی سیرت، سوانح، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ، فضائل و فواضل، روایت حدیث میں مقام و مرتبہ، صفات و کمالات، علمی و تحقیقی کارنامے، اسناد و فقاہت، احیاء دین اور اشاعت کا و محنت کا جذبہ، ابوہریرہؓ کی فقاہت اور کثرت روایات پر روافض و منکرین حدیث اور مستشرقین کے تیشہ اعتراضات کا تجزیہ، علمی و تحقیقی جوابات کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (پاکستان)

نفاذِ اسلام کی جانب پیش قدمی

'پاکستان میں انوسٹمنٹ بینکنگ کا رہنما ادارہ'

آئی سی پی ملکی معیشت کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کے سلسلے میں درج ذیل پرخلوص اقدامات پر خوشی محسوس کرتا ہے۔

- صنعتی ضروریات کے لئے سرمایہ اب بلاسودی "میعادی شراکتی سرٹیفکیٹس" کے تحت فراہم کیا جاتا ہے۔
- "انوسٹرز اسکیم" کے تحت نفع نقصان کی بنیاد پر شراکتی کھاتے کھولنے کی سہولت۔
- میوچل فنڈز اور اسٹیٹ انٹرپرائز میوچل فنڈ سیریز "اے" کی سود سے پاک نفع بخش سرمایہ کاری میں تبدیلی۔

انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان

منافع بخش سرمایہ کاری کا وسیع تجربہ

کراچی • لاہور • راولپنڈی • کوئٹہ
پشاور • فیصل آباد • ملتان • حیدرآباد • اسلام آباد

-84- R I.C.P. PID · Islamabad

PARAGON

حافظ محمد ابراہیم فانیؔ

خُلدِ بریں کا مُسافر

مولانا شیرا جان شہید کی یاد میں چند آنسو !!

کچھ دن پہلے ہمارے ساتھی اور دارالعلوم حقانیہ کے ہونہار اور قابل فخر فرزند حضرت مولانا شیرا جان شہید کی شہادت کی خبر قلب ودماغ پر برقِ خاطف بن کر گری۔ کیونکہ شہید موصوف یہاں دارالعلوم حقانیہ میں گو ہم سے بہت بعد میں آئے تھے۔ لیکن اپنی خوش اخلاقی اور خندہ روئی سے بہت جلد مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے پرانے طلباء اور دوسرے اساتذہ کے ساتھ گھل مل گئے۔ جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی، تو دماغ کے پردہ پر ان کی تمام یادوں نے انگڑائی لی۔ چشم تصور میں ان کا سراپا سامنے آیا۔ وہ حسین اور شباب سے بھرپور چہرہ۔ وہ شوخ اور طرار نظریں۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کا حسین امتزاج۔ محنتی اور اساتذہ کرام کا تابع فرمان ومطیع۔ کیا کیا اوصاف تھے۔ لیکن ان تمام خصوصیات کے باوصف جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت ان کے ہر بن مو سے یہ ولولہ ٹپکتا تھا۔ اور اسی جذبے کے تحت انہوں نے جب دورۂ موقوف علیہ پڑھا۔ تو فوراً وطن روانہ ہوئے۔ اور وہاں سرخ سامراج کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے۔ اور جاتے ہی وہاں لیلائے شہادت نے ان کے لئے آغوش محبت وا کیا۔ اور یوں چمنستانِ اسلام کی آبیاری کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرکے اپنی جوانی نثار کردی۔

پھر ایک رسالہ میں ان کی تصویر دیکھی۔ دیر تک اسی تصویر میں گم رہا۔ اور

؎ کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی گمان تک نہ ہوا وہ بچھڑنے والا ہے

اسی تصویر سے متاثر ہوکر بندہ نے اپنے عزیز شہید ساتھی کو اپنے حقیر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

؎ نذر اشک بے قرار از من پذیر گریۂ بے اختیار از من پذیر

امید ہے اہل درد اور صاحبانِ دل حضرات اس سے محظوظ ہوں گے۔

یہ پرجلال آنکھیں یہ پرشکوہ چہرہ
عزم جواں کا پیکر، غیور، ضمیر والا۔
خاموش وساکت۔
جیسا کہ ایک مضبوط چٹان۔
ایک کوہِ پرشکوہ۔
ایک مورتِ بے زباں
لیکن اے
اے جلیس انیس۔
اے صدیق شفیق
اے ہم نفس دیرینہ
تجھ کو خبر نہیں ہے کہ اس فرد کا سینہ۔
مرقد ہے حسرتوں کا امیدوں کا دفینہ۔
بازی لگائی جان کی ناموس قرآں پر۔
نازاں ہے جس پہ حضرت والائے مدینہ۔
ہاں! مولائے مدینہ۔
آقائے مدینہ۔

یہ بھی ایک عاشق ہے۔
لیکن عارض ورخسار کا نہیں۔
یہ بھی ایک طالب ہے۔
مگر کاکل وزلفِ گرہ دار کا نہیں۔
یہ بھی ایک مجنونِ شیدا ہے۔
یہ بھی ایک فرہاد کوہکن ہے۔
لیکن۔
نے عاشقِ لیلے ہے نہ شیریں کا طلب گار۔
اس فرد کا اندازِ جنوں اور ہی کچھ ہے۔
تو پھر یہ کون ہے۔
وجیہ سراپا۔
اس کی جبین شکن آلود بھی ہے اور پربہار بھی۔
پرسکون بھی ہے اور پروقار بھی۔
یہ فردوس بریں کا راہی
خلد بریں کا مسافر۔
اے شہید تجھ کو اک شاعر ناکارہ کا سلام۔
عظمت کو تیری فانیؔ بے چارہ کا سلام۔

محاذ جنگ اور فضلاء حقانیہ کی سرگرمیوں کی ایک جھلک

مولانا حافظ محمد ابراهیم فانی

تصنیف و تالیف تدریس و افتاء تبلیغ و ارشاد ان تمام میدانوں میں فضلاء مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تو پہلے ہی سے مصروف کار ہیں لیکن اب جب کہ روسی استعمار اور سرخ سامراج نے برادر اسلامی ملک افغانستان کو کشت زار بنایا ہے دین و ملت اور اسلامی تشخص کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اس عظیم مادی طاقت کے خلاف جہاد میں شامل افغانستانی علماء سے اکثر حقانی فضلاء ہیں جنہوں نے پچھلے سالوں میں دارالعلوم میں تعلیم پائی جن میں کچھ تو قیادت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور باقی اکثر ذمہ دار اشخاص ہیں۔

ذیل میں ہم صرف ایک جبہہ (جماعت) کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں جو تقریباً" تمام تر حقانی فضلاء پر مشتمل ہے۔ یہ جبہہ جس کا نام الجبہۃ الناجیہ ہے حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے تحت کام کر رہی ہے اس کی قیادت مولوی سید اختر محمد کے ہاتھ میں ہے اس جبہہ نے جو انقلاب آفرین کارنامے انجام دئے ہیں ان کو آئندہ مورخ زریں حروف سے لکھے گا اس جبہہ کے ہاتھوں روسی افواج اور افغان خلقیوں کو بہت بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

گذشتہ دنوں اس جبہہ میں شامل تقریباً" ساٹھ مجاہدین جن کے پاس معمولی قسم کا اسلحہ تھا قریہ چار باغ جو قندہار شہر سے چار کلو میٹر پر ہے انہوں نے روسی افواج کا ایک بہت بڑا حملہ پسپا کر دیا اس حملے میں روسی افواج کے پینتالیس افراد مارے گئے اور مال غنیمت میں سے مجاہدین کے ہاتھوں چند کلاشنکوف اور بندوقیں آئیں۔ مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد معمولی زخمی ہوا۔

بعد ازاں اس جبہہ کے مرکز قریہ ناگھان پر روسی افواج کے چھ سو آدمیوں جن کے پاس چھ سو ٹینک اور چار جنگی جہاز تھے۔ حملہ کر دیا ان کے مقابلہ میں مجاہدین کی تعداد ایک سو اسی تھی ان کےپاس چار راکٹ انداز اور صرف ایک طیارہ شکن مشین گن تھی صبح سے شام تک جنگ جاری رہی جس میں دو سو روسی مارے گئے اور دو مجاہدین سید محمد ہاشم اور عبدالرحمان نے جام شہادت نوش کیا طیاروں کی متواتر بمباری سے دو مجاہدین کو معمولی چوٹیں آئیں۔

مرکز مجاہدین ناگھان کے قریبی گاؤں خسرو اور نور شاہ میں چودہ افغان خلقی جنہیں یہ لوگ سربازان کہتے ہیں انہیں آزادی ہوتی ہے جس پر ان کا شک گزرے کہ یہ شخص حکومت کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے یہ ان کو مار دیتے ہیں۔ سکونت پذیر تھے وہ لوگ ان سے بہت تکلیف میں مبتلا تھے۔

مجاہدین کے چالیس افراد نے ان پر حملہ کر دیا جنگ شام تک جاری رہی ان میں سے تین سرباز مارے گئے اور کوئی نقصان ان کو نہ پہنچایا جا سکا۔ ان کی امداد کے لیے روسی کمک آگئی مگر مجاہدین ہی کامیاب ہوئے اور روسی فوج کے تین افراد واصل جہنم کر دئے گئے۔

روسی فوج لاؤ لشکر سمیت جس میں تقریباً" آٹھ سو ٹینک ایک ہزار توپ و تفنگ سے لیس معہ آٹھ جنگی جہاز کے محادین پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے مقابلہ سو پچاس روسی ہلاک ہوئے نو ٹینک بارود سے بھرے ہوئے بوتکوں سے اڑا دئے گئے اور تیرہ گاڑیاں جلا دی گئیں۔ مجاہدین میں سے چار افراد نے جام شہادت نوش کیا اور چھ افراد شدید بمباری سے زخمی ہوئے۔ مجاہدین کو کافی اسلحہ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔

پچیس مجاہدین نے ایک راکٹ انداز سمیت اور کچھ معمولی اسلحہ کے ساتھ روسی فوج کے ایک دستہ پر حملہ کر دیا یہ واقعہ قندہار سے تین کلو میٹر کے فاصلہ پر پیش آیا۔ روسیوں کو بہت بھاری مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ پچاس مجاہدین نے تیرہ سربازوں پر حملہ کر دیا جو ایک قلعہ میں محصور تھے۔ شام سے صبح تک لڑائی جاری رہی مجاہدین نے قلعہ فتح کر لیا اور تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت سا مال غنیمت جس میں کلاشنکوفیں، مشین گنیں اور بندوقیں تھیں جو مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد معمولی زخمی ہوا۔

دو ہزار روسیوں نے بارہ سو ٹینک اور [illegible] جنگی جہازوں سمیت مجاہدین کے مرکز کو محاصرہ میں لے لیا دس دن میں مجاہدین کا صفایا کرنے کی غرض سے آئے تھے مجاہدین نے تین دن تک مقابلہ کیا۔ چوتھے روز اپنا مرکز چھوڑ دیا کیونکہ اسلحہ ختم ہو چکا تھا اس جنگ میں روسیوں کے چودہ ٹینک تباہ ہوئے اور چھ سو روسی مارے گئے۔ مال غنیمت میں سے ایک مشین گن مجاہدین نے حاصل کی اس شدید سہ روزہ لڑائی میں مجاہدین کے دس افراد شہید اور دس زخمی ہوئے۔

قندہار کے قریب موضع کرز کی میں جبہہ ناجیہ کے پچیس افراد اقامت پذیر تھے اور ان کے ساتھ دوسری جبہہ جس کی قیادت ہمارے مولانا حافظ عبدالکریم حقانی (شہید) کر رہے تھے کے ستر افراد بھی مل گئے مقابلہ میں روسیوں کی چار سو افراد پر مشتمل فوج اور چھ سو ٹینک تھے۔ تین گھنٹوں کی مسلسل جنگ کے بعد ایک سو روسی مارے گئے۔ اور پانچ مجاہدین زخمی ہوئے دوسرے دن پھر روسیوں نے حملہ کیا نتیجہ میں ۲۵ روسی کیفر کردار کو پہنچے اور پانچ مجاہدین شہید اور نو زخمی ہوئے۔

چالیس افراد پر مشتمل مجاہدین نے روسی کارواں جو اسلحہ اور رسد لے جا رہا تھا پر حملہ کر دیا تقریباً" دو گھنٹے تک جنگ جاری رہی۔ اس دوران روسیوں کے تین ٹینک اور اسلحہ سے بھری ہوئی چار گاڑیاں جلا دی گئیں۔ پچیس روسی ہلاک ہوئے اور مجاہدین میں سے صرف ایک مجاہد عبدالباری جان نے جام شہادت نوش کیا۔

مجاہدین کے ایک سو ساٹھ افراد نے تین سو سربازوں پر حملہ کر دیا اولسوالی (تحصیل) ارغنداب میں یہ " سرباز " رہائش پذیر تھے چار گھنٹے تک یہ جنگ جاری رہی ۳۵ روسی ہلاک ہوئے اور صرف ایک مجاہد زخمی ہوا۔ اسی طرح قندہار سے چھ کلو میٹر پر صرف پچیس مجاہدین نے روس کے ایک بہت بڑے دستہ کی ساتھ تین گھنٹے تک لڑائی جاری رہی۔ روسی فوج کی تعداد معلوم نہ ہو

اس جنگ میں تین مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا ۔ روسیوں کی اموات کی تعداد معلوم نہ ہو سکی ۔

احقر امیر عمومی پکتیا مولوی ارسلا خان رحمانی و مولوی خلیل اللہ صاحب مورخہ ۸۱،۸،۱۶ میران شاہ سے وانا وزیرستان کے راستہ پر ارگون کی علاقہ میں داخل ہوئے وہاں سب سے پہلے لانجی خیل گاؤں علاقہ سروبی کو دیکھا کہ ہائی سکول ویران پڑا ہے اور انقلاب میں مجاہدین نے اسے تباہ کر دیا تھا اس کے مغربی حصہ میں پہاڑ کے دامن میں مجاہد فی سبیل اللہ فیض محمد مامور صاحب کے جوار میں ایک بڑا قلعہ دیکھا جس کو افغان مسلم علاقہ داری کہتے ہیں وہاں پہلے تین سو سے زائد دشمنی کی فوج مقیم تھی ۔ اسے مجاہدین نے مسمار کر کے سارا سامان مال غنیمت میں شامل کر لیا ۔ ہم نے اس علاقے سروبی اور انگوراڈہ میں تین دن قیام کیا ہمارے امیر عمومی صاحب کے پاس درحقیقت مجاہدین کی طرف سے صوبہ پکتیا کے گورنر ہیں ۔ چاروں طرف سے لوگ جوق درجوق ملنے آگئے اور مناسب ہدایات و فرامین حاصل کرتے رہے ایک مسئلہ ان کے سامنے یہ آیا کہ حزب اسلامی کی انجینئر گروپ سے تعلق رکھنے والے خالد نامی شخص نے آگے چار مران سے ملحق علاقہ میں مجاہدین کے راستہ میں پھاٹک لگایا ہے جس سے علاقہ کے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے ۔

امیر صاحب نے واقعات پر مبنی رپورٹ طلب کی معلوم ہوا کہ بعض لوگ کارمل حکومت سے سازوسامان لا کر مجاہدین میں مسلمانوں کے نام پر انتشار پیدا کرتے ہیں تو ہمارے امیر نے حکم دیا کہ آفندی گروپ کے ملک آغا محمد صاحب کا پھاٹک منسوخ ہو گا جو کہ سوپہ دار ناری پر ہے ملک صاحب نے اس حکم کی تعمیل پر پھاٹک کو مجاہدین کی سڑک سے ہٹا دیا ۔ دیگر پھاٹکوں کے بارہ میں ایک کمیٹی پانچ افراد پر مشتمل بنائی گئی ۔ اور یہ کہ وہ کمیٹی علاقہ کے موجود مسلمانوں کی ضروریات زندگی اور دیگر مسائل کی مفصل رپورٹ تیار کریں تاکہ رسد وغیرہ کے سلسلہ میں بددیانتی کرنے والوں کا بھی انسداد ہو سکے اور لوگوں کو تکلیف بھی نہ ہو ۔

محاذ جنگ میں انتظامی امور کے سلسلے میں یہ کاروائی کر کے ہم امیر عمومی کے مرکز محاذ ۸۱،۸،۲۱ کو روانہ ہوئے تو حکومت کی سڑکیں تباہ ہو گی تھیں قلعہ ارگون میں دشمن کی پانچ ہزار فوج پناہ لئے ہوئے تھی جسے امداد نہیں پہنچ سکتی تھی ۔ ہیلی کاپڑوں کے ذریعہ قلعہ میں سامان گرایا جاتا تھا مجاہدین مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر جہاز کے اترتے ہی اس پر حملہ کی تاک میں ہوتے ہیں ۔

اس وسیع علاقے پر اور سڑکوں پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے یہ سڑک انگوراڈہ سے ماذائی وزیر پاسانی قوم خروٹی شاہ توری تک جاتا ہے دوسرا سڑک جنوب کی طرف میدانک و چاربران و قمرالدین اور مغربی کی طرف کٹواز وغزنی و وردگ ولوگر میدان و گردونواح کابل وغیرہ تک پہنچتا ہے ۔ شمالاً سڑک تاردا چنہ شمل حہ رانخ و زنریوک و شمای کوٹ و زرمل سے ہوتا ہوا کٹواز کی طرف مڑ جاتا ہے ۔ اور غزنی سے جا ملتا ہے ۔

تو ان تمام اطراف اور گذر گاہوں پر مجاہدین کا کنٹرول تھا لوگ آرام سے اپنے کاموں میں مشغول تھے ۔ ان کے انتقامی اور باہمی معاملات لڑائی جھگڑوں کے فیصلے مجاہدین کے سنٹروں میں ہوتے جس سے افغان بہت مطمئن ہیں ہر سنٹر پر قاضی اور اس کا عملہ مصروف کار تھا مقدمات فقہ حنفی سے فیصلے ہوتے تھے جماعت انمیت (امن قائم کرنے والی پولیس) کے مجاہدین لمبے لمبے بال چھوڑے ہوئے دیہات اور صحراؤں میں گشت پر ہوتے ہیں ۔

پھر ہم بس میں سوار ہو کر گاؤں لانجی خیل سے روانہ ہوئے ہمراہ ہر دو امیران نماز عصر سے قبل موضع میدانک پہنچے وہاں اعلیٰ طریقے سے انہیں سرکاری سلامی دی گئی پہاڑا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹے ۔ پانچ دن ہم نے وہاں قیام کیا امیر جہاد کی آمد سن کر جنوب کی طرف سے اسلمان خیل فلحی و خروٹی قوموں نے آنا شروع کیا صبح ٦ بجے سے رات ایک بجے تک ملاقاتوں اور مسائل کے حل اور نظم و انصرام کا سلسلہ چلتا رہا ۔ شہداء کی تعزیت ہوئی مجاہدین کے جنگی منصوبے بنتے اور احکامات صادر ہوئے جو ڈیوٹی جس کی لگا دی گئی وہ بڑی خوشی سے اس پر لگ جاتا اور یہ سب کام بغیر تنخواہ کے ہو رہا تھا ۔

ایک دن قتل کا ایک کیس پیش ہوا ایک صاحب نے اپنا عریضہ پیش کرتے ہوئے واقعات سنائے اور کہا کہ میں سرخ کوٹ کا باشندہ ہوں میرا بھائی ملک غفار شہید تمہارے معاون امیر کے ساتھ شہید ہو گیا ہے اسی شہید بھائی کا بیٹا پڑی سے آیا تھا کہ میرے ایک چچا زاد بھائی نے اسے ناجائز قتل کیا اور بدبخت نے اپنے گھر جا کر فوراً اپنی بیوی کو بھی قتل کر دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اس شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھنے کے جرم میں قتل کیا ہے ۔

اس نے کہا کہ اگر قتل سچا ہے تو گویا مقتول حد زنا میں قتل ہوا ہے اور اگر مقتول بے گناہ ہے تو حکم شرعی نافذ ہو جائے میت ابھی تک دفن نہیں کیا گیا ۔

امیر صاحب اس کیس کو سن کر افسردہ ہوئے اور مولانا عبدالباقی فاضل دارالعلوم حقانیہ کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا اور چودہ افراد جماعت انمیت (امن پولیس) بھی ساتھ کر دئے کہ موقع پر جا کر تحقیقات کریں اور پہلے مرحلہ میں جلدی ہو کہ اگر مقتول بے گناہ ہے تو مرد اور عورت دونوں کو شہیدوں کی طرح بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے اور احکام شہداء کے مطابق تجہیز و تکفین ہو سکے اس کے بعد مکمل تحقیقاتی رپورٹ مرتب کی جائے کہ مجرم کو قرار واقعی سزا دی جا سکے ۔ قاضی صاحب کو اختیارات دے کر ہم کٹواز روانہ ہوئے ہمارے شمال میں سراؤ زہ وغیرہ سے لوگ جوق درجوق آ کر ہدایات حاصل کرتے رہے تھے یہ لوگ معاشی طور پر آسودہ حال لگ رہے تھے گندم کا فصل کٹ چکا تھا ۔ مکئی پک چکی تھی اور مجاہد ین کے مرکزوں کو عشر دیا جاتا تھا اور صدقات بھی جمع ہو رہے تھے یہاں مسلح مجاہدین کا ایک اجتماع بھی ہوا اور امیر صاحب مولانا ارسلا خان سے خطاب کرنے کی درخواست کی گئی ۔

امیر صاحب نے کہا کہ ہمارے کانوں میں کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف سے افغانستان کے مسئلے کے سیاسی حل (مثلاً ظاہر شاہ کی واپسی او روس سے مفاہمت وغیرہ " کی آوازیں آتی رہتی ہیں ۔ کیا تم مجاہدین سیاسی حل پر راضی ہو گئے ۔ کیا تم جنگ سے تھک گئے ہو تو سب مجمع نے نعرہ تکبیر کی گونج میں حلفاً اس عہد کو دہرایا کہ اب ہمارے اور روس کے درمیان فیصلہ صرف تلوار اور لڑائی سے ہو گا یا تو ہم نیست و نابود ہو جائیں گے یا روسیوں کو ذلت آمیز شکست دے کر اس پاک ملک سے نکال دیں گے جس نے ہمارے بڑے بوڑھوں عورتوں اور معصوم بچوں کو بمباری سے ہلاک و برباد کیا اور بے شمار لوگوں کو زندگی درگور کیا اب بھی ہم سیاسی حل پر راضی ہوں گے اور کہا کہ ہم اپنے امراء کو حلف دیتے ہیں کہ ساری دنیا بھی سیاسی حل پر متفق اور راضی ہو جائے مگر ہمارہ فیصلہ صرف تلوار ہے ۔ اگر پشاور میں یا کسی سلامتی کونسل میں یہ سودا بازی کی گئی تو ہم برسراقتدار آنے والے کے ساتھ جہاد کریں گے ۔ مذہب کے مٹانے خلقیوں اور پرچمیوں کے مظالم کے قبضہ اب سیاسی حل سے نہیں ہو گا اس کا بدلہ اور عوض ہو گا اور اب ہمارے عوض سوویت یونین کی مسلم ریستوں کی بازیابی اور آزاد کرانا ہو گا پھر بغیر کسی شرط کے روسی افواج کی

واپسی ہو گی تیسری شرط یہ کہ واپسی کے بعد کارمل افواج خلقیوں اور مجاہدین کو آزاد چھوڑا جائے گا کہ وہ جیسے چاہیں ان سے نپٹ لیں انہیں تحفظ نہیں دی جائے گی اور اس کے علاوہ اقوام متحدہ کی افواج روسی سرحدات پر تعینات رہے گی ان مجاہدین اور کارملی افواج میں جو غالب آگیا فیصلہ اس کے حق میں کر دیا جائے ایسے جذباتی اور ایمان افروز یک زبان باتوں پر امیر عموی نے چھاپہ ماروں سے بعیت کیا ۔

ظاہر شاہ معزول کی واپسی پر کیا تم راضی ہو ؟ اس سوال کے جواب میں انکار کی آوازیں بلند ہوئیں کہ بڑی مجرم کی سزا قتل قتل قتل ہے ۔ وہ مال و دولت افغانستان سے لوٹ کر لے گیا ہے اس دولت کی واپسی ہو گی اور کابل کی پل خشتی کی مسجد میں اس پر اور اس کی اہل و عیال پر مقدمہ چلا جائے گا اس کی زمانے میں ہم لوگ مطالبہ کرتے رہے کہ ترکی اور کارمل قسم کے لوگوں اور ان کی پارٹیوں کو ختم کر دو ان سے آپ کو او ر ہمارے دین کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے یہ خلقی کابل شہر میں خدا مردہ باد (العیاذ باللہ) قسم کے نعرے لگاتے رہے مگر ظاہر شاہ اندھا اور بہرہ بنا رہا اور الٹا اسلامی درد سے سرشار لوگوں قتل و بند کا شکار بناتا رہا آج یہ ساری لعنت اس کی پیدا کردہ ہے اب جو بھی افغانستان میں اس کا حامی بنے گا اس کے ساتھ روسیوں جیسا معاملہ کیا جائے گا کیا مجاہدین افغانستان کے اسلامی ریاست قائم کرنے کے تمام قربانیوں کا سارا میدان ظاہر شاہ کے حوالے کر دیا جائے جو قاتل اسلامی ہے اب ہمارے ہدف آزادی اور صرف اسلام ہی اسلام ہے جوان مقاصد میں ہمارے ساتھ ہو وہ افغانستان میں زندہ رہ سکتا ہے ورنہ روسیوں اور نعرہ ساز مسلمانوں کا مقبرہ اسی پندرھویں صدی ہجری مین انشاء اللہ افغانستان میں بنے گا جسے ہم نے عملاً ثابت کر دکھایا ہے او سورج کی طرح یہ حقیقت دنیا پر انشاء اللہ عیاں کر دیں گے اب مسلمانوں نے اس گئے گذرے دور میں جہاد کے لئے تلوار نیام سے نکال دی ہے جس طرح قیصرو کسری کا زوال اسلام کے صدی اول میں ہوا اس صدی ہجری میں عصر حاضر کا قیصرو کسری مسلمانوں کے ہاتھ انشاء اللہ مٹا دیا جائے گا ۔

ہمارا اس پر یقین ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا یہ اس عظیم جلسہ کے مقررین و حاضرین کے متفقہ احساسات اور دلوں کی آواز تھی ان لوگوں نے امیر صاحب سے اپیل کی کہ ان احساسات کو ساری دنیا اور افغانستان کے تمام لیڈروں تک خون میں لت پت شہداء اور زخمیوں کی طرف سے پہنچا دیا جائے ۔

ہمارا ناصر صرف خدائے پاک ہے ہم افغانستان میں فقط اسلامی حکومت تسلیم کریں گے جو فاتحین کے ہاتھ میں ہو نہ کوئی ملی حکومت مانتے ہیں نہ ہی سیاسی قسم کی ۔

آگے چل کر ہم ملا فرید صاحب کے محاذ میں پہنچ گئے ۔ تو وہاں بھی بہت اعلیٰ سلامی دی گئی ۔ وہاں ہم نے قیام کیا شرنی خیل ' سینہ خواکہ کٹواز شلگہ غزنی سے مجاہدین اور امن و امان قائم کرنے والے لوگوں کا تانتا لگا رہا وہ آ کر پہلے تو مشین گنوں ' بندوقوں کے فائرنگ سے اپنے امیر کا خیر مقدم کرتے اور پھر اپنے معروضات پیش کرتے ۔ اس سارے علاقے میں ہمیں دشمن کے ہوائی حملہ کا خطرہ تک محسوس نہ ہوتا نہ اس کی کسی طاقت کا مظاہرہ اس جگہ ہم نے دیکھا حالانکہ ایک دلیر چھاپہ مار امیر عموی اس کی سرزمین پر پھر رہا تھا یہاں علاقہ کے مسائل کے لئے ایک بااختیار کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ہوا جس میں ہر پارٹی اور حزب سے ایک ایک دانشور مجاہد شریک ہو گا جو عملی جہاد اور تجربات جیسی صفتوں کا حامل ہو اس پر سارے صوبہ پکتیا کے لوگ خوش ہوئے کیونکہ سابقہ حکومت ختم تھی اور نظم و ضبط کے لئے ایسی کاروائی ضروری تھی

پھر ہم نے کٹواز اور شلگر غزنی کا تفصیلی دورہ کیا واپسی پر ہم نے مرکزی مرکز مجاہدین پکتیا میدانک میں مجاہدین کا ارگون پر حملہ کرنے کی ترتیب کو آنکھوں سے دیکھا توپوں کی تیاری اور انہیں پہاڑ پہنچانا سخت کام تھا واپسی میں ہم خلقیوں کے ایک سرغنہ ایجنٹ تگاڑ کے گاؤں آئے جسے مجاہدین نے تہس نہس کر دیا تھا اس نے ہیلی کاپٹر کے لیے ہوائی میدان بنا رکھا تھا یہاں دشمن کے جہاز اسلحہ بھر بھر کر لاتے اور یہ اسلحہ وزیرستان میں اپنے ایجنٹوں میں تقسیم کرایا جاتا ایک ایک آدمی کو ایک روسی بندوق اور چھ سو کارتوس اور تین ہزار افغانی روپیہ تنخواہ دیتے اس سے افغانستانی مجاہدین کو ہر وقت خطرات لاحق رہتے انہیں راہوں پر مجاہدین کی ساری رسد اور آمدورفت جاری تھی اللہ تعالیٰ نے مجاہد اعظم مولانامولا جان حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک وزیرستانی کو توفیق دی جس نے اپنی جماعت علماء و طلباء کے ساتھ اسی گاؤں پر حملہ کردیا اور راکٹوں سے اسے جلا دیا (جس کی تفصیل الحق میں آچکی ہے) پشتونستان کے نام پر دشمن کے اس قائم کردہ محاذ کے بارہ سو افراد کو مار بھگایا اورسارا اسلحہ و کارتوس مجاہدین کے ہاتھ آیا اس سارے ویران شدہ گاؤں کے معائنہ کیا ۔

ایک شہید طالب علم کی زندہ کرامت

میرے محترم واجب القدر استاد ایک عجیب واقعہ پر خط ختم کرتا ہوں اس واقعہ کے کچھ حصے میں نے بچشم خود دیکھے کچھ دوسروں سے متواتر سنے جن میں مرد اور عوت بے شمار افراد شامل ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب علم مولوی محمد شریف شہید زرمل کے باشندہ تھے اپنے والد نے بطیب خاطر اسے لڑائی میں شرکت کی اجازت نہ دی یہ مصر تھے مگر والد اجازت نہیں دے رہے تھے بالآخر بلا اجازت والد موضع شاہ توری علاقہ ارگون آ پہنچے او معاون عبدالحمید صاحب حرکت انقلاب اسلامی کے زیر کمان ایک دوست کے ہمراہ ارگون کے جہاد میں شریک ہوئے لڑائی نے شدت اختیار کی تو چاروں طرف سے مسلمان ارسلا خان امیر صاحب کے اس معاون کی امداد کے لئے آ پہنچے ۔ یہ سعید طالب بڑی بے جگری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے مگر بالآخر کلاشنکوف کی گولیاں دل پر لگیں اور شہید ہو گئے ۔

برف باری کا آخری موسم تھا یہ شہید ہو کر اپنے مورچے میں دو دن تک پڑے رہے تیسرے دن لاش مبارک مرکز لے جائی گئی ۔ او ر وہاں دفن کیے گئے ان کا دوسرا مجاہد دوست زرمل چلا گیا اور والدین کو اطلاع دی سات دن بعد مرکزی میدانک کو واپس آیا او امیر مجاہدین حرکت سے عرض کیا کہ شہید طالب علمکا بوڑھا والد گاؤں سراوزہ آیا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ میرے شہید طالب علم بیٹے کو نکال کر واپس لے جائے بڑی روو قدح کے بعد آخر فیصلہ لاش نکال کر بھیج دینے کا ہوا جب قبر کھولا گیا تو یہ شہید بہت خوبصورت اور تروتازہ تھا اور زخمی ہاتھ دل پر پڑا ہوا تھا معاون عبدالحمید صاحب نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس کا ہاتھ سات دفعہ سے زیادہ دل سے ہٹا کر سیدھا کیا مگر چشم زدن میں وہ دوبارہ ہاتھ دل پر رکھ دیتا ہم نے ایسے ہی رہنے دیا ۔ اور مجاہدین کے ساتھ باپ کے ساتھ لاش بھیج دی ۔ لاش گاؤں پہنچی بوڑھا باپ لاش کے سرہانے کھڑا ہوا او سب گاؤں والے شہید کو دیکھ کر رو رہے تھے ۔ کہ اچانک شہید کے غمزادہ باپ نے چیخ کر بیٹے کو مخاطب کیا کہ :

اے میرے لخت جگر کہ اگر تم حق کے لئے اچھے عقیدے کے ساتھ شہید ہو چکے ہو اور تم سے خدا راضی ہوا ہو تو اب مرنے کے بعد مجھ سے مصافحہ کرو گے اور میں اپنا حق بخش دوں گا ورنہ میں اپنا حق نہیں بخشتا نہ بلا اجازت

جانے کو معاوف کروں گا کہ بوڑے باپ کے بغیر خراب عقیدوں کے لئے جنگ میں کیوں شریک ہوئے ۔

مجاہدین او سینکڑوں لوگو اردگر جمع دیکھ رہے تھے کہ باپ کے جملوں کے ختم ہونے کے ساتھ شہید نے اپنا ہاتھ زخمی دل سے اٹھایا اور اپنے باپ کے ساتھ مصافحہ کی غرض سے بڑھا کر ملا دیا اور اسے مضبوطی سے تھام لیا پھر ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ اپنے دل پر رکھ دیا باپ نے اس کے بعد آواز بلند اپنا حق بخش دیا ۔

یہ واقعہ علاقہ کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی بوڑے بچے بیان کر رہے ہیں او بیس ہزار کی آبادی اس پر گواہ تھی اس کا دوبارہ کھولا گیا قبر بھی میں نے جا کر دیکھا ہم نے فاتحہ بھی پڑھا او اس کھولے گئے قبر کو مجاہدین آکر دیکھتے اور مزید جذبہ ایمانی کے ساتھ خداوند متعال کی خوشیاں حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں ۔

محترم یہ واقعہ تھا جسے کچھ سنا کچھ دیکھا رپورٹ ارسال خدمت ہے حزب اسلامی خالص گروپ او ر حرکت انقلاب اسلامی کو آپ کے پیغام پہنچے ہیں اور رپورتیں بھیجی جائیں گی ۔

مولوی نیک بہادر خان صاحب حقانی نے مرکز مجاہدین ناری سے رپورٹ بھیجی ہے کہ مرکز ناری خوست کے امیر روشن نے مورخہ ۳۰ نومبر ۸۱ کو مجاہدین کی یہ کاروائی بیان کی کہ مولانا محمد دیندار صاحب کے حکم پر مجاہدین کی ایک مسلح جماعت سرحدی قلعہ باڑی پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ کر دی قلعہ کے قریب پہاڑی سلسلہ ہے جس میں ندیوں او بارانی پانی کے ریلے ہیں ان میں حکومت کے متعدد ہیلی کاپٹر کھڑے تھے جب مجاہدین ان کے قریب پہنچے تو نہایت حکمت عملی سے ایک ایک ہیلی کاپٹر کو بم سے اڑاد ایا جس سے زور دار دھاکہ ہوا بلکہ پورا دن اسی طرح دھاکوں میں گذرا ۔

دوسرے دن مجاہدین نے رسد لے جانے والے عسکری دستوں پر حملے کئے جس کے باعث سب کے سب ہلاک ہوگئے اور ساتھ ہی ساتھ سرنگی مورچوں کے تمام فوجی جہنم رسید ہوئی اور بفضل خدا تمام مجاہدین صحیح سلامت اپنے مرکز کو واپس لوٹے ۔

دوسری رپورٹ میں انہوں نے لکھا ہے کہ متعلم نورزالی خان نے بتایا کہ مجاہدین کے مرکز ناری کو تباہ کرنے کے لئے ہیلی کاپٹروں کا ایک جھنڈ فضا میں نمودار ہوا ۔ وہ فضا میں کافی بلندی پر پرواز کر رہے تھے جب وہ مرکز کے قریب پہنچے تو مرکز کا نقشہ لیا ۔

مرکز ناری خوست جنوبی افغانستان صوبہ پکتیا کے دو حصوں پر مشتمل ہے مشرقی حصہ مولانا محمد دیندار صاحب جن کے زیر کمان کثیر تعداد میں مجاہدین کے زیر اہتمام چل رہا ہے اور مغربی مولانا عجب نور صاحب حقانی کے زیر کمان ہے اس حصہ میں بھی مجاہدین بکثرت ہیں مغربی حصہ میں اس روز صرف پانچ افراد تھے متعلم نور زالی خان 'امیر راشن ' صابر جان مہتمم اسلحہ جات ' صوفی صاحب لونگین منتظم دوربین ' مالکی خان ' شاہ وردین اور مشرقی حصہ میں بھی مولوی دیندار صاحب کے ساتھ اتنے ہی افراد تھے دشمن کو موقع ہاتھ آیا اور ہیلی کاپٹروں نے نیچے ہو کر مشین گنوں کے زریعہ فائرنگ شروع کر دی مشرقی حصہ میں مولوی دیندار صاحب کے پاس کارتوس ختم ہوئے اس طرف سے تو دشمن بے خطرہ ہوا مغربی حصہ میں مولی عجب نور صاحب حقانی کی طرف دشمن متوجہ ہوا ۔ منتظم اسلحہ صابر جان نے ان پر ایسی شدید فایئرنگ کی کہ ہم دو افراد گولیاں پہنچا پہنچا کر نڈھال ہو گئے صوفی صاحب دور بین کے ذریعہ دشمن کی نقل و حرکت بھانپ رہے تھے دشمن نے مرعوب ہو کر بے تحاشا گولیاں برسائیں ۔ لہٰذا صابر جان نے امیر راشن کو آواز دی کہ راکٹ جلد پہنچاؤ ایک ہیلی کاپٹر بیٹھنے والا ہے راکٹ پہنچنے سے پیشتر ہی ہیلی کاپٹر فضاء میں دور تک اڑے اور مرکز کی شمالی جانب خوست کے ہوائی اڈہ کی جانب روانہ ہو گئے راستہ تورہ غارہ نامی گاؤں پر بم بار کی ۔

خوست کے ہوائی اڈے کے قریب ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا ۔

اسی طرح صرف چند افراد نے کمیونسٹوں کا یہ حملہ پسپا کر دیا اور مجایدن کا مرکز دشمن کی یلغار سے محفوظ رہا ۔

شوق جہاد اور درس عبرت

افغانستان ایک قدیمی مذہبی ملک ہے جس کے مرد و زن مذہب اسلام سے والہانہ محبت رکھتے ہیں ۔ تاریخ شاہد ہے کہ جتنے غیر اسلامی انقلاب افغانستان پر آئے غیور افغانیوں محمود بت شکن اور احمد شاہ ابدالی کے ہم وطنوں نے انہیں ناکام بنا دیا اور اب افغانستان کی طرف سرخ انقلاب کی پیش قدمی کیونسٹ توسیع پسند کے زوال کا پیش خیمہ ہے کیونکہ روسیوں نے بغیر مزاحمت کے مشرقی و مغربی کے مختلف ممالک پر چند گھنٹوں پر قبضہ کر کر لیا لیکن افغانستان کے غیور و باحمیت قوم نے ان کا ناک میں ایسا دم کیا کہ وہ پسپائی پر مجبور ہو رہا ہے ۔

مجاہدین نے صوبہ غزنی میں شنگر کے علاقے میں مدارس کا جال پھیلایا ہے جس میں بچھوٹے بچوں کو جہاد اور فضیلت جہاد سے روشناس کرایا جا رہاہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک دن امیر مجاہدین ولایت قاری تآج محمد نے ان علاقوں کا دو رہ کیا جب شنگر کے ایک گاؤں میں پہنچے تو لڑکوں اور نابالغ لڑکیوں کا امتحان لیا اسی اثناء میں ایک معصوم پانچ سالہ لڑکی امیر صاحب نے دیکھی جس نے اپنے کندھے پر لاٹھی رکھی تھی جس پر سرخ پٹی تھی امیر صاحب نے بلا کر اس سے پوچھا کہ تم نے کندھے پر کیا اٹھا رکھا ہے اس نے جواب دیا یہ میری بندوق ہے انہوں نے لاٹھی سے مسلح لڑکی سے پوچھا کہ آپ کا مرکز میں کیا عہدہ ہے جو اب دیا کہ میں امیر گروپ ہوں امیر صاحب نے پھر پوچھا تمہارا گروپ کہاں ہے اس نے کہا کہ میرا گروپ فعالیت کرتا ہے گاؤں گاؤں اور محلہ محلہ پھرتا ہے اور جہاں کہیں خلقی پرچمی یا روسی نظر آجائے تو اسے پکڑ کر یہاں لے آتے ہیں اور میں اسے سزائے موت دیتی ہوں ۔

امیر صاحب نے خوش ہو کر اسے انعام سے نوازا ۔

جب کسی قوم کے بچوں میں ایسا سرفروشانہ جذبہ موجود ہو تو انشاء اللہ فتح و نصرت کامیابی و کامرانی ان کا استقبال کرے گی ۔

کمیونسٹوں کی حواس باختگی

مولوی گلا خان صاحب حقانی نے ہمیں یہ مراسلہ بھیجا ہے کہ ہم چند آدمی صوبہ پکتیا کے ایک گاؤں خنڈ خیل بطور معائنہ گئے اسی اثناء میں روسی تیز رفتار طیارے ہوا میں پرواز کرتے آئے اور شدید بمباری کی صرف ایک گھر میں آٹھ عورتیں اور ایک لڑکا شہید ہوا اس بزدلانہ حرکت کا میں چشم دید گواہ ہوں ان کی یہ بمباری تین گھنٹے تک جاری رہی اس طرح صوبہ پکتیاہ کے تحصیل موسی خیل میں مجاہدین کا مرکز ہے پچھلے مہینے روسی او میگ ۱۷ چھ طیارے اس مرکز پر حملہ آور ہوئے انہوں نے غلط نقشہ لیا انہوں نے بھاری بموں اور مشین گنوں سے حملہ کیا مسلمانوں کے کئی گھروں کو نشانہ بنایا یہ بمباری بیس منٹ تک جاری رہی جوابی حملہ میں مجاہدین نے ایک طیارہ مار گرایا باقی فرار ہو گئے ۔

محاصرہ توڑ دیا گیا

گربز کے مجاہدین کا خونی خوڑ میں افغان ملیشیاء کے ساتھ آمنا سامنا ہوا افغان ملیشیا نے مجاہدین کا محاصرہ کر لیا مولوی گلا خان صاحب حقانی کے مطابق صبح ۸ بجے سے ظہر تک مقابلہ جاری رہا شدید مزاحمت کے بعد مجاہدین نے محاصرہ توڑ دیا نتیجہ میں ملیشیا کا ایک کمانڈر ہلاک اور ایک مجاہد نور اللہ شدید زخمی ہوا۔

موصوف کے بیان کے مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ گربز کے مجاہدین نے اس فوجی قوت پر حملہ کیا جو بڑی کے تھانہ کو کمک پہنچ رہے تھے۔ اس فوجی دستہ میں ۴۸ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تھیں مقابلہ دو ٹینک اور دو بکتربند گاڑیاں تباہ کر دی گئیں۔ ۱۰ فوجی اور دو ملیشیا والے ہلاک اور ۲۳ زخمی ہوئے۔

ہم آخر دم تک لڑیں گے

اتحاد طلباء شمالی و جنوبی وزیرستان کے سیکرٹری جنرل بادشاہ گل جان نثار نے اپنے مراسلہ میں یہ رپورٹ بھیجی ہے کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے اور کسی بھی حالت میں اشتراکیت کو تسلیم نہیں کریں گے اور اگر وزیرستان کی سرحد پر کوئی روسی ایجنٹ رونما ہوا تو اس کا حشر بھی ناکرہ اس کا مفصل ذکر الحق میں آ چکا ہے جیسا ہو گا گذشتہ عیدالضحی میں ایک روسی دستہ قلعہ ارگون کو گومل کے راستہ آ رہا تھا تو وزیر خروٹی اور سلمان زئی وغیرہ اقوام کے غیور مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس دستہ پر حملہ کیا مجاہدین نے دشمن کی ۷۰ گاڑیوں اور ٹینکوں کو جلا دیا اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

ادھر اتحاد طلبہ کے سیکرٹری نشریات نے اطلاع دی کہ اتحاد طلبہ تنظیم کے جو طلباء عیدالضحی کے دنوں میں علاقہ خوست گئے تھے وہ بخیریت واپس لوٹے اور بہت سے خلقی فوجیوں اور کیمونسٹوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لائے۔

مختلف صوبہ جات میں مجاہدین کے کارنامے

صوبہ لوگر میں دو بندی کے جبے نے رپورٹ دی ہے کہ ایک فوجی دستہ ۳۲ ٹینک سمیت دو بندی پر حملہ آور ہوا مجاہدین نے راستے میں دستی بم رکھ دئے جس کے باعث وہ پسپا ہو گئے بعد میں طیاروں کے ذریعہ بمباری کی بم باری صبح ۸ بجے سے لے کر ۴ بجے عصر تک جاری رہی مجاہدین نے مقابلے میں ایک گاڑی تباہ کر دی ایک مجاہد شہید اور تین زخمی ہوئے دوسرے دن پھر بمباری کی مجاہدین نے دشمن کی دو گاڑیاں تباہ کر دیں۔

اسی صوبہ کے علاقہ شرافگان مقام محمد اغی کے مجاہدین نے ایک جھڑپ میں دشمن کے ۴ ٹینک اور ۴ باربر دار گاڑیاں تباہ کر دیں اور ایک چیف کو گرفتار کر لیا اس پر شرعی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور اپنے اعمال کی وجہ سے سزا یاب ہوا اس جھڑپ میں محمد اغی کے مجاہدین حاجی محمد ایوب خان گروپ اور داور خان گروپ نے حصہ لیا۔

صوبہ کابل میں حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مجاہدین نے خاک جبار کے علاقہ میں خلقیوں اور کیمونسٹوں پر حملہ کیا۔ نتیجہ میں مجاہدین نے کچھ علاقہ پر قبضہ کر لیا دو کلاشنکوف اور دو صندوق کلاشنکوف کی گولیوں کے مجاہدین کے ہاتھ آئیں علاوہ ازیں ایک جیپ اور بہت سا روسی سامان مجاہدین کے ہاتھ لگا اسی طرح تحصیل چہار آسیاب میں مجاہدین نے ملیشاء پر حملہ کیا جس میں دشمن کے ۲۰ افراد مارے گئے اور بفضل خدا مجاہدین صحیح سلامت واپس لوٹے۔

صوبہ قندوز کے تحصیل امام صاحب میں مجاہدین نے شرکت چین زر پر حملہ کیا گیا رہ افراد کارملی ٹولہ کے مارے گئے۔ اسی تحصیل میں فوجی تلاشی کے لئے پھر رہے تھے کہ مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا ۳۵ کیمونسٹ جہنم رسید ہوئے اور دوسرے دن ۲۰ افراد پرچم پارٹی کے ہلاک اور تین گرفتار ہوئے مجاہدین کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

صوبہ بلخ میں حرکت کے مجاہدین نے ایک سینما گھر تباہ کر دیا اور کیمونسٹوں کے ساتھ دولت آباد کے ایک معرکہ میں چھ افراد ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے دوسرے دن بھی کیمونسٹوں نے شکست فاش کھائی ان کے ایک سو پانچ افراد مارے گئے اور دو سو سے زائد زخمی ہوئے۔

صوبہ تخار میں مجاہدین نے خواجہ غار کے مقام پر دہریوں کے ساتھ زبردست

مراسلہ میں یہ رپورٹ بھیجی ہے کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے اور کسی بھی حالت میں اشتراکیت کو تسلیم نہیں کریں گے اور اگر وزیرستان کی سرحد پر کوئی روسی ایجنٹ رونما ہوا تو اس کا حشر بھی ناکرہ اس کا مفصل ذکر الحق میں آ چکا ہے جیسا ہو گا گذشتہ عیدالضحی میں ایک روسی دستہ قلعہ ارگون کو گومل کے راستہ آ رہا تھا تو وزیر خروٹی اور سلمان زئی وغیرہ اقوام کے غیور مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس دستہ پر حملہ کیا مجاہدین نے دشمن کی ۷۰ گاڑیوں اور ٹینکوں کو جلا دیا اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

ادھر اتحاد طلبہ کے سیکرٹری نشریات نے اطلاع دی کہ اتحاد طلبہ تنظیم کے جو طلباء عیدالضحی کے دنوں میں علاقہ خوست گئے تھے وہ بخیریت واپس لوٹے اور بہت سے خلقی فوجیوں اور کیمونسٹوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لائے۔

مختلف صوبہ جات میں مجاہدین کے کارنامے

صوبہ لوگر میں دو بندی کے جبے نے رپورٹ دی ہے کہ ایک فوجی دستہ ۳۲ ٹینک سمیت دو بندی پر حملہ آور ہوا مجاہدین نے راستے میں دستی بم رکھ دئے جس کے باعث وہ پسپا ہو گئے بعد میں طیاروں کے ذریعہ بمباری کی بم باری صبح ۸ بجے سے لے کر ۴ بجے عصر تک جاری رہی مجاہدین نے مقابلے میں ایک گاڑی تباہ کر دی ایک مجاہد شہید اور تین زخمی ہوئے دوسرے دن پھر بمباری کی مجاہدین نے دشمن کی دو گاڑیاں تباہ کر دیں۔

اسی صوبہ کے علاقہ شرافگان مقام محمد اغی کے مجاہدین نے ایک جھڑپ میں دشمن کے ۴ ٹینک اور ۴ باربر دار گاڑیاں تباہ کر دیں اور ایک چیف کو گرفتار کر لیا اس پر شرعی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور اپنے اعمال کی وجہ سے سزا یاب ہوا اس جھڑپ میں محمد اغی کے مجاہدین حاجی محمد ایوب خان گروپ اور داور خان گروپ نے حصہ لیا۔

صوبہ کابل میں حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مجاہدین نے خاک جبار کے علاقہ میں خلقیوں اور کیمونسٹوں پر حملہ کیا۔ نتیجہ میں مجاہدین نے کچھ علاقہ پر قبضہ کر لیا دو کلاشنکوف اور دو صندوق کلاشنکوف کی گولیوں کے مجاہدین کے ہاتھ آئیں علاوہ ازیں ایک جیپ اور بہت سا روسی سامان مجاہدین کے ہاتھ لگا اسی طرح تحصیل چہار آسیاب میں مجاہدین نے ملیشاء پر حملہ کیا جس میں دشمن کے ۲۰ افراد مارے گئے اور بفضل خدا مجاہدین صحیح سلامت واپس لوٹے۔

صوبہ قندوز کے تحصیل امام صاحب میں مجاہدین نے شرکت چین زر پر حملہ کیا گیا رہ افراد کارملی ٹولہ کے مارے گئے۔ اسی تحصیل میں فوجی تلاشی کے لئے پھر رہے تھے کہ مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا ۳۵ کیمونسٹ جہنم رسید ہوئے اور دوسرے دن ۲ افراد پرچم پارٹی کے ہلاک اور تین گرفتار ہوئے مجاہدین کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

صوبہ بلخ میں حرکت کے مجاہدین نے ایک سینما گھر تباہ کر دیا اور کیمونسٹوں کے

(بقایا ص۶۹۵ پر)

افغانستان میں فضلاء حقانیہ کا کردار دیکھ کر دار العلوم حقانیہ دیکھنے کا شوق پیدا ہوا

ایک برطانوی سکالر مسز آرا شیگ کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی مجلس میں حاضری

برطانوی خاتون جو کہ مغربی جرمنی کی عالمی خبر رساں ایجنسی کی نمائندہ مسز آرا شیگ (ARA SHEEG) ماسکو میں بھی برطانیہ کے سفارتخانہ میں کام کر چکی ہیں اور اس وقت پاکستان ٹوبیکو کمپنی لمیٹڈ (P.T.C) کے علاوہ دنیا بھر میں اس کمپنی کے ساٹھ بڑے کارخانوں کے چیئرمین کی ہمشیرہ ہیں، ۲۴ مئی ۱۹۸۳ء دار العلوم حقانیہ تشریف لائیں اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات کی۔ حضرت الشیخؒ سے ملاقات اور بعض امور پر گفتگو کے لیے کافی دن پہلے انہوں نے وقت مانگا تھا۔ مذکورہ خاتون روس کے اکثر اُن علاقوں اور ریاستوں کا دورہ کر چکی ہیں جہاں روسی استعمار نے بزورِ قبضہ اور اپنے نظریات کو مسلط کرنے کے بعد مسلمانوں کے مذہب، عبادت گاہوں و املاک کو تاراج و نیست و نابود کرنے کی بہیمانہ کوشش کی۔ چونکہ ان کی گفتگو کے بعض حصوں سے جہادِ افغانستان، دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے قارئین کی دلچسپی و معلومات کے لیے پیشِ خدمت ہے۔ حضرت الشیخؒ اور برطانوی خاتون کے درمیان ترجمانی کے فرائض پی ٹی سی اکوڑہ خٹک کے جنرل مینیجر جناب جیلانی صاحب نے ادا کیے۔

> میں نے سمرقند و بخارا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں لوگوں سے دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا بارہا ذکر سُنا، یہاں کے علماء افغانستان میں روسی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا اپنا ذاتی تجسس اور اشتیاق دار العلوم حقانیہ میں لایا، اور اس طرح میری دیرینہ خواہش اور تمنا پوری ہو گئی ــ

برطانوی خاتون نے روس کے علاقوں سمرقند و بخارا، ترکستان اور افغانستان میں مسلمانوں و مجاہدین کے روسی فوج، توپ و تفنگ، ٹینکوں، بمبار طیاروں سے معرکۃ الآراء ہونے کے مشاہدات سنائے تو حضرت الشیخؒ نے فرمایا کہ واقعۃً بعض یورپی خواتین بڑی دلیر اور بہادر ہوتی ہیں کہ عین محاذِ جنگ میں بموں اور گولوں کی گھن گرج میں جا کر حالاتِ جنگ معلوم کر لیتی ہیں اور مظلوم پر ظلم کے جو پہاڑ ڈھائے جاتے ہیں اس سے اقوامِ عالم کو آگاہ کر کے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیتی ہیں۔

برطانوی خاتون کے اس سوال پر کہ کیا دار العلوم حقانیہ میں سمرقند، بخارا، ترکستان اور کابل و قندھار کے طلباء بھی پڑھ رہے ہیں، ان علاقوں کے رہنے والے طلباء کو بلا کر ان سے ملاقات کرائی گئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے بیحد دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے ان طلباء سے یہاں آمد کا مقصد، تعلیم و تربیت، فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں کو واپسی، مستقبل کے ارادوں اور پروگرام اور اس نوعیت کے دیگر اہم سوالات کیے۔

حضرت الشیخؒ اِس وقت جہادِ افغانستان میں دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت میدانِ جہاد میں قیادت و امارت کا کردار ادا کر رہی ہے اور ہر محاذ پر لڑنے والوں میں پیش پیش ہیں۔

برطانوی خاتون برطانوی خاتون نے حضرتؒ کے اس ارشاد کی بڑی مسرت اور فراخدلی سے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ جب میں روس میں برطانوی سفارتخانہ میں کام کرتی تھی۔ میں نے وہاں سمرقند و بخارا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں لوگوں سے ملاقاتوں کے دوران دار العلوم حقانیہ اور اس خطہ کے علماء و فضلاء بالخصوص آپ (مولانا عبدالحقؒ) کا بارہا ذکر سُنا، اس طرح میں جہادِ افغانستان میں یہاں کے پڑھے ہوئے علماء کی حیرت انگیز قائدانہ صلاحیتوں سے بھی اپنے ذاتی تجسس کی بناء پر خوب واقف ہو گئی اور اسی وجہ سے میرا یہ خیال تھا کہ دار العلوم حقانیہ جو کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مرکز ہے جس کے تعلیمیافتہ افغانستان میں روسی فوجوں سے ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں، اور اسی وجہ سے کافی عرصہ سے میرے دل میں دار العلوم حقانیہ، آپ سے اور یہاں کے رہنے والوں کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا اور اس تمنا کی وجہ سے مضطرب رہتی۔ آج آپکی ملاقات سے یہ دیرینہ خواہش اور تمنا پوری ہو گئی۔

برطانوی خاتون نے مزید بتایا کہ میں نے بہت قریب سے بعض روسی مسلم علاقوں کو دیکھا ہے، چونکہ روس کا تسلط وہاں زیادہ تر مسلم علاقوں پر ہے، اور اب کافی عرصہ سے قدرت کا کچھ ایسا مظاہرہ ہو رہا ہے کہ ان

علاقوں میں اگر روسیوں کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسلمانوں کے تین، چار۔ تو گویا اس تناسب سے مسلم آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے، روسی نژاد وہاں کے مسلمانوں سے تنگ آرہے ہیں اور اب وہ وقت دور نہیں جب وہاں کے مسلم نوجوان روسیوں کو اپنے علاقوں سے باہر نکال دیں گے۔

حضرت الشیخ رح جہادِ افغانستان میں بھی علماء کرام اور مسلمان بے سرو سامانی اور نہتے ہونے کے باوجود جو کردار ادا کر رہے ہیں اس سے بھی روس کی اصل حقیقت دنیا پر واضح ہو چکی ہے، حالانکہ روسی قوت کو ساری دنیا میں سے ایک ناقابلِ تسخیر طاقت اور ہوّا سمجھا جا رہا تھا مگر الحمدللہ ہمارے ان علماء کرام اور مجاہدینِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء نے سر پہ کفن باندھے خدا کے فضل وکرم سے روسی قوت کا ایسا مقابلہ کیا کہ ساری دنیا کے سامنے روسی استعمار وطاقت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

> اس وقت جہادِ افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت میدانِ جہاد میں قیادت وامارت کا کردار ادا کر رہی ہے اور ہر محاذ پر لڑنے والوں میں پیش پیش ہیں۔

مسز آرا شیگ خاتون نے تعجب سے پوچھتے ہوئے کہا کہ آپ کا یہ ادارہ دارالعلوم حقانیہ اس قدر وسیع وعریض احاطہ وعظیم الشان بلڈنگ پر مشتمل ہے، اور ایسے ہی تعلیم پانے والے قریبًا ۵۰۰ طلبہ جن کے قیام و طعام، پانی و بجلی اور دیگر بنیادی ضروریات بھی ادارہ کے ذمہ ہیں، اتنے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں، حالانکہ آپ کا ادارہ حکومت کا تعاون اور ایڈ وغیرہ بھی قبول نہیں کرتا؟

> الحمدللہ الحمدللہ ہم نے آج تک خدا کے سوا کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلایا

حضرت الشیخ رح ہم مسلمانوں کا ایک خدا ہے اور ہمارا یقین کامل ہے کہ وہی پالنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اس ذاتِ برحق نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (الآیۃ) ہمارا یہ ادارہ، اس کے طلباء، اساتذہ، فضلاء اسی واحدہٗ لاشریک خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے سارا سال اپنے تعلیمی وتدریسی کام اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد تبلیغ، خدمتِ دین، جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ میں منہمک اور مصروف رہتے ہیں۔ خداوند کریم ان کے لیے رزق اور معاش کے اسباب غیب سے مہیا کر دیتے ہیں۔ الحمدللہ الحمدللہ ہم نے آج تک خدا کے سوا کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلایا۔ آپ جو تقریبًا ساٹھ کارخانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور آپ کے ساتھ پی ٹی سی اکوڑہ خٹک کے مینجر صاحب اور دیگر افسران تشریف فرما ہیں کیا آپ یا آپ کے ان رفقاء سے میں نے یا دارالعلوم کے کسی نمائندہ نے آپ کے ہاں آکر کسی بھی عنوان سے دارالعلوم حقانیہ کی معاونت کے سلسلہ میں کچھ طلب کیا ہے؟ ہرگز نہیں! ہمارا ”ویرزقہ من حیث لا یحتسب“ پر ایمان بھی ہے اور شبانہ روز کا مشاہدہ بھی۔

برطانوی خاتون نے حضرت شیخ الحدیث رح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باوجود ضعف وکمزوری کے ملاقات وگفتگو کی تکلیف دہی پر معذرت چاہی۔ ملاقات کے بعد مذکورہ خاتون نے دارالعلوم کے تمام شعبوں کو بنظرِ تحقیق دیکھا، کتب خانہ میں بعض نوادرات دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں۔ دارالحفظ والتجوید کے بعض چھوٹے طلباء نے قرآن مجید کی کچھ آیات سنائیں، آپ نے ادب واحترام سے سنا۔ اور اسلام کی عظیم نشرگاہ کے بلا کسی ظاہری اسباب کے ترقی کو دیکھ کر خوشگوار وتعجب انگیز تاثرات کے ساتھ موصوفہ واپس چلی گئیں۔

(رپورٹنگ مولانا عبد القیوم حقانی)

* * *

بقیہ صفحہ ٦٩٦ سے : محاذِ جنگ اور فضلائے حقانیہ

ساتھ دولت آباد کے ایک معرکہ میں چھ افراد ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے دوسرے دن بھی کمیونسٹوں نے شکست فاش کھائی ان کے ایک سو پانچ افراد مارے گئے اور دو سو سے زائد زخمی ہوئے۔

صوبہ تخار میں مجاہدین نے خواجہ غار کے مقام پر دہریوں کے ساتھ زبردست جھڑپ کے دوران ۱۲۳ افراد ہلاک کئے اور مجاہدن کو بہت سا غلہ اور گولیاں ہاتھ آئیں۔ اس طرح کے ایک اور مقابلہ میں ۲۰ افراد مارے گئے اور تحصیل خواجہ غار کے فتح کے دن کارمل انتظامیہ کے چار افسران اعلیٰ ہلاک کئے گئے ایک سو پچاس ہزار افغان کرنسی، چھ ہزار گولیاں اور ۹۰۰ بوری کھاد مجاہدین کو غنیمت میں ملا۔

کفرک بہارک مقام پر مجاہدین اور کمیونسٹوں کا مقابلہ ہوا پانچ گھنٹے تک لڑائی جاری رہی جس میں ۴۰ افراد کارمل انتظامیہ کے ہلاک ہوئے اور مجاہدین میں سے تین آدمیوں نے جام شہادت نوش کیا۔

خواجہ غار میں مجاہدین نے اور خلقیوں کے درمیان پھر آمنا سامنا ہوا خلقیوں کی ۲۰ گاڑیاں جلا دی گئیں اور نوٹینک تباہ کر دئے گئے۔

* * *

الشیخ دکتور عبداللہ عمر نصیف
حضرۃ مولانا پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی

دار العلوم حقانیہ
اتحادِ امتّ اور جہادِ افغانستان

الشیخ دکتور عبداللہ عمر نصیف سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی اور جناب پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی صدر افغان عبوری حکومت کی مورخہ ۲ جون ۱۹۸۹ء کو مرکز علم دار العلوم حقانیہ تشریف آوری کے موقعہ پر نماز جمعہ سے قبل اساتذہ و مشائخ اور طلبہ اور عامۃ المسلمین سے خطاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

(ادارہ)

الشیخ دکتور عبداللہ عمر نصیف کا خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقعہ مرحمت فرمایا کہ آپ کے اس عظیم جامعہ دار العلوم حقانیہ، جس کی مرکزیت اور تاریخی کردار سے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا، کی زیارت کر سکوں اور پھر یہاں کے اکابر مشائخ اور آپ حضرات کی ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہو گئی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ آپ کو علوم دینیہ کے اندر مشغول رکھا ہے تحصیل علم دین اور اشاعت علم کی توفیق بخشی ہے۔

یہ دور پرفتن دور ہے اس دور میں مختلف طریقوں سے، عجیب و غریب اور خطرناک فتنے عالم اسلام پر مسلط ہو رہے ہیں، فتنہ اور فساد پورے معاشرہ میں پھیل چکا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ۔

طلب علم اس زمانے میں ایک عظیم جہاد ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلا جائے اور علم حاصل کیا جائے اور پھر تمام عالم اسلام کو دین حق کی طرف دعوت دی جائے، مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی کوشش کی جائے اور اصلاح معاشرہ کی سعی کی جائے کہ یہی رضائے الٰہی کا راستہ اور قرب خداوندی اور نجات و فلاح کا راستہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کا قیام محض اسلام کی خاطر عمل میں آیا تھا، اب یہاں کے مسلمان اس عظیم مقصد کے حصول اور اس مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں اس بات کے بہت زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اپنی کاوشیں منظم کریں، نوجوانوں کی تربیت کریں، باہمی اعتماد اور بھرپور اتحاد کا مظاہرہ کریں، کیونکہ پاکستان کی اسلامی حیثیت اور اس کی نظریاتی اساس کے خاتمہ کے لیے بہت بڑی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اسلام دشمن قوتیں مستعمرین صیہونی اور یہودی سب یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر نفاق پیدا کیا جائے اور پھوٹ کی فضا قائم ہو اور اسلامی معاشرہ کو تہس نہس کر کے افتراق و انتشار کو ہوا دی جائے۔

اس عظیم جامعہ (دار العلوم حقانیہ) کا یہ فریضہ ہے کہ ان سازشوں کی مدافعت اور بھرپور مقابلہ کرنے کے لیے اپنی کوششیں تیز سے تیز تر کر دے اور اپنی سابقہ تاریخی اور شاندار روایات کو قائم رکھے۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپس میں تعلق و الفت، محبت و اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں کیونکہ سارے مسلمان جسد واحد کی طرح ہے۔ مسلمان آپس میں تعاونوا علی البر والتقویٰ کریں۔ یعنی نیکی اور تقویٰ کی باتوں میں ایک دوسرے کی حمایت کریں ——

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان سارے کے سارے بمنزلہ جسد واحد کے ہیں جس کے تھوڑے سے حصے کو تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف میں رہتا ہے۔

مجھے اور پورے عالم اسلام کو اس بات پر بے حد مسرت ہوتی ہے کہ جامعہ حقانیہ جہاد افغانستان کی امداد و حمایت میں پورے اخلاص سے حصہ لے رہا ہے اور جامعہ ہذا کے فضلاء، اساتذہ اور طلبہ کی اس عظیم جہاد میں بھرپور نمائندگی اور قیادت کا مرکزی کردار ہے۔ جہاد افغانستان واقعۃً ایک عظیم جہاد ہے، اس کی تکمیل اور کامل فتح مندی کے لیے مسلمانوں کی

صفوں میں باہمی اعتماد، یک جہتی اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ سن کر بھی بہت مسرت ہوتی ہے کہ اس جامعہ حقانیہ کا افغان قائدین، مجاہدین اور مسلمانوں کی صفوں کے اندر اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی بڑا حصہ اور بنیادی کردار ہے۔ اور ہم بھی اور پوری امت مسلمہ ایسے عظیم جامعات کی طرف محتاج ہیں کہ ان کے فضلاء اور علماء مسلمانوں میں وحدت پیدا کریں، ان کے تشخص کا بچاؤ اور حفاظت کا اہتمام کریں۔ اور یہ کام جامعہ حقانیہ جیسے اسلامی جامعات اور ادارے ہی کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا یہ اخلاص، للہیت اور یہ سلسلۂ جہاد جاری اور مستحکم رکھے۔

جس طرح آج کا عمومی ماحول اور اجتماعی معاشرہ بگڑ چکا ہے تو اسکی درستگی اور اصلاح کے لیے بڑے حوصلے، حکمت عملی، دور اندیشی اور صبر و استقامت کی ضرورت ہے، یکدم اور فوری طور پر ہم انقلاب برپا نہیں کر سکتے بلکہ یہ جد و جہد سالہا سال تک اور صبر آزما مراحل اور بڑی قربانیوں کی محتاج ہے کیونکہ فساد کی رفتار بہت تیز ہے، جس طرح آگ فوراً جنگل میں پھیل جاتی ہے اسی طرح خرابی، بربادی اور فساد بھی تیزی سے معاشرہ کے اندر پھیل جاتا ہے اور پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اور بھلائی و اصلاح کی رفتار بہت کم ہے کیونکہ نفس انسانی بھی شہوات کی طرف آسانی سے مائل ہوتا ہے تو ہم علم صحیح، عقیدہ صحیح اور صحیح حکمت عملی کا راستہ اختیار کریں گے تب کہیں جاکر کامیاب ہوں گے۔

آپ کا اور جامعہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرا والہانہ استقبال کیا اور اتنی محبت و اخلاص کا مظاہرہ کیا، اور مجھے یہاں کے علمی و دینی ماحول، یہاں کے دینی کام، یہاں کے اساتذہ و طلبہ اور بابرکت مقامات کی زیارت سے سعادتمند ہونے کا موقع بخشا، اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ اور آپ کی سعی کو جاری و ساری رکھے اور اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے۔ ان عظیم مقاصد اور انقلاب اسلامی کے مقدس مشن میں ہم آپ کی، جامعہ حقانیہ اور اس کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کی کاوشوں کی پوری تائید اور حمایت جاری رکھیں گے۔

اسی مناسبت کے ساتھ میں مولانا صبغۃ اللہ مجددی کی جامعہ حقانیہ میں تشریف آوری پر بھی بہت خوش ہوں اور ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور افغان مجاہدین نے میدان جنگ میں جس صبر و استقامت اور حوصلہ کا ثبوت دیا ہے پورا عالم اسلام اس کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہاد افغانستان کو سازشوں اور فتنوں سے محفوظ و مامون رکھے اور اس عظیم جہاد کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔

آمین

حضرت مولانا پروفیسر صبغت اللہ مجددی
صدر افغان عبوری حکومت کا خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

حضرات علماء کرام، مشائخ عظام، عزیز طلبہ! مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں بھی چند منٹ آپ حضرات سے کچھ باتیں کر لوں۔ اب جو افغانستان کا عظیم جہاد شروع ہے اور اس کی فتح و نصرت میں قدرے تاخیر ہو رہی ہے اس میں اولاً ہمیں اپنے کردار اور اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیئے، سب سے پہلے اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے۔

واصلحوا ذات بینکم .... الخ

افغانستان میں ہم پر جو مصیبتیں آتی ہیں مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہیں یہ سب ہمارے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ مگر الحمد للہ کہ افغان قوم نے بیداری کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و انذار کے تازیانے کو سمجھے تو مقابلہ میں ڈٹ گئے، جہاد کیا اور خدا کا فضل و کرم ہے کہ روسی فوجیں افغانستان میں پسپا ہو گئیں۔

اللہ پاک نے افغان مجاہدین کو روحانی اور ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی مادی طاقت بھی مرحمت فرمائی۔ آج جو پاکستان کے مسلمان عالم عرب اور دنیائے انسانیت کے مسلمان ہماری مدد کر رہے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیقات اور عنایتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد اور ہجرت کی توفیق مرحمت فرمائی اور آپ حضرات کو انصاریت کا مقام بخشا۔ بالخصوص مرکز علم دار العلوم حقانیہ، اس کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مرحوم و مغفور اور مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ہمیشہ ہماری سرپرستی فرمائی، افغان مجاہدین کی بھرپور نصرت کی۔ یہاں کے فضلاء اور طلبہ نے میدان کارزار میں ہمارے ساتھ شانہ بشانہ چل کر کارہائے نمایاں انجام دیئے اور شہادت کا مقام پایا — آپ حضرات کا یہ بھرپور تعاون، یہ نصرت و حمایت اور یہ انصاریت اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اس پہ (انشاء اللہ) بہترین اور کامیاب نتائج مرتب ہوں گے۔

میں آپ حضرات، علماء کرام، مشائخ عظام، طلبہ اور عامۃ المسلمین کا قیمتی وقت زیادہ نہیں لینا چاہتا، یہ تو صرف حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے امر اور حکم کی تعمیل کی غرض سے چند معروضات عرض کر دیں —

اللہ کریم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

* * *

جہادِ افغانستان کا ایک حسّاس مرحلہ، جنیوا معاہدہ
جہاد کو تاراج کر دینے والی ایک خطرناک سازش

اس کے محرکات اور مضمرات کیا تھے ؛ کون سے سازشی عناصر نے کیا کردار ادا کیا

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے مولانا سمیع الحق کا خطاب

جنیوا معاہدہ، جہاد افغانستان کا ایک اہم موڑ تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ زندہ تھے جنیوا معاہدہ کے پس منظر اور پیش منظر میں کیا کیا عوامل کارفرما تھے ؟ کس طرح جہاد افغانستان کو ناکامیوں کی اندھیری کھائیوں میں ڈالا جا رہا تھا ؟ اور کس کا کیا کردار تھا ؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے فرزند جلیل مولانا سمیع الحق نے اپنے والد گرامی کے مشورہ سے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے ۱۸ اپریل ۱۹۸۸ء کو اس موضوع پر مفصل خطاب کیا، جنیوا معاہدہ، اس کے پس منظر میں سازشی کردار، مغربی استعمار کے سازشی عناصر، معاہدہ کے مضمرات، نقصانات، افغان شہداء کے خون کے ساتھ استہزاء اور جہاد کو تاراج کر دینے والے تمام محرکات کو آشکارا کیا چونکہ مولانا سمیع الحق کا کردار بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزند کا کردار ہے اس لیے ذیل میں ہم آپ کا سینٹ میں اس سلسلہ کا مفصل خطاب نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

جناب چیئرمین ! جنیوا معاہدہ پر ممبران اظہار خیال کر رہے ہیں اور مسئلہ ایسا ہے کہ یہ کسی سیاسی اور گروہی بنیادوں پر مبنی نہیں ہے اور ہر ہر ممبر کو حق ہے کہ وہ ملک و ملت کی خیر خواہی اور استحکام کے پیش نظر اس معاملہ پر اظہار خیال کرے خواہ وہ حزب اختلاف سے تعلق رکھتا ہو یا حزب اقتدار سے۔ ملک کی سالمیت کا مسئلہ ان تمام گروہی تقسیموں سے بالاتر ہوتا ہے۔ جنیوا معاہدہ کے لئے ایک طویل جدوجہد اور مشق اور طویل دور جنیوا کے مذاکرات پر گذرا اور اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ بدقسمتی سے جو عظیم مشکل اور بحرانی مسئلہ افغانستان کی شکل میں ہمارے سامنے پیش آیا ہے اس کا کیسے خاتمہ کیا جائے اور جنگ کا کیسے خاتمہ ہو افغانستان میں امن اور سلامتی کیسے پیدا کی جائے اور تیس پینتیس لاکھ مہاجرین جو انتہائی مصیبتوں میں دربدر پھر رہے ہیں یہ کیسے وہاں واپس چلے جائیں ؟ یہ تین چار اصل مقاصد تھے جنیوا معاہدہ کے لئے جس کے لئے اتنی طویل جدوجہد پاکستان کے وزراء خارجہ نے بھی کی اور باہر کی طاقتوں نے بھی۔ آج اگر یہ مقصد اس معاہدہ سے حاصل ہوتا ہے تو ہم بلاشبہ اس کی تحسین کریں گے اور اس کا خیر مقدم کریں گے لیکن اگر واقعات کی دنیا میں اور حقائق کی دنیا میں ان چار باتوں میں کوئی بھی مقصد ' ہمیں حاصل نہیں ہو سکتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواہ مخواہ ایک ایسی محنت کی گئی اور جدوجہد میں اتنا وقت گذارا جس سے پاکستان کو کم از کم کچھ حاصل نہ ہو سکا

پاکستان نے مداخلت کے جرم کا اعتراف کیا

ہمیں پہلے تو پاکستان کے نقطہ نظر سے دیکھنا ہے کہ ہم نے اس معاہدہ سے کیا کھویا اور کیا پایا ؟ بعد میں ہمیں دیکھنا ہے کہ افغانستان کے مجاہدین کو کیا ملا یا کیا نہیں ملا یا وہاں امن قائم ہو جائے گا یا نہیں ؟ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان نے بلاوجہ (جس جرم میں شریک نہیں تھا) اس سارے جرم کو اپنی سر پر لے لیا اور اس نے عالمی پلیٹ فارم پر اعتراف کیا کہ میں مداخلت کر رہا ہوں جبکہ ہم نے کبھی افغانستان کے مسئلہ میں مداخلت نہیں کی ' مداخلت ایک بڑی سپر طاقت نے کی اور اس نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کر دیا ' لاکھوں انسانوں کو قتل کیا اور پورے افغانستان کو ایک کھنڈر میں تبدیل کر دیا۔ اور پچاس لاکھ افراد کو وہاں سے اٹھا کر دنیا بھر میں بے یارو مددگار پھینک دیا۔ اس عظیم جابر اور ظالم قوت نے مداخلت کی اور اس کے نتیجے میں تیس پینتیس لاکھ افراد پاکستان آئے۔ اور پاکستان نے ایمان کے جذبہ سے ' انصار کے جذبہ سے ان کو پناہ دی کہ کوئی اور راستہ ہی نہیں تھا اور روس چیختا رہا آٹھ سال سے کہ پاکستان مداخلت کر رہا ہے اور دنیا بھر کے اقوام ' غیر جانبدارانہ اقوام ' اقوام متحدہ ' اسلامی تنظیم وہ اس الزام کی تردید کرتی رہیں اور کہتی رہیں کہ مداخلت روس کر رہا ہے ' پاکستان کا اس مداخلت میں کوئی ہاتھ نہیں۔ اس معاہدے کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ ڈیموکریٹک ری پبلک آف افغانستان اور اسلامی ری پبلک آف پاکستان۔ آخر تک یہ سلسلہ چلا رہا ہے کہ " عدم مداخلت کے اصول کی پابندی انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور سیاسی اقتصادی ثقافتی اور سماجی نظام کسی قسم کی بیرونی مداخلت دخل اندازی تخریب دباؤ یا دھمکی کے بغیر آزادی سے طے کرنا چاہیے۔ اور آرٹیکل ۳ اور ۴ کے

بعد اس میں واضح طور پر ہے کہ ”” ڈیمو کریٹک ری پبلک آف افغانستان اور اسلامی ری پبلک آف پاکستان کے مابین باہمی تعلیمات کے اصولوں بالخصوص عدم مداخلت پر دو طرفہ سمجھوتہ “ یعنی یہ ہم نے دستخط کر کے ثابت کر دیا کہ واقعی ہم مداخلت کر رہے ہیں ۔

اصل قاتل اور جارح روس کو ثالث بنا دیا

اور اصل مجرم اور ظالم جو تھا اس کی حیثیت اس معاہدے میں کیا کر دی گئی اس کو ایک داروغہ بنا دیا گیا اس کو ایک ضامن کی حیثیت دے دی گئی اس کو ایک ثالث کی حیثیت دے دی ہے کیونکہ اسی پیراگراف میں آگے ہے کہ یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے بین الاقوامی ضمانتوں کا اعلان ۔ معاہدے میں جہاں جبھی روس کا ذکر ہے اس کی حیثیت ایک ضامن کی ہے ضامن ہرگز ایک فریق نہیں ہوتا ‘ ضامن ایک ثالث ہوتا ہے تو وہی قاتل تھا اسی کو منصف ٹھہرا لیا گیا ۔ روس تو یہی چیختا تھا کہ یہ ساری مصیبت پاکستان کی اٹھائی ہوئی ہے اور روس اور افغانستان کے میڈیا میں اس کو افغانستان کی اردگرد کی صورتحال سے تعبیر کیا جاتا رہا کہ یہ کوئی بین الاقوامی مسئلہ نہیں ہے ۔ یہ افغانستان کے میڈیا میں اس کو افغانستان اور پاکستان دو پڑوسیوں کی جنگ ہے اور امریکہ کی شرارت سے پاکستان بار بار مداخلت کر رہا ہے اور افغانستان کے ارد گرد کی صورتحال بگڑی ہوئی ہے اور روس بالکل ایک تماشائی ہے ۔ الغرض ہم نے اس معاہدے پر دستخط کر کے یہ سارا الزام واضح طور پر اپنے سر پر لے لیا ہے کہ ہم مداخلت کرتے رہے جبکہ اٹھ سال تک ہم نے ظلم کے خلاف مظلوم کی حمایت کی آزادی کے لئے لڑنے والوں کی نصرت کی مگر اب سارے کئے کرائے پر ہم نے اس معاہدے کے ذریعے پانی پھیر دیا ۔

جناب چیئرمین ۔ یہ معاہدہ کابل اور اسلام آباد کے درمیان نہیں ہونا چاہیے تھا یہ معاہدہ مجاہدین اور روس کے درمیان ہونا چاہیے تھا ۔ کابل کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ تو روس کی کٹھ پتلی حکومت تھی اور وہ روس کی حکومت کے کارندے تھے ‘ وہ تو ماسکو کی ایک برانچ تھی اصل تو مجاہدین تھے ۔

ہم نے بلاوجہ اسلام آباد کو اس میں ملوث کر دیا کیا اسلام آباد نے مداخلت کی تھی کہ آج اس کو روکا جا رہا ہے ۔ معاہدہ میں تو واضح طور پر ایک بھی پیرا ایسا نہیں ہے کہ روس ہرگز مداخلت نہیں کرے گا ‘ حالانکہ اصولی طور پر ہونا یہ چاہیے تھا کہ عدم مداخلت کی ضمانت روس سے لی جاتی ۔ تو روس کو تو حق دیدیا گیا کہ اپنی کٹھ پتلی حکومت کی ہر طرح کی مدد کر سکتے ہیں یعنی اس کو تو مداخلت کا باقاعدہ تحفظ دیا گیا کہ آپ جب بھی چاہیں ‘ روس جو ہزاروں میل کی سرحدات افغانستان کے ساتھ ہیں بلا روک ٹوک نجیب حکومت کی ہر وقت مدد کر سکتے ہیں یعنی اس کو تو مداخلت کی آزادی ہے اور ہمارے لئے ہر قسم کی مداخلت پر پابندی ہے کیونکہ مداخلت ہم کرتے تھے ‘ حالانکہ ہم مداخلت نہیں کرتے تھے بلکہ مجاہدین اپنی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑ رہے تھے تو ہم نے ایک بہت بڑی رسوائی اور بدنامی بین الاقوامی پلیٹ فارم پر مول لی ہے ۔ اور ہم نے اس طرح خود یہ اعتراف کر لیا ہے اس جرم کا جس کے ہم مجرم نہیں ہیں ۔ گویا ہم اب تک مداخلت کر رہے تھے اور اب مداخلت سے باز آجائیں گے تو پھر امن و امان قائم ہو جائے گا ۔

اصل فریق مجاہدین سے وعدہ خلافی کی گئی

دوسری بڑی غلطی اس معاہدے میں یہ ہے کہ ہم اس کے فریق نہیں تھے مجاہدین اصل فریق تھے مجاہدین نے ایک عظیم جنگ لڑی ہے ‘ تاریخ کی بے مثال قربانی دی ہے اور انہوں نے حقیقت میں ہماری جنگ لڑی ہے ‘ اور یہ جہاد اور دفاع پاکستان کا مسئلہ تھا ۔ ہم نے مذاکرات کے دوران چار سال سے بار بار یہ اعلانات کئے صدر مملکت نے بھی اور جناب وزیراعظم صاحب نے بھی اور جناب وزیر خارجہ صاحب نے بھی بار بار یہ اعلانات کئے اور وعدے کئے کہ ہم معاہدے کو آخری شکل تب دیں گے جب مجاہدین کو ہم اعتماد میں لے لیں گے اور مجاہدین کی مرضی اور ان کے اعتماد کے بغیر کسی معاہدے پر آخری دستخط نہیں کریں گے ۔ تو کیا ہم ان وعدوں پر پورے اترے اور کیا ہم نے واقعی مجاہدین کو اعتماد میں لے لیا اور ہم نے مجاہدین کی خوشنودی حاصل کر لی حالانکہ وہ چیخ رہے ہیں اور تڑپ رہے ہیں رو رہے ہیں کہ ہماری آٹھ سال کی جنگ اور روس نے ہم پر جو ظلم وستم کیا تھا ‘ اس سے تو ہم نے نجات حاصل کر لی لیکن یہ جو ہمارے ساتھ ٹریجڈی ہوئی ہے اور یہ ظلم ہمارے ساتھ ہوا ہے ‘ یہ روس سے بڑھ کر ہمارے اوپر ایک بڑا حادثہ ہے ۔ وہ اللہ کی نصرت سے اب بھی مایوس نہیں ہیں ۔ لیکن ہم نے ان وعدوں کو اور عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیا کہ ہم مجاہدین کی مرضی کے بغیر ان کو اعمتاد میں لئے بغیر کسی معاہدے پر دستخط نہیں کریں گے ۔

روس اپنے ایجنٹوں کی مدد کرتا رہے گا مگر مجاہدین بے دست وپا کردیئے گئے

تیسری بات یہ ہے کہ معاہدے کی رو سے کہا گیا ہے کہ امریکہ اور روس دونوں اپنے اپنے حلیفوں کی مدد کر سکتے ہیں ۔ بظاہر خفیہ اور اصل باتیں اور ہوں گ مگر روس کے لئے مدد کا دروازہ تو بالکل کھلا ہوا ہے ‘ اس کی سینکڑوں اور ہزاروں میل سرحدات براہ راست افغانستان کے ساتھ ملی ہوئی ہیں ‘ وہ جس وقت بھی چاہے اپنی کٹھ پتلی گورنمنٹ کی مدد کر سکتا ہے لیکن افغانستان کے ساتھ امریکہ کی کوئی سرحد نہیں ملتی ہے امریکہ اگر مدد بھی کرے تو کس ذریعہ سے کرے گا کیا وہ آسمان سے ہیلی کاپٹر بھیج کر افغانستان میں مجاہدین کی مدد کرے گا ؟ جبکہ ہمارے ہاتھ پاؤں مکمل باندھ لئے گئے ہیں اور یہاں تک معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کے دہشت پسندوں کے گروہوں توڑ پھوڑ کرنے والوں یا تخریب کاری کرنے والے ایجنٹوں کی ہر قسم کی امداد روکی جائے گی یا انہیں برداشت نہیں کیا جائے گا یا انہیں دوسرے فریق کے خلاف

استعمال نہیں کیا جائے گا (آرٹیکل نمبر ۲ دفعہ ۱۲) علاقوں کے اندر کیمپوں یا اڈوں یا کسی طریقے سے ایسے افراد سیاسی، نسلی یا کسی اور قسم کے گروہ کی موجودگی انہیں پناہ دینے انہیں منظم کرنے، ان کی تربیت کرنے ان کی مالی معاونت کرنے، انہیں ساز وسامان بہم پہنچانے انہیں مسلح کرنے سے روکا جائے گا۔ (ارٹیکل نمبر ۲۔ دفعہ ۱۲)

امریکہ کہاں سے مدد کرے گا

یہ صورتحال ہے کہ جب بالکل ہمارے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوں گے تو امریکہ کہاں سے مدد کرے گا؟ اگر ہم فرض کر لیں کہ امریکہ پاکستان ہی کے ذریعے مدد کرے گا تو گویا ہم نے پہلے سے یہ طے کر لیا کہ خفیہ طور پر ہم اس معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے کسی معاہدے پر کوئی شخص ہم نے ایسا نہیں دیکھا کہ دستخط کرتے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ بظاہر تو میں دستخط کرتا ہوں لیکن اندر سے میں اس کی مخالفت کروں گا تو یہ ایک حیرت انگیز بات بن گئی ہے پھر جب ہم نے یہ معاہدہ کر لیا اب خفیہ مدد کریں یا نہ کریں روس واویلا مچائے گا اور دنیا بھر میں چیخے گا کہ حکومت پاکستان مداخلت کر رہی ہے اور وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہی ہے اور اسی کو بہانہ بنا کر خدا نخواستہ ہم پر چڑھ دوڑنے کا جواز بنا سکے گا وہ دنیا کو ثبوت کے ساتھ نہیں باور کرا سکتا تھا اب تو وہ ثبوت کے ساتھ کہے گا کہ میں بے گناہ ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں پاکستان کو جو چاہوں سزا دے دوں۔ تو پاکستان کو ہم نے ایسے خطرے میں ڈال دیا ہے اور اگر ہم اس خطرے سے الگ رہیں تو پھر جب امریکہ کی مدد وہاں بالکل نہیں پہنچ سکتی، امریکہ کی مدد نہیں پہنچ سکے گی اور روس کی حکومت کی مدد جاری رہے گی تو کیا ہم کٹھ پتلی حکومت سے آزادی حاصل کر سکیں گے؟ اور جب تک آزادی حاصل نہیں ہو گی تو کیا وہاں امن قائم ہو سکے گا؟ کیا وہاں خانہ جنگی ختم ہو جائے گی؟ اس معاہدے کی رو سے نہ تو خانہ جنگی ختم ہو گی نہ مہاجرین واپس جا سکیں گے، نہ اس کے شر اور فساد سے پاکستان محفوظ رہ سکے گا۔

ہم نے روس کو افغانستان میں بیٹھے رہنے کا تحفظ دے دیا۔

زیادہ سے زیادہ روسی افواج واپس چلی جائیں گی، میں سمجھتا ہوں کہ روسی افواج کو ہم نے تحفظ دے دیا ہے۔ روسی افواج نے اعلان کیا تھا کہ ہم ہر حالت میں واپس جائیں گے معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ تو یہ ایک مثبت چیز جو بظاہر ہمیں معاہدہ میں نظر آ رہی ہے وہ روسی افواج کا انخلاء ہے۔ تو اس معاہدے کا اس انخلاء میں کوئی رول نہیں ہے ہم معاہدہ نہ بھی کرتے تو بھی روسی افواج واپس جاتیں مگر الٹا نقصان یہ ہوا کہ اقوام متحدہ نے اسلامی تنظیم نے اور تمام عالمی غیر جانبدار اور حریت پسند اقوام نے مطالبہ کیا تھا کہ مشروط طور پر روس واپس چلا جائے اور بلا تاخیر چلا جائے۔ ہم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے روس کو ۹ مہینے کی مہلت دے دی اور ان کو تحفظ دے دیا کہ ۹ مہینے تک تو آپ وہاں بیٹھے رہیں گے۔ روسی فوج کے انخلاء کے لئے ۹ مہینے کی مدت کی کوئی فوجی ضرورت نہیں تھی، وہ ایک ہفتے کے اندر اندر وہاں سے فوج نکال سکتا ہے۔ یہ ۹ مہینے کی مدت اس نے سیاسی ضرورتوں کی پیش نظر ہم سے حاصل کر لی اور ۹ مہینے میں وہ تمام سیاسی مفادات اور تحفظات حاصل کر کے وہاں سے جائے گا۔ مجاہدین چاہتے تو اسے ایک مہینے میں بھی جانے پر مجبور کر سکتے تھے ایک ہفتے میں بھی جانے پر مجبور کر سکتے تھے لیکن آپ نے سب کے ہاتھ باندھ لئے کہ نہیں ۹ مہینے تو بالکل ان کو رہنا ہے خواہ وہ شکست کھا چکے ہوں خواہ وہ ذلیل ہو چکے ہوں، لیکن ۹ مہینے بہرحال انہوں نے اپنے مقاصد اور مفادات کی تکمیل وہاں کرنی ہے۔

عبوری حکومت کی گارنٹی نہیں دی گئی

پھر اصل مسئلہ عبوری حکومت کا ہے تو عبوری حکومت کی بات بھی بالکل غیر واضح اور مبہم ہے عبوری حکومت کے لئے معاہدے میں کوئی یقینی تحفظ نہیں رکھا گیا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کارڈوویز صاحب غیر سرکاری جدوجہد کریں گے بات چیت کریں گے ذاتی طور پر وہ عبوری حکومت اور مخلوط حکومت کے قیام کے لئے کوشش جاری رکھیں گے۔ اب اس کی ذاتی حیثیت کیا ہے؟ جب روس، امریکہ افغانستان عبوری حکومت بنانے کے ضامن نہیں ہیں تو عبوری حکومت کیسے قائم ہو سکے گی؟ روس نے ہرگز تسلیم نہیں کیا کہ میں عبوری حکومت کے لئے بات چیت کے لئے بھی تیار ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اسی معاہدے میں اس نے کہا ہے کہ میں اپنی کٹھ پتلی حکومت کی امداد جاری رکھ سکوں گا۔ جب وہ نجیب اللہ کی امداد جاری رکھنے کا اعلان کرتا ہے اور اپنے لئے تحفظ لیتا ہے تو کیا وہ عبوری حکومت کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ عبوری حکومت کے لئے اگر وہ تیار ہوتا تو وہ اس امداد کو جاری رکھنے کا تحفظ حاصل نہ کرتا۔ تو اس طرح حکومت نے عبوری حکومت کا صرف پیش بندی کے طور پر اور دل بہلانے کے طور پر معاہدے میں ذکر کر دیا ہے لیکن عملاً اس کی کوئی صورت ہمارے سامنے نہیں آسکے گی۔

مہاجرین کی باعزت واپسی کی ضمانت نہیں دی گئی

اس میں مہاجرین کی باعزت واپسی کا ذکر ہے لیکن وہ پیرا بالکل مبہم ہے کہ کیسی باعزت واپسی ہو گی جب نو مہینے وہاں فوج مسلط رہے گی اور نو مہینے کے بعد انخلاء ہو گا اور نجیب گورنمنٹ بھی وہاں براجمان رہے گی اور اسلحہ کے ڈھیر کے ڈھیر اس کے پاس آتے رہیں گے۔ تو ان حالات میں مہاجرین کا باعزت تحفظ کیسے ممکن ہے۔ اس نو مہینے سے پہلے اگر ہم یہ توقع رکھیں کہ مہاجرین وہاں جائیں تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے ایک بھیڑیئے کے سامنے ان کو پھینکا ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا اور ان سے کہنا کہ اب چلے جائیں۔

کیا یہ سب کسی سپرطاقت کی وجہ سے تھا؟

کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے اب تک سپر طاقتوں کے مفادات کی وجہ سے سب کچھ کیا؟ اس میں ایمان کا کوئی جذبہ نہیں تھا اس میں ہمارے موقف کی سچائی نہیں تھی جب ان کی ضرورت پوری ہو گئی اور انہوں نے ہمیں سگنل دے دیا ہم نصرت، ہجرت، جہاد، ایمان اور اخوت کی ساری باتوں کو پس پشت ڈال کر بیٹھ گئے اور ابھی معاہدہ کی سیاہی خشک نہیں ہوئی مگر ہم

آج سے چیخ رہے ہیں کہ مہاجرین واپس چلے جائیں جبکہ آج بھی وہاں توپیں چل رہی ہیں آج بھی وہاں بمباری ہو رہی ہے آج بھی مجاہدین اور روس کی لڑائی جاری ہے ' آپ اس آگ اور خون کے طوفان میں مہاجرین کو کیسے بھیجتے ہیں کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ ہم نے جتنی بھی نیک نامی اور دنیا بھر میں شہرت حاصل کی تھی ' اس کو ہم نے بلاوجہ ایک بڑی طاقت کے اشارے پر گنوا دیا ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ مہاجرین کی باعزت واپسی کا اس معاہدے میں کوئی بھی انتظام نہیں ہے ۔

مذاکرات سے روس نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے

اسلام آباد اور کابل کے درمیان اس معاہدے کو محدود کر کے روس نے وہ مقاصد حاصل کئے جو دس سال تک وہ مستقبل جنگ میں حاصل نہیں کر سکا تھا ۔ اس نے مذاکرات کی میز پر اور اس جنیوا معاہدہ کی شکل میں وہ مقاصد حاصل کر لئے جو جنگی قوت ' ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں اور میزائلوں سے اس نے حاصل نہیں کیے تھے اس کو کیا فائدہ ہوا ؟ ایک تو یہ کہ اس نے دنیا کو یہ باور کرایا کہ یہ بین الاقوامی تنازعہ نہیں تھا بلکہ یہ دو پڑوسی ملکوں کا جھگڑا تھا اور ان دو پڑوسیوں کی میں نے بانده لیا ہے اور خواہ مخواہ لوگ چیخ رہے تھے کہ روس نے ظلم کیا ۔ روس نے کہا کہ میں نے تو امن قائم کرایا ہے میں تو امن کا دیوتا ہوں ۔

جناب چیئرمین

مولانا اب کچھ رپیٹیشن شروع ہوا ہے تو اگر آپ اپنی تقریر کو مختصر کریں ۔

مولانا سمیع الحق

بالکل مختصر کرتا ہوں ۔ دوسرا مقصد روس نے یہ حاصل کیا کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک بڑی محبت تھی اور لازوال اخوت کا رشتہ قائم ہو گیا تھا ان ساری محنتوں کو اس نے سبوتاژ کرایا اور ایسے حالات میں ہمیں کھڑا کر دیا ہے کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان خدا نخواستہ وہ محبت کہیں نفرت سے نہ بدل جائے ۔

دوسرا معاہدہ تاشقند

الغرض میں مختصراً اتنا عرض کروں گا ' تفصیلات کا شاید زیادہ وقت آپ نہیں دیں گے تو میں اس کو بدقسمتی سے پاکستان کے لئے ایک دوسرا معاہدہ تاشقند سمجھتا ہوں اور ہم نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی اور وہ کنجی جو اللہ نے اسلام آباد کو دی تھی اس کا ایک بہترین سنہری موقع جو اللہ نے ہمیں دیا ' اس موقعہ کو ہم نے گنوا دیا اور اس معاہدہ میں پاکستان سراسر گھاٹے میں رہے گا اور اس کی دلیل ایک یہ ہے کہ جو وطن دشمن قوتیں جو روس کی یہاں ایجنٹ قوتیں ہیں ' وہ اس معاہدے پر شادیانے بجا رہی ہیں آج ایک بڑے لیڈر کا جو روس کا ہمنوا ہے اور جو مجاہدین کو افغان بھگوڑے کہتا ہے اس نے چیخ کر کل پریس کانفرنس میں لعنت ملامت کی ہے کہ یہ افغان بھگوڑے اوجڑی کیمپ میں کیا کر رہے تھے اور یہ تھا وہ تھا ۔ اس نے کہا ہے کہ ہم معاہدے پر جشن منائیں گے ۔ جس معاہدے پر ولی خان اور اس کے ہمنوا جشن منانے کا اعلان کریں اس سے یہ بات واضح ہے اور گواہ ہے کہ اس معاہدے سے پاکستان اور مجاہدین کو سراسر نقصان ہی نقصان ہو گا ۔ شکریہ !

منهاج السنن شرح جامع السنن (عربی)
امام ترمذی کی کتاب ترمذی شریف کی نہایت جامع اور مختصر شرح ۔ درس وتدریس کے لئے نہایت کارآمد ۔
موتمر المصنفین کی ایک قیمتی اور تازہ پیشکش ۔ علامہ مولانا محمد فرید مفتی و مدرس دارالعلوم حقانیہ کے قلم سے ۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)
از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس ومفتی دارالعلوم حقانیہ ۔ بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امائی اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے ۔

موتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

مسئلہ افغانستان پر گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا موقف

پاکستان کو جنیوا معاہدہ پر دستخط کرکے افغان شہداء کے خون سے استہزاء نہیں کرنا چاہیئے
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے راولپنڈی میں ملک بھر کے علماء اور دینی قوتوں کا نمائندہ اجلاس بلاکر اس موقف کی بھرپور تائید حاصل کی

مولانا عبدالقیوم حقانی

دینی غیرت و حمیت اور اسلامی جذبہ جہاد سے سرشار افغان مجاہدین کی مسلسل آٹھ سالہ تاریخ ساز اور بے مثال قربانیاں بالا آخر رنگ لائیں اور روس نے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کا مژدہ بھی سنا دیا۔ روسی فوجوں کی واپسی کی بعد کیا واقعتہ" بھی افغانستان آزاد ہو جائے گا؟ وہاں پر اسلامی ریاست کا قیام نفاذ شریعت کا عمل افغان مجاہدین کا امن و سکون سے اپنے ملک میں زندگی بسر کر سکنا! یہ ہیں مستقبل کے مسائل جن کے حل کرنے میں افغان قائدین سیاسی مدبرین اور حکومت پاکستان نے حد درجہ حزم و احتیاط ہوشمندی او عزیمت و استقامت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ پاکستان نے مسلسل آٹھ سال سے ایک سپرپاور اور ظالم جارح کے مقابلے میں مظلوم و مجروح کا بھرپور ساتھ دینے کی جو شاندار نظیر قائم کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان خود بھی سرخرو ہو اور اس کی کاوشیں افغان مجاہدین کی فتح مندی اور افغان مہاجرین کی باعزت وطن واپسی کا ذریعہ بن سکیں۔

چنانچہ وزیراعظم پاکستان نے اسی مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر ایک قومی موقف اختیار کرنے کی غرض سے ایم آر ڈی سمیت 19 سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی آل پارٹیز گول میز کانفرنس بلائی سب نے وزیراعظم کے اس اقدام کو حوصلہ افزاء اور خوش آئند قرار دیا اور بعض لیڈروں کے بزعم غیر جمہوری اور متنازعہ اسمبلی کے غیر نمائندوں اور متنازعہ اسمبلی کے غیر نمائندہ اور متنازعہ وزیراعظم ہونے کے باوجود بھی بحیثیت ان کے واقعی وزیراعظم ہونے کے مسئلہ کی اہمیت کے نقطہ ضرورت کے پیش نظر یا پس پردہ کسی کے اشارہ ابرو کی اطاعت میں ان کی دعوت گول میز کانفرنس قبول کر لی گئی۔

قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بھی وزیراعظم کا دعوت نامہ پہنچا تو جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ نے گول میز کانفرنس میں بھی اعلاء کلمتہ الحق کی خاطر قائد جمعیتہ کی شرکت ضروری سمجھتے ہوئے انہیں افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت اظہار حق اور جمعیت کا موقف بیان کرنے کے لئے شرکت پر آمادہ کر لیا۔

چنانچہ گول میز کانفرنس ۵ اور ۶ مارچ ۱۹۸۸ء دو روز تک جاری رہی جس میں زیادہ تر لیڈروں نے افغانستان کے مستقبل مجاہدین کے موقف اور مہاجرین کی باعزت واپسی کی تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر کے معاہدے پر دستخط کر دیئے جانے پر زور دیا بلکہ بزنجو، پلیجو معراج محمد خان اور فتح یاب جیسے لوگوں نے تو مہاجرین کے خلاف اوچھی زبان بھی استعمال کی اور افغانستان میں مستقبل کی آزاد اسلامی حکومت کو ملاشاہی قرار دے کر نفاذ شریعت اور نظام اسلامی کا مذاق بھی اڑایا۔ اس موقع پر اس نظریہ کے حامل لوگوں کو وزیراعظم کی موجودگی میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق نے جارح روس کے وکیل اس کی ایجنٹ اور زرخرید گماشتے قرار دیا اور کہا کہ مجاہدین کے بارہ میں اس قدر سوقیانہ اور روسی زبان کا استعمال ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء اور تسخیر کے مترادف ہے۔

کانفرنس کی اختتام پر کھانے کی میز پر جب مولانا شاہ احمد نورانی نے طنزاً شریعت کا ذکر چھیڑ دیا تو وزیراعظم نے نظام شریعت پر علماء کے عملاً" اتفاق کو چیلنج کیا جبکہ اس سے قبل بھی سبی میں بلوچستان کے بلدیاتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم کا یہ بیان کہ اگر علماء متفق ہو جائیں تو حکومت بلا تاخیر شریعت نافذ کر دے گی۔ اخبارات میں آچکا تھا۔ تو قائد جمعیت مولانا سمیع الحق نے تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والی علماء کی موجودگی میں وزیراعظم کے جواب میں کہا کہ جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں کا سینٹ میں پیش کردہ شریعت بل جس میں ۲۲ نکات سمیت شریعت کے تمام بنیادی اصولوں سمو دیئے گئے ہیں تمام مکاتب فکر کے جید اور نمائندہ علماء کا متفقہ ہے اگر گول میز کانفرنس میں شریک کسی بھی مکتب فکر کے عالم دین کسی بھی سیاسی پارٹی کے کی رہنما ہاؤس کے کسی بھی سیاسی پارٹی کی رہنما یا ہاؤس کے کسی بھی معزز رکن کو اس کی کسی بھی دفعہ یا جزئیہ تک سے اختلاف ہو اور وہ قرآن و سنت کی علمی اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس کی نشاندہی کر دے تو اسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا جائے گا۔ مگر عملاً" اس کی جرات کسی کو بھی نہ ہو سکی اور کیسے ہوتی کہ انگلی رکھنے کی جگہ ہی نہ تھی۔

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

گویا مولانا سمیع الحق نے وزیراعظم سمیت ارباب حکومت و سیاست سب پر عملاً" یہ واضع کر دیا کہ شریعت بل کے واقعتہ" "نظام شریعت" ہوئے پر کسی کو اختلاف نہیں اختلاف کا مفروضہ ان کا گھڑا ہوا ہے جو عملاً" شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔ ۱۹۸۵ء کا الیکشن ہو یا اس

سے مکمل مارشل لاء کا دور ہو قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ اور ان کے صاحبزادے قائد جمعیت مولانا سمیع الحق نے ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے حکومت کے ایوان میں اعلاء کلمۃ الحق کا جو موقف اختیار کیا تھا جو موجودہ دور میں کسی بھی سیاسی عمل کی وجہ جواز کے لئے نقطہ ضرورت کے مفروضے سے ہزار درجہ مقدم قطعی اور منصوص ہے آج حرف بحرف اس کی سچائیاں عملاً" سب کے سامنے نکھر نکھر کر ظاہر ہو رہی ہیں ۔ ہمیں کسی سے اس کے اقرار کرانے او بیان داغ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ عملاً" سب نے یہی وجہ جواز پیش کی کہ مسئلہ افغانستان چونکہ ملک کے تحفظ اور مسلمان ملت کا مسئلہ ہے لہٰذا اپنا موقف خواہ حکومت اس کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے بیان کر دینا ضروری تھا جب کہ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق آٹھ دس سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ جناب نفاذ شریعت کا مسئلہ تو سب پر مقدم اور فائق ہے ۔ کوئی مانے یا نہ مانے تحریک نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کے کام سے چھٹی کر لینا شان مسلم کے زیبا نہیں ۔ اعلاء کلمۃ الحق علماء حق اور نائبان رسول کا فریضہ منصبی ہے ۔ سلطان جائر (خواہ وہ فوجی حکمران کی صورت میں ہو یا پیپلز پارٹی اور مسلم لیگی وزیراعظم کی صورت میں ہو پارلیمنٹ کا ایوان ہو یا گول میز کانفرنس کا میدان ہو) ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہی اور الحمد اللہ کہ جمعیت علماء اسلام نے کسی وقت بھی دعوت و عزیمت کے اس تاریخ تسلسل کو قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں کی جمعیت کے رہنما صدر ایوب یحیٰی خان وزیراعظم بھٹو صدر ضیاء الحق کی فوجی آمریت اور مسلم لیگ کی آمرانہ جمہوریت میں سیاسی فضاء کے تکدر ناموافق ماحول اور ناسازگار حالات میں بھی جس طرح اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتی رہی اس جہاد عزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے وزیراعظم کی گول میز کانفرنس میں بھی جمہور مسلمانوں افغان مجاہدین کی ترجمانی اور مستقبل کے آزاد اسلامی افغانستان کے قیام و استحکام کے سلسے میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جمعیت علماء اسلام کا جو موقف پیش کیا وہ چونکہ تحریری نہیں تھا تقریری کی شکل میں تھا اس لئے اس کا مفصل متن تاحال نہیں مل سکا مگر اس کے بنیادی نکات اور خلاصہ تھا کہ :۔

اب تک مسئلہ افغانستان میں حکومت پاکستان اور افغان مجاہدین کی پالیسی کامیاب رہی ہے مستقبل میں اس ٹھوس اور مضبوط موقف پر آزادی وطن اور حریت اقوام کا ایک تاریخ اور زریں باب رقم ہو گا اس وقت ہمارے سامنے اولین مسئلہ افغان مجاہدین کی ہمدردی اور مہاجرین کو پناہ دینا تھا ۔ اور الحمد اللہ کہ اسلامی اخوت کی بناء پر ہم مظلوم افغان کی ہمدردی اور ہر ممکن امداد کرتے رہے جبکہ ان مظلوموں نے صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پاکستان کے دفاع کی بھی جنگ لڑی ہے افغانستان کے میدان کار زار میں افغان مجاہدین کی بے مثال تاریخی قربانیاں اپنی مثال آپ ہیں ۔ اس سلسلہ میں ویٹ نام وغیرہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں ۔ مجاہدین نے اپنے سے کئی گناہ ایک بڑی طاقت اور استعماری قوت کی یلغار کو بریک لگا دی ہے .... مگر اب روس میدان جنگ میں ہار جانے کے بعد بڑی شاطرانہ "تثلیثی جال (روس ' بھارت ' امریکہ ' گٹھ جوڑ) سے مذاکرات کی میز پر مستقبل کی سیاست جیتنا چاہتا ہے جس کا واضح ثبوت بھارت کا کھل کر میدان میں آ جانا ہے تاہم مجاہدین کی بے نظیر پامردی اور استقامت سے افغانستان میں ہزیمت اور رسوا ترین شکست روس کا مقدر بن چکی ہے ۔ اور وہ اپنی فوجوں کی واپسی کے لئے خود ایک وقت متعین کر چکا ہے تو معاہدہ پر ہمارے دستخط کر دینے یا نہ کرنے سے ہر دونوں صورتوں میں روس افغانستان سے واپس جائے گا ۔

جنیوا مذاکرات کا روسی فوجوں کی واپسی سے کوئی تعلق نہیں ۔ فوجوں کی واپسی کا فیصلہ روس نے افغانستان میں اپنی ناکامی مجاہدین کی ناقابل شکست مزاحمت مقبوضہ مسلم علاقوں میں بیداری کی لہر' بین الاقوامی سطح پر ذلت و رسوائی اور بڑھتی ہوئی مذمت اور افغانستان کی بلاجواز جنگ کے داخلی نتائج اور گورباچوف کی نئی خارجہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے ۔ اس سلسلہ میں جمعیتہ علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ روس نے 9 سال تک افغانستان کی تباہی اور ہلاکت کے جن سنگین اور بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے اب وہ نتائج کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری قبول کرے ۔ افغانستان کی تعمیر نو امن سکون کی بحالی مہاجرین کی واپسی اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام اور بقاء و تحفظ اور اس کے استحکام کی ذمہ داری قبول کرے ۔ افغانستان کی تعمیر نو امن و سکون کی بحالی مہاجرین کی واپسی اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام اور بقاء و تحفظ اور اس کی استحکام کی ذمہ داریوں میں اسے جکڑے بغیر وہ یونہی رخصت ہو گیا تو پھر وہ مستقبل میں جس طرح کی من مانی کرنا چاہے گا کر سکے گا تو پھر اس وقت اس کے ناک میں نکیل ڈالنا ناممکن ہو گا ۔

افغانستان میں روسی یلغار کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہاں پر اس کا سکہ اور نظام چلتا رہے داوود ترکئی امین کارمل اور نجیب سب اس کے پیادے فرستادے اور کٹھ پتلی تھے جب جارحیت کا خاتمہ اور روسی تسلط سے خلاصی ہی مقصود ہے تو لامحالہ جارحیت اور ظلم کے اثرات و ثمرات کو بھی محو کرنا ہو گا ۔

لہٰذا پاکستان کو موجودہ شکل میں جنیواء معاہدہ پر دستخط کر کے بلاوجہ ایک مضبوط حلیف قوت افغان مجاہدین کی ناراضگی ہرگز مول نہیں لینی چاہیے

جہاں تک امریکہ کی پالیسی کا تعلق ہے تو امریکہ اپنی نئی پالیسی سے ایک تیر سے دوشکار کھیلنا چاہتا ہے اور دو طرح کے فائدے حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ ایک افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء اور دوسرا افغان مجاہدین کی آزاد اور اسلامی حکومت کی قیام میں رکاوٹ ۔

امریکہ سمیت دنیا کی سوشلسٹ کیمونسٹ اور لادین حکومتیں بظاہر افغانوں کی حمایت کے باوجود وہاں پر آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہرگز نہیں چاہتیں ۔ چونکہ افغانستان میں اسلامی انقلاب کے اثرات ایران پاکستان اور وسط ایشیاء پر پڑ سکتے ہیں ۔ امریکہ نئی شاطرانہ پالیسی سے اس کا تحفظ اور سدباب چاہتا ہے اگر امریکہ ساتھ نہ بھی دے تب بھی مجاہدین اللہ کی نصرت اور بھروسہ پر ایک عظیم اسلامی انقلاب اور آزاد اسلامی ریاست کی قیام و استحکام میں انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیں گے ۔ بعض لوگ خانہ جنگی کے خطرہ کو سامنے لاتے ہیں ۔ خانہ جنگی کا اندیشہ دستخط کرنے نہ کرنے دونوں صورتوں میں موجود ہے ۔

امریکہ روس گٹھ جوڑ کی موجودہ پالیسی قبول کر لینے کی صورت میں مستقبل کے اندیشوں کے بارے میں گذارش ہے کہ اس پالیسی کو قبول کر لینے کی صورت میں بھی افغانستان کی سالمیت خانہ جنگی سے تحفظ اور اس کے

(باقی ص ۷۱۲ پر)

جہاد افغانستان اور مولانا سمیع الحق کی خاموش سفارتی مہم

ضبط و تحریر : مولانا عبدالقیوم حقانی

اس صدی کا سب سے بڑا المیہ غیرت و حمیت کی سرزمین افغانستان میں روس کی بربریت بہیمت اور سفاکی ہے تاہم افغان مجاہدین کی مسلسل جہاد عزم و ہمت شوق شہادت ' جوش ایمان اور بے مثال استقامت نے روس کو ذلیل ترین پسپائی اور افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کر دیا ۔ اور الحمدللہ کہ اس جہاد میں مرکز علم دارالعلوم حقانیہ ' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ ان کے تلامذہ اور فضلاء جمعیت علماء اسلام اور اس کے مرکزی سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء کا بھی بھرپور حصہ رہا ہے ۔ اور اب جب کہ فتح و انقلاب کا حساس اور نازک ترین مرحلہ قریب آگیا ہے تو " الکفر ملۃ واحدہ " کے پیش نظر سب اس پر متفق ہو گئے کہ وہاں اسلامی انقلاب نہ ابھرنے پائے اور انقلاب کی تکمیل سے پہلے پہلے دینی قوتوں کو مفلوج ' مجاہدین کو منتشر اور ان کے روشن مستقبل کو تاریک بنا دیا جائے ۔ اور پاکستان کی طرح وہاں بھی اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دیا جائے جو نام تو اسلام کا لیں مگر کام وہی کریں جو طاغوتی طاقتیں ان کے سپرد کر دیں ۔ اب کے نازک ترین اور حساس مرحلہ پر افغان قیادت کی طرح عالم اسلام کی تمام حامی قوتوں بالخصوص پاکستان میں موثر سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والی دینی قوتوں اور سیاسی رہنماؤں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے گزشتہ ماہ لندن اور شگاگو میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں کے لئے سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سارقین ختم نبوت کے تعاقب کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے اہم ترین مسئلہ جہاد افغانستان کے لئے بھی اپنی خاموش سفارتی مہم جاری رکھی ۔ اسی اہم مقصد کے پیش نظر موصوف نے امریکہ کے سفر کا پروگرام بنایا ۔ جہاں انہوں نے امریکن کانگریس اور سینٹ میں ری پبلکن ڈیمو کریٹک پارٹی کے اہم ارکان سینیٹر گارڈن ہمفرے اور کانگریس میں نیل مکالم اور مسٹر چارلس ولسن سے الگ الگ تفصیلی ملاقاتیں کیں ۔ ان کے علاوہ وہ امریکی وزارت خارجہ کے جنوبی ایشیا کے نائب وزیر خارجہ مسز شیفر سے بھی ملے ان ملاقاتوں میں مولانا سمیع الحق نے افغانستان کے بارہ میں امریکہ کی بدلتی ہوئی پالیسیوں اور مجاہدین کی راہ میں پیدا کی جانے والی دشواریوں سے انہیں اپنے خدشات اور تشویش سے آگاہ کیا اس صدی کے طویل اور عظیم جہاد اور جنگ آزادی کو سبوتاژ کرنے سے خود امریکہ کے حق میں بھی مستقبل کے بھیانک خطرات سے انہیں آگاہ کیا ۔ پاکستان اور افغانستان کی حساس جغرافیائی پوزیشن کی بنا پر امریکہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ۔ مولانا سمیع الحق نے ان پر واضح کیا کہ پاکستان کا مسئلہ صرف روس کی واپسی نہیں بلکہ تیس لاکھ افغان مہاجرین کو باعزت طور پر واپس جانا اور وہاں کے ان ارکان نے مولانا کا موقف نہایت غور اور دلچسپی سے سنا اور بعض نے خود بھی امریکہ کی ان مبہم پالیسیوں پر تشویش کا اظہار کیا جب کہ بعض ارکان نے امریکی صدر بش کے تازہ موقف کے حوالہ سے مولانا کو یقین دلایا کہ امریکہ کی افغان پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا رہی البتہ بعض لابیاں مشکلات پیدا کر رہی ہیں ۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق مدظلہ کو اس بات کا بھی یقین دلایا کہ آپ کے خیالات اور جذبات اور بعض اہم امور کے بارے میں مفید تجاویز سے پارلیمنٹ کو بھی آگاہ کر دیں گے ۔ اس موقع پر وائس آف امریکہ نے پاکستان اور افغانستان کی تازہ صورتحال سے متعلق مولانا سمیع الحق کا ایک اہم انٹرویو بھی نشر کیا ۔

واشنگٹن میں امریکی کانگریس ' سینٹ اور وزارت خارجہ کے ارکان سے جو گفتگو ہوئی ہم ذیل میں اس کے بعض اہم نکات کیسٹوں اور وہاں کے اخبارات سے نقل کر کے نذر قارئین کر رہے ہیں ۔

امریکی وزارت خارجہ ارکان سینٹ و کانگریس سے مولانا سمیع الحق کی گفتگو کے اقتباس

جہاد افغانستان اور افغان مجاہدین کی مساعی اور جنگ آزادی کے متعلق امریکی پالیسی کی تبدیلی انسانی اقدار ' شرافت وحیا ' مروت و ہمدردی اور اب تک کے مواعد عزائم اور افغانیوں کی طویل ترین اور عظیم قربانیوں سے خیانت اور غداری کے مترادف ہے جبکہ امریکہ کو مقاصد جہاد کا پہلے سے علم تھا مگر وہ ساتھ دیتا رہا ۔ اور اب جب کامیابی کا مرحلہ قریب آپہنچا ہے اور مجاہدین ایک حساس اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں ۔ عبوری حکومت تشکیل دی جا چکی ہے مگر امریکہ کا اسے تسلیم نہ کرنا افغانستان کے جہاد حریت ' ان کے نظریہ جنگ اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج اور مقاصد کو تاراج کر دینے کے رسوا ترین اقدام کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا ۔ اس سے دنیا بھر میں امریکہ کی ساکھ کو نقصان پہنچا اس کا وقار اور اعتبار ختم ہوا ۔

امریکہ کو اپنی تازہ ترین پالیسی پر نظرثانی کرنی چاہیے ۔ اور اگر یہی پالیسی رہی تو یقین جانئے امریکی پالیسی سازوں کے غلط اندازے انہیں ایک نئے ایران کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیں گے جو عراق سے نبرد آزما کمزور ایران نہیں بلکہ سپر طاقت کو نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ نکالنے اور عالم اسلام کی بھرپور حمایت رکھنے والا افغانستان ہو گا ۔ اس طرح امریکہ کی سابقہ تمام حمایت اور محنت پر پانی پھر جائے گا ۔ اس سے افغانیوں کا امریکہ کے لئے نرم گوشہ اور محبت نفرت سے تبدیل ہو جائے گی ۔ اور روس اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ان کے زخموں کو مندمل کرا سکے گا اور وہ بھی روس کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ پڑوسی ہیں تھک گئے ہیں اور ان کی روشنی روس سے امریکہ منتقل ہو جائے گی ۔ کہ افغانستان کو ١٦ کلو میٹر پر ایک آہنی ہمسایہ مل سکتا ہے ۔

•

افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنا ' مستقبل میں ایک مضبوط مستحکم حکومت کے قیام اور استحکام کی ضمانت قرار دیا جا سکتا ہے آزاد اور مستحکم افغانستان اور ایشیا میں امن کے قیام کے لئے پاکستان واحد خطہ ہے جہاں داخلی امن ضروری ہے جب کہ ایران ' عرب دنیا اور ہندوستان کے حالات غیر یقینی ہیں آزاد

افغانستان کا قیام اور پاکستان میں استحکام روس کی بکھرنے والی ایمپائر کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہے جب کہ اس کے بکھرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔

موجودہ افغان حکومت کو تسلیم کرنے اور مستقبل میں افغان مجاہدین کی حکومت قائم کرنے کے سوا کسی بھی دوسرے متبادل حل کا امکان نہیں۔ افغانی عوام ظاہر شاہ کو اپنا قاتل اور حالیہ روسی بربریت کا اسے ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ باہر سے مسلط کئے جانے والا سیٹ اپ کٹھ پتلی حکومت، افغانیوں کے مزید غیظ و غضب کو دعوت دے گی۔ پھر امریکہ کو اس سے بڑھ کر اپنی قوت اور اسلحہ خرچ کرنا ہو گا جتنا کہ اب روس نجیب حکومت کے تحفظ کے لئے کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلسل خانہ جنگی بھیانک مستقبل اور نہ ختم ہونے والے قتل و خون کا ذمہ دار امریکہ ہو گا۔

ایران اور روس کا قریب بھی امریکہ کی غلط پالیسیوں کے ہاتھوں ہوا اور متبادل افغان حکومت بھی روس کے قریب جائے گی اور یہ سارا نقشہ ہرگز آپ کے حق میں نہیں ہو گا۔

جہاں تک جلال آباد میں جنگ اور مجاہدین کے حملوں کا فوری نتیجہ خیز ثابت ہونے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ افغان مجاہدین نے اس سلسلہ میں کوئی لاف زنی نہیں کی، یہ ساری پیشن گوئیاں واشنگٹن کی تھیں رومانٹک اعلانات آپ نے کئے ایسے حساس ترین وقت میں اسلحہ کی ترسیل روکنا حد درجہ نامناسب منافقانہ اور مذموم فعل تھا جس کا خود وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے انٹرویو میں بھی اعتراف کیا ہے۔

جلال آباد کی جنگ سے متعلق جہاں تک میرا خیال ہے اور یہ درست بھی ہے اور اس کے کافی قرائن اور شواہد بھی ہیں کہ آپ ہی کے مشورہ اور ہدایات کے بنا پر پلاننگ ہوئی۔ روس بھی چار ہزار بلین ڈالر کے ہتھیار کا اعتراف کر چکا ہے روس کی ۳۶۰۰ فلائٹ کا بل پرا ترچکی ہیں کٹھ پتلی افغان حکومت اور روس کی بھرپور مدافعت اور لگاتار ہوائی حملوں کے باوجود افغان مجاہدین پامردی سے ڈٹے رہے۔

امریکہ کے مختلف شہروں میں استقبالیہ تقریبات اور مسلمانوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب

واشنگٹن میں ان اہم ملاقاتوں اور مذاکرات کے علاوہ بھی وہاں کے مسلمانوں کی مختلف سیاسی و سماجی اور دینی تنظیموں کی طرف سے مختلف شہروں میں لے جانے والے استقبالیوں میں شرکت کی۔ مرکزی اسلامک سنٹر آرلنگٹن میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ نیویارک میں بھی استقبالیہ تقریبات میں شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے ان اجتماعات میں بھی مسلمانون کو امریکہ اور یورپ میں عالم اسلام بالخصوص پاکستان اور جہاد افغانستان کے خلاف سرگرم عمل لابیوں پر کڑی نگاہ رکھنے کی تلقین کی۔ اور انہیں ملک اور عالم اسلام کے خلاف امریکہ اور برطانیہ میں کی جانے والی سازشوں سے باخبر رہنے اور اپنا کردار ادا کرنے پر زور دیا۔

ویمبلے ہال لندن اور شگاگو میں عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت اور برطانیہ کے اہم شہروں کا دورہ اور اجتماعات سے خطاب

جبکہ اس سے قبل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے برطانیہ کے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اکتوبر کے آغاز میں ویمبلے ہال لندن میں پانچویں سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے علاوہ برنگھم، شیفلیڈ مانچسٹر اور گلاسکو میں مختلف جلسوں سے خطاب کے دوران اس امر پر زور دیا کہ دنیا بھر میں رہنے والے پاکستانیوں کو اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں اور اسلامی تشخص کے تحفظ کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔

انہوں نے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ عالمی استعماری قوتیں پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے اور اسے ایک سیکولر ریاست بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور ان کی ایجنٹ لابیاں پاکستان میں مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ کیمونسٹ اور مغربی طاقتیں دونوں عالم اسلام میں اسلامائزیشن کی ابھرتی ہوئی تحریکات سے خوفزدہ ہیں اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کے لئے سازشیں کر رہی ہیں۔ افغان مجاہدین نے اپنے وطن کی آزادی اور پاکستان کی سالمیت کی جو جنگ چودہ لاکھ کے افغانوں کے ساتھ میدان میں جیتی ہے آج اسے سازشوں کے ساتھ شکست میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ اور اس گھناؤنی سازش میں واشنگٹن، اسلام آباد اور ماسکو کے درمیان خفیہ گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں یہاں رہنے والے مسلمان اپنے اثر رسوخ تعلقات اور عمل و کردار سے ایک موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح آپ حضرات دیگر علمی و دینی، مذہبی اور تبلیغی امور میں اپنے خلوص و محبت کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں بھی کسی بھی ممکنہ کوشش اور مساعی سے دریغ نہیں کریں گے۔

برکۃ المغازی عربی
از مولانا محمد حسن جان صاحب سابق استاذ دار العلوم حقانیہ
بخاری شریف کی کتاب الجہاد والمغازی اور حدیث وصیۃ زبیر کے متعلق تحقیقی مباحث قیمت چار روپے

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

مشہور عالم تصنیف "فاتح" کے مصنف کی تاریخی شہادت

جنرل عبدالرحمن اختر شہید کی سوانح اور جہادِ افغانستان میں ان کے عظیم کردار پر معروف صحافی جناب ہارون الرشید کی تازہ ترین شاہکار تصنیف "فاتح" سے ایک اقتباس ــــ جس سے ملکی سیاست میں معہ دارالعلوم حقانیہ کا جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں ممتاز کردار اور تاریخی مساعی پر روشنی پڑتی ہے ــــ (ادارہ) ــــ

۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء کو صدر نے غیر جماعتی انتخابات کے بعد محمد خان جونیجو کو اقتدار سونپ دیا۔ رفتہ رفتہ اخبارات کو زیادہ آزادی ملی تو افغان پالیسی پر نکتہ چینی بڑھنے لگی۔ "ترقی پسند" اخبار نویس تو ظاہر ہے کہ لمبی لمبی داڑھیوں اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھ کر پریس کانفرنس شروع کرنے والے افغان لیڈروں کے خلاف تھے ہی، بہت سے دوسرے صحافی بھی آزادی کے لئے برسرپیکار افغانوں کے خلاف لکھ رہے تھے۔ یہ بات کسی طرح مغربی تعلیم یافتہ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اس دور میں اسلام کے نام پر لوگ اپنی جانیں نچھاور کر سکتے ہیں اور یہ کہ روس ایسی عظیم قوت کو عسکری ناکامی سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔ پاکستانی صحافت میں بائیں بازو کا پروپیگنڈہ ہمیشہ مؤثر رہا تھا اور اب یہ اپنا رنگ دکھا رہا تھا۔ ببرک کارمل کے اقتدار سنبھالنے کے بعد افغانستان جانے اور کئی ماہ تک پل چرخی جیل میں قید رہنے والے مختار حسن نے ایجنسی افغان پریس کے نام سے ایک مختصر سی نیوز ایجنسی قائم کی۔ لیکن اس طرح کہ اس کی اجازت حاصل کرنے کے لئے لندن میں صدر دفتر بنانا پڑا۔ یہ ایجنسی ہر روز ایک یا دو خبریں اردو اور انگریزی زبان میں جاری کرتی اور ہفتہ میں ایک آدھ فیچر۔ ان خبروں اور فیچر کی اشاعت کے لئے اخبارات سے درخواست کرنا پڑتی اور بعض اوقات اس کے باوجود ان کی اشاعت ممکن نہ ہوتی۔ ملک میں آئے روز بموں کے دھماکے ہوتے اور بے گناہ لوگ مارے جاتے تو سیاسی لیڈروں کے بیانات شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتے کہ اس کے ذمہ دار افغان مہاجر ہیں۔ لاہور کے ایک مشہور کالم نگار نے جو ۱۹۸۸ء کے آغاز میں افغانوں کو حریت پسند تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے، افغان جہاد کی حمایت کرنے والے ایک اخبار میں لکھا: یہ کہنا مشکل ہے کہ دھماکے کون کرا رہا ہے۔ ان کا اشارہ یہ تھا کہ ممکن ہے کہ خود ضیاء الحق کی حکومت ہی ایسا کرا رہی ہو۔ دانشور حنیف رامے نے جو بعد ازاں گلبدین حکمت یار کو خراج تحسین کرتے پائے گئے، لاہور کے ایک اجتماع میں حریت پسندوں کو امریکی کارندے قرار دیا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ کرنل قذافی سے واسطہ رکھتے ہیں اور اب لادین بعث پارٹی کے سربراہ صدام حسین کو صلاح الدین ایوبی قرار دے رہے ہیں) اپنی پارٹی کے پلیٹ فارم کو مجاہدین کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا عبدالستار خان نیازی ؔ اسے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا کر سدِّ راہ ہو گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن افغان مجاہدین کی حمایت کرتے تھے لیکن اسی سانس میں یہ بھی کہتے تھے کہ یہ روس اور امریکہ کی جنگ ہے۔ بعد میں دیوبندی مکتب فکر کے بہت سے افراد اپنے طور پر جہاد میں حصہ لینے کے لئے افغانستان بھی گئے لیکن مولانا فضل الرحمٰن کی جماعت نے بحیثیت مجموعی اس میں وہ کردار ادا نہ کیا جس کی حکومتوں سے ٹکرانے والے ان سخت جان لوگوں سے امید کی جاتی تھی؟ **البتہ ان سے الگ ہونے والے (مولانا سمیع الحق کی قیادت میں کام کرنیوالے) درخواستی گروپ کے لوگ آواز اٹھاتے رہے۔** صدر ضیاء الحق کے پروں کے اندر پیدا ہونے والی مسلم لیگ کی حالت عجیب تھی۔ اسے مرکز اور چاروں صوبوں میں اقتدار حاصل تھا لیکن وہ پاکستان کے لئے زندگی اور موت ایسی اہمیت رکھنے والے اس معاملے سے لاتعلق تھی۔ سرحد اور بلوچستان میں اس کے وزرائے اعلیٰ ارباب جہانگیر اور جام آف لسبیلہ سرکاری طور پر تو افغان مجاہدین کی حمایت کرتے لیکن بند کمروں کے اجلاسوں اور نجی گفتگوؤں میں سے اظہار بیزاری کرتے۔ اسلام آباد میں ایک مسلم لیگی رکن قومی اسمبلی نے ایک روز اپنے دوستوں سے کہا "معلوم نہیں افغانستان کے سلسلے میں ان دنوں حکومت کی پالیسی کیا ہے؟" طرفہ تماشا یہ تھا کہ جونیجو کو اس سلسلے میں بنیادی پالیسی سے تو آگاہ کر دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ان کے لئے اس کی حمایت کے سوا کوئی راستہ نہ تھا، مگر انہیں مسلسل اعتماد میں لینے اور تصویر کے اندر رکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ خود انہیں بھی اس سے دلچسپی نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سال بھر تو وہ صورت حال کو سمجھ ہی نہ سکے۔ بعد میں جب خطرناک مرحلہ آیا تو وہ ضیاء الحق سے الگ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کچھ تو اس مجبوری سے کہ ایک خفیہ آپریشن تھا اور کچھ اس سبب سے کہ اس طرح کے نظام حکومت میں عوامی رائے کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، پاکستانی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے کبھی استعمال نہ کیا گیا اور جب ضرورت محسوس کی گئی تو وقت گزر چکا تھا۔ (فاتح صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۰)

کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

ABC brother KNITTING MACHINE

SANAULLA CARPET YARNS

ABC Cashmira BLANKETS

ABC KNITTING YARNS

ثناءاللہ وولن ملز لمیٹڈ

تیسری منزل پینوراما سینٹر
فاطمہ جناح روڈ۔ کراچی
فون۔ ۵۱۶۰۳۵ - ۵۱۶۰۳۴

adcom-126

جہاد افغانستان اور امریکی پالیسی میں تبدیلی

مولانا سمیع الحق کا وائس آف امریکہ کو انٹرویو

یہ واشنگٹن ہے محترم سامعین جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور ایوان بالا پاکستان کے معزز رکن سینیٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ ہمارے نمائندے کا انٹرویو سماعت فرمایئے۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب صاحب کچھ دن پہلے ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شکاگو تشریف لائے تھے اور یہ واشنگٹن میں ہمارے اسٹوڈیو میں ان کا انٹرویو سنئے۔

س = مولانا صاحب یہ فرمائیں کہ امریکہ کس لئے تشریف آوری ہوئی ؟

مولانا سمیع الحق = شگاگو میں ایک اسلامی کانفرنس تھی ختم نبوت اور جمیت حدیث کے موضوع پر اور امریکہ کی اسلامی تنظیموں اور علماء نے مجھے دعوت دی تھی۔ اصل میں تو اس لئے آیا تھا۔ پھر میں نے ضروری سمجھا کہ ایک دو دن کے واسطے واشنگٹن بھی جاؤں۔ افغانستان کا جہاد ایک نازک مرحلے پر پہنچ گیا ہے لیکن جہاد افغانستان میں ہمارے بڑے بڑے علماء بھی شہید ہوئے ہیں اور انہوں نے سولہ لاکھ مسلمانوں کی قربانی دی ہے۔ اور لاکھوں لوگ ملک سے باہر دربدر پھر رہے ہیں۔ تیس لاکھ پاکستان میں اور باقی دوسرے ملکوں میں ہیں۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم جہاد ہے اور غیر مسلم قوتوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جہاد ایک بڑی طاقت ہے روس جیسی سپر طاقت نکل جانے پر مجبور ہو گئی ہے۔

اب ہم کچھ تبدیلی محسوس کر رہے ہیں جب سے روس واپس ہوا ہے امریکہ نے بھی اپنی پالیسی بدلنی شروع کر دی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاد افغانستان اپنے منطقی نتائج تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ وہاں ایک مضبوط اور مستحکم اور افغانستان کے عوام کو قابل قبول حکومت مجاہدین کی ذریعہ قائم کر دیں۔ اس سلسلے میں، میں چاہتا ہوں کہ امریکہ کے ایوان نمائندگان، کانگریس اور سینٹ کے بعض ارکان کے ساتھ بات چیت کروں۔

آپ کا کیا خیال ہے

س = اب تو روسی افغانستان سے چلے گئے ہیں اور افغانی، اپنی درمیان جنگ کر رہے ہیں یہ موضوع کس طرح ہو گا ؟

مولانا سمیع الحق = روسی برائے نام تو افغانستان سے چلے گئے ہیں لیکن عملاً" اب بھی روس اس جنگ میں شریک ہے یہ سب قتل و غارت گری روسیوں کے ذریعے اب بھی جاری ہے۔ روس نے خود اعتراف کیا ہے کہ چار ملین ڈالر اسلحہ ہم نے بھیجا ہے۔ اور اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز آتے ہیں۔ ان کے ایڈوائزز موجود ہیں اور مجاہدین کے مقابلے میں جتنے وسائل ہیں اسلحہ ہے قوت ہے سب روس استعمال کر رہا ہے اس لئے روس حقیقت میں نہیں گیا ہے اب اگر امریکہ یا دیگر قوتیں پہچانتی ہیں کہ نجیب بھی حکومت میں شریک ہو جائے یا باہر سے ایک آدمی کو لایا جائے اور اس کو مسلط کیا جائے مجاہدین پر اور افغانستان پر، تو اس پر افغان عوام مطمئن نہ ہوں گے۔ جب تک مطمئن نہ ہوں گے جنگ جاری رہے گی۔

س = بات یہ ہے کہ مولانا صاحب کہ افغانستان میں سیاسی قوتیں ہیں جہاد ہے جہاد نے ایک نتیجہ دیا کہ روسی نکل گئے تو اب بالکل دوسرا موضوع ہے یعنی اب روسی فوج جنگ نہیں کر رہی افغانیوں کے ساتھ اور وہاں اس میں شک نہیں کہ اس میں پاکستان کی حکومت مجاہدین کے ساتھ امداد کر رہی تھی۔ امریکہ بھی امداد کر رہا تھا۔ آپ کہتے ہیں کہ جنگ جاری رہے گی۔ یعنی نجیب درمیان سے چلا جائے جنگ کے ذریعہ اور وہاں کس قسم کی حکومت آئے ؟

مولانا سمیع الحق = ہم تو کہتے ہیں کہ جنگ بالکل ختم ہو جائے اور امن و امان قائم ہو جائے لیکن مجاہدین کی مرضی کے خلاف جو بھی فیصلہ ہوا۔ نجیب اس میں شریک ہو یا باہر سے ظاہر شاہ آجائے۔ تو اس صورت میں مجاہدین مطمئن نہ ہوں گے اور جب مطمئن نہیں ہوں گے تو لازما" جنگ جاری رہے گی۔

س = میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجاہدین سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟ وہ لوگ جو افغانستان میں جنگ کر رہے ہیں وہ رائے دیں اور وہ ووٹ دیں کہ کس کو چاہتے ہیں یا آپ کا مطلب ان سات تنظیموں کے سربراہ ہیں جن کو پاکستان نے بنایا ہے ان کو تو افغان عوام تسلیم نہیں کریں گے۔

مولانا سمیع الحق = یہ سات تنظیموں کے مجاہدین یہی لوگ ہیں جو افغانستان کے اندر جنگ کر رہے ہیں۔ اور میرے خیال میں ان جماعتوں سے آزاد بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ ان کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس نظم کے ساتھ وہ جماعتیں افغانستان کے اندر بڑھ رہی ہیں۔

س = یہ سات تنظیمیں تو پاکستان میں بنی ہیں انہوں نے اس مرحلے میں کیا جہاد کیا ہے کہ روسیوں کو نکالا ہے بہت مبارک اور اچھا کام ہے لیکن بات یہ ہے کہ افغانستان کے لوگوں کے نمائندے نہیں کسی نے ان کو ووٹ نہیں دیا۔ کون کہتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان کے عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

سمیع الحق = ان کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ وہاں بمباری ہو رہی ہے اس لئے پاکستان نے ان کو پناہ دی۔ نہ پاکستان اس جنگ میں شریک ہوا ہے اور نہ ہی یہ تنظیمیں ہم نے بنائی ہیں۔ ان تنظیموں کے ذریعے یہ جہاد ہوا ہے اور اب ان کو نکلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے تو میرے خیال میں ان تنظیموں کے سوا اور کوئی ایسی قوت نہیں جو افغانستان میں ایک فیصلہ کرے۔

س = ہمیں افغانستان کے عوام کے ارادوں کو دیکھنا چاہیے کہ افغانستان کی اکثریت کیا چاہتی ہے ؟

ڈیموکریٹک کو چاہتے ہیں یا مولوی کو۔ اخوان کو چاہتے ہیں یا کسی اور کو،

ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں یا ان سات تنظیموں کو یا جس کو بھی چاہتے ہیں یہ عوام فیصلہ کریں گے ۔

سمیع الحق = لیکن یہ اس صورت میں جب کہ عبوری حکومت کو عملی شکل میں تسلیم کر لیا جائے اور عبوری حکومت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عبوری حکومت کی نگرانی میں آزادانہ انتخابات کرائے جائیں ۔

س = کونسی عبوری حکومت ؟

سمیع الحق = یہ موجودہ عبوری حکومت کا ڈھانچہ جو قائم ہے کہ ان مجاہدین نے ملک کو آزاد کرایا ہے ۔

س = ملک تو آزاد کرایا ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان کی حکومت نے بنائی ہے ۔

مولانا سمیع الحق = یہ تو جی سامراج کا پروپیگنڈا ہے ان کے مجاہدین نے ملک آزاد کرایا ہے ان کے مہاجرین نے قربانیاں دی ہیں ۔

س = مجاہدین تو افغانستان کے لوگ ہیں نا ؟

مولانا سمیع الحق = جی بالکل افغانستان ہی کے لوگ ہیں ۔ پاکستان اس مسئلہ میں کسی قسم کا فریق نہیں ہے پاکستان نے تو مہاجرین کو پناہ دی ہے جو کہ ایک اسلامی فریضہ ہے

س = اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسی شرائط طے پا جائیں کہ ایک عبوری حکومت قائم ہو جاتے ۔ جس میں افغانستان کے عوام بھی ہوں ۔ ساتوں تنظیموں کے نمائندے بھی اس میں شامل ہوں ظاہر شاہ اور دوسرے لوگ بھی اس میں ہوں پھر انتخابات کرائے جائیں آپ اس سوچ کے ہم خیال نہیں ؟

مولانا سمیع الحق = ہم تو کہتے ہیں کہ اگر ظاہر شاہ واپس آجائے تو یہ لوگ جنہوں نے جہاد کیا ہے اور ملک کو آزاد کرایا ہے اور بہت بڑی قربانیاں دی ہیں ۔ جس شخص کے ہاتھوں اتنا بڑا طوفان بربادی و تباہی آئی ہے اب یہ لوگ کیسی برداشت کریں گے کہ ظاہر شاہ کو ان پر مسلط کر دیا جائے لہٰذا بغاوتیں ہوں گی جنگ ہو گی ۔ اور خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہے گا امن کی کوئی صورت میرے خیال میں قائم نہ ہو سکے گی ۔

س = جن لوگوں نے افغانستان میں سروے کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ پچاسی فیصد لوگ ظاہر شاہ کے حامی ہیں اور جو لوگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جان واولاد کو قربان کر رہے ہیں وہی لوگ ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں ۔

مولانا سمیع الحق = میرا خیال ہے کہ روس نجیب اللہ کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا اب امریکہ چاہتا ہے کہ میں اس کی جگہ لے لوں ۔ اور ظاہر شاہ کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کروں ۔ اور افغانستان کو اپنی گرفت اور کنٹرول میں رکھوں ۔

س = مولانا صاحب بات ایسی نہیں ظاہر شاہ تو روم میں بیٹھا ہوا ہے اور امریکہ کا پیسہ اسلحہ اور ڈالر تو یہاں آتے ہیں اور تنظیموں کو دئے جاتے ہیں اور ظاہر شاہ کو کوئی نہیں دیتا ۔

مولانا سمیع الحق = اصل میں یہ عظیم بحران جو افغانستان میں آیا ہے اور ظاہر شاہ اطمینان سے روم میں بٹھا رہا یہی اس کا بہت بڑا جرم ہے کہ اس کا ملک جل رہا تھا ' تباہ ہو رہا تھا اور اس نے اس میں کچھ حصہ نہ لیا ۔

س = اس نے چار دفعہ پاکستان سے اجازت مانگی کہ پاکستان آئے لیکن ضیاء الحق نے اس کو اجازت نہ دی کہ پاکستان آئے اور جہاد میں حصہ لے ۔

مولانا سمیع الحق = بہرحال اس کی ذمہ داری تھی کہ افغانستان پہنچتا اور وہاں موثر کردار ادا کرتا ۔ اپنے جرم کو چھپانا اور اسے پاکستان کے سر تھوپنا یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ سے بھی بدتر ہے ۔

بقیہ صفحہ [illegible] سے ؛ مسئلہ افغانستان پر گول میز کانفرنس

اثرات سے پاکستان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ۔ پاکستان کی سلامتی بھی اس میں ہے کہ پڑوس میں خالص آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہو اگر امریکہ گٹھ جوڑ کو تسلیم کر لیا گیا تو یہ ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے تمسخر کرنا ہو گا ۔ ایسی صورت میں افغانستان میں لادین کیمونسٹ حکومت قائم ہو گی جس کی وجہ سے پاکستان میں بھی پختونستان اور سندھو دیش وغیرہ کے شوشے چھوڑے جاتے رہیں گے ۔ بدامنی اور دھماکے پہلے سے کئی گنا بڑھ جائیں گے ۔ ہمارے لئے افغانستان میں مضبوط مستحکم اسلامی حکومت ایک بہترین پڑوسی ثابت ہو سکتی ہے ۔

افغانستان کی جنگ میں اصل فریق کی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑنے والے افغان مجاہدین اور حملہ آور روس ہیں ۔ مجاہدین اپنے وطن کی آزادی میں ۱۳ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کرا چکے ہیں ۔ پاکستان کا حامی و ناصر ان کا میزبان اور پڑوسی ان کا حلیف و مددگار ان کا وکیل و ترجمان خود ایک متاثرہ ملک اور افغانستان کے مسئلہ میں اس کی حیثیت ایک مصالحت کنندہ کی ہے لہٰذا یہ ابھی سے طے ہونا چاہیئے کہ افغان مجاہدین کو ناقابل قبول یا ان کی شمولیت اور رضامندی کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں ہونا چاہیئے جو معاہدہ بھی افغان مجاہدین کی کامیابی اور افغان مہاجرین کی امن و سکون سے واپسی کی ضمانت نہ دے وہ افغانستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دے گا اور پاکستان کو بھی لے ڈوبے گا پاکستان کا مفاد اور اس کی سالمیت و استحکام مجاہدین کی کامیابی اور ان ہی کے موقف پر مبنی معاہدے سے وابستہ ہی پوری مسلم دنیا غیر جانبداری تحریک اقوام متحدہ کے ۱۴۲ ممالک اور اسلامی سربراہ کانفرنس بھی بارہا اس موقف کی تائید کر چکے ہیں

اگر خدانخواستہ اس سے انحراف کر لیا گیا اور افغان مجاہدین کے موقف افغان مہاجرین کے مفاد اور ان کا بھرپور ساتھ دینے والی قوتوں کی رائے کو اگر خدانخواستہ نظر انداز کر دیا گیا تو جس موقف کے تسلسل سے پاکستان نے عالمی رائے عامہ اور بالخصوص مسلم دنیا میں عزت و افتخار کا جو مقام حاصل کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا ....

گول میز کانفرنس میں صرف اس موقف کی مدلل وضاحت پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اس موقف کو منوانے اس میں وزن ڈالنے اور موثر بنانے کے لئے قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کی تحریک و تجویز پر قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ۱۲ مارچ ۱۹۸۸ء بروز ہفتہ تمام دینی مذہبی جماعتوں کے قائدین ملک کے ممتاز سکالرز ' دانشور ' سیاسی مدبرین ' ارباب علم و فضل اور ذی رائے اصحاب علم و بصیرت کا جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ روالپنڈی میں ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا جس میں ملک کی تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور شرکاء اجلاس نے اس موقف کی بھرپور تائید کی اور حکومت پر واضح کیا کہ اس واضح اور ٹھوس لائحہ عمل سے سرموانحراف بھی مستقبل کے بھیانک خطرات اور ملکی سالمیت کی ہچکولے کھاتی نیا کے لے ڈوبنے اور ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے ۔

* * *

دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزند، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے تلمیذ رشید

مجاہد کبیر مولانا جلال الدین حقانی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی مکاتبت

مولانا جلال الدین حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، سابق مدرس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے چہیتے شاگرد مولانا سمیع الحق کے رفیقِ خاص اور اب افغانستان کے معرکۂ کارزار میں محاذِ جنگ کے عظیم جرنیل اور فاتح خوست ہیں ان کی ثابت قدمی، شجاعت اور مجاہدانہ کارناموں کی پوری دنیا معترف ہے۔ ان کی سیاست، تدبر، اور جنگی مہارات کی ایک جھلک روسی کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب اللہ اور جناب حقانی صاحب کے درمیان مکاتبت کی صورت میں نذر قارئین ہے ——— (ادارہ)

روسیوں اور کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کی جانب سے عسکری محاذ پر مجاہدین کے خلاف ناکامی کے بعد ان کے خلاف نفسیاتی حربوں کے استعمال میں مزید شدت آگئی ہے۔ قومی مصالحتی مہم اور یک طرفہ جنگ بندی کے اعلانات اس مہم کے بنیادی عناصر ہیں۔ گذشتہ ۸ برسوں میں مجاہدین کے خلاف ان کی ناکامی کا ایک سبب، اندرونِ افغانستان لڑنے والے مجاہدین اور ان کے رہنماؤں کے درمیان باہمی اعتماد کا مضبوط رشتہ ہے جو باوجود ہر طرح کی ترغیب و تحریص دھونس دھمکیوں اور رہتی پر لالچ، پیشکشوں کے اب تک ٹوٹنے نہیں پایا۔

مجاہدین کے مختلف معروف کمانڈروں کو براہِ راست پیشکشوں کا یہ سلسلہ گذشتہ چند برسوں سے تواتر سے جاری تھا جس میں سالِ گذشتہ کے دوران مزید شدت آگئی۔

حزب اسلامی افغانستان، جمعیت اسلامی افغانستان اور حزب اسلامی (مولوی خالص) کی تنظیمیں خصوصاً اس مہم کا نشانہ ہیں۔ حالیہ خوست، گردیز جنگ کے دوران ان کوششوں کا تسلسل اس وقت سامنے آیا جب ڈاکٹر نجیب اور سلیمان لائق (وزیر سرحدی امور) کی جانب سے پکتیا کے ایک معروف کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کو دام ہمرنگ زمین کی صورت میں ترغیب و تحریص کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی گئی۔

پہلا مکتوب ۸۷ء کے وسط میں بھیجا گیا جب کہ دوسرا خوست کی جنگ سے محض چند دن پیشتر روانہ کیا گیا۔

مولانا جلال الدین حقانی افغانستان کے ان علاقائی کمانڈروں میں شامل ہیں جنہیں کابل انتظامیہ نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا۔ دیگر کمانڈروں میں اسماعیل خان (ہرات) احمد شاہ مسعود (پنج شیر) عبدالحق (کابل) اور چند دیگر راہنما شامل ہیں۔

مولانا حقانی سے بہتر و تعلقات" استوار کرنے کی خاطر انہیں نجیب کی جانب سے "معافی نامہ" بھی بھیجا گیا ہے جو زیر مضمون میں شامل ہے۔

جانبین کے تحریر کیے گئے اصل مکتوبات پشتو میں ہیں۔ البتہ ڈاکٹر نجیب کی جانب سے بھیجے گئے "معافی نامے" کا متن فارسی میں ٹائپ کیا گیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کے نام سے

عزت مآب مولوی صاحب جلال الدین حقانی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

آپ کی جانب سے روانہ کیا گیا مفصل خط مجھے موصول ہوگیا ہے۔ قومی مصالحتی مہم کے بارے میں آپ کی نیت (خیالات) سے آگاہی ہوئی۔ جاری جنگ میں ہماری اور آپ کی جانب سے بے گناہ مسلمان مارے جا رہے ہیں۔ پشتونوں اور افغانوں کے گاؤں اور مکانات تباہ ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے وطن کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ وطن اور قوم کی بربادی کو روکنے کی خاطر ہم اپنی پارٹی کی جانب سے صلح کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ آپ اسلام کے مقدس نام کی طرف سے خاطر جمع رکھیں۔ ہماری انقلابی حکومت العیاذ باللہ لادینی نہیں۔ وہ اسلام کے مقدس دین کو بے اعتبار اور نظروں سے گرانے کا کوئی پروگرام نہیں رکھتی۔

آئین کی دوسری شق کے مطابق اسلام کا بحیثیت دین احترام کرنا سب پر واجب ہے اور اب تو حکومت کے جاری کردہ قوانین میں اسلام کو اس کا درست مقام دینے کی ہدایات دے دی گئی ہیں۔ نیز حکومت عوام الناس کے دینی رجحان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

روسی افواج کے محدود فوجی دستے، جب بھی صلح کے روشن امکانات دیکھیں گے تو ہم سے صلاح و مشورے کے بعد افغانستان سے چلے جائیں گے۔ واضح رہے کہ روسی دستے افغانستان میں بیرونی مداخلت کو ختم کرنے آئے ہیں تاکہ افغانستان جلد ہی ایک مستقل، آزاد اور غیر جانبدار مملکت بن جائے۔ وہ دن دور نہیں جب حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگی اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کیے پر شرمسار ہوں گے۔

میرے نمائندے محترم استاد سلیمان لائق جنہیں آپ سے ملاقات کی ذمہ داری سونپی گئی ہے آپ کو دیگر تفصیلات سے آگاہ اور نیک نیتی کا مکمل یقین دلادیں گے مہربانی فرما کر مکمل اعتماد کے ساتھ ہم سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں ہم غدار نہیں ہیں۔ آپ یہ بات جانتے ہیں۔ جب ہم آپ سے گفتگو

کے نتیجے میں کسی حل تک پہنچ جائیں گے تو یہ جنگ بند کر دی جائے گی اور پھر ہم وطن کی تعمیر کے سلسلے میں باہم صلاح و مشورہ کرتے رہیں گے۔

ہم آپ کو آپ کی شخصی حیثیت اور عزت برقرار رکھنے کا مکمل یقین دلاتے ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر کے فضل سے عزم کرتے ہیں کہ ایک خوش حال پاک، تقویٰ کی حامل اسلامی مملکت تشکیل دیں گے۔ ایسی مملکت، جہاں انسانی حقوق، حفظ ناموس اور شرافت کا دور دورہ ہو۔

(ڈاکٹر نجیب اللہ)
(د، ا، خ، د، ک (ا سیکرٹیری جنرل)

جناب ڈاکٹر نجیب والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

آپ کا خط بمعہ تفصیلی نکات کے موصول ہوا۔ مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ ہماری جانب سے لکھے گئے مکتوبات سے آپ ہمارے اصل مقاصد واضح طور پر سمجھ جائیں گے۔ آپ کے خط کے جواب میں ہمارا مؤقف درج ذیل ہے

آپ ایک طویل مدت سے کمیونزم، سوشلزم (اشتراکیت) لادینیت الحاد، دہریت اور لینن ازم کے وکیل بنے ہوئے ہیں۔ اور مذکورہ بالا افکار کی ترویج میں آپ نے طویل جدوجہد کی ہے۔ اس ضمن میں لوگوں کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے بھرپور کوششیں نہایت ماہرانہ انداز میں، خاد کی سربراہی اور دیگر ذمہ دار عہدوں پر فائز رہتے ہوئے انجام دی ہیں۔ اور اس راہ میں اپنے تئیں بے دریغ ”قربانیاں“ بھی دی ہیں۔

ان کوششوں کے نتیجے میں افغانستان کی مسلمان امت اور مجاہدین کی بڑی تعداد اپنے جگر گوشوں، بھائیوں اور والدین سے محروم ہو چکی ہے۔ لاکھوں، معصوم بچے اپنے بے گناہ والدین کو ہمیشہ کے لئے کھو چکے ہیں۔ دس لاکھ سے زائد مسلمان آپ کی ”برکات“ سے فیض یاب ہو کر روسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں۔ جب کہ ۵۰ لاکھ سے زائد پردیس میں جلا وطنی کے کربناک شب و روز گزار رہے ہیں۔ ۲۰ لاکھ سے زائد خود اپنے وطن کے اندر گھر سے بے گھر ہو کر ہجرت کی راتیں بتانے پر مجبور ہیں۔

آپ کے ”وعدوں“ کے طفیل افغان ملت گھر کی جگہ قبر اپنانے، کپڑوں کی جگہ کفن پہننے اور روٹی کی جگہ مٹی پھانکنے پر مجبور ہوئی ہے۔ آپ کے یہ اعمال آپ کے موجودہ دعووں کی نفی کرتے ہیں۔ یہ اتنی معمولی بات نہیں اور نہ ہی خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ کہ کسی عملی کوشش کے بغیر آپ اپنا راستہ ہموار کر سکیں۔

یہ بات تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ جس دن افغانستان میں سرخ استعمار کی حامی حکومت مستحکم ہو جائے گی اسی دن روسی واپس لوٹ جائیں گے۔ انہیں اس کے سوا اور چاہیئے بھی کیا؟ یہاں تو وہ سخت پریشانی کے عالم میں روز و شب کاٹ رہے ہیں۔ اگر وہ اپنی وحشت اور الحاد کی بدولت ایک مستحکم حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر افغانستان ترمیم شدہ روسی نقشے کے مطابق ان کا گھر بن جائے گا۔ اور اپنے ہاتھ سے تعمیر کردہ گھر میں وہ کسی بھی وقت واپس لوٹ سکتے ہیں۔ پھر وہ اطمینان سے اپنے لگائے ہوئے درختوں سے پھل سمیٹتے رہیں گے

اس سے پیشتر میں نے آپ کی جانب سے افغانستان میں کمیونزم کے نفاذ کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب بھی آپ کے لئے اسلام کی خدمت کے راستے بند نہیں ہوئے۔ راستے بہت ہیں اگر آپ انہیں تلاش کرنا چاہیں۔

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے تو اپنے اختیار کردہ راستے پر پورے غور و فکر سے قدم دھرا اور اشتراکی عقیدہ اختیار کیا ہوگا۔ آپ تو روسیوں سے ”دوستی“، کیمونسٹوں کے طور طریقے اپنانے اور اسلام کو مٹانے کے لئے ”قربانیاں“ دینے کا ایک طویل ماضی رکھتے ہیں۔ پھر آخر کیسے آپ نے نام نہاد آئین کی دوسری شق میں اسلام کی، بحیثیت دین تضمین پر رضامندی ظاہر کی؟ اور کیا محض اس شق کی بدولت روسیوں کے مظالم، ستم وحشت اور کیے دھرے سے نظریں پھیرنا ممکن ہے پشتو کی مثال ہے کہ سورج کو دو انگلیوں کی اوٹ میں نہیں چھپایا جا سکتا۔ روسی بھیڑیئے ہماری اور ساری دنیا کی نگاہوں میں قابل نفرت ہیں۔ وہ آپ کو بھی ایسے ہی نظر آئیں گے۔ بشرطیکہ حقیقت کی نگاہوں سے اپنے وطن کے احوال پر نظر ڈالی جائے اور اگر نہیں تو پھر آپ کی آنکھوں، کانوں اور دماغ کے علاج کی ضرورت ہے۔

یہ کوئی خواب نہیں بلکہ جاگتی آنکھوں کی کھلی حقیقت ہے کہ روسی افغانستان میں کس نیت سے آئے ہیں۔ افغانستان کے مسلمان مجاہدین B د G د K یعنی سرخ سامراج کے مقابلے میں سر پر کفن باندھے، ہاتھ میں بندوق تھامے صرف خدا کو پکارتے ہیں۔ وہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قلم تھامے جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم دونوں میں یکساں مصروف ہیں۔

جہاں تک ظاہر شاہ اور ان کے حواریوں کا تعلق ہے تو چاہے وہ امریکی قمیض اور روسی پتلون زیب تن فرما کر (امریکہ اور روس کی باہمی رضامندی) کسی بھی بہروپ میں افغانستان میں قدم رنجہ فرمانے کی کوشش کریں۔ ہم ہر حال میں ان کی حقیقت کو پہچان لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے ہی گلشن وطن میں نرم پھولوں کی جگہ نوکیلے کانٹے بوئے ہیں۔ اب وہ ایک بار پھر ہمیں کسی بیرونی طاقت کے ہاتھ فروخت کر دینا چاہتے ہیں۔ ویسے بھی دوسروں کے روز دن پر عید منانا، روسیوں اور ظاہر شاہ خانوادے کی پرانی عادت ہے۔

کیا آپ کو گزشتہ ۸ برس کے دوران خود اپنے بزرگوں اور کمیونزم کے استادوں کے ساتھ بیتی ہوئی داستان یاد نہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ ۱۹۷۸ء کے آخری مہینوں میں جب آپ (نجیب) کارمل، نور احمد اور دوسرے افراد مختلف ممالک میں بطور سفیر تعینات کیے گئے تو کچھ عرصے بعد روسیوں کی انگیخت پر کابل ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وجرائد نے آپ سب پر سی آئی اے کے جاسوس ہونے کا الزام عائد کیا تھا۔ عین اسی دوران ترہ کئی نے بھی قومی مصالحت کا اعلان کیا تھا پھر جب آپ کے بزرگ روسیوں کی درپردہ حمایت کے سبب اپنے انجام کو پہنچے تو نئے آنے والے امین نے بھی قومی مصالحت کے اعلان میں اپنی عافیت جانی، لیکن اسے مہلت نہ مل پائی۔

یہ بتائیے کہ آپ سے بعد سید محمد گلاب زوئی اور سلطان علی کشتمند قومی مصالحت

کا اعلان کریں گے؟ تکرار سے الاپے جانے والے نام نہاد قومی مصالحت کے راگ ہائے گوناگون، اندرون اور بیرونِ افغانستان آپ کے لئے باعثِ شرم ہیں۔

اب آپ کو چاہئے کہ گفتگو کے اصل نکات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

اگر آپ سنجیدگی سے اسلام، وطن اور ملت کی خدمت اور کمیونسٹی افکار کو پیروں تلے روندنے کے خواہشمند ہیں تو مندرجہ ذیل شرائط قبول کیجئے۔

۱۔ خود کو افغان ملت اور اسلام کے علمبرداروں کے حوالے کر دیں اور ان کے فیصلوں کو بے چون وچرا تسلیم کریں۔ کیونکہ یہی وہ راہِ نجات ہے جس کی جانب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے "اسلام، تسلیم کا نام ہے"، کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

۲۔ کوئی بھی طریقہ اختیار کر کے روسیوں کو بلاقید وشرط انخلاء پر مجبور کر دیجئے اور انہیں نکال باہر کیجئے۔

۳۔ آپ کے ہاں جو مرتد عناصر اور کمیونزم کے فلسفے پر انحصار رکھنے والے لوگ ہوں، انہیں قتل کرا دیجئے۔

۴۔ کسی ایک اہم علاقے خوست، گردیز یا ارگون کو مرکز قرار دے کر وہاں فوجی کارروائیاں بند کر دیجئے۔

جونہی آپ کی جانب سے مذکورہ بالا اقدامات کیے جائیں گے۔ ہم آپ سے ملنے اور گفتگو کرنے پر غور کریں گے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا اقدامات کے حوالے سے آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہوئی تو کیا ہوگا؟ اگر ایسا ہوا تو بوقت ضرورت ہم آپ کے ساتھ مکمل تعاون اور آپ کے دفاع کی جنگ لڑیں گے۔ ہم اقتدار یا وزارتوں کے بھوکے نہیں۔ لیکن ہم کسی سرخ پوش کمیونسٹ یا شاہی کلاہ کے حامل کو بھی اقتدار پر بیٹھتے دیکھ کر آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ ہم راہِ شہیداں میں جذب ہوئے لہو سے آنکھیں نہیں پھیر سکتے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ افغان مجاہدین اپنے وطن کی قسمت اپنے گرم لہو سے سنوار رہے ہیں کیونکہ یہ حق اور باطل کی جنگ ہے۔ حقانی

مسمی جلال الدین حقانی ولد فتح خان ساکن زدران کے بارے میں بہ مطابق فیصلہ نمبر (۱) بتاریخ ۳۰/۴/۱۳۶۵، محکمہ اختصاصِ انقلابی کی جانب سے قتل کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ یہ فیصلہ نئے آئین کی دفعہ ۷۵، کی ذیلی دفعہ ۸ کے تحت منسوخ کیا جاتا ہے اور انہیں معاف کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر نجیب اللہ

صدر جمہوریہ افغانستان (مہر)

ڈاکٹر نجیب اللہ کی جانب سے مولوی جلال الدین حقانی کو سلام

بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے سوا کسی بھی دوسرے فرد کے ساتھ قلمی تعلقات نہیں رکھے میں نے وطن اسلام اور غیرت کی خاطر آپ کو معافی نامہ ارسال کیا ہے۔

محترمی! بات یہ ہے کہ اب ہمارے وطن میں بھڑکتے شعلوں کو بجھ جانا چاہیئے اس لیے ہمارا اور آپ کا ملنا خواہ وہ کہیں بھی ہو نہایت ضروری ہے۔ یہ ملاقات آپ کے لیے بڑے فوائد کا باعث ہوگی۔ آپ جو کچھ چاہتے ہیں، میں آپ کو دینے پر آمادہ ہوں۔ ہم، آپ زدران کی پگڑیاں نیچی کرنا نہیں چاہتے۔

ہماری حکومت اب نئے علاقوں کے بارے میں کچھ عزائم رکھتی ہے۔ ہم سٹ کنڈو، دزہ، برام خیل، سپیرہ ڈسٹرکٹ کے علاقے دوبارہ آباد کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ جب ہم اور آپ ایک جگہ مل بیٹھیں گے تو ان پر بھی گفتگو ہو جائے گی۔ ملاقات کی اس پیش کش میں کسی قسم کی کوئی چال نہیں ہے۔ آپ دل میں کسی قسم کا کوئی وسوسہ نہ رکھیں۔ اور اگر آپ کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں تو میں ملاقات سے قبل اپنے ۲۰ اہم وزراء اور اعلیٰ عہدے دار، آپ کے پاس بطور یرغمال چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یہ خط میں پکتیا کے گورنر کے اصرار پر لکھ رہا ہوں۔ ہمارا فوجی کنوائے سٹ کنڈو کے سر پر کھڑا ہے۔ ۵ قوس (۲۶ دسمبر) سے ہم نے گولہ باری اور بم باری بند کی ہوئی ہے کیونکہ ہم یہ مسئلہ گفتگو سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم فوجی کنوائے واپس بلا لیں گے۔ بات یہ ہے کہ حکومت بڑی مقدار میں قسم ہا قسم کا اسلحہ رکھتی ہے جس کو استعمال کرنے کی ابھی تک میں نے اجازت نہیں دی۔

اس خط کا جواب جلد از جلد دیں۔ یہ خط ٹائپ نہیں کیا جا سکا۔ کیونکہ وقت نہیں تھا۔ جتنی جلدی جواب روانہ کر سکیں اتنا ہی اچھا ہوگا۔ یہ خط تحریر کر دینے سے حالات کے بگڑنے اور زدران کے علاقے کی بیوائوں اور یتیموں کی ذمہ داری اب میرے بجائے آپ کے کاندھے پر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن قیدیوں کو آپ رہا کروانا چاہتے ہیں ان کے بارے میں کوائف روانہ کر دیں۔ میں سب کو رہا کر دوں گا۔ خط کا جواب جلد از جلد دیں۔

(۱۵-۹-۱۳۶۶ - (۶-۱۲-۱۹۸۷ء)

جناب ڈاکٹر نجیب اللہ اور دیگر افراد کے لئے احترامات۔

بعد از احترامات! آپ کے مکتوبات مجھ تک پہنچے۔ اور میں، ان میں تحریر شدہ مطالب سے آگاہ ہوا۔ آپ نے میرے بارے میں فیصلہ نمبر ا جو ۳۰/۴/۱۳۶۵ (جولائی ۸۶ء) کو بطور سزائے موت جاری کیا تھا، اس کی تنسیخ کا حکم نامہ جو ۱۱/۹/۶۶ء (۲ دسمبر ۸۷ء) کو آئین کی جلد ۳ دفعہ ۷۵، اور ذیلی دفعہ ۸ کے تحت جاری کیا گیا۔ فوٹو کاپی کی صورت میں مجھے وصول ہوا۔

آپ کا یہ معافی نامہ میرے لئے اور اسلام اور وطن کے سامنے قطعی ہیچ ہے اور کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ کیونکہ راہ اسلام میں شہادت کا حصول میرے لئے وجۂ افتخار ہے۔

روسی استعمار کے زیر سایہ رہنا، خواہ وہ کتنا ہی مقتدر اور مادی سہولیات سے لبریز ہو میرے لئے دنیا اور آخرت میں طوقِ لعنت اور بے عزتی ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے کہ وطن میں بھڑکتے لہو کے شعلوں کو ٹھنڈا ہو جانا چاہیئے یہ ایک اچھی بات ہے لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ لہو کا یہ سیلاب روسیوں کے جلو میں آنے والے کمیونزم کے مظالم کے سبب بہنا شروع ہوا ہے۔ اگر آپ اتنی قوت اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ کمیونزم کا خاتمہ کر سکیں تو پھر لہو کے یہ شعلے دھیمے پڑ جائیں گے۔

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جہادِ افغانستان کے روحِ رواں تھے

افغانستان کے میدانِ کارزار میں محاذِ جنگ کی قیادت علماء کر رہے ہیں اور ان میں اکثریت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے شاگردوں اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی ہے

مولانا حمید الرحمٰن عباسی۔ شیرانوالہ، لاہور

ناچیز کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع سے ہی عقیدت تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں کئی بار آپ سے استفادے کا خیال پیدا ہوا مگر چونکہ وہاں تعلیم و تدریس پشتو زبان میں ہوتی ہے اور ناچیز اس سے نابلد ہے، اس لیے محروم رہا مگر محبت کا دریا شب و روز موجزن رہتا تھا کہ کبھی ضرور شرف زیارت اور نیازِ ملاقات حاصل کروں گا مگر آج کل کرتے کرتے وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۷۹ء کے آخر میں روسی استعمار اور سامراج نے افغانستان کی کٹھ پتلی ترکئی حکومت سے مل کر پورے افغانستان پر قبضہ کر لیا اور بہت سی مساجد مدارس کو مسمار کر دیا۔ ہزاروں علماء اور عام مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ان کے مقابلے کے لیے افغان عوام نے ہتھیار سنبھالے اور تمام مسلمانوں سے امداد اور تعاون کی اپیل کی۔ اسی سلسلہ میں یہاں لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم عمومی حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کا ایک اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں پیپلز پارٹی کے سوا سب زعماء کو دعوت دی گئی اور سب نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ایک تو اس روسی جارحیت کی کھلی مذمت کی گئی اور دوسرا حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ افغانستان کے مظلوم عوام کی امداد کرے اور تیسرا یہ فیصلہ ہوا کہ پاکستانی مسلمانوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی افغان مسلمانوں کی ہر طرح کی امداد کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امیر انجمن خدام الدین حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ امداد فراہم کرنے کے لیے ایک اشتہار دیا تو بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا اور کافی تعداد میں ہر قسم کی نقدی، غذائی اور لباس وغیرہ کی امداد جمع ہو گئی اور یہ امداد افغانستان پہنچانے کے لیے اس ناچیز کو منتخب کیا گیا۔ چنانچہ ہم نے ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ وفد پہلے تو پاکستان میں وہاں سے آئے ہوئے مہاجرین آبادیوں میں گیا۔ ان میں امداد تقسیم کی پھر براستہ میران شاہ حدودِ افغانستان گیا۔ خوست۔ ارگون، گردیز کی فوجی چھاؤنیوں کی بڑی بڑی بلند اور برف پوش پہاڑیوں میں مجاہدین کی پناہ گاہوں میں بھی ان تک امداد پہنچائی۔ کہیں سے تو گاڑیوں میں بیٹھ کر جاتے اور کہیں پیدل چلتے۔ ادھر سے چاروں طرف سے توپوں کی گرج اور بموں کے دھماکوں سے زمین لرز رہی تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور جذبۂ جہاد کی سرشاری سے ہم وہاں تک پہنچ گئے ورنہ ہم جیسے لوگوں کا وہاں تک ان حالات میں جانا آسان کام نہیں تھا۔ بہرحال وہاں ہم نے ایک طرف تو روسی فوجیوں کی درندگی اور بربریت کی حالت یہ دیکھی کہ اس سے ۱۹۱۸ء کے روسی انقلاب کے بعد کی یاد تازہ ہو گئی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ترکستان، تاشقند، بلخ اور بخارا کے مسلمانوں کا خون پینے سے روسی فوجوں کے پیٹ ابھی تک بھرے نہیں ہیں اور وہ افغان مسلمانوں کا خون پینے کے لیے بھیڑیوں کی طرح آئے ہوئے ہیں اور دوسری طرف مسلمان مجاہدین کی استقامت اور ان کے پائے استقلال کا یہ حال تھا کہ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان اور بچے بھی شاملِ جہاد تھے۔ پھیکے قہوہ کے ساتھ وہ لوگ کھانا کھاتے تھے۔ کسی کے اگر کپڑا تھا تو جوتا نہیں تھا۔ ننگے پاؤں وہ برفانی علاقے میں چلتے پھرتے تھے اور بچوں کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ ایک بچے نے

(جو پہلے پاکستان میں رہتا تھا اور جہادِ افغانستان شروع ہوتے ہی وہ وہاں چلا گیا تھا) کہا کہ وہ لوگ جو اپنا وطن افغانستان چھوڑ کر پاکستان چلے گئے ہیں اور وہ مہاجرین کہلاتے ہیں وہ بے غیرت ہیں۔ وہ اپنا وطن چھوڑ کر کیوں گئے ہیں وہ مہاجرین نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہمیں ان محاذوں پر امدادی سامان پہنچانے کے لیے کئی بار جانا پڑا اور ہم گئے۔ ہم نے ان محاذوں پر جو سب سے زیادہ اہم چیز دیکھی وہ یہ تھی کہ ان مجاہدین کی قیادت ہر جگہ علماء ہی کر رہے تھے اور ان علماء میں اکثریت حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی تھی اور سنا یہ تھا کہ ان محاذوں کے علاوہ افغانستان کے باقی محاذوں پر بھی یہی کیفیت ہے، یعنی آپ کے شاگردوں کی کثرت ہے اور وہی ہر جگہ افغان مجاہدین کی قیادت کر رہے ہیں اور جو آپ کے شاگردوں کے علاوہ تھے وہ بھی آپ کے مداحین میں سے تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ پورے جہادِ افغانستان کی روح رواں حضرت مولانا عبدالحق ہیں اور پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپ کے ساتھ عقیدت تو شروع سے ہی تھی اور اب یہ کیفیت دیکھ کر اس میں اضافہ ہوا اور دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ایسی ہستی کی زیارت ضرور کرنا چاہیے۔ زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ خدا جانتا ہے پھر موقع ہاتھ آئے یا نہیں۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء میں جب ہم گردیز کی پہاڑیوں سے براستہ خوست واپس آ رہے تھے تو غالباً دسمبر کا مہینہ تھا۔ بڑی سخت سردی پڑ رہی تھی۔ ہم نے پروگرام بنایا اس مرتبہ واپس پشاور کی طرف سے لاہور جائیں گے اور راستے میں اکوڑہ خٹک اتر کر حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی زیارت کریں گے۔ اس وفد میں اس ناچیز کے علاوہ لاہور کے دو نوجوان امتیاز احمد شامی اور عزیز احمد طور بھی تھے۔ چنانچہ جب ہم پشاور پہنچے عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ ساتھیوں کا خیال ہوا رات یہیں پشاور بسر کریں گے کسی ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔ میں نے کہا نہیں یہاں نمک منڈی ایک مدرسہ ہے دارالقرآن اس کے مہتمم قاری فیاض الرحمٰن صاحب میرے ملنے والے ان سے دیرینہ تعلقات بھی ہیں۔ ہوٹل کے بجائے ان کے ہاں قیام کریں گے۔ ان کا مدرسہ بھی دیکھ لیں گے۔ کافی عرصہ سے نہیں دیکھنے کی خواہش بھی ہے۔ اس پر ہم سب کا اتفاق ہوا۔ رات کو ہم نے قاری صاحب موصوف کے ہاں قیام کیا۔ صبح پشاور میں مقیم مجاہدین کے لیڈروں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہم نے انہیں اپنا تعارف کرایا اور محاذوں پر لڑی جانے والی جنگ کی تازہ صورت حال بیان کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم اکوڑہ خٹک پہنچے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی اور ہم نے انہیں اپنی آمد کا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ کا مکان مدرسہ حقانیہ سے قدرے فاصلے پر ہے اور آپ علیل بھی تھے لیکن جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ جمعیۃ علماءِ اسلام سے تعلق رکھنے والا پاکستانی وفد ہے جو جہادِ افغانستان سے واپس آیا ہے تو اپنی صحت کی پروا کیے بغیر گاڑی پہ آپ تشریف لائے اور ہمیں اطلاع دی گئی کہ حضرت فلاں کمرے میں تشریف فرما ہیں آپ لوگ ملاقات کے لیے وہاں چلے جائیں۔ چنانچہ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت نے اٹھ کر ہم سے ملاقات فرمائی، مصافحہ فرمایا، انتہائی عزت و احترام کے ساتھ پیش آئے جس طرح کہ بڑوں کی عزت کی جاتی ہے اور ہم ان کی شخصی عظمت کو اور اپنی کمتری کو دیکھ کر یہ شرم محسوس کر رہے تھے کہ کہاں حضرت کی شخصیت اور کہاں یہ ناکارہ اور پھر یہ عزت و احترام بہرحال ہم نے اپنی حاضری کا مقصد عرض کیا اور پھر جہادِ افغانستان کا مختصر آنکھوں دیکھا حال بیان کیا تو حضرت نے ان مجاہدین کی بہت تعریف فرمائی اور فرمایا افسوس کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، بندوق نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مجھ میں یہ ہمت ہوتی تو میں بھی ان مجاہدین کے ساتھ وہاں محاذ پر جہاد میں شامل ہوتا۔ بہرحال اس کے بعد ہم نے اجازت چاہی تو اٹھ کر ہم سے مصافحہ فرمایا۔ ہمارے لیے اور افغانستان کے مجاہدین کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی اور الوداع فرمایا اور ہم نے اس سے قبل حضرت کے جو اوصاف سنے تھے وہ ہو بہو آپ میں پائے گئے۔ گویا آپ مولانا رومی کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نابغۂ روزگار ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتح خوست کی داستان ــــ فاتح خوست کا بیان

جہاد شیخ الحدیثؒ کا مشغلہ توجہات کا مرکز اور ان کی تمام تر مساعی کا ہدف تھا

خالص اسلامی جہاد اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی ضمانت اُمت کی وحدت اور اسلامی انقلاب کا قطعی ذریعہ ہے

جمعیۃ کے صوبائی ورکرز کنونشن سے فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی کا مُفصل خطاب

جمعیۃ علماء اسلام کے ۲۷ر اپریل کے لاہور کے صوبائی کنونشن میں فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی مہمانِ خصوصی تھے۔ اُن کے ساتھ افغان مجاہدین کی ایک جماعت، محاذِ جنگ کے کئی کمانڈروں کے علاوہ معروف کمانڈر مولانا عبدالرحیم بھی تشریف لائے تھے۔ اجلاس کی پہلی نشست سے اُن کا آخری خطاب تھا جو پون گھنٹہ جاری رہا۔ اس موقعہ پر قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے علاوہ امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب، مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن قاسمی، مولانا محمد رمضان میانوالوی، پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود، مولانا اسعد تھانوی اور کئی ایک مرکزی و صوبائی رہنما بھی موجود تھے۔ موصوف کی تقریر پشتو میں تھی، مولانا عبدالقیوم حقانی ان کی تقریر کی اُردو میں ترجمانی کرتے رہے۔ ذیل میں موصوف کی تقریر کو ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

محترم مسلمان بزرگو! اوّلاً میں حضرت قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق اور آپکے رُفقاء جنہوں نے ہر میدان میں بالخصوص مجاہدین اور مہاجرین کے ساتھ نصرت و تعاون اور ان کی سرپرستی کی اور جہاد کے حق میں آواز بلند کی، مالی و جانی اور سیاسی مدد کی اور انصار کو خصوصیت سے جہاد کے بارے میں ———— ———— اور مجاہدین کو جگہ دینے اور ان کو محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے ہاں رکھنے کی ترغیب دی ——— جمعیۃ علماء اسلام کے تمام بزرگوں اور کارکنوں، جو جہاد کی سرپرستی اور نصرت کرتے ہیں موجود ہیں یا غائب! اللہ پاک سے ان سب کے لیے دارین کی سعادت و فلاح اور رحمت و مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور آپ سب حضرات کا اس قدر عزت افزائی پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں پر حاضر ہونے کا موقع بخشا۔

محترم مسلمان بھائیو! جہاد کے بعض حالات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ مختصراً یہ کہ ہم نے جہاد کیوں شروع کیا؟ کیا حالات تھے جو جہاد کا باعث بنے؟ ——— دراصل جہاد اور ہجرت کی اصل صورت اور اس کے احکام روئے زمین پر عنقا ہو چکے تھے، افغانستان میں ملحد اور بے دین حکومت قائم ہو چکی تھی، عملاً روسیوں کی حکمرانی تھی۔ ان کے پاس طاقت تھی، اسلحہ تھا، تکبر و غرور تھا، دولت تھی، وسائل تھے ——— اور ہمارے پاس اُن کے مقابلہ میں وسائل صفر کے درجہ میں تھے۔ مگر اس کے باوجود مجاہدین ثابت قدم رہے اور مبارزت کی، جہاد جاری رکھا۔ مجاہدین کا جہاد شروع کرنے اور اس پر قائم رہنے کا اصل منشاء اللہ پاک کا فضل اور اسی کا انتخاب و توفیق ہے ورنہ اس وقت بڑے بڑے علماء، مشائخ اور اربابِ فضل و کمال سکوت اور قعود کر چکے تھے اور حالات سے سمجھوتہ کر لینے کو ترجیح دے رہے تھے۔ ایسے حالات میں اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ابتدائی کام شروع کر دیا، یہ کام تو دل گُردے کا کام تھا مگر صرف خدا ہی فضل شاملِ حال رہا اور اب اس کا نتیجہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔

> **مجاہدین کا جہاد شروع کرنے اور اس پر قائم رہنے کا اصل منشاء اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسی کا انتخاب و توفیق ہے**

جہادِ افغانستان کا آغاز ہم نے کیسے کیا؟ اس کا پس منظر یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں میں نے دینی علوم پڑھے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم کا تلمذ اور خصوصی شفقتیں حاصل ہوئیں، خاص کر قرآن اور حدیث اور بخاری شریف کے مغازی میں آپ سے جہاد اور قتال کے اسباق پڑھے تعلیمات حاصل کیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی

تعلیمات اور توجہات کی برکات میرے قلوب پر اور میرے ساتھیوں کے قلوب پر منعکس ہوئے تو ربِ ذوالجلال نے ہمیں جہادِ افغانستان کے لیے منتخب فرمالیا۔

پھر ایسے حالات میں جبکہ افغانستان پر رُوسیوں کا اور ان کے ایجنٹوں کا پورا تسلط تھا، ان کا غلبہ تھا، ان کا مقابلہ کن حالات میں ہوُا؟ ایسے حالات میں ہوُا جب افغانستان میں روس کی کٹھ پُتلی حکومت تھی اور اس کی پُشت پناہی میں ہر وقت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی استہزاء کی جاتی تھی، توہین کی جاتی تھی، حضورؐ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا جبکہ لینن ملعون کا نام احترام سے لیا جاتا تھا، اُس کا اکرام کیا جاتا تھا۔

مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہوئی جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماءِ اسلام کی طرف سے قومی اسمبلی کے انتخابات میں نامزد امیدوار تھے۔ ان کے حلقۂ انتخاب میں ہم نے پورے خلوص، محبت اور عشق و دارفتگی کے ساتھ انتخابات کے جہاد میں حصہ لیا اور ان راستوں اور مناظر کو آنکھوں سے دیکھا جو اس راہ میں درپیش ہوتے ہیں پھر ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ **مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ مل کر جماعت، تنظیم اور باہمی رابطہ اور اجتماعی زندگی کے اصول سیکھے۔**

حضرۃ شیخ الحدیثؒ

کی تعلیمات اور توجہات کی برکات

میرے اور میرے ساتھیوں کے دلوں پر

منعکس ہوئیں اور اللہ کریم نے ہمیں

جہادِ افغانستان کیلئے چن لیا

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی، یہ زندگی میں میرا پہلا حج تھا۔ مَیں نے کعبۃ اللہ کے سائے میں جبینِ نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکائی اور وہاں روتا رہا اور یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! تیری خوشنودی اور رضا کا جو قریب ترین راستہ ہو مجھے اسی پر چلا اور خدمتِ دینِ اسلام کے مواقع عطا فرما۔ یا اللہ! ایسا راستہ بتا جس میں تیری رضا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو، اساتذہ کرام کی بتائی ہوئی ہدایات اور تعلیمات پر عمل ہو۔

پروردگارِ عالم نے حج سے واپسی پر مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ میرے مربی و محسن شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کا موقع عطا فرمایا، اور یہ دارالعلوم کی تاریخ میں غالباً پہلا موقع تھا کہ کسی غیر ملکی طالب علم کو وہاں تدریس کا موقع دیا گیا ہو، اس وقت میں نے حضرتِ شیخؒ کے قریب رہ کر ان سے بھرپور استفادہ کیا، تعلیمات حاصل کیں، دعائیں اور توجہات حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ ان کی صحبتیں تھیں، برکتیں اور عنایتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے اہم فریضہ کے لیے منتخب فرمالیا۔

جہاد شروع کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت بارہا حاصل ہوتی رہی۔ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "میں ضعیف اور کمزور ہوں' دراصل اصلِ جہاد مفقود ہو چکا ہے، خود میرا عملی جہاد میں حصہ لینا بظاہر مشکل ہو گیا ہے کہ عوارض و امراض ہیں، تاہم عمل کی تکمیل کے لیے عموماً نائب ہوتے ہیں، خلفاء اور جانشین ہوتے ہیں، آپ میرے جانشین خلیفہ اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں"۔

حضرت شیخ الحدیثؒ میری جہادی زندگی کو اس قدر پسند فرماتے تھے کہ مَیں خود اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حاضری کے فوراً بعد مَیں چاہتا تھا کہ حضرتؒ سے اجازت لے لُوں، حضرت کے عوارض و امراض ہیں۔ اور پھر یہ وہ زمانہ تھا جب حضرتؒ کسی کو بھی دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے لیکن مجھے پوری توجہ دیتے تھے اور دنیا و مافیہا سے کٹ جاتے تھے، بس میری ہی باتیں سنتے رہتے۔ **ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس جہاد ان کا شغلہ اور توجہات کا مرکز ہے اور یہی ان کی تمامتر مساعی کا ہدف ہے۔** مَیں سمجھتا تھا کہ جب تک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پاس بیٹھا رہتا ہوں حضرتؒ کوئی درد، پریشانی اور فکر و اندوہ محسوس نہیں کرتے بلکہ جہاد کی باتیں سننے میں راحت اور اپنے لیے شفاء محسوس کرتے ہیں۔ خدا شاہد ہے اُس وقت بھی مَیں اپنے ساتھیوں سے کہتا کہ حضرت ضعف و علالت اور عوارض و امراض کی وجہ سے اتنی دیر تک بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ فارغ ہیں مگر یہ جو ہمارا اکرام کرتے، توجہ سے بات سنتے اور طول دیتے ہیں یہ اُن کے اندرونِ دل کا تقاضا ہے ــــــــ پوچھتے جہاد کیسے ہو رہا ہے، کفار کو شکست کیسے ہو رہی ہے؟ مجاہدین کی نصرت، کرامات، مسائل، مجاہدین کے اقدامات، شہداء کی کیفیات اور مہاجرین کے حالات دریافت فرمایا کرتے۔

> **حضرت الشیخؒ نے فرمایا آپ میرے جانشین، خلیفہ اور جہاد کے عمل میں نائب ہیں ـــــ**

اپنے شیخؒ سے ہسپتال میں میری آخری ملاقات ہوئی تھی تو اُنہوں نے خلافِ معمول اب کے بار یہ وظیفہ ارشاد فرمایا۔

حمحم الامر وجاء النصر وھم لا ینصرون ٥

(ترجمہ)

جبکہ اس سے قبل حضرتؒ کا وظیفہ کچھ اور ہوتا تھا وہ میری اور مجاہدین کی حفاظت کے لیے دُعا کیا کرتے تھے، اب کے بار ان کی دعا کا انداز ہی کچھ اور تھا، وہ اس میں اشارۃً یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ اب کا مستقبل بدلا ہے، کفار کے مقابلہ میں مجاہدین کے ساتھ خدا کی نصرت اور مدد ہے اور اب کفار مغلوب ہوں گے اور ان کی کوئی مدد اور نصرت نہیں کی جائے گی۔

آپ حضرات کو یہ تجسس ہو گا کہ میں حقانی کیوں کہلاتا ہوں ــــ اس تخلص ہی میرا مقصد حقانیت کے مؤقف پر اپنی استقامت 'حق کی علمبرداری'

یا فنا فی الحق، ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ میری نسبت مدرسہ حقانیہ اور اپنے شیخ ومربّی مولانا عبدالحق رحؒ کی طرف ہو تاکہ اس نسبت کی لاج رکھ کر اللہ کریم ہمیں کامیابی سے نوازے۔ مجھے اس ادارے اور اپنے شیخ سے نسبت پر فخر ہے اور یہ سب اسی نسبت کی برکتیں ہیں کہ اللہ پاک نے ہمیں توفیق دی اور ہم سکوت، تعود اور مداہنت سے بچ کر جابر و ظالم اور بڑے کافر و ملحد کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور بزعمِ خود سپر پاور کے مقابلہ میں توپوں ٹینکوں اور جہازوں کی بمباری کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اللہ پاک نے کمیونزم کو نہ صرف یہ کہ افغانستان اور روس میں شکست دی بلکہ اسے پورے عالم میں رسوا کر دیا۔ آج خود روسی جمہوریتیں مجاہدین کی برکت سے آزادی کے لیے کوشاں اور بیقرار ہیں بلکہ اس جہاد کی برکت سے پورے عالم میں محکوم ومظلوم اور غلام قوموں (خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کو بھی آزادی کا احساس ہوا ــــ یہ سب حقانیہ، مولانا عبدالحق رحؒ اور حق پرستی کی برکتیں ہیں کہ آج جہادِ اسلام پوری دنیا میں ایک اہم اسلامی تعلیم کی حیثیت سے متعارف ہے۔

اب میں جہاد، محاذ جنگ، خوست کی حالیہ شدید لڑائی اور فتح کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ محترم بزرگو! جہاد کے، فتوحات کے اور قیادت کے دعوے بڑے بڑے لوگ کر رہے ہیں، مگر جو لوگ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور پروپیگنڈے کی یلغار میں کہیں نظر نہیں آتے ان غریب، نادار و غیور مجاہدین اور کمانڈروں کی طرف سے فیصلہ ہوا تھا کہ ہم نے بہر صورت خوست پر آخری اور فتح کن جنگ لڑنی ہے، مگر بعض قوتوں اور خود مجاہدین کے کئی سیاسی راہنماؤں نے اس کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ یہ جلال آباد کے بعد افغان مجاہدین کی دوسری شکست ہوگی اور دنیا میں ہماری ساکھ ختم ہو جائے گی جبکہ مجاہدین کے اقتصادی حالات کمزور ہیں، وسائل نہیں ہیں، امریکہ نے بھی مدد سے ہاتھ کھینچ لیے ہیں، عرب ممالک خلیج کی جنگ کی وجہ سے اپنے حالات میں گھرے ہوئے ہیں اور پاکستان کو بھی اپنے حالات درپیش ہیں۔

میرا حقانی کہلانے کا مقصد یہ ھے کہ میری نسبت مدرسہ حقانیہ اور شیخ ومربّی مولانا عبد الحقؒ کی طرف ھو تاکہ اس نسبت کی لاج رکھتے ھوئے اللہ کریم ھمیں کامیابی سے نوازے۔

خوست کی جنگ کی منصوبہ بندی غیر معروف تھی دیگر مجاہدین جو خدا کی راہ میں جہاد کے لیے چُنے جا چکے ہیں) چنانچہ محاذِ جنگ کے کمانڈروں اور سپاہیوں نے اللہ کی مدد سے بہر صورت خوست پر فیصلہ کُن حملہ کا پروگرام بنایا اور روسیوں سے ہی چھینے ہوئے ٹوٹے پھوٹے بیکار ٹینک، ان ہی سے چھینی ہوئی کنتم مشینیں اور کمزور اسلحہ کی مرمت کر کے مجاہدین نے اسی اسلحہ سے خوست پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا، چار ماہ تک اس کی منصوبہ بندی کی جاتی رہی، یکم رمضان کو حملہ کا آغاز ہوا اور ۱۵ رمضان کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار فرمایا ــــ اس کی وجہ بھی مَیں نے ایک اللہ والے عالمِ دین سے پوچھی کہ کیا وجہ ہے کہ خوست پر یلغار اور جنگ میں تاخیر در تاخیر ہو رہی ہے؟ انہوں نے فرمایا اصل وجہ یہ ہوگی کہ رمضان شریف کی برکتیں بھی ان شاء اللہ شاملِ حال ہوں گی۔

ہم نے دشمن پر یلغار کے لیے زمینی خندقیں کھودیں، راستے بنائے اور منصوبہ بندی کے مطابق عمل کرنے کا پروگرام ترتیب دے لیا۔

آخر میں مَیں تین اہم باتیں جو فتحِ خوست کا بنیادی سبب اور دینِ اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت ہیں، وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ہماری چار ماہ سے دشمن کے خلاف منصوبہ بندی کا تمام تر نقشہ اور صورتحال دشمن کو اپنے وسائل سے معلوم ہوتی رہی۔ ہماری پلاننگ، مورچہ بندی، بارودی سرنگیں، خندقیں سب کچھ ان کے مشاہدے میں تھا لہٰذا دشمن نے بھی مضبوط دفاعی حصار قائم کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کی، مضبوط اور مستحکم مورچہ بندی کی، صفِ اوّل میں دشمن نے اپنے دفاع کیلئے اپنی تمام تر قوت کو رکھ دیا ــــ خوست کے علاوہ مختلف دیگر محاذوں سے اس نے بڑے بڑے جرنیل اور ماہرین بلائے، جدید ترین اسلحہ جمع کیا۔ دشمن کو اس بات کی فکر تھی کہ اگر آج شکست ہو گئی یا پہلی صف کے قدم اکھڑ گئے تو پھر ہمیں کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی اور ہمارے قدم کبھی بھی نہیں جم سکیں گے ــــ لیکن اللہ کا یہ کرم ہوا کہ لڑائی کے دوسرے تیسرے روز ہی اس کی صفِ اوّل میں لغزش ہوئی اور اس کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ بھاگ کھڑا ہوا، دشمن کے دلوں میں خدا نے ہمارا رعب ڈال دیا اور بھاگتے ہوئے اس قدر اسلحہ، گولہ بارود، سامانِ حرب اور رسد و خوراک چھوڑ گئے کہ ہم نے چوتھے روز اُسی کے سامانِ متروکہ، اسلحہ اور اسباب سے دشمن پر یلغار کر دی۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ ایک روز ہم سب مجاہدین اور میدانِ جنگ کے سپاہی جمع ہوئے اور بارگاہِ الوہیت میں نہایت عجز و انکسار سے دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے وسائل کمزور ہیں، ہم ضعیف و ناتواں ہیں، دشمن قوی اور طاقتور ہے، اُس کے پاس جہاز، ہوائی اڈے اور بمبار طیارے ہیں جن کا عالمِ اسباب میں ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ یا اللہ! تو غیب سے مدد فرما! اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے عین ایامِ جنگ میں بارش، بادلوں اور تیز ہواؤں سے ہماری مدد فرمائی۔

خوست میں جہازوں کے دونوں اڈے بارش اور ہوا کی وجہ سے استعمال کے قابل نہ رہے، بادلوں کی وجہ سے ان کا ہدف صحیح نہ بن سکا اور دشمن کے جہاز بھی نہ اُڑ سکے۔ ہواؤں، بادلوں اور بارشوں نے ان کے فضائی راستے بند کر دیئے اور نہ ہی رسد، خوراک اس تک پہنچ سکی اور اس طرح ان پر مقاطعہ

ہوا اور بالآخر وہ شکست پر مجبور ہوئے۔ یہ ہمارے ساتھ خدا کی غیبی مدد تھی —— خود نجیب نے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہوائیں اور بادل و باراں بھی مجاہدین کے ساتھ ناصر و معاون بن گئی اور ان کا وزن ہمارے خلاف بڑھتا رہا۔

(۳) تیسری بات یہ ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی وہ یہ ہے کہ افغان کٹھ پتلی حکومت کے جرنیلوں، منصب داروں، افسروں اور فوجیوں پر قدرتی طور پر افغان مجاہدین کی عظمت و شجاعت کا رُعب چھا گیا —— حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر۔ (ترجمہ) "ایک ماہ کی مسافت تک رُعب سے میری مدد کی گئی ہے"

دشمن نے بھاگتے ہوئے اس قدر اسلحہ، گولہ بارود اور سامانِ حرب چھوڑا کہ ہم نے چوتھے روز سامانِ متروکہ اسلحہ اور اسباب سے دشمن پر یلغار کر دی۔

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات امت کو بذریعہ وراثت ملی ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے برکات و ثمرات اور اس کی کرامات بھی امت کو وراثتاً منتقل ہوتی آئی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح کفار پر مجاہدین کا رعب بھی امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔

صرف یہ نہیں کہ خوست کے محاذ پر یا صفِ اوّل پر بلکہ مختلف علاقے مثلاً یعقوبی ہے یا دور دراز کے علاقے ہیں، جہاں جہاں ان کے اثرات تھے، فوجی قلعے تھے، جنگی پوسٹیں تھیں سب پر مجاہدین کا رعب چھا گیا —— مثلاً روسی کٹھ پتلی حکومت کے پاس ۸۰ ٹینک تھے اور افغان مجاہدین کے پاس ۹ ٹینک تھے جن میں سے صرف تین ٹینک ضائع ہوئے، مگر اس کے باوجود دشمن کے ۸۰ ٹینک مجاہدین کے ۶ ٹینکوں سے ایسے بھاگے کہ جائے پناہ تک پہنچے بغیر واپسی یا حملہ کرنے کیلئے ادھر کا رُخ بھی نہ کیا۔ حالانکہ ان کے پاس ظاہری اسباب توپیں، اسلحہ، ہوائی جہاز اور ہر ممکن وسائل موجود تھے —— مگر دشمن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا، ان میں افواہ پھیل گئی کہ مجاہدین کے پاس لاتعداد ٹینک ہیں اور ان میں خاص قسم کی مشینیں لگی ہوئی ہیں جن کا ہم نشانہ بن جاتے ہیں۔ مگر ہم جتنی بھی مجاہدین پر گولیاں چلائیں جدید مشینوں کی وجہ سے وہ سب بے اثر جاتی ہیں —— یہ وہ رعب تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کے ان مجاہدین کو وراثتاً ملا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو خوست کی فتح مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے عین ایامِ جنگ میں بارش بادلوں اور ہواؤں سے ہماری مدد فرمائی

اس معرکہ میں ۱۵۰ مجاہد شہید ہوئے جبکہ دشمن کے ۴۰۰ سپاہی مارے گئے خوست میں کٹھ پتلی حکومت کے ۴۰۰ کے قریب زخمی اور بیمار فوجی ہسپتالوں میں تھے جنہیں مجاہدین نے اپنے ہسپتالوں میں منتقل کر دیا اور اب ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ نجیب انتظامیہ کے ۲۵۰۰ سے زائد فوجی مجاہدین نے قیدی بنائے، ۳۶۰ سے ۳۸۰ کے قریب بڑے افسر گرفتار ہوئے، ۷ جرنیل، ۱۶ بریگیڈیئر، ۱۸ کرنل، ۳۰ میجر، ۱۸۰ کے قریب مختلف آفیسرز گرفتار ہوئے۔ کابل کی وزارتِ دفاع کے اہم معاون نظامی جرنیل اور معاون سیاسی جرنیل زندہ گرفتار ہوئے —— ۱۰۰ کے قریب بڑی توپیں، ۲۰۰ کے قریب چھوٹی توپیں اور ۲۰ ہزار سے زائد کلاشنکوفیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجاہدین کو بطور مالِ غنیمت کے مرحمت فرمائی ہیں۔ اس کے علاوہ موٹریں، فوجی گاڑیاں، مختلف کل پُرزے، ضرورت کا سامان اور اسبابِ خورد و نوش، ان سب اشیاء کی تعداد اتنی ہے کہ اس وقت ان کا شمار ناممکنات میں سے ہے۔

مَیں آخری بات مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جمعیۃ علماء اسلام اور اس کے ارکان، سربراہ اور ہمارے اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ پاکستان میں اور عالمِ اسلام میں دینی اور قومی و ملی اعتبار سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ بے ریا اور بے لوث خدمات ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ جہاد کی حمایت کی، ہم سے تعاون کیا، نصرت فرمائی، اس پر ہم ان کے بے حد ممنون ہیں —— خاص کر ہم غریبوں کو بلانا اور حوصلہ افزائی کرنا ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ مَیں آپ تمام حضرات کا اور خاص کر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذۂ کرام کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس عظیم اور خالص اسلامی جہاد کو پوری دنیا میں متعارف کرنے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔

جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن اور علماء کرام ہمارے ساتھ مختلف محاذوں پر جہاد میں ذاتی طور پر شریک رہے جن میں سے کئی شہید بھی ہوئے اور کئی غازی بنے، اس طرح آپ کی جماعت کا عملی تعاون اور سرپرستی ہمیں حاصل رہی۔

تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر واقعۃً اسلام اور نفاذِ شریعت کے پیشِ نظر مطلوب ہے تو افغان مجاہدین کی مزید سرپرستی، تعاون و نصرت اور ان کے حالات سے آگاہ ہونا لازمی ہوگا —— جہاد کے مراحل دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ملکی دفاع و استحکام، ہندو سے حفاظت، کشمیر کی آزادی اور دینِ اسلام کی ترویج و نفاذ جیسے عظیم مقاصد حاصل ہوں گے۔ اِنشاء اللہ العزیز

جہاد افغانستان کا آخری مرحلہ

اور دار العلوم حقانیہ کے مہتمم کی مساعی

مولانا عبد القیوم حقانی

جہاد افغانستان کی کامیابی، کابل کی فتح، افغان قیادت کا اتفاق، افغان عبوری کونسل کی تشکیل، انتقال اقتدار، امورِ حکومت کے نظم ونسق کا کنٹرول حالات کی بہتری، امن وامان کے قیام میں پیش رفت یہ سب دین اسلام کی حقانیت کا ثبوت، اس کے جامع اور زندہ مذہب ہونے کا واقعاتی نمونۂ عمل اور نظام اسلام کا قطعی اعجاز ہے جسے مسلم دنیا سمیت کفر کی بڑی طاقتیں اور بزعم خود نئی دنیا کا نیا نظام بنانے والے بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ فتح کابل کے آخری نازک وحساس مرحلہ پر انتقال اقتدار کے انتظام کا جب بحران پیدا ہوا تو جمعیۃ علماء اسلام مرکز علم دار العلوم حقانیہ اس کے بانی ومؤسس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اور دار العلوم کے فضلاء کے روز اول سے جہاد افغانستان میں بنیادی اور اہم رول کے پیش نظر قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے بھی اپنی تمام تر مصروفیات اور مشاغل ترک کرکے افغان اتحاد، انتقال اقتدار کے انتظامی فارمولے اور مستقبل کے افغانستان کو باہمی خانہ جنگی اور تقسیم کے شیطانی منصوبے کے ناکام کرنے میں خالص دینی اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھرپور کردار ادا کیا۔ اولین مرحلہ میں آپ نے جہاد کی مرکزی قیادت سے رابطہ کیا ان کے حالات اور نقطۂ نظر کو سمجھنے کے بعد ۱۹ اپریل کو وزیر اعظم کی پشاور میں افغان رہنماؤں کے ساتھ ۷ گھنٹے کے طویل مذاکرات میں بھرپور دلچسپی لی جس سے وزیر اعظم سمیت افغان زعماء بھی متاثر ہوئے۔ ۲۰ اپریل کو رابطہ عالم اسلامی اور سعودی عرب وفد کے ارکان جناب علامہ محمود صواف، الشیخ عبد اللہ الزائد، ڈاکٹر محمد زبیر پر مشتمل قافلہ کی معیت میں ایک بار پھر افغان قیادت سے رابطہ اور مخلصانہ مساعی بحمد اللہ ثمر آور اور قومی دلی اور افغان عوام کے مستقبل کے لحاظ سے بے حد مفید رہے۔ یہ لوگ اسلام آباد اترتے ہی بذریعہ روڈ پشاور جاتے ہوئے پہلے دار العلوم حقانیہ آتے اور قائد جمعیۃ سے ملاقات کے بعد ان کی معیت میں پشاور گئے۔

اور جب حالات فیصلہ کن اور بے حد نازک مرحلہ میں داخل ہوتے تو آپ نے اپنے تمام کام وآرام تج دیا اور شب وروز اسی کام میں لگ گئے محاذ جنگ کے تمام حقانی فضلاء اور حلقۂ اثر کے علماء افغان مجاہدین کے مرکزی زعماء سے رابطہ اور صلاح ومشورہ کرکے افغان قیادت کو ایک فارمولا پر متحد کرنے کی مساعی تیز تر کردیں جو بالآخر کامیابی اور سرخروئی پر منتج ہوئیں مگر اس کے باوجود بھی جب بعض جماعتوں کی طرف سے مخاصمت کا اندیشہ ہوا تو کابل میں احمد شاہ مسعود سے بذریعہ وائرلیس حالات کا تفصیلی جائزہ لیا اور تازہ ترین صورت حال پر تبادلہ خیال کیا (جس کی خواہش اپنے ہیڈ کوارٹر کے ذریعہ خود مسعود صاحب نے بار بار ظاہر کی تھی) اور پیچیدہ صورت حال میں امن وانصرام حکومت اور اعتدال ومصلحت کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دی اس کے ساتھ ہی ۲۶ اپریل ۱۹۹۲ء کو پاکستان اور افغانستان کے اکابر علماء، اساتذۂ علم اور مشائخ کا مشترکہ اجلاس دار العلوم حقانیہ میں بلایا جس میں بلا لحاظ جماعتی وابستگی کے ایک ہزار سے زائد علماء اور مشائخ نے شرکت کی جس میں افغانستان میں فوری جنگ بندی کی اپیل کی گئی اور مسلمانوں کے باہمی قتال کو حرام قرار دیا گیا اور جید علماء کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے دوسرے روز افغان علماء، مشائخ اور مرکزی قیادت کے اہم رہنماؤں سے مل کر مثبت کام کیا جو بحمد اللہ موثر رہا فوراً جنگ بند ہوگئی افغان عبوری کونسل نے اقتدار سنبھالا تو دوسرے روز وزیر اعظم کی معیت میں قائد جمعیۃ نے بھی تمام خطرات اور اندیشوں کو بالائے طاق رکھ کر کابل کا دورہ کیا اور پہلے ہی دن جمعیۃ علماء اسلام اور دار العلوم حقانیہ کے ترجمان اور سفیر کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آزاد کابل کی جامع مسجد میں سجدۂ شکر بجالانے کی سعادت سے نوازا۔ افغان زعماء کے ساتھ مذاکرات اور مشاورت کی کابل اور اس کے گردو نواح میں فوجی قیادت کرنے والے دار العلوم کے فضلاء سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔

یکم مئی کو اجلاس کی تشکیل کردہ کمیٹی کا وفد جمعیۃ علماء اسلام کے نائب امیر سابق سینیٹر مولانا قاضی عبد اللطیف کی سرکردگی میں قائد جمعیۃ سے مشاورت کے بعد اندرون افغانستان روانہ ہوا جو پانچ روز تک افغان عبوری کونسل کے سربراہ وارکان اور حکمت یار گلبدین اور ان کے رفقاء سے ملاقات ومذاکرات میں مصروف

رہا وہاں سے آمدہ اطلاعات کے مطابق ان کی مساعی بہر حال حوصلہ افزا رہیں۔ عملی طور پر بھی بحمد اللہ افغانستان کے ۸۰ فی صد علاقہ پر فوجی قیادت کا تسلط دار العلوم حقانیہ کے فضلاء کا ہے جو مختلف جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہیں اور مشن کی تکمیل میں قائد جمیعۃ کی ہدایات پر کاربند رہنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔

اس موقع پر امت مسلمہ کے مجموعی مفاد، افغانستان کی سلامتی و استحکام اور اسلامی انقلاب و نفاذ شریعت کا تقاضا ہے کہ افغان قیادت کے تمام رہنما اور جماعتیں باہمی اعتماد و اتحاد اور افہام و تفہیم سے افغانستان کے اسلامی تشخص اور مستحکم مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کریں۔

اگر خدانخواستہ دنیائے کفر کی شیاطین قوتیں افغان مجاہدین میں حصول اقتدار کی خاطر یا ذاتی جماعتی اور لسانی بالادستی حاصل کرنے کی خاطر کوئی تصادم کرانے میں کامیاب ہوگئیں تو اس سے نہ صرف جہاد اسلامی اور اسلامی تاریخ کی تفضیح ہوگی بلکہ یہ پوری امت کو جہادِ اسلامی کے ثمرات سے محروم کر دینے کا باعث ہوگا۔ امتحان و آزمائش کی اس نازک گھڑی میں بھی قائد جمیعۃ حسب معمول مسئلہ افغانستان کو ترجیح دیتے ہوتے ہیں۔ ہم بارگاہ الوہیت میں جبین نیاز جھکا کر گڑگڑا کر الحاح و تضرع اور ابتہال کے ساتھ دعا گو ہیں کہ باری تعالےٰ افغانستان کے اس انقلاب کو جہاد افغانستان کے مثبت ثمرات کے حصول پر منتج فرمائے۔

اسلامی انقلاب

اور اس کا فکری لائحہ عمل

معروف سکالر، محقق، مصنف مولانا عبد القیوم حقانی کے سحر نگار قلم سے

◎

○ اشتراکیت، سرمایہ داریت، فسطائیت اور لادین مغربی جمہوریت کے چھائے ہوئے گھپ اندھیروں میں اسلامی انقلاب کے فکری خد و خال ○ نوجوانوں میں فکری الحاد اور ارتداد کی یلغار اور اسکے انسداد کا مناسب طریق کار ○ پرائیویٹ شریعت بل سے سرکاری شریعت بل تک کے مختلف کردار ـــــ پھر کیا ہوا ـــــ؟ کیا ہوتا رہا ـــــ؟ اور کس نے کیا رول ادا کیا ـــــ؟

تاریخ کے سربستہ رازوں کا انکشاف

ملک کی سیاست کے ایک تاریخی دور پر رواں اور دلکش تبصرہ ○ تحریر میں بے ساختگی اور برجستگی کے علاوہ پرزور انشاء کی تمام خصوصیات نمایاں ہیں ○ ادیب کے قلم، علم کی زبان، قرآن و سنت کے بیان، خطیب کے لہجے، منافق حکمرانوں اور بے دین سیاستدانوں کے خاکوں نے کتاب کی اہمیت اور تجزیاتی حیثیت کو مزید دوبالا کر دیا ہے۔ ○ اس کا مطالعہ تحریک انقلاب اسلامی کے تمام کارکنوں اور قومی سیاست کے ہر طالب علم کا فرض ہے ○ صفحات ۲۰۸ عمدہ کتابت شاندار طباعت مضبوط جلد قیمت ۵۷/-

مولانا عبد القیوم حقانی کی بعض دیگر اہم تصنیفات

○ صحبتے با اہل حق ○ ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال ○ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات ○ علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات (امام ابو یوسف و امام محمد) ○ میری علمی اور مطالعاتی زندگی ○ کشکول معرفت ○ خطبات حقانی ○ امام اعظمؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست ○ کتابت اور تدوین حدیث ○ مرد مومن کا مقام ○ ساعتے با اولیا ○ اسلامی سیاست اور اسکے انقلابی خد و خال

اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کیجئے یا پھر ہم سے براہ راست طلب کیجئے

محمد قاسم حقانی (دار التصنیف) دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ضلع پشاور ـــ سرحد ـــ پاکستان

جہادِ افغانستان کے فیصلہ کن موڑ پر افغان قیادت کا دارالعلوم حقانیہ میں اجتماع اور متفقہ فیصلہ

پاکستان کو مضبوط اور مستحکم اسلامی افغانستان کی ضرورت ہے (مولانا سمیع الحق)

افغانیوں ہی کے جہاد سے سوشلزم کا علمبردار ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے (وزیر اعلیٰ سرحد)

افغانی کا زمین پر نئے انداز کسی بھی حکومت کو استحکام حاصل نہیں ہو گا (اعجاز الحق)

افغانستان میں کسی بھی بیرونی مداخلت کو برداشت کرنا خودکشی کے مترادف ہے (استاد سیاف)

پروفیسر ربانی نے دارالعلوم حقانیہ کو بخارا کے مدرسہ میر عرب کے کردار سے تشبیہ دی

افغان قیادت سمیت دنیا بھر کی اسلامی قوتوں کو بھرپور اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہیئے (مجددی)

اجمل خٹک نے اعتراف کیا کہ مسئلہ افغانستان میں ان کا مؤقف غلط تھا

دارالعلوم حقانیہ میں تقریبِ ختمِ بخاری وجلسۂ دستار بندی کے موقع پر افغان زعماءِ جہاد اور اسلامی قوتوں کے قائدین کا اجتماع
ایمان افروز مناظر اور اسلام دُشمن قوّتوں کے خلاف ولولوں کا مظاہرہ

رپورٹ: مولانا عبدالقیوم حقانی

بدلتی ہوئی عالمی صورتحال، جہادِ افغانستان، امریکہ واقوام متحدہ کے مذموم عزائم اور پاکستان کی بدلتی ہوئی افغان پالیسی کے بارے میں لائحہ عمل، خود افغان قیادت میں بُعد اور فاصلوں کو کم کرنے کی پیش رفت کا جائزہ لینے کے سلسلہ میں جنوبی ایشیا کے اہم علمی ودینی مرکز دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جہادِ افغانستان کے تمام مرکزی قائدین سمیت جمیعۃ علماء اسلام کے اکابرین، وزیر اعلیٰ سرحد، وفاقی وزیر اعجاز الحق اور اجلاس کے داعی ومحرک سینیٹر مولانا سمیع الحق کا ۱۴ فروری کو ایک میز پر اکٹھے بیٹھ کر باہمی مشاورت، جہادی امور اور بین الاقوامی صورتحال پر تبادلۂ خیال اور اتحاد کے استحکام کے سلسلہ میں بنیادی امور پر گفت وشنید جس خوشگوار ماحول اور پُراعتماد فضا میں ہوئی اس کو مستقبل کے افغانستان میں گول میز کانفرنس اور جنیوا معاہدہ کی طرح تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ قرار دیا جائے گا۔

حُسنِ اتفاق سے یہ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کا اختتام تھا، دارالعلوم سے اس سال شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے پوتے اور حضرت مولانا سمیع الحق کے برخوردار مولانا حامد الحق سمیت ۲۵۶ فضلاء نے فارغ التحصیل ہونا تھا۔ اجتماعی دستار بندی اور دارالعلوم کے سالانہ جلسوں کا انعقاد گذشتہ ۲۰، ۲۵ سال سے متروک العمل تھا مگر اب کے بار افغان قیادت کے باہمی اتحاد، مذاکرات، مشاورت اور انہیں ایک میز پر اکٹھا بٹھانے کی غرض سے صاحبزادہ مولانا حامد الحق کی تحصیلِ علم سے فراغت اور دستار بندی کی تقریب کو عنوان بنا کر جلدی میں ایک مختصر تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور افراد کو دعوت دی گئی۔

چنانچہ جمیعۃ علماء اسلام کے قائد اور دارالعلوم کے پرنسپل مولانا سمیع الحق کی دعوت پر نجاتِ ملی اسلامی کے امیر اور افغان عبوری حکومت کے سربراہ پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی وزیر اعظم جناب عبدالرب الرسول سیاف، حزبِ اسلامی (خالص گروپ) کے امیر مولانا یونس خالص، جمیعۃ اسلامی کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی، فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی، حرکتِ انقلابِ اسلامی (منصور گروپ) کے امیر مولانا نصر اللہ منصور، حزبِ اسلامی (قاضی گروپ) کے سربراہ قاضی محمد امین وقار بذاتِ خود شریک ہوئے جبکہ حرکتِ انقلابِ اسلامی (محمدی گروپ) کے امیر مولانا محمد نبی محمدی نے اپنے نائب امیر کی سرکردگی میں اپنی جانب سے نمائندہ وفد بھیجا، خود اپنی شدید مجبوری اور بعض ناگزیر عوارض کے پیش آجانے پر معذرت پیش کی۔

حزبِ اسلامی (حکمتیار گروپ) کے امیر جناب گلبدین حکمتیار نے بھی تقریب سے دو روز قبل مولانا سمیع الحق کے ساتھ فون پر تفصیلی بات چیت کے دوران آنے کا قطعی ارادہ ظاہر کیا تھا مگر اسی دن بعض غیر ملکی عرب مہمانوں کی وجہ سے وہ مصروفیات میں پھنس گئے اور تشریف نہ لاسکے اور بعد میں مولانا سمیع الحق صاحب سے معذرت کا اظہار کیا۔

جہادِ افغانستان سے وابستہ بعض اہم شخصیات سعودی عرب کے سفیر جناب محمد یوسف المطبقانی، صدر ضیاء الحق شہید کے فرزند وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق اور افغان دشمن قوتوں کی خطرناک ریشہ دوانیوں اور تباہ کن پالیسیوں کے ازالے اور ان سے تحفظ کے پیشِ نظر صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب میر افضل خان (جن کے مولانا سے محبت کے مراسم ہیں) کو بھی حقیقی صورتحال سے آگاہ کرنے کیلئے مدعو کیا گیا چنانچہ انہوں نے صوبائی وزراء کی ایک ٹیم (جو سلیم سیف اللہ، حبیب اللہ خان کنڈی اور جان محمد خٹک پر مشتمل تھی) کی معیت میں اجلاس میں شریک ہوئے۔

سینیٹ کے چیئرمین جناب وسیم سجاد کے بھی مولانا سمیع الحق سے دیرینہ مراسم ہیں

مولانا سمیع الحق کی تازہ مساعی جہادِ افغانستان میں فیصلہ کن موڑ ثابت ہوں گی (استاد سیاف)

اس بناء پر انہوں نے شمولیت کا عزم کر لیا تھا مگر اسی دن لاہور میں ان کے کزن کی شادی کی مجبوری کی وجہ سے نہ آسکے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت وجامعیت، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا حلقۂ ارادت و تلامذہ، مولانا سمیع الحق کی ملک بھر میں حلقۂ احباب کی وسعت اور جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ ملک بھر کے تمام اراکین کی عظمت واہمیت کے باوصف تقریب کے انتظامات میں شدید مصروفیت اور وقت کے اختصار کے پیشِ نظر صرف جمعیۃ علماء اسلام سرحد کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان اور چاروں صوبوں کے مرکزی قائدین کو مدعو کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔ لہٰذا جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے اکابر، عہدیدار اور ارکانِ شوریٰ کے علاوہ مرکزی قائدین اور مشائخ بھی شریک ہوئے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے نائب امیر مولانا قاضی عبداللطیف، حضرت لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، مولانا قاری محمد امین، شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان، سرحد کے مختلف دینی مدارس وجامعات کے اکابر اساتذہ اور اربابِ علم وفضل نے شرکت کی۔

سعودی عرب کے سفیر جناب محمد یوسف المطبقانی جن کو مولانا سمیع الحق نے قدیم علمی مراسم اور ذاتی تعلقات کی بناء پر مدعو کیا تھا سفیرِ محترم صبح دس بجے دارالعلوم حقانیہ تشریف لے آئے۔ باہمی مشاورت اور تبادلۂ خیال کی پہلی نشست جو مولانا سمیع الحق کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی تھی میں آخر تک شریک رہے، جبکہ اس سے قبل دارالعلوم کے پرنسپل کی معیت میں جامعہ حقانیہ کے مختلف شعبہ جات، درسِ نظامی کی درسگاہوں، لائبریری، مؤتمر المصنفین، تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول، ماہنامہ الحق، ہفت روزہ ترجمانِ دین، دارالحفظ والتجوید وغیرہ کا تفصیلی معائنہ کیا، واپسی پر جب مہمان خانہ میں تشریف لائے تو جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کی نوتشکیل شدہ مجلسِ شوریٰ کا اجلاس جاری تھا، سفیرِ محترم شرکائے اجلاس، علماء اور اہلِ علم کے ساتھ گھل مل گئے، اختتامی کاروائی میں شرکت کی اور مولانا سمیع الحق کی درخواست پر خطاب بھی فرمایا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مسئلہ خلیج پر قائدِ جمعیۃ کی پالیسی، مؤقفِ حقہ اور جمعیۃ علماء اسلام کے مثالی کردار کی تعریف کی اور مولانا سمیع الحق کو بار بار خراجِ تحسین پیش کیا۔

> اسلامی حکومت کے قیام جیسے عظیم مقصد کے حصول میں ہم کسی بھی قوت کی مداخلت، امریکی عزائم اور کسی بھی حکومت کی ایسی پالیسی کو قبول نہیں کریں گے جو مجاہدین کے مقدس مشن کی ناکامی اور پندرہ ۱۵ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء پر منتج ہوتی ہو پروفیسر ربانی)

افغان راہنماؤں کے باہمی تبادلۂ خیال کی پہلی نشست ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک مولانا سمیع الحق کی قیامگاہ پر بند کمرے میں ہوئی جس میں مرکزی زعماء جہاد اور پارٹی سربراہوں کے علاوہ مولانا سمیع الحق، مولانا قاضی عبداللطیف، سعودی عرب کے سفیر الشیخ محمد یوسف المطبقانی، وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق اور فاتح خوست مولینا جلال الدین حقانی شریک ہوئے۔ مولانا سمیع الحق نے اسی جگہ اپنے معزز مہمانوں کو ضیافت بھی دی۔

عجیب منظر تھا، ایک طرف مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ پر ان کے بیڈروم سے ملحق چھوٹی سی مگر خوبصورت لائبریری میں افغان جہاد کا پورا اثاثہ بلکہ پاکستان سے جہاد کے ظاہری بانی جنرل ضیاء الحق مرحوم کے فرزند اعجاز الحق اور جہاد کے روحانی بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کے جانشین مولانا سمیع الحق ایک چھت کے نیچے جمع تھے، سعودی عرب کے سفیر جناب مطبقانی بھی کمرے میں رونق افروز تھے باہر ہزاروں علماء، زعماء، جماعتی کارکن، طلبہ اور دارالعلوم کے مخلصین ومحبین کی ہلچل اور علاقہ بھر سے اُمڈ آنے والے عامۃ المسلمین کے سیلاب نما انبوہ کا منظر دیدنی تھا۔ دارالعلوم کے آمنے سامنے تقریباً ایک میل کے رقبے میں گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آرہی تھیں، مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ کے باہر مسلح دستوں کی حفاظتی پوزیشن، دارالعلوم کے مختلف حساس جہات میں مسلح گارڈ کے فرائض انجام دینے والے کارکنوں کی نقل وحرکت، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہدائے بالاکوٹ کی روحیں پھر سے زندہ ہو کر میدانِ کارزار میں برسرِ پیکار ہیں، ایک دلچسپ اور ایمان افروز لشکر گاہ کا سماں تھا۔

دوسری نشست نمازِ جمعہ سے قبل کی تھی جو بغیر کسی پیشگی تشہیر، اخباری خبر، بغیر کسی اشتہار اور اعلانِ عام کے ایک عظیم الشان جلسۂ عام کی شکل اختیار کر گئی جس میں سرحد بھر سے دارالعلوم کے قدیم وجدید فضلاء، اربابِ علم ودانش، اساتذہ علم ومشائخ، افغان جہاد کے محاذِ جنگ کے جرنیلوں، عامۃ المسلمین اور اس سال فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء کے متعلقین بسوں، ویگنوں اور موٹروں کے قافلوں کی صورت میں شریک ہوتے رہے۔ جامع مسجد سمیت دارالعلوم کے تمام احاطوں، اطراف، برآمدوں، دارالحدیث اور درسگاہوں کی چھتوں پر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، دارالعلوم کو اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگدامنی کی شکایت رہی۔

دوسری نشست کے پہلے خطیب افغان عبوری حکومت کے وزیرِ اعظم اور اتحادِ اسلامی کے صدر استاد عبدالرب الرسول سیاف تھے، انہوں نے اپنے مدلل اور پُرمغز خطاب میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی ومؤسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح اور مولانا سمیع الحق اور فضلاء کے جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں بنیادی اور مستحکم ومؤثر کردار کو سراہا اور موجودہ حالات میں افغان اتحاد اور مسئلہ افغانستان کے سلسلہ میں ان کی مساعی کو بر وقت اور مؤثر قرار دیتے ہوئے آپ کی اس تازہ ترین کوشش کو مستقبل کے حالات اور جہادی امور کی پیش آمدہ صورتِ حال میں ایک فیصلہ کن موثر قرار دیا۔

اس کے بعد جمعیتِ اسلامی افغانستان کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی کی مختصر مگر جامع تقریر افغان اتحاد کی ضرورت واہمیت اور موجودہ حالات میں اسکی عملی واقفیت کے موضوع پر حاوی رہی۔ انہوں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی

حضرت مجددی نے اب کے نازک ترین اور حساس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے اس عظیم تر مشن کو بھی افغان مجاہدین کی ایک اہم تر اخلاقی معاونت قرار دیا

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنی زندگی میں جہاد کے آغازِ کار ہی سے ہماری سرپرستی فرمائی۔ مختلف مراحل اور بعض اوقات پریشان کن صُورتحال میں انہوں نے جس طرح افغان مجاہدین کی معاونت کی بحمداللہ ان کی وفات کے بعد بھی یہ مخلصانہ سلسلہ حسبِ معمول بھرپور دلچسپی کے ساتھ جاری ہے۔

پروفیسر ربانی نے دارالعلوم حقانیہ کو بخارا کی عظیم دینی درسگاہ "مدرسہ میرِ عرب" سے تشبیہ دی اور کہا کہ جس طرح رُوسی انقلاب میں بخارا کے مدرسہ میرِ عرب اور اس کے فضلاء نے عظیم تاریخی اور انقلابی کردار ادا کیا تھا اسی طرح دارالعلوم حقانیہ نے وہی کردار ادا کیا اور مدرسہ میرِ عرب کے فُضلاء اور مجاہدین کی طرح ہماری سرپرستی کی۔

انہوں نے کہا کہ جس طرح محاذِ جنگ کے عملی میدانوں میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء آگ اور خون سے کھیل کر جانبازی و جاں سپاری اور قربانی و ایثار کے نمونے پیش کرتے رہے اسی طرح سیاسی فکری، مُلکی اور بین الاقوامی محاذ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے فرزندِ جلیل مولانا سمیع الحق نے بھی مجاہدین کی نہ صرف یہ کہ زبردست پُشت پناہی اور حوصلہ افزائی کی بلکہ نازک مرحلوں اور شدید بحرانوں میں عملی گرہ کشائی میں بھی ان کو ہمیشہ اوّلیت اور سبقت کا شرف حاصل رہا ہے۔

انہوں نے کہا جہادِ افغانستان کا مقصد صرف اور صرف وطن کی آزادی ہرگز نہیں صرف افغانستان کی آزادی ہمارا ہدف نہیں بلکہ اسلامی نظام حکومت کا قیام اور شریعت کا نفاذ ہے، اسلامی حکومت کے قیام جیسے عظیم مقصد کے حصول میں ہم کسی بھی قوت کی مداخلت، امریکی عزائم اور کسی بھی حکومت کی ایسی پالیسی کو قبول نہیں کریں گے جو مجاہدین کے مقدس مشن کی ناکامی اور پندرہ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء پر منتج ہوتی ہو۔

دُوسری نشست کی آخری تقریر افغان عبوری حکومت کے صدر اور اتحادِ اسلامی کے امیر پروفیسر صبغت اللہ مجدّدی کی تھی انہوں نے اپنے فصیح و بلیغ اور جامع خطبۂ جمعہ (جو عربی زبان میں تھا) میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی و اخلاقی اقدار اپنانے پر زور دیا۔

حضرت مجددی نے اب کے نازک ترین اور حساس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے اس عظیم تر مشن کو بھی افغان مجاہدین کی ایک اہم تر اخلاقی معاونت قرار دیا۔ انہوں نے افغان قیادت سمیت عالمِ اسلام کی تمام دینی قوتوں سے اتحاد کی پُرزور اپیل کی، انہوں نے یہ بھی کہا کہ افغان جہاد کے حالیہ فیصلہ کن مرحلہ میں کسی بھی بیرونی مداخلت اور یہودی و امریکی پالیسی کو نہیں چلنے دیا جائے گا۔

حضرت مجددی کا خطبۂ جمعہ ختم ہوا تو ان ہی کی اقتداء میں افغان مجاہدین کے تمام قائدین، محاذِ جنگ کے موجودہ تمام جرنیلوں، افغان جماعتوں کے تمام نمائندوں، جمعیۃ علماء اسلام کے تمام زعماء، علماء، فضلاء، مشائخ اور عامۃ المسلمین نے نمازِ جمعہ ادا کی ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد تیسری نشست میں شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ اجلاس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی تو صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ میر افضل خان اور صوبائی وزراء جناب سلیم سیف اللہ، جناب حبیب اللہ خان کُنڈی اور جان محمد خٹک بھی تشریف لے آئے۔ اجلاس کی اس آخری نشست میں اے این پی کے سربراہ محمد اجمل خان خٹک بھی شریک رہے کہ اکوڑہ نہ صرف ان کا اپنا آبائی گاؤں ہے بلکہ اہلِ محلہ میں سے ہیں۔ علاقائی تعلقات اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح سے قدیم تعلق و مراسم کے پیشِ نظر گاؤں کے ایسے معززین کو بھی بلایا گیا تھا جن میں خٹک صاحب بھی تھے۔ انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح سے تفسیرِ قرآن، حجۃ اللہ البالغہ سمیت بہت سی اہم دینی کتابوں میں تلمذ حاصل کیا تھا۔ ابتدائے کار میں بانیٔ دارالعلوم کے کاموں میں معاون بھی رہے اور ڈاک وغیرہ نمٹاتے رہے تھے۔ بدقسمتی سے بعد میں ان کی سیاسی وابستگیوں نے انہیں اپنے اُستاد سے بہت دور کر دیا اور جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں ان کی مذموم پالیسی نے تو یہ فاصلے مزید بڑھا دیئے۔ جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں انکی پارٹی اے این پی اور خٹک صاحب کا کردار بہرحال تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے اور وہ مٹانے کی ہر ممکن کوشش کے باوصف نہیں مٹایا جا سکتا عقل و احساس شعور اور زندگی کے حقائق بہرحال چھپائے بھی نہیں چھپ سکتے۔

اسی اجلاس میں جب اجمل خٹک نے پروفیسر صبغت اللہ مجددی سے معانقہ کیا تو اُس وقت اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ افغانستان کے مسئلہ میں ان کا مؤقف غلط تھا۔ انہوں نے مجددی صاحب پر واضح کیا اور صراحتہً کہا کہ افغانستان کے بارے میں اب میری رائے بدل گئی ہے، تم لوگوں نے واقعی صحابہ کرامؓ والا کردار ادا کیا ہے اور اب مجھے اس بات کا شرح صدر ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارا مؤقف غلط تھا۔

اس موقع پر پروفیسر مجددی سے انہوں نے اپنے سلسلۂ گفتگو میں یہ بھی کہا کہ "مجھے وہ دن یاد آتے ہیں جب کابل میں قلعہ جواد کی مسجد میں ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے، خدا کرے کہ ہم پھر قلعہ جواد کی مسجد اور خانقاہ میں آپ کی امامت میں نماز ادا کریں۔ پروفیسر مجددی نے کہا کہ بہت جلد انشاء اللہ افغانستان میں امن قائم ہو جائے گا۔

تقریب کے دوران حزبِ اسلامی کے سربراہ مولانا محمد یونس خالص جب

داخل ہوئے تو کچھ دیر دروازے کے پاس کھڑے رہے، بعد میں میزبان سینیٹر مولانا سمیع الحق کے پاس بیٹھ کر ان سے پوچھا کہ "اجمل خٹک کو اس تقریب میں کیوں بلایا ہے؟" مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمارے گاؤں کے ہیں، علاقائی تعلق ہے، گویا پڑوسی ہیں، اس پر جناب مولوی یونس خالص نے کہا آج ان کے سینے پر تو انگارے جل رہے ہوں گے"۔

افغانستان کے بارے میں اب میری رائے بدل گئی ہے آپ لوگوں نے واقعۃً صحابہ کرامؓ والا کردار ادا کیا ہے اور اب
مجھے اس بات کا شرح صدر ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارا موقف غلط تھا۔ (اجمل خٹک)

تیسری اور آخری نشست کی پہلی تقریر دارالعلوم کے پرنسپل اور جمعیۃ علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق کی تھی، انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں افغان زعماء، قومی راہنماؤں اور تمام حاضرین و متعلقین کی والہیت اور خلوص اور جذبۂ شوق سے بھرپور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں دارالعلوم حقانیہ کے مرکزی کردار، افغان قائدین کے دارالعلوم سے ارتباط و تعلقِ خاطر، کارناموں اور دارالعلوم کے فضلاء بالخصوص محاذِ جنگ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی اور اسی مادرِ علمی کے عظیم سپوت مولانا یونس خالص اور دارالعلوم کے روحانی ابناء، افغان جہاد کے شہداء مولانا فتح اللہ حقانی، مولانا احمد گل شہید وغیرہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا انہوں نے کہا کہ دنیا کی تمام باطل طاقتیں اس پر متحد ہو گئی ہیں کہ اسلام کو بہرحال پنپنے نہیں دینا، وہ نہ جمہوریت کی دلدادہ ہیں اور نہ کسی دوسرے نظام کی، وہ اسلام ہی کو اپنے وجود کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں۔ الجزائر، آزاد کشمیر، فلسطین، وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں اور افغانستان، غرض جہاں کہیں بھی اسلام کے ابھرنے کے آثار ظاہر ہوتے ہیں باطل کی تمام طاقتیں اسے روندنے اور کچلنے کے لیے متحد ہو جاتی ہیں۔

اگر خدانخواستہ ہمارے
پڑوس میں ہمیں مضبوط اور مستحکم اسلامی
افغانستان نہ مل سکا تو پاکستان کی سالمیت کی
بھی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی
قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ

مولانا سمیع الحق نے دارالعلوم کے فضلاء اور افغان مجاہدین کی طرف روئے سخن موڑتے ہوئے کہا کہ امتِ مسلمہ کو جدید عالمی تبدیلیوں کے بعد بڑے ہولناک چیلنجوں کا سامنا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا امریکہ، روس، چین، جاپان، برطانیہ اور دنیائے کفر کے تمام علمبردار عالمِ اسلام کی بیداری کی نئی لہر سے خائف اور لرزاں و ترساں ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر روئے سخن اجمل خٹک کی طرف پھیرتے ہوئے کہا دنیا جانتی ہے کہ روس جیسی ناقابلِ شکست سپر پاور کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے والے اور عوام کے چندوں اور لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے طلباء اور فضلاء اور یہاں کے فارغ التحصیل علماء اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھ کر ٹکرا گئے، اللہ نے ان کی جرأت و بہادری کی لاج رکھ لی کوئی چاہے یا نہ چاہے اللہ نے بہرحال یہی چاہا کہ ان کے ہاتھوں سے روس کو تاراج کر دیا اور دارالعلوم کے فضلاء اور مجاہدین روس کے لیے ایٹم بم ثابت ہوئے انہوں نے روس کے ساتھ وہ کام کیا جو امریکہ اپنی ہزار چاہتوں کے باوصف نہ کر سکا۔ مولانا سمیع الحق نے فضلاءِ حقانیہ اور تمام افغان مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے اب روس کی جگہ لینے والے امریکی سامراج سے ٹکر لینی ہے۔ اس دور کا نیا سامراج امریکہ ہے جو سوویٹ یونین اور اور گوربا چوف کی جگہ لے رہا ہے اور انشاء اللہ جہادِ اسلامی کی برکت سے اس کا وجود بھی اسی طرح ریزہ ریزہ ہو جائے گا جس طرح روس کا نقشہ تبدیل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا جہادِ افغانستان کے ثمرات ایک عظیم عالمی اور اسلامی انقلاب پر منتج ہو رہے ہیں انہوں نے حکومتِ پاکستان کی افغان جہاد کے بارے میں تبدیل ہونے والی پالیسی پر شدید نقطہ چینی کی اور اسے اسلام، شہدائے جہاد اور ملتِ اسلامیہ کے ساتھ غداری قرار دیا۔ انہوں نے کہا اگر خدانخواستہ ہمارے پڑوس میں ہمیں مضبوط اور مستحکم اسلامی افغانستان نہ مل سکا تو پاکستان کی سالمیت کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

اجلاس کی آخری نشست سے فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی نے بھی خطاب کرنا تھا، مولانا سمیع الحق نے تقریر ختم کی تو انہیں دعوت دی اور پھر سٹیج سے بار بار انہیں بلایا جاتا رہا جبکہ وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے شیخ و مربی دارالعلوم کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے مزار پر تشریف لے جا چکے تھے اِدھر انہیں بلایا جا رہا تھا اُدھر حضرت الشیخؒ کے مزار کے سرہانے بیٹھے اُن پر گریہ وزاری کی کیفیت طاری تھی، ہچکیاں لگی ہوئی تھیں اور اپنے شیخ کے قدموں میں رو رو کر تڑپ رہے تھے ان کی گھنی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اور اس طرح تین سال سے وہ جو اپنے شیخؒ سے جدا رہے اس طویل عرصہ کے تمام مراحل سنا سنا کر خود کو ہلکان کر رہے تھے ـــــ مولانا جلال الدین حقانی کے معاون کمانڈروں نے بعد میں بتایا کہ ہم نے حقانی صاحب کو جہاد کے میدانِ کارزار میں انتہائی دہشت انگیز اور رقت انگیز مناظر میں دیکھا، زخمیوں کی آہ و کراہ اور خاک و خون میں آلودگی کے ہیجان انگیز کیفیات میں دیکھا مگر مولانا حقانی ہر جگہ صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے۔

مگر جب اپنے شیخ مولانا عبدالحقؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو صبر کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور ان پر ایسی رقت اور گریہ وزاری طاری ہوئی جو تیرہ ۱۳ سالہ جہاد میں کسی بھی موقع پر دیکھنے میں نہیں آئی۔

> آئندہ بھی اگر کوئی حکومت افغانیوں کے کاز میں رخنہ انداز ہوگی تو اسے بھی کبھی تحفظ اور استحکام حاصل نہیں ہوگا۔ (اعجاز الحق)

مولانا سمیع الحق کی تقریر کے بعد وفاقی وزیر اعجاز الحق نے کہا کہ میں دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مہتمم مولانا سمیع الحق کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے والد کی شہادت کے بعد تین سال میں پہلی مرتبہ تمام افغان قائدین کے ساتھ مل بیٹھنے، تبادلۂ خیال کرنے اور ایک دوسرے کو قریب سے سمجھنے کا موقع فراہم کر دیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جس حکومت نے بھی جہادِ افغانستان سے غداری اور شہداء کے لہو سے استہزاء کا اقدام کیا خدا نے اسے نیست و نابود کر دیا لہٰذا آئندہ بھی اگر کوئی حکومت افغانیوں کے کاز میں رخنہ انداز ہوگی تو اسے بھی کبھی تحفظ اور استحکام حاصل نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ سرخ سویرے اور روس زندہ باد کے نعروں کی ریہرسل کرنے والے آج جس افغان پالیسی کے حق میں بات کر رہے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پالیسی کس کے حق میں ہے۔ انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ افغان مسئلہ کا جو حل مجاہدین اور اسلامی حکومت کے قیام کے حق میں ہوگا وہی ہمارے لیے قابلِ قبول ہوگا اور میں اور میرے بچے اس کے لیے کٹ مریں گے۔

وزیرِ اعلیٰ سرحد جناب میر افضل خان نے آج کے عظیم اجتماع کو تاریخی اور مستقبل کے حالات پر اثرانداز ہونے والا انقلابی موڑ قرار دیا۔ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ، اس کی دینی، علمی، تاریخی اور سیاسی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے تمام لادین نظام فیل ہو چکے ہیں اور آج دنیا کو اسلامی نظام اپنانے کی بے حد ضرورت ہے جس کی ترویج اور ترقی کے لیے دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے نوجوانوں کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا۔

> افغان مجاہدین ہی نے افغانستان میں کمیونزم کو شکست دی جسکے نتیجے میں خود کو سپر طاقت کہنے والا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ (وزیرِ اعلیٰ سرحد)

انہوں نے کہا افغان مجاہدین ہی نے افغانستان میں کمیونزم کو شکست دی جس کے نتیجے میں خود کو سپر طاقت کہنے والا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔

اجلاس کی آخری نشست میں صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی جو شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے بڑے پوتے اور مولانا سمیع الحق کے بڑے صاحبزادے ہیں، سمیت دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے ۲۵۶ فضلاء اور حفظ القرآن مکمل کر لینے والے ۴۰ طلباء کی دارالعلوم کے اکابر اساتذہ و مشائخ اور افغان قائدین نے دستار بندی کی اور ان میں سندات تقسیم کیں۔ اس موقع پر حافظ سلمان الحق، جو شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کے پوتے اور حافظ انوار الحق کے برخوردار ہیں، کی بھی حفظ القرآن مکمل کرنے پر دستار بندی کی گئی۔

دارالعلوم حقانیہ میں ۱۴ فروری کو منعقد ہونے والے اس عظیم اجتماع میں افغان قیادت کے تمام راہنما، سعودی سفیر، حکومتِ پاکستان کے مرکزی و صوبائی وزراء، مختلف سیاسی جماعتوں کے زعماء، جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین اور سینکڑوں علماء و مشائخ بڑے جوش اور ولولے سے اس بات پر متفق رہے کہ روس کے زوال کے بعد افغانستان میں امریکی مداخلت کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا، یہ ایک متفقہ عالمی استصواب رائے ہے کہ دنیا بھر کے اہلِ حق علماء، افغان راہنما اور ملک و ملت کے زعماء نئے عالمی نظام، اس کے علمبرداروں، ہمنواؤں اور گماشتوں کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے — خدا کرے کہ پاکستان کی حکومت کے اربابِ بست وکشاد اپنے مفادات اور ذاتی اغراض سے ہٹ کر خالص انسانی، اخلاقی اور دینی نقطۂ نظر سے سوچ کر وہی فیصلہ کر سکیں جو قرآن و سنت، تعلیماتِ نبوی اور اسلامی ہدایات کے عین مطابق ہو۔

بقیہ صـ ۱۵ :۔ مولانا جلال الدین حقانی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی مکاتبت

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ زدران کی پگڑیاں نیچی کرنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ کئی مرتبہ روسی طیاروں کی ہوائی توپ خانے کی زمینی بمباری کے نتیجے میں سینکڑوں بے گناہ معصوم بچوں، بیواؤں اور یتیموں کو اپنے ہی تباہ شدہ گھروں کے ملبے تلے کچل دیا گیا اور بچے کھچے افراد کی فصلیں اور مال مویشی تباہ کر کے انہیں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اب زدران کی پگڑیاں مزید کس حوالے سے بلند کرنا چاہتے ہیں۔ زدران کی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنے کی ذمہ داری آپ کی گردن پر ہے۔

قیدیوں کے بارے میں اتنا لکھ سکتا ہوں کہ اسلام کے نام پر گرفتار ہونے والے تمام افغانستان کے قیدی ہمارے اپنے بھائی ہیں۔ اور اگر آپ کی مراد خاص پکتیا یا زدران سے تعلق رکھنے والے قیدیوں سے ہے تو صرف ان کی رہائی کی کوئی ضرورت نہیں اور انہیں قید ہی رکھیں۔

میں آپ کی جانب سے مندرجہ ذیل شرائط کو ماننے کی صورت میں آپ سے گفتگو کے لئے تیار ہوں۔

۱۔ زدران کے علاقے میں آپ کی اور روسیوں کی جانب سے بھیجا گیا کنوائے فوراً واپس لوٹ جائے۔

۲۔ وہ تمام افراد جنہیں ہم ملازم سمجھتے ہوئے، ان کی فہرست مرتب کریں۔ انہیں بطور یرغمال ہمارے حوالے کیا جائے اس کے بعد ہی ہماری اور آپ کی ملاقات ممکن ہو سکے گی۔

آپ کے لئے حالات مساعد ہیں کہ آپ اس بے ہوشی کی کیفیت اور عالمِ خواب سے چھٹکارا پائیں اور سرخ استعمار کے سحر سے خود کو آزاد کروائیں۔

جلال الدین حقانی

ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ الحق کا جہاد افغانستان انڈکس

ذیل میں سرخ سامراج کی مزاحمت اور جہاد افغانستان کے متعلق ماہنامہ الحق میں شائع ہونے والے ادارتی تحریروں، دارالعلوم کی پالیسیوں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ارشادات، فضلاء و مجاہدین سے مشاورت و ہدایات، افغان قائدین کی دارالعلوم آمد و ملاقات، حقانی شہداء کے سانحہ ہائے ارتحال و حالات، افغان زعماء کے انٹرویوز و خیالات، مولانا سمیع الحق کی ملک و بیرون ملک جہاد افغانستان کے بارے میں بھرپور مساعی اور واقعات، الحق میں شائع شدہ وقیع و مدلل مضامین اور مقالات، تبصروں اور تجزیوں کا تیرہ سالہ مستقل انڈکس پیش خدمت ہے جس میں مستقبل کا مؤرخ حقائق اور تاریخی سچائیاں اپنے اصل روپ میں نکھرتے ہوئے موتیوں کی طرح چن سکتا ہے ہر بحث میں جلد نمبر کا حوالہ ہے باقی ذیل کے صفحات کا اندراج ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

انقلاب کابل سکولوں کا نصاب دینیات (مولانا سمیع الحق) (۱۳) ۴۴۰ ۶۳۶
روسی وفد اور جمیعۃ علماء ہند (مولانا یوسف لدھیانوی) (۱۳) ۴۶
کابل سے یرموک تک (ابوالحسن علی ندوی) (۱۳) ۳۰۵
مظلوم افغانستان (مولانا سمیع الحق) (۱۴) ۵۱۴
افغانستان میں برسرپیکار علماء حق ” (۱۴) ۵۸۵
سقوطِ کابل ” ” (۱۵) ۱۷۸
جہاد افغانستان کے حقانی شہداء ” ” (۱۵) ۲۴۲
اشتراکیت ” ” (۱۵) ۵۰۹
مولانا یونس خالص حقانی سے انٹرویو ” (۱۵) ۶۱
سوشلزم اور اسلام کا موازنہ (گل شاہ حنیف) (۱۵) ۵۴۹
مظلوم افغانستانی اور علماء کیلئے لمحہ فکریہ (مولانا سمیع الحق) (۱۶) ۴۶۰
افغان مجاہدین سے اپیل (وفاق المدارس کی قرارداد)
(مولانا سمیع الحق) (۱۶) ۵۳۲
جہاد افغانستان کا سرچشمہ (شیخ الہند اور حاجی صاحب ترنگ زئی)
(مولانا سمیع الحق) (۱۶) ۶۶۲
جہاد افغانستان (خصوصی رپورٹیں) (۱۶) ۲۷۰، ۲۷۳، ۴۷۰، ۶۰۹
افغانستان میں روسی مداخلت کے عالمی اثرات (فتح الرحمن) (۱۶) ۵۹۷
افریقہ میں اشتراکیت کا خطرہ (۱۶) ۲۴۲
جہاد افغانستان کے حقانی شہداء (مولانا سمیع الحق) (۱۶) ۲۷۰
اتحاد افغان مجاہدین ” ” (۱۶) ۷۰۱
افغان مجاہدین میں اتحاد کے مساعی ” ” (۱۶) ۵۸۵
افغان مجاہدین زعماء کی دارالعلوم آمد (۱۶) ۷۱۰
اجلاس وفاق المدارس (مولانا سمیع الحق) (۱۷) ۲۵۵
جہاد افغانستان خصوصی رپورٹیں (۱۷) ۲۲، ۴۱، ۲۳۷، ۲۴۷
جہاد افغانستان کے حقانی شہداء (مولانا ابراہیم فانی) (۱۷) ۲۲۷

روسی ثقافتی طائفہ (مولانا سمیع الحق) (۱۸) ۱۹۴
زعمائے جہاد کی مولانا عبدالحق ؒ سے ایک مجلس کی رپورٹ
(عبدالقیوم حقانی) (۱۸) ۲۶۸، ۳۹۸، ۵۰۳
المیۂ افغانستان (مولانا ابوالحسن علی ندوی) (۱۸) ۱۵۱
جہاد افغانستان کے مخالفین (ممتاز احمد خان) (۱۸) ۱۵۷
جہاد افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ (عبدالقیوم حقانی) (۱۸) ۲۶۸، ۲۹۸، ۵۰۳
مولانا جلال الدین حقانی سے انٹرویو (دکتور عبداللہ عزام) (۱۸) ۵۰۷
مولانا عبدالحلیم زرہوی کی وفات، افغان زعماء کی دارالعلوم میں برائے
تعزیت آمد (۱۸) ۲۵۵
دستار بندی افغان فضلاء (۱۸) ۶۵۱
جہاد افغانستان (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق) (۱۹) ۲۹۹، ۴۰۷
روس کے سامراجی ہتھکنڈے اور افغانستان (۱۹) ۲۳
جہاد افغانستان (مولانا عبدالحق اور زعماء جہاد) (۱۹) ۱۰۷، ۲۹۹، ۴۰۷
جہاد افغانستان کے ایمان و روح پرور واقعات (ابوالقاسم) (۱۹) ۱۳۴
سوویت روس اور مسلمان (مولانا ابوالحسن علی ندوی) (۱۹) ۵۵۱
جہاد افغانستان کا ایک شہید (۱۹) ۲۲۹
جہاد افغانستان اور دارالعلوم (۱۹) ۴۰۷
گورنر سرحد کی آمد اور افغان مجاہدین کے تعاون کی تقریب (۱۹) ۷۱۵
حقانی شہداء مولانا فتح اللہ حقانی و دیگر (۲۰) ۷۱۹
جہاد افغانستان اور علماء (۲۰) ۱۸۳
اشتراکیت (ایک تصنیف) (مولانا عبدالودود فاضل حقانیہ) (۲۰) ۱۸۸
اتحاد افغان مجاہدین کیمٹی (۲۰) ۶۱
سوویت یونین جانے والے طالب علموں کے نام (۲۱) ۷۵۳
مطالعاتِ اسلام اور روس (ڈاکٹر کبیر احمد جائسی) (۲۱) ۲۵
روس میں اسلامی علوم کا مطالعہ ” ” (۲۱) ۳۲۷

جہاد افغانستان اور حقانی شہداء (۲۱) ۵
افغان گورنمنٹ کا اعلان جنگ بندی (عبدالقیوم حقانی) (۲۲) ۱۹۸
مولانا میراجان شہید جہاد (مولانا ابراہیم فانی) (۲۲) ۹
جہاد افغانستان کی تازہ رپورٹ (محمد حلیم حقانی) (۲۲) ۵۳۹
قندھار چلو قندھار چلو (شبیر احمد خان میواتی) (۲۲) ۵
مولانا پیر محمد وقفی حقانی شہید (عبدالقیوم حقانی) (۲۲) ۴۷۶
مسئلہ افغانستان (عبدالقیوم حقانی) (۲۳) ۶۶
مسئلہ افغانستان اور جمعیۃ کا موقف 〃 〃 (۲۳) ۳۲۲
گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا کردار 〃 〃 (۲۳) ۳۲۲
جنیوا مذاکرات (۲۳) ۳۸۶
معاہدہ جنیوا، کیا کھویا کیا پایا (مولانا سمیع الحق) (۲۳) ۴۵۰
صدر ضیاء الحق کی شہادت 〃 〃 (۲۳) ۷۰۶
راولپنڈی اوجڑی کیمپ حادثہ فاجعہ (عبدالقیوم حقانی) (۲۳) ۴۵۰
عظمتوں کے مزار پر نگاہ عبرت، سفر افغانستان (مولانا سمیع الحق) (۲۳) ۴۶۵
جہاد افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ (۲۳) ۴۵، ۲۰۵
جہاد افغانستان کی تازہ رپورٹ (۲۳) ۲۵۱، ۵۴۳
مولانا جلال الدین حقانی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی مکاتبت (۲۳) ۳۶۵
افغانستان کے محاذ جنگ کی مشاہداتی رپورٹ (۲۳) ۴۲۶
جہاد افغانستان کی شرعی حیثیت (مولانا سیف اللہ حقانی) (۲۳) ۴۴۲
افغانستان میں خالص اسلامی حکومت کا قیام (سیاف) (۲۳) ۶۲۷
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی (امام تامل) (۲۳)
اشتراکیت ظالمانہ اور استحصالی نظام (عبدالقیوم حقانی) (۲۳) ۲۸۳
تاریخ دعوت و عزیمت کا تسلسل (اللہ وسایا قاسم) (۲۳) ۱۸۵
جہاد افغانستان (مستقل کتاب) (مولانا محمد نور محمد) (۲۳) ۳۱۹
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا سانحہ ارتحال (عبدالقیوم حقانی) (۲۴) ۲
جہاد افغانستان خارجہ پالیسی 〃 〃 (۲۴) ۵۳۰
مجھنے یار آخر شد (جہاد افغانستان کے حوالے سے) (۲۴) ۲۵۱
شیخ محمود صواف اور شیخ عبدالمجید زندانی کا طلبہ دارالعلوم سے خطاب (جہاد افغانستان کے حوالے سے) (۲۴) ۴۲۲
جہاد افغانستان کے نو سال (عبدالقیوم حقانی) (۲۴) ۳۴۸
جہاد افغانستان کا تاریخی پس منظر (ابوالحسن علی ندوی) (۲۴) ۳۸۶
جہاد افغانستان کا نازک ترین مرحلہ (جلال الدین حقانی) (۲۴) ۳۵۳
دارالعلوم حقانیہ اتحاد ملت اور جہاد افغانستان (شیخ عبداللہ عمر نصیف، پروفیسر صبغت اللہ مجددی) (۲۴) ۵۹۸
جہاد افغانستان اور یاسر عرفات کا دورۂ پاکستان (عبدالقیوم حقانی) (۲۴) ۶۹۱
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (جہاد افغانستان کے حوالے سے) (عبدالقیوم حقانی) (۲۴)
جہاد افغانستان اور مولانا سمیع الحق کی خاموش سفارتی مہم (عبدالقیوم حقانی) (۲۵) ۱۲۳
جہاد افغانستان میں ابنائے دارالعلوم کی شہادت 〃 〃 (۲۵) ۱۹۴
روبہ زوال کمیونزم 〃 〃 (۲۵) ۲۸۶
مولانا محمد اسماعیل کی شہادت (۲۵) ۶۴۲
افغان عبوری حکومت کے وزیر داخلہ مولوی یونس خالص سے انٹرویو (عبدالقیوم حقانی) (۲۵) ۱۳
جہاد افغانستان کے خلاف پروپیگنڈہ مہم کا جواب (مولانا قاضی عبدالکریم) (۲۵) ۲۳
جہاد افغانستان کا نازک ترین مسئلہ (صبغت اللہ مجددی و جلال الدین حقانی) (۲۵) ۲۰۲
جہاد افغانستان اور امریکی پالیسی میں تبدیلی (مولانا سمیع الحق کا وائس آف امریکہ کو انٹرویو) (۲۵) ۲۶۸
افغان مجاہدین کی استقامت (قاضی عبداللطیف) (۲۵) ۳۳۰
اسلام، امریکہ اور روس میں (ریاض احمد) (۲۵) ۶۶۳۰
وسطی ایشیاء کی مسلم ریاستیں (۲۵) ۴۳۵، ۲۳۶
افغان قیادت کی آزمائش (محمد صادق آفریدی) (۲۵) ۶۸۳
میخائل گورباچوف (ڈرامائی معرکہ اقتدار اور واردات کا نیا انداز) (عبدالقیوم حقانی) (۲۶) ۶۴۲
شہدائے افغانستان (عبدالقیوم حقانی) (۲۶) ۷۰۹
جہاد افغانستان کی تازہ ترین صورت حال (مولانا جلال الدین حقانی سے انٹرویو) (۲۶) ۱۵
جہاد افغانستان (ماضی حال مستقبل) (ارسوال محمد حکیم) (۲۶) ۲۲۱
جہاد افغانستان اور اس کے تقاضے (مولانا رحمت اللہ حقانی) (۲۶) ۳۵۱
اساتذہ دارالعلوم حقانیہ کا دورۂ خوست (عبدالقیوم حقانی) (۲۶) ۳۹۳
فتح خوست (مولانا جلال الدین حقانی) (۲۶) ۴۷۷
ڈاکٹر نجیب اللہ کے لئے یاسر عرفات کا تحفہ (۲۶) ۲۴۹
جہاد افغانستان اور ناپاک امریکی عزائم (نصر اللہ کاکڑ) (۲۶) ۶۲۶
مولانا سمیع الحق کا افغانستان کے جنگی محاذوں کا دورہ (۲۶) ۱۷۳
افغان عبوری حکومت کے وزیر اعظم کی دارالعلوم تشریف آوری (۲۶) ۲۴۷
جہاد افغانستان (ایک تصنیف) (مولانا مشتاق احمد عباسی) (۲۶) ۲۵۴
وسط ایشیاء توران ترکستان ماوراء النہر (ڈاکٹر کبیر احمد جائسی) (۲۷) ۳۱
نو آزاد مسلم ریاستوں کے ہزار طلبہ کو مفت تعلیم دلانے کے لئے مولانا سمیع الحق کی پیش کش (۲۷) ۶۶
دارالعلوم حقانیہ میں افغان زعماء جہاد کا اجتماع (عبدالقیوم حقانی) (۲۷) ۲۵۸
جہاد افغانستان کا آخری نتیجہ خیز مگر دشوار ترین مرحلہ 〃 〃 (۲۷) ۳۲۱
افغانستان کو لبنان بنانے کا منصوبہ ناکام 〃 〃 (۲۷) ۳۲۴
افغان مجاہدین کی فتح مبین اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (عبدالقیوم حقانی) (۲۷) ۳۸۴

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

اور

فرقِ باطلہ کا تعاقب

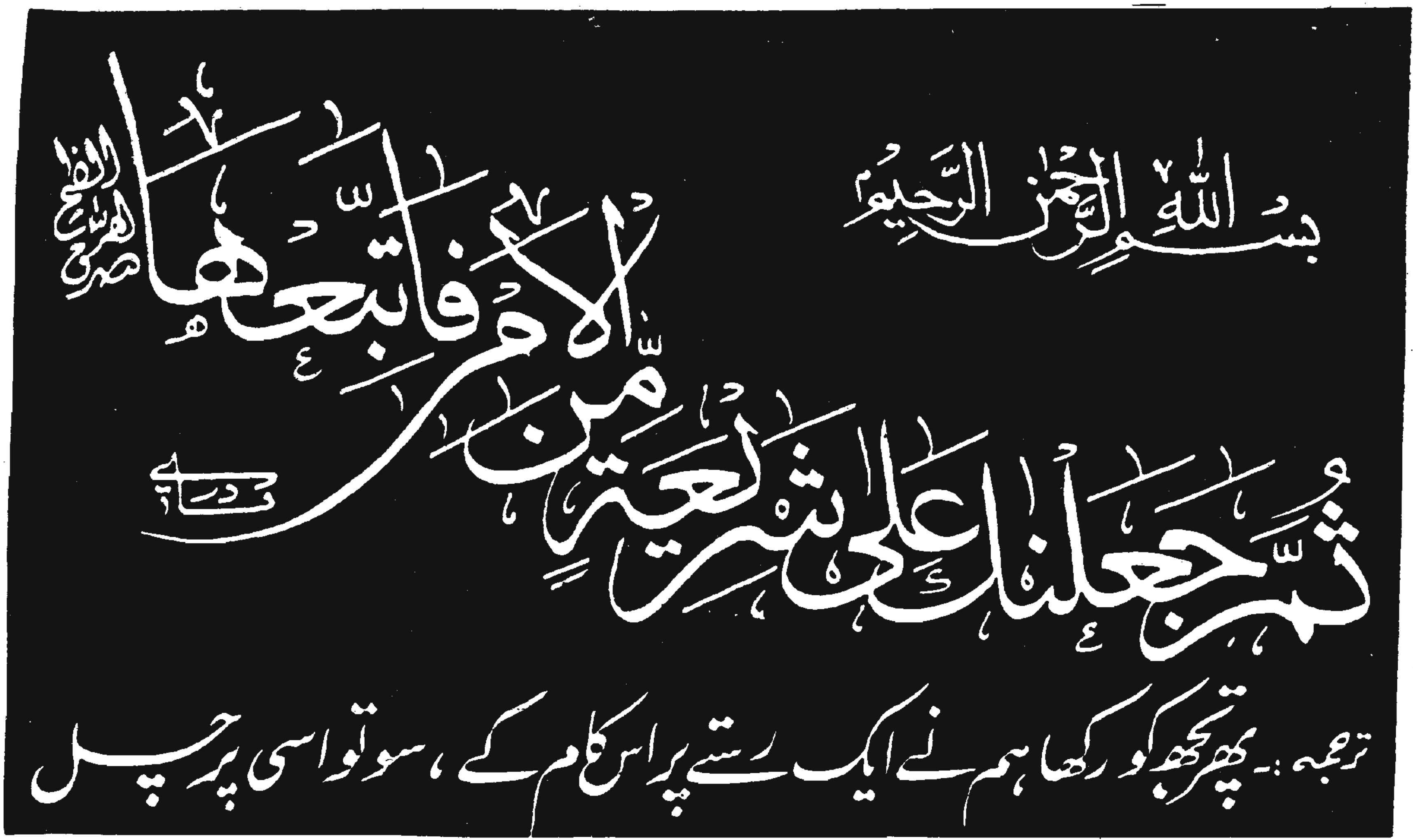

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثم جعلنک علی شریعۃ من الامر فاتبعها

صدق اللہ العظیم

ترجمہ:- پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر اس کام کے، سو تو اسی پر چل

روایت: جناب حکیم عبدالخالق خلیق رحمہ اللہ

ترجمہ: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بحیثیتِ حَکَم

مُجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور خاکساروں کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مناظرہ کی دلچسپ روئیداد

۱۹۳۷ء میں اکوڑہ خٹک میں خاکساروں اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کے درمیان علامہ مشرقی کے کفریہ عقائد کے بارے میں مناظرہ طے پایا۔ اس مناظرہ میں ایک طرف مُجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تھے جبکہ دوسری طرف سے مولانا عبدالقہار عُرف مروت مولوی صاحب۔ اس مناظرہ میں باتفاقِ فریقین حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ حَکَم مقرر کردیئے گئے۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد جناب حکیم عبدالخالق صاحب[1] خلیقؒ نے ارسال کی تھی، (جو اس مناظرہ کے چشم دید گواہ ہیں) جس سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی علماء اور عامۃ المسلمین میں مقبولیت، اعتماد اور عظمت کے ساتھ ان کی بحیثیتِ حَکَمؒ کے عظیم تر صلاحیتیں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ لہٰذا اس کا اُردو ترجمہ نذرِ قارئین ہے۔ (محمد ابراہیم فانی)

بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۳۷ء اکوڑہ خٹک کی ایک مسجد میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے خاکسار جماعت کے خلاف ایک پُرجوش تقریر کی اور اعلان کیا کہ بانیٔ جماعت خاکسار علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات تحصیل نوشہرہ کی خاکسار جماعت سے تعلق رکھنے والے راہنماؤں پر ناگوار گذری اور انہوں نے مولانا ہزارویؒ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ساتھ علامہ صاحب کے کفر کے بارے میں مباحثہ کرکے دلائل سے ان کے کفر کو ثابت کریں۔ مولانا ہزارویؒ نے جواب میں کہا کہ میں بحث کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ تاریخ، وقت اور مقام کا تعین آپ از خود کر کے مجھے اطلاع دے دیں۔ خاکساروں نے جواب دیا کہ گذشتہ جمعہ کے دن آپ نے جس مسجد میں تقریر کی تھی اُسی مسجد میں آئندہ جمعہ کو بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ہمارا اور تمہارا آمنا سامنا ہوگا۔ دور دراز اور قرب وجوار کے علاقوں سے بہت سے لوگ اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ مجھے بھی جامع مسجد نوشہرہ صدر کے خطیب مولانا قاضی عبدالسلام نے اطلاع دی، چنانچہ میں جمعہ کی نماز کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچا۔ مولانا ہزاروی صاحبؒ کے ساتھ چند احراری علماء تھے اور خاکساروں میں قابلِ ذکر افراد کے نام یہ ہیں: شماس خان، مولانا مروت،

---

[1] حکیم عبدالخالق خلیق :۔ آپ کی خودنوشت پشتو تالیف "زۂ اوٗ زما زمانہ" میں آپ کے تفصیلی حالات مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات پر مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے "الحق" میں جو تعزیتی شذرہ سپردِ قلم کیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو من وعن یہاں پیش کیا جائے: ——— "۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کی شام کو جناب حکیم عبدالخالق صاحب خلیق واصل بحق ہوئے۔ عمر ۸۳ سال کے لگ بھگ تھی، ۲۶ جنوری بعد از نمازِ جمعہ پشاور میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اربابِ علم وفضل اور مشاہیر نے جنازہ میں شرکت کی۔ موصوف کی وفات سے پشتو ادب کو بڑا سانحہ پیش آیا۔ پشتو زبان وادب کے ساتھ آپ کو اتنا لگاؤ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے ہر جلسہ میں کوئی سنتا یا نہ سنتا مگر آپ کا اصرار ہوتا کہ بحث تقریر بھی پشتو میں ہو۔ پشتو کی ترویج وفروغ کا ولولہ آخر دم تک تازہ رہا۔ کئی پشتو کتابوں کے مصنف تھے، پشتو شاعری میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے، ایک عرصہ تک سرحد کے پشتو ماہنامہ "پشتون" کے مدیر رہے، اس وجہ سے آپ بابائے پشتو کہلانے کے مستحق ہیں۔ جدوجہد آزادی میں آپ خان عبدالغفار خان کے سرگرم ساتھی۔ سنجیدگی، وقار، متانت، صلابت وسلامت رائے آپ کی خاص صفات تھیں، دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی کے ساتھ آپ کا تعلق نہایت مستحکم رہا، اس تعلق کی راہ میں سیاسی مؤقف کو بھی آڑے نہ آنے دیا، ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں یہ تعلق نہایت نازک موڑ پر آیا تو آپ نے اپنے پختہ سیاسی جذبات کی قربانی دے کر دارالعلوم اور اس کے بانی کو ترجیح دی۔ مجلسِ شوریٰ دارالعلوم کے اولین ارکان میں سے تھے۔ ۲۵، ۳۰ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ سے صرف ایک میٹنگ مس ہوئی تو نہایت افسوس کرتے رہے کہ میرے تسلسل کی جو زنجیر تھی اس کی ایک کڑی کیوں ٹوٹ گئی۔ شوریٰ کے جلسوں میں اپنے پُختہ اور مفید مشوروں سے راہنمائی کرتے رہے۔ ادبی اور علمی ذوق کی وجہ سے آپ کا ادارہ "اشاعتِ سرحد" ایک عرصہ تک قدیم وجدید کا سنگم رہا۔ بلاشبہ آپ سرحد کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی معماروں میں گنے جائیں گے۔ حق تعالیٰ اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر فرما دے اور اُنکے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔" (کاروانِ آخرت ص ۲۶۱)۔ (فانی)

مولانا شاکر اللہ، مولانا عبدالرؤف صاحب نوشہرہ اور نمبردار بہادر خان وکیل آف بدرشی۔

نمازِ جمعہ کے بعد ایک عالم اُٹھ کھڑے ہوئے جو کہ اسی مسجد کے پیش امام معلوم ہوتے تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ آج ہماری اس مسجد میں ایک مذہبی مسئلہ پہ دو فریقوں کے درمیان بحث ہوگی۔ چونکہ دونوں فریق ہمارے مہمان ہیں اس لیے ہم ان کے درمیان بحث میں غیر جانبدار رہیں گے اور ہمارے لیے یہ دونوں فریق قابلِ احترام ہیں، البتہ یہ ایک مذہبی اجتماع ہے، اس لیے اس کی صدارت کیلئے ایک مسلّم مذہبی عالم کی ضرورت ہے۔ اور میرے خیال میں ہمارے اکوڑہ خٹک کے نامور فاضل مولانا عبدالحق صاحب اگر اس کی صدارت فرماویں تو یہ بات بہت موزوں ہوگی، تین چار آوازیں اس کی تائید میں بلند ہوئیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ مسجد کے صحن کے وسط میں منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایک اور منبر کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی پھر مولانا صاحبؒ نے کہ ایک فریق تو صرف مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ ہیں اور دوسری طرف پورا خاکسار کا گروہ! اس لیے اُن کو چاہیئے کہ اپنا ایک نمائندہ منتخب کرکے بحث کے لیے نامزد کریں۔ چنانچہ خاکسار دل نے مولانا مروت صاحب[1] کو اپنا نمائندہ چُن لیا۔ مولانا صاحبؒ نے اعلان کیا کہ ہر فریق کو صرف پندرہ پندرہ منٹ تقریر کرنے کی اجازت ہے لیکن پہلی تقریر مولانا ہزاروی رح کی ہوگی، اس لیے کہ انہوں نے علامہ عنایت اللہ خان مشرقی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر دلائل دیں گے۔ مولانا ہزاروی رح کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے تذکرہ (علامہ مشرقی کی کتاب) چاہیئے، چنانچہ اُن کو وہ کتاب دے دی گئی۔ انہوں نے ایک صفحہ نکالا اور عربی عبارت پڑھنی شروع کی، اور اس کا مفہوم انہوں نے یہ بیان کیا کہ "فرنگی نیک اور صالح لوگ ہیں، یہ لوگ جنت میں ہوں گے اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں حور اور غلمان کی شکل میں ہوں گے"۔ اس وجہ سے یہ کافر ہے — اس طرح اس کی دیگر کتابوں مثلاً تذکرہ اشارات، قولِ فیصل اور مولوی کا غلط مذہب سے حوالے دیئے اور تقریباً ۵۲، دلائل بیان کیے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے مولانا ہزاروی صاحبؒ کو کہا کہ آپ کا وقت پورا ہوگیا۔ ہزاروی صاحبؒ نے کہا کہ میرا کام بھی پورا ہوگیا۔ اس کے بعد دُوسرے فریق کے مولانا مروت کھڑے ہوئے اور اپنی عادت وفطرت کے مطابق نہایت دھیمے انداز میں تقریر شروع کی اور کہا کہ مَیں نہیں سمجھتا کہ مولانا ہزاروی صاحب ایک بہترین عالم اور نیک مسلمان ہیں، انکی علامہ مشرقی سے کیا عداوت اور دُشمنی ہے جو کہ ایک اچھا مسلمان ہے اور اسلام کا عسکری غلبہ اس کا مطمحِ نظر ہے مسلمانوں کی ترقی کا خواہشمند ہے، نماز پڑھتے وقت اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوتا ہے، اس کی زبان سے الفاظِ کُفر یا کُفریہ کلمات کبھی بھی نہیں نکلے۔ اس طرح کی باتوں میں مولانا مولانا مروت صاحب کا

---

[1] مولانا عبدالقہار عرف مروت مولانا صاحبؒ موضع لنڈیواہ تحصیل کی مروت میں سنہ ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا نام حباب شاہ تھا۔ آپ کا اصلی وطن تحصیل صوابی تھا۔ قرب وجوار اور دُور دراز کے علاقوں میں تحصیل علوم کے بعد ۲۴ برس کی عمر میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ بعد ازاں آپ بازار مسجد نوشہرہ کلاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے درس میں سوات، باجوڑ، کوہستان، بنوں، وزیرستان کے علاوہ کابل، قندھار، سمرقند وبخارا اور تاشقند کے تشنگانِ علوم کثیر تعداد میں شرکت کرتے۔ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لیے تحصیل نوشہرہ کے قاضی مقرر ہونے کے ساتھ جمعیۃ العلماء کے صدر منتخب ہوئے۔ کئی سال تک جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رُکن رہے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں راجپال نامی ایک دریدہ دہن ہندو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے بدنام زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی اس سے برصغیر کے تمام مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی اور ہندو مُسلم بائیکاٹ کی ایک عالمگیر تحریک شروع ہوئی، مولاناؒ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ جب صوبہ سرحد تشریف لائے اور نمک منڈی پشاور میں ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام ہوُا تو مولانا عبدالقہار کو بھی تقریر کرنے کی دعوت دی گئی، چنانچہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے اُردو میں اور مولانا عبدالقہار نے پشتو میں معرکۃ الآراء تقریریں کیں۔

جب سنہ ۱۹۳۰ء میں علامہ عنایت اللہ مشرقی کی قیادت میں خاکسار تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ضلع پشاور میں آپ وہ پہلے عالم تھے جو اس زمانہ میں نمازِ جمعہ سے پہلے عام فہم پشتو زبان میں تقریر کیا کرتے تھے، محلہ پراچگان کے فیاض باشندے آپ کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کی چائے اور شربت سے تواضع کیا کرتے تھے۔ دن بھر مسجد میں ذکر واذکار اور مغرب کی نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور ترجمہ کا رواج بالکل نہ تھا۔ سابق صوبہ سرحد میں حکومتِ انگلشیہ کے زمانہ میں مروّجہ قانون کے مطابق وراثت میں عورتوں کو محروم کیا جاتا تھا۔ قانون ساز اسمبلی میں سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے سنہ ۱۹۳۵ء میں شریعت بل پیش کیا۔ علاقہ کے خوانین اور عوام نے اس بل کی پُر زور مخالفت کی، کیونکہ پٹھانوں کے رواج کے مطابق عورتیں وراثت کی حقدار نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ مولانا مروت نے اس بل کو کامیاب بنانے کے لیے بہت زور لگایا، جگہ جگہ تقاریر کیں، علماء کے وفد ملک کے مختلف گوشوں میں بھیجے، آخر کار بل پاس ہوُا اور اسے قانون کا درجہ دیا گیا۔

آپ کئی سال تک مدرسہ اسلامیہ پشاور شہر اور مدرسہ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ کلاں میں صدر مدرس رہے، سنہ ۱۹۴۰ء میں آپکی صحت خراب ہوگئی اور ۲۱ شعبان سنہ ۱۳۵۹ھ کو بروز جمعہ مطابق ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء بعمر ۶۳ سال آپ واصل بحق ہوئے، نمازِ جنازہ اکوڑہ خٹک کے سید مہربان علی شاہ بخاریؒ نے پڑھائی۔ (ملخصاً از تذکرہ علماء ومشائخ سرحد)

آپ کے تلامذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کا نام نامی قابلِ ذکر ہے۔ آئندہ صفحات کی روئیدادِ مناظرہ میں جو مولانا ہزاروی رح نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو فرمایا کہ "آپ اُستاذی کا لحاظ نہ کریں"۔ اس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (رفاقی)

وقت ختم ہوگیا۔

ہزاروی صاحبؒ دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ نے دیکھا میں نے علامہ مشرقی کے کفر پر ۵۲ دلائل دیئے، مُلا مروت نے ایک اعتراض کا بھی جواب نہیں دیا، صرف یہ کہا کہ وہ ایک اچھا مسلمان ہے، مسلمانوں کا عسکری غلبہ چاہتا ہے، وہ روتا ہے وہ ہنستا ہے' اس کا کیا مطلب ہے 'مُرد تو مُلا'' (مروت مولوی) میرے اعتراضات کے صحیح جوابات دو' آئیں بائیں شائیں نہ کرنا۔ اس موقع پر نصیر بہادر خان وکیل نے کہا کہ یہ کوئی طریقہ نہیں یہ غلط انداز ہے، صرف ایک اعتراض ہونا چاہیئے، اس کے لیے ایک منٹ بھی کافی ہے جبکہ اس کے جواب کے لیے کم از کم آدھا گھنٹہ ہونا چاہیئے۔ اسی پر فیصلہ ہوا، مولانا ہزاروی صاحبؒ نے تذکرہ کی وہی عبارت پھر شروع کی اور پھر بیٹھ گئے۔ مروت مولانا صاحب جواب کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انگریز اور فرنگی آخرت میں جنت میں ہوں گے، مشرقی صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزوں کی زندگی ان کی اپنی عملی صلاحیت کی وجہ سے ایسی ہے گویا یہ لوگ جنت میں رہتے ہیں' ان کے بیٹے بیٹیاں حور و غلمان کی طرح حسین و جمیل ہیں —— ایک آواز آئی کہ آگے نہ جائیں' پہلے یہ فیصلہ کریں کہ بحث آخرت کے متعلق ہے یا دُنیا کے! دُوسری آواز آئی کہ یہ صدر صاحب کا کام ہے وہ فیصلہ دیں کہ مولانا ہزاروی صاحبؒ صحیح کہتے ہیں یا مولانا مروت! مولانا عبدالحق صاحبؒ نے کہا کہ میں صدرِ جلسہ ہوں حَکَم نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اگر دونوں فریق مجھ پر اعتماد کرلیں تو پھر میں فیصلہ دوں گا۔ مولانا ہزاروی صاحب نے مصنوعی انداز میں کہا کہ میرا تو ان پر اعتماد نہیں، اس لیے کہ یہ مولانا مروت کے شاگرد ہیں اور اُستاذی کا لحاظ ضرور رکھیں گے۔ اس وقت کچھ شور بلند ہوا لیکن پھر مولانا ہزاروی نے بآوازِ بلند کہا کہ توکل بر خدا میں بھی مولانا پر اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اے مولانا عبدالحق! اگر آپ نے استاذی کا لحاظ کیا تو قیامت کے روز میں آپ کا گریبان پکڑوں گا —— مولانا صاحب مولانا عبدالحقؒ نے حاضرین سے پوچھا کہ حاضرینِ کرام خصوصاً اکوڑہ خٹک کے رہنے والو! آپ لوگ تو مجھے جانتے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنے طلبہ کو پڑھاتا ہوں اور اس بات سے بھی آپ آگاہ ہیں کہ میں نے دارالعلوم دیوبند میں سبق پڑھا ہے، تو پھر تو میں عربی پر سمجھتا ہوں گا؟ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں، آپ کا علم تو مسلّم ہے —— پھر آپ نے تذکرہ مانگا اور کہا کہ اس عبارت سے پہلے ایک دو صفحے دیکھنے چاہئیں تاکہ عبارت کا سیاق و سباق معلوم ہو سکے۔ آپ نے عبارت پڑھنی شروع کی، جب بحث ختم ہوئی تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ بحث آخرت کے متعلق ہے دُنیا سے متعلق نہیں —— اسی کے ساتھ آوازیں بلند ہوئیں کہ بس بات کو زیادہ طُول نہ دیں اس لیے کہ روزہ ہے، علامہ کافر ہے! خاکساروں نے بھی کچھ شور بلند کیا لیکن کون سُنتا تھا؟ جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ مولانا ہزاروی صاحب جلوس کی شکل میں اکوڑہ خٹک کی گلیوں میں پھرائے گئے اور خاکسار بوجھل قدموں کے ساتھ واپس ہوئے۔

اھالیانِ اکوڑہ خٹک کا ایک ناقابلِ فراموش اِتفاق

مولانا غلام غوث ہزاروی اور خاکساروں کے مناظرہ کے بعد اہالیانِ اکوڑہ خٹک' سُرخپوش، جمیعۃ العلماء اور احراری عقیدے کے لوگ خاکساروں کے سخت ترین اور شدید مخالف ہوگئے، البتہ خوانینِ اکوڑہ اور قریشیان کی ہمدردی خاکساروں کے ساتھ تھی مگر اس کا تناسب بہت ہی کم تھا۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں ایک دن اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک کی مسجد میں ایک خاکسار آیا تاکہ ظہر کی نماز ادا کرے۔ مولانا قدرت شاہ[1] (جو اسی مسجد کے پیش امام تھے) نے اس خاکسار کو مسجد سے نکالدیا۔ اور اسے کہا کہ خاکسار مسلمانوں کی مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ خاکسار کافر ہیں۔ یہ خاکسار خان صاحب نور احمد قریشی کا ملازم تھا، اس نے قریشی صاحب سے شکایت کی، قریشی صاحب نے مولانا صاحب کو بُرا بھلا کہا اور جوش میں آکر اس نے کہا کہ میں برما سے ۹ لاکھ روپے لایا ہوں یہ میں آپ لوگوں کی تباہی پر صرف کروں گا۔ گاؤں میں اس بات کی بہت شہرت ہوئی اور نور احمد صاحب "نو لکھی" کے نام سے مشہور ہوئے، گاؤں کے بچے جب اس کو دیکھ لیتے تو کہتے وہ دیکھو

---

[1] مولانا سید قدرت شاہ صاحب! مولانا قدرت شاہ ابن مولانا عنبر شاہ ابن مولانا میر ویس شاہ۔ آپ کے آباؤ اجداد شاہانِ مُغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور باجوڑ سے ہشتنگر آئے، حضرت مولانا میر ویس شاہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں، کنز، اوّل و اخیر کے حافظ تھے۔ سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مسلمانوں کی امداد فرماتے۔ اسی پاداش میں آپ کے گھر کو نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا ملی۔ آپ کی وفات پر مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جو تعزیتی اداریہ الحق میں لکھا اسکے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ "۲۴ / ۲۵ مئی ۱۹۷۸ء کی درمیانی شب کے دس بجے دارالعلوم کے ایک مخلص، دیرینہ کارکن اور حضرت شیخ الحدیث الحدیث مدظلہ کے ایک جان نثار خادم اور سفر و حضر کے رفیق مولانا سید قدرت شاہ صاحب اکوڑہ خٹک کا ایک سو برس سے زائد عمر میں وصال ہوگیا —— نہ صرف تاسیس دارالعلوم سے لے کر اب تک آپ دارالعلوم کے بے لوث سرگرم کارکنوں میں سے تھے، بلکہ اس سے قبل میرے جدامجد مرحوم کے ساتھ رفاقت کا رشتہ اُستوار کیا اور آخر تک نبھایا۔ قومی و ملّی کاموں میں یہ لوگ باہم دست و بازو تھے۔ خاکسار کا فتنہ حد سے بڑھنے لگا تو سب سے پہلے اکوڑہ خٹک میں اسے بھرپور لگام دینے کی کوشش کی گئی۔ سن ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک میں مولانا قدرت شاہ مرحوم کی مسجد سے اس ہنگامہ رستخیز کا آغاز ہوا جس سے خاکساروں کو عبرتناک سبق ملا اور پورے برصغیر کے پریس میں اس کا چرچا رہا۔ اس کے بعد مرحوم کو غازی مُلّا کا خطاب ملا اور عُرفِ عام میں اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔" (کاروانِ آخرت ص ۲۶۵) (فانی)

"نولکھی" جارہا ہے۔ بعد میں قریشیوں کو لوگ "نولکھی" کہنے لگے۔ اکوڑہ کے عوام نے خاکساروں کے ساتھ شادی اور غمی میں شرکت چھوڑ دی۔ اکوڑہ کا ایک معزز سفید پوش وفات پا گیا، خاکساروں نے اس کے ورثاء کو اطلاع دی کہ اگر آپ لوگ اجازت دیتے ہیں تو ہم آئیں گے اور آپ لوگوں کے ساتھ فاتحہ اور تعزیت میں شرکت کریں گے۔ ورثاء نے ان کو جواب دیا کہ بیشک آپ آسکتے ہیں، اس لیے کہ ہم غیر جانبدار ہیں مگر جب جنازہ کے لیے لوگ جمع ہوئے تو ایک عوامی لیڈر نے بانگ دہل کہا کہ اس جنازہ میں یا خاکسار ہوں گے یا ہم اہالیانِ اکوڑہ۔ ورثاء سے پوچھا گیا کہ اب اختیار آپ لوگوں کے پاس ہے، اگر خاکسار آپ کو پسند ہوں تو ہم جائیں گے اور خاکسار ہی یہ جنازہ پڑھائیں گے۔ ورثاء نے مجبور ہو کر کہا کہ نہیں! اہالیانِ اکوڑہ یہ جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ خاکسار وہاں سے نکال دیئے گئے بلکہ ان کے معاونین مثلاً خانخیل اور قریشان بھی رخصت کر دیئے گئے۔ ان لوگوں نے عوام کے سرکردہ لیڈروں اور علماء پر استغاثہ دائر کیا کہ حکومت ان کو سزا دے، اس بات پر عوام نے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ عوام کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں یہاں تک کہ اگر کسی تانگے والے نے کسی خاکسار کو کرایہ پر اپنے تانگے میں بٹھایا تو اس کو پچاس روپے جرمانے کا حکم سنایا گیا۔

مئی ۱۹۳۹ء کے آخری دنوں میں "شیدو" کے ایک خان کا بیٹا خاکسار تحریک میں شامل ہونے والا تھا۔ تحصیل نوشہرہ کے اسّی یا سَو کے قریب خاکسار شیدو کو گئے اور اُس خان کے حُجرہ پر خاکسار تحریک کا جھنڈا لہرایا۔ واپسی پر مغرب کی نماز کے لیے سائیکلوں پر سوار اعظم گڑھ کی مسجد میں آئے، یہ لوگ نماز بُوٹوں سمیت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بُوٹوں کی کڑپ کڑپ سُن کر مولانا قدرت شاہ نے نماز سے سلام پھیر کر بآوازِ بلند کہا: "لوگو جلدی پہنچ جاؤ خاکسار مجھے قتل کرنے کے لیے آئے ہیں۔" یہ دن گندم کی کٹائی کے دن تھے، اکثر لوگ چونکہ زراعت پیشہ تھے اس لیے وہ لوگ اپنے اپنے کھلیانوں سے دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی خاکساروں پر ٹوٹ پڑے، ان میں سے اکثر زخمی ہوئے بلکہ ایک آدمی اُن میں سے مر بھی گیا۔ شیر بہادر خان وکیل سائیکل پر سوار ہو کر تھانہ پہنچا، پولیس کی ایک بھاری جمعیت آ گئی، زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا، اور اصلی ملزم فرار ہو گئے تھے مگر سُرخپوش لیڈروں اور علماء پر دعویٰ کیا گیا، ان میں سے اکثر گرفتار ہوئے، باہمی چپقلش اور بڑھ گئی۔

انہی دنوں (اکوڑہ) میں ایک عورت سخت بیمار ہو گئی، اُس کا بھائی خاکسار تحریک سے تعلق رکھتا تھا۔ اس عورت کے شوہر نے اس کے بھائی کو کہا کہ تم چلے جاؤ، اگر تمہاری بہن فوت ہو گئی تو گاؤں کے لوگ آپ کی وجہ سے ہماری میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت نہیں کریں گے۔ اُس نے کہا کوئی بات نہیں! ہمارے سینکڑوں خاکسار باہر سے آئیں گے اور میت کو سنبھالیں گے۔ دوسرے دن صبح آٹھ بجے وہ عورت مر گئی، ایک عوامی لیڈر نے پوچھا کہ میت کی تجہیز و تدفین ہم کریں یا آپ خاکسار؟ اُس نے کہا ہمیں آپ لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ایک خاکسار سائیکل پر سوار ہو کر نوشہرہ کچہری آیا، شماس خان اور شیر بہادر وکیل کو کہا کہ آپ لوگ خاکساروں کو بلائیں تاکہ ہماری میّت کو سنبھالیں — انہوں نے اُسے کہا کہ اب تو مشکل ہے اگر آپ ہمیں رات کو اطلاع کرتے تو اچھا ہوتا، اس وقت تو تمام اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے اور موقع پر موجود کوئی بھی نہیں صبح دیکھا جائے گا۔ خاکسار بارہ بجے واپس آیا اور اُن کو جواب دیا، عورت کے شوہر نے اُس کو کہا کہ دفع ہو جاؤ، چلے جاؤ۔ اور عوامی نمائندوں کو بلا کر کہا کہ آئیں اور اس لاش کو دفنانے اور اس کی آخری رسومات ادا کرنے میں ہماری مدد کریں۔ اُن لوگوں نے اعلان کیا۔ الغرض ایک گھنٹے کے اندر اندر قبر تیار ہو گئی، بازار بند ہو گئے، ہندو اور سکھ بھی قبرستان پہنچے، دو بجے سے پہلے پہلے اس کی تجہیز و تدفین عمل میں آگئی۔

اس واقعہ سے خاکسار بہت مرعوب ہوئے اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے درخواست کی کہ ہم خاکساری سے تائب ہو رہے ہیں ہماری توبہ قبول کر لیں۔ خاکساروں نے اپنے بیلچے ایک چارپائی پر ڈال دیئے اور انہوں نے کہا کہ یہ خاکساری کا جنازہ ہے، خاکساری مر گئی ہے۔ انہوں نے وہ "جنازہ" تمام گاؤں میں پھرایا اور ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کرتے رہے کہ "خاکسار کافر، مشرقی کافر و زندیق ہے، خاکساری ہائے ہائے"۔ بیلچوں کا جنازہ دریا بُرد کر دیا گیا۔ دریا کے کنارے مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا اس میں خاکساروں نے "اٰمنت باللہ" اور کلمہ ردِّ کفر پڑھا، تقریریں ہوئیں، خاکساروں کے ساتھ عوام گلے ملے، صُلح ہو گئی۔

خان خیل اور قریشان تنہا رہ گئے، ان کے ساتھ بائیکاٹ بحال رہا، کچھ دنوں کے بعد زیارت کا کا صاحب کے سفید ریش میاں گان اور علماء کرام اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور ان کی مساعی سے تمام گاؤں کا اتفاق عمل میں آیا، خاکساروں نے اپنے مقدمے واپس لیے، راضی نامے داخل کرائے گئے اور دُعائے خیر ہوئی ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہ گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

* * *

صہبائے احادیث سے سرشار تھا وہ
قرآن کی حکومت کا طلبگار تھا وہ
باطل کے اندھیروں سے محوِ جہاد
اور اپنی جگہ نورِ مینار تھا وہ

مولوی محمد ہارون مجتبیٰ
متعلم دار العلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور فتنۂ قادیانیت

قومی اسمبلی میں قادیانیت کے تعاقب کی دستاویزی روئیداد

قادیانیوں کو یہ غلط فہمی رہی کہ چونکہ انگریزی سرکار کی انہیں سرپرستی حاصل ہے اور پاکستان کے ارباب اقتدار پر ان کو تسلط حاصل ہے فوج میں ان کا گہرا اثر و رسوخ ہے ملک کے کلیدی مناصب پر ان کا قبضہ ہے پاکستان کا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی ہے اس لیے پاکستان میں مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ رائج کرنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی ادھر احرار اسلام اور علماء حق کا قافلہ حکومت کا معتوب تھا قادیانیوں کو یہ غرہ تھا کہ اب حریم نبوت کی پاسبانی اور قادیان کی جعلی قبائے نبوت کے بخیے ادھیڑنے کی ہمت کسی کو نہ ہوگی جو بھی اس کی جرأت کرے گا اسے شر پسند اور باغی کہہ کر آسانی سے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے گا یا کم از کم پس دیوار زنداں بھیج دیا جائے گا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ حفاظت دین اور تحفظ ختم نبوت کا کام انسان نہیں کرتے خدا خود کرتا ہے اور اس کے لیے بھی رجال کار بھی پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ انور شاہ کشمیری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مساعی، کردار اور یہ قادیانیت کا تعاقب قدرت ہی کی نیرنگیوں اور حفاظت دین کے سلسلہ میں تکوین امور کی کڑیاں ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا قادیانیت کے سلسلہ میں کردار کیا رہا اس کے لیے تو دفتر بے پایاں چاہیئے ذیل میں ہم صرف قومی اسمبلی میں قادیانیت کے تعاقب میں ان کے کردار کا اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ

۹ر جون ۱۹۷۳ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے قومی اسمبلی ان کی قرارداد کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے کہ استرداد پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ایک یہ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی میری قرارداد یہ کہہ کر مجھے واپس کر دی گئی کہ یہ مفاد عامہ کے خلاف ہے حالانکہ یہ مسئلہ عین مفاد عامہ کا تقاضا ہے اور مرزائیوں کو الگ کر دینا خود قادیانیوں کے مسلک اور پالیسی کے مطابق بھی ہے۔

سپیکر نے کہا کہ اس بارہ میں آپ میرے چیمبر میں آکر مجھ سے گفتگو کریں یہاں نہیں کر سکتے دوسری وضاحت مولانا نے یہ کی کہ میں نے جناب سپیکر اور وزیر قانون کے مشورہ اور یقین دہانی پر منسٹریوں کی قرارداد ملتوی کر دی ہے واپس نہیں لی۔ کیا میں نعوذ باللہ ارتداد کی اجازت دے سکتا ہوں سپیکر نے کہا ہاں یہ واپسی آئین کی نفاذ تک ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی مولانا کی تائید میں فرمایا کہ نئے آئین کے بعد قرارداد کو ایوان میں لانے کے بارہ میں وزیر قانون کی یقین دہانی ریکارڈ پر ہے مشورہ قبول کرنے کا مطلب قرارداد کو بالکل واپس لینا نہیں۔ (اسلام کا معرکہ صنہ۱)

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد مسترد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ممبر قومی اسمبلی مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے قومی اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نیشنل اسمبلی کے سیکرٹری کے نام حسب ذیل قرارداد شامل کرنے کا تحریری نوٹس بھیجا تھا۔

اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان میں مرزائی جماعت اور اس کے تمام افراد (قادیانی اور لاہوری ہر دو جماعتوں) کو قرآن و سنت اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ان تمام تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔ اور انہیں زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی علیحدہ تشخص قائم کرنے کی ہدایت دی جائے۔ یہ اسمبلی آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرارداد کی تحسین اور تائید کرتی ہے جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کی رجسٹریشن کرانے پر زور دیا گیا۔ نیز آئندہ کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا دعوی نبوت کرنے یا ایسے کسی مدعی کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ مرتد کا سلوک کیا جائے۔

قومی اسمبلی کے سپیکر کی طرف سے ڈپٹی سیکرٹری نے ۲۴ر مئی کو تحریری جواب میں یہ کہتے ہوئے اس نوٹس کو مسترد کر دیا ہے کہ ایسی کوئی قرارداد اسمبلی کے قواعد و طریق کار پر پوری نہیں اترتی اس لیے زیر بحث نہیں لائی جا سکتی۔

سرکاری چٹھی کی نقل حسب ہے۔

قومی اسمبلی سیکرٹریٹ

اسلام آباد ۲۴، مئی ۱۹۷۳ء

نمبر ایف۔ ۱۷ (۱)/۷۳ لیجس (آر۔ ٹی ۲)

بخدمت جناب مولانا عبدالحق رکن قومی اسمبلی

موضوع: قادیانیوں کا بطور غیر مسلم قرار دیا جانا۔

حسب خواہش میں جناب کو مطلع کرتا ہوں کہ قومی اسمبلی (مقننہ) کے قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی کے قاعدہ ۹۰ بملاحظہ قاعدہ ۸۹ کے تحت سپیکر نے آپ کی مندرجہ بالا قرارداد کو نوٹس آپ نے ۲۲، مئی ۱۹۷۳ء کو دیا تھا نامنظور کر دیا ہے۔ (اسلام کا معرکہ صـ۸۷)

آپ کا مخلص

دستخط ڈپٹی سیکرٹری

ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ اجتماع پر تحریک التواء

دسمبر کے آخر میں ربوہ میں بڑے پیمانے پر قادیانیوں کے عالمی اجتماع کی خبریں آچکی تھیں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے جانے کے بعد ظاہر ہے کہ ایسے اجتماع میں کیا کیا تدبیریں اور ملک ملت کے خلاف سازشیں زیر غور آئیں گی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے ۱۸، دسمبر ۷۴ء کو قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو تحریک التواء کے ذریعہ زیر بحث لانا چاہا اقلیتی امور کے وزیر مملکت ملک محمد جعفر نے تحریک التواء کے نفس مضمون سنانے کی بھی مخالفت کی اور اس سے زیر بحث لانا بھی مفاد عامہ کے خلاف (؟) قرار دیا۔ سپیکر نے دوسرے دن پر اپنا فیصلہ ملتوی کر دیا۔ دوسرے دن ۱۹، دسمبر کو سپیکر نے کہا کہ گو وزیر موصوف تو تحریک پیش کر دینے کی بھی مخالف ہے یا خلاف ہے مگر مجھے اس سے اتفاق نہیں محرک مولانا مدظلہ نے تحریک پیش کر دی جس کا متن یہ تھا کہ:

ماہ رواں کے آخری ہفتہ قادیانیوں کا وسیع پیمانہ پر سالانہ اجتماع کے انعقاد کی خبریں آچکی ہیں اور یہ بھی کہ اس اجتماع میں بھارت سمیت باہر کے ممالک سے بھی وفود شرکت کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ اجتماع عالم اسلام اور مسلمانوں کے نام پر ایک ایسا گروہ کر رہا ہے۔ جسے آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور خطرہ ہے کہ اجتماع اور اس تقاریر سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوگی بلکہ ملک کی سالمیت کے خلاف بھی سکیمیں زیر غور لائی جائیں گی اس لیے اس اہم ترین مسئلہ پر قومی اسمبلی غور کرے گی۔

تحریک کے بعد سپیکر کے روکنے کے باوجود مولانا نے کہا کہ آئینی ترمیم میں عقیدہ ختم نبوت کے خلاف تبلیغ کو ناقابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس اجتماع میں کھلم کھلا ختم نبوت کے خلاف پرچار کیا جاتے۔ اس لیے ایسا اجتماع آئین کی صریح خلاف ورزی ہے سپیکر نے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ پر تین ماہ مسلسل غور ہو چکا ہے ہر روز اسے اٹھایا نہیں جا سکتا۔

اور یہ کہ اب بطور اقلیت انہیں شہری حقوق دینے ہوں گے مولانا مدظلہ نے جواب دیا کہ شہری حقوق وہی ہونے چاہئیں جو آئین کے خلاف نہ ہوں مگر سپیکر نے تحریک مسترد کر دی۔ (اسلام کا معرکہ صـ۱۵۲)

قوم بیدار ہے مرزائی مسئلہ میں ہم قوم کی آنکھوں میں مٹی نہیں ڈال سکتے

آپ کو معلوم ہے کہ مجلس عمل میں علماء کی جماعت نے اعلان کیا کہ جمعہ کو کراچی سے پشاور تک پرامن ہڑتال ہوگی اور انہوں نے فرمایا کہ یہ ہماری اپنی حکومت ہے وہ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ ملک میں بدامنی پیدا ہو یا کوئی نقصان ہو نہ ہی کسی قادیانی کی خونریزی ہو اور نہ ہی کسی قادیانی کی مکان کو جلایا جاتے۔ لیکن میں اپنی حکومت کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ یہ پاکستان کے باشندے تھے چاہے یہ رہبری ملے تھے چاہے وہ تعلیم یافتہ تھے وہ جس خاندان سے اور جس صوبہ سے تعلق رکھتے ہوں اس پر متفق ہیں کہ ان مرزائیوں کی اس ملک میں سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہیں۔ یہ لوگ دشمن کی جاسوسی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں جو کلیدی مناصب پر قبضہ جماتے ہوتے ہیں اور ہم جس تباہی کی طرف جا رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

ان باتوں کے بارہ میں اب ہماری قوم بیدار ہو چکی ہے۔ ہم ان کی آنکھوں میں مٹی نہیں ڈال سکتے۔ ایک صاحب دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ یہ مولوی ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں عرض کروں گا کہ یہ صرف مولویوں نے نہیں کہا ہے بلکہ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے کہہ دیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں مانیں گے یہ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ یہی میرا عقیدہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس ملک کے کل باشندے جہاد کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ہندوستان کے ساتھ جو کہ کافر ہے اسلام کے نام پر لڑنے کے لیے اور اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان مال قربان کر دینے کے لیے تیار ہوں۔ (قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ صـ۲۶۹)

مرزائی مسئلہ پہ ریفرنڈم ہو چکا ہے

جناب سپیکر صاحب! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک دبی ہوئی آواز پر کراچی سے لے کر چترال تک سارے ملک نے لبیک کہا۔ آج ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے اپنی پالیسی نشر کی۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کے عوام نے قادیانیوں کے بارہ میں ریفرنڈم کر لیا ہے۔ ووٹ دے دیتے اور دیکھیے کہ جمعہ کو ہڑتال ہو گئی پرامن ہڑتال ہوئی اس میں یقیناً ایسے لوگ بھی ہوں گے جو غنڈے بھی تھے لیکن حقیقت یہ ہے۔

مسلمانوں نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے اپنی حکومت اور بھٹو صاحب کی اپیل پر کراچی سے لے کر پشاور تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہونے دیا۔ ایک دو واقعات جو پیش آئے وہ مجھے معلوم ہے کہ اس میں پولیس کی زیادتی تھی لوگ نماز پڑھ کر مسجد سے آرہے تھے تو وہاں پولیس لاٹھی چارج کیا میں آپ سے عرض کروں کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ۱۹۷۰-۷۱ء میں اتحاد کا نعرہ بلند کرنے والے علماء تھے اور اس جمعہ کے دن علماء ہی تھے جنہوں نے اشتعال نہیں دلایا پنڈی میں خدا کے فضل و کرم سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی واقعہ پیش آیا اور نہ ہی کوئی اور چیز ہوئی۔

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۲۷)

ربوہ ایک مرزائی سٹیٹ

بنام وزیر داخلہ پاکستان: مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء

ایس کیو ڈی نمبر ۱۶

(۱) کیا وزیر داخلہ صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ ربوہ کا پولیس اسٹیشن اور پوسٹ آفس وغیرہ قادیانیوں کی خطرناک تنظیم محکمہ امور عامہ کے کنٹرول میں ہے؟

(۲) کیا متعلقہ وزیر صاحب بتلائیں گے کہ کیا یہ اطلاعات صحیح ہے کہ خلیفہ ربوہ اپنی پرائیویٹ مجالس میں یہ تاثر دے رہا ہے کہ موجودہ حکومت میرے زیر اثر ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو اس کے محرکات کیا ہیں۔

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۰۶)

چینی سفیر کا دورہ ربوہ

بنام وزیر داخلہ پاکستان، مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۲ء

ایس کیو ڈی نمبر ۱۷

(۱) کیا وزیر داخلہ ارشاد فرمائیں گے کہ چینی سفیر متعینہ پاکستان کا دورہ ربوہ اور وہاں پہ دو دن قیام کی مبہم خبروں سے ملک میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ کیا وزیر داخلہ اس دورہ کی تفصیلات بتا سکیں گے اور اس دورہ کے عوامل پر روشنی ڈالیں گے؟

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۰۶)

مرزائیت اور اسرائیل

بنام وزیر داخلہ: ۵ ستمبر ۱۹۷۲ء

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان کی قادیانی جماعت مسلم دشمن نام نہاد ریاست اسرائیل میں اپنے سنٹر قائم کر چکی ہے۔

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ اسرائیل کے علاقوں، مونٹ کرمل، کبابیر میں قادیانیوں نے مضبوط سیاسی اڈے قائم کئے ہیں؟

(۳) کیا یہ صحیح ہے کہ ایسے اڈے تبلیغی مقاصد کے ساتھ ساتھ مسلمان ممالک کے خلاف سازشوں کے مراکز بن گئے ہیں؟

(۴) کیا یہ صحیح ہے کہ افریقہ سمیت پوری اسلامی دنیا اور یورپ میں مرزائیت کے سنٹر قائم ہیں۔

(۵) کیا حکومت ایک پاکستانی جماعت کے ایسے مراکز اور سنٹروں کی تفصیل اور تعداد بتلا سکتی ہے؟

(۶) کیا یہ صحیح ہے کہ ایسے مرزائی اڈوں نے یہودیوں سے مل کر سقوط مشرقی پاکستان میں اہم کردار ادا کیا؟ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۰۷)

شیعہ فرقہ اور نصاب دینیات

بنام وزیر تعلیم، نوٹس ۳۰ اگست ۱۹۷۲ء

ایس کیو ڈی نمبر ۱۷

(۱) کیا وزیر تعلیم وضاحت فرمائیں گے کہ شیعہ فرقہ کے لیے دینیات کے الگ نصاب سے قومی یکجہتی اور استحاد پارہ پارہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) کیا اس طرح آبادی کے تناسب اور شرح کے مطابق اہلسنت اکثریتی طبقہ ملازمتوں وغیرہ میں اس تناسب سے حصہ دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

(۳) اور کیا اس طرح ۹۵ فیصد آبادی پر شیعہ فرقہ مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرے گی؟ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۰۷)

تبلیغ کے نام پر زرمبادلہ

سوال نمبر ۱۴۰ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۷۳ء

کیا وزیر مالیات از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ:

(الف) غیر ممالک میں اسلام کی تبلیغ کے لیے کن تبلیغی جماعتوں کو زرمبادلہ مل رہا ہے؟

(ب) ہر جماعت کو دیئے گئے زرمبادلہ کی تفصیلات کیا ہیں؟

(پ) کیا حکومت نے کبھی ان تبلیغی جماعتوں کے حسابات اور سرگرمیوں کی جانچ پڑتال کی ہے؟

(ت) ان جماعتوں کو کس بنیاد پر زرمبادلہ دیا جاتا ہے؟

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۱۳)

قرارداد اقلیت آزاد کشمیر

(۱) کیا وزیر داخلہ وضاحت فرمائیں گے کہ کیا حکومت کو قادیانیت کو اقلیت قرار دینے کے بارہ میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کا علم ہے؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان کے عام مسلمانوں نے اس قرارداد کو سراہا اور آزاد کشمیر اسمبلی کو پرجوش تحسین اور مبارکباد پیش کی؟

(۳) کیا مرکزی حکومت پاکستان سے بھی اس طرح اقدامات کرنے کا

مطالبہ کیا جا رہا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس بارہ میں کیا غور کر رہی ہے۔

(۴) یہ اخباری افواہیں صحیح کہاں تک ہیں کہ مرکزی حکومت کے ایک وزیر نے صدرِ آزاد کشمیر کو یہ قرارداد واپس لینے کے لیے مشورے دیئے؟

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۲۶)

ربوہ کا سالانہ اجتماع اور سرکاری خرچ پر سوئی گیس

سوال نمبر ۱۴۴ ۱۶ اپریل ۱۹۷۴ء کیا وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی مسائل ارشاد فرمائیں گے کہ:

آیا یہ حقیقت ہے کہ سوئی گیس کمپنی نے ہنگامی بنیاد پر احمدی فرقہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ربوہ میں پانچ ہزار فٹ لمبا پائپ لائن بچھائی جس پر تقریباً چار لاکھ روپے لاگت آئی؟

جواب محمد حنیف: جی ہاں لیکن صرف ۸۰ ہزار روپے خرچ ہوئے چار لاکھ نہیں۔ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۲۲۵)

قادیانیوں کی رجسٹریشن

سوال نمبر ۱۵۱: کیا وزیر داخلہ نشاندار سوال نمبر ۵۹ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۵ء کے جواب کے حوالے سے بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا رجسٹریشن کے اعداد و شمار پر کارروائی مکمل ہو چکی ہے اگر یہ صحیح ہے تو کتنے احمدیوں نے مطلوبہ حلف نامے داخل کئے ہیں نیز
(ب) حکومت کی طرف سے ایسے احمدیوں کے بارے میں کیا انتظامات کئے جا رہے ہیں جنہوں نے حلف نامے داخل نہیں کئے۔

جواب: ۱۲۔۶۔۷۶ جناب عبدالقیوم خان وزیر داخلہ ریاستیں و سرحدی علاقہ جات۔

(الف) جی نہیں۔ رجسٹریشن کے اعداد و شمار کی بابت کارروائی ابھی شروع نہیں ہوئی ہے تاہم تقریباً آٹھ ہزار احمدیوں نے مردم شماری اور رجسٹریشن ادارے میں یہ حلف نامے داخل کئے ہیں۔

(ب) آخری تاریخ کا ابھی اعلان نہیں ہوا ہے کیونکہ آبادی کو ابتدائی دائرہ کار میں لانے کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا اور جب اسے ابتدائی دائرہ کار میں لانے کا کام مکمل ہوگا تو آخری تاریخ جس میں حلف نامے بھیجنے کی تاریخ شامل کی جائے گی اور اس میں احمدی زمرہ بھی آجائے گا۔

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۶۵)

قادیانیت ۔ ربوہ

سوال نمبر ۱۴۹ ۳۰ اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر تعلیم یہ بیان فرمائیں گے کہ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے باوجود ربوہ میں سکول کالج کی حکومت اپنی تحویل میں نہیں لے رہی ہے اور انہیں اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے؟

جواب: عبدالحفیظ پیرزادہ: جی نہیں۔

(اسلام کا معرکہ صفحہ ۲۹۶)

قادیانی اوقاف

سوال نمبر ۱۸۷ ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء

کیا وزیر حج و اوقاف ازراہِ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا اوقاف اور حج کے شعبہ کے دائرہ کار میں قادیانی جماعت کے اوقاف نہیں آتے؟ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟
(ب) کیا حکومت کے پاس اس سلسلے میں کوئی اقدامات کرنے کی تجویز ہے؟

جواب کوثر نیازی: (الف) مرکزی وزارت اوقاف کے پاس کوئی موقف نہیں ہے تمام اوقاف صوبائی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں ہیں۔

(ب) مندرجہ بالا جواب کی روشنی میں یہ سوال مرکزی حکومت سے غیر متعلق ہے۔ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۲۹۷)

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر جرح

قادیانی مسئلہ کے موقع پر قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی میں مرزا ناصر احمد پر جرح کے لیے آپ نے حسب ذیل سوالات داخل کئے۔

۱۔ آپ نے اپنے بیان کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھا ہے کہ پاکستان کے دستور اساسی میں دفعہ نمبر ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ جس مذہب کی طرف چاہے ہو۔ کیا آپ دستور میں یہ الفاظ دکھا سکتے ہیں۔

۲۔ کیا جماعت احمدیہ کی طرف سے کبھی کسی شخص کے جماعت سے خارج ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا؟ مرزا بشیر الدین صاحب نے انوارِ خلافت میں صفحہ نمبر ۹۴ پر کہا ہے۔

> „ خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب نے ایک شخص کو اس بنا پر جماعت سے خارج کر دیا تھا کہ اس نے غیر احمدی سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی تھی۔"

اور مرزا بشیر الدین صاحب نے بھی اعلان کیا تھا کہ اگر کوئی اس کے حکم کے خلاف کرے تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا کیا آپ کے نزدیک یہ فیصلہ درست ہے؟

۳۔ کیا آپ ہر کلمہ گو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

۴۔ آپ نے اپنے بیان کے صفحہ نمبر ۹ پر لکھا ہے کہ بہتر فرقوں میں سے نجات یافتہ فرقہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے

کی دلیل ٹھہرائے گا کیا آپ کی نگاہ میں وہ فرقہ اس کا مصداق ہوگا جس کی تعداد سب سے کم ہو؟

۵۔ آپ ان غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہیں یا نہیں، جو مرزا غلام احمد کے دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں۔

۶۔ منیر کمیشن کے سوالات کے جواب میں جماعت احمدیہ کی طرف سے کہا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد کے ایک فتوے کی وجہ سے جو حال ہی میں دستیاب ہوا ہے ہم ان غیر احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں۔ جو مرزا صاحب کو جھوٹا یا کافر نہ کہتے ہیں اس بارے میں چند سوالات:

(ا) یہ فتویٰ دستیاب کب ہوا تھا اور اس پر عمل کب شروع ہوا؟

(ب) کیا آپ مرزا غلام احمد کو یہ مقام دیتے ہیں کہ جس کو وہ کافر کہہ دیں وہ کافر اور جس کو وہ مسلمان قرار دیں وہ مسلمان ہے؟

(ج) کیا اس فتوے کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب حکیم نور الدین صاحب اور مرزا بشیر الدین صاحب کے سابقہ فتوے منسوخ قرار دیئے گئے ہیں۔

(د) کیا اب اس مسئلے میں آپ کا جماعت لاہور کا مسلک ایک ہوگیا ہے؟

۷۔ اگر آج کوئی شخص جھوٹا دعویٰ نبوت کرے اور قطعی دلائل سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو وہ اور اس کے پیروکار آپ کے نزدیک مسلمان ہوں گے یا کافر؟

۸۔ مسیلمہ کذاب آپ کے نزدیک کافر تھا یا مسلمان؟

۹۔ اپنے اپنے بیان میں صفحہ نمبر ۸۲ پر مرزا غلام احمد کی کتاب "حقیقت الوحی" سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ (آپ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے!

۱۰۔ اگر اب تک آپ کی توجہ روحانی نے سوائے مرزا غلام احمد صاحب کے کسی اور کو نبی نہیں بنایا تو کیا خاتم الانبیاء کا مطلب مرزا صاحب کے مذکورہ قول کے مطابق یہی تھا۔ کہ آپ کی مہر نبوت سے صرف ایک مرزا صاحب کو نبی بنایا جائے۔

۱۱۔ آپ کی نظر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی درجہ کی پیروی سے انسان نبی بن سکتا ہے؟

۱۲۔ کیا آپ کی نظر میں انسان کو اس بات کی کوشش کرنا چاہیے جو اتباع محمدی کے اس درجے کو پالے جو اسے نبی بنا سکے؟

۱۳۔ صفحہ ۸۲ صفحہ ۸۳ پر مرزا صاحب کا یہ قول مذکور ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی حدیث میں آیا ہے۔ اگرچہ محدثین کو اس پر جرح ہے مگر ہمارا نور قلب اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بلا چوں و چراں اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب کو یہ مقام حاصل ہے کہ جس حدیث کو چاہیں اپنے نور قلب سے صحیح اور جسے چاہیں غلط قرار دیں۔

۱۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ لوگ تشریعی نبوت کے مدعی ہو گئے جیسے صالح بن ظریف اور بہاء الحق بابی اور بعض نے غیر تشریعی نبوت کے دعوے کئے جیسے ابو عیسیٰ وغیرہ ان سب کی جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے جب کہ وہ بھی ظلی بروزی اور مجازی نبی وغیرہ کی تاویلات کر چکے ہوں یا کر سکتے تھے؟

۱۵۔ نبوت غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اور ضابطہ کیا ہے؟

۱۶۔ کیا صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اس معیار پر پورا نہ اتر سکا جس کی وجہ سے باوجود افضل الامۃ ہونے کے تمام صحابہؓ نبوت غیر مستقلہ کے شرف سے محروم رہے۔

۱۷۔ کیا اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور مجددین میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو مرزا غلام احمد کے ہم پلہ ہوتا اور نبوت غیر مستقلہ پاتا۔ (اسلام کا معرکہ صـ۳۹۳)

قادیانی مسئلہ میں لاہوری پارٹی پر جرح

قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غور کے دوران قادیانیوں کے دونوں دھڑوں (لاہوری اور ربوائی) کے سربراہوں کو اسمبلی میں طلب کیا اور اٹارنی جنرل کے توسط سے ان پر جرح کی گئی شیخ الحدیث مدظلہ نے بھی دونوں سربراہوں پر جرح کے نوٹس دیئے تھے جن میں اکثر قبول کر لیے گئے اور ان سے استفادہ کر لیا گیا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ مرزا صدر الدین پر جرح کے لیے آپ نے مندرجہ ذیل سوالات کا نوٹس دیا تھا۔

۱۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت مرزا غلام کے تمام دعووں پر ایمان رکھتی ہے؟

۲۔ کیا آپ مرزا صاحب قادیانی کو وہی مسیح موعود مانتے ہیں جن کے آنے کی خبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

۳۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنی تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسلام کے مطابق اور صحیح ہے!

۴۔ کیا آپ کے نزدیک مرزا غلام احمد بحیثیت مسیح موعود حضرت مسیح علیہ السلام یا کسی اور نبی سے افضل تھے۔

۵۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مرزا صاحب دوسرے مسلمانوں کی طرح شروع میں حیات مسیح کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک کی وحی نے آپ کو توجہ دلائی کہ قرآن و حدیث سے وفات مسیح ثابت ہے نیز آگے لکھا ہے کہ اب بھی اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو وحی سے علم دیا کہ مسیح جو دوبارہ آنا تھا وہ اصل مسیح نہیں بلکہ اس مثل کے ایک روحانی ہستی نے آنا تھا؛

اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب پر نازل ہونے والی وحی انکے اور ان کے متبعین کے لیے واجب اتباع ہے؟

۶۔ آپ نے مرزا صاحب کی ایک عبارت مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ نمبر ۹ سے نقل کی ہے جس میں مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوتے لکھا ہے کہ اگر وہ ان الفاظ سے ناراض اور ان کے دلوں میں یہ الفاظ شاق ہے تو ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے نبی کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں۔

(الف) کیا مرزا صاحب نے اپنی تحریر کے بعد اپنے لیے نبی کا لفظ چھوڑ دیا تھا۔

(ب) کیا اس تحریر کے بعد مرزا صاحب نے اپنی سابقہ کتابوں میں لفظ نبی کو بدل کر محدث دیا تھا۔

(ج) کیا آپ کی جماعت کے امیر اوّل محمد علی لاہوری اور ان کے رفقاء نے مرزا صاحب کے لیے کبھی نبی کا لفظ استعمال کیا تھا؟

۸۔ کیا آج بھی مرزا صاحب کے لیے کسی معنی کے لحاظ سے نبی کا لفظ استعمال کرنا درست ہے۔

۹۔ جس معنی میں مرزا صاحب نے اپنے لیے لفظ نبی بکثرت استعمال کیا ہے اگر آج کوئی شخص اس معنی کے لحاظ سے اسی کثرت سے لفظ نبی استعمال کرے تو کیا آپ اسے جائز سمجھیں گے؟

۱۰۔ آپ نے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ "جس طرح عیسائیوں نے غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا حقیقی بنا لیا اسی طرح مثل مسیح یعنی مرزا صاحب کو بھی آپ کے ماننے والوں کی اکثریت نے غلو کر کے مجدّد کے عہدہ سے بڑھا کر نبی بنا لیا (نعوذ باللہ) تو کیا جماعت ربوہ جس نے آپ کے خیال میں یہ غلو کیا ایک غیر نبی کو نبی ماننے کی بناء پر کافر ہے؟

۱۱۔ اگر جماعت ربوہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہوگا؟

۱۲۔ آپ نے اپنے پیش کردہ بیان کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ حیات مسیح کے عقیدے سے نہ صرف حضرت مسیح کی برتری بلکہ خدائی ثابت ہوتی ہے تو کیا جو لوگ حیات مسیح کے قائل ہیں وہ آپ کی خدائی ثابت کرنے کی وجہ سے کافر ہے۔

۱۳۔ آپ نے بیان کے صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب کی ترجمانی کرتے ہوتے لکھا ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا خود کہنے والے پر کفر لوٹا دیتا ہے تو کیا وہ تمام لوگ جو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں کافر ہیں؟

۱۴۔ جو شخص مرزا صاحب کو ان کے دعووں میں جھوٹا قرار دیں وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہے یا کافر؟

۱۵۔ آپ نے صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ شروع سے ہمارا عقیدہ یہ رہا ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اس عقیدہ کی روشنی میں اگر کوئی شخص کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے اور اس پر اقرار ایمان کے ساتھ ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہوگا یا نہیں؟

جب کہ خود آپ نے صفحہ ۶ پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کیا آپؐ کے بعد جو نبوّت کا دعویٰ کرے وہ کافر، کاذب اور خارج از دائرہ اسلام ہے؟

۱۶۔ (الف) آپ نے صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۱۲ تک مرزا صاحب اور ان کے تبعین کے بارے میں بہت سے لوگوں کی آراء نقل کی ہے کیا آپ یقین اور ذمہ کیساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ساری نقول اور حوالے درست ہیں۔

(ب) کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ سب کہ لوگ ہمیشہ اسی رائے پر قائم رہے ہیں جو آپ نے اس طرح منسوب کی ہے اور کبھی انھوں نے اپنی رائے تبدیل نہیں کی؟

غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا ملکی مفاد کیخلاف ہے

قائم مقام صدر بن سکنے والا سپیکر اور چیئرمین لازماً مسلمان ہونا چاہیئے

(۲۰ر اپریل گیارہ بجکر ۲۰ منٹ پر)

مولانا عبدالحق، جناب اس آئین کی دوسری خواندگی باقی ہے۔ یہ ابھی بل کی شکل میں منظور نہیں ہوا ہے ابھی ہمارے محترم وزیر قانون صاحب اس کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ میں نے جو اشکال پیش کی ہیں وہ یہ ہیں کہ سپیکر اور چیئرمین جو کہ صدر کا قائم مقام بنایا جاتا ہے اور غور کرنے کے بعد ضرور بنایا جائے گا تو اس کے لیے مسلمان ہونے کی شرط ضرور لگائی جائے چونکہ دوسری خواندگی باقی ہے اور ابھی یہ منظور نہیں ہوا ہے تو ہم کہہ سکیں گے کہ یہ اسلام کے خلاف نہیں ہے مسٹر سپیکر! دوسری خواندگی ابھی باقی تو ہے۔ مگر ایک دفعہ جو ترمیم مسترد ہو جاتے تو پھر وہ دوبارہ نہیں آسکتی۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ جو صدارت کے امیدوار ہوں اس کے لیے مسلمان ہونا لازمی ہے یا وزیر اعظم کے لیے بھی مسلمان ہونا لازمی ہے تو بعض موقعوں پر چیئرمین یا سپیکر کو بھی عارضی طور پر صدارت کے عہدے پہ فائز کرنا ضروری ہوگا۔ خواہ وہ چیئرمین یا سپیکر چند ہفتوں کے لیے ہو مگر وہ صدر رہے گا لیکن مستقل طور پر جو صدر منتخب ہوگا۔ وہ مسلمان ہی ہوگا۔

مولانا عبدالحق، گذارش یہ ہے کہ وہ ہر صورت میں مسلمان ہوگا مسلمان کے اوپر ہمارا دینی لحاظ سے پورا اعتبار ہے ان کا قائم مقام اگرچہ چند گھنٹوں کے لیے بھی کوئی غیر مسلم ہوگا وہ ہمارے راز وں کو دوسرے ملکوں میں پہنچا دے گا۔

اگر وہ پانچ منٹ کے لیے بھی ہوگا تو ملک کے مفاد میں نہیں

رہے گا۔

مسٹر سپیکر :۔ یہ اسمبلی میں پیش ہو چکی ہے اب اس کو دوبارہ نہیں پیش کیا جا سکتا آپ نے اس پر ترامیم بھی دی ہے اور آپ کی کوشش برابر ظاہر ہے اور آپ مسلسل کوشش کر رہے ہیں اور اس پر اب تقریر کرنے کا فائدہ نہیں۔

مولانا مفتی محمود صاحب :۔ سوال یہ ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم پوری دیانتداری کے ساتھ اس آئین میں قوم کو مطمئن کر سکیں جب ہم نے آئینی سمجھوتے میں وضاحت کے ساتھ یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا اس کے بعد آئینی کمیٹی نے وزیر اعظم کے مسلمان ہونے کی شرط بھی منظور کر لی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ صدر خواہ ایک دن کے لیے ہو یا چھ مہینے یا تین مہینے کے لیے ہوں اس کے لیے مسلمان ہونے کی شرط لازمی ہے جو صدر کے لیے ہونا چاہیئے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس ترامیم کو اگر اس ایوان میں پورے اتفاق کے ساتھ منظور یا قبول کیا جائے تو اس سے اس کا وقار اور بڑھ جائے گا کم نہیں ہوگا۔

مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ :۔ اس پر ایک فیصلہ تو ہو لیا ہے نیشنل اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے سلسلے میں یہ ترمیم کہ مسلمان کا لفظ ہونا چاہیئے اس پر کافی بحث ہو چکی ہے اب مزید گفتگو کی ضرورت نہیں ہے اگر ووٹنگ کرانا چاہیں تو کرائیں اصول طے ہو گیا ہے۔

مسٹر سپیکر :۔ جب سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے متعلق یہ ترامیم منظور نہیں ہو سکی تو چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے متعلق ظاہر ہے کہ اس کا کیا اثر ہوگا۔ (اسلام کا معرکہ ص۲۶۶)

ہمارے ایٹمی منصوبے اور مرزائیوں کا کردار

شرط یہ ہے کہ جتنی رقم منظور ہو وہ خُرد بُرد نہ ہو قوم تب سُستی نہیں کرے گی اور تب قربانیوں سے دریغ نہیں کرے گی بشرطیکہ اس سلسلے میں یقین ہو جائے کہ حکومت صرف باتیں کرنے والی نہیں بلکہ عمل کرنے والی بھی ہے اور یہ کہ قوم کو یقین ہو کہ ایٹمی اور فوجی پروگرام مرزائیوں کے ہاتھوں میں نہیں دیئے جائیں گے نہ انہیں ایسے کاموں کا سربراہ بنایا جائے گا ہم ایسے لوگوں پر بھروسہ کریں جن کے مذہبی نقطہ نظر سے سرے سے جہاد حرام ہے بی بی سی سے بھی اعلان کرتا ہے کہ مرزائیوں کے عقیدے میں جہاد حرام ہے اور یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (اسلام کا معرکہ ص۲۶۸)

مرزائیت

دوپہر کے وقت ایک صاحب نے کہا کہ فلاں جماعت نے پاکستان اور قوم کے خلاف فلاں کچھ کہا لیکن اس نے نام نہیں لیا تو قادیانیوں کا جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی ان کے مذہبی پیشوا مرزا بشیرالدین نے وصیت لکھی ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے امانت کے طور پر یہاں دفنا دینا جب قادیان متحد ہوگا یہ پاکستان کے ساتھ ملے گا تو میری لاش یہاں سے نکال کر قادیان میں دفن کر دینا۔

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس پاکستان میں سوائے مرزائیوں کے تمام مسلمان متفق ہیں شیعہ مسلمان متفق ہیں۔ بریلوی مسلمان دیوبندی مسلمان سنی اور حنفی مسلمان متفق ہیں سب ایک ہے مگر دیکھو حقائق سے آنکھیں بند مت کر۔ ریڈیو ہمارے پاس نہیں، ٹیلی ویژن ہمارے پاس نہیں۔ (اسلام کا معرکہ ص۲۶۹)

مسترد شدہ سوالات

ظفراللہ اور بنگلہ دیش

کیا متعلقہ وزیر ارشاد فرمائیں گے کہ:۔

۱۔ کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان نے سر ظفراللہ کو عالمی عدالت میں بنگلہ دیش کے قیدیوں میں ایڈھاک جج مقرر کیا ہے؟

۲۔ کیا سر ظفراللہ پاکستان کے مسلمانوں کی غیر پسندیدہ شخصیت نہیں؟

۳۔ بنگلہ دیش کے قیام میں سر ظفراللہ کی جماعت کے کردار کے بارہ میں افواہوں اور چہ مگوئیوں کا حکومت کو علم ہے؟

۴۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام ظفراللہ کی جماعت کو دونوں حصوں میں نفرت پیدا کرنے کا بنیادی سبب سمجھتے ہیں؟

۵۔ کیا ظفراللہ جیسی متنازعہ شخصیت کی متبادل کوئی معتمد شخصیت ایسے نازک مقدمہ کے لیے نہیں مل سکتی تھی؟ (اسلام کا معرکہ ص۲۲۵)

قرارداد اقلیّت آزاد کشمیر

۱۔ کیا وزیر داخلہ صاحب وضاحت فرمائیں گے کہ کیا حکومت کو قادیانیت کو اقلیت قرار دینے کے بارہ میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کا علم ہے؟

۲۔ کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان کے عام مسلمانوں نے اس قرارداد کو سراہا اور آزاد کشمیر اسمبلی کو پرجوش تحسین اور مبارکباد پیش کی؟

۳۔ کیا مرکزی حکومت پاکستان سے بھی اس طرح اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس بارہ میں کیا غور کر رہی ہے؟

۴۔ یہ اخباری افواہیں کہاں تک صحیح ہیں کہ مرکزی حکومت کے ایک وزیر نے صدر آزاد کشمیر کو قرارداد واپس لینے کے مشورے دیئے۔ (اسلام کا معرکہ ص۲۲۶)

(باقی ص۷۴۶ پر)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو

آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے
نہ کھاؤ۔ لین دین ہونا چاہیئے آپس کی رضامندی سے اور
اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔

(النساء = ۲۹)

ایگل پین بنانے والے

آزاد فرینڈز اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
اے/۵۸۔ ٹیکسٹائل ایونیو۔ ایس آئی ٹی ای۔ کراچی

حافظ راشد الحق حقانی، متعلم دارالعلوم حقانیہ
ابن مولانا سمیع الحق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور عیسائیت کا تعاقب

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تمام زندگی دین اسلام کی اشاعت، غلبہ دین اور ترویج علم میں صرف ہوئی اس کے ساتھ ساتھ ان کی مساعی کا بہت بڑا حصہ کفر، فرقہ ضالہ اور یہودیت و عیسائیت کے مکر و فریب اور دجل پر مبنی منصوبہ بندی کے قلع قمع کرنے میں صرف ہوا جس کی جھلکیاں اس نمبر کے مختلف مضامین میں قارئین دیکھ رہے ہیں ذیل میں سیاسی اور قانونی طور پر پارلیمنٹ میں رد عیسائیت پر آپ نے جو کام کیا ہے قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ کی مفصل رپورٹوں میں صرف چند ایک اقتباسات نذر قارئین ہیں مزید ع قیاس کی انگلستان میں بہار مرا۔

عیسائی مشنری ادارے

سوال نمبر ۸۴ مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۵ء

کیا وزیر اقلیتی امور ارشاد فرمائیں گے کہ:

عیسائی مشنری اداروں مثلاً سکول، کالج، چرچ، ہسپتال وغیرہ کی تعداد کتنی ہے نیز ان کی تفصیلات بیان کی جائیں؟

جواب: ملک محمد اختر وزیر مملکت برائے سیاحت و اقلیتی امور

عیسائیوں کے مذہبی اداروں کی تعداد ۳۹۹ ہے۔

سکول	کالج	چرچ	ہسپتال	مراکز بہبود
۲۲۸	۴	۸۰	۳۹	۲۸

تفصیلات:	سکول	کالج	چرچ	ہسپتال	مراکز بہبود
پنجاب:	۱۷۴	۱	۴۹	۲۳	۶
سندھ:	۳۴	۱	۱۶	۹	۲۲
سرحد:	۱۳	۱	۱۱	۵	—
بلوچستان:	۷	۱	۵	۲	—
میزان:	۲۲۸	۴	۸۰	۳۹	۲۸

پاکستان اور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں

سوال نمبر ۴۸ ۹، دسمبر ۱۹۷۴ء

کیا وزیر اقلیتی بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پاکستان میں عیسائی مشنری اداروں مثلاً سکول، کالج و چرچ اور ہسپتال وغیرہ کی تعداد اور ان کی تفصیلات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان اداروں کی کوششوں سے عیسائی بننے والے مسلمانوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے؟

(پ) نیز کیا حکومت کو ان سرگرمیوں کا علم ہے اگر یہ صحیح ہے تو ان پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے؟

جواب: ملک محمد جعفر وزیر برائے مملکت اقلیتی امور و سیاحت

(الف) اعداد فراہم کئے جا رہے ہیں۔

(ب، پ) جواب نہیں دیا گیا۔ (اسلام کا معرکہ صفحہ ۳۴۰)

غیر مسلم عیسائی سرگرمیاں

سوال نمبر ۵۸۶ مورخہ ، ۲ جولائی ۱۹۷۳ء

کیا وزیر اقلیتی امور ارشاد فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ پاکستان میں عیسائی مشنری ادارے مسلمانوں کو منظم طریقے سے عیسائی بنا رہے ہیں؟

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ ارتداد کے پرچار کی بدولت عیسائی بننے والے مسلمانوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے؟

(پ) آیا یہ امر واقع ہے کہ مشنری سکول، کالج، گرجے اور تمام دیگر عیسائی ادارے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے روپے جائیداد یا ملازمت کی پیشکش کر رہے ہیں۔

(ت) کیا حکومت ایسے ملکی یا غیر ملکی مشنری اداروں پر کڑی نگاہ رکھے ہوتے ہے؟

جواب: وزیر اقلیتی امور و سیاحت

(الف) حکومت کو علم ہے کہ ہر عقیدے کے مشنری ادارے عام طور پر اپنے اپنے عقیدے کا پرچار کرتے ہیں حکومت کو تاہم یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مسلمانوں کے مرتد ہو کر عیسائی ہونے کے کافی واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں صوبائی حکومتوں سے معاملات کرنے پر پتہ چلا ہے کہ ایک عقیدہ کی بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنے کے واقعات کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ اور اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرنے کا کوئی واقعہ صوبائی حکومتوں کے علم میں نہیں آیا۔ بجز بلوچستان کے جہاں چار سال کے عرصے میں ایسے چار واقعات ہونے کا علم ہوا ہے۔

(ب) حکومت کے علم کے مطابق ایسا نہیں ہو رہا ہے۔

(پ) ایسا کوئی واقعہ حکومت کے علم میں نہیں آیا۔

(ت) چونکہ اپنے عقیدے کا پرچار کرنے کے حق کو آئین کے تحت تحفظ

دیا گیا ہے اس لیے حکومت مذہبی تبلیغ میں اس وقت تک دخل اندازی نہیں کرتی جب تک کہ یہ سرزمین کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرے۔

سوال نمبر ۵۵۱ ، ۶ جولائی ۱۹۷۳ء

کیا وزیر اقلیتی امور ارشاد فرمائیں گے کہ :

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ شعبہ اقلیتی امور نے اسلام آباد میں حال ہی میں منعقدہ اقلیتوں کی کانفرنس میں ۲۰ لاکھ روپے خرچ کئے ؟

(ب) اگر (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اقلیتوں کی کانفرنس میں اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کی وجوہات کیا تھی ؟

جواب : وزیر اقلیتی امور وسیاحت

(الف) جی نہیں ۔

(ب) سوال پیدا نہیں ہوتا تاہم یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اقلیتوں کی کانفرنس تمام اقلیتوں کے لیڈروں کے مسلسل مطالبہ کے پیش نظر منعقد کی گئی تھی نیز حکومت اور بالخصوص صدر مملکت اقلیتی نمائندوں سے ملاقات کے خواہش مند تھے تاکہ ان کے مسائل پر مشکلات پر بحث کی جا سکے اور انہیں یہ یقین دلایا جا سکے کہ حکومت ان کی بہبود کی خواہشمند ہے یہ کانفرنس اقلیتوں کے لیے بہت ہی دلچسپی کا باعث ہوئی اور پاکستان میں ان کا اعتماد قوی تر ہو گیا ہے ۔ (اسلام کا معرکہ صہ ۳۱۴)

عیسائیوں کے مشنری ادارے

بنام وزیر تعلیم ۲۳ ستمبر ۱۹۷۲ء ایس کیو ڈی رانا

۱۔ کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان میں عیسائیوں کے مشنری ادارے منظم شکل میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں سرگرم ہیں ۔

۲۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مشنری سکول ، کالج ، چرچ اور تمام ادارے مسلمانوں کو مال و دولت ، ملازمت وغیرہ کا لالچ دے کر عیسائیت میں پھنسا رہے ہیں ؟

۳۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اس کھلے بندوں ارتداد کی تبلیغ سے ہر سال عیسائی ہونے والوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے ؟

۴۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مسیحی مشن گریجویٹ بے روزگار نوجوانوں کو مسیحی سالویشن ٹریننگ کالج میں داخلہ کی پیش کش کی جاتی ہے ۔ جہاں انہیں بائیبل پڑھا کر عیسائیت ، تبلیغ تربیت دی جاتی ہے اور کورس پورا ہونے پر معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں ؟

۵۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ۱۹۶۵ء پاک بھارت جنگ کے بعد چونڈہ کے محاذ پر ایک دوسرا نیا گرجا گھر تعمیر کیا گیا جبکہ ایک پہلے سے موجود تھا ۔

۶۔ کیا یہ صحیح ہے کہ بہاولپور میں ایک بہت بڑا گرجا گھر تعمیر ہوا ہے اور وہاں مشنری ۱۲ مستقل مراکز کام کر رہے ہیں جبکہ نواب آف بہاولپور کے زمانہ میں ایسا نہیں ہونے دیا جاتا تھا ؟

۷۔ کیا آپ کے علم میں ہے آج سے چودہ سال قبل کینیڈا کے رومن کیتھولک کے آرگن پراسپکٹس نے اپنی اشاعت اکتوبر ۱۹۵۸ء میں لکھا ہے کہ پاکستان میں چرچ کو اپنے تبلیغی مشن میں عظیم ترین کامیابی ہوئی اور یہ کہ گذشتہ ایک سال ۱۹۵۷ء میں آٹھ ہزار مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا ۔

۸۔ پاکستان میں مسیحی مشنری اداروں کی تعداد کتنی ہے اور کتنے مسلمان اس کی لپیٹ میں آ چکے ہیں ؟ ایک اسلامی مملکت میں اقلیت کو نئے گرجے اور عبادت خانے بنانے کی آزادی ہوتی ہے ؟

(اسلام کا معرکہ صہ ۳۰۰)

بقیہ صہ ۷۴۳ سے : فتنۂ قادیانیت

مرزائیوں کے رجسٹریشن اور شناختی کارڈ کا مسئلہ

قومی اسمبلی کے اجلاس موسم سرما میں حزب اختلاف کے بائیکاٹ سے قبل ۱۲ نومبر ۱۹۷۵ء کے وقفہ سوالات میں ۵ بجکر ۱۰ منٹ پر مرزائیوں کی رجسٹریشن کا مسئلہ زیر بحث آیا تو حضرت شیخ الحدیث نے اس ضمن میں مرزائیوں کی رجسٹریشن کے سلسلہ میں ایک اہم خامی پر ایوان کی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ۔

مولانا عبدالحق ، جناب والا رجسٹریشن اس لیے کی گئی تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم ، مگر شناختی کارڈ پر جب مذہب کا خانہ ہی نہیں تو کیسے معلوم ہو سکتا ہے ؟ جن ممالک نے مثلاً سعودی عرب نے حج کے موقعہ پر قادیانیوں کے داخلہ پہ پابندی لگائی ہے تو میرے خیال میں شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ہونا چاہیئے ۔

جناب سپیکر نے وزیر داخلہ کو اس سوال کے بارہ میں توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ خانصاحب ! مولانا صاحب دریافت کرتے ہیں کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں ہے ۔ وزیر داخلہ عبدالقیوم خان نے انگریزی میں جواب دیا جس کا خلاصہ یہ تھا " حلف نامے کو فارم اے میں شامل کر دیا گیا ہے یہ نہ صرف ان لوگوں کا ہے جو اب تک رجسٹریشن نہیں بلکہ کارڈ حاصل کرنے والوں کو بھی بھیجا گیا ہے ۔ ۲۰ لاکھ افراد کو بھیجا گیا تھا اور تقریباً ۲۰ ہزار کے فارم واپس آ چکے ہیں اس عمل پر کچھ وقت لگے گا " اسی بحث میں ایک ضمنی سوال پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے ہوئے مولانا مفتی محمود صاحب نے مرزائیوں کے لیے احمدی لفظ استعمال کرنے پر بھی اعتراض کیا اور اپیل کی کہ آئندہ کے لیے یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے جس کے جواب میں سپیکر صاحب نے بھی کہا کہ آئندہ احتیاط کی جائے گی ۔ (اسلام کا معرکہ صہ ۳۴۵)

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فتنۂ رفض و شیعیت اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

فرقۂ شیعہ ہمیشہ امت مسلمہ کے سینہ پر ناسور بن کر رہا سلف صالحین اور علماء حق نے اس کا بھرپور تعاقب کیا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، حضرت مجدد الف ثانی، الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا حسین احمد مدنی، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے اسماء گرامی اس جہاد کے سرخیلوں [redacted] درج ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بھی ان ہی کے نام لیوا اور ان کے مشن کے علمبردار تھے چنانچہ انھوں نے بھی درس حدیث میں، فنی اور علمی مباحث میں، عام خطابات اور مواعظ میں بڑے حکیمانہ اور موثر طریقہ سے اس کا رد کرتے رہے اس سلسلہ کے افادات، علمی نقاط اور تدریسی مباحث کے لیے مستقل کتاب چاہیئے ذیل میں ہم صرف قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ سے حاصل شدہ رپورٹوں سے چند ایک اقتباسات مشتے نمونہ از خروارے پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

شیعہ، سُنی نصاب کی علیحدگی اور تحریک

(۲۱ اگست ۱۹۷۲ء کو مولانا عبدالحق صاحبؒ نے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتے ہی شیعہ نصاب کی علیحدگی سے متعلق تیسری بار تحریک التوا پیش کی جو اکثریتی پارٹی کے غلط رویے کی وجہ سے مسترد کر دی گئی ۔)

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

جناب سپیکر، گذارش یہ ہے کہ میں نے ایک تحریک التوا اس مسئلہ کے متعلق پیش کی تھی کہ ہمارے شیعہ بھائی سرکاری سکولوں اور کالجوں میں نصاب تعلیم میں اپنی الگ دینیات کو رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اخبارات کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ صدر محترم اور ارباب اختیار نے ان کو یقین دہانی کرائی ہے کہ اس سال جنوری سے وہ نصاب بھی شامل کر دیا جائے گا اور ساتھ یہ بھی ہے کہ اسلام کی تاریخ نئے سرے سے مرتب کی جائے گی پھر اس کو رائج کیا جائے گا میرا خیال ہے کہ اس بات سے ملک کی یک جہتی مجروح ہوگی یہاں ۹۵ فی صد یا ۹۰ فی صد اہل سنت والجماعت اور اس کے اہل فکر حضرات چاہتے ہیں کہ پاکستان کو استحکام حاصل ہو، قومی یک جہتی ہو، ہم سب ایک ہیں اور ہم سب بھائی ہیں ایک دوسرے کے معاون ہیں اگر یہ نصاب منظور کیا گیا تو اس سے ہمارے استحکام، ہمارے اتحاد اور فکری اتحاد کو ٹھیس پہنچے گی اور یہ چیز سیاسی، اقتصادی اور مذہبی ہر لحاظ سے پاکستان کے لیے نقصان دہ ہوگی میں نے تحریک التوا ۲۴ نمبر پہ پیش کی تھی لیکن بدقسمتی سے میں اس دن بیمار تھا میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر جناب سپیکر صاحب اس تحریک التوا کو منظور فرما کر بحث کرنے کی اجازت عطا فرما دیں تو میں ممنون ہوں گا۔ میرے خیال میں تحریک التوا باضابطہ نمبر ۵۲ کے تحت پیش ہو سکتی ہے۔

مسٹر سپیکر: آپ کی اس تحریک التوا کے نوٹس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

مولانا عبدالحقؒ: جناب میں تو حاضر نہیں تھا۔ اس پر آپ ضابطہ نمبر ۵۲ کے تحت دوبارہ غور فرمالیں۔

مسٹر سپیکر: ایک دفعہ جو فیصلہ ہو جائے تو اس کو از سر نو زندہ کرنا مشکل ہے۔

مولانا عبدالحق: جناب والا! یہ دینی مذہبی اور بڑا اہم مسئلہ ہے اور ہم پاکستان کے استحکام کے متعلق حلف اٹھا چکے ہیں۔ جب ہم نے دیکھا کہ لوگوں میں انتشار پیدا کیا جا رہا ہے تو پھر ہمیں متحد کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیئے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم تمام پاکستانی اور جو بھی مسلمانوں کے ساتھ وابستہ طبقات ہیں وہ نظریات میں متفق ہوں اور ان میں کوئی انتشار نہ ہو اس سے قوم میں بڑا انتشار پیدا ہوگا اگر آپ آج مناسب فرمائیں یا پھر کسی وقت میں یہ تحریک کریں کیونکہ میں اس دن حاضر نہیں تھا اس لیے باضابطہ نمبر ۵۲ کی بنا۔ پر میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کسی وقت کے لیے منظوری فرما دیں۔

مسٹر سپیکر: مولانا عبدالحکیم صاحب نے بھی اس قسم کی تحریک پیش کی تھی وہ بھی منظور نہیں ہوئی تھی اس کے متعلق وجوہات دفتر کی طرف سے لکھ کر بھیج دیں گے۔

مولانا عبدالحق : کیا ہم درخواست دفتر کی طرف سے دوبارہ پیش کر دے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے جناب۔

مسٹر سپیکر ، جی دفتر والے بھیج دیں گے ۔ میں تو مشورہ نہیں دے سکتا۔ اسمبلی کے قواعد کے مطابق مجھے اختیار ہے کہ میں آپ کو اجازت دے دوں کہ آپ کی جو تحریک رد ہو چکی ہے اس کو آپ نئے سرے سے پیش کر دیں۔

مسٹر سپیکر۔ مولانا عبدالحق صاحب ، آپ نے دوسری دفعہ تحریک التواء ۱۲ کی تحریک کی ہے یہ شیعہ نصاب کے متعلق ہے ۔ آپ نہایت مختصر انداز سے قاعدے کی رو سے یہ جواز پیش کریں کہ وہ کون سے قاعدے اور ضابطے کے تحت اسمبلی میں آسکتی ہے ؟

مولانا عبدالحق ، جناب سپیکر صاحب یہ تحریک قاعدہ ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۴ کے تحت زیر بحث آسکتی ہے ۵۲ یہ ہے کہ کسی حالیہ معاملہ کے متعلق ہو تو شیعہ نصاب کی تجویز حالیہ ہی ہے ۔ ۵۳ یہ ہے کہ عوامی ہے تو یہ تحریک کا معاملہ نصاب تعلیم سے متعلق ہے اس کی لپیٹ میں شیعہ سنی پوری آبادی آسکتی ہے ۔ اور ساری قوم پر اثر انداز ہو سکتی ہے ۔ اس لیے عوامی ہے۔

۵۴ یہ ہے کہ کسی حتمی معاملہ کے متعلق ہو تو تعلیمی نصاب کی شیعہ سنی بنیاد پر تقسیم ایک حتمی معاملہ ہے ۔

وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ ؛ جناب والا آپ کی اجازت سے میں مولانا صاحب کی توجہ پر سوں کے وقفہ سوالات کی طرف دلانا چاہتا ہوں غالباً مولانا صاحب کو یاد ہو گا کہ ایسا ہی سوال مولانا مفتی محمود صاحب نے کیا تھا اب مولانا عبدالحق صاحب تیسری مرتبہ اس تحریک التوا کو پیش کر رہے ہیں حالانکہ جس فیصلہ کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ کوئی فیصلہ نہیں ہے میں نے اس قدر کہا تھا کہ دینیات کے سلسلہ میں یکم اکتوبر سے نیا نصاب آرہا ہے ۔ صدر صاحب نے صرف اس قدر بات کی ہے اور اجازت دی ہے کہ اس بارے میں ایک کمیٹی فیصلہ کرے جس میں دونوں طرف سے علماء ہوں جن میں غالباً مولانا صاحب بھی شامل ہوں گے اور مولانا کوثر نیازی اس کمیٹی کے چیئرمین ہوں گے ۔ یہ کمیٹی یکم اکتوبر تک فیصلہ کر دے گی اس لیے مولانا صاحب سے گذارش کروں گا کہ اس وقت تک اس تحریک التوا کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ان کو اس سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہونی چاہیئے۔

مولانا عبدالحق : سپیکر صاحب یہ تو اخباروں میں آچکا ہے اور ساری قوم کو اس پر تشویش ہے ۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ، جناب ! میں مولانا عبدالحق صاحب کی تحریک التوا کی تائید میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

مسٹر سپیکر ، میں مولانا عبدالحق صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر اس معزز ایوان کا ایک معزز وزیر یقین دلا دے کہ ابھی فیصلہ حتمی نہیں ہے کمیٹی فیصلہ کرے گی تو کیا وہ تحریک واپس لے سکتے ہیں بعد میں اگر ایسا وقوعہ پیش آجاتے تو پھر آپ کر سکتے ہیں۔

مولانا عبدالحق ، میرا مقصد بحث کرنا نہیں صرف سمجھنا مقصود ہے یہ تو معلوم ہے کہ شیعہ حضرات الگ نصاب تعلیم جاری کرانے کا مطالبہ کر چکے ہیں وزیر تعلیم نے جس کمیٹی کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق کوئی قطعی یقین دہانی ہو جاتے کہ وہ ایسا فیصلہ نہیں کرے تو تب مجھے اطمینان ہوگا۔

مسٹر سپیکر ، نہیں وہ کہتے ہیں کہ فیصلہ کرے گی تو معزز ارکان اسمبلی کو قدرتی طور پر اطمینان کرنا چاہیئے ۔

شاہ احمد نورانی ، جناب سپیکر اگر ــــــــــــ

مسٹر سپیکر ، بحث کی اجازت اس لیے نہیں دے سکتا ــــــ تو کیا مولانا میں یہ سمجھوں کہ آپ نے تحریک واپس لے لی ہے ۔

مولانا عبدالحق : جناب عالی اگر وزیر تعلیم کی یقین دہانی ہو جاتے کہ کمیٹی جو بھی نصاب بنائے گی اس میں تقسیم نہیں ہوگی ــــــ ملکی سالمیت اور اتحاد مقصد ہے ۔

مسٹر سپیکر : وہ اس وقت نہیں کہہ سکتے کہ کمیٹی کس طرح فیصلہ کرے گی تو جس بات کا فیصلہ نہ ہوا ور ہو سکتا ہے کہ آپ خود بھی فیصلہ کرنے والوں میں ہوں تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے تو اس لیے تحریک کو زیر بحث لانا بے کار ہے۔

شاہ احمد نورانی ، مولانا عبدالحق صاحب کا مقصد یہ ہے کہ کمیٹی کا عذر کرنا ہی ملک میں افتراق پیدا کرنا ہے اور ملکی سالمیت کے خلاف ہے :

مسٹر سپیکر ، میں کہہ رہا ہوں کہ تحریک اس وقت پیش نہیں کی جاسکتی ۔ کیونکہ واقعہ وقوع پذیر ہو چکا ہے ۔ اس لیے میں اس تحریک التوا کو مسترد کرتا ہوں۔

شیعہ سُنی نصاب کی تحریک کا فیصلہ اور مولانا عبدالحق مدظلہ کی تحریک التوا

سرکاری تعلیمی اداروں میں شیعہ سنی نصاب دینیات کی علیحدگی کے یک طرفہ فیصلہ کی خبریں آچکی ہیں یہ چیزیں سنی مسلمانوں کے لیے اعتقادی فکری اور ملک کو سیاسی و اقتصادی لحاظ سے سراسر نقصان دہ ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ایسے اہم اور قومی مسئلہ کو قومی اسمبلی میں زیر غور لانے کے لیے ۱۱ ستمبر ۱۹۷۵ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں تحریک التوا پیش کی جیسا کہ ۲۱ اور ۲۵ اگست ۱۹۷۶ء میں حضرت شیخ الحدیث نے متعدد بار قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو اٹھایا اور اس وقت کے وزیر قانون و تعلیم جناب پیرزادہ صاحب نے یقین دلایا کہ ایسا کوئی فیصلہ مکمل غور و خوض اور اتفاق رائے کے بغیر

نہیں کیا جاتے گا اور اب جب کہ کچھ شیعہ رہنما اور حکومت کے درمیان ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں اس فیصلہ کو آخری شکل دینے کا اعلان کیا گیا تو حضرت شیخ الحدیث چاہتے تھے کہ ملک کا واحد نمائندہ با اختیار ادارہ میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث ہو اور ایک قومی مسئلہ کے ہر اچھے بُرے گوشوں کو نمایاں کیا جا سکے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اپنی تحریک التوا میں کہا ہے کہ:

شیعہ سنی نصاب کی علیحدگی اور دینیات کے نصاب کو از سر نو ترتیب کرنے پر بحث کی جائے۔ کیونکہ اس فیصلے سے ملک کی قومی یک جہتی متاثر ہو رہی ہے اور ملک کی ۹۵؍ فیصد سنی مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی حق تلفی ہو رہی ہے اسے بھائی چارے کی فضا خراب ہو جائے گی اور ہمارے ملی اتحاد کو ٹھیس پہنچ کر یہ بات قومی و ملکی سالمیت کے لیے خطرات کا باعث بن سکے گی اور یہ مسئلہ ہماری سیاسی اعتقادی اقتصادی فکری اور قومی زندگی پر اثر انداز ہو سکے۔ اس لیے اس سے زیر بحث لایا جائے۔

اس دن جناب پیرزادہ صاحب وزیر تعلیم ایوان میں موجود نہیں تھے تو پارلیمانی امور کے وزیر مملکت ملک محمد اختر کو تحریک کے خلاف ضابطہ ثابت کرانے کا کام سپرد تھا۔ جناب ملک اختر نے تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے جو کچھ کہا وہ مغالطوں اور تضادات کا ایک شاہکار تھا انھوں نے کہا کہ:

۱۹۷۱ء میں شیعہ کمیٹی کے مطالبات پر نیازی کمیٹی نے رپورٹ مرتب کی تھی ہم ایک متفقہ فارمولے پر پہنچے دونوں فرقوں کے رہنماؤں نے اتفاق کیا اس لیے یہ حالیہ نہیں ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے اور یہ قومی و عوامی مفاد کا مسئلہ بھی نہیں کہ ہم اس پر یہاں بحث کریں۔

مولانا عبدالحق صاحب: سپیکر صاحب ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو فیصلہ ہوا لہٰذا یہ حالیہ واقعہ ہے سپیکر صاحب جی ہاں میں نے اس کی یہ بات نہیں مانی چونکہ یہ ابھی ہوا ہے اس لیے وہ یہ ثابت کریں کہ اس سے قومی مفاد اور ہماری فکری و ذہنی زندگی متاثر نہیں ہو سکتی۔ مولانا عبدالحق صاحب وزیر صاحب نے کہا ہے کہ یہ شیعہ سُنی کے رہنماؤں کے اتفاق سے ہوا ہے نہیں بلکہ ۱۶ شیعہ نمائندے اور دو حکومت کے نمائندے تھے کوئی سُنی عالم اس فیصلے کے وقت نہیں تھا یہ جھوٹ کہتے ہیں۔

جناب سپیکر صاحب: وہ کہتے ہیں کہ قومی یک جہتی کو نقصان نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبدالحق صاحب: یہ عجیب ہے کہ ۹۵؍ فیصد سُنی مسلمانوں کے عقائد کو ذبح کیا جا رہا ہے اور اگر ملک کو دو ٹکڑے کرنے والے غدار ہیں ملک دشمن ہیں تو ہمارے مذہب کے لحاظ سے قوم کو ٹکڑے کرنے والے کیوں غدار نہیں۔

مفتی محمود صاحب: سپیکر صاحب یہ تو واضح بات ہے کہ شیعہ سُنی قدیم سے سکولوں میں یکجا پڑھتے آ رہے ہیں یہ چیز اتحاد کا مظہر ہے اب جب الگ بیٹھیں گے الگ پڑھیں گے تو سن شعور ہی کے پہلے دن سے اپنے آپ کو الگ سمجھنے کا احساس ابھرے گا دوسری بات یہ کہ آٹھویں جماعت تک ایسا نصاب ہوگا جو مشترکہ ہوگا۔ اور خلفاء راشدین کا ذکر اس میں نہیں ہوگا۔

سپیکر صاحب: چونکہ پیرزادہ ایوان میں نہیں کل انہیں آنے دیں اس وقت مولانا صاحب کی تحریک ملتوی رکھی جائے ورنہ بحث غلط ہوتی جا رہی ہے اس مرحلہ پر مولانا نورانی نے بھی اٹھنا چاہا مگر سپیکر صاحب نے انہیں کل تک اس بحث کو ملتوی رکھنے کا کہا۔ اور تحریک کل پر چھوڑ دی گئی۔

دوسرے دن ۱۲ دسمبر ۱۹۷۲ء شام کے اجلاس میں مولانا عبدالحق صاحب نے پیرزادہ صاحب کی موجودگی میں تحریک التواء دوبارہ پیش کر دی جناب پیرزادہ صاحب نے جوابی تقریر میں اصل مسئلہ علیحدگی سے گریز کرتے ہوئے فیصلہ کو عملی شکل دینے کی صورت حال پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب: جناب سپیکر صاحب! میرے دوست مولانا عبدالحق صاحب نے جو تجویز اور تحریک کی ہے اس سے کوئی نتیجہ یہ کہنے کا نہیں نکلتا کہ ان کا کوئی نمائندہ نہیں۔ کمیٹی میں اسلامیات کے تحت نصاب کو مدون کرنے کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی۔ اس میں شیعہ علماء بھی ہیں اور سُنی علماء بھی، سُنی علماء میں مولانا محمد بخش مسلم، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا ضیاء القاسمی، پروفیسر محمد احمد قاضی حیدرآباد۔ ڈاکٹر عبدالواحد، قاضی مجیب الرحمٰن سنی علماء کے نمائندہ ہیں۔

وزیر صاحب نے مزید کہا کہ اگر معزز ممبر چاہیں تو یہ نصاب دیکھ سکتے ہیں۔ وزارت تعلیم میں تشریف لا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہ نصاب دونوں طرف سے تجویز متفقہ فارمولے کے مطابق ہوگا۔ ایک نصاب مشترکہ ہوگا ایک الگ مگر کلاس ساتھ ہوگی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس طرح تعلیم دیں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم الگ ہیں۔ اس لیے مولانا صاحب اسے فی الحال ملتوی رہنے دیں اگر خامی معلوم ہوگی تو وہ بتا سکتے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب: جناب سپیکر صاحب! مجھے چند معروضات کی اجازت عطا کریں۔ بات یہ ہے کہ اس وقت اس میں کوئی شک نہیں کہ ملی اتحاد کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے وقت میں یہ مسئلہ نہ اٹھایا جاتا جبکہ ایک مسئلہ (قادیانی مسئلہ) کو قومی اسمبلی نے حل کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے اچھی فضا قائم ہو گئی تو آپس میں نزاع والی باتیں نہ چھیڑی جائیں تو بہت

بہتر ہے تو اہل سنت والجماعت نے نصاب تعلیم کی علیحدگی کا مطالبہ کبھی بھی اور ہرگز نہیں کیا بلکہ ہمارے شیعہ بھائیوں نے کیا ہے تو میری گذارش یہ ہے کہ جب نصاب پر دونوں کا اتفاق ہے اور ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس میں اختلاف یا کسی فریق کی دل آزاری ہو تو پھر ایسا مطالبہ کیوں کیا جا رہا ہے۔

آٹھویں کلاسوں تک قرآن اور اخلاقیات کا ذکر ہوگا نماز کا ذکر ہوگا مگر سیرت وسوانح کا نہیں پھر اگر نماز بھی ایک ہے اخلاقیات بھی ایک تو علیحدہ کا مقصد کیا۔

شیعہ ہمارے بھائی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت ہمیشہ رواداری سے کام لیتے ہیں۔ سابقہ برسوں میں شیعہ بھائیوں کی وزارت اعظمی اور صدارت تک کو بھی بخوشی برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔

سپیکر صاحب: مولانا ابھی میں اس بحث کی ہرگز اجازت نہیں دونگا۔

مولانا نورانی صاحب: جناب مولانا تو رواداری کی بات کر رہے ہیں کہ اسے قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب: ہماری طرف سے نصاب کی علیحدگی کا کوئی مطالبہ نہیں۔

پیرزادہ صاحب: سپیکر صاحب یہ درست نہیں ہے یہ کہ ہم کس چیز پر بحث کر رہے ہیں۔

مفتی محمود صاحب: کیا وزیر موصوف کے لیے کوئی قانون یا ضابطہ نہیں مولانا صاحب بول رہے اور یہ آپ سے اجازت لیے بغیر جب چاہیں کھڑے ہو جائیں۔

پیرزادہ صاحب: مولانا صاحب بولتے جا رہے ہیں اور میری نہیں سنتے۔

سپیکر صاحب: مولانا صاحب وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ آپ کے خدشات درست نہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب: سپیکر صاحب گزارش یہ ہے کہ

سپیکر صاحب: میں ایوان میں اس پر بحث کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔ ایک مسئلہ ختم ہو چکا ہے دوسرا مسئلہ یہاں زیر بحث لانے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا (حالانکہ مولانا یہی چاہتے تھے کہ یہ مسئلہ ملک بھر میں اٹھایا ہی نہ جائے مرتب) مگر اس مرحلہ پر سرکاری بنچوں نے سپیکر صاحب کے الفاظ پر تالیاں بجائیں۔

مفتی محمود صاحب: جناب والا ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ پیدا نہ ہو۔ یہ تالیاں قوم کو لڑانے پر بجائی جا رہی ہیں ہم لوگ صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں مگر آپ قوم کو الگ الگ کر رہے ہیں۔

پیرزادہ صاحب: میں سب دکھا سکتا ہوں وزارت تعلیم میں آیئے آپ کو غلط نظر آتے تو ؟

مفتی محمود صاحب، ہم چاہتے ہے کہ اختلافات بالکل پیدا نہ ہوں ہم شیعہ سُنی ایک یونٹی ہیں ہم قوم کو اختلاف میں دھکیلنا نہیں چاہتے، مشترکہ نصاب سے خلافت راشدہ کا باب نکالا جا رہا ہے۔

سپیکر صاحب، مولانا عبدالحق صاحب! آپ نے تحریک میں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس بات سے قومی یکجہتی متاثر ہو رہی ہے۔ محض ہوا میں معلق ایک تحریک پیش کر دی ہے لہٰذا میں اسے مسترد کرتا ہوں۔

اس مرحلہ پر ایوان میں مولانا عبدالحق مدظلہٗ مفتی محمود صاحب اور وزیر تعلیم میں خاصی گرما گرمی پیدا ہوئی اور دونوں ایک دوسرے پر قوم کو الگ کرانے کے الزامات دہراتے گئے مگر یہ فیصلہ تو آگے چل کر حالات اور تاریخ سے ہو سکے گا کہ نصاب تعلیم کے ذریعہ علیحدگی اور انتشار کی بنیاد ڈالی گئی یا نہیں۔ اور یہ کہ اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ مگر مولانا عبدالحق اور ان کے ساتھی ارکان نے ایک نازک قومی مسئلہ پر اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی۔

شیعہ فرقہ اور نصاب دینیات

بنام وزیر تعلیم، نوٹس ۳۰، اگست ایس کیو ڈی ۱۷۱

۱۔ کیا وزیر تعلیم وضاحت فرمائیں گے کہ شیعہ فرقہ کے لیے دینیات کے الگ نصاب سے قومی یکجہتی اور اتحاد پارہ پارہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ کیا اس طرح آبادی کی تناسب اور شرح کے مطابق اکثریتی طبقہ (اہل سنت) ملازمتوں وغیرہ میں تناسب سے حصہ دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

۳۔ اور کیا اس طرح ۹۵ فیصد آبادی پر شیعہ فرقہ مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرے گی؟ (اسلام کا معرکہ ص۳۰)

مسلماں کے دل مردہ کو تو نے زندگی دی ہے
ترے فکرِ منوّر نے جہاں کو روشنی دی ہے
خدا خوفی تیرے قلب و نظر کی سب کے کام آئی
کہ دین حق کے فرزانوں کو تو نے بے خودی دی ہے
فضائے کفر میں تو جادۂ توحید کا سالک
ترے کردار نے تاریکیوں کو روشنی دی ہے

علماء آخری دم تک عائلی قوانین کی تنسیخ کیلئے لڑتے رہیں گے

دارالعلوم حقانیہ میں اسلامی گروپ کے ارکان سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا خطاب

اکوڑہ خٹک ۔ انگریز کی دور غلامی میں بھی مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت نہیں کی گئی ۔ اور نہ غیر اسلامی قوانین کو اسلام کا نام دیاگیا ۔ یہاں پاکستان میں غیر اسلامی چیزوں کو اسلام کا نام دے کر مسلمانوں کے جذبات اور قرآن و حدیث کے متفقہ اجماعی مسائل کو چیلنج کیا جا رہا ہے ۔ عائلی قوانین اور اس طرح کے دیگر امور کو اسلام کے مطابق قرار دینا شراب کی بوتلوں پر "فیہ شفاءٌ للناس" کا لیبل لگانا اور زہر کو آب حیات کا نام دینا ہے ۔ یہ ہیں وہ الفاظ جو یہاں دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں منعقدہ ایک اجتماع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے قومی اسمبلی میں مشرقی پاکستان کے اسلامی گروپ کے بعض ارکان کے سامنے عائلی قوانین پر تقریر کرتے ہوئے کہا ۔ حضرت شیخ الحدیث سے قبل قومی اسمبلی میں عائلی قوانین کے تنسیخی بل کے محرک مولانا عباس علی خان صاحب اور مولانا اے ۔ کے یوسف وغیرہ نے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایا ۔ اور یہ اعلان کیا ۔ کہ اسمبلی میں ایک ایک غیر اسلامی دفعہ اور قانون کے خلاف مرتے دم تک جنگ جاری رہے گی ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنی تقریر میں ملک کے عائلی قوانین کے صریح قرآن وسنت کے خلاف ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی گروپ کے ارکان مولانا مفتی محمود صاحب ۔ مولانا عباس علی خان صاحب وغیرہ کو دینی مساعی پر زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اسمبلی کے تمام ارکان سے عائلی قوانین کے قطعی منسوخ کرنے کی اپیل کی ۔ انہوں نے اعلان کیا کہ علماء آخری دم تک اپنے فریضے سے نبرد آزما ہوتے رہیں گے ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ۔ کہ جو لوگ اسلام کو پسند نہیں کرتے وہ اسلام میں کانٹ چھانٹ اور دین میں مداخلت اور تحریف کرنے کے بجائے صاف طور سے اپنے لادینی عزائم کا اظہار کر دیں ۔ اور اعلان کر دیں ۔ کہ ہمارے عزائم ملک کو لادینی مغربی ریاست بنانا ہے ۔ اسلامی محاذ کے ارکان نے اس سے قبل دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبوں اور تعلیمی و تعمیری انتظامات کا معائنہ فرما کر انتہائی سرور اور اطمینان کا اظہار کیا ۔ اور دوران قیام میں انہوں نے مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے درس حدیث شریف میں بھی شمولیت کی ۔

◆

اسلام
اور
عصر حاضر
از قلم
مولانا سمیع الحق

سترہ ابواب اور ۴۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں عصر حاضر کے تمدنی، معاشرتی، معاشی، سائنسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں کا تعاقب اور نئے دور کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بیباک قلم سے کتاب بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک ہے ۔

چند اہم ابواب یہ ہیں ؛ ۔ ٭ بیسویں صدی کی مادہ پرست تہذیب اور عالم اسلام پر اسکے اثرات ۔ ٭ عورتوں کے حقوق اور بے پردگی کا مسئلہ ۔ ٭ خاندانی منصوبہ بندی ٭ عائلی قوانین ٭ تجدد اور استشراق کی تحریک اور فتنے ۔ ٭ اسلام اور سائنس ٭ علمی و دینی فتنے ٭ قادیانیت ٭ فتنۂ انکار حدیث ٭ فتنۂ رفض و انکار صحابہؓ ٭ بہائیت ٭ اسلامی معاشیات ٭ قرآن کریم اور سیرت رسول ٭ اسلامی دستور اور قانون سازی ٭ اصلاح معاشرہ ٭ عروج و زوال ٭ عالم عرب کا المیہ ٭ پاکستان کا سیاسی و آئینی بحران ٭ حاملین علوم نبوت ٭ تعلیم و تربیت ٭ نظام و نصاب تعلیم — ہر باب و سیوں ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے — یہ کتاب آپکو ایمانی غیرت سے سرشار کریگی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے آپ کی رہنمائی بھی ۔ قیمت اخراجات کے لحاظ سے بالکل مناسب صرف ۳۰ روپے علاوہ خرچہ ڈاک ۔

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور) پاکستان

لارنس پور اُونی پارچہ جات کو پہننے کے لئے دِلکش بناتا ہے

درجنوں دیدہ زیب پارچہ جات
سینکڑوں ڈیزائن اور شیڈز

لارنس پور

خالص اُونی اور بلینڈڈ اُونی – حسین فیشن پارچہ جات کا وسیع مثالی انتخاب !

Gaberdine
Savana
LAWRENCEPUR GABERDINE 100% WOO
Lyla
Winter Suiting

برتری کا حامل پہلا اعلیٰ سوٹنگ جس نے
اُون ملبوسات میں مہارت کا عالمی نشان
"وول مارک" حاصل کیا ہے ...
سوانا سے کلاسک بنایئے!

گیبرڈین شاہانہ اور پروقار میرینو سو فیصد خالص اُون
کے ساتھ نہایت عمدگی سے بنایا گیا ہے جو پتلون اور
وضع دار سوٹ کے لیے بہترین ہے۔
جات دیدہ زیب شیڈز میں دستیاب ہے۔

فیشن ملبوسات میں آج بھی نمایاں ترین نام
لائیلا – جو ہر سال آپ کو ملبوسات کا جدید
اور دلفریب انتخاب مہیا کرتا ہے۔
خوابوں جیسے ڈیزائن، رنگ ملکہ جیسے حسین۔

موجودہ موسم سرما کے ملبوسات میں لارنس پور ونٹر سوٹنگ
وول اور وول بلینڈز میں ہلکے وزن اور بھاری سوٹنگ کا
وسیع انتخاب پیش کرتا ہے۔
خوشگوار ڈیزائن اور دلکش شیڈز جو ہر موقع کی
ضروریات کے مطابق ہیں۔

لارنس پور

سے پارچہ بافی میں جمال
خدمت [illegible] سال

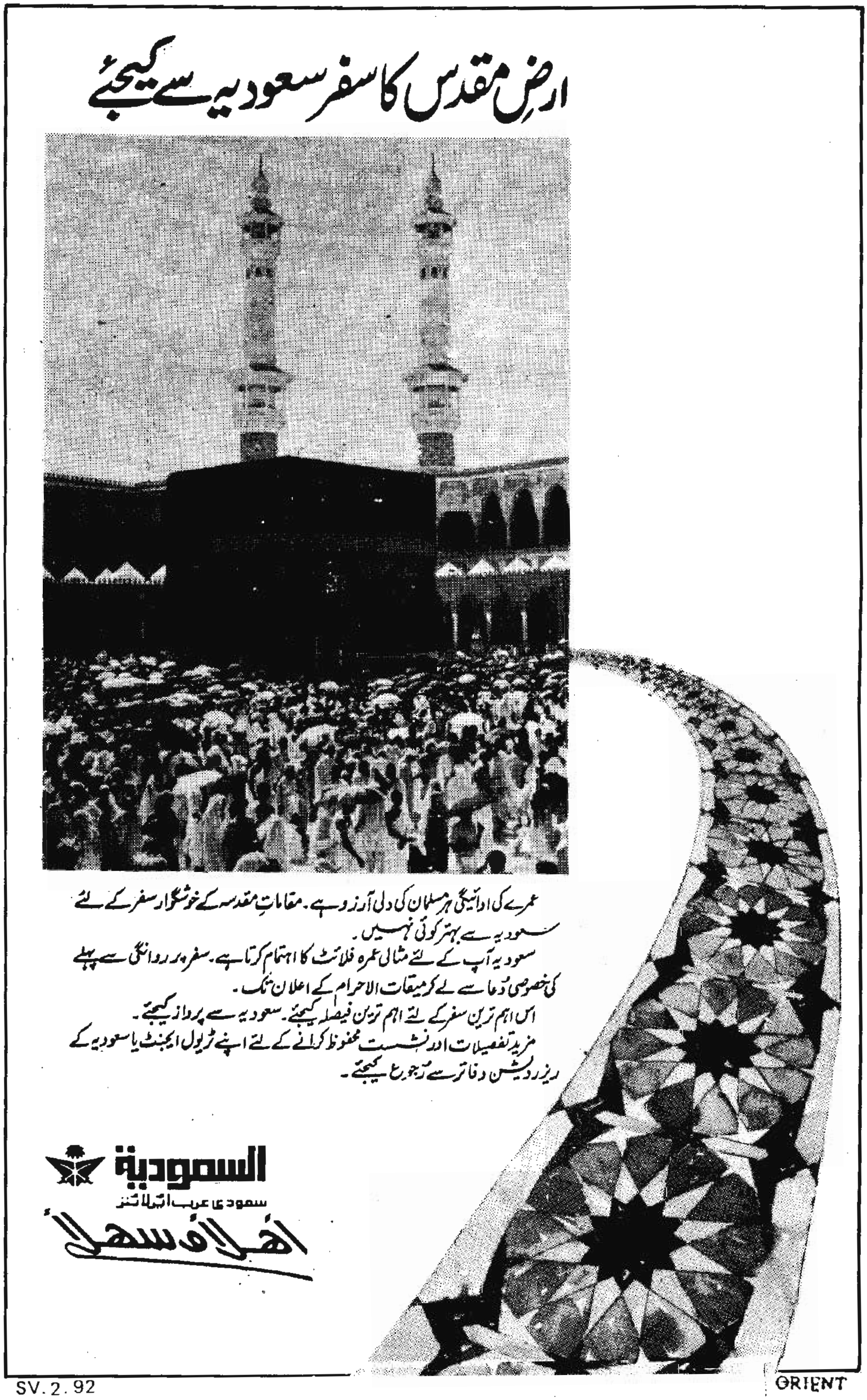

ارضِ مقدس کا سفر سعودیہ سے کیجئے

عمرے کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ مقاماتِ مقدسہ کے خوشگوار سفر کے لئے سعودیہ سے بہتر کوئی نہیں۔

سعودیہ آپ کے لئے مثالی عمرہ فلائٹ کا اہتمام کرتا ہے۔ سفر بر روانگی سے پہلے کی خصوصی دُعا سے لے کر میقات الاحرام کے اعلان تک۔

اس اہم ترین سفر کے لئے اہم ترین فیصلہ کیجئے۔ سعودیہ سے پرواز کیجئے۔

مزید تفصیلات اور نشست محفوظ کرانے کے لئے اپنے ٹریول ایجنٹ یا سعودیہ کے ریزرویشن دفاتر سے رجوع کیجئے۔

السعودية
سعودی عرب ایرلائنز
اھلاً وسھلاً

SV.2.92 ORIENT

اور نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو اور اس راہ میں جو مصائب بھی آئیں اُن کو استقلال کے ساتھ برداشت کرو۔

(لقمٰن ۔ ۱۷)

* * *

بوریوالہ ٹیکسٹائل مِلز لمیٹڈ

داؤد آباد، بوریوالہ، ضلع وہاڑی

مکاتیب

○ مشائخ واکابر علماء دیوبند اور زعمائے ملت کے مکاتیب
ـــــــ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام ۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے مکاتیب

○ ـــــــ اپنے بڑے صاحبزادے مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام ـــ
○ ـــــــ اپنے بعض بزرگوں، اساتذہ اور اکابرین کے نام ـــ
○ ـــــــ احباب و معاصرین اور دارالعلوم کے معاونین کے نام ـــ
○ ـــــــ شیخ الحدیث کا ایک مکتوب اور عقیدتمند کا منظوم جواب ـــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوا علیہ وآلہٖ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شُمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مُروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے باد مِری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضُور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدہ بہاریہ حُجۃ الاسلام نانوتویؒ

ماخوذ فضائل درود شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ
مدفون جنت البقیع المتوفی ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء دوشنبہ بعد عصر
کتبہ الفقیر نفیس الحسینی ۱۴۰۲ھ

مشائخ واکابر علماء دیوبند
اور
زعماء ملت کے مکاتیب

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے نام

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے تلامذہ مستفیدین اور متعلقین و مخلصین میں محبوبیت عطا فرمائی تھی اسی طرح اپنے معاصرین اور اپنے اساتذہ و اکابرین کے بھی محبوب نظر تھے حضرت شیخ الحدیث کے نام اکابر علماء دیوبند، مشاہیر اساتذہ علم شیوخ، اکابر علماء، فضلاء اور معروف سکالروں و دانشوروں کے خطوط آیا کرتے تھے۔ جو تاریخ ساز شخصیتیں تھیں ان کے بھی خطوط بھی تاریخ ساز ہوتے ہیں ان سے مکتوب نگار کے احساسات اور کئی دوسرے صفات و خصائل کے ساتھ مکتوب الیہ کی شخصیت اور احوال و کوائف نکھرتے ہیں۔ جنہیں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ملک و بیرون ملک کے شخصیات کے خطوط کو حروف تہجی کے اعتبار سے فائل کرلیا ہے ہر فائل میں دسیوں خطوط ہیں جب کہ فائلوں کی تعداد بھی سینکڑوں ہے۔ جو دارالعلوم اور الحق کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ اس پورے ذخیرۂ مکاتیب پر کام شروع ہے جو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں شائع ہوں گے ترتیب و کتابت کا کام شروع کردیا گیا ہے تاہم ہم نے یہاں اُن مکاتیب میں سے بعض کا بطور نمونہ انتخاب کیا ہے تاکہ ضخامت بھی نہ بڑھنے پائے اور قارئین کو بھی افادہ ہو اور انہیں اپنے ذوق کی تسکین اور دلچسپی کا سامان بھی مل سکے۔

یقین ہے قارئین ہمارے اس انتخاب اور گلدستہ مکاتیب کی قدر کریں گے اس لئے کہ یہ ان لوگوں کے مکاتیب اور خلوص بھری تحریریں ہیں جو علم و عمل، اخلاص للہیت، طہارت و تقویٰ اور ظاہر و باطن کے توافق کے لحاظ سے اپنے زمانے کے ممتاز اور عہد آفریں شخصیات اور کی حیثیت رکھتے تھے ان مکاتیب سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح اخلاق، علمی عظمت، دارالعلوم حقانیہ اور اس کیساتھ زعماء ملت کے قلبی تعلق، دعاؤں و توجہات ادارہ اور خود حضرت شیخ الحدیث کی خدمت دین، وسعتِ تعلق، احترام اساتذہ و اکابر، شان محبوبیت اور ارباب علم و فضل سے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مکتوبات پر حواشی مولانا سمیع الحق کے ہیں اور "س" سے اشارہ ان کی جانب ہے یہ حواشی کافی عرصہ قبل لکھے گئے ہیں۔ (ع ق ح)

مکاتیب طیب

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

> حضرت حکیم الاسلامؒ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام خطوط اور روح پرور مکاتیب بھی ایک مستقل ضخیم کتاب بن سکتے ہیں مگر زیر کے مجموعہ ضخامت کے پیش نظر بعض اہم مکاتیب کا انتخاب کیا جارہا ہے۔

①

گرامی خدمت جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ

بعد سلام مسنون آنکہ گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں جناب نے جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حسن کارکردگی کا ثبوت دیا ہے خدام دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں۔ اور آئندہ کے لئے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی۔ اگر ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے چنانچہ جناب کی قابلیت شہرت اور مقبولیت کے پیش نظر یکم محرم الحرام ۱۳۶۳ھ سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے۔ اور یکم ہی سے جناب کی اصلی تنخواہ مبلغ ساٹھ ۶۰ روپے ماہوار جاری کی جاتی ہے۔ اطلاعاً تحریر ہے۔

②

محترم و معظم حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم۔ گرامی نامہ نے سرفراز فرمایا۔ الحمدللہ آپ کے بے ریا خلوص جذبۂ خدمت اور سمع و طاعت کا اعتراف میرے صحیفۂ قلب پر ثبت ہے آپ کی ذات میرے لئے ایک نمونہ ہے۔ اگر ہم سب دارالعلوم کے دائرہ میں ایسا ہی نمونہ پیش کریں۔ تو ہماری ترقی کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے۔

مجلس انتظامیہ نے آپ کی استقلال کی پرزور سفارش کی ہے۔ امید ہے کہ شوریٰ میں قطعی کامیابی ہوگی ——— بحمدللہ خاندان میں خیریت ہے۔ دارالعلوم میں صحت کی رفتار اچھی ہے۔ شہر میں ہیضہ کے واقعات ہو رہے ہیں۔ دعائے خیر فرمایئے۔ محمد اعظم سلمہ کی حالت اب پہلے سے بہتر ہے

عزیزی قاری محمد سالم سلام عرض کرتا ہے۔ حضرت والد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون و استدعاد عا عرض فرما دیجئے۔ ۱۷ ۹/۶۲ھ

③

برادرم محترم زید مجدکم السامی

بعد سلام مسنون عرض ہے۔ گرامی نامی مورخہ ۶ ۱۰/۶۲ھ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ آپ عریضہ دیکھ کر روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ ۱۶-۱۷ سے اسباق شروع ہو جانے کا احتمال اور سعی بھی ہے۔ اس لئے پہلے پہنچ جانا ضروری ہے۔ میرا عریضہ آپ کو انشاءاللہ پرسوں گیارہ شوال کو مل جاوے گا۔ آپ جمعہ تک دیوبند پہنچ جائیں، اسباق سے پہلے امتحان داخلہ وغیرہ کی ضروریات میں بھی حضرات اساتذہ کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔ والد صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام نیاز حضرت نائب[1] صاحب اور دوسرے حضرات سلام فرماتے ہیں۔ ۹ ۱۰/۶۲ھ

④

حضرت المحترم زید مجدکم السامی

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ بحمدللہ مع الخیر رہ کر متدعیٔ خدمت مزاج گرامی ہوں۔ دارالعلوم کی بعض ضروریات کے سلسلہ میں جناب سے چند امور میں گفتگو کرنی ہے۔ اور اس میں عجلت بھی ہے۔ اس لئے درخواست ہے کہ جناب پہلی گاڑی سے دیوبند کا قصد فرمالیں۔ اور عریضہ ملاحظہ فرماتے ہی روانہ ہو جائیں۔ آمدورفت کا کرایہ یہاں پہنچ کر ادا کیا جائے گا۔ اس عریضہ کو اہم سمجھیں اور مہربانی فرما کر روانگی میں عجلت سے کام لیں۔ یہاں کے دوسرے اکابر کے مشورہ سے یہ عریضہ تحریر کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ اور عریضہ دیکھتے ہی قصد فرمایا جاوے گا۔ والسلام ۱۰ ۱۰/۶۲ھ

⑤

حضرت المحترم زید مجدکم

بعد سلام مسنون عرض ہے۔ کل ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ جس میں تشریف آوری کے لئے استعجال ظاہر کیا تھا۔ اب زیادہ عجلت نہیں رہی۔ اس لئے کافی غور و خوض کا موقع ہے۔ چونکہ ابتدائی عریضہ مجمل صرف طلب پر مشتمل تھا۔ اور کل کے عریضہ میں مقصد بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لئے جناب بھی غور فرمالیں۔ اور میرے عریضہ کا انتظار فرمالیں۔

حضرت والد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے اور مزاج پرسی فرما دیجئے مفصل عریضہ دوسرے وقت روانہ کروں گا۔ (۱۱ ۳/۶۲ھ)

⑥

محترم المقام زید مجدکم

بعد سلام مسنون عرض ہے۔ کہ بحمداللہ یہ احقر مع الخیر رہ کر متدعی خیریت مزاج گرامی ہے دارالعلوم میں اسباق شروع ہو چکے ہیں۔ لیکن آپ[2] کے اور مولانا عبدالحق صاحب[3] نافع اور مولانا محمد شریف[4] کے نہ پہنچنے سے سخت ہرج اور نقصان واقع ہو رہا ہے۔ دارالعلوم کی ضروریات کے پیش نظر یہ تجویز ذہن میں آئی ہے۔ کہ آپ اور دو حضرات وہ باہم مراسلت کے بعد کوئی تاریخ متعین فرمالیں اور اس تاریخ میں لاہور پہنچ جائیں۔ لاہور سے ایک تو ہوائی جہاز کی سروس دہلی کو چلتی ہے۔ جس میں عام لوگ سفر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں آپ کا آنا کسی طرح مناسب نہیں ہوگا۔ کہ وہ آپ کو دہلی پہنچائے گی۔ اور دہلی خود خطرناک حالات سے گزر رہی ہے۔ نیز دہلی سے دیوبند پہنچنا بھی بحالات موجودہ سخت مشکل اور خطرناک ہے۔ البتہ لاہور کے بااثر افراد کی کوشش سے فوجی جہاز میں آپ کو جگہ مل جائے تو وہ لاہور سے آپ کو سہارنپور پہنچا دے گا۔ سہارنپور سے دیوبند کا سفر بھی گو کسی حد تک مشکل ہے۔ لیکن بہرحال آمدورفت جاری ہے۔ اور آپ حضرات کا پہنچنا انشاءاللہ ممکن ہو سکے گا۔ لاہور سے سہارنپور تک کے ہوائی جہاز کے کرایہ میں ریل کے تھرڈ یا انٹر کلاس کا کرایہ جو آپ دیں گے۔ آپ کے حساب میں وضع کر کے زائد صرفہ مدرسہ ادا کرے گا۔ امید ہے کہ آپ تینوں حضرات باہم مراسلات کے بعد لاہور پہنچنے کی کوئی تاریخ متعین فرمالیں گے۔ اور لاہور کی اس سعی کی بابت بھی اس میں مشورہ فرمالیں گے۔ اور اگر ارادہ تشریف آوری کا کیا جائے گا۔ تو بذریعہ ہوائی ڈاک یا تار اس کی مجھے اطلاع دی جائے گی۔ مولانا عبدالحق صاحب نافع اور مولانا محمد شریف کا پتہ آپ کو لکھ رہا ہوں۔ تاکہ آپ ان سے براہ راست خط و کتابت کر سکیں۔ مجھے توقع ہے کہ مدرسہ کی موجودہ ضروریات کے پیش نظر آپ بنام خدا سفر کا ارادہ فرمالیں گے۔ اور

---

[1] مولانا مبارک علیؒ نائب مہتمم المتوفی ۱۳۸۸ھ ۱۳۵۰ھ تا وفات نائب مہتمم رہے۔

[2] ۱۹۴۷ء کے ہولناک واقعات نے تقسیم کی شکل میں راستے مسدود کر دیئے۔ مکتوب الیہ مدظلہ بھی تعطیلات رمضان ۱۳۶۶ھ میں گھر تشریف لائے تھے۔ ان تینوں جید اساتذہ سے یکایک دارالعلوم میں جو کمی واقع ہو رہی تھی اس کا پر کرنا امر دشوار تھا۔ اس خط میں بلکہ تقسیم کے بعد بھی کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند سے کافی کوشش جاری رہی کہ یہ حضرات کسی طرح وہاں پہنچ کر تدریسی کام دوبارہ شروع کر سکیں۔ مگر حالات کے غیر یقینی اور مخدوش ہونے کی وجہ سے حضرت مکتوب الیہ مدظلہ کے والد بزرگوار مرحوم ایسے حالات میں دیوبند جانے کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ ادھر مشیت ایزدی کو اسی سرچشمۂ فیض سے دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں ایک نہر جاری کرانا منظور تھا۔ اور بہت جلد بغیر اسباب و سائل پردۂ غیب سے یہ دینی ادارہ ظہور پذیر ہوگیا۔ (س)

[3] علامہ مولانا عبدالحق نافع کاکاخیل

[4] حال شیخ الحدیث مدرسہ خیرالمدارس ملتان۔ (س)

حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے یقین ہے۔ کہ وہ بخیریت آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ دارالعلوم میں بحمداللہ خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی بخیریت ہوں گے۔ والسلام ۳۰ ۱۰/۴۶ ھ

دونوں حضرات کے پتے۔

۱۔ مولانا عبدالحق نافع۔ مقام زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ صوبہ سرحد

۲۔ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری۔ مقام رام۔ پتن کیٹر پوسٹ پلندری ریاست پونچھ کشمیر۔

⑦

حضرت المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ گرامی نامہ صادر ہُوا۔ آپ کی خیریت سے اطمینان ہوا۔ دارالعلوم میں بحمداللہ تو اس پورے[1] دورِ اطمینانی میں امن و اطمینان رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ضلع سہارنپور میں مختلف مواقع پر ہنگامے اور فسادات ہوئے۔ مگر اب پندرہ بیس دن سے الحمد للہ کلی امن وسکون ہے۔ سہارنپور کے موجودہ کلکٹر نے نہایت تندہی اور تدبّر سے کام لیا اور اکرم امن قائم کر دیا۔ اب تقریباً پورے ملک میں بہ نسبت سابق کے امن واطمینان ہے۔ جو کمی ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی دعاؤں اور توجہات سے پوری ہو جائے گی۔ اس دورِ بے امنی میں البتہ جو جانیں آبروئیں، اموال تلف ہوئے ان کا کوئی تدارک نہیں ہے۔ سب سے زیادہ صدمہ دہلی اور مشرقی پنجاب کی تباہی کا ہے۔ صوبہ کا صوبہ ہی اکھڑ گیا۔ دہلی گیارویں مرتبہ اجڑی۔ اور اس کے آثار تمدن برباد ہوئے۔ مگر یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ کہ دارالعلوم اور اس کے کاموں پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ بحمداللہ تعالیٰ تعلیم کا کام بدستور سابق جاری ہے۔ البتہ آپ حضرات کی کمی محسوس ہو رہی ہے آپ کے اسباق باہم بانٹ لئے گئے ہیں۔ دارالعلوم کے اجزاء واعضاء نے قیامِ امن کے لئے کافی مساعی کیں اور فسادات کے رخنے بند کیے والحمد للہ۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کلی امن وسکون دے اور فرقہ وارانہ فسادات سے نجات عطا فرمائے ملک کے ہر فرد کو حقیقی آزادی اور حقیقی آسائش میسر آئے آمین۔ آپ حضرات بہرحال قیامِ امن کے بعد ہی تشریف لا سکتے ہیں۔ دونوں حکومتیں غالباً اس کی سعی تو کر رہی ہیں۔ کہ یہ موانع اٹھ جائیں۔ اور اس کے ساتھ سفر شروع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو درست فرما دیں اور ملک کا ہر ہر فرد اس سعی میں لگ جاوے کہ اس ملک سے منافرت دور کرنی ہے۔ اور امن واتحاد پیدا کرنا ہے۔ اب تک کی پیدا کردہ منافرت[2] نے ملک کو سخت نقصان پہنچایا ہے سیدین مرحومین کا حادثہ حقیقتاً شدید ہوا۔ اللہ کی مرضی تھی۔ مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ دعا میں یاد فرمایا جاوے۔ والسلام ۲۳ ۱/۴۷ ھ

⑧

حضرت مخدومی المحترم زید مجدکم

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا یاد آوری کا ممنون ہوں۔ آپ حضرات کی جدائی شاق ہے۔ مگر مجبوری کیا کیا جاوے۔ تعلیمی سلسلہ میں آپ کے نہ ہونے سے خصوصاً کمی محسوس ہو رہی ہے۔ تاہم اسباق کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اس سال تو گویا تشریف آوری مشکل ہی ہے۔ وقت بھی تعلیم کا اب دو ہی ماہ رہ گئے ہیں۔ حق تعالیٰ عافیت رکھے تو سالِ آئندہ ہی انشاء اللہ آمد ہو گی۔ پرسانِ حال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ یہاں بحمداللہ بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ کل[4] سالم سلمہ کا نکاح ہے بعد جمعہ۔ دعا خیر وبرکت فرمایئے۔ متعلقین کی خدمت میں سلام مسنون۔

طلبہ[5] کی جمعیت کی طرف رسالہ دارالعلوم[6] کا شکریہ پہنچا تھا۔ ان سب سے میرا سلام فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم نافع عطا فرما دے۔ ۱۳ ۲/۴۷ ھ

⑨

حضرت مولانا المحترم دام مجدکم

سلام مسنون! کئی دن ہوئے آپ کا خط ملا تھا۔ میں اسی دوران میں عدیم الفرصت رہا۔ اور چند سفر بھی پیش آگئے۔ اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے اپنے وطن میں جو مدرسہ[7] قائم فرمایا ہے اس کے حالات معلوم کر کے مجھے دلی مسرت ہوئی۔ دل وجان سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس مدرسہ کو ترقی عنایت فرما دے۔ آپ حضرات کو دینی اور علمی خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق میسر ہو۔ اور عام مسلمان دینی علوم سے بہرہ ور ہوں حسب المطلب فارم جدید[8] وقدیم آج کی ڈاک سے ارسال ہے، دستور جدید ابھی تک طبع نہیں ہوا

---

[1] تقسیم پاک وہند کا پرآشوب زمانہ۔ "س"، [2] اور اب تو اس منافرت کے عفریت کی تباہ کاریاں روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو چکی ہیں

[3] دیوبند کے شرفاء میں سے تھے اور حضرت قاری صاحب مدظلہ، کے قریبی رشتہ دار تھے اس پرآشوب دور میں ہنگاموں کے دوران جام شہادت نوش کیا، ایک کا نام سید محتشم تھا۔ دوسرے بھی ان کے سگے بھائی تھے جن کا نام اس وقت معلوم نہ ہو سکا۔

[4] حضرت مدظلہ، کے بڑے صاحبزادے مولانا قاری محمد سالم قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند۔

[5] دارالعلوم حقانیہ کی جمعیۃ الطلبہ مراد ہے۔ [6] دارالعلوم دیوبند کا علمی ودینی ترجمان ماہنامہ دارالعلوم۔

[7] دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ [8] مدرسہ کے تمام دفتری اور انتظامی امور کو مادر علمی دیوبند ہی کی نہج پر چلانا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اس طرح کا غذات طلب کیے جاتے تھے۔

طباعت کے بعد ارسال خدمت ہوگا۔ دارالعلوم میں الحمدللہ خیر و عافیت ہے جناب نائب مہتمم صاحب، اہل دفتر اور تمام پرسانِ حال حضرات سلام فرماتے ہیں۔ اپنی خیریت اور حالات سے گاہ بگاہ اطلاع فرماتے رہیں۔ والسلام، ۲۲ ۱۱/۶۸ھ

⑩

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ نے مجھے ممنون فرمایا۔ آپ کی یادآوری اور محبت وخلوص سے بیحد خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس تعلق ومحبت کو قائم رکھے۔ اور آپ کا یہ محبوب ادارہ ہمیشہ آپ کی خدمات انجام دیتا رہے۔ یہاں بحمداللہ خیر وعافیت ہے۔ اور حالات روبہ اعتدال ہیں۔ دارالعلوم میں سب اساتذہ وطلبہ عافیت سے ہیں۔ جملہ پرسانِ حال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔ والسلام ۱۳-۱-۶۹ھ

⑪

حضرت المحترم زید فضلکم۔

بعد سلام مسنون عرض ہے۔ احقر بحمداللہ مع الخیر ہے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی مع متعلقین بعافیت ہوگا۔ عرصہ سے ارادہ کر رہا تھا۔ کہ مافی الضمیر لکھوں۔ مگر سہو ونسیان کا اللہ بھلا کرے۔ اس محنت سے سبکدوشی رہی۔ آج ایک محرک پیدا ہوگیا۔ اس لئے عرض کرنے کی نوبت آگئی۔ مجھے ایک چوغہ یا لمبے کوٹ کی ضرورت ہے جو عموماً اونی پٹو کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اون پر آستین اور پشت اور سامنے ساز بھی سلا ہوا ہوتا ہے۔ میرے پاس بھی چترال کے پٹو کا ایک چوغہ ہے ابھی مگر وہ پندرہ سال کے استعمال سے اب ناقابلِ انتفاع ہوگیا ہے۔ نئے کی ضرورت ہے کہ یہ چوغے عموماً شتری رنگ کے ہوتے ہیں اس لئے حسب ذیل امور کی رعایت فرما کر ایک چوغہ خرید لیا جائے۔ چوغہ کا رنگ وہی شتری ہو یا بادامی رنگ کا مائل بسفیدی یا سرمئی رنگ جو مائل بسفیدی ہوتا ہے۔ اور اس پر جس ساز یعنی حاشیہ پر بیل داغ اور دامنوں کے کونوں پر بھی (.....؟.....) سلے ہوئے ہوتے ہیں۔ چوغہ کے رنگ سے الگ اور ممتاز ہوں۔ یعنی کپڑے اور ساز کا رنگ ایک نہ ہو، ورنہ وہ ساز نمایاں نہیں رہتا۔

چوغہ کا انداز شیروانی کا سا ہو۔ مگر گھیر یعنی دامنوں کی چوڑائی کافی ہو۔ گھیر اچھا ہو۔ اس میں چار جیبیں ہوں دو نیچے مگر دو سامنے نہ ہوں۔ بلکہ ان کا دہانہ پہلو میں ہو۔ اور دو سینہ پر جس میں گھڑی وغیرہ رکھی جا سکے میرا بدن آپ کے بدن ہی کی پیمائش کا ہے۔ لہٰذا آپ پہن کر اپنے بدن سے اُسے مطابق فرمالیں۔ اکثر بنے بنائے بھی مل جاتے ہیں۔ یا بنوا لیا جائے۔ اس کی جو قیمت ہو بندہ کو لکھ دیا جائے وہ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ چوغہ کے بھیجنے کی صورت یہ ہے کہ جناب یہ چوغہ حسب ذیل پتہ پر بھجوادیں۔ وہاں سے میرے پاس پہنچ جائے گا۔ بشرطیکہ مارچ کے مہینے کے اندر اندر لائل پور پہنچ جائے

حضرت مولانا محمد صاحب لائل پور محلہ سنت پورہ مدرسہ تعلیم الاسلام۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ جب سے یہ چترالی چوغہ پھٹا، روئی کا چوغہ نہیں پہنا جاتا۔ اس لئے تکلیف، دی گئی۔ تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ سب حضرات اساتذہ کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے گا ۹ ۵/۷۲

⑫

حضرت المکرم المحترم زید فضلکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ بحمداللہ مع الخیر رہ کر مستدعی خیریت مزاج گرامی ہوں۔ آج بذریعہ بھائی محمد اختر صاحب لاہور سے چوغہ پہنچا تبرک بھی ہے، تزئین بھی ہے، تجمل بھی ہے اور تذکرہ بھی ہے۔ انتہائی خوشی ومسرت ہوئی۔ جناب کا اتنی توجہ فرمانا اور زحمت فرمانا باعث مسرت وابتہاج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب میں بلندی اور ترقی عطا فرمائے۔ بدن پر بھی مطابق آیا۔ ہر طرح سے اعلیٰ وبہتر ہے۔ اب بے تکلف عرض ہے کہ اس کی قیمت بھی تحریر فرما دی جائے۔ یہاں بحمداللہ تعالیٰ بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ نائب صاحب سلام فرماتے ہیں۔ اور سب طرح خیریت ہے۔ پرسانِ حال حضرات کی خدمت میں سلام فرمادیں۔ آپ حضرات کی جدائی واقعہ یہ ہے، شاق ہے، مگر مرضیٔ خداوندی مدرسہ میں خیریت ہے مدرسہ حقانیہ کے حضرات کو سلام مسنون اور استدعا دعا۔ والسلام ۱۶ ۳/۷۲ھ

⑬

حضرت المخدوم المحترم زیدت معالیکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون۔ آں محترم کے کئی والا نامے شرف صدور لائے اور احقر نے جوابات تحریر کرکے سپرد ڈاک کیے۔ مگر اس والا نامہ سے جو ۱۰ر شوال ۱۳۷۷ھ کا تحریر فرمودہ ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ میرے عرائض دستیاب نہیں ہوئے۔ مخدوما! بندہ تو آپ حضرات کی زیارت کا خود خواہش مند ہے مگر آپ حضرات گھر بلاتے ہیں۔ اور گھر کے دروازہ پر مضبوط قسم کا قفل لگا کر جب ویزہ نہ ملے تو حاضر کس طرح ہوں۔ گزشتہ سال ذی قعدہ کے مہینہ میں ویزہ ملا تھا۔ مگر کئی ماہ کی سعی کے بعد اس سال وہ سعی جو کئی ماہ سے جاری ہے بے سود ثابت ہوئی۔ اس لئے بجز حسرت وافسوس اور کیا کیا جائے۔ میری غرض پاکستان حاضر ہونے سے آپ ہی بزرگوں کی زیارت اور اقرباء سے ملاقات ہوتی ہے، میں تو دل وجان سے حاضری کے لئے مستعد ہوں۔ مگر میرے بس میں کچھ نہیں۔ اس وقت سعی بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ امسال حج کا قصد ہے۔ انشاءاللہ وسط ذی قعدہ میں دیوبند سے روانگی ہوگی۔ جس کے کل ستائیس اٹھائیس دن باقی ہیں۔ اس لئے اب جو بھی سعی ویزہ کے لئے ہو سکتی ہے وہ حج سے واپسی کے بعد ہی ممکن ہے۔ دعاء فرمادیں کہ حق تعالیٰ حج مبرور کے ساتھ مع الخیر واپسی نصیب فرمادیں۔ اور پھر آپ حضرات کی زیارت کا موقع بھی عطا فرمادیں۔ ڈیرہ غازی خاں سے بڑی لڑکی اور کراچی سے چھوٹی لڑکی

باربار لکھ رہی ہیں۔ انہیں بھی یہی لکھا ہے کہ تم لوگ اگر یہاں آسکو تو آکر مل جاؤ۔ میری حاضری سردست جوئے شیر لانے کے برابر ہو رہی ہے۔ بہرحال دعا کا خواستگار ہوں۔ اور زیارت کا خود طلبگار، پرسانِ حال حضرات کو سلام مسنون عرض ہے۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔ والسلام ۱۸ ۱/۷۷ھ

⑭

حضرت المحترم زید مجدکم۔

سلام مسنون، نیاز مقرون۔ تعزیت نامہ باعثِ تسلی ہوا۔ آپ نے اس ہمہ گیر غم میں[1] ہم لوگوں کو یاد رکھا۔ اور ہمارے شریکِ غم ہوئے اس کا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ آپ کے پیغامِ تعزیت سے مجروح دلوں کو بہت تسلی اور تسکین حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت مدنی کو اعلیٰ علیین میں مقامِ کریم بخشے پسماندوں کو صبرِ جمیل دے۔ اور دارالعلوم اور ملک کو حضرت کا بدل نصیب فرمادے آمین۔ امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام۔

⑮

نحمدہٗ ونصلی۔

حضرت المخدوم المحترم زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ـــــ مکرمت نامہ مع عیاد سالم[2] ومسودۂ تقریر[3] شرفِ صدور لایا۔ ہدیہ مسودہ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ وہاں کی قیام میں سیری نہیں ہوئی۔ آپ کو حق تعالیٰ نے جن امورِ خیر کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ حق تعالیٰ برکت دے اور دارالعلوم حقانیہ کو روز بروز ترقیات عطا فرمائے۔

مسودۂ تقریر پہنچ گیا ہے۔ اس قیام کے دوران میں بہت ہی مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ کہ میں اس مسودہ کو دیکھ سکوں۔ ہر وقت لوگ گھیرے رہتے ہیں یا پھر جلسے اور مجامع ہیں۔ تاہم سعی کروں گا۔ کہ اس قیام کے دوران اس مسودہ کو دیکھ سکوں۔ اگر دیکھ پایا تو بذریعہ ڈاک رجسٹری کر دوں گا۔ صاحبزادہ[5] صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ چوعنہ کا بہت بہت شکریہ عرض ہے۔ دعا کا مستدعی ہوں۔ والسلام۔ ۳۱ ۳/۵۸ ھ

⑯

حضرت المحترم زید مجدکم السامی۔

سلام مسنون نیاز مقرون ـــ تقریر کا مسودہ نظرثانی کرنے کے بعد ارسال ہے۔ کاتب نے نہایت ہی ظلم کیا کہ چھوٹے چھوٹے اوراق پر مسودہ لکھا۔ نہ حاشیہ چھوڑا نہ صفحہ پر ڈار رکھا۔ اس لئے مجھے حذف و ازدیاد میں سخت دشواری پیش آئی۔ پھر میری تعبیر پوری طرح ادا نہیں کی اس لئے گویا مجھے سارا مسودہ ازسرِنو خود ہی لکھنا پڑا۔ تاہم باوجود غیرمعمولی مصروفیت کے رات دن لگ کر اسے مرتب کیا۔ کئی راتیں ایک ایک بجے اور دو دو بجے تک جاگ کر مسودہ میں ترمیمات کیں۔ کیونکہ دن میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ رات ہی کو کچھ وقت ملتا تھا۔ اب آپ اسے نہائت احتیاط سے صاف کرائیں سمجھدار قسم کا کاتب ہوگا تو لکھ سکے گا۔ اور پھر مقابلہ کرایا جائے، تب کاتب کاپی نویس کے حوالہ کی جائے۔ نام اس کا "انسانی فضیلت کا راز" مناسب ہوگا۔ یا جو آپ حضرات مناسب سمجھیں۔ ریل پر جانے میں صرف دو گھنٹے باقی ہیں اس لئے بعجلت عریضہ لکھ کر مع مسودہ کے رجسٹری ارسال ہے۔ سب سے سلام۔ امید ہے دیوبند مطلع فرمادیں۔ والسلام ۱۶ ۱۱/۵۸ ھ

⑰

نحمدہٗ ونصلی[6]۔ حضرت المحترم المعظم زیدت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: گرامی نامہ میں احقر[4] کے سفر اکوڑہ خٹک کی تفصیلات دریافت فرمائی گئی ہیں۔ بجواب مکرمت نامہ عرض ہے کہ عرصہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ یاد فرما رہے ہیں کہ میں اکوڑہ کے اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کروں۔ دیوبند بھی مولانا کے کئی والا نامے پہنچے۔ بندہ نے بھی بشرط حاضری پاکستان وعدہ کر رکھا تھا۔ کہ ضرور حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔ چنانچہ کراچی پہنچتے ہی

---

[1] حضرت شیخ الاسلام مولانا سیدنا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز سانحۂ ارتحال پر تعزیتی خط کے جواب میں جو علم و عرفان جہاد و عزیمت کی دنیا کے لئے ایک ہمہ گیر و عالم گیر غم کا واقعہ تھا۔ "درس"

[2] حضرت مولانا محمد سالم قاسمی حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کے فرزند اکبر حال مدرس دارالعلوم دیوبند۔ (س)

[3] دارالعلوم حقانیہ کے تاریخی اجلاس دستار بندی، مورخہ ۷، ۸ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں حضرت حکیم الاسلام نے رات کی نشست میں علم کی فضیلت اور انسانیت کے امتیاز اور شرافت کے موضوع پر ایک نہایت ہی عالمانہ تقریر فرمائی جسے مولانا شیر علی شاہ نے حتی الوسع قلمبند کرنے کی سعی کی پھر حضرت مدظلہٗ کی خدمت میں نظرثانی کے لئے بھیجی گئی۔ حضرت نے باوجود گوناگوں مصروفیات کے نظرثانی ہی نہیں بلکہ اپنے الفاظ میں گویا سارا مسودہ ازسرِنو خود ہی لکھ دیا۔ اور اس کا عنوان "انسانی فضیلت کا راز" تجویز فرمایا۔ جسے احقر نے عنوانات وغیرہ کے ساتھ شائع کیا۔ (س)

[4] احقر راقم الحروف (س)

[5] مولانا محمد سالم صاحب کیلئے۔

[6] یہ خط مشہور عالم اور مجاہد جنگِ آزادی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم کے نام لکھا گیا ہے۔ پچھلے خط میں حضرت کی آمد دارالعلوم حقانیہ کا ذکر آیا ہے ان کے واپس جانے پر ایک مقامی مدرسہ نے حسبِ معمول قاری صاحب مدظلہٗ کی رپورٹنگ ایسے انداز میں کی کہ سب کچھ اپنے کھاتہ میں بلا وجہ ڈالنے کی سعی کی گئی تھی۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم بھی جلسہ دستار بندی میں حسب معمول شریک تھے انہوں نے اخبارات میں یہ غلط رپورٹنگ پڑھی اور قلبی تعلق و محبت کی بناء پر اسکی وضاحت قاری صاحب مدظلہٗ ہی سے کروائی۔ یہ خط ترجمان اسلام میں بھی شائع کروایا۔ اور پھر اصل خط کو اپنے مکتوب ۱۸/۱۲ کے ساتھ ناچیز کے نام ارسال فرمایا۔

احقر نے اطلاع دی۔ مگر دارالعلوم کا جلسہ یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو طے شدہ تھا۔ جس کا اخبارات میں اعلان بھی شائع ہو چکا تھا، ان تاریخوں میں میری شرکت کی کوئی صورت نہیں تھی۔ کہ میں ۲۱ اکتوبر کا دن وہاں گزار سکوں۔ حضرت مولانا نے بکمال عنایت جلسہ کی شائع شدہ تاریخوں کو منسوخ کر کے جلسہ کی تاریخیں ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء رکھیں۔ اور دوبارہ اعلانات جاری کیے۔ چنانچہ احقر ۲۰/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب میں اکوڑہ پہنچا۔ اسٹیشن پر دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ موجود تھے۔ انتہائی محبت و خلوص سے خیر مقدم فرمایا۔ اور میں دارالعلوم کی نو تعمیر شدہ عمارت میں فروکش ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جب دعوت نامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی طرف سے پہنچا تھا۔ تو قیام دارالعلوم ہی میں ہو سکتا تھا۔ کہیں اور ٹھہرنے کے کوئی معنے ہی نہ تھے۔ اکوڑہ کی حاضری کا مقصد بھی محض دارالعلوم ہی کے جلسہ کی شرکت تھی۔ تقریباً چوبیس گھنٹہ قیام رہا۔ اور یہ مدت دارالعلوم ہی میں گزری۔ ۲۱/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب کے اجلاس میں حسب پروگرام شرکت ہوئی اس نشست میں دارالعلوم کے تقریباً ۲۰ فارغ شدہ فضلاء کی دستار بندی ہوئی وہ احقر کے ہاتھوں عمل میں آئی دستار بندی کے بعد تقریباً تین گھنٹہ احقر کی تقریر ہوئی۔ جسے دارالعلوم کے فضلاء نے قلمبند کیا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے تقریر کا یہ مسودہ آدمی کے ہاتھ میرے پاس لاہور بھیجا ہے تاکہ احقر اس پر نظر ڈال کر اس میں ضروری ترمیم و اصلاح کرے۔ دارالعلوم اس کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہرحال اکوڑہ کی حاضری صرف دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ کے لئے ہوئی۔ اس کی دعوت پر ہوئی۔ اور اس میں چوبیس گھنٹہ قیام رہا۔ اور اس کے پروگراموں میں پورا وقت صرف ہوا۔ اس دوران میں مولانا .... نے جامعہ میں حاضری کے لئے کئی بار فرمایا۔ مگر وقت نہیں تھا۔ اس لئے معذرت کرتا رہا۔ لیکن پیہم اصرار پر اتنا عرض کر سکا کہ واپسی میں روانگی کے وقت اسٹیشن جاتے ہوئے پانچ منٹ کے لئے جامعہ کی عمارت میں اتر کر دعا میں شرکت کروں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ چونکہ واپسی کے وقت اسٹیشن کے راستہ میں جامعہ کی عمارت پڑتی تھی۔ احقر اترا جامعہ کے حضرات اساتذہ و طلبہ نے خیر مقدم فرمایا۔ اور سپاسنامہ بھی پیش فرمایا۔ جس کے جواب میں پانچ چھ منٹ میں احقر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے نصیحت کے طور پر چند کلمات بھی عرض کیے اور اسی وقت اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جہاں دارالعلوم کے ذمہ دار اکابر پہلے سے موجود تھے۔ اس طرح یہ سفر پورا ہوا امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام۔ ۱۹ ۸/۷۸ھ

(۱۸)

برخوردار طولعمرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے ہر طرح خیریت سے ہونگے روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا، یاد ہوگا۔ لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ نظر سے گزرا دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جانا ہوا۔ تو ترجمان اسلام کا وہ پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہ، کو دکھلایا تو حیران ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے۔ فرمایا کہ کیا صورت ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں۔ آپ اس کا جواب تحریر فرمادیں۔ تو کسی اخبار کو روانہ کر دیا جائے گا۔ آپ نے اس کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آپ نے جواب مرحمت فرمادیا۔ جو کہ سوال و جواب کی شکل میں ترجمان اسلام میں مطیع الحق کے فرضی نام سے شائع کرا دیا گیا ہے۔ اصلی جواب میرے نام مرحمت فرمایا ہے۔ جو کہ بغرض ثبوت آپ کو روانہ کر رہا ہوں۔ اپنے والد ماجد مدظلہٗ کی خدمت میں پیش کریں۔ اور میرا سلام بھی عرض کر دیں۔ اور دعا کی درخواست بھی پیش کریں۔ اور اپنی خیریت اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں۔ آپ کو لکھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضرور تحریر فرمادیں۔ فرضی نہ ہوں، واقعی ہوں۔ آپ کے نہ ہوں، بلکہ ان کے ہوں۔

واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ بندہ محمد نعیم عفی عنہ، خطیب جامع مسجد، منڈی بہاؤالدین ۱۵/۱۱/۵۸ھ

(۱۹)

حضرت المحترم زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ جو باعث تسلی و طمانیت ہوا۔ آنمحترم کی توجہ فرمائی کا بہت بہت شکرگزار ہوں۔ میرے سابقہ عریضہ میں جس گرانی کا اظہار کیا گیا تھا۔ وہ درحقیقت ..... آپ کی اجازت یا ایماء سے اخبارات میں گئی ہوگی۔ اور وہی بات گرامی نامہ سے واضح بھی ہو گئی کہ یہ رپورٹ آپ کے معائنہ اور اذن سے بالا بالا بھیجدی گئی۔ بہرحال اس گرامی نامہ سے تسلی ہوئی اور میں ان پرچوں کا منتظر رہوں گا جس کے ارسال فرمانے کی طرف گرامی نامہ میں ایماء فرمایا گیا ہے۔ حق تعالیٰ جناب کے مراتب بلند فرمائے امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام ..... عزیز سالم سلمہ الحمد للہ، بعافیت ہیں۔ ان کا سلام قبول فرمایا جائے۔ جناب نائب مہتم صاحب اور مولانا معراج الحق صاحب بھی اس وقت یہیں تشریف فرما ہیں۔ سلام کہتے ہیں ۱۲ ۲/۸۲ھ

(۲۰)

حضرت المحترم زید مجدکم

سلام مسنون نیاز مقرون۔ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ تبریک حج کا شکر گزار ہوں۔ حق تعالیٰ مبارک باد دینے والے بزرگوں کو سلامت باکرامت رکھے آپ ہی جیسے بزرگ فضلاء سے دیوبند کا نام روشن ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمادیں۔ اور آپ کی علمی اور عملی مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے آمین

آپ سے ملنا خود سعادت ہے۔ اور سعادت کا خواہاں کون نہیں۔؟

مگر لئے لیسا آرزد کہ خاک شدہ" کل کراچی کے قصد سے روانہ ہو رہا ہوں دس پندرہ دن کراچی ہی قیام رہے گا۔ دو چار دن ڈیرہ غازی خاں اور دو ایک دن لاہور وغیرہ میں یہی تین مقامات درج ہیں۔ معلوم نہیں کہ نومبر میں ذیقعدہ ملے یا نہ ملے۔ مل گیا تو جلسہ میں حاضری کی سعی کروں گا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت

ہوگا۔ حضرات اساتذہ وارا کین مدرسہ کی خدمت میں سلام مسنون۔

والسلام۔ از دیوبند۔ ۴/۳/۷۸ھ

(۲۱)

محترم المقام زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عرصہ سے آپ کا خط نہیں آیا۔ اور میں پھر اپنے کثیر مشاغل کی وجہ سے آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ بہرحال امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ اور اطمینان کے ساتھ اپنے مشاغل میں لگے ہوئے ہوں گے دارالعلوم کی طرف سے کلکٹر ضلع سہارنپور کے یہاں ان پاکستانی مدرسین کو دیوبند بلانے کے لئے اجازت نامہ کی درخواست دی گئی ہے۔ جنہیں دارالعلوم نے واپس بلانے کی تجویز کی ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی یہ اجازت نامہ آجائے گا۔ آپ اس کے ذریعہ پاکستان سے پرمٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ دارالعلوم میں الحمد للہ خیر وعافیت ہے۔ اپنی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ والسلام۔ ۱۸/۷/۶۸ھ

(۲۲)

حضرت المحترم زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی بعض محرکات کے تحت جس کی طرف منسلکہ مقالہ کی تمہید میں اشارے کیے گئے ہیں۔ یہ مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے۔ جو علماء دیوبند کے مسلک[1] سے متعلق ہے۔ ظاہر ہے، کہ مسلک شخصی اور انفرادی چیز نہیں۔ بلکہ جماعتی بات ہے۔ اور تحریر مسلک میں کسی فرد پر نہیں بلکہ پوری جماعت کے دینی رخ پر حکم لگایا گیا ہے۔ اس لئے یہ تحریر اسی وقت قابل اشاعت ہو سکتی ہے۔ جب جماعت کے اہل الرائے اور اہل بصیرت وفکر حضرات اس کے بارہ میں اظہار خیال فرمادیں۔ اس لئے یہ مقالہ ارسال خدمت گرامی کر کے مستدعی ہوں کہ اسے سرسری نظر سے نہیں بلکہ ناقدانہ طریق پر گہری نظر سے ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اور اس میں جو کمی بیشی یا ترمیم وتنسیخ ذہن سامی میں آئے بے تکلف فرمادی جائے۔ حاشیہ اسی لئے کافی چھوڑا گیا ہے۔ نیز اصل موضوع تحریر یعنی خود مسلک کے بارے میں بھی جو پہلو رہ گیا ہو یا تشنہ ہو اس کا بھی اضافہ فرمادیا جائے۔ یہ اصلاح وترمیم بندہ کے حق میں سعادت وعزت اور جماعت کے حق میں ایک بڑی خدمت ہوگی۔ جس کی اس وقت ضرورت ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے۔ کہ اگر یہ مضمون بحیثیت مجموعی صحیح اور قابل قبول ہو تو چند سطریں بطور توثیق وتصویب الگ سے بھی تحریر فرمادی جائیں۔ جو مقالہ کے ساتھ شائع کی جائے گی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ مقالہ کا یہ بیان کسی کی شخصی اور انفرادی رائے نہیں۔ بلکہ علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہے۔ اور پھر تحریر آنے والی اعلیٰ نسل کے لئے حجت وبرہان اور معیار کا کام دے سکے۔ اگر تاریخ وصولیابی سے پندرہ بیس دن کے اندر اندر جواب گرامی وصول ہو جائے تو بہتر ہے۔ غیر موقت انتظار دشوار اور مخل کار ہوگا۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔

والسلام۔ ۱۸/شوال ۱۳۸۳ھ

(۲۳)

حضرت المحترم المخدوم زیدت معالیکم

سلام مسنون، نیاز مقرون۔ مکرمت نامہ باعث شرف سرفرازی ہوا۔

آپ حضرات سے زیادہ میں زیارت احباب کے لئے بے چین ہوں۔ ویزہ ملنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ قضاء وقدر سے مل گیا۔ تو صرف دس دن کا ملا۔ لاہور میں دس بیس دن اور اضافہ ہو گئے۔ جس سے کراچی کے عزیزوں میں آسکا۔ اب توسیع مزید کی سعی کر رہے ہیں۔ اگر یہ توسیع ہو گئی تو مولانا عبید اللہ[2] صاحب اور احقر خود پروگرام بنا رہے ہیں۔ کہ اکوڑہ اور بالاکوٹ چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمادیں۔ کراچی سے بظاہر ۱۲/جولائی کو روانگی ہوگی۔ اور وہاں سے جناب کے یہاں کا پروگرام بنے گا۔ بشرطیکہ ویزہ مل گیا۔ اور ساتھ ہی پاسپورٹ کی مدت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ پاسپورٹ ہی ۵/اگست ۱۹۶۸ء کو ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے دو کوششوں میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ اور آئندہ کے یہ سارے پروگرام اس توسیع پر موقوف ہیں۔

آپ کی علالت سے فکر ہے — حق تعالیٰ آپ جیسے مفتاح خیر حضرات کو تا دیر زندہ سلامت رکھے اور آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

تقریروں پر کچھ احقر نے اور کچھ احوال نے پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اب تک لاہور کراچی میں نہ کسی جلسہ میں شرکت کی نہ تقریر کی بظاہر یہی صورت حال وہاں کی حاضری کی صورت میں بھی رہے گی۔ میں اب کچھ کمزور بھی ہو گیا ہوں اس لئے اس سے بچنا کچھ عمر کا بھی تقاضا ہے۔ اور اب تو ہر جھگڑے سے بچنے اور علیحدہ رہنے ہی کو دل بھی چاہتا ہے ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است   صراحی مئے ناب وسفینۂ غزل است

---

[1] صحابہ کرامؓ، تصوف صوفیاء، فقہ اور فقہاء حدیث اور محدثین وکلام اور متکلمین، سیاست اور خلفاء کے بارہ میں علماء دیوبند کا مسلک کیا ہے؟ بالفاظ دیگر دیوبندیت اور قاسمیت کیا چیز ہے اس مقالہ میں اس کی تشریح وتوضیح حکیم الاسلام مولانا محمد طیب مدظلہ نے اپنے مخصوص حکیمانہ رنگ میں فرمائی اور کتابی شکل میں اشاعت سے قبل استصواب اور اظہار رائے کے لئے علماء دیوبند کے مشاہیر کو یہ مقالہ بھیجا گیا۔ بعد میں یہ مقالہ پاکستان وغیرہ میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا حضرت قاری صاحب مدظلہ نے مقالہ کے اختتام میں علامہ اقبال کا ایک جامع اور بلیغ جملہ نقل کیا ہے۔ جو بقول مقالہ نگار مسلک دیوبندیت کی صحیح تصویر کھینچ دیتا ہے۔ علامہ اقبال سے کسی نے پوچھا کہ دیوبند کیا کوئی فرقہ ہے! کہا نہیں، ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے۔ اقبال مرحوم کے اس جملہ کی جامعیت کا اندازہ مسلک دیوبند پر مشتمل یہ مقالہ دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے (س)

[2] مولانا عبید اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ابن حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہٗ۔ (س)

دوسرے مقصود اصلی زیارت احباب وبزرگان ہی ہوگا۔ سو اس میں تقریر ودل سے وہ مفاد بھی حاصل نہیں ہوگا۔ کاش! اس موقعہ پر حضرت مولانا عزیز گل صاحب کی زیارت بھی میسر آجاتی۔ ان سے ایک قلبی تعلق ہے۔ اس لئے دل میں قدرتی تقاضا پیدا ہوتا ہے۔ اگر احقر کی حاضری مقدور ہو۔ تو خط یا تار سے اطلاع دوں گا۔ اس موقعہ پر اگر مولانا بھی تشریف لے آویں۔ تو سبحان اللہ ورنہ کوشش کریں گے۔ کہ وہاں کا ویزہ مل جائے۔ سب اکابر جامعہ اور شہر کے دوستوں اور بزرگوں کو سلام مسنون حافظ انوار الحق سلمہٗ[1] سے لاہور میں ملاقات ہوگئی تھی۔ مل کر خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ انہیں سعادتِ دارین سے نوازے۔ اور ماں باپ کے دل کی ٹھنڈک ثابت ہوں۔ والسلام (موصولہ یکم اگست ۱۹۶۸ء)

۲۴

حضرت المخدوم المعظم مخدومی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام مجدہٗ زیدت مکارمکم شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ زادہا اللہ افادۃً

سلام مسنون نیاز مقرون۔ کل جامعہ حقانیہ کا رسالہ[2] ملا۔ پڑھا۔ اس ناچیز اور ناکارہ کے بارے میں مضمون متعلقہ میں جو وقیع الفاظ تحریر فرمائے گئے ہیں وہ حوصلہ افزائی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ ورنہ یہ ناکارہ کس قابل ہے۔ بزرگوں کا محض حسنِ ظن ہے۔ حق تعالیٰ اس ظن کے مطابق اس نالائق کو بنا دے۔ البتہ دارالعلوم کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے۔ وہ ایک حقیقت واقعہ ہے اللہ تعالیٰ صاحب مضمون کو درجات عالیہ دارین میں عطا فرمائے۔ انشاء وادب بھی ماشاء اللہ زبان اور سلاست بیان کے بارے میں بھی قابل قدر اور لائق صد تحسین ہے۔ یہ مضمون لوگوں کو اتنا پسند آیا کہ رسالہ مجھ سے چھین کر لے گئے اور میں اس دستاویز نجات سے خالی رہ گیا۔ اس لئے درخواست ہے کہ اگر اس رسالہ کی دو تین کاپیاں مزید ارسال فرما دی جائیں تو عین لطف وکرم ہوگا۔ اور لوگ بھی اس کے خواہش مند نظر آتے ہیں، انہیں بھی دکھلا اور دے سکوں گا۔ جنابِ محترم کا تقریری مضمون بھی سب نے پڑھا جو پشاور میں درسِ قرآن کا افتتاح فرماتے ہوئے القاء فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ علم کا ذخیرہ ہے اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بایں افادہ وتعلیم تا دیر زندہ وسلامت رکھے۔ اور اپنے دین کی خدمات اس سے زیادہ لے۔ آمین۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ میری حاضری اکوڑہ انشاء اللہ ضروری ہے۔ یہاں اعزہ کے کچھ معاملات درپیش ہیں جس کی تکمیل کے لئے سب عزیزوں نے مجھے روک رکھا ہے۔ ورنہ دل شوق اور داعیہ یہ ہے کہ جلد سے جلد حاضر خدمت ہوں، دعا کی درخواست ہے۔ مولوی سمیع الحق صاحب کو سلام مسنون دعاء مقرون۔ والسلام

۲۵

حضرت المحترم المعظم دامت معالیکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون۔ مکرمت نامہ نے سرفراز فرمایا۔ آپ حضرات سے ملنے کو اتنا ہی دل تڑپتا ہے۔ جیسا کہ پیاسے کا دل پانی کے لئے تڑپ سکتا ہے حاضری میں دیری کسی تساہل کی بنا پر نیز مع مجبوری کی بنا پر ہے۔ ایسے پابند لوگوں پر کسی جلسہ کا توقف سوائے اس کے کہ آپ حضرات کی محبت وخلوص کا مرقع ہے۔ اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ میرے بس میں ہو تو میں اڑ کر حاضر ہو جاؤں اس کے سوا جو تاریخیں تجویز فرمائی گئی ہیں وہی تاریخیں بمبئی میں میرے نواسہ کی شادی میں ہم سب اہل خانہ جانے والے ہیں۔ اس لئے رجب کا پہلا عشرہ اس میں لگے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر ویزہ بس کا ہوتا تو میں خود تاخیر کے لئے عرض کرتا۔ اس لئے جلسہ میں احقر کی دعا ہی شرکت کر سکتی ہے اگر خدا تعالیٰ نے کسی موقعہ پر حاضری سہل فرما دی تو میں حاضر ہو کر مستقل جلسہ کر لوں گا۔ صاحبزادہ سلمہٗ کو دعا وسب حضرات اساتذہ کی خدمات میں سلام مسنون۔ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب فرمائے۔ جلسہ میں اگر پرسانِ حال حضرات آئیں تو میرا سلام پکار دیا جائے۔ عزیزان سالم واسلم سلام عرض کرتے ہیں۔ ۲۳؍ ۵؍ ۸۸ھ

۲۶

حضرت المحترم المخدوم زیدت معالیکم

سلام مسنون نیاز مقرون۔ گرامی نامہ بجواب عریضہ احقر صادر ہو کر موجب سعادت وبرکت ہوا۔ لیکن اس والا نامہ میں خبر وحشت اثر انتقال پُر ملال صاحبزادی[3] صاحبہ سے بے حد قلق وصدمہ ہوا۔ اور اس میں اضافہ خورد سال بچی[4] کا بے ماں کے رہ جانے سے ہوا۔ حق تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام بلند نصیب فرمائے۔ اور اس کی نشانی اس بچی کو زندہ سلامت رکھے۔ اور خوش نصیب بنائے ــــ اولاد اور اس میں یتیمی بچی کا اور اس ــــ حالت میں گذر جانا حقیقتاً ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے جو علم وفضل اور اخلاق بلند جناب کو عطا فرمائے ہیں۔ وہی اس موقع پر جناب کے لئے اور سب پسماندوں کے لئے وجہ تسلی ہو سکتے ہیں

(باقی ص۷۷۵ پر)

---

[1] راقم کے تیسرے بھائی حافظ مولوی انوار الحق فاضل حقانیہ وایم اے اسلامیات۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ (س)

[2] ماہنامہ الحق کے نقش آغاز شمارہ ستمبر ۶۸ء میں احقر راقم نے حضرت صاحب مکاتیب کے پاکستان آمد اور اس سلسلہ میں تقریر وغیرہ کی بعض بے جا پابندیوں پر ایک شذرہ لکھا جو حضرت کی نظر سے گذرا اس کی تحسین فرمائی۔ راقم کے بارہ میں کلمات محبت محض ذرہ نوازی اور اصاغر کی حوصلہ افزائی کا ایک نمونہ [illegible]۔ (س)

[3] ہمشیرہ مرحومہ کی وفات مورخہ ۲۲-۲۳/ اکتوبر کی درمیانی شب پر یہ تعزیتی والا نامہ لکھا گیا۔ (س)

[4] عزیزہ ثمینہ جو پیدائش کے فوراً بعد والدہ کے سایہ سے محروم رہ گئی۔ الحمد للہ جناب عبدالرب ایڈووکیٹ کی اہلیہ اور بچوں کی ماں ہے (س)

مولانا عبدالسمیعؒ دیوبندی[1]

①

برادرِ محترم جناب مولوی عبدالحق صاحب زید معالیکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ بندہ نے سنا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب نے آپ کو طلب فرمایا ہے، اس لیے میری رائے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو فوراً تشریف لے آئیں ورنہ آپ کی توقعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ فقط والسلام؛ عبدالسمیع عفی عنہ۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ

②

برادر مکرم محترم جناب مولوی عبدالحق صاحب زید عنایتکم۔

بعد سلام مسنون آنکہ! میں نے دو عریضے ارسال کیے مگر افسوس ہے کہ آپ نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ خیر مضی ما مضی۔ اس وقت باعثِ تحریر یہ ہے کہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا اور اس کو پورا کیا، مگر آپ نے پہلو تہی فرمائی۔ گذشتہ سال جناب مہتمم صاحب کو توجہ دلا کر اور پر زور سفارش کر کے آپ کو چند اشخاص سے ترجیح دلا کر خط میں نے بھی لکھا اور حضرت مہتمم صاحب نے بھی یاد فرمایا مگر آپ نے وقت گذار دیا اور تشریف نہ لائے۔ اب بھی آپ کو حضرت مہتمم صاحب نے خط لکھا اور آپ نے تشریف آوری کا وعدہ بھی فرمایا، مگر ۹ شوال گذر گئی اور آپ نہیں آئے۔ اس سے مجھ کو نہایت شرمندگی ہوئی —— بنا بریں یہ عریضہ ارسالِ خدمت ہے، آپ اس کو تار سمجھیں اور دیکھتے ہی فوراً روانہ ہو جائیں۔ تنخواہ کی کمی بیشی کا کچھ خیال نہ فرماویں، اس وقت بھی مناسب تنخواہ پر آپ کو رکھ لیا جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ جلد از جلد آپ کی ترقی کرا دی جائے گی، ایسا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ آپ کو اعلیٰ اور وسطیٰ درجہ کے اسباق دیئے جائیں گے اور آپ کسی امر کا اندیشہ نہ فرماویں۔ آپ کے ہمعصروں کی درخواستیں آئی ہوئی ہیں۔ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ان میں سے کسی کا انتخاب کرنا جائے گا۔ اپنے والد صاحب بزرگوار سے میرا سلام مسنون فرمادیں۔ فقط والسلام

عبدالسمیع عفی عنہ از دیوبند۔ ۹ شوال ۱۳۶۲ھ

مولانا عبدالاحد صاحب[2] رحمۃ اللہ علیہ

①

حضرت اقدس دامت برکاتہم

سلام مسنون نیاز مقرون! کل الحق کی ضو فشانی نے اجڑے ہوئے دل میں حسرت و یاس کے ساتھ وہ دیرینہ مجالس کی پُربہار و نفیس اور لطف و کرم کی ریاض اور علم انوار کے بھرپور باغ سطح ظاہر کی نشست پُربہار اور باہم دلوں کی یکجہتی کی بہاریں لیے چون و چرا قلب اندوہگین کو سائل تحریر بنا کر خدمت والا میں گلدستۂ علمی کے رنگین پھولوں کی خوشبوؤں کے تاثر سے وریدہ و کینہ حروف کے ساتھ تہنیت کے نقوش رقمطراز ہیں۔ کاش کہ پھولوں کی معیت میں خاروں کو جگہ نصیب ہو جائے۔ پس اس تاثر کے ساتھ حقیر رفاقتِ قدیم کی آواز اگر شرفِ قبولیت کا دامن بن جائے تو زہے قسمت اور نہیں تو کم از کم دعواتِ صالحہ و حُسنِ خاتمہ کی نیم جیسی صالح دعوات سے تو مالا مال بنا کر ممنون فرمائیں۔ اور چھوٹے چھوٹے بھائیوں اور ہم سب کی اُم، سب کی طرف سے پیار سلام کی خوش کُن، محبت بخش ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا پہنچا کر سرفراز فرماویں۔ والسلام

طالب الخیر والدعاء احقر عبدالاحد بن عبدالسمیع غفرلہما، محلہ ابوالبرکات دیوبند (سہارنپور)۔ ۶/ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ۔

مولانا مبارک علیؒ[3] دیوبندی

①

برادرِ محترم جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ

گرامی نامہ موسومہ حضرت مہتمم صاحب اور دوسرا بنام احقر موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ کل ۸ شوال ۱۳۶۲ ہجری سے امتحانِ داخلہ شروع ہو گیا ہے

---

[1] حضرت مولانا عبدالسمیع مرحوم و مغفور دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اور اجلّہ اساتذہ میں۔ مکتوب الیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے بھی نہایت شفیق استاذ ہے۔ مولانا مرحوم اور مولانا مبارک علی صاحبؒ نائب مہتمم کے کئی خطوط سے حضرت شیخ الحدیث کے قیام دارالعلوم دیوبند تدریسی زمانہ اور حیثیت وغیرہ سوانحی امور پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ پاکستان و ہندوستان کے کئی مقامات پر تحصیلِ علم کے بعد ۱۳۴۲ھ میں بغرض تحصیل و تکمیل دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور ۱۳۵۲ھ میں فارغ التحصیل ہو کر گھر تشریف لائے۔ ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذۂ دیوبند کے اصرار اور تقاضوں پر شوال ۱۳۶۲ھ میں بغرض تدریس دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقرری ہوئی۔ زمانہ فراغ سے لے کر دارالعلوم دیوبند میں تقرری تک تقریباً دس سال کی یہ مدت آپ نے اپنے گھر میں درسِ نظامی کی اکثر و بیشتر کتابوں کی تدریس میں گذاری۔ حضرت مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہر دو خطوط سے بھی دارالعلوم دیوبند میں آپ کی طلب، اساتذہ کے اعتماد اور محبت پر کچھ روشنی پڑے گی۔ مولانا عبدالسمیعؒ کا زمانہ تدریس ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۶۶ھ ہے۔ (س)

[2] آپ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ کے نامی گرامی فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز طبقہ علیا کے استاذ تھے ۱۳۵۵ھ میں آپ کا دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا تھا اور تادمِ واپسیں وہاں تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو بروز منگل آپ کا انتقال ہوا۔ (ابن ح)

[3] حضرت مولانا مبارک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۰ھ) اکابر علماء میں سے تھے۔ نصف صدی تک دارالعلوم دیوبند میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۰ھ تا وفات ۱۳۸۰ھ دارالعلوم کے نائب مہتمم رہے۔ (س)

اغلب یہ ہے کہ ۲۰ شوال تک اسباق شروع ہو جائیں گے۔ آپ نے احقر کو ۲۵ شوال تک تشریف آوری کی اطلاع دی ہے، مناسب ہے لیکن اس کی کوشش فرماویں کہ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد تشریف لاویں۔ حضرت مہتمم صاحب کل بروز یکشنبہ ملتان پنجاب تشریف لے گئے ہیں، آپ کا خط ان کے ملاحظہ میں آچکا ہے اور آپ کی درخواست رخصت منظور کرلی گئی ہے۔ مدرسہ میں بفضلہ تعالیٰ بہمہ وجوہ خیریت ہے ہیں۔ حضرت قبلہ مولانا مدظلہ (سفر) سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ دہلی جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے ہیں، اور کوئی جدید بات نہیں۔ امید ہے آپ مع متعلقین خیریت سے ہوں گے۔ اپنے والد صاحب بزرگوار سے سلام مسنون فرمادیں۔ والسلام (۹ شوال المکرم ۱۳۶۴ھ)

②

محترم المقام زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگرامی نامہ نے مشرف فرمایا، آپ کی خالہ صاحبہ مرحومہ کے وصال کی خبر سے سخت قلق ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے، آمین۔ آپ کی بخیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ حضرت مہتمم صاحب دہلی تشریف لے جا چکے ہیں، انشاء اللہ کل پرسوں تک واپسی متوقع ہے۔ مدرسہ میں بحمد للہ ہر طرف سے خیریت ہے۔ باقی عند التلاقی انشاء اللہ اپنے والد صاحب کو سلام مسنون عرض فرمادیں۔ (۸ شوال المکرم ۱۳۶۶ھ)

③

برادرِ محترم و معظم جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگرامی نامہ غیر مؤرخہ جو غالباً آخر ماہ دسمبر کا چلا ہوا ہے، جیسا کہ ڈاک خانہ کی مہر سے ظاہر ہوتا ہے، موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ اس سے پہلے ایک لفافہ ماہِ شوال میں موصول ہوا تھا اس کا جواب فوراً احقر نے ارسالِ خدمت کیا تھا۔ آپ کی مفارقت[1] سخت تکلیف دہ ہے اور ہم دست بدعا ہیں کہ آپ کی تشریف آوری جلد سے جلد عمل میں آوے۔ یہاں سے آپ کو اور مولانا محمد شریف[2] صاحب و مولانا عبدالحق[3] نافع کو ہوائی ڈاک کے ذریعہ خط لکھا گیا تھا کہ آپ حضرات ہوائی جہاز سے تشریف آوری کی سعی فرمائیں۔ ممکن ہے کہ آپ حضرات کے پاس خطوط پہنچے ہوں مگر تشریف آوری کی کوئی صورت نہ ہو سکی ہو۔ اب ہم آپ کی تشریف آوری کے لئے دوسرے طریق سے فکر کر رہے ہیں، خدا تعالیٰ کامیابی عطا فرماوے اور آپ تشریف لا سکیں۔ حضرت قبلہ مولانا مدنی مدظلہ پرسوں مولانا آزاد کی دعوت پر دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ حضرات کے بارہ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ سعی فرماویں گے اور کامیاب ہوں گے۔ یہاں دیوبند میں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے خیریت ہے۔ مسعود سلمہ کا ڈھائی ماہ کے بعد پتہ چلا ہے کہ وہ مع متعلقین قلعہ بہادر گڑھ کیمپ ریاست پٹیالہ میں ہیں، یہ خط ان کا پرسوں ہی آیا ہے۔ مزید حالات انشاء اللہ بوقتِ ملاقات گفت و شنید میں آئیں گے۔ حضرت مہتمم صاحب خیریت سے ہیں۔ سعید[4] سلمہ بھی بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہے۔ مدرسہ میں بھی بفضلہ تعالیٰ ہر طرح خیریت ہے۔ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی[5] شوال کے شروع میں تشریف لے آئے تھے، خیریت سے ہیں۔ اور کوئی جدید بات نہیں۔ امید ہے آپ مع جملہ متعلقین خیریت سے ہوں گے۔ والد صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔ (یوم پنجشنبہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ)

④

برادر مکرم سلمہ'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ آپ حضرت مہتمم صاحب کی دعوت[6] پر لبیک کہیں گے اور جلد از جلد برائے ملاقات تشریف لے آویں گے۔ خادم زادہ سعید سلمہ' سلام عرض کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام (۱۰۔ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ)

⑤

برادرِ محترم مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ'۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ آپ نے اس احقر کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بربنائے حسنِ ظن ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہ کر سکا اور اپنے امکانی استطاعت کے بموجب جو کچھ کیا تو یہ امر واقعہ ہے کہ وہ نہ صرف خصوصی باہمی تعلقات کی بنا پر بلکہ آپ کا استحقاق اور مفادِ دارالعلوم بھی اس میں پیشِ نظر رہا۔ اگر مجھ میں مزید قدرت ہوتی تو میں حسبِ منشاء نہ معلوم کیا اور کیا کرتا۔ میری تمنا ہے کہ آپ دارالعلوم میں طمانینتِ قلب کے

---

[1] حضرت شیخ الحدیث ۱۳۶۶ھ قیامِ پاکستان تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، تعطیلاتِ رمضان میں گھر تشریف لائے تھے کہ ۱۹۴۷ء کے ہولناک واقعات نے دارالعلوم دیوبند سے یہاں کے روحانی فرزندوں کو جدا کر دیا، جسم دور ہو گئے مگر روح اور جذبات تڑپ رہے تھے۔ روحانی اور علمی رشتے ایسے ظاہری اور مادی انقلابات سے کب متاثر ہو سکتے تھے۔ تقسیم کے بعد بھی کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند سے کافی کوشش ہوتی رہی کہ یہ حضرات کسی طرح وہاں پہنچ سکیں مگر حالات کے غیر یقینی اور مخدوش ہونے کی وجہ سے حضرت مکتوب الیہ کے والد بزرگوار مرحوم ایسے حالات میں دیوبند جانے کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ مشیتِ ایزدی کو یہ منظور تھا کہ بہت جلد یہاں بھی اس سرچشمۂ فیض کی ایک نہر دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں جاری ہو سکے اور بہت جلد پردۂ غیب سے بغیر اسباب و وسائل اور ارادہ و منصوبہ کے یہ دینی ادارہ ظہور پذیر ہو گیا ۱۳۶۶ھ۔ [2] حال شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس، ملتان۔ (س)

[3] مولانا عبدالحق نافع گل کاکاخیل جو اَب گھر پر مقیم ہیں۔ [4] مولانا کے صاحبزادے مولانا احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ [5] حضرت علامہ جامع معقول و منقول فاضل اجل صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، المتوفی رمضان ۱۳۸۷ھ۔ [6] دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے سلسلہ میں۔ (س)

ساتھ عزت اور راحت کی زندگی بسر کریں اور دن دونی رات چوگنی ترقیات آپ کو حاصل ہوں۔ میری یہی خواہش سعید سلمہٗ کے متعلق بھی ہے، اللہ تعالےٰ اس کو بھی میدانِ علم میں ہر قسم کی ترقیات نصیب فرمادیں، آمین آپ بھی دعا فرمادیں۔ میری علالت کا سلسلہ چلا جاتا ہے، ضعفِ معدہ کی شکایت ہے روزے رکھ رہا ہوں، دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ توانائی و طاقت عطا فرمادیں، روزے بھی پورے کرادے (آمین) سعید سلمہٗ کی والدہ تین روز سے علیل ہے بخار کی شکایت ہے، آج بفضلہ تعالیٰ کسی قدر طبیعت سنبھلی ہوئی ہے اور رُو بصحت ہے ——— خوشخبری ——— آپ نے سن لیا ہوگا حضرت قبلہ مولانا مدنی مدظلہم نینی جیل سے رہا ہو گئے ہیں۔ یہ اطلاع ہم کو پرسوں ملی تھی یہ خط میں نے اس وجہ سے نہیں لکھا تھا کہ حضرت ممدوح کے یہاں تشریف آوری کا انتظار تھا خیال تھا کہ پہنچنے کی اطلاع آپ کو دوں گا، لیکن حضرت قبلہ مدظلہٗ کے کل کے گرامی نامے سے معلوم ہوا کہ الٰہ آباد، ٹانڈہ، لکھنؤ، مراد آباد، دہلی ہوتے ہوئے پرسوں ترسوں تک یہاں پہنچیں گے، اس لئے یہ عریضہ آج لکھ رہا ہوں۔ آپ حضرت مولانا کی خدمت میں فوراً مبارک بادی اور اشتیاقِ ملاقات کا خط لکھ کر روانہ فرمادیں۔ اپنے والد صاحب بزرگوار سے سلام مسنون عرض فرمادیں۔ فقط۔ (سہ شنبہ ۹۔ رمضان سنہ ۱۳۶۳ھ)

---

(۶)

محترم المقام زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! آپ کے چند گرامی نامے شوال سے بلکہ رمضان سے اب تک موصول ہوئے ہر ایک کا جواب بروقت دیا گیا، مگر آپ کے اس لفافہ سے جو غیر مؤرخہ ہے اور ۱۷ محرم سنہ ۱۳۶۷ھ کو موصول ہوا ہے، معلوم ہوا کہ ہمارے عریضے[1] آپ کو نہیں ملے۔ حالانکہ دارالعلوم سے ایک خط رجسٹری کراکے آپ کو بھیجا گیا۔ جس میں یہاں دارالعلوم میں موجودہ صورت بتلائی گئی تھی۔ خیر یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خطوط کیوں نہیں پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ حالات درست فرمائے اور وہ دن جلد از جلد لادے کہ پھر آپ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہوں اور آپ خیریت کے ساتھ یہاں پہنچیں ——— یہاں کے حالات حضرت مہتمم صاحب[2] نے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں اُن سے کیفیت معلوم ہوگی۔ ہم یہاں خدا کا شکر ہے خیریت سے ہیں۔ لیکن میری چھوٹی بیٹی اور اُس کا شوہر دہلی قرول باغ سے جان بچا کر نکلے، ان کا تمام سامان واسباب لٹ گیا اور اب وہ لاہور میں ہیں، بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں، اس کا شوہر لاہور میں اپنی جگہ کو (جو دہلی میں تھی) حاصل کر چکا تھا، اب ان کا تبادلہ کوئٹہ کو ترقی پر ہوا ہے۔ بڑی لڑکی اور اس کے شوہر مسعود الرحمٰن صاحب اور بچے تقریباً ۳ ماہ تک بہادر گڑھ کیمپ پٹیالہ میں مقیم تھے۔ کل ایک خط سے معلوم ہوا کہ وہ سپیشل ٹرین سے یکم دسمبر سنہ ۱۹۴۷ء کو لاہور بھیج دیئے گئے۔ اب میں لاہور ان کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں، خدا کرے وہ خیریت سے پہنچ گئے ہوں اور راحت و اطمینان سے وہاں رہنے کے لئے جگہ مل جائے۔ زیادہ تمنائے ملاقات اور کیا عرض کروں۔ اپنے والد صاحب سے سلام فرمادیں۔ والسلام۔

---

(۵)

برادرِ محترم جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! گرامی نامہ مورخہ ۲/۴/۶۸ ہجری بنام حضرت مہتمم صاحب شرفِ صدور لایا۔ ممدوح باہر سفر میں تشریف لے گئے ہیں، پرسوں تک واپس تشریف لے آویں گے۔ ممدوح کے متعلق آپ نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ خدا کرے آپ کی دعائیں قبولیت کا درجہ حاصل کریں۔ سالِ گذشتہ کی طرح اس سال بھی آپ کی تشریف آوری کا سخت انتظار رہا، معلوم نہیں کہ آئندہ سال کے لئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ کا مشغلۂ تعلیمی بالخصوص دورۂ حدیث[3] شریف کا درس موجب فرحت وسرور ہے۔ فھنیئاً لک۔ کچھ عرصہ ہوا آپ کا گرامی نامہ احقر کے نام بھی شرفِ صدور لایا تھا، میں بوجہ کاہلی کے اب تک اس کے جواب سے قاصر رہا جس کا افسوس ہے۔ امید ہے کہ آں محترم اپنی دعاؤں میں احقر کو بھی فراموش نہ فرمادیں گے۔ گاہِ بگاہے خیریتِ مزاج سے مطلع فرماتے رہیں۔ مدرسہ میں بحمد للہ ہر طرح سے خیریت ہے۔ امید ہے آپ مع متعلقین خیریت سے ہوں گے۔ فقط والسلام۔

(۱۳۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۸ھ)

---

(۸)

محترم المقام زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! عرصہ کے بعد گرامی نامہ موصول ہو کر کاشفِ احوال ہوا۔ آپ کے حضرت والد ماجد[4] رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال سے سخت قلق وصدمہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بالخصوص آپ کے حزن وملال کے تصور سے اور بھی زیادہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر وجمیل عطا فرمادے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

احقر نے درجۂ قرآن شریف میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا اور مسجد میں بھی بعد از نماز پنجگانہ دعاءِ مغفرت کا انتظام کر دیا ہے۔ آپ آئندہ سال ضرور تشریف لادیں۔ حضرت مہتمم صاحب نے یہاں آپ کے لئے حصولِ

---

[1] مکتوب الیہ تعطیلِ رمضان میں گھر تشریف لائے تھے کہ تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا اور رسل ورسائل کا سارا سلسلہ درہم برہم ہوگیا۔

[2] حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہٗ۔ ان مکتوبات میں ہر جگہ "حضرت مہتمم صاحب" سے آپ ہی مراد ہیں (س)

[3] مادرِ علمی سے کٹ جانے والے تشنگانِ علوم یہاں جمع ہوگئے اور دورۂ حدیث اور اس کی موقوف علیہ کتابوں کی تدریس حضرت شیخ الحدیث نے شروع فرمائی۔ یہ غالباً ذی الحجہ کا مہینہ تھا

[4] حضرت قبلہ مولانا الحاج محمد معروف گل صاحب مرحوم، المتوفی سنہ ۱۳ھ (س)

پرمٹ کی کوشش کی ہے، اجازت ملنے پر آپ کو اطلاع دی جائے گی اور حکم آپ کے پاس بھیجدیا جاوے گا، آپ اس کے ذریعہ وہاں سے یہاں آنے کی اجازت حاصل کریں اور یہاں مدرسہ میں اپنی جگہ پر آنے کی سعی بلیغ فرمادیں، ۱۰ شوال تک آپ کو یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ فقط والسلام (۲۰ رجب ۱۳۶۸ھ)

(۹)

محترم المقام جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میرا پہلا عریضہ ملاحظہ میں آیا ہوگا، لیکن نہیں معلوم کہ آپ نے جواب سے کیوں محروم رکھا۔ احقر نے حضرت مولانا مدنی مدظلہ سے آپ کا جذبۂ عقیدت اور سلام بھی عرض کر دیا تھا اور آپ کا ہدیہ چائے کا ڈبہ بھی پیش کر دیا تھا اور آپ اور آپ کے مدرسہ کے لئے دعا کی جو درخواست آپ نے کی تھی وہ بھی بالتفصیل عرض کر دی تھی مجھے امید ہے آپ کا مدرسہ کی فلاح وبہبودی اور ترقی کے لئے دست بدعا ہوں اور سب کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کا متمنّی ہوں۔ حضرت مہتمم[1] صاحب آپ کے پاس تشریف لے گئے تھے، کے روز مقیم رہے اور یہاں کی واپسی کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے، اگر معلوم ہو تو مطلع کریں۔ حضرت مہتمم صاحب ابھی تک کراچی تشریف فرما ہیں اور معلوم نہیں کب تک یہاں تشریف فرما ہوں گے۔ حضرت مولانا مدنی بفضلہٖ خیریت سے ہیں۔ مدرسہ میں ہر طرح سے خیریت ہے۔ اور کوئی جدید بات نہیں ہے، جملہ حضرات مدرسین مدرسہ حقانیہ اور طلبہ سے سلام مسنون فرمادیں۔ خیریتِ مزاج سے مطلع فرمادیں، انتظار ہے۔ فقط والسلام (یکم ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ)

(۱۰)

بملاحظہ سامی برادر محترم مولانا عبدالحق صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ غیر مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷ھ کو شرف صدور لایا تھا۔ سب پوسٹ ماسٹر حاجی غلام حسین صاحب مرحوم ومغفور کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے بہت ہی قلق اور صدمہ ہوا اور مرحوم کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی۔ واقعی مرحوم بڑی خوبیوں کے سراپا حسنِ اخلاق تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بے شک آپ کو ان سے اور ان کو آپ سے بڑا ہی تعلق تھا۔ آپ کو ان کی مفارقت کا جس قدر بھی صدمہ ہو وہ بجا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے اور مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماوے۔ آمین ——— احقر نے دارالعلوم کی مسجد میں ان کی مغفرت کے لئے دعا کرادی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ حافظ خانہ میں قرآن شریف کے ختم کا انتظام کیا ہے، اور انشاء اللہ کلمہ طیبہ کے ختم کے موقع پر بھی مرحوم کو ایصالِ ثواب کرادیا جائے گا۔ آپ احقر کی طرف سے ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ صاحب سے تعزیت فرمادیں اور صبر کی تلقین کریں اور وقتاً فوقتاً ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرتے رہیں کہ یہی چیز مرحوم کے لئے نافع ہو سکتی ہے۔

میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا اور پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ آئندہ سال میں دارالعلوم دیوبند میں اپنی سابقہ جگہ پر تشریف آوری کا قصد فرمادیں تو اطلاع دیں تاکہ آپ کے لئے پرمٹ وغیرہ کی کوشش کی جاوے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کی آمد ورفت میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ آپ اپنے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کا انتظام کسی دوسرے کو سپرد کردیں اور آپ دارالعلوم دیوبند آنے کا قصد کریں۔ میں نے خصوصیت سے آپ کے بارہ میں حضرت مولانا مدنی مدظلہ سے استصواب کیا تھا، ممدوح نے فرمایا کہ وہ تشریف لادیں تو ہر قسم کا انتظام حکومت سے آمد ورفت کے سلسلہ میں بآسانی ہو سکتا ہے۔ ہماری خواہش تو یہی تھی اور رہے گی کہ آپ یہاں تشریف لے آویں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے جلد مطلع کریں تاکہ آپ کے آنے کے لئے کوشش شروع کردی جائے جو انشاء اللہ بہت جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جاوے گی۔ آپ نے غالباً اونی چوغہ احقر کے لئے خرید فرمایا ہے مگر آپ نے قیمت تحریر نہیں فرمائی۔ اس کا لانے والا بھی انشاء اللہ جلد ہی مل جائے گا مگر ازراہِ کرم اس کی قیمت سے مطلع فرمایئے تاکہ فوراً تبادلۂ سکہ کی صورت میں آپ کے پاس پہنچادوں۔ آپ اپنے مدرسین حضرات بالخصوص برادرم مولوی عبدالحمید صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔ اہلبیت کو سلام ودعا پہنچادیں۔ فقط والسلام (یکم جمادی الاول ۱۳۷ھ)

(۱۱)

برادرم محترم ومکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب سلّمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ شرفِ صدور لا کر موجب طمانیت ہوا۔ حضرت مولانا مدنی[2] نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال پر جن تاثرات کا آپ نے ذکر کیا وہ بالکل بجا اور درست ہیں۔ افسوس صد افسوس ایسی برگزیدہ ہستی جو سراپا علم وعمل وزہد وتقویٰ اور اخلاقِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا نمونہ، یکتائے زمانہ اور اپنی نظیر آپ تھی، ایسے دور میں یکایک ہم سے جدا ہو گئی، جو پُر فتن اور بادِ سموم کے تیز وتند جھونکوں سے پُر از تلاطم ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے

---

[1] حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ قیامِ پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے تو دارالعلوم حقانیہ کو بھی پہلی بار قدومِ مبارکہ سے نوازا رہتو سلین اور خود حضرت موصوف کی بھی خواہش تھی کہ آپ مستقلاً پاکستان میں قیام فرمالیں، مگر مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی کشش بالخصوص حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے اصرار نے آپ کو واپسی پر مجبور کردیا۔ (س)

[2] اس گرامی نامہ میں حضرت مولانا مبارک علی مرحوم نے (جن کا پچھلے دنوں انتقال ہوا ہے) حضرت شیخ الحدیث کے نام اس مکتوب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے وصال پر اپنے تاثراتِ غم ظاہر کیے ہیں۔ (س)

صبر و سکون عطا فرماوے اور حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مراتب عطا فرماوے۔ آمین۔

محترما! یہ حادثۂ کبریٰ ہر حالت سے مصیبتِ عظمیٰ ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی دینی و دنیوی ہر قسم کے حوادث اور وقائع میں نہ صرف رائے صائب اور نیک مشوروں سے بلکہ مخلصانہ اور ہمدردانہ عملی جدوجہد سے جس درجہ باعثِ تقویت اور موجبِ طمانیت بنی ہوئی تھی وہ آج ہم میں نہیں ہیں۔ فَاللّٰہُ الْمُشْتَکٰی وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ یہ وقت آنا تھا آ کر رہا۔ اندریں صورت بجز صبر و شکر اور چارۂ کار کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آں محترم کو بھی اس ذاتِ گرامی سے خصوصی تعلق اور قلبی شغف تھا، مجھے خوب اندازہ ہے آپ بھی اسی طرح تڑپتے ہوں گے مگر محترما! اندریں حالات جس پر اپنا عمل ہے وہی آپ سے بھی عرض کروں گا کہ صبر و شکر سے کام لیجئے اور ایصالِ ثواب اور ترقیِ درجات کے لئے دعا فرماتے رہیئے اور اجر حاصل کیجئے، زیادہ کیا عرض کروں۔

تاخیرِ عریضہ کا باعث منجملہ دیگر وقتیہ امور کے اپنا ضعف اور سستی بھی اس کا سبب ہے۔ میں ایک عرصہ تک سخت علیل اور صاحبِ فراش رہا۔ اس موقع پر ایک اور بات یاد آگئی، ایک طرف حضرت مرحوم و مغفور بیمار تھے دوسری طرف اس احقر کی طبیعت خراب تھی، اہلِ خانہ کے ذریعہ طرفین کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ جب طبیعت سنبھلی حضرتؒ کے پاس آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا، کبھی حضرت مرحوم خود یاد فرماتے کبھی یہ احقر خود حاضرِ خدمت ہوتا۔ دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور مزاحی جملوں سے نوازتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت کی طبیعت سنبھلی اور باہر مردانہ میں آنے جانے لگے، عصر کے بعد مکان پر عام اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت اور بھی زیادہ پُرلطف اور پُرکیف صحبتیں رہیں، مگر پھر یکایک طبیعت بگڑی اور تقریباً ایک ہفتہ حضرت مرحوم باہر تشریف نہیں لا سکے، اس حالت میں بھی ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، آخری ملاقات پیر کے دن ہوئی اس کے بعد باوجود کوشش کے ملاقات نہ ہو سکی، یہی مقدر تھا۔ پنجشنبہ کے روز ظہر کے وقت بلا وہم و گمان یکایک حضرت مدنیؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور دارِ فانی سے رخصت ہو کر محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس حادثہ کے مسموع ہوتے ہی کیا حالات پیش آئے! لکھتا، مگر اپنا ضعف مانع ہے۔ اخبارات میں برابر حالات شائع ہو رہے ہیں، آپ کے ملاحظہ میں یہ بھی آتے ہوں گے۔ مجھے نزلہ کا عارضہ ہے، موسم سرما میں اس کا زیادہ اثر رہتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند دنوں سے طبیعت سنبھلی ہوئی ہے مگر ضعف زیادہ ہے، علاج اور پرہیز کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ اور جسمانی و روحانی قوت عطا فرمائے، اعمالِ خیر کی توفیق بخشے اور جب بھی وقت آئے اپنے فضل و کرم سے حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین
امید ہے مزاج مع الخیر ہوں گے۔ فقط والسلام۔

احقر مبارک علی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند (۱۹۔ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

۱۲

بملاحظہ محترم المقام مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! عرصہ سے آپ نے سلسلۂ خط و کتابت بند کر رکھا ہے، پچھلے دنوں جو خطوط حضرت مہتمم صاحب کے پاس آتے رہے ان سے آپ کی خیریت معلوم ہوتی رہی۔ عرصہ ہوا آپ نے مطلع فرمایا تھا کہ فرغل یعنی کشمیری گرم چوغہ حاصل کر لیا گیا ہے کسی جانے والے کے ہاتھ روانہ کر دوں گا۔ چونکہ موسم سرما شروع ہو گیا ہے اس لئے اس کی یاددہانی کر رہا ہوں۔ جلد از جلد بھیج کر ممنون فرمائیں ـــــ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک سخت علیل رہا، بفضلہٖ تعالیٰ اب اچھا ہوں۔ میں دو تین ماہ میں بشرطِ حیات انشاء اللہ تعالیٰ بچوں سے ملاقات کیلئے چکوال کی حاضری کا ارادہ کیے ہوں۔ کیا عجب ہے آپ سے بھی کسی جگہ ملاقات نصیب ہو جاوے۔ امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ جواب باصواب کا منتظر ہوں۔ والسلام (۱۰۔ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ) [1]

۱۳

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم! گرامی نامہ موسومہ حضرت مہتمم صاحب صادر ہوا۔ حضرت ممدوح کلکتہ تشریف لے گئے ہیں، اواخرِ رمضان میں واپسی متوقع ہے، وسطِ شوال میں سفرِ حج کا ارادہ فرما رہے ہیں، اس لئے پاکستان کے سفر کا کوئی امکان نہیں ہے۔ آپ کو حضرت مہتمم صاحب کے پروگرام کی اطلاع صحیح نہیں ملی، اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام (۱۴۔ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ)

۱۴

حضرت محترم زیدت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاجِ گرامی! گذشتہ ماہ میں جناب کی خدمت میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ایک مقالہ موسومہ "علماء دیوبند کا مسلک" [2] حصولِ رائے کے لئے ارسال کیا گیا تھا۔ اس مضمون کی اشاعت میں بمصالحِ عدیدہ عجلت کی ضرورت ہے، اس لئے تاریخ وصولیابی سے پندرہ بیس دن کے اندر اندر رائے گرامی بھیج دینے کی استدعا کی گئی

---

[1] اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی مضمون اور سفرِ آخرت پر مشتمل طویل مکتوب ہے جو الحق ماہ دسمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (س)

[2] بعد میں یہی گرانمایہ مقالہ اسی نام سے متعدد جگہ شائع ہوا

تھی لیکن ارسال مقالہ پر کافی عرصہ گزر چکا ہے اور اس سلسلہ میں ہنوز دفتر جناب کے فکرِ عالی سے محروم ہے، اس لئے بطورِ یاد دہانی یہ عریضہ ارسال ہے، امید ہے کہ پہلی فرصت میں مطبوعہ مقالہ پر شائع شدہ تنقیدیں اور مجموعہ مقالہ پر اظہار خیال فرما کر ممنون فرمادیں گے۔ زیادہ تاخیر میں جناب کی مؤقر رائے شائع نہ ہونے کا افسوس رہ جائے گا۔ امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔

والسلام (۱۲ محرم ۱۳۷۵ھ)

(۱۵)

محترم المقام زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ حضرت مہتمم صاحب کا پتہ آپ نے دریافت فرمایا ہے لہٰذا پتہ یہ ہے۔

حضرت ممدوح امید ہے کہ آخر فروری یا ان شاء اللہ شروع مارچ میں واپس تشریف لے آویں گے۔ اگر شعبان میں مغربی پاکستان جانا طے ہوا تو ان شاء اللہ پروگرام میں آپ کے لئے بھی تاریخ ضرور لکھوا دی جائے گی، مطمئن رہیں۔ احقر کو بھی جناب والا نے شرکتِ جلسہ[1] کی دعوت دی ہے، بہت بہت شکریہ! مگر یہ تو خیال فرمایئے کہ میری حاضری میں بجز اس کے کہ دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہو اور کیا ہے۔ نہ وعظ نہ تقریر نہ کچھ نہ کچھ۔ خیر یہ آپ کی محبت کی بات ہے کہ آپ نے اس موقع پر اس ناچیز اور ناکارہ کو یاد فرمایا، بہت بہت شکر گزار ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرماوے اور طلبہ آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں۔ والسلام (۶ رجادی الآخر ۱۳۷۶ھ)

(۱۶)

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم! گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں، مدرسہ کی ترقی سے دل خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ حضرت مہتمم صاحب آج کل سفر پر ہیں، رنگون تشریف لے گئے ہیں، ایک ڈیڑھ ماہ میں واپسی ہوگی۔ سال گذشتہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ جب احقر نبیرۂ خود سید منظر السبطین مرحوم (پسر ہیڈ ماسٹر سید مسعود السبطین) کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع پا کر چکوال ضلع جہلم گیا تھا تو اس وقت کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ آپ کو چکوال بلاؤں مگر نہ بلا سکا اور نہ چکوال میں حاضری کی اطلاع دے سکا، کیونکہ خیال ہوا کہ شاید اپنے مشاغل کی وجہ سے چکوال نہ آسکیں اور پہلے کی طرح مجھ کو حاضری[2] کا حکم دیں، اور میں اُس وقت اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے نیز وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے حاضری نہیں دے سکتا تھا اور باوجود شدید اشتیاقِ ملاقات کے کچھ نہ کر سکا۔ یعنی نہ آپ کو چکوال کے لئے دعوت دے سکا اور نہ اپنی حاضری کی اطلاع دے سکا۔ آپ کے مدرسہ کی ترقیات کو سُن کر بہت مسرت ہوتی ہے۔ یہ آپ کے خلوصِ نیت اور محنت کا ثمرہ ہے اللّٰھم زد فزد۔

حضرت قبلہ مولانا مدنی مدظلہٗ کو آپ کا خط ملاحظہ کرادیا تھا اور دعا کے لئے عرض کر دیا تھا۔ حضرت ممدوح نے سلام لکھنے کا ایما فرمایا تھا لہٰذا ممدوح کا سلام عرض کرتا ہوں۔ اپنی خیریت سے گاہ بگاہ مطلع فرماتے رہیں، یہ نصف ملاقات کا درجہ ہے، خدا کرے کہ آپ سے جسمانی ملاقات کی بھی کوئی صورت پیدا فرمادیں۔ والسلام (۳۰۔ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ)

(۱۷)

محترم المقام زید مجدکم۔

سلام مسنون نیاز مقرون! گرامی نامہ نے ممنونِ یاد آوری فرمایا۔ بہت عرصہ کے بعد خیریتِ مزاج معلوم ہو کر بے حد خوشی اور مسرت ہوئی۔ دارالعلوم کی صد سالہ تاریخ[3] کی روانگی کی اطلاع کے سلسلہ میں حضرت مہتمم صاحب کا والا نامہ ملاحظہ سے گذر چکا ہوگا اور مذکورہ بالا کتاب بھی پہنچ گئی ہوگی۔ نقل سند (مولوی فضل حق صاحب) کے بارہ میں تعطیلات سے جواب کافی تاخیر سے آیا ہے، اس لئے ارسالِ عریضہ میں جو تاخیر ہوئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام (۳/۸۶ ۶ھ

شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ

(۱)

مولانا الفاضل العلام زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! ابھی آپ کا والا نامہ ملا، اس خبر سے اطمینان ہوا کہ قادر مطلق نے آپ کو مع الخیر والعافیت[4] وطن پہنچا دیا۔

فللہ الحمد والشکر والمنہ

آپ نے میرے احسانات کا شکریہ ادا کیا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سے الفاظ جن کا تعلق صرف حسنِ ظن سے ہے، تحریر فرما دیئے ہیں۔ مجھ کو تعجب ہے کہ قیام[5] دارالعلوم پر آپ کو تقریباً ایک سال گزر چکا اور اب تک آپ میرے قبائح سے ناواقف رہے۔ میرے بہت سے [illegible] ایسے ہیں کہ جب تک وہ دیوبند سے باہر رہے میرے عیوب[6] سے ناواقفیت کی وجہ سے میرے معتقد رہے، لیکن جب وہ دیوبند میں آئے اور میرے معائب ان پر واضح ہوئے تو انہوں نے اپنی عقیدت کو بدعقیدگی سے بدل لیا۔ یہ امر آخر رہا کہ بعض پر میرے اسرار جلد منکشف ہو گئے اور بعض پر بتاخیر۔ لیکن خدا نے آپ

---

[1] دارالعلوم حقانیہ کا جلسۂ دستار بندی جس میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ نے شمولیت فرمائی۔

[2] پہلی دفعہ پاکستان آمد پر صاحبِ مکتوبات اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور دو تین یوم قیام فرمایا تھا، اس کی طرف اشارہ ہے (س)

[3] مرتبہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہٗ۔ (س)

[4] تعطیلاتِ رمضان گذارنے

[5] زمانہ تدریس دارالعلوم دیوبند۔

[6] لفظ لفظ سے شانِ تواضع اور اخفاءِ نفس عیاں ہے۔ ہمارے اکابر کی یہ ساری بزم ہی تواضع للہ کی مظہر کامل ہے۔ (س)

کو کیسا قلبِ صاف عطا فرمایا ہے کہ آج تک بھی آپ نے میرے مقاصد پر اطلاع نہ پائی، یا یہ کہ اطلاع پائی مگر عقیدت کو نہ بدلا۔ مجھ کو امید ہے کہ آئندہ سال آپ بھی اور صاحبوں کی طرح میرے مکتوبات کو بغور دیکھ کر اپنی رائے کی تصحیح کریں گے۔ میں آپ کا دعاگو ہوں، اور جب تک آپ دارالعلوم کی خدمت اسی طرح کرتے رہیں گے جس طرح اب تک کی، میں آپ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہوں گا۔ میں بحمد اللہ اچھی طرح ہوں، رمضان المبارک کے متعلق مجھ کو تشویش تھی کہ خدانخواستہ اس کی برکتوں سے مجھ کو محروم ہونا پڑے گا، مگر منعم حقیقی کا ہزار ہزار شکر کہ میں بآسانی روزے رکھ رہا ہوں۔ برخوردارم قاری احمد میاں سلمہٗ، رشید میاں، حامد میاں سلمہٗ سلام عرض کرتے ہیں۔

والسلام: محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند (۳۱۔ رمضان ۱۳۶۲ھ شنبہ)

②

عزیز مکرم زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! آپ کا ملفوف تحریر کردہ یکم شوال کل ۲۷ ذی الحجہ کو ملا۔ دوسرے حضرات کی زبانی یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے وہاں دورہ[1] شروع کرا دیا ہے۔ میری حالت تو نہ دریافت کرنے کے قابل اور نہ سننے کی لائق۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ، ان خطراتِ[2] قویہ کے باوجود بھی ایک دن چین سے نہ رہے۔ آپ آج کل بذریعہ موٹر دہلی تشریف لے گئے ہیں غالباً ۱۷۔ نومبر کے بعد واپس ہوں گے۔ دارالعلوم دیوبند میں مفسدانہ افواہوں کے باوجود خیریت ہے۔ بعد از عشاء دارالعلوم کا پہرہ طلبہ تناوباً دیتے ہیں آپ کی عدم موجودگی دارالعلوم میں بے رونقی کا باعث ہو رہی ہے۔ ان اطراف میں فی الجملہ امن کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ خدا کرے کہ امن ہو جاوے تو آپ بعجلتِ ممکنہ تشریف لانے کا ارادہ کریں۔ رشید میاں سلمہٗ تو ادکاڑہ منڈی میں ہیں۔ احمد میاں اور حامد میاں سلمہا سلام عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ شنبہ)

③

برادر عزیز زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون کے جب سے آپ دیوبند سے تشریف لے گئے ہیں اس وقت سے پہلا لفافہ آپ کا ملا ہے۔ مجھ کو پتہ معلوم نہ تھا ورنہ خود ارسالِ خدمت کرتا۔ ان چند ماہ میں جو حوادثات گزرے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ جس سبعیت اور درندگی کا مظاہرہ اس عرصہ میں ہوا ہے اس کی نظیر تاریخ کے کسی ایک ورق میں بھی نہ ملے گی۔ خون کی اس ارزانی اور انسانیت کی نایابی کا گلہ کس سے کریں۔[3]

کون سنتا ہے فغانِ درویش

مسلمان کا عقیدہ ہے کہ جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ نصیب کرے آمین

آپ کی مفارقت تکلیف دہ ہے۔ میں اس پر مسرور رہا کرتا تھا کہ آپ کا تعلق میرے ساتھ مخلصانہ ہے۔ خدا کرے کہ آپ کی یہ توجہ آخرت[4] میں کام آوے، آمین۔ میں آپ کا اوّل خادم ہوں، اور چونکہ اجابتِ[5] دعا کے لئے داعی کی اہلیت شرط نہیں ہے، اس لئے آپ کا دعاگو بھی ہوں۔ آپ کے حلقۂ درس میں جو حضرات بندہ کے پرسانِ حال ہوں اُن سے عموماً اور جناب مولانا مولوی اسرار الحق[6] صاحب سے خصوصاً سلام فرماویں۔ احمد میاں[7] اور حامد[8] میاں سلام عرض کرتے ہیں ؎

ز منجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد من ابلہانہ گریزم بآبگینہ حصار

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند (۷۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ)

④

جناب محترم زیدت معالیکم

پس از سلام مسنون! آپ کا خط آیا، آپ کے سعادت مندانہ الفاظ سے مسرت ہوئی۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ حیاتِ طویلہ عطا فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق بیش از بیش دے، آمین۔

آپ کی مفارقت کا صدمہ ہم خدام کو بھی کچھ کم نہیں ہے۔ بسا اوقات آپ کا تذکرہ رہتا ہے۔ اور میں تو آپ کو اکثر ہی یاد کرتا ہوں، دارالعلوم کے طلبہ بھی آپ کے ذکر سے خالی نہیں ہیں۔ میں اکابر کی کفش برداری کے طفیل میں پاکستان کے نقائص کو سمجھتا ضرور تھا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اس تقسیم سے ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ کے مسلمان اس درجہ تباہ ہوں گے کہ ان کی تباہی[9] ضرب المثل ہو گی، اور دوست تو بجائے خود دشمن بھی ان کی تباہی سے محزون و غمگین ہوں گے اور کوئی مفر نہ ہوگا۔ تدابیر کے نتائج معکوس ہوں[10] گے۔ ؎

ز منجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد
من ابلہانہ گریزم بآبگینہ حصار

دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرماوے۔ آمین

دارالعلوم میں بحمد للہ خیریت ہے، آج سے سہ ماہی امتحان شروع ہے جمعیۃ العلماء صوبہ سی پی کا اجلاس ۲۵۔ ۲۶۔ نومبر کو ناگپور میں ہو رہا ہے حضرت مدنی (ص ۵۴۴)

---

[1] تقسیم کے بعد دیوبند میں پڑھنے والے چند طلبہ کے اصرار پر یہاں دورۂ حدیث شروع کرایا جس نے بعد میں دارالعلوم حقانیہ کی شکل اختیار کر لی۔

[2] تقسیم کے فوراً بعد کے ناگفتہ بہ حالات مراد ہیں [3] خط پر ۱۵ نومبر ۱۹۴۷ء کی مہر ثبت ہے۔

[4] استاد کا خطاب شاگرد سے۔ تواضع، شفقت اور ایسے ایسے طریقوں سے تلامذہ کو نوازنے کی مثالیں سلف میں ہی مل سکتی ہیں۔

[5] تواضع اور بے نفسی کے ساتھ حکیمانہ نکتہ آفرینی [6] حکیم، ڈاکٹر، فاضل دیوبند ساکن اکوڑہ خٹک۔ [7] بڑے صاحبزادہ صاحب حال مدرس دارالعلوم دیوبند۔

[8] دوسرے صاحبزادہ۔ (س) [9] قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

[10] اور اب تو نتائج کی ظہور پذیری گویا مکمل ہوا چاہتی ہے۔ (س)

مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رح[1]

①

فضیلت مآب جناب مولوی عبدالحق صاحب زید مجدہٗ ۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ امابعد! الحمد للہ یہ دعاگو تا حال عافیت سے ہے، امید ہے کہ آنجناب بھی خیریت سے ہوں گے ۔ جناب کو معلوم ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ بہت قریب آگیا اور قلب مدینہ منورہ کو واپسی کے لئے تڑپتا ہے، خصوصاً اعتکاف جو کہ ۲۲ / برس سے بلاناغہ وہیں نصیب ہوا ہے اس سال چھوڑنا دل برداشت نہیں کر سکتا ہے ۔ اور اس کا علاج صرف یہ ہو سکتا ہے کہ پروگرام میں اختصار سے کام لیا جائے ۔ بنابرآں جناب کو اطلاعاً تحریر کیا جاتا ہے کہ بروز سہ شنبہ بذریعہ چناب میل یہ دعاجو پشاور چلا جائے گا، اگر جناب کو تکلیف نہ ہو تو اسٹیشن پر ملاقات فرمادیں، عدم نزول کے عذر کو قبول فرمادیں فقط ۔ دعاگو و دعاجو، عبدالغفور عباسی مدنی از چنیوٹ ۱۹ مارچ ۱۹۵۸ء

②

محبی ومخلصی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! بعد از مزید دعا و سلام و سلامتی طرفین کے جناب کو معلوم ہو کہ حاجی نور بادشاہ[2] صاحب مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ہمارے یہاں ان کا قیام رہا، ان سے آپ کی خیریت و عافیت اور مدرسہ کے حالات و کیفیات معلوم ہوئے، دل کو بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرمائے اور کمال خلوص نصیب فرمائے ۔ یہ فقیر عبدالغفور عباسی تادمِ تحریر ہٰذا مع تمام متعلقین کے ہر طرح خیریت و عافیت سے ہے اور مدینہ طیبہ میں حیاتِ مستعار بسر کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور آپ جیسے محبین ومخلصین کے لئے خصوصاً دعا خیر کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔ آمین ۔ ایک ڈبہ کھجور تبرک مدینہ منورہ بدست نور بادشاہ[2] صاحب ارسال خدمت ہے ۔ تمام اراکین مدرسہ کو اس عاجز کی طرف سے دعا و سلام پہنچے ۔ میں سب کے لئے دعاگو ہوں اور سب کے لئے طالبِ دعا ہوں ۔ یہاں سے برخوردار عبدالحق و عبدالرحمٰن سلام عرض کرتے ہیں ۔ فقط ۔

دعاگو: عبدالغفور عباسی از مدینہ منورہ ۲۶/۱۱/۱۳۷۶ھ

③

محبی ومخلصی جناب المحترم حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب دام فیضکم وزید عرفانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج شریف ۔ بعد از مزید دعا و سلام و سلامتی طرفین کے جناب کو معلوم ہو کہ آپ کا محبت نامہ پُر از محبت و اخلاص ملا، باعث مزید دعا و سرور دل ہوا، شکر ہے کہ جناب حاجی مولانا محمد یوسف[3] صاحب خیر و عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ۔ موسمِ حج میں کثرت سے محبین کی آمد و رفت کی وجہ سے مسکین کی مشغولیت آپ حضرات پر روشن ہے ۔ جناب محمد یوسف صاحب کی خاطرداری کچھ بھی نہیں ہو سکی اور جو کچھ انہوں نے محبت و شفقت کا اظہار فرمایا ہے وہ ان کا کمال بزرگی کی وجہ سے ہے ۔ جناب مولانا محمد یوسف[4] صاحب، جناب مولانا سلطان محمود صاحب و جناب مولانا سمیع الحق صاحب و جناب مولانا گل رحمٰن صاحب، جناب قاضی انوار الدین صاحب، جناب قاضی افتخار الملک صاحب جناب الحاج سید نور بادشاہ صاحب، جناب الحاج غلام محمد صاحب، جناب مولانا شیر علی شاہ صاحب وغیرہ تمام محبین کو بہت بہت دعا و سلام فرمانا، مسکین سب کے لئے دعاگو اور سب کے لئے طالبِ دعا ہے ۔ یہاں سے برخوردار عبدالحق و عبدالرحمٰن و محمد لطف اللہ و کاتب ناچیز محمد جواد الحسینی آپ تمام صاحبان کی خدمت میں سلام عرض کر کے دعا کی درخواست پیش کرتے ہیں ۔

دعاگو: عبدالغفور عباسی غفرلہٗ ۔ المدینۃ المنورہ باب المجیدی حجاز، سعودی عرب

۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ ۔

④

محبی ومخلصی جناب المحترم حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب دام فیضکم وزید عرفانکم ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! بعد از مزید دعا و سلامتی طرفین آپ کو معلوم ہو کہ آپ کا محبت نامہ ملا جو باعث مزید دعا و سرور ہوا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محبت اور عقیدت کی جزاء دارین میں نصیب فرمادیں اور آپ کو درجات عالیہ اور شرافت نصیب فرمادیں اور آپ کے فیوضات و دینی خدمات سے عالمِ اسلام کو روشن فرمادیں اور آپ کو تبلیغِ دین اور نشرِ علوم شرعیہ میں کامیاب فرمائے ۔ اور اہلِ سرحد کے سروں پر آپ کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور آپ کو احیاء سنت میں کامیاب فرمادیں ۔ اور دارالعلوم کے لئے بھی دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ غیبی امداد فرمادیں اور آپ کی پریشانیوں کو دور فرمادیں ۔

الحمد للہ کہ میں اب روبصحت ہوں اور بخار وغیرہ نہیں، گھر میں تمام متعلقین بخیریت سے ہیں ۔ برخوردار عبدالرحمٰن کو پنڈی سائڈ کا حملہ ہوا تھا وہ اپریشن کیلئے پاکستان لاہور گیا ہے ۔ الحمد للہ برقیات آئے ہیں کہ اپریشن کامیاب ہوا ہے اور برخوردار حفاظت سے ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ برخوردار کو صحتِ کاملہ نصیب فرما کر بخیر و عافیت مدینہ منورہ پہنچائیں ۔ یہ عاجز تمام طلبہ و مدرسینِ دارالعلوم کے لئے دعاگو ہے کہ انہوں نے میری صحت کے لئے ختم شریف پڑھا اور دعائیں کرائیں، اللہ تعالیٰ سب کو جزاء خیر دے اور خاتمہ بالخیر فرمادیں تمام مدرسین اور طلبہ اور خصوصاً برخوردار سمیع الحق صاحب، مولوی سید شیر علی شاہ، حاجی نور بادشاہ

---

[1] سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مایہ ناز بزرگ اور روحانی رہنما، مہاجر مدینہ طیبہ، وطنِ اصلی علاقہ جعفرزئی ضلع ہزارہ ۔ المتوفیٰ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۶۹ء مدفن بقیع الغرقد مدینہ منورہ ۔ (س)

[2] دارالعلوم حقانیہ کے مخلص معاون اور تاسیسی رکن (س)

[3] دارالعلوم حقانیہ کے انتہائی مخلص اور تاسیسی رکن ۔ (س)

[4] دارالعلوم حقانیہ کے نظماء و معاونین حضرات ۔ (س)

حاجی یوسف وغیرہ سب کو سلام۔

میرا کاتب مولوی جواد الحسینی صاحب بیمار ہے جو کہ مولوی سلطان محمود صاحب کو سلام کہتا ہے اور میں بھی معذور ہوں، اس لیے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط نہ لکھ سکا۔ ایک مضمون پر اکتفاء کیا، امید ہے کہ آپ کچھ محسوس نہیں کریں گے۔ فقط۔

دعاگو و دعاجو، عبدالغفور عباسی غفرلہٗ از مدینہ منورہ

(۵)

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق صاحب زاد اللہ درجاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! بعد از دعا و سلام وسلامتی طرفین کے جناب کو معلوم ہو کہ آپ کا محبت نامہ فقیر کو موصول ہوا، پڑھ کر تمام حالات سے آگاہی ہوئی۔ جناب کو اور جناب کے اراکین و اساتذۂ مدرسہ جن کو فقیر سے ایک خاص تعلق ہے، خط سے معلوم کر کے سب کے لئے دل سے خصوصی دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ سب کے درجات بلند فرمائے اور سعادتِ دارین سے نوازیں خصوصاً جناب کے جملہ مقاصد دینی و دنیوی کے لئے فقیر دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحتِ جسمانی و قوتِ روحانی میں مزید ترقی نصیب فرمادیں اور جو برکتیں اللہ نے آپ کو دی ہیں اللہ تعالیٰ یہ سمیع الحق کو نصیب فرمادیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو آپ کا خلف صالح بنا دے اور آپ کے اس فیض کو تادیر جاری رکھے اور بندگانِ خدا کو آپ کی اس درسگاہ سے مستفید فرمایا کرے۔ الحمد للہ اس عاجز کی صحت بھی پہلے سے بہتر ہے۔ باقی آپ کی دعاؤں کا ہر وقت محتاج ہوں، اللہ تعالیٰ میری بھی صحتِ جسمانی اور روحانی میں ترقی دے اور استقامت علی الدین وحسنِ خاتمہ نصیب فرمائے اس عاجز کی طرف سے تمام احباب و پرسانِ حال کو دعا سلام کہنا، خصوصاً جناب صاحبزادہ سمیع الحق صاحب سلمہٗ و مولوی سلطان محمود صاحب و دارالعلوم کے جملہ اراکین و اساتذہ و ناظمین و طلبہ حضرات کو نام بنام دعا سلام پہنچے، میں سب کے لیے دعاگو ہوں اور سب کے لئے طالبِ دعا ہوں۔ یہاں سے برخورداران عبدالحق و عبدالرحمٰن و محمد لطف اللہ دعا سلام لکھاتے ہیں اور طالبین دعا ہیں، جناب مولانا شیر علی شاہ صاحب کو خصوصیت سے دعا سلام عرض ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو حرمین الشریفین کی حاضری سے نوازے فقط والسلام۔ دعاگو: عبدالغفور عباسی غفرلہٗ

از مدینہ طیبہ باب المجیدی سعودی عربیہ حجاز مقدس

(۶)

محبی و مخلصی المحترم جناب مولانا عبدالحق صاحب زاد اللہ درجاتکم ومتع اللہ المسلمین بطول حیاتکم، آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! بعد از مزید دعا و سلام وسلامتی طرفین کے جناب کو معلوم ہو کہ آپ کا محبت نامہ پُر از اخلاص و محبت فقیر کو ملا، باعث مزید دعا و سرورِ دل ہوا۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیر الجزاء۔ یہ عاجز آپ حضرات سے رخصت ہو کر ایک رات مردان میں حکیم صاحب کے یہاں رہا اور ایک رات اور دن رستم میں رہا اور اس دوران میں مختلف طبقات کے لوگوں نے استفادہ کیا، اللہ تعالیٰ ان کو استقامت نصیب فرمائے، اس کے بعد نوے کلی مولوی سربلند کی دعوت پہ گیا اور وہاں سے رات ہی رات ٹوپی گیا وہاں بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا، دوسرے دن ٹوپی سے روانہ ہو کر براستہ امب دربند اپنے علاقہ جعفر زئی خاص چیہ پہنچا اور وہاں کے علماء، طلباء اور دور دور کی مسافت سے لوگ وفود بن کر آتے تھے اور گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور سلسلہ عالیہ میں خلقِ کثیر داخل ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ یہ سب کچھ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل و برکت سے ہے ورنہ یہ عاجز کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو استقامت علی الشریعہ نصیب فرمائے (آمین)

الحمد للہ سات آٹھ دن وہاں رہ کر ختم قرآن شریف بھی وہاں سنا، وہاں سے آٹھ تاریخ کو نکلے براستہ امب دربند، مشرف شاہ میاں صاحب اور پیر بابکی صاحب کی دعوت تھی، ایک رات اور ایک دن اُن کے یہاں رہے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے آپ سے نہ مل سکا۔ ۱۵ رمضان کو کراچی پہنچا، دو دن رہ کر اٹھارہ رمضان المبارک کو بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ منورہ بخیر و عافیت پہنچا۔ سب کو خیریت سے پایا، بیسویں کی شب کو حرم شریف میں معتکف ہوا، آپ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا اور دعائیں بھی کی گئیں۔ دارالعلوم کی ترقی کے لئے ہر وقت دعائیں جاری رہتی ہیں اراکین و معاونین مدرسہ کے لئے ہر وقت دعائیں جاری ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو دین و دنیا کی ترقی عطا فرما دے۔ آمین۔ اور آپ کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نیک صالح بنا دے اور آپ کا خلف صالح بنا دے، آمین۔ انشاء اللہ مولوی سمیع الحق صاحب آپ کا صحیح جانشین اور خلف صالح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عالم باعمل اور عارف کامل بنا دے۔ دیگر تمام مدرسین کی خدمت میں میری طرف سے دعا سلام پہنچے، خصوصاً محبی و مخلصی محمد یوسف صاحب ان سے نہ ملنے کا دل کو بہت افسوس رہا۔ سید نور بادشاہ صاحب ملک امرالٰہی صاحب، حاجی غلام محمد صاحب، رحمان الدین صاحب اکوڑہ خٹک و نیز حاجی کرم الٰہی صاحب سب کو بہت سلام پہنچے یہ مسکین سب کے لئے دعاگو ہے اور سب سے طالبِ دعا ہے یہاں سے برخورداران عبدالحق و عبدالرحمٰن بہت بہت سلام عرض کرتے ہیں اور طالبین دعا ہیں۔ دعاگو: عبدالغفور عباسی

از مدینہ منورہ، مورخہ ۲ر ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ

(۷)

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق صاحب زاد اللہ درجاتہٗ ومقاماتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! بعد از مزید دعا و سلام وسلامتی طرفین جناب کو معلوم ہو کہ یہ فقیر خادم الاسلام والمسلمین، خادم الفقراء والعلماء عبدالغفور عباسی مدینہ منورہ میں حیاتِ مستعار بسر کرتے ہوئے سب کے لئے عموماً اور آپ جیسے حضرات کے لئے خصوصاً دعائے خیر کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ الحمد للہ پاکستان سے مراجعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ۱۸ رمضان

خیر وخوبی سے مدینہ منورہ پہنچا پایا، اور سب احباب کو خیریت سے پایا اور مسجد نبوی کا اعتکاف بھی نصیب ہوا، اور جب تک مسجد نبوی میں رہا آپ حضرات کے لئے دعائے خیر کرتا رہا، جناب کے مدرسہ کے لئے خصوصاً اور تمام اراکین ومعاونین مدرسہ کے لئے عموماً دعائے خیر کرتا رہا۔ اور جب تک زندگی باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ کرتا ہوں گا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ امید ہے کہ جناب بھی مع تمام متعلقین کے ہر طرح خیریت وعافیت سے ہوں گے اور اس عاجز کو اپنی مقبول دعاؤں سے یاد فرماتے ہوں گے۔ الحمد للہ کہ برخوردار سعادت اطوار سمیع الحق صاحب خیریت وعافیت سے اور گاہ بگاہ فقیر کے پاس آتا رہتا ہے اور بڑے اخلاص ومحبت سے ملتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو سفر مبارک کی سعادتوں سے نوازے اور خیریت کے ساتھ مع مقبولیت کے پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور خیریت کے ساتھ آپ کو ملائے، فقیر کی طرف سے سب احباب کو سلام پہنچادیں، والسلام۔ دعاگو: عبدالغفور العباسی المدنی

(۸)

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام اقبالہ وزید عرفانہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از مزید دعا وسلام وسلامتی طرفین جناب کو معلوم ہو کہ جناب کا محبت نامہ موصول ہوا۔ جناب نے اس عاجز کے ساتھ جس خلوص ومحبت کا اظہار فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جناب کو جزائے خیر عطا فرمائے، جناب کو دارین میں سرخرو اور کامیاب فرمائے، دارالعلوم کو مزید ترقی نصیب فرمائے اور جناب کے وجود کو تبلیغ اسلام اور علومِ حقانیہ کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ـــ بلڈ پریشر کے دو دوروں کے باعث اس عاجز کو ضعف بہت ہوگیا ہے اور سفر سے معذور ہے۔ جناب محمد خان اس عاجز کے پاس مدینہ منورہ آئے گا تو انشاء اللہ یہ عاجز اس کے آرام وراحت کا خیال رکھے گا، جناب اطمینان رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے، آمین۔ مولوی سمیع الحق صاحب، انوار الحق صاحب اور جملہ مدرسین خصوصاً حاجی محمد یوسف، حاجی سلطان محمود، سید نور بادشاہ صاحب، حاجی غلام محمد صاحب، حاجی رحمٰن الدین صاحب وغیرہ سے اس عاجز کا بہت بہت دعا سلام کہیں۔ یہاں سے برخوردار عبدالحق، عبدالرحمٰن، عبدالوہاب اور لطف اللہ جناب کو سلام لکھاتے ہیں۔ امید ہے سلطان محمود صاحب کی صحت اب بہتر ہوگی۔ فقط۔

دعاگو دعاجو، عبدالغفور العباسی المدنی، جمادی الآخر ۱۳۸۶ھ

(۹)

بخدمت جناب محترم مجبی ومخلصی حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام اقبالہ زید عرفانہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از مزید دعا وتسلیمات مسنونہ جناب کو معلوم ہو کہ یہ عاجز تادمِ تحریر ہذا مع جملہ متعلقین ہر طرح بخیر وعافیت ہے جناب کی خیریت وعافیت خداوند کریم سے ہر آن نیک مطلوب ہے۔ آپ سب حضرات کا مشترکہ سبز چاء اس عاجز کو بدست ایک حاجی صاحب موصول ہوا اور باعث مزید دعا وسرورِ دل ہوا، خداوند کریم آپ سب حضرات کو اس محبت واخلاص کا دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ یہ عاجز مدینہ منورہ میں حیاتِ مستعار بسر کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور جناب کے لئے اور جملہ متعلقین کے لئے خصوصاً دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کے درجات بلند نصیب فرمائے اور دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تعالیٰ مزید ترقی نصیب فرمائے۔ تمام پرسانِ حال واحباب کو دعا وسلام کہنا، بالخصوص جن حضرات نے میرے لئے چائے بھیجی ہے ان سب کو بہت بہت دعا سلام کہنا۔ میں سب کے لئے دعاگو ہوں اور سب سے طالب دعا ہوں۔ ایک ڈبہ کھجور تبرک مدینہ منورہ جناب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، اس میں سے کچھ جناب کے لئے اور باقی جن حضرات نے میرے لئے چائے بھیجی ہے، ان پر بانٹ دینا۔ باقی سب خیریت ہے۔ یہاں سے عبدالحق، عبدالرحمٰن، محمد لطف اللہ دعا وسلام لکھاتے ہیں۔ فقط والسلام۔

دعاگو، عبدالغفور العباسی المدنی، باب مجیدی (مدینہ منورہ) سعودی عرب

(۱۰)

مجبی المحترم حضرت الفاضل خادم علم الدین مولانا عبدالحق زاد اللہ درجاتہ،

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از مزید دعا وسلام وسلامتی طرفین جناب کو معلوم ہو کہ الحمد للہ محبت نامہ جناب کا مشتمل بکمال محبت واخلاص ومضامین عجیبہ وادعیہ مستجابہ ملا، باعث مسرت قلب ہوا، اللہ تعالیٰ جناب کو اعلیٰ مقامات پر فائز فرمادے اور عمر دراز صحتِ کاملہ، خدمتِ اسلام و اہلِ اسلام کے لئے عنایت فرمائیں، آمین۔ فقیر عرصہ تین ماہ سے صاحب الفراش ہے۔ آثار حیات کے کم ہوتے جاتے تھے لیکن حَیٌّ لَایَمُوْتُ نے خلافِ توقع گویا حیاتِ جدیدہ عنایت فرمایا۔ یہ آپ جیسے مخلصین واحباب کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو کہ فقیر بفضلہ تعالیٰ اب چارپائی میں بیٹھ سکتا ہے، ضعف بے حد ہے چل پھر نہیں سکتا ہوں، لیکن امید ہے یہ نعمت بھی حاصل ہو جائے گی۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

جناب کا مدرسہ فقیر کا مدرسہ ہے، اس کی ترقی کے لئے دعائیں جاری رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جناب کے اس چشمۂ فیض کو تا قیامت جاری رکھے اور برخوردار سمیع الحق کو نیز دیگر معاونین کو ہمم عالیہ نصیب فرمادیں تاکہ جناب کے نقشِ قدم پر چل کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کا شرف حاصل کرتے رہیں، آمین۔ مولوی شیر علی شاہ صاحب مدینہ منورہ سے راہی وطن ہوگیا ہے۔ وقت اچھا گذرا، کچھ تبرک کھجور مدینہ منورہ اس کے ہاتھ بھیدیا ہے پہنچادے گا، حاجی محمد یوسف صاحب، حاجی نور بادشاہ صاحب، حاجی غلام محمد صاحب، حاجی رحمان الدین صاحب، حاجی کریم الہٰی پشاور اور مولانا سلطان محمود صاحب، قاضی انوار الدین صاحب اور مولانا محمد قمر صاحب، مولانا گل رحمٰن صاحب نیز تمام طلبہ ومعاونین دارالعلوم کو فقیر کی طرف سے دعا وسلام قبول ہو۔

فقیر سب کی غائبانہ دعاؤں کا مشکور ہے۔ اللہ پاک اجر دے دیں۔ آمین۔

یہاں سے برخوردار عبدالحق، عبدالرحمٰن، محمد سعید، محمد شریف، عبدالوہاب، لطف اللہ، حبیب الرحمٰن، عبداللہ شاہ، حشمت علی سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط والسلام

دعاگو و دعا جو: عبدالغفور العباسی المدنی باب المجیدی بالمدینۃ المنورہ،

۱۱ محرم یوم الجمعہ۔

⑪

محبی و مخلصی المحترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب زاد اللہ درجاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از مزید دعا و سلام و سلامتی طرفین جناب کو معلوم ہو کہ جناب کا محبت نامہ موصول ہوا، جناب کی خیریت و حالات معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ یہ عاجز آپ ہی جیسے مخلصین و محبین کی دعاؤں کی برکت سے الحمدللہ ثم الحمدللہ ہر طرح خیریت سے ہے، ضعف ضرور باقی ہے، معمول دوائیں جاری ہیں۔ باقی الحمدللہ کوئی تشویش کی بات نہیں ہے، حقیقت میں گذشتہ بیماری بہت سخت تھی اور واقعتہً حق تعالیٰ نے اس عاجز کو از سرِ نو حیات نصیب فرمائی ہے۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

جناب کے اخلاص اور دلی تعلق کا حال جو جناب کو اس عاجز کے ساتھ ہے اس عاجز کو اچھی طرح معلوم ہے اور جناب کے محبت نامے کے نہ آنے سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، یہ دوسری بات ہے کہ تعلق خاطر کے باعث کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ جناب کی خیریت اور مدرسہ کے مختصر کوائف معلوم ہو جائیں۔ اشاعت علمِ دین متین کی جو عظیم خدمت جناب انجام دے رہے ہیں وہ ہر دوسرے کام سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس عاجز سے خود تو کچھ نہیں ہوتا لیکن جن مقامات پر علمِ دین کی صحیح خدمت ہو رہی ہے ان کے لئے دعائیں کر کے جی چاہتا ہے کہ ان مساعی میں شرکت کی سعادت حاصل رہے اللہ تعالیٰ جناب کی جملہ پریشانیوں کو دور فرما کر جناب کو جمعیت قلبی کی دولت سے نوازے اور دارالعلوم کو دشمنوں اور مخالفین کے فتنہ سے محفوظ کر کے قرآن و سنت کی صحیح خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور مزید ترقی و استحکام عطا فرمائے، آمین۔ برخوردار سمیع الحق سلمہٗ، مولانا سلطان محمود صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، حاجی سید نور بادشاہ صاحب، حاجی غلام محمد صاحب، حاجی کرم الٰہی صاحب، حاجی رحمان الدین صاحب، نیز دیگر مخلصین و پرسان حال سے اس عاجز کا بہت بہت سلام عرض کر دیں۔ یہ عاجز سب کے لئے دعاگو ہے۔ یہاں سے برخورداران عبدالحق، عبدالرحمٰن، لطف اللہ، حشمت علی سب جناب کو سلام لکھاتے ہیں اور جناب سے دعا کے طالب ہیں۔ فقط

دعاگو: عبدالغفور العباسی المدنی

مدینہ طیبہ: ۱۹؍ اگست ۱۹۶۸ء

بقیہ ص۷۶۴ :- مکاتیب طیبؒ

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری طرف سے سارے اہلِ خانہ بالخصوص عزیزم سمیع الحق صاحب سلمہ کو مضمون تعزیت پیش فرما دیا جاوے۔ حق تعالیٰ آپ سب حضرات کے قلوب کو صابر و شاکر بنا کر اپنے دین اور علم کا کام زیادہ سے زیادہ لے اور آپ سب حضرات کو توفیق میسّر فرمائے۔ آمین۔

یہ ناکارہ بحمداللہ بعافیت ہے۔ پاکستان سے واپس ہو کر دو ہی دن کے بعد بمبئی بڑودہ سورت وغیرہ کا سفر پیش آ گیا۔ ابھی دو چار دن ہوئے وہاں سے واپس ہوا ہوں۔ اہل بمبئی کا اصرار ہے کہ رمضان شریف وہاں گزاروں۔ قصد کر لیا ہے۔ حق تعالیٰ پورا فرمائے۔ اور کام کی توفیق بخشے۔ مستدعی دعا ہوں۔ بچی مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے دارالعلوم میں ختم کرایا جا رہا ہے[1] حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ ۲۰ ش ۸۸ھ

بقیہ ص۷۷۱ :- مکتوبات مولانا اعزاز علیؒ

مولانا مدنی مدظلہٗ شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں غالباً دس یوم کے بعد واپسی ہو گی۔ میں آپ کا خادم اور دعاگو بھی ہوں۔ بظاہر قریب الارتحال ہوں اس لئے حسنِ خاتمہ کی دعا کا زیادہ محتاج ہوں۔ احمد میاں سلمہٗ، حامد میاں سلمہٗ سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی معراج الحق صاحب و عزیزم مولانا مولوی سید فخر الحسن صاحب بھی خیریت سے ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔

دعاگو اور طالب دعا

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند۔ ۳ صفر ۱۳۲۹ھ سہ شنبہ

چند اوراق کتب، چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

---

[1] مرحومہ کی اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو گی کہ برّصغیر کے اہم علمی و دینی اداروں اور مراکز میں دعائیں کی گئیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود[1] قائد جمعیۃ علماء اسلام

①

بحضرت المخدوم المحترم دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! خیریت طرفین مسئول ، مزاج اقدس گزارش ہے کہ جناب کا دعوت نامہ جو احقر کے لئے حکنامہ کی حیثیت رکھتا ہے ، موصول ہوا احقر کی کیا حیثیت ہے کہ ایسے معاہد علیہ کے عظیم اجتماعات میں مدعو کیا جاوے ۔ میں تو دارالعلوم حقانیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں ۔ جس طرح بھی خدمت ہوسکے گی دریغ نہ ہوگا حاضری کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کی پوری کوشش کروں گا ۔ لیکن ایک عذر ہے جو عزیزی مولانا سمیع الحق صاحب سے عرض کردیا ہے اگر وہ مانع نہ ہوا ، تو ضرور در دولت پر حاضر ہوکر نیاز حاصل کروں گا ۔ اگر عذر کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہا تو بھی احقر کو اپنا خادم ہی تصور فرماتے رہا کریں ۔ اور دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں ۔ احقر آپ حضرات کی دعاؤں کا محتاج بھی ہے اور مستحق بھی آخر میں بھی دعاؤں کی درخواست ہے ۔

والسلام ۔ محمود عفی اللہ عنہ ۔ قاسم العلوم ملتان شہر ۔ ۲۷ ربیع الثانی [illegible]

②

محترم ومکرم حضرت مولانا دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، شیخ الاسلام حضرت مولانا احمد علی صاحب کے حکم کے مطابق عرض ہے کہ خیرالمدارس میں ۲۵ - ۲۶ مئی ۵۹ء کو تنظیم مدارس کی میٹنگ ہورہی ہے ۔ اس میں سابق جمعیۃ علماء اسلام کے اراکین شریک نہ ہوں نظام العلماء کی میٹنگ عیدالاضحیٰ کے بعد لاہور میں ہوگی ۔ اس میں تنظیم مدارس کے متعلق جو فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا ۔ پہلے سے کسی کے ساتھ انسلاک نہیں کیا جائے گا ۔

محمود عفی اللہ عنہ ۱۲ - ۱۱ - ۷۸ء

③

محترم المقام دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! مزاج مکرم عرض ہے کہ احقر کا بحمد للہ ، اس دفعہ سفر حج مبارک کے لئے قرعہ نکل آیا ہے ۔ ۲۰ اپریل کو پروگرام کے مطابق ہمارا جہاز کراچی سے جدہ کی طرف روانہ ہوگا ۔ ۱۲ اپریل کو ہمیں کراچی پہنچنا ہوگا اس طرح میں ۱۵ / ۱۶ / ۱۷ اپریل کے اپنے مدرسہ قاسم العلوم کے جلسہ میں بھی شرکت نہ کرسکوں گا ۔ البتہ ایک صورت ہے کہ کراچی ۱۲ کو حاضری دے کر ۱۵ کو واپس آجاؤں اور پھر ۱۸ کو کراچی چلا جاؤں ۔ لیکن یہ صورت بھی کراچی جانے کے بعد حالات پر موقوف ہے ۔ اس لئے آپ کے جلسہ میں شرکت سے معذور ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ اس سفر مبارک کو بابرکت فرمائے ۔ اور حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً کے آداب کی بجا آوری کی توفیق نصیب ہو ۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں ۔ آپ کے مدرسہ کی ترقی کے لئے ہر وقت دعاگو ہوں اگر حرمین شریفین میں حاضری ہوئی تو وہاں بھی انشاء اللہ مدرسہ حقانیہ اور اس کے کارکنان کے لئے دعا کرتا رہوں گا ، آپکے حقانیہ میں علمی خدمات کے لئے پوری پشتون قوم ممنون ہے ۔ اللہ اس خدمت کو قبول فرمادے ۔

محمود عفی اللہ عنہ ۔ از قاسم العلوم ملتان شہر ۔

④

مخدوم حضرت محترم دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، دعوت نامہ برائے جلسہ مدرسہ ملا ۔ احقر غالباً ان دنوں راولپنڈی میں ہوگا ۔ وہاں ہفتہ کے روز کسی وقت شام کو انشاءاللہ روانہ ہوکر اکوڑہ پہنچوں گا ۔ اتوار کو وہاں رہونگا ۔ اور حاضری وزیارت کا شرف حاصل کرونگا ۔ میری حاضری بغرض استفادہ ہوگی ۔ جناب کی دعوت اور توجہات عالیہ کا بے حد محتاج ہوں ۔ آج بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی جارہا ہوں ۔ آخر میں پھر دعا کی التماس ہے ۔ صاحبزادہ مولوی سمیع الحق صاحب وغیرہ اساتذہ مدرسہ کو سلام ۔

محمود عفی اللہ عنہ ۔ از قاسم العلوم ملتان ۔ ۵ رجون ۱۹۶۲ء ۔

⑤

بحضرۃ المخدوم المحترم دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! مزاج گرامی ۔ گرامی نامہ موصول ہوا ۔ جواباً عرض ہے ۔ ۱ ۔ اگرچہ احقر مصروف ہے ۔ اور صحیح بخاری وترمذی ابھی ابتدا میں ہیں ۔ لیکن انشاءاللہ ہفتہ کی صبح تک ۲۲ اکتوبر کو حاضر ہونے کا ارادہ کرلیا ہے ۔ میری رائے میں ملکی حالات[2] ایسے ہیں کہ ان حالات میں مدارس عربیہ کے جلسے نہ ہوں تو بہتر ہے ۔ بہرحال آپ خود سوچ لیں ۔ یہاں تو رات کو مکمل بلیک آؤٹ ہوتا ہے ۔ ان حالات میں نظریہ آرہا ہے کہ مدارس عربیہ کو ہنگامی طور پر چند دنوں کے لئے اسباق بھی بند کرنے پڑجائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائے اور پاکستان کے مسلمانوں کو فتح وکامران نصیب کرے ۔

۲ ۔ وفاق کے جلسہ کے لئے ایجنڈا جاری ہوچکا ہے ۔ چونکہ اس میں خصوصی میٹنگ ہوتی ہے اگر آمد ورفت کے ذرائع بند نہ ہوں تو میٹنگ ہوسکتی ہے ۔ بہرحال قریبی ایام میں کوئی تبدیلی کی جائے تو ممکن ہے ۔ اب فی الحال ارادہ نہیں ہے ۔ باقی جس طرح بھی ہو آپ ضرور شرکت فرماویں ۔ کسی طرح بھی کسی قسم کا عذر اس مرتبہ اہم اجلاس میں مسموع نہ ہوگا ۔ آپ سے پرزور استدعا ہے کہ آپ ضرور شرکت فرماکر سرپرستی فرماویں ۔

---

[1] زعیم اسلام وقائد جمیعۃ العلماء اسلام المتوفی ۱۴ ۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء

[2] ۱۹۶۵ء کے مشہور پاک بھارت جنگ کا دور تھا ۔

۳ الحق[1] کے لئے میں مضمون لکھدوں گا، لیکن اخباری کاغذ نایاب ہوتا جا رہا ہے، حتیٰ کہ اخبارات جو آٹھ صفحات پر شائع ہو رہے تھے اب چار پر شائع کیے جا رہے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا۔ کہ ان حالات کو خیریت سے گزارنے کے بعد ہی پہلا شمارہ شائع کیا جائے۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ دعاؤں کا از حد محتاج ہوں، آپ کی زیارت کو بہت دل چاہتا ہے کراچی میں بھی ملاقات نہ ہو سکی۔ ضروری باتیں آپ سے کرنی ہیں۔ مولوی سمیع الحق صاحب وغیرہ حضرات کو سلام عرض ہے۔ والسلام

محمود عفی اللہ عنہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء

حضرت مولانا محمد اسعد مدنی[2]

①

حضرت استاذی الکریم زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! والانامہ رمضان شریف میں باعث سرفراز ہوا تھا۔ حضرت متعنا[3] اللہ بعموم فیوضہ بخیر وعافیت ہیں۔ والانامہ حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ حضرت نے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اب بہت ضعیف ہو گیا ہوں۔ اتنے طویل سفر کی طاقت مجھ میں نہیں ہے مشاغل بھی اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی لئے حاضری سے معذور ہوں۔ آپ کے مدرسہ کے احوال سنتا رہتا ہوں اور خوش ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق اور قبولیت سے نوازے۔ ہم سب خدام بخیریت ہیں آپ حضرات برابر یاد آیا کرتے ہیں دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ فقط والسلام

خادم، طالب دعا، اسعد غفرلہٗ ۲ر ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

②

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

والانامہ مورخہ ۵ ستمبر کل باعث سرفرازی ہوا۔ یاد فرمائی کا بہت بہت شکریہ۔ سفر مدراس میں حضرت (متعنا اللہ بطول حیاتہٗ وعموم فیوضہ بصحتہٖ) کو ضیق النفس[4] کی سی شکایت ہو گئی۔ یہاں پہنچ کر ڈاکٹروں کو دکھایا تو انہوں نے ایکسرے وغیرہ کر کے اس کو عارضہ قلب قرار دیا۔ چنانچہ علاج بے فائدہ بھی ہوا۔ مگر کئی مرتبہ مرض نے عود کیا اسی لئے حکیم مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی[5] صاحب کو لکھوائے اور پھر ڈاکٹر عبدالحمید صاحب کو لکھنؤ بلانا پڑا۔ علاج بحمد اللہ وتوفیقہٖ پوری توجہ سے ہو رہا ہے۔ اب افاقہ بھی بہت ہے۔ ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور تمام مشاغل سے احتیاطاً ابتک منع کر رکھا ہے۔ ملاقات وغیرہ کی بھی عام اجازت نہیں ہے۔ مگر امید ہے کہ دو ایک ہفتے میں پابندیاں نرم جائیں گی۔

دورے بجواب بحمد اللہ ہفتہ عشرہ سے نہیں ہوئے، بہت سخت ہوتے تھے، تمام بدن پسینہ پسینہ ہو جاتا، تنفس بہت ہوتا تھا۔ قلب میں درد اور سخت بے چینی ہوتی تھی۔ بہرحال دعا کی ضرورت ہے پرسان احوال حضرات سے سلام مسنون فرما دیں۔ دعوات صالحہ سے اس نابکار ناکارہ کو بھی فراموش نہ فرمائیں گے۔ جو حضرات بھی حضرت مد اللہ ظلہم کے احوال معلوم کرنا چاہیں، ان کو اطمینان دلائیں کہ اب بحمد اللہ حضرت مد اللہ ظلہم بعافیت ہیں۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہٗ ۲۱ صفر ۱۳۷۷ھ - ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ء

③

محترم المقام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعث عزت افزائی ہوا یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی، کہ ویزا مل جائے مگر نہ ملا اس وجہ سے حاضری سے مجبور رہے۔ آپکا اس قدر شفقت فرمانے کا بہت شکر گزار ہوں۔ والسلام

مولانا اسعد بقلم اصغر علی غفرلہٗ از دیوبند ۱۹ ۳/۸ھ

④

مخدوم ومحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف تعزیت[6] اور دعاؤں کے لئے بہت بہت شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ صبر وفکر کی ہم سب کو توفیق بخشی۔ واقفین وپرسان احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرما دیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ مجروحین[7] کی حالت بہتر ہے۔ اسپتال سے ڈسچارج کر دیے گئے ہیں ابھی علاج جاری رہے گا۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہٗ، دیوبند، سہارنپور - ۲۰ دسمبر ۱۹۶۸ء

---

[1] اکتوبر ۱۹۶۵ء میں الحق ماہنامہ کا آغاز ہوا اسی حالت جنگ میں میں نے بلیک آؤٹ کے دوران بند کمرہ میں موم بتی کی روشنی میں لکھا دیگر مشاہیر کے ساتھ حضرت مفتی صاحب مرحوم کو بھی مضمون لکھنے کی دعوت دی گئی۔ [2] شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے فرزند گرامی قدر صدر جمعیۃ العلماء ہند۔ سیاسی لیڈر، عالم اور روحانی رہنما [3] حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ جنہیں دارالعلوم حقانیہ میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی گئی تھی (س)

[4] حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ یہی مرض بالآخر مرضِ وفات ثابت ہوا (س)

[5] لکھنؤ کے معروف حکیم ڈاکٹر عالم اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے برادر بزرگ۔ (س)

[6] غالباً مولانا حمید الدین صاحب مراد ہیں مجلس شوریٰ دارالعلوم میں شرکت کے لئے آ رہے تھے کہ ایکسیڈنٹ کے المناک حادثہ میں شہید ہوئے۔ اور کچھ ساتھی زخمی ہوئے۔ مرحوم کی تدفین دیوبند میں ہوئی۔ صاحب مکتوب کے نہایت قریبی اعزہ میں تھے (س)

[7] اس حادثہ میں مولانا اسعد مدنی کے فرزند صاحبزادہ محمد کا بھی انتقال ہوا تھا۔ اور ان کی اہلیہ اور خورشد امن بھی زخمی ہوئی تھیں۔ (ف)

۵

محترم المقام زید مجدکم ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف ۔ عنایت و اظہار ہمدردی وایصال ثواب کے لیے شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے ۔ صاحبزادی[1] صاحبہ کے انتقال کی خبر سے افسوس ہوا ۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ سے نوازیں اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ ہم لوگ دعاؤں کے محتاج ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ واقفین پرسان احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیں ۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمایئں ۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہ   دیوبند، سہارنپور   ۲۰ دسمبر ۶۸ ۱۹ء

۶

سلام مسنون! مزاج گرامی

میں بحمداللہ بخیریت دہلی پہنچ گیا ۔ آپ حضرات[2] نے جس اخلاص و محبت کے ساتھ کرم فرمائی کی اس کے لئے انتہائی ممنون و مشکور ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ حضرات سے نیاز حاصل کرنے اور روابط کی تجدید کا موقع مرحمت فرمادیا ۔ فالحمد للہ علی ذلک

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس ملاقات کو طرفین کے لئے باعث خیر و فلاح دارین فرمائے ۔ اور اپنی مرضیات سے نوازے، تمام پرسان احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں ۔ دعوات صالحہ سے اس نابکار کو فراموش نہ فرمایئں ۔ والسلام

اسعد غفرلہ   ۲۳ / مارچ ۱۹۶۹ء

۷

حضرت استاذ محترم زید مجدکم وعنایاتکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج والا بعافیت ہوگا میں بحمداللہ بخیریت ہوں اور حج کے بعد سے جنوبی افریقہ اور اس کے اطراف میں سفر کر رہا ہوں انشاء اللہ یہاں سے مصر، شام، ترکی، حرمین شریفین ۔ عراق، کویت ہوتے ہوئے افغانستان ہو کر کابل سے ۱۴ جولائی کو پشاور اور ۱۵ کو وہاں لاہور اور پھر اسی وقت کراچی روانہ ہو جاؤں گا ۔ حضرت مولانا[3] عزیز گل صاحب مدظلہ سے ملاقات کا بہت شوق ہے اسی لیے پشاور[4] اترنا چاہتا ہوں ۔

براہ کرم کسی طرح ممکن ہو تو مولانا سید گل[5] بادشاہ صاحب سے اڑیاں طور رد کو بھی مطلع فرمادیں ممنون ہوگا ۔ اور سلام بھی پہنچا دیئں ۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور پرسان احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں ۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمایئں ۔ فقط والسلام ۔ اسعد غفرلہ   ۴ جون ۱۹۶۹ء

۸

مخدومی و محترمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی والا نامہ باعث سرفرازی ہوا اور یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں ۔ انشاء اللہ آئندہ پھر کبھی دیکھا جائے گا ۔ مدرسہ دارالعلوم میں مولانا معراج الحق[6] صاحب نائب مہتمم کی بے جا سختیاں اور ذمہ داران کی جانب داری سے لوگوں میں بے چینی پہلے سے ہی تھی ۔ جس کے نتیجہ میں یہ صورت حال پیش آئی ۔ پولیس کے ذریعہ مدرسہ طلبا سے خالی کرایا گیا ۳۵ طلباء کا اخراج عمل میں آیا ۔ مشتبہین کی ایک طویل فہرست مرتب ہو چکی ہے ۔ اللہ فضل فرمائے ۔ مدرسہ کھل گیا ہے ۔ تعلیم شروع ہو چکی ہے ۔ دعا فرمایئں ۔ دامانی[7] صاحب، ارشد[8]، اسعد وغیرہ سلام عرض کرتے ہیں ۔ اور دعا کی درخواست ۔ واقفین پرسان احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمایئں دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمایئں ۔ فقط والسلام

اسعد ۔ مدنی منزل دیوبند ۔ ۴ ستمبر ۱۹۶۹ء

۹

مخدوم و مکرم استاذنا المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! والا نامہ مورخہ ۷ ربیع الاوّل باعث سرفرازی ہوا ۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن[9] صاحبؒ کے وصال پر جو کچھ بھی جناب والا نے تحریر فرمایا ہے درست ہے ۔ ملی و جماعتی زندگی کے کن کن پہلوؤں میں کتنے کتنے عظیم نقصان ہوئے ۔ ناقابل بیان ہیں ایسے متضاد اوصاف اور مشاغل اور اسی ذمہ داری و ہمت سے چل سکنے والا جامع شخص بالکل نظر نہیں آتا ۔ بس اللہ ہی اپنے فضل سے اب امت مرحومہ کو نعم البدل عطا فرمائے اور بلایا سے بچائے ۔ ابھی چند ہی دن اس ابتلاء عظیم کو گزرے تھے کہ قطب دوراں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب[10] رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز

---

[1] میری ہمشیرہ عزیزہ زینب رحمہا اللہ جن کا بحالت زچگی ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء کی درمیانی شب انتقال ہوا ۔ بچی ثمینہ بی بی زندہ رہ گئیں ۔ س

[2] مولانا نے یہاں سے واپسی کے بعد یہ مکتوب تشکر لکھا ۔ س [3] اسیر مالٹا، تلمیذ رشید حضرت شیخ الہندؒ ۔ س [4] مولانا حسب پروگرام تشریف لائے ۔ دارالعلوم کو بھی آمد سے نوازا ۔ س [5] فاضل دیوبند ۔ خادم شیخ الاسلام حضرت مدنی ۔ جمعیۃ العلماء اسلام کے بانی مبانی اور تاسیسی ارکان اور رہنماؤں میں سے تھے المتوفی ۱۹۷۲ء ۱۰ جولائی ۔ س ۔ [6] بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مقرر ہوئے ۔ س

[7] مولانا عبدالحق دامانی خادم خاص حضرت مدنی خانقاہ مدنی دیوبند کے لئے اپنی زندگی وقف کی ۔ س

[8] مولانا محمد ارشد مولانا محمد اسعد حضرت مدنیؒ کے صاحبزادگان ۔ س [9] برصغیر کے عظیم قائد، مصنف، خطیب، ناظم جمعیۃ العلماء ہند ۔ س

[10] دیوبندی سلسلہ طریقت کے ایک عظیم ہادی و مرشد ۔ س

اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سخت تشویش و اضطراب ہے مشیت ایزدی کا کیا فیصلہ ہے۔ اللہ بہتر فرمائے۔

ہم سب بخیریت ہیں خدا کرے جناب والا بھی مع متعلقین بعافیت ہوں صاحبزادگان اور ساتھیوں اور مدرسین و کارکنانِ مدرسہ اور تمام پرسان احوال حضرات کو سلام مسنون فرماویں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ حضرت مولانا فخر الدین[1] صاحب مدظلہٗ، حضرت اصغر علی[2] صاحب حضرت مولانا دامانی صاحب اور ارشد اور اسجد سلمہما کی طرف سے سلام مسنون قبول فرمائیں۔ تعزیت مسنونہ اور ایصال ثواب کے لئے اللہ آپ حضرات کو جزاءِ خیر عطا فرمائیں۔ ہم سب شکر گزار ہیں۔ فقط والسلام اسعد غفرلہٗ

از مدنی منزل دیوبند۔

⑩

ذوالمجد والکرم مخدوم و مکرم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! والا نامہ مورخہ ۱۲ رجمادی الآخری باعث سرفرازی و عزت افزائی ہوا۔ الحمد للہ احقر اور دونوں چھوٹے بھائی عزیزم ارشد و اسجد سلمہما اور سب گھر والے بعافیت ہیں آپ نے اس روسیاہ کو یاد فرمایا۔ اس کے لئے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہٗ کو خطوط لکھے مگر جواب نہ ملے (اس لئے کہ موصوف غالباً خود نہیں لکھ سکتے) بالواسطہ مجمل خیریت معلوم ہو جاتی ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب سے سلام مسنون کے بعد فرماویں کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی تحریک پر لکھی ہوئی کتاب جو کہ کسی عبدالرحمان[3] ہزاروی کی مکمل ہوئی ہے کے دو نسخے جلد مطلوب ہیں۔ احقر مولانا حامد میاں کو لاہور لکھ بھی چکا ہے۔ بدقسمتی سے اس کا اقتباس یہاں شبستان ڈائجسٹ میں اور پھر علی گڑھ سے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کی تحریک پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے کے مقالے میں بھی۔ اس لئے اب اس کو ناقابل توجہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس کے اجزاء کی تردید ضروری ہے اگر یہ کتابیں مولانا حامد میاں صاحب کے پاس لاہور یا حضرت مولانا یوسف بنوریؒ صاحب کے پاس کراچی پہنچانے کے لئے بھیج دی جائیں۔ تو کسی آنے جانے والے کے بدست باآسانی آجائیں گی انشاء اللہ احقر نے دہلی کا قیام یکسر ترک کر کے دیوبند اختیار کر لیا ہے۔ اگر بسہولت ممکن ہو تو مفتی محمود[4] صاحب اور پرسان احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمادیں۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہٗ ۱۷ رجب ۱۳۹۲ھ مدنی منزل دیوبند

⑪

محترم المقام زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مودودی جماعت کے افکار و عقائد آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر حضرات کو ان سے جن وجوہ کی بناء پر اختلاف رہا ہے۔ ان سے بھی آپ ناواقف نہ ہوں گے۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہو کر تعجب ہوا کہ آپ کے مدرسہ میں کوئی مدرس[5] مودودی جماعت کے فرد ہیں۔ جن کے بارے میں مولانا غوث صاحب ہزاروی اور مولانا گل بادشاہ صاحب صدر جمعیت علماء سرحد آپ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ آپ ان کو معزول کر کے اپنے سادہ دل طلبہ کو اس فتنہ سے محفوظ کر لیں۔ اچھے مدرسین کی کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ توجہ کریں گے تو ان سے بہتر استعداد اور قابلیت کے علماء آپ کو مل جائیں گے میں آجکل بہت مصروف ہوں اس لئے ان سطور پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں جواب و صواب سے محروم نہ فرمایا جائے گا۔ زیادہ احترامات۔ دعوات صالحہ اور خدمات لائقہ سے فراموش نہ فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔

اسعد غفرلہٗ مدنی منزل دیوبند یکم رجب ۹۳ھ

مکتوب حضرت شیخ طریقت مولانا عبدالمالک[6] صدیقیؒ

①

حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب دام مجدہٗ ورشدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بفضلہ و کرمہ کافی الجھنوں کے بعد کامیابی ہوئی۔ اور آج انشاء اللہ تعالیٰ بذریعہ سودی طیارہ ساڑھے تین بجے دن کے پرواز نصیب ہوگی۔ جمیع جماعت کی خدمت میں السلام علیکم کے بعد دعا کی درخواست لازمی یاد رہے کہ مسافر مستحق ہے۔ قدرت یہ سفر مبارک

---

[1] شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ س [2] مولانا مدنیؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری۔ س

[3] یہ ایک پراگندہ حال قسم کا شخص تھا جس نے تحریک ریشمی رومال کے نام سے ادھر ادھر سے مواد جمع کیا۔ اور نسبت کتاب مولانا حسین احمد مدنیؒ کی طرف کی۔ دیگر قابل اعتراض امور کے علاوہ اس کتاب میں مولانا عزیز گل کاکاخیل اسیر مالٹا اور بعض دوسرے جان نثار اور مخلص کارکنان تحریک کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا جس کی تردید احقر کے نام مولانا محمد میاں وغیرہ کے قلم سے آئی۔ تفصیل جلد ثانی میں آرہی ہے۔ س۔

[4] مشہور قائد زعیم جمعیۃ العلماء اسلام شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان المتوفیٰ ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۸۰ء س۔

[5] مولانا محمد یوسف متقی و مدرس دارالعلوم حقانیہ، بعد میں الگ کر دیئے گئے۔ س

[6] سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور شیخ طریقت جن کے حلقہ ارادت میں اکثر علماء و محدثین مدرسین، فضلاء اور طلباء مدارس عربیہ شامل تھے۔ المتوفیٰ ۹ ستمبر ۱۹۷۳ء عمر بھر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے والہانہ تعلق خاطر رہا حضرت شیخ الحدیثؒ بوجہ نہایت تواضع اور عقیدت کی وجہ سے حضرتؒ سے مرشدوں جیسا سلوک فرماتے رہے کہ مولانا مرحوم دارالعلوم آمد کے موقع پر مجالس مراقبہ وغیرہ میں بھی مریدین کے حلقہ اور صف میں بیٹھتے مولانا مرحوم نے از خود تبرکاً واعزازاً حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا اسم گرامی بھی خلفاء مجازین شامل فرمایا ہے۔ ف۔ ا

ادب، محبت، قبولیت کے ساتھ نصیب فرماوے۔ اور مراجعۃ برضاء تامہ عطا فرماوے۔ آمین۔ اور تمام جماعت کو استقامت نصیب ہو۔ آمین ثم آمین

عبدالمالک صدیقی عفی عنہ

②

محترم جناب حضرت العلامہ مولانا مہتمم دارالعلوم حقانیہ دام رشدہٗ ومجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، فضل ربی سے ۲۸ مارچ بروز جمعرات بوقت عصر بذریعہ سعودی ہوائی جہاز سے انشاء اللہ تعالیٰ جدہ شریف روانہ ہونگا معہ اپنی اہلیہ کے لہٰذا باعث تحریر دعاء سے فراموش نہ رکھنا۔ ہر کس خصوصاً جو داخل طریقہ ہیں، محترمی مولانا عبدالحلیم صاحب[1] اور مولانا محمد ہارونؒ[2] صاحب ودیگر تمام مدرسین ومتعلمین دارالعلوم کی خدمت میں اسلام علیکم ورحمۃ اللہ عرض کردیں مقصد تحریر کا دعاء ہے۔ اس کا لحاظ ضرور رہے۔ کہ قدرت آداب کی توفیق بخشے جس کا ثمر محبت وتکمیل رضاء مقرر ہے۔ وہ نصیب رہے۔

صدیقی عفی عنہ

③

حضرت العلامہ باعمل الصالح المخلص للاسلام مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم!

الحمد للہ تعالیٰ۔ بروز جمعرات ۲۱ مئی بذریعہ ہوائی جہاز سعودیہ باخیریت کراچی آچکا ہوں، لہٰذا تمام دارالعلوم سے دعا کرائیں کہ یہ سفر مایۂ آخرت مرضیہ میں شمار ہوجاوے اور ابداً یہ حاضری نصیب رہے۔ آمین۔ اور سلام پہنچا دیں تمام مدرسین ومتعلمین وارکین صاحبان کی خدمت۔ کراچی قیام اندازاً بیس یا تیس یوم رہے گا۔ چونکہ زم زم شریف کھجوریں بحری جہاز سے میں آئی ہیں ان کو حاصل کرکے احمد پور شرقیہ آنا ہوگا۔ انشاء اللہ۔ ہو سکے تو عزیزم مولوی سمیع الحق طولعمرہ کی خیریت بھی واپسی کی اطلاع اور ہمہ دارالعلوم وخاندان سے مطلع فرمادیں۔

پتہ کراچی! رنچھوڑلائن متصل ڈاکخانہ جناب محمد ادریس صاحب کے پتہ پر جواب تحریر فرمادیں۔ اگرچہ قیام میرا ناظم آباد کراچی ۱ میں ہے مگر پتہ ڈاک نہیں ہے

مستحق دعاء۔ صدیقی عفی عنہ بقلم خود۔

④

از محمد عبدالمالک صدیقی عفی عنہ۔ گوجر خان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مراقبہ معیت جو آخری توجہ میں عرض کیا تھا اس سے قبل سبعہ لطائف اور ایک نفی اثبات اور تہلیل لسانی مراقبہ احدیت اس کے بعد خمسہ مشارب ہیں۔ تو آپ سبعہ لطائف پر کچھ وقت مراقبہ کیا کریں، اور اسی مراقبہ کے اندر تسبیح لطائف کے اوپر کھٹکا یا کریں۔ تاکہ لطائف کے اندر طاقت مزید پیدا ہوسکے۔ نفی اثبات اس موسم میں نہیں کرنا چونکہ گرمی ہے۔ سردی میں اور سرد وقت میں کرنا ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ، مگر تہلیل لسانی ابھی کیا جاسکتا ہے اس کی ترکیب شجرہ مبارکہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد مراقبہ احدیت جس پر پشاور میں توجہ ہوچکی تھی اس کے آگے مشارب اوّل ہے اس کو شروع کردیں اگرچہ آپ کو عدیم الفرصتی پوری ہے مگر اس کے لئے بھی وقت نکالنا لابد وضروری ہے اس عریضہ کی رسائی کی اطلاع چکوال کے پتہ پر تحریر فرمادیں۔

ضلع جہلم مقام چکوال جامع مسجد ملنگاں بر مکان حافظ غلام حبیب خان۔ خطیب مسجد ملنگاں۔

عزیز مولانا سمیع الحق صاحب ودیگر خورد وکلاں اور مدرسین حضرات مع متعلمین کو السلام علیکم عرض ہے۔ معمولات کی ہر کس پابندی کریں، مطابق ہدایت تو انشاء اللہ نسبت حاصل ہوگی۔ میری ڈاک اگر کوئی آگئی ہو تو اس کو پتہ بالا پر روانہ فرمادیں۔ والسلام۔ صدیقی عفی عنہ ۶۲-۸-۲۲

⑤

حضرت العلام مولانا عبدالحق صاحب۔ دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اس مرتبہ جو خرچہ مہمانان کا اوپیل کا دارالعلوم کا ہوا ہے۔ اور کچھ شرکت نہیں کرسکا تو مجبور تھا کہ سوائے کرایہ کے میں نے کچھ رقم سرحد سے قرضہ لیا تھا۔ وہ تھی، جیب سے میں راولپنڈی آچکا ہوں۔ اور کچھ بچت پھر رہی۔ مگر مدرسہ دارالعلوم کی کمی اس سے پوری ناممکن تھی۔ کہ وہ بہت کم تھی۔ علاوہ اس کے حساب بوقت چلنے ریل کے ٹکٹوں کی بچت کا معلوم۔ لہٰذا انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کروں گا۔ رقم ایک جگہ سے بطور قرض منگوائی ہے آنے پر بذریعہ منی آرڈر پیش خدمت کرونگا۔ متعلمین کی خدمت میں سلام فرمادیں۔ بیکار وجود صدیقی عفی عنہ

⑥

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آں عالم باعمل کی رشقا باعث راحت وخوشنودی ہوئی۔ اللہ کریم آپ کو بصارت کی کمی سے بھی محفوظ رکھے۔ اور درس حدیث مبارک کے لئے سواء دشواری کے حائل رکھے میں انشاء اللہ تعالیٰ مطابق دعوت علماء سرحد واتفاق علماء مردان حاضر ہونگا، مگر اندازہ ماہ اکتوبر کا ہے انشاء اللہ تعالیٰ امید کہ اس وقت آپ کی زیارت بھی نصیب ہوگی۔ مولانا عبدالغنی[3] ومولانا محمد ہارون وعزیز القدر

---

[1] مولانا عبدالحلیم زروبی صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جو اَب مرحوم ہوچکے ہیں۔ [2] فاضل سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جو طویل مدت تدریس کے بعد بوجہ اعذار جسمانی سبکدوش ہوگئے۔ [3] فاضل دیوبند دارالعلوم حقانیہ کے معقول اور ادب پڑھانے والے مشہور استاد ریاست دیر سے تعلق تھا مرنجاں مرنج انسان بظاہر درسیات کے عالم مگر دنیا کی سیاست اتار چڑھاؤ اور جغرافیائی حالات اور انقلابات پر وسیع نظر رکھتے تھے اخبارات کا مطالعہ خاص مشغلہ تھا جمال عبدالناصر افریقی رہنما صاحبان حریت پرست لیڈروں سے شدید گرویدگی تھی دارالعلوم میں سالوں تدریس کے بعد اپنے ایک استاد حضرت علامہ شمس الحق افغانی مرحوم کی تحریک پر اکبر دارالعلوم مردان میں تدریس کے لیے دارالعلوم حقانیہ سے جدا ہوگئے اکبر دارالعلوم فوابوں کا منصوبہ تھا جلد ہی دھرا کا دھرا رہ گیا اور مولانا مرحوم نے مختلف درسگاہوں میں تدریس کے بعد مردان میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (س ح)

مولوی سمیع الحق و دیگر علماء و طلباء کو سلام علیکم پیش کردیں۔ صدیقی عفی عنہ

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

(۱)

بخدمت شریف مخدومی و محترمی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کے مدرسہ کا حال معلوم ہوکر دل بہت خوش ہوتا ہے۔ ابھی تک مدرسہ کی اور جناب کی زیارت نہیں ہوسکی[1]، مدرسہ اور جلسہ[2] کی حاضری سے بہت معذور ہوں۔ لات کٹوانے کے بعد کثرتِ پیشاب اور تکالیف بھی ایسی ہیں کہ سوائے گھر کے بہت مشکل سے پوری ہوتی ہیں۔

احقر محمد حسن[3] خادم جامعہ اشرفیہ

(۲)

مخدومی و محترمی دام مجدکم آمین

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مدرسہ تو اللہ کے فضل سے بہت مشہور ہے اور جلسہ کے اشتہار بھی موصول ہوئے۔ شاید جناب کے سمع مبارک میں آیا ہوگا کہ پچیس سال سے پیر کے مرض میں مبتلا ہوں سفر کی ہمت نہیں۔ مولانا غلام اللہ خاں[4] صاحب کے اصرار پر کچھ ہمت کرتا ہوں، لیکن پورا پتہ نہیں کہ وہاں بھی حاضر ہوسکوں گا کہ نہیں، بدنی حاضری تو مشکل ہے دعا سے شامل ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کے فیض کو قائم اور موجب قرب بنادے۔ آمین ثم آمین۔

احقر محمد حسن از لاہور[5]

(۳)

از احقر محمد حسن

آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے طبعی اور عقلی فرحت ہے لاکن مجبوری کی وجہ سے نہ احقر حاضر ہوسکتا ہے۔ نہ حضرت مولانا کاندھلوی[6] اور چونکہ یہ تکوینی امر ہے اور ہر تکوینی امر میں بے شمار منافع ہوتے ہیں اس واسطے یقین ہے کہ عدم حاضری میں منافع ہیں۔ آپ بھی اس پر عقلاً مسرور رہیں اور بقول مرشدی[7] یقین رکھیں کہ اس وقت اسی میں حکمت و برکت ہے ؎

چوں کہ بر میخت بہ بند دبستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(۴)

از احقر محمد حسن

بخدمت مخدومی و محترمی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا محمد ادریس کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ بخاری کا سبق دو یوم سے بند ہے۔ برخوردار عبیداللہ[8] بھی کچھ بیمار ہے۔ لیکن وہ آپ کی زیارت کا مشتاق ہے۔ اگر ہوسکا تو وہ حاضر ہوگا۔ ہے تو وہ جلسہ کے لئے بیکار ہی، تقریر نہیں کرسکتا، تلاوت قرآن شریف کرسکتا ہے۔ احقر مولانا سے عرض کرے گا کہ اگر ہو سکے تو جلسہ میں شریک[9] ہوں آپ دعا فرمائیں کہ وہ پہنچ سکیں۔ ان کی تقریر ہوسکے تو پھر انشاء اللہ جلسہ ہوگیا۔

۱۰ ر اپریل ۱۹۵۴ء ۱۳۷۴ھ

امام غزالی کا نقشہ

ادارہ تحقیقات فارسی ایران کے ڈائریکٹر آقائے محمد حسین تسبیحی نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ میں آکر حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اپنے حلقۂ درس میں دیکھا تو میں نے حضرۃ امام غزالی کے متعلق جو نقشہ قائم کیا تھا وہی سارا نقشہ میرے سامنے آگیا۔

---

[1] بعد میں جامعہ اشرفیہ کی دستار بندی میں کئی دفعہ تشریف لے گئے اور ملاقات ہوتی رہی۔ [2] دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ دستار بندی۔

[3] خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، مرشدِ کامل عارفِ وقت الامرتسری ثم اللاہوری (المتوفی یکم جون ۱۹۶۱ء)

[4] مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی۔ [5] کارڈ پر ۸ رمئی ۱۹۵۱ء کی مہر ثبت ہے۔ [6] مولانا محمد ادریس کاندھلوی

[7] حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی مراد ہیں۔ مکتوب کا انداز بھی مرشد تھانویؒ جیسا حکیمانہ ہے۔ [8] مولانا عبیداللہ صاحب صاحبزادۂ اکبر، حال مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ [9] مولانا کاندھلوی مدظلہ، حسبِ معمول مولانا نے اس جلسہ میں بھی شرکت فرمائی اور عالمانہ بیان سے حاضرین کو مستفید فرمایا

مولانا مفتی سیاح الدین[1] کاکاخیل رح

①

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! چند روز ہوئے کہ کسی کے ذریعے ایک غمناک وحسرت آفرین خبر کی اطلاع ہوگئی، یعنی آپ کے والد ماجد کے داغِ مفارقت کی خبر کسی نے سنادی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ——— والدین کی سرپرستی اللہ تعالیٰ کا ایک سایۂ رحمت وعاطفت ہوتا ہے اور اس کا اٹھ جانا یقیناً ایک بڑی مصیبت اور سخت ترین امتحان ہے، لیکن مصیبت کے اندازہ ہی سے صبر واستقلال پر اجر وثواب کی کثرت کا بھی دار ومدار ہے۔ اسی متعین راہ پر ہر کسی کو جانا ہوتا ہے اور صبر وسکون اور دعا واستغفار کے سوا اور کوئی علاج اس ہونے والے واقعہ کو نہ روک سکتا ہے اور نہ واقع ہو جانے کے بعد لوٹا سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا دوست وہمدرد بھی دعا کے سوا اور کچھ اظہارِ ہمدردی نہیں کر سکتا۔ میں صدقِ دل کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر اور دوسرے متعلقین کو صبر واستقامت نصیب فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں اور قبر کی نورانیت عطا فرمائے۔ آمین۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور تمام دوستوں کو سلامِ مسنون قبول ہو۔

سیاح الدین کاکاخیل

از مدرسہ اشاعۃ العلوم جامع مسجد لائلپور شہر (۲۰ رجب ۱۳۶۹ھ)

②

لائل پور / ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از تسلیماتِ مسنونہ عرض ہے کہ پرسوں آپ کا گرامی نامہ موصول ہو کر باعثِ مسرت وابتہاج اور موجبِ تشکر وامتنان ہوا۔ جواباً عرض یہ ہے کہ آپ نے مجھ ناچیز کو یاد فرما کر بڑی مہربانی فرمائی ہے اور میں تہہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن افسوس کہ میں فی الحال تعمیلِ ارشاد سے عاجز ومجبور رہوں۔ میں نے گذشتہ سال بھی آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں لائل پور کو کبھی چھوڑ دوں تو پھر ہر دوسری جگہ سے اکوڑہ خٹک کو ترجیح ہوگی۔ اس دفعہ بھی آپ نے جلسہ کے موقع پر اور سفر ٹل کے دوران میں اجمالاً واشارۃً یہ فرمایا تھا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا. اس کے بعد شاید شان گل استاذ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کا موقعہ مل گیا ہوگا اور آپ نے اس کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہوگا۔ شان نے مجھے سارا واقعہ بیان کر کے مجھے بھی شوق دلایا کہ میں آپ کے ہاں حقانیہ میں خدمتِ دین قبول کروں۔ چنانچہ میں نے از خود ارادہ کر لیا کہ احسن طریقہ سے میں وہاں لائل پور کے حضرات سے اجازت حاصل کر دوں اور حاضرِ خدمت ہو جاؤں۔ میں نے حافظ عبد المجید[2] صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجھے اگرچہ بہت سے مقامات سے ہر سال خطوط آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ امسال مولانا خیر محمد صاحب نے خیر المدارس کے لیے ہر قسم کی ترغیبات وتشویقات کے ساتھ خود زبانی ارشاد فرمایا ہے اور بھیرہ کے مہتمم صاحب نے زیادہ تنخواہ کی امید دلا کر دعوت دی ہے، مگر میں نے سب حضرات کی خدمت میں یہی وجہ لکھ کر عذر پیش کیا کہ میں لائل پور کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر چھوڑنا پڑے تو پھر حقانیہ کا حق سب سے اولیٰ واحق ہے۔ اب بعض خانگی وجوہات کی بناء پر میں باہر سفر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر آپ حضرات مجھے بطیب خاطر اجازت دیں تو میں یہاں اکوڑہ کے مدرسہ عربیہ حقانیہ میں خدمتِ تدریس کی ذمہ داری قبول کروں گا۔ اور اس سلسلہ میں میں نے حقانیہ کی حیثیت واہمیت بھی خوب واضح کی۔ ہفتہ آٹھ روز کے بعد حافظ عبد المجید صاحب کا گرامی نامہ آیا، انہوں نے نہایت زوردار اور تاکیدی الفاظ میں لکھا تھا کہ آپ کا ہمارے پاس ہونا ضروری اور مفید ہے یہاں رہ کر نہ صرف تدریس وتعلیم سے بلکہ تبلیغ واشاعت، ترجمہ وتفسیر اور دوسرے طریقوں سے دین کی جو خدمت کر رہے ہیں وہ اکوڑہ میں نہیں ہو سکتی۔ وہاں صرف مدرسی ہوگی۔ لکھا تھا کہ میں نے ارکانِ مدرسہ سے اور بعض بہی خواہوں اور دوستوں سے تذکرہ کیا سب نے کہا کہ کسی صورت میں ہم بخوشی اجازت نہیں دے سکتے خواہ مخواہ بنا بنایا بگڑ جائے گا۔ اپنے اظہارِ شوق ومحبت اور ضرورت واحتیاج کے بعد ساتھ ہی دوسرے رنگ میں یہ بھی لکھا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ سفر کی وجہ سے آپ کو ضروریاتِ زندگی کے لیے زیادہ اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے اور یقیناً موجودہ مشاہرہ آپ کے معیار کے مطابق نہیں ہم کو اس کا بارہا احساس ہوا ہے مگر مالی حیثیت کے زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے اضافہ نہ کر سکتے تھے۔ لیکن آپ کے سفر کا خیال رکھ کر آئندہ سال سے مزید تیس روپے کا اضافہ کرتے ہیں، نیز اگر خارج کے اوقات میں دو گھنٹے روزانہ مزید تصنیف یا تعلیم وتدریس کے لیے دیں گے تو اس کے مزید پچاس روپے ماہوار کے حساب سے آپ کو مل جایا کریں گے اور اس طرح سفر کے گزارہ اور وطن آنے جانے کا کام بآسانی ہو سکے گا۔

---

[1] عالم، فاضل، ادیب اور مدرس، خطیب، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن۔ ۲۳ اپریل ۱۹۸۷ء میں پشاور سے اسلام آباد جاتے ہوئے حسن ابدال کے قریب مع اپنے صاحبزادوں معین الدین، محی الدین کے کار کے حادثہ میں جاں بحق ہوئے۔ (ف)

[2] نابینا عالم فاضل حکیم، فاضل دیوبند، غضب کا حافظہ، مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد کے بانی۔ (س)

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد پھر دوبارہ سہ بارہ تاکید کی تھی کہ ہمیں فوراً اطلاع دیکر مطمئن کر دو کہ آپ عید کے بعد ضرور جلد از جلد آئیں گے ــــ آپ کے گرامی نامہ سے تین چار روز پہلے یہ خط آیا تھا، اس کے مضمون کو دیکھ کر میں نے خود بھی سوچا، اپنے احباب و مخلصین سے بھی مشورہ کیا، سب نے یہی رائے دی کہ ان حضرات کے اس قدر اخلاص و محبت اور اصرار و تاکید کے بعد انکار مناسب نہیں، چنانچہ مَیں نے ان کو خط لکھ کر اطلاع دی کہ جب آپ حضرات بطیب خاطر اجازت نہیں دیتے تو میں ضرور آؤں گا اور انشاء اللہ عید کے بعد حاضر ہو جاؤں گا ــــ الغرض ان کو خوب مطمئن کر دیا۔ اس کے دو تین روز بعد آپ کا یہ عنایت نامہ موصول ہوا، اگر یہ پہلے پہنچ گیا ہوتا تو شاید وہاں تنخواہ کے نمایاں اضافہ اور ان حضرات کے اصرار کے باوجود میں وہ فیصلہ جلد طے نہ کر پاتا۔ میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ مدرسہ حقانیہ کی جو خدمت میں غائبانہ کر سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی اسمیں دریغ نہیں کروں گا، اس کی ترقی و فروغ کے لیے حسب استطاعت ہر ممکن کوشش کروں گا۔ اس سال تو میں معذور رہا۔ خدا کرے کہ پھر کبھی مجھے خدمت کا موقعہ نصیب ہو سکے۔ اب پھر میں اپنے محدود علم و تجربہ کی بنا پر مدرسہ کی کامیابی اور علم دین کی اشاعت کے لیے جو کچھ سوچ سکتا ہوں وہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا رہوں گا، آپ اس پر بھی توجہ فرمایا کریں۔

رسالہ "شمس الاسلام" میں مَیں نے ایک مضمون شائع کیا ہے افسوس کہ مکمل مضمون اصل مقصدی حصہ اس دفعہ شائع نہ ہو سکا۔ وہ اگلے پرچہ میں آئے گا، صرف ابتدائی و تمہیدی حصہ شائع ہوا ہے اور انہوں نے وہ رسالہ آپ کی خدمت میں بھی ارسال کیا ہوگا، کیونکہ خیال یہ تھا کہ تمام مدارس عربیہ کے مہتممین و مدرسین کی خدمت میں یہ رسالہ بھیج کر ان کو متوجہ کیا جائے۔ دوسری قسط اگست کے پرچہ میں آجائے گی، آپ اس پر ضرور توجہ فرما دیجئے ــــ

حضرت مولانا محمد نافع[1] صاحب کی خدمت میں آپ کا سلام پہنچایا انہوں نے جواباً سلام پہنچانے کا حکم فرمایا۔ اور نیز یہ آپ تشریف لائے تھے اور مَیں موجود نہ تھا۔ کتاب "تجدید[2] تعلیم و تبلیغ" شاید آپ نے مطالعہ کر کے فارغ کر دی ہوگی، مَیں نے ابھی اس کا مطالعہ بھی نہیں کیا ہے، مدرسہ کی کتاب ہے۔ لہٰذا اگر آپ کسی معتمد شخص کے ہاتھ میرے نام پاشان گل استاذ کی دوکان کے پتہ پر بھیج دیں تو مہربانی ہوگی۔ اگر آپ کو اس کتاب کی یا اس سلسلہ کی دوسری دو کتابوں "تجدید تصوف و سلوک" اور "جامع المجددین" کی ضرورت ہوگی تو مجھے تحریر فرمایئے میں لائل پور جانے کے بعد وہاں سے آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ فقط والسلام ــــ تمام دوستوں، رفقاء کار، احباب کرام کی خدمت میں سلام مسنون قبول ہو۔

سیاح الدین کاکاخیل

زیارت کاکاصاحب۔ مورخہ ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ

۴

بخدمت جناب حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از تسلیمات مسنونہ عرض ہے کہ آپ کا گرامی نامہ چند روز ہوئے موصول ہو کر باعث مسرت و ابتہاج ہوا۔ الحمدللہ کہ آپ نے ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی سے مجھ بے بضاعت کی حقیر سی خدمت کو بہت قرار دے کر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ میں نے تو مولوی عبدالعظیم صاحب کے سامنے مقامی حالات اور خود اپنے مدرسہ کی وجہ سے اپنی مجبوریوں کا اظہار بھی کیا تھا اور بتایا تھا کہ مجھے اس کا احساس ہے اور میں اپنے اوپر یہ حق سمجھتا ہوں کہ میں مدرسہ حقانیہ کے لیے زیادہ سے زیادہ خدمت کروں، مگر انہی اعذار کی بناء پر میں فی الحال کما حقہٗ خدمت نہیں کر سکتا۔ اور محض یہ حقیر سی خدمت ہو سکتی ہے۔ آپ یقین رکھیے کہ میں نے اپنی طرف سے مناسب حدود کے اندر رہتے ہوئے کمی نہیں کی ہے۔ مزید آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ کر سکنے کے مواقع عطا فرمائے۔

سالانہ جلسہ کے موقع پر چند ممتاز حضرات کا بلانا مفید بھی ہے اور موزوں بھی۔ میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہوگی کہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ مارچ کو ملتان میں خیر المدارس کا جلسہ ہے، اکثر اکابر اس جلسہ میں موجود ہوں گے۔ اگر آپ خود تکلیف کر کے وہاں تشریف لے جائیں تو نورٌ علیٰ نور ہوگا، ورنہ کسی ذمہ دار و معتمد شخص کو ملتان بھیج دیجئے۔ وہاں ان حضرات سے مشافہۃً عرض کر دیا جائے اور وعدہ لیا جائے۔ بخاری صاحب تو آپ کے خیال میں بھی ضروری ہوں گے۔ اگر مولانا سید سلیمان صاحب زید مجدہم کو لایا جا سکے، اور غالباً اگر صحیح کوشش کی گئی تو مشکل نہیں، تو ان کی تشریف آوری سے علمی حلقوں اور سنجیدہ طبقہ میں خاص تعارف ہو سکے گا۔ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اور مولانا احمد علی صاحب لاہوری کو بھی دعوت دی جائے۔ نیز مولانا بہار الحق صاحب قاسمی اور مولانا سید نورالحسن[3] شاہ صاحب بخاری کو بھی ضرور بلایا جائے۔ بس یہی حضرات کافی ہیں البتہ سب سے وعدہ پہلے لیا جائے تاکہ وہ اور کہیں وعدہ نہ کر جائیں۔ معلوم نہیں کہ مولانا محمد[4] چراغ صاحب عام جلسوں میں شامل ہوتے ہیں یا نہیں! لیکن اگر ان سے بھی خط و کتابت ہو جائے تو وہ بھی مفید ہوں گے۔ چونکہ آپ نے

---

[1] حال جامعہ محمدیہ جھنگ (سے)

[2] غالباً مولانا عبدالباری ندوی مرحوم کا حضرت تھانویؒ کے تجدیدی کام پر تصانیف کے سلسلہ کی ایک اہم تصنیف مراد ہے۔ (سے)

[3] ناموس صحابہؓ کے منادی اور مسلک اہل سنت والجماعت کے ترجمان اور بانی و سرپرست تنظیم اہل سنت پاکستان، المتوفیٰ ۵ جنوری ۱۹۸۴ء (ف)

[4] مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر ترمذی کا جامع بعنوان "عرف شذی"۔ (ف)

تحریر فرمایا تھا اس لیے اپنا نظریہ پیش کر دیا۔ باقی اپنے حالات کے مطابق جو آپ مناسب سمجھتے ہوں وہ کر دیجیے۔ میں دعا کروں گا بہر صورت جلسہ اچھی طرح کامیاب ہو جائے۔

یہ مشاعرہ کے نام سے جو کچھ مدرسہ کے اسٹیج پہ ہو رہا ہے مجھے یہ پسند نہیں مدرسہ کے خالص مذہبی جلسہ میں اس قسم کے رنگ برنگ اور مختلف نظریات و خیالات کے شاعر الم تر انہم فی کل وادٍ یہیمون۔ آزاد خیال جو کچھ ادھر ادھر کی ہانک لیا کرتے ہیں وہ کسی طرح مناسب نہیں۔ پس یا تو مشاعرہ وغیرہ کی اجازت بالکل نہ دیجیے، اور اگر بعض مصلحتوں کی بنا پر ناگزیر ہے تو پھر یہ تو ضرور ہونا چاہیے کہ جو شعر وہاں پڑھے جاتے ہوں وہ آپ خود یا کسی ذکی الحس دیندار یا عالم دین کے ذریعہ پہلے دیکھیں تاکہ مذہبی اسٹیج سے ترقی پسند شاعروں کو اشتراکیت کے جراثیم پھیلانے کا موقع نہ دیا جا سکے۔ گذشتہ سال بھی جو ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تھا یہ ہرگز مناسب نہیں، صرف وہ شعر پڑھے جائیں جن میں مذہبی علوم کی ترویج و اشاعت یا پاکستان میں نظام اسلامی کے قیام اور اسلامی نظام کی برکات کے متعلق کچھ ذکر ہو۔

میں نے آپ سے زبانی بھی عرض کیا تھا اور میرے خیال میں متعدد وجہات سے یہ ضروری اور مفید بھی ہے کہ آپ اپنے ان طلبہ کو تعلیم و تدریس کی زبان اردو رکھیے، اردو اب مملکت کی قومی زبان ہے، تحریراً تقریراً ہر طرح سے اس کی مشق طلباء کو ضروری ہے اور اگر تدریس اردو میں ہو جاتے تو اردو ادب پڑھے بغیر از خود زبان حاصل ہو سکے گی۔

کاٹن ملز کے منیجر صاحب سے ملاقات کا موقع تو ابھی تک نہیں ملا۔ میں بھی ملاقات کر کے عرض کر دوں گا۔ اگر رجب میں آپ زکوٰۃ کے لیے کوئی اپیل شائع کرتے ہوں تو آپ "جنرل منیجر دہلی کلاتھ کاٹن ملز لائل پور" کے پتہ پر بھیج دیکھیے، شاید اس سے بھی یاد دہانی ہو جائے۔

باقی خیر و عافیت ہے، تمام واقف حضرات کو سلام مسنون قبول ہو۔

سید سیاح الدین عفی عنہ

جامع مسجد لائل پور (، رجنوری ۱۹۵۲ء)

④

بخدمت اقدس جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! بعد از سلام مسنون عرض ہے گرامی نامہ موصول ہوا، آپ کی یاد آوری کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں۔ جلسہ کی اطلاع سے بہت بہت خوشی ہوئی۔ میں نے از خود دارالعلوم کے بارے میں ایک مختصر مضمون اخبارات کو بھیجا ہے شاید کہ وہ شائع ہو جائے۔ میری اپیل سے کیا فائدہ کی توقع ہے! لیکن محض اس لیے کہ میں بھی اس قدر خیر خواہی و اعانت تو کر دوں۔ اپیل شائع کی ہے، خدا کرے کہ مؤثر ثابت ہو۔ آپ سے خط و کتابت اور دارالعلوم کے کوائف و احوال کے استفسار کو تو بہت جی چاہتا ہے مگر کچھ اسباق کی مصروفیت اور کچھ گھر کے احوال اور بیماریوں کی پریشانیوں کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی۔ بہر حال دعا ضرور کرتا ہوں اور آپ بھی مجھے دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ گھر والوں کی وجہ سے شعبان میں وہاں آنا تو بظاہر مشکل ہے، سب تو وطن آ نہیں سکتے اور صرف میں حاضر ہو جاؤں تو اس میں مشکلات ہیں، اس لیے جلسہ کی حاضری کے لیے میرا حتمی فیصلہ نہ سمجھیں۔ اگر حالات سازگار رہوں اور میں حاضر ہو سکا تو حاضر ہو جاؤں گا اور اس کو دینی خدمت سمجھ کر حاضر ہوں گا اور اگر مجبوری رہی اور موقعہ نہ مل سکا تو آپ مجھے معذور تصور فرمائیں۔ دعا بہر حال کروں گا کہ اللہ تعالیٰ جلسہ کو اور دارالعلوم کو کامیاب رکھے اور مزید ترقی عطا فرمائے — روئیداد کے لیے جو ابتدائی مضمون ارسال کر دیا تھا اگر وہ سارا چھپ سکے تو بہتر ورنہ مناسب طور پر اختصار کیجیے اگر سارا مضمون پڑھا نہ جا سکے تو کم از کم "انجام" میں قسط وار شائع ہو تو اچھا رہے گا۔ جلسہ کے موقع پر یہ کوشش ضرور کیجیے کہ ٹھوس تبلیغی اور تعلیمی تقاریر ہوں، خواہ مخواہ سیاسی پارٹی بازی اور ہنگامہ آرائی کی باتیں نہ ہوں۔ تمام ارکان مدرسہ، اساتذہ کرام اور طلبہ کو سلام مسنون قبول ہو۔

فقط والسلام سیاح الدین عفی عنہ

از جامع مسجد لائل پور ۲ ر فروری ۱۹۵۶ء

⑤

بخدمت جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! چند روز ہوئے گرامی نامہ موصول ہوا اچھا ہوا کہ آپ نے جلسہ شوال میں رکھا۔ میں اس دفعہ بھی وطن نہ آ سکا۔ شاید کہ شرکت کر سکوں، آپ نے جلسہ کی تاریخ اب مقرر کی ہوگی۔ یوں تو آپ عام لوگوں کے مذاق کا خیال رکھ کر مقررین کو دعوت دیتے ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ ایسے حضرات کو دعوت نہ دی جائے جو محض جوش و خروش والے ہیں اور تقریر میں بلا ضرورت تنقید کرتے اور ادھر اُدھر حملہ آور ہوتے ہیں، اس سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے، گذشتہ سال کا تجربہ آپ کو خود بھی ہوگا۔ سنجیدہ عالم بلائے جائیں جو لوگوں کو کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے بھلے طریقے سے آمادہ کریں اور خاص کر علمی کاموں میں لوگوں کی دلچسپی پیدا کریں۔ حضرت مہتمم[2] صاحب کی آمد باعث برکت ہوگی۔ خدا کرے کہ وہ آ جائیں۔

آپ کے ارشاد کے مطابق مضمون لکھنے کا ارادہ کیا۔ مگر بقول مولانا محمد علی جوہر مرحوم مجھے مختصر لکھنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو بات طویل ہو جاتی ہے، اور کچھ میں نے خود ضرورت بھی محسوس کی کہ دارالعلوم

---

[1] جلسہ دستار بندی کے متعلق آپ کے مفصل مضامین اخبارات کی زینت بنے۔ (ف)

[2] حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند (متوفی شوال ۱۴۰۳ھ)

حقانیہ کی تعمیرِ جدید اور نئی آبادی میں مدرسہ کے منتقل ہونے کے اہم موقع پر مدارس عربیہ کے بارے میں کچھ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے، اس لیے میں نے اپنے ذہن کے نقشہ کے مطابق جو کچھ شروع کیا ہے اس کا ایک حصہ ابھی بھیج رہا ہوں، اس کے بعد دیوبند کے برکات و فوائد، تقسیم ملک کا قصہ، دارالعلوم حقانیہ کا قیام، اس کی مختصر سابقہ کارگزاری، موجودہ ضروریات، اہل مدرسہ کے عزائم وغیرہ عنوانات ہوں گے۔ اگر آپ اس تفصیل کو غیر ضروری نہیں سمجھتے تو ارسال کردہ حصہ آپ کاتب کو دے دیجئے اور چند روز بعد باقی حصہ بھی ارسال کروں گا۔ اور اگر آپ اختصار ضروری سمجھتے ہیں (میرے خیال میں تو تفصیل مفید ہے) تو آپ اس میں سے ضروری اجزاء دوسرے کاغذ پر منتخب کر دیجئے، اصل مسودہ محفوظ رکھیے۔ کیونکہ میں نے اس کی تیاری کے لیے مختلف کتابوں سے حوالے تلاش کرنے کی محنت کی ہے تاکہ محنت ضائع نہ ہو۔ یہ مضمون علیحدہ مرتب کرکے میں پھر کسی رسالہ میں بھیج دوں گا۔ اگر مکمل مضمون کی آپ نے کتابت کرا کر شائع کر دیا تو اجتماع میں آپ اسے خود سنائیں۔ اگرچہ میری شرکت کی توقع تو نہیں لیکن اگر کسی طرح ممکن ہو سکا تو آپ اجازت دیں تو میں خود ہی سناؤں گا۔

مضمون تیار کرنے میں کچھ دیر تو ہوئی۔ مگر وہاں تو سنا ہے موسم اچھا ہے لیکن یہاں کافی گرمی پڑ رہی ہے۔ رمضان شریف میں شدید گرمی کے ساتھ کام کرنا مشکل ہے۔ میں صبح کو سردی میں تھوڑی دیر کچھ لکھتا ہوں پھر پسینہ شروع ہو جاتا ہے، نیز کتابوں کے حوالے تلاش کرنے میں بھی وقت خرچ ہوتا ہے۔ غرض میں نے تو دیر نہیں کی ہے صرف روزہ کی وجہ سے دیر ہو گئی اور یہ حصہ اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ دوسری دوسری قسط تک اس کی کتابت تو ہو جائے یہ صرف روئداد کا مقدمہ نہ ہوگا بلکہ ایک مستقل علمی مقالہ ہوگا، جو آپ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے زیادہ تعداد میں چھپوا کر قیمتہً یا مفت تقسیم کر دیں تو بہتر ہوگا۔
تمام حضرات کو سلام مسنون قبول ہو۔

فقط والسلام　　　سیاح الدین عفی عنہ
۱۹ رمضان ۱۳۸۳ھ بروز سہ شنبہ

(٦)

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اگرچہ اس دفعہ تو قطعی ارادہ تھا کہ وفاق والوں کو کسی امتحان کی نگرانی کے لیے جانے سے انکار کر دوں گا۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے کراچی سے لکھا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے یہاں تشریف آوری کے موقع پر خود بالمشافہ فرمایا اور چونکہ آپ کی تبادی کہ حقانیہ جانا ضروری ہے، اس لیے ماننا پڑا۔ شاید اور کہیں ہوتا تو عذر پیش کرتا اور عذر موجود بھی تھا کہ دو ماہ　　　وطن گزار کر آیا ہوں، اسباق کا ناغہ بہت ہوا ہے۔ اب میرا ارادہ یہ ہے کہ میں بدھ کے روز ۹ دسمبر کو چناب سے روانہ ہو جاؤں اور نوشہرہ اتر کر ۱۰ کو زیارت چلا جاؤں، میرے پاس گھر کا کچھ سامان ہے اسے پہنچانا ضروری ہے، ۱۱ کو پھر اکوڑہ آجاؤں گا اور امتحان کے انتظامات کروں گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ مدرسہ سے کوئی ذمہ دار شخص ۱۰ کو اسٹیشن اکوڑہ پر تشریف لے آئے تاکہ اس سے بات چیت بھی ہو جائے اور کچھ سامان جو اکوڑہ میں رکھنا ہے میں اسے حوالہ کر دوں۔

جوابی پرچوں کا بنڈل مدرسہ کے ہم ملتان سے آجائے گا۔ مولانا محمد ایوب جان صاحب بھی میرے ساتھ شریک کار رہیں؛ وہ بھی شاید ۱۱ کو تشریف لے آئیں گے۔ مولوی عبدالعظیم صاحب چند روز قبل آئے تھے، کچھ دن یہاں رہے پھر لاہور تشریف لے گئے۔ عزیزم مولوی سمیع الحق صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب دیگر اساتذہ کرام مولانا عبدالغنی صاحب، ملا عبدالحلیم صاحب اور ارکان انجمن، ناظم صاحب کو سلام مسنون قبول ہو۔

فقط والسلام　　　احقر سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ
جامع مسجد لائل پور شہر ۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

(٧)

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آٹھ پودے اور ان کی بلٹی رسید پرسوں بدھ کے روز روانہ کر چکا ہوں امید ہے کہ وہ پہنچ گئے ہوں گے، خدا کرے کہ صحیح و سلامت پہنچے ہوں اور لگنے کے بعد کامیاب ثابت ہوں۔ ان کے اخراجات کا بل علیحدہ درج کر رہا ہوں۔ دو روپے ۲۳ پیسے آپ کے میرے ذمہ باقی رہ گئے، ڈاک سے کیا بھیجوں گا، کسی کے ہاتھ ارسال کروں گا یا خود دیدوں گا۔

دو سال قبل جب ملک میں دیوبندی بریلوی کشمکش زوروں پر تھی میں نے مناسب سمجھا کہ اکابرؒ کے بارے میں بریلوی اعتراضات کا معقول و مدلل جواب شائع کر دیا جائے۔ ضدی اور معاند تو خیر کسی صورت میں نہیں مانتے لیکن جن لوگوں کی غلط فہمی ہو وہ دور ہو جائے گی۔ اس بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کا یہ رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" جامع اور مفید نظر آیا۔ لکھنؤ سے بار بار اور زیادہ تعداد میں منگوا کر شائع کرنے میں بے شمار دقتیں اور رکاوٹیں تھیں، اس لیے میں نے خط لکھ کر مولانا ممدوح سے باقاعدہ اجازت حاصل کی اور اگر اس میں کچھ منافع ہو سکا تو مولانا کو اس میں شریک کرنے کی از خود پیشکش کی۔ مولانا نے شرط یہ لگا دی کہ کتابت طباعت عمدہ ہونی چاہیئے اگرچہ خرچ زیادہ کرنا چاہیئے۔ اس لیے میں نے لاہور کے مشہور کاتب نفیس صاحب کو کتاب حوالہ کر دی، اس اللہ کے بندے نے ۱۴، مہینے میں بمشکل کتابت ختم کر دی۔ اور پھر چھ مہینے تصحیح میں لگا دیئے اس کے بعد چھ مہینے پریس والوں نے لگا دیئے اور بڑی مشکل سے ۲۶ ماہ بعد رمضان شریف میں کتاب تیار ہو گئی۔ — وہ گرما گرمی تو اب بحمد اللہ ملک میں نہیں رہی، لیکن یہ فتنہ اب بھی موجود ہے اور ہر وقت بھڑکنے کے لیے تیار ہے۔ نیز خود ہماری نئی نسل کے طلبہ کو بھی کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے اکابرؒ نے اصل میں کیا لکھا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے کیا سے کیا بنا کر

طوفان کھڑا کیا تھا اور آج تک تکفیر و تفسیق کا وہ بازار گرم ہے۔ اس لیے دار العلوم دیوبند سے متعلق تمام مدارس کے طلبہ کو اعتراضات اور پھر تحقیقی جوابات سے مطلع ہونا ضروری ہے اور اس نقطہ نگاہ سے اس کی اشاعت ضروری ہے۔ میں آج کی ڈاک میں دو نسخے بھیج رہا ہوں، آپ ملاحظہ فرمائیں، اور اگر آپ کی سمجھ میں بھی آجائے کہ طلبہ میں خاص طور سے اس کی اشاعت مفید ہے تو آپ ان کو خریدنے پر آمادہ کیجئے۔ طلبہ کے لیے ہم اتنی رعایت کریں گے کہ قسم اوّل عمدہ کاغذ والی کتاب دو روپیہ کی بجائے ایک روپیہ چھ آنے، اور قسم دوم نیوز پرنٹرز والی ڈیڑھ روپیہ کی بجائے ایک روپیہ کی دے دیں گے۔ اس طرح اگر آپ سو کتابیں نکال دیں گے تو بہتر ہوگا، اس کے علاوہ مزید کوشش بھی کیا کیجیے، اس میں تجارتی نفع اندوزی سے بڑھ کر تکثیر اشاعت مقصود ہے، خود آپ کے لیے تو موقع نہیں ہوگا، عزیزم مولوی سمیع الحق صاحب یہ کام بخوبی کر سکیں گے۔ اساتذہ کرام تشریف لائے ہوں گے اور اسباق شروع ہونے والے ہوں گے، سب حضرات کی خدمت میں میری طرف سے تسلیمات مسنونہ قبول ہو۔ ناظم صاحب اور ارکان و عمائدین مدرسہ کو بھی سلام مسنون

فقط والسلام   احقر سید سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ

مدرسہ اشاعۃ العلوم جامع مسجد لائل پور شہر ۱۶ شوال ۱۳۸۴ھ

٨

جناب محترم حضرت مولانا عبد الحق صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں رمضان المبارک کے مہینہ میں یہاں رہا، عید کے دن شام کو یہاں سے وطن گیا۔ حقانیہ کے پاس سے گزرتے ہوئے ہمیشہ آپ یاد آتے رہتے ہیں، مگر گھر میں ایسی مصروفیت رہی کہ نہ آسکا۔ میں کل اتوار کے دن دس بجے کی گاڑی تیز رو سے واپس ہوا، پہلے سے پروگرام متعین نہیں تھا ورنہ آپ کو خط لکھتا اور عزیزم مولوی سمیع الحق صاحب کو اسٹیشن پر آکر ملاقات کی تکلیف دیتا اور آم کے پودوں کے سلسلہ میں بات ہو جاتی۔ میں رات ۱۲ بجے یہاں لائلپور پہنچا ہوں۔ صبح چلنے کے بعد سب سے پہلا کام آپ کا پیشِ نظر تھا۔ آم کے پودوں کے بارے میں "محکمہ اشجار" کے ایک دوست آفیسر سے پہلے بات ہو گئی تھی، اس کے پاس ایک طالب علم سائیکل پر بھیجا، قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر "ایوب اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ" میں یہ دفاتر ہیں، میں نے اسے لکھا کہ پودوں کے روانہ کرنے سے قبل آپ ان کے لگا دینے کے بارے میں مفصل ہدایات بھیج دیں تاکہ میں وہ روانہ کروں اور وہ حضرات جگہ پہلے سے تیار کریں۔ چنانچہ اس نے یہ رقعہ لکھ کر ابھی بھیج دیا۔ آپ ان ہدایات کے مطابق آٹھ پودوں کے لیے جگہ بنا دیں، میں پرسوں بدھ کے روز صبح سویرے کسی طالب علم کو یا مولوی فتح الجلیل صاحب کو بھیج دوں گا۔ یہ صاحب محمد یونس خود اپنی پسند کے مطابق اچھے پودے منتخب کر کے دے گا۔ ہم پیکنگ بھی خوب محفوظ کر دیں گے، پھر عصر کو جناب سے روانہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں اگر اس وقت کوئی واقف بابو ڈیوٹی پر متعین مل گیا تو بغیر کسی مزید خرچ کے اسی دن کی گاڑی سے روانہ کر دیں گے۔ ورنہ اسی دن کی گاڑی سے روانہ کرنے کی غرض سے بابو صاحب کو کچھ دینا ہوگا بہر حال امید ہے کہ ۱۸ فروری جمعرات کے دن خیبر ایکسپریس کے ذریعہ وہ پودے اکوڑہ کے اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے بلٹی کی رسید تو بدھ کے روز روانہ نہ ہو سکے گی کیونکہ شام کو ڈاکخانہ بند ہوگا، جمعرات کو وہ روانہ کریں تو شاید آپ کو وہ جمعہ یا ہفتہ کو پہنچے، اتنی دیر تک اسٹیشن پر پودے کیوں پڑے رہیں۔ اگر اسٹیشن پر متعین اسٹیشن ماسٹر واقف ہو تو وہ یہ رعایت کر سکتا ہے کہ بلٹی رسید کے بغیر ہی اس دن آپ کو پودے حوالہ کر دے گا اور کاغذی کارروائی وہ پھر بلٹی رسید مل جانے کے بعد کر دے گا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ... کی شام کو اسے کہہ دیا جائے کہ کل کو ہمارے اوپر لائلپور سے آم کے ۸ عدد پودے آنے والے ہیں۔ اور پھر جمعرات کی صبح کو کوئی معتمد اور با اثر آدمی یا آپ کا رقعہ لے کر کوئی چلا جائے تو وہ پودے وصول کر سکے گا، اور آپ جمعرات کی شام کو پودے لگا دیجئے۔ فی الحال ان ہدایات پر عمل جاری رکھیے۔ اللہ کرے آئندہ موسم برسات تک سرسبز و شاداب ہوں تو پھر سردی شروع ہو جانے کے بعد آپ اگر یاد دہانی فرمائیں تو اس موسم کے مطابق ہدایات اور طریقِ حفاظت معلوم کر کے روانہ کر دوں گا۔ جس دن آپ پودے وصول فرمائیں اسی دن مجھے آپ جواب دیجئے تاکہ میرا اطمینان خاطر ہو جائے۔ چالیس روپے میرے پاس مدرسہ کی امانت موجود ہیں، اخراجات کی تفصیل پھر عرض کروں گا۔ تمام اساتذہ کرام اور مولوی سمیع الحق صاحب اور ناظمِ مدرسہ اور ارکانِ مدرسہ کی خدمت میں تسلیماتِ مسنونہ قبول ہوں۔   فقط والسلام

احقر سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ

جامع مسجد لائل پور شہر، ۱۵ فروری ۱۹۶۵ء

۹

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی جو معروضات پیش کر دی تھیں، آپ نے فرمایا تھا کہ مولوی سمیع الحق صاحب کو بھی لکھ کر یہ بھیج دو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں پہلے میں نے یہ خط ان کے نام لکھا۔ معلوم نہیں کہ اب وہ بھی کراچی میں ہیں یا وہاں سے واپس آگئے ہیں۔ آپ بھی اسے ملاحظہ فرما کر پھر یہ خط مولوی سمیع الحق صاحب کو دے دیجئے، اصل مخاطب تو وہ ہیں کیونکہ رسالہ کی پالیسی اور مضمون نگاری ان کے ہاتھ میں ہے۔ البتہ آپ سمجھا سکتے ہیں۔ میں خود ضروری سمجھتا ہوں کہ رسائل و اخبارات میں جوابی مضمون لکھنے کی نوبت نہ آئے تو یہ بہتر ہوگا۔ مدرسہ کے مفاد کا خود مجھے خیال رہتا ہے، جو کچھ ہوگا مجبوراً ہوگا۔

فقط والسلام

سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ   ۹ مارچ ۱۹۶۵ء

⑳

جناب محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ ان حالات میں جبکہ پورے ملک میں انتخابات کا نتیجہ بہت ہی نقصان دہ انداز میں رونما ہوا اور اسلامی نظام کی مخالف قوتوں کو وسیع پیمانہ پر کامیابی ہوئی ہے۔ مگر جناب آپ کی اور دوسرے چند علماء کرام کی کامیابی قابل صد مبارکباد اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا موجب ہے، لہٰذا میں آپ کی کامیابی پر تہہ دل سے خوش ہو کر مخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دستور سازی کے سلسلہ میں اسلامی نظام کی ترتیب وتدوین اور اقامت دین کی توفیق عطا فرمائے اور ہر مرحلہ پر حامی و ناصر ہو۔ اس پر مزید خوشی ہوتی ہے کہ صوبہ سرحد سے علماء کرام منتخب ہو کر آرہے ہیں اور بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کے مقابلہ کرنے اور عزائم سامنے آنے کے بعد تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ علماء کرام کو بہرحال اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے اور اسے تقویت پہنچانا نہیں چاہیئے۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء اسلام سے جو ہمارا اختلاف رائے رہا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ختم ہو جائے گا۔ میں ذاتی طور پر **الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** کا قائل و عامل رہا ہوں۔ اس لیے آپ کی اس کامیابی پر دینی اعتبار سے مجھے مسرت ہوئی ہے۔ نیشنل اور پیپلز دونوں کے مقابلہ میں آپ کی جیت اس وقت دین اور علم دین کی جیت ہے۔ آپ کے بارے میں میری رائے پہلے بھی یہی تھی اور اب بھی یہی ہے کہ آپ ہر موقع پر اسلام کی سربلندی کے لیے پوری کوشش فرمائیں گے اور علم کے تقاضے پورے کریں گے۔

فقط والسلام

احقر العباد سید سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ

۹، دسمبر ۱۹۷۰ء

㉑

بخدمت جناب محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم حقانیہ زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ ایک نہایت غم انگیز اور روح فرسا حادثہ فاجعہ کی اطلاع دے رہا ہوں کل مورخہ ۱۲، فروری ۱۹۷۲ء روز شنبہ مطابق ۲۶، ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ کو صبح دس بجے اچانک باتیں کرتے کرتے مولانا حکیم حافظ عبدالمجید صاحب (نابینا) مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کا انتقال ہوا۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

جو حضرات حکیم صاحب مرحوم کو جانتے ہیں وہ یقیناً یہ حادثہ پورے ملک کے لیے اور تمام دینی اداروں کے لیے ایک عظیم نقصان محسوس کرتے ہیں۔ تمام دینی مدارس کے ساتھ ان کا قلبی تعلق تھا اور دینی علوم کی نشر و اشاعت میں وہ ہر طرح کی امداد و اعانت کیا کرتے تھے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ تمام علماء کرام اور دینی مدارس کو اس حادثہ کی اطلاع دی جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے مدارس میں طلبہ سے دعائیں کرائیں اور ہو سکے تو ختم قرآن مجید کا اہتمام کر کے ایصال ثواب کرائیں۔

"الحق" میں حافظ صاحبؒ کے متعلق تفصیلی حالات شائع کرنے کے لیے کل پرسوں اطمینان کے ساتھ لکھ کر بھیجوں گا۔

احقر سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ

مدرسہ اشاعۃ العلوم جامع مسجد لائل پور شہر ۱۳، فروری ۱۹۷۲ء

فکری انقلاب کا مؤثر لائحہ عمل، اسلامی تاریخ اور دینی کتابوں کا مُطالعہ
ایک تاریخ ـــــ ایک تحریک اور عملِ صالح کی ترغیب، فن اور موضوع کے لحاظ سے تاریخ کی سب سے پہلی کتاب
ارباب علم وکمال اور پیشہ رزق حلال
مولانا عبدالقیوم حقانی کا نادر شاہکار
آغاز میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا شاندار پیش لفظ
رزقِ حلال کے مختلف پیشوں اور صنعت وحرفت کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے علماء، فقہاء، مفسرین، محدثین، سلف صالحین کے رُوح پرور حالات، اثر انگیز واقعات اور کمالات کا دلچسپ تذکرہ وتعارف ـــــ صفحات ۲۳۰ مضبوط اور خوبصورت ڈائی دار جلد
قیمت -/۶۰ روپے، جماعتی احباب کے لیے خصوصی رعایت
محمد قاسم حقانی، ادارۃ العلم والتحقیق، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

زمیندار بھائیوں کے لیے خوشخبری

ڈائی تھین DITHANE

ایم ۴۵ ۔ پاوڈر H . 45 . W . P

ڈائی تھین ایک نہایت اعلےٰ قسم کی فطر کُش دوائی جو اجناس کی فصلوں، سبزیوں اور پھلوں کی تمام بیماریوں کو پوری طرح کنٹرول کرتی ہے مثلاً پتوں کے جھلساؤ، روئی دار پھپھوندی وغیرہ چاول اور گندم کی فصلوں پر اس دوا کو پانی میں حل کر کے پودوں پر اسپرے کیا جاتا ہے، اس میں (MANGANESE) مینگانیز اور زنک (ZINC) کے اجزاء شامل ہیں۔

لھذا

بیماریوں کے انسداد کے ساتھ یہ پودوں کی معدنی کمی کو پورا کر کے انھیں مطلوبہ توانائی فراہم کرتی ہے۔

ایجنٹس و تقسیم کنندگان برائے پاکستان

داؤد کارپوریشن لمیٹڈ

۲۱۹-۲۱۵، الفلاح بلڈنگ شاہراہ قائد اعظم لاہور۔ فون، ۳۰۹۰۱-۵

سیلز آفس کراچی،

سیالکوٹ	گوجرانوالہ	گجرات	بہاولپور	جھنگ	پشاور	ملتان
۸۶۶۵۲	۶۱۰۱۰	۲۷۲۶۵	۲۷۳۶	۲۶۰۴	۴۱۷۷۲	۴۱۳۹۰

سرگودھا	ساہیوال	اوکاڑہ	فیصل آباد
۵۰۸۶	۲۵۷۷۱	۳۴۳۹	۲۲۳۰۴

بڑے صاحبزادے کے نام بعض ایمان آفرین مکاتیب

پیشِ نظر مکاتیب محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کے اُن لاتعداد مکتوبات کی ایک جھلک ہیں جو انہوں نے اپنے صاحبزادوں بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو مختلف مواقع پر تحریر فرمائے تھے۔ یہ دینی جذبہ، خیرخواہی، عالمانہ تربیت اور عشقِ رسولؐ کے نور سے معمور تحریریں حضرت الشیخؒ کے بڑے صاحبزادے نے فائلوں کی صورت میں محفوظ کر رکھی تھیں۔ مولانا سمیع الحق کے نام کے علاوہ بعض دوسرے ایسے خطوط بھی فائلوں میں موجود ہیں جو دیگر حضرات کے نام تحریر کردہ ہیں جن کو ہم نے موقع اور محل کی مناسبت سے متعلقہ موضوعات میں درج کر دیا ہے ——— یہ عظیم خزانہ، یہ علمی گنج گراں مایہ صرف اس لحاظ سے ہی منفرد اور ممتاز نہیں کہ ایک عظیم باپ، ایک بڑے باپ کا اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ خصوصی تعلقِ خاطر و اعتماد اور خصوصی نظرِ شفقت و توجہ اور محبت کا ترجمان ہے بلکہ یہ حضرت الشیخؒ کے عظمتِ مقام، تربیت کے انداز، اولاد سے تعلق، عجز و انکسار اور ان کے کامل اخلاقی اقدار کو بھی واضح کرتا ہے کہ ایک باپ اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ کس انداز میں محبت کرتا ہے۔ ان خطوط میں پند و نصائح کے جواہر ہی نہیں بلکہ انابت الی اللہ، عبدیتِ کاملہ اور وارفتگی و عشقِ رسولؐ کے موتی بھی جابجا ٹکے ہوئے ملتے ہیں ——— ان امور کے پیشِ نظر یہ بہت لازمی اور ضروری ہے کہ حضرتؒ کے تمام مکاتیب کے وہ حصے جو کسی بھی وجہ سے عامۃ المسلمین کے لیے سودمند ہوں شائع کیے جائیں۔ مگر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ طے کرنا کتنا کٹھن مرحلہ اور صبر آزما ہوتا ہے کہ خطوط کے اس عظیم ذخیرے سے کون سے خطوط منتخب کر لیے جائیں، کون سی عبارات لی جائیں اور کون سی چھوڑ دی جائیں۔ ؏ دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ——— تاہم ہم نے ان خطوط میں سے چند کا انتخاب کر لیا ہے جو حضرتؒ نے مولانا سمیع الحق کے نام ان کے سفرِ حجاز کے موقع پر لکھے ہیں ——— ان مکاتیب کی اہم خصوصیات کا اندازہ تو خود قارئین ہی لگا سکتے ہیں۔ تاہم تحریر میں بے تکلفی اور سادگی، مضمون میں وضاحت اور ٹھوس حقیقت پر توجہ، معاملات کی صفائی اور حقوق کی ادائیگی کی غیر معمولی ترغیب، دینی رنگ، خاص کر عشقِ رسولؐ اور والہیت ہر خط میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ حق تعالیٰ پر غیر معمولی توکل، بھروسہ، اعتماد اور ہر بار اپنے اصاغر کی دعاؤں کے لیے اپنے احتیاج کا اظہار ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خطوط، لکھنے والے کی شخصی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں پھر خاص کر جب وہ نجی نوعیت کے حامل ہوں۔ ایک جذباتی رشتہ، ایک پدری شفقت اور ایک مربیانہ نظرِ عنایت کے پیشِ نظر لکھے گئے ہوں۔ اور پھر خطوط لکھتے وقت کاتب کے ذہن میں ان کے خطوط کی اشاعت اور ان کے منظرِ عام پر آنے کا تخیل اور تصور تک نہ ہو۔ ——— (عبدالقیوم حقانی) ———

عزیز القدر سعادتمند نورِ چشمی سمیع الحق طول بقائہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے دونوں خطوط الخبر و مدینہ منورہ سے موصول ہو کر موجبِ اطمینان و تسکینِ قلب کا ہوئے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ناچیز کی زندگی میں یہ سعادت رب العزت نے عطا فرما دی۔ ہم جیسے نااہلوں پر یہ فضل اس کی شانِ رحمانیت کا مظہر ہے۔ رب العزت کے فضلِ بے پایاں کا شکریہ ہر ہر رگ و مو کے ذریعہ سے اگر تمام عمر سر بسجود ہو کر ادا کریں وہ بھی کچھ نہ ہوگا۔

نورِ چشمی! اس موقع کو غنیمت و فضلِ عظیم سمجھ کر ضائع نہ کریں، تمام اوقات ذکرِ الٰہی و صلوٰۃ و سلام و حاضری دربارِ اقدس و استغفار و دعا میں مشغول رکھیں۔ خداوند کریم اپنی محبت و عشق سردارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اطاعت کی توفیق کے ذخیرۂ عظیم سے مالا مال فرما دے۔

نورِ چشمی! بندۂ ناکارہ روسیاہ پر رب العزت کے احسانات عظیمہ کہ ایک غریب خاندان میں پیدا کر کے علم و علماء کے گروہ میں داخل فرمایا مگر واقع میں ناچیز میں نہ علم ہے نہ عمل، انتہائی روسیاہی کے باوجود ستار العیوب نے عیوب پر پردہ ڈالا ہے ——— خداوند کریم آپ کے دعاؤں کے توسل سے اپنی محبت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قرآن مجید و احادیث مبارکہ اور اس کے توابع کے علوم سے منور فرما دے۔ دین کی خدمت جو محض خلوص و للہیت سے معمور ہو اس کی توفیق رب العزت عطا فرما دے۔ خداوند کریم حلال رزق و تجارت کا راستہ ناچیز کے لیے کھول دے کہ تدریس کی خدمت بلامعاوضہ کر سکیں۔ آپ مواجہہ شریف (حاضر) ہو کر بندہ کی مغفرت و خاتمہ بالایمان کی دعا کریں اور قرضوں کا بوجھ جو ہے اس کی وجہ سے از حد فکرمندی ہے کہ حقوق العباد ادا ہوں اور حقوق اللہ تعالیٰ کی معافی نصیب ہو اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظیت اور رب العزت دریائے رحمت کے ذریعہ ہمارے قباحتوں کو بدل کے قلب کو نورِ ایمان سے معمور اور تمام امور میں عافیت نصیب ہو۔

جناب مولانا زین العابدین صاحب وجناب مولانا فقیر محمد صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ کو سلام۔

آپ کی ہمشیرگان بالغ ہو رہی ہیں اس امانت کو رب العزت قبول فرما کر بہترین مواضع میں جو دینی عزت رکھتے ہوں اس میں جگہ عطا فرما دیں۔ اپنے برادران کی اخلاقی وعلمی حالت کے لیے دعا کریں کہ رب العزت انہیں علماء عاملین بنا دے، والدہ کی صحت کے لیے اور تمام مصائب سے محفوظ رہنے کے لیے دعا کریں، میرے لیے دونوں مقاماتِ مقدسہ میں دُعا کرتے رہیں کہ خداوند کریم ایمانِ کاملہ عطا فرما دیں، قلبی کدورتوں کو دور فرما دے، آمین یا رب العالمین —— بندہ عشرہ اخیرہ رمضان میں بیمار رہا اب بحمد اللہ تندرست ہوں صحت کے لیے دعا کریں، دارالعلوم حقانیہ کے بقاء و ترقی کے لیے خصوصی دعا کرتے رہیں۔

حجاج کی خدمت باعثِ اجر ہے، وطن کے جو حجاج ملیں ان کے لیے سہولت کا سامان جس قدر کر سکیں تو باعثِ اجرِ عظیم ہو گا قبلہ مولانا مدنی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کی مجلس میں شمولیت رکھیں۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے سہارنپور سے خط کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اِس سال حج کو جا رہے ہیں، اکابرین کی مجلس اور فیضِ صحبت غنیمت ہوا کرتا ہے ان کی مجلس میں بھی حاضری دیتے رہیں۔

نیز ان تین[1] ماہ میں گفتگو آپس میں بھی عربی میں کیا کریں اور اگر ہو سکے تو تحریر بھی عربی رکھیں، بہر تقدیر گفتگو بالکل عربی میں جاری رکھیں تاکہ اس کی مہارت میسر ہو —— خطوط موقع بہ موقع واقفین کو ارسال کرتے رہیں اور دعاؤں میں بھی تمام واقفین کو یاد رکھیں اور خطوط میں بھی کل واقفین کے نام لکھ لیا کریں تاکہ ان کی خوشنودی ہو اور دعوات میں آپ کو بھی یاد کرتے رہیں گے۔

تا حال گھر میں خیریت ہے۔ داخلہ طلبہ شروع ہو چکا ہے، بحمد اللہ طلبہ بکثرت آ رہے ہیں۔ دارالعلوم کی ترقی و بقاء کے لیے دُعا کرتے رہیں، خطوط لکھنے میں سستی نہ کریں اور تفصیلی خط لکھا کریں، ارضِ مقدس کے حالات اور وہاں کی کیفیات سے قلب کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ گھر کے تمام افراد سلام دُعا کا پیغام دے رہے ہیں۔ تمام اراکین حاجی محمد یوسف، سید نور بادشاہ، ملک امر الٰہی، کرم الٰہی، رحمان الدین، حاجی غلام محمد، عبدالغفور[2] وغیرہم سلام عرض کر رہے ہیں۔

حضرت قبلہ مخدومنا مولانا عبدالغفور صاحب مدنی مدظلہ کی خدمت میں سلام اور دعا کی اپیل کریں، نیز حضرت کے صاحبزادگان کو سلام عرض ہے۔ برادرم مکرم مولانا عبداللہ صاحب کاکاخیل کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ برادرم محترم قاری سعید الرحمن صاحب[3] کی خدمت میں سلام اور دعا کی درخواست ہے۔ اہلِ دفتر جناب ناظم اکبر[4] و اصغر سلام عرض کر رہے ہیں، خط لکھنے میں سستی نہ کریں۔ استودع اللّٰه دینکم وامانتکم وخواتیم عملکم۔

بندہ عبدالحق غفر لہٗ از دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ۱۰ شوال ۱۳۸۳ھ

○ ذیل کا خط بھی سفرِ حجاز کے متعلق ہے جو ۲ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ کو لکھا گیا ہے۔

نورِ چشمی لختِ جگر سمیع الحق سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ —— آپ کا خط اغلباً ۲۰ شوال ۱۳۸۳ھ کو موصول ہو کر موجب اطمینان ہوا۔ مفصل خط بنام مولانا شیر علی شاہ صاحب سے مزید اطمینان حاصل ہوا۔ الحمد للہ کہ رب العزت نے آپ کے لیے مساعد حالات ایسے پیدا فرمائے جس کی وجہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمرہ کرنے کا موقع عطا فرمایا اور پھر والدین کے لیے بھی عمرہ کیا۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ سب سے زیادہ رحمتِ خداوندی اور فضلِ عظیم کہ رحمۃ للعالمین کے قرب میں جگہ ملی اور روضۃ من ریاض الجنۃ میں حاضری اور سرورِ دوجہان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کے مواجہہ شریف میں حاضری کی اجازت و توفیقِ ایزدی شاملِ حال رہی۔

لختِ جگر! ولد صالح یدعو الہٗ والدکے حق میں صدقۂ جاریہ ہے۔ اولاد کی دُعائیں ایسے متبرک مقامات میں والدین کے حق میں مقبول اور قبولیت کا درجہ و مقام حاصل کر لیتی ہیں۔ آپ کو رب العزت نے موقع دیا ہے حرمین الشریفین میں گڑگڑاتے رہیں، والدِ عاصی کے لیے دُعائیں کرتے رہیں کہ عافیتِ تامہ و ایمانِ کاملہ و علم باعمل و اشاعتِ علمِ دین سے نوازے اور کل دینی و دنیوی مرادوں میں کامیابی نصیب ہو۔ بندہ کو ذیابیطس کی بیماری کی وجہ سے انتہائی ضعف لاحق ہوا ہے۔ رمضان شریف میں قلب اور اعضاءِ رئیسہ پر ضعف کا از حد حملہ ہوا مگر بحمد اللہ اب رُو بصحت ہوں —— انوار الحق ۲۰ رمضان کو گھر آئے تھے ایک ختم تراویح میں انہوں نے پورا کیا، اب اس دفعہ قرآن مجید اسے پورا یاد تھا، ۱۰ شوال کو بہاولپور چلے گئے۔ محمود الحق بھی بخیر ہے، دعا ان کے لیے بھی کیا کریں کہ اس تعلیم کے بُرے نتائج سے محفوظ ہو اور ثمرہ بہتر اس پر مرتب ہو۔ دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ اس دفعہ زیادہ طلبہ کا ورود بکثرت ہے اکثر طلبہ بوجہ عدمِ گنجائش داخلہ کے واپس چلے جاتے ہیں۔ اساتذہ گذشتہ دن سے آ گئے ہیں تمہارے اسباق دوسرے مدرسین پر عارضی طور پر تقسیم کر دیئے ہیں۔

خداوند کریم آپ کو مع رُفقاء حج مبرور نصیب فرما کر بخیر و عافیت واپس پہنچا دے۔ آمین۔

برخوردارم! آپ کی اور جناب قاری سعید الرحمن صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ روضۂ اطہر کے سامنے حاضری کے اس قدر ایام میسر ہوئے واللہ تعالیٰ حرمین الشریفین پر حاضری کے فیوض و برکات سے مالا مال فرما دے، مجھ گنہگار و رُوسیاہ کے حق میں تمہارا گڑگڑانا باعثِ نجات اور سعادتِ دارین کا ذریعہ بن جائے تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔

برخوردار! یہ دُنیا فانی ہے اور عمر کا اکثر حصہ گذر گیا، یہ دعا کریں کہ مجھ گنہگار کے گناہوں کو رب العزت معاف فرما دے، اپنی رضا کی نعمت اور خاتمہ بالایمان کی

---

[1] ان ایام میں حضرتؒ کے حکم کے مطابق مولانا سمیع الحق نے مدینہ یونیورسٹی کی کلاسوں میں غیر رسمی شرکت کی اور صبح سے شام تک باقاعدہ استفادہ کرتے رہے

[2] دارالعلوم حقانیہ کے وہ اراکین جو اول روز سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ اساس اور بنیاد میں شریک رہے

[3] اس سفرِ حج میں مولانا سمیع الحق کے ساتھ شریکِ سفر تھے

[4] ناظم اکبر و اصغر یہ حضرتؒ یہاں کی پشتو اصطلاح کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ مولانا سلطان محمودؒ صاحب "مشر ناظم"، اور مولانا گل رحمٰن "کشر ناظم" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اسی اصطلاح پشتو کا ترجمہ کر دیا۔

نعمتِ عظمیٰ سے نوازے۔ اپنی بے مائگی اور ناشکری کا خطرہ از حد لاحق ہے۔ کاش! تمہاری دعائیں ناچیز کے لیے باعثِ معافی ہو جائیں۔ آپ اپنی خوش قسمتی پر ربِّ کریم کا شکر ادا کریں، اپنے اوقاتِ عزیزہ حاضریٔ روضۂ اطہر اور مکہ معظمہ میں طوافِ بیت اللہ میں مشغول رکھیں۔ ڈالر کے متعلق قاری صاحب نے دوبارہ اس شخص کو یاد دہانی کی ہے۔ اس سفرِ عشق میں عاشق کا ایک سے امتحان ہوتا ہے جس قدر ابتلاء میں صبر و استقامت اس قدر قرب و رضا خداوندی نصیب ہو گی۔

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود صاحب مصر گئے ہیں وہ بھی چند یوم میں حج کے لیے پہنچ جائیں گے، جناب الحاج محمد عالم صاحب (عطرجی) سے مکہ معظمہ میں ملاقات کا موقع مل جائے تو کریں۔ مجھے اس کا فکر ہے کہ تمہارے پاس رقم بھی تھوڑی ہے اگر ضرورت ہو تو وہاں اگر قرض مل سکیں تو لے لیں اگر وہاں نہ مل سکے تو جلدی لکھدیں تا کہ ہوائی جہاز سے جانے والے حجاج کے ذریعہ اگر ممکن ہو تو بھیجدیں گے۔

ہاں اس دفعہ حج کے موقع پر مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند بھی جائیں گے اگر ملاقات ہو جائے تو سالانہ اجلاس کے لیے وقت ان سے متعین کریں۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے ملاقات کا موقع ملے تو بہتر ہوگا۔ مدینہ یونیورسٹی میں حاضری اضافۂ علم کا باعث ہوگا عربی بولتے رہیے۔ والسلام: بندہ عبدالحق غفرلہ

● ذیل کا خط ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ کو لکھا گیا ہے۔

نورِ چشمی سمیع الحق سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرصہ ہوا کہ خط لکھنے کا ارادہ تھا مگر عوارضات اور آپ کے خط کے انتظار کی وجہ سے دیری ہوئی مگر آج تک آپ کا خط نہ ملا، مدینہ منورہ کا مکتوب تو مل چکا ہے مگر مکہ معظمہ سے آپ کا کوئی خیریت نامہ نہیں ملا۔ امید ہے کہ برخوردارم و برادرم حافظ قاری مولانا سعید الرحمٰن صاحب مناسکِ حج سے فارغ اور اس سعادتِ عظمیٰ کو بعافیت انشاء اللہ تعالیٰ حاصل کیا ہوگا۔

نورِ چشم! خداوند کریم کے مِنَن لا متناہیہ میں سے انعامِ عظیم ہے کہ رب العزت نے بندہ کی زندگی میں اپنے بیتِ مکرم جو اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اور قِيَامًا لِّلنَّاسِ اور سابقین عبادت گاہ کے طواف اور حاضری کے شرف سے آپ کو نوازا ہے، رب العزت حرمین کے فیوضات سے اخذ کی استعداد اور اس کی برکات سے مالا مال فرمادے اور حجِ مبرور نصیب ہو۔ بندہ کے لیے عافیتِ تامہ و خاتمہ بالایمان و علم و عمل کی زیادتی اور گناہوں کی معافی کی رو رو کر تضرع و ابتہال کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں۔ عمرہ نفلی کی ادائیگی کی بھی ہمت کریں۔ اس وقت ایک بہت مشکل میں مقید ہوں جو ہمارے اعمال کا ثمرہ ہے اور ابتلاء عظیم ہے، اس مشکل سے بعافیت نکلنے کی دعا تضرع سے کریں اور مشکلات میں گرفتاری کی سعی کرنے والوں کو رب العزت خائب و خاسر کردے۔ آمین (عبدالحق غفرلہ)

● ذیل کے خط پر ۱۶ ر ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ کی تاریخ درج ہے۔

نورِ چشمی سمیع الحق سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط ملا اور حضرت قبلہ مخدومنا المکرم حضرت مولانا مدنی صاحب کا گرامی نامہ معمور از کلماتِ شفقت و جملہ ہائے دعائیہ باعثِ مسرت و اطمینان بنا۔ حضرت شیخ مدنی مدظلہ العالی کا وجود مسعود حرمِ محترم میں ناچیز کے لیے اور ہزاروں معتقدین و خدام کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے، امید ہے کہ حضرت کی دعائیں ناچیز کے حق میں قبول ہو کر ذریعہ و وسیلہ نجاتِ دارین ہوں گی۔

الحمد للہ گھر و شہر میں خیریت ہے کچھ فکر نہ کریں، موقع و وقت کی قدر یہی ہے کہ عبادت میں گذرے اور دعائیں نہایت عاجزی سے بندہ کے حق میں اور دار العلوم حقانیہ کی ترقی و بقاء کے لیے کرتے رہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب تشریف لائے تھے سلام عرض کر رہے تھے۔ انوار الحق بہاولپور میں کچھ بیمار رہیں، بے خوابی کا مرض اسے لاحق ہے اس کے لیے اور میری عافیت و صحت کے لیے اور قرضوں سے نجات اور بالخصوص علم و عمل کی ترقی اور اخص الخصوص خاتمہ بالایمان کی سعادت میسر ہونے کی دعائیں کرتے رہیں۔ خداوند کریم تمہیں اور رفقاء مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب و حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے لیے یہ سفرِ مبارک باعثِ رفع درجات و کامیابی و سعادتمندیٔ دارین کا ذریعہ و علم و عمل کی ترقی کا وسیلہ بنا دے۔ آمین

تمام اراکین و اہالیانِ محلہ و احباب و رشتہ داران دعا و سلام کناں و پرسانِ حال رہتے ہیں۔ خداوند کریم جل مجدہ کی امداد آپ کے شاملِ حال ہو، واپسی کے لیے کوشش جدہ شریف کے راستہ پر کریں، خداوند کریم غیب سے کامیابی کے اسباب عطا فرمادے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ حضرت جناب قاری صاحب سعید الرحمٰن و حضرت مولانا عبداللہ صاحب و جمیع واقفین کرام بالخصوص حضرت قبلہ مولانا مدنی صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ اس سال حج میں جس قدر اکابر شامل ہو رہے ہیں اُن سے ملاقات کا شرف اور اگر موقع ہو تو بندہ کے لیے بھی دعا کراتے رہیں۔ حضرت جانشینِ شیخ العرب والعجم مولانا اسعد مدظلہ کو بھی سلام و حضرت مخدومنا مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کو بھی سلام عرض کریں اور جلسہ سالانہ دار العلوم کے لیے اور تاریخ کا تعین انہی سے کرا دیں۔

شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے مواجہہ شریف میں بندہ کے عاجزانہ صلوٰۃ و سلام عرض کر دیں اور رکن و مقام ابراہیم کے درمیان استغفار میرے لیے اور اپنے حق میں کیا کریں۔ والسلام، بندہ عبدالحق غفرلہٗ

● عبدالحق از دار العلوم حقانیہ ۲۸ ر ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ یوم دوشنبہ

نورِ چشمی سمیع الحق سلمہ اللہ تعالیٰ و اعزہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا مکتوب ۷ ر ذی الحجہ کا مجھے ۲۵ ذی الحجہ کو ملا، تقریباً ایک ماہ میں خط کا نہ ملنا باعثِ تشویش بنا رہا۔ چند دفعہ ارادہ ہوا کہ تار کے ذریعہ خیریت معلوم کریں مگر اس کا بھی ذریعۂ ایصال معلوم نہ تھا۔ شدتِ انتظار کا کوفت و قلق تو ملا مگر بعد کو خوشی حاصل ہوئی کہ الحمد للہ آپ

مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفاً پہنچ گئے ہیں اور امید ہے کہ فریضہ حج کو بخیر و عافیت ادا کیا ہوگا

ایک خط مدرسہ صولتیہ

سے لکھا تھا روانہ کر دیا ہے شاید وہ ملا ہو یا نہ۔ جناب محمد حسن خان صاحب کے ساتھ ڈاکٹر شیر بہادر صاحب کے بہت گہرے تعلقات ہیں مجھے خیال تو رہا کہ اس کو لکھتا۔ بہر تقدیر حقیقی کارساز رب العزت ہیں، اگر کچھ زیادہ وقت مسجد الحرام میں گذر جائے تو باعثِ سعادت ہے۔ اس سال بزرگانِ کرام کا ہجوم مزید باعثِ خیر و برکت رہا، خداوندکریم حرم محترم کے فیوض و برکات سے آپ حضرات و دیگر تمام حجاج کو مالامال فرمائے اور امتِ مسلمہ کے لیے باعثِ خیر و برکت بنائے۔ آمین ثم آمین ۔ غنیمتِ عظیمہ جان کر اور ربِ کریم و رحیم کا احسانِ عظیم جان کر شکر ادا کریں اور احترامِ حرم محترم و حاضری حرم میں کوشاں رہیں۔ سالانہ جلسہ دارالعلوم کا ابھی تک کوئی تقرر نہیں ہوا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی بخیر واپسی پر دیوبند خط و کتابت کریں گے۔ مولانا بنوری صاحب و مولانا ہزاروی صاحب و مفتی صاحب تو بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔

حضرت مولانا قبلہ مدنی صاحب[1] سے اگر ملاقات ہو سکے تو دعا کے لیے درخواست کریں اور سلام عرض کر دیں، ڈاکٹر شیر بہادر صاحب وغیرہ گیارہ مئی کو واپس آ جائیں گے۔ بندہ مع اہلِ خانہ و اقارب و احباب بخیر و عافیت ہے۔ ناظم سلطان محمود نے کل لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں فتک کا اپریشن کرایا ہے اور بحمد اللہ کامیاب ہے اور رو بصحت ہیں، حضرت مولانا عبداللہ صاحب و حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ دنیوی و اخروی مشکلات و پریشانیوں کے رفع کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔ پریشانیاں از حد ہیں خداوندکریم ان پریشانیوں اور تکالیف کو رفع فرمائے۔ خداوندکریم کے نزدیک عاجزی اور عدم تفاخر مرغوب ہے، آپ اپنے لیے اور میرے حق میں استغفار کرتے رہیں۔ محمود[2] و انور نے کہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس طرف امتحان ہمارا شروع ہو اور دوسرے آپ آئیں تو پھر کیا ہوگا وہ کہتے ہوں گے چند دن کراچی میں ٹھہر جائیں، خیر جو خدا کو منظور ہو وہ بہتر ہوگا۔ خداوندکریم بعافیت آپ حضرات کو واپس خدمت دین کیلئے لے آئیں۔ آمین

مولانا حافظ انوار الحق کے نام خطوط

● نور چشمی انوار الحق سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط موصول ہوا، الحمد للہ کہ آپ کی صحت بہتر ہے باقی عید الاضحیٰ کے موقع پر اگر گھر آنا چاہتے ہو تو آپ کی مرضی ہے ۔۔۔ اس سال تعلیم القرآن میں پانچویں جماعت کا کام شروع کرنا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس میں دینیات کا علیٰحدہ جامعہ عباسیہ کا جو نصاب ہے یا جامعہ اسلامیہ کا وہ اپنے ساتھ لے آئیں۔ باقی خیریت ہے حضرت علامہ افغانی صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے اور برادرم فضل حنان صاحب و دیگر احباب و فضلاء کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

● نور چشمی حافظ انوار الحق سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمد للہ کہ برخوردارم بخیر و عافیت پہنچ کر اپنے اسباق میں مشغول ہو گئے آپ کے دوسرے خط کا میں منتظر رہا مگر آج تک دوسرا خط آپ کا نہیں ملا۔ بحمد اللہ میں بخیر ہوں گھر میں کل خورد و کلاں بعافیت ہیں۔ سمیع الحق کا خط آیا تھا وہ بخیر و عافیت رمضان شریف میں عمرہ کر کے مدینہ منورہ آ گئے ہیں حضرت العلامہ افغانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کریں، درس قرآن میں بلا ناغہ حاضر ہوا کریں اور ان کی مکمل تقریر تحریر کر لیا کریں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک رکھا کریں۔ باقی احوال سے ہفتہ وار اطلاع دے دیا کریں دارالعلوم حقانیہ میں اسباق شروع ہو چکے ہیں۔

طلبہ کی آمد از حد زیادہ ہے مگر دارالعلوم میں داخلہ کی وسعت نہیں اس لئے مجبوراً واپس چلے جاتے ہیں۔ ۱۵ طلبہ دورہ میں شریک ہیں اور ہر جماعت میں طلبہ بکثرت ہیں۔ میری صحت کمزور ہے۔

آپ کے ساتھ جامعہ والوں نے کیا سلوک کیا۔ غیر حاضری یا رخصت دونوں شقوں میں کس کا اعتبار کیا ہے۔ محترم برادرم قاضی فضل حنان صاحب و محمد صدیق صاحب و مولانا محمد مظفر شاہ صاحب و دیگر احباب و پرسندگانِ احوال کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ حضرت العلامہ افغانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ اظہار الحق و محمود الحق بخیر و عافیت سے ہیں۔ ۲۵ شوال ۱۳۸۳ھ

اپنے فرزند اظہار الحق کے نام مکتوب

نور چشمی برخوردارم محمد اظہار الحق زید عمرہ و قبل حجہ و عمرتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ رب العزت نے آپ کو بخیر و عافیت حرمین الشریفین کو پہنچایا اور آپ کو خداوندکریم نے مع رفقاء کے توفیق زیارت شریف عطا فرما دی برخوردارم نے روضہ اطہر کے سامنے تو صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کیا ہوگا۔ اب خداوندکریم حج مبارک کے ارکان کی ادائیگی کی توفیق رفیق فرما دے برخوردارم طوافوں کی کثرت کرتے رہیں حجر اسود اور ملتزم میں رو رو کر دعائیں مانگیں رات دن عشق خداوندی میں عبادات میں مصروف رہیں۔ بندہ گنہگار اور تمام اہل خانہ و والدہ کی صحت اور پریشانیوں اور مصائب اور آلام سے محفوظ رہنے اور خاتمہ بالایمان کی دعائیں کریں، آپ کی حج کی

(بقیہ صفحہ ۹۷ پر)

---

[1] حضرت مولانا عبدالغفور مدنی [2] صاحبزادہ محمود الحق و مولانا انوار الحق

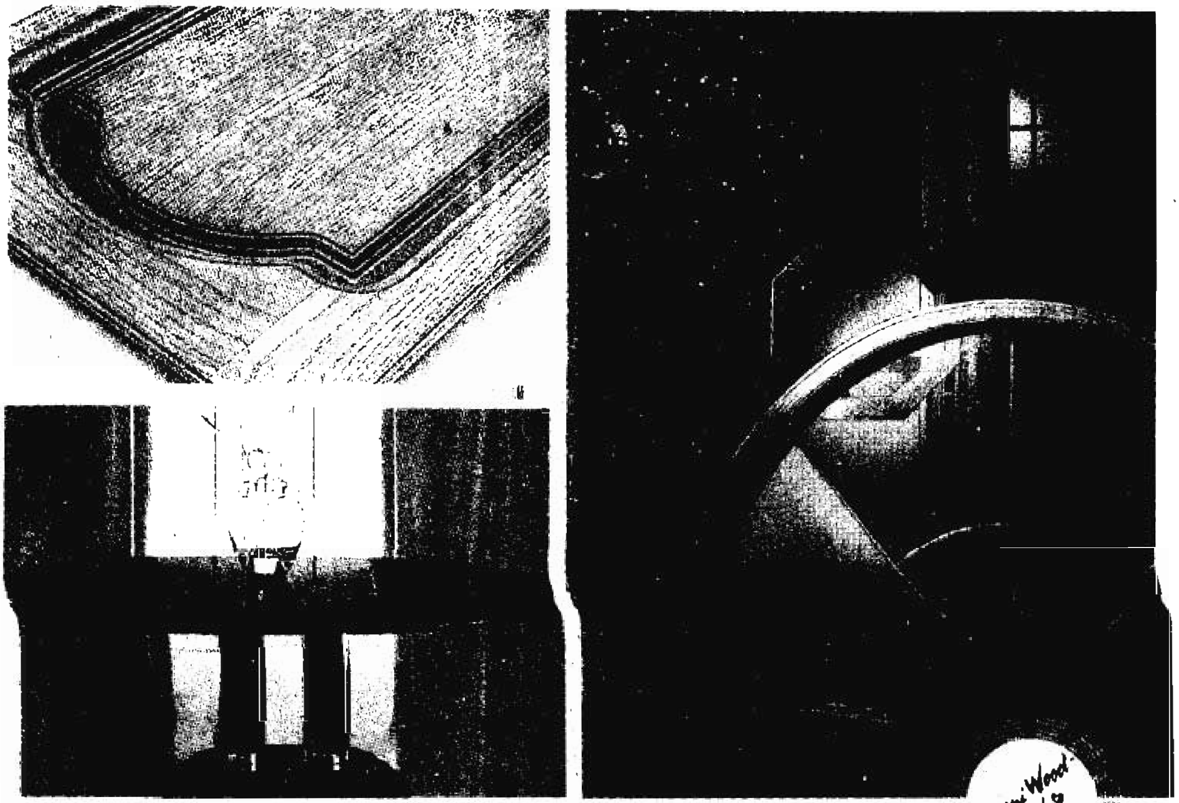

Lasani Wood Wood, so good

Good News For Quality-Conscious Builders

If you wish to ensure a high standard of finish in doors and windows, at an economical price, LASANI WOOD is your answer.

As strong as natural wood, LASANI WOOD offers smoothness of finish, resistance to water and weather conditions, easy machining, unlimited dimensions, non-inflammability, light weight and versatile painting surfaces.

These tried and tested qualities make LASANI WOOD the ideal choice for door and window frames, wall-panellings, floorings, partitions, door with shutters, staircases, roof-linings, and interior walls.

Now produced for the first time in Pakistan, LASANI WOOD provides a new and attractive look to your prized project.

lasani WOOD

al-noor mdf board industries
(Owner Al-Noor Sugar Mills Ltd.)

Registered Office
96-A, SINDHI MUSLIM SOCIETY, KARACHI-3
Phone: 430161 - 64, Cable: 'NOOR SUGAR'
Telex. 2774 NOOR PK. Fax 436675

Montgomery biscuits

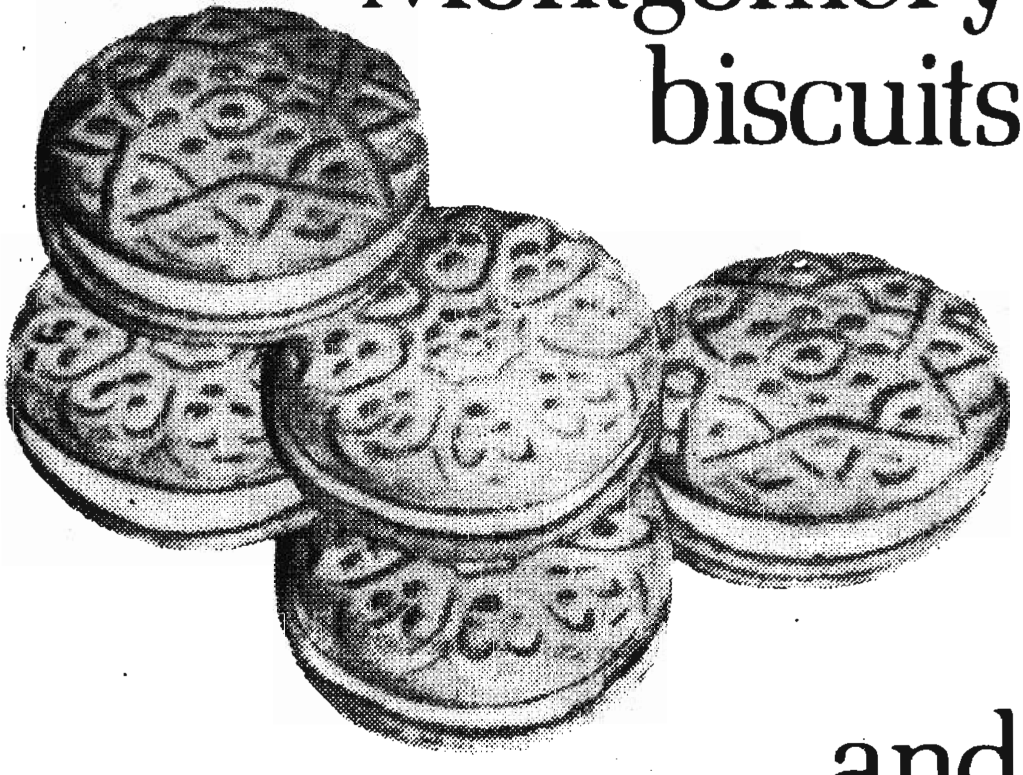

and sweets taste better

Prestige M.F.G.M. 192-1-80

دار العلوم حقانیہ کے ناظمِ اوّل مولانا سلطان محمودؒ کے نام خطوط
اور
مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کا اجمالی تعارف

(مولانا سمیع الحق کے قلم سے)

حضرت مولانا سلطان محمودؒ، دار العلوم حقانیہ کے ناظم اوّل اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلمیذ و خادم خاص، مخلص ساتھی اور دل و جان سے فدائی تھے۔ دار العلوم حقانیہ کے لیے ان کی عظیم خدمات، بنیاد کا پتھر ہیں جس کے بغیر دار العلوم کی تاریخ نامکمل رہے گی، حضرت شیخ الحدیثؒ کو بھی ان سے مشفقانہ اور حد درجہ برادرانہ و مخلصانہ تعلق تھا — ان کے نام سفر حج کے موقع پر لکھے گئے حضرت شیخ الحدیثؒ کے چند خطوط مل گئے ہیں، ذیل میں وہی نذر قارئین کئے جا رہے ہیں، مگر دار العلوم کے ایک ہونہار فرزند اور ان کی عظیم خدمات کے پیش نظر یہ بھی ضروری ہے کہ قارئین سے ان کا اجمالی تعارف بھی پیش خدمت کر دیا جائے چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ان کے سانحۂ ارتحال پر ماہنامہ الحق کے لیے جو ادارتی مضمون تحریر فرمایا تھا، وہ ہر لحاظ سے جامع اور ان کے اجمالی مگر مکمل تعارف پر مشتمل ہے لہٰذا نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

حیف صد حیف کہ ۸-۹ مئی ۱۹۸۲ء مطابق ۶ - شعبان ۱۴۰۲ھ درمیانی شب کو ایک ایسے خادمِ دینِ متین نے ہم حرمان نصیبوں کو داغِ جدائی دیا کہ جس کی زندگی کا دو تہائی حصہ گلشنِ علومِ نبوت دار العلوم حقانیہ کی آبیاری اور اس چمنستانِ قرآن و سنت کی آرائش و زیبائش میں صرف ہوا، دار العلوم کے تقریباً ۴۰ سالہ زندگی کے ہزاروں فضلاء اور طلبہ کی آرام و راحت، تعلیم و تربیت اور خدمت میں جن کے جسم کا رُواں رُواں مصروفِ لیل و نہار رہا اور جو اس شجرِ طوبیٰ کے اولین مالی اور اس کارگاہ علم و فضل کے اساسی ناظم تھے۔ خادمِ علم و دین ناظم اعلیٰ دار العلوم حضرت مولانا الحاج سلطان محمود صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ان فضائل و کمالات کا دار العلوم سے معمولی تعلق رکھنے والا ہر ہر فرد بھی نہ صرف معترف رہے گا بلکہ انشاء اللہ یوم الاشہاد میں بارگاہ احکم الحاکمین میں شہادت سے بھی دریغ نہیں کرے گا کہ اے اللہ تیرے اس زار و نزار نحیف و ناتواں بندہ نے تیرے دین کے اس خادم ادارہ کی تعمیر و ترقی میں زندگی کی ساری قوتیں اور توانائیاں بے دریغ لٹا دیں۔ تیری رحمتِ لامتناہی سے کیا بعید ہے کہ اس "شہیدِ دار العلوم" کو آج شہداء صدیقین کے لیے مخصوص انعامات سے نوازا جاتے۔

مولانا سلطان محمود صاحب کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی وہ اکوڑہ خٹک کے ایک مضافاتی گاؤں مغلکی کے ایک غیر معروف گمنام اور غریب گھرانے میں پیدا ہوئے جو دینی علوم سے وابستہ نہیں تھا۔ مگر اللہ نے آگے چل کر ان سے علومِ دینیہ کی خدمت لینا تھی تو اللہ نے انہیں تحصیل علم میں لگا دیا ابتدائی تعلیم علاقہ کے مختلف علماء سے حاصل کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے تدریس دیوبند سے قبل بھی انہیں ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، تقسیم سے دو سال قبل ہندوستان جا کر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ وہاں شرح جامی مختصر المعانی ہدایہ اولین مقامات سلم، ملا حسن وغیرہ پڑھیں اور سالانہ امتحانات دیئے۔ اس دوران دیگر اکابر اساتذہ کے علاوہ اس وقت کے صدر المدرسین شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ سے ملا حسن پڑھنے کی سعادت بھی پائی۔

تعطیل رمضان میں گھر آئے تو ملک تقسیم ہو گیا۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایسے وابستہ ہوئے کہ حیاتِ مستعار کی دمِ آخرین تک انہی کے ہو کر رہ گئے ادھر دار العلوم کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے گنے چنے اولین طلبہ میں شامل تھے۔ ان سالوں میں دورہ حدیث کے علاوہ مشکوٰۃ شریف ہدایہ اخیرین وغیرہ بھی حضرت مدظلہ خود ہی پڑھاتے تھے تو پہلے سال موقوف علیہ کتابیں بھی حضرت ہی سے پڑھیں۔ دوسرے سال ۱۳۶۸ھ میں پورا دورۂ حدیث شریف بھی حضرت سے پڑھ لیا، بعد فراغت تکمیل علم کے شوق میں بیضاوی شریف

تلویح توضیح میں داخلہ لیا، اساتذہ و عملہ سے متعلق فائلوں میں جسے وہ خود مرتب کرتے تھے اپنے متعلق فائل ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

"مہینہ ڈیڑھ بعد حضرت الشیخؒ نے ازراہِ شفقت و کرم نوازی دارالعلوم کے دفتر میں خدمت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ۱۳۶۸ھ کے آخر میں ناظم دفتر اہتمام کی حیثیت سے مبلغ آٹھ روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا۔"

یہاں سے خدمت دارالعلوم کا دور شروع ہوا جو ابتدائی دور تھا اور ہر لحاظ سے بے سر و سامانی کا عالم دو چار کاپیوں پر مشتمل چھوٹا سا بستہ دارالعلوم کے حساب کتاب اور انتظامی امور کا سارا ریکارڈ تھا جسے ناظم صاحب بغل میں لیے پھرتے تھے اور فارغ ہو جاتا تو مسجد قدیم کے ایک بوسیدہ طاقچہ میں رکھ دیتے اکاؤنٹ اور آڈٹ ان کا فن نہیں تھا مگر قدرت نے کام لینا تھا تو از خود حساب کتاب کے ایسے طریقے اور گُر نکالتے رہے کہ آڈٹ والے بھی دیکھ کر حیران رہ جاتے رفتہ رفتہ وہ ملکہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے گوشواروں پر ایک نظر ڈالنی کافی ہو جاتی اور جمع تفریق کر لیتے، اس بیماری کے آغاز میں دماغی امراض کے ایک دو ڈاکٹروں کو دکھاتے ہوئے میں نے ان کے اس وصف کا ذکر کیا تو انہوں نے تشخیص مرض کے طور پر لمبے چوڑے اعداد و شمار پر مبنی سوالات کیے اور فی البدیہہ جواب سن کر یہ کہتے ہوئے دنگ رہ گئے کہ واقعی یہ تو کمپیوٹر ہیں۔ دارالعلوم کے لاکھوں روپے کا نہایت باضابطہ اور صاف ستھرا حساب کتاب رکھنے میں ان کا اہم اور نمایاں وصف دیانت اور امانت تھا جسے ایمانی زندگی کی روح کہنا چاہیے۔ گویا وہ مجسمہ دیانت اور پیکر امانت تھے۔ چالیس سال کے ان لمبے چوڑے حسابات میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ایک حبہ یا ایک پائی بھی دانستہ ان سے ضائع ہوئی ہو۔ وہ تمام مصارف اور بلوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور جب قویٰ مضبوط تھے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر دارالعلوم کے احاطوں میں گھومتے کہ کہیں بے جا بلب یا پنکھا تو نہیں چل رہا یا کوئی اور چیز غلط مصرف میں خرچ نہ ہو اس لحاظ سے وہ طلبہ میں سخت گیر سمجھے جاتے تھے، وہ طلباء کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھتے، کوئی نامناسب بات دیکھتے تو سرزنش کرتے۔ یہ نہ ہو سکتا تو دل ہی دل میں کڑھتے اور بہت حساس ہونے کی وجہ سے تڑپتے ہوئے دکھائی دیتے، تیسرا نمایاں وصف ان کی تواضع اور انکساری تھی وہ ایک مستند عالم اور ایک عظیم ادارہ کے ناظم اعلیٰ تھے بیشمار طلباء اور فضلاء کے منظورِ نظر بننے کے باوجود کسی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کے لیے بھی خود دوڑتے، ضرورت پڑتی تو دفتر میں اپنی سیٹ چھوڑ کر مہمانوں کے سامنے برتن رکھتے اٹھاتے اور موقعہ ملتا تو ہاتھ دھلوانے میں بھی سبقت لے جاتے، کہیں بھی کسی خدمت کی ضرورت پڑتی اور کوئی نہ ملتا تو خود کمر باندھ لیتے، ابتدائی دور میں تو مجھے خوب یاد ہے کہ گاؤں سے دو تین میل پیدل پہنچتے ہی بازار سے مطبخ کا سودا سلف کا ٹوکرا سر پر اٹھائے ہوئے گھر کے دروازہ پر دستک میں لگے رہتے (کہ اولین سالوں میں طلبہ کے لیے ہمارے گھر ہی میں کھانا پکانے کا نظم تھا) یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ وہ دارالعلوم میں اپنی ذات کو فنا کر چکے تھے۔ اور ان کے رگ و ریشہ میں دارالعلوم ہی رچا بسا تھا، شاید اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے ان کا لاولد رہنا منظور تھا کہ دنیا کے سارے علائق سے الگ تھلگ رہ کر اس مہمان خانۂ علومِ نبوت علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ کے بناؤ سنگھار میں مصروف رہیں۔

انہیں اس بات کا افسوس رہتا کہ خود دینی علوم کے درس و تدریس سے محروم رہے مگر یہ اطمینان تھا کہ ان کی ساری جسمانی اور ذہنی توانائیاں مدرسین علماء و مبلغین کی خدمت میں خرچ ہو رہی ہیں آج کون کہہ سکتا ہے کہ دارالعلوم کے تین ساڑھے تین ہزار فضلاء کی ہمہ گیر دینی خدمت میں ناظم صاحب مرحوم کا حصہ نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ انشاء اللہ ان کے نامۂ حسنات میں بھی شامل ہوگا۔

مرحوم ناظم صاحب نرے انتظامی امور کے ناظم اور حسابات کے منشی نہیں تھے بلکہ اس خشک مشغلہ کے باوجود دل پرسوز رکھتے تھے، عبادات میں شب و روز منہمک زہد و تقویٰ کا ایک نمونہ تھے، وہ نیکیوں کے کسی میدان میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتے تھے۔ گرمی اور دن بھر کی تھکاوٹ کے باوجود رمضان کی راتیں شب خیزی میں گذرتیں، پچھلے رمضان میں بھی آخری رات تک کہیں نہ کہیں ختم تراویح کا معلوم کر کے پہنچتے اور قیام اللیل کی سعادت پاتے۔ کہیں کسی مردِ کامل کی صحبت میسر آتی تو اسے غنیمتِ عظمیٰ سمجھ کر اس کے قدموں کی خاک بننے کی کوشش کرتے قیامِ حرمین کے دو چار ماہ کا موقع ملا تو شیخ مدینہ طیبہ مولانا عبدالغفور عباسی قدس سرہٗ کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ ان کے مہمانوں کے مطبخ اور کمروں کی صفائی وغیرہ کا ایسا ذمہ لیا کہ آخر تک شیخ مدینہ انہیں پیار و محبت اور دعاؤں سے یاد کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے تو وہ دست و بازو تھے اور کتنے عظیم امور اور ذمہ داریاں ہوتیں جنہیں وہ ناتواں کاندھوں پر اٹھاتے ہوئے حضرتؒ کا سہارا بنے رہتے۔

مگر دنیا فانی ہے، دین کا کام کسی فردِ واحد سے اللہ نے وابستہ نہیں رکھا اللہ کو اتنی ہی خدمت لینی منظور تھی گذشتہ عید الاضحیٰ کو حسبِ معمول حضرتؒ اور ان کے خدام و اراکین کو عیدگاہ سے واپسی پر اپنے گھر میں "دعوتِ شیراز" پیش کی، دوسرے دن بھی طلبہ کی قربانیوں اور گوشت وغیرہ کا انتظام خود کیا، تیسرے دن صاحبِ فراش ہو گئے۔ دماغی ضعف، دوران سر وغیرہ کا عارضہ بڑھتا گیا۔ طب جدید و قدیم دونوں قسم کے معالجوں کا علاج ہوتا رہا مگر وہ گرتے چلے گئے یہاں تک کہ ہوش و حواس بھی جواب دینے لگے — ۱۴، اپریل کو اسلام آباد جاتے ہوئے انہیں گاڑی میں ساتھ لے گیا ایک دو ممتاز ڈاکٹروں نے دیکھا اور مشورہ دیا کہ لاہور کسی دماغی امراض کے ماہر

کے پاس لے جانا بہتر رہے گا۔ چنانچہ لاہور لے جائے گئے جہاں کے جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد جو مشہور نیورو سرجن ہیں نے اپریشن کے لیے داخل کیا، ان کا خیال تھا کہ دماغ میں رسولی ہے، ٹیسٹ اور ایکسروں نے ان کے خیال کی تائید کی۔ چند دن بعد سر کا اپریشن ہوا آخر تک انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھے گئے۔ ہوش آنے پر ڈاکٹر بے حد مطمئن تھے کہ جلد شفایاب ہوں گے مگر اللہ کو منظور تھا کہ یہ تھکا ماندہ زار و نزار بندہ اب ابدی راحتوں سے ہمکنار ہو جائے رات کو پونے ایک بجے روح پرواز کر گئی صبح ایمبولینس کے ذریعہ لاش لاہور سے روانہ ہو گئی۔ ہمیں دس بجے یہ وحشت ناک اطلاع ملی، تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام شروع کر دیا گیا۔ دورۂ حدیث کے امتحانات کا آخری دن تھا، باقی اکثر طلبہ بوجہ تعطیل چلے گئے جہاں جہاں ممکن تھا اطلاع دے دی گئی ریڈیو اور ٹی وی نے بھی اعلان کرنے میں تعاون کیا۔ بعد از نماز عصر گھر سے جنازہ اٹھا کر پہلے دار العلوم کے صحن میں رکھا گیا۔ کثرت ہجوم سے صحن کی وسعتیں تنگ ہو گئی تھیں اور ایک جھلک دیکھنے درسگاہوں کی چھتوں پر بھی ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔ دیدار عام کے بعد دار العلوم سے ملحق عیدگاہ شہر میں حضرت شیخ الحدیث رح نے جنازہ پڑھایا دور دراز اور اطراف و اکناف کے ہزاروں علماء صلحاء۔ مہتمین و اساتذۂ مدارس عربیہ اپنے اس عظیم خادم کے جنازہ میں شریک تھے۔

ناظم صاحب کی یہ ہمیشہ خواہش رہتی کہ دار العلوم کے لیے ایک مخصوص الگ قبرستان ہو۔ بڑی سوچ اور تلاش کے بعد میری نگاہِ انتخاب موجودہ خطہ پر ٹھہر گئی، ناظم صاحب کو معلوم ہوا تو خوشی سے اچھل پڑے اور نہایت اطمینان کا اظہار کیا اور بار بار کہتے "مولانا کہیں ہمیں بھول نہ جائیں ہمارا حصہ بھی اس میں رکھنا ہے"۔ کسے معلوم تھا کہ وہ اس خطۂ صالحین کے پہلے مہمان اور اس بقعۂ خیر کے اولین دفین ہوں گے۔ ناظم صاحب مقبرہ دار العلوم کے اس خطہ میں سپردِ خاک کئے گئے، سرہانے عیدگاہ کی دیوار، پائنتی دار الحفظ والتجوید جو شب و روز قرآن کے زمزموں سے گونجتا رہتا ہے اور دائیں طرف بجانب قبلہ، جسدِ مبارک سے متصل عیدگاہ کی سیڑھیاں جو اللہ کے سامنے سربسجود ہونے والے ہزاروں نمازیوں کی گذرگاہ بنتی ہیں۔ بائیں جانب خالی حصہ میں خدا جانے کن کن ارواحِ صالحین اور عباد مقربین کی ابدی آرام گاہیں بنیں گی۔ رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر۔ وہ دار العلوم کے تھے اور اپنی خاکِ پاک بھی خاکِ دار العلوم میں فنا کر گئے۔ جگر نے ایسے ہی موقع کے لیے کہا ہوگا ؎

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

قبر تیار ہو گئی تو حضرت شیخ الحدیث رح کو سہارا دے کر سرہانے پشتۂ دیوارِ عیدگاہ پر بٹھا دیا گیا۔ سامنے غمزدگان کا ہجوم تھا حضرت شیخ رح نے اپنے اس جان نثار خادم کے بارہ میں گلوگیر آواز میں فرمایا۔

"مولانا سلطان محمود رح ہمارے اچھے رفیق، اچھے ساتھی اور بہت دیانتدار تھے آج جو آپ کو دار العلوم کے وسیع شعبہ جات اور خدمات نظر آتے ہیں۔ اور بہت سے امور میں جو حضرت ناظم صاحب اور ان کے رفقاء کے خلوص للہیت، تقویٰ، دیانت اور امانت کی برکتیں ہیں۔ دار العلوم کو صرف علاقہ سے نہیں سارے ملک اور ملت سے واسطہ رہتا ہے اور رکھنا پڑتا ہے۔ ناظم صاحب نے یہ واسطہ بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ مرحوم کی وفات ہمارے لیے دار العلوم حقانیہ اساتذہ، طلبہ اور تمام وابستگان کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت ہے، اللہ پاک اس کے بدلے صبر اور صابرین کا اجر عطا فرماوے۔ دینی مدارس کا تو اللہ محافظ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ــــ خدا تعالیٰ جس سے چاہتا ہے دین کی خدمت لے لیتا ہے ہمارے ناظم صاحب سے خدا نے دین کی خدمت لے لی، بڑے خوش نصیب تھے جن کو خدا نے اتنی عظیم خدمت کے لیے چن لیا تھا۔ ناظم صاحب کی خوبیاں، کمالات اور خدمات ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ بہرحال کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔ ہم اللہ تعالیٰ کے امر پر راضی ہیں اور صابر ہیں آپ سب کو خدا کے امر پر راضی رہنا چاہیے۔ دار العلوم کی ہمہ گیر دینی خدمات یہ سب حضرت ناظم صاحب کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ مرحوم نے دار العلوم کی بڑی خدمت کی، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دار العلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ناظم صاحب سے راضی ہو جائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنا دے۔ آمین"

سورج غروب ہو رہا تھا کہ ہم حرماں نصیب، علم و عمل، زہد و تقویٰ اخلاص و ایثار کے اس پیکر اور آسمانِ دار العلوم کے اس آفتاب و ماہتاب کو سپردِ خاک کر گئے۔ فرحمہ اللہ ورضی عنہ وارضاہ۔

نوٹ، مولانا سلطان محمود رح کے نام حضرت شیخ الحدیث رح کے مکاتیب اگلے صفحہ میں ملاحظہ فرمادیں جو ان کے سفرِ حج کے دوران لکھے گئے۔

(بقیہ از صـ۷۹۲)

سعادت ہمارے لئے انتہائی سعادت ہے اور شرف ہے۔

آپ نے میرے اور والدہ کے لئے عمرہ کیے ہیں خداوند کریم قبول فرمائیں اور امید ہے کہ مزید ہر موقعہ پر نہ بھولیں گے گھر اور احباب و رشتہ دار کل خیریت سے ہیں سب خوش و خرم ہیں کوئی فکر نہ کریں رب العزت سے بندہ کی صحت و خاتمہ بالایمان اور مقاصد میں کامیابی اور فتنوں اور شروں سے محفوظ رکھنے کی دعائیں کرتے رہیں، آپ کے لئے میں اور تمام خاندان دعائیں کر رہے ہیں، دعا کریں کہ خداوند کریم بینائی اور صحت کاملہ عطا فرماوے اور ایمان کاملہ نصیب ہو۔ حاجی سرخاب و تمام رفقاء و مولانا شیر علی شاہ صاحب و دیگر احباب کو سلام عرض ہے۔ والسلام

عبدالحق، عفہ لہ

①

محترم المقام جناب ناظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ موصول ہوکر موجب تسکین ہوا۔ الحمدللہ کہ خداوندکریم نے دوبارہ حرمین الشریفین کی زیارت کا موقعہ آپ کو عطافرمایا۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بیت اللہ المکرم کا طواف اور وقوف عرفات ومزدلفہ کی سعادت سے باریابی مبارک ہو اب روضۂ اطہر پر حاضری کی عزت سے رب العزت بخیر وعافیت آپ حضرات کو نوازے آمین بزرگوار انم بندہ گنہگار کو آپ حضرات نے ضرور یاد فرمایا ہوگا مگر ثانیا اس روسیاہ کی استدعا ہے کہ مغفرت اور خاتمہ بالایمان کے لیۓ بالخصوص اور بصارت وبصیرت کے لیۓ اور مصیبتوں سے نجات کے لیۓ اور پریشانیوں کے ازالہ کے لیۓ اور ہموم وغموم سے خلاصی کے لیۓ تمام مقامات مقدسہ میں اور خصوصی مقاصد کے لیۓ گڑگڑا کر دعائیں فرمایئں رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین کے قدموں میں بندہ کی شفاعت ومغفرت کی دعافرمایئں۔ صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش فرمایئں۔ الحمدللہ کہ آپ کے گھر میں خیریت وعافیت ہے کوئی فکر نہ کریں۔ گاہے گاہے غفران الدین کے ذریعہ عرض کیا کرتا ہوں مکمل اطمینان ہے دارالعلوم میں بفضلہ تعالیٰ حالات پرسکون ہیں۔ مبلغ چار ہزار کا ڈراف آپ کی جانب سے جمع کرادیا گیا۔

پاس پورٹ نہیں پہنچا تمام اہل خانہ وسمیع الحق وانوارالحق، اظہارالحق سلام عرض کررہے ہیں محمود کالج میں ہے دعافرمایئں کہ ذمہ داریوں کے ایفاء کا اہل بنادے۔ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کی زیارت اور جنت البقیع کے حاضری کے وقت دعافرمایئں۔

حضرت شیخ مدنیؒ کے صاحبزادہ گان خصوصاً مولانا عبدالحق کی خدمت میں مؤدبانہ سلام عرض ہے محبوب گل وسرورگل وتمام حجاج اکوڑہ واقفین اور مصاحب گل عبدالقدوس کو سلام عرض کردیں۔ حضرت مولانا عبدالعظیم کے گھر میں خیریت ہے ایک دن کے لیۓ آئے تھے پھر چلے گئے۔ والسلام۔

بندہ عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ ۲۷-۱۲-۹۲ء

②

عالی جناب محترم المقام حضرت مولانا سلطان محمود صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ برادرم کا گرامی نامہ موصول ہوکر موجب سرور واطمینان بنا۔ الحمدللہ کہ سعادت حج کا شرف خداوندکریم نے آپ کو دوبارہ عطافرمایا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ آپ کے صحیح عشق وتڑپ کے جذبہ کو خدا نے قبولیت عطافرماکر رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے الحمدللہ علیٰ ذلک ناچیز کیلئے باعث خوشی ہے کہ آپ جیسے مخلص حرمین الشریفین سے دعاؤں سے اور استغفار سے نوازتے ہیں خداوندکریم آپ کو بخیروعافیت دین کی خدمت کے لیۓ جلدازجلد لے آئے۔ مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی حاضری کے وقت صلوٰۃ وسلام بہ عجز ونیاز وادب پیش وعرض کردیں۔ حضرت مخدومی ومولائی صاحبزادہ گان حضرت مدنیؒ خصوصاً مخدومی مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی خدمت میں مؤدبانہ سلام عرض ہے دعاکی درخواست ہے کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہو اور بصارت وبصیرت نصیب ہو۔ مبلغ چار ہزار (۴۰۰۰) کا ڈراف موصول ہوچکا ہے آپ نے خط وہاں کے حالات کے متعلق نہیں لکھے مدینہ منورہ کب جانا ہوگا اور واپسی اکوڑہ کب ہوگی حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب وبالخصوص جانشین شیخنا المکرم مولانا عبدالحق وتمام واقفین کی خدمت میں سلام عرض ہے بندہ کی نظر از حد کمزور ہورہی ہے خط لکھ رہا ہوں لیکن نظر نہیں آتا بندہ کی والدہ صاحبہ بیمار اور بندہ بھی بیمار ہے دعامیں یاد فرمایئں آپ کے گھر واقرباء کے گھروں میں بھی خیریت ہے دارالعلوم میں بحمدللہ خیروعافیت ہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ واہل بیت بخیر ہیں سب کی جانب سے سلام عرض ہے۔ مولانا عبدالعظیم کو سلام عرض ہے دعاکی درخواست ہے۔

بندہ عبدالحق غفرلہٗ ۳۰/۷۳ ۲

③

برادرم دارالعلوم حقانیہ کی مالی حالت از حد کمزور ہے نیز علمی اور انتظامی مشکلات میں گھرا ہوا ہوں برادرم رب رحیم وکریم کے درگاہ میں تضرع ولجاجت اور رورو کر درخواست کریں کہ خداوندکریم دارین میں سرخروئی وعافیت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی مقبول خدمت کا موقع عطافرمادے خانگی پریشانیاں اور قرض کے بوجھ سے بھی پریشان ہوں خداوندکریم اپنی رضا اور خاتمہ بالایمان اور دولت ایمان سے مالامال فرمادے۔ برادرم جس مقدس زمین پر آقائی نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگے اس پر آنکھ کے پلک رکھنا باعث سعادت اور خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حجر مبارک کو دست مبارک لگایا اس کا بوسہ لینا اور یہ نعمت مبارک ہو۔ دورہ کے طلبہ کے تکثیر کے لیۓ اور فائدہ دینیہ کے عموم کے لیۓ دعافرمایئں۔ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بندہ عبدالحق غفرلہ ۹ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ

نوٹ: ان خطوط میں مولانا مدنیؒ سے مراد مولانا عبدالغفور عباسی مدنی درج ہے

* * *

اکابرین، احباب، معاصرین اور دارالعلوم کے معاونین کے نام بعض خطوط

یوں تو محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کے اپنے اکابر، اساتذہ، والد صاحب، معاصر علماء، تلامذہ اور احباب و مخلصین کے نام خطوط کا ایک عظیم اور بیش بہا خزانہ ہے جسے مستقل ترتیب، تحشیہ اور تدوین کی ضرورت ہے اور یقیناً یہ عظیم کام بھی مکاتیبِ شیخ الاسلامؒ کی طرح منصۂ شہود پر آجائے گا، خوفِ طوالت اور "نمبر" کے مضامین کی ضخامت کے پیشِ نظر ہم ذیل میں صرف چند خطوط نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

● یہ خط دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے نام لکھا گیا ہے جو عقیدت و محبت، احترام اکابر، وارفتگی اور نیازمندی اور عجز و انکسار کا مظہر ہے۔ خط پر ۲۳ صفر ۱۳۷۳ھ کی تاریخ درج ہے۔

حضرت قبلہ مخدومنا المعظم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مؤدبانہ گذارش ہے کہ جبّہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کے ذریعہ ارسالِ خدمتِ اقدس کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا کا مکتوب لاہور سے آیا ہے کہ جبّہ حضرت قبلہ مہتمم صاحب کی خدمت میں ارسال کر چکا۔ اگر جبّہ خدمت میں پہنچ چکا ہو تو مطلع فرما کر اطمینان و مسرت کا موقع عنایت فرمایا جائے۔ اگرچہ وہ جبّہ نہایت حقیر ہدیہ ہے مگر اسے قبول فرما کر بندہ کے لیے اور دارالعلوم حقانیہ کے حق میں دعواتِ مستجابہ سے سرفرازی عطا فرما دی جائے۔ ناچیز بحمدہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت ہے، امید ہے کہ حضرت مخدومی بعافیت ہوں گے۔ حضرت قبلہ نائب مہتمم صاحب و حضرت قاری مولانا محمد سالم مدظلہما کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق و دیگر اکابرین کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

ناچیز خادم

عبدالحق از دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ سرحد پشاور بیوم دوشنبہ ۲۳/ صفر ۱۳۷۳ھ

● یہ خط حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی کے نام ان کی جیل سے رہائی پر لکھا گیا جس میں عبرت و موعظت کے کئی پہلو موجود ہیں۔

بزرگوارم مجاہدِ ملت حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب پوپلزئی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر کہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب جیل سے رہا ہو گئے، حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔

اس میں شک نہیں کہ حق کی خاطر ایک داعیٔ حق اور مردِ مجاہد کے لیے صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا اور اس میدان میں ثابت قدم رہنا ہی وہ کسوٹی ہے جس پر ہمیشہ کے لیے قدرت کے غیر متزلزل قانون "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الآیۃ)" کے ماتحت اللہ عزّوجل کے بندے پرکھے گئے ہیں اور جن کے مضبوط ارادوں کو باطل کی قوتوں نے متزلزل نہیں کیا ہے وہ ہی اصل کامیاب نکلے ہیں، لیکن موجودہ قوم کی حالت کو سامنے رکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ ایسے اکابر ملت کا قوم سے جدا ہونا ایک دن کے لیے بھی قابلِ برداشت نہیں ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس لیے آنجناب کی رہائی ہمارے لیے اور گرفتاری آپ کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزّوجل مسلمانوں کو بالعموم اور ہم کو بالخصوص آنجناب کی مساعیٔ جمیلہ کی برکات سے بہرہ ور فرمائیں۔ حق تو یہی تھا کہ بندہ خود حاضرِ خدمت ہو جاتا مگر سال کے اخیر میں مصروفیات اس قسم کی بڑھ جاتی ہیں کہ فراغت ملنا دشوار ہوتا ہے، امید ہے کہ جناب معذور فرما دیں گے۔

فقط والسلام: بندہ عبدالحق از دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

● یہ خط جو طلبہ کی ایک درخواست کے جواب میں لکھا گیا ہے، طلبہ کی درخواست پر ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ کی تاریخ درج ہے۔ تو لامحالہ حضرتؒ نے یہ خط ۲۱ یا ۲۲ ربیع الثانی کو لکھا ہوگا۔ اس خط سے حضرتؒ کا تعلیم و تربیت کا انداز، طلبہ سے شفقت و محبت، عجز و انکسار، مقصدیت اور کمالِ حکمت و مصلحت دانی کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس مکتوب کا پس منظر یہ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے طلبۂ دورۂ حدیث نے باہمی مشاورت سے حضرتؒ کی خدمت میں ششماہی امتحان کو موقوف کرنے کی درخواست دی اور عموماً طلبہ کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ امتحان نہ ہونے پائے، اس سلسلہ میں طلباء نے مشاورت کی تنظیم بنائی یا پہلے سے بنی ہوئی تنظیم "جمعیۃ طلباء قاسمیہ حقانیہ" کے اجلاس میں حضرتؒ کو درخواست دینے اور امتحان ساقط کرانے کا فیصلہ کیا، طلبہ کی درخواست کی عبارت یوں ہے:-

بخدمتِ اقدس جناب قدوۃ العلماء شیخ التفسیر حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم حقانیہ

جناب عالی!

گذارش مؤدبانہ بحضورِ انور یہ ہے کہ کل بروز منگل ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ مجلسِ شوریٰ جمعیۃ طلبۂ قاسمیہ کا خفیہ اجلاس زیرِ صدارت جناب مولانا سید گل بادشاہ صاحب منعقد ہوا جس میں حسب ذیل موضوع پر بحث چھڑ گئی کہ حضرت شیخ التفسیر

مہتمم دارالعلوم حقانیہ سے سننے میں آیا ہے کہ ”امسال موافق سہ ماہی امتحان کے ششماہی امتحان بھی لیا جائے“، تمام اراکینِ مجلسِ شورٰی نے متفقہ فیصلے سے یہ تجویز پاس کی کہ امتحان میں کم از کم ہفتہ عشرہ خرچ ہوگا۔ چونکہ اسباق بہت کم ہوئے ہیں اس لیے حضرت والا کی خدمت میں باادب عرض کی جاتی ہے کہ حسب تجویز اراکین مجلسِ شورٰی امتحان ششماہی معاف کیا جائے اور سالانہ امتحان کے لیے محنت وسعی کا موقع دے دیا جائے، عین نوازش ہوگی۔ والسلام

نیچے سرکردہ طلباء کے نام اور دستخط ہیں اور ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۹ھ کی تاریخ درج ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا جوابی خط

محترم اراکینِ جمعیتہ زید مجدکم

بعد از سلام مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ کی درخواست کو گہرے غور سے دیکھا اس کے جواب میں گذارش ہے کہ کتب درسیہ و دورہ کی خواندگی الحمدللہ کافی مقدار تک ہوچکی ہے بہ نسبت گذشتہ سالوں کے اور بہ نسبت مدارسِ ہندیہ کے۔ اس بات پر بھی آپ ہی غور فرمائیں کہ ششماہی امتحان نہ ہونے کی وجہ سے علمی ترقی نہ ہوگی بلکہ بنیاد ہی جب کمزور ہو تو سالانہ کا بوجھ جب پڑے گا تو بنیاد کے ساتھ مکان بھی منہدم ہوگا یعنی سالانہ امتحان کا جب اعلان ہوگا تو طلبہ جانے کے لیے بستر باندھ کر چلے جائیں گے، قصہ ختم، نہ مدرسہ نہ طلبہ۔ مہربانم! آپ کا ششماہی امتحان آئندہ کے لیے بنیادِ مدرسہ کی مضبوطی کا موجب ہے، طلبہ و مدرسہ کی نیک نامی کا باعث ہے کہ واقعی دارالعلوم میں قابل طلبہ ہیں، دینی خدمت و علمی خدمت کے اہل ہیں ورنہ تو دارالعلوم کی امتیازی شان کا دعوٰی ہی غلط ہے یوں تو خدا کے فضل سے پاکستان و صوبہ سرحد کے تمام قصبوں میں درس ہیں، چند یوم پڑھانے اور چلے جانے سے نہ تو طلبہ مستند ہوتے ہیں نہ مدرسہ۔ آپ ہی سوچیں کہ جس ترقی کی راہ پر آپ کی کوششوں و محنتوں سے گذشتہ سہ ماہی امتحان کی وجہ سے دارالعلوم نے قدم اٹھایا دوسرے سہ ماہی ششماہی میں یکدم آپ اس کو اس راہ سے کوشش کرکے حاصل شدہ نیک نامی کو واپس لے رہے ہیں گویا رجوع فی الصدقہ فرما رہے ہیں، بات مخفی نہ رہے گی دُنیا کہے گی کہ دارالعلوم کی تعلیمی حالت پست ہے۔ مجھے امتحان لینے کا نہ تو شوق ہے نہ اصرار، مگر اس پہلے سال میں آپ جب امتحان نہ دیں جو کہ برائے نام امتحان ہے تو آئندہ کے لیے تو کوئی بھی امتحان نہ دے گا۔ اگر آپ صوبہ سرحد میں دارالعلوم دل سے چاہتے ہیں تو غور فرمائیے کہ رجعتِ قہقری تو نہیں ہے۔ اگر آپ دین کی خدمت کی خاطر، دارالعلوم کی بہبودی کی خاطر دوبارہ اجلاس فرما کر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو بہتر ہوگا، ورنہ تو جیسے آپ فرمائیں گے ویسے کریں گے۔ ذاتی طور پر کوئی فائدہ میرا اس امتحان میں نہیں۔ والسلام : عبدالحق غفرلہٗ

● یہ خط جس پر ۲۳ راپریل ۱۹۶۹ء کی تاریخ درج ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا فخر الدین صاحب مدظلہ کے نام ہے جس میں حضرت غورغشتویؒ کے سانحۂ ارتحال اور مرحوم کے صاحبزادے کے ساتھ اظہارِ ہمدردی و تسلیہ اور علمی و دینی خاندان سے ارتباط اور تعلقِ خاطر کا ذکر ہے۔

مخدومنا المکرم صاحب المجد والفضیلۃ حضرت مولانا فخر الدین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مخدومنا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی جُدائی کا صدمہ ایسا روح فرسا ہے کہ اس کا اندمال نہیں ہوسکتا۔ مگر کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فان ویبقٰی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام کے ارشاد کو بسر و چشم ماننا ہے اور قلبِ حزیں کے لیے تسلی کا ذریعہ ہے، رضا بالقضاء عبد کا شیوہ ہے۔ رب العزت حضرت شیخ رحمہ اللہ کو درجاتِ عالیہ جنت الفردوس میں عطا فرما کر اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے اور ان کی برکاتِ روحانی و علمی کو تا قیامِ قیامت اولاد و احفاد میں باقی رکھے۔ آمین

افسوس کی حاضری سے آپ کی خدمت میں قاصر رہا، بیماری و تدریسی امور اور دارالعلوم حقانیہ کے مختلف عوارض درپیش رہنے کی وجہ سے کوتاہی ہوئی معاف فرمائیں۔ بہت دنوں سے ارادہ تھا کہ آپ کو ایک وقت کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری کی تکلیف دی جائے مگر آپ کی عدیم الفرصتی کا لحاظ کرتے ہوئے جرأت نہ کرسکا۔ اب التماس ہے کہ چند حجاج کرام بھی حج سے تشریف لائے ہیں ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ امید ہے کہ حضرت والا مع حضرت مولانا محمد ابراہیم بوقت گیارہ بجے یوم انوار تشریف لائیں گے۔

والسلام : بندہ عبدالحق غفرلہٗ

● ذیل کا خط ۱۵ شوال سنہ ۱۳۷۰ھ کا تحریر کردہ ہے جس میں دارالعلوم کے ایک معاون اور ایسے صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا ہے اور اظہارِ امتنان، جس نے طلبۂ دارالعلوم کے لیے صابون کا ہدیہ بھیجا تھا۔ اس سے دارالعلوم کے روحانی ابناء اور عامۃ المسلمین یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ حضرتؒ نے اس گلشنِ علومِ نبوت کی آبیاری اور نکھار و بہار کے لیے کس کس انداز سے محنت کی، کیسے کیسے لوگوں کے احسانات اٹھائے اور طلبہ علومِ نبوت یعنی اضیافِ نبیؐ کے لیے کتنے کتنے مرحلوں سے گذرے ہیں۔ تواضع و عبدیت اور فنائیت کی ایک جھلک بھی تو اس میں بھی چھلکتی نظر آتی ہے۔

عالی جناب محترم المقام والاشان جناب اقبال صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت والا کا ارسال کردہ صابون موصول ہوا، بزرگوارم نے جس قدر عظیم الشان عطیہ غریب طلبہ مہمانانِ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا ہے اور جو رفیع القدر امداد آنجناب نے دارالعلوم کے ساتھ کی ہے اس کا اجرِ عظیم ربِ کریم دُنیا و عقبیٰ میں آپ کو عطا فرما دے۔ بزرگوارم! آپ جیسے نیک سیرت و دیندار معاونین کی برکت و خلوص کے ساتھ امداد فرمانے سے دارالعلوم دن بدن ترقی کر رہا ہے، الحمدللہ

محترما! اقامتِ دین کا فریضہ آپ حضرات ہی پورا فرما رہے ہیں، تحفظِ دین کے لیے اس دورِ دہریت و الحاد میں رب العزت نے چند نفوس کو جو آپ جیسے کریم الاخلاق ہیں توفیق رب العزت نے عطا فرمائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ

جسے یہ توفیق ملی ہے یہ خداوند کریم کا بڑا عظیم الشان احسان ہے کہ دینی خدمت کیلئے منتخب فرمایا اور قلب میں یہ محبت پیدا کر دی کہ دین کی بقاء کے لیے کوشش کیجائے اور اپنے پاک اموال میں سے کچھ حصہ دینی کاموں میں لگا دیا جاوے۔

بزرگوارم دین کی محبت تو ہر مسلمان کے دل میں ہے مگر مالک الملک اس کا امتحان لے رہے ہیں کہ صرف محبت ہے یا کچھ عمل بھی ساتھ ہے، تو جن لوگوں کو توفیق عمل کی عطا کی گئی، یہ علامت ہے ان کی مقبولیت عند اللہ کی۔ آج پاکستان میں اس کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمان دین کو پھیلائیں اور ظاہر ہے کہ دینی تبلیغ بغیر دینی مراکز کے مشکل ہے۔ ہم نے خداوند کریم کے بھروسہ پر اس ادارہ کی بنیاد رکھی ہے اور الحمد للہ کہ آپ جیسے مخلصوں کے تعاون سے ہمارے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور خدائی کام بہت ہی احسن طریقہ پر چل رہا ہے۔ اُمید ہے کہ کبھی آپ اپنی تشریف آوری سے ہمیں سعادت بخشیں گے اور اپنی دعواتِ صالح میں بھی یاد فرماتے ہوں گے۔

والسلام : آپ کا خادم، عبدالحق
از دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

● جناب الحاج ایوب مامون صاحب کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے محب خاص اور مخلص عقیدت مند ہیں انٹرنیشنل لیبارٹریز (PVT) لمیٹڈ کے ڈائرکٹر ہیں۔ انہوں نے حضرتؒ کے خطوط کو ترتیب وار فائل کیا ہے وہ خطوط بھی مستقل ایک کتاب بن سکتی ہے ذیل میں ان کے نام خطوط سے صرف ایک خط نذرِ قارئین ہے

مکرمی و محترم المقام عالی جناب الحاج ایوب مامون صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ مزاج عالی بالخیر ہوں گے یہ بات معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ حقائق السنن کے تحشیہ کا اہم مضمون "کتاب اور تدوین حدیث" جسے مولانا عبدالقیوم حقانی نے بڑی محنت اور جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے آپ اپنے والد مرحوم کے ایصالِ ثواب کی نیت سے شائع کر رہے ہیں اور اس میں آپ نے میری اجازت کا بھی لکھا ہے مقالہ کی اہمیت اور ضرورت پھر خاص کر اساتذہ حدیث علماء اور طلبۂ دورۂ حدیث کی خدمت میں حفاظت و حجیتِ حدیث کے طور پر آپ جو تحفہ شائع کر کے پیش کر رہے ہیں واقعتاً یہ ایک بہت بڑی فضیلت اور دنیا و آخرت میں سعادتوں اور نیک بختیوں کا ذریعہ ہے اور اب مولانا عبدالقیوم صاحب نے اس میں مزید اضافے بھی کر دیئے ہیں۔

بہر حال ہر لحاظ سے یہ اقدام مبارک ہے باری تعالیٰ اسے والدِ مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے آپ نے جو اس میں میری اجازت کا لکھا ہے اس قدر حسنِ ظن اور خلوص و محبت پر غائبانہ دعا اور شکریہ پیش خدمت ہے دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو مزید ترقیات بلند درجات اور دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے مالامال فرمادے۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں تسلیمات اور دعواتِ صالحات پیش کر دیں اور دعا کی درخواست بھی۔

عبدالحق
مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء

مکرمی و محترم المقام عالی جناب الحاج ایوب مامون صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج عالی بالخیر ہونگے اس سے قبل بھی عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں آج آپ کا مفصل مکتوب گرامی موصول ہوا، والدہ ماجدہ کے حادثۂ وفات اور انتقال سے قبل آپ کی ان کے ساتھ معیت و خدمت کی تفصیلات اور قدرت کی نیرنگی اور نظام پر قدرے غور کرنے سے بھی انسان کے سامنے عبرت اور نصیحت کے کئی باب کھل جاتے ہیں، بہر حال آپ تو ہیں ہی خوش نصیب کہ زندگی کے ساٹھ سال والدہ ماجدہؒ کی معیت و خدمت اور ان کی نگاہِ رحمت تلے گذارے، آپ کی ہمشیرہ بھی خوش نصیب تھیں کہ تین روز قبل پہنچ گئیں تاہم آپ نے جو ان کو حرمین شریفین لیجانے اور ان کا آمادہ ہو جانے کا عزم کر لیا تھا انشاء اللہ قیامت تک اس کا اجر و ثواب ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا اور آپ بھی اس میں برابر کے شریک ہوں گے اس سب کچھ کے باوجود بھی آپ کو جو اپنی خدمت میں کوتاہی کا احساس ہے اس کی بھی برکتیں اور عجز و انکسار پر خدا کی رحمتیں موعود ہیں میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ صحیح معنوں میں آپ کو اس کا مورد و مصداق بنا دے، آمین ——— خدا کا شکر ہے اللہ کا بہت بہت احسان مرحومہ کے ساتھ یہ ہے کہ آپ جیسے دعاگو صدقۂ جاریہ چھوڑ گئیں ہیں، اولاد کی دعائیں، اور اخلاص بھری دعائیں والدین کے لیے آخرت کا نافع ذخیرہ ہوا کرتی ہیں، میرے خط سے جو آپ کو مسرت اور خوشی ہوتی ہے اس پر دلی شکریہ قبول فرمادیں آخر ہمارے پاس تو دعا ہی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ گنہگاروں پر دعا کرنے کی پابندی نہیں، اللہ کریم آپ کو اجرِ عظیم سے نوازے آپ کی بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں بھی تسلیمات پیش خدمت ہیں اور دعا ہے کہ باری تعالیٰ سب کو نیک صالح اور دنیا و آخرت کے ترقیات اور لازوال نعمتوں سے مالامال فرمادے۔

والسلام عبدالحق
مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
(۲۲ / فروری ۱۹۸۸ء)

● حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب دار العلوم نور الاسلام حاجی شاہ کے ناظم اعلیٰ ہیں "مکتوبات نبوی" کی عمدہ طباعت کر کے پورے ملک میں تقسیم فرمائی ایک نسخہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے درج ذیل جواب مرحمت فرمایا۔

(بقیہ صفحہ ۸۹۲ پر)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب اور ایک عقیدتمند کا جواب (منظوم)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحؒ کو اللہ تعالیٰ نے اوّل روز سے عظمت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی۔ اساتذہ، علماء، صلحاء، دانشوروں، طلبہ اور عامۃ المسلمین تمام طبقوں میں یکساں طور پر محبوب تھے، جس کا اندازہ اُن کثیر مکاتیب سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو حضرۃ شیخ الحدیثؒ کے نام ملک و بیرونِ ملک سے لکھے گئے ہیں جنکی ترتیب، تحشیہ، کتابت اور پھر اشاعت کا اہتمام بھی کیا جارہا ہے۔ حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ صدر مؤتمر المصنفین کی نگرانی میں علماء کی ایک ٹیم ہمہ تن اس کام پر لگی ہوئی ہے اور اس خصوصی نمبر کی اشاعت کے بعد دوسرا مرحلہ مشاہیر کے مکاتیب کی اشاعت کا ہوگا۔ انشاء اللہ ـــــ ذیل میں عبد الوہاب شبنم کا ایک منظوم مکتوب نذرِ قارئین ہے جس میں انہوں نے حضرۃ شیخ الحدیثؒ کے مکتوب کا جواب دیا ہے اور اپنی عقیدت، جذبات اور خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے، جس پر ۳۰ شوال ۱۳۷۴ھ / ۲۱ جون ۱۹۵۵ء کی تاریخ درج ہے۔

برو اے نامہ سوئے آں یگانہ
کہ مثلش ہست کم اندر زمانہ
بہ پیشش عرض تسلیمات ما کن
بصد آداب عرضِ ما ادا کن
کہ شفقت نامۂ ایشاں رسیدہ
کلاہِ فخر تا کیواں رسیدہ
شُدم حیران کہ من طاقت ندارم
کہ شکرِ لطف آں صاحب گذارم
چو ایں مسکین خود را یاد کردی
دلِ غمگین اُو را شاد کردی
چو شبنم چشمِ پُرنم یاد کردی
ز غم ویراں دِلش آباد کردی
ز دردِ ہجر قلبش بود برہم
شدہ مکتوبِ اُو بر زخمِ مرہم
الٰہی نیز اُورا شاد گرداں
ز ہر تکلیفِ غم آزاد گرداں
خزاں از گلشنِ اُو دور بادا
ہمیشہ تازہ و معمور بادا
ز بادِ صرصرش مامون بادا
ز دورانِ زماں مصئون بادا
حیاتِ جاوداں دہ باغباں را
کہ دائم پرورد ایں بوستاں را
بحقانیّہ جاں را وقف کردہ
گرامی عمر بروئے صرف کردہ
فیوضاتش بہر سو یت رسیدہ
کمالاتش بہر جہت رسیدہ
ندارد مثل در علم و فضیلت
تملّق نیست میگویم حقیقت
ہمہ عالم ثنا خوانیش بینم
بہر کس وقف احسانیش بینم
مزیّن اُو باوصافِ حمیدہ
منوّر او باخلاقِ سعیدہ
برائے بلبلاں تازہ است گلشن
پئے پروانہ شمع اوست روشن
بلے اوصاف او از حد بیرون است
دریں دفتر نمی گنجد فزون است
(علی) بس کن بیانت طول گردد
بیان طول کے مقبول گردد

افادات

اہم علمی مباحث، احادیث کی حکیمانہ تشریح

پسندیدہ کتب، ذوقِ شعروادب

تجدّد و استشراق کا تعاقب

وظائف واوراد اور معمولات

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنٰهُ

أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ

محدّثِ کبیر، محقق العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے درسی افادات

ایک حدیث کی حکیمانہ تشریح

گرمی اور سردی کا جہنم کے دو سانسوں سے تعلق

ضبط و ترتیب:۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

حرارت و برودت کے اسباب فیحِ جہنم اور آفتاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ (ترجمہ) ”جب گرمی شدید ہو تو ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑاس (فیح) سے ہے“۔

اس حدیث میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ دُنیا میں گرمی اور اس کی شدت کا اصل سبب فیحِ جہنم ہے۔ مگر ظاہر پرست، سائنس دان اور ظاہر بین اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمین کی گرمی و سردی کا اصل سبب آفتاب ہے۔ سورج کے سمت الراس کے قریب ہونے سے حرارت اور بعید سے برودت پیدا ہوتی ہے، لهٰذا حرارت اور گرمی کی شدت کو فیحِ جہنم کا نتیجہ قرار دینا مشاہدہ کے خلاف ہے۔ لیکن قدرے غور و فکر اور بغیر تعصب کے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بجا ہے اور اپنی حقیقت پر محمول ہے نہ تاویل کی ضرورت ہے اور نہ انکار کی گنجائش۔

اسباب باطنی بھی ہوتے ہیں اور ظاہری بھی!

در اصل یہ دُنیا دار الاسباب ہے، کائنات میں وقوع پذیر ہونے والے امور کا تعلّق اسباب سے ہے، اسباب ظاہری بھی ہوتے ہیں اور باطنی بھی۔ حرارت کا ظاہری سبب نار ہے یا شمس ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ سورج میں یہ حرارت کہاں سے آئی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فان شدۃ الحر من فیح جھنم کہ آفتاب کی حرارت فیحِ جہنم کی وجہ سے ہے جو حرارت کا باطنی سبب ہے۔ سائنسدانوں اور ظاہر بینوں کی نظر بظاہر تک محدود رہی، مگر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی میں اس کے اصل اور باطنی سبب کی بھی نشاندہی کر دی —— لہٰذا سائنسدانوں کے قول اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کوئی تعارض نہیں، سائنسدانوں کی نظر ظاہر تک محدود رہی اس لیے حرارت کی نسبت سورج کی طرف کر دی جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حقیقت اور اصل سبب پر تھی، اس لیے حرارت کا سبب فیحِ جہنم کو قرار دیا۔

جہنم کے دو سانس

جہنم نے خدا کے حضور شدتِ حرارت کی شکایت کی اور عرض کیا کہ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کہ میرا بعض حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جا رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اعتدال پر رکھنے کے لئے نفسین (دو سانسوں) کی اجازت مرحمت فرمائی۔ فاذن لها بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف۔

جہنم کے تنفس (سانس لینے) کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سال میں دو سانس نکالتی ہے، ایک جانب جنوب اور دوسرا جانب شمال کو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نفسین سے مراد دو سانس ہیں کہ ایک لیتی ہے اور دوسرا نکالتی ہے۔

نظامِ کائنات میں حکمت اور مصلحت

قدرت کی حکمت کائناتی نظام کے ہر ذرّہ میں پوشیدہ ہے۔ فیحِ جہنم گو بظاہر گرمی اور شدتِ حرارت کا نام ہے مگر بباطن انسانی مفاد اور دنیا کی بقاء کا راز بھی اس میں مضمر ہے۔

جب آپ فیحِ جہنم اور شمسی نظام کے قیام پر غور کریں گے تو یہ اشکال بھی خود بخود رفع ہو جائے گا کہ فیحِ جہنم کی وجہ سے سال بھر کا موسم یکساں کیوں نہیں رہتا۔

جہنم کی حرارت اور اس کی شدت کا یہ عالم ہے کہ اگر جہنم کا ایک ذرہ بھی اس کائنات میں ڈال دیا جائے تو سارا کائناتی نظام جل کر راکھ ہو جائے، اور جنت کی چیز اگر ناخن برابر بھی دنیا پر ظاہر ہو جائے تو ساری کائنات شاداب اور منور ہو جائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو سانس لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو یہ یقینی بات ہے کہ اس کے تنفس سے یہ عالم جل بھن کر راکھ ہو جاتا۔ اللہ پاک نے اس کے تدارک کے لیے آفتاب بنا دیا اور فیحِ جہنم کو اس کے ذریعے سے دنیا کو منتقل کرنا منظور ہُوا۔

اگر حرارت براہ راست جہنم سے دنیا کو منتقل ہوتی تو ساری کائنات جل کر راکھ ہو جاتی۔ اس کی مثال آپ تربیلہ بند کو لے لیں، اگر وہاں سے براہِ راست یہاں بجلی منتقل کر دی جاتی تو سارے مکانات جل جاتے۔ مگر وہاں سے یہاں تک کئی واسطوں سے بجلی پہنچتی ہے پھر شہر سے باہر ٹرانسفارمر لگایا گیا ہے جس سے ایک خاص مقدار میں بجلی شہر کو منتقل ہوتی ہے۔

فیحِ جہنم کا کرۂ شمس میں منتقل ہونا

کرۂ شمس جو زمین سے کئی سو گنا بڑا ہے، فیحِ جہنم کے ایام میں وہ جہنم کے محاذات پر آجاتا ہے اور جہنم کی فیح (بھڑاس وحرارت) کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے جس سے کرۂ شمس میں بھی گرمی آجاتی ہے۔ ادھر چونکہ زمین بالطبع بارد و یابس تھی اور کمال برودت و یبوست کی وجہ سے اس قابل نہ تھی کہ اس پر انسان یا حیوان زندہ رہ سکیں یا وہ کسی فصل وغیرہ کی کاشت کے قابل ہو۔ اب اللہ نے سورج کی جو حرارت کا کرہ ہے، کرۂ ارض پر آہستہ آہستہ تدریجی طور پر گرمی اور حرارت پہنچانے کی ڈیوٹی لگا دی۔

سورج میں فیحِ جہنم کی حرارت محصور اور محفوظ ہو جاتی ہے[1] پھر تمام سال سورج حسبِ ضرورت و حکمت زمین کو پہنچاتا رہتا ہے۔ اس حکیمانہ نظام کے تحت سورج کا اپنے مدار میں سال بھر کا چکر برودت اور حرارت کا باعث ہوتا ہے۔ اگر چوبیس گھنٹے روشنی اور حرارت ہی باقی رہتی تو زندگی مشکل تھی اور کائنات کی بقاء اور استحکام خطرہ میں تھا، اس لیے بارہ یا چودہ گھنٹے سورج کی حرارت اور پھر اس کے غروب سے برودت کا نظام قائم کیا گیا۔

نار اور نور کی ضرورت و تقسیم

چونکہ فیحِ جہنم میں ناریت بھی تھی اور نورانیت بھی۔ کائنات کو دونوں چیزوں کی ضرورت تھی۔ نورانیت کی ضرورت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے سورج کے محاذات میں چاند بنا دیا ہے، نورُ القمر مستفاد من نور الشمس، چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے، گویا فیحِ جہنم کی نورانیت بواسطہ شمس کے قمر نے محفوظ کر لی اور اب حکمت و تدریج سے کائنات میں اسے تقسیم کرنے کی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے۔

عدمِ علم عدمِ وجود کی دلیل نہیں

کسی چیز کا ہمارے تجربہ و مشاہدہ میں نہ آنا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ واقعۃً بھی وہ چیز موجود نہیں۔ ریڈیو میں باتیں ہوتی ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ہوائی لہروں کے ذریعہ سے ریڈیو میں آتی ہیں، مگر ہمیں یہ مشاہدہ نہیں کہ وہ کس جانب سے اور کیسے آرہی ہیں مشکوٰۃ کی روایت میں جو نیل و فرات اور جیحون و سیحون کو من انہار الجنۃ قرار دیا گیا ہے۔

اس روایت پر بھی یہی اشکال کیا جاتا ہے کہ عام طور پر تجربہ و مشاہدہ میں دریائے سیحوں وغیرہ کے پانیوں کا سرچشمہ پہاڑوں کے تالاب اور وہاں پانی کے ذخائر ہیں، انہیں من انہار الجنۃ قرار دینا بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ دریائے سیحوں گلگت کے کوہستانوں سے آتا ہے جہاں پانی کے تالاب اور ذخائر موجود ہیں، اتنا کچھ تو ہمارے مشاہدہ میں ہے، مگر اب یہ دوسری چیز مشاہدہ میں نہیں ہے کہ گلگت کے کوہستانی پہاڑوں میں پانی کہاں سے آتا ہے، اب پانی کا تحقق ہے مگر اس کے طریقِ آمد کا ہمیں علم نہیں ہے۔ عدمِ علم سے عدمِ وجود لازم نہیں آتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے اور الصادق الامین نبی ہیں آپ نے جو فرمایا سچ فرمایا۔ لا ریب دنیا کی گرمی فیحِ جہنم کا اثر ہے، اور سیحون و جیحون کا پانی انہارِ جنت سے ہے۔ رہا یہ سوال کہ فیحِ جہنم کا اثر دنیا میں کیسے آتا ہے یا انہارِ جنت سے پانی دنیا کو کیسے منتقل ہوتا ہے؟ تو اس کا ہمارے مشاہدہ میں نہ آنا عدمِ واقعہ کی دلیل نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

بعض ظاہر بین یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ جب جیحون و سیحون انہارِ جنت سے ہیں اور ان کا پانی بھی جنت سے آتا ہے، پھر تو چاہیئے کہ ان میں جنت کے پانی کے اوصاف بھی پائے جائیں! جنت کے پانی میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پینے سے پیاس نہیں لگتی، بھوک ختم ہو جاتی ہے اور اس میں انسان غرق نہیں ہوتا بلکہ وہ پانی حیات کا باعث ہے۔

علماء نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ معدن کے بدلنے سے اشیاء کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اور ظرف کے بدلنے سے مظروف کا حکم بدل جاتا ہے اہلِ منطق کا مشہور اصول ہے کہ حصولِ اشیاء بانفسہا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا قول بھی منقول ہوا ہے کہ حصولِ اشیاء باشباہہا ہوتا ہے، مگر یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے، پہلا قول مشہور اور راجح ہے۔ جب خارجی اشیاء کا ہم نے تصور کیا مثلاً نار کا تصور کیا، جبل (پہاڑ) اور بحر (دریا) کا تصور کیا تو منطقی اصول حصولِ اشیاء بانفسہا کے پیشِ نظر چاہیئے کہ حرق (جلانا) دخرق (پھٹنا اور توڑ دینا) اور غرق (ڈبو دینا) کا تحقق بھی ہو جائے۔

کیونکہ نار کی خاصیت حرق ہے جبل کی خاصیت خرق ہے اور بحر کی

---

[1] حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فیحِ جہنم کے سورج کو منتقل ہونے کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے کہ پرانے زمانے میں بغیر بجلی کے چلنے والی آٹا مشینوں کے دھواں خارج کرنے والے پائپ ہوتے ہیں جن کے سر پہ پائپ کے منہ سے قدرے بڑے سائز کی ٹوپی لگی ہوئی ہوتی ہے، جب مشین چلتی ہے تو دھواں پائپ کے منہ سے نکل کر ٹوپی کے منہ میں جاتا ہے، انتقال کے اس عمل سے "ٹک ٹک" کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ سورج بھی جہنم کے منہ کے محاذات میں اس پائپ کی ٹوپی کی طرح جب برابر ہوتا ہے تو یہ بعینہٖ فیحِ جہنم (کے سانس نکالنے کا وقت ہوتا ہے جس کو سورج حاصل کر کے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

(باقی ص۸۱۰ پر)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے درسی افادات کا ایک باب

مسئلہ تعدد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ملحدین اور مستشرقین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب

اعدائے اسلام ملحدین، غیر مسلم، مفسدین جو نبوت کی عظمت کے منکر ہیں یا جن کے دلوں میں مغربی افکار نے، انکار کے جراثیم چھوڑ دیئے ہیں۔ یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف علی النساء جب کہ ان کی تعداد نو ہو شہوت رانی ہے (العیاذ باللہ) اور یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ چار یا چار سے زائد عورتوں سے نکاح ہی ایک گونہ العیاذ باللہ شہوت پرستی ہے یہی وہ اعتراض ہے جو اہل یورپ نے خاص طور پر ہر دور میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ تاکہ اہل اسلام کے دلوں سے نبی ؐ کی عظمت نکال دی جائے اور کفر کا راستہ ہموار ہو۔ لیکن اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح، آپ کا زمانہ، حالات، آپ کا ماحول، اور اس کے تقاضے تبلیغ و اشاعت اسلام کی ضرورت اور متعدد نکاحوں کے حقیقی وجوہات پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ آپؐ کے لئے چار سے زائد ازواج سے نکاح کرنا ضروری تھا اور تبلیغ و تعلیم اور قومی و ملی مصالح کے تقاضے بھی یہی تھے۔ اولاً۔ چونکہ آپ تمام مخلوق کے لئے ہادی اور مربی بنا کر بھیجے گئے تھے

”وما ارسلناك الا كافة للناس“

جس طرح مردوں کے لئے ہدایت و تربیت ضروری تھی اسی طرح عورتوں کے لئے بھی اس کی شدید ضرورت تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جس طرح مردوں کے لئے احکام نازل ہوتے تھے اسی طرح عورتوں کیلئے بھی ہدایات و احکام نازل ہوئے تھے۔ مردوں کو آپؐ سے علوم حاصل کرنے، مسائل دریافت کرنے اور آپؐ کی سیرت کو دیکھنے اور سیکھنے کے تمام مواقع میسر اور حاصل تھے۔ جب کہ نامحرم عورتیں نہ تو کھل کر سامنے آسکتی تھیں اور نہ انہیں مخفی مسائل سمجھائے جا سکتے تھے اور شرعاً اس کی اجازت بھی نہ تھی۔ جب کہ بہت سے مسائل اور امور ایسے ہیں جو کسی اجنبی عورت سے نہیں بلکہ صرف اپنی ازواج سے ہی بیان کئے جا سکتے ہیں اور پھر ان ہی کے ذریعہ ان مسائل کی اشاعت کی جا سکتی ہے اور یہ بھی ضروری تھا کہ جس طرح اشاعت دین و تبلیغ کے لئے مردوں کی جماعتیں تیار ہو رہی تھیں اسی طرح عورتوں کی جماعت بھی تیار ہو جو عام عورتوں میں تعلیم و تربیت اور تبلیغ و ارشاد کا کام کر سکے۔ ان ہی وجوہات اور شرعی ضروریات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرتِ ازدواج کی اجازت دے دی گئی نتیجہ امت کے سامنے ہے کہ عورتوں سے متعلق جس قدر مسائل اور احکامات ہیں سب ازواج مطہرات کے ذریعہ محفوظ اور امت کے ہاتھوں پہنچے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بھی صحابہ اور اکابر صحابہ کو کسی مسئلہ میں اشکال یا اشتباہ پیدا ہوتا تھا تو فوراً ازواج مطہرات بالخصوص ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے رجوع کرتے اور وہاں سے انہیں تشفی ہو جاتی اور کثیر شادیاں آپ نے اس وقت کیں جب معمر ہو چکے تھے۔ چونکہ ابتدائے اسلام میں توحید و رسالت اور عقائد کے متعلق احکامات نازل ہوتے رہے جن کا تعلق ازدواجی زندگی عورتوں کے مسائل اور امور مخفیہ سے کم تھا اس لئے کثرتِ ازدواج کی بھی ضرورت نہ تھی۔ مکہ مکرمہ میں صرف حضرت سودہ رضؓ[1] تھیں جو آپ کے ساتھ رہیں، مگر وہ طبعی طور ذہنی اور دماغی اعتبار سے کمزور تھیں ہجرت کے بعد جب کہ آپؐ کی عمر ترپن چوّن برس کی ہو گئی تھی تب اسلامی معاشرت قائم ہوئی اور اصول و عقائد کے علاوہ فروعات، ازدواجی زندگی کے مسائل و احکامات نازل ہونے لگے تب اشاعتِ دین و تعلیم النساء کی ضرورت کے پیش نظر کثرتِ ازدواج کی ضرورت اختیار کر گئی۔ پھر سب ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ ذکیہ اور فطینہ تھیں۔ تحصیل علوم سے بے انتہاء شوق تھا دن رات اسی میں لگی رہتی تھیں یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ازواج مطہرات میں صرف حضرت عائشہؓ ہی ایسی رفیقہ ہیں جس کے لحاف میں

---

[1] سودہؓ حضرت خدیجہ کے انتقال کے کچھ روز بعد آپؐ کے نکاح میں آئیں انصار میں قبیلہ بنی النجار سے تھیں حضرت سودہ کا نکاح حضرت عائشہ سے پہلے ہوا۔ چار سو درہم حق مہر قرار پایا۔ زرقانی جلد ۲ ص ۲۲۷ (عبدالقیوم حقانی)

جبرائیل مجھ پر نازل ہوئے اور وحی الٰہی کا پیغام سنایا۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ رات کو بھی اپنا سبق یاد کر لیتی تھیں۔

۲-(ثانیاً) چونکہ آپؐ کے پیش نظر اسلامی نظام اور اس کی اصلاحات کو نافذ کرنا اور ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا کرنا تھا جس کے لئے ضروری تھا۔ کہ عرب قبائل جو مدتوں سے ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے اور کسی بھی حیلے بہانے سے ایک دوسرے کا خون بہانے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان کی عداوتیں ختم کر دی جائیں۔ نزاعات اور اختلافات کو دور کر کے اتفاق و اتحاد، بھائی چارے اور اخوت و مروت کی فضا قائم کر دی جائے الفاظ کی بندش اور نظریاتی اور تصوّراتی حدود تک یہ کام بہت حسین و آسان نظر آتا ہے لیکن عملی طور اس کے لئے جن مشکلات، مصائب اور صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اس کے لئے صرف وہی شخصیت تیار ہو سکتی ہے جس کے ساتھ پیغمبرانہ صداقت اور خدائی طاقت ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مقصد کے پیش نظر زبردست حکمت اور تدبر سے کام لیا۔ مختلف قبائل اور قبائل کے سرداروں کی لڑکیوں سے نکاح کر کے بڑے اہم اور مؤثر خاندانوں سے سسرالی اور دامادی رشتہ داریاں قائم کیں اور سب کو رشتہ و قرابت کی لڑی میں پرو کر پرانی عداوتیں، دشمنیاں اور رقابتیں یکسر مٹا دیں۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اس کامیاب نتیجہ کو حاصل کرنے کے لئے یہی ایک وسیلہ ہو سکتا تھا جو آپ نے اختیار فرمایا۔

چنانچہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے آپ نے نکاح کیا حالانکہ ان کے والد ابوسفیان آپ کے شدید دشمن اور اسلام کے مخالف تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادیوں سے نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کے نکاح میں اور حضرت علیؓ کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں دے کر سلسلہ قرابت کو مزید تقویت بخشی۔ حضرت جویریہؓ، حضرت صفیہ سے نکاح کرنے میں بھی یہی حکمت پیش نظر تھی۔ حضرت زینبؓ کے نکاح سے غلط رسوم کا مٹانا اور ایک اصلاحی معاشرتی انقلاب لانا تھا۔[2]

۳-(ثالثاً) مردوں کے اعصاب اور قویٰ، عورتوں کی نسبت زیادہ طاقتور اور قوی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کو تقریباً ہر ماہ دس ایام حیض کے اور حمل اور ولادت کے بعد کے ایام ایسا زمانہ ہے کہ ان کے پاس جانا شرعاً ممنوع اور طبعاً مکروہ و مضر ہوتا ہے۔ اور اجنبیات سے خفیہ تعلقات بھی شرعاً ممنوع اور حرام ہیں تو اب ضروری ہے کہ مردوں کے لئے ایک ایسی راہ تجویز کر دی جائے جسے اختیار کر کے رجال اپنی طبعی اور فطری قوتوں کو اپنے محل میں صرف کریں اور حرامکاری سے بچے رہیں چونکہ کثرت ازدواج کے سوا اس کی دوسری کوئی صورت ہو نہیں سکتی تھی۔ اس لئے شریعت نے رجال کے لئے بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی مگر یہ اجازت بھی تب ہے جب رجال اپنی تمام بیویوں کے حقوق ادا کر سکیں۔ انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت

---

[1] عن هشام عن أبيه قال كان الناس يتحرون بهدايا هم يوم عائشة قالت عائشة فاجتمع صواحبي الى أم سلمة فقلن يا أم سلمة والله ان الناس يتحرون بهدايا هم يوم عائشة وانا نريد الخير كما تريده عائشة فمري رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يامر الناس ان يهدوا اليه حيث ما كان او حيث ما دار قالت فذكرت ذلك أم سلمة للنبي صلى الله عليه وسلم قالت فاعرض عني فلما كان في الثالثة ذكرت له فقال يا أم سلمة لا تؤذيني في عائشة فانه والله ما نزل على الوحي وانا في لحاف امرأة منكن غيرها۔ (بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۲، ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۲۶)۔ (ع ق ح)

[2] عربوں میں چونکہ قبیلہ داری نظام رائج تھا اس لئے دوستی و حلیفی کے لئے رشتہ داری سے زیادہ موثر کوئی دوسری وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ہجرت کے بعد ایک اسلامی مملکت قائم ہوئی جو صرف دس سال کے قلیل عرصہ میں پورے جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی عراق و فلسطین تک کے دس بارہ لاکھ مربع میل رقبہ پر محیط ہوگئی تو جغرافی نقطہ نظر سے پیغمبر اسلام کے نکاح میں جغرافیائی تقسیم اور ملک گیر وسعت نظر آجاتے لگی۔ قریب قریب ہر بڑے قبیلے کی اس میں نمائندگی ہے جن کے اثرات بھی نتیجہ خیز اور دور رس ہوئے تھے مثلاً اہل مکہ حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت میمونہ بنت حارث دونوں کا تعلق نجد کے زبردست قبیلہ عامر بن صعصعہ سے تھا خاص کر حضرت میمونہ کی آٹھ نو بہنیں تھیں سب نہایت اچھے گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں۔ حضرت جویریہ بھی بنو المصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں جو نہایت ہی طاقتور اور وسیع قبیلہ تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رہتا تھا اسی عقد کے ساتھ اسلامی مملکت کی سرحد مکے کی سمت کوئی سو میل کے آگے بڑھ گئی قبیلہ کندہ (جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی تعلق قائم فرمایا) عرب میں ایک شاہی خاندان تھا قبل از اسلام ان کی سلطنت جنوبی عراق تک عرب کے مشرقی حصہ میں پھیل گئی تھی اور عہد اسلام میں بھی اس کے اثرات کافی تھے۔ قبائل کلاب و کلب و بنی سلیم کا بھی یہی حال تھا۔ خود مکہ میں حضرت خدیجہ کا تعلق بنی اسد بنی عبد العزیٰ سے تھا۔ حضرت سودہ کا بنی عامر بن لوی سے حضرت عائشہ کا بنی تیمم سے حضرت حفصہ کا بنی عدی سے حضرت ام سلمہ کا بنی مخزوم سے حضرت ام حبیبہ کا بنی امیہ سے اور حضرت زینب بنت جحش کا بنی اسد بن خزیمہ سے اور واقعہ یہ ہے کہ مکہ میں ان سے زیادہ بااثر اور کوئی خاندان نہیں تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ مصر کی تھیں حضرت صفیہ کا تعلق خیبر کے یہودیوں سے تھا۔ نکاحوں کے ذریعہ مسلمانوں میں پرانی عصبیتوں کو دور کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوششیں فرمائیں وہ نتیجہ خیز اور بارآور ثابت ہوئیں۔ (ع ق ح)

عام انسانوں سے بہت زیادہ تھی[1]

جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کے چالیس[2] مردوں کے برابر طاقت دی گئی تھی۔ جبکہ جنت کے ایک مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر طاقت حاصل ہے دنیا کا ایک مرد چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور شریعت نے اس کی اجازت دی ہے تو یہ اس جانب اشارہ ہے کہ ایک مرد کو اس قدر قوت مردانگی دی گئی ہے کہ وہ چار عورتوں سے وظیفہ زوجیت ادا کر سکتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنت کے چالیس مردوں کی طاقت حاصل ہے اور جنت کا ایک مرد دنیا کے سو مردوں کے برابر ہے تو اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے چار ہزار مردوں کی طاقت حاصل ہے اور ایک مرد چار عورت کے حساب سے گویا آپؐ کو سولہ ہزار عورتوں سے نکاح کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم فرمایا ان کی تعداد ایک درجن سے بھی کم ہے، قوت مردانگی کی شدت کے باوجود آپ نے خود کو جس طرح محدود و محفوظ رکھا اور جس پاک بازی سے اپنے نفس کا مقابلہ کیا انسانیت کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش نہیں کر سکتی۔

۴۔ (رابعًا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں سے نکاح کیا سوائے ایک کے سب بیوہ تھیں سولہ ہزار عورتوں کی کفایت کی طاقت رکھنے والے پیغمبرؐ نے پچیس ۲۵ سال تک ایک بیوہ اور ادھیڑ عمر عورت حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ جوانی کا بہترین زمانہ گذار دیا۔ حضرت خدیجہ بے حد پاکباز، عفیفہ اور خدمت گذار خاتون تھیں آپ کے اوصاف و کمالات سن کر از خود آپ سے نکاح کرنے کی درخواست کی اور ہر قسم کے مصائب و آلام میں آپ کے ساتھ شریک رہیں۔ اپنا مال و متاع سب کچھ آپ پر قربان کر دیا۔ جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں دوسری عورت سے آپ نے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تو آپ نہایت غمگین اور پریشان تھے امور خانہ داری اور گھر کا سارا کام اسی سے تھا، گھریلو امور میں سہولت اور آسانی کے لئے آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا۔ حضرت سودہ بھی بیوہ تھیں باقی سارے نکاح اس کے بعد کے ہیں تو پھر وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہو یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ زمانہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ ہے اس عمر میں شہوت بجھ جاتی ہے جیسے ۱۵ سال سے ۲۵ سال تک جوانی اور شباب کا زمانہ تجرد میں گذار دیا ہو اور پچیس سال کے بعد ایک چالیس سالہ بوڑھی عورت سے نکاح کیا ہو اس عمر کی عورتیں کون جو پسند کرلے[3]۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام شباب میں عمر رسیدہ عورت سے نکاح اور پھر بڑھاپے میں متعدد نکاحوں کو شہوت پرستی پر حمل کرنا حد درجہ بے انصافی اور عقل و خرد کے خلاف ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعدد ازدواج قرآنی تعلیمات اور اہم دینی اصلاحات کی تعلیم و تبلیغ تشہیر کا ذریعہ بنا۔ تعدد ازدواج سے مقصد بھی یہی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حرص دولت یا شہوت کا شبہ کرنا۔ حقائق اور صداقت کا منہ چڑھانا ہے۔ آپ چاہتے تو بہتر سے بہتر کنواریوں اور دوشیزاؤں سے نکاح قائم کر سکتے تھے عرب کے لوگوں نے جب متفقہ طور آپ کو بادشاہت اور خوبصورت دوشیزاؤں کی پیش کش کی اور بصورت انکار جی سے مار ڈالنے کی دھمکیاں بھی دیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تب بھی دعوت و تبلیغ اور اسلام کی اشاعت کے کام سے باز نہیں آؤں گا۔

۵۔ (خامسًا) انسانیت کی تاریخ میں کہیں بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انبیاء، عقلاء، علماء یا کسی زمانہ کے حکماء نے تعدد ازدواج کی مخالفت کی ہو۔ بلکہ اسلام سے قبل تعدد ازدواج کا دستور تمام دنیا میں رائج تھا۔ حضرات انبیاء

---

[1] جیسا کہ حضرت رکانہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ بہت بڑے طاقتور پہلوان تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے، کہ میں اور تو کوئی خاص علم و فن نہیں جانتا تمام عمر جہالت میں گذری ہے۔ البتہ کشتی لڑنا میرا کمال ہے اور یہی میرا فن ہے اگر آپ اس فن (کشتی) میں مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ کی صداقت کا قائل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اور رکانہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ طاقت ہے جو مجھے ہر بار شکست دے دیتی ہے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (ع ق ح)

[2] صحیح بخاری (ج ۱ ص ۴۱) میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلاثین رجلاً۔ صحیح اسماعیلی میں حضرت معاذؓ سے قوۃ اربعین رجلاً منقول ہے اور "حلیہ" میں مجاہدؒ سے روایت ہے اعطیٰ قوۃ اربعین رجلاً کل رجل من رجال اھل الجنۃ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعًا منقول ہے۔ اعطیت قوۃ فی البطش والجماع۔ (دارمی ص ۳۱۱) میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مرفوعًا منقول ہے ان الرجل من اھل الجنۃ لیعطی قوۃ مائۃ فی الاکل والشرب والجماع والشھوۃ۔ اور اس روایت کو مسند احمد (ج ۴ ص ۳۷۱) نے بھی نقل کیا ہے اور زید بن ارقمؓ سے مسند احمد (ج ۴ ص ۳۶۷) میں منقول ہے ان احدھم لیعطی قوۃ مائۃ رجل فی المطعم والمشرب والشھوۃ والجماع۔ ترمذی (ج ۲ ص ۸۰) حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں لیعطی المومن فی الجنۃ قوۃ کذا وکذا من الجماع قیل یا رسول اللہ اویطیق ذلک قال یعطی قوۃ مائۃ۔ مزید تفصیل عمدۃ القاری اور فتح الباری میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ع ق ح)

[3] یہاں حضرت شیخؒ بطور ظرافت و تفنن بو علی سینا کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل فرماتے ہیں۔ المرأۃ من اثنا عشر الی خمسۃ عشر لعبۃ اللاعبین ومن خمسۃ عشر الی عشرین حور عین ومن العشرین الی ثلثین ام البنات والبنین واذا تجاوز ثلثین فعلیھا لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین۔ (ع ق ح)

کرام بھی اس پر عمل پیرا تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متعدد بیویاں تھیں اسلام پر اعتراضات کرنے والے یہود و نصاریٰ یہ نہیں دیکھتے کہ انکی کتابوں بائبل وغیرہ میں ایسی شادیوں کی تعداد سینکڑوں بلکہ اس سے بھی متجاوز ہے ۔ البتہ اسلام نے اس کی تحدید کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ نکاح سے اصل مقصود عفت اور فرج کی حفاظت ہے چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد ایک عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوقِ زوجیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا ایسے لوگ جو لاکھوں اور کروڑوں کی دولت کے مالک ہیں ۔ اور اپنے خاندان کی چار غریب عورتوں سے اس لئے نکاح کر لیں کہ ان کی تنگی فراخی سے بدل جائے ۔ اور غربت و افلاس کی مصیبت سے نجات مل جائے تو اسلامی نقطہ نگاہ سے ایسا نکاح عین عبادت ہے اور اخلاقی اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی قومی ہمدردی ہے[1] ۔

بقیہ صفحہ ۸۰۶ سے ۔ ایک حدیث کی حکیمانہ تشریح

خاصیت اغراق ہے ۔ جب تصور کیا تو کسی ایک وصف کا تحقق بھی نہ ہوا ، حالانکہ حصولِ اشیاء بانفسہا اس کا متقاضی ہے ۔ تو جواب یہ ہے کہ ایک ظرف خارج ہے اور ایک ظرف ذہن اسی طرح ایک وجود خارجی ہے اور ایک وجود ذہنی ، دونوں ظرفوں کے احکام اور خواص علیحدہ علیحدہ ہیں ۔

یہ ٹھیک ہے کہ نار ، جبل اور بحر ظرفِ ذہن میں تصور آجاتے ہیں اور تینوں کا وجود ذہنی محقق ہو جاتا ہے ، مگر یاد رہے اس سے ظرف خارج اور وجود خارجی ظرفِ ذہن میں منتقل نہیں ہوتے ۔ یہی وجہ ہے کہ ظرف خارج اور وجود خارجی کے اثرات حرق ، خرق اور غرق بھی ظرفِ ذہنی پر مرتب نہ ہوں گے ۔

اسی طرح نیل و فرات اور جیحون و سیحون جو انہارِ جنت سے ہیں جب ان کا ظرف جنت ہے تو ان کی خاصیت وہاں بھی وہی ہے جو احادیث میں مذکور ہوئی ہے کہ اس کے پینے سے نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک کا احساس ہوتا ہے اور نہ اس میں انسان غرق ہوتا ہے بلکہ وہ تو حیات اور بقاء کا باعث ہے ، مگر جب ظرف بدل گیا اور پانی دنیا کو منتقل ہوا ، حصولِ اشیاء بانفسہا تو ہو گیا ، ماہیت اور مظروف منتقل ہو گیا ہے ، ظرف اپنی جگہ باقی رہا ۔ اسلیے اس کے خاصیات منتقل نہ ہوئے بلکہ اب جب دنیا ظرف بن گئی ہے تو لامحالہ مظروف پر بھی دنیا کے اثرات مرتب ہوں گے ۔

چاند اور سورج کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا

جب وقوعِ قیامت کے بعد جہنم کو انسانیت کے کافرانہ طبقہ کا ایندھن مل جائے گا تو اس کی حرارت میں بھی اعتدال آجائے گا اور مزید تنفس (سانس نکالنے) کی حاجت باقی نہیں رہے گی ، جب وہ سانس نہیں نکالے گی تو اس کی فیح کو محفوظ کرنے کے لیے جو کرہ شمس پیدا کیا گیا ہے اس کی بھی ضرورت باقی نہیں رہے گی لہٰذا یہ چاند سورج بے نور ہو جائیں گے ، اور حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے ۔

بعض لوگوں نے یہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ آفتاب و ماہتاب ابتدائے آفرینش سے تا قیامِ قیامت اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہیں ۔ لا یعصون اللہ ما امرھم انہیں جہنم میں ڈال دینا گویا انہیں سزا دینا ہے ۔ کمال اطاعت کا یہ صلہ بظاہر عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے ، مگر قدرے تامل سے یہ اشکال بھی خود بخود درفع ہو جاتا ہے کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کو راجع ہوتی ہے ، کل شیءٍ یرجع الیٰ اصلہ ۔ سورج فیحِ جہنم کا صندوقچہ ہے ، گویا اسی سے ہے اور اس کا بچہ ہے ۔ اور نورِ قمر شمس سے مستفاد ہے ، ان کو جہنم میں ڈال دینا گویا اپنی ماں کی گود میں پہنچا دینا ہے ۔ جب دونوں کی اصل جہنم ہے تو انہیں اپنے اصل کو واپس کر دینا گویا عین حق شناسی اور احسانمندی ہے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے ۔

* * *

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

---

[1] تعدد ازدواج کی چند حکمتیں بھی یہاں عرض کر دی جاتی ہیں تاکہ سراسر برائی دیکھنے والی آنکھ اس قانون کی بھلائی کا مثبت پہلو بھی دیکھ لیں ۔ (۱) عام طور پر مردوں سے عورتوں کا تناسب زیادہ رہتا ہے جس سے اخلاقی خرابیاں پھیلنے کا شدید امکان ہے اس کا مناسب حل یہی ہے کہ ایک مرد کو متعدد نکاح کرنے کی اجازت دے دی جائے تاکہ اس برائی کا سدباب ہو سکے ۔ (۲) بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی شادیاں آسانی ہو سکیں گی ۔ (۳) جنگ یا ایسے ہی کسی ہنگامی حالت میں عورت کا بیوہ اور بے سہارا ہو جانے کی صورت میں تعدد ازدواج کی اجازت عورتوں کو بے راہ روی سے بچانے کا ایک ذریعہ ہے (۴) جن مردوں کی جنسی خواہش کی تکمیل ایک عورت سے نہیں ہوتی ایسے لوگوں کے لئے نکاح ثانی ان کی بے راہ روی سے بچنے کا سامان ہے ۔ (ع ق ح)

ضبط و ترتیب حضرت مولانا سمیع الحق

اسلام اور سائنس تجدّد اور استشراق

چاند تک رسائی اور اسلامی تعلیمات

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا خطبہ جمعۃ المبارک ـــــ ۹ رجمادی الاوّل ۱۹۶۹ء

جب ۱۹۶۹ء میں خلا نوردوں نے چاند تک رسائی کے دعوے کئے تو اس پر محدود نظر رکھنے والے بعض علماء نے شدت سے نکیر کی جس سے ملک بھر میں بے چینی، اضطراب اور شکوک و شبہات نے سادہ لوح مسلمانوں کو پریشان کر دیا، خود علمی اور دینی حلقے اور علماء بھی ایک جامع، مفصل اور مدلل اور ٹھوس حقائق پر مبنی مواد کے منتظر تھے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا یہ خطبہ جمعۃ المبارک حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جب ماہنامہ الحق میں شائع کر دیا تو روزناموں کے علاوہ ہفت روزوں، ماہناموں نے بھی بڑے طمطراق سے اسے شائع کیا اور افغانستان کے پشتو روزناموں میں بھی اس کی اشاعت ہوتی رہی جس میں اسلام، سائنس اور تجدد و استشراق پر بھرپور سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چاند تک رسائی کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ (ادارہ)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم قال الله تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البرّ والبحر وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

کائنات پر انسان کی فضیلت

محترم بزرگو! خداوند کریم نے انسان کو کائنات پر صوری و معنوی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جسم میں انسان بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر صوری و ظاہری محاسن میں سارے عالم پر فائق ہے اور عقل و ادراک علم اور دوسری معنوی خوبیوں میں بھی ساری مخلوقات پر اسے سبقت حاصل ہے۔ گویا کہ یہ پوری کائنات اس مختصر سے جسم میں سمٹ گئی ہے اور عالم اکبر اس عالم اصغر میں پنہاں ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ پوری آفاقی "آیات" اس چھوٹے سے "نفس" میں موجود ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (ہم نے بنی آدم کو کرامت سے نوازا ہے اور اسے بر و بحر میں اٹھایا اور اسے بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی)

اس فضیلت کی وجہ بار امانت کا اٹھانا ہے

اس فضیلت کو دوسری آیت میں اس طرح واضح فرمایا گیا، انا عرضنا الامانة علی السمٰوٰت والارض فابین ان یحملنها وحملها الانسان۔ (ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اپنی امانت کے اٹھانے کی پیش کش فرمائی تو انھوں نے اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داریوں سے معذرت کی اور انسان پر جب اسے پیش کیا تو اس نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لگا دیا)۔

یاد رہے کہ امانت کی یہ پیش کش جب مخلوقات پر ہوئی تو انہیں اختیار دیا گیا کہ اگر اس امانت کا بوجھ تم نے اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا۔ اور اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال دی تو تمہیں رضائے الٰہی، جنت اور دائمی عزت نصیب ہوگی اور اگر ذمہ داری قبول کرنے کے بعد بھی تم نے حق امانت پورا نہ کیا تو تمہیں دائمی عذاب اور جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ اس لیے تمہیں اختیار ہے کہ امانت کے متحمل بنتے ہو یا نہیں۔ برداشت کر سکتے ہو یا نہیں۔ دونوں باتیں تمہاری مرضی پر ہیں۔ مگر عدم تحمل کی صورت میں تمہیں اسی حالت میں رہنا ہوگا۔ جمادات کی طرح کہ نہ ترقی ہوگی نہ عروج اور نہ عذاب کا خطرہ ہوگا نہ جنت کی امید ہوگی تو آسمانوں اور زمین نے امانت کے نہ اٹھائے جانے کو ترجیح دی کہ کہیں کوتاہی کی صورت میں عذاب میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔

انسان کی فطرت میں محبت ہے

مگر انسان جو کہ بالطبع رب العزت کا عاشق ہے اور عشق کے جذبہ سے اس کی روح اور اس کا قلب سرشار رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قلب ہر وقت متحرک اور مضطرب رہتا ہے اور دھڑکتا رہتا ہے گویا کہ محبوب حقیقی کی تلاش اور یاد میں اپنی ہر حرکت سے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے ایسے عاشق طبعی کو تو محبوب کا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے تو جب محبوب کی طرف سے پیشکش ہوتی اس کو فورًا جذبۂ عشق نے قبولِ امانت پر آمادہ کر دیا اور یہ پرواہ نہ کی کہ ذمہ داری میں کوتاہی کی صورت میں کیا کیا مصیبتیں پیش آئیں گی؟ دیکھئے! فرہاد جو مجازی عاشق تھا محبوب کے اشارۂ ابرو پر پہاڑ کھودنے لگا تو انسان جو کہ عاشق حقیقی ہے محبوبِ حقیقی کے اشارے پر کیوں بارِ امانت اٹھانے سے جھجکتا اور اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ خداوند کریم نے اسے آسمانوں زمینوں اور ساری مخلوقات پر فوقیت دی۔ یہ راعی اور وہ رعیت بنے۔ ساری کائنات اس کی مسخر ہوتی، اس کو بحر و بر اور آسمانوں و زمین کے درمیان ساری فضا پہ چلنے اور ان میں تصرّف کرنے کی اجازت ملی اور بنی نوع انسان کے جدِ امجد حضرت آدمؑ کو خلیفۃ اللہ کا خطاب دیا گیا اور عالم کی تمام اشیاء میں تصرف کرنے اور اس کی تحلیل و ترکیب کی اجازت ملی اشیاء کے اسماء اور خاصیتیں اسے بتلا دی گئیں۔

کائنات میں تصرف کی راہنمائی انبیاء نے فرمائی

اس تصرّف اور استعمال کی رہنمائی رسولوں کے ذریعے فرمائی جو معصوم اور معلم من اللہ تھے تاکہ انسان نفس اور شیطان کے دھوکہ اور خواہشاتِ نفسانی کی وجہ سے اس امانت کو غلط طور پر استعمال نہ کرے اور تمام چیزوں کی ترکیب و تحلیل اپنے موقعہ پر اور نیک مقصد کے لیے کرے اشیاء میں بے جا تصرف سے بذریعہ وحی منع کر دیا گیا اور دیگر فضیلتوں کے علاوہ اسے نعمت علم سے نوازا گیا جو انسان کی خصوصیت ہے ان انبیاء کو دیئے گئے علوم میں رفتہ رفتہ ترقی ہوتی رہی، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ان کی ذات پر علوم نبوت کی تکمیل کر دی گئی۔

علوم کا ظہور اور تکمیل حضورؐ کی ذات پر ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو جو علوم دیئے گئے اس کی نظیر سابقہ ادوار اور گذشتہ امتوں میں نہیں ملتی۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اوپر تشریف لے جا رہے تھے تو بیت المقدس میں بطور مہمانی و ضیافت مختلف مشروبات پیش کئے گئے ایک گلاس پانی کا بھرا ہوا تھا ایک میں شہد تھی اور ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب تھی۔ مگر یاد رہے کہ یہ جنت کی شراب تھی، یعنی شراب طہور جو مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اور طیّب و طاہر اور ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف ہوگی مگر پھر بھی شراب ہی اس کا نام تھا۔ حضور اقدسؐ نے نہ پانی لیا نہ شہد اور نہ شراب بلکہ دودھ پی لیا۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا، الحمد للہ! کہ آپ نے دودھ پی لیا یہ فطرت کے مطابق ہے اور دودھ عالم مثال میں علم کی شکل ہے گویا اشارہ تھا کہ آپؐ کی امت علم میں باکمال اور سارے عالم میں ممتاز رہے گی۔ اگر آپ شہد پی لیتے تو امت لذتوں میں پڑ جاتی اور اگر شراب پی لیتے جو اگرچہ طہور تھا تو امت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی اگر پانی پی لیتے تب بے کمال رہ جاتی کیونکہ پانی صفات اور کمالات سے خالی ہے نہ میٹھا نہ کڑوا نہ سرخ نہ زرد نہ خوشبودار اور نہ بدبودار۔ اس میں بالفعل کوئی کمال نہیں، شہد میں لذت اور مٹھاس ہے۔ شراب دینی مزیل عقل ہے اور اخلاق رذیلہ برانگیختہ کرتی ہے۔ حضورؐ نے ان سب کو چھوڑ کر دودھ پی لیا جو علم سے تعبیر ہے۔

تو امت میں بھی علم سرایت کر گیا، کیونکہ قاعدہ ہے کہ استاد کا رنگ شاگرد میں سرایت کرتا ہے اور باپ کے مخفی اثرات اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے، **الولد سر لابیہ** بچہ باپ کا راز ہے اس کی خفیہ صفات اس میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے، **اوتیت علم الاولین والآخرین** (مجھے پچھلے اور اگلے سب لوگوں کا علم دیا گیا) دوسری حدیث میں ہے، **انا مدینۃ العلم** (میں تو علم کا شہر ہوں) تو حضورؐ کا اثر اور پرتو ساری امت پہ ہوتا ہے کہ پوری امت علم کی وارث ہے۔ البتہ اتنا یاد رہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم مادیات، جس میں صنعت اور زراعت، حرفت، طب و ڈاکٹری سرجری اور سائنس جغرافیہ وغیرہ شمار ہیں اور علم روحانیات جس میں تمام علوم مذہبیہ دینیہ داخل ہیں۔

امت دعوت و امت اجابت

اسی طرح امت کی بھی دو قسمیں ہیں امتِ دعوت جنہیں حضورؐ کی دعوت متوجہ ہے کہ آؤ **قولوا لا الٰہ الا اللہ** یہ دعوت الی الاسلام کل دنیا کے باشندوں کے لیے ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہے، **وما ارسلنک الا کافۃ للناس** (ہم نے نہیں بھیجا تمہیں مگر نوع انسانی کے لیے) **بشیرًا ونذیرا** خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ تو کل دنیا کے انسان یورپ کے ہوں یا ایشیا کے مشرق کے ہوں یا مغرب کے یا افریقہ کے دور دراز علاقوں کے غیر متمدن وحشی ہوں سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت ہے۔ آج بھی حضورؐ کی دعوت انہیں مخاطب کر رہی ہے جیسا کہ چودہ سو برس پہلے تھا۔ مگر اس امت نے دعوت قبول نہیں کی اس لیے کافر ہے۔ اتنی بڑی نعمت کی ناشکری کرنے والی ہے اور جنہوں نے حضورؐ کی دعوت قبول کی ہے وہ امت اجابت ہے کہ دعوت

کی اجابت میں انھوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا ہے ایسی امت کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔

اصل علوم علوم نبوت تھے جو مسلمانوں کو ملے

علم ساری امت کو حضورؐ کی آمد اور بعثت کے بعد ان ہی کی برکت سے ملا۔ مگر امت دعوت کو زیادہ حصہ علوم مادیہ کا ملا اور امت اجابت یعنی مسلمانوں کو وافر حصہ علوم غیب، علوم نبوت و آخرت کا ملا جو اشرف ترین علوم تھا۔ علوم مذہبیہ میں امت مسلمہ کو جو مقام حاصل ہوا اور جو تحقیقات ہر ہر مسئلہ اور ہر ہر موضوع پر علماء امت نے پیش کئے۔ اس کی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی جس کا کچھ حصہ لاکھوں کتابوں اور سینکڑوں علوم کی شکل میں آج بھی موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی گذشتہ مسلمان امتوں میں نہیں ملتا۔

مادی اور روحانی علوم کا پورا ظہور حضورؐ کے بعد ہوا

اسی طرح امت دعوت نے مادی علوم تمدنی مسائل اور سائنسی تحقیقات اور تکوینیات کے مخفی اسرار ظاہر کرنے میں جو ترقی کی اس کی مثال حضورؐ سے پہلے زمانہ کی امتوں میں نہیں مل سکتی۔ الغرض ان تمام علمی کمالات کا ظہور امت مطلقہ میں اسی مخزن علم کے کمالات کا پرتو ہے جو سید الرسل اور خاتم النبیین ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ترقی کا یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ دینی اور دنیوی علوم میں قیامت تک امت ترقی کرتی رہے گی تو جس امت کا پیغمبر سارے علوم اور کمالات کا سرچشمہ ہے اس کی امت کسی علمی انکشاف اور علمی ترقیات کی کب مخالفت کر سکتی ہے۔ یا علم کی کوئی صحیح نئی بات جامع العلوم نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات کی کب مخالفت ہو سکتی ہے۔

خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات

آج کل چاند تک انسان کی رسائی اور پرواز نے ہر فرد کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا دی ہے۔ سائنس کی اس ترقی نے بعض مسلمانوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ اس سے اسلامی تعلیمات پر زد پڑتی ہے حالانکہ یہ تو محض ایک سائنسی اور تمدنی ترقی کا مسئلہ ہے۔ زندگی کے تمدنی مسائل میں ہر دور اور ہر زمانہ کے لوگوں میں پچھلوں کی بہ نسبت ترقی ہوتی آ رہی ہے اور ہمارے اسلاف نے کبھی اس کو دیکھ کر یہ خیال ہی نہیں کیا کہ اس ترقی سے اسلامی اصول مجروح ہوتے ہیں مثلاً پہلے زمانے میں سواری کا وسیلہ گھوڑا، خچر اور اونٹ تھا۔ پھر موٹر اور ریل بنائی گئی۔ رفتہ رفتہ ہوائی جہاز ایجاد ہوئے اب اس میں میزائلوں اور راکٹوں کا اضافہ ہوا اور اس کے بعد بہت ممکن ہے اور بھی تیز رفتار ذرائع سفر پیدا ہو جائیں۔

قرآن کریم میں تیز رفتار سواریوں کی طرف اشارہ

اللہ تبارک و تعالٰے کا ارشاد ہے۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة ویخلق مالا تعلمون۔ (اور پیدا کئے اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لیے زینت بھی ہے اور پیدا کیا ان کے علاوہ ایسی چیزوں کو جنہیں تم نہیں جانتے) ویخلق مالا تعلمون مضارع کا صیغہ ہے اس میں قیامت تک وجود پذیر ہونے والی تمام تیز رفتار سواریاں آگئیں۔ اسی طرح سمندری سواری کا ذکر فرما کر بعد کی ایجادات کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ وآیة لهم انا حملنا ذریتهم فی الفلك المشحون وخلقنا لهم من مثله ما یرکبون (ان کے لیے قدرت کی نشانی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پیدا کیں ہم نے ان کے لیے کشتیوں کی مانند طرح طرح کی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں)۔

الغرض ان آیات میں تمام نئی نئی اور بری اور فضائی ایجادات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح پہلے بات پہنچانے کا ذریعہ آمنے سامنے بات چیت کا تھا رفتہ رفتہ ترقی ہوئی تو تار، ٹیلیفون، لاسلکی یہاں تک کہ ریڈیائی لہروں سے کام لیا جانے لگا اور کئی ذرائع کلام پہنچانے کے پیدا ہو گئے۔

خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ ہے

خلائی تسخیر کا مسئلہ بھی خالص تمدنی ترقی اور سائنسی تحقیق کا ہے جس میں کامیابی یا ناکامی دونوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انسان ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت نہیں کر سکے گا اور نہ یہ کہا کہ خلاء میں ذی روح اجسام کی پرواز ناممکن ہے نہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ فضا میں کرۂ نار اور کرۂ زمہریر ہے جن سے ذی روح کا گزر ناممکن ہے اور نہ یہ کہا کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ یہ باتیں تو فلاسفۂ یونان کی مخترعات ہیں جن کی بطلان اور تردید اسلامی معتقدات ہی نے کر دی تھی۔

قرآن مجید اور لامحدود پرواز

قرآن مجید پلک جھپکنے میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کے نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا قائل ہے۔ ملکہ سبا کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك (اور کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لا دیتا ہوں تیرے پاس اس تخت کو پہلے اس کے کہ لوٹ آئے تیری طرف تیری نظر)۔

اور وہ طرفۃ العین میں تخت لے آئے گویا کہ راکٹ کی تیز رفتاری سے اسلام کو انکار نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حرکت اور سرعت ممکن ہے۔

خلائی پرواز مدار شرافت نہیں

باقی رہی ستاروں تک پرواز تو یہ آپ کو تمہید سے معلوم ہوا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر مدار شرافت اونچی پرواز کرنا نہیں ہے آج خلاء میں بادل پھر رہے ہیں۔ چیل، گدھ، کوے اور دیگر پرندے جو یعنی فضا میں اڑ رہے ہیں۔ ایک دیو ہیکل جن نے حضرت سلیمان کو تخت سبا چند لمحات میں پہنچا دینے کی پیش کش کی۔ خود انسان عرصہ سے کئی کئی میل اوپر ہوائی جہازوں میں پرواز کر رہا ہے تو اب اگر اس پرواز کی حد ڈھائی لاکھ میل خلاء میں چاند تک پہنچ گئی یا آئندہ اس سے بھی بڑھ جائے تو اس میں کیا استحالہ اور تعجب ہے اور قرآن مجید کے کون سے دعویٰ کا مقابلہ ہوا جو باعث حیرت بن جائے۔

جنات کی آسمانوں تک رسائی

قرآن مجید سے تو جنات تک کا آسمان تک پرواز ثابت ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے سورہ جن میں جنات کی آپس میں گفتگو نقل فرمائی ہے۔

وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسًا شديدا وشهبًا وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهابًا رصدا۔ (اور یہ کہ ہم نے ٹٹول کر دیکھا آسمان کو پھر پایا ہم نے اس کو کہ بھرا ہوا ہے سخت چوکیداروں سے اور انگاروں سے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر اب جو کوئی سننا چاہے وہ پائے گا اپنے واسطے انگارہ گھات میں)۔

اس کی تفصیل بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جنات اور شیاطین حضورؐ کی بعثت سے قبل آسمانِ دنیا تک پہنچ کر خفیہ ٹھکانوں پر بیٹھ جاتے تاکہ ملائکہ کی آپس میں گفتگو سن کر اسے کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچا دیں اس میں سنی ہوئی کوئی بات تو درست ہوتی تھی اور سو باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں جس کا لوگوں میں مشہور ہو جانے پر اس وقت کے مذہب حق پر اثر پڑتا اس کے بعد دوسرے نبی آجاتے اور وہ اس جھوٹ اور حق سے مخلوط باطل کو باطل کر دیتے مگر حضور اقدسؐ آخری نبی تھے۔ خداوند کریم کو دین اسلام محفوظ رکھنا اور زائغین کی زیغ سے بچانا تھا تو حضورؐ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمانوں تک پہنچنا روک دیا گیا اور جب جنات اوپر پہنچنے لگتے تو ان پر انگارے اور شہاب ثاقب پھینکے جاتے تاکہ آسمانی باتیں نہ سن سکیں اور دینِ اسلام خلط ملط نہ ہو اور صعود بلکہ آسمانوں کو چھونے (لمس سماء) تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ بعض روشن خیال اس کی بھی تاویل کرتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ نے جنات میں آسمانوں تک پرواز کی صلاحیت رکھی ہے اس لیے جنات وہاں تک پرواز کرتے تھے جہاں تک پرواز پر پابندیاں لگی ہوئی نہ تھیں۔ اب اگر انسان اپنے علم و تحقیق اور خدا کے دیئے ہوئے وسائل کی بناء پر اوپر چلا جائے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

اسلام میں ستاروں تک رسائی کیلئے آسمانوں سے گزرنے کا کہیں ذکر نہیں

یہ غلط ہے کہ ستاروں تک پہنچنے کے لیے آسمانوں سے گزرنا پڑتا ہے اس لیے کہ اسلام میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ چاند آسمان دنیا اور سورج چوتھے آسمان پر ہے یا دیگر سیارے فلاں آسمان پر ہیں یا ثوابت سبعہ سیارہ ساتویں آسمان کے نیچے درجہ بدرجہ ہیں۔ یہ فلاسفۂ یونان کا عقیدہ اور بطلیموس کا مسلک ہے جس کا ذکر تصریح و شرح چغمنی میں پایا جاتا ہے نہ کہ فلاسفۂ اسلام کا۔

سائنس کے متضاد نظریات اور اسلام

ہم مسلمان نہ تو قدیم فلاسفہ کے معتقد ہیں اور نہ جدید فلاسفہ کے، ان فلاسفہ کا ابطال آپس میں خود اور فلاسفہ فیثاغورث وغیرہ نے کی ہے اور آج کے سائنسدان قدیم سائنس کو خود لغو اور باطل قرار دے رہے ہیں۔ پھر جدید سائنسدانوں کا آپس میں شدید اختلاف ہے اور ان کے نظریات آپس میں متصادم تو ہم خواہ مخواہ اسلام کو کیوں ایک فریق بنائیں البتہ اتنی بات واضح ہے کہ آسمانوں کے اندر داخل ہونے کے لیے اجازت لینی پڑتی ہے۔ آسمانوں کے دروازے ہیں جو بند رہتے ہیں۔ اندر جانے والا بغیر اجازت رب العالمین کے نہیں جا سکتا جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام حضور اقدس کو لے کر آسمان کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کو دستک دی تو فرشتوں نے پوچھا کہ کون؟ انہوں نے فرمایا جبرئیل۔ پھر انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟

من معك قال محمد صلى الله عليه وسلم قيل ارسل اليه قال نعم ففتح۔ جبرئیل نے فرمایا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب دروازہ کھول دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ افلاک میں داخلہ بغیر اجازت خداوندی کے نہ فرشتہ کو ہے نہ نبی مرسل کو اور حضور اقدسؐ کا داخلہ آسمانوں میں ہوا مگر اجازت ملنے اور دروازہ کھول دینے کے بعد۔

موجودہ ترقیات کا اثر باطل مذاہب اور فلسفہ پر پڑتا ہے۔

اب اگر ستاروں کے بارہ میں اسلام نے کہا ہوتا کہ آسمانوں کے

اندر ہیں تب تو اشکال درست ہوتا کہ راکٹ اور خلائی جہاز آسمان کے اندر بغیر اجازتِ خداوندی کیسے داخل ہوتے جو کبھی نہیں ہو سکتے۔ مگر جب ہم بطلیموسی اقوال کے پابند نہیں ہم تو اسلام کے قائل ہیں تو یہ اشکال ہمارے اوپر وارد ہی نہیں ہوتا۔ جن مذاہب نے یہ دعویٰ کیا ہے ان پر اس کی زد پڑتی ہے مسلمانوں پر نہیں۔

تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں

قرآن مجید کا تو اعلان ہے کہ: ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنا ھا رجومًا للشیاطین۔ (ہم نے آسمانِ دنیا کے ستاروں سے مزین کر دیا اور ہم نے بنایا انہیں شیاطین کو مارنے کی چیز)۔

شیاطین تو آسمانوں تک جا کر باہر رہتے ہیں۔ آسمانوں میں تو داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ستاروں سے ان کا رجم تب ہی ہو سکتا ہے کہ ستارے بھی آسمان دنیا سے باہر ہوں اور دنیا کی زینت بھی ان ستاروں سے تب ہی ہو سکتی ہے اس لیے تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔

النجوم قنادیلٌ معلقة بین السماء والارض سلاسل من نورٍ بایدی الملائکة۔ (ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں)۔

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں "جدید سائنسدانوں کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے مگر ان کے ان نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش اور مرکز ثقل کے نام سے ہوتی ہے۔ ویقرب منه قول الفلاسفة الجدیدة لکن بالجذب (روح المعانی جـ۱۵ـــــ۲) سورہ طلاق میں آیت ومن الارض مثلھن کے تحت تو صاف تصریح علامہ آلوسی نے کی ہے کہ:۔

ولم یقم دلیلٌ علی ان شیئًا من الکواکب مغروزٌ فی شیٔ من السماوات کالفص فی الخاتم والسمار فی اللوح۔ (اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی ایک ستارہ بھی آسمان میں ایسا جڑا ہوا ہے جیسا انگوٹھی میں ہیرا یا تختی میں میخ)

امام ابوحنیفہؒ کے استاد عطاؒ بن ابی رباح کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے سورہ طلاق میں اسرائیلی روایات کی بھی تردید کی ہے کہ اکثر ناقابلِ اعتماد ہیں۔ باقی جن آیات سے ستاروں کا آسمانوں میں ہونا مترشح ہوتا ہے اس کی تردید روح المعانی کے مختلف مقامات پر موجود ہے اور عمومًا ایسے مقامات میں ادنیٰ ملابستہ کے طور پر یا مجازًا نسبت کی گئی ہے۔

کلٌ فی فلکٍ یسبحون کی تفسیر

مثال کے طور پر قرآن کریم کی آیت کلٌ فی فلک یسبحون سے بظاہر لوگوں نے یہ فہم کیا ہے کہ سب ستارے آسمان میں تیر رہے ہیں مگر علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین نے اس سے مراد اس سورج کو لیا ہے جو روک دی گئی ہے آسمان کے نیچے جس میں چاند اور سورج گردش کرتے ہیں۔ قال اکثر المفسرین ھو موجٌ مکفوف تحت السماء تجری فیه الشمس والقمر وقال الضحاک ھو لیس بجسمٍ بل مدار ھذہ النجوم۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ فلک سے مراد جسم نہیں بلکہ ان ستاروں کا مدار ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی ان احتمالات کو ذکر کرتے ہوئے آیت کو آسمان کے مفہوم میں مبہم قرار دیا ہے۔ الغرض اکثر مفسرین محل کواکب کو جس میں وہ گردش کرتے ہیں تحت السما تسلیم کرتے ہیں نہ کہ آسمان کے بیچ میں۔ تو روس اور امریکہ کے خلائی پرواز اور چاند تک رسائی کا اگر اثر پڑتا ہے تو یونانی ہیئت اور بطلیموسی فلسفہ یا اسرائیلی روایات پر نہ کہ اسلام پر، چاند تو کیا اگر تمام کواکب تک بھی رسائی ہو جاتے تو بھی اسلامی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اسلام کی غیبی تائید سائنس سے ہو رہی ہے

اللہ تعالیٰ ان سائنسدانوں کے ہاتھ سے اسلام کی غیبی تائید کر رہا ہے اور ان پر اتمام حجت ہو رہی ہے۔ سائنسدانوں نے اربوں روپے خرچ کئے تب کہیں اوزار اور آلات کے ذریعہ چاند سے مشت خاک لائے لیکن سید الرسل اور مسلمانوں کے ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے کہ دونوں ٹکڑوں نے مکہ معظمہ کی پہاڑی کو بیچ میں لے لیا۔ پھر اسی طرح رب العزت نے چاند کے دو ٹکڑوں کو ملا دیا۔ اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیةً یقولوا اسحرٌ مستمر (الآیۃ)۔ اتنا بڑا کارنامہ جب بلا راکٹ و اسباب اور بغیر کھربوں روپیہ ضائع کئے ظاہر ہوا تو یورپ کے خردماغوں نے اس معجزہ کی اب تک ہنسی اڑائی، فلاسفہ نے مذاق کیا مگر آج انہیں خود قائل ہونا پڑا کہ تمام سیارے خرق والتیام (پھٹنا اور جڑنا) اور توڑ پھوڑ قبول کرتے ہیں تو حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی سائنسی تحقیقات سے اسلامی تعلیمات کی تائید ہو رہی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ جو لوگ معجزات کے منکر تھے اور محال سمجھتے تھے۔ ان دشمنانِ اسلام کی اپنی تحقیقات سے خدا نے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔

قیامت اور معراج کی تائید

قیامت جو ان سیارات اور عالم کے فنا اور نیست و نابود ہونے اور نئے سرے سے دوبارہ قائم ہونے کا نام ہے۔ آج تک فلاسفہ اس نظام کو ناقابلِ تغیر مان کر اس کی قدامت کے قائل تھے۔ اس توڑ پھوڑ سے خود ہی حدوث عالم اور تغیر پذیر ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے جب اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جسد عنصری کے ساتھ خلاؤں سے اوپر تشریف

لے گئے اور ایک رات میں واپس ہوتے تو ان لوگوں نے انکار کیا کہ کروڑوں میل کی مسافت کیسے طے ہوئی اور بغیر آکسیجن کیسے زندہ رہے۔ آج کے خلاء نورد اس جسم خاکی کے ساتھ صرف چاند تک پہنچے اور بعض جگہ فی سیکنڈ ہزاروں میل کی رفتار سے پرواز کی۔

تو ملک الملک جو سموات وارض کا خالق ہے اس کا اپنے رسول کو پہنچانے میں کیا استحالہ رہا؟ **سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا** (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا)۔

رفع مسیح کی تائید

قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ **بل رفعہ اللہ الیہ**۔ مگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اسے ناممکن تبلاتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ پور کیسے زندگی گذر سکتی ہے مگر آج خود چاند مریخ اور زہرہ میں اپنے لیے الاٹمنٹ کروانا چاہتے ہیں گر ابھی یہ مرحلے بہت دور ہیں۔ ہنوز دلی دور است۔

آدم علیہ السلام کا نزول

اسلام نے تبلایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام اسی زمین سے پیدا ہوئے پھر انہیں جنت میں اٹھایا گیا، کچھ عرصہ گذارنے کے بعد خلافتِ ارض کے لیے انہیں زمین پر اتارا گیا، اس کا بھی ڈارون کی اولاد نے انکار کیا، مگر اسلامی تعلیمات نے تو تخلیقِ انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک انسانی عروج اور صعود و نزول اور خلاسے گزرتے رہنے کا تصور پیش کیا اور بطور ظہور معجزہ و قدرتِ خداوندی کے اس کی کئی مثالیں پیش کیں۔

تمام مسلمان ساتویں آسمان سے بھی اوپر جائیں گے

اسی طرح جنت کو لیجئے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام مومنین اور عباد مقربین جنت میں جائیں گے، پھر یہ بھی ذکر ہے کہ قیامت کے دن تمام آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے اس زمین اور آسمان کی جگہ جہنم لے لے گی اور عرش الرحمٰن کے نیچے اور سورۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہو گی جو ساتویں آسمان سے اوپر ہے۔ تو گویا کل مسلمان سابقین و آخرین انشاءاللہ جب جنت میں داخل ہوں گے اور یہ داخلہ جسم اور روح دونوں کا ہوگا تو سب کی پرواز ساتویں آسمان اور اس سے اوپر ہوگی تب تو وہ جنت میں داخل ہوگا تو افسوس ہے کہ ایک ایسی امت اعداء اسلام کے لایعنی کارناموں سے مرعوب ہو یا اسے ناقابل تسلیم سمجھے۔ حالانکہ یہ تو صعود اور پرواز کا ادنیٰ درجہ ہے جو بطور اتمام حجت ادیت پرست قوموں کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے۔

کونسا مسئلہ حل ہوا

پھر اس "عظیم کارنامے" سے کون سا انسانی مسئلہ حل ہوا، بھوک، افلاس، بیماری ختم ہو گئی؟ بغض عناد، کینہ اور رقابانہ جنگی ختم ہوئی؟ طبقاتی اور رنگ و نسل کے جھگڑے ختم ہوتے؟ انسانیت کو کون سا فائدہ ہوا، کچھ بھی نہیں ابھی عداوت اور منافرت اور بھی بڑھ گئی ایک دوسرے پر فخر و غرور کیا جانے لگا پھر نتیجہ میں کون سا خاص تحقیقی انکشاف ہوا جس نے عالم کو حیرت میں ڈال دیا ہو۔ یہی کہ چاند عناصر سے مرکب خاکستری یا سرمئی رنگ کی چیز ہے جو سورج سے روشنی لے کر دنیا کو منور کرتی ہے مگر یہ تصور تو ظنی طور پر فلاسفۂ قدیم نے بھی پیش کیا ہے۔ تصریح اور شرح چغمنی اٹھا کر دیکھیں۔ اس وقت سے انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ جرم قمر خاکستری ہے اور یہ عربی مقولہ تو زبان زد ہے کہ **نور القمر مستفاد من نور الشمس** (چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل کی گئی ہے)۔

سائنس سے باطل مذاہب ہی متاثر ہونگے

گو ہماری نگاہ میں اس کارنامہ سے ایک ہی فائدہ تو حاصل ہوا وہ یہ کہ باطل مذاہب لرزہ براندام ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت پر زلزلہ آگیا ہے اور آج کے اخبارات میں ہے کہ یہودیوں نے تو اپنی بعض عبادات میں ترمیم کر دی ہے اور کلیسا والے بھی واویلا کر رہے ہیں۔ فلاسفۂ یونان کی تغلیط ہو گئی۔ معجزات سے منکر شرمندہ ہوتے مگر اسلام کی تو سراسر تائید ہی تائید ہو گئی۔ کوئی مسئلہ اور کوئی عبادت نہ متاثر ہوئی اور نہ قیامت تک متاثر ہو سکے گی۔ **لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک الدین القیم**۔ یہ تو دین قیم ہے اور قیامت تک زندہ رہنے والا دین ہے۔ خداوند کریم نے اتمام حجت نہ صرف دلائل سے بلکہ اس زمانہ کی سائنس کی بدولت حواس اور مشاہدہ سے بھی کرا دی۔

وحی اور اسلام کے دیگر دعوں کی تائید

جب اسلام نے اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں سے اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں اور وحی الہام کے ذریعہ انبیاء کرام رب العزت کی باتیں سن سکتے تھے تو اس کا انکار کیا گیا اور آج ڈھائی لاکھ میل دور خلائی جہاز والوں کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ ٹیلیفون کئے جاتے ہیں اور ایک انسانی ایجاد ٹیلیویژن کے ذریعہ ڈھائی لاکھ میل دور کے حالات کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحانی قوت کے ساتھ بغیر آلات و وسائل کے کیوں جبرئیل امینؑ اور خداوند کریم سے ہمکلام نہیں ہو سکتے اور اگر انہیں آسمانوں کا مشاہدہ ہو رہا تھا تو کیا تعجب تھا۔

معجزہ امکان کی دلیل ہے

اتنی بات یاد رہے کہ انبیاء کرام کے ہاتھوں ایسے امور کا ظہور بلاشبہ معجزہ تھا جو بغیر آلات و وسائل کے ہو جو کسی کے بس میں نہیں مگر اس سے بہر حال یہ تو ثابت ہوا کہ ذی روح جسم کا رفع الی السماء ممکن ہے۔ اس لیے کہ معجزہ نام ہے اس کا کہ کسی امر کا ظہور بطور خرق عادت کے ہو جاتے نہ کہ کسی محال کو ممکن بنا دے۔ اب اگر کوئی وسائل اور ذرائع کے ذریعہ سے ایسا کر دے تو یہ ممکن ہے مگر اسے معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً ایک شخص

(باقی صــــ پر)

آخر کیوں؟

افغانستان میں روسی فوجوں کی شکست کے بعد
افغان مجاہدین کابل تک نہ پہنچ سکے ....

خاموش مجاہد

جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید
کی قربانیوں اور جانفشانیوں کی روئداد

خاموش مجاہد

اس جدوجہد کے عینی شاہد بریگیڈیر (ریٹائرڈ) **محمد یوسف** کے قلم سے

- سانحہ بہاولپور ایک حادثہ نہیں ایک **گہری سازش**
- اوجڑی کیمپ کے حادثے کی **اصل حقیقت**
- آئی۔ ایس۔ آئی سے جنرل اختر کی **اچانک علیحدگی**
- افغان مجاہدین کے جذبہ حریت پر مبنی نادر **تصویری ثبوت**
- جہادِ افغانستان کے **خفیہ راز**

جنگ پبلشرز

ایسے ہی بے شمار چونکا دینے والے انکشافات سے
پہلی بار پردہ اٹھاتا ہے۔

کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین

کہکشاں پرنٹس

سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین

کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان

جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان

۲- ڈائمنڈ ٹسر
صنم ڈیلکس پاپلین

پول کارڈ
سوٹنگ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب

حُسین کے پارچہ جات

حُسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں، بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی، نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات، شہر کی ہر بڑی دکان پر، دستیاب ہیں۔

HUSEIN
FABRICS

خوش پوشی کے پیش رو

حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی کا ایک ڈویژن
جوبلی انشورنس ہاؤس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی
فون: ۳-۲۲۸۸۶۰۱ ٹیلیگرام "ٹلمونولی" ٹیلیکس ۲۶۸۲

HTM—1/77·

(CCI) Crescent

اُطلبوا الشیخ فی احدی الثلاث

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، سوانح اور پیغام

حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ سابق استاذِ حدیث و مدرسِ اعلیٰ دارالعلوم دیوبند پر چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔ فان کان صواباً فمن اللہ وان کان غیر ذٰلک فمنی ومن سوء فہمی۔

تحسینِ ناشناس

احقر کے خیال میں حضرتؒ پر ہیچمدانِ پسماندگان کا کچھ لکھنا تحسینِ ناشناس ہے۔ اور صائب مرحوم کے نزدیک اس سے شعر کی قدر شکنی ہوتی ہے نہ کہ عزت افزائی۔ ان کا قول ہے ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسینِ ناشناس و سکوتِ سخن شناس

سخن شناس حضرات کا قحط ہے۔ حضرت شیخؒ کے قدر شناس آپ سے پہلے ہی منزل پا چکے ہیں۔

برزخ میں آپ کا استقبال

غیب کا علم تو خاصۂ خداوندی ہے۔ شیخؒ کی حیاتِ طیبہ سے اندازہ یہی ہے ”واللہ حسیبہ“ کہ کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جس طرح اہلِ مقبرہ نئے کپڑے پہن کر خوشی خوشی ان کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ (کما فی شرح الصدور للسیوطی رحمہ اللہ) حضرتؒ کے اسلاف کرام رحمہم اللہ علیہم نے بھی کچھ اسی شان سے آپ کا استقبال کیا ہوگا۔ واللّٰہ اعلم عند اللہ۔

زندگی کے مخفی گوشے

میں یہ نہیں کہتا کہ حضرتؒ پر کچھ لکھا نہ جائے۔ جن حضرات کو شیخؒ کے ساتھ طویل صحبت کی سعادت نصیب ہو چکی ہے اولاً یا آخراً اور حضرتؒ کی زندگی کے کچھ مخفی گوشے انہیں معلوم ہیں بالخصوص دارالعلوم دیوبند کے دورِ مدرسی کے حالات وہ انہیں ضرور قوم کے سامنے لائیں اور یہ اس لیے کہ زندہ قومیں اسلاف کی ماضی میں اپنے حال پر غور کر کے اس پر عمل کرتی ہیں، یہی نئی نسل کے لیے ان کا عظیم ورثہ ہیں۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ للاولی الالباب۔

دارالعلوم دیوبند کی اعلیٰ تدریس

میری ناقص معلومات کے مطابق علماء سرحد میں یہ یارانِ ثلاثہ سیدی حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی قدس سرہٗ، حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نافع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخؒ ہی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہیں دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مدرسی کی قبا راست آئی ہے علومِ دینیہ کے یہی اقانیمِ ثلاثہ اور دینی علوم کے دیار بلا فع کے یہی ثلاث الاثافی ہیں جن پر علماء سرحد کو فخر کرنے کا حق حاصل ہے، ان کے علاوہ یا تو مجھے معلوم نہیں ہیں یا وہ حضرات قلیل عرصہ تک رہے ہوں گے جنہیں علمی دنیا میں خاص شہرت نہیں مل سکی ؎

وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء
ولو کرہ الاعداء من کل حاسدٍ

بہر حال حضرتؒ کی زندگی کے گمشدہ اوراق اگر مل سکیں تو انہیں ضرور منظرِ عام پر آنا چاہیئے۔

ہاں صرف اطراء مادح اور عام رواج کے مطابق محض زبانی جمع خرچ کی اب شیخؒ کو ضرورت نہیں رہی، کیونکہ آپ انشاء اللہ انا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا کے مقام پر فائز المرام ہو چکے ہیں اور اب آپ مدح اور قدح و قادح سے بے نیاز ہیں۔ واللہ بصیرٌ بالعباد

عود الی المقصود

میں نے اوپر کا عنوان تفاؤلاً حدیث سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لیا ہے آپ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا این اطلبك یارسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو عرصۂ محشر میں کہاں کہاں ڈھونڈوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی احدی الثلاث ان تین مقامات پر مجھے ڈھونڈنا انشاء اللہ مل جاؤں گا عند الصراط۔ عند المیزان و عند الحوض۔ پل صراط پر، میزانِ اعمال پر یا پھر حوضِ کوثر پر۔

میں سمجھتا ہوں عالمِ برزخ میں پہنچنے کے بعد آپ نے شیخؒ سے ملنا ہے تو ان تین مقامات میں آپ کو تلاش کریں، انشاء اللہ آپ ان کی زیارت بلکہ اعانت سے محروم نہیں رہیں گے ——— (۱) دعواتِ حق (۲) معرکہ اسلام (۳) اور حقائق السنن و امثالہا ہیں گویا اب بھی آپ آواز دے رہے ہیں کہ ع

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

دعواتِ حق

دعواتِ حق کا ایک ایک حرف پڑھتے جائیے آپ پر موعظۂ حسنہ کی حقیقت کھلتی جائے گی۔ امت کا غم ہمہ پہلو اس کی خیر خواہی اور زندگی کے ہر شعبہ پر اسلام کی معجزانہ گرفت سے آپ اچھی طرح واقف ہوتے جائیں گے، غرض دعواتِ حق کے آئینہ میں آپ شیخؒ کو منبر و محراب سے حقیقی اسلام کی تلقین کرتے ہوئے پائیں گے۔

معرکۂ اسلام

(معرکہ اسلام) میں آپ محسوس کریں گے کہ واقعی مذہب غالب اور سیاست مغلوب ہے۔ آپ کے ان بیانات سے مذہب برائے سیاست اور سیاست برائے مذہب کا فرق آپ پر واضح ہوگا۔ اس کے گہرے مطالعہ سے انشاء اللہ آپ موجودہ پُر فریب سیاست سے محفوظ رہیں گے۔ والتوفیق من اللہ تبارك وتعالیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ سیاست کو مسلمان دیکھنا ہے تو اسمبلی میں حضرتؒ کی تقاریر کا مطالعہ فرمائیں۔

حقائق السنن

اس میں آپ کو شیخؒ ایک عظیم محدث کی قبا و عبا میں نظر آئیں گے حدیثِ مصطفوی علیٰ قائلہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت آپ کے دل پر غالب رہے گی، اور آپ کو ترمذی شریف میں امام ترمذیؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بولتے نظر آئیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ فقہ حنفیہ ہی قرآن و سنت اور اجماعِ امت کی صحیح تعبیر و تشریح ہے۔

حضرتؒ کے تلامذہ

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے، استاد کو بھی شاگردوں میں اور شیخ کو اپنے مریدوں میں بھی تو دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت الشیخؒ کے چھ ہزار شاگرد بتائے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ تم حضرت مرحوم کو ان میں دیکھ لینے کی کوشش کر لیتے۔

(عرض یہ ہے کہ) حضرتؒ کے تلامذہ مجاہدین و مہاجرین افغانستان ہی میں تو محصور نہیں جنہوں نے حقانیہ میں جو دین پڑھا اور شیخؒ سے جو اسلام سیکھا اُسی کی سربلندی کے لیے تقریباً چودہ لاکھ شہداء کرام کے خون کا نذرانہ پیش کیا، تیس ۳۰ لاکھ سے زائد مہاجرین نے گھر بار چھوڑا، راحت و آسائش کو قربان کیا، لاکھوں بلکہ کروڑوں کی جائیداد پر لات ماری، اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ان کا جذبۂ جہاد بصورت قتال فی سبیل اللہ آج بھی شباب پر ہے اور خوشی خوشی اعلان پر اعلان ہو رہا ہے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

حضرتؒ کے تلامذہ میں صرف اسی ایک قسم کے منور چہروں میں بھی حضرتؒ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔ تدریس و تعلیم، تعلم و خطابت، تصنیف و تالیف، ردّ فرقِ باطلہ، شاید ہی کوئی ایسا محاذ ہو جس پر حضرتؒ کے شاگرد نہ ہوں۔ یہ پارلیمنٹ کا معرکہ شریعت بل اور تحریک نفاذِ شریعت بھی تو اصلاً حضرت شیخؒ ہی کے دو تلامذہ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف ہی کا لازوال تاریخی کارنامہ ہے۔

حسرت بھری آہ

لیکن افسوس صد افسوس کہ شیخؒ کے بعض تلامذہ نہ صرف موجودہ اور مروجہ جمہوریت عوام پر کی حکومت پر لٹو رہے بلکہ حضرتؒ کی تحریکِ شریعت کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ بھی بنے رہے۔

خراجِ تحسین پیش کرنے کا صحیح طریقہ

سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام سراسر غیر اسلامی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین پر بالادستی قرآن و سنت کی کھلی توہین ہے، جس سے ملک قہرِ الٰہی کی زد میں ہے، بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، سُکھ اور چین نام کو نہیں اور ملک چیخ رہا ہے کہ ع

زمیں دشمن زماں دشمن چمن میں باغباں دشمن

غیر اسلامی قوانین کے باعث ملک میں حرام خوریاں اور حرام زدگیاں سو فیصد بڑھ رہی ہیں کیونکہ انہی قوانین کے ماتحت زید کی زمین عمرو کو مل رہی ہے، بکر کی جائز منکوحہ کو کسی بھی خاوند سے نکاح درحقیقت زنا کی اجازت مل رہی ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ اس کے خلاف آواز اُٹھانے والے علماء پر توہینِ عدالت کے مقدمات چلائے جاتے ہیں مگر دائے حسرت کہ مسلمانوں ہی کے ملک میں توہینِ شریعت (جس کا ارتکاب ہماری انہی برائے نام عدالتوں میں روزمرہ کا معمول ہے) کا مقدمہ ان پر نہیں چلایا

چلایا جا سکتا — اور یہ کھیل اس وقت ۸۹ء کے وسط تک نئے سیاسی اور جمہوری انقلاب کے باوجود بھی مرکز اور چاروں صوبوں کی وزارتوں میں کھیلا جا رہا ہے۔ ضلع ڈیرہ میں مولانا محمد شفیع صاحب پر اور ضلع سرگودھا میں ساہیوال کے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب پر اسی قسم کے مقدمے چل رہے ہیں۔

کیا ربِ قدیر کی عدالت کبھی قائم نہیں ہوگی اور پھر کیا شریعتِ محمدیہؐ کے خلاف فیصلہ دینے والے توہینِ شریعت کی سزا سے بچ سکیں گے اور کیا اس کی ذمہ داری بااقتدار مسلمانوں پر نہیں ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ہماری "عدالتوں" میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔

شیخؒ سے سچی عقیدت

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ شیخؒ نے اسی غلاظت سے ملک کو پاک کرنے کے لیے نفاذِ شریعت کی تحریک چلائی، تحریک شریعت کی سرپرستی کی، سینٹ میں اس کے لیے بل پیش کرایا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو شیخؒ سے سچی عقیدت ہے تو بلا کسی تاخیر کے اپنی ترجیحات میں عدالتی نظام کو مسلمان بنانے کا بیڑہ اٹھائے۔

متحدہ علماء کونسل

اس میں بھی شیخؒ کے متوسلین کو خاص مقام حاصل ہے، جس طرح عورت کی سربراہی والے منکر کے خلاف آواز اٹھانا ان کی تصریحات میں ہے، عدالتی نظام کو شریعت کا پابند بنانا اس سے بھی اہم اور اصرح جزو بنوائیں۔ اس سے ایک طرف اپنا فریضہ ادا ہوگا تو دوسری جانب اس وسوسہ کا بھی قلع قمع ہوگا کہ یہ تحریک کسی سیاسی ہدف سے ملوّث ہے۔ بہرحال شیخؒ کے متوسلین کو صاف صاف یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ:۔

(الف) ملک کی تمام عدالتوں کو فی الفور قرآن و سنت کا پابند بنایا جائے، جس کی نظیر وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شرعی بنچ کا اپنے دلائل اور اپنے فیصلوں میں قرآن و سنت کا پابند ہونا ہے۔

(ب) فقہی اختلافات کا ہوّا مذہب دشمن لوگوں نے کھڑا کیا ہوا ہے، ورنہ بات صاف ہے کہ جہاں فریقین (مُدعی، مُدعا علیہ) ایک ہی فقہ (شافعی، مالکی، حنبلی، سلفی وغیرہ وغیرہ) کے پابند ہوں اسی فقہ کے مطابق انہی کے حاکم سے (جو حسبِ ضرورت صوبہ، کمشنری وغیرہ میں مقرر کیا جا سکتا ہے) ان کا فیصلہ کرایا جائے، اور اگر فریقین فقہی لحاظ سے مختلف ہوں تو دنیا بھر کے ضابطہ کے مطابق اکثریت کی فقہ (حنفی فقہ) کے مطابق فیصلہ لازم ہوگا۔

معلوم نہیں اس میں شرمانے کی کیا بات ہے، زیرِ لب بات کرنے سے نہ آج تک کچھ بنا ہے نہ آئندہ بننے کا امکان ہے، جرأتِ ایمانی کی ضرورت ہے، کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم بالکل یہی چاہتے ہیں اور اسی کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ لیکن جب میدان میں اترتے ہیں تو وَ إِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا کا منظر سامنے ہوتا ہے، اسلام ان کا منہ تکتا ہوا گنگناتا ہے کہ ع

بہار میرے لیے اور میں تہی دامن

مارشل لاء ہٹانے کا مطالبہ ہوگا، صوبائی اختیارات پر لڑائی ہوگی، انتخابات انتخاب کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے گا، غیر جماعتی انتخاب پر بائیکاٹ ہوگا، یہ سب کچھ صحیح لیکن کفریہ قوانین کو ختم کرنے اور عدالتوں کو قرآن و سُنّت اور اجماعِ اُمّت کا پابند بنانے میں سو سو کیڑے نکالے جائیں گے، روزمرہ نکاح و طلاق تک کے مسائل میں حرام و حلال کے فیصلوں میں مذہب کا منہ چڑایا جا رہا ہے۔ اسلام کی بالادستی منوا لی گئی ہے کا شور مچایا جائے گا، مگر عدالتوں میں نہ قرآن کی دلیل پیش ہوگی نہ سُنّت کا حوالہ آئے گا، نہ اجماع کی پابندی ہوگی۔ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی تو ہر ماتحت جج کا فرض ہوگا، لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ اربعہ رحمہ اللہ علیہم کے فیصلوں کا پابند ہونا عدالتوں کے لیے باعثِ عار ہے، اور ان کا نام لینے والے بڑے بڑے چغادریوں کے نزدیک پھانسی پر لٹکانے کے قابل ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

سیاسی آداب

سیاست کا غلبہ ہے، دیندار حضرات بھی انہیں آداب میں جکڑے ہوئے ہیں، کہتے ہیں نظام بدلے گا تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، نظام کو بدلنا چاہیے، نظام بدلنے کی بات کی جاتی ہے تو ووٹر اور امیدوار کی شرعی شرائط پیش کرنے سے شرماتے ہیں۔ انتخاب ہو لادینی اور اس کی کوکھ سے اسمبلی نکلے دیندار، مُعمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

تعجب پر تعجب ہے کہ سینکڑوں ذیلی مسائل کے لیے تو احتجاج ہوتا ہے، جلوس نکلتے ہیں، تحریکیں چلتی ہیں مگر غیر اسلامی قوانین کے ذریعہ حرام کو حلال بنانے اور حلالِ شرعی کو حرام گرداننے کا کھیل سب دیکھ رہے ہیں مگر اس کے لیے تحریک کا نام لینے پر مُلّائیت، دقیانوسیت اور سیاسی ناواقفیت کا طعنہ دیا جاتا ہے اور سیاسی مُلّا اس میں پیش پیش رہتے ہیں۔ نصف صدی گذرنے کو ہے مگر پاکستان میں مذہب سیاسی آداب کے ہاتھوں مجبور رہے۔

ایک سبق آموز لطیفہ

کہتے ہیں ایک اُستاد جی نے بچوں کو درخواست پیش کرنے کے آداب سکھائے کہ اگر کچھ کہنا ہو تو پہلے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھنا چاہیے پھر بصد عجز و انکساری اُستادِ محترم کے تین سطری القاب استعمال کر کے اجازت لینی چاہیے کہ اگر ناراضگی معاف ہو تو ایک درخواست پیش کروں۔ اجازت ملنے پر عرضِ مُدعا کرنا چاہیے۔

صحبتے با اہلِ حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وروحانی مجالس اور افادات کے مجموعہ ”صحبتے با اہلِ حق“ کے آغاز میں دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کا وقیع افتتاحیہ، جو صاحب افادات کے خصائل وخصوصیات سے بلاواسطہ اور باوثوق طریقہ پر واقف ہونے کا مؤثر اور قطعی ذریعہ ہے ——— (ادارہ)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت وسیرت، خیالات وافکار، حقیقی ذوق ومزاج اور دینی وعلمی خصوصیات کا سب سے زیادہ جامع مرقع

از: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

الحمد لحضرۃ الجلالہ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

مشائخ وعلماء، اہل اللہ اور اہلِ دل حضرات کی مجالس، ارشادات ملفوظات اور ان کی علمی و دینی اور روحانی گفتگو اور افادات ضبط کر کے شائع کرنے کا سلسلہ اسلام کی تاریخ میں ابتداء ہی سے اور خصوصاً برصغیر میں تو بہت قدیم سے چلا آرہا ہے۔

سلف صالحین کا یہ طریقۂ کار، اولیاء کی مجالس کی حفاظت واشاعت اور اس کی باقاعدہ ترتیب وتدوین پر مستقل تصنیفات ایک بڑا مبارک نہایت دانشمندانہ اور بے حد نافع تالیفی اقدام تھا۔ زمانۂ قریب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مجالس کے ضبط وحفاظت اور وسیع سطح پر اس کی اشاعت کا جو اہتمام کیا گیا اس کی تو نظیر کہیں بھی نہیں ملتی۔ اور ابھی قریبی ایام میں حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ کے مجالس کو مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ نے ”صحبتے با اہلِ دل“ کے نام سے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے مجالس کو ”صحبتے با اولیاء“ کے نام سے مرتب کیا گیا، جسے علمی و دینی حلقوں میں بے حد پسند کیا گیا اور اس سے خلقِ خدا کو نفع بھی پہنچا ——— اور اب محبِ مکرم فاضل گرامی قدر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے محدثِ کبیر قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانی دارالعلوم حقانیہ کے مجالس وارشادات کو سلف صالحین کی اتباع اور تقلید میں ”صحبتے با اہلِ حق“ کے نام سے ضبط ومرتب کر کے اسی سلسلۂ مبارکہ کے تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے ایک مفید اور بے حد نافع اضافہ کیا ہے۔

صدیقِ مکرم حقانی صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ و مستفیدین، محبین ومتوسلین، عامۃ المسلمین اور جملہ معتقدین پر بہت بڑا احسان کیا، مؤرخین اور سوانح نگاروں کی مدد فرمائی اور حضرتؒ کے خصائل و خصوصیات سے بلا واسطہ اور باوثوق طریقہ پر واقف ہونے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا کر دیا جس سے زیادہ مستند اور یقینی ذریعہ عرصہ تک رفاقت و معیت، خدمت واستفادہ اور افادات کے باقاعدگی سے ضبط وحفاظت کے اہتمام کے بغیر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے اور جو اب حضرتؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد ناممکن ہے۔

”صحبتے با اہلِ حق“، حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت وسیرت، خیالات و افکار، حقیقی ذوق ومزاج اور دینی وعلمی خصوصیات کا سب سے زیادہ جامع مرقع ہے۔ حضرتؒ کے صحیح تعارف، ان کے فیض وبرکت کی اشاعت اور ان کی اصل شخصیت اور اس کی جامعیت وافادیت کے لیے اس کی اشاعت کی واقعۃً بھی ضرورت تھی ——— حضرتؒ کی ان مجالس وارشادات میں جو تعلیم وہدایت اور جو زندگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر عام علمی تصنیفات، طویل علمی وادبی تحریرات، وقیع مضامین اور مبسوط کتب میں نہیں ملتی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کو تمام عمر دین کی تبلیغ واشاعت، درس وتدریس، طلبہ علوم دینیہ کی خدمت وتربیت، مواعظ ونصیحت، دعوت وارشاد اور اصلاحِ انقلابِ امت کے کام سے حیرت انگیز شغف تھا، وہ اپنے اہداف ومقاصد کی تحصیل اور خالص دینی کام کی تکمیل میں اس قدر استغراق، خود فراموشی والہیت اور جذب وکیف کے ساتھ مشغول

رہتے کہ اب محدود اور بے روح الفاظ سے اس کی حقیقی واقعہ نگاری، صحیح منظر اور تصویر کشی ناممکن ہے۔ تھکا دینے والے مشاغل اور مصروفیات کے باوجود ہمہ لمحہ تازہ دم رہتے، جس کی عشق و محبت، تائید الٰہی اور نصرتِ غیبی کے سوا کوئی دوسری توجیہ ممکن نظر نہیں آتی ۔

آپ کے مواعظ و مجالس اور ارشادات و مصاحبت کے نقد اثرات حاضرین و سامعین اور تلامذہ و خُدام کھلی آنکھوں محسوس کرتے جس سے ہزاروں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی، رات کے ذاکر دن کے سپاہی بنتے، دارالحدیث میں مغازی پڑھے اور جہادِ افغانستان کے میدانِ کارزار کے دارالعمل میں اپنے پڑھے ہوئے سبق کو عملاً دُہرایا اور کامیاب رہے۔ آپ کی مجالس کے اثرات اتنے گہرے ہوتے کہ صورت و سیرت، زندگی و معاشرت حتیٰ کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ تک بدل جاتا، بالخصوص فضلائے دارالعلوم میں سینکڑوں ایسے ہیں جو ان کی زبان بولنے لگے جن کی دعاؤں میں اُن کی دعاؤں کا رنگ آگیا۔ کتنے آزاد منش، مغربی تہذیب کے دلدادہ اُن کی صحبت کیمیا اثر سے درویش صفت، فقیر منش، جفاکش اور مجاہد بن گئے۔ ہزاروں نوجوان طلبہ آپ کی نظرِ توجّہ، دعا و التفات اور تعلیم و تربیت سے مُحدث، مفتی، عالم، فقیہ، قومی رہنما، غازی و مجاہد، جہادِ افغانستان کے کماندان، جرنیل اور میدانِ کارزار کے سپاہی بن گئے صرف یہ نہیں بلکہ میدانِ کارزار میں ان کا ذوقِ عبادت، جذبۂ خدمت، خشیت و انابت، بے نفسی اور تواضع دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ پھر سے جواں ہو کر عملاً روسی دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لیے میدانِ کارزار میں آگئے ہیں۔

بارہا یہ بھی مشاہدہ میں آیا اور دُور دراز مُلکوں سے آنے والوں نے بھی آپ کی فیضِ صُحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد خود دیکھا یا آپ جہاں بھی جائیں تو ایسے لوگ ضرور مل جائیں گے جو حضرتؒ کی خدمت و معیت، استفادہ و تلمذ یا صرف چند روزہ بلکہ چند لمحوں کی صحبت سے سعادت مند اور ارشادات سے اتنے متاثر ہوئے کہ اُن کی زندگی میں اسلامی اور ایمانی انقلاب آگیا۔ اُن کے اندر ایک خاص طرح کے ایمان و یقین کی کیفیّت، دعوت کی سرگرمی، دُعا کا سلیقہ، نمازوں میں کیف و سرور اور ایثار و جہاد کی عادت پیدا ہو گئی ہے۔

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور اس کے اولیاء کی زندگی کا آخری دور جو پیمانۂ عمر کے بریز ہونے، پیمانۂ جذب و شوق کے چھلکنے اور ان کے علمی و روحانی فیوضات و برکات اور کمالات کے ظہور کا خاص زمانہ ہوتا ہے ۔ اللہ کریم نے اس زمانے میں مولانا عبدالقیوم حقانی کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت و معیت، استفادہ و کسبِ فیض اور اعتماد و قربِ خاص میں رکھ کر ان کے علوم و معارف کی حفاظت اور خود مولانا حقانی صاحب کو علمی و روحانی سعادت مندی، تربیت و استفادہ اور ترقی کا بہترین موقع مرحمت فرمایا۔

اکابر اور مشائخ کی زندگی کے آخری لمحات اُن کی ریاضت و محنت اور زندگی بھر کے مجاہدات کا خلاصہ ہوتے ہیں جن میں برسوں کی راہ مہینوں میں اور مہینوں کی راہ دنوں اور ساعتوں میں طے کرتے اور کراتے ہیں۔ مولانا حقانی صاحب موصوف کو بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کے یہی لمحات میسّر آئے اور انہوں نے خوب خوب حضرتؒ کی شفقتیں، توجہات، محبتیں، دُعائیں اور خدمت کی سعادتیں حاصل کیں۔ انہیں اپنے شیخؒ سے قربت و خدمت کے ان ایام میں شیخؒ کے عمیق مطالعہ، دقیق فہم اور خصوصی تحقیقات و توجیہات سے خداداد علمی مناسبت پیدا ہو گئی اور وہ اس سے حظِّ وافر حاصل کرتے رہے ـــــ مولانا حقانی صاحب سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی نظرِ عنایت اور تعلقِ خاطر اس لیے بھی روز افزوں رہا کہ انہوں نے دارالعلوم میں حضرتؒ کے ذاتی، علمی اور تعلیمی امور کے سلسلہ میں مفوّضہ خدمات کی تکمیل کو اپنا ذوقی مشغلہ سمجھ کر دل و جان سے عزیز رکھا۔ یہی وہ راہ تھی جو حضرت شیخؒ کی خصوصی توجہ و دُعا، قربت و اختصاص اور شفقت و اعتماد کا ذریعہ بنی ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی صُحبتیں ان کی سیرت و اخلاق، علم و تحقیق، تدریس و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور ذوقِ مطالعہ کی تشکیل میں ایک مؤثر وسیلہ ثابت ہوئیں۔ موصوف نے حضرتؒ کی زندگی میں ہی اُن کی ترغیب اور اجازت و دُعا سے علمی ترقیوں اور سلسلۂ تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات جلد اوّل پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے افتتاحیے تحریر فرمائے اور حضرتؒ کی شفقت اور دُعا و توجہ سے قلیل مدت میں موصوف نہایت ہی سُرعت کے ساتھ وقیع اور عظیم کتابیں لکھنے اور اقران و اماثل میں خصوصیت و امتیاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔

”صحبتے با اہلِ حق“ بھی موصوف کی اپنے شیخؒ سے محبت و خدمت اور تحریری کاوش کا بہترین ثمرہ ہے، یقین ہے کہ قارئین اس کی قدر کریں گے۔ میری دلی دُعا ہے کہ باری تعالیٰ مؤتمر المصنفین کی اس حقیر جد و جہد اور پیشکش کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں قبولیت اور عامۃ الناس کے نفع و افادیت کیلئے قبول فرمائے، صاحبِ افادات کے رفعِ درجات، مرتب کی مزید علمی و دینی ترقیات اور مؤتمر المصنفین کے خُدام کے لیے اجر و ثواب اور برکات کا ذریعہ بنا دے۔ اور خدا کرے کہ مُرتب اس سلسلہ کی دُوسری جلد بھی جلد مُرتب کر کے عامۃ الخلائق کی نفع رسانی اور رُشد و ہدایت کا مزید اہتمام کر سکیں۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۰

سمیع الحق

صدر مؤتمر المصنفین و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور

انتخاب ـــــ مولانا حافظ شوکت علی۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ

حضرت شیخ الحدیثؒ ایک معالج روحانی

اوراد و وظائف اور معمولات

حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کے آخری سالوں کی تعلیمات و ہدایات اور مجالس راز سادات استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی نے "صحبتے با اہل حق" کے نام سے مرتب کئے ہیں ذیل کا مقالہ عنوان بالا کی مناسبت سے اس سے ماخوذ ہے جو مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے جس سے حضرت شیخ کی روحانی معالج کی حیثیت سے سوانح کا ایک باب سامنے آجاتا ہے۔ (حافظ شوکت علی)

ازالہ آسیب کا ایک آسان وظیفہ

(۳۰ ستمبر ۱۹۸۴ء) ایک شخص نے اپنے کسی متعلق کی آسیب کی شکایت کی۔ ارشاد فرمایا۔ جب اس پر آسیب کے آثار ہوں اور جنات تکلیف پہنچائیں تو آسیب زدہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھیں۔ شیطان اذان و اقامت سے بھاگتا ہے۔ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ پاک اسے نجات عطا فرمائیں گے (صحبتے با اہل حق صفحہ ۵۶)

دودھ میں برکت کا وظیفہ

(۱۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء) ایک صاحب نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ بھینس دودھ نہیں دے رہی۔ ارشاد فرمایا۔ مٹی کا ڈھیلا لے آؤ۔ حضرت مدظلہ، نے ڈھیلے پر دم کرنے کے لئے کچھ پڑھنا شروع کیا تو سب حاضرین سے فرمایا کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کریں۔ پھر معوذتین اور وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ تا عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ سب حاضرین سے پڑھوائیں اور فرمایا کہ سب اس مٹی کے ڈھیلے پر دم کریں۔ احقر کو اس دوران یہ خیال رہا کہ حضرت مدظلہ، جس طرح اپنے معمولات اور معاملات میں اپنے لیے کسی امتیاز کا اہتمام نہیں کرتے اسی طرح دم تعویذ میں بھی اپنے لئے کسی شخصی اور انفرادی امتیازات سے حتی الوسع اجتناب فرماتے ہیں۔ بلکہ شخصی امتیاز اور انفرادیت کی جہاں بھی کوئی ادنیٰ جھلک ابھرتی ہے آپ اپنے عمل و کردار اور حسنِ تدبیر سے اس کو دفن کر دیتے ہیں۔ ع

کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے (صحبتے با اہل حق ۸۶، ۸۷)

بصارت میں برکت کا وظیفہ

(۸ جنوری ۱۹۸۵ء) ایک صاحب نے کمزوریِ نظر کی شکایت کی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے ارشاد فرمایا۔ نماز کے بعد گیارہ مرتبہ "یا نُور"، پڑھ کر ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کر کے انہیں آنکھوں پر پھیر لیا کریں۔ علاوہ ازیں اکابر نے (۱) فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق ۲۲)۔ (۲) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (النور ۳۴) پڑھ کر آنکھوں پر دم کرنا ازدیاد بصارت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۸۹)

آفات و مصائب سے حفاظت کی ایک دعا

(۸ جنوری ۱۹۸۵ء) ارشاد فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اسے کسی قسم کی مضرت اور تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ پریشان کن حادثات سے دوچار ہوگا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضؓ کو وہ دعا یوں تلقین فرمائی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

(ترجمہ) "اس اللہ کے نام سے جس کے مبارک نام سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز ضرر اور تکلیف نہیں پہنچا سکتی وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

یہ حدیث جب محدث ابانؒ نے اپنے حلقہ تلامذہ میں بیان فرمائی۔ تو دورانِ درس ان کے ایک شاگرد خاص نظر سے گھور گھور کر انہیں دیکھنے لگے۔ محدث ابانؒ ان کے گھور کر دیکھنے کی وجہ سے سمجھ گئے۔ دراصل دیکھنے والے کے دل میں یہ اعتراض آگیا تھا کہ جب حضرت عثمان رضؓ سے آپ نے یہ حدیث اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد سن لیا تھا۔ تو یقیناً آپ نے اسے اپنے روزانہ کا معمول اور وظیفہ بنا لیا ہوگا۔ تو پھر آپ پر فالج کا حملہ کیونکر ہوا۔ جب کہ حدیث میں یہ دعا کے پڑھنے والے کے لئے ہر مصیبت سے حفاظت کی ضمانت ہے۔ جب کہ محدث ابانؒ فالج زدہ

ہے ۔ محدث آیان نے جواب بھی فرمایا ۔ کہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس میں جو وعدہ ہے وہ برحق ہے میرے ساتھ یوں معاملہ پیش آیا کہ ایک روز کسی معاملہ کی وجہ سے میں غصہ میں تھا اور غصہ مجھ پر اتنا غالب تھا ۔ کہ میں یہ دعا پڑھنا بھول گیا اسی روز فالج کا حملہ ہوگیا دراصل یہ تقدیر کا فیصلہ تھا چونکہ ۔ اللہ کی طرف سے مجھ پر فالج کا حملہ ہونا مقرر تھا اس لئے اس دعا کا پڑھنا بھلا دیا گیا ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۹۰، ۹۱)

زبان کھلنے کا وظیفہ

(۹ رجنوری ۱۹۸۵ء) ارشاد فرمایا ۔ آپ کے چھوٹے بچے محمد قاسم کا کیا حال ہے ؟ ۔ (یہ خطاب حضرت استاد محترم مولانا عبد القیوم حقانی صاحب جو کہ صحبتے با اہل حق کے مرتب ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خادم خصوصی ہیں) عرض کیا کہ حضرت دو سال سے زائد ہونے کو ہے اور خوب سمجھدار ہوگیا ہے لیکن ابھی تک بات نہیں کر سکتا ۔ زبان نہیں کھلی جب کہ اس کے ہم عمر بچے کھل کر باتیں کرتے ہیں ۔

فرمایا ۔ زبان کھولنا اور بند کرنا یہ سب اللہ کی قدرت میں ہے ۔ شیرینی پر ۱۲ مرتبہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی پڑھیں اور شیرینی پر دم کرکے بچے کی زبان کے نیچے رکھ دیا کریں ۴۱ روز تک عمل کریں ۔ اللہ پاک اپنے کلام پاک کی برکت سے زبان کھول دے گا ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

دردِ سر کا وظیفہ

(۲ اپریل ۱۹۸۵ء) حسب معمول حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تو آج دار العلوم کے بعض اساتذہ ، طلبہ اور اضیاف کے علاوہ دار العلوم کے مدرس مولانا اسید اللہ صاحب حاضر تھے ۔ انہیں موقع ملا تو عرض کر دیا کہ حضرت پرسوں سے دردِ سر کی سخت تکلیف تھی ۔ آپ کا تعویذ باندھنا بھول گیا تھا اس دوران نیند غالب ہوئی تو خواب میں آپ کی زیارت ہوگئی ۔ میں نے دردِ سر کی شکایت کی ۔ آپ نے دوا عنایت فرمائی ۔ جب آنکھ کھلی دردِ سر پہلے سے بھی بڑھا ہوا تھا ۔ آپ کا ارشاد فرمودہ وظیفہ یاد آیا ۔ اور خواب میں آپ کا دردِ سر کی دوا عنایت فرمانا گویا ورد اختیار کرنے کی تعبیر دل میں بیٹھ گئی ۔ آپ نے بتایا تھا کہ جب دردِ سر ہو تو یہ وظیفہ کثرت سے پڑھو :۔ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ اللہ پاک شفائے کاملہ عطا فرمائے گا ۔ پڑھا تو دردِ سر جاتا رہا ۔ اور اللہ پاک نے آرام بخشا ۔

حضرت شیخ الحدیث نے ارشاد فرمایا دردِ سر کے لئے یہ اوراد پڑھ کر دم کرنا یا لکھ کر اپنے پاس رکھنا بھی مفید ہے ۔ وبالحق انزلنا وبالحق نزل ، یا حی یا قیوم برحمتك استغیث ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یہ سارا نہ ہو سکے تو صرف سورہ کوثر ۵ مرتبہ پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب اور مفید ہے ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳)

حل مشکلات کا ایک وظیفہ

(۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء) پنجاب سے مہمانوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کی اور حل مشکلات کے لئے ورد اور وظیفہ طلب کیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لا ملجأ ولا منجأ من اللہ الا الیہ شب و روز میں کسی وقت بھی ۵۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کریں ۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا ایک ہی وقت پڑھا جائے ۔ وقفے وقفے سے بھی ۵۰۰ مرتبہ کی تعداد ۲۴ گھنٹے میں پوری کی جا سکتی ہے ۔

احادیث میں اس کو جنت کی کنجی قرار دیا گیا ہے ۔ جنت آرام و آسائش اور نعمتوں اور بھلائیوں کی جگہ ہے اس وظیفہ سے جنت کا راستہ بھی آسان ہو جائے گا اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ مشکلات آسان فرمائیں گے ۔ ہر مشکل کے لئے مفید اور مجرب ہے ۔ بعض احباب ایک روز پڑھ کر دوسرے روز نقد ثمرہ مانگتے ہیں ۔ حالانکہ بات ایسی نہیں ۔ یقین اعتماد علی اللہ اور مداومت لازمی ہے ۔ قرضوں کی کثرت ، مالی مشکلات ، دینی معاملات ، تبلیغی اور تصنیفی کام ، تعلیمی مشاغل ، امتحانات میں کامیابی اس کی برکت سے اس نوع کے عقدے اللہ پاک حل فرماتے ہیں ۔

حل مشکلات کے لئے ہمارے اکابر نے ایک دوسرا وظیفہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ وضو کرکے روزانہ قبلہ رخ ہوکر ۵۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھا جائے ۔ درود کی کوئی خاص قید نہیں ہے البتہ درود ابراہیمی تو سب کو یاد ہے اور نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے ۔ اس کا پڑھنا آسان رہے گا ۔ ہمیشہ کا یہ عمل بھی حل مشکلات میں مجرب ہے ۔ اصل چیز یقین اعتماد علی اللہ اور مداومت ہے ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰)

طب روحانی اور اعمال قرآنی

(۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ) وزیرستان سے آئے ہوئے ایک مہمان نے عرض کیا ۔ حضرت اعمال قرآنی ساتھ لایا ہوں ۔ اس میں تعویذات ، اوراد اور وظائف ہیں اجازت مرحمت فرمائیے ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ روحانی طب کو اعمال قرآنی کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے ۔ آیات اور اسمائے الٰہیہ ان کے خواص ، برکات ، نقوش اور فوائد کی تشریح کر دی ہے ۔

حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں جن شرائط اور قواعد اور جس طریقہ کے ساتھ اجازت دی ہے آپ کو وہی ملحوظ رکھنا ہوں گے اور ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجازت ہے ۔ احقر کی طرف دیکھا تو مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا ۔ سب حاضرین کو بھی اجازت ہے ۔ (راقم الحروف بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہے) (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

جیل سے رہائی کا وظیفہ

(۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۶ھ) بعد العصر حسبِ معمول شیخ الحدیث رح کی مجلس میں میں حاضر تھا اور بعض مضامین سنا رہا تھا کہ بلوچستان سے چار اصحاب کا ایک وفد خدمت حاضر ہوا۔ ان میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہمارا بچہ سولہ سال کا جہاد افغانستان میں شریک ہوا۔ اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ کابل کی جیل میں ہے۔ ہم صرف اس کی رہائی کی دعا کرانے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں اور یہ بھی درخواست ہے کہ تمام مجاہدین جو روسی کارمل حکومت کی جیلوں میں ہیں۔ سب کی باعزت رہائی کی دعا فرما دیجئے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ جہادِ افغانستان کا ذکر سنتے ہی ہمہ تن ادھر متوجہ ہوئے۔ مجاہدین کے دشمن کی جیل میں قید ہونے کی خبر پر رنجیدہ ہوئے پھر حاضرین سے جن میں آج زیادہ تر علماء اور طلبہ تھے۔ اور بعض مہمان بھی تشریف رکھتے تھے۔ مجاہدین کی رہائی اور فتح و نصرت کی دعا کی درخواست فرمائی۔ اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک عجز و نیاز اور حد درجہ الحاح و تضرع کے ساتھ مجاہدین کی فتح اور قیدیوں کی رہائی کی دعا کرتے رہے۔ دعا سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ قیدیوں کی رہائی کے لئے کثرت سے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۰ کا وظیفہ جاری رکھیں۔ اللّٰہ پاک اس کی برکت سے آسانیاں فرما دے گا۔

قیدیوں کی رہائی کی نیت سے ان کے ورثاء اور متعلقین اور عام مسلمان ہر نماز کے بعد ۱۰۰ مرتبہ یا مُعیدُ کا ورد جاری رکھیں اوراد اور وظائف کی تلقین کے بعد پھر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک مجاہدین کی فتح اور قیدیوں کی رہائی کی دعا کرتے رہے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۶۷)

علمی اور روحانی ترقیوں کے لئے نسخۂ اکسیر

ایک مجلس میں کسی صاحب نے اسم اعظم کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ الولی الودود العلیم الحلیم الکریم الوھّاب ذوالطول یا ذالجلال والاکرام پڑھا کریں اس میں اسم اعظم بھی ہے۔ محبوبیت، تسخیر اور علمی و روحانی ترقیوں کے لئے اکسیر ہے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنالیں۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۲۶)

گھٹنوں میں درد کا وظیفہ

ایک صاحب کے پاؤں میں درد تھا۔ آپ نے دم فرمایا اور اس کے ساتھ تمام حاضرین کو بسم اللّٰہ اعوذ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہ وسلطانہ من شر ما اجد واحاذر پڑھنے اور درد والے حصے پر دم کرنے کی اجازت فرمائی۔ اور فرمایا ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ گھٹنوں میں درد ہے تو آپ یہی وظیفہ عمل میں لائے اور صحابی کو اس کی تعلیم فرمائی۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۷۸)

اساتذہ سے تعلق زیادۃ حافظہ کا ذریعہ

دارالعلوم کے ایک فاضل مہمان نے زیادۃِ حافظہ کے وظیفے کی درخواست کی۔ تو ارشاد فرمایا۔ آپ حضرات کو جو اپنی مادرِ علمی اور اساتذہ سے گہرا ربط اور تعلق ہے یہ بھی قوتِ حافظہ کے اسباب میں سے ایک ہے امام اعظم ابو حنیفہ رح کو جو تبحر علمی اللّٰہ پاک نے عنایت فرمایا تھا۔ اس کے یقیناً بہت سے وجوہات ہونگے ان میں ایک اہم وجہ یہ بھی تھی۔ انہوں نے تمام زندگی اپنے استاد کے گھر کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے اور نہ ادھر پاؤں کر کے سوئے۔ آج جو شیخ مدنی رح کا جگہ جگہ ذکرِ خیر ہے۔ اور ان کے علوم و فیوضات کا سلسلہ روز افزوں ہے اور اب جو ایک صاحب نے بتایا ہے کہ گوجرانوالہ میں الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اس کی وجہ وہی ہے کہ شیخ مدنی رح نے اپنے استاد شیخ الہند رح کی خدمت کی۔ مالٹا کی جیل میں گئے اور ساتھ رہے۔ اور کسی ممکن خدمت سے دریغ نہیں کیا۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۸۱)

بیماریوں کا روحانی علاج

(۱۱ رجب سنہ ۱۴۰۶ھ) حسب معمول بعد العصر مسجد شیخ الحدیث میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ ٹانک سے علماء اور طلبہ کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی۔ حضرت مدظلہ معروف گفتگو تھے۔ انہی میں سے ایک صاحب نے بیماری اور مختلف امراض کا ذکر کیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ پانی پیتے وقت۔ کھانا کھاتے وقت سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کر لیا کریں۔ اللّٰہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔ اس کا نام حدیث میں شافیہ آیا ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے امت کو امراض کے لئے یہی نسخہ ارشاد فرمایا ہے۔ پڑھتے وقت طاق عدد کا خیال رکھیں۔ ایک بار، تین بار، پانچ یا سات بار ان اللّٰہ وتر یحب الوتر۔ اللّٰہ کی ذات وتر ہے اور وتر سے محبت رکھتی ہے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۷۵)

خیر و برکت اور اصلاح احوال کا وظیفہ

(۱۲ اگست ۱۹۸۶ء) حسبِ معمول عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ، طلبہ اور افغان مجاہدین کا ہجوم تھا۔ نماز مغرب کا وقت قریب ہوا تو آپ نے وضو کرنے کا تقاضا ظاہر فرمایا۔ وضو سے فارغ ہوئے تو مولانا شوکت علی شریک دورہ حدیث شریف (راقم مرتب حال مدرس دارالعلوم حقانیہ) نے عرض کیا۔ حضرت گھر میں کام کاج، خیر و برکت، وسعت اور اصلاح احوال کے لئے ایسا وظیفہ مرحمت فرمائیے۔ کہ گھر کی عورتیں بھی چلتے پھرتے آسانی سے اپنا معمول بنا سکیں۔ تو حضرت شیخ الحدیث رح نے ارشاد فرمایا:۔ قُلْ

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ لیا جائے۔ علاوہ ازیں جو آپ نے اہلیہ

کے لیے کام کاج میں اللہ کی مدد اور برکت اور تھکان کے ازالہ کا کہا ہے ۔ تو ایسا ہی سوال ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا ۔ ہوا یوں تھا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لونڈیاں آگئی ہیں ۔ تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ گھر کا کام کاج میرے سر ہے ۔ جھاڑو دیتی ہوں ۔ صفائی کا کام کرتی ہوں اور گھریلو امور اتنے زیادہ ہیں کہ تھک جاتی ہوں ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ کے پاس لونڈیاں آئی ہیں ۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ ایک لونڈی مجھے مرحمت فرما دیتے ۔ تو وہ میرے ساتھ گھر کے کام میں ہاتھ بٹاتی ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ آپ تو لونڈی چاہتی ہیں ۔ مگر اس سے بھی بہتر اور نافع چیز آپ کو دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ شام کو سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر سو جایا کریں ۔ تمام دن کی تھکاوٹ دور ہو جائے گی ۔ کام میں برکت رہے گی ۔ خدا کی مدد شامل حال ہو گی ۔

حضرت فاطمہ رضؓ اس عطیہ سے بڑی خوش ہوئی ۔ اور فرمایا کہ مجھے لونڈی سے یہ عمل ہزار درجہ بہتر اور پسندیدہ ہے ۔ یہی وہ تسبیحات فاطمی ہیں جن کو مسلمان ہر نماز کے بعد پڑھتے ہیں ۔ اور خود میں نے بھی ان کو اپنی زندگی میں معمول بنایا ۔ ایک زمانہ تھا جب مجھے دارالعلوم کے اہتمام و انتظام کے ساتھ ساتھ پچیس پچیس کتابیں بھی پڑھانا پڑتی تھیں ۔ دیوبند کے زمانۂ تدریس سے قبل ہی قاضی ، صدرا ، شمس بازغہ ، امور عامہ ، مشکوٰۃ اور جلالین وغیرہ کتابیں مگر خدا کے فضل سے تسبیحات فاطمی معمول بنا لیا تھا ۔ تو تعب اور محنت و مشقت کی تھکان ختم ہو جاتی ۔ طبیعت میں نشاط اور سرور رہتا ۔ اور خدا کے فضل سے ہر کام کے لیے ایسا معلوم ہوتا گویا تازہ دم ہو کر اس کے لئے اٹھا ہوں ۔

حاضرین سے فرمایا آپ سب اس عمل کو اختیار کریں یہ پیغمبری نسخہ ہے ۔ آسان ہے مگر قدر و قیمت اور برکت و سعادت کے لحاظ سے بہت قیمتی اور وزنی ہے ۔ باری تعالیٰ سب کے لئے آسان فرما دے ۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے یہ وظیفہ معمول میں لایا گیا ہے ۔ اس وقت سے خیر و برکت کا مظاہرہ کر رہے ہیں ۔ آج کا یہ سعادت درس و تدریس ، بہترین مشغلہ تسلی اور اطمینان کی زندگی حضرت شیخ الحدیثؒ کے لطف کرم اور شفقت کا حسین مظہر ہے ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۵۲ ، ۲۵۷)

خواب میں زیارتِ رسولؐ کا وظیفہ

خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات اور اس کی فضیلت و اہمیت پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے لئے کوئی وظیفہ بھی مرحمت فرمائیے تو ارشاد فرمایا ۔ درود شریف وسیلۂ قرب ہے ، کثرت درود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور طلب پیدا ہوتی ہے جب سچی طلب کے ساتھ درود پڑھا جائیگا بزرگوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات میں اس عمل کو مجرب بتایا ہے ۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۲۵ ، ۱۲۶)

بچوں کا مٹی کھانے سے علاج

(۱۵ ر دسمبر ۱۹۸۷ء) ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک ایک فوجی افسر احسان الحق خان بابر تشریف لائے تھے ۔ کئی ایک مہمان موجود تھے ۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور طلباء بھی حاضر مجلس تھے ۔ ڈیرہ کے مہمان نے عرض کیا کہ حضرت ! میرا ڈیڑھ سال کا چھوٹا بچہ ہے اسے مٹی کھانے کی عادت ہے مختلف تراکیب اختیار کیں مگر وہ باز نہیں آتا ۔ تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا ۔

مرغی کا انڈہ لے کر اسے پانی میں ابالیں جب پک جائے تو ٹھنڈا کر کے چھلکا اتار لیں ۔ اور سیاہی لئے بغیر باوضو ناخن سے یا پاک تنکے سے اس پر یہ آیت لکھ لیں ۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پھر تھوڑا تھوڑا کر کے بچے کو کھلاتے رہیں ۔ انڈہ قابض ہے وقفہ وقفے سے کھلاتے رہیں ۔ اس کی برکت سے اللہ پاک رحم فرما دے گا اگر اس کے اثرات جلد ظاہر نہ ہوں تو پھر دوسرے انڈے پر یہی لکھ کر بچے کو کھلائیں ۔ اللہ پاک رحم فرما دے گا ۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۴)

۳۱۳ کا عدد متبرک ہے

(۲۷ ر فروری ۱۹۸۳ء) ایک شخص نے عرض کیا ۔ جناب میں ہر وقت مصائب اور پریشانیوں میں گھرا رہتا ہوں ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ ۳۱۳ مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ پڑھ لیا کریں ۔ اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور کر دے گا ۔ یہ ۳۱۳ کا عدد بڑا متبرک ہے ۔ غزوہ بدر میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ۳۱۳ تھی ۔ امام مہدی کے رفقاء کی تعداد بھی ۳۱۳ ہو گی ۔ اور لوط علیہ السلام کو رہائی دلانے والے اللہ کے نیک بندوں کی تعداد بھی ۳۱۳ تھی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۱۳ کا عدد بڑا متبرک ہے ۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۵۸ ، ۵۹)

دوا کے بعد دعاء

ایک صاحب نے عرض کیا کام زیادہ ہے وقت نہیں ملتا ۔ کوئی مختصر سا وظیفہ عنایت فرمائیں ۔ جس پر دوامًا عمل ہو سکے ۔ ارشاد فرمایا ۔ ہر نماز کے بعد ۱۹ مرتبہ یا حی یا قیوم برحمتك استغیث پڑھ لیا کریں ۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھپر بنایا گیا تو حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چھپر میں خدا کے حضور سربسجود رہے اور زبان مبارک پر یا حی یا قیوم برحمتك استغیث کی دعا جاری رہی ۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں میں نے توجہ سے سنا تو آنحضرتؐ اسی دعا میں مشغول تھے ۔

انسان درجۂ اسباب سے اپنا کام مکمل کرے ۔ پھر خدا کے حضور

انابت اختیار کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی فرمائی۔ گویا دوا کی اور پھر خدا کے حضور سربسجود ہو کر استغاثہ فرمایا اور دعا کی۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۶۳)

قوتِ حافظہ کا ایک سبب

ارشاد فرمایا - قوت حافظہ کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں ان میں اہم سبب اپنے اساتذہ کے لئے دعا کرنا بھی ہے۔ جتنا بھی اس کا اہتمام کیا جائے گا۔ قوتِ حافظہ میں اسی قدر زیادہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ ارشاد فرمایا۔ تمہارے سامنے ایک بیمار، معذور، بہرے اور اندھے ڈھانچہ کی صورت میں میری تصویر ہے۔ حقیقتاً ظاہراً بیمار ہوں۔ میرے لئے بھی دعا فرماتے رہئے کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کے لئے شفائے کاملہ عطا فرمائے اور اخلاص کے ساتھ خدمتِ دین کے مواقع میسّر فرمائے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۶۶، ۶۷)

دعا برائے حفظ و مطالعہ

ایک صاحب نے عرض کیا۔ جب مطالعہ کرتا ہوں تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ مطالعہ کرنے سے پہلے کوئی ایسا وظیفہ اور دعا ارشاد فرمائیے جس کو معمول بنالوں اور خدا تعالیٰ مطالعہ آسان کردے۔ ارشاد فرمایا۔

(۱)۔ مطالعہ سے قبل خدا کے حضور عاجزی اور انکساری سے زیادہ علم اور عمل صالح کی دعا کر لینی چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے ہر چیز کا سوال خدا سے کرو۔ حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگو۔ اس قدر وسعت کے باوجود قرآن حکیم میں جس دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ صرف علم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا یہ شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے کہ بڑی چیزوں کا سوال تو خدا سے کرو۔ مگر چھوٹی چیزوں کا سوال مناسب نہیں تو جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ بمقتضائے حدیث معمولی سے معمولی چیز تک خدا سے مانگنے کا حکم ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ازدیاد علم کی دعا سکھائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم، دنیا و مافیہا تمام نعمتوں سے بہتر اور افضل ہے تو مطالعے سے قبل کم سے کم تین بار یہ دعا ضرور پڑھ لینی چاہیئے۔ یہ تو اللہ پاک نے خود سکھائی ہے۔

۲۔ دوسری دعا بھی وہی ہے جو قرآن مجید میں آتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کے سامنے ہماری توحید بیان کرو۔ تو حضرت موسیٰؑ نے خدا کی بارگاہ میں التجا کی۔ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی اس دعا کے پڑھنے سے شرح صدر ہوتا ہے اور اللہ پاک مشکلات اور اہم مباحث و مسائل کو آسان فرما دیتے ہیں

۳۔ تیسری دعا جو تخلیق آدم کے وقت اللہ پاک کی بارگاہ میں فرشتوں نے عرض کی تھی۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ان میں ہر دعا تین تین مرتبہ پڑھ کر مطالعہ شروع کیا جائے تو یقیناً خیر و برکت سے معمور ہوگا۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷)

بھوک سے نجات اور دشمن سے حفاظت کا وظیفہ

(۲۴ رنومبر ۱۹۸۲ء) ضلع ہنگو سے چند مہمان تشریف لائے تھے۔ جاتے ہوئے وظائف کے خواستگار ہوئے۔

ارشاد فرمایا۔ شب و روز صبح اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ سورۂ قریش بمعہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے پڑھ لیا کرو اوّل آخر درود شریف کا ورد بھی جاری رکھیں۔ اس سورت میں دو قسم کے امن کا ذکر ہے ایک امن مِنَ الْجُوْعِ دوسرا امن مِنَ الْعَدُوِّ قریش کو اللہ پاک نے جوع سے نجات اور امن دیا تھا۔ ساری دنیا بھوکی تھی مگر قریش کو بیت اللہ کے جوار کی وجہ سے تحفے اور نذرانے ملتے تھے۔ اسی طرح اس دور میں پورے عالم میں بدامنی تھی۔ ڈاکے اور لوٹ مار عام تھی مگر قریش کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ قرب بیت کی وجہ سے ان کی دست بوسی ہوتی تھی۔ اس سورت میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس بیت کی عظمت اور قربت کے طفیل تمہیں جوع اور عدو سے امن حاصل ہے چاہئے کہ اس بیت کے رب کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ ربّ البیت کی عبادت کی جائے۔ ربّ البیت کے احسان کا شکریہ ادا کیا جائے۔ آج ہمارے طبقہ علماء و طلباء کے ساتھ اللہ پاک کا عظیم احسان ہے۔ دینی مدارس میں ہمارے علماء طلباء کو الحمد اللہ دونوں وقت متوسط درجہ کا کھانا مل جاتا ہے۔ بود و باش، قیام اور اس نوع کی جملہ ضروریات غیب سے پوری ہو رہی ہیں۔ یہ سب دین کی برکتیں ہیں عام لوگوں کی نسبت ہمارے طبقہ کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ شکر گذاری اور عبادت کرنی چاہیئے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۲۰)

کثرتِ استغفار

۳۱۳ مرتبہ استغفار پڑھ لیا کریں۔ یہ عدد مبارک ہے اور استغفار کی برکتیں تو ایسی ہیں کہ خود اللہ ربّ العزت نے اپنے کلام میں بیان فرمائی ہیں۔ استغفار سے گناہوں کی میل زائل ہو جاتی ہے جب کپڑا میلا ہو جاتا ہے یا اس پر میل کے داغ لگ جاتے ہیں تو صابن سے اس کو دھوتے ہیں اس کو خوب مانجھتے ہیں اور رنگ سازوں کے اصول بھی یہی ہیں کہ کپڑے پر ایک رنگ چڑھانے یا نقش و نگار کرنے کے لئے اولاً اس کی خوب صفائی کرتے ہیں اور میل کچیل کو دور کر دیتے ہیں تب اس پر رنگ چڑھتا اور نقش جمتا ہے اسی طرح ہمارا النفس بھی گناہوں کی میل سے آلودہ ہے جس طرح بھی کثرت سے استغفار پڑھیں گے گناہوں کی میل دور ہو گی۔ اور عبادت نماز، روزہ، ذکر و فکر سے حسین نقوش اور عبودیت کا جمیل رنگ چڑھتا جائے گا۔ مجاہد اعظم حاجی صاحب ترنگ زئیؒ بھی اپنے متوسلین کو کثرت سے استغفار کی تلقین کرتے تھے۔ جب بیمار پرسی کی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا تھا تو اس وقت میرے ساتھ کئی ایک ساتھی تھے۔ سب نے اپنی مختلف حاجات

کے لئے عجب وظائف مانگے تو انہوں نے سب کو ۳۱۳ مرتبہ استغفار پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جب ساتھیوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو فرمانے لگے میں نے تو قرآن سے آپ کے مسائل کا جواب دیا ہے:۔ فقلت استغفروا ربکم انہٗ کان غفارًا ۵ یرسل السماء علیکم مدرارًا ویمددکم باموالٍ و بنین ویجعل لکم جنّٰتٍ ویجعل لکم انہارًا۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱)

خارش اور پھوڑا پھنسی کا روحانی علاج

(۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ) مجلس شیخ الحدیث میں حاضری دی۔ بعض دور دراز علاقوں سے دار العلوم کے فضلاء حاضر خدمت تھے طلبہ کا بھی ہجوم تھا شہر کے لوگ بھی آجا رہے تھے۔ تعویذات اور دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا ایک فاضل نے خارش کی شکایت کی۔ تو ارشاد فرمایا:۔ بِسۡمِ اللّٰهِ تُرۡبَةُ اَرۡضِنَا بِرِيۡقَةِ بَعۡضِنَا يُشۡفٰى سَقِيۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا اس دعا کو سات مرتبہ پڑھ کر مٹی کے ایک صاف ڈھیلے پر دم کریں۔ پھر اس ڈھیلے کو جہاں خارش ہوتی ہے۔ یا پھوڑا پھنسی ہے۔ یا زخم ہے وہاں تین مرتبہ پھیر لیا کریں دن میں تین مرتبہ یہ عمل کریں۔ اللہ پاک شفا عطا فرما دے گا۔ احقر نے سنا تو خواہش ظاہر کی حضرت مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائیں۔ میری درخواست پر مسکرا دیئے اور بڑی دلنواز نگاہوں سے شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تجھے بھی اجازت ہے حاضرین کو اور سب کو اس کی اجازت ہے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۶۰)

باہمی اتفاق اور خانگی الفت کے لئے ایک نسخۂ اکسیر

اسی مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا:۔ حضرت گھر میں افتراق اور ناچاقی رہتی ہے زندگی اجیرن اور پریشانی میں گذر رہی ہے۔ اہل خانہ اور کچھ رشتہ دار بے اعتنائی برتتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا یہ ساتھ بازار ہے کسی دکان سے چینی یا کوئی میٹھی چیز لے آئیں۔ وہ صاحب جب شیرینی لے آئے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے شیرینی پر سات مرتبہ یہ آئتیں پڑھیں اور شیرینی پر دم فرمایا:۔

(۱) هُوَ الَّذِیۡۤ اَیَّدَکَ بِنَصۡرِهٖ ۔۔۔ الخ

(۲) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۵

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَهُمۡ کَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔

شیرینی اس صاحب کو واپس کر دی تو احقر کے دریافت کرنے پر فرمایا۔ زوجین میں الفت، خاندان میں اتفاق اور جائز محبت کے لئے یہ آئتیں تریاق اعظم اور نسخۂ اکسیر ہیں۔ یہ آئتیں شیرینی پر دم کر کے خود بھی کھائیں اور متعلقہ افراد کو بھی کھلائیں۔ آئتیں پڑھنے کے بعد اللہ سے دعا بھی مانگنی چاہیئے اَللّٰهُمَّ اَلِّفۡ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ اے اللہ فلاں کو فلاں سے الفت پیدا کر اور ان میں محبت پیدا کر دے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۳۰)

تہجد کے لئے چارپائی الٹ دی جائے

اسی مجلس میں شاہ بلبن کا ذکر ہوا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ موصوف اور بڑے متقی، پرہیزگار اور خدا پرست انسان تھے۔ گھر میں ایک ہزار لونڈیاں تھیں اکثر کو قرآن حفظ تھا۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو تاکید کر رکھی تھی کہ جب تہجد کا وقت ہو تو مجھے لازمًا اٹھلیا جائے اور اگر میں سستی کروں یا کسل ہو تو مجھ پر چارپائی الٹ دی جائے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۲۹)

موذیات سے حفاظت

اسی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جگہ موذیات سانپ، بچھو وغیرہ خطرہ ہو یا زیادہ ہوں تو پانچ میخیں لے کر ان پر چالیس مرتبہ ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ۵ پڑھ کر دم کریں اور چار میخوں کو چاروں کونوں میں اور میخ وسط میں گاڑ دیں۔ اللہ پاک موذیات کے شر سے اور نقصان سے محفوظ فرما دے گا۔ (صحبتے با اہل حق صفی ۲۳۰)

جب چیونٹیاں تنگ کریں

دار العلوم کے ایک طالب علم نے شکایت کی کہ حضرت ہمارے کمرے میں چونٹیاں بہت زیادہ ہیں اور ستاتی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مٹی منگوائی اور اس پر یہ آیت پڑھ کر یٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ وَهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۵ (ترجمہ) "اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ ارشاد فرمایا۔ اس مٹی کو چیونٹیوں کے راستے پر بکھیر دو اللہ پاک اپنے کرم سے ان کی اذیت سے محفوظ فرما دے گا۔ اور پھر آیت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات اور چیونٹیوں تک اپنی جنس سے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کی آمد کا اندیشہ ہوا تو چیونٹیوں کے سردار نے کہا۔ اور اپنی جنس کے تمام افراد کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔۔ یٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں جا گھسو تاکہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ وہم لایشعرون سے پیغمبر کی عظمت، ادب اور احترام کی طرف اشارہ ہے کہ خود پیغمبر کسی بھی مخلوق کے لئے تکلیف اور اذیت کا ذریعہ نہیں بنتا۔ اور اگر ہمیں ان سے اذیت پہنچے گی۔ تو وہ قصدًا نہیں ہو گی۔ بلکہ انہیں خبر تک نہ ہو گی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ آدمی کو راستے پر چلتے ہوئے محتاط رہنا چاہیئے کہیں چیونٹیوں کی اذیت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱)

جب رات کو نیند نہ آئے

(۱۶ دسمبر ۱۹۸۶ء) ایک صاحب نے عرض کیا۔ حضرت رات گئے تک نیند نہیں آتی بے چین اور پریشان رہتا ہوں۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد

فرمایا۔ (۱) سوتے وقت درود شریف پڑھا کریں کہ درود شریف میں جمالیت ہے۔ دماغ کو سکون پہنچتا ہے۔ نیند کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) پریشانی ہو، خیالات اور وساوس ہوں اور نیند نہ آئے تو سوتے وقت یہ وظیفہ کثرت سے پڑھے ہے۔ اللّٰھمّ ربّ السّمٰوٰت وما اظلّت وربّ الارضین وما اقلّت وربّ الشّیٰطین وما اضلّت کُن لی جارًا من شرّ خلقک کلّھم ان یفرط علی احدٌ او ان یّطغی عزّ جارک وجلّ ثناءک ولا الٰہ الّا انت (صحبتے با اہل حق ص ۳۲)

پیغمبر کو زیادۂ علم کی دعا کا حکم دیا گیا

(۱۳ جنوری ۱۹۸۳ء) ارشاد فرمایا۔ قرآن کریم اور احادیث میں کثرت سے دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کا سوال خدا سے کرو حتیٰ کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگو دعا مانگنے پر باری تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور قبول فرماتے ہیں! ادعونی استجب لکم مگر یاد رہے کہ خداوند قدوس اور اس کے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ یہ دعا مانگی جائے کہ اللہ مجھے سلطنت دے یا میری سلطنت کو طول دے اور میری دنیا و دولت اور حکومت میں اضافہ کر۔ بلکہ ربّ العزت نے یہ دعا تعلیم فرمائی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یا اللہ میرے علم کو اور بڑھا دے۔ یعنی علم کا سوال اور دعا منصوص کر دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے جس کے لئے دعا اور سوال کرنا پیغمبر کو بھی تعلیم فرمائی گئی تو بہتر یہی ہے کہ ہم بھی اس دعا کو اپنا معمول بنالیں اور ہر نماز کے بعد تین بار پڑھا کریں۔ تاکہ باری تعالیٰ اپنی مرضیات کا علم و یقین عطا فرمادے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۵۱)

والدین کو نظر شفقت سے دیکھنا

(۶ اگست ۱۹۸۴ء) خدمت والدین کا ذکر چلا تو ارشاد فرمایا۔ جو شخص والدین کو ایک بار محبت اور شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے اسے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث کا مضمون ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والدین کو ایک بار شفقت کی نگاہ سے دیکھنا گویا حج مقبول کی سعادت اور اجر و ثواب حاصل کر لینا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

اگر ایک شخص دن میں سو مرتبہ والدین کو محبت کی نظر سے دیکھے تو کیا اسے سو حجوں کا ثواب ملے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اللہ کی رحمت کے خزانے انسانی ذہن اور تصور کی وسعت سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۷۳)

استغفار کی ہمہ جہتی برکات

(۷ اگست ۱۹۸۴ء) ایک صاحب نے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ تو ارشاد فرمایا:۔ لکل فنّ الرجال یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ اللہ پاک اجر عظیم عطا فرمادے۔ میں آنے والے احباب کو عام طور پر استغفار کی تلقین کرتا ہوں حضرت حسن بصری بھی کثرتِ استغفار پر زور دیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ عرض کیا حضرت میری اولاد نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کثرت سے استغفار پڑھا کرو۔ ایک دوسرے صاحب آئے کہ حضرت بارش نہیں ہو رہی۔ فرمایا اہل شہر کثرتِ استغفار کریں۔ ایک اور صاحب آئے اور رزقِ حلال کی درخواست کرائی۔ فرمایا تم بھی استغفار پڑھا کرو۔

حاضرین میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت جو بھی آیا آپ نے استغفار پڑھنے کی تلقین و تاکید فرمائی حالانکہ سب کے مسائل اور مقاصد مختلف تھے تو حسن بصری نے جواب دیا۔ بھائی! یہ کوئی میں نے اپنی طرف سے نہیں بتایا بلکہ خود اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ان امور میں کثرتِ استغفار کی تاکید کی ہے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:۔ فقلت استغفروا ربکم انّہٗ کان غفّارًا۝ یّرسل السّمآء علیکم مدرارًا۝ ویمددکم باموالٍ وّبنین ویجعل لّکم جنّٰتٍ وّیجعل لّکم انھارًا۝ (ترجمہ) "اور قوم کو کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔" (صحبتے با اہل حق صفحہ ۷۴، ۷۵)

زبان پر جاری ہونے والا سب سے پہلا اور آخری کلمہ

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔ تم خود ماشاء اللہ سمجھدار ہو۔ بچے کی والدہ سے بھی کہہ دو کہ بچے کو اللہ اللہ سکھائیں۔

سب سے پہلا کلمہ جو اس کی زبان سے صحیح ادا ہو وہ اللہ ہی کا نام ہو۔ جب زبان پر جاری ہونے والا پہلا کلمہ اللہ کا نام ہو اور مرتے وقت زندگی کا سب سے آخری کلمہ بھی اللہ کا نام لینے کی سعادت میسر ہو جائے تو بیچ وسط میں اگر ہزار سال عمر ہو تو اللہ پاک اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں کیونکہ معصیت اور گناہ کے ہزار سال محصور بین الحاصرین ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں بھی آیا ہے من کان اٰخر کلامہٖ لا الٰہ الّا اللّٰہ دخل الجنّۃ اس لئے احادیث میں خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے رہنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۰۲)

مرض الموت میں ذکر الٰہی کی تلقین

ارشاد فرمایا۔ مگر یاد رہے کہ مرض الموت کی حالت میں اولاً کلمہ شہادت کی تلقین کی جاتی ہے۔ اگر اس کی ادائیگی شاق ہو تو کلمہ توحید اور اگر یہ بھی شاق ہو جائے تو الّا اللہ اور اگر اس کی ادائیگی بھی شاق ہو تو مریض کے سامنے صرف اللہ کا نام لیا جاتا رہے۔ مریض کو سختی سے کلمہ کی تلقین نہ کی جائے کہ اللہ کا نام لو۔ بلکہ اس کے سامنے نرم لہجہ میں محبت کے ساتھ اللہ کا نام لیا جاتا رہے۔ غالباً حضرت مالک بن دینارؒ مرض الموت میں تھے کہ بعض شاگردوں نے ان کے سامنے اونچی آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا تو حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک بار کلمہ پڑھ کر سکوت اختیار کر لیا۔ بعض حاضرین کلمے کے بار بار پڑھنے پر اصرار کرنے لگے۔ کہ مسلسل کلمہ پڑھتے

رہے۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک بار اونچی آواز میں کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اس میں صادق ہوں۔ دوبارہ تلقین کی ضرورت نہیں۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۰۲)

مرض الموت کی حالت میں نکلنے والے غیر شرعی کلمات کا اعتبار نہیں

ارشاد فرمایا کہ فقہاء عظام نے لکھا ہے کہ نزع کی حالت میں اگر انسان سے ناشائستہ یا غیر شرعی کلمات انسان کے منہ سے نکلیں تو ان کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ بعض اوقات ناسمجھی اور کم فہمی اور نزع کی تکلیف اور کرب و الم کی وجہ سے ناشائستہ کلمات بھی انسان کی زبان پر آجاتے ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے عالم کے کلمات ہوتے ہیں۔ جن پر عالمِ دنیا میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

ایک مرتبہ ایک اللہ والے مرض الموت میں تھے انہیں کلمہ کی تلقین کی گئی۔ اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگا۔ مگر اس خدا کے نیک بندے نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ حاضرین و متعلقین اس کے انکار پر پریشان ہو گئے۔ کہ اچانک خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اللہ والے ہوش میں آگئے۔ آنکھیں کھلیں تو حاضرین نے پوچھا۔ حضرت کیا ہو گیا تھا۔ آپ تو کلمہ پڑھنے سے بھی انکار کر رہے تھے۔ فرمایا، نہیں مجھے تو کلمہ پڑھنے کی کسی نے تلقین ہی نہیں کی انکار کیسے؟ دراصل میرا انکار شیطانی کلمہ پڑھنے سے تھا۔ کہ شیطان نے مجھے کلمہ شرک کہلانے کی ترغیب دی اور اصرار کیا تو میں نے شدت سے کر انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے حالتِ نزع کے کلمات اور واقعات کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۰۳)

پسندیدہ دُرود

(۲؍اپریل ۱۹۹۵ء) ایک صاحب کو صبح و شام مختلف اوراد اور وظائف تلقین فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ دن میں سو مرتبہ یہ دُرود شریف بھی پڑھ لیا کرو:- اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما تحبّ وترضیٰ عدد ما تحبّ وترضیٰ

ارشاد فرمایا مجھے یہ دُرود بے حد پسند ہے ایک دُرود تو یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ذکر کریں اور اپنے فہم اور عقل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ رحمت کی تعیین کریں۔ دوسرا یہ خود اللہ پاک اپنے بے پناہ فضل و کرم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان اپنی رحمتیں نازل فرمادے۔ حضرات محدثین نے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے ہم اللہ کی رحمتوں کی جس نوع کی بھی تعیین کریں گے وہ ناقص ہو گی۔ آپ کی اعلیٰ اور ارفع شان کے ہرگز موافق نہ ہوگی۔ اور اس میں ایک گونہ سوءِ ادب کا بھی ایہام ہے۔ مجھے اس پر ایک قصہ یاد آیا۔

ایک بوڑھی عورت کا کسی جج کے پاس مقدمہ تھا حسنِ اتفاق سے جب فیصلہ بوڑھی کے حق میں ہوا تو اس نے جج کے لیے دعائیں دینا شروع کیں اور کہا کہ اللہ تجھے مزید ترقی دے اور تھانیدار بنا دے۔ جج نے بوڑھی سے کہا محترمہ! تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی ہے کہ تو نے بد دعا دینا شروع کر دی ہے۔ بوڑھی نے کہا میں کب بد دعا دے رہی ہوں۔ میں تو آپ کی ترقی اور تھانیدار بننے کی دعا کر رہی ہوں۔ جج نے کہا کہ تھانیداری تو میرے موجودہ عہدہ سے کم ترین عہدہ ہے اور جج کی نسبت تھانیدار کی تو کوئی پوزیشن ہی نہیں ہوتی۔ بوڑھی نے کہا میں تو تھانیدار کو بڑا آدمی سمجھ رہی تھی۔ کہ ہمارے گاؤں کے سب لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور سب اس کی قدر کرتے ہیں۔ تو جس طرح عورت نے اپنے خیال اور فہم و عقل سے ایک مرتبہ کی تعیین و تحدید کر دی تو فائدہ کی بجائے نقصان ہوا۔ اسی طرح اگر ہم بھی اپنے عقل و فہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ رحمت کی ایک نوع کی تعیین یا نزولِ برکت کی تحدید کر دیں گے۔ تو یہ بوڑھی کی تحدید و تعیین سے کسی طرح بھی کم نہ ہوگی ہم کیا اور ہماری عقل کیا۔ تو اس دُرود میں ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کرتے ہیں کہ آپ کے بے پناہ فضل و کرم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان کے مناسب جتنی رحمتیں اور برکتیں آپ کی رضا اور پسند ہوں لا تعدّ و لا تحصیٰ نازل فرمائیے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۱۱)

اللہ کا ذکر روحِ کائنات ہے

(یکم جمادی الاوّل ۱۴۰۶ھ) حسبِ معمول حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے عصر کے بعد کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ذکر کی فضیلت کا بیان جاری تھا۔ ارشاد فرمایا۔ ذکر اللہ، روحِ کائنات ہے، لفظ اللہ تمام صفات و کمالات کا جامع ہے۔ جب تک اللہ کا نام لیا جاتا رہے گا کائنات قائم رہے گی۔ اور قیامت نہیں آئے گی۔ مگر ایک وقت آئے گا جب الحاد اور دہریت کا غلبہ ہو جائے گا۔ اللہ کا ذکر، اللہ کی یاد، دلوں سے اُٹھ جائے گی بھولے سے بھی کوئی اللہ کا نام نہیں لے گا۔ تب اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ گویا عالم کی بقا اور کائنات کے وجود کا دار و مدار ذکرِ الٰہی پر ہے۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۶۲)

اشرار و شیاطین سے حفاظت کے اوراد

اسی مجلس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن اور حدیث میں اشرار سے حفاظت، شیاطین سے تحفظ اور بچاؤ کے اوراد کثرت سے آئے ہیں۔ سب سے بڑا وظیفہ خدا پر اعتماد و التجا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ صبح سویرے نماز کے بعد بلکہ ہر نماز کے بعد کم از کم ایک مرتبہ (۱) بسم اللہ الذی لا یضرّ مع اسمہٖ شیءٌ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم (۲) اعوذ بکلمات اللہ التامّۃ کلّھا من شرّ ما خلق ۳۔ اور معوذتین پڑھنے کا معمول بنا لینا چاہیئے۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۶۳)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا معمول

امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ کا تو نماز کے بعد دفع شر، شیاطین سے حفاظت اور مظالم سے پناہ و نجات کی خاطر یہ آیت پڑھنے کا معمول تھا اور مجھے بھی بے حد پسند ہے اور زندگی بھر اس کو معمول بنا رکھا ہے:- انّی توکّلت علی اللہ ربّی و ربّکم ما من دابّۃٍ الا ھو اٰخذٌ بناصیتھا

انّ ربّی علیٰ صراطٍ مستقیم ہ فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہٖ الیکم ویستخلف ربّی قومًا غیرکم ولا تضرّانہٗ شیئًا۔ انّ ربّی علیٰ کلّ شیٍٔ حفیظ۔

آیت کریمہ کے ترجمہ پر غور کیا جائے تو ایمان تازہ ہوتا ہے اور یقین بڑھتا ہے خدا کی ذات پر توکل و بھروسہ ہر دابہ کا ناصیہ، ہر طاقت کی شہ رگ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ شیر ہو، کتا ہو، درندہ ہو، ظالم حکمران ہو، جن ہو کوئی طاقت ہو سب اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے سامنے سب بے بس ہیں ان کا پکڑنا کوئی قدرت الٰہی سے بعید نہیں۔ مگر ڈھیل میں اس کی حکمت و مصلحت ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جایئے۔ دنیا کی سب طاقتیں مل کر بھی کوئی ذرہ برابر نقصان بھی نہیں پہنچا سکتیں۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ وہی محافظ، وہی ولی اور وہی نگہبان ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اسے صبح و مغرب کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ آپ سب اس کو پڑھا کریں۔ اللہ کریم اس کی برکتوں سے نظر کرم فرمائے گا۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۸۹)

ایک اہم دعا جو حضور اقدس نے حضرت ابو صدیقؓ کو تعلیم فرمائی۔

ابھی یہ بات ہو رہی تھی۔ مغرب کا وقت قریب تھا کہ باجوڑ ایجنسی کے مشہور عالم مولانا مسیح اللہ خان صاحب حاضر خدمت ہوئے اپنا تعارف کرایا اور اپنی ایک تالیف کے عنوان اور سرخیاں سنائیں۔ اور اس پر تقریظ لکھنے کی درخواست پیش کی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت یہ آپ کا حسن ظن ہے میرا نام شاید آپ کو بھی کسی نے بہتر بتایا ہو مگر میرے اندر تو کوئی خوبی ہی نہیں۔ عیوب ہی عیوب ہیں آپ کا حسن ظن ہے انہوں نے درخواست کی حضرت! ادھر نماز کا وقت قریب ہو گیا ہے میں آپ کا وقت ضائع کرنا بھی نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے تلمذ میں لے لو۔ اسے اپنے لئے آخرت کا توشہ سمجھتا ہوں۔ کوئی آیت یا حدیث مجھے پڑھا دو کہ نسبت کا شرف حاصل ہو۔ حضرت شیخ الحدیث نے ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خصوصیت کے ساتھ جو دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی وہی پڑھ کر سنا دیتا ہوں خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں آداب کی توفیق بھی مرحمت فرمائے۔ وہ دعا یہ ہے:۔ ربِّ انّی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذنوب الّا انت فاغفر لی مغفرۃً مّن عندك وارحمنی انّك انت الغفور الرّحیم ہ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۴۴)

کثرت ذکر اور حل مشکلات کا وظیفہ

بعض مہمانوں نے واپس جانے کی اجازت چاہی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بڑی تاکید سے فرمایا:۔ کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔ روزانہ کم از کم ہزار مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد کرتے رہیں اور ۵۰۰ سو مرتبہ درود شریف پڑھا کریں ہو سکے تو دن میں کسی وقت ۱۹ مرتبہ یا حیّ یا قیوم پڑھ لیا کریں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم اعظم ہے پھر مہمانوں کے لئے دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دورانِ دعا ایک صاحب نے عرض کی حضرت مصائب اور مشکلات میں گھرا ہوں۔ ارشاد فرمایا:۔ لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ لا ملجا ولا منجا من اللہ الّا الیہ ۔ کا وظیفہ جاری رکھیں اللہ پاک آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۴۱)

ایک جن کا دلچسپ قصہ

آپ حضرات بھی انا جعلنا فی اعناقھم الخ اور شاہت الوجوہ کا وظیفہ پڑھا کریں۔ اللہ پاک معاونت بھی فرمائیں گے اور محافظت بھی ہمارے اکابر اساتذہ اور اسلاف نے اس آیت کے ورد کے بے شمار فوائد اور ثمرات بیان فرمائے ہیں میں نے اپنے مشائخ سے ماموں اللہ بخش نامی جن کا قصہ سنا ہے اور بارہا سنا ہے جو احمد آباد سے بھاگ کر گنگوہ آگیا تھا اور پھر یہاں اپنی آمد کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا کرتا تھا کہ میں نے احمد آباد میں ایک عورت کو ستانا شروع کیا تو اس کے رشتہ دار اس کے لئے کئی عاملوں کو لاتے رہے جو عامل بھی آتا۔ میں دھمکی، دھونس اور زد و کوب سے اس کا خوب نوٹس لیتا۔ آخر ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو بظاہر اپنے سادہ لباس اور وضع قطع سے ایک معمولی انسان معلوم ہوتے تھے۔ میں نے انہیں بھی دھمکی دے دی کہ تیری طرح بیسوں عامل آئے اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اور میرے ساتھ چھیڑ خوانی پر کوئی اچھا خاصہ نتیجہ بھی مرتب نہ ہو سکا۔ میں نے عامل سے کہا کہ تیرا بھی وہی انجام ہوگا جو پہلوں کا ہوتا رہا۔

اتنے میں اس عامل نے انا جعلنا فی اعناقھم اغلالًا الخ کی آیت پڑھنی شروع کر دی۔ مکمل کی تو میرے سامنے ایک بہت بڑی دیوار حائل ہو گئی اس عامل نے مجھے کہا کہ عورت کو چھوڑ دو۔ ورنہ ابھی قید کرتا ہوں۔ میں اپنی ضد پر رہا اور عامل کو ایک دوسری دھمکی دے دی۔ کہ عامل نے پھر اس آیت کو پڑھا تو میرے پیچھے بھی ایک مضبوط دیوار کھڑی ہو گئی۔ پھر عامل آیت پڑھتے گئے اور میرے ارد گرد دیواریں چڑھتی گئیں۔ اور میں ایک مضبوط حصار میں بند ہو گیا اور اپنی نجات بھاگ جانے میں پائی۔ لہٰذا وہاں سے بھاگ کر اب گنگوہ حاضر ہوا اور یہاں آکر پناہ لی ہے۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ یہ سب قرآنی آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اوراد اور وظائف کی برکات ہیں جو مخلصین و صالحین کو حاصل ہوتے ہیں (صحبتے با اہل حق صفحہ ۳۸۴، ۳۸۵)

* * *

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ

اور

ذوقِ شعر و ادب

حافظ محمد ابراہیم فانی استاذ دارالعلوم حقانیہ

ہمہ وقتی کثیر اور بے پناہ مشغولیات اور مختلف الاثر کاموں کے باوجود آپ ذوقِ لطیف یعنی ذوقِ شعر و ادب سے آشنا رہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی جامع الصفات شخصیت ہر پہلو سے جاندار اور قدآور ہے۔ اگر ایک طرف آپ دریائے شریعت و طریقت کے شناور تھے تو دوسری جانب میدانِ علم و عمل کے شہسوار، اگر ایک طرف تصوف و سلوک کی خلوتوں کے امین تھے تو دوسری جانب کارزارِ سیاست کی جلوتوں اور جلوہ طرازیوں کے شناسا، اگر ایک طرف درس و تدریس جیسا سکون طلب مشغلہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا تو دوسری جانب اہتمام دارالعلوم جیسے آرام گریز کام کے ساتھ آپ کا روز و شب واسطہ رہا۔ ان تمام متنوع اور مختلف کاموں کے باوجود آپ ذوقِ لطیف یعنی ذوقِ شعر و ادب سے بھی آشنا رہے۔ گاہ گاہ آپ موقع و مناسبت کی وجہ سے شعر فرماتے تو کبھی سننے کی حد تک اس ذوق کی تسکین فرماتے۔ چنانچہ جب کبھی کسی جلسہ میں یا محفل میں کوئی نعت یا نظم خوش الحانی سے پڑھی جاتی تو آپ اس پڑھنے والے کی دادِ تحسین فرماتے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں دارالعلوم دیوبند کا یہ ترانہ ؎

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے

سنایا گیا تو آپ اس کے سننے سے انتہائی محظوظ ہوئے اور ساتھ ساتھ آبدیدہ بھی، کیونکہ اس میں آپ کے اساتذہ کا تذکرہ بڑے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا وہ ترانہ سننے کے بعد آپ نے بندہ راقم سے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کے لیے بھی ایسا ترانہ ہونا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ گستاخی معاف! اس طرح کا ترانہ شاید مجھ سے نہ بن سکے! یہ تو الہامی ترانہ ہے۔ اس میں الفاظ کی ندرت و برجستگی، تخیل کی بلندی، تاریخ کا تسلسل اور معانی کا جو سیلِ بیکراں رواں و موجزن ہے، اس تک مجھ جیسے غیر اہلِ زبان کی رسائی انتہائی مشکل ہے اس ترانہ کے چند اشعار بطورِ تیمن مکرر پیشِ خدمت ہیں ؎

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقیٔ کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں
کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخِ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
مہتاب یہاں کے ذروں کو ہر رات منانے آتا ہے
خورشید یہاں کے غنچوں کو ہر صبح جگانے آتا ہے
اسلام کے اس مرکز سے ہوئی تقدیس عیاں آزادی کی
اس بامِ حرم سے گونجی ہے سو بار اذاں آزادی کی
جو شمعِ یقیں روشن ہے یہاں وہ شمعِ حرم کا پرتو ہے
اس بزمِ ولی اللّٰہی میں تنویرِ نبوت کی ضو ہے
یہ مجلسِ مے وہ مجلس ہے خود فطرت جس کی قائم ہے
اس بزم کا ساقی کیا کہیئے جو صبحِ ازل سے قائم ہے
جس وقت کسی یعقوبؒ کی لے اس گلشن میں بڑھ جاتی ہے
ذروں کی ضیا خورشید جہاں کو ایسے میں شرماتی ہے
ہے عزمِ حسین احمدؒ سے بپا ہنگامۂ گیر و دار یہاں
شاخوں کی لچک بن جاتی ہے باطل کے لیے تلوار یہاں
رومیؒ کی غزل رازیؒ کی نظر غزالیؒ کی تلقین یہاں
روشن ہے جمالِ انورؒ سے پیمانۂ فخر الدینؒ یہاں
ہر رند ہے ابراہیمؒ یہاں ہر میکش ہے اعزاز یہاں
رندانِ ہدیٰ پر کھلتے ہیں تقدیس طلب کے راز یہاں
امدادؒ و رشیدؒ و اشرفؒ کا یہ قلزمِ عرفاں پھیلے گا
یہ شجرۂ طیبؒ پھیلا ہے تا وسعتِ امکاں پھیلے گا
خورشید یہ دینِ احمدؐ کا عالم کے افق پر چمکے گا
یہ نور ہمیشہ چمکا ہے یہ نور برابر چمکے گا
یوں سینۂ گیتی پر روشن اسلاف کا یہ کردار رہے
آنکھوں میں رہیں انوارِ حرم سینہ میں دلِ بیدار رہے

نوشہرہ کی مسجدِ تقویٰ میں سیرت النبیؐ کے جلسہ میں شاعرِ اسلامی انقلاب جنابِ سید امین گیلانی نے ایک نظم سنائی، حضرت الشیخؒ نے اس پر بھرپور داد دی اور ساتھ ہی دوسری نظم پڑھنے کی بھی فرمائش فرمائی۔

جب حضرت الشیخؒ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال ہُوا تو بندہ نے آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر مرثیہ لکھا تھا، اس کا علم جب حضرت الشیخؒ کو ہُوا تو علالت کے باوجود اس کے سننے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چنانچہ بندہ نے اسکے سنانے کی سعادت حاصل کی، اور ان الفاظ پر جن سے تاریخ وفات نکلتی ہے، اس پر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ مطلع اور مادہ سِن وفات والے شعر ملاحظہ ہوں ؎

اے کہ تیری موت آئی صد پریشانی کے ساتھ
درد و غم کرب و الم اور خانہ ویرانی کے ساتھ
اے کہ تو مغفورۂ مولا وکیل کائنات
تیری تُربت ہو منور لُطفِ ربانی کے ساتھ

اس میں "لے مغفورۂ وکیل" سے تاریخ وفات ۱۴۰۳ھ نکلتی ہے۔

علاوہ ازیں جب بندہ نے حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر عربی میں مرثیہ لکھا جو کہ "الحق" میں بھی شائع ہُوا، بعد میں دیوبند سے ماہنامہ "الثقافۃ" (عربی) میں بھی شائع ہُوا۔ تو مولانا قاری عبداللہ صاحب نے حضرت الشیخؒ کو اس کے متعلق کہا، اس پر حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا، اور پھر اس کے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ سُننے کے بعد دعا سے نوازا اور پھر دیر تک حضرت حکیم الاسلامؒ کے مناقب بیان فرماتے رہے۔ فرمایا کہ اس قصیدہ (رثائی) میں کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ بندہ سے فرمایا کہ یہ تمام صفات و مفاخر تم نے جو اس رثائی قصیدہ میں ذکر کیے ہیں حقائق پر مبنی ہیں، اس میں شاعرانہ غلو نہیں۔ اس مرثیہ میں سے ان چند اشعار کے مکرر سنانے کی فرمائش کی اور پھر خود بھی اپنی زبانِ مبارک سے پڑھتے رہے۔

ملاحظہ ہوں ؎

وسیع الحلمِ مشہود الانام
قسیم العلم محمود المقام
وحید العصر لیس لہ ندیدٌ
جمیلٌ ذو احتشام و اعتصام
خطیبٌ المعیٌ لوذعیٌ
نبیلٌ ماجدٌ فخر العظام
ونبراس الجہابذ والاکابر
واذکی النّاس من خاص وعام
وشیخٌ للشریعۃ والطریقۃ
وحجۃ ربِّ قدوسٌ سلام
ہو الغواص فی بحر المعانی
فرید الدہر ذو العزّ الجُسام
افاض الخیر فی برّ و بحرٍ
وفی شرقٍ وغربٍ بالتمام
وشمس العلم والعرفانِ حقا
محی السّنۃ الغرّاء وحام
فقدنا نقش شبیر و قاسم
دفنا عکس انوار الظلام
سلام الوجد من فانٍ بروحہ
وشوق الوصل فی یوم القیام

ایک دفعہ ایک صاحب نے حضرت الشیخؒ کو پشتو اشعار میں خط لکھا تھا، برادرِ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب آپ کو خط سُنا رہے تھے جب اس خط کی باری آئی تو فرمایا کہ خط ارسال کرنے والا کوئی صاحبِ ذوق معلوم ہوتا ہے، اس کو اس خط کا جواب اشعار میں دینا چاہیئے۔ پھر مولانا حقانی سے فرمایا کہ مولوی ابراہیم کو بلاؤ۔ چنانچہ بندہ دفترِ اہتمام میں حاضر ہُوا، حضرت الشیخؒ نے اس خط کا تذکرہ فرماتے ہوئے بندہ سے متبسمانہ لہجہ میں فرمایا کہ یہ خط آیا ہے، دیکھو! میں نے خط پڑھا، پھر فرمایا کہ اس صاحب نے اپنے جذباتِ خلوص کا اظہار اشعار میں کیا ہے اگر تمہیں فرصت ہو تو اس کا جواب اشعار میں لکھو۔ پھر شعر و شاعری اور ذوقِ ادب کا تذکرہ چھڑ گیا تو فرمایا کہ آپ کے والد صاحب اور ہمارے صدر صاحب (راقم السطور کے والد مرحوم مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ) شعر و ادب کا عمدہ، نفیس اور ستھرہ ذوق رکھتے تھے۔ فرصت کے لمحات میں بارہا آپ نے موقع و مقام کی مناسبت سے فارسی کے بہترین اشعار سُنائے۔

اِسی طرح عالمِ اسلام کے نامور محقق، حنفی عالم استاذ عبدالفتاح ابوغدہ صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بندہ کو فرمایا کہ معزز مہمان کی دارالعلوم آمد پر ان کے حضور بطورِ شکریہ چند ترحیبی جملے لکھو۔ چنانچہ بندہ نے ایک صفحہ پر مشتمل ایک ترحیبی استقبالیہ لکھا، اس کے آخر میں بندہ نے یہ شعر لکھا تھا ؎

قلیلٌ منک یکفینی ولکن
قلیلک لایقال لہٗ قلیلُ

حضرت الشیخؒ کو جب وہ صفحہ دکھایا تو اس شعر کے ابراد سے بہت خوش ہوئے اور اس کو بار بار دہراتے رہے۔ بعد میں جب اُستاذ عبدالفتاح ابوغدہ صاحب کو حضرت الشیخؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ استقبالیہ پیش کیا۔ تو حضرت الشیخؒ نے معزز مہمان کو فرمایا کہ گو آپ بہت قلیل وقت کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں اور ہم کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا ہے لیکن پھر بھی یہ لبا غنیمت ہے کہ

آپ کے دیدار سے ہم، دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ اور علماء و مدرسین شرفیاب ہوئے، پھر خود حضرت الشیخ رحؒ نے آپ کو یہی شعر سنایا ؎

قلیلٌ منك یکفینی ولکن
قلیلك لایقال لہٗ قلیل

معزز مہمان نے جب حضرت الشیخ رحؒ کی زبان مبارک سے یہ شعر سنا تو وہ بھی بہت محظوظ ہوئے[1]

ذیل میں چند اشعار جو کہ آپ نے اپنے مواعظ، خطبات یا درس کے دوران ارشاد فرمائے، نذرِ قارئین ہیں۔ ساتھ ہی شعر کا وہ پس منظر بھی ہے جس پس منظر میں آپ نے وہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ اقتباسات بندہ نے دعوات حق جلد ۱، ۲ اور حقائق السنن سے لیے ہیں۔ امید

---

[1] استاذ عبدالفتاح ابوغدہ، علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں۔ عالم عرب میں حنفیت کے فروغ کے لیے دن رات کوشاں رہتے ہیں! کثیر التصانیف اور کثیر المطالعہ شخصیت ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانی اور آپ کا اکثر تحریری مناظرہ ہوتا ہے۔ مہینہ میں تقریباً ہر دو شخصیات کا ایک ایک رسالہ نکلتا ہے۔ کثرتِ مطالعہ کی وجہ سے علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دودا لکتب (کتابوں کا کیڑا) فرمایا کرتے تھے۔

برصغیر کے علماء میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق کی حد تک مداح ہیں، اور آپ کی مشہور کتاب الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ پر مبسوط تعلیق بنام التعلیقات الحافلۃ لکھی ہے جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ کو عالم عرب میں متعارف کرانے میں ان کی تصانیف کے بعد آپ (علامہ ابوغدہ) کا بہت بڑا دخل ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی آمد کے موقعہ پر بندہ نے آپ سے استفسار کیا کہ حضرت! اگر آپ حضرت العلامہ مولانا لکھنوی رحؒ کی سوانح حیات، علمی اور تصنیفی کارناموں پر ایک مبسوط کتاب لکھیں تو اس کی انتہائی وقعت ہو گی، کیونکہ آپ کے قلم کا عرب علماء میں ایک خاص مقام ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس پر کام شروع کیا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں آپ نے نادر کتابوں کے بارے میں پوچھا تو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ آپ کو اس الماری کی طرف لے گئے جس میں قلمی کتابیں ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب نکالی، حدائق السحر اس کتاب کا نام ہے، ملک خوارزم شاہ کے ایماء پر مصنف نے یہ کتاب لکھی۔ آپ اسی کی ورق گردانی فرماتے رہے۔ ایک صفحہ پر آپ کی نظر جم گئی۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ، ناظم صاحب مولانا گل رحمٰن اور راقم السطور بھی ساتھ تھے۔ آپ نے ہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک عجیب شعر لکھا ہے، اس کا مطلب بیان کریں، شعر یہ تھا ؎

رأیت عجیباً فی بلادکم شیخاً وجاریۃ فی بطن عصفور

یہ شعر گویا ایک معمہ ہے۔ ہم خاموش رہے، پھر خود اس شعر کی تشریح فرمائی۔ انہی معموں سے بات چل نکلی تو راقم نے آپ کو عربی کے دو تین معمے سنائے جو کہ ہماری طلبہ برادری میں کافی مشہور رہیں۔ ایک یہ کہ ؎ اباحنی فتی شطرنج الشافعی ____ (چونکہ بظاہر تلفظ میں یہ ابا حنیفہ پڑھا جاتا ہے۔ تو اس سے مغالطہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں) ____ اسی طرح ایک دوسرا معمہ بندہ نے آپ کو سنایا قد متنی زیدٌ فی المحراب ____ علاوہ ازیں دو اور بھی تھے جو میرے حافظہ میں اب محفوظ نہیں۔ اس پر دیر تک گفتگو فرماتے رہے پھر بندہ سے فرمایا کہ یہ معمے مجھے لکھ کر دے دو، کچھ دیر بعد جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کی بیٹھک میں ان کے پاس گیا لیکن وہ معمے میں نے قصداً نہیں لکھے تھے، میں نے سوچا کہ یہ عظیم شخصیت بندہ کے ساتھ مزاح کر رہی ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے بندہ کو دیکھا تو فرمایا کہ کیا آپ نے وہ معمے لکھے ہیں؟ میں نے کہا کہ معذرت میں بھول گیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: انت رجلٌ نسّاء ____ پھر اسی وقت بندہ نے وہ معمات لکھے، جب بندہ نے آپ کو وہ کاغذ دیا تو انہوں نے دوسرے کاغذ پر ایک معمہ بندہ کو لکھا اور اس کے نیچے اپنے دستخط فرمائے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

الشّرع اعظم مرشد فی ظلمۃ الشبہ البہیمۃ
والعقل یقفوہ ولولا ہ لکنّا کا البہیمۃ
فاتبعهما ولمن لحاك علیهما قل یابهیمۃ

اس کے نیچے آپ کے دستخط ہیں۔

کتبہٗ عبدالفتاح ابوغدہ فی دارالعلوم حقانیہ فی یوم الخمیس ۱۳ ربیع الاوّل سنۃ ۱۴۰۲ھ
والحمد للہ علی فضلہ

(رفاقی)

ہے باذوق قارئین اس انتخاب سے لطف اندوز ہوں گے :۔

ارشاد فرمایا: عشق کی یہ حالت اسلام میں "حج" سے تعبیر کی جاتی ہے اور روزوں کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہرِ حج شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آبیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلّیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے۔ تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفرِ حج پر روانہ ہو جاتا ہے۔ تصورِ یار میں مجنوں کی طرح نغمے الاپتا ہے کہ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

بِاللّٰہِ یَا ظَبِیَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا
اَلَیْلَایَ مِنْکُنَّ اَمْ لَیْلٰی مِنَ الْبَشَرِ

اے آہوانِ صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیئو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرے میں سے ہے ــــــ مگر اس عاشقِ حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک، انّ الحمد والنّعمۃ لک والملک لاشریک لک ۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۶۱)

ارشاد فرمایا: عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے، جیسے پروانہ عاشقِ مجازی ہے شمع کا، تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی لَو میں غوطہ لگا کر جان دے دیتا ہے۔ ؏

کارِ عاشق خون خود بر پائے جانان ریختن[1]

تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیتا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۶۲)

ارشاد فرمایا: اطباء، حکماء اور بڑے بڑے ڈاکٹر جو صحت کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں وہ اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ــــــ تو حضرت آدمؑ نے ان (موسیٰؑ) کو تسلی دی اور تقدیر کے سپرد کر دیا۔ مگر خداوندِ کریم نے جب استفسار فرمایا، پوچھا کہ دانہ کیوں کھایا تو ان کو یہ جواب نہ دیا کہ میری تقدیر میں آپ نے مقرر کیا تھا، بلکہ اعترافِ قصور فرمایا اور گڑگڑانے لگے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش
عُذر بدرگاہِ خُدا آورد

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۱۵۸)

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب مرحوم شیخ التفسیر کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ چالیس پچاس سال تک قرآنِ پاک کا درس دیا۔ جب ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے طالبعلم دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر وہاں درس میں شرکت کرتے تو بے حد خوش ہو کر دُعائیں دیتے، درس میں ایک ایک طالب علم بڑھنے سے خوش ہوتے۔ اور قرآن کی خدمت نے ان کو کیسا دوام بخشا کہ وصال کے بعد قبرِ مبارک کی مٹی سے عجیب خوشبو لاکھوں لوگوں نے محسوس کی، دس بیس دن بعد میں نے خود جا کر قبرِ مبارک کی مٹی سُونگھی اور ایک عجیب کیفیت پائی ؎

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے چھ ماہ تک خوشبو آتی رہی جو حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکات کا ظہور تھا۔ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے لوگ، قبر کو بھر دیتے تھے اور پھر وہ خالی ہو جاتی تھی۔ آخر لوگوں نے دُعا کی تو اس کرامت کا ظہور بند ہُوا۔ (دعواتِ حق جلد ۱ ص ۱۹۷)

ارشاد فرمایا: جو لوگ سوشلزم، سیکولرزم اور لادینیت کی باتیں اس مُلک میں کرتے ہیں۔ وہ ذرا یہاں ان مسلمانوں کے مجمع میں ایسی باتیں کہہ دیں کہ ان کی کیا گت بنتی ہے۔ ہمیں یہ ملک اسلام کی خاطر خدا نے دیا ہے۔ بنگلہ دیش والوں نے کافروں کے قدموں کو پکڑا۔ خدا ان کے ساتھ جو سلوک کرے گا وہ تو ہے ہی، اِس دنیا میں مجیب کے ساتھ جو کچھ ہُوا وہ بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اتنی ڈھیل نہیں دیتا، اس لیے ہم اپنے وزیرِ اعظم بھٹو سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ایسی آوازوں کے بارے میں اپنا مُوقف واضح کر دو اور سوشلزم، اسلامی سوشلزم کے نعرے بلند کرنے والوں کی زبانیں کھینچ لو ورنہ خدا کی گرفت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور خود آج ان لوگوں کی آپس میں جو حالت بنی ہے کیا وہ عبرت کی بات نہیں۔ ؏

خدا شرّے برانگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۴۴۳)

ارشاد فرمایا: میرے بھائیو! ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی کس طرح اطاعت کرتا ہے؟ ایک غلام تعمیلِ حکم کی حکمتوں کا خیال نہیں کرتا۔ ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہیئے۔ ؏

کارِ عاشق خون خود بر پائے جانانِ ریختن[2]

(دعواتِ حق جلد ۲ ص ۱۹۵)

---

[1] پہلا مصرعہ یوں ہے :۔ کارِ معشوقاں نمک بر زخمِ پنہاں ریختن (رفاقی) [2] ایضاً ۔ (رفاقی)

ارشاد فرمایا :- ایک ایک نعمت خدا نے دی ہے، زائل ہو جائے تو ڈاکٹروں کے پیچھے پھرتے ہو، دوائیاں خریدو، ہسپتالوں میں پڑے رہو، تب خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر آجاتی ہے۔ یہ رمضان شریف کا مبارک ماہ میں بھی اسی رحمت کا ظہور ہے، وہ ہماری بخشش کے لیے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ ؏

مغفرت را بہانہ می طلبد[1]

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۲۰۳)

ارشاد فرمایا :- بھائیو! فتنوں کی آگ آج بھی بھڑک رہی ہے، دین کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے خود کرنی ہے، لیکن اگر اس آگ کے بجھانے کے لیے ان پرندوں کی طرح ایک قطرہ بھی اس پر ڈالنا چاہا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ وہ آگ اگرچہ ہمارے قطروں سے نہیں بجھے گی مگر ہمارا اخلاص تو ظاہر ہو جائے گا۔ اور ایک شخص ہے کہ وہ دین کا مخالف ہے، چھپکلی کی طرح آگ کو بھڑکانا چاہتا ہے، دین سے لاپرواہ ہے مگر بدبخت ہے، اس کی پھونکوں سے کیا ہو گا؟ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۲۱۹، ۲۲۰)

ارشاد فرمایا :- محترم بھائیو! کجا ہم جیسے ناچیز اور کجا آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شان ہے، خدا کے نزدیک تو ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا اور خدا کی صفتیں تو خدا کے اندر ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ خدا کی شان یکتا ہے، بے نظیر ہے، بے مثل ہے، مگر خدا کے تمام مخلوقات میں خواہ کوئی بھی مقرب مخلوق ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۳۰۸، ۳۰۹)

ارشاد فرمایا :- حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت زیدؓ کا بیٹا، جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا[2] — انہی زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی گود میں اٹھایا، ایک جانب اُن کو اور دوسری جانب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو سید شباب اهل الجنة کے مصداق تھے — جگر گوشۂ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بیٹے۔ اور وہ فاطمہؓ جن کے بارے میں فرمایا۔ فاطمة بضعة مني۔ فاطمہؓ میرے دل کا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور دوسرے طرف ایک غلام زادے حضرت اُسامہؓ کو، اور ساتھ یہ فرماتے ہے :- اللّٰهم اني احبهما فاحبهما واحب من يحبهما۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت فرما، اور ان سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں کے ساتھ محبت رکھیں۔ — اَللّٰهُ رَبِّيْ — آج بھی دُنیا مساوات مساوات کا نعرہ بلند کرتی ہے ؏

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

عمل کے میدان میں دُنیا صفر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت اور اپنے کردار سے، عمل سے بتلایا کہ مساوات ایسی ہوتی ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۳۲۴، ۳۲۵)

ارشاد فرمایا :- مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا ایسا آسان ہے مگر اسے نباہنا مشکل ترین کام ہے۔ کیونکہ اس دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں اس کی مرضی کی خاطر فروخت کر دیا، پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ جو چیزیں ہم نے بیچ دیں وہ بھی ہماری نہیں بلکہ اسی کی دی ہوئی تھیں، اور اگر ہم نے یہ سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر بھی دیا تو اُسی کا تھا، کیا کہ اس کے بدلے جنت کے طلبگار ہوں ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۳۸۶)

ارشاد فرمایا :- اسلام کی عمارت نماز کے ستون، روزہ کے ستون پر قائم ہوتی ہے، اور ستون نہیں نہ نماز نہ روزہ، تو خطرہ ہے کہ ایسا شخص اسلام سے باہر ہو جائے۔ امام ابو حنیفہؒ اسلیے فرماتے ہیں کہ کافر تو نہیں مگر اس پر خطرہ ہے کفر کا یُخْشٰى عَلَيْهِ الْكُفْر۔ اسلام کو مانو گے تو دروازہ بھی بڑا رکھو گے ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ برانداز فیل

(دعواتِ حق جلد ۲ صـ ۱۵۸)

---

[1] شعر کا دُوسرا مصرع یوں ہے :- مغفرت را بہانہ می طلبد
[2] سورۃ الاحزاب آیت ۔

ارشاد فرمایا:۔ محترم بزرگو! یہ سیرت کا اجلاس ہے اور مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ محبت اور عقیدت کے جذبات پیش کیے جائیں۔ ع

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد[1]

ایک شاعر فرماتے ہیں کہ ایک چیونٹی کو خانہ کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی۔ تو چیونٹی کی کیا حیثیت ہے، وہ کہاں ان جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں کو طے کر کے خانہ کعبہ پہنچ سکتی تھی۔ کسی نے کہا اگر تجھے واقعی شوق ہے تو خانہ کعبہ کے کبوتر جو کبھی کبھی سیر کے لیے دور نکل جاتے ہیں، تو جب وہ کبوتر یہاں آجائیں تو اُن کے قدموں میں چمٹ جاؤ وہ کبوتر اُڑ کر تجھے بھی پہنچا دے گا۔ (دعواتِ حق جلد ۲ ص ۳۲۳)

ارشاد فرمایا:۔ باقی یہ بات کہ لوگ حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے ہیں اور باقی سب شہداء کو بھول چکے ہیں، تو یہ ایک لمبی داستان ہے۔ حضرت حسینؓ کو کوفہ کے لوگوں نے اور اپنے ساتھیوں نے ہزارہا خطوط بھیجکر طلب کیا۔ میدان میں پہنچ گئے تو انہی خطوط بھیجنے والوں کو مقابلہ میں پایا۔ تو خطوط کی بوری سے خط نکال نکال کر پوچھنے لگے کہ اے فلاں! کیا تم نے یہ خط نہیں بھیجا تھا اور مجھے یہاں نہیں بلایا تھا؟ مگر اب وہ لوگ حکومت کا ڈنڈا دیکھ چکے تھے، لالچ دیکھ لیا تھا، انکار کر بیٹھے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں، ہم نے تو آپ کو نہیں بلایا، شیعوں نے منہ پھیر لیا، شیعہ وہ ہے جو دعوٰی کرے کہ میں سب سے پہلے اہلِ بیت پر قربان ہوں گا۔ تو یہ تھی ان کی پہلی قربانی حضرت حسینؓ کے لیے کہ انکار ہی کر بیٹھے وہاں حضرت حسینؓ کو شہید کرایا، پھر سر مبارک نیزہ میں اٹھا کر دمشق لے گئے۔ اُدھر یزید نے دیکھا تو سٹپٹا گیا، اور قاتلوں کو سرزنش کی اور کہا کہ میں نے تو تمہیں محصور کر کے زندہ پیش کر دینے کا حکم دیا تھا قتل کرنے کا تو نہیں کہا تھا۔ اِدھر خدا بھی ناراض اُدھر حکومت کو راضی کرنے کے لالچ میں سب کچھ کیا۔ تو حکومت کی طرف سے بھی مار پڑی اور یزید نے لعنت ملامت کی کہ یہ جرم کیوں کیا؟ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

(دعواتِ حق جلد ۲ ص ۴۰۹)

ارشاد فرمایا:۔ عالمگیرؒ کے حالاتِ علم و تقوٰی آپ کو معلوم ہے۔ ایک بہروپیے نے مذہبی لبادہ اوڑھ کر اسے دھوکا دینا چاہا۔ عالمگیرؒ نے بڑی رقم ہدیہ پیش کیا، اُس نے لینے سے انکار کر دیا، پھر اصل صورت میں سامنے آکر انعام مانگنے لگا کہ اب تو تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ عالمگیرؒ نے کہا کہ اُس وقت تو اس سے بڑی رقم ہدیہ کر رہا تھا اُسے کیوں نہ لیا؟ کہا کہ دل میں آیا کہ فقیروں اور زاہدوں کے مصلی پہ بیٹھا ہوں۔ زہد و تقوٰی سجادہ پر میری وجہ سے دھبّہ لگ جائے گا، اس کی لاج رکھ لی اور بڑی رقم ٹھکرا دی۔ وہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ براند از فیل

(دعواتِ حق جلد ۲ ص ۴۶۹)

ارشاد فرمایا:۔ اس مقصدِ جلیلہ (علم) کے حصول کی خاطر آپ کو دل میں پہلے سے فیصلہ کرنا پڑے گا کہ خواہ دنیا پلٹ بھی جائے، جتنی نزاکتیں، شدائد اور تکالیف بھی آئیں آپ ہمت نہ ہاریں گے اور اور اس دین کو حاصل کریں گے، اس کی حفاظت کی سعی کریں گے۔ ع

یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید[2]

خدا کی توفیق اگر شاملِ حال ہو، عزم صمیم، مضبوط ارادہ اور بلند ہمتی موجود ہو تو ان اسلاف اکابر اور اساتذہ و شیوخ جتنا بلند مقام دنیا و آخرت میں آپ کو بھی نصیب ہو گا۔ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا کا وعدہ ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۹۹)

ارشاد فرمایا:۔ دل میں خلوص پیدا کرو کہ اے اللہ! تیرے دین کو فتنوں کے سیلاب نے آگھیرا ہے، دشمنوں کی یلغار ہے، تیری رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں۔

دوسری چیز اس راہ میں تقوٰی ہے کہ یہ علم کی دولت تقوٰی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ کو اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے نسخہ بتلا دیا کہ علم خدا کا فضلِ عظیم ہے اور یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور معاصی سے اجتناب نہ کریں ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم فضل من اللہ
وفضل اللہ لا یعطی العاصی

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۶۰۰)

---

[1] پورا شعر اس طرح ہے ؎ مورِ مسکین ہوسے داشت کہ بکعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید (رفاقی)

[2] پہلا مصرعہ یوں ہے ع دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید (رفاقی)

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب و غریب خوبصورت عورت کو دیکھا، اُس نے کہا میں تمہاری حُور ہوں، مگر وہ آنکھوں سے اندھی تھی، حضرتؒ نے فوراً فرمایا کہ بھئی تم نماز پڑھنے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو اور یہ طریقہ سُنّت کے خلاف ہے۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ دُنیا کے بازار گرم رہے مگر عاشق کا خیال محبوب ہی کی طرف ہو۔ تمہیں کسی کا دھیان ہے تو اس بھرے بازار میں چلتے ہوئے تمہاری توجہ اِدھر اُدھر کی چیزوں کی طرف نہ ہوگی۔ تو خدا چاہتا ہے کہ میرے بندہ کی آنکھیں کھُلی رہیں مگر دل میری طرف ہو، اس حال میں بھی خشوع و خضوع کو قائم رکھے ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہُشیار باش

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۳۳۱)

ارشاد فرمایا: اور اگر سامنے ایک بلند اور غیر فانی مقصد ہو، دوسرے جہاں کا یقین ہو تو پھر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حالت ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے کو سُولی پر چڑھایا گیا، نیزوں سے چھلنی کیا گیا، مگر سُولی پر کہتا رہا کہ ؎

ولست ابالی حین اقتل مسلماً
بایۃ شق کان فی اللہ مصرع
وذٰلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع

اللہ کے حکم کی تعمیل میں میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کیا باک ہے؟ وہ چاہے گا تو ان ٹکڑوں پر اپنی برکتیں نازل کر دے گا۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۴۲)

ارشاد فرمایا: قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ:۔

انا بیت الغربۃ ؛ میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں۔
انا بیت الظلمۃ ؛ میں اندھیروں کی جگہ ہوں۔
انا بیت الدود ؛ میں کیڑے مکوڑوں کی جگہ ہوں۔

تم اپنے گھر میں بستر اور روشنی کا انتظام کرتے ہو، میں مٹی کا گھر ہوں یہاں نہ بستر ہے نہ روشنی، یہاں کے لیے بھی بستر لاؤ، قبر کو روشن کرنے کا سامان لاؤ۔ اور کامیاب زندگی والا ہر وقت موت کے لیے تیار رہتا ہے اس نے وہاں کے لیے اسباب و سامان کا انتظام کیا ہوتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہیں، آخری وقت اپنے پرائے روتے ہیں، مگر وہ کہتے ہیں کیوں روتے ہو؟ ہنسو خوشی مناؤ، غم مت کرو، میں تو اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوستوں سے ملنے والا ہوں ؎

غدا القی الاحبۃ
محمداً و حزبہٗ

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۴۷۵)

ارشاد فرمایا: اس کتاب بخاری شریف کے ختم میں بے حد فوائد اور برکات ہیں۔ علماء نے تجربہ سے لکھا ہے کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کرنے کی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان کر دیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو، قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وبا داخل نہ ہوگی۔ بارش نہ ہو تو اس کی برکت سے اللہ خشک سالی دُور فرما دیتے ہیں۔ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال ہیں اور حضورؐ کی شان بھی تو وہ ہے جو آپ کے چچا ابو طالب نے بیان فرمائی ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہٖ
ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمسنی کا زمانہ تھا، آثارِ سعادت چہرۂ انور سے نمایاں ہوتے تھے۔ بارش بند ہوئی تو ابو طالب نے آپ کو دیوارِ کعبہ کے ساتھ کھڑا کر دیا اور کہا کہ اے اللہ! اس پاک معصوم اور نورانی چہرہ کی برکت سے بارش برسا، اُسی وقت بادل آئے اور بارش برسی۔ تو ابو طالب نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۳۲۱)

ارشاد فرمایا: رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کے لیے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام ہے۔ اس پیغام کے مطابق جس نے مغفرتِ خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی اللہ تعالےٰ نے اُسے کامیاب کر دیا، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ؏

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

قسمت یاوری نہ کرے تو پیر اور اُستاد بہت کامل بھی ہو تو کیا ہوتا ہے، کہ ؏

خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بدنصیب دریا کے کنارے سے بھی پیاسا آجاتا ہے۔

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۱۰۲)

ارشاد فرمایا :- ایک طالب علم جو کتاب نہیں سمجھتا مگر اپنے کو ناسمجھ تصور کرتا ہے تو اس کا عالم بننا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھ رہا ہے۔ آج بے شوق ہے، محنت نہیں کرتا لیکن آخر ایک دن فکر مند ہو کر کام پر لگ جائے گا، وہ سوچے گا کہ علم کی خاطر گھر اور وطن چھوڑا ہے اب وقت کیوں ضائع کروں، اور پڑھنے لگ جائے گا، کیونکہ اس کا اپنے متعلق ناسمجھ ہونے کا عقیدہ ہے۔ مگر جو شخص خود کو سب سے اچھا اور سمجھ دار گمان کرتا ہو اُس کا عالم بننا ناممکن ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہے ؎

ہر کس کہ ندا و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدھر بماند

(دعوات حق جلد ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

ارشاد فرمایا :- الغرض عبدیت کا معنیٰ کمال تذلل ہے، جس شخص میں جس قدر عبدیت بھی ہو گی اس پر اتنا ہی قبولیت کا نتیجہ مرتب ہو گا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ادنیٰ غلام ایاز نے جب اپنے آقا (بادشاہ) محمود غزنوی رحؒ کے ہر حکم کی تعمیل میں عبدیت (بمعنی کمال اطاعت و کمال تذلل) اختیار کی تو اس کو قرب و اعزاز کا وہ مقام حاصل ہوا جو بڑے بڑے وزراء بھی حاصل نہ کر سکے۔

اصل قصہ یہ تھا کہ محمود غزنوی رحؒ اپنے غلام ایاز سے محبت اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک موقعہ پر دیگر مقربین وزراء وغیرہ نے بادشاہ کے اس رویہ پر اعتراض کیا۔ تو ایک روز بادشاہ نے سب کو بلایا اور اپنی میز پر لعل و جواہرات سے مرصع ایک قیمتی گلاس بھی رکھوایا اور ایک ایک وزیر کو اس کے توڑنے کا حکم دیا، مگر ہر ایک کو بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تأمل ہوا کہ لاکھوں روپے کی مالیت کا نقصان کیونکر کیا جائے، مگر یہی حکم جب ایاز کو ملا تو اس نے بغیر کسی تأمل کے گلاس کو فرش پر دے مارا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادشاہ غضب ناک ہوا اور کہا ایاز! تو نے یہ حرکت کر ڈالی اور لاکھوں روپے کا نقصان کیا۔ ایاز نے بجائے یہ کہنے کے کہ جناب! آپ کا ہی حکم تھا، فوراً روتے ہوئے معافی کی درخواست کی حضور! میں ادنیٰ غلام ہوں، کم عقل ہوں، یہ سراسر میری ہی غلطی ہے جس کی میں معافی چاہتا ہوں۔

محمود غزنوی رحؒ نے وزراء سے فرمایا کہ تمہارا اور ایاز کا یہ فرق ہے۔ تمہیں حکم کی تعمیل میں تأمل تھا، ایاز کو حکم ملا تو بے سوچے سمجھے کر ہی ڈالا، اور جب ڈانٹ ملی تو اپنے ہی کو قصوروار ٹھہرایا۔ یہی وجہ تھی کہ آقا اپنے غلام کی عزت پر گرویدہ تھا ؎

محمود غزنوی کہ ہزاران غلام داشت
عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۱۲۲)

ارشاد فرمایا :- بعض اوقات فا تفصیل کے لیے آتی ہے جیسے کہ ترمذی کے دوسرے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ "اذا توضاء العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه۔" یہاں فا تفصیل کے لیے مستعمل ہے۔ اور قرآن میں بھی متعدد مقامات پر تفصیل کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً: "للذين يؤلون من نساءهم تربص اربعة اشهر فان فاءوا" (الآیۃ) یہاں فا تفصیل یا تعقیب ذکری کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ حماسہ کا شعر ہے ؎

وابن شيخاً قد تعوج ظهره
يمشي فيقعس او يكب فيعسر

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۱۵۸)

ارشاد فرمایا :- اس کے علاوہ حنفیہ حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں قلہ کے معنی ہے اضطراب ہے۔ قلہ لفظ مشترک ہے جس کے پانچ معنی مشہور ہیں (۱) راس الجبل (۲) قامت انسانی (۳) مٹکا گھڑا (۴) حمار یعنی گھوڑا (۵) مشکیزہ۔

اب سوال یہ ہے کہ یہاں قلتین سے کیا مراد ہے۔ اگر دو پہاڑوں کی چوٹیاں مراد لی جائیں تو احناف بھی اس کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک شعر منسوب ہے ؎

لنقل الصخر من قلل الجبال
احب الي من منن الرجال

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۹۲)

ارشاد فرمایا :- فقال انهما يعذبان ... الخ هما کی ضمیر کا مرجع قبرین، جبکہ قبر اس مکان (لحد) کو کہتے ہیں جس میں میت رکھ دی جاتی ہے۔

بظاہر الفاظ حدیث اور ارجاع ضمیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب بھی قبر کو دیا جائے گا جو لحد اور مٹی ہے، حالانکہ جرم تو صاحب قبر نے کیا ہے تو سزا بھی اسے ملنی چاہیئے جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ یہاں مجاز بالحذف کے اصول کے مطابق هما کی ضمیر صاحبین قبر کو راجع ہے۔ گویا اصل عبارت یوں ہے : مر علی قبرین

فقال انهما رای صاحبی قبرین) اس کو صفت م بھی کہتے ہیں، کہ جب ایک لفظ صراحتہً مذکور ہو تو اس کا ایک معنیٰ ہوتا ہے، اور جب اس کو ضمیر راجع کر دی جائے تو اس کا معنیٰ لفظ کی مناسبت سے بدل جاتا ہے۔ تو یہاں بھی "قبرین" کو ضمیر کے راجع ہوتے کے پیشِ نظر "قبرین" کی مناسبت سے اس کا معنیٰ "صاحبی قبرین" ہیں اور اس کی نظیر کلامِ عرب میں بھی ملتی ہے ؎

اذا نزل السماء بارض قوم
رعیناہ وان کانوا غضابا

مصرعہ اول میں "السماء" سے مراد بارش ہے لیکن جب اس کو دوسرے مصرعے کے "رعیناہ" کی ضمیر راجع کو دی جائے تو مراد اس سے گھاس ہے۔

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۱۶)

ارشاد فرمایا:۔ جب صحابۂ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو ان میں سے اکثر بخار میں مبتلا ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بخار ہوا اور حضرت بلالؓ کو بھی، دوسری طرف فطری تقاضے کی بناء پر انہیں اپنے شہر مکہ مکرمہ کی یاد بھی ستاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق بخار کی حالت میں یہ شعر گنگنایا کرتے تھے ؎

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

اہلِ عرب رات گذار کر جب ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے صبحك الله بخير كيف اصبحت بخير املا۔
حضرت بلالؓ بخار سے صحتیاب ہونے کے بعد فرمایا کرتے ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً
بواد وحولی اذخر وجلیل
وھل اردن یوماً میاہ مجنۃٍ
وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۳۰)

ارشاد فرمایا:۔ بعض صوفیا حضرات نے فرمایا ہے کہ سؤرِ کلاب کی تطہیر میں سات کے عدد کی رعایت اصحابِ کہف کی تعداد "سات" کے ساتھ خوب منطبق ہوتی ہے۔ ایک کُتّے نے اصحابِ کہف کے ساتھ رہ کر ایک عزت اور عظیم شرف حاصل کر لیا ؎

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۰۶)

ایک صاحب نے عرض کی کہ ایامِ حج میں یہ امر غالب ہے کہ ایک بار حضرت تھانویؒ کے ترجمہ و تفسیر کا کامل مطالعہ کروں، ارشاد فرمایا یہ نُورٌ علیٰ نُور ہے اس سے علمی و روحانی کیفیات کی باطنی توجہات میں انابت پیدا ہو گی اس سے بہتر کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن سے تعلق گویا قرآن بھیجنے والے کے ساتھ تعلق ہے، آپ ماشاء اللہ نوجوان ہیں، تعلیمیافتہ ہیں۔ اصل انابت الی اللہ کا وقت تو جوانی ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست[1]

(صحبتے با اہلِ حق ص ۴۷)

ارشاد فرمایا:۔ (ہر طرف) فسادات ہیں، کوئی امن نہیں، مسجد جاتے ہوئے یہ اطمینان نہیں ہے کہ گھر سلامتی سے پہنچا جائے گا۔ بدامنی کا دور دورہ ہے، یہ سب قیامت کی علامات ہیں، شیاطین اور اشرار کی کثرت اور ان کا غلبہ ہے۔ یہ سب ہمارے اعمالِ بد، خدا فراموشی اور گناہوں کا ثمرہ ہے۔ ع

شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

(صحبتے با اہلِ حق ص ۱۸۸)

ارشاد فرمایا:۔ ایرانی انقلاب کے بعد ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اولین جان نثار مہاجر و انصار حضراتِ صحابہؓ کے خلاف سب و شتم، کردار کشی اور بہتان طرازی کی زبردست مہم جاری ہے اور وسیع پیمانے پر لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے۔ جماعتِ صحابہؓ کے خلاف جو کچھ کیا گیا ہے یا جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ کوئی نیا اقدام نہیں ہے اور نہ تاریخ میں کسی نئے باب کا اضافہ ہے، بلکہ جب سے دُنیا قائم ہے تب سے حق و باطل برسرِ پیکار ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(صحبتے با اہلِ حق ص ۲۸۴)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ
محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

* * *

---

[1] پورا شعر یوں ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست
وقت پیری گرگِ ظالم میشود پرہیز گار

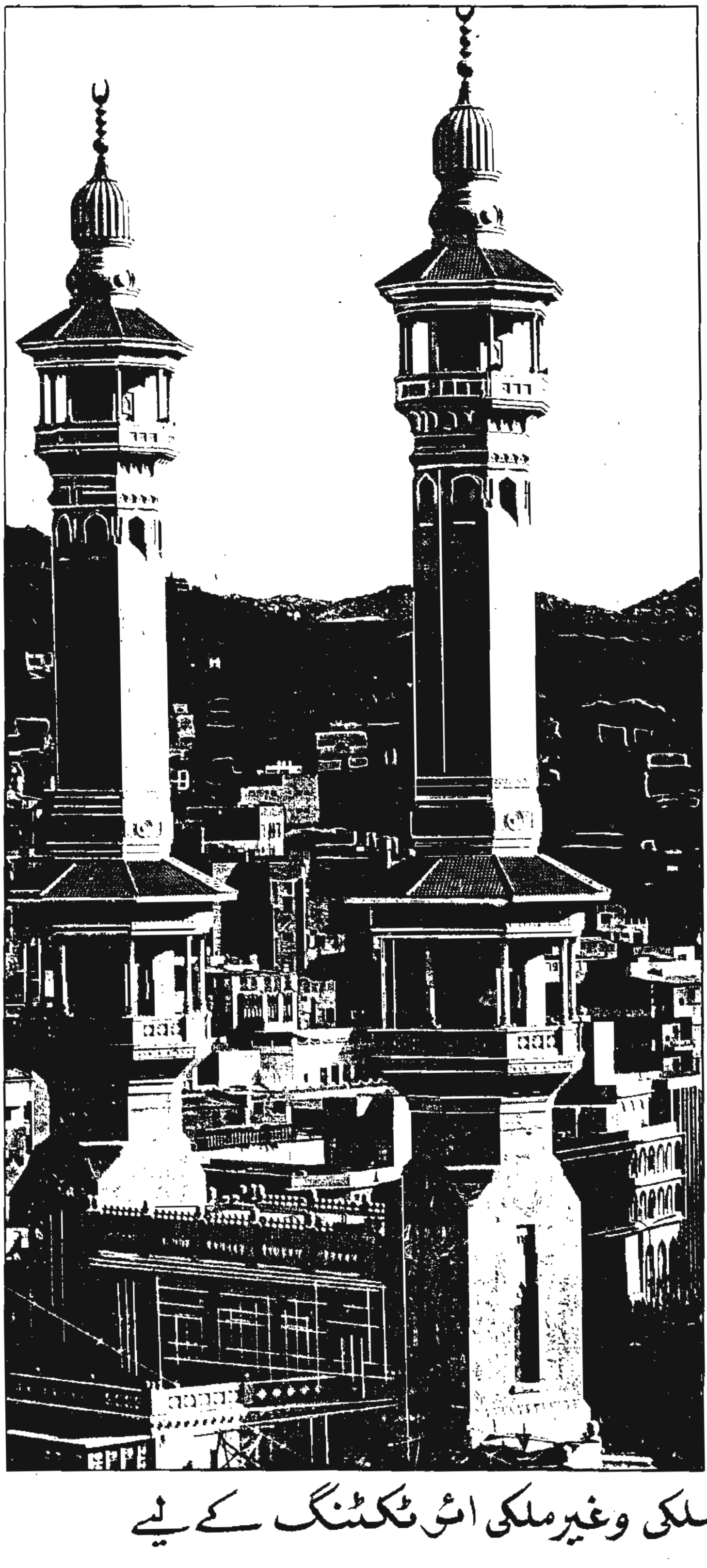

گروہی
فسادات
□
اللہ
کا عذاب

کہو، وہ (اللہ) اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کردے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کرکے آپس میں ایک دوسرے کے تشدد کا مزا چکھوا دے

الانعام: ۶۵

حج وعمرہ نیز ملکی وغیر ملکی ائر ٹکٹنگ کے لیے

حج ٹریولز : ۴/ ایونگ روڈ ، نیلا گنبد لاہور
فون : ۳۱۱۲۷۰ - ۲۳۵۵۸۵

افادات! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

ضبط و ترتیب! مولانا سمیع الحق

علم اور علم والوں کی قدر و منزلت

دارالعلوم کی تعلیمی سال کے آغاز پر درس ترمذی اوراختتام پر ختم بخاری شریف کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ طلباء اور علما سے فضیلت علم اور حصول علم کی راہ کی نزاکتوں اور اہل علم کی ذمہ داریوں پر بصیرت افروز خطاب فرمایا کرتے تھے ۔ ذیل میں ان خطابات میں صرف ایک تقریر نذر قارئین ہے اس خطاب کو بھی مرتب دعوات حق مولانا سمیع الحق نے ضبط اور مرتب کیا ہے ۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم محترم بھائیو! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”

وان تعدوا نعمتہ اللّٰہ لا تحصوھا ۔ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ۔

الایۃ (ابراہیم پ) (ترجمہ شیخ الہند)

خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے زمرہ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :

من سلک طریقا یطلب فیہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنتہ

جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دے گا ۔

علم اور جہاد میں فضیلت : ۔ غالباً” امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے ۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے ۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے جس طرح اقراء باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقراء مقدم کیا گیا مگر عام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال اور ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے ۔ مجاہد کا چلنا پھرنا ' اٹھنا بیٹھنا ' سونا جاگنا سب عبادت ہے یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تو لا جاتا ہے ۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ کوئی شخص مجاہد کے برابر بن سکتا ہے ۔ حضور صلی علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہاں جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادت تہجد ذکر و اذکار میں لگا ہو ۔ شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں آئمہ کرام (جو زہد و تقویٰ فقاہت اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں) فضیلت علم کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جائے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے ۔

خلافت آدم بوجہ فضیلت علم

سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منقبت اور خصوصیت تھی جس کی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا ۔ حضرت آدم کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی اب حضرت آدم کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علم دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا ۔ خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے ۔ خاص کر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں اگر میں تمام عمر سجدہ میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا ۔ قاصر ہوں ۔

لااحصی ثناء علیک ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا ۔ حضور کی ذات اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصی ثناء علیک انت کماثینت علی نفسک کا ورد فرما کر اظہار شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں ۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مساعی میں برکت ڈال دے ۔ تمہارا یہاں دارالعلوم میں علم دین کے لئے جمع ہونا اور گھربار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے طلبہ علوم دینیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں ۔ حضور اقدس صلعم نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیت خیر قبول کریں ۔

طلب علم کی راہ کے شدائد اور امتحانات

علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے اور چونکہ علم دین کی طلب پر خداوند کریم کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور امتحانات سے بھری ہوئی ہے ۔ عالم بننے کے لئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے جو بہت مشکل اور کٹھن ہے ہر طرح کے امتحانات سے بھری ہوئی ہے ۔ ہر طرح کے امتحانات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہیئے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے ۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں ۔

العلم عزلاذل فیہ یحصل بذل لاعزفیہ

علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جا سکے گا ۔ اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہو گا اتنی ہی زیادہ دولت نصیب ہو گی بھوک کی تکلیف آئے گی کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ تب کامیابی نصیب ہو گی اور یہ تجربہ اور مسلمات میں سے ہے کہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی

صحابہ کرام کی حالت

ہمارے سب کے مقتدار صحابہ کرام تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تعلیم حاصل کرنے والی اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر آسیب یا مرگی کی بیماری ہے ۔ ھولاء مجانون (کہ یہ تو مجنون ہیں) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پا کر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رگڑتے ' گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جس کی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا ' مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلی اور مزدور کی خاص نشانی ہے ۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے دریچے سے باغ کے اندر جھانکنے لگا ۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ ہاں ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا ۔ میں کنویں سے ڈول بھرنے لگا اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے جب مٹھی بھر گئی تو چھوہارے کھا لئے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا ۔ حضور صلعم تشریف فرما تھے پھر اسی تعلیم و تعلّم میں لگ گئے ۔

صحابہ کرام جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے ' لکڑیاں چن چن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن حدیث کے اسباق میں لگاتے ۔

اکابر امت کی حمایت

امام بخاری نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں ناغہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جا کر معلوم کیا تو فرمایا کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو ڈھانپ کر باہر نکلتا ۔ اور سوال کرنا خودداری اور علم کی شان کی خلاف تھا اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوئے مشہور حکیم ابونصرفارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃالاسلام نانوتوی کی مثالیں موجود ہیں ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دھلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ سبزی فروش جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوشا دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان میں لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانہ طالب علمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی مجھے خود یاد ہے کہ زمانہ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفار کیا پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرٹھ چلا گیا وہاں استادعلیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا ۔ میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا ۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے ۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے ۔ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے اس اپنے علاقہ کے ایک گاوں میں ٹھہرے تھے ۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا ۔ گری کا موسم تھا ۔ مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کے لئے ملتا تھا اور سبزی کے لئے پاو آدھ سیر چھاچھ وہ بھی محلہ کے لوگ نمبروار مسجد میں لاتے ۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ میں اہل علم کے لئے سبق

قرآن مجید کے سورہ کہف میں تعلیم و تعلّم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسی اور حضرت خضر کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طالب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے اس لئے حضرت امام بخاری نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے ۔ امام بخاری علم تفسیر میں بھی علم حدیث کی طرح بے نظیر ماہر ہیں اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے مثل چیز ہوتی ۔

سورہ کہف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسی سید السادات ہیں لیکن حصول علم کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں ۔ مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں اور اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضر کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں اگر ہوں بھی تو موسی علیہ اسلام کی شان کے برابر نہیں حضرت موسی کا درجہ بلند و ارفع ہے تشریعی نبی ہیں ۔ جاہ جلال اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متمرد قوم کو قبضے میں رکھا پتھر کو لاٹھی سے مارا یہاں تک کی جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ اسلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی ۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ وبالا کر دیا ۔ ایسے ظالم

بادشاہ کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انا ربکم الاعلی کا اعلان اور دعوی کیا مگر حضرت موسی کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ براہ راست فرعون ان پر گرفت نہ کر سکے اور ایک دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا حالانکہ اسی فرعون نے حضرت موسی کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشنگوئی سنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یذبحون ابناء کم ویستحیون نساء کم وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم حضرت موسی کے مقابلے میں پیش کیے گئے ساحر جب حضرت موسی پر ایمان لائے تو انہیں سولی پر چڑھایا۔

لاصلبنکم فی جزوع النخل (طہ)

اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر میخ ٹھونک کر چو میخہ طریقہ سے مار ڈالا ایسی نیک اور پاک باز رفیقہ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے مگر عجیب ہے کہ حضرت موسی جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ براندام ہو کر دب جاتے ہمت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دے دیتے ہتھکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی۔ یہ تھا حضرت موسیٰؑ کے جاہ جلال کا عالم کہ فرعون کو جرات نہیں کتنی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسی، ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرت خضر کے سامنے زانوئے تلمذ کئے ایک دفعہ حضرت موسی اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے بیان فصاحت و بلاغت سے لبریز تھا۔ لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و حلاوت نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے اب حضرت موسی حیران ہوئے کہ اگر کہوں کہ ممکن ہے کہ مجھے سے بڑا عالم موجود ہے تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے حجت نہ بنا لیں کہ تجھ سے بڑھ کہ عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آنا چاہیئے۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر الوالعزم پیغمبر اور تورات سنانے والا سیدنا موسی کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں بڑائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعوی کی بن گئی حق تعالٰی کی طرف سے مواخذہ ہوا اور فرمایا گیا بلی عبدنا خضر ھواعلم منک اور حضرت موسی کی رہنمائی کی گئی حضرت خضر کی طرف حضرت موسی کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے تو اس وقت علم کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یااللہ ان سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کے لئے نہیں بلکہ تعلّم کے لئے سفر اختیار کیا بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خادم ساتھ ہے۔ کھانے کے لئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زاد راہ ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفر علم کی مشقتوں کو حضرت موسی کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اتنا غدانا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا لاہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف (ترجمہ شیخ الہند)

جب حضرت خضر کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے حضرت موسی نے سلام کیا حضرت خضر نے جواب دیا انی بارمنک السلام یہاں کیا سلام کرتا ہے حضرت موسی نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسی بنی اسرائیل ہوں اور بہت نرمی سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ :

ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ اتباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں مگر ادھر سے حضرت خضر نے سختی سے جواب دیا انک لن تستطیع معی صبرا تو نہ ٹھر سکے گا میرے ساتھ اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی مگر پھر بھی حضرت موسی نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

ستجدنی انشاء اللہ صابرا" ولا اعصی لک امرا۔ تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منت وسماجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کے لئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منت سماجت کے بعد جب حضرت موسی کے تڑپ واشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کے لئے یہ شرائط لگائے کہ تم از خود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کر سکو گے پوچھنے کی ممانعت ہو گی ایک ذہین اور ذکی طالب علم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر حضرت موسی نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب علم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو۔

فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیئی حتی احدث لک منہ ذکرا۔

پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اس کا ذکر۔

وہی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طالب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منت سماجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت وسلطنت دی تھی مگر پھر بھی استاد کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط مانتے اور جب شرط کی پابندی نہ ہو سکی تو معافی مانگتے ہیں۔

قال لاتواخذنی بمانسیت ولا ترھقنی من امری۔

کہا مجھ کو نہ پکڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل۔ (شیخ الہند)

دوبارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگذر کرنے کی درخواست پیش کی ایک مہلت اور دے دیجئے۔

قال ان سالتک عن شیئی بعدھا فلا تصاحبنی قدبلغت منی عذرا۔

کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام اور پھر بالا آخر جب مرضی خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضر نے حضرت موسی کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا۔ ھذا فراق بینی وبینک

اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ۔

تو حضرت موسی، کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبہ دین کے لئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے کہ علم اتنی بڑی عزت ہے کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت

علم کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جائے ۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰ اتنا عجزوسماجت اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں ۔

خشیت والتواضع : اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ علم خدا کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے تب عالم بنیں گے اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف و خشیت پیدا ہو ۔ ارشاد فرمایا ۔

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء

اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں ۔ انما کلمہ حصر ہے کہ ما تخشی اللہ من عبادہ الالعلیاء کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف و خشیتہ سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں اور دوسرے طرف بسا اوقات غیر علماء افراد میں خشیت خداوندی موجود ہے اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام اس کی کیا توجیہ کی جائے گی تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہوگیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل ۔

علم کی حقیقت : اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ دانستن ہے ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال و حرام بیان کرتا رہے حالانکہ یہ علم نہیں ہے کیونکہ کاغذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں بلکہ پتھروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہونگی مگر کتابوں اور کاغذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو ٹیپ ریکارڈ میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں اسے بھی عالم کہا جائے گا اس طرح اس شخص کو جو کاغذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کر دے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو نور یتجلی بہاالذکور ۔ کے مطابق ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منور ہو جائے ۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منہیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منور ہوتا ہے جس کی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیتہ ان میں پائی جاتی ہے صوفیاء فرماتے ہیں ۔

ان اللہ لم یتخذ جاھلاولیافان اجذہ علمہ اللہ نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا ۔

علم حقیقی اور بصیرت : ملا نظام الدین سہالوی مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے علامہ بحرالعلوم عبدالعلی کے والد ہیں ۔ ان کا ایک مرشد تھا ۔ بلکہ عوام جیسا ان پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا ۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں ۔ جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کے محقق طوسی کو جہنم کے اسفل الطبقات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے ؟ توگویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا ۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان فرماتے ۔ انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھا تھا عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندہ مومن تھے ایک طالبعلم نے قرآن مجید اور اس کی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا چنانچہ وہ ہر ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے یہ نہیں بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرات میں سناتے مگر اسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے ۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا گو وہ رسمی عالم نہیں تھے حقائق سے لاعلم تھے مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا عجیب دقائق و نکات بیان کر رہا تھا جس کو سن کر حیرانی ہوتی تھی ۔ لیکن چہرہ پر نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نحوست برس رہی تھی اندر سے سیاہ معلوم ہو رہا تھا ہم نے جب بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لاہوری مرزائیوں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن ہیں اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ پر باایں ہمہ علم و دانش و تحقیق کے نور ایمان نہیں ہے ۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیلی نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اس کی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کار آمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری فہم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیہ خداوندی کو بھی جانے گا ۔

علم نافع وغیر نافع

اب علم کی کثرت کے باوجود بدعملی عام ہے آپ صلعم فرماتے تھے اللھم انی اعوذبک من علم لا یخشع (الحدیث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو ۔ بدعملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں ، علم نفع نہیں دے رہا 'امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہوگی کہ مساجد میں جا کر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے ۔ تو ایسا علم علم نہیں جہل ہے ۔ وان من العلم لجھلا " جس طرح کالجوں کا علم ہے اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کے لئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جہل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے ۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا ۔ غلطی یہ ہوئی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے ۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنا لیا ۔ حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کی طرف اور مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے اور دراصل افضل اور بہتر یہی دین ہے علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے اور دین والا وہ ہے جو تمتع بالدین حاصل کرے تو مقصود دین ہے جو عبات ہے تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب

کے درمیان ہے جس کی دوسری تعبیر ہے۔ عبودیت اور بندگی ارشاد خداوند ہے وما خلقت الجن والانس الالیعبدون (اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو)۔

پہلی منزل خوف خداوند یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبدیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوئی ذلت سے تو گویا ذلت اور تواضع کی پہلی منزل خوف خداوندی ہے اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر و غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔ امام شافعی کو پہلی وصیت اپنے استاد نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔ شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المماصی اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہو گی تو اخلاق فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی قلب سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع و سادگی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارلعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الانچ کا پاجامہ پہنے ایک موٹی لکڑی گنواروں کی طرح کاندھے پر رکھ کر راستے پر چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شان تواضع کا یہ عالم تھا اور علم و حکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتوی کہیں تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکۃ آلاراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسم کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضوء اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔ تو بایں ہمہ کمالات وھبیہ اور علوم دینیہ کے یہ تھی شان اخفا

مولانا مدنی ہمارے شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام مونالا سید حسین احمد مدنی کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کی ہنود وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کئے مہمانوں کی بے خبری میں ان کو چلم اور حقہ بھروا کر پیش کیا۔ اتنی شان تواضع اور انکساری دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے ۔ انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

خودداری مگر خودداری تھی ' خلاصہ یہ کہ انگریزی تو ٹیوشنوں اور غرور و تکبر سے بھی پڑھی جا سکتی ہے مگر علم دین تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہو گا۔ ٹیوشنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پر آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہو گا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاری سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو۔ انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو۔ لیکن امام نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امام کو ملک بدر کیا تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی مگر اس شان تواضع اور عجزوانکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب علم کے لئے استغناء اور خود داری نہایت لازمی چیز ہے اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہیئے کہ اگر حکومت و مملکت اس شرط پر ملے کہ علم چھوڑنا پڑے گا تو ہمیں اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے اور سچے اہل علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال دولت کی کوئی وقعت نہیں اہل دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے جو فانی چیز ہے تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف و اعلیٰ شئے جو کمال احسان اور نعمت خداوندی ہے۔ اس کی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت نحن معاشر الانبیا لانورث ماتر کناہ صدقتہ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہی اور نیابت و قائم و مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث ایسی اشیاء میں جاری ہوتا ہے جو مورث کے ساتھ مختص ہوں مگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں اب مذکورہ حدیث العلماء الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اموال تو قاردن و فرعون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کے لئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی فضیلت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخارنی نے مستقل باب باندھا کہ العلم قبل القول و العمل۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے۔ یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے۔

علم صفت کمال ہے آئینہ جب مظہر شمس ہوا تو اس کی خاصیتیں مثلاً" روشنی تحریق (جلانا) و سلب نظر وغیرہ اس میں متحقق ہو جاتے ہیں اب جب علم مظہر اتم صفت خداوندی ہوا تو اسمیں ایسے خصائل نہ آنے چاہئیں جو علو فخر تعلیؔ اور تکبر پر دلالت کرتے ہوں۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے۔ اب طالب علموں کی دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آ جاتا ہے چند مسائل سے اتنا پندار آ جاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی۔ ہمارے استاز شیخ حضرت مولانا مدنی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے لوگوں کو برا نہ سمجھنا چاہیئے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھلاتے ہیں۔

علمی نخوت و غرور اب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی داد ہے تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے اس پر غرور کیا جائے۔ ارسطو کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کتے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سوتے کہ ساری رات نیند خراب ہو گی اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا۔ جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رویا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں ؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ خواب میں بھونکتا ہوں طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیر مرحوم کا جلوس راستہ سے گذر رہا تھا۔ عالمگیر ایک علم دوست شخص تھا۔ ہزاروں احادیث یاد تھیں۔ جلیل القدر عالم تھا راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب علم کتاب لئے ہوئے جا رہا تھا اور بار بار مسکرا دیتا ہنس دیتا۔ عالمگیر کی نظر اس پر پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ سچ کہو کہ کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو جیسے کہ کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس طالب علم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پر ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے لیکن اگر اب کافیہ کی ایک عبارت اس کی سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

علم ضروری و غیر ضروری

بہر حال علم کو موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط ارسطو اور حکمائے یونان کی علوم نہیں ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری

ہے مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں مثلاً ”گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بناء برضرورت بنانا پڑتا ہے۔ جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلا و غسل خانہ کے ہیں مگر آج کل طلباء و علماء کی اکثر زندگی انہیں غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے۔

علم منقولات علم انبیاء علم معقولات علم اشقیاء
علم منقولات بندہ ی کند علم معقولات گندہ ی کند

تو بہرحال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کہتری میں مبتلا ہوں یہ تو مہلک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتجاج اور طمع کا اظہار بھی مہلکات میں سے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فرام کرنا ہے اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ چھت کے ہیں اس سے زیادہ ناسمجھ کون ہو گا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے۔

اجرت علی التعلیم ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر گذراوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ حیدر آباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار کی پیش کش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اجرۃ علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے متاخرین و مشائخ بلخ نے بقدر ضرورت جواز کا فتوی دے دیا ہے لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کے لئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے کیونکہ علم کا مقصد تو کمائی نہیں۔

علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہنچانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچنااوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کے لئے ابلاغ علم و حدیث فرض ہے۔

اگر اس طالب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موہوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ سے حقیر سمجھا جاتا ہے مال کی کمائی اور دنیاوی تعیش کے لئے تو اور بھی کئی طریقے تھے۔ تجارت کرتے زراعت اور مزدوری کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً“ حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور ان سے رائے لو تو نفس یہی جواب دے گا کہ:

دنیا کی زندگانی فانی ہے ' دین کی بقاء اور اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے چلانے کے لئے جو ہر چیز سے محبوب ہے اس کے لئے بھی ایک زمرہ اور جماعت چاہیئے جو امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعوی کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی برملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پر بدنما داغ آئے گا عوام کا دعوی دین کے نمائندہ ہونے اور نیابت رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لائے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام نہ کریں داڑھی کترائیں منڈائیں اور سنت کی پیروی نہ کریں حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کاٹنا تراشنا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنت رسول کی مخالفت ہے گویا بالا جماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

عالم کے متعدی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دارالعلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس فسق کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا رہے اور ایسی حرکات کر رہے ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دارالعلوم اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے۔ اور جب اس میں علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کاریاء بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لامحالہ عوام پر ہوتا ہے اگر اچھے ہوں تو باعث تقویت دین ورنہ باعث بدنامی دین ہوں گے۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اس دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت و اشاعت کے دعوی کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریم پر اتارا ہے فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے عزت موٹر اور بنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دے کر نوکر اور خدام رکھے گا پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہو گی لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و وقعت موجود ہے گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دبانہ آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھیئے۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرادیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام کرا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے روٹی ملتی ہے گوشت سالن ملتا ہے یہ ہمارے نہیں علم کی قدر ہے ورنہ بے کار بیٹھنے پر اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کر کے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں طلب علم کے لئے فراغت بالی اور اطمینان بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کر دی ہے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون ارشاد خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی مجھ جیسے بے سروسامان کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہو گا۔

علم سراسرادب آج حالت یہ ہے کہ جو طالب علم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے عوام آ کر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ حجروں میں گپیں لگاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ ان کی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد نمازیوں کے لئے ہے اٹھ جاؤ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بسترے ڈالے ہوئے ہیں ۔ ازان کا وقت ہے مگرازان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے حالانکہ بلال کا منصب ہے موذنین کے لئے حضور صلعم نے کتنی دعائیں دی ہیں اور کتنی منقبت بیان کی ہے مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا ادب ہے اور پھر کتاب کا ادب ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازی ہے مساجد کا ادب استاد کا ادب کتاب کا ادب سلف میں ایسے بزرگ بھی گذرے کہ انہوں نے بلا وضوء کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں

برکات ادب ایک گنوار کرُد قبیلے کے دیہاتی نے صرف ایک کاغذ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا ۔ گندگی سے اٹھایا ۔ اس کو صاف و پاک کر کے بادب و احترام رکھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک عالم بنا دیا صبح اٹھے تو عالم تھے ۔ لوگوں کو کہنے لگے امسیت کرویا واصبحت عربیا ۔ شام کو میں ایک کردی تھا اور صبح ایک عربی دان عالم بنا اسی طرح ایک جاہل راستہ میں جا رہا تھا ۔ کتاب ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کر لیا ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو باوضو ہو کر تو علم و حفظ کے لئے تعلق مع اللہ کے ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کی دعائیں موجب ترقی و زیادتی ہوں ۔

بقیہ ص۸۱۶ سے : اسلام اور سائنس

بغیر وسائل و ذرائع کے کراچی پہنچ جاتے تو یہ اس کی کرامت ہے اور اگر ریل، موٹر جہاز وغیرہ کے ذریعہ جاتے تو اسباب عادیہ کا یہ عمل خرق عادت نہیں تو اس کو کرامت نہیں کہا جاسکتا ۔

قرآن کریم کا بنیادی مقصد رہا یہ امر کہ موجودہ ترقیات کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً کیوں نہیں تو یاد رکھیں کہ قرآن حکیم کا موضوع آخرت کی دائمی اور حقیقی زندگی کے حصول کے لیے دنیا کی چند روزہ زندگی کو استوار رکھنے کا طریقہ بتلاتا ہے اور اسی مقصد کے لیے زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی پیش آنے والی ضرورتوں کو تشنہ نہیں چھوڑتا ۔ سعادت اخروی کے طریقوں کو ترغیب و ترتیب سے بیان کرتا ہے اور تجارت، سیاست، ملازمت، زراعت سب شعبوں میں حلال و حرام کی رہنمائی کرتا ہے مگر وہ طبیعات، نجوم اور جغرافیہ کی کتاب نہیں کہ ہر زمانہ کے عروج و ارتقاء کے سارے مراحل بتلاتے البتہ بطور آیات آفاقی اور مبداء و معاد میں غور و فکر کرنے کے لیے کہیں ضرورت پیش آئی تو ان اشیاء کا ذکر ایسے جامع کلمات سے کرتا ہے جس سے قیامت تک اہم فنی مسائل بھی مستنبط ہو سکیں مگر یہ نہ ہر شخص کا کام ہے نہ اس کا فہم ایمان کے لیے ضروری ہے ۔

قرآن میں علوم کا لامتناہی ذخیرہ اولوالابصار اور عقلمندوں کے لیے علوم کا لامتناہی ذخیرہ قرآن مجید میں موجود ہے اور ان کلیات سے قیامت تک جزئیات نکالے جاسکتے ہیں ۔

محترم بھائیو! قرآن کریم کی کائنات بے حد و بے حساب ہے ۔ اس کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ۔ ایک حدیث میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ عرش معلیٰ کے نیچے ایک ہزار قندیل لٹکے ہوتے ہیں اور یہ ساتوں آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ صرف ایک قندیل میں سمائے ہوتے ہیں باقی قنادیل میں کیا ہے ! ان کا علم کس کو ہو سکتا ہے ؟ ۔

وما یعلم جنود ربك الا هو مختصراً یہی کچھ عرض ہوا، آئندہ کسی موقعہ پر مزید تفصیل کی جائے گی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتنوں سے محفوظ رکھے ۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين ۔

بقیہ ص۸۲۱ : اُطِیْعُوا الشَّیْخ

اِتفاق سے ایک دن استاد جی دوران درس سر جھکائے ہوئے چراغ پر مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی پگڑی کے اوپر کے شملہ کو آگ لگ گئی ۔ طالب علم حسب عادت کھڑا ہوا ہاتھ باندھ لیے اور پھر القابات کا ایک طومار باندھا، درخواست کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر عرض کیا جناب والا کی پگڑی شریف کو آگ لگ گئی ہے ۔ اُس نے جلدی سے پگڑی کو پھینکا، دیکھا تو پگڑی کے اوپر کا اچھا خاصا حصہ جل چکا ہے، طالب علم کو ڈانٹا کہ بدبخت جلدی سے کیوں نہ بتایا ۔ اُس نے عرض کیا جناب والا ! آدابِ درخواست کا لحاظ ضروری تھا ۔

میرے محترم ! شریعتِ اسلامیہ کی تحقیر و توہین سے غضب خداوندی کی آگ بھڑک اٹھی ہے، ملک جل رہا ہے اور آپ ہیں کہ آدابِ سیاست سے چمٹے ہوئے ہیں، شیخ کی روح کو خوش کرنا ہے تو تحریک نفاذِ شریعت کو ترجیحی مقاصد میں رکھیے، عدالتوں کو شریعت کا پابند بنانے کی پُرزور تحریک چلائیے ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خُدا کیا کرتا ہے

* * *

عشق جس حال میں ہو نغمہ سرا ہوتا ہے
وہ نغمہ جو بے ساز و صدا ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

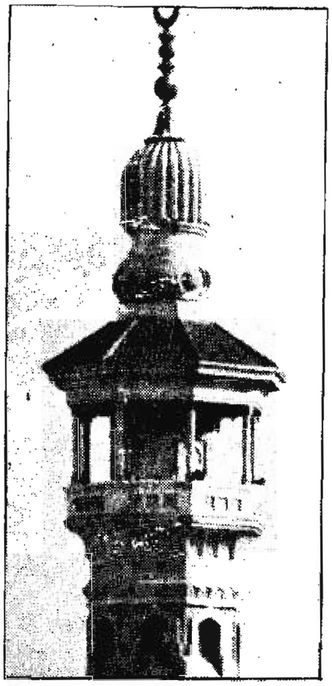

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لوگو۔ خیرات کیا کرو، صدقہ دیا کرو اور یاد رکھو کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ پہلے ماں باپ، بہن بھائی پھر قریبی رشتہ دار۔ اس ترتیب کے ساتھ اپنے عزیزوں سے حسن سلوک کیا کرو۔

(زاد المعاد)

بشکریہ

پاکستان ٹوبیکو کمپنی لمیٹڈ ۔ اکوڑہ خٹک

ضلع نوشہرہ

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ کراچی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی اصاغر نوازی، علم پروری اور جذبۂ اشاعت قرآن

آپ کے گرامی نامہ سے الحق کے خصوصی نمبر کی اشاعت کا علم ہوا ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے احقر بحمد اللہ کراچی میں مشرف ہوا تھا جبکہ حضرت آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں جناح ہسپتال کراچی تشریف لائے تھے ۔ بحمد اللہ حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے حق تعالیٰ نے مشرف فرمانے کی سعادت اس احقر ناکارہ کو نصیب فرمائی تھی ۔ اور اس سلسلہ میں احقر کی تالیف " درس قرآن " کے متعلق حضرت اقدس سے خط و کتابت بھی ہوئی تھی ۔ اور یہ حضرت اقدس جیسے مقبول الدعاء کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ جو اس درس قرآن کی تکمیل حق تعالیٰ نے زندگی میں مجھے نصیب فرمائی اور اس تالیف کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی

1 ۔ " درس قرآن " کے تعارف کے سلسلہ میں سب سے پہلے احقر نے جلد اول اپنے عریضہ مورخہ ۹ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۷۸ء (جس کی نقل نمبر ۱ منسلک کی جاتی ہے) کے ہمراہ حضرت اقدس کی خدمت میں اکوڑہ خٹک روانہ کی تھی اور اپنے مقاصد کا اظہار کر کے دعاؤں کا طالب ہوا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اخلاق نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے نوازا تھا ۔ میرے عریضہ کے جواب میں حضرت اقدس کی طرف سے جو بابرکت کلمات طیبات مراسلہ نمبر 6970 مورخہ 16،6،78 میں تحریر فرمائے گئے (نقل نمبر ۲ منسلک کی جاتی ہے) اللہ تبارک تعالیٰ نے وہ سب اپنی رحمت سے مقبول فرمائے اور اب تک بفضلہٖ حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت اور اس کے ثمرات دیکھنا نصیب ہو رہے ہیں ۔ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت اقدس کے درجات عالیہ اور قرب خاص میں مزید ترقی عطا فرمائے آمین

۲ ۔ جب " درس قرآن " کی جلد دوم طبع ہوئی تو یہ جلد بھی حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کی گئی تھی جواباً" حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے مراسلہ مورخہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ موصول ہوا جس کی نقل نمبر ۳ منسلک کی جاتی ہے جس میں احقر کی جناح ہسپتال کراچی حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے حاضری کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے اس موقع پر بھی حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مخصوص اور مخلص دعاؤں سے احقر کو نوازا اور " درس قرآن " کے متعلق کلمات طیبات اور دعا خیر فرمائی ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اپنے اکابر کی دعاؤں کے بابرکت اثرات اب تک دیکھ رہا ہوں ۔ جس کا بدل یہ احقر کیا ادا کر سکتا ہے ۔ سوائے اس کے کہ بارگاہ الٰہی میں حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کے درجات عالیہ کے لئے دعا کرتا رہوں ۔

۳ ۔ جلد سوم درس قرآن طبع ہونے پر حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کی گئی تھی جس کی وصولیابی پر حضرت والا کا گرامی نامہ جس کی فوٹو نقل نمبر ۴ منسلک کی جاتی ہے ۔ موصول ہوا ۔ جس میں احقر کو حضرت اقدس نے اپنی مخلص دعاؤں سے نوازا اور اللہ پاک نے حضرت اقدس کی دعاؤں کی مقبولیت کے آثار اس عاجز ناکارہ کو اپنی زندگی میں دیکھ لینا نصیب فرمائے ۔

۴ ۔ حضرت اقدس کی حیاۃ طیبہ میں درس قرآن کی جلد چہارم بھی حضرت کی خدمت میں روانہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی جس کی وصولیابی پر حضرت اقدس نے اپنے گرانقدر گرامی نامہ سے احقر کو نوازا جس کی فوٹو نقل ۵ منسلک کی جاتی ہے یہ حضرت اقدس رحمتہ اللہ کی دعاؤں کی مقبولیت کے آثار ہیں کہ جو " درس قرآن " بحمد اللہ تعالیٰ دنیا کے اکثر ممالک جہاں اردو خواں موجود ہیں پہنچ چکا ہے اور مزید براں مملکتہ العربیتہ السعودیتہ کی تنظیم رابطتہ العالم الاسلامی ۔ مکتہ المکرمتہ نے اس درس قرآن کو منظور فرمایا لیا ہے چنانچہ بحمد اللہ عرب ممالک میں بھی طلب کیا جا رہا ہے ۔

۵ ۔ اب خاتمہ پر یہ عاجز ناکارہ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز کا مبارک تذکرہ و سوانح حیاۃ جو ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک اپنے خصوصی نمبر میں شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے ۔ اس مبارک اور متبرک نمبر میں اس عاجز کی تالیف درس قرآن کا تذکرہ بھی شامل ہو جانے کی سعادت حق تعالیٰ نے نصیب فرمائی ۔ کیا عجب ہے کہ ایسے مقبول مقدس اہل اللہ کے تذکرہ میں شمولیت ہماری نجات آخر کا ذریعہ بن جائے ۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

* * *

دل میں اس طرح ہوا ہے میرے پنہاں کوئی
ہر ادا سے میری ہوتا ہے نمایاں کوئی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خطبات و مواعظ کا مجموعہ دعواتِ حق

علوم و معارف اور نکاتِ سیاست اسلامیہ کا مخزن

طرزِ بیان میں ان کے ممتاز علمی اور عملی مقام نے حرارتِ ایمانی کے سوز و گداز کا اضافہ کر دیا ہے

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ الَّذِیْنَ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ لِلَّذِیْنَ سَنَدَهٗ وَقُدْوَتَهٗ، اَمَّا بَعْدُ!

احقر نے "دعواتِ حق" جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ کے خطباتِ جمعہ کا ایک مجموعہ ہے مختلف مواضع سے مطالعہ کیا میں الحق میں اس کا مطالعہ کرتا رہا۔ علماء اور اہلِ تبلیغ دونوں کیلئے اور عام اردو دان طبقے کے لیے حضرت مولانا عبدالحق زیدت معارفہٗ کے مجموعہ مواعظ کی اشاعت کتابی صورت میں نہایت ضروری تھا۔ یہ مجموعہ خطبات اسرار عبادات و اخلاق و نواہی، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ ظاہر و باطن و نکاتِ سیاست اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے۔ طرزِ بیان میں مولانا موصوف کے ممتاز علمی و عملی مقام نے حرارتِ ایمانی کے سوز و گداز کا اضافہ کر دیا ہے۔ صحیح مسلمان اور بندۂ خدا بننے کیلئے اس مجموعہ کا مطالعہ ضروری تھا خواص ہوں یا عوام۔

کتاب کے نام کے سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کی ایک کتاب موسوم بنام "آداب العبودیۃ" جو "طبقاتِ کبریٰ" کے حاشیے پر مصر میں چھپی ہے، اور حضرت حکیم الامۃؒ کا ایک مجموعہ مواعظ "دعواتِ عبدیت" کے نام سے شائع ہوا۔ عبدیت عالم کی علتِ غائیہ تخلیق ہے، ماوراء الثقلین میں صرف عبدیت تکوینی ہے جس میں حقوقِ عبدیت سے تخلف ممکن نہیں اور ثقلین میں بوجہ فاعل مختار ہونے کے عبدیت تکوینی کے ساتھ عبدیت تشریعی بھی ہے۔ انسان کی موت و حیات، صحت و مرض، فقر و غناء، شباب و ہرم، عزت و دولت امرِ تکوینی کی جبریت کا نتیجہ ہے۔

ماموراتِ و منہیاتِ شرعیہ پر عمل عبدیتِ اختیاریہ تشریعی کا نتیجہ ہے، مذکورہ مواعظ اسی قسم میں داخل ہیں۔ احقر کے خیال میں نام موزوں "حقوقِ عبدیت یا حقوقِ عبودیت یا فرائضِ عبودیت" میں جو موزوں سمجھا جاوے۔ عبودیتِ تکوینی اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ والارض الا اٰتِی الرحمٰن عبداً میں اور عبودیتِ تشریعیہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں مصرح ہے، اس لحاظ سے اسم مذکور کو قرآن سے بھی مناسبت ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ مجموعہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو کر سب کے لیے اور صاحبِ خطبات و مرتبِ خطبات کے لیے بھی یہ فیضِ عام و وسیلۂ نجاتِ آخرت بناوے۔ آمین

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کا مجموعہ

دعواتِ حق

اُن کے علم و فکر اور اخلاق و اوصاف کا آئینہ ہے

حضرۃ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دعواتِ حق احقر کے سامنے ہے جو حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ صدر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی قدر و قیمت کے لیے یہ حجت کافی ہے کہ مولانا ممدوح کے افکارِ عالیہ کا ذخیرہ ہے۔ قدر الشہادۃ قدر الشہود۔ ہر تصنیف اپنے مصنف کے علم و فکر اور اخلاق و اوصاف کا آئینہ ہوتی ہے۔

مولانا ممدوح کے کمالاتِ باطن الحمد للہ کہ اس کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہیں۔ احقر نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا ہے جس کا خاص اثر قلب میں محسوس کیا۔ حق تعالیٰ اس ذخیرۂ سعادت کو لوگوں کے لیے وسیلۂ سعادت بنائے، آمین۔ اور حضرت کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی محنت و کاوش اور حسنِ ترتیب سے یہ ذخیرہ، ہم مستفیدین کے سامنے آ رہا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطباتِ جمعہ اور مواعظِ حسنہ

دعواتِ حق

قومی پریس کی نظر میں

حضرت شیخ الحدیثؒ کے قلب کے سوز، ملت کی دردمندی، اصلاحِ امت کے جوش و ولولہ، مزاج اور مسلک کے اعتدال نے ان کے ارشادات کو اور بھی پُرتاثیر بنا دیا ہے۔ ان کی باتیں دِل میں ترازو ہو جاتی۔ اِنسان کی بہبود سے گہرا تعلق رکھنے والے مسائل پر اظہارِ خیال، دلنشیں پیرایہ، کئی ضخیم جلدوں سے بے نیاز کر دینے والی کتاب، زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق دین کی تعلیمات و ہدایات، اسرار و رموز اور بہترین تذکار و موعظت کا دلآویز مجموعہ

سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۷۶ء (ص۱۰۱)

"دعواتِ حق" حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ (رحمہ اللہ) کے ۶۵ مواعظ، خطباتِ جمعہ اور دیگر تقاریر کا مجموعہ ہے اور ان کے مواعظ و تقاریر کی پہلی جلد ہے۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہٗ عبدالحق کا مقام دینی اور علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔

"دعواتِ حق" میں انہوں نے اُن تمام موضوعات پر اسلام کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ مذہب کی بنیادی رُوح سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ انسانی بہبود سے بھی جن کا گہرا واسطہ ہے، ان کے مواعظ کے موضوعات میں بے حد تنوّع ہے۔ جہاں اس مجموعہ میں حقیقتِ ایمان و عبادت، اللہ و رسولؐ کی محبت، طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ، محبت اور اسبابِ حقیقت، ایمان و عبادت اور دوسرے فرائض و اوامر و نواہی پر انہوں نے فکر انگیز خیالات پیش کیے ہیں وہاں اسلام اور اجتماعیت، تجدید و حفاظتِ دین، اسلام میں عورتوں کے حقوق، کامیاب و بامراد زندگی ایسے موضوعات کو اپنے مواعظ میں پیش کیا اور قومی و ملی المیوں (سقوطِ بیت المقدس، سانحہ مسجدِ اقصیٰ، سقوطِ ڈھاکہ) پر بھی انہوں نے فکر انگیز خیالات سے متاثر کیا ہے۔ وہ عصرِ حاضر کے تقاضوں اور سائنسی ایجادات و تسخیرِ کائنات کے مسئلے کو بھی بڑی وضاحت سے دین کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام کے موضوع پر ان کے مواعظ بصیرت افروز ہیں۔

"دعواتِ حق" ایک بڑے عالم اور بڑے انسان کے خیالات و افکار کا مجموعہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ان مواعظ کی اشاعت دینی کتب میں ایک اہم اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس کی دوسری جلد بھی جلد ہی شائع کی جائے گی۔

روزنامہ مشرق لاہور، پشاور ۱۶ اپریل ۱۹۷۶ء (ادارتی صفحہ)

"دعواتِ حق" مولانا عبدالحق مدظلہٗ (رحمہ اللہ) صدر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے۔ جو وہ خطباتِ جمعہ کی صورت میں مختلف اوقات میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ممتاز عالمِ دین، مبلّغ اور معلّم کی حیثیت سے ان کی ذات پاکستان میں ممتاز مقام کی حامل ہے ۔۔۔ زیرِ نظر کتاب میں انکی شخصیت ان تینوں زاویوں سے بھرپور انداز میں جلوہ گر نظر آتی ہے انہوں نے زندگی کے روزمرہ مسائل کے بارے میں قرآن و سُنّت کے احکام بڑے دلنشیں پیرائے میں بیان کیے ہیں۔ سلف صالحین کی حکایات اور واقعات کے حوالوں سے کتاب میں ایسی دلکشی پیدا ہو گئی ہے کہ قاری وعظ و تلقین کی اس مجلس میں اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ شوق اور توجہ سے اخذِ مطالب کرتا چلا جاتا ہے۔ عالموں، واعظوں، خطیبوں اور مبلّغوں کے علاوہ عام آدمی بھی اس کتاب سے احکامِ دین کو عملی زندگی میں بروئے کار لانے میں مدد لے سکتا ہے۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں ساٹھ اہم موضوعات کو پانچسو سے زائد عنوانات کے تحت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ہفت روزہ چٹان لاہور، ۷ جون ۱۹۷۶ء

تحریر: صوفیہ شورش

مولانا عبدالحق مدظلہ (رحمہ اللہ) جید علماء کرام میں سے ہیں، برسہا برس سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث ہیں، ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے بھی رُکن منتخب ہوئے۔ اس طرح انہیں بیک وقت دینی اور دنیوی اُمور میں خاصی دلچسپی ہے اور وہ عوامی

مسائل ومشکلات کو بخوبی سمجھتے ہیں، وہ گذشتہ طویل عرصہ سے دینِ اسلام کے فروغ کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، انہوں نے لاتعداد دینی اجتماعات سے خطاب کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "دعواتِ حق" دراصل ان کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان خطبات کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ ہر موضوع پر حضرت شیخ الحدیث کے خیالات کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ اور چونکہ وہ صرف قرآن وحدیث ہی کا ذکر کرتے ہیں، اس لیے اردو زبان میں مختلف دینی مسائل پر ایک نادر کتاب ہے جو قارئین کو سیدھا راستہ دکھاتی ہے، اس راستے پر چلنے کا جذبہ متحرک کرتی ہے۔

اسلامی مسائل پر اگرچہ صدیوں سے بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور عصرِ حاضر میں بھی بہت سے علماء کرام نے بعض قابلِ قدر مضامین لکھے ہیں لیکن مولانا عبدالحق کا انداز واسلوب منفرد ویگانہ ہے، وہ عوام سے عوام کی زبان میں نہایت دلنشین انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ چونکہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نیکی پر مائل تخلیق ہوا ہے اس لیے ان کی باتیں دل میں ترازو ہوتی جاتی ہیں، اس کتاب کے مطالعہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو مختلف امور کے بارے میں دینی موقف سمجھ میں آجاتا ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر ہم قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس قابلِ قدر کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

ماہنامہ البلاغ کراچی، جولائی ۱۹۷۶ء

تحریر:- مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم ملک کی اُن گنی چنی شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اس دور میں علمِ دین کا بھرم قائم ہے۔ زیرِ نظر کتاب انہی کے خطباتِ جمعہ کا مجموعہ ہے جسے ان کے لائق وفاضل صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مدیر ماہنامہ الحق نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا موصوف کے خطباتِ جمعہ ماہنامہ الحق میں شائع ہوتے رہے ہیں، اور اس سے قبل بھی دو مختصر مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں جن کا ذکرِ خیر البلاغ میں پہلے بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے، چنانچہ اُن کے مواعظ وخطبات سے قلب میں سوز وگداز، ایمان میں پختگی، خدا کا خوف، اور فکرِ آخرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق دین کی تعلیمات وہدایات اور ان کے اسرار وحکم ان خطبات میں ملتے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ مولانا مدظلہم کے خطبات کا جامع ترین مجموعہ ہے اور اس کی جامعیت کا اندازہ مندرجہ ذیل عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے:-

پہلے باب کا عنوان ہے (آدابِ عبدیت، حقیقتِ ایمان وعبادات) اس باب میں مندرجہ ذیل خطبات ہیں:- ۱ طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ، ۲ محبت، اللہ ورسول کی محبت، ۳ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ومالکیت اور عبادات کا باہمی ربط، ۴ حقیقتِ ایمان وعبادت، ۵ اسلام اور ہجرت کی حقیقت ۶ زکوٰۃ اور عُشر کا فلسفہ، ۷ حدود ومقادیرِ زکوٰۃ، ۸ رمضان المبارک کی برکات اور حکمتیں، ۹ عید الفطر انابت الی اللہ کا دن، ۱۰ حج کی اہمیت اور فضیلت، ۱۱ قربانی سنتِ ابراہیمی، ۱۲ قربانی کی اہمیت اور ازالۂ شبہات، ۱۳ احساسِ گناہ کا فقدان، خاصیتِ اعمال۔

دوسرے باب کا عنوان "قرآنِ حکیم" ہے اور اس میں دو مبسوط خطبات ہیں: ۱ کائنات وآیات میں شانِ ربوبیت، ۲ قرآنِ حکیم ایک لافانی کتاب

تیسرا باب "تذکارِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے اور اس میں مندرجہ ذیل مواعظ ہیں: ۱ حضورِ اقدسؐ کائنات میں خدا کی سب سے بڑی نعمت، ۲ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت، ۳ خاتم النبیینؐ اور آپ کی اُمت، ۴ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت، ۵ فریضۂ نبوت، علومِ نبوت، ۶ ختمِ نبوت، ۷ حیاتِ طیبہ اور ۸ دشمنانِ اسلام کی شرمناک جسارت۔

چوتھے باب میں درسِ بخاری کی تین افتتاحی اور اختتامی تقریریں شامل ہیں جو اہلِ علم اور عوام دونوں کے لیے بغایت مفید ہیں۔

پانچواں باب "محاسن وحقانیت وصداقتِ اسلام" کے زیرِ عنوان ہے جس میں تجدید وحفاظتِ دین، انسانیت کے لیے عزت وسرخروئی کا پیغام، اسلام اور اجتماعیت، اتحاد اور اخوتِ اسلامی کے موضوعات پر مفصل خطبات شامل ہیں۔

چھٹے باب میں آدابِ جہاں بانی کے زیرِ عنوان مسلمان حکمرانوں کے فرائض اور حکمرانی کے آداب وغیرہ کے موضوعات پر چار خطبے ہیں۔

ساتواں باب "حقوق العباد" ہے جس میں اکلِ حرام کا وبال، معاشی کامیابی کا راز، حقوق العباد کی اہمیت، اسلام میں عورتوں کے حقوق اور خدمتِ خلق کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے۔

آٹھویں باب میں "فلسفۂ عروج وزوال" سے متعلق چھ خطبے ہیں جن میں سقوطِ بیت المقدس اور سقوطِ ڈھاکہ کے المیوں پر بھی بحث ہے۔

نواں باب "فریضۂ دعوت وتبلیغ" پر ہے جو چار خطبوں پر مشتمل ہے۔

دسویں باب کا عنوان "آدابِ علم وفضل" پر ہے اور اس میں علماء وطلباء سے دردمندانہ خطاب ہے۔

گیارہویں باب میں دینی مدارس کے لیے اصلاحی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

بارہویں باب میں "حوادث ونوازل" کے عنوان سے متفرق واقعات پر تبصرے ہیں جن میں تسخیرِ قمر اور دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

ان خطبات میں اسلام کی تعلیمات وہدایات کو دلنشین انداز میں پیش کرنے کے علاوہ تاریخِ اسلام کے چیدہ واقعات، لطائف وظرائف اور زمانہ حاضر کے بہت سے مسائل پر بڑے بصیرت افروز اور جاندار تبصرے بھی موجود ہیں۔۔۔ ہماری رائے میں یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لیے مفید ہے اور ائمہ وخطباء کیلئے

بھی بہترین راہنما کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء

(تحریر :۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی مدظلہ)

جمیعۃ علماء اسلام کے راہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ، بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ان علماء ربانی میں سے ہیں جن کے نقوشِ پا قوموں کے لیے مشعلِ راہ ہوا کرتے ہیں۔ مادرِ علمی دارالعلوم دیو بند کے اس عظیم فرزند نے امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہ العزیز کی عظیم چھاؤنی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم قائم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ دارالعلوم نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کا مثالی دارالعلوم ہی نہیں بلکہ پاکستان میں دیو بند کا نقشِ ثانی ہے، اس دارالعلوم سے جو فیض پھیلا اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

موصوف مدرسہ کے ساتھ ساتھ قصبہ کی مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے۔ موصوف کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق مدرس دارالعلوم اور ایڈیٹر الحق پوری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نوادرِ علمی کے ضبط و ترتیب کا فریضہ سرانجام دے کر ملت کے ہاتھوں اتنا بڑا خزانہ دے دیا ہے کہ باید و شاید؟

اس پونے سات سو صفحہ کی کتاب میں آپ کو عقائد و اعمال، اخلاق و کردار، آدابِ جہانبانی و حکمرانی، سیاست و حکومت، تجارت و زراعت، الغرض مختلف عنوانات پر اتنا کچھ ملے گا کہ آپ کئی ضخیم کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

ہماری خواہش ہے کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر میں ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ صاحبِ خطبات کو ہماری راہنمائی کے لیے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

ماہنامہ قومی زبان کراچی، جون ۱۹۷۶ء

(تحریر :۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری)

قرآنِ حکیم عالمِ انسانیت کی دائمی اور ابدی ہدایت کے لیے کافی ہے لیکن اس امر کی ہمیشہ اور ہر دور میں اور عربی زبان سے واقفوں اور ناواقفوں سب کے لیے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ لوگوں کی تعلیم و تربیت کیلئے حالات و زمانے کے مطابق زبان و بیان اور اسالیب میں اور مخاطبین کی نفسیات اور ان کے رجحانات و طبائع کی رعایت و لحاظ کے ساتھ قرآنی و اسلامی تعلیمات و افکار کو پیش کیا جائے۔ انسانی ہدایت کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی رہتی ہے لیکن اسلوب و استدلال کی ضرورت، رجحاناتِ طبائع اور حالاتِ زمانہ کے مطابق ہوتی ہے۔ ایک اسلوب اور ایک استدلال ہر شخص کے لیے اور ہر حالت میں یکساں مفید نہیں ہوتا۔ اس لیے مسلمان مفکرین، مصلحین اور علمائے کرام نے مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کی ضرورت کو تو ہر دور میں یکساں طور پر محسوس کیا اور اس کے لیے ساعی رہے لیکن ان کی زبان، اسلوب، استدلال اور طریقِ اصلاح و تربیت میں مختلف حالات و ادوار میں بڑا فرق نظر آتا ہے۔

"دعواتِ حق" جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف حالات اور وقت کے تقاضوں کے صحیح اندازہ شناس اور مسلمانوں کے عوارضِ فکری و عملی کے نباض اور تعلیم و تربیت کی ضرورتوں سے پوری طرح واقف اور کلام و استدلالات کے جدید ترین ہتھیاروں کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہیں ـــ اس میں حضرت شیخ الحدیث کے تقریباً ۶۵ مواعظ، خطباتِ جمعہ اور دیگر تقاریر ہیں جسے بارہ ابواب میں مرتب کیا گیا ہے۔ مضامین کی ترتیب یہ ہے: ایمان و عبادات، قرآنِ حکیم، سیرتِ نبوی، احادیثِ شریفہ، دین و شریعت، سیاست و حکومت، معاشرت و معیشت، صلاح و فلاح، دعوت و تبلیغ، علم و عمل، نصاب و نظامِ تعلیم اور حوادث و نوازل ـــ ہر باب میں کئی کئی تقاریر و خطبات ہیں اور اسلامی افکار و تعلیمات کا ایک ایسا خزینہ جس کی مثال موجودہ دور میں اردو زبان میں نظر نہیں آتی۔ اس کی افادیت کا حلقہ اور فیضان کا دائرہ عام مسلمانوں سے لے کر طلبہ، اساتذہ، ائمہ مساجد، خطباء، علماء دین، مصلحینِ امت، اربابِ سیاست و حکومت تک پھیلا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کے قلب کے سوز، ملّت کی دردمندی و غمخواری، اصلاحِ امت کے جوش و ولولہ، مزاج و مسلک کے اعتدال نے اس مجموعہ تقاریر کے مضامین کو اور بھی پُرتاثیر بنا دیا ہے۔ کتاب دینی مباحث اور مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے جوش و جذبہ سے لبریز اور اُن عیوب سے پاک ہے جن کے نام مولویانہ تقشف، گروہی تعصب، مدرسانہ تنگ نظری وغیرہ رکھ لیے گئے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ ہمیشہ بے موقع اور غلط معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں۔

ماہنامہ المعارف لاہور، جون ۱۹۷۶ء

(تحریر :۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی مدظلہ)

حضرت مولانا عبدالحق صاحب (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) پاکستان کے مشہور اور بلند مرتبت عالمِ دین ہیں، ان کی زندگی کے شب و روز قال اللہ و قال الرسول کی روح پرور اور دل نواز فضاؤں میں بسر ہوتے ہیں اور انہوں نے بتوفیقِ خداوندی اپنے آپ کو درس و تدریس اور افادۂ طلبہ کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان سے ہزاروں علماء نے استفادہ کیا اور بے شمار تشنگانِ علوم نے ان کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ وہ اگرچہ سن و سال کے سفر کی وجہ سے جسمانی طور پر ضعف و نقاہت کا احساس

کرنے لگے ہیں مگر بحمد اللہ ان کا سلسلۂ فیض عالمِ شباب میں ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے اور ان کا گلستانِ علم پھلتا پھولتا رہے۔

زیرِ نظر کتاب "دعواتِ حق" مولانا ممدوح کے خطبات کا قابلِ قدر اور لائق مطالعہ مجموعہ ہے۔ اس میں ان کے خطباتِ جمعہ بھی شامل ہیں اور وہ مواعظ بھی جو انہوں نے مختلف مقامات پر بیان فرمائے۔ زیادہ حصہ خطباتِ جمعہ کا ہے، اس میں عبادات و معاملات وغیرہ سب چیزیں بڑی اچھی ترتیب کے ساتھ آگئی ہیں۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اپنے دامن میں بہت سی معلومات سمیٹے ہوئے ہے، سب باتیں قرآن و حدیث کے اقوال و فرامین کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔ کتاب نصیحت آموز اور بہترین تذکار و موعظت کا دلآویز مجموعہ ہے، یوں تو یہ کتاب سب پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مفید رہے گی مگر واعظین و مقررین اور خطباءِ مساجد کے لیے بالخصوص فائدہ مند ثابت ہوگی۔

حضرت مولانا کے فرزندِ ارجمند مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق کی یہ بڑی خدمتِ دین ہے کہ انہوں نے نہایت سلیقے اور قابلیت کے ساتھ ان بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائقین کے سامنے پیش کر دیا اس پر وہ بجا طور سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر ہم اپنے معزز قارئین سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

ماہنامہ الارشاد کیمبلپور، رجب المرجب ١٣٩٦ھ

(تحریر: حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ

یہ کتاب حضرت مولانا عبد الحق صاحب شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ و ممبر قومی اسمبلی کے ان ارشاداتِ عالیہ کا گرانقدر خزینہ ہے جو موصوف نے اپنے خطباتِ جمعہ اور دیگر دینی تقاریب اور اجتماعات میں فرمائے ہیں جن کو آپ کے فرزندِ ارجمند ملک کے نوجوان صاحبِ علم اور صاحبِ قلم مولانا سمیع الحق نے قلمبند فرمایا ہے، کتاب کی عظمت اور اس کی افادیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خطیب الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند نے اس کے بعض ابواب کے مطالعہ پر اپنا تاثر یوں بیان فرمایا ہے:۔

> "احقر نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا ہے جس کا خاص اثر قلب میں محسوس کیا۔"

اور بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شمس الحق افغانی زید مجدہم نے فرمایا:۔

> "یہ مجموعہ خطبات اسرار عبادات و اخلاق و نوامیس اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ ظاہر و باطن و نکات سیاستِ اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے۔"

ہماری نظر میں کتاب کی افادیت کے لیے صرف حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا نام نامی ہی کافی تھا چہ جائیکہ برِ صغیر کے دو جلیل القدر علمائے کرام نے اپنی گرانقدر آراء میں اس کی عظمت کو دوبالا فرما دیا۔

اس گرانی کے دور میں ایسی کتاب کا ظاہری و باطنی محاسن کے ساتھ شائع کرنا بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ ہم مؤتمر المصنفین کے باہمت ارکان کو مبارکباد دیتے ہوئے تمام علمی اداروں اور ملی و قومی مدارس کے اربابِ بست و کشاد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب سے استفادہ کیلئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کریں۔

ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، جولائی ١٩٧٦ء

تحریر:۔ قمر و عینی

یہ کتاب حضرت مولانا عبد الحق صاحب، صدر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے خطباتِ جمعہ کا مجموعہ ہے جسے مولانا سمیع الحق صاحب نے مرتب کیا اور مؤتمر المصنفین نے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔

آغازِ کتاب میں مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند اور مولانا شمس الحق افغانی کی تحریریں شامل ہیں، اس کے بعد فاضل مرتب مولانا سمیع الحق کا افتتاحیہ ہے، ان تحریروں سے کتاب اور صاحبِ کتاب کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے قائم کردہ عنوانات کے تحت سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ یہاں اگرچہ تفصیل کی گنجائش نہیں پھر بھی چند ابواب کے عنوانات درج کیے جاتے ہیں جس سے کتاب کے موضوع اور اس کی افادیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

اللہ اور رسول کی محبت، حقیقتِ ایمان و عبادت، زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ، برکاتِ رمضان، حج کی اہمیت، قربانی سنتِ ابراہیمی، خاصیتِ اعمال، کائنات و آیات میں شانِ ربوبیت، قرآنِ حکیم ایک لافانی کتاب، خاتم النبیین اور آپ کی امت (ختمِ نبوت) فریضۂ نبوت، حقوق العباد، اسلام میں عورتوں کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

کتاب کی ہر سطر اور ہر لفظ مصنف موصوف کے جذباتِ دلی پر مہرِ تصدیق ہے۔ یہ کتاب اصلاحِ معاشرہ اور تزکیۂ نفس کے سلسلے میں یقیناً ایک عمدہ اور قابلِ قدر چیز ہے اور قابلِ مطالعہ ہے، امید ہے کہ دینی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور، راولپنڈی، ٨ مئی ١٩٧٦ء

تحریر:۔ میاں عبد الرشید

یہ کتاب مصنف کے مواعظ حسنہ کا مجموعہ ہے، بارہ ابواب پر مشتمل ہے، ہر باب کے تحت مختلف عنوانات دیئے گئے ہیں، پہلے باب کا عنوان ہے:۔ "حقیقتِ ایمان"۔ اس باب کے پہلے خطبہ کا موضوع "طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ محبت اور اس کے اسباب" ہے۔ دوسرے خطبے کا عنوان "اللہ تعالیٰ اور جنابِ رسولِ پاک کی محبت" ہے تیسرا عنوان "اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور

عبادات کا باہمی ربط و تعلق“ ہے۔ اسی طرح برکاتِ رمضان، خاصیتِ اعمال، قرآنِ پاک، جنابِ رسالتمآبؐ کی شخصیتِ مطہرہ، محبّت و اطاعتِ رسول، عنوانات کے تحت بھی مقالات موجود ہیں۔ کتاب سے مصنف کی علمیّت اور محبّت ظاہر ہوتی ہے۔

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جنوری ۱۹۷۶ء

تحریر :۔ عبد الحمید صدیقی

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے صدر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے، جسے اُن کے فرزندِ ارجمند نے بڑے سلیقے کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ یہ خطبات اسرارِ عبادات و اخلاق، اصلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ ظاہر و باطن کا قابلِ قدر مرقع ہیں۔ ان خطبات میں تیر و نشتر بھی ہیں اور سوز و گداز بھی، اور اندازِ بیان اتنا سہل اور آسان ہے کہ ان سے مسلمانوں کا ہر طبقہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

یہ خطبات جس عالمِ دین نے دیئے ہیں ہم ان کی دینی بصیرت کے اعتراف کے باوجود اُن کے نظریہ عالمِ انسانیت کی تدریجی ترقی صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ سے اتفاق نہیں کر سکتے۔

روزنامہ امروز لاہور، ۸ / اگست ۱۹۷۶ء

مولانا عبد الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ جمعہ اور دیگر مواقع پر جو خطبات دیتے رہے ہیں ان کا مجموعہ ”دعواتِ حق“ (جلد اول) کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے، مولانا کے یہ مواعظ ماہنامہ ”الحق“ میں شائع ہو چکے ہیں جنہیں اب افادۂ عام کے لیے کتابی صورت دی گئی ہے۔ یہ مواعظ عبادات، معیشت و معاشرت، سیاست و تمدن، اخلاق و تصوف، تعلیم و تبلیغ اور اصلاحِ ظاہر و باطن کے لیے ایمان افروز نکات کے حامل ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل تقریباً ۶۵ مواعظ، خطباتِ جمعہ اور دیگر تقاریر میں سے بعض عبادات و عبدیت اور دعواتِ حق ہی کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب پسندِ عام کے پیشِ نظر دوسرے مواعظ بھی شامل کر کے انہیں خاصی ضخیم کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ بعض مضامین میں تکرار محسوس ہوتا ہے لیکن دعوت و ارشاد کے کام میں چونکہ مقصود ایک بات موقع اور محل کے لحاظ سے مختلف پیرایوں میں بیان کر کے اسے سامعین کے ذہن نشین کرانا ہوتا ہے تکرار سے کامل پہلو تہی غالباً ممکن نہیں۔ اس کتاب کے مختلف مواعظ میں تحریر کے انداز کے بجائے تقریر و خطابت کا رنگ نمایاں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وعظ و تقریر کے الفاظ اور ترتیب کو بدلا نہیں گیا اور جُوں کا تُوں رہنے دیا گیا ہے۔ نئی نسل کی علمی و فکری تربیت کے نقطۂ نگاہ سے اس نوع کے اشاعتی کام کا آغاز ایک خوش آئند بات ہے۔ ایک لحاظ سے یہ اس کتاب کی خوبی ہے کیونکہ ردّ و بدل کی صورت میں بے ساختہ پن قائم نہ رہتا۔

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور، رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

(تحریر :۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر)

حضرت مولانا عبد الحق مدظلہ العالی کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ـــ آپ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور ماہنامہ ”الحق“ کے سرپرست ہیں اور اس سلسلہ میں آپ نے جو تدریسی خدمات انجام دی ہیں وہ اہلِ علم و نظر سے پوشیدہ نہیں۔

مولانا موصوف کی تبلیغی خدمات بھی کچھ کم نہیں لیکن آپ کو ایک مقرر یا خطیب کہنے کی بجائے ایک ایسا داعی اور مصلح کہنا زیادہ مناسب ہوگا جو جدید باطل نظریات کی سرکوبی کر کے ذہن و فکر کی اُلجھنیں دُور کرتا اور عوام اور بالخصوص نوجوان نسل کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھ کر ان کے اندازِ فکر کو درست کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اندازِ بیان سادہ اور عام فہم ہونے کے باوصف انتہائی مؤثر، دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا اور نیک طبعی کے باعث حرارتِ ایمانی میں سوز و گداز کے اضافہ کا موجب بنتا ہے۔

”دعواتِ حق“ مولانا موصوف کے اُن مواعظ، خطباتِ جمعہ اور چند تحریروں کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً الحق کی زینت بنتے رہے ہیں، اور اس مجموعہ کو دیکھ کر یہ اطمینان سا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑی ضرورت کو بطریقِ احسن پورا کر دیا گیا ہے۔ عبادت و شریعت، سیاست و تمدن، احسان و سلوک، فتح و زوال، معاشرت و معیشت، سیاست و حکومت وغیرہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی سینکڑوں عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں تقریباً ۶۵ مواعظ، خطباتِ جمعہ اور دیگر تقاریر طالبینِ رشد و ہدایت کے لیے نسخۂ ہدایت، اہلِ علم اور طلبۂ دین کے لیے شاہراہِ علم و عمل اور عوام و خواص کے لیے تذکیر و موعظت کے خزانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس مجموعہ کی اشاعت و اہتمام میں مولانا سمیع الحق صاحب نے جس محنت اور لگن سے کام کیا ہے کتاب کو دیکھتے ہی اس کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔

ماہنامہ کتاب لاہور، اگست ۱۹۷۶ء

تحریر :۔ میرزا ادیب

اکوڑہ خٹک پشاور میں ایک دینی درسگاہ دار العلوم حقانیہ کے نام سے قائم ہے جس کا مقصد مسلمانوں بالخصوص مسلمان طلباء کو اسلامی علوم اور دینی اصولوں سے آگاہ کرنا ہے۔ زیرِ نظر کتاب (دعواتِ حق) اسی دار العلوم حقانیہ کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے مواعظ و خطبات کا مجموعہ ہے۔ ان کے علاوہ اس مجموعے میں وہ تقریریں بھی شامل ہیں جو مولانا نے مختلف تقاریب میں کی تھیں۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے متعدد ذیلی عنوانات بھی ہیں۔ پہلے باب میں آدابِ عبدیت کی تشریح کی گئی ہے اور اس کے ذیلی عنوانات کی تعداد پندرہ ہے۔ دُوسرے باب میں قرآنِ حکیم کے سلسلے میں کائناتِ آیات

میں شانِ ربوبیت، قرآن ایک لافانی کتاب جیسے نہایت وسیع موضوعات پر غور و فکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح تیسرے باب کا تعلق منذکارِ رسولؐ وحی و تعلیمات و فرائض سے ہے۔

مولانا نے ہر باب میں متعلقہ موضوعات پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے، اندازِ بیان دل نشیں ہے۔ مولانا کی خوبی یہ ہے کہ ان کی نظر بنیادی اصولوں پر ہی نہیں پڑتی بلکہ اس باب میں جزئیات کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے مواعظ و خطبات کا یہ پہلو بطور خاص قابلِ ذکر ہے کہ ہر بات جو دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں بڑی سہولت کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعے سے فکر و نظر میں بڑی کشادگی پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ کھلے دل سے اسے پڑھا جائے۔

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد، مئی ۱۹۶۹ء

(تحریر:۔ محمد سرور، مدیر فکر و نظر)

ضلع پشاور کی تحصیل نوشہرہ میں اکوڑہ خٹک نامی ایک مشہور اور تاریخی قصبہ ہے جس میں مولانا عبدالحق کی کوششوں سے قیام پاکستان کے بعد دارالعلوم قائم کیا گیا ہے۔ اس دارالعلوم کو ایک لحاظ سے ان نواح کا "دارالعلوم دیوبند" کہا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اسی مشہور دارالعلوم کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کی چند تقریریں اور خطبات جمع کیے گئے ہیں۔ (کتاب اور ناشر کے تعارف کے بعد) کتاب کے مندرجات بڑے نصیحت آموز اور اخلاق پرور ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ دینی حلقوں میں یہ کتاب بڑی مقبول ہوگی۔

ماہنامہ صدقِ جدید لکھنؤ، ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء

(تحریر:۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اس وقت پاکستان کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں، آپ کے ملفوظات و افادات کا یہ مجموعہ قدرتاً دینداروں اور طالبانِ دین کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہوگا، البتہ دوسرے مذہبوں کے عقیدے نقل کرنے میں بھی بڑی ضرورت تحقیق کی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ سہارن پوری

(حال مدینہ منورہ)

"دعواتِ حق" پہنچکر موجبِ منت ہوا، اور آپ کی کرامت ہے کہ کتاب پہنچ گئی، یہاں کے ڈاک خانے والے کتاب روک دیتے ہیں مگر کتاب بہت بے وقت آئی ذرا پہلے آتی تو بہت ہی اچھا ہوتا، اس وقت ناکارہ ہند کے لیے پا بہ رکاب ہے، آجکل ساہیوال کا دارالعلوم نمبر چل رہا ہے اس کے ختم پر اس کو شروع کروں گا تاہم فرطِ شوق میں فہرست تو آج ہی سُن لی، مبارک ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے اور مجھے بھی پوری سننے کی سعادت نصیب فرمائے۔

(اقتباس از مکتوب مدینہ طیبہ بنام مدیر ماہنامہ الحق)

"صحبتے با اہلِ حق" ایمان و یقین کی پھلواری:

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ کا شمار دورِ حاضر کے ان صلحائے امت میں ہوتا ہے، جو سلفِ صالحینؒ کا نمونہ اور انکی ایک نہایت گراں پایہ یادگار تھے۔

فی الحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ انکی ذات گمراہی، بے دینی، تجدد، اباحیت اور الحاد کی ظلمتوں میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتی تھی انہوں نے دین کی تبلیغ اور اشاعت علم کے سلسلے میں جو عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے۔ انہوں نے ان کو شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں نہایت ارفع و اعلیٰ مقام عطا کر دیا۔ حضرت اقدس سرہٗ نہ صرف علومِ دین کا بحرِ ذخار تھے بلکہ سیرت اور کردار کے اعتبار سے بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ خشیت الٰہی، عشق رسولؐ، شغفِ عبادت، انکسار، سادگی، حق گوئی، بے تعصبی، خوش مزاجی اور تواضع ان کی ایسی صفات تھیں جو اپنوں اور بیگانوں سب کا دل موہ لیتی تھیں۔ حضرت اپنی مجالس میں علم و عرفان کے ایسے ایسے موتی لٹایا کرتے تھے جن کو چُنتے چُنتے طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ حضرت کے شاگرد رشید مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ہمارے دلی شکریئے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر اس کتاب کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ حضرتؒ کے یہ ارشادات و ملفوظات کیا ہیں، پند و نصائح کا خزینہ، عقل و خرد کا درس اور عشق و معرفت کا دریا، جس میں غوطہ زن ہونے والا گوہرِ مقصود سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ معرفت کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی، اللہ کے ساتھ محبت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت بلکہ عشق ان ملفوظات کی نمایاں خصوصیت ہے، ان جواہر ریزوں کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

ملت کا استحکام اور عروج اہلِ اسلام کے اتحاد پر منحصر ہے، علماء و اہل اللہ کی محبت نجات کا وسیلہ ہے۔ علمی ماحول اور مریضوں کی خدمت بڑی نعمت ہے کبائر سے اجتناب، صغائر کے عفو کا ذریعہ ہے ذکر و عبادت سے تلذذ نہیں بندگی مقصود ہے۔ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے جہاد ایمان کا لازمہ ہے — عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ اپنی اہلیت کی شہادت نااہلی کی دلیل ہے فقہی مسالک اور سلاسلِ تصوف ایک ہی تالاب کی مختلف نہریں ہیں تبلیغ دین اور بیانِ مسائل میں تسہیل پیش نظر رہنی چاہیئے خود غرضی اور انانیت سے انتشار اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ حسن عمل کے ساتھ طولِ عمر بھی نعمت ہے دین کی خدمت سے زندگی ملتی ہے جھوٹے نبی سے نبوت کی دلیل طلب کرنے میں ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے، مجاہدین کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ غرور اور تکبر کے ساتھ علم اور عبادت بھی نافع نہیں رہتی۔ جب دنیا سے

(بقیہ صـ۸۹۴ پر)

بقیہ : پدرم بزرگوارم

ایک فقیر انسان ہوں بنگلوں میں سکون نہیں ملتا

۱۹۸۱ء میں مدرسہ کے بالکل سامنے پٹڑی سے پار اپنا ایک ذاتی مکان تعمیر کرنے کی اللہ سے آرزو پوری کی، بناتے وقت یہ مدنظر رکھا کہ ایک کمرہ ایسے بنوایا جاتے جو حضرتؒ کے رہنے، ان کے مہمانوں اور درس حدیث کے کام آسکے، خیال تھا کہ حضرتؒ اس مکان میں منتقل ہو جائیں گے، باوجود انتہائی کوشش کے حضرتؒ نے صرف ایک رات اس مکان میں قیام کیا اور صبح سویرے اپنے پرانے مکان تشریف لے گئے، برادرم حاجی ممتاز خان اور جناب میاں خضران صاحب نے کافی منت سماجت کی کہ آپ کو وہاں آرام رہے گا مدرسہ بھی قریب ہے اور طلباء بھی گھر ہی میں آکر درس حدیث میں شرکت کریں گے۔ حضرتؒ نے جواب دیا میں ایک فقیر انسان ہوں بنگلوں میں سکون نہیں ملتا۔ پھر فیصلہ کن انداز میں فیصلہ سنایا میں اپنے گھر ہی میں رہوں گا۔ یوں یہ نیا گھر مدتوں خالی رہا اور آخر کار کرایہ پر دینا پڑا۔

بڑی تنخواہ سے کیا ہوگا

جب بھی کالج سے چھٹیوں میں گھر جاتا حضرتؒ، حافظ محمد ادریس صاحب اور جناب محترم پروفیسر مولانا اشرف صاحب کے متعلق پوچھتے۔ حافظ محمد ادریس صاحب بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ طورو ضلع مردان سے تعلق رکھتے تھے۔

اسلامیہ کالج میں بطور پروفیسر اسلامیات پڑھاتے تھے قاہرہ کے قریب پی آئی اے کے طیارہ کے فضائی حادثہ میں جاں بحق ہوئے ایک دفعہ میں نے کہا کہ حافظ صاحب تو بڑے مزوں میں ہیں، بڑی تنخواہ ہے اور کوٹھی بھی۔ فرمایا کیا پڑھاتے ہیں، میں نے عرض کیا ایک یا دو کلاسز اور وہ بھی چند بنیادی ابتدائی کتابیں، فرمایا! نیک بخت نے اپنی علمی صلاحیتیں برباد کر دیں اس کو کسی بڑے علمی درسگاہ میں ہونا چاہیے تھا بڑی تنخواہ لے کر کیا کرے گا۔

طلبہ پہ شفقت

طلبہ سے جتنی محبت تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے کیا جا سکتا ہے، حضرتؒ نہایت ہی نرم خو، نرم گفتار انسان تھے کبھی بھی کسی سے اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا لیکن ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرتؒ کے گھر کے قریب مسجد میں چند طلباء کو محلہ کے ایک گرم مزاج دوست نے جو کہ اتفاقاً دارالعلوم کے مجلس انتظامیہ کے ممبر بھی تھے نے بُرا بھلا کہا۔ حضرت مولاناؒ جو کہ اس وقت گھر میں موجود تھے۔ اس صاحب کے شور و غوغا کو سنا۔ خاموش رہے لیکن دو دن تک نماز دارالعلوم میں پڑھتے رہے، جب اہل محلہ کو احساس ہوا تو سارے حضرات جرگہ کی صورت میں دارالعلوم حاضر ہوتے طلباء سے معافی مانگی حضرت نے بھی معاف کیا۔ طلباء کو بھی نصیحتیں کیں اور اہل محلہ کو بھی مہمانانِ رسولؐ کی قدر دانی اور عزت کرنے کا درس دیا۔

دارالعلوم کے باغ کے ثمرات میں احتیاط

دارالعلوم میں چند پودے فروٹ کے لگے ہوتے تھے جب فروٹ پک جاتا تو مالی اتار دیتا اور عام طور پر اساتذہ و دیگر ملازمین میں قیمتاً تقسیم کر دیا جاتا حضرتؒ کے حصہ کا فروٹ گھر بھیج دیا جاتا تھا اور اس وقت تک بچوں کو ہاتھ لگانے نہیں دیا جاتا تھا جب تک گھر آکر خود اپنے سامنے تلوا نہ دیتے اور دارالعلوم کے خزانہ میں رقم داخل کرنے کے لیے حساب کتاب نہ کر دیتے۔

حیوانات پر شفقت

بلاناغہ جب بھی مدرسہ سے واپس آتے بھینسوں کے رکھنے کی جگہ جاتے ان کے چارہ اور پانی کا پوچھتے، کافی وقت ان پر ہاتھ پھیرتے اور شفقت کرتے اور خادم کو ہدایت دیتے کہ ان بے زبانوں کے چارہ، پانی اور گرمی سردی سے بچنے کا خاص خیال رکھا جائے۔

قابل تقلید زندگی

مولانا عبدالقیوم صاحب! حضرت کا ہر لمحہ اور ہر عادت قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق گزری، ان کی پوری زندگی قابل تقلید تھی اور ہم جیسے گنہ گاروں کے لیے مشعل راہ۔

مجھے یقین ہے ان بزرگ ہستیوں کا ذکر اور ان کے متعلق چند حروف لکھنا بھی باعث ثواب اور نجات ہے اسی نیت سے اپنی کم مائیگی، کم علمی کے باوجود اور یہ جانتے ہوتے بھی کہ میری کیا حیثیت ہے جو ایسی پاک ہستیوں کے متعلق قلم اٹھاتے یہ چند پیراگراف لکھ بیٹھا، اللہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی

دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند

مہتمم حضرات

- مولانا حاجی عابد حسین
- شیخ ... مولانا رفیع الدین
- مولانا محمد فضل حق
- مولانا محمد منیر نانوتوی
- مولانا حافظ محمد احمد
- مولانا حبیب الرحمن عثمانی
- شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی

صدر مدرسین

- مولانا محمد یعقوب نانوتوی
- مولانا سید احمد دہلوی
- شیخ الہند مولانا محمود حسن
- مولانا سید انور شاہ کشمیری
- شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی
- مولانا محمد ابراہیم بلیاوی
- مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب

وفوق کل ذی علم علیم

اور ہر علم والے پر ایک بڑا علم والا ہے (سورۂ یوسف)

انما انا قاسم واللہ یعطی

۱۲۹۸ھ

بانی دار العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی

حضرت مولانا محمود حسن

حضرت مفتی عزیز الرحمن

چند مشاہیر دار العلوم پاکستان میں

مولانا محمد رسول خان — جامعہ اشرفیہ لاہور
مولانا حسین علی — میانوالی
مولانا عبید اللہ سندھی — سندھ
مولانا عبد الحنان — سرگودھا
مولانا شمس الحق افغانی
مولانا شبیر احمد عثمانی
مولانا مفتی محمد حسن — لاہور
مولانا احمد علی لاہوری — لاہور
مولانا مفتی محمد شفیع — بانی دار العلوم کراچی
مولانا خیر محمد — بانی خیر المدارس ملتان

مولانا عبد اللہ درخواستی — خانپور
مولانا مفتی محمود — ڈیرہ اسماعیل خان
شیخ محمد ادریس کاندھلوی — جامعہ اشرفیہ لاہور
مولانا محمد یوسف بنوری — کراچی
مولانا عبد الغفور مدنی
مولانا محمد علی جالندھری — ملتان
مولانا سید بدر عالم — سندھ
سید عطاء اللہ شاہ بخاری — ملتان
قاضی احسان احمد — شجاع آباد
مولانا محمد چراغ — گوجرانوالہ

مولانا محمد عبد اللہ
مولانا غلام اللہ خان — راولپنڈی
مولانا عبد الحق حقانی — پشاور
مفتی محمد عبد اللہ — ملتان
پیر حماد اللہ — ہالیجی شریف
قاری عبد المالک — لاہور
مولانا غلام غوث ہزاروی — ہزارہ
مولانا عبد الخالق — ملتان

مولانا محمد اکرم — لاہور
مولانا عبید اللہ انور — لاہور
مولانا محمد مالک — لاہور
مولانا خان محمد — میانوالی
مولانا محمد اجمل خان — لاہور
قاضی مظہر حسین — چکوال
سید نور الحسن بخاری — ملتان
مفتی زین العابدین — فیصل آباد
مولانا سید حامد میاں — لاہور
قاضی حبیب اللہ — ساہیوال

مولانا سلیم اللہ خان — جامعہ فاروقیہ کراچی
مولانا دوست محمد قریشی — ملتان
مولانا محمد سرفراز صفدر — گکھڑ گوجرانوالہ
سید ... — ملتان
سید ... شاہ — گجرات
مولانا عبد العزیز — سرگودھا
مولانا عبد الحلیم قاسمی — لاہور
مولانا عبد الستار تونسوی — ڈیرہ غازی خان

مولانا محمد ضیاء القاسمی — فیصل آباد
مولانا عبد الرحمن — جامعہ اشرفیہ لاہور
مولانا محمد حسان
مولانا محمد ابراہیم — لاہور
مولانا محمد امیر بندیالوی — سرگودھا
مولانا محمد اسحاق — لاہور
مولانا محمد منظور احمد — لاہور
مولانا عاشق الٰہی — کراچی

ادارۃ العلم والتحقیق

دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد)

نصابِ تعلیم

اور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

— مروّجہ نصابِ تعلیم اور اہم تجاویز —

— وفاق المدارس العربیہ کے نام پیغام —

— وزارت تعلیم کو مفید مشورے —

— تحفظ واتحاد مدارسِ عربیہ —

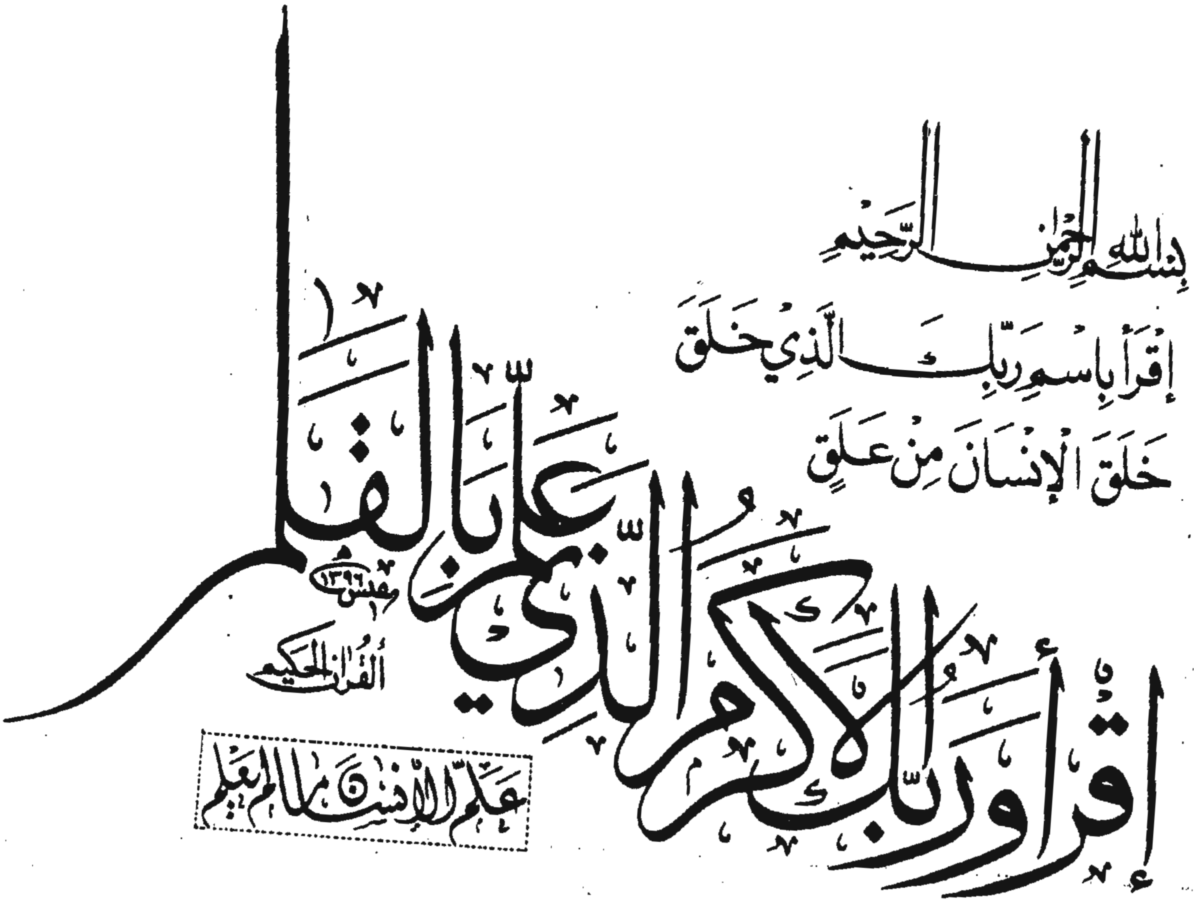

بسم الله الرحمن الرحيم

إقرأ باسم ربك الذي خلق

خلق الإنسان من علق

اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم

نفیس ١٣٩٦

القرآن الحكيم

علم الإنسان ما لم يعلم

وفاق المدارس العربیہ کے دار العلوم حقانیہ میں اجتماع کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کا

خطبۂ اِستقبالیہ

وفاق کے دینی مدارس کے لیے چند اصلاحی تجاویز جس کے ایک ایک حرف کو علماء نے آبِ زر سے لکھنے کا مستحق قرار دیا

پیش کنندہ: مولانا سمیع الحق مدظلہ

۱، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۸۲ء کو دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلسِ عاملہ اور مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس تنظیم سے پاکستان کے دیوبندی مکتبِ فکر کے تقریباً ایک ہزار مدارس وجامعات وابستہ ہیں، جو ان مدارس کے نصاب و نظامِ تعلیم، باہمی ارتباط وتنظیم، ترقی وبقا اور استحکام کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ بدقسمتی سے گردشِ دوراں اور انقلابِ احوال کی بنا پر ہمارے علمائے کرام کی اکثر سیاسی ونیم سیاسی تنظیمیں افتراق وانتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں اور اتحاد و یگانگت کا کوئی نکتہ انہیں یکجا نہیں کرسکتا۔ صرف "وفاق المدارس" کی تنظیم ایک ایسی سٹیج رہ گئی ہے جس پر ملکی و سیاسی امور میں طریقہ کار پر اختلافِ رائے طبعی اور فکری رجحانات اور کام میں ترجیحات کا الگ الگ نقطۂ نظر رکھنے کے باوجود علمائے دیوبند تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور آپس میں مل بیٹھنے کا موقع صرف وفاق سے مہیا ہو جاتا ہے، دوریاں کم ہو جاتی ہیں اور قرب کے فاصلے سمٹ آتے ہیں۔ فی الوقت یہ بھی وفاق کی ایک نہایت اہم افادیت ہے اور الحمد للہ کہ وفاق کے موجودہ اجلاس میں یہ افادیت نہایت مؤثر شکل میں سامنے آئی اور اجلاس کے ان تین چار ایام میں دار العلوم کی فضاؤں میں باہمی اُلفت ومحبت، خلوص و یگانگت کے مظاہر ومناظر کا موسمِ بہار جیسا سماں رہا۔

دار العلوم حقانیہ کی اہم مرکزی حیثیت اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ (قدس سرہ العزیز) کے وفاق کا سرپرست ہونے کی وجہ سے اِس سال وفاق المدارس کے اکابر نے ایک دُور اُفتادہ بستی "اکوڑہ خٹک" میں اپنا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب کہ اس سے قبل یہ اجلاس مُلتان، لاہور اور کراچی جیسے شہروں میں ہوتے رہے، اور کسی قصبہ میں اتنے وسیع اور ہمہ گیر تنظیم کے اجلاس کا پہلا اتفاق تھا جس کی وجہ سے دار العلوم کے منتظمین اور خدام کو وسائلِ آرام وراحت کماحقہ مہیا نہ کر سکنے کی بنا پر تردّد تھا مگر جماعت اور مسلک کے احترام میں سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ دار العلوم کے منتظمین، قابلِ احترام اساتذہ اور مخلص وجفاکش طلبہ نے شب و روز ایک کر کے اجلاس میں ملک بھر سے آئے ہوئے سینکڑوں واجب الاحترام علماء اور مشائخ کی میزبانی اور خاطرداری میں کوئی کسر نہ اٹھائی، اور الحمد للہ کہ مہمانوں کے عمومی تاثرات نہایت قابلِ اطمینان رہے، اور انہوں نے یہاں کے دورانِ قیام ایک خاص قسم کے رُوحانی اطمینان ومسرّت محسوس کرنے کا اظہار کیا۔

۲۷ کو مجلسِ عاملہ کے اجلاس کتب خانہ کے ہال میں جاری رہے۔ مجلسِ شوریٰ کا افتتاحی اجلاس ۲۸ مارچ کو صبح دس بجے دار العلوم کی وسیع مسجد کے ہال میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صدارت میں شروع ہُوا۔ اس اجلاس کے مہمانِ خصوصی بقیۃ السلف مجاہدِ جلیل حضرت مولانا عُزیر گل اسیرِ مالٹا رفیق وتلمیذ حضرت شیخ الہند قدس سرہ تھے، جنہوں نے اپنے عام روایات اور مزاج کے برعکس اس ناچیز کی ضد کی حد تک اصرار پر اِس اجلاس میں شرکت قبول فرمائی اور ایک مُدت بعد اپنی عزلت نشینی کا حصار توڑ کر دار العلوم تک سفر کی صعوبت برداشت کی۔

اِس اجلاس کا ایک عجیب روحانی منظر تھا۔ شہ نشین پر حضرت اسیرِ مالٹا کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور صدرِ وفاق مولانا محمد ادریس میرٹھی جلوہ افروز تھے اور ہال اہل اللہ علماء وصلحاء کی نورانی شخصیتوں سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا۔ احقر نے مجلسِ استقبالیہ

کے نگرانی کے طور پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، جس کے اہم نکات، تجاویز اور مخلصانہ ہدایات کو بعد میں تمام اجلاس نے سراہا، اسے لوحِ قلب پر ثبت کرنے پہ زور دیا اور ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کا مستحق قرار دیا اور تجویز پیش کی کہ شوریٰ کی اگلی پانچ نشستوں میں غور و فکر اور بحث و تمحیص کا دائرہ انہی خطوط تک محدود رکھا جائے۔ اجلاس میں کچھ احباب نے اور بعد میں سب نے باصرار مہمانِ خصوصی سے ایک آدھ حدیث پڑھ کر اجازتِ حدیث کی خواہش ظاھر کی، مگر اسلاف کی تواضع، عجز و انکسار کے عجیب مناظر سامنے آئے کہ حضرت مہمانِ خصوصی آخر تک اس خواہش کی تکمیل پر از روئے فنائیتِ نفس تیار نہ ہو سکے کہ مجھے یہ تصنع سی لگ رہی ہے نہ دل آمادہ ہوتا ہے نہ انشراحِ خاطر ہے کہ ایسی مصنوعی صورت اختیار کروں۔

ان حضرات کی دعاؤں پر ایک بجے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد ۲۹ کی ظہر تک شب و روز شوریٰ کے اجلاس جاری رہے جن میں شریک مہتممینِ مدارس و مندوبین نے مدارس کو درپیش مسائل نصاب و نظامِ تعلیم، سندات کا معاملہ امتحانات اور درجاتِ تعلیم وغیرہ تمام امور پر مفید تجاویز زیرِ بحث آئیں۔ مدارس میں سرایت کرنے والی خرابیوں اور درس و تدریس اور مطالعہ کو نقصانات پہنچانے والے عوامل پر توجہ دلائی گئی۔ الغرض دینی تعلیم کے مروجہ نظام کے ہر پہلو پہ باہم مل بیٹھ کر اظہارِ خیال کا موقعہ اہلِ علم کو ملا جو ایک بڑی کامیابی ہے۔ اتنے بڑے اور ملک گیر سطح پر علماء کے اجتماع کے موقع پر احقر کی شدت سے یہ خواہش تھی کہ افغانستان میں روسی استبداد اور جہاد کے مسئلہ پر حضرات علماء کرام کو بھرپور توجہ دلائی جائے اور الحمد للہ کہ یہ مقصد اس طرح حاصل ہوا کہ افغان مجاہدین کی اکثر اہم جماعتوں کے معزز سربراہوں نے ۲۸ مارچ کو عصر سے مغرب تک کی نشست میں اپنا قلب و جگر چیر کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا، خود بھی روئے اور علماء کو بھی رلایا اور اس نازک موقع اہلِ علم کی توجہات دینی مشغولیت اور فرائض کی طرف مؤثر انداز میں مبذول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ وفاق کے اس تاریخی اور فقید المثال اجتماع کو دینی تعلیم و تربیت، ملک و ملت اور دینِ متین کے ہر شعبہ کے حق میں مفید سے مفید تر اثرات کا حامل بنا دے۔ آمین۔ (سمیع الحق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد

بزرگانِ محترم، اضیافِ کرام و مشائخِ عظام! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکر گزار ہوں کہ جس نے آج اس دور افتادہ گاؤں میں دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس کے اکابر و ارکان کی ایک قدسی جماعت کے قدومِ مبارکہ کی سعادت سے نوازا۔ اس کے بعد میں اکابر وفاق المدارس کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ یہاں کی دور افتادگی اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم کے خدام کو ایسے برگزیدہ اجتماع کی میزبانی کا شرف بخشا۔ اس کے ساتھ ہی اِس مبارک اجتماع میں تشریف لانے والے تمام معزز مہمانانِ گرامی کا صمیمِ قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں جنہوں نے وفاق المدارس کی ترقی و استحکام کی خاطر اس دور دراز قصبے کا رخ کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ فجزاکم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

حضراتِ گرامی! یہ موقع دارالعلوم حقانیہ کے لیے عیدِ سعید سے کم نہیں یہاں کے تمام اساتذہ و طلباء دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں، یہاں کا ذرہ ذرہ آپ جیسے علمی آفتاب و ماہتاب حضرات سے مستنیر ہونا چاہتا ہے اور ہم سب خلوص و محبت کی ساری پونجی آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہمیں اس تقصیر و کوتاہی کا بھی شدت سے احساس و اعتراف ہے کہ اس دیہاتی ماحول میں آپ حضرات کے شایانِ شان آرام و راحت کا ہرگز انتظام نہیں کر سکے جس پر ہم نہایت عجز و اخلاص سے آپ سب حضرات سے معذرت خواہ اور عفو و درگذر کے خواستگار ہیں۔

حضراتِ کرام! آج ہماری مسرتیں اور خوشیاں اس لحاظ سے بھی دوبالا ہو گئی ہیں کہ اس مبارک اجتماع میں ہمارے قافلۂ سالارانِ جہاد و حریت کا آخری بقیۃ السلف جرنیل حضرتِ اقدس مولانا میاں عزیر گل صاحب اسیرِ مالٹا رفیق و تلمیذ حضرتِ اقدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز ہم میں موجود ہیں۔ ان کا وجود ہمیں جہاد و عزیمت، اخلاص و للہیت، علم و تفقہ اور زہد و تقویٰ کے ان عظیم سرچشموں کی طرف متوجہ کر رہا ہے جو ہمارے اسلاف و اکابرِ دیوبند کی شکل میں اس صدی میں عالمِ اسلام کے لیے روشنی کے مینار اور

رُشد وہدایت کے آفتاب بنے، جن کی مثال چشمِ فلک نے اس صدی میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی۔ پھر ریشمی رومال، مالٹا اور الجزیرہ کے زندان ہمیں قدسیوں کی اس عظیم جماعت کی یاد دلاتی ہے جو امیرالمؤمنین امام المجاہدین سید احمد شہید قدس اللہ سرہ کی قیادت وسیادت میں حق کی علمبرداری اور جنہوں نے اپنے خون سے چمنستانِ اسلام کو سینچا۔

تحریک شیخ الہندؒ کا سرچشمہ یہی جماعت تھی اور آج خوش قسمتی سے آپ جہاں جمع ہیں تو یہ قصۂ زمین برسرِ زمین والا معاملہ ہے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رُفقاء کے مقدس خون نے سب سے پہلے اِسی خطہ کو لالہ زار بنایا اور کئی صدیوں بعد اسلامی حدود وشرائط کے مطابق یہ پہلا جہادِ اسلامی تھا جو اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑا گیا، اور امامِ حریت وشریعت سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک کی اس رات کو لیلۃ الفرقان قرار دیا۔ بے شک یہاں جو کچھ بھی حقیر سی خدمتِ دین ہو رہی ہے یہ انہی فدایانِ شمع رسالت کے خونِ شہادت کے برگ وبار ہیں اور انہی نفوسِ قدسیہ کی برکات ہیں جو یہاں کی فضاؤں میں بکھری ہیں ؎

بہر زمین کہ نسیمے ز زلفِ اُو زدہ ست
ہنوز از سراں بوئے مُشک می آید

یہ قربانیاں جتنی لافانی تھیں اور یہ جہاد جتنا عظیم اور اَمر تھا اس کے اثرات وبرکات بھی قیامِ عالم تک جاری وساری رہیں گی۔ یہ دعوت کبھی تحریکِ دیوبند، کبھی تحریکِ ریشمی رومال اور کبھی آزادیٔ ملک وملت کی شکل میں ظاہر ہوئی تو کبھی علماءِ حق کے مدارس ومراکز اور کبھی ان کی تنظیم وفاق المدارس کی صورت میں نشانِ دعوت وعزیمت بن کر صفحۂ عالم پر ابھرتی اور پھلتا پھولتا رہے گا۔

اکوڑہ خٹک کی اِس چھوٹی سی بستی پر لیلۃ الفرقان میں شہداءِ اسلام کے خون نے چمنستانِ اسلام کی جو آبیاری کی تو آج دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن سامراج سوویت یونین کے ظلم وعدوان کے مقابلے میں جو طائفہ حقہ آہنی دیوار بنا ہوا ہے اور افغانستان کی سرزمین پہ بدر وحنین کی تاریخ رقم کر رہا ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی جماعت اور اہم قائدانہ کردار اسی بستی پر قائم اسی ادارہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مستفیدین کا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور بطلِ اسلام شیخ الہند رحمہم اللہ کا جہاد افغانستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں جاری وساری ہے۔

حضرات اکابرینِ ملک وملت! برصغیر پاک وہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم وترویج کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دینِ متین اور اسلامی ورثہ کی حفاظت کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور ان کے قدسی صفات مخلص رفقاءِ کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جیسے صاحبِ بصیرت ولی اللہ کی ہدایات وراہنمائی میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارسِ عربیہ کی داغ بیل ڈالی، یہ نہایت بے سروسامانی کا عالم تھا اور دین کی کسمپرسی کا عجیب حال! مگر ان اکابرینِ وقت نے نہایت نازک صورتحال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے اطراف واکناف میں مدارسِ دینیہ کا جال پھیلا دیا، یہ مساعی کارگر ثابت ہوئیں اور برصغیر کے طویل دورِ غلامی واستبداد کے باوجود علومِ دینیہ کی ترویج واشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا علمی اثاثہ علومِ اسلامیہ کی شکل میں محفوظ ومصئون رہ گیا۔

ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء اور رجال کار نکلے جنہوں نے برصغیر میں اشاعتِ کتاب وسُنت کے ساتھ ساتھ آزادیٔ وطن، جہادِ حُریت، اصلاحِ معاشرہ اور تنظیمِ اُمت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخر ان مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند وبخارا، اسپین اور چینی ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں جو اس امانتِ الٰہیہ کی پہرہ دار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب وروز مشغول ہیں اور انہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم ودائم ہے اور ان مدارس وجامعات کی سب سے جامع اور مؤثر تنظیم یہی آپ ہی کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ ہے جسے اس کے دوراندیش اصحابِ بصیرت نے علم اور دین کی نشاۃِ ثانیہ اور تعلیم وتربیت کے انقلابی مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر قائم کیا۔ اس کے محرکات میں مدارسِ عربیہ کے احیاء وبقاء اور ترقی، کاملاً ارتباط وتنظیم کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی راہنمائی کے لیے ہر شعبہ حیات میں اعلیٰ ترین رجال کار اور جید علماء راسخین کی تیاری بھی تھا۔ جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیماتِ اسلامیہ کی ترویج واشاعت بھی مدِ نظر رہی۔ مروجہ نصابِ تعلیم (درسِ نظامی) کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر بنانا بھی ملحوظ تھا اور اس کے ساتھ ہی ان مدارس کو (جو کارخانہ حیاتِ انسانی کی رُشد وہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں) اُن تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دُور رکھنا بھی اہم ترین مطمحِ نظر تھا۔ ان تمام اہم مقاصد وعزائم پر ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قرار دادیں، ہدایات تحریری شکل میں مطبوعہ رپورٹوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تمام چیزوں کو نئے جوش وخروش اور پختہ ایمان ویقین کے ساتھ لیکر منزلِ مقصود کی طرف گامزن ہونا چاہیئے اور اس اجتماع کا اصل مقصد اور حقیقی افادیت یہی ہے کہ ہم وفاق کے اصل محرکات ومقاصد کی طرف متوجہ ہوں، اور دولتِ اخلاص اور جوشِ عمل کا نیا ولولہ لے کر یہاں سے اٹھیں۔

اس مبارک موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے ناچیز بھی چند معروضات پیش کرتا ہے کہ سب حضرات اہلِ علم وفضل ہیں، اور یہ جرأت ایک لحاظ سے

گستاخانہ بھی ہے کہ حکمت بلقمان آموختن والی بات ہے، محض برائے تذکرہ وتذکیر مؤدبانہ گذارشات ہیں جن سے دینی مدارس کے نظام و نصاب اور تعلیم و تربیت میں بہتری پیدا ہو سکے گی۔

دینی مدارس اور ان کے موجودہ وفاق کے دو بنیادی مقاصد ہیں تعلیمِ دین اور دینی تربیت ــــ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے مدرسوں میں اندرونی نظم ونسق کو بہتر بنانے کی بھی ضرورت ہے اور مدارس کے درمیان باہمی تنظیم کی بھی۔ اس طرح مدارس اور وفاق اور جدوجہد کے تین اہم شعبے ہو جاتے ہیں (۱) تعلیم (۲) تربیت (۳) نظم ونسق اور باہمی تنظیم۔

میں حضرات علماء کرام، اراکین مجلسِ شوریٰ اور ذمہ دارانِ مدارسِ دینیہ کے اس مبارک اور مؤقر اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تینوں شعبوں کے متعلق چند ضروری گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہماری شامتِ اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ! اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونے والے علمائے کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے، مدارس کی طرف طلباء کا رجوع بھی کم ہے کیونکہ جو لوگ سرکاری نظامِ تعلیم کے مصارف برداشت کر سکتے ہیں وہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجنے سے اس لیے بھی گریز کرنے لگے ہیں کہ ان کو یہاں کے نظامِ تعلیم و تربیت پر اعتماد نہیں، حتٰی کہ اب تو بہت سے علماء کرام اور دینی مدارس کے مدرسین بھی اپنی اولاد کو دینی مدارس میں بھیجنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔

اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان مدارسِ دینیہ کو جو بیرونی خطرات لاحق ہیں ان کے مقابلے میں یہ اندرونی خطرہ سب سے زیادہ شدید ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اندرونی خطرہ خود ہمارا پیدا کردہ ہے اور اس کے علاج کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں تینوں شعبوں کی اصلاح کے لیے اپنی بھرپور توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے، جس کے لیے چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں:۔

(۱) تعلیم

(الف) طلبہ کو بالکل ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے نوشت و خواند اور حساب کتاب سکھانے کا خاص اہتمام کیا جائے بلکہ ہو سکے تو قرآنِ کریم ناظرہ کے دوران ہی اس کا آغاز کسی حد تک کر دیا جائے، حفظ کے طلبہ کا وقت لینا تو ممکن نہ ہو گا لیکن ناظرہ کے طلبہ کا کچھ وقت اس کام کے لیے مخصوص کیا جا سکتا ہے اور درسِ نظامی کے درجۂ اعدادیہ و ادنیٰ سے طلبہ کو باقاعدہ تحریر و کتابت کا عادی بنایا جائے اور عربی اردو میں انشاء کی مشق کرائی جائے۔

(ب) اسباق کی تیاری کے لیے اساتذۂ کرام اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے گہرے اور وسیع مطالعے کا اہتمام فرمائیں اور تحقیق مسائل میں وہ معیار واپس لانے کی کوشش فرمائیں جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے اور ایسے تمام مشاغل کو زہر سمجھیں جو اس کام میں ادنیٰ خلل کا باعث ہو سکتے ہیں۔

(ج) طلباء کو مطالعہ اور تکرار کا پابند بنایا جائے اور اس کی بطورِ خاص نگرانی کی جائے اور دوسرے مشاغل مثلاً اخبار بینی، جلسے جلوسوں، لایعنی مجالس اور بازاروں میں گھومنے سے پورے اہتمام کے ساتھ ان کو روک کر ان کی تمام تر توجہ اپنی تعلیم و تربیت پر مرکوز کر دی جائے۔

(د) درس حتی الامکان اُردو میں ہونا چاہیئے تاکہ بعض طلباء اُردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلباء سے پیچھے نہ رہ جائیں اور عالمِ دین بن کر قومی زبان کے ذریعہ دین کی مفید، وسیع اور مؤثر خدمات انجام دے سکیں اور سوشلزم، قادیانیت، انکارِ حدیث اور بدعت والحاد جیسے جیسے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں جو زبان کے راستے سے داخل ہو رہے ہیں۔

(ھ) مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ جمعرات کو طلبہ تقریر و خطابت کی مشق کرتے ہیں اس مشق میں عربی تقریروں، عربی نظموں اور مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جائے۔ ادبِ عربی کے اسباق میں انشاءِ عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے اور امتحانی نمبروں میں بھی ان کو ملحوظ رکھا جائے۔ مدارس میں تمام تختیاں اور بورڈ اُردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی ہونے چاہئیں اور درسِ نظامی کے تمام درجات کے داخلہ فارم عربی زبان میں طبع کرائے جائیں اور مدارس کے اندر بول چال عربی زبان میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔

ان تدابیر پر بتدریج عمل کرنا مشکل نہیں، تھوڑے سے اہتمام اور کوشش سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ہمارے بزرگانِ دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادرۂ روزگار تصانیف چھوڑی ہیں جن کو بلاشبہ گذشتہ صدی کا بہترین علمی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ آج عرب کے علماء کرام ہمارے بزرگوں کے ان محققانہ و ادیبانہ کارناموں پر رشک کر رہے ہیں۔

(و) بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں اور بعض مدارس میں اختتامِ سال شعبان کی بجائے رجب ہی میں ہو جاتا ہے بلکہ بعض مدارس میں نوبت جمادی الثانی تک آ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ مدتِ تعلیم کم ہو جانے سے تعلیم کا سخت نقصان ہوتا ہے اور استعدادیں بہت ناقص رہ جاتی ہیں۔ مدارس اہتمام فرمائیں کہ اسباق ۱۵ شوال تک

شروع ہوجائیں اور رجب کے اواخر تک جاری رہیں۔

(س) مدارس، اساتذہ اور طلبہ کو عملی سیاست سے دور رکھا جائے اور ان کی پوری توجہ تعلیم و تربیت پر مرکوز رکھنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل و تدابیر اختیار کی جائیں۔

(۲) تربیت

(ل) تعلیم جتنی ضروری ہے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم او ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت میں تزکیہ کا ذکر تعلیم سے بھی مقدم کیا ہے وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ـــــ احقر کے نزدیک تربیتِ اخلاق کے لیے مندرجہ ذیل تین تدابیر فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے:۔

(ل) اساتذہ کرام اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائضِ منصبی کی طرح انجام دیں اور اپنے قول و عمل سے ان کے سامنے اسلاف کا نمونہ پیش فرمائیں۔

(ب) ہفتہ وار اور دیگر چھوٹی بڑی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ وہ کسی متبع سنت شیخِ طریقت کی خدمت میں کچھ وقت گذاریں۔

(ج) اور جن کو اس کے مواقع میسر نہ ہوں وہ اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

(ب) ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ آج ہمارے ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار الجھنوں کا سامنا ہے جن کے لیے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں لیکن یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقویٰ اور اخلاص ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ اِس آیتِ مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ لہٰذا اس وعدۂ خداوندی کے حصول کے لیے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذۂ کرام کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو سب سے پہلے اپنا شعار بنائیں۔ اگر ہم نے یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیے تو طلبہ ان اوصاف میں خود بخود ڈھل جائیں گے ورنہ یہ اوصاف محض تقریروں اور مواعظ سے پیدا نہیں ہو سکتے۔

(ج) آج ہمارے مدارس میں جہاں اور بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں ایک مفسدہ یہ بھی نظر آنے لگا ہے کہ خلافِ شرع امور مثلاً تصاویر، مخربِ اخلاق لٹریچر، ناجائز لہو و لعب اور وضع قطع سے اتنی احتیاط نہیں کی جاتی جتنی کہ شرعاً واجب ہے۔ اتباعِ سنت مسلکِ دیوبند کی سب سے بڑی اور بنیادی خصوصیت ہے۔ آج ہمارے مدارس میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بے شمار سنتیں آج ہمارے ہی مدارس میں مردہ ہو چکی ہیں۔ اگر ہمیں مسلکِ دیوبند کو زندہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں زندہ کرنا ہوگا۔

اگر دینی مدرسوں میں بھی یہ کام نہ ہو سکا تو باہر کے معاشرے اور عامۃ المسلمین میں محض زورِ خطابت اور مناظروں کے بل بوتے پر کوئی سنت زندہ نہیں کی جا سکے گی۔ اگر ہم نے اتباعِ سنت میں اپنی اور طلبہ کی زندگیوں کو نہ ڈھالا تو تاریخ ہمارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کرے گی اور مستقبل کا مؤرخ جب مسلک دیوبند کو نقصان پہنچانے والوں کا شمار کرے گا تو ہمارا نام بھی ان میں شامل کرنے پر مجبور ہوگا۔ ولا فعلہا اللہ

(د) آج مسلکِ دیوبند پر جتنی شدید یلغار بیرونی حملوں کی ہے اندرونی فتنوں کی یلغار اس سے کم نہیں۔ اندرونی فتنہ سب سے بڑا یہی ہے کہ ہمارے مدارس میں اتباعِ سنت میں بہت ڈھیل اور سستی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی جفاکشی، سادگی، تواضع، خشیت، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو بھولتے جا رہے ہیں، حُبِ جاہ اور حُبِ مال کے فتنے ہماری کارکردگی پر ضربِ کاری لگا رہے ہیں، یہ ہمارا اندرونی فتنہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ اندرونی فتنہ بیرونی حملوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے بلکہ درحقیقت بیرونی حملوں کو بھی اندرونی فتنوں ہی سے شہ ملتی ہے اس لیے اس خطرناک اندرونی فتنہ کا سدِباب ہماری سب سے پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) نظم و نسق اور باہمی تنظیم

(ا) مدرسوں کا نظم و نسق مثالی ہونا چاہیئے۔ ہر کام میں شائستگی، سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہو گی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہو گی اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا۔

(ب) ہر مدرسہ میں ہر شعبۂ عمل کے لیے قواعد و ضوابط مرتب اور ان پر عمل کرنا اس زمانے میں بہت اہم ہو گیا ہے۔ ہر مدرسہ اپنے حالات کے مطابق ضابطے خود مقرر کرے، پھر جو ضابطے مقرر ہو جائیں اُن کی تعمیل ہر خورد و کلاں سے کرائی جائے اور کسی سفارش یا مروّت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

(ج) وفاق المدارس کو مفید، مؤثر اور فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد (جو طبع شدہ ہیں) ان کی تکمیل کے لیے بھرپور کوشش کی جائے۔ وفاق بحیثیتِ وفاق کی جملہ کارروائیاں انہیں اغراض و مقاصد کی حدود میں رہنی چاہئیں، ان حدود سے باہر کے کام اگرچہ فی نفسہٖ کتنے ہی مفید کیوں نہ ہوں اگر ان میں وفاق کی توانائیاں اور وسائل خرچ کیے گئے تو ہماری توانائیاں بکھر کر رہ جائیں گی اور کوئی کام بھی پائیدار نہیں ہو سکے گا۔

(باقی ص ۸٦۹ پر)

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم

اور

مجلسِ عاملہ کے نام سرپرست وفاق المدارس

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شائع کردہ نصابِ تعلیم پر نظرِ ثانی کی غرض سے ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو ملتان میں وفاق کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ بھی کئی وجوہ سے مجوزہ نصاب کو ناتمام اور قابلِ ترمیم سمجھتے تھے اور حضرتؒ کی یہ خواہش تھی کہ وفاق المدارس کے اربابِ حل و عقد اور نصاب کمیٹی نئے حالات کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ درسِ نظامی کے دو سو سالہ کامیاب نصابِ تعلیم، اسکے نتائج و ثمرات اور اکابر کے مشاہدات و ارشادات اور اصول و تجربات کو بھی ملحوظ رکھیں۔ چنانچہ ۲۶ نومبر ۱۹۸۳ء کو آپ نے دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ کی میٹنگ بلائی اور خود بھی باوجود تکلیف و شدتِ ضعف و نقاہت کے میٹنگ میں موجود رہے جو ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی، جس میں اس نصابِ تعلیم پر کافی غور و خوض ہوا۔ اہم تجاویز و ترامیم زیرِ بحث آئیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم کے فاضل اساتذہ کی آراء و تجاویز مولانا عبدالقیوم حقانی نے بطور نمائندۂ شیخ الحدیثؒ ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو وفاق المدارس کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس منعقدہ ملتان میں پیش کیں اور بحث میں حصہ لیا۔ حضرتؒ کی بات مؤثر رہی، سب نے اس کی تصدیق کی۔ نصاب کے بارے میں ۲۱ رکنی کمیٹی قائم کردی گئی جس نے درسِ نظامی کو باقی رکھتے ہوئے جدید تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نصاب کی تشکیلِ جدید کا کام کیا۔ اس موقع پر نصابِ تعلیم میں اضافے اور ترمیمات اور بعض تجاویز کے علاوہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے وفاق کی مجلسِ عاملہ کے معزز ارکان کے نام جو پیغام لکھوایا تھا اور جسے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا، ذیل میں وہی پیشِ خدمت ہے جس سے حضرتؒ کے نصابِ تعلیم اور تعلیمی معیار کے ہدف کی نشاندہی ہوتی ہے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ؕ

حضرات علماء کرام و مشائخ عظام! کاش مجھے اعذار نہ ہوتے یا کم از کم کہیں آنے جانے کی طاقت ہوتی اور صحت اجازت دیتی تو میں اس اجلاس میں ضرور شرکت کرتا، اپنے اکابر و مشائخ سے زیارت و ملاقات بھی ہو جاتی اور نصابِ تعلیم سے متعلق تبادلۂ خیال بھی ہو جاتا، مگر یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ تاہم اپنے اکابر علماء جو کشتیٔ ملت کے ناخدا ہیں ان کی خدمت میں اپنے نمائندہ کے ذریعہ ایک گذارش اور درخواست پیش کرتا ہوں کہ مجلسِ عاملہ کا حالیہ اجلاس نصابِ تعلیم پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا ہے۔ جہاں تک نصابِ تعلیم سے تمام ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا مسئلہ ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ نصاب اپنی تمام خوبیوں اور امتیازات و خصوصیات کے باوصف تمام ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کرتا۔ آج تک کوئی ادارہ، کوئی جماعت، کوئی ذمہ دار اور حقیقت پسند شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ ہمارا نصابِ تعلیم زندگی کی تمام ضروریات کو حاوی ہے۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ نصابِ تعلیم ایک ملکۂ خاص کا ضامن ہے جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر راہنمائی و قیادت کا کام دے سکے۔ نصابِ تعلیم زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا، البتہ صحیح اور ایک جاندار نصابِ تعلیم سے طلبہ میں ایک ملکہ، ایک صلاحیت اور صحیح ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی بناء پر طلبہ کے لیے ہر نوع کا علمی موضوع خواہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو، آسان ہو جاتا ہے۔ درسِ نظامی کی تاریخ اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ، علماء اور فضلاء میں یہی چیز ہے جو سب میں نمایاں نظر آتی ہے —— تو اس وقت آپ کسی ایک مدرسہ کے ذمہ دار، منتظم یا صرف مدرس کی حیثیت سے نہیں سوچ رہے اور نہ ہی اس وقت آپ ایک کلاس کے استاذ کی حیثیت سے سوچ رہے ہیں اور نہ ہی آپ کا دائرۂ اثر ایک محدود حلقہ ہے بلکہ آپ ملتِ اسلامیہ کا سرمایۂ افتخار،

پاکستانی علمی برادری کے گُلِ سرسبد اور خلاصہ اور نظامِ تعلیم اور علمی حلقوں کے قائد ہیں۔ آپ مستقبل کے نئے علمی حلقوں، دینی مدارس اور ان میں تعلیم پانے والے نونہالانِ ملت کے ذہن اور دل و دماغ کا سانچہ گر ہیں جو آپ ہی کے دیئے ہوئے نصابِ تعلیم میں ڈھل کر تعمیری ترقی کرکے ملی اور قومی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آپ کسی ایک مدرسہ کے نصابِ تعلیم کے بارے میں نہیں سوچ رہے بلکہ اس وقت آپ کی حیثیت درحقیقت اس کھیون ہار کی ہے جو ڈوبتی ہوئی نیا کو ساحلِ مراد تک پہنچانے کے لیے سب کچھ سے بے نیاز ہو کر میدانِ عمل میں کود آیا ہو۔ آج صرف یہ نہیں کہ ملتِ اسلامیہ اور اہلِ اسلام عالمی سطح پہ ایک صحیح اور جاندار اسلامی اور علمی قیادت سے محروم ہیں بلکہ ملکی اور جماعتی سطح پر بھی اس کا شدید فقدان محسوس کیا جا رہا ہے۔

اگر آپ بہتر نصابِ تعلیم کا روشن چراغ لے کر مستقبل کی جاندار علمی و اسلامی قیادت کی تلاش شروع کر دیں تو یقین جانیں کہ آپ کو ہمارے دینی مدارس کے فضلاء اور طلباء میں ایسے باہمت، باصلاحیت اور صاحبِ عزیمت افراد ضرور مل جائیں گے جن کے پختہ عزم، صحیح فیصلہ اور عظیم حوصلہ سے ملت کی تقدیر بدل سکتی ہے اور ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک طویل علمی رہ نوردی اور تحقیق و جستجو کے بعد آپ حضرات جن نتائج تک پہنچے ہیں، اس کا ماحصل ہمارے دینی مدارس کا نصابِ تعلیم قرار پانے والا ہے تو اس لحاظ تو آپ ایک نصابِ تعلیم نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ کے نوخیز نونہالوں کا ذہن، عقیدہ اور دل و دماغ تیار کر رہے ہیں۔

قوم نے آپ حضرات پر اعتماد کیا ہے اور نصابِ تعلیم جیسی اہم ترین ذمہ داری کا اہل قرار دیا ہے، کتنی اور کیسی کیسی توقعات آپ سے وابستہ اور قائم کی گئی ہیں۔

عالمِ اسلام کے موجودہ دورِ زوال و انتشار اور لادینیت و مغربیت، مادہ پرستی و معدہ پرستی کے عالمگیر سیلاب کے موقعہ پر علماءِ اسلام کی بالعموم اور وفاق المدارس کے حالیہ اصلاحِ نصاب کے اجلاس کے شرکاء کی بالخصوص ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔

نصابِ تعلیم میں غور و فکر اور ترمیم و اضافہ کا مطمحِ نظر مدرسہ کی تعلیم، مدرسہ کے طالبِ علم کی ذمہ داری، اسباق کی ترتیب، اوقات کا لحاظ، محنت و مطالعہ اور تکرار کے اوقات، دماغی سکون اور دماغی صلاحیتوں کو جلا دینے اور صیقل کرنے والے ذرائع، اکابر و اسلاف کے علوم و معارف سے وابستگی، علمی کمالات، امتیاز و اختصاص، صدق و اخلاص کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں اس کا کردار، دنیا کے نقشہ میں اس کی حیثیت اور جاں بلب ملتِ مرحومہ اور مطلق انسانیت کے لیے اس کی مسیحائی و جاں نوازی اور اس کے عظیم علمی و دعوتی مقاصد اور فوائد کی اہمیت ہونا چاہیئے۔

مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس سلسلہ میں مزید غور و خوض جاری رکھیں گے تا آنکہ مقصود تک رسائی ہو، اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین)

بندہ عبدالحق غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور

* * *

بقیہ ص۸۶۷ سے :۔ خطبہ استقبالیہ

(د) وفاق المدارس کے دستور اور قواعد و ضوابط کی پابندی ملحقہ مدارس بھی پورے اہتمام سے فرمائیں اور وفاق کے ارکانِ عاملہ، عہدیداران اور جملہ کارکنان بھی ان ضوابط کی خلاف ورزی سے پورا اجتناب کیا جائے ورنہ وفاق کبھی مؤثر، فعال اور قابلِ اعتماد حیثیت حاصل نہ کر سکے گا۔

ان چند گذارشات کے ساتھ میں اپنی معروضات ختم کرکے ایک بار پھر صمیمِ قلب کے ساتھ اپنے تمام عالی قدر اور عظیم المرتبت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور قدوم مبارکہ کو اپنے لیے اور پورے دارالعلوم اور اس کے خدام و متعلقین کے لیے دینی اور اُخروی سُرخروئی اور سعادتوں کا باعث سمجھتا ہوں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

عبدالحق عفی عنہ
(شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

پیش کنندہ
احقر سمیع الحق
(خادم العلم بدار العلوم الحقانیہ دیکم جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۲ھ)

* * *

ہر چہ آید در دلم غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

مطبوعاتِ مؤتمر المصنفین

۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ مجلد ترتیب و تحشیہ : مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعواتِ حق مکمل ۲ دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	〃	〃 〃	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہلِ حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	〃	〃 〃	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصرِ حاضر (مجلد)	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اخلاق	〃	〃 〃	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروانِ آخرت (مجلد)	〃	〃 〃	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	〃	〃 〃		
۱۱۔ قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف	〃	〃 〃	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	〃	〃 〃	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	〃	〃 〃	—	—
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	〃	〃 〃	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	〃	〃 〃	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (مجلد)	〃	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	〃	〃 〃	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات (مجلد) امام ابویوسفؒ ۔ امام محمدؒ جلد دوم	〃	〃 〃	۲۷۲	۵۶ روپے

۱۹۔ اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۵۶ روپے
۲۰۔ امامِ اعظمؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست	〃	〃 〃	۶۴	۷ روپے
۲۱۔ خطباتِ حقانی (جلد اول)	〃	〃 〃	۱۲۵	۱۸ روپے
۲۲۔ کتابت اور تدوینِ حدیث	〃	〃 〃	۴۸	۷ روپے
۲۳۔ عہدِ حاضر کا چیلنج اور امتِ مسلمہ کے فرائض (مجلد)	〃	〃 〃	—	—
۲۴۔ مردِ مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	〃	〃 〃	۳۲	۵ روپے
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	〃	〃 〃	—	—
۲۶۔ دَ امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	〃	〃 〃	—	—
۲۷۔ کشکولِ معرفت	〃	〃 〃	۱۱۲	۲۴ روپے
۲۸۔ الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵ روپے
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	〃	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید	—	۱۲۰ روپے
۳۰۔ برکۃ المغازی	〃	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان	—	—
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ روپے
۳۲۔ ارشاداتِ حکیم الاسلامؒ	〃	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	—	۷ روپے
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۹۶	۱۳ روپے
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	〃	〃 〃	۱۴۴	۲۴ روپے
۳۵۔ دفاعِ ابوہریرہؓ	〃	〃 〃	—	—
۳۶۔ افاداتِ حلیم	〃	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ روپے
۳۷۔ حیاتِ صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبویؒ)	〃	〃 〃	—	—
۳۸۔ فضائل و مسائلِ جمعہ	〃	مولانا امین الحق گستوئی حقانی	۹۶	۲۴ روپے

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مؤتمر المصنفین ○ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

مولانا عبدالحقؒ کا نظریۂ تعلیم و تدریس

وفاق المدارس العربیہ، دینی مدارس، نصابِ تعلیم اور طریقۂ تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں بعض اہم اصلاحی اور مفید تجاویز

"دینی مدارس اور اصلاحی تجاویز" کے عنوان پر وفاقی شرعی عدالت کے جج اور ماہنامہ "البلاغ" کراچی کے مدیر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے ایک سوالنامہ کے جواب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ایک مختصر مگر جامع اور مدلل تحریر جسے ملک بھر کے دینی مدارس کے اربابِ بست وکشاد نے بیحد پسند کیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس تحریر سے ان کے نظریۂ تعلیم، نصاب اور نظامِ تعلیم و تربیت کے بارے میں آراء پر بھی روشنی پڑتی ہے ——— (ادارہ)

موجودہ دینی مدارس کی زبوں حالی اور کماحقہٗ مؤثر و مفید نہ ہونے کے بارے میں آپ کے تاثرات صحیح ہیں اور یہ معاملہ پورے طبقۂ علمی کے لیے غور و فکر کا مستحق ہے۔ میں بوجہ ضعف و علالت و کثرتِ مشاغل کے اس مسئلہ پر پوری روشنی نہیں ڈال سکتا۔ ماہنامہ الحق نے اسی ماہ (نومبر) کے پرچہ میں آپ کے خیالات کی تائید میں اداریہ لکھا ہے اور اس سلسلہ میں الحق آئندہ بھی باہمی تعاضد و تعاون سے دریغ نہیں کرے گا ——— جواب میں مختصراً گذارش یہ ہے کہ:۔

مدارس کے اصلاح اور مہدم خیز ہونے کے لیے اولین شرط تصحیحِ نیت ہے کہ اربابِ مدارس، مدارس قائم کرنے، اس کو چلانے اور اساتذہ و طلبہ اپنے تمام تر تعلیم و تعلّم کی غرض اور مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا اور آخرت کی فلاح و سعادت سمجھیں اور ارشادِ ربانی: فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم کو ہر وقت منظورِ نظر رکھیں، دینِ محمدی پر خود عمل مقصود ہو اور دنیا کی ظلمتوں میں نورِ اسلام پھیلانا مطمحِ نظر ہو۔ اگر طلبہ و اساتذہ کنتم خیر اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا مصداق ہوں تفقہ فی الدین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مظہر ہوں اَتَاْمُرُوْنَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ کا مصداق نہ ہو تو پوری امت پر اس کے نہایت بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔ اس سلسلہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد العلماء ورثۃ الانبیاء منجملہ جوامع الکلم ہے کہ مقام و مرتبت کی بلندی اور ذمہ داریوں کی نزاکت کا سارا نقشہ اس میں آجاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اربابِ مدارس کو تعلیمی معیار کا انتہائی اہتمام کرنا چاہیے اور ہمہ وقت اس کی درستگی کی فکر لازمی ہے۔ جن مدرسین کو تدریس کے لیے رکھا جائے فی الواقع وہ متعلقہ علوم کے پورے اہل ہوں، متعلقہ کتابوں کے پورے ماہر ہوں، درسیات میں رسوخ اور عبور ہو، محنتی اور فرض شناس ہوں اور یہ جذبہ ہو کہ طلبہ کتاب دانی اور فن میں واقفیت بلکہ مہارت حاصل کریں، وہ محض ملازمت کی خاطر ڈیوٹی پوری نہ کریں بلکہ سلف کا ذوق و شوق، محنت اور شغف ان کی نگاہ میں رہے۔

تعلیمی معیار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کا داخلہ کے وقت امتحان لیا جائے اور استعداد کے موافق کتابیں دی جائیں۔ شرح جامی کا مقتضی اگر نحو میر کے لائق ہے تو اسے قطعاً ترقی نہ دی جائے، اس سلسلہ میں کسی سفارش، منت سماجت اور لجاجت کا لحاظ نہ ہو، اور یہ چیز تب ممکن ہے کہ تمام اہلِ مدارس اس چیز پر اتفاق کریں، مگر افسوس کہ مدارس تکثیرِ سواد کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام مدارس کے اصلاحی اور انتظامی قواعد و قوانین کے مؤثر ہونے کے لیے صرف اس معاملہ میں باہمی تعاون اور قوانین کی رعایت ضروری نہیں دفعہ بلکہ ہر معاملہ اور اصلاحی قدم میں اگر دیگر مدارس اتفاق نہ کریں تو بہتر ثمرہ اور نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکے گا۔ طلبہ جب ایک دروازہ بند دیکھتے ہیں تو سو دروازے کھلے پاتے ہیں۔ تعلیمی اور تربیتی پابندیوں اور بندھنوں میں جکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں مدارس کو اجتماعی فوائد اور باہمی معاہدوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان بے حد ضروری ہیں۔ ان امتحانات کے لیے طلبہ کی تیاری اور پھر امتحانات کے سارے سلسلہ کو محض رسماً نہیں بلکہ پورے احتساب اور مسئولیت کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ منتظمینِ مدرسہ تعلیمی سال کے دوران کتاب کے مقررہ وقت اور مقررہ نصاب پر بھی نگاہ رکھیں تاکہ سال کے مختلف حصوں میں تدریسی مقدار کا توازن

قائم رہے۔ نیز اساتذہ دورانِ درس میں بھی طلبہ سے تقریراً امتحان لیتے رہیں تاکہ مختلف الاستعداد طلبہ کا اندازہ لگا کر ان کی طرف حسبِ ضرورت توجہ دے سکیں۔

فنی رسوخ اور پختگی کے لیے جیسا کہ پہلے بھی رواج رہا ہے، مناسب ہے کہ طلبہ کو ہر فن کی بنیادی کتابوں کے متون حفظ کرا دیئے جائیں۔ کافیہ، شافیہ، سلم، حسامی وغیرہ متون پچھلے دور میں طلبہ کو یاد کرائے جاتے تھے، جس سے ذہن کو جلا اور علمی صلاحیت اور نشوونما بہتر طریقہ پر ہو جاتی تھی، مگر توجہ صرف حفظ پر نہ ہو بلکہ فہم و استنباط بھی بیدار کرایا جائے۔ فراغت کے بعد آجکل اکثر طلبہ گھروں کو جا کر دوسرے مشاغل میں لگ جاتے ہیں۔ اہلِ مدارس ذہین طلبہ کو مطالعہ و تحقیق، تصنیف و افتاء اور معین مدرسین کی حیثیت سے کام میں لگا دیں یا درجاتِ تخصص قائم کر کے انہیں مزید علمی ترقی کا موقع دیں اور طبعی رجحان و مناسبت کو دیکھ کر اسی کے مطابق تخصص میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب دیں۔

امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو فراغت کے بعد نصیحت کی کہ علم کو ضائع نہ کریں بلکہ علم کی اشاعت اور درس و تدریس میں لگے رہیں۔ امام شافعیؒ مکہ معظمہ کے باشندے تھے مگر وہاں طلبہ کا رجوع کم تھا اس لیے پہلے بغداد تشریف لے گئے، جہاں علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ بعد کو اشاعتِ علوم کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا۔ مگر آجکل ذہین طلبہ فراغت کے بعد ایسی جگہوں پر قیام کر لیتے ہیں جہاں علم کے طلبگار نہیں ہوتے، علم کی اشاعت کا میدان نہیں ہوتا۔ تو حاصل کیا ہوا؟! استعداد بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ بعض ذہین طلباء حصولِ علم میں زندگی خرچ کر دیتے ہیں اور رزقِ معاش ہی ان کا مقصدِ زندگی بن جاتا ہے اور اس طرح اس مقصد کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں جس کے لیے عمر کا بہترین حصہ کھو چکا ہوتا ہے ——— بعض مدارسِ عربیہ نے تو فاضل اور مولوی فاضل ہی کو اپنا مقصدِ تعلیم بنا لیا ہے۔ یہ رجحان بہرحال افسوسناک ہے۔ اچھے ذہین اور صلاحیتوں والے طلباء کو ترغیب دینی چاہیئے کہ وہ عالمِ باعمل بن کر قوم کی دینی خدمت کریں۔ اس راہ میں ابتداءً جتنی معاشی تکالیف بھی آئیں گی ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے، صبر و استقامت اور عزم و توکل کے بعد معاشی آسودگی کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے فراہم کر دیتا ہے۔ منصبِ وراثتِ نبوت کو نگاہوں میں رکھ کر عزم و حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرتے رہیں اور ایثار و قربانی سے کام لے کر علمی، تبلیغی اور دعوتی راستہ پر گامزن رہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں سے انہیں آگاہ کیا جاتا رہے اور دینی و علمی فتنوں کے مقابلہ کے لیے طلباء کو اچھی طرح تیار کیا جائے، جس طرح ہمارے اسلاف نے طلبہ کو اپنے زمانے کے علمی و فکری فتنوں کا انسداد کرنے کے لیے پوری طرح آگاہ کیا، اور پھر تصنیف و تعلیم کے ذریعہ ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

مدارس کو ہیئتِ اجتماعی سے ایسے محقق، جید اور ماہر علماء کا بورڈ بھی بنانا چاہیئے جو موجودہ فتنوں کا الاھم فالاھم تشخص کر کے ان فتنوں کے اصول اور بنیادی مباحث کو جمع کریں اور پھر اس کا رد لکھوائیں، نیز طلبہ کو موجودہ زمانہ کے مسائل خواہ ان کا تعلق معاشیات و اقتصادیات سے ہو یا اعتقادیات یا معاشرتی و سماجی امور سے ہو، پوری طرح آگاہ کرایا جائے اور موجودہ غلط نظریات و تحریکات سے اسلام کا تقابلی مطالعہ و موازنہ بھی کرایا جاتا رہے، فلسفۂ قدیم کے ساتھ فلسفۂ جدید، سائنس و طبیعات اور علم الکلام سے بھی طلبہ کو واقف کرانا ضروری ہے۔ ان مسائل میں قدیم نظریات سے واقف طلباء جب نئے مسائل اور نظریات کا سامنا کرتے ہیں تو تغیر پذیر اور ترقی پذیر طبیعاتی اور معاشی مسائل اور نظریات کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے عاری رہتے ہیں۔ نتیجتہً وہ خود بھی احساسِ کہتری میں مبتلا ہو کر دوسرے راستے اختیار کر لیتے ہیں اور معاشرہ پر بھی جدید نظریات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے مؤثر تبلیغ کی شکل میں اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

اکثر مدارسِ دینیہ کے طلباء کی عمریں غیر ضروری یا غیر لازمی علوم میں خرچ ہو جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور دورۂ تفسیر میں ایک سال بھی پورا نہیں گذارتے۔ حالانکہ اصل مقصد قرآن و حدیث ہے، اس پر سطحی عبور کافی نہیں۔ ایک ماہ میں قرآنِ مجید اور چھ ماہ میں احادیث پر مرور فنی مناسبت پیدا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ علومِ الٰہیہ و عقلیہ ضروری ہیں مگر علومِ مقصودہ اور علومِ عقلیہ کی میعاد و مقدار میں توازن قائم کرنا بہرحال ضروری ہے۔

اب رہا طلبہ کی اخلاقی و عملی تربیت کا مسئلہ تو اس کی اہمیت بھی تعلیمی معیار قائم رکھنے سے کسی طرح کم نہیں۔ طلباء و اساتذہ کی اخلاقی اصلاح اور کردار کی تربیت کی طرف توجہ نہایت ضروری ہے۔ اس چیز کی کمی کی وجہ سے علم میں ترقی نہیں ہوتی ؎

فان العلم فضل من الله
وفضل الله لا یعطی العاص

مدارس میں اساتذہ ایسے ہونے چاہئیں جو اسلامی کردار کا بہترین نمونہ ہوں، اخلاقی کمالات سے بھرپور ہوں اور ظاہر و باطن میں شریعت و علومِ شریعت کے فدائی ہوں۔ صوم و صلوٰۃ و اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں۔ مطالعہ اور علمی ذوقِ تحقیق ان کا اوڑھنا بچھونا ہو، وہ طلبہ کو مطالعہ، تکرار، درس و تدریس کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً ہدایات دیتے رہیں اور صحیح رخ پر اذہان کی تربیت کرتے رہیں۔ اگر اساتذہ کی قولی تربیت کے ساتھ ان کا اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہو تو یہ چیز طلبہ پر لازماً اثر انداز ہو گی۔ ہمارے مدارس کے مردم خیز ہونے میں اساتذہ و منتظمین کے اخلاص و للہیت اور بلند کردار و با اخلاق ہونے کا بنیادی حصہ ہو گا۔ اس سلسلہ میں اربابِ مدارس اور اساتذہ کو طلبہ کے مشاغلِ عبادات، حاضری اسباق، مطالعہ، بحث و مباحثہ اور مشاغلِ شب و روز پر بھی نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ نیز طلبہ کو

(باقی ص ۸۷۴ پر)

قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کا روزنامہ "جنگ" کراچی کو انٹرویو

نظامِ تعلیم مدارسِ عربیہ شریعت بنچ اور اجتہاد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب آف اکوڑہ خٹک ملک کے جانے پہچانے اُن ممتاز علماء میں سے ہیں جن کا حلقۂ فیض نہ صرف پورے ملک بلکہ بیرونِ ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ تقسیم سے قبل آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے، تقسیم کے بعد آپ نے اپنے شہر اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا جو آج پاکستان کا ایک ممتاز تعلیمی ادارہ ہے، مولانا صاحب قیامِ پاکستان سے اب تک اس دارالعلوم میں دورۂ حدیث پڑھاتے رہے ہیں اب تک یہاں مولانا سے تین ہزار علماء باقاعدہ سندِ حدیث حاصل کر چکے ہیں آپ ۱۹۷۰ء سے قومی اسمبلی کے رکن چلے آ رہے ہیں۔ پچھلے الیکشن میں بھی آپ نے اُس وقت کے صوبائی وزیرِ اعلیٰ نصراللہ خٹک کو بھاری اکثریت سے شکست دی اور جیت گئے۔ مولانا کی ممتاز تعلیمی، سماجی اور سیاسی و قومی خدمات کے اعتراف کے طور پر پچھلے دنوں پشاور یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ مولانا کافی عرصہ سے شوگر و امراضِ قلب میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہو گئی ہے۔ اب جب مولانا مدظلہٗ آنکھوں کے علاج کے لیے کراچی تشریف لائے ہیں تو یہاں کے بیشمار علماء، فضلاء، روزنماء اور عقیدتمندوں نے ملاقات کا موقع غنیمت سمجھ لیا ہے۔ میں نے بھی اس موقع پر مناسب سمجھا کہ مولانا مدظلہٗ سے قارئینِ جنگ کے لیے انٹرویو لیا جائے۔ مولانا نے جناح ہسپتال میں میرے دو چار سوالات کا حسبِ ذیل مختصر جواب دیا۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے مولانا کے لیے مزید کہنا مشکل تھا اور میں نے بھی اسی پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا۔

محمد جمیل "جنگ"، کراچی

پہلا سوال موجودہ نظام تعلیم کے بارے میں تھا اور یہ کہ عصری تعلیم گاہوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کے لیے کیا صورت اختیار کی جائے؟

مولانا نے فرمایا :۔ اسلامی تعلیمات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہیں اور ان میں کوئی نقص اور کمی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اب میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل و مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے" اس لیے اسلامی بنیادی تعلیمات کو تو بغیر کانٹ چھانٹ کے لیا جائے۔ اگر قدیم علوم اور اسلامی علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے ماہرین یکجا بیٹھ کر ایسا مجموعہ مرتب کر دیں جس کی وجہ سے قدیم و جدید کا بُعد و تنافر کم ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ قدیم اور جدید علوم میں بنیادی طور پر کوئی تنافر اور تضاد بھی نہیں۔ جدید علوم انگریزی زبان میں ہیں اور قدیم اکثر عربی زبان میں۔ قدیم علوم میں منطق فلسفہ، ریاضی، جغرافیہ، حساب، صرف و نحو اس میں شامل ہیں، کچھ طب اور علاج کے علوم بھی ہیں۔ ایسے علوم عصری علوم میں کچھ ترقی یافتہ شکل میں موجود ہیں نئی تعلیم گاہوں کو قرآن و سنت، فقہ و اصولِ فقہ اور عربی ادب و گرامر کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اگر کوئی کمیٹی ایسی بن جائے جو جدید و قدیم دونوں علوم کے ماہرین پر مشتمل ہو تو اس وقت دونوں علوم کے خلاصہ کو نکال کر دیکھ لیا جائے تاکہ ان میں تنافر اور تباعد نہیں رہے۔

سوال :۔ دینی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی اور نئے علوم داخلِ نصاب کرنے کے بارہ میں آپ کی کیا رائے کیا ہے؟

> دینی مدارس کی افادیت کی دلیل یہی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آ رہے ہیں

جواب :۔ دینی مدارس کا اوّلین اور بنیادی مقصد و مطمحِ نظر اسلام کے بنیادی اصول قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی ہے، باقی علوم عربی ادب، نحو و صرف بھی اس لیے پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ علومِ قرآن و سنت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اگرانہ مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہوگیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کے تابع بن کر رہ جائینگے جو نہایت مہلک ہے

اگر موجودہ جدید علوم کو بھی ان مدارس میں داخل کر دیا گیا تو پھر یہ خطرہ ہے کہ ان مدارس میں اسلامی علوم کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جائے گی جبکہ پہلے سے جدید علوم کا تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں پر ملک میں قبضہ ہے۔ یہیں خطرہ ہے کہ ان دینی مدارس میں کہیں فرق نہ آجائے اور یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ جدید علوم کے بھی ماہر نہ ہو سکیں گے اور قدیم علوم سے بھی محروم ہو جائیں گے دینی مدارس کی افادیت کی دلیل یہی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آ رہے ہیں اور اب بھی اسلام اپنی صحیح حالت میں انہی مدارس کی بدولت باقی ہے۔ اگر ان میں سرکاری عمل دخل شروع ہوا تو خطرہ ہے کہ ان میں نہ جدید علوم رہیں گے نہ قدیم، اور اس کے فضلاء نہ قدیم علوم کے ماہر ہوں گے نہ جدید کے۔

سوال :۔ دینی مدارس میں سرکاری اور حکومتی مداخلت کے بارے میں دونوں کی رائے سامنے آ رہی ہے، مولانا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب :۔ میری رائے میں دینی مدارس حکومتوں کی سرپرستی سے آزاد رہنے چاہئیں حکومتیں کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہیں اور بدلتی رہتی ہیں دینی مدارس کے اکثر فضلاء حق کو تختہ دار پر چڑھ کر بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر ان مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہوگیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کے تابع بن کر رہ جائیں گے جو نہایت مہلک ہے۔ البتہ کسی بھی حکومت کو ملک کے تمام شعبوں اور اداروں کے حساب وکتاب چیک کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ مدارسِ دینیہ کا حساب کتاب صاف رہے گا تو انہیں محاسبہ کا کیا ڈر ہوگا۔

سوال :۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو کچھ کیا اور کہا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ مطمئن ہیں؟

جواب :۔ موجودہ حکومت نے شریعت بنچوں کے قیام کا جو مقصد اٹھایا وہ قابلِ تحسین ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان بنچوں کے رکن ایسے علماء بھی ہونے چاہئیں جو اسلامیات کے ماہر، شریعت کے جزئیات و کلیات پر گہری نظر رکھتے ہوں، جید علماء ہوں، عربی زبان میں پورا عبور رکھتے ہوں۔

سوال :۔ مولانا! اس کے لیے اجتہاد کیا جائے گا اور کیا صورت ہوگی؟

جواب : شریعت کے اصول وکلیات محفوظ ہیں، ہزاروں لاکھوں مسائل وجزئیات کی بھی تخریج ہو چکی ہے، فقہ اسلامی کا عظیم الشان ذخیرہ ہمارے پاس محفوظ ہے، جو جزئی مسائل سامنے آتے ہیں ان کا انطباق ان اصولوں کے تحت ہر زمانے کے علماء کیا کرتے ہیں۔ "بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے، یہ انطباق ہے" تخریج ہے، اجتہاد نہیں، اجتہاد کی اہمیت آجکل کہاں؟ اب تو ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد سے کم نہیں گردانتا۔ اگر لوگوں کے دعووں کو دیکھا جائے تو ایک ایک محلہ میں سو سو مجتہد نکل آئیں گے ہر شخص یہ کہے گا کہ مجھے بھی حق ہے کہ اجتہاد کروں۔ تو ملت میں انتشار اور اختلاف ختم کرانے اور مسلمانوں میں اجتماعیت اور جمعیت برقرار رکھنے کی خاطر اجتہاد کو اہلیت کی شرائط کا پابند کرا دیا گیا ہے، البتہ اجمال کی تفصیل و تشریح کی جا سکتی ہے۔ موجودہ حوادث و نوازل کے نظائر فقہ اسلامی میں موجود ہیں۔ ہر مسئلے کا مقیس علیہ (نظیر) موجود ہے یا پھر حکم و مصالح کے لحاظ سے اس سے بہتر دوسرا حکم موجود ہوگا، ایک حکم نہیں چل سکتا تو متبادل صورت اختیار کر لی جائے گی۔

بقیہ ص ۸۷۲ سے :۔ نظریہ تعلیم و تدریس

ذہنی لحاظ سے ان باتوں کی تربیت دینی ضروری ہے اور اس طرح کہ ہمیشہ یہ چیزیں مستحضر رہیں۔

(۱) راہِ حق اور کلمۂ حق کی خاطر شدائد اور محن کے لیے تیاری کہ جتنا مقام اونچا ہے اتنی ہی ابتلاء اور آزمائش بھی ہوگی۔

(۲) مقصد کی عظمت کا احساس کہ حصولِ تعلیم صرف اور صرف اشاعت دین، احقاقِ حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور مرضیاتِ الٰہی کا حصول ہے۔ آگے سارے اثرات کا مدار اسی پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات

(۳) حصولِ علم کی راہ میں فنائیت، تواضع، مسکنت اور انکساری کہ

العلم عزیز یحصل بذل لاعز فیہ

(۴) سادگی، قناعت، زہد اور توکل کی زندگی۔

(۵) اساتذہ، مدرسہ، رفقاء، منتظمین، علوم وفنون اور کتب سب کے ادب و احترام کا ہمہ وقت لحاظ۔

(۶) جو کچھ سیکھا جائے اس پر پورا اذعان ویقین کہ گویا حاصل ہونے والی چیزیں قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائیں اور اس پر عملی اثرات مرتب ہونے لگیں، یہ احساس نہ ہو کہ ہمارا کام علم سے ہے عمل عوام کا کام ہے۔

یہ چند پراگندہ باتیں تھیں جو اس وقت ذہن میں آئیں حق تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ بارآور بنا دے اور پردۂ غیب سے اہلِ علم اور مدارسِ عربیہ کی اصلاحِ احوال کے اسباب ظاہر فرما دے۔ آمین

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

تحفظ و اتحاد مدارس عربیہ

خیر المدارس ملتان میں اتحاد المدارس العربیہ کی تشکیل کے موقع پر کی گئی تقریر

خطبہ مسنونہ : صدر محترم و اکابرین ۔ آپ کے سامنے بزرگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت حکومت کا جو ارادہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دین کا استحصال کرے کارخانوں کا زمینوں کا استحصال کر لیا اب وہ دین کو بھی اپنی لونڈی بنانا چاہتے ہیں ۔ جیسے اکبر نے دین کے نام سے لادینی تحریک چلائی بالکل یہی مقصد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں انگریز کے ساتھ اصل جہاد علماء نے کیا ہزاروں علماء پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے بڑے مقدس لوگ شہید ہوئے لیکن اس کے نتیجہ میں عیسائیت اس ملک میں قدم جمانے کے سعی میں کامیاب نہ ہوئی ۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے جہاد کے ان مرحلوں کے بعد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی ۔ ایک استاد ملا محمود اور شاگرد محمود جو آگے چل کر شیخ الہند بنے درخت کے نیچے بیٹھ کر ۔ اور انگریز نے تشدد سے کام لیا ۱۸۵۷ء کے جہاد میں ــــــــ اس کے بعد سرسید نے علی گڑھ کی بنیاد رکھی اور بے شمار مشن بھی یورپ سے تبلیغ کے لئے آتے رہے مگر اسلام ان تمام مخالفتوں اور آلات حرب و ضرب کے باوجود باقی ہے ۔ دارالعلوم دیوبند اور اس زمانے کے دیگر مدارس عربیہ کی برکت تھی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس ملک میں جب تک یہ مدارس ہوں گے اس کے شاطرانہ چالوں کو قطعاً" غلبہ نہیں ہو سکتا ۔ ایوب خان جیسے جابر حاکم نے جب دین میں مداخلت کی عائلی قوانین آرڈیننس کے ذریعہ نافذ کئے تو اس موجودہ وزیراعظم (بھٹو) نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ جتنے مولوی ہیں ان کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دو ۔ محمد ایوب خان نے اس دور میں کسی سے کہا تھا کہ ہم ایک دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے اب تو پاکستان میں گھر گھر میں دارالعلوم بنا دیا ۔ اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون لیکن وہ ہمارا امتحان بھی لینا چاہتے ہیں کہ ان کی ہمتیں کتنی ہیں بس یہ ہمارا امتحان ہے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم اگر ہم نے اس وقت سستی کی کچھ پرواہ نہ کی تو بخارا جیسا انجام ہو سکتا ہے بخارا پر علماء طلبہ کا غلبہ تھا مگر غفلت کا یہ حال کہ چند طلبہ ناچ گانے کے لئے رنڈیاں لاتے ہیں وہ گاتے ہوئے اشعار میں کہتی ہیں نفس بتو بخشیدم ۔ نکاح طلاق تو جدل اور ہزل دونوں سے ہو جاتا ہے ایک طالب علم کو یہ نکتہ سوجھا اور اٹھ کر جواب میں ناچتے ہوئے کہنے لگا قبول کردم ' قبول کردم پھر اس پر نکاح کا دعوی کیا اور نکاح ہو گیا یہ ایک جھلک ہے اس دور کے غفلتوں کی جس وقت تاتاریوں نے حملہ کیا عالم اسلام پر تو شوافع اور احناف کے باہمی جھگڑے اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ ایک شافعی المسلک حاکم وقت کے سامنے حنفی نماز پڑھاتا ہے تکبیر کی جگہ خدائے تعالیٰ بزرگ است کہہ کر کھڑا ہوا پھر جلدی جلدی زمین پر ٹھونگے مارے بیٹھ کر کہا یہ ہے حنفی نماز پھر ایک حنفی شخص نے منی سے جسم اور کپڑوں کو پلید کیا اور اس حالت میں نماز پڑھ کر کہا یہ ہے شوافع کی نماز اور اسالۃ دم کی وجہ سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا یہ حالت تھی ایک دوسرے کے توہین و تذلیل کی تو دشمن نے قبضہ کیا کہتے ہیں کہ دریائے دجلہ کتابوں سے بھر گیا اور پانی سیاہی بن گیا عرصہ تک بغداد کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا ـــ اس وقت ہم میں بھی کوتاہیاں ہیں لیکن آج ہم اس ارادے سے جمع ہوئے ہیں کہ ان حالات کا ایمانی قوت سے مقابلہ کر کے رہیں حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے کہا اجبار فی الجاھلیۃ و خوار فی الاسلام دین کے ایک مسئلہ میں اتنا سخت موقف اختیار کیا اسی طرح فرمایا کہ جن کے ہاتھ میں حضور صلعم نے جھنڈا دیا وہ میں واپس نہیں لے سکتا یہ فوج اب ضرور جائے گی اس سنت کا احیاء ہو گا اگر درندے آ کر مدینے میں ہماری ہڈیاں کیوں نوچنے نہ لگیں مگر دشمن پر لشکر کشی ہو گی آج تو ہم فوری اور ہنگامی طور پر یہاں جمع ہو گئے لیکن یہاں سے اٹھنے کے بعد پھر اپنے کاموں میں لگ گئے تو ناکام ہوں گے کامیابی تب ہو گی کہ دل و جان سے تہیہ کر لیں اتفاق قائم رکھیں اپنے فروعی اختلافات اور شکر رنجیوں کو بالائے طاق رکھیں یہ نہ سوچیں کہ صدارت اور نظامت ملی یا نہیں یا نام آیا نہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر جسد واحد ایک مٹی ہوتا ہے اگر کراچی کے کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سرحد والے سمجھیں کہ یہ حملہ ہم پر ہوا ہے اور اگر وہاں کسی دور کے قبیلے میں کسی مدرسے پر حملہ ہو تو سب اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اگر ہم اس راہ میں جیل جانے گولی کھانے تختہ دار پر چڑھنے کے لئے تیار ہوں گے تب فریضہ ادا ہو گا حضرت ابو بکر تو حضور صلعم کے ایک حکم ایک سنت کے تعمیل کے لئے اس بات پر تیار ہیں کہ درندے ہماری ہڈیاں بھی نوچ لیں تو کوئی بات نہیں تو ان مدارس میں تو ۔ کل دین ہے تو صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاہدہ کر کے تیار ہوں اور تیاری کریں انگریز اسی وجہ سے صدیوں میں دین کو ختم نہیں کر سکا ۔

پاکستان میں ۲۶ ۔ ۲۷ سے مختلف حکومتیں آئیں قیام پاکستان کے بعد ایک وزیر تعلیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے ہاں دینی تعلیم کا منصوبہ کیا ہو گا اس نے کہا تم کس دینی تعلیم کو سوچ رہے ہو ہاں ہم یہاں یورپ سے اور ازہر سے علماء لائیں گے اور ایسے علماء تیار کریں گے ۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا آزاد جیسے علماء کے شاگرد نہیں ۔ مسٹر جناح نے تہیہ کیا تو ملک کو الگ کر کے چھوڑا تو ہم یہ تہیہ کیوں نہ کریں کہ ہمیں دین کی تحفظ ہر حالت میں کرنی ہے اور دین کے لئے مر مٹنے والے ہی تیار کرنے ہیں ۔ جو حکومتوں کی پیش کش ٹھکرائیں گے ۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم سے امداد لے لو ہم دیں گے مگر ہم جھونپڑی نشینوں کا جواب ہونا چاہئے کہ ہمیں مت چھیڑو ہم ایک پیسہ لینے کے لئے تیار نہیں ۔ آپ سب حضرات علماء اور مہتممین ہیں اللہ تعالیٰ دین کا محافظ بنائے مگر ہماری غلطیوں کوتاہیوں کی وجہ سے امتحان سر پر آ گیا ہے یہاں ہم انابت الی اللہ کے ساتھ توبہ تائب ہوں کہ جتنا بھی ہو سکے گا جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں ہو گا مناسب ہے کہ چند اہل الرائے کی کمیٹی ہو جو مناسب تجاویز عشاء کے بعد عصر کے بعد سوچ لے تاکہ طریق کار واضح اور متعین ہو ۔

قدیم عربی نظامِ تعلیم سے متعلق

مولانا عبدالحق کے وزارتِ تعلیم کو مفید مشورے

نئی تعلیمی پالیسی میں قدیم عربی نظام تعلیم سے متعلقہ حصہ کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے جو مشورے وزارتِ تعلیم کو بھیجے تھے انہیں یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جنرل آغا محمد یحییٰ خان صاحب صدر مملکت خداداد پاکستان اور ان کے معزز رفقاء نے مملکت کی فلاح کے لیے کئی اصلاحی قدم اٹھائے ہیں اور بہت سے امور کی اصلاح کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ چنانچہ تعلیم کی اصلاح اور بہبود کی خاطر نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان بھی حکومت کے اسی نیک جذبہ کا مظہر ہے۔ اس پالیسی میں مروجہ دو قدیم اور جدید تعلیمی نظاموں میں تبدیلی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت کے لیے نوجوان طبقہ تیار کرنا تھا اور اس تعلیم میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو نوجوانوں کو ایک آزاد ترقی پذیر قوم کی سیاسی، سماجی یا اقتصادی ضروریات سے آگاہی بخشے، بالفاظ دیگر جدید تعلیم کا مقصد لارڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا جو حکومت چلانے کے لیے صرف مشینی پرزوں کی طرح کام دے سکیں۔ ان کا قالب تو پاکستانی یا ہندوستانی ہو مگر دل و دماغ مغربی ہو۔ قوم کی حقیقی فلاح و بہبود، ملک اور دین کی بھلائی اخلاق اور سماج کی تطہیر اور معاشرہ کی تربیت سے اس تعلیم کو کوئی غرض نہیں تھی۔ دوسری طرف قدیم تعلیم ہے جو عربی مدارس اور دارالعلوموں میں درس نظامی کی شکل میں رائج ہے جس کے بارہ میں رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نظام نے اپنے وقت میں ریاستی ضروریات سے آگاہی بھی بخشی اور اس نظام نے بڑے بڑے مفکر، عالم، دانشور اور منتظم بھی پیدا کیے۔ اس نظام میں بذریعہ حفظ و تکرار علوم دینیہ بزبان عربی اس لیے پڑھائے جاتے ہیں کہ خارجی اثرات سے اسلامی ثقافتی اقتدار کا تحفظ ہو سکے۔ گویا رپورٹ میں پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عربی قدیم نظام تعلیم نے اب تک اسلامی اقدار و شعائر اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے یعنی تحفظ کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دو سو برس کی غلامی اور بدترین استبداد کے باوجود اگر آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے تو اس کا سہرا ان قدیم علوم پڑھانے والوں کے سر پر ہے اگر دینی مدارس اپنی موجودہ آزاد شکل میں نہ ہوتے تو آج یہ برصغیر بھی بخارا اور تاشقند یا اندلس کا نمونہ پیش کرتا مگر بحمد اللہ تقریباً سو فیصد مسلمانوں کا عقائد صحیحہ پر جمے رہنا اور نصف سے زیادہ مسلمانوں کا عملاً اسلامی تہذیب اور اعمال پر قائم رہنا یہ ان مدارسِ عربیہ کی خدمات جلیلہ کے بار آور ہونے کی واضح دلیل ہے۔ مدتوں اس پروپیگنڈے کے بعد کہ "دینی مدارس کا وجود بالکل لغو اور بے کار ہے"، موجودہ نئی رپورٹ اور ان مدارس کا اسلامی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں اعتراف کرنا موجودہ حکومت کی نیک نیتی خلوص اور حق پسندی کی دلیل ہے۔ اس رپورٹ سے کم از کم یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے نہ تو دین کی خدمت کی اور نہ مملکت کی فلاح اور ترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ رہنمائی کی اور اس عرصہ میں مدارس عربیہ نے اگرچہ دنیاوی علوم اور دنیاوی مفاد سے سروکار نہ رکھا مگر دین اسلام کے تحفظ کا کام تو ان مدارس نے انجام دے ہی دیا۔ اگرچہ ہمارے خیال میں دنیوی علوم اور ترقی سے بے اعتنائی کا الزام بھی ان مدارس پر صحیح نہیں، مگر تھوڑی دیر کے لیے اگر یہ بات مان لی جائے تب بھی یہ الزام درست نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارا نظریہ ہے کہ تمدن اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح اور تطہیر ہی دنیوی ترقی کا سبب ہے۔ آج بھی جن لوگوں میں مذہب کی حرمت باقی ہے ان میں بے دین اور لا مذہب لوگوں کی بہ نسبت برائیاں بہت کم ہیں تو جس قوم میں دین ہوگا اس کو حقیقی دنیوی ترقی بھی میسر ہوگی وہ ملک و ملت اور قوم و حکومت کا خیر خواہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کرنے والا ہوگا اس لحاظ سے ایک نظریاتی مملکت جس کی اساس اسلام ہو، جس کی بقاء مذہب اور مذہبی اقدار پر موقوف ہو۔ اگر کوئی تعلیمی نظام اس بنیادی اور نازک ترین مقصد (مذہب کے تحفظ، فروغ اور اشاعت) کو پورا کر رہا ہو تو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بلند مقصد کو پورا کرنے والے قدیم نظام تعلیم کے بارہ میں بھی یہ کہنا کہ یہ ہماری قومی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا ایک گونہ لاعلمی اور زیادتی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نظام بھی ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور صرف دین کی خدمت اور دینی اقدار کا تحفظ ہی اس کا مقصد رہا اور برصغیر کی دو سالہ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ نظام اس مقصد میں کامیاب رہا تو اس کی وجہ بھی ہمارے خیال میں صرف ایک ہے کہ دینی مدارس ہمیشہ حکومت کے کنٹرول اور ہر خارجی دباؤ سے آزاد رہے حالات کی ناسازی، مشکلات اور مصائب کی پروا کئے بغیر یہ مدارس دین کے تحفظ اور صحیح خدمت میں مشغول رہے اور جدید نظام تعلیم حکومتوں کی نگرانی اور امداد سے پھلا پھولا اور بیرونی یا داخلی حکومتوں کی پالیسیاں اس پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ اگرچہ یہ عربی مدارس بھی شخصی اغراض اور حکومتوں کی پالیسیاں کی وجہ سے دین کو اس قدر بدل چکے ہوتے کہ اصلی دین کا نام و نشان بھی اس برصغیر میں باقی نہ رہتا اور ان مدارس میں دین کی تعبیر و تشریح کا کام حکومتوں کے جائز و ناجائز مقاصد اور پالیسیوں کی روشنی میں کیا جاتا اور دین میں سراسر تحریف ہو جاتی جس کی کئی مثالیں اور افسوس ناک نتائج عالم اسلام میں مل سکتے ہیں، بحمد للہ

ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا اور ان دینی مدارس کو چلانے والوں اور پڑھنے پڑھانے والوں نے خالص خوشنودیٔ خداوندی اور فریضۂ مذہبی جان کر اب تک یہ خدمت انجام دی۔ قوم نے خدمت کی تب بھی، نہ کی تو تب بھی ان مدارس عربیہ اور ان سے نکلنے والے علماء حق نے تحفظ دین میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ سلسلہ آج تک توکلاً علی اللہ جاری ہے اور مسلمان قوم کی رضا کارانہ تعاون اور امداد سے یہ عظیم کام چل رہا ہے۔ بحمد اللہ دین محفوظ ہے اور باوجود کوششوں کے دین میں تغیر و تحریف نہیں کیا جاسکا۔ اب حکومت نے اصلاحی جذبہ کے تحت دونوں نظاموں میں دوررس تبدیلیوں کا ارادہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ دنیوی ترقیات اور قومی ضروریات کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کافی کام ہو رہا ہے اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کی اشاعت کے لیے موثر قدم اٹھایا جائے اس نظام تعلیم کا مقصد صرف لارڈ میکالے کے نظریہ کی تکمیل نہ ہو بلکہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت کے لیے نہ صرف دنیا بلکہ دینی لحاظ سے بھی نہایت کامل اور صالح افراد مہیا ہوسکیں

رہا عربی مدارس کا نصاب تو اس میں اگر مروجہ لازمی علوم و فنون جن کی ضرورت ہے اگر شامل کر دیئے جائیں تو اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اس لیے کہ دنیوی علوم و فنون سے کسی دور میں یہ مدارس عربیہ خالی نہیں رہے ہیں یہ فنون اب بھی مدارس عربیہ میں مثلاً علم حساب میں خلاصۃ الحساب ریاضی میں تصریح و شرح چغمینی اقلیدس اور فلسفہ قدیم میں صدرا شمس بازغہ وغیرہ اور منطق میں کئی کتابیں زیر درس رہتی ہیں۔ اب اگر حکومت بعض عصری ترقی یافتہ علوم اور اضافہ شدہ تحقیقات کو سائنس جغرافیہ وغیرہ کی شکل میں اضافہ کی خواہش رکھتی ہے جن کا خود مدارس عربیہ کو احساس ہے تو اسے نگاہ تحسین سے دیکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ چند باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

الف: عربی مدارس کے نصاب میں اولیت اور اہمیت بہرحال علوم دینیہ قرآن و حدیث، تفسیر و اصول تفسیر فقہ اصول فقہ اور علوم عربیہ ادب معانی نحو صرف وغیرہ کو رہے، ان علوم میں حکومت کو دخل دینے یا ترمیم کرنے کا کوئی حق نہ ہو

(ب) نئے علوم کے اضافہ اور نصاب میں کمی بیشی کی نگرانی کا کام مدارس عربیہ کی اپنی ایک با اختیار تنظیم اور کسی فعال بورڈ کے ہاتھ میں رہے جس میں شامل علماء مدارس عربیہ کے تمام مسائل کی اہمیت اور مسلک و مشرب سے آگاہ ہوں مستند ہوں اور حکومت کے اثر سے آزاد ہوں جن کے تقویٰ و دیانت اور علمی مہارت پر اعتماد ہو اور کم از کم دس سالہ تجربہ مدارس عربیہ میں پڑھنے پڑھانے کا انہیں حاصل ہو اس بورڈ میں ملک کے مستند اور ممتاز مدارس عربیہ کے مہتممین یا صدر مدرس کی کم از کم دو تہائی اکثریت ہونی چاہیئے پھر اس بورڈ کے ارکان پر عامۃ المسلمین اور اہل علم کا اعتماد بھی ہو۔ اگر اس بورڈ کا تقرر حکومت کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ اس میں سابقہ ثقافتی یا سرکاری تحقیقاتی اداروں جیسے نام نہاد "علامہ اور محقق" قسم کے لوگ شامل کر دیئے جاتے جو اس نظام تعلیم کا سارا نقشہ ہی بدل دیں گے۔

(ج) اس با اختیار تنظیم کی ایک مثال ہمارے سامنے مدارس عربیہ کی ایک تنظیم وفاق المدارس کی شکل میں موجود ہے جس کا مرکز ملتان میں ہے بعد ڈھائی سو مدارس اس سے منسلک ہیں اور درس نظامی کی انتہائی کلاس دورہ حدیث شریف کے امتحانات دس سال سے اس تنظیم کی نگرانی بھی کرتی ہے اور نصاب میں کمی بیشی بھی عرصہ سے اس کے ہاں زیر غور ہے۔ وفاق المدارس بھی زیادہ فعال، منظم اور با اختیار بنا دینے کی صورت میں ملک کے بعض دیگر ممتاز مدارس بھی اس سے الحاق کر سکتے ہیں اور بلا کسی دخل اندازی کے حکومت کی نصاب کے سلسلہ میں ماہر اساتذہ اور کتابوں کی فراہمی اور سندات کی منظوری وغیرہ متبادل دوسری کسی خودمختار تنظیم کے نامزد کردہ بورڈ ہی کو منظور کر لے اور اس میں غیر ملحقہ مدارس یا جدید علوم کے ماہرین کو بھی نمائندگی دے دی جائے اور اسے با اختیار اور آزاد چھوڑ دے تو حکومت ایک تو بھاری اخراجات سے بچ جائے گی، دوسرے مدارس بھی نظام تعلیم کا معیار باقی رکھنے کے سلسلے میں کئی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے محفوظ رہیں گے

(د) مدارس عربیہ کے امتحانات اور تعلیمات کی نگرانی، نصاب میں مشورہ اور رہنمائی کا کام اس بورڈ کے ہاتھ میں ہو اور دیگر تمام داخلی انتظامی امور اساتذہ کا نصب و عزل وغیرہ کا اختیار مقامی مجلس منتظمہ اور مہتمم کی مرضی پر ہے

(ہ) مالیات کے سلسلہ میں بھی مدرسہ کلاً خود مختار رہے اور اس کے آمد و خرچ کا کام مجلس منتظمہ ہی پر چھوڑ دے بالفاظ دیگر حکومت مدارس عربیہ کے اخراجات کا بوجھ بیت المال پر نہ ڈالے، اگر یکمشت اور غیر مشروط کسی وقت بطور عطیہ کچھ دے تو حرج نہیں، البتہ گرانٹ کے نام پر حکومت دینی عربی مدارس کی امداد نہ کرے تاکہ ان مدارس کے ساتھ قوم کا تعاون اور اعتماد برقرار رہے اور مالی طور پر حکومت کا دست نگر بننے کی وجہ سے ان علوم کی آزاد اسلامی روح بھی مجروح نہ ہونے پائے۔ دو سو سال سے قوم جس خلوص سے ان مدارس کے خطیر اخراجات برداشت کرتی چلی آئی ہے۔ یہ چیز صرف اس صورت میں آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے کہ حکومت کا مالی تعاون نہ ہو۔ اگر قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دینی مدارس کو حکومت باقاعدہ مشروط امداد دے رہی ہے تو وہ کنارہ کش ہو جائے گی اور سارا بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑ جائے گا جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے اس نظام کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بنے گا اور بنیادی بات رہی ہے کہ دین حکومت کی آئے دن کی پالیسیوں کے نیچے پس جائے گا اور نادانستہ حکومت کا یہ اصلاحی قدم دین کے ختم کرنے اور اس ملک کی نظریاتی اساس کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

(د): مدارس عربیہ کو مالیات کے لحاظ سے آزاد چھوڑ دینے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دینی علوم اور مدارس عربیہ کے نام پر بد دیانتی کرنے لگیں گے۔ تو اس کے تدارک کے لیے حکومت یا منتخب بورڈ ہر مدرسہ کے مالیات آمد و خرچ اور حسابات کی جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ واقعی فلاں مدرسہ موجود ہے یا نہیں۔؟ اور تعلیمی سلسلہ اس میں باقاعدہ جاری ہے یا نہیں اور اس کا حساب کتاب درست ہے یا غلط۔؟

رہا یہ سوال کہ حکومت کی مالی سرپرستی نہ کرنے اور مالی امداد نہ دینے کی

صورت میں علماء اور طلباء کا معیار دنیوی معیار اونچا نہیں ہوسکتا اور معیارِ زندگی کمزور رہے گا، تو گزارش ہے کہ علماء حق اور دینی مدارس والے یہ خدمت دو سو سال سے فقر و فاقہ برداشت کرکے بقدر
—
کی زندگی گزار کر انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ جماعت علوم انبیاء کی وارث ہے جن کا اعلان تھا کہ
(علماء کے سامنے اصل مسئلہ اپنے معاشی خوشحالی نہیں پیٹ کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کی بقاء اور تحفظ کا ہے اگر حکومت کی کسی نئی پالیسی سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے اور کسی اقدام سے علماء ربانی کا گروہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ ایسے مدارس کو چھوڑ کر اسلاف کی طرح جنگلوں اور درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر وراثتِ نبوت علوم نبویہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ انہوں نے بوسیدہ چٹانوں پر بیٹھ کر برطانیہ اور انگریز کے علی الرغم دین کی خدمت کی تو اب تو بحمد اللہ اپنی حکومت ہے اور علماء ملک کی بقاء کی خاطر اور بھی بڑھ چڑھ کر دین کی حفاظت کریں گے۔ یہ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت دین کی بقاء چاہتی ہے نہ کہ ضعف ضعف اور اس میں تحریف مگر سابقہ تجربات بتلاتے ہیں کہ جب بھی خودغرض اور مطلق العنان قسم کے لوگ اقتدار پر قابض ہوئے تو وہ دین میں دخل اندازی کرنے لگے اور اسے اپنی خواہشات کا خادم اور حاشیہ بردار بنانے لگے جس کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ دین ایسے ملک سے کسی دوسری جگہ اپنا ڈیرہ ڈال دیتا ہے اور خود یہ قوم نہ دین کی رہتی ہے اور نہ دنیا کی ـــ بلکہ
کا مصداق بن جاتی ہے
اس وقت علماء حق اسلام کی خاطر سوشلزم، اشتراکیت، مغربیت اور دیگر لادینی فتنوں کے مقابلہ میں بلا کسی خوف اور لالچ کے سینہ سپر ہیں۔

تو ہمیں یقین ہے کہ دین کی ترویج اور فروغ کی خاطر بغیر طمع و لالچ اور محض خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرنے سے علماء حق قدیم دینی نظام تعلیم کو محفوظ رکھیں گے اور بوسیدہ چٹائیوں اور باسی ٹکڑوں پر گذر اوقات کرکے علوم دینیہ کی درس و تدریس کو جاری رکھیں گے۔ اس وقت ممکن ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ مدارس عربیہ پر حکومت کے کنٹرول اور تسلط کی تائید کریں مگر یہ لوگ نہ تو حکومت کے خیرخواہ ہوں گے نہ دین کے اور نہ اس ملک کے بلکہ انہیں محض اپنے وقتی مفادات عزیز ہوں گے۔ اہل حق کا گروہ ہر حال میں بغیر کسی لومۃ لائم کے فریضۂ مذہبی ادا کرنے میں سعی بلیغ کرتا رہے گا اور
کے وعدہ کے مطابق خداوند کریم کی
نصرتِ غیبی ان کے شامل حال رہے گی۔

دو ایک مزید گزارشات پیش ہیں:

الف: اسلامی مدارس کو جدید نظام تعلیم میں مدغم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ جدید نظام تعلیم کو درست کیا جائے جس پر حکومت کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی کے نتائج اگر پاکستان اور دین کے حق میں ظاہر ہوئے تو اس کی افادیت کے بعد مذہبی مدارس خود بخود اپنے نظام میں تبدیلی کا تقاضا کرنے لگیں گے۔ مگر اب تک جدید نظام تعلیم جو نہ دین کے لیے فٹ ہے اور نہ دنیا کے لیے اس میں اہم انقلاب لائے بغیر دینی مدارس کو اس سے منسلک کرنے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین کے تحفظ کا جو کام ہو رہا ہے وہ بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

(ب) مشنری اداروں کو بند کردینے کی تجویز بھی نہایت قابل تحسین ہے اس سے لادینی اور مغربی فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، البتہ پاکستان اقلیتوں اور عیسائیوں کے سکولوں کے آزاد چھوڑ دینے میں یہ خطرہ ہے کہ جو خطرات غیرملکی مشنری اداروں سے بلاواسطہ درپیش تھے۔ اب وہ ان ملکی اداروں کے ذریعہ بالواسطہ اپنے مقاصد کی تکمیل کراتے رہیں گے۔ لہٰذا ایک تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان بچے کو داخلہ کی اجازت نہ ہو۔ دوسرے ملک کی سلامتی کی خاطر اور ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ رہنے کیلئے ان اداروں کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

(ج): رپورٹ میں اسلامیات کو میٹرک تک لازمی اور پوسٹ گریجویٹ کے درجہ کے لیے اختیاری قرار دیا گیا ہے، مگر اسلامیات کو آخری درجوں تک لازمی قرار دینا چاہیئے اور اس میں ناکام ہونے کی صورت میں آخری ڈگری بھی روک دینی چاہیئے اس کے بغیر محض ادھوری اور سرسری دینی معلومات کا نتیجہ خاطرخواہ نہ ہوگا بلکہ نیم عالم خطرۂ ایمان کا منظر ہوگا اور آگے جل کر دین کے بارہ میں ایسے اذہان ارتیاب اور تذبذب کا شکار ہوں گے۔

(د) ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار کا عملی نمونہ ہوں حضورؐ کے اسوہ حسنہ پر گامزن ہوں۔ اس طرح استاد کی زندگی اور تربیت کا اثر شاگردوں پر پڑے گا، ورنہ نرے محقق قسم کے اساتذہ میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے کہ کم از کم ظاہری طور پر تو وہ متشرع اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم تعلیمی پالیسی پیش کرنے والے محترم جناب ائرمارشل نور خان (جن کے اخلاص تدین اور عالی ہمتی کی بڑی شہرت ہے) سے توقع رکھتے ہیں کہ دو سو برس کے دور غلامی کی خرابی کی جڑیں بہت دور تک پہنچ چکی ہیں۔ کسی بھی انقلابی قدم اٹھانے سے پہلے مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھ کر نہایت حکیمانہ، مدبرانہ اور غیرعاجلانہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ جدید تعلیمی نظام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان لاکھوں افراد کے دینی و اسلامی تربیت پر بھی توجہ دینی چاہیئے جن کا ذہن و دماغ جدید تعلیم کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس نظام کی افادیت ان کے دل میں راسخ ہو چکی ہے۔ یہی لوگ اس نئے تعلیمی نظام کو چلانے والے ہوں گے تو جب تک اس محکمہ سے وابستہ لاکھوں افراد دل و جان سے اسلامیات کی فوقیت اور عظمت کے قائل نہ ہوں گے وہ اسے نئی نسل کے قلوب میں پوری شرح صدر کے ساتھ کب اتار سکیں گے۔ اسی طرح جب قدیم علوم پڑھانے والوں کو اس نظام کی افادیت کا علم ہوگا تو وہ جدید علوم و فنون کو بھی بخوشی قبول کریں گے ہم انقلابی حکومت کے شکرگزار ہیں کہ اس نے ملک و ملت کی اصلاح کی خاطر اصلاحی اقدامات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین و ملک اور مسلمانوں کی کامیابی و سرخروئی کے لیے کام کرنے کی انہیں صحیح توفیق عطا فرمادے

عبدالحق غفرلہٗ ۲۶ جولائی ۱۹۶۹ء
بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تعلیمی ادارے اور اسلامی تعلیمات کا فروغ

اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے بل پر ۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو کی گئی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقریر

ہم اول مسلمان ہیں دوسرے نمبر پر پاکستانی ہیں

(اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے بل پر ۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو کی گئی حضرت شیخ الحدیث مولینا عبدالحق کی تقریر)

مولانا عبدالحق رح: محترم سپیکر صاحب! (OPEN UNIVERSITY) اوپن یونیورسٹی کا بل جو پیش ہوا ہے یہ بھی ایک طریق کار ہے کہ ہم اپنی قوم کے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں مگر میں اتنا عرض کروں گا کہ عربی محاورہ ہے، کہ الاہم فالاہم۔

ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اس کی طرف آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر جس چیز کی ضرورت ہو اس کی طرف بڑھنا چاہیے۔

اول مسلمان بعد میں پاکستانی: حقیقت یہ ہے کہ ہم اول مسلمان ہیں۔ پھر دوسرے نمبر پر ہم پاکستانی ہیں۔ پھر تیسرے پر ہم دوسری قوموں کی سطح پر رہنا چاہتے ہیں۔ مگر ترقی یافتہ قوموں کے جو حالات ہیں۔ ان کی برائیوں کو چھوڑ کر ان میں فحاشی بھی ہے، ان میں اور بھی بہت سی بیماریاں ہیں۔ ان کو چھوڑ کر۔ جو ان کی اچھائیاں ہیں۔ ان کو اپنائیں۔ تو میں محترم وزیر صاحب کی خدمت میں اس بات کی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے تعلیم کے لیے ایک قدم تو اٹھایا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن میں اتنی عرض کروں گا کہ یونیورسٹی کا مقصد ہے تعلیم اور تعلیم کے برابر غور فرمایا جائے کہ ایسی تعلیم ہو کہ جس سے ہم پہلے مسلمان بنیں۔ ہمارے آئین میں یہ چیز سب سے پہلے بتائی گئی ہے کہ ہمارا سرکاری مذہب اسلام ہے ہمارے آئین میں یہ بھی ہے کہ جتنے قوانین آگے چل کر بنائے جائیں گے وہ قرآن اور سنت کے مطابق بنائے جائیں گے۔ ہمارے آئین نے یہ چیز بھی بتلادی ہے کہ ۱۹۵۷ء سے لے کر آج تک جتنے خلاف شرع قوانین ہیں۔ ان کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں گے تو ہمیں سب سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ ہماری قوم حلال وحرام کو پہچانے۔ اسلامی قانون سازی کو جانیں کہ اسلام اس قانون کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے اور ہم ان غیر اسلامی قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں تو کس طرح ڈھالیں۔ جناب محترم! آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اس وقت ہمیں اس کی ضرورت ہے ۲۵ سال سے اسلامی تعلیمات کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم دیکھیں تو ہم مسلمان ہیں۔ مگر کیا ہمارے اندر اسلام ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ۲۵ سال کے اندر اسلامی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی گئی سعودی عرب نے اسلامی اصولوں کے مطابق تنظیمیں بنائی ہیں تاکہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی قانون اسلام کے مطابق بنا سکیں۔ ہم کو بھی اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنا قانون بنائیں۔ انگریزوں کے قانون کو چھوڑیں اور اسلامی قانون مرتب کریں۔ ہمارے سامنے بڑا کام پڑا ہے۔ میں وزیر تعلیم سے عرض کروں گا۔ کہ اوپن یونیورسٹی کو اسلامی قانون اور اسلامی تعلیمات کے پھیلانے اور سکھانے کا مقصد اپنانا چاہیئے۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے یا دوسرے ذرائع جو ترقی یافتہ ملکوں میں رائج ہیں ان طریقوں پر کام کریں۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ انگریزی کو سیکھیں۔ اور اس طرح دوسرے مضامین بھی۔ مگر ایک ہماری شرعی ضرورت اور مقصد ہے کہ ہم نے اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا ہے۔ اس کے مطابق ہم نے چلنا ہے۔ تو وہ اس وقت ہوگا جب ہماری یونیورسٹی کا مقصد اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا ہوگا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ آٹھویں جماعت یا دسویں جماعت تک تو بچوں کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔ آٹھویں یا دسویں جماعت کے بچوں کو بتایا جاتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ روزے کس طرح رکھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کس طرح کی جاتی ہے۔ صرف اس سے تو ہم اسلامی تعلیمات حاصل نہیں کر سکتے ہیں اور اس طرح سے ہم مسلمان نہیں ہو سکتے ہیں۔ مسلمان تو وہ ہے جو نماز پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی بتاتا ہے۔ اسلامی طرز حکومت کے تمام شعبوں میں یہ چیز ہونی چاہیئے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس چیز کی حاجت زیادہ ہے، اس کی طرف توجہ دی جائے۔

ہمارا مروّجہ نظامِ تعلیم

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کا ۲۱ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی سے خطاب

حکومت کا یہ فرض ہے کہ قوم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے

مولانا عبدالحق رح: جناب والا! میں نے تعلیم کی پالیسی کے متعلق مختصراً عرض کرنا ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ اس ملک کا اور اس حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور غالباً دفعہ ۲۰ کی رو سے حکومت کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملک کے موجودہ نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے۔

پاکستان قائم ہونے کے ساتھ ہی اگر اس زمانے کی حکومتیں اس بنیادی ضرورت کی طرف توجہ کرتیں تو آج اس ملک میں وہ اضطراب اور بے چینی نہ ہوتی جو آج پائی جاتی ہے۔ مثلاً اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان، تمام ممالک کے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اگر ہم اس سبق کو لے لیتے تو ہمارے اندر یہ تفریق اور انتشار نہ ہوتا کہ آج بنگلہ دیش ہم سے الگ ہو جاتا۔ بلکہ یہ ہوتا کہ ہم سب مل کر رہتے اور ہماری قوت مضبوط رہتی۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی معاشرتی اور بنیادی تعلیم سے ہماری قوم بالکل ناواقف ہے۔

تو ایک تو ہمارا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ دوسری یہ کہ ہماری حکومت کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قوم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔ اس کے لئے دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم آرڈی ننسوں کے ذریعے سے قوم کی اصلاح کریں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب تک دل پاک نہ ہو اس وقت تک قانون اور ڈنڈے کے ذریعے سے کام نہیں چلتا۔

معاشرتی خرابی کی اصلاح اسلامی تعلیم سے ہو سکتی ہے

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں معاشرتی خرابی جو پائی جاتی ہے۔ اس کی اصلاح تب ہو گی، جب کہ ہم اپنے قلوب، دل و دماغ کو پاک کریں اور وہ کس چیز سے ہو گا، تعلیم سے کہ یہ چیز آپ حضرات کو معلوم ہے کہ جب انگریز نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگنا چاہا تو اس نے ہمیں نظامِ تعلیم اور نصاب تعلیم دیا جس کے بارہ میں اس نے خود کہا کہ "ہمیں ایسے آدمی چاہئیں جو دل و دماغ کے لحاظ سے فرنگی ہوں۔ جسم اور گوشت کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اس نے ہمارے ذہن میں یہ چیز ڈال دی کہ مغرب کے معیار سے ہر بات کو دیکھیں اور زندگی کے ہر شعبے میں مغربیت کو فوقیت حاصل رہے۔ یہ تعلیم اس نے ہمیں دی۔ اس تعلیم کے اثرات اور نتائج اب تک ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ بجائے اس کے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دیکھیں۔ ان کی نگاہ اس انگریز کی تعلیم پر ہے۔

ہم عصری علوم کے مخالف نہیں :۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ موجودہ زمانے میں جو عصری علوم ہیں جدید تحقیقات ہیں۔ ان کو ہمیں لینا چاہیئے اور اس طریقے سے دنیا میں جو چیزیں سائنسی طریقے سے بہتر طریقے پر ہیں۔ ان کو ہم ضرور لیں اور ہم اساتذہ اور طلباء کی حوصلہ افزائی کریں۔

تو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہم سکولوں اور کالجوں میں اپنے اسلامی رنگ کو اسلامی تعلیم کو جاری کر دیں اور اس طریقے سے ایک نظام مقرر کریں۔ تاکہ ہماری نوجوان نسل اس جدید علم کے ساتھ سائنسی علم کے ساتھ اسلامی تعلیم سے بھی واقف ہو۔ (رپورٹنگ اسمبلی)

ان کو بھی کچھ عشق کی دکھلائیے نیرنگیاں
اپنے دل کو ان کا آئینہ دار بنا کر دیکھئے

سفرِ آخرت

انسانِ عظیم موت کے دروازے پر —

جنازہ کے مناظر، آنکھوں دیکھا حال

انوار و برکات اور غیبی اثرات کا ظہور

اور

ارتحال سے چند ساعات قبل کی یادگار گفتگو

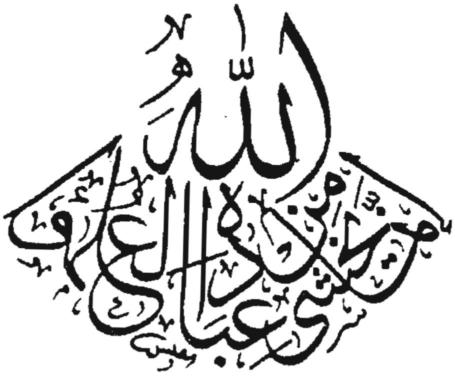

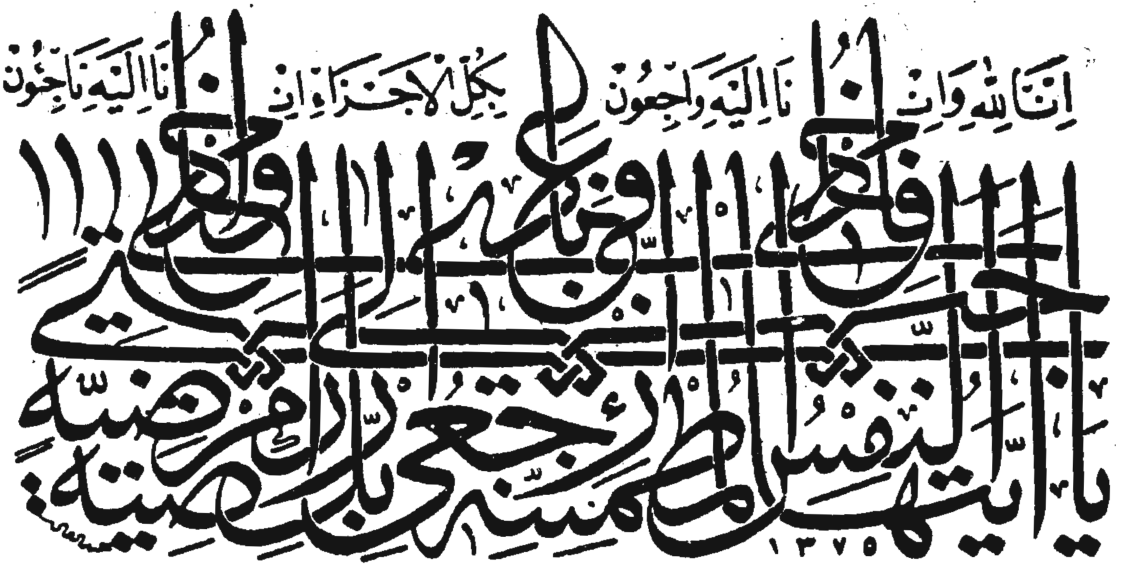
انا لله وانا اليه راجعون
بكل الاجزاء انا اليه راجعون
يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي
١٣٧٥

بزمِ ہستی میں ہمیں اور تو کیا لینا ہے
ہاں مگر دل کے تڑپنے کا مزہ لینا ہے
مدتوں ٹھوکریں کھائیں تو سمجھ میں آیا
اپنی ہستی کو مٹانا تجھے پالینا ہے
دل میں اِک جذبۂ بیتاب اگر ہے موجود
منزلِ یار کو دو گام میں جا لینا ہے

*

مولانا عبدالقیوم حقانی

انسانِ عظیم موت کے دروازے پر

قربِ وصالِ یار، بے چینی اور شدید انتظار

سفرِ آخرت سے چند روز قبل کے ایام اور آخری ساعات کی گفتگو

ارشادات، کیفیات، مشاہدات اور دلگداز و ایمان آفرین واقعات

کسی ایسی ہستی کی خصوصیات و کمالات، علمی و روحانی کیفیات، تعلق مع اللہ، قرب و معرفت اور سلوک الی اللہ کے حالات، بالخصوص آخری ایام و ساعات تحریر کی تنگدامنیوں میں سمونا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اجتبائی معاملہ ہو، جسے علوم و معارف، قرب و عنایت، اہلِ اسلام کی محبوبیت، علماء کی سیادت اور دینی قوتوں کی قیادت اور مدارجِ عالیہ سے نوازا گیا ہو نہ صرف دشوار بلکہ قریب قریب میرے جیسے کم علم اور بے بضاعت کے لیے ناممکن ہے کیونکہ روحانی کمالات، علوم و معارف کی اشاعت اور دینی و قومی اور ملی خدمات، قرب و معرفت کے بلند ترین حالات، باطنی کیفیات اور عبد و معبود کے درمیان راز و نیاز اور عشق و محبت کے نازک ترین معاملات کا صحیح علم خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتا۔ اپنے اساتذہ اور اکابر اہلِ علم سے بارہا یہ سنا ہے کہ اہل اللہ کی زندگی کے آخری لمحات بڑے قیمتی اور قرب و معرفت اور سلوک و وصال کے اعتبار سے قابلِ رشک اور اہم ہوتے ہیں۔ قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کی علمی و مطالعاتی، تبلیغی اور قومی و ملی اور سیاسی اور مسلسل جہادی مساعی کے فانوس میں عشق و محبت، فکرِ آخرت، حقوق کی رعایت، اہلِ اسلام کی غمخواری اور جہادِ افغانستان کی کامیابی اور ملت کے اتحاد کے جذبات کا ایک ایسا شعلہ تھا جو کسی بھی اہلِ علم، حضرتؒ سے ادنیٰ تعلق رکھنے والے سے مخفی نہیں، خلوص و محبت اور عشق و للہیت کے اس جوہر کا اندازہ آپ کے سفرِ آخرت سے چند روز قبل کے ایّام میں ہونے لگا اور آخری ایام و ساعات کی گفتگو، ارشادات اور معاملات میں اس کے شرارے سب کو نظر آنے لگے۔ کشتہ گانِ عشقِ الٰہی، محبانِ ذاتِ رسالت پناہی اور واصلانِ بارگاہِ الٰہی کی آخری ساعات کی روئیداد اہلِ علم محفوظ اور شائع کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم بھی ذیل میں اپنے اکابر اور ائمہ امت کی اتباع میں قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے آخری ایام کے بعض حالات، حکایات، کیفیات اور بعض واقعات حضرتؒ کے قریبی رشتہ داروں، خدام اور ہسپتال میں خدمت کے لیے ساتھ رہنے والے احباب کی روایات سے پیشِ خدمت کر رہے ہیں۔ (ع ق ح)

عیادت کے لیے آنے والوں کو ملاقات کئے بغیر رخصت نہ کرنا

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی طبیعت میں اپنے اکابر اور مشائخ کی طرح صحیح النسبت مشائخ اور نائبینِ رسول کی سنت کے مطابق اہلِ تعلق، خدام، اضیاف اور عامۃ المسلمین کے ساتھ ایسی محبت اور شفقت ودیعت ہوئی تھی جو بعض اوقات اپنے ایک استاذ کے الفاظ کے مطابق حاضرین و متعلقین کو ماں کی شفقت کی یاد تازہ کر دیتی تھی۔ وفات سے قبل کے ساعات میں بھی تیمارداری کے لیے آنے والے آپ کی عنایتوں سے محروم نہیں جاتے تھے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق حصہ پا لیتے تھے۔ ان ایّام میں بھی حضرتؒ کی شفقت اور غمخواریٔ خلق کے جذبات دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا تھا کہ ”اولٰئکَ قَومٌ لَا یَشقٰی جَلِیسُھُم“ (یہ وہ حضرات ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا) ـــــ چنانچہ وفات سے تین روز قبل حضرتؒ کے خصوصی خادم جناب عبدالرب خان کے مطابق ان سے تاکید فرماتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد

فرمایا کہ جو مہمان یہاں ہسپتال میں عیادت کے لیے تشریف لاتے ہیں اور ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو انہیں میری ملاقات کیئے بغیر رخصت نہ کرنا، اس لیے کہ یہ لوگ بڑی محبت سے میرے پاس آتے ہیں اگر میں ان سے ملاقات نہ کروں تو خدانہ کرے کہ یہ لوگ میرے لیے بددعا کردیں یا ان کے دل کو تکلیف ہو تو یہ آخرت کا خسارہ ہے، جب کوئی مہمان آئیں تو اخراجات اور ان کی تواضع میں بخل نہ کرنا، اللہ تعالےٰ دیتا رہے گا۔

ہم محبت کرنے والے لوگ ہیں نفرت والے نہیں

جناب عبدالرب خان صاحب راوی ہیں کہ اسی روز جب طبیعت بہت ناساز ہوئی تو حضرت شیخ الحدیثؒ بار بار اوپر نظر اٹھا کر دیکھتے تھے، جذب و کیف کا عجیب عالم تھا، اور خود اپنے ساتھ باتیں کرنے جلتے تھے اور جب ہم نے حضرتؒ کے ارشادات کان لگا کر سنے تو آپ ارشاد فرما رہے تھے۔

"ہم بہت کمزور، غریب اور خاکسار لوگ ہیں اور یہ لوگ جو ہمارے ساتھ تھوڑی بہت محبت کرتے ہیں یہ دین کی ادنیٰ خدمت کی برکت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمیں توفیق بخشی کہ اسی کی توفیق سے اکوڑہ میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ہم بہت بے ضرر اور کمزور لوگ ہیں اور آپ کے پاؤں کی خاک ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ہاتھ چومتے ہیں، ہم محبت کرنے والے لوگ ہیں نفرت والے نہیں۔"

جہاد اور شہیدوں سے تعلق

جناب عبدالرب خان نے کہا کہ حضرت اقدسؒ کی یہ باتیں سن کر میرا خیال ہوا کہ شاید یہ بیماری اور علالت کی وجہ سے حضرتؒ کو ردوبدل خیالات آتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کے خیالات بدلنے کے لیے عرض کیا حضرت! کیا ہوا؟ تو ارشاد فرمایا۔ نہیں نہیں! ہم شہیدو کی زمین پر کھڑے ہیں، یہ شہیدو کی زمین ہے، یہ شہیدوں کی زمین ہے یہاں پر سید احمد شہیدؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے لڑائیاں لڑی ہیں، جہاد کیا ہے۔"

راوی کہتے ہیں کہ میں نے پھر حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا حضرت! بیماری کی وجہ سے آپ کے ذہن میں غلط غلط خیالات آتے ہیں، آپ سو جائیں اور آرام فرمائیں، یہ ہسپتال ہے شہیدو نہیں، آپ نے کسی قسم کی زیادتی کسی شخص سے بھی نہیں کی ہے۔ تو جواباً ارشاد فرمایا "میں بوڑھا شخص ہوں کسی سے کیا زیادتی کر سکتا ہوں"۔ پھر چادر کاندھے پر رکھی اور فرمایا تانگہ لے آؤ تاکہ گھر چلا جاؤں۔ میں نے عرض کیا حضرت! اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کر دوں؟ ارشاد فرمایا: "تم زیادہ باتیں نہ کرو، ذکر کرو، استغفار زیادہ پڑھو، یہاں شہیدو کے میدان میں جو لوگ جمع ہیں یہ ہماری آنکھوں کا نور ہیں اور ہم ان کے پاؤں کی خاک، ان لوگوں نے دارالعلوم کے کام میں بڑی دوڑ دھوپ کی ہے، ان لوگوں کے ہم پر بہت زیادہ احسانات ہیں۔"

حلقہ انتخاب کے مسلمانوں کا شکریہ

اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "تحصیل نوشہرہ کے لوگوں کا بہت بہت شکریہ ادا کر دیں، یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ہمیں ووٹ نہیں دیئے تھے بلکہ شریعت کو دیئے تھے۔"

جہادِ افغانستان اور افغان مجاہدین کے لیے دعا

اسی روز ارشاد فرمایا میں اپنے متعلقین اور تلامذہ سے کہتا ہوں کہ جہاد کے لیے تیاری کرلیں ہم نے جو کام شروع کیا تھا اسے وہ جاری رکھیں، افغان مجاہدین کو باری تعالیٰ فتح دے، خدا تعالیٰ دشمن کے مقابلہ میں ان کے تنکوں کو تلواریں بنا دے ان کے پاؤں کی گرد کو خدا تعالیٰ دشمن کے لیے ایٹم بم بنا دے۔

خدام کی تربیت اور تادیب و سرزنش

پھر اسی روز چار بجے صاحبزادہ مولانا انوار الحق صاحب اور جناب حفظ الرحمٰن صاحب تشریف لائے، اس وقت حضرتؒ چارپائی پر تشریف فرما تھے ہم نے عرض کیا حضرت! آپ سو کر آرام فرمالیں۔ فرمایا میں بیٹھے ہوئے اچھا ہوں۔ ہم نے عرض کیا حضرت! آپ کے لیے بیٹھنے کے بجائے سو کر آرام کرنا بہتر رہے گا، ارشاد فرمایا "حکم کی تعمیل کرو جو بات کہوں وہی مانو۔"

دورانِ سر اور بینائی کی شکایت

اس سے ایک روز قبل حضرت اقدسؒ بڑے پریشان تھے اور بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور کسی سے بھی بات کرنے یا بات کا جواب دینے پر آمادہ نہیں تھے اسی دوران آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب تشریف لائے میں نے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا کہ حضرتؒ صبح سے پریشان ہیں اور آج آپ کا اور مولانا انوار الحق صاحب کا بار بار پوچھ رہے ہیں۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، حضرتؒ کے قریب ہوئے اور چارپائی کی پائنتی پر بیٹھ گئے اور حضرت سے گفتگو شروع کر دی۔ کیا آج آپ کی طبیعت ناساز ہے کوئی پریشانی ہے یا بیماری کی وجہ ہے؟ حضرت اقدسؒ نے فرمایا صبح سے سر کا چکر ہے دورانِ سر کی تکلیف ہے، نظر پر بھی بوجھ پڑ رہا ہے، کچھ نظر نہیں آتا کبھی تھوڑی سی روشنی آجاتی ہے اور کبھی وہ بھی غائب ہو جاتی ہے، ڈاکٹر سے بات کرنی چاہیئے کہ میری آنکھیں ملاحظہ کر لی جائیں۔

مولانا سمیع الحق صاحب نے عرض کیا ڈاکٹر کہتے ہیں کہ عمر کا تقاضا ہے، نظریں کھلیں گی لیکن آہستہ آہستہ! مولانا سمیع الحق نے آپ کے ہاتھوں سے عینک لے لی اور شفیق فاروقی کو دے دی کہ اس کو صاف کر دیں، انہوں نے صفائی کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دی۔

عورتوں کو تنبیہ و نصیحت

اسی روز حضرتؒ کے ہسپتال کے کمرہ میں کوئی تین چار عورتیں آئیں جو حضرتؒ کی بیماری کا سن کر عیادت کرتے آئی تھیں، اور پھر دعاؤں اور تعویذات کا مطالبہ بھی کیا۔ تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا! دیکھو تم سے ایک بات کہتا ہوں مگر اسے میری نسبت سے کسی پر ظاہر نہ کرنا! تاکہ کوئی ناراض نہ ہو جائے، پھر تاکید کی اور فرمایا عورتوں کو کسی طریقہ سے سمجھا دینا چاہیئے کہ ان کا ہسپتال میں میری عیادت کیلئے آنا درست

نہیں یہاں تو زیادہ تر مرد ہی مرد ہیں، بہت بُری بات ہے کہ عورتیں آتی ہیں پھر میں بیمار بھی ہوں اب تعویذات کا اصرار کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

سلیقہ مندی اور ملائمت کی تاکید

اسی روز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹروں، نرسوں اور آنے والے ملاقاتیوں سے جب بھی ملو اور کوئی بات کرنا چاہو تو بہت سلیقہ مندی کے ساتھ، نرمی اور عاجزی کے ساتھ تاکہ کسی کی ناراضگی نہ ہو۔

اسی روز جب حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا انوار الحق صاحب تشریف لائے تو حضرتؒ نے اُن سے فرمایا کہ ڈاکٹروں سے رخصت لے لو اور ان سے کہدو کہ وہ ہم سے ناراض نہ ہوں کہ انہوں نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ اس وقت حضرت الشیخؒ کا دل یہ چاہتا تھا کہ اب وہ گھر چلے جائیں۔

افغان مجاہدین سے مالی امداد

جناب ڈاکٹر سید داؤد صاحب جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے داماد بھی ہیں، راوی ہیں کہ ستمبر کی چوتھی تاریخ تھی، میں حاضر خدمت تھا کچھ دوسرے حضرات بھی موجود تھے، حضرتؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم یہاں میرے ساتھ موجود رہو باقی حضرات کو کچھ دیر کے لیے رخصت کر دو۔ جب لوگ چلے گئے تو حضرتؒ نے مجھے وصیت فرمائی کہ دارالعلوم کے ناظم صاحب سے کہہ دیں کہ میرے ترکہ سے افغان مجاہدین کے لیے ایک لاکھ روپیہ دے دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بانی دارالعلوم کی حیثیت سے میں اپنا ترکہ بھی دارالعلوم کے نام کیے دیتا ہوں۔

جو ہونا تھا سو ہو گیا ہے

جناب ڈاکٹر داؤد صاحب راوی ہیں کہ جب ۴ ستمبر کو حضرتؒ پہ بیماری کا شدت سے حملہ ہوا تو آپ کو دی آئی پی رُوم سے منتقل کر کے انتہائی نگہداشت کے کمرہ میں لایا گیا، اس موقعہ پر جب ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ حضرت! طبیعت کیسی ہے؟ تو ارشاد فرمایا ”جو ہونا تھا سو ہو گیا ہے فکر کی ضرورت نہیں، بس دعا کرتے رہیئے“۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نجات اور شفاعت کا وسیلہ ہیں

صاحبزادہ حامد الحق حقانی اور مولوی عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ۴ ستمبر کی رات تھی، کوئی ڈھائی بجے کا وقت تھا اور ہم دونوں حضرت اقدسؒ کی چارپائی کے ساتھ کھڑے تھے، حضرتؒ پر استغراق اور جذب و کیف کی حالت طاری تھی اور ارشاد فرما رہے تھے۔ ——— ”کوئی مانے یا نہ مانے جس طرح بعض لوگ وسیلے سے انکار کا اختلاف رکھتے ہیں کم از کم میں تو اُن لوگوں میں نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ ہماری شفاعت کا وسیلہ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر کتاب الحج کی ایک حدیث پڑھی اور فرمایا کہ جس طرح بندوں اور خدا کے درمیان معافی کا ایک ذریعہ حجرِ اسود ہے کہ اس کے بوسہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی نجات اور مغفرت کا ایک ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“ ——— دونوں کی روایت یہ ہے کہ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ کی داڑھی کو کسی نے کنگھی دے رکھی ہے، چہرہ اقدس نور کی طرح چمک رہا تھا، منظر بڑا نورانی تھا، پردہ کی جانب رُخ تھا، کمرہ کی لائٹ بند تھی باہر سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی اور چہرۂ انور کی تابانی دل موہ رہی تھی، پھر حضرتؒ نے ہمیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:۔

”مہمانوں کا خیال رکھو یہ بڑے معزز مہمان ہیں“۔

پھر جب چار بج گئے تو حضرتؒ نے نمازِ تہجد بھی ادا فرمائی۔

غلبۂ حیاء

جناب ڈاکٹر داؤد صاحب راوی ہیں کہ ۵ ستمبر کو حضرتؒ کی طبیعت جب بہت خراب ہو گئی تھی تو اس وقت ارشاد فرمایا کہ برتن چاہیئے کہ چھوٹے پیشاب کا تقاضا ہے، میں نے جب برتن آگے کیا تو حضرتؒ غلبۂ حیاء کی وجہ سے اس برتن میں پیشاب کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، میں نے اصرار کیا کہ حضرت! میں تو خود ڈاکٹر ہوں مجھ سے حیاء اور حجاب کیسا، مگر حضرتؒ کسی بھی صورت نہ مانے اور میرے اصرار کے باوجود لیٹ گئے اور پیشاب نہ کر سکے۔

اِتباعِ سنت کا اہتمام

جناب ڈاکٹر داؤد صاحب راوی ہیں کہ ۵ ستمبر کو انتہائی نگہداشت کے کمرہ میں میں حضرتؒ کے ساتھ تھا تو حضرتؒ بار بار چارپائی پہ بیٹھ جاتے اور ساتھ رکھی ہوئی پگڑی کو بڑے اہتمام سے اپنے سر پر باندھنا شروع کر دیتے۔ اسی دوران جب ایک مرتبہ غلبۂ حال اور استغراق کی کیفیت طاری ہوئی تو ارشاد فرمایا: ”ہمارا عمامہ لاؤ ہم تو سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے پیشِ نظر جا رہے ہیں، صرف پانچ منٹ ہی تو لگیں گے، سُنت کی اتباع بہت ضروری ہے“۔

تلامذہ اور خدام و متوسلین کیلئے بشارت

جناب حفظ الرحمٰن صاحب جو حضرتؒ کے داماد بھی ہیں، نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ: ”خدا گواہ ہے کہ اس بات میں کوئی مبالغہ یا خلافِ واقعہ بات نہیں ہے کہ ایک مرتبہ تقریباً دو بجے رات کے حضرت اقدسؒ اُٹھے اور چارپائی پر بیٹھ گئے، میں نے عرض کیا حضرتؒ! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں (میری غرض یہ تھی کہ شاید کسی خدمت یا قضائے حاجت کی ضرورت ہو) تو ارشاد فرمایا نہیں بچے! ایسا نہیں، بلکہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور وہ سب آپ حضرات کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے“۔

یہ روایت بار بار پڑھتے چلے جائیے اور حضرت اقدسؒ سے جن حضرات کو بھی تعلق و خدمت، تلمذ و استفادہ، نسبت و مناسبت، آپ کے مشن و پیغام سے محبت جتنی بھی زیادہ ہو گی وہ اتنا زیادہ اس بشارت میں اپنا استحقاق پائیں گے۔

○ ۵ ستمبر: جناب اظہار الحق صاحب کو وصیت فرمائی کہ چاروں بھائی اتفاق سے رہیں اور دین کی اشاعت کے لیے کام کرتے رہیں۔

○ ۵ ستمبر: وفاقی وزیر جناب مولانا وصی مظہر ندوی صاحب مولانا انوار الحق صاحب کی رفاقت میں جب حضرت اقدسؒ کی خدمت میں عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے ان سے ہاتھ ملایا، تعارف پر پہچان لیا، اُن کی زحمت فرمائی اور تکلیف کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا وصی مظہر ندوی نے فرمایا حضرت! آپ کا وجود پورے عالمِ اسلام، پاکستان، بالخصوص صوبہ سرحد کے لیے مغتنمات سے ہے، آپ نے دینِ اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، خدا تعالیٰ صحت و عافیت عطا فرمائے ——— حضرتؒ نے فرمایا یہ آپ کا

حسن ظن ہے میں تو کسی کام کا نہیں، میں تو معیدی کے اس قول ؎

تسمع بالمعیدی خیرٌ من ان تراہ
وستعرف قلہ ان فتح فاہ

کے مصداق ہوں ۔۔۔ مولانا ندوی نے فرمایا حضرت نہیں آپ تو اس شعر کے مصداق ہیں ؎ ...... جس کا معنی یہ تھا کہ آپ کے کارنامے اور خدماتِ جلیلہ اس سے کئی گنا بڑھ کر ہیں جتنے مشہور ہو چکے ہیں ۔

مولانا انوار الحق مدظلہ کا بیان ہے کہ مولانا وصی مظہر ندوی چونکہ وزیر اور سرکاری عہدے و منصب کے اعتبار سے جس اکرام و اعزاز کے مستحق تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے اس وقت شدت سے تنبیہ فرمائی کہ ان کے لیے کرسی لے آؤ، بار بار اصرار فرمایا تو میں نے مولانا وصی مظہر ندوی سے کہہ دیا کہ آپ حضرتؒ سے کہدیں کہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں، چونکہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضرت شیخؒ کو قرار آیا۔

مولانا سمیع الحق کی سفرِ حج سے واپسی پر حضرت شیخ الحدیثؒ کی مسرت

مولانا سمیع الحق اپنے بچوں کے ساتھ حج کے سفر سے واپسی پر سیدھے ہسپتال آئے، حضرت پر مولانا اور بچوں سے مل کر خوشی کی عجیب کیفیت طاری تھی، اور فرمایا کہ اس وقت تو مٹھائی ہوتی تو تقسیم کر لی جاتی خوشی کا موقع ہے۔ حضرت یہ فرما ہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا اور حضرتؒ کے داماد مولانا اشرف علی قریشی اپنے بچوں سمیت کمرے میں داخل ہو گئے اور ساتھ مٹھائی کے ڈبے اٹھائے ہوئے تھے، حضرت بیحد خوش ہوئے اور فرمایا دیکھا اللہ تعالیٰ نے ہماری سن لی، اور مٹھائی سب پر تقسیم فرما دی۔ مولانا اشرف علی قریشی فرماتے ہیں کہ حضرت الشیخؒ مولانا سمیع الحق سے بے حد خوش تھے اور مجھے بارہا فرمایا کہ سمیع الحق کی وجہ سے میری عزت میں اضافہ ہوا، اس نے میری عزت بڑھا دی ہے۔

امالی ترمذی کے مسودات کی فکر

حضرت قدس سرہٗ سے مولانا سمیع الحق کی آخری ملاقات وفات سے ایک دن قبل ہوئی، وہ نہایت نگہداشت کے وارڈ میں تھے، مولانا سمیع الحق عصر کے وقت ان کے پاس حاضر تھے کہ حضرتؒ لیٹے لیٹے اپنے پہلو میں بستر پر کچھ ٹٹولنے لگے تو مولانا سمیع الحق نے کہا حضرت کیا ڈھونڈھ رہے ہیں؟ فرمایا ترمذی شریف کے امالی (جس میں ان کے شیخ حضرت مدنیؒ کی آرا بھی شامل ہوتے تھے اور حضرتؒ کو ان کی حفاظت کا زندگی بھر بڑا اہتمام رہتا تھا) کے اوراق اور مسودات بکھر رہے ہیں کہیں ورق اِدھر اُدھر نہ گر جائیں، انہیں تلاش کر کے اکٹھے کر لو اور رومال میں جمع کر کے باندھ لو، مولانا سمیع الحق نے کہا بہت اچھا! آپ آرام فرمائیں میں دیکھتا ہوں، اور پھر کہا کہ حضرت سارے مسودے موجود ہیں کوئی ورق نہیں گرا میں نے باندھ دیئے ہیں۔ مولانا سمیع الحق فرماتے ہیں کہ میں نے پھر اُن کی نیم غنودگی کے عالم میں اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، مصافحہ کر کے اجازت لینی چاہی اور جاتے وقت چند لمحے قدموں میں کھڑے ہو کر حضرتؒ پر نگاہ ڈالی حضرتؒ اس حالت میں بھی عمامہ زیب تن کیے تھے اور چہرہ پر عجیب انوار اور طمانیت محسوس ہو رہی تھی جسے سنت میں گویا مصحف کریم کے صفحہ سے تعبیر کیا گیا۔ مولانا سمیع الحق فرماتے ہیں کہ کیا معلوم تھا کہ سراپا انوار چہرہ اقدس پر یہ میری نگاہ آخری ہے، مجھ سے حضرتؒ کی آخری بات احادیث کے امالی اور مسودات کی حفاظت کی ہوئی جو اپنے لیے ایک عظیم سعادت بھی اور ایک بہت بڑی عظیم ذمہ داری اور امانت بھی سمجھتا ہوں ۔۔۔ حالت یہ تھی جو شاعر متنبی نے بیان کی ہے کہ ؎

وحلی الوداع من الحبیب محاسنا
حسن العزاء وقد جلین قبیح

ایمان نصیب ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے

حضرت اقدسؒ کے داماد جناب افسر بہادر خان بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ کی وفات سے ایک روز قبل ۶ ستمبر کو تقریباً چار بجے شام احقر حاضرِ خدمت ہوا تو اس وقت حضرتؒ CCU میں تھے وہاں پر موجود اقارب اور خدام نے بتایا کہ حضرتؒ کی طبیعت زیادہ خراب ہے اور غشی طاری ہے تو میں CCU گیا اور حضرت الشیخؒ کی خدمت میں عرض کیا حضرت مزاج کیسا ہے؟ میرے جواب میں حضرتؒ نے اونچی آواز سے تین بار مکمل کلمۂ شہادت پڑھا، پھر ایمانِ مجمل اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِهٖ اِقْرَارٌۢ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌۢ بِالْقَلْبِ اور ایمان مفصل اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ پڑھا، اس کے بعد ایک حدیث پڑھی۔ اس کے بعد CCU میں ایک ڈاکٹر صاحب آئے اور حضرتؒ سے صحت دریافت کی تو حضرت اقدسؒ نے جواب میں جسمانی اور مادی صحت یا حالت بتانے کے بجائے روحانی عافیت کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایمان نصیب ہوا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے"۔

جناب افسر بہادر خان نے اس موقع پر حضرت شیخ الحدیثؒ سے یہ وصیت بھی سنی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میرے شاگردوں سے کہہ دو کہ دین کی اشاعت کریں اور میں نے جو کچھ بنایا ہے دیکھو! وہ خراب نہ ہونے پائے اور میرے پسماندگان کو خدا تعالیٰ ہر آفت اور ہر مصیبت سے مامون رکھے"۔

جب عشاء ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث نے نماز کا کہا، احقر نے تیمم کرایا اور آپ نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔

فیصلہ ہو چکا تھا

جناب صاحبزادہ صاحب آف شیدو کا بیان ہے کہ ۶ ستمبر پونے چھ بجے شام حضرت اقدسؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا، بغیر میری کسی پیشگی گفتگو یا کسی تعارف کے مجھے از خود صورت سے پہچان لیا اور میرا نام لے کر مجھے ارشاد فرمایا "بچے! تم تو سویرے بھی آئے تھے میں نے تمہاری ساری باتیں سن لی تھیں مگر میرا فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے میں تم سے بات نہ کر سکا"۔

میں نے عرض کیا: "خدا تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائیں گے خیر ہو جائے گی خدا تعالیٰ ہمارے لیے آپ کا سایۂ رحمت قائم رکھے"۔

بینائی درست ہوچکی ہے اور ہر چیز صاف نظر آتی ہے

اسی روز آنکھوں کی بینائی تیز ہوچکی تھی اس کی تصدیق جناب شفیق الدین فاروقی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، اُن کا بیان ہے کہ :- ساڑھے نو بجے دن جب مَیں نے حضرت اقدسؒ کو دو کپ چائے پلائی اور تیسری بار پیالہ بھرا اور پیشِ خدمت کیا تو حضرت شیخؒ نے پیلے کو ہاتھ میں پکڑا، مَیں نے ابھی پیالہ اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا کہ حضرتؒ نے میرے ہاتھ کے انگوٹھے کو پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا یہ موٹی سی چیز کیا ہے؟ مَیں نے عرض کیا حضرت! میری انگلی ہے، پھر مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا: ”خدا کا شکر ہے کہ میری نظریں اچھی ہوگئی ہیں، ہر چیز صاف نظر آتی ہے۔“

علاوہ ازیں جناب مولانا انوار الحق، صاحبزادہ حامد الحق، عبد الرحمٰن، جناب عبدالرب خان اور دیگر کئی ایک اقارب و خدام کا بیان ہے کہ وفات سے دو روز قبل حضرتؒ کی بینائی تیز ہوگئی تھی، اس سے قبل جب بھی کوئی تیمارداری کرتا تو آپ دیگر امراض اور عوارض کے ساتھ بینائی کی کمزوری کا بھی ضرور ذکر فرماتے، مگر ان دنوں بینائی کی کمزوری کا بیان کرنا چھوڑ دیا۔ اور آپؒ کے عام حالات، مشاہدات اور استفسار و ارشادات سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ دور کی چیزیں بھی آپ کو صاف نظر آتی ہیں، دوائی کی چھوٹی چھوٹی بوتلیں بھی پہچان لیتے تھے۔

حکم تو خدا تعالیٰ کا ہے

جناب پروفیسر محمود الحق صاحب، مولانا عصمت شاہ کاکا خیل اور صاحبزادہ راشد الحق راوی ہیں کہ ۶ ستمبر کی شام تقریباً سات بجے کے قریب وقت تھا، حضرت پر غلبۂ حال اور استغراق کی کیفیت قدرے کم ہوچکی تھی جبکہ اس سے قبل اکثر اوقات تقریباً یہی کیفیت طاری رہی تینوں حضرات کا بیان ہے کہ جب حضرتؒ کو افاقہ ہوا تو ہمیں ارشاد فرمایا:- ”ناراض نہ ہونا تمہاری ساری باتیں مَیں نے سُنی ہیں مگر مجھے بات کرنے کا حکم نہیں تھا۔ مَیں نے دو خواب دیکھے ہیں، ایک تو بڑا خطرناک ہے وہ تمہیں بتاؤں گا دوسرا خواب یہ دیکھا ہے کہ سارے اقارب، رشتہ دار اور احباب موجود ہوتے ہیں کہ مَیں مر جاتا ہوں...... مَیں تمہاری باتیں سُن رہا تھا مگر تمہارے ساتھ بات اس لیے نہ کرسکا کہ جب حکم ہوا ہے تو باتیں کس لیے کروں“۔

مولانا عصمت شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت! اس حکم اور فیصلہ میں اپیل کی بھی گنجائش ہے کہ نہیں؟ حضرتؒ مسکرائے اور ارشاد فرمایا اپیل کی گنجائش تو ہوگی مگر حکم تو خدا تعالیٰ کا ہے۔

غلبۂ حال اور استغراق کی کیفیت میں بھی بارگاہِ ربوبیت میں استغاثہ و مناجات

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی روایت ہے کہ غلبۂ حال و استغراق (جسے ڈاکٹر بیہوشی کہتے تھے) کی حالت میں بھی حضرت اقدسؒ کے ہونٹ برابر متحرک رہتے تھے، مَیں نے سمجھا شاید کوئی بات کہنا چاہتے ہیں یا کوئی ضرورت ہے یا کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں مگر جب حضرتؒ کے ہونٹوں کے قریب کان لگا کر سُنا تو زبان پر ذکر و استغفار کے یہ کلماتِ طیبات جاری تھے: یَا حَیُّ

یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

زندگی بھر یہی وظیفہ رہا، وظائف اور معمولات کے دوران بھی یہ وِرد بڑے اہتمام سے کرتے تھے، تو بظاہر مادی یا جسمانی اعتبار سے ڈاکٹروں کے بقول بیہوشی اور ازخود رفتگی کے باوجود بھی روحانی اور عبودیت کے اعتبار سے اپنے ربِ غفور رحیم کی بارگاہ سے تعلقِ خاطر کے لحاظ سے ازخود رفتہ نہیں ہوتے تھے۔

پھر آنے کی تکلیف نہ کرنا

صاحبزادہ حامد الحق کا بیان ہے کہ حضرتؒ کے انتقال کے روز ۷ ستمبر کو دس بجے سے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک حضرتؒ کی خدمت میں رہا حضرتؒ کو تکلیف تھی مگر اس کے باوجود بھی خاندان کے افراد اور دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ کی خیریت دریافت فرمائی اور دعائے صحت کے لیے فرمایا—— جب ساڑھے گیارہ بج گئے تو مَیں نے اجازت چاہی حضرتؒ نے اجازت مرحمت فرمائی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا، ہاتھ ملاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”بچے! پھر آنے کی تکلیف نہ کرنا، بس ہوگیا۔“

جنازہ آرہا ہے صفیں درست کرلو

جناب افسر بہادر خان راوی ہیں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی چھوٹی صاحبزادی حاضر ہوئیں، یہ کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا، حضرت الشیخؒ نے ان سے فرمایا بیٹی! تم گھر چلی جاؤ مَیں بھی پیچھے چلا آرہا ہوں، جنازہ آرہا ہے تم صفیں درست کرالو۔

جناب افسر بہادر، پروفیسر محمود الحق، الحاج ممتاز خان اور ڈاکٹر سید داؤد صاحب راوی ہیں کہ ۷ ستمبر کو بارہ بجے دن تک حضرت شیخ الحدیثؒ کو اطمینان اور سکون رہا، بارہ بجے بدن مبارک پر لرزہ طاری ہوگیا، ڈاکٹروں کے معائنہ کے بعد ڈرپ اتار دی گئی مگر لرزہ میں کوئی فرق نہ آیا، اس دوران قے بھی ہوئی، بدن مبارک پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا، وقت گزرتا گیا اور لرزہ بڑھتا گیا۔ ایک بجے کے بعد جب بخار ٹیسٹ کیا گیا تو ۱۰۲ درجے تک پہنچ گیا تھا۔ ڈاکٹر حضرات اپنی تگ و دو، ادویات کی تجویز اور بخار کو کم کرنے کی مساعی میں لگے رہے ڈیڑھ بجے پھر بخار ٹیسٹ کیا گیا تو ۱۰۳ درجے تک پہنچ گیا تھا۔ ڈیڑھ بجے سے وقت آگے بڑھ رہا تھا حضرت الشیخؒ کے ہونٹ مبارک متحرک تھے، کلمۂ شہادت کا ورد جاری تھا کہ ایک بجکر چالیس منٹ پر روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کرکے اپنے ہمیشہ کے مستقر میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب جو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے صاحبزادے اور دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم اور استاذِ حدیث ہیں، نے اپنی ڈائری میں حضرت الشیخؒ کے آخری ایام کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں، ذیل میں اُن کی تلخیص پیشِ خدمت ہے

۲ر ستمبر:- نمازِ جمعہ کے بعد حضرتؒ کو خلافِ عادت بار بار پیشاب کی تکلیف ہوئی مگر اس کے باوجود حضرتؒ کے حکم پر انہیں چارپائی سے اُتار کر وضو کرایا گیا اور کرسی پر بیٹھ کر کمرہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ شدتِ تکلیف کے باوجود عیادت کرنے والوں کا سلسلہ جاری تھا، چہرہ ہشاش بشاش، آنے والوں سے خندہ جبینی سے مل رہے تھے، لبوں پر پیاری مسکراہٹ تھی، ملاقات کرنے والوں سے بڑی خوشی سے پیش آتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ صحت میں بہتری کے آثار دیکھ کر میں نے کچھ وقت کے لیے گھر جانے کا ارادہ کیا، حضرتؒ نے ڈھیروں دُعائیں دیں۔ برخوردارم حافظ سلمان الحق کو رخصت کرتے وقت پانچ روپے دیئے اور فرمایا کہ یہ اپنے چھوٹے بھائی بلال کو دے دو کہ وہ چند دنوں سے بیمار ہے۔

۳ر ستمبر:- دوسرے دن یعنی ہفتہ کی صبح جب دارالعلوم حقانیہ آیا تو کہ کمر سے ایک دوست حضرت مولانا محمد سعید صاحب (جو مدرسہ صولتیہ میں مدرس ہیں) تشریف لائے تھے، آپ نے حضرتؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، اس لیے چند اسباق پڑھانے کے بعد موصوف کی رفاقت میں، ہم ہسپتال حاضر ہوئے، حضرتؒ کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی خدام نے سمجھایا کہ حضرتؒ کی طبیعت خراب ہے اس لیے کسی مہمان سے ملانے کی کوشش نہ کریں، یہ حالت دیکھ کر سخت تشویش لاحق ہوئی، خاموشی سے ہاتھ ملانے کے بعد حضرتؒ کی چارپائی کی ایک طرف حد درجہ غمگین حالت میں بیٹھ گیا۔۔۔ حضرتؒ پر جذب و کیف کا عالم تھا اور بلند آواز سے امن و محبت اور آشتی کی تلقین فرماتے رہے، ترغیب و ترہیب کے انداز میں ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کے حوالے بھی دیتے رہے۔ جب مہمانوں کا تعارف کرایا گیا تو ان سے معانقہ کیا، کچھ دیر کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے تو حضرتؒ نے خوب دعائیں دیں۔۔۔ مہمانوں کے ساتھ چند قدم چلنے کے بعد جب میں واپس خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی کہ ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا ہے، اس لیے اگر آپ آرام فرمائیں تو اچھا ہوگا۔ آپ کچھ وقت کے لیے بستر پر لیٹ گئے لیکن جلد ہی دوبارہ اُٹھ کر چارپائی پر بیٹھے اور اتفاق و اتحاد کی باتیں شروع کیں، اس دفعہ بیان میں فصاحت و بلاغت کا انداز غالب تھا، بڑے انہماک سے میٹھی میٹھی باتیں فرماتے رہے۔ تکلیف شدت کی تھی، ڈاکٹروں کا بار بار آرام کا مشورہ تھا، اس تکلیف کے باوجود جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو بڑے اطمینان، خشوع و خضوع اور مکمل توجہ سے نماز پڑھی۔

۴ر ستمبر:- دو راتوں کی مسلسل بے خوابی اور بے آرامی کے باوجود صبح جب آپ کو چائے پیش کی گئی تو طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے پہلے تو انکار کیا لیکن ہمارے اِصرار کے بعد ایک پیالی چائے پی لی۔ شام کے وقت سینہ میں درد کی تکلیف محسوس ہوئی۔ ہم نے سمجھا شاید یہ وہ دائمی تکلیف ہے جو حضرتؒ کو وقتاً عارض ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات تدریس کے درمیان بھی یہ تکلیف محسوس ہوتی تو آپ زبان کے نیچے گولی رکھ لیتے تو یہ تکلیف دور ہو جاتی۔ لیکن اب کی دفعہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس درد میں اضافہ معلوم ہو رہا تھا، چنانچہ ہم نے ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا، ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہ مشورہ دیا کہ حضرتؒ کو دل کی نگہداشت والے یونٹ میں منتقل کیا جائے، چنانچہ مغرب کے بعد آپ کو متعلقہ وارڈ میں منتقل کیا گیا، ای سی جی کرانے کے بعد رات دیر تک برادرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، برادرم محمود الحق اور بندہ خدمت میں حاضر رہے، طبیعت میں سکون محسوس ہونے پر معمولی کھانا آپ کو کھلایا گیا تاہم رات تکلیف کی حالت میں گذاری۔

۵ر ستمبر:- صبح کے وقت چائے پلائی گئی، ڈاکٹروں کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حالت بہتر ہے، برادرم محمود الحق نے گھر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے اتفاق و اتحاد کی باتیں شروع کیں، آپ نے فرمایا میں نے اشاعتِ دین کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اور جو باغ لگایا ہے تم چاروں بھائی مل کر اس کی حفاظت کرنا۔

شام کے قریب جب مزاج پرسی اور عیادت کرنے والوں کا سلسلہ شروع ہوا، جو صاحب بھی آتے حضرتؒ خندہ جبینی سے ہاتھ ملاتے، وار دین کی سعادتِ دارین کی دعا کرتے اور اپنے لیے خاتمہ بالایمان کی استدعا کرتے۔ ای سی جی کے مانیٹر سے منسلکہ تار چونکہ سینہ پر لگی ہوتی تھی، بار بار فرماتے کہ یہ کیا مجھے زنجیروں سے جکڑ رکھا ہے۔ تاہم اس موقع پر پگڑی باندھے رکھنے کی سُنّت کا اہتمام کرتے رہے برادرم پروفیسر محمود الحق سے فرمایا "میرے بارے میں حکم ہو چکا ہے" دوبارہ فرمایا کہ "فیصلہ ہو چکا ہے"، جب بھائی نے عرض کیا حضرت ایسا تصور نہ کریں تو ارشاد فرمایا "آپ جو سمجھیں فیصلہ بہر حال ہو چکا ہے"۔

۶ر ستمبر:- سارا دن حضرتؒ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہی، آنکھیں بند رہیں، مکمل نفی پیئے اور کسی بھی چیز کا تقاضا نہ کیا، ہم فکرمند رہے مگر ڈاکٹر تسلی دیتے رہے، ظہر کے بعد خود ڈاکٹروں کو بھی تشویش ہوئی، مغرب کے قریب آنکھیں کھولیں تو تمام اعزہ و اقارب اور خدام میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، اس موقع پر حضرتؒ کے داماد جناب افسر بہادر خان سے جب حضرتؒ کی شدید علالت کا ذکر ہوا

تو انہوں نے فرمایا ـــــ کہ خوشی کی بات تو ہے ہی اور حضرتؒ کے آنکھیں کھولنے کی مبارکباد قبول ہے مگر میں ابھی حضرتؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان سے ایسے کلمات سُنے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کو اپنی رحلت کا نقشہ صاف نظر آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا تھے؟ تو فرمایا حضرتؒ نے پہلے تشہد اور پھر کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نیک بخت وہ ہے جس کا خاتمہ بالایمان ہو رہا ہو۔ اور اس کے بعد ایسے نصائح فرمائے جو کہ ایک رخصت ہونے والا باقی اعزّہ اور اقارب کو رخصتی کے وقت کہہ رہا ہو۔

اسی روز کچھ دیر بعد محترم صاحبزادہ صاحب آف شیدو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؒ آپ کو دیکھ کر چونک پڑے اور دُور سے دیکھ کر بآوازِ بلند فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! کیا حال ہے؟ جبکہ اس سے قبل کافی عرصہ سے بیماری اور ضعف بصارت کی وجہ سے حضرتؒ کو بتانا پڑتا تھا کہ یہ فلاں صاحب ہیں یا وہ صاحب خود اپنا تعارف کراتے۔

معلوم ہو رہا تھا کہ آخری ایام میں بینائی بحال ہو چکی تھی اور اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ ان آخری دو دنوں میں جب بھی معالجین پوچھتے کہ دل کا کیا حال ہے؟ تو جواب میں فرماتے "دل ٹھیک ہے"۔ حضرتؒ ہمیشہ ڈاکٹروں سے بینائی کے معالجہ کے بارے میں تاکید کرتے کہ درسِ حدیث پڑھا سکوں، مگر ان آخری دو دنوں میں بینائی کی دوائی کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔

۷ ستمبر ۸۸ء لاہور کے جناب الحاج محمد یٰسین صاحب حضرتؒ سے رخصت لینے کے لیے میرے ساتھ کمرہ میں آئے مگر حضرتؒ آرام فرما رہے تھے حاجی صاحب نے دیکھنے اور زیارت کر لینے پر اکتفاء کیا۔ بعد میں جب حضرتؒ بیدار ہوئے تو از خود حاجی یٰسین صاحب کا پوچھا، پھر ارشاد فرمایا کہیں وہ ناراض نہ ہو گئے ہوں۔

اس حالت میں بھی تواضع اور انکساری کا عالم یہ تھا کہ جب کوئی مہمان کمرے یا وارڈ میں بستر کے قریب آ کر بیمار پرسی کرتا تو کچھ لمحے بعد مہمان سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ گستاخی ہو رہی ہے کہ میں چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں اور آپ نیچے کھڑے ہیں یا نیچے بیٹھے ہیں، کوئی کھڑا ہوتا تو اُسے بیٹھ جانے کی تاکید فرماتے۔

آج کے روز ہمیشہ کی نسبت حضرتؒ کی حالت تشویشناک نہ تھی، تاہم فرمایا میرے ساتھ میرے بستر کے قریب رہنا باہر نہ جانا۔ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کا مجھے وارڈ کے اندر فون آیا جو کہ حضرتؒ کی تسلی بخش حالت کے پیشِ نظر اسلام آباد میں تھے، انہوں نے حضرتؒ کی حالت پوچھی، چونکہ تشویش کی کوئی بات نہ تھی اس لیے میں نے انہیں بتایا کہ حالت بہتر ہے کوئی فکر نہ کریں اور تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔

۱۲ بجے دوپہر حضرتؒ کے بدن پر لرزہ طاری ہوا جو وقت گذرنے کے ساتھ بڑھتا رہا۔ بخار دیکھا گیا تو ۱۰۱ درجے تک پہنچ چکا تھا، بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا، تھوڑی سی چائے پلائی گئی تو وہ بھی قے ہو گئی، سوا ایک بجے بخار ۱۰۲ درجے تک بڑھ گیا، معالجین بخار کی شدت کو کم کرنے میں مصروف تھے، ڈیڑھ بجے پھر مانیٹر لگایا گیا تو بخار ۱۰۳ درجے تھا، دل کی کیفیت دیکھنے کے لیے مانیٹر کی طرف دیکھا تو لکیروں سے معلوم ہوا کہ دل کا دورہ شروع ہو چکا ہے، ڈاکٹر کنٹرول کرنے کی کوشش میں لگے رہے، ان کی یہ حالت دیکھ کر میرے قدموں تلے زمین نکلی جا رہی تھی، میرے لیے اب حضرتؒ کے بستر کے قریب کھڑے رہنا ناممکن ہو گیا تھا، دیگر اعزہ و اقارب اور خدام ساتھ رہے کہ تقریباً ایک بجکر چالیس منٹ پر برادرم پروفیسر محمود الحق نے وارڈ سے باہر نکل کر مایوسی کا اظہار کر دیا اور روتے ہوئے خبر دی کہ حضرتؒ رحلت فرما چکے ہیں۔ اور وہاں موجود ساتھیوں کی شہادت کے مطابق زبان پر کلمۂ شہادت جاری تھا ـــــ اِس طرح علم و فضل کا یہ عظیم آفتاب و ماہتاب علمی و دینی اور روحانی دُنیا کے لاکھوں عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

اللّٰھم نوّر قبرہٗ و برد مضجعہٗ واجعلہ مع
النّبیّن والصّدّیقین والشّھداء والصّالحین۔

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے قریبی عزیز عبد الرب خان جو بیماری کے ایام میں حضرتؒ کے ساتھ ہسپتال میں رہے اور آخری دم تک خدمت انجام دیتے رہے، ہسپتال میں آخری ایام کی رُوئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ اگست کے مہینے میں شدید بیمار ہو گئے اور خیبر ہسپتال پشاور میں داخل ہوئے، ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا اور ہمیں سختی سے منع کیا کہ مولانا صاحبؒ کے آرام میں کسی قسم کا خلل نہ آنے پائے اور مولانا صاحب سے کسی کو نہ ملنے دیا جائے، یہ تھی ڈاکٹر صاحبان کی ہدایت۔

مہمانوں کا خیال

حضرت الشیخؒ نے ڈاکٹروں کے جانے کے بعد مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحبان تم لوگوں سے کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے عرض کیا حضرت! انہوں نے تاکید کی ہے کہ آپ سے کسی کو نہ ملنے دیا جائے۔ مولانا صاحبؒ کچھ دیر تو خاموش رہے پھر تھوڑی دیر بعد مجھے آواز دی اور فرمایا بیٹا میری بات غور سے سُنو! اور اسی پر عمل کیا جائے کیونکہ سب کچھ عمل کرنے میں ہے۔ آپ لوگ نہ ڈاکٹروں کو ناراض کریں اور نہ ہی دیگر عملے کو، لیکن یاد رکھیں کہ جو بھی مہمان آئے مجھ سے ملے بغیر نہ جائے، وہ میری خاطر بیچارے دُور دراز سے آتے ہیں انہیں محروم کرنا بہت بُری بات ہے۔ اور مہمان نوازی میں کنجوسی بھی نہ کرنا، کھانے پینے کا وقت ہو تو خوب کھلایا پلایا کریں کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ لوگ دُور دراز علاقوں سے محبتیں اور عقیدت لے کر ہمارے پاس آتے ہیں، لہٰذا ہر مہمان سے میری ملاقات ہونے دیجئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جو بھی مہمان حاضر ہوتا آپ اُس کے ساتھ دو چار باتیں ضرور کرتے، مہمان کو دعاؤں سے نوازتے اور ساتھ ہی اُس سے اپنے لیے دُعا کی درخواست کرتے۔

طلبۂ دار العلوم پر شفقت

دار العلوم حقانیہ سے اگر کوئی طالب علم آتا تو اس سے کھانے پینے کے بارے میں ضرور پوچھتے کہ تم لوگوں کو مطبخ سے کھانا کیسے ملتا ہے۔ ایک دفعہ ہسپتال میں ایک طالب علم آئے اور انہوں نے ایک حدیث کے بارے میں معلوم کرنا چاہا بلکہ تشریح طلب کی تو مولانا صاحبؒ نے بڑی نرمی کے ساتھ اُسے سمجھایا کہ ہسپتال میں مریض کی بیمار پُرسی کی جگہ ہے حدیثوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا۔

حضرت مولانا صاحبؒ مجھے میرے اصل نام عبد الرب کی بجائے عبد البر کہہ کر پکارا کرتے تھے، ابتدائے روز سے اُن کو میرا یہی نام ٹِک گیا تھا، تو ایک دن مَیں نے عرض کیا کہ میرا نام عبد الرب ہے تو مولانا صاحبؒ مسکرا دیئے۔ حضرت الشیخؒ کو میں جب کبھی اپنےلیے دعا کے لیے کہتا تو مولانا صاحبؒ فرماتے کہ عبد البر تُو میری اتنی خدمت کرتا ہے کہ دل تمہیں دُعائیں دیتا ہے، بس تو کچھ صبر کیا کر۔

احوالِ امراض کے بیان میں احتیاط

حضرت مولانا صاحب کے معائنے کے لیے جب بھی ڈاکٹر صاحبان آتے تھے تو مولانا صاحبؒ کی خواہش ہوتی کہ وہ اپنی حالت اور تکلیف خود ہی بیان کریں۔ ہم اگر اُن کو کسی تکلیف کے بارے میں وضاحت کرنا چاہتے تو مولانا صاحبؒ ہمیں منع فرما دیتے۔

صبر و شکر کا مظہر

حضرت مولانا صاحبؒ کبھی کوئی چیز (کھانے کی ہوتی یا پینے کی) از خود نہیں مانگتے تھے۔ ہم جس وقت دے جاتے وہ اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے تھے، اکثر دیر بھی ہو جاتی لیکن وہ خاموش رہتے۔ البتہ جس دن مولانا سمیع الحق صاحب ہسپتال تشریف لاتے تو وہ اصرار کرتے کہ کیا خواہش ہے تو ان سے آڑو منگوا لیتے تھے، ان ایام میں مولانا صاحبؒ کو آڑو بہت پسند تھے۔

نفاذِ شریعت اور افغان مجاہدین

ہم سے اکثر جب مولانا صاحبؒ مولانا سمیع الحق صاحب کے بارے میں پوچھتے کہ اس کا کوئی بیان وغیرہ تو اخبار میں نہیں آیا؟ تو ہم از راہ مذاق پوچھتے کہ حضرت تشفا تو نہیں چاہیئں تو ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نفی کرتے۔

میں ہسپتال میں روزانہ حضرت مولانا صاحبؒ کو اخبار کی سُرخیاں سُناتا اور جہاں کہیں وہ وضاحت چاہتے تھے وہ خبر ذرا تفصیل سے پڑھتا، خاص کر انہیں افغان مجاہدین کی خبر اور مولانا سمیع الحق کی شریعت بل کے بارے میں جد و جہد کا بیان سُنکر بہت خوشی ہوتی تھی اور بہت دُعائیں دیتے تھے۔

نماز کا اہتمام

حضرت مولانا صاحبؒ کی کوشش ہوتی کہ اس حالت میں بھی ہر نماز کے لیے وضو کریں اور ہر نماز با جماعت پڑھنے کی کوشش کرتے مغرب کی نماز اکثر کمرے سے باہر نکل کر کھلے صحن میں نماز با جماعت پڑھتے جس میں کافی خوش بخت مریض اور تیمار دار بھی شریک ہو جاتے۔ نماز کے بعد ہم انہیں چند قدم چہل قدمی کراتے تھے۔ تہجد کی نماز بیماری کے باوجود پڑھتے تھے اور رات بھر روتے رہتے تھے۔

خوش طبعی

چونکہ ہسپتال میں ہم لوگ دن رات حضرت مولانا مرحوم کے پاس رہتے تھے تو مولانا صاحب کبھی کبھار جب موڈ میں ہوتے تو فرماتے کہ تم لوگ میری بیماری سے تنگ آچکے ہو اس لیے اکثر مجھ سے پوچھے بغیر چلے جاتے ہو۔

نفاذِ شریعت کی مساعی سے دلچسپی

میں نے ایک دن از راہِ مذاق عرض کیا کہ ہمیں تو آپ سرسری دعائیں دیتے ہیں اور اصل دُعائیں صرف مولانا سمیع الحق کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ فرمانے لگے کہ مَیں سب کے لیے ایک جیسی دعائیں کرتا ہوں، مَیں نے عرض کیا کہ مقام و رفعت، دینی خدمت، دولت، گاڑیوں اور عزت و شہرت کی دعائیں بھی صرف مولانا سمیع الحق کے لیے کرتے ہیں، تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ سمیع الحق مجھے بہت پسند ہے، وہ ایک مردِ مجاہد ہے اور اپنے باپ کا نام روشن کر رہا ہے، اور اگر کوئی اسے بُری نظر سے دیکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھے بُری نظر سے دیکھتا ہے، اور جو کوئی اُسے نظرِ بد سے دیکھتا ہے اور اس کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ ایسا ہے جو میرے ساتھ کرتا ہے، اور آپ سب میرے ساتھ مل کر دعا کریں کہ شریعت کی شمع سمیع الحق کے ہاتھوں روشن ہو۔

صبر کی تلقین

پھر میں نے عرض کیا کہ اس بار جب چن لالا (مولانا سمیع الحق اپنے خاندان میں اس لقب سے معروف ہیں) آجائیں تو انہیں تاکید کریں کہ وہ عبد الرب کا کام کر دیں۔ تو فرمانے لگے صبر کریں انشاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا، مجھے اپنے اللہ سے بہت اُمیدیں ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور ساتھ ہی مجھے وظیفہ بتایا کہ یہ پڑھا کریں آپ کا کام ہو جائے گا۔

شیطان کے جہنمی ہونے کا فیصلہ اٹل ہے

ایک دن ملک کے مایۂ ناز معروف ڈاکٹر ناصر الدین اعظم جو حضرتؒ کے برسہا برس سے معالج تھے اور حضرتؒ سے باپ کی طرح محبت اور عقیدت رکھتے تھے، حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں ایک عجیب سی الجھن میں مبتلا ہوں، آیا ہوں بیمار پُرسی کے لیے لیکن اگر حضرتؒ بُرا نہ مانیں تو میری اُلجھن دور کر دیں، کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم اور رحمٰن و رحیم و کریم ہے، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں شیطان توبہ کر لے کیونکہ توبہ کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کر دیں ورنہ ہم جیسے گنہگاروں کا (جو شیطان کی وجہ سے غفلت میں پڑے ہیں) کیا بنے گا۔ تو حضرت مولانا عبد الحقؒ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی کیونکہ وہ بے نیاز ہے، باقی رہی شیطان کی بات تو وہ فیصلہ اٹل ہے، وہ جہنمی ہے، جہنمی ہو گا اور جہنمی رہے گا، توبہ کے لیے خداوند کریم نے اُسے آخری موقع بھی دیا تھا مگر وہ نہ مانا، اب اُس کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے اور اس طرح کی اُلجھنیں پیدا کرے، آپ اس طرح کی باتوں پر دھیان نہ دیا کریں، استغفر اللہ

ثرت سے پڑھا کریں۔

علماء کا احترام

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہمیں سختی سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی مہمان مجھ سے ملے بغیر نہ جانے دیا جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ مولانا صاحبؒ کی طبیعت زیادہ خراب تھی تو اُس وقت کے صوبائی وزیر مولانا عبدالباقی صاحب تشریف لائے۔ سہ پہر تین بجے کا وقت تھا، میں نے عرض کیا کہ مولانا صاحبؒ کی زیارت کرلیں البتہ نیند سے نہ جگائیں کیونکہ آج طبیعت بھی ٹھیک نہیں، مہمان بھی بہت آئے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے بھی کچی نیند سے بیدار کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے خالی زیارت کی اور چلے گئے، شام کو دوبارہ آئے تو ذکر کیا کہ میں دوپہر کو آیا تھا لیکن آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اس لیے چلا گیا، اب دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ اُن کو بار بار آنے پر بہت دُعائیں دیں اور فرمایا کہ میں تو ایک کمزور اور عاجز و گنہگار آدمی ہوں آپ نے بڑی عزت بخشی، اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ مولانا عبدالباقی صاحب کے جانے کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ مولانا صاحب کس وقت تشریف لائے تھے، میں نے بتا دیا تو فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جگا دیا ہوتا! میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ خود آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔

ظرافتِ طبع

ایک دن مولانا سمیع الحق صاحب اسلام آباد سے اپنے ساتھ سوپ (یخنی) لے کر آئے تھے، شام کو واپس چلے گئے، تو مولانا صاحبؒ نے سوپ (یخنی) بڑے مزے سے پی اور ہم لوگوں نے بھی۔ پھر مجھ سے خوش طبعی کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ تم ویسے ہی سمیع الحق سے ناراض ہو رہے تھے دیکھو ہمارے لیے سوپ (یخنی) لے کر آیا اور وہ بھی اسلام آباد سے! میں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے لیے نہیں لائے آپ کے لیے لائے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ اس وقت ہم سب ایک جگہ پر ہیں اگر وہ میرے لیے لاتے تو تھوڑی سے لے کر آتے لیکن اس نے تم لوگوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ اس طرح ہم کبھی کبھار مذاق کیا کرتے تھے۔

ایک دن انٹیلی جنس کا ایک آفیسر آیا اور ہمیں یہ پیغام دیا کہ مولانا سمیع الحق صاحب کو پیغام دے دیں کہ کل وزیرِ اعلیٰ سرحد جنرل فضل حق صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ اتفاق سے مولانا سمیع الحق صاحب اُسی شام کو ہسپتال آئے لیکن اگلے روز انہیں پھر ایک ضروری میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد واپس جانا تھا مولانا سمیع الحق صاحب رات گئے گھر تشریف لے گئے اور صبح سویرے دوبارہ ہسپتال تشریف لائے اور مولانا صاحبؒ کے کپڑوں اور پگڑی وغیرہ کو تبدیل کرنے کے لیے کہا اور مجھے بازار بھیجا کہ جاؤ کسی حجام کو لے آؤ تا کہ حضرتؒ کی حجامت بھی درست کر لی جائے کیونکہ کافی دنوں سے ہسپتال میں ہونے کی وجہ سے سُنت وغیرہ نہیں بنائی تھی۔ جمعہ کا دن تھا اسلئے کوئی حجام نہ ملا تو وہ خود ہی بازار چلے گئے اور چند ریزر خرید کر لائے اور خود ہی اپنے عزیز شفیق الدین فاروقی صاحب کے ساتھ مل کر مولانا صاحبؒ کی مونچھیں وغیرہ ٹھیک کیں اور ان کے سر کے بال مونڈے۔ مولانا سمیع الحق صاحب جنرل فضل حق کا انتظار کیے بغیر پھر اپنی میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد چلے گئے۔

وزیرِ اعلیٰ سرحد کو جہادِ افغانستان کی حمایت کی تاکید

جنرل فضل حق صاحب جب آئے تو مولانا صاحبؒ نے پہلے جنرل ضیاء الحق (جو ۱۷ اگست کو شہید کیے گئے) کے لیے دعا کی اور وزیرِ اعلیٰ سرحد جنرل فضل حق سے کہا کہ تم شہید جنرل کے بہترین دوست ہو اور اس نے جس ہمت سے جہادِ افغانستان کی راہ میں قربانی دی آپ کا یہ فرض ہے کہ جہادِ افغانستان کو آگے بڑھائیں اور میرے ساتھ وعدہ کریں کہ افغان مجاہدین کی حمایت کی بھرپور کوشش جاری رکھیں گے۔ اس پر جنرل فضل حق صاحب نے کہا کہ مولانا صاحبؒ! میں اللہ کی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے لیے بہت عظیم ہیں اور یہ کہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں یا افغانستان جو کچھ ہے یہ سب کچھ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور میرا آپ کے ساتھ وعدہ ہے کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں آپ کی ہر بات ماننے کی کوشش کروں گا۔

جنرل صاحب کے ساتھ پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کا رپورٹر اور ایک کیمرہ مین وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ کیمرہ مین کو میں نے منع کیا تھا کہ خیال رکھیں مولانا صاحبؒ تصویر کا بُرا مانتے ہیں۔ وہ بیچارا اپنے زاویئے بدلتا رہا، آخر جنرل صاحب بھی تنگ آگئے اور حضرت مولانا صاحبؒ سے مؤدبانہ طریقے سے گذارش کی کہ یہ فوٹوگرافر ہمیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا، لیکن چلئے ہمیں اجازت دیدیں، حضرتؒ سمجھے کہ اب تصویر بنانے والے ہٹ گئے ہیں، لہٰذا انہوں نے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے اور فوٹوگرافر نے اسی حالت میں تصویر اُتار لی جو دوسرے دن اخبارات میں چھپ گئی۔ اور یہ میرے خیال میں حضرتؒ کی زندگی کی آخری تصویر تھی جو جنرل صاحبؒ کے ساتھ اُتری۔

ہم نے جنرل صاحب سے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے حلقۂ انتخاب تحصیل نوشہرہ کو دوسرے حلقے میں تقسیم کر کے حضرتؒ کے فدائی ووٹروں کو ہم سے الگ کر دیا اور ہمیں بہت نقصان پہنچایا جبکہ ہمیشہ سے حضرتؒ انتخاب جیت رہے تھے اور ایسا شاید کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر کیا کہ حلقہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا اور ہمارے حلقے میں چارسدہ کا حلقہ کاٹ کر شامل کیا گیا جو سُرخپوشوں کے زیرِ اثر تھا۔۔۔ جنرل صاحب چلے گئے تو مولانا صاحبؒ نے ہم پوچھا کہ جنرل صاحب ناراض تو نہیں ہوئے؟ ہم نے کہا ناراضگی کس بات کی؟ ناراض تو ہم ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ تو فرمانے لگے کہ سب کچھ اللہ کرتا ہے انسان کے بس میں کچھ بھی نہیں مہمانوں کے ساتھ بڑے ادب اور نرمی سے بات کرنی چاہیئے۔

ضیاء الحق کی شہادت پر تاثرات

حضرتؒ کو جنرل ضیاء الحق صاحبؒ کے ساتھ جہادِ افغانستان کی وجہ سے محبت تھی، اس لیے جب جنرل ضیاء الحق کے جہاز کو حادثہ پیش آیا تو ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کو حادثہ کے بارے میں نہ بتایا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو تکلیف زیادہ ہو۔ چونکہ میں حضرت مولانا صاحبؒ کو روزانہ اخبار سُنایا کرتا تھا، اس لیے اخبار کے ذریعے ملکی حالات کے بارے میں بتایا کہ چند دہشت گرد پاکستان میں داخل ہوئے ہیں اور جنرل ضیاء کو قتل کرنے کی ساز

کر رہے ہیں تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ جہادِ افغانستان کی وجہ سے اسلام دشمن قوتیں اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں، اس طرح انہیں ہم نے پہلے ذہنی طور پر تیار کیا، بعد میں مولانا انوار الحق صاحب نے انہیں اس کی شہادت کی خبر سنائی۔

کچھ لوگوں سے طبعی انقباض

ایک دن چند طلباء دوپہر کے وقت حضرتؒ کے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے کہ ایک مولانا صاحب... حضرتؒ کی عیادت کے لیے آنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ تو کہنے لگے کہ انہوں... نے کہا ہے کہ پتہ کریں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کس وقت ملاقات کرتے ہیں؟ میں نے انہیں شام کا وقت دے دیا۔ میں نے شام سے ذرا پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا.... صاحب شام کو آپ کی عیادت کے لیے آ رہے ہیں، تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ صاحب نافرمان اور باغی ہیں، میرے پاس کیوں آ رہا ہے؟ ہمارے دل میں ایسے لوگوں کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ فلاں مولانا..... بھی ساتھ آ رہے ہیں، تو ان کے بارہ میں فرمانے لگے کہ وہ بدبخت تو علماء اور مولویوں کے دامن پر بدنما داغ ہے ـــ جبکہ ایسی سخت بات اور ناگواری کا اظہار حضرتؒ نے زندگی بھر کسی کے بارہ میں بھی نہیں کیا تھا ـــ جب یہ دونوں حضرات تشریف لے آئے تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے علیک سلیک کے علاوہ اُن کے ساتھ کوئی بات نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے، حالانکہ انہوں نے کئی بار خاموشی توڑنے کی کوشش کی لیکن حضرت مولانا صاحبؒ کچھ بھی نہ بولے اور تھوڑی دیر بعد وہ چلے گئے۔

جب مولانا شہید احمد تشریف لائے

اسی دوران کرک سے مولانا شہید احمد صاحب سابق ایم این اے تشریف لائے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے ان سے کافی باتیں کیں۔ جہادِ افغانستان کے بارے میں، اُن کی صحت کے بارے میں، اپنی صحت کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ باقی تکلیفیں تو ہیں ہی لیکن مجھے عورت کی حکمرانی اور بے نظیر کی وجہ سے بہت فکر ہے، دن بدن کمزوری ہوتی جا رہی ہے، اب تو لوگوں کو صحیح طریقے سے پہچان بھی نہیں سکتا۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ عرف شاہ جی جو ہسپتال میں علالت کے آخری ایام میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ رہے، آخری دنوں کی حضرتؒ کی گفتگو، ارشادات استفسارات اور بعض مشاہدات بیان کرتے ہیں

علماء کی عزت بڑھائی

ایک دن جمعیۃ علماء اسلام کے زیرِ اہتمام صوابی میں جلسہ تھا، قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے جلسے سے خطاب کیا، میں تو حضرتؒ کے ساتھ تھا، حافظ سعید الرحمٰن صاحب ہمندی نے مجھے جلسے کی روئیداد سنائی...

ہسپتال میں عصر کے بعد حسبِ معمول ہم لوگ بیٹھے تھے، صاحبزادہ محمود الحق حقانی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا آج سمیع الحق کہاں ہے؟ تو میں نے صوابی کے جلسے کے حوالے سے وہاں کی رپورٹ پیش کی، ابھی جلسہ کی روئیداد پوری نہیں سنائی تھی کہ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا بیٹا! شکر ہے کہ یہ بے چارے (مولانا سمیع الحق صاحب) ہمت کر رہے ہیں، ہم تو بے ہمت لوگ ہیں، چند لمحے خاموش ہو گئے اور پھر مجھے اپنے مخصوص انداز میں دیکھ کر فرمایا کہ بیٹا! اس آدمی نے (مولانا سمیع الحق) علماء کی عزت بڑھائی اور پھر دیر تک دعائیں کرتے رہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مرض الوفات کے آخری ایام میں ہم عصر کے وقت بیٹھے تھے، تذکرہ مجلس پورے یاد نہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ بیٹا طیارے آ گئے پاکستان پر حملہ کر رہے ہیں، مولانا الیاس محمد عصمت شاہ کاکاخیل بھی بیٹھے تھے، انہوں نے کہا پتہ نہیں آج حضرتؒ کو کیا خیالات آ رہے ہیں۔ بہرحال ہم نے اُس وقت اس بات کو محسوس نہیں کیا صرف اتنا تبصرہ کیا۔ جب صبح اٹھے تو روزنامہ مشرق میں دیکھا کہ افغانستان کے دو طیارے پاکستان میں داخل ہوئے اور دیر میں ایک ہائی سکول پر بمباری کی جس سے ایک لڑکا شہید ہو گیا ہے، اُس وقت فوراً میرے ذہن میں یہ آیا: "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید" اور پھر اسی ارشاد کے لگ بھگ جنرل ضیاء الحق شہید اور اُن کے رفقاء کی شہادت کا واقعہ بھی سامنے آیا۔

خود تو معذور ہوں مگر ایک کو وقف کر دیا ہے

ایک دن جے ٹی آئی بلوچستان کے صدر مولانا نجم الدین درویش بیمار پرسی کے لیے بلوچستان سے حاضر ہوئے، میں نے تعارف کرایا تو حضرت شیخؒ فوراً متوجہ ہو گئے اور جماعتی صورتحال کا پوچھا کہ بلوچستان کا کیا حال ہے؟ برادرم مولانا نجم الدین درویش نے جماعتی صورتحال پیش کی، جب بات ختم کی تو آخیر میں مولانا نجم الدین نے حضرتؒ سے دعاؤں اور سرپرستی کی درخواست کی تو حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ بیٹا میں تو معذور آدمی ہوں ایک کو تو ہم نے وقف کیا ہے (یعنی مولانا سمیع الحق صاحب کو) اللہ تعالیٰ اس کو ہمت دیں، آپ لوگ بھی اس سے تعاون کریں، حالات سے مایوس نہ ہوں حالات خود ٹھیک ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ یہ قافلۂ حق اپنی منزلِ مقصود تک ضرور پہنچے گا۔ جب مولانا نجم الدین نے رخصت کیلئے کہا تو حضرتؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مولانا نجم الدین کو ۱۰۰ روپے نکال کر دیئے، انہوں نے کہا نہیں حضرت ضرورت نہیں ہے، حضرتؒ نے فرمایا ضرور لیں، جے ٹی آئی والے تو مجاہد ہیں۔

اس طرح میں روزانہ حضرتؒ کو قائدِ جمعیۃ کے دوروں اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کی رپورٹ پیش کیا کرتا تھا تو حضرت شیخؒ دعائیں فرماتے تھے اور اکثر یہی فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا ہم تو بے ہمت لوگ ہیں یہ بیچارا ہمت کر رہا ہے، کچھ نہ کچھ تو حرکت جاری ہے۔

سکواڈرن لیڈر ڈاکٹر سیّد داؤد گیلانی جو کہ پاکستان ائیر فورس میں فلائٹ سرجن ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے سب سے چھوٹے داماد ہیں، جن کو حضرتؒ کے آخری ایّام میں ہسپتال میں حضرتؒ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں

اگر تم مسجد میں چلے جاتے تو مجھے حضورؐ کی سنّت ادا کرنے کا موقع مل جاتا

حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت سے تقریباً ایک مہینہ پہلے میں اکوڑہ خٹک اوپر حضرتؒ کے کمرے میں گیا اور اُن دنوں میرا بڑا بیٹا سید سلیمان بیمار تھا، مَیں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ بیٹے کو دوائی دی ہے؟ تو انہوں نے جواب نفی میں دیا کہ بھول گئی ہوں۔ انسان ہونے کے ناطے غصّہ آیا، دیکھا تو باہر صحن میں تخت پر حضرتؒ نماز پڑھ رہے ہیں اس لیے از راہِ ادب مَیں نے کچھ نہیں کہا اور باہر نکلنے لگا، اُس وقت تک حضرتؒ نماز سے فارغ ہو چکے تھے اور مَیں جُوں ہی تخت تک پہنچا تو حضرتؒ نے عصا کے اشارہ سے مجھے روکا اور ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھنے کا حکم دیا، مَیں بیٹھ گیا تو فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ مَیں نے کہا مسجد میں جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ عشاؔ کی نماز تو تم نے مسجد میں پڑھ لی ہے۔ مَیں نے کہا ویسے ہی مسجد جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت علیؓ بھی مسجد تشریف لے جا کر لیٹ گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو مسجد تشریف لے گئے اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ فاطمہؓ کی جگہ میں معافی چاہتا ہوں، جس پر حضرت علیؓ نادم ہوئے اور فوراً گھر واپس تشریف لائے۔ لہٰذا آپ اگر مسجد چلے جائیں تو مجھے بھی حضورؐ کی سنّت پوری کرنے کا موقع مل جائے، مگر بہت ضعیف ہوں۔ یہ سُنتے ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ساتھ ہی حیران بھی ہوا کہ کمرہ تو بہت دور تھا، مَیں نے کوئی بات بھی اتنے زور سے نہیں کی تھی کہ حضرتؒ تک پہنچ جائے ___ تو مَیں نے حضرتؒ سے کہا کہ بات تو کوئی نہیں ہوئی آپ کو کیسے علم ہو گیا؟ فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو، تب بھی مجھے علم ہوتا ہے اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے علم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب راضی ہوتی ہو تو دُعا کرتے وقت کہتی ہو یا رَبِّ محمدؐ! اور جب ناراض ہوتی ہو یا رَبِّ اِبراہیم، یہاں بھی کچھ ایسا انداز تھا، یہ سُنتے ہی مجھے اور بھی ندامت محسوس ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حضرتؒ صاحبِ کرامت اور اُن کا ایک ایک عمل حضورؐ کی سنّت کے مطابق تھا۔

یہ معمول کی بات نہیں کچھ ہونے والا ہے

حضرتؒ کی رحلت سے چند دن پہلے جب حضرت مولانا سمیع الحق اور ان کے بچے سفرِ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے (ان کے سفرِ حج کے دوران حضرتؒ کی علالت بڑھ گئی اور انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا) اُن کو لینے کے لیے مَیں پشاور ائیرپورٹ چلا گیا، سفرِ حج کی تھکاوٹ بھی تھی اور ابھی کھانا بھی نہیں کھایا تھا، تو راستے میں ڈیفنس کالونی میں ہمارا غریب خانہ پڑتا ہے، مَیں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے عرض کیا کہ گھر چلتے ہیں کھانا کھانے کے بعد ہسپتال چلے جائیں گے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں میری روح حضرت داجی (پشتو میں حضرتؒ اپنے گھر میں اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں) کے لیے کتنی پریشان ہے! بدنی تھکاوٹ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مجھے سیدھا ہسپتال لے جائیں۔ مولانا کے حکم کے مطابق سیدھا ہسپتال چلے گئے۔ تین چار گھنٹے تک مسلسل علماء اور عقیدتمند بیمار پُرسی کے لیے آتے رہے اور اپنے حقّے کی دعائیں لے کر جاتے رہے۔ مَیں مسلسل مشین سے حضرتؒ کے ہاتھ پیر دابتا رہا، اُن کے ساتھ ہی چارپائی پر بیٹھا تھا، مجھے آرام سے سرگوشی میں کہا کہ جب سب لوگ چلے جائیں تو چن لالا (حضرت مولانا سمیع الحق، جن کو گھر میں سب چھوٹے بہن بھائی اسی نام سے پکارتے ہیں) کو مت جانے دینا، مَیں نے ضروری بات کرنی ہے، مَیں نے چن لالا کو اشارے میں بتا دیا کہ داجی کا فرمان یہ ہے۔ جب سارے علماء چلے گئے تو حضرت مولانا سمیع الحق کو اشارے سے بلا کر دونوں ہاتھ اس طرح کھولے کہ جیسے کسی بچے کو قریب لایا جا رہا ہو، اور ہو بھی یہی رہا تھا، حضرتؒ نے دونوں ہاتھ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے سر کے پیچھے رکھ کر اُن کے ماتھے کو خوب چُوما اور پھر دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور تقریباً ۴۵ منٹ طویل دُعا فرمائی اور ساتھ ساتھ روتے رہے، دُعا تو اب مجھے پوری طرح یاد نہیں مگر اس کا نچوڑ کچھ اس طرح سے تھا:۔ ”اے پاک ربّ العزت! میرے اس فرزند نے دین کی سربلندی کے لیے جو محنت کی ہے اور جو کرنے والا ہے یہ سب تیری ہی توفیق اور رحمت سے ہوئی ہے، اس میں ہمیں اور ان کو کامیابی عطا فرما، شریعت بل جو کہ سمیع الحق کی محنتوں کا ثمر ہے اُس کو قبول فرما۔“ دُعا کے دوران ہی حضرتؒ نے مولانا سمیع الحق کو چند احکامات دیئے جو کہ مجھے ابھی یاد نہیں اور پھر ان کو قریب کر کے دوبارہ چُوما اور رخسار پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”اے ربّ العزت سمیع الحق کو قبول فرما“ اور آنسو بہاتے ہوئے اُن کو گاؤں جانے کے لیے رخصت کیا۔

راستے میں بھی حضرت مولانا سمیع الحق روتے رہے اور جب ہم اپنے گھر کے قریب پہنچے تو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا:۔

”ڈاکٹر صاحب! یہ معمول کی بات نہیں! کچھ ہونے والا ہے، یا تو حضرتؒ نے مجھے رخصت کر دیا ہے یا خود رخصت ہو رہے ہیں۔“

اور روتے ہوئے اپنے گھر پہنچے۔

(باقی ص ۹۰۳ پر)

بقیہ از صفحہ ۸۵۸ سے

نفرت ہو تو وہ قدم چومتی ہے۔ انانیت معرفتِ خداوندی میں بہت بڑا حجاب ہے۔ حصولِ علم کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنالینا چاہیئے، حصولِ علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ وغیرہ

بلامبالغہ اس کتاب کا ہر صفحہ ایمان و یقین کی ایسی پھلواری ہے جن کے پھولوں کی خوشبو سے مشامِ جان معطر ہو جاتا ہے اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

ع کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

ان ملفوظات سے دین کی گرہیں کھل جاتی ہیں اور ذہن سے تشکیک و انکار کا زہر کافور ہو جاتا ہے۔ پیرایۂ بیان انتہائی شگفتہ اور پرکیف ہے۔ کتاب ایک دفعہ شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

ملفوظات میں رشد و ہدایت کی باتوں کے علاوہ دفاعِ پاکستان اور نجات اخروی کے حوالے سے جہادِ افغانستان کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے اور وطن عزیز کے کئی دوسرے اہم امور کے بارے میں بھی بڑی جامع اور پرمغز گفتگو کی گئی ہے، ان میں بعض بزرگانِ دین کے ایمان افروز واقعات بھی ملتے ہیں اور بعض امراض بدنی و روحانی علاج کے لیے مجرب وظائف و اوراد بھی غرض یہ کتاب ہر لحاظ سے مطالعہ کے لائق ہے کوئی بھی قاری اس کو توجہ سے پڑھ کر گوناگوں برکات و فیوض سے متمتع ہو سکتا ہے۔

(ماہنامہ الحسنات لاہور اپریل ۱۹۹۰ء)

بقیہ از صفحہ ۸۰

مکرمی و محترم المقام حضرت العلامہ مولانا غلام مصطفٰے صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! امید کہ مزاج بالخیر ہوں گے۔

گراں قدر تحائف، مکتوبات نبویؐ اور مناسک الحج موصول ہوئے عزت افزائی اور یاد فرمائی پر بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں، مکتوبات نبوی کی اس قدر حسین اور شاندار اشاعت پر دلی شکریہ قبول فرمادیں اللہ پاک شرف قبولیت سے نوازے اور مزید علمی روحانی ترقیات اور زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کے مواقع فراہم فرمادے، آپ کی علمی و دینی خدمات سے گاہے گاہے آگاہی ہوتی رہتی ہے دل خوش ہوتا ہے اور اب مکتوبات کی اشاعت سے تو یقین جانیئے آپ سے خصوصی قلبی ربط پیدا ہو گیا ہے میری غائبانہ دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس کے بدلے آپ کو مزید علمی و روحانی ترقیات سے سرفراز فرمادے۔ قاری حافظ منظور الحق مدظلہ کو خط لکھنا ہو تو میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔

عبدالحق غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
۱۷ صفر ۱۴۰۶ھ

بقیہ صفحہ ۹۱۹ سے

کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے قرب میں بہترین مقام عطا فرمائے اور یہ کہ اس قرارداد کی ایک نقل مرحوم کے لواحقین کو بھجوا دی جائے۔"

اس بارے میں ہاؤس کی کیا رائے ہے۔

(آوازیں۔ منظور ہے)

قرارداد منظور کی گئی۔

ادارۃ العلم والتحقیق کی

عظیم تاریخی پیشکش

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

تاریخ و سوانح اور سیرت و افکار

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

عصر حاضر کے جلیل القدر عالم، عظیم محدث و مربی اور جہادِ افغانستان کے روحِ رواں و سرپرست، قائد شریعت شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحقؒ کے سوانح حیات، علمی و روحانی کمالات اور انکی دینی، اصلاحی، تربیتی اور سیاسی خدمات کا مفصل تعارف اور جامع تذکرہ

دفتر: ادارۃ العلم والتحقیق، دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ۔

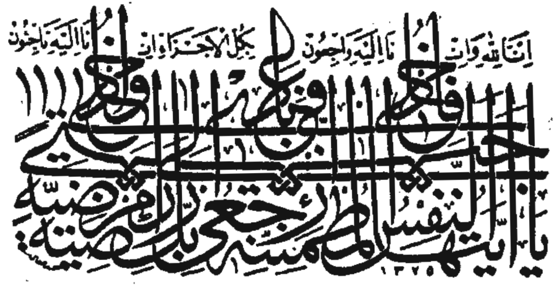
انا للہ وانا الیہ راجعون بکل الاجزاء انا الیہ راجعون
یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی
١٣٧٥

مولانا عبدالقیوم حقانی،
رفیق مؤتمر المصنفین واستاذ دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک ۔

بیا بہ مجلس شیخ الحدیث

صحبتے یار آخر شد

سراپا شفقت اور مجسم انکسار دعاؤں کا مخزن اور مجاہدین کا پشتیبان

محدثِ جلیل استاذی واستاذ العلماء قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے افادات، فیوض وبرکات اور ارشادات "صحبتے با اہل حق" کا مضمون ہوا کرتے تھے۔ اب حضرت شیخ الحدیثؒ کی وہ معرفت وحکمت بھری گفتگو، محبت بھری ادائیں، دلفریب عنایتیں، مؤثر اور پُرمغز نصائح وہدایتیں، خلوص بھری شفقتیں، وہ سراپا انکسار، وہ رأفت و رحمت کا پیکرِ مجسم، محبین ومخلصین کے ہجوم میں گھرے ہوئے، "صحبتے با شیخ عبدالحقؒ" میں وہ کیف وسرور کی دلربا بہاریں وہ منبع علم وحلم، وہ پیکرِ جود وسخا، وہ دعاؤں کا مخزن، وہ غازیوں، شہیدوں اور مجاہدین کا پشتیبان، وہ شجاعت و عزیمت اور استقامت کا ہمالیہ، ۷ ستمبر کی ظہر کے بعد ہزار تلاش وجستجو کے بعد اس مادی اور فانی دنیا میں، اب ہم آئندہ کبھی بھی ان کی مجلسِ عرفانی اور صحبتِ روحانی میں حاضرِ خدمت نہیں ہو سکیں گے۔ ایسے ہی ایک صدمۂ جانکاہ پر مولانا سید سلیمان ندویؒ نے کہا تھا ؎

ہم سفر وادیٔ ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا ؂ شمع اس راہ میں اس کا رخ انور نہ ہوا
درد اُٹھ اُٹھ کے میرے دل میں ٹھہر جاتا ہے ؂ کیوں رگِ دل کی جگہ سینہ میں نشتر نہ ہوا
یہ تماشائے جہاں خواب ہے میں مانتا ہوں ؂ پر یہ کیوں خواب میرے واسطے شب بھر نہ ہوا

دل کو کیوں موردِ احساس بنایا یارب ؞ حسرت اس کی ہے کہ یہ دل ہُوا پتھر نہ ہُوا
حیف اس خون کی قسمت جو مژہ سے ٹپکے ؞ قطرۂ اشک ہُوا بادۂ احمر نہ ہُوا
دل میں بیٹھا ہو کوئی اس سے تسلی تو نہیں ؞ پردۂ دل میں جو ہے برسرِ منظر نہ ہُوا

کیا بتاؤں؟ اور کیسے بتایا جاسکتا ہے کہ حضرت قائدِ شریعتؒ کے انتقال کے بعد دنیا پہ کیا گذری؟ دل پہ کیا گزری؟ اہلِ دل پہ کیا گزری؟ صالحینِ امّت پہ کیا گزری؟ جب حضرت شیخؒ پر اجلِ مسمّٰی اور تقدیر کا فیصلہ غالب آگیا اس وقت کی آپ بیتی اور جگ بیتی اس وقت کا نقشہ وکیفیت اس وقت کی بے چینی واضطراب اور حزن و ملال کی دل گزار کیفیتیں کیسے بیان کی جاسکتی ہیں؟ یہ کوئی تحریر کی بات تو نہیں، تقریر کی بات بھی نہیں۔ یہ تو دلوں کی کیفیت ہے حروف اور نقوش سے بظاہر کوئی قلمی تصویر بن بھی جائے تو اس میں کیف و سرور کی مستی، عشق و محبّت کا ولولہ اور خلوص و للہیّت اور واقعیت کی رُوح کون ڈال سکے گا اور کسے تاب ہے کہ وہ اس کی جرأت بھی کرسکے ؎

گر مصوّر صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

مسجد شیخ الحدیثؒ (قدیم دارالعلوم حقانیہ) ہو یا دارالعلوم حقانیہ کا دارالحدیث اور دفترِ اہتمام، پاکستان کی پارلیمنٹ ہو یا ملکی سیاست کا خارزار، تحریک نظامِ مصطفیٰؐ ہو یا تحریکِ نفاذِ شریعت کا پلیٹ فارم، تحریک ختم نبوت کے معرکہ ہائے بلاخیز ہوں یا جہادِ افغانستان کے سنگلاخ مراحل دیوانگانِ شیخ عبدالحقؒ اور طلبگاران صحبتے با اہلِ حق" چند ساعتے با اولیاء" کی تمنا لے کر نکلتے تو حضرت شیخؒ کو کسی نہ کسی محاذ پر موجود پاتے، شرفِ دید سے مشرف ہوتے، مُرادوں کی جھولیاں بھرتے، دعاؤں کے تحائف وصول کرتے، قلب میں نورِ ایمان کی بہاریں اور شوق و محبّت کے گلزار لے کر پھر آئندہ کے اشتیاقِ دید سے معمور اور بامیدِ ملاقات رخصت ہوجاتے۔ رخصت اور آئندہ کے شوقِ وصال کی یہ کیفیتیں تحریر والفاظ کی تنگ دامانیوں میں کب ڈھالی جاسکتی ہیں ؎

دل پہ گزری جو واردات نہ پوچھ
ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

احقر خود بعد العصر حضرت اقدسؒ کی بارگاہِ علم وفضل میں کبھی حقائق السنن کے مسودات لے کر، کبھی ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر، کبھی شوقِ دید، ذوقِ استفادہ اور اشتیاقِ ملاقات کے جذبات لے کر حاضرِ خدمت ہوتا۔ دن بھر کی تھکن، ہمہ وقتی کام، ذہنی اور فکری مشقت، بدن کے تکاسل، نتیجۃً طبعی پژمردگی، غرض ازدیادِ کار کی وجہ سے چور چور ہوتا۔ مگر جب ایک محبّت بھرا تبسم اور ایک نیم باز نگاہِ شفقت حاصل ہوجاتی تو یوں محسوس ہوتا گویا نئی زندگی مل گئی ہے یا تنِ مردہ میں جان آگئی ہے ؎

تیری نوازشِ پنہاں کا لطف کیا جانے
وہ دل جو تیری نگاہوں کا پائمال نہیں

ڈانٹ ڈپٹ، بازپرس، خوردہ گیری اور غلطیوں پر انتباہ کے بجائے سراپا تشکر و امتنان اور بات بات پر ممنونیت کا اظہار ہوتا۔ ضعف و علالت، پیرانہ سالی، عوارض اور ہجوم امراض کے باوجود امالیٔ ترمذی پر توجہ، مسجد کی چٹائی پر گھنٹوں اسے سننے کے لیے بیٹھے رہتے۔ اصلاح، تجویز و ترمیم اور حذف و اضافہ میں فکری انہماک اور ہمت و استقامت اور عزیمت سے کام لیتے۔ یہ دیکھ کر ہمیں اپنی جوانی پر ندامت ہوتی، پست حوصلے جوان ہوتے، بے ہمتی کافور ہوتی، فکری

الجھاؤ ذہنی تعب اور جسمانی تکان مرتفع ہو جاتا۔ جب نمازِ مغرب حضرت شیخؒ کی معیت میں پڑھ کر مجلسِ شیخؒ سے دارالعلوم واپسی ہوتی تو ایسا محسوس ہوتا گویا کسی نے طاقت کا ٹیکہ اور فرحت و انبساط کا انجکشن لگا دیا ہے ؎

ہر چند پیرِ خستہ و دلِ ناتواں شدم
ہرگہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

واقف کار حضرات، حضرتِ شیخؒ کے خدام اور قریبی مخلصین و احباب دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ، جہادِ افغانستان کے محاذِ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین بھی عموماً عصر کے مبارک وقت کی تاڑ میں رہتے اور عملاً "صحبتے با اہلِ حق" سے مستفید اور لطف اندوز ہوتے۔ دشمن سے مقاتلہ، عزیمت اور شہادت کے عزائم، جہاد کے تسلسل، استقامت کے ارادے، موقف میں پختگی، شوقِ جہاد کے جذبات اور ایمان آفریں کیفیات سے مسرور ہوتے۔ اب انہیں یہ اضطراب ہے کہ روسی دشمن اور اپنے سے کئی گنا بڑھ کر ایک طاقت و عفریت کے مقابلہ میں ہمیں استقامت اور عزیمت کا درس کون دے گا؟ انابت الی اللہ، پرخلوص توجہ اور مستجاب دعاؤں سے اب ہماری پشت پناہی اور ڈھارس کون بندھوائے گا۔

حضرت شیخؒ بیمار ہوئے تو محبین و مخلصین، معتقدین و زائرین، مشائخ علماء، فضلاء اور عامۃ المسلمین، افغان قائدین، محاذِ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین کا حضرت شیخؒ سے ایک لمحہ صحبت، ایک نظرِ شفقت، ایک نگاہِ شوق اور ایک جھلک ذوقِ دید کی تحصیل اور تکمیل کے لیے خیبر ہسپتال پشاور کے بالائی احاطہ کمرہ نمبر ۳ کی طرف ایک تانتا بندھ گیا۔ اُدھر سے بھی معاملہ ایسا ہی تھا کوئی بندش نہیں، کوئی روک ٹوک نہیں، ڈاکٹروں کے ہزار منع کرنے کے باوجود دور دراز سے عیادت کے لیے آنے والے مخلصین و محبین اور عامۃ المسلمین کی دل شکنی گوارا نہیں۔ سب کو ملاقات کی اجازت ہے۔ جو چاہے جب چاہے وقت بے وقت اپنے قلب اور ذوقِ عشق کی انگیخت پر کمرہ نمبر ۳ میں پہنچ جائے۔ شدید علالت، عوارض و امراض، ضعف اور شدتِ تکلیف کے باوجود حضرت شیخ سے ملاقات ہوتی تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرتؒ آنے والوں کے لیے پہلے سے چشم براہ تھے۔

دھیمی، سلیس اور نستعلیقی گفتگو، محبت بھری ادائیں، شفقت اور پیار سے معمور نگاہیں، پرنور ارشادات اور فیوض و برکات اور سادہ و بے تکلف اطوار اور عادات سے یہ ترشح ہوتا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چاہنے والوں کے مطلوب نہیں طالب ہیں، محبوب نہیں محب ہیں، مخدوم نہیں خادم ہیں۔ مراد نہیں مرید ہیں اور کسی بھی دیکھنے والے کو یہ تاثر لینے میں قدرے بھی تامل کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ حضرت شیخؒ شدید بیماری کی تکالیف کے باوجود اپنے چاہنے والوں پر دل و جان سے نچھاور ہو رہے ہیں۔ صحبتِ شیخؒ کی ایک ایک ادا، نگاہِ شفقت کا سحر انگیز التفات، اس محبت اور حکمت بھرے لہجے کا محبوبانہ اتار چڑھاؤ، کس پہلو کو لیا جائے اور کیا بتایا جائے۔

؏ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور خدام جب ہسپتال میں حاضرِ خدمت ہوتے تو ارشاد فرماتے۔ "اپنے کام میں لگے رہو۔ دارالعلوم کا کام اور اس کی خدمت یہی سب کچھ ہے۔" ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ گفتگو نرم، متانت اور محبت بھرے لہجے میں ہوتی۔ حضرت یہ چاہتے تھے کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ ہسپتال میں کم آئیں۔ آنے جانے اور بسوں اور ویگنوں میں اُترنے بیٹھنے اور سفر کی زحمت برداشت نہ کریں اور اگر کبھی لامحالہ آنا بھی چاہیں تو ایسے اوقات میں تشریف لائیں کہ دارالعاوم کے کام اور اس کے تعلیمی نظام میں حرج نہ ہو۔ حضرتؒ یہ بات ان سے کہنا بھی چاہتے تھے مگر اشارۃً و کنایۃً، صراحۃً کہنے سے اس لیے اجتناب فرماتے رہے کہ ان کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میرے اس کہنے سے کہیں ان کے دل نہ ٹوٹنے پائیں۔

محرم الحرام ۱۴۰۹ھ کی چوبیسویں تاریخ تھی۔ ظہر کی نماز دارالعلوم میں پڑھی۔ برادرم مولانا قاری محمد رمضان صاحب

کو ساتھ لیا۔ عصر کی نماز جی ٹی ایس اڈہ پشاور کی جامع مسجد میں ادا کی اور پون گھنٹہ بعد ہم لوگ خیبر ہسپتال پشاور کے مین دروازے پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھے۔ خلافِ معمول باوردی پولیس لوگوں کو اندر جانے سے روک رہی تھی۔ چند لمحوں میں لوگوں کا گیٹ پر ایک جم غفیر جمع ہو گیا ہمیں بھی روک دیا گیا۔ کسی صاحب نے بتایا کہ صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ جناب ریٹائرڈ جنرل فضل حق صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی عیادت کے لیے آ رہے ہیں۔ ان کی آمد پر یہ حفاظتی تدابیر اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے تو دیکھا کہ ہسپتال کے دروازے پر علماء، طلباء، افغان مجاہدین متشرع اور دین دار لوگوں کی بھی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لوگ بھی ہماری طرح حضرت شیخؒ کی عیادت اور ملاقات کے لیے اندر جانا چاہتے ہیں۔ وزیرِ اعلیٰ کوئی ایک گھنٹہ ہسپتال میں رہنے کے بعد جب واپس ہوئے تو لوگوں کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اس سے قبل گذشتہ سال جب سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں احقر حضرت شیخؒ کی عیادت کے لیے حاضرِ خدمت ہوا تھا تو میری حاضری سے چند لمحے قبل اُس وقت کے وزیرِ اعظم جناب محمد خان جونیجو حضرت شیخؒ کی عیادت کر کے واپس جا رہے تھے۔ وہاں بھی یہی صورتحال پیش آئی تھی۔ یہ بھی ایک گونہ اسی نوعیت کا گویا دوسرا چانس تھا۔ بہرحال ہم لوگ بھی مختلف گیلریوں سے ہوتے ہوئے حضرت اقدسؒ کی قیامگاہ کمرہ نمبر ۳ میں پہنچ گئے۔ حضرت شیخؒ کے محبین و مخلصین کی ایک جماعت بنوں سے آئے ہوئے علماء اور افغانستان کے محاذِ جنگ سے آتے ہوئے ایک کماندان تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی اپنی جماعتِ مجاہدین کے ہمراہ ہمارے ساتھ اسی کمرہ میں حضرتِ شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

⁂

ہم لوگ کمرہ میں داخل ہوئے تو سامنے چہرۂ اقدس پر نظر پڑی۔ ضعف و علالت اور بیماری کے باوجود معمول کی نورانی صورت کی رونق میں اضافہ تھا۔ احقر بار بار جب حضرتؒ دوسری طرف متوجہ ہوتے، اشتیاق و محبت کے جذبات سے بے قرار نظروں سے جی بھر کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ہر بار یوں محسوس ہوتا کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے اُترا آیا ہے۔ اپنی طبعی افتاد، اخلاق و تواضع اور ایک عظیم علمی و دینی سیاسی و ملی اور روحانی عظمت و مقام کے باوصف عجز و انکسار کی وجہ سے پہلے سے کئی گن بڑھ کر محبوبیت اور شرافت ان کی پیشانی سے جھلکتی بلکہ اُبلتی نظر آتی تھی۔

احقر نے حضرت شیخؒ سے اضیاف کا تعارف کرایا۔ افغان مجاہدین کے وفد کے سربراہ اور تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی دعائیں، آپ کی توجہ اور آپ کا وجودِ مسعود ہمارے لیے پناہ گاہ ہے۔ ہم کل سے محاذِ جنگ پر جا رہے ہیں۔ گو کہ آپ کی علالت اور شدتِ تکلیف کا ہمیں احساس بھی ہے۔ ہم صرف دُعا کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں۔ افغان مجاہدین کا نام سُنتے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ سنبھل گئے۔ محاذِ جنگ کی رپورٹ دریافت فرمائی۔ تازہ ترین صورتِ حال پر بحث فرماتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات جو عملاً جہادِ افغانستان میں رُوسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ یہ آپ کی شرافت، نجابت، کامیابی اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ مجاہدین کی درخواست پر بڑے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ ان کے لیے دُعا کی۔ آج بھی حسبِ معمول جذبۂ جہاد کا نُور ان کی ہر ادا اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔ تحریر اس کی متحمل نہیں ورنہ اس تصور سے حضرت شیخؒ کے علمی و دینی اور قومی و ملکی خدمات کی طرح آٹھ دس سال سے جہادِ افغانستان کے پہلو سے بھی ان کی زندگی ایک کھُلے ہوئے صحیفے کی طرح سامنے آ گئی ہے جس کا ہر صفحہ نورانی اور ہر ورق زرین ہے۔

مجاہدین کو رخصت کرنے کے لیے چارپائی سے اٹھنا چاہا مگر ضعف و علالت کے پیشِ نظر مجاہدین کے اصرار پر بیٹھے بیٹھے سب سے معانقہ اور مصافحہ کرتے رہے اور اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ مسنون دعا کے ساتھ سب کو رخصت کرتے رہے۔

بنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تھے۔ انہیں بھی حضرت شیخؒ نے بڑے

تلطف، شفقت، محبتوں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا دہ بھی رخصت ہو گئے تو احقر حضرت شیخؒ کے ساتھ ان کی چارپائی کے پائنتی بیٹھ کر ان کے استفسار پر دارالعلوم کے حالات، اسباق، اساتذۂ کرام کے تسلیمات، طلباء دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کی تیاریاں اور امتحانی کمیٹی کی کارکردگی کی اجمالی رپورٹ سُنائی۔ حضرت بڑے متوجہ رہے پھر از خود دریافت فرمایا کہ کل ضلع صوابی کا دورہ کیسے رہا؟ دراصل کل کی بات یہ تھی کہ ضلع صوابی کے علماء اور جمعیۃ علماءِ اسلام کے کارکنوں نے قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کے لیے ضلع صوابی میں علماء کی میٹنگ رکھی تھی اور صوابی سے ۲۰-۲۵ میل آگے گدون میں جلسۂ عام کا پروگرام تھا۔ احقر نے تفصیل سے صورتِ حال عرض کر دی۔ لوگوں کا دین سے لگاؤ، والہانہ استقبال، جمعیۃ کے موقف سے وابستگی، نفاذِ شریعت اور غلبۂ اسلام کے لیے مولانا سمیع الحق سے تعاون کے جذبات تفصیل سے عرض کیے تو بہت مسرور ہوئے۔ چہرۂ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کس کس نے تقریریں کیں اور کیا کیا کہا؟ احقر نے اپنی یادداشت کی حد تک سب حضرات کی تقریروں کے خلاصے سنا دیے تو مسکراتے ہوئے پھر ارشاد فرمایا۔ آپ کی تقریر کا موضوع اور مضمون کیا تھا؟ کیا عرض کرتا جھجک کر رہ گیا۔ براہِ راست حضرت شیخ الحدیثؒ سے دریافت کرنے کی جرأت تو نہ ہو سکی۔ احقر نے محمد یوسف شاہ سے ’جو وزیر اعلیٰ کی حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت موجود تھے‘ دریافت کیا۔ شاہ جی! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائے تھے؟ عیادت کی ہو گی اور کوئی خاص بات بھی ہوئی کہ نہیں؟ وہ کہنے لگے۔ ہاں وزیر اعلیٰ صاحب آئے تو انہوں نے حضرت سے بڑی معذرت کی۔ حضرت شیخؒ کے ساتھ چارپائی پر پائنتی پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے حضرت! خدا گواہ ہے مجھے آپ کی بیماری اور ہسپتال میں داخلے کا کوئی علم نہیں تھا۔ آج اتفاقاً مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت بیمار ہیں اور ہسپتال میں ہیں تو مجھے بہت قلق ہوا۔ آپ سے میری جو عقیدت، محبت اور اعتماد ہے بغیر کسی تصنع اور ریا کے عرض کرتا ہوں کہ اس کے پیشِ نظر چاہیے تھا کہ میں اب تک کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوتا۔ چونکہ مجھے علم نہیں تھا اس لیے میں عفو چاہتا ہوں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان سے فرمایا....

شاہ جی کی یہ بات ابھی جاری تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج وزیر اعلیٰ کی آمد کے موقع پر ان سے صاف کہہ دیا کہ مرحوم صدر ضیاء الحق ملک میں نفاذِ شریعت کا مقصد حاصل نہ کر سکے مگر اب یہ ساری ذمہ داری ان کے قریبی رفقاء پر بالخصوص آپ پر آ گئی ہے کہ آپ ان کے معتمد اور قریب ترین ساتھی تھے۔ آپ نے اپنے نام کی بھی لاج رکھنی ہو گی کہ تمہارا نام ”فضل حق“ ہے۔ اس کے معنی اور مفہوم بھی قابلِ لحاظ ہے۔ اپنی ترجیحات میں سب سے پہلا کام نفاذِ شریعت کا بناؤ۔ دوسری بات جو وقت کی اہم ضرورت اور قومی، ملکی اور ملی اعتبار سے بہت اہم ہے وہ جہادِ افغانستان کی بھرپور حمایت ہے۔ صوبہ سرحد اس اعتبار سے ایک نازک اور حساس مقام پر ہے۔ آپ نے افغان مجاہدین کی سرپرستی، تعاون اور ان کی حمایت کا بھی پورا پورا خیال رکھنا ہو گا۔ جب آپ ان دونوں باتوں کو اصولی طور پر اولیت دیں گے تو خداوند تعالیٰ کی مدد بھی تمہارے ساتھ شاملِ حال ہو گی۔

نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور دو ایک منٹ اس پر مزید بھی گذر گئے تھے۔ حضرتِ اقدس کے ارشادات میں در آنے کی جرأت کون کر سکتا تھا۔ جب بات مکمل فرمالی تو بتایا گیا کہ حضرت! نماز کا وقت ہو چکا ہے اور دو منٹ زائد بھی گزر چکے ہیں۔ یکایک چونک پڑے، سنبھل گئے، نمازِ باجماعت کا حکم فرمایا۔ احقر نے تکبیر کہی۔ مولانا قاری محمد رمضان صاحب نے امامت کی۔ حضرت شیخؒ چارپائی پر بیٹھ کر نماز میں شریک رہے۔ ہم نے ان کے محاذات میں نماز کی صف بنالی تھی۔ میرا کاندھا حضرت شیخؒ کے کاندھے کے ساتھ ملا ہوا تھا اور بالکل منظر وہی تھا کہ ع ولا یسما یوماً بدارة جلجل

سنتیں پڑھ لی گئیں تو دروازہ پر دستک ہوئی۔ خود حضرت اقدسؒ متوجہ ہوئے، ارشاد فرمایا۔ دیکھو مہمان ہوں گے۔ دروازہ کھولا گیا تو ڈاکٹروں کا ایک وفد تھا، ہر ایک ملتا اور اپنا اپنا تعارف کراتا رہا۔ آخر میں سب نے عرض کیا۔ حضرت ہمیں آپ کی علالت کا اس سے پہلے علم نہیں تھا۔ آج معلوم ہوا تو حاضر خدمت ہو گئے ہیں۔ ہمارے لائق کوئی خدمت اور کسی قسم کا کار لائق ہو، ہم بہر صورت تیار اور دعاؤں کے خواستگار ہیں۔ حضرت شیخؒ نے انہیں جوانی میں عمل صالح کی ترغیب دی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ جب وہ رخصت ہوئے تو ہمارے لیے محمد یوسف شاہ سے چائے کا کہا۔ جب تک ہم چائے سے فارغ نہیں ہوئے تھے بار بار دریافت فرماتے رہے کہ انہیں چائے دی گئی ہے یا نہیں اور اب رخصت ہونے لگے کہ انہیں چائے دی گئی ہے یا نہیں اور جب رخصت ہونے لگے تو بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ دعا فرمائی۔ حاضر دماغی، فکری قوتوں کی بیداری اور کمال شفقت وعنایت اس درجہ کہ میرے بعض مشاغل کا نام لے لے کر ان کی تکمیل کی دعا فرماتے رہے، مصافحہ کرتے اور ہمارے کمرہ کے دروازہ سے نکلتے وقت تک زبان مبارک پر دعاؤں کا ورد تھا کہ وہ سراپا مجسمۂ دعا ہی تھے ؎

عمر گزری ہے تیرے دربار میں آتے ہوئے
گڑگڑاتے مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے

واحسرتاہ! کیا خبر کہ اس کے بعد پھر حین حیات حضرت شیخؒ کی زیارت و ملاقات کا موقع نہ مل سکے گا بلکہ بیماری بھی حضرتؒ کی عام معمول کی بیماری تھی۔ یہ تو وہم وگمان اور تصور میں بھی نہیں آتا تھا کہ ہماری اب کے بار حضرت شیخؒ کی خدمت میں گویا آخری بار کی حاضری ہے اور "صحبتے با اہل حق"[لہ] کا ایک عظیم باب یہاں ختم ہو رہا ہے ؎

حیف در چشم زدن، صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

دارالعلوم میں عصر کی نماز پڑھ کر چھ سال سے "مسجد شیخ الحدیثؒ" میں "صحبتے با اہل حق" کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی طبیعت بن گئی تھی یا صبح گیارہ بجے دفتر اہتمام میں حضرت شیخؒ کے ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تو اس طرح دل بے تاب کو نظر شفقت اور نگاہِ دلنواز سے قرار حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ یہ عادت تھی۔ یہ روزانہ کا معمول تھا اور یہی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی .... اور اب بھی ہے مگر پہلے سے مختلف، ۷ر ستمبر سے پہلے جب صحبتِ شیخؒ میں حاضری کے لیے قدم اٹھتے تھے تو کتنا اشتیاق ہوتا تھا۔ کیا قوی اور کامل یقین کہ دکان معرفت اور مکتبِ علم و عرفان کھلا ہوا ہے۔ مطب روحانی گرم ہے۔ ہم بیماروں کے جاتے اور پہنچتے ہی مرہم شفا ہاتھ میں ہوگا۔ ہر درد کی دوا، ہر فکر و غم سے تشفی، ہر رنج و اندوہ سے نجات کا سامان" ——— مگر اب کی حاضری کی رُت بدلی ہوئی ہے۔ آج قسمت پلٹی ہوئی ہے وہ دکانِ معرفت اور مکتب علم و عرفاں بند، مطب روحانی اجاڑ، شفا کے بجائے حسرتِ شفا، دوا کی جگہ دوا کی یاد اور مکین کے عوض صرف مکان، خوشگوار یادوں، صحبتے با اہل حق کے افادات اور ملفوظات کا محفوظ رہ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

[لہ] "صحبتے با اہل حق" کے عنوان سے اب تک کے شائع شدہ مسودات کو کتابی ترتیب دے کر مستقل کتاب کی صورت میں شائع کرنے کے پیشِ نظر کتابت کے مراحل مکمل کر کے قریبی ایام میں منظرِ عام پہ آ چکی ہے۔
علاوہ ازیں حضرت شیخؒ کے مختلف مجالس کے افادات جو وقتاً فوقتاً نوٹ ہوتے رہے اسی عنوان کے تحت آئندہ بھی الحق میں شائع ہوتے رہیں گے ان شاء اللہ۔

اور اب گذشتہ صحبتوں کی حسرتیں مٹانے، پرانی عادت نبھانے اور تسکینِ قلب کا سامان بنانے کے لیے حاضری ہوتی ہے تو مزار پہ، اور مزار؟ آہ مزار! نہ کوئی بلند گنبد، نہ کوئی کلس وار قبہ، نہ چارداری نہ آستانہ، نہ جنگلہ نہ کٹہرا، نہ پھول نہ چادر، صدر مملکت جناب غلام اسحٰق خان، بعض گورنروں، مرکزی اور صوبائی وزیروں، بعض علاقائی، ملکی اور قومی تنظیموں کی طرف سے اعترافِ خدمات اور قومی اعزاز کے طور پر جو پھولوں کی چادریں چڑھا بھی دی گئی تھیں تو وہ بھی مولانا سمیع الحق نے اُتروا دیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت اور صحابہ کرامؓ کے تعامل میں اس کا ثبوت نہیں۔

بس ایک درمیانی درجے کی وسعت کا قبرستان، جانبِ شمال میں تقریباً ڈھائی سو طلبہ کے حفظ و تجوید کی پُرفضا اور پُرانوار عمارت، تقریباً وسطِ قبرستان میں معمولی سے رقبہ پر ایک سادہ سی قبر اور وہی اللہ کے اس شیر کی آرام گاہ، نہ سنگ مرمر نہ کمرہ نہ چھت صرف آسمان کی کھلی ہوئی چھت کے نیچے ایک نیچی سی کچی تربت[1] سادگی کی تصویر اور صاحبِ قبر کی بے نفسی کا آئینہ، نہ لوح نہ کتبہ، چند قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق میں حضرت شیخؒ کی رفیقۂ حیات آرام فرما ہیں اور جانبِ مغرب میں دارالعلوم کے بے لوث خادم، حضرت شیخؒ کی زندگی میں ان کے بزم و رزم کے رفیق باختصاص دارالعلوم کے مرحوم ناظم اعلیٰ، مولانا سلطان محمود، دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے قدیم ارکان جناب الحاج غلام محمد مرحوم، جناب الحاج حافظ نور بادشاہ مرحوم پیشوائی کے شوق میں پہلے ہی سے پہنچے ہوئے۔ سادگی اور بے کسی میں حضرتؒ خود کو اپنے توسلین سے پیچھے رکھتے تھے۔ اب کی ان حاضریوں میں تصور کی آنکھ کیا کیا دیکھتی ہے۔ تخیل کے کانوں میں آوازیں آتی ہیں۔ کوئی کہے بھی تو کس زبان سے

ع ایں حدیثے را بیان دیگر است

اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ سے بارہا امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، محدثِ جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی آخری آرام گاہوں پر حاضری کے وقت وہاں کے حالات اور کیفیات سُنتے تھے بس کہنا چاہیے کہ یہاں بعینہٖ وہی دیکھنے میں آئے۔ وہی نقشہ یہاں بھی ہو بہو موجود۔ وہی سوزش، وہی شورش، وہی سکینت، وہی ٹھنڈک، وہی ہیبت وہی جلال وہی انس اور وہی جمال۔

اور اب جب حاضری ہوتی ہے تو دل کو نہ ختم ہونے والی داستان مسلسل ستاتی رہتی ہے۔ یوں آنا ہوتا تھا، یہاں بیٹھنا ہوتا تھا، یہ ارشادات ہوتے تھے۔ اس طرح کی شفقتیں ہوتی تھیں۔ کیا کیا سُننے میں اور کیا کیا دیکھنے میں آتا تھا۔
آہ! تُو کیا تیرا بندہ بھی فانی تھا؟ بے شک موت و فنا تو اس نامور خادم کے نامور آقا تک کے لیے مقدر کر دی گئی تھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۱۴۴)
اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے قبل اور بھی رسول گذر چکے ہیں۔
یہ ایک آیت امت کی تسلی اور تعزیت کی کیسی پوری دُنیا کی دُنیا اپنے اندر آباد رکھتی ہے۔

---

[1] گویا حضرت شیخؒ کی قبر بھی وعظ و نصیحت ہے اور بعد از مرگ بھی حضرتؒ یہ دینی مسئلہ بتلا رہے ہیں ؎

کون کہتا ہے یہاں پھول چڑھاتے جانا   کون کہتا ہے یہاں شمع جلاتے جانا
سر اخلاص سے اے ناز سے جلنے والے   میری تربت پہ ذرا ہاتھ اٹھاتے جانا

ECONOMY. VARIETY. QUALITY. All under one roof.

COOKING OIL
JELLY
ATTA
BISON

☎

H.O Islamabad	214225 - 30, 213069
Abbottabad	4389
Faisalabad	30455
Gujranwala	54204
Hyderabad	42361
Islamabad	410146 - 410147- 415019 - 418168
Karachi	293862 - 290434
Lahore	878559
Multan	72482
Peshawar	75477- 812357
Quetta	44306
Rawalpindi	415013
Sargodah	63325 - 64932
Sukkur	50830

Economy and quality - everytime

UTILITY STORES

UTILITY STORES

CORPORATION OF PAKISTAN (PVT.) LTD.

MPL

قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق صاحبؒ کا

سفرِ آخرت

جب ماہتابِ علم و فضیلت اور آفتابِ رشد و ہدایت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا

از مولانا عبد القیوم حقانی، رفیق مؤتمر المصنفین واستاذ دار العلوم حقانیہ

۷ ستمبر ۸۸ء بروز بدھ بیس منٹ کم دو بجے پوری پون صدی کی تابناکی اور تابندگی کے بعد ماہتاب علم و فضیلت اور آفتاب رشد و ہدایت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا، یعنی قائد شریعت، استاذ العلماء، محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحبؒ پورے عالم کو سوگوار چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تقریباً ڈھائی بجے کے قریب دار العلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں حضرت قائدِ شریعت شیخ الحدیثؒ کے انتقال پر ملال اور سانحہ ارتحال کی یہ اطلاع پہنچی تو اس خبر وحشت اثر سے سب دم بخود رہ گئے، کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعۃً بھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راہیِ دار البقاء ہوگئے ہیں۔ اِدھر ریڈیو پاکستان نے تین بجے کے خبرنامہ میں حضرتؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر نشر کردی تو قرب و جوار، صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع، ملک بھر کے دور دراز علاقوں، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے مختلف مقامات سے بذریعہ ٹیلیفون خبر کی تصدیق اور نماز جنازہ کا وقت معلوم کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو رات گئے تک جاری رہا۔ عام لوگ اکوڑہ شہر، نوشہرہ، شیدو، جہانگیرا، پشاور اور گرد و نواح کے ملحقات سے تحقیق حال کے لیے وحشت اور سراسیمگی، دیوانہ وار اور بدحواسی کے عالم میں مضطربانہ انداز میں بھاگے بھاگے دار العلوم پہنچنے لگے۔ جو شخص جس حال میں تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ ریڈیو پاکستان کے پانچ بجے کے خبرنامہ سے جب لوگوں کو اس خبر کی مزید تصدیق ہوگئی اور ادھر دفتر اہتمام سے بھی فون پر معلومات کرنے والوں کو صورتحال سے آگاہ کیا جاتا رہا، تو اس اندوہناک حادثہ کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ علمی و دینی حلقوں، علماء و مشائخ، دار العلوم کے فضلاء، دینی مدارس کے اساتذہ و طلباء، محاذ جنگ کے افغان مجاہدین اور پاکستان میں افغان مہاجرین اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلقین و مخلصین اور عامۃ المسلمین کے مکانات ماتم کدوں میں تبدیل ہوگئے۔ ہر شخص کے چہرے پر حزن و ملال اور رنج و غم کے آثار ہویدا تھے۔ دار العلوم میں لوگوں کا انبوہ اور جم غفیر جمع ہوگیا، ہزاروں آنکھوں سے اشکہائے غم ٹپکنے لگے۔

اس سے قبل جب سوا تین بجے حضرت شیخ الحدیثؒ کا جسدِ اقدس خیبر ہسپتال پشاور سے بذریعہ ایمبولینس دار العلوم لایا گیا تو طلبہ و اساتذہ اور حاضرین اپنے گریہ و بکا کو ضبط نہ کرسکے، غم و اندوہ کے اظہار اور اپنے آنسوؤں پر کسی کو اختیار نہیں رہا تھا، صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے۔ بے اختیار رونا سب کا حال بن چکا تھا، سب ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد ایمبولینس حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنے آبائی گھر کی طرف روانہ ہوگئی جہاں مرحوم و مغفور نے اپنی زندگی کی ۸۷ بہاریں گذاری تھیں، دس پندرہ منٹ تک مرحوم کے جسدِ خاکی کو ان کے آبائی گھر رکھا گیا۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت اقدس کا جسدِ مقدس دار العلوم لایا گیا، حزن و ملال اور حیرت و سکتہ کی وہی کیفیت سب پر طاری تھی۔ طلباء اور چھوٹے بچوں کے پھولوں کی طرح شگفتہ چہرے کملا گئے، ایسا معلوم ہونے لگا کہ آج مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کے شفیق باپ کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ سب یتیم رہ گئے ہیں، ان کی تمام مسرتیں چھین لی گئی ہیں۔

فضا میں ایک عجیب کیفیت اور وحشتناک حالت طاری ہوگئی تھی۔ یاس و ارمان، رنج و اندوہ اور حسرت و افسوس کا اندھیرا چھا گیا تھا جس نے دلوں کے جذبات اور باطنی احساسات کو اور زیادہ گہرا کردیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اقدسؒ کے عزیز و اقارب، نسبی ابناء، دار العلوم کے طلبہ و اساتذہ، روحانی فضلاء و ابناء، افغان مجاہدین و مہاجرین اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پورے ملک اور عالمِ انسانی کا سرمایۂ سکون و طمانیت لُٹ گیا ہے۔ حضرتؒ کے جسدِ اقدس کو دار الحدیث میں رکھ دیا گیا اور لوگ ایک نظر دیکھنے کے لیے دیوانہ وار اُبل پڑے، نظم و ضبط کا قائم رکھنا ناممکن ہوگیا، عصر تک یہی عالم رہا یوں محسوس ہوتا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ سوگوار ہے ؎

جس کو دیکھو ہوش گم، فریاد بر لب اشک ریز
جس کو دیکھو مضطرب، بے چین و مضطر، بے قرار
جس کو دیکھو ہے جگر مجروح داغِ سوز و گداز
جس کو دیکھو کرب و حرمانِ یاس و حسرت کا شکار

دارالعلوم کے مشائخ اور اساتذہ کا ہنگامی اجلاس

ادھر دارالعلوم کے مشائخ اور اساتذۂ کرام کا اجلاس ہوا، سب کے دل غم واندوہ سے معمور تھے، آنکھیں اشکبار تھیں، مگر قدرت کا جو فیصلہ تھا اسے سب کو بہ رضا ورغبت قبول کرنا ہی تھا۔ بڑے صبر وتحمل، بُردباری، حوصلہ اور عزیمت کے ساتھ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے اساتذہ کرام نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کے انتظامات، وقت اور جنازہ گاہ کا تعین، دور دراز سے آنے والے افراد کی راہنمائی، ضروریات کی فراہمی، پانی اور بجلی کا انتظام، حسب ضرورت شامیانوں کا اہتمام، ازدحام میں جنازہ کی حفاظت اور اس سلسلہ کے اہم انتظامی امور کا فیصلہ کیا گیا، دارالعلوم کے اساتذہ کی نگرانی میں متعدد جماعتیں تشکیل دی گئیں اور کام تقسیم کر دیئے گئے۔

حضرتؒ کے چاروں صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ، پروفیسر محمود الحق اور جناب اظہار الحق صاحبان غم سے نڈھال تھے تاہم صبر وعزیمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ لوگ دارالحدیث میں حضرت اقدسؒ کا آخری دیدار کرتے اور دفترِ اہتمام میں حضرتؒ کے صاحبزادوں سے اپنی یتیمی وبیکسی اور ان کے ساتھ غم میں برابر کی شرکت کا اظہار کرتے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اساتذہ کرام کے انتظامی امور کی باہمی مشاورت اور فیصلوں کو بڑی توجہ سے سنا اور اپنی گرانقدر تجاویز اور مشورے بھی دیئے۔ نمازِ عصر کے قریب تقریباً ساڑھے پانچ بجے حضرتؒ کے جسدِ اطہر کو مولانا سمیع الحق مدظلہ کے گھر لے جایا گیا جہاں حضرتؒ کے تمام عزیز واقارب، خواتین اور خاندان کے افراد جمع تھے جو حضرتؒ کی آخری ملاقات کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

احقر دو روز قبل پانچ دن کے ارادہ سے اپنے آبائی گاؤں (چودھوان ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان) جا چکا تھا، ابھی دو راتیں ہی گذری تھیں کہ طبیعت بیقرار ہو گئی، بدھ کی رات کو والدہ سے اجازت لی اور صبح ڈیرہ اسمٰعیل خان کے راستے کلاچی کے لیے روانہ ہو گیا، خیال تھا کہ ایک رات وہاں گذار لوں گا اپنے اساتذہ کی زیارت وملاقات بھی ہو جائے گی اور کچھ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قرابت وصلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

ڈیرہ پہنچا تو یہ ارادہ بھی بدل گیا، یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی یا عین حیات ان کی توجہ وعنایت کی برکتیں کہ وہاں سے بغیر کسی تاخیر کے سیدھا اکوڑہ خٹک کے لیے روانہ ہوا، کوئی سوا تین بجے تھے کہ فلائنگ کوچ نے دارالعلوم کے سامنے اتار دیا، ایک طالبعلم کی نظر پڑی تو وہ دوڑ کر بھاگا بھاگا آیا، بیگ ہاتھ سے لے لیا اور بڑی حسرت وافسوس بھرائے ہوئے لہجے اور اشکبار آنکھوں سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتقال کی خبر سنائی تو زمین پاؤں تلے سے نکل گئی، ہوش گم، حواس میں تعطل، مگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور جلد دارالعلوم پہنچا۔

بہر حال جب عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جسدِ اقدس کو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے گھر لے جایا گیا تو وہاں بھی وہی اژدہام اور ہجوم، برقع پوش خواتین اپنے روحانی باپ، اپنے عظیم محسن، پیر ومرشد، قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار اور ان کی وفات کو اپنے لیے ایک عظیم حادثہ یقین کرتے ہوئے آ جا رہی تھیں، کوئی سسکتی جا رہی تھی تو کوئی ہچکیاں لیتی ہوئی آ رہی تھی۔

غسل اور تکفین کا اہتمام

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ اور صاحبزادہ مولانا انوارالحق مدظلہ کی سرپرستی میں دارالعلوم کے مشائخ اور اکابر اساتذہ نے تعلیماتِ نبویؐ اور ایک ایک سنتِ رسولؐ کو ملحوظ رکھ کر مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے داماد جناب شفیق الدین فاروقی کے گھر میں غسل اور تکفین کا اہتمام کیا۔ میری خوش نصیبی تھی اور تقدیر کی موافقت کہ بغیر کسی پہلے سے پروگرام کے ڈیرہ اسمٰعیلخان کے دور دراز علاقوں سے اٹھا کر حضرت اقدسؒ کے آخری دیدار، غسل اور تکفین اور نمازِ جنازہ اور اس سلسلہ میں قدرے خدمت میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع مرحمت فرمایا گیا۔

غسل کے عملِ سعادت میں جناب مولانا عبدالجمیل فاضلِ دیوبند جن کا حضرتؒ کے ننھیال سے تعلق ہے اور حضرتؒ کے خاص خدام میں سے ہیں، مولانا قاضی انوارالدین صاحب اکوڑوی، دارالعلوم کے اساتذہ سے شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیروی، حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، حضرت مولانا اسید اللہ صاحب، حضرت مولانا سیف اللہ صاحب، مولانا قاری عمر علی صاحب، پروفیسر محمود الحق صاحب اور جناب اظہار الحق صاحب، مولانا محمد ابراہیم فانی اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی شریک ہوئے۔

ادھر رات گئے تک ہزاروں افراد دارالعلوم پہنچ گئے تھے، دارالعلوم کی جامع مسجد، درسگاہوں، برآمدوں، مختلف احاطوں اور اطراف کے چمنوں (پارکوں) کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگدامنی کی شکایت رہی۔ مسجد و مدرسہ اور اطراف، جہاں بھی جو موجود تھا تلاوتِ قرآن کریم، ذکر اور دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کر رہا تھا۔ غرض جدھر بھی نظر پڑتی تھی ایک دوسرے سے گلے مل کر اور رو کر دل کے ارمان نکال رہے تھے اور روتے روتے ایک دوسرے کو تسلیاں بھی دیتے تھے۔

قرآنِ کریم کی یہ آیتِ کریمہ بار بار پڑھی تھی، اس کا ترجمہ پڑھا بھی تھا اور بار ہا پڑھایا بھی تھا مگر اس کا صحیح مفہوم اور تعبیر پہلی بار حضرت قائدِ شریعت شیخ الحدیثؒ کے جنازہ میں سمجھ آئی کہ:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں
سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۔	نے اچھے کام کیے اللہ ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔

یوں تو اہل ایمان، صالحینِ امت اور عاشقانِ رسول بہت سے دینی اور دنیوی اکرام اور انعام سے نوازے ہی جاتے ہیں مگر کبھی کبھی کارکنانِ قضا وقدر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں ان کے مناسب حال ایک مہتم بالشان فیضانِ دلوں کا انتظام بھی ظہور میں لاتے ہیں، جسے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں لفظ "وُدًّا" سے

کیا گیا ہے جو محبت کا فردِ کامل ہے۔ یہ مقامِ محبت و اُلفت اور مقامِ تسلیم و اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے مخصوص بندوں کے لیے انعاماً اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ ہر طرف سے خدا تعالیٰ کی محبت میں مر مٹنے والے کے لیے جنت ہی جنت کی پکار ہوتی ہے۔ اس انعامی اور اجتبائی محبت کے مقام کا خصوصی وقت کون سا ہے؟ قرآنِ حکیم میں اس کو مقامِ بشریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تتنزل علیهم الملئکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔ (ترجمہ) "ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا"۔

اور مقامِ بشریٰ کا ظہور تین موقعوں پر ہوتا ہے۔ امام وکیع بن الجراحؒ نے اس پر تصریح کی ہے کہ:۔

البشریٰ تکون فی ثلث مواطن عند الموت و فی القبر و عند البعث	"بشریٰ" کا اظہار تین مقام پر ہوتا ہے۔ موت کے وقت، قبر میں، اور قیامت کے روز۔

اپنے اساتذہ سے بارہا سنا ہے کہ صالحین کی زبان سے مدح خدا تعالیٰ کی جانب سے مدح ہے، ان کا اظہارِ مذمت خداوندی مذمت کا مظہر ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ سامنے آیا، حضرات صحابہ کرامؓ نے اس میت کی تعریف کی، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بس اللہ کا یہی فیصلہ ہے (کہ یہ صالح اور جنتی ہے) پھر ایک دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ کرامؓ نے اس میت کے خلاف کلمات بولے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے (تمہاری گواہی کے مطابق عتابِ الٰہی اور ناراضگی کا سزاوار ہوگا) اس کے بعد صحابہ کرامؓ سے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

انتم شهد الله فی الارض	تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

یہ تو حضرات صحابہ کرامؓ کو خطاب ہے اور ایک دوسری روایت میں:۔

المومنون شهداء الله فی الارض	کہ مومنین زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

کے الفاظ منقول ہیں۔

صلحاءِ اُمت کی موت

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف صحابہ کرامؓ کی تعیین نہیں بلکہ اہلِ صلاح اور صالحینِ امت بھی اس کا مصداق ہیں۔ پھر اسے صرف ایک اعتقادی چیز بنا کے نہیں رکھا گیا بلکہ صلحاءِ اُمت کی موت اور ان کی زندگی کے حالات اس کے واقعاتی شاہد بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کے وصال اور سانحۂ ارتحال کے موقع پر اہلِ ایمان کے قلوب میں ایسا ہیجان اور محبت اور اضطراب ڈال دیا جاتا ہے جس سے دنیا میں فزعِ اکبر کا نمونہ قائم ہو جاتا ہے، بالخصوص جب سانحۂ ارتحال قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیث جیسی خدا پرست شخصیت کا پیش آجائے۔ جس کی ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسولؐ میں گذری ہو، جس نے انسان تو انسان دانستہ طور پر کسی ذی روح تک کو اذیت دینے سے گریز کیا ہو، جس کے تقدس کی آسمان کے فرشتے قسم کھاتے ہوں، جو نفاذِ شریعت اور غلبۂ حق کے لیے مطعون کیا گیا ہو، جو ترویجِ شریعت اور اعلاءِ کلمۃ الحق میں مظلوم رہا ہو، جس نے اقتدار کی رنگینیوں، سیاست کی دلفریبیوں، دولت کے انباروں اور لالچ اور ظلم و تشدد کے ہر حربہ کو ناکام بنا دیا ہو، جو ہوا کے رُخ پہ اڑنے اور مروّج لادینی سیاسی اطوار سے بالاتر رہ کر خالصتاً حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور نبیؐ کی سنت پر راسخ العزم اور ثابت القدم رہا ہو تو ایسی شخصیت کا سانحۂ ارتحال، زندگی کا انجام بالخصوص یوم الجنازہ، نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کی والہانہ عقیدت اور محبت، پانی کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں تک کا اضطراب اور وارفتگی، نیک دل صالحین، علماء و مشائخ اور طلبۂ دین اور عامۃ المسلمین کا خلوص اور وابستگی و اژدہام اربابِ حکومت و سیاست اور اہلِ اقتدار کا اظہارِ تعلق، اربابِ ضلالت اور اہلِ بدعت کے لیے تنبیہ و انذار اور عبرت و اتمامِ حجت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس موقع کی نشاندہی اپنی زندگی میں ان الہامی الفاظ سے کی تھی کہ:۔

بیننا و بین اهل بدع یوم الجنائز۔	اہلِ بدعت اور ہمارے درمیان فیصلہ کا دن "یوم الجنائز" ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں قائدِ شریعت، حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کو بھی حق پرستوں اور اہلِ ضلالت کے درمیان ایک فیصلہ کن دن قرار دیا جا سکتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے تاریخ کی روایت میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام ابن تیمیہؒ کے جنازے کو بھی تاریخ نے بڑی وقعت اور اہمیت کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ پھر بھی برصغیر میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جنازوں نے بھی نیا باب رقم کیا ہے، اور اب قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے تاریخی جنازے سے گویا تاریخ کے "باب یوم الجنائز" کی تکمیل ہو گئی ہے۔ اب اگر تاریخ امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابن تیمیہؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت امیرِ شریعتؒ کے جنازوں کا ذکر کرے گی تو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے مہتم بالشان جنازے کا تذکرہ کیے بغیر خود کو نامکمل اور ناقص پائے گی۔

دارالعلوم حقانیہ سے جنازہ اٹھائے جانے کا اعلان

بہرحال رات کو ریڈیو پاکستان سے ۸ بجے کی خبروں اور ٹیلیویژن کے ۹ بجے کے خبرنامہ میں صبح دس بجے دارالعلوم حقانیہ سے جنازہ اٹھائے جانے کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ صبح پو پھٹتے ہی ایک سیلاب تھا کہ اُمڈ آیا، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دم کے دم میں صوبہ سرحد کے تمام اضلاع، قرب و جوار کے علاقے الٹ پڑے اور بستیاں ٹوٹ پڑی ہیں۔ دور دراز سے اکابر علماء، مشائخ، محدثین، اساتذہ، طالب علم رات کی اور صبح کی پروازوں سے پہنچ چکے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اہلِ اسلام اپنے محبوب قائد، اپنے عظیم راہنما اور اپنے مشفق استاذ کی رخصتی

بڑی محبوبانہ شان اور بڑی دھوم دھام سے منانا چاہتے ہیں۔ سب کے دلوں میں آپ کی عظمت تھی کہ آپ واقعۃً علم و عمل کی سچی تصویر اور سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کی عظمت و جلالت اور ہر گونہ صلاحیت و کمال کی شہادت آپ کی زندگی کا ہر تارِ نفس مہیا کر رہا تھا۔

احقر نے اس موقع پر بعض مشائخ اور اکابر علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ طریق و ارشاد میں جنیدِ وقت تھے، تبحر و معصومیت میں ثانی ابن حجرؒ تھے، سیاسی تدبیر و نظریات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے جانشین تھے، فقہی تدقیقات میں اپنے اساتذہ کا نمونہ تھے۔ اور جامع الکمالات، گوناگوں صفات اور اخلاق و عادات میں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا عکسِ جمیل تھے۔ آپ کی ظاہری اور باطنی جامعیت کے پاک اثرات علامۂ مومنین اپنے قلوب میں موجزن پاتے تھے۔ سب نے رات بھر جاگتے گذاری، نیند کیسے آتی تھی؟ سب کا ایک عالم تھا اور سب گویا زبانِ حال سے کہہ رہے تھے ؎

تمام رات نہیں سوئے یاد کر کے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کر کے تجھے

سب کی آنکھیں پُرنم تھیں، تمام رات اور سحری کے مبارک اوقات آہ و بکا، گریہ و زاری اور دعا و الحاح میں گذاری تھی، صبح طلوع ہو چکی تھی اور جب سورج نے آسمان کی فضاؤں سے پہلی بار جھانکا تو دُور دراز علاقوں سے دیوانگانِ شیخ عبدالحقؒ کے قافلے بسوں، ویگنوں، موٹروں، سوزوکیوں، ڈاٹسنوں اور ٹرینوں کے ذریعہ اپنے محبوب کے محبوب شہر اکوڑہ خٹک کی طرف رواں دواں ہو چکے تھے۔ اور جب سورج نے پوری طرح خود کو سنبھالا اور سیڑھی دو اوپر چڑھ کر پورے منظر کو دیکھنا چاہا تو اس وقت سب لوگ دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اور اپنے طرز کی واحد اسلامی یونیورسٹی، علم و عمل، افغان مجاہدین کے جرنیلوں اور ان کے محاذِ جنگ کے قائدین کی تربیت گاہ اور جہاد و حریت کی سب سے بڑی چھاؤنی دارالعلوم حقانیہ پہنچ چکے تھے۔ یہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی مگر قافلے اسی رفتار سے بڑھ رہے تھے جہاں پہلے سے ہزارہا مخلصین و محبین، معتقدین اور عامۃ المسلمین کا ایک عظیم جمِ غفیر اپنے محبوب اور مقدس راہنما کا آخری دیدار اور صلوٰۃ جنازہ میں شرکت کی سعادت کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور ان کے دیگر برادران دارالحدیث کے سامنے صبح سے ۹ بجے تک کھڑے رہے اور آنے والے حضرات ان سے معانقہ، مصافحہ اور ہاتھ ملاتے رہے۔ اس موقع پر بھی اکابر علماء، مشائخ، دارالعلوم کے قدیم فضلاء، عام روحانی ابناء اور مخلصین کی حضرت شیخؒ کے تصورِ فراق سے بے اختیار چیخیں نکل جاتی تھیں مگر مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق اور ان کے بھائی صبر و تحمل، استقامت اور عزیمت کا پہاڑ بنے رہے اور دوسروں کو تسلیاں دیتے رہے۔

صبح ۸ بجے اس مقدس اور عظیم ہستی کے جسدِ مبارک کو باہر لایا گیا جسے دنیا مولانا، شیخ الحدیث اور قائدِ شریعت کے لقب سے یاد کرتی تھی۔ جس کے تقدس اور عظمت کے سامنے حکمران جھک جھک جاتے تھے، جس کی شرافت کا لوہا ملک کے تمام سیاستدان مانتے تھے، جس کی عظمت اور عزیمت کے سامنے اس دور کی بڑی سے بڑی اور اہم سے اہم شخصیت بھی سرِ نیاز خم کرنے کو قرینِ مصلحت سمجھتی تھی، انسانوں کا بے پناہ سمندر اس وقت موجود تھا کہ ضعفاء اور کمزور کچلے اور بمشکل سنبھل سکے۔

قائدِ شریعت کا جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کے گھر سے نکلا اور سڑک کے کنارے سے ہوتا ہوا دارالعلوم کے صدر دروازے سے احاطۂ دارالعلوم میں داخل ہوا اور پھر بہ ہزار دقت، بڑی تعب و مشکل اور نوجوان اور باہمت کارکنوں کی مستعدی اور حکمتِ عملی سے دارالحدیث کے اس مبارک اور مہبطِ انوار و برکات ہال میں پہنچا دیا گیا جہاں حضرت شیخؒ نے زندگی بھر بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور متعدد کتبِ حدیث کا درس پڑھایا تھا اور جہاں ہزاروں علماء، فضلاءٗ، مشائخ اور علومِ نبوت کے ورثاء اور علومِ دینیہ کے طلباء نے اس چشمۂ فضل و معرفت، پیکرِ علم و عمل اور فیضانِ حق سے استفادۂ فیض کیا تھا۔ اس کے بعد آفتابِ رشد و ہدایت اور ماہتابِ علم و فضل، قائدِ شریعت اور سالارِ قافلۂ علماءِ حق کا دیدارِ عام شروع ہو گیا۔

اب اس کے بعد کا نقشہ کیسے کھینچوں! قلم کو تاب نہیں، الفاظ کو یارائے سخن نہیں، وہ کیفیات کیا تھیں؟ وجدانیات کی معراج کیا تھی؟ انوار و برکات کے مشاہداتی احساسات کیسے تھے؟ چہرۂ اقدس کی تابانیت، معصومیت اور نورانیت کا کیا عالم تھا؟ مشتاقانِ دید ایک نظر دیکھنے کو کس طرح بے تاب اور مرغِ بسمل تھے؟ اور دُور سے ایک جھلک دیکھ لینے پر کس طرح نور و سرور اور کیف و مستی کی لذتیں حاصل ہوتی تھیں؟ یہ نقشہ کون کھینچ سکتا ہے، مجھے ہزار کوشش اور سعی کے باوجود اس کے بیان کرنے سے قاصر اور عاجز ہونے کا اعتراف ہے۔ کوئی بھی اہلِ قلم ہو اور اسے کتنا ہی اپنے قلم پر عبور ہو اور اسے جتنا بھی اپنی تحریر پر ناز ہو، اُن کیفیات کا صحیح نقشہ نہیں کھینچ سکتا جو وہاں طاری تھیں۔

آخری دیدار

جن کارکنوں کی وہاں ڈیوٹی تھی اُن کا بیان ہے کہ دارالحدیث میں آخری دیدار کرنے والے مشتاقانِ دید کے چہروں پر آنسوؤں کی لڑیاں ہوتی تھیں، اُن کی داڑھیاں آنسوؤں کے موتیوں سے رات کے ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے چہرۂ اقدس کی تابندگی اور تابانی اور حسن و جمال اپنے عروج پر تھا۔ پھولوں کی پتیوں کی سی نزاکت اور معصوم مسکراہٹ! کسی کا جی کب بھرتا تھا، سو بار کی زیارت و ملاقات کے بعد بھی یہی تمنا باقی رہتی ع

میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

احقر نے اس موقع پر بھی اکابر علماء اور مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے بڑے بڑے لوگوں کے جنازوں میں شرکت کی ہے، بہت سے علماء اور صلحاء کا سفرِ آخرت دیکھا ہے، لیکن جو بات ہم نے قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے

الجنازہ میں دیکھی، دارالحدیث میں مرحوم کے دیدارِ عام اور پھر رخصتی کے اہتمام میں جو انوار و برکات اور تجلیات کے ورود میں دیکھی وہ اس سے قبل نہ دیکھی تھی ۔ سب گریاں و بے حال، سب کی حالت دگرگوں ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری کائنات سے زندگی اور بہاروں کی مسرتیں چھن گئی ہیں، محفلِ ہستی اُجڑ گئی ہے ، گویا گلزارِ کائنات کا گوشہ گوشہ ویران پڑا ہے۔ زبانِ حال سے ہر شخص کے دل کی دھڑکن اور اس کے ہر دھڑکن کی یہ آواز تھی ؎

اب کہاں دیکھیں گی آنکھیں جلوۂ خیر القرون
کون دکھلائے گا ہم کو عالمِ لَا یَحْزَنُوْن
کون شرفِ علم سے اُبھرے گا مثلِ آفتاب
کون ذروں کو جِلا بخشے گا مثلِ ماہتاب
کون برسے گا چمن پر اُٹھ کے مانندِ سحاب
جلوہ فرما کون سے پیکر میں ہوگا انقلاب
جانے والے اب کہاں سے تجھ کو لے آئیں گے ہم
اب کسے آواز دیں گے جب بھٹک جائیں گے ہم

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ ایک مردِ عظیم تھے۔ انسانیت کی آبرو، عرفان و ایقان کا مجمل، شریعت کے ہادی، مدارس کی رونق اور جرأت و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ آج آپ کا جسدِ خاکی دارالحدیث میں رکھا گیا تھا جہاں سالہا سال تک اس محدثِ جلیل، مجاہدِ کبیر، قربانی کے پیکرِ مجسم، زاہدِ پاک باطن، مظہرِ اخلاق و انسانیت، آفتابِ ہدایت و طریقت اور قائدِ شریعت نے سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں تشنگانِ علوم کی پیاس بجھائی تھی اور انہیں علم و معرفت کی شرابِ طہور سے سیراب کیا تھا۔

اللہ اللہ! کیا تعلق خاطر تھا اس عظیم راہنما، تحریک نفاذِ شریعت کے قائد، جلیل القدر محدث، عزم و استقلال کے ہمالیہ، علم و انکسار کے گلستاں، دینِ حنیف کی شمع جاوداں، جہادِ افغانستان کے روحِ رواں، مردِ قلندر مردِ حق شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ کو اس پاک قطعۂ ارضی سے! جہاں بیٹھ کر مرحوم نے اپنی قیمتی زندگی گذاری تھی، حدیثِ رسولؐ پڑھا پڑھا کر رسولؐ کی معنوی ہم نشینی کی سعادتوں سے فیضیاب ہوا کرتے تھے وہاں موت کے بعد بھی آئے بغیر چین نہ پڑا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر دارالعلوم کے دارالحدیث کے مبارک مکان کو اس سعادت کا موقع ملا کر جی بھر کر اپنے مکینِ مہ جبین کو دیکھ سکے اور اس کے در و دیوار اُن کا آخری دیدار کر سکیں ۔

محدثِ کبیر حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علم و ایقان کے امین، ارشاداتِ حسینیہ کے محرم، شہدائے بالاکوٹ کے اخلاص کے نقشِ کامل، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی زندہ تصنیف، وفاق المدارس العربیہ کے سرپرست ایک ہمہ گیر اور جامع شخصیت کے حامل تھے۔ اس لیے ہر طبقے اور ہر گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے آخری دیدار کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا۔ جسمِ اقدس دودھ کی طرح سفید اور چہرہ بدرِ کامل کی طرح منور تھا۔ جسدِ مبارک دارالحدیث میں رکھ دیا گیا تھا اور ہزاروں مشتاقانِ دید جو دارالعلوم کے وسیع احاطوں، برآمدوں، درسگاہوں، مسجد اور باہر سڑک اور پٹڑی پر کھڑے ہوئے تھے، کو نظم و ضبط کے ساتھ قطار در قطار اندر آنے اور حضرت شیخ الحدیث کا آخری دیدار کرنے کی اجازت دے دی گئی، دارالحدیث کا صدر دروازہ بند کر دیا گیا، لوگ ایک دروازے سے داخل ہو کر اپنے محبوب قائد، اپنے محسن و مربی، اپنے محبوب استاد، اس گنجینۂ علم و عرفان اور پیکرِ عمل پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے دوسرے دروازے سے نکل جاتے۔ درسگاہوں کے سامنے برآمدوں کے راستے سے دارالحدیث کے جانب جنوب میں جو گیلری بنائی گئی ہے لوگوں کے سیلِ رواں اور بھیڑ کا ادھر بھی وہی عالم تھا جو نیچے تھا۔ جو شخص جہاں پھنس گیا سو پھنس گیا نکلنا تو در کنار اپنے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلائے جا سکتے تھے ۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ، تقریباً ساڑھے آٹھ بجے (ریلہ ۸) احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ رات حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کو خواب میں دیکھا ہے، مرحوم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ غلافِ کعبہ کا تبرک میری کفنی قمیص کے نیچے میرے سینے پر رکھ دیجئے۔ میں غلافِ کعبہ کا ٹکڑا ساتھ لایا ہوں تاکہ حضرتؒ کے سینے پر رکھا جا سکے ۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، سے مشورہ اور ان کی اجازت مرحمت فرمانے کے بعد احقر نے تین چار مضبوط اور توانا کارکن طالب علموں سے بات کر لی کہ راستہ بنا کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور حضرت قاضی صاحب موصوف کو جسدِ اقدس کے پاس لے جایا جائے تاکہ غلافِ کعبہ کا تبرک شاملِ کفن کیا جا سکے۔ مگر کئی ایک طلباء اور کارکنوں کے راستہ بنانے کے باوجود ہم لوگ ابھی چند قدم ہی آگے چلے تھے کہ ایسے پھنس گئے کہ جان بچانا بھی مشکل ہو گیا۔ بڑی مشکل سے حضرت قاضی صاحب موصوف اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو لوگوں کی بھیڑ اور جھگڑے کے شکنجوں سے بچا لیا گیا، ورنہ خدا جانے آگے کیا ہوتا۔ پھر جب تدفین کے غسل کا وقت ہوا تو مرحوم کی وصیت کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ امانت احقر نے پہنچا دی اور سینۂ اقدس پر رکھ دی گئی ۔

ازدحام، جمِ غفیر اور مشتاقانِ دید کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ اگر اوپر سے کوئی چھوٹی سی چیز نیچے پھینک دی جاتی تو اس کا زمین تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ لوگ آپس میں اس قدر متصل اور بھنچ چکے تھے کہ جس کا جدھر منہ ہوا اُدھر ہی رہ گیا دوسری طرف مڑنا بھی کارے دارد تھا۔ بعض اوقات سمندر کی لہروں کی طرح ایک جانب سے ریلا آتا تھا تو دوسری جانب کے آخر تک لوگ اس طرح ہلنے لگتے جیسے سمندر کی مچھلیاں یا کسی بڑے دریا میں پانی کی لہریں حرکت میں آ جاتی ہیں۔

اس قدر ہجوم، پھر سوگواروں کے بے پناہ اشتیاق و عقیدت اور ازدحام میں اکثر جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ احقر نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اندیشے بڑھنے لگے مگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی کہ کسی کو بھی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔

مشتاقانِ دید اور محبین صادقین دارالحدیث کے دروازوں سے اندر جا کر اوپر گیلری کی کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر حضرت اقدسؒ کا خوب خوب دیدار

کر رہے تھے۔ گیلری کے راستے میں بھی ازدحام اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بعض دوستوں کو گیلری کے گر جانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ بہرحال نیچے ہو یا اوپر کسی بھی جگہ حضرتؒ کا دیدار آسانی سے کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ احقر نے دیکھا کہ بعض احباب اپنے طویل القامت ہونے کا فائدہ اٹھا کر اور پنجوں کے بل کھڑے ہو کر لوگوں کے سروں سے دیکھتے، اور بعض ایسے بھی تھے کہ لوگوں کے پاؤں میں بیٹھ کر ان کی ٹانگوں سے جھانکنے لگتے۔ غرض اضطراب تھا، کبھی نیچے جاتے کبھی اوپر آتے دارالحدیث کے چھوٹے چھوٹے روشندانوں پر بھی بھیڑ کا وہی عالم تھا جو دارالحدیث کے دروازوں اور گیلری میں تھا۔

سب کی یہ خواہش تھی اور سب یہی چاہتے تھے کہ یہ اپنے محبوب کا آخری دیدار ہے پھر موقع نہیں ملے گا، اس لیے سب نہایت قریب سے آفتابِ شریعت کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے تھے، اور خود اپنا بھی یہی حال تھا غسل اور تکفین کے مرحلہ پر مشائخ اور اکابر اساتذہ کی جماعت کے ساتھ جب مجھے بھی خدمت کی سعادت کا موقع حاصل ہوا تو خدا گواہ ہے ہاتھ کام میں اور نگاہیں چہرۂ اقدس پر تھیں، دل دوسرے کام میں نہیں لگتا تھا، آنکھیں کسی بھی دوسری جانب نہیں پھرتی تھیں، دل کی یہ خواہش تھی کہ آج دیکھنے کا ارمان نکال لوں کیونکہ زندگی میں ان کی عظمت، رعب وجلال اور بے پناہ لطف وجمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی جراءت نہیں ہوسکتی تھی۔ بہرحال یہ پہلا موقع تھا کہ احقر کو بھی جی بھر کر چہرۂ کو دیکھنے کی سعادت حاصل رہی، ورنہ زندگی میں آنکھیں ملانے کی کب اور کیسے جراُت ہوسکتی تھی۔

اگر اپنا تاثر لکھ دوں تو شاید اسے میری از خود رفتگی کا نتیجہ بھی قرار دیدیا جائے مگر اکابر علماء، مشائخ، فضلاء اور صالحینِ امت اور ہزاروں خوش بختوں نے جن کو اس روز حضرت شیخ الحدیثؒ کی دید و ملاقات اور آخری زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اپنے تاثرات اور شہادت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ”ایسی ملائمت مسکراہٹ، اتنا سکون اور چہرۂ اقدس پر تازگی اور شگفتگی انہوں نے کبھی بھی کسی کی نہیں دیکھی“ شیخ کی آنکھیں بند تھیں اور منہ بند، لیکن لبوں پر ایسی مسکراہٹ کہ جس پر دل از خود رفتہ ہوتے، بے اختیار نثار ہوتے اور تڑپ جاتے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ ہم جوں جوں حضرت شیخؒ کے چہرۂ منور کو دیکھتے تھے ہمیں اپنے خانۂ دل میں روشنی نظر آتی تھی۔ اور بخدا اس موقع پر اہلِ بصیرت نے جس قدر کسبِ فیض اور تحصیلِ نور کیا اس سے قبل کبھی بھی اتنا نہیں کیا تھا۔ چہرۂ انور ایک گلزارِ علم و معرفت اور تسکین و سرور کا گلستانِ پُر بہار تھا، سب بے تاب تھے اور سب کی بس ایک ہی تمنا تھی کہ اس گلزارِ پُر بہار کو تمام عمر یونہی دیکھتے رہتے اور ہمیشہ ہمیشہ اس کی بہاریں لوٹتے رہتے۔

جنازہ گاہ کی طرف روانگی کا منظر

کوئی دس بجے جنازہ اٹھنا تھا نو بجے جامع مسجد دارالعلوم میں علماء کرام کی مختصر تقاریر کے بعد جب لوگ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ سے مصافحہ کے لیے چل پڑے تو احقر بھی چند رفقاء کو ساتھ لے کر جنازہ گاہ آرمی گراؤنڈ کی طرف چل دیا کہ وہاں ساڑھے نو بجے سے سٹیج ڈیوٹی احقر کی لگائی گئی تھی۔ ہم سڑک پر آئے تو ازدحام کا وہی عالم، سڑک پر جانبِ مشرق جنازہ گاہ کی جانب بس انسانی سر ہی سر نظر آتے تھے، ٹریفک جام تھی، انسانوں کا سیلاب تھا جو اُمڈ آیا تھا، دارالعلوم میں ڈیوٹی پر متعین کارکن لوگوں کو جنازہ گاہ پہنچنے کی ہدایت کر رہے تھے کہ خود دارالعلوم کے احاطوں میں مزید کسی شخص کے در آنے کی گنجائش نہیں تھی۔ خود میرے لیے اب اس قدر بے قابو ازدحام کی وجہ سے جنازہ گاہ پہنچنا دوبھر ہوگیا تھا۔ واقف کار ساتھیوں نے شہر کے مختلف راستوں سے جنازہ گاہ پہنچنے کی ترکیب بنائی۔ ہم دیوانہ وار دوڑ پڑے، جن راستوں کو ہم نے خالی سمجھ کر اپنایا تھا وہ بھی انسانوں کے ہجوم سے اٹے پڑے تھے۔ دس منٹ کا مختصر راستہ آدھ گھنٹہ میں طے ہوا اور ہم جنازہ گاہ پہنچ گئے۔ آرمی گراؤنڈ کا بطور جنازہ گاہ انتخاب ہوا تھا کہ اکوڑہ شہر اور ملحقات کی تمام جنازہ گاہیں اپنی تنگدامنی کے پیشِ نظر معذرت خواہ تھیں۔ برادر گرامی قدر مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اپنے رفقاء سمیت رات بھر کی محنت سے نماز جنازہ کی صف بندی کے لیے لائنوں کے نشان، سٹیج کا انتظام و وضاحت، اکابر علماء اور مشائخ اور قومی راہنماؤں کو اگلی صفوں میں پہنچانے اور جگہ دینے کا اہتمام، دور دراز سے آنے والے قافلوں، بسوں، موٹروں، ویگنوں اور کاروں کے لیے پارکنگ کا تعین، رہنما بینروں اور کتبوں کی لکھائی اور مناسب مقامات پر ان کا آویزاں کرنا، جنازہ گاہ میں پہنچنے کے لیے مختلف راستوں کا تعین، پینے اور وضو کے پانی کا بندوبست اور اس نوعیت کے ضروری امور کی تشکیل میں جس تندہی، تیچستی اور سلیقہ مندی کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر جس طرح وہ اس میں کامیاب رہے اسے بھی کارکنوں کے خلوص اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت ہی قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ اتنے بڑے اجتماع اور بے پناہ ازدحام میں نظم و ضبط اور سلیقے اور ضابطے کو کون ملحوظ رکھوا سکتا ہے۔

بہرحال احقر جب جنازہ گاہ پہنچا تو تقریباً دس بج چکے تھے، شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ مگر وارفتگی اور اشتیاق اور فرطِ جذبات کا یہ عالم کہ لوگ آپس میں بھنچ چکے ہیں، پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ جنازہ گاہ کے آخری کناروں تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے ہیں اور اس کے ساتھ چہار طرف سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس پر مستزاد۔ احقر نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ صبر و تحمل، وقار اور دعا و استغفار کی اپیل کی اور بتایا کہ جنازہ دارالعلوم سے اٹھ چکا ہے، اتنے بڑے اجتماع و ازدحام پھر شدت کی گرمی اور اپنے محبوب کے لیے اضطراب و انتظار میں کون کسی کی سنتا ہے؟ مگر یہ شیخؒ کی کرامت تھی کہ سب نے بات توجہ سے سُنی اور ہماری درخواست پر جو جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ یہاں پر پھر اکابر علماء اور مشائخ کی مختصر تقریریں ہوئیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان مدظلہ نے انہیں اپنے دور کا عظیم محدث، بیباک مجاہد اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ نے شہیدِ علم قرار دیا اور ان کے علمی، دینی، قومی و ملی اور سیاسی کردار کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

ادھر ٹھیک دس بجے دارالحدیث سے حضرت قائدِ شریعتؒ کا جنازہ

اٹھایا گیا تو بے اختیار لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ جسدِ مبارک کو ایک سادہ چارپائی پر رکھا گیا تھا جس کے دونوں بازوؤں پر لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہو سکے، جنازہ کو دارالحدیث سے باہر لانے کے بعد ایک پک اَپ ڈاٹسن پر رکھ دیا گیا اور جنازہ کا جلوس ڈیڑھ میل کا فاصلہ سوا گھنٹے میں طے کر کے جب سوا گیارہ بجے جنازہ گاہ میں پہنچا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے جنازہ کی دور سے جھلک دکھائی دی تو مجمع کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، لوگ دیوانہ وار ادھر لپک پڑے مگر وہاں پہلے سے اس قدر ازدحام تھا کہ کسی کے درآنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق جنازہ کے جلوس کے ہمراہ تھے۔ جلوس میں بھی شرکاء کا ازدحام بے مثال تھا اور جب جنازہ کا جلوس دارالعلوم سے جانبِ مشرق آرمی گراؤنڈ کی طرف ہوا، جلوس کیا تھا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک سیلِ بے پناہ، جنازے کے جلوس کا پہلا سرا جنازہ گاہ پہنچ چکا تھا مگر انتہاء ابھی دارالعلوم سے بھی منقطع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس دوران بھی پنڈی اور پشاور دونوں جانب سے آنے والے قافلے کے قافلے آ کر شریک ہوتے رہے، اِدھر نماز جنازہ پڑھی جانے لگی اُدھر آنے والے قافلوں اور سڑک پر جنازہ میں شرکت کرنے والے محبین کا وہی ایک منظر۔۔۔ اکابر علماء، مشائخ، سیاسی رہنما، دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، وکلاء، صحافی، ڈاکٹرز، پروفیسروں، صنعت کاروں، قومی قائدین، افغان مجاہدین، افغان قیادت اور ہفت گانہ اتحاد کے مرکزی رہنما اور ساتوں جماعتوں کے امراء اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اہل اسلام، مرکزی اور صوبائی وزراء، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے سابق ممبروں، ممبرانِ سینٹ، حکومتی اداروں کے آفیسرز غرض جس کو جہاں بھی دو پاؤں جمانے کی جگہ ملی اسے غنیمت سمجھا۔

ممتاز شخصیات کی جنازہ میں شرکت

اکابر علماء، مشائخ، بزرگانِ دین، اساتذہ علم، پیرانِ طریقت، اہلِ قلوب، خطباء ملت اور طلباء علوم نبوت، اگر ان حضرات میں سے صرف مشاہیر اور سرآمدِ روزگار شخصیات کے نام بھی لکھے جائیں تب بھی صفحات کے صفحات ناکافی ہوں گے، کہ جنازہ کی اصل متاع، وسیلہ نور و طمانیت، کیف و سرور اور روحانیت تو ان ہی کے دم سے تھی کیونکہ حضرت شیخؒ کے اصل محبین صادقین اور مخلصین والہین تو یہی حضرات تھے۔ تاہم سیاسی اور قومی اعتبار سے جنازہ میں شرکت کرنے والی چند ممتاز شخصیات کے نام یہ ہیں:۔

مسلم لیگ کے سربراہ فدا محمد خان، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا وصی مظہر ندوی، سابق وزیرِ اطلاعات، راجہ ظفر الحق، وفاقی وزیرِ زراعت سرتاج عزیز، امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد، سابق امیر میاں طفیل محمد، سابق گورنر سرحد نصیر اللہ خان بابر، محمد یوسف خٹک، میاں محمد اقبال، صوبائی وزیر مولانا عبدالباقی، نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان، حاجی غلام احمد بلور، جناب فرید خان، مولانا فضل الرحمٰن، ہفت گانہ اتحاد افغانستان کے تمام مرکزی راہنما حزب اسلامی کے سربراہ مولوی محمد یونس خالص، افغان عبوری حکومت کے سربراہ انجنیئر احمد شاہ، اتحادِ اسلامی افغانستان کے سربراہ عبدالرب رسول سیاف، حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے سربراہ مولوی محمد نبی محمدی، سابق وفاقی وزیر نثار محمد خان، افغان عبوری حکومت کے وزیرِ اطلاعات مولانا یاسر خان، انقلابِ اسلامی افغانستان کے سربراہ مولانا نصر اللہ منصور، جمعیۃ اہل السنۃ پاکستان کے قاری عبدالعزیز جلالی، سید الخطاط پیرِ طریقت سید نفیس الحسینی، پیپلز پارٹی صوبہ سرحد کے صدر آفتاب شیر پاؤ، جماعت اسلامی صوبہ سرحد کے امیر مولانا گوہر الرحمٰن، شیخ الحدیث مولانا حسن جان، حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، پیرِ طریقت حافظ غلام حبیب نقشبندی، فقیہ العصر مولانا مفتی محمد فرید، شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوری، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی راہنما مولانا محمد اجمل خان، صوبہ پنجاب جمعیۃ کے امیر مولانا میاں محمد اجمل قادری، خدمتِ انسانیت پارٹی کے کنوینر محمد سلیم خان لغاری، مرحوم صدر جنرل ضیاء الحقؒ کے صاحبزادے اعجاز الحق، مولانا محمد احمد مردان، مولانا محمد امیر بجلی گھر، متحدہ سُنّی محاذ پاکستان کے صدر مولانا مفتی احمد الرحمٰن، اقرأ ڈائجسٹ کے مدیر مولانا محمد جمیل خان، وفاق المدارس پاکستان کے ناظم مفتی محمد انور شاہ، عالمی تبلیغی جماعت کے مرکزی اکابر جناب مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا محمد جمشید، مولانا محمد احسان، ممتاز روحانی شخصیت پیر غلام محمد آف مری، مولانا صدر الشہید سابق ایم پی اے، ختمِ نبوت کے نامور مبلغ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا شہید احمد، جمعیۃ اشاعۃ التوحید کے صدر مولانا قاضی احسان الحق، مولانا قاری محمد امین، مولانا قاری سعید الرحمٰن، مولانا عبدالستار توحیدی، صوبہ پنجاب جمعیۃ کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرحمٰن قاسمی، سابق ایم این اے کرنل ریٹائرڈ سلطان علی شاہ، مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد، احمد حسین زبید۔۔۔ یہ ہزاروں میں چند کے نام نقل کر دیئے ہیں جن پر نظر پڑی اور فوراً نوٹ کر لیا۔

مشائخ عظام معززینِ شہر اور دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ

جب ساڑھے گیارہ بجے قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جسدِ اقدس کو سٹیج پر رکھا گیا تو ملک بھر سے آئے ہوئے مشائخ و اکابرین، معززینِ شہر اور دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے نمائندہ اراکین کی تجویز کے مطابق وہاں پر موجود اکابر علماء، مشائخ، معززینِ شہر اور دارالعلوم کی شوریٰ کے اراکین نے جب قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین اور دارالعلوم کے مہتمم کے طور پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، کے سر پر دستار رکھی اور مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ، کو نائب مہتمم مقرر کیا گیا، اور جب سٹیج سے یہ اعلان ہوا کہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، کے سر پر باندھی جانے والی یہ وہی دستار ہے جس میں حضرت قائدِ شریعتؒ کا انتقال ہوا ہے، مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق تو نڈھال تھے ہی کہ مجمع بھی صبر و استقامت اور تحمل و برداشت کے لحاظ سے بے قابو ہو گیا اور لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور کئی لمحے پورے مجمع پر گریہ و بکا کی کیفیت طاری رہی۔

شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ اور لوگوں کی والہانہ جنازہ میں شرکت اور قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے لیے رفعِ درجات کی دعائیں اپنی جگہ مسلّم، عقیدتمند مخلصین و محبین، علماء و طلباء دین کی دعاہائے مغفرت اور ایصالِ ثواب مرحوم کے لیے

اخروی ترقیات اور باقیات صالحات اور ایک یقینی اور قطعی صدقۂ جاریہ ہے مگر جو اہل اللہ ہوتے ہیں تو ان کا وجود مسلمانوں، تمام عالمِ انسانیت بلکہ ذی روح اور غیر ذی روح سب کے لیے موجبِ راحت و آرام اور ذریعہ بقا ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ بھی ایسی ہستیوں کے فردِ کامل تھے جن کے لیے ؏

ملاءِ اسفل و اعلیٰ ہیں ثناخواں دونوں

کی واقعیت ظہور پذیر ہوتی ہے۔

حضرت قائدِ شریعت کے لیے بھی یقیناً تمام مخلوقِ الٰہی دعا کرتی رہی۔ الصادق الامین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے:۔

یدعوا لھم خلق اللہ	ان کیلئے اللہ کی تمام مخلوق دعائیں کرتی ہے
حتی الحیتان فی جوف	حتی کہ پانی کی گہرائیوں میں مچھلیاں بھی ان
الماء۔	کے رفع درجات کی دعا کرتی ہیں۔

جس کا ایک واقعاتی مظہر اور منظر ہزاروں لوگوں نے یہ دیکھا کہ جب حضرت قائدِ شریعت شیخ الحدیثؒ کا جسدِ اطہر جنازہ گاہ لایا گیا تو ہزاروں ابابیل صف بستہ ہو کر جنازہ گاہ کی حدود میں مجمع پر چھا گئے اھو والہلۃ انداز میں جسدِ اقدس پر فضا میں محوِ دید ہو گئے اور جب نمازِ جنازہ ختم ہوئی اور جسدِ اقدس لے جایا جانے لگا تو ابابیل بھی رخصت ہو گئے۔

اس موقعہ پر جناب شبیر جذبی کے مرثیہ سے چند منتخب اشعار نقل کر دیئے جاتے ہیں جو انہوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ انتقال پر کہے تھے جو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے حادثۂ ارتحال پر بھی بلا مبالغہ صورتِ واقعہ کی صحیح تصویر اور زخمی دلوں کی صحیح ترجمانی اور تعبیر ہیں ؎

اِک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمتِ پروردگار
غیرتِ خورشیدِ عالم ہے کفن کا تار تار
ابرِ گوہر بار کے اندر ہیں مُردِ شہسوار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرِ مزار
شمعِ محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک
عمر بھر کرتا رہا وہ خدمتِ دینِ رسولؐ
جان و دل میں بھر رہی تھی الفتِ دینِ رسولؐ
عشق نے ہو کر فنا، پائے مقاماتِ بلند
عشق ہے دونوں جہاں میں کامیاب و ارجمند
اے خوشا قسمت اگر حسرت ہو گئی اس کی قبول
تا ابد سوئے گا عاشق زیرِ دامانِ رسولؐ
درد مندوں کی دوا ہے عشقِ محبوبِ خداؐ
کاش مل جائے مجھے بھی عشقِ نورِ مصطفیٰؐ
جان و دل کا نور ہو شمعِ شبستانِ رسولؐ
رات دن چھپتے رہیں سینہ میں بتر سے کے بھول
اے خدائے دوجہاں، اے مالکِ عرشِ عظیم
اے کریم کارساز اے ربِ رحمٰن و رحیم
رحم تیرا بے کراں ہے فضل تیرا بے حساب
بخش دے جذبی کو بھی کچھ دردِ سوز و اضطراب

جسدِ اطہر کو گاڑی پر رکھ کر دار الحفظ کے جنگلہ نما گیٹ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ خدام اور محبین پنکھا جھلاتے تھے اور ہزاروں عشاق قطار بنا کر ایک جھلک دیکھنے کے لیے اپنے اپنے نمبر پر محوِ دید تھے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب دیوان گانِ شیخ عبدالحقؒ کے جلوس کے ساتھ پیدل جنازہ گاہ سے جب دار العلوم پہنچے تو دار الحفظ کے سامنے احاطہ قبرستان میں تدفین کا عمل شروع ہو گیا۔ یہ منظر بھی دیدنی اور حد درجہ حسرت ناک تھا۔ جب حضرتِ اقدسؒ کے جسدِ خاکی کو سپردِ خاک کیا جا رہا تھا تو لوگوں نے اپنے محبوب رہنما، اپنے مہربان استاذ، ایک بے مثال شیخ، ایک عظیم محسن و مربی، ائمہ امت اور اسلاف کے علوم کے امین، اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور عجز و انکسار اور سراپا شفقت و پیار کے پیکرِ مجسم کے واقعی فراق پر یہاں بھی مجمع بے قابو ہو گیا، صبر و ضبط اور تحمل و برداشت کے بندھن ٹوٹ گئے، لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے، تاہم آہ و فغاں اور بے قراری و اضطراب کے باوجود تمام حاضرین باوازِ بلند استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ ادھر مٹی مٹی ڈالی جا رہی تھی اُدھر سسکیاں بندھ چکی تھیں، آوازیں رندھ چکی تھیں، آنکھیں اشکبار تھیں، دل زخمی اور غمزدہ تھے۔ حضرتؒ کے بعد آپ جیسی جامع الکمالات شخصیت کوئی بھی نظر نہیں آتی، آپؒ اکابر علماء دیوبند کے کاروانِ حق کی آخری کڑی تھے۔

تدفین کے بعد

تدفین کے بعد ہر شخص غم و اندوہ اور فراقِ شیخ کے تصور سے نڈھال تھا، حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے رندھی ہوئی اور لرزتی آواز کے ساتھ دو تین منٹ کے مختصر خطاب میں لوگوں کو صبر اور رضا بالقضاء رہنے اور حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی مساعی اور مشن کی تکمیل میں سرگرم رہنے کی تلقین فرمائی۔ لوگ غمزدہ دل، نڈھال حالت اور لڑکھڑاتے پاؤں کے ساتھ کلمہ طیبہ، استغفار اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے واپس ہوئے ؎

ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں، روشنی خاموش ہے
جگمگاہٹ جس کے دم سے تھی وہی خاموش ہے
خون کے آنسو رواں ہیں اہلِ دل کی آنکھ سے
آہ اے عبرت! چراغِ زندگی خاموش ہے

اپنے ایک مہربان اور رفیق کے الفاظ میں حضرت شیخؒ کیا گئے بلکہ "روٹھ گئے دن بہار کے"۔ علم کا آفتاب غروب ہو گیا، عمل کی دنیا اُجڑ

(باقی صفحہ ۹۱۴ پر)

قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق قدس سرہ العزیز کے

سفرِ آخرت کا آنکھوں دیکھا حال

آرمی گراؤنڈ بھر چکا تھا مگر لوگ دیوانہ وار چلے آرہے تھے

جناب احمد حسین زید

"دنیا میں ایسی شخصیات بہت کم ہوں گی جنہوں نے اپنے علمی مرتبہ سیاسی مقام، تقوی، قائدانہ صلاحیتوں اور ذاتی شہرت کی بنا پر دنیا کے ایک وسیع حلقہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہو اور اپنی ذات اور علم کو اس قدر نافع بنا لیا ہو کہ اپنا ملک ہی نہیں دنیا کے دوسرے ممالک بھی فیض پانے لگیں اور اس شخصیت کو اپنے لئے راہنمائی کا منبع اور مرکز بنالیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی ہی نابغہ روزگار شخصیات میں سے بلند پایہ راہنما، دینی قائد، بیباک اور نڈر سیاست دان، عظیم محقق، حق گو مقرر، مخلص ساتھی وطن کے شیدائی، عظمتِ انسانیت کیلئے برسرپیکار مجاہد اور بے نظیر و مشفق استاد و مربی تھے" اسی طرح کے اور بھی خیالات تھے جو لاہور سے اکوڑہ خٹک جاتے ہوئے ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو رات گیارہ بجے بار بار ذہن میں در آتے تھے۔ اور حزن و ملال اور محرومی کی ایک افسردہ کیفیت طاری کر جاتے تھے میں یہ سفر جناب محمد اکبر صاحب مرتب عزم نو لاہور کی شراکت میں طے کرتے ہوئے بار بار خیالات کے لق و دق صحرا میں کھو جاتا تھا انہی لمحات میں جب حضرت شیخ الحدیث سے اسلام آباد ہوٹل میں مجاہدین افغانستان کے قائدین کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ کے موقع پر ہونے والی اکلوتی ملاقات خوشگوار تاثرات چھوڑ جاتی تھی اور ان کا مشفق پرنور اور عجب سرور آور چہرہ نظروں کے سامنے گھوم جاتا تھا یہ ملاقات نہیں کہی جا سکتی کیونکہ اس موقع پر صرف حضرت شیخؒ سے مصافحہ کا موقع ہی ملا تھا ان کی علالت اور پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے دل نے احترام کے جذبات سمیت مصافحہ سے اگلے مراحل طے کرنے ہی نہ دیئے۔

۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کی شب کو دو مرتبہ ویگن نے بے وفائی کی مگر الحمد للہ کہ ۸ ستمبر کو اکوڑہ خٹک پہنچنے والے بیرون شہر کے قافلوں میں ہمارا قافلہ سرفہرست تھا کیونکہ ابھی تک بہت کم لوگ آئے تھے۔ جبکہ ہم لاہور سے پہنچ گئے تھے۔

یہ ایک بہت بڑی سعادت تھی جو خداوند قدوس نے عطا فرمائی اکوڑہ خٹک میں صبح پانچ بجے کے قریب جب پہنچے اور گاڑی سے اتر کر پیدل ہی محبوب راہنما کی زیارت اور ان کی یادگار دارالعلوم حقانیہ کو دیکھنے کے لئے بڑھ رہے تھے کہ جامعہ مدنیہ لاہور کے نائب مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاںؒ کے صاحبزادے سید محمود میاں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے صدر مدرس مولانا سید عبدالمالک شاہ، مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے ناظم مولانا عبدالقدوس قارن اور جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے راہنما مولانا عبدالوحید قادری بھی راستہ میں ہی مل گئے دارالعلوم کی جامع مسجد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے صاحبزادے مولانا حافظ انوار الحق سے ملاقات ہوئی اس موقع پر بھائی پھیرو جمعیۃ طلباء اسلام کے راہنما جناب شبیر احمد عثمانی بھی ملے ان کی زبانی ترجمان اسلام کے چیف رپورٹر مولانا اللہ وسایا قاسم کی موجودگی کا علم بھی ہوا۔ ان کی تلاش ہوئی تو وہ تھوڑی تگ و دو کے بعد ہی مل گئے۔ ان کی معیت میں مولانا قاری محمد رمضان مرتب خطبات حقانی سے ملاقات کا موقع ملا اور پھر دارالعلوم حقانیہ کے قابلِ فخر ماہنامہ الحق کے نائب مدیر اور موتمر المصنفین کے رفیق جناب مولانا عبدالقیوم حقانی سے ان کی رہائش گاہ پر شرف نیاز ہوا۔ انہوں نے از راہِ شفقت چائے سے نوازا۔ صبح پونے نو بجے کے قریب حضرت شیخؒ کی میت گھر سے دارالعلوم حقانیہ لائی گئی اور اسی دار الحدیث میں رکھی گئی جہاں وہ

طلباء کو حدیث پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس جہاد دیا کرتے تھے۔ ان کی میت کو اس جگہ دیدارِ عام کے لئے رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کا ہجوم بڑھتا ہی گیا اور ہجومِ عاشقان اشک بار آنکھوں سے دارالحدیث اور بالائی منزل دارالحدیث سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے چہرے کو آخری بار دیکھنے انہیں سلام پیش کرنے اور ان کی نورانی صورت کو تا زیست اپنی آنکھوں میں نقش کرنے کے لئے دیدار میں لگ گیا۔ متعدد سیڑھیاں استعمال ہوئیں۔ کئی دروازے مخصوص ہوئے مگر دھکم پیل کے بغیر کسی کو بھی زیارت شیخ نصیب نہ ہوئی۔ اس موقع پر جمعیۃ طلباء اسلام الحق فورس نے مثالی انتظامات کر رکھے تھے اور ہر جگہ نظم وضبط اور ترتیب دیکھنے میں آئی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے جامعہ مسجد دارالعلوم میں سلام عرض کرنے کا موقع ملا۔ مختصر علیک سلیک کے بعد ہم پنڈال میں آگئے جو احاطۂ دارالعلوم میں بنایا تھا۔ جہاں کرسیوں اور چارپائیوں پر لوگ براجمان تھے، مسجد، پنڈال بلکہ پورا دارالعلوم لوگوں کے انبوہ کثیر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یہ سب لوگ عقیدت کے جذبات لئے، محبت کے احساسات لئے اور احسان مندی کی کیفیات لئے، غم واندوہ کی تصویر بنے پرنم آنکھوں کے ساتھ کراچی سے خیبر کیا سرحدوں کی قیود سے آزاد ہو کر کھنچے چلے آئے تھے جبکہ دوسری طرف پنڈال میں تقاریر کی جا رہی تھیں اس موقع پر جن حضرات نے اپنے جذبات بے پایاں کا اظہار کیا ان میں شیخ الحدیث مولانا حسن جان، مولانا ضیاء الدین ایبٹ آباد، مولانا عبدالقیوم حقانی، پیر طریقت حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی (اٹک) بھی شامل ہیں۔

ان اجتماعات کے خاتمہ کے اعلان سے پہلے ہی وقت کم ہونے کی وجہ سے لوگ تقریباً سوا کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع آرمی گراؤنڈ کی طرف پیدل، گاڑیوں اور موٹروں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ سڑک پر اس قدر ہجوم ہو گیا کہ ٹریفک رک گئی کئی لوگوں نے اظہار غم کے لئے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ لوگ قرآنی آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ مختلف وظائف اور اوراد پڑھ رہے تھے۔ سورج بھی اپنی پوری تمازت کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور اس نے آفتاب علم کی زیارت کے لئے اپنے راستہ میں حائل ہر رکاوٹ کو اپنی کرنوں کی حدت اور شدت سے ختم کر دیا تھا۔ اس شدید گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں اہل اکوڑہ خٹک نے جگہ جگہ پینے کے پانی کا رضاکارانہ بندوبست کر رکھا تھا۔ جنازہ کی اگلی صفوں میں جگہ پانے اور حضرت شیخؒ کے سفرِ آخرت کو دیکھنے کے لئے ہر شخص بے تابانہ چلا آ رہا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ وہ پہلے ہی آرمی گراؤنڈ پہنچ جائے۔ اس موقع پر اہل اقتدار بھی موجود تھے اور اہل علم بھی نظر آ رہے تھے۔ بہت سے شیوخ الحدیثؒ، پیران طریقت، ماہرینِ سیاست، مفسرینِ قرآن، فقہائے امت، راہنمایانِ ملت اور کارپردازانِ حکومت، اساتذہ فنون وحرب اور شاگردان ومریدان اور اہلکاران و کارکنان سبھی اپنی اپنی حیثیت اور شناخت کو بھول کر بڑھے چلے آ رہے تھے۔ قافلوں کے قافلے آ رہے تھے۔ اور آرمی گراؤنڈ کے علاوہ گرد ونواح کی خالی جگہوں، درختوں اور اونچی نیچی جگہوں پر جہاں جسے جگہ مل رہی تھی وہیں کھڑا ہو جاتا تھا۔

محدث کبیر، بطل جلیل، آفتاب علم وسیاست، واقف اسرار ورموز حقیقت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ٨٧ سال تک دنیائے فانی میں اپنے لافانی نقوش چھوڑ کر روانہ ہو رہے تھے، ان کی میت کو دارالحدیث سے گاڑی پر رکھا گیا، فدائیوں اور جانثاروں کا ایک ہجوم تھا۔ جو گاڑی کے آگے پیچھے بے تابانہ دوڑ رہا تھا۔ ٹریفک منجمد ہو کر رہ گئی۔ سورج اپنا کام کر رہا ہے اور گاڑی کے ساتھ دوڑنے والے اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ نہ انہیں سورج کی تمازت کا فکر ہے نہ گرمی کا ہوش ہے۔ یہ ہوش وخرد سے عاری باشعور لوگ دوڑتے چلے آ رہے ہیں کہ یہ رفاقت، شیخ کا آخری مرحلہ ہے اس کے بعد وہ چہرہ نظر ہی نہیں آئے گا جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون وقرار ملا کرتا تھا۔ جنازہ آرمی ہاؤس پہنچا تو اعلان ہونے لگے کہ صفیں درست کریں اور بیٹھ جائیں اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق حضرت مولانا پیر قاضی زاہد الحسینی مدظلہٗ نے قائد جمعیۃ علماء اسلام مولانا سمیع الحق کی بحیثیت مہتمم اور مولانا پروفیسر انوار الحق کی بحیثیت نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ دستار بندی کی مولانا سمیع الحق کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی پگڑی پہنائی گئی شوریٰ دارالعلوم کے فیصلہ کا اعلان خان محمد عباس خان نے کیا اس موقع پر بعض نوجوانوں نے قائد علماء، حق سمیع الحق، سمیع الحق" کے نعرے لگائے نماز جنازہ کا وقت دس بجے کا تھا مگر پونے گیارہ بجے کے قریب نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض مولانا انوار الحق نے ادا کئے۔ اس کے بعد میت کو دوبارہ گاڑی پر رکھا گیا اور پھر سے دارالعلوم حقانیہ لایا گیا، فدائی پہلے کی طرح اب بھی ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ جس سے ایک مرتبہ پھر ٹریفک

رہ گئی۔ حضرت شیخ کے جسدِ خاکی کو دار العلوم حقانیہ کے مدرسہ حفظ میں لایا گیا جہاں انہیں دعاؤں اور اوراد کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا تدفین کے وقت بھی عقیدت مندوں کا بہت بڑا ہجوم موجود رہا۔ جو اس منظر کو اشکبار آنکھوں میں لپیٹ لینا چاہتے تھے۔ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد بھی لوگوں کا ہجوم موجود رہا جو اب بھی موجود ہے اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتا رہتا ہے۔ تدفین کے بعد کافی دیر تک پیر طریقت قاضی زاہد الحسینی مدظلہٗ قبر کے سرہانے بیٹھ کر اوراد و وظائف میں مصروف رہے۔ ہم بھی اسی منظر کا حصہ بنے رہے اور پھر تصورات میں اس منظر کو سمیٹ کر واپس تشنگی اور محرومی کا ایک احساس اور کسک لے کر لوٹ آئے لیکن عقیدت و محبت اور شیفتگی و وارفتگی کے جو منظر دیکھے ہیں وہ اب بھی نظروں میں خواب ناک کیفیت کی طرح سمٹے ہوئے ہیں۔ واپسی پر تھکاوٹ اور بے آرامی کا احساس کرتے ہوئے نہ تو حضرت مولانا سمیع الحق سے ملاقات کی اور نہ ہی مولانا عبدالقیوم حقانی کی شفقت سے لطف اٹھایا۔ البتہ صاحبزادہ حامد الحق حقانی نے جس خلوص و محبت کے ساتھ اصرار کر کے روکنے کی کوشش کی اس سے یہ احساس لے کر لوٹے کہ دار العلوم حقانیہ کا جو پودا شیخ الحدیث نے لگایا تھا وہ مزید بڑھے گا، پھلے گا، اور برگ و بار لائے گا۔ اور اس کی عظمت کو کم کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے گی۔ ۸ ستمبر کو شام ساڑھے چار بجے جو اکوڑہ خٹک سے سفر کیا تھا اس میں مولانا محمد اقبال شیرجانی اور مولانا اللہ وسایا قاسم بھی ہمارے شریک سفر بنے مگر دونوں حضرات راولپنڈی میں اکیلا چھوڑ کر اپنی اپنی راہ چل دیئے۔

بقیہ صفحہ ۸۹۳ سے :۔ انسانیت عظیم موت کے دروازے پر

ایک لمحہ بھی سنت کے بغیر گذرے تو بہت بڑا خسارہ ہے

جب حضرت شیخ الحدیثؒ خیبر ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کے کمرے میں تھے تو اس دوران بخار کی شدت کی وجہ سے ہمیں اُن کی ٹوپی اور پگڑی اتارنی پڑی تھی، حضرتؒ نے یکدم فرمایا میری پگڑی کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کو بخار ہے اُسے ہم نے آپ کے ساتھ ہی میز پر رکھدیا ہے، فرمایا اگر ایک لمحہ بھی سُنّت پر عمل کے بغیر گذر جائے تو یہ بہت بڑا خسارہ ہے مجھے فوراً پگڑی اور عصا دے دو۔ اور بخار ہونے کے باوجود انہوں نے پگڑی سر پر باندھ کر عصا کو چارپائی کے ساتھ لگا دیا۔

مَیں افسردہ دُوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں پر حضرت مولانا سمیع الحق، پروفیسر محمود الحق، حضرت مولانا انوار الحق اور مولانا اظہار الحق اور میری اہلیہ تشریف فرما تھیں، اُن کو بتایا تو انہیں یقین ہو گیا کہ حضرتؒ رحلت فرمانے والے ہیں، اور ہم سب نے تلاوت شروع کر دی۔

بقیہ صفحہ ۹۱ :۔ سفر آخرت کا آنکھوں دیکھا حال

گئی، حلم و حیا، زہد و تقویٰ، اخلاص و دیانت اور شرافت کا دور لد گیا، معرفت کا قلزم رک گیا، دینی سیادت اور سیاست کی بساط الٹ گئی، جہادِ عزیمت اور ہمہ پہلو دینِ اسلام شریعت و طریقت کی جامع کتاب بند ہو گئی۔

تدفین سے فراغت ہوئی تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز پڑھی گئی تو صدرِ پاکستان جناب غلام اسحٰق خان، صوبائی وزیرِ اعلیٰ جناب جنرل فضل حق گورنر سرحد جناب امیر گلستان جنجوعہ، وفاقی وزیرِ اطلاعات الٰہی بخش سومرو، بذریعہ ہیلی کاپٹر دار العلوم حقانیہ آئے، اپنے سرکاری اعزازات کے مطابق حضرتؒ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور وہاں دعائے مغفرت کرنے کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور برادران سے تعزیت کرنے کے لیے دار العلوم حاضر ہوئے۔

اس موقع پر عمائدین، قومی رہنماؤں، علماء و مشائخ اور معززین قوم کے خطاب کے اقتباسات اور اجمالی روئیداد اگلے صفحات میں ملاحظہ فرما دیں۔

مطبوعات مؤتمر المصنفین ۲۱

دار العلوم حقانیہ سے جامعۃ الازہر تک

پیش لفظ ــــ حضرۃ مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تالیف ــــ مولانا مفتی غلام الرحمٰنؒ

- مصر جامعۃ ازہر اور حرمین شریفین کا تازہ اور دلچسپ سفرنامہ۔ مصر کی قدیم و جدید تاریخ۔ ثقافت و معاشرت، مادیت و مغربی تہذیب کی یلغار، اور نقد و تبصرہ۔
- جامعۃ ازہر کی اہمیت، تعلیمی ادوار، عروج و ارتقاء، مشائخ ازہر اور اکابر علماء کے حالات۔
- اہم تاریخی اور مذہبی یادگاروں کا تذکرہ، سبق آموز واقعات اور دیارِ حبیب میں عاشقانہ حاضری کی محبت بھری روئیداد، سہل و سلیس اور دلچسپ انداز بیان۔

○

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پشاور ۔ پاکستان

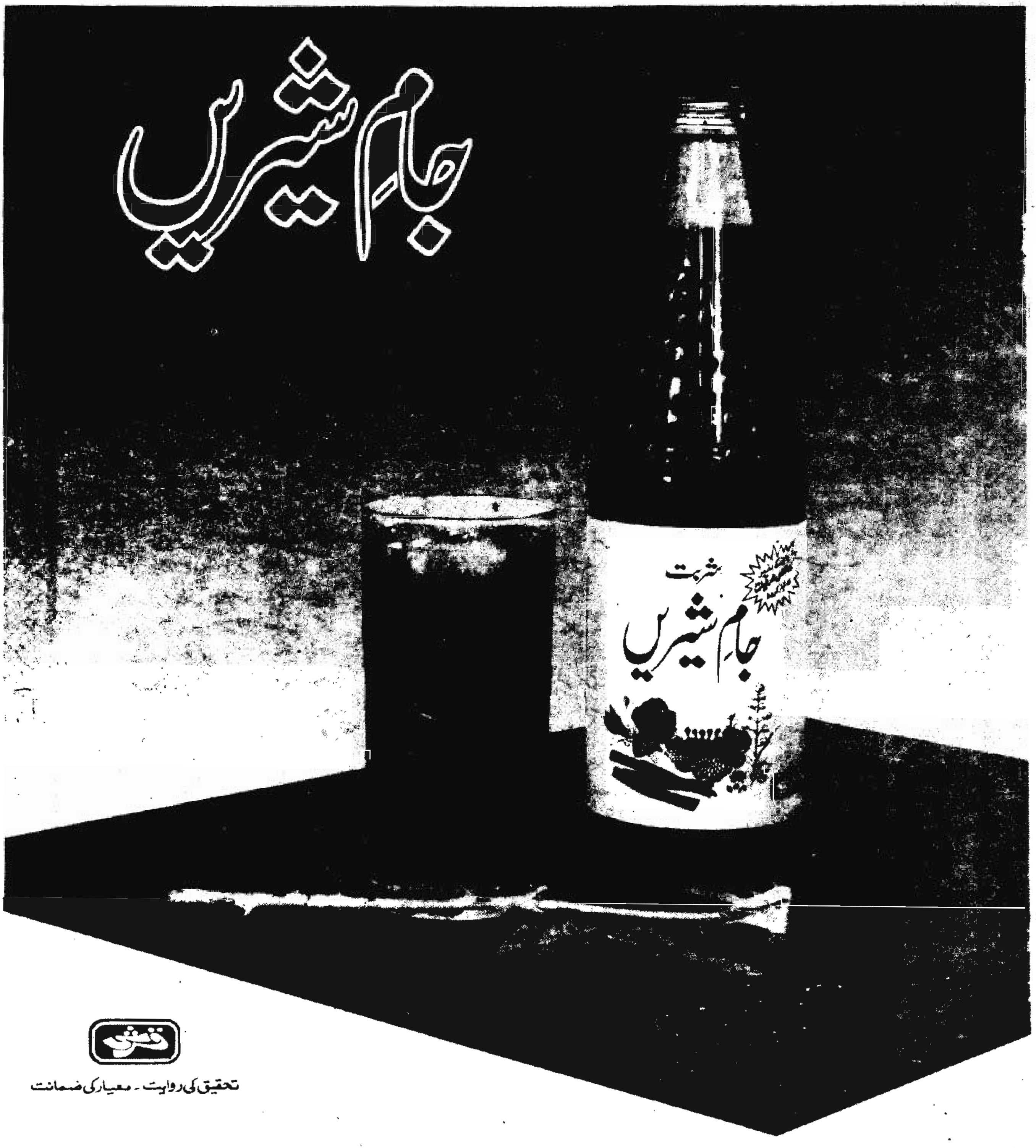
جامِ شیریں
شربت
جامِ شیریں
تحقیق کی روایت ۔ معیار کی ضمانت

خالص اجزاء

جامِ شیریں **سو فیصد خالص اجزاء** سے تیار ہونے کی وجہ سے **بہتر شربت** ہے

عرقیات

جامِ شیریں **سو فیصد عرقیات** سے تیار ہونے کی وجہ سے طبیعت میں بھاری پن پیدا نہیں کرتا۔

مکمل تسکین

جامِ شیریں **خالص اجزاء** کے **عرقیات** کی وجہ سے خوش ذائقہ ہے اور پیاس میں مکمل تسکین پہنچاتا ہے۔

۳۰ گلاس

جامِ شیریں کی ایک بوتل سے بغیر چینی ملائے **۳۰ گلاس** تیار۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے سانحۂ ارتحال پر

عالم گیر سوگ اور ہمہ گیر غم و اندوہ

دار العلوم دیوبند، وفاق المدارس العربیہ، سینٹ آف پاکستان کی تعزیتی قرار دادیں

مشاہیر کے تعزیتی اجتماعات سے خطابات کے اقتباسات

حکمرانوں، سیاست دانوں، علماء و مشائخ اور بعض بین الاقوامی شخصیتوں کے پیغامات

اور

تحریری تاثرات

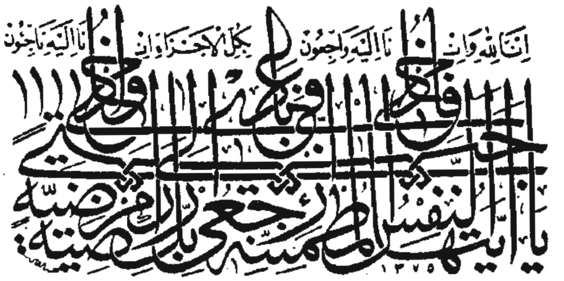

إنا لله وإنا إليه راجعون بكل الأجر وإنا إليه راجعون

يا أيتها النفس المطمئنة ارجعي إلى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي

١٣٧٥

بسم الله الرحمن الرحيم

وعلى الله فليتوكل المؤمنون

اور اللہ پر بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو

إن ينصركم الله فلا غالب لكم وإن يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده

اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد

سینٹ کا متفقہ اظہار تعزیت

حکومت پاکستان کے ایوان بالا (سینٹ) نے ۱۰ ستمبر ۱۹۸۸ء شام کے اجلاس میں حضرت شیخ رح کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی۔ اس نشست کی تفصیل یہ ہے۔ (سینٹ رپورٹنگ

جناب قائم مقام چیئرمین سید فضل آغا صاحب: جی طارق چوہدری صاحب! آپ اپنی قرارداد پیش کر دیجیے۔

جناب محمد طارق چوہدری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کرنا چاہتا ہوں۔

یہ ایوان مولانا عبدالحق مرحوم کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتا ہے اور اس ایوان کے معزز ممبران ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے قرب میں بہترین جگہ عطا فرمائے۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ان قراردادوں کی نقل مرحوم کے لواحقین کو بھجوائی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ۔

جناب محمد طارق چوہدری: میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ کہ ان قراردادوں کی نقل جو ہے وہ مرحوم کے لواحقین کو بھجوائی جائے جناب مولانا عبدالحق مرحوم بزرگ شخصیت اور مسلمانوں کے عظیم دینی راہنما تھے۔ مرحوم نے اپنی پوری زندگی ایک ہی جگہ پر ایک ہی لکڑی کی چوکی کے اوپر بیٹھ کر مسلمانوں کے بچوں کو دین کی تعلیم سے آراستہ کرنے میں صرف کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل کے ساتھ اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ جب ہم ایسے اداروں میں جاتے ہیں تو ہمیں یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کس طرح اپنے دین کی حفاظت فرماتے ہیں اور کس طرح اس کی تکمیل کرتے ہیں اور کس طرح اس کو پھیلانے کے لیے سامان کرتے ہیں۔ ایک درویش آدمی جس کی گدڑی بالکل خالی ہے کروڑوں روپے میں ایک بلڈنگ بنی ہے۔ تیس۔ پینتیس لاکھ روپے سالانہ اس کے اخراجات ہیں۔ جدید اور دینی تعلیم وہاں دی جا رہی ہے سینکڑوں طلبہ ان کے پاس رہائش پذیر ہیں جن کے رہنے کا جن کے کھانے کا بندوبست وہ خود فرماتے ہیں۔ پھر اتنے طلبہ اور اساتذہ کی نگرانی کے بعد تصنیف و تالیف، لکھنے پڑھنے کے بعد وعظ کرنے اور اپنے علاقوں کی نمائندگی کرنے کے لیے بھی وہ وقت نکال لیتے ہیں۔ سترہ برس تک مولانا نے پارلیمنٹ میں اپنے علاقے کی بے باک نمائندگی فرمائی اور اپنی پوری زندگی انہوں نے پاکستان کے تحفظ، پاکستان کی بقا کے لیے پاکستان کی بہتری اور پاکستان کی بھلائی کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لیے مشتہر کرنے کے لیے اس کے لیے تالیف و تصنیف میں گزار دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

جناب چیئرمین: شکریہ پروفیسر خورشید صاحب

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین میں بھی آپ کے ریزولیوشن اور عزیزم طارق چوہدری کے ریزولیوشن کی پوری پوری تائید کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالحق اس دور میں قرونِ وسطیٰ کے علم و تقویٰ کی ایک زندہ مثال تھے۔ انہوں نے علم و تحقیق کی بھی خدمت کی

اور طلبہ کی دینی، اخلاقی تربیت کے ذریعے سے ایک نسل تیار کی جس نے دین کی خدمت کی۔ ان کے شاگردوں نے جہادِ افغانستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس پورے علاقے میں پاکستان و افغانستان میں ان کے شاگردوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ ان کا اہم کنٹری بیوشن خود جہاد افغانستان کی تقویت میں ہے —

جناب والا! میں آپ کو یاد دلاؤں اس پیرانہ سالی کے باوجود نفاذ شریعت کی مہم میں اور خصوصیت سے پرائیویٹ شریعت بل، اس کی تیاری پارلیمنٹ میں، اس کے لیے فضا کو ہموار کرنا عوامی جدوجہد میں شرکت، ذاتی طور پر جو احتجاج ہوا اس میں شرکت۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو ان کی ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے، اس ایوان کے تمام شرکاء کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات کہوں گا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن ان کے اٹھنے سے علم کا ایک بڑا خزانہ اٹھ گیا۔ ایک بڑا سرمایۂ دولت سے ہم محروم ہو گئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ دینی اور علمی تحقیق اور جہاد ان میدانوں میں جو انہوں نے روشن مثال قائم کی ہے اس پر چلیں اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس خلاء کو پُر کریں۔ ان جذبات کے ساتھ میں تائید کرتا ہوں آپ کے اور طارق چوہدری کے ریزولیوشن کی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب محمد علی خان صاحب

جناب محمد علی خان ہوتی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب کہا جاتا ہے کہ موت العالِم موت العالَم۔ یعنی ایک عالِم کی موت ساری دنیا کی موت ہوا کرتی ہے۔ جناب والا! مولانا عبدالحق صاحب ایک نہایت ہی متقی اور پرہیزگار عالمِ دین تھے جن پر نہ صرف اہالیانِ صوبہ سرحد کو بلکہ میں سمجھتا ہوں سارے پاکستان کو فخر تھا۔ انہوں نے دین کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی اور وہ پاکستان کے ان جید علماء میں سے تھے جن کو دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں انہوں نے اکوڑہ خٹک میں ایک دارالعلوم قائم کیا جس میں نہ صرف ملک کے اندر کے سٹوڈنٹس تھے بلکہ افغانستان کے طلبہ بھی وہاں سے مستفید ہوتے رہے اور وہاں کی ٹریننگ کی وجہ سے وہی لوگ آج بڑی طاقت کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔ جناب والا! ملک میں ایسے لوگوں کی بہت زیادہ کمی ہے اور ان کی وفات سے ملک ایک نہایت جید عالم کی خدمات سے محروم ہو گیا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب سرتاج عزیز صاحب

جناب سرتاج عزیز وفاقی وزیر: جناب چیئرمین صاحب! مولانا عبدالحق نے جس خلوص اور محنت سے اپنی زندگی اسلام اور علم کے لیے وقف کی وہ ہم سب کے لیے ایک مثال اور ایک مشعل کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ ہمارے ملک میں بہت کم ہستیاں ایسی گذری ہوں گی جنہوں نے ایک ایسے دارالعلوم کا قیام اپنی محنتوں اور کوششوں سے کیا جو پورے علاقے بلکہ پاکستان کے بہت سے حصوں کے لیے ایک اہم درسگاہ کی شکل اختیار کر گئی اور میں سمجھتا ہوں اس سارے علاقے میں اس وقت ان کے شاگردوں کی جو تعداد ہے وہ ہزاروں نہیں بلکہ ایک لاکھ سے زیادہ پہنچ چکی ہو گی اور ان کے جنازے میں مجھے شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس میں جس عقیدت اور محبت سے ان کو سپردِ خاک کیا گیا وہ بجائے خود ان کی خدمات کے لیے ایک اہم پیغام تھا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ان کا دارالعلوم ان کے جانے کے بعد اسی طرح تمام قوم کے لیے ایک مشعلِ راہ بنے۔ اسلام اور اپنی علمیت کی بدولت وہ نور جو انہوں نے اپنی زندگی میں اور روحانیت کا وہ پیغام جو انہوں نے اپنے درسوں میں اپنے شاگردوں کے ذریعے پھیلایا وہ اسی طرح پھیلتا رہے تاکہ دنیاوی اور دینی زندگی کا یہ امتزاج جو اس دارالعلوم نے پیش کیا اس کی تقلید میں اور بھی ایسے دارالعلوم ہمارے ملک میں قائم ہوں۔ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو رحمت اور جنت نصیب کرے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا کرے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب نوابزادہ جہانگیر شاہ صاحب

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں جناب مولانا صاحب سے ذاتی طور پر بھی واقف تھا اور ذہنی طور پر بھی متاثر تھا۔ جہاد تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جہاد نفس سے ہوتا ہے۔ ایک جہاد مال سے ہوتا ہے۔ ایک جہاد قلم سے ہوتا ہے۔ اس نے قلم کا جہاد ساری عمر جاری رکھا۔ اس نے اسلام کی تبلیغ کی اور اپنے مدرسہ حقانیہ سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء صاحب علم ہوئے اور ملک میں پھیل گئے۔ اسلام کا ٹمٹماتا ہوا چراغ جو انگریزوں کے بعد اس ملک سے ناپید ہونے کے درپے تھا اس شمع کو اس نے بجھنے نہیں دیا۔ یہ ان کا ملک پر بڑا احسان ہے۔

اجر تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ جو اجر دیتا ہے وہ ہمارے اجر سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ انہوں نے اللہ کے دین کی خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں وہ مقام دے گا جس کے وہ حقدار ہیں۔ جب ہم آخرت میں ملیں گے تو ہمیں یہ حیرت ہوگی کہ جس شخص نے ساری عمر ایک کوٹھی میں ایک حجرہ میں صرف تبلیغ دین کے لیے گذاری ہو، اس کا مقام کہاں ہے اور وہ لوگ جو تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی زندگی گذارتے تھے وہ کہاں ہیں

دین کی خدمت انسان کا سب سے اولین فرض ہے۔ دین کو اپنے آپ پر نافذ کرنا اور دوسروں کو بتانا، نہ صرف بتانا بلکہ عمل کرکے دکھانا ہی دین کی اصل خدمت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ وہ بات نہ کہو جو تم نہیں کرسکتے۔ انہوں نے وہی بات کہی جو خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی بتاتے تھے۔ جب کوئی شخص ہم سے جدا ہو جاتا ہے تو دوسرے انسان بے بس ہو جاتے ہیں۔ کسی کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ جانے والے کو روک سکے۔ صرف ہم اس کے لیے دعا کرسکتے ہیں۔ اس کی مغفرت کے لیے دعا کرسکتے ہیں اور اس مدرسے کی خدمت کرنی چاہیے جہاں وہ دین کی تعلیم دیتے تھے تاکہ وہ مرجھا نہ جائے بلکہ اس میں اور بالیدگی اور زندگی آنی چاہیے تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ یہاں سے دین کی تبلیغ کے لیے زیادہ مبلغ پیدا ہوں۔ اس زمانے میں دین کے بارے میں لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ بس یہ تو ایک ملاؤں کا نظام ہے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بات نہیں۔ ہمیں تو چاہیے کہ ہم دنیا کو سائنٹیفک طریقے سے بتائیں کہ اگر آپ نے بہتر زندگی گذارنی ہے اور انسانوں کی خدمت کرنی ہے، سماج کو بہتر بنانا ہے تو صرف یہی دین ہے جو قرآن و سنت میں ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے ایک کام اور ذکر چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ادارہ کی مدد کریں۔ یہ خدمت ان کی خدمت ہوگی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور یہ بھی توفیق دے کہ وہ بھی دینی معاملات میں اسی طرح منہمک رہیں جس طرح وہ رہتے ہیں اور یہ لوگوں کی خدمت کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اب میں پروفیسر خورشید احمد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا مانگیں۔

جناب وسیم سجاد وفاقی وزیر انصاف و پارلیمانی امور: جناب والا! میں بھی کچھ کہوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب وسیم سجاد صاحب

(سابق وفاقی وزیر انصاف و پارلیمانی امور)

حال چیئرمین سینٹ

جناب! میں حکومت کی جانب سے اس قرارداد کی حمایت کرنے پر فخر محسوس کرتا ہوں، مرحوم مولانا عبدالحق ایک عظیم مذہبی سکالر اور سیاسی رہنما تھے انہوں نے اپنے پسماندگان میں ملک میں ایک وسیع تعداد شاگردوں اور اپنے مریدوں کی چھوڑی ان کا وصال ایک عظیم قومی سانحہ ہے، صدر پاکستان، سینئر وزیر اور دیگر وزیروں کی مولانا مرحوم کے آخری رسومات میں شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ ملک میں مولانا کو کیا مقام حاصل تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب! دعا مانگیے

(اس موقع پر ہاؤس نے مولانا عبدالحقؒ کی روح کے ایصالِ ثواب کے لیے دعا مانگی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جو قرارداد طارق چوہدری صاحب نے پیش کی ہے وہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

"یہ ایوان مولانا عبدالحق مرحوم کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتا ہے اور اس ایوان کے معزز ممبران ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں

(بقیہ صہ۹۲ پر)

دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کی باضابطہ
تعزیتی قرارداد

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

برادر مکرم و محترم زید لطفکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
امید کہ مزاج بخیر و عافیت ہوں گے

ماہ صفر کے پہلے ہفتے میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور کے سانحۂ وفات کی خبر سُن کر قلبی صدمہ ہوا۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فرزند اور دارالعلوم کے سابق استاد بھی تھے۔ یہاں دارالعلوم میں اسی وقت مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا اور دعاءِ مغفرت کی گئی۔

بندہ نے بھی اسی وقت ایک عریضہ کے ذریعہ اظہارِ تعزیت کیا تھا۔ امید کہ عریضہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ خدائے عزّ و جلّ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ صفر ۱۴۰۹ھ میں حضرت مرحوم کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کے لیے دعاءِ مغفرت کی ہے۔ منسلکہ تجویز تعزیت مجلس شوریٰ کی طرف سے ارسال ہے۔ بندہ کو ذاتی طور پر بھی شریکِ غم تصور فرمائیں اور بندہ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرما کر شکرگزار فرمائیں۔

امید کہ دعوات صالحہ سے یاد فرماتے رہیں گے۔

والسلام مرغوب الرحمٰن عفی عنہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

تجویز تعزیت، منظورہ مجلس شوریٰ
دارالعلوم دیوبند منعقدہ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے دلی رنج و افسوس کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پاکستان) کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی۔

مرحوم و مغفور دارالعلوم کے دورِ قدیم کے ممتاز فاضل اور دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اور بزرگانِ دیوبند کی یادگار تھے۔ آپ نے پاکستان اور افغانستان وغیرہ علاقوں میں علوم کتاب و سنت کی روشنی پھیلائی اور دارالعلوم کے علمی و عملی فیضان کو جاری رکھا۔ آپ نے اکوڑہ میں دارالعلوم کے نمونے پر ایک مرکزی دینی تعلیمی و روحانی ادارہ قائم کیا جس سے ہزارہا علماء اور طلباء نے اپنی علمی تشنگی بجھائی اور پاکستان و افغانستان میں علومِ نبوّت کے چشمے جاری ہوئے۔

آپ نے درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے علاوہ اپنے پروازِ قلم سے متعدد بلند پایہ کتابیں کتاب و سنت و فقہ و تصوف کے موضوعات پر لکھیں جن سے عالمِ اسلام میں اہل علم و ارباب فکر نے استفادہ کیا۔

پاکستان میں وہاں کے پارلیمنٹری حلقوں میں آپ نے اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے علمی و عملی رُوح پھونکی اور پاکستان کے سیاسی حلقوں نے آپ کی رہنمائی میں نظامِ اسلام کے قیام کی راہ میں بیش قرار منازل طے کیں۔

آپ کا ماہنامہ "الحق" بھی آپ کی دینی و علمی سرگرمیوں کا امین ہے جس سے پاکستان اور عالم اسلام میں علومِ نبوّت کے تشنگان سیراب ہوتے ہیں۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند آپ کے حادثۂ وفات کو اپنا جماعتی نقصان تصور کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں

(باقی ص ۹۲۲ پر)

مجلس شوریٰ وفاق المدارس العربیہ

کی

تعزیتی قرارداد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق وفاق المدارس العربیہ کے سرپرستِ اعلیٰ تھے، ان کی توجہ، دعاؤں اور مفید مشوروں اور سرپرستی سے وفاق نے اپنے اہم مقاصد اور اہداف میں خوب ترقی کی ہے

شیخ الحدیث مولانا فیض احمد، ملتان

۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس قاسم العلوم ملتان میں منعقد ہوا جس میں وفاق کی مجلس عاملہ کے ارکان کے علاوہ چاروں صوبوں سے دینی مدارس کے مہتممین، نمائندوں، اکابر علماء اور مشائخ نے بھرپور شرکت کی۔ کارروائی کے آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب ملتانی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تعزیتی قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ ذیل میں اس قرارداد کے متن کے علاوہ المرکز الاسلامی احمد آباد ھند کے امیر سید امیر الحسینی الندوی کا تعزیتی مکتوب بھی نذر قارئین ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا یہ عظیم اجلاس استاذ العلماء محدث کبیر عارف باللہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سرپرست وفاق المدارس کے سانحہ ارتحال پر حد درجہ رنج والم کے اظہار کے ساتھ ساتھ مرحوم کے دینی و علمی خدمات اور قومی وملی اور سیاسی کارناموں پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ مرحوم وفاق المدارس پاکستان کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ان کی توجہ، مفید مشوروں اور دعاؤں سے الحمدللہ کہ وفاق نے اپنے اہم مقاصد اور اہداف میں خوب ترقی کی ہے۔ اس لحاظ سے وفاق تا قیامت مرحوم کا ممنون اور شکر گزار رہے گا۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ عظیم قومی وملی اور ملکی و سیاسی خدمات، پارلیمنٹ میں مجاہدانہ کردار وفاق المدارس کی تنظیم کارکردگی، وفاق کی سطح پر علماء کے اتحاد اور امت کا یہ مرکزی ادارہ بھی مرحوم کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ موجودہ دور میں امت مسلمہ کو درپیش اہم مسئلہ افغانستان کی آزادی اور وہاں پر اسلامی حکومت کا قیام ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس معرکہ کارزار میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور قدیم طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد میں افرادی قوت مہیا فرمائی ہے جو اب میدانِ کارزار میں قائدانہ اور محاذِ جنگ پر زبردست جرأتمندانہ کردار کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

آج کا یہ اجلاس مرحوم کے تلامذہ، محبین و مخلصین، اہل علم حضرات بالخصوص مرحوم کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور جملہ اہلِ خاندان سے تعزیت کرتا ہے اور دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کا قائم فرمودہ گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ کو سدا بہار رکھے اور باری تعالیٰ ان کے برکات سے امت کو وفاق المدارس العربیہ کو اور بالخصوص مولانا سمیع الحق مدظلہ کو مالا مال فرمائے تاکہ احیاء دین، اشاعت علم اور غلبہ اسلام

کاکام جاری کر رہے ہے۔

جمعہ کا دن تھا جامع مسجد میں نماز ادا کی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت علیہ الرحمۃ اپنی علالت کی وجہ سے گھر کے متصل چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک طالب علم کی رہنمائی میں اسی مسجد میں حاضر ہوا۔ حضرت نماز سے فارغ ہوکر دو خادموں کے تعاون اور سہارے سے دولت کدے کی طرف چل دیے۔

راستہ روک کر سلام کرکے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ملاقات کی خاطر ہندوستان سے حاضر ہوا ہوں۔

چند لمحہ کھڑے کھڑے گفتگو فرمائی۔ اندازِ گفتگو اور حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت غایت شفقت سے تکلف فرما رہے ہیں۔ لہٰذا معذرت کرکے رخصت طلب کی۔ فرمانے لگے کہ نہیں آج تو آپ میرے مہمان رہیں گے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے صاحبزادے اور پوتوں کو حکم دیا کہ ان کو بیٹھک میں لے جائیں اور مشروبات سے تواضع کریں۔ حسب حکم مہمان خانے میں حاضر ہوا۔ آپ کے بھائی اور بچے نیز مدرسہ کے چند طلبہ ہندوستان سے متعلق حالات معلوم کرتے رہے۔ یوں عصر تک قیام رہا اور میں شام کو راولپنڈی کے لیے روانہ ہوگیا۔ آپ کے اہل خاندان و متعلقین کی مہمان نوازی سے میں بے حد متاثر تھا اور اپنی قسمت پر شاداں و نازاں تھا کہ اللہ نے اپنی زندگی کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی اور اس صدی کے ایک عظیم مجاہد اور امامِ وقت کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس صدی کے ایک عظیم مجاہد تھے، جنہوں نے اس دور میں جہاد بالقلم والسیف دونوں کا عملی نمونہ پیش کرکے اپنی زندگی ہی میں وقت کی ایک سفاک طاغوتی طاقت اور سپر پاور اشتراکی روس کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے تلامذۂ اجلہ نے جہادِ افغانستان میں مقدمۃ الجیش اور ہراول دستہ کا کردار ادا کیا ہے۔

جہادِ افغانستان کی کامیابی و کامرانی اور فتح مندی کا سہرا بھی حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے سر ہے۔

افغانستان کی آزادی کے بعد جب کہ وہاں کے نظامِ حکومت اور امورِ مملکت سے متعلق حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے تلامذہ ان کی رہنمائی اور سرپرستی کے زیادہ محتاج تھے۔ ایسے وقت پر مجاہدینِ افغانستان ایک سرپرست کی سرپرستی و رہنمائی سے محروم ہوگئے ہیں جو یقیناً پوری ملت اسلامیہ کی محرومی اور ناقابلِ تلافی نقصان کے مترادف ہے۔

ہم کارکنان المرکز الاسلامی احمد آباد مرحوم کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم الحروف کی طرف سے آپ جملہ اہلِ خانہ و متعلقین کو تعزیت اور قلبی ہمدردی پہنچادیں اور اس عاصی پُرمعاصی کے حق میں بھی دعا فرمائیں۔

* * *

بقیہ: دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کی تعزیتی قرارداد

بلند درجات عطا فرمائے اور آپ کے جانشین و فرزند مولانا سمیع الحق صاحب کو آپ کا صحیح جانشین بنائے اور جو اہم کام آپ تشنہ چھوڑ گئے ہیں ان کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس حادثہ پر ان کو اور دیگر اہلِ خاندان اور تلامذہ و معتقدین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے آمین۔

(مولانا) مرغوب الرحمٰن
مہتمم دارالعلوم دیوبند

قطعہ تاریخ وفات و ملال

۱۹۸۸ء
او میرِ لشکرِ بحر العلوم عبد الحق   فخرِ زمن شیریں بیاں کہ مردم ساز
۱۴۰۹ھ   ۱۹۸۸ء
او پیکرِ جود و سخا شیخ الحدیثؒ   فقیہ حق بیں استاذ العلماء بکار ساز
۱۹۸۸ء   ۱۴۰۹ھ

(محمد عبد المعبود، راولپنڈی)

تعزیتی اجتماعات سے چند مشاہیر کے تقاریر کے اقتباس

مولانا عبدالقیوم حقانی

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق اور متوسلین سے تعزیت کیلئے آنے والے مشاہیر سیاسی زعماء اور افغان مرکزی قیادت کے رہنما و حضرات علماء بسا اوقات مختصر تعزیتی کلمات سے خطاب بھی فرماتے رہے اس میں سے بعض تقاریر کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

○ جناب صدر پاکستان غلام اسحاق خان

نے تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے علمی و دینی اور قومی و سیاسی کردار، دین اسلام کے لیے مرحوم کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

صدر نے کہا: "مولانا انتہائی نیک اور متقی انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قلب و ذہن کی بے شمار خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ مرحوم فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم اور استاد تھے۔"

حضرت شیخ الحدیث رح ایک عالمگیر، ہمہ گیر اور بے حد ہردلعزیز شخصیت تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آج تیرھواں دن ہے مرحوم کی وفات ہوئے مگر تعزیت کنندگان کے دُور دراز علاقوں سے وفود، علماء اور مشائخ کے قافلے، بزرگانِ دین کی جمعیتیں، افغان قائدین، محاذِ جنگ کے جرنیلوں اور مجاہدین اور صالحینِ امت کی غمزدہ ٹولیاں آ آ کر حضرتِ اقدس رح کے مزار پر فاتحہ خوانی پڑھتے، ایصالِ ثواب کرتے اور بے تابانہ آنسو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور حضرت کے صاحبزادوں سے مِل مِل کر اپنے دل کی حسرتیں مٹاتے ہیں۔ افغان مجاہدین کے متعدد وفود، محاذِ جنگ کے کمانڈاروں، اپنی جماعتوں کے امیروں اور مشائخ کی قیادت میں تسلسل سے آرہے ہیں جن میں دو سے تین ہزار تک افراد شریک ہوتے ہیں۔ بلوچستان کے دور دراز علاقے جہاں ٹریفک کے وسائل بھی میسر نہیں تین تین اور چار چار روز کے مسلسل سفر کے بعد پہنچتے اور اپنے شیخ کی خدمت میں دُعا و استغفار، تلاوت و ایصالِ ثواب کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

بعض مشاہیر کی آمد پر بغیر کسی اہتمام کے تعزیتی اجتماعات بھی ہوئے اور خطابات بھی۔ بعض قومی رہنماؤں اور عبوری حکومت اتحاد افغانستان کے مرکزی قائدین کے تقاریر کے بعض اقتباسات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

○ سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو

نے تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

میں اور میرے رفقاء یہاں حاضر ہوئے ہیں کہ ہم ایک بڑی اور عظیم شخصیت حضرت مولانا عبدالحق رح کی ناگہانی وفات کے موقع پر تعزیت کریں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رح سے میری وابستگی گذشتہ تین سال سے رہی ہے۔ جب سے میں نے وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا تو میں نے جب بھی مولانا مرحوم سے ملاقات کی تھی تو انہوں نے مجھے فرمایا:

"میں آپ کو اتنا کہوں گا کہ اگر پاکستان کو آپ صحیح اسلامی فلاحی مملکت بنائیں اور یہ میری خواہش ہے کہ پاکستان میں اسلامی قوانین کو نافذ کیا جائے تو ہمارا ساتھ اور دعائیں بھی آپ کے ساتھ رہیں گی۔"

جب بھی اسمبلی کا اجلاس ہوتا تھا تو میں مولانا سمیع الحق صاحب سے کہتا تھا کہ حضرت مولانا صاحب رح جب بھی یہاں آئیں تو میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی طبیعت ان کو اتنی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اسمبلی کے تمام امور میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لیں لیکن عموماً جب اسمبلی کا اجلاس ہوتا تھا تو وہ شرکت کے لیے اسلام آباد تشریف لاتے۔ اس موقع پر میں اتنا ہی کہوں گا کہ

> جہاں تک حضرت کا تعلق ہے تو وہ آپ کے پاس ایسی روایات چھوڑ کر گئے ہیں۔ آپ ان کے نقشِ قدم پر چلیں علاقے کی خدمت کریں، اسلام کی خدمت کریں اور مولانا مرحوم کی وہ خواہش پوری کریں جس کے لیے مرحوم نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ میں تقریر کرنے کے لیے یہاں نہیں کھڑا ہوا۔ میں اتنا ہی کہوں گا کہ تین چار سالوں میں میری وزارتِ عظمیٰ کے دَور میں مجھے ان سے جو ملاقات کا شرف ملا تو میں یہی کہوں گا کہ وہ میرے لیے ایک عظیم ہستی تھی اور ان کی یہ سب سے بڑی خواہش تھی کہ دین ہی کی بالادستی ہونی چاہیئے اور خدا تعالیٰ ہم سب کو ہمت دے کہ ہم پاکستان کو صحیح اسلامی اور فلاحی مملکت بنا سکیں۔

○ آزاد کشمیر کے صدر

عبدالقیوم خان

نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کے قومی اسمبلی میں اور سیاسی و دینی محاذ پر ان کی لازوال خدمات کو تاریخ کا روشن باب قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ شیخ الحدیث رح گو مادی اعتبار سے اس دنیا سے وفات پا چکے ہیں لیکن ان کے ہزاروں تلامذہ ان کے ہزاروں عقیدت مند اور پیروکار بالخصوص ان کے لائق فرزند اور عظیم سیاسی راہنما مولانا سمیع الحق کی مساعی تحریک نفاذ شریعت کی کوششیں قیامت تک مولانا عبدالحق رح کا نام زندہ رکھیں گی۔ آئیے آج ہم عہد کریں کہ مولانا عبدالحق مرحوم نے جس مشن کو جاری فرمایا تھا اس کی تکمیل و تنفیذ تک اور اس عظیم مقصد کے حصول میں ہم اپنی جان تک کھپا دیں۔

اسلام دشمن قوتیں ایسی بڑی شخصیتوں کے انتقال پر خوش ہوتی ہیں لیکن مولانا مرحوم ایسے آدمی ہیں جو اپنے بعد ہزاروں شاگردوں کا ایک وسیع سلسلہ چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے لائق فرزندان کے مخلص تلامذہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مشن کو جاری رکھیں گے اور جب تک اسلام کا جھنڈا بلند نہیں ہو جاتا اس نظام کی حفاظت کے لیے کام کرتے رہیں گے۔

○ اتحاد اسلامی افغانستان کے امیر

عبدرب الرسول سیاف نے کہا،

اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث عبدالحق رح کو اپنی رضا سے نوازے۔ مولانا عبدالحق رح شیخ الحدیث تھے اور ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خدمت و تعلیم اور توضیح و تشریح میں گذرا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ کردار و عمل کے لحاظ سے بہت بلند مقام اور رتبہ پر فائز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

> کہ میں آدم کی اولاد میں سب سے بڑھ کر اجود اور سخی ہوں اور میرے بعد اجود وہ ہوں گے جنہوں نے خود علم سیکھا ہو اور دوسروں کو سکھایا ہو۔ دوسرا اجود وہ ہے جس نے خود کو اللہ کی راہ میں قربان کیا ہو۔

حضرت شیخ الحدیث میں دونوں وصف بدرجہ اتم موجود تھے۔ دارالعلوم حقانیہ مرحوم کا صدقہ جاریہ، سلسلۂ تعلیم مرحوم کا علم نافع اور باقیات صالحیات، صالح اور نیک اور عالم اولاد مرحوم کے لیے گویا کہ تسلسل عمل اور نہ منقطع ہونے والا اجر و ثواب ہے اور اب جہادِ افغانستان میں ان کے ہزاروں تلامذہ اور باکردار فضلاء ایک ایسا عمل اور عظیم صدقہ جاریہ ہے کہ قیامت تک اس کے اثرات اور برکات شیخ الحدیث مرحوم کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے۔

○ افغان اتحاد کونسل کے سابق صدر اور حزبِ اسلامی افغانستان کے امیر

مولوی محمد یونس خالص

نے اپنی تقریر میں کہا۔

استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث رح نے ہمیں قرآن اور حدیث کا سبق پڑھایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ عملاً جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی مساعی کی ترغیب بھی دی۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا تھا کہ

تم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آرام سے نہیں بیٹھو گے۔ دین کی خدمت کرو گے۔ دین کو سر بلند رکھو گے۔ ہر صورت میں ہر جگہ دین ہی کا، شریعت کا اور علم دین کا کام کرو گے۔ تدریس کی شکل میں کبھی تبلیغ کی شکل میں، کبھی وعظ اور نصیحت کی شکل میں اور کبھی باطل قوتوں کی سرکوبی کے لیے جہاد کی شکل میں۔ خدا کا شکر ہے کہ اللہ پاک نے حضرتؒ کو ان کی زندگی میں ان کی روحانی اولاد دارالعلوم کے فضلاء کا ہر محاذ پر، دینِ اسلام کے ہر پہلو پر کام کرتے دکھا دیا۔ خاص کر حضرتؒ نے ہم سے جہاد کے لیے جو عہد لیا تھا آج خدا کا فضل ہے کہ افغانستان کے ہر سنگر میں ہم گنہگار اور ان کے تمام فضلاء اس کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت ہمارے جہادِ افغانستان کے سرپرست تھے۔ یہ سب ان کی معاونت تھی۔ انہوں نے ہمیں جہاد کے لیے محاذِ جنگ کے جرنیل دیے، مجاہد اور غازی دیے۔ انہوں نے ہمیں ایک سپر پاور اور بڑی طاقت سے مقابلہ کے لیے مفید مشوروں سے حوصلہ دیا۔ پُرخلوص اور غائبانہ دعاؤں سے ہماری مدد کی۔ ان کے شاگرد ہر محاذ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہ دارالعلوم حقانیہ ہماری مادرِ علمی ہے۔ مجاہدین کی چھاؤنی ہے۔ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے باقیات صالحات سے ہے۔ اب ہمیں توقع ہے بلکہ یقین ہے کہ حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ بھی اپنے والد گرامی قدر کی طرح ہماری سرپرستی فرمائیں گے جس طرح حضرت کی زندگی میں انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور معاونت کی اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ جہاد کے مشن کی تکمیل میں شریک رہیں گے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور جہاد ہم سب کے لیے ایک فریضہ ہے۔ حضرتؒ کی وفات سے مجاہدین یتیم ہو گئے ہیں اور محاذِ جنگ کے سنگروں کی روحانی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں، تاہم ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک زندگی ہے ہم نے حضرت سے جو عہد کیا تھا اس کو آخری دم تک نبھاتے رہیں گے۔

○ جبهه اسلامی افغانستان کے امیر
مولانا صبغۃ اللہ مجددی

نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

تین ماہ بعد اب جب پاکستان حاضر ہوا ہوں تو حد درجہ غم و حزن، رنج و ملال ہوا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ عالمِ اسلام کی دو اہم شخصیتوں کے تعاون اور سرپرستیوں سے مسلمان امت بالخصوص افغان مجاہدین محروم ہو گئے ہیں۔ ایک علمی و روحانی شخصیت جس نے میدانِ جہاد میں افرادی قوت کے اعتبار سے علماء اور فضلاء مرحمت فرمائے وہ حضرت مولانا فاضل گرامی عارف ربانی عالم حقانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی تھی۔ یہ امت کا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ہماری نظر میں ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ قادر ہے اور یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے کہ وہ مرحوم کے جانشینوں سے مولانا مرحوم ہی کا کام لے۔ ہمیں یقین ہے کہ مولانا مرحوم کے جانشین مولانا سمیع الحق و دیگر صاحبزادگان ایک عارف ربانی اور عظیم والد کی تربیت کے صدقے مادیت، مغربیت، آسائش اہل دول یا اغیارِ حق کے سامنے اپنا سر ہرگز نہ جھکائیں گے اور انشاء اللہ آخر تک اپنے عظیم والد جو پاکستان اور افغانستان کے مسلمانوں بلکہ امت کے لیے ان کا وجود قابلِ افتخار تھا، کے مشن کی تکمیل میں لگے رہیں گے۔

دوسری شخصیت صدر ضیاء الحق مرحوم کی تھی جو مادی اور سیاسی اعتبار سے بین الاقوامی مجالس میں جہادِ افغانستان کی بھرپور وکالت کر رہے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سراپا اخلاص تھے۔ وہ عظیم شخصیت عارف روحانی اور عالم ربانی تھے جو کسی دولت کسی قدرت، کسی مادیت اور جبر و استبداد کے سامنے کبھی بھی نہیں جھکے۔ انہوں نے ساری زندگی استغناء اور قناعت میں گزاری۔ انہوں نے اپنے لیے فقر و بے کسی اور بے چارگی کی زندگی کو پسند کیا۔ یہ مرکز دارالعلوم ان کے اپنے اخلاص کے برکات سے قائم رہا جس کی بقا اور ترقی کے یہ مناظر دیکھ کر خود ہمیں حیرت ہوتی ہے۔ مرحوم کی شفقتیں اور الطاف ان کے علم ظاہری و باطنی کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت کا

یہ سلسلہ مختلف تنظیموں، اداروں اور اہم شخصیتوں کی طرف سے دیر تک جاری رہا۔ اس سلسلہ میں جب ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین نے اپنے ممبران کے ہمراہ مزار مبارک کے قریب ایک تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک نے پہلی بار کسی شخصیت کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی قبر مبارک پر سنگ مرمر کا پختہ مزار تعمیر کر دیا جائے تو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم آپ حضرات کے جذبات اور خلوص و محبت کی قدر کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت قائد شریعت شیخ الحدیثؒ نے ساری زندگی بدعات اور رواجات کے خلاف جنگ میں گذاری ہے، ہر عمل میں انہیں سنت کا راستہ محبوب تھا لہٰذا بعد الوفات بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جانا چاہیئے جو زندگی میں انہیں محبوب تھا۔

مولانا سمیع الحق نے کہا قبہ یا پختہ مزار بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس سے حضرت کی روح کو تکلیف ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضرت کی قبر کچی رہے اور اس کا ہر زاویہ سنت کے موافق بنا دیا جائے۔

سرکاری اور سیاسی سطح کے بعض اکابر نے اپنے رسومات اور اعزاز کے مطابق جب مزار شیخ پر پھولوں کی چادریں چڑھانے کا سلسلہ شروع کیا تو حضرت مولانا سمیع الحق، حضرت مولانا انوار الحق کو یہ معاملہ ناگوار گزرا کہ سنت رسولؐ اور تعامل صحابہؓ میں اس کا ثبوت نہیں۔ لہٰذا حضرت اقدس کے سرہانے چارپائی رکھوا دی۔ جسے خواہ مخواہ اپنی یہ رسم اعزاز پوری ہی کرنی ہے تو وہ چارپائی پر پھول چڑھا دے۔ اس سے مسئلہ کی تفہیم بھی ہوگئی اس عمل کی ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہوگیا۔

جنازے کے بعد آنے والے حضرات میں سردار عبدالقیوم خان، صدر آزاد کشمیر، جناب اصغر خان صاحب، صدر تحریک استقلال، پیر گیلانی آفندی کے نمائندے جناب ڈاکٹر فاروق اعظم، سینیٹر ظہور الحق، سالم خلیل خان سابق ایم این اے، سینیٹر ہاشم خان، جناب وسیم سجاد وفاقی وزیر قانون و انصاف سینیٹر سلیم سیف اللہ، گوہر ایوب خان، کنور قطب الدین، مولانا معین الدین لکھوی صدر جمعیت اہلحدیث، میاں فضل حق ناظم جمعیۃ اہلحدیث، مولانا عبدالرحیم اشرف فیصل آباد، مولانا عبدالسبوح قاسمی، جہاد افغان خوست محاذ کے کمانڈر جلال الدین حقانی کے بھائی محمد ابراہیم حقانی، جبہ اسلامی افغانستان کے صدر صبغۃ اللہ مجددی، ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک کے چیئرمین جان محمد و جملہ ممبران خوشحال ادبی و ثقافتی جرگہ کے رہنما صوبیدار محمد اشرف اور ان کے رفقاء، تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما مولانا مفتی زین العابدین دارالعلوم کراچی کے مہتمم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا اسعد تھانوی، مولانا محمد حنیف جالندھری خیر المدارس ملتان، مولانا عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ، مولانا فیض احمد ملتان، مولانا حق نواز جھنگوی سید فضل آغا چیئرمین سینیٹ آف پاکستان، وفاقی وزیر چوہدری شجاعت حسین، چوہدری شوکت سید، آغا مرتضیٰ پویا وزیر احمد جوگیزئی وزیر تعلیم، بریگیڈیر فہیم خٹک، سینیٹر چوہدری طارق، جناب ڈاکٹر شمس الرحمٰن معالج خصوصی حضرت شیخ الحدیثؒ، پیر آف مانکی شریف، سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو سابق وزیر اعلیٰ سرحد ارباب جہانگیر، سابق گورنر سرحد عبدالغفور خان ہوتی، وفاقی وزیر نسیم آہیر، سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے صاحبزادے ڈاکٹر انوار الحق، آفتاب شیرپاؤ صدر پیپلز پارٹی سرحد، سابق گورنر سندھ سید غوث۔ خانزادہ تاج محمد خان سابق ایم این اے، ڈاکٹر اسرار احمد صدر تنظیم اسلام لاہور، محمد افضل خان صدر نیشنل عوامی پارٹی سرحد آصف وردگ کا تذکرہ بے جا نہیں۔ ملک و بیرون ملک دنیا بھر کے مشاہیر اہل اسلام، علماء، دانشور حضرات اور مختلف اداروں کی طرف سے ٹیلی گراموں اور تعزیتی خطوط اور پیغامات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اس پر مستزاد ہے جس کا کچھ حصہ شریک اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کی یہ ڈاک کھولنے اور اس کو فائلوں میں ترتیب دینے کے لیے باقاعدہ تین چار کارکنوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے علمی و دینی، قومی و روحانی اور ملکی و ملی خدمات کے اعتراف، خراج تحسین اور تمام طبقوں سے

رکھنے والے لوگوں میں یکساں طور پر مقبولیت، محبوبیت اور ان کی عظمت و احترام کے مظاہر ہیں جو مختلف روایات اور اطوار میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں مگر دینی اور اُخروی نقطۂ نگاہ سے حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کا سب سے بڑا سرمایہ اور توشۂ آخرت ان کے ہزاروں تلامذہ ہیں جو اب دنیا کی وسعتوں میں پھیل کر اساتذہ علم اور خدام شریعت ہیں یا افغانستان کے معرکۂ کارزار میں جہاد میں مصروف اور روسی جارحیت سے برسرپیکار ہیں۔ مرحوم کی صالح، علم و عمل سے آراستہ نسبی اولاد مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور رہتی دنیا تک ان کے فیوض و برکات ہیں جو نہ ختم ہونے والا صدقۂ جاریہ، گویا حضرت شیخؒ کے عمل کا تسلسل اور ان کے رفع درجات کا یقینی وسیلہ ہیں مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کے لیے اخروی اعتبار سے نافع، فوری مؤثر، فرحت بخش عالم برزخ کا مونس و رفیق، جی بہلانے اور ان کو خوش رکھنے، جنت کی ہواؤں، فضاؤں اور بہاروں میں ان کے فرحاں و خنداں رہنے کا اس سے بڑھ کر بہتر اور قوی ذریعہ اور کونسا ہو سکتا ہے کہ جب سے حضرت اقدسؒ کا وصال ہوا ہے تب سے آج تک مزارِ مبارک پر دُور دراز سے آنے والے علماء، فضلاء، مجاہدین، مشائخ، افغان مہاجرین، صالحین، عامۃ المسلمین اور طلبہ دین کی ایک جماعت ہر وقت مصروفِ تلاوت رہتی ہے۔ طلبہ دارالعلوم اور دارالحفظ کے طلبہ کو جب بھی مزار مبارک کے قریب بیٹھنے کے لیے گنجائش میسر آتی ہے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ ویسے بھی دارالحفظ کے قرب میں حضرت شیخؒ کی آخری آرامگاہ ان کے لیے قطعی طور پر نزولِ برکت اور سکینہ و رحمت کا قطعۂ ارض اور ہر لحاظ سے مبارک قرارگاہ ہے۔

جب سید سلیمان ندویؒ کے خلیفۂ اجل، سلوک سلیمانی کے مصنف مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا پروفیسر محمد اشرف صاحب مدظلہٗ مزار مبارک پر تشریف لائے اور مراقب ہوئے تو واپسی پر اپنے رفقاء سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی زبان مبارک سے سب سے پہلے جو مبارک جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ۔

"یہاں تو انوار ہی انوار ہیں"

○ حضرت مولانا مفتی زین العابدین

تحریر یہیں تک پہنچی تھی اور ارادہ تھا کہ اسی پر اکتفا کر لیا جائے کہ آج جماعتِ تبلیغ کے بزرگ رہنما اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مفتی محمد زین العابدین صاحب فیصل آباد والے دارالعلوم تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعزیت کی۔ ان کے مزار پر حاضر ہو کر ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی نئی ذمہ داریوں دارالعلوم کے اہتمام اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانشینی کے سلسلۂ گفتگو میں دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا تکوینی نظام ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت اور اشاعت کے لیے غیب سے رجال کار پیدا فرما دیتے ہیں۔ جس روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا اسی روز امام شافعیؒ اس دنیا میں تشریف لائے۔

انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی وفات پر حضرت جیؒ نے فرمایا تھا کہ آدمی کا انتقال ایک فطری اور قدرت کا اٹل فیصلہ ہے مگر ان کے عمل کا انتقال نہیں ہونا چاہیے۔ مولانا سمیع الحق نے عرض کیا ہم میں تو اہلیت نہیں ہے حضرت شیخ الحدیثؒ کے کام کی ذمہ داریاں اور ان کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے بڑی استعداد اور صلاحیت کی ضرورت ہے۔ ہم میں اس کی لیاقت کہاں ہے؟

اس پر مولانا مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ ایسا ہی معاملہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی وفات پر علماء اور اہلِ دل بزرگوں کو پیش آیا تھا۔ مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے مرض الوفات میں وفات سے ایک روز قبل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! یہ جماعت کا کام اور تبلیغ کا نظام آپ کے عین حیات میں بھی بڑی مشکلات، تعب اور مشقت سے اس مرحلے تک پہنچا ہے۔ بظاہر عالم اسباب میں آپ کی طرح فکر اور دردِ دل والے اصحاب نظر نہیں آتے۔ خدا نہ کرے کہ آپ کے بعد پھر اس کو چلانے والا کوئی نہ ہو۔ مولانا نعمانی فرماتے ہیں میں نے جو اندیشہ تھا حضرت کی خدمت میں

عرض کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

پریشانی ہمیں بھی ہے لیکن اطمینان بھی ہے۔ جب کوئی عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے اس کی حفاظت کے اسباب بھی پیدا فرما دیتے ہیں۔ حفاظت کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے سے اس کام کے لیے آدمی تیار اور موجود ہوں۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ ایک کے انتقال کے بعد راتوں رات قدرت کی جانب سے اس کام کے نعم البدل کے طور پر دوسرا آدمی تیار کر دیا جاتا ہے۔

مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی اس گفتگو سے مجھے اطمینان اور تسلی ہو گئی۔ اسی شام میں دلی چلا گیا کہ صبح کو حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے انتقال کی خبر ملی تو فوراً دلی سے واپسی ہوئی۔ یہاں آیا تو لوگ جمع ہیں اور تعزیتی اجتماع سے حضرت مولانا محمد یوسفؒ خطاب فرما رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ایک لمحہ ضائع کیے بغیر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلان فرما دیا کہ حضور اقدس صلعم کی زندگی میں جو کام اور نظام چل رہا تھا اب بھی وہی چلتا رہے گا اور اس میں بال برابر فرق نہیں آنے دیا جائے گا تو مولانا محمد یوسفؒ نے تبلیغی جماعت کے نظام کو اسی طرح جاری رکھا۔ تشکیل ہوئی اور کام آگے بڑھا جبکہ اس سے قبل مولانا محمد یوسفؒ کو تبلیغی جماعت کے کام سے کوئی مناسبت نہیں تھی۔ محض محقق عالم اور بہترین مصنف تھے۔ ہر وقت مطالعہ میں ڈوبے رہتے تھے۔ جب حضرت مولانا محمد الیاسؒ انہیں تبلیغی کام یا مہمان یا دعوت کے نظام کے سلسلہ میں کسی کام سے بلاتے تو وہ عرض کرتے۔ حضرت! اس سے میرے تعلیمی، مطالعاتی اور تصنیفی مشاغل کا نقصان ہوتا ہے مگر قدرت نے حضرتؒ کے انتقال کے بعد راتوں رات ان کو استعداد اور صلاحیت سے نوازا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یوسف ہی نہیں جو پہلے تھا۔

حضرت گنگوہیؒ کے انتقال پر ایک صاحب بڑے غمزدہ ہو کر حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بڑے پریشان اور گھبرائے ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت! اب ہم کیا کریں گے۔ کوئی نظر نہیں آتا تو مولانا خلیل احمدؒ نے فرمایا:

حضرت گنگوہیؒ کے بعد اب جو حضرات موجود ہیں انہیں غنیمت سمجھو ورنہ کل یہ بھی نہیں ملیں گے۔

بہرحال یہ بات اس لیے چھیڑ دی کہ اللہ پاک جب بھی چاہیں جس سے چاہیں کام اور ذمہ داریاں سونپ دیتے ہیں اور صلاحیت و استعداد بھی عطا فرما دیتے ہیں۔

○ حضرت مولانا سعید احمد خان

تبلیغی جماعت کے مشہور بزرگ رہنما مہاجر مدینہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مدظلہ ضعف و علالت اور بیماری کے باوصف حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعزیت کے سلسلہ میں دارالعلوم تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور صاحبزادہ مولانا انوار الحق صاحب سے حضرت کے لیے تعزیت کی اور ارشاد فرمایا۔ کئی روز سے مسلسل بخار رہے۔ علالت بڑھ گئی ہے۔ آج ذرا بخار اترا تو اس کو غنیمت جانا اور حاضری کی سعادت حاصل کی۔ یہ ہمارا حق تھا کہ ہم حاضر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کے درجات بلند فرمائے۔

مولانا سمیع الحق نے عرض کیا۔ حضرت! یہ آپ کی مہربانی اور عنایت ہے۔ آپ اس بیماری کی حالت میں زحمت نہ فرماتے۔ آپ کی دعائیں ہمارے لیے کافی ہیں۔ رائے ونڈ کے سارے اکابر تشریف لائے تھے۔ حضرتؒ کو بھی آپ سے محبت تھی۔ بڑے احترام سے آپ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

انہوں نے فرمایا۔ ہاں، حضرت ہمارے بزرگ اور مخدوم تھے۔ ان سے ملاقات بھی ہوا کرتی تھی۔ یہاں دارالعلوم بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ مدینہ منورہ میں بھی انہوں نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا تھا۔ دنیا سے صالحین چلے گئے اور اب حضرتؒ بھی چلے گئے ہیں اور ہم لوگ رہ گئے ہیں۔ زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ فتنے پر فتنے آرہے ہیں۔

(باقی ص۹۳۷ پر)

مستقبل اور اُس کا وسیع تر اُفق

ہر جہتی ترقی کے باعث وسیع تر ہوتے ہوئے اُفق کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ ہمیں اس کے ساتھ ہی ساتھ آگے بڑھنا ہے۔ پاکستان برماشیل میں ہم آج کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ، مستقبل کے امکانات پر بھی نظر جمائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی اُن شعوری کوششوں کا ایک اہم پہلو ہے، جو ہم پیٹرولیم کی فروخت کاری کے سلسلے میں اپنی خدمات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے کر رہے ہیں۔

پاکستان برماشیل PBS

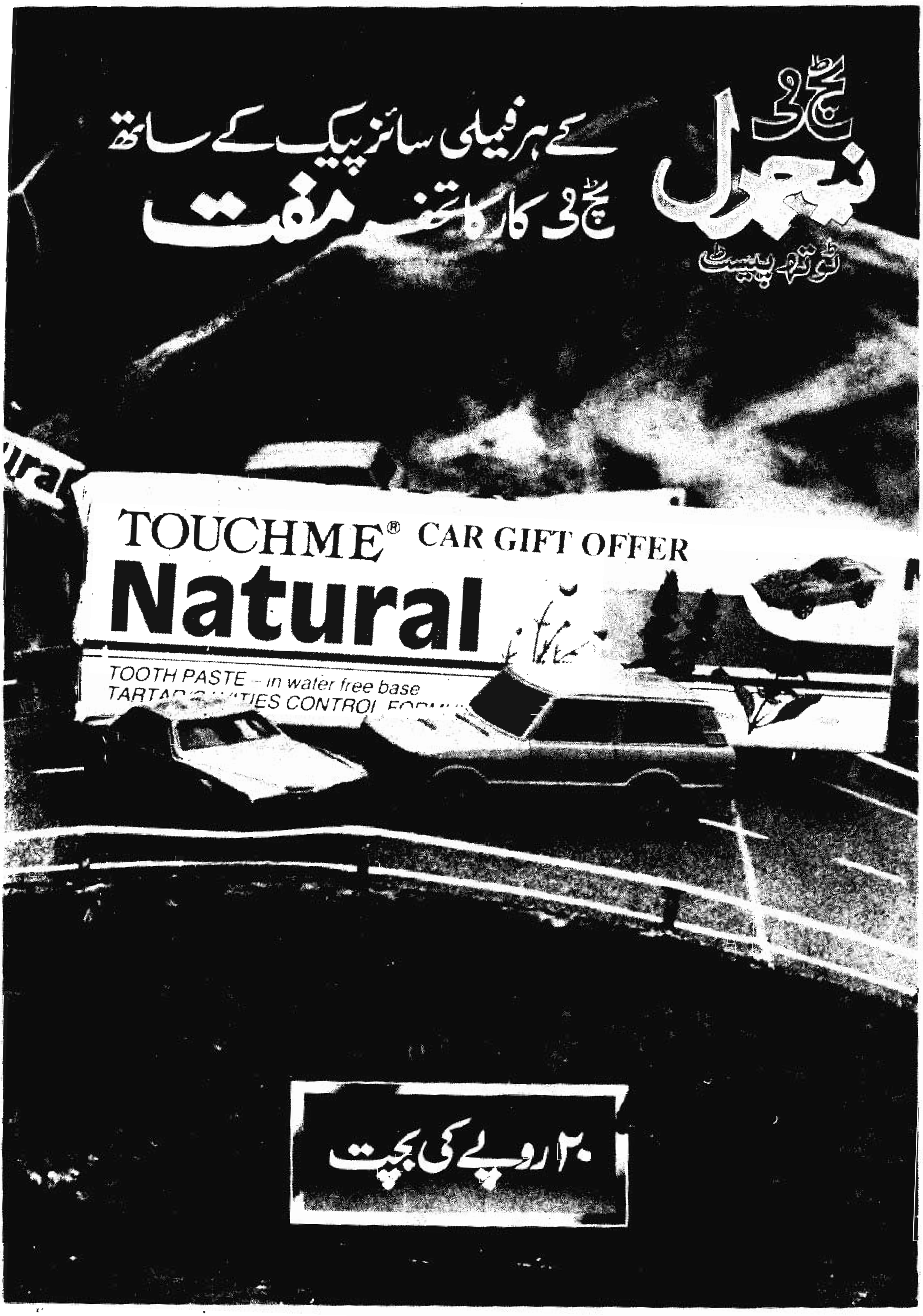
ٹچ می
نیچرل
ٹوتھ پیسٹ
کے ہر فیملی سائز پیک کے ساتھ
ٹچ می کار کا تحفہ مفت
TOUCHME® CAR GIFT OFFER
Natural
TOOTH PASTE — in water free base
۲۰ روپے کی بچت

اکابر علماءِ ہند اور چند مشاہیر کے
تعزیتی مکاتیب

مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی، خطیب شاہی جامع مسجد میرٹھ

برادر مکرم و محترم۔ اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

دار العلوم دیوبند میں، شرکت اجلاس مجلس شوریٰ کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں دوران مجلس ریڈیو کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ للہ ما اخذ واعطیٰ۔ آپ کے تو وہ والد بزرگوار تھے ان کے سایۂ رحمت خداوندی سے محرومی پر آپ جتنا افسوس اور غم کریں وہ کم ہے۔ مگر ہم وابستگانِ دامان عقیدت کو بھی اس سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کا اظہار مشکل ہے۔

"الحق" کے ذریعہ ان کے ارشادات وافادات سے ہر ماہ متمتع ہونے کا موقعہ ملتا رہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ان کی مجلس ہی میں حاضر ہیں۔ افسوس کہ یہ صورت اب نہ رہی۔

حضرت محترم بزرگان دیوبند و گنگوہ کی یادگار اور ان کے علوم وافکار کے امین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کا فیض ان کے ذریعہ پاکستان اور افغانستان میں جاری تھا۔ اور اس سے وہاں کے دینی وعلمی حلقے سرسبز وشاداب تھے۔

بہر حال، وقت موعود تو سب کو آنا ہے خواہ دنیوی و دینی عظمت کے، کیسے ہی بڑے حامل ہوں۔ بارگاہ خداوندی میں حاضری سے کوئی مستثنیٰ نہیں اذا جاء اجلھم لا یستقدمون ساعۃ ولا یستاخرون اللہ سے دعا ہے کہ حضرت محترم کو اپنے جوار رحمت ورافت میں جگہ دے اور ان کی علمی و دینی و اسلامی خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ اور اس حادثہ پر اجرِ جزیل سے نوازے۔ دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے اس حادثہ پر تجویز تعزیت منظور کی ہے۔ اسے مہتمم صاحب ارسال خدمت کریں گے۔

تجویز کے علاوہ، مجلس نے حضرت کے لئے دعائے مغفرت بھی کی۔ مدرسین دار العلوم حقانیہ کو سلام عرض کر دیں۔

۲۔ الاخ الاعز الاکرام سلّمکم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت مخدوم ملّت مجدد شریعت وطریقت مولانا الشیخ عبدالحق شیخ الحدیث و بانی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع پشاور کے حادثہ وفات کی خبر کافی عرصہ ہوا ریڈیو اور دیگر ذرائع سے مل چکی تھی ایسا محسوس ہوا تھا کہ دل پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔

میں اس زمانہ میں بغرض شرکت مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند (مورخہ یکم و دوم صفر ۱۴۰۹ھ) باوجود علالت طبع کے دیوبند حاضر تھا۔ تجویز تعزیت میرے ہی قلم سے لکھی ہوئی مجلس میں پیش ہو کر منظور ہوئی اور کافی دیر تک ارکان مجلس، حضرت مرحوم کے فضائل وخصائل اور کمالات علمی وعملی کا تذکرہ کرتے رہے سب نے ایسا محسوس کیا کہ گویا دار العلوم دیوبند اپنے ایک سرپرست سے محروم ہو گیا ہے۔ وہیں میں نے ذاتی طور پر ایک تعزیتی خط آپ کے نام لکھا تھا۔ اور اسے حوالہ برید کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خط آپ تک نہیں پہنچا۔

آج نومبر ۸۸ء کا "الحق" ملا۔ اس میں حضرت کی وفات پر

مختلف احباب کے اشک ہائے غم کے علاوہ، ایک دوسرے محترم دوست اور پاکستان میں علماء دیوبند کے نمائندہ اور اکابر سہارنپورؒ و دیوبند کے جانشین مولانا محمد مالک مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی وفات حسرت آیات کی خبر بھی نظر سے گذری تو حضرت کی یاد بھی تازہ ہو گئی (ان الشجی یبعث الشجی) مناسب سمجھا کہ دونوں کی تعزیت آپ ہی سے کر لوں۔

دونوں بزرگواروں سے قدیم روحانی و علمی روابط کے باوجود، آخری ملاقات دار العلوم دیوبند ہی کے دو یادگار جلسوں میں ہوئی تھی۔ اور اس نے تاریخ کے مٹے ہوئے نقوش کو اجاگر کر دیا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث سے شرف نیاز دیوبند کے عظیم صد سالہ جلسہ کے موقعہ پر حاصل ہوا حضرت جسمانی اعتبار سے ہڈیوں کا ایک ہار تھے۔ مگر علم و فضل، لطف و کرم مودت و محبت و عظمت و جلالت کا کہکشاں۔ باوجود سخت نقاہت اور سفر کی تکان کے کھڑے ہو کر معانقہ فرمایا اور دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ آپ سے بھی ان ہی کے ساتھ شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا۔

پھر بعد میں "الحق" کے ذریعہ روابط و تعلقات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ دار العلوم حقانیہ کے بعض اساتذہ کرام اور وارد ین و صادرین کی مجلسوں میں آپ جو ملفوظات ارشاد فرماتے رہے وہ علمی و روحانی جواہرات کی شکل میں ہر رسالہ کے ذریعہ دیدہ دل کو روشن کرتے رہے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ سے لے کر حضرت کشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ تک کے علوم و معارف کا ذخیرہ نئی آب و تاب کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آتا رہتا تھا۔

حضرتؒ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحیح جانشین کی حیثیت سے نہ صرف مجلس کتاب و سنت ہی کے صدر نشین تھے بلکہ میدان جہاد کے بھی سالار کارواں تھے۔ مجاہدین سرحد کی آمد پر آپ کے جو ارشادات ہوتے وہ اس کا عملی ثبوت ہیں۔

دار العلوم کی مجلس میں میں نے بعض اکابر مدرسین کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہمارے ہاں بخاری و ترمذی وغیرہ کے درسوں میں صوم صلوٰۃ کے اختلافی مسائل پر جو تقاریر کی جاتی ہیں ان کی بجائے ان احادیث کی ضروری تشریحات طلبہ کے سامنے پیش کی جانی چاہئیں جو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے شبہات و خلجان دور کریں اور مسلمانوں کو غیر مسلمانوں کے مقابلہ میں قوت و شوکت کے وسائل بہم پہنچائیں۔ اس سلسلہ میں بطور نظیر حضرتؒ ہی کے ارشاداتِ عالیہ کا حوالہ دیا گیا۔ الحمد للہ اس رائے کو پسند کیا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بھی حضرتؒ ہی کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

حضرت مولانا محمد مالکؒ سے نیاز دار العلوم دیوبند کے "انسداد فتنۂ قادیانیت" کے جلسہ میں حاصل ہوا۔ حضرت مولانا ارشد صاحب کے ہاں ناشتہ پر دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور ان خصوصی تعلقات کا ذکر آیا جو حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے دامن تلمذ سے وابستگی کی بنا پر خاکسار کو ان کی بارگاہ میں حاصل تھے۔ مرحوم نے مجھے اپنی تازہ ضخیم تصنیف "منازل العرفان" بھی محبت کے ساتھ عنایت کی۔

بہرحال دونوں بزرگوں سے یہ ملاقاتیں تاریخی دستاویزوں کی طرح صفحات دماغ پر مرتسم رہیں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ آپ کو آپ کے اعلیٰ مقام باپ کا صحیح جانشین بنائے اور آپ کی علمی و سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لیے مزید قوت و عزیمت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا رشید الدینؒ صاحب

داماد حضرت مدنیؒ، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

محترم و مکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! ابھی پچھلے ہفتے مرکزی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی میں امارت شرعیہ کی ایک میٹنگ میں حاضری ہوئی۔ وہاں مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کے ایک استاد سے یہ روح فرسا خبر سنی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب جن کو آج تک ہم دامت برکاتہم اور مد اللہ ظلہم العالی لکھتے آ رہے تھے اب ان کو رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز لکھنا پڑیگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابھی تو آپ کے لیے والدہ محترمہ ہی کا غم تازہ تھا کہ عظیم سایۂ پدری سے بھی محرومی ہو گئی۔

حضرت مرحوم کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے جو والہانہ تعلق تھا اس میں پاکستان کے ہر سفر میں ملاقات کے موقع پر اضافہ اور زیادتی محسوس ہوتی تھی۔ بار بار اپنی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرماتے کہ تمہارے آنے کی وجہ سے آج کا دن میرے لیے عید سے کم نہیں ہے حالانکہ میری کیا حیثیت اور حقیقت ہے مگر چونکہ خورد نوازی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تواضع ان کا شعار ہو چکی تھی اس لیے جو کچھ فرماتے وہ حقیقت ہوتی تھی تصنع نہیں۔ اب ان جیسا وفی شعار مشائخ کی یادگار اور اسلاف کا نمونہ کہاں دیکھنے کو ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

مدرسہ میں جلسہ تعزیت کے بعد حضرت مرحوم کی رُوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اب مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آ پڑیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خیر و خوبی کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے تمام عزیز و اقارب، برادران اور احباب تک میری طرف سے کلماتِ تعزیت پہنچا دیں۔ شکر گزار ہوں گا۔

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

جمعیۃ العلماء برطانیہ

محدث کبیر استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی موت کی خبر یقیناً ایسی خبر تھی جس کے ذریعے پہنچنے والا صدمہ ناقابلِ تلافی ہے۔ اہلِ حق یوں بھی یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بزرگوں کے اٹھ جانے کے باعث آزمائش میں مبتلا تھے لیکن رہی سہی ہمت کمر بھی حضرت کی وفات نے توڑ کر رکھ دی۔ یہی بات ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد ذہن عجیب کرب میں مبتلا ہے کہ اب کیا ہو گا اور اہلِ حق کے درمیان پائے جانے والے انتشار کو اتفاق میں تبدیل کرنے کا کام کون کرے گا لیکن ایک چیز کہ ڈھارس بندھاتی ہے کہ اللہ جل جلالہ اپنے اس عظیم بندہ کی دینی خدمتوں کے صلہ میں نہ صرف مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا کرے گا بلکہ اہلِ حق کو باہمی اتحاد و اتفاق کی دولت سے بھی مالا مال کرے گا۔

مولانا مرحوم کی وفات سے یقیناً آپ کو بحیثیت اولاد صدمہ پہنچا ہو گا لیکن ہم راہِ حق کے رضاکاروں کے لیے بھی یہ کوئی کم صدمہ نہیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کی ذات عالی حضرت شیخ الحدیث ؒ کو اپنے ہاں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور ہر طرح کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جمعیۃ علماء برطانیہ کے زیرِ اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں خصوصی دعائے مغفرت کے علاوہ ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کے پروگرام بھی ہوئے جبکہ برمنگھم میں خصوصی تعزیتی جلسہ بھی رکھا گیا جس میں مولانا عبدالرشید ربانی ڈیوزبری، مولانا مفتی محمد اسلم راد ھرم، مولانا سید سلیم شاہ ریڈیچ، مولانا قاری حق نواز حقانی والسال، مولانا حافظ محمد اکرم راچڈیل کے علاوہ ڈاکٹر ملا سجاد حسین خٹک نے بھی شرکت کی اور حضرت شیخ الحدیث ؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

قاری تصور الحق

مرکزی سیکرٹری جمعیۃ علماء برطانیہ

مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی
امیر مرکزی جماعت اہلحدیث

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

والد مرحوم کی خبرِ وفات سن کر سخت صدمہ ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ اولاد پر والدین کا سایہ خصوصاً ان کی شفقت اور دعائیں خدا کی رحمت کا خاص حصہ ہوتی ہیں۔ آپ لوگوں کا وجود مرحوم کی نشانیاں اور باقیات الصالحات ہیں۔

نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے (او ولد صالح۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

میں خود ناسازیِ طبیعت کی وجہ سے پہلے خط نہ لکھ سکا جس کے لیے معذرت خواہ ہوں ۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب
کراچی مصنف تذکرۃ الانبیاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۷ستمبر کی شب میں ریڈیو سے اور ۸ستمبر کی صبح اخبارات سے معلوم ہوا کہ اسوۃ العلماء یادگارِ اسلاف استاذ الاساتذہ واقفِ اسرارِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت ہر متنفس کو اس کے مقررہ وقت پر آتی ہے اور اس سے کسی کو بھی مفر نہیں مگر بعض ہستیاں ایسی تاریخی ہوتی ہیں کہ ان کے کارناموں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ، ایسے لوگ اپنی موت کے بعد لوگوں کے دلوں میں اپنی انمٹ یاد چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے بہت سے کارنامے ہیں جو ان کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ان میں زندہ جاوید کارنامہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا قیام ہے جو صرف رسمی دارالعلوم اور درسگاہ نہیں بلکہ یہ درس گاہ مجاہدین کی تربیت گاہ بھی ہے جس کے تربیت یافتہ علماء افغانستان کی جنگ میں مجاہدین کی قیادت اور ان کے شانہ بشانہ کفر کی اتنی بڑی طاقت سے معروفِ جنگ ہیں کہ اس طاقت نے مقابلہ سے عاجز آ کر میدانِ جنگ سے فرار میں اپنی عافیت سمجھی۔

اسی طرح مولانا مرحوم اپنی ضعیفی اور بیماری کے باوجود نفاذِ شریعت کا جو جذبہ اور تڑپ اپنے دل میں رکھتے تھے اس کی شاہد قومی اسمبلی میں وہ تقریریں ہیں جو آپ نے اسمبلی میں فرمائیں جو دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ "الحق" میں محفوظ ہیں۔ اس کے باوجود ایسی ہستیوں کی زندگی اور ان کا وجود زندہ لوگوں کے لیے بابرکت ہوتا ہے ۔ اس لیے ایسے حضرات کی وفات پر صدمہ فطری بات ہے اور ان کا صدمہ نہ صرف اعزہ اور احباب کو ہوتا ہے بلکہ اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو بھی ہوتا ہے ۔ میرا شمار بھی ایسے ہی معتقدین میں ہے اور مولانا کے متعلقین کی طرح مجھے بھی صدمہ ہے ۔ میری خدا سے دعا ہے کہ حضرت کو درجاتِ عالیہ سے نوازے ، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی نعمت سے نوازے ۔ آمین

جناب جاوید جبار صاحب
وزیرِ مملکت اطلاعات و نشریات

دلی معذرت خواہ ہوں کہ آپ کے والد محترم کی وفات پر تعزیت کے لیے حاضر نہ ہو سکا اور نہ ہی بروقت اپنا پیغام تعزیت بھیج سکا۔ وجہ یہ تھی کہ میں گذشتہ چند ہفتوں کے دوران اپنے چند فرائض کے سلسلے میں بیرونِ ملک رہا۔ چونکہ میں آج ہی لوٹا ہوں اس لیے اس پیغام میں تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں ۔

مرحوم کی وفات آپ کا ذاتی نقصان ہی نہیں ، ہم سب کا اجتماعی نقصان ہے کیونکہ مرحوم کا دم نہ صرف آپ کے لیے بلکہ پوری قوم کے لیے بڑا غنیمت تھا۔ دین اور تبلیغ کے شعبوں میں انہوں نے تمام عمر جس تندہی سے کام کیا وہ ایک روشن اور قابلِ تقلید مثال ہے۔ افسوس کہ اب وہ ہمارے ساتھ نہیں رہے مگر خدا تعالیٰ کی مرضی کے آگے ہم صرف سر ہی جھکا سکتے ہیں ۔

میں آپ کو پیش آنے والے اس صدمے کی شدت کو محسوس کرتا ہوں اور خود کو آپ کے غم میں برابر کا شریک پاتا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حوصلہ دے کہ آپ اس عظیم سانحہ کو برداشت کر سکیں اور ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم مرحوم کی مخلصانہ خدمات اور کام کو آگے بڑھا سکیں۔ آمین۔

شیخِ وقت ۔ مرشدِ کامل

○ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حضرت الاستاد مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کا حادثۂ جانکاہ آپ کے عزیز و اقارب کے لیے تو عظیم و سنگین ہے ہی لیکن حضرت موصوف کے بے شمار تلامذہ جو ہند و پاک میں خصوصاً اور بلادِ اسلامیہ اور دنیا بھر میں عموماً پھیلے ہوئے ہیں ان سب کے لیے بھی انتہائی رنج و الم کا باعث بنا بلکہ ملتِ اسلامیہ پاکستان میں ہر دردمند دین سے تعلق رکھنے والے مسلمان کو اس سے صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اور مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں بلند مراتب عطا فرمائیں اور کروٹ کروٹ ان کو راحت و سکون اور چین و آرام نصیب فرمائیں آمین۔

احقر کو ان کے ہزاروں شاگردوں کی فہرست میں ایک ادنیٰ درجے کے شاگرد کی حیثیت سے شمولیت کا شرف حاصل ہے اور میرے اپنے گمان کے مطابق یہ عزت صرف دنیا کی حد تک ہی وجۂ افتخار نہیں بلکہ آخرت کی ابدالآباد کی زندگی میں بھی اس کے ذریعے کامیابی اور سعادت اندوزی کی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی جامع صفات شخصیت عطا فرمائی تھی اگر وہ ایک طرف علم کے سمندر کے شناور تھے اور تمام اقسام علوم میں ان کو وسعت نظر کے ساتھ حقیقی بصیرت بھی عطا ہوئی تھی تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے عالم باعمل کی عظمت سے ان کو ایسی درخشاں بلندی عطا فرمائی تھی کہ بلاشبہ اپنے دور میں علمی افادے کے اندر ان کی مثال اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھی۔

ان کے اخلاق عالیہ تواضع و انکساری، صبر و تحمل، احسان و کرم گستری، شفقت و رحمت، عفو و درگزر، جرأت ایمانی اور حق و صداقت کے لیے اولوالعزمی، عمل و علم میں کمال امتیاز، استغناء و سیر چشمی وغیرہ نے ہر کہ و مہ، دوست دشمن، اپنے اور غیر سب ہی سے اپنا لوہا منوایا۔ کمال یہ تھا کہ صفاتِ حمیدہ میں رسوخ نے وہ طبعی کیفیت حاصل کر لی تھی کہ کبھی بھی ان کی نمود و ظہور میں تکلف کا شائبہ کسی کو محسوس نہ ہوتا تھا۔

ایک طرف وہ عالم بے بدل تھے اور مسندِ علم پر علمی تحقیقات سے تشنگانِ علوم کو سیراب فرماتے تھے تو دوسری طرف شیخِ وقت اور مرشد کامل تھے کہ طالبین کو تعلق مع اللہ کی دولت سے مالا مال فرمایا کرتے تھے۔

پھر ان عظیم دینی اور روحانی خدمات کے ساتھ انہوں نے پاکستان میں نظامِ اسلام کے قیام کے لیے مملکت خداداد پاکستان کے تحفظ و استحکام کے لیے جو گرانقدر خدمات انجام دیں پاکستان کا ہر ذی شعور شہری اس سے بخوبی واقف ہے اور اسمبلی کا ریکارڈ اس کے لیے شاہد عدل ہے۔

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

○ جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی
جج وفاقی شرعی عدالت
حکومت پاکستان کا مکتوب

حضرت قدس سرہٗ کے سانحۂ وفات کی خبر دل و دماغ پر بجلی بن کر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کی ذات بابرکات ہم سب کے لیے ظلمتوں کے اس گرداب میں وہ عظیم سہارا تھی جس کے تصور ہی سے قلب میں تسکین اور ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔ اکابر کے سائے ایک ایک کر کے سر سے اٹھ چکے تھے۔ حضرت کا تصور کر کے اپنے عہد کے افلاس کم ہوتا تھا۔ آج یہ مبارک سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔

دل کی خواہش تھی کہ نمازِ جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہو جاتی۔ لیکن اطلاع رات کو ایسے وقت ملی کہ پہنچنا ممکن نہ تھا اور اس طرح اس سعادت سے بھی محروم رہا۔ ہماری طرح دارالعلوم کے تمام اساتذہ و طلباء اس حادثے سے بے حد متاثر ہیں اور سب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ وہ

یتیم ہوگئے۔ تدفین والے دن دارالعلوم میں تعطیل کرکے ایصالِ ثواب کا اہتمام ہوا۔ تمام اساتذہ وطلباء شریک تھے اور سب سوگوار وغم زدہ۔ یہ شعر تو بارہا پڑھا بھی تھا اور متعدد مواقع پر استعمال بھی کیا لیکن اپنے ملک کے حالات کے پیشِ نظر یوں محسوس ہوا کہ اس کا صحیح مصداق آج پیش آیا ہے کہ؎

داغِ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

حضرتؒ کی عنایات اور شفقتیں اور ان کا نورِ مجسم وجود نگاہوں کے سامنے ہے۔ ایک ایک کرکے حضرت کی شفقتیں یاد آرہی ہیں۔ جب اپنا حال یہ ہے تو آپ اور دوسرے بھائیوں، اہلِ خانہ اور اہلِ مدرسہ کی جو کیفیت ہوگی وہ ظاہر ہے خاص طور سے آپ کے عظیم صدمے کے ساتھ جو گراں بارِ ذمہ داریاں آپ پر آگئی ہیں، ان کے تصور سے بھی روح فرسا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جس تواتر کے ساتھ حضرت کی صحبت سے فیض یاب کیا ہے اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اس صدمے کو سہارنے اور ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی توفیق بھی مرحمت فرمائیں گے۔ جب وہ کوئی صدمہ یا ذمہ داری دیتے ہیں تو پھر مدد بھی فرماتے ہیں۔ حضرتؒ کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں جن کی موجودگی میں انشاء اللہ آپ تنہا نہیں رہیں گے۔

احقر چونکہ ایسے حادثے سے پہلے دوچار ہو چکا ہے اس لیے اس کی سنگینی کا پورا احساس ہے اور تسلی و تعزیت کے لیے آپ سے کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانے کے مترادف ہے لیکن میں اپنا ذاتی تجربہ عرض کرتا ہوں کہ صدمے کی ایسی شدت کے باوصف حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کی وفات کے بعد میں نے کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کیا اور اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کہیں موجود ہیں اور ان کی رہنمائی حاصل ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا؎

خیرٌ مّن العبّاس اجرُکَ بعدہٗ
واللہ خیرٌ منک للعبّاس

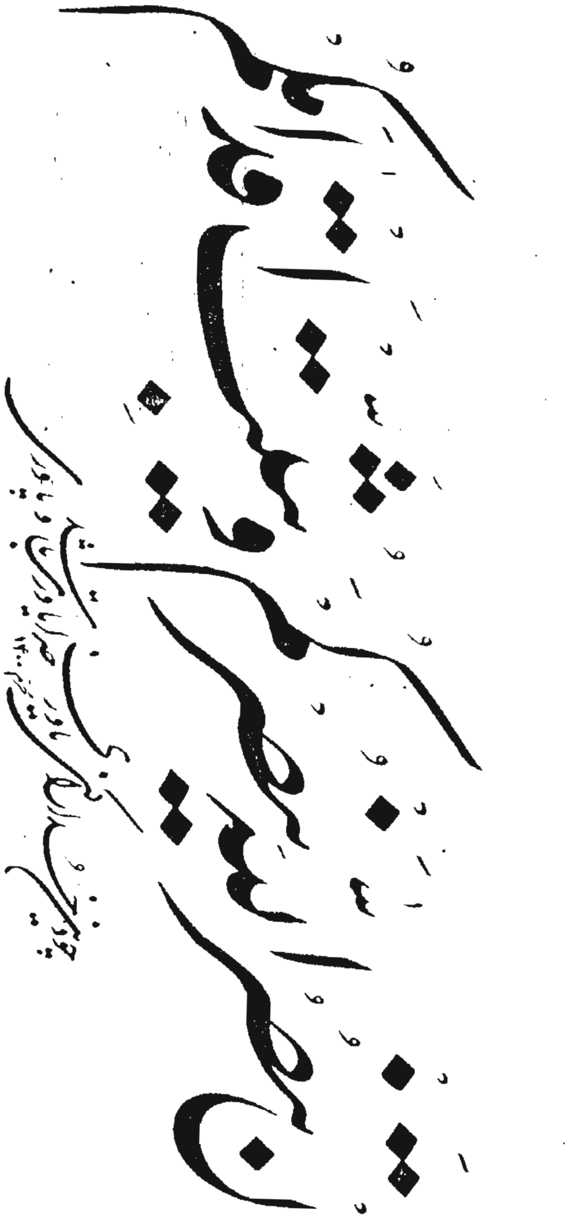
إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم
چو دین خدا را کنی یاوری
خدا یاورت باشد و یاوری
محرم ۱۴۰۰

چہرے پر رہتی تھی

؎ اب اسے ڈھونڈ چراغِ رخ زیبا لے کر

اللہ بال بال مغفرت فرمائے اور اکرام کے اعلیٰ درجات سے نوازے ۔ فرشتہ صفت انسان پورے معنی میں ایک ہی دیکھنا یاد ہے ۔

بقیہ صـ ۹۲۸ سے ۔ تقاریر کے اقتباسات

مولانا سمیع الحق نے عرض کیا ۔ حضرت! ابھی پریشانی ہے کہ فتنوں کا دَور ہے اور ادھر قحط الرجال ہے ۔ ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں اور اپنے اندر اس کی اہلیت بھی نہیں ۔

مولانا سعید احمد خان نے فرمایا ۔ اللہ پاک برکت دے گا حضرت کی برکتیں ظاہر ہوں گی ۔ حضرت کے تلامذہ تو پاکستان، افغانستان اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ یورپی ممالک میں بھی ان کا فیض پہنچا ہُوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور ان کے برکات ان کے متوسلین، تلامذہ اور ان کی اولاد پر نازل فرمائے ۔ پھر مولانا سعید احمد خان نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بڑے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ حضرت شیخؒ کی مغفرت و رفع درجات، دارالعلوم کے بقا و استحکام اور اس کے نظام و اہتمام میں حضرت شیخؒ کے جانشینوں کے لیے دیر تک دُعا فرماتے رہے ۔ مولانا سمیع الحق کی درخواست پر دارالحدیث میں دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ترغیباً ارشاد فرمایا:

"دارالعلوم حقانیہ مرکز علم ہے ۔ تمام عالم میں مشہور ہے جہاد کا قلعہ ہے ۔ دین کا مورچہ ہے ۔ اس کے فضلاء کو، اس کے متوسلین و متعلقین کو اور یہاں کے طلباء اور اہلِ علم کو اس ادارہ کی نسبت اور حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے نسبت کے پیشِ نظر چاہیئے کہ یہاں کے علوم و معارف اور انوار و برکات کو بھی تمام عالم میں پھیلا دیا جائے ۔

* * *

حضرت مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مدظلہ
مدیر "الفرقان" لکھنؤ (بھارت) حال لندن

۸ ستمبر کو جب یہ خبر پڑھی ہمارے یہاں پوسٹل اسٹرائک چل رہی تھی ۔ بس یہ سوچ کر کہ ڈاک کھلے گی تو خط لکھوں گا، لگے ہاتھوں لکھنے سے رہ گیا ۔ ہمارے یہاں ایک دن کی بھی سٹرائک (ہڑتال) ہو تو پوسٹ بکس (لیٹر بکس) سیل (مہر بند) کردیے جاتے ہیں، یہ تو ایک ہفتے سے چل رہی تھی ۔ ڈاک کھُلتے کھُلتے دو ہفتے لگ گئے اور میں ایک مضمون لکھنے میں مشغول ہو گیا تو یہ بات ہی ذہن سے اُتر گئی حالانکہ اب چار پانچ دن سے ڈاک کھل گئی تھی ۔ کل کیا کیا یاد آیا تو کیا بتاؤں کس قدر شرمندگی ہوئی کہ اس قدر محبت اور تعلق کا دعوٰے تھا اور یہ حقیقت نکلی لیکن محبت کے دعوے سے دستبردار ہونا میرے لیے ممکن نہیں ۔ جن چند یادوں سے میرے بجھے ہوئے دل کی رونق تھی ان میں سے ایک یاد حضرتؒ الا کے اس دور کی بھی تھی بلکہ ہے جب میں حضرتؒ کے حلقۂ درس کا ایک طالب علم تھا اور اس معنی میں خوش نصیب طالب علم مجھے تو اکثر طلبہ کی طرح حضرت سے محبت تھی اور ہے ۔ حضرت بھی میرے ساتھ محبت و شفقت کا سا معاملہ رکھتے تھے ۔ میں نے شاید آپ سے کہا بھی تھا کہ پاکستان جانے کی اگر خواہش ہوتی ہے تو اس کے محرکات میں سے جذباتی محرک صرف حضرت ۔ (علیہ الرحمہ) ۔ کی زیارت کا جذبہ ہوتا ہے ۔ ۴۷ء نے جو تقسیم کیا تو پھر صورت ہی کو ترس گئے ۔ کیا معصوم اور دلنواز ایک شرمیلی سی مسکراہٹ

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت

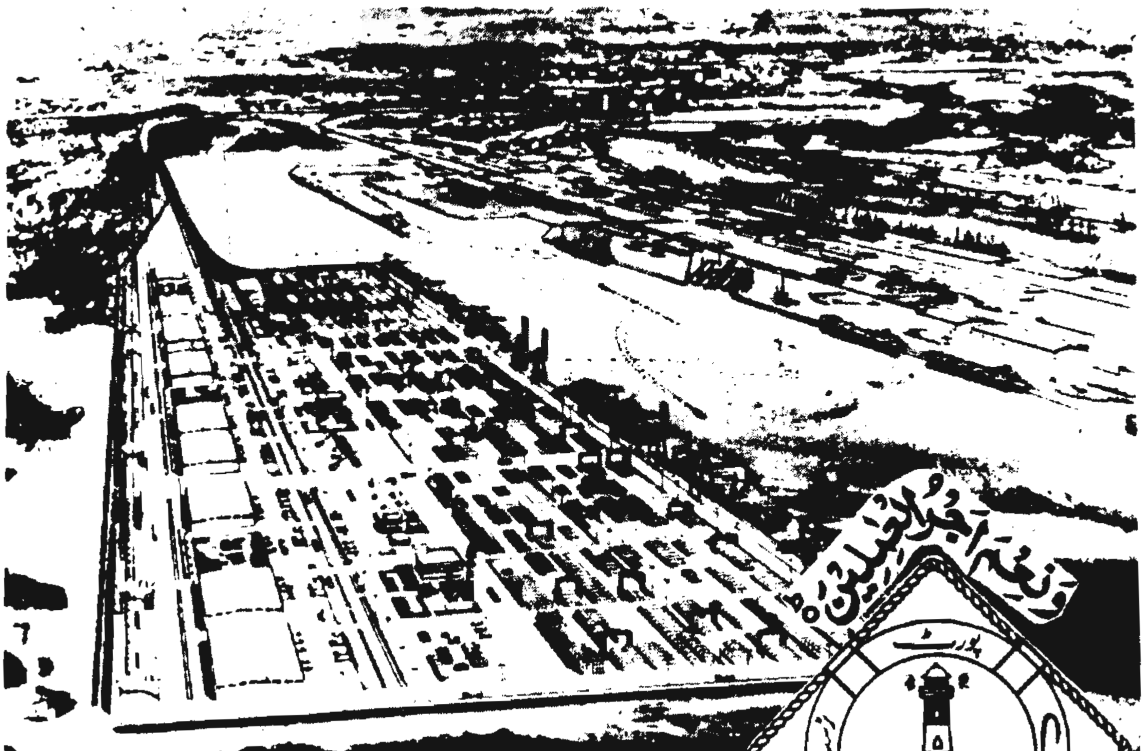

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

7 88 PID Islamabad

پیغامات

○ **عالم اسلام کے عظیم اسکالر حضرت**
مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
کا لکھنؤ (بھارت) سے خصوصی پیغام

نامور عالم دین مولانا عبدالحق رح کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

○ **جسٹس حضرت مولانا پیر**
محمد کرم شاہ الازہری، جج وفاقی
شرعی عدالت حکومت پاکستان
سابق چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

حضرت مولانا کی رحلت پر دلی صدمہ ہوا۔ میری دلی تعزیت قبول کیجیے۔

○ **حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی**
سینیٹر، سجادہ نشین آستانہ عالیہ
سیال شریف، امیر تحریک دعوتِ
اسلامیہ پاکستان

معروف و ممتاز مذہبی اسکالر مولانا عبدالحق رح کی رحلت ایک صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں (آمین)۔ ان کی رحلت ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

○ **جناب میاں فضل حق، ناظمِ اعلیٰ**
مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رح کی رحلت پر دلی صدمہ ہوا۔ وہ پاکستان کے عظیم محبوب اور مقبول راہنما تھے۔ ان کی رحلت عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں (آمین)۔

○ **حضرت مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ**
مدرس مسجد الحرام مکۃ المکرمہ
سعودی عرب

حضرت نور اللہ مرقدہٗ جہاں محدث و مفسر تھے وہاں مسلکِ دیوبند کے احیاء کے لیے ایک عظیم ستون تھے اور افغانستان کے اس جہاد میں حضرت رح کا جس قدر حصہ ہے شاید کسی کو نصیب ہو۔ اس مردِ مجاہد نے بسترِ علالت پر بھی کفر کے خلاف ایک عظیم جنگ لڑی اور الحمدللہ روسیوں کا فرار اور اپنے جیالے مجاہدین کا استقرار دیکھ کر اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف لوٹے۔ ؏ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

○ **جناب محمد مسکین، ہانگ کانگ**

۸ ستمبر کو بذریعہ فون معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رح انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

والدہ صاحبہ کا غم کیا کم تھا کہ یہ بھی سر پر آ گیا۔ خدا کی مرضی کے سامنے انسان بے بس ہے۔

○ **جناب سید محبوب علی شاہ**
متحدہ عرب امارات

تلقینا نبأ وفاۃ والدکم فقیہ الامہ العدمہ شیخ الحدیث فضیلۃ الشیخ عبدالحق رح ولا بیعنا فی ھذا المصاب الا انہ تتفرع الی المولی عزوجل انہ یلھمکم وایانا جمیعا

الصبر... هنا جميع افراد رسرتى يقدموا التعزية ويشاركو نكم فى هذا المصاب

○ **حضرت مولانا محمد فہیم مدظلہ،**
امیر جمعیۃ اہل السنۃ والجماعت
دبی، متحدہ عرب امارات

حضرت کی وفات کی خبر ایک بجلی تھی جو دل پر گری۔ موجودہ ارتداد اور بے دینی کے دور میں ایسی برگزیدہ اور متبرک ہستیوں کا اٹھ جانا علامتِ قیامت سے ہے۔ سرخ روس کو دھکیلنا اور پے در پے شکست دینا حضرت شیخ الحدیثؒ کی حکمت و تدبیر اور دعاؤں کا نتیجہ ہے اور افغانستان میں مخلص علماء، فضلاء اور طلباء کی سرفروشی حضرت شیخؒ کے مجاہدانہ ترغیبات ہیں۔

حضرت کی زندگی علم و تقویٰ سے مزین تھی

○ **حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ**
خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مدنیؒ
و امیر تحریک خدام اہلسنّت والجماعت

حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات باعثِ صدمہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس نصیب ہو آمین۔ حضرت مولاناؒ کی زندگی علم و تقویٰ سے مزین تھی۔ اب آپ (مولانا سمیع الحق) کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ آپ کو اور ہم سب متوسلینِ دیوبند کو اتباعِ سنت اور اتباعِ صحابہؓ اور حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیینؐ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدینؓ امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی اتباع نصیب فرمائیں، فتنوں سے محفوظ رکھیں اور اہلسنت والجماعت کو ہر محاذ پر غلبہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت شیخ الحدیث بزرگوں کی یادگار تھے

○ **شیخ الحدیث حضرت مولانا**
علی محمد مدظلہ کبیر والہ

حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات حسرت آیات سے سخت صدمہ ہُوا۔ حضرت مرحوم بزرگوں کی یادگار تھے۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوار خاص میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

مردِ حق ہونے کا حق ادا کیا

○ **شیخ محمد اسلم، جوائنٹ سیکریٹری**
پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن لائنز اسٹاف
یونین ایس ٹی آر

محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت کا سُن کر انتہائی دُکھ و صدمہ ہُوا۔ حضرت والا کی اسلامی خدمات کو زمانہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اب مولانا کا خلا پُر ہو سکے گا۔ مولانا مرحوم کی خدمات یوں تو ہر محاذ پر بے انتہا ہیں لیکن جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے قومی اسمبلی میں واقعتاً مردِ حق ہونے کا حق پورا کر دکھایا۔

* * *

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر

بعض مشاہیر اور زعماءِ قوم کے تحریری تاثرات

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور دیگر متوسلین سے تعزیت کے لیے ملک بھر کی علمی و دینی شخصیتیں، سیاسی زعماء، اربابِ اقتدار، جہادِ افغانستان کی مرکزی قیادت اور افغان عبوری حکومت کے راہنما، محاذِ جنگ کے معروف جرنیل، دور دراز کے مختلف علاقوں سے علماء اور عامۃ المسلمین کے وفود تعزیت کے لیے ہفتوں تک دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے رہے اور دعاء و ایصالِ ثواب، حاضرین سے مختصر خطاب، متوسلین سے اظہارِ تعزیت کے علاوہ تعزیتی کتاب میں اپنے تاثرات بھی درج کرتے رہے۔ تمام حضرات کے آراء و تاثرات کے لیے تو دفاتر چاہئیں۔ ذیل میں چند ایک مشاہیر اور زعماءِ قوم کی مفصل تعزیتی تحریروں سے کچھ اقتباس پیشِ خدمت ہیں کہ اس سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی سیرت کے اہم گوشوں پر روشنی پڑتی ہے، عقیدتمند اس سے سبق حاصل کریں گے اور مستقبل کا مؤرخ بھرپور استفادہ کرسکے گا۔ —— (ادارہ) ——

حضرت مولانا پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی صدر عبوری حکومت افغانستان

عارف ربانی اور عالمِ حقانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرّہ العزیز کا واقعہ ارتحال و انتقال نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان اور تمام امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ دینِ مقدس اسلام، طلبہ اور علماء کے لیے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں —— خداوندکریم آپ کی رُوح کو شاد اور انبیاء و صدیقین اور شہداء کی صفوف میں آپ کا حشر فرمائے۔ بارگاہِ ربّ العزت سے التماس ہے کہ آپ کی برکات و فیوضات آپ کی اولاد اور شاگردوں خصوصاً آپ کے خلف الصدق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب پر نازل فرمائے اور علم و فضل کے اس عظیم خانوادے کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

؎ زندۂ جاوید ماند ہر کہ نکو نام زیست
کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کند نام را

حضرت صبغۃ اللہ مجددی رئیس جبہہ ملّی نجات درمیس
جمیعۃ العلماء محمدی محرم الحرام ۹؍۱۴۰۹ھ/۱۲ستمبر ۱۹۸۸ء

حضرت مولانا نصر اللہ منصور صاحب صدر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان

؎ مرگ صاحبدل جہان را دلیل کلفت است
شمع چوں خاموش گردد داغ محفل میشود

”ایک ولی کامل کی موت تمام عالم کے لیے موجبِ تکلیف و غم رنج کے ٹھہر جاتی ہے، جیسا کہ شمع بجھ جانے سے تمام محفل کے لیے ایک پریشان کن داغ بن جاتا ہے“۔

قُدوۃُ العلماء الرّبانین زبدۃ الفقہاء المخلصین ارفع العرفاء المحدثین سیدنا مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز عصرِ حاضر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ کا جیتا جاگتا نمونہ تھے اور اسی وجہ سے اُن کا بنا کردہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کے مقام کو جا پہنچا۔ اور اس لیے ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ حقانیہ دیوبند ثانی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ افغان مجاہدین کیلئے بڑے درجے کے مُمد و معاون تھے اور ان کے لیے ہر مسئلہ میں بالخصوص مسئلہ جہاد میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ مجاہدین کی نصرت اور ارشاد و راہنمائی اور ان کے لیے نیک دعاؤں میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ دارالعلوم حقانیہ آپ کی حیات میں اور اسی طرح اب آپ کے جانشین قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق کے عہد میں، مجاہدین افغانستان کیلئے مرکز اور فوجی چھاؤنی ثابت ہوا، کیونکہ جہادِ افغانستان کے اکثر قائدین اور مجاہدین دارالعلوم حقانیہ ہی کے فیضیافتہ ہیں، اس لیے ہم اس کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ کی وفات تمام ملتِ اسلامیہ بالخصوص افغان مجاہدین کے لیے مصیبتِ عظمٰی ہے اور آپ کی موت تمام عالم کی موت ہے جس نے مجاہدین اور مخلصین کے قلوب کو جلا ڈالا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ اور مجاہدین اور ان کے اہل بیت کے قلوب کا جبیرہ فرمائیں اور حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کو جنت الفردوس میں مقاماتِ عالیہ سے نوازیں۔ آمین

(نصر اللہ منصور صدر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان)

مجاہدِ کبیر حضرت مولانا جلال الدین حقانی

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق رح (اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمائے) کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ اُن کی حیات تمام عالم کے لیے بمنزلہ روح کے تھی، ان کی حیات تمام مسلمانوں کی حیات تھی، آپ کے سانحۂ ارتحال سے گویا اسلامی دُنیا سے آفتابِ ہدایت غروب ہو گیا اور مشرق و مغرب پر تاریکی چھا گئی۔ آپ کی حیاتِ طیبہ تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور علماء و طلباء کے لیے خصوصاً ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ حضرت شیخ الحدیث رح کے سانحۂ ارتحال سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پُر ہونا مشکل ہے، آپ شیخِ کامل اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے آپ ہر وقت بالخصوص اوقاتِ مخصوصہ میں تمام مجاہدین بالخصوص افغان مجاہدین کے لیے دُعائیں کیا کرتے تھے۔ ہم حضرت شیخ الحدیث رح کی مُستجاب دعاؤں کو اپنی کامیابی کے لیے تمام وسائل میں سب سے بڑا وسیلہ سمجھتے تھے۔ افغان مجاہدین کے ساتھ مرحوم کی عقیدت، محبت اور اخلاص کو ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے حضرت شیخ الحدیث رح فرمایا کرتے تھے کہ جہادِ افغانستان خالص شرعی جہاد ہے، اس جہاد کی غرض و غایت صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ آپ ہمیشہ استمرار علی الجہاد کا حکم اور قعود عن الجہاد کی نہی فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی بھی ان سے ملاقات ہوتی تو جہاد اور مجاہدین کے احوال دریافت فرمایا کرتے تھے اور مجاہدین کے حالات (ترقی اور کارنامے) سُنکر بیحد خوش ہوتے تھے۔

ہم آخر میں ان کی مغفرت، رفع درجات اور مرحوم کے قائم فرمودہ عظیم ادارہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی بقاء و ترقی الیٰ یوم القیمۃ کے لیے دست بدعا ہیں اور اللہ پاک سے یہ بھی دُعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کی نسبی اور روحانی اولاد کو ان کی برکات سے مالا مال فرما دے۔ (جلال الدین حقانی)

(عربی سے اُردو ترجمہ: مولانا مفتی سیف اللہ حقانی)

محترم جناب سید محمود گیلانی سجادہ نشین غوثیہ دربار، افغانستان

حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور کی دفاتِ حسرت آیات جامعہ اسلامیہ پاکستان (دارالعلوم حقانیہ) افغانستان اور درحقیقت تمام عالمِ اسلام کے لیے عظیم نقصان ہے۔ اسی بناء پر علماء و مشائخ ملت مہاجر افغانستان آپ کے فرزندِ ارشد اور جانشین جناب مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ اظہارِ تعزیت کے علاوہ آپ سے اُمید رکھتے ہیں کہ آپ اپنے والد بزرگوار کا نقشِ قدم اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں گے اور تمام مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہیں گے۔

(سید محمود گیلانی ۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء)

ڈاکٹر ذبیح اللہ مجددی ابن رئیس افغان عبوری حکومت

عالمِ ربانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی رحلت نہ صرف پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے ایک عظیم المیہ ہے، اس سانحہ سے اہلِ علم اور وہ لوگ جو کہ علم اور علماء سے محبّت رکھتے ہیں کو بہت رنج پہنچا خداوند قدوس آپ کی رُوح کو جنت الفردوس میں شاد رکھے۔ آمین

(ڈاکٹر ذبیح اللہ مجدّدی)

جناب ارباب جہانگیر خان سابق وزیرِ اعلیٰ صوبہ سرحد

آج کے دن اس ملک کی عظیم مذہبی، سیاسی و سماجی شخصیت جناب مولانا عبدالحق صاحب رح کی وفات پر ہم سب دلی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(ارباب جہانگیر ۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء)

مولانا معین الدین لکھوی امیر جمعیۃ اہل حدیث پاکستان
جناب میاں فضل حق صاحب ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ اہل حدیث پاکستان

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رح ایک ممتاز عالمِ دین، قومی راہنما اور ہمارے مقتدا تھے، دین و سیاست کے مسائل کو کتاب و سنت کے ذریعہ حل کرنے کے عظیم علمبردار تھے۔ تمام عمر دینی علوم اور دینی اقدار کو فروغ دینے میں وقف کر رکھی تھی اور اسی دُھن میں عمر گذری۔ ان کی علمی، تدریسی، دینی خدمات رہتی دنیا تک درخشاں رہیں گی۔ ان کی راہنمائی میں ہم نے شریعت بل کو لے کر پورے پاکستان کے عوام کو بیدار کیا اور گویا اس طرح ایک نئے طریقہ سے انہوں نے ملک میں تجدید و احیائے دین کا فریضہ ادا کیا۔ وہ ہمارے راہنما تھے، ہمارے سرپرست تھے۔ ہمارا علمی، دینی، روحانی سرمایہ اور سہارا تھے۔ اُن کی دعائیں ہمارے لیے بڑی حوصلہ افزا تھیں، ان کے اُٹھ جانے سے ہم ایک بہت بڑے سہارے سے محروم ہو گئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ہم سب پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چل کر دینِ حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دُعاگو: (مولانا معین الدین لکھوی امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان
میاں فضل حق ناظمِ اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان ۱۴ ۹/۸۸

وفد علماء مُلتان

(۱) حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندہری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

(۲) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندہری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

(۳) مولانا محمد اسحٰق جالندہری مہتمم جامعہ خیر العلوم و خطیب جامع مسجد ملتان

(۴) مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب حجازی نائب صدر مجلس علماء اہلسنت پاکستان

(۵) مولانا عبدالحق مجاہد صدر انجمن انوار الاسلام رجسٹرڈ، القاسم ٹاؤن مُلتان

آج مؤرخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو حضرت استاذ العلماء والصلحاء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رح بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی مرقد مبارک پر بہر حصولِ سعادت

حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا اسلاف کی ایک نشانی تھے، اُن کا وجود اللہ کی زمین پر اس کی رحمتوں کا خزینہ تھا اور اب اُن کی مرقد شریف جو مرجع خلائق ہے انوار و تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب عالم اسلام کے عظیم راہنما تھے اور امتِ مسلمہ کے اِس دور میں بہترین قائد تھے، دارالعلوم حقانیہ اُن کی خدمات کی منہ بولتی تصویر ہے اور یہ آنے والی نسلوں کے لیے حضرت مرحوم کی طرف سے ایک تحفہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں عظیم ترصدقہ جاریہ ــــ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو فردوسِ بریں میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے اور ان کے وجودِ مسعود کے صدقے ہمیں بھی نیک اعمال کی توفیق دے اور ایمان کے ساتھ دُنیا سے لے جائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اگرچہ حضرتِ اقدس کے اُٹھ جانے کے بعد پیدا شدہ خلاء کا پُر ہونا ناممکن نظر آتا ہے تاہم ان کے فرزندِ ارجمند، گرامی دلبند حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ (جن کی تربیت پر حضرتِ والا نے خصوصی توجہ فرمائی ہے) ہماری امیدوں کا سہارا ہیں۔ الحمدللہ حضرت مولانا نے اپنے علم و تدبر، فہم و ذکا سے اپنا لوہا منوالیا ہے اور انشاء اللہ العزیز ان کی عظیم ذات سے یہ امید وابستہ ہے کہ وہ حضرت والا کے اُٹھ جانے کے بعد جو کمی محسوس ہو رہی ہے اسے بہت جلد پورا فرمالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ہو۔ انشاء اللہ العزیز ہم خدام کی ہر طرح کی خدمات اُن کے لیے حاضر رہیں گی۔

حضرت العلاّمہ مولانا حضرت علی صاحب بنوی فاضل دیوبند

حضرت العلاّمہ استاذ الاساتذہ شیخ المشائخ، بقیۃ السلف وراہنما، دُعاگو و سرپرست مجاہدینِ افغانستان، محبوب حضرت شیخ العرب والعجم السید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ اعنی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق انفع رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے انتقال و رحلت سے پاکستان علی العموم اور صوبہ سرحد، افغانستان و بلوچستان علی الخصوص آپ کے فیض سے محروم ہو گئے۔ و یقیناً آپ اس شعر کے مصداق ہیں ؎

حالِ ما در ہجر حضرت کمتر از یعقوبؑ نیست
اُو پسر گم کردہ بود ما پدر گم کردہ ایم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے اپنے دائمی فیض کی صورت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اقامہا اللہ و دامہا چھوڑا ہے اور ہزاروں قابل جید مدرسین علومِ قرآن و حدیث و فقہ وغیرہا کی خدمت کرنے والے چھوڑے ہیں جو اندرونِ مُلک اور بیرونِ مُلک دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے نامۂ اعمال میں قبول فرمادیں، حضرت الشیخؒ کے اخلاف میں حضرت العلاّمہ مولانا سمیع الحق صاحب و مولانا انوار الحق صاحب کی سرپرستی میں اِس گلشنِ علمی کو چار چاند لگائے اور دارالعلوم کے اساتذہ، اراکین و خدام حسن و لجمعی سے حضرت الشیخؒ کی حیاتِ طیبہ میں جانفشانی سے بے لوث خدمت انجام دے رہے تھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے برقرار رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ حضرت العلاّمہؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

(حررہ ننگِ اسلاف: حضرت علی عثمانی خادم جامعہ علوم شرعیہ بنوں شہر ۲۷ ۹/۸۸ء)

وفد علماء جنوبی وزیرستان وانا

مولانا دین محمد مدرس دارالعلوم وزیرستان وانا
مولانا عبدالسلام المعروف بدین سلام مہتمم دارالعلوم مظہر العلوم جنوبی وزیرستان
مولانا میر عجم خان مجاہد ناظم جامعہ محمدیہ کڑیکوٹ جنوبی وزیرستان
مولانا غلام سرور مدرس جامعہ اسلامیہ مظہر العلوم نوشکی جنوبی وزیرستان

حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالحق صاحب مہتمم و بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دارالعلوم دیوبند ہندوستان سے فارغ ہوئے۔ ان کا سب سے امتیازی وصف یہ تھا کہ انہوں نے اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا مکمل پیمانۂ اخلاق، طریقۂ درس اور طرزِ عمل اپنا شیوۂ عمل بنایا تھا۔ مرحوم تمام علماء کرام و اکابرینِ دیوبند کے نقشِ قدم پر فائز تھے اور ساتھ ہی مولانا صاحبؒ سے ہزاروں علماء نے علم حاصل کیا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے پاکستان و افغانستان کے تشنگانِ علم سیراب ہوتے رہے۔ مولانا صاحبؒ کے اخلاق و عمل و طریقِ درس و تدریس سے ہر متعلم متاثر تھا ہر متعلم آپ کے صحیح اعمال و اخلاقِ نبوی کے تھے اور آپ کی علمی جودت اور رُوحانی کمالات کے عینی شاہد اور گواہ تھے۔

فرحمہ اللہ

جناب کریم بخش اعوان سابق ایم این اے

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات اس علاقہ کے مسلمانوں کے لیے غم کا سبب نہیں بلکہ عالمِ اسلام کے لیے نقصان ہوا ہے۔ انہوں نے دارالعلوم میں ایسے مسلمان مجاہد تیار کیے جنہوں نے کابل اور پورے افغانستان کے علاوہ روس جیسی فوجوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور خود بخود فوجیں واپس جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ وہ میرے ساتھ دو مرتبہ ایم این اے منتخب ہو کر مرکزی اسمبلی میں دین اور اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ مرزائی فرقہ کو اقلیت قرار دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے اور جب کبھی ہمیں دین کے کسی معاملہ میں مشورہ کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ ہمیں اچھے مشوروں سے نوازتے تھے۔ ہمیں ان کی یاد دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی ہے وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں لیکن اس میں انسان کے بس کی گفتگو بات نہیں اللہ تعالےٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ہم سب ان کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو دارالعلوم کی خدمت کی ایسی توفیق عنایت کرے۔ آمین

(کریم بخش اعوان سابق ایم این اے، ۱۸ ستمبر ۱۹۸۸ء)

جناب سید عباس شاہ سینیٹر

مرحوم و مغفور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ایک طویل عرصے تک

بحیثیت ایک مسلم قائد اور لیڈر کے پاکستان اور دنیا بھر میں اسلامی علوم کے پھیلانے کے لیے مقدور بھر کوشش کی۔ ہم ایک عظیم اسلامی قائد اور راہنما سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اپنی رحمت گاہ میں جگہ دے۔

(سید عباس شاہ سینیٹر ١٣ $\frac{٩}{٨٨}$)

جناب سلیم سیف اللہ خان صاحب

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مرحوم و مغفور ایک سکالر اور روحانی راہنما اور مذہبی قائد تھے۔ آپ کی دنیا بھر میں دینی علوم کے پھیلانے کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام اور امت مسلمہ ایک عظیم اسلامی لیڈر سے محروم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی روح جنت میں ہو اور آپ کی برکتیں آپ کے اہل و عیال پر قائم و دائم ہوں۔ (١٣ $\frac{٩}{٨٨}$)

جناب وسیم سجاد، سابق وفاقی وزیر قانون حال چیئرمین سینٹ

مولانا عبد الحق ایک عظیم دینی و سیاسی راہنما تھے۔ ان کی وفات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، مرحوم کی خدمات کو برسوں تک یاد کیا جائے گا۔

مولانا عبد الرحیم اشرف

سیدی و مولائی حضرت مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہٗ، آج اس دار العلوم میں' اس صورتحال میں' جو اللہ رؤف و رحیم نے انہیں عطا فرمائی تھی نہ دیکھ کر دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اس صدمے کے ہنوز تازہ ہونے کے معاً جو حضرت مرحوم و مغفور کی قلبی دعاؤں کا خصوصی عنوان تھے۔ (صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم) اور میں اپنی معلومات کی حد تک یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہوں کہ ضیاء الحق غفر اللہ لہٗ سے جو دین کے کام انجام پائے ان میں جن اہل اللہ کی دعاؤں کا خصوصی حصہ ہے' یہ سب کام خود حضرت علیہ الرحمۃ ہی کے اعمال نامہ میں درج ہوں گے۔

یہ صدمہ کہ آج یہاں حاضری پر ان کی زیارت' ان کی بے پناہ شفقتوں اور ان کے انوار والے ماحول سے واپس لوٹ رہا ہوں یہ بجائے خود ایک شدید اضطراب کا باعث ہے چہ جائیکہ ان کی غائبانہ دعاؤں سے بھی دائمی محرومی مجھ جیسے ناکارہ کا نصیب بن چکا ہے۔ ان محرومیوں کے ماحول میں جو دلی دعا ہے وہ یہ کہ اللہ رؤف و رحیم ان کے جانشین محبی و عزیزی مولانا سمیع الحق کو ان کی حقیقی وراثت سے مالا مال فرمائیں اور انہیں توفیق عنایت ہو کہ وہ ان کے وجود پاک کی جھلکیاں بکھیرتے رہیں۔

(عبد الرحیم اشرف ١٤ ستمبر ١٩٨٨ء)

⁂

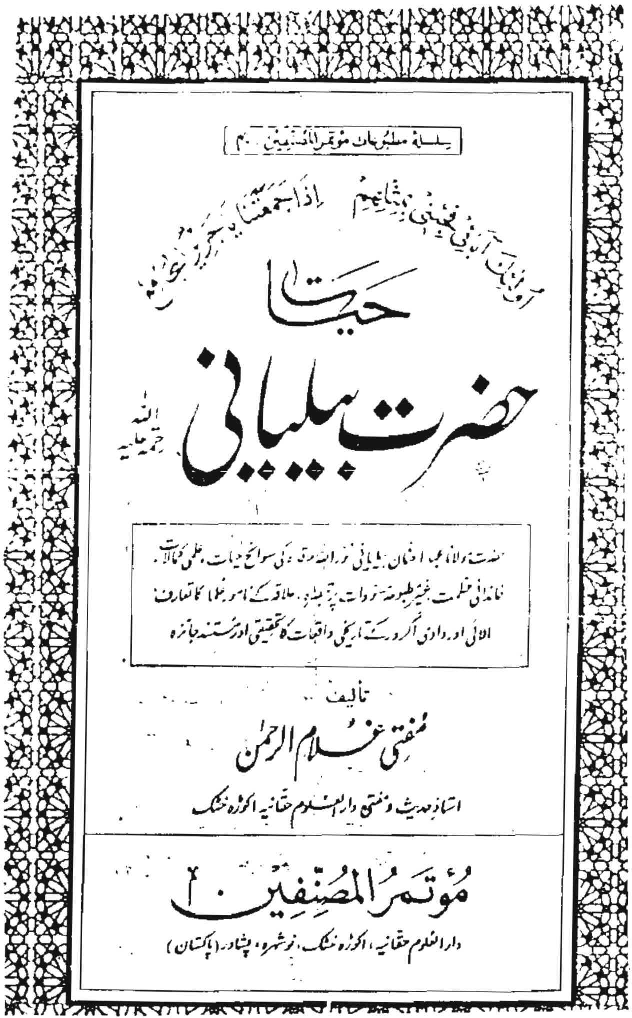

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین ۔ ۴۰

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حیات
حضرت بلیانی
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبد الحنان بلیانی نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح حیات، علمی کمالات، خاندانی حالات، غیر مطبوعہ تحریرات، پرتو بلیانی، علاقہ کے اہم علما کا تعارف الائی اور وادی آگرور کے تاریخی واقعات کا تحقیقی اور مستند جائزہ

تالیف
مفتی غلام الرحمٰن
استاذ حدیث و مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، پشاور (پاکستان)

مؤتمر المصنفین کی ایک اور اہم علمی و تحقیقی پیشکش

"فقہاء احناف کے علمی کارنامے"

زیر طبع

تالیف: ابوالاعزاز مفتی غلام الرحمٰن

- ★ فقہ کا چودہ سو سالہ تاریخی سفر، ترتیب و تدوین کے دشوار گزار مدارج، فقہ حنفی کی جامعیت اور آئینی حیثیت
- ★ سینکڑوں فقہاء احناف کی سیر و سوانح، تعلیم و تربیت، صفات و کمالات، علمی و تصنیفی خصوصیات دینی قومی اور ملی خدمات، سیاسی اور انقلابی سرگرمیاں، اصلاح امت اور اسلامی انقلاب کے قابل تقلید زریں اصول
- ★ سینکڑوں فتاویٰ اور فقہی ذخائر کا مکمل تعارف، خصوصیات، مقام و مرتبہ، مفصل تبصرہ اور جائزہ

جو

علماء، طلباء، صوفیاء، خطباء، جدید و قدیم قانونی ماہرین، اور فن افتاء سے تعلق رکھنے والے اساتذہ اور طلباء کے لئے یکساں طور پر مفید

مؤتمر المصنفین۔ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے سانحۂ ارتحال پر

ہمہ گیر سوگ اور عالمی تعزیت

اعیانِ مملکت ، اراکینِ قومی اسمبلی و سینٹ ، وزراء ، سفراء ، مشائخ و علماء ، قومی و سیاسی قائدین ، مذہبی راہنما اور مشاہیرِ ملک و ملّت

قائدِ شریعت حضرتِ شیخ الحدیث ؒ کے سانحۂ ارتحال پر دنیا بھر کے مشائخ ، علماء ، دانشوروں ، مذہبی سکالروں ، قومی و ملکی راہنماؤں ، مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین ، قومی و فلاحی تنظیموں کے امراء اور متعدد اداروں کے سربراہوں کے مفصل تعزیتی خطوط اور ٹیلیگرام جانشینِ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام موصول ہوئے ۔ ہزاروں پیغامات اور خطوط میں سے گنجائش کی کمی کی وجہ سے مجبوراً تاریخی ریکارڈ کی حفاظت اور عام افادہ کے پیشِ نظر ان میں سے چند خطوط کے مختصر اقتباس نذرِ قارئین کیے جا رہے ہیں ——— (ادارہ) ———

تعزیتی ٹیلیگرام

صدرِ مملکت جناب غلام اسحاق خان

مجھے آپ کے نامور والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی وفات کے بارے میں سُنکر گہرا صدمہ پہنچا ، ازراہِ کرم میری دلی تعزیت قبول کیجئے ۔ مولانا مرحوم ممتاز عالمِ دین تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی مرحوم دارالعلوم حقانیہ کے بانی تھے جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں ممتاز عالمِ دین پیدا کیے جو پاکستان میں اور بیرونِ پاکستان اسلام کی اشاعت میں مصروف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے افراد کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

حامد ناصر چٹھہ سپیکر قومی اسمبلی اسلام آباد

آپ کے والدِ محترم کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے ۔

سید فضلِ آغا چیئرمین سینٹ اسلام آباد

آپ کے نامور والد مولانا عبدالحق ؒ کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا ، میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے ۔ مولانا عبدالحق ؒ ممتاز مذہبی شخصیت تھے ۔

محمد اسلم خان خٹک وفاقی وزیرِ مواصلات اسلام آباد

آپ کے محبوب والد مولانا عبدالحق ؒ کی وفات کی خبر سُن کر بے حد صدمہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ۔

وسیم سجاد وفاقی وزیرِ عدل و انصاف اسلام آباد

آپ کے نامور والد کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے ۔

ڈاکٹر محبوب الحق وزیرِ خزانہ اسلام آباد

آپ کے والدِ محترم مولانا عبدالحق ؒ کی وفات پر میری طرف سے دلی تعزیت

قبول کیجئے۔ آپ کی وفات ملک وقوم کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ جانکاہ پر آپ کو صبر کی توفیق بخشے اور آپ کی مدد فرمائے۔

سردار فتح محمد حسنی وزیرِ مملکت مواصلات اسلام آباد

آپ کے والد کے سانحۂ ارتحال پر دلی صدمہ ہوا۔ خدا تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سردار محمد عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر، مظفر آباد

آپ کے نامور والد محترم کی وفات کی خبر سُنکر بہت زیادہ دُکھ ہوا۔ یہ واقعی بہت بڑا قومی نقصان ہے، میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے اللہ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آپ کو اور خاندان کے دیگر سوگوار افراد کو اس صدمے کے برداشت کی توفیق بخشے۔

مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب لاہور

آپ کے محبوب والد کی وفات کی خبر سُنکر بے حد صدمہ پہنچا۔ آپ کی وفات سے ہم ایک مذہبی عالم اور محبِ وطن سے محروم ہوگئے جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

اقبال احمد خان سیکرٹری جنرل پاکستان مسلم لیگ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کی وفات کی خبر سُنکر بے حد صدمہ ہوا۔ اپنے سوگوار خاندان کے افراد کو میری دلی تعزیت بتائیے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔ آپ ان کے عظیم مشن کو جاری رکھیں۔

میر ظفر اللہ خان جمالی وزیرِ اعلیٰ بلوچستان۔ کوئٹہ

اپنے نامور والد کی وفات پر میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کی روح کو ابدی سکون سے نوازے۔

وفاقی سیکرٹری وزارتِ حج ۔ اِسلام آباد

آپ کے والد محترم کی وفات کی خبر سُنکر مجھے بہت دُکھ ہوا۔ آپ کے والد محترم پاکستان کے لیے ذریعہ حوصلہ افزائی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نقصان پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

سفیر سعودی عرب ——— اسلام آباد

آپ کے ممتاز والد کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون میں پرخلوص تعزیت پیش کرتا ہوں۔

جسٹس انوار الحق ——— کراچی

اپنے محبوب والد کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ بیشک وہ بڑے مذہبی عالم اور بڑے سیاست دان تھے۔ ان کا انتقال ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور مرحوم کے دیگر پیروکاروں کو اس نقصان پر صبر کی توفیق بخشے۔

محمد خان جونیجو صدر پاکستان مسلم لیگ اسلام آباد

آپ کے والد اور ہمارے ساتھی مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت پر صدمہ اور تعزیت قبول کیجئے۔ یہ ایک قومی نقصان ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ اور اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

سینیٹر صاحبزادہ الیاس، ایبٹ آباد

اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

ملک محمد علی سابق ڈپٹی چیئرمین سینٹ

آپ کے نامور والد محترم مولانا عبدالحق رح کی وفات کی خبر سُنکر بہت زیادہ دُکھ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔ اور ساتھ ہی اس عظیم ذاتی اور قومی نقصان پر آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو صبر کی توفیق بخشے۔

سینیٹر سید فصیح اقبال ——— کوئٹہ

آپ کے نامور والد محترم مولانا عبدالحق رح کی وفات کی خبر سُن کر بے حد صدمہ پہنچا۔ حضرت مولانا مرحوم لوگوں کے لیے شفقت اور محبت کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو ابدی مسرتوں سے نوازے، آپ کو اور آپ کے خاندان کے دیگر افراد کو اس عظیم نقصان پر صبر کی توفیق بخشے۔

سینیٹر احمد میاں سومرو۔ اسلام آباد

مولانا عبدالحق رح کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو خوشیوں سے نوازے۔

نوابزادہ محسن علی خان صوبائی وزیرِ خزانہ۔ ایبٹ آباد

آپ کے عظیم والد مولانا عبدالحق رح کے انتقال کی خبر انتہائی صدمہ کا باعث بنی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اس عظیم نقصان کا

صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے ۔

سینیٹر نبی بخش زہری

آپ کے والد کے انتقال پر صدمہ ہوا ۔ حق تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔

سینیٹر زبیر آفریدی ـــــ کوئٹہ

میری طرف سے اپنے عظیم والد کے انتقال پر دلی تعزیت قبول کیجئے ۔

سینیٹر چوھدری رحم داد

اس افسوسناک خبر سے انتہائی دکھ پہنچا ۔ صرف آپ اپنے والد سے نہیں بلکہ پوری قوم ایک عظیم مذہبی راہنما سے محروم ہوگئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے ۔

جسٹس عثمان علی شاہ ـــــ کراچی

براہِ کرم میری جانب سے اپنے والد کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمائیے ۔ خدا تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ملک سید خان محسود ـــــ سابق ایم این اے

میری جانب سے اپنے عظیم والد کی رحلت پر دلی تعزیت قبول فرمائیے ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ۔

سردار شیر باز مزاری صدر این ڈی پی ـــــ کراچی

میری جانب سے اپنے والد کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمائیے اسلام کے لیے ان کی عظیم خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی ۔

مولانا جان محمد عباسی امیر جماعت اسلامی سندھ

میری جانب سے اپنے والد مولانا عبدالحقؒ کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمائیے ۔ نفاذِ شریعت اور اشاعتِ علوم دینیہ کی عظیم خدمات قوم یاد رکھے گی ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔

محمد ایوب خان اسپیکر آزاد کشمیر اسمبلی

آپ کے والد کے اچانک سانحۂ ارتحال پر دلی صدمہ ہوا ۔ مرحوم ایک غیر معمولی عالم دین تھے ، خداوند کریم درجاتِ عالیہ سے نوازے اور مغفرت نصیب فرمائے اور آپ کو اس ناقابل تلافی نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

غلام دستگیر خان سابق وفاقی وزیر محنت ۔ گوجرانوالہ

آنجناب کے والد کی رحلت پر دلی صدمہ ہوا ۔ میری جانب سے دلی تعزیت قبول فرمائیے ۔ حق تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے ۔

صاحبزادہ فاروق علی سابق اسپیکر قومی اسمبلی ملتان

مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ۔ حق تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے ۔ تمام خاندان کے غم میں شریک ۔

اسمٰعیل حمودی حسین سفیر عراق ـــــ اسلام آباد

آنجناب کے محبوب والد کے انتقال پر شدید صدمہ ہوا ۔ ازراہ کرم ہماری جانب سے دلی تعزیت قبول فرمائیے ۔ مرحوم کو خدا تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اس ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانے کا حوصلہ عطا فرمائے ۔

ریٹائرڈ ایئر مارشل نور خان سابق ایم این اے

آپ کے نامور والد محترم کی وفات کی خبر سنکر مجھے بہت زیادہ رنج پہنچا ۔ میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو ابدی سکون سے نوازے ۔ آپ کو اور آپ کے سوگوار دوسرے افراد کو اس ناقابلِ تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے ۔

خواجہ محمد حمید الدین سیالوی ۔ سیال شریف

ممتاز عالم دین مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سنکر بے حد صدمہ پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو ابدی مسرتوں سے نوازے ۔ آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو اس ناقابل تلافی نقصان پر صبر کی توفیق بخشے ۔

سینیٹر غلام فاروق ـــــ کراچی

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سنکر گہرا صدمہ ہوا ۔ مرحوم نے اسلام کی اشاعت کیلئے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی میرے پورے خاندان کا مرحوم سے گہرا تعلق تھا ہماری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ۔

سید فخر امام سابق اسپیکر قومی اسمبلی ـــــ ملتان

مولانا عبدالحقؒ کی وفات پر بیحد دکھ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق بخشے ۔

جاوید ہاشمی ـــــ سابق ایم این اے

مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سنکر بے حد صدمہ پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو

مغفرت سے نوازے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد ـــــ راولپنڈی

میں آپ کو اور آپ کے خاندان کے افراد کو اس موقع پر تعزیت پیش کرتا ہوں۔

ایم اے حمزہ سابق ایم این اے۔ گوجرہ (فیصل آباد)

آپ کے عظیم والد کی وفات پاکستان میں اسلامی قوتوں کا بہت بڑا نقصان ہے۔ وہ مشہور عالم دین تھے جنہوں نے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلائی اور ساتھ ہی ساتھ افغانستان میں بھی۔

گوھر ایوب خان ـــــ ایبٹ آباد

آپ کے والد کی وفات کی خبر سُنکر بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ابدی سکون عطا فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس ناقابلِ تلافی نقصان پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

ریاض دولتانہ سابق ایم این اے ـــــ لاہور

آپ کے بیحد محترم اور عظیم مذہبی راہنما والد کی وفات حسرت آیات پر بہت زیادہ رنجیدہ ہؤا۔ میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

سینیٹر جمال سید میاں ـــــ اسلام آباد

آپ کے محترم والد کی وفات کی خبر سُنکر بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

عطا محمد خان لغاری سابق ایم این اے

علامہ عبدالحق رح کی وفات حسرت آیات پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سید اصغر علی شاہ سابق ایم این اے۔ راولپنڈی

آپ کے نامور والد کی وفات کی خبر سُنکر بہت زیادہ دُکھ ہُوا۔ آپ پاکستان میں اسلام کے مضبوط ستون تھے۔ آپ کی وفات بہت بڑا قومی نقصان ہے، میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ـــ لکھنؤ ـــ بھارت

آپ کے نامور والد محترم کی وفات حسرت آیات کی خبر سُنکر بیحد دُکھ ہؤا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

میاں فضلِ حق ناظم جمیعتہ اہلِ حدیث ـــــ لاہور

حضرت مولانا عبدالحق رح کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا جو عظیم مقبول راہنما تھے اور پاکستان کا اثاثہ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ ـــــ بھیرہ

حضرت مولانا کی وفات حسرتِ آیات پر میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔

شبیر نقوی ـــــ کراچی

حضرت مولانا تحریکِ آزادی کے عظیم مجاہد تھے۔ ممتاز عالم دین اور مقبول استاد تھے۔ اس موقع پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔

پیر سید احمد گیلانی آفندی
چیئرمین اتحاد کونسل افغان مجاہدین۔ پشاور

مولانا مرحوم نے اسلام کی خاطر جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ ناقابلِ فراموش رہیں گی۔ اس صدمۂ جانکاہ پر میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد بلخ شیر مزاری ـــــ لاہور

آپ کے والد محترم کی وفات کا سُنکر بے حد صدمہ پہنچا۔

بدر المشائخ مولانا فضل الرحمٰن مجددی ۔ لاہور

آپ کے عزیز ترین والد کی اچانک وفات پر بیحد صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ابدی سکون سے نوازے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

ایم اے زبیری، ایڈیٹر "بزنس ریکارڈر" ۔ کراچی

آپ کے نامور والد کی وفات کے بارے میں سُنکر بے حد صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے اور آپ کو اس نقصان پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحبزادہ محمد ازہر سجادہ نشین بکوٹ شریف، کوہالہ۔ مری

حضرتؒ نے اپنی ساری زندگی خدمتِ اسلام میں گذاری۔ اسمبلی ہو یا منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حق و صداقت کی آواز بلند کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل۔

حضرت موصوف کا اور میرے والد مرحوم مولانا پیر محمد حقیق اللہ کا قریبی تعلق رہا۔ دیوبند سے لے کر سرحد اسمبلی تک دونوں اکابر ایک ساتھ رہے۔ آپ سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنے والد مرحوم کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے حق و صداقت کا عَلَم بلند کریں گے۔ (محمد ازہر)

جناب مولانا غلام ربّانی نائب صدر جمعیۃ علماء اسلام رحیم یار خان

مولاناؒ دینی تحریکوں کے لیے بہت بڑا سہارا تھے، وہ اسلاف کا نمونہ تھے۔ کیا عرض کروں! میں بدقسمت انسان ہوں جو جنازہ سے محروم رہا، بیمار ہوں اور سفر کے قابل نہیں ہوں۔ مولانا مرحوم اور میں ایک سال امروہہ میں اور ایک سال دیوبند میں رہے۔ طالب علمی کے زمانہ کے ان کے اخلاق یاد آتے ہیں، کیا اعلیٰ اخلاق تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

(غلام ربانی)

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ عالمی مجلس ختم نبوت ربوہ

اگست میں چوتھی سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن کے لیے برطانیہ جانا ہوا، واپسی میں حجازِ مقدس عمرہ کیلئے حاضری ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نماز کے بعد ایک دوست نے یہ افسوسناک اطلاع دی کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی دل کو سخت دھچکا لگا، دل گرفتہ لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں جاکر خبر عرض کی اور ان کی بخشش و مغفرت کی دعا کی ـــ اصحابِ صُفّہ کے تھڑا (چبوترہ) پر تلاوت کرکے حضرت مرحوم کو ایصالِ ثواب کیا، مکہ مکرمہ واپسی پر آپ کی طرف سے طواف کی سعادت بھی حاصل کی۔

ان کی وفات علم و عمل کی وفات ہے، یہ صدمہ صرف آپ حضرات کا صدمہ نہیں بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے جانکاہ سانحہ ہے۔ اللہ رب العزت پوری امت کو اس صدمہ اور نقصان کی تلافی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام خدام آپ حضرات کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ رب العزت کروٹ کروٹ ان پر رحمت فرمائیں۔ آمین

بحرمۃ النبی الامی الکریم۔

اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان

دین کے تعلق میں آپ کی خدمات سے ہم سب آگاہ ہیں لیکن والد کا سایہ اٹھ جانے سے جو کمی آپ محسوس کر رہے ہوں گے اس کا بھی احساس ہے۔ آپ یقین فرمائیں کہ ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

(محمد عبدالمعبود صدیقی چیئرمین)

جناب مولانا مفتی ضیاء الحق دہلوی بانی و مہتمم جامعۃ الصالحات کراچی

حضرت والد بزرگوار مرحوم و مغفور کے انتقال پُر ملال کی خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنے کے سوا چارہ کار بھی کیا ہے۔ وہ وقت جب میں حاضر ہوا تھا اور حضرتؒ نے خوش ہو کر پانچسو روپے عطا فرمائے تھے میں بالاصرار واپس کرتا رہا اور عرض کرتا رہا کہ نذرانہ تو مجھے پیش کرنا چاہیئے تھا اور میں خالی ہاتھ چلا آیا۔ فرمایا تم اتنی دُور سے چل کر ملنے آئے یہ کیا کم ہے! پھر بھی دو سو روپے دیئے جو میرے پاس تبرکاً رکھے ہیں ـــ بزرگوں کی کیا بات تھی کیسے شفقت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مرحوم جہادِ افغانستان کے روحِ رواں تھے۔ مدرسہ میں قرآن خوانی ہوئی، ایصالِ ثواب کیا گیا، معلّمات اور طالبات نے دُعا کی۔

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر۔ گوجرانوالہ

موت تو سبھی جاندار مخلوق کے لیے حق اور یقینی ہے۔ البقاء للہ تعالیٰ مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کیسے دخل ہو سکتا ہے ـــ بعض حضرات کے وجود خالص خیر و برکت ہوتے ہیں اور خصوصاً جبکہ "البرکۃ مع اکابرکم" حدیث ہے (مُستدرک) حضرتؒ کا وجود نہ صرف پاکستان میں بلکہ ملحقہ علاقوں میں بھی منبع الخیر تھا۔ دینی، سیاسی اور اخلاقی اقدار کا سرچشمہ، حق گوئی اور بے باکی اور ہمتوں کا پہاڑ تھا اور نمونۂ اکابر تھا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

آپ حضرات کے لیے تو یہ سال عام الحزن ہے کہ پہلے والدہ ماجدہ مرحومہ کا مشفقانہ سایہ سر سے اٹھا اب شیخ الحدیث مرحوم و مغفور کا پدرانہ اور مشفقانہ سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومین اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

مولانا محمد حبیب اللہ مختار جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

فقد ادھشنی نباء وفاۃ العالم الکبیو الوالد الجلیل المحدث الفقیہ العلامۃ الشیخ عبدالحق فرحمہ اللہ الراجل العظیم افاض علیہ من شابیب رحمتہ رزقکم

جمیعاً الصبر والسلوان تعز فلا شیٔ علی الارض باقیا ولا وزر مما قضی اللّٰہ واقعا ان مصابکم ھٰذہ لیس لکم وحدکم ولا لعائلتکم اوجامعتکم وحدھا بل ھو مصاب للجامعات والعائلات جمیعًا ـــ واننا جمیع اساتذۃ الجامعۃ وطلابھا نشارک معکم فی ھٰذہ الملمۃ الفاجعۃ۔

جناب عارف پیرزادہ صاحب قائد پنجاب قومی محاذ

میں آخری بار آج سے تقریباً چار سال پیشتر ان کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تھا تو کمال مہربانی اور شفقت سے پیش آئے، باوجود تکلیف کے مجھے بیٹھ کر شرف باریابی عطا کی۔ میرے لاکھ کہنے پر بھی دراز نہ ہوئے۔ اور خاص طور پر جب انہیں معلوم ہوا کہ میں مولانا عبدالعزیز فاضل دیوبند کا بیٹا ہوں تو انتہائی شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا، میں اُن کی مہربانیوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔

نیشنل لیبر فیڈریشن آف پاکستان

شام کو ہمارے نیشنل لیبر فیڈریشن آف پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں شیخ الحدیث مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور دعائے مغفرت اور تعزیت پیش کی گئی۔ میں اور میرے تمام ساتھی آپ کے ساتھ اس دُکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔

قاضی کفایت سیکرٹری جنرل کاروانِ توحید وسنت پاکستان

بروقت اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے جنازہ میں شرکت سے محرومی رہی، انشاءاللہ کل جمعہ کے اجتماع میں حضرت مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور اور ایصالِ ثواب کرایا جائے گا۔

مرحوم شیخ الحدیث نے ساری زندگی درس حدیث دیا۔ آپ علومِ نبویہؐ کے امین اور حقیقی وارث تھے۔ ادارہ اور بندہ اور تنظیم آپ کے غم میں برابر شریک ہیں۔

چوہدری کمال الدین کمال ـــــ کسان بورڈ پاکستان

حضرت مولانا مرحوم کی ذاتِ گرامی اس دور میں آیاتؐ من آیات اللہ تھی۔ بلاشبہ جید علماء ان کی تربیت گاہِ علمی سے فارغ ہو کر نکلے اور آج وہ دنیا بھر میں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ افغانستان کے بیشتر مجاہدین اور ان کے راہنما ان کی پاک صحبت اور علمی درس گاہ سے جذبۂ جہاد لے کر نکلے ہیں حق تعالےٰ مرحوم کو قربِ خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

(چوہدری کمال الدین کمال)

حضرت مولانا فضل منان فاضلِ دیوبند، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور

قیامتِ صغریٰ کے دن میں بھی بیمار جان کے ساتھ نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے پہنچا تھا، اور جن واقف صاحبان نے مجھے میری کیفیات کے ساتھ دیکھا تو کہنے لگے اب آپ کا جنازہ کون اٹھائے گا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور جنازہ کا ثواب حاصل کر کے لوٹا۔ خیال تھا کہ اگلے دن یا اس سے اگلے دن یہ عرض کرنے حاضر ہوں گا کہ "جناب! عالم فاضل انسان ہیں اور کچھ عرض کرنا بے سود ہے۔ مگر پھر بھی رواج کے مطابق ہزاروں لوگوں نے صبر کی تلقین کی ہو گی لیکن میں تو عرض کروں گا کہ آپ روئیں اور خوب روئیں اور اتنا روئیں کہ آنکھوں کے آنسو بالکل خشک ہو جائیں۔ اس سے بڑا حادثہ کیا ہو گا اور اس سے زیادہ قریبی رشتہ کیا ہو گا ہم غیروں کے آنسو اب تک جاری ہیں۔ حضرتؒ کی ذات اور ان کے برکات اتنے معمولی نہیں تھے جس کے حرمان کے باعث سنگدل سے سنگدل انسان بھی موم نہ ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم جناب حکیم محمد سعید صاحب

چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

اس بار کہ میں پشاور سے راولپنڈی آ رہا تھا، اکوڑہ خٹک میں کھٹک گیا بڑا دل چاہا کہ حضرت محترم ومکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں میں حاضر ہو کر طالبِ دُعا ہوں۔ مگر وقت نہیں لیا تھا زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا، کیا معلوم تھا کہ یہ مینارۂ نور اور ہماری دنیا کی یہ عظیم شخصیت اب ہمارے درمیان نہیں رہے گی اور تاریکیاں چھا جائیں گی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو توفیقِ صبرِ جمیل۔

پروفیسر غفور احمد نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر پورا ملک سوگوار ہے، ان کا بدل نظر نہیں آتا۔ پوری زندگی اسلام کی تبلیغ، قوم کی بے لوث خدمت اور علم کی شمعیں روشن کرنے میں گذار دی۔ اللہ رب العزت نے انہیں ہر دلعزیزی عطا فرمائی تھی، سب اُن کے مدّاح اور معترف ہیں۔ اپنے علم، مقام اور عظمت کے باوجود ہر ایک سے ملنا، عزت سے پیش آنا، مدد کرنے کی کوشش کرنا، یہ وہ صفات تھیں جن کے باعث وہ لوگوں کے دلوں میں رہتے تھے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔

میاں حیات بخش صدر انجمن فیض الاسلام لاہور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم ومغفور نہ صرف یہ کہ چوٹی کے عالم دین تھے

بلکہ اپنے علاقے کے ایک سچے مخلص خدمتگار راہنما بھی تھے۔ اپنے علاقے میں ان کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ آپ اکوڑہ کی نشست سے تین بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ــــ انجمن فیض الاسلام کے تمام ممبر، مدرسین، ملازمین اور ۴۵۰ یتامیٰ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں ۔

سنٹرل جیل ــــــــــ ہری پور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق علم دین کی خدمت کرتے کرتے رحلت فرما گئے ہیں جو شہادت کی موت سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ حضرت شیخؒ نے اپنی زندگی میں کس قدر زیادہ شہداء اور مجاہدین پیدا کیے ہیں؟ وہ تو شہیدوں اور غازیوں کے استاد تھے تو ان کی شہادت میں کیا شک ہے۔ ہم قیدی لوگ آپ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (محمد طاہر سزائے موت، سید قیوم ۳۰ سالہ قیدی، قاری لعل جان، مجاہد احمد خان ۲۵ سالہ قیدی)

جناب محمد زمان خان اچکزئی سابق سینیٹر۔ بلوچستان

مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی دکھ ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ دارِ فانی سے عالمِ جاودانی میں رحلت کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے۔ میں اِس غم میں آپ کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔۔

جناب شاہ بلیغ الدین سابق ایم این اے۔ کراچی

آپ کے ذاتی صدمے میں شریک ہوں لیکن آپ کے والد محترم کی موت تو ایک قومی صدمہ ہے۔ اس دورِ قحط الرجال میں ان جیسے ذی علم کا اٹھ جانا علمی دنیا کی بڑی محرومی ہے۔ مرحوم کے ساتھ قومی اسمبلی میں تین سال کی رفاقت رہی، ان کے اخلاقِ کریمانہ کا خیال آتا ہے تو افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے صبر و شکر کے سوا چارہ نہیں۔ ویسے مرحوم نے کامیاب زندگی گزاری اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر طرح اپنے فضل و کرم سے نوازا۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ ان کی روح کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

مولانا سعید الرحمٰن علوی سابق ایڈیٹر "خدام الدین" لاہور

بروز جمعرات صبح ۹ بجے حضرت مولاناؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر اخبار میں دیکھی، دل قابو میں نہ رہا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ہائے او موت! تجھے موت آئی ہوتی۔ پیغمبرِ خاتم و معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ علماء کے اٹھنے سے علم اٹھا لیا جائے گا۔ پھر جو ہوگا اس کی خبر بھی ہے اور حالات عین اس کے مطابق ہمارے سامنے ــــ اللہ تعالیٰ اس مظلوم امت پر رحم فرمائے۔ زندگی میں کئی بار حضرتؒ کی خدمت میں بیٹھنے کی سعادت میسر آئی۔ اب سب باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ ان کا معصوم چہرہ، بھولی بھالی صورت، سراپا علم، مجسّمِ شرافت و اخلاق۔ اے کاش! اب ایسے لوگ نہیں ملیں گے۔ دار العلوم حقانیہ کی شکل میں اور آپ جیسے لائق اور سعادتمند فرزندوں، ہزاروں شاگردوں، متعدد تصانیف اور لاکھوں عقیدت مندوں کی شکل میں وہ بڑا سرمایہ چھوڑ گئے۔ حقانیہ امانت ہے اُن کی اور بڑی مقدس امانت، جس کی رکھوالی سبھی کا فرض ہے اور سب سے بڑھ کر آپ کا، حقانیہ کے در و دیوار کہتے ہوں گے ؎

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانا مر گیا آخر کو، ویرانے پر کیا گزری

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری ــــ کراچی

حضرت شیخ الحدیث کے سانحۂ ارتحال پر کس طرح ماتم کروں اور کن الفاظ و اسلوب میں آپ سے اظہارِ غم و تعزیت کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اعلیٰ علیّین میں سرفراز فرمائے اور آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز

استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت کی خبر سے دلی صدمہ ہوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ یہ صرف آپ کا اور آپ کے خاندان کا صدمہ نہیں بلکہ حضرتؒ کے ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں ارادتمندوں کا رنج و غم ہے اور عالم اسلام ایک دینی راہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے۔ (نیاز محمد امین الطارق)

جمعیت محبّانِ اسلام پاکستان

اراکین و عہدیدارانِ جمعیت محبانِ اسلام پاکستان ممتاز عالم دین حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں مولانا عبدالحقؒ ایک عظیم مجاہد اور فرنگی سامراج کے خلاف صفِ اوّل کے راہنما تھے۔ ہم سب دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیّین میں درجات سے نوازے۔ (محمد علی شیخ، صدر)

جناب مولانا فتح محمد صاحب امیر جماعت اسلامی سندھ

میں ابھی ابھی لاہور سے تعزیت کے لیے روانہ ہو رہا تھا کہ مولانا انوار الحق صاحب سے ملاقات ہوئی آپ سے نہ ہو سکی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ملتِ اسلامیہ کے عظیم علمی سرمایہ تھے، ان کے فیوض علمی و دینی قیامت تک انشاء اللہ ان کے لیے باعثِ اجر و ثواب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی راہنمائی اور ان کے فیوض کو قیامت تک جاری رکھیں، اہلِ حق کا رویّہ اتنے عظیم صدمہ پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے اظہار ہی کا ہو سکتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی جامعہ اشرفیہ لاہور

آج اس وقت یہ رنج دالم کی خبر ملی کہ ہمارے بزرگ محترم حضرت مولانا عبدالحقؒ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اندوہناک خبر سے قلب و دماغ پر بہت ہی اثر پڑا۔ مولانا کی رحلت سے قوم اور ملک بڑے ہی خسرانِ عظیم کا شکار ہو گیا۔ ان کی زندگی اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اسلام کی عظمتوں کو قائم کرنے کے لیے جہاد میں گذری۔ اب اس دور میں جبکہ ملک اور قوم کو ان کی سرپرستی کی زیادہ سے زیادہ ضرورت تھی، محروم ہونا انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب سابق ممبر مجلسِ شوریٰ

مولانا کی زندگی کتنی ہی اولوالعزم زندگیوں کے لیے مشعلِ راہ تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ ان کے علم، تفقہ، تدبّر اور بصیرت پر ان کے عظیم شاگردوں کا کردار گواہ رہے گا۔ جہادِ افغانستان کی تاریخ میں مرحوم کا نام تابندہ رہے گا۔

محترم جناب ریٹائرڈ ایڈمرل محمد اسحاق ارشد

آپ کے جلیل القدر والد محترم مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر دلی تعزیت پیش کرتا ہوں۔ ایک عالم کی موت ہے۔ مرحوم نے گرانقدر دینی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں جو کبھی بھلائی نہ جاسکیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آپ کو اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

اِسلامی انقلابی کونسل پاکستان

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ذاتِ گرامی صرف ایک طبقے یا ایک فرقے کے لیے محترم نہ تھی۔ میری نظر میں ان کی ذاتِ اقدس پورے عالمِ اسلامی ہی کے لیے نہیں تمام عالم کے لیے ایک سرمایۂ عظیم تھی۔ آج جبکہ طوفانی دور میں ان کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مہمان قرار دے دیا ہے۔ حضرت مولانا کا مقام یقیناً بہت بلند تھا لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایک بہت بڑا جامعہ چھوڑا ہے۔ انشاء اللہ آپ ہمیں اس عظیم ہستی کی راہنمائی فراہم کرتے رہیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم راہنما کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ تمام اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(سید فخر الحسن کراروی سربراہ اسلامی انقلابی کونسل پاکستان)

جناب میر نواز خان مروت سابق ایم این اے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جید عالم باعمل، عاشقِ رسولؐ، دینِ حق کے علمبردار اور دورِ حاضر میں اسلام کے ایک عظیم ستون تھے، قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کے چشمۂ فیض سے بہت سے تشنگانِ علم فیضیاب ہوئے۔

مجمع العلماء ــــــــ منصورہ

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سُنکر ہم سب متعلّقین علماء اکیڈمی منصورہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ موصوف اسلاف کی یادگار تھے۔ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جہادِ افغانستان کے لیے ایک قوتِ معرکہ بنے رہے۔ قومی اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے ایوان ہائے حکومت میں نفاذِ شریعت کے لیے آواز بلند کرتے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ ادارہ سے وابستہ تمام علماء کرام آپ سے تعزیت کرتے ہیں۔

(فرید احمد پراچہ)

جمّوں و کشمیر برٹش لیگ

مولانا مرحوم کی دینی و ملّی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، اس دورِ زبوں کار میں مولانا صاحبؒ روشنی کا مینار اور اسلام کے خادم تھے۔ ان کی وفات سے علمی، دینی، ادبی، سیاسی حلقوں میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان ہُوا ہے۔

(محمد شریف طارق ایڈوکیٹ صدر جموں وکشمیر برٹش لیگ)

مولانا محمد اسحاق سندھیلوی ــــــ کراچی

آپ کے والد بزرگوار جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی خبر پاکر صدمہ ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ موصوف محترم کی وفات سے پوری قوم کو نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنّت الفردوس میں مقاماتِ رفیعہ عطا فرمائے۔

حافظ عبدالاعلیٰ رحمانی مدیر ممتاز ڈائجسٹ

مولانا محترم کا وجود اس دور میں بسا غنیمت تھا، دورِ حاضر کے علماء اور طلبہ کے لیے مشعلِ راہ تھا، سنگلاخ زمین پر دینِ حق کی آبیاری کی۔ اللہ کریم انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

جمعیت اہلِ حدیث ــــــ پشاور

حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت پر نہ صرف احناف برادران کی تمام جماعتیں سوگوار و ماتم زدہ ہیں بلکہ جمعیت اہل حدیث بھی اس لامحدود غم میں برابر کی شریک ہے۔

(عبدالحفیظ پشاور)

جمعیت اہل حدیث ـــــــ آزاد کشمیر

مولانا مرحوم ایک بہت بڑے عالم دین تھے۔ اس قحط الرجال کے دور میں مولانا مرحوم عالم اسلام کے لیے عموماً اور مسلمانانِ پاکستان کے لیے خصوصاً ایک عظیم علمی سرمایہ تھے۔

(محمد یونس آثری امیر جمعیت اہل حدیث آزاد کشمیر)

پاکستان پیپلز پارٹی ـــــــ پاک پتن شریف

مرحوم دینِ اسلام کے مجاہد تھے۔ مجھے بھی لاکھوں انسانوں کی طرح جناب کے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر سُنکر گہرا صدمہ ہؤا۔ اللہ کریم مرحوم کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔

(علاؤالدین خان کارکن پاکستان پیپلز پارٹی پاک پتن شریف)

جناب پیر الہاشمی القادری ـــــ حویلیاں

کل آٹھ بجے صبح بذریعہ اخبار اعلیٰ حضرت اقدسؒ کی وفات کی اندوہناک خبر پڑھی، اُسی وقت تعزیتی اجلاس ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ہوئی اور قرآن خوانی بھی۔ اللہ تعالیٰ اعزّہ و اقارب کو صبرِ جمیل اور حضرتؒ کو اعلےٰ مقام عطا فرمائے۔

جناب عبد العزیز چشتی

مرحوم و مغفور حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب نے دین کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا، ان کی آواز تادیرحق اور سچائی کی سربلندی کے لیے ایوانوں میں گونجتی رہی، اس بااصول مردِ حق کو دنیا کی کوئی طاقت اصولوں سے نہ ہٹا سکی۔

مؤتمر القمة الاسلامی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے بے آب وگیاہ سرزمین کو علم کی دولت سے مالامال کر دیا، سینکڑوں نہیں ہزاروں انسانوں کی زندگیاں سنوار دیں۔ رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ایسے انسان تیار کیے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے فخر اور آئیڈیل رہیں گے حضرت مولانا صاحب مرحوم نے اس سنّت کی پیروی خوب کی، اللہ پاک اُن کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (احمد حسن شیخ)

محمد عبدالرحمٰن صابق ممبر صوبائی کونسل و چیئرمین بلدیہ بہاولپور

اخبارات اور ٹی وی پر آپ کے قابلِ فخر والد گرامی قدر، ملت کے لیے سرمایۂ دین اور پاکستان کے لیے خصوصاً اسم بامسمّیٰ خزینۂ علم کی وفات کی خبر سُنکر بے حد صدمہ ہؤا۔ یہ عریضۂ دردمندی بحالت تپِ محرقہ رقم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ترقیٔ درجات سے نوازے۔ آمین

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ـــــــ ملتان

استاذ العلماء و شیخ المحدثین حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر تعزیت کس سے کریں؟ ہم سب ہی بلکہ پوری ملّتِ اسلامیہ تعزیت کی مستحق ہے۔ (مولانا عبدالمجید رئیس المدرسین)

تنظیم اہلسنت پاکستان (مرکزی دفتر ملتان)

تنظیم اہل سنّت پاکستان آپ کے غم میں برابر کی شریک ہے حضرتؒ کی ذاتِ بابرکات ملک و ملّت کا عظیم سرمایہ تھے جو ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔

مولانا قاضی عبدالحلیم نائب مہتمم نجم المدارس کلاچی

حضرتِ شیخؒ کے وصال کی ہوشربا خبر سُنی تو دماغ غائب ہو گیا آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور دل ڈوب گیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ؎

خبر کیا تھی کہ جیتے جی غموں سے کھیلنا ہوگا
وفاتِ شیخ کا صدمہ بھی ہم کو جھیلنا ہوگا

یقین فرمائیں کہ حضرتِ شیخؒ کی وفات کی خبر خرمنِ امن و سکون پر برقِ خاطف بن کر گری۔ اس اندوہناک حادثہ کے اثرات کے اظہار کے لیے الفاظ کی وسیع دنیا ناکافی ہے ع

ندیم ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

حضرتِ شیخؒ کے ساتھ چار سالوں کی صحبتوں کا ایک ایک دن آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے اور یہ حسین یادیں اب رُلا رہی ہیں ع

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب

صحیح کہا گیا ہے ـــــ میں نے وہ دَور آنکھوں سے دیکھا ہے جب ایک دفعہ قومی اسمبلی کی نشست پر آپ کے مقابلے میں نیپ کا اجمل خٹک تھا۔ حریف نے آپ کو ہرانے کے لیے جو لاکھ جتن کیے وہ ایک طویل داستان ہے، مگر یہاں معاملہ برعکس تھا ؎

عدُو نے لاکھ جتن کیے توڑنے کے لیے
یہاں مگر ہوئے سامان جوڑنے کے لیے

اللہ تعالےٰ نے آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اس موقع پر بندہ کے شعری تاثرات ترجمانِ اسلام، خدام الدین اور الحق میں شائع ہوئے تھے، مطلع یہ تھا ؎

عبدِ حق تو نے گرایا نیپ کا گرگِ کہن
فضلِ حق کا ہاتھ جب تجھ پہ ہوا سایہ فگن

درمیان کے دو ایک شعر یہ تھے ؎

عبدِ حق تُو اب تک تھا منبر و محراب میں
اب گرج ہو گی تیری آئین کے ابواب میں
چاہتا ہے رب کہ اب تو اس حدیثِ یار کو
جا کے بتلا دے حکومت کے در و دیوار کو

مقطع یہ تھا ؎

دعا میری یہ ہے منظوم میں منثور میں
ہو تیرے حق کا اُجالا مجلسِ دستور میں

حضرتؒ کی شرافتِ نفس کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو میری تُک بندیوں کا علم ہُوا تو خوش ہوئے اور دعائیں دیں، لیکن ساتھ ساتھ اس پر تنبیہ فرمائی کہ اس کا پہلا مصرعہ سخت غلط ہے کیونکہ اس میں آپ کے اُس حریف کا جس نے انتخابی معرکہ میں آپ اور آپ کی جماعت کو نیچا دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا توہین کا پہلو نکلتا تھا ـــــ چنانچہ حضرتؒ نے الحق میں اس منظومہ کی اشاعت کی اجازت اس شرط پر دی کہ اس میں پہلا شعر نہ ہو گا ع

اب انہیں ڈھونڈھیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

حضرت الشیخؒ کی رحلت کی بھاری خلاء کے تصور اور ہجومِ افکار میں حضرت شیخؒ کے موفق للخیر فرزندانِ گرامی اپنی تاریک دنیا کے لیے روشنی کی ایک کرن ہیں اور اگر شیر بخوابِ ناز ہو چکا ہے تو اس کے دو شبل بحمداللہ انکے علوم و معارف اور ان کی تمام نسبتوں کے امین اور وارث ہیں ع

شیر بخوابِ ناز بہ پہلوئے دو شبل

حضرتؒ کے متعلق کسی دوسرے موقعہ پر ایک منظوم مدحیہ نوکِ قلم پر آ رہا تھا جو اُس وقت "خدام الدین" لاہور کے ٹائیٹل پر نمایاں طور پر شائع ہُوا تھا، اس کے دو شعر حافظہ میں ہیں ؎

مسندِ علم و عمل کا پاسباں تُو ہی تو ہے
گلشنِ دین و ادب کا باغباں تُو ہی تو ہے
صد سکون مجھ کو میسر ہے سمیع کو دیکھ کر
جس کا ہر قول و عمل ناز و ادا تُو ہی تو ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت پر نجم المدارس کلاچی میں تین دن تعطیل رہی، ختمِ قرآنِ پاک ہوتے رہے اور تعزیتی اجتماعات بھی ہوتے رہے۔ دو اجتماعات میں حضرتؒ کی وفات کو بجا طور پر عالمِ اسلام کا عظیم حادثہ قرار دیا گیا۔ نجم المدارس کے تیسرے تعزیتی اجتماع میں تحصیل کلاچی اور تحصیل ٹانک کے علماء و فضلاء اور دین دوست احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہٗ مہتمم مدرسہ ہذا نے حضرتؒ کے علمی اور عملی کارناموں پر ایک گھنٹہ سے زائد تک روشنی ڈالی۔ قومی اسمبلی میں شریعت محاذ کی تشکیل حضرتؒ کا تاریخی کارنامہ قرار دیا اور حضرتؒ کے دو اخص تلامذہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (دھوانہ) اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب (تلمیذ زمانۂ دیوبند) کے ذریعہ سینٹ میں "شریعت بل" کا پیش کرانا حضرتؒ کے اعمالِ حسنہ میں ایک بنیادی ستون قرار دیا۔

مولانا محمد نافع محمدی ـــــ جھنگ

اخبارات و ریڈیو کے ذریعہ جناب کے والد گرامی حضرت مولانا عبد الحق صاحب دامت فیوضہم کے انتقالِ پُر ملال کی خبر معلوم کر کے نہایت قلق ہُوا۔

آنجناب اکابر علماء کی یادگار تھے اور ان کے ذریعہ علمی فیوض و برکات جاری تھے جو اُن کے ارتحال کی وجہ سے اختتام پذیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

دار السعید ـــــ حویلیاں

ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن موت آنی ہی ہے۔ مبارک و مسعود ہیں وہ ہستیاں جن کی مبارک زندگیاں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے گذریں اور گذر رہی ہیں۔ الحمد للہ تبارک و تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے اسی مقصدِ عظیم کے لیے اپنا سب کچھ وقف فرما رکھا تھا اور دار العلوم حقانیہ (جسے دُوسرا دار العلوم دیوبند کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا) کا قیام تو حضرتؒ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

حضرتؒ کی رحلت پر لاکھوں مسلمان اشکبار ہیں اور ان کی بلندئ درجات کے لیے کریم رب کے کریم دربار میں دست بدعا۔ (محمد سعید)

تحریکِ اصلاح ابلاغِ عامہ ـــــ لاہور

تحریک اصلاح ابلاغِ عامہ کے راہنماؤں جناب اقبال احمد صدیقی، مولانا عبدالرشید انصاری اور شبیر احمد نفیسی نے جید عالمِ دین شیخ الحدیث اور جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی راہنما حضرت مولانا عبدالحقؒ کے انتقال کو ملک کے دینی حلقوں کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ قوم ایک متبحر عالم دین اور جذبۂ جہاد سے سرشار راہنما کی قیادت سے محروم ہو گئی ہے۔ مولانا عبدالحقؒ ایک روشن ضمیر عالم باعمل تھے، انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی اشاعت اور اُمتِ مُسلمہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ مسلسل تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے وہ پاکستان میں قرآن و سُنّت کی حکمرانی اور افغانستان کی آزادی کے لیے آخر دم تک مصروفِ جہاد رہے۔ ان کے ہزاروں عقیدتمندوں اور شاگردوں نے افغانستان کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے جامِ شہادت نوش کیا۔ اور پاکستان میں اسلام کے عادلانہ معاشی اور سیاسی نظام کے نفاذ کے لیے ان کی جدوجہد جاری ہے۔

(شبیر احمد نفیسی سیکرٹری)

مجلس تحفظ حقوق اہلسنت والجماعت پاکستان

۱۳ ستمبر بروز منگل کو جماعت کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں جمیع علماء کرام اور مبلغین حضرات نے حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحبؒ شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات پر اظہارِ افسوس کیا اور دُعائے مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آمین (محمد عبدالحی امیر جماعت)

جناب سید اسعد گیلانی صاحب سابق ایم این اے

مَیں نے سفر کی حالت میں قبلہ محترم مولانا عبدالحق مرحوم کی رحلت کی خبر سُنی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــــ میں ان کا تہہ دل سے معتقد تھا۔ مجھے قومی اسمبلی میں اُن کے ساتھ پورا ایک سیشن بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور معمولی دینی خدمت کا موقع بھی ملا۔ وہ تعلق باللہ رکھنے والے انتہائی خداترس، نیک دل، دینِ متین کے علمبردار اور پابند انسان تھے۔ مَیں نے آخری لمحہ تک اُن میں خدمتِ دینی کا جذبہ فروزاں دیکھا۔ ان کے انتقال سے مجھے بے حد رنج ہُوا ہے، ان کی وفات ایک بڑی کمی ہے۔ اسلام دشمن اور ملک دشمن قوتیں باہمی مُتحد اور صف آراء ہیں۔ ان کا وجود ہمارے لیے اتحاد و یگانگت کا نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمالِ حسنہ کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔

نیشنل لیبر فیڈریشن پاکستان

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور کی رحلت نہ صرف آپ کے اور آپ کے ادارے کے لیے ایک عظیم نقصان ہے بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ ایک عظیم عالمِ دین سے محروم ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسے علماء جو دینی علم کے ساتھ سیاسی بصیرت بھی رکھتے ہوں اور اپنے مجاہدانہ کردار سے عوام کی حقیقی تائید و حمایت سے بھی نوازے گئے ہوں، اِس ملک میں بہت کم ہیں۔ میرے نزدیک جہادِ افغانستان کے سلسلے میں ان کی اور ان کے مدرسے کی خدمات ہی اتنی اہم ہیں کہ ان کا نام تاریخ میں امر ہو جائے گا۔

(پروفیسر محمد شفیع ملک سابق ممبر مجلسِ شوریٰ و صدر نیشنل لیبر فیڈریشن)

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن لائنز اسٹاف یونین

محترم! حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت کا سُنکر انتہائی دُکھ و صدمہ ہُوا۔ حضرت والا کی اسلامی خدمات کو زمانہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اب مولانا کا خلا پُر ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور کروٹ کروٹ آرام نصیب فرمائے۔

مولانا مرحوم کی خدمات یوں تو ہر محاذ پر بے انتہاء ہیں لیکن جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اور قومی اسمبلی میں آپ نے واقعۃً مردِ حق ہونے کا حق پورا کر دکھایا۔ اور افغان پالیسی پر مجاہدین کی نصرت میں آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔

(محمد اسلم شیخ سیکرٹری)

گلاب خان وزیر، وانا جنوبی وزیرستان

جناب! ہم سب اس غم میں آپ کے برابر شریک ہیں، کیا کریں! اس سلسلے میں انسان بے قوت اور بے حرکت ہے۔ سب یہاں سے باری آنے پر جائیں گے۔ دُعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

تنظیم علماء اساتذہ ـــــ ضلع دیر

حضرت شیخ مرحوم ایک نہایت رحم دل، جمالی مزاج کے مالک، بااخلاق، نیک کردار، مدبّر، عظیم سیاسی رہنما، عظیم محدّث، فقیہ، مصنّف اور عالم باعمل تھے، وہ لاکھوں علماء کے روحانی باپ تھے۔

(فضلِ عظیم حقانی صدر تنظیم علماء اساتذہ ضلع دیر)

المعھد الدولی للاقتصاد الاسلامی الجامعۃ الاسلامیۃ العالیہ اسلام آباد

آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمانے کی تعزیت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(مقصود احمد)

باب العلم اکیڈمی پاکستان

مرحوم بلاشبہ ملک و ملت کی مایۂ ناز شخصیتوں میں سے تھے، وہ ایک ایسی شخصیت تھے جو خوفِ خدا، عشقِ رسولؐ اور حُبِ اہلبیتؓ و صحابہؓ کے پیکر تھے اور ان کے احکام و فرامین پر عمل پیرا ہونا ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کی دینی، ملّی سیاسی اور سماجی خدمات تاحیات لوحِ دل پر محفوظ رہیں گی ـــــ بطور ایک خطیب و مقرر، ادیب و مدبّر اُنہوں نے تشکیل و تحریکِ پاکستان میں جو نمایاں کردار ادا کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مجھے امید ہے کہ ان کی بے لوث خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اُن کی جدائی سے ہماری روحانی و دینی زندگی میں ایسا خلا پیدا ہُوا ہے جس کا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

(سید آل احمد رضوی سیکرٹری جنرل)

سید معین الدین ایڈوکیٹ سابق رُکن مجلس شوریٰ

آپ کے عظیم والد کے رحلت فرمانے کا جان کر صدمہ ہوا کہ موجودہ دور صالحین سے یکسر خالی ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کے صدمہ کا مداوا تو کچھ نہیں ہو سکتا، لیکن دوست، واقف کار دُکھ اور رنج میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے صدمات کے ترازو میں ایک دوست کے صدمہ کو تول کر اس کی گہرائی میں اُتر جاتا ہے۔

علامہ عبدالحق صدر انجمن النوالاسلام

حضرت اقدسؒ قافلہ اہلِ حق کے سالار تھے، ان کا وجود اللہ کی زمین پر اس کی رحمت کا ایک نشان تھا۔ حضور والا کی دینی و علمی خدمات رہتی دُنیا تک یاد رکھی جائیں گی اور ان کا لگایا ہوا گلشن سدا بہار رہے گا۔

یہ ناچیز اور ادارہ کے جملہ اساتذہ و طلبہ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو فردوسِ بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے قدموں کے صدقے ہمیں بھی نیک اعمال کی توفیق دے۔

محمد سلیم سینئیر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی خبر ٹیلیویژن پر سُنی، انتہائی صدمہ ہوا، تمام گھر میں حضرتؒ کے انتقال کی خبر نے دُکھ اور رنج کی لہر دوڑادی۔ حضرتؒ صرف آپ کے والد نہ تھے بلکہ وہ مجھے بھی اپنا بیٹا تصور فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہزاروں لاکھوں لوگ ان کی دینی تعلیم سے فیضیاب ہوئے اور اکوڑہ خٹک کا مدرسہ نہ صرف صوبہ سرحد کے طلباء کو تعلیم دیتا ہے بلکہ ملک بھر کے لاکھوں طلباء یہاں سے فارغ ہوئے اور دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا گل شیر حقانی صدر تنظیم العلماء اساتذہ۔ فاٹا

جنابِ شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات نے نہ صرف آپ اور فضلائے حقانیہ اور متعلقین کو مغموم اور پریشان کیا ہے بلکہ تمام اسلامیانِ پاکستان کو سوگوار بنایا ہے۔ تنظیم العلماء کے تمام ارکان آپ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔

محمد شریف اخگر ــــــ انجمن ترقیٔ اُردو

حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ کی وفات حسرت آیات پر سکونِ قلب جاتا رہا ہے۔ اللہ کریم انہیں اپنے سایۂ رحمت میں رکھے اور آپ حضرات اور تمام قرابتداروں اور متوسلین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولانا عبدالعزیز محمدی ــــــ انجمن محبانِ صحابہؓ ڈیرہ اسمٰعیلخان

حضرتِ اقدس شیخ الحدیثؒ کے حادثۂ رحلت سے پوری امت یتیم رہ گئی حضرت مرحوم کا نام نامی اور اسم گرامی علومِ نبوّت اور مسائل شرعیہ کی تحقیق کے لیے سند تھا۔ جب حضرتؒ کی قیادت میں تحریک نفاذ شریعت زوروں پر تھی تو ایک صاحب نے حضرت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہٗ سے عرض کیا حضرت! آپ جو شریعت بل کی حمایت کر رہے ہیں اس کو دیکھا بھی ہے؟ تو علامہ تونسوی نے فرمایا: ”بھائی ہم نے شریعت بل بھی دیکھا ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر اُن لوگوں کو دیکھا، مطالعہ کیا اور پڑھا ہے جو شریعت بل کی تحریک کی قیادت کر رہے ہیں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیوبند میں میرے استاد تھے، ان پر اعتماد ہے، البتہ علمی طور پر کسی کو شریعت بل میں تردد ہو تو میرے پاس آئے اس کے ایک ایک جزیہ پر تسلی کرادوں گا۔“

حضرت مولانا محمد ولی صاحب درویش جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر یہاں مغرب سے قبل موصول ہوئی۔ جامعہ کے جملہ متعلقین اس روح فرسا خبر سے نڈھال ہو گئے۔ نمازِ مغرب کے بعد تمام طلبہ بمعہ اساتذہ ختم قرآن میں شریک ہوئے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کے لیے دعا کی گئی۔ ختم کے بعد ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب نے حضرت مرحوم کی زندگی اور علم دین کے لیے ان کی کوششوں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں جامعہ کے بزرگ استاد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے دعا کرائی۔

یقین نہیں آتا کہ ہم واقعی ایک مستجاب الدعوات شخصیت کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ قلم ان کو رحمہ اللہ لکھنے سے ہچکچاتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اب اپنی تکالیف کے رفع کے لیے دعا کی درخواست کس سے کریں گے، کلیجہ مُنہ کو آنے لگتا ہے۔ صرف دارالعلوم حقانیہ ہی نہیں ایسے بیشمار جامعات اُن کی دعاؤں اور توجہات سے محروم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اس لگائے ہوئے باغ کو سرسبز و شاداب رکھے۔

حضرت مولانا محمد زمان صاحب کلاچوی

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات سے نوازا تھا یہ انہیں کا حصہ تھیں۔ آپ کی پوری زندگی قال اللہ و قال الرسولؐ میں بسر ہوئی۔ ہزاروں تلامذہ بلاواسطہ اور لاکھوں بالواسطہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ مجاہدینِ افغانستان کے ساتھ دلی ہمدردی، عملی حصہ اور مسلسل دُعاؤں سے جہادِ افغانستان میں لمحہ لمحہ شرکت اور الحاد و زندقہ کے ایوانوں میں حق کی آواز کو پہنچانا، دارالعلوم جیسی یونیورسٹی کا اہتمام اور

مسندِ حدیث کو سنبھالنا اور دُوسری دینی و ملی خدمات کا خوش اسلوبی سے سرانجام دینا آپ جیسے مردِ حق اور مردِ مجاہد کا ہی نصیبہ ہیں۔ آج وہ جن درجاتِ عالیہ سے نوازے گئے ہوں گے ان کا تصوّر بھی انسانی عقل سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم و مغفور کو کروٹ کروٹ اعلیٰ علیین میں رکھے۔

مولانا قاضی منظور الحق الکوثری ۔ منڈی بہاؤالدین

ے وَمَا کان قیسٌ هلکه هلك واحد
ولکنهٗ بنیان قوم تهدیا

حضرت شیخ الحدیثؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ خصوصاً علم اور تواضع تو مولا کریم نے ان کی شخصیت میں جمع فرما دیئے تھے اور یہی خصوصیت ان کو اقران و امصار پر بلندئ مقامات پر لے گئی۔

مطالعے سے معلوم ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ میں بھی سادگی بدرجۂ اتم موجود تھی اور یہی بات حضرت شیخ الحدیثؒ میں اپنے شیوخ کا پر تو تھا ـــــ ان حضرات کا یہی وصف تھا جو دوسرے علماء سے انہیں ممتاز کرتا ہے ے

اولٰئك اٰبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

دلی دعا ہے کہ اللہ جل شانہ، دارالعلوم حقانیہ کا یہ رنگ اور شعار کارپردازان اور معلمین و متعلمین پر تا ابد قائم رکھے۔

مولانا محمد اکرم کاشمیری ـــــ جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا و مقتدانا قبلہ شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ العزیز کی رحلت سے علمی دُنیا میں جو عظیم خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ تقریباً ناقابلِ تلافی ہے اور پھر مستزاد یہ کہ ہم روسیاہ ایک عظیم مربی مصلح اور شیخ سے محروم ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ حضرات پر اچانک ایک عظیم ذمہ داری کا بوجھ ہی نہیں پڑا بلکہ ایسے باپ جو یقیناً علم و عمل کا پہاڑ اور علوم ظاہریہ و باطنیہ کا بحرِ ذخار تھا، کی شفقتوں سے بھی محروم ہوئے۔ اللہ تعالےٰ آپ حضرات کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور نئی ذمہ داریاں سنبھالنے اور دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد ظہیر میر ایڈووکیٹ ـــــ گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے مکمل صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ کے جنازے میں لاتعداد عاشقان اور فرزندانِ توحید کے ہجوم میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن اپنے غم اور جذبات کو آپ تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتقال سے جہاں جسم کا رُواں رُواں تڑپ رہا ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس قحط الرجال کے دور میں اکابر کے اٹھ جانے کے بعد اب کیا ہوگا؟

امیر احمد صدر النور نوریہ ویلفیئر سوسائٹی ۔ کُنڈیاں

حضرت استاذی المحترم کی وفات حسرت آیات کی خبر اخبارات میں پڑھ کر صدمہ ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس کی اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ گرچہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے مگر قادر ذوالجلال کا اٹل فیصلہ ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت۔

مولانا مہر محمد میانوالوی ـــــ گوجرانوالہ

اظہارِ حُزن یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات سے بہت صدمہ ہُوا، نہ صرف آپ کے سر سے سایۂ رحمت اُٹھ گیا بلکہ ہم سب متوسلینِ دیوبند یتیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی دینی و علمی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اللھم اغفرلہ وعافہ واکرم نزلہ و وسع مدخلہ ادخلہ الجنۃ بغیر حساب۔

محمد رمضان ایڈووکیٹ صدر کسان بورڈ ڈیرہ غازیخان

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات کافی نقصان ہے ان کی وفات کی خبر سے دلی صدمہ ہُوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کے والد مرحوم و مغفور کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات میں بلندی فرمائے، اُن کے زندگی بھر کے کام کو جاری رکھے اور آپ کی خصوصی مدد فرمائے۔ افغان جہاد میں مولانا صاحب مرحوم کے تربیت یافتہ مجاہد بڑی تعداد میں سرگرم جہاد ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور اسلامی انقلاب کے نقیب اکٹھے جا رہے ہیں، خردمندوں کو اس طرف سوچنا چاہیئے۔

حضرت مولانا محمد صادق مترجم فتاویٰ عالمگیری ۔ راولپنڈی

بڑے حضرت جی کے سانحۂ انتقال سے یہاں ہم سب کو ازحد افسوس ہُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

علم و زہد کی دُنیا میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا جرنیل رخصت ہو گیا ہے جنہوں نے لامحدود مجاہدینِ سربکف تیار کیے، جنہوں نے علومِ دینیہ کی ایسی قندیلیں روشن کیں جو رہتی دنیا تک فروزاں رہیں گی۔ اللہ تعالےٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور درجات بلند

فرمائے۔ اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہٗ وا لحقہ بنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ البازی مدظلہ۔ جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت شیخ المشائخ کی رحلت یقیناً ایک عظیم ملی، دینی و قومی حادثہ ہے، آپ کے والد تھے، باعتبار ظاہر اور ہمارے والد و مربی تھے روحاً و علماً و دیناً و اخلاقاً اس غم میں ہم سب آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب کے والد شیخ المشائخ کی رحلت سے ہم علماء بلکہ جمیع اہل پاکستان ظلِ رحمۃ اللہ و برکات اللہ سے محروم ہوئے اور یتیم ہوئے ؎

نموت جمیعاً کلّنا غیر ماشك لا
ولا احدٌ یبقیٰ سوی مالك الملك

یہ دنیا دار فراق ہے، اللہ تعالیٰ دار القرار جنت الفردوس میں شیخ المشائخ مرحوم کی صحبت و لقا ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین ؎

وانا لفی دار الفراق فلن تریٰ
بہا احداً ما عاش مجتمع الشمل

درس حدیث میں حضرت مرحوم کے لیے اور آپ حضرات کے لیے طلبہ سے دُعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقامات عالیہ و مراتب سنیہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت الشیخ رح اگرچہ بظاہر ہم سب سے جدا ہوئے لیکن ایسے بزرگ حیات جاودانی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ حضرت المرحوم المغفور کے آثار صالحات مکارم باقیات دارالعلوم حقانیہ خدماتِ علمیہ، دینیہ، قومیہ۔ ہزارہا تلامذہ و تلامذۂ تلامذہ وَاَنْ سَلَفُوْا اَوْ بَعُدُوْا۔ تصانیف و امالی قیمہ۔ ان کے علاوہ آپ جیسے جانشین عالم کامل عامل صالح جامع فضائل و فواضل شتّٰی کے پیشِ نظر تابندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت و توفیق دے تاکہ آپ کے ذریعہ اُسوۂ حقانیہ، مکارمِ حقانیہ، فیوض حقانیہ دارالعلوم حقانیہ کا سلسلہ قائم و دائم رہے۔ آمین

میں آپ کے لیے دُعاگو ہوں۔ حضرت شیخ مرحوم کے بعد آپ کا وجود موجبِ طمانیتِ قلب و سکون ہے۔ آپ سے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

مولانا محمد قاسم قاسمی، جامعہ قاسم العلوم فقیر والی

آنجناب کے والد ماجد استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ حضرتِ اقدس مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی وفات حسرت آیات اور انتقالِ پُر ملال کی اندوہگین اور المناک خبر سُنکر دل و دماغ پر جو گذری، قلب و جگر پہ جو بیتی اُس کی تعبیر سے زبان و دہان یکسر عاجز اور اس کی تحریر و تصویر سے قلم قاصر ہے۔ اس حادثۂ فاجعہ نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا، قلب پر ایک برق سی گرتی ہوئی محسوس ہوئی، دل کی دنیا میں ویرانی کا احساس بڑی شدت اور حدت سے ابھرا۔

حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور جو کل تک ہم میں موجود تھے، جن کی ذات قدسی صفات سے علوم و معارف کے چشمے پھوٹ رہے تھے، جن کی زبانِ فیض ترجمان ہر وقت قال اللہ و قال الرسول کی سامعہ نواز صداؤں سے ترس رہی تھی، جن کی زبان کی حلاوت اور شیرینی اعداء و مخالفین کے قلوب کو موہ لیتی تھی، جو علوم و فضل کا بحرِ بیکراں تھے، جو ذہانت و فطانت کا پیکر تھے جو اخلاقِ عالیہ کا ایک نادر نمونہ تھے، جو اُسوۂ رسول ﷺ پر پوری طرح گامزن تھے، جن کی زندگی اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے وقف تھی، جن کے دل کی ہر دھڑکن، جن کے دماغ کی ہر سوچ، جن کے قدم کی ہر حرکت اِسلام اور محض اسلام کے لیے تھی، جن کے دل کی دنیا عشقِ رسول ﷺ سے آباد و شاداب تھی، جن کی اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لیے عظیم الشان اور فقید المثال خدمات تاقیامت تاریخ کے آسمان پر درخشندہ و تابندہ رہیں گی۔

حضرت الشیخ رح ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے جو اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ادارہ اور ایک مؤتمر تھی، جن کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفید ہوا۔ جنہوں نے اپنی بے پناہ کوشش و کاوش، غیر معمولی تگ و دو اور محنت و ریاضت سے ایک چھوٹے سے ادارہ کو ایک عظیم و جلیل ادارہ کا روپ دیا جو پاکستان کی سرزمین پر ثانیٔ دارالعلوم دیوبند بن کر جلوہ گر ہوا جس سے لاکھوں طلبہ مستفید ہوئے، جس سے ہزاروں علماء پیدا ہوئے، جس سے سینکڑوں مشائخ نے استفادہ کیا جو پاکستان کی سوہنی دھرتی پر تعلیماتِ اسلامیہ کے ایک ایسے جلیل المرتبت ادارہ کی شکل میں متشکل و جلوہ گر ہوا جس کی نظیر ناپید ہے ——— مولانا کی وفات سے مذہبی اور دینی حلقوں میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر محال و ناممکن ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقامِ رفیع پر فائز فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازیں۔ آمین یا ربّ العالمین

احقر، جامعہ کے اساتذہ، تلامذہ اور عملہ آنجناب کے اس غم میں برابر کے شریک و سہیم ہیں۔

تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت ——— ربوہ

مرحوم کی وفات سے مذہبی طبقہ خصوصاً دیوبندی مسلک کے افراد یتیم ہو گئے ہیں۔ مرحوم کی ملکی و ملّی خدمات تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے لواحقین کو صبرِ جمیل کے ساتھ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا اللہ یار ارشد خطیب جامع مسجد احرار، ربوہ)

جناب ڈاکٹر احمد رضا پیرزادہ آئی سپیشلسٹ راولپنڈی

مولانا عبدالحق صاحبؒ کا انتقال ہم سب کے لیے بے حد اور بڑا عظیم نقصان ہے۔ ہم سب ایک بڑے اور نہایت نیک و شفیق اور بہت بلند پایہ عالمِ دین سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی عظمت کا اندازہ سبھی کو ہے مگر جس محبت اور شفقت سے وہ مجھے نوازا کرتے تھے وہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ ایک بہت بڑا مینارِ علم اور چراغِ دین بجھ گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعاگو ہوں کہ مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین

سُنّی مجلسِ عمل ——— صوبہ سرحد

مجھے صد افسوس ہے کہ وقت کے ایک عظیم قائد اور قطبِ دوراں کے جنازے سے محروم رہا بوجہ اسارت ہری پور جیل۔ ہم بتیس آدمی سُنّی ایکشن کمیٹی (ڈیرہ اسمٰعیل خان) جیل میں ہیں جبکہ ہمارے دل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جُدائی سے رو رہے ہیں۔ آج ہم سے علومِ نبویہ کا ایک سورج غروب ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنّت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔ ہم آپ کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ کریم جناب اور تمام اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

(قاری محمد یوسف غفرلہٗ حال اسیر ہری پور جیل)

مہتمم قاسم العلوم ——— ملتان

قدوۃ السالکین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی محبت و شفقت قاسم العلوم کے ساتھ خصوصی تھی۔ جب بھی ملتان تشریف لاتے تو جامعہ قاسم العلوم کو اپنے برکات و فیوضات سے ضرور سرفراز فرماتے۔ جامعہ قاسم العلوم سے آپ کا قلبی تعلق تھا —— اب جامعہ قاسم العلوم بھی آپ کی دُعاؤں سے محروم ہو گیا ہے۔

تعزیتی اجلاس میں قرآن خوانی کے بعد آپ کی دینی، ملی اور ملکی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ جامعہ کے جملہ مدرسین نے آپ کی وفات کو عالمِ اسلام کا ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا۔

اجلاس میں مولانا محمد اکبر صاحب، مولانا محمد امین صاحب، مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب بخاری، مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا اعزاز احمد صاحب، مولانا منظور احمد صاحب، مولانا حافظ عبدالواحد صاحب، مولانا محمد مسعود صاد صاحب، مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا قاری عاشق محمد صاحب، مولانا قاری عبداللطیف صاحب، مولانا قاری طاسین صاحب نے شرکت کی۔

جامعہ اس صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند تر فرمائے اور ہمیں آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(مولانا عبداللہ قاسم العلوم ملتان)

مولانا سید عبدالمجید ندیم ناظمِ اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان

(رے یونین فرانس)

ابھی ابھی فون پر یہ المناک خبر سُنی کہ راس الاتقیاء حضرت مولانا عبدالحق ہمیں محروم کر کے خود مرحوم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت موصوف علم و عمل کا مثالی نمونہ اور ان کی پوری زندگی اپنے نیک نام اسلاف کا پَرتَو تھی، وہ پوری دنیائے اسلام کی متاعِ عزیز تھے۔ میں نے یہاں رات کے اجتماع میں جب یہ روح فرسا خبر بتائی تو ہر شخص بے قرار اور ہر آنکھ اشکبار نظر آئی۔

ان کی خاموش مگر پُرجوش زندگی روشنی کا ایک ایسا مینار تھی جس سے حق و صداقت کے جادہ پیماؤں کو منزل کا نشان ملتا تھا۔ آج کے نازک حالات میں عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں کو ان کی راہنمائی و قیادت کی بہت زیادہ ضرورت تھی مگر اللہ کے فیصلے ہماری حسرتوں کے پابند کہاں؟ میں آپ کو کیا تعزیت کروں خود قابلِ تعزیت ہوں، مجھ پر ان کی خصوصی شفقتیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ ہم ایک ایسے اخلاص کیش، بے نفس دیدہ ور، اور سراپا عمل شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں کہ اس کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے، وہ جن سے محبت کرتے تھے ان کے ساتھ محشور فرمائے —— آپ کو ان کی دعاؤں، تمناؤں کا حقیقی مصداق بنا کر ان کی امانتوں کی نگہداشت اور ان کے گلشنِ علم و حکمت کی پاسبانی کی توفیق بخشے۔

یہ ناچیز اگست کے اواخر میں حرمین شریفین سے ہوتا ہُوا ری یونین فرانس کے احباب کے اصرار پر یہاں پہنچا، چند روز کے لیے افریقہ کا سفر درپیش ہے انشاء اللہ اکتوبر کے اوائل میں پاکستان آکر اکوڑہ خٹک حاضری دوں گا۔

دُعاجو: عبدالمجید ندیم

حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم ——— کلاچی

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیٍٔ عندہٗ باجلٍ مُسمّٰی فلنصبر و لنحتسب فان المصاب من حُرم الثواب۔

حضرت شیخؒ کے وصال پر شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ سے مستعار لے کر وہی شعر عرض کروں گا جو حضرتؒ نے حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے وصال پر فرمایا تھا اور وہ یہ کہ

زیں ماتم اد سپہر بعنا نوں گریستے
از چشمِ اختراں ہمہ شب خوں گریستے

حضرتؒ کی زندگی دیکھ یوں کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ اٹھتر سالہ شب و روز کی دینی محنتوں، اسلامی خدمات، مجاہدانہ سرگرمیوں اور نیم شب کے گرد سرد آہوں کا صلہ اور مزدوری وصول کرنے بارگاہِ ربِّ کریم میں تشریف لے گئے ہیں اور اب واللہ حسیبہ مثقال ذرّۃٍ خیرًا یرہ، کے ماتحت آپ پائی پائی کا حساب وصول فرما رہے ہیں۔ فھنیئًا لہ ثم ھنیئًا لہ۔

علمی، تدریسی، تقریری اور تحریری خدمات تو آپ کی اظہر من الشمس ہیں لیکن نفاذِ شریعت کے لیے آپ اس خدمت میں بالکل ہی منفرد ہیں کہ پارلیمنٹ میں کفر و الحاد اور غیر اسلامی ازموں کی ہمہ جہتی یلغار میں آپ نے شریعت محاذ کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اب ملک میں جو کوئی جب بھی جس قسم کی خدمت انجام دے گا شریعت محاذ ہی اس کی مضبوط بنیاد ثابت ہوگی۔

جہادِ افغانستان کا لہولہان میدان آپ کے ارشد تلامذہ کی ایمانی جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے ـــــ روسی افواج ذلت آمیز واپسی اور اندرونِ ملک نفاذِ شریعت کے لیے شریعت محاذ کی شکل میں صحیح راستہ کی نشاندہی اور پھر اپنے ارشد تلامذہ دورِ حقانیہ کے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور زمانۂ دارالعلوم دیوبند کے مولانا قاضی عبداللطیف صاحب سے شریعت بل پیش کرانے اور پھر متحدہ شریعت محاذ کی صدارت کر کے قوم کی صحیح مذہبی سیاسی اور روحانی راہنمائی کر دینے کے بعد آپ کو اتباعِ سنتِ نبویؐ میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کی صدائے حقانی آخر کیوں نہ پہنچتی۔ ان فتوحات کی تخم ریزی کے بعد تو آپ کا ناسوتی دنیا میں رہنا خلافِ سنت سا معلوم ہوتا۔ اللّٰھم فتغمدہ بغفرانك واسکنہ بحبوحۃ جنانك واللّٰھم فلا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

اب افغانستان میں مجاہدین کے ذریعہ صحیح اسلامی حکومت قائم کرانا اور پاکستان کی تمام عدالتوں کو ظلم و عدوان اور کفر و طغیان کے ظالمانہ قوانین سے نجات دلانا اور ان کی جگہ جمہوری تقاضوں کے عین مطابق فقہ حنفی کی تشریح و تفصیل کے ساتھ قرآن و سنت کے عادلانہ قوانین کو نافذ کرانا آپ کے لائق تلامذہ، مخلص معتقدین اور غیر اسلامی سیاست کی نجاست سے پاک ذہن اور نیک طینت متوسلین کا اولین فریضہ بنتا ہے ـــــ وفقنا اللہ وایاھم لما یحب ویرضاہ وعصمنا وایاھم من الغیّ والمیل الی الشیطٰن۔

نجم المدارس کلاچی میں تین دن تک قرآنِ مجید کے ختم ایصالًا للصواب ہوتے رہے۔

مولانا محمد عبداللہ مدیر ماہنامہ "مناقب"

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے، ان کا وقت مقرر تھا اپنے وقت پر دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اپنی نیک اور مبارک زندگی میں انہوں نے آخرت کے لیے جو بڑا ذخیرہ بنایا وہ یقینًا اس کی آسودگی اور راحت میں ہوں گے، نقصان تو ہم بدنصیبوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے ؎

آنچہ از ما گم شدہ　　گر از سلیمان گم شدی
ہم سلیمان ہم پری　　ہم اہرمن بگریستی

مولانا محمد رحمت اللہ سابق رکن قومی اسمبلی، جھنگ

صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ہمارے پورے ادارے (جامع محمدی ضلع جھنگ) میں یہ خبر نہایت ہی غم و افسوس کے ساتھ پڑھی گئی۔ یہ ادارہ آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ جامعہ کے عملہ نے مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔

محمد انوار الحق قریشی ایڈووکیٹ ـــــ ملتان

ایک کام کے سلسلہ میں اچانک مدرسہ خیر المدارس جانا ہوا تو وہاں علماء و طلباء سب قرآن خوانی میں مصروف تھے، دریافت پر حضرت شیخ الحدیث کی وفات حسرت آیات کا علم ہوا، قرآن خوانی میں شامل ہو گیا اور حضرت قاری صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مرحوم کی سیاسی بصیرت اور قومی اسمبلی میں اسلام و شریعت کے بارے میں ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا موقع ملا۔

جناب مولانا مجاہد الحسینی مدیر "صوت الاسلام" فیصل آباد

حضرتِ شیخ قدس سرہٗ کی علمی عظمت اور آپ کی دینی وجاہت کا برصغیر پاک و ہند کے تمام علمی، ملی اور سیاسی حلقوں میں جو اعتراف اور احترام پایا جاتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یقین جانیے حضرتِ شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کی خبر سے یوں محسوس ہوا جیسے تیز روشنی کا بلب یک لخت بجھ گیا ہو اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا ہو۔ حضرت شیخؒ کی ذاتِ گرامی واقعی اس ظلمت کدۂ جہالت و ضلالت میں مینارِ رُشد و ہدایت کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی وفات سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیائے اسلام کو بڑا نقصان پہنچا ہے، اور عالمِ اسلام ایک جلیل القدر محدث و فقیہ، ایک ممتاز عالمِ دین اور ایک بلند پایہ قومی و ملی راہنما اور سیاست دان سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنے خاص جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور آپ حضرات کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازتے ہوئے صبر اور استقامت بخشے۔ آمین

مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ ـــــ آزاد کشمیر

برصغیر کی عظیم علمی و روحانی شخصیت دارالعلوم حقانیہ کے بانی و شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی وفات پر مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ میں ایک تعزیتی اجلاس

ممتاز کشمیری عالم مولانا امیر الزمان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا قاری محمد انور، مولانا محمد طیب کشمیری، مولانا عبد الخالق، مولانا محمد افضل، مولانا محمد طیب آف کفل گڑھ، مولانا قاری عبد الغفور مولانا محمد سعید اور حافظ محمد اکرم نے شرکت کی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا امیر الزمان نے مرحوم کی دینی و ملّی خدمات پر انہیں زبر دست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے پوری زندگی تبلیغِ اسلام اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھی اور لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو شمعِ توحید سے روشن کیا۔

انہوں نے مزید کہا کہ آج افغان مجاہدین کے قائدین اسی شخصیت کے فیضیافتہ ہیں جنہوں نے ایک بڑی طاقت کو لوہے کے چنے چبوائے۔ مولانا نے کہا کہ مرحوم کی وفات سے برصغیر ایک عظیم شیخ الحدیث سے محروم ہو گیا۔

اجلاس میں مرحوم کے لیے فاتحہ خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا گیا اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دُعا کی گئی۔

دریں اثناء آج عید گاہ قاسم العلوم میں جمعہ کے اجتماع سے مولانا قاری محمد انور نے خطاب کرتے ہوئے مرحوم کی مذہبی اور ملّی خدمات پر انہیں زبر دست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اجتماع میں اجتماعی فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔

مولانا مفتی غلام قادر ـــــــ خیر العلوم خیر پور سندھ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنکر احقر اور خیر پور ٹامیوالی کے جملہ دیندار لوگ نہایت غمزدہ ہوئے۔ حضرت موصوف کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا دشوار نظر آ رہا ہے۔ واقعی حضرت رحمۃ اللہ جیسے حضرات کے حق میں مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ پورے طور پر صادق آتا ہے ـــ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف وقت کے بہت بڑے محدّث، فقیہ، عابد و زاہد تھے بلکہ آپ اولیاء کاملین کی نشانی تھے۔ اور آپ کی مجاہدانہ زندگی اور مجاہدین کے مربّی ہونے کا مصف وافر تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

یہاں مدرسہ خیر العلوم میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، مقامی علماء نے خراجِ عقیدت پیش کیا۔

مولانا علی اصغر عباسی صوبائی خطیب اوقاف پنجاب

استاذ المشائخ والعلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب کا انتقال ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ حضرتِ شیخؒ گذشتہ صدی کے اکابرینِ اسلام کی عظیم نشانی تھے۔ آج ہم سب ان کی علمی اور روحانی برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ایک کامیاب زندگی نصیب فرمائی تھی اور انشاء اللہ اگلے جہان میں اپنے اکابر کے ہمراہ ان کو عظیم خوشیاں نصیب ہوں گی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی ـــــــ فیصل آباد

محدثِ اعظم حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات المناک سے ہم سب ایک مشفق اور یکتائے روزگار شخصیت کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

یوں تو حضرت والا کی شخصیت بے شمار خوبیوں کی مالک تھی لیکن اس انارکی اور بے اعتمادی کی فضا میں آپ نے جس مثالی کردار سے تمام طبقوں میں غیر متنازعہ شخصیت کے بطور اپنا تشخص قائم کیا یہ آپ کا نمایاں اور امتیازی کردار تھا۔

آپ ہمیشہ ہی اسلاف کے کردار کی تابندہ و درخشندہ تصویر رہے۔ آپ کا نورانی چہرہ اپنے اکابر کی روشن تصویر تھا۔ آپ نے ہمیشہ اسلام اور اسلام کے تحفظ کے لیے جدّ و جہد کی۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے آج لاکھوں قلوب اسلام اور علمائے حق کے زرّین کارناموں سے منوّر ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مرحوم کا صحیح جانشین آپ کو بنائے۔

جامعہ قاسمیہ اور جناح مسجد میں حضرت مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد چراغ صاحب ، راولپنڈی

مجھے افسوس ہے کہ حضرت الشیخ مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت دیر سے کر رہا ہوں کیونکہ میں یہاں پر نہ تھا جس کی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہے۔

حضرت الشیخ مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات سے دینی و علمی حلقوں میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کا وجود ہم سب کے لیے سایۂ خداوندی اور سرمایۂ علم و تقویٰ تھا۔

آپ کے اُٹھ جانے سے دینی حلقے واقعی یتیم ہو گئے ہیں اور علمی مجالس بے رونق ہو گئی ہیں۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

جامعہ کے اساتذۂ کرام اور طلبہ نے بھی قرآن خوانی کے بعد اپنے تعزیتی اجلاس میں حضرتؒ کی علمی و دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کے انتقالِ پُر ملال کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے عظیم صدمہ قرار دیا۔

جماعت مبلغین توحید و سنت پاکستان ـــــ لاہور

شیخ الحدیث حضرت العلاّمہ مولانا عبد الحق رحؒ کی وفات پر مجھے اور میرے متعلّقین کو زبردست افسوس و رنج ہوا، میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات ملک ہی کے لیے نہیں عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ ہے اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ جلد پُر نہیں ہوسکے گا۔ ان کی ساری زندگی اسلامی خدمات کے لیے وقف رہی۔ ان کی اسلامی، ملکی، ملّی و قومی عظیم خدمات کی تاریخ فراموش نہیں کی جاسکے گی۔ وہ حق گو اور بیباک عظیم شخصیت تھے، آپ توحید و سُنّت کے عاشق تھے۔ انشاءاللہ ان کے اس مشن کو جاری و ساری رکھا جائے گا۔

تنظیم اہلسنّت پاکستان —— اسلام آباد

آج مؤرخہ ۹ ستمبر بعد نماز جمعۃ المبارک تنظیم اہلسنت پاکستان اسلام آباد کا ہنگامی اجلاس مرکزی جامع مسجد منعقد ہوا جس میں نشانِ حق حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

تنظیم اہلسنت حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی وفات کو قومی و ملی المیہ تصور کرتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات سے جو علمی و سیاسی خلا پیدا ہوگیا ہے وہ کبھی بھی پُر نہ ہوسکے گا۔

مولانا غلام محمد خلیفہ مجاز علامہ سید سلیمان ندویؒ۔ کراچی

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی خبرِ ارتحال دل پر بجلی بن کر گری —— ہائے افسوس! پاکستان ایک ولی اللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ شیخِ ربانی کے بابرکت وجود سے محروم ہوگئے۔

پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ میں شہید ضیاء الحق جیسا دیندار، مخلص اور صاحب نظر سربراہ مملکت پاکستان کو میسّر نہ آیا تھا، اور انکی رحلت سے ابھی دل کی جراحت تازہ تھی کہ پاکستان کی وہ بزرگ ہستی جن پر عارف رومی کا یہ ارشاد صادق آتا تھا ؎

واحد کالالف کبود آں ولی
بلکہ صد قرن است آں عبدالعلی

ہم سے رخصت ہوگئی۔ بے بصیرت کیا جانیں کہ اہل اللہ کا وجود کتنی بلاؤں کی ڈھال اور کتنے انعاماتِ الٰہیہ کے انجذاب کا سبب رہتا ہے۔

عالمِ عرب

سعودی عرب

محمد مکی حجازی، المدرس بالمسجد الحرام

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ و اسکنہ فی الجنتہ کی وفات حسرت آیات

سُنکر قلبی صدمہ ہوا۔ درسِ تفسیر اور ختمِ قرآن کا اہتمام کیا، تمام احبابِ مسلک نے شرکت کی اور حضرت شیخ المشائخ یادگارِ سلف کو ایصالِ ثواب کیا۔ مرحوم جہاں محدث و مفسر تھے وہاں مسلکِ دیوبند کے احیاء کے لیے ایک عظیم ستون تھے اور افغانستان کے اس جہاد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جس قدر حصہ ہے شاید کسی کو نصیب ہو۔ اس مردِ مجاہد نے بسترِ علالت پر بھی کفر کے خلاف ایک عظیم جنگ لڑی اور الحمدللہ روسیوں کا فرار اور اپنے جیالے مجاہدین کا استقرار دیکھ کر اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف لوٹے۔ ع

خدا رحمت کُند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عاجز اس المیہ عظیمہ میں برابر کا شریکِ غم ہے۔ ولا نقول الا کما یحب ربنا و یرضی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد مسعود شمیم —— المدرسۃ الصولتیہ مکہ مکرمہ

سلام مسنون از قلبِ محزون! سوچتا ہوں کہ کن الفاظ میں اس خط کا آغاز کروں کہ الفاظ اور قلم ساتھ دینے کو تیار نہیں۔ عرصہ دراز سے تمنا تھی کہ اس دفعہ پاکستان کا سفر ہوا تو کراچی پہنچکر سب سے پہلے اکوڑہ خٹک حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوگی اور دار العلوم حقانیہ کے پُرانوار و برکات ماحول میں کچھ وقت گذارنے کی مسرت و سعادت حاصل ہوگی۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

مغرب کی اذان پر ایک دوست نے پاکستان ریڈیو کے حوالہ سے حضرت والا کے انتقال کی اندوہناک خبر سُنائی۔ ارادوں اور تمناؤں کا سارا محل اور جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ مسلمانانِ پاکستان، طبقہ علماء و مدارس و اہلِ علم ایک بابرکت سایہ سے محروم ہوگئے۔ اللہ تعالی حضرت مرحوم کو آخرت کے اعلیٰ مدارج سے نواز اور علماء و صدیقین و شہداء کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ آمین

حضرت مرحوم کو جو دلی تعلق اور محبت مجھ سے اور مدرسہ صولتیہ سے تھی افسوس کہ ہم اس برکت سے محروم ہوگئے۔ ہر آنے والے ذریعہ سے ان کی دُعائیں پہنچا کرتی تھیں۔ آپ حضرات کے وجود میں حضرت مرحوم کا فیض اور صدقہ جاریہ الحمدللہ جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

پاکستان کے سیاسی و علمی حالات میں ان کی قربانیوں کے پائندہ نقوش دار العلوم حقانیہ، جہادِ افغانستان، علومِ دینیہ کی نشر و اشاعت، تصانیف و تالیفات۔ **الغرض** ان کی زندگی ایک روشن ستارہ تھی۔ اور انشاءاللہ امید ہے کہ اب بھی یہ سارے فیوض و برکات آپ حضرات کے ذریعہ جاری رہیں گی۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ماحول میں سب ہی حضرات حضرت مرحوم کی جُدائی سے دل گرفتہ ہیں۔ مدرسہ میں قرآنِ پاک کی مجلس کے ساتھ تقریباً تمام اساتذہ و مدرسین نے حضرتؒ کی طرف سے طواف و تلاوت کا بعد اہتمام رکھا جو آخرت میں ان کے لیے بہترین تحفہ ہوگا۔ تمام اہلِ تعلق کو اہلِ صولتیہ

کی طرف سے سلام مسنون اور تلقینِ صبر۔ والسلام مع الاکرام
(آپ کا: محمد مسعود شمیم ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ)

محمد یونس حقانی (ہزاروی) و حمد اللہ عثمانی — جدّہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے انتقال کی خبر سے رنج والم کی انتہا ہوگئی، اس دردناک صدمے سے مغموم ہونا ایک فطری امر ہے۔ چونکہ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کی دینی خدمات اور سیاسی تدبر و قیادت کو مدِنظر رکھتے ہوئے دینی اور سیاسی حلقے ایک روایتی امین سے محروم ہوگئے ہیں جو لامحالہ عقیدتمندوں کے لیے ایک سانحۂ عظیمہ سے کم نہیں۔

اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع پاکر یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ آج ہم اپنے مُرشد اور اس روحانی رشتے کے سائے کو کھو بیٹھے ہیں اور ان کی مشفقانہ دعاؤں کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ہم سے منقطع ہوگیا ہے۔

ان کے غم فراق میں "اُسرۂ کریمہ" کے ساتھ شمع توحید و رسالت کے پروانوں کا یہ تیمیم ٹولہ بھی برابر کا شریک ہے۔ فجزاکم اللہ عنا خیر الجزاء بارگاہ رب العزت میں دستِ بدعا ہیں کہ وہ بزرگوار مرحوم کو خدمتِ دین کے صلے میں بلند درجات اور اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین

(محمد یونس حقانی (ہزاروی) فاضل جامعہ حقانیہ۔ مولوی حمد اللہ عثمانی، مولوی مستقیم شاہ (فضلاء جامعہ بنوری ٹاؤن) مولوی حمید اللہ (فاضل دار العلوم کراچی) و دیگر احباب جدّہ، سعودی عرب)

ممتاز خان — مکہ معظمہ

اس غم میں مَیں آپ لوگوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوں، اور اللہ تعالےٰ سے میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ (ممتاز خان، مکہ معظمہ)

مولانا غلام سرور حقانی — ریاض

حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کے انتقال کی خبر سے بڑا دکھ ہوا، دلی صدمہ پہنچا ہم ایک مہربان استاد کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

حافظ عنایت الرحمٰن — ریاض

حضرتِ شیخؒ کی برکات نہ صرف آپ کے اوپر بلکہ حضرت شیخؒ کے فیوضات تمام اہلِ پاکستان و افغانستان کے مسلمانوں پر تھے۔ حضرت شیخؒ کی وفات کا صدمہ ہم سب کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ صرف اِنّا لِلّٰہ کے سوا اور حضرتِ شیخؒ کے حق میں دعا خمس الاوقات کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

(حافظ عنایت الرحمٰن، ریاض، سعودی عرب)

جمعیۃ الهلال الاحمر السعودی

آپ کے والد صاحب قبلہ بزرگوار کی وفات کی خبر مجھے ملی اور میرا دل غم سے بھر گیا۔ یقیناً یہ جدائی عظیم حادثہ ہے اور یہ امتحان بھی بہت بڑا ہے۔ (ہدایت الرحمٰن مکۃ المکرمہ)

اورنگ زیب — ریاض

مرحوم و مغفور بہت بڑے عالم، متقی و پرہیز گار انسان تھے۔ خدائے ذوالجلال اپنے حبیبؐ کے صدقے میں محترم مرحوم کو اپنی بے پایاں رحمتوں میں داخل فرمائے اور انہوں نے جو دینِ مبین کی شمع روشن فرمائی ہے خدا تعالےٰ آپ کو اس شمع کو روشن رکھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

(اورنگزیب۔ ریاض سعودی عرب)

قاری عبد الرؤف — جدّہ

پرسوں اخبار سے معلوم ہوا کہ حضرتؒ اس دُنیا فانی سے رخصت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معلوم ہونے پر مکہ مکرمہ گیا اور حضرتؒ کی مغفرت اور بخشش کے لیے عمرہ اور دُعائیں کیں۔ نماز کے بعد احباب کو جمع کیا اور حرم شریف میں ختم قرآن کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور آپ کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (قاری عبد الرؤف۔ جدّہ)

عبد السجود — مکۃ المکرمہ

کل اچانک اخبار میں قبلہ و کعبہ حضرت شیخ الحدیثؒ استاد صاحب کے انتقال سے باخبر ہوا۔ قبلہ بزرگوارم حضرت صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (عبد السجود۔ مکہ مکرمہ)

سید محمد عارف شاہ — مدینہ منوّرہ

حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے انتہائی افسوس ہوا۔ اللہ پاک مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت مولانا مرحوم پاکستان کے آخری محدّث تھے جن کے اندر محدثین کی سی شان اور صفات موجود تھیں۔ آپ سراپا اخلاق و محبّت و شفقت تھے۔ تہہ دل سے دُعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح جانشین بنائے۔ (سید محمد عارف شاہ مدینہ منوّرہ)

مولانا سعید احمد مدرس مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ

حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذاتِ گرامی ابناء دار العلوم دیوبند اور اہلِ مسلک

سب کے لیے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرتؒ کی وفات پر یہاں علماء حق اور اہلِ اسلام ایک دوسرے سے تعزیت کر رہے ہیں، کیونکہ حضرتؒ سب کے سرپرست تھے۔ (مولانا سعید احمد مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ)

سیف الاسلام سیف ——— دہران

ریڈیو پر یہ افسوسناک خبر سُنی کہ آپ کے والد محترم اور ہمارے قابلِ احترام "مولانا صاحب" اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ سُنکر دل کو بے حد صدمہ ہوُا۔ ویسے تو سارا زمانہ مولانا صاحبؒ کا قدردان ہے اور ساری دُنیا ان کی عقیدتمند رہی ہے لیکن ہمارے خاندان کا جو دلی رشتہ مولانا صاحبؒ کے ساتھ رہا ہے وہ شاید کم لوگوں کو نصیب ہوُا ہو۔

(سیف الاسلام سیف ۔ دہران، سعودی عرب)

محمد شریف ——— سعودی عرب

ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد دُکھ اور دلی صدمہ ہوُا کہ آپ کے والد محترم اور بے شمار علمائے حق کے روحانی باپ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحلت فرما گئے ہیں —— حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات بھی مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے مگر قضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔ (محمد شریف، سعودی عرب)

میاں مومن ——— مدینہ منوّرہ

۷/۹/۸۸ء کو حرم نبویؐ کے جوار میں ریڈیو پاکستان سے حضرت العلاّمہ شیخ الحدیث لامع النور مخدوم ومطاع نیازمندگان استاذ العلماء کی وفات کی خبر سُنکر بے اختیار اَنّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون پڑھا اور شدید صدمہ کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ ہمیں احساس ہے کہ علمی حلقوں، علماء، اساتذہ، طلباء اور خصوصًا آپ لوگوں کے لیے اپنے استاذِ محترم، مرشدِ اعظم پدرِ بزرگوار کی وفات کا یہ افسوسناک واقعہ کتنا شاق گذرا ہوگا اور موت العالِم موتُ العَالَم کے مصداق اعلیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کی خبر صلحاء، اولیاءؒ مجاہدین ومہاجرین اور دیگر عالمِ اسلام کے لیے نہایت پریشانی کا باعث ہوُا ہوگا۔

دارالعلوم حقانیہ جس نے حضرتؒ کے زیرِ سایہ دنیا کے کونے کونے میں، عرب وعجم میں، پورپ وپچھم میں علماء ومبلغین کی تیاری کی اور میدانِ جہاد میں دشمن کا سر نیچا کرنے کے لیے مجاہدین کو کمانڈر فراہم کیے، آہ! وہ مربی و مرشد چل بسا، لیکن انشاء اللہ انہوں نے جس محنت ومحبت سے دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری کی انشاء اللہ تا قیامت زندہ و پائندہ رہے گا۔

المحترم! خبر سُننے کے بعد حرمِ نبوی میں بعد نماز مغرب جبکہ اکثر دوست و احباب جمع تھے فاتحہ پڑھی اور مرحوم کی مغفرت اور درجاتِ عالیہ کے لیے قرآن کا ختم ہوُا، ان کی روح کو ایصالِ ثواب پہنچایا گیا جس میں کثیر تعداد میں ساتھی شریک ہوئے۔ (میاں مومن ۔ مدینہ منورہ)

مُتحدہ عرب امارات

مولانا محمد فہیم ——— دوبئی

حضرتؒ کی وفات کی خبر ایک بجلی تھی جو دل پر گری۔ موجودہ ارتداد اور بے دینی کے دور میں ایسی برگزیدہ اور متبرک ہستیوں کا اُٹھ جانا علاماتِ قیامت سے ہے —— سُرخ رُوس کو دھکیلنا اور پے درپے شکست دینا حضرت شیخ الحدیثؒ کی حکمت وتدبیر اور دعاؤں کا نتیجہ ہے اور افغانستان میں مخلص علماء، فضلا اور طلباء کی سرفروشی حضرت شیخؒ کے مجاہدانہ ترغیبات ہیں ؎

لوانني اقسمت ماكنت كاذبا
بان لم يرا الرا وان خبرًا يعادله

(مولانا محمد فہیم دوبئی)

سیّد محبوب علی شاہ —— متحدہ عرب امارات

تلقينا نباء وفاة والدكم فقيد الامّة العلامة شيخ الحديث عبد الحقؒ ولا يسمنا في هٰذا المصاب الا انه تنفرغ الى المولىٰ عزوجل انه يلهمكم وايانا جميعا الصبر..... هنا جميع افراد اسرتي يقدموا لتعزية ويشاركونكم في هٰذا المصاب. (احقر سید محبوب علی شاہ متحدہ عرب امارات)

ارشاد احمد ——— ابوظہبی

آج ۳ بجے پاکستانی ریڈیو سے خبروں میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی وفات کی اچانک خبر سُنکر دل کو بہت بڑا صدمہ پہنچا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے حضرتؒ کی مغفرت کی دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(ارشاد احمد بدرع زاہد ابوظہبی)

احسان اللہ مضطر ——— دوحہ قطر

آج اپنے پیر ومُرشد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی اچانک وفات کی خبر سُنکر دل کو جو صدمہ پہنچا قلم اس کے لکھنے سے قاصر ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ کی جدائی آپ کی برداشت سے باہر ہوگی، لیکن حضرت شیخ صاحبؒ کی ناگہانی رحلت پر صرف آپ نہیں پاکستان کے جُملہ طلباء، جُملہ علماء، جُملہ عوام اور انڈیا کی مسلم آبادی، عرب ممالک، افغانستان یعنی جو بھی اسلامی ممالک ہیں حضرت شیخؒ کی جُدائی میں رو رہے ہیں۔

(احسان اللہ مضطر، دوحہ قطر)

محمد فاروق الشیخ ——— شارجہ

بس خبر کا نظر سے گذرنا تھا کہ جیسے میرا سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔ بہرحال اپنے آپ کو حوصلہ دیا کہ حضرت مولانا عبدالحق رح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس امانت تھے سو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ حضرت رح کی وفات سے مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھنے والے خصوصاً اور پوری دنیا کے مسلمان عموماً ایک روحانی مذہبی سکالر سے محروم ہوگئے ہیں۔

(محمد فاروق الشیخ، شارجہ متحدہ عرب امارات)

سید علی شاہ ——— العین

محترم! اخبار میں پڑھا کہ جناب کے والد محترم کا انتقال ہوگیا ہے، یہ خبر بجلی بن کر گری۔ حضرت رح نے ساری عمر اسلام کی خدمت میں گذاری۔ پوری قوم ایک عظیم عالم دین اور ایک راہنما سے محروم ہوگئی ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ حضرت رح کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

(آپ کا خیر اندیش، سید علی شاہ ——— العین)

لائق شاہ ——— العین یو اے ای

اخبار میں پڑھا کہ جناب کے والد محترم کا انتقال ہوگیا ہے، اس خبر کو پڑھ کر دل کو سخت صدمہ ہوا کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ نے جو خدمت اسلام کے لیے کی ہے تو شاید صدیوں میں بھی ایسی شخصیت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

(خیر اندیش: لائق شاہ العین یو اے ای)

مولانا محمد اکبر حقانی ——— العین ابوظہبی

مؤرخہ ۸۸/۹/۷ کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب رح کا خیبر ہسپتال پشاور میں انتقال ہوگیا، خبر تھی یا بجلی آگری، تھوڑی دیر سکتہ رہا پھر بے اختیار کلمہ ترجیع زبان پر آیا۔ گویا ہم اپنے مشفق اور مہربان قائد اور شیخ سے محروم ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرًا منھا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیٔ عندہ بمقدار ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا شیخ لمحزونون۔ لقد راح عنا شیخنا وقائدنا۔ فذلک رزء یوئم القلب یعمدہ

حدائقہ علم قد بکت بفراقہ
کذلک اعلام بکتہ وفد وفد

مولانا محمد اکبر حقانی
العین۔ ابوظہبی

ہمایوں ——— العین، ابوظہبی

آپ کی وفات سے نہ صرف ہم بلکہ پاکستان اور پاکستانی قوم ایک نہایت نڈر اور غیرت مند لیڈر سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ کی وفات سے پاکستان میں زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کی ذات اسلامی نظام کے لیے مشعل کے مترادف تھی۔ میں حیران ہوں کہ یہ خلا کس طرح پُر ہو سکے گا۔ میرے پاس آپ کی خوبیوں کے لیے الفاظ کا اتنا ذخیرہ نہیں ہے کہ میں بیان کر سکوں۔

(ہمایوں، العین ابوظہبی)

شبیر احمد ——— الخبر دفاع جوئیہ

آج رات ۹ بجے کی خبروں میں حضرت امیر شریعت شیخ الحدیث استاذ العلماء مولانا عبدالحق صاحب رح کی وفات کی خبر سنی تو دل کو سخت صدمہ ہوا۔ علمائے حق دنیا سے چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مرحوم کے طفیل ہم سب پر فضل فرمائے اور مرحوم کو مولا کریم کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔

(شبیر احمد۔ الخبر دفاع جوئیہ)

عبید اللہ القادری ——— شارجہ

حضرت قبلہ عالم نوراللہ مرقدہٗ کے انتقال کی خبر بذریعہ جنگ اخبار پڑھ کر قلق ہوا، کیونکہ خبر ایک دن بعد کی اخبار کے ذریعے معلوم ہوئی تو اور بھی زیادہ صدمہ اور افسوس ہوا کہ نماز جنازہ میں شرکت نہیں کر سکا۔

یہ عاجز حضرت عتیق اللہ صاحب نقشبندی مجددی کا فرزند اصغر ہے اور حضرت قبلہ عالم کے جیسے کہ ہمارے بزرگوار والد صاحب کے ساتھ تعلقات تھے، اسی وجہ سے ہم سے بے پناہ محبت اور شفقت فرماتے تھے اور ہم اپنے بزرگوار والد صاحب کی وجہ سے اپنا حقیقی چچا تصور کرتے تھے۔ خدائے پاک حضرت قبلہ عالم کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی رفاقت انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ فرمائیں۔

(عبید اللہ القادری۔ شارجہ)

عبدالمتین، سید اکبر ——— ابوظہبی

حضرت الاستاذ کی وفات کی خبر سُن کر بے حد رنج و اندوہ ہوا۔ مرحوم امت کے لیے رحمت کا سایہ تھے۔ اب ہم شب و روز ان کی مغفرت کی دعا ہی کرتے رہیں گے۔

(عبدالمتین، سید اکبر، ابوظہبی)

فضل اکبر ——— ابوظہبی

جب سے حضرت شیخ الحدیث رح کے انتقال کی خبر نظروں سے گذری دل پریشان ہے، بے شک ہم اللہ پاک کی مخلوق ہیں اور اللہ ہی کی طرف واپس لوٹنے والے ہیں۔ اللہ پاک حضرت شیخ الحدیث مرحوم کو اپنے دامنِ رحمت میں

محفوظ کریں۔ (فضل اکبر ابوظہبی)

پیر سید علی ——— ابوظہبی

بذریعہ اخبار یہ جانکاہ خبر ملی کہ مولانا محترم اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ نقصان نہ صرف آپ کے گھرانے کا ہے بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جس طرح ہر طبقۂ فکر و نظر کے لوگ ان کے جنازے میں شریک ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانائے محترم ایک غیر متنازعہ شخصیت اور ہر دلعزیز عالم تھے۔ دینِ اسلام کے لیے ان کی خدمات تاحیاتِ انسانی یاد رکھی جائیں گی۔ ان جیسے فرشتہ صفت انسان کی مغفرت تو بلاشبہ ہوئی ہوگی لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر لمحہ ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت کرے۔ (پیر سید علی، ابوظہبی)

جمعیۃ اہلِ سنّت والجماعت ——— دوبئی

جمعیۃ اہلِ سنّت والجماعت کا ایک ہنگامی تعزیتی اجلاس جمعیۃ کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد فہیم کی صدارت میں مرکزی دفتر قصیص ع۲ دبئی میں منعقد ہوا جس میں جمعیۃ کے بانی و سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق خان المدنی نے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے سرپرستِ اعلیٰ، متحدہ شریعت محاذ پاکستان کے صدر اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ایک بہت ہی عظیم قومی المیہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث زندگی بھر حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کے لیے سینہ سپر رہے۔ خدمتِ حق کو آپ نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور باطل قوتوں کے خاتمے کے لیے آپ ہمیشہ کوشاں رہے، خاص کر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختمِ نبوت میں قومی اسمبلی میں قادیانیت کے مقدمہ میں مسلمانوں کی نمائندگی اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا، جس کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے وہ تاریخ ساز فیصلہ کیا جس میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

افغانستان میں روسی یلغار کے بعد حضرت شیخؒ نے مجاہدین کے اصولی مؤقف کی نہ صرف حمایت کی بلکہ عملی طور پر ان کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد اس وقت بھی محاذِ جنگ پر دشمن کے خلاف نہ صرف برسرِپیکار ہیں بلکہ محاذِ جنگ اور مجاہدین کی سپریم کونسل میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا قیام ہے جس کو دینی و علمی حلقوں نے پاکستان کا "دارالعلوم دیوبند" قرار دیا ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی ان دینی و علمی اور ملکی و ملی خدمات کو نہ صرف ہمیشہ یاد رکھا جائے گا بلکہ آنے والی نسلیں ان سے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام لیں گی۔

اجلاس سے جمعیۃ کے مرکزی امیر مولانا محمد فہیم، مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا امیر محمد جان، مولانا محمد اسمٰعیل عارف، مولانا محمد شعیب حقانی، قاری محمد یعقوب اور حافظ محمد بشیر احمد چیمہ نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے رفع درجات اور ان کے پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی گئی۔ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے تمام متعلقین سے حضرت شیخؒ کے مشن کو زندہ رکھنے اور آگے بڑھانے کی اپیل کی گئی۔

(بشیر احمد چیمہ سکریٹری اطلاعات جمعیۃ اہلِ سنت والجماعت۔ دوبئی)

محمد شعیب حقانی ——— شارجہ

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کی موت کی خبر سُنکر بے انتہا صدمہ ہوا، دل دھڑکنے لگا اور ایک سکتہ کا عالم طاری ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہا، کافی دیر پڑھنے کے بعد ہوش سنبھالا ——— جناب والا! آپ کو تو یقیناً بہت گہرا صدمہ ہوا ہوگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم و مغفور کی رحلت سے پوری حقانی برادری یتیم ہوگئی ہے۔ ہم حضرتؒ کی موت سے بے انتہا پریشان ہیں۔

(محمد شعیب حقانی/شارجہ)

شاہد فاروق ——— ایران

آج ریڈیو نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کی خبر نشر کی تو اسی طرح فکر اور غم ہوا جس طرح کہ اپنے والد کی وفات پر ہوتا ہے۔ خدا گواہ ہے دل بڑا غمزدہ ہے۔ اب ہم سب کی خدا پر آس ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت مرحوم کو اپنی بارگاہ میں رحمتوں سے نوازے۔

(شاہد فاروق، ریڈیو تہران/ایران)

صغیر حسین ——— اُردن

آپ کے والد بزرگوار شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی وفات کی خبر پڑھ کر بہت دُکھ ہوا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ مولانا صاحبؒ کے انتقال سے ملک ایک ممتاز عالم دین سے محروم ہوگیا ہے۔ مَیں مرحوم کو اُس زمانے سے جانتا ہوں جب میں کپتان تھا۔ بھائی جان منیر صاحب کے ساتھ ہماری اکثر ملاقاتیں مولانا صاحب مرحوم سے ہوا کرتی تھیں۔ مولانا صاحب مرحوم نہ صرف خود ایک عالم دین تھے بلکہ ان سے ہزاروں علماء نے فیض حاصل کیا۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

صغیر حسین/سفیر پاکستان متعینہ اُردن)

جناب ذاکر علی شاہ ——— کویت

مولانا محترم جنہیں مرحوم و مغفور کہتے اور لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، کے متعلق کچھ لکھنا مجھ ناچیز کے بس کی بات نہیں۔ ان کی ذاتِ گرامی کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے آپ کو علم و بصیرت سے نوازا ہے، آپ موت و حیات کے فلسفے سے اچھی طرح واقف ہیں، مجھ جیسا کم فہم اور کم علم آپ سے کیا عرض کر سکتا ہے۔

مولانا محترم کی رحلت سے مجھے شدید صدمہ ہوا ہے۔ اپنے والدِ محترم کی وفات کے بعد ہماری ان سے بڑی ڈھارس بندھی تھی۔ وہ نہ صرف ہمارے شفیق اُستاد، رہبر بلکہ روحانی طور پر بمنزلہ باپ کے تھے۔ والد محترم کے بعد ان کی رحلت میرے لیے صدمۂ عظیم ہے۔

یورپ مشرق بعید

ظفر احمد قاسم ——— انگلینڈ

آج مانچسٹر میں ایک دوست کے گھر ہفتہ پہلے کا اخبار نظر سے گزرا، کلیجہ منہ کو آنے لگا، دماغ چکرا گیا۔ آہ! علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا، علمی دُنیا سوگوار ہو گئی، اربابِ فضل و کمال غم و الم کے اتھاہ سمندر میں ڈوب گئے۔ مشائخ و اصحابِ طریقت اپنے عظیم مربی و محسن سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ع

ز چشمِ آستین بردار و گوہر را تماشا کن

آنجناب سے کس انداز میں تعزیت کروں کہ پوری علمی دُنیا ہی قابلِ تعزیت ہے۔ (ظفر احمد قاسم / انگلینڈ)

غلام حبیب ——— ہانگ کانگ

یہ خبر سُنکر بے حد صدمہ ہوا کہ دین کا ایک اور چراغ گل ہو گیا۔ یعنی بہت ہی افسوس ہوا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ دین کا ستون تھے، یعنی کہ بہت بڑی ہستی کے مالک تھے۔ خداوند کریم سے دُعا ہے کہ مولانا صاحبؒ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین (غلام حبیب ہانگ کانگ)

جناب اختر راہی ——— یارک

روزنامہ جنگ (لندن) سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی، ازحد افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی زندگی کے روشن نقوش کے اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

دُنیا و آخرت میں وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے وقف کیے رکھی اور یقیناً حضرت شیخ الحدیثؒ اسی بامراد گروہ میں شامل تھے۔ ان کے اُٹھ جانے سے دارالعلوم حقانیہ کی زندگی میں یقیناً خلا پیدا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نوازشوں سے بھر دے آمین ــــ آپ کے اس ذاتی صدمے میں حضرت مرحوم کے مجھ جیسے اَن گنت عقیدتمند برابر کے شریک ہیں۔

محمد خلیل اللہ ——— تھائی لینڈ

مولانا صاحبؒ کی وفات پر ہمیں جو پریشانی و افسوس ہے اس کے اظہار کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ؎

اے حال مادر ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ و ما پدر گم کردہ ایم

محمد خلیل اللہ تھائی لینڈ).

محمد مسکین ——— ہانگ کانگ

۸ ستمبر بذریعہ فون معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والدہ صاحبہ کا غم کیا کم تھا کہ یہ بھی سر پہ آ گیا، خدا کی مرضی کے سامنے انسان بے بس ہے۔ جس وقت سے سُنا ہے اُس وقت سے آپ کے ساتھ فون پر رابطہ کی کوشش جاری ہے نہ جانے کیوں رابطہ قائم نہیں ہوتا۔

امیر بادشاہ ——— لندن

حضرت شیخ الحدیثؒ سے متعلق پڑھ کر دلی صدمہ پہنچا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ اس دنیا سے رحلت کر گئے، لہٰذا افسوس تو بہت ہوا لیکن انسان اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس پر ہم سب کا ایمان ہے یہ حق کا راستہ ہے۔ ہم سب نے ایک دن جانا ہے۔ ہم سب کی یہی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس نصیب کریں۔ (امیر بادشاہ لندن)

عطاء اللہ ——— ڈنمارک ناروے

کل قطر سے میرے عزیز نے مجھے بذریعہ فون اطلاع دی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، یہ دردناک اور غمگین خبر سُنکر دل کو بہت صدمہ پہنچا، وہ صرف آپ کے بزرگوار نہ تھے بلکہ ہم سب کے بزرگ تھے۔

منظر ——— انگلینڈ

حضرتؒ کے اس دُنیا فانی سے جانے کا کافی دُکھ ہوا، اتنا دکھ ہوا

ہے کہ خدا بہتر جانتا ہے کیونکہ حضرتؒ تو ہمارے لیے سب کچھ تھے۔

جناب حبیب خان ——— تھائی لینڈ

والد ماجد شیخ الاسلام قائدِ شریعت، بانی و مہتمم مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کے اچانک انتقال کی خبر سُنکر دل بحرِ غموم میں غرق ہوگیا، میری روشن دنیا اچانک اندھیر ہوگئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اپنے شیخؒ کی تعزیت کروں۔

جناب عبد الجلیل ——— برمنگھم

مولانا صاحبؒ کی وفات کا سُنا، دل کو بہت صدمہ پہنچا، بہت افسوس ہے لیکن سب کو اسی راستے پر چلنا ہے۔ سب کو میری طرف سے تسلی دیں۔ اللہ کریم استادوں کو، طلبہ کو اور اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور مولانا صاحب مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ آمین

صاحبزادہ محمد ظہور ——— انگلینڈ

آج قاری خوشی محمد صاحب سے ملاقات ہوئی، اُن کی زبانی معلوم ہُوا کہ قبلہ محترم جناب قبلہ گاہی صاحبؒ وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبلہ مولانا صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

قبلہ محترم جناب مولانا صاحبؒ میرے لیے اپنے والد بزرگوار سے کم نہ تھے، میں ہمیشہ قبلہ گاہی صاحبؒ کی خدمت میں دُعا کے لیے حاضری دیا کرتا تھا۔

پروفیسر امتیاز احمد

گذشتہ ماہ میں امریکہ میں تھا، جب واپس لوٹا تو پتہ چلا کہ دُنیائے علم پر ایک قیامت گذر چکی ہے۔ حضرتِ علّام مفسرِ قرآن، محدّثِ دوراں، فقیہِ عالَم اور عالمِ بے بدل، بانی دارالعلوم حقانیہ مبلغ اسلام، مُحیِ سُنّت، قاطع بدعت اور محافظِ ملّت مولانا عبد الحق حقانی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اس دارِ فانی سے کُوچ فرما چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات ملک و ملّت بے پایاں و بے مثال ہیں۔ وہ پورے برصغیر اور بالخصوص سرزمینِ پاکستان میں علمِ دین اور اقدارِ دین کی فروغ و اشاعت اور ترویج و تعلیم کے محور تھے۔ تقریباً ایک صدی انہوں نے علومِ دینیہ کا چراغ روشن کیے رکھا اور اسی چراغ سے لاکھوں چراغ روشن ہوئے اور ایک وسیع و عریض خطۂ ارضی آپ کے فیضِ بے پایاں سے منور ہُوا۔ نہ صرف یہی بلکہ آپؒ کے ان چراغوں سے ہمیشہ چراغ روشن ہوتے رہیں گے اور یہ نور تا ابد پھیلتا چلا جائے گا۔ بلاشک ملّتِ اسلامیہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہوئی ہے اور دنیائے علم میں ایک ایسا خلا پیدا ہُوا ہے شاید کبھی پُر نہ کیا جا سکے۔

برما — ہندوستان

جناب عثمان جہانگیر ——— رنگون

ریڈیو پاکستان پر انتقال کی خبر سُنکر بے حد صدمہ ہُوا۔ رنگون کی تمام بڑی مسجدوں میں انتقال کی خبر لکھوائی اور مغفرت کی دُعا کروائی۔ تبلیغ کی شب گذاری والی تیجھان پے مسجد (جو برما کا تبلیغ کا مرکز ہے) میں حضرتِ امیر صاحب مولانا حافظ محمد صالح مظاہری دامت برکاتہم نے تمام مجمع کو حضرتؒ کی ذاتِ گرامی کا تعارف کرا کے مغفرت کی دعا کی۔

(عثمان جہانگیر بن یوسف احمد۔ رنگون (برما)

اتحاد المجاہدین ——— برما

صدر ضیاء الحق شہید کا صدمہ ختم نہیں ہو پایا تھا کہ ہم دوسرے صدمہ سے دوچار ہوئے۔ عظیم مجاہد راہنما سے ہاتھ دھونے کے فوراً بعد اسی مجاہدِ اعظم کا بھی جو ملّی اور قومی معاملات میں راہنما تھے۔ حضرت العلام شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبد الحق صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی سے بھی محروم ہوگئے۔ جو واقعۃً قوم و ملّت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ حضرت مولاناؒ کی دینی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، جس کی زندہ مثال ان کے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد ہیں جو اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کی بیسیوں تصانیف ہیں جس سے دُنیا کے ہر خاص و عام استفادہ کر رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ مرحوم کو اللہ میاں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

اتحاد المجاہدین کے دفتر میں دوسرے دن مولانا مرحوم کے لیے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اور ہمارے مجاہدین ساتھی جو اس وقت خوست میں زیرِ تربیت ہیں مولاناؒ کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔

مولانا افتخار احمد صاحب فریدی ——— ہندوستان

اکتوبر کے "میثاق" میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی کے مضمون میں حضرتِ مخدوم مولانا عبد الحق صاحبؒ کی غمناک وفات کی خبر معلوم کر کے دل بے چین ہوگیا۔ بڑی آرزو تھی کہ پاکستان حاضر ہو کر حضرتؒ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ وائے محرومی! اعضرت حضرت شیخ الہندؒ کی نسبتِ جہاد حضرت مدنیؒ کے ذریعہ حاصل کر چکے۔ سب سے بڑا میدانِ جہاد افغانستان میں قائم ہُوا۔ اکوڑہ خٹک

ی مبارک سرزمین کو حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد کا پہلا شرف حاصل ہوا اس انحطاط و زوالِ امت کے دور میں سب سے بڑا گنج شہیداں کا میدانِ جہاد حضرتؒ کے کے شاگردوں کے ذریعہ قائم ہوا۔ اس وقت حضرت والاؒ اپنے شہید شاگردوں کے ساتھ بدر و اُحد و خندق کے شہداء کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ خدا کرے یہ نسبتِ عالی مدرسہ حقانیہ کے حضرات و نوازتی رہے۔

ضیاء الحق کی شہادت پاکستانی ملت کے ۵ ٹکڑوں کی صف آرائی ے نازک حال میں حضرتؒ کا تشریف لے جانا بڑا ہی المناک ہے۔ سیلاب آ رہے۔ افتراقِ ملت کے لیے یہ وقت بڑے ابتلاء کا ہے۔ اگر جنگ کا عذاب آیا تو وہ ایٹمی ہوگا۔ اس حالت میں مسلمانوں کی شہادت ایمان کی سلامتی پر منحصر ہے، اس وقت ہر ایک کو درد و رجاء والی دعاؤں میں لگ جانا چاہیے۔ حضرتؒ کے حالاتِ زندگی الحق میں یا سوانح کی شکل میں شائع ہوں تو مجھے بھیج دیجیے گا، اس کی قیمت اور ڈاک خرچ آپ کو بھیج دوں گا۔

سید امیر الحسینی الندوی، احمد آباد ھند

مخدومی و مکرمی بخدمتِ عالیجناب شیخ سمیع الحق صاحب زید شرفکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام مسنون و بصد احترام! امید واثق ہے کہ آنجناب مع جملہ اہلِ خانہ ومتعلقین بخیر و عافیت ہوں گے، یہ عاصی پُر معاصی بھی بفضلہٖ مع الخیر ہے۔

مخدومی المکرم! گذشتہ دنوں ہند اور بیرونِ ہند کے مختلف اخبارات اور جرائد کے ذریعہ یہ المناک خبر ملی کہ شیخ المشائخ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبدالحق حقانی صاحب زید مجدہٗ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلمانانِ ہند ابھی شہیدِ اسلام و شہیدِ جہادِ افغانستان مردِ حق حضرت محمد ضیاء الحق علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کے صدمات اور رنج و الم سے سنبھلے ہی نہ تھے کہ ان پر ایک اور کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ صرف برِ صغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے علمی حلقوں میں انتہائی عزت و عظمت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے علمی حلقوں میں ہمیشہ آپ کا ذکرِ خیر ہوتا رہا۔

راقم الحروف دورِ طالب علمی کے ابتدائی ایام ہی سے اپنے اساتذہ کرام کی زبانی حضرت شیخ عبدالحق حقانی علیہ الرحمۃ کے غیر معمولی علم و فضل اور زہد و کمال کے بارے میں سنتا رہا اور دل ہی دل میں شرفِ ملاقات کا اشتیاق بڑھتا چلا گیا۔ بالآخر گذشتہ سال اکتوبر کے مہینے میں احمد آباد انڈیا سے پشاور تک کا سفر صرف اسی مقصد کے لیے کیا کہ دورِ حاضر کی اس عظیم شخصیت اور پیکرِ علم و کمال کی زیارت باسعادت سے مشرف ہو سکوں، چنانچہ ایک روز کراچی سے پشاور اور پھر وہاں سے اکوڑہ خٹک حاضرِ خدمت ہوا۔

جمعہ کا دن تھا جامع مسجد میں نماز ادا کی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت علیہ الرحمۃ اپنی علالت کی وجہ سے گھر کے متصل چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرماتے ہیں چنانچہ ایک طالب علم کی راہنمائی میں اسی مسجد میں حاضر ہوا، حضرتؒ نماز سے فارغ ہو کر دو خادموں کے تعاون اور سہارے سے دولت کدے کی طرف چل دیئے۔ راستہ روک کر سلام کر کے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ملاقات کی خاطر ہندوستان سے حاضر ہوا ہوں! چند لمحے کھڑے کھڑے گفتگو فرمائی، اندازِ گفتگو اور حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ حضرتؒ غایت شفقت سے تکلف فرما رہے ہیں، لہٰذا معذرت کر کے رخصت طلب کی۔ فرمانے لگے کہ نہیں آج تو آپ میرے مہمان رہیں گے! اور ساتھ ہی ساتھ اپنے صاحبزادے اور پوتوں کو حکم دیا کہ ان کو بیٹھک میں لے جائیں اور مشروبات سے تواضع کریں۔ حسبِ حکم مہمان خانے میں حاضر ہوا، آپ کے بھائی اور بچے نیز مدرسہ کے چند طلبہ ہندوستان سے متعلق حالات معلوم کرتے رہے۔ یوں عصر تک قیام رہا اور میں شام کو راولپنڈی کے لیے روانہ ہو گیا۔ آپ کے اہلِ خاندان و متعلقین کی مہمان نوازی سے میں بے حد متاثر تھا اور اپنی قسمت پر شاداں و نازاں تھا کہ اللہ نے اپنی زندگی کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی اور اس صدی کے ایک عظیم مجاہد اور امامِ وقت کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس صدی کے ایک عظیم مجاہد تھے جنہوں نے اس دور میں جہاد بالقلم والسیف دونوں کا عملی نمونہ پیش کر کے اپنی زندگی ہی میں وقت کی ایک سفاک و طاغوتی طاقت اور سُپر پاور اشتراکی روس کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، اور آپ کے تلامذۂ اجلّہ نے جہادِ افغانستان میں مقدمۃ الجیش اور ہراول دستہ کا کردار ادا کیا ہے۔

جہادِ افغانستان کی کامیابی و کامرانی اور فتح مندی کا سہرا بھی حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے سر ہے۔

افغانستان کی آزادی کے بعد جب کہ وہاں کے نظامِ حکومت اور امورِ مملکت سے متعلق حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے تلامذہ ان کی راہنمائی اور سرپرستی کے زیادہ محتاج تھے، ایسے وقت پر مجاہدینِ افغانستان ایک سرپرست کی سرپرستی و راہنمائی سے محروم ہو گئے ہیں۔ جو یقیناً پوری ملتِ اسلامیہ کی محرومی اور ناقابلِ تلافی نقصان کے مترادف ہے۔

ہم کارکنانِ المرکز الاسلامی احمد آباد مرحوم کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

راقم الحروف کی طرف سے آپ جملہ اہلِ خانہ ومتعلقین کو تعزیت اور قلبی ہمدردی پہنچا دیں اور اس عاصی پُر معاصی کے حق میں بھی دعا فرمائیں۔

ایک طالبہ کا تعزیتی خط

حضرتؒ کی رحلت پر طلبہ اور طالبات کے بھی بیسوں خطوط موصول ہوئے ذیل میں بطور نمونہ صرف ایک طالبہ کا خط جسے اس نے مولانا انوار الحق کے نام لکھا نذرِ قارئین ہے۔

مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ وفات پا گئے ہیں۔

(باقی ص ۹۷۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فساد پھیلانے والوں کی اطاعت نہ کرو

اُن لوگوں کا حُکم ہرگز نہ
مانو جو اپنی جائز حد
سے گزر گئے ہیں اور زمین
میں فساد پھیلاتے ہیں
اور اصلاح نہیں کرتے۔

الشعراء ۱۵۱ـ۱۵۲

بشکریہ

خیبر گروپ آف کمپنیز:

تیار کنندہ: کپڑا، دھاگہ، پلاسٹک، معدنیات، سامان انجینئرنگ، سگریٹ وغیرہ۔ نیز سنٹرل ایشین ممالک اور پاکستان کے مابین مختلف کاروبار کے لیے:

فون نمبر:	پشاور	۴۵۳۲۰ - ۴۴۷۳۷	۰۵۲۱
	مردان	۶۲۲۶۰ - ۶۳۲۳۱	۰۵۳۱
	لاہور	۴۷۰۶۶۲ - ۴۷۲۸۲۱	۰۴۲
	کراچی	۷۴۹۱۸۹ - ۷۴۷۲۰۹	۰۲۱
	اسلام آباد	۲۵۶۲۰۱	۰۵۱

تاشقند (ازبکستان) ۰۰۷۳۷-۱۲-۵۵۴۵۳۴
الماتا قازقستان ۰۰۷۳۲-۷۲-۴۵۱۹۶۰

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ بِكُلِّ الْأَجْزَاءِ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

١٣٧٥

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر

○

قومی پریس، اخبارات، روزناموں، ہفت روزوں، ماہناموں اور دینی مجلّات کے ادارتی کالموں میں اعترافِ عظمت، خراجِ عقیدت، تاثرات اور تعزیتی شذرے

○

جانِ دل جانِ تمنا جانِ جاں جاتا رہا

حافظ محمد ابراہیم فانی، مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مردِ مومن مردِ حق سوئے جناں جاتا رہا
جانِ دل جانِ تمنّا جانِ جاں جاتا رہا
وہ محدث بے عدیل و نکتہ داں جاتا رہا
مونسِ بیچارگاں وہ مہرباں جاتا رہا
اللہ اللہ ساقیٔ بادہ کشانِ دیوبند
تشنگانِ علم کا پیرِ مغاں جاتا رہا
عالمِ اسلام اُف نذرِ یتیمی ہوگیا
خوگرِ مہر و وفا شیخِ زماں جاتا رہا
وہ زعیمِ ملک و ملّت وہ امیرِ کارواں
زہد و تقویٰ و تقدّس کا نشاں جاتا رہا
حُسنِ سیرت کی طرح صورت بھی تھی جنکی حسیں
حسرتا وہ نازنیں رشکِ بتاں جاتا رہا
عارفِ سرِ شریعت نیّرِ تابانِ علم
وہ شفیق و آسرائے بیکساں جاتا رہا
جن پہ نازاں حشر تک ہونگے غلامانِ رسُولؐ
گُلشنِ اسلام کا وہ باغباں جاتا رہا
پاک باطن پارسا و حق پسند و حق نگر
حق شناس و رہبرِ روحانیاں جاتا رہا
سوزِ رومیؒ سازِ رازیؒ کا وہ فانی ترجماں
واقفِ اسرارِ دین و دلستاں جاتا رہا

*

مولانا عبدالحق انفع

قحط الرجال کے اس دور میں مولانا مرحوم کی شخصیت اصلاح وارشاد اور علم ومعرفت کا محور ومرکز تھی

مولانا حبیب الرحمٰن، مدیر ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک ارشاد ہے۔ "ان اللہ لایقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ، من العباد ولکن یقبض العلماء" (متفق علیہ کما فی المشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ علم کو واپس نہیں لے گا کہ لوگوں کے ہاتھوں سے قبض کرے بلکہ علماء کو وفات دے کر علم کو واپس لے لے گا۔

اس حدیث کا ظہور آج کل جس کثرت وشدت سے ہو رہا ہے اس کی مثال اگلے زمانے میں نہیں ملتی۔ علمائے حق جس تیزی کے ساتھ اٹھتے جا رہے ہیں اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ چل چلاؤ کا یہ سلسلہ اسی رفتار کے ساتھ جاری رہا تو علمی مجلسیں بالکل سونی ہو جائیں گی۔ دور کیوں جائیے اپنے پڑوسی ملک پاکستان پر ہی ایک نظر کر لیجئے ابھی ماضی قریب میں وہاں کی علمی محفلیں مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا سید محمد یوسف بنوری محدث، مولانا شمس الحق افغانی مولانا عبید اللہ انور، مولانا سید حامد میاں وغیرہ جیسے اساطین علم و ماہرین فن کی حسنات وبرکات سے پر رونق تھیں۔ مگر دیکھتے دیکھتے یہ سارے بزرگ اللہ کو پیارے ہو گئے اور المیہ یہ ہے کہ ان کی خالی جگہ اب تک پُر نہیں ہو سکیں۔ اور نہ اس کی کوئی امید ہی ہے۔

اسی قافلۂ فضل وکمال کے ایک فرد فرید شیخ الحدیث حضرت مولٰنا عبدالحق صاحب بانی ومہتمم دارالعلوم اکوڑہ خٹک بھی تھے۔ جن کے دم قدم سے وہاں کی مجالس علمیہ کا وقار بڑی حد تک قائم تھا اور ان پیش رو بزرگوں کے بعد طالبان علم کے لئے ان کا وجود وجہ سکون وباعث تسلی تھا۔ مگر افسوس کہ اکابر واسلاف کی یہ آخری نشانی بھی ۷ ستمبر کو ہماری نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گئی۔

مولانا مرحوم علم وفضل، زہد وتقویٰ، اخلاص واستقامت جرأت وشجاعت اور تواضع وانکسار کے مجسم نمونہ تھے۔ ان کی ذات میں علم وعمل کا اس طرح امتزاج تھا کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس قحط الرجال کے دور میں مرحوم کی ذات اصلاح وارشاد اور علم ومعرفت کا مرکز ومحور تھی۔

۷ ستمبر ۱۳۲۷ھ مطابق جنوری ۱۹۱۰ء کو اپنے آبائی وطن اکوڑہ خٹک ضلع پشاور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہی میں حاصل کی۔ پھر آگے کی تعلیم کے لیے ملتان پہنچے اور وہاں مولانا عنایت اللہ اور مولانا عبدالجلیل وغیرہ سے ملا حسن تک تعلیم مکمل کر لینے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا۔ اور میرٹھ وامروہہ کے مدارس میں تحصیل علم کے بعد ۱۳۴۷ھ میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور پانچ سال یہاں رہ کر ۱۳۵۲ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے علاوہ آپؒ کے اساتذہ دارالعلوم میں حضرت مولانا رسول خاں ہزاروی اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں۔ ۱۳۶۲ھ میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند ہی میں استاذ مقرر ہو گئے جس کا سلسلہ ۱۳۶۶ھ تک قائم رہا۔ چوں کہ اسی سال تقسیم ملک کا حادثہ پیش آیا۔ اس لئے شعبان کی رخصت کے بعد گھر سے دارالعلوم نہ جا سکے اور مجبوراً یہاں کی تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اسی زمانہ میں پشاور ہی کے ایک اور عالم مولانا عبدالحق نافع گل بھی دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی لیے دونوں حضرات کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے مولانا مرحوم کو انفع کہا جاتا تھا۔ مولانا کا درس نہایت کامیاب تھا۔ اور تین چار سال کی مختصر سی مدت میں طلبہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے معترف ومعتقد ہو گئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے رسمی تعلق ختم ہو جانے کے بعد دارالعلوم ہی کے طرز پر اپنے آبائی وطن اکوڑہ خٹک میں ایک درس گاہ قائم کی جو مولانا مرحوم کے جہد وعمل اور ایثار واخلاص کی بدولت تھوڑے ہی عرصے میں علوم دینیہ کا ایک عظیم مرکز بن گیا اور اس وقت سے ہر سال سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ اس کے چشمہ صافی سے سیراب ہو کر فارغ التحصیل/ تبلیغ دین اور اشاعت علم میں مصروف ہیں۔

مولٰنا مرحوم کے درس کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ کو ذوق جہاد اور دین پر مر مٹنے کے جذبہ سے سرشار کر دیتے تھے چنانچہ جہاد افغانستان میں یہاں کے فضلاء وطلبائ نے جس طرح سے فداکارانہ حصہ لیا ہے۔ اس کی نظیر پاکستان کے دیگر مدارس

کے طلبہ میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی ایک کارنامہ نہیں ہے بلکہ علوم دین کی اشاعت و تبلیغ کے ساتھ انھوں نے دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کا بھی مقابلہ کیا اور ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا حتی کہ اسمبلی تک پہنچے اور ایوانِ حکومت میں بھی حق کی آواز بلند کی۔ پاکستان کے خود سر اور دین بیزار حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے افضل الجہاد کا فریضہ ادا کیا۔

۱۹۷۴ء میں جب فتنہ قادیانیت کے خلاف تحریکِ ختم نبوت چلی تو حضرت مولینا سید محمد یوسف بنوری اور حضرت مولینا مفتی محمودؒ رحمہما اللہ کے شانہ بشانہ مولانا مرحوم نے بھی کام کیا۔

مولینا مرحوم کو دارالعلوم اکابرِ دارالعلوم بالخصوص حضرت شیخ الاسلامؒ سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی۔ آپ کی مجلسیں دارالعلوم اور اس کے اکابر کے تذکرے سے معمور رہتی تھیں۔ اور اپنے استاذِ حدیث اور پیر و مرشد حضرت شیخ الاسلام کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں کرتے تھے۔

مولینا مرحوم اگرچہ اصالتاً ایک مدرس تھے۔ تصنیف و تالیف کے لیے نہ انہیں فرصت تھی اور نہ ہی طبیعت کا اس جانب رجحان تھا۔ پھر بھی تبلیغ دین کے لئے بعض رسائل اور کتابیں تحریر کیں۔ علاوہ ازیں اسمبلی میں آپ نے جو تقریریں کیں انہیں ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب نے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے اس طرح سے آپ کے علمی افادات کتابی شکل میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ جن میں تقریرِ ترمذی مرتبہ مولانا عبدالقیوم حقانی، دعواتِ حق حصہ اول دوم مقام صحابہ، مسئلہ خلافت و سیادت، ناموسِ رسولؐ نہایت اہم ہیں اور علمی حلقوں میں وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے گلستانِ علم کو سدا بہار رکھے۔ آمین ؏

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

بقیہ صفحہ ۹۶۹ سے ۔ ہمہ گیر تعزیتی مکتوبات

جب سے سنا یقین نہ آیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور دل ڈوب گیا کیونکہ ایک عظیم محدث، ایک جلیل القدر عالم اور بلند پایہ سکالر اور عالم اسلامیہ کا روحانی اور شفیق باپ اور علم و تقویٰ کا وہ روشن چراغ بجھ گیا جس کے انوار سے ایک دنیا منور ہو گئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

دنیائے اسلام میں مولانا صاحب کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں پھر بھی میں یہ کہوں گی کہ ایسی شخصیتیں اور بزرگ ہستیاں دنیا میں کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔

دنیا میں مجھے ان میں فرشتوں کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور ان کی تقریروں میں جہاد کا نور نظر آتا تھا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا یہ شعر کہ ؏

میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا
میرے لئے خاص ہے کیونکہ اصل میں، میں نے اُن کو ابھی تک نہیں دیکھا

وہ جو انسانیت کا پیکر تھا، وہ جو اسلام اور سنت رسولؐ خدا کا چلتا پھرتا نمونہ تھا وہ جو مینارۂ نور اور زمین پر خدا کے بندے کے روپ میں بھیجا ہوا فرشتہ تھا جس کے دیدار میں ثواب ہوتا تھا جس کی ملاقات سے ایمان میں تازگی آجاتی تھی، وہ جو محتاجوں اور مسکینوں کا غم خوار تھا، وہ جو بے سہاروں کا سہارا تھا، وہ جو افغان پالیسی کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔

وہ ذات جو مہر و وفا اور لوگوں کے لئے سکون قلب و اطمینان تھا اور وہ جس سے انسان اپنے (WAY oF LiFE) دین کے صحیح راستے کو اپناتا تھا وہ جو غریبوں کے لئے قوت بازو تھا اور وہ جو دین کا روشن چراغ تھا اور غیر مذہبوں کے لئے بے نیام تلوار تھا اور اندھیرے میں بھٹکنے والوں کے لئے چاندنی رات تھا جو استقلال اور ثابت قدمی کا پہاڑ تھا اور جو (GREAT PoLiTiCLES LEADER) عظیم سیاسی لیڈر تھا اُس کی ملاقات کے شرف سے میں ابھی تک محروم رہی۔ والسلام

بی بی توحید سیکنڈ ایئر گرلز کالج چارسدہ

آپ حضرات نے نفاذ شریعت کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور مجھے یہ عزت بخشی واقعہ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں تاہم آپ میرے بزرگ ہیں اور میں بزرگوں کا حکم بجا لایا ہوں اور اسی کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں اب اس کے بعد آپ کا اور تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر نفاذ شریعت کی مہم تیز کر دیں، اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اسلام کو ترجیح دیں اسلام کی دعوت دیں اسلام کا ذکر کریں جیسے سلمان فارسی سے کسی نے کہا آپکا کیا نام ہے؟ فرمایا میرا نام اسلام ہے کہا باپ کا نام کیا ہے فرمایا اسلام، کہا ملک کا نام کیا ہے فرمایا اسلام۔ (ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح)

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ

زُہد اور تقویٰ کے پہاڑ

حضرت قائدِ شریعتؒ عظیم مجاہد، مفکر، محقق، مدبر، مصنف، عمیق الفکر، دقیق النظر، روحانی پیشوا اور متبحر عالم تھے

مدیر ہفت روزہ ختمِ نبوت کراچی

آپ کے انتقالِ پُرملال کی خبر سن کر مسلمانوں اور علمی حلقوں میں غم و اُداسی کی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ مولانا عبدالحق صاحب کا انتقال بھی ایک ذی رُوح انسان کا وصال تھا جو امرِ الٰہی کے تحت انتہا تک پہنچنا ضروری تھا اور یہ ارشادِ خداوندی ہے:

کل نفس ذائقۃ الموت

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

لیکن بعض اموات صرف اپنی ذات تک محدود ہوتی ہیں اور بعض لوگ اہلِ خانہ کو غمزدہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن بعض حضرات وہ ستودہ صفات کے مالک ہوتے ہیں جن کی موت پوری کائنات کی موت ہوتی ہے۔ یوں ارشاد ہوتا ہے:

موت العالِم موت العالَم

عالِم کی موت جہاں کی موت ہے۔

انہی بزرگ ہستیوں میں سے ایک مولانا عبدالحق صاحب مرحوم بھی ہیں جنہوں نے اپنے پیچھے کروڑوں مسلمانوں کو سوگوار چھوڑا ہے لیکن دِلی صدموں کا پہنچنا یہ فطرتِ انسانی ہے ورنہ قضائے الٰہی بلاامتیاز ہر ایک کے دروازے پر دستک دیتی ہے۔ ایک ادنیٰ آدمی سے لے کر ایک عظیم پیغمبر تک سب نے اسی لحوِ فنا سے گذرنا ہے، گذر چکے ہیں اور گذر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملٰقیکم

جس موت سے تم راہ فرار اختیار کرتے ہو وہ تمہیں ضرور پالے گی۔

اور ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: تم اگر مضبوط قلعوں میں بھی ہوگے تو موت تمہیں اُچک لے گی۔

حکیم جالینوس کے متعلق کتابوں میں ملتا ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد ان دو گولیوں کو بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کریں۔ بیٹوں نے باپ کے انتقال کے بعد وصیت کے مطابق ایک گولی کو چلتے ہوئے پانی میں پانی میں ڈالا وہ منجمد ہوگیا۔ دوسری گولی کو لوہے پر ڈالا وہ پگھل گیا اور بہنے لگا۔ حکیم جالینوس لکھتا ہے کہ مجھے وہ حکمت و دانائی دی گئی ہے اگر میں چاہوں تو پانی کو روک دوں اور اگر چاہوں تو لوہے کو پگھلا کر پانی کردوں لیکن موت ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے نہ کوئی بچ سکا ہے اور نہ بچ سکتا ہے، اس لیے موت ایک وہ بین الاقوامی حقیقت ہے کہ جس کے وقوع پر کسی کو انکار نہیں۔ البتہ بعض مرنے والوں کے فراق میں فطری تکلیف تو ہوتی ہی ہے لیکن وہ مرکر بھی زندہ رہتے ہیں۔ آج اگرچہ مولانا عبدالحق صاحب صرف مولانا سمیع الحق صاحب اور اہلِ خانہ کو ہی داغِ مفارقت نہیں دے گئے بلکہ

کروڑوں مسلمانوں کو یتیم چھوڑ گئے ہیں لیکن ان کے کارہائے نمایاں آج بھی زندہ و تابندہ ہیں اور قیامت تک گلستانِ شریعت میں لگائے ہوئے پودے (یعنی علماء کرام) اور کتابوں میں محفوظ گنج ہائے معرفت مخلوقِ خدا کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔

مولانا عبدالحق صاحب صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ آپ مجاہد، مفکر، محقق، مدبر، مصنف عمیق الفکر، دقیق النظر روحانی پیشوا اور متبحر عالم تھے۔ مولانا کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ہمارا قلم شرمسار ہے اور کانپ رہا ہے کہ اس زہد و تقویٰ کے پہاڑ کو کیسے خراجِ عقیدت پیش کرے جس کے تقدس و آداب بجالانے کے لیے اولیاء اُمّت اور جید علماء کرام زانوئے تلمیذانہ تہہ کیے ہوئے ہیں اور انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوں اور العلماء ورثۃ الانبیاء کا تمغۂ اعزاز حاصل کر چکے ہوں۔ ان کے متعلق کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہے۔ بھلا خاک راچہ نسبت با عالم پاک اور ہم جب الحق رسالے کو کھولتے ہیں تو اس میں "صحبت با اہل حق" یعنی افاداتِ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کے عنوان سے چھپنے والے انمول موتیوں سے جو روحانی سکون ہوتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور آپ اس سادہ مگر پُر وقار مجلس میں علمی مشکلات کو سیکنڈوں میں حل کر کے حیران کر دیتے تھے لیکن

آہ! وہ زور دروں جنہیں کیسے پہاڑ تھے
جب آئی موجِ حادثہ تنکے سے بہہ گئے

مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کی ترویج شریعت مطہرہ کے لیے انتھک اور پُرخلوص محنت آپ کا عظیم ورثہ ہے۔ آپ کو مجاہدینِ افغانستان سے بہت پیار تھا مسئلہ ختم نبوت کے آپ عاشق تھے۔ آپکے وصال سے ناقابلِ تلافی نقصان ہُوا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

ادارہ مجلس تحفظ ختم نبوت اس غم میں برابر کا شریک ہے اور پسماندگان کے لیے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

ہفت روزہ ختم نبوت
۱۷ تا ۲۳ صفر ۱۴۰۹ھ

مطبوعات مؤتمر المصنفین
(۲۷)
عقیقہ کی شرعی حیثیت
تالیف: مولانا مفتی غلام الرحمن
افتتاحیہ: محدث کبیر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب
پیش لفظ: قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب
○ عقیقہ کی مشروعیت، فضیلت، اہمیت، فقہی حیثیت
○ اسرار و رموز، فوائد و ثمرات کی دلنشین تشریح،
○ ائمہ مجتہدین، صوفیائے کرام اور محدثین کے اقوال و آراء
○ فقہ حنفی کے مستند ماخذ اور مصادر سے تحقیق اور ترجیح دلائل
○ دورِ حاضر کے بعض جدت پسندوں کے اشکالات کے
جوابات اور دیگر کئی اہم عنوانات اور متعلقہ مباحث پر
تفصیلی جائزہ اور تبصرہ
○
مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک
تحصیل نوشہرہ، پشاور، پاکستان

ہفت روزہ "خدام الدین"، لاہور

دارالعلوم دیوبند کے فرزند جلیل

مولانا عبدالحقؒ اپنے عمل اور کردار سے وہ قندیلیں جلا گئے ہیں جن کی روشنی سے ایک دنیا رہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔

مولانا عبدالرشید انصاری، مدیر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی جمعیۃ علماء اسلام کے صف اول کے رہنما اور افغان مجاہدین کے رہبر و سرپرست شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ۷ ستمبر کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضرت مولانا عبدالحق ۱۹۱۲ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم انہوں نے گھر پر حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دینی علوم کی تحصیل سے فراغت پانے کے بعد ان کی نمایاں علمی استعداد کی بدولت اولاً آپ کے جلیل المرتبت اساتذہ کرام نے دارالعلوم دیوبند ہی میں انہیں مسند تدریس سونپ دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند کے نقوش پر اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ قائم کرکے صوبہ سرحد اور افغانستان میں اپنی مساعی کو ترقی دینے کے لیے دیوبند کی علمی اور فکری تحریک کو ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کر دیا۔ جس کے اثرات آج صوبہ سرحد کے شہروں، قصبوں اور دور افتادہ دیہاتوں کی مساجد و مدارس کے علاوہ افغانستان کے کوہ و دمن میں جارح روس کے خلاف لڑی جانے والی اسلامی جنگ میں واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ پکتیا کے محاذ پر روسی ٹینکوں اور توپوں کے منہ موڑ دینے والے جیالے مجاہدوں کے قائد مولانا جلال الدین حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم کے شاگرد ہیں ان کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں جن متعدد دینی شخصیات نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ان میں جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسد مدنی، جامعہ اشرفیہ کے استاذ حدیث حضرت مولانا موسیٰ خان روحانی بازی مدظلہما بھی شامل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایک عالم باعمل تھے انہوں نے دین کی اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کے لئے اپنے شاگردوں اور دنیا کے سامنے صرف وعظ و درس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درد سے معمور دل رکھنے کی بنا پر کمربستہ ہو کر میدان عمل میں اترے اور عظمت کردار سے وہ قندیلیں جلا گئے ہیں جن کی روشنی سے ایک دنیا رہنمائی حاصل کرتی رہے گی پاکستان میں دینی اقدار کی بحالی اور نظام شریعت کے نفاذ کی جدوجہد خصوصاً صوبہ سرحد کی سیاست میں دینی عنصر کا غلبہ قائم کرنے کے لئے مولانا مرحوم کی مساعی جمیلہ کا ایک مستقل موضوع ہے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں مگر اتنی بات ضرور یاد رہنی چاہیے کہ دیوبند کے اس فرزند جلیل اور عالم کبیر کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات کا یہ نتیجہ تھا کہ ۷۰ء میں علاقہ کے عوام نے مولانا عبدالحق کو بڑے بڑے جاگیرداروں اور پیشہ ور سیاستدانوں کے مقابلے میں قومی اسمبلی کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کیا پھر ۷۷ء میں پیپلز پارٹی کی رسوائے زمانہ انتخابی دھاندلی کے باوجود آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے ۸۵ء میں علالت اور کمزوری کے باعث آپ اپنا ووٹ ڈالنے بھی نہ جا سکے۔ مگر عوام نے مولانا عبدالحق کے مقابلے میں آنے والوں کو پھر مسترد کر دیا اس طرح پاکستان کی تاریخ کا یہ نہری واقعہ مولانا عبدالحق کے حوالے سے یاد رکھا جائے گا کہ ایک عالم دین نے اپنے ووٹرز کے اعتماد کو ایک لمحہ کے لئے بھی مجروح نہ ہونے دیا۔ اور مسلسل تین مرتبہ منتخب ہو کر بوریا نشین ہوتے ہوئے تخت نشینوں کے غرور کا سر اونچا نہ ہونے دیا۔ جونیجو عہد حکومت میں سینیٹ میں شریعت بل پیش کر کے علمائے حق نے قدم آگے بڑھایا تو تمام مکاتب فکر نے متحدہ شریعت محاذ تشکیل دے کر آپ کو صدر منتخب کر لیا۔

یوں تو وطن و ملت کو مولانا نے بہت کچھ دیا ہے لیکن قوم

(باقی صفحہ ۹۸۱ پر)

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

مسندِ علم کا فخر اور ملّت کا غمخوار

مولانا محمد ازہر، مدیر ماہنامہ "الخیر" ملتان

چہار شنبہ ۲۴ر محرم الحرام ۱۴۰۹ھ کو ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ نے یہ اندوہناک خبر سُنائی کہ ہمارے مخدوم و مکرم استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آج کی دنیا میں مدارس اور جامعات کی کثرت نے بہت سے علماء مدرسین اور شیوخ حدیث پیدا کر دیے ہیں مگر مسندِ علم جن سے آراستہ اور علمی محافل جن کے دم سے آباد ہوتی ہیں، مسندِ تدریس کو جن پر فخر اور دعوت و ارشاد کو جن پر ناز ہوتا ہے، حکمت کے موتی جن زبانوں اور علوم کے دھارے جن لبوں سے نکلتے ہیں وہ لوگ ہمیشہ خال خال ہی رہے ہیں اور اب تو یہ جنس گرانمایہ نایاب ہو کر ہی رہ گئی ہے۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی مذکورہ ان چند ہستیوں میں شمار ہوتی تھی جن کے علم و فضل پر امت کو اعتماد اور علمی بصیرت پر اہلِ فن کو ناز تھا۔ آپ نے کم و بیش ۴۰ برس اسلاف کی روایات کے مطابق علوم دینیہ کی خدمت کی۔ اپنے شیخ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے انتہائی گردیدہ بلکہ عاشق صادق اور انہی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

مجاہدانہ عزیمت و استقلال میں اکابر کی یادگار تھے۔ برّصغیر اور پھر پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے عمر بھر مضطرب اور بے قرار رہے۔ اسی جذبہ نے مدرسہ و خانقاہ کے پُرامن اور سکون بخش ماحول سے باہر سیاست کی پُرخطر اور پُرخار وادی میں آنے پر مجبور کیے رکھا۔ تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کے لیے یہ وجہِ اعزاز ہے کہ اسے مولانا عبد الحق جیسے سرفروش داعئ حق کی صحبتیں میسّر آتی رہیں۔

مولانا کے علوم و معارف اور خطبات ارشادات تو انشاء اللہ پاکستان اور بیرونِ ملک ان کے ہزاروں تلامذہ کے ذریعے سے ہمیشہ زندہ رہیں گے، مگر ان کے وجود سے جو برکات اور ان کی ذات سے خیر کے جو چشمے پھوٹتے تھے افسوس وہ بند ہو گئے۔ دار العلوم حقانیہ، ماہنامہ "الحق" اور حقانیہ کے ہزاروں فضلاء ان کی رُوحانی یادگار ہیں جن کے فیوض و برکات انشاء اللہ حضرت بانی مرحوم کے لیے صدقاتِ جاریہ ہیں۔

آپ کے تمام تلامذہ، دار العلوم حقانیہ کے اساتذہ و طلباء کرام، آپؒ کے نسبی اعزہ بالخصوص جانشینِ محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ہماری خصوصی تعزیت کے مستحق ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صرف انہی کے سر سے ایک شفیق باپ کا سایہ نہیں اُٹھا پوری ملت ایک غم خوار ہمدرد عالم ربانی کے دستِ شفقت سے محروم ہو گئی ہے۔

خیر المدارس کی جامع مسجد میں ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور دلی محبت و عقیدت نے آنسوؤں کی شکل میں بہہ کر حضرت شیخ الحدیثؒ کی عظمتوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا

ع جو خون دل میں تھا وہ میری چشم تر میں ہے

مولانا محمد ازہر
ماہنامہ الخیر صفر ۱۴۰۹ھ

ماہنامہ "نقیب ملت" ملتان

امیرِ شریعتؒ اور قائدِ شریعتؒ

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا نمائندہ قائم مقام اور اس کا مثنیٰ قرار پایا

از قلم جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابوذر شاہ صاحب بخاری

مورخہ ۲۴ر محرّم الحرام ۱۴۰۹ھ ۷ر ستمبر ۱۹۸۸ء بروز چہار شنبہ (بدھ) کو نمازِ عصر کے بعد راقم چہل قدمی کے عارضی سے معمول کے بعد سلیمی دواخانہ ملتان کے مرکز دواسازی میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ مدرسہ قاسم العلوم کے ناظم عمومی مولوی محمد یٰسین جھنگوی صاحب نے مجھے عربی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: "آپ نے کوئی نئی خبر سنی ہے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں"

بولے۔ "بڑی افسوسناک خبر ہے کہ شیخ الجامعہ حقّانیہ اکوڑہ خٹک آج ظہر کے وقت انتقال کر گئے ہیں۔"

حیرت و افسوس کے عالم میں منہ سے بے اختیار کئی بار انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا۔ محفل میں میرے دفتر کے دو خادمین کے علاوہ چند مقامی ساتھی اور اتفاقاً پشاور سے آئے ہوئے ایک عالم زادہ نوجوان پروفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے جن کا تعارف گفتگو کے بعد ہوا میں نے اپنے مشاہدہ اور معلومات کے مطابق حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعارف سے متعلّق چند واقعات اور پھر ان کے اخلاق اور علمی خدمات کے علاوہ حالیہ برسوں میں اسمبلی کے اندر اسلام کی علمی و قانونی وکالت و مدافعت اور جان و مال کے ذریعہ سے جہادِ افغانستان کے لیے انجام دیے ہوئے انتہائی موثر، وقیع اور یادگار تعاون اور کارناموں کا ذکر کیا اور ان کی مغفرت رفع درجات کے دُعائیہ الفاظ کہے اور پھر اسی جگہ نمازِ مغرب کے بعد مولانا مرحوم کے لیے اجتماعی دُعاء مغفرۃ بھی کی وہ فی الواقعہ اس دَور میں اکابر کے علم و عمل کے صحیح وارث اور اہلِ دین کے لیے بہت بڑا ذہنی اور عملی سہارا تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا قربِ خاص اور مقام رفیع نصیب فرمائیں۔ آئندہ سطور اپنے قلبی تاثرات اور ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ایک حقیر سی کوشش ہے ورنہ وہ اپنے اخلاق و اعمال حسنہ کے لحاظ سے میری تعریف و توصیف سے مستغنی تھے۔

میں نے تعزیّت مسنونہ کے طور پر ان کے فرزند و نائب برادرم مولانا سمیع الحق کے نام فوری برقیہ ارسال کر دیا تھا ورنہ صحت اجازت دیتی اکوڑہ جا کر مشافہۃً بھی تعزیت کرتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الصلحاء الابرار۔ آمین

- دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور اس وقت ملک کی بڑی اور اہم دینی درس گاہ ہے۔ اس کے سابق مہتمم حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ تقسیم سے کئی سال پہلے "دارالعلوم دیوبند" میں استاد بن کر گئے ہوئے تھے اور غالباً ان کے ساتھ نڑھال تحصیل کبیر والا کے مشہور جیّد عالم شیخ الفنون حضرت مولانا عبدالخالق بانیٔ و سابق مہتمم کبیر والا رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبند میں معقولات کے خصوصی استاد کی حیثیت سے رونق افرز تھے اور پورے ملک میں ان کی دھوم مچی ہوئی تھی کہ "پنجاب سے ایک بڑا تگڑا اور وجیہ مولوی دیوبند میں آیا ہے جو اوّل تو بغیر کتاب سامنے رکھے اور یا پھر کتاب بند کر کے بڑی بڑی اور مشہور و مشکل کتب کا دھڑلّے سے سبق پڑھاتا ہے"۔ مرحوم کا یہ تعارف کئی برس تک غائبانہ ہی رہا۔ حتیٰ کہ بعد از تقسیم جب ہم غریبوں کا ڈیرا ملتان میں آ لگا — تو پھر ان کی وفات تک وقفہ وقفہ سے مگر تقریباً مسلسل اور اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ وہ اپنے تعلیمی و انتظامی معاملات میں مشورہ کے لیے مجھ فقیر پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔

۲۔ شعبان ۱۳۶۲ھ، اگست ۱۹۴۳ء میں

"خیر المدارس" جالندھر کا حسبِ دستور سالانہ امتحان آیا تو حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ نے مقامی علاقائی علماء و اساتذہ کی جگہ باہر سے ممتحن منگوانے کے لیے اپنے معمول کے مطابق دیوبند سے دو علماء کو بلایا تو وہاں کے ادارۂ اہتمام نے ایک تو مشہور مدرس و ممتحن مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کو اور دوسرے ہمارے مذکور الصدر و ممدوح مولانا عبدالحق رحؒ کو جالندھر بھیج دیا چنانچہ ان کے سامنے امتحان میں بیٹھنے والی مختلف جماعتوں میں تیسرے سال کی کتب سے متعلقہ میری متوسط جماعت بھی شامل تھی، مولانا موصوف نے نحو کی مشہور کتاب "شرح جامی" اور منطق کی "شرح تہذیب" میں ہمارا بہت ہی نرم امتحان لیا اور بارعایت نمبروں میں پاس کر دیا جبکہ دوسرے سینئر بزرگ مولانا عبدالشکور مرحوم نے اپنی طبیعت و عادت اور مشہور معمول کے مطابق کافی محتاط اور کڑا امتحان لیا اور نسبتاً کم لڑکے ہی صحیح معنیٰ میں کامیاب ہوئے۔ راقم بھی باوصف اپنی تمام تر نالائقی و کمزوری کے بحمد اللہ فیل ہونے سے بچ گیا تھا۔

۳۔ پاکستان بننے کے بعد جلد ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سرحد والے ہمارے قدیم ممتحن مولانا عبدالحق نے ہی تقسیم سے کچھ عرصہ قبل اکوڑہ خٹک میں غالباً دیوبند جانے سے پہلے ہی ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کر رکھا تھا جو اب چل نکلا ہے اور کامیاب جا رہا ہے اور روز بروز کافی ترقی پذیر ہے۔ حتیٰ کہ چند ہی برسوں میں نہ صرف وہ پاکستان کے اندر "دار العلوم دیوبند" کا مثنیٰ قرار پایا بلکہ دار العلوم دیوبند ہی کے سابق مایۂ ناز مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اوّلاً بذریعہ خط و کتابت اور پھر پاکستان میں اپنی ابتدائی آمد کے بعد ہی تقریر و تحریر دونوں طریق سے مدرسہ حقانیہ کو پاکستان میں دیوبند کا صحیح نمائندہ اور قائم مقام قرار دے کر اس پر اظہارِ شکر و فخر کیا تھا۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد حسبِ دستور مدارسِ دینیہ حقانیہ کے سالانہ اجتماعات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور علماء کے دیرینہ معمول کے مطابق ہی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان میں تقریباً مسلسل دعوتِ شرکت و خطاب ملتی رہی۔

۴۔ کچھ عرصہ بعد علماء دیوبند کی علمی تنظیم کے لیے استاذ العلماء استاذی مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز و تحریک اور جہد و سعی کے زیر اثر جب "وفاق المدارس العربیۃ" کا ادارہ قائم ہوا اور حسبِ ضرورت ملتان میں اس کے اجتماعات منعقد ہونے لگے تو ان کے ضمن میں اور خیر المدارس کے مشہور و مقبول سالانہ جلسہ کے موقع پر ملک کے اکثر مدارسِ عربیہ کے مہتممین اور جید ترین علماء ملتان میں وارد ہوتے تھے تو وفاق کے اجتماعات پر حضرت علامہ مولانا سید شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی کے ساتھ حضرت مولانا عبدالحقؒ بھی موجود ہوتے تھے اور وفاق کی کارروائی کے بعد یہ حضرات اکثر حضرت امیر شریعتؒ کی ملاقات، عیادت اور کچھ دیر تک ہم نشینی کے لیے ہماری قیام گاہ پر تشریف لایا کرتے تھے اور بیٹھک میں کئی کئی گھنٹے تک یہ بے مثال و نادر دینی محفل اور علمی و ادبی مجلس جمی رہتی تھی اور حضرت امیر شریعت اپنے اخلاق عالیہ کے مطابق ان معزز ترین مہمان علماء و مشائخ کی بے حد پذیرائی کرتے اور ہم میں سے کسی کو بغیر کچھ کہے ان حضرات کے ناشتہ اور چائے کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک بار یہی حضرات تشریف لائے تو آپ بیٹھک سے اٹھ کر اندر کی طرف آئے اور ہماری مخدومہ اماں جی دام ظلہا سے حسبِ عادت معمولی آواز دے کر خطاب فرمایا۔ واضح رہے کہ بے ہوشی کے زمانہ سے لے کر سفید ریشی کے آثار پیدا ہونے تک میرا قریباً تیس برس کا طویل دید و مشاہدہ اور سماع ہے کہ آپ ہماری اماں جی کو ہمیشہ "بڑھیو" کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ مطبخ کے کام کے لیے حسبِ معمول برآمدہ میں چولہے کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ چلتے ہوئے اس کے وسطی محراب تک پہنچ کے حسبِ عادت مخاطب ہوئے۔

"بڑھیو! کہاں ہو؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "جی بیٹھی ہوں"۔ فرمایا۔ "تمہیں کیا بتاؤں میرا کیا حال

ہے باہر رحمت پروردگار آئی ہوئی ہے۔“ انہوں نے عرض کیا ”بھلا ہو کیا ہوا ہے؟“

فرمایا ”دیکھو! میں کیا چیز ہوں۔ میرے پاس نہ علم نہ عمل اور مجھے ملنے کے لیے مولانا افغانی، مولانا بنوری، مفتی محمد شفیع سرگودھوی اور مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک والے جیسے علماء اور اللہ کے نیک بندے چل کر آئے بیٹھے ہیں بتاؤ یہ مجھ پر خدا کی رحمت ہے کہ نہیں، مجھے اور کیا چاہیئے؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا ان کے پاس جاتی ہے اور یہ مجھ جیسے ایک بے علم اور بے عمل آدمی کو ملنے آتے ہیں۔ اللہ نے میرے عیوب پر پردہ ڈالا ہوا ہے ورنہ میں کہاں اور یہ لوگ کہاں؟ اور تو ہم کوئی خدمت کرنے کے قابل نہیں ہیں تو کم از کم چائے پانی تو ہو۔ بس جلدی سے چائے دم کر لو اور ساتھ کچھ کھانے پینے کو ہو تو وہ بھی رکھ دینا اور جلدی کرنا۔ انہیں واپس بھی جانا ہے۔

اماں جی نے بھی تائیداً کہا کہ بے شک بڑی برکت کی بات ہے۔ میں ابھی چائے تیار کرتی ہوں۔

آپ یہ سُن کر واپس بیٹھک میں آگئے اور وقفہ سے دوبارہ اندر آکر با اصرار چائے اور ناشتہ کے سامان والی ٹرے خود اُٹھا کر باہر لے گئے اور پھر اپنے دیرینہ معمول کے مطابق ہر بزرگ کے لیے خود اپنے ہاتھ سے چائے بنا بنا کر کھانے کی چیزیں ان کے سامنے رکھ کر اکرام ضیف کی لذت و فرحت اور برکت حاصل کرتے رہے۔ ساتھ چائے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اپنے اکابر علماء و مشائخ مرحومین کے واقعات اور اقوال و لطائف علمیہ کا سلسلہ شروع اور جاری رہتا تھا اور بالآخر یہ سب حضرات انتہائی فرحت و مسرت اور احساس قدر شناسی کی گہری کیفیت لیے ہوئے اور زبان سے اس کا اظہار اور نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا اقرار کرتے ہوئے واپس چلے جاتے تھے تو ایسے خاص مواقع پر بھی دوسرے اکابر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا عبدالحق رح کی کبھی کبھی زیارت ہو جایا کرتی تھی اور وہ حسبِ فطرت و عادت انتہائی توجہ اور شفقت کے ساتھ دعا کر کے رخصت ہو جاتے تھے۔

بقیہ ص۹ سے ؛۔ دارالعلوم دیوبند کے فرزندِ جلیل

گار رہنمائی کے لئے اپنے جانشین کے طور پر مولانا سمیع الحق جیسا روشن ضمیر دینی و سیاسی قائد اور تشنگان علوم دینیہ کی سیرابی کے لئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا چشمۂ آب شیریں چھوڑ کر گئے ہیں مولانا کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے پشاور یونیورسٹی نے آپ کو اعزازی ڈگری دی تھی لیکن اب ضروری ہے کہ آنے والی نسل کو ان کے عظیم کردار اور اعلیٰ خدمات سے باخبر رکھنے کے لئے مولانا کا تعارف صوبہ سرحد کا محکمہ تعلیم کسی بھی سطح پر شامل نصاب کرئے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کی وفات سے علم و عمل زہد و اتقاء عزیمت و استقامت اور عظمت کردار کا ایک آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا ہے ان کے جانے سے مسند تدریس پر اداسی چھا گئی ہے، دینی سیاست کا آنگن غم کدہ بن گیا ہے۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مولانا کے شاگرد اور عقیدتمندان کی ولولہ انگیز یادوں کو سرمایہ زیست بنا کر سنبھالے رہیں گے۔

حضرت مولانا سمیع الحق، ان کے بھائیوں اور حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے دیگر پسماندگان کے غم میں پوری قوم ان کے ساتھ شریک ہے۔ انجمن خدام الدین کے نائب امیر اور ہفت روزہ خدام الدین کے مدیر منتظم حضرت ڈاکٹر میاں محمد اکمل قادری مدظلہ نے مرکز اہل حق شیرانوالہ کی جانب سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور تلامذہ و تابعین کو ان کے نقوش عمل کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین!

* * *

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

• جو شخص اللہ کی خاطر بندوں کی ناراضی مول لے گا تو بندوں کی طرف سے پہنچنے والی زحمتوں میں خدا اس کی پُشت پناہی فرمائے گا۔ اور جو شخص بندوں کو خوش رکھنے کے لیے اللہ کو ناراض کرے گا تو اللہ اس کو انہی بندوں کے حوالے کر دے گا •

— جامع ترمذی

UF
یونی فوم

اسٹاکسٹ :- یوسف سنز
—— بابو بازار، راولپنڈی صدر

فون نمبر
۵۶۶۷۵۴
۵۶۶۹۳۳
۵۶۶۸۳۳

یونائیٹڈ فوم انڈسٹریز لیمٹڈ
سولھواں کلومیٹر ملتان روڈ لاہور فون نمبر ۴۳۱۳۴۱، ۴۳۱۵۵۱

اخبارات، مجلات کے تعزیتی شذرے

ماہنامہ الارشاد اکتوبر ۱۹۸۸ء صفر ۱۴۰۹ھ

ممتاز عالم دین، ممبر سابق قومی اسمبلی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی وفات پر حرکۃ الجہاد اسلامی کے مرکزی دفتر میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ اجلاس نے حضرت مرحوم کے دینی، سیاسی اور ملی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے انتقال کو مسلمانان پاکستان کے مرکزی دفتر اسلام آباد میں منعقد ہوا دستوری کمیٹی کے ممبران درج ذیل ہیں۔ امیر مرکزی مولانا سیف اللہ اختر صاحب، سیکرٹری جنرل مولانا محمد عادل خان صاحب اور عبدالصمد سیال۔ اور دیگر کارکنوں نے اجلاس میں شرکت کی۔

خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات، وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل

الفرقان دسمبر ۱۹۸۸ء

اب سے چار ہی مہینے پہلے الفرقان کی خصوصی اشاعت (خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ حصہ دوم) نگاہ اولیں ہی کے صفحات میں الفرقان کے مدیر مولوی خلیل الرحمٰن سجاد سلمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

> "حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی عصر حاضر کے ان چند علماء میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس اور تصنیف و تحریر کے ذریعہ علوم دینیہ کی خدمت اور اصلاحِ باطن و تزکیہ نفوس کی کوششوں کے ساتھ میدانِ جہاد میں عملی شرکت کا شرف بھی عطا فرمایا ہے —— گویا "خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات" کے ساتھ "وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل" دونوں کی جامعیت مولانا کو اور ان کے رفقاء و تلامذہ اور فرزندوں کو نصیب ہے۔ باخبر حضرات جہاد افغانستان میں مولانا کی اور ان کے پورے حلقۂ تعلق کی عملی شرکت کی تفصیلات جانتے ہیں، مولانا کی شخصیت کو خصوصی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں"۔

حضرت مولانا کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ملک کی تقسیم اور قیام سے پہلے آپ دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ میں تھے، ملک کی تقسیم ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوئی وہ رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی۔ حضرت مولانا رمضان المبارک کی تعطیل میں اپنے وطن (اکوڑہ خٹک ضلع پشاور) گئے ہوئے تھے، ملک کی تقسیم کے نتیجہ میں دیوبند واپسی ممکن نہیں رہی تو دارالعلوم دیوبند ہی کی طرز پر آپ نے اپنے وطن ہی میں دارالعلوم حقانیہ قائم فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس مخلصانہ عمل کو قبول فرمایا اور برکت سے نوازا، جس کی بدولت وہ پاکستان کا ایک عظیم ترین دارالعلوم بن گیا۔

ماہ صفر کے "ماہنامہ بینات کراچی" سے معلوم ہوا کہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ ، ستمبر ۱۹۸۸ء کو اس دار فانی سے عالم بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"ماہنامہ بینات" کے محترم مدیر مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم نے اپنے تعزیتی نوٹ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے راقم سطور یہاں اس کا نقل کرنا مناسب سمجھتا ہے۔

حضرت مرحوم، قرونِ اولیٰ کی یادگار تھے، ان کا شمار ان علمائے حقانی اور مشائخ ربانی میں ہوتا ہے جن کا وجود زمین اور اہل زمین کے لیے باعث برکت ہے اور جن کے علم و عمل، اخلاص و للہیت اور طہارت و تقویٰ پر زمانہ فخر کرتا ہے۔ حضرت مرحوم، شیخ الاسلام المجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذِ رشید تھے، موصوف نے قریباً نصف صدی تک تدریس حدیث کی مسند کو رونق بخشی اور اس عرصہ میں ہزاروں علماء و مشائخ ان کی تربیت سے تیار ہوئے۔

اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے مرحوم فرشتہ صفت انسان تھے۔ خاموش اور مرنج مرنجان طبیعت پائی تھی، حلم و وقار اور جود و سخا ان کا خاص جوہر تھا، خلق خدا کی ہمدردی و نفع رسانی ان کا طبعی ملکہ تھا، وہ اپنے اعلیٰ اوصاف و اخلاق اور بزرگانہ کمالات کی وجہ سے عوام و خواص سب کی نظر میں محبوب و محترم تھے۔

ان کی عوامی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۰ء

کے الیکشن میں جمعیۃ علمائے اسلام نے ان کو قومی اسمبلی کی نشست کے لیے امیدوار نامزد کر دیا، وہ ان دنوں ہسپتال میں تھے اس کے باوجود وہ اپنے جغادری قسم کے حریفوں کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتے، قومی اسمبلی میں انہوں نے حق کی آواز مسلسل بلند کی، جس کی تفصیل ان کے صاحبزادۂ گرامی جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی کتاب "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

حضرت مرحوم کی وفات سے نہ صرف علم و معرفت کی مسند خالی ہو گئی بلکہ پاکستان ایک باخدا درویش کے انفاس طیبہ، ان کی دعائے سحر گاہی اور ان کے سایۂ برکت سے محروم ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اس مخلص بندے کے ساتھ لطف و کرم اور رحمت و رضوان کا خاص معاملہ فرمائیں اور اپنی شان کریمی کے مطابق انہیں درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

(ماہنامہ الفرقان دسمبر ۱۹۸۸ء)

روزنامہ الفلاح پشاور

۹ ستمبر ۱۹۸۸ء

عالم کے لام پر زیر لگانے سے وہ دینی عالم مراد ہوتا ہے جس کا تذکرہ کیا جا رہا ہو اس مقولے کا مطلب یہ ہے کہ دینی عالم کی وفات سے ایک مر جاتا ہے کیونکہ دینی عالم کے علم کی شاخیں دور دور تک پھیلی ہوتی ہیں۔ اور پھر ایسی عظیم شخصیت کا پیدا ہونا بھی بڑا وقت مانگتا ہے رسالت مآب سرکار مدینہ طیبہ رحمت للعالمین زندہ و جاوید حاضر و ناظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور پھر اسی مبارک ہستی کا فرمان ہے کہ فقہ حنفیہ کا ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے' موجودہ دور میں علمائے اسلام کی زندگی کی اشد ضرورت ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے خود سامنے آنے کی بجائے مسلمانوں میں ایسے فرقے پیدا کر رکھے ہیں جو اسلامی اصولوں کے دشمن ہیں اور چودہ سو سال کے عقائد کی نفی کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں جیسے قادیانی فرقہ انگریزوں نے کھڑا کیا اور اسے پروان چڑھایا مگر پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دے کر موجودہ دور کے انگریز پرستوں کی آنکھیں کھول دیں کہ اسلام میں فرقے اسلام کے دشمنوں نے پیدا کئے ہیں علمائے اسلام کی وفات قوم کے لیے بہت بڑا المیہ ہوتا ہے۔

مولانا عبدالحق وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی صوبہ سرحد کے نامور عالم دین اور روحانی پیشوا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہٗ کل نماز ظہر کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ خیبر ٹیچنگ ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ ان کا جنازہ آج دس بجے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے اٹھایا گیا اور انہیں اکوڑہ خٹک میں آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا مولانا عبدالحق مرحوم کی عمر ۸۰ برس تھی وہ شریعت محاذ کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق کے والد بزرگوار تھے۔ وہ سابق قومی اسمبلی کے رکن بھی تھے اور دینی اور سیاسی حلقوں میں یکساں طور پر قابل احترام تسلیم کئے جاتے تھے۔ مرحوم جمیعۃ العلمائے اسلام کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے انہوں نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی مولانا عبدالحق مرحوم ۱۹۱۲ء میں اکوڑہ خٹک میں حضرت الحاج معروف گل کے ہاں پیدا ہوئے۔ الحاج معروف گل کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا اور وہ متمول اور خوشحال افراد میں شمار کئے جاتے تھے۔ مولانا عبدالحق نے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ قائم کیا۔ جس سے پاکستان، افغانستان اور بعض دیگر مقامات کے ہزاروں طالب علم فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ وہ جنگ آزادی کے ایک ممتاز راہنما تھے۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ دو مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور بآخر وقت تک ملک میں نفاذ شریعت کے لیے جد و جہد کرتے رہے۔ مرحوم چار بیٹوں اور سات بیٹیوں کے والد بزرگوار تھے۔ مرحوم جامعہ اشرفیہ پشاور کے مولانا اشرف علی قریشی اور پلاسٹک سرجن ڈاکٹر داؤد گیلانی کے خسر تھے حضرت مولانا صوبہ سرحد کے علاوہ پاکستان، افغانستان، عرب اور افریقی ممالک میں بھی مقبول تھے اس لیے کہ دارالعلوم حقانیہ کی روشنی دوسرے ممالک کے علاوہ لندن اور امریکہ تک پہنچ چکی ہے اور اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل پوری دنیا میں تبلیغ کر رہے ہیں اور مغربی ممالک تک کے طالب علم یہاں تعلیم حاصل کر چکے ہیں آپ کی ذات بابرکات پاکستان کیلئے باعث رحمت تھی اور اب اس پائے کا عالم دین صوبہ سرحد میں نہیں پایا جاتا جو ہر موقع پر قومی اسمبلی اور سینٹ کا رکن بن سکے۔ یہ واحد ہستی تھی جس کا بیٹا سینٹ پاکستان کا رکن اور حضرت مولانا قومی اسمبلی کے دائمی رکن تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور جناب مولانا سمیع الحق کو عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ ان کی کمی پوری کر سکیں۔ اللہ تعالےٰ نے مولانا کو جمعرات کی رات وی اور حساب کتاب سے آپ کو نجات مل گئی اور آپ کی ذات والاصفات اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقبول ہے کیونکہ آپ نے دین اسلام کی بہت زیادہ خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ روزنامہ الفلاح آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ماہنامہ اقرا ڈائجسٹ کراچی

۷ ستمبر ۲۴ محرم الحرام کو عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے مشہور اور عظیم دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ دار فانی سے

عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے آپ اکابر علماء دیوبند کی نشانی تھے سراپا علم و عمل مجسم تواضع و انکسار پیکر شفقت تھے پاکستان سے قبل دارالعلوم دیوبند میں آپ کو تدریس کا شرف حاصل ہوا پاکستان بنتے ہی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم دیوبند کے طرز پر ایک عظیم اور مثالی "دارالعلوم حقانیہ" کے نام سے ادارہ قائم کیا جس سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و فضلاء دعاۃ و مبلغین اور حفاظ تیار ہو کر پورے اکناف عالم میں پھیلے ہوئے شمع کو فروزاں کئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے ان کی قبر کو نور سے بھر دے ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ادارہ اقراء۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور ان کے تمام متعلقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور تمام قارئین سے التماس کرتا ہے کہ وہ حضرت کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت فرمائیں۔

(اقراء ڈائجسٹ ستمبر ۱۹۸۸ء صفر ۱۴۰۹ھ)

روزنامہ سرحد پشاور

قومی اسمبلی کے سابق رکن اور ممتاز مذہبی سکالر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ بدھ کے روز خیبر ہسپتال پشاور میں ،، برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مولانا عبدالحق سینیٹر مولانا سمیع الحق کے والد تھے مرحوم نے اپنے پیچھے تین دوسرے بیٹے محمود الحق، انوار الحق اور اظہار الحق کے علاوہ چھ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں وہ تین بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو چکے تھے مرحوم کئی کتابوں کے مصنف تھے مرحوم ملک کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی تھے۔

صوبہ سرحد میں مولانا عبدالحق رح کی تعلیمی خدمات کے اعتراف میں پشاور یونیورسٹی نے انہیں اعزازی ڈگری بھی دی۔

مولانا عبدالحق اور ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق کی دینی اور سیاسی خدمات فی الواقع ناقابل فراموش ہیں ان دونوں باپ بیٹے نے ہمیشہ اسمبلی کے اندر اور باہر نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا ہے اسی طرح علاقے کے مسائل اسمبلی میں نہایت شرح و بسط سے پیش کرتے رہے ہیں اور ان پر عمل درآمد نہ ہو سکنے کی صورت میں اس کا سخت نوٹس لیتے رہے ہیں اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ ارباب حکومت خوش ہوتے ہیں یا ناراض واقعہ یہ ہے کہ صوبے میں ایسے بہت کم حق پرست لوگ موجود ہیں جنہوں نے کبھی ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر بات کی ہو نفاذ شریعت کے سلسلے میں ان کی کوششیں اظہر من الشمس ہیں لیکن جب مولانا کو بڑھاپے اور ضعیفی نے آلیا تو یہ کام ان کے صاحبزادے نے خوش اسلوبی سے سنبھال لیا ان کی مہم نتیجہ خیز ثابت ہوئی سینیٹ نے اکوڑہ خٹک کے مدرسے میں بیٹھ کر بنایا گیا شریعت بل بالآخر منظور کر لیا اسے ایک تاریخی ریکارڈ کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اور یہی بل جب کالعدم قومی اسمبلی میں پہنچا تو محمد خان جونیجو نے اسے پس پشت ڈالنے کی کوشش کی نتیجۃً خود ان کا اقتدار بھی ختم ہو گیا۔

اکوڑہ خٹک کی عظیم دینی درسگاہ کے اس بوریا نشین نے شریعت کی بالادستی کے عنوان سے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا اور مولانا شریعت محمدی کے نفاذ کی جدوجہد میں دم دے گئے تاہم شہید صدر ضیاء الحق نے شریعت آرڈیننس نافذ کر دیا تھا۔ اکوڑہ خٹک سے ہزاروں تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی اور جگہ جگہ پر دینی مدرسوں اور مسجدوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مولانا صاحب کی خدمات کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا ان کا شمار علمائے حق میں کیا جائے گا وہ ملک کے صف اوّل کے آدمی تھے جن کا حکومت کے ایوانوں سے لے کر عوامی حلقوں تک احترام تھا ہر کوئی انہیں ان کی دینی علمی سیاسی اور سماجی خدمات کی وجہ سے عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور بڑے بڑے اصحاب اقتدار اس بوریا نشین قلندر عالم کی عظمت کے آگے جھک جاتے تھے صوبے کے عوام خصوصاً علمائے کرام کو مولانا کی پیروی میں حق کا پرچم بلند کرنا چاہیے۔

(۹ ستمبر ۱۹۸۸ء)

جمعیت اسلامی افغانستان کے امیر پروفیسر برہان الدین ربانی کا اظہار تعزیت

ماہنامہ مشعل ستمبر ۱۹۸۸ء

جمعیت اسلامی افغانستان کے قائد جناب پروفیسر برہان الدین ربانی نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مرحوم شیخ الحدیث اور علوم دینیہ کے عظیم عالم نے اسلام کے لیے جو خدمات انجام دیں ہیں وہ مسلمانوں کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوں گے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مرحوم نے جہاد افغانستان کو کامیاب بنانے کے لیے جو کردار ادا کیا وہ رہتی دنیا تک پائندہ اور تابندہ رہے گا۔

دارالعلوم حقانیہ کے نام سے دین اسلام کے پھیلانے کے لیے جو عظیم کارنامہ انہوں نے انجام دیا وہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی تعریف اور توصیف الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ عوام میں مرحوم کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ وہ عرصہ دراز تک قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے رہے۔ درآنحالیکہ انہیں اپنی انتخابی مہم چلانے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی ان کی ذات پر عوام کا یہ اعتماد ان کی دینی خدمات، روحانی تعلق اور طہارت و تقویٰ کے سبب سے تھا۔

ان کے شاگردوں اور متوسلین کی بڑی تعداد اندرون ملک اور بیرون ملک ان کے فیض کو عام کرنے میں مصروف ہے۔

شیخ الحدیث کی وفات سے خصوصاً پاکستان اور عموماً عالم اسلام ایک متبحر عالم دین اور ہر دلعزیز شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

مرحوم نے مختلف اوقات میں ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور جمہوری

قدروں کے احیاء کے لیے اسلام اور جمہوریت پسند قوتوں کی جو سرگرم تائید و حمایت کی اسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاتے گا۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرمائے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماہنامہ مشعل ستمبر ۱۹۸۸ء)

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی

ممتاز عالم دین، دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور قومی اسمبلی کے سابق رکن مولانا عبدالحق گزشتہ روز انتقال کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم مولانا عبدالحق اگرچہ ایک دینی ادارے کے سربراہ تھے لیکن علاقے کے عوام میں ان کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ وہ عرصہ دراز تک قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے رہے درآنحالیکہ انہیں اپنی انتخابی مہم چلانے اور عوام کے پاس جاکر ووٹ مانگنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی تھی ان کی ذات پر عوام کا یہ اعتماد ان کی دینی خدمات، روحانی تعلق اور طہارت و تقویٰ کے سبب تھا کیونکہ صوبہ سرحد کے طول و عرض کے عوام نے ان سے استفادہ کیا تھا اور ان کے شاگردوں اور متوسلین کی بڑی تعداد اندرون ملک اور بیرون ملک ان کے فیض کو عام کرنے میں مصروف ہے۔ مولانا کی وفات سے ملک ایک متبحر عالم دین اور ہردلعزیز شخصیت سے محروم ہوگیا ہے مولانا نے مختلف اوقات میں ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور جمہوری قدروں کے احیا کے لئے اسلام اور جمہوریت پسند قوتوں کی جو سرگرم تائید و حمایت کی اسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاتے گا اللہ تعالیٰ مولانا کی نیکیوں کو قبول فرمائے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۱۰ ستمبر ۱۹۸۸ء)

روزنامہ مشرق

جمیعت العلمائے اسلام کے بانی راہنما جید عالم دین، مذہبی کتابوں کے ممتاز مصنف اور سابق رکن اسمبلی حضرت مولانا عبدالحق گزشتہ بدھ کو طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے انا للہ و انا علیہ راجعون مرحوم کو ان کے آبائی قصبہ اکوڑہ خٹک میں جامعہ حقانیہ کے احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا ان کی وفات سے پاکستان کے دینی و سیاسی حلقوں میں زبردست خلاء واقع ہوگیا ہے صدر غلام اسحاق خان سرحد کے نگران وزیر اعلیٰ لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ فضل حق، دوسرے صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور سیاسی و دینی رہنماؤں کی بڑی تعداد نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا ہے۔ مولانا عبدالحق مرحوم ۵۰ دینی کتابوں کے مصنف تھے انہوں نے اپنی ساری زندگی ترویج اسلام کے لئے وقف کئے رکھی حصول آزادی کے بعد انہوں نے پاکستان جمیعت العلمائے اسلام کے قیام میں سرگرم حصہ لیا تاکہ قومی سیاست کے ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جاسکے وہ دو مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوتے اور ملک میں اسلامی نظام کے لئے جدوجہد کرتے رہے پرائیویٹ شریعت بل کی منظوری کے لئے انہوں نے شریعت محاذ سے بھرپور تعاون کیا وہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سربراہ بھی رہے اور اس حیثیت سے انہوں نے درس و تدریس میں گہری دلچسپی لی۔ ان کی وفات سے بلاشبہ دینی حلقوں میں خلاء پیدا ہوا ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں رکھے ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق اور دوسرے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماتے اور انہیں توفیق عطا کرے کہ وہ مولانا عبدالحق مرحوم کے مشن کو جاری رکھیں۔

(۱۰ ستمبر ۱۹۸۸ء)

روزنامہ جنگ کراچی

ملک کے ممتاز اور جید عالم دین موثر سیاسی شخصیت سابق رکن قومی اسمبلی استاد العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق آف اکوڑہ خٹک بدھ کے روز اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے لاکھوں شاگردوں اور عقیدتمندوں کے علاوہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ مولانا مرحوم کی دینی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل ہے مرحوم کے شاگردوں میں برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے نامور علماء اور ممتاز دینی شخصیات شامل ہیں۔ علاوہ ازیں جہاد افغانستان کے بیشتر قائدین کو بھی مولانا مرحوم سے شرف تلمذ حاصل ہے مرحوم جمیعت علمائے اسلام کے بانی رہنماؤں میں شامل تھے، پچاس سے زائد دینی کتابوں کے مصنف تھے اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے مولانا مرحوم کے دینی و علمی مرتبہ اور ملی خدمات کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ مولانا کی رحلت سے بلاشبہ وطن عزیز ایک بلند پایہ عالم دین اور ایک بہت بڑے رہنما سے محروم ہوگیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کی رحلت کی وجہ سے پیدا ہو جانے والا خلا مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔ خدا مولانا مرحوم کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے اور قوم کو ان کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرماتے۔ (۹ ستمبر ۱۹۸۸ء)

روزنامہ جنگ لاہور

جمعیت علمائے اسلام کے رہنما اور ممتاز عالم دین مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک گزشتہ روز انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم مولانا عبدالحق سابق قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت اور درس و تدریس کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ سیاست میں ان کا تعلق جمعیت علمائے اسلام کے مفتی محمود گروپ سے رہا۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد وہ مولانا درخواستی گروپ میں شامل ہوگئے۔ ان کے صاحب زادے

مولانا سمیع الحق سینیٹ کے رکن اور ایک ممتاز عالم دین ہیں۔ اس پورے گھرانے کی دینی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ترقی میں گزارا جہاں پر اندرون ملک کے علاوہ بیرونی ممالک سے بھی طلبا دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مرحوم کم و بیش ۵۰ کتابوں کے مصنف تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (۹ ستمبر ۱۹۸۸ء)

ماہنامہ بینات صفر ۱۴۰۹ھ

سن ہجری کے آغاز میں عالم اسلام کی ایک ممتاز ترین شخصیت ہم سے جدا ہوگئی یعنی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی و شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالحق رحمہ اللہ بروز بدھ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ - ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مرحوم، قرونِ اولیٰ کی یادگار تھے اُن کا شمار ان علمائے حقانی اور مشائخ ربانی میں ہوتا تھا جن کا وجود زمین اور اہلِ زمین کے لیے باعث برکت ہے اور جن کے علم و عمل، اخلاص و للہیت اور طہارت و تقویٰ پر زمانہ فخر کرتا ہے۔ حضرت مرحوم، شیخ الاسلام المجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید تھے۔ ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے لائق ترین اور مایہ ناز اُستاذ تھے تقسیم کے بعد اپنے آبائی وطن اکوڑہ خٹک میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے ان کے اخلاص میں برکت فرمائی اور ان کے دارالعلوم کو قبولیت عامہ نصیب فرمائی جس کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں وہ پاکستان کا سب سے بڑا دارالعلوم بن گیا۔ موصوف نے تقریباً نصف صدی تک تدریسِ حدیث کی مسند کو رونق بخشی اور اس عرصہ میں ہزاروں علماء و مشائخ ان کی تربیت سے تیار ہوتے۔

اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے مرحوم فرشتہ صفت انسان تھے خاموش اور مرنجِ مرنجاں طبیعت پائی تھی حلم و وقار اور جود و سخا ان کا خاص جوہر تھا خلقِ خدا کی ہمدردی و نفع رسانی ان کا طبعی ملکہ تھا، وہ اپنے اعلیٰ اوصاف و اخلاق اور بزرگانہ کمالات کی وجہ سے عوام و خواص سب کی نظر میں محبوب و محترم تھے۔

ان کی عوامی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علمائے اسلام نے ان کو قومی اسمبلی کی نشست کے لیے امیدوار نامزد کردیا وہ ان دنوں ہسپتال میں تھے اس کے باوجود وہ اپنے چغادری قسم کے حریفوں کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں انہوں نے حق کی آواز مسلسل بلند کی، جس کی تفصیل ان کے صاحبزادہ گرامی جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی کتاب "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت مرحوم کی وفات سے نہ صرف علم و معرفت کی مسند خالی ہوگئی بلکہ پاکستان ایک باخدا درویش کے انفاس طیبہ، ان کی دعائے سحرگاہی اور انکے سایۂ برکت سے محروم ہوگیا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اس مخلص بندے کے ساتھ لطف و کرم اور رحمت و رضوان کا خاص معاملہ فرمائیں اور اپنی شانِ کریمی کے مطابق انہیں درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔

اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه، واکرم نزله ووسع مدخله وابدله داراً خیراً من داره، واھلاً خیراً من اھله. اللھم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیّدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰله واصحابه واتباعه اجمعین۔

ہفت روزہ تکبیر ۲۲ ستمبر ۸۸ء

برصغیر کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا انتقالِ پُرملال ملّتِ اسلامیہ کے لئے صدمۂ عظیم ہے۔ وہ معمول کے سے حجرہ نشین عالم دین نہیں تھے بلکہ انہوں نے بڑی بھرپور زندگی گزاری اور پاکستان اور اطراف کے ممالک کی علمی دینی اور سیاسی زندگی پہ اپنی سرگرمیوں کی واضح چھاپ لگائی۔

اگر یہ کہا جائے کہ بہت ہی مختصر سی مدت میں جہاد افغانستان کے دو اہم سرپرست یعنی مرحوم صدر ضیاء الحق شہید اور مولانا عبدالحق رخصت ہوگئے"، تو غلط نہ ہوگا۔ صدر ضیاء الحق کی جہادِ افغانستان کی سرپرستی تو معروف اور متعارف تھی لیکن جہاد افغانستان کی انگیخت میں مولانا عبدالحق کی ذاتِ گرامی کے اثرات کا علم نسبتاً کم لوگوں کو ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مولانا عبدالحق نے دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس کرکے جو شمعِ ہدایت روشن کی تھی اس کی تنویر سے افغانستان کے بہت سے ذہن بھی منور ہوئے۔ اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے متاعِ علمِ دین کے ساتھ ساتھ دولتِ ایمان بھی لے کر دور دراز مقامات تک جاتے ہیں اور اس دولتِ ایمان میں خالص جذبۂ جہاد بھی شامل ہوتا ہے۔ اسی جذبۂ جہاد سے سرشار مولانا عبدالحق کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے بہت سے فارغ التحصیل علماء نے افغانستان میں اسلامی فکر کی اشاعت و ترویج کی تحریک برپا کی جس نے ابتداء میں داؤد حکومت کو چیلنج کیا اور بعد ازاں سوویت یونین کی افواجِ قاہرہ کو للکارا۔ گذشتہ ایک عشرے میں افغانستان میں جو جہاد ہو رہا ہے اس میں بہت سے سیکڑوں پر جامِ شہادت نوش کرنے یا دادِ شجاعت دینے والے مجاہدوں اور کمانڈروں کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے ہی ہے۔

مولانا عبدالحق کا دارالعلوم حقانیہ جہاد کے جذبۂ خالص کی کان ہے اور یہاں اس جذبے کو شدت افزودگی دینے والے بہت سے تکنیک کار ہیں۔ مولانا نے مسلسل تین بار قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوکر پاکستان میں سیکولر اور سوشلسٹ قوتوں کو براہِ راست بھی للکارا ہے اور سیاسی میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ بھٹو آمریت کے خلاف قومی اتحاد کی تشکیل میں بھی انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ہم ان کی رحلت پر ان کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور خدا سے مولانا کیلئے اعلیٰ درجات اور لواحقین کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

موتمر المصنّفین کی تازہ، عظیم اور شاہکار پیشکش

ایک نادر تحفہ ——— ایک عظیم خوشخبری

حقائق السنن

جلد اوّل

(شرح جامع السنن للامام الترمذی)

شائع ہو گئی ہے

- افادات — محدث یگانہ علامۂ عصر شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہٗ بانی دار العلوم حقانیہ ۔
- باہتمام ونگرانی — مولانا سمیع الحق مدیر الحق و صدر موتمر المصنفین ۔
- ترتیب ومراجعت — مولانا عبد القیوم حقانی ۔

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی شریف سے متعلق شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہٗ کے درسی افادات وآمالی کا عظیم الشان علمی سرمایہ اردو زبان میں پہلی بار منصہ شہود پر۔ اہل علم، اساتذہ اور طلباء دورۂ حدیث ایک زمانہ سے اس کے انتظار میں تھے۔

چند خصوصیات

- حدیثی وفقہی مباحث کا شاہکار
- معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ اور حکیمانہ کلام
- نقد احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ
- حدیث سے متعلق سیر حاصل مباحث پر مشتمل مقدمہ
- مسلک احناف کے ٹھوس دلائل اور دلنشین تشریح
- چالیس سالہ تدریسی معارف ونکات کا مجموعہ۔
- انداز بیان نہایت عام فہم اور سادہ
- نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے۔

۲۲ × ۲۹ سائز کے تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل پہلی جلد جامع ترمذی کے "الطہارات" کے ایک سو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔

کاغذ، کتابت وطباعت، جلد بندی ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار۔ قیمت ۱۲۵ روپے

طلباء، اہل علم و مدارس کے لئے خاص رعایت۔

موتمر المصنّفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ضلع پشاور

آدم جی کے نفیس پارچہ جات اپنی خوبیوں
کی بدولت ساری دنیا میں پسند کئے جاتے ہیں۔

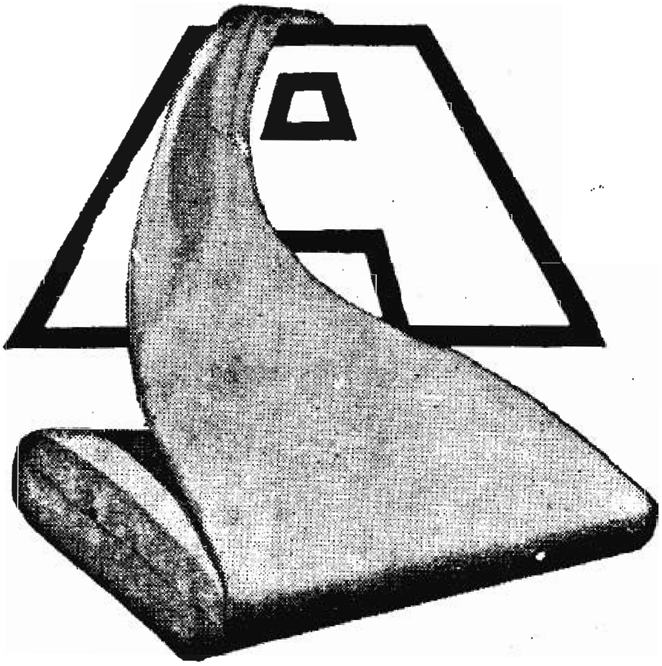

عمدہ قسم کی روئی سے تیار کردہ آدم جی کے پارچہ جات اپنی معیاری خصوصیات
کی وجہ سے ساری دنیا میں مقبول ہیں۔
آرام دہ، دیرپا، اور خوشنما کپڑوں کے لئے آدم جی کا نام ہی کافی ہے۔

adamjee - اعلیٰ معیار کی ضمانت

آدم جی کاٹن ملز آدم جی انڈسٹریز لمیٹڈ کا ایک شعبہ
آدم جی ہاؤس، میکلوڈ روڈ، کراچی۔پاکستان۔

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

اِنّا لله واِنّا اليه راجعون بكل الاحزان واِنّا اليه راجعون

يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي

١٣٢٥

قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے حضور

شعراء کا منظوم خراجِ عقیدت

اور

فرزندانِ شیخ سے اظہارِ تعزیت

عربی ـــ فارسی ـــ اُردو ـــ پشتو

بسم الله الرحمن الرحيم

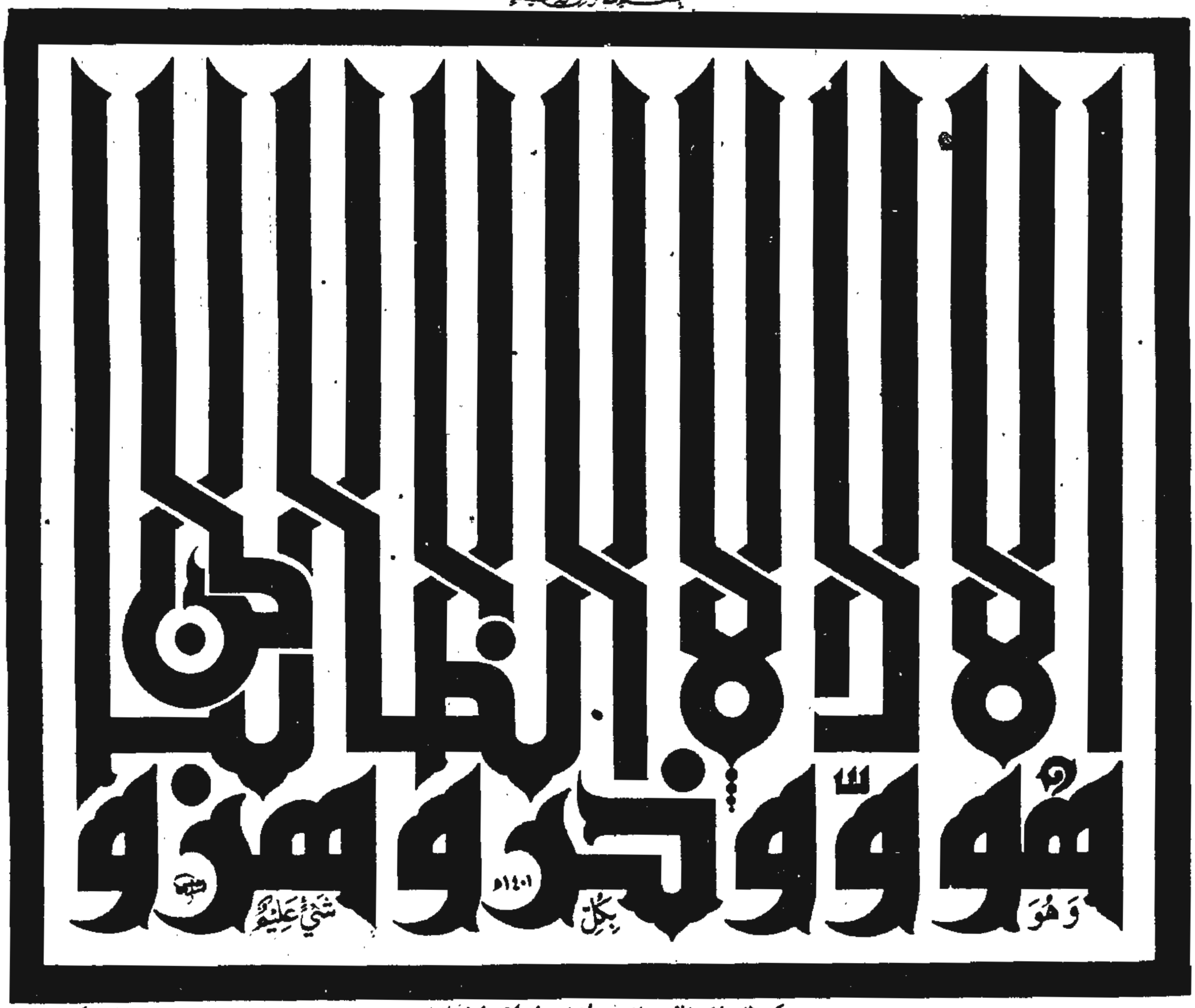
هو الأول والآخر والظاهر والباطن
وهو بكل شيء عليم
١٤٠١ه

كتبه الفقير نفيس الحسيني غفر الله ذنوبه وستر عيوبه [illegible]

رابعہ پریس
[illegible]

رثاء فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحق رحؒ

مولانا رضاء الحق، دارالعلوم زکریا جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

نحبت کئیبا ولکن بمن
میں غمزدہ ہو کر رویا، کیا آپ جانتے ہیں کس پر؟
بشیخ نبیل وشمس الزّمن
ایک بلند پایہ شیخ اور زمانے کے سورج کی وفات پر

وبدرٍ منیرٍ وبحرٍ کبیر
چودھویں کے روشن چاند اور عِلم کے سمندر پر
وحبرٍ خبیرٍ زعیم اللسن
نیک محقق عالم دریائے فصاحت کے شناوروں کے پیشوا پر رویا

فخلق کریم وفیض عمیم
ان کے اخلاقِ کریمانہ اور فیضِ عام پر
وعلمٍ فخیمٍ جمیل البدن
اور عظیم علم کے ساتھ حسن وجمال کے پیکر پر

وغاب الذکاء فہذا البلاء
علم کا سورج غروب ہوا اور یہ مصیبت ہمارے لیے
لربی قضاءً أشد المحن
سخت تکلیف ومحنت کا باعث بنی مگر ربِ عظیم کی طرف سے مقدر تھی

وفاق الزمان بعلمٍ وحلم
وہ اہلِ زمانہ سے عِلم اور حِلم
وعزمٍ وعِظمٍ وہدی حسن
اور ہمت وعظمت اور اخلاق حسنہ میں ممتاز و فائق تھے

ہمامٌ فقیہ وشیخ کریم
وہ سردار فقیہ اور شرافت والے شیخ تھے
ففی روضۃ الجنۃ قد دُفن
پس جنّت کے باغیچے میں دفن کیے گئے

فتبلیغ دین وتدریس علم
دین کی تبلیغ اور علم کی تدریس اُن کا مشن تھا
اضاء القتام أنار المدن
انہوں نے اندھیروں کو روشن اور شہروں کو منوّر کیا

وبث العلوم انار النجوم
انہوں نے علوم کو پھیلایا ستاروں کو چمکایا
وافنی الحیاۃ علیٰ ذا المزن
اور اپنی حیاتِ مُستعار کو اسی راہ میں خرچ کیا

خضوعا وعلامۃ فی البرایا
وہ متواضع اور مخلوق میں علّامہ تھے
فواللہ کان بذاك قمن
بخدا وہ اس صفت کے لائق اور مستحق تھے

شکورًا علیٰ انعمٍ کل حینٍ
وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شاکر تھے
مطیعًا لِہادی نبی السنن
سنتوں والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے پابند تھے

تربی بدیوبند کہف البرایا
انہوں نے دیوبند میں جو سب لوگوں کی پناہ گاہ ہے
رضیع اللبان بذاك اللبن
تربیت پائی تھی دیوبند کے سینے سے انہوں نے دُودھ پیا تھا

حبیب القلوب طبیب العیوب
وہ دلوں کے محبوب عیبوں کے طبیب شکوک وشبہات
مزیل الریوب وجیہ ضفن
کو کافور کرنے والے خوش شکل اور بہادر تھے

ودافع عن حصن دین متین
انہوں نے دین کے قلعے کا دفاع کیا
ففی قبرہ ضیغم مُستکن
اب وہ اپنی قبر میں شیر کی طرح سکونت پذیر ہیں

وحاز المکارم من کلّ نوعٍ
انہوں نے ہر قسم کے کمالات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا
فعلم وسیع وتقویٰ رُکن
ان کا علم وسیع اور تقویٰ معروف تھا

باقليمنا كان سداً منيعا
مرحوم ہمارے صوبہ میں شر و فساد کے ان
ليا جوج شرّ بنا مفترن
یاجوج کے لیے جو ہمارے درپے ہیں محکم دیوار تھے
وعبد مضاف الى الحق حقًا
یہ بالکل درست ہے کہ یہ عبد حق کی طرف منسوب ہے
فاظهر حق الورىٰ فى العلن
اسی لیے تو لوگوں کے حقوق کی آواز "اسمبلی" میں بلند کی
وشيخ الحديث وفرد فريدٌ
وہ شیخ الحدیث اور یگانہ موتی تھے
لافوا بج ضرٍّ وجهل زبنُ
جہل اور دین کو ضرر پہنچانے والی افواج کو دفع کر کے شکست دی
وبيّن دومًا لطيف النكاتِ
وہ ہمیشہ لطیف اور باریک نکات بیان فرماتے تھے
وودّعنا فى بكاءٍ معنِ
انہوں نے پُر مشقت گریہ میں ہمیں چھوڑا
عففتُ الانامل ليلا نهارًا
آپ کی وفات پر دن رات میں نے از راہِ افسوس انگلیاں کاٹیں
وفاتك وعظ لانسٍ وجنّ
آپ کی وفات انس و جن سب کے لیے وعظ و عبرت ہے
فللحق عبدٌ وللدين جندٌ
پس وہ حق کے بندے اور دین کا لشکر
وللقلب بردٌ فخار الوطن
اور دل کی ٹھنڈک اور وطن کے لیے قابلِ فخر تھے
وللعلم شمس وللحلم نمش
وہ علم کا آفتاب اور صبر کی زینت
وللسلم رقش أزاح الجبن
اور شریعت کی سجاوٹ تھے بزدلی کو کافور کر دیا
ازال أباطيل كل غويٍّ
انہوں نے ہر گمراہ کی بکواس کو مٹایا
وألقىٰ أغاليطهم فى الدمن
اور ان کے مغالطات اور شبہات کو کوڑا خانے میں ڈالا
وجلّى القلوب بشرح الحديث
انہوں نے دلوں کو حدیث کی تشریح
وذكر نكاتٍ غوالى الثمن
اور بیش بہا نکات کے بیان سے جلا بخشی
وروّجتَ فضلا وعلمًا عميقًا
آپ نے فضل و کمال اور گہرے علم کو رواج دیا
وحبّرتَ أرضا عقيقَ اليمنُ
اور زمین کو اے یمن کے عقیق مزین فرمایا
وقد كنت شمسًا تضئ الزمان
آپ یقیناً زمانے کو روشن کرنے والے سورج تھے
وليثًا ملاثا لدرءِ الفتنْ
اور فتنوں کے دفاع کے لیے بہادر شیر اور سردار تھے
وصلت الىٰ ذروة كلّ فنّ
آپ ہر علم کی چوٹی پر پہنچے ہوئے تھے
برعت قديرا علىٰ كلِ فنٍ
آپ ہمعصروں پر فائق اور ہر فن کے حل پر قادر تھے
فيا ربّ ادخله دار السلام
پس اے رب ان کو دار السلام میں داخل فرما
وانزل عليه سجال المنن
اور ان پر انعامات کا بڑا ڈول داخل فرما

وادعوا لكريم سئولا خضوعًا
میں رب کریم سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ
يكرم مثواه وسط الجنن
جنت میں ان کا ٹھکانا بہتر اور عمدہ بنا دے

الدّموع

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

أمرنى بعض الخلّان باجازة بيت المتنبى ؎

ولو جاز الخلودُ خلدتَ فردًا ولكن ليس للدّنيا خليلُ

فى رثاء الشيخ أستاذى واستاذ الكل عبد الحقؒ مُدير دار العلوم الحقانيه ومؤسسها

نعىَ النّاعى بأن حانَ الرّحيلُ لشيخِ الوقتِ ليسَ لهُ بديلُ
وَصاحَ الهاتِفُ الطّربُ الملولُ ألا قد ماتَ أستاذٌ جليلُ
ويبكى ابنهُ المولى " سميعٌ" "مديرُ الحقِّ" للدّار الكفيلُ
تذوقُ الموتَ كلّ النفسِ حقًّا فليس لنا من الموتِ السّبيلُ
دموعٌ جارياتٌ من جفونى وعيْنى لاتنامُ ولا تقيلُ
ففى الاكنافِ آهاتٌ رنينٌ وفى الأطرافِ صيحاتٌ عويلُ
قلوبُ النّاسِ باكيةٌ بفقدِهٖ ودمعُ الهجرِ من عينٍ يسيلُ
رئينا فى الذى جمعَ الأفاضلَ فمثلُ الشيخِ فى الدّنيا قليلُ
مضى أستاذُنا استاذُ كلٍّ رشيدٌ مرشدٌ هادٍ دليلُ
مناطُ العلمِ فى اقليمِ هندٍ فخارُ القومِ ذوحسنٍ جميلُ
تلألأ وجههٗ كضياءِ شمسٍ صبيحٌ فائحٌ عطرٌ بنيلُ
هو العضبُ الصنيعُ لدفعِ ظلمٍ لقمعِ الكفرِ صمصامٌ صقيلُ
لترويجِ العلومِ ونشرِ حقٍّ لهُ جهدٌ وتحريكٌ طويلُ
تقىٌّ عارفٌ وولىُّ عصرِهٖ فهيمٌ بارعٌ حبرٌ نبيلُ
على الإطلاقِ شيخٌ فى الحديثِ ذكىٌّ لا يقابِلُه زميلُ
فكلٌّ من صغارٍ أو كبارٍ إلى ابوابِ رفعتهٖ يميلُ
وتصبِرُ بالرّزايا والمنايا جزاءُ الصبرِ فى العقبى جزيلُ
إلٰهى وفِّقِ الصبرَ لأنورٍ لامرِ اللّٰهِ ليسَ لهُ دخيلُ
دوامُ المرءِ فى الدنيا محالُ فصبرًا أيّها القلبُ العليلُ
وانّ الموتَ منهاجٌ قويمٌ فترضى ما قضى المولى الوكيلُ

ألا يا قلبُ فأين ذا التهابُ
تعزّ بقوله صبرٌ جميلُ

۱؎ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۲؎ ماہنامہ الحق ۳؎ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۴؎ مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ ابن حضرت الشیخ رح

عبرات وزفرات

على رحلة الشيخ الحديث مولانا عبد الحق قدس سره

مولانا لطافت الرحمٰن سواتی فاضل دیوبند

الا رُفِعت علومُ الانبياء   وَعَمَّ الغَمّ في كلّ الفضاء
تغيرتِ البلاد وَمن عليها   إذا ما مات اتقى الاتقياء
اذا ما مات شيخ عبقريٌّ   كريمٌ ماجدٌ بحرُ السخاء
اذا ما مات عبد الحق عنا   وَوَدَّعَنا بلا وعد اللقاء
محدّثُ عصرِهٖ أستاذ كلٍّ   خضمُّ العلم رأسُ الاولياء
إمامٌ حجّةٌ ثبتٌ ذين   كَسا ثوبَ الفناء الى البقاء
فقيدٌ لا يماثله فقيد   بشيءٍ مِن مزاياه اللِقاء
حوى علما ورشدا ثم تقوى   وكان كشيخه طوكد السناء
كَأنّ حسينَ احمدَ قد تثنى   فهذا مثله في الارتقاء
الى اقصى مقام في علوم   وارفعِ منزلٍ في الاصطفاء
كأن وفاته موتُ العوالم   وهل يدنوه قيس بالكفاء
بنى دار العلوم فكان فيها   كشمسٍ في نجوم من سماء
فحولِ جنابه حَلَقاتُ علمٍ   ودرسِ حديث خير الانبياء
تَلَمّذَ عنه طُلّابٌ الوفٌ   فهم علماء دينٍ لاهتداء
وتلك الدار مدرسةٌ بناها   الفقيد على جهود والغناء
تخرج من اكورةَ اهلُ علمٍ   ذوو فضل ودين واجتباء
وكان الشيخ منبعَ كل فضلٍ   ومرجعَ كل اصحاب الصفاء
تَرٰى بجبينه نوراً وضوءً   ولمعانَ التقدس والبهاء
وما استطيع ان اثنى عليه   واعجزُ عن حوارٍ في الحزاء
فوا اسفى ووا ويلى وحزنى   بفقد إمام رشد واقتداء
ناهل العلم ايتام بكاة   بدفن الشيخ في رمس الثراء
وقد ابقى لهم خلفاً رشيداً   سميع الحق اجدر بالثناء
ينوب مناب والدِه المكرم   لما فيه الصلوح بلا امتراء
ونعم الشيخ كان سعيدَ حظ   بهذا النجل موموق الاناء

وان لطافت الرحمان يرثى
اساتذة كباراً بالبكاء

عبراتُ قلم ام حسراتُ قلب

شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدرس جامعہ حنفیہ چکوال

دموعِ العین فاضت من هموم لفقد العین بل بحر العلوم
فقدنا بدر دینٍ عبد حقٍّ ولی الله مزنًا للدوام
امیر الشرع فی شرقٍ وّغربٍ عظیم الخُلق محمود الکلام
حلیم الطبع شمسٌ فی الجمالِ شهیر الجود من بین الأنام
ذکیّ کاملٌ فی کُلّ فنٍّ عمیق الفهم فی خیر الکلام
مِحقّ الحق زینٌ للبلادِ بزین العلم والهَدٰی التمام
امام العصر نائبهٗ بحقٍّ سمیع الحق تذکار الامام
ومن اولادہٖ انوار حق لہٗ انوار علمٍ فی الظلام
ومحمود و اظہار الحق کفوا من شر اخلاطٍ لئام
إله الخلق اعطاهم عظیمًا من الاخلاق والودّ المرام

فذاک کلام عبدٍ مستهام
حمید اللّٰہ داعٍ بالدّوام

من بحر الهزج۔ محذوف

تهنئة الانتخاب

شوارة القلب وتهنئة الانتخاب يقدمها الى السيد الاستاذ الشيخ الكبير مولانا عبد الحق حقانى مدظله شيخ الحديث ومدير دار العلوم الحقانيه اكوره ختك محمد صديق ابن مولوى محمد شريف تلميذه الوفى فاضل دار العلوم الحقانيه وجامعة الازهر قاهره ۔ (مصر)

* * *

هذه القصيدة تمثل لونا جديدا من الادب العربي الحديث فهى ليست من بحر واحد وعلى وزن مخصوص وانما هى من بحور مختلفة واوزان عديدة ومن هنا تسمى مثل هذه القصائد (مجمع البحور)، وقد جاء بهذا اللون بعض ادباء العرب المحدثين من بلدان عديدة متطورين بذالك الادب العربي نحو الجدة والمرونة والسهولة ۔

وقد سرنا على خطاهم لا المقلدين لهم بل لنجلوا الابناء المدارس العربية الباكستانية هذا اللون الجديد فانهم مارسوا الادب القديم فحسب وهو ولى التوفيق ۔ (محمد صديق)

دعنى لقيثارى اعزف منشدا   شعرى الطروب برنة وغناء
فاليك ياسيدى تحيه مباركة   موصولة بمودة وهناء
تحية من تلميذكم وتهنئة   جاءت من غير مشقة وعناء
فاهنأ بما حققت يمناك   فيه الحياة للشعوب والابناء
ما كان هذا سهوى طهر قد انعكست   منه الاشعة فى القرى والانحاء
فلاح نجمك الزاهى لذى نظر   فاعطاك صوته فى منسوصناء
فاهنأ بأيامك الغراء   غزتها تضئ ليلة الظلماء
قد كنت غلا باوفى كل جولة   لك النصر معقود اللواء
حليفك النصر فى كل امر   من جلى او كان فى خفاء
ما اسعد انسان ثبتت امنية   وجاه الدهر بالتأييد والنماء
قد كان هذا العمرى منتهى املى   ان يكون سيدى محرز الكل سناء
سل الاعادى لكم كيف ذهبوا   يوم الانتخاب فى الهباء
الخزى لاحقهم حتى   تسللوا تحت الرداء
رموا التعالى برغم العى   على ذوى العز والآلاء
هيهات لن يبلغوا مآربهم   وان صعدوا فى اسباب السماء
رد الله كيدهم فى نحورهم   حتى رق لهم قلبى للعزاء

منية الدرع لم تبرح صلابتها   مثار الخوف لذى البطش والعداء
تحديت جيوش الظلم زاحفة   حتىٰ اصبح الحق فى العلاء
لقد كنت عبد الحق تمثله حقا   قولا وعملا بسنة خير الانبياء
قد سدت على الجيل بالخلق   والصدق والاخلاص والادباء
لاعزوانت اهل لذالك   بل فوقه من اعلى العلياء
بنيت المعالى اذا ما ثئستما   فهذى دارالعلوم من اصدق الانباء
فاى ضيع قد كان من صنائعهم   مثل ما اتيت به من صنائع النبلاء
لقد وهبت نفسك حقا   لخدمة الناس بالعلم والعلماء
فالعلم ينشي اقواما ويد فعهم   الى الوجود تبعزيز واجلاء
امّا الجهالة يا ويحى لكم جلبت   على ذويها من الذل والشقاء
على القناعة راضيت نفسك   فآمنتها من الدهر والويلاء
ما المال فى نظرك عارضة   ولا المناصب ما كانت بالاغراء
روح الاسلام كانت تحفزك   لتمثلها فى البرلمان والاعضاً
انت الأمين على الشريعه تصنها   من شرالزوال وسفه السفهاء
تسير على سنن الاسلاف وتكمل   بك الرعاية من الرجال والنساء
تحب عفو العاثرين تكرما   وتعطف على الايتام والفقراء
تستمسك بالحق غير مفرط   وان لاقيت فيه عسف الجهلاء
لاعزوان امك الاقوام فى شغف   شتى المكارم تحيط بك بلا استثناء
قد جئت فى الودنا درات   وجئت فى الخلق ما يندر فى العظماء
اذ جمع اليوم اهل الود فاجتمعت   منا القلوب بدارالعلوم والامناء
هشكوالك ما اهداك من كلم   اشهىٰ الى النفس من اطيب النعماء
لازال ذكرك فى الورىٰ يردده   بنوالمواطن من ذوى الحقد والولاء
هذى شرارة قلبى تمثل عاطفة   نبعت عن الانفعال ونداءٌ

* * *

ہم علماء دیوبند کی غلامی اور کفش برادری پر فخر محسوس کرتے ہیں انہوں نے جو حریت و آزادی اور جہاد کا سبق پڑھایا ہے اس پر جان دینا عین ایمان سمجھتے ہیں۔

ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح (ماہنامہ الحق فروری ۸۳ء)

وائے حسرت صحبتِ "با اہلِ حق" جاتی رہی

رشحاتِ فکر

مولانا محمد عبدالمجید فاضل دیوبند — پروچڑاں ضلع رحیم یار خان

اَلفراق اے شیخ عبدالحق فقیہِ روزگار
تیرے سوزِ ہجر میں ہے چشمِ گردوں خون بار

ہر بشر کا تیری فرقت کے تحسّر حُزن میں
شق گریبانِ جگر ہے دامنِ دل تارتار

میکدہ ویران ہے سنسان ہے بزمِ طرب
اب تو کوئی رہ گیا ساقی نہ کوئی میگسار

موت ربِ دو جہاں کا فیصلہ ہے ناگزیر
سوئے عقبیٰ جانا ہے ہر ایک کو انجامِ کار

اس جہانِ فانی سے تو بھی ہوگیا برگشتہ دل
دیر تک رُکتا نہیں کوئی سرِ پل ہوشیار

وائے حسرت "صحبتِ با اہلِ حق" جاتی رہی
ہوگیا جب سے تو اے شہباز ہم سے درکنار

اپنی بے نوری پہ جب روتی ہے نرگس سالہا
دیدہ ور مشکل سے ہوتا ہے چمن میں آشکار

ہائے ہم کو آج اِس قحط الرِجالی دَور میں
کب ملے گا آپ جیسا رہنما آموزگار

چمکیں گے لیکن سدا تاریخ کے صفحات پر
تیری خدماتِ جلیلہ، کارنامے زرنگار

تھا تُو اُن اسلاف کا دین و سیاست میں مثیل
جو کہ تھے فی اللیل رُہباں اور فرساں فی النہار

عِلمی و عملی توانائی تری کو دیکھ کر
لرزہ براندام تھے اربابِ دولت، اقتدار

تیرے دامن پر نہ تھا دُنیا کا داغِ منفعت
تھے تری حق بیں نگہ میں اہلِ ثروت بے وقار

تھی تری دنیائے دل شاداب از عشقِ رسولؐ
عمر بھر پایاں تک رہا تُو باغِ دیں کا آبیار

تھا یقیناً تیرا ہر میدان میں بالا مقام
چاہے میداں ہو دِراست چاہے میدانِ کارزار

جس کی تیرے چہرۂ پُر نور پر پڑتی نظر
شوق و الفت سے تجھے پھر دیکھتا وہ بار بار

تیری رحلت کے بباعث ہوگیا عالم سے اب
اِتقا و زُہد کا مفقود گوہر شاہوار

شُومیٔ قسمت تیرا یہ دُور اُفتادہ غلام
کرسکا نہ آخری دیدار تیرا ایک بار

تجھ سے ہے نسبت مری ادنیٰ ترین شاگرد کی
ہے یہی دارین میں میرے لیے صد افتخار

ہے دُعا رحمٰن سے ہر دم مجیدِ غوثؔ کی
تا قیامت مہبطِ انوار ہو تیرا مزار

قطعہ تاریخ وفات

سانحہ ارتحالِ پُر ملال صاحبِ فضل وکمال مخدومی الکرامی حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

مادۂ تاریخ) فَرَوْحٌ فِیْ جَنَّۃِ اللّٰہِ احد
۱۴۰۹ھ

پسماندگان را بتوفیق صبر ایوب بنوازد
۱۴۰۹ھ

م ـــــ متقی وہ قابلِ صد احترام　　رہنمائے راہِ حق ہر خاص و عام
و ـــــ وہ کہ جن کی ذاتِ بابرکات سے　　فیض ہر اک پا رہا تھا صبح شام
ل ـــــ لولوئے لالہ تھی اُن کی گفتگو　　دلرُبا تھا آپ کا دلکش کلام
و ـــــ وسعتِ علم و عمل میں منفرد　　عبدالحق کو حق نے تھا بخشا مقام
ی ـــــ یادِ حق میں آپ تھے اپنی مثال　　پیکرِ علم و عمل تھے لا کلام
ع ـــــ عالم و عابد، محدثِ بے بدل　　وہ مفسر فقہ کے کامل امام
ب ـــــ بارگاہِ حق میں تھے مقبولِ حق　　حشر تک روشن رہے گا اُن کا نام
د ـــــ دین و دنیا کے امام العصر تھے　　معرفت سے اُن کا تھا لبریز مقام
ا ـــــ آہ! اُن کا حادثۂ ارتحال　　صدمۂ جانکاہ ہے اِک لا کلام
ل ـــــ لکھئے اب تاریخ ہاتف نے کہا　　"بابِ از استاذِ علماء کرام"
سنہ ۱۴۰۹ھ
ح ـــــ حق کے فضلِ خاص سے ہیں آج وہ　　"خُلد میں بارونقِ محوِ خرام"
سنہ ۱۴۰۹ھ
ق ـــــ قاطعِ بدعت تھے صابرؔ شک نہیں　　"وُالا قدرِ صف شکن، ماہِ تمام"
"مولوی عبدالحق"

سنہ ۱۴۰۹ھ
مغفرت کی مانگ تو دل سے دُعاء

صفتِ توشیح

اُن کا ادنیٰ مُحِب کہ ہے صابرؔ غلام"

از قلم ننگِ اکابر عبدالکریم صابرؔ غفرلہٗ چیف ایڈیٹر ہفت روزہ "مخلص" ڈیرہ اسمٰعیل خان

ارتحال

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

انتقالِ شیخِ عالی جاہ عبدالحقؒ کا   تذکرہ جب مجلسِ احباب میں ہونے لگا
فرطِ غم سے بے تحاشہ ہر بشر رونے لگا   دفعتاً اک مردِ حق آگاہ نے آکر کہا
تم یہاں پر بیٹھ کر اے غافلو روتے ہو کیا
شیخ عبدالحقؒ تو جنّت میں جا داخل ہُوا

ذکر پھر جب آپکے اوصاف کا ہونے لگا   ہر کسی نے اپنا اپنا عندیہ ظاہر کیا
آپ کو خضرِ ہدایت کوئی بتلانے لگا   اور کسی نے پیرِ کامل عالمِ جید کہا
کوئی کہتا تھا فقیہہ و محرمِ عرفانِ حق
کوئی بتلاتا تھا مردِ صالح و برہانِ حق

کوئی بولا آپ تھے گنجینۂ رشد و ہدیٰ   معدنِ جود و سخا و مخزنِ صدق و صفا
کوئی بولا حق پرست و حق نگر حق آشنا   عارفِ کامل کسی نے سربکف غازی کہا
مختصر قصہ نشانِ عالمِ ماضی تھے آپ
حکمت و حکم قضا و قدر پر راضی تھے آپ

آپ سن ۱۹۷۰ اُنّیس سو ستر میں ایم این اے بنے   سن ۷۷ ستتر میں دوبارہ منتخب ممبر ہوئے
سن ۸۵ پچاسی میں بھی جبکہ آپ کچھ بیمار تھے   چارپائی پر ہی ممبر بن گئے لیٹے ہوئے
آپ کا معقول تھا کیسا عوامی رابطہ
آپکے در تک کھُلا تھا ہر کسی کا راستہ

ہے نشانی آپ کی حقانیہ دارالعلوم   مچ رہی ہے جس کے نظم و ضبط کی عالم میں دھوم
علم والوں کا یہاں ہر وقت رہتا ہے ہجوم   اس جگہ آتی ہیں رحمت کی گھٹائیں جھُوم جھُوم
حق تعالےٰ نے کیا مدرسہ ایسا پسند
بن گیا یہ ثانیِ دارالعلوم دیوبند

علم اور دیں کے ہی حلقوں میں نہ تھا ان کا اثر　　عہدِ حاضر کی سیاست پر بھی تھی ان کی نظر
خدمتِ دیں کے لیے روز و شب و شام و سحر　　مستعد پائے گئے ہر وقت بے خوف و خطر
عالمی شہرت کے لاریب و گماں حامل تھے آپ
واقعی ایل ایل ڈی اعزاز کے قابل تھے آپ
آپ فرماتے تھے گرچہ ہوں پیر و ناتواں　　دین کی خاطر مجھے پر لے چلو چاہو جہاں
راہِ دیں میں کام آ جائیں جو میرے جسم و جاں　　دونوں عالم میں یقیناً ہو گیا میں کامراں
حبذا کیسے سعادت مند و خوش قسمت تھے آپ
عہدِ حاضر میں خدائے پاک کی نعمت تھے آپ
ممبری کے دَور میں جو خدمتیں انجام دیں　　عہدِ حاضر میں مثال اس کی نہیں ملتی کہیں
یورشِ بطلان سے زنہار گھبرائے نہیں　　بے جھجک ایواں میں آیات قرآنی پڑھیں
قول قال اللہ سے ایواں سجا کر رکھ دیا
برق بن کر خرمنِ باطل جلا کر رکھ دیا
کس طرح سے ہو احاطہ آپ کے اوصاف کا　　چہرۂ انور تھا پر تو شیشۂ شفاف کا
خُلقِ اعلیٰ تھا نمونہ ہو بہو اسلاف کا　　تھا بہت مضبوط ان سے سلسلہ احناف کا
وارثِ علم رسالت، پیکرِ ایثار تھے
منطقی عالم مفسّر صاحبِ اسرار تھے
آپ کے دم سے چڑھی پروان تحریکِ جہاد　　ہر جگہ ہوتے چلے جاتے ہیں غازی بامراد
ہر جگہ پر ہو رہا ہے سرخ لشکر نامراد　　اتحادِ غازیانِ شیر مرداں شاد باد
روس اب ہر سو شکستِ فاش سے دوچار ہے
بدحواسی میں نجیب اللہ کی سرکار ہے
مسلکِ احناف کو بالا کیا "الحق" نے　　منہ دروغ و کذب کا کالا کیا "الحق" نے
بند منہ مرزائیت کا کر دیا "الحق" نے　　شیعیت کے بھی دئے چھکے چھڑا "الحق" نے
مغربی تہذیب کا چاک پردہ کر دیا
ہر فریبی صاف چوراہے میں ننگا کر دیا
جو مجاہد لڑ رہے ہیں خطۂ افغان میں　　مر رہے ہیں، مارتے ہیں جنگ کے میدان میں
ذالکم خیر، لکم آیا ہے جن کی شان میں　　ہو رہی ہے جس سے پیدا تازگی ایمان میں
یہ سراسر آپ کے اخلاص کا فیضان ہے
کفر ہے مغلوب، غالب قوتِ ایمان ہے

جانشینی کا شرف پایا سمیع الحق نے   مستحق ہیں درحقیقت آپ ہی اس حق کے
آپ نے بھی طے کیے ہیں باپ جیسے مرحلے   زندگی گزری ہے مشفق باپ کے سایہ تلے

آپ میں پایا گیا عزمِ جواں مرحوم کا
اس لیے لیں گے اٹھا بارِ گراں مرحوم کا

آپ نے دیں جو نفاذِ شرع میں قربانیاں   تاقیامت یاد رکھیں گے انہیں پیر و جواں
مجمعِ ایواں میں دیتے رہے کھل کر اذاں   اس طرح جاری رہیں تبلیغ کی سرگرمیاں

عزم و ہمت کا دھنی جب قافلہ سالار ہو
قوم کا سرور بھلا پھر کیوں نہ بیڑا پار ہو

جناب سرور میواتی لاہور

از جناب سراج الاسلام صاحب سراج
اکوڑہ خٹک

حدیثِ یار کے آئینہ دار عبدالحقؒ

تھے نازِ شہر، تو فخرِ دیار عبدالحقؒ
دیارِ علم کے تھے تاجدار عبدالحقؒ
اکوڑہ آ کے جو حقانیہ کو دیکھے گا   سمجھ ہی جائے گا باغ و بہار عبدالحقؒ
موحدوں کو گلوں کی سی تازگی بخشی   ملاحدوں کے تھے آنکھوں میں خار عبدالحقؒ
کمالِ عجز و فقر نے بنا دیا تھا، شاہ   وگرنہ شہر میں تو ہیں ہزار عبدالحقؒ
ہزار باتیں ہیں مقصد کی ان سے وابستہ   زباں پہ اس لیے ہے بار بار عبدالحقؒ
کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا، ان کو چیں بجبیں   حدیثِ یار کے آئینہ دار عبدالحقؒ
حرص نے کتنے ہی دستار روند ڈالے ہیں   نہیں ہوتے کبھی اس کے شکار عبدالحقؒ
نبیؐ کے نام گرامی کی قدر کرتے تھے   اسی حوالے سے ہیں نامدار عبدالحقؒ
سراج کو ہے یقیں، وارثِ پیمبر تھے
رہیں گے خلد میں بھی شہسوار عبدالحقؒ

قطعہ سالِ رحلت

استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حافظ محمد ابراہیم فانیؔ، مدرس دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

ماجرا کیا ہو گیا یہ یا الٰہ العالمیں
کیا یہ سنتا ہوں مجھے اب بھی نہیں آتا یقیں

اک صفِ ماتم بچھی ہے اِس محیطِ ارض پر
"آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں"

کس قدر اُلجھی ہوئی ہے وا دریغا زلفِ شام
صبح کے چہرے پہ اللہ نور کا غازہ نہیں

گلستانِ دہر پر گویا چلی بادِ سموم
اور بزمِ کہکشاں ہے دیکھ پژمردہ جبیں

قلزمِ حسرت میں ڈوبی ہے یہ ساری کائنات
نالہ ریز و نوحہ زن ہے حسرتا چرخِ بریں

شق گریبانِ جگر ہے دامنِ دل تار تار
ہر طرف ہے شورِ گریہ ہر نفس اندوہ گیں

عالمِ اسلام ہے ماتم کناں با خونِ دل
اُف قیامت اِک بپا ہے آج بر روئے زمیں

دیکھتا ہوں میں یہاں ہر شے ہے مصروفِ بکا
داستانِ دردِ دل کیسے سناؤں ہم نشیں

آج اس دنیا سے وہ عیسیٰ نفس رخصت ہوا
ذات جس کی تھی فدائے ذاتِ ختم المرسلیں

کر گیا وقفِ یتیمی آہ یہ دارالحدیث
زخمِ دل کا ہو مداوا یہ تو ممکن ہی نہیں

آپ پر تنہا نہیں ٹوٹا یہ کوہِ درد و غم
ہائے مولانا سمیع الحق مدیر بہتریں

کون ہوگا ملتِ بیضا کا ایسا حدی خواں
ہو گئے اب بے سہارا مصطفےٰ کے جانشیں

ہاتفِ غیبی نے مجھ سے یوں کہا سالِ وفات
رُو رہا ہے جن پہ تو با خونِ جاں قلبِ حزیں

مل گیا ان کو "مکاں" "اعلیٰ" "بجنت" مرحبا
آگئی آوازِ حق یوں "فادخلوھا خالدین"
۱۱۱ ۴۵۵ ۱۴۲۲

ہم نشینِ رحمتِ یزداں ہے روحِ پاک او
یہ دلِ ویراں ہے فانیؔ ان کی یادوں کا امیں

بیاد

محدثِ کامل شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

مولانا قاری قیام الدین الحسینی

یہ بزمِ دانش سے کون اُٹھا ہے   کہ دل پہ کوہِ الم گرا ہے
دھواں دھواں سا جو اُٹھ رہا ہے   یہ علم دیں کا دِیا بجھا ہے
محدثِ وقت تھا ولی تھا   فقیہہ تھا، عاشقِ نبیؐ تھا
نشانِ صدق و وفا جلی تھا   روانہ سُوئے بقا ہوا ہے
علوم نبویؐ کا وہ امیں تھا   وہ شیخ مدنیؒ کا جانشیں تھا
سکونِ اہلِ دلِ حزیں تھا   دکھا گیا کر کے جو کہا ہے
مجاہدوں کا وہ مقتدا تھا   وہ سرفروشوں کا رہنما تھا
جنہوں نے رشیا جھکا دیا تھا   وہ کارواں اب اداس سا ہے
گھرا رہا گو محن میں یکسر   چلی مصائب کی بادِ صرصر
ہوئی نہ نانِ جویں میسر   یہ غنچہ پھر بھی کھِلا رہا ہے
نفاذِ اسلام ہو وطن میں   بہار آجائے اس چمن میں
رہا مسلسل اسی لگن میں   اسمبلی میں وہ گونج اٹھا ہے
لگا کے حقانیہ کا گلشن   کیے ہیں دیں کے چراغ روشن
کلی کھلی دل کی کر کے روشن   چمن وہ دیکھو مہک رہا ہے
جو لمحہ صحبت میں ان کی گزرا   قسم ہے حاصل تھا زندگی کا
ہمارا دل یہ پکارتا تھا   ملک فلک سے اُتر پڑا ہے
مجھے حسینی ہے ان سے اُلفت   کی عمر بھر دینِ حق کی خدمت
ملے توسل سے ان کے جنت
یہی تمنا یہی دعا ہے

نذرانۂ عقیدت
بحضور
قائد شریعت

حافظ عبدالرحمٰن اچکزئیؒ کلاپوری

عبدِ حق علم و عمل کا اک درخشاں باب تھا
سرزمینِ پاک پہ وہ گوہرِ نایاب تھا
قاسمِ نانوتویؒ اور شیخ مدنیؒ کا نقیب
اصل میں اسلاف کا وہ اک چمکتا باب تھا
عمر بھر حق کے لیے باطل سے جو لڑتا رہا
تیرگی میں روشنی کا وہ ستارہ باب تھا
رُوحِ جاں رُوحِ فزا وہ عبدِ حق مردِ خدا
رہبرِ کامل وہ دیں کا گلشنِ شاداب تھا
خوش مزاج و خوش نظر وہ راحتِ قلب و جگر
کس قدر فرخندہ رُو وہ شیخِ حق زرناب تھا
علم و تقویٰ میں ریاضت میں تھا آپ اپنی نظیر
سنّتِ علمائے حق تھا مرشدِ کیاب تھا
کیوں نہ ہو اس کو میسّر خلد میں اعلیٰ مقام
روز و شب یادِ خدا میں جس کا دل بیتاب تھا

ذرۂ عرفاں بجھ گیا ہاں میرِ محفل چل بسا
بالیقیں وہ شیخِ کامل شمعِ عالمتاب تھا

جذباتِ غم

یقیناً تھے جہاں میں کاشف الظلمات عبدالحقؒ

مولانا حکیم عبدالمجید صاحب فاضل دیوبند، پروچڑاں، خانپور

دریغا چل بسی اب ذاتِ بابرکات عبدالحقؒ   رہیں گے پر ابد تک زندہ ارشادات عبدالحقؒ
مسلسل آخری دم تک دلوں پر اور ذہنوں پر   علوم دین کی کرتے رہے برسات عبدالحقؒ
کتاب اللہ، سنّت کی اشاعت اور خدمت میں   گذارے عزم سے اپنے ہمہ اوقات عبدالحقؒ
اندھیروں میں اجالوں کا کیا اس نے سماں پیدا   یقیناً تھے جہاں میں کاشف الظلمات عبدالحقؒ
رہیں گے روشن و شفاف چوں شمس و قمر انجم   قیامت تک فلک تاریخ پر حسنات عبدالحقؒ
سوائے حق نہ مانگا اپنا حق السّعی از دیگر   محض تھے خاطر حق جملہ پیغامات عبدالحقؒ
برائے کامرانی غازیانِ سرزمیں افغاں   پسِ پردہ رہیں شامل سدا دعواتِ عبدالحقؒ
کسی سلطان جائر سے نہ جھجکے یہ کبھی ہرگز   کہی ایوان میں بھی برملا حق بات عبدالحقؒ
بحقا آپ حق بیں، حق سیَر، حق آشنا، حق گو   خلاصہ یہ سراپا حق ہی حق ذات عبدالحقؒ
کروں بھرپور گو کوشش مرے بس میں نہیں ہرگز   کہ تفصیلاً بیاں میں کرسکوں حالات عبدالحقؒ
زباں تقریر سے قاصر، قلم تحریر سے عاجز   کہ ہیں بے حدّ و لاتعداد احسانات عبدالحقؒ
خدا نے بہرہ ور مجھ کو کیا اس کے تلمذ سے   مقدّر میں مرے تھا کسبِ تعلیمات عبدالحقؒ
رہا میں ان کی خدمت دیوبند میں سال بھر کامل   مری رفعت کا ہیں باعث یہی لمحات عبدالحقؒ
ملی مجھ کو اجازت ان سے تدریس طحاوی کی   مرے سینہ میں ہیں محفوظ تشریحات عبدالحقؒ
خداوندا بلطف خود مجھے توفیق دے ایسی   کہ جیتے جی کروں میں پیروی خلواتِ عبدالحقؒ
بیامد بر جہاں ایں غم فزا سَن چاردہ صدنہ   کہ در ایں شد وفاتِ حسرت آیات عبدالحقؒ
بروز چارشنبہ بیست و پنج از ماہِ نو ہجری   زہا شد بغتۃً روئے نہاں ہیہات عبدالحقؒ
مری ہے یہ دُعا قلباً ہمیشہ حق تعالےٰ سے   کہ اس جیسا کریں ہر کام ذرّیات عبدالحقؒ

دُعا منظور فرما کر مجیدِ عوش کی یارب
بلند کر جنّت الفردوس میں درجات عبدالحقؒ

فرزندانِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے منظوم تعزیت

قاضی عبدالحلیم کلاچوی

ش شیخؒ رخصت ہوگیا، آؤ سمیع[1] باتیں کریں   شیخؒ کے انوار[2] کی دن رات کی باتیں کریں
آؤ انور[3] اب مہد سے تا لحد باتیں کریں   خاص کر مدنیؒ[4] سے اِن کی راز کی باتیں کریں
شیخ جب رخصت ہُوا پھر اور ہم اب کیا کریں

ی یہ جہاں ہے بے وفا ہو کوئی کتنا باہنر   اس میں رہنے کو نہیں آیا کوئی صاحب نظر
وقت آنے پر چلے جاتے ہیں ہاں سب دیدہ ور   شیخؒ بھی رخصت ہُوا دنیا کو گریاں چھوڑ کر
اب جہاں میں تم بتاؤ مسکرا کر کیا کریں

خ خرمنِ امن و سکوں برباد رفتہ اب نہیں   ثانیٔ شبلیؒ نہیں رومیؒ نہیں مدنیؒ نہیں
یہ بھی سن لو اب جہاں میں شیخ عبدالحقؒ نہیں   سامنے قدرت کے دُنیا کی کبھی چلتی نہیں
ٹکڑے ٹکڑے غم سے دل ہے تم بتاؤ کیا کریں

ع عاملِ قرآن تھا اور عالم قولِ نبیؐ   دسترس میں ان کے دونوں، بات ہے سب پر جلی
خلوت و جلوت میں یکساں تھا نہ تھا ہرگز خفی   اک زمانہ معترف ہے اُن کا، بیشک تھا ولی
زندگی اب تلخ ہے اب تم بتاؤ کیا کریں

ب باغ اُجڑا ہے چمن ویران ہے ان کے بغیر   زندگی بے کار ہے بے سود ہے ان کے بغیر
لگتے ہیں اب پھول کانٹے اپنے حضرتؒ کے بغیر   خار ہیں ہاں خار ہیں اب ہر جگہ ان کے بغیر
زیست میں ظلمت ہوئی پیدا اب بتاؤ کیا کریں

---

[1] حضرتؒ کے فرزند اکبر مولانا سمیع الحق صاحب مُراد ہیں۔ تلفظ میں ضرورتِ شعری کی وجہ سے عین کو ادا نہیں کیا جائے گا۔ تھوڑی سی بُو دی جائے گی۔

[2] حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا انوار الحق صاحب مراد ہیں۔

[3] حضرت شیخؒ انوار الحق صاحب کو انور کے نام سے پکارتے تھے۔

[4] حضرت شیخؒ کے شیخ، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز مراد ہیں۔

د دین و دانش کا مہ انور تھا رخصت ہوگیا   پیکرِ حلم و حیا یکسر تھا رخصت ہوگیا
وہ محدث بے بدل تھا آہ رخصت ہوگیا   کس قدر محبوب تھا عالم کا رخصت ہوگیا
سازِ دل کو توڑ کر اب تم بتاؤ کیا کریں
ا آہ دھڑکا جس کا تھا آخر گھڑی وہ آگئی   کائناتِ بزم جس سے ایک دم تھرّا گئی
روشنی جس کی بسیطِ ارض کو چمکا گئی   مرگ! تجھ پہ مرگ آئے وہ ستارہ کھا گئی
شش جہت تاریک ہے اب تم بتاؤ کیا کریں
ل لاؤ اب محمود[1] دنیا میں کوئی ایسا امیں   چھان ڈالو مشرق و مغرب میں گرچہ سب زمیں
یاد آئے گی ہمیشہ اُن کی اب شانِ جبیں   ملتی ہے دنیا میں ایسی پاک ہستی کب کہیں
روتے ہیں پیر و جواں اب تم بتاؤ کیا کریں
ح حامد[2] و راشد[3] کا دادا جان ڈھونڈیں اب کہاں   مہرِ انور شمس تاباں کا جہاں ہے اب کہاں
کس طرح اظہارِ[4] غم ہو ہے یہ طاقت اب کہاں   مسند آرائے حدیث یار لوگو! اب کہاں
ہے سفینہ علم کا ڈوبا بتاؤ کیا کریں
ق قافلہ کا میر تھا اُف وہ اچانک سو گیا   حق کی جانب سے عطیّہ تھا وہ پنہاں ہوگیا
شکر ہے وہ تخمِ الفت تو جہاں میں بو گیا   شیخ رح کی راہوں سے جو بھٹکا بہت ہی کھو گیا
شیخ عبدالحق ہُوا خلد آشیاں اب کیا کریں

◆

---

[1] حضرت رح کا صاحبزادہ محمود الحق حقانی   [2]، [3] حضرت شیخ رح کے پوتے ہیں۔
[4] حضرت شیخ رح کا صاحبزادہ اظہار الحق

پیش کنندہ :۔ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ

نتیجۂ فکر :۔ سید سلمان گیلانی

اِک دیئے سے دُوسرا، پھر تیسرا ہے ضَوفشاں

حضرت شیخ الحدیثؒ کے پوتے کی تقریبِ دستار بندی کے موقع پر جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ خود تو مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے مگر لاہور کے جناب الحاج محمد یٰسین صاحب (جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے معتقدین اور خواص میں سے ہیں) کے ساتھ اپنے برخوردار احمد علی سلمہٗ کو بائی ایئر بطورِ نمائندہ بھیجا اور ذیل کی شاندار ادبی نظم بطورِ ہدیہ تبریک کے بھیجی جو سید سلمان گیلانی کے نتیجۂ فکر کا بہترین ادبی ثمرہ ہے جس میں دارالعلوم کا پس منظر اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح پر روشنی پڑتی ہے۔

حامدالحق تجھ پہ یوں رحمت ہوئی رحمٰن کی
اس نے بخشی تجھ کو دولت علم کی، عرفان کی
آج تیرے سر پہ جب دستار رکھی جائے گی
یاد دادا جان کی تجھ کو یقیناً آئے گی
جس کے تقویٰ اور طہارت کی قسم کھائے جہاں
جس کے ایماں کی گواہی دیں زمین و آسماں
جس نے سرنیچا کیا باطل کا ہر میدان میں
گونجتا تھا بن کے حق کا ترجماں ایوان میں
وہ خلیلِ عصرِ حاضر، مردِ حق، مردِ جری
جس نے مٹی میں ملا ڈالی تھی رسمِ آذری
یعنی عبدالحقؒ جو اپنے وقت کے سحبان تھے
علمِ منقولات و معقولات کی اِک کان تھے
تُو ہے اُن کے لختِ دل کا لختِ دل، حامد میاں
اِک دیئے سے دُوسرا پھر تیسرا ہے ضَوفشاں
آج سے تُو زندگی کا اِک نیا آغاز جان
تُو سمیع الحق کا بیٹا ہے یہ اِک اعزاز جان
یہ اکوڑے کی زمیں کا مان یہ دارالعلوم
علم کی دُنیا میں ہر جانب مچی ہے جس کی دُھوم
حضرتِ احمد علیؒ نے اِس کی رکھی تھی اساس
حضرتِ مدنیؒ کی جن میں ہُو بہو تھی بُو و باس
قُطبِ عالَم تھے وہ، یہ اُن کی دُعا کا ہے اثر
آج ہے مشہورِ عالَم جو یہ چھوٹا سا نگر
اِس سے وابستہ ہے فیضِ ذاتِ حضرت تھانویؒ
گُونجتے ہیں اس میں ارشاداتِ حضرت تھانویؒ
سچ کہوں یہ مُلکِ پاکستان کا ہے دیوبند
دیوبند کی طرح دُنیا میں ہے یہ بھی ارجمند
آسکا نہ میں تُو میری معذرت کرلے قبول
بھیجتا ہوں نظم گیلانی کی، یہ کرلے وصول

زندگی میں حق کرے ہر آن تیری یاوری
تجھ کو دیتا ہے مبارک باد اجمل قادری

حافظ محمد ابراہیم فانی

گلستان عبد حق پر آج آئی ہے بہار

ذیل کی نظم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی کی مرتب کردہ ہے جو حضرت کے پوتوں کی دستار بندی کے موقع پر کہی گئی تاہم حضرت شیخ رح کے صدقہ جاریہ در مساعی کی برکات کا اچھوتا تذکرہ ہے اس لیے نذر قارئین ہے۔

تقریب سعید دستاربندی صاحبزادہ مولانا حامد الحق و حافظ سلمان الحق نبیرگان زبدۃ الاتقیاء استاذ العلماء و ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز۔

بتاریخ :- ۱۴ ر فروری ۱۹۹۲ ء بروز جمعۃ المبارک

* * *

اِک نویدِ جانفزا بادِ صبا لائی ہے آج
نکہتِ باغِ رسولِ مجتبیٰ آئی ہے آج
گلستانِ عبدِ حق پر آج آئی ہے بہار   کس قدر شاداں ہوگی روحِ شیخِ ذی وقار
ہے یہ دستارِ فضیلت باعثِ صد افتخار   تاجِ شاہی سے فزوں تر ہے اسی کا ایک تار
جس کو دیکھو اس سعادت کا تمنّائی ہے آج
نکہتِ باغِ رسولِ مجتبیٰ آئی ہے آج
باعثِ صد ناز و تحسین ہے یہی رتبہ ترا   کیوں نہ ہو مسرور و تاباں آج یہ چہرہ ترا
قدرتِ حق سے مبارک یہ تجھے تحفہ ترا   خدمتِ دینِ متیں آبائی ہے ورثہ ترا
اس وجہ سے تجھ کو حاصل یہ پذیرائی ہے آج
اِک نویدِ جانفزا بادِ صبا لائی ہے آج
حافظِ انوار پر دروازۂ رحمت کھُلا   تاجِ نورانی درِ حق سے اُسے تحفہ ملا
ان کا یہ سلمانِ حق بھی حافظِ قرآں بنا   غنچۂ اُمید ان کا فصلِ گُل میں یُوں کھِلا
نُور و رحمت کی فضائے دلرُبا چھائی ہے آج
اِک نویدِ جانفزا بادِ صبا لائی ہے آج
ہدیۂ تبریک کے قابل ہیں مولانا سمیع   قُدرتِ رب نے جو بخشی ہے تجھے شانِ رفیع
آپ کے فرزندِ حامد پر ہے انعامِ بدیع   راشد الحق بھی سدا ہو آپ کا "فانی" مطیع
رحمتِ حق سے منوّر جشنِ زیبائی ہے آج
اِک نویدِ جانفزا بادِ صبا لائی ہے آج

فرقتِ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد ابراہیم فانی

نعرہ زد ہاتف بہارِ ملّتِ بیضا نماند
طالبانِ علم و فن را مرجع و ماویٰ نماند
محشرستان شد زمیں از فرقتِ شیخ الحدیث
آسماں لرزید و گفتا ہائے مولٰنا نماند
اے خدائے مہر و مہ اندر دلِ ویرانِ من
طاقتِ صبر و شکیب و ضبط واویلا نماند
اشک ریزد دیدۂ بینائے خورشید و قمر
خون براوجِ شفق کاں حضرت والا نماند
لشکرِ آہم زدلِ بیروں مے آید ولے
جائے خیمہ یا خدا در وسعتِ صحرا نماند
رفت از دنیائے دوں آں قطبِ اقطابِ زمن
شاہ ہفت اقلیم ملت نازشِ تقویٰ نماند
نیست در میخانۂ ما شور بزمِ میکشاں
ساقیِ مہوش برفت آں جام و آں صہبا نماند
اے خدائے دو جہاں از دستِ گلچینِ اجل
رشکِ بستاں زیبِ گلشن آں گلِ رعنا نماند
تیرہ و تاریک و خیرہ شد تجلّی گاہِ دل
ہیچ نقشِ نور برایں وادیِ سینا نماند
کائناتِ قدسیاں نالد بخونابِ جگر
فانیِ اندوہ گیں در بحرِ غم تنہا نماند

انفاسِ غم

حضرت مولانا مدرار اللہ مدرار صاحب نقشبندی

قائد ترویج شرع مصطفیٰؐ
مردِ حق اے "عبدِ حق" سعد الوریٰ
حضرت علامہ نورِ ملک و دیں
شیخِ پاکستان شیخ المسلمین
پیکرِ علم و عمل عالی مقام
منبعِ اخلاص و تقویٰ خوش کلام
چہرۂ تو چہرۂ مردانِ حق
سینہ ات معمور از فیضانِ حق
چشم تو حق بیں نگاہت پُر اثر
در کلامت علم و عرفاں مُستتر
دعوتِ تو سوئے قرآں بیگماں
دردِ تو تشریحِ سنّت ہر زماں
در پیامِ تو حیاتِ مسلمیں
در طریقِ تو فلاحِ مؤمنیں
عالمانِ دین را ماویٰ توئی
طالبانِ دین را ملجا توئی
صاحبِ رشد و مقاماتِ بلند
یک جہاں از فیض وجودت فیضمند
اَنْتَ حَبْلُ اللّٰہِ فِیْ اَعْصَارِنَا
اَنْتَ سَعْدُ الْخَلْقِ فِیْ اَمْصَارِنَا
اَنْتَ ذُوْ فَضْلٍ وَذَالِکَ بِالتُّقٰی
اَنْتَ ذُوْ فَیْضٍ وَفَیْضُکَ قَدْ فَشَا
زندگی تیری سراپا معرفت
فقر تیرا افتخارِ سلطنت
کی عطا حق نے تجھے شانِ بلند
کر دیا تجھ کو جہاں میں ارجمند
جب سنی تیری فراقت کی خبر
پارہ پارہ ہو گیا میرا جگر
تیری فرقت میں ہے اِک دنیا حزیں
ہیں ہمارے مرد و زن ماتم گزیں
اے اکوڑہ اے زمینِ باجمال
خفت در آغوش تو صاحب کمال
آنکہ او در حق پرستی فرد بود
گوئے تقویٰ از زمانہ در ربود
آہ از ما رفت دُرِّ شاہوار
ملّتِ ما زیں خبر شد بیقرار
در بلادِ سرحد و پنجاب و سِند
باز در افغاں دہم در ملک ہند
دلفگارانِ تو بینم بے شمار
جانبازانت ھزار اندر ہزار

السلام اے ”عبدِ حق“ عالی مقام — السلام اے مقتدائے خاص و عام
مصدرِ ارشاد و دعوت السلام — مظہرِ خُلقِ نبوت السلام
السلام اے شمعِ ایماں السلام — السلام اے نورِ عرفاں السلام
یا الٰہی ”عبدِ حق“ تابندہ باد — فیضِ حضرت در جہاں پائندہ باد
میکنم بر ایں دعا ختمِ کلام
اہلِ ایماں باد یارب شادکام

قرنِ اوّل کی اداؤں کا امیں بھی چل بسا

حافظ محمد ابراہیم فانی

ع عرشِ اعلیٰ پر بپا ہے حشرِ فریاد و فغاں — ہائے رخصت ہوگیا دُنیا سے وہ شیخِ زماں
ب بن گیا ماتم سرا اُف دیوبندی میکدہ — کون ہوگا ساقیٔ مہوش برائے تشنگاں
د داغِ فرقت دے گیا وہ پیکرِ صدق و صفا — دل میں اب باقی نہیں ہے طاقتِ ضبطِ فغاں
ا الوداع اے آفتابِ علم و عرفاں الوداع — ماہتابِ زہد و تقویٰ رازدانِ کُن فکاں
ل لالہ و نرگس میں ہمدم وہ دلآویزی نہیں — بادِ غم سے منتشر ہے گلشنِ بزمِ جہاں
ح حسرت و حرماں کا اک دریائے ناپیداکنار — موجزن ہے ہر دلِ مؤمن میں یارب الاماں
ق قرنِ اوّل کی اداؤں کا امیں بھی چل بسا
ہائے فانی وہ امام المتقیں بھی چل بسا

مولانا غلام سرور مظفر آبادی

سنِ وفات

۱۔ سنِ وفات محدث العصر سیدی مولانا حاجی عبدالحق — ۱۹۸۸ء
۵۹۷ ۹۴۲ ۸۴ ۳۶۵

۲۔ آہ ضیغم اسلام
۶ ۱۸۵۰ ۱۳۲ — ۱۹۸۸ء

۳۔ مولانا حاجی عبدالحق رحمہ اللہ علیہ برد اللہ مضجعہ
۳۶۴ ۴۳۴ ۱۱۹۰ — ۱۹۸۸ء

فاضل گرامی ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی ۔ تہران، ایران

بمان ای عبدِ حق پیروز و جاوید

دانشمند گرامی جناب محمد حسین تسبیحی ایران کے فاضل سکالر ہیں، مجذوبانہ انداز میں کتابوں سے عشق ہے پاکستان میں کتب خانہ گنج بخش راولپنڈی اسلام آباد کی توسیع و ترقی ان ہی کی مرہونِ منت ہے۔ یہاں کے اہلِ علم و فاضل ان سے واقف ہیں، کچھ عرصہ سے ایران میں مقیم ہیں اور علمی تحقیقی اشاعتی کاموں میں منہمک ہیں۔ ناچیز کو خلوص و محبت سے نوازتے رہتے ہیں۔ عید کی مناسبت سے ان کا گرامی نامہ جس میں حضرتؒ کے بارے میں ان کی منظوم عقیدت کا اظہار تھا احقر کے نام آیا تھا ناظرین کی خدمت میں لطف اندوز ہونے کے لیے پیش ہے۔ (س)

بنام خدای بزرگ

حضرت آقای مولانا سمیع الحق استاد بزرگوار دانشمند عالی مقام و مدیر الحق دامت برکاته العالیه زید عزهٔ العالی ـــ سلام و دعا و مراتب احترام تقدیم می دارم عید سعید فطر را به شما و خاندان محترم تبریک عرض می کنم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق والسلام و دعا تقدیم می دارم و برای قطعهٔ سروده ام که تقدیم می دارم امیدوارم قبول فرمائید۔ مجله الحق برای من می رسد متشکرم ـ

خدا حافظ مخلصِ شما

محمد حسین تسبیحی ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ۱۷ر جولائی ۱۹۸۲ء

بود شیخ الحدیث اندر زمانه   بود مانند خود باشد یگانه
به مولی عبدِ حق مستظهر استند   که او از نورِ حق باشد نشانه
که عبدِ حق بود بل نورِ حق است   همی گویم حقیقت نه فسانه
همه آثارِ او تبلیغِ اسلام   سخن هایش به نیکی جاودانه
اگر در حلقهٔ درسش نشینی   شوی عالم به علمش عالمانه
علومِ حق کتابِ حق کلامش   طریقِ حق نماید عارفانه
جهانِ دین و دانش در حدیثش   به سویش مردمان باشند روانه
چو دریای اٹک علمش جوشان   چو کوهِ مارگله پر آب و دانه
اکوڑه از وجودش شهرهٔ دهر   به اکوڑه روند از هر کرانه
همه طلابِ علم اندر کنارش   به جست وجوی علمند عاشقانه
بمان ای عبدِ حق پیروز و جاوید   زنم بر زلفِ الفاظِ تو شانه

ستاره امتیاز آمد به سویت
رسیده حق به حق دار صادقانه

سرودهٔ محمد حسین تسبیحی ۔ تهران، ایران
۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ۱۷ر جولائی ۱۹۸۲ء

عارف مشکلات پنہانی

جناب محمد حسین تسبیحی، ایران سے

سوی دارالجناں رواں گردید   مولانا عبدالحق حقّانی
چشمۂ دین و آیتِ اسلام   او محدث بہ علم ربّانی
عالم حکمت و علوم دین   او مفسّر بہ علم قرآنی
کاشفِ مکتب حقیقت بود   بانی دار علم حقّانی
جامع علم فقہ اسلامی   کامل شوکت سلیمانی
او کہ شیخ الحدیث اسلام است   در حدیث آمدہ یکی بانی
ہر کتابی کہ کردہ او تالیف   شد اساس در درس فرقانی
کلّ آثار او بود پنجاہ   ہر اثر مظہر مسلمانی
حلقۂ درس او ہمہ مسلم   ترک و تاجیک دہر کہ می دانی
پاک و افغان و مردم ایران   طالبان علوم رحمانی
اتحادِ ہمہ مسلمانان   در کلامش چو دُرِّ عمانی
جُست و جوگر چو او ندیدم من   در بیان و کلام ایمانی
ہر کسی خوشہ چین خرمن او   از امیر و فقیر و روحانی
لنگر درگہش پر از مہمان   خوانِ نعمت گشادہ مہمانی
در کتب خانہ اش نبی دیدم   رونق و جلوۂ خدادانی
شخص او بانی کتب خانہ   عین حقّ بود و لطف یزدانی
بحرِ ذخار مکتبِ اسلام   پر ستارہ چو راہ کیہانی
پرسش و پاسخش جواہر بود   عارف مشکلات پنہانی
پور پاکش بُود سمیع الحق   در طریق پدر بود ثانی

او سناتور[1] مجلس اعلیٰ حامل علم و فن برہانی
در اکوڑہ خٹک شدہ در خاک پیکرِ پاکِ عبدِ حقانی
غرفہ ہای بہشت و حور العین حوضِ کوثر برایش ارزانی
مرحمت، مغفرت براو بادا ساکن خلد و باغ رضوانی
بارگاہش چو گنبد گردوں باد روشن چو شمس نورانی
گفتہ تاریخ رحلت اورا ہمچنیں ایں فقیر ایرانی
۱۳۶۷ ش ھ "مولانا عبدِ حقّ حقانی پاک دل ماہ گوہر افشانی"
۱۴۰۹ ھ ق "مولانا عبدِ حقّ حقانی نادر خلقت جہان دانی"
۱۹۸۸ م "مولانا عبدِ حقّ حقانی نخلِ گلشن، مراد انسانی"
ایں "رہا" بہر اوہمی خواہد
رحمتِ حقّ و لطفِ غفرانی

* * *

---

[1] سینیٹر

مولانا غلام سرور مظفر آبادی

۱۔	سیدنا	تلمیذ	مدنی	
	۱۲۵	۱۱۸۰	۱۰۴	۱۴۰۹ھ

۲	بانی و صدر محترم	دارالعلوم حقانیہ	جناب	الحاج مولانا عبدالحق صاحب	
	۸۸۸	۵۵۶	۵۶	۴۸۸	۱۹۸۸ء

۳۔	واہ	شیخ الحدیث	و مولانا عبدالحق	ہم سے جدا ہو گئے	
	۱۲	۱۴۶۳	۳۴۹	۱۶۴	۱۹۸۸ء

۴۔	وقال اللہ	ادخلی	فی	جنتی	ابداً	
	۲۰۳	۶۴۵	۹۰	۴۶۳	۸	۱۴۰۹ھ

۵۔	قال محمد	ہو صادق القول	ابداً ابدا	العلماء ورثۃ الانبیاء	
	۲۲۳	۳۷۳	۱۶	۱۳۷۶	۱۹۸۸ء

۶۔	واللہ	موت العالم موت العالم	حق	
	۶۵	۱۲۳۶	۱۰۸	۱۴۰۹ھ

دَ کال ۱۹۵۰ء دَ دارالعلوم حقانیہ اکوړه خټک پہ سالانہ اجتماع کښے

یادګاری مُشاعَره

دَ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ دَ لاسہ قائم کړی شوی علمی مرکز دارالعلوم حقانیہ اکوړه خټک کښے دَ سالانہ اجتماعاتو پہ موقعہ بہ علمی تقریرونو سره سره ادبی مشاعرے هم کیدے۔ دَ قومی شاعرانو او ادیبانو پہ نظر کښے دَ حضرت شیخ الحدیثؒ او دَ دارالعلوم حقانیہ څہ مقام وو، او دَ دوی نہ ئے څہ قسم توقعات او امیدونہ لرل؟ پہ دے لړ کښے صرف دَ کال ۱۹۵۰ء دَ سالانہ اجتماع پہ موقع منعقد شوی پښتو مشاعرے مختصره شان خاکہ دَ لوستونکو پہ وړاندے پیش کوو۔ (اداره)

دا یادګاری مشاعره مابنام شروع شوی وه او دَ شپے یولسو بجو پورے جاری وه۔ دَ دارالعلوم حقانیہ اکوړه خټک دَ سالانہ اجتماع پہ موقع داخلی زرګونو مشتاقینو دَ بلند پایہ نامتو شاعرانو ادیبانو دَ کلام بلوغت نظام نہ خوند واخست۔ دَ دے مشاعرے دَ صدارت فرائض بابائے پښتو ښاغلی عبدالخالق خلیق پوره کړل۔ مشاعره طرحی وه۔ طرح ئے دا وه:-

دا اوخیږه پہ بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

پہ دے مشاعره کښے چہ کومو شعراؤ برخہ واخستہ دَ هغوئ نومونہ او دَ کلام نمونے لاندینی کرښو کښے اولولئ:-

(۱) خانِ اعلیٰ خان محمّد زمان خان صاحب۔ اکوړه خټک

دا اوخیږه پہ بیرته دَ مذهب دَ عِلم نمره
فضا دَ اکوړی دِ کړه لہ عِلمہ منوّره
راشہ پہ مطلع دَ اکوړی هُم نمودار شہ
اے دَ قرطبے او دَ بغداد عالی اختره
تہ کہ دَ علومو طلب ګار ئے راشہ راشہ
دلتہ حقّانی دارالعلوم دے خوش منظره
داده دَ علمی کوثر چشمہ، تشنہ لبانو
ساقی ئے عبدالحق شیخ دَ حدیث دے برادره
ډیر دَ ده دَ لاسہ فاضلان اکوړوی شو
دا یو سالہ طِفل دے بهتر تر معمّره
خدایہ دا علمی درسګاه ثانی اشبیلیہ کړے
ده دَ روز افزونے ترقی پہ لحاظ غوره
درس کہ دَ جوامعُ الکَلِم عجیب اِعجاز دے
هر لفظ ئے دَ جملہ دَ معانی ده مُستتَره
زر بہ صلاح ورکړو دَ مغرب مُستشرقینو تہ
شرق هم کړو پیدا دارالعلوم، عرفان پروره
شمع دَ علومو شوه روښانہ ستا دَ پاره
تہ پرے دَ پتنګ پہ شان شہ تېر لہ مال و سره
مال خو هغہ مال دے چہ پہ خدائے رسول قربان شی
دین پہ کار ئے صَرف کړه جنت واخلہ لہ داوره
تاسو تہ فاضِلو، الوداع پہ حسرت وائی
اَهل دَ دے کلی، لہ فراقہ دے مضطره
اے دَ هدایت او دَ اِرشاد خداوندانو
تاسو عالمانو تہ مو فرش دَ راح بصره
اهل دَ قریے تہ دَ قصبے عُلماء واړه
دی پہ منزلہ دَ روحانی مادر پدره
عرض دے مرحبا او هر کلے عزیز مِهمانو
ستاسو پہ خدمت کښے لہ جانب دَ سخنوره

(۲) سیّد غلام علی شاه مظهر صاحب

وخت وو، جهالت چہ پہ لمحو پہ تنزّل کښے وو
نور وو، نور دَ نور پہ پلوشو دَ کفر شره
پرق ئے دَ شغلو چہ روڼ صبا لہ دے سحر نہ کا
حق دَ اوښکو جارے دَ دښمن لہ هر بصره

ورشه اے نسیمه کُل عالم ته دا خبر کړه
خپرې غلغلې دَ علم دین دَ سمندره
اوس چه را تو ټېرې را تو ټېرې را ورېږي دِ
تل رحمت نایا به په شبنم کوزه له بره
دا دَ دین چمن چه سر دوباره ئے سیراب کړو
خدایه له شیخ الحدیث لوئے له مال وسره
خدایه دِ ئے مشعل لري روښانه دا دَ علم
وي دِ مستجابه دعاګانے له مظهره

(۳) عجیب الرحمٰن صاحب کسکر

خبره نور اوچت شه دَ شفق نه خندن درومه
څه ګرزه طالبه په خندا دِ مشتنه درومه
تبنته بر فلک ته څه رشتیا له غرځنه درومه
قطعه دَ تنزیل دسئ کا لبس څه ځ په بره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

مولانا عبد الله صاحب دَ نوبنار

(۴) ژوندی دِ آشنا نه شه دَ سرورؐ په برکت
سیف دِ حزانه شه دَ اکبرؓ په برکت
بتول زهره دِ خانه شه دَ عمرؓ په برکت
خوږے دِ ترانه شه دَ حیدرؓ په برکت
مضبوط دِ مدارج اوسه له سدّ سکندره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره
فاتح اوسه تهذیب دَ صلیب اوهه ممدوح شه
الحاد په حیدري نعرو خیبر کا چه مفتوح شه
معلول دَ محرّک شه رګ شه یا په رګ کښے روح شه
عمل دَ خاورسره کړه دَ کشتۍ دَ جسم نوح شه
راهب د سیاست په ډاګه ووله دَ منبره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره
اے علمه په عمل کښے عالمانو ته رنګ ورکا
په دغه رنګ کښے رنګ شه طالبانو ته رنګ ورکا
رنګونه تر نور لرے کا خانانو ته رنګ ورکا
بے رنګه دی رنګ راوړه شاعرانو ته رنګ ورکا
دَ دے نوي عزجل دَ سیاسانو له سخنوره
ځان بچ کړه عبد الله چرے قربان نه شے دَ سنګره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۵) عبد الرحیم ندا صاحب سرحدی

یو هسے انقلاب په کائناتو کښے پیدا کړه
چه شي واړه ذرّے دَ دغے رازه باخبره
کبل او ټوکوه چمنستان کښے دَ احساس
ور تېره هره زېله ئے کړه پورے لخپګره
شبنم دَ خپلے مینے پرِ هر څانګے دَ ګوهر کړه
په تپ دَ خپلے مینے ئے بوزه له عرشه بره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۶) محمّد نواز خان خټک صاحب (شیدو)

رحمت په دے کسانو حقّانی درس ئے جاری کړو
همت ئے رب نصیب کا ربّانی درس ئے جاری کړو
چه مبنائی احادیث او قرآنی درس ئے جاری کړو
شي بچ به ضلالت نه روحانی درس ئے جاری کړو
خټکه اوس به نه کینږي کیلے له مقدّره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۷) محمّد نیاض صاحب فیاض شیدو

وي تل په اکوړي کښے دِ دارالعلوم آباد
بزرګ شیخ الحدیث صاحب ئے ایښے دے بنیاد
ګلزار ئے اکوړے کړو پرِ رامه شه دغم باد
خوشحال دِ مدام وي چه دا رنګ ئے کړو ایجاد
خالق ئے درجه کړه له دے زیاته مقرّره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۸) نورمحمد اُستاد (نوبنار)

چه پر و بال ئے نه وي څنګ به اوخېږي په بره
پرواز کله کېدے شي په هوا کښے بے وزره
غوږونه د عبرت او بنایه ماته دَ زړهٔ سره
خبر څو به خبر وي، خبرَ ومه بے خبره
سنګار دَ ناوې چرے شوے نه دے بے زېوره
تیاره وه دومره ډېره چه زما ترِ اوسئوه وېره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۹) نشان ګل اُستاد (زیارت کا کا صاحبؒ)

باران دَ خیر او فیض مو په دُنیا او ورید لو
په قدر استعداد پرِ هٔول زمین او ټوکیدلو
د سرائے په مزکے کوره زرغونه ارسوه دَکلو
خوشبو ئے کل جهان کړلو تر مُشک و تر عنبره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره
الله دَ اکوړی دارالعلوم لکه دیو بند کړے
علوم تر نه خوادهٔ تر بخارا اوسمرقند کړے
شان مل کوی دُعا چه فیض ئے برچا سرلند کړے
دا نوی باغیچه مو له خزان کړے بے خطره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۱۰) عبدالوهاب شبنم صاحب (جهانگیره)

دَ علم په زیور کښے اراسته ښکلی دلبره
راځه په روڼر تندی بانِد بیا او خانهٔ دَ سره
دَ نورو تیرو شپو نه دَ جهل ورکړه تکره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم ثمره

(۱۱) ملک شیر علی خان صاحب دَخوبشکو

دے باغ له مایاران ښکلی پکار دی دَ وطن
په شوق چه طالبان په دے درسګاه کښے کړی لوستن
تازه چه تل تر تله وی زمونږ دغه ګلشن
خوشبوئے به وطن ټی ټول دے شجر ثمره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دِ علم ثمره!

(۱۲) قاضی عبدالودود اسیر صاحب دَاکوړي

عزت دَ بنیادم وی په هنر علم وادب
هیڅ شئے نه دے اسلام کښے دَ دُنیا مال و نسب
واقف له دغے رازه عالمان دی دَ مذهب
محتاج دِ عالم ځکه رهبری ته دے رهبره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۱۳) محمد معشوق صاحب باجوړی

اظهار دَ جبروت او دَ لاهوت زمونږ په ځان
الله او کړو احسان په دغه خوشی بیا بان
ستو جوړ په اکوړی کښے کور دَ علم منوّره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

(۱۴) تکریم الحق صاحب روغ لبونی. کاکاښي

دے دا دارالعلوم زمونږ دَ ژوندیو نښانه
ده بیا زمونږ په لاس کښے دَ حق پټه خزانه
دے ډیر ناکاره وخت او ډیره سخته زمانه
توفیق را کړے اے خدایه چه دا نیک کار کړو تر سره
دَ ستا په رڼرایئ کښے دَ مذهب دِ علم نمره

(۱۵) فقیر حسین صاحب فقیر پسر حاجی غلام حسین صاحب پوشمار

همیش نوی مطلع وی ستا په هره زمانه کښے
شافعیؒ بوحنیفهؒ غوندِ ساقیان وی میخانه کښے
یو شانے سرایت کړی فرزانه او دیوانه کښے
دَ حق دارالعلوم قربان دے ستا په آستانه کښے
ډیوے نوی بلی په دے زړه سیاه خانه کښے
اورنګ دَ حقیقت ځکوی ستا په افسانه کښے
ستارهٔ ذرونه روښانه کړه سینے کړه منوّره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

۱۶ عبدالجبار صاحب مضطر- د اکوړی

دنیا او اخرت دی سره دواړه لرے لرے
دُنیا خوشی مبره ده دَ غوی پښتانے ځرے
ښهٔ ځیني ته نظر نه کړے ناقص بوټی پکښے لغرے
لتوبنه دَ عمل جوړه کړه پریږده لوړے ځبرے
الله نه عفوه غواړه په هروخت کښے اے مضطرهٔ
محرومه لاځوک نه دے دَ هغهٔ له پاکه دَره

۱۷ سراج الاسلام سراج. اکوړه خټک

دے روک مسلم ته او ښایه روک شوی نښانو نه
په وړاند ورته کیده بیا تیرشوی مثالو نه
دعلم ثمره لرے کړه له مخه حجابو نه
لن اوچ کړه دَ سراج دَ لرمو اوښکو سیلابو نه
بنادی په راختو دِ کمه نهٔ ده له اختره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم ثمره

۱۸ — سید انور علی شاه بخاری

را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره
خوځے دِ کړه مشغلے کړه دا دُنیا پرِ منوّره
را اوخېژه په بیرته کړه روښان وارَه جهان
کړه ملک په خورېدو سره په مونږه نورستان
نن شه په پاکستان کښے په مونږ فضل لهٔ اکبره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره

۱۹ — عطا محمد صاحب تیلی

اللّٰهٔ دِ سرفراز کا دَ رسولؐ په برکت
دنړا دِ شه خوره په هر طرف دَ صداقت
نصیب دِ شه دُنیا کښے لوئے حرمت او جلالت
عطا شه محمدؐ تیلی ته ښکلے بلاغت
انصاف کړُوی دَ حق چرے په تا کښے زور آوره
تیلی درته نکتے دَ بلاغت الیښی شاعره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره

۲۰ — میاں حسین شاه صاحب

مشرق نه تر مغربه نن ظلمت د کفر زور دے
بیداره عالمان کړه دَ نساقو نن پیغور دے
دے کار ئے دَ تبلیغ ولے دنیا پسے ئے شور دے
دولت ته ئے هوس دے ویره نه کړی لهٔ سقره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

۲۱ — هدایت احمد شاه فیاض

معدن دَ ملغرو دِ عرفان دِ اکوړے وی
تل بر ښېنی نور دَ علم چه خورېږی لهٔ دره
چاپیره آوازونه درودونه او نعرے دی
خندا ده خوشحالی ده په چمن لهٔ نوی سره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره

۲۲ — محمد شریف متعلم

ته هم دارالعلوم حقانی کښے شوے داخل
هر علم هر یو فن هر یو تهذیب دِ کړو حاصل
اوس دا دستاربندی دِ مبارک شه برادره
را او خېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره
دعا محمد شریف کړی چه دا ځائے دِ شی دیوبند
زمونږ شیخ الحدیث ته خدایه ورکړے اوږد ژوند
خورېږی دِ دنیا کښے فضلاء له پېښوره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره

۲۳ — سید نواز صاحب فاضلِ حقانیه

لرے دَ مسلم نه شپے دَ جهل کا را اوخېژه
جوړ دَ اکوړی نه بخارا کړه بختوره
دا دارالعلوم دارالانوار کړے لویه خدایه
پوره ته پلوشے ئے کړه دَ جامع ازهره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره

۲۴ — حافظ محسن شاه صاحب

را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَ علم نمره
خدائے ئے موصوف کړے په قرآن کښے ئے ته غوره
اسلام دَ دغه نوم دے چه حاصل کړو تا پوره
عمل کهٔ دِ پېر او کړو پیسے هر ځائے به بکهره وره
را اوخېژه په بیرته دَ مذهب دَعلم نمره

د دغو شعراؤ نه علاوه قاضی عبدالسلام صاحب، رستم خان صاحب۔ محمد اجمل خان اجمل صاحب او سمندر خان سمندر صاحب او نورو کسانو درنو سهتو په دغه مشاعره کښے گډون اوکړو۔ او ډېره په کامیابئ سره دا غونډه سرته اورسېده۔

مولانا گل شبیر حقانی صاحب ۔ او۔ ټي۔
شاه ګئ ۔ خیبر ایجنسی

دَ اکوړي شیخ الحدیث شیخ القرآن
څهٔ شو؟

مرګیه وایه دَ عِلمونو هغه کان څهٔ شو   دَ حق پرَستو قافلے هغه کاروان څهٔ شو
دَ اکوړي شیخ الحدیث شیخ القرآن څهٔ شو

(۱)

بوراګان ژاړي چه ګلشن کښے زمونږ ګُل نشته   ګلشن ویجاړ شو اُوازونه دَ بُلبل نشته
شمع دِ مړه کړه پتنګان پرِ سوزېدل نشته   دارالحدیث کښے قال الله قال الرسول نشته
دَ عالمانو طالبانو قدردان څهٔ شو   میںَ په دین چینه دَ عِلم او عرفان څهٔ شو
دَ اکوړي شیخ الحدیث، شیخ القرآن څهٔ شو

(۲)

وو عبدالحق، ویل ئے حق مرشته ئے دَحق کوَوله   مقابله ئے هرمېدان کښے دَ ناحق کوَوله
چغه دَحق ئے په ایوان دَ ضیاءالحق کوَوله   وېنا په ډاګه ئے دَ اِعلاء کلمة الحق کوَوله
عالمان ژاړي چه زمونږ میرِ کاروان څهٔ شو   مقابلے له دَ باطل مردِ میدان څهٔ شو
دَ اکوړي شیخ الحدیث، شیخ القرآن څهٔ شو

(۳)

شمع دَ دین وه پرِ راټول وُو پتنګان واړه   جمع په دهٔ وُو طالبان او عالمان واړه
ورله راتلل به امیران او غریبان واړه   وُو شاګردان ئے مجاهد افغانستان واړه
سپه سالار دَ مجاهدو دَ کمان څهٔ شو   هغه زمونږ دَ دعاګانو لوئے باران څهٔ شو
دَ اکوړي شیخ الحدیث، شیخ ا لقرآن څهٔ شو

(۴)

اوس عِلیّین کښے ئے تر اَبدُالآباد لرے   سمیع الحق، انوارالحق ئے بامُراد لرے
حقانیه او فضلاء ئے ټول آباد لرے   ما مجاهد دبه په علم باندِ ښاد لرے
زما محبوب، زما مُرشد، ډېر مهربان څهٔ شو
دَ حقے لارے قلندر، درویش انسان څهٔ شو
دَ اکوړي شیخ الحدیث، شیخ القرآن څهٔ شو

انتخابي نظم

جناب مولانا حافظ محمد ابراهیم صاحب فاني مدرس دارالعلوم حقانیه
اکوړه خټک

دَ ۱۹۸۵ء دَ پاکستان دَ قومي انتخاباتو په لړکښې کله چه دَ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نامزدګي دَ قومي اسمبلۍ دَ اُمیدوار په توګه اوشوه نو دَ دوی انتخابي نخښه "وونه" وټاکلې شوه۔ دَ انتخابي مهم په موقع راقم ګڼ نظمونه لیکلي وُو۔ ولې دَ هغو تعلق دَ هغه وخت سره وو۔ نو ځکه دَ هغو نقلونه مې محفوظ او نه ساتلے شول۔ خوش قسمتۍ نه دا یو نظم په لاس راغے۔ چه دَ دوستانو په وړاندې ئې پیښ کووم۔ (محمد ابراهیم فاني)۔

وونه ده زمونږه یاد لرئ انتخابي نخښه
هېره چه ئې نه کړے په هېڅ شان انقلابي نخښه

(۱)

وونه ده زمونږه دَ مولانا عبدالحق نشان — دا ده دَ وطن دَ بهارونو دَ رونق نشان
ځکه ښکلې ښکاري دَ دُنیا دَ ښادابۍ نخښه
هېره چه ئې نه کړے په هېڅ شان انقلابي نخښه

(۲)

وونې له ورکړے پاک الله څومره عظمت دے — ذِکر ئې راغلے په قرآن کښې په عزت دے
ووتې درته خطا نه شي هم داده کتابي نخښه
هېره چه ئې نه کړے په هېڅ شان انقلابي نخښه

(۳)

واوره اسمبلۍ ته دَ دوی تلل دَ دین دَ پاره دي — ځکه کښې په وطن کښې اسلامي آئین دَ پاره دي
وونه ده زمونږ دَ مولانا دَ کامیابۍ نخښه
هېره چه ئې نه کړے په هېڅ شان انقلابي نخښه

(۴)

دغه وونه خدایګو چه ده څه ښکلې زیبا وونه — دغه راته ښکاري دَ جنّت هغه طوبیٰ وونه
وائي فانيؔ دا چه دَ لوئے شان ده ثوابي نخښه
هېره چه ئې نه کړے په هېڅ شان انقلابي نخښه

دَ حضرتؒ شیخ الحدیثؒ په وفات

دَ غم اوښکے

*

جناب حافظ محمّد ابراهیم صاحب فانی۔ مدرّس دارالعلوم حقانیه اکوړه خټک

*

دَ ژوند مزه دِ یوړله بیلتونه څهٔ کوے
بېزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

(۱)

ماتم دَ حشر جوړ دے په تمام روئے زمین   تهٔ لاړے مکین شوے دَ جنّت په علیّین
لیلا دِ دلته نشته دے مجنونه څهٔ کوے
بېزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

(۲)

مئلے تهٔ دُنیا وے دَ خپل وخت عظیم امام   هر څوک دِ تابعدار ولاړ وُو تا ته لاس په نام
دَ علم او عرفان لویه بیستونه څهٔ کوے
وبزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندوُ څهٔ کوے

(۳)

تمام عمر دِ اوکړو اشاعت دَ علمِ دین   رحمت دِ وی په تا باندِ هر وخت دَ رب متین
فیژو. تهٔ مے پرے نهٔ ږدے صباوُونه څهٔ کوے
بېزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

(۴)

عقبٰی طرف ته لاړے بخاری درپسے ژاړی   مسند نن دَ حدیث نبوی در پسے ژاړی
ژړیږی هر سړے دَ زړهٔ دَ خوُمه څهٔ کوے
بېزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

(۵)

یادیږی مجاهد دَ مدنیؒ فخر په تا وو   دَ حضرتِ لاهوریؒ او دمفتیؒ فخر په تا وو
په عقل جالینوسه افلاطونه څهٔ کوے
بېزاره د کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

(۶)

خزان په وطن راغے بیا به نهٔ وینے بهار   تمام عالم اسلام دِ شو په هجر نا قرار
لږ زړسے دَ فانی دَ غم مضمونه څهٔ کوے
بېزاره دِ کړو مونږه دَ ژوندونه څهٔ کوے

د صاحبزاده مولانا حامدالحق د دستاربندۍ په موقع
د حضرت شیخ الحدیث رحمة الله علیه یاد

اے زمونږ د زړه قراره چرته یې
خندہ رویه ګلعذاره چرته یې
څه دِ پټ دے نن په څومره حجابونو
د بنۍ د باغ مالیاره چرته یې
ګلستان دِ په ګلونو بیا سمسور دے
نازنینه حسن داره چرته یې
نن مسند دِ د حدیث په انتظار دے
د محراب منبر وقاره چرته یې
بن خوراشه تماشا دِ د باغ اوکړه
سر کړه پورته د مزاره چرته یې
فضلاء د اجازت په طمع ناست دی
د اسناد دی امیدواره چرته یې
په دستار د خپل نمسي باندِ لاس کېږده
نن فاضل شو جلوه داره چرته یې
اے فاني د دعاګانو ځائے مو روک دے
صبر غواړه د غفّاره چرته یې

* * *

پیشکش د مولانا حافظ محمّد ابراهیم فاني
د زروبۍ کلی

خوانِ زعفران

فتح الصمد بنظم اسماء الاسد (ایک عظیم لاجواب تاریخی قصیدہ)

مجموعہ محاسن — منامی مبشرات — مسلکِ اعتدال

تحریک ختم نبوت کا فیصلہ کن کردار — سفرِ حج کے تاثرات

تبلیغی جماعت سے تعلق — طلبۂ علوم نبوت کا اکرام

سابقہ ابواب کے ضمیمہ جات اور متفرقات

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں

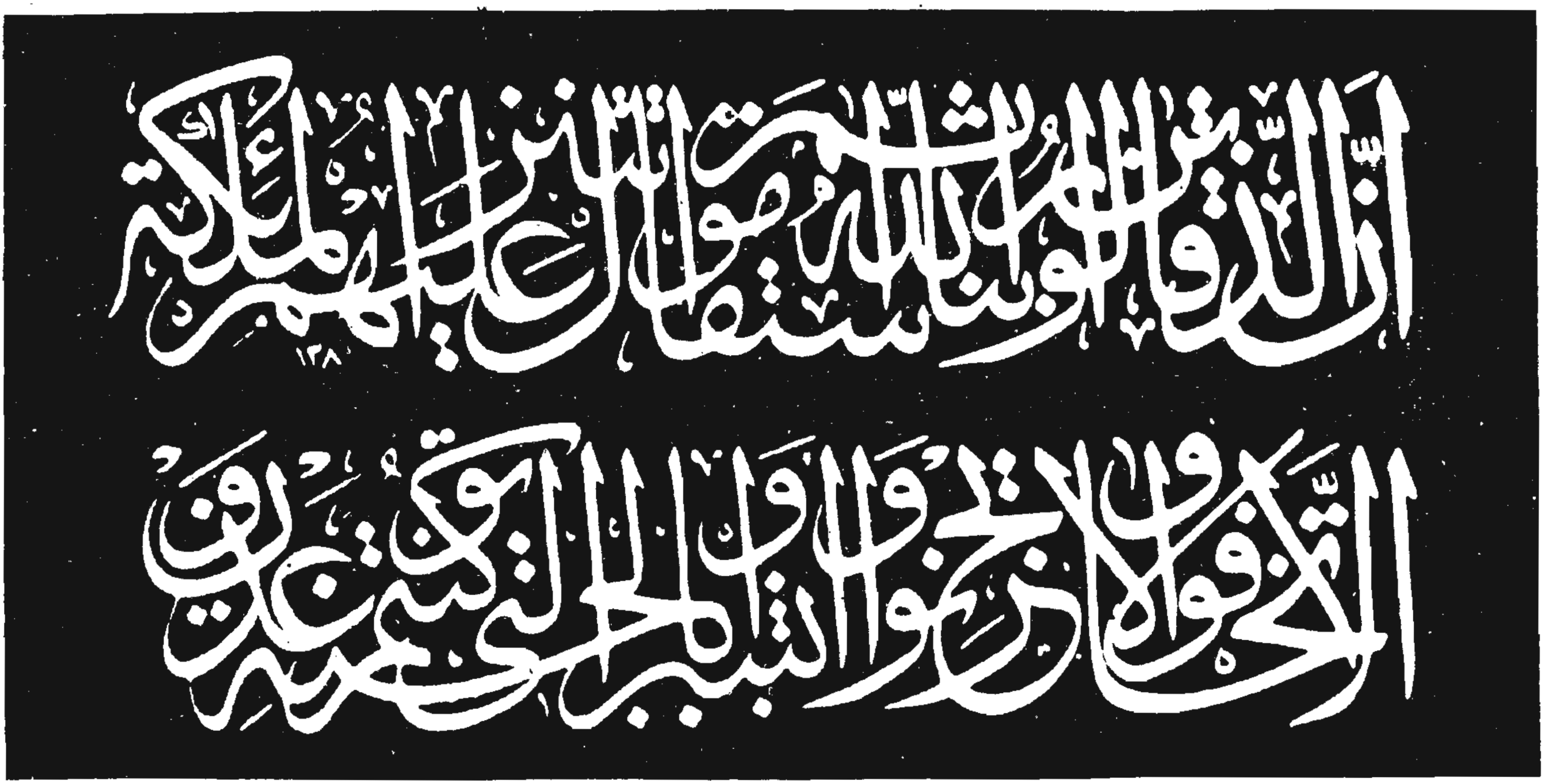
ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة
الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون

جن لوگوں نے کہا "اللہ ہمارا رب ہے" پھر اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"۔

افادات: حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

انتخاب و ترتیب: مولانا قاضی محمد ابراہیم ثاقب الحسینی فاضل حقانیہ

قائدِ شریعت، محدثِ کبیر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ایک

مجموعہ محاسن

حضرت مدنیؒ کا اُمت کے ذمہ ایک قرض تھا جسے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ادا کر دیا

استاذنا المکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر ماہنامہ الحق کے خصوصی نمبر کی اشاعت و ترتیب کا سنا تو اپنی نااہلی، نالائقی اور ہیچمدانی کے باوصف دل میں یہ داعیہ رہا کہ میں بھی خریداران یوسف میں نام لکھوا کر آخرت کی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہو سکوں، مگر حضرت شیخ الحدیثؒ کی رفعتِ شان اور عظمتِ مقام اور اپنی محدود بساطِ علم کے پیشِ نظر اس کی جرأت نہ کرسکا۔ اس سلسلہ میں جب اپنے بعض اساتذۂ کرام سے عرض کیا تو انہوں نے معروف سکالر، عظیم داعی، مفسرِ قرآن، شارحِ حدیث حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی کے دقیع مکاتیب "کشکولِ معرفت" سے استفادہ کا مشورہ دیا جسے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے مریدِ با اختصاص اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلمیذِ خاص حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے مرتب کیا ہے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے یہ خطوط مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام لکھے گئے ہیں۔ ان خطوط میں تعلیم و تربیت، رُشد و ہدایت، تفقہ و سلوک، تبلیغِ دین، علم و مطالعہ، تصنیف و تالیف، دروسِ قرآن، ذکر و فکرِ دین، عشقِ رسول، جہاد، روحانیت کی ترویج جیسے اہم موضوعات کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ، اس کے بانی و مؤسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سیرت و سوانح، تقویٰ و طہارت، رُتبہ و مقام اور عظمتِ شان کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ جس طرح کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین، دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> "مکتوبات کا بنیادی مضمون تزکیہ و تصوف اور احسان ہے۔ حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم خود اس موضوع کے اختصاصی عالم، اس دریا کے شناور بلکہ اس مسئلہ پر علمی طور پر حاوی اور عملی طور پر ذوق آشنا ہیں۔ پھر مکتوبات میں موصوف کی زبان و اسلوب، تسہیل و تفہیم، معیار و اقدار، طریقۂ تعبیر و تشریح دیکھ کر پڑھنے والے کا دل گواہی دینے لگتا ہے کہ خطوط کی ہر سطر خلوص و دلسوزی سے لکھی گئی ہے —— موصوف کو مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی، اس کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ سے محبت اور اس گنہگار سے جو تعلقِ خاطر اور شفقت ہے خطوط میں جگہ جگہ اس کا اظہار بھی کیا گیا ہے جو ادارہ کی ترقی اور احقر کے لیے اُخروی سعادت اور نجات کا وسیلہ بن سکتا ہے۔" (کشکولِ معرفت صک)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کے مکاتیب کے مکتوب الیہ اور جامع و مرتب ہیں "عرضِ مرتب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔

> "دلبر! اس مختصر سی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم جو اپنے وقت کے جلیل القدر داعی، دین کے مخلص خادم، بیسیوں کتابوں کے مصنف، بحرِ معرفت کے شناور، حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارح اور قرآنِ حکیم کے علوم و معارف کے مفسر اور ترجمان ہیں، جنہیں ہمارے شیخ و مربی، استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ (بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے محبت بھی ہے اور عقیدت بھی، عشق بھی ہے اور وارفتگی بھی، (جیسا کہ مکتوباتِ ہٰذا (کشکولِ معرفت) اس کے شاہدِ عدل ہیں)

اِسی رشتے ناطے اس نامہ سیاہ کو بھی ان سے تعلقِ خاطر و استفادہ، روحانی نیاز اور اپنی بساط کی حد تک گہرا نیاز حاصل ہوگیا۔" (کشکولِ معرفت صـ۸)

اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"پھر مکتوبات میں زیادہ تر تذکرہ استاذی و استاذ العلماء، محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء، اس کے نظامِ تعلیم و تربیت اور مؤتمر المصنفین کی مطبوعات کا ہے، اس لحاظ سے گویا یہ مجموعۂ مکتوبات بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح اور دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ کا ایک ایسا باب مرتب ہوگیا ہے جس کے لکھنے والے مؤرخ کی شخصیت ہر لحاظ سے ثقہ اور معتمد ہے اور جو اپنی تحریرات کی تمام جزئیات کے خود شاہد بھی ہیں اور راوی بھی، پھر ثقاہت اور دیانت بھی ان میں ایسی کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے انہیں درسِ حدیث کے تلمذ کا شرف حاصل ہوا اور الامام الکبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تصوف و سلوک میں مرتبۂ خلافت پر فائز ہوئے"!

(کشکولِ معرفت صـ۹)

کشکولِ معرفت (جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، جسے دارالعلوم حقانیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت "مؤتمر المصنفین" نے شائع کیا ہے) میرے سامنے ہے اور اپنے اساتذۂ کرام کے مشورہ کے بموجب یہی فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنے وقت کے ولیٔ کامل حضرت امام لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل، اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے امین و ترجمان حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ کے مکاتیب میں سے ان حصوں کے جو حضرت شیخ الحدیثؒ سے متعلق ہیں کچھ اقتباس لے لیے جائیں کہ ع "ولی را ولی مے شناسد" کے مطابق حضرت شیخ الحدیثؒ پر ایک مضمون بھی ہوجائے۔ ناچیز کی حیثیت ہی کیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لکھ سکے، بس یہی کافی ہے کہ اپنے وقت کے عظیم مصنف اور ولیٔ کامل کی شہادت و افادات کو مرتب کرلیا جائے۔ یقیناً اس میں قارئین کے لیے حظِ وافر اور دلچسپی کا وافر سامان میسر ہوسکے گا۔

احقر :- قاضی محمد ابراہیم ثاقب الحسینی اٹک شہر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ پر حضرت مدنیؒ کا رنگ غالب ہے

شفقت کا مقام ابوّت ہے اور تربیت کا مقام ربوبیت ہے، شاید اسی وجہ سے قرآنِ عزیز نے اللہ تعالیٰ کو بجائے آپؐ کے رب ماننے کا حکم دیا ہے کہ تربیت میں گرمی، سردی، نرمی، سختی، وصل و فصل، قرب و بعد بلکہ بہار و خزاں سب کا سامنا پڑتا ہے، ایسے شیخ سے تعلق ہوجائے تو پھر نُورٌ علیٰ نُور ہے اگر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم شفقت کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی توجہ دیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے؟

میرا اپنا یہ خیال ہے کہ حضرت شیخ الحدیث (مولانا عبدالحقؒ) دامت برکاتہم پر حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز کا رنگ غالب ہے جس میں تواضع اور انکساری حدِ کمال تک پہنچی ہوئی ہے ورنہ اس دور میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہم العالی اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ (صفحہ ۲۷)

حضرت شیخ الحدیثؒ کے اخلاص اور محنت کا اجر

گرامی نامہ کا شکریہ! اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس جد و جہد کو قبول فرماکر ملک میں شریعت کا عملی نفاذ کرنے کی صورت پیدا فرمادیں۔ آمین، وما ذلك على الله بعزيز

حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے اخلاص اور محنت کا اجر انشاء اللہ اُمت کو ضرور ملے گا، اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائیں، آمین بحرمۃ طٰہٰ و یٰسین۔ (صفحہ ۲۸)

حضرت شیخ الحدیث سے شرفِ تلمذ کے حصول کی سعادت

درجہ حدیث کے جن تین طلباء (جن میں ایک حضرت کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم ثاقب الحسینی بھی تھے) کا آپ نے امتحان لیا تھا آئندہ سال ان کا دورۂ حدیث ہے، اس کے لیے میں نے عرض کیا تھا، کوئی محدث صاحب میسر ہوجائیں تو توجہ فرمادیں، ورنہ میرا اپنا یہ ارادہ ہے کہ ان تینوں کو حقانیہ میں داخل کرادیا جائے تاکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی کے تلمذ کا شرف حاصل ہوجائے مگر حقانیہ میں تو تدریس پشتو زبان میں ہوتی ہے جبکہ یہ تینوں پشتو نہیں جانتے آپ اگر بوقتِ فراغت حضرت دامت برکاتہم سے مشورہ کرکے مجھے مطلع فرمادیں تو بہتر رہے گا۔ (صفحہ ۳۰)

حضرت مدنیؒ کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی زیارت سے سکون ملتا ہے

عزیز گرامی حقانی صاحب! در اصل بات یہ ہے کہ اس گنہگار کو اپنے شیخ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے ساتھ عقیدت نہ تھی بلکہ عشق تھا جس میں ان کی نوازشات کا پورا پورا دخل تھا اور اب بھی ہے، ان کے سفرِ آخرت

کے بعد ع

سوزِ بلبل کم نہ گردد گر رَوَد گل از چمن

کا معاملہ رہا، جب تک حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے وہ پیاس ان کی زیارت اور دعاؤں سے بُجھ جاتی تھی، ان کی رحلت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی کی زیارت سے سکون مل جاتا ہے، کبھی کبھی حاضری اپنے اسی مقصد کے لیے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو تادیر باعافیت رکھے۔ آمین ثم آمین (صفحہ ۳۲)

اپنے وقت کے عظیم محدث کی زیارت کا شرف

دورۂ حدیث کا داخلہ کب شروع ہو رہا ہے تاکہ ثاقب اور ایک دوسرے طالبعلم کو بھیجدوں، مَیں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا ثاقب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور آپ کی زیرِ نگرانی کچھ وقت گذارے جو اس کے لیے بہتر ہوگا۔ انشاء اللہ

یہ ہیچمداں "حقائق السنن" کے متعلق کیا رائے دے سکتا ہے۔ لکل فن رجال مگر پھر بھی آپ کے ارشاد کی تعمیل میں جلد ہی چند سطور ارسال کر دوں گا۔ (صفحہ ۳۴)

حقائق السُّنن

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کو جو ترمذی کی تدریس اور تشریح میں منفرد مقام حاصل تھا اس پر آج تک کوئی شاگرد شاید اس لیے کام نہ کر سکا کہ یہ کام مشکل نہیں مشکل ترین تھا، ادھر حضرت مدنیؒ کے ہزارہا شاگردوں کے ذمے یہ قرض تھا جس کا اتارنا ضروری تھا۔ الحمد للہ

چوں خدا خواہد کہ کارے را کند
خود بخود اسباب را جنبش دہد

اس عظیم قرض کو اتارنے کے لیے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید محدثِ کبیر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم وفضلہم کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے باوجود مسلسل علالت، عدیم الفرصتی اور کئی موانع کے اس اہم کام کی طرف توجہ فرما کر جامع السنن للترمذی کی شرح بنام حقائق السنن مرتب کرنے کی سرپرستی قبول فرمائی۔ چنانچہ ان کی پیرانہ سالی کی جواں ہمتی سے حقائق السنن جلد اول صوری اور معنوی زینت سے مرصع شائع ہوگئی، یہ جلد تقطیع کلاں کے ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے مگر توضیح اور تشریح کا یہ حال ہے کہ ابھی صرف ابواب الطہارت تک ہی معارف قلمبند کیے گئے ہیں۔

عالی مرتبت مرتب اور مؤلف مولانا عبدالقیوم حقانی کا امت پر یہ بھی احسانِ عظیم ہے کہ انہوں نے محدث العصر شیخ الحدیث کے افاداتِ درس کی اس کتاب کو اردو زبان میں مرتب فرمایا ہے جس سے کم از کم برِ صغیر کے علماء اور طلباء کے علاوہ خلوصِ نیت کے ساتھ ارشاداتِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے سعادتمند فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

احقر کی دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مدظلہم العالی کو صحت کے ساتھ حیاتِ طویلہ عطا فرمائے تاکہ آپ حقائق السنن کی بقایا جلدیں بھی مرتب فرما سکیں۔ آمین ثم آمین (صفحہ ۳۶)

روحانی برکات کا حصول

ثاقب کو دانتوں کا درد کافی رہا اب صحتیاب ہونے پر حاضرِ خدمت ہو رہا ہے۔ یہ آپ کی اور سب اکابر اور اساتذہ کی دعاؤں کا محتاج ہے۔ پشتو زبان نہ جاننے کی وجہ سے یہ کچھ علمی برکات تو شاید حاصل نہ کر سکے البتہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم اور دوسرے اساتذہ کی زیارت سے روحانی برکات حاصل کر سکتا ہے۔ وفقہ اللہ تعالیٰ العظیم۔ آمین (صفحہ ۴۲)

حضرت شیخ الحدیث کی توجہاتِ عالیہ کی برکتیں

اس سے بہت خوشی اور اطمینانِ قلب ہے کہ آپ (مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ) کو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں حنفیت کے فروغ کے لیے سعادت بخشی ہے۔ بارك الله فى مساعيكم وايدكم بنصره العزيز بحرمة اسمه الفتاح والعليم۔

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی دینی فتنہ سر اٹھاتا ہے مگر انا لہ لحافظون کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی سعادتمند یا کسی جماعت کو اس کی سرکوبی کے لیے مبعوث فرما دیتے ہیں۔ (یہ خیال رہے کہ بعثت کا کلمہ غیر نبی کے لیے بھی ارشاداتِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں آیا ہے انما بعثتم میسرین)

یہ گناہ گار سمجھتا ہے کہ اس دَور میں مسلکِ حنفیت کے فروغ بلکہ احیاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پسند فرمایا ہے وذٰلك الفضل من الله وكفىٰ بالله عليما۔ اور یہ ساری برکت اور سعادت استاذ العلماء محبوبِ اسلاف حضرت شیخ الحدیث مدظلہم العالی کی توجہاتِ عالیہ کی ہے، اگر مَیں آپ کی جگہ ہوتا تو یوں کہتا ؎

کہاں مَیں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

حضرت مَدنیؒ کا عکسِ جمیل

گرامی نامہ ملا، اللہ تعالیٰ مرحومہ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی اہلیہ) کے درجات بلند فرمائے کہ ان کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ کسی متقی انسان کے جنازہ میں شرکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مرحومہ دورِ حاضر کی رابعہ تھیں، اپنی خاندانی نجابت پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی کی رفاقت نے ان کو ایک ملکوتی مقام عطا فرمایا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہم العالی اس گنہگار پر ۱۹۳۲ء سے نظرِ شفقت رکھے ہوئے ہیں، ان کی خدمت میں حاضری یا ان سے کسی بھی نوع کا تعلق اور ربط میرے لیے سرمایۂ سعادت ہے، ان کی مشفقانہ نظر، پُرسوز

دعاؤں ہیں اس گنہگار کو اپنے محبوب آقا حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے۔ اللّٰھمّ بارك وزد فزد

شکر یہ تو آپ حضرات اور مولانا سمیع الحق صاحب کا ادا کرنا چاہیئے کہ آپ نے بروقت مطلع فرمادیا ورنہ شاید یہ سعادت نہ ملتی۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء انشاء اللہ طبیعت کی بحالی پر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گا۔ (صفحہ ۶۶)

حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایک منامی وصیت

آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کے سفرِ باظفر کا جو حال[1] قلمبند فرمارہے ہیں یہ بہت اچھا ہے، تاریخی یادگار کے علاوہ اس موقع پر شریک نہ ہونے والے کے لیے بھی تسلّی کا باعث ہو سکے گا۔ احقر نے جو ٹکڑا پیش کیا ہے اس کا ذکر بیشک فرمادیں میری سعادت ہے مگر اتنا ضرور تحریر فرمادیں کہ :۔

> ”حضرتؒ نے یہ فرمایا کہ میرے کُرتے کے نیچے ایک ٹکڑا اور رکھ دیں تو مَیں نے از خود اس پر اندرونِ بیت اللہ المکرمہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا اس سفید ٹکڑے پر سلائی کرکے پیش کر دیا ہے“۔ یعنی حضرتؒ نے صرف ایک ٹکڑا رکھنے کا فرمایا ہے۔ (صفحہ ۷۳)

صحبتے با اہلِ حق

جناب حقانی صاحب! دستی شفقت نامہ ملا، مجھے اکابر کے ہر خادم کے متعلق بلکہ اُن کے جاروب کش سے بھی ملاقات کرکے دلی اور روحانی مسرت ہوتی ہے، اور آپ تو ماشاء اللہ محدثِ کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ کے منظورِ نظر اور مقبولِ بصر ہیں۔ زادك اللہ اديًا وحلمًا وعلمًا وعملًا واولادًا۔

آپ کی حالیہ تازہ تالیف ”صحبتے با اہلِ حق“ کی قدر چند سال بعد اسی طرح آئے گی جس طرح مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ، فوائد الفواد اور مکاتیب شیخ الاسلام کی قدر اہلِ طلب کو آرہی ہے۔ حضرت شیخِ کبیر مولانا عبدالحقؒ کیا تھے؟ کون تھے؟ یہ ہم کیا جان سکتے ہیں۔ آخر جس نحیف الجسد اور مطعون الحسد کے نقشِ پا سے ہزاروں نے منزل کا نشان دیکھ لیا اور ہزاروں منزل کو پہنچ گئے انشاء اللہ مادامت القمرین اپنی محبوب منزل کو پاتے رہیں گے، اتنا عرض ہے ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

دراصل سارے دین اور سارے فلسفہ اور خیالات، عندیات کا خلاصہ وہی کلام ہُوا کرتا ہے جو کہ کسی راہنما کی زبان سے صادر ہوتا ہے خواہ وہ نواۃ کی طرح خورد سے خورد ہو مگر فرعہا فی السماء بن جاتا ہے، اصل چیز صحبت ہے، صحابۂ کرامؓ کو جو اجر و مقامِ عظمت رسالت کے بعد ملا وہ اسی ذاتِ عالی صفات کی صحبت کا اثر ہے، پھر ان کا اُمت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ سارا دین اور اس کی تعبیر شارع علیہ السلام الی یوم الدین امت تک پہنچا دی ہے۔ اہلِ حق کی صحبت کی ترجمانی شرفِ صحبت کا نہ صرف یہ تو ہے بلکہ اس کا عملی اتباع ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے طویل سے طویل صحبت کے حالات جس طرح اُمت کو پہنچائے اسی طرح قلیل سے قلیل صحبت میں بھی جو سُنا اور دیکھا اُمت تک پہنچایا جو آج تک مشعلِ راہ ہے اور قیامت تک راہنما رہے گا بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ

آج کل ایک نئی کتاب وفود القبائل زیرِ مطالعہ ہے، اس میں ایک صحابی عداس نامی کا بھی ذکر ہے جو سفرِ طائف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف نورانی صورت دیکھ کر قریب ہُوا، وہ یونس علیہ السلام کا اُمتی تھا جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کی طرف سے بھیجے ہوئے انگور کے گُچھے سے ایک دانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھایا تو اس نے آپ کو نبی سمجھ کر اسلام قبول کرلیا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ عداس جیسے گمنام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قلیل سی قلیل صحبت کا حال بھی امت کو پہنچایا۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ آپ محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی زبان بن گئے ــــــــ جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسمؒ کو میری زبان بنادیا، یعنی ان کے علوم و معارف حضرت نانوتوی قدس سرہ کے واسطے سے پہنچے۔ بارك اللہ فيك وفى ذات فيك۔

-/۸۰۰ روپیہ ارسال ہے، -/۷۵۰ روپے ”صحبتے با اہلِ حق“ کے لیے قبول فرمالیں اور -/۵۰ روپے کسی بھی دو مسکینوں کو کھانے کے لیے دے دیں۔ بارك اللہ۔ (صفحہ ۸۸)

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہؓ کی تمثیل

آخری عریضہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے شاید یہ تلمیح آسانی سے سمجھ نہ آسکے اس لیے عرض ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے، یعنی اُن سعادتمندوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع شروع میں اسلام قبول نہیں کیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے وہ شرف بخشا کہ ان کا بقول امام بخاریؒ آٹھ سو سے زیادہ صحابۂ کرامؓ اور تابعین سے روایت کا سلسلہ ثابت ہے ــــ

اسی طرح آپ کو اگرچہ حضرت محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ بہت بعد میں حاصل ہُوا مگر آپ نے اُن کی صحبت سے جو قولاً، عملاً، فعلاً، تقریرًا (فی اصطلاح علم الحدیث) تحریرًا فوائد حاصل کیے وہ اکثر

---

[1] استاذی واستاذ العلماء محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال پر ”سفرِ آخرت“ کے عنوان سے مولانا عبدالقیوم حقانی نے ماہنامہ الحق کے لیے مفصل ادارتی تحریر لکھی تھی، اس موقع پر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم نے جو غلافِ کعبہ کا ٹکڑا حسبِ وصیت منامی حضرت شیخ الحدیثؒ کے سینہ پر رکھا تھا، اس کا تذکرہ کرنا تھا، تو تحقیقِ حال کے لیے حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں خط لکھا تھا موصوف نے حزم و احتیاط سے بھرپور خط تحریر فرمایا، مندرجہ بالا جملوں میں اسی امر کا اشارہ ہے۔ (صفحہ ۷۳)

اُن اصحاب اور تلامذہ سے زیادہ ہیں جن کو تلمذ کا شرف آپ سے بہت پہلے ملا۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن فہمی میں بھی اسی نوعیت کی سعادت عطا فرمائے جو اصغر سن و اکبر علماء حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو حاصل تھی۔ (صفحہ ۹۱)

آستانۂ شیخ کی جاروب کشی

آخری گذارش جو پیشِ خدمت ہے وہ یہ کہ:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ کی ہر خدمت کو شرف سمجھیں، اگر جاروب کشی کی سعادت ملے تو اسے بھی شرف و فخر سمجھیں، انشاء اللہ برکات ہی برکات ملیں گی۔ کبھی کبھی اُن کے مزار پر حاضر ہو کر شرعی سلام عرض کر کے پاؤں کی طرف بیٹھ جائیں، اگر ذکرِ قلبی جاری ہو گیا تو خوش ہوں کہ برکات آ رہی ہیں۔ آخر یہ تو احادیث میں ہیں اور سب موحدین متوحدین بھی قائل ہیں کہ میت کے ساتھ وہ اعمال بھی جاتے ہیں جو اس کے بدن سے زندگی میں نمودار ہوئے، تو وہ اعمال برزخ میں محبوس کر دیئے جاتے ہیں یا جاری رہتے ہیں۔ اس گنہگار کا عقیدہ ہے کہ برزخ میں بھی جاری رہتے ہیں رَاَیتُ مُوسٰی یُصَلِّی قَائِمًا فِی قبرہٖ عند الکثیب الاحمر، اُس آنکھ نے دیکھا جس کے بارہ میں خداوند قدوس نے فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ــــ

ترمذی کی حدیث میں ایک صحابی کا ذکر ہے کہ اُس نے زمین سے سورۂ تبارک الذی پوری سُنی اور الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھی المانجیۃ ھی المنجیۃ، میت کے اعمال میں کمی بیشی تو نہیں ہوتی مگر وہ پھلتے پھولتے ضرور ہیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نجاشی کی قبر پر لوگوں نے کئی زمانہ دو شمعیں دیکھیں۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ مٹی سُنتی بھی ہے اور بولتی بھی ہے۔ آخر جب مٹی سے بنے ہوئے انسان بولتے سُنتے ہیں تو وہ کیسے صُمٌّ بُکْمٌ ہو سکتی ہے، اور یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا تو نصِ قرآنی ہے، اور انطلق کل شیٍٔ و اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ بھی قرآنِ عزیز میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ تھوڑی دیر اگر بہتر سمجھیں تو حضرت شیخؒ کی قبر پر بھی کبھی کبھی حاضری دیا کریں، اگر یاد رہے تو میری طرف سے بھی سلام عرض کر دیا کریں۔ (صفحہ ۹۷)

شیخ الحدیثؒ کی روحانی توجہ

جناب کا تبریک نامہ ملا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء ــــ مبارکباد کے مستحق تو دراصل آپ حضرات ہیں کہ جن کی دعاؤں اور توجہ سے نااہل کو یہ مقام اور عزت ملی ورنہ یہ تو مشکل سے مشکل ترین مرحلہ تھا۔ احقر کا عقیدہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی روحانیت بھی متوجہ رہی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ (صفحہ ۱۰۳)

حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی مسندیں پہلے سے زیادہ آباد ہیں

نور نامہ باعثِ بصیرت و بصارت ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ آپ سے اپنے دین کی جو خدمت متعدد طریقوں پر لے رہے ہیں یہ آپ کی سعادت اور اس کی رحمتِ بیکراں ہے، اللہ تعالیٰ مزید ہمت عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔

اس گنہگار کا عریضہ مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہم کی خدمت میں پیش فرما کر یہ بھی احسان فرمایا۔ مجھے اس امر سے مسرت ہوتی ہے کہ آج جبکہ اکثر جید علماء کرام کی مسندیں خالی ہی نہیں بلکہ بازوں کے نشیمن زاغوں کے قبضہ میں آ رہے ہیں، ہمارے اکابر حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ اور ان کے عکسِ جمیل حضرت مولانا عبد الحق نوّر اللہ قبورہم وشرح اللہ صدور اولادہم بحرمۃ من قال اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کی مسندیں پہلے سے زیادہ آباد ہیں اور بہ تاویل یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصلہم (اجسادہم) ثابتٌ (فی الارض) و فرعھا ای ثمرات اعمالھا مقبولۃ فی السماء کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گلشنوں کو ہر قسم کی خزاں سے محفوظ رکھے۔ آمین (صفحہ ۱۳۲)

حضرت مدنیؒ کے قدموں کی برکات

مَیں نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب موسم گرما میں حضرت مدنیؒ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور پرانے (حقانیہ) پرائمری سکول میں تشریف فرما ہوئے، یہ ساری ترقی ان قدموں کی برکت ہے ورنہ جن لوگوں نے پاکستان میں دیوبند کے نام سے اپنے مدارس کی ابتداء کی تھی آج اپنے مرحوم بانی کے ساتھ وہ بھی مرحوم ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ پر غور فرمائیں اور اپنے دار العلوم کو ان منحوس قدموں سے بچائیں ورنہ یبدل اللہ حسناتہم سیئات بھی کر سکتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۶)

لسانِ صدق

جواہر البخاری (بخاری شریف کے الابواب والتراجم پر حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے افادات) کے لیے کسی زبان کی ضرورت ہے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

”خداوند قدوس نے مولانا نانوتویؒ کو میری زبان بنایا ہے
یعنی میرے علوم و معارف ان کی زبان اور قلم سے منصۂ شہود
پر آ رہے ہیں“

جیسا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہٗ کی زبان بنایا ہے اور اس گنہگار کا یہ خیال ہے کہ واجعل لی صدق فی الآخرین کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ اب اس گنہگار کے اعمال اس حد تک خراب ہیں کہ جو انعاماتِ خداوندی بزرگوں کی نظرِ کرم سے ملے تھے ان کو بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ دعا فرمائیں شاید کوئی طریقہ ہو جائے۔ (صفحہ ۱۸۳)

(باقی صفحہ ۱۰۷۱ پر)

تحریر: مولانا سمیع الحق مدظلہ

دارالعلوم کے بعض اوّلین اراکین کا تذکرہ

دارالعلوم کے تاسیسی ارکان اور شیخ الحدیثؒ کے اوّلین ساتھی اور خدام

ذیل میں ہم بعض ایسے برگزیدہ، خوش نصیب اور سعادتمند بزرگوں کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین کر رہے ہیں جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اوّلین رفقاء، مخلصین اور دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین بانیین میں سے ہیں۔ ان کی خدمات، ان کے خلوص، ان کے تاریخی کردار اور دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں ان کی قربانیوں کے تذکرہ کیلئے دفتر بے پایاں چاہیئے، مگر اس خصوصی نمبر کے محدود صفحات کے پیش نظر ان کے اجمالی اور مختصر تذکرہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے جو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ان کے سانحہ ہائے ارتحال پر "الحق" کے ادارتی کالموں میں تحریر فرمایا، جس میں اختصار کے باوجود ان حضرات کے ایسے خدوخال، نقوش اور زندگی کی عمومی جھلک سامنے آگئی ہے جو مستقبل کے مؤرخ کے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہوگی۔ قلبی احساسات اور وقتی تاثرات پر مبنی ان تحریروں سے بعض وہ پہلو بھی سامنے آگئے ہیں کہ جو کسی بھی شخصیت کے حالات و واقعات، ماحول اور زندگی کے عمومی رنگ کے لیے ضخیم ماخذ اور تذکرے بھی اتنے مددگار ثابت نہیں ہو پاتے۔ — دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور ناظمِ اوّل مولانا سلطان محمودؒ کا تذکرہ بعض دوسرے ابواب میں آگیا ہے۔ — (ادارہ)

خانِ اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم

خاندانِ خٹک کے باکمال بزرگ اور خانوادہ خان محمد خوشحال خان خٹک مرحوم کے گلِ سرسبد، کمالاتِ ظاہری و معنوی کی ایک دلآویز تصویر خان بہادر محمد زمان خان خٹک رئیسِ اکوڑہ خٹک کی ۶ جنوری ۱۹۶۰ء مطابق ۷، رجب ۱۳۷۹ھ کو وفات ہوئی۔ پشتو ادب سے ذوق اور مہارت ورثہ میں ملی تھی، اردو اور فارسی ادب میں بھی دسترس رکھتے تھے، کلام کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ[1] کے ساتھ نہایت درجہ شفقت تھی جو بالآخر بے حد عقیدت سے بدل گئی اور ان کی تربیت سے یہ چیز اُن کے پورے خاندان میں منتقل ہوگئی۔ دارالعلوم حقانیہ کے اجلاسِ دستاربندی کے موقع پر مولانا عبدالحنان ہزاروی مرحوم نے ان کا زبان زدِ عوام لقب "خان بہادر صاحب" خانِ اعلیٰ سے تبدیل فرمایا اور اسی لقب سے بعد میں یاد کیے جاتے رہے۔ علماء اور اہلِ علم سے تعلق اور محبت شیفتگی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔

---

[1] خانِ اعلیٰ کا یہ مکتوب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے کسی تعزیتی مکتوب کے جواب میں ہے جو آپکے زمانۂ قیامِ دیوبند میں اکوڑہ خٹک سے بھیجا گیا ہے جو کہ آپ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

از اکوڑہ ۳۰/ مارچ ۱۹۴۵ء ؎ ہمہ نقدِ حیاتم رفتہ برباد ؛؛ کہ جنسِ کاسدِ عصیان خریدہ

محترم مولانا السلام علیکم! تعزیت نامہ سے قلبِ حزیں کو تسکین حاصل ہوئی، یہ کہنہ ویرانہ جس کا دوسرا نام محسن سرائے دنیا ہے، مصائب و نوائب کا گھر غموم و ہموم کا مسکن ہے، اس کا مایۂ خمیر اشک و خون سے اٹھایا گیا ہے۔ ایک بصیر آدمی کے لیے تو خاصا ماتم کدہ ہے، گوناگوں ابتلاؤں سے پُر اور مختلف آزمائشوں سے معمور ہے۔ کسی کو مال و دولت، عزت و جاہ، تندرستی و اولاد کے دامِ زریں میں پھنسایا گیا ہے اور کسی کو درد و کرب، فقر و افلاس، امورِ دنیا میں ناکامی و نامرادی، بیکسی و بے اولادی کی جانگسل و حوصلہ فرسا پریشانیوں کا شکار بنایا گیا ہے۔ دونوں حالتوں میں تائیدِ الٰہی کے بغیر انسانِ ظلوم و جہول شیوۂ شکر و صبر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ جس کے پہلو میں درد آشنا دل رکھا گیا ہے اس کو لذت کی چاشنی ملتی ہے، قاسی القلب، غفلت شعار مردہ دل انسان اس وجدانی لذت و سرور سے بہرہ اندوزِ سعادت نہیں ہو سکتا۔ ایک قانع درویش باخدا جو سکینہ و طمانیت اپنے حق آگاہ قلب میں محسوس کرتا ہے اس سے جاہ پرست شخص کا دل یکسر خالی ہوتا ہے۔ ابنِ آدم کو سفرِ حیات میں قدم بقدم پر آشوب دشواریاں اور ہمت شکن مشکلات پیش آتی رہتی ہیں جن کا مقابلہ مردِ عارف ہی روحانی طاقت سے کر سکتا ہے۔ ہم جیسے لفاظی کے شیدا اور محض قال کے دلدادہ جن کے دل ذوقِ عمل سے عاری اور دل دنیاوی کدورتوں سے مکدر ہو چکے ہوں، روحانی سرور اور طمانیت کا سرمایہ کھو چکے ہوں وہ تو بارِ زمین اور ننگِ انسانیت ہی کہلانے کے مستحق ہیں۔

مولانا! میں تو اعرابی کا عقیدۂ توحید چاہتا ہوں نہ کہ فلسفی کا استدلالی ایمان جو تزلزل اور تذبذب سے خالی نہیں ہوتا، حضرت صدیقِ اکبرؓ کی سی راسخ الایمانی حضرت بلالؓ کی سی فدویت مطلوب ہے اور بغیر کسی توشۂ آخرت محض عفو و بخشش کا امیدوار ہوں — مولانا شہنواز مرحوم ایسے اوصافِ حمیدہ کا علمبردار رہا جو معلومِ عوام نہیں، وہ سیر چشم و قانع تھا، غیور و خوددار تھا، پابندِ صوم و صلوٰۃ، شب زندہ دار تھا۔ اس کے فقدان سے ہمارے لیے ایسی خلاء پیدا ہو گئی ہے جس کا پُر ہو جانا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے — آئیے کہ آپ اور ہم خلوصِ دل سے مرحوم کے واسطے دعائے مغفرت طلب کریں۔ بحمد اللہ آپکے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ کا سالانہ امتحان ہو چکا، عربی جماعت خصوصیت سے لائق ستائش ثابت ہوئی جس پر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام

عزیز نثار الحق سے بعد از سلام کہہ دیجئے کہ تعزیت نامہ پہنچا تھا۔

آپ کا نیازمند، محمد زمان خٹک

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

افسوس کہ بزمِ قاسمیؒ اور محفلِ شیخ الہندؒ کی ایک ایک شمع خاموش ہوتی جارہی ہے۔ برطانوی سامراج کے استیصال اور مسلمانوں کی دینی و فکری قیادت کے لیے دارالعلوم دیوبند نے جو لشکرِ جرار تیار کیا اس کا ایک ایک اولوالعزم سپاہی اُٹھتا جارہا ہے، کچھ خال خال نظر آرہے ہیں وہ بھی آمادہ رحیل ہیں۔ ان جانسپارانِ ملک وملت اور موجودہ نسلوں کے درمیان بیچ کی یہ کڑیاں بھی نکل جائیں گی، مگر آنے والوں کے لیے ان لوگوں کی قربانیوں سے بھرپور اور تابناک زندگی روشنی کے مینار کا کام دے سکے گی۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی مرحوم کا وجود بھی انہی اربابِ عزیمت اور علمبردارانِ علماء حق میں سے تھا جن کا پچھلے ماہ بالاکوٹ (ہزارہ) میں انتقال ہوا۔ تدفین بھی اس پاکیزہ سرزمین میں ہوئی جو سیدین شہیدین (امیرالمومنین سید احمد شہیدؒ اور سیدنا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) کے خونِ شہادت سے لالہ زار بنی تھی ــــ مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ جید عالمِ دین بہترین و بے بدل خطیب تھے، زندگی بھر ہر دینی و ملی تحریک میں نمایاں حصہ لیا خواہ استخلاصِ وطن کی تحریک ہو یا ختمِ نبوت کا مسئلہ۔

تقسیم سے پہلے جمعیۃ العلماء ہند اور تقسیم کے بعد جمعیۃ علماء اسلام میں نمایاں کام کیا۔ کیسی ہی نازک گھڑی ہو حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ[1] (المائدہ ۵۴) ان کا شیوہ رہا۔ وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جاں نثار خادم اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے نہ صرف تلمیذ بلکہ منظورِ نظر رہے۔ مولانا کے قیامِ لاہور کے دوران حضرت شاہ صاحب مرحوم نے بارہا انہیں میزبانی اور اسفار میں رفاقت کا شرف بخشا۔

دارالعلوم حقانیہ کے لیے تو مولانا کی وفات ایک مخلص اور سرگرم رکن کی جدائی ہے۔ ابتدائے تاسیس ہی سے دارالعلوم کی ترقی میں ہر طرح حصہ لیتے رہے، ذاتی وجاہت کے استعمال سے بھی گریز نہ کیا۔ ان کی زندگی کے یہ مختلف ادوار اس حقیقت کے غماز ہیں کہ ان کا دل دینی تڑپ اور قوم و ملک کی حقیقی اصلاح اور ملی جذبات سے معمور تھا۔ ایسے حضرات کا ایسے دور میں اُٹھ جانا ایک المناک سانحہ ہے، حق تعالیٰ امتِ مرحومہ کو مرحوم کا نعم البدل اور مرحوم کو درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ آمین

الحاج محمد اعظم خان خٹک

۲۴ جنوری بروز ہفتہ دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص اور ہمدرد رکنِ شوریٰ جناب الحاج خان محمد اعظم خان خٹک رئیسِ اکوڑہ خٹک کا انتقال ہوا، مدت سے کینسر کی تکلیف تھی۔ دارالعلوم کی تاسیس سے لے کر اب تک آپ نے اپنے والد بزرگوار جناب خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک کی طرح پوری جانفشانی اور تندہی سے دارالعلوم کی ترقی و استحکام میں حصہ لیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے ساتھ غایت درجہ کا نیازمندانہ اور خادمانہ تعلق رہا اور کسی حال میں دارالعلوم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ تعمیرات کی نگرانی، چندہ کی فراہمی الغرض ہر مرحلہ پر پیش پیش رہتے، اس لحاظ سے موصوف کی جُدائی دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے لیے ذاتی صدمہ کا باعث ہے۔

مرحوم کی عمر ۷۱ سال تھی، نہایت ملنسار، خوش خلق اور قومی و ملی خدمت کے جذبات سے معمور انسان تھے، تحریکِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ جنگِ کشمیر کا موقع ہو یا جنگِ ستمبر کے مہاجرین کی آبادکاری کا سوال ہو یا علاقہ کی تعلیمی اور طبی ضروریات اور بلدیہ کی نظامت، ہر موقع پر بساط سے بڑھ چڑھ کر خدمات بجالائے۔ تقسیم سے قبل آنریری مجسٹریٹ رہے، پھر نواب امیر محمد خان مرحوم کالاباغ (گورنر مغربی پاکستان) کے زمانہ میں صوبائی ایڈوائزری کونسل کے رکن نامزد ہوئے، مسلم لیگ کی عاملہ کے ممبر بھی رہے اور ریفرنڈم میں بھی اہم حصہ لیا۔

۱۹۵۰ء میں حجِ بیت اللہ سے مشرف ہوئے، پچھلے کئی سال سے قومی و ملی خدمات کا زیادہ تر حصہ دارالعلوم کے بناؤ سنوار میں لگایا، دُنیا سے جاتے جاتے اپنے پڑوس میں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی، شدید بیماری کی وجہ سے دن بھر اس کے کام کی نگرانی خود کرتے رہے۔ دارالعلوم کے شعبۂ تعلیم القرآن کو نہ صرف زمین وقف کی بلکہ تعمیر کے وسائل اور نگرانی کا کام خود بھی خود انجام دیا۔

مرحوم کی جدائی نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا علاقہ سوگوار ہے، اللہ تعالیٰ حسنات کو قبول اور خامیوں سے درگذر فرمائے۔

الحاج میاں کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲؍ مارچ ۱۹۷۰ء بروز پیر پشاور شہر کے ممتاز علم دوست اور مخیر شخصیت جناب الحاج میاں کرم الٰہی صاحب تاجر چائے، چوک یادگار پشاور وفات پاگئے، عمر ستّر برس کے قریب تھی۔ عرصہ سے شوگر جیسی موذی مرض کا شکار تھے وفات سے چند دن قبل دل کے دورے پڑنے لگے جو جان لیوا ثابت ہوئے ــــ دارالعلوم کے قیام سے لیکر اب تک اس کی ترقی و استحکام میں بھرپور حصہ لیا اور مالی و جانی مدد کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اور دیگر اکابرِ علم و فضل سے نہایت گرویدگی تھی۔ عمر بھر رفاہِ عامہ اور فقراء و اہلِ علم کی مدد میں کوشاں رہے۔ پشاور کے ایک ممتاز قدیمی خاندان کے بزرگوں میں سے تھے۔

نمازِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھائی اور قبیل مغرب مشہور

---

[1] (اللہ کی راہ میں) کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

ولی اللہ شیخ جنید باباؒ کے جوار میں سپردِ خاک کیے گئے۔

موصوف دارالعلوم کے دیرینہ مخلص خادم ہونے کے علاوہ ناچیز کے خُسر بھی تھے، اس مناسبت سے دارالعلوم کے تمام فضلاء اور متعلقین سے بھی مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی اپیل ہے۔ دارالعلوم حقانیہ اور ادارۃ الحق مرحوم کے تمام لواحقین کے ساتھ شریکِ تعزیت ہے۔

مولانا الحاج حکیم نورالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفتہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ کی شب کو علاقہ چارسدہ کی ایک بزرگ شخصیت مولانا الحاج حکیم نورالحق صاحب سکنہ تنگی نصرت زئی (چارسدہ) تقریباً ستّر برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

مرحوم حُسنِ اخلاق، تواضع، تقویٰ، للّٰہیت اور جذبۂ خدمتِ خلق، علمی و طبی مہارت، حرمین الشریفین سے والہانہ عشق اور بہت سی دیگر اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن تھے مرحوم کی نمازِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث نے پڑھائی اور جنازہ میں علاقہ بھر کے ہزاروں افراد علماء و صلحاءُ اور مسلمانوں نے شرکت کی۔

ادارۃ الحق اور دارالعلوم حقانیہ اس صدمہ میں مرحوم کے خاندان و لواحقین بالخصوص ان کے قابل فاضل صاحبزادہ مولانا حکیم حبیب اللہ جان فاضلِ حقانیہ کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ قارئین سے حضرت مرحوم کے رفع درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

مولانا میاں مسرت شاہ کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گُل مرحوم و مغفور جیسے جیّد اور ممتاز علامۂ یگانہ کے وصال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغِ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیلؒ بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جیّد عالم تھے بلکہ اپنی خُداداد وجاہت، عزّت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علومِ دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے، وہ اپنی حیاتِ مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاءاللہ حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہوں گے مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پُر وقار شخصیت کو مدّتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا، دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی تو جان تھے عموماً صدارتِ شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخش دیتے۔ سیاسی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہلِ علم کے قلوب میں ان کا وقار قائم رہا کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للّٰہیت پر مبنی ہوتا صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلاء مدّتوں محسوس ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقاماتِ قُرب سے نوازے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبرِ جمیل اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔

مولانا مرحوم کا مختصر سوانحی خاکہ یہ ہے:۔

ولادت ۱۸۹۵ء کو حکمت آباد نزد مرڈھیری تحصیل چارسدہ میں ہوئی جہاں ان کے والد بزرگوار مولانا میاں حکمت شاہ کی جائیداد تھی، آبائی قصبہ زیارت کاکا صاحب اور سلسلۂ نسب مشہور بزرگ شیخ رحمکار مرحوم سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر تیمچاں ملا مرحوم سے پائی اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتب ۱۹۱۱ء میں حضرت حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ گدر میں پڑھیں، کچھ کتابیں طورو مردان کے علامہ مولانا عبدالجمیل[1] مرحوم سے اور معانی و بیان کی کتابیں علامہ عبداللہ میاں صاحبؒ سے زیارت کاکا صاحب میں پڑھیں۔ مولانا عبداللہ میاں صاحبؒ نے مطوّل کا حاشیہ بھی لکھا تھا جسے اُس وقت کابل کے امیر عبدالرحمٰن مرحوم نے شائع بھی کروایا، معقولات کی کتابیں اپنے گاؤں میں مولانا صاحب حسن زئی[2] مرحوم اور مولانا صاحب ڈنڈوقہ[3] سے پڑھیں۔ یہ دونوں منطق و فلسفہ کے جیّد اساتذہ میں سے تھے اور مرحوم کے والد بزرگوار نے اپنے سعادتمند بیٹے کو گھر میں تعلیم دینے کے لیے انکی خدمات حاصل کی تھیں، تفسیر و حدیث کی اجازت وقت کے مشہور عالم صاحب حق صاحب رحؒ چارسدہ سے حاصل کی، ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر پر ان کے والد مرحوم نے اپنے اخراجات سے مدرسہ قائم کیا کہ آپ اس میں تدریس کا مشغلہ جاری رکھ سکیں، یہاں اور کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ رجڑ تحصیل چارسدہ میں حسبۃً للہ تدریس دیتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں بسلسلۂ تجارتِ چوب افغانستان گئے۔ آخر وقت تک عمارتی لکڑی کی تجارت ہی آپ کا ذریعہ معاش رہی، ۱۹۳۲ء میں اپنے فرزند مولانا ولایت شاہ[4] صاحب کو بغرضِ تعلیم دیوبند لے گئے تو علم کے حصول اور اولاد کی علمی تربیت کا جذبہ اتنا تھا کہ والد بھی بیٹے کے ساتھ طلبِ علم میں دوبارہ مشغول ہو گئے اور شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی بخاری و ترمذی اور مولانا رسول خانؒ کی ابوداؤد اور مولانا محمد ابراہیمؒ کی مسلم شریف میں شرکت فرمائی۔ اس زمانہ

---

[1] آپ ضلع مردان کے مشہور علمی گھرانے اور علمی قصبہ طورو میں ۱۸۵۹ء میں مولانا سید حفیظ اللہ کے گھر پیدا ہوئے علوم سے فراغت کے بعد ریاست جوناگڑھ اور فتحپوری میں عرصہ تک مدرس رہے ہیں آپ حضرت العلامہ محدث العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت استاذنا المکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے استاذ رہ چکے ہیں، ۱۹۴۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ [2]، [3] یہ دونوں مقامات ہیں۔ اوّلاً تحصیل چارسدہ ضلع پشاور اور دوسرا ضلع مردان میں واقع ہے۔ [4] متواضع، با اخلاق، علمی و دینی کاموں میں سرگرم اپنے والد کے بعد دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن بنے۔ افسوس کہ جوانی میں ہی مرض قلب سے ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء کو انتقال کر گئے۔

میں دارالعلوم کے مہمان خانہ میں رہے۔

مولانا ولایت شاہ صاحب کی روایت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی آپ پر خاص توجہ تھی اور خصوصی طور پر بعد از نمازِ مغرب بھی اپنی قیام گاہ پر عربی زبان میں تقریر فرماتے ہوئے حضرت مدنی مرحوم انہیں ترمذی شریف پڑھاتے رہے جسے آپ نوٹ فرماتے رہے، یہ سلسلہ جاری تھا کہ گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے انہیں حضرت مدنیؒ کے مشورہ اور اجازت سے بادلِ نخواستہ دیوبند سے واپس آنا پڑا ۱۹۴۱ء میں ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو ان کے کاروبار کا سارا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑا، مگر پھر بھی قومی و دینی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

پہلی دفعہ ۱۹۳۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۱ء میں اپنے اہل وعیال و اعزہ کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے، عمر کافی تھی مگر قویٰ و اعصاب کے لحاظ سے نہایت قوی، بہادر اور جفاکش تھے۔ ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو مرض نے آلیا جو بظاہر بہت معمولی تھا مگر بالآخر مرضِ وفات ثابت ہوا، گھر پر اور پھر پشاور کے ہسپتالوں میں اور اعلیٰ ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا مگر علاج مرگ کس کے پاس تھا، مرض میں فالج کا بھی اضافہ ہوا جو بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر جمعہ کی رات اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی، دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد جو عام طور پر ۹ر ذی الحجہ کا دن تھا مگر ان کے علاقہ میں عید الاضحیٰ کا مبارک دن، نمازِ جنازہ ہوئی اور محبوبِ حقیقی کی رضا کے یہ طلبگار اپنے محبوب سے جا ملے، جمعۃ البلد کے ساتھ عید اور پھر وصالِ حقیقی، کئی سعادتیں تھیں جو جمع ہو گئیں۔ اور شاید شاعر نے انہی کے لیے کہا تھا کہ ؎

عیدٌ و عیدٌ وعیدٌ نِ اجتمعا
وجہ الحبیب ویوم العید والجمعا

علماء، طلباء، امراء اور دردمند مسلمان بڑی کثرت سے جنازہ میں شریک ہوئے اور اسلاف کے اس نمونہ پر جی بھر کر روئے جو اپنی ذات میں دنیاوی امارت و ثروت کے ساتھ علماء کے فقر و زہد اور وقار و تمکنت، صوفیاء کا سوز و گداز، شرفاء کا رکھ رکھاؤ اور اپنی قوم پٹھانوں کے روایتی طور طریقے، غیرت و حمیت سب کچھ سمیٹے ہوئے تھے۔ جنازہ ان کے فرزند مولانا ولایت شاہؒ نے پڑھایا اور تدفین کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے اس دیرینہ محبِ قدیم کی ذات کو دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کیا، علامہ شمس الحق افغانی (رحمہم اللہ) اور دیگر علماء نے بھی تقریریں کیں اور رفعِ درجات کی دعائیں ہوئیں۔

فرحمۃ اللہ وارضاہ ورضی عنہ

حکیم عبدالخالق خلیق رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ر جنوری ۱۹۷۴ء کی شام کو جناب حکیم عبدالخالق[1] خلیق صاحب واصل بحق ہو گئے عمر تریاسی ۸۳ کے لگ بھگ تھی، ۲۶ر جنوری بعد از نمازِ جمعہ پشاور میں ان کی تدفین ہوئی۔ اربابِ علم وفضل اور مشاہیر نے جنازہ میں شمولیت کی۔

موصوف کی وفات سے پشتو ادب کو بڑا سانحہ پیش آیا، پشتو زبان اور ادب سے آپ کو اتنا لگاؤ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے ہر جلسہ میں کوئی سُنتا یا نہ سُنتا مگر آپ کا اصرار ہوتا کہ بجٹ تقریر بھی پشتو میں ہو۔ پشتو کی ترویج و فروغ کا ولولہ آخر دم تک تازہ رہا، کئی پشتو کتابوں کے مصنف تھے، پشتو شاعری میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک سرحد کے پشتو ماہنامہ "پشتون" کے مدیر رہے، اس لحاظ سے آپ بابائے پشتو کہلانے کے مستحق ہیں۔

جدوجہد آزادی میں خان عبدالغفار خان صاحب کے سرگرم ساتھی تھے۔

سنجیدگی، وقار و متانت، صلابت و سلامت رائے آپ کی خاص صفات تھیں۔ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی کے ساتھ آپ کا تعلق نہایت مستحکم اور دیرینہ رہا، اس تعلق کی راہ میں اپنے سیاسی مؤقف کو بھی آڑے نہ آنے دیا ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں یہ تعلق نہایت نازک موڑ پر آیا تو آپ نے اپنے پختہ سیاسی جذبات کی قربانی دے کر دارالعلوم اور اس کے بانی کو ترجیح دی، مجلسِ شوریٰ دارالعلوم کے اوّلین ارکان میں سے تھے۔ ۲۵ر ۳۰ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ سے صرف ایک میٹنگ مس ہوئی تو نہایت افسوس کرتے رہے کہ میرے تسلسل کی جو زنجیر تھی اس کی ایک کڑی کیوں ٹوٹ گئی۔ شوریٰ کے جلسوں میں اپنے پختہ اور مفید مشوروں سے راہنمائی کرتے رہے۔

ادبی اور علمی ذوق کی وجہ سے آپ کا ادارہ "اشاعت سرحد"[2] ایک عرصہ تک قدیم و جدید کا سنگھم بنا رہا۔ بلاشبہ آپ سرحد کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی معماروں میں گنے جائیں گے ——— حق تعالیٰ ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرماوے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

مولانا سیّد قدرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ عرف غازی مُلاّ

۲۴ر ۲۵ر مئی کی درمیانی شب کے دس بجے دارالعلوم کے ایک دیرینہ مخلص کارکن اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ (رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک جاں نثار خادم اور سفر و حضر کے رفیق مولانا سید قدرت شاہ[3] صاحب اکوڑہ خٹک کا ایک سو برس سے زائد عمر میں وصال ہو گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء و متعلقین میں آپ جانے پہچانے ہوں گے۔ مرحوم دارالعلوم کے سابق مدرس مولانا شبیر علی شاہ صاحب حال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے والدِ محترم تھے۔ نہ صرف تاسیس دارالعلوم سے لے کر اب تک آپ دارالعلوم کے بے لوث سرگرم کارکنوں میں سے تھے، بلکہ اس سے بہت قبل میرے جدِ امجد مرحوم کے ساتھ رفاقت کا رشتہ استوار کیا اور آخر تک نبھایا۔ قومی و ملی کاموں میں یہ لوگ باہم دست و بازو تھے خاکسار کا

---

[1] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو مرحوم کی خودنوشت پشتو تالیف "زۂ اؤ زمانہ"۔

[2] پشتو زبان کے ادیبوں، دانشوروں اور شاعروں کو متعارف کرانے میں اس ادارہ نے بہت کام کیا۔

[3] مولانا قدرت شاہ بن مولانا عنبر شاہ بن مولانا میر دلیس شاہ۔ آپکے اجداد شاہانِ مغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور باجوڑ سے ہشتنگر آئے حضرت مولانا میر دلیس شاہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں، کنز اوّل و آخر کے حافظ تھے۔ سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مسلمانوں کی امداد فرماتے، اسی پاداش میں آپکے گھر کو نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا ملی۔ (الحق)

فتنہ حد سے بڑھنے لگا تو سب سے پہلے اکوڑہ خٹک میں اسے بھرپور لگام دینے کی کوشش کی گئی، یہ سنہ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ اکوڑہ خٹک میں مولانا قدرت شاہ مرحوم کی مسجد سے اس ہنگامہ رستخیز کا آغاز ہوا جس سے خاکساروں کو عبرتناک سبق ملا اور پورے برصغیر کے پریس میں اس کا چرچا رہا۔ اس کے بعد مرحوم کو "غازی ملا" کا خطاب ملا اور عرفِ عام میں اسی لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

آخر عمر میں مرحوم کو اپنے سعادتمند بیٹے کی بدولت نہ صرف حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ دو سال تک مدینہ منورہ کے قیام کی دولت سے نوازے گئے۔

دارالعلوم کی تاسیس اور نشاۃِ اولی میں جس جماعت نے تن من دھن کو قربان کیا مرحوم کا نام بھی اس جماعت میں شامل رہے گا۔ انشاء اللہ

حق تعالیٰ جانے والے تمام مرحومین کو درجاتِ قرب سے نوازے۔ آمین

دارالعلوم حقانیہ کو حق تعالیٰ نے ابتدائے تاسیس میں جن مخلص ترین گنے چنے ارکان اور تعلق سے نوازا ان میں حاجی صاحب مرحوم کا بھی ایک نمایاں مقام تھا۔ دارالعلوم کی تعمیر کیلئے اس جماعت نے باایں ہمہ وجاہت اہلِ خیر کی خدمت میں جاکر اور جھولی پھیلا کر مانگنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ وہ آخر تک تعمیری کمیٹی کے صدر اور مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔ ان مخلص خدامِ دین کی خدمات کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم ہونے والا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں شجرۂ طوبیٰ بن چکا ہے۔ اصلها ثابتٌ وفرعها فی السماء

یقیناً حق تعالیٰ ان عظیم خدمات کو ان حضرات کے لیے اب ذخیرۂ عقبیٰ اور زادِ آخرت کی شکل میں ظاہر فرمائیں گے۔ خدا تعالیٰ حاجی شیر افضل خان مرحوم کو اپنے قرب و رضا کے بہترین مقامات سے نوازے اور ان کے تمام پسماندگان میں مرحوم کی دینی غیرت و حمیت کے جذبات کو جاری و ساری رکھے۔

الحاج شیر افضل خان بدرشی مرحوم

۷ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء کو دارالعلوم حقانیہ کے ایک دیرینہ اور بے لوث خادم اور بنیادی رکن جناب الحاج شیر افضل خان صاحب آف بدرشی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ عمر ستر سال کے لگ بھگ تھی سعی و عمل، جوش اور ہمت کے لحاظ سے قابلِ رشک صحت تھی کہ یکایک ایک سال قبل مرض نے آگھیرا، ڈاکٹروں نے سرطان کی تشخیص کی اور یوں پہاڑ کی طرح ایک فولادی شخص دنوں اور گھنٹوں میں پگھل کر مشتِ استخوان بن گیا، وقتِ موعود آ پہنچا اور واصل بحق ہوئے۔

دوسرے دن حضرت شیخ الحدیث مدظلہ (رحمہ اللہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں علاقہ بھر کے معززین شرفاء کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر طلباء اور اساتذہ نے بھی شرکت کی اور نمناک آنکھوں کے ساتھ دین، علم اور دارالعلوم کے اس مخلص خادم کو سپردِ خاک کیا۔

حاجی شیر افضل خان مرحوم کا تعلق جدید تعلیمیافتہ طبقہ سے رہا، اسلامیہ کالج پشاور میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، پھر دنیاوی کاروبار میں مشغول ہوگئے اور بلند مقام حاصل کیا۔ دنیاوی وجاہت، کاروباری زندگی، جدید سوسائٹی کے باوجود وہ ابتداء ہی سے اکابر علماء حق سے وابستہ ہوئے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رح، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عقیدت و محبت طبیعت میں رچی بسی ہوئی تھی، جمعیۃ علماء اسلام کے گرویدہ تھے اور اس کے قائد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ (رحمہ اللہ) سے آخر تک گہرے مراسم رہے۔ ان حضرات اکابر کے مسلک و مشرب اور مطلقاً طبقہ علماء مشائخ کی ترجمانی اور ان کی پُرزور وکالت کا کوئی موقع وہ جانے نہیں دیتے تھے۔ چند سال قبل تک وہ ماڈرن لباس میں رہے، کہا کرتے کہ اس طرح میں علماء کے اونچی سوسائٹی میں جارحانہ تعاقب کرسکتا ہوں۔ باطن کی یہ نجابت و طہارت بالآخر ان کی صورت اور حلیہ پر بھی غالب آگئی۔

جناب الحاج محمد یوسف مرحوم

۱۶ جنوری ۱۹۸۹ء بروز پیر دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص اور ہمدرد رکنِ شوریٰ جناب الحاج محمد یوسف کا بھی انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے یومِ تاسیس اور تعمیری لحاظ سے خشتِ اول سے لیکر اب کی وسیع تعمیرات تک دارالعلوم کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث رح کے ساتھ خدمت و رفاقت، خادمانہ تعلق، دلسوزی و جانفشانی اور اس گلشنِ علم کی سیرابی و شادابی میں ہمہ وقتی فکر و ہم اور بھرپور تعاون فرماتے رہے مرحوم ان چار شخصیتوں میں سے ایک تھے جو دن بھر دارالعلوم کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے بارے میں مصروفِ خدمت رہتے تھے اور رات کو نمازِ مغرب کے بعد حضرت شیخ الحدیث رح کو دن کی تمام کارگزاری سے آگاہ کرتے اور کل کے کام کے لیے باہمی مشاورت سے لائحہ عمل تیار کرتے۔ اس موقع پر اپنا اپنا کھانا گھر سے لاکر حضرت شیخ الحدیث رح کے ساتھ تناول فرمانے کا انتظام بھی ہوتا تھا، دارالعلوم کے لیے چندہ کی فراہمی اور اخراجات میں کفایت شعاری مرحوم کا خاص وصف تھا، دارالعلوم کا مفاد اُن کو ہر لحاظ سے عزیز تھا۔ شدید علالت سے قبل آخر عمر میں دارالعلوم کے لیے چندہ کی فراہمی کے سلسلہ میں اسفار کیے۔ ان کا سانحۂ ارتحال بھی مرکزِ علم اور فضلائے حقانیہ کے لیے ایک ذاتی صدمہ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ عظیم دارالعلوم، ہزاروں فضلاء، اور جہادِ افغانستان کے محاذِ جنگ کے ہزاروں مجاہدین کے کارہائے نمایاں اپنے اساتذہ و مربیین کی طرح مرحوم کے لیے بھی ایک صدقہ جاریہ ہیں اور یہ سلسلہ اجر و ثواب قیامت تک قائم رہے گا۔

مرحوم کی نمازِ جنازہ میں علاقہ بھر کے مسلمانوں، دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ اور طلبہ نے شرکت کی۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے تدفین کے بعد حاضرین سے خطاب میں مرحوم کی عظیم دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا، اور ان کے خالص دینی اور تاریخی کردار کو صدقہ جاریہ کے اعتبار سے لافانی قرار دیا۔

❖

---

[1] اسی اثنا میں خاکساروں اور مولانا غلام غوث ہزاروی رح کے درمیان مناظرہ بھی ہوا تھا، خاکساروں کی طرف سے مولانا عبدالقہار مروت مناظر تھے جبکہ [illegible] حضرت مولانا عبدالحق رح نے انجام دیئے۔

الحاج حافظ نور بادشاہ صاحب اکوڑوی

الحاج حافظ نور بادشاہ صاحب دار العلوم کے ان بنیادی اراکین سے ہیں جنہیں حضرت شیخ الحدیث کی ابتدائی رفاقت حاصل ہوئی اور تادم زیست اس عہد وفا کو نبھاتے رہے، مرحوم ان چند افراد میں سے ایک تھے جو ہمیشہ مغرب کا کھانا حضرت کے ساتھ اکٹھا کھایا کرتے تھے یہی ان کی مجلس مشاورت ہوتی تھی اور اسی نشست میں دار العلوم کے کل کے بارے میں لائحہ عمل طے ہوتا تھا۔ دارالعلوم ان کی روح و غذا تھی ان کی تمام مساعی کا ہدف دار العلوم کی ترقی ہوا کرتی تھی۔ ۱۶؍ جنوری ۸۸ء کو ان کا سانحہ ارتحال پیش آیا اپنے محبوب رہنما حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ حقانی قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب

جامعہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی کے بانی اور مہتمم ہیں دار العلوم کے آغاز سے اپنے مدرسہ کے صدر مولانا عبد الحنان ہزاروی مرحوم سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث اور دار العلوم سے ربط و تعلق قائم ہوا حضرتؒ کے چند ہی مخصوص جگری احباب اور دار العلوم کے مخصوص اراکین کا مقام حاصل کیا اللہ نے اخلاص و محبت کی بڑی صفات سے نوازا ہے دار العلوم کی مجلس شوریٰ کی بقیۃ السلف ارکان میں سے ہیں اور حضرت کے بعد بھی وہی تعلق اور دار العلوم سے اخلاص قائم ہے۔

* * *

حضرۃ شیخ الحدیثؒ کا فکر انگیز ارشاد

دعویٰ کے لحاظ سے تو ہم اسی کروڑ مسلمان ہیں مگر جو اپنی برائیوں پر نظر کرتے ہیں مجالس میں دین کے ساتھ، اسلام کے ساتھ ہنستے رہتے ہیں دین کی بات کرنے والوں سے نفرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ اولڈ فیشن والے یہ دقیانوسی لوگ کیا کر سکتے ہیں یہ کیا جنگلی ہیں کہ چودہ سو سال پرانی باتیں ہیں۔ اسلام کی باتوں کو جنگلیوں کی باتیں کہیں تو کیئے ایمان اور اسلام کا کیا رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور عاشق کہلاتے ہیں۔

الحاج اقبال احمد خان

مکتبہ ابو عبیدہ، عجمان للامارات العربیہ المتحدہ

ٹی سی پی
ایک کامیاب بین الاقوامی رابطہ

ہماری ضمانت

- بروقت ترسیل
- بہترین خدمات
- مناسب قیمتیں
- معیاری کوالٹی کنٹرول

ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ

پریس ٹرسٹ ہاؤس۔ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی۔ پاکستان
ٹیلیفون : ۱۹- ۵۱۵-۲۱ (۵ لائنیں)، ٹیلیگرام TRACOPK ٹیلیکس : TCP PK 2784

مولوی محمد اسعد (متعلم)، دارالعلوم حقانیہ

منامی مبشرات، رویائے صالحہ اور تعبیرات

سیدی وسندی محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ نور اللہ مرقدہٗ کے بارے ان کی زندگی ہی میں بہت سے لوگوں کو خواب میں بشارتیں ہوئیں۔ خواب اگرچہ کوئی قطعی شرعی حجت نہیں تاہم رویائے صالحہ اللہ کے نیک بندوں اور سلف صالحین اور دینی تعلیمات کے داعیین کی مقبولیت عنداللہ کی علامت ہوتے ہیں پھر جب اس کے دیکھنے والے علما ہوں، صلحا ہوں یا علوم نبوت کے طلباء کے ہوں، ہمارے حضرت ؒ کے بارے میں بھی ابتدائے روز سے علما، صلحا، خواب دیکھتے اور خود حضرت کو سناتے مگر انہیں لکھ کر محفوظ کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا اس سلسلہ کے رویائے صالحہ کو اگر باقاعدہ توجہ سے ضبط کر لیا جاتا تو یہ بھی ایک مستقل کتاب بن جاتی مگر افسوس کہ ادھر کوئی توجہ نہ دی جاسکی۔ تاہم حضرت کی زندگی کے آخری سالوں میں استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے بعض رویا۔ کو قلم بند کر لینے کا اہتمام کر لیا تھا جو ان کی موجودگی میں حضرت کو سنائے جاتے تھے خواہ ان کا تعلق حضرت سے ہوتا یا دارالعلوم سے، یا دین کے کسی شعبہ سے، پھر حضرت ؒ اس کی تعبیر بھی بیان فرماتے۔

ذیل میں ہم حقانی صاحب کے محفوظ کردہ بعض رویائے صالحہ، منامی مبشرات اور اس کے تعبیرات نذر قارئین کر رہے ہیں۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کا خواب

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ نے ارشاد فرمایا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ مکہ معظمہ کے قیام کے زمانہ میں عسر اور فکر کی وجہ سخت غربت اور فقیری کا دور ہم پر آیا۔ کچھ کھانے کو پاس نہ تھا ہم بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے کہ ایک رفیق سے غالباً دو پیسے قرض طلب کئے اس نے انکار کر دیا تو میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالےٰ مکہ معظمہ میں ہمیں بھوکا رکھ کر امتحان لینا چاہتے ہیں اور اللہ کو یہی منظور ہے کہ ہم یہاں فاقہ کی حالت میں صبر و شکر کا مظاہرہ کریں۔ ایک طویل عرصہ تک کھانے کو کچھ میسر نہ ہوا اور زمزم کا پانی پی لیتے اور اسی پر زندگی بسر کرتے۔

ایک شب خواب دیکھا کہ حضرت معین الدین اجمیری ؒ نے مطبخ کی چابی عنایت فرمائی میں سمجھ گیا کہ اب انشاء اللہ فقر اور غربت کا دور ختم ہونے والا ہے اور اللہ پاک یسر فرمائیں گے۔ میں اسی تعبیر میں سوچ رہا تھا، وقت سحری کا تھا کہ ہمارے دروازہ پر دستک ہوئی جب دروازہ کھولا تو ایک صاحب نے ایک ہمیانی جس میں ہزار اشرفیاں تھیں بطور ہدیہ پیش کیں اس طرح اللہ پاک نے عسر کو یسر سے بدل دیا۔

(صحبتے با اہل حق ص ۸۲)

خواب میں دردِ سر کا وظیفہ

حسب معمول حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آج دارالعلوم کے بعض اساتذہ طلبہ اور اضیاف کے علاوہ دارالعلوم کے مدرس حضرت مولانا اسید اللہ صاحب حاضر تھے انہیں موقع ملا تو عرض کر دیا کہ حضرت پرسوں سے دردِ سر کی بڑی تکلیف تھی آپکا تعویذ باندھا بھول گیا تھا اس دوران نیند غالب ہوئی تو خواب میں آپ کی زیارت ہوگئی میں نے دردِ سر کی شکایت کی آپ نے دوا عنایت فرمائی جب آنکھ کھلی تو دردِ سر پہلے سے بھی بڑھا ہوا تھا آپ کا ارشاد فرمودہ وظیفہ یاد آیا اور خواب میں آپ کا دردِ سر کی دوا عنایت فرمانا گویا ورد اختیار کرنے کی تعبیر دل میں بیٹھ گئی آپ نے بتایا تھا کہ جب دردِ سر ہو تو یہ وظیفہ کثرت سے پڑھو۔

اعوذ بعزة الله وقدرته وسلطانه من شر ما اجد واحاذر.

اللہ پاک شفائے کاملہ عطا فرمائے گا۔ پڑھا تو دردِ سر جاتا رہا اور اللہ پاک نے آرام بخشا۔ (صحبتے با اہل حق ص ۱۲۳)

ابھی خواب کا بیان پورا نہ ہوا تھا

ایک مجاہد نوجوان نے حضرت شیخ الحدیث سے عرض کیا۔

حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بڑا کمرہ ہے جس میں مختلف قسم کے اعلیٰ قالین بچھے ہوئے ہیں۔ آپ ایک اونچی اور ممتاز جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ دائیں بائیں آپ کے دیگر علماء اور مشائخ تشریف فرما ہیں دوسری طرف ایک بہت بڑا دسترخوان بچھا ہوا ہے علماء اور طلباء اور مہمان آپ کی دعوت پر آتے اور کھانا کھاتے ہیں میں آگے بڑھا اور آپ سے مصافحہ کیا تو......

مجاہد مہمان کا ابھی خواب بیان کرنا جاری تھا کہ حضرت ؒ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ آپ کا حسن ظن اور حسن عقیدت ہے جس کو خواب میں آپ کو دکھایا گیا ہے پھر ہاتھ اٹھاتے اور سب حاضرین سے کہا کہ دعا کریں کہ باری تعالےٰ ان منامی مبشرات کا ہمیں اہل اور مصداق

بنا دے اور فی الواقعہ بھی ہمیں علوم دینیہ کا دسترخوان بچھانے اور اس پر حاضر ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے عام طور پر حضرت اپنی طبعی افتاد اور کمال شفقت کی بنا پر جو بات کرتا ہے پوری سنتے ہیں اور کسی کی بات نہیں کاٹتے مگر یہاں خواب کا بیان جاری تھا کہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

میرا خیال ہے کہ خواب میں مدح اور تعریف کا پہلو غالب تھا منہ پر سامنے تعریف کرنا اور کرنے سے روک بھی دیا اور ان کا دل بھی نہ دکھنے پایا۔

(صحبتے با اہل حق ص ۱۲۶)

حضور اقدس ؐ کا امت میں رونا

پشاور کے ایک مہمان جس کا تعلق تبلیغی جماعت سے تھا نے عرض کیا۔

حضرت میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گلے لگایا اور آپ پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی مجھے بھی رونا آگیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ نیند اکھڑ گئی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم جوں جوں خواب کا بیان سنتے جاتے تھے چہرہ اقدس پر اس کے اثرات ہویدا ہو رہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کا سنا تو لرز اٹھے اور ارشاد فرمایا۔ مجھے تعبیر خواب سے کوئی نسبت نہیں ہے تاہم آپ سعادت مند ہیں کہ باری تعالیٰ نے آپ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بخشا حدیث میں ہے۔

من رانی فی المنام فقد رآنی فان الشیطٰن
لا یتمثل بی۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا فی الحقیقت دیکھا کہ شیطان کو میری صورت بنانے کی طاقت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں آپ کی عصمت اور شان ختم نبوت کے تحفظ کے لیے شیطان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنانے کی طاقت نہیں دی گئی نہ خواب میں نہ بیداری کی حالت میں حدیث میں ارشاد ہے (من رانی فقد رأی الحق) جس نے مجھے دیکھا اس نے فی الواقعہ مجھے ہی دیکھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ محدثین نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں۔

(۱) جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواب میں حضورؐ کی زیارت کی وہ حضورؐ ہی کے زمانہ میں بیداری میں آپؐ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے گا۔

(۲) جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اسے آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور شفاعت کی سعادت حاصل ہوگی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سائے تلے جگہ پائے گا اور جس نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے دیکھا یہ اس بات کی بشارت ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

آپ نے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے رونا کبھی خوشی سے آتا ہے اور اکثر غم واندوہ سے بھی۔ اگر پہلی صورت مراد لی جائے تو چونکہ آپ تبلیغ واشاعت دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والا کام کر رہے ہیں اس لیے حضورؐ نے آپ کو گلے لگا لیا اور جوش ومسرت سے آنکھوں میں آنسو بھی آگئے۔

دوسری صورت بھی زیادہ قرین قیاس ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کے غم فکر اور نجات میں بعض اوقات ساری ساری رات روتے رہے اور آج جب امت کے تغافل انتشار، بے اعتنائی، الحاد زندقہ اور بے دینی کی رپورٹ آپ کو پہنچتی ہوگی تو آپ پریشان ہوجاتے ہوں گے امت میں تبلیغی جماعت کے حضرات چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والا کام کر رہے ہیں اور آپ بھی ان ہی سے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ملے اور امت کے حال پر اپنے رنج والم کا اظہار کیا۔

بارالہا! اپنے فضل سے اپنے کرم سے امت کی ستاری فرمایئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے تو اللہ غضب ناک ہوجائے گا اور امت ہلاک ہوجائے گی۔

یہ فرما کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر الحاح اور عجز وانکسار کے ساتھ امت کی فلاح ونجات کی دعا فرماتے رہے۔

(صحبتے با اہل حق ص ۱۶۳)

خواب میں زیارت رسولؐ کا وظیفہ

خواب میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات اور اس کی فضیلت واہمیت پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے عرض کیا حضرت! خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ملاقات کے لیے کوئی وظیفہ بھی مرحمت فرمایئے تو ارشاد فرمایا۔

درود شریف وسیلہ قرب ہے کثرت درود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت اور طلب پیدا ہوتی ہے جب سچی طلب کے ساتھ درود پڑھا جائے گا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت ہوگی جمعرات کو اہتمام کے ساتھ غسل کر کے ایک ہزار مرتبہ درود پڑھا جائے بزرگوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اس عمل کو مجرب بتایا ہے۔

(صحبتے با اہل حق ص ۱۶۵)

فقہی مسالک اور سلاسل تصوف ایک ہی تالاب کی مختلف نہریں ہیں۔

کرنل ارباب لشکر خان نے عرض کیا حضرت! اللہ پاک نے گذشتہ روز خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی آپؐ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ دیکھو! سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ ایک چیز ہیں قادریہ اور چشتیہ ایک چیز ہے۔ قادریہ چشتیہ ایک چیز ہے یعنی تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا۔ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا۔ جی ہاں! سلسلہ قادریہ اور چشتیہ ایک ہی تالاب کی دو مختلف نہریں ہیں۔ دونوں کا مرکز اور مخزن ایک ہے پانی ایک ہے صرف راستے جدا جدا ہیں دوسرے سلاسل تصوف اور مختلف فقہی مذاہب کا بھی یہی حال ہے حنفیت، شافعیت، حنبلیت اور مالکیت، یہ سب ایک ہی تالاب کے متعدد اور مختلف نہریں ہیں علوم نبوت کے تالاب سے سب کو پانی پہنچتا ہے سب اسی ایک پانی سے دنیا کی سیرابی کرتے ہیں صرف راستے جدا ہیں مقصد بھی ایک ہے بعض لوگ دانستہ طور پر تصوف کے ان سلسلوں اور فقہی مذاہب کو فرقہ واریت پر محمول کر کے دنیا کو گمراہ کرتے اور دھوکا دیتے ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ (صحبتے با اہل حق ص۱۸۱)

حضرت بلالؓ کی اذان اور عشق رسولؐ

ایک حدیث شریف کی تشریح کے ضمن میں

حضرت بلالؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا حضرت بلالؓ حضورؐ کے سچے عاشق اور مخلص صحابی تھے۔ جان و دل سے ان کو حضورؐ سے سچی محبت تھی حضرت بلالؓ نے حضورؐ کے زمانے میں اذانیں دیں۔ سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھ رہے حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ شام چلے گئے تھے ایک روز خواب میں سرور کائنات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپؐ فرماتے ہیں۔

"بلالؓ کیا وجہ ہے مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے بڑے بے وفا نکلے"

خواب سے بیدار ہوئے تو گریہ طاری تھا روتے روتے نڈھال ہو گئے بس اسی حالت میں واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اہل مدینہ حضرت بلالؓ کی آمد پر بڑے خوش ہوئے حضرت حسن حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے اذان دینے کی خواہش ظاہر کی۔ دونوں مخدوم زادے تھے انکار کی کیا مجال تھی تعمیل حکم میں اذان دی۔ حضرت بلالؓ کی اذان نے عہد نبویؐ کی یاد تازہ کر دی پورے شہر مدینہ میں کہرام مچ گیا۔

لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا سب رو رہے تھے چھوٹے بڑے سب پر گریہ طاری تھا ایک محبت تھی اب تو سنگدلی آگئی ہے دلوں پہ گناہوں کی بیماریوں نے تالے لگا دیتے ہیں جبکہ اسلاف کے تذکروں میں بڑی برکت ہے۔ (صحبتے با اہل حق ص۱۸۰)

اہلیت بیعت و اہمیت استغفار

حسب معمول بعد العصر مجلس حضرت شیخ الحدیثؒ

میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ مہمانوں کا ہجوم تھا۔ دارالعلوم کے طلبہ بھی حلقہ باندھے عقیدت سے بیٹھے تھے کہ مولانا حافظ شوکت علی نے عرض کی حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے اور خواب میں مجھے دارالعلوم کے ایک استاذ بار بار آپ سے بیعت ہونے کی تاکید فرماتے ہیں اور خود میرا قلبی تقاضا بھی یہی ہے اور اب تو خواب میں استاذ کا حکم بھی ہے امتثال امر بھی ضروری ہے لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ مجھے اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمالیں اور اپنی بیعت میں لے لیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ پوری توجہ سے ان کی بات سنتے رہے جب موصوف نے اپنی معروضات ختم کیں تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا:

عزیزم! آپ کے جذبات اور ارادہ خوب ہے اللہ قبول فرمائے مگر بیعت تو ایسے شخص سے کرنی چاہیئے جو اس کا اہل بھی ہو خواب میں آپ نے جو بیعت کا نقشہ دیکھا ہے یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں بیعت کا اہل نہیں ہوں بیعت لینے کا اہل وہی ہوتا ہے جس میں عبدیت کی پوری خصوصیات موجود ہوں جو خود عالم اور عامل ہوں متقی اور پرہیزگار ہوں اور اگر بیعت لینے والے میں یہ صفات موجود نہ ہوں پھر تو (اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم) کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو کا مصداق ٹھہرائے گا۔ ارشاد فرمایا میرے متعلق، یہ آپ کا حسن ظن ہے خدا تعالےٰ اسے باقی رکھے صراط مستقیم پر چلائے اور ہدایت فرمائے۔ آمین جب اس صاحب نے اصرار کیا تو ارشاد فرمایا ذکر کثرت سے کیا کرو اور استغفار پڑھا کرو۔

(صحبتے با اہل حق ص۱۸۵)

دارالعلوم حقانیہ اور بشارت منامی

اسی مجلس میں احقر نے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

کی خدمت میں حضرت مولانا اسید اللہ صاحب مدرس دارالعلوم کا وہ خواب عرض کیا جو انہوں نے اس سال کے آغاز میں احقر سے بیان فرمایا تھا وہ یوں کہ:

مولانا موصوف خواب میں دیکھتے ہیں کہ روسی ٹینک اور فوجیں دارالعلوم حقانیہ پر حملہ آور ہیں اور مسجد کی جانب شمال میں طلب دورہ حدیث کے کمرے ان کا ہدف ہیں اس کو گرانا اور یہاں سے تباہی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں مولانا اسید اللہ صاحب خواب میں روسی دشمن کے یہ ناپاک اور بدترین عزائم اور خطرناک صورت حال دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں اسی اضطراب اور پریشانی میں اچانک دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں انہیں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے بے تابانہ انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر

عرض کیا ،

یارسول اللہ! آپ یہاں کیسے تشریف لائے ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھتے یہ منظر آپ کے سامنے ہے میں دارالعلوم کی حفاظت اور دفاع کرنے آیا ہوں۔ یہ خواب سن کر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے چہرہ اقدس پر فرط مسرت سے فرحت وانبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ زبان پر عجز و انکسار اور شکر و حمد کے کلمات جاری ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔

مبارک ہو مبارک ہو یہ سب اللہ پاک کی کرم نوازی ہے یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا صدقہ ہے یہ ان ہی کی شفقتیں اور عنایتیں ہیں یہ خواب ہم سب کے لیے اور حقانی برادری کے لیے اور دارالعلوم کے خدام و منتظمین کے لیے ایک ڈھارس ہے۔

یہ محض عقیدت ہی نہیں بلکہ عین شریعت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل بی)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا فی الواقعہ مجھے ہی دیکھا کہ شیطان کو میری شکل و صورت بنانے کی طاقت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ایک مخلص اور دیندار ہمارے ثقہ بزرگ نے خواب دیکھا کہ دارالحدیث کے مغربی دروازہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دارالحدیث ہال میں تشریف لائے اور چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔

مولانا سعید احمد حقانی جو دارالعلوم کے فاضل اور بلوچستان کے ایک دینی مدرسہ میں مدرس تھے نے اسی مجلس میں اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہوئے عرض کیا حضرت! کچھ عرصہ قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ حلقہ بنا ہوا ہے اور غالباً مریض سامنے پڑا ہوا ہے اس منظر سے یہ خیال ہوا کہ حضور اقدس علیہ صلوٰۃ وسلام عیادت کے لیے تشریف فرما ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔

جی ہاں! یہ سب منامی بشارات ہیں مشکل اوقات میں اللہ کریم نے ایسے مبشرات سے ڈھارس بندھوائی ہے: ظاہری حالات جو ہیں وہ تو معلوم ہیں بظاہر اسباب اور کوئی وسیلہ نہیں ہے ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات پر بھروسہ اور جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہے اب ملکی حالات بھی آپ کو معلوم ہیں دارالعلوم ہے شریعت بل کا مسئلہ ہے متحدہ شریعت محاذ کا مسئلہ ہے ایک طرف حکومت سے مقابلہ ہے اور دوسری طرف لادینی قوتوں سے ٹکر ہے ایسے حالات میں اللہ کریم نے جو ہم پر فضل فرمایا اور اعتدال کی راہ بخشی ہے تمام عمر کے سجدوں سے بھی اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

(صحبتے با اہل حق ص ۱۹۳)

خواب میں دودھ کی تعبیر

دارالعلوم حقانیہ کے ایک قدیم فاضل جو اس وقت دو دینی مدارس کے مہتمم بھی ہیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں ایک خواب بیان کرنے کی اجازت چاہی حضرت مدظلہ نے فرمایا ضرور بیان فرمایئے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ سے خواب میں ملاقات ہوئی انہوں نے میرا بہت اچھا اکرام کیا اور شفقت فرمائی۔ میں نے جب ان سے عرض کیا حضرت!

آپ کے کھانے کے لیے کیا چیز تیار کی جائے جو طبیعت کے موافق ہو تو ارشاد فرمایا۔ خالص دودھ کا انتظام کریں۔ مجھے دودھ کی غذا پسند ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا خواب میں دودھ پینا یا تیار کرانا وغیرہ علم سے اس کی تعبیر کی گئی ہے مجھے تعبیر خواب سے کوئی خاص مناسبت نہیں ہے علامہ ابن سیرینؒ نے تعبیر الرؤیا میں یہی لکھا ہے۔

آپ کے خواب کی تعبیر ظاہر ہے ماشاء اللہ آپ خود بھی فاضل عالم ہیں اور پھر دو دینی مدارس کا کام چلا رہے ہیں حضرت افغانیؒ آپ کو بشارت دے رہے ہیں کہ ماشاء اللہ آپ کے ہاں دین کی دولت اور علم کا سرمایہ وافر ہے کہ انہوں نے آپ سے خواب میں دودھ کی خواہش ظاہر فرمائی ہے ماشاء اللہ، اللہ آپ کے مدارس کامیاب ہونگے خالص دودھ خالص رضائے الٰہی کی خاطر علم تدریس اور اہتمام کے کام میں لگن ہے۔ مبارک ہو میری دلی دعا ہے کہ باری تعالےٰ مزید ترقیات اور رفع درجات سے نوازیں۔ (صحبتے با اہل حق ص ۱۲۱)

استاد کا اشارہ کام کر گیا

اساتذہ کے اکرام و احترام اور ادب و عظمت کے ملحوظ رکھنے اور اس کی شرعی و اخلاقی حیثیت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث نے ایک روز درس ترمذی میں فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ ایک روز اپنے استاد امام اسحاق ابن راہویہ کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دوران درس اپنی ایک تمنا ظاہر فرمائی اور کہا کاش! کوئی ایسا باہمت شخص پیدا ہو جائے جو احادیث صحاح کو غیر صحاح سے علیحدہ کر دے استاد کا اشارہ امام بخاری کی طرف تھا۔

امام بخاری نے استاد کے اشارہ کو سمجھتے ہوئے تعمیل حکم کے لیے کمر ہمت کس لی مگر چونکہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بے حد صبر آزما اور کٹھن مرحلہ تھا اس لیے اس کے شروع کرنے میں متردد رہے کہ اچانک رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ ہاتھ میں پنکھا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے مکھیاں اڑا رہے تھے۔

صبح جب اپنے شیوخ اور اکابر علماء سے اس کی تعبیر کی تو انہوں نے بتایا کہ تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کذب کی نسبت کو دور کرو گے اور احادیث کے مجموعہ سے ضعاف کو خارج کر کے صحاح کے لکھنے کی

توفیق پاؤ گے۔

اس خواب سے امام بخاری کو اطمینان قلب ہوا چنانچہ خالص مرفوع احادیث کے تجرید کامل کا عزم مصمم کر لیا اور الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایامہ) کی صورت میں چھ لاکھ احادیث کا خلاصہ اور لب لباب تیار کر کے امت کے حوالے کر دیا آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور آپ سے بلا واسطہ صحیح بخاری پڑھنے والے فضلاء کی تعداد ۹۰ ہزار سے زائد ہے۔

(صحبتے با اہل حق ص۲۳۶)

دین کیلئے معاونت کرنیوالے علماء کے ساتھ اجر و ثواب میں برابر کے شریک ہیں

ارشاد فرمایا دیکھو ہارون الرشید مشہور بادشاہ گذرے ہیں ان کی بیوی ہے زبیدہ اس نے طائف سے مکہ تک نہر کھودی ہے جس میں مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ اور اطراف سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔

اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے کیا معاملہ کیا ہے زبیدہ نے کہا اللہ نے مہربانی کی اور اس نے میری مغفرت کر دی وجہ پوچھی تو کہا نہر کی وجہ سے نہیں نہر کی کھدائی میں تو قوم کا پیسہ تھا جو بیت المال اور قوم کے چندہ سے صرف ہوا اس کا اجر و ثواب تو سارا ان لوگوں کے نامہ اعمال میں درج ہو گیا ہے جن کا مال اس میں لگا ہے اور معاونت کی ہے تو یہاں بھی اگر شریعت کے ایک مسئلہ کو بھی قانونی تحفظ حاصل ہو جائے تو اس کا پورا اجر و ثواب آپ کے تحصیل نوشہرہ کے مسلمانوں کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

دیکھو بھائیو! چودہ سال سے یہ دین محفوظ ہے اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت کرنے والے ہیں وہ صرف ہماری نیتیں دیکھتے ہیں۔

دیکھو! چودہ سو سال سے دین محفوظ ہے قرآن محفوظ ہے حدیث کا ایک ٹکڑا ضائع نہیں ہوا ایک زمانہ میں جب حفاظ کرام کا حساب لگایا تو چودہ لاکھ تھے خدا جانے اب کتنی ہوگی۔

(صحبتے با اہل حق ص۲۸۹)

ماباتو استم وتو باما نیستی

حسب معمول عصر کو حاضر خدمت ہوا ایک تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی انہوں نے دعا کی درخواست کی اس سے قبل مولانا دوست محمد حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ نے ایک خواب حضرت اقدس کے سامنے پیش کیا اور عرض کیا کہ رات کو میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور دوزانو بیٹھا ہوں۔

حضرت اقدس نے فرمایا یہ آپ کی عبادت، تضرع اور خدا کے ہاں آپ کی عاجزی اور خلوص کا ثمرہ ہے۔ (ادخلوها بسلام آمنين)

یہ اللہ رب العزت خواب میں آپ کو اپنی طرف خاص محبت کے انداز سے بلا رہے ہیں۔ یہ خالص خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

مولانا دوست محمد حقانی نے عرض کیا خواب میں اللہ رب العزت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "ماباتو استم وتو باما نیستی" حضرت اقدس نے فرمایا بڑے خوش قسمت ہوں اللہ آپ کی یاوری فرمائے گا۔ خدا تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ (صحبتے با اہل حق ص۳۲۷)

بڑے بڑے سیب

مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔ وفات کے بعد چوتھے روز خواب دیکھ رہا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق "دار الحفظ" کے قریب (جہاں حضرت کا مزار ہے) صاف زمین پر پاؤں پھیلا کر اور ہاتھوں پر تکیہ لگا کر اپنے مخصوص انداز میں تشریف فرما تھے کہ میں پہنچ کر حضرت کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بیٹا کیا کر رہے ہو میں نے کہا حضرت اس لیے بیٹھا ہوں تاکہ آپ پیچھے کی طرف گر نہ جائیں کیونکہ آپ کے بازوؤں میں اتنی طاقت نہیں ہے حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں بیٹا اب تو میں ٹھیک ہوں۔ پھر اسی وقت ایسا منظر دیکھا کہ ایک بہت بڑا ٹیبل پڑا ہوا تھا جس پر حضرت تشریف فرما تھے اتنے میں اچانک مولانا عبدالقیوم حقانی تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسودات تھے اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ یہ ماہنامہ الحق کا مسودہ ہے حقانی صاحب نے فوراً مسودات حضرت شیخ الحدیث صاحب کو سنائے وہاں سے جب ہم روانہ ہوئے اور دارالعلوم کی طرف آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک چھوٹا سا ٹیبل پڑا ہوا تھا جس پر ایک لیٹر پیڈ حضرت شیخؒ نے دیکھا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا دیکھ لیں دارالعلوم کا لیٹر پیڈ تو نہیں ہے کیونکہ طلباء بعض اوقات گڑبڑ بھی کرتے ہیں۔ میں نے جب دیکھ لیا تو میں نے کہا حضرت یہ تو کسی طالب علم کا ذاتی لیٹر پیڈ ہے۔ پھر اس وقت ہم اسی جگہ بیٹھ گئے حضرت شیخ کے پاس ایک لفافے میں سیب تھے۔ لیکن وہ سیب یہاں کے سیب سے مختلف تھے کم از کم دو دو کلو وزن کا ایک سیب تھا۔ میں نے دریافت کیا حضرت یہ کیا ہے فرمایا بیٹا یہ سیب ہیں تو میں نے کہا حضرت یہ اتنے بڑے بڑے سیب کہاں سے آتے ہیں تو حضرت اس پر خاموش ہوتے میں نے کہا کہ حضرت ان بڑے بڑے سیبوں میں ہمارا حصہ ہے یا مفت میں ہم خدمت کر رہے ہیں حضرت نے مسکرا کر فرمایا کیوں نہیں بیٹا آپ کا حصہ ضرور ہوگا جب نیند سے بیدار ہوا تو حضرت قائد محترم مولانا سمیع الحق صاحب دارالعلوم میں تشریف فرما تھے۔ مہمانوں کے علاوہ مولانا سیف اللہ صاحب مفتی دارالعلوم حقانیہ بھی موجود تھے میں نے حضرت قائد جمعیت اور مفتی سیف اللہ صاحب کے سامنے یہ خواب بیان کیا۔ تو حضرت قائد محترم مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اچھا خواب ہے جب استاد محترم حضرت مفتی سیف اللہ صاحب

(باقی ص۱۰۵۱ پر)

تحریر: مولانا سمیع الحق مدظلہٗ

تحریک ختم نبوّت کا ایک اہم اور فیصلہ کُن کردار

جو بالآخر قادیانیت کے تابُوت میں آخری کیل ثابت ہُوا

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور نتیجۃً مرزائیوں کو قانوناً غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جانا پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے اس میں تحریک کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، قائد جمعیۃ علماء اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا کردار سب سے ممتاز اور نمایاں رہا۔ تحریک کی مرکزی قیادت کی نگاہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر کتنا اعتماد تھا، اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ: "مجلس عمل کی تشکیل کے موقع پر جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا نام مجلس عمل کی صدارت اور تحریک کی قیادت کے لیے پیش کیا تو سب نے آپ کی تائید کی اور حضرت سید بنوریؒ متفقہ طور پر مجلس عمل کے صدر منتخب کر لیے گئے"، اس کے بعد تحریک میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے مرحلہ وار کردار، اس کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ تحریک کا ایک اہم، آخری اور انقلابی موڑ وہ تھا جب تحریک کی جانب سے قومی اسمبلی میں حزب اختلاف نے ارکان اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلام عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کرنے کے لیے حکومت کی ہدایت کے مطابق مفصل تحریری بیان داخل کرنے کا فیصلہ کر لیا جسے ایک ہفتہ میں اخذ و انتخاب، ترتیب و تدوین، کتابت و طباعت کے تمام مراحل کے بعد داخل کرنا تھا۔ ایسی قطعی دستاویز کی تیاری کے لیے اکابر علماء نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے فرزند ارجمند مولانا سمیع الحق اور کراچی کے مولانا محمد تقی عثمانی کا انتخاب کیا۔ مولانا سمیع الحق نے اکابر علماء کی سرپرستی میں مولانا محمد تقی عثمانی کے ساتھ مل کر وہ عظیم کتاب "قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا مؤقف" تیار کی جو بالآخر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اور قطعی الثبوت دستاویز کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا ـــ قومی اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق اس کتاب کی طباعت و اشاعت پر پابندی کے باوجود مولانا سمیع الحق نے اسے دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ نشر و اشاعت "مؤتمر المصنفین" کی جانب سے شائع کر کے پوری دنیا میں قادیانی دجل و تلبیس کو آشکارا کیا ـــ کتاب کا مقدمہ انہی کا لکھا ہوا ہے۔ ہم ذیل میں آپ کی وہی تحریر نذر قارئین کر رہے ہیں، جس سے تحریک کا تمام پس منظر، اکابر علماء دیوبند کے کردار، حضرت شیخ الحدیثؒ سمیت ان کے برخوردار مولانا سمیع الحق کی بار آور مساعی بھی نمایاں ہو جاتی ہیں ـــ (ادارہ)

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہٗ

عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں نے ملت مسلمہ کی وحدت و سالمیت، نظریاتی یکجہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لیے جو حربے استعمال کیے ان میں قادیانیت ایک ایسا ضربِ کاری تھا جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے۔ جن علماء اور مفکرین امت کو اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس تھا وہ پہلے ہی دن سے اس شجرۂ خبیثہ کے قلع قمع کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور تحریر و تقریر کی پوری صلاحیتوں سے اُمت کو اس فرقۂ ضالہ کے دجل و تلبیس سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام کے اساسی عقائد، توحید و رسالت اور ختم نبوت کی نزاکت و اہمیت سے ناآشنا روشن خیال طبائع اسے مولویوں کی "تنگ نظری" پر محمول کرتے رہے، اور جب مرزائیوں کا آقائے ولی نعمت انگریز برصغیر سے چلا گیا تب بھی پاکستان کے دینی حمیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارہ میں جمہور مسلمانوں کی جدوجہد کو نظر انداز کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر جارحانہ حملہ کی شکل میں ایک لطیفہ غیبی رونما ہوا۔ اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، دینی حمیت کا جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا وہ یک دم پھٹ پڑا اور ایمان کی چنگاری شعلۂ جوالہ بن گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علماء و مشائخ کی جدوجہد اور راہنمائی نے احتجاج کو ایک ہمہ گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا اور "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کی صورت میں ملک کے ہر مکتب فکر کے اکابر علماء، ممتاز قومی راہنماؤں اور اہم دینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا، پوری ملت کے اتحاد و یگانگت کا ایسا روح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برصغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہوگا، اور یہ کرشمہ تھا اس والہانہ عشق و محبت، ایمان آفرین قلبی تعلق اور روحانی رابطوں

کا جو ہر ادنیٰ اُمتی اور غلام کو آقائے دو جہاں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات سے ہے ۔ یہ تحریک ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بنیادوں پر اٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرما گئی ، ادھر اس وقت کی سوشلزم اور لادینیت کی علمبردار حکومت اس تحریک کو اوّلاً تو دباتی رہی ، اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو لطائف الحیل سے ٹالنا چاہا ، زعماءِ تحریک کی کردار کشی ، ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ ــــ الغرض یہ سارے ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے ، مگر جب پانی سر سے گذرنے لگا تو بالآخر حکومتِ وقت نے اُمت کے اس اجماعی اور طے شدہ مسئلہ کو غور و خوض کے لیے قومی اسمبلی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا ۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی" کی حیثیت دی گئی اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا موقف پیش کرنے دیا جائے اور قومی اسمبلی کے علماء ارکان بھی دلائل و براہین سے اپنا مؤقف پیش کریں ، پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اُٹھائے ۔ میرے نزدیک اس فیصلہ کے مضمرات میں بھی یہی ارادہ کارفرما تھا کہ اس طویل بحث مباحثہ اور نقد و جرح کے لیے پچیس تیس دن کا جو موقع درکار ہو گا اس دوران تحریک کی شدت ختم ہو جائے گی اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سو سالہ مطالبہ ایک بار پھر التواء میں ڈال دیا جائے گا ۔ مگر اللہ تعالےٰ کی کرم گستری مسلمانوں کی شاملِ حال تھی "مجلسِ عمل" کے اکابر علماء نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس دجالی فرقہ کے ائمہ دجل و تلبیس سے رد در رد دلائل و براہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکانِ اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلامی عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کیے جائیں اور دوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اُسی زور شور سے جاری رکھا جائے جبتک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے ۔

اس وقت مختلف مکاتبِ فکر کے اکابر علماء اور جماعتوں کے زعماء قومی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے ، مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے راہنما بالخصوص مجلسِ عمل کے صدر محدثِ کبیر علامۃ العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے سرکردہ مُبلغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈ کوارٹر بنا چکے تھے ۔ اُدھر حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو بھی رکنِ قومی اسمبلی کوئی تحریری بیان داخل کرانا چاہے اُسے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا ۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت گھمبیر ، نازک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق ، ایسے حالات میں اللہ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا ۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت کے کہنہ مشق مبلغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گذری تھی قادیانیوں کی اصل کتابوں ، اخبارات و رسائل کے انبار کے ساتھ راولپنڈی بلالیے گئے ۔

تالیفِ کتاب کے لیے قرعہ فال ناچیز راقم الحروف اور برادر محترم فاضلِ اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا ، کتابت کیلئے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سید نفیس الحسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوشنویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے ۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ امیر مجلسِ عمل نے راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹروپول کو اپنا مستقر بنایا تھا جو کسی زمانہ میں شان بان کا ہوٹل رہا ہو گا مگر اب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے ازکارِ رفتہ بن چکا تھا اور اُس کے صاحبِ خیر مالک نے اسے تحریک کے دوران استعمال کرنے کے لیے پیش کیا تھا ۔ ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح کتاب کی تیاری میں لگ گئے ۔ ایک حصہ راقم الحروف اور ایک حصہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے ، جو ورق تیار ہوتا ختمِ نبوّت کے مُبلّغین حضرت مولانا محمد حیات صاحب مرحومؒ فاتح قادیان حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنی بڑی بڑی پیٹیوں میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے الفضل وغیرہ رسائل کو ٹٹول کر کتاب میں دیئے گئے حوالوں کا اصل متن سے تطبیق کراتے ۔ یہ تحقیق اور مراجعت اِس لیے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دجل و تلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں اور بحث و مناظرہ کے دوران حوالہ سے اکثر انکار کر بیٹھتے ہیں ، اس صورتحال سے بچنے کے لیے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری و تقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا ۔ اس طرح اس کتاب میں دیئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں ، رسائل اور مجلات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں ۔ کتاب کا جتنا مسودہ بھی مرتب ہو جاتا ہم لوگ اُسے حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اُس وقت کے اکابر علماء و زعماء مجلسِ عمل کو سُناتے ۔ قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ ، مولانا شاہ احمد نورانی ، پروفیسر غفور احمد ، چوہدری ظہور الٰہی شہید ، مولانا ظفر احمد انصاری ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ، سردار مولا بخش سومرو اور دیگر کئی ارکانِ حزبِ اختلاف جن کا اس وقت اسمبلی میں متحدہ محاذ تھا اور ان کے علاوہ تحریک کے سربراہ زعماء اسلام آباد کے گورنمنٹ ہاسٹل کے کسی کمرہ میں یا اِدھر میٹروپول ہوٹل میں آ کر جمع ہو جاتے اور شام کی نشست میں سُن لیتے کہیں کمی بیشی کا مشورہ مناسب سمجھتے تو دے جاتے ، مسودہ ساتھ ہی ساتھ جناب نفیس الحسینی صاحب اور ان کے خوشنویس لکھتے جاتے ۔ الغرض تالیف ، تحقیق و مراجعت اور اکابر اُمت کی اس پر نظر ثانی اور پھر کتابت کا دشوار گذار مرحلہ ، آخر میں کاپیوں کی پیسٹنگ اور طباعت یہ سب کچھ ایک ہفتہ یا اس سے بھی کچھ کم وقت میں سر کر لیا گیا اور پیشِ نظر کتاب کی شکل میں "ملتِ اسلامیہ کا مؤقف" یا قادیانیوں کی سو سالہ جارحیت ، بغاوت اور ظلم و ستم ، دجل و تلبیس پر مبنی داستان یا بیانِ استغاثہ مرتب ہو گیا ۔

الحمد للہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی ، علمی اور سیاسی ہر ہر پہلو پر سیر حاصل مواد اس میں آ گیا ، کتاب مکمل ہوئی جو بظاہر بڑی مشکل نظر آ رہی تھی تو سب حضرات نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ، اور بقول حضرت

علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا کہ یہ معرکہ ایسی افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہوگیا۔

اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوگئے، کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کردی گئی، پریس کو یا کسی غیر رکن میں اس کی تشہیر خلافِ قانون تھی۔ اس وقت قادیانیوں کے ہر دو سربراہ مرزا ناصر احمد اور صدرالدین لاہوری بھی اپنے اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے اُس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی۔ مسلمانوں کی طرف سے پیشِ نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ کے حصہ میں آئی، اس لیے کہ وہ اسمبلی میں موجود اُس وقت کے مختلف مکاتبِ فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزبِ اختلاف کے راہنما تھے اور ان ہی پر اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی اور پورے ارکان نے ہمہ تن گوش ہو کر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزراء کی تھی اُنہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات و تاویلات پر غور کا اتفاق ہُوا تھا نہ مذہب کے نام پر اس گورکھ دھندے سے وہ آگاہ تھے۔ پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل و ترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں کا شرمناک کردار، عالمِ عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کا آلہ کار ہونے کی تفصیلات اور اس کے قرائن و شواہد، یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو محوِ حیرت ہوگئے اور ان کے دلوں میں جو نرم گوشہ تھا وہ نفرت سے بدل گیا۔ اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور اس کے ہمراہ صدرالدین لاہوری کی جولن ترانیاں، دلائل سے گریز، بیانات میں تضادات اور بے سروپا تاویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے اُس نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔

بہرحال ایک طویل بحث و مناقشہ اور ردّ و قدح کے بعد اسمبلی نے متفقہ طور پر وہ ایمان آفرین فیصلہ کیا جس کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور آئین میں ترمیم کے ذریعہ ملّتِ مسلمہ کے اس موقف پر مہرِ حقانیت ثبت کرلی گئی۔

مسلمانوں کی اس عظیم فتح میں پیشِ نظر کتاب کا ایک بنیادی کردار ہے، یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو اس تحریک کا زرّیں باب ہے مگر بعض ناگزیر حالات بالخصوص قومی اسمبلی کے اس بحث و مباحثہ پر اشاعت کی پابندی کی وجہ سے یہ کتاب اپنی اصل شکل میں مسلمانوں کے سامنے تاحال نہیں آسکی تھی۔ اصل شکل میں اس لیے کہ حضرت بنوری قدس سرہٗ نے اپنے ہاں سے اس کا عربی ترجمہ "موقف الامۃ الاسلامیۃ من القادیانیۃ" کے نام سے بڑے اہتمام سے شائع کروا کر اُسے عالمِ عرب میں تقسیم کردیا اور دارالعلوم کراچی کے زیرِ اہتمام اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر شائع ہُوا مگر کتاب اپنے اصل متن اور اصل شکل میں پہلی بار شائع کی جارہی ہے کیونکہ اس وقت چند ہی محدود نسخے صرف ارکانِ اسمبلی اور زعماءِ حکومت میں تقسیم کیے گئے تھے۔

یہ میری دیرینہ آرزو تھی کہ یہ سعادت مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کو نصیب ہو اور الحمدللہ کہ یہ تمنا آج پوری ہورہی ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف یہ کتاب بلکہ اُس وقت اسمبلی میں کی گئی ساری نقد و جرح اور بحث و مباحثہ کو مرتب کر کے قوم کے سامنے لایا جائے۔

صدرِ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۱۹۸۴ء کے اس دستوری ترمیم کے منطقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے حال ہی میں قادیانیوں کے بارہ میں ایک آرڈیننس کی شکل میں قانون سازی کر کے ایک عظیم الشان قدم بھی اٹھا دیا ہے اور ملک و بیرونِ ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں قادیانیت کے پس منظر اور پیش منظر کو جاننے کی دلچسپی ہے، ایسے وقت میں اس کی اشاعت ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور یہ قادیانیوں کی دسیسہ کاریوں، سازشوں، اسلام دشمن منصوبوں اور دجالی فلسفۂ بحث و تاویل کے سمجھنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

سمیع الحق

خادم دارالعلوم حقانیہ و صدر مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ (حال نزیل لاہور)

کون سمجھائے گا

محفل سوز و گدازِ غم کو گرمائے گا کون
اہلِ دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گا کون
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
مستیٔ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گا کون
عارفی میرا ہی دل ہے محرمِ ناز و نیاز
بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون
عارفی از بس ہیں نازک یہ رموزِ حسن و عشق
کون سمجھے گا یہ باتیں اور سمجھائے گا کون

(مرسلہ محمد طاہر)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور تبلیغی جماعت

حافظ راشد الحق، متعلم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت اقدس دادا جان (جس کو ہم اپنے عرف میں داجی گل سے پکارا کرتے تھے) تبلیغی جماعت اور کارکنوں کو دل و جان سے چاہتے تھے ۔ دارالعلوم میں یا حضرت شیخ الحدیث کی مسجد میں جب بھی کوئی جماعت آئی ہوتو ان کا بے حد اکرام فرماتے تھے ان کو دین اسلام کا سپاہی سمجھتے اور دل و جان سے ان پر نچھاور ہوتے تھے ۔

جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس تھے اور آپ کی ملاقات بھی ہوئی تھی حضرت مولانا محمد یوسف تو بارہا دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائے اور حضرت سے بے حد محبت فرماتے تھے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو حضرت شیخ الحدیث اور دارالعلوم حقانیہ سے خصوصی شفقت اور محبت کا تعلق تھا ۔ بستی نظام الدین اور رائے ونڈ کے مراکز کے بزرگ بطور خاص دارلعلوم اور اس کے بانی سے تعلق خاطر رکھتے تھے ۔ ذیل میں تبلیغ اور تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت کے ارشادات ہدایات اور جماعت کے ساتھ معاملات سے متعلق حسن سلوک اوراس عظیم مشن کے بارے میں آپ کے تعلیمات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں جو آپ کے مواعظ و خطبات کے مجموعہ دعوات حق (ہر دو جلد) اور صحبتے با اہل حق سے ماخوذ ہیں جس سے آپ کے تبلیغی جماعت سے تعلق اور سیرت و کردار کا ایک اہم باب بھی سامنے آجاتا ہے ۔

فضلاء کو دعائیں اور تبلیغی جماعت کی تحسین

بعد العصر قدیم مسجد دارالعلوم حقانیہ (مسجد حضرت شیخ الحدیث) اکوڑہ کے ایک صاحب اوران کے ساتھ حج سے آنے والے دوسری احباب حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر تھے ۔ حضرت نے حج سے آنے والے احباب کو مبارک دی ۔ بغلگیر ہوئے اور پیشانی پر ہاتھ رکھا ۔ ان کی آمد پر مسرت اور خوشی کی کیفیت سے سرشار نظر آرہے تھے ۔ حضرت نے فرمایا کافی دنوں سے مجھے آپ لوگوں کا خیال آرہا تھا ۔

انہوں نے عرض کی حضرت ہم آپ کو دور سے دیکھ لینا اور زیارت کرنا اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے ہیں آپ سے قریب آکر مصافحہ وغیرہ کی تکلیف دینا گوارا نہیں ہوتا ۔ احقر کاتب الحروف کو اس موقع پر کسی شاعر کا ایک شعر یاد آیا فرماتے ہیں ۔

دیکھنا گر ہو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہ عشق نہیں حسن کا رسوا کرنا

ابھی یہ مجلس جاری تھی کہ شب قدر ضلع مردان سے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی جماعت شبقدر حاضر ہوئی ۔ حضرت شیخ نے کھڑے ہو کر ملنا چاہا ۔ مگر سب نے باصرار حضرت کو اٹھنے کی تکلیف نہ دی ۔ لہذا حضرت بیٹھے رہے اور حاضرین باری باری مصافحہ کرتے رہے جب مصافحہ سے فراغت ہوئی اور سب آرام سے بیٹھ گئے ۔ تو حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا ۔

آپ سب حضرا ت ماشاء اللہ فضلاء اور علماء ہیں اور پھر آج اکٹھے ہو کر تشریف لائے ہیں آپ کو دیکھ دیکھ کر نئی زندگی محسوس ہوتی ہے آپ سب گلشن دارالعلوم کے حسین پھولوں کا پیارا گلدستہ ہیں ۔ خدا تعالیٰ آپ کے علوم میں کثیر برکتیں نازل فرمائے اور آپ کے علم کی خوشبو سے پوری دنیا اور کائنات کو معطر فرمائے ۔

دارالعلوم حقانیہ کے استاد حضرت مولانا عبدالحلیم دیردی تشریف فرما تھے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ۔

مولانا یہ فضلاء جو تشریف لائے ہیں ان سب کا تعلق تبلیغ سے بہت گہرا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تبلیغ کا کام دارالعلوم حقانیہ میں بھی اساتذہ و طلبہ نے سنبھال لیا ہے ۔ اساتذہ اور اکثر طلبہ جمعرات کی شب جمعہ کے لئے نوشہرہ جاتے ہیں ۔ دارالعلوم میں باقاعدہ طور مختلف احاطوں و ہاسٹل میں تبلیغی گشت ہوتے ہیں مجھے اس خبر سے اور اساتذہ وطلبہ کی اس بابرکت حرکت سے بڑی مسرت ہوتی ہے ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر۹

تواضع اور دلالت علی الخیر

ارشاد فرمایا ! آپ حضرات جو فراغت (تحصیل علم) کے بعد تعلیم و تدریس اور اس کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ نے جو تبلیغ کا کام شروع کیا ہے در در پر جانا بستر سر پر اٹھانا ۔ اس راہ میں تواضع ہے عجز وانکساری ہے ۔ واقعتہ " اس کام سے اخلاق میں غرور کی بجائے تواضع پیدا ہوتی ہے ۔

غرور کی بجائے تواضع پیدا ہوتی ہے ۔

من تواضع اللہ رفعہ اللہ

مولانا عبدالحلیم دیروی مدرس دارالعلوم نے عرض کیا حضرت !گذشتہ جمعرات مردان کے ایک گاؤں میں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہوا تو ایک مسجد میں تعمیر کا کام شروع تھا اپنی تقریر میں لوگوں کو ترغیب دی اسی وقت ۵۰۰۰ کا چندہ مسجد کے لئے اکٹھا ہوگیا ۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا مبارک ہو دین کی خدمت ، احیاء سنت ہے الدال علی الخیر کفاعلہ نیکی اور خیر کے کاموں کا راستہ بتانے والے

کرنے والوں کے ساتھ ثواب میں برابر کے شریک ہوتے ہیں ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۱۸۱

کیجئے دنیا کی تاریخ میں اس کی بھی نظیر موجود نہیں ۔ کوکب الدری فتح الملہم ۔ اعلاء السنن ۔ لامع الدراری ۔ اوجز المسالک ۔ بذل المجہود ۔ ترجمہ شیخ الہند بیان القرآن یہ سب اسی دور کی یادگار ہیں جس کے اپنے پرائے سب قائل ہیں ۔

تبلیغی جماعت ایک عالمگیر اسلامی تحریک

ارشاد فرمایا ۔ چاہیئے صرف تبلیغی جماعت کو دیکھ لیجئے اسی دور میں آج سے تقریباً نصف صدی قبل اس کی بنیاد رکھی گئی تھی کسے کیا خبر تھی کہ یہ ایک روز عالمگیر تحریک بن جائے گی آج نقشہ تمہارے سامنے ہے یہ عظیم اور وسیع ترین جماعت عالمگیر جماعت بن چکی ہے پہلے گاؤں گاؤں مجالس وعظ منعقد ہوتے تھے سالوں میں کہیں کسی واعظ کی تقریر سنی جاتی تھی مگر تبلیغی جماعت نے ہر شہر ہر گاؤں اور ہر ہر محلہ میں وعظ و تبلیغ کی دعوت و تحریک چلائی یہ سب اکابر دیو بند کی برکات و توجہات کا ثمرہ ہے ۔ دارالعلوم دیو بند صرف ایک تعلیم گاہ یا مدرسہ نہیں وہ تو ایک تحریک ہے جس کی مختلف شاخیں ہیں ۔ دارالعلوم دیو بند علوم و معارف کا دریا ہے جس سے مختلف نہریں جاری ہیں کبھی تبلیغ کی صورت میں کبھی جہاد واعلا کلمتہ الحق کی صورت میں ، کبھی تصنیف و تحریر اور رد فرق باطلہ کی شکل میں اور کبھی دعوت و ارشاد اور اشاعت و تبلیغ کی شکل میں ، غرض دارالعلوم دیو بندامت کے لئے ایک حجت ہے ۔ قرآن خدا کی کتاب ہے اللہ خود ہی اس کا حافظ ہے ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۲۱۱

خود غرضی اور انانیت سے انتشار اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے ۔

ارشاد فرمایا مجھے تو تبلیغی جماعت کی عالمگیر تحریک پر بے حد مسرت ہے دنیا کی تاریخ میں ایسی جماعت کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی یہ سب دارالعلوم دیو بند کی برکات ہیں ۔

احقر نے عرض کیا حضرت ۴۴ سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے کہ تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے مگر اس قدر طویل عرصہ کار میں جماعت کے موقف میں کوئی فرق نہیں آیا کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا کوئی دھڑے بندی قائم نہیں ہوئی ۔ کوئی علیحدہ علیحدہ جماعتیں نہیں بنائی گئیں ۔ کسی عہدہ و منصب کا جھگڑا نہیں ہوا ۔ جماعت روز بروز پھیلتی اور بڑھتی جارہی ہے ۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا

جی ہاں تم نے بڑے پتے کی بات کہہ دی اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جماعت کے افراد میں اپنے اغراض ، اپنے مقاصد ، عہدہ و منصب اور جاہ و منزلت ، انا اور خود غرضی نہیں ہے اس لئے جھگڑا بھی نہیں ۔ ایسی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے افراد میں اپنے حقوق کے مطالبے کا تصور بھی کسے نہیں آتا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے اکابر میں تقوی طہارت پاکیزگی ، پرہیزگاری ہے انانیت خود پرستی اور تکبر سے تو وہ شناس ہی نہیں ، ان میں عہدوں جاہ ومنصب اور لالچ وطمع کا مریض اور دنیا کا حریص کوئی نہیں اس لئے جماعت آئے دن روبہ ترقی ہے ۔ خدا تعالی مزید ترقیات عطا فرمائے ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۱۱۲

فکر امت میں حضور اقدس ؐ کا رونا

پشاور کے ایک مہمان (جس کا تبلیغی جماعت سے تعلق تھا) انہوں نے عرض کیا ۔ حضرت نے ایک خواب دیکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گلے لگایا اور آپ ؐ پر گریہ کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ مجھے بھی رونا آگیا حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ نیند اکھڑ گئی ۔ حضرت شیخ الحدیث دامت برکا تہم جوں جوں خواب کا بیان سنتے جاتے تھے چہرہ اقدس پر اس کے اثرات نمودار ہورہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کا سنا تو لرز اٹھے اور ارشاد فرمایا ۔

مجھے تعبیر خواب سے کوئی نسبت نہیں ہے تاہم آپ سعادت مند ہیں کہ باری تعالی نے آپ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بخشا ہے حدیث میں ہے ۔

من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لایتمثل بی

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا فی الحقیقت دیکھا کہ شیطان کو میری صورت بنانے کی طاقت نہیں ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں آپ کی عصمت اور شان ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شیطان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنانے کی طاقت نہیں دی گئی نہ خواب کی حالت میں اور نہ بیداری کی حالت میں ۔ حدیث میں ارشاد ہے ۔

من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے فی الواقعہ مجھے ہی دیکھا ۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا ۔ محدثین نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں ۔

۱ ۔ جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواب میں حضور ؐ کی زیارت کی وہ حضور ؐ ہی کے زمانہ بیداری میں بھی آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے گا ۔

۲ ۔ جس نے آپ ؐ کو خواب میں دیکھا اسے آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور شفاعت کی سعادت حاصل ہو گی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سائے تلے جگہ پائے گا اور جس نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے دیکھا یہ اس بات کی بشارت ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا ۔

آپ نے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے رونا بھی خوشی سے آتا ہے اور اکثر غم واندوہ سے بھی ۔ اگر پہلی صورت مراد لی جائے تو چونکہ آپ تبلیغ و اشاعت دین کی خدمت میں مصروف ہیں ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والا کام کر رہے ہیں اس لئے حضور ؐ نے آپ کو گلے لگا لیا اور جوش مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھی آئے ۔

دوسری صورت بھی زیادہ قرین قیاس ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے فکر و غم اور فکر نجات میں بعض اور اوقات ساری ساری رات روتے رہے اور آج جب امت کے تغافل انتشار بے اعتنائی الحاد ، زندقہ اور بے دینی کی رپورٹ آپ کو پہنچتی ہو گی تو آپ پریشان ہو جاتے ہوں گے ۔ امت میں تبلیغی جماعت کے حضرات چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والا کام کر رہے ہیں ۔ اور آپ بھی ان ہی سے ہیں ۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ملے اور امت کے انتشار اور غفلت پر غم واندوہ کے آنسو بہائے ۔ اور امت کے حال پر اپنے رنج و الم کا اظہار کیا ۔

بارالہا ! اپنے فضل سے اپنے کرم سے امت کی ستاری فرمائے ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو اللہ غضب ناک ہو جائے گا اور امت ہلاک ہو جائے گی ۔

یہ فرما کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کافی دیر

الحاح اور عجزوانکسار کے ساتھ امت کی فلاح و نجات کی دعا فرماتے رہے۔

صحبے با اہل حق صفحہ نمبر۱۶۵

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور مولانا کمال الدین کا تذکرہ

یکم جون ۱۹۸۵ء بعد العصرجب معمول حاضر خدمت ہوا۔ ملاقاتیوں اور مہمانوں کا بے پناہ ہجوم تھا اور ادھر دارالعلوم کے مدرس مولانا اُسیدُ اللہ صاحب تبلیغ میں چلہ لگا کر واپس تشریف لائے تھے۔ اور اب وہ بھی شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث نے دریافت فرمایا کدھر تشکیل ہوئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا بنوں اور سیالکوٹ وغیرہ۔

ارشاد فرمایا سیالکوٹ توایک تاریخی شہر ہے ایک زمانہ میں اس کا علمی شہرہ آفاق میں پھیلا ہوا تھا۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی یہیں کے رہنے والے تھے آپ شاید ان کی مسجد میں بھی حاضر ہوئے ہوں گے۔

عرض کیا جی ہاں! وہاں حاضری دی تھی وہاں حاضر ہونے پر ایک خاص کیف ' سکون اور ایمانی بہار محسوس ہوتی تھی۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۸ھ) کا مزار بھی یہاں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ ہاں مولانا کمال الدین (متوفی ۱۰۱۷ھ) کی مرقد بھی یہیں ہے۔ یہ وہی علامہ کمال الدین ہیں جو علامہ سیالکوٹی کے بھی استاد تھے۔

مولانا اُسید اللہ نے عرض کیا حضرت! چالیس روز کے تبلیغی سفر میں جگہ جگہ علماء فضلاء مدرسین ' شرفاء اور معززین سے ملاقاتیں ہوتی رہی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ سے نسبت ہے تو سب بے تابانہ آپ کا دریافت فرماتے۔ آپ کی صحت کے لئے دعائیں کرتے سب آپ کو سلام کہتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے۔

حضرت مدظلہ نے جواباً" علیک وعلیہم السلام پڑھا اور سب کے لئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے ورنہ میں تولیس بشئ ہوں۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپ کو اپنے راستہ میں قبول فرمالیا۔ آپ کا تبلیغی سفر ہر لحاظ سے مبارک ہے پھر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا شہر دیکھنا اور ان اسلاف کے مرقدوں پر حاضری دے کر دعائے مغفرت کرنا (یہ تو نور علیٰ نور ہوا)

صحبے با اہل حق صفحہ نمبر۱۶۸

توکل واستغناء اور آزادانہ خدمت دین

جنوبی وزیرستان سے دارالعلوم کے ایک قدیم فاضل حاضر خدمت تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دریافت کرنے پر انہوں نے غرض کیا۔

حضرت الحمد اللہ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین کی تھوڑی بہت خدمت کا موقع مل جاتا ہے یہ سب آپ کی برکات اور دعاؤں کے اثرات ہیں کئی بار احباب نے اور وہاں کے مہربانوں نے کسی سرکاری سکول میں ماسٹر وغیرہ کی پوسٹ پر کام کرنے کی پیش کش کی ہے کہ مستقل نوکری ہو جائے گی وغیرہ مگر میرا مزاج درس و تدریس اور آزادانہ خدمت دین کا ہے کہ آپ کو ایسے ہی پایا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ بہت اچھی رائے ہے اور نیک اور مبارک فیصلہ ہے خدا تعالیٰ استقامت بخشے یہ اللہ کا فضل ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ صرف خدا کے بھروسہ اور اسی کی توکل پر زندگی گذارتے ہو۔

آج کل یہ ماسٹریاں وغیرہ آگئی ہیں ورنہ اس سے قبل ہمارے اسلاف اور اکابر اور علماء نے مساجد اور مدارس میں چٹائیوں پر بیٹھ کر بغیر کسی طمع ولالچ کے خدمت دین واشاعت اسلام کا کام کیا ہے اور اللہ نے انہی کے ذریعہ دین کو محفوظ فرمایا ہے۔ اور ہم تک جوں کا توں پہنچا ہے۔

صحبے با اہل حق صفحہ نمبر۱۷۸

طلبہ اور تبلیغی کام

حسب معمول حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مجلس فیض وافادہ میں حاضر ہوا۔ بلوچستان کے علماء اور طلبہ کے مجمع میں گھرے ہوئے تھے کوہاٹ سے بھی مہمانوں کا ایک وفد حاضر تھا افغان مجاہدین کی ایک جماعت بھی آئی ہوئی تھی۔ مولانا عبدالمنان عضو اتحاد اور علاقہ ارگون کے کمانڈران کی قیادت کر رہے تھے مولانا بادشاہ گل امیر تحریک جند اللہ جو دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتے بھی رہے ہیں ان کے ہمراہ تھے۔

ادھر بلوچستان سے آئے ہوئے تبلیغی جماعت کے ایک مہمان نے دارالعلوم حقانیہ میں طلبہ کے تبلیغ کے کام میں انہماک اور تبلیغی جماعتوں سے نصرت کے کام کو سراہا توحضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔

تبلیغی کام اور تبلیغی جماعتوں کی نقل و حرکت سے بڑا انقلاب آرہا ہے اور جب سے دارالعلوم میں اساتذہ وطلبہ نے اس کام میں حصہ لینا شروع کیا ہے تو اس سے بڑی خوشی ہوئی ہے **الحمد اللہ** تبلیغی جماعت کے اکابر بھی علماء اور طلبہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں مگر ان کے خصوصی ہدایات کو ملحوظ رکھا جائے گا تو کام میں برکت ہو گی۔

اسباق کے دوران سبق قضا کر کے تبلیغ کرنا ممنوع ہے اور اکابر سختی سے اس سے منع کرتے ہیں۔ فراغت اور تعطیلات کے ایام تبلیغ کے لئے ہیں۔ طالب علم تو علم و عمل کی ایک نرم و نازک کونپل ہیں اگر حزم و احتیاط سے اور بروقت اس کی آبیاری کی جاتی رہی اور اسکی نگہداشت اور نگرانی پر توجہ دی گئی تو ایک روز یہ تناور اور سایہ دار اور ثمر آور درخت بن جائے گا جس سے پوری امت مستفیض ہو گی۔

صحبے با اہل حق صفحہ نمبر۲۲۵

تبلیغی جماعت اور اشاعت دین کا فکر ـــ اور ذکر اللہ

طلبہ سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی گفتگو جاری تھی کہ علماء اور صالحین کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ مہمان غور غشتی ملتان اور کچاکھوہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے عرض کیا حضرت ہم تبلیغی جماعت کے اجتماع میں جو باڑہ میں آج سے شروع ہو رہا ہے ' کے لئے جب گھر سے روانہ ہو رہے تھے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کی خدمت میں بھی دعا کے لئے حاضری کی سعادت حاصل کریں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کی مجلس میں حاضری کی توفیق بخشی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے آپ کو خدمت واشاعت دین اور تبلیغ اسلام کے لئے چن لیا ہے یہ تو اہل اسلام کا فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کنتم خیرامتہ اخرجت للناس تامرون باالمعروف وتنہون عن المنکر۔

تم خیر امت اور تمام امتوں سے بہتر اور افضل امت اس لئے ہو کہ نیکی کا حکم کرتے ہو معروفات پھیلاتے ہو اور منکرات سے روکتے ہو۔

الحمداللہ کہ یہ فریضہ آج جماعت تبلیغی بڑے احسن طریقہ سے انجام دے رہی ہے اور آج پوری دنیا میں اس جماعت کے مخلص مبلغ حرکت میں ہیں لاکھوں

اور اور کروڑوں مسلمانوں کو اصول دین اور تعلیمات نبوت کی تعلیم دے چکے ہیں اور ہزاروں غیر مسلم ان کی مخلصانہ مساعی کی برکت سے قبولیت اسلام سے مشرف ہو چکے ہیں ۔

آپ حضرات کے مساعی بھی رنگ لائیں گے ۔ آپ جیسی صالحین حضرات کی برکت سے اور مبلغین کی محنت اور ذاکرین کی برکت سے باری تعالٰی قوم و ملک سے عذاب ٹالتے ہیں ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا نے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ نے شکایت کی کہ میری امت نے اللہ کا ذکر اور دین کا فکر چھوڑ دیا ہے ۔ یہ ذکر کائنات کی روح ہے اور کسی قوم و ملت کی بقا کا ذریعہ ہے ۔ جب ایک قوم اللہ کا ذکر چھوڑ دیتی ہے تو اللہ بھی اس پر اپنا فضل اور رحم و کرم چھوڑ دیتے ہیں بلکہ جب مجموعی طور پر ذکر ترک کر دیا جائے گا تو پورے نظام کائنات اور تمام دنیا کا ہارٹ فیل ہو جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر۳۲۹

لندن میں دینی کام کرنے والوں کو خصوصی نصیحت

نماز مغرب کا وقت ہوا ۔ اذان ہو چکی تھی اور نماز کے لئے صفیں درست کی جارہی تھیں کہ انگلینڈ سے جناب مفتی محمد اسلم صاحب اور ان کے ساتھ جناب قاری سعید الرحمٰن صاحب تشریف لائے ۔ نماز قاری صاحب نے پڑھائی ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب مفتی محمد اسلم اور قاری صاحب آگے بڑھے مصافحہ کیا مہمان کا تعارف کرایا ۔ حضرت ! یہ جامعہ بنوی ٹاؤن کے مفتی ہیں ۔ اب انگلینڈ ہوتے ہیں ختم نبوت کی تبلیغ کا کام کر رہے ہیں ۔ ہمارے ہاں آئے تھے آپ کی زیارت و ملاقات اور حصول دعا کی تمنا تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کروں ۔ الحمد اللہ اللہ پاک نے آج یہ سعادت عطا فرمائی ۔ مجھے لندن میں رہتے ہوئے وہاں کے حالات کے مطابق خصوصی نصیحت سے نوازیے ۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا ۔ آپ حضرات خود علماء ہیں ۔ مبلغ ہیں ، مفتی ہیں ، خدا نے علم دین سے سرفراز فرمایا ہے ۔ میری کیا نصیحت ہو گی ۔ میں خود نصیحت کا محتاج ہوں ۔ اللہ تعالٰی نے آپ کو ہمت عطا فرمائی ہے کہ آپ خدمت اور اشاعت دین میں مصروف کار ہیں ۔ اپنا وطن اور اپنے عیش و عشرت کے اسباب چھوڑ کر اتنے دور گئے ہوئے ہیں ۔ یہ رفع درجات اور اجر عظیم کا ذریعہ ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو مزید ترقی دے ۔ خدا حافظ ہو ۔ ہاں اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں کو جو دین کے اولین داعی ہیں ان کو بھی عامۃ الناس سے نرم اور قول لین کی تاکید فرمائی ہے ۔

تبلیغ اور دعوت کے کام میں نرمی مصلحت ، محبت اور شفقت کا انداز اختیار کریں ۔ آپ جہاں پر ہیں وہ تو کفر اور بغاوت کے مراکز ہیں ایسے مراکز میں زبان کی نرمی سے کام لینا ہو گا کہ کام بھی ہوتا رہے اور محفوظ بھی رہے ۔ تقریر اور زبانی دعوت سے بڑھ کر اپنے کردار و عمل اور معاملہ و تعلق کی دعوت سے لوگوں کو دین کی طرف بلائیں ۔ شب و روز کی زندگی شریعت کے مطابق ڈھالیں ۔ جب راستہ چلیں جب کاروبار کریں جب آنا جانا ہو تو سب اسلام کے مطابق ہو تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ تعلیم کی طرح مسلمانوں کے اعمال بھی امن و فلاح کی ضمانت ہیں جس قدر بھی حکمت عملی سے کام لیں گے خدا تعالٰی اتنا ہی راستہ کھولیں گے ۔ بہرحال آپ حضرات خود صاحب واقعہ ہیں اہل علم ہیں تو آپ کی رائے ہی معتبر ہو سکتی ہے خدا تعالٰی مزید ترقیوں سے مالا مال فرمائے ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر۳۳۸

امت کی فضیلت کا راز

تبلیغی جماعت اجتماع پر جا رہی تھی جناب حاجی فردوس خان بھی ان میں تشریف لائے تھے یہ حضرت کے قریبی احباب سے ہیں حضرت نے ان کا بڑا اکرام فرمایا اور ارشاد فرمایا ۔

اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تم خیرامت اور افضل امت ہو ۔ خیر اور اشرف ہونے کا سبب بسیں ، دولت سرمایہ داری ، بنگلے اور دولت نہیں بلکہ وجہ یہ بتائی کہ تم امر بالمعروف اور نہی المنکر کرتے ہو

جیسے کہ اب یہ فریضہ تبلیغی جماعت انجام دے رہی ہے ۔

دعوت و تبلیغ کی اہمیت و عظمت

ارشاد فرمایا ۔ احادیث میں تفصیل سے یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت حمزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کے قاتل وحشی ہیں جنہوں نے غزوہ احد میں حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا ، ناک ، کان ، اور دیگر اعضائے رئیسہ کاٹ ڈالے تھے ۔ اور جگر نکال کر گلے کا ہار بنایا تھا ۔ پھر وہ مکہ چلا گیا ۔ جب مکہ فتح ہوا تو بوجہ خوف کے وہاں سے بھاگ کر طائف چلا گیا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا ۔ طائف ایک مضبوط قلعہ تھا ۔ اس کے اردگرد تمام علاقہ مسلمانوں کا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ اب چاروں طرف سے اسلامی حکومت ہے اس لئے ان کا محاصرہ ضروری نہیں آخر یہ لوگ جائیں گے کدھر ؟ اس لئے محاصرہ چھوڑ دیا ۔

اہل طائف کو خیال ہوا کہ ہم مسلمانوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے ۔ اس لئے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لینی چاہیے اور اسلام قبول کر لینا چاہیے ۔ لہٰذا انہوں نے قبول اسلام کے لئے ایک وفد تیار کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

اب قاتل وحشی کو جان کے لالے پڑ گئے کہ اس کے بعد کوئی بھی جائے پناہ نہیں ۔ لہٰذا وہ بھی وہاں کے لوگوں کے مشورہ سے منہ چھپائے وفد کے ساتھ آگئے ۔ صحابہ نے دیکھا تو چاہا کہ اس کی گردن اڑادیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ آبرو کے منتظر تھے اور جب صراحتا" اس کی اجازت چاہی تو آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ۔

اگر ساری دنیا کفار سے بھر جائے اور تلوار اٹھا کر تم سب کو قتل کر دو ۔ اور جہاد کرو تو یہ بڑا جہاد ہے ثواب بھی ہے اور بڑا ثواب ہے ۔ لیکن اس کے مقابلہ میں تبلیغ اور دعوت و ترغیب سے ایک آدمی کو مسلمان بنا لو اور وہ لاالہ الااللہ پڑھ لے تو اس کا ثواب ساری دنیا کے کافروں کے قتل کرنے سے زیادہ ہے ۔ وحشی نے کلمہ پڑھ لیا تو جنتی ہوا ۔ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ۔ الاسلام یھدم ماکان قبلہ میں نے جب تبلیغی جماعت کو دیکھا تو مجھے یہ واقعہ یاد آگیا اور یہ ان حضرات کے لئے بہت بڑی بشارت ہے ۔

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر۳۴۹

مخلصانہ عمل کی برکتیں

مجھے اپنے ایک بزرگ ساتھی نے بتایا کہ ہم چند رفقا امریکہ میں ایک بس میں سوار تھے کہ عصر کی نماز کا وقت آیا ۔ ڈرائیور سے ہم نے کہا کہ نماز کے لئے بس روک دے ۔ اس نے ہماری درخواست منظور کر لی ۔ ہم تین ساتھی اترے اور نماز پڑھی ۔ انگریز اور غیر مسلم کی ساری سواریاں ہمارا گھیرا کر کے

ہمیں دیکھتی رہیں اور حیران ہو کر تکتے ۔ ہے جب ہم فارغ ہوئے تو پوچھا یہ تم نے کیا کیا ۔ ہم نے کہا یہ ہمارے خدا کا ایک حکم نماز ہے جو اس کی عبادت ہے ۔ وہ ہماری نماز کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہو گئے ۔ بہرحال اصل چیز خلوص اور عمل ہے ۔

اس وقت تبلیغی عمل بڑا قابل قدر اور لائق تحسین ہے جو بھی ایک بار اس عمل میں داخل ہوتا ہے وہ دین میں ہمہ تن منہمک ہو جاتا ہے اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے خدا تعالیٰ سب کو ایسے احسانات سے نوازے ۔ (آمین)

صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۳۴۹

ترکی سے آئی ہوئی جماعت سے ملاقات

۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء ترکی سے تبلیغی جماعت کے احباب کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا ۔ حضرت مدظلہ نے ان کا بڑا اکرام فرمایا ۔ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کا ذکر چھیڑا تو ارشاد فرمایا ۔

میں نے مولانا محمد الیاس کی دو دفعہ زیارت کی ہے ۔ بہت نحیف اور بدن کے لحاظ سے کمزور تھے لیکن فکر و تدبر کے اعتبار سے ان کا مقام بہت اونچا تھا کہ پوری دنیا میں دین پھیلایا ۔ یہ ترک صاحبان کی جماعت آئی ہے یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں ۔

جماعت کے امیر نے عرض کیا حضرت یہ آپ کی دعاؤں مساعی اور محنتوں کی برکت ہے کہ آج ہم جیسے جاہلوں کو دین کی خدمت کا موقع ملا ۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میری صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں ۔ آپ سے ملاقات اور ترک بھائیوں سے ملاقات کر کے بہت مسرت ہوئی ۔ ایک مسئلہ جو آپ نے نماز کا سکھایا وہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور ایک نماز کے ذریعے ہزاروں نمازوں کے ثواب آپ کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے ۔ آپ کے چلنے پھرنے سے عبرت حال ہوتی ہے دین کی اشاعت ہوتی ہے ۔ سارے حالات کی تبدیلی آپ حضرات کی قربانیوں کا نتیجہ ہے یہ آپ کی برکتیں ہیں جو ہم پر پڑھ رہی ہیں ۔

حضرت نے ارشاد فرمایا ۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی آپ کے دیکھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے یہ ہیں ہمارے متواضع بھائی جو اپنے کندھوں پر بستر رکھے ہوئے دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں ۔

حضرت نے فرمایا ۔ ترک کے علاوہ اور بھی عرب کی جماعتیں تبلیغ کے کام میں مشغول ہیں ۔ امیر صاحب نے کہا جی ہاں اس سال عرب اتنے زیادہ تشریف لائے تھے کہ پنڈال میں جگہ نہیں مل سکی ۔ ابھی سو کے قریب جماعتیں باہر ملکوں کے تبلیغی کام میں مصروف ہیں ۔

حضرت نے ارشاد فرمایا آپ کی وجہ سے ہم بھی برکات حاصل کرتے ہیں اور آپ کے نمونہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے ۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان کی شکل دیکھ کر خدا یاد آتا ہے آپ کی شکل و شباہت اس حدیث کے مصداق ہے اللہ سب کے درجے بلند فرمائے ناراض ہرگز نہ ہونا ۔

تبلیغی حضرات نے رخصت چاہی تو آپ ان کے اکرام میں کھڑا ہونا چاہتے تھے مگر جماعت والوں نے آپ کے ضعف اور علالت کے پیش نظر باصرار بیٹھا دیا ۔ دعا کی درخواست کی آپ نے بالحاح دعا فرمائی اور پھر مبلغین حضرات ایک ایک کر کے مصافحہ کرتے اور رخصت ہوتے رہے ۔

دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم

نظام تعلیم کا محور

دینی مدارس کا نظام تعلیم دراصل دینیات کی تعلیم کا نظام ہے اس نظام تعلیم میں شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ شریعت جو کامل اور مکمل ہے ۔ اس میں عبادات ، معاملات ، معاشرتی امور ، سیاسیات ، معاشیات ، نکاح وطلاق کے مسائل ، رعیت اور حاکم کے حقوق و فرائض بیع و تجارت اور مضاربت میراث و وصیت کے مسائل غرض وزندگی کا ہر پہلو اور ہر مسئلہ شامل ہے ۔

یہ نظام تعلیم جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا ۔ وہ یہ تھا کہ اسلامی احکامات اور قوانین کو باقی اور جاری رکھا جائے اسی لئے قرآن و حدیث اور فقہ کے علوم اس نظام تعلیم میں بنیادی حیثیت سے شامل کئے گئے پھر قرآن حدیث سے احکام اور قوانین مستنبط کرنے کے اصول وضع ہوئے اور اس عمل نے باقاعدہ علم کی صورت اختیار کی تو اسے "اصول فقہ" کے نام پر اس نظام تعلیم میں رائج کیا گیا بعد میں جب دور عباسیہ میں یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا تو اس فلسفے کے مختلف مسائل کو الٰہیات ، طبعیات ، منطق اور عنصریات کے عنوانات سے اس نظام تعلیم میں شامل کر لیا گیا لیکن فلسفہ یونان کے متعدد پہلو آئے انٹرویو نگار :جناب ممتاز احمد ایڈیٹر وائس آف اسلام کراچی اسلامی عقائد سے متصادم اور متناقض تھے چنانچہ علماء اسلام نے ان پہلوؤں کا ابطال کیا اور ان کے تنقیدی مطالعہ کی صورت میں دینی تعلیم میں شامل کر لیا گیا فلسفہ اور منطق کی کتابیں کم و بیش اسی دور میں نصاب تعلیم میں شامل کی گئیں ۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے فلسفیانہ نظریات کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان کا ابطال کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر سکتے تھے علم کلام کی تشکیل اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کی گئی ۔

علاوہ ازیں چونکہ قرآن حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کے محاورات اور کمالات سے واقفیت ضروری تھی اس لئے عربی گرائمر ۔ صرف ، نحو ۔ کی تشکیل ہوئی پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کے لئے جو اپنی مثال آپ تھی ، علم بیان ومعانی کی تشکیل ہوئی تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے لطیف پہلوؤں کا ذوق پیدا ہو سکے اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی گرائمر اور علم بیان و معانی کا مطالعہ بھی کیا بجائے خود کوئی مقصد نہ تھا بلکہ ان علوم کی تعلیم کو قرآن و حدیث ہی کی خدمت کے لئے شامل کیا گیا تھا ۔

دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد

اس تعلیم کا بنیادی مقصد دین کا تحفظ اور اس کی اشاعت تھا موجودہ دینی مدارس کا نصب العین بھی صرف یہی ہے کہ دینی تعلیمات کا تحفظ کیا جائے اس سے زیادہ ان مدارس کی بساط بھی نہیں ہے ۔ اصل کام جو موجودہ حالات میں ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو دین بزرگوں سے ہم تک پہنچا ہے وہی محفوظ رہے اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور کرنے کے لئے نہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور نہ فنڈز ۔ کوئی فعال نصب العین مدارس دینیہ اس وقت اپنے سامنے رکھیں گے جب حکومت بھی تعاون کرے گی اور اس کار خیر میں حصہ لے گی لیکن حکومت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل اور قابل ہی ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس کام میں کوئی حصہ لے سکے ۔

مدارس دینیہ کی تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت اور گنجائش

میرے نزدیک اپنے مقصد اور نصب العین کے اعتبار سے اس نظام تعلیم میں کوئی ایسی کمی نہیں ہے جسے دور کرنے کے لئے اس میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں یہ حقیقت ہے کہ اس نظام نے اب تک جتنے افراد پیدا کئے ہیں ۔ وہ علم و دانش کے لحاظ سے قابل لوگ تھے ۔ اگر اس نظام تعلیم میں کمی ہوتی تو یہ علماء اور فضلا کیسے پیدا ہوتے سب ہی علماء وفقہا اسی نظام تعلیم سے پڑھ کر نکلے ہیں ۔

جہاں تک اس نظام تعلیم میں ترمیم و تبدیلی کا سوال ہے تو شریعت کی کلیات میں تو کسی بھی ترمیم و تنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے ظاہر ہے کہ ہم قرآن و

حدیث کے کسی حصے کو تو حذف نہیں کر سکتے ۔ اس لئے تو امکان صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے ۔ جب ہم خدانخواستہ اسلام ہی کو چھوڑ دیں ۔ صاف بات ہے کہ اگر کوئی شخص آج یہ کہتا ہے کہ موجودہ دور میں سود کی حرمت اور پانچ وقت کی نماز چلنے والی چیزیں نہیں ہیں ۔ اور یہ کہ نماز پڑھنے سے دفتروں اور کارخانوں کے کام میں حارج ہو گا تو ہم ان دلائل کی بنا پر نہ تو سود کو جائز قرار دیں گے اور نہ ہی نماز کو ساقط کر دیں گے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ۔

نصاب میں جدید علوم و نظریات کے لئے چند تجاویز

البتہ جہاں تک مدارس میں پڑھائے جانے والے دیگر علوم کا تعلق ہے مثلاً" فلسفہ منطق اور کلام وغیرہ تو ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کی گنجائش موجود ہے لیکن اس کی جو سورت ہمارے لئے قابل قبول ہو گی وہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی تمام حکومتوں کی سرپرستی میں جدید علوم کے چیدہ چیدہ ماہرین پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا جائے ۔ یہ بورڈ جدید علوم فلسفہ منطق ، کلام اور علوم عمرانیات کا ایک خاصہ تیار کرے ۔ پھر دنیائے اسلام کے منتخب علماء مل کر ان جدید علوم کے ان پہلوؤں کا ابلال تیار کریں جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم نہوں اس طرح جو مجموعے مرتب ہوں انہیں دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر لیا جائے ۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے ۔

تبدیل شدہ نصاب کو صرف اسی صورت میں درس نظامی شامل کیا جائے گا ۔ جب اس کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے گی ۔ بیشک انفرادی سطح پر ہمارے ہاں بہت قیمتی کوششیں ہوئی ہیں اور سوشلزم ، سرمایہ کاری اور اشتراکیت کی رد میں جو کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں ان سے ہمارے نوجوان طبقے نے استفادہ بھی کیا ہے تاہم یہ ساری کوشش چونکہ انفرادی تھی اس لئے انہیں مدارس دینیہ کے نظام تعلیم میں شامل نہیں کیا جا سکا

۲ ۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے مرتب کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ مخالفین اسلام کے اقوال و نظریات ہی کو جمع کر کے نہ پڑھا دیا جائے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور عقل کے روشی میں ان کا رود اور ابطال بھی طلبہ کو پڑھایا جائے ۔

اس کام میں جدید علوم کے ماہرین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کا باہمی تعاون بیحد ضروری ہے ۔

تبدیل شدہ نصاب کے مجوعے عربی زبان میں مرتب کئے جائیں ۔

علوم عمرانیات کا شامل ہونا بہت ضروری ہے ۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور وسائل مہیا فرمائے تو ہم اپنے مدرسے میں علوم عمرانیات کو شامل کریں گے ۔ لیکن اصل مسئلہ وسائل اور اباتذہ کا ہے ۔

اس سلسلے میں خو طلبہ کا رویہ بھی سامنے رکھنا چاہیے ۔ طلبہ بھی نئے علوم نہیں پڑھنا جاہتے ۔ اور لکیر کے فقیر ہیں اور صرف پرانی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں ۔ طلبہ جب چاہتے ہیں ایک مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں پہلے جاتے ہیں ۔

حکومت کی مداخلت

اگر حکومت دینی مداررس میں مداخلت کرنا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ پہلے اپنے حسن نیت کا اعتبار اور ثبوت مہم پہنچائے دوسری بات یہ ہے کہ اگر دینی مدارس کے اصلاح کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کی اصلاح کا کام کیوں نہیں کرتی ؟ اس سے اسے کون روک رہا ہے ۔

دینی مدارس کے نظام تعلیم نے گذشتہ بارہ سو سال سے اسلام کو باقی رکھا ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب اگر اس کو بھی بدل دیا جائے جبکہ اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسرا نظام بھی موجود نہیں ہے تو کیا اس سے خطرناک نتائج پیدا نہ ہوں گے ۔

درس نظامی میں قرآن وحدیث کا مطالعہ

آپ دیکھیں گے کہ مدارس دینیہ میں معلوم علوم پانچ چھ سال میں پڑھائے جاتے ہیں ۔ آخری دو سالوں میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے فلسفے کی بڑی اور غیر ضروری کتابیں حذف کر دی گئی ہیں ہم بھی منطق اور فلسفہ کے حصے کو کم کر رہے ہیں لیکن فلسفہ و منطق کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ ان کی عدم موجودگی سے طلبہ کی علمی اور ذہنی صلاحیتوں میں ضعف پیدا ہونے کا امکان ہے

طریق تعلیم اور دور جدید کے مسائل

آپ کی یہ رائے درست ہے کہ حدیث کی تعلیم کے دوران اکثر مدارس میں اصولی مسائل پر کم اور فروغ اختلافی مسائل پر بحث زیادہ ہوتی ہے ۔ آج سے چھ سو برس پہلے کا جو دور گذرا ہے آپس میں متعدد اختلافی بحثیں چھڑی ہوئی تھیں ۔ ان اختلافی بحثوں کا اکثر مدارس کی تعلیم پر بھی اثر پڑا ہے مجھے آپ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیم کے دوران اساتذہ کو موجودہ دور کے مسائل کو زیر بحث لانا چاہیے جب تک کہ مذکورہ بالا تجویز کے مطابق کوئی مستقل نصاب نظریات باطلہ کی رد کے لئے رائج نہیں ہوتا ۔ اس وقت تک نظام تعلیم میں فروعی اختلافی مسائل سے توجہ ہٹا کر اصولی مسائل پر توجہ کی جائے عالم اسلام کے مسائل جدید دور کے حالات و کوائف اور معاشرتی اور اقتصادی امور بھی زیر بحث لائے جائیں ۔ تاکہ طلبہ میں دور جدید کے مسائل کا فہم اور شعور پیدا ہو سکے ۔

دراصل درس نظامی کا مقصد ہی یہی ہے کہ طلبہ میں مطالعے کی ابتداء کرا دی جائے اور ان میں مطالعہ و تحقیق کا ذوق پیدا کر دیا جائے درس نظامی سے فارغ ہونے والا طالب علم عالم نہیں بن جاتا جس طرح منطق پر دو تین کتابیں پڑھ کر کوئی شخص منطقی نہیں بن جاتا ۔ درس نظامی تو طلبہ میں اس بات کی استعداد پیدا کرتا ہے کہ وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے قابل ہو سکیں ۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ طلبہ مطالعے کے ذوق کی کمی ہے اور مطالعے سے گھبراتے ہیں ۔

مدارس دینیہ میں پیشہ وارانہ تربیت

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تعلیم کا مقصد معاش کمانا ہے ہی نہیں ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ دین سیکھیں اس پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں نہ یہ کہ اس سے معاش کمانے کی کوشش کریں ۔

تاہم آپ کی یہ بات درست ہے کہ موجودہ دور میں پیشہ وارانہ تربیت کی بھی ضرورت ہے ۔ دراصل پرانے زمانے میں توکل اور قناعت بہت تھی ۔ علماء مساجد اور مدارس میں بغیر معاوضہ یا تنخواہ لئے دین کی خدمت کرتے تھے جوار کی سوکھی روٹی پر بھی خوش تھے ۔ اب اس دور میں یہ جذبہ ناپید ہو رہا ہے ۔ اب ضروری ہے کہ مدارس دینیہ کے طلبہ کو کچھ ایسی فنون سکھاوے جائیں جن سے وہ آزادانہ طور پر اپنی روزی کما سکیں ۔ ان فنون میں طب ، خوشنویسی ، درزی کا کام جلد بندی وغیرہ کا کام وغیرہ شامل کئے جا سکتے ہیں ۔

مگر اس سلسلے میں میرا عملی تجربہ یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی اور کام سیکھا ہے وہ پھر اسی کام کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں حتی کہ اسکولوں اور کالجوں میں عربی اور اسلامیات پڑھانے پر بھی جو لوگ مامور ہوئے ہیں ان کا عالم بھی یہ ہے کہ اپنی تین چار چار سو روپے کی تنخواہوں میں مگن ہو کر دین کو بھول چکے ہیں ۔

اسکولوں ' کالجوں میں دینی تعلیم

حکومتی نظام کے تحت جو تعلیمی ادارے چل رہے ہیں ان میں صدق دل سے دین کی خدمت نہیں ہو رہی ۔ ظاہر ہے تین چار سورتوں کو یاد کر کے یا ان کا ترجمہ پڑھ کر دینی تعلیم کے سارے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اس کے لئے علوم اسلامیہ سے کلی آگاہی ضروری ہے ۔ کالجوں میں زیادہ سے زیادہ بچوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور یہ کہ نماز وغیرہ کیسے پڑھی جاتی ہے ۔ لیکن اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کی بنیاد پر امریکہ روس اور چین کے باطل نظریات کا مقابلہ کر سکیں تو اس کے لئے یہ بات کافی نہیں ہوگی اس کے لئے علوم اسلامیہ کا گہرا مطالعہ کرنا ہو گا ۔

اجتہاد کی ضرورت اور گنجائش ؟

اجتہاد کا مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اگر اجتہاد کی کھلی اجازت دے دی جائے تو پھر آپ کو ہر گلی اور ہر محلے میں دس بیس ہمیں مجتہد ملیں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ اسلامی احکام و شریعت کے متعلق تصادم و انتشار کی کیفیت ہی پیدا ہو جائے گی ۔

یہ جو ہمارے اکابر نے کہا ہے کہ اجتہاد کا سلسلہ بن ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انفرادی رائے نہیں دی جائے گی ۔

اب جو مسائل پہلے زمانے میں پیش آچکے ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کے متعلق فیصلہ دیا جا چکا ہے تو ان میں اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے ۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو نئے پیدا ہوئے ہیں انہیں کس قاعدہ اور اصول کے تحت حل کیا جائے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کی شرائط کو کما حقہ پورا کر کے ان مسائل پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے بہتر صورت یہ ہو گی کہ چیدہ چیدہ علماء مل کر بیٹھیں اور زیر بحث مسئلے کے مالہ وما علیہ پر غور کر کے کسی متفقہ فیصلے پر پہنچیں اس اجتماعی کوشش میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خوشودی شامل ہو گی ۔

ہمارا نصب العین دین کی خدمت ہے ۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سرپرست اور بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قومی اسمبلی کے رکن بھی ہیں اور وفاق المدارس کے نائب صدر بھی ۔

برصغیر میں اسلامی مدارس کا کردار

میں نے ان سے گفتگو کا آغاز اس سوال سے کیا کہ " دینی مدارس کیا ہمارے معاشرے میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں ۔ ؟

مولانا عبدالحق جو اس وقت پنڈی کے ایک مدرسہ کے اقامتی حصہ میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے کہنے لگے " ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک دین کا ایک دنیا کا ۔ ہمارے خیال میں اہم کردار دین ہے ۔ دنیا میں جہاں بھی انقلاب آیا مذہب پر بھی انقلاب آیا ۔ لیکن برصغیر میں ایسا نہیں ہوا ۔ ڈھائی سال غیر منقسم ہندوستان میں گذرے اور ۲۹ برس پاکستان میں ۔ اس عرصہ میں کتنی تبدیلیاں آئیں ۔ الحمد اللہ یہاں دین محفوظ رہا ۔ دینی تہذیب و تمدن محفوظ رہا ۔ کوئی شخص مداخلت کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا ۔ یہ جذبہ اور حوصلہ صرف دینی مدارس کی وجہ سے ہے ۔ دوسرے مسلمان ملکوں میں ایسا نہیں ہے وہاں کے مسلمانوں اور یہاں کے مسلمانوں میں فرق صاف دیکھا جا سکتا ہے ۔ یہ تو ہوا اصل کردار اب دوسرے کردار کی بات کیجئے ۔ تقسیم کار تو ہر فن کے لئے ہے لاکھوں لوگ دنیا کے کارخانے میں کام کر رہے ہیں ۔ دینی مدارس سے تو چند ہزار وابستہ ہیں وہی قابل قدر ہیں دنیا کے لئے تو کالج یونیورسٹیاں ہیں جہاں سے لوگ فارغ ہو کر مختلف ملازمتوں پر چھا جاتے ہیں ۔ یہ لوگ جو دین کیلئے کچھ کر رہے ہیں وہ روٹی کپڑا اور مکان نہیں مانگتے اور نہ مانگیں گے ۔ وہ ہڑتال نہیں کرتے جہاں دین ہے وہاں اخلاص شرط ہے ۔ میں نے دریافت کیا " دینی تعلیم کے لئے رجحانات پہلے جیسے ہیں یا کچھ کمی آرہی ہے ؟ "

مولانا فرمانے لگے : خیال تو یہی ہے کہ عملاً دینی رجحانات کم ہوئے ہیں لیکن عقیدے کے لحاظ سے ہم اب بھی مایوس نہیں ہیں ۔ عام مسلمانوں کی عقیدت دین کے ساتھ ہے ۔ اگرچہ عمل میں کوتاہی آچکی ہے لیکن دینی وابستگی رکھنے والے اپنے طور پر کوشش کرتے رہتے ہیں ۔

" مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کا کیا مستقبل ہے ؟ "

" ہم اپنے مدرسے کے بارے میں بتائیں گے کہ ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے اب تک کئی ہزار کے قریب طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے ہیں ان میں سے قریباً نصف بیرونی ممالک سے تھے ۔ پاکستان سے تعلق رکھنی والے فضلاء پاکستان میں تدریس کے کام میں مصروف ہیں ۔ مدارس دینیہ میں ' فوجی ملازمتوں میں ہیں خطیب ہیں ' امام ہیں ' دارالافتاء سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ہمارا نصب العین دین کی خدمت ہے ۔ ایک گروہ تو ایسا ہونا چاہیے جو نیکیوں کی طرف رغبت دلائے برائیوں سے منع کرے دینی مدارس کے فارغ التحصیل اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ علم حاصل کریں اور لوگوں تک پہنچا دیں ۔ اس میں دنیوی مفاد ہے یا نہیں اس سے مطلب نہیں ۔ ہو تو ٹھیک ہے نہیں ہے تو نہ سہی ۔ "

میں نے دریافت کیا اور اسلامی ممالک میں ایسے مدارس ہیں یا نہیں "

مہتمم دارالعلوم حقانیہ بتانے لگے " اسلامی ممالک میں یہی کمی ہے وہاں دینی مدارس کی بنیادیں نہیں رکھی گئیں ۔ پاکستان میں جتنے دینی اثرات ملتے ہیں ۔ کسی اور اسلامی ملک میں یہ اثرات نہیں ملتے

نصاب اور آج کے تقاضے

میں نے مداراس میں رائج نصاب اور آج کے تقاضوں کے بارے میں پوچھا مولانا کا جواب تھا " ہمارا یہ مقصد ہے کہ صحیح دین معلوم ہو ۔ اگر صحیح دین معلوم کرنا ہے تو اس کے لئے قران ' حادیث ' فقہ ' اصول فقہ ' گرائمر نحو کافی ہیں ۔ اس کے علاوہ موجودہ امور مثلاً ڈاکٹری ' انجینیری وغیرہ کے ہم مخالف نہیں ہیں ۔ اس میں سے اگر عربی مدارس میں سیکھا جائے تو ہم اس کے خلاف نہیں ہیں ۔ اس میں سے اگر عربی مدارس میں سیکھا جائے تو ہم اس کے خلاف نہیں ہیں ۔ مگر ان کا غلبہ نہیں ہو جانا چاہیئے ۔

موجودہ نصاب کے بارے میں مولانا نے یہ بتایا کہ یہ نصاب پورا پڑھا جائے تو آٹھ سال صرف ہوتے ہیں اس کی علاوہ دو سال اختیاری ہیں ۔ "

دینی و دنیوی علوم کی جامعیت

میں نے پوچھا " ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ دنیوی تعلیم حاصل کرنے والے ۔ دین سے بھی آشنائی حاصل کریں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے جدید علوم سے آشنا ہوں " ۔

مولانا کا جواب تھا " اس کا انتظام تو حکومت کو کرنا چاہیے کہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے یہ دین سے بھی آگاہی حاصل کریں ۔ اس کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے ۔ ہمارا مدرسہ تو اللہ کے بھروسے پر چل رہا ہے ۔ لاکھوں کا سالانہ بجٹ ہے سینکڑوں طلباء کو کھانا کتابیں ' رہائش اور بجلی وغیرہ مفت دی جاتی ہے ہم نے اپنے طور پر یہ کیا ہے کہ مڈل کا حصہ ساتھ کر لیا ہے اب دین کے ساتھ ساتھ آٹھویں جماعت تک کی تعلیم دی جاتی ہے ہمارا ارادہ اسکو بڑھانے کا ہے جو بحمد اللہ اب ہائی ہو چکا ہے ۔

حکومت کی مداخلت

میں نے مولانا سے دریافت کیا " گذشتہ دنوں مدارس کو قومی تحویل میں لینے کی بحث چلی تھی آپ کا کیا خیال ہے ؟

ان کا کہنا تھا ہمارا دین اب تک سرکاری نگرانی سے محفوظ رہا ہے خلفائے راشدین کا بابرکت دور ایسا تھا اس دور میں جتنی بھی خدمت کی تھی حکومت

نے کی ۔ بعد میں ایسا نہیں ہوا حکومتوں کا کام تو کرسی کو بچانا ہوتا ہے دین کو بچانا نہیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت حکومتوں سے نہیں لی ہے ۔ گدڑی والوں سے لی جو ٹکڑے کھاتے ہیں ۔ اسی لئے دین نے روز بروز ترقی بھی کی ۔ آج اسلام کے پیچھے کوئی حکومت نہیں ہے ۔ ہمارے رسول یتیم تھے ' اور ایسے علاقے میں انہیں بھیجا گیا جہاں کوئی حکومت نہیں تھی ۔ لوگوں نے دیکھا کہ اسی نبیؐ نے علوم کے دریا بہا دیئے ۔ خودبخود اسلام پھیلتا گیا ۔ اس وقت لوگ تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور اسلام کی خدمت کرتے ہیں اگر حکومت نے یہ مدارس تحویل میں لے لیے تو پھر یہ بات نہیں رہے گی ۔ دین دین نہیں رہے گا ۔ دین آزاد ہو ' بغیر لالچ کے ہو تب ہی ایک عالم حق بات برسر منبر کہہ سکتا ہے اور برملا کہہ سکتا ہے ۔ اور تختہ دار پر چڑھنے کے لئے بھی تیار ہو سکتا ہے ۔"

بقیہ ص ۱۰۴۵ سے ۔ منامی مبشرات

سے باقاعدہ تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ شاہ صاحب یہ جو بڑے بڑے سیب تم نے دیکھے ہیں ، یہ تو بالکل اسی آیت کا مصداق ہے ۔

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هٰذَا
الَّذِي رزقنا مِنْ قبل واتوبه فتشابها.

(سورة بقره آیه ۲۵)

میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا حضرت یہ لیٹر پیڈ کا کیا مطلب ہے تو مفتی صاحب نے کہا کہ اس کی تعبیر تو واضح ہے کہ آج بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب خود دارالعلوم کی نگرانی کر رہے ہیں اور ہمیں بھی ایک تنبیہہ دیتے ہیں کہ آپ لوگ بھی دارالعلوم کا خیال رکھیں اور دارالعلوم کا سامان اور سٹیشنری اپنے لیے استعمال نہ کیا کریں ۔

سینٹ کے الیکشن کا نازک مرحلہ اور

عالم برزخ میں اپنے فرزند مولانا سمیع الحق کا فکر

از مولانا سیف الرحمٰن جہانگیرہ

مولانا سمیع الحق کے بڑے ماموں بزرگ اور خداترس شخصیت (حضرت شیخ الحدیثؒ کے بڑے سالے) الحاج مولانا سیف الرحمان صاحب جہانگیرہ جو بحمداللہ بقید حیات ہیں اور سو سال کے قریب ہیں نے واقعہ بیان کیا کہ جس دن یعنی مارچ ۱۹۹۱ء کو مولانا سمیع الحق کے سینٹ کے لئے دوبارہ انتخاب لڑنے کا دن تھا ۔ میں صبح صادق سے قبل حسب معمول تہجد پڑھنے میں مشغول تھا کہ مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا مرحوم مجھے کہہ رہے ہیں کہ گل دادا (خاندان میں بڑے ہیں اور سارے بہن بھائی اور حضرت شیخ الحدیث انہیں گل دادا کہہ کر پکارتے تھے) تم اکوڑہ خٹک نہیں گئے میں نے کہا حضرت کوئی خاص بات ہو اور حکم ہو تو میں ابھی چلا جاؤں گا ۔ فرمایا کہ ہاں آج سمیع الحق کا الیکشن ہے اور وہ پریشان ہوگا تم جاکر اسے تسلی دو اور انہیں میرا کہہ دو کہ فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ مولانا سیف الرحمٰن نے فرمایا کہ مجھے خواب ہی میں یہ احساس ہوا کہ حضرت مولانا تو وفات پا چکے ہیں اور دل میں آیا کہ کیسا عجیب آدمی ہے وفات کے بعد بھی انہیں اپنی اولاد کی اتنی فکر ہے ۔

بلاشبہ یہ ایک عظیم ابتلاء اور معرکے کا الیکشن تھا پیپلز پارٹی اور سرخپوش ہمیشہ سے مولانا سمیع الحق سے ناراض اور زچ رہتے تھے خود موجودہ حکومت آئی جے آئی یعنی مسلم لیگ کی اکثریت نے مولانا سمیع الحق کو دوبارہ ٹکٹ دینے کی شدید مخالفت کی تھی اور شریعت بل کے طویل معرکۂ کارزار کی وجہ سے دین دشمن اور مادہ پرست قوتیں ان سے نالاں تھیں کہ دوبارہ یہ جاکر کانٹا نہ بن جائے جمعیۃ علماء اسلام کے نام سے دوسرے گروپ کے لیڈر (مولانا فضل الرحمٰن) خود پشاور آکر ان دنوں ڈیرہ جما بیٹھے اور ایک ایک ایم پی اے سے مخالفت میں رابطہ کرنے لگے اے این پی کے ایک لیڈر اور ایم پی اے جناب فرید طوفان کی روایت ہے کہ میں نے ان سے زچ ہوکر کہا کہ تمہارا کیا دردِ سر ہے تو اس لیڈر نے کہا چہ خوٹنک سپے سرہ کار دے چہ دے اونہ وزی (ہمارا اس آدمی سے کام ہے کہ یہ کسی قیمت پر نکلنے نہ پائے) دوسری طرف فقہ جعفریہ اور ایرانی لابی سرگرم عمل تھی اور ایرانی قونصل خانہ نے تجوریاں کھول دی تھیں کہ مولانا سمیع الحق پارلیمنٹ پہنچکر دوبارہ سینے کا ناسور نہ بنے کچھ نودولتیے کروڑپتی بھی آزاد اور پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر میدان میں اترے تھے یہ تمام محاذ چاروں طرف سے مولانا سمیع الحق کو چاروں شانے چت گرانے کے درپے تھے اور معرکے کا رن پڑا مگر خداوند قدوس کا فضل اور عظیم والد کی روحانی توجہات اور بیٹے کے بارے میں یہی فکرمندی کام آئی اور مولانا بڑی شان سے کامیاب ہوکر عظیم والد اور اکابر کے ہر مشن کے تسلسل کو برقرار رکھنے کیلئے سینٹ میں دوبارہ پہنچ گئے

* * *

باتیں ان کی یاد رہیں گی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور طلبۂ علوم نبوت کا اکرام

چند دلچسپ واقعات اور نورِ معرفت بھرے ارشادات

اخذ و انتخاب مولانا امداد اللہ افغانی متخصص دارالعلوم حقانیہ خطیب عرشی مسجد راولپنڈی

علم نبوت کے طالب علم کی فضیلت و اہمیت

محمد آصف نامی ایک طالب علم ایبٹ آباد کے کسی دور دراز گاؤں سے حاضر خدمت ہوا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ مہمانوں اور عقیدت مندوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے حقائق السنن کے مسودات پر کام کرنا ابھی باقی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ نے اس نووارد طالب علم سے آنے کا مقصد دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ سے بیعت کی ہوئی ہے اور چند مشورے طلب کرنے ہیں شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے بیان کرو۔ اور انہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ طالب علم نے سوالات پوچھے۔ حضرت رحمہ اللہ نے خوب تفصیل سے تسلی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ حضرتؒ کی خصوصی توجہ اور اس طالب علم کے سوالات کے جوابات تفصیل سے بیان کرنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج حضرت گھر سے اسی طالب علم ہی کی خاطر تشریف لاتے ہیں۔ گویا اسی کے لئے تشریف فرمائیں۔

اس صاحب نے ایک سوال یہ بھی دریافت کیا کہ حضرت! وساوس اور گندے خیالات آتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا۔ جب گندے خیالات اور وساوس آئیں تو اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا کریں۔ یہ درحقیقت حضورؐ نے شیطان کی تذلیل کا طریقہ بتایا ہے۔ دشمن سے مقابلہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ تلوار سے گالی گلوچ سے، تذلیل سے۔ تذلیل انتہائی درجے کا آخری اور انتقامی عمل ہے۔ تھوکنے سے شیطان کی تذلیل مقصود ہے۔ چاہے نماز میں کیوں نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اپنے خیالات میں شیطانی وساوس کی طرف التفات اور توجہ کم کردو۔

ابھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کی گفتگو جاری تھی کہ اس طالب علم نے عرض کیا۔ حضرت میری تمنا ہے۔ کہ آپ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث مجھے پڑھا دیں۔ حضرت نے مشکوٰۃ منگوائی۔ ہجوم مشاغل، کثرت اضیاف اور مسودات ترمذی وغیرہ کے کام کی توجہ سے بعض حاضرین کو اس طالب علم کی اس بے موقع درخواست پر انقباض بھی ہوا۔ مگر حضرت کی شفقت اور انسانیت علم کے احترام اور اس کی قدر و قیمت کے اہتمام کو دیکھ کر سب حیرت میں رہ گئے۔

حضرت رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ منگا کر اسے کھولا، اور ابتدائیہ کا پورا متن حرفاً حرفاً اس طالب علم کو پڑھایا۔ ہجوم اضیاف، واردین کی کثیر ضرورتیں و حوائج اور دیگر اہم مشاغل کوئی چیز بھی مانع نہ ہو سکی کہ تعجیل کر کے جان چھڑا دیتے۔ بلکہ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی آج کی مجلس اسی ایک ہی طالب علم کے لئے منعقد ہوئی ہے۔ پھر جب اس کو حدیث پڑھائی تو خوب تفصیل سے اور شرح صدر سے دعا کی۔

حاضرین نے جو بھی تاثر لیا ہو سو لیا ہو۔ مجھے عبداللہ بن مکتومؓ کے طالب علمانہ سوال پر رب ذوالجلال کی توجہ و عنائت اور حضورؐ کو خصوصی تنبیہ کا پس منظر سامنے رہا۔ اور یہی سمجھتا رہا۔ کہ آج کی مجلس میں ذی وجاہت بااثر اور بڑی اہم شخصیتوں کے باوجود ایک طالب علم کو ہمہ توجہ و استحقاق حاصل رہا۔ یہ سب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نبوت کا پرتو ہے۔ جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے عمل میں جھلکتا نظر آرہا ہے

طلبائے نے بڑے کام کرنے ہیں، انہیں جزئیات میں الجھا کر بے کار نہ کرو

قرۃ العیون نامی کتاب کے کسی نے ۵۲ نسخے دارالعلوم حقانیہ بھیجے تاکہ طلباء میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ حضرت شیخ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کا ایک نسخہ مولانا غلام الرحمٰن صاحب اور ایک نسخہ آپ (راقم الحروف) دیکھ لیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کتاب میں مختلف فیہ مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اور جزئیات کے اختلافات کو ابھارا گیا ہے۔ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے۔ تو طلباء کو ہرگز نہ دینا اور انہیں یہ کتاب دے کر خواہ مخواہ جزئیات میں الجھائے نہ رکھنا۔ انہوں نے تو بڑے کام کرنے ہیں۔

طلبا میں تعمیری کام کی ضرورت واہمیت

طالبان علوم نبوت کے لئے عموماً اور طلبائے دارالعلوم حقانیہ کیلئے خصوصاً تربیتی واصلاحی تقریبات کے انعقاد اوران میں تحریری وتقریری صلاحیتیں اجاگر کرنے کے سلسلے میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اہم ہدایات اور تجاویز ارشاد فرمارہے تھے کہ اچانک مولانا عبدالحلیم صاحب دیردی مدرس دارالعلوم حقانیہ حاضر خدمت ہوئے ۔

حضرت شیخ مدظلہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ مولانا بھی تشریف لے آئے ۔ طلبہ کے فکری دینی اور اخلاقی وتربیتی پروگراموں میں مولانا کو بھی ساتھ لے لیں ۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ مایوس ہرگز نہیں ہونا چاہیئے ۔ اور طلبہ میں مثبت اور تعمیری کام کرنا چاہیئے ۔ پھر فرمایا ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی ۔

یعنی جب بخل اور کنجوسی مطاع اور متبوع ہوجائے لوگ انفاق فی سبیل اللہ پر بخل ، ذخیرہ اندوزی اور زر پرستی کو ترجیح دینے لگیں ۔ خواہشات کی پیروی کی جانے لگے نماز کا وقت ہو تو مسجد آنے کی بجائے بازار کو ترجیح دی جائے ، معاملات اور عام کاروبار زندگی میں دینوی مفادات دین کے تقاضوں پر مقدم ہوجائیں ۔ ہر شخص خود کو ذی رائے عقل مند اور دانا سمجھنے لگے ۔ اپنی رائے پر فخر و ناز کرے اور خود کو افلاطون زمانہ سمجھے ، حق کو صرف اپنی ہی رائے میں منحصر سمجھے تو ایسے حالات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو

کالائحہ عمل دیا ہے ۔ کہ انسان دوسرے کے پیچھے لڑنے ، دوسروں کی اصلاح کرنے کی بجائے اپنی فکر کرے جب ہم نے حضرت شیخ مدنیؒ سے یہ حدیث سنی تو خوش ہوئے اور میں نے عرض کیا ۔ حضرت ! اب تو ماشاءاللہ مسئلہ آسان ہوگیا ہے ۔ بظاہر یہ عہد بھی وہی ہے ۔ جس کی حدیث میں نشاندہی کی گئی ہے ۔ اب ہم اپنے ذکر و فکر اور اپنی اصلاح کریں گے ۔ دوسروں کے درپے نہ ہوں گے ۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو یہ بات ناگوار گذری چہرہ اقدس متغیر ہوا ، اور جلال آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا ۔

تمہاری یہ باتیں بے ہمتی اور پست حوصلگی کا پتہ دیتی ہیں ۔ اور اپنی پست ہمتی کو حدیث کی آڑ میں چھپانا چاہتے ہو ۔ ارشاد فرمایا ۔

ابھی وہ زمانہ نہیں جو اس حدیث کا مصداق مراد پاتا ہے ۔ دارالعلوم دیوبند میں دیکھو ہزاروں طلبہ موجود ہیں جو گھر بار چھوڑ کر ، آرام و عشرت ترک کرکے ، اللہ کی راہ میں جان و مال اور وقت خرچ کررہے ہیں ۔ سارا دن ادب سے بیٹھے ہماری باتیں سنتے ہیں ۔ فرمایا آج کے دور میں بھی خواہ کے علاوہ الحمدللہ ، عوام بھی دین کی بات سنتے اور دینی مواعظ پر کان دھرتے ہیں ۔ علماء اور مساجد کے درسوں میں شریک ہوتے ہیں ۔ اور ان کے ارشادات سے مستفیض ہوتے ہیں ۔

شیخ مدنیؒ نے آخر پر اپنے مخصوص محبوبانہ لہجہ میں ارشاد فرمایا ۔

بے ہمت اور پست حوصلہ نہ بنو جلد باز بھی نہ بنو ۔ ”خلق الانسان من عجل“ ۔

دیکھو دین کے ان مخلص شیداؤں (طالبان علوم نبوت) میں کام کرو یہ مستقبل میں دینی اور مذہبی رہنما ہیں ۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا ۔

حضرت شیخ مدنیؒ نے ہمیں مایوسی سے بچالیا اور غلط اقدام کی نوبت نہ آئی اور الحمدللہ اب بھی وہی صورت حال ہے اس لئے محنت کرنی چاہیئے دارالعلوم حقانیہ اور ملک کے دیگر بڑی جامعات میں جو سینکڑوں طلبہ موجود ہیں ان کی اصلاح وتربیت کی فکر اساتذہ ہی نے کرنی ہے ۔ آپ محنت کریں جب تلاش کروگے تو ان پھٹے پرانے کپڑوں اور بوسیدہ لباس میں شیر خفتہ آپ کو مل جائیں گے ۔ آپ کام کریں ۔ میں تو اب بوڑھا ہوچکا ہوں معذور ہوں میں آپ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا رہونگا ۔ خداتعالیٰ آپ سب کا حامی اور ناصر ہو ۔

علمی وروحانی ترقی کے تین اصول

۱۴ جولائی ۱۹۸۵ء بعد العصر مجلس فیض وبرکت میں حاضری کی توفیق ہوئی دارالعلوم کے بعض اساتذہ طلبہ اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کا ہجوم تھا مجھ پر نظر پڑی ، تو قریب بلایا ۔ نئے تعلیمی سال کی مناسبت سے دارالعلوم کے انتظامی ، تعلیمی اور طلبہ کی اخلاقی تربیت سے متعلق ضروری ہدایات ارشاد فرمائے ۔

طالبان علوم نبوت کی علمی وروحانی ترقی ، حصول کمال علم میں پختگی اور خدمت دین اور اشاعت فیض کی دعائیں فرماتے رہے ۔ اور اسی دوران یہ بھی ارشاد ہوا جب تحصیل علم کے تین ادب کو ملحوظ رکھا جائے تب صلاحیت نکھرتی استعداد جلا پاتی اور علمی وروحانی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں (۱) استاد کا ادب (۲) مسجد اور درسگاہ کا ادب (۳) کتاب کا ادب ۔

بہترین دعا ”طلب علم“ ہے

۲۰ رجب ۱۴۰۶ھ حسب معمول بعد العصر مجلس شیخ الحدیث میں حاضر ہوا ۔ کل سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ علیل تھے دارالعلوم بھی اور عصر کو معمول کے مطابق مسجد میں تشریف نہ لاسکے ۔ چہرہ مبارک پر کل کے بخار کے آثار ظاہر تھے آواز میں ضعف اور جسم میں نقاہت تھی طلبہ و اساتذہ اور مہمانوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے ۔ دعا کے بارے

میں ارشاد فرمایا کہ دعا ایک عبادت ہے۔ دعا خدا کا حکم ہے۔ لوگ قسم قسم کی دعائیں مانگتے ہیں۔ مگر دعا میں اصل اور مقصودی چیز طلب علم ہے۔ دعا کے بڑے ثمرات ہیں ہمارے اکابر نے بھی دعا کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دینی مدارس اور نصاب تعلیم اور طلباء کا مقصد علم

مدارس کے نصاب کی بات چھڑی تو ارشاد فرمایا کہ ہماری کوئی سنتا نہیں، میری تو اوّل آخر یہی رائے ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے بنیادی اور اصولی چیزوں کو نہ چھیڑا جائے اسی میں کسی قسم کی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں۔ اسی نصاب تعلیم نے امام رازی اور امام غزالی پیدا کیے ہیں اسی نصاب تعلیم سے قاسم نانوتویؒ شیخ الہند محمود حسنؒ۔ شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ پیدا ہوئے ہیں۔ درس نظامی کو مربوط کرنے کی ضرورت تو ہے لیکن موقوف کرنے کی اجازت نہیں۔ دینی مدارس کے فضلاء کو حکومتی سندات کی تحصیل کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہیئے۔ اپنے اندر کی صلاحیت اور قابلیت پر محنت کرنی چاہیئے۔ جب اپنے اندر قابلیت اور لیاقت موجود ہوگی تو ہر جگہ ممتاز اور نمایاں رہیں گے۔

ارشاد فرمایا آج سندات سے کر گریڈ اور سکیل کی باتیں ہو رہی ہیں مگر ہمارے اکابر نے سندات سے کر گریڈ اور سکیل کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ ان کا معمول تھا کہ وہ حتی الوسع تنخواہ بھی نہیں لیتے تھے اور اگر لیتے بھی تو بچ جاتی اسے واپس مدرسہ میں داخل کر دیا کرتے تھے۔

حدیث کی روشنی میں طالب علم کی تین قسمیں

ارشاد فرمایا حضورؐ فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے زمین تین قسم کی ہوتی ہے ایک وہ زمین جس نے اپنے اندر پانی جذب کیا چند دن کے بعد سبزہ اور پھول ترکاری اور قسم قسم کے باغات اگائے زمین سرسبز و شاداب بن گئی جیسے ہمارے علاقہ کی سنگلاخ زمین کہ گویا وادی غیر ذی زرع ہے پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوئی زمین نے پانی جذب کیا اب ہر طرف سبز اور بہار ہے۔

دوسری قسم وہ زمین ہے جس نے پانی کو جذب نہ کیا مگر پانی کو محفوظ کیا نیچے کی تہہ سخت ہے پانی جذب نہیں کرتی اور چونکہ وہ زمین پست ہے اور گڑھا ہے اور پستی تواضع کی علامت ہے اب اگرچہ اس سے سبزہ نہ اگا مگر مخلوقات کو فیض پہنچ رہا ہے، سب چرند پرند حیوانات آ آ کر اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور پانی لے جاتے ہیں۔

تیسری قسم کی وہ زمین ہے جس نے پانی نہ جذب کیا اور نہ پانی کو محفوظ رکھا جیسے پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بلکہ اوپر سارا پانی بہہ کر ضائع ہوگیا۔

تو وحی میں حیات کا مادہ ہے۔ اس کے طالب بھی تین قسم کے ہیں۔ ایک طالب وہ ہے کہ علم کی راہ میں گھر سے نکلا۔ بے نمازی تھا۔ داڑھی منڈا تھا خلاف سنت کام کرتا تھا یہاں آکر چند دن میں بدل گیا۔ اب اس پر اعمال صالحہ، اتباع سنّت، عاجزی اور تواضع کے پھول اور چہرہ پر سنت نبویؐ کا سبزہ اُگ آیا۔ اب لوگ اسے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس کی بداخلاقی۔ درشت کلامی سب و شتم اور بد عملی یکایک کیسے بدل گئی یہ وہ طالب علم ہے جس نے بارش کو اپنے اندر جذب کیا۔ بعض ایسے طلبہ بھی ہیں کہ جنہوں نے علوم و معارف جمع کیے اور اب ان کو اوروں تک پہنچاتے ہیں۔ گو خود زیادہ فائدہ نہ اٹھایا مگر دنیا کو فائدہ پہنچایا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ نہ خود علم حاصل کیا اور نہ اوروں کو پہنچایا چٹیل میدانوں اور بنجر زمین اور ٹیلوں کی مانند ہیں۔ کہ نہ علم کو جذب کیا اور نہ اوروں کے لئے محفوظ کیا صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔ الحمدللہ بعض ایسے بھی ہیں کہ علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو۔

> دارالعلوم کے ایک قدیم فاضل مولانا نصر اللہ صاحب ترکستانی ایک سفید ریش بزرگ کے ہمراہ حاضر مجلس ہوئے مہمان کا تعارف کرایا کہ حضرت یہ مہمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ منورہ سے آیا ہے۔
>
> حضرت شیخ رحمہ نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا مگر انہوں نے ہاتھ کھینچ لیے تو حضرت شیخ رحمہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ یہ کس قدر مبارک چہرہ ہے کس قدر مبارک آنکھیں ہیں کس قدر مبارک پیشانی ہے کہ وہاں کی مبارک زمین پر خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتی رہیں اور اس پر مدینہ منورہ کے انوار و برکات اور تجلیات برستے رہے۔
>
> ارشاد ا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ
>
> (صحبتے با اہل حق)
>
> ◆

جناب الحاج حبیب الرحمن صاحب نوشہرہ

سفرِ حج کے تاثرات اور مشاہدات

مجھے اللہ پاک نے سفر حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا میری خوش قسمتی تھی کہ کراچی ایئرپورٹ میں سعودی ایئرلائن سے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کا سیٹ بائی سیٹ ہمسفر ہوگیا۔

ذکر میں استغراق اور ذکر کی تلقین

جہاز کی پرواز کے دوران حضرت شیخ الحدیث ذکر ہی میں مشغول رہے استغراق کی کیفیت تھی مجھے بھی بار بار ذکر کی تلقین فرماتے، جہاز میں حضرتؒ کی تمام تر توجہ اور ترغیب ذکر پر تھی اور عملی طور پر اسی میں مشغول تھے۔

نظافت اور سنت کا اہتمام

جدہ میں حج کیمپ میں جانا ہوا آخری عشرہ تھا لوگوں کا بے حد ہجوم تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کھانا نہیں کھایا، چنانچہ ہم لوگ ایک ہوٹل میں گئے وہاں چھری کانٹے کا انتظام تھا حضرتؒ نے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ یہاں کا نظام خلاف سنت ہے۔ انکار کردیا۔ ایک اور ہوٹل میں گئے وہاں چھری کانٹا تو نہ تھا مگر صفائی کا خاصا انتظام نہ تھا۔ مٹکے دیکھ کر حضرت کا جی بھر گیا۔ وہاں بھی کھانا نہ کھایا پھر دوسرے ہوٹلوں میں صحیح انتظام نہ تھا۔ ہم لوگ کھانا کھائے بغیر واپس آگئے۔

میں نے عرض کیا، حضرت! پی آئی اے والوں نے جو راستے میں ڈبے دیئے تھے۔ ان میں سے ایک ڈبہ میرے پاس رہ گیا ہے، ارشاد فرمایا۔ ہاں! ان کا نظام درست تھا چیز بھی صاف ستھری تھی خلاف سنت کا ارتکاب بھی نہیں ہوتا چنانچہ میں نے وہ ڈبہ پیش کردیا اور اس پر اکتفاء کیا گیا۔

آواز اونچی نہ ہونے پائے

لوگوں کا بے حد ہجوم تھا ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بڑا کٹھن تھا حضرت شیخ الحدیث نے مجھے حکم فرمایا ساتھیوں کے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام کردیں۔ میں جب اس سلسلہ میں آگے بڑھا تو یہ کام آسان نہ تھا، کار سوار د، بڑی پریشانی ہوئی اتفاقاً ایک عرب نوجوان سے انگریزی میں بات ہوئی میں نے عرض کیا میرے ساتھ ضعیف ساتھی ہیں مکہ مکرمہ تک ان کے پہنچانے کا انتظام کردیں۔ انہوں نے میری بات سمجھ لی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرتؒ کی دعا و توجہ کی برکت اور کرامت تھی کہ انہوں نے بس نمبر دے دیا اور تاکید کردی کہ سامان اس گاڑی میں پہنچا دو اور ساتھیوں کو بٹھادو۔ میں طبعاً تیز واقع ہوا ہوں اور پھر ایسے ہجوم میں جب کچھ نکلنے کا راستہ بھی مل جائے تو طبعاً طبیعت میں تیزی کا آنا بھی تو فطری بات ہے میں ساتھیوں کے پاس آیا اور جوش مسرت سے اونچی آواز سے کہنے لگا۔ جلدی کرو اور سامان سمیٹو اور فلاں جگہ پر پہنچاؤ —— اور ایسے مواقع پر منتظمین یا خدام یا ذمہ دار ساتھیوں کو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجھے اشارہ سے بلایا اور بڑے نرم اور محبت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا۔

”یہ سفر بڑا مبارک اور مقدس سفر ہے یہ مقام بھی مقدس ہے یہ فضا بھی مقدس ہے اتنی اونچی آواز سے بات نہیں کرنی چاہیئے۔“

بس حضرت کا یہ ارشاد میرے لئے کافی تھا، الحمدللہ کہ اس کے بعد کسی بھی جگہ پر میں آپے —— سے باہر نہ ہوسکا تمام سفر میں میری آواز نیچی اور بات کرنے کا لہجہ پست رہا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

جب خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑی

میری خوش نصیبی تھی کہ جدہ سے مکۃ المکرمہ کے سفر کے لئے بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ مجھے سیٹ بائی سیٹ بیٹھنے کی سعادت حاصل رہی۔ اس سفر میں بھی حضرت پر ذکر کی والہانہ کیفیت طاری تھی ہمیں بھی ذکر کی تلقین فرماتے تھے یہ زمانہ تھا جب مکۃ المکرمہ میں اس قدر بلڈنگیں اور تعمیرات اور اونچے محلات نہیں بنے تھے ابھی کافی فاصلہ باقی تھا کہ ہماری نظر مسجد الحرام کے میناروں پر پڑی حضرت شیخ الحدیثؒ کی جب پہلی نظر مسجد الحرام کے میناروں پر پڑی اور بعد میں جب خانہ کعبہ دیکھا تو وہ عجیب کیفیت تھی والہانہ انداز تھا۔ حضرتؒ کی وہ کیفیت نہ تو الفاظ میں آنے کی ہے نہ بیان کرنے کی۔ پھر میں نے جب حضرت کو دیکھا تو اپنی حالت بھی غیر ہوگئی بہر حال عشق و محبت اور والہیت کا میں نے جو منظر حضرتؒ کا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ بس کس لہجے، الفاظ اور احاطۂ تحریر میں نہیں لاسکتا۔

یہ میٹھی ہوائیں یہ مبارک فضائیں

مدینہ منورہ کے لئے جب ہم روانہ ہوئے تو پھر وہی جوش وہی عشق وہی والہیت اور عجیب کیفیت۔ ۸ روز قیام رہا حضرتؒ مدینہ منورہ میں بس خاموش ہی رہتے زیادہ تر خاموشی اور ذکر میں گزرتا، باتیں کم کرتے نظر عموماً گنبد خضراء پر رہتی۔ حسرت و ارمان اور محبت سے اسے دیکھتے رہتے مکۃ المکرمہ یا مدینہ منورہ میں گاہے گاہے ارشاد فرمایا، یہ میٹھی میٹھی ہوائیں یہ مبارک، مبارک فضائیں، یہ عظمتیں اور کہاں ہم گنہگار، فرماتے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے خدا جانے پھر زندگی میں نصیب بھی ہوتے ہیں یا نہیں —— مدینہ منورہ میں اگر کوئی بات کی تو یہی، مکہ معظمہ میں بھی اگر گفتگو ہوئی تو اس موضوع پر اور مختصر سی —— باقی نہ دنیا کا ذکر، نہ اہل دنیا کا۔

* * *

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا عشق و محبت اور عقیدت

صاحبزادہ راشد علی زئی، حضرو

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق حقانی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک پاکستان میں شریعت کی بالادستی اور دین حق کی سربلندی و اشاعت کیلئے مجاہدانہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکی علمی۔ ادبی۔ سیاسی۔ سماجی۔ تبلیغی۔ تصنیفی اور دینی خدمات کے صلہ میں صاحبان عمل و قلم انہیں گلہائے عقیدت پیش کررہے ہیں۔ انکی سیرت و سوانح کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہیگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اہل اسلام اور دین کے بہی خواہ ہر زمانہ میں اہل باطل سے برسرپیکار رہے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے حکم سے علماء حق ہر دور میں رہے اور اپنا فریضہ ادا کرتے رہے۔ برصغیر میں اہل اسلام اور علماء حق نے جس طرح اسلام کی بقاء و حفاظت۔ حریت و آزادی خدمت و اشعاعت دین کی جنگ لڑی اور جتنی تصانیف۔ تعلیمی ادارے۔ دینی مدارس اور تبلیغی و تصنیفی ادارے قائم ہوئے دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی تقسیم وطن کے بعد ایک ویران و بیابان اور بے آب و گیاہ پہاڑی خطہ ارضی کو جب اللہ جل شانہ نے چاہا تو مرکز علم و دین بنا دیا اور بقول مولانا عبدالقیوم حقانی دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں اکوڑہ خٹک کے پتھروں سے علوم و معارف کے چشمے ابلنے لگے۔ جن کا فیض پاکستان کی حدود سے نکل کر بھارت۔ بنگلہ دیش۔ افغانستان۔ ایران اور عرب ممالک کے علاوہ امریکہ و افریقہ اور تمام مسلم ممالک میں پھیلا اور آج دنیا کے کونے کونے میں فضلاء اور دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل۔ تعلیمی۔ تبلیغی۔ تدریسی اور تصنیفی خدمات میں مصروف کار ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نے دارالعلوم کی شکل میں اپنی قوم کو صدیوں پرانا سبق یاد دلاتے ہوئے ان کے تن مردہ میں جہاد کی روح پھونک دی اور ایسے مجاہدین کی جماعت تیار کی جو سرکفت اور کفن بردوش ہو کر دشمنان اسلام کے سینوں میں نشتر پیوست کرسکتے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی فقہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر و فلسفہ۔ سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہید کا جذبہ جہاد اور حضرت مجدد الف ثانی کے طریقہ اصلاح میں دیوبندی روح ڈال کر دارالعلوم کی بنیاد رکھی تھی۔ جس سے تشنگان علم دور دراز سے آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے اسی قافلہ سرفروشان حق کے وارث و امین بن جاتے ہیں جنہوں نے جدوجہد آزادی میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ اگر آج نئی نسل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سرفروشانہ و مجاہدانہ جدوجہد کو بھول چکی ہے تو انکے علمی و روحانی جانشین اور عقیدت مند شاگرد حضرت شیخ الحدیث تو اپنے اساتذہ کا سبق نہیں بھولے تھے یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نے صرف قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والے بوریہ نشین ہی پیدا نہیں کیئے بلکہ دین حق کی سربلندی و اشاعت کیلئے میدان عمل میں دشمنان اسلام کے خلاف اپنے سرفروشانہ جذبہ کی بدولت روس جیسی سپرپاور کو ان حقانی علماء و طلبا نے ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اور ہزاروں مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا جنکی داستان شجاعت کیلئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے جس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکے گا کہ ان سرفروشان حق کے دلوں میں جہادی روح پھونکنے والے قافلہ حق کے رہبر و رہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ہی تھے۔ اگر ہم انکی علمی و انقلابی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں قدم قدم پر انکی ہر ایک ادا اور انداز میں صرف ایک ہی شخصیت سے محبت و عقیدت کی جھلک نظر آئے گی۔ اور یہ فطری امر ہے کہ بات کوئی بھی ہو موضوع گفتگو کچھ بھی ہو انسان اس میں اپنے محبوب کا ذکر و تذکرہ کسی نہ کسی حوالہ سے ارادی یا غیر ارادی طور پر لے ہی آتا ہے اور یہی چیز حضرت شیخ الحدیث کے ہاں بخوبی محسوس کی جاسکتی ہے اگر ہم انکے ملفوضات بنظر غائر مطالعہ کریں تو بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بات یہ بات ایک ہی ہستی کا حوالہ دیں گے ایک ہی شخصیت کا ذکر کریں گے اور یہ حوالہ یہ ذکر اپنے اندر ایک خاص محبت و عقیدت لیئے ہوئے ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث کی یہ محبوب ترین ہستی شیخ الاسلام والعرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات گرامی قدر ہے۔ جن کی ہر ایک ادا ہر ایک بات کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے دل و دماغ میں نقش کرلیا تھا۔ اسی حوالے سے زیر نظر مضمون میں راقم السطور نے حضرت شیخ الحدیث کے ملفوظات و تحریرات کی روشنی میں انہی کے الفاظ میں انکی اپنے شیخ و مربی اور محبوب استاد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے محبت و عقیدت کی صرف ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے۔

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی سے حضرت شیخ الحدیث کی محبت و عقیدت کا باب اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب آپ معدن علم و ادب۔ مرکز دین و مذہب اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حصول علم کیلئے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان سب میں سے آپ کو جس ہستی سے محبت و انسیت پیدا ہوئی وہ حضرت مدنی کی ذات بابرکات ہے۔ اس محبت و عقیدت کا اندازہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس تحریر

سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ (اپنے اساتذہ میں حضرت شیخ مدنی اور اکابر ہند میں حضرت شیخ مدنی سے جو قلبی عقیدت اور وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ ہوسکا)۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۱۵۷)

اسی طرح ایک مرتبہ (۱۹۸۷) حضرت مدنی کے صاحبزادے مولانا ارشد مدنی مدظلہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے حضرت مدنی سے اپنے قلبی تعلق و نسبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ (دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء اور ان کی دینی خدمت اور اب جہاد افغانستان میں ان کا مجاہدانہ کردار یہ سب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کا صدقہ جاریہ ہے کیونکہ مجھ گناہگار کی نسبت شیخ مدنی سے ہے۔ میری نااہلی ان کے نام سے نسبت ان کی شان عظمت کو بدنام کنندہ ہے۔ میں تو اس قابل نہیں کہ اکابر سے اپنے کوئی ادنی نسبت جوڑ سکوں اللہ نے ستر پوشی کرر کھی ہے۔ اسی موقع پر مجلس میں موجود مولانا محمد یٰسین نے عرض کی حضرت یہ بھی حضرت مدنی کی وراثت اور ان سے کمال تعلق اور سچی عقیدت اور تلمذ کی برکات ہیں کہ یہ تواضع بھی آپ کو ان سے ورثے میں ملی ہے۔ ہمارے اکابر میں صرف حضرت مدنی ہی کی عادت مبارک تھی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ننگ اسلاف لکھا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث نے قیام دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی سے باقاعدہ تحصیل حدیث کی تھی۔ اور اپنے حدیث کے سلسلۂ سند میں فرمایا کرتے تھے کہ (میں نے جامع ترمذی اور بخاری شریف شیخنا شیخ العرب والعجم۔ شیخ المشائخ۔ شیخ الاسلام والمسلمین المجاہد فی سبیل اللہ امیر الہند حافظ الحدیث سیدنا مولانا وبالفضل اولنا حضرت مولانا سید حسین احمد المہاجر المدنی صدر المدرسین بدارالعلوم دیو بند سے پڑھی ہیں)۔ (میری علمی اور مطالعاتی زندگی)

اسی ضمن میں آگے چل کر اپنے محبوب استاد کی یاد تازہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (حضرت شیخ مدنی حدیث کے امام تھے۔ حافظ الحدیث تھے۔ بہت بڑے مرد مجاہد اور صاحب الکمالات تھے۔ آپ کا نسبی تعلق سادات سے ہے۔ آپ کے مورث اعلی جو سب سے پہلے ہندوستان پہنچے ان کا نام شاہ نورالحق ہے۔ ان سے حضرت شیخ مدنی تک خاندان کی سترہ پشتیں گزری ہیں۔ مغلیہ خاندان کے شاہان دہلی نے آپ کے خاندان کے اعلی مورثوں کو چوبیس گاؤں بطور جاگیر دیئے تھے۔ وہ دور اہل علم کی قدردانی کا دور تھا۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے سوانح نگاروں نے بھی لکھا کہ علامہ سیالکوٹی کو ان کی ایک تصنیف کے بدلے سونے کے ساتھ تولا گیا تھا۔ ۱۳۱۶ھ میں حضرت مدنی کے والد ماجد نے بمع اہل و عیال ہجرت کی تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں کے ایام آپ نے اور آپکے خاندان نے حد درجہ تنگی اور عسرت میں گزارے مگر تحصیل علم اور اشاعت دین میں کوئی فرق نہ آنے دیا ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مسجد نبوی میں درس حدیث بھی جاری رکھا جس میں عرب و عجم کے سینکڑوں طالبان حدیث فیضیاب ہوتے رہے۔ میں اکثر طلباء دارالعلوم سے کہا کرتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی جو کچھ اللہ کے کرم سے تمہیں نظر آرہا ہے یہ سب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کے فیوضات ہیں جو صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ ایشیا۔ افریقہ اور برصغیر میں جہاں جہاں بھی علم حدیث کی خدمت اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے اس میں حضرت مدنی کے تلامذہ در تلامذہ مصروف کار ہیں۔

حضرت مدنی حضرت شیخ الہند کے ارشد و اخص تلامذہ سے تھے۔ آپ نے جامع ترمذی اور بخاری شریف حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم جامع الکمالات تھے اور دین کے ستون قرار پائے اور ان سے دین و علم کے چشمے جاری ہوئے مگر حدیث کا جو فیض اور فائدہ ہمارے استاذ اور مرشد حضرت شیخ مدنی کے ذریعے ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعے ان کا فیض جاری ہے۔ حضرت شیخ مدنی کے بڑے بڑے ہمعصر تھے۔ اکابر تھے۔ ذہین اور سیاستدان تھے مگر جو فیض اللہ نے حضرت مدنی کا پھیلایا وہ کسی کو کم نصیب ہوا۔ حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ (شیخ الہند) کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اس کی مثال نہ تھی عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی۔ ان کی وفات کی اطلاعیں پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی۔ جب حضرت شیخ الہند گرفتار کرلئے گئے تو اس وقت شیخ مدنی نے حکومت سے کہا کہ جس دفعہ کے تحت تم نے میرے استاد کو گرفتار کیا ہے میں بھی اسی دفعہ کا مجرم ہوں تو اس طرح اپنے آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کرلیا کہ شیخ کی خدمت کا موقع ملتا رہے غرضیکہ ادب و محبت اور نیازمندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا اور اسی تعلق خاص اور محبت و خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے۔ تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے شاگردوں کی اپنے استاد کے ساتھ محبت و احترام کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے محبوب استاد شیخ مدنی کا اپنے استاد حضرت شیخ الہند سے تعلق اور محبت و جان نثاری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند کے تلامذہ بہت تھے۔ مداح بھی بہت تھے ہر شاگرد دل و جان سے نثار ہونا چاہتا ہے مگر ان میں سے جو مقام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو ملا وہ تو سب سے انوکھا اور نرالا ہے اور جتنا فیض حضرت مدنی کا پھیلا اس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج برصغیر میں علم حدیث کی جو خدمت ہو رہی ہے سب بالواسطہ یا بغیر واسطہ شیخ مدنی کے فیوض و برکات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نے اپنے استاد کے ساتھ قرب و محبت اخلاص و خدمت اور تعلق و اختصاص کا جو مقام حاصل کرلیا تھا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا) (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۵۹)

استاد سے اسی محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ حضرت مدنی کو بھی ان پہ جان چھڑکنے والے عزیز طلباء نصیب ہوئے تھے۔ اپنے محبوب استاد سے اسی محبت و عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مدنی پر طلبہ جان تک قربان کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں غضب کی محبوبیت

تھی۔ طلبہ میں اور عامتہ الناس میں آپ کی جلالت و عظمت تھی اور شفقت و محبت بھی عجیب تھی۔ (میری علمی و مطالعاتی زندگی صفحہ ۳۵)

حضرت شیخ الحدیث اپنے محبوب استاد و شیخ حضرت مدنی سے اپنی محبت و عقیدت کو کہیں بھی اور کسی بھی موقعہ پر چھپا نہ سکتے تھے۔ انہیں ہر جگہ اور ہر مقام پر اپنے محبوب استاد کی شخصیت نمایاں اور منفرد نظر آتی تھی اور وہ اپنے اس رنگ محبوبیت کا اظہار بھی برملا کرتے تھے۔ اگر کبھی بات موازنے کی ہو یا لیڈران قوم کی وہ یہی فرمائیں گے کہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کی شان سب سے نرالی تھی علما بہت دیکھے مدرسین کے درس میں شریک ہوئے۔ ہندوستان کی قیادت کو پرکھا مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنی میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آئے۔ شیخ مدنی کا تقوی۔ شجاعت۔ شرافت۔ تواضع۔ انکساری اور کسر نفسی ان کیلئے طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ جب حضرت مدنی کا نام سنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے ان کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاو کے آدمی ہونگے مگر جب انکی مجلس دیکھی انکی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال۔ دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر جب حضرت شیخ مدنی کی درسگاہ میں حاضری دی تو ان کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا۔ خودشناسی کا احساس ہوا اور علم اور علماء کی شان سامنے آئی۔ جب مجھے والعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنی کا درس حدیث ہوا کرتا تھا میں نے اپنے زمانہ تدریس میں بھی شیخ مدنی کے ورس میں شرکت کی کوشش کی۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ بارہ بجے کے بعد بعد العصر اور بعد العشاء کے درسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی پندرہ روز تک تسلسل سفر پر رہے جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہ کیا سبق نہیں ہوگا مگر آپ گاڑی سے اترے اور سیدھے دارالحدیث میں پہنچے اور سبق پڑھانا شروع کردیا۔ (نواقضات وضو) کا بیان تھا ارشاد فرما رہے تھے کہ مسئلہ زیر بحث میں آٹھ مذاہب مشہور ہیں پھر مذاہب ان کے دلائل اور تفصیل سے بحث کی۔ طلبہ متحیر کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر۔ وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ یہ تو بس ان کی ہی کرامت تھی۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالب علم نے کسی مسئلہ میں شمس بازغہ کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنی نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا! بھائی میں نے جب شمس بازغہ پڑھی تھی اس زمانے میں کل نمبر پچاس ہوا کرتے تھے اور مجھے امتحان میں تریسٹھ نمبر حاصل ہوئے تھے۔ اس سے حضرت مدنی کے حافظہ کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ مدنی کا حافظہ ایسا تھا کہ بخاری آپ کو سند اور متن کے ساتھ یاد تھی مگر آپ نے کبھی بھی اس امر کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ اس کی ہمیشہ اخفاء کرتے تھے۔ جب بخاری پڑھاتے تو اپنے سامنے قسطلانی کا نسخہ رکھتے تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے شیخ کی دعا سے قرآن مجید یاد کرلیا تھا اور اسی ماہ رمضان جس میں قرآن یاد کیا اپنے استاد کو تراویح میں سنا بھی دیا۔

جب کبھی غصہ آجا اور بہت کم ایسا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ خلق الانسان من عجل کہہ کر اس کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کو اپنے محبوب استاد حضرت مدنی کی ہر ایک ادا پسند تھی اور ان کی ہر ایک بات ہر ایک چیز حضرت شیخ الحدیث نے اپنانے کی کوشش کی۔ حضرت مدنی کا انداز گفتگو ہو کہ طرز تحریر و تقریر ہو۔ اٹھنا بیٹھنا ہو کہ خاطر داری مہمانان ہو۔ سلسلہ تصنیف ہو کہ تدریس ہو ہر ایک انداز کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے اندر سمونے کی پوری پوری کوشش کی اور ساتھ ساتھ اس کا برملا اظہار بھی کرتے رہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا انداز تدریس اگرچہ عالمانہ اور فاضلانہ ہوتا تھا مگر آسان اور تفصیل سے ہوا کرتا تھا ہر بات سادہ اور آسان پیرائے میں ہوتی۔ غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا مگر علامہ انور شاہ کاشمیری اور مولانا بلیاوی کی تدریسی تقاریر پر خالص عالمانہ رنگ غالب تھا جس کو ذہین طلباء تو سمجھ سکتے تھے مگر سب کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ مجھے شیخ مدنی کا انداز تدریس بے حد پسند تھا اسلئے میں نے ان ہی کی نقل کی کوشش کی ہے اور ان ہی کے علوم و معارف کے ساتھ ساتھ ان ہی کے انداز تدریس کو بھی جوں کا توں باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

مجھے یہ حقیقت کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مدنی کا پرتو تھے۔ ان کا طریقہ تدریس حضرت مدنی ہی کی طرح کا تھا۔ الفاظ کی ادائیگی مطالب کی تفصیل زبان کی فصاحت۔ کلام کی دل نشینی۔ مضامین کی شیرینی۔ آواز کی بلندی اور صفائی کلام کی برجستگی۔ مذاہب کی تفصیل۔ بیان کی دلاویزی میں وہ حضرت مدنی کی تصویر اور عکس تھے۔ حضرت مدنی کے کوثر و تسنیم میں دھلے ہوئے کلمات حضرت شیخ الحدیث کے قلب پر نقش ہوگئے تھے۔ مولانا رضاء الحق دارالعلوم زکریا (جنوبی افریقہ) رقمطراز ہیں کہ (فقیر راقم الحروف نے حضرت شیخ الاسلام کی بخاری شریف کے درس کی دس کیسٹیں سنی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق کو حضرت مدنی سے بہت مشابہ پایا اگر پشتو اور اردو کا فرق نہ ہوتا تو پہلی ساعت میں حضرت مولانا پر حضرت مدنی کا گمان ہوتا۔ اپنے شیخ کی طرح گھنٹوں گھنٹوں حدیث نبوی کا درس دیتے ہوئے حدیث کی لذتیں لوٹتے تھے۔ تھکاوٹ ان کے ہاں نام کی کوئی چیز نہ تھی اور مفردات کی تشریح سے لیکر حدیث کے نکات تک کے نغمے چھیڑتے اور چمن حدیث میں وہ پھول کھلاتے جنکی خوشبو ہوش اڑاتی۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز ہے وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے۔

(ماہنامہ الحق ۵۴۶ جون ۸۹ء)

حضرت شیخ الحدیث عہد جدید میں اساتذہ کے علم و خلوص اور شفقت و محبت میں کمی کے باعث طلباء کی بے اعتدالیوں اور بے راہ رویوں سے سخت نالاں تھے۔ کیونکہ انہوں نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی اس وقت استاد کا مرتبہ بہت بلند تھا انہوں نے خود بھی اساتذہ کا احترام کرتے ہوئے پایا تھا مگر موجودہ عہد میں استاد اور شاگرد کے رشتہ سے وہ مطمئن نہ تھے اسی لئے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مدنی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ (جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد اور برکات اہل اسلام کو پہنچے

وہ اس سے الگ ہیں۔ یہ سب ادب و محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں اگر اساتذہ و شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درسگاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے کتاب ختم کی اور چلے گئے تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہا۔ اتصال سند کی فکر نہیں رہتی حالانکہ انبیاء اولیاء اور شیوخ طریقت سے اپنے متبعین شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض حاصل ہوا وہ عاشق جان نثار اور فدائی بنکر حاصل ہوا۔ جیسا کہ حضرت مدنی کو اپنے استاذ و شیخ سے عشق تھا۔ حضرت مدنی کو اپنے استاذ و شیخ کے ساتھ ساتھ علم اور اس کی اشاعت اور تعلیم و تدریس سے بھی عشق تھا۔ دن کو سفر۔ رات کو سبق۔ جس روز بخاری کا امتحان ہوتا ہے اس روز پرچہ سے قبل بڑے اطمینان سے بخاری کا درس پڑھا رہے ہیں۔ تواضع اور انکساری فطرت اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیرمذہب کے ہنود وغیرہ کے خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاوں دبا رہے ہیں۔ سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑی میں پاخانے تک صاف کیئے۔ اتنی شان تواضع و انکساری دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے ساری زندگی انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے)

حضرت شیخ الحدیث نے خود کو حضرت مدنی کے تواضع انکساری کا پیکر بنا لیا تھا۔ ان کی ذات میں بھی وہی تواضع و انکساری اور خدمت خلق کا جذبہ بہ رچ بس گیا تھا جس کا مصداق ان کے محبوب استاد کی ذات تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے ایک مرتبہ حضرت مدنی کے عجز و انکسار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! حضرت مدنی کی رات سفر میں جلسوں اور ریل میں گزرتی دن دارالحدیث میں حدیث رسول پڑھاتے تھا۔ جب جلسہ ہوتا تو طلباء نعرے لگاتے۔ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا کہ امیرالہند زندہ باد! (رئیس المهاجرین زندہ باد) طلباء اور عام مسلمانوں کے ان نعروں سے وقت کے حکمرانوں اور گورنمنٹ انگریز کو تکلیف پہنچتی تھی اور طلباء اسے خوب جوش سے بلند کرتے **لیغیظ بہم الککفلوہ** تاکہ کافروں کو ان سے جلائے۔

ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کی مسجد میں خطاب فرمارہے تھے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے مہاجر مدنی کے لقب سے یاد کرتے ہو اور نعرے بھی لگاتے ہو مگر یاد رہے کہ مہاجر کو اپنے اصل وطن آکر زیادہ سے زیادہ تین روز کے قیام کی اجازت ہے بلا ضرورت تین روز سے زیادہ نہیں ٹھر سکتا ورنہ مہاجرت باقی نہیں رہتی جبکہ عرصہ ہوا میں مدینہ منورہ سے ہندوستان آگیاھوں۔ اب مہاجرت باقی نہیں رہی _ فرمایا! ہمارے والد صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کی تھی میں اس وقت بچہ تھا۔ اہل نیت سے نہ تھا والد صاحب کی اتباع میں گیا تھا۔ اصل مہاجر ہمارے والد صاحب ہیں۔ ہمارے والد صاحب نے مرض الوفات میں ہم بیٹوں کو بلا کر وصیت فرمائی کہ دیکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے اور میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا جب تک ہندوستان میں انگریز موجود ہیں۔ والد صاحب نے ہمیں جہاد کی تعلیم دی وہی لے کر ہندوستان آئے۔ اب وہی نصب العین ہے اور اب اس کیلئے ہندوستان میں کام کررہے ہیں۔ باقی رہا میرے لئے آپ کا نعرہ (امیرالہند) تو دیکھ! امیر وہ ہوتا ہے جو سونا چاندی۔ دولت و سرمایہ کا مالک ہو۔ میرے پاس کونسی دولت ہے کہ آپ مجھے (امیرالہند) کہتے ہیں۔

حضرت شیخ مدنی کا عام معمول یہ تھا کہ آپ کے پاس جو تحائف آتے اور ہدایہ آتے تھے آپکا ایک خادم تھا قادری صاحب اس نے اپنی ساری زندگی حضرت مدنی کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی آپ وہ ہدایہ اور تحائف اس کے حوالے کردیتے وہ سب کاروبار چلاتا تھا۔ شیخ مدنی نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک ہندوستان میں انگریز کی حکومت رہے گی زمین نہیں خریدوں گا۔ فرمایا کرتے تھے جب میں ہندوستان میں ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں تو آپ مجھے کیسے (امیرالہند) کہتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث ہندو پاک میں دینی مدارس کو حضرت مدنی کے روحانی فیوضات وبرکات کا پرتو سمجھتے تھے۔ دارالعلوم حقانیہ سے حضرت مدنی کی شفقت و عنایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (حضرت شیخ مدنی) بہت بڑے ولی اللہ اور صاحب الکرامات تھے آپ کی کرامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت ہندو پاک میں جس قدر بھی مدارس آپ کو نظر آتے ہیں تقریباً سب میں حضرت شیخ مدنی کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ خدمت دین میں مشغول ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نے حضرت لاہوری کو خط لکھا تھا کہ! (دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہوچکا ہے۔ اس کا خصوصی خیال رکھنا دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی اپنے استاد سے بے پناہ محبت اور استاد کے اس درجہ پرخلوص برتاؤ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محبت یکطرفہ نہ تھی بلکہ استاد بھی اپنے عزیز شاگرد کے جنوں اور دیوانگی سے بے خبر نہ تھے۔ اسی لیئے تو وہ نہ صرف دوسروں کو دارالعلوم سے متعلق تلقین فرماتے تھے بلکہ بذات خود بھی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے۔ اس یادگار واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی بیٹھک کی ایک نشست کے دوران دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! یہ سامنے کی چارپائی پر حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی تشریف فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت مدنی نے تعلیم القرآن سکول کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم حقانیہ بھی انہی بزرگوں کی برکتوں کا صدقہ ہے اور آپ حضرات جواب نفاذ شریعت بل کی تحریک چلا رہے ہیں یہ بھی انہی بزرگوں کی محنت و جہاد اور مسلسل قربانیوں کا صدقہ ہے۔ اوائل میں جب دارالعلوم کے سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ التفسیر اپنی شفقتوں اور حضرت شیخ مدنی کی تاکید کے پیش نظر ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ فالج کی تکلیف شدت پر تھی پھر بھی تشریف لائے اور دارالعلوم کو نوازا۔ آج دارالعلوم میں آپ کو جو کچھ نظر آتا ہے یا آپ کا جو ہمارے ساتھ حسن ظن کا معاملہ ہے یہ سب حضرت شیخ مدنی اور حضرت لاہوری کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ دارالعلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو مگر سوال یہ ہے کہ کس کو بلایا جائے؟ کون رہ گیا ہے کس کو دعوت دی جائے نہ تو شیخ مدنی ہیں اور نہ ہی حضرت لاہوری ہیں اور اب جو یہ رونقیں آپ کو نظر آتی ہیں یہ سب حضرت مدنی اور حضرت لاہوری کے فیوض اور برکات کے اثرات ہیں۔

درج بالا اقتباسات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے

دل میں اپنے محبوب استاد و شیخ کی محبت و عقیدت عشق و وارفتگی کی کس حد تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث اپنے محبوب استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موجودہ عہد میں اگر ایک طرف کاروان علم کے سپہ سالار تھے تو دوسری طرف تشنگان علم و عمل اور دلدادگان تصوف کی پناہ گاہ تھے طریقت و حقیقت کے عاشقوں کی سیرابی کا چشمہ صافی اپنے سینہ میں سموئے ہوئے تھے اور علوم ظاہری و باطنی دونوں میں اپنے شیخ حضرت مدنی کے صحیح جانشین تھے۔ بلکہ حضرت مدنی کے عاشق زار تھے۔ حضرت مدنی کے تذکرہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں کا سمندر بن جاتیں۔ شاید انکی کوئی مجلس شیخ الاسلام کے تذکرہ سے خالی ہو۔ وہ حضرت مدنی کے ظاہری و باطنی کمالات کے تہہ دل سے معترف تھے۔ ان کے علم و عمل کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ اور خلوت و جلوت میں انہی کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ انہوں نے تعلق مع اللہ کے ساتھ تعلق خلق کے نسخہ کیمیا پر عمل کرنا حضرت مدنی سے وراثت میں پایا تھا۔ مسند حدیث کی تزئین کے ساتھ قومی سیاست میں حصہ لینا حضرت مدنی ہی کی اتباع کا ثمر تھا۔ بادشاہی میں فقیری اور بلند مراتب کو چھونے کے باوصف تواضع حضرت مدنی کا وطیرہ تھا۔ جو حضرت شیخ الحدیث میں اکمل طریقے سے موجود تھا۔ مخالفین کی دریدہ دہنی پر جام صبر نوش فرمانا بھی حضرت مدنی سے نسبت کا نتیجہ تھا۔ وہ حضرت مدنی کو صرف استاد و شیخ ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک اتالیق و مربی اور روحانی والد سمجھتے تھے۔ وہ پاکستان میں حضرت مدنی کے کمالات کا پرتو تھے۔ ان کی بدولت اللہ نے حضرت مدنی کے فیوضات و برکات اور علمی صدقات کو پاکستان افغانستان اور دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلایا۔ حضرت مدنی کے انفاس طیبہ سے حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت بنی۔ عشق نبوی کا چراغ حضرت شیخ الحدیث کے قلب میں حضرت مدنی کی جلائی ہوئی شمع کے طفیل تھا اور اس چراغ حقانی نے ایک دنیا کو منور کردیا ہے۔

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے اک سینہ بسینہ

ور یہ حضرت مدنی کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث سے اللہ جل و شانہ نے دین کی خدمت لی۔ جس کی نظیر اس آخری دور میں نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ حضرت شیخ الحدیث معقولات و منقولات دونوں میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ ان کو حدیث کی طرح فنون کی کتابیں اور مسائل بھی ازبر تھے۔ بایں ہمہ اپنے کمالات کو ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی کسی ادا سے اپنا علمی کمال ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی کسی بڑی سے بڑی کامیابی کو بھی کبھی اپنی ذات سے منسوب نہ کیا بلکہ اپنی ہر قسم کی تصنیفی، تدریسی یا سیاسی کامیابی کو بھی اپنے محبوب استاد کی شفقتوں اور عنایتوں سے منسوب کیا۔ جب آپ نے "حقائق السنن" کی ترمذی اردو شرح مولانا عبدالقیوم نے مرتب فرمائی تو اپنی اس تالیف کو اپنے محبوب استاد سے منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تقریر ترمذی کو میری نسبت سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں لیکن اللہ تعالے کے فضل و کرم کی نسبت سے بہت کچھ ہے اس تقریر کی ترتیب و اشاعت سے میرے اندر نقائص، عیوب اور کمزوریاں تھیں وہ بھی ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تعالی سے ستاری کی درخواست ہے میں تو ہر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی حضرت شیخ المدنی کے علوم و معارف کی صحیح نقل کی توفیق عطا فرمائے۔ درس ترمذی میں میرا کچھ بھی نہیں جو حضرت شیخ مدنی سے سنا تھا کوشش کی ہے کہ وہی محفوظ رہے اور درس میں ان ہی کے ملفوظات اور ان ہی کے لطائف نقل کرتا رہا ہوں۔ میں تو صرف اپنے اساتذہ کے علوم کا ناقل ہوں۔ (مجتبے باالمل حق صفحہ ۵۷)

حضرت شیخ الحدیث نے اپنے محبوب استاد کی پیروی کرتے ہوئے کبھی بھی اپنی گفتگو یا کسی قسم کی تحریر و تقریر میں کہیں بھی اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کیا ہے۔ حالانکہ عہد جدید میں یہ رسم چل نکلی کہ ہمارے اکثر بزرگ و اساتذہ جب خود مسند نشین ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے فیض صحبت سے وہ اس مقام تک پہنچے ہیں تو اپنے ان اساتذہ کی ہر توجیہہ اور تجزیہ اپنے طلباء کے سامنے اپنی ذاتی کاوش اور اپنی ذہانت کے طور پر پیش کرکے طلباء کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی ہمارا المیہ ہے کہ ہمارے اساتذہ و بزرگ اپنی انا کی خاطر اپنے اساتذہ کے فیض و شخصیت کو پس پشت ڈال کر خیر و برکت اور کامیابیوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے ذاتی اوصاف و کمالات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے محبوب استاد کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انہوں نے کسی جگہ کسی مقام یا موقع پر بھی اپنی کسی کوشش و ذہانت یا کامیابی و علمی لگن کو اپنے آپ سے منسوب نہیں کیا ہے۔ انہوں نے اگر کوئی کارنامہ انجام بھی دیا تو اسے اپنے استاذ اور محبوب شیخ کی برکتوں اور عنایتوں کا ثمر قرار دیکر ہمیشہ اپنی عاجزی کا اظہار کیا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے دوسرے بزرگ بھی حضرت شیخ الحدیث کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی ذاتی انا کو ختم کرکے فخریہ اپنے اساتذہ حسین احمد مدنی کا جوتا ہمارے سروں کا تاج ہے اور ان کے جوتوں کو اپنے سر پر رکھنا ہم اپنے لیئے سعادت سمجھتے ہیں۔

آئے عشاق۔ گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
جامعہ اشرفیہ، لاہور

امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث
حضرت مولانا عبد الحق قدس اللہ سرہ
اور ان کے چند اوصاف مبارکہ

مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر نزول رحمت کا ذریعہ ہے اور ان کی محبت کے طفیل مغفرتِ ذنوب کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

مخدوم العلماء شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق قدس اللہ سرہ جامع خصالِ حمیدہ وصاحب مناقبِ عظیمہ تھے جامع المعقول والمنقول تھے امیر المومنین فی الحدیث روایۃً ودرایۃً تھے آپ کے اوصافِ حمیدہ و کمالاتِ بدیعہ وخدمات جلیلہ واحوالِ رفیعہ کی تفصیل کے لیے جلد کبیر کتاب چاہیے، یہاں ان کے اوصافِ سعیدہ واحوالِ حمیدہ میں سے چند باتیں اختصاراً عرض کرنا چاہتا ہوں۔

① شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق اکوڑوی قدس اللہ سرہٗ بلا ریب اسلاف قدماء کا بہترین نمونہ تھے آپ کا نورانی اور خشوع وخشیۃ اللہ کے انوار وآثار میں ڈوبا ہوا چہرہ جذاب القلوب ومغناطیس الصدور والوجوہ تھا۔ آپ اس آیتِ کریمہ کا صحیح مصداق تھے۔

”سیماهم فی وجوههم من اثر السجود“ (سورۃ فتح آیت ۲۹)

آپ کے چہرے میں خشوع وتواضع کے آثار ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے آیت ہذا میں ”سیماهم“ کی تفسیر امام مجاہدؒ وغیرہ متعدد مفسرین کے نزدیک خشوع وتواضع ہے، کسی انسان کا چہرہ عموماً اس کے دل کے احوال اور ذہن کے افکار وخیالات کا آئینہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق قدس اللہ سرہٗ کے چہرے میں اور آنکھوں میں للہیت وولایت کی عجیب کشش تھی جن حضرات کو آپ کی مجلس میں شرکت کا موقع ملا ہو ان پر یہ بات مخفی نہیں اور کیوں ایسا نہ ہو جبکہ آپ اخلاص وحسن نیت خشوع وخضوع وتقویٰ کے پیکر تھے۔ عالم باعمل محدث متقی تھے۔ علم عمل صالح، اخلاص، خشوع اور تقویٰ کے آثار وانوار کا چہرے پر اور بدن پر ظاہر ہونا ناگزیر ہے۔ اس دعوے کی تائید کے لیے چند احادیث وآثار واقوال سلف پیش خدمت ہیں۔

(الف) قال المفسر السدی الصلوٰۃ تحسّن وجوههم۔ (ابن کثیر ج ۴ ص۲۰۴)

یعنی نماز چہروں کو زینت بخشتی ہے۔

(ب) قال بعض السلف من کثرت صلاته باللیل حسن وجهه بالنهار۔ یعنی بعض سلف فرماتے ہیں کہ رات کو کثرت سے نوافل پڑھنے والے کا چہرہ دن کو بہت حسین نظر آتا ہے

(ج) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کثرت صلاته باللیل حسن وجهه بالنهار۔ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی جو شخص رات کو کثرت سے نوافل پڑھے اس کا چہرہ دن کو بہت خوبصورت لگتا ہے۔

(د) قال عثمان رضی الله تعالی عنه ما اسَرّ احدٌ سریرةً الا ابداها الله تعالیٰ علی صفحات وجهه وفلتات لسانه۔

یعنی دل کی ہر پوشیدہ بات کا اثر بحکم اللہ ضرور چہرے پر بھی اور زبان پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(ہ) روی عن عمر رضی الله تعالی عنه انّه قال من اصلح سریرته اصلح الله تعالیٰ علانیته۔

یعنی جو شخص دل کی اصلاح کرلے اور قلبی ارادوں کو درست کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔

② دوسری بات یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن المبارکؒ کے بارے میں لکھا ہے۔

هو الذی تستنزل الرحمة بذکره وترتجیٰ المغفرة بمحبّته (تہذیب الاسماء ج ۱ ص۲۸۵)

یعنی عبد اللہ بن المبارکؒ (تلمیذ امام ابو حنیفہؒ) کا رتبہ اتنا بلند ہے

کہ ان کا ذکرِ خیر نزولِ رحمت کا ذریعہ ہے اور ان کی محبت کے طفیل مغفرتِ ذنوب کی امید کی جاسکتی ہے۔

میرے نزدیک شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ عصرِ ہذا میں امام نووی رحمہ اللہ کے قولِ مذکور کے صحیح مصداق ہیں حضرت شیخ الحدیث کی زندگی قال اللہ وقال الرسول کی تدریس وتعلیم میں گزری۔ مجسم خشوع و تواضع تھے، صاحبِ خدمات جلیلہ تھے۔

لہٰذا ان خدمات دینیہ وعلمیہ واحادیثِ نبویہ کی برکات عظیمہ کے پیشِ نظر بعید از عقل نہیں بلکہ عین قرینِ قیاس ہے کہ مَیں یہ دعویٰ کروں۔

ان شیخ الحدیث مولانا عبدالحق تستنزل الرحمۃ بذکرہ وترتجی المغفرۃ بحبّہٖ۔

④ تیسری بات: اپنے تجربہ وتحقیق بلکہ بیشمار علماء، عوام وخواص کے اعتراف وشہادت کے پیشِ نظر کہتا ہوں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ کا ہر کام ہر قول وفعل اخلاص وحسن نیت پر مبنی ہوتا تھا۔ اخلاص وحسن نیت کے آثار آپ کے تمام معمولات میں ظاہر تھے۔

اس وصف مبارک کی برکت سے آپ کی ہر خدمت دینیہ وعلمیہ و قومیہ کا دائرہ شب و روز وسیع ہوتا رہا اور ہوتا رہتا ہے اور وسیع تر ہوتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ اخلاص وحسن نیت کی برکت ہے کہ آپ نے جس کارِ خیر کی بنیاد رکھی یا اس میں عملی طور پر حصہ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس کارِ خیر کو ترقی اور بلندی سے ہم آغوش کرتے ہوئے اسے مقبولِ عوام و خواص بنا دیا۔ الغرض اخلاص کی برکت سے آپ کا ہر حسنہ (کارِ خیر) یا اکثر حسنات متعدی ہوتیں۔

مثلاً دارالعلوم حقانیہ پر نظر ڈالیں اور اس کے پس منظر اور تہہ منظر پر غور کریں تو اس سے میرے دعوے کی صداقت وصحت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

دارالعلوم حقانیہ معاہد دینیہ و مدارس اسلامیہ میں آفتاب عالمتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ ایک چھوٹا مدرسہ تھا اس کی ابتداء ایک چھوٹے کمرے سے ہوئی مگر آج وہ معاہد دینیہ و مدارس اسلامیہ میں آفتاب عالمتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

اخلاص کی برکات سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر افسوس کہ مخلصین اس زمانہ میں نہایت کم ہیں۔ اخلاص اور حسن نیت سے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

عن ابن عباسؓ مرفوعًا من اخلص للہ اربعین صباحًا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن پوری طرح اخلاص پر عمل پیرا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے زبان پر حکمت و دانائی کے چشمے جاری فرمادیں گے۔

وعن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الدنيا على الاخلاص لله وحده لا شريك له واقام الصلاة وآتى الزكاة فارقها والله عنه راضٍ۔

(رواہ ابن ماجہ والحاکم)

یعنی انس رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں، کہ جو شخص دنیا سے جدا ہوا، اس حال میں کہ وہ پوری طرح اخلاص پہ کاربند تھا اور نماز پڑھتا تھا اور زکوٰۃ ادا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس سے موت کے وقت پوری طرح راضی ہوگا۔

عن معاذ بن جبل رضي الله عنه انه قال حين بعث الى اليمن يا رسول الله اوصني قال اخلص دينك يكفك العمل القليل۔ (رواہ الحاکم)

یعنی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور ؐ نے یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے وصیت ونصیحت کی درخواست کی، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دین کا ہر کام اخلاص سے کیا کر، اس طرح تھوڑا عمل بھی (باعتبار ثمرات کثیرہ کے) تیرے لیے کافی ہوگا۔

برکاتِ اخلاص کے بارے میں مشہور ولی اللہ حمدون بن احمد رحمہ اللہ کا ایک قول ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ قول یہ ہے۔

عن عبد الله بن محمدؒ قال قيل لحمدون بن احمدؒ ما بال كلام السلف انفع من كلامنا؟ قال لانهم تكلموا لعز الاسلام ونجاة النفوس ورضاء الرحمٰن ونحن نتكلم لعز النفس وطلب الدنيا وقبول الخلق۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ صـ۲۳۱)

یعنی عبداللہ بن محمدؒ حکایت کرتے ہیں کہ کسی نے مشہور بزرگ حمدون بن احمدؒ سے یہ سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ سلف کا کلام ہمارے کلام کی بنسبت زیادہ مفید ونافع ہوتا ہے؟

حمدون بن احمدؒ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ (وہ اخلاص والے تھے) وہ کلام کرتے تھے عزتِ اسلام، نجاتِ نفوس اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر اور ہم کلام کرتے ہیں اپنے نفس کی عزت، طلبِ دنیا اور مخلوق میں اپنی مقبولیت کے لیے۔

فضیل بن عیاضؒ صاحب کرامات ولی اللہ ہیں اخلاص وحسن نیت کے بارے میں ان کا ایک قیمتی قول بھی سن لیجیے۔

قال علی بن فضيل بن عياضؒ قلت لابي يا ابت

ما احلی کلام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا بُنَیَّ او تدری لم حلا؟ قال لا یا ابت قال لانہم ارادوا اللہ بہ۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ صلا)

یعنی علی بن فضیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد فضیل بن عیاض سے یہ سوال کیا کہ ابا جان صحابہؓ کے کلام میں بڑی حلاوت اور لذت ہوتی ہے۔ والد صاحب نے فرمایا اے پیارے بیٹے، کیا آپ کو پتہ ہے کہ ان کے کلام میں حلاوت کیوں ہوتی ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے علم نہیں ہے تو والد صاحب نے فرمایا کہ ان کے کلام میں حلاوت و لذت اس لیے ہوتی ہے کہ ان کا کلام صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہوتا ہے۔

④ چوتھی بات:۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی قدس اللہ سرہٗ کا کلام نہایت سہل، عام فہم، فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں گفتگو اور بولنے میں حُسنِ اسلوب اور فصاحت و بلاغت کا عظیم حصہ عطا فرمایا تھا۔ خصوصاً طلبہ درس کے افہام و تفہیم کا خاص ملکہ انہیں حاصل تھا۔ مثالوں سے مشکل مقاصد و پیچیدہ مسائل کا فہم آسان ہو جاتا ہے۔

شیخ الحدیث قدس اللہ سرہٗ وعظ و خطابت میں بھی اور تدریسِ درس کے وقت بھی کثرت سے مثالیں ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی مثالیں نہایت سہل و عام فہم ہوتی تھیں ان کے ذریعہ سامعین مشکل مسائل آسانی سے سمجھ کر ذہن نشین کر لیتے تھے، آپ جہوری الصوت (بلند آواز والے تھے) اس لیے حلقۂ درس سے باہر دور بیٹھے ہوئے طلباء بھی اچھی طرح ان کی تقریر اور بیان سے مستفید ہو سکتے تھے۔

⑤ پانچویں بات:۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ نہایت نیک خلق تھے، صاحب مکارم اخلاق تھے بہت متواضع و منکسر المزاج، مشفق محبّ علماء و طلبہ اور نہایت حیا والے پاکیزہ انسان تھے۔

اپنے تلامذہ کو خواہ وہ کتنے چھوٹے کیوں نہ ہوں وہ بطور اکرام و شفقت بڑے القاب سے ذکر کیا کرتے تھے، میں نے اتنی اور ایسی تواضع شفقت و مکارم اخلاق و حیا والے شیوخ بہت کم دیکھے ہیں کسی مسلمان کی غیبت نہیں کرتے تھے۔ ان اوصافِ حمیدہ و سعیدہ کا کسی مسلمان میں عصرِ ہذا میں مجتمع ہونا نادر بلکہ انذر ہے۔

مشہور صاحبِ کرامات ولی اللہ ابو عثمان سعید بن العباسؒ فرماتے ہیں۔

اذا تواضعتَ فقد ادرکت جمیع الفضائل واذا حفظتَ لسانك فقد حفظتَ جمیع جوارحك واذا اخلصتَ الاعمال فقد احکمت جمیع عملك۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ صلا)

"یعنی جب تم تواضع اختیار کر لیتے ہو تو گویا تم نے تمام فضائل حاصل کر لیے اور جب تم اپنی زبان کو بدگوئی اور غیبت سے محفوظ کر لیتے ہو تو درحقیقت تم نے اپنے بدن کے تمام اعضاء کو شر سے محفوظ کر لیا اور جب تمہارے اعمال اخلاص پر مبنی ہو جائیں تو واقع میں تم نے تمام اعمال کو مستحکم کر لیا۔"

مذکورہ صدر کمالات و اوصاف صالحہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کو علماء عصر میں بے مثال بلند ترین مقام و مرتبہ سے نوازا تھا، حدیث شریف ہے۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ متواضع انسان کو بلند مقام و مرتبہ سے نوازتے ہیں۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعًا الحیاء من الایمان رواہ الستۃ۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ حیاء ایمان کا بڑا جزء ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ مرفوعًا الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ حیاء ایمان کا بڑا حصہ ہے اور ایمان جنت میں پہنچاتا ہے۔

اس حدیث کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حیاء جنت میں پہنچانے والی ہے۔ یہ حدیث منطقی صغریٰ و کبریٰ پر مشتمل ہے اور شکل اوّل ہے جو سب سے زیادہ قوی ہے، شکل اوّل میں مکرر حدِّ اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہوتی ہے وہ حدّ اوسط یہاں پر لفظ "الایمان" یا "من الایمان" ہے حسبِ قانونِ منطقی اس حدیث میں حدِ اوسط ساقط کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ "الحیاء فی الجنۃ"۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی قدس اللہ سرہ خدا تعالیٰ کے محبوبین میں سے تھے۔

⑥ چھٹی بات:۔ اب میں یہاں منطقی دلیل قوی و برہانِ قاطع مرکب از صغریٰ و کبریٰ بصورت شکل اوّل از اشکال اربعہ منطقیہ کے ذریعہ یہ بتانا اور ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی قدس اللہ سرہ خدا تعالیٰ کے محبوبین میں سے تھے۔

برہانِ منطقی کی صغریٰ کی توضیح یہ ہے کہ مذکورہ صدر کمالاتِ عظیمہ و اخلاق کریمہ و صفاتِ سعیدہ کی وجہ سے شیخ الحدیث قدس سرہٗ مسلمانوں کے اور خصوصاً علماءِ حق و اہل سنت و جماعتِ حقہ کے نزدیک نہایت معظم و محبوب تھے۔

یہ صغریٰ کا بیان ہے اور کبریٰ کی تفصیل یہ ہے کہ احادیث نبویہ و نصوص قرآنیہ سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص علماء و صالحینؒ اہل حق کے علاوہ عام مسلمانوں کا بھی محبوب ہو اور ان کے نزدیک محترم ہو تو یہ نتیجہ و ثمرہ ہے اس بات کا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے محبوبین

میں سے ہے۔

بالفاظ دیگر اہل حق کا محبوب ہونا اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کی علامت و دلیل انّی ہے۔

یہ برہان بصورت شکل اوّل کی کبریٰ کا بیان ہے، اس شکل اوّل مرکب از صغریٰ و کبریٰ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

عربی زبان میں برہانِ ہٰذا بطریق صغریٰ و کبریٰ کا بیان یوں کیا جائیگا۔

مولانا الشیخ عبدالحق محبوب الخلق من العلماء والصالحین واھل الحق من الخواص والعوام۔

یہ برہان مطلوب کے لیے صغریٰ ہے آگے کبریٰ کا ذکر ہے۔

وکل من ھو محبوب الخلق من العلماء والصالحین واھل الحق فھو محبوب اللہ تعالیٰ۔

یہ کبریٰ ہے شکل اوّل کے لیے۔

حدّ اوسط جو کہ مکرّر ہوتی ہے کو حسبِ قانون منطقی ساقط کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

مولانا الشیخ عبدالحقؒ محبوب اللہ تعالیٰ۔

یہ نتیجہ ہمارا مطلوب و مدّعیٰ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صغریٰ و کبریٰ کا اثبات محتاج دلیل ہوتا ہے یہاں اس کی دلیل کیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ واقع و نفس الامر پر نظر ڈالنے اور اس میں غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صغریٰ بدیہی و یقینی ہے۔ کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ محبوب خلائق و مقبول علماء و صالحین ہیں۔

بطور تائید بعض سلف صالحین کا ایک قول ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں وہ قول ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے وہ قول یہ ہے۔

قال بعضھم ان للحسنة نورًا فی القلب و ضیاءً فی الوجه وسعةً فی الرزق ومحبةً فی قلوب الناس۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ صـ ۲۰۳)

"یعنی بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے کہ ہر نیکی کی برکت سے دل میں نور، چہرے میں روشنی، رزق میں وسعت، اور لوگوں کے قلوب میں محبوبیت پیدا ہوتی ہے۔"

اس قیمتی قول سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کو مسلمانوں کا محبوب بناتے ہیں۔ اور مولانا شیخ الحدیث عبدالحق قدس سرہ ہر کارِ خیر و عمل حسنات میں آگے آگے ہوتے تھے اور یہ مستلزم ہے، اس مذکورہ حدِّ صغریٰ کو کہ آپ محبوبِ اہل حق ہیں۔

باقی کبریٰ (کہ محبوبِ اہل حق محبوبِ خدا تعالیٰ ہوتا ہے) کی دلیلِ اوّل یہ آیت کریمہ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

یعنی اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو میرے اتباع سے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ اعلان ہے کہ نیک اعمال و اتباع سنت ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا ذریعہ ہے، اثبات کبریٰ کی دلیل ثانی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور مرفوع حدیث ہے۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعًا انّ اللہ اذا احبّ عبدًا دعا جبریل فقال انی احبّ فلانًا فاحببه فیحبه جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحبّ فلانًا فاحبوہ فیحبه اھل السماء ثم یوضع له القبول فی الارض۔ (رواہ الترمذی والشیخان)

"یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰة والسلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرنے لگیں تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ فلاں شخص سے میری محبت ہے تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام بحکم خدا تعالیٰ آسمان میں یہ منادی کرتے ہیں، (فرشتوں کو اطلاع دینے کی غرض سے) کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے، تم بھی (اے فرشتو) اسے اپنا محبوب سمجھو اور محبوب بنا لو۔ پس آسمان کے سارے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمانوں کے بعد زمین میں بھی وہ شخص محبوب و مقبول بن جاتا ہے۔"

اسی پر میں اپنا مضمون ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین

* * *

حضرت مدنیؒ اور دارالعلوم حقانیہ

" اکوڑہ خٹک میں دو مدرسے ہیں، ایک جامعہ اسلامیہ ..... اور دوسرا دارالعلوم حقانیہ، جسکے بانی علامہ نحریر مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی (رحمہ اللہ) ہیں، اور اسکی نئی عمارت کی تعمیر سے قبل مؤلف نے خواب میں دیکھا کہ شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنیؒ اسکی تعمیر میں مصروف ہیں۔" معارف الحقائق صـ ۲۱۵ (عربی)

مؤلفہ: مولانا میاں حکمت شاہ صاحب کاکاخیلؒ

انتخاب: محمد ابراہیم فانی

پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر

حضرۃ محدث اکوڑویؒ کا مسلکِ اعتدال

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

باز گو از نجد واز یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

آج اس عظیم شخصیت پر دوران سفر یہ چند سطور سپرد قلم ہو رہی ہیں جس کے سفر آخرت سے تقریباً نصف صدی کا ایک نیاز مندانہ تعلق محض ایک تاریخی یاد ہو کر رہ گیا حضرت مولانا عبدالحق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی شخصیت کریمہ واقعی ان لوگوں میں سے تھی جن کی یاد آتے ہی یہ شعر بلا تاخیر زبان پر آجاتا ہے۔

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت مرحوم اپنے ہی بنائے دارالعلوم کے شیخ الحدیث نہ تھے اپنے بنائے مدرسہ میں شیخ الحدیث ہونا کسی غیر معمولی کمال کا نشان نہیں دوسری بڑی درسگاہیں کسی کو اپنے ہاں بلانے میں اپنی عزت اور ضرورت محسوس کریں یہ ان کے غیر معمولی کمال کا کھلا نشان ہوتا ہے تقسیم ہند سے پہلے دارالعلوم دیوبند پورے ایشیا۔ کی ایک مرکزی اور مثالی درسگاہ کے طور پہ معروف تھا، جس کی علمی عظمت کے چراغ پوری دنیا میں جل رہے تھے اس میں حدیث پڑھانے کے لیے سرحد کے جن اکابر علما۔ کو دعوت دی گئی اور انہوں نے وہاں برسوں درس حدیث دیا ان میں مولانا شمس الحق افغانی اور حضرت مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی وہ نابغہ روزگار شخصیتیں ہیں جن کا ذکر کئے بغیر کوئی مورخ دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ مکمل نہیں کر سکتا۔

دارالعلوم دیوبند میں اس وقت حدیث پڑھانا جب دارالعلوم واقعی پورے ہندوستان کا علمی مرکز تھا کوئی ایسی سعادت نہیں جو ہر کسی کی قسمت میں رکھی گئی ہو حضرت مرحوم کی علمی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ تقسیم ہند سے پہلے دیوبند کے مرکزی اساتذہ میں سے تھے اور تقسیم ملک کے بعد آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور شیخ الحدیث ہوتے جو اس وقت پاکستان میں ایک دوسرا دیوبند سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مرحوم نے حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی اور انہی کی سرپرستی میں وہاں حدیث پڑھائی حضرت کے مزاج میں امتثال اکابر اور جذبہ تواضع و انکسار اپنے درجۂ انتہا میں تھا اور حضرت مدنیؒ کی ذات گرامی میں تو آپ بالکل فنا تھے انہی کے ہاتھ میں بیعت کا ہاتھ دیا تھا اور انہی کے انداز درس میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کیں اور آپ کے ساتھ سفر و حضر اور خدمت و عقیدت میں ایک اچھا دور گزارا لیکن اسے حضرت کا مزاج اعتدال کہیئے یا ولایت کی عقابی نظر کہ آپ تاریخ آزادی ہند کے نامور کارکن خان عبدالغفار خاں کے ساتھ کبھی ہم آہنگ نہ ہو سکے، ہندوستان میں تحریک پاکستان چلی اور خان برادران نے کھل کر اس تحریک کی مخالفت کی تو حضرت مولانا عبدالحق مرحوم باوجود یہ کہ حضرت مدنیؒ کی ذات میں فنا فی الشیخ تھے ایک دن کے لیے بھی خاں برادران کا ساتھ نہ دے سکے اور پاکستان بننے سے لے کر وفات تک اپنے علاقہ میں اپنی عبقری شخصیت کا دباؤ اسی حکمت سے باقی رکھا کہ سیاسی طور پر آپ ہی اپنے علاقے کے سیاسی نمائندے ہوتے تھے خاں عبدالغفار خان یا ولی خان آپ کے حین حیات آپ کے علاقے میں کوئی جگہ نہ پاسکے۔

اسی پس منظر میں یہ بات بلا خوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ حضرت مرحوم کی تاریخ میں پاکستان کی مخالفت کا ایک دن اور ایک لمحہ بھی شامل نہیں اور آپ نے اپنے اس سیاسی موقف کے باوجود شیخ الاسلام حضرۃ مدنیؒ سے اپنی عقیدت مندی اور تواضع کا جو تعلق باقی رکھا اس نے حضرت مرحوم کو اکابر کی صف میں واقعی وہ جگہ دی ہے جسے بجا طور پر مسلک اعتدال کہا جاسکتا ہے۔

حضرت مرحوم کو پاکستان سے وہی محبت تھی جو کسی مرد مومن کو اسلام سے ہو سکتی ہے یہ اس لیے کہ آپ کی نظر میں اس علاقے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی امید گاہ یہی رقبہ تھا رقبہ قائم رہے کہ اس پر کبھی بھی پھول چنے جاسکتے ہیں اور رقبہ ہی معرض خطر میں ہو تو بلا زمین درختوں پہ پھل آتے کبھی کسی نے نہ دیکھے ہوں گے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جب سرحد میں ریفرنڈم جیتنے کے لیے تشریف لاتے تو آپ اور آپ کے جملہ تلامذہ نے نہایت جرآت و ہمت کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا پاکستان اور ہندوستان کی

دونوں جنگوں میں آپ نے برسرِ عام اعلان کیا کہ اس خطۂ اسلام کے چپہ چپہ کی حفاظت کرنا ہم سب پر فرض ہے اور اس رقبہ اسلام کو بچانے کے لیے لڑنا اور مرنا عین شہادت ہے تحریکِ آزادی کشمیر اور جہاد افغانستان پر بھی آپ کا موقف اور ردِ عمل کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔

آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو عملی سیاست میں حصہ لینے کی بایں شرط اجازت دی کہ ان کی سیاست کا رخ ہمیشہ اسلام کی سربلندی کی طرف ہے اور وہ دوسرے عام سیاستدانوں کی طرح کہیں محض سیاست کے اندھیروں میں گم نہ ہو جائیں۔

آپ کی سیاسی رائے تھی کہ غیر مسلم اکثریت کے ملک میں تو ہم دوسرے سیاستدانوں کے ساتھ مل کر محض ملکی فلاح کے لیے سیاسی کام کر سکتے ہیں، لیکن مسلم اکثریت کے ملک میں ہم دوسرے سیاستدانوں سے اسلامی سربلندی کی شرط کے بغیر کسی قسم کا کوئی سیاسی سمجھوتہ نہ کریں اس دباؤ کے تحت ہم ان لوگوں سے شاید کوئی اسلامی شرطیں منوالیں لیکن اس کے بغیر محض جمہوریت کے لیے ہم قربانیاں دیں تو ہم ان کے ہاتھ تو بیشک مضبوط کر دیں گے لیکن اسلام جو علماء کا اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیے اس کے لیے ہم کچھ نہ کر سکیں گے اسی جذبہ کے تحت آپ نے کسی کو ایم آر ڈی میں شرکت کی اجازت نہ دی۔

اس نظریہ سیاست میں ملک میں اکابر جو آپ کے ہم خیال رہے، ان میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا عبدالکریم کلاچی والے، حضرت مولانا نعمت اللہ سابق ایم این اے کوہاٹ، حضرت مولانا علاؤ الدین، شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان، مولانا حسن جان پشاور، حضرت مولانا عبید اللہ انور رحؒ سرِفہرست تھے۔

اس عظیم اور عمیق سیاسی نظریہ کے امین اس وقت قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ہیں اور یہ حضرت محدث اکوڑوی کا ہی نظریہ سیاست اور فیضان نظر ہے جس کی ترجمانی مولانا سمیع الحق صاحب اس وقت عالمی سطح پر کر رہے ہیں، حضرت مولانا اجمل قادری دامت برکاتہم اکثر فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر ادھر توجہ دلائی ہے کہ سیاسی نظریہ عمل اس وقت مولانا سمیع الحق کا ہی حق ہے۔

حضرت محدث اکوڑوی رحؒ نے مسلک اہل السنہ والجماعۃ کی نظریاتی سرحدوں کے گرد ہمیشہ بڑی توجہ اور وفا سے حفاظت کا پہرا دیا جب ملک میں ختم نبوت کی بات چلی آپ اور آپ کے تلامذہ آگے آگے رہے تحفظ ناموس صحابہ کا موضوع سامنے آیا تو آپ حضرت مدنی رحؒ اور امام اہل سنت اور حضرت لکھنوی رحؒ کے نقش قدم پر اپنی تمام علمی اور فکری صلاحیتوں کے ساتھ آگے بڑھے منکرین حدیث نے انکار کا نعرہ لگایا تو آپ نے کھلے انکارِ حدیث پر فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی جد و جہد آگے بڑھی تو یہ سعادت آپ اور آپ کے حلقہ اثر کے نام رہی کہ شریعت بل پورے ملک میں اسلام کا عنوان بن گیا۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے آئی جے آئی کا ساتھ اسی امید پہ دیا تھا کہ شاید یہ لوگ علماء کے تعاون سے اقتدار پر آ کر ملک میں علماء کا مقام ہی نہیں اور ان سے آپ کو اسلام کے آگے جھکا دیں۔ لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے برسرِ اقتدار آ کر اس تمنا کو بالکل خواب بنا دیا جو حضرت مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی رحؒ نے دیکھا تھا اور ہم اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے نا امید نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ ہمیں وہ وقت دکھائیں کہ اس خواب کی عملی تعبیر ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔

* * *

بقیہ صفحہ ۱۰۳۲ سے :- مجموعہ محاسن

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

آستانۂ شیخ کی جس قدر خدمت ہو سکے کریں مجھے یاد ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو علومِ نبوت کے لیے ترجمان بنایا ہے، اسی طرح حضرتِ نانوتوی رحؒ کو حضرت حاجی صاحب رحؒ کے علوم کا ترجمان بنایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علومِ شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی اشاعت کے لیے آپ کو لسان کا درجہ مل جائے۔ اس آستانۂ عالیہ کی نسبت کا ہمیشہ خیال رکھیں، نشیب و فراز، زیر و بم کی پرواہ نہ کریں۔ شاید میں نے پہلے بھی حضرت مدنی رحؒ کا فرمودہ مندرجہ ذیل شعر لکھا تھا ؎

اذا صح الود منه فالکل هین
وما فوق التراب تراب

آپ کی نظر حضرتِ شیخ رحؒ کی رضا اور خوشنودی پر ہو۔ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے کئی باکمال تلامذہ تھے مگر حضرتِ شیخ الہند رحؒ کے قدموں میں جس کو جگہ ملی وہ حضرتِ مدنی رحؒ ہی ہیں۔ حضرتِ نانوتوی رحؒ کے کئی باکمال تلامذہ تھے مگر ان کے قدموں میں جس کو جگہ ملی وہ حضرت شیخ الہند رحؒ ہی ہیں۔ روضۂ اقدس میں جن کو جگہ ملی وہ کون ہیں اور کیسے ملی؟ نسبت ہی سب کچھ ہے خواہ کمزور سے کمزور تر ہو ؎

یک گونہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است
(صفحہ ۲۳۶)

حضرت مولانا محمد فضل اللہ القاضی فاضل حقانیہ لاہور ضلع صوابی

علم و دانش کے شہسوار

آپ طبعی طور پر فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت کے جامع تھے

"شیخ الحدیث" آپ کا وصف نہیں "اسمِ علم" بن گیا تھا۔

کائنات رنگ و بو کی زینت انسان سے اور انسان کی زینت علم و ادراک اور کردار و عمل ہے۔

قوتِ محرکہ کے دو روپ :

بنیادی طور پر انسان ایک حیوان ہی ہے اس کے اندر کی قوت محرکہ نے دو ، قوتِ شوقیہ اور قوت فاعلہ کے دو روپ دھار لیے ہیں جن کے اساس پر اس سے حیوانی عملیات کا صدور ہوتا ہے حیوان ہونے کے ناطے جب اس کے خیال میں کسی محبوب یا قابل نفرت شے کا تصور مرتسم ہو جاتا ہے تو قوت شوقیہ انگڑائی لے کر قوت فاعلہ کو محبوب چیز کے طلب پر اکسا دیتا ہے یہاں اس کا نام قوت شہوانیہ بن جاتا ہے اور اگر کسی قابل نفرین چیز کو دفع کرنے پر اکساتے تو اسے قوت غضبیہ کا نام دیا جاتا ہے اور چونکہ ان اشیاء کے محبوب اور منفور ہونے کا دار و مدار اسی حیوان کے اپنے ذاتی تصور پر ہوا کرتا ہے، چاہے یہ محبوب چیز کسی اور کے لیے قابلِ نفرت اور اس کا منفور کسی اور کا محبوب ہی کیوں نہ ہو۔

نفسِ امارہ :

لہٰذا صرف انہی دو قویٰ کے مقتضیٰ پر عمل کرنے والے نفس کو "نفس امارہ" کہا گیا۔ وما ابرّئ نفسي إن النفس لأمّارة بالسوء ۔

قوتِ عاقلہ :

جبکہ انسان ہونے کے ناطے اس کی طبیعت میں دو دیگر قوتوں یعنی قوت عاقلہ اور اس کی تحریک پہ پیدا شدہ قوت عاملہ بھی ودیعت رکھتے ہیں یہی قوت عاقلہ امور تصوریہ اور تصدیقیہ کا ادراک کر کے قوت عاملہ کو اس کے پس منظر میں کچھ کر گزرنے یا کئی چیزوں سے مجتنب رہنے پر اکسا دیتا ہے۔

قوتِ قدسیہ :

اور اگر یہی انسان ان کی عقل کو عالم مجرد کے علوم القائیہ کے ذریعہ جلا بخشے تو نور علیٰ نور، یهدي الله لنوره من يشاء کا مصداق بن کر عقل کو مادی آلائشوں اور تلویث سے پاک و صاف رکھ کر قوتِ قدسیہ حاصل کر کے نفس قدسی بن جاتا ہے۔ یہی نفوس قدسیہ اگر جزئیات کے ادراک کے پس منظر میں کچھ بدیہی معقولات کو حاصل کر کے بدیہیات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کے لیے استعداد پیدا کر دیتا ہے تو عقل بالملکہ بن جاتا ہے اور اگر معقولاتِ نظریہ کو خزانہ کرنے کے بعد جب چاہے اس کے استحضار پر قدرت حاصل کرتا ہے تو عقل بالفعل کا مالک بن جاتا ہے جبکہ بعض حکماء کے نزدیک اجسام کے علائق مادیہ سے مبالغہ کی حد تک پاک و صاف رکھ کر اس عقل کو ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح رکھ دیتے ہیں اور یوں وہ اپنے طبعی تجرد کے اساس پر ڈھیر سارے امور کا محل انعکاس بن جاتا ہے۔

نفسِ مطمئنہ :

اور پھر وہ شرعی امور کو عقلی انداز سے پیش کرنے اور شرعیات کو حسیات کے انداز میں پیش کرنے میں مہارت تامہ پیدا کر کے "حکیم الامۃ" یا "حکیم الاسلام" بن جاتا ہے اور یوں وہ نفس قوت عاقلہ و عاملہ کے اوجِ کمال پہ پہنچ کر نفس مطمئنہ کا مصداق بن جاتا ہے۔

يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي إلى ربك راضية مرضية

جہد للبقاء :

دنیا میں پیدا ہونے والی ہر چیز کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ باقی رہے اس کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے اسے جہد للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTENCE) کا نام دیا جاتا ہے، پودا، کیڑا، پرندہ،

پرندہ حیوان جو بھی پیدا ہوا اسکی یہ فعالیت شروع ہو جاتی ہے ان میں قوی باقی اور ضعیف وناتواں نیست ونابود ہو جاتا ہے اسے طبیعیات والے بقاء الاقوی SERVIVAL OF THE FILTEST کہتے ہیں۔

بقاء الانفع ؛

شریعت اسلامیہ نے حیوانی تقاضوں کو دبایا نہیں بلکہ اسے مہذب بنایا، اس کی توشیح وتہذیب اور اسی بقاء الاقوی کو بقاء الانفع کا ترحمانہ لباس پہنا کر دنیا سے انسانیت کو ظالمانہ تصور اپنانے سے بچانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ " إن اكرمكم عند الله اتقكم " حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے کہا کہ أتقى کا معنی انفع خلق الله لخلق الله اور حدیث شریف میں خیر الناس من ينفع الناس سے اسکی توثیق کی۔

صالح فطرت ؛

فطرت صالح کے اساس پر تمام انسانی دنیا میں کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو اگرچہ جسمانی طور پر طبعی تقاضوں کی وجہ سے ابدًا تو نہیں رہ سکتے لیکن وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے لیے وہ کسی انسانی خیر وفلاح کے مادیات کے میدان میں نت نئے تحقیقات و ایجادات کر کر کے مرنے کے بعد اپنے نام کو ایک ماہر طبیعیات کی حیثیت سے زندہ رکھتے ہیں جبکہ کچھ دیگران اسی انسان کے لیے اپنے اموال و جان کی قربانی دے کر اپنے آپ کو زندہ جاوید بنا دیتے ہیں لہٰذا صرف نظر اس سے کہ وہ کس ملک، علاقہ زبان یا مذہب سے متعلق ہے انسانی دنیا میں اس کا تذکرہ موجود رہتا ہے کہ اس نے انسانی عالم میں کہ اس آفاقی باڈی کا ایک عضو ہونے کے ناطے تمام بدن کے لیے خیر وفلاح ڈھونڈی، جارج برنارڈ شاہ نے کہا کہ ؛

SOME OF US HAVE TO FALL ON
THE ROADSIDE, THAT THE OTHER
MAY GAT A CHAINCE GO LIVE

کہ کچھ لوگوں نے اپنے آپ کی قربانی دے کر دیگران ان کے لیے زندگی کے مواقع پیدا کرتے ہیں۔

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نفوس قدسیہ ؛

یہی انسان اسی بقاء کی خاطر وحی الٰہی کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اسی تجرد و بقاء کو صرف اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ عالم آخرت کے لیے بھی وسیلہ بنا دیتا ہے جو اوروں کے لیے مقتدا و پیشوا بن کر ان کے دلوں پر بادشاہت کرتے ہیں، لوگ ان کے اشارہ پر کٹ مرنے کے لیے تیار رہیں۔ انہیں نفوس قدسیہ میں ایک ذات استاذ العلماء شیخ المشائخ استاذنا مولانا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کی تھی۔

علم ودانش کا شہسوار ؛

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا گھرانہ بنیادی طور پر علمی و دینی تھا، یوں حضرتؒ نے فطری صلاح کے ساتھ ساتھ ایک صالح دینی گھرانہ میں تربیت پائی فلاسفہ کہتے ہیں کہ انسان کی شخصیت بنانے میں دو چیزیں اساسی ہیں ایک موروثی اثرات جو جینز میں منتقل ہوتے ہیں اور دوسرے ماحول کا اثر۔ حضرت صاحب کو دونوں ٹھیک ملی تھیں، کہ فطرت نے انہیں مستقبل کا جید عالم دین اور مجسمہ کردار بنانا تھا۔ اور انسان کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ علم ودانش کا شہسوار ہو، کردار وعمل کا بادشاہ ہو عزت وکمال کے اوج پر جا پہنچا ہو۔ یوں حضرت شیخ الحدیث صاحب " كانك قد خلقت كما تشاء " کے مصداق تھے۔

جامع الصفات ؛

شہرت اگرچہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا تقاضا نہ تھا، لیکن یہ چیزیں عطیہ خداوندی ہوا کرتی ہیں کہ جہاں بھی شہسواران علم و دین کا ذکر ہو حضرت صاحب کے ذکر کے بغیر ذکر عقیم ٹھہرے۔ جہاں مراکز علوم دینیہ کا تذکرہ ہو، آپ کے بنا کردہ دار العلوم حقانیہ جیسے عظیم دینی ادارے کے ذکر کے بغیر تشنہ رہے اور جہاں اخلاق وکردار کا بیان ہو، آپ کی ذات کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہے۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ذات کتنی بڑی تھی اس پر کچھ کہنے کے لیے اگر آپ کی شخصیت سے بڑھ کر شخصیت نہ ہو تو کم از کم آپ کے پلے کی شخصیت کا ہونا ضروری ہے کہ

ع ولی را ولی مے شناسد

ہم جیسے بے بضاعت اور خاک پلے حضرت صاحبؒ صرف اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے ایک سعی کر رہے ہیں۔

؎ ما إن مدحت محمدًا بمقالتي
ولكن مدحت مقالتي بمحمدٍ

اگر آپ کے جامع الصفات ذات سے کسی ایک پہلو کی ایک ادنیٰ سی جھلک دکھانے پر قادر رہے تو زہے عز و شرف۔

؎ قالوا يذورك أحمد وتذوره
قلت الفضائل لا تفارق منزلهٗ
إن زارني فبفضله إن زرتهٗ
فلفضله فالفضل في الحالين لهٗ

تاریخ دعوت وعزیمت کا تسلسل :

علماء کرام تو کتنی سارے ہیں اور نجوم الہدیٰ رہے ہیں لیکن اجرام فلکیہ میں سورج کا الگ مقام، چاند کا الگ مرتبہ اور قطبی ستارہ کا اپنا مرتبہ ہے۔

؎ نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اللہ تعالیٰ انہی علماء دین کے سہارے دین کو زندہ تابندہ رکھتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں بھی ہر دور میں ایسے دین کے حامل علماء نے ترویج و اشاعت دین کے ساتھ ساتھ جبر و ظلم کا مقابلہ کرنا اپنا وطیرہ بنایا فرنگی سامراج کے آنے سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں ان کے تجارتی ادارے کو خطرے کی گھنٹی سمجھتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی نے نعرۂ حق بلند کیا، حضرت شاہ ولی اللہ نے علمی اور فکری حوالے سے تدارک پیش کیا۔ حضرت شاہ عبد العزیز نے اپنا تاریخی فتویٰ (ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا) صادر کیا۔ اسی خاندان کے ایک فرد حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ نے تاریخی معرکے سر کئے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد اس تحریک کو زندہ رکھا، تا آنکہ دار العلوم دیوبند جیسے علمی، فکری اور تربیتی ادارے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے سب سے پہلے فیض یافتہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ضد سامراج اس تحریک کو منظم شکل دے کر آپ کے تلامذہ اور مستفیدین حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا عزیر گلؒ، مولانا محمد میاںؒ، مولانا منصور انصاریؒ، مولانا ابو الکلام آزادؒ وغیرہ جیسے ہزاروں نے تاریخ ساز قربانیاں دیں۔ جس میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کو علمی اور سیاسی میدانوں میں ایک اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے۔

شیخ مدنیؒ کا جانشین :

آپ کے تلامذہ آپ کے فکر کے وارث بن کر آپ کے سیاسی افکار اور علوم کے امین بن کر "سِرٌّ لابیہ" کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے حضرۃ شیخ الحدیث صاحبؒ بھی اسی تربیت کی وجہ سے اگر ایک جانب مسند تدریس پر شیخ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے تو دوسری طرف میدان سیاست میں جمعیۃ العلماء اسلام کے پلیٹ فارم سے باطل کے خلاف برسرپیکار رہے، قومی اسمبلی کے لیے جتنی بار الیکشن لڑا ہر بار مخالفین نے شکست کھائی۔

اور پھر اسمبلی کے اندر اس مرد قلندر نے جس انداز سے ملک و ملت کی ترجمانی کی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

محبوبیت عامہ :

بایں ہمہ آپ اپنے اخلاق و کردار کی بناء پر موافق و مخالف دونوں کے لیے یکساں قابل احترام تھے حالانکہ سیاست کا میدان خارزار مخالفین کو جنم دیتا ہے آپ کے صاحبزادے اور ہمارے استاذ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے آپ کے پانچ سالہ پارلیمانی کردار کو کتابی شکل میں "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" کے نام سے شائع کر کے ملت پاکستان پر عظیم احسان کیا ہے کہ علماء ان کی نمائندگی کا بھرپور حق ادا کر سکتے ہیں انتخابات میں جتنی بار بھی آپ نے حصہ لیا تو کامیاب ہی قرار پاتے۔ یہ آپ کی ذات پر مسلمانوں کے بھرپور اعتماد کا مظہر تھا یہی وجہ تھی کہ جب ایک بار بھٹو کے دور میں ۱۹۷۷ء میں آپ کے کاغذات نامزدگی واپس لینے کا ڈرامہ رچایا گیا تو پوری قوم اداس ہوئی، سڑکوں پر نکلی اور بالعاقبت ناعاقبت اندیشوں کا فراڈ، فراڈ ہی ثابت ہوا۔

"شیخ الحدیث" حضرات کا اسم علم بن گیا تھا :

ایک محدث کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ میرے علم کے مطابق دو ہی افراد ایسے ہیں جو شیخ الحدیث کے نام ہی سے جانے ہیں، ایک پیر و مرشد مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے حضرت الشیخ حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث دونوں حضرات کا وصف نہیں اسم علم بن گیا تھا۔

فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت :

آپ تدریس حدیث میں علماء دیوبند کے طرز پر احوال رواۃ، فقہی مذاہب کے استیعاب اور ترجیح ما ہو الراجح کے انداز کو اس طرح اپنا چکے تھے اور یہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور یوں آپ طبعی طور پر فقیہانہ تحدیث اور محدثانہ فقاہت کے دونوں روپ اپنا کر اس میدان کے امام بن چکے تھے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے کسی شاگرد نے آپ کے درس کو سن کر برجستہ کہا کہ " کانہٗ یتکلم بالسان المدنی، ایک ایک حدیث شریف پر گھنٹوں بحث کرتے، کسی پہلو کو تشنہ نہ چھوڑتے تھے، دیگر مذاہب کا استدلال پیش کرتے تو ان سے متاثر معلوم ہوتے لیکن ترجیح ما ہو الراجح کی بنیاد پر جب حضرت امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے استدلال اور پھر ان کے جوابات دیتے تو امام صاحب کے بالذات اور آپ کے وکیل معلوم ہوتے، مغلق قسم کے مسائل کہ ہر کسی کے عقل کی وہاں آسانی مشکل ہوتی اس حکیمانہ انداز سے قریب عقل

لاتے کہ سننے والا پھر اسے علی وجہ البصیرہ اپنا لیتا۔

درس حدیث کا اہتمام:

اسمبلی کے ممبر ہوتے ہوئے بھی ہر روز پڑھانے کے لیے ضرور آتے اور مدرسہ تشریف لاتے تو نصف گھنٹہ دفتری کاموں کو سنبھالتے اس دوران طلبہ چائے اور تقاضے پورے کرتے اور یوں تازہ دم ہو کر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے۔ راقم کا ہمیشہ سے یہ ذوق رہا ہے کہ سکول، کالج یونیورسٹی اور مدارس میں جتنی ساری تعلیم حاصل کی تو ہمیشہ صف اول میں بالکل استاد کے سامنے بیٹھنے کو ترجیح دیتا کہ سنتے وقت ادائیں بھی زیر نظر ہوں اور یوں استفادہ کامل ہو اور پھر دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ سے محبت و وارفتگی کی حد تک تھی اس لیے عقیدت کی خاطر ہر استاد بالخصوص حضرت شیخ الحدیث صاحب کے آمالی کے ساتھ دفتر سے کتاب اُٹھا کر لے آتا اور جاتے وقت لے جاتا۔ ہر استاد کے امالی قلم بند کرنا میں ہمیشہ تلمذ و تعلم کا ضروری حصہ سمجھتا رہا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے امالی ترمذی کو مِن عن لکھتا رہا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کبھی کبھار کہا کرتے تھے کہ یہ آپ لکھیں اسے ترتیب دے کر پھر چھاپیں گے لیکن امتحان سے چند دن پہلے کوئی ساتھی میرے نشست سے اٹھا کر لے گیا ہے شاید اس تاویل پر کہ ذی علم کے لیے علمی مواد بلا اجازت لے کر جانا موجب حد سرقہ نہیں کہ استفادہ مباحہ کا شبہہ موجود ہے میں نے حضرت سے گذارش کی آپ ہر روز طلبہ سے کہتے کہ دیکھتے یہ موجب حد سرقہ نہیں پر حرام ضرور ہے، اس سے استفادہ کر کے مولوی بنو گے پھر اس کے اساس پر سروس کر کے کماؤ گے تو ہر جگہ شبہہ کراہت و تحریم کا موجود رہے گا لیکن تا حال اس کا قلق ہے۔ آپ کی کس کس ادا کا تذکرہ کیا جائے کہ

ع کرشمۂ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست

پاکستان کا دیوبند:

دارالعلوم حقانیہ جیسا عظیم ادارہ جیسے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ پاکستان کا دیوبند کہا کرتے تھے آپ کی عظمت کی دلیل ہے، دارالعلوم دیوبند کے بعد شاید اتنا بڑا اسلامی ادارہ پرائیویٹ سیکٹر میں موجود ہو گویا آپ اپنے دور کے حضرت نانوتوی رحمہ تھے۔

اساتذہ سے محبت:

علوم دینیہ میں روایتی زنجیر کی کڑیاں علماء ہیں آپ اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرتے تو ان کی عظمت کے احساسات کو آپ کے چہرہ سے بھانپنا کوئی مشکل کام نہ تھا، خصوصاً امام المجاہدین مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے تو کیفیت کچھ اور ہوتی، اتنے بڑے ہونے کے باوجود تواضع آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی جو کوئی بھی آتا اتنی عزت کرتے کہ آنے والے کے دل پہ حضرت کی حکمرانی قائم ہو جاتی تھی۔

طلبہ اور سیاست:

راقم وقتاً فوقتاً ملاقات کی سعادتیں حاصل کرتا رہتا، ایک بار جب راقم پشاور یونیورسٹی کا طالب علم تھا ملاقات کے لیے حاضر ہوا، سیاست طلبہ کی بات چلی فرمایا کہ طلبہ کو زیادہ وقت حصول علم میں صرف کرنا چاہیے، اور چونکہ مارشل لاء کا دور تھا طلبہ خصوصیت سے زیر عتاب تھے راقم بھی اس راستے کا راہی تھا۔

رفع مشکلات کا وظیفہ:

فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد اول و آخر تین بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ مرتبہ سورہ قریش پڑھا کریں جس میں قریش پر کئے گئے دو احسانات کا تذکرہ ہے ایک امن و سلامتی کا اور دوسرا ضروریات زندگی کے توفر اور فراہمی کا، اور یوں حضرت نے قرآن کریم کی روشنی میں کیسی فلاحی اور رفاہی ریاست کا تصور سمجھا دیا کہ انسان کی تمام تگ و دو بھی ان دو چیزوں کے حصول کے لیے ہوا کرتی ہے۔

المختصر اینکہ رسمی اور روایتی انداز سے نہیں بلکہ حقائق کی شکل میں حضرت کی وفات حسرت آیات۔

؎ وَمَاكَانَ قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

لیکن آپ اب بھی زندہ ہیں اپنے ہزاروں شاگردوں کی شکل میں جن میں کوئی محدث، کوئی مفسر، کوئی مصنف، کوئی فقیہ اور مفتی، کوئی میدانِ جہاد کا جرنیل، اور کوئی سیاسی میدان کا شہسوار، اس طرح آپ اپنے عالم فرزندوں استاذنا مولانا سمیع الحق صاحب، اور مولانا انوار الحق صاحب کی شکل میں زندہ ہیں۔ آپ زندہ ہیں دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم جامعہ کی شکل میں یا پھر ان ہزاروں مدارس کی شکل میں جو آپ کے تربیت یافتہ شاگرد چلا رہے ہیں، آپ زندہ ہیں سیاسی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی شکل میں یا پھر اپنے افادات و امالی اور تحریرات کی شکل میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت کی تعلیمات ہدایات پر عمل کی توفیقات سے نوازے۔

* * *

عظیم محسن بے پناہ مشفق اور مخلص دعاگو

از مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہٗ، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ کے احسانات اور شفقت آمیز محبتوں کا جو تعلق میرے ساتھ رہا ہے شاید ہی کسی اور کے حصہ میں یہ سعادت آئی ہو، الفاظ میری اس قلبی کیفیت کو احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں تاہم مندرجہ ذیل واقعات سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حضرت شیخ الحدیث کا میرے والد (حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ علیہ) بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے جو محبت کا تعلق تھا وہ کسی سے مخفی نہیں، حضرت شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کے سالانہ اجتماعات میں پابندی سے تشریف لاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت والد صاحبؒ، حضرۃ شیخ الحدیث کا درس اور وعظ خصوصیت کے ساتھ اس وقت کرواتے جب علماء، طلباء اور عوام کا جم غفیر ہوتا۔ آپ کے مواعظ اہل لاہور کے دل و دماغ میں آج بھی گونج رہے ہیں اور اکثر باتوں کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں جو کہ

؏ از دل خیزد بر دل ریزد

کا مصداق ہیں۔

۲۔ میرے لیے یہ بات انتہائی سعادت مندی اور ذخیرۂ آخرت سے کم نہیں کہ اس شہر لاہور میں حضرت اپنے متوسلین اور مریدین جن میں سینکڑوں علماء، مشائخ، تاجر، صنعت کار بھی شامل ہیں کہ اصرار کے باوجود آرام دہ رہائش گاہیں چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ سائیکل مارکیٹ، نیلا گنبد کی تنگ و تاریک جگہ پر ایسے خوشی سے تشریف لاتے جیسے انہیں کوئی بہت بڑا محل مل گیا ہو۔ دوسرے مدارس اور جامعات سے بھی اس کو ترجیح دیتے۔

مجھے کئی دفعہ اس بات کا شدید احساس ہوتا کہ میرے پاس حضرت کو سہولت پہنچانے کے لیے وسائل نہیں ہیں۔ طلبہ کے ازدحام اور شور و شغب کے باوجود حضرت نے اپنے تمام احباب پر احقر کو ترجیح دے کر محبت سے نوازا۔

۳۔ حضرت احقر کے ہر دکھ درد میں احسان فرماتے اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ صبر و ثابت قدمی کی تلقین سے نوازتے، میرے بھائی مولانا عبدالرحیمؒ کا جب انتقال ہوا تو حضرت مع صاحبزادگان کے جامعہ اشرفیہ میں تشریف لاتے، جس انداز سے اور جن کلمات سے صبر کی تلقین فرمائی اور جس انداز سے سرپرستی فرمائی وہ آج بھی نظروں کے سامنے ہے۔

۴۔ پشاور کے لیڈی ولنگڈن ہسپتال میں آنکھوں کے اپریشن کے سلسلے میں فیملی وارڈ میں صاحبزادگان کے ساتھ تشریف فرما تھے احقر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت نے محبت کے ساتھ اسی وقت ضیافت کا ایسا اہتمام فرمایا کہ احقر کو انتہائی ندامت ہوئی کہ ہسپتال کے اندر حضرت کس قدر احقر سے محبت فرما رہے ہیں۔ حضرت نے احقر کو رات اپنے ساتھ ہی رکھا۔ اس بیماری کے عالم میں احقر کو جو دعائیں دیں وہ میرے لیے دونوں جہان کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔

۵۔ اس کے بعد نوشہرہ کے سی ایم ایچ میں بھی حاضری ہوئی تو حضرت نے ایسی ہی شفقت کا معاملہ فرمایا بعد ازاں سی ایم ایچ راولپنڈی میں احقر کی حاضری ہوئی حضرت نے دعاؤں کا جو گلدستہ دیا اس کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

۶۔ حضرت لاہور میں علاج کے سلسلے میں بارہا تشریف لاتے بڑے بڑے ڈاکٹروں کو جب فون پر اطلاع کی جاتی تو بڑی عقیدت، محبت اور توجہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے۔ بڑے بڑے ڈاکٹر حضرت کو گاڑی تک لینے اور چھوڑنے آتے۔ پھر اس بات کا بارہا اظہار کرتے کہ تھوڑا سا وقت چائے یا کھانے کے لیے ہمیں عنایت فرما دیں۔

۷۔ دارالعلوم حقانیہ اور اکوڑہ خٹک میں حضرت کے گھر کثرت کے ساتھ حاضری ہوتی، حضرتؒ احقر کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اپنے پلنگ پر لٹاتے اور ہمیشہ باہر دروازے تک چھوڑنے کے لیے تشریف لاتے۔ رخصت کے وقت جو دعا میسر آتی، ہائے صد افسوس کہ اب وہ ہم سے چھن گئی۔

۸۔ یہ بات میں انتہائی خوشی اور فخر سے تحریر کر رہا ہوں کہ حضرتؒ نے اپنی اس بوسیدہ بیٹھک کے ساتھ جہاں میرا قیام ہوتا تھا خاص طور پر ایک غسل خانہ (لیٹرین) بنوایا اور فرمایا مولوی فضل الرحیم یہاں آتے ہیں انہیں بیت الخلاء کے لیے دور جانے کی تکلیف ہوتی ہے دور

جانا پڑتا ہے یہ ان کی سہولت کے لیے بنایا ہے۔ جب میری حاضری ہوتی تو حضرت نے فرمایا یہ غسل خانہ میں نے تمہارے لیے بنوایا ہے تاکہ تمہیں سہولت رہے۔ ایسے شفقت کرنے والے آپ کہاں سے لائیں گے۔

۹۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت کی شفقت کا سلسلہ اس وقت سے ہے جب حضرت والد صاحبؒ کے وقت جامعہ اشرفیہ میں تشریف لاتے تھے مگر اس شفقت کو چار چاند لگانے میں میرے برادر عزیز صاحبزادہ مولانا انوار الحق صاحب کا خصوصی ہاتھ ہے۔ موصوف اور راقم الحروف ۶۵۔ ۱۹۶۴ء میں دو سال جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں اکٹھے رہے، موصوف کی وجہ سے مجھے اکوڑہ خٹک اور پشاور پہلی دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت کے پاس پہنچتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ میری ان دعاؤں کا ذریعہ جو حضرت والد صاحب کے دنیا سے جانے سے منقطع ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دیا ہے۔

۱۰۔ حضرت کی خدمت میں آخری حاضری حیات ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں ہوئی، کیا خبر تھی کہ یہ شفقت کا نمونہ اپنی حیات کے آخری دور میں ہے اور بہت جلد ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہے۔

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں اس شخص کی قلبی کیفیت کا جس کو اپنا طویل زمانہ مجالست کا، دعائیں لینے کا ملا ہوا ہو اور وہ اپنے دین و دنیا کی ہر نقل و حرکت میں ان دعاؤں سے بدیہی طور پر مشاہدہ کر رہا ہو وہ آج اپنے آپ کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کے بعد کتنا محروم، بے کس اور بے سہارا سمجھ رہا ہوگا۔

بس اب ایک امید اور ایک اچھی آرزو سہارا دیتی ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ ان آنکھوں نے اپنے بزرگوں کو دیکھ لیا ہے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل احقر کو قبر اور میدان محشر میں رسوائی سے بچائیں گے اس تہی دست کے پاس اگر کوئی سہارا ہے تو انہی حضرات کی دعاؤں کا ہے۔

آخر میں قارئین کرام کو مختلف مقاصد کے حصول کے لیے اذکار و وظائف کا وہ تحفہ پیش کرتا ہوں جو حضرت شیخؒ نے احقر کو پڑھنے کے لیے بتلائے اور خود اپنا برسہا برس کا معمول رہا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ پختہ عزم کے ساتھ صبح و شام پڑھنے والے سعادت دارین سے مستفید ہوں گے۔

۱۔ برائے دفع شر دشمنان و فراخی رزق و ازالۂ خوف و حصول ملازمت وغیرہ۔

فجر و مغرب کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ قریش ہر دفعہ بسم اللہ سمیت۔

۲۔ برائے برکت کاروبار۔

فجر و عشا کے بعد گیارہ دفعہ درود شریف، گیارہ دفعہ یامغنی آخر میں پھر گیارہ دفعہ درود شریف۔

۳۔ برائے صحت و عافیت از جملہ امراض فجر کی دو سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العٰلمین تا ولا الضالین اکتالیس بار یاد رہے کہ الرحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھنا ہے۔

۴۔ برائے ازالہ ہر قسم کی پریشانی اور حصول اطمینان قلب و مقاصد دنیوی و اُخروی۔

فجر و مغرب کے بعد تین سو تیرہ مرتبہ یاحیّ یا قیّوم برحمتک استغیث اوّل و آخر درود شریف۔

۵۔ برائے حل مشکلات و دفع آفات و بلیات۔

فجر و مغرب کے بعد ۲۱۶ دفعہ الجبار پڑھیں۔

خداوند کریم ہمیں حضرت کے بتاتے ہوئے طریقوں اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العٰلمین۔

* * *

بقیہ : باتیں ان کی یاد رہیں گی

دروازے کے سامنے ہے جہاں صبح و شام تلاوت قرآن پاک ہو رہی ہے۔

سبحان اللہ

حضرتؒ کو دارالعلوم سے بے حد لگاؤ اور خدمت کے لیے زندگی وقف تھی، میں نے اکثر غور کیا کہ حضرتؒ اسباق پڑھانے کے علاوہ دفتر میں انتہائی ضبط کے ساتھ یوں تشریف لاتے جیسے ایک ملازم اور پھر معمولات دفتری امور کے انتہائی منظم، ایک ایک رسید پر خود دستخط فرماتے۔ ناظم صاحب (مولانا سلطان محمود صاحبؒ) حضرتؒ سے تمام امور پر ہدایات لیتے۔ جو حضرتؒ بڑی ہی توجہ سے سننے کے بعد فرماتے۔

میرے حضرتؒ نے جس قدر خلوص نیّت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خدمتِ دین کی اسی قدر اللہ پاک نے بھی نوازا۔ آپ کے بعد دارالعلوم پہلے سے بھی زیادہ ماشاء اللہ فعّال اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ یہی نہیں حضرتؒ کی کامیابی کا ثمرہ اللہ پاک نے ہمیں اس دنیا میں ہی ظاہر فرما دیا کہ آپؒ کی اولاد پوری طرح سے دارالعلوم کے علاوہ حضرتؒ کی زندگی کے تمام معمولات پر قائم ہیں اور اس پر کر چل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دلی دعا اور آرزو ہے وہ محض اپنے فضل و کرم سے اس مرکز کو قیامت کی صبح تک خدمت دین کے لیے آباد رکھے اور ہمارے حضرت کی اولاد کو نسلاً بعد نسل خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے حضرتؒ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائیں۔

آمین یارب العٰلمین

الحاج غلام یٰسین صاحب ، شادباغ لاہور

باتیں ان کی یاد رہیں گی

جناب الحاج غلام یٰسین صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے رفیق وخادم خاص مخلص شیدائی اور وفادار ساتھی تھے حضرت شیخ الحدیثؒ کو بھی ان سے بے پناہ محبت اور شفقت کا تعلق تھا جناب غلام یٰسین صاحب کی بیعت کا تعلق حضرت لاہوریؒ سے تھا پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے تجدید بیعت کی تو ان کی ہدایت و ترغیب پر حضرت شیخ الحدیثؒ سے تعلق جڑا اور ایسا جڑا کہ زندگی کے آخری لمحات تک نبھایا۔ جناب الحاج غلام یٰسین تیئس سالہ رفاقت کی اس محبت بھری داستان کی ایک جھلک نذر قارئین کر رہے ہیں۔ انوار الحق

اپریل ۱۹۶۵ء کے شروع کی بات ہے کہ میری کمپنی علی آلوٹز لاہور نے اکوڑہ خٹک میں واقع پاکستان ٹوبیکو کمپنی کے مین آفس کی ائرکنڈیشنگ کا ٹھیکہ لیا اور مجھے بطور رسائٹ انجینئر وہاں مقرر کیا۔ لہٰذا ایک صبح میں معہ اپنی ورکنگ ٹیم کے پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک پہنچ گیا سارا دن کام کیا اور پھر عصر سے کچھ قبل اکوڑہ خٹک بستی میں پہنچا بازار میں ایک دکاندار سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے بارہ میں پوچھا انہوں نے اس مسجد کا راستہ بتایا جہاں حضرتؒ نماز خود پڑھایا کرتے تھے میں نماز عصر کے وقت مسجد میں پہنچ گیا نماز حضرتؒ نے پڑھائی اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ہی تشریف فرما رہے نمازی چلے گئے صرف میں ہی رہ گیا۔ حضرتؒ نے جب مجھ نو وارد کو دیکھا تو ایک بڑی ہی عجیب مسکراہٹ جس کا میں قلم سے انداز بیان نہیں کر سکتا ، کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں میں نے عرض کیا حضرت لاہور سے آیا ہوں۔ پھر فرمایا آپ لاہور میں حضرت لاہوریؒ (حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) کو جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت میں تو انہی کے جوتوں کی خاک ہوں میرے وہ مربی ہیں بس پھر کیا تھا کمال شفقت فرمائی آمد کی وجہ دریافت کی میں نے عرض کیا حضرت یہاں تمباکو کمپنی میں کام کے سلسلہ میں کچھ ماہ کے لیے آیا ہوں مزید شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ شام کو کھانا ہمارے ساتھ ہی یہاں کھایا کریں شفقت کا طبیعت پر عجیب اثر ہوا۔ اکوڑہ خٹک میں ہی مکان کرایہ پر لیا اور رہائش وہیں رکھ لی۔ نماز فجر، عصر، مغرب اور عشاء حضرتؒ کے پیچھے پڑھنے کا موقع ملتا، مغرب کے بعد حضرت کا کھانا کھانے کا معمول تھا مسجد کے سامنے ایک گھر تھا جس میں کھانے کے وقت حضرتؒ کے رفقاء کار حاجی محمد یوسف مرحوم ، حاجی غلام محمد صاحب مرحوم ، حاجی نور بادشاہ صاحب مرحوم بھی تشریف لے آتے۔ کھانا سب حضرات اکٹھے کھاتے اور ساتھ ہی سارے دن کے معاملات پر گفتگو ہوتی ، ہمارے حضرتؒ عمر میں سب ساتھیوں سے چھوٹے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کمال بصیرت سے نوازا تھا سب کو ہدایات فرماتے جسے سب حضرات انتہائی ادب کے ساتھ سنتے اور عمل کرتے۔ اگلے روز کھانے کے وقت نتائج اور کام کی پیش رفت کے بارہ میں عرض کرتے ، یہ مشاورت معمولی بات نہ تھی اس کا نتیجہ ہر روز بڑی تیزی کے ساتھ سامنے آ رہا تھا۔

دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے ہر شعبہ میں دن دگنی رات چوگنی ترقی واضح تھی۔ الحمدللہ مجھے دس ماہ حضرتؒ کی صحبت نصیب ہوئی اور پھر اپنی ہی اولاد کی طرح انتہائی شفقت فرماتے رہے۔

ختم بخاری شریف میں شرکت ،

اکوڑہ خٹک میں قیام کے دوران اور بعد میں بھی حضرتؒ کی خصوصی دعوت پر شرکت ہوتی رہی ، سارے مجمع میں ناچیز کے لیے نام لے کر خصوصی دعاؤں سے خوب نوازتے۔ شادی کے موقعوں پر ہمیشہ دعوت نامہ ملتا اور حاضری کی تاکید فرماتے ، خط لکھنے میں اگر مجھ سے دیر ہو جاتی تو فوراً خود خط لکھ کر خیریت کا پتہ فرماتے۔ حضرتؒ کی شفقت کا یہ اثر تھا کہ اکثر دو تین ماہ کے بعد حضرتؒ کی خدمت اقدس میں زیارت کے لیے حاضری ہوتی۔ حضرتؒ انتہائی خوش ہوتے بڑی دعائیں فرماتے۔

کھانا خصوصی تیار کرواتے اور پھر اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔ جب بڑھاپا غالب آگیا تو پھر اپنے بستر کے قریب دسترخوان مگر اکثر اپنے سامنے

کھانے کا اہتمام فرماتے۔ حضرتؒ کی ان حد درجہ شفقتوں پر انتہائی شرم آتی۔ ایک دفعہ اپنے کمرے کے علاوہ گھر میں نچلے حصہ میں کسی کمرہ میں بیٹھنے کا موقعہ ملا اس وقت بھی لاہور سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حضرتؒ نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور خود چارپائی جو کرسی سے نیچے تھی پر تشریف فرما ہوئے میرے لیے یہ انتہائی کٹھن کام تھا میں بیٹھ نہیں رہا تھا لیکن حکماً بٹھایا۔ فرمایا مہمان کا ایسا ہی حق ہے تواضع اور انکساری کی مجسم مثال۔ اللہ اکبر۔

پس حضرتؒ کی شفقت کا یہ عالم تادم آخر قائم رہا واقعات تو لاتنے ہیں کہ بیان کرنے کو ہی جی چاہتا ہے لیکن وقت اجازت نہیں دیتا۔ پھر بھی چند باتیں عرض کئے دیتا ہوں۔ لاہور میں حضرتؒ کی جب بھی آمد ہوئی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں حضرت مولانا فضل رحیم صاحب دامت برکاتہم سے بھی انتہائی شفقت تھی مجھے اطلاع مل جاتی، حاضر ہوتا اور گھر پر جانے کے لیے عرض کرتا اسی وقت جانے کے لیے تیار ہو جاتے میرے گھر کا سنگ بنیاد بھی حضرتؒ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ آخری بار شریعت کانفرنس لاہور میں بحیثیت صدر تشریف لائے رات کافی ہو چکی تھی مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں تشریف فرما تھے، میرے مکرم حضرت مولانا فضل الرحیم مدظلہ بھی تشریف لے آئے اور ساتھ لے جانے کے لیے عرض کیا۔ حضرتؒ نے فوراً میری طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا جیسے غلام یٰسین کہیں گے ویسا ہی کریں گے لہٰذا حضرتؒ میرے ہی ساتھ میرے گھر پر تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ علماء حضرات کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا سبھی جوق در جوق تشریف لاتے اور اسباق، احادیث اور جملہ امور پر حضرتؒ سے مستفید ہوتے۔ یہ ایک عجیب سماں نصیب ہوا۔ الحمد للہ

؎ یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ محنتِ بے ریا

ایک دفعہ ہمارے ہی گھر میں قیام کے دوران حضرتؒ ایک علیحدہ کمرہ میں تشریف فرما تھے کہ ہماری ایک رشتہ دار خاتون اندر آ گئیں اور دعا کیلئے عرض کیا میں اس دوران پاس ہی بیٹھا تھا لیکن کوئی چیز لینے کے لیے اٹھا اور کمرے سے باہر جانے لگا۔ حضرتؒ نے یکدم میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ نہیں تم یہیں بیٹھو جب تک وہ خاتون باہر تشریف نہیں لے گئیں مجھے کمرے سے باہر نہیں جانے دیا اللہ اکبر اس قدر محتاط کہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی غیر محرم کے ساتھ علیحدگی گوارا نہیں فرمائی۔

میرے شیخ حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ اکثر مجھے فرماتے آپ خوش قسمت ہیں حضرت جیسی ہستی آپ سے شفقت فرماتے ہیں جب بھی اس طرف جانا ہو حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیا کرو اور میرا سلام پیش کیا کرو اور ادھر حضرتؒ کا یہ عالم ایک دفعہ اکوڑہ میں حاضری ہوئی تو مجھے فرمایا کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہٗ کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ حضرت ہم اسمبلی کے اندر اور باہر آپ کے حکم کے پابند ہیں آپ جب حکم فرمائیں گے اسی وقت اسمبلی چھوڑ کر باہر آجائیں گے حالانکہ حضرتؒ ہمارے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ کے استاذ تھے لیکن بحیثیت جنرل سیکرٹری جمعیۃ العلمائے اسلام ان کا ادب کمال درجہ فرماتے تھے اور حضرت لاہوریؒ کے جانشین ہونے کی وجہ سے بھی انتہائی ادب فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے وصال پر الحق میں مولانا عبد القیوم حقانی نے خصوصی اداریہ لکھا تھا اور پھر شفقت کی انتہاء ملاحظہ فرمائیں کہ میں جب اکوڑہ خٹک پہنچا تو حضرت نے وہی "الحق" جس میں اداریہ لکھا تھا منگوایا اور مولانا عبد القیوم حقانی صاحب ہی سے پڑھا کر مجھے سنایا اور میری تسکین فرمائی۔

آپ جب حیات میچنگ ہسپتال پشاور میں آخری بار داخل تھے۔ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ سی سی روم میں تھے نیم بیہوشی کی کیفیت تھی لیکن جیسے ہی مجھ پر نظر پڑی بڑے بے تپاک انداز میں السلام علیکم فرمایا۔ پھر خیریت دریافت کی اور ساتھ میں اپنے داماد انسر بہادر خان جو اس وقت خدمت میں مصروف تھے سے حکم فرمایا پشتو میں کہ یٰسین صاحب آئے ہیں ان کے لیے کھانے کا بندوبست کریں۔ حضرتؒ کی زندگی کی یہ آخری رات تھی۔ الحمد للہ جیسے ہی میں پہنچا میرے برادرم بزرگوار حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور باقی ساتھی سب اوپر کمرے میں چلے گئے اور یوں مجھے حضرتؒ کی خدمت میں وہ آخری رات گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔

رات اکثر عالم جذب میں کچھ باتیں فرماتے رہے جنکی پوری طرح سمجھ نہیں آتی تھی صبح تقریباً چھ بجے حضرتؒ آرام فرما ہی تھے۔ میں اور میرا ساتھی بھائی فیاض الدین دونوں حضرت مولانا انوار الحق صاحب سے اجازت لے کر لاہور کے لیے واپس ہو لیے لیکن جیسے ذرا ہوش سنبھلا فوراً دریافت فرمایا، یٰسین صاحب کہاں ہیں بار بار دریافت فرماتے رہے، یہ حضرتؒ کی شفقت کی انتہا تھی، ادھر ہمارے دل کو بھی سکون نہیں تھا ہمارے لاہور پہنچنے سے پہلے حضرتؒ کی رحلت کی خبر پہنچ چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بس پھر کیا تھا اسی شام واپسی ہوئی اور اگلی صبح اکوڑہ خٹک پہنچ گئے اس وقت حضرتؒ کو غسل دیا جا چکا تھا چہرے پر اس قدر نورانیت کہ سمجھ نہیں آتی تھی دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ شاید یہاں کا کوئی علاقائی طریقہ ہو کہ بڑے بزرگوں کو غسل کے بعد سجایا جائے۔ سفید چہرے پر کالی سیاہ بھویں اور پھر سنہری عمامہ کمال امتزاج تھا جس کا آج بھی ذہن میں تصور ہے۔ جنازہ اٹھا تو دار العلوم میں موجود اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق کیا در و دیوار رو رہے تھے یوں لگتا تھا کہ صوبہ سرحد کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ شاید ہی ہوا ہو۔ قبر مبارک دار الحفظ کے

(بقیہ صفحہ ۱۰۱ پر)

الحاج ڈاکٹر میر احمد خان صوفی ، مانکی شریف

چند یادیں

احترام حجاج :

میں اگست ۱۹۶۱ء کو حج مبارک سے واپس آرہا تھا جب اکوڑہ خٹک ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو محترم حضرت مولانا صاحب بمعہ چند معزز ساتھیوں کے سٹیشن پر مجھے ملنے کے لیے تشریف لائے تھے ہمارا ڈبہ ان سے ذرا آگے نکل گیا جس کی وجہ سے حضرت مولانا صاحب دوڑ دوڑ کر ہماری بوگی کر تشریف لائے اور حج مبارک کی سعادت حاصل کرنے کی مبارک باد دیدی۔ اکوڑہ خٹک سٹیشن پر چونکہ گاڑی ٹھہرنے کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔ اس لیے صاحب موصوف کو دوڑنا پڑا ، اب آپ اندازہ لگالیں کہ میرے جیسے معمولی شخص کے لیے انہوں نے کتنی تکلیف برداشت کی اور اس کے علاوہ انہوں نے سٹیشن پر کتنا انتظار کیا ہوگا. کیونکہ حج کے دنوں میں اکثر ریل گاڑیاں دیر سے آتی ہیں۔

مشاعرے ، جنازہ میں شرکت اور تواضع :

راقم الحروف اکثر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سالانہ دستار بندی کے موقعوں پر مشاعروں میں شمولیت کرتا رہا ان دنوں جناب اجمل خٹک صاحب کی زیر نگرانی مشاعرے ہوا کرتے تھے چونکہ میرا چھوٹا بھائی حاجی مستقر خان (مرحوم) دارالعلوم حقانیہ کے مجلس شوریٰ کے ایک اہم رکن تھے اس وجہ سے بھی حضرت مولانا مرحوم میرے ساتھ خاص مہربانی سے پیش آتے تھے اور بہت پیار و محبت سے ملتے تھے موصوف نے ۱۹۶۷ء کو میرے والد بزرگوار کے جنازے میں شرکت فرمائی اور تجہیز و تکفین کے بعد ایسی معرکۃ الآرا تقریر فرمائی کہ موجود لوگ اکثر رونے لگے کیونکہ وہ عذاب قبر اور میدان حشر کے متعلق ایک دلگداز منظر تھا ، تقریر کے بعد جب بیٹھنے لگے تو آپ کے شاگرد اور دارالعلوم کے ایک فارغ التحصیل مولانا دوست محمد نے اپنی چادر بچھائی مگر حضرت مولانا صاحب نے ان کی چادر ہٹا کر اپنی ذاتی چادر پر تشریف فرما ہوئے اور شاگرد کا شکریہ ادا کیا۔

صدارت کی کرسی چھوڑ دی :

مدرسہ تعلیم القرآن (جس کے مہتمم الحاج مستقر خان مرحوم تھے) کی سالانہ تقریب کیلئے مولانا موصوف کو اراکین مدرسہ جلوزئی نے شرکت کی دعوت دی ، یہ تقریب جولائی ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوئی جس میں محترم پیرزادہ روح الامین صاحب بھی تشریف لائے تھے ، جب جلسہ کی صدارت کے لیے مولانا صاحب کا اسم گرامی پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آستانہ عالیہ قادریہ مانکی شریف کے پیر صاحب کی موجودگی میں میں کیسے صدارت کروں ، انہوں نے خود اعلان کیا کہ آج کی اس پروقار مذہبی تقریب کی صدارت جناب پیرزادہ روح الامین (پیر صاحب مانکی شریف) فرمائیں گے. موصوف کی خاکساری کا اندازہ اس سے لگانا آسان ہے۔

ایک کروڑ کا الزام ، مگر مولانا صاحب مسکرا دیئے :

ایک دن ایک ایم پی اے صاحب نے مجھے دوران بحث کہا کہ چند دن ہوتے حضرت مولانا صاحب نے حکومت سے ایک کروڑ روپے بطور رشوت کے لیے ، میں نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے یہ بہتان ہے مولانا کے متعلق اس قسم کی باتیں شرافت کے خلاف ہیں ، اس نے پھر کہا کہ میں ثابت کرسکتا ہوں ، میں نے اس سفید جھوٹ کے ماننے سے انکار کیا اور سیدھا اکوڑہ خٹک جاکر حضرت مولانا صاحب کو سارا ماجرا سنایا۔ کیونکہ میں اپنی مزید تسلی کرنا چاہتا تھا. خدا گواہ ہے کہ مولانا صاحب حسب عادت ہنس پڑے اور کوئی بد دعا منہ سے نہیں نکالی۔ خدا کی شان دیکھئے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ ایم پی اے گونگا ہوگیا اور جھوٹ کی سزا ملی۔

◆

مشاہدات وتاثرات

حضرت مولانا عبد الوزاق اسکندر مدظلہ
استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل اور تقویٰ و اخلاق میں اسلاف کا نمونہ تھے جو شخص بھی ان سے ملاقات کرتا یہ صفات ان میں واضح طور پر مشاہدہ کرتا، جیسے گلاب کے پھول کو دیکھتے ہی ہر صاحب ذوق اور سلیم الفطرت اس کے حسن اور پاکیزہ خوشبو کا مشاہدہ کرتا ہے اور روحانی لذت محسوس کرتا ہے۔

اہل علم کا علمی مقام اور اہل دل کا روحانی مرتبہ اہل علم اور اہل قلوب ہی پہچان سکتے ہیں (انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ) میرے جیسا کم علم اور بے عمل ان کا مقام کیا پہچانے گا اور اسے کیسے بیان کرے گا۔ خصوصاً جب کہ ان کی علمی مجالس میں بیٹھنے اور استفادہ کا موقع بھی نہ ملا ہو۔ چونکہ زندگی کا زیادہ وقت کراچی یا کراچی سے باہر گزارا اس لیے کراچی اور اکوڑہ خٹک، جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرکز ہے۔ کے درمیان بُعدِ مسافت کی وجہ سے خدمت میں حاضر ہونے اور علمی استفادہ کرنے سے محروم رہا، البتہ غائبانہ طور پر عقیدت ومحبت سے دل معمور رہا۔

اس پورے عرصہ میں غالباً دو بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، پہلی بار جب وفاق المدارس العربیۃ پاکستان کی شوریٰ کا اجتماع دار العلوم اکوڑہ خٹک میں ہوا اس وقت، اور دوسری بار علماء کے وفد کے ساتھ ان سے ملاقات ہوئی، ان دو مختصر ملاقاتوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ کو مجسم اخلاق پایا، اور ان کی ذات بابرکات میں صفت تواضع کا صحیح مشاہدہ کیا۔ جس شخص کو دین ودنیا کے اونچے سے اونچے مناصب نصیب ہوں، ایک طرف علم کا اونچا مقام نصیب ہو، ایک عظیم علمی یونیورسٹی کا بانی اور مہتمم ہو، جس کے ہزاروں شاگرد علماء پاکستان اور بیرونی پاکستان پھیلے ہوتے ہوں، ملک کے سب سے بڑے پارلیمنٹ ایک معزز ممبر ہوں لیکن ان کی تواضع کا یہ حال ہے ایک عام انسان کی طرح مہمان کی خدمت اور تواضع میں لگے ہیں، اور ان کی گفتگو، نشست وبرخاست، اور نقل وحرکت سے ان مناصب کا دور سے بھی پتہ نہیں چلتا۔ یہی مجموعہ صفات ان کی جگہ کسی اور شخص میں ہوتیں تو شاید اس تک پہنچنا بھی مشکل ہوتا۔

تواضع حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی، اس میں کوئی تکلف اور تصنع نہیں تھا، اس لیے ہر ملنے والا بآسانی اس کا مشاہدہ کرتا تھا اور آپ کی ذات میں (نہد شاخ پُرمیوہ سر بزمین) کی عملی تفسیر سامنے نظر آتی تھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد، (وما تواضع أحد لله إلا رفعه) کا صحیح مصداق تھے، آج بھی علماء صلحاء اور ان کو جاننے والے ہر شخص کے دل میں ان کی محبت وعقیدت اور احترام اسی طرح ہے جس طرح ان کی زندگی میں تھا۔

حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ کی تواضع کا دوسرا مشاہدہ ایک خط سے ہوا جو غالباً ہمارے برادر محترم حضرت مولانا عبد القیوم حقانی نے مجھے لکھا اس میں انہوں نے لکھا کہ حضرت مولانا مدظلہ، نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو خط لکھوں اور آپ سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے امتحانات کے نظام کی تفصیلات معلوم کروں کیونکہ سنا ہے کہ آپ کے ہاں نظامِ امتحان بہت اچھا ہے، ہم بھی اپنے ہاں اسے جاری کرنا چاہتے ہیں۔

یقیناً یہ ان کی تواضع تھی کہ اتنے بڑے انسان اور اتنے بڑے علمی ادارہ کو چلانے والے ایک دوسرے علمی ادارہ سے کسی شعبہ میں استفادہ سے عار محسوس نہیں فرماتے، جب کہ عام طور پر بعض بڑے بڑے حضرات اس قسم کے استفادہ کو اپنے لیے باعثِ توہین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہوئے امتحانات کے بارے میں تفصیلی معلومات لکھ کر بھیج دیں۔

نیز اس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ اپنے لگائے ہوئے بستان علمی کی ترقی اور اصلاح کے لیے اس عمر میں بھی کتنی فکر میں رہتے تھے۔ حضرت مولاناؒ کی یہ اعلیٰ صفات اہل علم اور اصحاب مدارس کے لیے درس عبرت ہیں۔

فرحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة وألحقه بسلفه من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، ورزقنا مرافقته وشفاعته يوم الدين، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

ولی کامل

مولانا سید چراغ الدین شاہ ہزاروی

حضرت مولانا عبدالحق ؒ ایک عظیم محدث، ولی کامل، مستجاب الدعوات بزرگ جو پاکستان کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی اور موسس تھے ۔ جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ محمد اسحاق مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے سچے وارث تھے، جو شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی ؒ کے جانشین اور عرب عجم کے اکثر علماء کے بالواسطہ یا بلاواسطہ اُستاذ تھے ۔

جنہوں نے پاکستان، افغانستان، ایران اور شمالی علاقہ جات میں علم کے مینار روشن کرکے دین محمدی سے عوام وخواص کو روشناس کرایا۔

جن کے جانشین مفکر اسلام قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق استاذ العلماء مولانا انوار الحق اور ہزاروں تلامذہ ہر باطل قوت کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے ۔

جو جہاد افغانستان کے بانی اور سرپرست تھے جہاد کے اکثر کمانڈر اور مجاہدین دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے ۔

جنہوں نے مفتی اعظم مولانا مفتی محمود ؒ، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ سے مل کر پارلیمنٹ کے اندر اور باہر نظام اسلام کے لیے گراں قدر کارنامے سرانجام دیئے ۔

جن کی شرح ترمذی حقائق السنن اپنی جامعیت، استنباط واستخراج مسائل اور افادیت ونافعیت میں اپنی مثال آپ ہے ۔

جن کی دعوات حق قلوب کو مسخر کرنے والی کتاب ہے ۔

جن کے ادارہ موتمر المصنفین کی بیسیوں مطبوعات بالخصوص آپ کے تلمیذ رشید مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات ایک دنیا میں فکری انقلاب پیدا کرچکی ہیں ۔

جن کی قربانیوں اور کوششوں سے مسئلہ قادیانیت حل ہوا ۔

جن کی سرپرستی اور محنت سے سینٹ میں قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف کا پیش کردہ شریعت بل بالاتفاق پاس ہوا۔

جو شیخ المشائخ امام العلماء مرشدنا وشیخنا شیخ العرب والعجم حضرت مولانا پیر محمد عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ علیہ اجلہ خلفاء میں تھے ۔

جس نسبت سے وہ مجھ جیسے ناکارہ پر ہمیشہ شفقت فرماتے تھے میری درخواست پر ہمیشہ میرے مدرسہ جامعہ حنفیہ انوار العلوم اور جامعہ سراجیہ نظامیہ راولپنڈی کے سالانہ دستار بندی کے جلسوں اور ختم بخاری شریف کی تقریبات میں تشریف لایا کرتے تھے، ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا ایک چشم دید واقعہ یہ ہے کہ وہ ۱۹۸۴ء میں جامعہ سراجیہ نظامیہ میں بعد از نماز جمعہ دارالحدیث کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے، جن کے ہمراہ ان کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق، مولانا قاری سعید الرحمان اور دیگر راولپنڈی کے سینکڑوں علماء کرام بھی شرکت فرما ہوئے، اس وقت مدرسہ کی انتظامیہ کے پاس دارالحدیث کی تعمیر کے لیے کوئی ظاہری وسائل نہیں تھے ۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے سنگ بنیاد کی تقریب کے اختتام پر جو دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ غائبانہ اسباب سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچادیں، اسی رات ایک صاحب تشریف لائے اور دارالحدیث کے تمام اخراجات اپنے ذمے لے کر اس کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

* * *

بقیہ: خراج عقیدت

سنایا کہ جمعیۃ علماء اسلام کے دو دھڑوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ مولانا سمیع الحق صحیح راہ حق پر ہیں تو اس وقت سے مجھے حضرت مولانا سمیع الحق میں حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کے صحیح خدوخال دکھائی دیئے اور راقم الحروف اس وقت سے ہی موجودہ سیاسی پالیسی پر گامزن ہے ۔

میری بساط نہ تھی کہ اس عبقری شخصیت پر کچھ لکھوں لیکن میرے برادر محترم مولانا عبدالقیوم حقانی کے بار بار اصرار نے مجھے چند سطور لکھنے پر مجبور کیا اور اس تعمیل ارشاد میں یہ چند سطریں ہدیۂ عقیدت کے پیش کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

تحریر: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام حفظہ

وحید العصر، فرید الدھر حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی

ایک یادگار ملاقات

سنہء شعبان المعظم کا مہینہ تھا راقم التحریر عبدالسلام، مولانا محمد صابر شیخ الحدیث جامعہ اشاعت القرآن حضرو اور مولانا محمد امتیاز صاحب، مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری اور شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوئے دارالعلوم تعطیلات کی وجہ سے اکثر خالی تھا دفتر سے معلوم ہوا کہ آپ شہر میں اپنے گھر میں تشریف فرما ہیں، ہم وہاں پہنچے، حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی سادہ سی بیٹھک جو آپ کا مہمان خانہ بھی تھی اس میں ایک جائے نماز پر تشریف فرما تھے اور سادہ بناوٹ سجاوٹ سے کوسوں دور کمرہ کے کونے میں جلانے کا ایندھن بھی پڑا ہوا تھا۔ یہ سادگی اور قناعت ہر وارد اور صادر کو بتاتی تھی کہ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وارث، قال اللہ اور قال الرسول کا درس دینے والے اپنے فقر اور درویشی میں مست کتنے سکون اور اطمینان میں ہیں جو کسی دنیا کے شہنشاہ کہلانے والے کو بھی میسر نہیں، اثنائے گفتگو میں ارشاد فرمایا۔ اکوڑہ شہر میں جب میں نے طلبا۔ کو پڑھانا شروع کیا طلبا۔ شہر کی مساجد میں رہتے اور آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے میں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ کسی کو نہ بتائیں کہ یہاں مدرسہ قائم ہوا ہے اسی غریب، پسماندہ علاقہ میں لوگ کیا کہیں گے صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی رضا۔ کی خاطر کام کی ابتدا۔ کی گئی اور ابتدا۔ چند سالوں تک اکثر لوگوں کو اس کا علم تک نہ تھا مگر آج (سنہء میں) دارالعلوم کا سالانہ بجٹ کتنی لاکھ ہے جسے اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے پورا فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے جس مدرسہ کو مخفی رکھا اللہ تعالیٰ نے اس کی شہرت کو وہ چار چاند لگائے کہ آج اسے پاکستان کا دیوبند کہا گیا۔ حالیہ افغان جہاد جس میں جہاد فی سبیل اللہ اس کا مرکز دارالعلوم حقانیہ بنا۔ جس جہاد کی برکت سے دنیائے کفر کی سب سے بڑی حکومت روس کو اللہ تعالیٰ نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اس میں دارالعلوم حقانیہ کو مرکزی کردار حاصل ہے۔

یہودی اور عیسائی نشریاتی اداروں نے بھی حقانیہ کو جہاد افغانستان کے حوالے سے ایک فوجی چھاؤنی سمجھا اور دارالعلوم کا یہ احسان کہ علم حدیث کی سند طلبہ کرام کی اکثریت اس سے لیتی ہے، ایک ناقابل انکار حقیقت ہے حضرت شیخ الحدیثؒ کے بعد آپ کے جانشین قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے شریعت بل کے نام سے اسلامی قانون کی سمت وہ مثبت کارنامہ پیش کیا جس کے خوف سے منافقین اور دنیائے کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہوگیا۔ یہ سب اس توکل اور اخلاص کا ثمرہ ہے۔ وجعلها كلمة باقية في عقبه والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابًا وخير املاً۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی ایک دوسری بڑی اور اہم خصوصیت اور تربیت کا خاص انداز یہ تھا کہ قلل و جبل اور پہاڑی جنگلی علاقوں کے طلبہ جو اپنی آزادروی کی وجہ سے کسی کے کنٹرول میں نہ آسکتے تھے۔ حضرتؒ کے ایک اشارہ ابرو پر سر تسلیم خم کر دیتے تھے تربیت اور عقیدت و محبت کا یہ انوکھا انداز حضرت شیخ الحدیث ہی کی خصوصیت تھی جس پر اس وقت کے اکابر علما۔ حضرت بنوریؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع بھی حیران ہوا کرتے تھے۔

> یہودی اور عیسائی نشریاتی اداروں نے
> بھی حقانیہ کو جہاد افغانستان کے حوالے سے
> ایک فوجی چھاؤنی سمجھا۔

خدا یاد آئے جنکو دیکھ کر وہ نور کے پتلے۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ فاضل حقانیہ وخلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ

نہ تو بندہ اس قابل ہے اور نہ ہمت کہ اپنے اکابر نور اللہ مراقدہم کے بارے کچھ تحریر کر سکے مگر میری مجبوری کچھ نہ کچھ لکھنے کی ہے کہ میرے مخدوم زادہ محترم و مکرم صاحبزادہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدھم کا حکم ہے اور برادر محترم ومکرم حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی مدظلہ کا اصرار ہے کہ تم ضرور کچھ لکھو کہ تمہارا حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے خصوصی تعلق رہا ہے۔ میں مضمون کی ابتداء مرشدی ومولائی برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہم کی ایک مبارک تحریر سے کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے اکابر قدس سرہم کے بارے لکھی ہے۔

"حامدًا ومصلیًا ومسلمًا - اس ناچیز کو بچپن ہی سے اپنے اکابر کے ساتھ محبت، عشق کے درجہ میں ہے بالخصوص جب سے حدیث پاک کا مشغلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے اپنے اکابر کے حالات کو جامع الکمالات سید الکونین فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع صفات میں سے کسی نہ کسی صفت کا پرتو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف شئون اور حالات میں سے کسی نہ کسی زندگی کا پرتو دیکھتا رہا اور جوں جوں حدیث پاک پر نظر بڑھتی گئی میرا یہ تجربہ بھی بڑھتا رہا اور اس وجہ سے میری محبت بھی اپنے اکابر نور اللہ العالی مراقدھم واعلی اللہ تعالےٰ درجاتہم سے بڑھتی گئی ؎

اولئك ابائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اور جس شخص نے ان کی صفات میں یہ اشعار کہے ہیں بالکل درست ہیں ؎

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں وہ جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

(از اکابر کا تقویٰ مرتبہ حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مدنی دامت برکاتہم)

بندہ کے نزدیک استاذ گرامی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے مصداق تھے ان کی زیارت زمانہ طالب علمی میں کئی بار ہوئی مگر مستقل زیارت کا شرف دورہ حدیث کے سال نصیب ہوا۔ یوں تو حضرت اقدس ہر ایک پر بے حد مہربان تھے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ ساری محبتیں میرے ہی لیے ہیں مگر بندہ پر خصوصی شفقت کی ایک بڑی وجہ مجاہد ملت بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہٗ کا بوقت داخلہ سفارشی خط مبارک تھا۔ سنہء کے عام انتخابات میں یہ ناکارہ انتخابی مہم میں حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مصروف رہا جبکہ یہ سال بندہ کے دورہ حدیث شریف کا تھا کچھ تاخیر ہوئی جس پر حضرت ہزاروی نور اللہ مرقدہ نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو درج ذیل سفارشی خط تحریر فرمایا تھا۔

حضرت مولانائے المعظم وسیدنا المکرم مولانا عبد الحق صاحب زید کرمہٗ و مجدہٗ۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! حامل عریضہ ہذا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دورۂ حدیث شریف کے لیے آپ کے ہاں آرہے ہیں۔ انہوں نے مودودیت کے خلاف عظیم جہاد کیا ہے راولپنڈی میں جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر اور بانی تھے، بہترین کارکن ہیں اہل علم کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تاخیر مانع ہو تو ان کو مستثنیٰ کر کے علم پروری اور بندہ نوازی فرمائیں، ان کا داخلہ ضروری ہے۔ باقی حالات اچھے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سرحد میں جمعیۃ کی حکومت بنے گی۔ اطمینان رکھیں اور دعا جاری رکھیں اگر کسی وقت محترم رفیق خان تاج محمد خان صاحب سے مل لیا کریں تو اکابر کی سنت کے عین مطابق ہوگا باقی میں نے محترم حکیم صاحب نوشہرہ کو کہہ سن کر اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اپنے محترم عزیز مولانا سمیع الحق صاحب سے بھی درخواست ہے کہ میری پیروی نہ کریں بلکہ ذرا سی نرمی اختیار فرمائیں، پشاور، مردان کی تقریروں میں ہم نے الزامات اور سباب کے پورے جوابات دیدیئے تھے ہمیں آپ کی دعا چاہیئے۔

فقط والسلام علی اہل المودۃ والمحبۃ واہل العلم وطلب العلم

(۸، جنوری ۱۹۷۱ء)

۲۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی ساری ادائیں نرالی تھیں، آپ کا اخلاق، آپ کا کردار، آپ کا زہد، آپ کا علم، آپ کا حلم، آپ کا جذبۂ جہاد، آپ کا ورع وتقویٰ آپ کی خوف وخشیت اور سب سے بڑھ کر آپ کی عبدیت اور اخلاص وللہیت پر مبنی حیاتِ مبارکہ پر کوئی کیا لکھے گا اس کے لیے تو ایک دفتر چاہیئے۔

حضرت کا درسِ پاک :

حضرت اقدس کے حدیث پاک کے درس سے ان کے علم کے سمندر کا پتہ چلتا تھا۔ علم کے موتیوں کے ساتھ عجیب وغریب انوارات بھی ہوتے تھے اس منظر کشی کی مجال نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایک حدیث شریف پر کئی کئی گھنٹے علمی بحث فرماتے تھے، آپ جس ادب وعظمت کے ساتھ احادیث شریفہ کا درس دیتے تھے وہ بھی اپنی مثال آپ تھا دوران سبق جب آپ کے نورانی چہرہ پر نظر پڑتی تو وہ منظر بھی بڑا ہی روح پرور ہوتا تھا۔ حضرت نے ہمیں ترمذی شریف اور بخاری شریف جلد اوّل پڑھائی جبکہ بخاری شریف جلد ثانی اور مسلم شریف ہمارے بہت ہی شفیق اور قابل قدر استاذ اور حضرت کے خاص ساتھی حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہٗ المعروف بہ صدر صاحب نے پڑھائی وہ بھی علم کے سمندر تھے، تواضع، علم، تقویٰ اور ریاضت میں اسلاف کا نمونہ تھے ایک استاذ حدیث جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، بہت ہی ظریف الطبع تھے ان سے طحاوی شریف پڑھی تھی۔ فرحمھم اللہ رحمۃً واسعۃً۔ ہمارے حدیث پاک کے ایک استاذ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم تھے ان کے پاس ابو داؤد شریف تھی، آج بھی دار العلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور مفتی اعظم ہیں۔ تبحر علمی کے ساتھ روحانیت کے بلند مقام پر ہیں آپ کے بہت سے خلفاء ہیں، ہمارے اساتذہ حدیث میں حضرت علامہ مولانا سید شیر علی شاہ صاحب دامت فیوضہم (حال شیخ الحدیث منبع العلوم وزیرستان بھی تھے)۔ حضرت کے ابتدائی اور خصوصی شاگردوں میں سے ہیں۔ علم وعمل میں اسلاف کا نمونہ ہیں ان کے پاس موطائین، ابن ماجہ اور نسائی شریف کتب حدیث تھیں۔ دار العلوم حقانیہ (ثانی دیوبند) کا ماحول بڑا ہی نورانی تھا۔ حضرت اقدس سے لے کر ایک دربان تک سب ہی الحمد للہ اصحاب نسبت تھے۔ طلبہ کی اکثریت بھی انوار سے منور تھی ان اولیاء کرام کے ساتھ نماز با جماعت میں عجیب سرور ہوتا تھا۔ اب تک وہ روح پرور مناظر دل کی تسکین کا ذریعہ ہیں۔

حضرت کی عصر تا مغرب نورانی مجلس :

دار العلوم کے قیام میں حضرت اقدس سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ بندہ عصر تا مغرب مستقلاً ان کی مبارک مجلس میں حاضری کو اپنا اہم سبق سمجھتا تھا۔

یہ مجلس حضرت اقدس کی مسجد اکوڑہ میں ہوتی تھی جہاں سے موجودہ دار العلوم کا آغاز ہوا تھا حضرت کی مجلس کیا تھی ایک مرشد کامل کی نورانی خانقاہ تھی۔ بندہ کو کافی وقت پاؤں مبارک دبانے کا موقع ملتا تھا اس مجلس میں علمی باتوں کے علاوہ اصلاحی باتیں اور اکابر کے ایمان افروز واقعات بھی سننے نصیب ہوتے تھے اور ڈھیر ساری دعائیں بھی ملتی تھیں میری خوش نصیبی تھی کہ سعادت کی گھڑیاں نصیب ہوتی تھیں۔ اکثر وبیشتر حضرت اقدس کے ساتھ اس مجلس میں حضرت کے صاحبزادہ مخدوم ومکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہٗ ہوتے جو مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف رہتے تھے یہ حضرت کی برکت تھی کہ امتحان میں درجہ علیا میں کامیاب ہو گیا۔ عصر کی ان مجالس کی ایک جھلک "صحبتے با اہل حق" میں ضرور دیکھ لینی چاہیئے۔

چند سبق آموز واقعات :

حضرت اقدس قدس سرہٗ کے سبق آموز واقعات کے لیے بھی ایک دفتر چاہیئے اس مختصر مضمون میں اختصار ہی ضروری ہے۔

دار العلوم کے طلباء نے ایک بار کھانے کی وجہ سے ہڑتال کی یہ باتیں بعض نادانوں کی وجہ سے پیش آجاتی ہیں۔ الحمد للہ بندہ اس ہڑتال میں شریک نہیں تھا۔ معاملہ ناظم صاحب اور اساتذہ کرام سے حل نہ ہوا حضرت اقدس کو گھر اطلاع دی گئی، تشریف لاتے طلبہ دار الحدیث میں اکٹھے ہوئے لیکن غصہ سے لال پیلا تھے۔ حضرت اقدس نے پدرانہ شفقت کے فطری اور حقیقی انداز میں وعظ ونصیحت شروع کی اپنے زمانہ طالب علمی کے فقر وفاقہ اور زاہدانہ زندگی کے واقعات سنانا شروع کئے۔ بیان کے دوران حضرت اقدس کی منور آنکھیں بے قابو ہو گئیں اور طلباء بھی زار وقطار رونے لگے بس ہڑتال ختم ہو گئی اور اس کے بعد الحمد للہ پھر کبھی ایسا نہیں ہوا بڑے سے بڑا غصہ والا بھی حضرت کے اخلاق عالیہ کے سامنے موم ہو جاتا تھا بعض اساتذہ کرام حضرت کے پاس مستعفی ہونے کی غرض سے حاضر ہوتے اور مدعیٰ بیان کئے بغیر ہی واپس ہو جاتے یہ بات ایک بڑے مدرس صاحب نے مجھے خود بتائی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ وفاق کے سالانہ امتحان کے موقعہ پر پیش آیا، محترم مولانا فیض علی شاہ صاحب مدظلہٗ ملتان کبیر والا سے نگران ممتحن بن کر تشریف لائے آتے ہی تمام طلباء کو جمع کیا۔ تقریر میں سخت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ بندہ اور ان کا علاقہ ایک ہے جان پہچان بھی تھی مگر سختی سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا طلبہ اس ڈانٹ ڈپٹ سے سخت رنجیدہ تھے امتحان کے بائیکاٹ کے نعرے بلند کئے اور غصے کے ساتھ حضرت اقدس کی خدمت میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے راستہ میں بد دعائیں بھی دے رہے تھے۔ حضرت اقدس غالباً ساتھ ہی دار العلوم تشریف لائے سب کو نرمی کی تلقین کی اور مہمان و ممتحن کی حیثیت سے اکرام کی تاکید کی۔ سب کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور موم ہو گئے۔ لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ رات کو حضرت مولانا فیض علی شاہ صاحب کو درد گردہ کا شدید دورہ پڑا دو چار دفعہ ڈاکٹر صاحب بلائے گئے نماز فجر معمول کے

مطابق حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی عدم موجودگی کی وجہ سے مجھے پڑھانا پڑی نماز کے بعد ناظم صاحب نے ان کی صحت کے لیے دعا کرائی بندہ ان کی عیادت کو حاضر ہوا فرمایا کہ میں طلبہ کو آئندہ کچھ نہیں کہوں گا یہ لوگ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اللہ مجھے معاف کرے ۔

دارالعلوم کے ناظم حضرت مولانا سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ان کو دفنانے کے بعد علماء کرام سے دفتر بھرا ہوا تھا حضرت اقدس دفتر میں اپنی نشست پر جلوہ افروز تھے بندہ کو مخاطب کرکے فرمایا ابھی جنازہ سے واپسی پر ایک صاحب نے مسئلہ پوچھا ۔ میں نے (حضرت اقدسؒ) کہا کہ یہ کس نے لکھا ہے شاید کشف ہوگیا ہو کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں یا کسی کم فہم کو حضرت شیخؒ کی تحریر پر عدم اطمینان تھا جس کے بارے میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی رائے لینا مقصود تھی اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا بھرے مجمع میں اس کے اظہار سے سب کی تربیت اور تنبیہ مقصود تھی ۔ اس نے کہا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فرمایا کہ میں نے اس کو کہا کہ اچھا یہ حضرت شیخ نے لکھا ہے اور پھر بھی مجھ سے پوچھتے ہو" حضرت اقدس نے اس طرح یہ بات فرمائی کہ جس سے سب پر بے حد اثر ہوا ، آج بھی بندہ کو وہ منظر یاد ہے ۔ یہ تھا بڑوں کا بزرگوں پر اعتماد ۔ جبکہ آجکل بالشتیے بڑوں پر بے اعتمادی سے اتھاہ گڑھوں میں گر رہے ہیں ۔

ایک بار فرمایا حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری شریف دیکھنے سے ان کی تبحر علمی کا اندازہ ہوگیا میں بھی اس سے استفادہ کرتا ہوں ۔

ایک بار فرمایا کہ حضرت شیخ کا گرامی نامہ آیا ہے کہ انہیں رحمۃ للعالمین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کی لائن کی طرف خصوصی طور پر متوجہ فرمایا ہے اس کا تذکرہ بعد میں بھی کئی بار فرمایا کرتے تھے ۔ ہم عصر لوگوں میں سے عموماً بالخصوص جبکہ وہ اہل قلوب میں سے ہوں کوئی تشریف لاتے تو عجیب سماں ہوتا ہوتا تھا ایک بار دریہ شریف کے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے درس حدیث پاک کے بعد دونوں آپس میں بغلگیر ہوئے کافی دیر معانقہ ہوا ایک دوسرے کے ماتھے اور ہاتھوں کو چومتے رہے ۔ میں نے پہلی بار انکی زیارت کی ۔

فتنوں کا تعاقب :

یوں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتہائی ملنسار اور ہر کسی پر شفیق تھے جو آپ کے اپنے شیخ مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا عکس مبارک تھا مگر باطل فرقوں اور فتنوں کیلئے الصارم المسلول تھے ۔ اسباق میں فتن کا بھرپور پوسٹ مارٹم کرتے تھے ـــ چنانچہ درس حدیث میں دہریت ، مرزائیت ، پرویزیت ، شیعیت ، غیر مقلدیت ، مماتیت ، نیچریت ، مودودیت اور خاکساریت کی مدلل تردید اپنے اکابرین کی طرح ہی فرمایا کرتے تھے اس میں کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے تھے ان فتنوں کے رد میں حضرت اقدس کی مطبوعہ تحریرات موجود ہیں ۔ ایک بار اکوڑہ خٹک کے ایک مناظرہ میں جو مرد قلندر حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا خاکساروں کے ساتھ مناظرہ تھا ۔ اس مناظرہ کے صدر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ نے حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں فیصلہ دیا اور باطل کو اس طرح میدان میں شکست فاش ہوئی یہ واقعہ دونوں بزرگوں سے میں نے خود سنا ہے ۔

جو اکابر فتنوں کی بیخ کنی میں کوشاں تھے ان کی دعاؤں سے بھی مدد فرماتے تھے اور مکمل تائید بھی فرماتے تھے اس سلسلہ میں نمونۃ اسلاف محسن اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں ۔ " میرے نزدیک تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا تعاون ہر مسلمان پر لازم ہے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے تحفظ کے سلسلہ میں اس جماعت کی خدمات قابل صد تحسین ہیں جماعت کے بانی اور امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ شیخ الاسلام والمسلمین ، شیخ العرب والعجم امیر المومنین فی الحدیث مولانا سید حسین احمد المدنی قدس سرہ العزیز کے تلمیذ خاص اور آپ کے صحیح جانشین ہیں ۔ حضرت قاضی صاحب کا مجاہدانہ ولولہ ، بے مثال عزم تاریخ کا ایک زریں باب ہوگا ۔ ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ حقیقی کلمۃ اسلام کے تحفظ کے لیے پیہم تگ ودو میں حضرت قاضی صاحب کی آواز پر لبیک کہیں اور اس دھرتی میں اسلام اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیں ۔"

حضرت کا مسلک ومشرب :

آج کل فتن وشرور کا دور دورہ ہے نت نئے فتنے اور عقائد وجود میں آرہے ہیں اس لیے مناسب خیال کرتا ہوں کہ حضرت اقدس سرہٗ کے مسلک و مشرب کو بھی واضح کر دوں آپ کا مسلک ومشرب وہی تھا جو آپ کے استاذ گرامی شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور دیگر اکابر دیوبند رحمہم اللہ کا تھا جو کتاب المھند (المعروف بہ عقائد علماء دیوبند) میں تفصیل کے ساتھ درج ہے ۔ تمام حقانی فضلاء کو اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرح انہی عقائد حقہ پر مضبوطی سے قائم رہ کر ان کے ترویج میں کوشاں رہنا چاہیئے ۔

جہاد افغانستان کے عظیم قائد :

جہاد افغانستان میں آپ کا عظیم قائدانہ کردار اب تو روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے آپ کے حقانی تلامذہ میں حضرت مولانا یونس خالص صاحب بالخصوص حضرت مولانا جلال الدین حقانی صاحب زید مجدہ فاتح خوست ، جہاد افغانستان کے ہیرو ہیں ۔ مولانا حقانی ہم سے غالباً ایک سال پہلے فارغ ہوئے تھے اور اس وقت دارالعلوم میں مدرس تھے ریاضت عبادت بھی خوب کرتے تھے حضرت کے مدنی فیض نے انہیں عظیم مجاہد بنایا بعد میں حضرت سے دعائیں اور مشورے لینے آیا کرتے تھے ۔ جہاد میں بہت سے حقانی فضلاء اور طلباء

شہید ہوئے جس میں میرے ہم سفر ساتھی بھی شامل ہیں۔ فرحمهم اللہ رحمة واسعة۔

حضرت کا توکل علی اللہ :

حضرت اقدس کے قریب رہ کر ان کے توکل اللہ کا بھرپور مشاہدہ کیا یہ نعمت ہمارے اکابر کو خصوصی طور پر ودیعت ہوئی ہے وہ اپنے شاگردوں میں بھی یہی گوہر دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ رجب سنہ ۱۴۰۱ھ کی تقریب ختم بخاری شریف میں دارالعلوم کے فضلاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

”ہمارے فضلاء اب تک تو بڑے اطمینان سے وقت گزار رہے تھے مگر اب جاکر معاش کی فکر لاحق ہوگی۔ رہائش قیام شادی کے مسائل سامنے آئیں گے اب تک مدرسہ پر زور تھا۔ تو یاد رکھئے جس اللہ نے ماں کے پیٹ میں رزق دیا۔ ڈھائی سال ماں کے سینہ سے دودھ دلوایا پھر اب تک اس جوانی میں کہ ہر طرح قحط مہنگائی وغیرہ کا دور بھی آیا مگر طلبہ دین علماء و فضلاءؔ کی زندگی اب بھی متوسط لوگوں کے برابر یا اس سے بہتر ہے، اب گاؤں جاکر ہفتہ دس دن بعد عزیز و اقارب کہیں گے کہ تیار کب تک کھاؤ گے اب نکلو کھیتی باڑی کرو، کوئی کام سنبھالو لیکن اگر قرآن و حدیث کی خدمت کا دامن آپ نے تھام لیا۔ اللہ کی رضا کے لیے دین کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ جس طرح اب تک اطمینان سے رزق دیتا رہا پھر بھی وہی حفاظت فرمائے گا۔ امام ابوحنیفہ ۱۵-۱۶ برس کی عمر میں منیٰ گئے اپنے والد کے ساتھ تھے وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ ارد گرد جمگھٹا لگا ہے امام نے جاکر دیکھا نورانی بزرگ درمیان میں بیٹھے ہیں۔ کسی سے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ حضور اقدسؐ کے صحابی حضرت عبداللہ بن جزءؓ ہیں اور حدیث پڑھاتے ہیں، والد مجھے میری خواہش پر نزدیک لے گئے تو پہلی حدیث ان سے جو سنی اس کا مفہوم یہ تھا کہ جس کسی نے اللہ کی رضا کے لیے تفقہ فی الدین حاصل کرلی تو فکرِ معاش اور طلب رزق سے اُسے بے فکر کرادوں گا۔ تو اللہ نے آج تک جو مہربانی آپ کے ساتھ فرمائی کہ اپنے بندوں کے قلوب میں ڈالدیا کہ وہ تعاون کریں، بے فکر بنادیا کہ آپ کو تعلیم کا موقع ملے تو اگر یہ سوچ لو کہ جو دین حاصل کرلیا اسے اب اوروں تک پہنچانا ہے اور بغیر کسی لالچ اور کے، تو انشاء اللہ اب طالب العلمی سے بھی بڑھ کر اطمینان و بے فکری کی زندگی گھر میں اور باہر دنیا و آخرت کی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔“ (ماہنامہ الحق رمضان سنہ ۱۴۰۱ھ)

وصال مبارک :

یہ دنیا بہرحال فانی ہے اور ہر ایک کو یہاں سے کل نفس ذائقة الموت کے تحت کوچ کرنا ہے البتہ ان جانے والوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ارتحال پر ایک عالم یتیم ہوجاتا ہے کہ موت العالِم موت العالَم۔ حضرت کا وجود اقدس بھی انہی مبارک اور مسعود ہستیوں میں سے تھا۔

آپ کے وصال کے دن بندہ اپنے آبائی گاؤں چھپر گرام ضلع مانسہرہ میں تھا۔ علی الصبح وہاں سے روانہ ہوکر راولپنڈی ہوتے ہوتے سنی کانفرنس بھیں چکوال میں شرکت کے لیے قصبہ بھیں پہنچا، تھوڑی ہی دیر بعد وہاں موجود حضرات نے یہ جانکاہ خبر سنائی جو انہوں نے ریڈیو پاکستان سے سُنی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تقریر کئے بغیر واپس راولپنڈی اور وہاں سے اکوڑہ خٹک پہنچا، اکوڑہ کے در و دیوار آج سوگوار تھے۔ علماء، صلحاء اور عوام جنکی اکثریت دینداریتی کا سمندر تھا۔

اللہ کریم کا احسان ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے غسل میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی متبسم چہرہ بدن مبارک تازہ اور نرم، کسی نے خوب کہا ہے۔

ؔ نشان مردِ مومن با تو گوئم
چوں مرگ آید تبسم برلب اُوست

ایک مدنی عطیہ سعادت خاصہ :

برکة العصر حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص، مخدوم العلماء، محبوب العارفین حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زید مجدہٗ نے بندہ کو ایک خاص تحفہ عنایت فرمایا تھا۔ یہ مدنی عطیہ روضہ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوٰة و سلام کی جالی مبارک کی اندرونی مرمت کے موقعہ پر حاصل کی گئی خاک مبارک تھی۔ بعد از غسل سینہ مبارک پر چھڑکی۔ محدث کا سینہ تھا جو اسی سعادت کے لائق و مستحق تھا۔ حق بہ حقدار رسید۔

ؔ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرے محسن مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک پر چھڑکنا نصیب ہوئی کہ ان کے غسل میں بھی الحمدللہ شریک تھا۔ یہ مبارک خاک اُس خاکِ مطہر کے ہم نشین رہی تھی جو رحمة للعالمین فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے ساتھ متصل ہے۔ عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی عطر بیز موقعوں کے لیے کہا ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(بقیہ ص۱۱۷۷ پر)

مولانا بشیر احمد شاد۔ جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام پنجاب
خطیب مدنیہ جامع مسجد چشتیاں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کی خدمت میں

خراجِ عقیدت

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت اور خدمت کے لیے ہر دور میں کچھ ایسے حضرات پیدا کئے جنہوں نے قلعہ اسلام کے گرد مختلف جہات سے وفاداری کا پہرہ دیا کسی نے قرآن کریم کے گرد مدافعت کا مورچہ لگایا اور کسی نے حفاظت حدیث کی پہرہ داری میں عقل ناقص اور بدعت ظلماء کے جملہ بُت مسمار کئے۔ کسی نے مجتہدین کے سائے میں فقہ کا درس دیا اور کسی نے راہ طریقت میں خضری ادائیں دکھائیں، کسی نے جہاد کے ولولوں اور توپوں کی جھنکاروں میں قوم کی صف بندی کی اور کچھ جہاد نفس کی دولت کے لیے تبلیغی سفروں میں گھومے۔ الغرض یہ مختلف ادائیں ہیں جو مختلف اہل اللہ نے اسلام کی چودہ صدیوں میں دکھائیں۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ بلاشبہ ان پاکیزہ نفوس میں سے تھے جنہیں جنت ان جملہ دروازوں سے پکارتی رہی اور بالآخر یہ مردِ مومن خدا کی اس بادشاہی میں داخل ہو گیا۔

آپ اپنے شیخ اور مربی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ کی عقیدت اور محبت میں فنا کے درجہ میں پہنچے ہوئے تھے تاریخ گواہ ہے کہ جس طرح حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ بیک وقت دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جمعیۃ علماء ہند کے صدر، آزادی ہند کی جدوجہد میں سینہ سپر جرنیل اور طریقت کی جملہ منزلوں اور جملہ سلسلوں میں ایک جامع پیکر اسلام تھے پاکستان میں اس باب میں اگر کوئی شخصیت پوری اتری تو وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ تھے۔

آپ بھی علمی مسند کے شیخ الحدیث، جہاد افغانستان کے محرک اول، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مقتدر مرکزی رہنما، پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن، تفقہ فی الدین میں اس دور کے امام ابو یوسف عظیم خطیب اور روحانیت میں سلاسل اربعہ کے شیخ طریقت تھے۔ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ نے بحیثیت رکن قومی اسمبلی مختلف ادوار میں جو تاریخی کارنامے سرانجام دیئے وہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں ایک منفرد باب ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھٹو دورِ حکومت کی آمریت اور اشتراکیت کے وقت مسلمان کی جامع مانع تعریف اور حلف نامہ جو کہ آج ملک بھر کے ہر دستاویزی ثبوت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے شناختی کارڈ، پاسپورٹ و دیگر اہم کاغذات میں حلف نامہ کی عبارت حضرت مولانا عبدالحق رح کا عظیم کارنامہ ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں ملک بھر کی دینی جماعتوں کی سربراہی قومی اسمبلی سے لیکر گلی کوچوں تک متحدہ شریعت محاذ کے پلیٹ فارم سے جو نفاذ شریعت کے لیے تحریک چلائی وہ ایک سنہری کارنامہ تھا۔

راقم الحروف جب جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں پڑھتا تھا اس وقت سے ہی حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کریمہ میرے دل کا مرجع تھی۔ فراغت کے بعد میرا ذہن عملی سیاست کے میدان میں نفاذ شریعت کا زیادہ دلدادہ رہا اور مجھے قائد جمعیۃ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رح اور بطل حریت شیر سرحد مولانا غلام غوث ہزاروی رح کی بلند پایہ شخصیات کی معیت میں ملک بھر میں نفاذ شریعت کی تحریک میں عملی جدوجہد کرنے کا موقعہ نصیب ہوا لیکن ہر جامع شخصیات کے داغ مفارقت رہنے کے بعد جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ علیہ کی قیادت و سیادت میں مشنی اور نظریاتی سیاست کو فروغ دینے کی سعادت حاصل رہی لیکن مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مجھے اسی شخصیت کی تلاش رہی جسکے گرد میں اپنے دل و دماغ کی آبیاری کر سکوں۔

اسی دوران حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم العالی نے مردِ حق حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم پر اعتماد کا ہاتھ رکھا اور لاہور کی تاریخی نظام شریعت کانفرنس منعقدہ ۴ مارچ ۱۹۸۸ء مینار پاکستان میں ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں کلاشنکوف دی اور کانفرنس میں لاکھوں کے مندوبین اور شرکاء سے آسمانی فضاؤں میں ہاتھ بلند کرا کر مولانا سمیع الحق کی قیادت میں جمعیۃ کا کام کرنے کا عہد و پیمان لیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے حضرت درخواستی کے حکم کی تعمیل میں قرآن کریم کی لاج رکھتے ہوئے شریعت بل کا عظیم معرکہ اور کلاشنکوف کی لاج رکھتے ہوئے جہاد افغانستان میں کھل کر حصہ لیا۔

جانشین امام الہدیٰ اور میرے پیرزادے حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے اپنے سلسلہ قادریہ کے مطابق ایک مراقبہ

(بقیہ ص۱۰۹۱ پر)

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقير الروحاني في
رثاء الشيخ عبد الحق الحقاني

●

للعبد الفقير محمد موسى الروحاني البازي

(عفا الله عنه وعافاه)

استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية - لاهور باكستان

●

مؤتمر المصنفين

دار العلوم الحقانية ، اكوره خٹک ، باكستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ۔ یہ چند فوائد ہیں۔ قصیدۂ رثائیہ = فتح الصمد بنظم اسماء الاسد ملقب بہ = نظم الفقیر الرّوحانی فی رثاء الشیخ عبد الحق الحقّانی = کے پڑھنے سے قبل ان کا مطالعہ کرنا موجب بصیرت و دافع اشکالات ہے۔ ان فوائد کے مطالعہ کے بغیر قصیدۂ ہذا کے پڑھنے والے کو کئی اشکال درپیش ہو سکتے ہیں

فائدہ ۱ = عربی زبان سلطانِ لغات و امیرِ اَلسنہ ہے۔ اُس کے خصائص و فضائل بے شمار ہیں۔ عربی زبان کے بیشمار خصائص اور فضائل میں سے ایک خاص فضیلت اُس کی وسعت ہے۔ اس کا دائرہ الفاظ و کلمات نہایت وسیع ہے۔

بعض اشیاء کے عربی زبان میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں نام ہیں مثلاً عربی زبان میں تلوار کے تقریباً پچاس[۵۰] نام ہیں اور شہد کے اسی[۸۰] نام ہیں۔ ابن خالویہؒ نے سانپ کے ناموں میں مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں سانپ کے تقریباً دو سو[۲۰۰] نام جمع ہیں۔

اسی طرح ابن خالویہؒ اور علامہ صاغانیؒ نے شیر کے اسماء میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ یہ کُتب اس وقت دُنیا میں مفقود اور عنقاء ہیں۔ اِن کتابوں کے صِرف نام بعض کتابوں میں مِلتے ہیں۔

علّامہ دمیریؒ نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ابن خالویہ کے قول کے مطابق شیر کے پانچ سو[۵۰۰] اسماء ہیں اور بعض ائمہ لُغت نے شیر کے مزید ایک سو تیس[۱۳۰] اسماء ذکر کیے ہیں۔

جس زبان میں ایک شے کے کئی سو اسماء ہوں اُس زبان کے الفاظ و کلمات کا دائرہ وُسعت عقل سے باہر ہے۔ صاحب قاموس نے اس سلسلہ میں ایک عجیب و لطیف کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے الروض المسلوف فیما له اسمان الی اُلوف۔

فائدہ ۲ = میرا یہ قصیدہ رثائیہ بے نظیر و بے مثال ہے۔

قصائدِ سلف و خلف میں اس کی مثال کسی کی نظر سے نہیں گزری ہوگی۔

اِس قصیدے میں چھ سَو سے زیادہ اسمارِ اَسد و متعلقاتِ اسمارِ اسد جمع ہیں۔

کسی قصیدہ میں اتنے اسمار جمع کر کے موزون و منظوم کرنا نہایت مشکل اور بہت دشوار کام ہے۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق بخشی۔ فللہ الحمد والمنۃ

اُمید ہے کہ اس قصیدہ کے مطالعہ سے اور پڑھنے سے شائقینِ علمِ ادب کی معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوگا۔

فائدہ ۳ ۔ قصیدۂ ہٰذا میں مذکور اسمارِ اسد کا مصداق اور محمل حضرت العلّامہ شیخ المشائخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ انسان پر شیر کا اور شیر کے اسمار کا اطلاق بطورِ مدح وثنار کے عقلاً و لغۃً و عُرفاً و شرعاً بطریقۂ تشبیہ اور استعارہ کے باذکرِ حرفِ تشبیہ اور بغیر ذکرِ حرفِ تشبیہ عرب و عجم میں رائج ہے اور اس اطلاق سے مُشبّہ کے کمالات و اَوصافِ عالیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں " زیدٌ کالاَسدِ" یعنی زید شیر جیسے ہے و" زیدٌ اَسدٌ" یعنی زید شیر ہے۔

شرعاً بھی کسی انسان پر شیر کا اطلاق یا شیر کے نام سے اس کی تلقیب جائز بلکہ مُستحسن ہے اور مُوجبِ فخر و مسرت ہے۔

دیکھیے نبی علیہ السلام نے اپنے عمّ حمزہ رضی اللہ عنہ کا لقب اَسدُ اللہ رکھا تھا، اَسدُ اللہ کا معنی ہے خُدا کا شیر۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لقب اَسدُ اللہ الغالب رکھا گیا تھا۔

صحیح مُسلم میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند احمد میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت موجود ہے جسمیں اُبو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اَسدُ اللہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اسی طرح اور کُتبِ حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ یہ روایت سلَبِ مقتول سے متعلق ہے۔ بعض روایات کے الفاظ یُوں ہیں۔ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ کلا واللہ لا نعطیہ لاُضَیبِعَ من قریش وندع اَسَدًا من اُسدِ اللہ یقاتل عن اللہ ورسولہ ۔

اسی طرح ہر زبان اور قوم کا حال ہے، ہمارے زمانے کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ چنانچہ جب کسی انسان کی عظمت اور غایت بلندی کا بیان مقصود ہو تو کہتے ہیں کہ یہ شخص قوم کا شیر ہے یا مُلک کا شیر ہے یا شیرِ علم ہے یا شیرِ انسانی ہے یا دین کا شیر ہے یا اسلام کا شیر ہے۔

عجمی اضافت و ترکیب والے مشہورِ زمانہ محبوب و مقبول دو نام سب کو معلوم ہیں یعنی شیر احمد اور شیر محمّد۔

فائدہ ۴ = نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے دو چچّے شیر کے نام سے موسوم تھے یعنی حمزہ اور عبّاس رضی اللہ عنہما، حمزہ اور عبّاس شیر کے اسماء میں سے ہیں۔ شیر کے لیے یہ شرف اور عظمت کافی ہے کہ سیّدِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دو جلیل القدر عمّ اس کے اسماء سے موسوم تھے، اور سیّدِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر روز کئی مرتبہ انھیں حمزہ و عبّاس ہی کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شیر کے اسم حَیْدَرَۃ سے موسوم تھے اور فخر و مباہات کے وقت اپنے اس اسم کو بطورِ فخر ذکر کیا کرتے تھے۔ جنگِ خیبر میں مُرحّب یہودی کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطورِ فخر فرمایا کہ مَیں حیدرہ (شیر) ہُوں۔ میری ماں نے میرا یہ نام رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ خیبر میں بطورِ فخر یہ شعر پڑھے۔

= انا الّذِی سَمّتنِی اُمّیْ حَیْدَرَہْ   کلَیْثِ غاباتٍ کَرِیہِ المنظَرَہْ =
= اَکِیلُھم بالسّیفِ کیلَ السَّنْدَرَہْ =

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کا شیر کے اسم سے موسوم ہونا یا ملقّب ہونا صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اور اسلام میں اور سارے عرب میں نہایت فخر اور مسرّت کا باعث تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ابُوطالب غائب تھے تو والدہ نے انھیں اپنے باپ کے نام کی رعایت سے اسد یا حیدرہ سے موسوم کیا، آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کے باپ کا نام اسد تھا۔ سفر سے واپسی پر ابُوطالب نے آپ کا نام عَلِیّ رکھا۔

فائدہ ۵ = کُتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر کے اسماء سے موسوم یا موصوف یا ملقب ہونا ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں خصوصًا عرب میں نہایت مستحسن سمجھا جاتا تھا اور آج کل بھی مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عرب میں کئی اشخاص اپنے بیٹوں کو شیر کے نام سے موسوم کرتے تھے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی افراد شیر کے مختلف ناموں سے موسوم تھے مثل اسامہ، حمزۃ، عباس، حیدرہ یعنی علی بن ابی طالب، مرثد، حارث، عابس، عنبس، عنبسۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب شیر کے اسماء (نام) ہیں۔ عابس چار۴ صحابہ کا۔ عَنبَس ایک۱ یا دو۲ کا اور عبّاس تقریبًا گیارہ۱۱ صحابہ کا نام ہے،

عَنْبَسَة سے تین[۳] سے زیادہ صحابہؓ موسوم ہیں، اسامة سے تقریباً سات صحابہؓ موسوم ہیں۔ اَسَد بارہ[۱۲] صحابہؓ کا نام ہے، حمزة سے چھ[۶] صحابہؓ موسوم ہیں۔ بعض ائمہ نے چھ سے زیادہ ذکر کیے ہیں، حارِث تقریباً ایک سو ستاون[۱۵۷] صحابہؓ کا نام ہے۔ حارث شیر کے مشہور اسماء میں سے ہے۔

استقصاء مقصود نہیں۔ بطورِ نمونہ صرف چند اسماء کا ذکر کیا گیا۔

فائدہ ٦ = قصیدہ ہٰذا میں مذکور اسمائے اسد میں سے بعض کے ساتھ تاء ملحق ہے مثل حَیْدَرَة حَمْزَة، هَرْثَمَة، عَنْبَسَة، قَسْوَرَة، ضُبَارِمَة، هَوَّاسَة، فُصَافِصَة، رَزَّامَة وغیرہ وغیرہ۔ یہ اسماء ذوات التاء مذکر ہی ہیں نہ کہ مؤنث۔ لہٰذا کسی مرد پر مقام مدح وثناء میں ان ذوات التاء اسماءِ اسد کے اطلاق میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

کلامِ عرب میں نظماً ونثراً رجال (مرد) کی مدح وثناء میں ذوات التاء اسماءِ اسد کا استعمال رائج وشائع ہے۔ اس تاء کے بارے میں یہ تنبیہ ضروری ہے کہ یہ تاءِ تانیث نہیں ہے تاکہ رجال پر ان اسماء کے اطلاق میں اشکال پیدا ہو جائے بلکہ وہ تاءِ مبالغہ ہے مثل رجل علّامة ای کثیر العلم ورجل راوية ای کثیر الرواية۔

یا یہ تاء نقل من الوصفية الی الاسميّة کے لیے ہے، یا یہ تاءِ وحدت ہے یعنی وہ جو جنس اور واحد جنس کے فرق پر دالّ ہوتی ہے مثل تمر وتمرة وبقر وبقرة، یا یہ تاء علامتِ تذکیر ہے مثل تاءِ عددِ ثلاثة تا عشرة۔ کہتے ہیں ثلاثةُ رجالٍ بالتاء = یعنی مذکر کے لیے تاء لانا ضروری ہے اور کہتے ہیں = ثلاثُ نِسْوَةٍ = بغیر التاء، یعنی مؤنث کے لیے تاء کے بغیر یہ عدد مستعمل ہوتا ہے۔

حافظ سیوطیؒ همع الهوامع ج ۲ صـ۱۷۱ پر لکھتے ہیں انواعِ تاء بیان کرتے ہوئے وقد يلحق التاء للدلالة على التذكير كما في الاعداد من ثلاثة الى عشرة، انتہٰی۔

بہرحال یہ اسماءِ اَسد جو ذوات التاء ہیں مذکر پر اور بطور استعارہ ومجاز مَرد پر ان کے اطلاق کا صحیح ہونا شک وشبہ سے بالا ہے۔ اہلِ لُغت نے تصریح کی ہے کہ یہ اسماء مذکر ہیں نیز ان کی طرف ضمیر مذکر راجع ہوتی ہے۔ نیز ان کی صفت مذکر ہی مستعمل ہوتی ہے كما لا يخفٰى علىٰ من طالع كُتُب الادب۔ اس لیے عرب مقامِ مدح وتسمیہ میں استعارةً وتشبیهاً مرد کو ان سے موصوف وموسوم کرتے رہتے ہیں۔ نیز حضرت علیؓ اور

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کا حیدرۃ وحمزۃ سے اور اسی طرح بعض صحابہؓ کا عنبسۃ سے موسوم ہونا ان اسماء کے مذکّر ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اگر یہ اسماء مؤنث ہوتے اور تانیثِ مسمّٰی پر دالّ ہوتے تو ان سے مرد موسوم نہ ہوتے ۔

الغرض یہ اسماء ذوات التّاء بلاریب مذکّر ہی ہیں اور ان میں تاء کا وجود تانیث کی علامت نہیں ہے تاء کئی الفاظ میں تانیثِ مسمّٰی کی بجائے صرف تانیثِ لفظی کے لیے مفید ہوتی ہے مثل نملۃ وبقرۃ ۔ اور بعض الفاظ میں تو تاء تانیث لفظی کے لیے بھی مفید نہیں ہوتی مثل علّامۃ و راویۃ وحُجّۃ و رُحلۃ و داھیۃ وباقعۃ ۔ بڑے عالم کی مدح میں کہتے ہیں عالمٌ حُجّۃٌ وعالمٌ رُحلۃٌ ۔ یعنی وہ حُجّت ہے مسائل میں اور لوگ دُور دراز علاقوں سے اس کے پاس آتے ہیں ۔ لفظِ رَبْعۃ (درمیانے قد والا) بھی ایسا ہی ہے، درمیانے قد والے مَرد کے بارے میں کہتے ہیں رجلٌ رَبْعۃ ومَربوع ، شمائل ترمذی کی حدیث ہے کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم رَبْعَۃً یعنی نبی علیہ السّلام متوسّط قد والے تھے نیز نہایت دانا و ذہین مرد کی مدح میں کہتے ہیں رجلٌ داھیۃٌ وباقعۃٌ ۔ پس حُجّۃ ۔ رُحلۃ رَبْعۃ ۔ باقعۃ ۔ داھیۃ میں تاء موجود ہے لیکن مرد پر ان کا اطلاق ہوتا ہے ۔ چند سطور قبل معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نام حیدرۃ تھا حیدرۃ میں تاء ہے ۔ اسی طرح حمزۃ میں بھی تاء ہے اور یہ نبی علیہ السلام کے چچے کا نام ہے ۔ اگر یہ تاء تانیث کے لیے ہوتی تو حمزۃ وحیدرۃ سے مَرد موسوم نہ کیے جاتے ۔

بہرصورت یہ اسماء ذوات التّاء مادۂ شیر کے لیے وضع نہیں ہیں اور نہ مادۂ شیر کے ساتھ وہ مختص ہیں ۔ لہٰذا قصیدۂ ہٰذا میں مرد کے لیے ان ذوات التّاء اسماء کے استعمال سے اور مَرد پر ان کے اطلاق سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا ۔

مادۂ شیر کے لیے چند خاص نام ہیں ، یعنی اللبُوءۃ = بلغاتھا الکثیرۃ = العِرْس بکسرالعین وسکون الراء ، ان دونوں کا معنی ہے شیر کی مادہ ای اُنثیٰ الاسد ، والخُنَابِسۃ ، یعنی حاملہ شیرنی ۔ اُمّ القَشْعَم = اُمّ الحارِث = الأسَدَۃ وغیرہ =

فائدہ ۷ = اسماء اَجناس واَعلام کے بارے میں مُسلّم قانون ومعروف ضابطہ ہے کہ ان میں صرف

مدلول و مسمّٰی پر دلالت مقصود ہوتی ہے اور ان کے اطلاق و استعمال سے صرف مسمّٰی اور مصداق کا امتیاز مطلوب ہوتا ہے۔ بوقت استعمال و اطلاق ان کا اشتقاقی معنی مُراد نہیں ہوتا اور نہ اشتقاقی معنی کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ ورنہ بہت سے اسماء میں اشکالِ معنوی پیدا ہوگا اور اپنے اپنے مدلول و موضوع لہ معنی پر ان کا اطلاق و حمل مشکوک ہوجائے گا۔

دیکھئے عربی میں سانپ کے ڈسے ہُوئے کو **سلیم** اور جنگل یعنی درندوں کے مسکن کو **مفازۃ** کہتے ہیں، اپنے معنی موضوع لہ پر دونوں لفظوں کے اطلاق اور حمل میں کوئی گنجھلک نہیں ہے لیکن اگر اشتقاقی معنی و مأخذ کی رعایت اور تصوّر کیا جائے تو پھر اپنے موضوع لہ پر ان کی دلالت مشکل ہوگی، کیونکہ **سلیم** کا مَاخذ **سلامۃ** ہے اور **مفازۃ** کا مَاخذ **فوز** (کامیاب ہونا) ہے اور ظاہر ہے کہ جنگل یعنی درندوں کا مسکن کامیابی کی جگہ نہیں بلکہ اس میں بیشمار خطرات درپیش ہوتے ہیں، اسی طرح سانپ کا ڈسا ہُوا سلامتی سے بہت دُور ہوتا ہے۔ یہ ایک تمہید کا بیان تھا۔

اس تمہید کے پیشِ نظر مَیں کہتا ہُوں کہ قصیدۂ ہٰذا میں اسماءِ اَسد کا ذکر صرف اس لحاظ سے ہے کہ وہ شیر کے اسماء ہیں اور ان سے شیر ہی کے معنی پر دلالت اور اطلاق مُراد ہے (اور پھر بطورِ تشبیہ یا استعارہ و مجاز کے مدح و ثنا کی خاطر ان کا اطلاق حضرت مولانا شیخ الحدیث مرحوم پر ہُوا ہے) ان اسماءِ اَسدیّہ میں یہاں پر اشتقاقی معنی ملحوظ و مُراد نہیں ہے اور نہ اشتقاقی مَاخذ و مفہوم کی طرف ان میں اشارہ مقصود ہے تمام اسماءِ اَجناس و اَعلام کے بارے میں مذکورہ صدر مسلّم و معروف قانون و ضابطے کے مطابق یہ اسماء اِس قصیدہ میں مستعمل ہُوئے ہیں۔ ان میں اشتقاق کی رعایت اور تصوّر ہرگز درست نہیں ہے ورنہ بہت سے اسماء کے اطلاق میں باعتبار معانی و مفاہیم بڑا اشکال پیدا ہوگا اور اپنے مدلول و موضوع لہ پر ان کا اطلاق اور حمل مشکوک ہوجائے گا۔

دیکھئے = **عبّاس** شیر کا نام ہے اور شیر ہی کی مناسبت سے بطور مدح و تعظیم کے نبی علیہ السّلام کے چچا حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ اس سے موسوم تھے۔

لیکن اشتقاق از مَاخذ سے یہ نام موجبِ ہجو و مستلزمِ مذمّت و قباحت ہے اور قبیح معنی والا نام شرعًا و عُرفًا مستحسن شمار نہیں ہوتا، عَبّاس کا مَاخذ عَبْس ہے اور عَبْس کا معنی ہے تُرش رُو ہونا، چِیں بجبیں

ہونا، اور شریعتِ اسلامیہ میں طلاقتِ وجہ (کشادہ روئی) مأمور ہے اور عبوستِ وجہ (ترش روئی) مستنکرہ ہے۔

اسی طرح حمزۃ شیر کا نام ہے، یہ نبی علیہ السلام کے چچا سید الشہداء کا نام ہے۔ اشتقاقی معنی کی رعایت وتصور کے بغیر صرف شیر پر دلالت اور اس کے نام ہونے کی وجہ سے یہ نہایت پیارا نام مستحسن محبوب اور موجبِ مدح وثنا والا نام شمار ہوتا ہے لیکن اشتقاقی معنی اور اس کے مأخذ کے مفہوم کا اگر تصور کیا جائے تو اس نام میں کوئی خوبی باقی نہیں رہتی بلکہ وہ قبیح اسماء میں داخل ہو جاتا ہے۔ حمزۃ کا مأخذ حمز ہے حمز کا معنی ہے کسی بدذائقہ ترش چیز کا زبان پر برا اثر ڈالنا یعنی چرپراہٹ ڈالنا۔

الغرض مذکورہ صدر قانون وضابطہ کے پیشِ نظر اس قصیدہ رثائیہ میں بطورِ مدح وثنا شیر کے اسماء کا استعمال ہوا ہے۔

لہٰذا اس قصیدے کے قاری وناظر کو چاہیئے کہ اس کے پڑھنے اور مطالعہ کے وقت حضرت شیخ محترم شیخ الحدیث مرحوم پر اسماءِ اسد (شیر کے نام) کے اطلاق وحمل میں مذکورہ صدر ضابطہ وقانون کو مدِنظر رکھے۔ اور اشتقاقی معنی اور مأخذ کے مفہوم سے قطع نظر کرے۔ کیونکہ اس قصیدہ میں ان اسماء کا ذکر صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ وہ صرف اسد کے معنی (شیر) پر دلالت کرتے ہیں۔ البتہ جن اسماءِ اسد میں شیر پر دلالت کے ساتھ ساتھ اشتقاقی معنی بھی متبادر الی الذہن ہو اور مأخذِ اشتقاقِ اسم کی طرف ذہن کا انتقال تقریباً لازم یا غالب ہو اور مأخذِ اشتقاق کا مفہوم بظاہر نامناسب ہو اور کسی بزرگ انسان پر ان کا اطلاق وحمل موجبِ مدح ہونے کی بجائے موہمِ سوءِ ادب ہو مثل جاهل، كلب، شتيم، مُشتّم، عجوز، جِرو، عفريت، حيّة الوادي، مُزمِل، اخنس، كَرِيه (یہ سب شیر کے اسماء ہیں) تو اس قسم کے اسماء کا اطلاق قصیدۂ ہذا میں اعداءِ دین وفسّاق پر کیا گیا ہے۔

اسی طرح مادہ یعنی شیرنی سے مختص اسماء مثل لبوءة، عِرس، خُنابسة (حاملہ شیرنی) اُمّ القشعم، اُمّ الحارث وغیرہ اسماء کا مصداق بھی اعداءِ دینِ اسلام ہی کو بنایا گیا ہے۔
دیکھئے۔ وكنت تجاهد الفسّاق الخ شعر ١٥٥ تا ١٦٣۔

فائدہ ۸ = اس قصیدہ میں مذکور اسماءِ اسد عموماً اخبار ہیں مبتدأ مذکور یا مبتدأ محذوف کیلئے۔

مبتدأ محذوف ضمیر "ھو" ہے جو مرثی یعنی حضرت شیخ الحدیث مرحوم کو راجع ہے، نیز یہ از قبیل عَدِّ الاسماء والاَوصاف بھی ہیں اور مبتدأ واحد و موصوف واحد کے اوصاف کثیرہ و اخبار کثیرہ کے ذکر اور طریقۂ عَدِّ اسماء و اَوصاف میں ترکِ حرفِ عطف بھی جائز ہے اور ذکرِ حرفِ عطف بھی درست ہے۔ بالفاظِ دیگر ایسے موقع پر دونوں طریقے یعنی ذکرِ حرفِ عطف و ترکِ حرفِ عطف کلام فصیح و بلیغ میں عند القدماء والمتاخرین رائج و شائع ہیں اور دونوں طریقے بلیغ و مستحسن سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ قصیدۂ ہٰذا میں بھی اسماء اَسد کے ذکر میں ان دونوں طریقوں پر عمل کیا گیا ہے۔ گاہے حرفِ عطف ذکر کیا گیا اور گاہے ترک کیا گیا۔

اسی طرح قصیدہ ہٰذا میں مذکور دیگر اوصافِ مدح و احوالِ ثنا میں بھی مذکورہ صدر معروف و مسلم عند البلغاء طریقے پر عمل کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی اسماء اَسد کی طرح یا تو اخبار ہیں یا صفات و نعوت۔ چنانچہ گاہے ان اوصاف و احوال میں ذکرِ حرفِ عطف پر اور گاہے ترکِ حرفِ عطف پر عمل کیا گیا۔ نیز اسماءِ اَسد کی مناسبت و جوار کے پیشِ نظر دیگر اوصافِ مدحیّہ میں ترکِ حرفِ عطف کے طریقہ پر عمل مزید مقبول و مستحسن شمار ہوگا۔

فائدہ ۹ = بعض اسماءِ اَسد غیر منصرف ہیں مثل **اُسامة** ۔ **فرافِصة** ۔ اور غیر منصرف پر دخولِ تنوین و جرّ اگرچہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے عند القدماء والمتاخرین رائج ہے لیکن قصیدۂ ہٰذا میں اس ضرورتِ شعری سے حتی الوسع اجتناب و احتراز کیا گیا ہے۔ اس لیے اسماء غیر منصرفہ کو عموماً مضاف کر کے مستعمل کیا گیا ہے مثل **فُرافِصةُ المُهَيمِن، اُسامةُ رَبِّنا** =

فائدہ ۱۰ = قصیدۂ ہٰذا غریب و بدیع طریقۂ ارتقاءِ تدریجی پر اور تفنّنِ بیان و تنوّعِ اسلوب پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اولاً مطلق اشعارِ مدح و رثاء کا ذکر ہے پھر ساتویں شعر کے کلمۂ قافیہ میں بطریقِ بدیع ذکرِ اسماءِ اَسد کی طرف انتقال کیا گیا ہے۔ پھر آٹھویں شعر کے مصرعۂ ثانیہ جو دو اسماءِ اسد پر مشتمل ہے اس انتقالِ بدیع کا بدیع و حسین و مربوط تتمہ ہے۔ پھر اسماءِ اسد پر مشتمل صرف دو اشعار کا ذکر ہے نہ کہ زیادہ اشعار کا۔ پھر رجوع الی اوصاف المدح کے طور پر ایک شعر کا ذکر ہے تاکہ محض اوصافِ مدح سے یکلخت انتقال نہ ہو جائے۔ اوصافِ مدحیّہ کے یکلخت ترک سے ذہن پر بوجھ پڑ سکتا ہے اس لیے رجوع پر عمل کیا گیا۔

پھر اسماءِ اسد پر مشتمل تین اشعار کا ذکر ہے، پہلے اسماءِ اَسد کے دو اشعار تھے اور اب تین کر دیے گئے تاکہ اسماءِ اسد والے اشعار میں تدریجی زیادت اور تدریجی ارتقاء سے قاری و ناظر کا ذہن آہستہ آہستہ و تدریجاً

تصوّرِ اسمارِ اَسد سے مانوس اور وابستہ ہوتا جائے۔

پھر محض اوصافِ مدحیہ (خالی از اسمارِ اسد) کی طرف حسبِ اشتیاقِ ذہنِ ناظر و قاری رجُوع کر کے چار اشعار کا ذکر ہے۔

پھر چار اشعار (پہلے تین اشعار تھے) اسمارِ اسد والے ہیں =

پھر محض اوصافِ مدح (خالی از اَسمارِ اسد) پر مشتمل پانچ اشعار کا ذکر ہے =

پھر چھ اشعار (پہلے چار تھے) وہ ہیں جو اسمارِ اسد و اسمارِ متعلقاتِ اَسد پر مشتمل ہیں۔

پھر تین اشعار وہ ہیں جو اسمارِ اَسد کے ذکر سے خالی ہیں اور دیگر احوال و اوصافِ ثنا و تعریف پر مشتمل ہیں۔ بعدہ پانچ اشعار وہ ہیں جو اسمارِ اسد پر مشتمل ہیں۔

بعدہ چار اشعار اسمارِ اسد سے خالی ہیں۔

بعدہ سات اشعار اسمارِ اسد پر مشتمل ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ کبھی اسمارِ اسد والے اشعار کا اور کبھی دیگر احوال و اوصاف والے اشعار کا ذکر ہے۔

فائدہ ۱۱ = برائے تعمیمِ فائدہ و تسہیلِ فہم اس قصیدے کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ بھی پیشِ خدمت ہے۔ ترجمہ کے بارے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ متعدد اشعار میں تحت اللفظ ترجمہ کی بجائے مُرادی ترجمہ پر اکتفار کیا گیا ہے۔

یہ قصیدہ غریبہ عجیبہ بحرِ وافر مثمّن سے ہے۔ بحرِ وافر کا مشہور وزن چھ بار مفاعلتن ہے۔ یعنی یہ بحر عموماً مسدّس مستعمل ہوتا ہے تاہم مثمّن بھی مستعمل ہوتا ہے۔ قصیدۂ ہٰذا میں یہ بحر مثمّن ہے۔ کئی بحورِ مُسدّسہ کا مثمّن مستعمل ہونا شعرار و بلغار کے نزدیک رائج و مقبول ہے۔

حافظ شیرازیؒ کے مشہور دیوان کا پہلا حصّہ اور پہلے شعر کا پہلا مصرع عربی و مثمّن ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

الَا یَا ایّھُا السَّاقِی اَدِرْ کأسًا و نَاوِلْھا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مُشکلہا

یہ مصرع بلکہ یہ ساری ابتدائی نظم بحرِ ھزج مثمّن میں سے ہے۔ بحرِ ھزج عموماً مسدّس ہوتا ہے یعنی اس کا وزن ہوتا ہے مفاعیلن چھ مرتبہ۔

لیکن دیوانِ حافظ شیرازی کی پہلی نظم بحرِ ہزج مثمن سے ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بحرِ وافر مثمن سے ہو۔

میرے اِس قصیدہ کے بارے میں قارئین یہ بات ملحوظِ نظر رکھیں کہ جابجا اس میں مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلن ہوگیا ہے۔ عَصْب کا معنی ہے اِسکانُ حرفٍ خامسٍ متحرّکٍ۔ اسی طرح حسب قوانینِ علم عروض اس میں بعض دیگر تصرّفات از قبیل زحاف و علل بھی واقع ہُوئے ہیں۔

فائدہ ۱۲ = یہ امر نہایت مسرّت وخوشی کا باعث ہے کہ بندہ عاجز اس قصیدہ کے نظم وتہذیب سے حرم شریف میں اقامت کے دوران فارغ ہُوا۔ یعنی منیٰ میں مسجد خیف کے قریب رابطۂ عالم اسلامی کے دار الضیافۃ میں بروز سبت وبتاریخ ۱۲؍ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳؍ جون ۱۹۹۲ء اس قصیدہ کی ترتیب ونظم کی تکمیل ہوئی۔

اِس وقت یہ بندۂ عاجز حج مبارک کے سلسلے میں اپنے کنبہ سمیت رابطۂ عالم اسلامی کے دار الضیافہ میں مقیم ہے۔ اِس وقت میرے پاس کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ سفر کی وجہ سے اور لوگوں کے شدید ازدحام کی وجہ سے کسی کتاب کا حصول نہایت مشکل کام ہے۔

اس قصیدہ کا نام رکھتا ہُوں۔ فَتحُ الصَّمَد بنظم اَسمار الاَسد۔

اور لقب وعُرف = نظم الفقیرِ الرُّوحانی فی رثار الشیخ عبدالحق الحقانی = رکھتا ہُوں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نزیلِ منیٰ۔ الفقیر مُحمّد مُوسیٰ الرُّوحانی البازی عفا اللہ عنہ
استاذ الحدیث والتفسیر بالجامعۃ الاشرفیّۃ
لاہور۔ باکستان

یوم السبت ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

فتح الصمد بنظم اسماء الاسد

نظم الفقير الروحانى فى رثاء الشيخ عبد الحق الحقانى

قصيدة فريدة لانظير لها فى الماضى قدجمعتُ فيها ماينيف
على ستمائة من اسماء الاسد ومايتعلق بالاسد وهى رثاء المحدث
الكبير مسند العصر جامع المعقولات والمنقولات شيخ الحديث

مولانا عبد الحق رحمه الله تعالى

مؤسس جامعة دار العلوم الحقانية ببلدة اكوره ختك
المتوفى يوم الاربعاء ٢٤ محرم ١٤٠٩ھ ٧ سبتمبر ١٩٨٨م

فرغت من نظم هذه القصيدة اليتيمة واكمالها فى منى الارض المباركة والحرم الشريف

ساعة خمس ونصف مساء يوم السبت بتاريخ ١٢ ذوالحجة من سنة ١٤١٢ھ
١٣ يونيو من سنة ١٩٩٢م. وذلك بعد ما فرغنا من اداء اكثر مناسك الحج

وكنتُ مقيمًا مع عائلتى كلها فى دار الضيافة لرابطة العالم الاسلامى. بمنىٰ

الفقير الى الله محمد موسى الروحانى البازى (عفى عنه)
أستاذ الحديث والتفسير بالجامعة الأشرفية
لاهور۔ باكستان

نزيل منىٰ۔ يوم السبت ١٢ ذوالحجة ١٤١٢ھ ١٣ يونيو ١٩٩٢م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غم اور آنسو کے چند منظوم کلمات

رثاء المسند الرحلة الحجّة
الشّیخ عبدالحق رحمہ اللہ
مؤسّس دار العلوم الحقّانیّة باکورہ خٹک

من العبد الفقیر محمد موسی الروحانی البازی الاستاذ بالجامعة الاشرفیة لاہور

①

① خَلِیلَیَّ ابْکِیَا اِذْ بَانَ مُسْنِدُنَا وَقَیِّمُنَا

اے میرے دو حبیبو۔ گریہ وفغاں کرو۔ کیونکہ ہمارے عظیم محدث اور سرپرست ہم سے جُدا ہوئے۔

وَلَهْفِیْ۔ آہِ۔ مَاتَ الشَّیخُ عَبدُالحقِّ اَکرَمُنَا

ہائے افسوس۔ کہ ہمارے محترم ومکرم مولانا شیخ عبدالحق وفات پاگئے

② قِفَا نَبْكِ الَّذِی قَدْ کَانَ یُرْشِدُنَا وَیَنْصَحُنَا

اے دو دوستو ٹھہر جاتا کہ غم کے آنسو بہائیں اور روئیں اس محدث کی موت پر جو ہمیں ارشاد ونصیحت کرتے تھے

وَیَهْدِینَا صِرَاطًا مُسْتَقِیمًا وَهْوَ اَعلَمُنَا

اور ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے تھے۔ وہ سب سے بڑے عالم تھے

③ قِفَا نَنْعَ السَّرِیَّ الحُجَّةَ الاَسنٰی وَرُحْلَتَنَا

اے دو رفیقو ٹھہر و ہم اُس شخص کی موت کی اطلاع لوگوں کو دیں جو سردار، حُجت۔ بلند اور ہمارا مرجع تھے

وَشَیخَ شُیُوخِ هٰذَا العَصرِ مَنْ مَازَالَ یُعَظِّمُنَا

اور موجودہ زمانہ میں شیوخ کے شیخ تھے۔ وہ سدا ہماری ترقی وبلندی میں کوشاں تھے

---

① المسند هو المحدّث الکبیر۔ القیّم درست کرنے والا، سرپرست

③ السّرِیّ سردار، الحُجّة حافظ الحدیث، الاسنٰی بلند۔ الرُّحلة وہ شیخ کبیر جس کی طرف سب لوگ سفر کرتے ہیں۔ نعی۔ موت کی اطلاع دینا۔

(٤) قِفَا نَبْكِ الحَبِيبَ الشَّيْخَ عَبْدَ الحَقِ مَوْلَانَا

اے دوساتھیو ٹھہرو تاکہ ہم آنسو بہائیں اور روئیں مولانا شیخ عبدالحق کی موت پر۔ وہ جو ہمارے حبیب تھے۔

وَمَنْ قَدْ كَانَ يَبْذُلُ وُسْعَهُ فِيمَا يُقَوِّمُنَا

اور وہ شیخ جو مسلسل کوشش کرتے رہے ہماری اصلاح کے لیے

(٥) وَمَنْ جَمَعَ الشَّتَاتَ وَلَمَّ شَعْثَ الْقَوْمِ يَأْسُوهُمْ

اور وہ جو مسلمانوں کی زبوں حالی و اختلاف کا ازالہ کرتے تھے ہمدری کرتے ہوئے

وَيَجْبُرُ وَهْيَنَا جَبْرًا وَيُصْلِحُنَا وَيُحْكِمُنَا

اور ہماری کمزوری کا جبیرہ کرتے ہوئے ہماری اصلاح کرتے تھے اور ہمیں ظاہری رُوحانی طور پر طاقتور بناتے رہے۔

(٦) وَاَصْلَحَ حِينَمَا اسْتَشْرىٰ الفَسَادُ وَرَمَّ رَثًّا اِذْ

انھوں نے اصلاح کی دین اور قوم کی جبکہ فساد حد سے متجاوز ہو چکا تھا اور خرابی کا ازالہ کیا اُس وقت

تَفَاقَمَ صَدْعُهُ وَازْدَادَ حَتّٰى كَادَ يَأْزِمُنَا

جبکہ فساد اور شر اتنا زائد ہو گیا تھا کہ ہماری مکمل تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا

(٧) مَحَطُّ رُكُوبِ اَهْلِ العِلْمِ نَافِعُهُمْ وَمُرْشِدُهُمْ

مولانا مرحوم سب علماء کا مرجع تھے نیز وہ بڑے نافع و مُرشد تھے

نَعَمْ هُوَ عِنْدَ رَفْعِ شَعَائِرِ الرَّحْمٰنِ ضَيْغَمُنَا

وہ شعائر اللہ بلند کرنے کے لحاظ سے علماء میں شیر کا درجہ رکھتے تھے

---

(٥) لَمَّ ای جمع، یہ صیغہ ماضی ہے۔ شعث متفرق، پریشانی۔ یقال لَمَّ شعثَه۔ اصلاح کرنا خرابی اور نقص دُور کرنا۔ یأسو ہمدردی و غمخواری کرنا، جبر کا معنی ہے اصلاح کرنا، کسی چیز کا حال اچھا کرنا۔ وَهْيَ شگاف، کمزوری، إحكام مضبوط کرنا، فساد سے روکنا۔

(٦) استشراء الفساد کا معنی ہے فساد کا انتہا کو پہنچنا۔ رَمّه درست کرنا۔ الرَّثّ بوسیدہ چیز۔ یقال رمَّ الرثَّ یعنی خرابی دُور کی۔ تفاقم زیادہ ہونا اور بڑا ہونا۔ صدع شگاف، متفرق ہونا۔ یقال تفاقمَ صَدْعُه ای عظم شرّہ و زاد۔ أزم تباہ کرنا، استیصال کرنا، استحصال کرنا۔

(٧) محطّ کا معنی ہے مرکز، مرجع، منزل۔ رکوب جمع ہے رکب کی۔ ای القافلة۔ رکب اسم جمع ہے یعنی

⑧ وَمَفْخَرَةُ الوَرٰی نُورُ الهُدٰی طَلَّاعُ اَنْجِدَةٍ

وہ مُسلمانوں کے لیے باعثِ فخر۔ نورِ ہدایت اور مشکلات کو حل کرنے والے تھے

وفی البَأساءِ فِرْفِرُنا[۲] وفی البَلوٰی عَشَّرَّمُنا[۳]

وہ علمی و دینی معرکوں میں نیز ہر آزمائش کے وقت شیرِ خدا تھے

⑨ وهِمْهِيمٌ[٤] وهَمْهَامٌ[٥] وهُمْهُومٌ[٦] وهَوَّامٌ[٧]

وہ اسلامی امُور میں ہمارے لیے اسد اللہ 〃 〃 〃 〃 تھے

وهَضَّامٌ[۸] وهَصَّامٌ[۹] وهاضُومٌ[۱۰] هَصَمْصَمُنا[۱۱]

〃 〃 〃 〃

⑩ مُضَرِّسُنا[۱۲] وعَتَرْسُنا[۱۳] عَتَرَّسُنا[۱٤] عَرَنْدَسُنا[۱۵]

〃 〃 〃 〃

وَاَغْضَفُنا[۱٦] وعِرْفاسٌ[۱۷] وصِلْقامٌ[۱۸] وصَلْقَمُنا[۱۹]

〃 〃 〃 〃

⑪ لقدْ جَلّت مَآثِرُهُ كَمَا عَزَّت مَنَاقِبُهُ

شیخ مرحوم کی خوبیاں۔ کمالات و مناقب بہت بلند اور کمیاب غالب ہیں

وقدْ جَمَّت مَعارِفُهُ الّتی اَمْسَت تُسَوِّمُنا

اسی طرح ان کے معارف وعلوم بہت زیادہ ہیں جو ہم علماء کے لیے موجبِ زینت ہیں

اونٹ یا گھوڑوں کی سوار جماعت، قافلے، بڑے عالم کے بارے میں کہا جاتا ہے هو مَحَطُّ الرحال ومحط الركوب۔ یعنی وہ قافلوں کا مرجع ومنزل ہے، دور دراز سے قافلے اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ ضیغم قصیدہ ہذا میں یہ پہلا اسم اسد ہے۔

⑧ اَنجدة و اَنجاد جمع نَجد، بلند زمین، يقال هو طلاع اَنجدةٍ یعنی وہ مشکل امور پر غالب آنیوالا ہے

⑪ مآثر جمع ہے مأثرة کی، خاندانی بزرگی جو مشہور ہو۔ مناقب جمع منقبة، بزرگی، فخر کی بات خوبی، جمّ الشیٔ ای کثر۔ تسویم کا معنی ہے حاکم بنانا، پوری قدرت وقوت دینا، تحسین وتزئین کے معنی میں بھی مستعمل ہے، یہاں یہ تینوں معنی درست ہیں۔

⑫ قُدْ اَحْسُنَا[٢٠] وَقَسْقَاسٌ[٢١] قُسَاقِسُنَا[٢٢] وَقَسْقَسُنَا[٢٣]

وہ ہمارے لیے باعتبار مُحافظ ہونے کے اسدُ اللہ 〃 〃 〃 کی حیثیت رکھتے تھے

وَنَهَّاسٌ[٢٤] نَهُوْسٌ[٢٥] مِنْهَسٌ[٢٦] ضِغْزٌ[٢٧] وَقَشْعَمُنَا[٢٨]

〃 〃 〃 〃 〃

⑬ مُهَرَّتُنَا[٢٩] وَاَهْرَتُنَا[٣٠] وَمَهْرُوْتٌ[٣١] وَمُنْهَرِتٌ[٣٢]

〃 〃 〃 〃

وَضَابِثُنَا[٣٣] وَمُضْرِجُنَا[٣٤] وَعَسْرَبُنَا[٣٥] وَشَجْعَمُنَا[٣٦]

〃 〃 〃 〃

⑭ بَسُوْرٌ[٣٧] ذُوْ قَعَاقِعَ[٣٨] لَائِثٌ[٣٩] وَعَجَنَّسُ[٤٠] الْمَوْلٰى

〃 〃 〃 〃

سِرَاحُ[٤١] اللهِ آبِى[٤٢] اللهِ جَسَّاسٌ[٤٣] وَاَدْلَمُنَا[٤٤]

〃 〃 〃 〃

⑮ فَرُوْحُ الْعِلْمِ قَدْ بَلَغَ التَّرَاقِىَ بَعْدَهٗ وَذَوَتْ

اُن کی وفات کے بعد رُوحِ علم گلے کو پہنچی اور سُوکھ گئے

رِيَاضُ الْعِلْمِ بَعْدَ الزَّهْوِ اِذْ قَدْ مَاتَ مِضْخَمُنَا

علمی باغیچے شاداب ہونے کے بعد کیونکہ ہمارے شریف راہنما وفات پاگئے

⑯ وَاَشْرَفُنَا وَاَوْرَعُنَا وَاَتْقَانَا وَاَخْشَعُنَا

وہ سب سے زیادہ شریف۔ پرہیزگار۔ متقی اور خدا کا خوف رکھنے والے تھے

وَمَوْلَانَا وَاَعْلَانَا وَاَوْلَانَا وَاَفْخَمُنَا

وہ ہم میں اعلٰے و اولٰی بالاکرام مولانا اور معظم تھے

---

⑮ تَرَاقِىَ سینے کا بالا حصہ، ہنسلی یہ جمع ہے ترقوت کی۔ ذَوَىٰ سبزی اور گھاس کا مُرجھانا اور خشک ہونا۔ زَهْوٌ و زَهَاءٌ کا معنی ہے تروتازگی، رونق اور چمک۔ مِضْخَمٌ وہ شخص جو سردار و مخدوم و عالی مرتبت ہو۔

⑰ وَبِالْقُرْآنِ اَعْلَمُنَا وَبِالْآثَارِ اَعْرَفُنَا

وہ قرآن کے سب سے بڑے عالم ۔ احادیث کے بہت بڑے عارف

وَبِالْاَسْرَارِ اَدْرَانَا وَلِلْاِسْلَامِ اَخْدَمُنَا

اور اسرارِ شریعت کے زیادہ جاننے والے تھے اور اسلام کے سب سے بڑے خادم تھے

⑱ مُحَدِّثُنَا ۔ مُفَسِّرُنَا ۔ وَبَحْرُ الْعِلْمِ ۔ اَفْقَهُنَا

وہ ہمارے محدث ۔ مفسر ۔ علم کے سمندر ۔ سب سے بڑے فقیہ

وَحَافِظُنَا وَعُرْوَةُ دِيْنِنَا الْوُثْقٰى وَاَفْهَمُنَا

حافظ الحدیث تھے ۔ اور اسلام کا مضبوط دستہ اور بلند فہم والے تھے

⑲ غَضُوْبُ[٤٥] اللّٰهِ غَضَنْبُ[٤٦] اللّٰهِ اَصْهَبُهٗ[٤٧] وَعَشَرْبُهٗ[٤٨]

وہ اسد اللہ ہیں // // //

عَشَرَّبُهٗ[٤٩] غَشَرَّبُهٗ[٥٠] عُشَارِبُهٗ[٥١] وَضَبْثَمُنَا[٥٢]

// // // //

⑳ قَطُوْبُ[٥٣] اللّٰهِ قَاطِبُهٗ[٥٤] وَقَعْنَبُهٗ[٥٥] قُعَانِبُهٗ[٥٦]

// // // //

وَكَعْنَبُهٗ[٥٧] كُعَانِبُهٗ[٥٨] وَقَائِتُهٗ[٥٩] وَهَيْزَمُنَا[٦٠]

// // // //

㉑ مُقَبْقِبُهٗ[٦١] وَجُخْدُبُهٗ[٦٢] وَجُخَدَبُهٗ[٦٣] وَقَبَّابٌ[٦٤]

// // // //

وَاَغْلَبُنَا[٦٥] مُفَاجِئُنَا[٦٦] وَقِرْضَابٌ[٦٧] وَهَيْصَمُنَا[٦٨]

// // // //

㉒ وَمُفْتَرِسٌ[٦٩] ابُوالفَرّاسِ[٧٠] فَرْفَارٌ[٧١] فُرَافِرَةٌ[٧٢]

// // // //

وفِرْفَارٌ[٧٣] عَفَرْفَرَةٌ[٧٤] فُرَافِرْنَا[٧٥] ومِهْصَمُنَا[٧٦]

// // // //

㉓ اذا سَبَقَ الكِرامُ الیٰ عُلُوٍّ کنتَ سابِقَهم

جب عُلما کسی کارِ خیر کی طرف مسابقت کرنے لگتے تو آپ سب سے آگے ہوتے

وقائدَهم نعَم مازِلتَ تَهدِینا وتَقدُمُنا

اور ان کے قائد ہوتے۔ آپ سدا ہمیں ہدایت کرتے اور ہر کارِ خیر میں ہم سے آگے ہوتے

㉔ لِموتِكَ قَد بَكَتْ اَرضٌ وعَرْشٌ ثم كُرْسِيٌّ

آپ کی موت پر ماتم کناں ہیں زمین ۔ عرش ۔ کرسی

وَاَفلَاكٌ وَاَنجُمُهَا وكَعبتُنَا و زَمزَمُنَا

آسمان ۔ ستارے ۔ کعبۃ اللہ اور زمزم شریف

㉕ وباكستانُ مَعْ هندٍ۔ مسَاجِدُنا۔ مَدارِسُنَا

نیز غمگین ہے سارا پاکستان ۔ ہند ۔ ہماری مسجدیں ۔ مدارس

وَاَرضُ اللهِ۔ مَكَّتُنَا۔ مَدینَتُنَا۔ یَلَمْلَمُنَا

اور اللہ کی پاک زمین یعنی مکہ مکرمہ ۔ مدینہ طیبہ اور یلملم

㉖ وهٰذی الكُتُبُ والاَقلامُ مَعْ دارالعلومِ بَكَت

نیز ساری کتابیں ۔ اقلام ۔ دارالعلوم حقانیہ روتے ہیں

ویَبكِي العَقلُ ثم النقلُ اِذ قد مَاتَ مُقْرَمُنَا

نیز گریاں ہیں عقل و نقل کیونکہ ہمارے عظیم آقا و سیّد وفات پا گئے

㉓ تقدُمنا۔ بابہ نصر ای تتقدمنا، یقال قدم القومَ قدمًا واستقدمہ ای تقدمهم وصار قدامهم۔

㉖ المقرَم۔ بڑے سردار و عالی مقام رہنما۔ قال الزبیدیؒ فی التاج ۹ ح ص۲۳ ومّما یُستَدرَك

(۲۷) وَيَبْكِي الطَّيْرُ والحِيْتَانُ ثم السَّهْلُ مَعَ جَبَلٍ

نیز روتے ہیں پرندے ۔ مچھلیاں ۔ ہموار میدان اور پہاڑ

وَيَبْكِي الجِنُّ ثم الإِنسُ إذ قَدَ فَاضَ كَيْخَمُنَا

نیز کُل جن و انس آہ و بکا کر رہے ہیں کیونکہ علم کے بڑے سُلطان انتقال کر گئے

(۲۸) لِأَخذِ المُلحِدِينَ لناضُبَاثُ[77] المِضْبَثِ[78] لِمَاضِي[79]

آپ مُلحدوں کے پکڑنے کے بارے میں ہمارے لیے شیر // کا طاقتور پنجہ ہیں

قِنَابُ[80] اللَّيْثِ مِقْنَبُهُ[81] ومِقْنَابٌ[82] ومِخْزَمُنَا

// // // اور ہمارے دین کی محافظ تلوار ہیں

(۲۹) فُتُوخُ[83] اللَّيْثِ قُنْبُ[84] اللَّيْثِ مِخْلَبُهُ[85] وبُرْثُنُهُ[86]

// // // //

عَكَازِيلُ[87] ومِضْبَثُهُ[88] وعند البَأْسِ كُرْدُمُنَا

// // اور سختی کے وقت بڑے قوی اور شجاع تھے

(۳۰) هُزَابِرُنَا[89] هِزْبَرٌ[90][91] زُفَرٌ[92] وأَزْهَرُنَا[93]

ہمارے اسداللہ ہیں // // // //

مُجَالِحُنَا[94] مُبِيحٌ[95] قَارِحٌ[96] غَشِثٌ[97] وعَرَهْمُنَا[98]

// // // // //

علیٰ صاحب القاموس المقرَم کمکرَم السیّد العظیم علی التشبیه بالمقرم من الابل انتهیٰ.

(۲۷) کیخم کحیدر عظیم المرتبہ سلطان، یہاں مراد سلطانِ علم واسلام ہے یقال سلطان کیخم ای عظیم.

(۲۸) ان دو شعروں میں شیر کے پنجے کے دس اسماء کے علاوہ شیر کے بھی دو اسم مذکور ہیں یعنی مِضْبَث و مَاضِی، مِخْرَم کمنبر سیف قاطع۔

(۲۹) بأس۔ خوف، سختی ۔ کُرْدَم شجاعِ عظیم، دلیر، نڈر۔ ابن السائب وغیرہ کئی صحابہؓ کُرْدَم سے موسوم تھے۔

(٣١) وَلَيثٌ أُفْتَخٌ[٩٩] مُتَرَبِّدٌ[١٠٠] سِيدٌ[١٠١] وَاَرْبَدُنَا[١٠٢]

// // // //

وَمَرْثَدُنا[١٠٣] شَدِيدٌ[١٠٤] مُصْمَعِدٌّ[١٠٥] اللهِ ضَرْضَمُنَا[١٠٦]

// // // //

(٣٢) شَرَنْبَثُنَا[١٠٧] شُرَابِثُنا[١٠٨] شُنابِثُنا[١٠٩] وَشَنْبَثُنَا[١١٠]

// // // //

غُثاغِثُنا[١١١] وعائِثُنا[١١٢] وعَيّاثٌ[١١٣] وضُمْضِمُنَا[١١٤]

// // // //

(٣٣) حَطُومُ[١١٥] الدِّينِ عَشَزَبُه[١١٦] عَشَزَّبُه[١١٧] وَاَهْدَبُه[١١٨]

اسلام کے محافظ شیر ہیں // // //

وغَيْلُ[١١٩] مَعاشِرِ العُلَماءِ حَطّامٌ[١٢٠] ومِحْطَمُنَا[١٢١]

جمعیۃ علماء کے شیر رہنما ہیں // //

(٣٤) اَمِيرُ المؤمِنِين رِوَايَةً وَدِرَايَةً وتُقًى

آپ امیــر المومنین ہیں روایت ۔ درایت ۔ تقویٰ ۔

وإحسَانًا وإسنَادًا وفِي التَّحدِيثِ اَحْزَمُنَا

احسان اور اسناد میں اور روایت حدیث کے لحاظ سے ہم میں اوثق تھے

(٣٥) صَدُوقٌ صَالِحٌ ثِقَةٌ اَمِينٌ مُتقِنٌ عَدْلٌ

روایتِ حدیث وعلوم میں صادق ۔ صالح ۔ ثقہ ۔ امین ۔ محکم و عادل ہیں

ومُسنِدُ عَصرِهِ عَلّامَةٌ ثَبْتٌ ومُحْكَمُنَا

اور اپنے عصر کے عظیم محدث ۔ علّامہ ۔ اثبت اور محکم ہیں

---

(٣٤) ان تین شعروں میں حدیث و رُواۃِ حدیث سے متعلق و مختص متعدد اصطلاحی الفاظ نہایت لطیف و غریب طریقہ سے ذکر کیے گئے ہیں=

(٣٦) قَوِيٌّ ضَابِطٌ وَمُجَوِّدٌ فِي كُلِّ مَا يَرْوِي

روایتِ حدیث میں بہت قوی ضابط اور جید ہیں ہر مروی میں

وَمَحْفُوظٌ وَمَأْمُونٌ وَمَعْرُوفٌ وَأَسْلَمُنَا

اور محفوظ۔ مامون۔ معروف اور ہر قسم کی جرح سے سالم ہیں

(٣٧) مَهِيبُ[١٢٢] اللّٰهِ كَفَّاتٌ[١٢٣] كَذَا مُتَهَيِّبٌ[١٢٤] هَدِبٌ[١٢٥]

وہ اسد اللہ ہیں ″ ″ ″

وَمَنْهَتَةٌ[١٢٦] وَمُنْهِتَةٌ[١٢٧] وَنَهَّاتٌ[١٢٨] وَمُجْشِمُنَا[١٢٩]

″ ″ ″ ″

(٣٨) وَنَآَّتٌ[١٣٠] وَهَرَّاتٌ[١٣١] هَرُوتٌ[١٣٢] دَلْهَثٌ[١٣٣] هَرِتٌ[١٣٤]

″ ″ ″ ″ ″

وَدِلْهَاثٌ[١٣٥] دُلَاهِثُنَا[١٣٦] وَأَبْغَثُنَا[١٣٧] عَثَمْثَمُنَا[١٣٨]

″ ″ ″ ″

(٣٩) وَجِرْهَاسٌ[١٣٩] وَجِرْفَاسٌ[١٤٠] وَجَوَّاسٌ[١٤١] وَمُخْتَبِسٌ[١٤٢]

″ ″ ″ ″

خَبُوسٌ[١٤٣] خَابِسٌ[١٤٤] وَخُنَابِسٌ[١٤٥] نَهِزٌ[١٤٦] وَأَخْشَمُنَا[١٤٧]

″ ″ ″ ″ ″

(٤٠) فُرَافِصَةُ[١٤٨] الْمُهَيْمِنِ هِنْدِسٌ[١٤٩] مُتَمَهِّرُ[١٥٠] الْبَارِي

وہ اللہ مہیمن باری کے اسد ہیں ″ ″

وَهَجَّاسٌ[١٥١] فَصَافِصَةٌ[١٥٢] فُرَافِصُنَا[١٥٣] وَأَحْلَمُنَا

″ ″ ″ اور ہم عُلماء میں بڑے حلم وتحمل والے ہیں

---

(٤٠) اس شعر کے آخر میں لفظ قافیہ یعنی ”أَحْلَمُنَا“ اسمِ اسد نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کے اوپر بطورِ علامۃ وتنبیہ خط کھینچا گیا ہے۔ پس قصیدہ ہذا میں لفظ قافیہ پر خط ولکیر اس بات کی علامت ہے کہ یہ اسمِ اسد نہیں ہے۔ یہ لکیر افعال

(٤١) غِدَفٌّ[١٥٤] قُصْقُصٌ[١٥٥] وقُصَاقِصٌ[١٥٦] صَادٌ[١٥٧] ومُرْتَصِفٌ[١٥٨]

// // // // //

ومِقْعَاصٌ[١٥٩] ومِقْعَصُنَا[١٦٠] وذُهْوَاءٌ[١٦١] وزَهْدَمُنَا[١٦٢]

// // // //

(٤٢) ومامِن مجَلِسِ العُلمَاءِ اِلَّاَ انتَ سَيِّدُهُم

آپ علماء کی ہر مجلس میں صدر و سردار

واَوْحَدُهم واَمثَلُهم وفی الخیراتِ اَقدَمُنَا

یکتا اور افضل ہوتے تھے اور کارہائے خیر میں سب سے آگے ہوتے تھے

(٤٣) وزِنْتَ مَنابِرَ الاسلامِ اِذ ماكنتَ تَصَعَدُها

آپنے دینِ اسلام کے منبروں کو زینت بخشی جبکہ آپ اُن پر چڑھ کر

فتَخطُبنَا وتَنصَحنا وعن فحشاء تَزَخَمنا

خطبہ دیتے ہُوئے ہمیں نصیحت کرتے اور بُرائی سے روکتے

(٤٤) كأنّ كلامَكَ الجَذّابَ دُرَّتُنا ولُؤلُؤُنا

آپ کا کلام بلحاظ کشش کے گویا کہ ہمارے لیے گوھر۔ موتی

وَجَوهَرُنا ویاقُوتٌ۔زُمُرّدُنا و مَنْجَمُنَا

جواھر۔ یواقیت۔ زُمرّد اور جواہرات کی کان ہے

پر نہیں کھینچی گئی۔ کیونکہ افعال میں اشتباہ و اشکال نہیں ہے۔

(٤١) ذُهَواء کبُصْراء، حرف "ھاء" دراصل مفتوح ہے والسکون للضرورۃ.

(٤٣) تزخم شدّت سے کسی کام سے روکنا اور دفع کرنا یقال زخمہ ای دفعہ دفعًا شدیدًا۔

(٤٤) مَنجَم معدن، جواہر و یواقیت کی کان۔

(45) وَإِنَّ خِطابَكَ المحبُوبَ مِغناطِيسُ أَفئِدَةٍ

بے شک آپ کا خطاب باعتبار محبُوب ہونے کے دِلوں کا مغناطیس ہے

وعَسْجَدُنا وفِضَّتُنا ودِينارٌ ودِرْهَمُنا

اور ہمارے لیے سونا چاندی دینار اور درہم ہے

(46) دَهُوسُ[١٦٣] العلمِ دَوْكَسُهُ[١٦٤] دُماحِسُه[١٦٥] ودَرْفاسٌ[١٦٦]

آپ عِلم کے شیر ہیں ″ ″ ″

ودِرْناسٌ[١٦٧] ودُبَّحسٌ[١٦٨] ودَوَّاسٌ[١٦٩] مُخَثْعَمُنا[١٧٠]

″ ″ ″ ″

(47) عَمُوسُ[١٧١] اللهِ عَنبَسُهُ[١٧٢] عَمَّاسُ[١٧٣] اللهِ مَيَّاسٌ[١٧٤]

آپ اسداللہ ہیں ″ ″ ″

عَلَنْدَسُهُ[١٧٥] عُنابِسُهُ[١٧٦] وعَنبَسَةٌ[١٧٧] وضَيثَمُنا[١٧٨]

″ ″ ″ ″

(48) وبَهْنَسُنا[١٧٩] مُبَهْنِسُنا[١٨٠] عَضَوَّرُنا[١٨١] خُنافِسُنا[١٨٢]

آپ ہمارے لیے ایسے اسداللہ ہیں ″ ″ ″

وخَبَّاسٌ[١٨٣] كذا مُتَبَهْنِسٌ[١٨٤] في البِرِّ يُقَحِّمُنا

″ ″ جو نیکی میں ہمیں شدت سے داخل کرتے رہتے ہیں

(49) وأَصْبَحُنا[١٨٥] وسِرْحانٌ[١٨٦] وأَصْدَحُنا[١٨٧] وطَحْطاحٌ[١٨٨]

″ ″ ″ ″

صُمادِحُنا[١٨٩] وقُرْحانٌ[١٩٠] وشُنْدُخُنا[١٩١] وزَهْدَمُنا

″ ″ ″ اور ہم عُلماء میں شاہین ہیں

---

(48) فی البِرّ متعلق ہے فعل مؤخّر کے ساتھ جو کہ يقحم ہے۔ اس قسم کی ترکیب آگے بھی آتی رہے گی خصوصاً مصرع ثانی کے آخر میں۔

(49) زَهْدَم کجعفر یہ شیر کا اسم بھی ہے، اس کا ذکر شعر ۱۴ میں گزر گیا ہے اور اس کا معنی باز و شاہین بھی ہے

(50) جَرِیُٔ[۱۹۲] اللہِ اَرْقَبُ[۱۹۳] رَبِّنَا الْمَوْلٰی وَطَیْثَارٌ[۱۹۴]

″ ″ ″

وَلَیْثٌ[۱۹۵]. جَائِبُ[۱۹۶] الْعَیْنِ الْعَظِیْمُ الشَّانِ ضَرْغَمُنَا[۱۹۷]

آپ عظیم الشان اسد اللہ ہیں ″ ″

(51) ضِرْزٌ[۱۹۸] مَرْزُبَانُ[۱۹۹] الزَّأْرَةِ الْعُلْیَا وَرَاہِبُنَا[۲۰۰]

″ ″ بلند آواز والے ″

وَاَشْہَبُنَا[۲۰۱] وَمَرْہُوْبٌ[۲۰۲] مُدَرِّبُنَا[۲۰۳] وَقَیْخَمُنَا

″ ″ ″ اور ہم عُلماء کے عالی مرتبت سردار ہیں

(52) وَدُبَّخْسٌ[۲۰۴] وَدِرْدَاسٌ[۲۰۵] وَعِتْرِیْسٌ[۲۰۶] وَخَنْبَسُنَا[۲۰۷]

″ ″ ″ ″

خَوَابِسُنَا[۲۰۸] وَفُرْفُوْرٌ[۲۰۹] وَعِفْرِیْنٌ[۲۱۰] یُقَدِّمُنَا

آپ ہمارے لیے وہ اسد اللہ ″ ″ ہیں جو نیکی میں ہمیں آگے بڑھاتے رہے

(53) نَبَاہَتُہٗ۔ نَزَاہَتُہٗ۔ دِیَانَتُہٗ۔ اَمَانَتُہٗ

ان کی نیک شہرت۔ پرہیزگاری۔ دیانت۔ امانت داری

نَجَابَتُہٗ۔ دَلَائِلُنَا بِہٖ قَدْ دَارَ قُمْقُمُنَا

اور شرافت ہر کام میں ہمارے لیے رہنما تھیں شیخ مرحوم ہمارے امور کی خبر گیری فرماتے تھے

اور یہاں یہی معنی مُراد ہے۔ اسی وجہ سے اس پر خط کشیدہ کیا گیا ہے۔ نظم و نثر میں باز و شاہین و صقر کا استعمال مقامِ مدح کبار و سلاطین میں معروف و رائج ہے۔ (50) اَرْقَبُ اسمِ اسد ہے اور مضاف ہے رَبّنا المولٰی کی طرف۔ جائب العین مرکّب اسمِ اسد ہے۔ آگے العظیم الشان محض صفت ہے۔

(51) قَیْخَم بلند و رفیع مرتبہ والا۔ عالیشان۔ ہر بلند شیٔ خواہ ظاہری طور پر بلند ہو یا مرتبہ و رُوحانی طور پر۔ و فی القاموس القیخم کحیدر المشرف المرتفع۔ مَرزُبان الزأرة شیر کا مرکّب نام ہے۔ زأرة شیر کی آواز کو کہتے ہیں۔ العُلیا محض صفت ہے۔ یہ جزءِ اسم نہیں ہے۔ (52) یقدّمنا۔ ای یقدِّمنا فی کل خیر وعمل نافع وفی کل مجلس علمیّ و دینیّ یقال قدّمہ ای جعلہ متقدّمًا۔

(53) نباھة۔ شرافت، شریف ہونا، سمجھ اور شہرت۔ نزاھة بُرائی سے دُور ہونا، پاک دامن ہونا۔ نجابة

(54) حَقائِقُہ۔ دَقائِقُہ۔ غرائِبُہ۔ عجائِبُہ

ان کے علمی حقائق ۔ دقائق ۔ غرائب ۔ عجائب ۔

بَدائِعُہ۔ رَوائِعُہ۔ مَناهِلُنا و مَعلَمُنا

بدائع اور پسندیدہ تحقیقات ہمارے گھاٹ اور علامات ہدایت ہیں

(55) نَصائِحُہ بِخُطبَتِہ تُقَوِّمُنا وقد اَسَرَتْ

ان کے خطبہ میں مذکورہ نصائح ہماری اصلاح کرتے تھے اور قیدی بنایا

حَلاوَتُھا و بَھجَتُھا قُلوبًا فَھُوَ شَدقَمُنا

اس کی حلاوت وجمال نے دِلوں کو ۔ شیخ مرحوم ہم علماء میں بڑے فصیح تھے

شریف الاصل ہونا ، قول وفعل میں لائق ستائش ہونا ، شرافت ، وفی المثل ، علی هذا دار القُمقُم (بضمّ القافین) ای الی هذا صار معنی الخبر ومآلُ الخبر وغایة الخبر یضرب للرجل اذا کان خبیرًا بالأمر ومثله قولهم علیٰ یدی دار الحدیث ۔ اس شعر میں "دلائلنا" خبر ہے اور اس سے قبل پانچ الفاظ بغیر حرف عطف کے مبتدأ ہیں ۔

(54) روائع جمع ہے رائعة کی ، خوشگوار کلام ، پسندیدہ وحسین ، تعجب میں ڈالنے والا ، روائع مسائل دقیقہ و نکاتِ علمیۃ عجیبہ میں مستعمل ہوتا ہے ۔ اور یہاں یہ آخری معنی مُراد لینا بہتر ہے ۔

مناهل جمع ہے منهل کی ، اس کا معنی گھاٹ ، پانی پینے کی جگہ ۔ منزل یہاں مُراد ہے ۔ مرجع و استفادہ علمیّہ کی جگہ ۔ یہ استعارہ مکنیّہ وتخییلیّہ پر مشتمل ہے ۔ مَعلم علامت ، نشان جو راستوں پر بطورِ علامتِ مسافت بنا دیے جاتے ہیں اور رہنمائی کا کام دیتے ہیں ۔ نیز معلم کا معنی ہے مقاصد میں کامیابی کی جگہ ۔ وفی القاموس مَعلَمُ الشیٔ مَظنّتہ یہاں علمی ودینی رہنمائی کی علامات ومقامات مُراد ہیں ۔ اس شعر میں متقدم چھ کلمات مبتدأ ہیں بطریق عدّ کے بغیر حرفِ عطف کے اور مناہل ومعلم خبر ہیں ۔ اس شعر میں شیخ مرحوم کی بلند علمی تحقیقات ومسائلِ مستنبطہ کی طرف اور سابقہ شعر میں ان کے عظیم اوصاف خصال وکمالات کی طرف اشارہ ہے اور اگلے شعر میں مرحوم کی فصیح ومؤثّر تقریر وخطبہ کا ذکر ہے ۔

(55) بھجة خوبی اور حُسن ۔ شدقم کجعفر بڑا فصیح وبلیغ انسان جو کلام کے جملہ اسالیب و اسرار کا عالم ہو ۔ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بطورِ مدح کے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث میں شدقم کا اطلاق کیا ہے قال الزبیدی فی التاج ج۸ ص۳۵۷ مستدرکًا علی صاحب القاموس والشدقم یوصف به البلیغ المفوّہ المنطیق وبه فسِّر حدیث جابر رضی الله تعالی عنه حدّثه رجل بشیٔ فقال جابر رضی الله تعالیٰ عنه ممن سمعتَ هذا؟ فقال من ابن عباس رضی الله عنهما قال جابرؓ من الشدقم ۔ انتهیٰ ۔ شدقم سے اس شعر میں اسمِ اسد مُراد نہیں ہے ۔ اس لیے اس پر خط کشیدہ کیا گیا ہے ۔ ویسے شدقم اسمِ اسد بھی ہے جو شعر ۸۴ میں مذکور ہے ۔

(٥٦) ضَبُوْثُ[٢١١] اللّٰهِ راصِدُه[٢١٢] مُؤَرِّجُه[٢١٣] وخَزْرَجُه[٢١٤]

آپ وہ اسد اللہ ہیں // // //

ومُضْطَبِثٌ[٢١٥] وضَبّاثٌ[٢١٦] يُفَخِّمُنا ويأْدُمُنا

// // جو ہماری تعظیم کرتے ہیں اور ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں

(٥٧) ومُضْطَهِدٌ[٢١٧] ابُوالْفُرْهُوْدِ[٢١٨] نَهْدُ[٢١٩] الْخالِقِ المولٰی

آپ خالق مولیٰ کے اسد اللہ تھے // //

مُعِيْدٌ[٢٢٠] ناهِدٌ[٢٢١] مُتَوَرِّدٌ[٢٢٢] هَسَدٌ[٢٢٣] مُطَهَّمُنا

// // // // ہم علما میں آپ کامل و جامع الکمالات ہیں

(٥٨) خَبُوْرُ[٢٢٤] اللّٰهِ حَيْدَرُهٗ[٢٢٥] وحادِرُهٗ[٢٢٦] وحَيْدَرَةٌ[٢٢٧]

// // // //

وخادِرُه[٢٢٨] ودَوْسَرُهٗ[٢٢٩] وعن شَرٍّ يُقَحْزِمُنا

// // وہ ہر شر سے ہمیں روکتے ہیں

(٥٩) وعَوْفُ[٢٣٠] اللّٰهِ عَسَلَقُهٗ[٢٣١] وعِسْلِقُهٗ[٢٣٢] عَسَلَّقُهٗ[٢٣٣]

// // // //

عُسالِقُه[٢٣٤] وعن فعل المفاسدِ كان يَجْذِمُنا

// اور ہر قسم مفاسد سے ہمیں منع کرتے ہیں

---

(٥٦) يفخِّمنا صفت ہے ضبّاث کی۔ يأدم اسوه وقدوه ہونا يقال اَدَمَ الرجلُ اهلَه۔ اپنے لوگوں کے لیے نمونہ واُسوۂ حسنہ بنا۔ قال الازهري يقال جعلتُ فلانًا اُدمةَ اهلي اى اسوتهم۔ وفي الاساس فلان ادام قومه اى ثمالهم وقوامهم ومن يصلح امورهم وهوادمة قومه اى سيدهم ومقدمهم۔ وقد اَدَمهم ادمًا (بابه نصر) اى كان لهم ادمة" = تاج ج ٨ صـ١٨

(٥٧) مطهَّمنا۔ بصیغۂ اسم مفعول از باب تفعیل ہے۔ کامل و اکمل محاسن والا۔ اعلیٰ جمال ظاہری یا باطنی والا انسان۔ وفي القاموس المطهَّم كمعظَّم هو التامّ من كل شئ والبارع الجمال =

(٥٨) يقال قحزمه قحزمة" اى صرفه ومنعه = حيدرة میں تا تانیث کے لیے نہیں۔ بلکہ مبالغہ کے لیے ہے مثل علامة یا وحدتِ جنس کے لیے۔ (٥٩) يقال جذَمه اى قطعه ومنعه

⑥⓪ أُسامةُ[۲۳۵] رَبِّنا جَهْمٌ[۲۳۶] وكَعْطَلُهُ[۲۳۷] جُراهِمُهُ[۲۳۸]

آپ وہ اسدِ ربِ تعالیٰ ہیں " " "

وجِرْهامٌ[۲۳۹] لَدَى البَلْوٰى يُساعِدُنا وفِرْصِمُنا[۲۴۰]

" جو ہر آزمائش و تکلیف میں ہماری نصرت کرتے ہیں "

⑥① سُلاقِمُهُ[۲۴۱] شُدَاقِمُهُ[۲۴۲] وصارِمُهُ[۲۴۳] صُماصِمُهُ[۲۴۴]

" " " "

وصِلْهامٌ[۲۴۵] وعن شرٍّ وفسقٍ كان يَحْسِمُنا

" اور ہر شرّ و فسق سے ہمیں کاٹتے اور روکتے تھے

⑥② مُكَعْطِلُنا[۲۴۶] وهُنْبُغُنا[۲۴۷] مُخَسَّفُنا[۲۴۸] وقُفْصُلُنا[۲۴۹]

" " " "

ومُحْتَصِرٌ[۲۵۰] وعن ذُلِّ المعاصِي كان يَخْذِمُنا

" اور گناہوں کی ذِلّت سے ہمیں روکتے تھے

⑥③ عَفَرْنَسُنا[۲۵۱] وعُفْرُوسٌ[۲۵۲] وعِفْراسٌ[۲۵۳] وعِفْرِيسٌ[۲۵۴]

" " " "

وعِفْرَسُنا[۲۵۵] غُضافِرُنا[۲۵۶] وذُو لِبَدٍ[۲۵۷] وخَثْعَمُنا[۲۵۸]

" " " "

بطور مبالغہ منع کے معنی میں یہاں استعمال ہُوا ہے۔ اصل معنی ہے کاٹنا۔

⑥⓪ يُساعِدنا صفتِ اسم متقدّم ہے۔ لدى البلوٰى۔ یہ فعل مؤخّر کے لیے ظرف ہے۔ فِرصِمنا عطف ہے جِرهام پر۔

⑥① يحسمنا ای يقطعنا ويمنعنا۔ يقال حسمه ای قطعه ومنعه۔

⑥② خذمه ای قطعه ومنعه

(٦٤) وَاَلفاهُ الذی قد جاءَهٗ مُستفتِیًا بحرًا

ہر مستفتی نے شیخ مرحوم کو علم کا ایسا سمندر پایا جو

یَطُمُّ علی بحارِ الارضِ اِذْ شَیخی غَطَمْطَمُنَا

زمین کے جملہ سمندروں پر فائق ہے۔ کیونکہ میرے شیخ علم کے بے پایاں سمندر ہیں

(٦٥) وکم مِن مُشکِلٍ فی العلمِ حَقّقه بِبُرهانٍ

انھوں نے بے شمار علمی مسائل کی تحقیق کی برہان

وأمثِلةٍ وَاَثبَتَه وفصّلَ اِذ یُعلّمُنا

اور مثالوں سے۔ اور تفصیلاً ان کا اثبات کیا۔ کیونکہ وہ ہمیں تعلیم دیتے تھے

(٦٦) وَلِیُّ اللهِ قُطبُ العصرِ شیخُ شیوخِنا طُرًّا

وہ ولی اللہ۔ قطب عصر اور ہمارے جملہ شیوخ کے شیخ تھے

ونجمُ الهدٰی بَدرُ الدینِ شمسُ العلمِ صیرَمُنا

نجم ہدایت۔ بدر دین۔ آفتاب علم اور محکم وصحیح رائے والے تھے

(٦٧) ولم تأخُذه فی الرّحمٰن لومةُ لائمٍ یومًا

انھیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں کسی طعن کنندہ کے طعن نے متاثر نہیں کیا

زعیمٌ ترجمانُ الدینِ. فی التّقوٰی مُصَمِّمُنا

وہ علماء کے لیڈر۔ دین کے ترجمان۔ تقویٰ اختیار کرنے میں پختہ عزم والے تھے

---

(٦٤) یقال طمّ الاناءَ برتن بھرا۔ طمّ الماءَ ڈھانپ لینا وطمّ الشیُٔ والامرُ زیادہ ہونا اور بڑا ہونا۔ بطور غلبہ یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ یہ تمام سمندروں سے زیادہ پانی والا ہے۔

غَطَمْطَم۔ عظیم ووسیع سمندر۔ نیز وہ انسان جو وسیع مکارم اخلاق والا ہو۔ یہاں دونوں معنی درست ہیں پہلا معنی انسب واولیٰ ہے۔

(٦٦) صَیرَم کحیدر۔ نہایت دانا وعقلمند شخص۔ محکم وصحیح رائے والا۔

(٦٧) زَعِیم ذمہ دار۔ سردار۔ لیڈر۔ قوم کا نمائندہ اور معتمد علیہ۔ مُصَمِّم کر گزرنے والا۔ ای الرجل الثابت النافذ الماضی فی الامور یعنی مضبوط عزم وارادے والا شخص۔

(٦٨) وَقَدْ اَعْلٰی شَعَائِرَ رَبِّه دَهْرًا وَ اَحْيَاهَا

انھوں نے مدت دراز تک شعائر اللہ کو بلند اور زندہ رکھا

وَشِمْنَا مِنه اُسْدًا فَهُوَ مُنْفَرِدًا عَرَمْرَمُنَا

ہم نے ان میں کئی شیر جمع دیکھے۔ پس وہ تنہا بڑی فوج کا کام کرتے تھے

(٦٩) وَمُبْصِرُنَا[٢٥٩] وَبَهْوَرُنَا[٢٦٠] مُبَرْبِرُنَا[٢٦١] وَبَرْبَارٌ[٢٦٢]

آپ وہ اسد اللہ 〃 〃 〃

نَجِيْدٌ[٢٦٣] بَاقِرٌ[٢٦٤] مُتَجَبِّرٌ[٢٦٥] وَرْدٌ[٢٦٦] يُعَظِّمُنَا

〃 〃 〃 〃 تھے جو ہماری بڑی تعظیم کرتے تھے

(٧٠) اَبُوْلِبَدٍ[٢٦٧] وَمُلَبِّدُنَا[٢٦٨] اَبُوْلُبَدٍ[٢٦٩] وَلَابِدُنَا[٢٧٠]

〃 〃 〃 〃

وَسَاعِدَةُ[٢٧١] المُهَيْمِنِ وَهُوَ جَيْفَرُنَا[٢٧٢] وَشَيْظَمُنَا[٢٧٣]

〃 〃 〃

(٧١) اَبُوْحَفْصٍ[٢٧٤] اَبُوْشِبْلٍ[٢٧٥] اَبُوالْعَبَّاسِ[٢٧٦] اَشْجَعُنَا[٢٧٧]

〃 〃 〃 〃

اَبُوالْاَبْطَالِ[٢٧٨] فُرْفُرُنَا[٢٧٩] اَبُوالْاَخْيَافِ[٢٨٠] فُسْحُمُنَا

〃 〃 〃 آپ وسیع الصدر انسان تھے

---

(٦٨) عَرَمْرَم بڑی فوج۔ نیز مضبوط اور شدید ارادے وعزم والا انسان۔ وفی القاموس العرمرم الشدید والجیش الکثیر یعنی ممدوح باعتبار پختہ عزم وارادے کے بڑی فوج کے برابر تھے۔ شِمْنَا ای رأینا۔

(٦٩) يُعَظِّم صفتِ اسم متقدم ہے۔

(٧٠) ان دو شعروں میں اسد کی سات کنیتیں جمع ہیں ساعدة اسد کے اسماء میں غیر منصرف ہے۔ مُهَيْمِن اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

(٧١) اس بیت میں اسد کی پانچ کنیتیں جمع ہیں۔ فُسْحُم کقنفذ۔ وسیع الصدر انسان۔

(٧٢) وَضِرْغَامٌ[٢٨١] وَاَكْلَفُنَا[٢٨٢] وَمُعْتَزِمٌ[٢٨٣] وَعَزَّامٌ[٢٨٤]

〃 〃 〃 〃

وَمُجْتَرِئٌ[٢٨٥] كَذَا ضِرْغَامَةٌ[٢٨٦] لَحِمٌ[٢٨٧] وَعَجْرَمُنَا

〃 〃 〃 قوی عزم و ارادہ والے

(٧٣) عُرَاضِمُنَا[٢٨٨] وَعِرْضَامٌ[٢٨٩] وَعِرْزَمٌّ[٢٩٠] وَعِرْزَامٌ[٢٩١]

〃 〃 〃 〃

عُرَازِمُنَا[٢٩٢] عُرَاهِمُنَا[٢٩٣] عُشَارِمُنَا[٢٩٤] وَعَرْزَمُنَا[٢٩٥]

〃 〃 〃 〃

(٧٤) اِمَامٌ جِهْبِذٌ عِلْمًا وَطَوْدٌ رَاسِخٌ عَزْمًا

وہ علم میں امام ۔ کامل عقل والے اور عزم میں مضبوط پہاڑ کی طرح تھے

فَرِيْدُ الْعَصْرِ نُوْرُ الدَّهْرِ نَوْرُ الزَّهْرِ حَوْجَمُنَا

اپنے زمانہ میں بے مثال ۔ زمانہ کا نور ۔ پھول کی کلی اور سرخ گلاب کی مانند تھے

(٧٥) نَبِيْلٌ لَوْذَعِيٌّ اَلْمَعِيٌّ مَاجِدٌ فَخِمٌ

شریف ۔ نہایت ذہین ۔ تیز فہم ۔ معزز ۔ عظیم الرتبہ ۔

جَلِيْلٌ اَرْيَحِيُّ الْقَلْبِ طَلْقُ الْوَجْهِ فَدْغَمُنَا

بزرگ ۔ کشادہ دل ۔ کشادہ رو تھے اور ہمارے جمیل عظیم سردار ۔

---

(٧٢) عَجْرَم کجعفر ۔ شدید و قوی الارادہ انسان ۔

(٧٤) جِهْبِذ بکسرِ جیم و با ۔ کامل عقل والا عقلمند آدمی ۔ بات کو پرکھنے والا ۔ ای الرجل الناقد العارف بتمییز الجید من الردی = طود پہاڑ = نَوْر بفتح النون ۔ غنچہ ۔ کلی = زهر پھول = حَوْجَم کجعفر جمع حوجمة وهو الورد الاحمر حسین وجمیل سرخ گلاب =

(٧٥) لَوْذَعِیّ نہایت ذہین وفصیح ۔ اَلْمَعِیّ بڑے ذکی و ذہین ۔ نہایت تیز ذہن والا ۔

اَرْيَحِیّ کشادہ اور مکارم اخلاق والا ۔ فراخ دل ۔ نیک دل ۔

طلق الوجه کشادہ رو مرد، ہنس مکھ ۔ فدغم کجعفر جمیل وبلند سردار ۔ قاموس میں ہے ، الفدغم هو الرجل الحسن العظيم ۔

(76) فُیُوضُ الشَّیخِ قد ذاعت علومُ الشیخ قد فاضت

شیخ کے فیوض و علوم کُل دُنیا میں شائع ہیں اور پھیل گئے ہیں

مواعِظُه لنا ذِکرٰی بها قد ضاءَ دهجُمنا

ان کے مواعظِ حسنہ ہمارے لیے نصیحت ہیں۔ ان کے ذریعہ ہمارے لیے راہِ عقبٰی روشن ہوئی

(77) بَنٰی باکورةٍ دارَ العلومِ فاصبحت عینًا

انھوں نے اکوڑہ خٹک میں دار العلوم حقانیہ کا سنگِ بُنیاد رکھا۔ دار العلوم اوّلاً علم کا چشمہ تھا

فنهرًا ثمَّ بحرَ العلم فهی الیومَ عیلمنا

پھر بڑا دریا ہو گیا پھر سمندر بن گیا۔ اور وہ آج ہمارے لیے بے کراں سمندر ہے

(78) ضُراکُ[٢٩٦] مُختلِی[٢٩٧] الرّحمٰنِ هترکُه[٢٩٨] ضُبارِکُه[٢٩٩]

وہ رحمٰن اور اسلام کے اسد ہیں 〃 〃 〃

ومُهرِعُه[٣٠٠] کذا مُتبلِّلُ[٣٠١] الإسلامِ فیلمنا

〃 〃 وہ بلند عظیم الشان انسان ہیں

(79) وحامِی[٣٠٢] اللهِ دوسکُه[٣٠٣] و مُستنٌّ[٣٠٤] و دغفرُه[٣٠٥]

〃 〃 〃 〃

فُراسِنُنا[٣٠٦] نعم فی بحرِ علمِ الدِّینِ أعومُنا

〃 ہاں۔ وہ دینی علم کے سمندر میں ہم سب سے زیادہ اور بہتر تیرنے والے ہیں

---

(76) دَهجَم طریق۔ راستہ

(77) عَیلَم سمندر۔ وفی القاموس العیلم البحر والبئرُ الکثیرة الماء۔ یہ شعر مدح بطریق ترقی ازحال ادنیٰ بطرف حال اعلیٰ کے لطیف اسلوب پر مشتمل ہے۔

(78) فَیلَم کیدر بلند و عظیم الشان انسان۔

(79) فی بحر متعلق ہے أعوم مؤخر کے ساتھ۔ أعوَم اسم تفضیل ہے۔ پانی میں سب سے بہتر اور زیادہ تیرنے والا۔ یقال عام فی الماء عَومًا ای سَبَح۔

(٨٠) وباسِلُه[٣٠٧] وشابِلُه[٣٠٨] وضَمْزَرُه[٣٠٩] واَجْبَهُه[٣١٠]

وہ اسد اللہ ہیں // // //

ضَبَيْطَرُنا[٣١١] مُضَبَّرُنا[٣١٢] مُجَهْجَهُنا[٣١٣] وهُلْقِمُنا[٣١٤]

// // // //

(٨١) ومُنْدَلِفٌ[٣١٥] كذا مُتَدَلِّفٌ[٣١٦] هُزَعٌ[٣١٧] وهَزّاعٌ[٣١٨]

حضرت شیخ وہ اسد اللہ ہیں // // //

ومِهْراعٌ[٣١٩] ورِئْبالٌ[٣٢٠] ورِيبالٌ[٣٢١] يُكَرِّمُنا

// // // جو ہمارا اِکرام کرتے ہیں

(٨٢) ضُماضِمُ[٣٢٢] رَبِّنَا مُستَلحِمٌ[٣٢٣] نهَّامَةُ[٣٢٤] الباقي

// // //

ونَحّامٌ[٣٢٥] ونَهّامٌ[٣٢٦] وعِرْهَمٌّ[٣٢٧] وضَمْضَمُنا[٣٢٨]

// // // //

(٨٣) فُرانِقُه[٣٢٩] كذا مُتَبَسِّلُ[٣٣٠] الرحمٰنِ خِنَّوْسٌ[٣٣١]

وہ اسد الرحمٰن ہیں // //

هَضُومُ[٣٣٢] اللهِ مُمْتَنِعٌ[٣٣٣] مُسافِعُه[٣٣٤] وعَرْضَمُنا[٣٣٥]

// // // //

(٨٤) مُغِبٌّ[٣٣٦] مُزْدَرِي[٣٣٧] غابِ العُلومِ مَهُوبُه[٣٣٨] الأقوى

وہ علمی درختوں کے بن کے قوی اسد ہیں // //

عَيُوثُ[٣٣٩] اللهِ مُصْطادٌ[٣٤٠] واَجْوَفُنا[٣٤١] وشَدْقَمُنا[٣٤٢]

// // // //

---

(٨١) يُكَرِّمُ صفتِ اسم متقدم ہے۔ اس طرح ترکیب قصیدۂ ہذا کے مصرعِ ثانی کے آخر میں کثرت سے مذکور ہے۔

(٨٢) باقی خدا تعالیٰ کا اسم ہے۔ یہاں مضاف الیہ واقع ہُوا ہے۔

(٨٤) غاب جمع ہے غابة کی۔ اس کا معنی ہے جنگل۔ غابَ العلوم سے بطور استعارہ وتشبیہ مراکزِ علوم مُراد

(۸۵) أَعبدَ الحقِّ. كنتَ لنا ضِيَاءَ الحقِّ لا يُطفىٰ

اے مولانا عبد الحق۔ آپ ہمارے لیے اللہ کا وہ نور ہیں جو بجھایا نہیں جا سکتا

بِأَفواهٍ إِذِ البَارِيْ يُتَمِّمُهُ ويَرحَمُنَا

لوگوں کے مُنہ سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرتے ہوئے اس کی تکمیل فرماتے ہیں

(۸۶) تُنَافِحُ عَنْ كتابِ اللهِ كَالهَوَّامِ إِذْ يَحْمِيْ

آپ قرآن کی ایسی محافظت کرنے والے ہیں جیسا کہ شیر حفاظت کرتا ہے

۲۶۳

عَرِيْنَ الشِّبْلِ إِذْ قد كنتَ تَشرَحُهُ وتُفْهِمُنَا

بچوں کے مسکن کی۔ کیونکہ آپ قرآن کی تشریح کرتے ہوئے ہمیں سمجھاتے رہے

(۸۷) وكنتَ أميرَنَا سَوْقًا وكنتَ نَقِيبَنَا قَوْدًا

آپ ہمارے امیر اور سردار تھے چلانے اور رہبری میں

وكنتَ حَكِيمَنَا حِكَمًا بِهَا دَوْمًا تُنَمْنِمُنَا

اور آپ ہمارے دانشمند و حکیم تھے بیانِ اسرار میں جن سے آپ سدا ہمیں مُزین کرتے رہے

(۸۸) عديمُ المِثْلِ فى علمٍ وَسِيْعُ الحِلْمِ فى رُعْبٍ

آپ علم میں بے مثال ہیں۔ اور وسیع بُردباری والے ہیں رُعب کے ساتھ

رَفِيْعُ الشانِ فى حَزْمٍ وفِي شُوْرىٰ مُحَكِّمُنَا

بلند شان والے ہیں ہوشیاری میں۔ اور مشورہ میں دانا صاحبِ تجربہ شیخ ہیں۔

ہیں۔ الاقوىٰ اسم تفضیل ہے صفت اسمِ متقدم ہے۔

(۸۶) تنافح کا معنی ہے مدافعت کرنا۔ حفاظت کرنا۔

هوّام اسم اسد ہے۔ شِبل شیر کا بچہ۔ عرين وہ مقام جہاں شیر رہتا ہے۔

(۸۷) نقيب قوم کا سردار اور رہنما۔ قوم کے حقوق کی حفاظت کرنے والا۔ يقال نمنمه اى زخرفه وزيّنه یہاں مطلق تزئین وتحسین کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

(۸۸) حِلم کا معنی ہے دانائی۔ بُردباری۔ شوریٰ مشورہ۔ مجلسِ مشورہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ شوریٰ الدولة۔ کونسل آف اسٹیٹ۔ اسمبلی ونحو ذٰلك۔ مُحَكِّم كمحدِّث اى بكسر الكاف۔ دانا و تجربہ کار شیخ۔ قاموس میں ہے هو الشيخ المجرّب۔

⑧⑨ سَمَيْذَعُنَا وَجَحْجَاحٌ وَلُهْمُوْمٌ وَنِحْرِيْرٌ

آپ فیّاض سردار، سخاوت میں سبقت کرنے والے سردار۔ وسیع سینہ والے۔ ماہر علوم

وَقَمْقَامٌ وَغِطْرِيْفٌ وَبُهْلُوْلٌ مُعَمَّمُنَا

نہایت نیک سردار۔ خوش اخلاق سردار۔ جامع فضائل سردار اور مسلّم مُقتدیٰ تھے

⑨⓪ وَبَاقِعَةٌ وَكَوْثَرُنَا وَدَاهِيَةٌ وَنَقَّابٌ

آپ نہایت دانا۔ سخی سردار۔ جامع اخلاقِ حمیدہ۔ وسیع علم والے سردار تھے

وَغَيْدَاقٌ وَشَهْمٌ بَلْ مُحَدَّثُنَا وَخِضْرِمُنَا

مکارم اخلاق والے۔ بہت عقلمند۔ بلکہ صاحب الہام وکشف۔ اور کثیر عطایا والے تھے۔

---

⑧⑨ سَمَیْذَع فیاض سردار۔ شریف بہادر۔

جَحْجاح جود وفیاضی کی طرف سبقت کرنے والا عظیم سردار۔ لُهْمُوم نہایت سخی آدمی۔ وسیع سینے والا۔ نِحْرِیر نہایت عقلمند۔ سمجھدار۔ ماہر وحاذق۔ قَمْقام بڑا نیک وفیاض سردار۔ غِطْرِیف خوش طبع خوبصورت سردار۔ سخی۔ بُهْلول خوش طبع۔ کشادہ رُو سردار۔ جامع فضائل سردار۔ مُعَمَّم وہ عظیم سردار جس کو قوم نے پیشوا اور مقتدیٰ مان لیا ہو۔

⑨⓪ باقعة وہ دانا اور زیرک مرد جس کو فریب نہ دیا جاسکے۔ یہ تاء تانیث کے لیے نہیں ہے بلکہ برائے مبالغہ ہے۔ کوثر جنت کی ایک نہر وحوض۔ بڑا سخی وفیاض سردار ورہنما۔ یہاں معنی ثانی مُراد ہے۔ داهیة بطور مبالغہ نہایت بلند وذہین وعقلمند وجامع خصال مرد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ يقال رجلٌ داهيةٌ یعنی نہایت ذہین وعقلمند انسان ہے۔ اس کی تاء مبالغہ کے لیے ہے نہ کہ تانیث کے لیے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں کُتب رجالِ حدیث میں یہ قول مکتوب ہے كان داهيةَ العرب۔ نُقّاب وہ سردار اور رہنما جو فیاض ہو اور کاموں کے اسرار وحقائق دریافت کرے اور وسیع علم والا ہو۔ شَهْم ذہین اور بہت عقلمند انسان۔ محدَّث بفتح دال مشدّدہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امورِ خیر کا القاء والہام ہوتا ہو۔ اى الذى يلقىٰ الصوابُ فى قلبه يسمى مُرَوَّعًا ومحدَّثا۔ وفى الحديث النبوى ان لكلّ أمّة مروَّعين ومحدَّثين فان يكن فى هذه الامة احد منهم فهو عمر۔ غيداق بڑا سخی اور وسیع سینے والا اور مکارم اخلاق والا۔ خِضْرِم بہت زیادہ مال اور عطایا دینے والا۔ قال الثعالبى فى فصل تفصيل اوصاف السيّد من كتاب فقه اللغة ص١٤٣۔ القمقام السيد الجواد۔ الغطريف السيد الكريم الكوثر۔ السيد الكثير الخير۔ البُهْلول السيد الحسن البشر۔ المعمَّم المسوّد فى قومه۔ وايضًا قال فى فصل الكرم والجود۔ الغيداق الكريم الجواد الواسع الخلق الكثير العطية۔ السميذع والجحجاح نحوه۔ الخِضْرِم الكثير العطية

⑨① واَصْيَدُنا لِاَسرارِ[٣٤٤] الشَّرِيعَةِ وَهْوَصَيَّادٌ[٣٤٥]

اسرارِ شریعت دریافت کرنے کے اسد ہیں ″

وَمَحْمِیٌّ[٣٤٦] وکان یَصِیدُ مایَحْمِی وَیَنْظِمُنا

″ اور وہ ان امُور کو حاصل کرتے تھے جو ہماری حفاظت و نظم کا باعث ہوتے تھے

⑨② وشَاكِی[٣٤٧] اللهِ هِلْقَامٌ[٣٤٨] هُرَاثِمُهٗ[٣٤٩] وَهَرْثَمَةٌ[٣٥٠]

وہ اسدُ اللہ ہیں ″ ″ ″

خُبَعْثِنَةٌ[٣٥١] خُبَعْثِنُنا[٣٥٢] خَبَعْثَنُنا[٣٥٣] وَهَرْثَمُنا[٣٥٤]

″ ″ ″ ″

⑨③ هُمَامٌ[٣٥٥] شَيْظَمِیٌّ[٣٥٦] مُعْتَلِی[٣٥٧] الْبَاقِی وَدَهْوَاءٌ[٣٥٨]

وہ ربِّ رحمٰن باقی کے شیر ہیں ″ ″ ″

وَدَاهِی[٣٥٩] رَبِّنَا الرَّحْمٰنِ دِلْهَامٌ[٣٦٠] وَسَلْقَمُنَا[٣٦١]

″ ″ ″

⑨④ وَقُصْقُصَةٌ[٣٦٢] وَهَاصِرُنَا[٣٦٣] وَاَضْبَطُنَا[٣٦٤] وَضَابِطُنَا[٣٦٥]

″ ″ ″ ″

جَلَنْبَطُنَا غَطَمَّشُنَا[٣٦٦] وَقَصْقَاصٌ[٣٦٧] وَمِهْذَمُنَا[٣٦٨]

″ ″ ″ اور ہماری حفاظت کے لیے سیف اللہ ہیں

اللهموم الواسع الصدر وقال فی فصل الدهاء وجودة الرأی ۔ اذا کان الرجل ذا رأی وتجربة فهو داهية واذا جال بقاع الارض واستفاد التجارب منها فهو باقعة فاذا نقب فی البلاد واستفاد العلم والدهاء فهو نقّاب واذا کان حدید الفؤاد فهو شهم انتهٰی ۔ ان دو شعروں میں شیخ مرحوم کے جود و کرم و سیادت و جودتِ رائی و ذہانت و فطانت کے سلسلے میں بیمثال اوصاف و مناقب کا ذکر ہے ۔ بلاریب وہ ان مناقب و اوصاف کا صحیح مصداق تھے ۔

⑨③ الباقی اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو مضاف الیہ واقع ہوا ہے ۔

⑨④ مِهْذَم کمنبر شمشیر بران ۔

⑨⑤ وهَيْصَارٌ[٣٦٩] وهَيْصُورٌ[٣٧٠] وهَصَّارٌ[٣٧١] ومِهْصَارٌ[٣٧٢]

〃 〃 〃 〃

هَصُورَتُنَا[٣٧٣] كذا هُصَرٌ[٣٧٤] وفى التّقوىٰ مُقَدِّمُنَا

〃 〃 اور تقویٰ میں ہمیں آگے بڑھانے والے ہیں

⑨⑥ هَصُورٌ[٣٧٥] مِهْصَرٌ[٣٧٦] هَصِرٌ[٣٧٧] وهُصَرَتُنَا[٣٧٨] وهَيْصَرُنَا[٣٧٩]

وہ اسداللہ ہیں 〃 〃 〃 〃

ومِهْصِيرٌ[٣٨٠] وهَزْهَازٌ[٣٨١] هُزَاهِزُنَا[٣٨٢] وأَرْدَمُنَا

〃 〃 〃 وہ مسلمانوں کے لیے سحاب رحمت ہیں

⑨⑦ فَمَوتُكَ مَوتُ عالَمِنَا بِأَرضٍ مَعْ سمٰواتٍ

آپ کی موت زمین و وسیع سماوات سمیت سارے عالم کی موت ہے

فَيَبْكِي كُلُّ مَن فيهَا ويُبْكِينَا و يُؤْلِمُنَا

پس عالم کے کل سکان خود بھی رو رہے ہیں اور ہمیں بھی رلاتے ہوئے غمگین کرتے ہیں

⑨⑧ وتَبْكِيكَ الصِّحَاحُ السِّتّةُ العُلْيا. ومِشكاةٌ

آپ پر ماتم کناں ہیں حدیث کی صحاح ستہ اور مشکاۃ المصابیح۔

كذاكَ حقائقُ السُّنَنِ الشَّرِيفَةِ وَهِيَ عَيْهَمُنَا

یہی حال آپ کی کتاب حقائق السنن کا ہے اور وہ ہمارے لیے پانی سے پر نہر کی مانند ہے

---

⑨⑤ فی التقوی مؤخر لفظ مقدِم سے متعلق ہے یعنی مرحوم تقویٰ میں ہمیں آگے بڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

⑨⑥ أَرْدَمَ ماہر ملاح۔ برستا ہوا بادل۔ بطور استعارہ و تشبیہ یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ یعنی مرحوم کے علوم و فیوضات لوگوں کے لیے سحاب رحمت ہیں نیز وہ بحرِ معاصی و جہالت میں واقع لوگوں کو وعظ و نصیحت و تعلیم کے ذریعہ باہر نکالتے تھے جس طرح ماہر ملاح پانی میں ڈوبنے والوں کو باہر نکالتا ہے۔

⑨⑦ لفظ مَعْ میں عین یہاں ساکن ہے اور یہ مع میں لغت فصیحہ بلیغہ اور رائج و کثیر الاستعمال ہے خصوصاً شعر میں۔ و فی المغنی ج۲ ص۲۱ وتسكين عين مع لغة غنم و ربيعة لا ضرورة انتهى.

⑨⑧ عَيْهَم کجعفر میٹھے پانی کی نہر اور چشمہ۔ لم يذكره صاحب القاموس واستدركه عليه العلامة الزبيدى فى التاج ج۸ ص۴۱۳ حيث قال ويقال للعين العذبة عَيْهَم وللعين المالحة زَيْغَمٌ انتهى

⑨⑨ وَتَبْکِیكَ الْهِدَایَةُ مَعْ بِنَایَتِهَا . عِنَایَتِهَا

آپ پر رو رہی ہے کتاب ہدایہ اور اس کی چار شروح بنایہ ۔ عنایہ

کِفَایَتِهَا ۔ کذا فَتْحُ الْقَدِیْرِ بَکیٰ وَمُعْجَمُنَا

کفایہ ۔ فتح القدیر اور معجم طبرانی

(١٠٠) وَیَبْکِی الْبَحْرُ ثُمَّ النَّهْرُ ثُمَّ الدُّرُّ وَالشَّامِیْ

نیز غم سے رو رہی ہیں یہ کتب یعنی بحر رائق ۔ نہر ۔ درمختار ۔ شامی

وَقَاضِی خَانُ وَالْمَبْسُوْطُ وَالْقَاضِیْ وَسُلَّمُنَا

فتاوی قاضی خان ۔ مبسوط ۔ اور منطق کی قاضی مبارک و سلم العلوم

(١٠١) قَمُوْصُ[٣٨٣] اللهِ قَضْقَاضٌ[٣٨٤] وَهَوَّاسٌ[٣٨٥] وَقَعَّاصٌ[٣٨٦]

آپ اسداللہ ہیں // // //

عَطَاطٌ[٣٨٧] اَلْیَسٌ[٣٨٨] هَوَّاسَةُ[٣٨٩] الْمَوْلیٰ وَبَجْرَمُنَا

// // // اور ہمارے لیے علم کا وسیع سمندر ہیں

(١٠٢) هُرَامِسُنَا[٣٩٠] هَمُوْسُ[٣٩١] الْعِلْمِ هِرْمَاسٌ[٣٩٢] وَهِرْمِیْسٌ[٣٩٣]

// // // //

اَبُوالْقُرْعُوْشِ[٣٩٤] هَمَّاسٌ[٣٩٥] اَبُوالْقِرْعَوْشِ[٣٩٦] ضَمْضَمُنَا

// // // اور ہمارے لیے پختہ عزم والے بہادر سردار تھے

---

⑨⑨ اس شعر میں چھ کتابوں کا ذکر ہے ۔ ہدایہ اور اس کی چار شروح اور معجم طبرانی ۔ اس شعر میں لفظ مَعْ بسکون عین ہے جو کہ لغت فصیح ہے کما قدمنا آنفاً ۔

(١٠٠) اس شعر میں آٹھ اہم کتابوں کا ذکر ہے ۔ بحر میں تفسیر بحر محیط و بحر رائق دونوں کی طرف اشارہ ہے ۔ نہر فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے ۔ درّ سے درمختار مراد ہے ۔ القاضی سے منطق کے قاضی مبارک اور سلّم سے سلم العلوم مُراد ہے ۔ ان دو شعروں میں اشارہ ہے کہ مولانا مرحوم تفسیر و فقہ و حدیث کے علاوہ معقولات کے بھی بڑے ماہر تھے ۔

(١٠١) مَوْلیٰ اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو مضاف الیہ واقع ہوا ہے ۔ بَجْرَم بجعفر پانی کا بڑا حوض اور جھیل ۔ یقال غدیرٌ بجرمٌ ای کثیر الماء ۔ اس کا استعمال بطور تشبیہ ہوا ہے ای الشیخ المرحوم فی العلم مثل الغدیر البحرم الذی لاینتقص ماؤہ ۔

(١٠٢) قُرْعُوْش بضمہ قاف وعین و قِرْعَوْش بکسر قاف و فتح عین

(١٠٣) ضَبِیْرٌ[٣٩٧] مِضْبَرٌ[٣٩٨] اَسَدُ[٣٩٩] الْمُهَیْمِنِ رَبِّنَا الْبَاقِیْ

آپ ربِ مہیمن باقی کے وہ اسد // // //

كذاكَ الْاَزْلَمُ الْجَذَعُ[٤٠٠] الَّذِیْ یَبْكِیْهِ مُعْظَمُنَا

// ہیں جس کی موت سے اکثر مسلمانانِ عالم رو رہے ہیں

(١٠٤) جَهُوْمٌ[٤٠١] ضَمْرَزٌ[٤٠٢] مُسْتَأْنِسُ[٤٠٣] الْمَوْلٰی وَاِثْمِدُهٗ[٤٠٤]

// // // //

وَمِغْضَفُ[٤٠٥] رَبِّنَا الْاَعْلٰی ضُبَاثِمُهٗ[٤٠٦] مُرَزَّمُنَا

آپ ربِ اعلیٰ کے اسد ہیں // اور ہم میں نہایت محتاط صاحبِ تجربہ شخص ہیں

(١٠٥) هَرِیْتٌ[٤٠٧] مُزْبِرٌ[٤٠٨] رُزَمٌ[٤٠٩] وَعِرْبَاضٌ[٤١٠] وَوَهَّاسٌ[٤١١]

// // // // //

وَدِرْوَاسٌ[٤١٢] ضُبَاثٌ[٤١٣] مَزْبَرَانِیٌّ[٤١٤] مُشَبَّمُنَا[٤١٥]

// // // //

(١٠٦) جِرَاضُ[٤١٦] اللّٰهِ جِرْوَاضٌ[٤١٧] جُرَائِضُهٗ[٤١٨] وَجِرْیَاضٌ[٤١٩]

آپ اسد اللہ ہیں // // //

وَجُرْئِضُهٗ[٤٢٠] وَجُرَاٰضٌ[٤٢١] جُرَافِسُهٗ[٤٢٢] غَشَمْشَمُنَا

// // // اور نہایت جری و بہادر انسان ہیں

دونوں کا معنی ہے۔ ولد اسد۔ ضَمْضَم رجل جرئ وشجاع وماضی فی الامور۔ قاله الزبیدی وغیره۔ نیز یہ اسماءِ اسد میں سے بھی ہے جس کا ذکر شعر ۸۲ میں گزر گیا ہے۔ یہاں معنی اوّل مُراد ہے۔ اس لیے اس پر خط کھینچا گیا ہے۔

(١٠٣) الازلم الجذع شیر کا یہ اسم مرکب ہے۔ دو کلموں سے اعنی ازلم وجذع سے۔ معظم ای الاکثر

(١٠٤) مولیٰ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اسی طرح باقی بھی۔ مُرَزَّم وہ دانا و دانشمند شخص جو وسیع تجربے والا ہو اور ہر کام میں نہایت محتاط ہو۔ استدرك الزبیدی هذا الاسم فی التاج ج ۸ ص ۳۱۱ علی صاحب القاموس فقال المرزّم کمعظّم الرجل الحذر الذی قد جرّب الاشیاء آھ محتاط صاحبِ تجربہ۔

(١٠٦) جُرْئِض کعلبط اس میں را، دراصل مفتوح ہے لیکن یہاں ساکن ہے لضرورة الشعر۔ غشمشم ای الرجل الشجاع القوی۔ یہ اسم اسد نہیں ہے اس لیے اس پر خط کشیدہ کیا گیا ہے۔

(107) فَطُوبٰی عِشْتَ مَحْبُوبًا وَبُشْرٰی مُتَّ مَحْمُوْدًا

مبارک ہو۔ کہ آپ زندگی میں محبوبِ خلائق تھے اور موت کے بعد محمود یعنی ستائش کیے ہوئے

فَعِشْتَ وَكُنْتَ عِيْشَتَنَا وَمُتَّ فَحَانَ مَقْشَمُنَا

پس جب آپ زندہ تھے تو ہم بھی زندہ تھے اور جب آپ رحلت کر گئے تو ہماری موت قریب ہو گئی

(108) إِذَا الْاِسْلَامُ قَدْ مَالَتْ دَعَائِمُهُ وَقَدْ غَارَتْ

جب اسلام کے ستون۔ متنزلزل ہوئے اور غائب ہوئے

نُجُوْمُ الْحَقِّ كُنْتَ هُنَاكَ تَدْعَمُهُ وَتَدْعَمُنَا

نجوم حق ۔ تو ایسے وقت میں آپ ہمیں اور اسلام کو سہارا دینے لگے

(109) سِرَاجُ النَّاسِ هَدْيًا بَلْ كَنَجْمٍ بَلْ كَبَدْرٍ بَلْ

آپ کی سیرت لوگوں کے لیے چراغ بلکہ کوکب بلکہ بدر بلکہ

كَشَمْسٍ يَخْتَفِيْ مِنْ ضَوْئِهَا قَمَرٌ وَاَنْجُمُنَا

وہ آفتاب ہے جس کی روشنی میں چاند اور ستارے چھپ جاتے ہیں

(110) مُسَاوِرُنَا[423] وَخَطَّارٌ[424] وَمُخْدِرُنَا[425] وَاَخْدَرُنَا[426]

آپ ہمارے لیے اسد اللہ تھے 〃 〃 〃

وَكَعَضُلُنَا[427] وَكَعَظْلُنَا[428] ضُرَاضِمُنَا[429] وَضِرْضِمُنَا[430]

〃 〃 〃 〃

---

(107) عیشۃ و معاش کا معنی ہے حیات۔ زندگی۔ زندہ رہنا۔ یقال عاش الرجل عیشۃً ومعاشًا ای صار ذا حیاۃ۔ حان کا معنی ہے کسی شئے کا وقت قریب ہونا۔ یقال حان الشئُ یعنی وقت قریب ہونا۔ ویقال حان له ان یفعل کذا یعنی وقت قریب آنا۔ مقشم کا معنی ہے موت۔

(109) یہ شعر مدح بطریق ترقّی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کے غریب و عجیب اسلوب پر مشتمل ہے۔

(۱۱۱) عُفَارِيَةٌ[٤٣١] كذا مُتَنَا[٤٣٢] ذَرُ[٤٣٣] عِفرٌ ومُهتَصِرٌ[٤٣٤]

〃 〃 〃 〃

عَفَرْنیٰ[٤٣٥] وَهُوَ عِفرِيَةٌ[٤٣٦] عِفرُّ اللهِ[٤٣٧] اَبذَمُنَا

〃 〃 〃 آپ بڑے دانا تھے

(۱۱۲) بَخِيبُ الاَصَلِ نَوَّهَ باسمِ والدِهٖ وشَيَّدَهٗ

وہ شریف نسب والے ہیں۔ انھوں نے والد کے نام و شان کو مشہور و بلند کیا

فعبدُ الحقِّ عالِی الجِذمِ زاکِی الخُلقِ مُؤدَمُنَا

پس مولانا عبد الحقؒ بلند اصل والے۔ پاکیزہ اخلاق والے اور ہمارے معتمد علیہ اور تجربہ کار زعیم ہیں

(۱۱۳) ونِعمَ الاَصْلُ نِعمَ الفَرعُ اِذ مَاْتیٰ اَبِیہ اتیٰ

اصل یعنی آباء و اجداد اور فرع دونوں بہت اچھے ہیں کیونکہ بیٹا اپنے آباء ظاہری و باطنی کے راستے پر گامزن ہے

وماظَلَمَ الّذِی ضَاھیٰ اَباہ وکان یُنعِمُنَا

اور جو بیٹا کردار میں والد کے مشابہ ہو وہ ظالم نہیں بلکہ نیک ہے۔ وہ ہمارے مُحسن ہیں

---

(۱۱۱) ابذم کا معنی ہے اعقل۔ یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی زیادہ عقلمند۔ پختہ و غیر متزلزل رائے والا۔ بذیم کا معنی ہے قوی اور بوقت غضب کامل عقل و ہوش والا۔ بُذم بضم با۔ کا معنی ہے رائے و حزم اور پختہ عزم۔ پس ابذم کا معنی ہے قوی عزم و رائے والا۔ دانا شخص ۔

(۱۱۲) مؤدم بکسر دال بھی درست ہے یعنی مخالفین کے درمیان صُلح کرنے والا ای المصلح بيننا عند الاختلاف۔ اور بفتح دال بھی درست ہے وهو الرجل المبشر الحاذق المجرب الجامع بين اللين والخشونة۔ كذا في القاموس۔ نجيب الاصل ای شريف الاصل۔ تنويه کسی کا نام بلند کرنا۔ تعظیم کرنا۔ تشييد بلند کرنا قوی و مضبوط بنانا۔ مشہور کر دینا۔ عالی الجذم ای عالی النسب والاصل۔ زاکی ای طاهر۔

(۱۱۳) اصل سے آباء اور فرع سے ولد مراد ہے۔ اصل و فرع سے یہاں عام معنی مُراد ہے جس میں آباء و ابناء نسبی بھی داخل ہیں اور حسبی بھی داخل ہیں۔ حسبی سے وہ شیوخ مراد ہیں جن سے شیخ مرحوم نے تعلیم حاصل کی ہے یعنی حضرت شیخ مرحوم ان شیوخ اور روحانی آباء کے روحانی و علمی فرزند ہیں اور ان آباء روحانی کے جادۂ مستقیم پر گامزن رہے۔ دوسرا مصرع مشہور مثل "من اَشبَهَ اباه فماظلم" کی طرف مشیر ہے۔ وهٰذا مَثَلٌ يضرب للولد اذا كان على شاكلة ابيه خَلقًا وخُلقًا۔ ضاهیٰ ای اَشْبَهَ۔ يقال انعم فلانًا ای رفّهه ای جعله ذا عيش لين و رغد۔ ويقال انعم الله صباحَكَ ای جعله ذا لينٍ و رغدٍ وطيبٍ۔ ويقال انعمه الله بالنعمة ای

(١١٤) وهٰذا الشِبلُ مثلُ اللّيَثِ فی البُؤسٰی ومَخبَرِہٖ

یہ ولدِ اسد اللہ اپنے آبارِ کرام کے مماثل ہیں ہر شدت و آزمائش میں

فيَنصَحنا ونَنصَحه ونَخدِمُه ويَخدِمُنا

پس وہ ہمارے خیرخواہ ہیں اور ہم اُن کے خیرخواہ ہیں۔ نیز وہ ہمارے خادم ہیں اور ہم اُن کے خادم ہیں

(١١٥) اَلَا لاریبَ اَنَّ الشَّیخَ عبدَ الحقّ سَیّدُنا

یاد رکھو۔ شیخ عبد الحق مرحوم ہمارے رہنما۔

کَرِیمٌ اَحوَذِیٌّ عَبقَرِیٌّ القومِ اَشهَمُنَا

کریم نیک اعمال والے۔ اعلیٰ فضائل والے۔ سردار ہیں

(١١٦) عُلومُ الشّیخِ عبدِ الحقّ لامِعةٌ وساطِعةٌ

مولانا عبد الحقؒ کے علوم چمکدار۔ بلند۔

وصَادِعةٌ وناصِعةٌ فتلك اليومَ اَثكَمُنَا

مُظہِرِ حق۔ خالص وواضح ہیں۔ وہ آج ہمارے سیلے جادۂ حق ہیں

اوصلها اليه = پس یہ انعام بمعنی ترفیہ ہے یا بمعنی ایصال النعمة ہے، اور یہ بنفسہ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کا تعدیہ بحرف عَلیٰ بھی ہوتا ہے۔ مصرع اوّل میں متنبی کے اِس شعرِ مشہور کی طرف اشارہ ہے:

وكلكمُ اتیٰ مَاَتیٰ ابيهِ   فكلُّ فعال كلكمُ عُجابٌ

(١١٤) بُؤسٰی سختی۔ شدت = مَخبَر آزمائش۔ امتحان۔ وہ آگاہی جو خبر یا آزمائش سے حاصل ہو۔ اس مصرع میں علامہ حریریؒ کے اس مشہور و معروف قول کی طرف اشارہ ہے ؎ والشبل فی المخبر مثل الاسد =

(١١٥) احوذی ماہر۔ بہتر کارگزار۔ ہر کام میں چست اور پھرتیلا۔ عَبقَرِی سردار۔ ہر چیز میں فائق۔ تعجب انگیز فضائل والا۔ اشهَم صیغہ اسم تفضیل ہے۔ ذکی۔ سردار و عالی مرتبت جس کا حکم جاری ہو =

(١١٦) لامعة چمکدار = ساطعة بلند اور پھیلی ہوئی روشنی۔ مطلق بلند اور روشن = صادعة حق ظاہر کرنیوالا۔ حق بات کو کھلم کھلا بیان کرنا اور ظاہر کرنا۔ یقال "صدع الامر" ظاہر کرنا۔ "صدع بالحق" حق بات کو بیان کرنا اور ظاہر کرنا =

ناصعة واضح۔ خالص۔ یقال نصع الشیٔ خالص ہونا۔ واضح ہونا۔ ظاہر ہونا = أثكم طریق۔ راستہ۔

(١١٧) ويانِعةٌ وجامِعةٌ ورَائِعةٌ و رافِعةٌ

نیز شیخؒ کے علوم پختہ ۔ جامع ۔ پسندیدہ ۔ بلند مرتبہ والے۔

وذَائِعةٌ وباصِعةٌ ونافِعةٌ تُرَوِّمُنَا

شائع ۔ جاری پانی اور نافع ہیں ۔ ہمیں مُشتاق بنانے والے ہیں

(١١٨) فيوضُ الشّيخِ عبدِ الحقّ واضحةٌ ولائِحةٌ

مولانا عبد الحقؒ کے فیوض دینیّہ واضح ۔ روشن ۔

وراجِحَةٌ وفاتحةٌ بهَا قد ضَاء نَيْسَمُنَا

راجح ۔ ابواب برکات کھولنے والے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہم پر راہِ حق واضح و روشن ہُوئی

(١١٩) ورابِحَةٌ وطافِحةٌ ونادحَةٌ ومادحَةٌ

وہ فیوض بہت نافع ۔ قلوب کو پُر و وسیع کرنے والے ۔ باعث مدح

وناجحَةٌ وناصحَةٌ ونافحَةٌ تُهَيِّمُنَا

موجب کامیابی واخلاص ۔ مہکنے والے ۔ ہمیں ان کے مُحب بنانے والے ہیں

---

(١١٧) یانعة پُختہ لذیذ پھل یعنی مرحوم کے علوم پختہ اثمار اور پھلوں کی طرح ہیں۔ کچّے نہیں تاکہ ان میں شک کیا جائے۔ رائعة پسندیدہ چیز اور تعجب میں ڈالنے والی چیز کو " امرِ رائع" کہتے ہیں يقال راعنی الشئ فهو رائع یعنی وہ پسند آئی اور اُس نے تعجب میں ڈالا ۔ باصعة بہتے ہُوئے پانی کو باصع کہتے ہیں۔ یعنی یہ علوم جاری پانی کی مانند ہیں۔ تُرَوِّمُنا ای علومه تجعلنا رائمین لها وطالبین لها ۔ ترویم کا معنی ہے خواہش دلانا اور کسی شئے کا خواہشمند وطالب بنانا۔ يقال رَوَّمَه ای جعله يروم ويطلب ۔

(١١٨) لائحة ای ظاهرة ومضيئة يقال لاح الشئ لوحا۔ ظاہر ہونا۔ ولاح البرق بجلی کا چمکنا۔ راجحة ای غالبة على فيوض الغير فی النفع وفيوض الغير مرجوحة ومغلوبة فی ذلك ۔ فاتحة ای فاتحة للناس ابواب البركات والسعادات۔ نيسم هو الصراط والسبيل ۔

(١١٩) رابحة ای نافعة والربح هو النفع ۔ طافحة طافح کا معنی ہے بہنے والا۔ پُر کرنے والا ای طافحة قلوب العلماء وما لئتها الى ان فاضت وجرت۔ يقال طفح الاناءُ طفحًا ای امتلأ وفاض۔ و طفح الاناءَ طفحًا ای ملأه حتى يفيض لازم ومتعدّ ۔ نادحة يقال ندح الشئ نَدْحًا ای وَسّعه والندح السعة والكثرة فالنادحة معناه انّها مُوسّعة للقلوب وشارحة للصدور ای تجعل القلوب وسيعة مشروحة ۔ مادحة یعنی باعث مدح وثنا ہیں ۔ ناجحة یعنی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔

(۱۲۰) مَعَارِفُ شَيْخِنَا الصِّنْدِيدِ ظَاهِرَةٌ وَنَاضِرَةٌ

عالی مرتبت شیخ کے معارف ظاہر۔ مُبارک اور رونق والے۔

وَزَاهِرَةٌ وَوَافِرَةٌ وَهَامِرَةٌ وَهِلْقَمُنَا

خوشنما درخت۔ کثیرہ۔ برسنے والے بادل اور ہمارے لیے سمندر ہیں

(۱۲۱) وَبَاهِرَةٌ وَدَائِرَةٌ وَعَامِرَةٌ وَغَامِرَةٌ

نیز یہ معارف اعلیٰ۔ گردش کناں۔ آباد و مقبول۔ محیط۔

وَحَاضِرَةٌ وَبَاقِرَةٌ وَنَائِرَةٌ وَحَنْتَمُنَا

حاضر۔ باعث وُسعتِ علمی۔ روشن اور برستے ہوئے بادل ہیں

والنجاح هو الفوز = ناصحة یعنی باعثِ خیرخواہی اور اخلاص ہیں۔ ناصح کا معنی ہے ہر شئی میں خالص جو فریب وملاوٹ وفساد سے خالی ہو۔ ولذا جاز ان يكون ناصحة بمعنى صحيحة سليمة مصيبة = نافحة مہکنے والے خوشبودار۔ يقال نفح الطيب نَفْحًا خوشبو کا مُنتشر ہونا اور پھیل جانا = تُهَيِّمُنَا ای فیوض الشیخ تجعلنا مُحِبّين لها وذلك لحسنها وعظمتها۔ یہ کلام مبنی بر تشبیہ واستعارہ ہے۔ اسی طرح یہ چاروں شعر متعدد استعاراتِ لطیفہ بدیعہ وتشبیہات غریبہ رفیعہ پر مشتمل ہیں۔ بعض کلماتِ استعارہ بالکنایہ پر اور بعض استعارہ مصرّحہ پر اور بعض تشبیہ بلیغ پر مشتمل ہیں۔ يقال هام يهيم بكذا ای احبه وهام على وجهه ای ذهب لا يدری اين يتوجه وهيمه الحب ای جعله ذا هيام۔

(۱۲۰) معارف کا معنی ہے علوم = صندید سردار۔ عالی مرتبت آدمی۔ بڑے عالم پر بھی صندید کا اطلاق ہوتا ہے = ناضرة تروتازہ۔ رونق والا۔ نضرة برکت وخوشحالی کے معنی میں بطور کنایہ مستعمل ورائج ہے۔ قرآن میں ہے "وجوه يومئذ ناضرة"۔ یعنی شیخ مرحوم کے معارف وعلوم سرسبز وشاداب باغ ہیں۔ نیز وہ مُوجبِ خوشحالی وبرکت ہیں۔ معارفِ شیخ کو عظیم الشان بُستان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور پھر نسبت نضرة تخییل ہے۔ استعارہ مصرحہ وتشبیہ بلیغ بنانا بھی درست ہے۔ اسی طرح حکم ہے متقدم چار اشعار میں اور آنے والے دو اشعار میں اکثر کلماتِ مذکورہ کا۔ ان پانچ چھ اشعار کے لطائفِ ادبیہ واسرارِ بیانیہ وغرائب عربیہ وعجائب لغویہ میں مستقل طویل رسالہ لکھا جا سکتا ہے۔ زاهرة زاہر کا معنی ہے خوشنما پودہ۔ چمکدار اور صاف رنگ والی چیز۔ ہر بلند وپاکیزہ چیز پر بطورِ استعارہ وتشبیہ زاہر کا اطلاق رائج وشائع ہے یعنی معارفِ شیخ پھولوں کی طرح خوشنما، چمکدار اور دلربا ہیں۔ وافرة ای كثيرة کسی شئے کا کثیر ہونا۔ زیادہ ہونا کُشادہ ہونا۔ هامرة ای سائلة وجارية مثل الماء الجاری۔ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ نیز هامر کا معنی ہے برسنے والا بادل۔ یعنی معارفِ شیخ برستے ہوئے بادل کی مانند ہیں یا مشرق ومغرب میں جاری پانی کی طرح ہیں۔ معارف کو بادل یا نہر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور نسبتِ ہمر میں استعارہ تخییلیہ ہے۔ هِلقم۔ سمندر =

(۱۲۱) باهرة بَهَر کا معنی ہے غالب ہونا۔ نیز فضیلت ومنقبت میں بڑھ جانا = دائرة گھومنے والے یعنی معارفِ شیخ

(۱۲۲) وطَائِرَۃٌ وطَاهِرَۃٌ وظَافِرَۃٌ وخَافِرَۃٌ

یہ معارف اُڑنے والے (یعنی ہر جگہ پہنچے ہوتے ہیں) پاکیزہ۔ باعثِ کامیابی و حفاظت۔

وزَاخِرَۃٌ وعَاطِرَۃٌ ومَاطِرَۃٌ تُفَخِّمُنَا

موجزن بحر۔ مُعطّر۔ برسنے والے اور موجبِ عظمت ہیں

سارے عالم میں گردش کرتے ہیں یعنی معروف ومقبول ہیں۔ عامرہ یہ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ عامر کا معنی ہے آباد ہونا۔ آباد کرنا۔ زندہ رکھنا۔ کسی شئے کا بہت زیادہ ہونا یعنی معارفِ شیخ آباد ومقبول ہیں (یہ کنایہ ہے مقبول ومعروف ہونے سے) نیز وہ دلوں اور مدارس کو آباد کرنے اور زندہ رکھنے والے ہیں۔ اس میں بھی حسبِ سابق استعارات ہیں = غامرۃ غَمَرَ کا معنی ہے پانی کا بلند ہو کر ڈھانکنا کسی کو فضل واحسان سے ڈھانپ لینا۔ اس کا باب نصر ہے نیز المال الغامر کا معنی ہے بہت زیادہ مال۔ یقال غمَرہ الماءُ پانی کا بلند ہو کر ڈھانکنا۔ وغمر فلانًا بفضلہ۔ فلاں کو اپنے فضل واحسان سے ڈھانپ لیا۔ یعنی معارفِ شیخ اُس سمندر کی مانند ہیں جو ساری دُنیا پر محیط ہو۔ اس میں بھی سابقہ استعارات جاری ہوتے ہیں = حاضرۃ یعنی معارفِ شیخ سے سب لوگ مُستفید ہو رہے ہیں گویا کہ وہ ہر شخص کے پاس حاضر ہیں = باقرۃ یعنی یہ معارف باعثِ تبقّرُ وموجبِ بقرِ فنون ہیں۔ نیز وہ دِلوں میں وُسعتِ علمی پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ بَقَرَ کا معنی ہے کھولنا اور وسیع کرنا۔ تبقّرُ وبَقرَ کنایہ ہوتا ہے علم میں زیادتی ومہارت سے۔ اس لیے بڑے ماہرِ عالم کو باقر کہتے ہیں = نائرۃ نائر کا معنی ہے روشن چمکدار۔ نور والا۔ یعنی یہ معارف روشن ہیں اور قلوب میں نُور پھیلنے پھیلانے کا ذریعہ ہیں = یہ سب الفاظ استعاراتِ بدیعہ وتشبیہاتِ عجیبہ پر مشتمل ہیں = حَنْتَمَ کجعفر۔ پانی سے پُر کالی بدلی۔ کہتے ہیں کہ کالے بادل عمومًا پانی کی کثرت اور شدت سے برسنے کی علامت ہیں۔ وفی القاموس الحنتم۔ الجرۃ الخضراء والسحائب السود کالحناتم انتھٰی۔ مقصد یہ ہے کہ شیخ مرحوم کے علوم اُن بادلوں کی طرح ہیں جو دائمًا کثرت سے برستے ہیں۔

(۱۲۲) طائرۃ ای ھذہ المعارف مثل الطیر طارت الی کل مکان ووصلت الیہ بالسرعۃ کانھا طیر یطیر الی الشرق والغرب = ظافِرۃ ظافر کا معنی ہے کامیاب اور غالب۔ یعنی یہ معارف دارین میں کامیابی اور سعادت کے حصول کا ذریعہ ہیں = خافرۃ خفر کا معنی ہے پناہ دینا۔ حفاظت کرنا۔ امن دینا۔ رہبری اور رہنمائی کرنا = زاخرۃ زاخر کا معنی ہے موجزن۔ "یقال زخر البحر زخرًا" دریا اور سمندر کا چڑھنا اور موج مارنا۔ وایضًا یقال زخرہ آراستہ کرنا خوش کرنا۔ یعنی معارفِ شیخ بحرِ زخّار ہیں اور موجبِ خوشی اور زینت ہیں = اس لفظ میں بھی استعارہ یا تشبیہ لطیف ہے = عاطرۃ عاطر کا معنی ہے خوشبودار ہونا۔ مہکنا۔ مُعطّر = ماطرۃ برسنا اور برسانا۔ نیز ماطر بلند شئے کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی معارفِ شیخ موسلا دھار بارش کی مانند ہیں یا بارش برسانے والے بادل کی طرح ہیں = نیز وہ نہایت بلند ہیں اور بلندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

(١٢٣) فَرُوسُ[٤٣٨] اللهِ فَرَّاسُ[٤٣٩] الكريمِ ومُسْتَرٍ[٤٤٠] وأَبُو[٤٤١]

وہ اسد اللہ ہیں ″ ″ ″

فِرَاسٍ فَارِسُ[٤٤٢] الرَّحْمٰنِ كَهَمْسَهُ[٤٤٣] وَدَهْثَمُنَا

″ ″ ″ اور صاحبِ مکارم اخلاق شیخ ہیں

(١٢٤) مُرَئِّسُنَا[٤٤٤] رُمَاحِسُنَا[٤٤٥] شَرِيسٌ[٤٤٦] أَشْرَسُ[٤٤٧] عَرِسٌ[٤٤٨]

ہمارے اسد اللہ ہیں ″ ″ ″ ″

وَعَبَّاسٌ[٤٤٩] عَبُوسٌ[٤٥٠] عَابِسٌ[٤٥١] هَرِسٌ[٤٥٢] وَصِلْدِمُنَا[٤٥٣]

″ ″ ″ ″ ″

(١٢٥) وَنِبْرَاسٌ[٤٥٤] وَرَيَّاسٌ[٤٥٥] وَفِرْنَوْسٌ[٤٥٦] هَشَمْشَمَةٌ[٤٥٧]

″ ″ ″ ″

كَوُوسٌ[٤٥٨] شَابِكٌ[٤٥٩] رِيبَالَةُ[٤٦٠] الْمَوْلٰى وَمِغْشَمُنَا

″ ″ ″ وہ ہم علماء میں پختہ عزم والے شجاع تھے

(١٢٦) قُضَاقِضُ[٤٦١] رَبِّنَا الغَفَّارِ قُضْقَاضٌ[٤٦٢] قُضَاقِضَةٌ[٤٦٣]

ربِّ غفار کے وہ اسد ہیں ″ ″

وَصَعْبٌ[٤٦٤] عَيْدَرُوسٌ[٤٦٥] حَارِثٌ[٤٦٦] شَرِسٌ[٤٦٧] يُنَشِّمُنَا

″ ″ ″ ″ جو ہماری بلندی و ترقی کا ذریعہ ہیں

---

(١٢٣) المستری یہ اسماء اسد میں سے ایک اسم ہے۔ یہ اسم معتل اللام ہے = دھثم وہ مرد جو صاحبِ مکارم اخلاق ہو۔ وفی القاموس الدهثم کجعفر الرجل السهل الخلق = نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم دھثم ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا ہر نیک اخلاق والے انسان پر بھی دھثم کا اطلاق شائع و معروف ہے۔

(١٢٥) مولی اللہ تعالیٰ کا نام ہے = ریبالة وهشمشمة میں تاء تانیث کے لیے نہیں ہے، صَرَّح به جميع ايمة اللغة۔ بلکہ یہ تاءِ مبالغہ یا تاءِ وحدت ہے۔ مثل علّامة وداهية وباقعة = مغشم کمنبر وہ شجاع مرد جو اپنے مقصود کی راہ میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرے۔ پختہ و مستحکم عزم و ارادے والا =

(١٢٦) قضاقضة میں تاء تانیث کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ یہ تاءِ وحدت ہے یا تاءِ مبالغہ ونحو ذلك۔ اسی طرح حکم ہے

(۱۲۷) عَلَنْدَسَةٌ[۴۶۸] حُلَابِسُنَا[۴۶۹] وَحَلْبَسُنَا[۴۷۰] وَحِلْبِيسٌ[۴۷۱]

″ ″ ″ ″

وَحُلْبُسُنَا[۴۷۲] كَذَا مُتَأَنِّسُ[۴۷۳] الرَّحْمٰنِ صَهْتَمُنَا

″ ″ وہ ہمارے لیے محکم عزم والے سردار ہیں

(۱۲۸) رَزَامُ[۴۷۴] اللهِ رَزَّامٌ[۴۷۵] رَزَامَتُهُ[۴۷۶] وَقِلْهَامٌ[۴۷۷]

″ ″ ″ ″

نَعَمْ رَزَّامَةُ[۴۷۸] البَاقِي شُذَاقِمُهُ[۴۷۹] وَشَذْقَمُنَا[۴۸۰]

ربّ باقی کے اسد ″ ″

(۱۲۹) وانّ حديثَه حَسَنٌ صَحِيحٌ مسنَدٌ عَالٍ

ان کی ہر بات حَسَن ۔ صحیح ۔ بلند سند والی

ومَرفوعٌ ومَشهُورٌ ومُتّصِلٌ ومِجزَمُنَا

مرفوع ۔ مشہور متّصل السند اور مفیدِ یقین ہے

ان اسماء ذوات الثناء کا جو گزر گئے یا آنے والے ہیں = یُنَشِّمُنَا ای یُعْلِینا و یرفَعُ ذکرَنا وعزّتنا وفی القاموس یقال نَشَّمَ الله ذکرَه تنشیمًا ای رَفَعَه =

(۱۲۷) صَهْتَمٌ وہ سردار جو پختہ عزم وارادے والا ہو۔ قال الامام الازهري الصَّهْتَمُ مثل الصِهْمِيم، انتهٰى = والصِّهْمِيم ۔ بكسر الصاد هو السيّد الشريف من الناس كذا فی القاموس = قال الزبيدي فی التاج ج۸ ص۳۷۲ ومما يستدرك على صاحب القاموس رجلٌ صَهْتَمٌ شديد عسر لا يرتد وجهه ذكره الازهري عن ابن السكيت، قال وهو مثل الصِّهْمِيم، انتهٰى =

(۱۲۹) ان دو شعروں میں بطریقِ لطیف وبدیع تشبیہًا واستعارةً حدیث نبوی کے چند اعلیٰ واقویٰ القاب ذکر کرنے کے علاوہ اُن صفات کی نفی کی گئی ہے جو مُحدِّثین کے نزدیک عیوب میں شمار ہوتی ہیں۔ پہلے شعر میں سات صفاتِ عالیہ قویّہ کا ذکر ہے اور دوسرے شعر میں چھ صفات ناقصہ قبیحہ کی نفی ہے = مِجْزَمٌ اسم آلہ ہے یعنی آلہ و ذریعہ جزم ویقین۔ مُراد یہ ہے کہ وہ مفید جزم ویقین ہے۔ جزم کا معنی ہے پُختہ ارادہ ۔ یقین۔

(۱۳۰) وَلم نَرَفِيهِ تَدلِيسًا وتَصحِيفًا وإِرسَالًا
ہم نے اُن کی کسی بات میں نہ تدلیس دیکھی اور نہ غلطی۔ اور نہ ارسال

وإِعضَالًا وتَعلِيلًا ولا وَضعًا يُرَغِّمُنَا
اور نہ انقطاع اور نہ علّتِ قادحہ اور نہ وضع (کذب) جو رُسوا کرے

(۱۳۱) حَقَائِقُه عَقَائِدُنَا۔ دَقَائِقُه مَقَاصِدُنَا
ان کے مسائلِ حقّہ ہمارے عقائد ہیں۔ اور دقائقِ عملیہ ہمارے مقاصد ہیں

بَدَائِعُه مَطَالِبُنَا۔ مَوَاعِظُه تُحَذلِمُنَا
غرائبِ دینیہ ہمارے مطلوب اُمور ہیں۔ اور مواعظِ حسنہ ہمارے لیے مُصلح ہیں

(۱۳۲) مَنَاقِبُه لَنَا نُهُجٌ۔ مَعَارِفُه لَنَا مُهَجٌ
ان کے کمالات ہمارے لیے طُرقِ ہدایت ہیں اور معارف ہمارے لیے ارواح کی مانند ہیں

شَمَائِلُه لَنَا سُرُجٌ بِهَا يَنجَابُ غَيهَمُنَا
آپ کے اخلاقِ طیبہ ہمارے لیے وہ قنادیل ہیں جن کے ذریعہ تاریکی ختم ہوتی ہے

---

(۱۳۰) ترغیم کا معنی ہے اذلال۔ یقال رَغّمه ترغیمًا ای اَذلّه۔ یہ صفت اوصافِ سابقہ ہے جو عند المحدثین قبائح میں شمار ہیں کیونکہ ہر قبیح وصف موجبِ ذلّت و رسوائی ہے۔ فعل میں ضمیر ہو اِن اوصافِ قبیحہ کو راجع ہے۔ بتاویل کلّ واحدٍ =

(۱۳۱) حقائق۔ دقائق۔ بدائع اور مواعظ میں سے ہر ایک لفظ مبتدأ ہے اور علی الترتیب ان کی اخبار ہیں عقائد۔ مقاصد۔ مطالب اور فعل تحذلم۔ تحذلم کا معنی ہے اصلاح کرنا یقال حذلمه ای اصلحه =

(۱۳۲) نُهُج بضم نون وھاء۔ یہ جمع ہے نَہج کی۔ طریق واضح۔ یقال طریق نَہج وطُرق نُہْج و نُهُوج۔ مُهَج یہ جمع ہے مُهجة کی۔ روح۔ دم قلب۔ ومهجة کلّ شئ ای احسنه وخالصه = یہاں تینوں معنی مراد لینا درست ہے۔ البتہ پہلا معنی اولیٰ ہے = ینجاب ہٹنا۔ زائل ہونا۔ یقال انجابت السحابة ای انکشفت = غَیهَم کحیدر ظلمت یعنی تاریکی =

(١٣٣) مُعِيلُ[٤٨١] اللهِ غَيَّالٌ[٤٨٢] وَقَصَّالٌ[٤٨٣] عَمَيْثَلُهُ[٤٨٤]

وہ اسدُاللہ ہیں // // // //

مُقَصْمِلُهُ[٤٨٥] وَقِصْمِلُهُ[٤٨٦] وَمِهْزَعُنَا[٤٨٧] وَاَقْدَمُنَا[٤٨٨]

// // // //

(١٣٤) حَبِيبُ النَّاسِ وَالْعُلَمَاءِ رَادِيُنَا[٤٨٩] وَسَارِيُنَا[٤٩٠]

وہ سب لوگوں اور خصوصًا علماء کے محبوب ہیں۔ ہمارے اسدُاللہ ہیں //

وَهَادِيُنَا[٤٩١] مُسَارِيُنَا[٤٩٢] وَعِنْدَ الْخَوْفِ مُرْزِمُنَا[٤٩٣]

// // اور بوقت خوف کے ہمارے لیے اسداللہ ہیں

(١٣٥) مَدِينٌ[٤٩٤] مُبْتَغِي[٤٩٥] اللهِ الرَّحِيمِ وَمُعْتَمِي[٤٩٦] الْبَاقِي

وہ اللہ رحیم باقی کے شیر ہیں //

وَدِرْبَاسٌ[٤٩٧] وَدِرْيَاسٌ[٤٩٨] وَفِي التَّقْوٰى مُصَمْصِمُنَا

// // اور تقویٰ میں ثابت قدم ہیں

(١٣٦) وَكَانَ عِفْرِنٌ[٤٩٩] خَالِقِنَا كَذَا مُتَبَغِّي[٥٠٠] الْمَوْلٰى

وہ خالق مولیٰ کے شیر ہیں //

وَحَمْزَتُهُ[٥٠١] وَعَنْ سُبُلِ الْمَعَاصِي كَانَ يَكْصِمُنَا

// اور گناہوں کے راستوں سے ہمیں شدت سے روکتے رہے

---

(١٣٣) اقدم یہ شیر کا اسم ہے۔ شعر ۴۲ میں مذکور اقدم اسمِ اسد نہیں بلکہ وہ اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے قَدَمَ یَقْدُم سے۔ یعنی سب سے آگے ہونا۔

(١٣٥) اسم اللہ۔ الرحیم۔ الباقی اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ ہیں۔ فی التقوٰی ظرف مقدم ہے۔ اس کا متعلق مؤخر ہے۔ مُصَمْصِم یہ اسم اسد نہیں۔ اس لیے خط کشیدہ ہے۔ اس کا معنی ہے پُختہ عزم و ارادے والا انسان۔ گزرنے والا۔ یقال صَمْصَمَ الرجلُ فی الامر ای ثبت ومضٰی فیه۔

(١٣٦) خالق و مولیٰ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ مبارکہ ہیں۔ عن سبل یہ ظرف متعلق ہے یَکْصِم مؤخر کے ساتھ۔ یکصم بالصاد والثاء کا معنی ہے شدت سے دفع کرنا اور منع کرنا۔ یقال کصم فلانًا کصْمًا ای دفعه بشدّة۔ ویقال کثَمه عن الامر ای صرفه عنه۔ کذا فی القاموس۔

(۱۳۷) سِبطٌ[٥٠٢] ضَيغَمِيٌّ[٥٠٣] ذُو زَوَائِدَ[٥٠٤] قَسُورٌ[٥٠٥] سَبُرٌ[٥٠٦]

// // // // //

وَقَسوَرَةٌ[٥٠٧] ضُبَارِمَةٌ[٥٠٨] ضُبَارِمُنَا[٥٠٩] وصُمصِمُنَا[٥١٠]

// // // //

(۱۳۸) جَبِيلُ[٥١١] بَرَاحِنَا هُرٌّ[٥١٢] هُرَاهِرُنَا[٥١٣] وهَرهَارٌ[٥١٤]

// // // //

وقِرشَبٌّ[٥١٥] وسَوَّارٌ[٥١٦] وفى الحَسَناتِ اَقشَمُنَا

// // اور میدانِ حسنات میں ہم سب سے زیادہ گھسے ہوئے ہیں

(۱۳۹) وصِمُّ[٥١٧] اللهِ صِمَّتُه[٥١٨] فُرانِسُه[٥١٩] عَكَندَسُه[٥٢٠]

// // // //

حُمَارِسُه[٥٢١] وضَاءَ بهٖ الىٰ الآثارِ دَعلَمُنَا

// ان کے طفیل ہمارے لیے احادیث نبویہ کا راستہ روشن ہوا

---

(۱۳۷) ذو زوائد اسم اسد ہے۔ ذکرہ ابن سیده وغیرہ۔ قَسوَرَة و ضُبَارمة میں تاء تانیث کے لیے نہیں ہے۔ یہ اسماء مذکر ہیں اور تاء وحدت وغیرہ معانی کے لیے ہے نہ کہ تانیث کے لیے مثل داهية و ربعة۔ يقال رجل داهية و ربعة۔ قرآن میں ہے "فرت من قسورة"۔ صُمصِم كعلبط اى بفتح الميم الاولىٰ والسكون للضرورة۔

(۱۳۸) جَبِيل براح اسم اسد ہے بالاضافة۔ یعنی یہ مرکب اضافی ہے۔ پس یہ اسم دو کلموں سے مرکب ہے۔ فى الحَسَنات متعلق ہے اقشم کے ساتھ۔ اقشم اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے بمعنی اَدخَل۔ يقال قشم الرجلُ فى بيته" داخل ہونا۔

(۱۳۹) آثار سے احادیث و دیگر اُمورِ علمیہ مُراد ہیں۔ دَعلَمَ کا معنی ہے الطريق۔ راستہ۔ قصیدہ ہذا میں کئی کلمات مرادف طریق مذکور ہیں۔ خصوصًا قافیہ میں مثل نَيسَم، اثکم، دَهجَم۔ ذكر الامام ابو الفرج ابن قدامة البغدادى فى باب اسماء الطريق وصفاته من كتاب جواهر الالفاظ ص۱۵ غير واحد من اسماء الطريق۔ حيث قال، الطريق۔ والسبيل۔ والنهج والمنهج والنيسب طريقة مستدقّة والنيسم الطريق الدارس والاكثم والاثكم الواسع واللهجم والدهثم والدهمج والدعلم والدهجم الواسع انتهىٰ باختصار۔

(١٤٠) وَبَيْهَسُ[٥٢٢] رَبِّنَا الرَّحْمٰنِ اَصْحَرُه[٥٢٣] وَمُصْحِرُه[٥٢٤]

ہمارے رب رحمٰن کے شیر ہیں // //

اَزُومُ[٥٢٥] اللّٰهِ زَنْبَرُه[٥٢٦] وَبِالتَّقْوٰى يُسَعِّمُنَا

// // اور تقویٰ سے ہماری تربیت کرتے تھے

(١٤١) ضَبُورُ[٥٢٧] اللّٰهِ اَسْجَرُه[٥٢٨] وَعَوَّامُ[٥٢٩] عُوَاثِنُه[٥٣٠]

// // // //

هُرَاسُ[٥٣١] اللّٰهِ عَارِنُه[٥٣٢] وَهَرَّاسٌ[٥٣٣] يُهَرِّمُنَا

// // اور وہ اسد اللہ ہیں جو ہماری تعظیم کرتے ہیں

(١٤٢) وَكَانَ غَضَنْفَرَ الْمَوْلٰى كَذَا مُتَقَدِّيَ الْبَارِىْ

وہ مولیٰ باری تعالیٰ کے شیر ہیں //

وَبَيْأَسَه وَمُجْتَابَ الظِّلَامِ وَكَانَ يَرْأَمُنَا

// // اور ہمارے ساتھ وہ بہت محبت کرتے تھے

(١٤٣) حَمَاسَتُه۔ شُجَاعَتُه۔ وَنَجْدَتُه۔ بَسَالَتُه

ان کی دلیری ۔ شجاعت ۔ قوّت ۔ بہادری

وَهِمَّتُه الَّتِى فَاقَتْ صَوَارِمُنَا وَاَسْهُمُنَا

اور بلند ہمّت ہمارے لیے تلواروں اور تیروں کی مانند ہیں

---

(١٤٠) بالتقوٰی متعلق ہے فعل مؤخر کے ساتھ = يُسَعِّمُنَا اى يغذّينا و يربّينا باختيار التقوٰى وبامره ايانا بذٰلك۔ يقال سَعَمه سَعْمًا وسَعَّمَه تسعيمًا بكذا اى غذّاه وربّاه بكذا =

(١٤١) يهرّمنا صفت ہے هَرّاس کی = يقال هَرَّمَه تهريمًا اى عَظَّمه وكَرَّمه =

(١٤٢) المولٰى والبارى اسماء اللہ ہیں۔ یہاں مضاف الیہ واقع ہوئے ہیں = مجتاب الظلام یہ اسم اسد ہے جو مرکب ہے اسمین سے یعنی مرکب اضافی ہے۔ قال الزبيدى فى التاج ج ١ ص ١٩٥ مستدركًا على صاحب القاموس ومجتاب الظلام الاسد، انتهٰى =

يَرْأَمُنَا اى يحبّنا۔ يقال رئِمه رَأْمًا اى اَحَبَّه وألِفه =

(١٤٣) اس شعر میں پہلے پانچ الفاظ مبتدا ہیں اور آخر میں صوارمنا الخ خبر ہے = اَسْهُم جمع ہے سهم کی۔ تیر۔

⑭⑭ ١٤٤ تَواضُعُہٗ وشَفقَتُہٗ ورِقّتُہٗ اسْتِقَامَتُہٗ

ان کی تواضع ۔ شفقت ۔ رقت ۔ استقامت

لَدَی الکُرُباتِ والْبَلوٰی بصائِرُنا وانْعُمُنا

مصائب اور آزمائش کے موقع پر ہمارے لیے بصائر اور نعمتیں ہیں

١٤٥ عَوارِفُہٗ ورَحمَتُہٗ ورأفَتُہٗ تحَنُّنُہٗ

ان کے احسانات ۔ رحمت ۔ مہربانی ۔ شفقت ۔

مَوَدَّتُہٗ ومِنّتُہٗ علَی الْعُلَماءِ اَرسُمُنا

محبت اور علماء سے ان کی بھلائی ہمارے لیے علامات ہدایت ہیں

١٤٦ مُنَهِّتُنا[٥٣٤] دَلَهمَسُنا[٥٣٥] وعَيّارٌ[٥٣٦] مُزَعفَرُنا[٥٣٧]

ہمارے لیے اسداللہ ہیں ۔ ״ ״ ״

ومِطحَرُنا[٥٣٨] ومَمكُورٌ[٥٣٩] وفی البَأساءِ مِصدَمُنا

״ ״ اور سختی میں ہمارے بہادر سردار ہیں

پہلے مصرع میں چار الفاظ قریب المعنی ہیں۔ مقصود مبالغہ وتاکید ہے = نَجْدَۃ بہادری۔ قوت۔ دلیری۔ بسالۃ۔ شجاعت

١٤٤ اس شعر میں بھی اوّلاً مذکور چار الفاظ مبتدا ہیں۔ لدی الخ ظرف ہے استقامتہ کے لیے = کربات جمع ہے کربۃ کی۔ بڑا غم۔ بڑی مصیبت = بَلوٰی آزمائش۔ سختی = بصائرنا الخ خبر ہے مبتدأ مذکور کے لیے۔ یہ جمع ہے بصیرۃ کی۔ بصیرت کا معنی ہے عقلمندی۔ دلیل واضح۔ یقین۔ بینائی = اَنعُم جمع ہے نعمۃ کی۔ نعمت کا معنی ہے آرام۔ عیش۔ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز۔ یعنی شیخ مرحوم کے مذکورہ صدر اوصاف ہمارے لیے موجب بصیرت و رہنمائی و دلائل اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں =

١٤٥ عَوارف جمع ہے عارفۃ کی۔ عارفۃ کا معنی ہے۔ پہچانا ہوا۔ بھلائی۔ احسان = علی العلماء متعلق ہے منّتہ کے ساتھ = اَرسُم جمع ہے رَسْم کی۔ رسم کا معنی ہے علامت۔ نشان۔ یہاں مراد ہیں علاماتِ رشد و ہدایت۔ وہ نشان جن کے ذریعہ سعادتِ دارین حاصل ہوسکے۔

١٤٦ بأساء سختی مصیبت = مِصدَم یہ اسم اسد نہیں ہے۔ وہ سردار جو بہادر اور قوی ہو =

⑭⑦ ضِبَطْرُ[٥٤٠] اللهِ فِرَسَّانُ[٥٤١] كذا مُتَشَذِّرُ[٥٤٢] البَارِي

// // //

ضَمُوْزُ[٥٤٣] المؤمِنِين هَرِنْبُسُهُم[٥٤٤] حِفظاً يُهَشِّمُنَا

مومنوں کے لیے اسد اللہ // تھے ایسی حفاظت کے لحاظ سے جو ہمارے لیے باعثِ عظمت ہے

⑭⑧ خُشَامُ[٥٤٥] اللهِ عَيَّالُ[٥٤٦] مُنِيخُ[٥٤٧] جَأْبُهُ[٥٤٨] هُصَمُ[٥٤٩]

// // // // //

وَفِرْنَاسُ[٥٥٠] مُضَرِّجُنَا[٥٥١] مُشَرْشِرُنَا[٥٥٢] وَجَهْضَمُنَا[٥٥٣]

// // // //

⑭⑨ رَهِيصُ[٥٥٤] اللهِ عُرْوَتُهُ[٥٥٥] وَعِرْصَامُ[٥٥٦] عُرَاصِمُهُ[٥٥٧]

ربِ رحمٰن کے اسد تھے // // //

مُصَامِصُهُ[٥٥٨] وَعَيَّلُنَا[٥٥٩] وَوَهْوَاهُ[٥٦٠] وَعَرْصَمُنَا[٥٦١]

// // // //

⑮⓪ ضِبَرُّ[٥٦٢] هِبْرِزِيٌّ[٥٦٣] سَنْدَرِيٌّ[٥٦٤] أَشْدَخُ[٥٦٥] ضَبِثُ[٥٦٦]

// // // // //

كذا مُتَنَاذِرٌ[٥٦٧] وعلى أمورِ الخيرِ أَقْوَمُنَا

// اور امورِ خیر پر سب سے زیادہ مداومت کرنے والے تھے

---

⑭⑦ البارِی مضاف الیہ ہے۔ یہ اسم اللہ ہے = حِفظاً تمیز ہے نسبتِ اضافی متقدم سے۔ اور موصوف ہے یُهَشِّمُنا کے لیے۔ یعنی ممدوح کی حفاظت کرنا ہمارے لیے موجبِ اکرام و تعظیم ہے۔ یقال هَشَمَه = اکرام و تعظیم کرنا۔

⑮⓪ متناذِر بکسرِ ذال ہے۔ اس سے قبل شعر ۱۱۱ میں مذکور متناذَر بفتح ذال ہے۔ یہ دونوں اسماء اسد ہیں = علی امور ظرف ہے اقومنا مؤخر کے لیے = اقوم اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کام پر زیادہ مداومت و مواظبت کرنا یقال قام علی الامر مداومت کرنا۔ خیال رکھنا۔ رعایت و نگہبانی کرنا =

(١٥١) وَطَبَّقَ عِلمُه شَرقًا وغَربًا بعدَ ما سارَتْ

اُن کا عِلم مشرق و مغرب میں پھیل گیا اس کے بعد کہ پہنچایا

بِه الرُّكبانُ فِی الآفاقِ فَهوَ اليومَ غِطيَمْنَا

اسے قافلوں نے اطرافِ عالم میں۔ یہ علم آج ہمارے لیے نفع دینے میں غِطیم سمندر ہے

(١٥٢) بَنیٰ دارَ العلومِ عَرِیْنَ[٥٦٨] اُسْدِ الخالِقِ الباقِیْ

انھوں نے دارالعلوم حقّانیہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ جو اللہ خالق باقی کے شیروں کا مسکن ہے

وخِیْسَتَهُم[٥٦٩] وخَیْفَتَهُم[٥٧٠] وخِیسًا[٥٧١] فَهیَ مُغْیَمَنَا

// // // سو وہ ہم علماء کی اقامت گاہ ہے

(١٥٣) وخِدْرَهُمْ[٥٧٢] كذا اَجَمًا[٥٧٣] وتامُورًا[٥٧٤] وعِرِّیسًا[٥٧٥]

وہ مسکن ہے // // //

لِاُسْدِ اللهِ طُوبیٰ۔ اَلْكُلُّ اهلُ اللهِ مِذْاَمُنَا

اللہ تعالٰی کے شیروں (طلبۂ علمِ دین) کیلیے۔ مُبارک ہو۔ یہ کُل طلبہ اہل اللہ ہیں اور ہماری اسلامی فوج ہیں

---

(١٥١) الرکبان قافلے = غِطْیَم کدِرهم۔ بڑا سمندر۔ وفی القاموس الغِطَمّ کهِجَفّ البحر العظیم کالغِطْیَم والغَطَمْطَم اھ

(١٥٢) اُسُد جمع ہے اَسد کی = خالِق و باقی اسماء اللہ ہیں = ان دو شعروں میں شیر کے مسکن و مأوی کے آٹھ اسماء جمع ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دارالعلوم حقّانیہ اللہ تعالٰی کے دین کی حفاظت کرنے والے شیروں کا مسکن ہے۔ یعنی اس میں رہنے والے طلباء وعلماء اللہ تعالٰی کے شیر ہیں =

عَرِیْن عرینة خِیسة خَیْفة بفتح خاء وسکون یاء۔ خِیس یہ سب مسکنِ اسد کے نام ہیں = مُغْیَم صیغہ ظرف ہے۔ رہائش گاہ۔ اقامت والی جگہ۔ یقال اَغْیَمَ فی المکان ای اقام فیه =

(١٥٣) اس شعر میں چار اسماء ہیں شیر کے مسکن کے۔ طوبیٰ الگ کلام ہے ای بُشریٰ = الکلّ مبتدأ ہے اور اس کا مابعد خبر ہے = مِذْاَم کمنبر عظیم فوج۔ کذا فی القاموس نیز مَذْاَم بفتح میم وہمزہ بھی درست ہے۔ بنابریں یہ ظرفِ مکان ہوگا۔ یعنی پناہ گاہ۔ سہارے والی جگہ۔ یقال دأمَ الرجلُ الحائطَ یعنی سہارا دینا برائے حفاظت و تقویت۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دارالعلوم ہماری دینی وعلمی پناہ گاہ اور سہارے والی جگہ ہے نیز اس میں رہائش پذیر علماء وطلباء اسلامی فوج ہیں =

(۱۵۴) بَنیٰ دارَ العُلومِ فَتِلكَ اَزْهَرُنا ونَدْوَتُنا

انھوں نے دارالعلوم حقانیہ کی اساس رکھی۔ سو وہ جامعہ ازہر مصر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کی نظیر ہے۔

وكَوَثَرُنا وتَسْنِيمٌ وفِرْدَوْسٌ وهَيْقَمُنَا

اور ہمارے لیے کوثر و تسنیم و فردوس اور علم کا عظیم و وسیع سمندر ہے

(۱۵۵) وكنتَ تُجاهِدُ الفُسّاقَ اِذ فَسَقُوا وتَدْمَغُهُم

آپ ہمیشہ فساق دشمنانِ اسلام سے جہاد کرتے ہوئے انھیں دفع کرتے رہے

وتَحْمِيْنا بِغيرِ مخَافَةٍ مِنهُم وتَعصِمُنَا

اور بغیر کسی خوف کے ہماری حفاظت کرتے رہے

(۱۵۶) كثيرًا مّا رَأَيْنا سَبْعَهُم[۵۷۶] ولَبُؤهُم[۵۷۷] يعَثُو

کئی بار ہم نے فساق کے شیر (سردار۔ لیڈر) ” کو دیکھا فساد کرتے ہوئے

بِالحادٍ وتَحرِيْفٍ وزَنْدَقَةٍ ويُرغِمُنَا

الحاد و تحریف و زندقہ سے اور ہمیں ذلیل کرتے ہوئے

---

(۱۵۴) ازھر سے جامعہ ازہر مصر۔ اور ندوۃ سے ندوۃ العلماء لکھنؤ مراد ہیں۔ هَيْقَمُنَا ای بحرنا الواسع۔ الهيقم هو البحر الواسع العظيم۔ یعنی دارالعلوم حقّانیہ مسلمانوں کے لیے علم کا عظیم سمندر ہے۔ اس سے سارے مسلمان مستفید ہوتے ہیں۔ نیز وہ کوثر و تسنیم و فردوس کے حصول کی سعادت کے حصول کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔

(۱۵۵) یہ نو اشعار اعداء دینِ اسلام یعنی فُسّاق کے احوالِ سیّئہ اور ان کے دفع سے متعلق ہیں۔ یعنی حضرت شیخ مرحوم حفاظتِ اسلام کی خاطر جہاد کرتے ہوئے ان فُسّاق و ملاحدہ کو دفع فرماتے تھے اور اُنھیں اپنے بُرے اِرادوں کی تکمیل میں ناکام بناتے تھے۔ جو فِسق و شرارت کے میدان میں اپنے آپ کو شیر کی مانند بہادر اور طاقتور سمجھتے تھے۔ شعر ۱۵۶ سے آگے پانچ اشعار میں شیر کے اُن ستائیس[۲۷] اسماء کا اطلاق فُسّاق و ملاحدہ پر کیا گیا ہے۔ جن کا اشتقاقی مأخذ و معنی متبادر الی الذہن ہے اور ان کا معنی باعتبار رعایتِ مأخذ و رعایت اشتیاق از مأخذ قبیح و نامناسب ہے۔ نیز ان اشعار میں شیرنی کے اسماء بھی مذکور ہیں۔

(۱۵۶) سَبْع بسکون با۔ و فتح سین شیر کا نام بھی ہے اور مطلق درندے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ سبع بفتح سین ہے اور با میں سکون و ضمہ و فتحہ تینوں درست ہیں۔ لبوء مختلف فیہ اسم ہے۔ اس لیے یہاں اعلیٰ پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ عند البعض یہ مادہ اسد کا نام ہے اور جمع ہے لیکن بعض ائمہ کہتے ہیں کہ یہ اسدِ مذکّر کا اسم ہے اور لبوءۃ اسد انثی کا۔ مثل اسد و اسدة۔ وفی التاج ج ۱ ص ۱۱۵ مستدرکًا علی صاحب القاموس، وبقی ان اللَّبوء الاسد۔ قال فی المحکم وقد اُميت اعنی انه قل استعمالهم اياه (ای للاسد المذكّر) البتة، انتهى ما فی التاج۔

اِرْغام کا معنی ہے اذلال۔

(۱۵۷) وَاَخْنَسَهُمْ[۵۷۸] شَتِيْمًا[۵۷۹] جَاهِلًا[۵۸۰] كَلْبًا[۵۸۱] مُشَتِّمَهُمْ[۵۸۲]

اور ہم نے دیکھا ملحدوں کے شیر (لیڈر) 〃 〃 〃 〃

عَجُوْزًا[۵۸۳] جِرْوُهُمْ[۵۸۴] شَتَّامَةً[۵۸۵] يَعْوِيْ وَيَشْتِمُنَا

〃 〃 〃 کو بھونکتے ہوئے اور ہمیں گالی دیتے ہوئے

(۱۵۸) وَاَفْضَحَهُمْ[۵۸۶] مُرَمِّلَهُمْ[۵۸۷] كَرِيْهًا[۵۸۸] حَيَّةَ[۵۸۹] الْوَادِيْ

نیز ہم نے دیکھا ان کے شیر 〃 〃 〃

وَعِفْرِيْتًا[۵۹۰] يَكَادُ الدِّيْنُ يَهْدِمُهُ وَيَهْزِمُنَا

〃 کو جس کے شر سے دین کی تباہی اور ہماری شکست کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا

(۱۵۹) وَمُرْمِلَهُمْ[۵۹۱] بِلَبُوْتِهٖ[۵۹۲] وَلَبْأَتِهٖ[۵۹۳] لَبَاءَتِهٖ[۵۹۴]

نیز دیکھا ان کے نر شیر کو مادہ شیرنی 〃 〃

وَلَبُوْتِهٖ[۵۹۵] لَبَاةٍ[۵۹۶] مَعْ لَبِ[۵۹۷] عِرْسٍ[۵۹۸] يُفَرْصِمُنَا

〃 〃 〃 〃 سمیت جو ہماری ہلاکت کے درپے تھا

(۱۶۰) وَاَهْرَسَهُمْ[۵۹۹] بِاُمِّ[۶۰۰] الْحَارِثِ الطُّوْغٰى خُنَابِسَةٍ[۶۰۱]

نیز دیکھا ان کے نر شیر کو مادہ یعنی سرکش حاملہ شیرنی

وَاُمِّ[۶۰۲] الْقَشْعَمِ الْفُسْقٰى يُخَوِّفُنَا وَيَغْشِمُنَا

اور فاسق مادہ شیرنی کے ساتھ ہمیں ڈراتے ہوئے اور ہم پر ظلم کرتے ہوئے

---

(۱۵۷) یعوی کُتے وغیرہ کا بھونکنا۔ بھیڑیے کُتے وغیرہ بعض درندوں کی آواز کو عُواء کہتے ہیں۔

(۱۵۸) حیۃ الوادی شیر کا اسم ہے۔ یہ مرکب اضافی ہے =

(۱۵۹) مُرْمِل اسد مذکر یا جنسِ اسد کا نام ہے۔ بلبوته میں با بمعنی مع ہے یعنی شیرنی سمیت شرارت کرنے والے نر شیر جو مسلمانوں کو اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں = پس اس شعر میں فاسق مرد لیڈروں کے علاوہ ان فاسقہ عورتوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو لیڈر بنی ہوئی ہیں اور اسلام کی مخالفت کرتی ہیں =

اس شعر میں شیرنی سے مختص سات اسماء کا ذکر ہے اور وہ مُرمِل کے سوا اسماء ہیں = عِرْس بکسر عین وسکون راء کا معنی ہے شیرنی اور عَرِس مثل حَذِر بفتح عین وکسر راء اسد مذکر کا نام ہے حسب تصریح ائمہ = عَرِس مثل حذر شعر ۱۲۴ میں مذکور ہے = یُفَرْصِم ای یقطع ویکسر کذا فی القاموس =

(۱۶۰) اَهْرَس اسد مذکر کا نام ہے = باُمّ میں با بمعنی مع ہے = مشہور ہے کہ شیر کے ساتھ جب شیرنی ہو تو اسکی شرارت

(١٦١) فَجِئتَ بِسَيْفِ اِيمانٍ وتَوْفِيقٍ واِحسَانٍ

سو آپ آئے ایسے موقع پر ایمان۔ توفیقِ الٰہی ۔ احسان

وجُنَّةِ هِمّةٍ فاقَتْ وتَدفَعَ مَن يُحَطّمُنَا

اور بلند ہمت کی ڈھال کے ساتھ۔ اور دفع کرنے لگے ان کو جو ہم پر ظلم ڈھلتے تھے

حد سے زیادہ ہوتی ہے = امّ الحارث کا معنی ہے شیرنی = طوعیٰ اسم تفضیل مؤنث ہے یہ صفت ہے امّ الحارث کے لیے = خنابسة کا معنی ہے حاملہ شیرنی = بعض کُتب معتبرہ میں دیکھا ہے کہ امّ القشعم موت کو بھی کہتے ہیں اور شیرنی کو بھی = الفسقیٰ اسم تفضیل مؤنث ہے۔ یہ صفت ہے امّ القشعم کے لیے = يغشم ای يظلم = ان پانچ اشعار میں اسد کے ان ستائیس۲۷ اسماء کا اطلاق ملحدین اور اعداءِ دین پر کیا گیا ہے جن کا اطلاق حضرت شیخ مرحوم پر مناسب معلوم نہیں ہوتا مثل لبوءة وخنابسة وغیرہ اسماء مؤنث = یا ان کا اشتقاقی معنی قبیح وغیر مناسب ہے نیز وہ قبیح اشتقاقی معنی متبادر الی الذہن بھی ہے مثل شتيم مشتق از شتم (گالی) ومثل كلب وجاهل وعجوز وكريه وحية الوادي وعفريت وافضح واخنس وجِرْو (کتّے کے بچّے کو بھی جرو کہتے ہیں) وغیرہ وغیرہ = باعتبارِ ظاہر ان اسماء کا اطلاق بطور مدح غیر مناسب ہے اور قصیدہ ہٰذا کی جامعیت کے پیشِ نظر اس قصیدے کا ان اسماء سے خالی ہونا بھی نامناسب تھا۔ لہٰذا قصیدہ ہٰذا کی جامعیت حسبِ استطاعت برقرار رکھنے کی خاطر ناظم نے نہایت لطیف و بدیع طریقہ سے حضرت شیخ مرحوم کی مدح کرتے ہوئے ان اسماء کا اطلاق ان ملاحدہ وفسّاق پر کیا ہے جو دینِ اسلام کو نقصان دینے کے درپے ہیں اور حضرت شیخ مرحوم ان اعداءِ کبار ورؤساءِ ملاحدہ کو دفع کرتے ہوئے اسلام کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح اس لطیف و بدیع اسلوبِ نظم سے دونوں مقصد پورے ہوئے۔ اوّل ان اسماء مذکورہ کا ذکر قصیدہ ہٰذا میں۔ دوم ان کے ذریعہ منفی طور پر حضرت شیخ مرحوم کی مدح وثنا۔ هٰذا ولله الحمد والمنّة =

(١٦١) یہ دو شعر متعدد لطیف ودقیق وبدیع استعارات وتشبیہات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ایمان کو بطور استعارہ بالکنایہ مادۂ سیف مثل حدید یا مصنع سیف (کارخانہ) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور پھر ذکرِ سیف میں استعارہ تخییلیہ ہے۔ وهكذا حكم التوفيق والاحسان والهمّة = استعارہ بالکنایہ کی اور تقریریں بھی یہاں ممکن ہیں۔ نیز استعارہ بالکنایہ کے علاوہ یہاں دیگر طرقِ تشبیہ بھی جاری ہو سکتے ہیں کما لايخفىٰ على من تدبّر فيه = جُنّة بضم جیم سپر۔ ڈھال = فاقت فعل ماضی ہے۔ صفت همة ہے ای همة فائقة = تحطيم کا معنی ہے توڑ ڈالنا۔ یہاں مُراد ہے ظلم کرنا۔ يقال حطّمه تحطيمًا ای كسره وظلمه۔ اس شعر کے کلمات میں تنکیر برائے تعظیم وتفخیم ہے ای ایمان عظیم و توفیق عظیم = پس اس میں اشارہ ہے کہ شیخ مرحوم کامل ایمان عظیم توفیق۔ بلند احسان اور قوی وغیر متزلزل ہمت والے تھے۔

(١٦٢) وَتَرمِيهِم بِنَبُلِ العِلمِ والاَذكَارِ والتَّقوٰى

اور ان پر پھینکتے رہے علم و اذکار و تقوٰی کے تیر

وَاَقوَاسِ الدُّعَاءِ مُنَاضِلًا مَن كَانَ يَزحَمُنَا

دعا کی کمانوں کے ذریعہ مقابلہ کرتے ہوئے ان کا جو ہمیں تنگ کرتے تھے

(١٦٣) تُخَاصِمُهم فَتَخصِمُهم بِحَلِّ صِعَابِ مَا اُعتَرَضُوا

ان کا مقابلہ کرتے ہوئے ان پر غلبہ پاتے تھے اُن کے اُن مشکل اعتراضات کو حل کرتے ہوئے

عَلٰى القُرآنِ مَعْ سُنَنٍ فَتُفحِمُهُم وَتَدأَمُنَا

جو قرآن وحدیث پر تھے سو آپ ان کو خاموش کرتے ہوئے ہمیں سہارا دیتے تھے

(١٦٤) فَعِشتَ وَانتَ رُوحٌ لِلوَرٰى طُرًّا وَقَلبُهُمُ

آپ نے ایسی زندگی گزاری۔ کہ نفع پہنچانے کے لحاظ سے آپ لوگوں کیلیے رُوح۔ قلب

وَاَسمَاعٌ وَاَبصَارٌ وَاَلسِنَةٌ وَمِعصَمُنَا

کان ۔ آنکھ ۔ زبان اور ہاتھ تھے

(١٦٥) وَعِشتَ وَانتَ لِلعُلَمَاءِ مِرقَاةٌ وَمِعرَاجٌ

آپ حیات میں تھے اس شان سے کہ علماء کے لیے ترقی و عروج کا ذریعہ

وَمِنهَاجٌ وَمِعيَارٌ وَمِرآةٌ وَسُلَّمُنَا

راہِ حق ۔ معیار ۔ آئینہ اور بلندی کی سیڑھی تھے

---

(١٦٢) نبل تیر = اقواس جمع ہے قوس کی۔ کمان = مناضل کا معنی ہے تیر اندازی کرنا۔ تیر اندازی میں مقابلہ کرنا۔ کسی کی جانب سے مدافعت کرنا۔ کسی کی حمایت کرنا = یَزحَمُنَا زحم کا معنی ہے دفع کرنا۔ تنگ کرنا۔ تنگی کرنا۔ اس شعر میں بھی شعر سابق کی طرح متعدد لطیف استعارات وتشبیہات ہیں = مُناضِلا حال ہے ماقبل سے۔

(١٦٣) تخاصم کا معنی ہے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا۔ تخصمهم کا معنی ہے غالب آنا۔ مقابلے میں غالب ہونا۔
بحلّ الخ یہ جار مجرور متعلق ہے تخصم کے ساتھ = صِعاب یہ مصدر ہے یا جمع ہے۔ دُشوار۔ مشکل = معَ بسکون عین ہے۔ یہ لُغت فصیح ہے۔ اِفحام کا معنی ہے لاجواب کرنا۔ خاموش کر دینا دلیل دے کر = تَدأمُنا سہارا دینا
یقال دأم الرجلُ الحائطَ۔ دیوار کو سہارا دینا =

(١٦٤) مِعصَم کلائی۔ سارے ہاتھ پر بھی مِعصَم کا اطلاق ہوتا ہے یہاں ہاتھ مُراد ہیں =

(١٦٦) حَيِيتَ وكُنتَ اَبجلَنا واَكْملَنا واَعقلَنا

آپ زندگی میں ہم سب سے زیادہ معزز ۔ کامل اور دانا تھے

ومُتَّ وانتَ مُفجِعُنا ومُولِمُنا ومُوتِمُنا

اور وفات پائے تو آپ نے ہمیں نہایت پریشان غمگین اور یتیم کر دیا

(١٦٧) ونحنُ معاشِرَ العُلماءِ كُنّا نَستَشِيرُكَ فِي

ہم علماء آپ سے ہی مشورے لیتے رہے

اُمُورِ العلمِ والاسلامِ اِذ نَعيٰى فتعُلِمُنا

امورِ علم و اسلام میں ۔ جب ہم عاجز ہو جاتے پھر آپ ہمیں راہِ حق بتلاتے رہتے تھے

(١٦٨) فعِشتَ وانتَ مَورِدُنا ومَصدَرُنا ومَنهلُنا

آپ نے زندگی گزاری اس شان سے کہ آپ ہمارے لیے آنے جانے کا ماویٰ ۔ علمی گھاٹ اور منزل ۔

ومَرجِعُنا ومَركزُنا وسَلوتُنا ومَرهمُنا

مرجع ۔ مرکز ۔ باعثِ اطمینان و تسلّی ۔ دُکھ اور غم کی دوا تھے

(١٦٩) وعُدّتُنا وعِصمتُنا ونُخبتُنا وعِزّتُنا

نیز آپ ہمارے لیے کامیابی کا ذریعہ ۔ پناہ گاہ ۔ برگزیدہ ۔ عزت ۔

ورِفعتُنا وقُوّتُنا وهِمّتُنا ومَغنمُنا

باعثِ بلندی ۔ قوّت ۔ ہمّت اور غنیمت و نعمت تھے

---

(١٦٧) نعیٰی عاجز ہونا ۔ ناواقف اور بے خبر ہونا یقال عیی یعیٰی (بابہ سمع) عاجز ہونا ۔ جاہل ہونا = تُعْلِمُنا ای تخبرنا ۔ یقال اعلمه اعلامًا جتا دینا ۔ اطلاع دینا تعلیم دینا ۔ لُغتہً اعلام مُرادفِ تعلیم بھی ہے ۔ قاموس میں ہے علّمَه تعليما واَعلَمه ايّاه فتعلّمَه ، انتهٰى = علامہ زبیدی تاج شرح قاموس ج ۸ ص ۴۰۵ پر عبارت مذکور کے بعد لکھتے ہیں ۔ وهو صريح فى ان التعليم والأعلام شئ واحد =

(١٦٨) سَلوة تسلّی بخش چیز ۔ تسلّی پانا ۔ تسلّی = مَرْهَم مرہم ۔ دوائی جو زخموں کے علاج کے لیے بناتے ہیں ۔ وہ دَوا جو زخم کے اچھا ہونے کے لیے لگاتے ہیں یعنی حضرت شیخ مرحوم کا وجود ہمارے لیے موجب تسلّی اور غمزدہ دلوں کے لیے رُوحانی اور شافی و کافی دوا و مرہم کی حیثیت رکھتا تھا =

(١٦٩) عُدّة سامان ۔ مقاصد میں کامیابی کا سامان و ذریعہ = عِصمة بچاؤ ۔ بچانے کا ذریعہ ۔ یقال فلان عِصمة للأرامل

(۱۷۰) وَغُرَّتُنَا نُقَاوَتُنَا وَمُخْرَتُنَا وَزُبْدَتُنَا

نیز آپ ہمارے لیے سردار۔ پسندیدہ ۔ عمدہ ۔ خلاصۂ کمالات و چیدہ۔

وَصَفْوَتُنَا وَأُسْوَتُنَا وَجُنَّتُنَا وَمَجْعَمُنَا

برگزیدہ ۔ نمونہ ومقتدیٰ ۔ جُنّت اور پناہ گاہ تھے

(۱۷۱) حَيِيْتَ وَأَنْتَ زَهْرَتُنَا وَنَضْرَتُنَا وَبَهْجَتُنَا

آپ نے ایسی زندگی گزاری کہ آپ ہمارے لیے رونق ۔ خوبصورتی ۔ شادمانی۔

وَرَوْعَتُنَا بَشَاشَتُنَا وَجِدَّتُنَا وَمِيْسَمُنَا

رُوحانی حُسن ۔ خوشی ۔ جدتِ مسرّت اور جمالِ باطنی کا باعث تھے

(۱۷۲) وَرَوْنَقُنَا غَضَارَتُنَا بَضَاضَتُنَا نَضَارَتُنَا

نیز آپ ہمارے لیے باطنی رونق ۔ راحت ۔ خوشحالی ۔ شادابی۔

طَرَاوَتُنَا وَعَظْمَتُنَا بَصِيْرَتُنَا وَمَوْسِمُنَا

تر و تازگی ۔ عظمت ۔ بصیرت اور عظیم عید کے مُوجب تھے

ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ان کے لیے بمنزلۂ پناہ گاہ و ملجا ہے۔ نُخْبَة برگزیدہ ۔ چُنا ہوا۔

(۱۷۰) غُرَّة يقال فلانٌ غرّة القوم اى شريفهم وسيدهم ۔ منتخب چیز ۔ قوم کا سردار ۔ نُقَاوَة پسندیدہ ۔ کسی چیز کا عُمدہ اور بہتر حصہ۔ قالوا نقاوةُ الشئ خياره وخلاصته ۔ مُخْرَة هوالشئ الذى تختاره ۔ پسند کی ہوئی چیز ۔ زُبْدَة خلاصہ ۔ عمدہ ۔ صَفْوَة خالص ۔ برگزیدہ ۔ منتخب ۔ أُسْوَة نمونہ ۔ مثال ۔ وہ جس کی پیروی کی جائے۔ مَجْعَم پناہ گاہ ۔ وفى القاموس المجعَم الملجأ۔ قال الامام الاديب المشهور ابو الفرج قدامة بن جعفر البغدادى فى كتابه جواهر الالفاظ ص۲۸۹ فى باب خيار الشئ يقال خيار الشئ ومختاره ونخبته ونقاوته وصفوته وخالصه وغرته وزبدته ومخرته۔

(۱۷۱) أَنْتَ مبتدا ہے اس کے بعد شعر ہذا میں اور اگلے شعر میں ہر کلمہ اس کی خبر ہے۔ بعض میں حرف عطف متروک ہے اور بعض میں مذکور ہے۔ ان میں سے اکثر مصدر ہیں ان کا حمل مبالغۃً ہے مثل زَيْدٌ عَدْلٌ۔

زَهْرَة پھول ۔ رونق ۔ نَضْرَة چہرے کی تر و تازگی ۔ خوبصورتی و خوشنمائی ۔ بَهْجَة خوبی اور حُسن ۔ شادمانی اور خوشی ۔ رَوْعَة حُسن و جمال میں سے حصہ ۔ پسندیدگی ۔ بَشَاشَة خوشی ۔ خندہ پیشانی ۔ جِدَّة نیا ہونا ۔ مِيْسَم ۔ الحسن والجمال ۔ ان سب کلمات کا اطلاق بطور مبالغہ ہے۔

(۱۷۲) غَضَارَة آسودہ حال ہونا ۔ اچھی زندگی والا ہونا ۔ نعمت ۔ آسودہ زندگی ۔ وُسعت و آسودہ حالی ۔ بَضَاضَة نازو

(173) وَوُصْلَتُنَا اِلٰی کَرَمٍ وَسِیْلَتُنَا اِلٰی نِعَمٍ

آپ ہمارے لیے نیکی تک پہنچنے کا سبب۔ حصُولِ نعمت کا وسیلہ

ذَرِیعَتُنَا اِلٰی اِدراكِ مَغْزانا وَاَیْهَمُنَا

علمی و دینی مقصود پانے کا ذریعہ اور نہایت بہادر سردار ہیں

(174) جَزَاكَ اللّٰهُ یاشَیْخِیْ. بما قد کُنتَ تَهْدِینا

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اے شیخ مرحوم۔ اس بات پر کہ آپ ہماری رہنمائی کرتے تھے

وتُوَجِّهُنا وتَنْصُرُ دِینَنا نَصْرًا وتَرْعَمُنَا

اور ہمیں وجیہ و معزز بناتے ہوئے دین کی نصرت اور ہماری رعایت و نگرانی کرتے تھے

(175) ولَسْتَ بِمَیِّتٍ یا شیخُ. اِذ طَوَّقْتَنَا الْأَطْوا

اے شیخ مرحوم۔ آپ مرے ہوئے نہیں۔ کیونکہ آپ نے ہر مسلمان کے گلے میں

قَ من علمٍ واحسانٍ وفیضٍ فهی تَتَحْمُنَا

علم و احسان و فیض کے وہ حسین ہار ڈال دیے ہیں جو ہمیں سدا مزین کرتے رہیں گے

نعمت کی زندگی = نَضَارَة خوبصورتی و رونق۔ دولتمندی۔ تروتازہ ہونا۔ شگفتہ ہونا۔ شاداب ہونا = طَرَاوَة تروتازگی۔ قال ابوالفرج البغدادی فی باب النضارة وحسن المنظر من کتاب جواهر الالفاظ ص۲۸۰ یقال له نضارة وبَضاضة وزهرة ونضرة وبهجة وغضارة وضیاء ورونق وبشاشة وطراوة وجدة ورواء وزینة ولباقة وروعة وصفاء کل ذلك بمعنیً انتهٰی = وقال ایضا یقال اشرب لونه بضاضة وبشاشة = موسِم۔ مجتمع الناس۔ وقت اجتماع الحاج۔ العید الکبیر۔ موسم کا اطلاق شیخ مرحوم پر بطور تشبیہ کے ہے ای حیاة الشیخ کانت لنا مثل العید الکبیر۔

(173) مغزٰی مقصد۔ مُراد = اَیْهَم بہادر۔ شجاع۔ قال الثعالبی فی فقه اللغة الایهم هو الشجاع۔

(174) توجهنا ای یجعل کلَّ واحدٍ منا وجیهًا یقال اَوجَهه اِیجاهًا وجیہ بنانا۔ عزت والا بنانا = نصرًا مفعول مطلق ہے۔ ترعمنا ای ترقبنا وترعانا۔ رعایت کرنا۔ حفاظت کرنا۔ خیال رکھنا =

(175) تَطْوِیق کا معنی ہے گلے میں طوق پہنانا = اطواق جمع ہے طوق کی۔ گلے کا زیور۔ ہار = تَتَحْمُنا ای تُزَیِّنُنا یقال تحم الثوب نقش و نگار کرنا اور مزین کرنا =

(١٧٦) اَیَا شَیْخَ الشُّیُوخِ اِذْهَبْ فَلَسْتَ بِغَائِبٍ عَنَّا

اے شیخ شیوخ۔ جایئے سفر آخرت پر۔ آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے

وَکَیْفَ وَفَیْضُ عِلْمِكَ لَمْ یَزَلْ کَالْمُزْنِ یُسْجِمُنَا

اور کیونکر غائب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کا علمی فیض سدا ہم پر بادل کی طرح برستا ہے اور برستا رہے گا

(١٧٧) سَقَاكَ سَحَائِبُ الرِّضْوَانِ وَالْغُفْرَانِ وَالْحُسْنٰی

دُعا ہے۔ کہ آپ کو سیراب کرے رضوان اللہ۔ مغفرت اور نیکی کے بادل

وَآتَاكَ الْقُصُوْرَ بِجَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مُلْهِمُنَا

اور ربِ مُلہم آپ کو جنت الفردوس میں عالیشان محلات نصیب فرمائے

(١٧٨) فَرَبِّ اجْعَلْ ضَرِیْحَ الشَّیْخِ رَوْضَةَ جَنَّةٍ وَابْذُلْ

اے اللہ۔ شیخ مرحوم کی قبر کو جنتی باغیچہ بنا دیجئے۔ اور عنایت فرمایئے

لَهٗ رَوْحًا وَرَیْحَانًا وَرَاحًا اَنْتَ مُنْعِمُنَا

انھیں رُوح و ریحان اور جنتی شراب۔ آپ انعام کرنے والے ہیں

(١٧٩) سَقَی الْوَسْمِیُّ قَبْرَ الشَّیْخِ مَا دَامَتْ سَمَاوَاتٌ

بہارِ رحمت کی بارش شیخ کی قبر کو اُس وقت تک سیراب کرتی رہے جب تک آسمان قائم ہوں

وَمَا غَنَّی الْعَنَادِلُ وَالْهَزَارُ وَفَاحَ عَنْدَمُنَا

اور جبتک عنادل ہزار داستان نغمہ سنج ہوں۔ اور خوشبودار عندم پودا مہکتا رہے

---

(١٧٦) یُسْجِمُنَا ای یمطرنا۔ بارش برسنا برسانا۔ یقال اسجمت السحابۃ الماءَ اسجامًا دیر تک برسنا برسانا والتقدیر یسجم علینا فحذف علی وعدی الفعل بنفسہ مثل واختار موسیٰ قومہ =

(١٧٧) سَقٰی متعدی ہوتا ہے ایک مفعول کو بھی اور دو مفعول کو بھی یقال سقیتہ الماء پانی پلانا۔ نیز سقٰی کا معنی ہے بارش بھیجنا اور برسانا۔ سَقٰی کا فاعل سحائب ہے۔ نیز جاننا ہے کہ اس کا فاعل اس شعر کے آخر میں مُلْهِمُنَا ہو اسی طرح آتاك کا فاعل بھی ملهمنا ہے بطریق التنازع۔ اس تقدیر پر لفظِ سحائب بارش سے کنایہ ہوگا اور تقدیر اول کے پیش نظر سحائب سے بادل مُراد ہے۔ (١٧٨) ضَرِیْح قبر = رَوْح آرام۔ نرم ہوا۔ خوشی و رحمت و مہربانی = رَیْحَان خوشبودار پودا۔ یہ پھول سے بھی کنایہ ہوتا ہے = الرَّاح خوشی۔ نشاط۔ شراب۔ یہاں مراد جنتی شراب ہے۔

(١٧٩) الوَسْمِیّ موسم بہار کی پہلی بارش = عنادل جمع ہے عندلیب کی۔ عندلیب معروف خوشنما و خوش آواز پرندہ ہے اسے بلبل بھی کہتے ہیں = ھَزَار بلبل۔ ہزار داستان۔ یہ عطف تفسیری ہے = فَاحَ صیغہ ماضی ہے۔ یقال فاح المسك مشک کا مہکنا اور پھیلنا۔ عَنْدَم دم الاخوین۔ یہ ایک خوشبودار و خوشنما معروف پودا ہے =

تمت بالخیر

امن کا سائبان تھے عبدالحقؒ

مولانا محمد طاہر اطہر، مدرس جامعہ فاروقیہ، شیخوپورہ

آئیے دیدہ ور کا ذکر کریں   بے بدل رہبر کا ذکر کریں
ساتھیو! جو بچھڑ گیا ہم سے   آج اسی ہم سفر کا ذکر کریں
دین حق کی زبان تھے عبدالحقؒ   ایک سیلِ رواں تھے عبدالحقؒ
رہبر رہبراں تھے عبدالحقؒ   ملک کے پاسبان تھے عبدالحقؒ
جو بھی آیا اسے پناہ ملی،   امن کا سائباں تھے عبدالحقؒ
ان کا ثانی نہ تھا سیاست میں   بے بدل نکتہ داں تھے عبدالحقؒ
دل کی گہرائیوں میں رہتے تھے   کیونکہ شیریں زبان تھے عبدالحقؒ
وہ خزینہ تھے علم و حکمت کا   علم کی کہکشان تھے عبدالحقؒ
عصر حاضر کا اوّل و آخر   ترجمان قرآن تھے عبدالحقؒ
سر بہ خم دہریت رہی ہر دم   ایک آتش فشان تھے عبدالحقؒ

جس میں خم نہیں تھا نہ تھی کہیں پستی
وہ بلند آسمان تھے عبدالحقؒ

قطعۂ سالِ وفات

الیم ماتم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ

از: حافظ محمد ابراہیم فانی

اے	مغفورہ	وکیل	۱۴۰۸ھ
۱۱	۱۳۳۱	۶۶	

اے کہ تیری موت آئی صد پریشانی کے ساتھ — درد و غم کرب و الم اور خانہ ویرانی کے ساتھ
شہرِ دل پر یا خدا یہ ماجرا کیا ہو گیا — حملہ زن ہے لشکرِ غم فتنہ سامانی کے ساتھ
اے خداوندا ہمیں توفیقِ ضبطِ غم بھی دے — موت گو ہے لازمہ اک نسلِ انسانی کے ساتھ
صدمۂ فرقت نہیں یہ فردِ واحد کے لیے — آسماں بھی گریہ زن ہے بزمِ حقانی کے ساتھ
موت تھی "اللہ" تیری کس قدر رشکِ آفریں — جب اُٹھا تیرا جنازہ کیفِ وجدانی کے ساتھ
مہبطِ انوارِ حق ہو آپ کا خاکی مزار — حشر تک ہو رحمتِ حق کی نگہبانی کے ساتھ
اے کہ تو مغفورۃ مولا وکیلِ کائنات — تیری تربت ہو منور لطفِ ربانی کے ساتھ

نالہ زن تنہا نہیں ہیں آپ مولا سمیع
مرثیہ خواں ایک عالم بھی تو ہے فانی کے ساتھ

⁂

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ

میرے دادا جانؒ میرے شیخ میرے مربّی

برادرم مولانا حامد الحق، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بڑے پوتے حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے بڑے صاحبزادے ہیں گذشتہ سال دار العلوم حقانیہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کرکے دار العلوم حقانیہ کے فاضل بھی ہیں اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات میں کامیاب ہو چکے ہیں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں اپنے ذوق اور محنت سے اچھے نمبرات میں کامیاب ہوتے رہے، پنجاب یونیورسٹی سے گریجویٹ آف پولیٹیکل سائنس اور پشاور یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویٹ آف اسلامیات ہیں اس وقت دار العلوم حقانیہ میں دار العلوم کے مختلف امور میں اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹانے کے ساتھ ساتھ تدریس کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں پیش نظر مقالہ ان کے ذاتی مشاہدات، تاریخی یادوں اور دلچسپ واقعات اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی سیرت وسوانح کے کئی پہلوؤں پر حاوی ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

تحریر میں سمٹتے ہیں کہاں درد دلوں کے
میں خود کو بہلاتا ہوں بس کاغذوں کے ساتھ
میرے قلم میں ادیبوں کی آب وتاب نہیں
متاعِ دیدۂ خونِ ناب لے کے آیا ہوں

گزارش احوال واقعی

حضرت والد ماجد صاحب کی زیر نگرانی ماہنامہ الحق کا خصوصی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نمبر تیاری کے مراحل کی طرف رواں دواں تھا کہ حضرتؒ کے ایک ادنیٰ اور حقیر پوتے ہونے کے ناطے اباجی نے حکم دیا کہ دادا جانؒ سے وابستہ اپنی یادداشتیں مرتب کرکے شیخ الحدیث نمبر کے مرتب جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی خدمت میں جلد پیش کر دو، میں اپنی بساط کے مطابق یہ کام ڈیڑھ سال قبل ماہ رمضان میں مکمل کر چکا تھا کیونکہ ادارے کے مطابق یہ اسی رمضان میں عید الفطر کے فوراً بعد الحق نمبر نے منظر عام پر آنا تھا بدقسمتی میری کہ اس مضمون کی اصل اور نقل دونوں انہی دنوں گم ہو گئے جس کے بعد اپنی محنت کے اس طرح ضائع ہو جانے پر دوبارہ لکھنے کا حوصلہ نہ بن سکا۔

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل

اور اپنی سستی طبیعت اور طفلِ مکتب ہونے کی حیثیت سے حضرت داجی گلؒ کے بارے میں قلم اٹھانے کی جسارت کا خوف کوہ گراں سر کرنے کے مترادف دل ودماغ پر سوار تھا جس سے ذہن کا حافظہ اور حوصلہ مفلوج ہو گیا تھا۔

کہاں میں کہاں یہ نکہتِ گلؒ

لیکن اباجی کے دوبارہ انتباہ اور خود اپنی خریداران یوسف کی لسٹ میں نام لکھوانے کی آرزو اور کچھ سابقہ مضمون کے چند رف لکھے ہوئے ٹکڑوں کے سہارے اور کچھ دادا جانؒ کی یاد نے ماضی کے لگے ہوئے بند زخموں کو ایک بار پھر کھول دیا۔

؎ آئی جب ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

دل ڈوبنے لگتا ہے

اور میری ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے سامنے ان کا مرض الموت کی حالت میں خیبر ہسپتال پشاور میں چار ستمبر ۱۹۸۸ء کو رات ڈھائی بجے نیند سے بیدار ہو کر حضرتؒ کا استغراق اور جذب وکیف کی حالت میں نور کی طرح چمکتے معصوم چہرۂ اقدس کی تابانی آجاتی ہے تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ حضرت دادا جانؒ کی وفات حسرت آیات اتنی اچانک تھی کہ دل ودماغ ان کے صدمہ وقت کے دیتے ہوئے غم کے پہاڑوں تلے پھٹتے ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں، یقیناً موت برحق ہے لیکن دادا جانؒ

اچانک اس طرح ہم سے روٹھ کے چلے گئے جس سے ہماری روحوں پر اُن مٹ زخموں کے نقوش تاقیامت تازہ رہیں گے۔

ع زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

زندگی کا ماحصل

الحمد للہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا حضرت قائد شریعت داجی گل رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی قریب رہنے اور مقدور بھر خدمت کرنے کی ادنیٰ سی سعی اور کوشش کرتا رہا اور میری زندگی کا ماحصل آپ کی خدمت کے اوقات کے کچھ لمحات ہیں اور جو غفلت اور بے پرواہی میں اوقات گزرے ان کا رنج و غم آج بھی اپنے اوپر ایک بوجھ سا محسوس کرتا ہوں۔

ع وابستہ تیری یاد سے میری حیات ہے

پیدائش سے لیکر ہوش سنبھالنے تک ہم حضرت داجی گل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے آبائی گھر متصل جامع مسجد یعنی قدیم دارالعلوم حقانیہ میں مقیم تھے، اباجی سمیت حضرت داجی گل رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد اور ہم سب اسی گھر میں پیدا ہوئے اور پلکر بڑھے اور زندگی کی بہاریں گزاریں، پھر اباجی اس گھر کے چھوٹے ہوجانے کی وجہ سے اپنے ذاتی زیرتعمیر مکان متصل جامعہ حقانیہ میں منتقل ہوئے اور سکونت پذیر ہوگئے۔

یومیہ معمول

اب میری زندگی کا معمول بن گیا تھا کہ روزانہ عصر کی نماز سے مغرب تک حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے دارالعلوم سے جاتا جہاں مجھے ان کی گود میں پہنچ کر قلبی اور روحانی تسکین نصیب ہوتی۔ اور اسی روحانی تسکین کے نشہ۔ سرور کی کشش نے ہر جگہ اور ہر مقام پر مجھے اپنے محبوب حضرت داجی گل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ رکھا۔

حظ وافر اور بھرپور استفادہ

چاہے گھر ہو یا حجرہ، مسجد ہو یا دارالعلوم یا قریبی علاقوں میں غمی اور خوشی اور تبلیغی اسفار تحریک نفاذ شریعت کی جد وجہد کے لیے علماء کرام کے اجتماعات ہوتے، تحریک تحفظ ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفیٰ شریعت بل کے نفاذ کی خاطر متحدہ شریعت محاذ کے پرچم تلے مظاہرے ہوتے یا قائدین ملک یا سیاسی سرکاری زعماء کے ساتھ ملاقاتیں جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلباء اسلام کے کنونشن اور تقاریب آپ کے باطل کے مقابلہ میں زمانۂ الیکشن کی ہنگامہ خیز مساعی ہوں کہ جامعہ کے شورائی اجلاس، جہاد افغانستان کو تکمیل پذیر کرانے کے لیے رائے عامہ کی ہمواری اور مجاہدین کے حوصلوں کی بلندی کی خاطر جہاد کانفرنس ہو یا ان کے ذاتی اہم اجلاس، پارلیمنٹ کے اجلاسوں کے دوران گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد یا ہسپتالوں میں تیمارداری کے باسعادت مواقع ہوں یا ہندوستان میں جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر، علماء ومشائخ سے ملاقاتیں اور اساتذہ کرام اور اولیاء کرام کے مزاروں پہ حاضری کے مواقع غرض احقر کو الحمد للہ صحبت با اہل حق کی ان پر رونق محفلوں اور مجلسوں میں برابر شرکت سے حظ وافر اور بھرپور استفادہ اور حضرت کی شفقتیں نصیب ہوتی رہیں۔

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

گھر کی بالائی منزل

مہربان داداجان ہر جگہ ہر مقام ہر سفر ہر محفل میں لوگوں سے بیماری ضعف اور تھکاوٹ کے باوجود انتہائی شفقت، محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، عصر کی نماز ادا کرنے کے لیے حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے مسجد جانے کے لیے باہر دروازے تک لے آتا اور دروازے پر طلباء اور خادمین کا مجمع ان کا منتظر ہوتا۔ حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر گھر کی بالائی منزل کے ایک سادہ سے چھوٹے سے کمرہ میں سکونت پذیر رہے، تنگ اور لمبی سیڑھیوں پر دن میں کئی بار اترنا چڑھنا بہت دشوار اور تکلیف دہ ہوتا خاندان کے افراد میں اس وقت آپ کے پاس جو موجود ہوتا وہ سہارا دیکر آپ کو نیچے لے آتے عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی اتارنے والا نہ ہوتا تو قصداً گھنٹی بجا کر کسی کو نہ بلواتے یا کسی کو تکلیف نہ دیتے۔

لفٹ لگوانے کی پیشکش سے معذرت کردی

سیڑھیوں کے اُترنے چڑھنے کے حوالے سے یاد آتا ہے کہ حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص منظور نظر مرید حامد انجینئرنگ ورکس لاہور کے مالک جناب الحاج غلام یٰسین صاحب نے کئی مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت کو مدنظر رکھتے ہوتے جدید الیکٹرانک لفٹ لگوانے کی سہولت مہیا کرنے کی خواہش کی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ حاجی صاحب کو مسکرا کر ڈھیروں دعائیں دیکر لفٹ لگوانے کی اجازت اس بات پر نہ دی کہ میں اجر اور ثواب میں کمی نہیں لانا چاہتا، نظر کی کمزوری نقاہت اور دوسری شدید بیماریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود لوگوں اور مہمانوں سے ملاقات کرنے نیچے تشریف لے آتے، ان سے بڑے چھوٹوں کی الگ الگ خیریت دریافت کرتے اور ان کی تمام باتیں بڑی توجہ سے سنتے اکثر لوگ وظائف اور تعویذات اور دعائیں لینے آتے اور آپ کی محفلِ بابرکت سے فیوض حاصل کرتے۔

حزم واحتیاط

اگر کوئی اپنی طرف سے کچھ رقم بطور ہدیہ پیش کرتا تو آپ اُسے

فوراً احتیاطی طور پر دارالعلوم حقانیہ میں داخل کرتے کہ کہیں اس شخص نے یہ ہدیہ دارالعلوم کے لیے چندہ نہ دیا ہو اور یاد داشت کے لیے اسی نوٹ پر لکھ لیتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ بڑے مہمان نواز تھے اگر آپ گھر پر موجود نہ ہوتے تو اشیاء خورد و نوش لاکر بیٹھک میں رکھ دیئے جاتے تاکہ مہمان کچھ کھاتے پیتے بغیر نہ چلا جائے۔ آپ کا حکم تھا کہ میری غیر موجودگی میں مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا لازمی اور ضروری ہے میں جس وقت گھر پر موجود ہوں چاہے میں جس حالت میں بھی ہوں مجھ سے مہمان ملاقات کے لیے آنے والے کسی بھی درجہ کے فرد کو لازماً ملوایا جاتے، اللہ اللہ پھر آپ کے ملاقاتی سے ملاقات کا انداز نرالا ہوتا انتہائی عجز و انکساری کا مظاہرہ اور ان کی خاطر و مدارت بھرپور امداد و تعاون فرماتے، سخت بیماری اور ضعف کے باوجود اٹھ کر مصافحہ یا معانقہ فرماتے، رخصتی کے وقت دروازے تک مہمان کے ساتھ جاتے، استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرتؒ کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے.

سیرت کی ایک جھلک

کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چاہنے والوں کے مطلوب نہیں طالب تھے محبوب نہیں بلکہ محب تھے مخدوم نہیں خادم تھے مراد نہیں مرید تھے۔

عصر کی مجلسِ شیخؒ

بات عصر کی نماز کے لیے جانے کی ہو رہی تھی مسجد میں پہنچ کر نماز عصر پڑھنے کے بعد نماز مغرب تک مسجد میں بیٹھے رہتے دارالعلوم کے اساتذہ کرام طلباء، امیر و غریب غرض گاؤں کے لوگوں اور باہر کے ہر قسم کے مہمانوں کا مجمع آپ کے گرد مسجد میں چٹائیوں پر آپ کے سامنے جمع رہتا، معتقدین مریدین حضرتؒ کے ہاتھ پاؤں دباتے رہتے جو ضعیف العمری کے باعث انتہائی کمزور مگر نورانیت سے پرکشش تھے اس موقع پر حضرتؒ کی ڈھیروں دعائیں لیا کرتے آپ سے مشکل مذہبی اور علمی مسائل کا حل دریافت کرتے اور عبادت الٰہی کے لیے وظائف تلاش کرتے، علاقہ ملکی اور غیر ملکی مسائل اور سیاسی حالات پر غور اور تبصرے ہوتے، صحبتے با اہل حق کی یہ بارونق محفل مؤذن کی اذان تک جمی رہتی اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد سب لوگ آپ کو گھر تک چھوڑ آتے اور ڈھیر ساری دعاؤں کے ذریعہ اپنی اپنی اقامت گاہوں کی جانب رخصت ہو جاتے۔

اخبار سننے کا معمول

مرحومہ و مغفورہ حضرت دادی جانؒ کا یہ معمول تھا کہ شام کو حضرت دادا جانؒ کے لیے چائے کا بندوبست خود کرتیں آپ شوگر کی وجہ سے چائے پھیکی لیکن بہت تیز پیتے تھے، اس دوران میں میں چند اخبارات کی نفاذ شریعت کی تحریک علماء اور طلباء کے متعلق اہم خبروں کی سرخیاں آپ کو سنایا کرتا، میں تیز تیز پڑھتا اور حضرتؒ آرام سے پڑھنے کی تلقین کیا کرتے جہاں سے کوئی غلطی سرزد ہوتی وہاں وہ بغیر اخبار دیکھے تصحیح فرما دیا کرتے۔

اخبار اور اعتدال

خبر سننے کے بعد مسکرا کر تبصرہ کرتے اور مخالف کی بات پر ہمیشہ میانہ روی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے جب میں اخبار میں جوابی بیان کا تقاضا کرتا تو مجھے منع فرماتے بعض حالات میں آپ گھر پہ پڑے رہنے کے باوجود قدرتی طور پر باہر کے تمام حالات سے باخبر رہتے اور اپنے تفکر و پریشانی یا خیال کا اظہار فرما دیا کرتے۔ اور ہدایات جاری فرماتے۔

خصوصی توجہ اور ہدایات

نماز مغرب کے بعد گھر میں حضرتؒ کو پھر چائے پلانے کے وقت شفیق دادا جانؒ جو میرے پیر استاد مربی بھی ہیں بندۂ ناچیز کی خصوصی اصلاح اور تربیت کے لیے نصیحتیں فرماتے، اپنوں پرایوں محلے داروں اور دیگر لوگوں سے میل جول کا طریقہ اور ہدایات اور اقوال زریں ارشاد فرماتے میری کم عمری، کم علمی، عقل کی کمی اور جذبات پر مبنی حرکات اور بعض واقعات پر میری گرفت فرماتے اور ایسی اداؤں پر ناراض ہو جاتے لیکن حضرت داجی گلؒ کی دریا دلی کی یہ حالت تھی کہ ناراضگی چند ہی لمحوں کے لیے عارضی طور پر ہوتی فوراً منانے کے بعد سمجھاتے ان واقعات کو ذیل میں درج کر رہا ہوں

میری تصدیق کے بغیر جاری نہ کرنا

ایک مرتبہ اباجی کی اکوڑہ میں غیر موجودگی میں داداجان صاحب فراش تھے میں نے نفاذ شریعت کے حوالہ سے صدر مرحوم جنرل ضیاء الحق کے ایک بیان پر حضرت داداجانؒ کی طرف سے سخت نوعیت کی خبر اخبارات میں خود جاری کر کے چھپوا دی تھی اور دوسرے دن خوش و خرم حضرۃ داجی گلؒ کے پاس پہنچا اور دیگر خبروں کے ہمراہ یہ خبر بھی سنا دی جس پر حضرتؒ ناراض ہوئے اور کہا کہ میری تصدیق کے بغیر پھر ایسی خبر جاری نہ کرنا۔

میانہ روی

بٹیا! ہماری سیاست کرنا صرف سیاست کے لیے نہیں ہے، بٹیا! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں میانہ روی کی راہ تبلائی ہے اسی پر چلو گے تو کامیاب ہو گے، صدر مملکت کسی حد تک دیگر حکمرانوں کے مقابلہ میں کہیں بہتر طور سے شریعت اور مذہب کے وقار کے لیے اور

جہاد افغانستان کے واسطے کام کر رہے ہیں اسی طرح ؁۷۷ء کے الیکشن میں جب ملک بھر میں جلسے جلوس بازار مل چوکوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے گلی کوچوں میں بھی ہو رہے تھے، حضرت داجی گل رح کا مقابلہ اس وقت کے صوبے کے چیف منسٹر نصر اللہ خان خٹک سے ہو رہا تھا ایک طرف پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو عنان حکومت سنبھالے ہوتے انتخاب جیتنے اور بازی لے جانے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے تھے اور دوسری جانب جمیعۃ علماء اسلام اور اپوزیشن کے قائد حضرت مولانا مفتی محمود رح حق کا علم ہاتھ میں اٹھائے باطل کے آگے سینہ سپر تھے۔

صبر و استقامت اور بردباری کی تلقین

حضرت داجی گل رح کی مسجد سے تھوڑا آگے اکوڑہ کے چوک بازار میں پیپلز پارٹی کے امیدوار نصر اللہ خان خٹک جلسہ کرنے کے لیے شان و شوکت سے انتہائی حفاظت میں پہنچے مگر ان کو جلسہ گاہ سے فوراً واپس ہونا ہی بہتر ٹھہرا۔ لہٰذا ہم چند لڑکوں نے بڑے جذباتی نوجوانوں کی طرح حضرت شیخ الحدیث رح کی مسجد کی چھت پر بازار کی جانب والے چبوترے کے پیچھے سے وزیر اعلیٰ کی گاڑی اور جلوس پر مٹی اور پتھر پھینکے اور فوری طور پر وہاں سے گھر کی جانب بھاگ گئے شام کو پھر دادا جان رح کی گلی کے چوک میں ہم لوں کا جلسہ اور جلوس منعقد ہوا میرے ذمہ تقریر آئی، بچپنا تھا میں نے اپنی تقریر میں بھٹو مرحوم اور پی پی پی کے لیڈروں کے خلاف برا بھلا کہنا شروع کیا اس واقعہ کے وقت میری عمر تقریباً ۱۲، ۱۳ برس ہو گی کہ اچانک چند غنڈہ نما چھوٹے اور بڑے لڑکے پی پی پی کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے ہمارا جلسہ خراب کرنے پہنچ گئے مجھے سخت غصہ تو پہلے ہی تھا کہ اتنے میں ایک نوجوان نے حضرت مولانا مفتی محمود رح کو گالی دی میں غصہ میں جھنجھلاتا ہوا بھاگ کر گھر داخل ہوا اور کچن سے چھری اٹھا کر باہر مجمع میں پہنچ گیا میں نے انتہائی غصہ کی حالت میں اس نوجوان پر وار کرنا چاہا کہ دیگر افراد نے پیچھے سے ہاتھ پکڑ کر روک دیا، بہرحال خیریت ہی ہوئی کہ جلسہ سے دیگر افراد نے ان لڑکوں کو چلتا بنایا۔ رات کو حضرت داجی رح نے دن کے دونوں واقعات پر سختی سے ناراضگی کا اظہار کیا اور سمجھایا کہ جذبات سے بیٹا ہرگز کام نہ لو انہوں نے نے ہمیشہ بردباری صبر اور استقامت کی تاکید کی چنانچہ میں نے حضرت رح سے معذرت کر کے معافی مانگ لی، جس پر مسکرا کر گلے لگا کر انہوں نے پیار کیا یہ واقعہ ذہن پر آج تک نقش ہے۔

خدا غرور اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا

حضرت رح نے ہمیشہ خاندان کے سرپرست اعلیٰ کی حیثیت سے خاندان کے تمام افراد اور خصوصاً مجھے نصیحت اور تاکید کی کہ کسی حال پر غرور اور تکبر ہرگز نہ کرنا، خدا غرور و تکبر اور ناشکری کو قطعاً پسند نہیں فرماتے۔ بیٹا! ہم کچھ بھی نہیں، ہم دین کے علم کی تحصیل کرنے والے ادنیٰ طالب علم اور دین حق کے ادنیٰ خادم ہیں وقت اور سلیقہ مندی احتیاطی تدابیر اور حصول علم اور تحصیل تعلیم پر توجہ مرکوز رکھنے کی بار بار تلقین فرماتے اور ساتھ ہی کہتے کہ ہماری یہ ساری برکتیں اللہ کے دین اور علم کی وجہ سے ہیں اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، یہ دنیا عارضی ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کو لازماً اختیار کرو اسی طرح حضرت داجی گل رح کی زبان مبارک سے ہمیشہ ہمارے لیے خلوص قلب سے مغفرت حصول علم اور ترقی کے لیے دعائیں جاری و ساری رہیں۔

وقت عظیم نعمت ہے

ایک مرتبہ میں نے اپنے آٹو گراف بک کو ان کے آگے بڑھا دیا تاکہ حضرت رح کے خود اپنے ہاتھ سے تحریر میرے لیے باعث فخر و سعادت بنے جس پر انہوں نے بسم اللہ کے بعد یہ تحریر اپنے قلم و دست مبارک سے ثبت فرمائی "وقت نعمت عظیم ہے اس کی قدر کرنی چاہیے علم دین کے حصول میں کوشش کریں علم و عمل میں برکت ہو" اور آخر میں اپنا نام مبارک لکھا۔

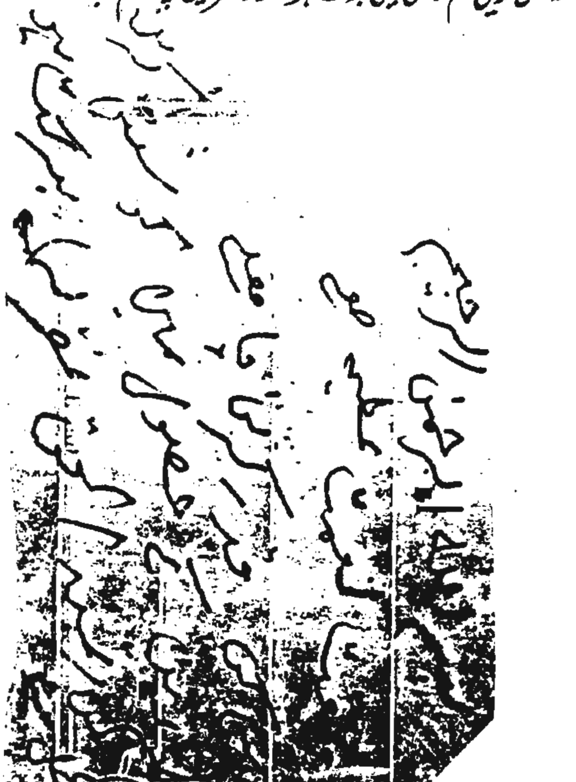

کمال صبر و تحمل اور ایک کرامت

ہماری چھوٹی گاڑی (سوزوکی کار) میں حضرت میرے ساتھ کبھی کبھی گھر سے دارالعلوم اور دارالعلوم سے گھر تک آجایا کرتے تھے (جو بازار میں رش اور گلی تنگ ہونے کے باوجود آسانی سے آجا سکتی تھی) دن ساڑھے نو بجے

پڑھائی کے وقفہ کے دوران میں اور میرے دوست حافظ احتشام الحق حضرتؒ کو گھر سے دارالعلوم لانے کے لیے پہنچے مجھے خدشہ تھا کہ پٹرول کم ہے گاڑی خدانخواستہ راستے میں کہیں بند نہ ہو جائے لیکن حضرتؒ کے لیٹ ہو جانے کے ڈر سے میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ کہیں حضرتؒ بروقت نہ پہنچنے پر ناراض نہ ہو جائیں، پٹرول حضرت کو دارالعلوم پہنچانے کے بعد ڈلوا دیں گے، حضرتؒ کو گھر سے گاڑی میں بٹھایا ہی تھا جس کا ڈر تھا جیسے ہی بازار کے وسط میں پہنچا گاڑی ایک جھٹکے سے بند ہو گئی شرم کے مارے حضرتؒ کو بتا نہیں سکتا تھا۔ شاہی نے جرأت کر کے کہہ دیا کہ حضرت پٹرول ختم ہو گیا۔ حضرتؒ نے ناراضگی کا اظہار کر دیا کہ بروقت تیاری کر کے کیوں نہیں آتے اب میں انتہائی پریشان تھا یا اللہ کیا ماجرا ہو گیا اب بیچ بازار حضرتؒ کو انتظار کرواؤں یا کرایہ کی ٹیکسی بلواؤں یہ بڑی دیر ہو جائے گی کہ اسی لمحے اللہ نے لاج رکھی اور ایک کار فوراً ہمارے پاس آ کر رکی گاڑی سے جناب قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی کے بھائی ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب اترے اور حضرت سے مصافحہ کرنے کے بعد کہا کہ حضرت میں آپ سے ملنے آ رہا تھا میں نے فوراً قاضی صاحب کو بتایا کہ جناب ہماری گاڑی پٹرول کی وجہ سے بند ہو گئی حضرتؒ کو آپ دارالعلوم لے جائیں لہٰذا حضرتؒ کو بھی اطمینان ہوا اور میری پریشانی بھی رفع ہو گئی میں نے اس دوران پٹرول منگوا لیا اور گاڑی دارالعلوم پہنچا دی تو حضرت نے درس حدیث کے بعد مجھے دفتر میں بلوا کر پوچھا بیٹا تم ناراض تو نہیں ہوئے میری وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانا پڑی آئندہ احتیاط کر لیا کرو۔ ان کی اس ادا، نظر کرم اور شفقت اور الٹا حضرتؒ اپنے دارالعلوم گاڑی پر آنے کی وجہ سے میرے پٹرول لانے کی زحمت پر مجھ ہی سے معذرت کر رہے تھے، اللہ اللہ یہ ادا اور یہ دریا دلی ہم لوگوں کا سر شرم سے جھک گیا۔

دارالعلوم کی کتاب امانت ہے خود ذاتی کتاب لے لو

اس طرح کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آتا ہے کہ مغرب کے بعد گھر میں ایک مرتبہ حضرت داجی گلؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی کتاب آپ بیتی کے بارے میں میرے ساتھ کچھ ذکر کیا میں جلدی سے بول پڑا کہ حضرت وہ کتاب میرے مطالعہ میں ہے چونکہ دارالعلوم کے کتب خانہ کی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹا! دارالعلوم کی چیزیں ہمارے پاس امانت ہوتی ہیں اور یہ چیزیں وقف ہیں اور وقف پر کسی کا ذاتی حق نہیں ہوتا اس کی حفاظت کرو اور کوشش کرو کہ خود بازار سے ذاتی کتاب لے لیا کرو، دارالعلوم کی کتاب اور ادنیٰ سی چیز کا خیال رکھنا بھی عنداللہ ہماری ذمہ داری ہے۔

اکوڑہ میں کتب خانوں کے اضافہ پر مسرت کا اظہار

اس ضمن میں پورے دارالعلوم کے منتظمین ناظمین کے حالات اور کارکردگی اور طلباء کے رہن سہن کے بارے میں بھی دریافت کر لیتے تھے خصوصاً اکوڑہ میں کتب خانوں کے بڑھ جانے پر بہت خوش ہوتے کہ اکوڑہ اور باہر کے لوگوں کی اس میں علمی دلچسپی بڑھنے لگی ہے اور فرمایا کہ بیٹا! دیوبند کی گلی گلی میں کتب خانے قائم ہیں

"آپ بیتی" خرید کر مرحمت فرمائی

دوسرے دن حضرتؒ نے مہربانی فرماتے ہوئے خود ہی "آپ بیتی" جامعہ کے اساتذہ کے کتب خانے "دارالکتب العلمیۃ" سے قیمتاً منگوا کر دی اور اس پر اپنے دستخط بھی رقم فرمائے اور دعائیہ کلمات بھی لکھے۔

ذاتی یادداشت

میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپ خود اپنی یادداشت کیوں نہیں لکھوا لیتے تو حضرت مسکرا کر فرمانے لگے بیٹا! اب وقت بھی نہیں اور صحت اور نظر بھی کمزور پڑ چکی ہے میں نے مجبور کیا کہ حضرت! آپ بولیں اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب لکھیں گے تو ناراض ہو کر بولے کہ بیٹا! مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور بہت سے علمی کام کر رہے ہیں میں ان پر مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا بعد میں اللہ کو منظور ہوا تو آہستہ آہستہ خود ہی حالات رقم ہو جائیں گے[1]

ہم شاد ہیں کہ ہیں تو کسی کی نگاہ میں

اسی دن میں نے ایک اور گزارش یہ کی کہ حضرت داجی گل! میں نے سنا ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند میں منطق کے بہت بڑے ماہر استاد تھے مجھے خود ایک کتاب پڑھانا شروع کروا دیں، حضرت نے مسکرا کر کہا کہ بیٹا! میں اب ضعیف ہوں احادیث کا اتنا کام ہے کہ میرا سارا وقت اس میں صرف ہوتا ہے لہٰذا میں تمہیں نہیں پڑھا سکتا کسی اور استاد کو کہہ دوں گا کہ وہ تمہیں پڑھا دیں میں نے بچوں جیسے ضد کی لیکن حضرت نہ مانے شام کو اتفاقاً مہمانوں کی وجہ سے حضرت کے سلام کے لیے بڑے گھر (یعنی حضرت کے پاس) ملنے نہ جا سکا کہ مشفق اور مہربان دادا جان نے مغرب کے بعد حضرت کی خدمت پر مامور ہونے والی چھوٹی پھوپھی (اہلیہ حافظ ہدایت الرحمٰن) کے ذریعہ فون پر خیریت دریافت کی اور پوچھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ کیا ہم سے ناراض ہو جو آج ملنے نہیں آتے

---

[1] حضرت کا ارشاد بحمداللہ بعد "الحق کے خصوصی نمبر" صحبتے با اہل حق، اور تذکرہ و سوانح کی شکل میں پورا ہوا۔

میں نے پھوپھی جان کو بتایا کہ میں ہرگز ناراض نہیں ہوں کسی کام کی وجہ سے آج نہ آسکا تو حضرت نے حکم دیا کہ اس سے کہو منطق کی کتاب لے کر ابھی آجاؤ، میں خوشی خوشی حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت نے مسکرا کر استقبال کیا۔

ے این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

اور مجھے اسی لمحہ اپنی قسمت پر رشک ہونے لگا کہ بڑے پوتے ہونے کے ناطے ہم بھی کسی ولی کامل کی نظر کے سائے میں ہیں۔

ع ہم شاد ہیں کہ ہیں تو کسی کی نگاہ میں

احساس ندامت

افتخار اور خوشی کے ساتھ ہی مجھے ایک لمحے کے لیے احساس ہوا کہ مجھ جیسے گنہگار اور حقیر لڑکے کی حضرتؒ کے دل میں اتنی جگہ ہے کہ وہ ہماری خبرگیری کرتے ہیں اور ہم ان کی ٹھیک طرح پابندی سے خیریت بھی دریافت نہیں کر سکے، اللہ ہمیں معاف فرمادیں، (آمین) فوراً میں نے حضرتؒ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور مصافحہ کیا حضرت نے شفقت سے سر اور رخساروں پر ہاتھ پھیرا میں نے فوراً بروقت نہ آنے کا عذر بیان کیا اور قطعاً ناراض نہ ہونے کا ان کو یقین دلایا، ہمیشہ کی طرح حضرتؒ نے اباجی، امی جان بہن بھائیوں کی خیریت دریافت کی۔

الحاج کرم الٰہی مرحوم

ان دنوں امی جان کی طبیعت خراب تھی تو حضرتؒ بے تابی سے تفصیلاً ان کی صحت کے بارے میں دریافت کرتے امی جان سے خصوصی محبت اور تعلق کی دوسری بڑی وجہ امی جان کے والد صاحب الحاج میاں کرم الٰہی صاحب مرحوم کی شخصیت بھی تھی جو پشاور کے بہت بڑے رئیس تاجر اور خاندان کے سرپرست تھے امی جان کا رشتہ طے پانا بھی ناناجی اور داداجانؒ کی باہمی اخوت محبت اور اخلاص کی وجہ سے ہوا تھا حضرتؒ اب بھی مجھ سے پشاور کے ماموؤں اور خاندان کے فرداً فرداً شخص کی خیریت پوچھتے تھے اور خاندان کے دیگر لوگوں سے خیریت اور ان کا احوال پوچھنے کبھی کبھار جانے کی تلقین کی۔

مولانا سمیع الحق منزل کی جانب رواں دواں

اباجی کے سیاسی حالات اور موجودہ پروگرام کی تفصیل معلوم کی جسے میں ہمیشہ پوری تفصیل سے بیان کرتا وہ بڑی دلچسپی اور خوشی سے سنتے اور مسکرا کر فرماتے کہ (سمیع الحق) واقعی بڑا اسلامی سیاست کا ماہر قائد بنتا جارہا ہے اور درست طریقہ پر منزل کی جانب میری ہدایات کی روشنی میں گامزن ہے اللہ اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھیں اور خدا اس کی حفاظت کرے بیٹا! مجھے بہت فکر ہے کہ اس کے حاسد بہت زیادہ ہیں لیکن وہ ایک دن ضرور کامیاب ہوگا۔

نفاذ شریعت کی جدوجہد

پھر علاقہ اور لوگوں کی رائے اور ان کے مسائل متفرقہ کے بارے میں دریافت کرتے اور فرماتے کہ بیٹا لوگوں کو تسلی دیا کریں کہ ہم آپ کے دنیاوی کاموں کی طاقت تو نہیں رکھتے لیکن نظام شریعت کے نفاذ کے لیے آخر دم تک جدوجہد کریں گے ایک دن خدا ضرور تمہاری محنت کی قدر کریں گے، پاکستان اور عالم اسلام اور دنیا پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔

علم منطق کی بسم اللہ

پھر کہا کہ کتاب کھولو میں صرف بسم اللہ اور خطبہ پڑھا دیتا ہوں یہ تیرے لیے کافی ہوگا باقی فلاں اُستاد صاحب سے پڑھ لو میں نے فوراً سر تسلیم خم کیا اس موقعہ پر ساتھ کھڑی پھوپھی جان اور ساتھ بیٹھے ہوئے پھوپھا جان احتشام الحق حقانی نے مجھے مبارک باد دی اور بسم اللہ حضرت کی طرف سے ہو جانے پر انتہائی خوشی تھی، لہٰذا بعد میں میں نے اجازت چاہی تو حضرتؒ نے اجازت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بیٹا اباجی والدہ سب کو سلام کہہ دیں سلام میں کنجوسی مت کیا کرو تمہیں اجازت ہے کہ میری طرف سے ہر فرد کو میری دعا اور سلام از خود پہنچا دیا کرو ان کی غمی و خوشی میں میری جانب سے شرکت کر لیا کرو اس سے ایک دوسرے کے دلوں میں محبت بڑھتی ہے اور نبی کی سنت زندہ ہوتی ہے۔

رعب اور عظمت شان

حضرت اقدسؒ کی عظمت و مرتبت صبر و تحمل اور بردباری کے بارے میں نظروں کے سامنے بہت سے واقعات گھوم رہے ہیں جیسے کل کے واقعات ہوں۔ ۱۹۷۵ء میں اتفاقاً میں بھی حضرت داداجانؒ اور والد صاحب کے ہمراہ قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی دیکھنے گیا ہوا تھا مجھے معلوم نہیں تھا کہ آج کی اسمبلی کی کارروائی کل پاکستانی سیاست اور پارلیمانی تاریخ کا سیاہ باب بن کر رقم ہوگئی یہ وہ دن تھا کہ جس دن پاکستان قومی اتحاد کے ممبران اسمبلی اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے حکم پر زبردستی اسمبلی سے اٹھا کر باہر پھینک دیئے گئے، میں نے اپنی آنکھوں سے پولیس اور فورس کے ورکر معزز ممبران اسمبلی کے اور بڑے بڑے علماء کے دست و گریباں دیکھے تھے اور وہ کسی کی توہین و ذلت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے اور جناب چودھری ظہور الٰہی شہید کی ٹانگ پر زخم آنے تک کا مجھے یاد ہے، حضرت مفتی صاحب مرحوم کو بھی ایک درجن غنڈے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے وہاں سے نکال دینے

کے بعد استقبالیہ کے دفتر کی طرف اُترنے والی الیکٹرانک سیڑھیوں سے اسمبلی بلڈنگ سے باہر لے جارہے تھے لیکن تمام ہال میں سارے جھگڑے میں ایک شخصیت ایسی بھی جو بڑے باوقار انداز سے پریشان اور مرجھاتی ہوئی کھڑی تھی لیکن ان کی عظمت و مرتبت اور دبدبے کے سامنے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ان پر ہاتھ اٹھانے کے لیے قدم بڑھاتے

ع تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں

یہ شخصیت حضرت قائد شریعت داداجانؒ کی تھی جن کی روحانی اور ایمانی طاقت کے سامنے بھٹو حکومت بھی بے بس تھی بعد میں معلوم ہوا کہ سپیکر اور وزیر اعظم وغیرہ ہی نے باہمی مشورہ سے ہدایت کی تھی کہ حضرت مولانا سے کوئی گستاخی نہ کی جائے۔

غلط زبان نہ استعمال کی جائے

۱۹۸۶ء میں متحدہ شریعت محاذ کے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر شریعت بل کے حق میں مسلمانان پاکستان کے عظیم الشان مظاہرے کی قیادت آپؒ فرمارہے تھے مشتعل مظاہرین میں سے بعض افراد نازیبا قسم کے نعرے لگا رہے تھے میں بھی آپ کے ساتھ گاڑی میں سوار تھا۔ گاڑی الحاج ممتاز علی خان صاحب آف شیدو چلا رہے تھے میں گاڑی کے دروازہ کے راستہ شیشے سے ہاتھ باہر شریعت بل کی منظوری کے مطالبے کا کتبہ ہاتھ میں لیے لہرا رہا تھا۔ آپؒ خود بھی اور ہمیں کہہ کر لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کرتے رہے کہ ہمارا کام نفاذ شریعت کے مطالبہ کے لیے جدوجہد کرنا ہے کسی کے خلاف غلط زبان استعمال کرنے سے مقصد حل نہیں ہوتا۔ جلوس ابھی تھوڑا آگے گیا تھا کہ صدر مملکت جنرل ضیاء الحق مرحوم کی گاڑیوں کے کاروان کو دیکھ کر لوگ مزید اشتعال میں آگئے اور گاڑیوں پر ڈنڈے برسانا اور حملے کرنا شروع کر دیئے جو حضرتؒ نے لوگوں کے اس فعل کو غیر اخلاقی قرار دے کر منع کیا۔ حضرت نے مظاہرین کو حوصلہ سے کام لینے کی بار بار تلقین کی واپسی میں آتے ہوئے حضرت نے لوگوں کی اس حرکت پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

صدر ضیاء الحق ملاقات کیلئے حاضر ہوئے

مظاہرے کے دوسرے دن صبح سویرے صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم گورنمنٹ ہاسٹل میں آپ کے پاس حاضر خدمت ہوئے۔ یہ تھی آپ کی عظمت و مرتبت، صبر وتحمل اور بردباری کا نتیجہ تھا جہاں پر آپؒ سے ملک میں شریعت کے نفاذ کا وعدہ اور تکمیل کی یقین دہانی کروائی۔ حضرت شیخ الحدیث بحیثیت داداجان کی محبت پیار و شفقت کے بارے میں ایک اور واقعہ ذہن میں ہے۔

جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند کیلئے سفر

جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ میں حضرتؒ کے ساتھ ہندوستان کے سفر پر جانا نصیب ہوا میرے اور چھوٹے بھائی حافظ راشد الحق کے نام والد صاحب نے حضرت داداجانؒ کے پاسپورٹ میں درج کر لیے تھے۔ دیوبند کی زیارت اور تقریبات سے فارغ ہو کر دارالخلافہ دہلی کے لیے روانہ ہوئے سفر کے دوران مجھے والد صاحب نے جگہ کی تنگی کی وجہ سے اپنے متعلقین کی گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔ اور ان سے کہا کہ آپ سفر کے دوران ہمارے ساتھ ساتھ چلیں۔ رات کا وقت تھا موٹر گاڑیاں آگے پیچھے ہو گئیں۔ حضرت داداجانؒ اور والد صاحب دہلی میں مقررہ جگہ پر پہنچ گئے اور ہماری کار راستہ میں بھٹک گئی اب ہمیں حضرتؒ وغیرہ کے قیام کی جگہ کا علم نہ تھا، چنانچہ ساتھیوں کے فیصلہ پر رات کہیں اور جگہ گزاری ادھر جب دہلی میں والد صاحب اور داداجانؒ کو ہمارے گم ہو جانے کا جب علم ہوا تو والد صاحب اور داداجانؒ کو تو پوری رات پریشانی میں گزارنا پڑی۔ حتیٰ کہ داداجان کی پوری رات پریشانی اور جاگنے میں بسر ہوئی، شوگر کی بیماری اور پریشان حالی میں بے آرامی کی وجہ سے ان کی ایک آنکھ میں زخم بھی آگیا تھا پوری رات خیریت سے مل جانے کی دعائیں کرتے رہے۔

صبح ہم تلاش اور معلومات کے بعد جیسے ہی حضرت داداجانؒ کے پاس پہنچے تو نہایت جذباتی انداز سے مجھے پیار کیا اور گلے لگا کر کہا کہ میں رات بھر پریشانی کی وجہ سے سو نہ سکا کہ غیر مسلم اور ہندو قوم میں میرا بیٹا کہاں گم ہو گیا ہے اور پتہ نہیں کہ اب مل سکے گا یا نہیں اس کے بعد انہوں نے سکون کا اظہار کیا اور کچھ دیر آرام کیا۔

جے ٹی آئی سرحد کے کنونشن میں شرکت

ایک مرتبہ جمیعۃ طلباء اسلام سرحد کا صوبائی کنونشن ہم نے جامعہ اشرفیہ پشاور شہر میں مقرر کیا میں اور میرے مخلص ساتھی مولانا محمد یوسف شاہ جی مولانا مرحم اللہ فاروقی، حافظ احتشام الحق، مولانا عطاء اللہ رحمانی، حضرت کے پاس عصر کے وقت مسجد شیخ الحدیثؒ میں ملاقات کرنے گئے ہم نے حضرت داداجانؒ کو تنظیم کی سرپرستی کرنے اور کنونشن میں شمولیت کی دعوت دی ان دنوں حضرت داداجانؒ بیمار بھی رہتے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے شرکت سے معذرت ظاہر کی جس پر میں نے صبح و شام ان کو ہر حالت میں شرکت کرنے پر مجبور کر دیا میرے اصرار پر حضرت نے نہ صرف بخوشی آنے کی دعوت قبول کی بلکہ بطور امداد و سرپرستی کے کنونشن کے اخراجات کے لیے ۵۰۰ روپے بھی عطا فرمائے اور ٹھیک کنونشن کے دن مقررہ وقت حضرت داداجانؒ شرکت کے لیے اکوڑہ خٹک سے حضرتؒ تو مولانا اشرف علی قریشی رکن اسلامی نظریاتی کونسل کے جامعہ اشرفیہ پشاور پہنچے اور نوجوانانِ اسلام سے مفصل خطاب فرمایا اور ڈھیروں دعائیں دیں آتے ہوئے مجھ سے ملے اور مسکرا کر فرمایا کہ تم تو لیڈر بنتے جارہے ہو، اتنے طلباء کا مجمع اکٹھا کیا یہ تمہارے ساتھیوں اور تمہاری محنت کا صلہ تھا،

کہ جلسہ انتہائی کامیاب ثابت ہوا، اس کے اثرات انشاءاللہ دور رس ہوں گے میں نے تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا اب تو تم خوش ہو اور مسکراتے ہوتے گاڑی میں سوار ہو گئے۔

بے انتہا شفقتیں

ان کی شفقت و محبت کے بارے میں کیا لکھوں انہوں نے شفقتوں کی انتہا کر دی تھی جس دن میں ملاقات کرنے نہ جاتا فوراً شام کو فون پر یا نماز عصر کے وقت مسجد میں کسی سے خیریت دریافت کر لیتے اور ملنے کو کہتے۔ جس پر میں فوراً پہنچ جاتا پوچھتے، آج تم ملنے کیوں نہیں آتے کیوں ہم سے پھر ناراض ہو اس قدر شفقت اور محبت کرنے اور اس طرح کے سوال پوچھنے پر اس حقیر طالب علم اور گنہگار کا سر شرم سے جھک جایا کرتا تھا اور اپنی غفلت اور کوتاہی پر سخت غصہ آتا۔

شیخ الحدیثؒ کے ایام رمضان المبارک

رمضان المبارک میں ان کی عجز و انکساری تقویٰ اور عبادت ذکر و اذکار آہ و زاری عروج کو پہنچ جایا کرتی تھی، رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہونے والا ہے حضرت دادا جانؒ کی ایک ایک ادا جب یاد آجاتی ہے تو دل تڑپ اٹھتا ہے پوری پوری رات خوف خدا سے جاگتے رہتے سحری کے وقت حالات دیکھنے کے لائق ہوتے تھے مولانا حقانی نے خوب لکھا کہ

ع ہم نے دیکھا تھا ایک فنا فی اللہ

صحن میں سامنے دیوار کے ساتھ رکھے ہوتے تخت پر بیٹھے کھڑے کبھی سجدہ میں گڑگڑا کر، کبھی رکوع، کبھی قیام میں اپنے خالق حقیقی اور محبوب کے سامنے رو رو کے بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر بلک بلک کے آہ و زاری کرتے اور سب کے لیے دعائیں مانگتے استغفار، لا الٰہ الا اللہ کے ورد میں ان کا عجیب قسم کا ترنم، وجد اور مزہ ہوتا۔

میں نے بچپن میں اور پھر بڑے ہو کر کئی مرتبہ ان کی اس آہ و زاری اور عبادت اور ذکر کی کیسٹ چھپ کر ریکارڈ کی میں دعا پر خود بھی آہستہ سے آمین کہتا وہ کیسٹیں آج بھی محفوظ ہیں یہ دیکھ کر ہمیں ان کی حالت پر رحم اور ترس آجاتا اور ہم گنہگاروں اور سنگدلوں کے دل بھی نرم پڑ جاتے پھر اکثر گھر میں افطار پر سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کر لیتے اور خشوع و خضوع سے گڑگڑا کر باآواز بلند دعائیں مانگتے۔

افطاری کے وقت

اذان کے ہوتے ہی خاندان کے افراد کو فرداً فرداً کھانے کی چیزیں ہاتھ میں اٹھا اٹھا کر دیتے اور خود کھانے کے بجائے دوسروں کو بار بار کھانے کی تلقین کرتے۔

تراویح میں قرآن سننے کا اہتمام

آپؒ نے نماز تراویح میں تمام عمر قرآن سنا میرے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک چچا جان حافظ مولانا انوار الحق صاحب قرآن سنایا کرتے اس سے قبل جناب حافظ سید زر بادشاہؒ رکن دارالعلوم طویل عرصہ یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ نماز تراویح کے اختتام پر آپ دعا کے انداز میں رمضان المبارک کے بارے میں نصیحت آموز درس دیا کرتے جو رمضان کی برکتوں اور فضیلتوں سے مختلف طریقوں سے فیض یاب ہونے کی نصیحتوں پہ مبنی ہوا کرتا تھا۔

دارالعلوم کے ناظم مولانا سلطان محمودؒ مرحوم

ہمارے دارالعلوم کے مکان میں شفٹ ہو جانے کے بعد سے میں معمول کے مطابق رمضان المبارک میں دارالعلوم کے ناظم اول ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب مرحوم و مغفور کے ہمراہ تراویح پڑھنے رات کو دارالعلوم سے جایا کرتا تھا، ان کے بیمار پڑ جانے پر حضرت سخت پریشان تھے مجھے اچھی طرح سے آپ کی بیمار پرسی کرنے کی ہدایت کرتے اور اپنی طرف سے بھی خیریت دریافت کرتے، وقتاً فوقتاً ان کے پاس بھیجتے تھے مولانا سلطان محمودؒ کے انتقال کے بعد پھر چند ساتھیوں سمیت حضرتؒ کی زندگی میں تراویح پڑھنے میں وہاں جایا کرتا جو کہ میری زندگی کے حسین اور یادگار لمحات تھے جو میرے ذہن کے دریچوں سے کبھی بھی خارج نہیں ہو سکتے۔

جامع مسجد دارالعلوم میں اعتکاف کرنے کا حکم

حضرت شیخ الحدیثؒ نے وفات سے قبل کے رمضان المبارک میں مجھے اور چند ساتھیوں کو اعتکاف پر بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ ڈھیروں وظائف اور تسلی دے کر دارالعلوم کی جامع مسجد میں معتکف ہونے کے لیے بھیج دیا ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ روزانہ گھر سے کسی نہ کسی فرد کو خیریت دریافت کرنے اور تسلی دلوانے بھیج دیتے۔

حافظ راشد الحق کے تراویح میں ختم القرآن کی تقریب

پھر اس مسجد میں عزیز بھائی حافظ راشد الحق کا پہلا ختم قرآن تراویح میں ہونا تھا اس موقع پر ابا جی عمرہ کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے تھے بذات خود رات کے وقت حضرت تشریف لاتے اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی تقریر کے بعد رمضان کا آخری مفصل خطاب فرمایا بعد میں مجھ سے فرمانے لگے کہ میری کئی مرتبہ خواہش ہوئی کہ میں خود تمہارے پاس مسجد میں ملنے آؤں لیکن اللہ تعالیٰ کو آج کے دن ملنا منظور تھا اور میرے معتکف ہونے اور راشد الحق کے ختم قرآن پر نہایت خوشی کا اظہار کرتے بار بار دعائیں فرماتے رہے

اس سے پہلے آپؒ کی مسجد میں معمول کے مطابق چچا جان کے ختم قرآن کے بعد آپ نے خطاب میں فرمایا تھا کہ شاید رمضان میں پھر اس مبارک اگلے ختم کی تقریب میں حصہ لینے کا موقع میسر آتا ہے یا نہیں ؟

اب وہ سماں کہاں ؟

حضرتؒ کے انتقال کے بعد پہلی ختم قرآن کی بارونق باوقار تقریب منعقد ہوئی لیکن افسوس حضرت شیخ الحدیث کی مسند خالی پڑی ہوئی تھی جس محفل میں حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ایک سماں بندھا رہتا تھا وہ سماں اور رونق اس محفل میں نہ تھی مقررین حضرتؒ کی جدائی کا ذکر کرتے تو کلیجہ منہ کو آتا مجھے ہر آنکھ پُرنم نظر آتی، دلوں پر اداسی چھائی ہوئی تھی یہ اللہ کی شان ہے کہ آج اس مجلس میں اور پچھلے دنوں دارالعلوم میں بخاری شریف کے افتتاح کی مجلس حضرت شیخ الحدیثؒ کے رحلت کر جانے کے باوجود زیادہ لوگوں کے جوش و خروش سے بھری پڑی تھی صرف ایک کمی تھی تو گلستان کے مالی کی جنہوں نے اپنے خون آنسوؤں اور پسینہ سے اس گلستان کو سجایا تھا۔

خیبر ہسپتال پشاور میں

میری دادا جان سے آخری ملاقاتیں اور محفلیں خیبر ہسپتال پشاور میں ہوتی رہیں، میں اپنے والد صاحب اور دیگر خاندان کے افراد کے ساتھ اس سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے جیسے ہی وطن پہنچا تو یہ افسوسناک خبر کراچی میں سنی کہ پیارے دادا جانؒ شدید علالت کی وجہ سے پشاور ہسپتال میں داخل ہیں، میں ایام حج کے دوران حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے میں عجیب قسم کے افسردہ خواب دیکھا کرتا تھا۔ لہٰذا جلدی ہم کراچی سے پشاور ایئرپورٹ پر پہنچے جہاں پر اباجی دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ ہمیں سیدھا ہسپتال لے گئے، دادا جانؒ نے ہم سب کو باری باری گلے سے لگایا اور باوجود سخت بیماری کے کھڑے ہو کر ہم سے معانقہ کیا اور اتنا زیادہ پیار کیا کہ شاید اس سے پہلے کبھی نہ کیا ہو۔ حج کے حالات اور خیریت دریافت کرتے رہے پھر اس موقع پر حضرت دادا جانؒ کی شفقت اور محبت کے عجیب مظاہر ہم نے دیکھے حج سے آتے ہوئے خاندان کے باقی افراد کو ملے اور پیار دینے کے بعد اباجی کی طرف متوجہ ہوتے۔

اباجی سے گفتگو

اور فرمایا کہ بیٹا تم بڑے خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کے بچے بچے کو حج کرا دیا اور عمرہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کیا کرو اور پھر اچانک اباجی سے ہمیشہ والے تکلف اور جھجک اور فرق مراتب ان کو اپنے قریب بٹھا کر اباجی کے چہرے کے کئی بوسے لیے اور بے حد پیار کیا یہ انتہائی جذباتی اور رقت انگیز منظر تھا ہم سب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے پھر انتہائی جذباتی اور محبت بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہوتے کہ بیٹا میں تم سے بہت خوش اور راضی ہوں تم نے مجھے خوش کر دیا ہے میں نے زندگی میں دارالعلوم اور ملک کے مسائل کے جو اہداف اپنے سامنے رکھے تھے تو تم نے اس کو خوش اسلوبی سے باحسن طریقہ پورا کرنے کی حتی الوسع کوشش کی، اباجی اس موقع پر نہایت افسردہ اور سر جھکائے ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ حضرتؒ کے چارپائی میں دائیں جانب ان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔
اس موقعہ پر خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ تینوں چچا صاحبان، پروفیسر محمود الحق حقانی حال ایجوکیشن کونسلر جدہ سعودی عرب، مولانا انوار الحق صاحب، الحاج اظہار الحق صاحب بھی موجود تھے۔ پھر ہمیں حضرت کا حکم ملا کہ اکوڑہ خٹک میں سب چھوٹے بڑے آپ لوگوں کے استقبال کے منتظر ہیں تم لوگ (سمیع الحق) کے ساتھ چلے جاؤ۔

کچھ ہونے والا ہے

راستہ میں اباجی ہمیں اور سب سے چھوٹی پھوپھی جان کے شوہر جناب ڈاکٹر سید داؤد گیلانی سے نہایت دکھ اور خفگی بھرے لہجے میں کہنے لگے کہ شاید ایسا لگتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے ورنہ حضرت داجی گلؒ نے مجھ سے کبھی اتنا بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی اور نہ کبھی ایسی باتیں اور اشارات کیے۔

اس کے بعد تقریباً پندرہ بیس دن مجھے حضرتؒ کی خدمت کے آخری مواقع ملتے رہے ہسپتال میں جو باتیں اور واقعات ان ایام میں پیش آتے رہے وہ ایک الگ حضرت کی زندگی کا نچوڑ اور الگ داستان بن سکتی ہے۔

حضرتؒ کے آخری ایام کے بعض واقعات

مختصراً حضرتؒ کے آخری ایام کا میرے ساتھ پیش آئے ہوئے واقعات قلم کے سپرد کرتا ہوں، پانچ ستمبر کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی تیمارداری کے دوران میں دارالعلوم ایک دو دن کے ارادے سے چلا آیا تھا کہ حضرتؒ کے ساتھ یوں بھی افراد زیادہ ہو گئے ہیں اور ہسپتال میں سب کی گنجائش بیک وقت ممکن نہ تھی۔ بہرحال دعائیں دل اور زبان پر حضرتؒ کی صحت کے لیے جاری و ساری رہتی۔

مولانا میاں عصمت شاہ کا فون

۶ ستمبر کو عصر کے وقت جناب مولانا میاں عصمت شاہ کاکاخیل نے پشاور میں اپنے گھر سے ہمیں فون کیا کہ ابو کدھر ہیں میں نے کہا کہ ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے گئے ہوئے ہیں رات تک واپس ہو جائیں گے —

میاں صاحب نے بتایا کہ حضرت کی طبیعت بہت خراب ہے بیٹا تم بھی ہسپتال چلے آؤ، یہ سننا تھا کہ دل تڑپ اٹھا اور روح بے چین ہو گئی مجھ سے صبر نہ ہو سکا عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے ساتھ مسجد سے گھر میں چائے پینے میرے دوست عطاء الحق حقانی اور احتشام الحق شامی چلے آئے تھے۔

اللہ نے بال بال بچا لیا

فون سننے کے فوراً بعد میں نے عرصہ دراز سے ساتھ رہنے والے ڈرائیور نور الاسلام کی غیر موجودگی کی پرواہ نہ رکھتے ہوئے جلدی میں اپنی سوزوکی کار گاڑی عجلت میں پشاور کی جانب روانہ کی کچھ دورِ جدید میں ٹریفک کے بڑھتے ہوئے ہنگامے اور سڑکوں کی خرابی اور پھر میری ذہنی خفگی اور پریشانی کی وجوہات تھیں کہ نوشہرہ کے قریب مغرب سے کچھ دیر قبل ایک پل پر اوورٹیک کرتے ہوئے میں کچی سڑک پر اتر گیا اور وہاں پڑے ہوئے ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا گاڑی کی رفتار اتنی تو نہ تھی لیکن پھر بھی گاڑی تین چار قلابازیاں کھاتی ہوئی نیچے کھڈے میں جا گری۔ حضرت شیخ ؒ کی دلی توجہ اسی لمحے حضرت ؒ کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کے صدقے جان بچی اور گاڑی اگلی قلابازی پر خود ہی درست سائیڈ میں کھڑے ہو کے مزید گہرائی میں گرنے سے بچ گئی اس اچانک حادثہ میں شامی کا بایاں ہاتھ ٹوٹ گیا مجھے اور میرے نسبتی چچا عطاء الحق کو معمولی خراشیں ہاتھوں اور ٹانگوں پر آئیں اب ایک طرف تو دادا جان ؒ کا غم و فکر اور دوسری طرف قدرت کی جانب سے اچانک ایکسیڈنٹ کا امتحان میرا ذہن مفلوج ہو گیا تھا بہرحال لوگوں نے سہارا دیا اور ٹیکسی میں بٹھا کر پشاور روانہ کیا میں سیدھا احتشام کو لیڈی ریڈنگ ہاسپٹل لے گیا جہاں ان کا پلستر اور دوا کی اس وقت رات بہت زیادہ گذر گئی تھی میرا جسم بھی درد سے پھٹا جا رہا تھا لہٰذا دوائی کھائی اور احتشام کے گھر ہی رات لیٹ گیا۔ صبح سلگتے دل کے ساتھ خیبر ہسپتال پہنچا جہاں میرے محبوب دادا جان ؒ انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں پڑے ہوئے تھے۔

اِدھر ایکسیڈنٹ اُدھر حضرت کی دعائیں

راشد وغیرہ سب ہی موجود تھے سب نے میرے حادثے کے بارے میں فکر کا اظہار کیا میرے پھوپھا جناب انجینئر افسر بہادر خٹک اور چھوٹے بہنوئی انسپکٹر عبد الرب خان پھوپھا حفظ الرحمان صاحب وغیرہ نے بتایا کہ کل جس وقت تمہارا ایکسیڈنٹ ہونا تھا انہی لمحات میں حضرت داجی گل ؒ کو تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا تھا جس میں تمہیں معلوم ہے انہوں نے کیا دعائیں مانگی تھیں میں نے کہا کہ نہیں جی۔ تو بتلانے لگے کہ

حضرت ؒ نے ان لمحوں میں خاندان کے بچے بچے کی زندگی کی حفاظت سلامتی اور تندرستی اور کامیابی کی دعائیں مانگی تھیں یہ سب اس دعا کی برکت تھی جو اتنے بڑے حادثے میں تم بالکل محفوظ رہے میں نے اثبات میں سر ہلایا اور شکر ادا کرنے کے ساتھ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے بھی ہمیں یاد کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہم سے بھی حضرت ؒ کی محبت نے حواس چھین لیے تھے ورنہ میں رات ہی پہنچ گیا ہوتا۔

اب کسی کو پھر نہ آنے دینا

چند گھنٹے یعنی تقریباً بارہ بجے تک میں ان کے ساتھ وارڈ میں اکیلا بیٹھا رہا۔ حضرت ؒ کی حالت دیکھ کر دل خون کے آنسو رو رہا تھا، لیکن حضرت نے اس لمحہ بھی میری خیریت پوچھی، دار العلوم کے اساتذہ منتظمین گھر کے افراد سب کی خیریت پوچھتے رہے، میں صبر و استقامت اور شفقت کے اس پیکر کو دیکھ کر حیران تھا کہ یا اللہ اس حالت میں بھی اوروں کا خیال اور اتنا اظہار محبت مجھ سے انتہائی آہستہ اور ضعیف آواز میں کہا کہ بیٹا! میں اب ٹھیک ہوں تم گھر چلے جاؤ میرے ساتھ باقی سب افراد موجود ہیں۔ بیٹا اب پھر کسی کو آنے نہ دینا اور خود بھی آنے کی تکلیف نہ کرنا بس ہو گیا۔

ؔ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

اسی دوران میں بعض لوگوں کے باقاعدہ نام لے کر مجھ سے سلام بھجوانے کو کہا جن میں پھوپھی جان ؒ ہدایت الرحمن سر فہرست تھیں میں نے حضرت ؒ کے ماتھے اور ہاتھوں کا ہلکا سا بوسہ لیا اور ڈرتا اپنے دل کو پھر ملاقات کی تسلی دیتا ہوا اکوڑہ چلا آیا۔

میں گھر پہنچا غسل کیا نماز پڑھی اور کھانے پر اپنے گھر والوں کو کل کے اپنے ساتھ پیش آئے ہوئے حادثہ اور حضرت داجی گل ؒ کی صحت کے بارے میں تفصیل بتا ہی رہا تھا۔

جب قیامت خیز خبر کی گھنٹی بجی

ٹیلیفون کی بھیانک گھنٹی صور قیامت کے اعلان کی طرح بار بار بجی جس نے ہمیں اور پوری امت کو ایک ایسا پیغام دیا کہ جس سے ہماری روحیں تڑپ گئیں دل و دماغ مفلوج ہو گئے زبانیں ساکت ہو گئیں اور تعجب میں پڑی آنکھوں نے اندر کا پگھلتا ہوا خون باہر بہانا شروع کر دیا۔

وفاتت جفوني لذة النوم او لكرى
وبرد احشائي وقطع اكحل
فيا لهف ما القى من الحزن قاتلي
ودمعي على حزني شهيد ومقل

پتہ چلا کہ حضرت ؒ نے اپنے باقی تمام سفر روک دیئے ہیں اور سفر آخرت

کی نیاری کرنے کی خاطر اپنے آباؤ اجداد کے محبوب قصبہ شہدائے بالاکوٹ کے خون سے نہائی ہوئی میدان کارزار پہاڑوں دریاؤں اور سبزے میں گھری ہوئی سرزمین وادی خوشحال خان خٹک ، اکوڑہ خٹک جامعہ حقانیہ میں ہم سب کے بیچ رہتے ہوئے چند گھنٹوں کے قیام اور پھر انہی جگہوں کی خاکِ پاک میں مستقل آرام کرنے کے لیے پشاور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں اپنے بے حس وجان جسم کو کھینچتے ہوئے جامعہ سے چند افراد کو ساتھ لے کر حضرتؒ کے محبوب گھر پہنچا۔

؎ ہم تیری یادوں کے سہارے جی لیں گے
یا پھر زہر غموں کا پی لیں گے

یادوں کے سہارے

جہاں پر میری دنیا میں پیدا ہونے پر میرے محبوب داداجانؒ نے اپنی رسیلی آواز کے ساتھ اول اذانِ حق میرے کان میں پہنچائی تھی جہاں گھٹی میں غذائے اوّل کی صورت میں میرے شیخ و مربّی پیارے داجی گلؒ نے اپنے لعاب مبارک کو اپنی انگلی پر لگاتے ہوئے میرے لب و زبان اور حلق کو تر فرمایا تھا۔ بقول والدہ ماجدہ، ۶۵ء کی جنگ میں حملے اور دھماکوں کے وقت حضرت شیخؒ مجھے خود اپنے سینہ مبارک سے چپکا کر گھر میں کھودے ہوئے تہہ خانے میں اتار دیا کرتے تھے کہ میرا پوتا خطرناک آوازوں کو سن کہیں خوف زدہ ہو کر بیمار نہ پڑ جائے اور مسلسل دم ڈالتے رہتے۔

میرا پہلا روزہ حضرت نے مجھے افطار کرایا

والدہ ماجدہ کے بقول میرے بچپن کی عمر میں رمضان المبارک کا اوّل روزہ رکھنے اور پھر اچانک افطار سے کچھ وقت قبل تمہارا روٹھ کر روزہ کی حالت میں گلی میں بھاگ جانے پر حضرتؒ پریشان ہو کر محلے کی گلیوں میں خود ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے ہم سب پریشان تھے مؤذن کی اذان کے نصف میں حضرتؒ تمہیں ہاتھ سے پکڑے گھر پہنچے اور اپنے ہاتھ سے افطار کروا کر اطمینان کا اظہار کیا جس گلی میں حضرتؒ نے میری انگلی پکڑ کر چلنا پھرنا سکھایا جس گلی کے وسط میں واقع حضرتؒ کی یادگار مسجد میں خود حضرت نے بارگاہ ایزدی کے سامنے مجھے سر خم کرنا سکھایا —— کتاب اللہ ہاتھ میں لے کر مجھے استاد صاحب کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہاری اوّل درسگاہ ہے آج اسی گلی اور مسجد کے اختتام تک پہنچ کر (زندگی کے بازار کے آغاز میں) سینکڑوں گاؤں والوں کے ساتھ حضرتؒ کے استقبال کے لیے بے قرار روح وجان کے ساتھ میں زندگی کی کٹھن راہ پر چلنا سکھانے والے رہبر و سرپرست کی آمد کے انتظار میں کھڑا روح و جسدِ شیخؒ سے مخاطب تھا کہ:

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

عید کیسے گزری

وفات کے بعد رمضان المبارک میں سوچ رہا تھا کہ جمعۃ الوداع کے گزر جانے کے بعد عید سعید سر پر کھڑی ہے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی حضرت شیخؒ کے گھر میں خاندان کے تمام چھوٹے بڑے مرد و زن ایک جگہ اکٹھے ہوں گے لیکن عیدگاہ روانہ ہونے سے قبل اپنے صحن گلستان کے وسط میں کھڑے ہو کر دعائیں اور عیدی بانٹنے والا مہربان سخی ہمارے بیچ نہ ہوگا عید کی رونق اور خوشیوں کے بجائے رنج و غم کے بادل، آہیں اور سسکیاں ہوں گی۔ نماز فجر اور نماز عید پڑھنے کے بعد روحِ محفل شیخ و مربی سے ملنے والے ملاقاتی آنا شروع ہوں گے لیکن افسوس صد افسوس وہ اپنے رہبر کو عید کی مبارکباد دینے اور دعائیں لینے کے بجائے حضرتؒ کے جانشینوں کے ساتھ حضرت کی یاد تعزیت اور فاتحہ خوانی میں مصروف ہوں گے۔

؎ شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

حضرت کی دعا اور دستار بندی کی تقریب

حال ہی میں خالص حضرت کی دعاؤں سے مالامال ہونے کی خوشی مجھے ایک مرتبہ پھر ماضی کی یادوں کے دریچے کھولنے پر مجبور کر رہی ہے جو کچھ اس طرح سے ہے کہ حضرت شیخ کی نظر کرم اور دعاؤں کے صدقے ایک خواب جو سچا نکل کر پورا ہوا۔ جیسا کہ میں رمضان میں لکھے ہوئے مضمونِ اول میں جشن صد سالہ دیوبند پر جانے کا ذکر کر چکا ہوں کہ میں اور چھوٹے بھائی راشد الحق بھی حضرتؒ کے ساتھ ہندوستان گئے تھے، حضرتؒ کے کئی متعلقین و خادمین کے علاوہ والد گرامی، چچا جان حضرت مولانا انوار الحق میرے بہنوئی شفیق الدین فاروقی صاحب، حضرت مولانا لطف الرحمٰن فاضل دیوبند، الحاج ممتاز علی خان اور محمد اجمیر خٹک صاحب بھی حضرتؒ کے ساتھ تھے دیوبند اجتماع میں دستار بندی چند ہی عظیم مشاہیر اکابر کی کرائی گئی جن میں داداجانؒ بھی شامل تھے، حضرت اور والد صاحب کی غیر موجودگی میں دارالعلوم دیوبند کے ایک کمرہ میں دن کے کسی حصہ میں میرے اور راشد بھائی کے ساتھ الحاج ممتاز علی خان صاحب اور دیگر حضرات دل لگی اور مذاق میں مشغول تھے کبھی میں اور راشد ایک دوسرے کے سر پر اور کبھی حاجی صاحب اور دیگر حضرات کے سر پر اور کبھی وہ حضرات ہمارے سر پر چادر سے دستار باندھتے اور کہتے کہ کیا ہوا کہ جو اکابرین دیوبند نے ہماری دستار بندی نہ کی ہم خود ایک دوسرے کی دستار بندیاں

کر لیتے ہیں جب سب حضرات شام کو اکھٹے جمع ہوئے تو حاجی صاحب نے مذاقاً ہمارا واقعہ حضرتؒ کو بیان کر دیا حضرتؒ نے مسکرا کر دعا دی اور فرمایا کہ ان شاء اللہ ایک دن اپنے وقت پر علوم دینیہ کے حصول کے بعد ان کی دستاربندی ضرور کروائی جائے گی اور اللہ تعالےٰ آپ سب سے دین کا کام لے گا، قبولیت کی گھڑی تھی راشد الحق کی دستاربندی حفظِ قرآن کرنے کی نسبت سے حضرتؒ کی زندگی میں ہی ایک پُررونق تقریب میں ہوئی اور اب جبکہ اس سال جامعہ حقانیہ سے میں نے دورۂ حدیث کا آخری امتحان پاس کیا سال بھر کے دوران میری آنکھیں دارالحدیث کے وسط میں رکھے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ کے تخت نما مسند مبارکہ پر جمی رہتی کہ کاش داداجیؒ اس طرح درس دے رہے ہوتے کاش ہم بھی سند حدیث حضرت شیخ الحدیث کے ہاتھ سے وصول کرتے الحمدللہ شاگردی کے زمرے میں تو کئی مرتبہ شمار ہو چکے تھے اور ترجمۃ القرآن جو مولانا مفتی غلام الرحمٰن اور مولانا عبدالقیوم حقانی دورہ تفسیر کی شکل میں پڑھاتے ہیں۔ کی سند اسی دارالحدیث میں تو آپ کے مبارک ہاتھوں سے حاصل کر چکے تھے اور پھر دستاربندی کے دن ان کی یادیں میرے دل میں جوش سمندر کی طرح موجزن تھیں گلشن حقانیہ کے اس جشن میں کمی تھی تو صرف گلشن کے باغبان کی۔ میرے دل میں اس وقت حضرتؒ کی یادوں کے نشتروں نے شگاف گہرے کر دیئے۔

؎ درد اُٹھ اُٹھ کے میرے دل میں ٹھہر جاتا ہے
کیوں رگِ دل کی جگہ سینہ میں نشتر نہ ہوا

استاذ محترم مولانا حافظ مفتی غلام الرحمٰن کے اعلان کے ساتھ ہی جب حضرتؒ کی دستار مبارک جو کہ حضرت شیخؒ کے سر مبارک پر وفات کے وقت باندھی ہوئی تھی اور جو حضرتؒ کے جنازہ کے موقع پہ مشاہیر اسلام نے حضرت اباجان کے سر پہ باندھی تھی اس موقع پر حضرت اباجان نے آرزو کے مطابق اسی دستار مبارک کو میری دستاربندی کے لیے عالی جو مجھ گنہگار کے سر پہ باندھی جا رہی تھی تو ایسے میں سید سلمان گیلانی کی نظم اردو اشعار اور محترم استاد مولانا ابراہیم فانی کے پشتو اشعار نے میرے دل و دماغ میں گونج کر میرے غم میں مزید اضافہ کر دیا۔ خوش الحان شاعر بول رہا تھا۔ ؎

آج تیرے سر پہ جب دستار رکھی جائے گی
یاد داداجان کی تجھ کو یقیناً آئے گی
جسکے تقویٰ اور طہارت کی قسم کھائے جہان
جسکے ایمان کی گواہی دے زمین و آسمان

؎ په دستار ده خپل نمسي باندې لاس کيږده
نن فاضل شو جلوه داره چرته يې؟

لیکن میری ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے سامنے مفتی اعظم شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب دامت برکاتہم، حضرت علامہ مولانا صبغت اللہ مجددی سابق صدر افغانستان، حضرت علامہ برہان الدین ربانی، موجودہ صدر افغانستان جناب عبدالرب رسول سیاف، مولانا محمد یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی جیسے مجاہدین اور قبلہ گاہ محترم والد ماجد اور دیگر بزرگ نورانی چہروں والے اساتذہ کرام اور ملک بھر کے کئی علماء کرام موجود تھے جس سے میرے غم میں کچھ کمی ہوئی اور ایک لمحہ میں وہی دارالعلوم دیوبند کا واقعہ اور نقشہ میرے ذہن میں دوبارہ گھوم گیا جب اس وقت کی دل لگی اور ہنسی مذاق پر حضرت داداجان نے فرمایا تھا کہ ایک روز تمہاری دستاربندی ہوگی۔

ع گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان خوشی کے لمحات میں شریک محبین بزرگ ساتھی مبارک باد دینے کی غرض سے مجھ سے بغلگیر ہوئے جن میں الحاج ممتاز علی خان بھی شامل تھے حاجی صاحب نے ملنے سے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے دیوبند کے واقع کی یاد دلوا دی، قارئین کرام حضرت داداجانؒ کی یادوں اور نصیحتوں کی یہ لمبی داستان یہاں تک ہی پہنچ کر ختم نہیں ہوتی بلکہ انشاء اللہ تعالےٰ یہ تا قیامت میری زندگی کے آخری سانس تک میری راہ میں روشنی کے مینار کا کام دے گی اور الحمدللہ اب بھی کئی مرتبہ خوابوں کے ذریعہ حضرۃؒ میری رہنمائی فرما چکے ہیں میری زندگی کا اب بھی یہی معمول ہے چونکہ

؎ ان کے ایک جاں نثار ہم بھی ہیں

کہ میں کچھ دنوں کے بعد حضرت داداجانؒ کے چھوڑے ہوئے سابق مکان، کمرہ، مسجد، گلی کوچوں اور پھر حضرتؒ کے چھوٹے بھائی حضرت جناب زرالحق صاحب (یعنی چھوٹے داداجی) کی زیارت کرنے کے ساتھ ساتھ الحمدللہ ثم الحمدللہ روزانہ گھر سے جامعہ پڑھانے کی غرض سے جاتے آتے وقت حضرت داداجانؒ اور حضرت دادی جان کی قبروں پہ فاتحہ خوانی کی حاضری دینے کی غرض سے باقاعدہ حاضر ہوتا ہوں تاکہ ان کی یادیں اور نسبتیں ہمیشہ ہمیشہ میرے دل و دماغ میں رچی بسی رہیں۔

؎ کوئی رہے نہ رہے اک آہ اک آنسو
بصد خلوص و بصد امتیاز ساتھ رہے
آسمان تیرے لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بقیہ: تحریک نفاذ شریعت

اور اس کے مفید اور مثبت پہلوؤں سے صدر کو آگاہ کیا اور ان کی منت سماجت کی کہ چند روز بعد بھی یہ اقدام اٹھایا جا سکتا ہے۔

بہرحال یہ ایک اتمامِ حجت تھا جس کا صدر پر واضح کر دینا ضروری تھا تاہم قوم کے سنجیدہ، دینی اور باشعور طبقے نے اس سوال کا تشفی بخش جواب تاہنوز نہیں پایا کہ جب بینظیر کی حکومت کے بیس ۲۰ ماہ کا ہر ہفتہ اتنا سنگین، تاریک اور بھیانک تھا کہ صدر کے اس کے برطرف کر دینے کے اقدام کو ہر لحاظ سے جائز، ضروری اور برموقع قرار دیا جاتا مگر شریعت بل قومی اسمبلی میں زیرِ بحث آنے سے محض چند گھنٹے قبل کا وقت اس کے لیے کیوں منتخب کیا گیا؟ ہمیں یہ دریافت کرنے کا پورا حق حاصل ہے کہ :-

جنابِ صدر! آپ نے یہ قدم اُس وقت کیوں نہ اٹھایا جب بے نظیر حکومت کی لسانی تعصب پر مبنی سیاسی کارروائیوں سے سندھ میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، محض زبان کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے بھرے پڑے گھر ٹوٹے جا رہے تھے، تحریک عدم اعتماد کے موقع پر بقول آپ کے "جمعہ بازار" لگا ہُوا تھا، قومی اسمبلی سمیت صوبائی اسمبلیوں کے ممبر گاجر مُولی کی طرح بک رہے تھے، حد درجہ بیدردی، بے رحمی اور مالِ غنیمت کی طرح قومی خزانہ کو لُوٹا جا رہا تھا، پھر سندھ میں صرف ایک بار نہیں بار بار روح فرسا اور خوفناک مناظر پوری قوم نے دیکھے اور ہر بار مظلوم اور خوفزدہ عوام بڑی امیدوں اور توقعات کے ساتھ آپ کی طرف دیکھتے رہے لیکن انہیں ہر بار مایوس کیا جاتا رہا۔

مگر اب جبکہ حالات خاصے پُرسکون تھے اور شریعت بل کے مسئلہ پر پوری قوم متفق اور مُتحد ہو چکی تھی جبکہ پیپلز پارٹی تنہا رہ گئی تھی اور بظاہر یقین ہونے لگا تھا کہ اس معاملے کے قومی اسمبلی میں جانے کے بعد پاکستان میں قرآن و سُنّت کے نفاذ کی منزل قریب آجائے گی اور اس کی مخالفت میں بے نظیر حکومت کی تمامتر کوششیں رائیگاں جائیں گی جو اس کے قطعی زوال اور نئے اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ مگر اجلاس سے چند لمحہ قبل صدر نے یہ بساط لپیٹ کر شریعت بل کی منظوری اور قطعی کامیابی کے واضح اور روشن امکانات کو ختم کر دیا۔ لہٰذا اس امکان کو رَدّ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ بھی غیر مُلکی اشارہ تھا، اسلئے کہ امریکہ بہادر کو دُنیا کے کسی بھی خطہ میں نظامِ شریعت کی بالادستی اور تنفیذ و ترویج ایک نظر بھی نہیں بھاتی۔

بہر صورت پس منظر جو کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شریعت بل بے نظیر کے ایوانِ حکومت میں آخری کیل ثابت ہُوا — اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شریعت بل سے جن قوتوں، سیاسی لیڈروں، حکمرانوں اور بعض قد آور شخصیتوں نے ٹکر لی، اس کی مخالفت اور مزاحمت میں کوئی باک محسوس نہ کی اور اس کی منظوری اور نفاذ میں رکاوٹ بنے یا رکاوٹیں کھڑی کیں اُن سب کا (کسی کی تعیین اور نام لینے کی ضرورت نہیں) بالآخر وہی انجام ہُوا جو امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب شریف پھاڑنے والے ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز سے لیکر مسٹر بھٹو اور مسز بے نظیر بھٹو کا ہوتا آیا ہے۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق مدظلہ اور تحریک نفاذِ شریعت کے دیگر راہنماؤں نے اس حقیقت کو بھی انقلاب کے دوسرے روز صدر غلام اسحٰق خان اور وزیرِ اعظم غلام مصطفےٰ جتوئی سے ملاقات کر کے ان پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا اور شریعت بل کے آئینی اور دستوری حل کے سلسلہ میں مؤثر کردار ادا کرنے کی ذمہ داریوں سے انہیں آگاہ کیا۔

لہٰذا اس موقع پر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صدر پاکستان اور عبوری حکومت کے اہداف اور ترجیحات خواہ کچھ بھی ہوں، صدر کا کردار جمہوری اعتبار سے کتنا ہی منصفانہ کیوں نہ ہو، احتساب کا عمل صاف ستھرا عدل پر مبنی، جامع اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو، انتخابات کے انعقاد اور اس سلسلہ کی مساعی جس قدر بھی اچھی اور ہر لحاظ سے تیر بہدف کیوں نہ ہوں، قوم اور اسلامیانِ پاکستان کو صدر سمیت عبوری حکومت سے "شریعت بل" کے نفاذ، اس کے آئینی تحفظ اور مستقبل میں اس کے ہر لحاظ سے تنفیذ و استحکام اور مکمل ترویج کے سلسلہ میں مؤثر اور جرأتمندانہ مؤقف اور ایک سچے مسلمان کی طرح مخلصانہ کردار مطلوب تھا۔

مگر گذشتہ پانچ سالہ دور کے شریعت بل کے مخالفانہ کردار اور اللہ تعالیٰ کی گرفت و انذار سے اب بھی کوئی عبرت اور سبق حاصل نہ کیا گیا اور شاہی محلات کے بائیں طرف اپنے پیشروؤں کے عبرت آموز کھنڈرات پر نظر کرنے کے بجائے تخت و تاج، لشکر و سپاہ اور حکومت و اقتدار کے نشے میں وہی خوابِ غفلت، شریعتِ مطہرہ سے بے اعتنائی، خدا سے بغاوت، منافقت اور اُسی مستی کا مظاہرہ کیا جاتا رہا تو اپنے لیے بھی اسی طرح کے انجام کے لیے تیار رہنے کا سوچ لیا جائے۔

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت

بالآخر ۱۹۹۰ء میں پھر انتخابات ہوئے، اسلامی جمہوری اتحاد برسرِ اقتدار آیا، نو منتخب وزیرِ اعظم جناب محمد نواز شریف نے اپنی اوّلین نشری تقریر میں خوش آئند وعدے کیے، نئی حکومت نے بھی اپنی کارکردگی محض سنہری تخیلات اور "خوش آئند وعدوں" تک محدود رکھی۔ حالانکہ نئی حکومت کو تو اپنی کارکردگی کا آغاز شریعت بل کی منظوری کے مبارک فیصلے سے کرنا چاہیئے تھا جس کی منظوری ایوانِ بالا پہلے سے دے چکا تھا اور آل پارٹیز شریعت کانفرنس میں مسلم لیگ سمیت ملک کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی اور دینی جماعتیں بھرپور حمایت کا اعلان کر چکی تھیں۔ اور اگر حقیقی تجزیہ کیا جائے تو شریعت بل ہی سابقہ حکومت کے جبر و استبداد کے ایوان میں آخری کیل ثابت ہُوا۔ اگر حکومت شریعت بل کی منظوری کا فیصلہ

کرلیتی تو اس حسنِ آغاز سے حکومت کے اخلاص پر لوگوں کا اعتماد مستحکم ہوتا اور نفاذِ اسلام کے آئندہ مراحل میں اسے اللہ کی تائید و نصرت اور عوام کی بھرپور حمایت حاصل رہتی۔ مگر قوم کی آس کو یاس میں بدل دیا گیا، نئی حکومت نے بھی نفاذِ شریعت اور ملکی استحکام کے اہم ترین اہداف کو صرف عہد و پیمان کی تجدید تک محدود رکھا۔

مولانا سمیع الحق کا دوبارہ سینٹ کا ممبر منتخب ہونا

تحریک نفاذِ شریعت

اور شریعت بل کی پیشرفت کا اہم اور نازک ترین مرحلہ ۴؍ مارچ ۱۹۹۱ء کو ایوان بالا (سینٹ) کے انتخاب کے لیے دوبارہ اکابر علماء و مشائخ کے مشورے اور جماعتی فیصلے کے مطابق محرکِ شریعت بل مولانا سمیع الحق نے الیکشن لڑنا تھا۔ پاکستان سمیت تمام عالمِ اسلام کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں، جمہور مسلمانوں کے دل کی دھڑکن، ضمیر کی آواز، آنکھوں کا نور، نبض کی رفتار، سرمایۂ حیات اور دعاؤں کا ہدف یہی رہا۔ کتنے علماء، مشائخ اور سادہ دل صالحین تھے جنہوں نے خصوصیت سے فکر و ذکر اور دعاؤں کا اہتمام کیا۔

سب جانتے ہیں کہ پاکستان کی آبرو، نفاذِ شریعت کے خوابوں کی تعبیر اور اہلِ پاکستان کی ۴۳ سالہ جدوجہد کا قطعی ثمرہ، سینٹ میں شریعت بل پیش کرنے، ۵ سالہ صعب ترین مساعی کے بعد سینٹ سے منظور کرا لینے اور ملک میں تحریک نفاذِ شریعت چلانے کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا، اور اب شریعت بل اور اس کی تحریک کے محرک کی دوبارہ کامیابی ملک میں شریعتِ الٰہی کا نور بن کر نمودار ہوگی۔

چنانچہ اللہ کریم نے اہلِ دل کی دعاؤں اور اہلِ اسلام کی دلی تمناؤں اور شریعتِ مطہرہ کی مخلصانہ خدمت کے صدقے مولانا سمیع الحق کو دوسری مرتبہ سینٹ کا ممبر منتخب ہونے کے اعزاز اور کامیابی سے سرفراز فرمایا ——
والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً۔

نفاذِ شریعت کا ہدف لے کر کام کرنا اور اس پر ثابت قدم ہو جانا، اور اس کے راستے کو اختیار کرنے کے بعد اس سے منحرف نہ ہونا بجائے خود وہ بنیادی نیکی اور عظیم کامیابی ہے جو آدمی کو فرشتوں کا دوست اور جنت کا مستحق بنا دیتی ہے مگر اس سے آگے کا درجہ جس سے زیادہ بلند کوئی درجہ انسان کے لیے نہیں، یہ ہے کہ شریعت کی تعلیم و تدریس، تبلیغ و ترویج کے ساتھ ساتھ اس کے مکمل نفاذ کے لیے دوسروں کو دعوت دے اور شدید مخالفت کے ماحول میں بھی جہاں اسلام کا اعلان و اظہار کرنا اپنے اوپر مصیبتوں کو دعوت دینا ہو، ڈٹ کر اپنے اسلام، نظام شریعت اور نفاذِ دین کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر بھرپور کوششیں کرتا رہے۔ ہمیں وہ وقت بھی یاد ہے جب مسلمانوں کے ملک پاکستان میں شریعت بل کا نام لینا اور نفاذِ شریعت کی تحریک کے لیے کام کرنا گویا درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دینے کے مترادف تھا، جہاں ہر ایک اسے پہاڑ کھانے کو دوڑتا نظر آ رہا تھا۔ اور اس سے آگے بڑھ کر شریعت بل کے مکمل قانونی اور دستوری تحفظ کے لیے پارلیمانی اور سیاسی کام کا آغاز کر کے فضا ہموار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہم نے درندوں کو پکارا کہ آؤ اور ہمیں بھنبھوڑ ڈالو۔

اُس وقت صورتحال یہ تھی کہ شریعت بل کی تحریک کا مقابلہ انتہائی ہٹ دھرمی اور سخت جارحانہ مخالفت سے کیا جا رہا تھا، حکمرانوں سمیت بہت سے سیاستدانوں نے بھی اخلاق، شرافت، صداقت، انسانیت اور حیلہ و حمیت کی ساری حدیں توڑ ڈالی تھیں، محرکینِ شریعت بل کے خلاف ہر قسم کے جھوٹ تصنیف کرنا اور ان کو بدنام کرنے کے تمام شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرنا کارِ ثواب تصور کیا گیا تھا، اُس وقت ملک کی تمام تر سیاسی فضاء ظلم و تشدد سے بھری ہوئی اور عناد و مخالفت سے بریز تھی۔

ایسے حالات میں صبر اور ضبط و تحمل، حکمت و دُور اندیشی اور خالصتاً حق کی بالادستی کا کام وہی جماعت اور وہی اہلِ حق کر سکتے ہیں جو ٹھنڈے دل سے حق کی سربلندی کے لیے کام کرنے کا پُختہ عزم کر چکے ہوں، جنہوں نے پوری طرح اپنے نفوس کو عقل و شعور کے تابع کر لیا ہو اور جن کے اندر نیکی و راستی ایسی گہری جڑیں پکڑ چکی ہو کہ مخالفین کی کوئی شرارت و خباثت انہیں ان کے مقامِ عزیمت سے نیچے اتارنے میں کامیاب نہ ہو سکتی ہو۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق اور اُن کے رفقاء نے بڑے عزم، بڑے حوصلے، بڑی قوتِ برداشت، حزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے گذشتہ کئی سالوں سے ان باطل پرست اشرار کے مقابلے میں نفاذِ شریعت اور حق کے غلبہ کی خاطر مسلسل جنگ لڑی، جنہوں نے اخلاقی حدود کو پھاند جانے میں کوئی تامل نہ کیا، جو ہر موڑ پر اہلِ حق کے مقابلے میں طاقت و اختیارات اور سیاسی اور عوامی قوت کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ نیکی و بدی اور حق و باطل یکساں نہیں ہیں۔ بظاہر نیکی اور حق کے مخالفین بدی اور عداوت کا کیسا ہی طوفان اٹھا لائے ہوں جس کے مقابلے میں حق بالکل عاجز اور بے بس محسوس ہوتا ہو لیکن باطل بجائے خود اپنے اندر وہ کمزوری رکھتا ہے جو آخرکار خود اہلِ باطل کو بٹھا دیتا ہے۔

چنانچہ شریعت بل کے سلسلہ میں قدرت کا یہی معاملہ رہا کہ اہلِ باطل کے مقابلہ میں وہی حق اور حق پرستوں کی چھوٹی سی جماعت جسے بالکل عاجز اور بے بس اور تنہا بنا دیا گیا تھا مسلسل کام کرتی رہی اور آخرکار غالب رہی۔
كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (الآیۃ)

چنانچہ آج الحمد للہ! باطل اور بدی کے تمام ساتھی اور خود اس کے علمبردار تک اپنے دلوں میں یہ جانتے ہیں کہ وہ شریعت بل کے معاملے میں جھوٹے اور اپنی اغراض کے لیے ہٹ دھرمی کرتے رہے ہیں۔

اور اب صورتحال یہ ہے کہ شریعت بل کی حمایت کیے بغیر ملک کی کسی بھی سیاسی جماعت اور کسی بھی سیاست دان کو اپنے مستقبل کا سیاسی وجود اور وقار محفوظ نظر نہیں آتا۔

چنانچہ سینٹ کے الیکشن میں بھی بڑے بڑے پھنّے خاں، یہودیوں اور سیائیوں کے وفادار اور بعض اہم سیاسی قوتیں شریعت بل کی حمایت میں مگرمچھ کے ٹسوے بہاتے ہوئے بھی پسِ پردہ محرکِ شریعت بل کو ناکام بنانے میں اپنے مقدور بھر کسی بھی مخالفت و مزاحمت اور ممکنہ حربے کے استعمال اور بھرپور وار کر گذرنے سے نہیں چوکے، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ مولانا کی کامیابی سے شریعت بل کی منظوری اور مکمل نفاذ کی منزل قریب ہو گی اور اسی سے شیاطینِ انس و جن کے ایوانوں میں لرزہ آجائے گا اور ساری ابلیسی سرشت تنظیموں اور شیطانی قوتوں کی جدوجہد کا ہدف اور آرزو یہی ہے کہ

ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر — حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے — نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف — منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین

مگر شیطنت اور مکر و فریب کے ہر داؤ پیچ کے باوجود بھی وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ کا قدرتی منظر سامنے رہا اور فیاضِ ازل کی نصرتیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور ایک دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی اور جب اخلاص پر مبنی قافلۂ حق پھر اپنی منزل پر مزید آگے بڑھے گا تو مملکتِ پاکستان سمیت پوری دنیا میں اسلامی معاشرہ اور نفاذِ شریعت کا عظیم انقلاب رونما ہو کر رہے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

مولانا کی کامیابی تحریکِ نفاذِ شریعت کی پیش رفت کا نیا باب اور اہلِ حق کی فتح مندی کی نیک فال تھا۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت بظاہر حکومت کے خوش آئند وعدے، سیاسی جماعتوں کی بظاہر حمایت اور زیرِ لب اپنی سابقہ مخالفتوں پر اظہارِ ندامت اور محرکِ شریعت بل کی پھر سے اقتدار کے ایوانوں اور سیاست کے میدانوں میں ولولۂ حق سے بھرپور گھن گرج ایسے قرائن تھے جن سے شریعت بل کی دونوں ایوانوں میں منظوری اور مکمل نفاذ کی توقع کی جاسکتی تھی کہ ـــــ اب پھر سے یہ تحریک نئے عزم اور عظیم جذبوں کے ساتھ آگے بڑھے گی اور ملک میں نفاذِ شریعت کے عظیم مقصد پر منتہی ہو گی۔

سرکاری شریعت بل

مگر عجیب تر بلکہ خدا کے غضب کو بھڑکانے والی بات یہ ہوئی کہ اسلام کے نام پر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لینے، اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور میں نفاذِ شریعت کا وعدہ کر لینے، پھر "بینظیر" کے دور میں مولانا سمیع الحق کی تحریک پر سینٹ میں شریعت بل کی حمایت میں ووٹ دے کر اسے متفقہ طور پر سینٹ سے منظور کرا لینے اور اب دن رات اسلام اسلام کا ورد کرنے والے یہ حکمران قوم کے متفقہ شریعت بل کے نفاذ کے مطالبے کا خیر مقدم کرنے کے بجائے اس کی راہ روکنے، اسے محرّف کرنے اور ڈائنامیٹ کر دینے کے لیے نہ صرف یہ کہ قسم قسم کے حیلے بہانے، تجاویز اور عذرات ہی پیش کرتے رہے بلکہ ان میں کئی حضرات اور بعض فیصلہ کن حیثیت کے مالک بزرگ دھڑلّے سے یہ کہتے رہے یہ کہتے ہیں کہ "سینٹ سے متفقہ طور پر منظور شدہ شریعت بل کو نہیں مانیں گے کہ یہ ایک مکتبِ فکر یا ایک جماعت کا بل ہے"۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

"دزدے چہ دلاور است کہ بکف چراغ دارد" ملک کے سب سے بڑے اور نمائندہ جمہوری ادارے ایوانِ بالا سینٹ کا اسے متفقہ طور پر منظور کر دینے اور ملک کی تمام قابلِ ذکر ۹ دینی و سیاسی جماعتوں کا اسی پر اتفاق ہو جانے کے باوجود بھی اسے فردِ واحد کا بل قرار دینا سورج کی موجودگی میں دن کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب وزیرِ اعظم صاحب اپنی پہلی نشری تقریر میں قرآن و سنت کو سپریم لا قرار دینے اور اس سلسلہ میں آئین میں ترمیم کر دینے کے وعدے کے باوجود عملی قدم نہ اٹھا سکے، شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرانے کا مژدہ سنایا مگر عملاً اصل شریعت بل کو توڑ مروڑ کر بے روح اور محرّف کر کے قومی اسمبلی میں پیش کر دیا اور پھر اسی روز اسے کمیٹیوں کے حوالے کر کے سرد خانے میں ڈال دیا۔

محرکینِ شریعت بل سمیت ملک کی تمام قابلِ ذکر دینی و سیاسی جماعتوں نے سرکاری شریعت بل کو مسترد کر دیا اور اسے قوم و ملت، ملک کی نظریاتی اساس اور انتخابی وعدوں اور جمہوری اتحاد کے منشور سے غداری قرار دیا۔

عذر یہ تراشا جاتا رہا کہ متفقہ شریعت بل ملک کے دستور اور عدالتی نظام سے متصادم تھا۔ مگر ملک کے ایوانِ بالا کی متفقہ منظوری کے بعد موجودہ حکمرانوں کی یہ بات "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے قبیل سے تھی ـــــ پھر ہم وزیرِ اعظم سمیت حکومت کے ذمہ داروں سے پوچھتے ہیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ ہمیں بتائیں کہ اگر آپ کا کوئی قانون و دستور یا عدالتی نظام خدا کی کتاب یا اس کے رسول ؐ کی سنت سے ٹکراتا ہے تو آپ اس کو خدا اور رسول ؐ کی تعلیمات و احکام کے مطابق تبدیل کرنے کے مکلف ہیں یا خدا اور رسول ؐ کے احکام کو اپنے گھڑے ہوئے اور کافر قوموں کی تقلید پر مبنی قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق تبدیل کرنے کے؟

جب آپ کے ملک کی اس مقتدر اور حقیقی با اختیار دستور ساز اسمبلی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہاں کے تمام قوانین اور آزادی و جمہوریت غیر محدود نہیں بلکہ پابندِ شریعت ہے تو بعد کی کسی اسمبلی، حکومت یا ادارے کو ان حدود سے باہر جانے کا اختیار کہاں سے اور کیسے حاصل ہو جائے گا؟

ایک مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو حاکمِ اعلیٰ (ساورن) ماننے اور اولین مقتدر دستور ساز اسمبلی کے فیصلے سے تجاوز اور اس کے فیصلے کے ماننے سے انکار اور خود اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور اور انتخابی وعدوں اور وزیر اعظم کی اپنی نشری تقریر تک سے انحراف، مقاصدِ پاکستان، اخلاق و شرافت اور انسانی و اخلاقی اقدار سے صریح بغاوت کے مترادف ہے۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ہمارے حکمران قانون کی حکمرانی اور برتری پر زور دیتے رہے اور دوسری طرف اپنی مرغوبِ نفس خواہشات کو پوری قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ لوگ بتائیں کہ شریعتِ الٰہیہ کو نافذ کیے بغیر بھی کوئی دوسرا طریقہ دنیا میں واقعی قانون کی حکمرانی اور بالاتری قائم کرنے کا ہے؟ — دُنیا کے جتنے بھی دوسرے طریقے ہیں وہ تو کسی شخص، گروہ یا طبقے کی مرضی ہی کو لوگوں پر مسلط کرنے کے لیے ہیں کیونکہ غالب شخص، گروہ اور طبقہ جب چاہے قانون کی ناک مروڑ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق کر دا سکتا ہے — مگر یاد رہے کہ نظامِ شریعت (بصورت متفقہ شریعت بل) خدا کا قانون ہی ہے جو اٹل، بے لاگ اور سب انسانوں کے لیے یکساں مُنصفانہ اور ان کی دست بُرد سے بالاتر ہے کیونکہ سب انسان مل کر بھی اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔
آخر جو احکام صاف الفاظ میں ہمارے خالق و مالک نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں بغیر کسی ابہام کے بیان کر دیئے ہیں، ان میں تحریف و تبدیلی یا ساقط کون اور کس اتھارٹی سے کرے؟ لہٰذا حکومت کے لیے ہر وہ اقدام جو شریعت بل میں تحریف و تبدل اور تاخیر و تنسیخ پر منتج ہو جمہوری، اسلامی اور اخلاقی طور پر ممنوع اور ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

الغرض شریعت بل نہرِ طالوت کی طرح اس دور میں ابتلاء اور آزمائش کا مسلسل ذریعہ بن رہا ہے۔ بہت سے دین اور شریعت کے نام پر زندگی کا کاروبار چلانے والے، کتنے طالع آزما سیاست دان، کتنے مفاد پرست اور ابن الوقت حکمران، کتنے لادینیت کے علمبردار اس آزمائش سے اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوئے اور ان کی قلعی کھُل گئی، شریعت بل ایک کسوٹی ہے جس نے کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیا اور تاریخ یہ سب کچھ محفوظ کر رہی ہے۔
اگر اس کے باوجود بھی کسی کی دیدۂ عبرت وا نہیں ہوتی تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دیر ہے اندھیر نہیں، پیشروؤں کے انجام پر بھی نظر رکھنی چاہیئے ؎

ہم نے دیکھا ہے وہ بُت توڑ دیئے جاتے ہیں
جن میں ہو جاتا ہے اندازِ خدائی پیدا

سرکاری شریعت بل اور علماء حق کا موقف

بالآخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا سینٹ کے پاس کردہ متفقہ شریعت بل کے مقابلہ میں سرکاری شریعت بل لایا گیا۔ اس شریعت بل کے قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد سینٹ میں پھر سے زیرِ بحث آنے سے وہ پورے ملک میں بحث و فکر کا موضوع بن گیا کچھ عناصر تو صرف مخالفت برائے مخالفت کا شوق پورا کر رہے تھے اور واہی تباہی بکتے رہے کچھ عناصر سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے کر مفید اور متفقہ نکات کی حمایت و تحسین کر کے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے رہے۔ اقتدار پرست طبقہ (جن میں سے اکثریت کو فی الحقیقت نفاذ شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی) محض وزیر اعظم کی "گڈ بُک" میں اپنا نام درج کرانے کے لیے اس کی تعریف میں بے سر و پا قلابے ملاتا رہا اور ملا رہا ہے۔

مجموعی طور پر سرکاری شریعت بل کی منظوری کی ویسی پذیرائی نہیں ہوئی جیسا کہ واقعیت اس کی متقاضی تھی یا خود وزیر اعظم اس کی توقع کرتے ہوں گے۔ گرم جوشی کے بجائے سرد مہری نمایاں ہونے کے متعدد اسباب تھے۔

اوّل تو یہ کہ خود حکومت نے سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل کا حُلیہ بگاڑ کر جو "شریعت بل" پیش کیا اس سے تمام امیدوں اور توقعات پر پانی پھر گیا۔

دوم یہ کہ شریعت بل، شریعت آرڈیننس، نواں ترمیمی بل اور سینٹ کے منظور کردہ متفقہ شریعت بل کے ساتھ ماضی میں حکمرانوں کا جو رویّہ رہا وہ قطعاً مخالفانہ اور بعض حالات میں معاندانہ تھا۔

سوم یہ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوم ورک اور معاشی سطح پر اہم انقلابی اقدامات کے بغیر نفاذِ اسلام کے جو تجربات ہوتے رہے ان کے ثمرات سماجی سطح پر حاصل نہیں ہوتے بلکہ بعض صورتوں میں ان تجربات کے نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ صورت میں سامنے آتے جس سے عمومی مایوسی پھیلی۔

اس عمومی مایوسی اور پھر حکومت کے متفقہ شریعت بل سے انحراف اور دینی قوتوں کی بے اعتمادی و اختلاف کے پس منظر میں موجودہ شریعت بل کے ضمن میں گرم جوشی کا فقدان بالکل فطری بات تھی۔

وزیر اعظم سمیت اربابِ حکومت اور اہلِ سیاست کا امتحان قانون سازی کا نہیں قانون کے مؤثر نفاذ کا تھا۔ قانون انسدادی اور امتناعی ہو یا حقوق کے تحفظ و تعین سے متعلق، نظامِ شریعت کے تمام تر اصول و فروع کی آئینی منظوری کیوں نہ ہو، جب تک اس کے محسوس نتائج معاشرے میں نگاہوں کے سامنے نہ آئیں تو قانون کی حیثیت ردّی کے ایک پُرزے سے زیادہ نہیں رہتی۔

پھر منافقانہ تضادات، دینی قوتوں کے زبردست دباؤ سے قبل متفقہ شریعت بل میں فحش تحریفات اور عملی اقدامات کے بارے میں شک و شبہ کی فضا میں نفاذِ اسلام کے دعوؤں سے مایوسی کے سوا کسی دوسری کیفیت کا اظہار ممکن بھی نہیں تھا —— مثلاً شریعت بل کی منظوری اور قال اللہ و قال الرسولؐ کے ساتھ ساتھ ٹی وی اور ریڈیو پر فواحش و منکرات کا کھلا ابلاغ وہ تضادات ہیں جس سے بننے والی فضا میں نفاذِ اسلام کا دعویٰ

منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگ یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے باوصف وزیرِ اعظم ٹی وی کی مختصر سی سکرین پہ اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو پورے ملک میں کیسے نافذ کریں گے؟

مگر اس سب کچھ کے باوجود علماء حق اور مولانا سمیع الحق کا موقف یہ تھا کہ ملک میں نفاذ شریعت کی خواہاں تمام دینی قوتوں کے اتحاد کی طرح تمام زعماء قوم کو استمرادی نہیں، اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے، محض منفی رویہ کے نتائج خود ان کے اور شریعت کے حق میں مفید نہ ہوں گے، انہیں مثبت اور بھرپور اصلاحی رویہ اختیار کرکے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کی راہ ہموار کرنی چاہیے۔

✻ ✻ ✻

کروڑوں عوام کے نمائندہ جمہوری ادارے میں صرف قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ہی سرکاری شریعت بل میں ترامیم پیش کرکے اظہارِ حق اور اتمامِ حُجّت کا فریضہ سرانجام دیا

وزیرِ اعظم اور وزیرِ قانون نے قائدِ جمعیۃ کی ترامیم کو آئندہ قانون سازی میں سمولینے کا عہد سینٹ کی کاروائی میں ریکارڈ کرایا

مولانا سمیع الحق کی پیش کردہ ترامیم سے گنجلک صورتحال، شریعت بل کی پانچ سالہ جدوجہد کے ڈائنامیٹ ہونے کا اندیشہ

اسلام دشمن عناصر کی گھناؤنی سازشیں اور مسرتیں ○ قائدِ جمعیۃ کا حزم و احتیاط

حکمت و تدبیر اور دینی بصیرت پر مبنی انقلابی اور دُور رس نتائج پر مبنی فیصلہ

ترامیم پیش کرنے کے سلسلہ کا پس منظر اور سینٹ کے اجلاس کی مشاہداتی رپورٹ

دینی جماعتوں کے فورم میں جب مجوزہ شریعت بل میں ترامیم پیش کرنے کا مسئلہ زیر بحث آیا تو فورم میں شامل دو بڑی جماعتوں کے راہنماؤں نے ترامیم پیش ہی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ ہم مجوزہ شریعت بل سے جزوی اختلافات کے باوجود مسئلہ مزید الجھانا نہیں چاہتے ـــــ اور فورم میں شامل تیسری دینی جماعت (جے یو آئی ایف) نے تو فورم سے مشورہ کیے بغیر اسمبلی اور سینٹ سے ہی بائیکاٹ کر دیا۔

لیکن قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اسی وقت ان تمام راہنماؤں پر واضح کر دیا کہ ہم اگرچہ بوجہ کم ہونے کے اپنی ترامیم پاس نہ بھی کرا سکیں مگر میں تو بہرحال ترامیم کے ذریعہ اپنا اختلاف ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یا تو حکومت والے اسے مسترد کر دیں گے یا پھر مجھے اس پر آئندہ غور کرنے کی کوئی گارنٹی دیدیں گے، اب ذمہ داری حکومت کی ہوگی اور عنداللہ ہمارا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ کسی رکنِ شوریٰ یا ممبر پارلیمنٹ کا ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے یہی فریضہ ہوتا ہے کہ بہرصورت اتمام حجت کرتا رہے، بائیکاٹ کرکے میدان چھوڑ دینا یا خاموش رہ کر سکوت کرنا کسی بھی دینی راہنما کے فریضۂ منصبی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق نے ۲، مئی کی شام کو ۹ ترامیم پر مشتمل خاکہ شام ۶ بجے سینٹ سیکرٹریٹ میں داخل کرا دیا جو رات کے ایک بجے ممبران سینٹ کو سرکولیٹ ہوگیا

دوسرے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے وزیرِ اعظم پاکستان جناب نواز شریف نے سینٹ کے پارلیمانی ارکان کا اجلاس بلایا تھا۔ ایک تو مولانا سمیع الحق صاحب اور وزیرِ اعظم پاکستان کے درمیان سرکاری شریعت بل آنے کے بعد خاموش سرد جنگ چل رہی تھی اور ان کے میٹنگوں میں شریک نہ ہونے کی صورت میں وہ خاموش احتجاج جاری رکھے ہوئے تھے ـــــ چنانچہ آپ صبح کے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں نہیں گئے اور اپنا احتجاج جاری رکھا۔ ادھر وہاں اجلاس میں مولانا سمیع الحق کی عدم شرکت کا بار بار ذکر آیا اور شدت سے آپکی کمی محسوس کی گئی، جبکہ آئی جے آئی کے دیگر ارکان نے اپنی ترامیم واپس لینے کا غیر مشروط اعلان کر دیا۔ حکومت سمیت آئی جے آئی کے تمام ارکان کو اندازہ تھا کہ مولانا سمیع الحق صاحب اپنی ترامیم واپس نہیں لیں گے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ وزیرِ اعظم نے اسی مجلس میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی ترمیم ہم قبول کر بھی لیں تو بل معلق ہو کر واپس قومی اسمبلی میں چلا جائے گا جبکہ موجودہ صورتحال

ہیں مولانا سمیع الحق کی ترامیم کو پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی میں آئندہ ملحوظ رکھا جائے گا اور آئندہ ہونے والی قانون سازی میں اسے کسی نہ طرح سمو دیا جائے گا۔

۱۰ بجے مولانا سمیع الحق ابھی سینٹ میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی تھے کہ قائد ایوان محمد علی خان ہوتی ان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ترامیم کی شکل میں پیش آمدہ مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ اپنی ترامیم واپس لے لیں تو بہتر رہے گا۔ مولانا سمیع الحق تیار نہیں ہو رہے تھے تو وہ راجہ ظفر الحق کو بھی لے آئے اور دیگر متعدد ارکان بھی مولانا سے مشورہ کے لیے اسمبلی کے چیمبر میں گئے اور ان کے سامنے یہی مشکلات رکھیں کہ اگر ترامیم مسترد کریں تو بہتر نہیں کہ آپ آئی جے آئی کے راہنما ہیں اور ہمارے ڈسپلن کے بھی خلاف ہے کہ اپنے مرکزی راہنما کی ترامیم مسترد کر دیں۔

مولانا سمیع الحق نے کہا میں معاملہ الجھانا نہیں چاہتا لیکن غیر شرعی حصوں کے خلاف ترامیم پیش کرنا میرا فریضہ تھا جو ایجنڈے پر حکومت کے سامنے آگیا ہے

اگر اس مرحلہ پر ایک شوشہ بھی کمی بیشی کریں تو بل دوبارہ اسمبلی میں جائے گا جبکہ وہاں پہلے بھی ایک بہت بڑی اکثریت بل کو پاس نہ ہونے دے گی، انہوں نے مولانا سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ابتدائی مراحل میں خود آئی جے آئی کے لوگوں نے اس کی کیسے مخالفت کی۔

مولانا سمیع الحق نے کہا میں معاملہ الجھانا نہیں چاہتا لیکن غیر شرعی حصوں کے خلاف ترامیم پیش کرنا میرا فریضہ تھا جو ایجنڈے پر حکومت کے سامنے آگیا ہے ـــــ انہوں نے مشترکہ کمیٹی اور وزیر اعظم کے وعدے کا حوالہ دیا تو مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پھر وزیر اعظم خود ایوان میں آکر میری ترامیم کے جواب میں یقین دہانی کرا دیں کہ آئندہ ان ترامیم کو کسی نہ کسی طرح سے قانون سازی میں لے لیا جائے گا ـــــ مگر انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم کا اس طرح پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھنا اسمبلی کی روایات کے خلاف ہے اور وزیر قانون ہی پارلیمانی امور میں وزیر اعظم کی نیابت کرتا ہے تو وزیر قانون آپ کو ایوان میں کھڑے ہو کر اس کمیٹی اور اس امر کی یقین دہانی کرا دیں گے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میں پھر بھی کوئی ترمیم واپس نہیں لوں گا۔ وزیر قانون کی یقین دہانی کے بعد چیئرمین اور وزیر قانون خود قانونی معاملہ سلجھائیں گے۔

حکومت کا مولانا سمیع الحق سے یہ بھی فیصلہ ہوا کہ وہ ہر ترمیم پر مفصل اظہار خیال بھی کر سکیں گے ـــــ چنانچہ مولانا نے سینٹ میں اپنی اہم ترامیم پر مدلل گفتگو اور مفصل خطاب کیا۔ اور وزیر قانون نے سینٹ میں یہ بیان دیا کہ مولانا سمیع الحق نہ صرف یہ کہ شریعت بل کے محرک ہیں بلکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے مرکزی قابل احترام راہنما ہیں، ان کی شریعت بل کے سلسلہ میں اور آئی جے آئی کے لیے عظیم خدمات ہیں، ان کی ترامیم اور مشوروں سے راہنمائی لینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اور میں انہیں وزیر اعظم کی طرف یقین دلاتا ہوں کہ ایک مشترکہ کمیٹی جس میں یقیناً خود مولانا سمیع الحق بھی شامل ہوں گے، آئندہ چل کر شریعت بل کے سلسلہ میں ان کی مثبت تجاویز و ترامیم سے راہنمائی حاصل کرے گی اور مزید قانون سازی کے دوران کسی نہ کسی طرح ان ترامیم کو سمو دیا جائے گا۔“

مولانا سمیع الحق نے اٹھ کر کہا کہ میرا مقصد محاذ آرائی نہیں ہے اور بل کی خامیوں کی طرف توجہ دلانا میرا فریضہ تھا اور الحمدللہ کہ ریکارڈ پر ساری چیزیں آگئیں۔ تاہم یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ ایوان میں موجود اہم دینی اور سیاسی جماعتوں نے مولانا کی ترامیم کے دوران کسی دلچسپی اور گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا ـــــ سینٹ جو پورے ملک کا نمائندہ جمہوری ادارہ ہے، جہاں صرف مولانا سمیع الحق عملاً نفاذ شریعت تڑپتے اور لڑتے رہے اور آخری امکان تک اتمام حجت کرتے رہے، کا مثالی کردار بجا طور پر انہیں ”لاکھوں میں ایک“ کے مقام انفرادیت کی رفعتوں پر پہنچاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق کی ہر ترمیم کے بعد جب وزیر قانون انہیں یقین دہانی کراتے رہے اور اپوزیشن کے دیگر ارکان کی ترامیم کو بے دھڑک مسترد کیا جانے لگا تو پی پی پی کے اقبال حیدر ایڈووکیٹ نے احتجاج کیا اور کہا یہی تو ملائیت اور تھیاکریسی ہے۔ جو ہم پر مسلط کی جا رہی ہے کہ مولانا سمیع الحق کی ترامیم کے پریشر میں آکر انہیں بار بار یقین دلایا جاتا ہے اور ہم سے کوئی وعدہ کیے بغیر ہماری ترامیم مسترد کر دی جاتی ہیں۔

ایوان میں آئی جے آئی کے بزرگ رکن جناب حسن اے شیخ شریعت بل کے آغاز ہی سے شریعت کے نام سے بدکتے ہیں اور موقع بہ موقع مولانا سمیع الحق سے الجھتے رہتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے ترامیم پیش کرنے کے دوران بھی موصوف نے نہایت بے صبری اور تلملاہٹ کا مظاہرہ کیا اور ہر بار ان کی تقریر میں مداخلت کی۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جب اپوزیشن کی جانب سے اسلام کے خلاف استہزاء اور تحقیر آمیز تقریریں ہوتی ہیں تو حسن اے شیخ بڑے ٹھنڈے دل سے مطمئن رہتے ہیں کہ ان کے دل کی بات ہو رہی ہوتی ہے مگر جب میں اسلام کی بات کرتا ہوں تو ان پر دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔

ایوان میں موجود اہم دینی اور سیاسی جماعتوں نے مولانا کی ترامیم کے دوران کسی دلچسپی اور گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا

حسن اے شیخ بزرگ آدمی ہیں اور عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ان سے یہ حرکتیں اور جسارتیں غیر متوقع بھی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ ”مولانا سمیع الحق کے آباؤ اجداد پاکستان کے مخالف تھے، کانگریسی تھے، اور اب انہوں نے بھی شریعت بل کی صورت میں پاکستان دشمنی کا پورا مظاہرہ کیا ہے اور پاکستان چاہنے والوں سے انتقام لے لیا ہے۔“

قومی اسمبلی سے منظور شدہ شریعت بل میں

قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے سینٹ کے اجلاس میں ⑨ ترامیم پیش کر دیں

سُود کے فوری خاتمے اور قوانین سے وزیر اعظم اور صدر سمیت تمام حکام کا استثناء ختم کر دیا جائے

قومی اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے بعد جب اسے سینٹ میں پیش کیا گیا تو قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ۲۷ مئی کی شام ساڑھے چھ بجے اس میں مزید درج ذیل ترامیم پیش کیں اور بل کی دوسری خواندگی کے دوران اپنے مفصل خطاب میں بھرپور دلائل اپنی ترامیم کے حق میں پیش کیے جنہیں سینٹ سیکرٹریٹ سے حاصل کر کے (مع موازنہ اور اضافی تشریحی نوٹس کے) نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے ——— (ادارہ)

سینٹ سیکرٹریٹ

(نوٹس ۹۱ر۵ر۷ کو شام ساڑھے چھ بجے موصول ہوا)

نفاذِ شریعت ۱۹۹۱ء (قومی اسمبلی کی منظور کردہ صورت میں) ═ ترامیم کی فہرست ۳ ——— (دفعہ ۳)

(۱) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ **دفعہ ۳** کی ذیلی دفعہ (۱) کے آخر میں ان الفاظ: "اور اسے بعد ازاں مذکور طریقے سے نافذ کیا جائے گا اور کسی دیگر قانون، رواج یا دستور العمل میں شامل کسی امر کے علی الرغم مؤثر ہو گا" کا اضافہ کیا جائے۔

(جبکہ اصل عبارت فقط یہ تھی: "شریعت یعنی اسلام کے احکام جس طرح کہ قرآنِ پاک اور سنت میں منضبط کیے گئے ہیں پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوں گے" — مولانا سمیع الحق کی اضافی ترمیم سے اس کے مؤثر نفاذ اور دیگر متعدد قوانین کے علی الرغم قطعی اجراء و تنفیذ کی ضمانت مل جائے گی)۔

(۲) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: دفعہ ۳ کی ذیلی دفعہ ۲ کو حذف کیا جائے۔

(جبکہ اس دفعہ میں موجودہ سیاسی نظام بشمول پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیوں اور نظامِ حکومت کو تحفظ دیا گیا۔ ہے جنہیں اس دفعہ کی رُو سے کسی بھی عدالت بشمول عدالتِ عظمیٰ، وفاقی شرعی عدالت، کسی مقتدرہ یا کسی بھی ٹریبونل میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق نے اس دفعہ کو حذف کرنے کے ساتھ درج ذیل نئی دفعہ کے اضافے کی نشاندہی کی، جس سے نظامِ حکومت اور موجودہ سیاسی نظام سمیت تمام امورِ مملکت نظامِ شریعت میں ڈھال دیئے جانے کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے)

نئی دفعہ ۳ ر الف

(۳) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: دفعہ ۳ کے بعد درج ذیل نئی دفعہ ۳ ر الف کا اضافہ کیا جائے، یعنی:-

۳ ر الف۔ عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی۔

(۱) اگر کسی عدالت کے سامنے یہ سوال اٹھایا جائے کہ قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے، تو عدالت اگر اسے اطمینان ہو کہ سوال غور طلب ہے ایسے معاملات کی نسبت جو دستور کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے اختیارِ سماعت کے اندر آتے ہوں اور یہ عدالت مقدمے کا ریکارڈ طلب کر سکے گی، اس کا جائزہ لے سکے گی اور امرِ تنقیح طلب کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔

پاکستان کے تمام شہری بشمول صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ شریعت کے پابند ہوں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔

بشرطیکہ سوال کا تعلق اگر کسی ایسے مسئلے سے ہو جو دستور کے تحت وفاقی شریعت کورٹ کے دائرۂ اختیار کے باہر ہو تو عدالت امرِ تنقیح طلب کو عدالتِ عالیہ کے حوالے کرے گی جو اس کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔

دفعہ ۵

(۴) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: بل کی دفعہ ۵ کو درج ذیل سے بدل دیا جائے، یعنی :۔

۵۔ تمام مسلمان شہریوں کے لیے شریعت کی پابندی:

(۱) پاکستان کے تمام شہری بشمول صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ شریعت کے پابند ہوں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔

(۲) عاملہ کا کوئی بھی افسر بشمول صدر مملکت، وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ کے کوئی بھی ایسا حکم جاری نہیں کریں گے اور اس قسم کے دیئے گئے کسی بھی حکم کو عدالتِ عالیہ میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

(۳) تمام عمالِ سرکار دستور کے تابع رہتے ہوئے اسلامی نظامِ عدل کے پابند رہیں گے اور شریعت کے تحت عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

(جبکہ سرکاری شریعت بل کی اصل عبارت فقط اس قدر ہے کہ:۔ ''پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت کی پابندی کریں گے اور اس ضمن میں مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) سرکاری اہلکاروں کے لیے ضابطۂ کار وضع کرے گی''۔ جبکہ مولانا سمیع الحق نے اپنی ترمیم میں اس قسم کے تمام ابہام اور ضمنی تحفظات کو ختم کرکے ایاز و محمود اور حاکم و رعیت کو ایک صف میں لاکر کھڑا کر دیا اور خلافتِ راشدہ کے نظامِ عدل کی آئینی جھلکیاں پیش کرکے پارلیمنٹ پہ اتمامِ حجت کر دیا۔)

اسلامی دستور کے تابع رہتے ہوئے
نظام عدل کے پابند رہیں گے اور شریعت
عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے

دفعہ ۸

(۵) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: دفعہ ۸ کو حسب ذیل سے بدل دیا جائے، یعنی :۔

۸۔ معیشت کو اسلامی احکامات کے مطابق بنانا

(۱) حکومت نظامِ معیشت کو سود سے پاک کرکے معیشت کو اسلامی بنانے کے لیے شریعت آرڈیننس ۱۹۸۸ء کے تحت مقرر کردہ کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں ایک ماہ کے اندر اندر ضروری اقدامات کرے گی۔

(جبکہ حکومت کے منظور کردہ شریعت بل میں ''ربٰو کے خاتمے کیلئے مختصر ترین مدت'' کی عبارت لکھی گئی ہے، جس کے تعین میں بہر حال ابہام ہے، جبکہ اس سے قبل سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل میں ''ایک سال تک'' کی مہلت دی گئی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں موجودہ منظور شدہ بل میں ''مختصر ترین مدت'' ہزار درجہ مبہم و نافع ہے، مگر حضرت قائدِ جمعیت مولانا سمیع الحق کی ترمیمی عبارت میں ایک ماہ کا تعین تمام شکوک و شبہات اور ابہامات کو رفع کر دیتا ہے ——— بہر حال ہمیں حیرت ہے کہ سینٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل میں سُود کے خاتمہ کی ضمانت کی نسبت موجودہ منظور شدہ شریعت بل سے زیادہ مستحکم ہے مگر لوگ خلط مبحث کرکے عوام الناس کو ورغلا کر اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں)

نظام معیشت کو فوراً ایک
ماہ کے اندر اندر سود سے پاک
کر دیا جائے

دفعہ ۲۰

(۶) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: دفعہ ۲۰ کو حذف کر دیا جائے۔

(موجودہ شریعت بل کی دفعہ ۲۰ یہ ہے کہ ''اس ایکٹ میں شامل کسی امر کے باوجود خواتین کے وہ حقوق جن کی ضمانت دستور میں دی گئی ہے متاثر نہیں ہوں گے''۔ مولانا سمیع الحق نے اس کے حذف کرنے کی ترمیم پیش کرکے تمام اہل اسلام کے متفقہ مطالبہ کی ترجمانی کر دی ہے)۔

دفعہ ۲۱

(۷) مولانا سمیع الحق تحریک پیش کریں گے کہ: دفعہ ۲۱ کو مندرجہ ذیل سے بدل دیا جائے :۔

۲۱۔ صرف مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلی قوانین وضع کریں گے۔

مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلی جو بھی صورت ہو قرآن و سُنت اور اس کے احکام کے تحت قوانین وضع کرے گی۔

(جبکہ موجودہ شریعت بل کی اصل عبارت یوں ہے کہ :۔ ''اس ایکٹ میں شامل کسی امر یا عدالت بشمول سپریم کورٹ کے فیصلے کے باوجود مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلی جو بھی صورتحال ہو، بلا شرکتِ غیرے تمام قوانین وضع کریں گی اور دستور میں وضع کردہ طریقۂ کار سے ہٹ کر نہ تو کوئی قانون بنایا جائے گا اور نہ ہی وہ قانون متصور ہوگا''۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اپنی ترمیمی عبارت میں تمام جمہوری اداروں کو قرآن و سنت کا اور اس کے قطعی احکام کا پابند بنا دیا ہے جو قرآن و سنت کے سپریم لاء ہونے کی صحیح تعبیر ہے۔)

نفاذ شریعت کی مہم میں آزمائش کا ایک اور سنگین مرحلہ

گذشتہ نو دس سال سے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے خالص اسلامی اور دینی سیاست کے محاذ پر جس سرگرمی، اخلاص وللہیت اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے نفاذ شریعت کے لیے جو عہد ساز اور تاریخ ساز کردار ادا کیا مثلاً سینٹ میں شریعت بل کی تحریک اور منظوری، اب کے سرکاری شریعت بل میں ۹ ترمیمات کی تجویز اور ان کی منظوری کے ساتھ ساتھ آئین میں قرآن و سنت کی بالادستی کی ترمیم کے وعدوں کو ایفاء کرانے کے لیے جدوجہد کا عزم ولائحہ عمل، دینی قوتوں کو ازسرنو منظم کرنے کے لیے رابطہ مہم، آئی جے آئی کے سربراہی اجلاس میں وزیر اعظم نواز شریف سے اسمبلیاں توڑنے کا مطالبہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر نفاذ شریعت کے حوالے سے مولانا سمیع الحق کا امتیازی مقام، یہودی اور امریکی لابی کی ناراضگیاں، خلیجی جنگ میں درست موقف اختیار کرنے پر اندرون اور بیرون ملک بعض قوتوں کی برہمی، رفض وعداوت صحابہ کے خلاف کام کرنے والی دینی قوتوں کی سرپرستی، فقہ حنفی اور خالص سنیت کی بنیاد پر فقہ حنفی کے پبلک لاء کا مطالبہ، جہاد افغانستان کے سلسلہ میں حکومتی پالیسی پر کڑی تنقید، امریکی عزائم کی بھرپور مذمت اور بعض خفیہ ایجنسیوں کی کارستانیوں کا بھرپور تعاقب افغانستان کی آزادی اور وہاں اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے استحکام اور خالص خدا تعالیٰ کے دین ہی کی سربلندی کے لیے چہار طرفی جنگ میں عزیمت و استقامت کا مظاہرہ اور اس سلسلہ میں مزید اہداف کے حصول کے لیے کام کرنے اور اپنے کام میں جنون اور وارفتگی اور تمام صلاحیتیں کھپا دینے اور مقاصد میں کامیابی کے واضح امکانات سے بیرون ملک اسلام دشمن بڑی طاقتیں اندرون ملک لادین قوتوں کی آلہ کار لابیاں اور ملکی اقتدار پر براجمان منافقین سب ہی یہ محسوس کرنے لگے کہ اس نوخیز مگر خالص اسلامی سیاست اور نفاذ شریعت کی علمبردار قیادت کو محض دھونس، لالچ، خوف وہراس، سیاسی حربوں، پرمٹوں اور مالی سیکنڈلوں کے بل بوتے پر شکست نہیں دی جاسکتی اسے گذشتہ نو دس سال کے مختلف مراحل اور شدید آزمائشوں میں پرکھا گیا مگر اسے کسی بھی ہتھکنڈے اور جال میں نہ پھنسایا جاسکا۔

نفاذ شریعت کی تحریک اور اس کے محرک کے سامنے حکومت سمیت بدی اور کفر واستبداد کی تمام قوتوں نے اعراض وانکار کی ہر سنت تازہ کر دی —— فرعون، نمرود، ہامان، ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور عبداللہ بن ابی کے تمام کردار سامنے آتے رہے۔ کمینہ خصلت لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جب وہ دوسرے کی خوبیاں اور اپنی کمزوریاں صریح طور پر دیکھ لیتے ہیں اور وہ یہ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اسے بڑھا رہی ہیں اور ان کی اپنی کمزوریاں انہیں گرا رہی ہیں تو انہیں یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ وہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور اس کی خوبیاں اخذ کریں بلکہ وہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ جس طرح بھی ہوسکے اس کے اندر بھی اپنی ہی جیسی برائیاں پیدا کر دیں اور یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اس کے اوپر خوب گندگی اچھالیں تاکہ دنیا کو اس کی خوبیاں بے داغ نظر نہ آئیں۔ یہی گندگی اور غلیظ ذہنیت تھی جس نے اس مرحلے پر بھی دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا رخ، سیاسی مقابلے اخلاقی جرأت اور دلائل کی قوت سے ہٹا کر رذیلانہ حملوں، اخلاق سوز حرکتوں اور کمینہ ترین فتنہ انگیزیوں کی طرف پھیر دیا۔

مگر اصلی حق، بہر حال حق ہے جو زر خالص ہے جسے جتنا دبایا جائے، چھپایا جائے اور مٹی کی تہوں میں دفن کر دیا جائے سونا بہر حال سونا ہے وہ دب سکتا ہے چھپ سکتا ہے مگر فنا نہیں ہوسکتا —— جب حالات بدلے اور مٹی کے انبار دور ہوئے وہ اصل حقیقت میں پہلے سے زیادہ چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔

مگر الحمدللہ! کہ انہوں نے اپنے طرز عمل، جرات، استقامت، شجاعت اور خالص دینی سیاست سے ہر موڑ اور آزمائش کے ہر مرحلے میں خود کو بے کھوٹ اور کھرا ثابت کر دیا اب مخالف طاقتیں چاہے کتنا ہی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان کو کھوٹا بنانے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ وہ منہ کی کھائیں گے اور کھا رہے ہیں مولانا حق کے علمبردار ہیں وہ جھوٹ کی یورش کو دیکھ کر ذرا بھی نہیں گھبرائے جھوٹ طوفان کی طرح اٹھا اور بلبلے کی طرح بیٹھ گیا اور اب بیٹھ جانے کے بعد اس کے اندر چھپے ہوئے جھوٹ، فریب کاریاں، اس طرح منظر عام پر آگئی ہیں کہ دنیا اُلٹی انہی پر نفرین بھیجتی ہے، جنہوں نے جھوٹ تصنیف کیا تھا۔ مولانا ان ایام میں بھی جھوٹ کے مقابلے کی نہیں اپنی سچائی اور اس پر استقامت کی فکر کرتے رہے۔ جب آدمی سچا ہو تو اسے جھوٹ سے نہیں نمٹنا پڑتا بلکہ خداوند تعالیٰ خود اس سے نمٹ لیتے ہیں وہی خدا آج کے جھوٹوں کو بھی اسی طرح عبرت بنا کے رکھ دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ زمانے میں جھوٹوں کو عبرت بناتا رہا ہے۔

نفاذ شریعت کا یہ معرکہ جاری ہے جب تک ملک میں قرآن وسنت کے قانون اور نظام شریعت کی مکمل تنفیذ نہیں ہو جاتی حکومت سمیت بدی کی تمام قوتوں سے جنگ جاری رہے گی اور اللہ کریم اپنی توفیقات غیبی نصرتوں سے نوازتا رہے گا۔

* * *

* * *

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کی دینی، علمی خدمات کے اعتراف میں پشاور یونیورسٹی کی جانب سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دیئے جانے کا عکس ——

پس منظر ص ۲۰۹ پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

PROGRAMME

SPECIAL CONVOCATION
OF THE
UNIVERSITY OF PESHAWAR

FOR CONFERRING THE HONORARY DEGREES OF

DOCTOR OF LAWS

ON

DR. ANNEMARIE SCHIMMEL
AND

DOCTOR OF DIVINITY

ON
MAULANA ABDUL HAQ HAQQANI

CONVOCATION HALL
31st October, 1978

ABDUS SADIQ
Registrar

PROGRAMME
of the
SPECIAL CONVOCATION
of the
UNIVERSITY OF PESHAWAR
31st October, 1978 at 11-30 a.m.

Members of the Senate, in academic costumes, will meet in porch of the Convocation Hall at 11-15 a.m.

The Chancellor will arrive at 11.30 a.m. and will be received by the Vice-Chancellor.

The Chancellor, the Vice-Chancellor and Members of the Senate will enter the Convocation Hall in procession.

After the procession is seated, the Registrar will request the Chancellor to declare the Convocation open in the following words:

' Mr. Chancellor, Sir, I request you to declare the Convocation open".

The Chancellor will say: "I declare the Convocation open".

The Registrar will then request the Qari to recite from the Holy Quran.

Qari Abdur Rauf will recite from the Holy Quran.

The Vice-Chancellor will request the Chancellor to confer the Degree of Doctor of Laws (Honoris Causa) on Dr. Annemarie Schimmel in the following words while Dr. Schimmel rises.

Professor Annemarie Schimmel is a Scholar of international repute and has taught comparative religious studies in Germany, Turkey and U.S.A., supervising research on Iqbal, Rumi and other oriental poets. She has rendered valuable services to the cause of dissemination of the knowledge of Muslim Culture. She has greatly helped in widening the understanding of the Great Sufi Poet of Islam Maulana Jalaluddin Rumi and Poet Philosopher Dr. Mohammad Iqbal in the Western World.

She has produced the following outstanding works:

1 Gabriel's Wing dealing with the religious thought of Iqbal, 1963.
2 Cavidname, Turkish Translation of Javid nama, 1958.
3 Botschaft der Ostens, Verse translation of Payame Mashriq in German. 1963.
4 Das Buch der Ewigkeit, Verse translation of Javidnama in German, 1957.
5 Persischer Psalter, Translation of Iqbal's selected poetry and prose in German, 1970.
6 A book on Khawaja Mir Dard and Shah Abdul Latif Bhitai.
7 Translation of Iqbal's works in German, English and Turkish.
8 The Triumphant Sun — A renowned book on Rumi.

It is in recognition of the above that the Syndicate of the University of Peshawar has considered Dr. Annemarie Schimmel a fit person to receive the degree of Doctor of Laws (Honoris Causa).

The Chancellor will confer the Degree in the following words:-

"By virtue of the authority vested in me as Chancellor of the University of Peshawar, I confer upon you the Degree of Doctor of Laws and in token thereof present to you this Diploma and authorise you to wear the robes ordained as the insignia of this Degree'..'

Dr. Schimmel will recieve the degree from the Chancellor and will resume her seat.

The Vice-Chancellor will then request the Chancellor to confer the Degree of Doctor of Divinity on Maulana Abdul Haq Haqqani in the following words while Maulana Sahib will rise.

> Maulana Abdul Haq Haqqani received his preliminary education from his elders at his home and got inspired by the famous Mujahid — Haji Sahib of Turangzai. He received his Sanad of Dars-i-Nizami from Darul Ulum Deoband. He started his career of teaching at Deoband and educated about thousands of students over there.
>
> Maulana Sahib started Darul Ulum Haqqania at Akora Khattak in 1947. He has written many religious books and is a welknown social reformer. Maulana Sahib will always be remembered for meritorious services he has rendered for the promotion of Islamic education.

In recognition of the distinguished services of Maulana Abdul Haq Haqqani, the Syndicate of the University of Peshawar has considered him a fit person to receive the degree of Doctor of Divinity (Honoris Causa).

The Chancellor will confer the Degree in the following words:

> "By virtue of the authority vested in me as Chancellor of the University of Peshawar, I confer upon you the Degree of Doctor of Divinity and in token thereof present to you this Diploma and authorise you to wear the robes ordained as the insignia of this Degree".

Maulana Abdul Haq Haqqani will receive the degree from the Chancellor and will resume his seat.

Dr. A. Schimmel and Mualana Abdul Haq Haqqani will then address the audience.

The Registrar will request the Chancelor to declare the Covocation closed in the following words:

"Mr. Chancellor, Sir, I request you to declare the Convocation closed."

The Chancellor will declare the Convocation closed in the following words:

"I declare the Convocation closed".

The Chancellor, Vice-Chancellor and members of the Senate will leave the Hall in procession.

Convocation Hall
31st October, 1978

ABDUS SADIQ
Registrar

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری کا عکس صفحہ ۱۱۹۵ پر ملاحظہ فرمائیں

فراست ایمانیہ یا زندہ کرامت

۱۹۶۷ء میں جامعہ حقانیہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوئی اس موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی (مرحوم) ہر فاضل کی دستار بندی سے قبل اس کا مختصر تعارف کراتے تھے حسب طریق جملہ فضلاء کا مختصر تعارف کرایا اور چونکہ میں جامعہ حقانیہ میں صرف چار ماہ حصول تعلیم کے لیے رہ چکا تھا اس لیے حضرت سے کوئی زیادہ تعارف نہ تھا تو میری دستار بندی سے قبل" موصوفؒ نے میرا تعارف ان الفاظ سے کرایا " یہ ہمارے جامعہ کے فاضل ہیں اور پنجاب کے بہترین خطیب اور مدرس ہیں" حالانکہ اس وقت نہ تو میں خطیب تھا اور نہ مدرس۔ لیکن جلد ہی جنوری ۱۹۶۸ء میں میرا تقرر خطابت اور تدریس کے لیے ہوگیا اور بیس سے زائد مرتبہ مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ کی تدریس کر چکا ہوں اور عرصہ پچیس سال سے حضرۃ شیخ مرحوم کی فراست ایمانیہ یا زندہ کرامت کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ (مولانا خلیل الرحمٰن حقانی، مہتمم جامعہ عثمانیہ لاہور)

(بقیہ : صنا۲ سے)

یہ اللہ والوں کے چہرے ہیں

پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر الحق ، ایم ایس میو ہسپتال لاہور

(۱) حضرت شیخ الحدیثؒ انتہائی صابر، شکر گذار، بے حد معاون اور اچھے معالج کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے والے تھے۔

(۲) بے شمار مرتبہ اور بار بار مجھے حضرت کی خدمت ، استفادہ اور معالجے کا موقع ملتا رہا۔

(۳) حضرتؒ معالج کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرتے اور توکل علی اللہ ، اللہ کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کے ساتھ حضورؐ کی تعلیمات کے مطابق اسباب یعنی ادویات سے بھی بھرپور استفادہ کرتے اور اس کو سنتِ رسولؐ سمجھتے۔

(۴) انہوں نے معالج اور مریض کے رشتے سے بھی بڑھ کر ہمارے ساتھ عزیزداری اور گویا قرابت و رشتہ داری کا معاملہ فرمایا ان کے معاملہ تعلق خاطر اور باہمی معاملت اور سلوک سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیں اپنا رشتہ دار سمجھتے ہیں۔ میں نے جب بھی ان سے اپنی پریشانیوں اور مصائب و مشکلات کا اظہار کیا تو وہ ہمیشہ متفکر ہوتے میری پریشانیوں کو اپنی پریشانی سمجھا پھر بعد میں بار بار دریافت فرماتے کہ اس پریشانی کا کیا ہوا۔

(۵) اس کا اظہار میرے بس سے باہر ہے۔

(۶) میرا تعلق دعا تک محدود رہا حضرت نے ہمیشہ دعائیں دیں بڑی توجہات عنایات اور دعاؤں سے نوازا جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو اکوڑہ خٹک حضرت کے گھر حاضر ہوتا حضرت میرا نام سنتے ہی اپنے ہاں بلاتے ، دوسری مصروفیات اور مشاغل ترک کر دیتے میری طرف متوجہ ہوتے ، دعاؤں سے نوازتے خیر و عافیت کا دریافت کرتے ایک دفعہ میں ان کے درسِ حدیث میں بھی شامل ہوا ان کو جب درس میں شرکت کا علم ہوا تو درس کو مختصر کر کے مجھے اپنے گھر لے گئے اور وہاں پر پوری مہمان نوازی کی اور اکرام ضیف میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اس سے معلوم ہوتا تھا جیسے حضرتؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پوری پوری طرح اشتیاق و محبت اور پورے خلوص و جذبہ کے ساتھ عمل کر رہے ہوں۔

(۷) حضرت مولاناؒ کے ساتھ میرا بحیثیت آنکھوں کے معالج کے واسطہ پڑا انہوں نے آپریشن تو کسی اور جگہ سے کروائے تھے مگر میری رائے کو انہوں نے ہمیشہ وزن دیا ، میری بات توجہ سے سنتے میں نے ان کو معالج کے ساتھ نہایت ہی معاونت کرنے والا پایا تھا۔

(۸) حضرتؒ سے میری پہلی ملاقات جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کے جلسہ میں ہوئی اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بھی حیات تھے ان کی برکت سے پاکستان کے تمام جید علماء کرام تشریف لاتے تھے مجھے ان لوگوں کے ساتھ شروع سے محبت تھی ، میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کو ملنے کے لیے نیلا گنبد گیا تو وہاں حضرت شیخ الحدیثؒ بھی موجود تھے ، ان کے چہرے پر اس قدر انوارات ، تجلیات اور نورانیت تھی کہ پہلی ہی ملاقات میں دل نے فیصلہ کر لیا کہ یہ اللہ والوں کے چہرے ہیں ، دونوں بزرگوں حضرت مولانا خیر محمدؒ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ میں بڑی محبت ، تعلق خاطر اور عشق تھا ان کی باہمی مجلس ، گفتگو اور ملاقات کا حسین منظر اب تک نگاہوں کے سامنے ہے اور ان کی شفقت بھری گفتگو اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

* * *

بقیہ ص۱۰۸۷ سے ، خدا یاد آئے

مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ تحریر فرمایا ہے بلکہ اسے اجماعی مسئلہ کے طور پر نقل فرماتے ہیں کہ وہ حصۂ زمین جو جسد اطہر کے ساتھ متصل ہے وہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استوا علی العرش اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق بیان ہوا ہے۔

غسل کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو دارالحدیث لایا گیا جہاں عمر بھر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر و تدریس فرمایا کرتے تھے۔ اس جگہ زائرین کا ہجوم زیارت کے لیے اُمڈ پڑا باوجود انتظامات کے دارالحدیث کے شیشے ٹوٹ گئے۔ وفورِ جذبات میں اکثر بے خودیاں ہو جاتی ہیں ، بندہ کو اللہ کریم نے یہاں بھی "چارپائی" کا قرب اور زیارت کا موقعہ تادیر نصیب کیا پھر جنازہ گاہ روانگی ہوئی۔ میں صف کے ایک طرف کھڑا ہوا کہ نماز جنازہ ادا کرتے ہی قبرستان پہنچوں۔ نماز جنازہ کے بعد وہاں پہنچا اور قبر شریف میں اُترا ، اس وقت عجیب منظر تھا کہ نم کنومۃ العروس پڑھانے والے آج خود اس کا مصداق ہو گئے ، اللہ کریم ان کے درجات اور بھی زیادہ بلند فرمائے ان کی باقیات صالحات کی ہر نوع کی حفاظت فرمائے اور جملہ اہل بیت کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے ان کا نقش قدم نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں ہم سب کو حضرت کا ساتھ نصیب فرمائے آمین۔

بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم اجمعین

بقیہ ص۱۷۲ سے

جب سب سے مل لیا تو مجھے بلایا اور مجھے بھی چوما تو اباجان نے کہا کہ یہ تو حج سے نہیں آیا ہے داجی گل رحؒ نے کہا کہ مجھے پتہ ہے لیکن یہ پیشگی چوما ہے کہ آئندہ دو تین سالوں میں یہ بھی انشاء اللہ حج کرے گا اور الحمد للہ داجی گل رحؒ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

داجی گل رحؒ اس دن بہت خوش تھے کہ سب خاندان جمع ہے اور یہ لوگ اتنی مبارک جگہ سے آئے ہیں مٹھائی وغیرہ ہوتی تو اچھا ہوتا اباجان نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور بازار سے مٹھائی وغیرہ لے آؤ میں ابھی باہر جا رہا تھا کہ دیکھا مولانا اشرف علی قریشی صاحب تشریف لا رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں مٹھائی کے دو بڑے بڑے ڈبے تھے ہم سب داجی گل رحؒ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے ۔ داجی گل رحؒ نے اس پہ دم کیا اور خود اپنے ہاتھ سے تقسیم فرمایا ۔ ہسپتال سے رخصت ہونے کے بعد اباجان نے ہم سے کہا کہ اللہ نہ کرے حضرت کا سب کو چومنا اور ایسی کرامات کا ظاہر ہونا یہ سب باتیں حضرت کی جدائی کے قرائن نہ ہوں پھر انہوں نے کہا کہ اللہ نہ کرے ایسا کبھی خواب میں بھی نہ ہو ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

داجی گل رحؒ کے ساتھ چند روز

دوسرے دن کچھ مہمان پنڈی سے اکوڑہ تشریف لائے تو اباجان نے مجھے فرمایا کہ ان کے ساتھ ہسپتال چلے جاؤ اور وہیں داجی گل رحؒ کی خدمت میں دو تین روز تک ٹھہرے رہو ۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ کچھ مزید وقت آپ کی خدمت میں گزاروں ۔ ہم لوگ ہسپتال پہنچے ، داجی گل رحؒ مہمانوں سے ملے ، مجھ سے دارالعلوم کا حال دریافت کیا عزیز و اقارب اور گاؤں کے حالات پوچھے تفصیل جاننے کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے اور مجھ سے فرمایا کہ تم تو نہیں جاؤ گے بیٹا ، اور یہیں رہو گے ، میں نے ان سے کہا کہ میں اسی نیت سے آیا ہوں کہ آپ کی کچھ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کروں ، داجی گل رحؒ نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ بیٹھے رہو ، یہ داجی گل رحؒ کی مجھ سے خصوصی محبت اور شفقت اور خصوصی عنایت کا اظہار تھا اور اسی سے متاثر ہو کر میں نے یہ شعر بنایا جو کہ آزاد شاعری کے ضمن میں ہے ۔ ؎

زندگی کی کتاب میں کئی باب ہوتے ہیں
خوشیوں کے کم اور غموں کے بے شمار ہوتے ہیں
دوستوں عزیزوں کی اس بڑی بھیڑ میں
چاہت سے چاہنے والے خال خال ہوتے ہیں

ہسپتال میں داجی گل رحؒ کی طبیعت کبھی ٹھیک ہوتی اور کبھی تکلیف زیادہ ہو جاتی تھی ۔

چودھویں کا چاند

اور اسی طرح سے دن سکڑ رہے تھے اور راتیں ڈھل رہی تھیں اور وقت کی ظالم گھڑی تیز سے تیز ہو رہی تھی اور حضرت شیخ کا رنگ کبھی تو سورج کی زردی کی مانند ہوتا اور کبھی شفق کی سرخی محو تماشا ہوتی اور اس دن شفق بھی شرم سے جلد اندھیرے کی چادر اوڑھ لیتی ، آخری ایام میں حضرت کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح معلوم ہوتا تھا ۔ تواضع بھی اس طرح سے تھی ، عبادات میں بھی کچھ فرق نہیں آیا تھا سب کچھ پہلے کی طرح نارمل تھا کہ اچانک ۴ ستمبر کو حضرت کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی تو آپ کو بادل ناخواستہ انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں منتقل کرانا پڑا تو ڈاکٹر حضرات نے ہم سے کہا کہ گھبرائیے مت ، ہم نے حضرت کو یہاں اس لیے منتقل کیا ہے کہ یہاں پہ زیادہ اور بہتر توجہ اور علاج ہوگا لیکن ہماری فکر اور پریشانی اور بھی گہری ہوئی ، ایک دو روز میں داجی گل رحؒ کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو ہمارے ویران دلوں اور اداس چہروں پہ رونق اور خوشی کے آثار نمودار ہوئے ۔

سنت کا اہتمام

حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا باہر سے کسی حجام کو بلاؤ ، کافی دن ہوئے ہیں سنت اور حجامت وغیرہ نہیں بنائی میں حجام کو ساتھ لایا اس نے حجامت وغیرہ بنائی اور ناخن وغیرہ بھی کاٹے تو میں نے حجام سے کہا کہ داڑھی کے بال اور کچھ ناخن مجھے دے دو ، میں اسے سنبھال کر رکھوں گا اتفاق سے داجی گل رحؒ نے یہ سن لیا اور مجھ سے فرمایا بڑے نرم انداز سے کہ بیٹا یہ کیا کر رہے ہو یہ تو بدعت ہے ناجائز ہے ایسا نہیں کرتے ۔ انہیں باہر کہیں زمین میں دفن کر دو ۔

ایک واقعہ

پھر مجھے بتایا کہ ہمارے محلے میں ایک عورت کا بیٹا مر گیا تھا تو اس نے اس کی قمیض سنبھال کر رکھ لی تھی تو ایک دفعہ وہ بوڑھیا میرے پاس آئی اور مجھے بتایا کہ میں ہر وقت اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھتی ہوں کہ وہ روتا ہے مجھے اور تکلیف ہوتی ہے اور میں بھی ہر وقت اس کی جدائی میں تڑپتی رہتی ہوں آپ مجھے بتلائیے کہ میں کیا کروں تو میں نے اس بوڑھیا سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کی کوئی نشانی تو نہیں اس نے بتایا کہ ہاں ایک قمیض باقی

ہے جو میں ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہوں اور چومتی رہتی ہوں حضرت نے فرمایا میں نے اس سے کہا کہ تم ہر وقت قمیض کو چومتی ہو اور ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہو تو اس کی یاد تمہیں ہر وقت ستاتی ہے اور جب تم روتی ہو تو تمہارا بیٹا بھی ناراض ہوتا ہے، اس لیے فوراً جا کر وہ قمیض کسی کو دیدو واقعہ سنانے کے بعد حضرت نے کہا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے اسی لیے میں نے تمہیں منع کیا ہے۔ ۶ ستمبر سارا دن ہمارے لیے بارگراں ثابت ہوا اس لیے کہ حضرت صبح سے عصر تک بے ہوش تھے عصر کے وقت میں چچا (محمود الحق) اور مولانا میاں عصمت شاہ صاحب بھی موجود تھے۔

فیصلہ ہوگیا ہے

حضرت کو ہوش آیا تو کہنے لگے کیا وقت ہے ہم نے کہا کہ شام ہونے والی ہے حضرت نے کہا کہ میں نے آج دو خواب دیکھے ہیں ایک کی تعبیر میں نہیں سناؤں گا اور دوسرا خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر میں بتاؤں گا اسی لیے کہ مجھے اس کے بیان کرنے کا حکم ملا ہے تو ہنستے ہوئے خواب سنانے لگے کہ میرا فیصلہ ہوگیا ہے، محمود چچا مسکرائے کہ حضرت ذرا وضاحت فرمائیں آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ مشورہ کر رہے ہیں اور سب کے چہرے نورانی اور بہت رعب والے تھے اور سب کے لباس ایک طرح کے ہیں اور وہ لباس دودھ کی طرح سفید ہیں اور اب میری بھی یہی خواہش ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں اور ان کی صف میں رہنے کے لیے جگہ بناؤں، اچھا تو بات مجلس کی ہو رہی تھی حضرت نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مجلس کے آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ عبدالحق کو اب بلالاؤ اور مجھے کہا کہ تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے چلنے کی تیاری کرو، اتنے میں عصمت صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ حضرت اس فیصلے میں اپیل کرنے کی گنجائش موجود ہے یا نہیں آپ مسکرائے کہ نہیں بیٹا یہ تو اٹل فیصلہ اور حکم ہے اس میں مزید گنجائش نہیں ہے۔ میرے خیال میں داجی گل ؒ نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ فیصلہ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ مامور عامر سے، عابد معبود سے، مخلوق خالق سے نوکر مالک سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ آپ نے مجھے یہ حکم کیوں دیا ہے اس میں آپ کا کیا فلسفہ ہے اور کیا حکمت ہے اس لیے داجی گل ؒ بھی خاموش رہے۔

رات کے وقت میں حضرت کے پاس وارڈ میں بیٹھا تھا تو میرے دل میں ایک وسوسہ اور کھٹکا سا پیدا ہوا کہ یہی تو نشانیاں ہیں اور یہی قرائن ہوتے ہیں۔ اہل اللہ لوگوں کے بچھڑنے کے کہ جب وہ کوچ کرنے لگتے ہیں تو اس کے اثرات سورج کی روشنی کی طرح نظر آنے لگتے ہیں مجھے شک سا ہوا کہ داجی گل ؒ نے آج حجام بلایا سنت وغیرہ درست کی اور صفائی وغیرہ کی اور مجھے ایک نصیحت کی اور اس نصیحت میں ایک تنبیہ اور ایک خبر بھی تھی اور پھر شام والا خواب بھی مجھے یاد آنے لگا تو مجھے وحشت سی ہونے لگی اور میں نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا کہ حضرت ہمیں اس طرح سے تنہا چھوڑ دیں اور اپنے اس شک اور وہم کو بُرا بھلا کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا ابھی حضرت کو بہت کچھ اسلام کے لیے ملک کے لیے اور ہم سب کے لیے کرنا ہے ہمیں آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

درس نظامی کی ابتداء

جب میں حفظ کر رہا تھا میری اس وقت یہ آرزو تھی کہ میں داجی گل ؒ سے ابتدائی کتابیں شروع کروں اور الحمدللہ یہ خواہش پوری ہوئی اور ابتدائی درجہ کی تمام کتابیں میں نے داجی گل ؒ سے شروع کیں انہوں نے مجھے بسم اللہ پڑھائی، حدیث شریف پڑھائی اور عبارت پڑھائی ان سے شاگردی کی یہ تمنا تو یوں پوری ہو گئی تھی، لیکن بڑی تمنا اور خواہش یہ تھی کہ آپ سے دورہ حدیث بھی پڑھوں لیکن یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔

اسی رات داجی گل ؒ کے ایک بہت ہی قریبی اور عقیدت مند حاجی غلام یاسین صاحب لاہور سے تشریف لائے اور انہوں نے ہم سب سے کہا کہ آپ لوگ چلیں اور آرام کریں آج رات میری ڈیوٹی ہوگی ان کی خواہش تھی کہ داجی گل ؒ کی زندگی کی آخری رات وہ تمام رات ان کے پاس رہے اور ان کی خدمت کریں۔ صبح نماز کے بعد مولانا انوار الحق چچا نے مجھ سے کہا کہ راشد! تم حضرت کے پاس چلے جاؤ۔ حاجی صاحب کچھ آرام کر لیں گے۔ میں وارڈ پہنچا حاجی صاحب اوپر تشریف لائے ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو ہوش آیا۔

جب ۷ ستمبر کا سورج طلوع ہوا

اور اس وقت سورج بھی طلوع ہو رہا تھا لیکن یہ سورج ہمارے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا تھا بلکہ بربادی کا پیغام بن کر اُبھرا تھا اور در اصل اس دن روشنی کے بجائے پورے عالم میں اندھیرا کرنے آیا تھا۔ داجی گل ؒ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے سردی لگ رہی ہے میں نے آپ پر کمبل ڈال دیا مگر سردی میں کمی نہیں ہوئی آپ نے فرمایا کہ دوسرا کمبل بھی ڈال دو، میں نے دوسرا کمبل بھی ڈال دیا، مجھے فکر لاحق ہوئی میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ حضرت کو بہت سردی لگ رہی ہے ڈاکٹر نے آ کر آپ کے ڈرپ اتاری اور کچھ دوا دی، سردی پھر بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی تو میں نے پردے کھینچے ایئر کنڈیشن بند کیا، بخار کی وجہ سے سارا پلنگ ہل رہا تھا میں گھبرا کر کمرہ میں آیا سب کو حضرت کا حال بتایا سب لوگ فوراً پہنچے، ڈاکٹروں نے دوا وغیرہ دی اور حضرت سو گئے تقریباً دن کے گیارہ بجے آپ کی آنکھ

میں نے پوچھا کہ طبیعت کیسی ہے آپ نے فرمایا الحمد للہ اب تو ٹھیک ہوں اور چائے پینے کی خواہش ظاہر ہوئی، میں نے تولیہ گیلا کیا آپ کا چہرہ مبارک صاف کیا آپ کی داڑھی مبارک پر کنگھی کی اور زور کرنے والا مشین سے آپ کو دبایا اتنے میں بڑے بھائی حامد الحق تشریف لائے، دادا جان کو میں چائے پلا رہا تھا۔

دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں

آپ نے حامد کو بھی کچھ بسکٹ دیئے اور مجھے بھی تھوڑی دیر بعد حامد نے اجازت طلب کی کہ میں ابھی گھر جا رہا ہوں کسی ضروری کام کے سلسلے میں اور شام کو پھر حاضر ہوں گا آپ نے فرمایا کہ بیٹا دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں اور پھر تکلیف نہ کرو؛ حضرت نے دعا فرمائی اور حامد کو رخصت کیا۔

؎ جاتے جلتے الوداع ہم سے نہ کہنے پاؤ گے
اتنا چھوٹا زندگی کا راستہ ہو جائے گا

علیکم سلام اللہ انی لراحلٌ
وعینای من خوف التفرق تدمع

ترجمہ:۔ تم پر اللہ کی جانب سے سلامتی نازل ہو میں تو جا رہا ہوں لیکن اس حالت میں کہ میری آنکھیں جدائی کے خوف سے آنسو بہا رہی ہے۔

فان نحن عشنا فھو یجمع بیننا
وان نحن متنا فالقیامۃ تجمع

رجمہ:۔ اگر ہم زندہ رہے تو خدا ہم کو یکجائی نصیب کرے گا اور اگر مر گئے تو قیامت جمع کرے گی۔

آبِ زم زم آخری خوراک تھی

کچھ دیر بعد داجی گل ؒ کی طبیعت خراب ہوئی اور آپ نے قے کی، میں نے فوراً تولیہ لیا اور حضرت کے کپڑے صاف کئے اور آپ کو آبِ زم زم پلایا اور یہی حضرت کی آخری خوراک ثابت ہوئی اس دارِ فانی میں، واہ کیا خوش نصیب تھے کہ آخری خوراک بھی آبِ زم زم جیسی نعمت حاصل ہوئی یہ سب کرامتیں میرے شیخ میرے استاذ میرے پیر میرے داجی گل ؒ کی تھیں جنہیں ہم آخری وقت تک نہ سمجھ سکے۔

رحمت کی چھتری

طبیعت بہت ناساز تھی اور یہ تقریباً بارہ یا ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا ہم سب لوگوں کو وارڈ سے باہر بھیج دیا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ دعا کرو میں اس وقت روتا اور دوڑتا ہوا کمرے میں گیا اور صلوٰۃ حاجت پڑھنی شروع کی اور اپنے خدا سے حضرت کی زندگی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ میں نے خدا سے عرض کیا کہ یہی تو تیری رحمت کی ہمارے سروں پر چھتری ہے اور یہی تو ہمارا آخری سہارا ہے یہ بھی ہم سے چھن گیا تو ہم تنہا رہ جائیں گے لیکن فیصلہ تو کل ہی داجی گل ؒ کے خواب کی شکل میں ہمیں سنا دیا گیا تھا اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا لیکن میں اپنی ناکام سعی اور جستجو کر رہا تھا کہ شاید ہم غریبوں عاصیوں کی سفارش اللہ کے ہاں قبول ہو جائے لیکن داجی گل ؒ کو ان بزرگوں کی صف میں پہنچنا تھا جنہیں داجی گل ؒ نے خواب میں دیکھا تھا سو وہ پہنچ گئے اور کہاں میرے جیسے گناہگار کی خواہش اور سعی اور کہاں اللہ کے نازنین کی خواہش ظاہر ہے اللہ نے اپنے نازبردار کی خواہش کا احترام کیا اور آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔

اور جب سانحہ ارتحال کی خبر سنی

میں نے نماز ختم کی روتے ہوئے دعا کی اور وارڈ کی طرف دوڑ رہا تھا کہ حضرت کی خیریت دریافت کروں تو راستے میں مولوی عبدالرحمٰن طالب علم نے یہ خبر وحشت اثر سنا دی۔ میرے داجی گل ؒ ہمیں تنہا چھوڑ گئے یہ ناممکن ہے، میں دل کو جھوٹی تسلی دے رہا تھا لیکن یہ مسلمہ حقیقت تھی اور حضرت فی الحقیقت ہم کو چھوڑ کر رحلت فرما گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جن کے اُٹھنے سے جبین حادثہ خود جھک گئی
ایک ساعت کے لیے نبضِ دو عالم رک گئی

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضرت ہم کو واقعی زندگی کے لق و دق صحرا میں سسکتے بلکتے تڑپتے تنہا چھوڑ دیں گے، اس صدی کے آخری محدث ولی کامل شیخ الحدیث جو اس دور کے علماء اور اکابرین کے آخری چراغوں میں سے تھے وہ کیسے جا سکتے ہیں وہ کیسے بجھ سکتے ہیں۔

اس شہرِ بے چراغ میں تنہا دیا ہوں میں
کتنی اندھیری رات ہے اور بجھ رہا ہوں میں

صبرت علی مالو تحمل بعضہ
جبالُ شراۃٍ اصبحت تتصدع

ترجمہ:۔ میں نے ایسی ایسی مصیبتوں پر صبر کیا ہے کہ اگر مقام شراۃ کے پہاڑ میں سے بعض کو اٹھاتیں تو وہ پھٹ پڑیں۔

ملکت دموع العین حتی رددتھا
الی باطنٍ فالعین فی القلب تدمع

ترجمہ:۔ میں نے آنسوؤں پر ضبط کر لیا اور ان کو باطن کی طرف لوٹا دیا پس اب آنکھ دل میں آنسو بہا رہی ہے۔

میں سوچتا ہوں اب تک میں کیسے زندہ ہوں میرے خیال میں یہ غم تو پہاڑ اور زمین و فلک بھی نہیں اٹھا سکتے تھے

آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی

رحلوا فافنیت الدموع تحسرا
من بعدھم وعجبت اذا انا باق

ترجمہ :- میرے احباب کوچ کر گئے اور میرے آنسو ان کی فراق میں ختم ہو گئے اور میں خود اپنی بقا اور حیات پر متعجب ہوں۔

وفھمت انّ العود یقطر ماءہ
عند الوقود لفرقۃ الاوراق بہ

ترجمہ :- میں جان گیا کہ جلتے وقت لکڑی سے جو پانی کے قطرات ٹپکتے ہیں وہ پتوں کی جدائی کی وجہ سے ٹپکتے ہیں۔

اور جب میں کمرہ میں پہنچا

مجھے ہوش نہیں تھا لیکن جب میں کمرہ میں پہنچا تو کمرہ بھی کربلا کا منظر پیش کر رہا تھا سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ سب عزیز رشتہ دار طلبہ داجی گلؒ کے مرید مہمان سب رو رہے تھے اور کوئی بھی انہیں چپ کرانے والا نہیں تھا، کوئی بھی سہارا نہیں تھا، آج کے دن کون کسے دلاسہ دے سکتا تھا، کون کسی سے کیسے کہتا کہ اپنے شیخؒ کے بچھڑنے پر مت رو۔ یہاں پر تو سب کے سب یتیم ہو گئے۔ کسی کے پاس بھی ان زخموں کی دوا نہیں تھی ہسپتال موجود ہونے اور ڈاکٹروں کے باوجود سب کے دل زخموں کی ضربوں سے پاش پاش اور چور چور تھے آج کے دن کسی کے لیے دوا نہیں تھی، داجی گلؒ کی میت لے جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں سامان باندھے جا رہے تھے۔

لیکن مجھے اور انوار چچا اور دیگر رشتہ داروں کو کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ آخر کریں تو کیا کریں اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا اور یہ شاید اس لیے بھی کہ رحمتوں اور روشنی کا چراغ اور مینارہ تو بجھ گیا تھا اب تو اندھیرا ہی اندھیرا ہمارے سامنے چھا گیا تھا اور زندگی کی کوئی خوشی اور غم میرے لیے کچھ قیمت نہیں رکھتے داجی گلؒ کے بچھڑنے کے بعد

احبابنا امّا حیاتی بعدکم
فموت واما مشربی فنغص

ترجمہ :- دوستو تمہارے بعد میری زندگی موت اور خوشی مکدر رہے۔

واسعد شیٔ فی قلبی لانہ
لدیکم وجسمی بالبعاد مختص

ترجمہ :- مجھ میں عمدہ ترین شے میرا دل ہے کیونکہ یہ تمہارے پاس ہے اور میرا جسم دوری کے ساتھ مخصوص ہے۔

ہسپتال سے گھر تک

ہم لوگ حضرت کی میت کے ساتھ ایمبولنس میں آ رہے ہیں، ہسپتال کا سارا عملہ باہر گیٹ پر جمع ہیں اور سب زار و قطار رو رہے ہیں ہم سب لوگ ایمبولنس میں بیٹھ گئے میں تھا انوار چچا، ممتاز خان، اظہار چچا اور بہت سارے رشتہ دار تھے۔ ایمبولنس کا دروازہ زور سے بند کر دیا گیا اور اسی کے ساتھ داجی گلؒ کے ساتھ میرا سفر کرنا بھی بند ہو گیا۔ آج نہ تو میں بچپن کی طرح ان کی گود میں بیٹھا ہوا تھا اور نہ گود میں بیٹھ سکتا تھا بلکہ آج معاملہ اُلٹ تھا میں ان کے سرہانے بیٹھا آنسو بہا رہا تھا آج داجی گلؒ کا ڈرائیور بھی خاموش تھا یعنی ممتاز خان اور انوار الحق چچا، کہ حضرت نماز کے لیے کہاں رکنا ہے کب جانا ہے کب آنا ہے سب خاموش تھے سب کو خاموشی کی مہر لگی ہوئی تھی صرف آنکھوں کو بولنے کی اجازت تھی۔

آج کے سفر میں میں جتنی باتیں بھی کرتا تو حضرت جواب نہیں دے رہے تھے حضرت شیخ تو چپ تھے اور نہ تو آج کچھ بول رہے تھے اور نہ کچھ تبصرہ تھا ان کے لبوں پر ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی اور چہرے پر اطمینان تھا، اپنے رب سے ملنے کی خوشی تھی، میرے سفرناموں کی ڈائری آج بند ہو گئی اور بہت کچھ باتیں ادھوری رہ گئی تھیں، اور کئی باب نامکمل رہ گئے تھے۔

؎ اب نہ کلفت ہے نہ شکوے ہیں نہ گویائی ہے
آج بیمارِ محبت نے شفا پائی ہے

اور میری ڈائری کے کئی اوراق تشنہ رہ گئے تھے مجھے زندگی سے گلہ تھا اور ہونٹوں پر شکایت تھی۔

زندگی کا آخری سفر

سوچتے روتے اور تڑپتے ہوئے ہمارا سفر جاری تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہوا سب کچھ ویسے کا ویسا ہی ہے ہاں البتہ کچھ دل ٹوٹ گئے تھے جگر چھلنی ہوتے تھے علم و عرفان کا سورج غروب ہوا تھا مدرسہ یتیم ہوا تھا، علماء طلباء یتیم ہوئے تھے بلکہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پورا عالم یتیم ہو گیا ہو جب ایمبولنس اکوڑہ پہنچی تو دارالعلوم اور تمام اکوڑہ شہر ماتم کدہ کا منظر پیش کر رہا تھا ہر طرف لوگوں کی قطاریں کھڑی تھیں سڑک کی جانبین ہر طرف رونے کی صدائیں تھیں، ایک عجیب دردناک ماحول تھا مدرسے کے طلباء اور علماء اور عوام سب اپنے شیخ کے آخری دیدار اور استقبال کے لیے آج جمع تھے لیکن آج ان کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ نہیں تھی ان کے چہرے متغیر تھے شدت غم سے ہر آنکھ رو رہی تھی آہ و بکا کا عالم تھا۔

جب ایمبولنس مدرسہ میں داخل ہوئی اور عین دارالحدیث کے سامنے رک

گئی یہ وہی جگہ ہے جہاں داجی گل رحؒ کی گاڑی ہمیشہ رکتی تھی اور داجی گل رحؒ درس دینے کے لیے دارالحدیث میں چلے جاتے تھے آج بھی طلباء حسب معمول کی طرح اپنے شیخ کو لینے کے لیے آگے بڑھے اور دروازہ کھولا لیکن آج وہ چہرہ جو ہمیشہ مسکراہٹ کی حالت میں نظر آتا تھا آج وہ خاموش تھا اور وہ آرام فرما رہے تھے۔

آخری بار دارالحدیث میں

آج بھی وہ دارالحدیث کے لیے آئے تھے لیکن پڑھانے کے لیے نہیں بلکہ آخری رخصت لینے کے لیے، یہ وہی دارالحدیث ہے جہاں حضرت نے ۴۶ سال تک قال اللہ اور قال الرسول آخری دنوں تک پڑھاتے رہے اور آج وہیں سے حضرۃ شیخ کا جنازہ اُٹھ رہا تھا واہ کیا خوش قسمتی تھی اور یہ بھی ایک بزرگی کی علامت تھی کہ شیخ الحدیث کا جنازہ دارالحدیث سے اُٹھ رہا تھا اور اس گلستان کا بانی و مالی آج اِس گلستان سے بچھڑ رہا تھا اور گلشن کے تمام پھول اور بلبلیں ان کی فراق میں رو رہی تھیں پورا اکوڑہ شہر آج حج کی طرح منظر پیش کر رہا تھا ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے، گلی کوچے سڑکیں منیٰ کا منظر پیش کر رہی تھیں اور جنازے کا میدان تو عرفات سے بھی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ اور اس میں بھی لوگوں کو جگہ نہیں مل رہی تھی آج زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت کر رہی تھی ایسا لگتا تھا کہ پورا عالم آگیا ہے۔

تدفین

نماز کے بعد حضرت کو دارالحفظ کے ساتھ ملحقہ قبرستان میں دفن کیا گیا تھا یہ بھی آپ کی خوش قسمتی تھی کہ یہاں ہر وقت قرآن کی تلاوت بعد الموت بھی آپ سنتے، داجی گل رحؒ کی قبر دفنانے سے ایک رات پہلے تیار ہوگئی تھی۔

خدا کی مخلوق کا اظہار غم

اسی حوالے سے ایک چھوٹا واقعہ ہے رات کے وقت میں قبر کو دیکھنے کے لیے قبرستان آیا رات ۲ بجے کا ٹائم تھا تو ایک عجیب ناقابل یقین منظر دیکھا کہ قبر کے سرہانے پر کچھ سفید بلیاں کھڑی ہیں اور ان میں سے کچھ لحد میں بھی ہیں اور وہ سب رو رہی ہیں یہ دیکھ کر میں حیران ہوا کہ آج تو انسانوں کے ساتھ حیوان بھی اس عظیم شخص کے بچھڑنے پر رو رہی ہیں اور ذہن میں بچپن کا ایک واقعہ تازہ ہوگیا جب ہم چھوٹے تھے تو کبھی کبھی داجی گل رحؒ کے کمرے سے باہر بلیوں کو تنگ کرتے تو داجی گل رحؒ ہمیں سمجھاتے کہ بیٹا انہیں تنگ مت کرو یہ ہمارے گھر میں مہمان ہیں تو آج میں نے سوچا کہ یہ وہی سلسلہ معلوم ہوتا ہے۔ داجی گل رحؒ کو ہم نے دوسرے دن آہوں اور سسکیوں کے ساتھ زمین کے سپرد کر دیا۔

ماکنت اعلم قبل دفنك فی الثرٰی
انّ الثرٰی یعلو علی الاطواد

(ترجمہ) مجھے تیرے مٹی میں جانے سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ مٹی بھی پہاڑوں پر غالب آسکتی ہے۔

؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

اس وقت کو نہ میں بیان کر سکتا ہوں الفاظ کی شکل میں بلکہ یہ تو کیفیات اور جذبات ہیں، آج کے دن تو فضا۔ پر موت کی حکمرانی ہے اور ہر سو ویرانی ہے اہل مجلس پر سکوت اور وحشت طاری ہے جیسے میری زندگی کی تمناؤں کی گھڑی رک گئی ہو۔

اب بھی کسی شام کو اپنے پرانے گھر کو جاتا ہوں تو اوپر والی منزل میں گھنٹوں تاروں سے آپ کی باتیں کرتا رہتا ہوں اور سوکھے پتوں کی سرسراہٹ پر چونک پڑتا ہوں کہ شاید حضرت باہر تشریف لا رہے ہیں آپ کا کمرہ اسی طرح سے سجا ہوا ہے اور آدمی کو گمان ہوتا ہے کہ حضرت داجی گل ابھی ابھی باہر گئے ہیں لیکن اب تو یہ ناممکنات میں سے ہے۔ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اِک شور تھا اِک غل تھا
جب آئے دن خزاں تھی کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

اگرچہ اسلامی تاریخ کے اس سنہری باب کے زندگی کے اوراق ہمیشہ کے لیے بند ہوگئے لیکن ان کی دینی خدمات اور جامعہ حقانیہ کی شکل میں ہمارے لیے زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے اور آئندہ انشاءاللہ ہماری یہی کوشش ہوگی کہ آپ کے لگائے ہوئے گلشن کو ہمیشہ زندہ اور آباد رکھیں اور انشاءاللہ تاریخ کا یہ باب تاقیامت قائم و دائم رہے گا۔

؎ ہر حال میں ہر دور میں تابندہ رہوں گا
میں زندہ و جاوید ہوں پائندہ رہوں گا
تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا

وماعلینا الا البلاغ

حضرۃ مولانا سید شیر علی شاہ المدنی الحقانی
رئیس ہیئۃ التدریس بجامعہ منبع العلوم

سید المحدثین فی عصرہ، شرف الملۃ والدین فی عہدہ کی ——

نورانی زندگی کے چند درخشندہ اوراق

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے موقر شیخ، سید المحدثین فی عصرہ، وشرف الملۃ والدین فی عہدہٖ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ ونور ضریحہ کی نورانی زندگی کے درخشندہ اور زریں اعمال جلیلہ کو کتابی شکل میں مدون کرنے کا مبارک عزم قابل تبریک اور موجب صد تحسین ہے، ایسے نابغۂ روزگار علماء ربانیین اور مقبولینِ بارگاہِ الٰہی جنکی تمام تر حیات مستعار قال اللہ اور قال الرسول میں بسر ہوئی ہو، ایسے روحانیوں کی ہر حرکت وسکون نشست وبرخاست، ارشادات وملفوظات، اعمال واحوال فرزندانِ اسلام کے لیے بالعموم اور مسترشدین وخدام کے لیے بالخصوص سنگ میل اور مشعل راہ ہوتے ہیں، خالقِ حسن وجمال نے ہمارے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جملہ ظاہری، باطنی، علمی، عملی محاسن وکمالات سے آراستہ فرمایا تھا، انکی اخلاقی، معاشرتی، معاشی، تدریسی، تبلیغی، سیاسی کارنامہائے نمایاں کے دائرے اتنے طویل وعریض ہیں جنکو احاطۂ تحریر میں منضبط کرنے کے لیے ایک مستقل انجمن درکار ہے، اللہ تعالیٰ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کو جزائے خیر عطا فرمادے کہ اس نے اس اہم عظیم کام کے لیے حضرت الشیخ کے جملہ تلامذہ، خدام اور معاصرین کو متوجہ کیا تاکہ اپنے جلیل المنقبت، جبل الاستقامت والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے متنوع فضائل ومآثر، علمی، عملی، جہادی خدماتِ مبارکہ سے علمی دنیا کو بصارت نوازی اور بصیرت افزائی کا گرانقدر ہدیہ پیش فرمانے کی سعادت حاصل کریں، مجھے بھی اس سلسلہ میں ان کا مکتوبِ گرامی موصول ہوا تھا، پھر عزیزم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے بھی دو تین بار یاد دہانی فرمائی، مگر شومیٔ قسمت کہ تدریسی مشاغل اور بعض دیگر عوارض تعمیلِ حکم کی راہ میں حائل رہے، اب جبکہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ طیبہ پر ایک ضخیم تذکرہ کتابی شکل میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے، برادرم مولانا عبدالقیوم صاحب کو اللہ تعالیٰ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے کہ انہوں نے ایک بار پھر اس ناچیز کو توجہ دلائی کہ اس تاریخی شاہکار میں احقر کے چند سطور بھی شامل ہوجائیں۔ الحمد للہ کہ آج چند لمحے فرصت نصیب ہوئی اور اس ادنیٰ خادم وتلمیذ کو اپنے عظیم محسن، شفوق اور عطوف والد روحانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، اعلی اللہ درجاتہ فی جنات الفردوس کے سوانح نگاروں میں شرکت کا شرف نصیب ہوا، درحقیقت اس ناچیز پر حضرۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان گنت احسانات ہیں جن میں کسی ایک احسان کا حق تشکر تازیست ادا نہیں کرسکتا۔

ربّ المحسنین جل جلالہ ان کو ان احسانات کا صلہ جنّات النعیم کے ابدی نعیم مقیم اور اپنے رضوانِ عظیم سے عطا فرمادے۔

ناچیز کا تعلق حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس وقت سے ہے جبکہ حضرت دارالعلوم دیوبند سے دستارِ فضیلت کا شرف حاصل کرکے اپنے وطن مالوف تشریف لائے اور اپنی مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس کا مقدس فریضہ سرانجام دینے لگے، تقریبًا پندرہ سولہ بڑے طلبہ ان سے اکتساب فیض کرنے لگے ان میں میرے ماموں مولانا سید مبارک شاہ صاحب اور میرے بڑے بھائی سید محسن شاہ صاحب بھی شامل تھے، میں بھی بعض اوقات ان کے ساتھ چلا جاتا، میں اگرچہ اس وقت بہت کم سن تھا مگر مجھے وہ نقشہ بالکل یاد ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید بالالتزام دیا کرتے تھے جس میں کافی لوگ شریک ہوتے تھے، ہمارے والد بزرگوار مولانا سید قدرت شاہ مرحوم کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گہرے روابط وتعلقات تھے ان دنوں میں حضرت کا یہ معمول تھا کہ وہ عصر کی نماز اپنے مسجد محلہ ککے زئی میں پڑھا کر ہماری مسجد محلہ اعظم گڑھ اپنے مخلص رفیق محمد حسین مرحوم پوسٹ ماسٹر سمیت تشریف لاتے، میرے والد مرحوم ان کے انتظار میں ہوتے تھے یہ تینوں مسجد اعظم گڑھ سے ریلوے لائن کے کنارے اسٹیشن تک چہل قدمی کرکے واپس آکر مغرب کی نماز مسجد اعظم گڑھ میں پڑھتے تھے میں بھی ان کے پیچھے اس چہل قدمی میں شریک ہوتا، مغرب کی نماز کے بعد بعض اوقات نمازیوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث شریف یا آیت کریمہ کا ترجمہ فرما کر مختصر وعظ فرماتے پھر میرے والد مرحوم انکے ہمراہ ہوکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے دولت کدہ تک آتے ان ایام میں اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شادی یا غمی کی تقریبات میں باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو والد مرحوم کو اپنے ساتھ لیجاتے، سال میں ایک دو دفعہ

میرے والدین کرام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعوت کا انتظام فرماتے جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا معروف گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کے دیگر قریبی احباب شامل ہوتے۔ ہمارے تمام خاندان کے چھوٹے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند تھے اور انکی دعوات صالحہ کو اپنے لیے باعث خیر و برکت سمجھتے تھے والدین کرام کی وفات کے بعد ایک دفعہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مزاحیہ انداز میں فرمایا کہ آپ نے اپنے والدین کرام کی سنت طیبہ — (دعوت) کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے اساتذہ اور حضرت مہتمم دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے تو میرے والد مرحوم کو انکی جدائی کے صدمہ پر بہت رنجیدہ [illegible] شدید مغموم ہوئے اور ہر وقت گھر میں ان کے اوصاف مبارکہ بیان فرماتے اور ان کے لیے دعائیں فرماتے، ماہ شعبان میں جب حضرت کے ورود مسعود کے دن قریب ہو جاتے تو ہمارے والد مرحوم اور دیگر جملہ وابستگان اور معتقدین کے لیے عید جیسا سماں ہوتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ تعلیم القرآن (پرائمری سکول) کی بنیاد رکھی پھر جب دارالعلوم دیوبند میں مدرسی کا منصب نصیب ہوا تو مدرسہ تعلیم القرآن میں ایک شعبہ عربی کا قائم کیا اور اس میں اکوڑہ خٹک کے ایک جید عالم قاضی حبیب الرحمٰن صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کو مدرس مقرر کیا۔

میں اور قاضی انوارالدین صاحب پرائمری سکول تعلیم القرآن سے فارغ ہو گئے تھے ہم دونوں اس شعبۂ عربی کے اولین طلبہ بن گئے اکوڑہ کے دیگر لڑکے بھی اس میں شامل ہوتے مگر وہ سال دو سال کے بعد شعبہ عربی کو چھوڑ کر انگریزی ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ شعبان کی تعطیلات میں اپنے گاؤں واپس تشریف لائے تو مجھے والد مرحوم نے یہ خوشخبری سنادی کہ اس دفعہ آپ کو حضرت کے ساتھ دارالعلوم دیوبند بھیجوں گا، مجھے اتنی خوشی ہوئی جس کا کوئی اندازہ نہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اسی شعبان کے وسط میں مَیں نے اور قاضی انوارالدین صاحب نے کافیہ شروع کیا، حضرت اپنے پرانے بیٹھک میں جلوہ افروز ہوتے ہم بالالتزام صبح سات بجے حاضر ہوتے حضرت کے مبارک ہاتھوں میں تحریر سنبٹ کی کتاب ہوتی اور وہ ہمیں تقریباً ایک گھنٹہ کافیہ پڑھاتے، مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دن حضرت ہمیں درس فرما رہے تھے، انکی نگاہ کھڑکیوں کی طرف اٹھی تو لاحول ولاقوۃ إلا باللہ، استغفراللہ پڑھنے لگے میں نے کھڑکیوں کی طرف دیکھا تو لوگ ہندوؤں کی دکانوں اور گھروں کا سامان اٹھاتے ہوئے لے جا رہے تھے حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ بہت ظلم ہو رہا ہے اور فرمایا کہ خدا خیر کرے اب اس تقسیم سے خون کی ندیاں بہنے لگیں گی اور دارالعلوم دیوبند اور دیگر دینی مدارس سے ہمارے طلبہ محروم ہو جائیں گے، اس صدمہ سے حضرت ہمیں دو تین دن اسباق نہ پڑھا سکے اور اس کے بعد جب درس سے فارغ ہوتے تو اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کی یادیں اور تذکرے فرماتے۔ ماہ شوال کے ابتداء میں حضرت کی خدمت میں سرحد کے وہ طلبہ حاضر ہوتے جو حضرت سے دیوبند میں پڑھتے تھے جس میں لوند خوڑ کے مولانا عبدالجلیل اور رشیدو کے مولانا عبدالحمید، جہانگیرہ کے مولانا لطف الرحمٰن، آدم زئی کے مولانا امیر خان اور رمندئی کے مولانا نور محمد اور کابل کے قاری عبدالغفار اور چترال کے مولانا حیات شاہ اور اضاخیل کے مولانا زیارت شاہ المعروف بہ اخی صاحب اور مغلکی کے مولانا سلطان محمود اور پیر سباق کے مولانا گل رحمٰن، تنگی کے مولانا حبیب اللہ مرحوم اور عمرزئی کے قاضی فضل منان و قاضی فضل دیان اور دیگر طلبہ شامل تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان طلبہ کی حالت زار پر رحم و کرم فرماتے ہوئے ان کو ان کی مطلوبہ کتابیں شروع کیں، رفتہ رفتہ علاقہ بھر میں شہرت ہو گئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند سے رہ جانے والوں کے لیے درس شروع کر دیا ہے، حضرت ان ایام میں دورۂ حدیث شریف کی کتابوں کے علاوہ موقوف علیہ کی کتابیں بھی پڑھانے لگے کچھ طلبہ کو میبذی بھی پڑھانے لگے، صبح سے شام تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، محترم قاضی حبیب الرحمٰن صاحب تو پہلے ہی سے شعبۂ عربی کے مدرس تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مغلکی کے حضرت مولانا محمد شفیق مرحوم اور حضرت مولانا محمد فیاض مرحوم اور محترم مولانا اسرارالحق صاحب کو بھی دعوت دی جو دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور حضرت کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے یہ حضرات بھی مختلف کتابیں پڑھانے لگے اور الہامی طور پر اس درسگاہ کا نام "دارالعلوم حقانیہ" رکھا گیا جس میں اس کے مؤسس و بانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک نام کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ حق گوئی اور حق پرستی کا ایک مرکز ہے، ان دنوں میں اسی عظیم مرکز کے جملہ امور حضرت کی مسجد میں سرانجام ہوتے تھے اور ان دنوں میں دفتر اہتمام و انتظام کے لیے فقط ایک الماری تھی جس میں دارالعلوم کے اہتمام و انصرام کا جملہ اثاثہ پڑا رہتا تھا اور اسی الماری کے آغوش میں ہمارے محترم مولانا سلطان محمود مرحوم نظامت کے فرائض پورے فرماتے، اور اس کے قریب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسند تدریس ہوتا جہاں وہ بخاری شریف، ترمذی شریف پڑھاتے، بعد میں مولانا گل رحمٰن صاحب کو بھی نظامت کے لیے مقرر کیا گیا اور طلبہ کی وافر تعداد کے پیش نظر ملک کے اجلہ مدرسین کو طلب کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سواتی، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب بنیری، حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتی، حضرت مولانا شائقین صاحب حق، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب صدر مدرس آف زروبی اور دیگر بڑے علماء کرام کو دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی

مناصب پر مقرر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بے پناہ خلوص للہیت کو شرف پذیرائی سے نوازا اور حضرت کو ایسے رفقاء کار و اراکین عطا فرماتے جو حضرت کے ادنیٰ اشارہ پر ہر مالی، جانی قربانی کے لیے مستعد رہتے، اکثر مدرسین و ناظمین متوکل علے اللہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سراپا تواضع تھے، انکساری و فروتنی کا جوہر حضرت میں تمام جواہر پر غالب تھا، دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ و مدرسین و ناظمین اور دیگر عملہ کے ساتھ ان کا سلوک نہایت ہی توقیر و احترام کا تھا انہوں نے کبھی بھی کسی ادنیٰ طالب العلم کو درشت اور تلخ کلمات استعمال نہیں فرمائے بعض اوقات اگر بندہ کسی طالب العلم کو امتحان کے دوران نقل کرنے پر یا امتحان گاہ کو دیر سے آنے پر معتوب کرتا یا حضرت کے سامنے حاضر کرتا۔ حضرت فرماتے کہ اب اس کو معاف کر دو آئندہ یہ ایسی حرکت نہیں کریگا طالب العلم کے جانے کے بعد فرماتے کہ رابطہ ضابطہ سے انفع و احسن ہے حضرت عفاف و طہارت، زہد و قناعت، ورع و تقویٰ میں بھی اس دور کے حسن بصری تھے، وہ سفر میں بھی تہجد اور اپنے خاص معمولات و وظائف و اوراد کو برقرار رکھتے۔ اس ناچیز کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دور و دراز متعدد رحلات اور قرب و جوار کے کئی اسفار میں بطور خادم سفر کرنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں۔ وہ سحری کے مقبول اوقات میں آہ و بکاء، گریہ و زاری اور سوز و گداز کی عجیب کیفیات میں مستغرق ہوتے اور لمبی لمبی دعائیں فرماتے، بعض جلسوں میں حضرت تین تین گھنٹے مسلسل تقریر فرماتے اس کے بعد جب منتظمین جلسہ حضرت کو کسی جگہ آرام کے لیے لیجاتے تو میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دبانے لگتا، حضرت فرماتے آپ آرام کریں حضرت نوافل میں کھڑے ہو جاتے تھے اور دو دو گھنٹے نوافل میں مشغول رہتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ۲/۳ حصہ علوم نبویہ کی ترویج و اشاعت میں گذرا، اللہ تعالیٰ نے ان کو افہام و تفہیم کا ایک عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا وہ مشکل ترین مسائل اور پیچیدہ قضایا کو نہایت ہی سلیس اور عام فہم انداز میں حل فرماتے، حضرت ہمیشہ کمزور طلبہ کی رعایت فرماتے، بسا اوقات مشکل مسئلہ مکرر سہ کرر بیان فرماتے، شیخ کی آواز بہت بلند اور موثر تھی۔ جن دنوں میں دورۂ حدیث شریف پڑھ رہا تھا ان ایام میں حضرت کی طبیعت اور صحت بہت ہی بہتر تھی پورے جوش کے ساتھ درس دیا کرتے تھے جو ایک ماہر قوی الحافظہ استاذ کی نشانی ہے حضرت کے دروس ان کے تلامذہ کے دلوں میں کالنقش فی الحجر کندہ اور ثبت ہو جاتی تھیں وہ جملہ ائمہ مجتہدین کے نام پورے ادب و احترام سے لیتے اور ان کے دلائل کو بالتفصیل بیان فرماتے پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قوی دلائل سے راجح فرماتے وہ مسلسل چار چار گھنٹے بآواز بلند بخاری شریف ترمذی شریف، ابوداؤد شریف کا درس دیتے تھے وہ پابندی کے ساتھ اسباق پڑھاتے، سبق ناغہ ہونے پر از حد رنجیدہ ہوتے اگر کسی کے جنازہ میں جاتے تو طلبہ کو بھی ساتھ لے جاتے اور جنازہ گاہ میں طلبہ کو پڑھاتے حضرت کے نام جو خطوط و مکاتیب موصول ہوتے حضرت ان کے جوابات کا کامل اہتمام فرمایا کرتے تھے اور خطوط میں کمال ادب و احترام ملحوظ فرماتے یہاں تک کہ اپنے شاگردوں کے نام بھی جو خط لکھتے یا لکھواتے اس میں بھی القاب و آداب والے کلمات ہوتے تھے۔

اس ناچیز نے مسلسل بیس بائیس سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی خطوط لکھنے کا فریضہ سر انجام دیا ہے، مختلف اکابر و ضیوف کی آمد پر عربی، فارسی، اردو، پشتو میں ترحیبی کلمات، سپاس نامے لکھے ہیں۔ اگر بعض اوقات کسی بزرگ کے نام کسی خط میں کم درجے کے القاب ہوتے تو حضرت فرماتے کہ انکی جگہ یہ القاب لکھیں، بعض اوقات تو سارے مکتوب کو تبدیل کرنے کا حکم فرماتے، حضرت اپنے تلامیذ و مسترشدین کو زریں نصائح فرماتے مجھے بار بار فرماتے علم چھوٹی کتابوں میں ہے جب تک ان تمام ابتدائی کتابوں کی تدریس نہ کریں بڑی کتابوں کی طرف متوجہ نہ ہوں بار بار والدین کرام کی خدمت اور ان سے دعائیں لینے کے بارے میں تاکید فرماتے طلبہ کے ساتھ تلطف و نرمی اور عامۃ الناس کے ساتھ روابط پر نصیحت فرماتے، کفایت شعاری پر زور دیتے اور فضول خرچی سے منع فرماتے حضرت ہمیشہ تعلیمی سال کے آغاز میں ایک جامع مانع نصیحتوں سے معمور تقریر فرماتے جس میں تمام اساتذہ، مدرسین، طلبہ موجود تھے اس تقریر کا محور تقویٰ اور ادب ہوتا تھا تقویٰ کے ذیل میں اصلاح نیت، نماز باجماعت کی پابندی، التزام طاعات و عبادت، امتثالِ اوامر و اجتناب نواہی پر تفصیل سے خطاب فرماتے اور ادب کے ذیل میں آداب المشائخ والاساتذہ، ادب الاکابر والاسلاف، ادب القرآن والسنۃ اور دینی کتب کے ادب اور مساجد کے آداب کے موضوع پر کلام فرماتے اور اپنی طالب العلمی کے عہد میمون کے بعض عبرت آموز واقعات سناتے، اسی طرح تعلیمی سال کے اختتام پر ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب کے وقت بخاری شریف کی آخری حدیث پر تحقیقی بحث و نقاش فرماتے اور پھر فضلاء کو خصوصی نصائح و وصایا سے محفوظ فرماتے اور اس بات کو زیادہ اہتمام کے ساتھ بیان فرماتے کہ اپنے علاقہ میں علماء کرام اور ائمہ مساجد کا احترام کریں ان کی مخالفت سے اجتناب کریں اگر کسی امام مسجد کی کوئی حرکت یا قول خلاف شرع معلوم ہو تو تنہائی میں پورے توقیر و اکرام کے ساتھ بطور گذارش سمجھائیں جس میں توہین و استخفاف کا کوئی شائبہ نہ ہو، اپنے علاقہ میں علوم دینیہ کو پھیلائیں اور رسوم و بدعات کو پوری حکمتِ عملی اور نرم انداز میں مٹانے کی کوشش کریں۔ تلطف و مدارات کے بہت اچھے اثرات ہوتے ہیں اگر جاتے ہی لوگوں کو کافر و مشرک کہنے لگیں تو عداوت و منافرت کی فضا پیدا ہو گی پھر آپ سے عامۃ الناس متنفر ہوں گے حضرۃ

کے ان دونوں تقریروں میں عجیب اثرات ہوتے تھے ختم بخاری شریف کی تقریب میں تو گاؤں اور آس پاس کے مضافاتی احباب بھی شریک ہوتے تھے گویا حضرت کی یہ افتتاحی تقریر بمنزلہ مقدمۃ العلم یا مقدمۃ الکتاب کے ہوتی تھی اور آخری اختتامی بیان بطور خاتمۃ الکتاب کے ختامہ مسک کے درجہ میں ہوتا تھا۔

حضرت کو رب العالمین جل جلالہ نے کمال درجہ فصاحت و بلاغت سے نوازا تھا اور بلند آواز کے جوہر سے ان کی مواعظ حسنہ کو مزین فرمایا تھا ان کی تقریر ہزاروں کے مجمع میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے سنائی دیتی تھی وہ معاشرہ کے حالات کے نباض تھے احوال و ظروف کے مطابق حکیمانہ مواعظ فرماتے جمعہ کے دن اپنی مسجد میں ان کا خطاب روح پرور ہوتا تھا جس میں گاؤں کے علاوہ علاقہ بھر کے متدین حضرات شریک ہوتے تھے، گاؤں اور باہر کے جنازوں میں حضرت کی شرکت کو موجب برکت تصور کیا جاتا تھا وہ تدفین کے بعد رقائق پر مشتمل وعظ فرماتے، رمضان المبارک کے مہینہ میں مختلف مساجد میں ختم قرآن مجید کی تقریبات میں وعظ فرماتے۔ سرحد و پنجاب کے اکثر مدارس کے جلسہائے دستار بندی اور دیگر تقریبات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیشمار تقریریں فرمائی ہیں حضرت کی مختصر ترین تقریر پون گھنٹہ اور طویل ترین تقریر تین ساڑھے تین گھنٹے ہوتی تھی۔ حضرت اردو زبان میں بھی پوری سلاست و فصاحت کے ساتھ تقریر فرماتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ و مشائخ کی نگاہوں میں محبوب و مقبول تھے اور اسی محبوبیت کے اساس پر ان کو اپنے موقر شیخ، شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام فخر الاماثل حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے دنیا کی عظیم ترین اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند میں دراسات علیا کی کتابوں کی تدریس کے لیے طلب فرمایا۔ بقیۃ السلف حضرت مولانا میاں عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ سرتاج اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، فخر المحدثین حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، محقق العصر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، خاتم الفقہاء و بطل الافتاء حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ القرآن شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ اور امیر المحدثین حافظ الحدیث حضرۃ مولانا عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم اور دیگر متعدد اجلہ علماء اسلام اکابر مشائخ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام، دینی، مذہبی، ملی خدمات اور ان کے مبارک اخلاق اور پسندیدہ اوصاف کے تذکرے اپنے مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مجھے اور مولانا سمیع الحق صاحب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھنے کے لیے بھیجا، اور ان کے نام گرامی نامہ لکھا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت کا والا نامہ بصد ادب پیش کیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ از حد مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اکابر علماء کا میرے درس پر اعتماد ہے اس لیے اپنے صاحبزادوں اور تلامذہ کو میرے پاس بھیجتے ہیں اور پھر حضرت نے اپنے حجرہ مبارکہ کے قریب ہماری رہائش کے لیے کمرہ دیا اور دوران قیام خصوصی توجہات سے نوازتے رہے۔ ۱۵ شوال کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بندے کے نام گرامی نامہ موصول ہوا کہ دار العلوم حقانیہ میں طلبہ کا داخلہ شروع ہے جدید طلبہ سے امتحان لینے کے لیے کوئی مدرس موجود نہیں ہے آپ رخصت لے کر چند دن کے لیے آجائیں۔ میں نے حضرت کا مکتوب گرامی حضرۃ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا، حضرت نے تبسمانہ انداز میں فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کو اجازت نہیں دی ہے لیکن آپ کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے طلب کیا ہے بدیں وجہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ امتحان کے لیے حاضر ہوجائیں ایک دفعہ حضرت کے ساتھ خیر المدارس ملتان کے سالانہ اجتماع میں حاضر ہوا، ان ایام میں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فراش تھے حضرت انکی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ باوجود شدید علالت اور کافی ضعف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کھڑے ہو کر معانقہ فرمانے لگے اور فرمایا کہ آپ کی تشریف آوری سے کافی اطمینان نصیب ہوا۔ تقریباً آدھ گھنٹے تک علوم و معارف کی باتیں ہوتی رہیں آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے دعائیں طلب کیں تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ ہی دعائیں فرمائیں میں آمین کہتا جاؤں گا۔

اسی طرح مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ غورغشتی شیخ الحدیث حضرۃ مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم حقانیہ تشریف لائے تو حضرت نے ان سے دعائیں طلب کیں تو شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ ہمارے لیے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کو علم کی روشنی سے محروم نہ فرماوے اور علوم اسلامیہ کے درس و تدریس کا یہ مقدس مشغلہ ہمارے خاندان میں تاقیام قیامت جاری و ساری رہے۔

میں نے کئی بار بقیۃ السلف حضرت مولانا میاں عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مدح و ستائش کے والہانہ کلمات سنے ہیں فرماتے تھے کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے بہت بڑا کام لیا اس میں جاہ و جلال، نسب و حسب کا کوئی دخل نہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو

ایسے عظیم کاموں کے لیے منتخب فرماتے ہیں۔

اسی طرح میں نے برکۃ العصر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار حضرت کے بارے میں تعریفی کلمات سنے ہیں وہ فرماتے تھے کہ پاکستان میں دو دار العلوم میرے ہیں ایک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور ایک دار العلوم حقانیہ، حضرت رحمۃ اللہ اپنے اکابر و اسلاف کی زیارت کے لیے جاتے تھے اور ان سے دعائیں و توجہات طلب فرماتے تھے میرے والد بزرگوار مرحوم فرماتے کہ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بطلِ اسلام مجاہد کبیر حضرت حاجی ترنگزئی رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے گئے تھے انہوں نے حضرت کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

اسی طرح ناچیز بھی دو دفعہ حضرت کے ساتھ مجاہد اعظم حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے مجاہد آباد عمرزئی حاضر ہوا تھا یہ جملہ اکابر جن کے نام پہلے ذکر کیے گئے ہیں کئی بار دار العلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں اور دیگر تقریبات میں تشریف لا چکے ہیں۔ "ولی را ولی مے شناسد" الجنس یمیل إلی الجنس، اللہ تعالےٰ نے حضرت کی مبارک ذات ستودہ صفات میں ایک روحانی مقناطیسی کشش ودیعت فرمائی تھی جو صلحاء امت کے قلوب کو اپنی طرف جذب کرتی رہی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود کی بدولت ہم سیہ کاروں کو بھی ان فوق العادہ نورانی باوقار شخصیتوں کے مقدس و منور چہروں کی دید نصیب ہوئی اور ان اکابر امت کے پر رونق محافل میں دلوں کو جلا و طمانیت میسر ہوئی جن کی زیارت کے لیے عشاق دور دراز اسفار کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ حضرت سے بالذات اور بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضلائے حقانیہ کو کافی عزت و وقار سے نوازا ہے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں حقانی فارغ التحصیل مختلف جامعات، معاہد و مساجد، دینی مراکز کے حساس مناصب پر فائز ہیں، قضاء و افتاء تدریس، تبلیغ، تصنیف و تالیف، خطابت و وعظ، تزکیۂ نفوس کے مبارک فرائض سرانجام دینے میں مصروف ہیں، صوبہ سرحد صوبہ بلوچستان اور افغانستان کی کوئی بستی اور شہر ایسا نہیں جہاں حضرت کے چمنستان رشد و ہدایت کے پھول موجود نہ ہوں، جہاد افغانستان کے اکثر و بیشتر کمانڈر دار العلوم حقانیہ کے فیض یافتہ ہیں اور سینکڑوں منتسبین حقانیہ جہاد افغانستان میں شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ یہ تمام ذخائر صالحات انشاء اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صدقات جاریہ ثابت ہونگے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔**

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات شیر پاؤ ہسپتال میں ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں جب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت از حد مسرور ہوئے اور تدریسی امور کے بارے میں دریافت فرمانے لگے ان دنوں میں دار العلوم کراچی میں مدرس تھا، دار العلوم کراچی کے حالات پوچھے، فرمایا کونسی کتابیں پڑھاتے ہو، کھانے کا کیا انتظام ہے رہائش کہاں ہے پھر گھر والوں کے بارے میں پوچھا، بچے کیسے ہیں۔ امجد علی شاہ کے خطوط مدینہ منورہ سے آتے ہیں، اب وہ کس درجہ میں ہے مجھے کیا معلوم کہ یہ میری آخری ملاقات ہے میں کراچی چلا گیا چند دن بعد ہمارے رفیق مکرم حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب (شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی) نے بذریعہ فون یہ قیامت خیز المناک اطلاع دی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے ہیں اس اطلاع سے تمام دار العلوم میں رنج و غم کا ایک کہرام مچ گیا میں نے مولانا زرولی خان صاحب کو تاکید کی کہ محترم منصور الرحمٰن صاحب صاحب کو ہوائی جہاز میں سیٹ کنفرم کرنے کا کام سپرد کریں، الحمد للہ رات کے آخری فلائٹ میں جگہ مل گئی، صبح کی نماز اسلام آباد میں پڑھ لی، حاجی افتخار محمد صاحب اپنی گاڑی اسلام آباد لے آئے تھے، اکوڑہ خٹک سورج طلوع ہوتے ہی پہنچے ایک طرف آسمانِ دنیا کا سورج طلوع ہو رہا تھا دوسری طرف روحانی دنیا کا آفتاب اس دار فانی سے غروب ہو رہا تھا۔ اکوڑہ خٹک کی فضائیں مغموم و محزون نظر آ رہی تھیں چاروں طرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و مسترشدین، تلامذہ و خدام، علماء و صلحاء کا بے پناہ ہجوم غم و اندوہ میں مبتلا نظر آ رہا تھا۔

دار العلوم حقانیہ کا وسیع احاطہ اور دار العلوم کے اردگرد دور دراز تک لاکھوں افراد اپنے عظیم محسن اور روحانی پیشوا کی جدائی پر زار و قطار خون کے آنسو بہا رہے تھے ہمیں بتایا گیا کہ حضرت کے جسدِ اطہر کو دار الحدیث میں زائرین کے آخری دیدار کے لیے رکھ دیا گیا ہے، وہاں جا کر اجلہ علماء و صلحاء تلاوت و اذکار میں مصروف تھے حضرت کا نورانی چہرہ "نضر اللہ امرءً" **سمع مقالتی فوعاها فأدّاها** کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اللہ اکبر چہرہ پر انوار و تجلیات کا عجیب سماں نظر آ رہا تھا۔

؎ نشانِ مردِ مومن ۔ با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

عشاق و خدام حضرت کی دید سے سیر نہیں ہو رہے تھے بار بار زیارت کے لیے آگے بڑھتے تھے۔

وجلا الوداع من الفقيد محاسنًا
حسن العزاء وقد جلين قبيح

حضرت پر جنازہ کی نماز ہوائی جہازوں کے گراؤنڈ میں پڑھائی گئی کیونکہ اکوڑہ میں اتنا وسیع میدان موجود نہیں تھا جس میں لاکھوں انسان آسکیں جنازہ میں اکابر علمائے ربانین اور صلحائے امت اور حکومت کے سربراہوں وزراء وغیرہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

میں نے بعجلت یہ چند منتشر غیر مربوط جملے لکھ دیئے ہیں تاکہ اس مبارک تذکرہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہو، حضرۃ

(بقیہ ص ۱۱۹۴ پر)

ابو طیب

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے صاحبزادے

جانشین شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ کے بڑے صاحبزادے، ان کے جانشین اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ہیں ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے اپنے عظیم والد کے قائم فرمودہ دارالعلوم حقانیہ ہی میں ۱۳۸۳ھ کو تحصیل علم کی تکمیل کی، ۱۳۷۸ھ میں الامام الکبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ سے قاسم العلوم لاہور میں دورہ تفسیر پڑھا، غورغشتی، دارالعلوم دیوبند، مدینہ طیبہ اور معظمہ میں بھی آپ کو مشائخ وقت سے اعزازی سندات عطا ہوئیں جن میں شیخ الحدیث مولانا فخر الدین رحمہ دیوبند، الشیخ علوی مالکی مکہ مکرمہ، الشیخ بدر عالم رحمہ مہاجر مدینہ اور شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی وغیرہ شامل ہیں۔

۱۹۵۸ء سے اب تک جامعہ حقانیہ میں درس نظامی کے ابتدائی درجات سے دورہ حدیث تک اکثر کتابوں کی تدریس کرچکے ہیں اور اب دورہ حدیث میں بخاری شریف اور ترمذی شریف کے کچھ حصے پڑھاتے ہیں، موتمر المصنفین جو دارالعلوم حقانیہ میں اسلامک ریسرچ و تحقیق کا اہم شعبہ ہے کے صدر بھی ہیں، ماہنامہ الحق کے بانی و ایڈیٹر ہیں آپ کے سحر نگار قلم سے متعدد کتابیں بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن میں اسلام اور عصر حاضر، قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق قادیان سے اسرائیل تک، ملت اسلامیہ کا موقف، کاروان آخرت، شریعت بل کا معرکہ، اور دعوات حق وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

ملک و بیرون ملک کے علمی، تعلیمی اور دینی حلقوں میں آپ کو نہایت قدر سے دیکھا جاتا ہے، ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ میں شرکت کی اور تعلیمی سیمینار میں مقالہ پڑھا دو مرتبہ بھارت اور دو مرتبہ افغانستان کا علمی و مطالعاتی دورہ کرچکے ہیں حجاز مقدس کے متعدد اسفار کئے، متعدد بار شاہی خاندان کے مہمان رہے، خلیج کی جنگ میں آپ کے ٹھوس موقف کو پوری دنیا میں سراہا گیا، کویت کے امیر شیخ جابر، اور سعودی عرب کے فرمانروا شاہ خالد سے کویت اور سعودی عرب میں عالم اسلام بالخصوص خلیج کی صورت حال پر تبادلہ خیال اور مشاورت کی۔

۱۹۸۴ء میں پاکستان کے پارلیمانی وفد میں حکومت مصر کی دعوت پر مصر کا سفر کیا اور وہاں کے زعماء۔ اور مشائخ ازہر یونیورسٹی اور دیگر سرکردہ افراد سے ملاقاتیں کیں یہ دورہ بالآخر مصر کو دوبارہ اسلامی تنظیم میں شامل کرنے پر منتج ہوا۔

جولائی ۱۹۹۲ء میں نوآزاد وسطی ایشیا کی مسلم ریاست ازبکستان کا ایک ہفتہ کا دورہ کیا اور وہاں کے زعماء، دینی مدارس اور علماء سے ملاقاتیں کیں اور ممکنہ دینی خدمات کی پیش کش کی۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۲ء مجمع البحوث الاسلامی، جامعۃ الازہر قاہرہ بھی تشریف لے گئے، ۲۷ اکتوبر کو حاضر العالم الاسلامی و مستقبلھا کے موضوع پر سیمینار میں مقالہ پڑھا۔ قاہرہ سے آپ ترکی گئے اور پانچ دن تک وہاں کا مفصل دورہ کیا واپسی پر سعودی عرب گئے اور حرمین شریفین کی زیارت کرکے واپسی ہوئی۔

جہاد افغانستان میں اپنے عظیم والد کی طرح آپ کا بھی بھرپور حصہ ہے افغان مجاہدین کے اتحاد، عبوری حکومت کی تشکیل، معاہدہ پشاور کی تکمیل، فتح کے بعد متصل شدید ترین اور سخت حالات میں افغانستان کا سفر کیا۔ جبکہ اس سے قبل ۱۹۸۹ء میں خاموش سفارتی جہادی مہم پر امریکہ اور برطانیہ کا سفر کیا اس دورہ میں انہوں نے امریکی وزارت خارجہ کے عہدیداروں، ارکان سینٹ و کانگریس سے ملاقاتیں کیں جہاد افغانستان کے اہم پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا اور مختلف استقبالیہ تقریبوں سے خطاب کیا۔

ایوب خان کے دور میں تجدد اور ماڈرن ازم کے داعی ڈاکٹر فضل الرحمن کے فتنے کا بھرپور تعاقب کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک نبوت چلی مجلس عمل کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا قادیانیوں کے خلاف قومی اسمبلی میں "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے جو مسلمانوں کی ترجمانی کی گئی اس کا کافی حصہ آپ نے لکھا جس سے حزب اختلاف کے ہر طبقہ فکر کے علماء و اراکین نے اتفاق کیا اور مولانا مفتی محمود رحمہ نے اسے اسمبلی میں پڑھ کر سنایا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں صوبہ سرحد میں آپ کا بنیادی اور قائدانہ کردار رہا۔ مارچ ۱۹۷۷ء میں گرفتار ہوئے اور ہری پور میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔

قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے ممبر ہیں، فیڈرل کونسل (مجلس شوریٰ) کے (۸۳ء تا ۸۵ء) ممبر رہے ۸۵، سے تاہنوز سینٹ آف پاکستان کے ممبر ہیں اور گذشتہ سال الیکشن ہوا تو پھر دوبارہ سینٹ کے لیے ممبر منتخب ہوئے سینٹ میں شریعت بل کا پیش کرنا اور پھر پانچ

سال کی طویل ترین صبر آزما جدوجہد کے بعد اسے سینٹ سے متفقہ طور پر منظور کرانا آپ کا ایسا کارنامہ ہے جسے برصغیر کی تاریخ میں روشن باب کی حیثیت رہے گی۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل ہیں ملک میں خالص دینی اور اسلامی سیاست کے حوالے سے آپ کو عظمت و سبقت حاصل ہے متحدہ شریعت محاذ جسکے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صدر تھے آپ ہی کی تحریک و مساعی کا ثمرہ تھا ـــــ عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کی تشکیل (جسکے آپ جنرل سیکرٹری تھے) بھی آپ ہی کی مساعی کی مرہون منت ہے اور اب ۵۲ دینی جماعتوں کا اتحاد " متحدہ دینی محاذ " جسکے آپ کنوینر ہیں۔ آپ ہی کی دینی بصیرت، جرأت اور سیاسی سوجھ بوجھ اور عظمت و مقام کا نتیجہ ہے۔

حضرۃ مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

ہوش و حواس سنبھالتے ہی دار العلوم کی تاسیس سے قبل کے حضرت کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ تعلیم القرآن میں داخلہ لے کر چہارم تک پڑھنے کے دوران ہی ناظرہ قرآن و ارکان اسلام جیسے اہم دینی مسائل پڑھ لیے، چہارم سے فراغت کے بعد اکوڑہ خٹک ہی میں گورنمنٹ ہائی سکول میں پانچویں میں داخلہ لے کر ۱۹۵۶ء میں میٹرک پاس کر لیا۔ اس دوران حضرتؒ کی طرف سے یہ التزام تھا کہ سکول سے چھٹی ہوتے ہی ظہر اور عصر کے بعد دار العلوم کے اساتذہ سے گھر سے ملحقہ مسجد (قدیم دار العلوم حقانیہ) میں علوم دینیہ کی ابتدائی کتب پڑھنے کے لیے پہنچ جاتے اسی وجہ سے میٹرک سے فراغت ہوتے ہی کافیہ تک کتب بھی مکمل ہو چکے تھے۔

میٹرک کے بعد دار العلوم میں داخلہ لے کر سلسلۂ تعلیم شروع کیا عصر کے بعد آبائی مسجد ہی میں اکوڑہ خٹک کے ایک جید حافظ قرآن سے حفظ قرآن کی ابتداء کی اور قریبًا چار سال میں بحمد للہ حفظ قرآن کی نعمت سے مالا مال ہو کر قریبًا ۲۵ سال حضرتؒ کو اپنے گھریلو مسجد میں تراویح کے دوران قرآن سناتا رہا۔ اس دوران جبکہ دینی کتب کی تکمیل میں ایک سال کا دورانیہ باقی رہ گیا بہاولپور کے قدیم دینی ادارہ جامعہ عباسیہ کو نئی شکل دے کر جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک دینی یونیورسٹی کی تشکیل کی گئی جس میں محقق عصر جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تقرری بطور شیخ التفسیر کی گئی چنانچہ انہی کے مشورہ اور ترغیب پر جامعہ اسلامیہ کے درجہ عالمیہ میں داخلہ لینے کے لیے بہاولپور جا کر قریبًا دو سال حضرت افغانیؒ کے زیر سرپرستی بہاولپور میں تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اس دوران اکثر و بیشتر رہائش بھی حضرت افغانیؒ کے ہاں رہی اور دو سال حضرتؒ کے جامعہ کے اندر اور باہر درس و علمی مجالس میں شریک رہے اور ان کی خصوصی توجہ و شفقت کے پیش نظر اس مدت میں ان کے زیادہ تر علمی مباحث و نکات کو قلمبند بھی کرتے رہے دو سال درجہ عالمیہ میں مصروف رہنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ سے عالمیہ کی ڈگری حاصل کر لی۔

درجہ عالمیہ کے دوران اگرچہ صحاح ستہ کا پڑھنا داخل نصاب تھا مگر وہاں سے واپس آکر اپنے والد و مربی حضرتؒ سے ان کے مخصوص انداز میں احادیث کے رموز و اسرار سیکھنے کے لیے دوبارہ دورۂ حدیث میں داخلہ لے کر تمام سال ترمذی و بخاری سے ان کے اطراف سے تشریحات و تفاصیل خصوصیت سے نوٹ کرتے رہے جو کہ سال کے آخر میں ایک ضخیم مجموعہ کی شکل میں ضبطِ قلم ہوتے۔

سال ۱۳۸۷ھ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام سالانہ امتحان دے کر امتحان میں نمایاں کامیابی کے بعد دار العلوم حقانیہ سے فراغت حاصل کر کے وفاق کی سند عالیہ حاصل کی۔

دار العلوم سے فراغت کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کرنے کے لیے داخلہ لیا اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے صدر و اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین علامہ علاؤ الدین صدیقیؒ کی خصوصی اجازت سے یونیورسٹی کلاسز میں بغیر داخلہ لیے دو ماہ تک کلاسوں میں شرکت کی اور اسی سال ۱۹۶۸ء میں امتحان میں شرکت کی بعد میں ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کر لی۔

ـــــ میں باقاعدہ دار العلوم میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، شروع میں حضرتؒ کے مشورہ اور حکم سے کئی سال مسلسل ابتدائی صرف و نحو و منطق وغیرہ ابتدائی کتب زیر تدریس رہے، بعد میں یہ سلسلہ بڑھتا رہا اور اب فقہ تفسیر و حدیث کے اعلیٰ کتب پڑھانے میں مصروف رہتے ہیں۔

بچپن سے حضرتؒ کی رحلت تک زیادہ تر ان کی رفاقت اور خدمت میں منہمک رہے۔ سفر ہو یا حضر، ہسپتال و گھر میں ان کی تیمارداری و خدمت گذاری پر مامور رہتے۔

حضرتؒ کی رحلت کے بعد ۱۹۸۸ء میں اسلامی جمہوری اتحاد کے الیکشن ۸۸ء ٹکٹ پر انتخاب لڑنے کا فیصلہ ہوا۔ حضرتؒ کے قریبی دنوں میں انتقال اور مصروفیات کی وجہ سے الیکشن کے لیے کماحقہ کمپین کے لیے نہ موقع ملا، اور الیکشن سے کچھ عرصہ قبل باقاعدہ منصوبہ بندی اور سازش سے تحصیل نوشہرہ کے جن حلقوں میں اس سے قبل تین الیکشنوں میں واضح برتری حاصل کر کے حضرتؒ کامیاب ہوتے ان کے حلقۂ انتخاب سے کاٹ کر پشاور کے قرب و جوار کے علاقوں کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور اس کے بجائے علماء حق سے اختلاف رکھنے والے نظریات کے حامل علاقوں کو شامل کر دیا۔ کامیابی اگرچہ حاصل نہ ہو سکی مگر اس کے باوجود رائے دہندگان نے قریبًا سترہ ہزار ووٹ ان کے حق میں پول کیے۔

حضرتؒ کی جدائی کے بعد دار العلوم کی عظیم ذمہ داری حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے کندھوں پر آپڑی جس کے پیش نظر بطور نائب مہتمم دار العلوم کے انتظامی و تعلیمی امور میں ان کی معاونت کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور اللہ کے خصوصی انعام و حضرتؒ جیسے مشفق و مہربان والد و مربی

کی تربیت ہی کا نتیجہ ہے کہ ان کا لگایا ہوا علوم دینیہ کا یہ پودا ان کی رحلت کے بعد دن بدن مزید سے مزید ترنکھر کر اپنی شعاعیں چار دانگ عالم میں پھیلا رہا ہے۔

پروفیسر محمود الحق صاحب

جناب محمود الحق حقانی نومبر ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم القرآن میں حاصل کی، پرائمری کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول اکوڑہ خٹک سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے ۱۹۶۳ء میں اسی کالج سے بی ایس سی (آنرز) اور ۱۹۶۴ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی سال اسلامیہ کالج میں بطور ڈیمانسٹریٹر ملازمت شروع کی ۱۹۶۶ء میں لیکچرر بنے ۱۹۷۰ء میں اسسٹنٹ پروفیسر، ۱۹۸۲ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کے عہدہ پر ترقی ہوئی۔

تقریباً ۲۱ سال تک پشاور یونیورسٹی کے اساتذہ انہیں سنڈیکیٹ میں بطور نمائندہ منتخب کرتے رہے۔

۱۹۸۷ء میں اوسلو (ناروے) میں انٹرنیشنل سکول میں ماحولیات پر کورس کیا۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء بطور قونصل (ایجوکیشن) نامزد کئے گئے اور اب قونصلیٹ جنرل پاکستان جدہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

الحاج مولانا اظہار الحق صاحب

یکم ستمبر ۱۹۴۵ء کو اپنے آبائی گاؤں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینی تعلیم، قرآن مجید، خط، فارسی، فقہ اور مسائل واحکام اپنے عظیم والد کے قائم فرمودہ دارالعلوم حقانیہ (قدیم) میں حاصل کی دینی تعلیم وتربیت میں انہوں نے زیادہ تر استفادہ حضرت مولانا شاہ پین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا جو ان کے خصوصی مربی اور محسن استاذ تھے جن کا انتقال بھی حجاز مقدس میں ہوا۔ پرائمری تعلیم اسلامیہ سکول حقانیہ میں مکمل کی بعد میں گورنمنٹ ہائی سکول اکوڑہ خٹک سے میٹرک کیا اور تجارت سے وابستہ ہوگئے تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے والد صاحب مرحوم کے ساتھ ان کے گھر میں قیام کی وجہ سے تاحین حیات ان کی خدمت، ان کے اضیاف کی خدمت کی سعادت حاصل کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خانگی امور اور گھریلو معاملات کی زیادہ تر ذمہ داری ان ہی کے سر تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں دارالعلوم کے امور میں دلچسپی لیا کرتے تھے جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو دارالعلوم کے اکابر، ارکان شوریٰ بالخصوص اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے اصرار پر دارالعلوم سے متعلق، مختلف انتظامی امور سے وابستہ ہوگئے اس وقت وہ اہتمام کے متعدد امور کے ساتھ مطبخ، اضیاف اور تعمیراتی کاموں میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ ناچیز کی کیا مجال ہے کہ محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی شان عظمت اور سیرت وسوانح پر کچھ لب کشائی کر سکے۔ مگر میرے لیے باعث عفو ہوگا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کر کے اپنی نجات کا ذریعہ بنا سکوں۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل نصر اللہ صاحب ایک سفید ریش بزرگ کے ہمراہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور مہمان کا تعارف کرایا گیا کہ حضرت یہ مہمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ سے آیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کو بوسہ دینا چاہا مگر اس بزرگ نے ہاتھ کھینچ لیے تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کس قدر مبارک چہرہ ہے کس قدر مبارک آنکھیں ہیں کس قدر مبارک پیشانی ہے کہ وہاں کی مبارک زمین پر خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتی رہیں اور اس پر مدینہ کے انوار وبرکات اور تجلیات برستے رہے، ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب مدینہ منورہ سے رومال اور دیگر تحائف پیش کئے جاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو اپنی آنکھوں پر لگا کر بوسہ دیتے اور احترام سے نچھاور ہوتے۔

کسی نے پوچھا یہ کیوں، یہ سامان تو فرانس جاپان میں تیار ہو کر یہاں مدینہ منورہ بکنے آیا ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ سامان تو فرانس میں بنا ہے مگر مدینہ منورہ کی ہوا تو اس کو لگی ہے اب اسکی نسبت مدینہ منورہ سے ہے۔

کوچہ لیلیٰ کے کتوں سے مجنون کو محبت تھی وہاں سے آتے ہوئے کتوں کو پکڑ کر اسے بوسہ دیتے۔ کسی نے کہا کہ مجنون یہ کیا کرتے ہو۔ کہنے لگا مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں کہ کتا نجس ہے لیکن اسے کوچہ لیلیٰ کی ہوا لگی ہے — ایک گونا لیلیٰ سے اسے نسبت ہوگئی میرا بوسہ اس نسبت سے ہے مجنون کا عشق باطل تھا وہ اس قدر اپنے باطل عشق کا نمونہ دنیا میں چھوڑ گیا ہے ہمارا عشق سچا حقیقت پر مبنی ہے ہمیں چاہیئے کہ محبوب خدا ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سچا عشق اور محبت ہے اس کا نمونہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیئے۔ خدا بزرگ وبرتر ہماری اس محبت اور خلوص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات تک اور ابدی زندگی میں قائم رکھے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

قاضی عبدالحمید

سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام، جدہ سعودی عرب

حال رحیم یار خان

حسین یادوں کا مرقع

مولانا میاں عصمت شاہ کاکاخیل، فاضل حقانیہ

سال ۱۹۵۶ء میں جب والد صاحب مجھے دارالعلوم حقانیہ میں داخل کرنے کے لیے اپنے ساتھ اکوڑہ خٹک لے گئے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ان کی بیٹھک میں ملاقات ہوئی والد صاحب نے جب میرے داخلہ کا مدعا بیان کیا تو حضرت نے بے حد خوشی اور محبت سے جو دعا کی اس دعا کی لذت اب بھی محسوس ہو رہی ہے اس کے بعد حضرت سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں اور حضرت اکثر شفقت اور محبت سے نوازتے تھے بلکہ اکثر جمعہ کی رات میں حضرت کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا حضرت کی شفقت اور محبت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب دارالعلوم کے کسی ایک تعمیری حصہ کی بنیاد رکھنے کا وقت ہوا تو حضرت نے ایک چادر جس کو ممبران مدرسہ جس میں حاجی محمد یوسف صاحب، حاجی غلام محمد صاحب اور حاجی رحمان الدین اور حضرت خود اور دیگر حضرات نے پکڑا اور مجھے فرمایا کہ چادر میں ایک پتھر رکھ دو چنانچہ میں نے ایک پتھر چادر میں رکھا پھر ان سب حضرات نے چادر کو بنیاد کے قریب کرکے مجھے حکم دیا کہ چادر سے پتھر اٹھا کر دیوار کی جگہ رکھ دو چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ میں چھوٹا اور نابالغ بچہ اور طالب علم تھا اور آخر میں حضرت نے دارالعلوم کے لیے دعا فرمائی حضرت کی محبت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ جب بھی حضرت پشاور ڈاکٹر کے پاس آتے تو برادرم مولانا انوارالحق کو کہتے کہ میاں صاحب کے گھر چلو چنانچہ حضرت میرے مکان واقع نشتر آباد تشریف لاتے اور میں حضرت کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ساتھ چلتا واپسی پر پھر میرے غریب خانہ پر تشریف لے آتے اور اکثر یہاں پر ایک پیالہ چائے پی کر دعا دیکر رخصت ہوتے حضرت کے ارشادات جو انہوں نے خاص خاص موقعوں پر مجھے کئے ہیں اُن سب کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک کتاب بن جاتی ہے صرف ایک ارشاد پر اکتفا کرتا ہوں کہ ایک دفعہ حضرت گورنمنٹ ہاسٹل کمرہ ۱۰۲ میں مقیم تھے میں حضرت کے پاؤں دبا رہا تھا میں نے حضرت سے استفسار کیا کہ حضرت آجکل فتنوں کا زمانہ ہے اور اعتماد بالکل نہیں رہا اس وقت کسی سے تعلق کا معیار کیا ہونا چاہیئے کن اوصاف کے لوگوں سے رکھنا چاہیئے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب ختم نبوۃ کی وجہ سے پیغمبر تو اس وقت آ نہیں سکتے اولیاء اللہ بھی اکثر نظر نہیں آتے عام لوگوں میں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں صفات زیادہ ہیں یا کمزوریاں، اگر صفات زیادہ ہوں اور کمزوریاں کم ہوں تو کمزوریوں کو نظر انداز کرنا چاہیئے اور اچھے لوگوں میں تعلق رکھنا چاہیئے اور اگر کمزوریاں زیادہ ہوں تو پھر السلام علیکم پہ اکتفا کیا کریں اور زیادہ تعلق نہ رکھیں حضرت کی محبت کو آج بھی جب میں یاد کرتا ہوں تو دل کو ایک سکون ملتا ہے حضرت کی کرامت کا ایک واقعہ آج بھی مجھے یاد ہے کہ سنہ ۱۹۷۵ء میں بھٹو کی حکومت تھی کہ میری زمینوں پر مزارع قابض ہوگئے اور میرے پشاور میں جو مکانات تھے جو کہ کرایہ پر دیئے تھے ان پر کرایہ داروں نے قبضہ کرلیا۔ میری آمدنی جو کہ زمینوں اور مکانات سے تھی بالکل بند ہوگئی کچھ عرصہ تو لوگوں سے قرضہ لے کر گھر کا خرچہ چلاتا رہا اخیر میں لوگوں نے قرضہ دینا بھی بند کر دیا۔ جب بہت پریشان ہوا تو میں اکوڑہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو سارے حالات بتا دیئے رات کو حضرت ہی کے ساتھ کھانا کھایا اور حضرت کے بیٹھک میں سوگیا تین بجے رات حضرت گھر سے نکلے اور مجھے جگا کر اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے میں نے مسجد میں وضو کیا اور آکر حضرت کے ساتھ بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لو چنانچہ میں نے دو رکعت نفل پڑھے پھر اذان ہوئی اور سنت پڑھ کر بیٹھا رہا حضرتؒ اپنا وظیفہ کرتے رہے جب جماعت کا وقت ہوا تو حضرت نے جماعت کرائی جماعت کے بعد حضرت نے خصوصی دعا کی اور واپس آکر بیٹھک میں اکھٹی چائے پی اور چائے پینے کے بعد حضرت سے جب اجازت چاہی تو حضرت نے مبلغ پچاس روپے دیدیئے اور وظیفہ بھی بتایا جب میں واپس ہوا تو دوسرے دن میرا ایک مزارع آیا جس کے ساتھ میرے اٹھارہ ہزار روپے بقایا تھے اور مجھے کہا کہ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو اور یہ رقم لے لو۔ اسی طرح تقریباً بیس دن کے اندر اندر میری زمینوں سے آمدنی شروع ہوگئی کرایہ داروں نے بھی کرایہ دینا شروع کر دیا ایک مقدمہ میں ڈی آئی جی سرحد کو برادرم مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ میاں صاحب ہمارا پانچواں بھائی ہے بلکہ حضرت کی محبت میاں صاحب کیساتھ ہم سے زیادہ ہے اگر تم یہ کام نہیں کرتے تو پھر حضرت خود آئیں گے چنانچہ ڈی آئی جی سرحد نے وہ کام کر دیا۔

* * *

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ

ایک عہد ساز شخصیت ایک عبد منیب

قاری سعید الرحمٰن مدظلہٗ، مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی

وما کان قیس هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

موت التقی حیاۃ لا انقطاع لها
کم مات قوم وهم فی الناس احیاء

قرآن کریم کی سورہ ملک میں ارشاد ربانی الایعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر کے مطابق اصل تو یہی ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے وہی جانتا ہے کہ کون کیا ہے؟ لیکن کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو قافلہ ہستی کے لئے روشنی کا مینار ہوتی ہیں اور جنکی ضیاء پاشیوں سے انسانوں کی انفرادی واجتماعی زندگیاں سنورتی ہیں ان کے وجود مسعود سے علم و دانش زہد و تقویٰ اور یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں ان کے دم قدم سے علوم نبوت کا وقار قائم رہتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان ہی جامع الکمالات ہستیوں میں تھا وہ نہ صرف اپنے دور کے جید اور بزرگ عالم دین تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے منتظم معاملہ فہم اور مدبر تھے علم و وقار کا مجسمہ تھے اور خدا ترسی وللھیت کا بہترین نمونہ تھے ہمارے اسلاف اور بزرگوں کے الگ الگ رنگ ہیں ہرایک اپنی ذات میں انجمن ہے بقول کسے ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

علمائے دیوبند کے صف اول کے بزرگوں سے لیکر آج تک ہر شخصیت اپنی مثال آپ ہے علم ہو کہ سیاست تصنیف و تالیف ہو کہ تدریس تبلیغ ہو کہ جہاد ہر میدان میں یہ ستارے اپنی تابناکیوں کے ساتھ منصہ شہود پر نظر آتے ہیں۔

شاہجہان کے تاریخی میلہ خدا شناسی میں قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا علمی وقار غیر مسلموں کو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور کر رہا تھا کہ اگر کسی کی تقریر پر ہمیں مسلمان ہونا ہوتا تو آج " قاسم نانوتوی " کے بیان پر ہم اسلام قبول کرلیتے لیکن آیت ربانی ہے من یضلل اللہ فلا ھادی لہ صف ثانی میں سیاست کے شہسوار حضرت مولانا محمود الحسنؒ شیخ الہندؒ کا نام ایسا تاریخی ہے کہ برصغیر پاک وہند کی آزادی شیخ الہند کی جدوجہد اور ذکر کے بغیر نامکمل ہے مخالفین نے آزادی کا سہرا دوسرے لوگوں کے سروں پر باندھنے کی سعی کی مگر حقائق کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے تصنیف وتالیف ومواعظ میں حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ تبلیغ ودعوت الی اللہ میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرنگی سامراج کی بیخ کنی اور حریت آزادی میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی خدمات کو کیسے نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔

تقسیم ملک میں سیاسی آرا مختلف رہی ہیں لیکن تکوینی طور پر پاکستان بننے میں دیگر حکمتوں کے علاوہ اہم چیز اس خطہ میں اسلامی درسگاہوں کا قیام اور انکے ذریعہ علمی طور پر پسماندہ علاقوں میں دینی فضا اور علوم نبویہ کا پرچار اپنے اندر محنت اور جدوجہد کی ایک تاریخ رکھتا ہے۔

پاکستان کی علمی تاریخ مولانا عبدالحق صاحبؒ کے بغیر نامکمل ہے آپ نے ایک بے آب وگیاہ دور افتادہ قصبہ میں ایک علمی مرکز کی بنیاد رکھی اکوڑہ خٹک حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جہاد میں معروف رہا ہے اور ان مجاہدین کے کارناموں میں اس گاؤں کا ذکر آتا ہے۔ اور یہ تاریخ کا ایک حصہ لیکن علمی طور پر اس کا کوئی ماضی نہیں تھا پاکستان بننے سے قبل آپؒ دارالعلوم دیوبند میں بطور مدرس مصروف تھے اللہ تعالےٰ نے آپ جیسے اکابر سے کام لینا تھا اور تقسیم ملک کے بعد اپنے وطن اکوڑہ خٹک میں علوم نبوت کی اشاعت کا آپ نے آغاز فرمایا حضرت شیخ الحدیثؒ سے ہمارا تعلق غالباً 55 سے ہوا جب میرے والد صاحب شیخ الحدیث تشریف لے گئے اور چند سال وہاں قیام رہا اس دوران حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی زیارت ہوتی رہی حضرتؒ کے حسن خلق شفقت تواضع اور محنت کا نقش قلب پر ایسا مستحکم ہوا کہ یہ تعلق پھر بڑھتا چلا گیا مولانا سمیع الحق اور مولانا

انوار الحق سے اسی دور سے برادرانہ تعلقات استوار ہوئے ۔

ابتدائی درو میں حضرت اپنی مسجد میں درس حدیث دیتے رہے اور مدرسے کا آغاز اسی مسجد سے ہوا یہ حضرت کا اخلاص تھا کہ چھوٹی سی مسجد سے مدرسہ کی ابتداء ہوئی اور پھر یہ ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کرگیا اس بستی میں کوئی کشش نہیں تھی پشتونوں میں خوشحال خان خٹک کیوجہ سے یہ علاقہ خٹک قبائل کا مرکز سمجھا جاتا تھا دینی اعتبار سے اور ماحول کے سازگار ہونے کے اعتبار سے یہ کوئی زرخیز علاقہ نہیں ہے مگر ایسی بے رونق جگہ میں حضرتؒ کا ایسا عظیم الشان دارالعلوم قائم کرنا ایسا کارنامہ ہے جو بڑے بڑے منصوبہ سازوں اداروں انجمنوں اور اصحاب ثروت سے نہیں ہوسکتا ۔

دارالعلوم حقانیہ آپ کے اخلاص کا مظہر ہے اس ادارہ کا ملک و بیرون ملک اکابرواسلاف اور اصحاب خیر کا مرکز توجہ بننا یہ من جانب اللہ مقبولیت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے ؟ اس ادارہ نے صرف تعلیمی لحاظ سے ہی ملک پر اپنے خوشگوار اثرات نہیں چھوڑے بلکہ سالانہ جلسوں علمی میٹنگوں اور اکابر کے ورود د صدور سے موعظت و نصیحت کا بھی سلسلہ جاری رکھا دارالعلوم کے ابتدائی دور کے اجلاسوں میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ قاری محمد طیبؒ مولانا محمد علی جالندھری مولانا عزیز اللہ اور پاک وھند کے مشاہیر علماء وخطباء کے مواعظ سے عوام و خواص مستفید ہوتے ۔

مولانا نے دارالعلوم کے قیام میں چند اصول اختیار فرمائے اور آخر تک انکو نباھتے رہے اور اسکے اثرات ظاہر ہوتے رہے اپکی زبان مبارک سے یہ جملہ بارھا سناکہ " دینی مدارس میں ضبط سے زیادہ ربط کی ضرورت ہوتی ہے " ضابطوں کی موشگافیاں اور قانونی دفعات پر عمل سے زیادہ باہمی تعلق اور ربط زیادہ مفید رہتا ہے وہ ربط جو مہتمم اور اساتذہ میں رہتا ہے وہ ربط جو اساتذہ و طلبہ کے درمیان رہتا ہے وہ ربط جو مہتمم و مجلس شوریٰ اور عام مسلمانوں کے درمیان رہتا ہے گویا ھر جگہ ربط ہی ربط ہے اسی ربط کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم ہمیشہ بحرانوں سے محفوظ رہا مشکل سے مشکل وقت میں بھی حالات حضرت کے قابو میں رہے دارالعلوم کا ھر استاذ حضرت کو اپنا شیخ د مربی سمجھتا اور ہر طالبعلم حضرت کو اپنا روحانی باپ سمجھتا اور مجلس شوریٰ کا ھر رکن حضرت کو اپنا رھنما تصور کرتا ۔

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ جسکا راقم کو بھی حضرت نے نامزد کیا تھا اور جس کے اجلاس میں شرکت اپنی سعادت سمجھتا اس مجلس شوریٰ کے ممبران میں معاشرہ کے مختلف طبقے علماء صلحاء بادجاہت اور دیندار خوانین سرمایہ دار صنعتکار تجار اور زمیندار شامل تھے شوریٰ میں جب اساتذہ اور طلبہ کے مسائل زیر بحث آتے تو حضرت سی اصول " ربط " سے حل فرماتے خاص ضرورت ہوتی تو علماء کی ذیلی کمیٹی بنا کر فراخ دلانہ طریقہ سے باحسن وجوہ مسائل حل فرمالیتے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ھر ممبر کا مقصد حضرتؒ کی زیارت اور حصول فیض ہوتا اور ھر معاملہ میں حضرت کی رائے ہی اہم ہوتی مگر حضرت ہر شخص کو ایسی اہمیت دیتے جیسے کہ پوری مجلس کے روح رواں وہی ہیں ۔

حضرت کے ساتھ طویل تعلق رہا قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہونیکے بعد ابتداء میں عرصہ تک حضرت کا قیام ہمارے یہاں جامعہ اسلامیہ میں رہا اور یہ صرف حضرت کی شفقت تھی کہ خاص سہولتیں نہ ہونے اور خدمت میں کوتاہی کے باوجود حضرت نے یہاں قیام فرمایا وہ ایام ہمارے لئے انتہائی سعادت و مسرت کے تھے اور حضرت کے حسن خلق اور طبعی کمالات کا روز و شب مشاہدہ ہوتا ۔

جمعہ کے دن جب طبیعت پر بوجھ نہ ہوتا حضرت خوش دلی سے جامعہ اسلامیہ میں اپنے وعظ و فیوضات سے مستفید فرماتے بارہا طویل سفر حضرت کے ساتھ کرنے کا موقع ملا میں نے حضرت میں امتیازی صفات پائیں جو آج کے دور میں ناپید ہیں ان میں سے ایک تواضع جو آپ کی جبلی خصلت اور طبیعت ثانیہ تھی حضرتؒ کی شان تواضع دیکھ کر مخاطب شرم محسوس کرتا اپنے آپ کو مٹانا یہ معرفت و تصوف کا وہ رھنما اصول ہے جس سے باطنی مقامات رفیعہ کا حصول آسانی سے ہوتا ہے اور اھل اللہ سب سے زیادہ زور اسی پر دیتے ہیں حضرتؒ نے تو اپنے نفس کو ایسے مٹایا ہوا تھا اور تواضع کا ایسا غلبہ تھا کہ آپکی رفعتوں اور عظمتوں کا یہ زینہ تھا بمصداق حدیث " من تواضع للہ رفعہ اللہ " اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلندیوں سے نوازا تھا ۔

دارالعلوم حقانیہ کے وہ اجلاس اور محافل ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں جس میں بڑے بڑے اکابر موجود ہوتے تھے اور حضرت پر شان تواضع کا ایسا غلبہ ہوتا جسکو قلم تعبیر کرنے سے عاجز ہے ۔

حضرت کی ایک دوسری خاص امتیازی کیفیت جو ہمارے نزدیک بڑی اھم ہے وہ ہے " انابت الی اللہ " قرآن کریم میں " عبد منیب " کی تعریف فرمائی گئی ہے آپ ھروقت اللہ کی طرف متوجہ رہتے زبان " ذکر اللہ " سے مرطوب رہتی طویل اسفار میں حضرتؒ کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا آپ مسلسل ذکر خداوندی میں مصروف رہتے ہم آپس میں گفتگو کرتے رہتے اور حضرت خاموشی سے تسبیح پڑھتے رہتے گا ہے طبعیت میں انشراح ہوتا تو چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ مزاح

فرماتے یا دریافت کرنے پر جواب ارشاد فرماتے ـ

یہ میرے لیے انتہائی خوش قسمتی کی بات ہے کہ پنڈی جب بھی تشریف لاتے عموماً ہمارے یہاں از راہ ذرہ نوازی قیام فرماتے ـ

ایک رات جبکہ گرمی کا موسم تھا راتیں چھوٹی تھیں حضرتؒ کمرہ میں آرام فرما رہے تھے میں باہر صحن میں سویا ہوا تھا اچانک رات کے آخری پہر آنکھ کھلی تو کانوں نے دردناک آواز سے بارگاہ خداوندی میں رونے کی آواز سنی حضرت پر گریہ دبکا طاری ہے ہچکیاں لیکر اپنے رب کے حضور آنسو بہارہے ہیں اس آواز کی دردناکی الحاح وزاری اور اپنے رب غفور کے سامنے تضرع و عجز کی یہ کیفیت مجھ جیسے گنہگار اور قاسی القلب کو جھنجھوڑ رہی تھی " ازیزکازیز المرجل " کا منظر اپنی قلبی کیفیات سے محسوس کررہا تھا اور رات کی تاریکی میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ ہیں وہ اللہ کے بندے جن کا ذکر قرآن نے فرمایا تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً (الآیۃ)

حضرتؒ کی تیسری امتیازی خصوصیت جس سے ہم موجودہ ہنگامہ خیز اور مصروف دور میں بڑی عبرت اور درس حاصل کرسکتے ہیں وہ یہ کہ جب تک ایک کام کو اپنا مقصد نہ بنالیا جائے اور شب و روز اس کے لئے وقف نہ کردئے جائیں وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہونچتا دارالعلوم حقانیہ کو آپ نے اپنا مقصد زندگی بنایا تو پوری توانائی اسکے لیے وقف کردی حتی کہ جب سیاست میں آپ نے قدم رکھا بلکہ پورے طبقہ علماء اور عوام نے آپکو انتخابی سیاست کے لئے مجبور کیا اس دوران بھی آپکی توجہ دارالعلوم کیطرف رہتی اور اسکے انتظام و انصرام میں کبھی بھی فرق نہ پڑتا ـ

حضرت کی چوتھی امتیازی خصوصیت آپ کا سیاسی کردار ہے سیاست میں آپ کا کردار عجیب رہا پاکستانی سیاست خصوصاً انتخابی حالات میں ہر ایک کے دروازے پر جانا ضروری ہوتا ہے اور بغیر اس کے ووٹ کا حصول تقریباً نا ممکن ہے لیکن میرے خیال میں پورے ملک میں شاید حضرت واحد شخصیت تھے جو کسی کے پاس ووٹ مانگنے کے لئے نہیں گے بلکہ عوام والہانہ انداز میں حضرتؒ کو ووٹ دینے میں فخر محسوس کرتے اسی لیے حضرت کے مقابلہ میں سیاست کے بڑے بڑے برج زیر ہوگئے حالانکہ پشت پناہی بین الاقوامی طاقتیں اور مضبوط پارٹیاں کررہی تھی ـ

یہ واقعہ مشہور ہے کہ حضرت کے مقابلہ میں جب سرحد کے ایک وزیراعلیٰ کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور بھٹو کیطرف سے سرزنش کی گئی تو انھوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں کیا کروں " معاذ اللہ " ایک پیغمبر کے مقابلہ میں کیسے جیت سکتا تھا ـ

پاکستانی سیاست کے حوالہ سے ایک اھم بات کا ذکر ضروری ہے کہ سیاست میں آپکا دامن دنیوی منفعت کی آلودگی اور داغ سے پاک رہا سیاست آجکل ایک کاروبار ہے بڑے بڑے سرمایہ دار جاگیردار اور سیاسی لیڈر حصول زر حب جاہ اور اپنے مال و دولت کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت مصروف سیاست رہتے ہیں حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کا مطمع نظر مختلف انداز سے یہی ہے بلکہ پاکستانی سیاست میں تو " ہارس ٹریڈنگ " کے نام سے سیاسی خرید و فروخت کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا لیکن حضرتؒ کی سیاسی زندگی ان آلائشوں سے یکسر پاک وصاف تھی آپؒ صرف اعلاء کلمۃ اللہ اسلام کی حکمرانی اور شریعت کی بالادستی کے لئے پارلیمنٹ کے ایوانوں میں اپنا دینی فریضہ انجام دیتے رہے اور بلا خوف لومۃ لائم اپنے اسے مشن پر نہ صرف خود چلتے رہے بلکہ بعد میں آنیوالوں کے لئے رہنمائی کا باعث بنے اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں کے نقش قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے

* * *

بقیہ صـ۱۱۸۰ سے

کی عظمت واستقامت، زہد وقناعت تبلیغ وارشاد، علمی کارنامے حدت زیادہ ہیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں بندہ کے قیام کے دوران حضرۃ رحمۃ اللہ علیہ کے گرانقدر مکتوبات بھی از حد قیمتی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کسی دوسری فرصت میں ان جواہر پاروں کی اشاعت کی سعادت حاصل کردں گا۔

رحم اللہ تعالیٰ شیخنا المکرم رحمۃ واسعۃ وأعلی درجاتہ فی جنات الفردوس وکرّمہ برضوانہ ورویتہ الشریفۃ وان یجمعنا وجمیع خدامہ معہ ومع جمیع مشائخنا تحت لواء الحمد فی زمرۃ الانبیاء والصحابۃ والمقدمین ویجعلنا فی ظلہ یوم لاظل الاظلہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وافضل رسلہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

نہ جانے کس ادا سے میری جانب اس نے دیکھا تھا
ابھی تک بس دل میں تاثیر نظر محسوس ہوتی ہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علمی و دینی خدمات کے اعتراف میں پشاور یونیورسٹی کی جانب سے دی جانے والی ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری کا عکس۔

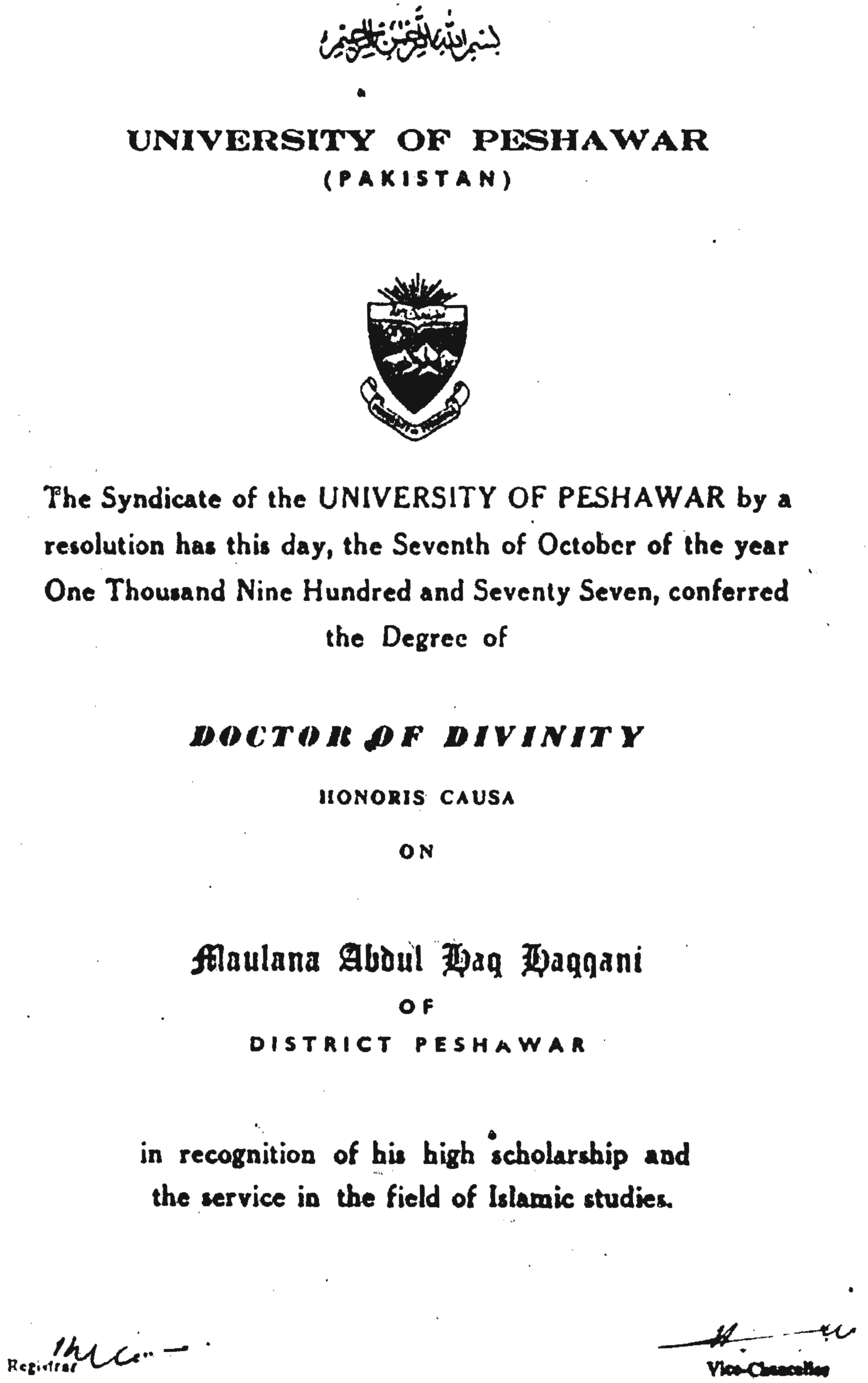

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

UNIVERSITY OF PESHAWAR

(PAKISTAN)

The Syndicate of the UNIVERSITY OF PESHAWAR by a resolution has this day, the Seventh of October of the year One Thousand Nine Hundred and Seventy Seven, conferred the Degree of

DOCTOR OF DIVINITY

HONORIS CAUSA

ON

Maulana Abdul Haq Haqqani

OF

DISTRICT PESHAWAR

in recognition of his high scholarship and the service in the field of Islamic studies.

Registrar

Vice-Chancellor

الحاج شیخ غلام حسین صاحب

۱۹۰۱ء کو گوجر خان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ۵ سال کی عمر میں کوہاٹ آگئے یہاں تعلیم حاصل کی اور محکمہ ڈاک میں ملازم ہوگئے ۱۹۲۹ء میں اکوڑہ خٹک آئے تو حضرت شیخ الحدیث کے گرویدہ ہوگئے پھر ان ہی کے ہوکر رہے ۔ حضرت شیخ الحدیث کے مخلص، عاشق زار اور وفادار تھے حضرت کی خدمت اور رفاقت ہی کو اپنا مقصد بنالیا تھا پوسٹ ماسٹر تھے اور ان کی انتہائی کوشش یہی رہتی کہ اکوڑہ خٹک ہی میں حضرتؒ کے ساتھ رہیں کبھی تبدیلی ہوجاتی تو مرغ بسمل کی طرح تڑپتے اور حضرت کی خدمت و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مواقع کی تلاش میں رہتے، تواضع، نفاست خشوع وخضوع فی الصلوٰۃ کا نمونہ تھے حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی مسجد میں قرآن کریم کے درس کا سلسلہ بھی ان ہی کے اصرار پر شروع کیا تھا۔ طلبہ پر شفیق تھے اور ان سے محبت کرتے تھے انہیں اللہ نے ظاہری وجاہت سے بھی نوازا تھا حضرت شیخ الحدیثؒ کا بھی ان سے قلبی تعلق تھا یہ اُن کی محبت ہی کی کرامت تھی کہ ۱۹۵۰ء میں جب وفات ہوئی اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے والد ماجد کے پہلو میں جگہ دی اور وہیں مدفون ہوئے۔

ملک کرم الٰہی مرحوم

محترم جناب ملک کرم الٰہی صاحبؒ بھی دارالعلوم حقانیہ کے اولین اراکین میں سے ہیں حضرت شیخ الحدیثؒ کے پڑوسی اور محلہ دار تھے اور دن رات ان کے سفر وحضر کے ساتھی، شام کو جو اراکین کی باقاعدہ مجلس مشاورت ہوا کرتی تھی ملک کرم الٰہی مرحوم بھی اس میں باقاعدہ شریک رہے، سفر حج میں بھی حضرتؒ کے رفیق تھے ان کے چھوٹے بھائی   کا بھی حضرتؒ کے ساتھ اور دارالعلوم کے ساتھ خدمت ومحبت کا ایسا ہی تعلق رہا جو ان کے پیشرو کا تھا۔

الحاج رحمان الدین صاحب

جناب الحاج رحمان الدین صاحب مرحوم جناب الحاج اعظم دین صاحب کے صاحبزادے اور دارالعلوم کے اولین اراکین سے تھے ان کے والد مرحوم اور سارے خاندان کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بہت قریبی تعلق اور رشتۂ خلوص رہا۔ الحاج رحمان الدین مرحوم نے بھی دیگر دیندار اراکین کی طرح اپنی ذاتی وجاہت کی پروا کئے بغیر دارالعلوم کے لیے ہر سال پنجاب کے دورے کرتے رہے اور باقاعدہ چندہ لاتے رہے مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

جناب ملک رحیم گل مرحوم

مرحوم اکوڑہ خٹک کے معززین سے تھے، ذی وجاہت مخلص اور دیندار تھے مدرسہ تعلیم القرآن کے قیام ہی کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی پشت پر کھڑے رہے پھر تمام زندگی اس عہد وفا کو احسن طریقہ سے نبھایا۔

جناب محمد حسین صاحب خزانچی

حضرت شیخ الحدیثؒ کی قائم کردہ انجمن تعلیم القرآن کے تاسیسی ارکان میں سے تھے ان کی دیانت، دینداری، خلوص ومحبت کے پیش نظر انہیں خزانچی بنایا گیا تھا پھر اسی نام سے معروف ہوئے جب تک زندہ رہے، تعلیم القرآن اور حضرت شیخ الحدیث سے وابستہ رہے اور کسی بھی ممکنہ خدمت سے دریغ نہیں کیا۔

جناب قاضی عبدالودود اسیرؒ

انجمن تعلیم القرآن کے اولین رفقاء میں سے تھے عربی اور پشتو ادب پر کافی عبور حاصل تھا تعلیم القرآن پرائمری سکول کے اولین اساتذہ سے تھے سکول کے لیے ان کا بنایا ہوا عربی دعائیہ ترانہ عرصہ تک رائج رہا جنوری ۱۹۹۲ء میں ان کا سانحۂ ارتحال پیش آیا مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

مولانا قاضی حبیب الرحمن صاحب

مدرسہ تعلیم القرآن پرائمری سکول میں جب درس نظامی کا شعبہ قائم ہوا حضرت قاضی صاحب اس کے اولین استاذ تھے دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں بقید حیات ہیں حضرت شیخ الحدیثؒ سے انہیں قلبی تعلق، محبت وارفتگی اور تعلق خاطر تھا۔

اس زمانے کے تعلیم القرآن پرائمری سکول کے دیگر اراکین و اساتذہ میں جناب ماسٹر غلام جیلانی صاحب، جناب غلام حیدر صاحب ہیڈ ماسٹر زدہ مینہ، جناب مولانا محمد عمر صاحب، جناب صاحبزادہ استاذ، جناب ماسٹر غلام محمد صاحب، متقدمین اساتذہ میں سے تھے جناب مولانا مبارک شاہ صاحب، جناب عبدالرزاق استاذ بھی معیاری اساتذہ مخلصین تھے۔ جناب ماسٹر الحاج محمد نعمان صاحب بفہ ہزارہ نے بھی مدرسہ تعلیم القرآن کا نظم وضبط اعلیٰ اور عمدہ طریقہ سے سنبھالا۔ جناب ماسٹر اعتراف الدین اور جناب عبداللطیف استاذ بھی قابل ذکر شخصیات ہیں۔

Dentonic
POWDER
ALA CHEMICALS
ala

DENTONIC

TOOTH POWDER

ڈنٹونِک

ہمیں آپ کی سرپرستی کی
وجہ سے قوم کی خدمت
کرتے ہوئے پورے
۳۰
سال ہوگئے ہیں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ
ہمیں یہ اعزاز ڈنٹونِک
پر آپ کے غیر متزلزل اعتماد
کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔
ہماری دُعا ہے کہ ہم
اسی طرح خلوصِ نیت
اور دیانتداری کے ساتھ
ہمیشہ آپ کی خدمت
کرتے رہیں۔

ala

خدمت و خوبی کا نشان
خدمت میں عظمت ہمارا ایمان

تیار کنندگان:
اعلیٰ کیمیکلز پی او بکس نمبر 2110 کراچی۔ 74600 پاکستان

ORIENT

لذت کی دنیا میں ایک معتبر نام

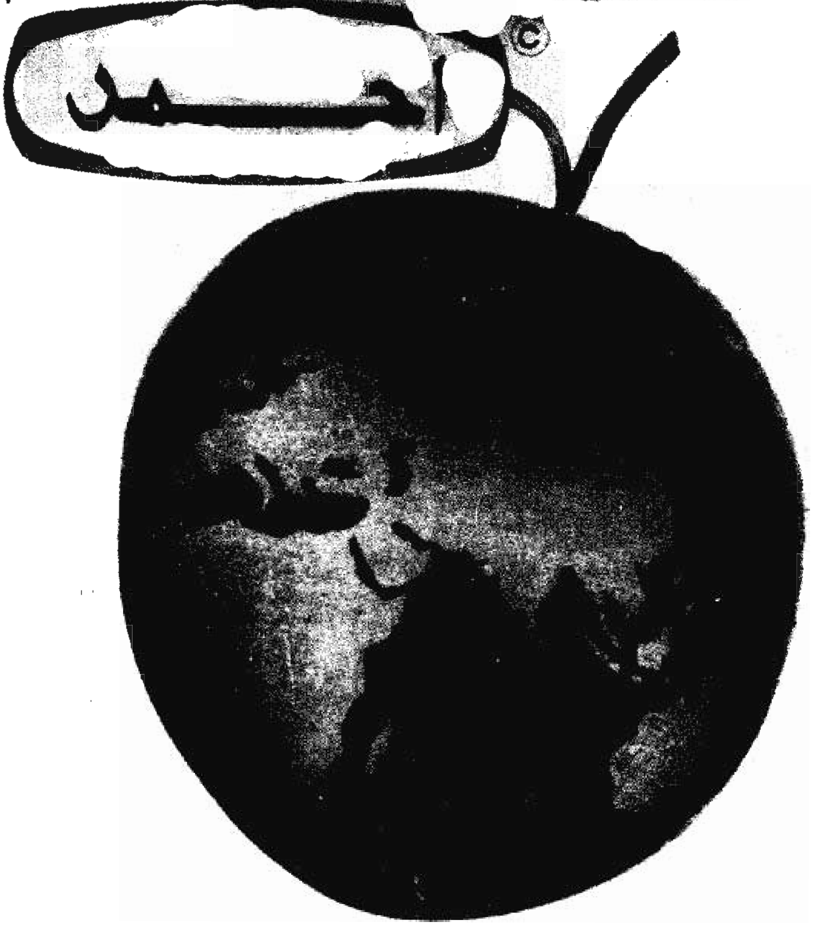

احمد کے جام جیلی، ٹماٹو کیچپ اور پچے پکائے کھانے اپنے منتخب اجزا، اعلیٰ معیار اور بے مثل ذائقے کے سبب مُلک اور بیرونِ مُلک بیحد پسند کئے جاتے ہیں۔
لذیذ اور معیاری اشیاء کے لئے ہمیشہ احمد کی مصنوعات کا انتخاب کیجئے جنھیں برسوں سے صارفین کا اعتماد حاصل ہے۔

احمد کا نشان — معیار کی پہچان

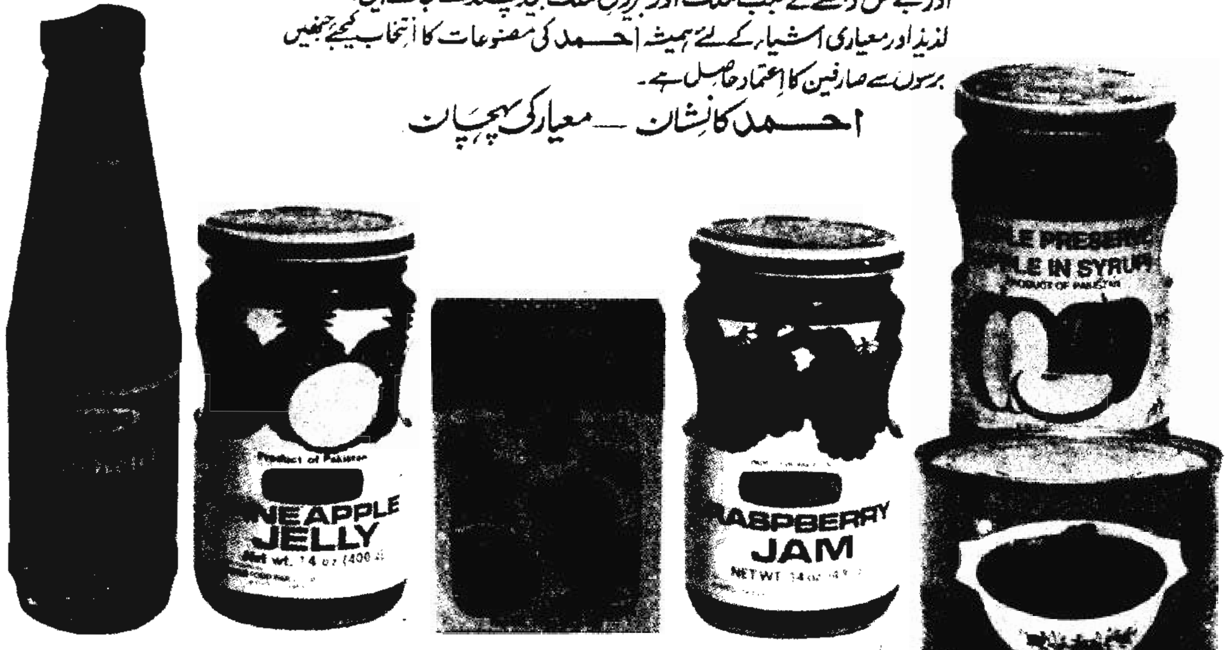
Product of Pakistan
PINE APPLE JELLY
Net wt. 14 oz (400 g)
RASPBERRY JAM
NET WT 14 oz
APPLE PRESERVE
APPLE IN SYRUP
PRODUCT OF PAKISTAN

قُدرت نے ذائقہ دیا، احمد نے محفوظ کیا

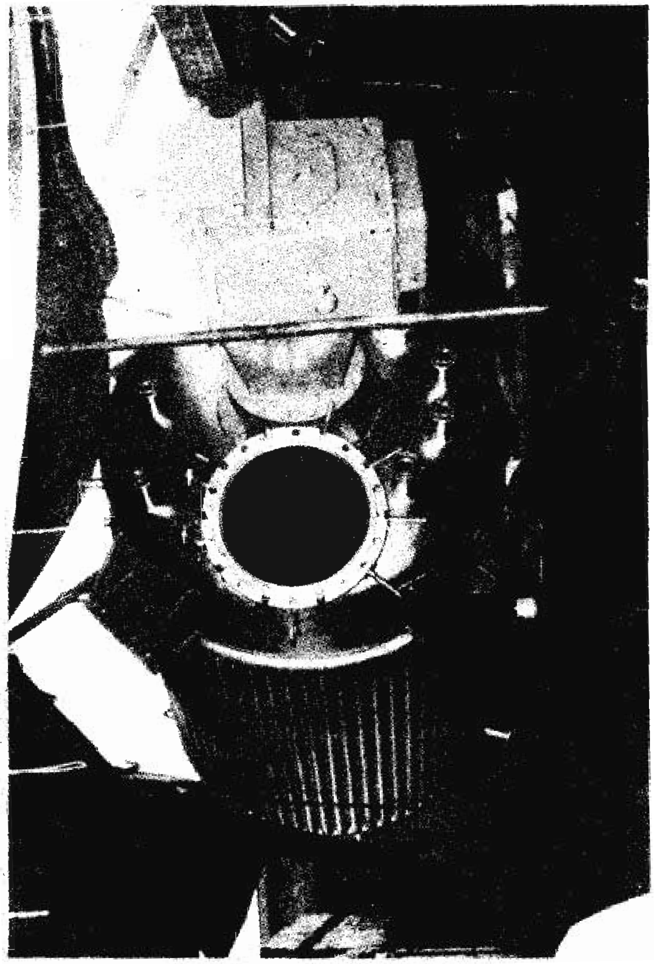

ریزن ری ایکٹر
سٹین لیس سٹیل میں

ہماری مصنوعات : پراسس پلانٹ اکوپمنٹ مینوفیکچرنگ ۔

الکڈ ریزن پلانٹ ۔ پی ۔ وی ۔ اے پلانٹ ۔

ڈی ۔ او ۔ پی پلانٹ ٹرن کی بنیادوں پر (ایس ۔ ایس ۳۱۶ میں)

علاوہ ازیں ہر طرح کی ڈیولپمنٹ کا کام بھی کیا جاتا ہے ۔

تیار کنندگان : حامد انجینئرنگ کمپنی نور روڈ بادامی باغ لاہور (پاکستان)

فون : ۲۸۰۸۸۱ - ۰۴۲ فیکس : ۲۸۱۲۷۶ - ۰۴۲

اپنی جہازراں کمپنی

پی این ایس سی

کے

جہاز سے مال بھیجیے

بروقت۔ محفوظ۔ باکفایت

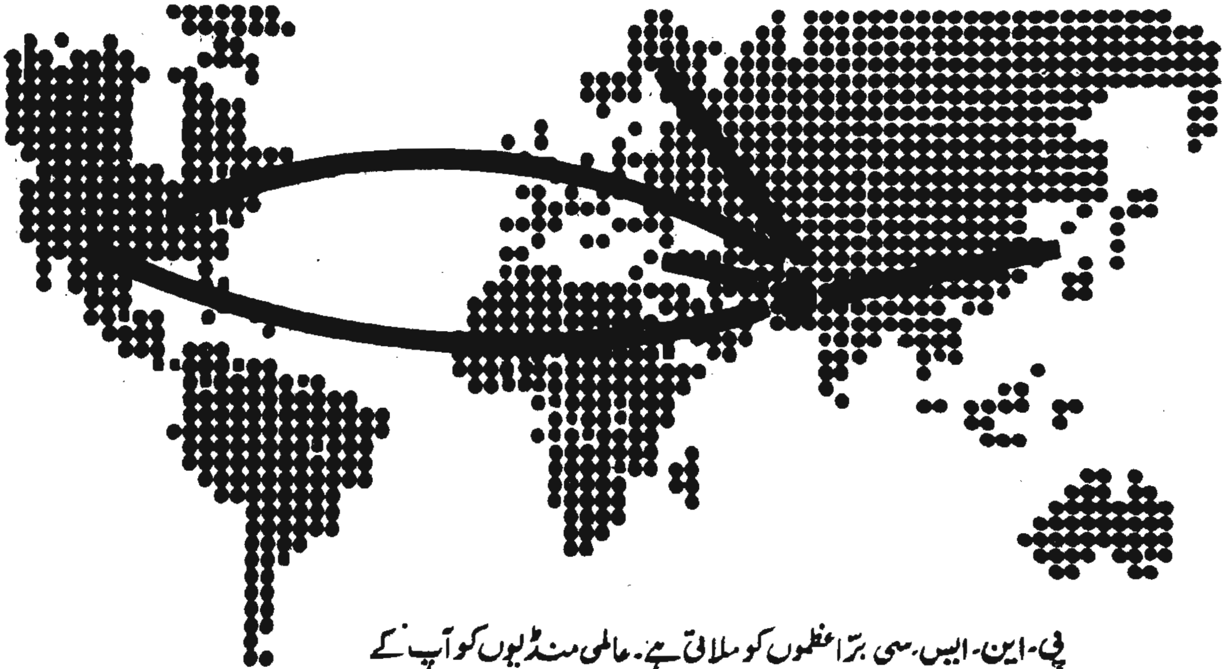

پی۔ این۔ ایس۔ سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجیے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہازران ادارہ

PNSC

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON